عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنوی

جلد 21-22 دفتر 6

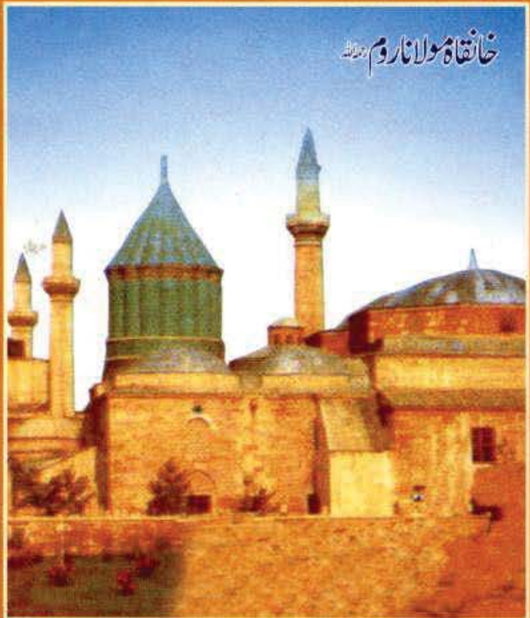

مع افادات و ارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر الاول من کلید مثنوی
المتعلق بالدفتر السادس من المثنوی المعنوی
تمہید کلید مثنوی شرح دفتر ششم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ شائقان معانی واسرار مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض ہے کہ عرصہ آٹھ سال کا ہوا کہ مثنوی موصوف کے دفتر اول کی شرح لکھی تھی اس کے بعد ضعف ہمت وکثرت دیگر مشاغل کے سبب ونیز اس خیال سے بھی کہ مضامین سب دفاتر کے متشابہ ہیں ایک شرح سے بھی ضرورت رفع ہوگئی اور دوسرے دفاتر کے حل میں معین ہوسکتی ہے۔ آگے سلسلہ نہ چل سکا چنانچہ شرح مذکور کے اخیر میں اس طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے اس عرصہ میں بہت احباب نے دوسرے دفاتر کی شرح لکھنے کے لئے استدعا کی مگر کثرت عوائق کا عذر پیش کر کے عذر کر دیتا تھا بہت تھوڑا عرصہ ہوا کہ اتفاقاً ناظم مجلس[1] جمعیۃ الانصار یہاں تشریف لائے اور متعدد فوائد اور مصلحتیں اگر چہ وہ بڑے درجہ کی ضرورتیں نہ ہوں ظاہر کر کے بقیہ شرح لکھنے کے لئے اصرار کے ساتھ فرمائش کی اور میرے عذروں کا کچھ کچھ جواب بھی دیا جس کا حاصل یہ تھا کہ تھوڑا تھوڑا کام کرنے کے لئے تھوڑا وقت بھی کافی اور نیز اس کا نکالنا ممکن ہے اور چونکہ اتنے تھوڑے وقت میں تمام باقی دفتروں کی شرح کا اتمام ظاہر مستبعد تھا اس لئے اخیر رائے یہ دی کہ کم از کم ایک ہی دفتر کی شرح اور لکھ دی جاوے اور بوجہ ترتیب سلسلہ کے اس کے لئے دفتر دوم کو تجویز فرمایا مگر میں نے (اس وجہ سے کہ حضرت سیدی مرشدی قدس سرہ سے سنا تھا کہ دفتر ششم میں اسرار ومعانی زیادہ ہیں اور خود دفتر مذکور کے شروع میں ایک شعر میں بھی اس طرف اشارہ ہے حیث قال بوکہ فیما بعد دستوری رسد۔ رازہائے گفتنی گفتہ شود۔ اور بعض شراح نے مولانا سے تصریحاً بھی اس کو نقل کیا ہے کہ ہر دفتر متاخر اجمع للمعانی ہے بہ نسبت دفتر متقدم کے) دفتر ششم تجویز کیا کہ بوجہ اجمع ہونے کے اس کی شرح گویا تمام دفاتر سابقہ کی من وجہ شرح ہو جاوے گی۔ نیز اس میں ایک وجہ استحسان اور بھی معلوم ہوئی کہ ایک دفتر اول کے اور ایک اخیر کے شرح ہو جانے سے کتاب کی طرفین حل ہو جاویں گی اور طرفین کے احکام وسط محفوف میں بھی سرایت کرتے ہیں تو گویا تمام کتاب من وجہ اس حل میں شریک ہوگی۔ نیز ایام ماضیہ میں چند بار خاتمہ مثنوی مصنفہ حضرت مولانا الٰہی بخش صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح لکھنے کا باین وجہ خیال پیدا ہوا کیا کہ اب تک اس کی شرح کسی نے نہیں لکھی۔ چونکہ خاتمہ مذکورہ بمنزلہ دفتر ششم کے ایک جزو کے ہے تو گویا اس دفتر کے ایک جزو کے ساتھ قصد شرح کا مقترن ہو چکنا بھی مرجح ہو سکتا ہے۔ اس کو شرح کے ساتھ خاص کرنے کا آخری اسی پر اتفاق قرار پایا اب آغاز شعبان ۱۳۲۹ھ میں بنام خدا اس کی شرح مع شرح خاتمہ مذکورہ برعایت ان التزامات کے جو شرح دفتر اول کے اخیر میں مذکور ہیں شروع کرتا ہوں[2] اور اللہ تعالیٰ سے دعائے اتمام ومقبولیت ونافعیت کرتا ہوں۔ وھو ولی التوفیق وبی کل خیر خیر رفیق۔ کتبہ اشرف علی عفی عنہ مقام تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

---

[1] یہ ایک مجلس فائض یافتگان مدرسہ عالیہ دیوبند کی ہے۔ ۱۲ منہ [2] بعد شروع کے کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ سوا دو سال میں کل دس شعر لکھے گئے اور اس سے قریب قریب ہمت شکستہ ہوگئی مگر محبی مولوی احمد حسن صاحب سنبھلی کے تقاضے سے پھر ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ کے آغاز سے اس کا آغاز کیا۔ اب مکرر دعا اتمام ومقبولیت ونافعیت کی کرتا ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کلید مثنوی دفتر ششم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے حیات دل حسام الدین بسے	میل می جوشد بقسم سادسے
اے مولانا حسام الدین جو کہ حیات دل ہیں	قسم سادس کی طرف خواہش کو جوش ہوتا ہے
گشت از جذب چو تو علامۂ	در جہاں گرداں حسامی نامۂ
آپ جیسے علامہ کی کشش سے	یہ حسامی نامہ عالم میں دائر سائر ہو گیا ہے
پیش کش بہر رضایت می کشم	در تمام مثنوی قسم ششم
آپ کی خوشنودی کے لئے قسم ششم کو مثنوی	کے تمام کرنے کے لئے لکھ کر پیش کش کرتا ہوں
پیش کش می آرمت اے معنوی	قسم سادس در تمام مثنوی
اے صاحب حقیقت میں دفتر سادس کو اتمام مثنوی	کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کش کرتا ہوں
شش جہت را نور دہ زیں شش صحف	کے یطوف حولہٗ من لم یطف
شش جہت کو ان چھ صحیفوں سے نور دیجئے	تاکہ جس نے اب تک طواف نہیں کیا وہ اب اس کے گرد طواف کرلے
عشق را با پنج و با شش کار نیست	مقصد او جز کہ جذب یار نیست
عشق کو پانچ اور چھ سے کوئی غرض نہیں	اس کا مقصد تو بجز محبوب کو اپنی طرف متوجہ کرنے کچھ بھی نہیں
بو کہ فیما بعد دستوری رسد	راز ہائے گفتنی گفتہ شود
ممکن ہے کہ مابعد میں کچھ اجازت پہنچ جاوے	کہنے کے قابل بہت سے راز کہنے میں آ جاویں
با بیانے کاں بود نزدیک تر	زیں کنایات دقیق مستتر
ایسے بیان کے ساتھ جو بہ نسبت کنایت	دقیق و مستتر کے نزدیک تر ہو

(بسے متعلق بہ می جوشد۔ گرداں خبر مقدم گشت و حسامی نامہ اسم موخر گشت۔ قسم شش مفعول می کشم در تمام بمعنی بہر تمام شدن کما فی الحدیث فی ھرۃ ای لاجل ھرۃ و ہمچنیں در شعر لاحق و معنوی منسوب الی المعنی یعنی اے صاحب حقیقت نہ صاحب صورت۔ بو مخفف بود با بیانے متعلق بگفتہ شود در شعر سابق یعنی) اے مولانا حسام الدین (ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کی تحقیق دفتر اول میں گزری ہے) جو کہ حیات دل ہیں (یعنی قلب اور روح کو ان کی صحبت وافادات سے زندگی میسر ہوتی ہے) قسم سادس (یعنی دفتر ششم لکھنے) کی طرف خواہش کو جوش ہوتا ہے (آگے اس جوش کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) آپ جیسے علامہ کی کشش (اور خواہش دلی) سے یہ حسامی نامہ (یعنی مثنوی کہ مولانا حسام الدین کے سبب لکھی گئی) عالم میں دائر سائر ہو گیا ہے (یعنی جتنی لکھی گئی وہ آپ کی اس دلی خواہش کی برکت سے کہ خلائق کو اس سے نفع ہو اور بزرگوں کی خواہش کو اللہ تعالیٰ پوری فرماتے ہیں اطراف عالم میں مشہور وشائع ہو گئی۔ اسی لئے یہ خواہش ہوئی کہ اور بھی لکھی جاوے تو اور نفع ہو بس آپ کی اس خواہش سے میرے قلب میں اور دفتر لکھنے کا جوش ہوتا ہے اس لئے) آپ کی خوشنودی کے لئے قسم ششم کو مثنوی کے تمام کرنے کے لئے لکھ کر پیشکش کرتا ہوں (اور) اے صاحب حقیقت (کہ عالم صورت سے بے تعلق ہیں) میں دفتر سادس کو اتمام مثنوی کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں (اس میں اشارہ ہے کہ سادس سے آگے نہ لکھوں گا یا تو مکشوف ہو گیا ہو گا کہ آگے عمر نہ ہوگی یا کہ مضامین مقصودہ کا اس میں ختم کر دینے کا ارادہ ہوگا۔ آگے اس دفتر کا نافع ہونا مع نکتہ عدد شش کے بیان فرماتے ہیں کہ اے حسام الدین) شش جہت (یعنی عالم) کو ان چھ صحیفوں (یعنی دفتروں) سے نور دیجئے۔ (یعنی اس کو مستفیدین تک پہنچا کر ان کو نفع اور علم دیجئے۔ شش جہت و شش صحف کے تناسب سے نکتہ ظاہر ہے تا کہ جس نے اب تک (اس کتاب کا) طواف نہیں کیا وہ اب اس (دفتر ششم) کے گرد طواف کر لے۔ مراد طواف سے اپنے ذہن کو اس کے مضامین میں حرکت دینا یعنی التفات کرنا ہے۔ یعنی جو اب تک بقیہ دفتروں سے منتفع نہیں ہوا وہ اب اس دفتر سے منتفع ہو جاوے کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تدریجاً اعتراض یا اعراض مرتفع ہو جاتا ہے آگے اس دفتر کا باوجود نافع ہونے کے درجہ ضرورت میں نہ ہونا مگر درجہ مصلحت میں ہونا اور عدد مذکور کا مقصود نہ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ مضامین عشق کو (جو کہ حاصل مثنوی کا ہے) پانچ اور چھ سے کوئی غرض نہیں اس کا مقصد (اور مقتضا) تو بجز محبوب کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے کچھ بھی نہیں (مراد اس سے وصل وقرب ہے یعنی مقصود مثنوی سے مضامین عشقیہ ہیں جن کا ثمرہ محبوب حقیقی کا قرب ہے اور وہ جس طرح چھ دفتر سے حاصل ہوگا اسی طرح پانچ دفتر سے بھی حاصل ہے۔ اس لئے اگر چھٹا نہ ہوتا تب بھی کچھ حرج نہ تھا اس سے ثابت ہوا کہ یہ درجہ ضرورت بمعنی لولاہ لترتب الضرر میں نہیں لیکن درجہ مصلحت بمعنی لولاہ لما ترتب النفع الخاص میں اس لئے ہے کہ) ممکن (یعنی متوقع) ہے کہ مابعد (کے حصہ یعنی دفتر ششم) میں (کہ پانچ کے بعد ہے) کچھ اجازت (اظہار اسرار کی عالم غیب سے) پہنچ جاوے (اس طرح سے کہ) کہنے کے قابل بہت سے راز کہنے میں آ جاویں (اور) ایسے بیان (وعنوان) کے ساتھ (کہنے میں آ جاویں) جو بہ نسبت کنایات دقیق ومستتر کے (فہم سے) نزدیک تر ہو (یعنی ممکن ہے کہ پہلے دفتروں میں بعضے اسرار دقیق ومستتر اشارات میں بیان میں آئے ہوں اور وہ اس دفتر میں واضح الفاظ سے بیان میں آ جاویں اور چونکہ مثنوی کی آمد غیر اختیاری تھی جیسا منقول ہے اس لئے اس طرح پر بیان ہو جانا علامت اجازت اظہار اسرار کی ہے جس کا بیان دستوری رسد میں ہوا ہے اور وہ مصلحت یہی ہے کہ اس طرح سے اور زیادہ نفع مرتب ہوتا ہے اور چونکہ یہ مضامین پہلے بھی مذکور ہوئے ہیں گو دقیق ومستتر عنوان سے سہی اس لئے درجہ ضرورت میں نہیں ہے جیسا شعر عشق را با پنج الخ کی شرح میں بیان کیا گیا ہے۔

فائدہ:۔ اور راز ہا کو گفتنی کے ساتھ مقید کرنے میں اشارہ اس طرف ہے کہ بعضے اسرار بالکل ہی کہنے کے

www.besturdubooks.wordpress.com

قابل نہیں ہوتے یعنی کتاب میں پس وہ اب[1] بھی نہ لکھے جاویں گے۔

راز جز با رازداں انباز نیست	راز اندر گوش منکر راز نیست
اسرار بجز صاحب اسرار کے کسی اور کے ساتھ شریک نہیں	گوش منکر میں وہ اسرار اسرار ہی نہیں
لیک دعوت واردست از کردگار	باقبول و ناقبول او را چہ کار
لیکن دعوت پروردگار کی طرف سے وارد ہے	اس کو قبول و عدم قبول سے کچھ سروکار نہیں

(اوپر رازہائے گفتنی گفتہ شود میں مصلحت کا مقتضی اظہار اسرار ہونا ارشاد فرمایا تھا اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس مقتضی کے ساتھ مانع بھی تو ہے کہ بہت لوگ اسرار کا انکار کریں گے تو اس مانع کا اعتبار کر کے اس پر کیوں نہیں عمل کیا اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ) اسرار (حقیقت) بجز صاحب اسرار کے کسی اور کے ساتھ شریک (یعنی مانوس) نہیں (اور صاحب اسرار سے مراد عام ہے عالم بالفعل و عالم بالقوہ کو یعنی خواہ وہ محرم اسرار ہو خواہ طالب ومعتقد اسرار ہو ۔ اول کے ساتھ مانوس ہونا تو باعتبار حصول بالفعل کے ہے اور دوسرے کے ساتھ مانوس ہونا باعتبار طلب وآئندہ حصول کے ہے اور اول کو اسرار کا مخاطب بنانا اپنے حظ کے لئے جیسا کہ ہم مذاق کے ساتھ معلومات مشترکہ کے اعادہ میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے یا اس کی زیادت تکمیل کے لئے ہے۔ جیسا کامل کا خطاب ناقص سے یا اکمل کا کامل سے اس کو مفید ہوتا ہے۔ غرض قابلیت خطاب اسرار کی صاحب اسرار ہی کو ہے اور) گوش منکر (اسرار) میں وہ اسرار اسرار ہی نہیں۔ (یعنی وہ اس کو کس قدر سے نہیں سنتا جیسا راز کو سننا چاہئے اور اس کا مقتضا یہی تھا کہ اسرار کو بیان نہ کیا جاوے) لیکن (ہم نے اس مانع کا اعتبار نہیں کیا بلکہ سنت الہیہ پر عمل کیا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حق کی) دعوت پروردگار کی طرف سے وارد (ہوئی) ہے (اور) اس کو قبول و عدم قبول سے کچھ سروکار نہیں ہوا۔ (چنانچہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی تکذیب بھی ہوئی مگر اس کا نزول بند نہیں ہوا چنانچہ خود اس کی بھی تصریح قرآن مجید میں ہے۔ افنضرب عنکم الذکر صفحاً ان کنتم قوماً مسرفین اور حکمت اس میں یہ ہے کہ افادہ اہلکانی نفسہ مطلوب شرعی ہے اور مطلوب شرعی کو احتمال مفسدہ نااہل سے نہیں چھوڑا جاتا۔ البتہ جو امر خود شرعاً مطلوب نہ ہو اس کو ایسے احتمال پر ترک کرنا خود شرعاً مامور بہ ہے جیسا اصولیین وفقہا نے یہی تفصیل فرمائی ہے۔

فائدہ:۔ اگر شبہ ہو کہ اوپر شعر عشق را بانج الخ کی شرح میں اس دفتر کا ضروری نہ ہونا گو مصلحت ہو بیان ہوا ہے اور غیر ضروری کو احتمال مفسدہ پر ترک کر دیا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ دفتر کے غیر ضروری ہونے سے مضامین اسرار کا غیر ضروری ہونا لازم نہیں آتا اور کلام نفس اسرار کے ذکر میں ہے اور وہ ضروری ہے اس کو انکار منکر سے نہیں چھوڑا جاوے گا چنانچہ دوسرے دفتروں میں اسی لئے ذکر کیا گیا جس کا اعادہ سہل بیان سے اس دفتر میں مقصود ہے تو اس تسہیل سے کوئی مفسدہ نہیں بڑھا بلکہ اس کا کم ہو جانا مظنون ہے کہ ایسے بیان میں غلط فہمی کم ہوتی ہے۔

نوح نہ صد سال دعوت می نمود	دمبدم انکار قومش می فزود
حضرت نوح علیہ السلام نوسو سال تک برابر دعوت فرماتے رہے	ان کی قوم کا انکار دمبدم ترقی ہی رہا

[1] چنانچہ خود اس دفتر میں بھی بعضے مضامین کو ترک کر دینے کی تصریح ہے مثلاً ایک جگہ فرمایا ہے سر دیگر ہست کو گوش دگر طوطی کو مستعد آن شکر خموز لک ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیچ از گفتن عناں واپس کشید	ہیچ اندر غار خاموشی خزید
کیا وہ کبھی کہنے سے رکے	کیا کبھی وہ غار خاموشی میں جاگزیں ہوئے
زانکہ از بانگ و علالائے سگاں	ہیچ وا گردوز راہے کارواں
وجہ یہ کہ کتوں کے شور و غوغا سے	کیا کبھی کوئی قافلہ راہ سے واپس آ گیا ہے
یا شب مہتاب از غوغائے سگ	سست گردد بدر را در سیر تگ
یا شب ماہ میں غوغائے سگ سے	بدر کی سرعت اس کی حرکت میں سست ہو گئی ہے
مہ فشاند نور و سگ عوعو کند	ہر کسے بر خلقت خود می تند
چاند نور افشانی کیا کرتا ہے اور کتا عوعو کرتا ہے	ہر شخص اپنی فطرت پر مستعدی سے قائم ہے
ہر کسے را خدمتے دادہ قضا	در خورآں گوہرش در ابتلا
ہر کسی کو قضا نے ایک ایک خدمت عطا فرما رکھی ہے	اس کی استعداد ذاتی کے مناسب بمصلحت امتحان
چونکہ نگزارد سگ آں بانگ سقم	من مہم سیران خود را چوں ہلم
جس حالت میں کتا اس غوغائے مرض افزا کو نہیں چھوڑتا	تو میں تو چاند ہوں میں اپنی سیر کو کیسے چھوڑ دوں گا
چونکہ سرکہ سرکگی افزوں کند	پس شکر را واجب افزونی بود
جب سرکہ اپنی صفت سرکگی کو ترقی دے	پس شکر کو اور زیادہ ہونا ضروری ہے
قہر سرکہ لطف ہم چوں انگبیں	کایں دو باشد رکن ہر اسکنجبیں
قہر اور لطف بھی مثل سرکہ و شہد کے ہیں	جو کہ ہر سکنجبیں کے دو جزو ہوتے ہیں
انگبیں گر پائے کم آرد زخل	آید آں اسکنجبیں اندر خلل
اگر انگبیں سرکہ سے کم ہو	تو اس سکنجبیں میں خرابی رہے گی
قوم بر وے سرکہا می ریختند	نوح را دریا فزوں می ریخت قند
نوح علیہ السلام کی قوم ان پر سرکے ڈالتی تھی	نوح علیہ السلام پر دریا اور زیادہ قند جاری کرتا تھا
قند او را بد مدد از بحر جود	پس ز سرکہ اہل عالم می فزود
ان کی قند کو بحر جود سے مدد پہنچتی تھی	اہل عالم کے سرکہ کے سبب اس میں اور بھی افزونی ہوتی تھی
واحد کالالف کہ بوذ آں ولی	بلکہ صد قرن ست آں عبد العلی
ایسا واحد جو ہزار کے برابر ہو کون ہوتا ہے؟ وہ ولی ہوتا ہے	بلکہ وہ بندہ خدائے عالی شان سو قرن کے برابر ہوتا ہے
خم کہ از دریا درو راہے شود	پیش او جیحونہا زانو زند
اگر مٹکہ میں بحر اعظم سے کوئی راستہ ہو جاوے	تو اس مٹکہ کے روبرو جیحوں جیسی نہریں بھی ادب کرنے لگیں

خاصہ ایں دریا کہ دریا ہا ہمہ	چوں شنیدند ایں مثال و دمدمہ
خاص کر یہ دریا کہ ان سبھی دریاؤں نے	جب یہ مثال اور شہرت سنی
شد دہاں شاں تلخ زیں شرم وخجل	کہ قریں شد نام اعظم با اقل
تو ان کا منہ اس شرم و خجلت سے تلخ ہوگیا	کہ دریائے اعظم کا نام دریائے احقر کے ساتھ مقرون کیا گیا
در قران ایں جہاں با آنجہاں	ایں جہاں از شرم میگردد جہاں
اس عالم کا اس عالم کے ساتھ جب اقتران ہوتا ہے	تو یہ عالم شرم کے سبب بھاگ جاتا ہے
ایں عبارت تنگ و قاصر رتبت ست	ورنہ خس را با اخص چہ نسبت ست
یہ عبارت بہت تنگ اور کم رتبہ ہے	ورنہ خس کو اخص سے کیا نسبت ہے

(علالا بفتح آواز بلند وشور وغوغا۔ دراِبتلا بغرض ابتلاء کمافی حدیث عذبت فی ھرۃ ای لاجل ھرۃ سقم بفتح وضم وحنین چوں حزن وحزن بیماری۔ سیران بمعنی سیر۔ پائے آرد داخل شود۔ دمدمہ آواز وشہرت تجل۔ بفتحتین سرگشتگی و بے خودی از شرم کمافی الصراح۔ تلخ شدن دہاں کنایت ست از بیماری۔ جہان در قولہ میگردد جہاں بمعنی جہندہ و گریزندہ۔ ان اشعار میں تائید ہے مضمون سابق کی لیک دعوت وار دست از گردگار باقبول ورد نا قبول اوراچہ کار (یعنی دیکھو) حضرت نوح علیہ السلام نوسو سال تک (بلکہ پچاس زیادہ کما قال تعالیٰ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاماً سوکسر حذف کردی گئی۔ غرض اتنی مدت تک وہ اپنی قوم کو توحید کی) برابر دعوت فرماتے رہے (حالانکہ) ان کی قوم کا انکار وقتاً فوقتاً روبہ ترقی ہی رہا۔ (مگر) کیا وہ (ان کے انکار کی وجہ سے) کبھی کہنے سے رکے کیا کبھی (اس وجہ سے) وہ غار خاموشی میں جا گزیں ہوئے (یعنی کبھی نہیں) وجہ یہ کہ کتوں کے شور وغوغا سے کیا کبھی کوئی قافلہ راہ (مقصود) سے واپس آ گیا ہے یا شب ماہ میں غوغائے سگ سے بدر کی سرعت اس کی حرکت میں (کبھی) سست ہوگئی ہے (یعنی ان اسباب غیر معترہ سے نہ کسی کی حرکت اختیاریہ قطع ہوئی ہے جیسے قافلہ کی حرکت یا حضرت نوح علیہ السلام کی موعظت اور نہ کسی کی حرکت اضطراریہ قطع ہوئی ہے جیسے چاند کی حرکت کہ وہ حرکت بھی بدستور رہتی ہے اور وہ حرکت میں جو نور افشانی کرتا ہے گو اضطراراً ہی ہو وہ بھی بدستور رہتی ہے چنانچہ چاند نور افشانی کیا کرتا ہے اور کتا عوعو کرتا ہے۔ ہر شخص اپنی فطرت پر مستعدی سے قائم ہے (جس کی شرح یہ ہے کہ) ہر کسی کو قضا (وقدر) نے ایک ایک خدمت عطا فرما رکھی ہے (خواہ تشریعاً جیسے اظہار حقائق نافعہ وافاضہ انوار و برکات خواہ تکویناً جیسے انکار معاند آثار امثلہ مذکورہ پھر ان میں بھی خواہ اختیاراً جیسے بعض امثلہ میں مثلاً شور سگ یا انکار معاند خواہ اضطراراً جیسے نور افشانی ماہ بہر حال ہر ایک سے افعال وآثار مخصوصہ کا) اس کی استعداد ذاتی کے مناسب بمصلحت امتحان (صدور ہوتا ہے ذاتی سے مراد قائم بالذات گو جزو ذات نہ ہو اور امتحان سے مراد مکلفین کا امتحان کہ تصرفات الٰہیہ میں ایک حکمت یہ بھی ہے کماقال تعالیٰ و ھو الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام و کان عرشہ علی المآء لیبلوکم ایکم احسن عملاً وقال خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً وقال تعالیٰ ولو شآء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولٰکن لیبلوکم فیما آتاکم حاصل یہ کہ جب قدرتی طور پر ہر ایک سے افعال خاصہ سرزد ہو رہے ہیں خواہ قبیح ہوں خواہ حسن تو) جس حالت میں کتا (جس کے ساتھ منکر معاند کو تشبیہ دی گئی ہے) اس غوغائے مرض (یعنی پریشانی) افزا کو نہیں چھوڑتا (مراد

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سے انکار براہ عناد ہے جو کہ معصیت و مذموم شرعی ہے) تو میں تو (مشابہ) چاند (کے) ہوں (افاضہ انوار علم و حکمت میں) میں اپنی سیر (حرکت قوی باعثہ و فاعلہ یعنی ارادہ و نطق) کو کیسے چھوڑ دوں گا (بلکہ اس صورت میں تو مجھ کو بجائے ترک کے اور زیادہ تکلم بالحکمت مناسب ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ) جب سرکہ (جس کو سکنجبین میں ملانا مقصود ہے) اپنی صفت سرکگی (یعنی ترشی) کو ترقی دے (اسناد مجازی ہے یعنی جب اس میں ترشی تیز ہو جاوے) پس (اس صورت میں) شکر کو مراد مطلق شیرینی چنانچہ آگے انگبین سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی ایسی چیز کو کہ دوسرا جزو ہے سکنجبین کا) اور زیادہ ہونا ضروری ہے (تا کہ مرکب کا مزاج تناسب سے خارج نہ ہو جاوے قہر اور لطف (کے آثار) بھی مراد انکار معاند و اظہار علوم کہ اول آثار قہر سے اور دوسرا آثار لطف سے ہے) مثل سرکہ و شہد کے ہیں جو کہ ہر سکنجبین کے دو جز ہوتے ہیں (پس بقاعدہ تناسب) اگر انگبین سرکہ سے کم ہو (یعنی سرکہ کے مقابلہ میں اس کی جتنی مقدار ہونا چاہئے اس سے کم ہو) تو اس سکنجبین میں (ضرور) خرابی رہے گی (اسی طرح انکار معاند کی جس مقدار کے بعد اظہار علم کی جس مقدار کا ضروری ہونا دلائل حقہ سے ثابت ہے اس میں کمی ہونے سے مصالح مقصودہ فوت ہوں گے اس لئے اس مقدار پر اظہار علم ضروری ہوگا (اوپر شعر ہر کسے راخدمتے دادہ قضا الخ کی شرح میں جو احقر نے تعمیم کی ہے خواہ تشریعاً خواہ تکویناً اور ہر ایک کی بعض بعض مثالیں بھی ذکر کی ہیں۔

وجہ اس تعمیم کی یہ ہے کہ صرف تشریع تو مراد اس لئے نہیں ہو سکتی کہ بعض افعال ان میں قبیح ہیں جیسے بعض امثلہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور صرف تکوین مراد لینے میں یہ اشکال تو نہیں کیونکہ تخلیق و ایجاد حسن و قبیح سب کے ساتھ متعلق ہوتی ہے لیکن ایک دوسرا اشکال یہ پیش آوے گا کہ اس مقام پر جو یہ حکم کیا گیا ہے کہ اہل حق کو حق کا اظہار کرنا لازم ہے اس حکم کا اس مضمون ہر کسے راخدمتے دادہ قضا الخ کے ساتھ معلل کرنا صحیح نہ ہوگا اور مقصود معلل کرنا ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ وجہ صحیح نہ ہونے کی یہ ہے کہ بعد صدور امر تکوینی کے تو کوئی حالت منتظرہ وقوع مکون میں باقی رہ ہی نہیں سکتی ورنہ تخلف مراد کا ارادہ سے لازم آوے گا جیسا کہ ظاہر ہے پھر اس کے کیا معنی ہوں گے کہ اس حالت میں تم کو اظہار حق کرنا چاہئے کیونکہ امر تکوینی اگر اظہار حق کے ساتھ متعلق ہو چکا ہے تو اس امر تکوینی سے اظہار حق کا تاخر بالذات ہوگا نہ کہ بالزمان جب بالذات ہوگا تو اس کا صدور مکلف سے ہو چکا ہوگا گو بالاختیار سہی کیونکہ اس امر تکوینی کا تعلق افعال اختیاریہ کے ساتھ اسی نہج سے ہوتا ہے۔ جب صدور ہو چکا ہوگا پھر اس مشورہ کے کیا معنی کہ اب صادر کرنا چاہئے پس صرف تکوین بھی مراد نہیں ہو سکتا اور تعمیم میں کوئی اشکال لازم نہیں آتا معنی یہ ہوں گے کہ جب تکویناً صدور قبیح کا دیکھو تو تم کو تشریعاً امر ہے کہ حسن کو صادر کرو اور اسی تقریر سے شعر چونکہ سرکہ الخ و شعر قہر سرکہ الخ و شعر انگبین الخ بھی منقح ہو گیا یعنی جب آثار قہر کو تکویناً دیکھو تو تم تشریعاً مامور ہو کہ آثار لطف کو صادر کرو۔ پس یہاں بھی ظہور مجموعہ آثار قہر و لطف کا جس کو سکنجبین سے تشبیہ دی گئی ہے مفہوم عام ہے ظہور تکوینی و تشریعی کو پھر اس مجموعہ کی تقسیم مستقل دلیل سے تکوین و تشریع کی طرف ہو جاوے گی یعنی قہر کے آثار تکویناً ظاہر ہوتے ہیں اور لطف کے آثار جو یہاں مذکور ہیں تشریعاً ظاہر ہوں گے۔ پس یہاں حکمت تکوینیہ کا بیان کرنا مقصود نہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ قرب قیامت میں جب ضلال عام ہو جاوے گا تو حکمت الٰہیہ باطل ہو جاوے۔ نعوذ باللہ منہ جیسا شارحین نے ایسی ہی تفسیر اختیار کی ہے جس پر یہ اشکالات لازم آتے ہیں آگے نوح علیہ السلام کے فعل سے اس مشورہ اظہار حق وقت ظہور باطل کی تائید فرماتے ہیں کہ) نوح علیہ السلام کی قوم ان پر سرکہ ڈالتی تھی (یعنی عداوت و مخالفت و انکار سے پیش آتی تھی جو کہ آثار قہر سے ہے مگر) نوح علیہ السلام پر دریائے (عطائے الٰہی) اور زیادہ قند (یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

اظہار حقائق وشرائع کہ آثار لطف سے ہے) جاری کرتا تھا (یعنی فضل خداوندی سے ان کو اظہار حق کی زیادہ توفیق ہوتی تھی ان کی قندکو (چونکہ) بحر جواد (الٰہی) سے مدد پہنچتی تھی (اس لئے) اہل عالم کے سرکہ کے سبب اس میں اور بھی افزونی ہوتی تھی (یعنی چونکہ توفیق الٰہی رہبر تھی اس لئے انکار سے دعوت منقطع نہیں فرماتے تھے بلکہ انکار کے سبب اس دعوت میں زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ (وقال اللہ تعالیٰ افنضرب عنکم الذکر صفحاً ان کنتم قوماً مسرفین وقال تعالیٰ و انی کلما دعوتہم لتغفرلہم جعلوآ اصابعہم فی اذانہم واستغشو ثیابہم واصروا وستکبروا استکباراً ثم (ای بعد ھذا الاعراض والفرار وھذا الاصرار والاستکبار) انی دعوتہم جھاراً ثم انی اعلنت لہم واسررت لہم اسرار الایۃ آگے اس افزونی اظہار کی ایک لم فرماتے ہیں کہ یہ مقبولان الٰہی جو انکار سے اظہار حق میں اور افزونی کردیتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ بعض واحد بھی ہزار کے برابر ہوتا ہے اور) ایسا واحد جو ہزار کے برابر ہو کون ہوتا ہے (خود ہی جواب دیتے ہیں کہ) وہ (خدا کا) ولی ہوتا ہے (آگے ترقی کرکے فرماتے ہیں کہ ہزار کیا) بلکہ وہ بندۂ خدائے عالی شان سو قرن کے برابر ہوتا ہے۔ (قرن سے مراد اہل قرن یعنی ایک زمانہ میں جتنے آدمی ہوں ان کے سو حصہ کے برابر ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ایک زمانہ میں ایک ارب آدمی ہوں تو یہ شخص سو ارب کے برابر ہوتا ہے اور ترقی عدد میں ظاہر ہے اور وجہ صحت اس حکم کی یہ ہے کہ وہ شخص عالی ہمت ایسا ہوتا ہے کہ تمام عالم کا انکار بھی اس کو ضعیف اور مغلوب و مرعوب نہیں کرتا اور چونکہ یہ علو ہمت فیض ہے۔ صفت علوئے حق سبحانہ وتعالیٰ کا اس لئے اس کو عبدالعلی سے اسی اشارہ کے لئے تعبیر کیا گیا۔ آگے اسی فیض یابی کی تفصیل ہے کہ) اگر مشکہ میں بحر اعظم سے (پانی آنے کا) کوئی راستہ ہو جاوے تو اس مشکہ کے روبرو جیحوں جیسی نہریں بھی ادب کرنے لگیں (کیونکہ ان نہروں کا پانی تو کسی وقت کم اور منقطع بھی ہوسکتا ہے مگر اس مشکہ کے پانی میں یہ احتمال بھی نہیں کیونکہ اگر پہلا پانی اس میں سے نکل جاوے اتصال بالبحر کی وجہ سے دوسرا پانی فوراً بھر آجاوے اسی طرح اس شخص کو چونکہ حضرت حق سے نسبت ہے اور اس کے سبب افاضہ علوم وحکم اور برکات دائم کا برابر ہوتا رہتا ہے اس لئے اس میں کبھی فتور وضعف نہیں ہوتا۔ اس شعر میں دریائے حسی کا ذکر تھا جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی تھی۔ آگے دریائے معنوی یعنی فیض باری تعالیٰ کا ذکر ہے جس کو تشبیہ دی گئی ہے اور اسی کا ذکر مقصود بھی ہے پس فرماتے ہیں کہ) خاص کر یہ دریا (یعنی بحر فیض باری تعالیٰ جس کی یہ شان ہے) کہ ان حسی دریاؤں نے جب یہ مثال اور شہرت سنی (مثال سے مراد دریائے معنوی کی تمثیل وتشبیہ دریائے حسی کے ساتھ جیسا اوپر کے شعر میں اسی بناء پر استعارۃً اس کو دریا کہا ہے اور شہرت سے مراد اپنا یعنی دریائے حسی کا ذکر بضمن تشبیہ مطلب یہ کہ جب انہوں نے مضمون مذکور سنا) تو ان کا منہ اس شرم وخجلت سے تلخ ہوگیا (یعنی وہ بیمار ہوگئے) کہ دریائے اعظم کا نام دریائے احقر کے ساتھ (ذکر میں) مقرون کیا گیا (یعنی وہ اس سے شرما گئے کہ ہم کو اس سے کیا نسبت ہے جس سے اس کے نام کے ساتھ ہمارا نام لیا جاسکے ان کی حقارت حال کو ادعائے مقال سے تعبیر کیا ہے آگے اسی حقارت عالم شہادت کا کہ دریائے حسی اس کے کائنات سے ہے اور عظمت عالم غیب کا کہ دریائے فیض الٰہی اس کے موجودات سے ہے بیان ہے اور جاننا چاہئے کہ فیض الٰہی سے مراد مرتبہ فعل خاص حق ہے کہ اثر صفت حق ہے نہ کہ صفت حق کہ عالم بمعنی ماسوی اللہ کا جزو نہیں ہے حالانکہ آگے لفظ آن جہان میں اس دریائے فیض کو بھی جزو عالم کہا ہے اور وہ بیان دریائے حسی کی حقارت اور دریائے فیض الٰہی کی عظمت کا یہ ہے کہ) اس عالم (حسی) کا اس عالم (غیبی) کے ساتھ جب (ذکر میں) اقتران ہوتا ہے تو یہ عالم شرم کے سبب بھاگ جاتا (مراد یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

روپوش ہوجاتا ہے علاقہ ظاہر ہے کہ روپوشی کے لئے فرار عادۃً لازم ہے یہ سب کنایات ہیں حقارت سے (یعنی یہ عالم اس عالم کے روبرو حقیر و ذلیل ہے پھر جب اس عالم حقیر کے دریائے حقیر سے اتصال حاصل ہوجانے سے اس ملکہ کا پانی منقطع نہیں ہوتا تو اس عالم عظیم کے دریائے عظیم سے اتصال ہوجانے سے اس مورد فیض کا علم وافادہ کیسے منقطع ہوسکتا ہے یہی حاصل تھا شعر بالاختم کہ از دریا درورا ہے شود الخ کا آگے اس شعر ختم کہ از دریا الخ سے اضراب وترقی فرماتے ہیں کہ ہم نے جو اس مضمون کی تفہیم کے واسطے یہ مثال دی ہے سو) یہ عبارت (یعنی یہ مثال) بہت تنگ اور کم رتبہ (یعنی ناقص) ہے (یعنی مقصود محض تقریب الی الفہم ہے) ورنہ خس کو (یعنی دریائے حسی کو) اخص (یعنی فیض خاص حضرت باری تعالیٰ) سے کیا نسبت ہے (کہ اس کو من کل الوجوہ اس کے مماثل کہا جاوے صرف بعض اعتبارات سے تشبیہ دے دی ہے جس میں تھوڑی مناسبت بس ہے آگے پھر رجوع ہے مضمون سابق یعنی نوح نہ صد سال الخ اور ہر کسے راخد متے الخ کی طرف جو کہ اس مقام میں اصل مقصود ہے۔ پس فرماتے ہیں)

زاغ در رز نعرۂ زاغاں زند	بلبل از آواز خوش کے کم کند
زاغ باغ انگور میں زاغوں کا سا نعرہ لگایا کرتا ہے	بلبل اپنی آواز خوش کو کب کم کر دیتی ہے
پس خریدارست ہر یک را خدا	در مزاد یفعل اللہ مایشا
پھر ہر ایک کا خریدار الگ الگ ہوتا ہے	یفعل اللہ مایشاء کے بازار میں
نقل خارستاں غذای آتش ست	بوی گل قوت دماغ سرخوش ست
خارستان جو بمنزلہ نقل کے ہے آتش کی غذا ہے	بوئے گل و دماغ لطیف کی غذا ہے
گر پلیدی پیش مار سوا بود	خوک و سگ را شکر و حلوا بود
اگر گندگی ہمارے نزدیک رسوا ہے	خوک و سگ کے لئے وہی شکر اور حلوا ہے
گر پلیداں ایں پلیدیہا کنند	آبہا بر پاک کردن می تنند
اگر پلید لوگ ایسی پلیدیاں کرتے رہتے ہیں	تو پانی کے افراد پاک کرنے پر مستعد رہتے ہیں
در جہانے پرشود از خار و خس	آتشے محوش کند در یک نفس
اور اگر ایک جہان خار و خس سے پر ہو جاوے	تو ایک آتش اس کو ایک دم میں فنا کر دے
گرچہ ماراں زہر افشاں میکنند	ورچہ تلخاں ماں پریشاں می کنند
اگرچہ سانپ زہر افشانی کرتے رہتے ہیں	اور اگرچہ تلخ اخلاق لوگ ہم کو پریشان کرتے رہتے ہیں
نحلہا برکوہ و کندو و شجر	می نہند از شہد انبار شکر
مگر شہد کی مکھیاں پہاڑ اور غلہ کی کوٹھی اور درخت پر	شیرینی کے انبار شہد سے جمع کرتی رہتی ہیں
زہر ہا ہر چند زہری می کنند	زود تریاقت شاں بری می کنند
سمیات اگرچہ سمیت کا اثر کرتی ہیں	تریاقات فی الفور ان کا قلع قمع کر دیتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

(رزانگور۔ مزاد محل زیادت مراد بازار باعتبار آنکہ درواحیانا وقت بیع من یزید میگویند۔ کند وبضم خم بزرگ کذافی الغیاث۔ سرخوش پاکیزہ وخوب درترکیب صفت دماغ است۔ ربط اشعار بالا کی شرح کے اخیر میں گزر چکا فرماتے ہیں کہ) زاغ باغ انگور میں زاغوں کا سا نعرہ لگایا کرتا ہے (مگر اس کی وجہ سے) بلبل اپنی آواز خوش کو کب کم کردیتی ہے (اس سے بھی مقصود اسی مضمون سابق کی تمثیل ہے کہ اہل انکار کے انکار پر اہل تحقیق کو ترک تحقیق نہ کرنا چاہئے غرض دونوں اپنے کام میں لگے رہتے ہیں) پھر ہر ایک کا خریدار (طالب) الگ الگ ہوتا ہے یفعل اللہ مایشاء کے بازار میں (یعنی کوئی باطل کو قبول کرتا ہے کوئی تحقیق کو اور در مزاد یفعل الخ میں تنبیہ ہے اس کی علت کی طرف کہ مشیت الٰہیہ ہے جس میں صدہا حکمتیں بھی ہیں کہ ان کا اجمالاً اعتقاد کافی ہے تفصیل کی حاجت نہیں اور اس قول مزاد الخ کو اوپر کے مضمون ہر کسے را خدمتے دادہ کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ آگے پھر اسی مضمون پس خریدار است الخ کی تقویت مثالوں سے ہے کہ دیکھو خار اور گل دونوں متضاد ہیں جس کا مقتضا یہ ہے کہ اگر ایک مرغوب فیہ ہو تو دوسرا مطلقاً مرغوب عنہ ہوتا مگر اختلاف مناسبت سے جدا جدا طالبوں کے اعتبار سے دونوں مرغوب فیہ ہیں چنانچہ) خارستان جو (آتش کے اعتبار سے) بمنزلہ نقل کے ہے آتش کی غذا ہے (یعنی آتش کے مناسب ہے اور اسی مناسبت کے سبب عادۃً زیادہ اسی کام میں لائی جاتی ہے اور) بوئے گل دماغ لطیف کی غذا ہے (وہ اس کا طالب ہے اسی طرح) اگر گندگی ہمارے نزدیک رسوا (اور ذلیل) ہے کیونکہ ہمارے مناسب نہیں لیکن) خوک وسگ کے لئے وہی شکر اور حلوا ہے (چونکہ ان کو مناسبت ہے پس اسی طرح کوئی انکار کو پسند کرتا ہے کوئی تحقیق کا طالب ہے۔ پس کسی کے انکار پر تحقیق کو کیوں ترک کیا جاوے چنانچہ اوپر بھی اس کی مثالیں گزریں نوح نہصد الخ اور خود قریب بھی ایک مثال مذکور ہوئی زاغ الخ اور آگے اور بھی اسی کی مثال ہے کہ) اگر پلید لوگ (مراد منکرین حق ایسی پلیدیاں کرتے رہتے ہیں تو پانی کے افراد (مراد مظہرین حق) پاک کرنے پر مستعد رہتے ہیں (یعنی ان کے آثار اضلال کو زائل کرتے رہتے ہیں آگے اور اسی کی مثال ہے یعنی) اور اگر ایک جہان (یعنی بڑا حصہ زمین کا) خاروخس سے پر ہو جاوے تو ایک آتش اس کو ایک دم میں فنا کردے (اور بھی اسی کی مثال ہے کہ) اگرچہ سانپ زہر افشانی کرتے رہتے ہیں اور (اسی طرح) اگرچہ تلخ اخلاق لوگ ہم کو پریشان کرتے رہتے ہیں (لیکن اسی کے ساتھ) مگس شہد بھی پہاڑ اور غلہ کی کوٹھی اور درخت پر شیرینی کے انبار شہد سے جمع کرتی رہتی ہے (تو ہم کو بھی کسی کے پریشان کرنے سے متاثر نہ ہونا چاہئے ہم اپنے علوم سے طالبوں کو مستفید کرتے رہیں۔ آگے بھی اسی کی مثال ہے کہ) سمیات ہر چند کہ سمیت کا اثر کرتی ہیں (مگر) تریاقات فی الفور ان کا قلع قمع کردیتے ہیں (ان سب مثالوں کا ایک حاصل ہے جو اوپر چند بار گزر چکا۔

این جہاں جنگ ست کل چوں بنگری	ذرہ با ذرہ چوں دیں با کافری
یہ عالم کل کا کل سراپا جنگ ہے	ہر ذرہ ہر ذرہ کے ساتھ ایسا مختلف ہے جیسا دین حق کفر کے ساتھ
آں یکے ذرہ ہمی پرد بچپ	واں دگر سوئے یمیں اندر طلب
ایک ذرہ بائیں کو جا رہا ہے	اور دوسرا طلب میں داہنے کو جا رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ذرۂ بالا و آں دیگر نگوں	جنگ فعلی شاں ببیں اندر رکوں
ایک ذرہ اوپر کو اور دوسرا نیچے کو	ان کے جنگ فعلی کو دیکھو میلان میں

(اوپر مقصود اس کا مشورہ تھا کہ اہل باطل کے اظہار باطل پر اہل حق کو اظہار حق کا زیادہ اہتمام چاہئے اور اس کو متعدد امثلہ سے مؤید فرمایا تھا اور اس میں ضمناً کائنات عالم کا آثار میں مختلف ہونا بھی مذکور و مفہوم ہوا تھا اب اسی مضمون ضمنی کو مقصوداً بیان کرتے ہیں کہ) یہ عالم (یعنی عالم امکان یا عالم دنیا) کل کا کل سرتاپا جنگ (و اختلاف) ہے ہر ذرہ ہر ذرہ کے ساتھ ایسا مختلف ہے جیسا دین حق کفر کے ساتھ (مختلف ہے یعنی ہر چیز کے خواص مختلف ہیں چنانچہ) ایک ذرہ (مثلاً بائیں کو جارہا ہے اور دوسرا (اپنی غایت کونیہ کی) طلب میں داہنے کو (یعنی اول ذرہ کے مقابل جانب کو) جارہا ہے (اسی طرح) ایک ذرہ (مثلاً) اوپر کو اور دوسرا نیچے کو (مائل ہے) ان کی (اس) جنگ فعلی (یعنی اختلاف فی الخواص والافعال) کو دیکھو (جس کا ظہور ان ذرات کے) میلان میں (ہورہا ہے یعنی چونکہ ہر ذرہ اپنے مقتضائے طبعی کی طرف مائل ہے اس میلان میں اس اختلاف کا ظہور ہورہا ہے۔

فائدہ:۔ ایں جہاں سے مراد اگر خاص یہی عالم دنیا و شہادت مراد ہے تب تو تخصیص باقتضائے مقام ہے نفی کرنا اختلاف کا عالم آخرت و ملکوت سے مقصود نہیں اور اگر مراد عالم امکان ہے تو عموم حکم کا خود مدلول الفاظ ہی کا ہے۔

فائدہ:۔ مقصود ان اشعار سے مع ایک شعر مابعد کے بیان کرنا ہے اس کا کہ یہ اختلاف بھی قرین حکمت ہونے سے مقتضائے مشیت ہے اس لئے اس کے مقدر ہونے پر اعتراض نہ کیا جاوے۔ جس کا اس کے ذکر زم فی السابق سے ایہام ہوتا تھا۔ پس ان اشعار میں بطور تمہید کے نفس اختلاف کا بیان کیا اگلے شعر میں اس کے مقتضی و علت کا بیان ہے۔

جنگ فعلی ہست از جنگ نہاں	زیں تخالف آں تخالف را بداں
یہ جنگ فعلی بسبب جنگ نہان کے ہے	اس اختلاف سے اس اختلاف کو جان لو

(ربط اوپر مذکور ہوا ہے کہ اختلاف مذکور بالا کے مقتضی یعنی علت کو بیان فرماتے ہیں یعنی) یہ جنگ فعلی (بمعنی اختلاف اجزائے عالم فی الافعال والخواص جو اوپر مذکور تھی) بسبب جنگ نہان کے ہے (مراد اس سے تقابل اسماء و صفات کا ہے۔ جنگ بمعنی اختلاف اس کو مجازاً کہہ دیا اور نہاں ہونا اس کا ظاہر ہے یعنی چونکہ اسماء و صفات متقابل ہیں جیسے قابض و باسط و محی و ممیت و منعم و منتقم و ضار و نافع و مثل ذلک اور ہر ایک مقتضی ہے ظہور کو اس لئے مظاہر باہم متخالف ہوگئے۔ پس اس میں بیان ہوگیا حکمت اختلاف کا بھی کہ وہ ظہور ہے اسماء کا جس کا اشارہ احقر نے اوپر کے فائدہ کے اخیر میں کیا ہے یہ تو حاصل ہے مصرعہ اولیٰ کا جس میں دلیل لمی اس اختلاف فعلی کی مذکور ہوئی کہ وہ تقابل اسماء ہے آگے دوسرے مصرعہ میں دلیل انی اسی تقابل کی مذکور ہے کہ وہ اختلاف فعلی ہے پس فرماتے ہیں کہ) اس اختلاف (فعلی) سے اس اختلاف (یعنی تقابل اسماء) کو جان لو (یعنی اختلاف اسماء علت ہے اختلاف فعلی کی اور اختلاف فعلی علامت ہے اختلاف اسماء کی)

ذرۂ کاں محو شد در آفتاب	جنگ او بیروں شد از وصف حساب
جو ذرہ کہ آفتاب میں محو ہوگیا ہو	اس کی جنگ وصف حساب سے خارج ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں ز ذرہ محو شد نفس و نفس	جنبش اکنوں جنگ خورشیدست و بس
جب ذرہ سے حقیقت اور سانس محو ہو گئے	تو بس اس کی جنگ اس حالت میں خورشید کی جنگ ہے
رفت ازوے جنبش طبع و سکون	از چہ از انا الیہ راجعون
اس سے طبیعت کی حرکت اور سکون زائل ہو گئیں	اور یہ کس سبب سے ہوا؟ انا الیہ راجعون کے سبب سے ہوا
ما بہ بحر نور خود راجع شدیم	وز رضاع اصل مسترضع شدیم
ہم بحر نور کی طرف خود راجع ہو گئے	اور رضاع اصل سے ہم شیر پینے والے ہو گئے
در فروع راہ اے ماندہ زغول	لاف کم زن از اصول اے بے اصول
اے وہ شخص جو غول سے مغلوب ہو کر فروع راہ میں ہے	تو اے بے اصول اصول کا دعویٰ مت کر
جنگ ما و صلح ما در نور عین	نیست از ما ہست بین الاصبعین
ہماری جنگ و صلح نور عین میں ہماری طرف سے	نہیں بلکہ بین اصبعین (یعنی من الحق) ہے

(اوپر اختلاف طبعی کا ذکر تھا جس میں بعض افراد مذموم بھی ہیں آگے تنبیہ ہے کہ اس حکم کو مطرد سمجھ کر ہر اختلاف کو طبعی و مذموم نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ اہل اللہ کی حرکات و سکنات اختیاریہ تابع طبیعت نہیں ہیں بلکہ تابع شریعت و رضائے حق کے ہیں تو ان کو پابندان طبائع پر قیاس نہ کیا جائے اسی کو فرماتے ہیں کہ) جو ذرہ (یعنی ممکن) کہ آفتاب (یعنی واجب) میں محو (اور فنا) ہو گیا ہو (یعنی اس کو مقام فنا فی اللہ میسر ہوا ہو) اس کی جنگ (یعنی اگر وہ کسی سے اختلاف کرے) وہ (اختلاف) وصف حساب سے (یعنی جس اختلاف کا اوپر شمار ہو رہا ہے اس شمار اور فہرست کے وصف یعنی بیان سے وہ) خارج ہے (یعنی وہ طبعی اور نفسانی نہیں بلکہ بحق ہے اسی کی آگے تفصیل ہے کہ) جب ذرہ (یعنی ممکن) سے حقیقت (یعنی ذات) اور سانس (یعنی صفات) محو (اور فنا ہو گئے تو بس اس کی جنگ اس حالت میں خورشید (یعنی واجب) کی جنگ ہے (یعنی اس کا اختلاف اسی شخص کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ حق تعالیٰ کی بھی مخالفت ہو کیونکہ اس کا اختلاف للحق ہے۔ پس گویا اختلاف الحق ہے اور) اس (فانی فی اللہ) سے طبیعت کی حرکت اور سکون (دونوں) زائل ہو گئیں اور (آگے سوال ہے کہ) یہ کس سبب سے ہوا (پھر خود جواب دیتے ہیں کہ) انا الیہ راجعون کے سبب سے ہوا (یعنی چونکہ وہ بسبب فنا فی اللہ کے نفس سے حق کی طرف راجع ہو گیا اس لئے اس کی حرکات و سکنات نفسانی نہیں ہوں گی بلکہ حقانی ہوں گی یہ معنی ہیں۔ انا الیہ راجعون کے جو مرادف ہے انی ذاھب الیٰ ربی کا پس یہاں اس جملہ سے مراد اشارہ آیۂ قرآنی کی طرف نہیں کہ یقیناً وہاں یہ مراد نہیں بلکہ محض اقتباس لفظی ہے اور معنی دوسرے ہیں آگے بطور تفسیر انا الیہ راجعون کے فرماتے ہیں کہ) ہم (مراد عارفین فانین فی اللہ) بحر نور کی طرف خود راجع ہو گئے (خود بمعنی تحقیق) اور رضاع اصل سے ہم شیر پینے والے ہو گئے (بحر نور اور اصل سے مراد ذات حق مراد راجع و مسترضع سے متوجہ و مستفیض آگے ایک ایہام کا رفع ہے یعنی تقریر مذکور سے احتمال تھا کہ کوئی صاحب زیغ اپنے معاصی میں استدلال

www.besturdubooks.wordpress.com

کرتا کہ ہماری یہ حرکات بھی واجب کی طرف مستند ہیں پس یہ بھی محمود ہیں جواب دیتے ہیں کہ) اے وہ شخص جو غول (شیطان) سے مغلوب ہو کر (ابھی) فروع راہ میں (پڑا) ہے (مراد فروع سے عالم امکان یعنی ابھی تعلق بالممکنات ہی میں پھنسا ہوا ہے) تو اے بے اصول (یعنی واجب کی ذات وصفات کی تعلق ومعرفت سے بعید) اصول (سے مستند ہونے) کا دعویٰ مت کر (یعنی جس استناد کا ذکر ہو رہا ہے وہ مخصوص ہے افعال مرضیہ کے ساتھ اور معاصی سے اس کا تعلق نہیں کیونکہ مراد استناد الی الامر التکوینی نہیں بلکہ الی الامر التشریعی ہے البتہ) ہماری (یعنی عارفین کی) جنگ وصلح نور عین (یعنی ادراک چشم بصیرت) میں ہماری طرف سے (یعنی نفسانی) نہیں بلکہ بین الاصبعین (یعنی من الحق) ہے (یہاں بھی اس حدیث کا مفہوم مراد نہیں کیونکہ وہ تکوین کے باب میں ہے بلکہ اس سے اقتباس لفظی ہے اور معنی دوسرے ہیں یعنی تابع احکام تشریعیہ حق)۔

جنگ طبعی جنگ فعلی جنگ قول	درمیان جزوہا حربیست ہول
یہ جو اجزائے عالم میں جنگ طبعی اور جنگ فعلی اور جنگ قولی	واقع ہے یہ ایک بڑی ہاہول حرب ہے
ایں جہاں زیں جنگ قائم می بود	در عناصر در نگر تا حل شود
یہ عالم اس اختلاف ہی سے قائم ہے	تم عناصر میں غور کرو تاکہ یہ بات حل ہو جاوے
چار عنصر چار استون قوی ست	کہ بر ایشاں سقف دنیا مستوی ست
یہ چار عنصر چار قوی ستون ہیں	کہ ان پر سقف دنیا قائم ہے
ہر ستونے اشکنندہ آں دگر	استن آب اشکنندہ آں شرر
ہر ستون دوسرے کا شکستہ کرنے والا ہے	ستون آب شکستہ کرنے والا شرر کا ہے
پس بنائے خلق بر اضداد بود	لاجرم جنگی شدند از ضرو سود
پس اس خلق کی بنا اضداد پر ہوئی	اس لئے باہم متخالف ہو گئے ضرر اور نفع کے اعتبار سے
ہست احوالت خلاف ہمدگر	ہر یکے باہم مخالف در اثر
تمہارے احوال خود ایک دوسرے کے خلاف ہیں	ہر حال اثر میں دوسرے حال کا مخالف ہے
چونکہ ہر دم راہ خود را می زنی	با دگر کس سازگاری چوں کنی
جب تم ہر وقت اپنی ہی رہزنی کر رہے ہو	تو دوسرے شخص کے ساتھ کیا موافقت کرو گے
فوج لشکر ہائے احوالت ببیں	ہر یکے با دیگرے در جنگ وکیں
اپنے لشکر احوال کے افواج کو دیکھ لو	کہ ایک حالت دوسری حالت کے ساتھ جنگ وکین میں ہے

(اول بعض اختلافات مذمومہ اختیاریہ کا مع اشکلہ کے اور اس سے متاثر نہ ہونے کا مشورہ ان اشعار میں بیان فرمایا تھا نوح نہصد سال الخ ثانیاً اس کے بعد بعض اختلافات تکوینیہ غیر اختیاریہ کا ان اشعار میں ذکر کیا تھا۔ ایں جہاں جنگ ست کل الخ تاما

www.besturdubooks.wordpress.com

اس اختلاف تکوینی غیر اختیاری کے ساتھ اس کی ایک حکمت اس شعر میں بیان فرمائی تھی جنگ فعلی ہست الخ اور اس میں بھی ایک اختلاف کا کہ قدیم اور ورائے اختلاف عالم ہے ذکر ہے یعنی تقابل اسماء وصفات۔ رابعاً اس کے بعد بعض اختلافات محمودہ اختیاریہ کا بیان فرمایا۔ ان اشعار میں ذرہ کان محو شد الخ اب خامساً ان اشعار میں مضمون ثانی یعنی بعض اختلافات تکوینیہ غیر اختیاریہ کی طرف کہ اختلاف عناصر وعنصریات ہے اور مضمون ثالث یعنی حکمت اختلاف تکوینی غیر اختیاری کی طرف عود ہے۔ دوسرے طریق سے پس فرماتے ہیں کہ یہ جو اجزائے عالم میں جنگ طبعی (یعنی آثار وطبائع کا اختلاف) اور جنگ فعلی (یعنی افعال و خواص کا اختلاف) اور جنگ قولی (کہ ایک کا قول دوسرے کے مخالف ہے اور یہ خاص ہے ذوی العقول کے ساتھ غرض یہ ہر قسم کا اختلاف) واقع ہے یہ ایک بڑی باہول (وہیبت) حرب ہے (یعنی اختلاف عظیم ہے اشارہ اس طرف ہے کہ بوجہ عظیم ہونے کے قابل غور ہے کیونکہ اتنے عظیم امر میں حکمت بھی عظیم ہوگی۔ اس کو غور کرنا چاہئے آگے ایک حکمت کا بیان ہے۔ علاوہ حکمت مذکورہ فیما قبل کے جو اس شعر میں گزر چکی ہے جنگ فعلی ہست از جنگ نہان الخ پس یہاں دوسری حکمت مذکور ہے اسی لئے میں نے تمہید میں کہا ہے کہ عود ہے دوسرے طریق سے گو اس کا مرجع بھی حکمت سابقہ ہے۔ کماسیاتی اور اس دوسری حکمت مذکورہ فیما بعد کا مطلق اختلاف سے تعلق نہیں جیسا کہ حکمت سابقہ کا تھا۔ بلکہ صرف اختلاف تکوینی غیر اختیاری کے بھی بعض افراد سے یعنی اختلاف عناصر وعنصریات سے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) یہ عالم (عناصر وعنصریات) اس اختلاف ہی سے قائم ہے تم عناصر (و عنصریات کی حالت) میں غور کر لو تا کہ یہ بات (کہ ایں جہاں زین جنگ قائم می بود) حل ہو جاوے (یعنی معلوم ہو جائے اور حل ہونے سے اس لئے تعبیر کیا کہ یہ دعویٰ خلاف ظاہر ہونے کے سبب مشکل معلوم ہوتا ہے اس لئے اس کا معلوم ہونا حل ہونا ہے اور خلاف ظاہر اس لئے ہے کہ جنگ تو ظاہراً سبب تفانی کا ہے نہ کہ بقا وقیام کا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر عناصر میں اختلاف و تضاد نہ ہوتا تو اس عالم کو بقا نہ ہوتا بلکہ اس وقت تو یہ اقرب الی البقا ہوتا کہ کوئی ضد کسی کو فنا نہ کرتی بلکہ یہ مطلب ہے کہ یہ عالم جس ہیئت پر اب قائم ہے کہ اس میں بکثرت تغیر وتبدل واستحالہ وانقلاب ہے یہ موقوف اسی اختلاف امرجہ عناصر پر ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس ہیئت پر اس کا قیام نہ ہوتا۔ رہا یہ شبہ کہ اس صورت میں اس سے بھی اقویٰ قیام ہوتا تو اور بھی احسن تھا۔ پھر بقا علیٰ ہذہ الہیئۃ میں زیادہ مطلوبیۃ کی کیا بات ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس ہیئت خاصہ سے جن اسماء کا ظہور ہوتا ہے وہ ظہور نہ ہوتا اور اصل حکمت یہی ظہور ہے اور چند سطر اوپر جو میں نے سیاتی میں وعدہ کیا ہے وہ یہی مضمون ہے۔ آگے تفصیل وتوضیح ہے مضمون بالا ایں جہان الخ کی یعنی) یہ چار عنصر (اس عالم دنیا کے) چار قوی ستون ہیں کہ ان پر سقف دنیا قائم ہے (اور) ہر ستون دوسرے کا شکستہ کرنے والا ہے (چنانچہ) ستون آب شکستہ کرنے والا شرر (و آتش) کا ہے (وعلیٰ ہذا آگے بعد اختلاف عناصر کے اختلاف عنصریات کا بطور تفریع کے ذکر ہے کہ جب عناصر اصل ہے عنصریات کی اور عناصر باہم اضداد ہیں اور ہر شے کی بنا اپنی اصل پر ہوتی ہے) پس اس خلق (یعنی سکان دنیا) کی بنا اضداد پر ہوئی (ابھی مذکور ہوا کہ ان کی بنا عناصر پر ہے جو باہم اضداد ہیں اس لئے (تکوینا) باہم متخالف ہوگئے ضرر اور نفع کے اعتبار سے (کہ اگر ایک کسی چیز کے لئے نافع ہے تو دوسرا اس کے لئے مضر ہے چنانچہ شب وروز مشاہد ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ عنصریات میں یکے با دگر تو اختلاف ہے ہی اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ خود ایک عنصری کو اپنے ہی ساتھ اختلاف ہے چنانچہ دیکھو کہ) تمہارے احوال خود ایک دوسرے کے خلاف ہیں (یعنی) ہر حال اثر میں دوسرے حال کا مخالف ہے (چنانچہ) کسی وقت غصہ ہے کسی وقت رضا کسی وقت طمع ہے کسی وقت غنا کسی وقت بخل ہے کسی وقت سخا کسی وقت خلوص ہے کسی وقت ریا کسی وقت بے باکی ہے کسی وقت حیا وعلیٰ ہذا آگے اس اختلاف احوال سے کہ اختلاف ایک عنصری کا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اپنی ذات کے ساتھ عنصریات متعددہ کے باہم گر اختلاف کی تقویت فرماتے ہیں جس کا اس کے اوپر بیان تھا یعنی) جب تم ہر وقت اپنی ہی رہزنی (یعنی مخالفت) کر رہے ہو تو دوسرے شخص کے ساتھ کیا موافقت کرو گے (یعنی دوسروں کے ساتھ تو زیادہ اختلاف ہوگا چنانچہ اس معنی کے سمجھنے کے لئے مکرر) اپنے لشکر احوال کے افواج کو دیکھ لو کہ ایک حالت دوسری حالت کے ساتھ جنگ و کین میں (مشغول) ہے۔ ف اختلاف احوال کا گو ذکر یہاں تبعاً ہے چنانچہ تقریر شرح سے معلوم ہوا لیکن اس میں مضمون اول یعنی اختلاف مذموم اختیاری کی ایک اور قسم بھی مذکور ہو گئی کیونکہ احوال مذمومہ جو مقام ہذا میں مقصود بالبیان ہیں احوال محمودہ کے ساتھ مختلف ہیں اور مذموم اور اختیاری ہیں اور مقام پر مقصود بالبیان ہونا اس قرینہ سے ثابت ہے کہ اسی پر آگے بحث کی ہے کہ تا مگر زیں جنگ حقت واخرد۔ اور ظاہر ہے کہ مقصود نجات عن الذمائم ہی ہے نہ کہ عن المحامد۔

می نگر در خود چنیں جنگ گراں	پس چہ مشغولی بجنگ دیگراں
اپنے اندر ایسی جنگ عظیم کو دیکھا کرو	پس تم دوسروں کے ساتھ جنگ کرنے میں کیا مشغول ہو رہے ہو
تا مگر زیں جنگ حقت واخرد	در جہان صلح یک رنگت برد
تاکہ شاید حق تعالیٰ تم کو اس جنگ سے نجات دے دے	تم کو صلح کے عالم یک رنگ میں پہنچا دے
آں جہاں جز باقی و آباد نیست	زانکہ آں ترکیب از اضداد نیست
وہ عالم بجز باقی و آباد کے اور کچھ نہیں	وجہ یہ کہ وہ ترکیب اضداد سے نہیں
ایں تفانی از ضد آید ضدرا	چوں نباشد ضد نبود جز بقا
یہ فنائی ایک ضد سے دوسری ضد کو ہوتی ہے	جب ضد نہیں تو بجز بقا کے اور کچھ بھی نہ ہوگا
نفی ضد کرد از بہشت آں بے نظیر	کہ نباشد شمس و ضدش زمہریر
خدائے بے نظیر نے بہشت سے ضد کی نفی اس طرح فرمائی ہے کہ	نہ شمس ہے اور نہ اس کی ضد زمہریر ہے

(می نگر الخ میں انتقال ہے ایک مضمون ارشادی کی طرف یعنی اوپر تم کو معلوم ہو گیا کہ خود تمہارے اندر ہی تمہارے احوال میں ایک جنگ عظیم برپا ہے۔ پس تم اس سے ایک نصیحت پکڑو وہ یہ کہ) اپنے اندر ایسی جنگ عظیم کو دیکھا کرو (اور سمجھو کہ جب تمہارے اندر یہ جنگ عظیم برپا ہے) پس تم دوسروں کے ساتھ جنگ کرنے میں کیا مشغول ہو رہے ہو (یعنی دوسروں سے رنج و عداوت چھوڑ کر اپنے تزاحم احوال کو دیکھ کر احوال مذمومہ کی اصلاح کرو) تاکہ شاید حق تعالیٰ تم کو اس جنگ (یعنی تزاحم احوال) سے نجات دے دے (اس طرح سے کہ احوال مذمومہ زائل فرما دے پھر ان کو احوال محمودہ کے ساتھ تزاحم نہ رہے۔ وجہ تلازم ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے حق تعالیٰ اس کی اصلاح فرماتے ہیں اور بعد زوال اس تزاحم کے حق تعالیٰ) تم کو صلح کے عالم یک رنگ میں پہنچا دے (مراد عالم غیب ہے جس میں فیوض و برکات اور اعمال کے ثمرات مع ارواح وغیرہا سب داخل ہیں اس کو عالم صلح یک رنگ کہنے کی وجہ اگلے شعر کی شرح میں آتی ہے اور مراد اس عالم میں پہنچانے سے اس سے تعلق ہو جاتا ہے جس سے فیوض و برکات فی الحال وارد ہونے لگیں اور ثمرات کا فی المآل استحقاق ہو جائے اور ان فیوض و ثمرات کا ترتب اصلاح احوال مذمومہ پر جس کا اوپر مشورہ دیا ہے ظاہر ہے۔ آگے عالم غیب کو عالم صلح یک رنگ کہنے کی وجہ فرماتے ہیں کہ) وہ عالم بجز

www.besturdubooks.wordpress.com

باقی وآباد کے اور کچھ نہیں (یعنی ویران وفانی نہیں) وجہ یہ کہ (اس عالم میں جو ترکیب ہے) وہ ترکیب اضداد سے نہیں (یہ مراد نہیں کہ اس کے موجودات میں تضاد وتبائن فی الصدق بھی نہیں کیونکہ اجزائے خارجیہ میں اس کا ہونا لازم ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تبائن فی التحقق نہیں بلکہ تحقق میں وہ مجتمع رہتے ہیں بخلاف عالم دنیا کے کہ اس کے اجزا اکثر مجتمع نہیں ہوسکتے۔ جیسے آگ اور پانی مثلاً کہ ہر ایک دوسرے کو فنا کرنا چاہتا ہے یہ بات عالم غیب میں نہیں مثلاً فیوض الہیہ کہ ایک فیض دوسرے تمام فیوض کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ گو بظاہر ان میں تقابل بھی معلوم ہو جیسے خوف ورجا وانس وہیبت کہ محل میں دونوں معاً متحقق ہوتے ہیں کمالایخفی علیٰ صاحب المواجید اسی طرح ثمرات اعمال مثلاً نعمائے جنت کہ ہر نعمت دوسری تمام نعم کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے تو اس عالم کی ان اجزا سے ترکیب بھی ہے اور ان اجزا میں تبائن فی الصدق بھی ہے۔ مگر تبائن فی التحقق نہیں۔ اسی لئے عالم صلح یک رنگ کہا کہ تضاد بالمعنی المذکور اس میں نہیں اور اس تقریر سے اس کا عالم صلح ہونا تو اظہر ہوگیا باقی عالم یک رنگ کی توجیہ یہ ہے کہ رنگ بمعنی طرز وروش بھی آتا ہے کذا فی الغیاث عدم تضاد کے لئے ہم روش ہونا لازم ہے۔ آگے بھی اس عدم تضاد کو فرماتے ہیں کہ) یہ تفانی (یعنی ایک سے دوسرا فنا ہو جاوے) ایک ضد سے دوسری ضد کو ہوتی ہے جب (وہاں اس معنی کر) ضد نہیں تو بجز بقا کے اور کچھ نہ ہوگا (یہ لزوم عقلی نہیں اس لئے کہ عقلاً ممکن ہے کہ باوجود اس تضاد نہ ہونے کے سب اجزا علت فنا سے فنا ہو جاویں کیونکہ وہ اجزا واجب تو ہیں ہی نہیں بلکہ ایک قسم کا لزوم عادی ہے کہ جو طریق فنا کا عناصر میں معتاد ہے کہ ایک سے دوسرا ازاحم کرتا ہے چونکہ یہ فنا یہاں نہیں ہے اس لئے اس کا مقابل جو بقا ہے وہ عادۃً گویا لازم ہوگیا۔ آگے تائید ہے اس عالم کے غیر مرکب من الاضداد ہونے کی یعنی) خدائے بے نظیر نے بہشت سے (کہ اس عالم کے کائنات سے ہے) ضد کی نفی اس طرح فرمائی ہے کہ (وہاں) نہ شمس کی (حرارت) ہے اور نہ اس کی ضد زمہریر (سردی) ہے اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ نفی تضاد موقوف ہے ضدین کی نفی پر کیونکہ اگر ایک ضد ہو اور دوسری نہ ہو تب بھی یہ حکم صادق ہے بلکہ ایک صورت اس نفی کی یہ بھی ہے کہ ضدین میں سے ایک بھی نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ قرآن مجید سے بھی اس کی تائید ہوئی کہ وہ عالم مرکب من الاضداد نہیں۔

فائدہ:۔ ان اشعار سے اوپر کے اشعار کی تمہید میں جو اقسام اختلاف کے بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک قسم اختلاف اختلاف تکوینی غیر اختیاری ہے جس کی ایک قسم اختلاف مع التزاحم ہے جیسا عناصر وعنصریات میں جس کا اوپر کے اشعار میں ذکر ہے اور ایک قسم اختلاف بمعنی مطلق ترکیب وتغائر ہے۔ بلاتزاحم اشعار مقام میں اس کا ذکر ہے گو تبعاً ہے کیونکہ مقصود تو ترغیب ہے اس عالم سے تعلق حاصل ہونے کے اسباب کی کہ اصلاح احوال ہے اور یہ دونوں قسمیں اختلاف تکوینی کی بعنوان کلی اوپر اس شعر میں مذکور ہو چکی ہیں ایں جہاں کل ست الخ۔

ہست بے رنگی اصول رنگہا	صلح ہا باشد اصول جنگہا
بے رنگی رنگوں کی اصل ہے	صلحیں اصول ہیں جنگ کی
آں جہانست اصل ایں پر غم وثاق	وصل باشد اصل ہر ہجر وفراق
وہ عالم اس وثاق پر غم کی اصل ہے	وصل اصل ہے ہر ہجر و فراق کی
ایں تخالف از چہ آید و ز کجا	وز چہ زاید وحدت ایں اضداد را
یہ تخالف کس چیز سے اور کہاں سے آتا ہے	اور یہ وحدت ان اضداد میں کہاں سے پیدا ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ ما فرعیم و چار اضداد اصل	خوی خود در فرع کرد ایجاد اصل
اس سبب سے ہے کہ ہم فرع ہیں اور چار اضداد اصل ہیں	اپنی خاصیت فرع میں اصل نے پیدا کر دی ہے
گوہر جاں چو ورای اصلہاست	خوی اوایں نیست خوی کبریاست
جوہر روح چونکہ ان اصول سے جداگانہ ہے	اس کی یہ خاصیت نہیں حضرت کبریا کا خلق ہے

(اوپر کے اشعار میں اجزائے عالم دنیا کا اختلاف وزوال قصداً اور عالم غیب کا ائتلاف وبقا گو وہ بھی اختلاف ہے مگر بمعنی تزاحم نہیں اس کا ذکر تبعاً فرمایا تھا۔ آگے اس عالم کا اصل اور قابل قصد ہونا اور اس عالم کا تابع اور غیر قابل التفات ہونا بیان فرماتے ہیں اور یہی مقصود تھا اوپر کے اشعار میں عالم غیب کے ذکر سے پس ارشاد ہے کہ وہ) بے رنگی (کا عالم اس عالم کے) رنگوں کی اصل ہے (اس کو بے رنگ باعتبار لطافت کے کہدیا کیونکہ اکثر لطیف چیز میں رنگ نہیں ہوتا اور گو وہاں کی بعض اشیاء میں رنگ بھی ہو مگر یہ کنایہ لطیف سے ہے اس عالم کی اشیاء سے تو وہاں کی اشیا بہر حال الطف ہی ہیں اور اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ اوپر کے اس شعر تا گریزین جنگ الخ میں اس کو یک رنگ فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ بے رنگ کہنا مجازاً ہے۔ اور اس عالم کا اصل ہونا اس عالم کے لئے اپنے بعض اجزا کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس کے اجزا میں سے ارواح بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ ارواح متبوع ہیں اور اجسام تابع اور یہاں اصل اور فرع سے یہی مراد ہے دوسرے مصرعہ میں بھی مضمون دوسرے عنوان سے ہے کہ) تحسین اصول ہیں جنگ کی (صلح سے مراد محل صلح یعنی ارواح کہ ان میں تزاحم نہیں ہوتا گو دوسرے معنی کے اعتبار سے اختلاف ہو اور جنگ سے مراد محل جنگ یعنی ابدان دنیویہ کہ ان میں اسباب متعددہ تزاحم کے پائے جاتے ہیں آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) وہ عالم اس وثاق (یعنی خانہ) پر غم کی اصل ہے (جیسا ابھی بیان ہوا آگے دوسرے مصرعہ کا وہی حاصل ہے جو شعر بالا کے دوسرے مصرعہ کا تھا یعنی) وصل اصل ہے ہر ہجر و فراق کی (یعنی محل وصل بمعنی عدم المنافرۃ کی ارواح ہیں اصل ہیں ہر محل فراق بمعنی المنافرۃ کی کہ ابدان دنیویہ ہیں اوپر ارواح و ابدان کو الفاظ کنایہ سے تعبیر کیا ہے۔ مثلاً صلح و جنگ و وصل و فصل آگے صریح الفاظ سے تعبیر کر کے حکم مذکور کو ثابت کرتے ہیں۔ پس بصورت سوال و جواب کہتے ہیں کہ یہ تخالف (جو ابدان میں اصلی اور مقتضا اس کے خواص کا ہے) کس چیز سے اور کہاں سے آتا ہے اور یہ وحدت (واتفاق جو) ان اضداد (یعنی ابدان) میں (عارضی طور پر چندے حاصل ہے یہ) کہاں سے پیدا ہوتی ہے (آگے جواب ہے کہ یہ تخالف مذکور تو) اس سبب سے ہے کہ ہم (عنصریات) فرع ہیں اور چار اضداد (یعنی عناصر) ہماری (یعنی ہمارے ابدان کی) اصل ہیں۔ (اس لئے) اپنی خاصیت فرع میں اصل نے پیدا کر دی ہے (یہ اسناد مجازی ہے اور یہ اتفاق مذکور اس سبب سے ہے کہ) جوہر روح چونکہ ان اصول (مذکورہ یعنی عناصر متضادہ) سے (خاصیت میں) جداگانہ ہے (اس لئے) اس کی یہ خاصیت نہیں (کہ اس میں مادہ اختلاف کا ہو بلکہ اس میں) حضرت کبریا کا خلق ہے (اور اگر نسخہ فصلہا ہو تو اس سے بھی مراد عناصر ہیں بوجہ اسکے کہ ان کے خواص میں تفاصل و تضاد ہے یعنی جس طرح حق تعالیٰ کو کسی سے تزاحم نہیں اسی طرح روح کو کہ اس کا مظہر اتم ہے کسی سے تزاحم نہیں پس اس کا اثر من وجہ ابدان میں بھی آیا۔ اس لئے من وجہ ان میں ائتلاف بھی ہے باقی اصل مقتضا ان کا بوجہ ترکیب من الاضداد کے تضاد ہے پس جب باوجود اس کے کہ ابدان میں ایک مقتضی تضاد کا موجود ہے پھر بھی روح کے اثر سے ان میں ایک گونہ ائتلاف کی شان ہے تو خود روح میں یہ خاصیت کس درجہ کی ہوگی پس معلوم ہوا کہ تضاد و تخالف ہم میں عناصر سے آیا اور اتحاد روح سے اور روح اصل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور عناصر وابدان عنصریہ تابع پس وہ عالم اصل ہوا اور یہ عالم تابع اور یہی مطلوب تھا۔

فائدہ:۔ ان اشعار کا مضمون اس شعر بالا کے متقارب ہے جنگ فعلی ہست الخ اس میں تقابل اسما کو سبب اختلافات کا کہا تھا یہاں ارواح کو سبب اور اصل مختلفات کا کہا پھر ارواح میں خوے کبریا ثابت کرنے سے لازم آ گیا کہ اصل متبوع بمنشا حضرت حق ہے باقی یہ کہ وہاں اسما کے لئے اختلاف اور یہاں ارواح کے لئے ائتلاف کا حکم کرنا یہ مختلف حیثیات سے ہے۔ اختلاف بمعنی تعدد دونوں جگہ ہے اور ائتلاف بمعنی عدم تزاحم بھی دونوں جگہ ہر جگہ کے مضمون کے مناسب عنوان اختیار کیا وہاں اختلاف کا سبب بتلانا تھا اور یہاں اختلاف مٹا کر عالم غیب کی طرف متوجہ کرنا۔

جنگہا بیں کاں اصول صلحہاست	چوں نبی کہ جنگ او بہر خداست
ایسی جنگوں کو دیکھو جو کہ صلحوں کے اصول ہیں	جیسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کی جنگ خدا کے لئے تھی
طرفہ آں جنگے کہ رکن صلحہاست	شاد او کایں جنگ او بہر خداست
وہ جنگ عجیب ہے جو صلحوں کا رکن ہو	وہ شخص شاد ہے جس کی یہ جنگ خدا کے لئے ہے
غالب ست و چیر در ہر دو جہاں	شرح ایں غالب نگنجد در دہاں
یہ شخص دونوں جہان میں غالب ہے	اس غالب کی شرح دہاں سے نہیں ہو سکتی
آب جیحوں را اگر نتواں کشید	ہم ز قدر تشنگی نتواں برید
آب جیحوں کو اگر کوئی سب نہ کھینچ سکے	تو بقدر تشنگی سے تو قطع تعلق نہ کرے
گر شدی عطشان بحر معنوی	فرجۂ کن در جزیرہ مثنوی
پس اگر تو بحر معنوی کا پیاسا ہے	تو جزیرۂ مثنوی میں سیر کر
فرجہ کن چندانکہ اندر ہر نفس	مثنوی را معنوی بینی و بس
اتنی سیر کرو کہ ہر ساعت میں	مثنوی کو تم بس معنوی دیکھنے لگو

(اوپر ارواح سے نفی تزاحم وتنازع کی کی ہے اس سے شاید کسی کو شبہ ہو جائے کہ ہم تو ان حضرات کو بھی جن پر احکام ارواح کے غالب ہیں دیکھتے ہیں کہ دوسرے بعض لوگوں سے تنافر رکھتے ہیں۔ سو ہر چند کہ اس کا جواب تحقیق مقام یہ ظاہر ہے کہ جس تزاحم کی یہاں نفی ہے وہ لازم نہیں آیا یعنی جس کا اوپر بیان ہوا کہ ایک کا وجود دوسرے کو دفع کرے جیسے آب و آتش لیکن سوال میں تنزلاً تزاحم کو عام مان کر جواب دیتے ہیں کہ ان جنگوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھو جس سے شبہ پیدا ہو بلکہ ذرا غور کر کے) ایسی جنگوں کو دیکھو جو کہ صلحوں کے اصول ہیں (تو وہ صلح سے بھی افضل وانفع ہیں گو ظاہر میں جنگ ہیں) جیسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کی جنگ خدا کے لئے تھی (یعنی باذن ورضائے حق تھی اور حق تعالیٰ کے احکام مشتمل ہیں حکمت پر تو جس مقام پر جنگ کا حکم دیا وہاں جنگ انفع ہوگی اور صلح مضر ہوگی یہ دلیل ہے انفع ہونے کی اور اس انفع ہونے کا اثر یہ ہے کہ وہ اصل ہوگی صلح کی کیونکہ اہل فساد کی قوت گھٹے گی تو امن وامان ہوگا اور نیز خوف سے

www.besturdubooks.wordpress.com

بہت سے دواعی رذیلہ اپنے افعال سے معطل رہیں گے اس لئے بھی فساد نہ ہوگا اور مساکین سے بھی موافقت کے ساتھ رہیں گے اس طرح وہ اصل ہوئی صلح کی اور یہ گویا عود ہے طرف مضمون ان اشعار بالا کے ذرۂ کان محو شد آفتاب الخ جن میں بیان ہے اختلاف محمود اختیاری کا۔ ان اشعار میں اس کو باعتبار حقیقت کے اختلاف مان لیا اور یہاں باعتبار اثر و حکم کے کہ سبب صلح کا ہے اس کو مثل ائتلاف قرار دیا آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) وہ جنگ عجیب ہے جو صلحوں کا رکن (اور منتہیٰ) ہو وہ شخص شاد ہے جس کی یہ جنگ خدا کے لئے ہے (اور) یہ شخص دونوں جہان میں غالب ہے (کما قال اللہ تعالیٰ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد چنانچہ آخرت میں تو ظاہر ہے کہ ظاہراً بھی غالب ہے کہ وہ مقبول و ناجی ہے اور مخالف اس کا مخذول و ناری ہے اور دنیا میں بھی اکثر تو ظاہراً بھی غالب ہوتا ہے جب کوئی عارض نہ ہو اور عروض عارض کے وقت گو ظاہراً غالب نہ ہو مگر باطناً غالب ہے یعنی چونکہ اس کو تعلق مع اللہ حاصل ہے اس لئے اس کے باطن میں قوت ایسی ہے کہ لایخشون احداً الا اللہ کما قیل

موحد چہ برپائے ریزی زرش چہ فولاد ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد ز کس ہمیں ست بنیاد توحید و بس

اور یہی قوت قلب اصل ہے غلبہ کی گو ظہور اس کا بعد میں ہو اور اصل اس قوت کی معیت مع اللہ ہے۔ پس حقیقت غلبہ کی یہ معیت ہوئی اور چونکہ معیت امر حالی و ذوقی ہے۔ الفاظ اس کے تعبیر کے لئے کافی نہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ) اس غاب کی شرح دہان سے (یعنی الفاظ سے) نہیں ہو سکتی۔ (کما مرو جھد ان اشعار میں جیسا اشارہ ہے مضمون اشعار ذرۂ کان محو شد الخ کی طرف اسی طرح بالکل شروع کے اشعار کے مضمون کی طرف بھی اشارہ ہے۔ نوح نہصد سال الخ جہاں بیان کیا تھا کہ منکر کے انکار سے محق کو سکوت نہ چاہئے یہاں دوسرے عنوان سے یہ مضمون ہے کہ گو یہ اختلاف ہے مگر مذموم نہیں جیسا اہل باطل کا اختلاف مذموم ہے بلکہ یہ محمود ہے اور اتفاق مطلوب کی اصل ہے اس لئے بیان اسرار و حقائق سے باز رہنے کی کوئی وجہ نہیں اور یہی مضمون داعی تھا مثنوی دفتر ششم کے تحریر کا پس اس طرح یہ عود ہو گیا۔ مضمون ابتدائی کی طرف کہ مثنوی لکھنا چاہئے اوپر فرمایا تھا کہ معیت کا احاطہ بیان میں نہیں ہو سکتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بالکل ہی سکوت کیا جاوے کیونکہ) آب جیحوں کو اگر کوئی ب نہ کھینچ سکے تو مقدار تشنگی سے تو قطع تعلق نہ کرے پس اگر تو بحر معنوی کا پیاسا ہے تو جزیرۂ مثنوی میں سیر کر (کہ وہاں وہ بحر ملے گا جزیرہ سے مراد الفاظ اور بحر سے مراد معنی یعنی الفاظ کا مطالعہ اور اس میں تدبر کرو کہ مراد سیر سے یہی ہے کہ تم کو معانی منکشف ہوں گے اور اس جزیرہ کی) اتنی سیر کرو کہ ہر ساعت میں مثنوی کو تم بس معنوی دیکھنے لگو (یعنی اس کے الفاظ کی طرف التفات نہ رہے معانی ہی معانی مستحضر رہنے لگیں یہ بات غایت مراقبہ سے ہو سکتی ہے یعنی مثنوی میں اسرار معیت لکھتا ہوں تم خوب غور کرو اور یہی اسرار معیت مراد ہیں شروع دفتر ہذا کے اس شعر میں رازہائے گفتنی گفتہ شود۔ کیونکہ مثنوی میں جیسا کہ تدبر سے معلوم ہوتا ہے زیادہ مقصود بیان کرنا مباحث معیت الٰہیہ کا ہے۔ پس بحمد اللہ سلسلہ طویلہ کے بعد ان اشعار کا اتصال شروع دفتر کے مضمون سے ہو گیا اور آئندہ اشعار میں بھی مسوق لہ الکلام یہی بیان معیت ہے چنانچہ سرخی آئندہ مذکور عنقریب سوال سائل الخ کے سیاق و سباق میں اسی مضمون کی تصریح ہے اور دوسرے مضامین استطراداً مذکور ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بادکہ راز آب جو چو واکند	آب یک رنگی خود پیدا کند
ہوا جب گھاس کو آب جو سے جدا کرتی ہے	پانی اپنی یک رنگی کو ظاہر کرتا ہے
شاخہای تازۂ مرجاں ببیں	میوہائے رستہ زاب جاں ببیں
مرجان کی تازہ شاخیں دیکھ لو	ایسے میوے بھی دیکھ لو جو آب جان سے پیدا ہوئے ہیں
چوں زحرف وصوت ودم یکتا شود	آں ہمہ بگزارد و دریا شود
جب حرف اور صوت اور کلام سے یکتا ہو جاوے	تو ان سب کو چھوڑ کر دریا رہ جاوے

(اوپر اس کا بیان تھا کہ مثنوی میں اور مقصود یہ ہے کہ کلام حق میں اتنا غور کرو کہ الفاظ کی طرف التفات نہ رہے اور معانی ہی معانی رہ جاویں ان اشعار میں اس کی مثال ہے کہ) ہوا جب گھاس کو (جو کہ پانی پر پھیلی ہوئی ہو آب جو سے جدا کرتی ہے (اس وقت) پانی اپنی یک رنگی (یعنی بساطت) کو ظاہر کرتا ہے) اور پانی کی بساطت اور گھاس کی ترکیب ظاہر ہے اسی طرح الفاظ مشابہ کاہ کے ہیں مرئی وساتر معانی ہونے میں اور مرکب ہونے میں اور معانی مشابہ پانی کے ہیں۔ مخفی ومستور ہونے میں اور بسیط ہونے میں بھی کیونکہ اول جو مضمون دفعۃً ذہن میں آتا ہے وہ امر وحدانی وبسیط ہوتا ہے پھر اس کو ذہن معانی متعددہ مفصلہ کی طرف محلل کر لیتا ہے اور یہ درجہ تفصیل کا گو مرکب ہوتا ہے مگر الفاظ کی نسبت اس میں بھی ایک گونہ بساطت ہوتی ہے چنانچہ غلام زید مرکب اضافی میں معنی کے درجہ میں تو صرف غلام مقصود ہے اور زید محض قید اور مقصود سے خارج ہے لیکن لفظ کے درجہ میں دونوں جزو اس مرکب میں مقصود ہیں اور قوت فکریہ بوجہ اس کے کہ الفاظ میں سے معانی کو ظاہر کرتی ہے مشابہ باد کے ہے بعد تقریر تشبیہ اجزا کے تمثیل مرکب کی تقریر ظاہر ہے۔ آگے ماقبل پر تفریع ہے کہ جب گھاس پانی پر سے ہٹ گئی تو) مرجان کی تازہ شاخیں دیکھ لو (جو پانی میں نظر آویں گی اور) ایسے میوے بھی دیکھ لو جو آب جان سے پیدا ہوئے ہیں (یعنی وہ میوے بھی پہلے پوشیدہ تھے اب نظر آویں گے۔ اور مراد شاخہائے مرجان اور میوہ سے انوار وآثار معانی کے ہیں جو ان معانی پر مرتب ہوتے ہیں اور ان کو راستہ از آب جان اس لئے کہا کہ یہ انوار معانی کے اولاً متکلم بکلام حق کی روح پر فائض ہوتے ہیں پس وہ روح مشابہ آب کے ہوئی جس سے میوے پیدا ہوتے ہیں۔ پس یہ تشبیہ مثل ترکیب لجین الماء کے ہے اسی طرح مثل میوہ کے پانی میں مرجان بھی پیدا ہوتا ہے۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ سامع کو الفاظ سے معانی وعلوم کی طرف انتقال ہوگا اور معانی وعلوم میں خوض کرنے سے وہ احوال وثمرات حاصل ہوں گے جو کہ ان معانی سے اولاً متکلم کے قلب پر وارد ہوتے ہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ احوال اکثر ثمرات ہیں مراقبات کے اور مراقبہ خوض ہوتا ہے کسی معنی اور مضمون میں آگے ماقبل پر دوسری تفریع اور تقویت تشبیہ ہے کہ جس طرح گھاس وغیرہ کے جدا ہونے سے پانی ہی پانی مع مافیہ رہ جاتا ہے اسی طرح یہ مثنوی اور اسی طرح ہر کلام حق) جب حرف اور صوت اور کلام سے یکتا (یعنی جدا) ہو جاوے تو ان سب کو چھوڑ کر (معانی کا) دریا رہ جاوے (تقریر اس کی اوپر گزر چکی۔ دم سے مراد کلام لینا اس محاورہ سے ماخوذ ہے۔ دم زدن سخن گفتن وکلام کردن)

www.besturdubooks.wordpress.com

حرف گوی و حرف نوش و حرفہا	ہر سہ جاں گردند اندر انتہا
متکلم اور سامع اور کلام	یہ تینوں اخیر میں روح ہی رہ جاویں گے
ناں دہند و ناں ستان و نان پاک	سادہ گردند از صور گردند خاک
روٹی دینے والا شخص اور روٹی لینے والا اور خود روٹی	صورت سے سادہ اور خاک ہو جاویں گے
لیک معنی شاں بود در سہ مقام	در مراتب ہم ممیّز ہم مدام
لیکن ان کی روح تین مقام میں رہتی ہے	اپنے اپنے مراتب میں ایک دوسرے سے ممتاز بھی اور دائمی بھی
خاک شد صورت ولے معنی نشد	ہر کہ گوید شد تو گویش نے نشد
صورت تو خاک ہو گئی لیکن معنی نہیں ہوئے	جو کوئی کہے کہ خاک ہو گئے تو تم اس کو کہو کہ نہیں وہ نہیں ہوئے
در جہان روح ہر سہ منتظر	گہ ز صورت ہارب و گہ مستقر
عالم ارواح میں تینوں منتظر ہیں	کبھی صورت سے نفور اور کبھی مستقر
امر آید در صور رو در رود	باز ہم زامرش مجرد می شود
حکم آ جاتا ہے کہ صورتوں میں جا تو اس کے اندر چلی جاتی ہے	پھر اسی کے حکم سے علیحدہ بھی ہو جاتی ہے
پس لہٗ الخلق ولہٗ الامرش بداں	خلق صورت، امر جاں راکب براں
تو اس کا لہ الخلق والامر معلوم کر لو	خلق صورت امر روح جو اس پر راکب ہے
راکب و مرکوب در فرمان شاہ	جسم بر درگاہ و جاں در بارگاہ
راکب و مرکوب بادشاہ کے حکم میں ہیں	جسم تو درگاہ کے اوپر اور روح بارگاہ کے اندر
چونکہ خواہد کاب آید در سبو	شاہ گوید جیش جاں را کار کبوا
جب بادشاہ کو منظور ہوتا ہے کہ پانی گھڑے کے اندر آ جاوے	تو وہ بادشاہ لشکر روح کو حکم دیتا ہے کہ سوار ہو جاؤ
باز جانہا را چو خواند بر علو	بانگ آید از نقیباں کانزلوا
پھر جب روح کو عالم علوی میں بلانا چاہتا ہے	تو نقیبان شاہی سے آواز آتی ہے کہ اتر آؤ
بعد ازیں باریک خواہد شد سخن	کم کن آتش ہیزمش افزوں مکن
اور اس کے بعد کلام دقیق ہو جاوے گا	تو آگ کو کم کردو اس کا سوختہ زیادہ مت کرو
تا نجوشد دیگہائے خرد زود	دیگ ادراکات خردست و فرود
تاکہ چھوٹی دیگیں جلدی سے ابل نہ پڑیں	ادراکات کی دیگ چھوٹی اور کم درجہ کی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

(جس مضمون کی اوپر مثال تھی ان اشعار میں بادکہ رالخ اسی کی طرف یہاں عود اور اس کی دوسری تمثیل ہے یعنی) متکلم اور سامع اور کلام یہ تینوں اخیر میں روح ہی (کے درجہ میں) رہ جاویں گے۔ (یعنی جب ان کے صور و ابدان فنا ہو جاویں گے تو روح رہ جاوے گی اور متکلم و سامع کے لئے تو اس حکم کا ثبوت ظاہر ہے کہ وہ بدن اور روح رکھتے ہیں باقی کلام کے لئے اس کا ثبوت سو بواسطہ ہے کیونکہ کلام بوجہ قیام بالمادہ کے مادی ہے اور صفت بدن کی ہے اور معنی بوجہ قیام بالروح المجرد کے مجرد اور صفت روح کی ہے پس اس طرح ان میں بھی دو مرتبے نکلے۔ بدن کے فنا ہونے سے الفاظ فنا ہو جاویں گے اور معنی روح کے ساتھ باقی رہ جاویں گے۔ یہ تو عود ہوا آگے تمثیل ہے کہ جس طرح) روٹی دینے والا شخص اور روٹی لینے والا اور خود روٹی (اپنی اپنی) صورت (مادیہ) سے سادہ (اور خالی) اور خاک ہو جاویں گے۔ (روٹی کا خاک ہونا اس طرح ہے کہ کھائے جانے کے بعد کچھ فضلہ ہو کر دفع ہو جاتا ہے وہ بھی خاک ہو جاتا ہے اور کچھ جزو بدن بنتا ہے اور وہ بدن بھی خاک ہو جاتا ہے) لیکن ان (تینوں) کی روح تین مقام میں رہتی ہے اپنے اپنے مراتب میں ایک دوسرے سے ممتاز بھی اور دائمی بھی (نان دہندہ اور نان ستانندہ کی روح کا رہنا تو ظاہر ہے اور نان کی روح کا رہنا اس کشف کی بناء پر ہے کہ ہر شے میں اس کے مناسب روح اور شعور ہے جس سے وہ صانع کی معرفت اور تسبیح کرتی ہے۔ پس روٹی میں یا تو بنظر اس کی اصل کے کہ نبات ہے روح نباتی ہے یا بنظر خود اس کی حالت موجودہ کے روح جمادی ہے اور ان تینوں کو جو تین مقام میں کہا سو روح نان کا ارواح انسانیہ کے مقام میں نہ ہونا تو ظاہر ہے لیکن نان دہندہ و نان ستان کی کہ دونوں انسان ہیں روحوں کو جدا جدا مقام میں کہنا اس معنی کر ہے کہ دونوں کا تشخص علیحدہ ہے اور حیز بھی علیحدہ گو دونوں حیز ایک ہی عالم کے جزو ہوں اور جو مرتبہ روح میں تجرد کا ہے اس کے اعتبار سے مقام سے مراد مابہ التعین ہوگا جیسا کہ مصرعہ ثانیہ میں متمیز فی المراتب کا مفہوم اس کو بھی شامل ہے اور دائمی کہنا ان ارواح کو بمعنی بقاء طویل ہے بمقابلہ ابدان کے گو وہ بھی ایک وقت میں فنا ہو جاویں۔ جیسا کل شیٔ ھالک سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے اگرچہ ایک ہی لحہ کے لئے سہی آگے بھی شعر بالا ہی کا مضمون ہے کہ) صورت (ظاہری) تو خاک ہو گئی لیکن معنے (خاک) نہیں ہوئے (اور) جو کوئی کہے کہ (وہ بھی) خاک ہو گئے تو تم اس کو کہو کہ نہیں وہ (خاک) نہیں ہوئے) بلکہ) عالم ارواح میں تینوں (روحیں مذکورہ امر الٰہی کی) منتظر ہیں کبھی صورت سے نفور (ہوتی ہیں) اور کبھی (صورت کے ساتھ) مستقر (اور متلبس ہوتی ہیں آگے اس کی تفصیل ہے کہ اگر) حکم آ جاتا ہے کہ صورتوں میں جا تو اس کے اندر چلی جاتی ہے پھر اسی کے حکم سے علیحدہ بھی ہو جاتی ہے۔ (جب یہ بات ہے) تو اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا ارشاد) لہ الخلق والامر معلوم کر لو (جس کی تفسیر یہ ہے کہ) خلق (سے مراد) صورت (و جسم اور) امر (سے مراد) روح جو اس (بدن) پر راکب ہے۔ (راکب باعتبار تصرف و تلبس کے کہا پس) راکب و مرکوب (دونوں) بادشاہ (حقیقی) کے حکم میں ہیں۔ جسم تو درگاہ ہے کے اوپر اور روح بارگاہ کے اندر یہ باہر اور اندر کا فرق اس لئے کہا کہ روح بوجہ غیر مادی یا لطیف المادہ ہونے کے بہ نسبت بدن کثیف المادہ کے حق تعالیٰ کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتی ہے اس تفاوت کو قرب و بعد سے تعبیر فرمایا) جب بادشاہ کو منظور ہوتا ہے کہ پانی گھڑے کے اندر آ جاوے (یہ مثال ہے روح کی بدن کے اندر جانے کی۔ وجہ تمثیل روح کا مثل پانی کے مقصود ہونا اور بدن کا مثل سبو کے تابع و غیر مقصود ہونا) تو وہ بادشاہ لشکر روح کو حکم دیتا ہے کہ (بدن پر) سوار ہو جاؤ۔ پھر جب روح کو عالم علوی میں بلانا چاہتا ہے تو نقیبان شاہی سے آواز آتی ہے (روح کو) کہ (اس مرکب سے) اتر آؤ (یعنی تعلق بالبدن کو چھوڑ دو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس عالم میں ایک ایک روح کے لئے یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

رکوب و نزول ہمیشہ ہوا کرتا ہے یہ تو بوجہ بطلان تناسخ کے باطل ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہاں ہر روح کو ایک بار رکوب کا حکم ہوا ہے اور ایک بار نزول کا پس یہ فرمانا کہ در جہاں روح ہر سہ منتظر اثنج یا انتظار ابتدائے خلق روح سے ہے نہ کہ بعد مفارقت ابدان کے جیسا کہ اوپر کے ظاہر مضمون سے وہم ہو سکتا ہے خوب سمجھ لینا) اور اس کے بعد کلام دقیق ہو جاوے گا (اس لئے اس کے متعلق زیادہ مضمون نہیں لکھا۔ یعنی یہ امر کہ بعد مفارقت ابدان کے پھر روحیں کس حالت میں ہوتی ہیں اس کو اس لئے نہیں لکھا کہ اس کا پورے طور پر سے سمجھنا موقوف ہے کشف تام یا مشاہدۂ آخرت پر اور بدوں اس کے سمجھنے میں غلطی محتمل ہے اور بقدر ضرورت سمجھنا ممکن ہے اور اس قدر شریعت نے سمجھا دیا ہے۔ پس اس کی ضرورت نہ رہی خصوص اس مقام میں جو مقصود ہے یعنی مضمون بالا کی تمثیل وہ تو احکام ارواح کے بیان پر اصلاً موقوف نہیں۔ غرض یہ کہ جب یہ دقیق مضمون ہے) تو آگ کو کم کر دو اور اس کا سوختہ زیادہ مت کرو تا کہ چھوٹی دیگیں جلدی سے ابل نہ پڑیں۔ (مراد یہ ہے کہ) ادراکات (عقلیہ) کی دیگ چھوٹی اور کم درجہ کی ہیں۔ (زیادہ آگ جلانے سے اس کے مظروف کو زیادہ جوش ہونے لگے گا۔ دیگ سے جو مراد ہے وہ تو خود شعر ہی میں مذکور ہے اور آتش سے مراد کلام اور ہیزم سے مراد اس کی تطویل کلام کو آتش سے تشبیہ باعتبار تہیج قوائے فکریہ کے دی۔ مطلب یہ کہ کلام کو مفصل کرنے سے چونکہ بوجہ تنگی فہم سمجھ میں نہ آوے گا اہل عقل کو جوش آوے گا اور جوش میں آ کر اعتراض و مخالفت کریں گے اور کوئی ضرورت اس پر موقوف نہیں اس لئے سکوت ہی اقرب الی السکون ہے۔

فائدہ:۔ خلق و امر کی جو تفسیر اشعار مذکورہ میں کی گئی ہے یہ بعض کا قول ہے۔ باقی جو مضمون اس مقام پر مذکور ہے وہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ اس تفسیر پر موقوف نہیں اس لئے دوسری تفسیر جو اقرب ہے اختیار کرنا راجح ہے۔ وہ یہ کہ خلق سے مراد پیدا کرنا اور امر سے مراد حکم کرنا یعنی خالق بھی وہی ہیں اور آمر و حاکم بھی وہی۔ یہ اقرب اس لئے ہے کہ اس کے قبل ارشاد ہے کہ ان ربکم الله الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام اس میں خالق ہونے کا ذکر ہے اس کے بعد ہے ثم استویٰ علی العرش یغشی اللیل النہار یطلبه حثیثاً والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ اس میں بذکر تصرفات وتصریح لفظ بامرہ آمر ہونے کا بیان ہے۔

پاک سبحانے کی سیبستاں کند	در غمام حرف شاں پنہاں کند
کیا پاک ذات ہے کہ سیب کا باغ تیار کرتا ہے	اور ابر حروف میں ان کو پنہاں کرتا ہے
زیں غمام بانگ و حرف و گفتگو	پردۂ کز سیب ناید غیر بو
اس ابر صوت و لفظ و کلام سے	ایسا پردہ واقع ہے کہ سیب سے بجز خوشبو کے اور کوئی چیز نہیں آتی
بارے افزوں کش تو ایں بورا بہوش	تا سوی اصلت برد بگرفته گوش
البتہ اس خوشبو کو تم ہوش کے ساتھ کھینچو	تا کہ کان پکڑ کر تم کو اصل تک لے جاوے
بونگہدار و بہ پرہیز از زکام	تن بپوش از باد و بود سرد عام
خوشبو کو محفوظ رکھو اور زکام سے بچو	تم عوام کی سرد ہوا اور ہستی سے بدن کو چھپائے رکھو
تا نیندایبد مشامت از اثر	اے ہواشاں از زمستاں سرد تر
تا کہ اثر سے تمہارا مشام پر نہ ہو جاوے	اے مخاطب ان کی ہوا زمستان سے بھی سرد تر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں جماد اند و فسردہ تن شگرف	می جہد انفاس شاں از تل برف
یہ لوگ مثل جماد کے ہیں اور افسردہ ہیں اور بدن اچھا خاصہ ہے	ان کے سانس تو وہ برف سے نکل رہے ہیں
چوں زمیں زیں برف در پوشد کفن	تیغ خورشید حسام الدین بزن
جب زمین اس برف کا کفن پہن لے	تو تم خورشید حسام الدین کی تلوار مارو
ہیں برآر از شرق سیف اللہ را	گرم کن زاں شرق ایں درگاہ را
ہاں مشرق سے سیف اللہ کو نکالو	اس آفتاب سے اس درگاہ کو گرم کرو
برف را خنجر زند آں آفتاب	سیلہا ریزد زکہہا بر تراب
برف پر وہ آفتاب خنجر لگا دے	پہاڑوں پر سے خاک پر بہت سی سیلیں جاری کرے
زانکہ لاشرقی و لاغربی ست او	با منجم روز و شب حربی ست او
اس لئے کہ وہ نہ شرقی ہے اور نہ غربی ہے	نجومی کی ساتھ روز و شب مشغول حرب ہے
کہ چرا جز منؔ نجوم بے ہدیٰ	قبلہ کردی از لئیمی و عمیٰ
کہ کیا سبب کہ مجھ کو چھوڑ کر تو نے ستارگان غیر ہادی کو	لئیمی اور کوری سے قبلہ بنایا ہے
تا خوشت ناید مقال آں امین	در نبے کہ لااحب الآفلین
اس کا یہ اثر ہوا کہ تجھ کو اس امین کا مقولہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے	لااحب الآفلین یہ خوش معلوم نہ ہو گا
از قزح در پیش مہ بستی کمر	زاں ہمی رنجی ز وانشق القمر
تو نے چاند کے سامنے قوس قزح کا پٹکا باندھا ہے	اس لئے تو وانشق القمر سے رنجیدہ ہے
منکری ایں را کہ شمس کورت	شمس پیش تست اعلیٰ مرتبت
تو اس کا بھی منکر ہے کہ آفتاب بے نور ہو جاوے گا	آفتاب تیرے نزدیک بڑا عالی مرتبہ ہے
از ستارہ دیدہ تصریف ہوا	ناخوشت آید اذا النجم ھویٰ
تو تو ہوا کا بدلنا ستاروں سے جانے ہوے ہے	اس لئے تجھ کو اذا النجم ھویٰ ناخوش معلوم ہوگا

(اشرق فی القاموس الشمس وحیث تشرق الشمس۔ در مصرعہ اول معنی ثانی و در ثانی معنی اول مراد است۔ اوپر اشعار گر شدی عطشان الیٰ قولہ چون زحرف وصوت الابیات میں معانی کا الفاظ میں مستور ہونا اور الفاظ میں غور کر کے معانی تک پہنچنے کا ارشاد تھا۔ یہاں اسی مضمون کی طرف عود ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ) کیا پاک ذات ہے کہ سیب کا باغ تیار کرتا ہے اور ابر حروف میں ان (سیبوں) کو پنہاں کرتا ہے (معانی و اسرار کو سیبستان سے تشبیہ دی اور الفاظ کو اس ابر غلیظ سے جس کو فرض کر لیا جاوے کہ اتفاق سے کسی باغ سیب کو ایسا محیط ہو گیا کہ باغ کے درخت اور سیب بالکل نظر نہیں آتے اسی طرح الفاظ میں معانی اصلا محسوس نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتے اور ظاہر بھی ہے کہ معانی معقولات سے ہیں نہ کہ محسوسات سے پس) اس ابر صوت ولفظ وکلام سے (اس سیستان معانی پر) ایسا پردہ واقع ہے کہ (اس) سیب سے بجز خوشبو کے اور کوئی چیز نہیں آتی۔ (پردہ میں رابط یعنی ست محذوف ہے یہاں خوشبو سے مراد مدلول اولی لغوی الفاظ کا جس کی طرف ذہن منتقل ہونے کے لئے صرف معرفت لغات والتفات کافی ہے کیونکہ اگر التفات نہ ہو گو لغت کی معرفت ہو تب بھی وہ ذہن میں نہ آوے گا۔ اور وہ دال ہے معنی مقصود پر جس کی طرف ذہن منتقل ہونے کے لئے فکر و مراقبہ کی حاجت ہے یعنی جس طرح اگر باغ سیب ابر میں مستور ہو جاوے تو صرف خوشبو سے اس کا پتہ لگتا ہے اسی طرح معانی مخفیہ تحت الالفاظ کا ترجمہ لغویہ سے کچھ پتہ چلتا ہے جب یہ بات ہے تو) البتہ اس خوشبو کو تم ہوش کے ساتھ کھینچو تاکہ (تمہارا) کان پکڑ کر تم کو اصل (مقصود) تک لے جاوے۔ (مطلب یہ کہ مدلول لغوی میں ہوش و فکر کے ساتھ غور کرو تاکہ معنی مقصود تک پہنچ جاؤ اور اس) خوشبو کو محفوظ رکھو اور (اس کے محفوظ رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی قوۃ مدرکہ کو موانع سے محفوظ رکھو تاکہ وہ بھی محفوظ رہے مثلاً) زکام سے بچو (جو قوۃ شامہ کو معطل کر دیتا ہے اسی طرح یہاں بھی اپنی قوۃ التفاتیہ کو معطل مت کرو جس کی وجہ سے ادھر توجہ ہوتی ہے اور پھر وہ توجہ سبب ہو جاوے گی حصول المقصود فی الذہن کی اور اس کو موانع التفات سے بچاؤ اور زکام سے بچنے کا طریق یہ ہے کہ اسباب زکام سے بچے مثلاً بدن کو چھپائے رکھے کہ ہوائے سرد نہ لگے اسی طرح تم (بھی) عوام (یعنی اہل دنیا) کی سرد ہوا اور ہستی سے بدن کو چھپائے رکھو یعنی ان کی صحبت سے جو کہ قلب میں افسردگی پیدا کرنے میں مثل سرد ہوا کے ہے۔ بچے رہو اور جس طرح ہوائے سرد سے زکام ہو کر قوۃ شامہ باطل ہو جاتی ہے اسی طرح محبان دنیا کی صحبت سے طلب حق سے افسردگی اور طلب دنیا میں انہماک ہونے سے قوۃ التفاتیہ الی المقصود جاتی رہتی ہے کیونکہ ایک ذہن دو طرف متوجہ نہیں ہوتا جب دنیا کی طرف التفات ہوگا مقصود کی طرف نہ رہے گا اور وہی اول قدم تھا وصول الی المقصود کا جیسے خوشبو اول دال ہے سیب پر غرض ان لوگوں کی صحبت سے بچو) تاکہ (ان کے) اثر سے تمہارا مشام (یعنی قوۃ شامہ مادۂ مانعہ ادراک سے) پر نہ ہو جاوے۔ اے مخاطب ان کی ہوا (یعنی صحبت) زمستان سے بھی سرد تر ہے یہ لوگ مثل جماد کے ہیں اور افسردہ ہیں۔ اور بدن (دیکھو تو) اچھا خاصہ ہے۔ (کما قال اللہ تعالیٰ و اذا رأیتھم تعجبک اجسامھم الآیہ اور) ان کے سانس گویا تو دہ برف سے نکل رہے ہیں (مطلب یہ کہ ان کے کلمات بھی بالکل سرد اور بے اثر ہیں چونکہ قلب میں کچھ بھی گرمی طلب و محبت الٰہی کی نہیں۔ پس ان کی صحبت سے بھی یہی اثر پیدا ہوتا ہے جیسا اوپر اس کی وجہ بھی بیان کی گئی کہ ان کی صحبت سے ذہن دنیا کی طرف ملتفت ہو جاتا ہے اور دوسری طرف توجہ ہوتی نہیں۔ اس لئے مقصود حقیقی اور اس کے وسائط سے بھی بے التفاتی ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ واسطہ اولیہ سے کہ التفات ہے طرف مدلول لغوی کلام اہل حق کے نیز بے التفات ہو جاتا ہے۔ آگے اس کا علاج بتلاتے ہیں کہ) جب زمین اس برف کا کفن پہن لے (یعنی زمین کثرت برف سے کفن پوش کے مشابہ ہو جاوے وجہ مشابہت سفیدی ہے برف اور کفن کی مطلب یہ کہ تمہاری ہستی، جب زمین کی طرف اس صحبت سرد سے متاثر ہو جاوے) تو تم (اس پر) خورشید حسام الدین کی تلوار مارو (یعنی خورشید کا جو کہ مشابہ تلوار کے ہے افناء برف میں اس پر اثر پہنچاؤ مطلب یہ کہ مولانا حسام الدین اور اسی طرح دوسرے کاملین کے فیوض صحبت وکلام سے اس صحبت سرد کے اثر کو زائل کرو اس خورشید حسام الدین میں مثنوی بھی داخل ہے کیونکہ اس کا سبب وہی ہیں تو اس میں مثنوی سے مستفید ہونے کا بھی اشارہ ہے۔ پس اس جزو خاص میں عود ہے اوپر کے بعض اشعار قریبہ کی طرف گر شدی عطشان بحر معنوی الخ اور بعض اشعار بعیدہ واقعہ فی ابتداء ہذا الجلد کی طرف پیش کش می آرمت الی قولہ بابیانے کان بود الخ آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) ہاں (اے مخاطب) مشرق سے سیف

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ کو نکالو (اس سے مراد وہی ہے جس کو اوپر تیغ خورشید حسام الدین کہا تھا وہاں اہل اللہ کی طرف اس کی اضافت تھی یہاں اللہ کی طرف اور دونوں کا ایک حاصل ہے نکالنے کا مطلب یہ کہ اس کو کام میں لاؤ اور) اس آفتاب سے اس درگاہ کو (یعنی زمین ہستی کو) گرم کرو (کہ گرمی پہنچنے سے اس کا برف گداختہ ہو کر وہ حرارت طلب ومحبت سے متصف ہو چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) برف پر وہ آفتاب تنجر لگاوے (یعنی گداختہ کر دے اور گداختہ کرنے کے بعد) پہاڑوں پر سے خاک پر بہت سی سیلیں جاری کرے یا سیلیں ہو جاویں (کوہ سے مراد قلوب قاسیہ کالحجارہ کہ ان پر برف یعنی اثر صحبت عوام جما ہوا ہے اور تراب سے مراد زمین ہستی کہ درآثار طلب اتصال دارد مثل اتصال زمین بہ کوہ اور سیل ریختن سے مراد اثر رسانیدن یا رسیدن از قلب بہ ہستی اوپر گرم کن زان شرق این درگاہ را میں اس آفتاب کا اثر گرم کردن کہا ہے اور یہاں اس کا اثر سیل ریختن وآب رسانیدن کہ بظاہر مستلزم ہے سرد کردن کو فرمایا ہے سو مختلف اعتبارات سے دونوں تعبیریں صحیح ہیں۔ مقصود متاثر کردن ہے وہاں آفتاب کے ایک اثر کو لے لیا۔ یہاں دوسرے اثر کو مقصود مشترک ہے یا وہاں حرارت طلب کی طرف اشارہ ہے اور یہاں اشک ندامت کی طرف اور ان دونوں میں تنافی نہیں بلکہ تلازم ہے آگے اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ ایسا اثر محمود وقوی جو مذکور ہوا اس آفتاب معنوی میں کیوں ہے تو فرماتے ہیں کہ یہ) اس لئے (ہے) کہ وہ (آفتاب) نہ شرقی ہے اور نہ غربی ہے (اور اس لئے وہ) نجومی کے ساتھ روز وشب مشغول حرب ہے (آگے اس حرب کا بیان ہے یعنی وہ آفتاب معنوی اس نجومی سے کہتا ہے) کہ کیا سبب کہ مجھ کو چھوڑ کر تو نے ستارگان غیر ہادی کو اندھی اور کوری سے (اپنا) قبلہ (توجہ) بنایا ہے (آفتاب معنوی یعنی فیوض باطنہ کاملین کو لاشرقی ولاغربی اس لئے کہا کہ وہ فعل ہے روح کا اور روح بوجہ تجرد کے خیز وجہت کے ساتھ مقید نہیں اور افعال وصفات مجرد کے بوجہ قیام بالمجرد کے غیر مادی وغیر متحیز ہیں بخلاف افعال مادی کے کہ بواسطہ وہ بھی مادی ہیں اور مقرر ہے کہ مجردات میں خدائے تعالیٰ نے قوت ونزاہت زیادہ رکھی ہے۔ اس لئے اس میں یہ اثر محمود وقوی ہوا جو اوپر مذکور ہے اور با منجم الخ میں اس کے محمود الاثر وقوی الاثر ہونے کی تاکید اور بیان ہے کہ وہ شمس معنوی بدلالت حال نجومی کی جو کہ ظاہری ستاروں کو فاعل اور متصرف اعتقاد کر رہا ہے۔ تحقیق کر رہا ہے کہ تو نے ایسے ستاروں کی طرف کیوں توجہ کی ہے جو کہ ہادی بمعنی مباشر فعل ہدایت نہیں ہیں چنانچہ ظاہر ہے گو ہادی بمعنی سبب ہدایت ہوں عام کے لئے تو بمعنی ہدایت طریق دنیوی کے کما قال اللہ تعالیٰ و بالنجم ھم یھتدون اور خاص کے لئے بمعنی ہدایت طریق دین کے بھی کما قال اللہ تعالیٰ و سخر لکم اللیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی ذلک لاٰیات لقوم یعقلون لیکن مثل ناطق بحق کے مباشر ہدایت تو نہیں اور اس میں اشارہ اس طرف بھی ہو سکتا ہے کہ اے محجوب تو نے علوم وحی کو چھوڑ کر گرفتاران انظار وافکار کو ہادی بنایا ہے اور وہ خود ہی غیر مہتدی ہیں آگے تتمہ خطاب ہے شمس معنوی کا نجومی کو کہ تو نے جو ان نجوم کو قبلہ بنایا ہے تو) اس کا اثر یہ ہوا کہ تجھ کو اس (نبی) امین (حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا مقولہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے لآاحب الاٰفلین یہ خوش معلوم نہ ہوگا (کیونکہ اس میں ستاروں کی تنقیص ہے اور ان کے الوہیہ اور استقلال فی التصرف کی نفی ہے جو اعتقاد منجم کے خلاف ہے اس لئے ظاہر ہے کہ اس کو پسند نہ ہوگا (میں نے جو کلمہ تا کا ترجمہ یہ کیا کہ اس کا اثر یہ ہوا یعنی اس کا یہ ہے کہ اس کو لام عاقبہ قرار دیا گیا اور ظاہر ہے کہ جس فعل کا یہ اثر ہو کہ اس سے نبی صاحب وحی کا قول ناخوش اور غلط معلوم ہو وہ فعل مذموم ہوگا۔ پس یہ توجہ الی الکواکب جس کا یہ اثر تھا مذموم ہوگی۔ آگے بھی بقیہ خطاب ہے شمس کا منجم کو کہ) تو نے چاند کے سامنے قوس قزح کا پٹکا باندھا ہے (یہ کنایہ ہے خدمت سے فارسی میں کمر بستن اسی معنی میں محاورہ ہے یعنی تو چاند کا خادم بنا ہے) اس لئے تو وانشق القمر سے رنجیدہ (اور ناخوش) ہے کیونکہ معجزہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شق القمر سے ضعف قمر کا اور انفعال اس کا ثابت ہوتا ہے اور منجم فلسفی اس میں خرق والتیام کو محال مانتا ہے اس واسطے اس معجزہ کا سننا اس کو ناگوار ہوئی ہوگا۔ اور قزح چونکہ بشکل کمان ہوتی ہے اور یہی شکل مقوس پٹکہ کی بھی ہوتی ہے اس لئے پٹکے کو اس سے تشبیہ دیدی اور چونکہ اس کو نجوی سے مناسبت ہے اس لئے یہ تشبیہ زیادہ بدیع ہوگئی اور ایک نسخہ از قزح دیکھا گیا یہ بہت بے تکلف ہے اور مصرعہ ثانی میں ہی رنجی کا مقابلہ بھی اس نسخہ کا مرجح ہے۔ آگے بھی اسی کو خطاب ہے کہ) تو اس کا بھی منکر ہے کہ آفتاب (قیامت کے روز) بے نور ہو جاوے گا (اور وجہ انکار یہ کہ آفتاب تیرے نزدیک بڑا اعالی مرتبہ ہے (اور اس تکویر میں اس کا ذو اور نقص لازم آتا ہے اس لئے اس کا انکار کریگا) تو تو ہوا کا بدلنا (مراد فصل کا بدلنا) ستاروں سے جانے ہوئے ہے (یہ دیدن بمعنی رویۃ قلبیہ ہے) اس لئے تجھ کو اذا النجم ھویٰ (کا مضمون) ناخوش معلوم ہوگا (کیونکہ اس سے ستارہ کا منفعل و متاثر ہونا ظاہر ہوتا ہے جو کہ نقص ہے اور یہ اعتقاد منجم کے خلاف ہے باقی نفس غروب نجم کا تو وہ بھی منکر نہیں پس یہ ناگواری باعتبار اس دلالت کے ہے اور ہوا سے مراد اگر معنی متبادر لئے جاویں تب یہ توجیہ ہو جاوے گی کہ فلاسفہ طبعیین کہ منجمین بھی ان کی ایک قسم ہے اس کے قائل ہیں وکواکب کی حرارت سے ہوا میں تخلل ہوتا ہے اس سے اس میں حرکت ہوتی ہے۔ تو تصریف بمعنی تحریک ہوگی۔

خود موثر تر نباشد مہ زناں	اے بسا نانے کہ برید عرق جاں
چاند یقیناً روٹی سے زیادہ موثر نہیں ہے	پھر بھی بہت سے افرادروٹی کے رگ جان ہی کے قاطع ہو جاتے ہیں
خود موثر تر نباشد زہرہ ز آب	اے بسا آبا کہ کردا وتن خراب
ستارہ زہرہ یقیناً پانی سے زیادہ موثر نہیں	پھر بھی بہت سے افراد پانی کے ہیں کہ وہ تن کو خراب کردیتے ہیں
مہر آں در جان تست و پند دوست	میزند بر گوش تو بیرون پوست
ستارہ کی محبت تو تیری جان میں گھس رہی ہے اور محبوب کی نصیحت	صرف تیرے کان کے اوپر اوپر ہی پوست سے باہر رہتی ہے

(اوپر ابطال تھا اعتقاد منجم کا درباب تاثیر کواکب کے یہاں علی سبیل التنزل والتسلیم کلام ہے اور اس کا خطاب بھی اسی شمس لاشرقی ولاغربی کی طرف سے منجم کو ہے جس کا اس شعر بالا میں ذکر ہے زانکہ لاشرقی ولاغربی ست او با منجم روز وشب حربی ست او۔ یعنی اگر فرض بھی کرلیا جاوے کہ کواکب میں کچھ اثر ہے لیکن پھر بھی وہ تاثیر مستقل نہیں تابع مشیت حق کے ہے اسی کی تقریر اس طرح فرماتے ہیں کہ) چاند یقیناً روٹی سے زیادہ موثر نہیں ہے (کیونکہ روٹی کی تاثیر یقینی ہے اور چاند کی تاثیر غیر یقینی اس طرح سے کہ منکرین کے نزدیک تو اس کی نقیض یعنی عدم تاثیر یقینی ہے اور مدعین کے نزدیک بوجہ عدم دلیل کے محض تخمینی وظنی اور ظاہر ہے کہ یقینی بحیثیت ثبوت کے غیر یقینی سے اقویٰ ہے۔ و نیز روٹی جزو بدن ہوتی ہے اور چاند منفصل ہے اور جزو کا موقوف علیہ للبقا ہونا اظہر ہے بہ نسبت منفصل کے موقوف علیہ ہونے کے کیونکہ جزئیت تو خود اس توقف کی مقتضی ہے اور منفصل کے لئے دلیل مستقل کی حاجت ہے۔ پس روٹی کی تاثیر قوی ہوئی چاند کی تاثیر سے مگر) پھر بھی بہت سے افرادروٹی کے رگ جان ہی کے قاطع ہو جاتے ہیں (اور اس کی وہ تاثیر نافع باطل ہو جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی دوسرے موثر کے تابع ہے اسی طرح کوکب بھی باوجود فرض تاثیر کے دوسرے موثر کے تابع ہوگا۔ مستقل نہیں ہوگا۔ پس اعتقاد استقلال باطل ہوا اور یہی تقریر آئندہ شعر کی ہے یعنی) ستارہ زہرہ یقیناً پانی سے زیادہ موثر نہیں پھر بھی بہت سے افراد پانی کے ہیں کہ وہ تن کو خراب (یعنی بیمار و ہلاک) کردیتے ہیں (اس کی تقریر بھی مثل شعر

www.besturdubooks.wordpress.com

بالا ہے مگر اے منجم باوجود اس کے) ستارہ کی محبت تو تیری جان میں گھس رہی ہے اور محبوب (یعنی حق تعالیٰ) کی نصیحت صرف تیرے کان کے اوپر اوپر ہی پوست سے باہر رہتی ہے (یعنی اندر اثر نہیں کرتی) اس میں تحمیق ہے منجم اور ہر مشغول بغیر کی کہ باطل کی طرف توجہ کرتا ہے اور حق کی طرف التفات نہیں کرتا گویا اس میں اشارہ ہے مضمون شعر گذشتہ کی طرف چوں زمین زین برف الخ جس کا حاصل ترغیب ہے استفادہ کی اہل اللہ سے جو حاکی ہیں قالاً و حالاً پند محبوب کے پس وہاں ترغیب ہے اس طرف توجہ کرنے کی اور یہاں ملامت ہے اس طرف توجہ نہ کرنے کی۔

پند مادر تو نگیرد اے فلاں	پند تو درما نگیرد ہم بداں
ہماری نصیحت اے شخص تیرے اندر اثر نہیں کرتی	تیری نصیحت ہمارے اندر اثر نہیں کرتی اس کو بھی جان رکھ
جز مگر مفتاح خاص آید ز دوست	کہ مقالید السمٰوٰت آن اوست
مگر بجز اس حالت کے کہ ایسے دوست کی طرف سے ایک خاص مفتاح آجاوے	کہ سب کی ملک میں تمام آسمانوں کی کنجیاں ہیں
ایں سخن ہمچوں ستارہ است و قمر	لیک بے فرمان حق ندہد اثر
یہ کلام مثل ستارہ اور قمر کے ہے	لیکن بدوں حکم حق کے اثر نہیں پیدا کرتا
ایں ستارہ بے جہت تاثیر او	میزند بر گوشہائے وحی جو
یہ جو ستارہ بے جہت ہے یہ ایسے کانوں پر اثر	پہنچاتا ہے جو جویائے وحی ہیں
کہ بیائید از جہت تا بیجہات	تاندراند شمارا گرگ مات
کہ تم لوگ جہت سے بے جہت کی طرف آؤ	تاکہ تم کو موت جو کہ مشابہ گرگ کے ہے پھاڑ نہ ڈالے

(اوپر شعر مہر آن در جان تست الخ میں اہل باطل پر تشنیع فرمائی ہے حق سے متاثر نہ ہونے پر اب اس کی علت فرماتے ہیں کہ مشیت حق ہے جو متضمن حکمت کونیہ ہے اور مقصود اس سے صرف مسئلہ کی تحقیق ہے نہ کہ بیان عذر اہل باطل کا جیسا قرآن مجید میں جابجا اسی غرض سے اسی قسم کا مضمون بہت جگہ وارد ہوا ہے۔ مثلاً ختم اللہ علیٰ قلوبہم اور من یضلل اللہ فمالہ من ھاد اور اولئک الذین لم یرد اللہ ان یطہر قلوبہم و غیر ذلک من الآیات پس فرماتے ہیں کہ ہماری نصیحت اے شخص تیرے اندر اثر نہیں کرتی (اس کو اوپر پند دوست کہا تھا یہاں پند ما فرمایا پہلی اضافت آمر کی طرف ہے اور دوسری مبلغ کی طرف اور مقصود واحد ہے اور) تیری نصیحت ہمارے اندر اثر نہیں کرتی اس کو بھی جان رکھ (اس کو نصیحت مجازاً و مشاکلۃً کہہ دیا ورنہ وہ تو اضلال ہے۔ اور حضرت مرشدیؒ نے اس کو بند بباے موحدہ بمعنی فریب فرمایا ہے یعنی تیرا باطل ہم میں اثر نہیں کرتا اور یہ نسخہ بہت واضح ہے۔ مقصود اس دوسرے مصرعہ سے ظاہراً تشبیہ بالا وضح ہے مضمون مصرعہ اول کی یعنی جس طرح تیری بات سے ہم متاثر نہیں ہوتے اور یہ عجیب بات نہیں کیونکہ غیر واقعی بات میں اثر نہ ہونا یہ تو خود اس کے غیر واقعی ہونے کا مقتضا ہی ہونا چاہئے اس لئے یہ اوضح ہے اس کے ساتھ تشبیہ دی غیر اوضح کو جو عجیب ہے کیونکہ اس کی واقعیت مقتضی تھی اس کے مقبول و مسموع و موثر فی المخاطب ہونے کو آگے بعض حالات کا استثنا ہے جس میں اس علت یعنی مشیت کا بیان ہے جس کو میں نے تمہید میں مقصود مقام کہا ہے۔ یعنی اے اہل باطل تیرے

www.besturdubooks.wordpress.com

اندر کلام حق کسی حال میں اثر نہیں کرتا) مگر بجز اس حالت کے کہ ایسے دوست (یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ) کی طرف سے ایک خاص مفتاح آجاوے (جس سے تیرے قلب کا قفل کشادہ ہوجاوے جو مانع ہے تاثر سے آگے صفت ہے دوست کی) کہ جس کی ملک میں تمام آسمانوں (اور زمین) کی کنجیاں ہیں (اس میں تصریح ہوگئی کہ یہ تاثیرات موقوف ہیں تصرف و مشیت حق تعالیٰ پر آگے اس سے زیادہ تصریح ہے کہ) یہ کلام (جس کو اوپر پند دوست کہا ہے ہدایت واضاءت میں واقعی) مثل ستارہ اور قمر کے ہے (جن کی شان میں ارشاد ہے وبالنجم ھم یھتدون) لیکن بدوں حکم حق کے (وہ کلام) اثر نہیں پیدا کرتا (جس طرح خود کواکب وقمر بھی بدوں حکم حق کے اثر نہیں کرتے چنانچہ کبھی تو ان کا نور ابر وغبار میں چھپ جاتا ہے کبھی باوجود نہ چھپنے کے پھر بھی مسافر کو دھوکہ ہوجاتا ہے اور اسی بے استقلالی اثر کا اوپر بیان بھی ہوا ہے۔ خود موثر تر نباشد مہ زنان الخ پس اس میں اس شعر کی طرف بھی اشارہ ہوگیا۔ بس اتنا فرق ہے کہ اس شعر بالا میں بر تقدیر فرض تاثیر کے گفتگو تھی اور یہاں نور وضیاء اثر واقعی ہے۔ لیکن نفس مقصود تو نہیں بدلا یعنی عدم استقلال فی التاثیر اور یہاں تک کلام حق کی تاثیر کا متعلق ہونا مشیت پر ارشاد فرمایا تھا آگے اس کے محل تاثیر کی تعیین فرماتے ہیں جس کے ساتھ مشیت متعلق ہو جاتی ہے۔ پس ارشاد ہے کہ) یہ جو ستارہ بے جہت ہے (جس کو اوپر کے ایک شعر میں اس عنوان سے تعبیر فرمایا ہے زانکہ لاشرقی ولاغربی ست او اور جس سے مراد فیوض روحیہ کاملین کے ہیں جیسا اس شعر کی شرح میں مع توجیہ عنوان مذکورہ بیان ہوا) یہ ایسے کانوں پر اثر پہنچاتا ہے) اور اثر پہنچ بھی جاتا ہے) جو جویائے وحی ہیں (یہ ہے وہ محل تاثیر یہ ایسا مضمون ہے جیسا کلام مجید میں ہے قولہ ھدی ورحمۃ للمومنین وقولہ وجآءک فی ھذہ الحق وموعظۃ وذکریٰ للمؤمنین حالانکہ دوسری آیات میں ھدی للناس اور ان ھو الا ذکریٰ للعلمین بھی وارد ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ عادۃ اللہ جاری ہے کہ جو جویائے حق ہوتا ہے اس کو حق تک پہنچانے کے ساتھ مشیت متعلق ہوجاتی ہے۔ پس طلب حق علامت ہے تعلق مشیت کی تو وہ محل متعین طالب حق ہوا آگے اس مضمون کا بیان ہے جو کانوں تک پہنچاتا ہے وہ یہ کہ) کہ تم لوگ (اے مخاطبین) جہت سے (کہ عالم اجسام ہے) بے جہت کی طرف (کہ عالم ارواح ہے) آؤ (یعنی ارواح کی طرف متوجہ ہو یا تو یہ معنی کہ کاملین کی ارواح سے فیض حاصل کرو اور یا یہ کہ اپنی ارواح کی اصلاح کرو) تاکہ تم کو موت جو کہ (اہلاک میں) مشابہ گرگ کے ہے پھاڑ نہ ڈالے (یعنی پھر تم کو بقا نصیب ہوجاوے کما قیل

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

آگے اس ستارۂ بے جہت کے فضائل بغرض ترغیب اس سے استفادہ کے بیان فرماتے ہیں)

آنچناں کہ لمعۂ درپاش اوست	شمس دنیا در صفت خفاش اوست
جیسا اس کا ایک گوہر پاش لمعہ یعنی شعاع	شمس دنیا تو اپنی صفت وحالت میں اس کا خفاش یعنی اس کے سامنے مثل خفاش کے ہے
ہفت چرخے ازرقی دررق اوست	پیک ماہ اندر تپ و در دق اوست
سات آسمان نیلگوں اس کی غلامی میں ہیں	اور پیک ماہ تپ میں اور اس کی دق میں ہے
زہرہ چنگ مسئلہ دروے زدہ	مشتری بانقد جاں پیش آمدہ
زہرہ ستارہ نے پنجہ سوال کا اس کے دامن میں مارا ہے	مشتری ستارہ نقد جان لئے ہوئے سامنے حاضر ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در ہوای دست بوس او زحل	لیک خود را می نہ بیند آں محل
اس کی دست بوسی کی خواہش میں زحل ستارہ بھی	لیکن اپنے لئے ایسا رتبہ نہیں دیکھتا
دست و پا مریخ چندیں خست ازو	واں عطارد صد قلم بشکست ازو
مریخ نے اپنے ہاتھ پاؤں اس کے سبب کس قدر زخمی کر رکھے ہیں	اور اس عطارد ستارہ نے اس کے سبب سینکڑوں قلم توڑ ڈالے ہیں
با منجم ایں ہمہ انجم بجنگ	کاے رہا کردہ تو جاں بگزیدہ رنگ
منجم کے ساتھ یہ تمام نجوم جنگ میں ہیں	کہ تو نے جان کو چھوڑ کر رنگ کو اختیار کر رکھا ہے
جاں ویست و ما ہمہ رنگ و رقوم	کوکب ہر فکر او جان نجوم
جان تو وہ ہے اور ہم سب رنگ و نقوش ہیں	اس کا ہر کوکب فکر نجوم کی روح ہے
فکر کو آنجا ہمہ نورست پاک	بہر تست ایں لفظ فکر اے فکرناک
فکر کہاں وہاں تو سراسر نور مقدس ہی ہے	یہ تو تیرے لئے لفظ فکر کہہ دیا ہے اے صاحب فکر

(وجہ ربط اوپر کے مضمون کے ختم پر مذکور ہو چکی ہے کہ ترغیب استفادہ کے لئے استارہ بجہت کے فضائل بیان فرماتے ہیں کہ) جیسا اس کا ایک گوہر پاش لمعہ یعنی شعاع ہے شمس دنیا تو (اس کے سامنے) اپنی صفت و حالت میں اس کا خفاش یعنی اس کے سامنے مثل خفاش کے ہے) اور ہر چند کہ ستارہ بے جہت سے مراد باقتضائے مقام جیسا اوپر بیان ہوا فیوض روحیہ ہیں لیکن یہاں سے جو اس کے اوصاف بیان کرنے کے بعد شعر جان ویست الخ میں اس کو جان کہا ہے مقابل رنگ کے اور رنگ کا مصداق بزبان نجوم نجوم کو کہا ہے جو کہ اجسام ہیں اور اجسام کا مقابل روح ہے جس کا مقتضا یہ ہے کہ جان سے مراد روح ہے۔ نیز اسی شعر میں اس کے لئے فکر کو ثابت کیا ہے جو صفت جوہر کی ہو سکتی ہے نہ کہ عرض کی اور فیوض روحیہ عرض ہیں یہ سب قرائن اس کے ہیں کہ یہ فضائل روح کے ہیں جو صاحب فیوض ہے بلکہ اوپر کے صفات مثل لاشرقی ولاغربی اور بے جہت وغیرہ کے حقیقۃً روح ہی کے مناسب ہیں اور فیوض کے لئے تو ان کا اثبات بواسطہ کیا جا سکتا ہے لیکن مقام کی ضرورت سے اس کا مصداق فیوض کو کہنا پڑا جیسا اوپر کے ان اشعار کی شرح میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ تو یہاں کلام مبنی ہوگا استخدام پر کہ مرجع یعنی ستارہ سے مراد فیوض تھے اور ضمیر راجع یعنی کلمہ او سے جو یہاں کے شعر اول میں واقع ہے اس کا ملابس یعنی روح ہے جو محل فیض ہے اور مثل خفاش کے مراد یہ کہ مغلوب ہے اور یہ ظاہر بھی ہے کہ انوار جسمانیہ انوار روحانیہ کے سامنے مغلوب و ناقص ہیں کیونکہ ان انوار جسمانیہ سے صرف محسوسات مادیہ کا ادراک ہوتا ہے اور انوار روحانیہ سے معقولات مجردہ کا جن میں ذات و صفات واجب تعالیٰ بھی ہے۔ وشتان مابینھما اور یہی حاصل ہے اشعار آئندہ کا بھی جس کو کنایات و استعارات کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں کہ) سات آسمان نیلگوں اس (ستارۂ بے جہت بالمعنی الثانی یعنی روح) کی غلامی میں ہیں (اور ازرقیت اور غلامی میں یہ مناسبت بھی ہو سکتی ہے کہ اکثر نوکروں چاکروں کو کاروبار میں میلے ہونے کے خیال سے نیلے کپڑے پہنانے کی عادت ہے اور پیک ماہ (اس کے سامنے) تپ میں اور (تپ کے اقسام میں سے بھی تپ) دق

www.besturdubooks.wordpress.com

میں ہے (چیک کا لفظ لانا بوجہ سرعت سیر قمر کے ہے کیونکہ شمس سال بھر میں اپنے دائرہ کو قطع کرتا ہے اور قمر ایک ماہ میں اور دق کا لفظ لانا بوجہ کاہش اس کے نور کے نہایت مناسب ہے) زہرہ ستارہ نے پنجہ سوال (واحتیاج) کا اس (ستارۂ بے جہت) کے دامن میں مارا ہے۔ (اور) مشتری ستارہ نقد جان لیے ہوئے (اس کے) سامنے حاضر ہوا ہے (یہ سب تعبیرات ہیں تابعیت ونافعیت کی اور زہرہ کے لئے کہ مطرب فلک کہلاتا ہے لفظ چنگ کہ بمعنی ساز بھی آتا ہے اور مشتری کے لئے کہ بمعنی خریدار بھی ہے لفظ نقد نہایت مناسب ہے) اس (ستارۂ بے جہت) کی دست بوسی کی خواہش میں زحل ستارہ بھی ہے لیکن اپنے لئے ایسا مرتبہ نہیں دیکھتا (کہ اس کی دست بوسی کرے) مریخ نے اپنے ہاتھ پاؤں اس (ستارۂ بے جہت) کے سبب کس قدر زخمی کر رکھے ہیں (یعنی اپنی جان کہ ہو رہا ہے اور مریخ کے لئے کہ جلاد فلک کہلاتا ہے خستن نہایت موزوں ہے) اور اس عطارد ستارہ نے اس کے سبب سینکڑوں قلم توڑ ڈالے ہیں (یعنی عاجز ہو گیا ہے عطارد کے لئے کہ کاتب فلک مشہور ہے قلم بشکست نہایت موزوں ہے اور) منجم کے ساتھ یہ تمام نجوم جنگ (وجدل) میں (مشغول) ہیں کہ تو نے جان کو (کہ ستارۂ بے جہت ہے) چھوڑ کر رنگ کو (یعنی ہم کو کہ محسوسات مادیہ ہیں اور رنگ خواص مادہ سے ہے) اختیار کر رکھا ہے (چنانچہ آگے جان اور رنگ کی تفسیر ہے کہ) جان تو وہ ہے اور ہم سب رنگ ونقوش ہیں (یہ مضمون قریب قریب اس مضمون کے ہے جو کئی شعر اوپر گزرا یا منجم روز وشب حربی ست او کہ چرا جز من نجوم بے ہدیٰ وہاں یہ عنوان تھا کہ وہ ستارہ بے جہت منجم سے خلاف کرتا ہے اور یہاں یہ عنوان ہے کہ نجوم منجم سے خلاف کرتے ہیں معنوں دونوں کا ایک ہی ہے یعنی تحمیق منجم کی اعراض عن النافع واشتغال بالمضر میں آگے بقیہ قول ہے نجوم کا کہ) اس (ستارۂ بے جہت) کا ہر کوکب فکر (گویا) نجوم کی روح ہے (یعنی وہ روح تو جان ہے ہی اس کے تو افعال واعراض بھی نجوم سے افضل ہیں جیسے روح افضل ہوتی ہے جسم سے اور وجہ افضلیت ظاہر ہے کہ نور کوکب تو رہبری کرتا ہے مقاصد حسیہ فانیہ تک اور وہ فکر رہبری کرتا ہے۔ مقاصد معنویہ باقیہ تک جس کا افضل ہونا ان مقاصد سے ظاہر ہے اور فکر کو جان کہنا اس معنی کر بھی ہے کہ جان مجرد ہے اور فکر اس کی صفت اور مجرد کی صفت مجرد ہے اور اسی بنا پر تھوڑی دور اوپر کے شعر میں اسی روح کی صفات وفیوض کی نسبت کہہ دیا تھا زانکہ لاشرقی ولاغربی ست او جیسا کہ اس کی شرح میں مذکور ہوا۔ آگے مولانا کی طرف سے اضراب ہے کہ اس روح کے لئے جو اس شعر میں فکر کو ثابت کیا گیا ہے تو وہاں) فکر کہاں وہاں تو سراسر نور مقدس ہی ہے یہ تو تیرے (سمجھانے کے) لئے لفظ فکر کہہ دیا ہے اے صاحب فکر (وجہ یہ کہ فکر کہتے ہیں ترتیب معلومات لاستخراج المجہولات کو اور صاحب قوت قدسیہ کو اس کی احتیاج نہیں اور یہاں اسی روح کو ذکر ہے جس کو قوت قدسیہ حاصل ہو کیونکہ اوپر اسی سے استفادہ کی ترغیب ہے اور اسی کی مدح ہے چنانچہ اسی کے ظاہر کرنے کو احقر نے تمہید اضراب میں لفظ روح کے ساتھ لفظ اس کو بڑھا دیا ہے اور یہ مطلب نہیں کہ روح سے فعل فکر کبھی صادر نہیں ہوتا کیونکہ فکر بھی اسی کا فعل ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جس روح کا یہاں ذکر ہے وہ فکر سے مبرا ہے اور نور مقدس قوۃ قدسیہ کو کہا دوسرے مصرعہ کی تقریر یہ ہے کہ پھر جو لفظ فکر اس کے لئے استعمال کیا گیا اے فاقد قوۃ قدسیہ تیرے سمجھانے کے لئے کیا گیا کیونکہ تو اس کے ادراک قدسی کو سمجھے گا نہیں اور اس تعبیر کو سمجھ سکے گا اس لئے اس تعبیر کو اختیار کیا گیا ورنہ مراد صرف ادراک ہے۔ پس کوکب فکر کے معنی کوکب ادراک ہیں۔ مجازاً اطلاقاً للمقید علی المطلق)

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر ستارہ خانہ دارد در علا	ہیچ خانہ در گنجد نجم ما
تمام ستارے گو جانب علو میں ہیں لیکن خانہ اور حیز تو رکھتے ہیں	اور ہمارا جو ستارہ ہے وہ کسی حیز میں نہیں سماتا
جان بے سو در مکاں کے در رود	نور نامحدود را حد کے بود
روح جو کہ جہت سے مبرا ہے وہ حیز میں کب جاوے گی	نور غیر محدود کے لئے حد کب ہو گی
لیک تمثیلے و تصویرے کنند	تا کہ دریا بد ضعیف دردمند
لیکن ایک تمثیل اور تصویر کر لیتے ہیں	تا کہ ضعیف العقل جو طالب ہو وہ ایک گونہ ادراک کر
مثل نبود لیک باشد آں مثیل	تا کند عقل مجمد را گسیل
مثل نہیں ہوتا لیکن مثال ہوتا ہے	تا کہ عقل بستہ کو کشادہ کر دے

(مجمد بجیم بمعنی بستہ شدہ و گسیل بضم کاف فارسی و سکون یاے فارسی یعنی مجہول دفع کردن و فرستادن و نامزد کردن و وداع کردن و مراد آزاد کردہ و کشادہ مقابل بستہ شدہ و مثیل امالہ مثال یہ مربوط ہے اوپر کے ان اشعار سے جن میں فیوض روح کو کہیں ستارۂ بے جہت کہہ دیا کہیں آفتاب لاشرقی ولاغربی کہہ دیا کہ خود یہ احکام بالذات روح کے ہیں اور اس کے واسطہ سے فیوض پر محمول کر دیئے گئے غرض اس سے روح کا کوکب وشمس کہا جانا صاف لازم آیا تو اس تشبیہ سے ممکن ہے کہ کوئی کم فہم مماثلہ تامہ سمجھ لیتا حالانکہ تشبیہ کے لئے یہ لازم نہیں۔ ان اشعار میں اس وہم کو دفع فرماتے ہیں اور غرض تشبیہ کو بیان کرتے ہیں یعنی) تمام ستارے گو جانب علو میں ہیں لیکن خانہ اور حیز تو رکھتے ہیں اور ہمارا (یعنی کاملین کا) جو ستارہ ہے وہ کسی حیز میں نہیں سماتا (کیونکہ اس نجم سے مراد روح ہے اور) روح جو کہ جہت سے مبرا ہے وہ حیز میں کب جاوے گی (اور وہ بوجہ تجرد کے ظلمت مادہ اور حدود سے منزہ ہے تو وہ نور غیر محدود ہوا اور) نور غیر محدود کے لئے حد کب ہوگی (اور متمکن کے لئے حد لازم ہے اس لئے یہ حکم صحیح ہوا کہ روح کسی حیز میں نہیں سماتی اور ستارۂ ہے تحیز تو ان میں مماثلت تامہ نہ ہوگی) لیکن باوجود اس کے جو تشبیہ دی جاتی ہے تو غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کی) ایک تمثیل اور تصویر (تجویز) کر لیتے ہیں تا کہ ضعیف العقل جو طالب ہو وہ ایک گونہ ادراک کر لے (پس) وہ (مشبہ بہ اس روح کا) مثل نہیں ہوتا لیکن مثال ہوتا ہے (مثل کہتے ہیں مماثل فی النوع کو اور مثال مشارک فی الوصف کو) تا کہ (وہ مثال) عقل بستہ کو (کسی قدر) کشادہ کر دے (یعنی عقل متوسط جو اس کے ادراک میں بستہ جہل وحیرت تھی وہ فی الجملہ چلنے لگے اور کچھ سمجھ کر اس سے مستفید ہونے میں راغب ہو جاوے)

عقل سر تیز ست لیکن پای سست	زانکہ دل ویراں شدست وتن درست
عقل سر تیز تو ہے لیکن ست پا ہے	کیونکہ دل ویران ہے اور جسم درست ہے
عقل شاں در نقل دنیا پیچ پیچ	فکر شاں در ترک شہوت ہیچ ہیچ
ان لوگوں کی عقل دنیا کے کھینچنے میں تو پیچ در پیچ ہے	ان کی فکر ترک شہوت میں ہیچ در ہیچ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صدر شاں در وقت دعویٰ ہمچو شرق	صبر شاں در وقت تقویٰ ہمچو برق
ان کا سینہ دعوے کے وقت تو مثل آفتاب کے ہوتا ہے	ان کا صبر تقویٰ کے وقت مثل برق کے ہوتا ہے
عالمے اندر ہنرہا خود نما	ہمچو عالم بے وفا وقت وفا
ایک عالم ہنروں میں خود نما بن رہا ہے	وفا کے وقت ایسا بے وفا نکلتا ہے جیسا عالم
وقت خود بینی نگنجد در جہاں	در گلو و معدہ گم گشتہ چوناں
خود بینی کے وقت تو دنیا میں نہیں سماتا	حلق اور معدہ میں ایسا گم ہے جیسے روٹی

(اوپر عقل متوسط کا مجمد یعنی بستہ ہونا بیان فرمایا تھا ان اشعار میں اسی کی علت ہے یعنی) عقل (متوسط گومن وجہ کہ وہ وجہ غیر مقصود) تیز سر تو ہے لیکن (دوسری وجہ سے کہ وہ وجہ مقصود ہے) ست پا ہے کیونکہ دل ویران ہے اور جسم درست ہے (اس من وجہ کی شرح عنقریب آتی ہے اور اس کے اعتبار سے مجمد نہیں کہا بلکہ ست پا ہونے کے سبب سے مجمد کہا ہے اس کا بیان بھی ابھی آتا ہے) ان (طالب دنیا) لوگوں کی عقل دنیا کے کھینچنے میں تو پیچ در پیچ (ترکیبیں کرتی) ہے (مگر) ان کی (وہی عقل اور) فکر ترک (معاصی و) شہوت میں ہیچ در ہیچ (یعنی ناکارہ) ہے یہاں عقل کو لفظ فکر سے کہ فعل ہے۔ عقل کا تعبیر فرمایا اطلاقاً للمسبب علی السبب الفاعلی اس میں بیان ہے۔ اس کے مجمد اور ست پا ہونے کا تقریر مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس نے مجاہدہ سے اپنا تصفیہ نہیں کیا اس لئے وہ مجمد ہے کہ حقائق دقیقہ کو نہیں سمجھتی اس لئے محتاج تمثیل ہوتی ہے جیسا اوپر مذکور تھا۔ پس علت تجمید کی یہ عدم مجاہدہ و عدم تصفیہ ہے اور اس کی علت زانکہ دل الخ چنانچہ ابھی آتا ہے اور من وجہ سر تیز اس لئے کہا کہ حقائق غیر دقیقہ کو تو سمجھتی ہے جو موقوف نہیں مجاہدہ و تصفیہ پر اس لئے تمثیل کو سمجھ سکتی ہے۔ پس اس سے سر تیز من وجہ کی شرح اور نیز ست پا کی مراد معلوم ہو گئی یعنی ست پا ہونا علت ہے تجمید کی یہ تو ست پائی کی تفسیر ہوئی اور زانکہ دل الخ میں جو اس کی علت فرمائی ہے۔ اس کا دخل ظاہر ہے کہ اگر قلب کی اصلاح ہو تو مجاہدہ سہل ہو۔ پس تجمید کی علت ست پائی اور ست پائی کی علت ویرانی دل۔ خوب سمجھو اور اگر کہا جاوے کہ مجاہدہ عمل ہے اور قوۃ عاملہ کا کام ہے عقل کا کام نہیں کیونکہ اس کا کام ادراک معقولات ہے جواب یہ ہے کہ استحضار تام وعلی الدوام بعض معقولات کا سبب ہوتا ہے قوۃ عاملہ کی آمادگی کا پس بواسطہ یہ بھی قوۃ عاقلہ کا کام ہوا اور اس تقریر سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ اوپر تو مجمد کہا تھا اور یہاں سر تیز کہہ دیا دفع شبہ ظاہر ہے اور اس تقریر سے اس کی وجہ بھی سمجھ میں آ گئی ہو گی کہ من وجہ سر تیز ہونے کے مقابلہ میں یوں کیوں نہ کہا کہ من وجہ سر تیز نہیں ہے بلکہ پائے ست کہا بات یہ ہے کہ مقصود تو مقابلہ میں سر تیزی یعنی ادراکیہ ہی کی نفی کرنا ہے مگر چونکہ علت اس نفی کی قوۃ عاملہ یعنی مجاہدہ کا انتفا ہے اس لئے ست پا یعنی فاقد العمل کہا۔ آگے بھی اسی ست پائی کے باوجود من وجہ سر تیزی کی تائید ہے یعنی) ان کا سینہ دعوے کے وقت تو مثل آفتاب کے (روشن اور وسیع) ہوتا ہے (یہ تو ان کی قوۃ خیالیہ کی کیفیت ہے کیونکہ یہ روشنی اور وسعت موقوف اس پر ہے کہ دعوے کے موافق خیال بھی ہو ورنہ اگر خیال اس کے خلاف ہو تو ایک تنگی اور تکدر اور انقباض ہوتا ہے پس یہ ادراک خیالی تحقق ہے سر تیزی کا مگر) ان کا صبر (یعنی ہمت و مجاہدہ) تقویٰ کے وقت مثل برق کے (سریع

www.besturdubooks.wordpress.com

الزوال) ہوتا ہے (یہ ست پائی ہے جیسا کہ اوپر گزرا) ایک عالم (کا عالم یعنی سارا جہان اور مراد یہ کہ اکثر عالم) ہنروں میں خودنما بن رہا ہے (یعنی کمال کا دعویٰ کرتا ہے مع الخیال کما مرو کما سیاتی من قولہ وقت خود بینی الخ مگر) وفا کے وقت (یعنی جب وفائے عہد واحکام کا وقت آتا ہے کہ استعمال ہے قوۃ عاملہ کا) ایسا بے وفا نکلتا ہے جیسا عالم بے وفا مشہور ہے اور) خود بینی کے وقت تو (ایسا پھولتا ہے کہ) دنیا میں نہیں سماتا (مگر باوجود اس کے حالت یہ ہے کہ) حلق اور معدہ (کے شغل) میں ایسا گم ہے جیسے روٹی (کہ حلق میں جا کر کچھ کچھ اور معدہ میں پہنچ کر بالکل ہی گم ہو جاتی ہے یعنی نری خود بینی ہے اور مجاہدہ بالکل ندارد بلکہ صرف مشغول لذات ہیں)

ایں ہمہ اوصاف شاں نیکو شود	بدنماند چونکہ نیکو خو شود
یہ سب اوصاف ان کے حمیدہ ہو جاتے ہیں	ذمیمہ نہیں رہتے جبکہ وہ خوش اخلاق ہو جاتا ہے
گرمنی گندہ بود ہمچو منی	چوں بجاں پیوست یا بد روشنی
اگر خودی و انانیت مثل منی کے گندہ ہوتی ہے	جب روح کے ساتھ متصل ہو گئی وہ روشنی حاصل کر لیتی ہے
ہر جمادے کوکند رو در نبات	از درخت بخت او روید حیات
ہر جماد کہ نبات کی طرف رخ کرتا ہے	اس کے درخت بخت سے حیات پیدا ہو جاتی ہے
ہر نباتے کو بجاں روی آورد	خضرؑ وار از چشمۂ حیواں خورد
جو نبات کہ جان کی طرف توجہ کرے	وہ خضر کی طرح چشمۂ حیت سے نوش کرنے لگتی ہے
باز چوں جاں روسوی جاناں نہد	رخت را در عمر بے پایاں نہد
پھر جب وہ جان محبوب کی طرف متوجہ ہو جاوے	تو اپنے رخت کو عمر غیر متناہی میں رکھ دیتی ہے

(اوپر حالت قبل المجاہدہ کا ذکر تھا اب حالت بعد المجاہدہ کا بیان ہے یعنی) یہ سب اوصاف (ذمیمہ مذکورہ) ان کے حمیدہ ہو جاتے ہیں۔ ذمیمہ نہیں رہتے جبکہ وہ (مجاہدہ سے) خوش اخلاق ہو جاتا ہے (تقلید بالمجاہدہ کی دلیل لفظ خو ہے جو بمعنی خلق ہے کہ عبارت ہے ملکہ راسخہ سے جو کہ موقوف ہے مجاہدہ پر بخلاف وصف کے کہ وہ مع الملکہ یا بغیر الملکہ دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے پس اس پر یہ بھی شبہ نہ رہا کہ مقدم وتالی کا متحد ہونا لازم آتا ہے کہ وہی اوصاف کا نیک ہونا اور وہی اخلاق کا نیک ہونا وجہ دفع تقریر سے ظاہر ہے حاصل یہ ہوا کہ جب مجاہدہ سے اخلاق درست کر لیتا ہے تو پھر اوصاف مذکورہ حمیدہ ہو جاتے ہیں اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو ذمیمہ کی ذات ہی فنا ہو کر مبدل بہ حمیدہ ہو گئی جیسے بخل کی جگہ سخا دعویٰ کی جگہ فنا حرص کی جگہ استغنا وعلیٰ ہذا اور یا یہ کہ ذات باقی رہے مگر مصرف بدلنے سے وہ حمیدہ کے مصداق ہو گئے۔ مثلاً صرف معاصی میں صرف کرنے سے بخل کرتا ہے۔ کما فی الحدیث منع للہ اور اذن شرعی کے وقت دعویٰ کرتا ہے کما فی الحدیث الخیلاء فی صف القتال اور امور خیر کی حرص کرتا ہے۔ کما فی الحدیث منہو مان لا یشبعان طالب العلم الخ اس میں ترغیب ہے مجاہدہ کی جس کے فقدان سے ست پائی کا حکم کیا گیا تھا۔ آگے مثال کے طور پر بیان ہے ایک جزئی تبدیل مذکورہ کا کہ جس میں تبدیل کے دوسرے معنی متحقق ہیں یعنی مثلاً) اگر خودی وانانیت (پہلے سے) مثل منی کے (کہ ایک رطوبت نجسہ ہے) گندہ ہوتی ہے (لیکن) جب روح (طاہر) کے ساتھ متصل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگئی۔ (متصل ہونے کے معنی یہ کہ روح اس کے ساتھ متصف ہوگئی یعنی جب وہ انانیت روح مذکور کی صفت بن گئی اور ظاہر ہے کہ اس مفہوم کا صادق آنا موقوف اس پر ہے کہ وہ روح طاہر ہوگئی اور اس قید کا قرینہ مقابلہ ہے گندگی کا اور یہ طہارت موقوف ہے مجاہدہ پر تو حاصل یہ ہوا کہ جب روح نے مجاہدہ کرلیا) تو (اب اس کی) وہ (صفت انانیت بھی) روشنی حاصل کرلیتی ہے (یعنی وہ بجائے معصیت کے کہ مورث ظلمت ہے طاعت ہوجاتی ہے کہ مورث نور ہے وجہ اس کی ظاہر ہے کہ پہلے وہ انانیت محل نہی میں تھی اور اب محل امر میں ہے جیسے مشبہ بہ کو بھی جب روح سے اتصال ہوگیا یعنی زندہ عورت کے رحم میں مستقر ہوگئی تو اس میں بھی نور حیات پیدا ہوجاتا ہے یعنی انسان حی بن جاتا ہے آگے اس تبدیل کے امثلہ بمعنی نظائر ہیں یعنی) جو جماد کہ نبات کی طرف رخ (اور میل وتوجہ) کرتا ہے اس (جماد) کے درخت بخت سے حیات پیدا ہو جاتی ہے (یہاں جماد سے مراد عنصر آب ہے کذا قال مرشدیؒ اور نبات کی طرف رخ کرنے سے مراد نباتات سے متصل ہونا جس سے نبات میں نشو ونما ہوتا ہے اور اپنے محل میں ثابت ہے کہ نشو کی یہی صورت ہے کہ اجزائے عنصریہ نبات میں منقسم ہوکر مستحیل اس نبات کی طرف ہوجاتے ہیں اور یہی مراد ہے روید حیات سے پس حیات سے مراد حیات نامیہ ہے یعنی وہ جماد بھی نبات اور موصوف بہ نمو ہوجاتا ہے تو اس تقریر پر جماد میں آب کے ساتھ دوسرے عناصر خاک وغیرہ کو بھی داخل کرسکتے ہیں۔ اور بعض محشین نے جو جماد سے مراد دانہ لیا ہے بعید معلوم ہوتا ہے ایک نظیر تو یہ ہوئی آگے دوسری نظیر ہے جو مرتب اور مندرج ہے۔ پہلی پر یعنی پھر) جو نبات کہ جان (حیوانی) کی طرف توجہ کرے (یعنی حیوان کے ساتھ متصل ہو جاوے اس طرح سے کہ اس کی غذا بن جاوے) وہ خضر (علیہ السلام) کی طرح چشمہ حیات سے نوش کرنے لگتی ہے (یعنی وہ نبات موصوف بحیات حیوانی ہوجاتی ہے یا تو اس طرح سے کہ وہ اجزائے حیوان بن گئی اور ان اجزا میں بعض موصوف بالحیات بھی ہیں تو اس طرح سے وہ نبات حی ہوگئی اور یا اس طرح سے کہ غذا ہی کے بعض اجزا روح حیوانی بنتے ہیں جیسا اطباء نے کہا ہے پس وہ نبات خود روح حیوانی بن گئی جس پر مدار ہے حیوان کے حی ہونے کا اور تشبیہ بخضر یا مطلق حیات میں ہے اور یا اشارہ اس طرف ہے کہ مصرعہ اول میں جان حیوانی سے مراد عام ہے جان انسانی کو بھی کہ حیوان شامل ہے انسان کو بھی ٗپس جب روح انسانی سے اس نبات کو اتصال ہوکر وہ انسان بنے گی تو خضرؑ کی طرح چشمۂ حیات معارف وعلوم سے سیراب ہوگی پس یہ دوسری نظیر اس عموم کے لحاظ کے بعد تیسری نظیر کو بھی مشتمل ہوگئی آگے تیسری یا چوتھی نظیر ہے اور مرتب ا: سندرج ہے اپنی سابق نظیر پر یعنی) پھر جب وہ جان (مذکورہ حیوانی یا انسانی) محبوب (حقیقی) کی طرف متوجہ ہوجاوے (یعنی محبت ومعرفت مکتسب کرکے قرب ومعیت حاصل کرلے انسانی تو بلاواسطہ اور حیوانی بواسطہ انسانی کے یعنی اس طرح کہ وہ حیوان غذا انسان کی ہوجاوے) تو اپنے رخت کو عمر غیر متناہی میں رکھ دیتی ہے (یعنی پھر اس کو حیات جاودانی حاصل ہوجاتی ہے جو حیوان کو نہیں ہوگی کیونکہ وہ خاک میں مل جاویں گے حاصل سب امثلہ کا ظاہر ہے کہ جیسے ان امثلہ میں خسیس نے تعلق بالنفیس سے ترقی کرلی اسی طرح اوصاف خسیسہ تلبس بروح المجاہد سے شریف ونفیس ہوجاتے ہیں اور جس طرح ان اشعار میں سست پائی کی تبدیل وعلاج ہے اسی طرح ترغیب بھی ہوسکتی ہے صحبت اہل کمال کی جس کا اوپر کے ان اشعار میں بھی ذکر تھا چوں زمین زیں برف در پوشد کفن الخ اور اس شعر میں بھی اس کا بیان تھا شل نبود لیک باشد آں مشل الخ پس اس طور پر مقام کا مزید ارتباط بھی ظاہر ہوگیا)

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ ان نظائر سے مسئلہ ارتقاء ونشو کا زعم جہل ہے ارتقاء متکلم فیہ یہاں پتہ بھی نہیں اور جو یہاں مذکور ہے اس میں کسی کو کلام ہی نہیں نہ اس کی ہم نفی کرتے ہیں نہ اہل سائنس کو ان کے خاص دعوئی میں وہ مفید ہے۔ اگر اس کا نام ارتقاء رکھ لیا جاوے تو اصطلاح میں ہم نزاع نہ کریں گے بلکہ یوں کہہ دیں گے کہ ارتقا کی دو قسم ہیں ایک کو ہم مانتے ہیں اور ایک کی نفی کرتے ہیں فقط۔ اور شعر باز چوں جان الخ میں معیت الہیہ کے بیان ہونے پر احقر نے اشعار بالا جنگ ہا بین کان اصول صلحہاست الیٰ قولہ فرجہ کن چندانکہ اندر ہر نفس کی شرح میں متنبہ کیا تھا۔ فتذکر پس اس اعتبار سے یہ عود ہے۔ ان اشعار کے مضمون کی طرف اور نیز عود ہے بالکل فتح دفتر ہذا کی طرف بھی جیسا کہ ان اشعار کی شرح سے اس کی وجہ معلوم ہو سکتی ہے کہ یہ سب مقامات متحد الغرض ہیں۔

سوال سائل از واعظ کہ مرغے برسر بض نشستہ بود سر او فاضل تر ست و شریف تر و عزیز تر و مکرم تر یا دم او و جواب دادن واعظ سائل را بقدر فہم و ادراک او

ایک سائل کا ایک واعظ سے سوال کرنا کہ جو پرند احاطہ پر جا بیٹھا ہو اس کا سر فاضل اور زیادہ شریف اور زیادہ عزیز اور زیادہ معزز ہے۔ یا اس کی دم اور واعظ کا سائل کو اس کے فہم اور ادراک کے مطابق جواب دینا

واعظے را گفت روزے سائلے	کاے تو منبر راسنی تر قابلے
کسی واعظ سے ایک دن کسی سائل نے کہا	کہ تو منبر کے لئے اعلیٰ درجہ کا قابل ہے
یک سوالستم بگو اے ذولباب	اندریں مجلس سوالم را جواب
میرا ایک سوال ہے کہہ دے اے صاحب عقل	اسی مجلس میں میرے اس سوال کا جواب
برسر بارو یکے مرغے نشست	از سر واز دم کدامینش بہ است
کسی قلعہ کی چوٹی پر ایک پرندہ جا بیٹھا	اس کے سر اور دم میں سے کون افضل ہے
گفت اگر رویش بشہر و دم بدہ	روی او از دم او میداں کہ بہ
کہا کہ اگر اس کا منہ شہر کی طرف اور دم گاؤں کی طرف ہے	تب تو جان لو کہ اس کا منہ دم سے بہتر ہے
ور سوی شہرست دم رویش بدہ	خاک آں دم باش واز رویش بجہ
اور اگر دم شہر کی طرف اور منہ گاؤں کی طرف ہے	تو اس دم کی خاک بن جاؤ اور اس کے منہ سے کود کر الگ ہو جاؤ

(ان اشعار کا ربط اشعار بالا ایں ہمہ اوصاف الیٰ قولہ باز چوں جان کے ساتھ ہے کیونکہ ان اشعار کا حاصل تعلق وتوجہ بمقصود کا اثر اور شرف بیان کرنا تھا اسی مضمون کی ان اشعار میں تائید بضمن تمثیل ہے یعنی) کسی واعظ سے ایک دن کسی سائل نے کہا کہ تو منبر کے لئے اعلیٰ درجہ کا قابل ہے میرا ایک سوال ہے اے صاحب عقل اسی مجلس میں میرے اس سوال کا جواب کہہ دے (اور وہ سوال یہ ہے کہ) کسی قلعہ کی چوٹی پر ایک پرندہ جا بیٹھا (تو یہ بتلا کہ) اس کے سر اور دم میں سے کون افضل ہے (یہ ایک بے ہودہ سوال ہے یا تو حماقت سے کیا یا تمسخر سے مگر واعظ نے جواب ایک نتیجہ خیز دیا اور) کہا کہ اگر اس کا منہ شہر کی طرف اور دم گاؤں کی طرف ہے تب تو جان لو کہ اس کا منہ دم سے بہتر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور اگر دم شہر کی طرف اور منہ گاؤں کی طرف ہے تو اس دم کی خاک بن جاؤ (یعنی اس کا ادب کرو) اور اس کے منہ سے کود کر الگ ہو جاؤ (خلاصہ یہ کہ شہر بوجہ کثرت آبادی کے اور اشتمال علی العقلا کے چونکہ گاؤں سے افضل ہے اس لئے جونسی چیز شہر کی طرف ہو وہ افضل ہے خواہ منہ ہو یا دم ہو حاصل مثال کا ظاہر ہے کہ اسی طرح توجہ الی المحبوب الاشرف کے سبب متوجہ میں شرف آ جاوے گا خواہ وہ پہلے سے شریف ہو مثل منہ کے یا خسیس و ناقص ہو مثل دم کے)

مرغ با پری پرد تا آشیاں	پر مردم ہمت ست اے مردماں
پرندہ تو پر سے آشیاں تک اڑتا ہے	اے لوگو آدمیوں کا پر ہمت ہے
عاشقے کالودہ شد در خیر و شر	خیر و شر نگر تو در ہمت نگر
جو کوئی عاشق خیر یا شر میں آلودہ ہو	تو اس کے خیر و شر کو مت دیکھ بلکہ ہمت کو دیکھ
باز اگر باشد سپید و بے نظیر	چونہ صیدش موش باشد شد حقیر
بازاگر سفید اور بے نظیر ہی ہو	جب اس کا صید موش ہو تو وہ حقیر ہو گیا
ور بود چغدے و میل او بشاہ	او سر باز ست منگر در کلاہ
اور اگر چغد ہو اور اس کا میلان بادشاہ کی طرف ہو	تو وہ باز کا بھی سر ہے کلاہ کو مت دیکھ
ورہمی شیرے خورد از مردہ خر	سگ بود او شکل شیرے کم نگر
اور اگر کوئی شیر مرے ہوئے گدھے میں سے کھانے لگے	تو وہ سگ ہے شکل شیرانہ کو مت دیکھو
ور پلنگ و گرگ را افگند سگ	شیر میداں مرورا بے ریب وشک
اگر سگ چیتے اور گرگ کو گرا دے	تو اس کو بلا ریب و شک شیر یقین کرو

(اوپر مثال تھی توجہ بمقصود کے شرف کی یہاں مابہ التوجہ کا بیان ہے کہ ہمت قلبیہ ہے یعنی) پرندہ تو (پانے) پر سے آشیان تک اڑتا ہے (اور وہی پر آلہ ہو جاتا ہے کبھی توجہ الی المعمورہ کا جیسا اوپر کی مثال میں گزرا پس جس طرح وہاں مابہ الطیر ان پر ہے اسی طرح) اے لوگو آدمیوں کا پر (یعنی آلہ توجہ و مابہ السیر الی المقصود) ہمت ہے (جب ہمت ایسی چیز ہے تو ہر جگہ اسی پر نظر کرو گو اس کا متعلق مذموم ہی ہو چنانچہ) جو کوئی عاشق خیر یا شر میں آلودہ ہو (یعنی عشق مقصود میں مشغول ہو یا غیر مقصود میں) تو اس کے خیر و شر کو مت دیکھ بلکہ ہمت کو دیکھ (یہ مطلب نہیں) کہ نہ خیر کو دیکھ اور نہ شر کو بلکہ یہ مطلب ہے کہ دونوں کے مجموعہ کو مت دیکھ اور مقصود یہ ہے کہ شر کو مت دیکھ یعنی شر کو دیکھ کر اس کا اتباع مت کرنا بلکہ عشق شر میں بھی صرف ہمت کو دیکھنا کہ مخلوق کی محبت میں کیا کیا مشقتیں برداشت کر رہا ہے تو تجھ کو عشق خالق میں بدرجہ اولیٰ مشقتیں برداشت کرنا چاہئے اس کی ایسی مثال ہے جیسے غالباً حضرت جنیدؒ نے کسی چور کو دار پر مرا ہوا معلق دیکھا پوچھا معلوم ہوا تو دوڑ کر اس کے پاؤں کو بوسہ دیا حاضرین نے تعجب سے پوچھا فرمایا اس کی چوری پر قدم بوس نہیں ہوتا بلکہ اس کی مضبوطی پر کہ جان دیدی اور مطلوب کو نہ چھوڑا اگر ہم اپنے مطلوب خیر کو اس طرح پکڑ لیں تو کیسی خوب بات ہے آگے عالی ہمتی کی مدح اور پست ہمتی کی مذمت بضمن امثلہ بیان کرتے ہیں کہ) باز اگر سفید اور بے نظیر ہی ہو (لیکن

www.besturdubooks.wordpress.com

جب اس کا صید موش ہو تو وہ (باز) حقیر ہو گیا (کیونکہ پست ہمتی اس کی ثابت ہوئی) اور اگر چغد ہو اور (باوجود اس کے) اس کا میلان بادشاہ کی طرف ہو تو وہ (اس) باز کا بھی سر (اور اس سے افضل) ہے (اس کو دیکھو اور) کلاہ کو مت دیکھو (مراد قالب کہ جس طرح کلاہ ساتر ہے راس کی قالب ساتر ہے روح کا۔ مطلب یہ کہ قالب چغد کو مت دیکھو کیونکہ میلان بشاہ کے سبب اس کی عالی ہمتی ثابت ہوئی اور وہی دیکھنے کے قابل ہے) اور اگر کوئی شیر مرے ہوئے گدھے (کے گوشت) میں سے کھانے لگے تو وہ (گویا) سگ ہے (کیونکہ کم ہمت ہے اس کی) شکل شیرانہ کو مت دیکھو اور اگر سگ چیتے اور گرگ کو گرا دے تو اس کو بلا ریب و شک شیر یقین کرو (کیونکہ عالی ہمت ہے)

آدمی بسرشتہ از یک مشت گل	برگذشت از چرخ واز کوکب بدل
آدمی ایک مٹی گل سے گوندھا گیا ہے	قلب کی بدولت افلاک و کواکب سے بھی گزر گیا ہے
آدمی بر قدر یک طشت خمیر	بر فزود از آسمان و از اثیر
آدمی بقدر ایک طشت خمیر ہونے کی حالت پر	آسمان اور اثیر یعنی فلک یا کرۂ نار سے بڑھ گیا ہے
ہیچ کرمنا شنید ایں آسماں	کہ شنید ایں آدمی پر غماں
کبھی اس آسمان نے کرمنا سنا ہے	جو اس آدمی پر غموم نے سنا ہے
بر زمین و چرخ عرضہ کرد کس	خوبی و عقل و عبارات و ہوس
زمین اور آسمان کے سامنے کبھی کسی نے اپنی خوبصورتی اور	خوش فہمی اور حسن کلام اور تمناؤں کو پیش کیا ہے؟
جلوہ کردی ہیچ تو بر آسماں	خوبی روی و اصابت در گماں
کبھی تم نے آسمان پر خوب روئی اور	اصابت رائے کو پیش کیا ہے
پیش صورتہای حمام اے ولد	عرضہ کردی ہیچ سیم اندام خود
کبھی تم نے اے فرزند تصویرہائے حمام کے سامنے	اپنا اندام سیمیں پیش کیا ہے
بگذری زاں نقشہائے ہمچو حور	خلوت آری با عجوزے نیم کور
ان حور تمثال تصویروں سے گزر کر	ایک عجوز نیم کور کے ساتھ خلوت میں رہے ہو گے
در عجوزہ چیست کایشاں را نبود	کہ تر ازاں نقشہا باخود ربود
عجوزہ میں وہ کیا چیز ہے جو ان تصویروں میں نہیں	جو کہ تجھ کو ان تصویروں سے ہٹا کر اپنی طرف لے گئی
تو نگوئی من بگویم در بیاں	عقل و حس و درک و تدبیرست و جاں
سو تم نہ کہو تو میں بیان میں کہے دیتا ہوں	عقل اور حواس اور ادراک اور تدبیر اور روح ہے
در عجوزہ جان آمیزش کنے ست	صورت گرما بہارا روح نیست
عجوزہ میں ایک ایسی روح ہے جو آمیزش کرنے والی ہے	تصویر ہائے حمام میں روح نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت گرما بہ گر جنبش کند	در زماں از صد عجوزت بر کند
اگر تصویر حمام حرکت کرنے لگے	تو فوراً صدہا عجوز سے تجھ کو برداشتہ کر دے

(اثیر فلک یا کرۂ نار کذائی الغیاث اور ہمت کی فضیلت بھی یہاں اس کے محل و تعلق یعنی قلب کی اور قلب کے ساتھ روح کی کہ افعال قلب کے کہ جن میں ہمت بھی ہے بدولت روح ہی کے ہیں مدح اور فضل ہے یعنی قلب اور روح وہ چیزیں ہیں کہ) آدمی (باوجودیکہ اس کا کالبد) ایک مٹھی گل سے (جو کہ خسیس ترین عناصر ہے) گوندھا گیا ہے (مگر قلب کی بدولت افلاک و کواکب سے بھی مرتبہ میں) گزر گیا ہے اور اسی کو دوسرے عنوان سے کہتے ہیں کہ) آدمی بقدر ایک طشت خمیر ہونے کی حالت پر آسمان اور اثیر یعنی فلک یا کرۂ نار سے بڑھ گیا ہے (چنانچہ دلیل اس کی یہ ہے کہ) کبھی اس آسمان نے کرمنا سنا ہے جو اس آدمی پر غموم نے سنا ہے (اشارہ ہے طرف آیۂ لقد کرمنا بنی ادم کے اور پر غموم کہنے میں علاوہ ضرورت قافیہ کے ایک گونہ وجہ تفضیل کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ یہ بہت سے تعلقات کی کشاکشی میں مبتلا ہوکر بھی طاعت میں مشغول ہوتا ہے یہ کمال کسی میں نہیں اور گو جنات میں بھی یہ تعلقات پائے جاتے ہیں مگر حالات کے تتبع و تدبر سے معلوم ہوتا ہے کہ جن میں انس کی برابر تعلقات نہیں نہ کثرت میں نہ شدت میں۔ باقی اصل استدلال اس مقام میں کرمنا سے ہے۔ یہ تو تفضیل کی دلیل نقلی ہے آگے دلیل عقلی سے تفضیل ہے جس میں کلام کا مدار صفات روح پر رکھا ہے جیسے سابق میں کلام کا مدار صفات قلب پر رکھا تھا کما یدل علیہ قولہٗ الماضی. بر گذشت از چرخ واز کوکب بدل۔ پس فرماتے ہیں زمین اور آسمان کے سامنے کبھی کسی نے اپنی خوبصورتی اور خوش فہمی اور حسن کلام اور تمناؤں کو پیش کیا ہے (کہ مجھ میں یہ صفات ہیں یعنی کبھی) نہیں کیونکہ ان میں ایسی روح مدرکہ نہیں جو ان امور کا ادراک کرے تو روح ایسی چیز ہوئی کہ جس میں روح نہ ہو وہ عرفاً قابل شمار نہیں سمجھا جاتا اسی کو دوسرے الفاظ سے کہتے ہیں کہ) کبھی تم نے آسمان پر خوبروئی اور اصابت رائے کو پیش کیا ہے۔ (مرسلہ اور اسی طرح) کبھی تم نے اے فرزند تصویرہائے حمام کے سامنے اپنا اندام سیمیں پیش کیا ہے۔ (ہرگز نہیں کیا بلکہ) ان حور تمثال تصویروں سے گزر کر (بعض اوقات) ایک عجوزہ نیم کور کے ساتھ خلوت (یا باختلاف نسخہ جلوت) میں رہے ہوگے (باوجودیکہ اس کی صورت ایسی نہیں سو آخر) عجوزہ میں وہ کیا چیز ہے جو ان تصویروں میں نہیں جو کہ تجھ کو ان تصویروں سے ہٹا کر اپنی طرف لے گئی۔ سو تم (اگر کسی وجہ سے) نہ کہو تو میں بیان میں کہے دیتا ہوں (وہ چیز) عقل اور حواس اور ادراک اور تدبیر اور روح ہے۔ (روح سے پہلے کی چیزیں روح کے متعلقات وافعال ہیں یعنی) عجوزہ میں ایک ایسی روح ہے جو آمیزش (اور کشش) کرنے والی ہے (اور) تصویرہائے حمام میں روح نہیں ہے (ورنہ ان تصویروں کی صورت تو ایسی ہے کہ) اگر تصویر حمام (ذی روح ہو کر نہ کہ کسی شعبدہ سے) حرکت کرنے لگے تو فوراً صدہا عجوز سے تجھ کو (دل) برداشتہ کردے (یہ دلیل عقلی ہوگئی)

فائدہ:۔ فلک سے مراد آسمان نہ لیا جاوے کہ اصل عطف میں تغایر ہے متعاطفین کا بلکہ دائرہ مراد لیا جاوے جو آسمان کی حرکت سے پیدا ہوتا ہے جیسے معدل النہار و منطقۃ البروج وغیرہما۔

جاں چہ باشد باخبر از خیر و شر	شاد با احسان و گریاں از ضرر
جان کیسی چیز ہوتی ہے؟ جو کہ خیر و شر سے باخبر ہو	احسان سے خوش ہو اور ضرر سے گریاں ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں سر و ماہیت جاں مخبر ست	ہر کہ او آگاہ تر باجاں تر ست
جبکہ حقیقت اور ماہیت روح کی باخبر ہونے کی صفت ہے	تو جو شخص زیادہ باخبر ہوگا وہ زیادہ باجان ہوگا
اقتضای جاں چواے دل آگہیست	ہر کہ آگہ تر بود جانش قویست
اے دل جب روح کا اقتضا باخبری ہے	تو جو زیادہ باخبر ہوگا اس کی روح زیادہ قوی ہوگی
خود جہان جاں سراسر آگہیست	ہر کہ بے جان ست از دانش تہی ست
عالم ارواح سراسر باخبری ہے	تو جو شخص بے روح ہو وہ دانش سے خالی ہے
روح را تاثیر آگاہی بود	ہر کرا ایں بیش اللہی بود
روح کا اثر باخبری ہے	جس کو یہ زیادہ ہے وہ اللہ والا ہے
چوں خبرہا ہست بیروں از نہاد	باشد ایں جانہا دراں میداں جماد
جب بہت سے علوم اس صورۃ نوعیہ سے خارج ہیں	تو یہ ارواح اس میدان میں جماد ہوں گے
جان اول مظہر درگاہ شد	جان جاں خود مظہر اللہ شد
جان اول مظہر درگاہ ہے	اور جان جان مظہر اللہ ہے

(اوپر روح انسانی کی فضیلت عامہ کا بیان تھا جو کہ مشترک بھی درمیان مومن وکافر ومطیع وعاصی ومحق ومبطل کے کہ ادراک کلیات ومعقولات بھی ان کا خاصہ مشترکہ ہے اب اس میں تخصیص کرتے ہیں روح عارف کی جس کی فضیلت خاصہ سے کلام شروع ہوا تھا اس شعر میں) باز چوں جان روسوے جانان نہد الخ جو کہ سرخی سوال سائل سے اوپر تھا اور ہمت اسی کا خاصہ قصہ ہے جو اس شعر میں مذکور تھا۔ مرغ باپری پرد تا آشیان ۔ پر مردم ہمتست اے مردمان۔ جو کہ قصہ سرخی مذکور کے بعد متصل تھا پس فرماتے ہیں کہ) جان کیسی چیز ہوتی ہے (آگے خود جواب دیتے ہیں کہ) جو کہ خیر وشر (یعنی نفع و ضرر) سے باخبر ہو (یعنی) احسان (ونفع) سے خوش ہو اور ضرر سے گریاں ہو (اس تفسیر میں اشارہ ہو گیا کہ باخبر ہونے سے مراد صرف علم نہیں بلکہ اس علم سے متاثر ہو کر اس پر عمل اور اس کے حال سے متصف ہونا بھی ہے جو کہ شان ہوتی ہے عارف کی مطلب یہ کہ روح انسانی میں امتیاز اسی سے ہے کہ وہ خیر وشر کو ادراک کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ ادراک فی نفسہ مقصود نہیں بلکہ اپنی غایت کے لئے مقصود ہے پس جہاں غایت نہ ہوگی وہ ادراک کالعدم ہوگا اور غایت ہے جلب خیر ودفع شر اور خیر وشر میں بھی معتد بہ وہی ہے جو حقیقی یعنی اخروی ہو پس روح قابل امتیاز ومدح وہی ہوئی جو جالب خیر اخروی ودافع شر اخروی ہو۔ پس روح کہنے کے قابل ایسی ہی روح ہوئی اور جو روح ایسی نہ ہو گویا وہ لا روح ہے۔ آگے اسی کو مفصل فرماتے ہیں کہ) جبکہ حقیقت اور ماہیت (یعنی فصل منوع) روح (انسانی) کے باخبر ہونے کی صفت ہے (چنانچہ ناطق کے مفہوم کا یہی حاصل ہے) تو جو شخص زیادہ باخبر ہوگا وہ زیادہ باجان (کہلانے کے قابل) ہوگا (اس سے ماہیت میں تشکیک لازم نہیں آتی۔ باجان تو باعتبار ماہیت کے سب ایک ہی درجہ میں ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نفس ماہیت قابل اعتداد نہیں بلکہ اس ماہیت کے کمالات گو وہ داخل ماہیت نہ ہوں مقصود ہیں تو وہ کمالات مقصودہ جہاں زیادہ ہوں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

وہی فرد اس ماہیت کی معتد بہ ہوگی باقی غیر معتد بہ آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) جب روح کا اقتضا باخبری ہے تو جو زیادہ باخبر ہوگا اس کی روح زیادہ قوی ہوگی (اور جبکہ) عالم ارواح سراسر باخبری ہے (یعنی عالم ارواح اس فصل کا محل ہے مبالغۃ مصدر کو ذات پر محمول کر دیا) تو جو شخص بے روح (کہلانے کے قابل) ہو (وہ وہی ہے جو کہ) دانش (وخبر) سے خالی ہے (اور جبکہ) روح کا (خاص) اثر باخبری ہے (تو) جس کو یہ زیادہ ہے وہ اللہ والا ہے (اس میں تصریح ہوگئی مضمون مصرعہ "شاد یا احسان وگریان از ضرر" کی حاصل یہ کہ نظر بر بناء مذکور روح مقصود بالبحث روح عارف باللہ کی ہے اور دوسری ارواح انسانیہ کو اس سے باعتبار غایات مذکورہ کے وہ نسبت ہے جو جسم بے روح یعنی خالی عن الروح الانسانی کو کہ شامل ہے جسم متلبس بالروح الحیوانی کو مطلق روح انسانی سے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) جب بہت سے علوم (یعنی معارف الٰہیہ) اس صورۃ نوعیہ سے خارج ہیں (مراد یہ کہ نہ داخل ذات ہیں اور نہ لوازم ذات کہ خلو ان سے محال ہو بلکہ حظیرۂ قدس سے مناسبت پیدا ہونے پر ان کا افاضہ موقوف ہے اور وہ موقوف ہے طلب وہمت پر) تو یہ ارواح (انسانیہ عامہ) اس میدان (یعنی خطیرۂ قدس) میں (گویا) جماد (کے حکم میں) ہوں گے (جماد سے مراد جسم بے روح بالمعنی الذی ذکر انفا یعنی باعتبار علوم عقلیہ کے جو نسبت غیر انسان کو انسان سے ہے وہی نسبت باعتبار علوم مقصودہ کے مطلق انسان کو اس انسان کامل سے ہے۔ پس اس تفاوت کے اعتبار سے) جان اول مظہر درگاہ ہے اور جان جان مظہر اللہ ہے (جان اول سے مراد مطلق روح انسانی کہ اول خلقت انسانیہ میں اس کا تعلق تدبیر وتصرف جسد سے ہوتا ہے جس کو اصطلاح میں ولادت اولیٰ کہتے ہیں اور جان جان سے مراد روح انسانی جبکہ وہ علوم ومعارف واحوال وکمالات سے متصف ہو جاتی ہے جس کو اصطلاح میں ولادت ثانیہ کہتے ہیں اور جان جان کہنا اس کو اس اعتبار سے ہے کہ گویا وہ اس صفت کے اعتبار سے روح کا خلاصہ اور سلالہ ہے اور درگاہ بمعنی درگاہ حق سے مراد مرتبہ مطلق صفات حق کا اور اللہ سے مراد مرتبہ الوہیۃ بمعنی المعبودیۃ کا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان میں دو قسم کی صفات ہیں ایک وہ جو تکوینا مطلوب ہیں تشریعا مطلوب نہیں خواہ وہ اضطراری ہوں جیسے سمع وبصر وغیرہ یا اختیاری ہوں جیسے معصیت وغیرہ اور دوسرے وہ جو تشریعا مطلوب ہیں اور وہ سب عبادات اختیاریہ ہیں اور ان سب صفات میں وہ مظہر واجب کا ہے۔ لیکن قسم اول صفات چونکہ عبادات نہیں ان کا تعلق مطلق مرتبہ صفات سے شعر مذکور میں کہا اور قسم ثانی صفات چونکہ عبادات ہیں اس لئے ان کو مظہر ذات کا باعتبار صفت الوہیۃ ومعبودیۃ کے کہا یہ توجیہ ہے عنوان کی باقی مقصود معنون وحکم بالتقسیم نہیں ہے بلکہ صرف تفاوت اس میں بیان کرنا ہے کہ مطلق روح انسانی چونکہ متصف بالعبادۃ والمعرفۃ نہیں اور روح عارف اس سے متصف ہے اس لئے وہ اول اس ثانی کے سامنے کچھ بھی نہیں)

آں ملائک جملہ عقل وجاں بدند	جان نو آمد کہ جسم آں شدند
ملائکہ سراسر عقل و روح تھے	ایک جدید روح ایسی آئی کہ وہ اس کے جسم ہو گئے
از سعادت چوں برآں جاں برزدند	ہمچو تن آں روح را خادم شدند
جب سعادت سے وہ ملائکہ اس روح سے جا ملے	تو مثل جسم کے اس روح کے خادم ہو گئے
آں ابلیس از جاں ازاں سر بردہ بود	یک نشد باجاں کہ عضو مردہ بود
اس ابلیس نے روح سے اس لئے سرتابی کی تھی	یعنی اس لئے روح کے ساتھ متحد نہ ہوا کہ وہ عضو مردہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نبودش آں فدائی آں نشد	دست بشکستہ مطیع جاں نشد
چونکہ اس کو وہ سعادت نہ تھی اس لئے وہ اس روح کا فدائی نہ بنا	شکستہ ہاتھ روح کا مطیع نہ رہا
جاں نشد ناقص گر آں عضوش شکست	کاں بدست او ست تاندکرد ہست
جان ناقص نہیں ہوئی اگر اس کا وہ عضو شکستہ ہو گیا	کیونکہ وہ اس کے قبضہ میں ہے کہ اس کو ہست کر سکتی ہے

(برزوند ملائی شدند سر بردہ بود سر تافتہ بود و جملہ یک نشد با جان تفسیر سر بردہ بود۔ کذا فی الحواشی۔ اوپر روح عارف کا افضل ہونا مطلق روح انسانی سے مذکور تھا یہاں اس سے ترقی کر کے اس کا روح ملائکہ سے بھی افضل ہونا بیان فرماتے ہیں ۔باعتبار التفصیل المذکور فی الکلام ان خواص البشر کا لانبیاء علیہم السلام افضل من خواص الملئکۃ وعوام البشر کالاولیاء والصلحاء افضل من عوام الملئکۃ یعنی مطلق روح انسانی کی نسبت روح عارف کامل کے ساتھ ایسی ہونا جیسے جسم کو روح انسانی سے ہے یہ تو کیا بعید ہے جبکہ روح انسانی سے بڑھ کر روح ملائکہ کو بھی اس روح عارف کامل کے ساتھ یہی نسبت جسم الی الروح کی سی ہے چنانچہ) ملائکہ (باوجودیکہ) سراسر عقل و روح تھے (مگر) ایک جدید روح ایسی آئی کہ وہ (ملائکہ) اس (روح) کے جسم ہو گئے (مراد اس سے حضرت آدم علیہ السلام کہ عارف کامل ہیں اور جسم ہونے سے مراد تابع ہونا ہے جس کی ایک ظاہری صورت سجدۂ تحیۃ ہے چنانچہ آگے اسی تابع ہونے کی تصریح ہے یعنی) جب سعادت سے وہ ملائکہ اس روح (جدید) سے جا ملے تو مثل جسم کے اس روح کے خادم (وتابع) ہو گئے (اور) اس ابلیس نے اس روح سے اس لئے سرتابی کی تھی یعنی اس لئے (اس) روح کے ساتھ متحد (اور موافق یعنی مطیع) نہ ہوا کہ وہ عضو مردہ تھا (اور عضو مردہ کو روح سے علاقہ اتحاد یعنی حلول سریانی کا نہیں ہوتا اور اس لئے وہ اس کا مطاوع نہیں ہوتا چنانچہ حرکت وغیرہ نہیں کرتا اور عضو مردہ کے مثل اس لئے تھا کہ وہ صاحب سعادت نہ تھا جیسے ملائکہ صاحب سعادت تھے۔ کما مر من قولہ از سعادت الخ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) چونکہ اس (ابلیس) کو وہ سعادت (نصیب) نہ تھی (اس لئے وہ اس روح کا فدائی (وتابع) نہ بنا (جیسے کسی کا) شکستہ ہاتھ (ہو جس میں حیات نہ رہی ہو اور اس لئے وہ) روح کا مطیع نہ رہا (خلاصہ یہ کہ مناسبت مع روح آدم کا سبب سعادت تھا اور عدم مناسبت کا سبب عدم سعادت آگے رفع ایہام کا ہے جو دست شکستہ کے ساتھ تشبیہ دینے سے واقع ہو سکتا تھا کہ دست کے شکستہ ہونے سے تو صاحب دست میں نقصان آ جاتا ہے اسی طرح شاید ابلیس کے منقاد نہ ہونے سے آدم علیہ السلام کے کمال میں کچھ نقص ہو گیا ہوگا اس ایہام کو رفع فرماتے ہیں کہ) جان ناقص نہیں ہوئی اگر اس کا وہ عضو (یعنی ہاتھ) شکستہ ہو گیا کیونکہ وہ (ہاتھ) اس (جان) کے قبضہ میں ہے کہ اس کو ہست (اور موجود) کر سکتی ہے (مراد اس کے قبضہ میں ہونے سے اس کے آثار و غایات کا قبضہ میں ہونا ہے اور تاندکرد ہست سے مراد یہ ہے کہ اس کے ہست ہونے پر جو غایات مرتب ہوتیں وہ روح ان غایات کی تحصیل و تکمیل کر سکتی ہے اس کو مجازاً ہاتھ کی ہستی کہہ دیا گویا حکماً ہاتھ ہی موجود ہو گیا۔ شرح اس کی یہ ہے کہ ابلیس کے مطاوع ہونے سے جو فضل و کمال آدم علیہ السلام کا ظاہر ہوتا یا ان کو حاصل ہوتا ہے وہ اب دوسرے طریق سے ظاہر یا حاصل ہو گیا اور وہ کمال یہ تھا کہ آدم علیہ السلام کا قرب و قبول زائد مرتب ہوتا سو یہ بات اس کی مخالفت میں بھی باختیار آدم علیہ السلام اس طرح میسر ہو سکتی ہے اور میسر ہوئی بھی کہ اس کے اضلال و اغوا فی المعاصی کے روکنے سے ان کا مجاہدہ بڑھا اور وہ سبب

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو گیا ترتب زیادت قرب وقبول کا پس اصل میں امر اختیاری مجاہدہ ہے جو سبب ہے قرب کا اور یہی قرب مرتب ہوتا مطاوعت ابلیس پر پس گویا حکما ابلیس کا مطاوع ہونا تقبضہ آدم علیہ السلام ہو گیا اس لئے یہ کہنا صحیح ہو گیا جان نشد ناقص الخ اور مقصود تخصیص آدم علیہ السلام کی نہیں سب خواص مقبولین کا یہی حکم ہے اور اغوا میں فی المعاصی کی قید سے زلات خارج ہو گئے۔ **فلا نقض بها وهكذا حق المقام ان يفهم** اور سرخی سوال سائل سے یہاں تک سب مضامین کا ارتباط سب اشعار کی تمہید سے ظاہر ہونے کے بعد معلوم ہو گیا ہوگا کہ مقصود مشترک تمامتر اشعار کا مدح ہے اہل کمال کی بغرض ترغیب ان کی صحبت واتباع کے اور آئندہ بھی چھ سات شعر کے بعد کہ ان میں انتقال ہے دوسرے مضمون کی طرف پھر اسی اتباع کی ترغیب ہے اور ساتھ ہی اس دوسرے مضمون سے بھی اس کو ارتباط ہے چنانچہ اس کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا)

سر دیگر ہست کو گوش دگر	طوطی کو مستعد آں شکر
ایک دوسرا راز بھی ہے دوسرا کان کہاں ہے	ایسی طوطی جو اس شکر کی استعداد رکھتی ہو کہاں ہے
طوطیان خاص را قندیست ژرف	طوطیان عام ازیں خور بستہ طرف
خاص طوطیوں کے لئے تو قند وافر موجود ہے	عام طوطیوں نے اس غذا سے آنکھ ہی بند کر رکھی ہے
کے چشد درویش صورت زاں نکات	معنی ست آں نے فعولن فاعلات
صورت کا درویش اس پاکیزہ مضمون سے یا ان نکات سے کب ذوق حاصل کرتا ہے	وہ تو معنی دقیق ہے نہ کہ محض فعولن فاعلات
از خر عیسیٰ دریغش نیست قند	لیک خر آمد بخلقت کہ پسند
خر عیسیٰ سے ان کو قند بھی دریغ نہیں	لیکن خر ہی خلقۃً کاہ پسند ہے
قند خر را گر طرف انگیختے	پیش خر قنطار شکر ریختے
خر کے طرف کو اگر قند برانگیختہ کرتی	تو وہ تو خر کے سامنے انبار شکر بکھیر دیتے
معنی ختم علیٰ افواههم	ایں شناس اینست رہرو را مہم
ختم علیٰ افواههم کے معنی بھی سمجھو	یہ بات سالک کے لئے بہت ضروری ہے

(اوپر کاملین کے فضائل مقصود اور مذکور تھے جس کے ضمن میں یہ بھی بیان ہوا تھا کہ ابلیس کی مطاوعت نہ کرنے سے کمال آدم علیہ السلام میں کوئی نقصان نہیں ہوا اب اس مضمون ضمنی کی مناسبت سے مقصود مذکور کے علاوہ ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال ہے یعنی ضلال ابلیسی کا ایک سبب تو اس کا بے سعادت ہونا ہے جس کا اوپر بیان ہوا اس کے علاوہ اس کا) ایک دوسرا راز بھی ہے (مگر اس کے سننے کے لئے) دوسرا کان کہاں ہے (آگے اس کی مثال ہے کہ) ایسی طوطی جو اس شکر کی استعداد رکھتی ہو کہاں ہے خاص طوطیوں کے لئے تو قند وافر موجود ہے مگر سب تو خاص نہیں باقی) عام طوطیوں نے اس غذا سے آنکھ ہی بند کر رکھی ہے (اسی طرح اسرار فہم لوگ بھی کم ہیں) صورت کا درویش (یعنی طالبان صورت زیادہ ہیں جو طالب معنی نہیں مگر ایسا شخص) اس پاکیزہ مضمون سے یا ان نکات سے (لان الاصح مخلفۃ نکات فی بعضہا وذکات فی بعضہا) کب ذوق حاصل کر سکتا ہے (کیونکہ) وہ تو معنی دقیق ہے (جس کا وہ طالب نہیں) نہ کہ محض فعولن فاعلات (یعنی الفاظ

www.besturdubooks.wordpress.com

موزوں نہ کہ ان کے لئے فہم عمیق کی حاجت نہ ہو یعنی مضامین دقیقہ مشابہ قند میں نہ کمی ہے نہ ان کے افادہ میں ہم کو بخل ہے مگر عام مخاطبین میں کہ محض درویش صورت ہیں ان کی استعداد نہیں اس لئے اس راز متعلق بہ ضلال ابلیس کو ظاہر کرنا مصلحت نہیں آگے اس کی اور مثال ہے کہ) خر عیسیٰ سے ان (عیسیٰ علیہ السلام) کو قند (دینے میں) بھی دریغ نہیں لیکن (خود) خر ہی خلقۃً (وطبعاً) کاہ پسند ہے (اور قند کی استعداد نہیں رکھتا ورنہ) خر کے طرف کو اگر قند برانگیختہ کرتا (یعنی اس کو قند کی رغبت ہوتی) تو وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) تو خر کے سامنے انبار شکر بکھیر دیتے (مگر اس میں اس کی استعداد ہی نہیں ۔ اسی طرح ہر مخاطب میں فہم اسرار کی استعداد نہیں اور) نختم علیٰ افواھھم کے معنی یہی سمجھو (کہ ان کے مونہوں پر ہم ایسی مہر کر دیتے ہیں کہ ان کے منہ کے اندر ہی یہ غذائیں نہیں جاتیں کہ شکم تک پہنچیں ۔ پس ختم علی الافواہ سے مراد اس توجیہ پر امتناع عن التکلم نہیں اور قرینہ ترجیح اس توجیہ کا خصوصیت مقام کی ہے پس اس بنا پر یہ ہم معنی ہو گیا ۔ ختم اللہ علیٰ قلوبھم کا لیکن نہ بمعنی فساد استعداد کہ مخصوص ہے بعض کفار کے ساتھ بلکہ بمعنی نقصان استعداد کہ عام ہے ۔ عوام مومنین کو بھی جو اسرار کے اہل نہ ہوں اور) یہ بات (کہ نقصان استعداد مانع فہم اسرار ہے) سالک کے لئے (سمجھنا) بہت ضروری ہے ۔

فائدہ :۔ یہ تو اشعار کا حل ترجمہ تھا اب دو امر قابل سمجھنے کے ہیں اول یہ کہ وہ دوسرا راز اضلال ابلیسی میں کیا ہے ہر چند کہ مولانا کے بیان نہ فرمانے کی حالت میں اس کی تعیین کا دعویٰ مشکل ہے لیکن احقر نے اس میں حضرت حق کی طرف رجوع کیا تو وہ جدا نا قلب پر یہ وارد ہوا کہ وہ راز یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اپنے بعض اسماء جلالیہ قہریہ کا ظہور فرمانا منظور تھا جیسے قہار و منتقم اور یہ ظہور موقوف ہے معصیت پر اور معصیت موقوف ہے محرک معصیت پر اور تحریک موقوف ہے خود محرک کے ضلال پر اس لئے ابلیس ضال ہوا کہ پھر مضل ہو اور اس کے آثار واقع ہوں ۔ اور اس پر وہ اسماء ظاہر ہوں اور اسی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں لولم تذنبوا لذھب اللہ بکم جس کو احقر نے رسالہ حقیقۃ الطریقۃ میں مفصل ذکر کیا ہے جو قابل ملاحظہ ہے اور سبب اول مذکور فی الاشعار السابقہ میں اور اس سبب ثانی میں یہ فرق ہے کہ سبب اول علت تھی ضلال کی اور یہ سبب حکمت ہے اس کی اور ظاہر ہے کہ یہ راز ہر شخص کے سامنے کہنے کا نہیں کیونکہ اس سے کم فہم کو شبہ ہوتا ہے معاصی وضلال کے مطلوب ہونے کا گو خوش فہم مطلوبیہ تکوینیہ ومطلوبیہ تشریعیہ میں فرق کر کے شبہ تو رفع کر سکتا ہے لیکن ایسے خوش فہم بھی تو کم ہیں اور ترقی کر کے کہا جا سکتا ہے کہ بعض اسماء لطیفہ جمالیہ کا ظہور بھی اس پر مرتب ہے چنانچہ عفو وغفار وتواب کا تو بہت ظاہر ہے ۔ و فیہ قیل

گناہ من ارنامدے در شمار ترا نام کے بودے آمرز گار

یعنی ظاہر نبودے اور رافع الدرجات وواہب العطیات وغیرہ کا جو کہ خاص ہیں مقربین کے ساتھ اس طرح کہ زیادہ درجات وعطیات کا سبب طاعت میں مخالفت ہے ۔ اغواء ابلیس کی تو یہ مخالفت بطاعت بھی موقوف اسی پر ہوئی چنانچہ احقر نے اوپر شعر جان نشد ناقص الخ کی شرح میں اس کی تقریر بھی کی ہے اور اس شعر میں اس مضمون کی طرف اشارہ ہونا بھی مرجح ہو سکتا ہے اس راز کی تعیین کا کیونکہ اس مضمون مدلول کلام میں اور اس راز مظنون مقام میں ظہور اسماء امر مشترک ہے ۔ گو وہاں اور اسما ہوں اور ان کا ظہور بضمن ذکر عدم نقص آدم بمخالفت ابلیس لزوماً مفہوم ہو جاوے اور یہاں اور اسما ہوں اور مقصود ا مدلول ہوں دوسرا امر یہ ہے کہ شعر اخیر میں قرآن مجید کی تفسیر مقصود نہیں بلکہ تمثیل مقصود ہے یعنی غذا نہ جانے کے لئے منہ بند ہونا مشابہ ہے تکلم سے منہ بند ہونے کے ۔ اور اس کو علم

www.besturdubooks.wordpress.com

اعتبار کہتے ہیں جس کی حقیقت احقر نے کلید مثنوی دفتر اول میں لکھی ہے۔ ان اشتہیت فارجع الیہ

تا ز راہ خاتم پیغمبراں	بو کہ بر خیزد زلب ختم گراں
تا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے سے	ممکن ہے کہ یہ مہر گران لب سے اٹھ جاوے
ختمہائے کانبیا بگذاشتند	آں بدین احمدیؐ برداشتند
جو مہریں اور انبیاء علیہم السلام چھوڑ گئے تھے	انکو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے کارکنان قضاء وقدر نے اٹھا دیا
قفلہای ناکشادہ ماندہ بود	از کف انا فتحنا برکشود
جو قفل بے کھلے رہ گئے تھے	وہ صاحب انا فتحنا کے دست مبارک سے کھلے
او شفیع ست ایں جہان وآنجہاں	ایں جہاں دردین وآنجا در جناں
آپ شفیع ہیں اس عالم میں بھی اور اس عالم میں بھی	اس عالم میں تو دین کے باب میں اور اس جگہ جنت کے باب میں
ایں جہاں گوید کہ تو رہ شاں نما	واں جہاں گوید کہ تو مہ شاں نما
یہ عالم کہتا ہے کہ آپ ان لوگوں کو راستہ دکھلایئے	اور وہ عالم کہ رہا ہے کہ آپ ان کو جمال محبوب جو مشابہ ماہ کے ہے دکھلایئے
پیشہ اش اندر ظہور و در کموں	اھد قومی انھم لا یعلمون
آپ کا شیوہ علانیہ اور خفیہ یہ تھا	کہ آپ دعا کرتے تھے کہ میری قوم کو ہدایت فرما دیجئے وہ لوگ جانتے نہیں
باز گشتہ از دم او ہر دو باب	درد و عالم دعوت او مستجاب
آپ کے دم یعنی سخن سے دونوں دروازے مفتوح ہو گئے	دونوں عالم میں آپ کی دعا مقبول ہے

(اوپر فرمایا تھا کہ سالک کو اس بات کا سمجھنا اور یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ یہ مہر یعنی نقصان استعداد مانع فہم اسرار ہے۔ اس سمجھنے کی غایت اور وجہ اور اس مہر کے رفع کی علت اور طریق بتلاتے ہیں یعنی سالک کو یہ سمجھنا اس لئے ضروری ہے کہ) تا کہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے سے ممکن ہے کہ یہ مہر گراں (جو اوپر مذکور ہوئی) لب سے اٹھ جاوے (حاصل یہ کہ اس مہر کا ٹوٹنا صرف حضرات انبیاء علیہم السلام کے خصوص حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کے اتباع میں منحصر ہے یعنی علوم فلاسفہ یا محض مجاہدات ومکاشفات اس میں ناکافی ہیں صرف صاحب وحی کے اتباع سے ایسی استعداد پیدا ہو سکتی ہے جب سالک اس مہر کی مانعیت کو سمجھے گا تو اس کے رفع کا طالب ہوگا اور رفع منحصر ہے اس اتباع میں پس وہ اتباع کرے گا اور ہر چند کہ ہر نبی کے اتباع کا یہی خاصہ ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص ایک اس لئے ہے کہ اس وقت آپ کا دورہ ہے دوسرے اس لئے کہ حصول استعداد لازم لرفع الختم کے بھی مراتب مختلف ہیں اور حضرات کے اتباع سے جس قدر استعداد حاصل ہو سکتی ہے حضور کے اتباع سے اس سے ازید واکمل استعداد حاصل ہوگی اور عجب نہیں کہ شعر ہذا میں اسی لئے ختم میں گراں کی قید لگائی ہو یعنی آپ کی ایسی برکت ہے کہ کیسا ہی عظیم حجاب ہو وہ بھی رفع ہو جاتا ہے جو حاجب تھا اسرار عظیمۃ الشان کا اور لب سے مراد یا تو لب مخاطب ہے جیسا اوپر کے شعر میں اقوا اھھم کی توجیہ گزری ہے اور یا لب متکلم بالاسرار کیونکہ نقص استعداد مخاطب جیسا فہم سے مانع ہے اسی طرح متکلم کو تکلم سے بھی مانع ہے۔ پس کمال استعداد کے وقت وہ مہر بھی ٹوٹ جاوے گی۔ مقصود ہر حال

www.besturdubooks.wordpress.com

میں حکم کرنا ہے حصول استعداد کا اور ممکن اس لئے کہا کہ استعدادات کا اختلاف فطری ہے جس میں فطرۃً زیادہ رکھی گئی ہے۔ اتباع سے اس کے کمال کا ظہور ہو جاوے گا اور جس میں فطرۃً کم ہے اتباع سے اس کا حدوث نہ ہوگا لیکن یہ نہ سمجھا جاوے کہ اتباع بے اثر رہا اصل یہ ہے کہ اتباع کا اصل اثر جو کہ مقصود ہے رضائے حق ہے نہ کہ اسرار علمیہ وکشفیہ کا سمجھنا اور رضائے حق ہر حال میں اتباع کے لئے لازم ہے۔ پس فہم اسرار تو اتباع کا خاصہ غیر لازمہ ہے اور رضائے حق اتباع کا خاصہ لازمہ ہے۔ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام کے اتباع میں وہی تفاوت استعداد کی اکملیت وکاملیت کا بیان کرتے ہیں یعنی) جو مہریں اور انبیاء علیہم السلام (بے کھلی) چھوڑ گئے تھے ان کو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم (کے اتباع) سے کارکنان قضا وقدر نے اٹھا دیا (یعنی بہت سے حجابات ان حضرات کے اتباع سے بھی رفع ہوئے جس سے ان کے تابعین کو استعداد کامل حاصل ہوئی اور علوم کاملہ عطا ہوئے لیکن بعضے حجابات رہ بھی گئے تھے وہ حضور کے اتباع سے مرتفع ہوئے جس سے آپ کے تابعین کو استعداد اکمل حاصل ہوئی اور علوم بھی اکمل عطا ہوئے۔ كما وقع اليه الاشارة في حديث علماء امتي كانبياء بني اسرائيل وانه وان لم ينقل لفظاً لكنه صحيح معنى كماحققه في المقاصد الحسنة و في حديث فضل هذه الامة قال الله تعالىٰ اعطيهم من علمي كذافي المشكوة پس تفاوت ناقص وکامل کا نہیں ہے بلکہ کامل واکمل کا اور) جو قفل بے کھلے رہ گئے تھے وہ صاحب انا فتحنا کے دست مبارک سے کھلے (چونکہ انا فتحنا حضور پر نازل ہوئی اس لئے آپ کو صاحب انا فتحنا کہہ دیا اور خاص اس مادہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو فتح دینے کی خبر دی ہے یہ فتح عام ہے فتح ظاہری فتح بلاد کو اور فتح باطنی فتح قلوب کو جیسا ایک حدیث میں ہے يفتح الله به اعينا عمياً واذاناً صما و قلوباً غلفا او نحوه اور فاتح آپ کا لقب بھی آیا ہے۔ پس آپ شفیع ہیں اس عالم میں بھی اور اس عالم میں بھی۔ اس عالم میں تو دین کے باب میں (کہ دین اکمل کی طرف ہماری رہبری کی) اور اس جگہ جنت کے باب میں (کہ جنت کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی پس) یہ عالم (بزبان حال آپ سے کہتا ہے کہ آپ ان لوگوں کو (دین کا) راستہ دکھلایئے اور وہ عالم کہہ رہا ہے کہ آپ ان کو جمال محبوب جو مشابہ ماہ (تمام) کے ہے دکھلایئے (اس تشبیہ میں اشارہ ہے اس حدیث کی طرف ستروں ربكم يوم القيامة كما ترون القمر ليلة البدر اور دین اسلام اور نعمائے دارالسلام دونوں کو ثمرۂ شفاعت اس لئے کہا کہ وہاں تو شفاعت ظاہر ہی ہے گو کسی کے لئے مغفرت کی اور کسی کے لئے رفع درجات کی اور یہاں بھی آپ دعا ہدایت وثبات کی برابر فرماتے رہتے تھے۔ اس دعا کی برکت سے احکام دین بھی زیادہ کامل البرکت نازل ہوتے تھے اور ثبات بھی میسر ہوتا تھا اور چونکہ یہ سب اقسام ہیں فتح باطنی کے کہ دین کامل سے حجابات جہل وظلمت مرتفع ہوئے اور دخول جنت سے حجابات بعد مرتفع ہوئے اس لئے یہ شعر ماقبل کے مناسب اور اس پر مرتب ہو گیا آگے ترقی ہے کہ آپ کی شفاعت اپنے متبعین کے لئے تو کیوں نہ ہوتی مخالفین کے لئے بھی آپ کو اس سے دریغ نہ تھا چنانچہ) آپ کا شیوہ علانیہ اور خفیہ یہ تھا کہ آپ دعا کرتے تھے کہ میری قوم کو ہدایت فرما دیجئے وہ لوگ جانتے نہیں (اور ہدایت مستلزم ہے فتح اقفال) پس مخالفین کے لئے بھی فتح اقفال ورفع ختم وحصول استعداد کی دعا فرماتے تھے آگے تفریع ہے شفیع دو جہان ہونے پر کہ) آپ کے دم یعنی سخن سے (مراد زبان ہے کہ آلہ ہے دعا کا) دونوں دروازے (مراد دونوں عالم ہیں) مفتوح ہو گئے (جیسا اوپر بیان ہوا اور) دونوں عالم میں آپ کی دعا مقبول ہے (اس سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ کوئی دعا آپ کی غیر مستجاب نہیں خود حدیثوں میں امت کے بارہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ناتفاق نہ ہونے کی دعا کا مستجاب ہونا وارد ہے۔ معنی یہ ہیں کہ جس کو جو ملا ہے آپ کی دعا کی برکت ہے اور جس کا ملنا ہی قرین حکمت نہ تھا اس کا ذکر نہیں۔ پس دعوت او مستجاب "قضیہ غیر مسورہ بحکم جزئیہ ہے)

فائدہ:۔ شعر اول یعنی

تاز راہ خاتم پیغمبران بو کہ بر خیزد ز لب ختم گراں

میں آپ کا لقب خاتم لانا رفع ختم گران کی مناسبت سے نہ سمجھا جاوے کہ ظاہرا تو وہ ختم کے مناسب ہے نہ کہ رفع ختم کے بلکہ اس حیثیت سے تو آپ کا لقب فاتح ہے چنانچہ اس کے بعد از کف انا فتحنا میں اور اس کے بعد باز گشته الخ میں اس طرف اشارہ بھی ہے بلکہ لقب خاتم لانے سے مقصود آپ کی اکملیت کا بیان کرنا ہے۔ فضائل میں کہ ان میں سے فاتحیت مذکورہ بھی ہے یعنی چونکہ آپ جمیع کمالات میں ایسے اکمل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم کمالات بنادیا۔ اس لئے فاتحیت میں بھی اکمل ہیں کہ آپ سبب ہو گئے رفع ختوم کے پس اس بنا پر فاتح ہونے میں بھی خاتم ہیں چنانچہ آگے اس معنی کی تصریح ہے اس شعر میں"

درکشاد ختمہا تو خاتمی

والحمد لله علیٰ ما افهمنی هذا المقام

بہر او خاتم شدست او کہ بجود	مثل او نے بود و نے خواہند بود
آپ خاتم اسی لئے ہوئے ہیں کہ فیض رسانی میں	نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئندہ آپ کے مثل ہوں گے
چونکہ در صنعت برد استاد دست	نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است
جب کسی صنعت میں کوئی استاد سب سے فائق ہو جاتا ہے	تو کیا تم اس وقت یوں کہا نہیں کرتے کہ تم پر صنعت کا خاتمہ ہو گیا
درکشاد ختمہا تو خاتمی	در جہان روح بخشاں خاتمی
آپ ان ختوم کے فاتح ہونے میں بھی خاتم ہیں	روح عطا کرنے والوں کے عالم میں آپ خاتم ہیں
ہست اشارات محمدؐ المراد	کل کشاد اندر کشاد اندر کشاد
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارات	کل کے کل فتوح در فتوح در فتوح ہیں

(اوپر آپ کے رافع الختوم و کاشف المکتوم کی صفت میں افضل و اکمل ہونے کے سلسلہ میں آپ کے فضائل مختصر شفاعت مطلقہ وغیرہ کہ مستلزم ہیں فائق علی جمیع الانبیاء ہونے کو ذکر کئے تھے۔ اب بھی اسی مضمون کی تاکید ایک خاص طرز سے ہے کہ اس پر استدلال کیا گیا ہے۔ آپ کے خاتم ہونے سے جس کی طرف اوپر شعر تاز راہ خاتم پیغمبران الخ میں اشارہ کیا گیا تھا جیسا کہ اوپر ختم (فائدہ) میں احقر نے کسی قدر تقریر بھی کی ہے پس وہاں جو اشارۃً مذکور تھا یہاں صراحۃً ہے یعنی) آپ خاتم اسی لئے ہوئے ہیں کہ فیض رسانی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئندہ آپ کے مثل ہوں گے (یعنی آپ کا لقب خاتم بوجہ ختم زمانی کے تو ہے ہی لیکن اس میں منحصر نہیں بلکہ اس وجہ سے بھی ہے کہ آپ پر کمالات ختم ہوئے ہیں چنانچہ) جب کسی صنعت میں کوئی استاد سب سے فائق ہو جاتا ہے تو کیا تم اس وقت یوں کہا نہیں کرتے کہ تم پر صنعت

کا خاتمہ ہو گیا۔ (اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب خاتم اس وجہ سے بھی ہوا کہ آپ پر تمام کمالات نبوت ختم ہو گئے جن میں سے ایک کمال فاتحیت للختوم بھی ہے تو) آپ ان ختوم کے فاتح ہونے میں بھی خاتم ہیں (اور) روح عطا کرنے والوں کے عالم میں آپ خاتم ہیں (روح سے مراد حیات قلب کہ علوم واحوال سے مسبب ہے اور روح بخشوں سے مراد حضرات انبیاء علیہم السلام کہ مفیضان علوم وحیات. بخشندگان قلوب ہیں یعنی طبقہ انبیاء علیہم السلام میں آپ افضل الواہبین ہیں جیسے حاتم مالداروں میں افضل الاسخیا تھا اور آپ کی تصریحات تو کیوں نہ فاتح العلوم ہوتیں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے (تو) اشارات (بھی) کل کے کل فتوح در فتوح ہیں (کہ ان سے علوم کا کشف وفتح ہوتا ہے یا تو اشارات کی تخصیص ذکری اس لئے ہے کہ غیر اشارہ پر دلالت بالاولی ہو اور یا اشارہ اس طرف بھی ہو سکتا ہے کہ جن اسرار غامضہ کا اس مقام پر ذکر ہے جیسا اوپر کے شعر میں مذکور تھا "سر دیگر ہست کو گوش دگر" الخ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں اشارۃً پائے جاتے ہیں جیسا کہ احقر کی تقریر سے جو اس شعر کی شرح میں لکھی ہے ظاہر ہوگا ورنہ جو مضامین صراحۃً ارشاد ہیں وہ سب تشریع عام ہے اور اس کی تبلیغ سب کی طرف واجب ہے اس کی نسبت کو گوش دگر کہنا کب صحیح ہے۔

فائدہ: اس کلام میں تصریح ہے کہ کل صوفیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ہر مرتبہ میں خاتم اعتقاد رکھتے ہیں۔ خواہ وہ تشریع ہو یا غیر تشریع اور حضرت شیخ اکبرؒ کی طرف جو نبوت عامہ غیر تشریعیہ کا عدم انقطاع منسوب ہے تو وہ شیخ کی ایک اصطلاح ہے مراد اس سے ولایت کا ایک مرتبہ ہے جس میں ولی محدث وملہم من اللہ ہوتا ہے۔ کما اثبت الوحی بالمعنی الخاص للنجل فی القران کذافی الحواشی من بحر العلوم وان اشتہیت التفصیل فطالعہ اور مولانا نے جو خاتم کی تفسیر کی ہے یہی تفسیر بعینہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ نے فرمائی تھی جس پر لفظ پرستوں نے بے حد اور بے جا شغب کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ حقیقت شناسی عطا فرماوے اور احقر نے شعر "بہر او خاتم شدست" الخ کی شرح میں جو یہ عبارت بڑھادی ہے۔ بوجہ ختم زمانی کے تو ہے ہی الخ اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ اس تفسیر پر ختم زمانی کا ظاہراً انکار لازم آتا ہے۔ خوب سمجھ لیا جاوے۔ اور ایک نسخہ میں مصرعہ اخیرہ میں بجائے کشاد بکاف تازی کے گشاد بکاف عجمی ہے بمعنی خوش وخوشی ورہا کردن تیز از شست و بمعنی فتح اینجا بمعنی اخیر ست ۱۲ اولی محمد

صد ہزاراں آفریں بر جان او	بر قدوم و دور فرزندان او
آپ کی روح مطہر پر ہزاروں ثنا نازل ہوں	آپ کے فرزند کی تشریف آوری اور گشت فرمائی پر بھی
آں خلیفہ زادگان مقبلش	زادہ اند از عنصر جان و دلش
آپ کے وہ با اقبال شہزادے	جو آپ کے روح وقلب کے عنصر سے پیدا ہوئے ہیں
گر ز بغداد و ہری یا از رے اند	بے مزاج آب وگل نسل وے اند
اگر وہ بغداد و ہرات کے ہوں یا رے کے ہوں	بدوں ترکیب آب وگل کے آپ کی نسل ہیں
شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست	خم مل ہر جا کہ جوشد ہم مل ست
شاخ گل جہاں بھی پیدا ہو وہ شاخ گل ہی ہے	خم شراب جہاں بھی جوش میں آجاوے وہ شراب ہی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گرز مغرب برزند خورشید سر	عین خورشیدست نے چیزے دگر
اگر مغرب سے آفتاب نکل آوے	تب بھی وہ خورشید ہی ہے اور چیز نہیں ہے
عیب چیناں را ازیں دم کور دار	ہم بستاری خود اے کردگار
اے کردگار عیب چینوں کو اپنی	ستاری کے ساتھ اس فن سے کور رکھ
گفت حق چشم خفاش بد سگال	بستہ ام من ز آفتاب بے مثال
حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے خفاش بدسگال کی آنکھیں	آفتاب بے مثال سے بند کر رکھی ہیں
از نظر ہائے خفاش کم و کاست	انجم و آں شمس نیز اندر خفاست
خفاش جلائے کم و کاست کی نظروں سے	انجم بھی اور شمس بھی سب خفا میں ہیں

(اوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فاتح ہونے کا مع دیگر فضائل مختصہ ذکر تھا اور اسی کے ساتھ ان لوگوں کا بھی ذکر تھا جن کی استعدادیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے کامل ہو گئیں۔ اب آپ پر مع ان کے درود و دعا اور ان حضرات کا آپ سے استفادہ باطنی کے رو سے تعلق بنوۃ وولدیت اور ان کے فضائل ذکر فرماتے ہیں کہ) آپ کی روح مطہر پر ہزاروں ثنا نازل ہوں (اور) آپ کے فرزندوں کی تشریف آوری اور گشت فرمائی پر بھی (ان دو حالتوں کی تخصیص اس لئے کی کہ حکام کا افادہ رعایا کو ان ہی پر موقوف ہے کہ آویں بھی اور پھریں بھی اور ٹھہریں بھی اور فرزندوں میں تخصیص نسبی فرزندوں کی نہیں بلکہ مراد اس سے معنوی فرزند ہیں خواہ اس میں نسبی فرزندی بھی ہو یا نہ ہو یعنی) آپ کے وہ با اقبال شہزادے جو آپ کے روح وقلب کے عنصر سے پیدا ہوئے ہیں (یعنی باطنی جوہر سے مستفید ہیں) اگر وہ بغداد وہرات کے ہوں یا رے کے ہوں (مگر) بدوں ترکیب آب وگل کے آپ کی نسل ہیں (یعنی ان عناصر معروفہ ونسل ظاہری کے اعتبار سے خواہ آپ کی اولاد نہ ہوں آگے اس کی مثال ہے کہ) شاخ گل جہاں بھی پیدا ہو (یعنی خواہ باغ میں یا غیر باغ میں) وہ شاخ گل ہی ہے (اسی طرح) خم شراب جہاں بھی جوش میں آجاوے (یعنی خواہ شراب خانہ میں یا غیر شراب خانہ میں) وہ شراب ہی ہے (پس جس طرح یہاں معدن متعارف میں ہونا شرط تحقق حقیقت نہیں اسی طرح گو معدن متعارف اولاد کا صلب والد ہے لیکن اگر حقیقت فرزندی کی پائی جاوے کہ انتساب روحی ہے تو اس معدن ظاہری میں نہ ہونا مخل فرزندی نہیں آگے تیسری مثال ہے کہ) اگر مغرب سے آفتاب نکل آوے (جیسا قرب ساعت میں اس کا وقوع بھی ہوگا) تب بھی وہ خورشید ہی ہے اور چیز نہیں ہے (حالانکہ مطلع متعارف اس کا مشرق ہی ہے اسی طرح مطلع متعارف اولاد کا صلب ورحم حسی ہے لیکن مطلع غیر متعارف میں سے طلوع ہونے پر بھی جبکہ حقیقت متبدل نہ ہو وہ اولاد ہی ہے اور حقیقت ہے انتساب روحی وہ نسل ظاہری نہ ہونے سے نہیں بدلی۔ پس وہ فرزند فرزند ہی ہے یہ اشارہ ہے حدیث مشہور ال محمد کل تقی کی طرف اور وہ فی الجامع الصغیر عن الطیالسی و فی کنوز الحقائق عن الطبرانی اور لفظاً اگرچہ یہ ضعیف ہو لیکن معنی یہ قرآن مجید سے ثابت ہے قال تعالیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم اور ظاہر ہے کہ ازواج کی امومیت خود فرع ہے۔ آپ کی ابوۃ کی کیونکہ اول علاقہ آپ سے ہوا اور بعض قرأت شاذہ میں اس کے بعد وھو اب لھم بھی وارد ہے اور مقصود اس سے بنوۃ نسبیہ کی فضیلت کا انکار یا اہل بیت وغیرہ اہل بیت کے تسویہ کا اثبات نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ بنوۃ روحانیہ بھی فضیلت کی چیز ہے۔ گو نبوۃ نسبیہ نہ ہو باقی جو جامع دونوں کا ہو وہ ایک وصف والے سے افضل ہے اور جہاں ایک ایک وصف ہو وہاں زیادہ قابل نظر وصف روحانی ہے آگے ایسے معنوی فرزندوں کے حساد و منکرین کی مذمت فرماتے ہیں جس کو بعنوان بددعا شروع کرتے ہیں کہ) اے کردگار عیب چینوں کو (جو ان حضرات میں عیب چینی کرتے ہیں) اپنی ستاری کے ساتھ اس تخن (مذکور سے منتفع ہونے) سے کور رکھ (یہاں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ گمراہوں کے لئے تو بصیرت کی دعا کرنا چاہئے نہ کہ اور عمی کی بددعا۔ بات یہ ہے کہ یہ معلوم ہے کہ بعضوں کے لئے تکویناً یہی مقدر ہے کہ وہ اس تحقیق سے منتفع نہ ہوں گے اور اتقیا کی متابعت سے استنکاف اور ان پر حسد کریں گے اور جن کے لئے تکویناً مقدر ہو چکا ہے ان کو کبھی بصیرت حاصل نہ ہو گی۔ چنانچہ شعر آئندہ میں حق تعالیٰ کی اس عادت کے وقوع کی خود قرآن کے مضمون سے تصریح ہے۔ "گفت حق الخ فانتظر شرحہ۔ پس ایسوں کے لئے بددعا کرنا عین موافقت ہے ارادۂ حق کی بدوں مخالفت کسی امر تشریعی کے پس اس میں کوئی محذور نہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بعد انکشاف اس تقدیر کے بددعا کی تھی۔ ربنا اطمس علیٰ اموالھم واشدد علیٰ قلوبھم فلا یؤمنوا حتیٰ یروا العذاب الالیم اور یہ قید کہ بدوں مخالفت امر تشریعی کے" اس لئے لگائی کہ اگر کسی کو خود یا کسی دلیل صحیح سے مکشوف و معلوم ہو جاوے کہ میرے لئے فلاں معصیت مقدر ہے تو اس کے صدور کو موافقت ارادۂ حق کی بناء پر جائز نہ کہا جاوے گا کہ اس میں مخالفت ہے امر تشریعی و رضائے حق کی گو صدور ضرور ہو کر رہے گا مگر اس کو یوں نہ کہیں گے کہ اس میں کوئی محذور نہیں اور مقصود زیادہ صیغہ بددعا سے بھی ان منکرین کی مذمت کا ظاہر کرنا ہے کہ وہ اس تحقیق سے منتفع نہ ہوں گے۔ کما قال تعالیٰ فی تخصیص الانتفاع ۔ قد جآء کم من اللہ نور و کتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام الآیۃ وقال تعالیٰ قل ھو للذین امنوا ھدیً و شفاء والذین لایؤمنون فی اذانھم و قر وھو علیھم عمیٰ الآیۃ اور ستاری سے اس کو مسبب بنانا ستاری کے معنی مشہور کی بنا پر درست نہیں ہو سکتا۔ بعض محشین نے اس کا قصد کر کے بہت تکلف کیا کہ کلام میں تعقید ہو گئی بلکہ ستاری کو عام لے لیا خواہ عیب پوشی ہو یا حقیقت پوشی کما قال تعالیٰ و اذا قرأت القران جعلنا بینک و بین الذین لایؤمنون بالآخرۃ حجاباً مستوراً و جعلنا علیٰ قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ و فی اذانھم و قراً اس میں حق تعالیٰ نے حقیقت پوشی کو جعل حجاب ساتر و مایرادفہ سے کہ حاصل اس کا ستاری ہے تعبیر فرمایا پس کلام بے تکلف درست ہو گیا فتدبر و تشکر آگے بتلاتے ہیں کہ ہم نے جو دعا کی ہے حق تعالیٰ کی یہی عادت ہے چنانچہ) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے خفاش بدسگال (یعنی کفار) کی (باطنی) آنکھیں آفتاب بے مثال (یعنی ذات پاک محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے ادراک) سے بند کر رکھی ہیں۔ (وھو قولہ تعالیٰ وتراھم ینظرون الیک وھم لایبصرون وقال تعالیٰ اولٓئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم و اعمیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

ابصارھم الایۃ پس جب کمالات محمدیہ باوجود اس قدر وضوح مع شان الجمال کے بھی بعض کو مدرک نہیں ہوتے تو کمالات اولیاء اور ان کی فضیلت نسبت روحانیہ حضور کے ساتھ اگر ان کو مدرک نہ ہوں تو کیا بعید ہے غرض) خفاش جتلائے کم وکاست (یعنی کم بینی وکورچشمی) کی نظروں سے انجم بھی (یعنی اولیاء) اور شمس بھی (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) سب خفاء میں ہیں اور شعر ہذا کی تمہید وتقریر ربط میں جو احقر نے قید مع شان الجمال کی بڑھائی اس سے ایک شبہ دفع ہو گیا کہ عدم ادراک کمالات نبوت کا استلزام عدم ادراک کمالات ولایت کو مسلم نہیں چنانچہ خفاش شمس کو ادراک نہیں کرتا مگر انجم کو کرتا ہے جواب ظاہر ہے کہ خفاش میں جو مانع ادراک ہے حدت اور تیزی ہے وہ شمس معنوی میں مرتفع ہے اور وضوح زیادہ ہے تو اس کا مقتضا زیادہ ادراک تھا۔ اب استلزام ظاہر ہے فافہم

فائدہ:۔ ان مقبولین کی مدح میں گویا پھر عود ہے اسی مضمون ترغیب اتباع اہل کمال کی طرف جو بہت دور سے برابر چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ اشعار ''آں ملائک تا جان نشد الخ کی شرح کے اخیر میں بھی اس پر متنبہ کیا گیا ہے فالکلام متسق کلہ

نکوہیدن ناموسہائے بوسیدہ را کہ مانع ذوق ایمان و دلیل ضعف صدق اندو راہزن صد ہزار ابلہ چنانکہ راہزن آں مخنث شدہ بودند گوسفنداں ونمی یارست گذشتن و پرسیدن مخنث از چوپاں کہ ایں گوسفندان تو عجب مرامی گزند گفت اگر مردی و در تو رگ مردی ہست ہمہ فدئ تو اند و اگر مخنثی ہر یکے ترا اژدرہاست مخنثے دیگر ہست کہ درحالے کہ گوسفنداں دید بازگشت واز پرسیدن ترسید کہا گر من پرسم گوسفنداں اندر من افتند ومرا بگزند

پرانی عزتوں کی برائی جو ایمان کے ذوق سے مانع ہیں اور سچائی کے ضعف کی دلیل ہیں اور لاکھوں بیوقوفوں کے لئے راہزن ہیں جیسا کہ اس ہیجڑے کے لئے بکریاں ہو گئی تھیں اور وہ گزر نہ سکا اور ہیجڑے نے گڈریئے سے پوچھا کہ تعجب ہے یہ تیری بکریاں مجھے کاٹتی ہیں۔ اس نے کہا کہ اگر تو مرد ہے اور تجھ میں مردانگی کی رگ ہے تو یہ سب تجھ پر قربان ہیں اور اگر تو ہیجڑا ہے تو ہر ایک تیرے لئے اژدھا ہے ایک دوسرا ہیجڑا ہے کہ جیسے ہی اس نے بکریاں دیکھیں تو واپس ہو گیا اور دریافت کرنے سے ڈرا کہ اگر میں دریافت کروں گا تو بکریاں مجھ پر حملہ کر دیں گی اور مجھے کاٹ لیں گی

مناسبت اس سرخی کی ماقبل سے یہ ہے کہ اوپر مذمت اور مضرت مذکور تھی اہل اللہ سے انکار وحسد رکھنے والوں کی یہاں علت اس انکار کی بتلاتے ہیں کہ کبر نفس ہے جس سے عار اتباع سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی کبر کو ناموس سے تعبیر کرتے ہیں اور بوسیدہ بمعنی کہنہ وضعیف اس لئے کہا کہ محض ایک خیالی چیز ہے چنانچہ جاہ کو کمال وہمی کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں کوئی قوت نہیں ہوتی کہ بنیاد ہی اس کی ضعیف ہے اور اس کا مانع ذوق ایمان وعلامت ذوق صدق اور رہزن حمقاء نفس پرست ہونا ظاہر ہے اور بعض نسخوں میں بجائے بوسیدہ کے پوشیدہ بشین معجمہ ہے۔ بمعنی مخفی۔ سو بوجہ صفت نفس ہونے کے مخفی ہونا اس کا ظاہر ہے اور بعض نسخوں میں اس تاثر میں من الخیال الضعیف کی ایک مثال لکھی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جس کی عبارت بوجہ طول کے نقل نہیں کی حاصل اس کا یہ ہے کہ دو مخنث چلے جاتے تھے راہ میں کچھ بکریاں ملیں ایک نے چوپان سے پوچھا کہ یہ بکریاں مجھ کو کاٹیں گی تو نہیں؟ اس نے کہا اگر تو مرد ہے تو سب تیرے لئے فدیہ اور مذبوح ہونے کے قابل ہیں اور اگر تو مخنث ہے تو سب تیرے لئے اژدہا ہیں اور دوسرے مخنث نے بکریاں دیکھتے ہی راہ گریز اختیار کی اور پوچھا بھی نہیں کہ کہیں پوچھنے سے کاٹنے لگیں۔ پس جس طرح یہ بزدل گوسفند سے باوجود اس کے ضعف کے متاثر ہوئے اسی طرح کم ہمت ضعیف القلب جاودناموں سے باوجود اس میں قوت نہ ہونے کے متاثر ہوتا ہے۔

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا	اے صقال روح و سلطان ہدیٰ
اے ضیاء الحق حسام الدین آیئے	اے صیقل کنندۂ روح اور اے سلطان ہدایت
مثنوی را مسرح مشروح دہ	صورت امثال او را روح دہ
مثنوی کو میدان کشادہ دیجئے	اس کی صورت حکایات کو روح دیدیجئے
تا حروفش جملہ عقل و جاں شوند	سوی خلدستان جاں پراں شوند
تاکہ اس کے الفاظ سراسر عقل و جان ہو جاویں	خلدستان جان کی طرف پران ہو جاویں
ہم بسعی توز ارواح آمدند	سوی دام حرف مستحقن شدند
آپ ہی کی سعی سے عالم معانی سے آئے ہیں	دام الفاظ کی طرف مقید ہو گئے ہیں
باد عمرت در جہاں ہمچوں خضرؑ	جاں فزا و دستگیر و مستمر
خدا کرے آپ کی عمر دنیا میں خضر علیہ السلام کے مثل ہو	روح افزا بھی اور دستگیر اور دائم بھی
چوں خضرؑ والیاسؑ مانی در جہاں	تا زمیں گردد ز لطفت آسماں
آپ خضر اور الیاس علیہما السلام کی طرح دنیا میں رہیں	تاکہ زمین آپ کے فیض سے مثل آسمان کے ہو جاوے
گفتمے از لطف تو جزوے ز صد	گر نبودے طمطراق چشم بد
میں تو آپ کے الطاف میں سے سو حصے سے ایک حصہ کہتا	اگر نظر بد کا زور شور نہ ہوتا
لیک از چشم بد زہر آب دم	زخم ہائے روح فرسا خوردہ ام
لیکن نظر بد سے جس کا دم یعنی اثر مثل زہر آب کے ہے	میں بہت سی روح فرسا کلفتیں اٹھا چکا ہوں
جز برمز ذکر حال دیگراں	شرح حالت میں نیارم در بیاں
بجز رمز یعنی ذکر حال دوسرے بزرگوں کے	آپ کے شرح حال کو میں بیان میں نہیں لاتا
ایں بہانہ ہم ز دستان دلے ست	کہ ازو پاہای دل اندر گلے ست
یہ بہانہ ایسے ہی دل کی شرارت سے ہے	کہ اس سے میرا پاؤں گل میں پھنسا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صد دل و جان عاشق صانع شدہ	چشم بد یا گوش بد مانع شدہ
صدہا دل و جان صانع کے عاشق ہوئے ہیں	چشم بد یا گوش بد مانع ہو گیا

فائدہ:۔ ان اشعار میں بھی مثل سرخی کے مذمت و مضرت ہے۔ ننگ و ناموس بے جا کی جو سبب ہے انکار و حسد اہل اللہ کا جو کہ اوپر کے اشعار میں مذکور تھا اور یہ مضمون اصل میں اس شعر سے شروع ہوا ہے "صدق دل و جان عاشق صانع شدہ۔ چشم بد یا گوش بد مانع شدہ" اور دور تک چلا گیا ہے اور اس کے قبل کے اشعار بطور توطیہ و تمہید کے ہیں کیونکہ اس شعر میں اس ناموس کی دو مضرتیں مذکور ہیں ایک تو یہ کہ صاحب ناموس کو مانع ہوتی ہے قبول حق سے اور اسی کی تائید کی ہے۔ شعر مذکور کے مابعد کے اشعار سے "خود کیے بو طالب الخ اور یہی مضرت ماقبل سرخی میں بھی مذکور تھی" "از نظرہائے خفاش الخ اور دوسری مضرت یہ کہ ناموس مخاطب کی متکلم بالحقائق کو مانع ہوتی ہے بعض حقائق کے اظہار سے جن کا اظہار واجب نہیں مگر نافع ہوتا وہ متکلم اس خیال سے رک گیا کہ شاید کہ یہ مخاطب بوجہ ناموس کے انکار کر کے زیادہ متضرر ہو مثلاً مطلق کاملین مقبولین یا معین نبی کی فضیلت اور ترغیب اتباع تو ضروری مضمون تھا اس سے تو متکلم نہیں رکتا اور کسی خاص مقبول ولی کی فضیلت اور ترغیب اتباع کا بیان کرنا واجب نہیں مگر نافع ہونا ظاہر ہے کہ طالب حق کو بالکل سہولت ہو سکتی ہے۔ لیکن بعض اوقات متکلم اس لئے اس سے باز رہتا ہے کہ تعیین میں عار زیادہ ہوگی اور حسد سے انکار کرے گا اور زیادہ وبال و ضرر میں مبتلا ہوگا پس دوسری مضرت ناموس کی یہ ہوئی اور سرخی کے بعد سے شعر مذکور "صد دل و جان الخ کے قبل تک اس مضرت کا ذکر ہے اس عنوان سے کہ اول مولانا ضیاء الحق کی مجملاً کچھ مدح فرمائی اور اس کے بعد اس مدح کی تفصیل سے عذر فرمایا اور وجہ عذر یہی بیان کی کہ حساد مخالفت کریں گے جس سے ان کو نقصان پہنچنے کے علاوہ مجھ کو بھی اذیت ہوگی اس لئے میں اس سے باز رہتا ہوں غرض دوسری مضرت یہ ہوئی پھر اس دوسری مضرت اور پہلی مضرت مذکور فی ماقبل کے مجموعہ پر اس شعر کے مصرعہ ثانیہ کے مضمون کو متفرع فرمادیں گے چشم بد یا گوش بد مانع شدہ یعنی مضرت اولیٰ تو بوجہ چشم بد کے ہے کہ چشم انکار سے دیکھا اس لئے حقیقت باوجود ظاہر کئے جانے کے مختفی ہوگئی۔ اور مضرت ثانیہ بوجہ گوش بد کے ہوئی کہ بعض خاص حقیقت اس کے خوف سے ظاہر ہی نہیں کی گئی کہ توجہ سے نہ سنے گا تو کان ہی میں نہ پہنچاؤ۔ مگر تعیین سے باز رہ کر مولانا حقیقت ضرور یہ سے باز نہیں رہے۔ یعنی مطلقاً کاملین کے فضائل و مدائح کا بیان کرنا اور یہی معنی ہیں اس شعر کے "جز بہ مزد کر حال دیگراں الخ اور اس کے ضمن میں مثنوی کے کچھ فوائد کی طرف بھی اشارہ فرمادیا بوجہ اس کے کہ وہ مشتمل ہے ان مضامین نافعہ پر اور اس حیثیت خاصہ یعنی ذکر منافع مثنوی سے یہ خاص چند اشعار گویا عود ہے بالکل اول دفتر ہذا کے اشعار کی طرف "اے حیات دل الیٰ قولہ شش جہت را نور دہ الخ اور ان اشعار سے پچاس ساٹھ شعر بعد ابھی مثنوی کے نافع ہونے کا مضمون تھا اس سے بھی ارتباط ہو گیا۔ خوب سمجھ لو اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اصل مقصود مقام کا ناموس کا مانع ہونا ہے قبول حق سے اور اس کا مانع ہونا اسماع بعض حق غیر واجب سے صرف تبعاً بیان کر دیا گیا ہے اصل مقصود نہیں اور یہی اصل مقصود سرخی کے قبل بھی تھا اور سرخی میں بھی اور اس مضمون تبعی یعنی مانعیت عن الاسماع المذکور کے بعد بھی پھر اسی کا سلسلہ چلا جاوے گا دور تک اور مناجات آئندہ اور حکایت غلام ہندویہ سب اسی سے مرتبط ہیں فانتظرہ اور یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ شروع دفتر ہذا کے ان اشعار میں "لیک دعوت وارد ست الیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

آخر ہا کہا ہے کہ کسی کا انکار مانع بیان نہیں ہونا چاہئے اور یہاں اس کو مانع فرمایا جواب یہ ہے کہ عدم مانعیت باعتبار مضامین ضروریہ کے ہے اور مانعیت باعتبار مضامین مستحسنہ کے۔ اب اشعار کو حل کیا جاتا ہے۔ بتوفیقہ تعالیٰ۔

حل اشعار:۔ اے ضیاء الحق حسام الدین آیئے (یعنی ادھر متوجہ ہو جایئے) اے صیقل کنندۂ روح اور اے سلطان ہدایت (صقال مصدر ہے مبالغۃً اطلاق فرمادیا آگے بیان کی غرض فرماتے ہیں کہ) مثنوی کو میدان کشادہ دیجئے (یعنی آپ اگر اس طرف توجہ کریں گے کہ مضامین مفیدہ بذریعہ تالیف مثنوی طالبین کے لئے سبب افادہ ہوں تو مثنوی کا سلسلہ ممتد ہو جاوے گا اور) اس (مثنوی) کی صورت حکایات کو روح دید یجئے (امثال جمع مثل بفتحتین داستان یعنی مثنوی کی حکایات میں جان ڈال دیجئے چنانچہ حکایات سے فوائد وحقائق مستنبط کئے گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ کی توجہ سے مثنوی کی حکایات پر اسرار ہو جاویں گی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ اس کے الفاظ غیر مقصودہ کو روح دیجئے) تا کہ اس کے الفاظ سراسر عقل و جان (یعنی علوم واسرار سے پر) ہو جاویں (اور) خلدستان جان کی طرف پران ہو جاویں (کیونکہ جان کا جان کی طرف صعود ضروری ہے مراد خلدستان جان سے عالم نزول فیوض۔ مطلب یہ کہ پھر وہ معانی واسرار مع اپنے محل کے کہ قلوب ہیں عالم غیب کی طرف صعود کریں اور مقصود قلوب کا اس عالم کی طرف متوجہ ہونا ہے اور اسی غایت کا طلب کرنا ہے توجہ حسام الدین الی اظہار الاسرار سے یعنی جب آپ توجہ کریں گے تو میرے قلب پر اسرار نازل ہو کر مثنوی سے ظاہر ہوں گے پھر سامعین کے قلوب میں پہنچ کر قلوب کو عالم غیب کی طرف متوجہ کریں گے اور یہی افادہ غرض اصلی ہے درخواست مذکورہ سے اور اب تک جتنے مضامین اس کے ظاہر ہوئے وہ) آپ ہی کی سعی سے عالم معانی سے آئے ہیں (اور) دام الفاظ کی طرف (آ کر) مقید ہو گئے ہیں (من الحقن بمعنی الحبس جب آپ ایسے واسطہ فیض ہیں تو) خدا کرے آپ کی عمر دنیا میں خضر علیہ السلام کے مثل ہو روح افزا (یعنی فیض بخش) بھی اور دستگیر اور دائم بھی آپ خضر اور الیاس علیہما السلام کی طرح دین میں (باقی) رہیں تا کہ زمین آپ کے فیض سے مثل آسمان کے (منور) ہو جاوے میں تو آپ کے الطاف (فیوض) میں سے سو حصہ سے ایک حصہ (یعنی کثیر میں سے کوئی قلیل معتد بہ حصہ) کہتا اگر نظر بد (مخالفین) کا زور وشور نہ ہوتا (یا تو اس طرح کہ معلوم ہے کہ فلاں فلاں لوگ آپ کے مخالف ہیں اور یا اس امر کی شہرت مراد ہے کہ اہل کمال کے مخالف ضرور ہوا کرتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ و کذالک جعلنا لکل نبی عدوا الآیۃ غرض اگر حساد کا خوف نہ ہوتا تو آپ کے کمالات بیان کرتا) لیکن نظر بد سے جس کا دم یعنی اثر مثل زہر آب کے ہے (اس کے قبل) میں بہت سی روح فرسا کلفتیں اٹھا چکا ہوں (اس لئے اب زیادہ کلفت اٹھانا جس کا سبب آپ کے فضائل کی تفصیل ہو جاوے گی نہیں چاہتا۔ البتہ عام طور سے کاملین کے فضائل اور ترغیب اتباع کا بیان کروں گا کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں۔ اس میں آپ کی فضیلت ومتابعت بھی مفہوم ہو جاوے گی پس) بجز رمز یعنی ذکر حال دوسرے بزرگوں کے آپ کے شرح حال کو (صاف صاف کما یدل علیہ لفظ الشرح) میں بیان میں نہیں لاتا (رمز کی اضافت ذکر کی طرف بیانیہ ہے اور) یہ (جو میرا بہانہ (اور عذر مولانا حسام الدین کی تصریح فضائل سے ہے) ایسے ہی دل کی شرارت (کے خوف) سے ہے کہ اس (دل) سے میرا پاؤں گل میں پھنسا ہوا ہے (مراد دل سے دل حاسد اور اس کی شرارت اور مکر سے مراد عداوت وحسد سے اذیت پہنچانا اور پا در گل شدن کنایہ ہے عاجز ماندن از رفتار یعنی میں جو میدان مدح میں چلنے سے رہ گیا اس کا سبب اسی حاسد کی شرارت کا خوف ہے اور حسد کا مانع ہونا اسی مقام کے ساتھ مخصوص نہیں یہ بہت جگہ مانع ہوا ہے کہیں سامع کو قبول حق سے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہیں متکلم کو تکلم بعض الحقائق الغیر المہمہ سے چنانچہ) صدہا دل و جان (یعنی سینکڑوں آدمی) صانع کے عاشق ہوئے ہیں (یعنی گزرے ہیں کہ وہ عشق مقتضی تھا اطاعت احکام کو مگر) چشم بد یا گوش بد (وصول الی الحق سے ان کو) مانع ہو گیا کہ مبلغ کو چشم حسد سے دیکھا اور اتباع سے عار آئی اور کبھی مصلح نے بعض غیر ضروری مگر مفید بات نہ کہی کہ سنے گا تو ہے ہی نہیں یہ گوش بد کا مانع ہونا ہوا اور مقصود اہم چشم حسد کا مانع ہونا بیان کرتا ہے جس سے عار پیدا ہوتی ہے۔ آگے مطلق عار کی مذمت ہے گو سبب حسد نہ ہو محض جاہ ہو مگر غلط بینی دونوں میں مشترک ہے بلکہ خود حسد کا سبب بھی جاہ ہی ہے۔ اس مناسبت سے ابو طالب کی حکایت بیان فرماتے ہیں[1])

خود یکے بو طالب آں عم رسولؐ	می نمودش شنعت عرباں مہول
خود ایک ابو طالب ہی تھے جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے	جن کو عرب کی تشنیع ہولناک نظر آتی تھی
کہ چہ گویندم عرب کز طفل خود	او بگردانید دین معتمد
کہ مجھ کو عرب کیا کہیں گے کہ اپنے لڑکے سے	انہوں نے اپنا دین جو قابل اعتماد تھا بدل دیا
منصب اجداد و آبا را بماند	درپئے احمدؐ چنیں بیرہ براند
آبا و اجداد کا منصب چھوڑ دیا	احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس طرح بے راہ روانہ ہو گئے
آں رسول پاکباز و مجتبیٰ	از پے آں تا رہاند مرد را
ان رسول پاکباز مجتبےٰ نے	اس غرض سے کہ ان کو خلاصی دیں
گفتش اے عم یک شہادت تو بگو	تا کنم باحق شفاعت بہر تو
ان سے یہ فرمایا کہ اے چچا تم ایک بار کلمہ شہادت کہہ لو	تا کہ میں حق تعالیٰ کے سامنے تمہارے لئے شفاعت کر سکوں
گفت لیکن فاش گردد از سماع	کل سر جاوز الاثنین شاع
ابو طالب کہنے لگے لیکن سننے سے ظاہر ہو جاوے گا	جو راز دو سے تجاوز کرتا ہے شائع ہو جاتا ہے
من بمانم در زبان ایں عرب	پیش ایشاں خوار گردم زیں سبب
میں ان عربوں کی زبان پر رہوں گا	ان کے سامنے اس سبب سے بے قدر رہوں گا

(اشعار بالا کی شرح کے اخیر میں وجہ ربط مذکور ہے یعنی عار ایسی چیز اور مانع عن قبول الحق ہے کہ) خود ایک ابو طالب ہی تھے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے جن کو (عار کی وجہ سے) عرب کی تشنیع ہولناک نظر آتی تھی (حالانکہ حقیقت میں وہ تشنیع کسی درجہ میں مضر اور کوئی چیز نہ تھی یہ تھی غلط بینی بس یہ سوچتے تھے) کہ مجھ کو عرب کیا کہیں گے کہ اپنے لڑکے (کے کہنے) سے انہوں نے اپنا دین جو قابل اعتماد تھا۔ بدل دیا (اور اپنے) آبا و اجداد کا منصب چھوڑ دیا (جو کہ بسبب خاص مذہب کے ان کو حاصل تھا کیونکہ اس مذہب کا چھوڑنا عرب کو پسند نہ

[1] ترجمہ: بمعنی مجازی ست اطلاقاً للمقید علی المطلق ور اصل بمعنی نفس و حزن و افسوس و فریب و مکر و بمعنی بوے و تیزی شمشیر ست ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا تو مذہب کو چھوڑنے سے ان کی نظر میں منصب نہ رہتا پس مذہب کا چھوڑنا منصب کا چھوڑنا ہے اور) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس طرح بے راہ روانہ ہو گئے۔[1] رسول پاکباز مجتبیٰ نے اس غرض سے کہ ان کو (نار دوزخ سے) خلاصی دیں ان سے یہ فرمایا کہ اے چچا تم ایک بار کلمہ شہادت (چپکے سے بقرینہ مابعدہ) کہہ لوتا کہ میں حق تعالیٰ کے سامنے تمہارے لئے شفاعت کر سکوں (کہ میرے سامنے کہا تھا) ابو طالب کہنے لگے (یہ ٹھیک ہے) لیکن سننے سے ظاہر ہو جاوے گا یعنی آپ کے سننے سے بھی دوسروں پر ظاہر ہو جاوے گا کیونکہ) جو راز دو سے تجاوز کرتا ہے شائع ہو جاتا ہے (دو سے مراد اگر دولب ہیں تو اس کا وقوع اس تقدیر پر ظاہر ہے کہ آپ کے کان میں پہنچنا ابو طالب کے لبوں سے نکلنے پر موقوف ہے اور اگر مراد دو آدمی ہیں تو اس کا وقوع اس طرح ہے کہ ایسے موقع پر لوگ کاوش اور تجسس میں لگے رہتے ہیں پس ثالث کا سن لینا جس کو تجاوز عن الاثنین کہا ہے عجیب نہیں اور وہ امین نہیں لہذا اوروں سے ذکر کر دیتا ہے پس شائع ہو جاتا ہے اور شیوع کا ترتب تجاوز عن الشفتین سے بھی اس صورت سے متحقق ہو جاوے گا غرض جب اوروں میں شائع ہو گیا تو) میں (ہمیشہ) ان عربوں کی زبان پر (بدنام) رہوں گا (اور) ان کے سامنے اس سبب سے بے قدر رہوں گا (اس لئے خفیہ بھی نہیں کہتا یہ تھی عار ابو طالب کی جو سبب ہوگئی غلط بینی کی کیونکہ عار کو نار سے اشد سمجھنا کھلی غلط بینی ہے)

لیک اگر بودیش لطف ما سبق	کے بدے ایں بددلی با جذب حق
لیکن اگر ان پر لطف ازلی ہوتا	تو جذبۂ حق تعالیٰ کے ہوتے ہوئے یہ بددلی کیوں ہوتی
الغیاث اے تو غیاث المستغیث	زیں دو شاخہ اختیارات خبیث
اے غیاث المستغیث آپ کی پناہ چاہتا ہوں	اس دو شاخہ اختیار خبیث سے
من زدستان و زمکر دل چناں	مات گشتم کہ بماندم از نشاں
میں اپنے دل کے مکر و فریب سے ایسا	عاجز و مغلوب ہوا ہوں کہ نشان سے رہ گیا ہوں
من کہ باشم چرخ باصد کاروبار	زیں کمیں فریاد کرد از اختیار
میں تو کون چیز ہوں آسمان باوجود اس شان و شوکت کے	اختیار کے سبب اس کمین گاہ سے فریاد کرنے لگا
کاے خداوند کریم بردبار	دہ امانم زیں دو شاخہ اختیار
کہ اے خدائے کریم بردبار	اس دو شاخہ اختیار سے مجھ کو امان دیجئے
جذب یک راہ صراط المستقیم	بہ ز دو راہہ تردد اے کریم
صراط المستقیم کی طرف جذب ہونا جو کہ ایک راہ ہے	دوراہہ تردد سے بہتر ہے اے خداوند کریم
زیں دو رہ گرچہ ہمہ مقصد توئی	لیک خود جاں کندن آمد ایں دوئی
اگرچہ ان دونوں راہ سے مقصد و مرجع آپ ہی ہیں	لیکن پھر بھی یہ دوئی البتہ جان کنی ہے

[1] ترجمہ بحاصل ست و رواصل راند متعدی ست یعنی مرکب را براند چوں رواں کردن مرکب مستلزم ست رواں شدن را بمعنی مجازی ترجمہ کردہ شد ۱۲ منہ

زین دورہ گرچہ بجز تو عزم نیست	لیک ہرگز رزم ہمچوں بزم نیست
ان دونوں راہ سے اگرچہ آپ کے سوا کوئی عزم نہیں	لیکن پھر بھی رزم برابر بزم کے نہیں
درنبے بشنو بیانش از خدا	آیت اشفقن ان یحملنہا
قرآن مجید میں اس کا بیان خدائے تعالیٰ سے سن لو	کہ آیت اشفقن ان یحملنہا کا مضمون ہے

(اس میں استدراک ہے ماسبق سے یعنی ابو طالب نے اسلام لانے سے عار کی) لیکن اگر ان پر لطف ازلی (حق تعالیٰ کا) ہوتا تو جذبہ حق تعالیٰ کے ہوتے ہوئے یہ بددلی کیوں ہوتی (مطلب یہ کہ گو عار مانع قوی ہے مگر جس پر حق تعالیٰ کی عنایت ہو اس کو مانع نہیں۔ اب سمجھنا چاہئے کہ اس عار کا مانع ہونا خواہ اس کا منشا حسد ہو یا جاہ دو طریق سے ہوتا ہے ایک یہ کہ کبھی حق کی طرف میلان ورجحان ہی نہیں ہوا جیسے کہ مسخ قلب کے انتہائی درجہ میں ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ کبھی حق کی طرف بھی رغبت ہوتی ہے مگر پھر کوئی دوسرا خیال عار وغیرہ غالب آ کر اس سے مانع ہو جاتا ہے اور باطل میں واقع یا ثابت کر دیتا ہے یہاں تک مطلق مانعیت کا ذکر تھا آگے خاص دوسرے طریق کا بیان ہے جس کی طرف اوپر کے ایک شعر میں بھی من وجہ اشارہ ہے ((صد دل وجان عاشق صانع شدہ الخ۔ کیونکہ اس کا حاصل جیسا کہ اس کی شرح سے معلوم ہو سکتا ہے یہی تھا کہ عشق صانع جو فطرت میں ہے وہ تو مقتضی ہے کہ اطاعت کروں مگر عار وغیرہ مانع ہو گئی پس اس شعر میں دو چیزیں مذکور ہیں مقتضی قبول حق و مانع قبول حق اور تردد کا سبب ان ہی دونوں کے اثر کا ظہور ہے گو اخیر میں ایک کا اثر مغلوب ہو جاوے اور من وجہ جو میں نے کہا حالانکہ ظاہراً جب دونوں چیزیں اس شعر میں مذکور ہیں تو تردد کا صریح ذکر ہوا تو سبب اس کا یہ ہے کہ چیزیں تو دونوں مذکور ہیں مگر ظہور اثر تو دونوں کا مذکورہ نہیں اور تردد بدوں دونوں اثر کے ظہور کے متحقق نہیں اس لئے تردد کا ذکر صریح نہ ہوا من وجہ اشارہ ہو گیا کیونکہ دونوں موثر تو اس میں مذکور ہیں۔ غرض آگے اس تردد کا ذکر ہے جس میں اخیر میں جا کر مانع عن الحق ہی کا اثر غالب رہا اور ایسے تردد کا لقب دو شاخہ اختیار تجویز فرمایا پس ان اشعار میں مطلق اختیار کی مذمت نہیں یہ تو صفت مشترکہ انبیاء و اولیاء میں بھی ہے بلکہ مذمت اس اختیار کی ہے جس میں باوجود حق کے ذہن میں آنے کے پھر اختیار باطل غالب رہا اور دو شاخہ ہونا اس کا ظاہر ہے کہ اس کا محل دو شقیں ہیں ایک حق دوسرا باطل جن میں تردد واقع ہوا اور اس سے اس حالت کی مذمت بدرجہ اولیٰ مفہوم ہو گئی جہاں حق ذہن ہی میں نہ آوے گو ایسا ہوتا نہیں حق تعالیٰ احتجاج کے لئے حق واضح فرما ہی دیتے ہیں۔ پس اس تردد مذکور کی مذمت کو بعنوان استغاثہ شروع کر کے پھر قضایا حملیہ کی صورت میں بیان کرتے ہیں کہ) اے غیاث المستغیث آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس دو شاخہ اختیار خبیث سے (اور) میں اپنے دل کے مکر وفریب سے (گاہ گاہ) ایسا عاجز ومغلوب ہوا ہوں کہ نشان (راہ حق) سے رہ گیا ہوں (مراد اس مکر سے وہی تردد کیونکہ حق سے ہٹنے کے لئے نفس طرح طرح کے حیلے نکالا کرتا ہے جس میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگ کیا کہیں گے یہ بھی داخل ہے کہ پھر توبہ کر لیں گے اور یہ تردد عام ہے صغائر کو بھی پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کیا اکابر کو حق میں تردد ہوتا ہے سو عقائد و کبائر میں تو نہیں ہوتا لیکن صغائر یا امور متعلقہ بالرائے میں حق میں تردد اور اس سے بعد ہو سکتا ہے گو گاہ گاہ ہی سہی۔ آگے ترقی فرماتے ہیں کہ) میں تو کون چیز ہوں (کہ اپنا عجز ظاہر کر رہا ہوں) آسمان باوجود اس شان وشوکت کے اختیار (مذکور) کے سبب اس کمین گاہ (یعنی عالم شہادت) سے فریاد کرنے لگا (آسمان کا عالم شہادت سے ہونا ظاہر ہے اور عالم شہادت کا کمین

www.besturdubooks.wordpress.com

گاہ ہونا اس آیت کے اشارہ سے ظاہر ہوتا ہے ان ربک لبا المرصاد گو یہ مرصاد آسمان کے اعتبار سے نہ ہو کہ وہ غیر مکلف ہے لیکن اگر صاحب اختیار ہوتا تو وہ بھی اس حکم میں داخل ہوتا۔ اور بعض محشین نے از اختیار کو تفسیر کہا ہے۔ زین کمین کی وذوفی اللسانی لایقبلہ یعنی میری فریاد اور خوف کیا عجیب ہے جبکہ آسمان ڈر کر عرض کرنے لگا) کہ اے خدائے کریم بردبار اس دوشاخہ اختیار سے مجھ کو امان دیجئے (اس میں اشارہ اشفقن منہا کی طرف ہے جیسا آگے تصریح ہے مولانا نے امانت کی تفسیر اختیار سے فرمائی ہے اور تفسیر مشہور سے متقارب بھی ہے مشہور تفسیر مکلف بالا حکام ہونا ہے تقارب ظاہر ہے کہ مدار مکلفیہ کا بھی اختیار ہے اور ہر چند کہ اس بنا پر اشفقن منہا میں مطلق اختیار سے ڈرنا مذکور ہے نہ کہ خاص دوشاخہ اختیار یعنی تردد سے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق اختیار سے ڈرنے کی علت اسی دوشاخہ اختیار سے ڈرنا ہے کیونکہ اگر صفت اختیار ہمیشہ حق وطاعت ہی کی طرف منعطف ہوا کرے تو پھر عذاب کا احتمال ہی نہیں۔ پھر ڈر کیسا۔ ڈر تو یہی ہے کہ کبھی معصیت کے ساتھ اس کا تعلق ہو جاوے اور تعلق بالمعصیت اسی دوشاخہ اختیار سے مسبب ہے۔ پس اس اعتبار سے یہ تخصیص صحیح ہوگئی یہاں تک دوشاخہ اختیار یعنی تردد سے پناہ تھی۔ آگے طلب ہے جذب کی جو وقایہ ہے اس تردد سے۔ پس دعا کرتے ہیں کہ) صراط المستقیم کی طرف (حق تعالیٰ کی طرف سے) جذب ہونا جو کہ (اس تردد سے خالی ہونے کے سبب) یکراہہ (کہنے کے لائق ہے دوراہہ تردد (مذکور) سے بہتر ہے اے خداوند کریم (دوراہہ کہنے کا وہی سبب ہے جو دوشاخہ کہنے کا اور اس جذب کا وقایہ ہونا اوپر بھی تبعا اس شعر میں مذکور ہوا ہے۔) لیک گر بودیش لطف ما سبق الخ آگے گویا ایک شبہ کا جواب ہے۔ شبہ یہ ہے کہ طاعت ومعصیت سب اسماء الٰہیہ ہی کا ظہور ہے تو سب ادھر ہی راجع ہوئے تو قہر ولطف برابر ہوئے اس شبہ کا جواب بعنوان مناجات کے دیتے ہیں کہ) اگرچہ ان دونوں راہ (کہ تردد دوراہہ میں پائے جاتے ہیں اور وہ طاعت ومعصیت وہدایت وضلالت ہیں ایک اعتبار سے) مقصد ومرجع آپ ہی ہیں (جیسا شبہ کی تقریر میں ذکر کیا گیا) لیکن پھر بھی یہ دوئی (یعنی تردد جس کا منتہی معصیت ہو) البتہ جان کنی (اور معصیت ہے خصوص باعتبار انجام کے کہ عذاب ہے۔ حاصل جواب منع ہے اس مقدمہ شبہ کا کہ قہر ولطف برابر ہو لے) یعنی گو ایک اعتبار سے کہ دونوں مظہر اسماء ہیں برابر ہیں مگر جو کہ تشریع سے مقصود ہے کہ مکلفین طاعت میں سعی کر کے قرب وقبول ونجات سے فائز ہوں اس مقصود میں تو برابر نہیں یہ مقصود تو منحصر طاعت ہی میں ہے۔ اس لئے معصیت وسبب معصیت یعنی تردد مذکور سے پناہ مانگنا اور جذب حق کا طلب کرنا کہ وقایہ ہے اس سے ضرور ہے۔ آگے پھر وہی مضمون شعر ہذا کا ہے یعنی) ان دونوں راہ سے اگرچہ آپ کے سوا کوئی (مرجع) عزم نہیں۔ لیکن پھر بھی رزم (یعنی قہر) برابر بزم (یعنی لطف) کے نہیں (اس کا بھی وہی حاصل ہے جو اوپر گزرا آگے استدلال ہے اس شعر کے مضمون پر "من کہ باشم چراغ الخ یعنی) قرآن مجید میں اس کا بیان خدائے تعالیٰ سے سن لو کہ آیت اشفقن ان یحملنہا کا مضمون ہے (ضرورت شعر سے آیت کو بالمعنی نقل فرمادیا)

ایں تردد ہست دردل چوں وغا	کایں بود بہ یا کہ آں حالے مرا
یہ تردد قلب میں مثل ایک جنگ کے ہے	کہ یہ حالت میرے لئے بہتر ہوگی یا کہ وہ حالت
در تردد می زند برہمدگر	خوف و امید بہی در کروفر
تردد میں باہم متنازع ہوتے ہیں	خوف اور امید بہبودی کے آنے میں اور ہٹنے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

زیں تردد عاقبت ماں خیر باد	اے خدا مرجان مارا کن تو شاد
اس تردد سے ہمارا انجام بخیر ہو	اے خدا ہماری روح کو شاد فرمایئے

(اوپر تردد کو دو شاخہ اور دوراہہ فرمایا ہے یہاں اس لقب کی وجہ اور اس کی شرح ہے اور حسب سابق کے اس کے ساتھ پھر دعا ہے اس سے حفاظت کی پس فرماتے ہیں کہ) یہ تردد قلب میں مثل ایک جنگ کے ہے کہ یہ حالت میرے لئے بہتر ہوگی یا کہ وہ حالت (خواہ ایک میں بہتری دنیا ہی کی ہو مثل حظ نفس وغیرہ اور دوسرے میں بہتری آخرت کی یا اور قسم کا تردد ہو پس) تردد میں باہم متنازع ہوتے ہیں خوف اور امید بہبودی کے آنے میں اور ہٹنے میں (جب تردد ایسی موذی چیز ہے تو) اس تردد سے ہمارا انجام بخیر ہوا ے خدا ہماری روح کو (اس تردد سے نجات دے کر) شاد فرمایئے۔

مناجات و پناہ جستن بحق سبحانہٗ تعالیٰ از فتنۂ اختیار و از فتنۂ اسباب اختیار کہ سمٰوات و ارضین از اختیار و اسباب اختیار شکوہیدند و ترسیدند و خلقت آدمی مولع افتاد بر طلب اختیار و اسباب اختیار خویش چنانکہ بیمار باشد خود را اختیار کم بیند صحت خواہد کہ سبب اختیار ست تا اختیارش بیفزاید و منصب خواہد تا اختیارش بیفزاید و مہبط قہر حق او عزوجل در امم ماضیہ فرط اختیار و اسباب اختیارات بودہ استہرگز فرعون بے نوا و گرسنہ کس ندیدہ است

دعا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ ڈھونڈنا اختیار کے فتنہ سے اور اختیار کے اسباب کے فتنہ سے کیونکہ آسمان اور زمین اختیار اور اختیار کے اسباب سے خوف کھا گئے اور ڈر گئے اور آدمی کی جبلت اپنے اختیار کے اور اختیار کے اسباب کے طلب کرنے میں لالچی ہوگی جیسا کہ بیمار ہوتا ہے اپنا اختیار کم دیکھتا ہے تو وہ صحت چاہتا ہے کیونکہ وہ اختیار کا سبب ہے تا کہ اس کا اختیار بڑھ جائے اور عہدہ چاہتا ہے تا کہ اس کے اختیار میں اضافہ ہو جائے اور پہلی امتوں میں اللہ عزوجل کے قہر کے نزول کی جگہ اختیار اور اختیار کے اسباب کی زیادتی ہوئی ہے کسی شخص نے کبھی کوئی بھوکا اور بے سروسامان فرعون نہیں دیکھا ہے۔

اے کریم ذوالجلال مہرباں	دائم المعروف دارای جہاں
اے کریم ذوالجلال مہربان	دائم الاحسان قوم عالم
یا کریم العفو حی لم یزل	یا کثیرالخیر شاہ بے بدل
اے کریم العفو زندہ ابدی	اے کثیر الخیر شاہ بے بدل
اولم ایں جزر و مد از تو رسید	ورنہ ساکن بود ایں بحر اے مجید
یہ گھٹاؤ بڑھاؤ مجھ کو اولاً آپ ہی کی طرف سے ملا	ورنہ یہ دریا ساکن تھا اے صاحب مجد
ہم از انجا کایں تردد دادیم	بے تردد کن مرا ہم از کرم
جہاں سے آپ نے مجھ کو یہ تردد دیا ہے	بے تردد بھی اپنے کرم سے آپ ہی کیجئے

ابتلا یم می کنی آہ الغیاث	اے ذکور از ابتلائت چوں اناث
آپ میرا امتحان فرماتے ہیں سو میں اس سے پناہ مانگتا ہوں	آپ کے امتحان کے روبرو تو مرد بھی عورتوں کی طرح ہیں
تا بکے ایں ابتلا یا رب مکن	مذہبے ام بخش و دہ مذہب مکن
سو کب تک یہ امتحان ہو گا اے رب ایسا نہ کیجئے	مجھ کو ایک طریقہ بخش دیجئے مجھ کو دس طریقہ والا نہ کیجئے
اشترے ام لاغرے وہم پشت ریش	ز اختیار ہمچو پالاں شکل خویش
میں ایک شتر ہوں جو لاغر بھی ہے اور پشت ریش بھی ہے	بوجہ اپنے اختیار کے جو پالان صفت ہے
ایں کژاوہ گہ شود ایں سو گراں	آں کژاوہ گہ شود آں سو کشاں
کبھی یہ کنارہ اس طرف وزنی ہو جاتا ہے	کبھی وہ کنارہ اس طرف مائل ہو جاتا ہے
بفگن از من حمل ناہموار را	تا بہ بینم روضۂ ابرار را
آپ اس ناہموار بار کو مجھ پر سے اتار کر پھینک دیجئے	تاکہ میں باغ انوار کو دیکھوں
ہمچو آں اصحاب کہف از باغ جود	من چریم زایقاظ نے بل ھم رقود
ان اصحاب کہف کی طرح آپ کے جود کے باغ سے	ایقاظا بل ہم رقود کو چرا کروں
خفتہ باشم بر یمین یا بر یسار	برنگردم جز چو گو بے اختیار
خواہ یمین پر سوتا رہوں یا یسار پر	مثل گیند کے بدوں عدم اختیار کے کروٹ نہ بدلوں
ہم بتقلیب تو تا ذات الیمین	یا سوی ذات الشمال اے رب دیں
آپ ہی کی تقلیب سے داہنی طرف بھی	یا بائیں طرف بھی اے رب دین

(ربط عبارت بالا کے اخیر میں گزرا پس دعا کرتے ہیں کہ) اے کریم ذوالجلال مہربان دائم الاحسان قیوم عالم اے کریم العفو زندۂ ابدی اے کثیر الخیر شاہ بے بدل یہ گھناؤ بڑھاؤ (یعنی اختیار کی جنبش) مجھ کو اولاً آپ ہی کی طرف سے ملا (جس سے بعض اوقات تردد مضر پیدا ہو جاتا ہے ورنہ (اس کے قبل) یہ دریا ساکن تھا اے صاحب مجد (چنانچہ ظاہر بھی ہے کہ اختیار کا استعمال میں آنا حادث ہے اور ہر حادث مستند الی المحدث القدیم ہے سو (جہاں سے آپ نے مجھ کو یہ تردد دیا ہے بے تردد بھی اپنے کرم سے آپ ہی کیجئے (اس اختیار میں تردد مذموم پیدا ہوتا ہے) آپ میرا امتحان فرماتے ہیں سو میں اس سے پناہ مانگتا ہوں آپ کے امتحان کے روبرو تو مرد بھی عورتوں کی طرح (ضعیف) ہیں سو کب تک یہ امتحان ہوگا۔ اے رب ایسا نہ کیجئے مجھ کو ایک طریقہ (حقہ ہر امر میں) بخش دیجئے مجھ کو دس طریقہ والا (یعنی متردد) نہ کیجئے (گویا) ایک شتر ہوں جو لاغر بھی ہے اور پشت ریش بھی ہے بوجہ اپنے اختیار کے جو پالان صفت ہے اس اعتبار سے کہ کبھی یہ کنارہ (اس کا) اس طرف وزنی ہو جاتا ہے کبھی وہ کنارہ اس طرف مائل ہو جاتا ہے (ایک حالت پر قرار نہیں دو وجہ سے ایک بوجہ لاغری کے کہ بوجھ کی برداشت

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں دوسرے بوجہ پشت ریشی کے کہ تکلیف کے سبب کبھی ایک طرف ڈھلکا دیتا ہے کبھی دوسری طرف جھکا دیتا ہے یہی حالت میری ہے استعمال اختیار میں بوجہ اس کے کہ منازعات کی مقاومت سے عاجز ہوں اس لئے تردد پیدا ہو جاتا ہے سو) آپ اس ناہموار بار کو مجھ پر سے اتار کر پھینک دیجئے (یعنی جو اختیار مجھ کو پریشان کرے اس کو سلب کر لیجئے) تاکہ میں باغ انوار کو دیکھوں (یعنی وہ اختیار جس کے ثمرات طاعات ہوں جس کی تحقیق اس مثال میں ہے کہ) ان اصحاب کہف کی طرح آپ کے جود (وکرم) کے باغ سے لا ایقاظ بل هم رقود (کے میوہ) کو چرا کروں (جس سے یہ حال ہو جاوے کہ) خواہ میں یمین پر سوتا رہوں یا یسار پر مثل گیند کے بدوں عدم اختیار[1] کے کروٹ نہ بدلوں (بلکہ) آپ ہی کی تقلیب سے داہنی طرف بھی یا بائیں طرف بھی اے رب دین (کروٹ لیا کروں اور لا ایقاظ بل هم رقود اشارہ ہے معنی آیت و تحسبهم ایقاظاً وهم رقود کی طرف اور مقصود اس تشبیہ سے علی الاطلاق نفی اختیار بجانب مشبہ نہیں ہے جیسا ظاہراً اصحاب کہف کی حالت سے اس کا شبہ پڑتا ہے بلکہ مقصود وجود الاختیار مع الجذب الی المرضیات کو تشبیہ دینا ہے اصحاب کہف کے عدم اختیار کے ساتھ اور جامع علم التردد الملموم ہے پس حاصل مقام کا طلب ہے جذب غیب کی۔

فائدہ:۔ اور مرقوم تمام نسخوں میں میچرم ہے یعنی چرتا رہوں نہ کہ چرتا رہتا ہوں فافہم

صد ہزاراں سال بودم در مطار	ہمچو ذرات ہوا بے اختیار
میں لاکھوں برس محل طیران میں	ذرات ہوا کی طرح بے اختیار رہتا تھا
گر فراموشم شدست آں وقت و حال	یادگارم ہست در خواب ارتحال
گو مجھ کو وہ وقت اور حال فراموش ہوگیا ہے	حالت خواب میں منتقل ہو جانا میرے لئے یادگار ہے
می رہم زیں چار میخ چار شاخ	می جہم در مسرح جاں زیں مناخ
اس چار میخ چار شاخ سے میں رہائی حاصل کر لیتا ہوں	اور اس مقام سے چراگاہ عالم ارواح میں جا کودتا ہوں
شیر آں ایام ماضی ہائے خود	می چشم از دایۂ خواب اے صمد
اپنے ان ایام ماضیہ کا دودھ	دایۂ خواب سے چکھ لیتا ہوں اے صمد

(ان اشعار میں جذب و بے خودی کی حالت اصلیہ ہونا اور اس کا ایک عام نمونہ بتلاتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) میں لاکھوں برس (مراد مطلق زمانہ کثیر) محل طیران (یعنی عالم ارواح) میں ذرات ہوا کی طرح بے اختیار رہتا تھا (پس اصلی حالت یہی تھی اور) گو مجھ کو وہ وقت اور حال فراموش ہوگیا ہے (چنانچہ ظاہر ہے لیکن تاہم) حالت خواب میں منتقل ہو جانا میرے لئے (اس حالت کا ایک) یادگار (اور نمونہ) ہے (جس میں) اس چار میخ چار شاخ سے میں رہائی حاصل کر لیتا ہوں اور اس مقام سے چراگاہ عالم ارواح میں جا کودتا ہوں (اور) اپنے ان ایام ماضیہ کا دودھ دایۂ خواب سے چکھ لیتا ہوں اے صمد (پس اس نمونہ سے اس اصلی حالت کی یاد ہوتی ہے اور اس کو طلب کرتا ہوں)

فائدہ:۔ چار میخ عناصر اربعہ و آنکہ بر دست و پایش میخ زدہ باشند و چار شاخ نوعے از بند و غل ست کہ

---

[1] یہاں بھی حاشیہ جو اوپر شعر تحت باشم پر لکھا گیا ہے دیکھ لیا جاوے ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

درگردن بندیان کنند از ولی محمد برحاشیہ اور گو جذب میں جو بے خودی ہوتی ہے جو کہ مطلوب ہے وہ خواب میں نہیں ہوتی لیکن یادگار کے لئے مشابہت کافی ہے اور جس کی یہ یادگار ہے یعنی عالم ارواح کی بے خودی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بخودی مسبب ہے جذب سے کیونکہ وہاں نہ عوارض طبعیہ ہیں مثل نوم ومرض وغشی اور نہ اسباب کسبیہ ہیں مثل شرب خمر وغیرہ۔ پس لامحالہ بجذب حق ہے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ میثاق کے وقت سب نے اقرار ربوبیہ کا کیا یہ اثر جذب ہی کا تھا اور اس کو اضطراری نہیں کہہ سکتے ورنہ ان پر حجت نہ ہوتا جس کو اس جملہ میں ذکر فرمایا ہے۔ **ان تقولوا یوم القیامۃ الخ** پس اقرار اختیاری تھا اور اس اختیار کے ساتھ جذب تھا۔

جملہ عالم ز اختیار و ہست خود	می گریزد در سر سرمست خود
تمام عالم اپنے اختیار اور ہستی سے	اپنے دماغ سرمست کی طرف بھاگتے ہیں
تادمے از ہوشیاری وارہند	ننگ خمر و زمر بر خود می نہند
محض اس غرض سے کہ ہوشیاری سے خلاصی حاصل کریں	اپنے اوپر شراب اور بنگ کی ذلت رکھتے ہیں
جملہ دانستہ کہ ایں ہستی فخ ست	فکر و ذکر اختیاری دوزخ ست
سب نے سمجھ رکھا ہے کہ یہ ہستی دام ہے	اور اختیاری ذکر و فکر دوزخ ہے
میگریزند از خودی در بیخودی	یا بمستی یا بشغل اے مہتدی
خودی سے بے خودی میں بھاگتے ہیں	خواہ مستی کے ذریعہ سے خواہ کسی شغل کے ذریعہ سے
نفس رازاں نیستی وامی کشی	زانکہ بے فرماں شد اندر بیہشی
آپ نفس کو اس نیستی سے اس لئے کھینچ لیتے ہیں	کہ وہ بدوں حکم شرعی کے بیہوشی میں چلا گیا تھا
نیستی باید کہ آں از حق بود	تا کہ بیند اندراں حسن احد
نیستی وہ مطلوب ہے جو حق کی طرف سے ہو	تاکہ اس میں حسن احد کو دیکھے
لیس للجن ولا للانس ان	تنفذوا من حبس اقطار الزمن
جن اور انسان کو ممکن نہیں	کہ جس اطراف عالم سے خود نکل سکیں
لانفوذ الابسلطان الہدیٰ	من تجاویف السمٰوٰت العلےٰ
اور یہ نکلنا بدوں بادشاہ ہدایت کے ممکن نہیں	آسمانہائے بلند کی تجاویف سے
لا ہدیٰ الا بسلطان یقی	من حراس الشہب روح المتقی
اور یہ ہدایت ممکن نہیں بدوں اس سلطان کے جو محفوظ رکھتا ہے	نگہبانان شعلہائے دوزخ سے متقی کی روح کو
ہیچ کس را تا نگردد او فنا	نیست رہ در بارگاہ کبریا
کسی شخص کو جب تک وہ فنا نہ ہو	بارگاہ کبریا میں وصول میسر نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چیست معراج فلک' ایں نیستی	عاشقاں را مذہب و دیں نیستی
معراج فلک کیا چیز ہوئی یہی نیستی	عاشقوں کا مذہب اور دین نیستی ہے

(اوپر کے اشعار میں بے خودی کی طلب تھی اب کہتے ہیں کہ بے خودی کو اگر میں طلب کروں تو کیا عجیب ہے یہ تو ایسی چیز ہے کہ ہر شخص کو مطلوب ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ) تمام (عقلاء) عالم اپنے اختیار اور مستی سے اپنے دماغ سرمست کی طرف بھاگتے ہیں (یعنی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طور سے بے خودی میسر ہو چنانچہ) محض اس غرض سے کہ ہوشیاری سے خلاصی حاصل کریں اپنے اوپر شراب اور بنگ کی ذلت رکھتے ہیں۔ (یعنی باوجود ذلت کے پیتے ہیں کہ ذرا مستی حاصل ہو) سب نے سمجھ رکھا ہے کہ یہ ہستی دام (بلا وکلفت) ہے اور اختیاری ذکر وفکر (منافع ومضار فانیہ کا) دوزخ (وعذاب روح) ہے (کہ اسی سوچ سے ہر طرح کی پریشانی ہوتی ہے چنانچہ مشاہدہ ہے اس لئے) خودی سے بے خودی میں بھاگتے ہیں خواہ مستی (خمر وبنگ) کے ذریعہ سے خواہ کسی شغل (دنیوی کے ذریعہ سے (یعنی کام میں بھی اسی لئے جی لگتا ہے کہ اس میں ایک گونہ بے خودی ہوتی ہے پس دعویٰ بالا ثابت ہو گیا کہ ہر شخص بے خودی کا طالب ہے لیکن) آپ نفس کو اس (مکتسب) نیستی (وبے خودی) سے اس لئے کھینچ لیتے ہیں (اور مستی کو سلب کر لیتے ہیں) کہ وہ بدوں حکم تشریعی کے بیہوشی میں چلا گیا تھا (خواہ تو معصیت کے ذریعہ سے کہ وہ بوجہ فرد کفران ہونے کے مقتضی ہے سلب نعمت مطلوبہ کو کہ یہاں لذت بے خودی ہے اور خواہ غیر طاعت کے ذریعہ سے گو وہ مباح ہو مگر مامور بہ شرعی نہ ہو کہ وہ موضوع نہیں ہے۔ بے خودی مطلوب کے لئے اس لئے اس کا اثر بھی عارضی ہوتا ہے کیونکہ اس میں قلب میں نور اور اس نور سے رسوخ وملکہ جو مانع ہے زوال سے پیدا نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے کہ مامور بہ کو اس کا ذریعہ بنایا جاوے کہ طاعات ومجاہدات ہیں اس سے حسب عمل واستعداد جس قدر کیفیت پیدا ہوگی وہ دائم اور راسخ ہوگی جس کا شعر آئندہ میں ذکر ہے کہ) نیستی (اور بے خودی) وہ مطلوب ہے جو حق کی طرف سے ہو (اور اس کا حصول اس طریق سے ہوتا ہے جو اس کی تحصیل کے لئے موضوع من الحق ہے یعنی طاعات ومجاہدات مامور بہا وجوباً اوندباً) تا کہ (طالب) اس میں حسن احد کو دیکھے (مراد تجلیات وانوار ومعارف جو بیخودی میں ظاہر ہوتی ہیں چنانچہ اس کی تائید قرآن کی ایک آیت سے بطور اعتبار کے نہ بطور تفسیر کے ہوتی ہے اور وہ آیت یہ ہے یمعشر الجن والانس الأیة کہ تفسیر تو اس کی اظہار عجز ہے آسمان وزمین سے نکل سکنے سے بوجہ قدرت نہ ہونے کے اور مقصود اس سے وعید ہے کہ تم خدا کی بازپرس سے نہیں بچ سکتے مگر بطور اعتبار کے بوجہ جامع یعنی عدم قدرت مستقلہ کے اس سے یہ مضمون قیاساً نکلتا ہے کہ) جن اور انسان کو ممکن نہیں کہ حبس اطراف عالم سے خود نکل سکیں اور یہ نکلنا بدوں بادشاہ ہدایت (یعنی حق تعالیٰ کے جذب) کے ممکن نہیں۔ آسمانہائے بلند کی تجاویف سے اور یہ ہدایت ممکن نہیں بدوں اس سلطان (کے جذب) کے جو نگہبانان شعلہائے دوزخ سے متقی کی روح کو محفوظ رکھتا ہے (یعنی عالم کے حبس سے نکلنا جو کہ بے خودی میں ہوتا ہے بدوں ہادی حقیقی کے جذب کے ممکن نہیں پس مدعائے شعر "نیستی باید کہ آواز حق بود" ثابت ہو گیا سو یہی نیستی من الحق ہے جو موقوف علیہ ہے وصول الی الحق کی اسی کو فرماتے ہیں کہ) کسی شخص کو جب تک وہ فنا نہ ہو (یعنی نیستی کے ساتھ موصوف نہ ہو) بارگاہ کبریا میں وصول میسر نہیں (پس اس بناء پر) معراج فلک (قرب) کیا چیز ہوئی (آگے جواب ہے کہ) یہی نیستی (اس لئے) عاشقوں کا مذہب اور دین (یعنی مطلوب) نیستی ہے (آگے اسی نیستی وفنا کی مدح اور ایک حکایت اس کی تائید کے لئے ذکر فرماتے ہیں)

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ حراس بالضم وتشدید جمع حارس وبضرورت شعر تخفیف یافتہ ۱۲ اولی محمد۔

پوستین و چارق آمد از نیاز	در طریق عشق محراب ایاز
پوستین اور کفش بوجہ نیاز کے	طریق عشق میں ایاز کا قبلہ توجہ ہو رہا ہے
گرچہ او خود شاہ را محبوب بود	ظاہر و باطن لطیف و خوب بود
اگرچہ وہ خود بادشاہ کا محبوب تھا	ظاہرا و باطنا لطیف اور خوب بھی تھا
گشتہ بے کبر و ریاؤ کینۂ	حسن سلطاں را رخش آئینۂ
وہ کبر و ریاء و کینہ سے خالی بھی تھا	اس کا چہرہ حسن سلطان کا آئینہ بھی تھا
چونکہ از ہستی خود مفقود شد	منتہای کار او محمود شد
چونکہ وہ اپنی ہستی سے مفقود ہو چکا تھا	اس کا انجام کار محمود ہو گیا تھا
زاں قوی تر بود تمکین ایاز	کوز خوف کبر کردے احتراز
ایاز کی تمکین اس سے بہت زیادہ قوی تھی	کہ وہ احتمال کبر سے احتراز کرتا تھا
او مہذب گشتہ بود و آمدہ	کبر را و نفس را گردن زدہ
وہ مہذب ہو چکا تھا	اور کبر اور نفس کی گردن مار چکا تھا
یا پۓ تعلیم می کرد آں حیل	یا برائی حکمتے دور از وجل
یا وہ تعلیم کے لئے یہ تدبیریں کیا کرتا تھا	یا یہ کسی اور حکمت کے لئے ہو کہ وہ خوف سے دور ہو
یا کہ دید چارقش زاں شد پسند	کز نسیم نیستی ہستی ست بند
یا چارق کا دیکھنا اس کو اس لئے پسند ہوا ہو	کہ ہستی ایک حجاب ہے نیستی کی ہوائے خوش سے
تا کشاید دخمہ کاں بر نیستی ست	تا بیابد آں نسیم و عیش و زیست
تاکہ وہ دخمہ جو نیستی پر ہے کھل جاوے	تاکہ وہ نسیم عیش و زندگانی آنے لگے
تا بہ بندد دخمہ بر ایں مردگاں	تا بیابد عیش بوی زندگاں
تاکہ ان مردوں پر جو دخمہ ہے وہ بند ہو جاوے	تاکہ زندوں کے عیش کی بو حاصل کرلے

پوستین اور کفش (کہنہ) بوجہ (اسی) نیاز کے (جس سے فناو نیستی پیدا ہوتی ہے) طریق عشق میں ایاز قبلہ توجہ ہو رہا تھا (یہ مشہور حکایت ہے کہ جو پوستین و کفش پہنے ہوئے اول آیا تھا اس کو روز مرہ دیکھ لیا کرتا تھا تا کہ اپنی حالت کا استحضار سبب رہے استد کار احسانات محمودیہ کا۔ مولانا اسی کو ایک خاص عنوان سے فرمارہے ہیں کہ نیاز اس کا سبب تھا مگر معنون ایک ہی ہے کیونکہ اس استد کار سے نیاز کا پیدا ہونا لازم ہے یعنی چونکہ اس کو نیاز محبوب تھا اس لئے اس کو روزانہ دیکھا کرتا تھا کہ نیاز باقی رہے گا جس کا دوسرا عنوان فناو نیستی ہے جس کا اوپر سے ذکر چلا آرہا ہے غرض مقصود اس کا نیاز

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا) اگرچہ وہ خود بادشاہ کا محبوب تھا (اور) ظاہراً و باطناً لطیف اور خوب (یعنی متصف بافعال جمیلہ و اخلاق حمیدہ) بھی تھا (اور) وہ کبر و ریا و کینہ (یعنی اخلاق ذمیمہ) سے خالی بھی تھا (اور) اس کا چہرہ حسن سلطان کا آئینہ بھی تھا (یعنی سلطان محمود کے اوصاف و مذاق کا وہ مظہر تھا اس لئے کہ غایت اطاعت کے سبب اس سے وہی امور صادر ہوتے تھے جو سلطان کو پسند تھے تو اس حیثیت سے ایاز کے افعال کو دیکھ کر سلطان کے مزاج پر استدلال ہو سکتا تھا اور) چونکہ وہ اپنی ہستی سے مفقود ہو چکا تھا (اس لئے) اس کا انجام کار (ہر طرح) محمود ہو گیا تھا (یعنی اس کے سب اعمال پسندیدہ تھے یا یہ کہ فنا و فقدان ہستی اس درجہ تک پہنچ گیا تھا کہ اس کا منتہائے کار یہ ہوا کہ وہ گویا خود محمود ہو گیا تھا غرض (ایاز کی تمکین (یعنی صفات مذکورہ میں استواری) اس سے بہت زیادہ قوی (یعنی ارفع) تھی کہ وہ احتمال کبر سے احتراز کرتا (اور اس مصلحت سے چارق و پوستین کو دیکھتا ہو یعنی تاکہ میرے اندر کبر نہ پیدا ہو جاوے کیونکہ) وہ (ہر طرح) مہذب ہو چکا تھا اور کبر اور نفس کی گردن مار چکا تھا (اور اس میں اس درجہ تک پہنچ چکا تھا کہ پھر اس کے عود کا احتمال نہ رہا تھا تو یہ چارق و پوستین دیکھنا اس مصلحت سے نہ تھا۔ پس شعر گرچہ او خود سے یہاں تک مدخول گرچہ یعنی ان وصلیہ کا ہو کر محمول ہے کلمہ آمد مذکورہ شعر پوستین و چارق الخ کا حاصل یہ ہوتا کہ اگرچہ بوجہ غایت رسوخ فی الاتصاف بالکمالات المذکورۃ فی ہذہ الاشعار الداخلۃ علیہا ان الوصلیۃ کے اس کو اب تہذیب نفس کے اسباب حدوث یا بقاء کی حاجت نہ رہی تھی لیکن اس کا چارق و پوستین دیکھنا اس غرض سے تھا ہی نہیں بلکہ محض صفت نیاز و تواضع اس کو محبوب ہو گئی تھی اور وہ اس دیکھنے سے تازہ و قوی ہوتی تھی آگے اس کے علاوہ دوسری محتمل حکمتیں بھی بیان فرماتے ہیں یعنی) یا (اس حب نیاز و تواضع کے ساتھ یہ بھی مصلحت ہوگی کہ وہ تعلیم کے لئے یہ تدبیریں کیا کرتا تھا (لفظ علاوہ اور لفظ نیاز کے ساتھ اور لفظ یہ بھی مصلحت اس لئے بڑھائے گئے کہ یہ تردید بطور منع الخلو کے ہے کیونکہ اگر منع الجمع ہو تو اس احتمال پر نیاز منفی ہو جاوے گا تو اس حکایت کی اصلی غرض یہ فوت ہو جاوے گی غرض حکمت نیاز تو ہر حال میں محفوظ ہے اور دوسری مصلحتیں باہم قسیم ہو سکتی ہیں جن میں سے ایک تو یہ ہوئی کہ مقصود اس کا دوسروں کو تعلیم کرنا ہو کہ اپنے افتقار کو بھولنا نہ چاہئے اور بقیہ آگے آتی ہیں یعنی) یا یہ کسی اور حکمت کے لئے ہو کہ وہ (حکمت) خوف (یعنی احتمال کبر مذکورہ فی المصرعۃ السابقۃ کو ز خوف کبر الخ) سے دور (یعنی اس کے مغائر) ہو (اسی طرح دوسری حکمتوں کے بھی مغائر احتمال کبر کے تو مغائر اس لئے کہ وہ احتمال منفی ہو چکا ہے اور دوسروں سے مغائر بوجہ تقابل کے خواہ ان میں سے کسی کے ساتھ جمع ہو جاوے اور اس حکمت کی تعیین ضروری نہیں یہ مولانا کی احتیاط ہے کہ اپنے تتبع پر حکم یقینی نہیں لگایا اور ظاہر کر دیا کہ یہ حصر عقلی نہیں استقرائی ہے ممکن ہے کہ اور کوئی سبب ہو ہم کو دوسروں کے دل کی کیا خبر باقی نیاز کا جو حکم متعین لگا دیا وہ ایاز کے مجموعہ حالات سے مظنون قریب بہ متیقن سمجھا گیا۔ آگے ایک اور احتمال فرماتے ہیں یعنی) یا چارق کا دیکھنا اس کو اس لئے پسند ہوا ہو کہ ہستی ایک حجاب ہے نیستی کی ہوائے خوش (آنے) سے (تو اسباب ہستی میں مشغول ہونے سے گو ہستی و کبر کا اثر نہ بھی ہو چنانچہ اوپر اس احتمال کی نفی ہو چکی ہے لیکن تاہم اس وقت نیستی کا پورا استحضار جیسا غلبہ حال میں ہوتا ہے نہیں رہتا اور اس غلبہ کی تجدید و اعادہ کے لئے اسباب نیستی کا مشاہدہ بدرجہ مراقبہ مفید ہوتا ہے اس لئے ایاز ایسا کرتا ہو) تاکہ (اسباب نیستی کے مشاہدہ سے وہ رخنہ جو نیستی پر (واقع ہوا) ہے کھل جاوے تاکہ (اس کے کشادہ ہونے سے) وہ نسیم عیش و زندگانی (نیستی کی اس شخص تک) آنے لگے (اس کو عیش و زندگانی کہنا باعتبار حیات روح کے ہے اور اس تا کشاید الخ کی دوسری تعبیر یہ ہے کہ) تاکہ ان (مقیدان ہستی و انانیت کے مردوں (یعنی غافلوں) پر جو رخنہ (بنا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوا) ہے وہ بند ہو جاوے تا کہ (وہ شخص) زندوں کے عیش کی بو حاصل کرے (حل ان دو شعر کا دخمہ کے مفہوم اور حالت جاننے پر موقوف ہے۔ دخمہ مجوس کے گورستان کو کہتے ہیں جو زمین کے اندر بطور تہ خانہ کے یا زمین کے اوپر بشکل تا قہائے دیوار کے ایک عمارت بنا دیتے ہیں اور مردوں کو دفن نہیں کرتے بلکہ مردوں کو ویسے ہی طاق وغیرہ میں بٹھلا کر آگے سے دروازہ بند کر دیتے ہیں اور عادۃً ایسی بڑی تعمیر میں منافذ دور تک رہنا معمول ہے پس یہاں مجازاً دو دخمے فرض کئے گئے ایک کے اندر نیستی ہے دوسرے کے اندر مردے ہیں پس پہلے کے لئے کشادگی کو ثابت کیا یعنی گو کچھ منفذ کھلا ہوا ہے جس سے نیستی کی ہوا آتی ہے لیکن اس مراقبہ سے وہ بالکل کھول دیا جاتا ہے اور دوسرے کے لئے بندش کو ثابت کیا یعنی گو وہ کچھ بند ہو مگر بالکل ہی بند کر دیا گیا تا کہ صرف زندوں کی بو آوے مردوں کی ذرا بھی نہ آوے مراد مشترک یہ ہے کہ اسباب نیستی کے مراقبہ سے جس نیستی کا غلبہ کم ہو گیا تھا وہ پورا عود کر آتا ہے اور انانیۃ کا جو اثر گو کہ کامل کے لئے مضرت تام کے درجہ میں نہ ہو مگر ایک گونہ حجاب تو ہوتا ہی ہے وہ اثر بھی جاتا رہتا ہے آگے اشعار میں اسباب انانیۃ کا موجب حجاب ہونا کہ وہ بعض کے لئے اشد بھی ہو جاتا ہے بیان فرماتے ہیں خوب سمجھ لو)

فائدہ:۔ ان اشعار میں ایک گونہ عود ان اشعار کی طرف بھی ہے ایں ہمہ اوصاف شان نیکو شود" الی قولہ "باز چون جان روسوئے جانان نہد" اس اعتبار سے کہ وہاں بھی فنا کا ذکر تھا اور یہاں بھی گو عنوانات متفاوت ہوں مگر معنون متقارب ہے اور وہ انانیت اور ہستی کا ترک ہے۔

ملک و مال و اطلس ایں مرحلہ	ہست بر جان سبکرو سلسلہ
اس منزل کا ملک و مال و اطلس	روح سبک روپر زنجیر ہے
سلسلہ زریں بدید و غرہ گشت	ماندہ در سوراخ چاہے جاں ز دشت
زنجیر زریں دیکھی اور دھوکہ میں آ گئی	دشت سے ایک چاہ کے سوراخ میں رہ گئی
صورتش جنت بمعنیٰ دوزخے	افعی پر زہر و نقشش گلرخے
اس کی صورت تو جنت ہے مگر معنی میں دوزخ ہے	ایک پر زہر ناگنی ہے اور اس کا نقش گل رخ ہے
گرچہ مومن را سقر ندہد ضرر	لیک ہم بہتر بود ز انجا گزر
اگرچہ سقر مومن کو ضرر نہیں دیتی	لیکن پھر بھی دوزخ سے گزر ہی جانا بہتر ہوتا ہے
گرچہ دوزخ دور دارد زو نکال	لیک جنت بہ ورا در کل حال
اگرچہ مومن سے دوزخ اپنا عذاب دور ہی رکھتی ہے	لیکن پھر بھی اس کو ہر حال میں جنت ہی بہتر ہے
الحذر اے ناقصاں زیں گلرخے	کہ بگاہ صحبت آمد دوزخے
اے ناقصو اس گل رخ سے حذر کرو	جو کہ مصاحبت کے وقت دوزخ معلوم ہوا ہے
الفرار اے غافلاں زیں گلشنے	کہ حقیقت بدترست از گلخنے
اے غافلو اس گلشن سے بھاگو	جو کہ حقیقت میں گلخن سے بھی بدتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زینہار اے جاہلاں زیں گل شکر	کہ بسوزاند دہاں را چوں شرر
اے جاہلو اس گل شکر سے پناہ مانگو	جو کہ منہ کو شرر کی طرح جلا دیتی ہے
چند گویم مرترا کایں انگبیں	زہر قتالست زو دوری گزیں
میں تجھ کو کہاں تک کہوں کہ یہ انگبین	زہر قتال ہے اس سے دوری اختیار کر
لیک تلخ آید ترا گفتار من	خواب می گیرد ترا زانداز من
لیکن تجھ کو تو میری یہ بات تلخ معلوم ہوتی ہے	میرے انداز سے تجھ کو غفلت گھیرتی ہے
خواجہ آخر یک زماں بیدار شو	وز حیات خویش برخوردار شو
اے صاحب آخر کسی وقت تو بیدار ہو	اور اپنی حیات سے متمتع ہو

(ربط اوپر گزرا یہاں بیان ہے اسباب اثاثیہ کا اور ان کے مضرت کا اکثر کے لئے اور اس کا کہ جن کو مضرت نہ ہو ان کے لئے بھی تحرز اولیٰ ہے الاان یکون فیه ضرورة او مصلحة مطلوبة فی الدین یعنی) اس منزل (دنیا) کا ملک و مال واطلس روح سبک رو پر (بمنزلہ) زنجیر (اور قید کے مانع سرعت سیر ہے (یعنی جو روح اس کے نہ ہونے سے سبک رو ہوتی ہے وہ سب کرو نہیں رہتی فی الاکثر اور صورت اس کی یہ ہوتی ہے کہ روح نے) زنجیر زرین دیکھی اور دھوکہ میں آ گئی (اور) دشت (فراخ) سے (ہٹ کر) ایک چاہ کے سوراخ میں رہ گئی (جیسے کوئی شخص زنجیر میں اس وجہ سے پھنس جاوے کہ وہ طلائی تھی مادہ تو دیکھ لیا اور خاصیت نہ دیکھی اسی طرح) اس (ملک ومال مذکور) کی صورت تو (بمنزلہ) جنت (کے) ہے مگر معنی (اور خاصیت) میں دوزخ ہے (حقیقت میں تو) ایک پر زہر افعی ہے اور اس کا (ظاہری) نقش گل رخ ہے (اور) اگرچہ (یہ) سقر مومن (کامل) کو ضرر نہیں دیتی۔ (جیسا اس سے اوپر کے اشعار کی شرح میں راسخ کا عدم تضرر مذکور ہوا ہے) لیکن پھر بھی دوزخ سے گزر ہی جانا بہتر ہے (یعنی علیحدہ رہنا اور) اگرچہ مومن سے دوزخ اپنا عذاب دور ہی رکھتی ہے لیکن پھر بھی اس کو ہر حال میں جنت ہی بہتر ہے۔ (اور حقیقی دوزخ میں بھی یہی ہوگا کہ جب دوزخیوں کو نکالنے جاویں گے تو آگ سے متاثر نہ ہوں گے مگر بے ضرورت نہ جاویں گے ایسی ہی ضرورت سے یہاں بھی دخول فی اسباب الدنیا جائز ہے جیسے حضرات خلفاء راشدین نے کیا۔ غرض جب اس کی گل رخی محض ظاہری ہے جیسے اوپر کہا ہے نقش گل رخ تو) اے ناقصو اس گل رخ سے حذر کرو جو کہ مصاحبت کے وقت دوزخ معلوم ہوا ہے (اور) اے غافلو اس گلشن سے بھاگو جو کہ حقیقت میں گلخن سے بھی بدتر ہے (اور) اے جاہلو اس گل شکر سے پناہ مانگو جو کہ منہ کو شرر کی طرح جلا دیتی ہے (اور ناقصاں وغافلاں وجاہلاں میں اشارہ ہے مضمون بالا گرچہ مومن راسقر ندہد الخ کی طرف جس کی وجہ اس کی شرح سے معلوم ہو چکی ہے اور) میں تجھ کو کہاں تک کہوں کہ یہ (ظاہری) انگبین زہر قتال ہے اس سے دوری اختیار کر (یعنی بہت کچھ کہا) لیکن تجھ کو میری یہ بات تلخ معلوم ہوتی ہے (اور) میرے انذار (یعنی تحذیر) سے تجھ کو غفلت گھیرتی ہے۔ اے صاحب آخر کسی وقت تو بیدار ہو اور اپنی حیات سے (اس طرح) متمتع ہو (کہ اس حیات کو ذریعہ اپنے فلاح باقی کا بنا لو اور اس کے بعد بتائید مضمون بالا حذر اے ناقصان الخ ایک حکایت لاتے ہیں کہ جس طرح اس غلام نے مرد قوی کو ظاہری

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیئت سے عروس سمجھا تھا اور صحبت کے وقت مرد ثابت ہوا جس نے بالعکس اسی غلام کو فعل بد سے پریشان کیا)

فائدہ:۔ اور یہ مضمون معنیٰ عود ہے طرف مضمون اشعار مفتتحہ بقولہ اے ضیاء الحق حسام الدین بیا الٰی صد دل و جان عاشق صانع شدہ کی طرف اس طرح کہ وہاں بھی حجب عن الحق کا ذکر تھا یہاں بھی حجب عن الحقیقۃ کا ذکر ہے گو حجب کے عنوانات مختلف ہیں مگر معنونات متقارب ہیں ان اشعار کی شرح کے ختم پر بھی اس ارتباط کا ذکر کیا ہے۔ وقد کنت قلت ھنالک فانتظرہ والاٰن اقول فانظرہ

حکایت آں غلام ہندو کہ بخداوندزادۂ خود پنہاں ہوا آوردہ بود چوں دختر را با مہتر زادہ عقد کردند غلام خبر یافت و رنجور شد و می گداخت، ہیچ کس علت او را نمی یافت و او را زہرۂ گفتن نے، و اطبا از معالجۂ او فرو ماندند و چوں خواجہ دریافت بحکمت معالجہ کرد

اس ہندی غلام کی حکایت جو اپنی آقا زادی سے مخفی طور پر محبت رکھتا تھا جب لڑکی کا امیر زادہ سے نکاح کیا تو غلام کو معلوم ہو گیا وہ بیمار پڑ گیا اور پگھلتا تھا کوئی شخص اس کی بیماری نہیں سمجھتا تھا اور اس کو کہنے کی ہمت نہ تھی اور طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے اور جب آقا کو معلوم ہوا تو اس نے تدبیر سے علاج کر دیا۔

خواجۂ را بود ہندو بندۂ	پروریدہ کردہ او را زندۂ
ایک آقا کا ایک ہندی غلام تھا	جس کو اس نے پالا تھا اس کو زندہ کیا تھا
علم و آدابش تمام آموختہ	در دلش شمع ہنر افروختہ
اس کو تمام علوم و آداب سکھلائے تھے	اس کے دل میں ہنر کی شمع روشن کی تھی
پروریدش از طفولیت بناز	در کنار لطف آں اکرام ساز
بچپن سے اس کو ناز کے ساتھ پالا تھا	آغوش لطف میں اس اکرام ساز نے
بود ہم ایں خواجہ را یک دخترے	سیم اندامے گشے خوش گوہرے
اس آقا کے ایک لڑکی بھی تھی	جو سیم اندام خوش خرام خوب طینت تھی
چوں مراہق گشت دختر طالباں	بذل می کردند کابین گراں
جب وہ دختر سیانی ہوئی تو طالب لوگ	بڑے بڑے مہر بذل کرنے لگے
می رسیدش از سوی ہر مہترے	بہر دختر دمبدم خواہشگرے
پہنچتا تھا اس خواجہ کے پاس ہر رئیس کی طرف سے	دختر کے لئے وقتاً فوقتاً ایک خواہندہ

ایک آقا کا ایک ہندی غلام تھا جس کو اس نے (حسی تربیت سے بھی) پالا تھا (اور روحانی تربیت یعنی تعلیم علوم واخلاق سے بھی) اس کو زندہ کیا تھا۔ (کماقال تعالیٰ او من کان میتاً فاحییناہ چنانچہ آگے اس کی تفسیر خود کی ہے یعنی) اس کو تمام علوم و آداب سکھلائے تھے اس کے دل میں ہنر کی شمع روشن کی تھی بچپن سے اس کو ناز کے ساتھ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس اکرام ساز نے آغوش لطف میں پالا تھا (اکرام ساز فاعل ہے پرورش کا) اس آقا کے ایک لڑکی بھی تھی جو سیم اندام خوش خرام (کذا فی الغیاث) خوب طینت تھی جب وہ دختر سیانی ہوئی تو طالب لوگ بڑے بڑے مہر بذل کرنے لگے اور اس خواجہ کے پاس ہر رئیس کی طرف سے دختر کے لئے وقتاً فوقتاً ایک خواہندہ (پیغام لے کر) آتا تھا۔

گفت خواجہ مال را نبود ثبات	روز آید شب رود اندر جہات
خواجہ نے کہا کہ مال کو تو کچھ ثبات نہیں	دن کو آتا ہے اور رات کو دوسری جہات میں چلا جاتا ہے
حسن صورت ہم ندارد اعتبار	کو شود رخ زرد از یک زخم خار
خوبصورتی کا کچھ اعتبار نہیں	کہ ایک زخم خار سے رخ زرد ہو جاتا ہے
سہل باشد نیز مہتر زادگی	کہ بود غرہ بمال و سادگی
رئیس زادہ ہونا بھی لغو ہے	کہ وہ حماقت سے مال پر مغرور ہوتا ہے
اے بسا مہتر بچہ کز شور و شر	شد ز فعل زشت خود ننگ پدر
بہتیرے رئیس زادے ہیں جو شور و شر کے سبب	اپنے افعال زشت سے ننگ پدر ہوئے ہیں
پر ہنر را نیز اگر باشد نفیس	کم پرست و عبرتے گیر از بلیس
پر ہنر شخص کی بھی اگر وہ حاسد ہو	کم پرستش کرو اور ابلیس سے عبرت حاصل کرو
علم بودش چوں نبودش عشق دیں	او ندید از آدم الا نقش طیں
اس کو علم تھا چونکہ اس کو عشق دین نہ تھا	اس نے آدم علیہ السلام کی کوئی چیز بجز نقش طین کے نہ دیکھی
گرچہ دانی دقت علم اے امیں	زانت نکشاید دو دیدہ غیب بیں
اگرچہ تم کو علم کی کیسی ہی باریکیاں معلوم ہوں	اس سے تمہاری غیب بیں آنکھیں نہیں کھل سکتیں
او نہ بیند غیر دستارے و ریش	از معرف پرسد از بیش و کمیش
وہ تو بجز دستار اور ریش کے کوئی چیز نہ دیکھے گا	معرف سے پوچھے گا اس کی کمی اور بیشی کی نسبت
عارفا تو از معرف فارغی	خود ہمی بینی کہ نور بازغی
اے عارف تو معرف سے فارغ ہے	تو خود دیکھ لیتا ہے کیونکہ تو نور روشن ہے
کار تقویٰ دارد و دین و صلاح	کہ ازو باشد بدو عالم فلاح
کارآمد چیزیں یہ ہیں تقویٰ اور دین اور صلاح	کہ اس سے دونوں عالم میں فلاح ہوتی ہے
کرد یک داماد صالح اختیار	کہ بداو فخر ہمہ خیل و تبار
اس نے ایک داماد صالح پسند کیا	کہ وہ تمام مجمع اور خاندان کا فخر تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

خواجہ نے کہا کہ مال کو تو کچھ ثبات نہیں دن کو آتا ہے اور رات کو دوسری جہات میں چلا جاتا ہے (اور) خوبصورتی کا بھی کچھ اعتبار نہیں کہ ایک زخم خار (یعنی تکلیف) سے رنج زدہ ہو جاتا ہے (اسی طرح) رئیس زادہ ہونا بھی لغو ہے کہ وہ حماقت سے مال پر مغرور ہوتا ہے (جو کوئی چیز نہیں جیسا اوپر آیا ہے مال رانبود ثبات) بہتیرے رئیس زادے ہیں جو شور و شر کے سبب اپنے افعال زشت سے ننگ پدر ہوئے ہیں (اسی طرح پر ہنر شخص کی بھی کم پرستش کرو (یعنی کم توجہ کرو) اگر وہ حاسد ہو (کذائی الغیاث) اور ابلیس سے عبرت حاصل کرو (کہ باوجود باہنر ہونے کے حسد کے سبب خراب ہوا) اس کو علم (تو) تھا (مگر) چونکہ اس کو عشق دین نہ تھا اس نے آدم علیہ السلام کی کوئی چیز بجز نقش طین کے نہ دیکھی (اور بدوں عشق دین کے) اگرچہ تم کو علم دین کی کیسی ہی باریکیاں معلوم ہوں (مگر) اس سے تمہاری عیب بین (یعنی حقیقت شناس) آنکھیں نہیں کھل سکتیں (اور) وہ (یعنی دیدہ ظاہر) تو (صاحب کمال کی) بجز دستار اور ریش کے اور کوئی چیز نہ دیکھے گا (اس لئے) معرف (یعنی حقیقت شناس) سے پوچھے گا (یعنی صاحب دیدہ پوچھے گا) اس (منسوب الی الکمال) کی کمی اور بیشی کی نسبت (کہ اس میں کمال باطنی کی کمی ہے یا بیشی ہے یعنی اس ظاہر بین کو خود پہچان نہیں ہے تو ممکن ہے کہ واقع میں وہ کامل نہ ہو اور اس کو ظاہری ہنر سے کامل سمجھ جاوے۔ جس کا اس شعر میں ذکر ہے۔ پر ہنر الخ اور ممکن ہے کہ واقع میں وہ کامل ہو اور اس کو ظاہری بشریت سے کامل نہ سمجھے جس کا اس شعر میں ذکر ہے "علم بودش الخ" پس او کا مرجع اوپر گو تصریحاً مذکور نہیں مگر بقرینہ ذکر مقابل یعنی دیدہ غیب بین معلوم ہوتا ہے اور دستار و ریش سے مراد مطلق ظاہر خواہ ہنر ہو جیسا ایک شعر میں ہے اور خواہ نقش طین ہو جیسا دوسرے شعر میں ہے اور منسوب الی الکمال بھی دونوں کو شامل ہے۔ پس یہ شعر ان دونوں سے چسپاں ہو گیا۔ غرض ظاہر بیان کو تو معرف کی حاجت ہے لیکن اے عارف تو معرف سے فارغ ہے (کیونکہ) تو خود (اس میں کمال باطنی کا ہونا نہ ہونا) دیکھ لیتا ہے کیونکہ تو نور روشن ہے) یعنی صاحب نور و ادراک ہے اس سے حقیقت کو دیکھ لیتا ہے خلاصہ یہ کہ محض ظاہری خوبیوں کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ) کارآمد چیزیں یہ ہیں تقویٰ اور دین اور صلاح کہ اس سے دونوں عالم میں فلاح ہوتی ہے (اس لئے) اس نے ایک داماد صالح پسند کیا کہ وہ (اپنے کمالات حقیقیہ کے سبب اپنے) تمام مجمع اور خاندان کا فخر تھا (اور اس سے رشتہ کر دیا اور نکاح مراد لینا اس لئے مناسب نہیں کہ نکاح کے بعد جو تدبیر اس غلام کے لئے کی گئی ہے جس کا آئندہ بیان ہے اس میں یہ خدشہ رہے گا کہ جب نکاح ہو چکا تھا تو پھر اس غلام کو وعدۂ نکاح اور انعقاد ظاہری نکاح سے کیسے تسلی ہو سکتی ہے)

پس زناں گفتند او را مال نیست	مہتری و حسن و استقلال نیست
عورتوں نے کہا کہ اس کے پاس تو مال نہیں	اور ریاست اور حسن اور استقلال نہیں
گفت آنہا تابع زہد اند و دیں	بے زر او گنجے ست بر روئے زمیں
خواجہ نے جواب دیا کہ یہ سب زہد اور دین کے تابع ہیں	وہ شخص بدوں زر ہی کے روئے زمین پر ایک خزانہ ہے

عورتوں نے کہا کہ اس کے پاس تو مال نہیں اور ریاست اور حسن اور (معاش کا) استقلال نہیں خواجہ نے جواب دیا کہ یہ سب زہد اور دین کے تابع ہیں وہ شخص (جس میں یہ صفات ہوں) بدوں زر ہی کے روئے زمین پر ایک خزانہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(تابع ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وجود میں اس کے ساتھ لازم ہیں یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ مقصود ہونے میں تابع ہے یعنی اگر ان اوصاف کا قصد بھی ہو تو تبعاً ہونا چاہیے اور مقصود بالاصالۃ زہد اور دین ہے پس اگر دونوں ایک جگہ مجتمع نہ ہوں تو جہاں مقصود بالذات ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے اور جہاں صرف مقصود بالتبع ہو اس کو ترک کر دینا چاہیے)۔

چوں بجد تزویج دختر گشت فاش	دست پیمان و نشانی و قماش
جب بجد کے ساتھ دختر کے نکاح کی خبر مشہور ہو گئی	اور دست پیمان اور نشانی اور قماش بھی
پس غلام خواجہ کاندر خانہ بود	گشت بیمار و ضعیف و زار زود
پس خواجہ کا جو غلام گھر کے اندر رہتا تھا	وہ معاً بیمار اور ضعیف ہو گیا
ہمچو بیمار دقے او می گداخت	علت او را طبیبے کم شناخت
مریض دق کی طرح گھلنے لگا	اس کی بیماری کو کسی طبیب نے نہ پہچانا
عقل می گفتے کہ رنجش از دل ست	داروی تن در غم دل باطل ست
عقل کہتی تھی کہ اس کا مرض قلبی ہے	جسم کی دوا دل کے غم میں محض بے اثر ہے
آں غلامک دم نزد از حال خویش	گرچہ می آمد ورا در سینہ ریش
اس غلام نے اپنا حال کہنے میں دم بھی نہیں مارا	اگرچہ اس کے سینہ میں زخم لگ رہا تھا
گفت خاتوں را شبے شوہر کہ تو	باز پرسش در خلا از حال او
ایک شب شوہر نے بی بی سے کہا کہ تو	تنہائی میں اس کا حال پوچھنا
تو بجائے مادرے او را بود	کو غم خود پیش تو پیدا کند
تو اس کی ماں کی جگہ ہے	شاید تیرے سامنے اپنا غم ظاہر کر دے
چونکہ خاتوں کرد در گوش ایں کلام	روز دیگر رفت نزدیک غلام
جب بی بی نے یہ بات سنی	دوسرے روز غلام کے پاس گئی
پس سرش را شانہ می کرد آں ستی	باد و صد مہر و دلال و دوستی
پھر وہ بی بی اس کے سر میں شانہ کرنے لگی	نہایت مہربانی اور ناز برداری اور محبت سے
آں چناں کہ مادران مہرباں	نرم کردش تا در آمد در بیاں
جس طرح مہربان مائیں کیا کرتی ہیں	اس کو نرم کیا یہاں تک کہ وہ بولا
کہ مرا امید از تو ایں نبود	کہ وہی دختر بہ بیگانہ عنود
کہ مجھ کو تجھ سے یہ امید نہ تھی	کہ تو اس دختر کو ایک سرکش اجنبی کو دے دے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

خواجہ زادہ ما و ما خستہ جگر	حیف نبود کو رود جائے دگر
ہماری تو آقا زادہ اور ہم خستہ جگر ہوں	تو کیا حیف کی بات نہیں کہ وہ دوسری جگہ جاوے
خواست آں خاتوں زخشمے کامدش	کش زند و زبام زیر اندازدش
اس بی بی کو جس قدر غصہ آیا اس سے چاہا تو یہ	کہ اس کو خوب پیٹے اور بام سے نیچے پھینک دے
کو کہ باشد ہندوی مادر غرے	کہ طمع دارد بخواجہ دختر
کہ یہ غلام مادر بخطا کون ہوتا ہے	کہ آقا زادی کی ہوس کرتا ہے
گفت صبر اولیٰ بود خود را گرفت	گفت با خواجہ کی بشنو ایں شگفت
کہا کہ ضبط بہتر ہے اپنے کو سنبھال لیا	اور خواجہ سے کہا کہ لو یہ عجیب بات اور سنو
ایں چنیں گرا یکے خائن بود	ماگماں بردہ کہ ہست او معتمد
یہ ایسا کمینہ خائن ہے	ہم تو گمان کئے ہوئے تھے کہ یہ معتمد ہے
حال خود را ایں چنیں گفت او مرا	خواستم کز خشم بلشم مرد را
اس نے اپنا حال مجھ سے اس طرح کہا ہے	میرے جی میں تو یہ آیا تھا کہ میں اس کو مار ڈالوں

جب پختگی کے ساتھ دختر کے نکاح (کی منظوری) کی خبر مشہور ہوگئی اور دست پیان اور نشانی اور قماش بھی (ملنا مشہور ہوگیا۔ دست پیان چیزیکہ در رسم مصاہرت سے فرپسند از جانب مرد یا از جانب دختر و مراد از نشانی نشانی مصاہرت و قماش بضم رخت و متاع خانہ) پس خواجہ کا جو غلام گھر کے اندر رہتا تھا وہ معاً بیمار اور ضعیف ہوگیا۔ مریض دق کی طرح گھلنے لگا اس کی بیماری کو کسی طبیب نے نہ پہچانا عقل (سلیم) کہتی تھی کہ اس کا مرض قلبی ہے جسم کی دوا دل کے غم میں محض بے اثر ہے اس غلام نے اپنا حال کہنے میں دم بھی نہیں مارا اگر چہ اس کے سینہ میں زخم لگ رہا تھا۔ ایک شب شوہر (یعنی خواجہ) نے (اپنی) بی بی سے کہا کہ تو تنہائی میں اس کا حال پوچھ تو اس کی ماں کی جگہ ہے شاید تیرے سامنے اپنا غم ظاہر کر دے جب بی بی نے یہ بات سنی دوسرے روز غلام کے پاس گئی پھر وہ بی بی اس کے سر میں شانہ کرنے لگی نہایت مہربانی اور ناز برداری اور محبت سے جس طرح مہربان مائیں کیا کرتی ہیں (اس طرح) اس کو نرم کیا یہاں تک کہ وہ بولا کہ مجھ کو تجھ سے یہ امید نہ تھی کہ تو اس دختر کو ایک سرکش اجنبی کو دے دے گی (شاید سرکش میں اشارہ اس طرف ہو کہ وہ میری برابر اطاعت بھی نہیں کرے گا) ہماری تو آقا زادہ اور ہم (اس کے عشق میں) خستہ جگر ہوں تو کیا حیف کی بات نہیں کہ وہ دوسری جگہ جاوے (باوجودیکہ ہمارا حق ہے کیونکہ ہماری آقا زادہ ہے یہ سن کر) اس بی بی کو جس قدر غصہ آیا اس سے چاہا تو یہ کہ اس کو خوب پیٹے اور بام سے نیچے پھینک دے کہ یہ غلام مادر بخطا (غرفاحشہ) کون ہے کہ آقا زادی کی ہوس کرتا (لیکن پھر دل میں) کہا کہ ضبط بہتر ہے (اس لئے) اپنے کو سنبھال لیا اور خواجہ سے کہا کہ لو یہ عجیب بات اور سنو یہ ایسا کمینہ خائن ہے (گرا د گرائے غلام و حجام و کاف گرا یک برائے تحقیر) ہم تو گمان کئے ہوئے تھے کہ یہ معتمد ہے) اوروں سے موقع پر آبرو کی حفاظت کرے گا تو یہ خود بدنفس نکلا) اس نے اپنا حال مجھ سے اس طرح کہا ہے میرے جی میں تو یہ آیا تھا کہ میں اس کو مار ڈالوں۔

صبر فرمودن خواجہ مادر دختر را کہ غلام را زجر مکن من بے زجر

او را ازیں طمع باز آرم بتدبیر کہ نہ سیخ سوزد و نہ کباب خام ماند

آقا کا لڑکی کی ماں کو صبر کا حکم دینا کہ غلام کو نہ جھڑک میں بغیر جھڑکے اس

کو اس لالچ سے ایک تدبیر سے روک دوں گا کہ نہ سیخ جلے اور نہ کباب کچا رہے

(حکمت اس میں یہ بھی ہے کہ زجر کرنے سے بعض اوقات ہوس زیادہ مشتعل ہوتی ہے سو ممکن ہے کہ کسی وقت فساد لاوے اور تدبیر سے اس کا مادہ ہی دل سے نکل جاوے گا اور ہمیشہ کے لئے اطمینان ہو جاوے گا۔ پس یہ ضرور نہیں کہ خواجہ نے اس میں غلام کی رعایت اور اس کے ساتھ نرمی کی ہو۔

گفت خواجہ صبر کن با او بگو	کہ ازو ببریم و بدہیمش بتو
خواجہ نے کہا کہ صبر کر اس سے کہہ دے	ہم اس سے توڑ لیں گے اور وہ ہم تجھ کو دے دیں گے
تا بمکر ایں ازدلش بیروں کنم	پس تماشا کن کہ دفعش چوں کنم
تاکہ دھوکہ سے اس کو اس کے دل سے نکال دوں گا	پھر تماشا دیکھنا کہ اس کو کس طرح دفع کرتا ہوں
تو دلش خوش کن بگو میداں درست	کہ حقیقت دختر ما جفت تست
تو اس کا دل خوش کر دینا اور کہنا کہ تو بالکل صحیح سمجھ	کہ حقیقت میں ہماری لڑکی تیرا ہی جوڑا ہے
ماندانستیم اے خوش مشتری	چونکہ دانستیم تو اولیٰ تری
ہم کو معلوم نہ تھا اے عمدہ خریدار	جب ہم کو معلوم ہو گیا تو تو زیادہ مستحق ہے
آتش ماہم دریں کانون ما	لیلیٰ آن ما و تو مجنون ما
ہماری آگ ہمارے ہی چولہے میں	لیلیٰ بھی ہماری ہی چیز اور مجنوں بھی ہمارا ہی
تا خیال و فکر خوش بروے زند	فکر شیریں مرورا فربہ کند
تاکہ خیال اور فکر لذیذ اس پر غالب ہو جاوے	خیال شیریں اس کو فربہ کر دے
جانور فربہ شود لیک از علف	آدمی فربہ زعزت و شرف
جانور فربہ ہو جاتا ہے لیکن علف سے	آدمی فربہ عزت اور شرف سے ہوتا ہے
آدمی فربہ شود از راہ گوش	جانور فربہ شود از حلق و نوش
آدمی کان کے راستہ سے فربہ ہوتا ہے	جانور حلق اور خورد و نوش سے فربہ ہوتا ہے

خواجہ نے (بی بی سے) کہا کہ صبر کر (غصہ مت ظاہر کر اور) اس (غلام) سے کہہ دے کہ ہم اس (داماد) سے (اس کا رشتہ یا نکاح) توڑ لیں گے اور وہ (لڑکی) ہم تجھ کو دے دیں گے (اور یہ کہنا اس لئے تجویز کیا ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ (اس) دھوکہ سے اس (ہوس) کو اس کے دل سے نکال دوں گا پھر (ذرا) تماشا دیکھنا کہ اس (ہوس) کو کس طرح (اس کے دل سے) دفع کرتا ہوں (پس) تو اس کا دل خوش کر دینا اور کہنا کہ تو بالکل صحیح سمجھ کہ حقیقت میں ہماری لڑکی تیرا ہی جوڑا ہے ہم کو (تیرا میلان) معلوم نہ تھا اے عمدہ خریدار (اور) جب ہم کو معلوم ہو گیا تو تو (سب سے) زیادہ مستحق ہے (پس اس کی ایسی مثال ہے جیسی) ہماری آگ ہمارے ہی چولہے میں (اور) لیلیٰ بھی ہماری ہی چیز اور مجنوں بھی ہمارا ہی (تو اس کہنے میں یہ مصلحت ہے) تاکہ خیال اور فکر لذیذ اس پر غالب ہو جاوے (اور) خیال شیریں اس کو (بسبب خوشی کے) فربہ کر دے۔ جانور (بھی) فربہ ہو جاتا ہے لیکن علف سے (ہوتا ہے اور) آدمی فربہ عزت اور شرف سے ہوتا ہے (جو محض ایک خیالی چیز ہے۔ پس خیال سے فربہ ہونا ثابت ہوا جو اوپر مذکور تھا فکر شیریں مرد را فربہ کند۔ غرض) آدمی کان کے رستہ سے فربہ ہوتا ہے (کہ نفس کے موافق باتیں سنتا ہے اور ان کے موافق خیال پکا لیتا ہے اور) جانور حلق اور خورد نوش سے فربہ ہوتا ہے۔

گفت آں خاتوں کزیں ننگ مہیں	خود زبانم کے بجنبد اندریں
اس بی بی نے کہا کہ ایسی رسوا کن عار کی بات کے ساتھ	خود میری زبان کب حرکت کرے گی اس میں
اینچنیں ژاژے چہ خایم بہر او	گو بمیر آں خائن ابلیس خو
میں اس کے واسطے اس طرح ژاژ خائی کیسے کروں	گو وہ خائن ابلیس خصلت مر جاوے تو مر جاوے
گفت خواجہ نے مترس و دم دہش	تارود علت ازو زیں لطف خوش
خواجہ نے کہا کہ نہیں کچھ اندیشہ مت کر اور اس کو دم دے دے	تاکہ اس خوش لطفی سے اس کی علت جاتی رہے
دفع او را دلبرا بر من نویس	ہل کہ صحت یابد ایں باریک ریس
اس کا دفعیہ اے دلبر تو میرے ذمہ لکھ رکھ	اس کو اتنی مہلت دے کہ یہ باریک کاتنے والا صحت یاب ہو جاوے
چوں بگفت آں خستہ را خاتوں چنیں	می نگنجید از تبختر بر زمیں
اس خستہ حال سے جب اس بی بی نے ایسی بات کہی	تو مارے تبختر کے وہ زمین پر نہ سماتا تھا
زفت گشت و فربہ و سرخ و شگفت	چوں گل سرخ او ہزاراں شکر گفت
خوب توانا و فربہ و سرخ ہوا اور شگفتہ ہو گیا	گل سرخ کی طرح اور ہزاروں شکرانے بھیجے
گہہ گہے می گفت اے خاتون من	کہ مبادا باشد ایں دستان و فن
کبھی کبھی کہتا کہ اے میری آقا خاتون	ایسا نہ ہو کہ یہ سب مکر و فن ہو
لیک خاتوں جزم میگفتش کہ ما	در پئے اینیم فارغ باش ہا
لیکن وہ خاتون اس کو جزم کے ساتھ کہہ دیتی کہ ہم	اسی فکر میں ہیں تو بے فکر رہ

اس بی بی نے (شوہر سے) کہا کہ ایسی رسوا کن عار کی بات کے ساتھ خود میری زبان کب حرکت کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

گی۔ اس (معاملہ) میں (یہ ترجمہ بعین بضم میم صیغہ اسم فاعل از اہانت کا ہے اور اگر بفتح میم کلمہ فارسی بمعنی عظیم ہو تو ترجمہ اس کا عار عظیم ہوگا۔ و بہ یشهد ذوقی) میں اس (غلام) کے واسطے اس طرح سے ژاژ خائی کیسے کروں گو وہ خائن ابلیس خصلت مر جاوے تو مر جاوے۔ خواجہ نے کہا کہ نہیں (ایسی بات کہنے سے) کچھ اندیشہ مت کر اور اس کو دم دے دے تاکہ اس خوش لطفی سے اس کی علت جاتی رہے اس (علت) کا دفعیہ اے دلبر تو میرے ذمہ لکھ رکھ (یعنی میرے ذمہ سمجھ) اس کو اتنی مہلت دے کہ یہ باریک (خیالی) کا کاتنے والا (یعنی سوچنے والا) صحت یاب ہو جاوے (پھر صحت کے بعد اس کو درست کروں گا خلاصہ یہ ہوا کہ) اس خستہ حال سے جب اس بی بی نے ایسی بات کہی تو مارے تبختر کے وہ زمین پر نہ سماتا تھا (یعنی گویا زمین سے اڑا جاتا تھا) خوب توانا و فربہ و سرخ اور گل سرخ کی طرح شگفتہ ہو گیا اور ہزاروں شکرانے بھیجے (اور چونکہ مقرر ہے "کہ عشق ست و ہزار بدگمانی" اس لئے یا فرط حیرت و تعجب و فرحت سے) کبھی کبھی (خاتون سے) کہتا کہ اے میری آقا خاتون ایسا نہ ہو کہ یہ سب مکر و فن ہو (اور تمہاری نیت نہ ہو) لیکن وہ خاتون اس کو جزم کے ساتھ کہہ دیتی کہ ہم اسی فکر میں ہیں تو بے فکر رہ۔

خواجہ چوں دیدش کہ سرخ و زفت گشت	رفت از وے علت و آمد بگشت
خواجہ نے جب اس کو دیکھا کہ سرخ و فربہ ہو گیا	اس سے بیماری دور ہو گئی اور چلنے پھرنے لگا
خواجہ جمعیت بکرد و دعوتے	کہ ہمی سازم فرج را وصلتے
خواجہ نے ایک مجمع کیا اور لوگوں کی دعوت کی	کہ فلانے غلام کا عقد کرتا ہوں
تا جماعت عشوہ می دادند و گال	کاے فرج بادت مبارک اتصال
یہاں تک کہ ایک جماعت بھی دھوکہ اور فریب دیتی تھی	کہ اے فلانے تجھ کو یہ اتصال مبارک ہو
تا یقیں تر شد فرج را آں سخن	علت از وے رفت کل از بیخ و بن
یہاں تک کہ اس غلام کو اس بات کا اور زیادہ یقین ہو گیا	مرض اس سے بالکل ہی بیخ و بن سے جاتا رہا
بعد ازاں اندر شب گرد ک بفن	امردے را بست حنا ہمچو زن
اس کے بعد شب عروسی میں دھوکہ دینے کے لئے	ایک بے ریش مرد جوان کے عورت کی طرح مہندی لگائی
پر نگارش کرد ساعد چوں عروس	پس نمودش ماکیاں ذادش خروس
اور اس کا ساعد دلہن کی طرح آراستہ کیا	پس اس کو دکھلائی تو مرغی اور دیدیا مرغا
مقنعہ و حلہ عروسانہ نکو	کنگ امرد را بپوشانید رو
اوڑھنی اور عروسانہ عمدہ جوڑے سے	کنگر امرد کا منہ چھپا دیا
شمع را ہنگام خلوت زود کشت	ماند ہندو با چناں کنگ و درشت
خلوت کے وقت شمع کو فوراً گل کر دیا	بس غلام ایسے کنگر قوی کے ساتھ رہ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہندوک فریاد می کرد و فغاں	از بروں نشنید کس ازدف زناں
غلام فریاد اور فغان کر رہا تھا	باہر کسی نے دف بجانے والوں کے سبب نہیں سنا
ضرب دف وکف ونعرۂ مردوزن	کرد پنہاں نعرۂ آں نعرہ زن
دف اور کف کی ضرب اور مرد و زن کے غل غپاڑہ نے	اس نعرہ زن کے نعرہ کو مخفی کر دیا
تا بروز آں ہندوک را می فشارد	چوں بود در پیش سگ انبان آرد
دن ہونے تک اس غلام کو ملتا دلتا رہا	جیسے کتے کے سامنے آٹے کے تھیلہ کی کیفیت ہو
روز آوردند طاس و بوغ زفت	رسم داماد آں فرج حمام رفت
دن کو خدام طشت اور بھرا ہوا بقچہ لائے	موافق رسم داماد کے وہ غلام حمام میں گیا
رفت در حمام او رنجور جاں	کوں دریدہ ہمچوں دلق تونیاں
وہ حمام میں گیا رنجور جان	بھنگیوں کے گدڑے کی طرح پھٹی دریدہ
آمد از حمام در گردک فسوس	پیش او بنشست دختر چوں عروس
حمام سے حجلہ عروسی میں بحالت حسرت واپس آیا	اس کے سامنے دختر عروس کی طرح آ بیٹھی
مادرش آنجا نشستہ پاسباں	کہ نباید کوکند روز امتحاں
اس کی ماں پاسبان ہو کر بیٹھ گئی	کہ ایسا نہ ہو کہ وہ دن کو امتحان کرنے لگے
ساعتے دروے نظر کرد از عناد	آنگہاں باہر دو دستش دہ بداد
اس نے تھوڑی دیر تو اس کو تکا	پھر دونوں ہاتھوں سے اس کو دھکا دیا
گفت کس را خود مبادا اتصال	باچو تو ناخوش عروس بد فعال
کہا کہ کسی کو تحقیق اتصال نہ ہو	تجھ جیسی ناخوش بدافعال عروس کے ساتھ
روز رویت ہمچوں خاتون ختن	شب عمودت ہمچو شاخ کرگدن
دن میں تو تیرا چہرہ خاتون ختن کا سا	رات کو تیرا ستون شاخ کرگدن کا سا
روز رویت ہمچو خاتوں تتر	کیر زشتت شب بتر از کیر خر
دن کو تیرا چہرہ خاتون تاتار کا سا	رات کو تیرا آلہ آلۂ خر سے بھی بدتر

(فرج نام آن غلام۔ گال فریب) گردک بکسر کاف فارسی و دوم تازی حجلۂ عروس و بمعنی عروس نیز آمدہ کنگ بضم کاف تازی وکاف دوم فارسی مرد سطبر تن وقوی ہیکل۔ انبان تھیلہ چرمی۔ بوغ بباء موحدہ بقچہ بیائے تحتانیہ بمعنی جوابہلی۔ زفت بمعنی پر دمالا مال ہم آمدہ۔ تونیان تون محل سرگین وتونی کناس و خاکروب فسوس

www.besturdubooks.wordpress.com

حسرت۔ وہ بالکسر کلمۂ نفرین واز پیش راندن۔ بعضہ من الحواشی و بعضہ من الغیاث) خواجہ نے جب اس کو دیکھا کہ سرخ وفربہ ہو گیا اس سے بیماری دور ہو گئی اور چلنے پھرنے لگا تو خواجہ نے ایک مجمع کیا اور لوگوں کی دعوت کی کہ فلانے غلام کا عقد کرتا ہوں (ممکن ہے کہ اوروں سے مطلقاً کہا ہوا پنی دختر کا نام نہ لیا ہوتا کہ نہ بدنامی ہو اور نہ داماد کو شبہ ہو صرف اس غلام سے دختر کا وعدہ کا وعدہ کر رکھا تھا) یہاں تک کہ ایک جماعت بھی (جو ہمراز خواجہ کے تھے اس کو) دھوکہ اور فریب دیتے تھے کہ اے فلانے تجھ کو یہ اتصال مبارک ہو یہاں تک کہ اس غلام کو (خاتون کی) اس بات کا اور زیادہ یقین ہو گیا (اور) مرض اس سے بالکل ہی بیخ و بن سے جاتا رہا (یعنی اس شہرت کے قبل جو گاہ گاہ شبہ دستان وفریب کا ہوتا تھا اور اس کا کچھ اثر ہو گا وہ بھی جاتا رہا) اس کے بعد شب عروسی میں (یعنی مقرر تاریخ میں) دھوکہ دینے کے لئے ایک بے ریش مرد جوان کے عورت کی طرح مہندی لگائی اور اس کا ساعد دلہن کی طرح (زیور سے) آراستہ کیا پس (ایسی مثال ہو گئی جیسے) اس کو دکھلائی تو مرغی اور دیدیا مرغا (چنانچہ اوڑھنی اور عروسانہ عمدہ جوڑے سے (اس) کنگر امرد کا منہ چھپا دیا (پس مصرعہ اول میں رابطہ از یا با مقدر ہے اور) خلوت کے وقت شمع کو فوراً گل کر دیا (جس کو اس کے لئے مامور کیا ہو گا اگر ضمیر خواجہ کی طرف ہے تو اسناد الی السبب ہے جیسے بنی الامیر المدینۃ) پس غلام ایسے کنگر قوی کے ساتھ رہ گیا (بادماندن میں اشارہ کر دیا اس غلام کے ساتھ سوء تصرف کرنے کی طرف استہجان ذکر کے سبب تصریح نہیں کی) غلام فریاد اور فغان کر رہا تھا (مگر) باہر کسی نے دف بجانے والوں کے سبب نہیں سنا۔ دف اور کف کی ضرب اور مرد وزن کے غل غپاڑہ نے اس نعرہ زن کے نعرہ کو مخفی (اور مغلوب) کر دیا (غرض) دن ہونے تک اس غلام کو ملتا دلتا رہا جیسے کتے کے سامنے آٹے کا تھیلہ کی کیفیت ہو (کہ کبھی الٹا کرتا ہے کبھی سیدھا کبھی کھینچتا ہے کبھی چھوڑتا ہے) دن کو خدام طشت (منہ ہاتھ دھونے کو) اور بھرا ہوا بقچہ (نیا جوڑا بدلنے کو اور اگر یوغ بمعنی جوئے کے ہو تو اطلاقاً للجزء علی الکل مراد بہلی اور سواری ہو گی۔ یعنی حمام تک سوار ہو کر چلنے کے لئے سواری) لائے (اور) موافق رسم داماد کے وہ غلام حمام میں گیا (مگر) وہ حمام میں (جو) گیا (تو اس حالت سے کہ) رنجور جان (اور) بھنگیوں کے گدڑے کی طرح پس دریدہ (تشبیہ اس بنا پر ہے کہ اکثر بھنگی غریب مفلس ہوتے ہیں اور پھٹے گدڑے پہنتے ہیں پھر) حمام سے حجلہ عروسی میں بحالت حسرت واپس آیا۔ حسرت کا سبب ظاہر ہے کہ ناکامی اور الٹی مصیبت اور) اس کے سامنے (وہ مصنوعی) دختر عروس کی طرح آ بیٹھی (اس تشبیہ سے اس شعر آئندہ کے مضمون سے مصنوعی کے ساتھ تفسیر کی ورنہ اصلی دختر تو واقعی عروس تھی ہی پھر امتحان کا بھی کیا خوف تھا) اس (دختر) کی ماں پاسبان ہو کر بیٹھ گئی (اس کی ماں مجازاً کہہ دیا موافق زعم غلام کے) کہ ایسا نہ ہو کہ وہ دن کو (منہ کھول کر) امتحان کرنے لگے اس (غلام) نے تھوڑی دیر تو اس کو تکا پھر دونوں ہاتھوں سے اس کو دھکا دیا (اور) کہا کہ (خدا کرے) کسی کو تجھ جیسی ناخوش بدافعال عروس کے ساتھ اتصال (نصیب) نہ ہو دن میں تو تیرا چہرہ خاتون ختن کا سا (اور رات کو تیرا استون (یعنی آلہ) شاخ کرگدن کا سا۔ دن کو تو تیرا چہرہ خاتون تاتار کا سا (اور) رات کو تیرا آلہ خر سے بھی بدتر (چہرہ کو حسین بتلانا اسی گمان پر ہے کہ اس کو دختر اصلی سمجھے ہوئے ہے جس کو بارہا دیکھا تھا)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در حقیقت حکایت و بیان آنکہ ہر نفسے ہمچوں آں ہندو مبتلا است

ہمچناں جملہ نعیم ایں جہاں	بس خوش ست از دور پیش از امتحاں
اسی طرح اس عالم کی تمام نعمتیں	دور سے قبل امتحان کے بہت خوشنما ہیں
می نماید در نظر از دور آب	چوں روی نزدیک آں باشد سراب
دور سے تو نظر میں پانی معلوم ہوتا ہے	جب نزدیک جاؤ تو وہ سراب ہوتا ہے
گندہ پیر ست او و از بس چاپلوس	خویش را جلوہ دہد چوں نو عروس
وہ ایک سڑیل بڑھیا ہے اور فریب دینے کے لئے	اپنے کو نو عروس کی طرح ظاہر کرتی ہے
ہیں مشو مغرور آں گلگونہ اش	نوش نیش آلودۂ او را مچش
خبردار اس کی اس آرائش پر دھوکہ نہ کھانا	اور اس کے نیش آلودہ نوش کو مت چکھنا
تا نیفتی چوں فرج اندر حرج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
تاکہ اس غلام کی طرح تنگی میں نہ پڑ جاوے	صبر کرنا کیونکہ صبر فراخی کی کلید ہے
آشکارا دانہ پنہاں دام او	خوشنماید ز اولت انعام او
ظاہر تو دانہ ہے اور دام اس کا پنہاں ہے	اول سے اس کا انعام تجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے

در بیان آنکہ ایں غرور تنہا آں ہندو را نبود بلکہ ہر آدمی بچنیں غرور مبتلا است در ہر مرحلہ الا من عصمہ اللہ

اس بیان میں کہ یہ دھوکہ تنہا اس ہندی کو نہ تھا بلکہ ہر آدمی ایسے دھوکے میں ہر مرحلہ میں مبتلا ہے بجز اس کے جس کو اللہ بچائے۔

چوں بہ پیوستی بدام اے ہوشیار	چند نالی در ندامت زار زار
اے ہوشیار جب تو جال میں پھنس گیا	تو پھر ندامت میں زار زار بہت روئے گا
نام میری و وزیری و شہی	نیست الا درد و مرگ و جاں دہی
نام تو امیری اور وزیری اور شاہی	اور ہے محض درد اور موت اور جان دینا
بندہ باش و بر زمیں رو چوں سمند	چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند
تو بندہ رہ اور زمین پر گھوڑے کی طرح چل	نہ کہ جنازہ کی طرح کہ لوگ اپنی گردن پر رکھتے ہیں
جملہ را حمال خود خواہد کفور	بار مردم گشتہ چوں اہل قبور
ناسپاس آدمی سب کو اپنا باربردار بنانا چاہتا ہے	اور خود اہل قبور کی طرح لوگوں پر بار ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

برجنازہ ہرکرا بینی بخواب	فارس منصب شود عالی رکاب
اگر کسی کو خواب میں جنازہ پر دیکھو	تو وہ شخص کسی منصب پر سوار ہوگا اور عالی رکاب ہوگا
زانکہ آں تابوت برخلقست بار	بار بر خلقاں فگندند ایں کبار
اس وجہ سے کہ وہ تابوت بھی خلق پر بار ہے	ان بڑے لوگوں نے بھی اپنا بار خلائق پر رکھ رکھا ہے
برتن خود بار خود نہ اے پسر	برکس دیگر منہ زیں الحذر
اے بیٹا اپنا بوجھ اپنے بدن پر رکھ	اس سے بچ کر کسی دوسرے پر نہ رکھ
بار خود برکس منہ برخویش نہ	سروری را کم طلب درویش بہ
تو کسی پر اپنا بار مت رکھ اپنے ہی اوپر رکھ	سروری کو مت طلب کر کہ درویش اچھا ہوتا ہے
مرکب اعناق مردم را مپای	تانیاید نقرست اندر دوپای
تو آدمیوں کی گردنوں کے مرکب پر مت قائم ہو	تاکہ درد نقرس تیرے دونوں پاؤں میں نہ ہو جاوے
مرکبے را کاخرش تودہ دہی	کہ بشہرے مانی و ویراں دہی
جس مرکب کو تو اخیر میں نفرین کرے گا	کہ تو شہر کے مشابہ تھا اور ویران گاؤں ہے
دہ دہش اکنوں کہ چوں شہرت نمود	تانباید رخت در ویراں کشود
تو اس کو اب نفرین کر جبکہ شہر کی تجھ کو نظر آیا ہے	تاکہ تجھ کو ویرانہ میں اسباب نہ کھولنا پڑے
دہ دہش اکنوں کہ صد بستانت ہست	تانگردی عاجز و ویراں پرست
اس کو اب نفرین کر کہ سینکڑوں باغ موجود ہیں	تاکہ تو عاجز اور ویرانہ پرست نہ رہ جاوے

(یہاں سے تقریر ہے غرض حکایت مذکورہ کی جو کہ حکایت کے قبل بھی مذکور تھی ان اشعار میں "الحذر اے ناقصاں الیٰ قولہ زہر قتال ست زود دوری گزین" اور اسی پر حکایت لائی گئی تھی اور وہ غرض حب مال وجاہ کی مضرتوں کا بیان ہے یعنی جس طرح اس حکایت میں وہ جوان قوی ہیکل ظاہر میں عروس تھا اور باطن میں خروس تھا) اسی طرح اس عالم کی تمام نعمتیں دور سے قبل امتحان کے بہت خوشنما ہیں۔ دور سے تو نظر میں پانی معلوم ہوتا ہے جب نزدیک جاؤ تو وہ سراب ہوتا ہے وہ ایک سڑیل بڑھیا ہے اور فریب دینے کے لئے اپنے کو نوعروس کی طرح ظاہر کرتی ہے خبردار اس کی اس آرائش پر دھوکہ نہ کھانا اور اس کے نیش آلودہ نوش کو مت چکھنا تاکہ تو اس غلام کی طرح تنگی میں نہ پڑ جاوے (بلکہ اس کے اس چکھنے سے) صبر کرنا کیونکہ صبر فراخی کی کلید ہے (پس چکھنا سبب تنگی کا اور نہ چکھنا سبب فراخی کا ہے اور نیش آلودہ میں تصریح کردی کہ جس لذت ونعمت میں معصیت یا غفلت مفضی الی المعصیت آمیختہ ہو اس سے پرہیز بتلا رہے ہیں) ظاہر تو دانہ (اور نفع) ہے اور دام (اور ضرر) اس کا پنہاں ہے (اس لئے) اول سے اس کا انعام تجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے (لیکن) جب جال میں پھنس گیا تو پھر ندامت میں زار زار بہت روئے گا (آگے تصریح ہے بعض نعیم کی کہ) نام تو امیری اور وزیری اور شاہی اور ہے (حقیقت میں) محض

www.besturdubooks.wordpress.com

درد اور موت اور جان دینا (یعنی ان میں بہت مضرتیں ہیں جب یہ ہے تو) تو بندہ (ہوکر) رہ اور زمین پر گھوڑے کی طرح چل نہ کہ جنازہ کی طرح کہ لوگ اپنی گردن پر رکھتے ہیں (آگے تطبیق ہے اس مثال کی کہ) ناسپاس (یعنی نافرمان) آدمی سب کو اپنا بار بردار بنانا چاہتا ہے اور خود اہل قبور (اموات) کی طرح لوگوں پر بار ہوتا ہے (یعنی اپنا بوجھ دوسروں پر مت ڈالو جیسا گھوڑا اپنا بار کسی پر نہیں ڈالتا بلکہ خود اوروں کا اٹھا لیتا ہے بخلاف اہل علو کے کہ ہر طرح سے عام خلائق کو تکلیف دیتے ہیں اور جنازہ کی طرح ان پر اپنا بار ڈالتے ہیں اس طرح سے کہ ان سے ناجائز ذرائع سے مال حاصل کرتے ہیں اور ظلم سے ان پر حکم چلاتے ہیں اور ناجائز اور ظلم کی قید کا قرینہ سیاق کلام اور آئندہ ایک شعر کی تصریح ہے "در بامرحق بخواہی ہم رواست الخ آگے تشبیہ جنازہ کی تائید قول معبرین سے ہے کہ) اگر کسی کو خواب میں جنازہ (یعنی سر پر میت) پر دیکھو تو (تعبیر اس کی یہ ہوتی ہے کہ) وہ شخص کسی منصب پر سوار ہوگا اور عالی رکاب ہوگا (اور دونوں میں مناسبت) اس وجہ سے (ہے) کہ وہ تابوت (میت کا) بھی خلق پر بار ہے (اور) ان بڑے لوگوں نے بھی اپنا بار خلائق پر رکھ رکھا ہے (سو) تو کسی پر اپنا بار مت رکھ اپنے اوپر ہی رکھ (یعنی) سروری کو مت طلب کر۔ درویش (و بے قدرت) اچھا ہوتا ہے (کہ اس سے متعدی معاصی کم ہوتے ہیں) تو آدمیوں کی گردنوں کے مرکب پر مت قائم ہو تا کہ (انجام کار آخرت میں) درد نقرس تیرے دونوں پاؤں میں نہ ہو جاوے (یعنی ایسے مرکب پر مت قائم ہو کہ) جس مرکب (کا آخرت میں یہ انجام دیکھ کر اس) کو تو اخیر میں (یہ کہہ کر) نفرین کرے گا کہ (اے مرکب) تو شہر کے مشابہ تھا (حسن و زینت میں) اور (واقع میں) ویران گاؤں (کے مثل) ہے (پس مرکب رابدل ہے مرکب اعناق سے جب اخیر میں نفرین ہی کرنا ہوگا تو) تو اس کو اب نفرین کر جبکہ شہر کی طرح تجھ کو نظر آیا ہے تا کہ تجھ کو ویرانہ میں اسباب نہ کھولنا پڑے (یعنی اگر اب سوار ہو کر چلے تو جب حقیقت معلوم ہوگی وہاں ویرانہ ہوگا وہاں چھوڑنا پڑے گا۔ مراد اس سے عذاب ہے آخرت کا کہ اس منصب و مال مذموم کی حقیقت جس وقت معلوم ہوگی اس وقت عذاب ہوگا) اس کو اب نفرین کر کہ سینکڑوں باغ موجود ہیں تا کہ تو عاجز اور ویرانہ پرست نہ رہ جاوے (مراد باغ سے علوم و اعمال ہیں یعنی اگر اس سے اعراض کرے تو طاعات و معارف میں مشغول ہو کر دولت قرب و رضا حاصل کر سکتا ہے پس اس وقت کا سمجھنا مفید ہے اور آخرت کا سمجھنا غیر مفید)

گفت پیغمبرؐ کہ جنت از الٰہ	گر ہمی خواہی زکس چیزے مخواہ
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر خدائے تعالیٰ سے جنت	چاہتے ہو تو کسی سے کوئی چیز مت مانگو
چوں نخواہی من کفیلم مر ترا	جنت الماویٰ و دیدار خدا
اگر تم مانگو نہیں تو میں تمہارے لئے کفیل ہوں	جنت الماویٰ اور دیدار الٰہی کا
آں صحابی زاں کفالت شد عیار	تا یکے روزے کہ گشتہ بد سوار
وہ صحابی اس کفالت کے سبب نمونہ ہو گئے	یہاں تک کہ ایک روز سوار ہوئے جا رہے تھے
تازیانہ از کفش افتاد راست	خود فرود آمد زکس آں را نخواست
ان کے کف راست سے تازیانہ گر پڑا	خود اترے اس کو کسی سے مانگا نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ از دادش نیاید ہیچ بد	داند او بیخواہشے خود می دہد
جس کی عطا سے کوئی برائی لازم نہیں آتی	وہ جانتا بھی ہے اور خود بے خواہش دیتا بھی ہے
ور بامر حق بخواہی آں رواست	آنچناں خواہش طریق انبیاست
اور اگر بامر حق مانگو تو وہ جائز ہے	ایسا مانگنا حضرت انبیاء علیہم السلام کا طرز ہے
بدنماند چوں اشارت کرد دوست	کفر ایماں شد چو کفر از بہر اوست
جب محبوب نے اشارہ کر دیا تو وہ مفسدہ نہ رہے گا	کفر بھی ایمان ہو گیا اگر کفر اس کے لئے ہے
ہر بدے کہ امر او پیش آورد	آں ز نیکی ہائے عالم بگذرد
جو برائی ایسی ہو کہ اس کا حکم اس کو پیش لاوے	وہ تمام عالم کے حسنات سے بھی بڑھ جاتی ہے
ان صدف گر خستہ گردد نیز پوست	دہ مدہ کہ صد ہزاراں در دروست
اگر اس صدف سے کھال زخمی بھی ہو جاوے	تب بھی اس کو نفرین مت کرو کیونکہ اس میں لاکھوں موتی ہیں

(اوپر مراتب ومناصب کی مذمت اس بنا پر کی تھی کہ خلائق پر بار ہوتا ہے اور بار ڈالنا مذموم ہے یہاں اس بار ڈالنے کی مذمت کی تائید کے لئے ایک حدیث لاتے ہیں کہ یہاں تک مذموم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے سوال کرنے کو بھی پسند نہیں کیا حالانکہ دینے والا مختار وآزاد ہے اس پر کوئی جبر نہیں مگر ایک گونہ بار تو ہوتا ہی ہے اور صحابہ نے یہاں تک اس کا اہتمام فرمایا کہ اپنی گری ہوئی چیز کے مانگنے تک سے تحرز کیا حالانکہ یہ اس میں داخل نہیں مگر تاہم صورت سوال کی اور احتمال کسی قدر بار کا تھا گو وہ احتمال اور وہ بار بھی اس قدر ضعیف ہے کہ معتد بہ نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے (ایک بار کسی صحابی سے) فرمایا کہ اگر خدائے تعالیٰ سے جنت چاہتے ہو تو کسی سے کوئی چیز مت مانگو (یا تو اس صورت میں کہ سوال حرام ہو یا عام اس سے اگرچہ مباح بھی ہو اول صورت میں جنت کا سبب ترک معصیت ہے اور دوسری صورت میں عمل بالاحوط پس) اگر تم مانگو نہیں تو میں تمہارے لئے جنت الماویٰ اور دیدار الٰہی کا کفیل ہوں وہ صحابی (حضور کی) اس کفالت کے سبب ((یعنی اس کے نتیجہ میں شوق میں اس خصلت میں ایک اعلیٰ درجہ کے نمونہ ہو گئے (نمونہ عادۃً اپنے سب امثال سے بڑھ کر دکھلایا جاتا ہے یعنی بے نظیر ہو گئے۔ فی الغیاث عیار بکسر اول چاشنی زر وسیم کہ آزا بندی ہانگی گویند اھ) یہاں تک (بے نظیر ہو گئے) کہ ایک روز سوار ہوئے جا رہے تھے ان کے کف راست سے تازیانہ گر پڑا (اس کے لینے کو) خود اترے اس کو کسی سے مانگا نہیں (پس مخلوق سے نہ مانگنا چاہئے کہ اگر کامیابی بھی ہو اور وہ دے بھی دے تب بھی متضمن ہے مفاسد کو جن میں سے ایک مفسدہ بار ڈالنا بھی ہے جس کی مذمت اوپر سے چلی آ رہی ہے۔ اگر کوئی حاجت ہو تو حق تعالیٰ سے مانگے جس سے مانگنے میں اور نیز اس کے عطا کرنے میں کوئی مفسدہ ہی نہیں۔ خصوص مفسدہ مذکورہ چنانچہ حدیث میں ہے ولیعزم المسئلة فانه لامکرہ له. اسی کو فرماتے ہیں کہ) جس کی عطا سے کوئی برائی لازم نہیں آتی وہ (ہر ایک کی حاجت ومصلحت کو) جانتا بھی ہے اور خود بے خواہش دیتا بھی ہے (تو مانگنے سے کیوں نہ دے گا پس مانگنا ایسے سے چاہئے اب اس مصرعہ سے یہ شبہ نہ رہا کہ باقتضائے مقام ترغیب تو ہے اس سے مانگنے کی اور بیان کرنے لگے بے خواہش دینے کو۔ وجہ دفع ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں کہ ہم نے

www.besturdubooks.wordpress.com

جو اوپر مخلوق سے سوال کرنے کو منع کیا ہے مراد وہ صورت ہے جس میں اپنی رائے و خواہش نفس سے سوال ہو بخلاف اس کے کہ باذن حق و بامر شرع سوال ہو کہ اس میں اگر بار ہو تو وہ اس سائل کی طرف سے تو نہیں حق جل و علا شانہ کی طرف سے ہے اور ان کو ہر طرح کا حق حاصل ہے۔ بار ڈالنے کا بھی حق حاصل ہے کیونکہ مملوک میں فی نفسہ ہر طرح کا تصرف جائز ہے۔ الالمانع ولامانع ھھنا اور مخلوق کو یہ حق حاصل نہیں۔ آگے اسی کو بیان کرتے ہیں (یعنی) اور اگر بامر حق (کسی سے) مانگو تو وہ جائز ہے ایسا مانگنا حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے۔ ((قال اللہ تعالیٰ خذمن اموالھم صدقة الخ والاخذعام لما کان قبل السؤال او بعد السؤال فقد کان صلی اللہ علیہ وسلم یبعث السعاة علی جبی الصدقات وقال صلی اللہ علیہ وسلم قل لا اسألکم علیہ اجرا الاالمودة فی القربیٰ فالاول سوال للمال والثانی لغیر المال من الحقوق الواجبة اور اگر اس سوال میں بھی شبہ ہو مفسدہ گرانباری کا تو جواب اس کا یہ ہے کہ) جب محبوب نے اشارہ کر دیا تو وہ مفسدہ نہ رہے گا (جس کی وجہ اوپر بتلا چکا ہوں کہ ان کو اس کا حق حاصل ہے اور لفظ اشارہ میں لطیف اشارہ ہو سکتا ہے کہ اذن منصوص کے ساتھ اذن اجتہادی بھی ملحق ہے۔ لان القیاس مظھر لامثبت فکان الحکم مثبتا بالنص ولو اشارة بلاصراحة فافھم آگے اس مضمون میں ترقی کرتے ہیں کہ ان کے امر کے بعد قبح نہیں رہ سکتا حتیٰ کہ) کفر بھی ایمان ہو گیا اگر کفر اس (محبوب) کے لئے ہے (یا تو مراد کفر سے وہ کلمہ ہے جس کو سامع کفر سمجھتا ہے اور واقع میں وہ کفر نہیں جیسے بعض اسرار غامضہ جن کے اظہار کی ضرورت کسی کی تربیت کے لئے ہو اور بہر او کے یہی معنی ہیں کہ تربیت مامور بہ ہے باقی بلاضرورت ان کا اظہار فتنہ ہے اور یا مراد وہ کلمہ ہے کہ واقع میں کلمہ کفر ہے مگر اکراہ میں اس کا تلفظ ماذون فیہ غیر واجب ہے تو بہر او کے معنی بسبب اباحت او اور بعض اوقات کلمات موہمہ کفر جبکہ وہ مقدمہ ہو کسی واجب کا واجب بھی ہو جاتے ہیں جیسے کعب بن اشرف کا قتل بامر نبویؐ واجب تھا اور اس وقت صحابیؓ کو بعض ایسے کلمات موہمہ کا استعمال کرنا پڑا جو ذریعہ بنا کعب کے استمالت واعتماد و بےفکری کا جس کی ضرورت تھی تحصیل مقصود قتل میں غرض) جو برائی ایسی ہو کہ اس (محبوب) کا حکم اس کو پیش لاوے (یعنی امر کے سبب پیش آوے اور واقع ہو) وہ تمام عالم کے حسنات سے بھی بڑھ جاتی ہے (یہاں وہی ظاہری سیئات مراد ہوں گے جو مامور بہ کے درجہ میں پہنچ جاویں جس کی ایک مثال ابھی گزری تھی اور دوسری یہ بھی ہے کہ میتہ کھانا قبیح تھا لیکن اضطرار میں حسن بدرجہ واجب ہو گیا کہ اگر کوئی نہ کھاوے اور مر جاوے گنہگار مرے گا اور ظاہر ہے کہ واجب افضل الحسنات ہوتا ہے پس یہ صادق آ گیا ((ان زنیکہا ے عالم بگذرد" اور اس کی محسوسات میں ایسی مثال سمجھو جیسے موتی کو صدق سے نکالنے کے وقت) اگر اس صدف سے (تمہاری) کھال (ہاتھ کی مثلاً) زخمی بھی ہو جاوے۔ (جیسے سخت چیز کے توڑنے میں ایسا اتفاق ہو جاتا ہے) تب بھی اس (صدف) کو (جس نے تکلیف پہنچائی) نفرین مت کرو (اور دور مت کرو) کیونکہ اس میں لاکھوں موتی ہیں (یعنی جنس صدف میں نہ کہ ایک فرد صدف میں۔ پس مطلوب شرعی مثل موتی کے ہے اس کی تحصیل کے لئے اگر کوئی قبح بھی لازم آوے مثلاً جسم کو تکلیف ہو کہ قبیح طبعاً ہے یا نفس کو گراں ہو بوجہ توہم قبح شرعی کے تب بھی گوارا کرو)۔

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	سوی شاہ وہم مزاج باز گرد
اس مضمون کا تو کہیں انتہا ہی نہیں رجوع کر	سلطان کی طرف اور باز کا ہم مزاج ہو جا

www.besturdubooks.wordpress.com

باز رو درکاں چوں زردہ دہی	تارہد دستان تو ازدہ دہی
جبکہ تو زر خالص ہے تو معدن کی طرف رخ کر	تاکہ تیرے ہاتھ دھکے دینے سے محفوظ رہیں
صورت بد راچو دردل رہ دہند	از ندامت آخرش دہ می دہند
جب کسی خیال بد کو لوگ اپنے قلب میں راہ دے دیتے ہیں	تو ندامت سے اخیر میں اس کو دھکے دیتے ہیں
دزد را چوں قطع تلخی می دہد	ذوق دزدی راچوزن دہ می دہد
چور کے قطع ید کی تلخی جب ظاہر ہوتی ہے	تو وہ اس وقت لذت سرقہ کو عورت کی طرح دھکے دیتا ہے
دیدۂ دہ دادن از دست حزیں	دہ بدادن زیں بریدہ دست بیں
تم نے غمگین آدمی کے ہاتھ سے تو دھکے دیتے دیکھے ہوں گے	اس مقطوع الید سے دھکے دینے دیکھ لو
ہمچنیں قلاب و خونی و لوند	وقت تلخی عیش رادہ میدہند
اسی طرح دغا باز اور خونی اور بدمعاش	تلخی کے وقت عیش کو دھکے دیتے ہیں
توبہ می آرند ہم پروانہ وار	باز نسیاں می کشد شاں سوئے کار
یہ لوگ پروانہ کی طرح توبہ بھی کرتے ہیں	پھر نسیان ان کو اسی کام کی طرف کھینچ لے جاتا ہے
ہمچو پروانہ ز دور آں نار را	نور دید و بستہ آں سوبار را
جیسا پروانہ نے دور سے اس آگ کو	نور سمجھا اور اس طرف اپنا ٹاٹ پالان اٹھا کر ہو لیا
چوں بیامد سوخت پرش درگریخت	باز چوں طفلاں فتاد و ملح ریخت
جب آیا اس کا پر جلا تو بھاگا	پھر لڑکوں کی طرح جا پڑا اور نمک گرا دیا
بار دیگر برگمان طمع سود	خویش زد بر آتش آں شمع زود
دوبارہ طمع اور فائدہ کے گمان پر	اس شمع کی آگ پر اپنے کو پھر جا ڈالا
بار دیگر سوخت پر واپس بجست	باز کردش حرص دل ناسی و مست
دوبارہ جو جلا تو پھر واپس کود کر الگ ہو گیا	اور پھر حرص قلبی نے اس کو فراموش کنندہ اور مست بنا دیا
آں زماں کز سوختن وامی جہد	ہمچو ہندو شمع رادہ میدہد
جس وقت جلنے کے سبب وہ ہٹتا ہے	اس وقت غلام کی طرح شمع کو نفرین کرتا ہے
کاے رخت تاباں چو ماہ شب فروز	وے بصحبت کاذب و مغرور سوز
کہ اے تیرا چہرہ تو ماہ شب افروز کی طرح تاباں ہے	اور صحبت کے وقت خلاف واقع اور مغرور سوز ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

باز از یادش رود توبہ وانیں	کاوھن الرحمن کیدالکافرین
اور پھر وہ توبہ و گریہ اس کی یاد سے جاتا رہتا ہے	کہ خدائے تعالیٰ کافروں کی تدبیر کو ضعیف کرنے والا ہے

(زردہ دہی فی الغیاث بفتح ہر دو دال و یائے معروف بمعنی سرہ و خالص و کامل عیار الی قولہ زریکہ در آتش نہند مطلقاً ازان سوختہ نہ شود و کم نہ گردد اھ اقول غالباً دہ دہی از ہمیں گویند کہ اگر دہ جزو ع بود ہم دہ جزو ماندہ و کیے ہم از دہ کم نگشتہ قرینہ برین وجہ تسمیہ آنکہ دہ پنجی زر کم عیار بسیار غش را گویند ، ما فی الغیاث ایضاً دستان جمع دست خلاف قیاس زہیدن جوشیدن و بیرون آمدن۔ اوپر لذات و شہوات دنیویہ کے ترک کی ترغیب اور ان چیزوں کے مضار و مفاسد سے ترہیب اور اس کے ترک کی تدبیر کہ استحضار ہے اس کے مضار کا یہ سب مضامین مذکور تھے چنانچہ سرخی در حقیقت حکایت کے بعد کے اشعار میں نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے اور اخیر کے اشعار متضمن سوال با مرحق تبعاً و استدراکاً مذکور تھے۔ آگے یہ بتلاتے ہیں کہ ان کے ترک میں محض تدابیر مذکورہ دو وجہ سے ناکافی ہیں ایک تو اس لئے کہ لاکھوں چیزیں اور لاکھوں مضرتیں کہاں تک ہر وقت ان کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے چونکہ قدرت عبد مغلوب ہے قدرت حق سے اس لئے بھی تدبیر مذکور میں بعض اوقات ناکامی ہوتی ہے مثلاً استحضار مضرت ہی کا نہ رہا گو افعال اختیاریہ میں و منہا الا ستحضار وہ مغلوب ہونا بھی بواسطہ امور اختیاریہ عبد ہی کے ہوتا ہے۔ مثل توجہ الی اللذات ورنہ اضطرار عبد کا لازم ہے۔ وھو منتف مگر عبد بوجہ ضعف ہمت کے ان امور اختیاریہ کو دفع نہیں کرتا گو کر سکتا ہے اس لئے تدبیر میں کامیابی نہیں ہوتی پس طریق کافی یہ ہے کہ تدبیر مذکور کے ساتھ التجا الی الحق و توکل علی اللہ کو بھی منضم کیا جاوے کہ وہ امر واحد بھی ہے مضار کی طرح اس میں تکثر نہیں اور قدرت حق سب پر غالب بھی ہے اور پھر اہل توکل کے لئے کفایت کا وعدہ بھی ہے۔ و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ بس اس مضمون کو فرماتے ہیں کہ) اس مضمون (یعنی بیان مضار نعماء دنیویہ) کا تو کہیں انتہا ہی نہیں (اس لئے) سلطان (حقیقی) کی طرف رجوع کر ((یعنی تدبیر مذکور کے ساتھ اس پر توکل اور اس سے التجا کر) اور باز کا ہم مزاج ہو جا (کہ وہ شکار کر کے پھر بادشاہ کے پاس لوٹ آتا ہے تو بھی سب کام کر اس میں تدبیر بھی ہے کر کے حق تعالیٰ کی طرف توجہ کر ایک مثال تو رجوع کی یہ تھی آگے دوسری مثال سونے اور معدن کی ہے یعنی) جبکہ تو زر خالص ہے تو (اپنے) معدن کی طرف رخ کر (یعنی جس طرح زر خالص جس میں کوئی خارجی غش آمیختہ نہ ہو معدن کی طرف منسوب ہوتا ہے تو بھی مع اپنے افعال کے خالص مکون خالق تعالیٰ کا ہے کوئی دوسرا گو وہ دوسرا تیرا نفس ہی ہو یا تیرے افعال اس کے خلق میں شریک نہیں۔ پس تو بھی اپنی اور اپنے افعال کی نسبت اعتقاداً اور حالاً حق تعالیٰ کی طرف رکھ اور نسبت حالاً میں توکل داخل ہو گیا۔ یعنی سلوک و اصلاح میں اس پر توکل کر) تاکہ تیرے ہاتھ (مذموم چیزوں کے) دھکے دینے سے محفوظ رہیں (یعنی کوئی مذموم پیش ہی نہ آوے کہ دھکے دینے پڑیں اور یہی مقتضا ہے توکل مع التدبیر کا اگر کوئی امر پیش آوے گا تو اس مقتضی میں ضرور کمی ہوئی ہوگی اور اگر کمی نہ ہونے پر بھی کوئی پیش آوے چونکہ وہ غیر اختیاری ہوگا مذموم نہ ہوگا غرض اس مجموعہ کے بعد مذموم کا صدور محال ہے۔ یہاں تک تو رجوع کی مثالیں اور تدبیر کے ناکافی ہونے کی وجہ اول کا بیان تھا چنانچہ پایان ندارد میں اس تکثر کی تصریح ہے اور مقابلہ سے رجوع الی الحق کا توحد بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

مفہوم ہو گیا آگے بیان ہے قدرت عبد کے مغلوب ہونے کا قدرت حق سے جو کہ وجہ ثانی تھی عدم کفایت تدبیر و ضرورت رجوع الی الحق کی یعنی جب کسی خیال بد کو لوگ اپنے قلب میں راہ دیتے ہیں تو ندامت سے اخیر میں (جبکہ اس کا ضرر نظر آتا ہے) اس کو دھکے دیتے ہیں (چنانچہ) چور کے قطع ید کی تلخی جب ظاہر ہوتی ہے تو وہ اس وقت لذت سرقہ کو عورت کی طرح دھکے دیتا ہے (زن یا تو معنی فاعل ہے یعنی جس طرح عورت کی عادت ہوتی ہے کہ بوجہ کم ہمتی کے کچھ کر تو سکتی نہیں ہاتھ چلایا کرتی ہے اور یا مفعول ہے یعنی جیسے حکایت غلام میں مصنوعی زن کو دھکے دیئے تھے اور) تم نے غمگین آدمی کے ہاتھ سے تو دھکے دیتے (بہت) دیکھے ہوں گے (مگر اس مثال میں) اس مقطوع الید سے دھکے دینے دیکھ لو (کیونکہ یہ دھکے دینا بالمعنی اللغوی تو ہے نہیں جو موصوف ہو ہاتھ کے ہونے پر بلکہ بمعنی نفرین ہے جس میں ہاتھ کی ضرورت نہیں) اسی طرح (جیسا دزد میں بیان ہوا) دغاباز اور خونی اور بدمعاش تلخی کے وقت (پہلے) عیش کو دھکے دیتے ہیں (مطلب یہ کہ آخر جس ضرر کو دیکھ کر اپنے افعال کو نفرین کرتے ہیں بوجہ عاقل ہونے کے پہلے سے بھی تو اس کو سمجھتے تھے اور بچنے کی تدبیر کر سکتے تھے اور قدرت سے کام لے سکتے تھے باوجود اس کے پھر صادر ہونا ان افعال کا اور تدبیر نہ کرنا اور قدرت سے کام نہ لینا دلیل ہے اس کی کہ ان کی قدرت و تدبیر مغلوب ہے کسی دوسری قدرت و تدبیر سے اور وہ قدرت حق ہے پس اس کی طرف رجوع واجب ٹھہرا اور اول بار کے صادر ہونے سے زیادہ ایک امر عجیب اور ادل ہے مغلوبیہ قدرت و تدبیر عبد پر وہ یہ کہ) یہ لوگ (مذکورین بعض اوقات) پروانہ کی طرح توبہ بھی کرتے ہیں (اس تشبیہ کی تقریر آگے آوے گی) پھر نسیان ان کو اسی کام کی طرف کھینچ لے جاتا ہے (مراد وہ نسیان نہیں جو شرعاً عذر ہے بلکہ غفلت) جیسے پروانہ نے دور سے اس آگ کو نور سمجھا اور اس طرف اپنا ٹاٹ پالان اٹھا کر ہولیا جب (آگ کے پاس) آیا اس کا پر جلا تو بھاگا پھر لڑکوں کی طرح (اسی پر) جا پڑا اور نمک گرا دیا (یہ کنایہ ہے گرنے سے ماخذ اس کا یہ ہے کہ بچے گر پڑتے ہیں تو ان کے مشغول کرنے کو بعضی جگہ کہہ دیتے ہیں کہ اے ہے نمک گرا دیا نمک گرا دیا جیسے ہمارے یہاں عادت ہے کہ کہتے ہیں چیونٹی مار دی چیونٹی ماردی) دوبارہ طمع اور فائدہ کے گمان پر اس شمع کی آگ پر اپنے کو پھر جاڈالا دوبارہ جو جلا تو پھر واپس کود کر الگ ہو گیا اور پھر حرص قلبی نے اس کو فراموش کنندہ اور مست بنا دیا جس وقت جلنے کے سبب وہ ہٹتا ہے اس وقت (اس) غلام (مذکور فی الحکایت) کی طرح شمع کو نفرین کرتا ہے (اور بزبان حال کہتا ہے) کہ اے (شمع) تیرا چہرہ تو ماہ شب افروز کی طرح تابان ہے اور صحبت کے وقت خلاف واقع اور مغرور سوز ہے (مغرور دھوکہ میں آیا ہوا یعنی ایسے شخص کو جلانے والا ہے) اور پھر وہ توبہ دگر یہ اس کی یاد سے جاتا رہتا ہے۔ (یہ سب تقریر ہے تشبیہ مذکور توبہ می آرند ہم پروانہ وار کی اور وجہ اس مشبہ اور مشبہ بہ یعنی دزد و قلاب وخونی ولوند و پروانہ کی توبہ جاتی رہنے کی یہ ہے) کہ خدائے تعالیٰ (کا ارشاد ہے کہ ان الله موهن كيد الكافرين یعنی اللہ تعالیٰ) کافروں کی تدبیر کو ضعیف کرنے والا ہے (یہ اقتباس ہے معنی آیت کا اور یہ مطلب نہیں کہ یہ سب کافر ہیں اور نہ یہ مطلب ہے کہ آیت کا مورد ایسا مضمون ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ آیت سے ثابت ہوا کہ کفار کی قدرت کو کید مع المؤمنین میں باوجود ان کی ایسی کامل تدبیروں کے اللہ تعالیٰ نے مغلوب کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ قدرت عبد مغلوب ہے اور قدرت حق غالب وهو المطلوب)

www.besturdubooks.wordpress.com

درعموم تاویل ایں آیہ کلما اوقدوا ناراً للحرب اطفاء ھااللہ

اس آیت کی تاویل کی وسعت کے بیان میں "جب وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اس کو بجھادیتا ہے"

کلما ھم او قد و انار الوغیٰ	اطفأ اللہ نارھم حتیٰ انطفا
وہ کفار جب آتش جنگ کو مشتعل کرتے تھے	اللہ تعالیٰ ان کی آگ بجھا دیتا یہاں تک کہ وہ بجھ جاتی
عزم کردہ کہ دلا ایں جا مایست	گشتہ ناسی زانکہ اہل عزم نیست
اس شخص نے پختہ قصد کیا کہ اے دل یہاں مت کھڑا ہو	بھول گیا کیونکہ وہ عزم صاحب عزیمت کی طرف سے نہ تھا
چوں نبودش تخم صدقے کاشتہ	حق بروں نسیان آں بگماشتہ
چونکہ اس کے پاس تخم صدق بویا ہوا نہ تھا	حق تعالیٰ نے اس پر اس کا نسیان مسلط کر دیا
گرچہ بر آتش زنہ دل می زند	آں ستارش را کف حق می کشد
اگر وہ شخص چقماق پر دل لگاتا ہے	اس کی چنگاری کو آب وگل کا ہاتھ بجھا دیتا ہے

(جو مطلب اوپر آیہ ان اللہ موھن کید الکافرین کا لکھا گیا۔ ویسی ہی تقریر یہاں ہے کہ تفسیر کی تعمیم مقصود نہیں بلکہ حکم تعمیم استدلال بالمنصوص سے مقصود ہے کہ مضمون آیت سے کفار کی قدرت کا مغلوب ہونا ثابت ہوا چنانچہ) وہ کفار جب آتش جنگ کو مشتعل کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی آگ بجھا دیتا یہاں تک کہ وہ بجھ جاتی (اسی طرح جس کی قدرت کو چاہتے ہیں مغلوب فرمادیتے ہیں چنانچہ مثلہ مذکورہ ما قبل سرخی میں) اس شخص نے (انجام بد اپنے فعل کا دیکھ کر) پختہ قصد کیا کہ اے دل یہاں (آئندہ) مت کھڑا ہونا (مگر پھر) بھول گیا کیونکہ وہ عزم صاحب عزیمت (ہمت) کی طرف سے نہ تھا (یعنی) چونکہ اس کے پاس تخم صدق بویا ہوا نہ تھا حق تعالیٰ نے اس پر اس (عزم بمعنی قصد) کا نسیان مسلط کر دیا (یہ مطلب نہیں کہ اس نے ریا سے توبہ کی تھی بلکہ صدق سے مراد پختگی اور استقامت ہے یہ اس میں نہ تھی اس وجہ سے حق تعالیٰ کی تائید نہ ہوئی یہ وہی مضمون ہے جو میں نے اوپر معروض کیا ہے کہ توکل بعد تدبیر کے ہو یہاں اس شخص نے تدبیر میں کمی کی کیونکہ کف نفس منجملہ تدبیر ہے یہ نہیں کیا اس لئے وہ توکل بوجہ فقدان شرط اس کے اثر کے توکل مطلوب نہ ہوا مگر اتنا تو ثابت ہوا کہ عبد کی قدرت مغلوب ہے کہ بعض اوقات خیال لذت کی مقاومت نہیں کرتی آگے ایسی توبہ اور دوسرے عوارض سے اس کے مغلوب ہو جانے کی مثال ہے کہ) اگر چہ وہ شخص چقماق پر دل لگاتا ہے (مگر) اس کی چنگاری کو آب وگل (یعنی تعلقات دنیویہ) کا ہاتھ بجھا دیتا ہے (یعنی ایسی مثال ہے کہ کوئی چقماق سے کپڑے وغیرہ میں چنگاری جھاڑتا ہو اور دوسرا شخص پاس بیٹھا ہوا برابر چنگاریاں بجھارہا ہو تو آگ بڑھے گی نہیں آگے اس کی حکایت بھی ہے پس اسی طرح اس کی توبہ کو استمرار و ثبات نہیں ہوتا وہ تعلقات اس کو بجھا دیتے ہیں اس سب سے قدرت عبد کا ضعیف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور بعض نسخوں میں کف حق می کشد ہے مگر حکایت آئندہ کشتن وزد کے ساتھ تشبیہ کشتن حق کی محتاج ہوگی تاویل کی کہ وجہ شبہ صرف انطفاء من حیث لا یحتسب ہے مگر میں نے ظاہر ادب کو بھی چھوڑنا نہ چاہا اس لئے نسخہ کف گل میزند کا اختیار کیا)

www.besturdubooks.wordpress.com

آتش زدن در شب و کشتن وزد آتش را و غفلت آن مرد قصۂ ہم در تفسیر ایں معنیٰ

انہی معنیٰ کی تفسیر میں قصہ

رفت وزدے شب بخانہ یک بزرگ	آمد و پنہاں درآمد ہمچو گرگ
ایک چور رات کو ایک بزرگ کے گھر میں گیا	راہ پوشیدہ سے اس طرح آیا جیسے بھیڑیا
شرفۂ بشنید در شب معتمد	برگرفت آتش زنہ کاتش زند
ان معتمد نے دھمک یا آہٹ سنی	تو چقماق اٹھایا کہ آگ جھاڑیں
صاحب خانہ شب آوازے شنید	برگرفت آتش زنہ زداں وحید
صاحب خانہ نے رات کو آواز سنی	اس یکتا نے چقماق اٹھا کر رگڑا
میزد آتش بہر شمع افروختن	تا سر آواز را بیند علن
وہ شمع روشن کرنے کے لئے آگ جھاڑتے تھے	تاکہ اس آواز کی باطنی حقیقت کو علانیہ دیکھ لیں
وزد آمد در دو زماں پیشش نشست	چوں گرفتے سوختہ می کرد پست
وہ چور فوراً آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا	اور جب سوختہ اس آگ کو لیتا تو وہ چور اس کو دبا دیتا
می نہاد آنجا سر انگشت را	تا شود استارۂ آتش فنا
اس موقع پر انگلی لب سے تر کر کے رکھ دیتا	اور انگلی سے اس چنگاری کو فنا کر دیتا
تر ہمی کرد او سر انگشت را	ز اصبع آں استارہ را کردے فنا
وہ انگلی کے سرے کو تر کر لیتا	اس چنگاری کو انگلی سے بجھا دیتا
خواجہ می پنداشت کز خود می مرد	ایں نمیدید آں کہ وزدش می کشد
وہ بزرگ خیال کرتے تھے کہ وہ آگ خود بجھ جاتی ہے	اور یہ نہ دیکھتے تھے کہ اس کو چور فنا کر دیتا ہے
خواجہ گفت ایں سوختہ نمناک بود	می مرد استارہ از تریش زود
وہ بزرگ کہنے لگے کہ یہ سوختہ نمناک تھا	چنگاری اس کی نمی سے فوراً بجھ جاتی ہے
سبکہ ظلمت بود، تاریکی ز پیش	می ندید آتش کشے را پیش خویش
چونکہ ظلمت اور تاریکی پیش نظر تھی	اس لئے آتش کش کو اپنے سامنے نہ دیکھتے تھے

(سرفہ کھانسی وشرفہ بالفتح در فارسی ہر آواز را گویند خصوصاً آواز پا کذا فی الغیاث ۱۲ مر مخنف می میرد اشعار بالا میں شرح کے اخیر میں ربط بیان ہو چکا ہے کہ یہ حکایت مثال ہے قدرت عبد کے مغلوب وضعیف ہونے کی قدرت حق کے سامنے کہ بعض اوقات اس کے ایجاد کئے ہوئے اسباب کی بھی مدد نہیں کرتا، و بوجہ استعمال صفت اختیار کے

www.besturdubooks.wordpress.com

جو اسی کی عطا کی ہوئی ہے مقاومت کر سکتا ہو تو اس سے ایک صانع قادر کا وجود ثابت ہوتا ہے پس اس کی طرف رجوع والتجا ضروری ٹھہری جس کا سترہ اٹھارہ شعر اوپر بیان تھا ایں سخن پایان ندارد الخ میں اور اس حکایت کو صورۃ اوپر کی سرخی کلما اوقدوا نارا الأیۃ سے بھی مناسبت ہے کہ آگ بجھانے کا دونوں جگہ ذکر ہے پس حکایت یہ ہے کہ) ایک چور رات کو ایک بزرگ کے گھر میں گیا۔ راہ پوشیدہ سے اس طرح آیا جیسے بھیڑیا (گلہ گوسفند میں گھس جاتا ہے) ان معتمد نے دھسک یا آہٹ (علیٰ اختلاف النسخین) سنی تو چقماق اٹھایا کہ آگ جھاڑیں وہ شمع روشن کرنے کے لئے آگ جھاڑتے تھے تا کہ اس آواز کی باطنی حقیقت کو علانیہ دیکھ لیں وہ چور فوراً آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا اور جب سوختہ اس آگ کو لیتا (جس میں آگ جھاڑتے ہیں جیسے کپڑا یا پھونس وہ سوختہ کہلاتا ہے) تو وہ چور اس کو دبا دیتا (اور اس موقع پر انگلی لب سے تر کر کے رکھ دیتا (جمعت فیہ بین النسخین) اور انگلی سے اس چنگاری کو فنا کر دیتا وہ بزرگ خیال کرتے تھے کہ وہ آگ خود بجھ جاتی ہے اور یہ نہ دیکھتے تھے کہ اس کو چور فنا کر دیتا ہے (اس نہ دیکھنے کی وجہ آگے آتی ہے) وہ بزرگ کہنے لگے (یعنی دل میں) کہ یہ سوختہ نمناک تھا چنگاری اس کی نمی سے فوراً بجھ جاتی ہے چونکہ ظلمت اور تاریکی پیش نظر تھی اس لئے آتش کش کو اپنے سامنے نہ دیکھتے تھے (یہ ہے وجہ اس نہ دیکھنے کی یعنی ظلمت اور ظاہر ہے کہ اتنی چھوٹی چنگاری کی ایسی روشنی نہیں ہوتی کہ پاس والا آدمی نظر آ جاوے)۔

ایں چنیں آتش کشے اندر دلش	دیدۂ کافر نہ بیند از عمش
اسی طرح ایک آتش کش اس کے دل میں ہے	کافر کی آنکھ بوجہ اَعمش ہونے کے نہیں دیکھتی
چوں نمی داند دل دانندۂ	ہست باگر دندہ گردانندۂ
عاقل کا دل کیونکر اس بات کو نہ جانے گا	کہ متحرک کے ساتھ محرک ہے
چوں نمی گوئی کہ روز و شب بخود	بے خداوندے کے آید کے رود
اس کا کیوں نہیں قائل ہوتا کہ یہ لیل و نہار خود بخود	بدوں خداوند کے کب آمد و رفت کر سکتا ہے
گرد معقولات میگردی ببیں	ایں چنیں بے عقلی خود اے مہیں
تو معقولات کے گرد پھرا کرتا ہے	اے بے قدر اپنی بے عقلی دیکھ لے
خانہ بابنا بود معقول تر	یا کہ بے بنا بگو اے کم ہنر
گھر بانی کے ساتھ زیادہ اقرب الی العقل ہے	یا کہ بدوں بانی کے اے بے ہنر اس کا تو جواب دے
خانۂ باایں بزرگی و وقار	کے بود بے اوستادے خوبکار
یہ اتنی عظمت و شان کا گھر	بدوں استاد حسن الصنعۃ کے کب ہو سکتا ہے
خط با کاتب بود معقول تر	یا کہ بے کاتب بیندیش اے پسر
خط کاتب کے ساتھ اقرب الی العقل ہے	یا کہ بدوں کاتب کے اے پسر ذرا سوچ تو

www.besturdubooks.wordpress.com

جیم گوش و عین چشم و میم فم	چوں بود بے کاتبے اے متہم
جیم گوش اور عین چشم اور میم دہن	بدوں کاتب کے اے متہم کیونکر متحقق ہو سکتے ہیں
شمع روشن بے زگیرانندۂ	یا بگیرانندۂ دانندۂ
شمع بدوں کسی آگ لگانے والے کے اقرب الی العقل ہے	یا کسی آگ لگانے والے دانا کے ساتھ
صنعت خوب از کف شل ضریر	باشد اولیٰ یا ز گیرای بصیر
عمدہ صنعت شل نابینا کے ہاتھ سے	اقرب ہوتی ہے یا صاحب قوت بطش بینا سے

(بیان تطبیق ہے حکایت کی اور غرض مذکور ہے حکایت کی یعنی) اسی طرح ایک آتش کش اس (کافر) کے دل میں (موجود) ہے (مگر) کافر کی آنکھ (اس کو) بوجہ اعمش ہونے کے نہیں دیکھتی (وہ آتش کش تعلقات دنیویہ ہیں جیسا حکایت کے قبل کے شعر میں مذکور ہوا اور دلش کے شین کا مرجع کافر ہے بطریق اضمار قبل الذکر کے جب تعلقات کا اثر ثابت ہوا اور یہ اثر ہے حادث اور ہر حادث کے لئے محدث کی ضرورت ہے اور اس کا انتہاء قطع تسلسل کے لئے محدث واجب کی طرف ضرور ہے پس اس سے صانع قدیم کا وجود ثابت ہو گیا آگے یہی مضمون ہے کہ) عاقل کا دل کیونکر اس بات کو نہ جانے گا کہ (ہر) متحرک کے ساتھ (کسی) محرک (کا ہونا ضرور) ہے پس اے دہری اب) اس کا کیوں نہیں قائل ہوتا کہ یہ لیل و نہار خود بخود بدوں خداوند (عالم) کے کب آمد و رفت کر سکتا ہے (اے دہری فلسفی) تو معقولات کے گرد پھرا کرتا ہے یعنی معقولات کا اتباع کیا کرتا ہے مگر باوجود اس کے اس مسئلہ میں) اے بے قدر اپنی بے عقلی (تو) دیکھ لے (کہ ایسی خلاف عقل بات کا قائل ہے کہ حادث بدوں محدث کے ہے۔ دیکھ بدیہی بات ہے کہ) گھر (کا بننا) بانی (کے وجود) کے ساتھ زیادہ اقرب الی العقل ہے یا کہ بدوں بانی کے اے بے ہنر اس کا تو جواب دے (جب ایک ادنیٰ درجہ کا گھر بدوں بانی کے نہیں پایا جاتا تو) یہ اتنی عظمت و شان کا گھر (یعنی آسمان و زمین) بدوں استاد حسن الصنعۃ کے کب (موجود) ہو سکتا ہے (اسی طرح دوسری مثال سمجھو کہ) خط کاتب (کے وجود) کے ساتھ اقرب الی العقل ہے یا کہ بدوں کاتب کے اے پسر ذرا سوچ تو (اول مثال جواہر کی تھی اور یہ ثانی اعراض کی اور مقصود محض مثال سے استدلال کرنا نہیں بلکہ مقدمات استدلال کے باوجود دونوں جگہ جاری ہونے کے ان مثالوں میں اوضح اور مسلم تھے اس لئے مثالوں سے تنویر دلیل کی مناسب ہوئی اور جس طرح اوپر خانہ مصنوع عباد کو خانہ غیر مصنوع عباد پر منطبق کیا تھا یہاں خط مصنوع عباد کو خط غیر مصنوع عباد پر منطبق کرتے ہیں کہ اسی طرح) جیم گوش اور عین چشم اور میم دہن بدوں کاتب سے اے متہم (العقل یعنی آنکہ عقلش در ادراک امین نباشد) کیونکر متحقق ہو سکتے ہیں (اگر ان اعضاء کے جواہر کو ان حروف سے تشبیہ دی ہے تو ان کو خط میں داخل کرنا ادعاء ہے کیونکہ جواہر اعراض کی قسم کیسے ہو سکتے ہیں اور اگر صرف ان اعضاء کی ہیئت کو تشبیہ دی ہے تو خط بالمعنی الاعم یعنی نقش میں یہ مشبہ داخل ہو سکتے ہیں کہ یہ ہیئات بھی اعراض ہیں۔ آگے تیسری مثال ہے کہ) شمع بدوں کسی آگ لگانے والے کے اقرب الی العقل ہے (بقرینۃ العطف علیٰ ماقبلہ ولو بلاحرف عاطف فیشتر کان فی الخبر) یا کسی آگ لگانے والے دانا (کے وجود) کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ساتھ (اقرب الی العقل ہے آگے چوتھی مثال ہے کہ اسی طرح) عمدہ صنعت مثل نابینا کے ہاتھ سے اقرب (الی العقل) ہوتی ہے (فالاولی بمعنی الاقرب) یا صاحب قوۃ بطش بینا (کے ہاتھ) سے (مقصود یہاں استدلال ہے بداہۃ کے ساتھ کما قلتہ قبل ترجمہ قولہ خانہ بابنا بود الخ رہا یہ شبہ کہ کوئی شخص اس کو بداہۃ وہم کہہ سکتا ہے یہ اس لئے لچر ہے کہ ایسا احتمال تو ہر بدیہی میں نکالا جا سکتا ہے۔ آخر وجدان صحیح و عقل سلیم بھی کوئی چیز ہے۔ رہا یہ شبہ کہ ہم بھی صانع قدیم کے قائل ہیں اور وہ طبیعت اور صورت نوعیہ ہے سو قطع نظر دوسرے دلائل ابطال قدیم طبیعت کے ایک موٹی اور بدیہی وجہ اس کی لغو ہونے کی یہ ہے کہ طبیعت کو یا عدیمۃ الشعور یا ضعیفۃ الشعور مان لیا ہے تو بے شعور یا کم شعور سے اتنی غامض حکمتوں اور دقائق اور لطائف اور صنائع کی رعایت بداہۃً باطل ہے)

پس چودانستی کہ قہرت میکند	بر سرت دبوس محنت می زند
جب تو نے یقین کے ساتھ معلوم کرلیا کہ تجھ پر غلبہ کررہے ہیں	تیرے سر پر امتحان کا گُرز مار رہے ہیں
پس بکن دفعش چو نمرودے بجنگ	سوئے اوکش در ہوا تیر خدنگ
پس اس کو نمرود کی طرح لڑائی سے دفع کر	اور اس کی طرف فضا میں درخت خدنگ کا تیر چلا
ہمچو اسپاہ مغل بر آسماں	تیر می انداز دفع نزع جاں
لشکر مغل کی طرح تو بھی آسمان کی طرف	تیر پھینک نزع جان کے دفع کے واسطے
یاگریز ازوے اگر تانی برو	چوں روی چوں در کف اوئی گرو
یا کہ اس سے بھاگ جا اور اگر قدرت ہو چل دے	تو جا کیسے سکتا ہے جبکہ اسی کے ہاتھ میں محبوس ہے
در عدم بودی نرستی از کفش	از کف او چوں رہی اے دست خوش
جب تو عدم میں تھا اس کے ہاتھ سے چھوٹ نہ سکا	اے مسخر اس کے ہاتھ سے تو کیونکر چھوٹ سکتا ہے

(بعد اثبات صانع قادر قاہر کے ارشاد ہے اس کی طرف رجوع ہونے اور توجہ کرنے کا جس کا تخمیناً اڑتیس شعر اوپر بھی ذکر تھا ایں سخن پایان ندارد الخ مگر وہاں خطاب تھا مسترشد کو اور یہاں دہری معاند کو یعنی) جب تو نے (دلائل سے جس کی تفصیل حکایت کے بعد کی گئی اور مشاہدہ سے جس کا بیان سرخی کلما اوقدوا نارا الآیۃ سے پہلے ان اشعار میں ہوا ہمچنیں قلاب وخونی ولوند الخ غرض جب تو نے) یقین کے ساتھ معلوم کرلیا کہ تجھ پر (قضا و قدر) غلبہ کررہے ہیں (اور) تیرے سر پر امتحان (وابتلاء وبلیات) کا گرز مار رہے ہیں (یعنی تجھ کو ثابت ہوگیا کہ کوئی صانع قادر مطلق ہے اور وہ تجھ پر قاہر و غالب ہے) پس مقتضا عقل کا تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ تعلق عبدیت پیدا کرو ورنہ اگر اس پر بھی وہی جہل و عناد ہے تو پھر) اس کو نمرود کی طرح لڑائی سے دفع کر اور اس کی طرف فضا میں درخت خدنگ کا تیر چلا (خدنگ درختے ست کہ از چوبش تیرمی سازند و اور) لشکر مغل کی طرح (مراد یاجوج کہ یافث کی اولاد ہیں جیسے مغل یافث کی اولاد ہیں شرکت فی الجد کی وجہ سے مغل کہہ دیا یہ لوگ قرب قیامت میں نکل کر آسمان کی طرف تیر چلائیں گے پس ان کی طرح) تو بھی آسمان کی طرف تیر پھینک نزع جان کے دفع کے واسطے

www.besturdubooks.wordpress.com

(حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج وماجوج کا قصد اہلاک من فی السماء ہوگا اور نزع جان من فی السماء کے ہاتھوں ہے تو دفع نزع جان اور اہلاک من فی السماء مفہوماً متحد ہوئے) یا کہ (اگر اس کو دفع کرنے سے عاجز ہے تو کم از کم) اس سے (اپنی ہی جان بچانے کو اور اندفاع کو) بھاگ جا اور اگر قدرت ہو چل دے (مگر) تو جا کیسے سکتا ہے جب کہ اسی کے ہاتھ میں محبوس (ومقید) ہے (یہ سب امر تعجیز کے لئے ہیں (کما فی قولہ تعالیٰ یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان الأیة یعنی وہ ایسا قادر اور تو ایسا عاجز ہے کہ نہ اس کو دفع کر سکتا ہے اور نہ اپنی حفاظت کر سکتا ہے اور تو اب تو اس کے ہاتھ سے کہاں نکل سکتا ہے) جب تو عدم میں تھا (کہ ظاہراً قبضہ میں آنے کے قابل بھی نہ تھا اور ظاہراً محل قدرت بھی نہ تھا مگر اس وقت تو) اس کے ہاتھ سے چھوٹ نہ سکا (اور اب تو) اے مسخر (ومغلوب محض کہ ظاہراً بھی محل قبض ہے) اس کے ہاتھ سے تو کیونکر چھوٹ سکتا ہے (اور عدم میں نہ چھوٹ سکنا اس طرح ہوا کہ اس کی قدرت سے موجود ہو گیا (اور یہ ظاہر اور یقینی اور ثابت بالدلیل ہے باقی کیفیت اس تصرف کی سو یہ اس کا محل نہیں کیونکہ اس مقام میں اس کا بیان بھی مقصود نہیں مقصود صرف رد دعویٰ ہے کہ تو عدم سے اس کی قدرت وتکوین سے وجود میں آ گیا۔

آرزو جستن بود بگریختن	پیش عدلش خون تقویٰ ریختن
آرزو کرنا بھاگنا ہے	اس کے عدل کے سامنے تقویٰ کا خون بہانا
ایں جہاں دام ست ودانہ اش آرزو	در گریز از دامہای آرزو
یہ عالم ایک دام ہے اور اس کا دانہ آرزو ہے	دانہائے حرص سے فوراً بھاگ جا
چوں چنیں رفتی بدیدی صد گشاد	چوں شدی در ضد آں دیدی فساد
جب تو اس طرح چلا گیا تو صدہا فرحتیں دیکھے گا	جب تو اس کی ضد میں گیا تو خرابی دیکھے گا
چوں شدی در ضد بدانی ضد آں	ضد را از ضد شناسی اے جواں
جب تو ضد میں جاوے گا اس کی ضد کو جانے گا	ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچان لیتے ہیں
پس پیمبرؐ گفت استفت القلوب	گرچہ مفتی تاں بروں گوید خطوب
پھر پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ قلب سے استفتا کر لیا کرو	اگرچہ مفتی ان لوگوں کو ظاہر میں عظیم الشان باتیں کہے
گفتہ است استفت قلبک آں رسولؐ	گرچہ مفتی ات بروں گوید فضول
رسولؐ نے استفت قلبک فرمایا ہے	اگرچہ تجھ کو مفتی ظاہر میں زائد باتیں بتلا دے
آرزو بگزارد تا رحم آیدش	آزمودم کایں چنیں می بایدش
آرزو کو چھوڑ دو تاکہ اس کو رحم آوے	میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس کو اسی طرح مطلوب ہے
چوں نتانی جست بس خدمت کنش	تاروی از حبس او در گلشنش
جب تو نکل نہیں سکتا بس اس کی خدمت کرتا رہ	تاکہ اس کے حبس سے اس کے گلشن میں جاوے

www.besturdubooks.wordpress.com

دمبدم چوں تو مراقب میشوی	داد می بینی زد اور اے غوی
اگر تو وقتاً فوقتاً مراقب رہا کرے	تو داور سے عدل یا عطا دیکھا کرے
ور بہ بندی چشم خود راز احتجاب	کار خود را کے گزارد آفتاب
اور اگر تو اپنی آنکھ کو بواسطہ حجاب کے بند کر لے	تو آفتاب اپنا کام کیوں چھوڑ دے گا

(اوپر عبد کا مسخر قدرت حق ہونا اور فرار سے عاجز ہونا بیان کیا تھا جس سے غرض یہ تھی کہ جب تو ایسا عاجز ہے تو طریق سلامت تفویض اور رجوع بحق ہے یہاں اس فرار ممتنع کی ایک فرد کی تعیین کرکے کہ وہ آرزوئے باطل ہے اس کے امتناع پر اس کے ترک کو اور بعد اس کے ترک کے تفویض ورجوع مذکور سابق کو متفرع فرماتے ہیں یعنی خلاف مراد حق) آرزو کرنا (ایک طرح کا حق سے) بھاگنا ہے (جس کا امتناع اوپر مذکور ہوا اور چونکہ اوپر مطلق لفظ آرزو مذکور ہے اور ہر آرزو مذموم نہیں ہے بلکہ صرف وہی جو خلاف مراد حق ہو اس لئے اس قید کے افادہ کے لئے اس آرزو کی تفسیر کرتے ہیں یعنی اس آرزو سے مراد یہ ہے کہ) اس کے عدل کے سامنے تقوی کا خون بہانا (یعنی وہ جب عادل ہے تو اس کے سب احکام اور مرادات عین عدل اور متضمن حکمت واعتدال اور محمود اور قرین مصلحت ہیں تو اس صورت میں عقل عامی بھی مقتضی تفویض وامتثال وتقوی کو ہے پھر باوجود اس کے تقوی کو کہ اس میں تفویض بھی داخل ہے ضائع کرنا اور احکام کی مخالفت کرنا اور ہوائے نفس کا اتباع کرنا یہ مراد ہے آرزو مذکور سے جس کا حاصل آرزوئے خلاف مراد حق ہوا۔ مطلب مقام کا یہ ہے کہ مراد حق دو قسم ہے مراد تشریعی و مراد تکوینی اور خلاف مراد حق واقع ہونا دونوں قسم میں ممتنع اور محال ہے مگر صورت وقوع کی دونوں جگہ متفاوت یعنی مراد تشریعی کے خلاف واقع ہونا تو یہ ہے کہ اس حکم تشریعی کے خلاف دوسرا حکم مشروع ہو جاوے اور مراد تکوینی کے خلاف واقع ہونا یہ ہے کہ اس حکم تکوینی کے خلاف دوسرا امر مکون اور متحقق کہ ہو جاوے جب یہ دونوں محال ہوئے تو یہ آرزو کرنا کہ کاش اس حکم مشروع کی جگہ یہ دوسرا امر مشروع ہو جاتا اور اسی طرح یہ آرزو کرنا کہ فلاں واقعہ واقع نہ ہوتا یا کسی مطلوب دنیوی میں تدبیر میں بہت غلو اور انہماک کرنا کہ یہ بھی اسی آرزو کی ایک فرد ہے یہ دونوں آرزوئیں گویا مراد حق سے فرار اور استخلاص کی طلب ہے اور یہ فرار محال ہے پس یہ محال کی طلب ہوئی جو کہ بالکل عاطل اور باطل ہے پس جب یہ محض غیر مفید ہوئی تو تفویض اور تسلیم ہی ضروری اور نافع ٹھہرا چنانچہ احکام تشریعیہ کا نافع ہونا تو ظاہر ہے رہا احکام تکوینیہ مصائب وغیرہ کا نافع ہونا اس لئے کہ اس میں درجات بڑھتے ہیں رہا یہ شبہ کہ ان مرادات تکوینیہ میں کفر کافر بھی ہے تو کیا کسی کافر کے اسلام کی آرزو بھی نہ کرے اور کیا اس پر راضی رہے جواب یہ ہے کہ چونکہ ہم کو شرعاً یہ امر ہے کہ اس کی آرزو اور سعی کرو اور یہ بھی امر ہے کہ اگر وہ مسلمان نہ ہو تو سمجھو کہ حق تعالی نے کسی حکمت سے اسی کو مقدر کیا ہے اس لئے اعدام میں سعی کرنا امر تشریعی پر رضا ہے اور وجود کو قرین حکمت سمجھنا امر تکوینی پر رضا ہے نہ کہ مکون پر یعنی رضا بالقضاء ہے نہ کہ رضا بالمقضی پس شبہ جاتا رہا۔ وقد جمع بینھما فی قولہ تعالی ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ ففیہ امر باعدام الکفر. ثم قال ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ ففیہ امر باعتقاد الحکمۃ البتہ اس اعتقاد حکمت ورضا بالمشیۃ کا یہ اثر ضرور ہوگا کہ ضیق بکفر الکافر جو اولاً پیش آتا تھا وہ مرتفع ہو جاوے گا اور اسی ارتفاع کے لئے بعد آیۃ مزبورہ کے یہ ارشاد ہوا ہے واصبر وما صبرک الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تک فی ضیق مما یمکرون ونحو ذلک من الآیات الکثیرۃ اور یہ وجدان مختص ہے کاملین کے ساتھ

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے یہی تفصیل ہے بعنوان مختصر پس فرماتے ہیں کہ) یہ عالم ایک دام ہے اور اس کا دانہ (جس کو دیکھ کر پرندہ پھنس جاتا ہے) آرزو ہے (جس کا اوپر ذکر ہوا یعنی آرزوئے خلاف مراد حق تو اس آرزو کے سبب اس عالم کی محبت میں پھنس کر حق سے بعید اور غافل ہو جاتا ہے مگر جب اس کا باطل ہونا معلوم ہو گیا کما ذکر فی شرح قولہ آرزو جستن بود بگریختن تو تجھ کو چاہئے کہ) دانہائے حرص سے فوراً بھاگ جا (یعنی آرزو تو فرار من الحق تھی تو فرار الی الحق اختیار کر کما قال تعالیٰ ففروا الی اللہ) جب تو اسی طرح (اس سے یکسو ہو کر حق کی طرف) چلا گیا (کما قال تعالیٰ انی ذاھب الی ربی) تو صدہا فرحتیں دیکھے گا (کما قال تعالیٰ سیھدین وہ خوشی آثار رضا و تفویض ہیں عاجلہ میں جمعیت معیت وحلاوت نسبت مع اللہ اور آجلہ میں ثواب و درجات اور) جب تو اس کی ضد (یعنی اتباع ہوا وآرزوے باطل) میں گیا تو (طرح طرح کی) خرابی دیکھے گا (جو کہ ضد ہے کشاد و فرحت کی عاجلہ میں کلفت و تشویش اور آجلہ میں عقاب و درکات اور ممکن ہے کہ اس وقت وہ خرابی و فرحت جس کا اوپر ذکر ہوا ہے دیدی کشاد و دیدی فساد سمجھ میں نہ آوے ورنہ اتباع ہوا کہ چھوڑ دیتا لیکن) جب تو (کشاد و فرحت کی) ضد (یعنی خرابی) میں جاوے گا (جو کہ مرتب ہوگی اتباع ہوا پر مطلب یہ کہ جب اتباع ہوا کر کے اس کا خمیازہ بھگتے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس وقت) اس (خرابی) کی ضد (یعنی کشاد کی قدر) کو جانے گا (کیونکہ ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچان لیتے ہیں (پھر اس وقت پچھتاوے گا جیسا تقریباً چالیس بیالیس شعر اوپر اس کے متعلق کچھ مضمون آیا ہے وزدرا چوں قطع تلخی میزہد تو دنیا میں اگرچہ ممکن ہے کہ اس وقت تلافی میں مشغول ہو جاوے مگر کلفت تو آخر پیش آئی سو جب کلفت سے بچ سکے تو اس میں پھنسے ہی کیوں اور آخرت میں تو تلافی محتمل ہی نہیں اور بعض اوقات دنیا میں بھی توفیق تلافی نہیں ہوتی اور اس سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب ضد کی معرفت ضد سے ہوتی ہے اور اس وقت اس کی معرفت ہے نہیں جیسا فرض کیا گیا ہے کہ بعد کلفت پیش آنے کے جانو گے تو پھر اس کو معذور سمجھنا چاہئے۔ جواب یہ ہے کہ جو معرفت مدار تکلیف ہے وہ تو اب بھی حاصل ہے اور معرفت ضد کی بھی اس قدر حاصل ہے صرف ایک درجہ خاص یعنی یہ کہ مشاہد ہو جاوے یہ البتہ دونوں ضد کے متعلق مآل میں بتلا رہی ہیں فلا اشکال اور یہ حکم چوں شدی در ضدا لخ یعنی ادراک فی المآل تو عام طبائع کے اعتبار سے بتلایا آگے ادراک فی الحال کا حکم خاص طبائع سلیمہ کے اعتبار سے کر رہے ہیں کہ) پھر (ایک اور پہچان بھی اس آرزو پرستی کے مذموم ہونے کی کی ہے کہ) پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ (استفت قلبک یعنی) قلب سے استفسار کر لیا کرو۔ اگرچہ بظاہر پرست) مفتی ان لوگوں کو ظاہر میں عظیم الشان باتیں کہے (یعنی بڑے پرزور مضامین کسی شے کی اباحت میں کہے مگر جب قلب سلیم اس کو قبول نہ کرے اور اس سے رکے تو اس فعل کو ترک ہی کرنا چاہئے پس مورد حدیث کا خاص یہ ہے کہ مفتی تو توسع کرے اور قلب میں اس سے ضیق ہو اور اس کا عکس مراد نہیں کہ وہ تو بے احتیاطی ہے اور مقصود حدیث کا احتیاط ہے اور اسی کو مکرر فرماتے ہیں کہ) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے استفت قلبک فرمایا ہے اگرچہ تجھ کو مفتی ظاہر میں زائد باتیں بتلا دے (ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ قلب سلیم ہمیشہ ان اہواء کی مخالفت ہی کا حکم کرتا ہے پس مدعا ثابت ہو گیا کہ اہوا کو ترک کرو پس یہ طریقہ ہوا ادراک فی الحال کا اور ظاہر ہے کہ مفتی ظاہری اس فعل کی اجازت دے گا جو قطعاً خلاف شرع نہ ہو۔ پس جب اس میں بھی ترک ہوا ہی احوط ہوا تو جہاں مفتی بھی منع کرے وہاں تو ترک اور زیادہ آکد واقوی ہوگا اس تقریر سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ دعویٰ تو عام تھا ہر فرد ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ترک کا اور دلیل صرف جاری ہوتی ہے ان افراد ہوا میں جن کی مفتی ظاہری اجازت دے دے پس دعویٰ و دلیل متطابق نہ ہوے وجہ دفع ظاہر ہے بہر حال جب ہر طرح سے ترک ہوئی کا ضروری ہونا ثابت ہو گیا تو بس) آرزو کو چھوڑ دو تا کہ اس کو (یعنی حق تعالیٰ کو) رحم آوے (اور ترک آرزو کی تفسیر اور تفصیل شعر بالا آرزو جستن بود الخ کی شرح میں گزری ہے اور اس پر رحمت کا مرتب ہونا عام طور پر تو مطلقاً ظاہر ہی ہے لیکن اس ترک آرزو کی خاص ایک فرد یعنی ترک غلو فی التدبیر پر کہ تو حید و توکل کا درجہ کمال ہے خاص عنایت متوجہ ہونا خاص طور پر قابل ذکر ہے اور میرے ذوق میں مصرعہ ثانیہ میں اسی کا ذکر ہے کہ) میں نے (بہت) تجربہ کیا ہے کہ اس کو (یعنی حق تعالیٰ کو) اسی طرح مطلوب ہے) (یعنی وہ بندہ سے یہی چاہتے ہیں کہ وہ بندہ باستثناء مامور بہ وجوباً و ندباً بالکل تدبیر ترک کر دے اور یہی ہے وہ جس سے رحم آیدش کا ترتب ایک خاص درجہ میں ہوتا ہے اور چونکہ اس کے مطلوب حق ہونے کو تجربہؔ کی طرف محول کیا ہے یہی قرینہ ہے اس کا کہ یہاں یہ فرد مراد ہے کیونکہ تکرار مشاہدہ جو حقیقت ہے تجربہ کی اسی فرد کے ساتھ خاص ہے کہ ہر معاملہ میں سالک کو اس کا ادراک اور اس کے خلاف پر تنبیہ ہوتی رہتی ہے بخلاف دوسرے افراد کے کما ذکرت فی شرح شعر آرزو جستن الخ کہ اس کے منافع اور اس کے خلاف کے مضار کا تعلق زیادہ استدلال سے ہے کما لایخفی علی صاحب المصیرۃ آگے شعر بالا یا گریز از وے کے مضمون پر جس کا سلسلہ یہاں تک مرتبط چلا آیا ہے تفریع فرماتے ہیں کہ) جب تو (خدائے تعالیٰ کے قبضہ سے) نکل نہیں سکتا (کما ذکر فی قولہ یا گریز از وے) پس (اپنے کو تفویض کر کے) اس کی خدمت (اور اطاعت) کرتا رہ تا کہ اس کے حبس (قہر) سے اس کے گلشن (رحمت میں جاوے (کما ذکر فی قولہ چون چنین رفتی الخ و فی قولہ تارحم آیدش۔ آگے اس مضمون کے مستحضر رکھنے کی ترغیب اور ذہول پر ترہیب ہے کہ) اگر تو وقتاً فوقتاً مراقب رہا کرے (اور اس مضمون کو علماً و عملاً لازم پکڑے) تو داور (یعنی حاکم عادل) سے (کہ حق تعالیٰ ہے دراصل داد و ربودہ) عدل یا عطا دیکھا کرے (داد کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں اور عطا کی توجیہ تو ظاہر ہے اور عدل کی توجیہ یہ ہے کہ وہ عطا مقتضا عدل کا ہے جو مقتضی ہے مضمون ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین کو پس رویت عطا مستلزم ہے رویت عدل کو) اور اگر تو (اس مضمون سے علماً و عملاً) اپنی آنکھ کو بواسطہ حجاب کے بند کر لے (یعنی اس کے سامنے حجاب غفلت و اتباع ہوا کا ڈال لے جس طرح خفاش کی آنکھ پر پردہ عدم قابلیت کا پڑا ہوا ہے) تو (یہ سمجھ لو کہ تمہاری آنکھ بند کرنے سے) آفتاب اپنا کام کیوں چھوڑ دے گا (یعنی وہ اپنا کام پھر بھی کرے گا اور وہ کام اس خفاش صفت کے ساتھ یہ ہوگا کہ اس کو اور بھی اندھا کر دے گا اسی طرح اگر تو اعراض کرے تو حق تعالیٰ تجھ پر قہر نازل کرے گا جیسا مراقب پر رحم نازل کیا تھا کما ذکر اور اس قہر کا ظہور دنیا میں بصورت ابطال استعداد معبر بختم و طبع و ران ہوگا اور آخرت میں بصورت نیران۔ اور آفتاب کے عین اس فعل کے ساتھ ہی دوسرا فعل خفاش کی ضد کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ اہل بینش کی بینائی بڑھاتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ جس وقت اس پر قہر نازل فرماتے ہیں عین اسی وقت عبد مطیع پر رحمت نازل فرماتے ہیں آخرت میں ثواب سے اور دنیا میں ترقی بصیرت و ہدایت سے کما قال تعالیٰ یضل بہ کثیرا و یہدی بہ کثیرا و قال تعالیٰ افنضرب عنکم الذکر صفحاً ان کنتم قوما مسرفین اور عنکم اس لئے فرمایا کہ خطاب تو عام ہی ہے مگر انتفاع کے خاص ہونے سے ان ہی مصداق ضمیر عنکم کو دوسری آیت میں کثیراً مفعول بہ یضل کا فرمایا اور ذکر آفتاب کے قرینہ سے احقر نے مصرعہ اولیٰ میں تشبیہ بالخفاش کو ترجمہ میں اضافہ کر دیا)

www.besturdubooks.wordpress.com

باز ران سوے ایاز و رتبتش	و آن فضیلت در کمال و رفعتش
پھر سخن رانی کر ایاز اور اس کے رتبہ کی طرف	اور اس کے کمال و رفعت میں اس فضیلت کی طرف

(اس سے تقریباً پونے دو سو شعر اوپر سرخی حکایت غلام ہندو کے تقریباً بیس شعر قبل ایاز کا قصہ مدح نیاز و نیستی کے ضمن میں شروع ہوا تھا پھر دوسرے مضامین مناسبہ آ گئے اب اس کی طرف عود فرماتے ہیں کہ) ایاز اور اس کے رتبہ اور اس کے کمال و رفعت میں اس فضیلت کی طرف پھر سخن رانی کرو (اور یہ عود مطلق قصہ ایاز کی طرف ہے نہ کہ خاص چارق و پوستین کے دیکھنے کی وجہ کی طرف جیسا ظاہر اً متبادر ہوتا ہے چنانچہ لفظ رتبتش الخ تصریح ہے کہ اس نیاز سے اس کو جو رتبہ حاصل تھا اس رتبہ کا ایک قصہ بیان کیا جاتا ہے اور جس طرح یہ اس شعر کی طرف عود ہے اتفاق سے مضمون مقام کے مناسب بھی ہے کیونکہ جس نیاز و فنا کا ذکر قصہ ایاز میں ہے وہ یہاں اوپر بھی بعنوان تفویض و تسلیم مذکور ہو رہا ہے اور اس تسلیم و تفویض پر رحمت و عنایت کا مرتب ہونا جیسا اوپر مذکور ہو رہا تھا۔ آئندہ بقیہ حکایت ایاز میں بھی سلطان محمود کی خاص عنایت کا ایاز کے حال پر متوجہ ہونا مذکور ہے کہ اعتراض امرا کا خود محمود نے طرفدار ہو کر جواب دیا جیسا آئندہ آتا ہے اور نیز مضمون بالا تفویض سے شاید کوئی کج فہم جبر سمجھ جاتا آئندہ حکایت میں اس کی تحقیق بھی مذکور ہے" گفت سلطان بلکہ آنچہ از نفس زاد۔ ریع تقصیر ست و دخل اجتہاد الیٰ قولہ مل قضا حق ست و جہد بندہ حق" پس کئی طرح سے ربط حاصل ہو گیا)

وانمودن پادشاہ باامرا و متعصّبان سبب فضیلت و مرتبت و قربت و جامگی بردن ایاز بروجہے کہ ایشان راحجت و اعتراض نماند

بادشاہ کا امرا اور متعصبوں پر فضیلت اور رتبے اور قرب کا سبب ظاہر کرنا اور ایاز کا پوشاک کا خرچہ حاصل کرنا ایسے طریقہ پر کہ ان کی دلیل اور اعتراض باقی نہ رہا

چوں امیراں از حسد جوشاں شدند	عاقبت بر شاہ خود طعنہ زدند
جب امراء حسد سے جوش میں آئے	تو اخیر میں اپنے بادشاہ پر طعنہ زن ہوئے
کایں ایاز تو ندارد سی خرد	جامگی سی امیر او چوں خورد
کہ یہ آپ کا ایاز تیس جیسے عقل کے نہیں رکھتا	جس پر تیس امرا کا وظیفہ لے جاتا ہے
شاہ بیروں رفت باآں سی امیر	سوئے صحراؤ کہستاں صید گیر
بادشاہ ان تیس امرا کے ہمراہ صحرا و کوہستان	کی طرف صید گیری کرتا ہوا چلا
کاروانے دید از دور آں ملک	گفت امیرے را کہ روائے موتفک
اس بادشاہ نے ایک قافلہ دور سے دیکھا	اور ایک امیر کو حکم دیا کہ جا اے واپس آنے والے
رو بپرس آں کارواں را بر رصد	کز کدامیں شہر اندر می رسد
جا اور اس قافلہ سے تجسس کے طور پر پوچھ	کہ وہ کس شہر سے آ رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

رفت و پرسید و بیامد کہ زرے	گفت عزمش تا کجا درماند وے
وہ امیر گیا اور پوچھ کر آ گیا کہ شہر رے سے	بادشاہ نے پوچھا کہ کدھر جائے گا بس وہ امیر رہ گیا
دیگرے را گفت روائے بوالعلا	باز پرس از کارواں کہ تا کجا
دوسرے امیر کو حکم دیا کہ اے صاحب علو تم جاؤ	اور قافلہ سے پوچھو کہ کدھر جاوے گا
رفت و آمد گفت تا سوی یمن	گفت رختش چیست ہاں اے موتمن
وہ گیا اور آ کر کہا کہ یمن کی طرف	بادشاہ نے پوچھا کہ سامان اس کا کیا ہے اے معتمد
ماند حیراں گفت با میرے دگر	کہ برو واپرس رخت آں نفر
وہ حیران رہ گیا تو تیسرے امیر کو حکم دیا	کہ تم جاؤ اور اس جماعت کا سامان پوچھو
باز آمد گفت از ہر جنس ہست	غالب آں کاسہائ رازی ست
وہ لوٹا اور کہا کہ ہر قسم کا سامان ہے	زیادہ حصہ شہر رے کے پیالے ہیں
گفت کے بیروں شدند از شہر رے	ماند حیراں آں امیر ست پے
بادشاہ نے پوچھا کہ یہ لوگ شہر رے سے کب نکلے ہیں	وہ امیر ست قدم حیران رہ گیا
آں دگر را گفت رو واپرس ہاں	تا کہ کے بودست نقل کارواں
اب چوتھے کو حکم دیا کہ ہاں تم پوچھو	کہ اس قافلہ کی نقل و حرکت کب ہوئی ہے
بازگشت و گفت ہشتم از رجب	گفت دررے چیست تسعیر اے عجب
وہ واپس آیا اور کہا کہ رجب کی آٹھویں تاریخ	بادشاہ نے پوچھا کہ شہر رے میں نرخ کیا ہے اے صاحب تعجب
چوں نمیدانست دیگر دم نزد	شہ فرستاد آں دگر را زاں عدد
چونکہ نرخ کا علم نہ تھا پھر دم نہیں مارا	بادشاہ نے اس پانچویں کو اس تعداد میں سے بھیجا
ہمچنیں تا سی امیر و بیشتر	ست رای و ناقص اندر کروفر
اسی طرح تیسواں امیر تک اور زیادہ تک	سب ست رائے اور کروفر میں ناقص
ہر یکے رفتند بہر یک سوال	ناقص و عاجز ز ادراک کمال
سب اشخاص ایک ایک سوال کے لئے گئے	اور پوری تحقیقات سے ناقص اور عاجز
گفت امیراں را کہ من روزے جدا	امتحاں کردم ایاز خویش را
بادشاہ نے امرا سے کہا کہ آج کے علاوہ	میں نے ایک روز اپنے ایاز کا امتحان کیا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ بپرس از کارواں تا از کجاست	او برفت ایں جملہ را پرسید راست
کہ اس قافلہ سے پوچھ کہ کہاں سے آیا ہے	وہ گیا اور ان سب امور کو ٹھیک ٹھیک پوچھ آیا
بے وصیت بے اشارت یک بیک	حال شاں دریافت بے ریبے وشک
بدوں فہمائش کے اور بدوں اشارہ کے ایک ایک کرکے	ان کا سب حال بلا کسی اشتباہ اور شک کے دریافت کر آیا
ہرچہ زیں سی میر اندر سی مقام	کشف شد زو آں بیکدم شد تمام
جس قدر حال ان تیس امیروں سے تیس مرتبہ میں	منکشف ہوا ایاز سے ایک دفعہ میں سب پورا ہو گیا تھا

جب (سلطان محمود کے) امراء حسد سے جوش میں آئے تو اخیر میں (یعنی اور بھی کچھ گفتگو ہوئی ہوگی سب کے اخیر میں) اپنے بادشاہ پر طعنہ زن ہوئے (یہ ضرور نہیں کہ گستاخی کے عنوان سے کہا ہو ادب ہی سے کہا ہوگا) کہ یہ آپ کا ایاز تیس جسے عقل (وہنر) کے نہیں رکھتا جس پر تیس امراء کا وظیفہ (یہ تنہا) لے جاتا ہے (شعر آئندہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کے تیس امراء تھے جو خاص مصاحبت کا درجہ رکھتے ہوں گے (جاگی وظیفہ وادرار اور غالباً ایاز اس جلسہ میں نہیں ہے۔ جس کا یہ بھی قرینہ ہے کہ آگے ایاز کا ایک قصہ خود بادشاہ نے بیان کیا ہے ایسے طور سے جیسے غائب کا حال بیان کرتے ہیں اس شعر میں گفت امیران را الخ) بادشاہ (ایک بار) ان تیس امراء کے ہمراہ صحرا وکوہستان کی طرف صید گیری کرتا ہوا چلا (اور) اس بادشاہ نے ایک قافلہ دور سے دیکھا اور ایک امیر کو حکم دیا کہ اے واپس آنے والے (باعتبار ماٰول کے کہا جیسے قافلہ اس اعتبار سے کہا جاتا ہے گو وہاں نکتہ تفاول کا بھی ہو غرض اے امیر) جا اور اس قافلہ سے تجسس کے طور پر (جیسا عملہ سلطنت کا فرض منصبی ہے تاکہ قافلہ والے سوال کو بے وقعت سمجھ کر جواب میں بے پروائی نہ کریں کہ یہ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے غرض اس قافلہ سے) پوچھو کہ کس شہر سے آ رہا ہے وہ امیر گیا اور پوچھ کر آ گیا کہ شہر رے سے (آیا ہے) بادشاہ نے پوچھا کہ کدھر جائے گا بس وہ امیر (جواب سے عاجز) رہ گیا دوسرے امیر کو حکم دیا کہ اے صاحب علو تم جاؤ اور قافلہ سے پوچھو کہ کدھر جائے گا وہ گیا اور آ کر کہا کہ یمن کی طرف (جائے گا) بادشاہ نے پوچھا کہ سامان (تجارت) اس (قافلہ) کا کیا ہے۔ اے معتمد وہ (اس کے جواب میں) حیران رہ گیا تو تیسرے امیر کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور اس جماعت کا سامان پوچھو وہ (پوچھ کر) لوٹا اور کہا کہ (یوں تو) ہر قسم کا سامان ہے (لیکن) زیادہ حصہ شہر رے کے پیالے ہیں بادشاہ نے پوچھا کہ یہ لوگ شہر رے سے کب نکلے ہیں (اس کے جواب میں) وہ امیر سست قدم حیران رہ گیا (حیرت میں طبیعت پر سستی چھا جاتی ہے اس لئے سست قدم خوب چسپاں ہے) اب چوتھے کو حکم دیا کہ ہاں تم (جا کر) پوچھو کہ اس قافلہ کی نقل وحرکت کب ہوئی ہے وہ واپس آیا اور کہا کہ رجب کی آٹھویں تاریخ (مثلاً) بادشاہ نے پوچھا کہ شہر رے میں نرخ (اشیاء کا) کیا ہے اے صاحب تعجب (یوں تو یہ بھی بضرورت شعر ہے مگر پھر بھی مقام کے اس لئے مناسب ہے کہ اس سوال سے تعجب میں ضرور رہ گیا ہوگا) چونکہ نرخ کا علم نہ تھا پھر دم نہیں مارا (پھر کے معنی یہ ہیں کہ ایک بات تو بتلا چکا تھا اس کے بعد پھر کچھ نہ بتلا سکا) بادشاہ نے اس پانچویں کو (امراء کی) اس تعداد میں سے بھیجا (کہ اس کی تحقیق کر کے آؤ) اور وہ بھی بس یہی بات پوچھ کر آیا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

دوسرے سوال کے جواب سے عاجز رہا غرض) اس طرح تینوں امیر تک اور (بلکہ اس سے) زیادہ تک (یہی سلسلہ رہا یہ زیادہ ان امراء کے کچھ اتباع ہوں گے اور) سب سست رائے اور کروفر میں (یعنی دعویٰ خرد میں یا آمد ورفت میں) ناقص (نکلے دعویٰ خرد میں تو ناقص اس لئے کہ دلیل سے خلاف ثابت ہوا اور آمد ورفت میں ناقص اس اعتبار سے کہ ناتمام تحقیقات کر کے لائے) سب اشخاص ایک ایک سوال کے لئے گئے اور پوری تحقیقات سے ناقص اور عاجز (رہ کر واپس آئے حالانکہ سوالات بھی غیر متعلق نہ تھے کہ یہ شبہ کیا جائے کہ عقل سے دوسرے کا مافی الضمیر کیسے معلوم ہوسکتا ہے یہ ایسے سوال تھے کہ ایک سے دوسرا پیدا ہوتا تھا مگر قلت اہتمام سے کوتاہی رہی) بادشاہ نے امراء سے کہا کہ آج کے علاوہ میں نے ایک روز اپنے ایاز کا امتحان کیا تھا (اور حکم دیا تھا) کہ اس قافلہ سے پوچھ کہ کہاں سے آیا ہے وہ گیا اور ان سب امور کو ٹھیک ٹھیک پوچھ آیا بدوں (صریح) فہمائش کے اور بدوں اشارہ کے ایک ایک کر کے ان کا سب حال بلا کسی اشتباہ اور شک کے دریافت کر آیا (یعنی محقق طور پر پوچھ آیا جس میں کوئی اشتباہ نہ رہے) جس قدر حال ان تمیں امیروں سے تمیں مرتبہ میں منکشف ہوا ایاز سے ایک دفعہ میں سب پورا (معلوم) ہو گیا تھا۔

مرافعۂ آں امرا آں حجت شبہ جبریانہ و جواب دادن شاہ محمود ایشان را

ان امرا کا جبریوں کی طرح ان کے شبہ کے ساتھ اپیل کرنا اور شاہ محمود کا ان کو جواب دینا

پس بگفتند آں امیراں کایں فنے ست	از عنایتہا ست کار جہد نیست
ان امرا نے کہا کہ یہ ایک کمال ہے	عنایات سے ہے کسب کا کام نہیں ہے
قسمت حق ست مہ راروی نغز	دادۂ بخت ست گل رابوی نغز
چاند کا روئے حسین قسمت حق ہے	اور پھول میں خوشبوئے نفیس عطائے تقدیر ہے
بلکہ سلطاں چوں عنایت میکند	از تفاخر خیمہ برمہ می زند
بلکہ جب سلطان عنایت فرماتے ہیں	تو وہ شخص از راہ تفاخر ماہتاب پر خیمہ لگا لیتا ہے
گفت سلطاں بلکہ آنچہ از نفس زاد	ریع تقصیر ست و دخل اجتہاد
بادشاہ نے کہا بلکہ جو عمل نفس سے پیدا ہوا ہے	وہ تقصیر کا حاصل اور جہد کا منافع ہے
ورنہ آدمؑ کے بگفتے باخدا	ربنا انا ظلمنا نفسنا
ورنہ آدمؑ خدائے تعالیٰ سے یہ کیوں کہتے	کہ ربنا ظلمنآ انفسنا الآیۃ
خود بگفتے کایں گناہ از بخت بود	چوں قضا ایں بود خرم ماچہ سود
خود یوں کہتے کہ یہ گناہ میری تقدیر سے ہو گیا	جب تقدیر ہی اس طرح تھی تو ہمارا خرم کیا مفید ہو سکتا ہے
ہمچو ابلیسے کہ گفت اغویتنی	تو شکستی جام و مارا می زنی
جیسے ابلیس تھا جس نے کہا کہ اغویتنی	آپ ہی نے تو جام توڑا اور ہم کو مارتے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

بل قضا حق ست و جہد بندہ حق	ہیں مباش اعور چو ابلیس خلق
بلکہ قضا بھی ثابت ہے اور جہد عبد بھی ثابت ہے	خبردار یک چشم مت ہونا ابلیس فرسودہ کی طرح
در تردد ماندہ ایم اندر دوکار	ایں تردد کے بود بے اختیار
ہم لوگ دو امر کے درمیان میں تردد میں رہا کرتے ہیں	یہ تردد بدوں اختیار کے کب ہو سکتا ہے
ایں کنم یا آں کنم کے گوید او	کہ دو دست و پاش بستست اے عمو
ایں کنم یا آن کنم ایسا شخص کب کہا کرتا ہے	جس کے دونوں ہاتھ پاؤں بستہ ہوں
ہیچ باشد ایں تردد در سرم	کہ روم در بحر یا بالا پرم
کبھی یہ تردد بھی میرے دماغ میں پیدا ہوتا ہے	کہ میں سمندر میں چلوں یا اوپر کی طرف اڑوں
ایں تردد ہست کہ موصل روم	یا برائے سحر تا بابل روم
یہ تردد ہوتا ہے کہ میں شہر موصل کو جاؤں	یا سحر کے لئے بابل پہنچوں
پس تردد را بباید قدرتے	ورنہ آں خندہ بود بر سبلتے
پس تردد کے لئے قدرت کی ضرورت ہے	ورنہ وہ تردد شخص خندہ بر سبلت ہے
بر قضا کم نہ بہانہ اے جواں	جرم خود را چوں نہی بر دیگراں
تم قضا پر بہانہ مت رکھو	اپنے جرم کو دوسروں پر کیوں رکھتے ہو
خوں کند زید و قصاص او بعمر	مے خورد بکر و بر احمد حد خمر
خون تو کرے زید اور اس کا قصاص ہو عمرو سے	شراب تو پیے بکر اور احمد پر حد خمر جاری ہو
گرد خود برگرد و جرم خود ببیں	جنبش از خود بیں و از سایہ مبیں
تو اپنے گرد پھر اور اپنا جرم دیکھ	حرکت اپنی طرف سے دیکھ سایہ کی طرف سے مت دیکھ
کہ نخواہد شد غلط پاداش میر	خصم را میداند آں میر بصیر
کیونکہ حاکم کی جزا غلط نہیں ہو گی	وہ حاکم بصیر مدعا علیہ کو جانتے ہیں
تو عسل خوردی نیاید تب بغیر	مزد روز تو نیاید شب بغیر
تو نے شہد کھایا تو غیر کو تپ نہ آوے گی	تیری مزدوری دن کو شب کے وقت غیر کو نہ ملے گی
در چہ کردی جہد کاں با تو نگشت	تو چہ کاریدی کہ نامد ریع کشت
تو نے کس فعل میں جہد کیا تھا کہ وہ تیری طرف عائد نہیں ہوا	تو نے کیا چیز بوئی تھی کہ زراعت کی پیداوار نہیں آئی
فعل تو کاں زاید از جان و تنت	ہمچو فرزندت بگیرد دامنت
تیرا فعل جو کہ تیری روح اور جسم سے پیدا ہوتا ہے	تیرے فرزند کی طرح تیرا دامن پکڑے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

فعل را در غیب صورت می کنند	فعل وزدی را نہ دارے میزنند
عالم غیب میں فعل کی ایک صورت بنا دیتے ہیں	کیا فعل سرقہ کے لئے ایک استفہام دار نہیں لگاتے
دار کے مانَد بدزدی لیک آں	ہست تصویر خدائے غیب داں
دار سرقہ کے مشابہ کب ہے لیکن وہ بھی	خدائے غیب داں کی ایک صورت بنائی ہوئی ہے
دردل شحنہ چو حق الہام داد	کاینچنیں صورت بساز از بہر داد
جب شحنہ کے قلب میں حق تعالیٰ نے القا فرما دیا	کر نہ کے واسطے ایسی صورت بنا لے
تا تو عالم باشی و عادل قضا	نامناسب چوں دہد داد و سزا
تاکہ تو عالم و عادل ہو جاوے تو قضائے الٰہی	کیونکر نامناسب عطا و جزا دے گی
چونکہ حاکم ایں کند اندر گزیں	چوں کند حکم احکم للحاکمین
جبکہ حاکم اپنے انتخاب سے ایسا کرتا ہے	تو ان سب حاکموں کا حاکم تو کیسا کچھ کرے گا
چوں بکاری جو نروید غیر جو	قرض تو کردی ز کہ خواہم گرو
جب تم جو بوؤ گے تو جو کے سوا کچھ نہ نکلے گا	قرض تو تو نے کیا پھر رہن رکھنے کی خواہش کس سے کرتا ہے
جرم خود را بر کسے دیگر منہ	ہوش و گوش خود بدیں پاداش دہ
تم اپنے جرم کو دوسرے شخص پر مت رکھو	اپنے قلب و کان کو اس پاداش پر متوجہ رکھو
جرم برخود نہ کہ تو خود کاشتی	باجزا و عدل حق کن آشتی
جرم کو اپنے اوپر رکھو کیونکہ تم نے خود بویا ہے	حق تعالیٰ کی جزا اور عدل کے ساتھ صلح رکھو
رنج را باشد سبب بد کردنی	بدز فعل خود شناس از بخت نی
تکلیف کا سبب کوئی فعل بد کا صادر کرنا ہوتا ہے	اس فعل بد کو اپنے سے سمجھو تقدیر سے نہیں
آں نظر در بخت چشم احول کند	کلب را کہدانی و کاہل کند
محض تقدیر میں نظر کرنا چشم کو کج بین کر دیتا ہے	کلب کو مجہوں طفیلیہ خانہ اور کاہل کر دیتا ہے
متہم کن نفس خود را اے فتیٰ	متہم کم کن جزائے عدل را
تو اپنے نفس کو متہم سمجھنا	اور عدل سے جو جزا واقع ہوتی ہے اس کو متہم مت سمجھنا
توبہ کن مردانہ سر آور برہ	کہ فمن یعمل بمثقال یرہ
مردوں کی طرح توبہ کرنا اور راہ میں سر تسلیم کر دینا	کیونکہ ارشاد ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ
در فسون نفس کم شو غرہ	کافتاب حق نپوشد ذرہ
نفس کے افسوں میں مغرور مت ہونا	کیونکہ آفتاب حق ایک ذرہ کو پوشیدہ نہیں رہنے دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہست ایں ذرات جسمی اے مفید	پیش ایں خورشید جسمانی پدید
یہ ذرات جسمیہ اے صاحب افادہ	اس آفتاب جسمانی کے روبرو سب ظاہر ہیں
ہست ذرات خواطر و افتکار	پیش خورشید حقائق آشکار
ہیں ذرات خواطر اور افکار کے	حقائق کے آفتاب کے سامنے آشکارا
پیش حق پیدا و پیش تو نہاں	سر غیب ست ایں مکن فکرے دراں
خدائے تعالیٰ کے روبرو ظاہر ہیں اور تیرے سامنے نہاں ہیں	یہ سر غیب ہے اس میں تو فکر مت کر

فائدہ:۔ بادشاہ نے جو اس امتحان سے استدلال کیا ایاز کی فضیلت اور ان امراء کی کوتاہی پر امرا نے اس کا جواب جبریانہ دیا کہ اس فضیلت میں ایاز کے اختیار اور اس تقصیر میں ہمارے اختیار کا کچھ دخل نہیں۔ جس پر وہ مستحق تفضیل ہو اور ہم مستحق ملامت ہوں بادشاہ اس جواب کو اہل حق کے مسلک پر رد کرتا ہے کہ اس فضیلت میں ایاز کے اختیار کا اور اس تقصیر میں تمہارے اختیار کا ضرور دخل ہے اس لئے وہ مستحق تفضیل اور تم مستحق ملامت ہو اور حاصل اس رد کا احتجاج ہے بداہۃ صفت اختیار و قصد کے ساتھ باقی تنبیہات ہیں پس اب کسی مضمون پر کوئی عقلی شبہ نہیں ہو سکتا اور بداہۃ اس کی بالکل اس درجہ بدیہی اور ظاہر ہے کہ خود متمسک بالجبر بھی اس کے قائل ہو جاتے ہیں چنانچہ ابلیس باوجود تمسک بالجبر اور اغویتنی کہنے کے اہل نار کے مکالمہ میں یہ بھی کہے گا لوموا انفسکم ورنہ جبر میں ملامت کیسی۔ پس معلوم ہوا کہ تمسک بالجبر کسی شبہ کی وجہ سے نہیں ورنہ ہر جگہ یہی مذہب ہوتا صرف نفس کی شرارت ہے کہ جہاں اپنا تبریہ مقصود ہوتا ہے وہاں اس سے تمسک کرتے ہیں اور جب دوسرے کے تبریہ کا موقع ہوتا ہے اس کو ترک کر کے اس کے خلاف کے ساتھ تمسک کرنے لگتے ہیں اور یہی جبر ہے جس کی نفی کر کے اس کے مقابل قدرت کا اثبات کیا جاتا ہے اور جہاں محققین صوفیہ کے کلام میں قدرت کی نفی مترشح ہوتی ہے سو مقصود مطلق قدرت کی نفی نہیں ہے بلکہ قدرت مستقلہ کی جس کے قدریہ قائل ہیں خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کی تحقیق سے دو امر مقصود ہیں ایک شنائع و قبائح میں اپنے کو مجرم سمجھنا اور حق تعالیٰ پر الزام نہ رکھنا اس کے لئے جبر کی نفی کی جاتی ہے اور قدرت کو ثابت کیا جاتا ہے دوسرا کمالات و طاعات میں عجب اور ناز نہ کرنا اور دوسری خاطین کو حقیر اور اپنے کو مقدس و مطہر نہ سمجھنا اس کے لئے قدرت و اختیار مستقل کی نفی کی جاتی ہے اور عجز و ضعف و مسخر قدرت ہونے کو ثابت کیا جاتا ہے پس مسئلہ کی مقصودیت کے ساتھ اس سے یہ دونوں ترتیبیں بھی مقصود ہیں۔ مسئلہ کی تحقیق من حیث العارف ہونے کے اور ان ترتیبوں کی تفریع من حیث السالک و شیخ ہونے کے اب اشعار کی شرح کی جاتی ہے۔

شرح اشعار

ان امرا نے (بادشاہ سے) کہا کہ یہ (عقل کا ایسا جامع ہونا) ایک (فطری) کمال ہے (فن کی تقلید فطری کے ساتھ بقرینہ دوسرے مصرعہ کے ہے یعنی یہ) عنایات (حق) سے ہے کسب (و جہد) کا کام نہیں ہے۔ (اس لئے نہ ایاز کی کوئی خوبی نہ ہماری کچھ غلطی اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ) چاند کا روئے حسین قسمت حق ہے اور پھول میں خوشبوئے نفیس عطائے تقدیر ہے (پس جس طرح یہ کار جہد نہیں ہے اسی طرح عقل ایازی کا یہ درجہ کار جہد نہیں) بلکہ جب سلطان (حقیقی) کسی کے حال پر (تکوینی) عنایت فرماتے ہیں تو وہ شخص از راہ تفاخر ماہتاب پر خیمہ لگا لیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(یعنی علویات سے بھی عالی ہو جاتا ہے اور تفاخر بمعنی تکبر نہیں بلکہ محض بمعنی فخر۔ اور مصرع اول میں کلمہ بلکہ شعر بالا کے سابق کے جملہ کار جہد نیست سے مرتبط ہے جیسا تقریر ترجمہ سے بھی ظاہر ہو گیا) بادشاہ نے (جواب میں) کہا (کہ یہ بات نہیں) بلکہ جو عمل (مکلف کے) نفس سے پیدا ہوا ہے وہ تقصیر (اختیاری) کا حاصل اور جہد (اختیاری) کا منافع ہے (عمل سے مراد فعل اختیاری کہ اسی میں کلام ہو رہا ہے نیز لفظ عمل کا مفہوم خاص ہے اختیاری کے ساتھ اور وہ عمل دو قسم ہے قبیح اور حسن سو اول تو نفس کی تقصیر یعنی کم ہمتی و غلطی سے ناشی ہے اور دوسرا جہد کی طرف سے اور یہ دونوں اختیاری ہیں پس عمل اختیاری ہوا اور چونکہ فاعل افعال اختیاریہ کا نفس ہے اور جوارح اس کے آلات اس لئے سب پر از نفس زاد کا حکم صحیح ہوا اور عقل گو امر فطری ہے مگر اس میں شک نہیں کہ تدبر و اہتمام و حسن استعمال سے آثار و افعال کا ملہ پیدا ہوتی ہیں اور قلت مبالاۃ و بے احتیاطی و سوء استعمال سے آثار و افعال ناقصہ پیدا ہوتے ہیں اور یہ امور اختیاریہ ہیں پس ایاز کا یہ سلیقہ اور امرا کی یہ بدسلیقگی اس طرح مستند الی الاختیار ہے۔ باقی مثال ماہ اور گل کی قیاس مع الفارق ہے کیونکہ وہ خود ذی اختیار نہیں اور کلام ہو رہا ہے افعال اہل اختیار میں اور ہر انچہ از نفس زاد میں اسی فرق کی طرف اشارہ ہے کہ کلام ہے اہل نفس میں اور یہ دونوں مذکور اہل نفس نہیں اور یہی نفس ہے جو صفت اختیار کے سبب مکلف ہوا ہے۔ از نفس زاد کے ترجمہ میں اضافۃ الی المکلف کو اسی معنی کے افادہ کے لئے اضافہ کیا گیا خلاصہ یہ کہ یہ افعال باختیار صادر ہوتے ہیں) ورنہ آدم (علیہ السلام) خدائے تعالیٰ سے یہ کیوں کہتے کہ ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ (بلکہ) خود یوں کہتے کہ یہ گناہ میری تقدیر سے ہو گیا (اور یوں کہتے کہ) جب تقدیر ہی اس طرح تھی تو ہمارا حزم کیا مفید ہو سکتا ہے جیسے ابلیس تھا جس نے کہا کہ اغویتنی اور یوں کہا کہ) آپ ہی نے تو جام توڑا اور ہم کو مارتے ہو (سو یوں ہی آدم علیہ السلام کہہ دیتے مگر یوں اس لئے نہیں کہا کہ اختیار کی نفی صحیح نہیں) بلکہ قضا بھی ثابت ہے اور جہد عبد بھی ثابت ہے (دونوں کا قائل ہونا چاہئے اور خبردار یک چشم مت ہونا ابلیس فرسودہ (عقل) کی طرح (یک چشم ہونا یہ کہ قضا کو دیکھے اور جہد کو نہ دیکھے یہ مذکور تو دلیل سمعی و نقلی تھی کہ آدم علیہ السلام نے انا ظلمنا فرمایا آگے دلیل وجدانی و عقلی ہے کہ بدیہی بات ہے کہ) ہم لوگ (بعض اوقات) دو امر کے درمیان میں تردد میں رہا کرتے ہیں (کہ یوں کریں یا یوں کریں اور ظاہر ہے کہ) یہ تردد (مذکور) بدوں اختیار کے کب ہو سکتا ہے (یعنی یہ تردد خاص ایقاع و عدم ایقاع میں کہ دلیل ہے اختیار کی اور مطلق تردد مراد نہیں کیونکہ کسی امر کے وقوع و عدم وقوع میں تردد غیر اختیاریات میں بھی ہوتا ہے کہ مثلاً خدا جانے بارش ہو گی یا نہ ہو گی پس تردد سے خاص تردد مراد ہے اور وہ بالبداہۃ اختیاریت محل تردد کی دلیل ہے چنانچہ) ایں کنم یا آں کنم ایسا شخص کب کہا کرتا ہے جس کے دونوں ہاتھ پاؤں بستہ ہوں (کیونکہ ایک عارض کے سبب اختیار مسلوب ہو گیا اسی طرح جو اصل ہی میں غیر اختیاری امر ہو اس میں بھی تردد نہیں ہوا کرتا چنانچہ بھلا (کبھی یہ تردد بھی میرے دماغ میں پیدا ہوتا ہے کہ میں سمندر میں (پانی کی سطح پر زمین کی طرح) چلوں یا اوپر کی طرف اڑوں (سو یہ تردد کبھی بھی نہیں ہوتا ہے اسی لئے کہ اصل ہی سے اختیاری نہیں گو کسی عارض سے اختیاری ہو جاوے جیسے شناوری کے کمال یا مصنوعی آلات پرواز سے پس مثال اول میں تو فعل اصل میں اختیاری تھا اور للعارض غیر اختیاری اور اس مثال ثانی میں برعکس یعنی اصل میں غیر اختیاری اور للعارض اختیاری بہرحال جس حیثیت سے بھی جو فعل غیر اختیاری

ے یہ دونوں لفظ محاورہ اردو میں بطور واحد کے استعمال کئے جاتے ہیں ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اس میں تردد ایقاع وعدم ایقاع میں نہیں ہوتا البتہ) یہ تردد ہوتا ہے کہ میں شہر موصل کو جاؤں یا (مثلاً) سحر (سیکھنے) کے لئے بابل پہنچوں (اور یہ تردد اسی لئے واقع ہوتا ہے کہ فعل اختیاری ہے) پس (معلوم ہوا کہ) تردد کے لئے قدرت کی ضرورت ہے ورنہ وہ تردد محض خندہ بر سبلت ہے (یعنی محض تمسخر اور کھیل ہے (اور لازم یعنی اس کا محض کھیل ہونا بالبداہۃ باطل ہے پس ملزوم یعنی قدرت نہ ہونا بھی باطل ہے پس قدرت ہونا واجب ہے وھو المطلوب جب یہ بات ہے تو) تم قضا (ے الٰہی) پر بہانہ مت رکھو (کہ میں کیا کروں تقدیر میں یوں ہی تھا کیونکہ) اپنے جرم کو دوسروں پر (خصوص حق تعالیٰ پر) کیوں رکھتے ہو (جو کہ باتفاق اہل حق قبیح ہے چنانچہ ان مثالوں کو دیکھو کہ مثلاً) خون تو کرے زید اور اس کا قصاص ہو عمرو سے (یا مثلاً) شراب تو پیئے بکر اور احمد پر حد خمر جاری ہو (جب یہ نسبت الی غیر المباشر قبیح ہے تو) اپنے گرد پھر (یعنی اپنے اندر غور کر کیونکہ جس چیز کی حالت تحقیق کرنا ہوتا ہے اس کے ہر چہار طرف پھر کر دیکھا کرتے ہیں) اور اپنا جرم دیکھ (اور اس کی ایک مثال بہت ہی واضح ہے کہ) حرکت اپنی طرف سے دیکھ سایہ کی طرف سے مت دیکھ (یعنی تیرے چلنے کے وقت گو حرکت سایہ کو بھی بادی النظر میں ہوتی ہے لیکن تو کبھی نہیں سمجھتا کہ اصل متحرک سایہ ہے بلکہ اصل متحرک اپنے ہی جسم کو سمجھتا ہے حالانکہ یہاں سایہ کو کچھ حرکت بھی ہوتی ہے کیونکہ ظاہری ہی سہی ورنہ واقع میں جسم حائل کی محاذاۃ بدلنے سے پہلا سایہ منعدم ہو کر دوسرا سایہ جدید پیدا ہوا ہے لیکن ظاہر میں تو آخر اس کو بھی حرکت ہے ہی پس جب باوجود اس کے کہ سایہ صفت حرکت کے ساتھ ایک اعتبار سے موصوف بھی ہے لیکن پھر بھی اس کو معتد بہ حرکت کے ساتھ تو موصوف نہیں کرتا اسی لئے کہ اصل فاعل تو ہے تو غضب ہے کہ جو فعل قبیح تجھ سے صادر ہوا اور وہ فعل حق تعالیٰ سے کسی درجہ میں بھی صادر نہیں ہوا نہ واقع میں اور نہ ظاہر میں کیونکہ اس سے جو صادر ہوا وہ تخلیق ہے نہ کہ فعل کہ وہ بشر اشرہ تجھ ہی سے صادر ہوا ہے تو اس کو حق تعالیٰ کی طرف کیسے منسوب کرتا ہے اگر کہا جاوے کہ میں صدور کو منسوب نہیں کرتا بلکہ اصدار کو کرتا ہوں پس جواب اس کا یہ ہے کہ اب بھی جبر لازم نہیں کیونکہ یہ اصدار بتوسط الاختیار ہے نہ کہ بالاضطرار غرض اپنا فعل دوسرے کی طرف منسوب نہ کر) کیونکہ حاکم (حقیقی) کی جزا غلط نہیں ہوگی وہ حاکم بصیر مدعی علیہ کو (خوب) جانتے ہیں (پس کاف اس مصرعہ کا علیہ ہے اور معلل اس کا مصرعہ جنبش از خود الخ سے مفہوم ہوتا ہے یعنی فعل خود را بدیگرے منسوب مکن چرا کہ الخ جیسا تقریر ترجمہ میں ظاہر بھی کر دیا گیا ہے مطلب یہ کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے جو جزا ہوتی ہے وہ بے موقع کبھی نہیں ہوسکتی اور غیر من صدر منہ الفعل بالاختیار کو جزا دینا بدلیل شرعی بے موقع ہے پس معلوم ہوا کہ صدور افعال من العباد بالاختیار ہے آگے اس کی اور مثال ہے کہ) تو نے (مثلاً) شہد کھایا تو غیر کو تپ نہ آوے گی (اور) تیری مزدوری دن (کے کام) کی شب کے وقت غیر کو نہ ملے گی (اسی طرح فعل تو دوسرے کا ہو اور جزا و سزا ملے تجھ کو یہ کیسے ہوسکتا ہے اور غور کر کہ) تو نے کس فعل میں جہد کیا تھا کہ وہ تیری طرف عائد نہیں ہوا (کیونکہ جہد کا متعلق امر اختیاری ہوگا اور اس کا حصول و ترتب جہد پر لازم ہے اب یہ اشکال نہ رہا کہ بسا اوقات جس مطلوب کے لئے ہم جہد کرتے ہیں وہ حاصل نہیں ہوتا جواب اشکال یہ ہے کہ وہ غایت اختیاری نہ ہوگی کلام تو فعل اختیاری میں ہے سو اختیار سے اس کا صدور ضرور ہوگا اور) تو نے کیا چیز بوئی تھی کہ زراعت کی پیداوار (ظہور میں) نہیں آئی (وہ بوئی چیز عمل ہے اور ربیع اس کے آثار لازمہ اور ظاہر ہے کہ جب فعل صادر ہوگا اس کے آثار لازمہ ضرور واقع ہوں گے مثلاً قطع مسافت الی مقام خاص کے لئے لازم ہے وصول الی ذلک المقام الخاص آگے آثار وثمرات

موجودۂ آخرت کے ترتب کو بیان فرماتے ہیں کہ) تیرا فعل جو کہ تیری روح اور جسم سے پیدا ہوتا ہے (آخرت میں) تیرے فرزند کی طرح تیرا دامن پکڑے گا (جس طرح فرزند دامن پکڑ کر چلتا ہے یعنی تیرا گلوگیر ہو جاوے گا قال تعالیٰ وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ تیرا فعل دامن پکڑے گا اس پر یہ شبہ نہ کرنا کہ آخرت میں وہ فعل کہاں ہوگا اس کا ثمرہ ہوگا سو جواب شبہ کا یہ ہے کہ وہ جزا ایک معنی کر اس فعل کی صورت ہے اس لئے لزوم جزا کو لزوم فعل کہنا صحیح ہے کیونکہ) عالم غیب میں (ہر) فعل کی ایک صورت بنا دیتے ہیں (کہ ان میں معنوی مشابہت و مناسبت ہوتی ہے گو ظاہری تشابہ نہ ہو چنانچہ اس عالم میں دیکھو) کیا فعل سرقہ کے لئے ایک دار نہیں لگاتے (یعنی لگاتے ہیں فالنھی استفھامی حالانکہ) دار سرقہ کے مشابہ (ظاہرا) کب ہے لیکن وہ بھی خدائے غیب دان کی ایک صورت بنائی ہوئی ہے (اس طرح سے کہ شحنہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے الہام کر دیا کہ انصاف کرنے کے واسطے ایسی صورت بنالے چنانچہ اسکا استعمال کیا جاتا ہے اور نا معقول نہیں سمجھا جاتا اور کوئی یہ اعتراض نہیں کرتا کہ فعل اور جزا میں مشابہت نہیں ہر شخص مشابہت معنویہ کی بنا پر اس کو معقول مانتا ہے چنانچہ سرقہ کبری میں شریعت نے بھی اوےصلبوا اجزاء مقرر فرمائی ہے یہ قطعی دلیل ہے اس کے مناسب ہونے کی۔ پس اسی طرح افعال و ثمرات آخرت میں مناسبت معنویہ ہوگی یہی معنی ہیں اس کے کہ ہو فعل تیرا دامن پکڑے گا اور وہ شبہ جاتا رہا۔ آگے حق تعالیٰ کی جزاؤں کے باموقع ہونے پر اس جزاء شحنہ للسارق کے باموقع ہونے سے استدلال کرتے ہیں کہ) جب شحنہ کے قلب میں حق تعالیٰ نے القا فرما دیا کہ عدل کے واسطے (سزا کی) ایسی صورت بنالے تاکہ تو عالم و عادل ہو جاوے (الاول کمال فی القوۃ العلمیۃ والثانی کمال فی القوۃ العملیۃ) تو قضاء الٰہی کیونکر نامناسب عطاء و جزا دے گی جبکہ حاکم (دنیوی) اپنے انتخاب سے (جو کہ بالہام حق ہے) ایسا کرتا ہے (اور اس کی طرف نسبت انتخاب کی باعتبار تطبیقہ الجزئی علی الکلی ہے) تو ان سب حاکموں کا حاکم تو کیسا کچھ (عدل) کرے گا (کیونکہ جب اس کے الہام سے کہ وحی بھی اس میں داخل ہے مخلوق ایسی مناسب جزا دیتی ہے حالانکہ تعلیم سے جو ان کو علم و عدل حاصل ہوا وہ ذاتی اور کامل نہیں تو خود جس کا علم و عدل ذاتی اور کامل ہے اس کی حکمت و رعایت مصلحت و مناسبت کس درجہ کی ہوگی۔ اسی مناسبت عمل و جزا کی مثال ہے کہ) جب تم جو بوؤ گے تو جو کے سوا کچھ نہ نکلے گا۔ (دوسری مثال ہے کہ) قرض تو (مثلاً) تو نے کیا پھر رہن رکھنے کی خواہش (اور توقع و انتظار) کس سے کرتا ہے (بلکہ جو قرض لے وہی گرو رکھے کیونکہ استقراض اور رہن میں باہم تناسب ہے غرض جب فعل و جزا میں تناسب ہے اور تم کو جزا ملنا ثابت ہے تو ضرور وہ فعل بھی تم ہی سے صادر ہوا ہے جب تم سے صادر ہوا ہے تو) تم اپنے جرم کو دوسرے شخص پر مت رکھو (نہ مخلوق پر اور نہ خالق پر بلکہ) اپنے قلب و سمع کو اس پاداش (من الحق) پر متوجہ رکھو (یعنی استحسان کا اعتقاد رکھو اور اس کے ترتب کو مستحضر رکھو کہ علماً و عملاً نفع ہو اور) جرم کو اپنے اوپر رکھو کیونکہ تم نے خود بویا ہے (اشارہ ہے الدنیا مزرعۃ الاخرۃ کی طرف اور) حق تعالیٰ کی جزا و عدل کے ساتھ صلح رکھو (یعنی باغیانہ برتاؤ مت کرو کہ میرا کیا قصور مجھ کو کیوں سزا دی جاتی ہے بلکہ اس کو اعتقاداً و تسلیماً قبول کرو۔ کیونکہ واقع میں تمہارا ہی قصور ہوتا ہے چنانچہ) تکلیف کا سبب کوئی فعل بد کا صادر کرنا ہوتا ہے (تو) اس فعل بد کو اپنے سے سمجھو تقدیر سے نہیں (کیونکہ) محض تقدیر میں نظر کرنا (اور اسی کی طرف منسوب کرنا) چشم کو کج بیں (اور غلط بیں) کر دیتا ہے (کیونکہ واقع کے خلاف دیکھا اور یہ غلط بینی) کلب (نفس) کو محبوس غلیظ خانہ اور کاہل کر دیتی ہے (یعنی معاصی میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ملوث اور طاعات سے کم ہمت کیونکہ جب اپنا فعل نہ سمجھے گا ہمت ہار دے گا اور نفس کا اصل میلان ہے معاصی کی طرف اس کے صدور کے لئے ہمت کی ضرورت نہیں البتہ اس سے بچنے کے لئے اور اطاعت کے صادر کرنے کے لئے ہمت کی ضرورت تھی جب ہمت نہ رہی تو معاصی کا صدور ہوا کرے گا اور طاعات سے محرومی ہو جائے گی پس اگر تیرا نفس اس غلط بینی میں مبتلا ہو تو) اپنے نفس کو (اس باب میں) متہم (وغلط کار) سمجھنا اور عدل (حق) سے جو جزا واقع ہوئی ہے اس کو متہم (اور غلط کار و بے موقع) مت سمجھنا (اور نفس کو غلط کار اور حیلہ نکالنے والا سمجھ کر) مردوں کی طرح (یعنی ہمت کے ساتھ معاصی سے) توبہ کرنا اور راہ (طاعات) میں سر تسلیم خم کر دینا کیونکہ ارشاد ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (جس سے عمل پر جزا کا ترتب حق ہونا ثابت ہوتا ہے پس اس کا اتباع کرنا اور) نفس کے افسوں میں مغرور (اور فریب خوردہ) مت ہونا کیونکہ آفتاب حق (یعنی علم حق کہ اظہار اشیاء میں مشابہ آفتاب کے ہے اعمال میں سے) ایک ذرہ کو پوشیدہ نہیں رہنے دیتا (یعنی چونکہ ان کا علم ذاتی ہے اس لئے وہ مبدا ہو جاتا ہے انکشاف جمیع اشیاء کا اور ان میں اعمال بھی آ گئے خیر بھی اور شر بھی اس ذرہ سے مراد وہی جو قرآن مجید کی آیت مذکورہ آنفا میں یعمل کا مفعول ہے آگے بشکل استدلال کے علم حق تعالیٰ کا مبداء انکشاف ہونا فرماتے ہیں کہ) یہ ذرات جسمیہ اے صاحب افادہ اس آفتاب جسمانی کے روبرو سب ظاہر ہیں (اس سے بالا ولی) ذرات (معنویہ یعنی) خواطر و افکار (جو کہ اعمال جوارح سے بھی اخفی ہیں) آفتاب حقائق کے سامنے آشکار ہیں (آفتاب حقائق علم حق کو اس لئے کہا کہ وہ کاشف ہے سب حقائق کا اور جب خواطر آشکار ہیں تو افعال جوارح بدرجہ اولیٰ۔ اور یا خاص خواطر ہی اس بنا پر مراد لئے جاویں کہ افعال جوارح پر سزا ہونا موقوف ہے قصد پر اور وہ خواطر و افکار سے ہے غرض یہ چیزیں) خدائے تعالیٰ کے روبرو ظاہر ہیں اور تیرے سامنے نہاں ہیں (دوسرے کے خواطر و افکار تو اکثر اور بعض اوقات اپنے افکار پر جبکہ اس کی طرف التفات نہ ہو اور) یہ سرغیب ہے اس میں تو فکر مت کر (بالقاء حق یہ سمجھ میں آیا ہے کہ علم الٰہی کا مسئلہ اور اس کی کنہ بوجہ عقلی اشکالات کے جیسا کہ معقول کی کتابوں میں مذکور ہیں عقول متوسطہ کے ادراک سے خارج ہے اس لئے تم اجمالاً مان لو اور تفصیل میں فکر مت کرو کیونکہ مقصود مقام کہ حق تعالیٰ کو سب اعمال معلوم ہوں گے اور ان پر جزا مرتب فرماویں گے اس کے کہنہ دریافت کرنے پر موقوف نہیں۔ بحمد اللہ یہ بحث جبر وقدر کی ختم ہوئی اور اس کے ختم کے ساتھ دفتر ہذا کا دسواں حصہ بھی اختتام کو پہنچا آگے ایک طویل حکایت مرغ وصیاد کی مذکور ہے اور مقصود اس کے ایراد سے صرف یہ جزو ہے کہ جب وہ مرغ جال میں پڑ گیا اور اس نے صیاد کو الزام لگایا تو صیاد نے جواب دیا کہ تو خوردانہ کی حرص کے سبب باختیار خود اس میں پھنسا اور اس جزو سے مقصود وہی اوپر کا مضمون ہے جرم خود را بر کسے دیگر منہ الخ اور متہم کن نفس خود را اے فتا الخ۔ تتمیم فائدہ کے لئے یہاں ربط ذکر کر دیا گیا باقی حکایت انشاء اللہ تعالیٰ عشر ثانی میں مذکور ہو گی۔

والحمد للہ واھب النعم ومفیض الاسرار و الحکم علیٰ تمام ھذا العشر[1] الاول من الدفتر السادس للمثنوی المعنوی فی اخر یوم من اخر شھر من ۱۳۳۱ من ھجرۃ النبی الابطحی صلی اللہ علیہ و علیٰ الہ و اصحابہ و بارک وسلم الی الابد السرمدی ویتلوہ العشر الثانی منہ انشاء اللہ العزیز الجبار واسالہ تعالیٰ ان یوفقنی لاتمام باقی تسعۃ اعشار و ان ینفعنی والطالبین بما فیھا من المعانی والاسرار امین امین

---

[1] رأیت المصلحۃ فی تجزیۃ ھذا الشرح اعشاراً عشرۃ ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر الثانی من شرح الدفتر السادس من المثنوی

افتتحت فیه یوم العاشورا من ۱۳۳۲ من الهجرة

حکایت آں صیادے کہ خود را در گیاہ پیچیدہ بود و دستۂ گل و لالہ کلہ وار بر سر فرو کشیدہ تا مرغان او را گیاہ پندارند و آں مرغ زیرک اندکے بوی برد کہ ایں آدمی ست کہ بر شکل گیاہ می نماید اما ہم تمام بوی نبرد بافسون او مغرور شد زیرا کہ در ادراک اول قاطعے نداشت و در ادراک دوم قاطعے داشت وھو الحرص والطمع لاسیما عند فرط الحاجۃ والفقر قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کاد الفقران یکون کفرا صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم

اس شکاری کا قصہ جس نے اپنے آپ کو گھاس میں لپیٹ لیا تھا اور گل و لالہ کا گلدستہ ٹوپی کی طرح سر پر رکھ لیا تھا تاکہ پرندے اس کو گھاس سمجھیں اور ایک ہوشیار پرندے نے کچھ تاڑ لیا کہ یہ آدمی ہے جو گھاس کی شکل پر نظر آ رہا ہے لیکن وہ بھی پورا نہ سمجھا مکر سے وہ بھی دھوکے میں پڑ گیا کیونکہ وہ پہلے ادراک میں یقین نہ رکھتا تھا اور دوسرا احساس قطعی تھا اور وہ حرص اور لالچ ہے خصوصا حاجت اور ضرورت کی زیادتی کے وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے اللہ کے رسول نے سچ فرمایا ہے ان پر اور ان کی اولاد اور صحابہ پر درود و سلام ہو

(وجہ ربط اوپر مذکور ہو چکی کہ اوپر بحث جبر و قدر کی مذکور تھی کہ مکلف افعال اختیاریہ میں اختیار رکھتا ہے یہ حکایت اسی کی تائید میں لائی گئی ہے اور مقصود اس سے صرف یہ جزو ہے کہ جب وہ مرغ جال میں پڑ گیا اور اس نے صیاد کو الزام لگایا تو صیاد نے جواب دیا کہ تو دانہ کی حرص سے باختیار خود اس میں پھنسا ہے)

رفت مرغے درمیان مرغزار	بود آنجا دام از بہر شکار
ایک پرند لالہ زار میں گیا	وہاں شکار کے لئے جال تھا
دانۂ چندے نہادہ برزمیں	واں صیاد آنجا نشستہ در کمیں
چند دانے زمین پر رکھے تھے	اور وہ شکاری شکار کے لئے کمین گاہ میں بیٹھا تھا
خویشتن پیچیدہ در برگ و گیاہ	وز گل و لالہ و را بر سر کلاہ
اپنے آپ کو پتوں میں اور گھاس میں لپیٹ رکھا تھا	اور گل اور لالہ کی ایک ٹوپی اس کے سر پر
در کمیں بنشستہ و کردہ نگاہ	تا درافتد صید بیچارہ ز راہ
کمین گاہ میں بیٹھا تھا اور نگاہ کئے ہوئے تھا	تاکہ کوئی بیچارہ شکار راہ سے آ پڑے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغک آمد سوی او از ناشناخت	پس طوافے کرد و پیش مرد تاخت
ایک چھوٹا سا پرندہ اس کی طرف ان جانے پنے میں آیا	پھر ایک چکر لگایا اور اس شخص کی طرف دوڑا
گفت او را کیستی اے سبز پوش	در بیابان درمیان ایں وحوش
اس سے کہا کہ اے سبز پوش تو کون ہے	بیابان میں وحشی جانوروں کے درمیان
گفت مردے زاہدم من منقطع	با گیاہ و با حشیشے مقتنع
کہنے لگا میں ایک مرد زاہد منقطع ہوں	گھاس پات پر اس جگہ قانع ہوں
زہد و تقویٰ را گزیدم دین و کیش	زانکہ می دیدم اجل را پیش خویش
زہد و تقویٰ کو اپنا دین اور مذہب اختیار کر لیا ہے	کیونکہ میں موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں
مرگ ہمسایہ مرا واعظ شدہ	کسب و دکان مرا برہم زدہ
ہمسایہ کی موت میرے لئے واعظ ہو گئی	میرے کسب اور دکان کو برہم و درہم کر دیا
چوں بآخر فرد خواہم ماندن	خو نباید کرد با ہر مرد و زن
میں جب آخر تنہا ہی رہ جاؤں گا	تو ہر مرد و زن سے عادت نہ کرنا چاہئے
روی خواہم کرد آخر در لحد	آں بہ آید کہ کنم خو با احد
میں جب آخر لحد میں متوجہ ہوں گا	تو یہی بہتر ہے کہ خدائے واحد کے ساتھ عادت رکھوں
چوں زنخ را بست خواہم اے صنم	آں بہ آید کہ زنخ کمتر زنم
جب لوگ ٹھوڑی باندھیں گے اے صنم	تو یہی بہتر ہے کہ میں ٹھوڑی کم چلاؤں
اے بزر بفت و کمر آموختہ	آخر ستت جامۂ نادوختہ
اے شخص جو زربفت اور پٹکہ کا سبق سیکھے ہوئے ہے	آخر تیرے لئے وہی بے سلا کپڑا ہے
رو بخاک آریم کز وے رستہ ایم	دل چرا در بیوفایاں بستہ ایم
ہم سب مٹی ہی کی طرف رجوع کریں گے کیونکہ اسی سے پیدا ہوئے تھے	بے وفاؤں میں دل کیوں پھنسایا
جد و خویشان ماں قدیمی چار طبع	ما بخویش عاریت بستیم طمع
ہمارے قدیمی جد و اقارب تو چار عنصر ہیں	ہم نے عارضی اقارب سے امیدیں وابستہ کر لی ہیں
سالہا ہم صحبتے و ہمدمی	با عناصر داشت جسمے آدمی
سالہا سال آدمی کا جسم	عناصر سے صحبت اور ہمدمی رکھتا تھا
روح او خود از نفوس و از عقول	روح اصل خویش را کردہ نکول
اس کی روح خود نفوس اور عقول سے ہے	روح اپنی اصل سے اعراض کئے ہوئے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از نفوس از عقول و پر صفا	نامہ می آید بجاں کاے بیوفا
نفوس اور عقول صافیہ کی طرف سے	روح کی طرف نامہ آتا ہے کہ اے بے وفا
یارگان پنج روزہ یافتی	روز یاران کہن برتافتی
تو نے یہ پانچ دن کے یار پا لئے ہیں	پرانے یاروں سے رخ پھیر لیا ہے
کودکاں گرچہ در بازی خوش اند	شب کشاں شاں سوئے خانہ می کشند
لڑکے اگرچہ کھیل میں خوش ہیں	شب کولوگ انکو کشاں کشاں گھر کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں
شد برہنہ وقت بازی طفل خرد	دزد ناگاہش قبا و کفش برد
کھیلنے کے وقت کوئی چھوٹا لڑکا برہنہ ہو گیا	ناگاہ چور اس کی قبا اور جوتا لے کر چل دیا
آنچناں گرم او ببازی در فتاد	کاں کلاہ و پیرہن رفتش زیاد
وہ اس قدر کھیل میں مشغول ہوا	کہ ٹوپی اور کرتا اس کی یاد سے جاتا رہا
شب شد و بازی او شد بے مدد	رو ندارد کہ سوئے خانہ رود
رات ہو گئی اور اس کا کھیل منقطع ہو گیا	اب اس کا یہ منہ نہیں کہ گھر کی طرف جاوے
نے شنیدی انما الدنیا لعب	باد دادی رخت و گشتی مرتعب
کیا تم نے سنا نہیں انما الدنیا لعب	تم نے متاع برباد کر دی اور خائف ہو گئے
پیش ازانکہ شب شود جامہ بجو	روز را ضائع مکن در گفتگو
قبل اس کے کہ رات ہو جاوے کپڑے کو ڈھونڈ لو	دن کو قیل و قال میں ضائع مت کرو
من بصحرا خلوتے بگزیدہ ام	خلق را من دزد جامہ دیدہ ام
میں نے صحرا میں خلوت اختیار کر لی ہے	خلق کو میں نے کپڑے کا چور دیکھا ہے
نیم عمر از آرزوی دلستاں	نیم عمر از غصہائے دشمناں
آدھی عمر تو دل کی لینے والی آرزو سے	آدھی عمر دشمنوں کے رنج و غصہ سے
جبہ را برد آں کلہ را ایں ببرد	غرق بازی گشتہ ما چوں طفل خرد
وہ جبہ کو لے گیا اور یہ ٹوپی کو لے اڑا	ہم چھوٹے بچے کی طرح کھیل میں مستغرق
نک شبانگاہ اجل نزدیک شد	خل ھذا اللعب بسک لاتعد
اب شب اجل نزدیک آ گئی	اس کھیل کو چھوڑ دو اور بس کرو اور پھر عود مت کرو
ہیں سوار توبہ شو در دزد رس	جامہا از دزد بستاں باز پس
ہاں توبہ پر سوار ہو جاؤ اس چور تک پہنچ جاؤ	اس چور سے کپڑے واپس لے لو

www.besturdubooks.wordpress.com

مرکب تو بہ عجائب مرکبست	بر فلک تاز دبیک لحظہ زیست
مرکب توبہ عجیب مرکب ہے	کہ ایک لحظہ میں پستی سے فلک تک جا دوڑتا ہے
لیک مرکب رانگہ میدار ازاں	کو بدزدید آں قبایت را نہاں
لیکن مرکب کو اس سے بچانا	جس نے اچانک تمہاری قبا چرا لی تھی
تانہ دزدد مرکبت را نیز ہم	پاس داراییں مرکبت را دمبدم
تاکہ تیرے مرکب کو بھی نہ چرا لے	اپنے اس مرکب کی بہت حفاظت رکھنا

حکایت آں شخص کہ دزداں قچ او بدزدیدند و براں قناعت نکردند بحیلہ جامہاش راہم دزدیدند

اس شخص کا قصہ جس کا دنبہ چوروں نے چرالیا اور اس پر بس نہ کی تدبیر سے اس کے کپڑے بھی چرالئے

آں یکے قچ داشت از پس میکشید	دزد قچ را برد و حبلش او برید
ایک شخص کے پاس ایک دنبہ تھا پیچھے سے کھینچ رہا تھا	ایک چور دنبہ کو لے کر چل دیا اور اس کا رسہ کاٹ ڈالا
چونکہ شد آگہ دواں شد چپ و راست	تا بیابد کاں قچ بردہ کجاست
جب اس کو اطلاع ہوئی تو چپ و راست دوڑا	تاکہ اس کو یہ خبر لگے کہ وہ لے گیا ہوا دنبہ کہاں ہے
بر سر چاہے بدید آں دزد را	کو فغاں میکرد کاے واویلتا
ایک کنویں کے کنارہ پر اس چور کو دیکھا	کہ فغاں و گریہ و واویلا میں ہے
گفت نالاں از چہٗ اے اوستاد	گفت ہمیان زرم درچہ فتاد
پوچھا استاد کاہے سے نالاں ہو رہے ہو	کہنے لگا میرے زر کی ہمیانی کنویں میں گر پڑی
گر توانی در روی بیروں کشی	خمس بدہم مرترا بادل خوشی
اگر تجھ سے ہو سکے اندر جا اس کو باہر لے آ	تو خوشی سے پانچواں حصہ تجھ کو دوں گا
ہست در ہمیان من پانصد درم	گر کنی بامن چنیں لطف و کرم
اس ہمیانی میں پانچ سو درم ہیں	اگر تو میرے ساتھ ایسا لطف و کرم کرے
خمسٗ صد دینار بستانی بدست	گفت با خود ایں بہائے دہ قچ ست
پانچواں حصہ سو درہم تو ہاتھ سے لے لے	اپنے جی میں کہنے لگا کہ یہ تو دس دنبوں کی قیمت ہے
گر درے بربستہ شد صد در کشاد	گر قچے شد حق عوض اشتر بداد
اگر ایک در بند ہو گیا تو سو در کھل گئے	اگر ایک دنبہ گیا تو عوض میں اللہ نے اونٹ دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

جامہا برکند و اندر چاہ رفت	جامہا را بروہم آں دزد تفت
کپڑے اتارے اور کنویں کے اندر گیا	وہ چور کپڑوں کو بھی لے کر چمپت ہوا
حازمے باید کہ رہ تا دہ برد	حزم نبود طمع طاعوں آورد
بڑا ہوشیار آدمی چاہئے کہ گاؤں تک راہ لے جاوے	اگر ہوشیاری نہ ہو تو طمع طاعون کو سر پر لے آتی ہے
او یکے دزدیست فتنہ سیرتے	چوں خیالؔ اورا بہردم صورتے
وہ ایک فتنہ سیرت چور ہے	کہ خیال کی طرح اس کی ہر ساعت ایک نئی صورت ہے
کس نداند مکر او الا خدا	در خدا بگریزد وارہ زاں دغا
بجز خدا کے اس کا مکر کوئی نہیں جانتا	تم خدا کی پناہ میں بھاگو اور اس دغا باز سے چھوٹو

ایک پرندہ لالہ زار میں گیا وہاں شکار کے (پھنسانے کے) لئے (ایک) جال تھا چند دانے زمین پر رکھے اور وہ شکاری (جس نے وہ جال بچھایا تھا) شکار کے لئے کمین گاہ میں بیٹھا تھا (اور) اپنے آپ کو پتوں میں اور گھاس میں لپیٹ رکھا تھا اور گل اور لالہ کی ایک ٹوپی اس کے سر پر رکھی تھی) کمین گاہ میں بیٹھا تھا اور (سب طرف) نگاہ کئے ہوئے تھا تا کہ کوئی بیچارہ شکار راہ سے (نکل کر جال میں) آپڑے۔ ایک چھوٹا سا پرندہ اس کی طرف انجان پنے میں آیا پھر ایک چکر لگایا اور اس شخص کی طرف دوڑا (مگر دور ہی بیٹھا رہا اور) اس (شکاری) سے کہا کہ اے سبز پوش تو کون ہے (کہ اس) بیابان میں وحشی جانوروں کے درمیان (آیا ہے) کہنے لگا میں ایک مرد زاہد (اور تعلقات دنیویہ سے) منقطع ہوں (اور) گھاس پات پر اس جگہ قانع ہوں (میں نے) زہد و تقویٰ کو اپنا دین اور مذہب اختیار کرلیا ہے کیونکہ میں موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں (ایک) ہمسایہ کی موت میرے لئے واعظ ہوگئی (اور) میرے کسب اور دکان کو برہم و درہم کردیا (میں نے یہ سوچا کہ) میں جب آخر تنہا ہی رہ جاؤں گا تو ہر مرد و زن سے (تعلق و الفت رکھنے کی) عادت نہ کرنا چاہئے (اور) میں جب آخر لحد میں متوجہ ہوں گا تو یہی بہتر ہے کہ خدائے واحد کے ساتھ (تعلق رکھنے کی) عادت رکھوں (اور) جب (مرنے کے بعد) لوگ (میری) ٹھوڑی باندھیں ہی گے (جیسا مردہ کے ساتھ ایسا ہوتا ہے) تو یہی بہتر ہے کہ میں (بولنے چالنے میں) ٹھوڑی کم چلاؤں (کنایہ ہے کم بولنے سے کیونکہ بولنے میں ٹھوڑی کو حرکت ہوتی ہے) اے شخص جو زربفت اور اطلس کا سبق سیکھے ہوئے ہے آخر تیرے لئے وہی بے سلا کپڑا (یعنی کفن) ہے ہم سب زمین ہی کی طرف رجوع کریں گے کیونکہ اسی سے پیدا ہوئے تھے۔ (کما قال تعالیٰ منہا خلقنا کم و فیہا نعید کم. پھر) بے وفاؤں میں (کہ ان سے جدا ہونا ہے) دل کیوں پھنسایا۔ ہمارے قدیمی جد و اقارب تو چار عنصر ہیں (مگر) ہم نے عاریتی اقارب سے امیدیں وابستہ کرلی ہیں سالہا سال آدمی کا جسم عناصر سے صحبت اور ہمدمی رکھتا تھا (چنانچہ ہر مرکب قبل ترکیب بصورت بسائط ہی ہوتا ہے یہ تو جسم کی اصل تھی جو پھر یہی عناصر ہونے والا ہے اور دوسرا جزو انسان میں روح ہے جو حقیقت ہے آدمی کی اس کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ) اس کی روح خود (عالم) نفوس و عقول سے ہے) یعنی عالم مجردات سے ہے۔ اور عقول سے مراد مصطلح فلاسفہ نہیں کہ وہ بوجہ دعویٰ قدم کے باطل ہے بلکہ عقل انسانی مراد ہے کہ وہ بعض اہل کشف کے نزدیک جواہرات سے ہے اور وہ اور نفس دونوں لطائف انسانیہ سے ہیں خواہ ان دونوں میں تغایر اعتباری ہو خواہ حقیقی علیٰ اختلاف القولین اسی طرح روح بھی ایک لطیفہ مجردہ ہے کہ لطائف مذکورہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

تغایر حقیقی رکھتا ہے یا اعتباری غرض روح کی یہ اصل ہے مگر) روح اپنی اصل سے اعراض کیے ہوئے ہے (اور) نفوس وعقول صافیہ کی طرف سے روح کی طرف نامہ (و پیام) آتا ہے کہ اے بے وفا تو نے یہ پانچ دن کے یار پالیے ہیں (ان سے مل کر) پرانے یاروں سے رخ پھیر لیا ہے (اگر اس پیام کے دینے والے وہ ارواح قرار دی جاویں جو ابھی ناسوت میں نہیں آئیں تو یہ پیام حالی ہے یعنی وہ بزبان حال کہہ رہی ہیں کہ تو بھی ہماری طرح تھی اور غفلت میں پڑگئی اور اگر وہ ارواح قرار دی جاویں جو ناسوت سے چلی گئیں تو ان کا پیام قالی ہے حدیثوں میں بعض شہدا کا پیام باقین فی الدنیا تک ان کی درخواست پر پہنچنا وارد ہے۔ الابلغ عنا اخواننا انا قدلقینا ربنا فرضی عنا وارضانا او نحو ذلک یہ مضمون اپنی غایت کے اعتبار سے کہ ترغیب ہے توجہ الی الآخرۃ کی اور ایقاظ ہے غفلت سے ہم معنی ہے مضمون شعر یارگان پانج روزہ اخ کا آگے مثال ہے مقر اصلی کے ترجیح کی مقر عارضی پر یعنی) لڑکے اگرچہ کھیل میں خوش ہیں (مگر) شب کو لوگ ان کو کشاں کشاں گھر کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں (تو فرض کرو کہ) کھیلنے کے وقت کوئی چھوٹا لڑکا برہنہ ہوگیا (جیسے لڑکوں کی عادت ہوتی ہے کہ کھیل کے وقت بہت ہی مختصر لباس رکھتے ہیں باقی اتار کر رکھ دیتے ہیں) ناگاہ (کوئی) چور اس کی قبا اور جوتہ لے کر چل دیا (اور) وہ اس قدر کھیل میں مشغول ہوا کہ ٹوپی اور کرتا (اسی طرح قبا اور جوتا) اس کی یاد سے جاتا رہا (اسی میں رات ہوگئی اور اس کا کھیل منقطع ہوگیا (کیونکہ جس چیز کو مدد نہ پہنچے گی منقطع ہوجاوے گی) اب اس کا یہ منہ نہیں کہ گھر کی طرف جاوے (کیونکہ ماں باپ سزا دیں گے بس یہی حال ہے دنیا کا) کیا تم نے سنا نہیں۔ انما الدنیا لعب (پس) تم نے (بھی) متاع (تقویٰ) برباد کردی (جس کو لباس فرمایا گیا ہے لباس التقویٰ ذلک خیر) اور خائف ہوگئے (کہ آخرت میں جو کہ اصلی گھر ہے دوزخ میں جلوں گا اور وہ چور نفس اور شیطان ہے۔ قال تعالیٰ ان الشیطان لکم عدواً فاتخذوہ عدوا وقال تعالیٰ ان النفس لامارۃ بالسوء الأیة اور وہ شب وقت ہے موت کا جس کے بعد گھر جانا پڑتا ہے سو) قبل اس کے کہ رات ہوجاوے کپڑے کو ڈھونڈ لو (یعنی تقویٰ فائت کا اعادہ کرلو اصلاح عمل سے اور) دن کو (محض) قیل وقال میں ضائع مت کرو (دن سے مراد ایام حیات ہیں جو وقت ہے لباس تلاش کرنے کا یعنی کار کن کار بگذر از گفتار۔ آگے شکاری کا مقولہ بطور تفریع ہے کہ ان امور پر متنبہ ہوکر) میں نے صحرا میں خلوت اختیار کرلی ہے (کیونکہ عام) خلق کو میں نے کپڑے کا چور دیکھا ہے (اس طرح سے کہ ان لوگوں کے ساتھ تعلق رکھنے میں) آدھی عمر تو دل کی لینے والی آرزو سے (برباد ہوتی ہے اور) آدھی عمر دشمنوں کے رنج وغصہ سے (ضائع ہوتی ہے غرض اگر دوستی ہے تو آرزو اور امید میں وقت گیا اور دشمنی ہے تو غم وغصہ میں گیا تو ایسی مثال ہوگئی کہ) وہ جبہ کو لے گیا اور یہ ٹوپی کو لے اڑا (اور) ہم چھوٹے بچہ کی طرح کھیل میں مستغرق (ہیں سو) اب شب اجل نزدیک آگئی (جس کے بعد دار آخرت کو جانا ہوگا پس اب) اس کھیل کو چھوڑ دو اور بس کرو اور پھر (اس کی طرف) عود مت کرو (فخل ھذا اللعب جملة و بسک بمعنی کفایتک منصوباً بتقدیر الزم جملة کما فی القاموس بسو بمعنی حسب ولاتعد بتقدیر المعمول جملة آگے اعادہ مسروق کا طریقہ بتلاتے ہیں جس سے گھر جانے کے قابل منہ ہوجاوے یعنی) ہاں (مرکب) توبہ پر سوار ہوجاؤ (اور) اس چور تک (دوڑ کر) پہنچ جاؤ (اور) اس چور سے کپڑے واپس لے لو (کیونکہ توبہ سے شیطان مخذول ومغلوب ہوجاوے گا اور تقویٰ فائت کا تدارک ہوجاوے گا اور) مرکب توبہ عجیب مرکب ہے کہ ایک لحظہ میں پستی سے فلک تک جا دوڑتا ہے (کیونکہ ایک دم میں سب گناہ معاف ہوکر حضیض طرد سے اوج قبول تک پہنچا دیتا ہے لیکن (ذرا اس) مرکب کو (بھی) اس (چور) سے بچانا جس نے اچانک تمہاری قبا چرالی تھی تاکہ (کہیں) تیرے مرکب کو

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی نہ چرالے (اس لئے) اپنے اس مرکب کی بہت حفاظت رکھنا (مراد یہ ہے کہ کہیں شیطان اس توبہ کو شکست نہ کرادے اس کا اہتمام رکھنا جیسی ایک حکایت ہے کہ) ایک شخص کے پاس ایک دنبہ تھا (اس کو اپنے) پیچھے سے کھینچ رہا تھا (یعنی اس کو پیچھے کر رکھا تھا اور رسے سے گھسیٹے لئے جاتا تھا) ایک چور دنبے کو لے کر چل دیا اور اس کا رسا کاٹ ڈالا جب اس کو اطلاع ہوئی تو چپ وراست (بہت) دوڑا تا کہ اس کو یہ خبر ملے کہ وہ لے گیا ہو دنبہ کہاں ہے (پس چلتے چلتے) ایک کنویں کے کنارہ پر اس چور کو دیکھا (یہ نہیں پہچانا کہ یہی ہے اور دنبہ بھی کہیں پوشیدہ کر دیا تھا اور اس حال میں دیکھا کہ) فغان وگریہ و واویلا میں (مشغول) ہے پوچھا استاد کاہے سے نالاں ہو رہے ہو۔ کہنے لگا میرے زر کی ہمیانی کنویں میں گر پڑی اگر تجھ سے ہو سکے اندر جا اور اس کو باہر لے آ تو خوشی سے پانچواں حصہ تجھ کو دوں گا اس ہمیانی میں پانچ سو درہم ہیں اگر تو میرے ساتھ ایسا لطف و کرم کرے (کہ اس کو نکال لاوے) تو میں سو درہم فوراً تیرے ہاتھ میں دیدوں اپنے جی میں کہنے لگا کہ یہ تو دس دنبوں کی قیمت ہے اگر ایک در بند ہو گیا (کہ دنبہ جاتا رہا) تو سو در کھل گئے (کہ اتنا روپیہ ملے گا) اگر ایک دنبہ گیا تو (اس کے) عوض میں اللہ نے اونٹ دیا (یعنی اس کی قیمت غرض) کپڑے اتارے اور کنویں کے اندر گیا وہ چور کپڑوں کو بھی لے کر چمپت ہوا (تو اگر تم نے مرکب توبہ کی حفاظت نہ کی تو تمہاری بھی ایسی ہی مثال ہو جاوے گی) بڑا ہوشیار آدمی چاہئے کہ گاؤں تک (یعنی مقصود تک) راہ لے جاوے اگر ہوشیاری نہ ہو تو طمع (اور حرص گناہ کی) طاعون (یعنی ہلاکت) کو سر پر لے آتی ہے (جس طرح روپیہ کی طمع میں اس نے کپڑے بھی کھوئے) وہ (شیطان) ایک فتنہ سیرت چور ہے کہ خیال کی طرح اس کی ہر ساعت ایک نئی صورت ہے (جیسے خیال نئے نئے رنگ بدلتا ہے اسی طرح شیطان نئے نئے رنگ سے گمراہ کرتا ہے کبھی دنیا کے پردہ میں خیر خواہی کرتا ہے اور لذت دکھلاتا ہے کبھی دین کے پیرایہ میں ناصح بنتا ہے اور تاویلیں سکھلاتا ہے) بجز خدا کے اس کا مکر (پورا پورا) کوئی نہیں جانتا (پس) تم خدا کی پناہ میں بھاگو اور اس دغاباز سے چھوٹو (یعنی اس سے بچنے کا یہی ایک طریق ہے کما قال تعالیٰ انه لیس له سلطان علی الذین امنوا وعلیٰ ربهم یتوکلون اور اس توکل میں ہمت اور اعمال صالحہ بھی داخل ہیں پس وہ حصن عظیم ہے باقی نری ذہانت وذکاوت سے کام نہیں چلتا کما اخبر عن اغوائه بقوله لاضلنهم ولامنيهم الخ پس ذہانت کا مقابل اس کے پاس اضلال وتمنیہ ہے اور توکل کا مقابل اس کے پاس کچھ نہیں)

مناظرۂ مرغ باصیاد در ترہب و در معنی ترہبی کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نہی کرد ازاں امت خود را کہ لا رہبانیۃ فی الاسلام

پرند کا شکاری کے ساتھ رہبانیت اختیار کرنے کے بارے میں مناظرہ جس سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو روکا ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

مرغ گفتش خواجہ در خلوت مایست	دین احمدؐ را ترہب نیک نیست
مرغ نے صیاد سے کہا کہ اے خواجہ خلوت میں مت قیام کرو	دین احمدی میں ترہب اچھا نہیں
از ترہب نہی کرد آخر رسولؐ	بدعتے چوں در گرفتی اے فضول
ترہب سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے	تو تو نے اے فضول بدعت کیوں اختیار کی

www.besturdubooks.wordpress.com

جمعہ شرط ست و جماعت در نماز	امر معروف و زمنکر احتراز
جمعہ فرض ہے اور نماز میں جماعت بھی	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی
رنج بدخویاں کشیدن زیر صبر	منفعت دادن بخلقاں ہمچو ابر
بداخلاقوں کی کلفت برداشت کرنا صبر کے تحت میں رہ کر	سحاب کی طرح خلائق کو نفع دینا
خیر ناس ان ینفع الناس اے پدر	گر نہ سنگی چہ حریفی با مدر
کہ خیر الناس وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچاوے اے پدر	اگر تو سنگ نہیں ہے تو کلوخ کے ساتھ کس لئے ہم شیوہ بنا ہے
درمیان امت مرحوم باش	سنت احمدؐ مہل محکوم باش
امت مرحومہ کے درمیان رہ	سنت احمدیؐ کو مت چھوڑ اور محکوم رہ
چوں جماعت رحمت آمد اے پسر	جہد کن کز رحمت آری تاج سر
جب جماعت رحمت ہے اے فرزند	تو اسکی کوشش کر کہ رحمت کے واسطے سے تو تاج سر حاصل کرلے

مرغ نے صیاد سے کہا اے خواجہ خلوت میں قیام مت کر دین احمدیؐ میں ترہب اچھا نہیں (یعنی بلا ضرورت دینیہ خلق سے انقطاع خلاف سنت ہے گو ادیان سابقہ میں یہ انقطاع بھی ایک طاعت تھا بشرطیکہ دینی ضرر نہ ہو غرض جب دینی ضرورت انقطاع کی ہو تو ہماری شریعت میں بھی طاعت ہے اور جب دینی ضرر انقطاع میں ہو تو شرائع سابقہ میں بھی معصیت تھا اور جب نہ ضرورت ہو اور نہ ضرر اس صورت میں ہماری شریعت میں بدعت اور ادیان سابقہ میں طاعت تھا پس چونکہ مرغ فرضی کو کوئی ضرورت دینیہ اس انقطاع کی معلوم نہیں اس لئے وہ منع کرتا ہے اور دلیل لاتا ہے کہ) ترہب سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تو تو نے اے فضول بدعت کیوں اختیار کی جمعہ فرض ہے اور نماز میں جماعت بھی (ضروری ہے اور) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی (ضروری ہے۔ فحقیقة الکلام الامر بالمعروف والامر بالاحتراز عن المنکر وھو حاصل النھی عن المنکر اور) بداخلاقوں کی کلفت برداشت کرنا صبر کے تحت میں رہ کر (ضروری ہے اور) سحاب کی طرح خلائق کو نفع دینا (ضروری ہے جس کی دلیل یہ ہے) کہ خیر الناس وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچاوے اے پدر (فان مصدرية والمصدر محمول علی المبالغة کزید عدل وحسنه ضرورة الشعر اور یہ سب طاعات انقطاع کی حالت میں متحقق نہیں ہوتیں یعنی انقطاع میں یہ مصالح فوت ہوتی ہیں اور عدم انقطاع میں کوئی مضرت نہیں پھر انقطاع غیر مشروع ہے اور غیر مشروع کے ساتھ ایک وجہ سے جو آئندہ مصرعہ میں مذکور ہے غیر معقول بھی ہے وہ یہ ہے کہ) اگر تو سنگ نہیں ہے تو کلوخ کے ساتھ کس لئے ہم شیوہ بنا ہے (یعنی خلوت میں بیٹھنا کلوخ وسنگ سے صحبت رکھنا ہے جو سنگ وکلوخ نہ ہو اس کے لئے نازیبا ہوگا یہ وجہ ہے غیر معقول ہونے کی پس جب یہ انقطاع شرعاً وعقلاً مذموم ہے تو اس کو ترک کر اور) امت مرحومہ کے درمیان رہ اور سنت احمدیؐ کو مت چھوڑ (اور شریعت کا) محکوم رہ (اور شریعت نے بحالت کذائیہ ترہب سے منع فرمایا ہے اور) جب جماعت (مسلمین کی) رحمت ہے اے فرزند (چنانچہ حدیث میں ہے ید الله

www.besturdubooks.wordpress.com

علی الجماعۃ) تو اس کی کوشش کر کر رحمت کے واسطہ سے تو تاج سر (یعنی عزت عنداللہ) حاصل کر لے۔

در جوابش گفت صیاد عیار	نیست مطلق اینکہ گفتی ہوشدار
اس کے جواب میں صیاد زیرک نے کہا	کہ تو نے جو کچھ کہا ہے یہ مطلق نہیں ہے ہوش رکھنا چاہئے
ہست تنہائی بہ ازیاران بد	نیک بابد چوں نشیند بد شود
برے مصاحبوں سے تو تنہائی بہتر ہے	نیک آدمی بد کے پاس بیٹھتا ہے بد ہو جاتا ہے
زانکہ عقل ہر کرا نبود رسوخ	پیش عاقل او چو سنگ ست وکلوخ
اس سبب سے کہ جس کی عقل میں پختگی نہ ہو	وہ عاقل کے نزدیک مثل سنگ اور کلوخ کے ہے
چوں حمارست آنکہ بے اہلیت ست	صحبت او عین رہبانیت ست
مثل حمار کے ہے جس کی آرزو معاش ہے	اس کی صحبت عین رہبانیت ہے
ہوش او سوی علف باشد چو خر	بگزر ازوے تا نمانی بے ہنر
اس کا ہوش علف کی طرف ہے مثل خر کے	تو اس سے برکنار رہ تاکہ تو بے ہنر نہ رہ جاوے
زانکہ غیر حق ہمہ گردد رفات	کل ات بعد حین فہوات
کیونکہ جو حق سے مغائر ہے وہ سب ریزہ ریزہ ہو جاوے گا	جو چیز ایک وقت محدود کے بعد آنے والی ہے وہ ابھی آنے والی ہے
ہر چہ جز آں وجہ باشد ہالک ست	ملک و مالک عکس آں یک مالک ست
جو کچھ اس وجہ کے سوا ہے وہ سب ہالک ہے	تمام ملک اور مالک اسی ایک مالک کا ظل ہے
گرچہ سایہ عکس شخص ست اے پسر	ہیچ از سایہ نتانی خورد بر
اگرچہ سایہ بھی شخص کا عکس ہی ہوتا ہے	تو سایہ سے کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتا
ہیچ سایہ نیست بے شخصے رواں	اصل سایہ روبجوے کارواں
کوئی سایہ بلا شخص رواں نہیں ہے	تو جا اور سایہ کی اصل کو طلب کر اے واقف کار
ہیں ز سایہ شخص رامی کن طلب	در مسبب رو گزر کن از سبب
خبردار اس سایہ سے شخص کو طلب کر	مسبب میں توجہ کر اور سبب سے درگزر
یار جسمانی بود رویش بمرگ	صحبتش شوم ست باید کرد ترک
یار جسمانی کا رخ فنا کی طرف ہوتا ہے	اس کی صحبت شوم ہے ترک کر دینا ضرور ہے
حکم او ہم حکم قبلہ او بود	مردہ اش خواں چونکہ مردہ جو بود
اس کا حکم بھی اس کے قبلہ کا سا حکم ہو گا	جو مردہ کا طالب ہو اس کو بھی مردہ جان

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ با ایں قوم باشد راہب ست	کہ کلوخ و سنگ او را صاحب ست
جو شخص اس قوم کا ہم صحبت ہو وہ راہب ہے	کیونکہ کلوخ و سنگ اس کا مصاحب ہے
بگذر از سنگ و کلوخ بے وجود	سوئے کان لعل رو از بہر جود
بے وجود پتھر اور ڈھیلے سے گزر جا	بخشش کے لئے لعل کی کان میں جا
خود کلوخ و سنگ کس را رہ زند	زیں کلوخاں صد ہزار آفت رسد
کلوخ و سنگ کیا کسی کی رہ زنی کرتے ہیں	اور ان کلوخوں سے تو لاکھوں آفتیں پہنچ جاتی ہیں

اس (مرغ) کے جواب میں صیاد زیرک نے کہا کہ تو نے جو کچھ (دربارہ ذم انقطاع کے) کہا ہے یہ مطلق نہیں ہے ہوش رکھنا چاہئے (کیونکہ یہ بھی شرع سے ثابت ہے کہ) برے مصاحبوں سے تو تنہائی بہتر ہے۔ نیک آدمی جب بد کے پاس بیٹھتا ہے بد ہو جاتا ہے) پس ایسوں سے انقطاع ضروری ہوا تو انقطاع کی مذمت مطلق نہ ہوئی بلکہ مذموم وہی ہوگا جو اہل افادہ سے ہو جبکہ یہ شخص افادہ کا محتاج بھی ہو یا اہل استفادہ سے جبکہ دوسروں کے استفادہ کی توقع ہو اور میں اہل افادہ کو مفقود پاتا ہوں اور اپنے اندر اس کی اہلیت نہیں پاتا کہ کسی کو مجھ سے استفادہ ہو اس لئے میرے حق میں انقطاع مذموم نہ ہوگا اور نیک چوں باید نشید بہ شود پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ پھر بد آدمی نیک کی صحبت کیونکر اختیار کر سکتا ہے کیونکہ وہ اس سے یہ سمجھ کر بھاگے گا کہ میں بد ہو جاؤں گا۔ جواب شبہ کا یہ ہے کہ مطلوب متاثر نہیں ہوتا نیک کو چاہئے کہ بد کا طالب نہ ہو۔ غرض نصوص ذم انقطاع مطلق نہیں یہ تو دلیل شرعی کا جواب ہوا اور عقلاً بھی بد صحبت سے انقطاع مذموم نہیں) اس سبب سے کہ جس کی عقل (دینی) میں پختگی نہ ہو وہ عاقل کے نزدیک مثل سنگ اور کلوخ کے ہے (عدم عقل نافع میں اور ایک اعتبار سے) مثل حمار کے ہے جس کی آرزو (صرف) معاش ہے (یعنی طلب شہوات نفسانیہ میں وہ مثل حمار کے ہے کہ کلوخ سے بھی اخس ہے کیونکہ کلوخ میں تو صرف نافع کی کمی ہے ضار سے تو محفوظ ہے اور طالب شہوات نفسانیہ میں ایک ضار بھی متحقق ہے۔ پس جب یہ شخص مثل سنگ اور حمار کے ہے تو اس کی صحبت عین رہبانیت ہے (کیونکہ انقطاع عن الناس کی حالت میں عقلاً سے بعد اور ان ہی جمادات وحیوانات کا قرب ہوتا تھا تو ان لوگوں سے تعلق رکھنے میں وہ اب بھی واقع ہوا کہ عقلاء دین سے بعد اور امثال احجار ،ارے قرب ہوا اس اعتبار سے اب بھی وہی رہبانیت لازم آئی جس سے بچ کر ان لوگوں کی صحبت اختیار کی تھی۔ پس جب یہ شخص ایسا ہے کہ) اس کا ہوش علف کی طرف ہے مثل خر کے (اور ان کی صحبت میں وہی محذور رہا تو اس سے برکنار رہتا کہ تو بے ہنر (یعنی خالی عن الکمال) نہ رہ جاوے کیونکہ (ایسا شخص حق تعالیٰ سے من کل الوجوہ بے تعلق اور مغائر ہے اور) جو حق سے مغائر ہے وہ سب ریزہ ریزہ (اور فانی محض) ہو جاوے گا (بلکہ ایک معنی کر اب بھی فانی ہے کیونکہ) جو چیز ایک وقت محدود کے بعد آنے والی ہے وہ (گویا) ابھی آنے والی ہے۔ (فالاتی الاول بمعنی الاستقبال والثانی بمعنی الحال اس لئے اس کو ابھی فانی سمجھو۔ جب اس پر فنا طاری ہونے والی ہے تو خود ناقص ہے پس اس کی صحبت سے تو بھی ناقص رہ جاوے گا بخلاف طالب حق کے کہ وہ من کل الوجوہ مغائر حق بمعنی بے تعلق نہیں بلکہ باعتبار طاعت کے اس کو حق تعالیٰ سے تعلق ہے اور اس اعتبار سے اس کو بقا بھی ہے۔ چنانچہ جسم کا جو کہ طالب شہوات ہے ریزہ ریزہ ہونا اور روح کا

www.besturdubooks.wordpress.com

جو کہ طالب حق ہے اس فنا سے محفوظ ہونا معلوم ہے اور گو غیر طالب حق کی روح بھی اس فنا مختص بالجسم سے محفوظ ہے۔ مگر اس کی بقا بدتر از فنا ہے۔ قال تعالیٰ لایموت فیھا ولایحییٰ ونعم ما قیل فی بقاء اھل الحب

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

پس اس سے تعلق رکھنا حق تعالیٰ سے تعلق رکھنا ہے اور سبب ہے ہنر اور کمال کا آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) جو کچھ اس وجہ (حق) کے سوا ہے وہ سب ہالک ہے (ماخوذ من قولہ تعالیٰ کل شی ھالک الا وجھہ بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ جس چیز کو وجہ حق بمعنی مرضاۃ حق سے بس کماذ قولہ تعالیٰ الا ابتغآء وجہ ربہ الاعلیٰ تعلق نہ ہو وہ ہالک ہے اور جس کو اس سے تعلق ہو وہ باقی ہے کقولہ تعالیٰ ماعندکم ینفدو ماعنداللہ باق اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اصل وجود حق تعالیٰ کا ہے اور باقی) تمام ملک اور مالک اسی ایک مالک (کے وجود) کا ظل (و تابع) ہے بالمعنی الذی حقق فی محلہ پس جس کو اس موجود حقیقی سے خاص تعلق ہے اس اعتبار سے اس میں بھی من وجہ کو تبعاً سہی بقا کے معنی متحقق ہو جاتے ہیں اور جس کو وہ تعلق خاص نہ ہو وہ من کل الوجوہ فانی ہوتا ہے اور بالکل ہی سایہ کی طرح مضمحل اور لاشے ہوتا ہے اور) اگرچہ سایہ بھی شخص کا عکس ہی ہوتا ہے (اور اس اعتبار سے اس کو بھی تکوینی تعلق شخص سے ہے جیسا حق تعالیٰ سے اس معنی کر تمام مخلوق کو تعلق ہے لیکن) تو سایہ سے (بالذات) کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بالذات مخلوق نافع نہیں بدوں تعلق خاص تشریعی خالق کے پس یہ بات ہے کہ سایہ محض تابع ہے اسی طرح سے کہ) کوئی سایہ بلا شخص رواں نہیں تو جا اور سایہ کی اصل کو طلب کر اے واقف کار (اور خبردار اس سایہ سے اس شخص کو طلب کر (اور تفسیر اس کی یہ ہے) کہ مسبب (اسم الفاعل) میں توجہ کر اور سبب سے درگزر (خلاصہ مقام یہ ہوا کہ) یار جسمانی کا (جس کو مغائر من کل الوجوہ کہا ہے) رخ فنا کی طرف ہوتا ہے۔ (کما ثبت انفاً پس) اس کی صحبت شوم ہے ترک کر دینا ضروری ہے اس کا حکم بھی اس کے قبلہ کا سا حکم ہوگا) پس اس کا قبلہ یعنی رخ جب فنا ہے جس کا کوئی طالب نہیں ہوتا تو اس کو بھی قابل طلب و محبت مت سمجھ ورنہ اگر اس کو طلب کیا تو تو بھی مردہ سمجھا جائے گا کیونکہ) جو مردہ کا طالب ہو اس کو بھی مردہ جان (پس جب تو اس مردہ کا طالب ہوا تو تو بھی مردہ ہو گیا پس) جو شخص اس (مردہ) قوم کا ہم صحبت ہو وہ راہب ہے (کما ذکر انفا) کیونکہ کلوخ و سنگ اس کا مصاحب ہے (جیسا اوپر تشبیہ کی تقریر گزری۔ بلکہ کلوخ و سنگ سے بھی یہ لوگ بدتر ہیں کیونکہ (کلوخ و سنگ کیا کسی کی رہزنی کرتے ہیں اور ان کلوخوں سے تو لاکھوں آفتیں پہنچ جاتی ہیں کہ دین برباد ہو جاتا ہے جو اصل ہے سب خرابیوں کی۔

گفت مرغش پس جہاد آنگہ بود	کایں چنیں رہزن میان رہ بود
مرغ نے صیاد سے کہا کہ جہاد تو اسی وقت ہوتا ہے	جبکہ ایسا رہزن راہ کے درمیان ہو
از برائے حفظ و یاری و نبرد	بر رہ ناایمن آید شیر مرد
یاری اور نبرد کی حفاظت کے لئے	خوفناک راستہ پر شیر مرد آتا ہے
عرق مردی آنگہے پیدا شود	کہ مسافر ہمرہ اعدا شود
مردانگی کی رگ اس وقت ظاہر ہوتی ہے	کہ مسافر دشمنوں کا شریک راہ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نبی السیف بودست آں رسولؐ	امت او صفدر انند و فحول
جب وہ رسول نبی السیف ہیں	تو آپ کے امتی صفدر اور مرد ہیں
مصلحت دردین ما جنگ و شکوہ	مصلحت دردین عیسیٰؑ غار و کوہ
ہمارے دین میں تو جنگ و شکوہ مصلحت ہے	اور عیسیٰ کے دین میں غار و کوہ مصلحت ہے
مصلحت دادست ہر یک را جدا	مصلحت جو گر توئی مرد خدا
ہر ایک کو جدا مصلحت دی ہے	اگر تو مرد خدا ہے تو مصلحت کا طالب ہو

(صیاد نے اختلاط کے مضر و مذموم ہونے پر اس سے استدلال کیا تھا کہ جن سے اختلاط کیا جاوے ان میں اہل شر زیادہ ہیں مرغ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اہل شر کے وجود میں بھی دینی منافع اور مصالح ہیں جو عزلت میں حاصل نہیں ہوتے پس وہ بھی مقتضی اختلاط کو ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ) مرغ نے صیاد سے کہا کہ جہاد تو اسی وقت ہوتا ہے جبکہ ایسا رہزن راہ کے درمیان میں ہو (اور جہاد کا خیر ہونا ظاہر ہے اور وہ موقوف ہے وجود اہل شر پر اور ترک عزلت پر پس وجود اہل شر بھی مقتضی ترک عزلت کو ہوا اسی واسطے) یاری (اہل خیر) اور نبرد (اہل شر) کی حفاظت کے لئے خوفناک راستہ پر شیر مرد آتا ہے (بدوں خطرہ میں پڑے ہوئے اس کی حفاظت نہیں ہوسکتی اور حفاظت اس کی ضروری ہے۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی فرضیت کا یہی حاصل ہے پس خطرات میں پڑنا ضروری ہے اور عزلت میں یہ ممکن نہیں پس ترک عزلت ضروری ہوا اور) مردانگی کی رگ اس وقت ظاہر ہوتی ہے کہ مسافر دشمنوں کا شریک راہ ہو (اور یہ شجاعت فی سبیل اللہ ضروری ہے پس اس کا موقوف علیہ کہ اختلاط مع الاعداء ہے۔ نیز ضروری ہوا (اور) جب وہ رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) نبی السیف (کے لقب سے ملقب ہیں تو آپ کے امتی صفدر اور مرد ہیں (یعنی مجاہد ہیں اور جہاد عزلت میں نہیں ہوتا پس ترک عزلت ضروری ہوا آگے آپ کے نبی السیف ہونے کا قرین حکمت ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) ہمارے دین میں تو جنگ و شکوہ مصلحت ہے (اس لئے جہاد مشروع ہوا) اور عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں غار و کوہ مصلحت ہے (اس لئے ان کی شریعت میں ترہب مشروع تھا بالتفصیل الذی ذکرنی اول الحکایۃ) ہر ایک (دین والے) کو (اللہ تعالیٰ نے) جدا مصلحت دی ہے اگر تو مرد خدا ہے تو (خدائے) مصلحت کا طالب ہو (اور مصلحت جنگ کی طلب مجاہد ہونا ہے جو موقوف ہے ترک عزلت پر اور اس جہاد میں یہ سب داخل ہیں بالسنان و باللسان جس میں امر بالمعروف و النهی عن المنكر والتحمل لما اصاب منهم من الاذیٰ بھی داخل ہے جو کہ غیر کے ساتھ ہوتا ہے اور بالصبر علی الطاعة مع الموانع من شياطين الانس والجن وعن المعصية مع البواعث من هؤلاء الشياطين جو کہ اپنے نفس کے ساتھ غیر کے سبب ہوتا ہے اور ادائے حقوق وخدمت خلائق اور یہ سب عزلت میں متحقق نہیں ہوتے بعض تو مطلقاً متحقق نہیں ہوتے اور بعضے علی سبیل الکمال نہیں ہوتے۔

گفت آرے گر بود یاری وزور	تابقوت برزند بر شر و شور
صیاد نے کہا کہ واقعی اگر اعانت اور قوت ہو	تاکہ قوت کے ساتھ شر و شور پر حملہ کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

قوتے باید درین رہ مرد وار	یار می باید درین جافرد وار
اس راہ میں مردانہ قوت ضروری ہے	اس مقام میں معین ضروری ہے جو یکتا ہو
چون نباشد قوتے پرہیز بہ	در فرا راز لایطاق آسان بجہ
جبکہ قوت نہ ہو پرہیز بہتر ہے	مالایطاق سے اچھل کر فرار میں جا گھس
صنعت اینست اے عزیز نامدار	فکرتے کن در نگر انجام کار
ہنر یہی ہے اے عزیز نامدار	تفکر سے کام لے اور انجام کار کو دیکھ
یار می جوتا بید بی راہ را	ورنہ کے دانی تو راہ و چاہ را
معین کو تلاش کر لے تاکہ راہ کو پا سکے	ورنہ تو راہ اور چاہ کو کب جانے گا

صیاد نے کہا کہ واقعی اگر (اپنے ہم خیال کی) اعانت اور (اپنے اندر) قوت ہو (تو جیسا تو نے جہاد بالمعنی العام کا قابل تحصیل ہونا بیان کیا ہے جو کہ باعتبار ذات کے بعض اقسام میں یا باعتبار درجۂ کمال کے بعض اقسام میں بالتفصیل المذکور قبیل ہذہ الابیات موقوف ہے اختلاط پر صحیح ہے ضرور حالت مذکورہ میں اس کی تحصیل کا اہتمام کرنا چاہئے) تاکہ قوت کے ساتھ (جو کہ اپنی اور معین کی قوت کا مجموعہ ہے اہل فتنہ کے) شر اور شور پر حملہ کرے (اور غالب آوے غرض یہ کہ) اس راہ (جہاد) میں (ایک تو) مردانہ قوت (اپنے اندر) ضروری ہے (دوسرے) اس مقام (جہاد) میں معین ضروری ہے جو (اعانت میں) یکتا ہو (اور ایسا سامان قوت کا اس زمانہ میں قریب قریب معدوم ہے تو اس حالت میں) جبکہ (بدرجہ مذکورہ) قوت نہ ہو (تو اختلاط اہل فتن سے) پرہیز بہتر ہے (پس پرہیز کر اور) مالایطاق سے اچھل کر آسانی کے ساتھ فرار میں جا گھس (یعنی اس صورت میں مقاومت کی طاقت نہیں ہوگی تو فرار کی پناہ لینا بہتر ہے جس کا حاصل عزلت ہے اس میں اشارہ ہے اس قول مشہور کی طرف الفرار عما لایطاق من سنن المرسلین پس) ہنر (کی بات) یہی ہے اے عزیز نامدار تفکر سے کام لے اور انجام کار کو دیکھ (پس جب فکر سے انجام کار عدم تحمل فتن نظر آوے تو عزلت ہی ٹھیک ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہ جہاد بالمعنی المذکور پر چلنا چاہتا ہے تو) معین (بالصفۃ المذکورہ) تلاش کرے تاکہ (اس) راہ کو پا سکے ورنہ (اگر ایسا معین نہ ہو تو) تو راہ اور چاہ کو کب جانے گا (چاہ سے مراد فتن یعنی ان میں پھنس جاوے گا جیسے ایک درویش نے احقر کو نصیحت کی تھی کہ دیکھو اس کا خیال رکھنا کہ دوسروں کو جوتوں کی حفاظت میں اپنی گھڑی مت اٹھوا دینا یعنی دوسروں کی اصلاح میں مشغول ہو کر خود کسی مفسدہ میں مت پڑ جانا واقعی جب خود ضعیف ہو ایسا ہی ہوتا ہے حاصل تمام تر تقریر کا اسباب عارضہ کے سبب عزلت کی ترجیح ہوئی)۔

گفت صدق دل بباید کار را	ورنہ یاراں کم نیابند یار را
مرغ نے کہا کہ کام میں صدق دل چاہئے	ورنہ یار کو یار کچھ کم نہ ملیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یار شو تا یار بینی بے عدد	زانکہ بے یاراں بمانی بے مدد
تو یار ہو جا تاکہ تو بے شمار یار دیکھے	اس لئے کہ بدوں یاروں کے تو بے مدد رہے گا
دیو گرگست و تو ہمچوں یوسفی	دامن یعقوبؑ مگزار اے صفی
شیطان بھیڑیا ہے اور تو مثل یوسف کے	اے برگزیدہ تو یعقوبؑ کا دامن مت چھوڑنا
گرگ اغلب آنگہے گیرا بود	کز رمہ شیشک بخود تنہا رود
بھیڑیا اکثر کر کے اس وقت پکڑتا ہے	کہ گلہ سے بکری خود تنہا چلنے لگے
آنکہ سنت با جماعت ترک کرد	در چنیں مسبع نہ خون خویش خورد
جس شخص نے سنت اور جماعت ترک کر دی	ایسے درندوں کے مقام میں کیا اپنا خون نہیں کیا
ہست سنت رہ جماعت چوں رفیق	بے رہ و بے یار افتی در مضیق
سنت تو راستہ اور جماعت مثل رفیق کے ہے	بدوں راستہ کے اور بدوں رفیق کے تو تنگی میں پڑ جاوے گا
راہ سنت باجماعت بہ بود	اسپ باسپاں یقیں خوشتر رود
سنت کا راستہ جماعت کے ساتھ بہتر ہوتا ہے	گھوڑا گھوڑوں کے ساتھ یقینا خوب چلتا ہے
لیک ہر گمراہ را ہمرہ مداں	غافلان خفتہ را آگہ مداں
لیکن ہر گمراہ کو ہمراہ مت جان لینا	غافلان خفتہ کو آگاہ مت جان لینا
ہمرہے راجو کزو یابی مدد	ہمدل و ہمدرد و جویان احد
ایسے ہمراہ کو تلاش کر کہ اس سے کچھ مدد پاوے	کہ وہ ہمدل اور ہمدرد اور طالب حق ہو
ہمرہے نے کو بود خصم خرد	فرصتے جوید کہ جامہ تو برد
ایسا ہمراہ نہ ہو کہ وہ عقل کا دشمن ہو	ایسی فرصت ڈھونڈھتا ہو کہ تیرے کپڑے ہی لے جاوے
میرود باتو کہ یا بد عقبہٗ	کہ تواند کردت آنجا نہبہٗ
تیرے ساتھ اس لئے چلتا ہو کہ کوئی گھاٹی ملے	تو وہاں پر وہ تجھ کو لوٹ سکے
میرود باتو برائے سود خویش	ہیں منوش از نوش اوکاں ہست نیش
تیرے ساتھ اپنی غرض کے لئے چل رہا ہو	تو ایسے شخص کی شیرینی نوش مت کرنا کہ وہ نیش ہے
یا بود اشتر دلے چوں دید ترس	گوید او بہر رجوع از راہ درس
یا کم ہمت ہو کہ جب اس کو کوئی اندیشہ نظر آیا	تو راہ سے واپس ہونے کے لئے تعلیم کرنے لگے

www.besturdubooks.wordpress.com

یار را ترساں کند زاشتر دلی	ایں چنیں ہمرہ عدو داں نے ولی
ہمراہی کو اشتر دلی کے سبب خائف کرنے لگے	ایسے ہمراہ کو دشمن سمجھو نہ کہ دوست
یار بد مارست ہیں بگریز ازو	تا نریزد در تو زہر آں زشت خو
یار بدمار ہے ہاں اس سے بھاگ	کبھی تیرے اندر وہ زشت خو زہر نہ ڈال دے
یار را ازراہ برد آں راہزن	مرد نبود آنکہ افتد زیر زن
وہ راہزن یار کو راہ سے ہٹاتا ہے	وہ مرد نہیں ہے جو عورت کے نیچے پڑے
راہ جانبازیست در ہر عیشۂ	آفتے در دفع ہر جاں شیشۂ
راستہ تو جانبازی ہے زندگی کی ہر حالت میں	آفت ہے ہر ایک کم ہمت کے دفع کیلئے
راہ دیں ہر گمرہی خود چوں رود	حازمے باید کہ مرد رہ بود
دین کا راستہ ہر گمراہ کب چلتا ہے	بڑا ہی ہوشیار چاہئے جو مرد راہ ہو
راہ دیں زاں رو پراز شور و شرست	کہ نہ راہ ہر مخنث گوہرست
دین کا راستہ شور و شر سے اس لئے پر ہے	کہ یہ ہر مخنث الذات کا راستہ نہیں ہے
در رہ ایں ترس امتحانہائے نفوس	ہمچو پرویزن بہ تمییز سبوس
اس راہ میں یہ مخاوف نفوس کے امتحانات ہیں	جیسے چھلنی بھوسی کے متمیز کرنے کے لئے ہوتی ہے
راہ چہ بود پر نشان پایہا	یار چہ بود نرد بان رایہا
راستہ کیسا ہوتا ہے جو نشان اقدام سے پر ہو	اور یار کیسا ہوتا ہے جو عقول کا زینہ ہو
گیرم آں گرگت نیابد ز احتیاط	بے ز جمعیت نیابی آں نشاط
میں فرض کرتا ہوں کہ وہ بھیڑیا تجھ کو احتیاط کی وجہ سے نہ پا سکے گا	بدوں جمعیت کے وہ نشاط نہ پاوے گا
آنکہ اندر راہ تنہا خوش رود	بار رفیقاں سیر او صد تو شود
جو شخص راہ میں تنہا خوب چلتا ہو	تو رفیقوں کے ساتھ اس کی رفتار سو حصے زیادہ ہو جاوے گی
با غلیظی خر زیاراں اے فقیر	در نشاط آید شود قوت پذیر
اے فقیر باوجود بلید الطبع ہونے کے گدھا ساتھیوں کے سبب	نشاط میں آ جاتا ہے اور قوت پذیر ہو جاتا ہے
ہر خرے کز کارواں تنہا رود	بروے آں راہ از تعب صد تو شود
جو گدھا کہ قافلہ سے تنہا چلتا ہے	اس پر وہ راستہ تعب کے سبب سو حصے ہو جاتا ہے
چند سیخ و چند چوب افزوں خورد	تا کہ تنہا آں بیاباں را برد
بہت سی چونٹیں لکڑی اور سیخ کی زیادہ کھاتا ہے	جب جا کر اس بیابان کو قطع کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرترا می گوید آں خر خوش شنو	گر نہ خر ہمچنیں تنہا مرو
تجھ کو وہ گدھا کہہ رہا ہے تو اچھی طرح سن	کہ اگر تو گدھا نہیں ہے تو اس طرح تنہا مت چل
آنکہ تنہا خوش رود اندر رصد	با رفیقاں بے گماں خوشتر رود
جو شخص کمین گاہ میں تنہا خوب چلتا ہو	وہ رفیقوں کے ساتھ بلاشبہ زیادہ خوب چلے گا
ہر نبیے اندریں راہ درست	معجزہ بنمود و ہمراہاں بجست
تمام انبیاء نے اس راہ صواب میں	معجزہ دکھلایا اور رفقاء کو چاہا
گر نباشد یاری دیوارہا	کے برآید خانہ و انبارہا
اگر دیواروں میں باہم مصاحبت نہ ہو	تو گھر اور انبار کب حاصل ہوں
ہر یکے دیوار اگر باشد جدا	سقف چوں باشد معلق بر ہوا
اگر ہر ایک دیوار جدا ہووے	تو چھت ہوا پر کیسے معلق رہے
گرنباشد یاری حبر و قلم	کے فتد بر روئے کاغذ ہا رقم
اگر نہ ہو اجتماع سیاہی اور قلم کا	تو سطح کاغذ پر حروف کب واقع ہوں
ویں حصیرے کہ کسے می گسترد	گر نہ پیوندد بہم بادش برد
وہ بوریا جس کو کوئی بچھا لیتا ہے	اگر باہم گر متصل نہ ہو تو اس کو ہوا ہی اڑا لے جاوے
حق زہر جنسے چو زوجین آفرید	پس نتائج شد ز جمعیت پدید
جب حق تعالیٰ نے ہر جنس سے زوجین پیدا کئے	تو اجتماع سے نتائج ظاہر ہوئے

مرغ نے (صیاد کے جواب میں) کہا کہ (یہ تو تو نے مان لیا کہ یاروں اور مددگاروں کے ہوتے ہوئے اختلاط کو ترجیح ہے عزلت پر پس میں کہتا ہوں کہ یاروں کا ملنا کچھ دشوار نہیں ان کے دستیابی کا صرف ایک طریق ہے کہ وہ بھی سہل ہے وہ یہ کہ) کام میں صدق دل چاہئے (پس اس میں لوگ باختیار کوتاہی کرتے ہیں) ورنہ (اگر اس میں کوتاہی نہ کریں تو) یار (بننے والے کو یار کچھ کم نہ ملیں (یعنی جو کار دین میں دوسروں کا یار بننا چاہے کہ مستلزم ہے اس کو کہ دوسرے اس کے یار بنیں اور یہی مقصود ہے پس یار شدن کنایہ ہے یار یافتن سے یعنی اگر صدق دل اختیار کرے تو پھر معین فی الدین بکثرت مل جاویں۔ اس لئے کہ حسب خبر صادق لایزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق لایضرھم من خذلھم الحدیث خدام دین قیام ساعت تک دنیا میں موجود رہیں گے۔ پس وجود تو ان کا یقینی البتہ وجدان ان کا بعض اوقات صعب ہوتا ہے تو اس وجدان کا طریق یہ ہے کہ خود صدق اختیار کرے اس سے علم و فہم میں بھی نور ہوتا ہے اور ہمت بھی قوی ہوتی ہے اس کے بعد قوت و ہمت سے اہل صدق و خدام دین کی طلب میں کمی نہ کرے گا اور خوش فہمی سے ان کے ادراک اور معرفت میں غلطی نہ ہوگی پس اس طرح سے ان کا وجدان بھی سہل ہو جاوے گا پس شرط ترجیح اختلاط سہولت سے متحقق ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاوے گی پس اختلاط کی ترجیح کا حکم کیا جاوے گا۔ وہو المطلوب پس نفی در کلمہ ورنہ متوجہ بمقدار ست یعنی در صدق کوتاہی میکنند ورنہ یاران الخ و متوجہ بمذکور نیست والا معنی فاسد میشود کہ برائے کار دین صدق ضروری ست واگر صدق ضروری نباشد یاران بسیار اند و این فاسد ست فافہم اور جب طریقہ یار کے وجدان کا معلوم ہو گیا کہ وہ اختیار کرنا ہے صدق کا تو یہ طریقہ اختیار کر اور) تو یار ہو جا (یعنی صدق اختیار کر جس سے تو خدام دین کا یار ہو سکے) تاکہ تو بے شمار یار دیکھے (بالوجہ الذی ذکر فی شرح الشعر الذی قبلہ) اس لئے کہ (اگر تو نے یہ طریقہ اختیار نہ کیا تو تو بے یار رہے گا اور) بدوں یاروں کے (دین کے کام میں) بے مدد رہے گا (اور بے مددی کے سبب بہت آفات وفتن میں مبتلا ہوگا جیسا آگے فرماتے ہیں کہ) شیطان (تشبیہا) بھیڑیا ہے اور تو (اے طالب حق) مثل یوسف علیہ السلام کے ہے تو اے برگزیدہ تو یعقوب علیہ السلام (یعنی رفیق مربی) کا دامن مت چھوڑنا بھیڑیا اکثر کر کے اسی وقت پکڑتا ہے کہ گلے سے (جدا ہو کر) بکری خود تنہا چلنے لگے (شیشک گوسفند یکسالہ۔ یہ مضمون حدیث کا ہے۔ ان الشیطان کاللذب یا خلہ الشاذۃ والقاذۃ او کما قال) جس شخص نے سنت اور جماعت ترک کر دی ایسے درندوں کے مقام میں کیا اپنا خون نہیں کیا۔ (یعنی اپنے کو ہلاک کیا) سنت تو راستہ ہے (اور) جماعت مثل رفیق کے ہے (یعنی سفر و وصول منزل کے لئے دو چیزیں شرط ہیں راستہ اور رفیق تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو راستہ ہے اور اس سنت کی بتلانے والی جماعت رفیق ہے تو ان کو ترک مت کرنا کیونکہ) بدوں راستہ کے اور بدوں رفیق کے تو تنگی میں (یعنی گمراہی میں) پڑ جاوے گا سنت کا راستہ جماعت کے ساتھ بہتر ہوتا ہے (چنانچہ) گھوڑا گھوڑوں کے ساتھ یقینا خوب چلتا ہے (یہ حکم غیر عالم بالشریعۃ کے لئے تو درجہ وجوب میں ہے اور اس بہتر کا مصداق واجب ہے۔ جس طرح ایمان کو بمقابلہ تثلیث کے اس آیۃ میں خیر کہا گیا ہے ولاتقولوا ثلثۃ انتہوا خیرالکم الایۃ اور عالم بالشریعۃ کے لئے درجہ اولویت واحسنیت میں ہے اور مصرعہ ثانیہ کی تشبیہ دونوں وجہوں پر منطبق ہو سکتی ہے کیونکہ یہ اسپ اگر راستہ نہیں جانتا تو دوسرے اسپوں کی رفاقت واجب ہے اور اگر جانتا ہے تو بوجہ اس کے کہ چلنے میں زیادہ آسانی ہوگی رفاقت احب ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ رفقہ خیر کا ہونا واجب یا مستحب ہے اور ان کا تیسر موقوف ہے اختیار صدق پر تو وہ ضروری ہوا اور اس کے بعد تیسر رفقہ لازم ہے کیونکہ صدق شرط بھی ہے تیسر رفقہ کی اور علت بھی پھر کون امر مانع اختلاط رہا بلکہ یہ تیسر خود مرجح اختلاط کا ہے عزلت پر آگے ترجیح اختلاف سے استدراک کرتے ہیں کہ لیکن ہر گمراہ کو (یعنی کسی گمراہ کو فالکل افرادی لا مجموعی) ہمراہ مت جان لینا (آگے تمثیل ہے کہ) غافلان خفتہ کو آگاہ مت جان لینا ایسے ہمراہ کو تلاش کر کہ (راہ دین میں) اس سے کچھ مدد پاوے کہ وہ ہمدل اور ہمدرد اور طالب حق ہو ایسا ہمراہ نہ ہو کہ وہ عقل کا دشمن ہو (اور) اسکی فرصت ڈھونڈھتا ہو کہ تیرے کپڑے ہی لے جاوے (اور) تیرے ساتھ اس لئے چلتا ہو کہ کوئی گھاٹی ملے تو وہاں تجھ کو لوٹ سکے تیرے ساتھ اپنی غرض کے لئے چل رہا ہو تو ایسے شخص کی شیرینی نوش مت کرنا کہ وہ (درحقیقت) نیش ہے (یعنی اس کی ملاطفت اور دوستی سے دھوکہ مت کھانا کہ وہ بدخواہی اور مضرت ہے یہ تو وہ دوست ہوا جو قصداً تم کو بددینی کا راستہ دکھلاتا ہے) یا (ایسا تو نہ ہو کہ قصداً دینی ضرر پہنچاوے ہو تو خود بھی دیندار لیکن) کم ہمت ہو کہ (دین کے کام میں ہمت نہ بڑھاوے بلکہ) جب (راہ دین میں) اس کو کوئی اندیشہ نظر آیا تو راہ سے واپس ہونے کے لئے تعلیم کرنے لگے (اور دوسرے) ہمراہی کو اشتر دلی (یعنی کم ہمتی) کے سبب خائف کرنے لگے (جیسے بعض لوگ ہوتے ہیں کہ دور دور کے اوہام سے متاثر ہوتے ہیں اور دین کے جس کام میں خطرہ کا احتمال غیر ناشی عن دلیل بھی ہو اس سے خود بھی برکنار رہتے ہیں اور ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کو بھی یہی رائے دیتے ہیں ایک صاحب نے مجھ کو رائے دی تھی کہ خفیہ پولیس نگرانی کرتی ہے وعظ کہنا چھوڑ دو میں نے کہا کہ جب تک ہم اسلام پر ہیں اس وقت تک نگرانی کی جاوے گی کیا نعوذ باللہ اسلام کو چھوڑ دیں تو) ایسے ہمراہ کو (بھی) دشمن سمجھو نہ کہ دوست (گو پہلا شخص التزاماً عدو ہے اور یہ لزوماً بے غرض) یار بد (خواہ التزامی ہو یا لزومی بعداوت درجہ گویا) مار ہے ہاں اس سے بھاگ کبھی تیرے اندر وہ زشت خو زہر نہ ڈال دے (یعنی بددینی یا ضعف دین کا مادہ پیدا نہ کر دے۔ (الالتزامی للاول واللزومی للثانی اور) وہ راہزن (یعنی یار بد با متعین یار کو راہ (راست) سے ہٹالے گیا وہ مرد نہیں ہے جو عورت کے نیچے پڑ جاوے (اسی طرح جو نفس کا مغلوب ہو جاوے کہ بندۂ غضب و شہوت ہونے میں مشابہ زن کے ہے وہ بھی مرد نہیں پس وہ قابل رفاقت کے نہیں) راستہ (مقصود کا) تو جان بازی ہے ہر حالت زندگی میں (یعنی زندگانی کی کوئی حالت ہو سراء یا ضراء ہر حال میں جان بازی کرنا چاہئے اس راستہ کی یہ خاصیت تو مردوں کیلئے ہے اور دوسری خاصیت کے اعتبار سے وہ راستہ) آفت (جان) ہے ہر کم ہمت کے دفع کے لئے (یعنی کم ہمت کے ہٹانے اور بھگانے کے لئے یہ راہ دین آفت جان کی سی خاصیت رکھتا ہے یعنی جس طرح ہر شخص آفت جان سے بھاگتا ہے کم ہمت لوگ دین سے بھاگتے ہیں جیسے حدیث میں ہے ان المدینة کالکیر تنصع طیبها وتنیفي خبثها جب اس راہ میں یہ خاصیت ہے تو) دین کا راستہ ہر گمراہ کب چلتا ہے بڑا صاحب حزم چاہئے جو راستہ کا مرد ہو (اور) راہ دین شور و شر ہے (یعنی دشواری ہے یا شیاطین الجن والانس کے مخالفات و مزاحمات سے) اس لئے پر ہے کہ یہ ہر مخنث الذات (کے چلنے) کا راستہ نہیں (بلکہ مردوں کے چلنے کا ہے تو اگر اس میں صعوبات و مزاحمت نہ ہوتیں تو امتحان سالکوں کا کیسے ہوتا کہ کون مرد ہے کون مخنث اس لئے) اس راہ میں یہ مخاوف نفوس کے امتحانات ہیں جیسے چھلنی بھوسی کے تمیز کرنے کے لئے ہوتی ہے (پس ان مخاوف میں مرافقت کے لئے یار صالح چاہئے نہ کہ بددین یا ضعیف الہمت پس ایسوں سے بچ کر یاران صالح کو ڈھونڈو اور ان کی رفاقت میں راستہ طے کرو جس کا اوپر مذکور تھا اور آگے پھر اسی کی طرف عود ہے۔ یعنی) راستہ کیسا ہوتا ہے جو نشان اقدام سے پر ہو اور یار کیسا ہوتا ہے جو عقول کا زینہ ہو (مطلب یہ کہ تنہا روی ٹھیک نہیں راستہ میں ایسی حالت میں چلو کہ اس میں بہت سے قدم پڑتے ہوں۔ یعنی اس میں اور لوگ بھی چلتے ہوں وہ راستہ بے خطر اور ماموں ہوتا ہے اور رفقاء ایسے ہونے چاہئیں جس سے عقول کو ترقی ہو یعنی وہ معین ہوں علوم صحیحہ متعلقہ طریق میں پس ایسے رفقہ سے خطرات دفع ہو جاویں گے جو کہ تنہا چلنے میں محتمل تھے جس کا اوپر بیان تھا دیو گرگ ست الخ اور یہ حکم کہ تنہا روی مضر اور سبب ہے گیرائی گرگ کا غیر عالم بالشریعہ کے ساتھ خاص تھا آگے عالم بالشریعہ کے اعتبار سے مضمون ہے کہ تنہا روی اس کو مضر تو نہیں لیکن سلوک مع الجماعت اس کو بھی انفع ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) میں فرض کرتا ہوں کہ وہ بھیڑیا تجھ کو بوجہ احتیاط کے (جس پر بوجہ علم دین کے قدرت حاصل ہوگئی ہے) نہ پاسکے گا (اور اس لئے تیرے لئے اجتماع درجہ وجوب میں نہ ہوگا لیکن تب بھی اتنا ضرور ہے کہ) بدوں جمعیت کے وہ نشاط (اور تازگی اعمال دینیہ میں) نہ پاوے گا (جو کہ جمعیت میں تجربہ سے ثابت ہوئی ہے اور نشاط سے عمل آسان ہوتا ہے پس اس شخص کے لئے اگر اجتماع شرط تحصیل عمل نہیں مگر شرط تسہیل عمل تو ضرور ہے تو اس کے لئے بھی درجہ استحباب میں ہوا کما ذکرته فی شرح شعر راہ سنت باجماعت بہ بود الخ آگے مثالوں سے تائید ہے اس ترتب نشاط کی اجتماع پر یعنی)۔ یعنی جو شخص راہ میں تنہا خوب چلتا ہو تو رفیقوں کے ساتھ اس کی رفتار سو حصے زیادہ ہو جاوے گی (دیکھو) باوجود بلید الطبع ہونے کے گدھا ساتھیوں کے سبب نشاط میں آ جاتا ہے (اور) قوت پذیر ہو جاتا ہے (اور) جو خر کہ قافلہ سے تنہا (ہو کر

www.besturdubooks.wordpress.com

) چلتا ہے اس پر وہ راستہ تعب کے سبب سوحصے ہو جاتا ہے بہت سی چوٹیں لکڑی اور سینچہ کی زیادہ کھاتا ہے جب جا کر اس بیابان کو قطع کرتا ہے تجھ کو (بزبان حال) وہ گدھا یہ کہہ رہا ہے تو اچھی طرح سن کہ اگر تو گدھا نہیں ہے (انسان عاقل ہے) تو اس طرح تنہا مت چل (کیونکہ عقل مقتضی ہے کہ جس طریق میں کامیابی زیادہ متوقع ہو اس کو اختیار کرے اب پھر رجوع ہے مضمون شعر آنکہ اندر راہ تنہا الخ کی طرف یعنی) جو شخص کمین گاہ (یعنی مطلق راہ) میں تنہا (بھی) خوب چلتا ہو وہ رفیقوں کے ساتھ بلاشبہ زیادہ خوب چلے گا (اور یہ اجتماع یہاں تک مطلوب ہے کہ انبیاء علیہم السلام باوجودیکہ سلوک راہ حق میں کسی کے بھی محتاج نہ تھے مگر باوجود اس کے بھی) تمام انبیاء علیہم السلام نے اس راہ صواب میں معجزہ دکھلایا اور رفقہ کو چاہا (کیونکہ اظہار معجزہ سے مقصود تھا لوگوں کو مومن بنانا اور مومن بنانے کی جہاں یہ مصلحت تھی کہ ان لوگوں کو آخرت میں نجات ہو وہاں یہ بھی مصلحت ہے کہ کثرت مومنین سے دین کو قوت ہو تو اس مصلحت میں مومنین سے اعانت چاہی چنانچہ حدیث میں دعائے نبویؐ ہے اللهم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او عمرو بن هشام اور قرآن مجید میں ارشاد عیسویؑ ہے من انصاری الی الله پس انبیا بھی اس مصلحت میں مستغنی عن الجماعۃ نہ ہوئے آگے اجتماع کے مفید ہونے کی اور تمثیلات ہیں کہ) اگر دیواروں میں باہم مصاحبت (واجتماع واتصال) نہ ہو تو گھر اور انبار (غلہ کہ موقوف ہے کوٹھی کے اتصال اجزا پر) کب حاصل ہوں اگر ہر ایک دیوار (ایک دوسرے سے) جدا ہو تو سقف ہوا پر کیسے معلق رہے (اسی طرح) اگر سیاہی اور قلم کا اجتماع نہ ہو (یعنی قلم میں روشنائی نہ لگے) تو سطح کاغذ پر حروف کب واقع ہوں (اسی طرح) یہ بوریا جس کو کوئی بچھالیتا ہے اگر یہ باہم گر متصل نہ ہو تو اس کو ہوا ہی (اڑا کر) لے جاوے (اسی طرح) حق تعالیٰ نے ہر جنس سے جب زوجین پیدا کئے تو (اس) اجتماع سے نتائج ظاہر ہوئے (مناسب مقام آیت ومن کل شیء خلقنا زوجین کی یہ توجیہ ہے کہ جتنے آثار حادث ہوتے ہیں وہ عادۃً موقوف دو چیز پر ہیں ایک فاعل ایک منفعل ان کے اجتماع سے افعال مختلفہ ظاہر ہوتے ہیں۔ پس اس سے بھی اجتماع کا مفید و مثمر ہونا ظاہر ہوا اور یہ توجیہ آیت کی تفسیر کے عموم میں داخل ہے کیونکہ تفسیر آیۃ کی کما فی بیان القرآن یہ ہے کہ ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم کا بنایا اور اس قسم سے مراد مقابل ہے سو ظاہر ہے کہ ہر شئے میں کوئی نہ کوئی صفت ذاتیہ یا عرضیہ ایسی معتبر ہوتی ہے جس سے دوسری چیز جس میں اس صفت کی نقیض یا ضد ملحوظ ہو اس کی مقابل شمار کی جاتی ہے جیسے آسمان و زمین جوہر و عرض گرمی و سردی شیریں و تلخ چھوٹی بڑی خوشنما بدنما سفیدی وسیاہی روشنی و تاریکی الخ اور ظاہر ہے کہ فاعل اور منفعل بھی اسی طرح متقابل ہیں پس یہ بھی زوجین کے عموم میں داخل ہو گئے اس لئے میں نے کہا تھا کہ یہ توجیہ آیت کی تفسیر کے عموم میں داخل ہے۔

فائدہ:۔ فیصلہ اس مسئلہ کا شروع حکایت میں لکھ دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ یہ سب نزاع لفظی ہے اور جاننا چاہئے کہ جس کے لئے عزلت کو ترجیح ہے جماعت و جمعہ و حقوق واجبہ کے اوقات اس سے مستثنیٰ ہیں اور جس کے لئے اختلاط کو ترجیح ہے خاص خاص مشاغل کے اوقات جو کہ خلوت ہی میں انجام پاتے ہیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

درمیان مرغ و صیاد اے عجب	بس شکال افتاد و شد نزدیک شب
مرغ اور صیاد کے درمیان عجیب عجیب	بہت سے اشکالات واقع ہوئے اور رات نزدیک ہو گئی
او بگفت و ایں بگفت از اهتزاز	بحث شاں شد اندریں معنیٰ دراز
کچھ اس نے کہا کچھ اس نے کہا شوق سے	اور ان کا مباحثہ اس مضمون میں طویل ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

مثنوی را چابک و دلخواہ کن	ماجرا را موجز و کوتاہ کن
مثنوی کو چلتی ہوئی اور حسب مرضی کرو	ماجرا کو مختصر اور کوتاہ کرو
مرغ را چوں دیدہ برگندم فتاد	نفس او بے طاقت آمد در گشاد
مرغ کی نگاہ جب گندم پر پڑی	تو اس کا نفس خوشی کے مارے بے طاقت ہو گیا
بعدازاں گفتش کہ گندم آن کیست	گفت امانت از یتیم بے وصی ست
اس کے بعد مرغ نے صیاد سے کہا کہ گیہوں کس کی ملک ہے	اس نے کہا کہ ایک ایسے یتیم کی امانت ہے جس کا کوئی وصی نہیں
مال ایتام ست امانت پیش من	زانکہ پندارند مارا مؤتمن
تیموں کا مال میرے پاس امانت ہے	اس لئے کہ لوگ ہم کو امین سمجھتے ہیں
گفت من مضطرم و مجروح حال	ہست مردار ایں زماں بر من حلال
مرغ نے کہا میں مضطر اور خستہ حال ہوں	اس وقت حرام بھی مجھ پر حلال ہے
ہیں بدستورے ازیں گندم خورم	اے امین و پارسا و محترم
پس اجازت ہے کہ اس گیہوں سے کھا لوں	اے امین اور پارسا اور محترم
گفت مفتی ضرورت ہم توئی	بے ضرورت گر خوری مجرم شوی
صیاد نے کہا کہ مفتی ضرورت تو ہی ہے	اگر تو بغیر ضرورت کے کھائے گا مجرم ہو گا
در ضرورت ہست ہم پرہیز بہ	ور خوری بارے ضمان آں بدہ
اور اگر ضرورت ہے تب بھی پرہیز بہتر ہے	اور اگر کھالے تو ضمان بھی ادا کر
مرغ بس در خور فرورفت آں زماں	توسنش سر بستد از جذب عناں
مرغ اس وقت بہت سوچ میں پڑا	اس کے اسپ سرکش نے لگام کھینچنے سے سر نکال لیا
پس بخورد آں گندم اندر فخ بماند	چند او یٰسین والانعام خواند
پس وہ گندم کھا ہی لیا اور جال میں پھنس گیا	بہت دیر تک سورۂ یٰسین اور سورۂ انعام پڑھتا رہ
بعد درماندن چہ افسوس و چہ آہ	پیش ازاں بالیست ایں دود سیاہ
پھنس جانے کے بعد کیا افسوس اور کیا آہ	اس سے پہلے یہ دودسیاہ ضروری تھا
آنزماں کہ حرص جنبید و ہوس	وآں دم میگو کہ اے فریاد رس
جس وقت کہ حرص اور ہوس نے حرکت کی	بار بار کہا کہ اے فریاد رس

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش ازاں کایں دانہ برتو فخ شود	گرمی حرص تو ہمچوں یخ شود
اس سے پہلے کہ یہ دانہ تجھ پر جال ہو جاوے	اور تیری حرص کی گرمی یخ کے مانند ہو جاوے
آہ و دود و نالہ آں دم کار بند	حرص را آوارہ کن اے ہوشمند
آہ اور دھواں اور نالہ اس وقت عمل میں لا	حرص کو ضائع کر دے اے ہوشمند
کاں زماں پیش از خرابی بصرہ است	بو کہ بصرہ وارہد ہم زاں شکست
کیونکہ وہ وقت خرابی بصرہ سے پہلے کا ہے	شاید کہ بصرہ بھی شکست ہونے سے چھوٹ جائے
انک لی یا باکئی یا ثاکلی	قبل ھدم البصرۃ والموصلی
میرے لئے گریہ کرنے والے میرے رونے والے اور میرے سوگواری کرنے والے	قبل شکستہ ہونے بصرہ اور موصل کے
نُح علی قبل موتی واغتفر	لاتنح لی بعد موتی واصطبر
نوحہ کر مجھ پر قبل میری موت کے اور معاف کر	میرے مرنے کے بعد میرے لئے نوحہ مت کرنا اور صبر کرنا
ابک لی قبل ثبوری فی التویٰ	بعد طوفان التویٰ خل البکا
میرے لئے گریہ کر قبل میرے ہلاک ہونے کے مصیبت میں	بعد ہجوم مصیبت کے گریہ کو ترک کر دے
آں زماں کہ دیو می شد راہزن	آں زماں بالیست یٰسیں خواندن
جس وقت کہ شیطان راہزن ہو رہا تھا	اس وقت یٰسین پڑھنا چاہئے تھا
پیش ازاں کا شکستہ گردد کارواں	آں زماں چوبک بزن اے پاسباں
قبل اس کے کہ قافلہ غارت ہو	اس وقت ڈنکا بجانا چاہئے تھا اے پاسبان

حکایت پاسبانے کہ خاموش کرد تا دزداں رخت تاجراں ببردند بکلی بعد ازاں ہیہای و پاسبانی بنیادی کرد

اس چوکیدار کا قصہ جس نے خاموشی اختیار کی حتیٰ کہ چور تاجروں کا سب سامان لے گئے اس کے بعد ہائے ہائے اور حفاظت شروع کی

پاسبانے بود در یک کارواں	حارس مال و قماش آں مہاں
ایک پاسبان تھا ایک قافلہ میں	نگہبان ان سرداروں کے مال و متاع کا
پاسباں شب خفت و دزد اسباب برد	رختہا را زیر ہر خاکے فشرد
پاسبان ایک رات سو گیا اور چور اسباب لے گئے	اور سب سامان مٹی کے نیچے دبا دیا
روز شد بیدار شد آں کارواں	دید رفتہ رخت و سیم و اشتراں
دن جو ہوا تو قافلہ بیدار ہوا	سب نے گیا ہوا دیکھا گھوڑے اور چاندی اور اونٹوں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

پاسباں در ہے ہے وچوبک زدن	گرم گشتہ خود ہمو بد راہزن
پاسبان ہائے ہائے کرنے اور چوب لگانے میں	سرگرم ہوا حالانکہ واقعی وہی راہزن تھا
پس بدو گفتند کاے حارس بگو	کہ چہ شد ایں رخت وایں سباب کو
پس اس سے قافلہ والوں نے کہا کہ اے چوکیدار کہہ	تو یہ رخت و اسباب آخر کہاں گیا
گفت دزداں آمدند اندر نقاب	رختہا بردند از پیشم شتاب
کہنے لگا چور آئے ناکوں میں سے	اور اسباب میرے سامنے سے جلدی جلدی لے گئے
قوم گفتندش کہ اے چوں تل ریگ	پس چہ میکردی چہ تو مردہ ریگ
لوگوں نے اس سے کہا کہ اے تودہ ریگ	پھر تو کیا کر رہا تھا تو کس کام کا ہے اے فرومایہ
گفت من یک کس بدم ایشاں گروہ	بلاسلاح و باشجاعت باشکوہ
پاسبان نے کہا میں ایک تھا اور وہ بہت سے	پھر وہ ہتھیار بند اور شجاع اور صاحب شکوہ تھے
گفت اگر در جنگ کم بودت امید	نعرہ بایستی زدن کہ برجہید
پاسبان سے کہا کہ اگر تجھ کو جنگ میں کم امید تھی	تو تجھ کو ایک چیخ مار دینی چاہیے تھی کہ لوگو جلدی اٹھو
گفت آں دم کارد بنمودند و تیغ	کہ خمش ورنہ کشیمت بیدریغ
پاسبان کہنے لگا کہ اس وقت مجھ کو چھری اور تلوار دکھلائی	کہ خاموش ورنہ ہم بے تامل تجھ کو مار ڈالیں گے
آں زماں از ترس بستم من دہاں	ایں زماں فریاد و ہیہائے وفغاں
اس وقت خوف سے میں نے منہ بند کر لیا	اور اس وقت فریاد اور ہائے ہائے اور فغاں کر رہا ہوں
آں زماں بست ایں دمم کہ دم زنم	ایں زماں چندانکہ خواہی می کنم
اس وقت تو میرا دم بند ہو گیا اس سے کہ دم ماروں	اس وقت جتنا کہ چاہو کئے لیتا ہوں
چونکہ عمرت برد دیو فاضحہ	بے نمک باشد اعوذ و فاتحہ
جبکہ رسوا کرنے والا شیطان تیری عمر برباد کر چکا	تو پھر اعوذ اور فاتحہ سب بے لطف ہے
گرچہ باشد بے نمک اکنوں حنیں	ہست غفلت بے نمک تر زاں یقیں
اگرچہ اس وقت نالہ بے لطف ہے	غفلت اس سے بھی زیادہ یقینا بے لطف ہے
ہمچناں ہم بے نمک می نال نیز	کہ ذلیلاں را نظر کن اے عزیز
اس طرح بے نمک بھی نالہ کرتا رہ	کہ اے عزیز آپ ذلیلوں پر نظر فرمایئے

www.besturdubooks.wordpress.com

قادری بیگاه چہ بود یا بگاه	از تو چیزے فوت کے شد اے الٰہ
آپ قادر ہیں بے وقت کیا اور باوقت کیا	آپ کے قبضہ سے کوئی چیز کب نکلی ہے اے الٰہ
گفت لا تاسوا علیٰ مافاتکم	کے شود از قدرتش مطلوب گم
حق تعالیٰ نے فرمایا ہے لاتاسوا علیٰ مافاتکم	پس اس کی قدرت سے کوئی مطلوب کب گم ہو سکتا ہے

درمیان مرغ اور صیاد کے عجیب عجیب بہت سے اشکالات (یعنی سوالات مع جوابات) واقع ہوئے اور شب نزدیک ہوگئی کچھ اس نے کہا کچھ اس نے کہا شوق سے اور ان کا مباحثہ اس مضمون میں طویل ہوگیا (آگے اپنے نفس کو خطاب کرتے ہیں کہ) مثنوی کو چلتی ہوئی اور (سامعین کی) حسب مرضی کرو (یعنی اس) ماجرا کو مختصر اور کوتاہ کرو (ورنہ پوری بحث ذکر کرنے سے مثنوی جلدی جلدی نہ چلے گی پھر جلدی ختم نہ ہوگی تو دراز ہو جاوے گی جو مذاق سامعین کے خلاف ہے اب یہ شبہ نہ رہا کہ اگر بحث کو طویل کرتے تو وہ بھی تو مثنوی ہی ہوتی پھر اس کے کیا معنی کہ مثنوی را چابک کن اب جواب معلوم ہو گیا کہ چابک کن سے مقصود جلدی چلا کر منتہا اور اختتام کو پہنچانا ہے سو تطویل میں یہ نہ ہوتا۔ پس بحث کو مختصر کر کے قصہ پورا کرتے ہیں کہ) مرغ کی نگاہ جو گندم پر واقع ہوئی تو اس کا نفس مارے خوشی (اور حرص کے بے طاقت ہوگیا (اور) اس کے بعد اس (صیاد) سے کہا کہ گندم کس کی ملک ہے اس (صیاد) نے کہا کہ ایک یتیم کی امانت ہے جس کا کوئی وصی نہیں (یعنی اس کا باپ اس کے باب میں کسی کو وصیت کر کے نہیں مرا اس لئے سب نے مل کر میرے پاس امانت رکھا دیا ہے سو یہ) یتیموں کا مال میرے پاس امانت ہے کیونکہ لوگ ہم کو امین سمجھتے ہیں۔ مرغ نے (غلبہ حرص سے تاویلیں شروع کیں اور) کہا کہ میں (بھوک سے مضطر اور خستہ حال ہوں (اس لئے) اس وقت حرام بھی مجھ پر حلال ہے (چنانچہ مسئلہ فقیہ اسی طرح ہے) تو (تیری) اجازت ہے کہ اس گندم سے کھالوں اے امین اور پارسا اور محترم صیاد نے کہا کہ مفتی اضطرار تو ہی ہے (یعنی یہ مسئلہ تو صحیح ہے کہ اضطرار میں درست ہے لیکن یہ امر کہ آیا اضطرار بھی ہے یا نہیں اس کو میں کیسے سمجھ سکتا ہوں کہ اجازت دیدوں یہ امر تیرے ہی سمجھنے کا ہے دیکھ لے اگر ضرورت اس درجہ کی ہے حلال ہے اور) اگر بلا اضطرار کھاوے گا مجرم ہوگا۔ اور اگر اضطرار بھی ہو تب بھی پرہیز ہی بہتر ہے (یہ فقہاء کے ایک قول پر منطبق ہوتا ہے کہ حالت مخمصہ میں میتہ سے پرہیز جائز نہیں ہے اگر پرہیز کیا اور مر گیا گنہگار مرے گا لیکن مال غیر سے پرہیز افضل ہے اگر پرہیز کیا اور مر گیا ماجور مرے گا البتہ اگر وہ غیر بقیمت دیتا ہو اور یہ مضطر بقیمت نہ لے اور مر جاوے تو گنہگار مرے گا۔ کذانقلہ الشامی عن الفقیہ ابی اسحاق الحافظ فی کتاب الاکراہ) اور اگر (اس افضل پر عمل نہ کر سکے اور) کھالے تو ضمان بھی ادا کر (چنانچہ یہ مسئلہ مجمع علیہا ہے کہ مال غیر مخمصہ میں کھانے سے ضمان واجب ہوگا۔ کذافی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ) مرغ بہت سوچ میں پڑا اس وقت (درخود رفتن فکر کردن) اس کے (نفس کے) اسپ سرکش نے لگام کھینچنے سے سر نکال لیا (یعنی قابو میں نہ آیا اور لگام کی مطاوعت نہ کی ستدن گرفتن واز یں مصدر سوائے ایک صیغہ ماضی کے ستد باشد دیگر افعال مشتق نشدہ است کذافی الغیاث حاصل معنی سرباز کشید و در غلبہ آمد) پس وہ گندم کھا ہی لیا اور جال میں پھنس گیا (اور اس وقت) بہت دیر تک سورۂ یاسین اور سورۂ انعام پڑھتا رہا مگر) بعد پھنس جانے کے کیا افسوس اور کیا آہ اس (پھنسنے) سے پہلے یہ دود سیاہ (ندامت اور افسوس کا) ضروری تھا اور اب جبکہ بلائے بے درمان میں پھنس گیا اب تنبیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یا تاسف سے کیا ہوتا ہے (اس میں اشارہ ہے ایک مسئلہ کی طرف اور وہ یہ ہے کہ جب عالم غیب منکشف ہو جاوے اور عذاب کا معائنہ ہو جاوے اس وقت توبہ نافع نہیں۔ کما قال تعالیٰ ولیست التوبۃ الذین یعملون السیئات حتیٰ اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الاٰن ولاالذین یموتون وھم کفار الاٰیۃ کفار کے عطف سے معلوم ہوا کہ الذین یعملون السیئات سے مراد عصاۃ مؤمنین ہیں اور حضور موت کا مطلب یہ ہے کہ اس دوسرے عالم کی چیزیں نظر آنے لگیں اسی حالت کو حالت باْس بباء موحدہ کہتے ہیں اس میں کافر کا ایمان تو بالاجماع مقبول نہیں کما قال تعالیٰ فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا اور عاصی کی توبہ بھی محققین کے نزدیک مقبول نہیں اور ظاہر قرآن یعنی آیۃ ولیست التوبۃ الخ سے یہی مفہوم ہوتا ہے بس کذا فی الکبیر اور جن کے دوسرے اقوال ہیں وہ آیت کی توجیہ اور طور پر کرلیں گے اور ایک حالت یاس بیاء تحتانیہ ہے وہ یہ کہ زندگی سے ناامیدی ہو جاوے لیکن اب تک اس عالم کے احوال واہوال نظر نہیں آئے اس میں کافر کا ایمان اور عاصی کی توبہ دونوں مقبول ہیں۔ ھذا کلہ من تفسیری المسمیٰ ببیان القرآن پس حالت یاس بباء موحدہ مشابہ حالت مرغ کے جال میں پھنس جانے کے ہے وجہ مشابہت یہ ہے کہ وحشی کے لئے قید میں پڑ جانا عذاب شدید ہے جس کا تدارک اس کے قبضہ سے باہر ہے اور یہی حالت عذاب آخرت کی انسان کے لئے ہے کہ شدید ہے اور تدارک اس کے قبضہ سے باہر ہے پس مرغ کا معائنہ کرلینا اس عذاب کو ایسا ہی ہے جیسا انسان معائنہ کرلے عذاب آخرت کو پس مرغ کے لئے اس حالت میں لیٹین وانعام پڑھنے کو اور افسوس وآہ کرنے کو غیر نافع کہنا اس طرف اشارہ ہو گیا کہ اسی طرح جب انسان عذاب آخرت کو معائنہ کرلیتا ہے اور یہ معائنہ قبیل موت شروع ہو جاتا ہے پس اس وقت تنبہ اور ندامت غیر نافع ہے اس تنبہ اور ندامت کا وقت حضور موت بالمعنی المذکور فی تفسیر الآیۃ سے پہلے تھا آگے یہی مضمون ہے کہ) جس وقت (معصیت کی) حرص وہوس نے حرکت کی تھی اس وقت بار بار (یعنی بالحاح کہ شرط ہے توبہ کی) کہا کر کہ اے فریاد رس مجھ پر رحم فرما پس بقرینۂ مقام جواب ندا کا محذوف کر دیا یا فریاد رس جواب ندا ہے اور منادیٰ محذوف ہے یعنی اے خدا بفریاد من رس اور جملہ فریاد رس بھی ہم معنی ترحم کن کا ہوگا اور ظاہراً آنزمان کہ حرص جنبید الخ واشالہ فی الابیات الآتیۃ سے شبہ پڑتا ہے کہ مراد اس وقت سے حرکت الی المعصیۃ کا وقت ہے پس اس سے لازم آتا ہے کہ فریاد اور توبہ کا وقت صدور معصیت کے قبل ہوتا ہے جبکہ اس کا تقاضا ہوتا تھا اور بعد صدور معصیت کے پھر تدارک نہیں ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے تو جواب یہ سمجھنا چاہئے کہ مراد اس وقت سے تمام عمر ہے قبل حضور الموت باقی اس کی تعبیر اس عنوان سے کہ آنزمان کو حرص جنبید اس لئے ہے کہ مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی معصیت کی حرکت عمر بھر باقی رہتی ہے۔ پس تمام اجزاء عمر پر یہ عنوان صادق آ گیا پس مطلب شعر کا یہ ہوا کہ قبل حضور موت فریاد اور تدارک کرلے جس کی ایک صورت اعلیٰ درجہ کی یہ ہے کہ اس تقاضے پر عمل ہی نہ کرے اور صدور معصیت سے بچے دوسری صورت بعد صدور کے یہ ہے کہ توبہ کرلے اور رائے فریاد رس ترحم کن دونوں صورتوں میں ضروری ہے اول صورت میں دعائے حفظ عن المعصیۃ کے لئے اور اس میں اشارہ ہو جائے گا کہ اپنی قوت پر اعتماد نہ کرے بلکہ ہمت کے ساتھ توکل سے اعتصام کرے اور دوسری صورت میں طلب مغفرت کے لئے اور اس کا خاص ہونا فریاد رس کے ساتھ ظاہر ہی ہے غرض قبل حضور موت جس طرح ہو تدارک کرلے آگے اسی حضور موت کی حالت کو تشبیہ سے بتلاتے ہیں کہ) قبل اس کے کہ یہ دانہ تجھ پر رجال (کا سبب) ہو جاوے (یعنی معصیت سبب عذاب بن جاوے) اور اس وقت تیری حرص کی گری مثل بخ کے

www.besturdubooks.wordpress.com

(افسردہ) ہو جاوے (چنانچہ قاعدہ ہے کہ سزا کے معائنہ کے وقت جرم کا شوق غائب ہو جاتا ہے اس تمام شعر کا حاصل بعینہ مضمون قبل حضور الموت ہے۔ آگے پھر یہی مضمون ہے کہ) آہ اور (آہ کا) دھواں اور نالہ اس وقت (یعنی آ زمان کہ حرص جہید الخ جس سے مراد قبل حضور الموت ہے) عمل میں لا (اور) حرص (معصیت) کو زائل کرائے: دوشمند (اس زائل کرنے میں دونوں صورتیں آ گئیں تقاضے کی مخالفت کرنا اور صدور کی نوبت نہ آنے دینا اور اس کو ازالۂ حرص کہنا ظاہر ہے اور دوسری صورت بعد صدور کے استغفار کرنا اس کو ازالہ حرص کہنا دو اعتبار سے ہو سکتا ہے یا تو اس اعتبار سے کہ اثر حرص یعنی معصیت کا ازالہ ہے اس کو مجازاً ازالہ حرص کہہ دیا اور یا اس اعتبار سے کہ توبہ سے آئندہ کے لئے حرص بھی مغلوب کالزائل والمعدوم ہو جاتی ہے خلاصہ یہ کہ قبل حضور الموت جس طرح بن پڑے تدارک کر لے) کیونکہ وہ وقت خرابی بصرہ سے پہلے کا ہے شاید کہ بصرہ بھی شکستہ (و ویران) ہونے سے چھوٹ جاوے (فی الحاشیہ ایں بیت اشارہ بمثلے مشہور ست کہ خلیفہ بغداد را خبر کردند کہ دشمن بر شہر بصرہ یورش کردہ است تدارکش بکن خلیفہ ملتفت نہ شد بعد از خرابی بصرہ خلیفہ لشکر بسیار بفرستاد اہل بصرہ بگفتند کہ بعد از خرابی بصرہ لشکر فرستادن چہ سود پس ایں مثل در کارے کہ بعد از وقت کردہ شود شائع شد مطلب یہ کہ بعد حضور موت کے تدارک ایسا ہے جیسا اس قصہ میں خرابی بصرہ کے بعد تدارک کرنا چاہا تھا اگر قبل حضور موت کے تدارک کر لو تو حسب وعدۂ حق تعالیٰ وهو الذی یقبل التوبة عن عباده امید ہے کہ تمہاری عمارت روحانیہ اخرویہ بھی جو کہ وابستہ ہے اصلاح اعمال کے ساتھ منہدم و ویران ہونے سے محفوظ رہے اور شاید بمعنی امید کہنا باوجودیکہ وعدۂ حق یقیناً صادق ہے اس لئے ہے کہ خود یہ امر تو مظنون ہی ہے کہ جیسی توبہ کے قبول کا یقینی وعدہ ہے یہ ہماری توبہ بھی ویسی ہی ہے آگے اس نافعیت تدارک قبل حضور الموت وعدم نافعیت تدارک بعد حضور الموت کو ایک شاعرانہ پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں کہ اس پیرایہ سے قلب میں رقت پیدا ہو کر تدارک نافع کی طرف توجہ ہو جاوے اور معنی ظاہری مراد نہیں کہ سچ مچ مجھ پر فلاں وقت رونا فلاں وقت مت رونا۔ پس فرماتے ہیں کہ) میرے لئے گریہ کرائے میرے گریہ کرنے والے اے میرے زاری کرنے والے قبل شکستہ ہونے بصرہ اور موصل کے (اور) نوحہ کر مجھ پر قبل میری موت کے اور (اس درخواست میں مجھ کو) معاف کر (معافی اس لئے مانگی کہ رونے میں آخر ایک گونہ کلفت تو ہوتی ہی ہے تو کلفت دینا مقتضی طلب عفو کو ہے غرض قبل موت تو نوحہ کر اور) میرے مرنے کے بعد میرے لئے نوحہ مت کرنا اور صبر کرنا (اور) میرے لئے گریہ کر قبل میرے ہلاک ہونے کے مصیبت میں (اور) بعد ہجوم مصیبت کے گریہ ترک کر دے (مطلب یہ کہ قبل معائنہ عذاب موقع بکا کا ہے اور بعد میں عبث ہے پس اس جملہ خبریہ کو بصورت انشائیہ ندائیہ ذکر کیا لحكمة ترقيق القلب كما ذكر آگے پھر عود ہے مضمون اشعار سابقہ بعد در ماندن الخ کی طرف یعنی) جس وقت شیطان راہزن ہو رہا تھا (اور گناہ کرا رہا تھا مراد عمر حیات دنیویہ ہے کہ وہ محل ہے وقوع معاصی و اغواء شیطان کا) اس وقت یٰسین پڑھنا چاہئے تھا (کنایہ تدارک سے اور یہ تعبیر خاص بوجہ مصرعہ بالا کے ہے چند او یٰسین والانعام خواند آگے ایک قصہ کی طرف اشارہ کر کے اس مضمون کو بطور مثال کے فرماتے ہیں کہ) قبل اس کے کہ قافلہ غارت ہو اس وقت (جبکہ ڈاکو آئے تھے) ڈنکا بجانا چاہئے تھا اے پاسبان (اور جب وہ لوٹ لے گئے اب نقارہ بجانا بے موقع ہے جس سے تدارک نہیں ہو سکتا آگے وہ قصہ ہے کہ) ایک پاسبان تھا ایک قافلہ میں نگہبان ان سرداروں کے مال و متاع کا تھا۔ پاسبان ایک شب میں سو گیا اور چور اسباب لے گیا اور سب سامان مٹی کے نیچے دبا دیا (جیسے چوروں کی عادت ہوتی ہے) دن جو ہوا تو قافلہ بیدار ہوا سب گیا ہوا دیکھا گھوڑے بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

چاندی بھی اور اونٹ بھی (اس وقت) پاسبان ہائے ہائے کرنے میں اور (نقارہ پر) چوب لگانے میں سرگرم ہوا حالانکہ (واقع میں) وہی راہزن تھا۔ (کہ سو گیا تھا) اس سے (قافلہ کے) لوگوں نے کہا کہ اے چوکیدار کہہ تو یہ رخت و اسباب آخر کہاں گیا کہنے لگا چور آئے ناکوں میں سے اور اسباب میرے سامنے سے جلدی جلدی لے گئے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ اے تودۂ ریگ (کاہلی اور جمود میں تشبیہ دی) پھر تو کیا کر رہا تھا تو کس کام کا ہے۔ اب فرمایا (کذا فی الغیاث وھو احد معانیہ) کہنے لگا میں ایک تھا اور وہ گروہ کا گروہ تھا پھر وہ باسلاح و باشجاعت و باشکوہ تھے قافلہ نے (یا ان میں سے کسی ایک نے) کہا کہ اگر تجھ کو جنگ (مقابلہ) میں (غالب آنے کی) کم امید تھی تو تجھ کو ایک چیخ مار دینا چاہئے تھا کہ لوگو جلدی اٹھو کہنے لگا کہ (میں نے ایسا ارادہ تو کیا تھا مگر) اس وقت انہوں نے مجھ کو چھری اور تلوار دکھائی کہ خاموش ورنہ ہم بے تامل تجھ کو مار ڈالیں گے (بس) اس وقت خوف سے میں نے منہ بند کر لیا (اور) اس وقت (البتہ) فریاد اور ہائے ہائے اور فغاں کر رہا ہوں (کہ کوئی امر مانع نہیں) اس وقت تو میرا دم بند ہو گیا اس سے کہ (ذرہ) دم ماروں (اور) اس وقت جتنا چاہو (یہ سب کام) کئے لیتا ہوں (پس جس طرح اس حکایت میں یہ نالہ بے ہنگام بے سود تھا اسی طرح تمہاری توبہ بے ہنگام خالی از نفع ہے چنانچہ آگے یہی فرماتے ہیں کہ) جب تیری عمر شیطان رسوا کنندہ برباد کر چکا (اور موت سر پر آ پہنچی (اس وقت) اعوذ اور فاتحہ سب بے نمک (و بے لطف) ہے (کیونکہ اس کا اصلی فائدہ مقبولیت ہے اور الشی اذا خلاعن فائدتہ انتفیٰ پس وہ توبہ کالعدم ہوئی اور بے لطف ہونا ایسی غیر معتد بہ توبہ کا ظاہر ہے اور فاضحہ میں تاے تانیث کی چند توجیہ ہو سکتی ہیں یا تو یہ تاے مبالغہ ہے کما فی العلامۃ یا یہ مصدر ہے کالکاذبۃ اور یہ اضافت ایسی ہے جیسے قدم صدق میں یعنی یہ مضاف و مضاف الیہ معنی موصوف و صفت ہیں یعنی الشیطان الفاضح اور یا شیطان معنی جنسی کے اعتبار سے بمعنی شیاطین ہے۔ پس تانیث صفت کی ظاہر ہے اور بردمیں اسناد مجازی الی السبب ہے اور اعوذ و فاتحہ کنایہ ہے توبہ سے کیونکہ مضمون توبہ مستلزم ہوتا ہے ذم شیطان و مدح رحمان کو ذم اس لئے کہ معصیت سے نفرت ظاہر کرتا ہے تو اس کے سبب کی مذمت اس سے ظاہر ہوگی اور مدح اس لئے کہ حق تعالیٰ سے رحمت و مغفرت مانگتا ہے تو اس کا وصف کرنا رحمت و مغفرت کے ساتھ اس سے مفہوم ہوگا غرض حضور موت کے وقت توبہ غیر نافع ہے آگے استدراک ہے کہ گو اس وقت توبہ قانون سے غیر نافع ہے لیکن اس وقت بھی نہ کرنے سے اس کا کرنا پھر بہتر ہے چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) اگرچہ اس وقت (یعنی حضور موت کے وقت) نالہ (وہ توبہ) بے لطف ہے (جیسا بیان ہوا لیکن) غفلت (اور ترک توبہ) اس سے بھی زیادہ یقینا بے لطف ہے (دو وجہ سے ایک تو دلیل ہے سرکشی کی اور نیاز مندی ہر حال میں احسن ہے سرکشی سے گو نافع بھی نہ ہوتی دوسرے اس لئے کہ کبھی نافع بھی ہو جاتی ہے اور آیت موصوفہ لیست التوبۃ کے منافی نہیں کیونکہ اس آیت میں جو تحقق عاصی غیر کافر فرمایا ہے کہ توبہ وقت حضور موت کے مقبول نہیں معنی اس کے یہ ہیں کہ مقبول فرمانے کا وعدہ نہیں اور وعدۂ مغفرت اس پر مرتب نہیں اور ویسے بلا وعدہ اگر مشیت سے فضل ہو جاوے تو کوئی امر مانع نہیں کذا حققتہ فی تفسیری المسمی ببیان القران اور کافر میں اس کا اس لئے احتمال نہیں کہ وہاں مانع قائم ہے یعنی نصوص مشعرۂ عدم محلیت کافر للمغفرۃ مطلقا اور مؤمن میں دوسری نصوص سے محض فضل کا بھی سبب مغفرت ہونا ثابت ہے خوب سمجھ لو خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مقام یعنی اس مضمون کے متعلق اشعار کا حل ہر طرح سے بے نظیر ہوا ہے۔ وللہ الحمد غرض اس وقت کی توبہ باوجود اس کے بمقابلہ توبہ قبل حضور الموت کے بے نمک ہے مگر پھر بھی عدم توبہ سے احسن و اصلح ہے تو) اس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح (یعنی) بے نمک بھی نالہ کرتا رہ کہ اے عزیز آپ (ہم) ذلیلوں پر (عنایت کی) نظر فرمایئے (کیونکہ) آپ (ہر بات پر) قادر ہیں بے وقت کیا اور باوقت کیا آپ کے قبضہ سے کوئی چیز کب نکلتی ہے اے اللہ (ہر وقت ہر چیز قبضہ اور قدرت میں ہے اور اس چیز کے عموم میں قبول توبہ مؤمن وقت الباس بھی آ گئی ہے۔ ولا مانع پس اس لئے باوجود توبہ کے بے وقت ہونے کے آپ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں اور یہ شبہ نہ ہو کہ چیز کے عموم میں تو قبول توبہ کافر وقت الباس بھی داخل ہے جواب اوپر گزر چکا کہ بیشک مقدور ہے مگر وقوع سے مانع موجود ہے آگے باوجود اس مسئلہ کے ظاہر ہونے کے کہ خدائے تعالیٰ کے قبضہ قدرت سے کوئی چیز خارج وفائت نہیں۔ ما ایک لطیف وجدید استدلال فرماتے ہیں کہ سورۂ حدید میں حق تعالیٰ نے) فرمایا ہے (کیلا تاسوا علیٰ مافاتکم۔ یعنی ہم نے مسئلہ تقدیر سے تم کو اس لئے اطلاع کردی) تا کہ تم مغموم نہ ہوا کرو اس چیز پر جو تمہارے قابو سے نکل جاوے (چنانچہ ظاہر ہے کہ جو شخص تقدیر کو مانتا ہے ایسے موقع پر اس کو اسی سے تسلی ہو جاتی ہے کہ یہ تو میرے لئے مقدر ہو چکا تھا کسی طرح ٹل نہ سکتا تھا پھر پریشانی بیکار ہے۔ یہ تو آیت کی تفسیر ہوئی باقی اس سے استدلال اس طرح ہوا کہ دیکھو اس آیت میں حق تعالیٰ نے فعل فات کا مفعول خاص ضمیر مخاطبین کو واقع کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ چیز عباد کے قابو سے نکلی ہے خدائے تعالیٰ کے قابو سے نہیں نکلی ورنہ فات کا مفعول صرف ضمیر مخاطبین کی نہ ہوتی بلکہ مقتضا بیان علی وجہ الکمال کا یہ تھا کہ فاتکم وفاتنا فرماتے جب یہ نہیں تو معلوم ہوا کہ وہ خدا کے قبضہ میں اب بھی ہے آگے اسی پر متفرع فرماتے ہیں کہ) اس کی قدرت سے کوئی مطلوب کب گم ہو سکتا ہے (میں نے جو تقریر استدلال بالآیۃ کی کی ہے اس میں تفسیر بدلنے کی ضرورت واقع نہیں ہوئی جیسا محشین نے کیا ہے میں نے ناپسندیدگی کی وجہ سے اس کو بطور نقل کے بھی لکھنا پسند نہیں کیا۔

حوالہ کردن مرغ، گرفتاری خود را در دام بفعل و مکر و زرق زاہد و جواب گفتن زاہد مرغ را

پرند کا جال میں اپنی گرفتاری کو زاہد کے فعل اور مکر اور دھوکے سے وابستہ کرنا اور زاہد کا پرند کو جواب دینا

گفت آں مرغ ایں سزای آں بود	کہ فسون زاہداں را بشنود
اس مرغ نے کہا کہ یہ اس کی سزا ہے	جو زاہدوں کے افسوں کو سن لے
گفت زاہد نے سزای آں نشاف	کہ خورد مال یتیماں از گزاف
زاہد نے کہا کہ نہیں یہ سزا اس دیوانگی کی ہے	کہ یتیموں کا مال بے تحقیق کھا جاوے
بعد ازاں نوحہ گری آغاز کرد	کہ فخ و صیاد لرزاں شد ز درد
اس کے بعد مرغ نے اس طرح نوحہ گری شروع کی	کہ دام اور صیاد دونوں درد سے لرزاں ہو گئے
کز تناقضہای دل پشتم شکست	بر سرم جانا بیامی مال دست
کہ قلب کے تناقضات سے میری پیٹھ ٹوٹ گئی	اے محبوب آیئے اور میرے سر پر ہاتھ پھیریئے
زیر دست تو سرم را راحتے ست	دست تو در شکر بخشی آیتے ست
آپ کے ہاتھ کے نیچے سر کو راحت ہے	آپ کا ہاتھ شکر بخشی میں دلیل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سایۂ خود از سرِ من بر مدار	بیقرارم بیقرارم بیقرار
اپنا سایہ میرے سر پر سے مت اٹھانا	میں بے قرار ہوں بے قرار ہوں بے قرار ہوں
خوابہا بیزار شد از چشم من	در غمت اے رشک سرو و یاسمن
نیندیں میری آنکھ سے بیزار ہو گئیں	آپ کے غم میں اے رشک سرو اور یاسمن کے
گر نیم لائق چہ باشد گر دمے	ناسزائے را بپرسی در غمے
اگرچہ میں نالائق ہوں کیا نقصان ہوگا اگر ایک ساعت	آپ نالائق ہی کو پوچھ لیں غم میں
مر عدم را خود چہ استحقاق بود	کہ برو لطفت چنیں در ہا کشود
معدوم کو بھلا کیا استحقاق تھا	کہ اس پر آپ کے لطف نے ایسے دروازے کھول دیئے
خاک گرگیں را کرم آسیب کرد	دہ گہر از نور حس در جیب کرد
خاک خارشتی کو کرم آسیب کیا	دس گوہر نور حواس کے اس کی جیب میں بھر دیئے
پنج حس ظاہر و پنج نہاں	کہ بشر شد نطفۂ مردہ ازاں
پانچ حواس تو ظاہری اور پانچ باطنی	کہ ان حواس سے ایک بے جان نطفہ انسان ہوگیا
توبہ بے توفیقت اے نور بلند	چیست جز بر ریش توبہ ریشخند
توبہ بدوں آپ کی توفیق کے اے نور عالی	کیا چیز ہے بجز تمسخر کے
سبلتان توبہ یک یک برکنی	توبہ سایہ است و تو ماہ روشنی
آپ توبہ کی ایک ایک مونچھ اکھاڑ دیتے ہیں	توبہ تو محض سایہ ہے اور آپ ماہ روشن ہیں
اے ز تو ویراں دکان و منزلم	چوں ننالم چوں بیفشاری دلم
اے محبوب آپ سے میری دکان اور منزل ویران ہے	میں کیسے نالہ نہ کروں جب آپ میرے دل کو دبوچ دیتے ہیں
چونکہ بے تو نیست کارم را نظام	بے تو ہرگز کار کے گردد تمام
چونکہ بغیر آپ کے میرے کام کا کوئی انتظام نہیں	تو بدوں آپ کے ہرگز وہ کام کب پورا ہو سکتا ہے
چوں گریزم زانکہ بے تو زندہ نیست	بے خداوندیت بود بندہ نیست
میں کیسے بھاگوں کیونکہ بدوں آپ کے تو زندہ بھی نہیں	بدوں آپ کے خداوند کے بندہ کی ہستی بھی نہیں
جان من بستاں تو اے جاں را اصول	زانکہ بے تو گشتہ ام از جاں ملول
آپ میری جان لے لیجئے اے اصل جان کی	اس لئے کہ بدوں آپ کے میں جان سے ملول ہوگیا ہوں
عاشقم من بر فن دیوانگی	سیرم از فرہنگی و فرزانگی
میں فن دیوانگی ہی پر عاشق ہوں	میں عقل اور زیرکی سے سیر ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بدرد شرم گویم راز فاش	چند ازیں صبر و زحیر و ارتعاش
جب شرم دردیہ ہو جاوے تو راز کو فاش کیوں گا	کب تک یہ صبر اور پیچ و تاب اور اختلاج
درحیا پنہاں شدم ہمچوں سجاف	ناگہاں بجہم ازیں زیر لحاف
میں حیا میں سجاف کی طرح پنہاں رہا	دفعۃً زیر لحاف سے باہر آتا ہوں
اے رفیقاں راہہا را بست یار	آہوی لنگیم و او شیر شکار
اے رفیقو راستوں کو محبوب نے بند کر رکھا ہے	ہم لنگڑے ہرن ہیں اور وہ شکاری شیر ہے
جز کہ تسلیم و رضا کو چارۂ	در کف شیر نرے خونخوارۂ
بجز تسلیم اور رضا کے کیا علاج ہو سکتا ہے	ایک شیر نر خونخوار کے قبضہ میں
اوندارد خواب و خور چوں آفتاب	روحہا را می کند بیخورد و خواب
وہ آفتاب کی طرح خواب و خورش نہیں رکھتے	روحوں کو بے خورد و خواب کر دیتے ہیں
کہ بیا من باش یا ہم خوی من	تا بہ بینی در تجلی روی من
اور فرماتے ہیں کہ آ میرا عین ہو جا یا میرا ہم صفت بن جا	تاکہ تجلی میں میرے رخ کو دیکھ لے
ور ندیدی چوں چنیں شیدا شدی	خاک بودی طالب احیا شدی
اور اگر تو نہیں دیکھ چکا تو ایسا شیدا کیونکر ہو گیا	تو تو خاک تھا اور طالب احیا ہو گیا
گر ز بے سویت ندادست او علف	چشم جانت چوں بماندست آنطرف
اگر اس نے تجھ کو لامکاں سے غذا نہیں دی ہے	تو پھر تیری چشم جان اس طرف کیوں لگ رہی ہے
گربہ بر سوراخ زاں شد معتکف	کہ ازاں سوراخ او شد معتلف
بلی سوراخ پر اس لئے تاک لگائے بیٹھی ہے	کہ اس سوراخ سے وہ غذایاب ہوئی ہے
گربہ! دیگر ہمی گردد بیام	کز شکار مرغ یابید او طعام
دوسری بلی منڈیر پر پھر رہی ہے	کیونکہ اس نے مرغ کے شکار سے غذا پائی ہے
آں یکے را قبلہ شد جولاہگی	واں یکے حارس برائے جامگی
ایک شخص کا قبلہ جولاہے کا پیشہ ہو رہا ہے	اور ایک شخص چوکیدار روزینہ کے لئے
واں یکے بیکار و رو در لامکاں	کہ ازاں سو دادیش تو قوت جاں
اور وہ ایک شخص بیکار ہے اور توجہ لامکان کی طرف ہے	کیونکہ آپ نے اس کو اس طرف سے غذائے روح عطا فرمائی ہے
کار آں دارد کہ حق را شد مرید	بہر کارے او زہر کارے برید
کام تو وہی رکھتا ہے جو حق کا طالب ہو گیا	اس نے ایک کام کے لئے اور سب کاموں سے تعلق چھوڑ دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

دیگراں چوں کودکاں ایں روز چند	تا شب تر حال بازی می کنند
دوسرے لوگ تو لڑکوں کی طرح ان چند دنوں میں	رات تک خاک پر کھیل رہے ہیں
خوابناکے کوز یقظه می جهد	دایۂ وسواس عشوش می دہد
کوئی خوابناک کہ وہ بیداری کے ذریعہ سے اٹھ کر کھڑا ہونا چاہتا ہے	تو دایہ وسواس اس کو فریب دیتا ہے
رو بخسپ اے جاں کہ نگزاریم ما	کہ کسے از خواب بجہاند ترا
ر ہ سو، اے جان کہ ہم کسی کو ایسا نہ کرنے دیں گے	کہ کوئی تجھ کو خواب سے اٹھا دے گا
ہم تو خود را برکنی از بیخ خواب	ہمچو تشنہ کہ شنود او بانگ آب
تو ہی اپنے کو علیحدہ کر بیخ خواب سے	اس پیاسے کی طرح جس نے سن لی پانی کی آواز
بانگ آبم من بگوش تشنگاں	ہمچو باراں می رسم از آسماں
میں بھی پانی کی آواز ہوں پیاسوں کے کان میں	بارش کی طرح آسمان سے پہنچ رہا ہوں
برجہ اے عاشق برآور اضطراب	بانگ آب و تشنہ و آنگاہ خواب
ـ عاشق اٹھ اور اضطراب میں آ	پانی کی تو آواز اور پیاسا اور اس وقت بھی نیند

بز نے کہا کہ یہ (دام میں پھنسنا) اس کی سزا ہے جو (مکار) زاہدوں کے افسوں کو سن لے (چنانچہ میں تیرے فریب میں آ گیا کہ تو زاہد بنا ہوا تھا پس اس نے پھنسنے کا الزام صیاد پر لگایا) زاہد (یعنی صیاد) نے کہا کہ نہیں (یہ بات نہیں بلکہ) یہ سزا اس دیوانگی کی ہے (نشاف بفتح وتخفیف جنون ودیوانگی وخبط کذافی الغیاث) کہ یتیموں کا مال بے تحقیق کھا جاوے (مطلب یہ کہ خود تیری خطا ہے کہ دانہ کھانے کی حرص پر عمل کیا اور پھنس گیا اور گو مرغ کا قول اس اعتبار سے صحیح ہے کہ یہ زاہد سبب اس ابتلا کا ہو گیا لیکن اس اعتبار سے غلط ہے کہ مقصود اس کا اپنا بالکل بری بتلانا ہے اور وجہ غلط ظاہر ہے کہ زاہد تو سبب ہی تھا لیکن دانہ کھانے کا مباشر جو کہ جزو اخیر ہے پھنسنے کی علت کا یہ خود مرغ ہے۔ پس اس سے ثابت ہو گیا کہ معاصی میں اپنے کو بری سمجھنا اور محض تقدیر پر حوالہ کرنا جیسا کہ لازم آتا ہے عقیدہ جبر سے محض غلط ہے اور یہی مقصود تھا اس حکایت کے لانے سے جیسا کہ عشر اول کے اخیر میں مذکور ہوا جو حاصل ہے شعر جرم خود را بر کسے دیگر منہ اور مجہم کن نفس خود را اے فتی الخ کا اور اس سے جبر کی تو نفی ہو گئی لیکن ممکن تھا کہ اس سے کوئی قدر کا قائل ہو جاتا اس لئے آگے قدرتی اسباب ودواعی سے کہ مقتضیات صدور بعض افعال ہیں انسان کے مغلوب ہو جانے کو گو درجہ اضطرار میں نہ ہو اور اس کے ضعف و عجز کو بیان کرتے ہیں تا کہ استقلال قدرت عبد کی بھی نفی ہو جاوے اور عقیدہ حقہ لا جبر ولا قدر ولکن امر بین بین ثابت ہو جاوے اور بیان ضعف وعجز عبد کے ساتھ التجاء الی الحق وتوکل علی الحق کی تعلیم دیتے ہیں اور اس التجاء و توکل کا درجہ عشق وفنا تک پہنچانے کے لئے ارشاد فرماتے ہیں اور مشغولی بغیر حق کی جو کہ مانع ہے توجہ تام الی الحق سے مذمت کرتے ہیں اور چونکہ اس مقام پر مولانا پر حال غالب ہو گیا ہے اس لئے یہ مضمون بعنوان نوحہ مرغ شروع ہو کر بطور اہل سکر کے دور تک چلے گئے ہیں اسی لئے کہیں کہیں بعض الفاظ

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہری ادب سے متجاوز ہو گئے ہیں مگر نظر مقصود پر رکھنا چاہئے اسی لئے شرح اشعار سے پہلے مقصود کی تعیین کر دی گئی پس فرماتے ہیں کہ) بعد اس کے (مرغ نے اپنے قصور کو سمجھ کر اور اس کے اسباب حرص وغیرہ سے اپنا مغلوب ہونا یاد کر کے غایت اضطراب و بے تابی سے) اس طرح نوحہ گری شروع کی کہ دام اور صیاد دونوں درد سے لرزاں ہو گئے (اور وہ نوحہ یہ تھا) کہ قلب کے تناقضات سے میری پشت شکستہ ہو گئی (قلب کے متعلق دوامر ہیں میل اور خیال مراد یہ ہے کہ قلب میں میل اور دواعی مختلف پیدا ہوتے ہیں مثلاً کبھی معصیت کے ارتکاب کی طرف کبھی معصیت کے اجتناب کی طرف اسی طرح خیالات مختلف پیدا ہوتے ہیں کبھی معصیت کے عاجل مصالح سمجھ میں آتے ہیں اور عقوبت کے خطرہ کا خیال توبہ کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے اور کبھی معصیت کے آجل مفاسد خیال میں آتے ہیں اور توبہ کو نفس کا بہانہ سمجھا جاتا ہے ان میول اور خیالات میں کشاکشی ہوتی رہتی ہے کبھی معصیت کا غلبہ ہو جاتا ہے کبھی تقویٰ کا اور اس تقویٰ کے بعد کبھی یہ تقویٰ پھر ٹوٹ جاتا ہے کبھی پھر توبہ کر لی جاتی ہے کبھی یہ توبہ بھی ٹوٹ جاتی ہے غرض یہی محاربہ شدید و منازعت مدید مدتوں جاری رہتی ہے جس کو دیکھ کر سلیم الحس کو پورا یقین ہو جاتا ہے کہ میرا علم اور ہمت بہت ضعیف ہے جب تک کہ خدائے تعالیٰ قوت نہ دے وہو معنی قولہ علیہ السلام لاحول ای من المعصیة ولاقوة ای علی الطاعة الا باللہ اور اس مشاہدہ ضعف کے سبب وہ التجاء الی الحق کرتا ہے کہ میں تو ہمت ہار چکا) اے محبوب آیئے اور میرے سر پر (شفقت و رحمت کا) ہاتھ پھیریئے (یعنی مجھ پر رحمت فرمایئے کہ میں معصیت سے بچ سکوں اور طاعات کر سکوں) آپ کے ہاتھ کے نیچے میرے سر کو راحت ہے۔ آپ کا ہاتھ شکر بخشی میں دلیل (روشن) ہے (شکر بخشی سے مراد نعمت بخشی اطلاقاً للمسبب علی السبب یعنی آپ کا ہاتھ نعمت بخشی کا ذریعہ ہے) اپنا سایہ (رحمت) میرے سر پر سے مت اٹھانا میں (بہت بے قرار ہوں بے قرار ہوں بے قرار ہوں (یہ بے قراری باقتضائے مقام اضطرار فی سوال الرحمة پر محمول کرنا مناسب ہے و فیہ الاشارة الی ادب الدعاء الذی ذکر فی قولہ تعالیٰ. امن یجیب المضطر اذا دعاه اور بے قراری میں چونکہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ تام ہو جاتی ہے اور بار بار ادھر توجہ تام رہنے میں خاصیت ہے کہ پھر خود اس کی طلب اور محبت قلب میں پیدا ہو جاتی ہے اس لئے بعد بے قراری کے محبت اور طلب کے آثار کا بیان کرتے ہیں کہ) نیندیں میری آنکھ سے بیزار (اور زائل) ہو گئیں آپ کے غم (یعنی طلب و محبت) میں (پس) اگرچہ میں (پرسش کے) لائق نہیں ہوں (لیکن) کیا نقصان ہو جاوے اگر ایک ساعت نالائق ہی کو آپ پوچھ لیں (اس) غم (مذکور) میں (آگے باوجود عدم لیاقت کے حق تعالیٰ کے الطاف کا وارد ہو سکنا بیان کرتے ہیں کہ) معدوم کو کیا استحقاق تھا کہ اس پر آپ کے لطف نے ایسے دروازے (عطیات کے) کشادہ کر دیئے (کہ اس کو موجود کیا اس کو کمالات و نعم عطا فرمائے اور عدم کی تفسیر معدوم سے اس لئے کی گئی کہ وجود و توابع وجود جس کو عطا ہوئے ہیں مثلاً انسان وہ تو موصوف بالعدم تھا نہ کہ خود عدم چنانچہ ظاہر ہے آگے ان ابواب لطف کا بیان ہے کہ مثلاً) خاک خارشتی کو (اس لطف نے) ایسا کر دیا کہ اس (خاک) میں اثر کرم (پیدا) ہو گیا (اس طرح سے کہ) دس گوہر نور حواس کے (اس کی) جیب میں کر دیئے (گرگین بفتح گاف صاحب مرض خارش کذافی الغیاث و کرم آسیب لفظ مرکب یعنی آنکہ اثر او کرم ست کذافی الحاشیہ مطلب یہ کہ لطف نے تراب کو جس میں کمالات انسانی نہ تھے انسان بنا دیا اور خاک کو خارشتی اس لئے کہا کہ بقواعد طبیہ خارشتی دوسرے کو خارشتی کر دیتا ہے اور یہی خاصیت خاک کی ہے کہ کیسی ہی لطیف چیز اس میں دبا دی جاوے اس کی محبت سے

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ بھی خاک کثیف بن جاتی ہے تو جو چیز ایسی کثیف تھی اس کو انسان کامل بنا دیا کہ اب جو اس کی صحبت میں رہے وہ بھی صاحب کمال ہو جاوے کرم آسیب کے یہ معنی ہوئے یعنی انسان بنا دیا اور انسان بنا کر حواس عشرہ عطا فرمائے اور ان کو نور کہنا بوجہ آلہ ادراک ہونے کے ہے اور نور کے اعتبار سے گوہر سے تشبیہ دی آگے ان حواس عشرہ کی تفصیل ہے کہ) پانچ حواس تو ظاہری اور پانچ باطنی کہ ان حواس سے ایک بے جان نطفہ انسان ہو گیا (اور اوپر کہا تھا کہ خاک کو صاحب حواس یعنی انسان بنا دیا بات یہ ہے کہ خاک کا انسان ہونا بواسطہ اس کے نطفہ ہونے کے ہے پس دونوں پر انسان ہونے کا حکم صحیح ہے غرض آپ کا لطف ایسا ہے کہ معدوم کو موجود اور ناقص کو کامل بناتا ہے جن میں پہلے سے کوئی استحقاق وجود کمال کا نہ تھا جب آپ بلا استحقاق کرم فرماتے ہیں تو اگر مجھ پر بھی باوجود عدم لیاقت کے کرم ہو جاوے تو کیا بعید ہے آگے ایک کرم کا بیان ہے کہ وہ توفیق ہے استقامت کی یعنی یہ توفیق استقامت عطا فرمائیے کیونکہ ہماری) توبہ بدوں آپ کی توفیق (استقامت علی التوبہ) کے اے نور عالی کیا چیز ہے بجز تمسخر کے (نور اور عالی دونوں صفتیں اسماء الٰہیہ میں مصرحاً وارد ہیں پس اگر کسی کو بدوں آپ پر نظر کیے ہوئے محض اپنی توبہ پر ناز ہو تو) آپ (ایسی) توبہ کی ایک ایک مونچھ اکھاڑ دیتے ہیں (یعنی جو توبہ بدوں توکل واستعانت بالحق کے ہو اس کو ثبات نہیں ہوتا کیونکہ اس کے ساتھ نصرت حق نہیں ہوتی اور) توبہ تو محض سایہ (کی طرح ایک تاریک چیز) ہے (سایہ سے مراد وہ ظلمت ہے جو آفتاب و ماہتاب کے غیبوبت کے وقت جو میں ہوتی ہیں) اور آپ (گویا) ماہ روشن ہیں (پس ماہتاب کے طلوع سے وہ ظلمت مبدل بہ نور ہو جاتی ہے اسی طرح توبہ میں نور آپ کی توفیق سے پیدا ہوتا ہے ورنہ محض بے نور و بے رونق رہتی ہے اور یہ سب احکام مشاہد و ظاہر ہیں آگے مستانہ کلام ہے کہ) اے (محبوب) آپ (ہی کے حکم قضا) سے میری دوکان اور منزل ویران (ہو جاتی) ہے (دکان سے مراد جوارح اور منزل سے مراد قلب کیونکہ گھر جیسے پردہ کی چیز ہے اور دکان منظر عام پر ہوتی ہے اسی طرح قلب ایک مخفی چیز ہے اور جوارح حسی چیز ہیں اور جس طرح گھر اور دکان کی ویرانی یہ ہے کہ ان میں جو سرمایہ تھا تباہ ہو جاوے اسی طرح جوارح کا سرمایہ اعمال ظاہری ہیں اور قلب کا سرمایہ اعمال باطنی ہیں جوارح وقلب کا ویران ہونا یہ ہے کہ یہ اعمال فاسد ہو جاویں مثلاً توبہ ہی شکست ہو جاوے جس کا اوپر ذکر تھا اور یہ مطلب نہیں کہ آپ سے ان اعمال کا فساد ہی ہوتا ہے یہ تو بالمشاہدہ غلط ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان میں جب فساد آتا ہے گو وہ میرے اختیار ہی سے ہوتا ہے لیکن منتہا سلسلہ اسباب کا آپ کی قضا و قدر ہے اور مقصود اس سے اپنا تبریہ نہیں ہے بلکہ اظہار ہے اپنے ضعف کا اور طلب ہے قوت اور ہمت کی حضرت حق سے کہ آپ مجھ کو استقامت بخشیے کیونکہ سب آپ ہی کے قبضہ میں ہے اور) میں نالہ کیسے نہ کروں جب آپ میرے قلب کو دبوچ دیتے ہیں (جس طرح ضعیف آدمی قوی کے دبوچنے سے رونے لگتا ہے اسی طرح جب میرے قلب کے میول و خیالات قضا و قدر سے مغلوب ہو جاتے ہیں تو پریشان ہو کر نالہ کرنے لگتا ہوں تاکہ میری مدد ہو اور) چونکہ بدوں آپ کے میرے کام کا کوئی انتظام (درست) نہیں (بیٹھتا) جیسا مذکور ہوا کہ قضا و قدر سے مغلوب ہو کر کام غیر منتظم ہو جاتا ہے) تو بدوں آپ کے ہرگز وہ کام کب پورا ہو سکتا ہے (کیونکہ پورا ہونا تو درستی انتظام پر موقوف ہے اور درستی انتظام آپ کے قضا پر موقوف ہے تو پورا ہونا بھی آپ کے قضا پر موقوف ہوا کیونکہ کسی شئے کے موقوف علیہ کا موقوف علیہ اس شئے کا بھی موقوف علیہ ہوتا ہے اس سے بھی مقصود طلب قوت ہے اور کام تو آپ کے حکم پر کیسے موقوف نہ ہوتا وہ تو پھر بھی صفت ہے خود میری ذات موجودہ جو کہ موصوف ہے اس صفت کے ساتھ وہ خود بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

موقوف ہے آپ کے حکم پر اسی کو کہتے ہیں کہ) میں (آپ سے) کیسے بھاگوں کیونکہ بدوں آپ کے تو زندہ (کی زندگی) بھی نہیں (اور) بدوں آپ کی خداوندی (یعنی حکم تکوینی) کے بندہ کی ہستی بھی نہیں (پس جب اس کی ہستی و حیات بھی جو کہ موقوف علیہ ہے صدور افعال کی آپ کے حکم تکوینی پر موقوف ہے جس سے صدور افعال کا موقوف ہونا حکم تکوینی پر بدرجہ اولیٰ واقویٰ ظاہر ہے تو پھر میں آپ سے کیسے بھاگوں اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جب حکم تکوینی مجھ پر جاری ہو گیا کہ فلاں فعل اس سے صادر ہو تو میں قضا سے کہاں بھاگ سکتا ہوں وہ فعل مجھ سے ضرور ہی صادر ہوگا اور مقصود اس سے اپنا تبریہ نہیں بلکہ استعانت ہے یعنی ایسی حالت میں آپ ہی توفیق اور استقامت بخشیے میں ضعیف اور مغلوب ہوں ایک معنی تو چوں گریزم کے یہ ہو سکتے ہیں دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ میں جو آپ سے التجا کر رہا ہوں جیسا کہ اوپر کے اشعار میں ہے۔ تو آپ کی طرف التجا لانے سے کیسے بھاگ سکتا ہوں اور اس التجا سے مجھ کو کہاں مفر ہے کیونکہ افعال اور ذات کا موقوف علیہ آپ ہی کا حکم ہے تو اگر آپ کی طرف التجا نہ لاؤں تو کہاں لے جاؤں اور دونوں توجیہوں پر جب میری جان آپ کے قبضہ میں ہے تو اگر اعمال کی کوتاہی اور توبہ کے انہدام سے تنگ ہو کر میں موت کی بھی تمنا کروں وہ بھی میرے اختیار سے خارج ہے اس میں بھی آپ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔ پس بحالت کذائیہ) میری جان لے لیجئے اے (وہ محبوب) جو کہ جان کی اصل ہے (نہ بمعنی مادہ یا بیخ ونحوھما مما یستحیل علیہ تعالیٰ من معانی الاصل بلکہ بمعنی محتاج الیہ وما یستند تحقق الشیٔ الیہ وھما ایضا من معانی الاصل اور واجب تعالیٰ کا مستند الیہ ومحتاج الیہ ہونا ظاہر ہے اور بجائے اصل کے اصول کہنا تعظیم وجامعیت اقسام ممکنہ للواجب کالاستناد فی الحدوث والبقاء واعطاء الکمالات ونحوھا کے لئے ہے کما فی قولہ تعالیٰ ان ابراھیم کان امۃ قانتا الخ اور جان لینے کی) اس لئے (تمنا کرتا ہوں) کہ بدوں آپ (کی محبت) کے میں (اپنی) جان سے (بھی) ملول (اور تنگ) ہو گیا ہوں۔ (کما قال العارف الشیرازی)

لطف چنان ندارد بے دوست زندگانی بے دوست زندگانی لطف چنان ندارد

پس ایسے جینے سے مرنا ہی اچھا ہے اور یہ تمنا موت چونکہ مصیبت اور فتنہ دینیہ سے بچنے کے سبب سے ہے اس لئے منہی عنہ نہیں ہے فی الحدیث الصحیح واذا اردت بقوم فتنۃ فتوفنی غیر مفتون اور چونکہ یہ کلام مستانہ ہے جس پر ظاہر بین استعجاب واستبعاد کے ساتھ نظر کرتے ہیں اس لئے اپنا عذر بیان کرتے ہیں کہ بیشک یہ ایک قسم کی دیوانگی ہے لیکن) میں فن دیوانگی ہی پر عاشق ہوں (اور) میں عقل اور زیرکی سے سیر (اور بیزار) ہوں (حاصل عذر کا یہ ہوا کہ مجھ پر اس وقت توحید افعال کے غلبہ سے سکر غالب ہے اور چونکہ واردات غیبیہ اضیاف غیبیہ ہیں جو وارد طاری ہو اس پر راضی رہنا ادب ہے اس لئے اس وقت میں اسی وارد سکر پر راضی اور اسی کا عاشق ہوں اور سکر میں ایسے عنوانات عفو ہیں پس یہ عذر ہو گیا اور یہ جو فرمایا کہ میں عقل سے بیزار ہوں مراد اس سے وہ عقل وصحو نہیں ہے جو اہل تمکین کو ہوتا ہے وہ تو سکر سے ارفع ہے بلکہ مراد اس سے وہ عقل ہے جو قبل طریان توحید افعال کے حاصل تھی یعنی عقل محجوبین ومحرومین اور وہ واقعی قابل بیزاری ہے بخلاف عقل اہل تمکین کے کہ وہ مرتبہ جامع ہوتا ہے عقل اور کشف توحید دونوں کے لئے یعنی اہل تمکین کو توحید افعال بھی بدرجہ اتم منکشف ہوتی ہے اور اس کے ساتھ بوجہ ضبط وقوت تحمل کے عقل بھی اس کشف سے مغلوب نہیں ہوتی اور اگر کسی کو شبہ ہو کر مولانا تو اہل تمکین سے تھے پھر اس مضمون کے کیا معنی جواب یہ ہے کہ یا تو بزبان حال صاحب حال کے تکلم فرمارہے ہیں مگر یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب اوپر کے کلام مستانہ کی توجیہ کے لئے کافی نہ ہوگا۔ اس لئے اچھا جواب یہ ہے کہ کہا جائے کہ اہل تمکین کو بھی گاہ گاہ کوئی وارد مغلوب کر دیتا ہے گو احیاناً ہوتا ہے تو اس وقت ان کے افعال و اقوال میں بھی اس کا اثر ظاہر ہونے لگتا ہے اور چونکہ غلبہ حال میں ضبط کم ہو جاتا ہے آگے اس کی کمی کی خبر دیتے ہیں مع اس کے بعض آثار کے کہ اظہار بعض اسرار کا ہے یعنی) جب شرم (کا پردہ) دریدہ ہو جاوے (یعنی حجاب ضبط اٹھ جاوے اور ضبط کو حیا سے تشبیہا تعبیر فرمایا اور وجہ شبہ مانعیت ہے) تو میں راز کو فاش کہوں گا (وہ راز سر قدر ہے جس کو حالت تمکین میں فاش اس لئے نہیں کیا جاتا ہے کہ جہلا کو اس سے ضرر حیلہ جوئی کا معاصی میں ہوگا اور غلبہ حال میں اس مصلحت پر نظر نہیں رہتی اور اضطرارًا یہ کہہ کر ظاہر کر ڈالتا ہے کہ) یہ صبر (یعنی ضبط) اور پیچ و تاب (جو کہ ضبط میں ہوتا ہے) اور اختلاج (جو کہ ضبط میں احیاناً بڑھ جاتا ہے) کب تک (برداشت کروں) میں حیا (و ادب و ضبط) میں سنجاف کی طرح (بہت) پنہاں رہا (اب تو) دفعۃً زیر لحاف سے باہر آتا ہوں (جس طرح سنجاف لحاف کے نیچے کی طرف ہو اور کسی وجہ سے وہ حصہ اوپر ہو جاوے اسی طرح میں پہلے حجاب ضبط میں تھا اب مجھ سے ضبط نہیں ہوتا سر قدر کو ظاہر کرتا ہوں چنانچہ آگے اور بھی کھلے اور وارستہ الفاظ میں اس مضمون بالا یعنی توحید افعالی کو بیان کرتے ہیں کہ) اے رفیقو (جو راستے قریب کے ہمارے اعمال و احوال زشت سے بند ہوئے ہیں ان) راستوں کو محبوب (حقیقی) نے بند کر رکھا ہے (یعنی مستند اخیر ان ہی کا حکم تکوینی ہے جس کے سامنے ہم ضعیف و عاجز ہیں اور ہمارے ضعف اور ان کی قوت کی ایسی مثال ہے کہ گویا) ہم آہوئے لنگ ہیں اور وہ شکاری شیر ہے (تو بیچارہ آہوئے لنگ شیر کا مقابلہ کب کر سکتا ہے اسی طرح ہماری مشیت ان کی مشیت کا کب مقابلہ کر سکتی ہے وماتشاؤن الاان یشاء اللہ رب العالمین جب اس کے سامنے ہماری ایسی مثال ہے تو بس) بجز تسلیم و رضا کے کیا علاج ہو سکتا ہے ایک شیر زخونخوار کے قبضہ میں (ہو کر یعنی اگر کوئی آہوئے لنگ ایسے شیر کے قبضہ میں ہو تو کان بھی نہیں ہلا سکتا بجز اس کے کہ تسلیم و رضا اختیار کرے۔ اس سے البتہ امید چارہ کی ہے جیسا مشہور ہے کہ سامنے پڑے کو شیر بھی نہیں کھاتا اسی طرح ہمارے لئے اگر چارہ ہے تو یہی ہے کہ حاکم حقیقی کے سامنے تسلیم و رضا اختیار کریں یعنی مقاومت چھوڑ کر اس کے احکام تشریعیہ و تکوینیہ کو تسلیم کریں اور اطاعت کا اہتمام کریں اور جو کچھ بلا اختیار واقع ہو اس پر راضی رہیں اور جو باختیار واقع ہو جتنا حصہ اس میں اختیار کا ہے اس پر نادم ہوں کہ یہ بھی شعبہ تسلیم و رضا کا ہے کیونکہ ان ہی کا حکم ندامت کے لئے بھی ہے اور جتنا حصہ اس میں عدم اختیار کا ہے یعنی یہ کہ حق تعالیٰ اس کا بھی خالق ہے اس پر بھی راضی ہوں اور شاکی نہ ہوں اور اس سے رضا بالمعصیت لازم نہیں آتی کیونکہ معصیت اپنا فعل ہے اور یہ اور ہے اور خالق للمعصیت ہونا ان کا فعل ہے اور یہ اور ہے تو ایک پر راضی ہونا دوسرے پر راضی ہونے کو مستلزم نہیں خوب سمجھ لو اور اس چارہ سے تجربہ ہوا ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہو جاتی ہے اور رحمت حق سے فضائل کے ساتھ تجلی اور رذائل سے تخلی اور صیانت اور استقامت میسر آجاتی ہے اور چونکہ یہ طریق مذکور منجملہ طرق مشہورہ سلوک کے طریق عشق ہے جس کو اکثر مشائخ متاخرین محققین نے اختیار کیا ہے اس لئے آگے اس طریق عشق کے بعض خواص و آثار مثل تقلیل خواب و خورش اور اضطراب و شورش مذکور ہیں پس فرماتے ہیں کہ) وہ (یعنی محبوب حقیقی) آفتاب کی طرح خواب و خورش نہیں رکھتے (اس لئے عشاق کی) روحوں کو بے خور و خواب کر دیتے ہیں (اور بدلالت حال عاشق سے یوں کہتے ہیں) کہ (میری طرف) آ (اور یا تو) میرا عین ہو جا یا میرا ہم صفت ہو جا تاکہ تجلی (یعنی انکشاف قلب) میں میرا رخ دیکھ لے (آفتاب کے ساتھ تشبیہ توضیح کے لئے ہے کہ آفتاب کو مع اس کی صفت بے خواب و خور ہونے کے سب دیکھتے اور جانتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں بس یہ تشبیہ ایسی ہے جیسی قرآن مجید میں ہے مثل نوره كمشكوة فيها مصباح الخ اور حق تعالیٰ کی یہ صفت منصوص قطعی ہے لاتاخذه سنة ولا نوم وهو يطعم ولا يطعم اور یہ ملازمت مضمون مصرعۂ اولیٰ و مضمون مصرعہ ثانیہ میں عقلی نہیں صرف عادی ہے یعنی عادۃ اللہ جاری ہے کہ اپنے محبین کو تخلق بالاخلاق کی دولت نصیب فرماتے ہیں اور حقیقت اس کلام کی یہ ہے کہ بعض صفات حق کے مظاہر مطلق موجودات ہیں اور بعض صفات کے مظاہر خواص عباد ہیں پس محبت حق میں جو خواب و خور عشاق کا ایک درجہ میں متروک ہو جاتا ہے یعنی اس کی کثرت کا درجہ یہ حق تعالیٰ کی صفت نفی مطلق خواب و خور کا ایک ظہور ہے اور غایت اس تقلیل خواب و خور اور اس کی منشا یعنی عشق حق کی حصول نسبت مع اللہ ہے۔ جس کو یا سے تعبیر فرمایا ہے اور اس نسبت کا ایک کون فنائی الذات و توحید ذاتی ہے۔ جس کو مجازاً من باش سے تعبیر کیا گیا ہے اور ایک فنائی الصفات و توحید صفاتی ہے۔ جس کو ہم خوے من سے کہ لفظ مرادف تخلق باخلاق اللہ کا ہے تعبیر فرمایا ہے اور اوپر کے اشعار میں توحید افعال کا ذکر تھا اسی توحید افعالی سے ترقی ہو کر یہ دونوں قسمیں یعنی توحید صفاتی و توحید ذاتی حاصل ہو جاتی ہیں اور تفسیر ان کی یہ ہے کہ اگر اپنے افعال نظر و التفات سے غائب ہو کر صرف افعال حق پر نظر رہ جاوے وہ توحید فی الافعال ہے اور اگر غیر حق کے صفات بھی نظر میں نہ رہیں تو یہ توحید فی الصفات ہے اور اگر غیر حق کی ذات بھی نظر میں نہ رہے یہ توحید فی الذات ہے اور توحید فی الصفات کو مشاہدہ اور توحید فی الذات کو معائنہ کہتے ہیں مصرعہ ثانیہ میں بہ بینی ان دونوں مشاہدہ و معائنہ کو عام ہے پس یہ دونوں لفظ اور اسی طرح ان دونوں کا مقسم بہ بینی اصطلاحی الفاظ ہیں اس سے دیکھنا بمعنی متعارف مراد نہیں بلکہ توجہ بحث الی صفات الحق مشاہدہ ہے اور توجہ بحت الی ذات الحق معائنہ ہے اور توجہ فعل قلب ہے۔ پس یہ بہ بینی رویت قلبیہ ہے پس لفظ رو بھی معنی لغوی پر محمول نہ ہوگا بلکہ وہ ترجمہ ہوگا وجہ کا جس کی تفسیر ہو گی۔ مايتوجه اليه سواء كان صفةً او ذاتاً اسی لئے اکثر مفسرین وجہ اللہ کی تفسیر ذات سے کرتے ہیں اور چونکہ اس تفسیر میں ذات لابشرط شئے ہے خواہ اس کے ساتھ صفات کی طرف التفات ہو یا نہ ہو اس لئے میری تفسیر عام سے منافی نہیں اور چونکہ بہ بینی ہے اس کو معنی لغوی پر محمول کر کے کوئی انکار کر سکتا تھا کیونکہ رویت بالمعنی الملغوی دنیا میں شرعاً ممتنع ہے اس لئے آگے استدلال علی الرؤیۃ اور اس کے ضمن میں اس کی تفسیر مذکور فی تقریر الاحقر کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بہ بینی میں تو ہم نے مستقبل میں ہی رؤیت کا حکم کیا ہے اب ہم ترقی کر کے بدلیل کہتے ہیں کہ ماضی میں بھی تو دیکھ چکا ہے) اور (دلیل اس کی یہ ہے کہ) اگر تو (اس کو) نہیں دیکھ چکا تو (اس پر) ایسا شیدا کیونکر ہو گیا تو تو (پہلے) خاک تھا (اسی حالت میں) تو طالب احیاء ہو گیا (یعنی اس کا طالب ہو گیا کہ حق تعالیٰ تیرا محی یعنی روح بخش ہو چنانچہ تجھ کو حیات عطا ہوئی اور روح انسانی کے ذریعہ سے انسان بنا دیا گیا قال تعالیٰ وبدء خلق الانسان من طين ثم جعل نسلة من سلالة من ماء مهين ثم سواه و نفخ فيه من روحه و جعل لكم السمع والابصار والافئدة الأية یہ تو تقریر ترجمہ کی ہوئی اور تقریر استدلال کی یہ ہے کہ تجھ کو جو خدائے تعالیٰ سے محبت ہے اور یہ خطاب خواہ تو صرف طالب حق کو ہے اور اس کا محب ہونا ظاہر ہے اور یا خطاب ہر شخص کو ہو کیونکہ کم و بیش محبت حق تعالیٰ کی ہر شخص کو ہے۔ جس کا سبب یہ ہے کہ یہ امر فطری ہے ہر شخص کی فطرت میں رکھا گیا ہے گو بعض احکام میں بوجہ جہل کے بعض سے غلطیاں بھی ہوتی ہوں چنانچہ مشاہدے سے حتیٰ کہ منکرین بھی گو زبان سے انکار صانع کا کرتے ہیں مگر ان کا) قلب زبان سے کبھی موافقت نہیں کرتا قلب بے اختیار کہتا ہے کہ کوئی صانع ہے اور اس کی طرف طبعاً کسی قدر انجذاب بھی ہوتا ہے پس ہر شخص کو محبت حق تعالیٰ کی ہوئی اور محبت موقوف ہے معرفت پر جب

www.besturdubooks.wordpress.com

انسان خاص یا مطلق انسان کو خدائے تعالیٰ سے محبت ہوئی تو لامحالہ اس سے پہلے معرفت ہوئی اور یہ معرفت بھی داخل ہے عموم معنی رویت مذکورہ مقام میں پس ثابت ہوگیا کہ تو ماضی بھی دیکھ چکا ہے اور مصرعہ ثانیہ میں معرفت کی ایک دوسری دلیل بیان کرتے ہیں کہ تو خاک ہونے کی حالت میں طالب احیاء تھا تو معلوم ہوا کہ تجھ کو نفس فہم بھی تھا کہ حیات کو پہچانتا تھا اور خدائے تعالیٰ کا فہم بھی تھا کہ اس سے حیات مانگتا تھا پس معرفت ثابت ہوگئی اور خاک کی حالت میں فہم وشعور ہونا باوجودیکہ اس حالت میں جماد ہے یہ تسبیح جمادات سے ثابت ہے جس کو محققین نے حقیقی معنوں پر اس لئے محمول کیا ہے کہ ظاہر نص کا یہی مدلول ہے اور کوئی دلیل سمعی یا عقلی اس سے صاف نہیں پس معنی حقیقی پر محمول کیا جاوے گا اور تسبیح حقیقی سے ثابت ہونا فہم کا ظاہر ہے اس لئے کہ بدوں فہم وشعور کے اس کا صدور ممکن نہیں پس شعور ومعرفت جماد کا ثبوت ہوگیا باقی طلب احیاء سے خاک کے شعور ومعرفت پر استدلال کرنا جیسا مولانا نے اس مقام پر کیا ہے اس کی یہ تقریر ہوسکتی ہے جیسا کہ بعد خلجان کے اسی وقت قلب پر اللہ تعالیٰ نے القا فرمایا کہ قرآن مجید میں مصرح ہے وقال لها وللارض ائتيا طوعاً او كرهاً قالتا اتينا طائعين جس سے بعد حمل على المعنى الحقيقي لما ذكر انفاً معلوم ہوتا ہے کہ زمین خاکی حالت ترامیں حق تعالیٰ کی مطیع ہے اور شعور او پر بھی معلوم ہو چکا اور خود اطاعت کے اعتراف سے بھی شعور ثابت ہوتا ہے پس اس کا مقتضی یہ ہے کہ جب خاک کو بوجہ شعور معلوم ہوا ہوگا کہ مجھ سے آدمی بنایا جاوے گا تو بوجہ اطاعت کے عرض کیا ہو کہ مجھ سے آدمی بنادیا جاوے پس طالب احیاء ہونا اسی طرح ثابت ہوا اور طالب احیاء ہونا بھی مثل تسبیح کے دلیل ہے معرفت کی اور اثبات معرفت ہی مقصود مقام ہے پس دعوی رویت کا ماضی میں ثابت ہوا تو مستقبل میں حکم کرنے میں کیا استبعاد رہا اب صرف یہ بات رہ گئی کہ وجود شعور اس کو مستلزم نہیں کہ اس کو یہ بھی خبر ہوگئی ہو کہ مجھ سے انسان کو بنانا چاہتے ہیں تو یا تو مولانا کے پاس اس کی کوئی دلیل ہوگی یا ظاہر پر اس حکم کو مبنی فرمایا کیونکہ ادھر قرآن مجید سے انی جاعل فی الارض خلیفة فرمانا حق تعالیٰ کا ثابت ادھر شعور ارض کا ثابت تو کہہ سکتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ ارض کو اس کا بھی شعور ہوگیا ہوگا اور بعض قصص میں جو ہے کہ زمین نے فرشتوں کی خوشامد کی تھی کہ قالب انسان بنانے کے لئے مجھ کو مت لے جاؤ جیسا مثنوی کے دفتر پنجم میں بھی دو قصص کے بعد مذکور ہے اگر یہ قصہ ثابت ہو تو ممکن ہے کہ اس وقت تک حق تعالیٰ کی مشیت جازمہ کا اس کو علم نہ ہوا ہو یا یہ حرکت اضطراری ہو اور اطاعت فعل اختیاری بالاختیار الضعيف لا كاختيار المكلف فان الاطلقه تستلزم اختياراً اما رہا یہ امر کہ گر ندیدی میں مخاطب خاص انسان محب ہو اور اسی کو شیدائی خاص یعنی درجہ کاملہ محبت مخصوصہ بالعبد العاشق سے استدلال دیدن پر کیا جاوے تو اس پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ دیدن کا عموم او پر ثابت ہو چکا ہے جو سبب ہے اس شیدائی کا تو پھر یہ درجہ شیدائی کا عام کیوں نہ ہوا جب سبب اس کا سب میں پایا جاتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس جگہ شیدائی سے دیدن پر استدلال کرنا استدلال بالمشر وط علی الشرط ہے نہ کہ بالمعلول علی العلة یعنی دیدن موثر تام نہیں شیدائی میں بلکہ موقوف علیہ ہے شیدائی کا اور علت کے لئے اس دیدن کے ساتھ اور امور کے انضمام کی ضرورت ہے اور وہ انضمام عام نہیں ہے انسان کو پس شبہ جاتا رہا اور شیدائی سے دیدن اور ماضی پر استدلال بلا غبار محفوظ رہا آگے یہی استدلال دوسرے عنوان سے ہے یعنی) اگر اس نے (یعنی محبوب حقیقی نے) تجھ کو لامکان سے غذا نہیں دی (اور وہ غذائے روحانی ہے کیونکہ غذائے جسمانی موقوف ہے جسم عنصری پر اور جسم عنصری اس وقت تھا نہیں چنانچہ قبل ارواح کے ناسوت میں آنے کے کہیں غذائے جسمانی کا ملنا منقول بھی نہیں اور ناسوت سے جانے کے بعد تو روایات میں اس کا ملنا آیا ہے تسرح من الجنة

www.besturdubooks.wordpress.com

حیث شاء ت الحدیث پس جب وہ غذائے روحانی تھی اور بڑی غذائے روحانی مشاہدہ ہے محبوب کا پس معنی یہ ہوئے کہ اگر تو مشاہدہ محبوب کا نہیں کر چکا) تو تیری چشم جان پھر اس طرف کیوں لگ رہی ہے (یعنی کیوں اس کا طالب ہو رہا ہے پس علف دادن مرادف ہوا دیدن کا اور چشم ماندن مرادف ہوا شیدائی کا پس وہی اوپر والا مضمون بعنوان دیگر ہو گیا اور میں نے شعر درندیدی کے شرح کی تمہید میں کہا تھا استدلال علی الرویۃ اور اس کے ضمن میں اس کی تفسیر مذکور فی کلام الاحقر الخ تو اس تمام تر شرح سے معلوم ہوا ہوگا کہ دیدن بمعنی معرفت ہے اور مصرعہ چشم جانت الخ میں اس توجہ کو چشم جان بماندن سے تعبیر کرنے میں اشارہ قریب بصراحت ہو گیا کہ توجہ اور بچشم جان دیدن ایک ہی چیز ہے پس معائنہ ومشاہدہ جس کا ترجمہ لفظی بچشم دیدن ہے وہ چشم چشم جان ہے اور وہ دیدن دیدن بچشم جان یعنی توجہ ہے آگے اس کی چند مثالیں ہیں کہ کسی شئے کی طرف کسی کی توجہ کرنا مطلقاً دلیل اور علامت اس کی ہے کہ اس نے اس میں پہلے کچھ دیکھا اور پایا اور پہچانا ہے اسی بنا پر توجہ انسان الی الحق سے استدلال صحیح ہو گیا اس پر کہ اس نے پہلے بھی مطلوب کو دیکھا ہے وہ مثالیں یہ ہیں کہ) گربہ (کسی) سوراخ (یعنی بل) پر اس لئے تاک لگائے (اور توجہ کئے) بیٹھی ہے کہ اس سوراخ سے وہ غذا یاب ہوئی ہے (مثلاً چوہا ملا ہے حقیقۃً یا حکماً یعنی اس کو وہاں دیکھا ہے اس لئے اب بھی بیٹھی ہے کہ پھر مل جاوے پس یہ توجہ علامت معرفت ومشاہدۂ مطلوب کی ہے اسی طرح) دوسری گربہ منڈیر پر پھر رہی ہے کیونکہ اس نے شکار مرغ سے طعام پایا ہے (تو وہی وجدان و مشاہدہ ومعرفت سبب اس طلب وتوجہ کا ہو رہا ہے اسی طرح) ایک شخص کا قبلہ (توجہ) جلاہے کا پیشہ ہو رہا ہے (کیونکہ اس کو اس میں ادراک نفع کا ہوا ہے اس لئے ادھر متوجہ ہے) اور ایک شخص چوکیدار ہو رہا ہے روزینہ کے لئے (پس اس کو چوکیداری میں نفع کا ادراک ہوا وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا) اور (جس طرح ان سب شکلوں میں جس جس کو جس جس چیز میں غذائے نفس ملی وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا اسی طرح) وہ ایک شخص (ان سب دنیوی مطلوبات سے) بیکار ہے اور (اس کی) توجہ لامکان میں ہے کیونکہ (اے محبوب) آپ نے اس کو اس طرف سے (یعنی لامکان وعالم غیب سے) غذائے روح عطا فرمائی ہے (اور وہ مشاہدہ محبوب ہے کما ذکر فی شرح شعر گر زبیسویت ندا ست الخ وهذا اعود الیٰ ذاک الشعر والذی قبله من قوله درندیدی پس اس سب سے شعر ندیدی کے قبل کا مضمون جس پر یہاں تک استدلال تھا یعنی تابہ بمعنی درجگی الخ ثابت ہو گیا وہو المطلوب اور چونکہ شعر آن یکے بیکار میں اس طالب حق کو بیکار سے تعبیر کیا گیا ہے جس کی تفسیر کے بعد جس کو میں نے بضمن ترجمہ ذکر کر دیا ہے کچھ اشکال نہیں رہ سکتا لیکن قبل تفسیر موہم ہے۔ اس شخص کی خدمت کا اس لئے تفسیر کر کے اس کو رفع کرتے ہیں کہ (اصلی) کام تو وہی رکھتا ہے جو حق کا طالب (اور ارادہ کنندہ) ہو گیا (اور) اس نے (اس) ایک (اصلی) کام کے لئے اور سب (دنیوی) کام سے قطع تعلق کر دیا (تو اس کا بیکار کہنا باعتبار خاص غیر مقصود کام کے ہے ورنہ اصل کام والا یہی ہے اور باقی) دوسرے لوگ تو (اس شخص کے کام کے روبرو) لڑکوں کی طرح (عمر دنیا کے) ان ایام معدودہ میں شب تک مٹی میں کھیل رہے ہیں (یعنی جیسے بچے رات آنے تک کھیلا کرتے ہیں پھر شب آتے ہی سب کھیل بگڑ جاتا ہے اور کشاں کشاں گھروں کو لے جائے جاتے ہیں جس کی تفصیل اس عشر کے شروع زیر عنوان حکایت آن صیاد کہ خود را در گیاہ پیچیدہ بود بشرح اشعار کودکاں چ...د بازی خوش شند الخ مذکور ہو چکی ہے اسی طرح موت کے وقت کہ بفحوائے النوم اخو الموت مشابہ وقت نوم یعنی شب کے ہے سب کھیل ختم ہو جاوے گا اور کشاں کشاں آخرت میں لے جائیں گے یعنی طالبان دنیا کا کام وطالبان حق کے کام کے سامنے ہیچ ہے آگے رجوع ہے چند شعر اوپر کے شعر او ندارد خواب وخور چوں

www.besturdubooks.wordpress.com

آفتاب رو بہار امیکند بیخورد خواب وما قبلہ کی طرف یعنی اشعار آئندہ میں اس مضمون کا تتمہ ہے اور درمیان کے اشعار کا تعلق وربط ضمن شرح کے مذکور ہو چکا ہے یعنی محبوب حقیقی کا عشق تو مقتضی تقلیل خواب کو ہے کما ذکر لقولہ تعالیٰ کانوا قلیلا من اللیل مایھجعون وبالاسحار ھم یستغفرون اور ادنیٰ اس ترک خواب کا عشا اور صبح کی نماز بجماعت ہے اور اوسط چند رکعات تہجد بھی ہے اور اعلیٰ اس سب کے ساتھ کچھ ذکر وشغل بھی موافق سنت کے ہے اور یہ سب مراتب یقظہ اختیاری کے ہیں اور ایک درجہ اضطراری ہے جس کی نہ کوئی حد نہ کوئی ضابطہ یعنی شورش واضطراب میں نیند ہی نہ آوے یا بہت کم آوے یہاں مفہوم عام مراد لینا مناسب ہے حاصل یہ کہ طلب عشق کا تو مقتضا خواب کی تقلیل ہے لیکن نفس و شیطان اس میں بھی مانع ہوتا ہے اختیاری میں تو ظاہر ہے اور اضطراری میں یہ مانعیت اس طرح کہ اسباب حصول محبت و عشق سے مثلاً کثرت ذکر و فراغ للفکر وصحبت اہل اللہ واصلاح اعمال ومواظبت تقویٰ سے روکتا ہے اسی مانعیت کا آگے ذکر ہے اسی کو احقر نے شعر او نداردخواب وخور الخ کا تتمہ کہا ہے پس فرماتے ہیں کہ اس تقلیل خواب اور اس کے اسباب کی مدح سن کر اگر) کوئی خوابناک (وجتلائے غفلت وحجاب) بیداری (وتنبہ باسباب التنبہ) کے ذریعہ سے (خواب سے) اٹھ کر کھڑا ہونا چاہتا بھی ہے (کہ مضمون شعر متصل بہ شعر او نداردخواب وخور الخ یعنی کہ بیامن باش الخ کے اہتمام میں مشغول ہو) تو (اس وقت) دایہ وسواس اس کو فریب دیتا ہے (مراد نفس یا شیطان یا مفہوم زعم منہما ہے کہ وسواس ڈالتا ہے اور تشبیہ دایہ سے اس اعتبار سے دی کہ دایہ بچہ کو سلایا کرتی ہے اور فریب ہونا اس کا ظاہر ہے کہ ظاہر میں خیر خواہی ہے اور واقع میں بدخواہی آگے بیان ہے اس عشوہ وفریب کا کہ وہ موسوس کہتا ہے کہ) جا سورہ اے جان عزیز کہ ہم کسی کو ایسا نہ کرنے دیں گے کہ کوئی تجھ کو خواب سے اٹھادیوے (نگذاریم ما صیغہ جمع کے زیادہ مناسب یہ ہے کہ دایہ وسواس سے مجموعہ نفس و شیطان مراد لیا جاوے آگے حضرت محبوب حقیقی کی طرف سے خطاب ہے جس طرح دس شعر اوپر بھی محبوب حقیقی کی طرف سے خطاب تھا کہ بیامن باش یا ہم خوے من الخ چنانچہ اس کے ترجمہ کی تقریر میں اس کو ظاہر بھی کیا ہے پس یہ شعر معنیً اس شعر سے متصل ہے یعنی محبوب حقیقی کا ارشاد ہے کہ دایہ وسواس تو تجھ کو عشوہ ہی دے رہی ہے تو جاگنے میں اس کے جگانے کا منتظر یا متوقع مت رہنا جیسا بعضے لوگ اس خیال میں رہا کرتے ہیں کہ نفس کی خواہشیں پوری ہو چکیں گی تو طلب حق خود اس میں پیدا ہو جائے گی تو ارشاد حق ہے کہ یہ خیال باطل ہے اس سے اس کی امید چھوڑ اور) تو خود ہی (اپنی ہمت سے) اپنے کو بیخ خواب سے علیحدہ کرنے سے تشنہ جو پانی کی آواز سن لیتا ہے (جو کہ اس کا مطلوب ہے اور پھر اس کو نیند نہیں آتی کیونکہ مطلوب کی آواز سن کر طالب کو نیند کہاں پس) میں بھی (باعتبار اس خطاب کے بمنزلہ) پانی کی آواز (کے) ہوں گوش تشنگان میں (یہ بھی محبوب حقیقی کا ارشاد ہے جیسا اس سے اوپر تھا اور اسی خطاب کے اعتبار سے جو مبنی ہے تشبیہ بانگ آب کا) مثل بارش کے آسمان سے پہنچ رہا ہوں (علوم معقولہ میں مقرر ہو چکا ہے کہ کسی شے کا خاص حیثیت سے محکوم علیہ کسی حکم کا ہونا در حقیقت اس حیثیت کا محکوم علیہ ہونا ہے اس حکم کے ساتھ مثلاً یوں کہیں کہ زید باعتبار علم کے افضل ہے عمرو سے باعتبار علم کے تو حاصل یہ ہوگا کہ علم زید افضل ہے علم عمرو سے پس اس شعر میں متکلم یعنی محبوب حقیقی محکوم علیہ ہے دو حکموں کا باعتبار خطاب وتکلم لمضمون اشعار المقام من قولہ بیامن باش الخ وقولہ ہم تو خود را الخ کے ایک حکم تشبیہ بانگ آب اور دوسرے حکم میرسم از آسمان پس بناء علی القاعدۃ المذکورۃ آنفا حقیقت میں محکوم علیہ ان دونوں مذکورہ حکموں کا محبوب کا وہ خطاب اور کلام ودعوت ہوا جب کلام محبوب مشابہ بانگ آب کے ہوا تو خود محبوب مشبہ بہ آب ہوا اور وجہ تشبیہ مطلوب ہونا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تحسین کا جیسے آب مطلوب ہوتا ہے تشنگان کا پس کلام بالکل صاف اور مصرعۂ ثانیہ شعر بالا یعنی ہمچو تشنہ الخ کے بالکل متوافق ہو گیا یعنی جس طرح تشنہ آب کی آواز سن کر نہیں سو سکتا تو بھی مثل تشنہ کے میرا ایسا طالب اور مشتاق ہو جا کہ میرا کلام و خطاب کہ میں بمنزلہ آب کے اور میرا کلام بمنزلہ بانگ آب کے ہے سن کر تو غایت طلب سے نہ سو سکے یعنی کم سویا کرے یہ تو تقریر ہوئی پہلے حکم کی اور دوسرے حکم کی تقریر یہ ہے کہ میرا کلام مثل باران کے آسمان سے پہنچ رہا ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ وحی اور اسی طرح الہام یہ سب من السماء ہے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ مصرعہ اولی میں تو کلام کو بانگ آب سے اور محبوب کو آب سے تشبیہ دی اور مصرعۂ ثانیہ میں کلام کو خود آب سے کہ باران بھی فرد آب کی ہے تشبیہ دی تو ایک جگہ تو آب مشبہ بہ محبوب کا ہے اور ایک جگہ وہی آب مشبہ بہ کلام محبوب کا ہے۔ تو ظاہراً یہ تدافع ہے کیونکہ جب محبوب کو آب سے تشبیہ دی گئی تو اس کا کلام جیسے بانگ آب ہے ایسے ہی بانگ باران ہونا چاہئے نہ کہ خود باران جواب یہ ہے کہ آب میں اعتبارات مختلف ہیں ایک تو مطلوب ہونا اس اعتبار سے وہ مشبہ بہ محبوب کا ہے اور اس کی بانگ مشبہ بہ کلام محبوب کا اور دوسرا اعتبار نزول من السماء ہے اس اعتبار سے مشبہ بہ محبوب کا نہیں ہو سکتا کہ منزہ ہے من النزول مثل نزول الغیث بلکہ اس اعتبار سے مشبہ بہ کلام محبوب کا ہے پس تشبیہ کلام بباران میں صرف نزول من السماء معتبر ہے نہ کہ اس کا صاحب بانگ ہونا بھی پس کچھ تدافع اور اشکال نہ رہا آگے تشبیہ محبوب بآب و تشبیہ کلام ببانگ آب پر متفرع کر کے پھر محبوب کا خطاب ہے کہ) اے عاشق اٹھ اور اضطراب میں آ (جس طرح طالب آب بانگ آب کو سن کر مضطرب ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اگر نہ اٹھا تو تعجب ہے کہ) پانی کی تو آواز اور پیاسا اور (پھر) اس وقت بھی نیند (یہ اجتماع کیسے ہو سکتا ہے پس تجھ کو بھی اگر طلب ہے تو اضطراب میں یہ خواب طویل اور تقلیل نہ ہونا چاہئے ورنہ تجھ کو بھی وہی کہا جاوے گا جیسا اس مدعی عشق کو کہا گیا جس کی حکایت آگے آتی ہے کہ تو طفلی گیر این می باز نرد یعنی دعوئ عشق میں تجھ کو کاذب و بوالہوس و فضول کہا جاوے گا)۔

حکایت آں عاشقے کہ شب بیامد برامید وعدۂ معشوق بداں وثاقے کہ اشارت کردہ بود و بعضے از شب منتظر بود کہ خوابش بربود معشوق آمد او را خفتہ یافت جیبش پر جوز کرد و او را خفتہ گذاشت و بازگشت و در بیان تحقیق ماہیت آں

اس عاشق کی حکایت جو معشوق کے وعدے کی امید پر اس حجرے میں پہنچا جس کا اس نے اشارہ کیا تھا اور رات کے کچھ حصہ میں منتظر رہا، پھر اس کو نیند آ گئی معشوق آیا اس کو سویا ہوا پایا اس کی جیب اخروٹوں سے بھر دی اور اس کو سوتا چھوڑ دیا اور واپس ہو گیا اور اس کی حقیقت کی تحقیق کے بیان میں۔

(ربط اس حکایت کا شعر بالا کی شرح کے اخیر میں مذکور ہو چکا)

عاشقے بودہ است در ایام پیش	پاسبان عہد اندر عہد خویش
کوئی عاشق تھا پہلے زمانہ میں	جو قول و پیمان کا محافظ تھا اپنے عہد میں
سالہا دربند وصل ماہ خود	شاہ مات و مات شاہنشاہ خود
برسوں سے اپنے محبوب کے وصل کی فکر میں تھا	بادشاہ تھا عاشقوں کا اور مغلوب تھا اپنے معشوق کا

www.besturdubooks.wordpress.com

عاقبت جوینده یابندہ بود	کہ فرج از صبر زایندہ بود
آخر جوئندہ یابندہ ہوتا ہے	کیونکہ کشادگی صبر سے طلوع کرنے والی ہوتی ہے
گفت روزے یار او کامشب بیا	کہ بہ پختم از پئے تو لوبیا
ایک دن اس کے محبوب نے کہا کہ آج کی رات آنا	کیونکہ میں نے تیرے لئے لوبیا پکایا ہے
در فلاں حجرہ نشیں تا نیم شب	تا بیایم نیم شب من بے طلب
فلاں حجرہ میں بیٹھنا آدھی رات تک	پس میں آدھی رات کو بغیر بلائے آؤں گا
مرد قرباں کرد و نانہا بخش کرد	چوں پدید آمد مہش از زیر گرد
عاشق نے قربانی کی اور روٹیاں تقسیم کیں	جبکہ اس کا چاند گرد کے نیچے سے ظاہر ہوا
شب دراں حجرہ نشست آں گرم دار	برامید وعدۂ آں یار غار
رات کو اس حجرہ میں انتظار کرنے لگا	اس یار غار کے وعدہ کی امید پر
منتظر بنشستہ خوابش در ربود	اوفتاد و گشت بیخود آں عنود
منتظر بیٹھے بیٹھے اس پر نیند کا غلبہ ہوا	گر پڑا اور وہ غلط کار بے خود ہو گیا
ساعتے بیدار بد خوابش گرفت	عاشق دلدادہ را خواب اے شگفت
دیر تک جاگتا رہا نیند نے اس کو دبا لیا	عاشق دلدادہ کو نیند؟ تعجب کی بات ہے
بعد نصف اللیل آمد یار او	صادق الوعدانہ آں دلدار او
آدھی رات کے بعد اس کا محبوب آیا	صادق الوعدہ لوگوں کی طرح اس کا وہ دلدار
عاشق خود را فتادہ خفتہ دید	اند کے از آستینش او درید
اپنے عاشق کو پڑا ہوا سوتا دیکھا	اس کی آستین کا کچھ حصہ پھاڑ ڈالا
گردگان چندش اندر جیب کرد	کہ تو طفلی گیر ایں می باز نرد
چند اخروٹ اس کی جیب میں بھر دئے	کہ تو لڑکا ہے ان کو لے نرد کھیل
چوں سحر از خواب عاشق بر جہید	آستین و گردگانہا را بدید
جب سحر کے وقت عاشق نیند سے اٹھا	آستین کو اور اخروٹوں کو دیکھا
گفت شاہ ما ہمہ صدق و وفاست	آنچہ بر ما میرسد آں ہم زماست
کہنے لگا کہ ہمارا محبوب تو سراپا صدق اور وفا ہے	جو کچھ ہم پر پہنچ رہا ہے وہ ہماری ہی طرف سے ہے

کوئی عاشق تھا پہلے زمانہ میں جو اپنے عہد (و پیمان محبت) کا محافظ تھا اپنے عہد میں (یعنی حقوق محبت کا ادا

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنے والا تھا اور) سالہا سال سے اپنے محبوب کے وصل کی فکر میں تھا بادشاہ تھا کشتگان (عشق) کا اور کشتہ تھا اپنے بادشاہ (یعنی محبوب) کا (مات مغلوب در شطرنج و مات اول بدو جنس مرادست) آخر جوئندہ (اکثر) یابندہ ہوتا ہے کیونکہ (اکثر) کشادگی صبر سے طلوع کرنے والی ہوتی ہے۔ (اشارة الیٰ حدیث الصبر مفتاح الفرج وھواعم من الظاھر والباطن ای الانشراح فلا یتخلف الفرج عن الصبر قط چنانچہ اس عاشق کی کامیابی کی بھی یہ صورت نکلی کہ) ایک روز اس کے محبوب نے (اس سے) کہا کہ آج کی رات (میرے ملنے کے لئے) آنا کہ (تیری دعوت ہے اور) میں نے تیرے واسطے لوبیا پکایا ہے (وہ کھلاؤں گا بس) تو فلانے حجرہ میں نصف شب تک بیٹھنا تاکہ میں بے بلائے نصف شب میں (تیرے پاس) آؤں گا (ممکن ہے کہ یہ وقت رقیبوں سے پوشیدہ رہنے کے لئے یا عاشق کے امتحان بیداری یا خواب کے لئے تجویز کیا ہو) اس شخص (عاشق) نے (اس کی خوشی میں) قربانی کی اور روٹیاں (مسکینوں کو) تقسیم کیں جبکہ اس کا چاند گرد کے نیچے سے ظاہر ہوا (یعنی اس کے قلب پر سے غبار غم دور ہوا بوجہ عنایت محبوب کے چنانچہ حسب فرمائش محبوب کے) رات کو وہ اس حجرہ میں (جاکر) انتظار کرنے لگا اس یار غار کے (ایفائے) وعدہ کی امید پر (اور) منتظر بیٹھے بیٹھے اس پر نیند کا غلبہ ہوا (اور) گر پڑا اور وہ غلط کار (نیند سے) بے خود ہو گیا (غلط کار کہنے کی وجہ ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر سو گیا) ایک عرصہ تک تو بیدار رہا (پھر) نیند نے اس کو دبالیا (آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) عاشق دلدادہ کو نیند (آنا) تعجب کی بات ہے (اسی لئے اور عنود کہا تھا غرض) بعد نصف شب کے اس کا محبوب آیا صادق الوعد لوگوں کی طرح اس کا وہ دلدار (آیا اور) اپنے عاشق کو پڑا ہوا سوتا دیکھا (اور نشانی کے لئے) اس کی آستین کا کچھ حصہ پھاڑ ڈالا (تاکہ جاگنے کے بعد اس سے معلوم ہو جاوے کہ محبوب آیا تھا اور اس کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے محبوب نے) چند اخروٹ اس کے جیب میں بھر دیئے (اشارہ اس طرف تھا) کہ تو طفل (عشق) ہے (کامل نہیں) یہ (اخروٹ) لے (اور) ان اخروٹوں سے بچوں کی طرح نرد کھیل (نرد سے مراد مطلق بازی) جب سحر کے وقت عاشق نیند سے اٹھا (اور) آستین اور اخروٹوں کو دیکھا تو کہنے لگا کہ ہمارا بادشاہ تو سراسر صدق و وفا ہے (پھر) جو کچھ (حرمان) ہم پر پہنچتا ہے وہ ہماری ہی طرف سے ہے (اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ حق تعالیٰ کی رحمت وعنایت میں کمی نہیں ان کے سب وعدے سچے ہیں لیکن ہم ہی ناقص عہد ہیں اس لئے محروم ہیں قال تعالیٰ اوفوا بعھدی اوف بعھدکم)

اے دل بے خواب ما زیں[1] ایمنیم	چوں حرس بر بام چوبک میزنیم
اے دل بے خواب ہم اس سے بے فکر ہیں	پاسبان کی طرح بام پر ڈنکا بجاتے ہیں
گردگان ما دریں مطحن شکست	ہرچہ گوئیم از غم خود اندکست
ہمارے اخروٹ اس چکی میں شکستہ ہو چکے ہیں	ہم جتنا اپنے غم کا بیان کریں وہ تھوڑا ہے
عاذلا چندیں صداع و ماجرا	پندکم دہ بعد ازیں دیوانہ را
اے ملامت کرنے والے کب تک یہ درد سر اور قصہ	نصیحت کم کر اس کے بعد دیوانہ کو

[1] لفظ ایں کا مشار الیہ اور مطلب کی تقریر آئندہ شرح میں موجود ہے ۱۲

من نخواہم عشوۂ ہجراں شنود	آزمودم چند خواہم آزمود
میں ہجران کا قصہ ہرگز نہ سنوں گا	میں آزما چکا ہوں کہاں تک آزماؤں گا
ہرچہ غیراز شورش و دیوانگی ست	اندریں رہ دوری و بیگانگی ست
جو کچھ بھی شورش اور دیوانگی کے سوا ہے	اس راہ میں وہ دوری اور بیگانگی ہے
ہیں بنہ برپایم آں زنجیر را	کہ دریدم سلسلہ تدبیر را
ہاں میرے پاؤں پر اس زنجیر کو رکھ دیجئے	کیونکہ میں نے تدبیر کے سلسلہ کو دریدہ کر دیا ہے
غیر جعد آں نگار مقبلم	گرد و صد زنجیر آری بگسلم
بجز زلف اس اپنے محبوب صاحب اقبال کے	اگر دو سو زنجیریں لاؤ گے توڑ ڈالوں گا
عشق وناموس اے برادر راست نیست	بر در ناموس اے عاشق مایست
عشق اور ناموس اے بھائی ٹھیک نہیں	اے عاشق ناموس کے دروازہ پر کھڑا بھی نہ ہونا
وقت آں آمد کہ من عریاں شوم	نقش بگزارم سراسر جاں شوم
وہ وقت آ گیا کہ میں مجرد ہو جاؤں	جسم کو چھوڑ دوں سراسر روح ہو جاؤں
اے عدو شرم و اندیشہ بیا	کہ دریدم پردۂ شرم و حیا
اے مبغوض رکھنے والے شرم اور اندیشہ کے آ جایئے	کیونکہ میں نے شرم اور حیا کا حجاب دریدہ کر دیا ہے
اے بہ بستہ خواب جاں از جادوئی	سخت دل یارا کہ در عالم توئی
اے محبوب کہ جس نے روح کی خواب کو سحر سے روک دیا ہے	صد مطلق اے محبوب عالم میں آپ ہی ہیں
ہیں گلوئے صبر گیرو می فشار	تا خنک گردد دل عشق اے سوار
ہاں صبر کا گلا پکڑ لے اور دبا دے	تا کہ عشق کا دل ٹھنڈا ہو جاوے اے سوار
تانسوزم کے خنک گردد دلش	اے دل ما خاندان و منزلش
میں جب تک سوختہ نہ ہو جاؤں گا اس کا دل کب ٹھنڈا ہوگا	اے مخاطب ہمارا دل اس کا خاندان اور گھر ہے
خانۂ خود را ہمی سوزی بسوز	کیست آنکس کہ بگوید لا یجوز
تو اپنے گھر کو جلاتا ہے تو جلا دے	وہ شخص کون ہے جو لا یجوز کہے
خوش بسوز ایں خانہ را اے شیر مست	خانۂ عاشق چنیں اولیٰ ترست
اے مست شیر اس گھر کو اچھی طرح جلا	عاشق کا گھر تو ایسا ہی بہتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بعدازیں من سوز را قبلہ کنم	زانکہ شمع من بسوزش روشنم
اس کے بعد میں سوختگی کو قبلہ بناؤں گا	اس لیے کہ میں شمع ہوں سوختگی ہی سے روشن ہوں
خواب را بگزار امشب اے پدر	یک شبے در کوئے بے خواباں گزر
اے بابا آج کی رات خواب کو چھوڑ دے	ایک رات تو بے خوابوں کے کوچہ میں گزر کر
بنگر آنہارا کہ مجنوں گشتہ اند	ہمچو پروانہ بوصلش کشتہ اند
ان لوگوں کو دیکھ کہ مجنوں ہو گئے ہیں	پروانہ کی طرح اس کے وصل میں کشتہ ہو چکے ہیں
بنگر ایں کشتی خلقاں غرق عشق	اژدہائے گشتہ گوئی حلق عشق
ایک کثیر خلقت کی کشتی کو دیکھ کہ عشق میں غرق ہو گئی ہے	گویا کہ عشق کا حلق ایک بڑا سا اژدہا ہو گیا ہے
اژدہائے ناپدید دل ربا	عقل ہمچو کوہ را او کہربا
ایسا اژدہا کہ غیر محسوس اور دل چھینے والا ہے	کوہ جیسی عقل کے واسطے وہ کہربا ہے
عقل ہر عطار کا گہ شد ازو	طبلہا را ریخت اندر آب جو
جس عطار کی عقل کہ اس سے آگاہ ہو گئی	اس نے قرابوں کو ندی میں بہا کر بہہ دیا
رو کزیں جو برنیائی تا ابد	لم یکن حقالہٗ کفواً احد
جا کیونکہ اس ندی سے ابدالآباد تک نہ نکلے گا	بالیقین اس کا کوئی ہمسر نہیں
اے مزور چشم بکشاؤ ببیں	چند گوئی می ندانم آن و ایں
اے دروغ گو آنکھ کھول اور دیکھ	کہاں تک کہے گا کہ میں ان باتوں کو نہیں جانتا
ازو بائے زرق و محرومی برآ	در جہان حی و قیوم در آ
تو اس دروغ اور محرومی کے مرض سے نکل	اس عالم کے اندر آ جو کہ حی و قیوم کی طرف منسوب ہے
تانمی بینم ہمی بینم شود	ویں ندانمہات می دانم شود
تاکہ یہ نمی بینم ہی بینم ہو جاوے	اور تیرے یہ سب ندانم۔ میدانم ہو جاویں
بگور از مستی و مستی بخش باش	زیں تلون نقل کن در استواش
تجاوز کر مستی سے اور مستی دینے والا ہو جا	اس تلوں سے منتقل ہو جا اس کے استواء میں
چند نازی تو بدیں مستی پست	بر سر ہر کوی چنداں مست ہست
تو کب تک ناز کرے گا اس پست مستی پر	ایسے مست تو ہر گلی کوچہ میں بہتیرے ہیں
گر دو عالم پر شود سرمست یار	جملہ یک باشند وآں یک نیست خوار
اگر دونوں عالم بھی پر ہو جاویں سرمستان یار سے	وہ سب مل کر ایک ہی ہوں گے اور وہ ایک خوار نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں زبسیاری نیابد خواریے	خوار کہ بود تن پرستے ناریے
یہ مست کثرت کی وجہ سے خواری نہیں پاتا	خوار کون ہوتا ہے جو تن پرست ناری ہو
گر جہاں پرشدز تاب نور مہ	کے کساد آید بر صاحب دلہ
اگر تمام عالم شعاع نور ماہ سے پر ہو گیا ہو	جو شخص فریفتہ ہو اس کے نزدیک بے قدری کب ہو سکتی ہے
گر جہاں پرشد ز نور آفتاب	کے بود خوار آں تف خوش التہاب
اگر تمام عالم نور آفتاب سے پر ہو گیا ہو	تو بے قدر کب ہو سکتی ہے وہ حرارت خوش اشتعال کی

(حکایت بالا کے قبل اشعار او ندارد خواب و خور الخ سے طریق عشق کے بعض خواص و آثار مثل تقلیل منام و طعام و مثل اضطراب و التہاب مذکور ہوئے تھے چنانچہ اوپر ان کی تمہید میں اجمالاً اور شرح میں تفصیلاً بیان بھی ہوا ہے ان اشعار میں پھر عود ہے اسی مضمون آثار عشق کی طرف پس اولاً بطور تحدث بالنعمۃ کے فرماتے ہیں کہ) اے دل (جو کہ عشق میں) بے خواب (ہو گیا ہے) ہم (بفضلہ تعالیٰ) اس (خواب غفلت) سے (جس میں وہ عاشق خام مبتلا تھا) بے خطر ہیں (کیونکہ عاشق کامل ہیں اور ہم اس مضمون کے اعلان کے لئے) پاسبان کی طرح بام پر (بیٹھ کر) ڈنکا بجاتے ہیں (یعنی بآواز دہل اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو بیان کرتے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ ہمارے اخروٹ اس آسیا (ے عشق) میں شکستہ ہو چکے ہیں (یعنی اس عاشق خام کے خلاف ہم درجہ بازی و خامی سے رہائی پا چکے ہیں مگر اس پختگی کی تحصیل میں میں نے جیسے مجاہدے اور غم جھیلے ہیں) میں جتنا اپنے (اس) غم کا بیان کروں وہ قلیل ہے (اشارہ اس طرف ہے کہ پختگی بدوں مجاہدات شدیدہ مدیدہ کے میسر نہیں ہوتی اور اسی افادہ کے لئے یہاں اپنی حکایت بیان فرمائی کہ اپنے ہم جنس کی حالت معلوم کر کے زیادہ رغبت ہوا کرتی ہے اور اسی مجاہدہ پر پختگی کے موقوف ہونے کو دوسرے قائل نے کہا ہے۔

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامی بسیار سفر باید تا پختہ شود شامی

اس کے بعد ثانیاً مستانہ عنوان سے آثار عشق کو بیان کرتے ہیں اور یہ عنوان اوپر کے اشعار کز تناقض ہاے دل الخ سے شروع ہوا پس فرماتے ہیں کہ) اے ملامت گر (کہ عشق میں مجھ کو ملامت کرتا ہے جیسے اکثر زاہدان خشک عشاق پر اعتراضات کرتے ہیں) کب تک یہ درد سر اور قصہ (رکھے گا جس کو تو بزعم خود نصیحت سمجھتا ہے تو) نصیحت (بھی) کم کر (یعنی مت کر) اس (حالت عشق حاصل ہونے) کے بعد دیوانہ کو (اور ایک نصیحت اس ملامت گر کی یہ ہے طریق عشق اس اعتبار سے بھی قابل اختیار کرنے کے نہیں کہ اس میں کبھی کامیابی ہی نہیں ہوتی کیونکہ جو درجہ وصال کا میسر ہوتا ہے وہ اس سے فوق کا طالب ہوتا ہے اور وہ اگر حاصل ہو گیا تو اس سے فوق کی طلب ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام عمر یعنی جب تک دنیا میں ہے ناکامی و فراق و ہجر و پریشانی ہی میں مبتلا رہتا ہے بخلاف دوسرے طرق سلوک کے کہ ایک حد پر پہنچ کر ایک درجہ کی کامیابی و قرب و وصال پر تسلی تو ہو جاتی ہے۔ آئندہ اشعار میں اس کا جواب ہے کہ) میں ہجران کا قصہ نہ سنوں گا (یعنی تو جو مجھ کو قصہ دیتا ہے کہ عشق میں ہمیشہ ہجر ہی نصیب ہوتا ہے میں نہ سنوں گا اور طریق عشق کو نہ چھوڑوں گا کیونکہ) میں (اس کو خود) آزما چکا ہوں (اور) کہاں تک آزماؤں گا (یعنی اب حاجت آزمائش کی نہیں رہی جیسا تیرا مقصود ہے کہ امتحان کر کے دیکھ لو کہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں ہجران ہی ہے سو میں اس ہجران کو آزما چکا ہوں وہ بھی لذیذ ہے کیونکہ اول تو وہ واقع میں ہجر نہیں بلکہ ایسا قرب ہے جس کے بعد دوسرے قرب کا تقاضا ہوتا ہے دوسرے مقصود اصلی رضائے محبوب ہے اور وہ اس طریق میں سب سے بڑھ کر حاصل ہے کیونکہ رضائے حق موعود ہے رضائے عبد عبد حق پر اور عاشق کی رضا ایسی اکمل ہے کہ طبعی ہوگئی تو رضائے حق بھی سب طرق سے زیادہ اس پر مرتب ہوگی اور وہ اصل مطلوب ہے خواہ برنگ وصال ہو یا برنگ فراق و النعم ما قیل

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب   کہ حیف باشد از و غیرہ رو تمنائے

پس جب میں اس ہجر کا اوفق بالعاشق ہونا آزما چکا تو اب اس سے مجھ کو کیا ڈراتا ہے میں نہ ڈروں گا اور اس شعر کی تمہید میں جو میں نے اس فراق و ہجر کی غایت عمر دنیا کو کہا ہے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ جنت میں تو جا کر سب کو تسلی ہونا یقینی ہوتا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ وہاں ہر شخص کی منتہائی استعداد کے موافق اس کو وصال و رویت نصیب ہوگی اور استعداد سے زیادہ تمنا نہ ہوگی اور یہاں جس طرح استعداد مقتضی ہے دوسری خصوصیات ہیولانیہ مانع بھی ہیں پس یہاں اس مجموعہ کی رعایت سے وصال ہوتا ہے اور جب طریق عشق ایسا احب والذ ہے آگے اس کی مدح کرتے ہیں کہ) شورش اور دیوانگی کے سوا جو کچھ بھی ہے اس راہ میں وہ دوری اور بیگانگی ہے (مراد اس سے وہ عقل و ادراک ہے جو متعلق بغیر حق اور حاجب عن الحق ہو اسی کو غیر شورش کہا ہے اور صحو و تمکین اس غیر میں داخل نہیں بلکہ وہ تو اس شورش ہی میں داخل ہے صرف اتنا ہے کہ صاحب حال اس سورش سے مغلوب ہو جاتا ہے اور صاحب تمکین مغلوب نہیں ہوتا باقی اس کی رگ رگ میں محبت پر ہوتی ہے اور ایک فرد اس غیر کی وہ طریق صلاح بھی ہے جس میں صرف اعمال کی درستی ہے اور حال بالکل نہیں یہ بالفعل تو دوری و بیگانگی نہیں لیکن اس میں احتمال اور خطر ہے کہ یہ اصلاح کسی غرض کے غلبہ سے زائل نہ ہو جاوے اور بفضلہ تعالیٰ طریق عشق میں یہ اندیشہ نہیں چنانچہ اوپر شعر اے دل بے خواب الخ میں اپنے کو یعنی عشاق کو اسی بنا پر ایمن کہا ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ اس سے کوئی غلطی ہی نہیں ہوتی بلکہ یہ ہے کہ چونکہ طبعی محبت غالب ہوتی ہے غلطی میں دوام و استمرار نہیں ہوتا اندر سے ایسی بے چینی ہوتی ہے کہ بدوں تدارک کے صبر نہیں آتا اور جب کوئی حال نہیں تو یہ بے چینی نہیں پس جس پر جتنا بھی حال ہے وہ اسی درجہ میں طریق عشق کا سالک ہے خواہ ظاہراً اس کو عامہ ناس صاحب حال نہ کہیں آگے اس طریق کی طلب کرتے ہیں کہ) ہاں (اے محبوب) میرے پاؤں پر اس زنجیر (عشق) کو رکھ دیجئے کیونکہ میں نے سلسلہ تدبیر (دنیوی) کو دریدہ کر دیا ہے (یعنی آپ کے ماسوا سے تعلق اٹھا دیا ہے تو مجھ کو اپنا تعلق عشقی عطا کیجئے اور یہ قید عشق مجھ کو ایسی محبوب اور دوسری قیدیں اور تعلقات ایسے مبغوض ہیں کہ) بجز زلف میرے اس محبوب صاحب اقبال کے کہ مراد اس سے عشق ہے) اگر دو سو زنجیریں (یعنی تعلقات بغیر) لاؤ گے تو (سب کو) توڑ ڈالوں گا (یعنی ماسوا سے تعلق ہونے ہی نہ دوں گا اور ان تعلقات بغیر مثل حب مال و حب جاہ و حفظ ناموس عرفی وغیر ذلک میں اشد درجہ کی قید ناموس ہے اس لئے اس کو آگے بالخصوص بیان فرماتے ہیں کہ) عشق اور (پھر اس کے ساتھ) ناموس اے بھائی یہ تو ٹھیک نہیں اے عاشق ناموس کے دروازہ پر تو (کبھی) کھڑا (بھی) مت ہونا (اس طرح جتنی قیود از قبیل صفات ذمیمہ جسمانیہ مثل شہوت و غضب وغیرہ ہیں عشق کے ساتھ سب کو تضاد ہے پس جب عشق حاصل ہو گیا تو الحمد للہ کہ اب) وہ وقت آ گیا کہ میں (ایسی صفات مذکورہ سے) مجرد ہو جاؤں (اور) جسم (کی فات مذکورہ) چھوڑ دوں (اور) سراسر روح (کی صفات کے ساتھ کہ اضداد ہیں صفات مذکورہ کی متصف) ہو جاؤں (آگے محبوب حقیقی سے عرض ہے عاشقانہ و مستانہ عنوان سے اور غلبہ حال میں ایسے عنوانات کا مشغول ہونا اوپر معروض ہو چکا ہے پس کہتے ہیں کہ) اے مبغوض

www.besturdubooks.wordpress.com

رکھنے والے شرم (یعنی ننگ و ناموس نفسانی وہو المذکور فی الشعر السابق عشق و ناموس الخ) اور اندیشہ (یعنی خوف ملامت فی اللہ) کے آ جایئے (یعنی میرے دل میں تجلی فرمایئے) کیونکہ میں نے شرم و حیا (المعنی المذکور) کا حجاب دریدہ (اور مرتفع) کر دیا ہے (جو کہ مانع تھا تجلی حق کا چنانچہ ظاہر ہے کہ خودی حجاب ہے کما قیل

میاں عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست   تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

جب یہ مانع مرتفع ہو گیا تو تجلی کی استدعا ہے اور گو اس ارتفاع حجاب پر تجلی موعود ہے کما قال تعالیٰ والذین جاھد وا فینا لنھدینھم سبلنا لیکن موعود کا مدعو کرنا امتثال ہے تعلیم حق تعالیٰ کا ربنا واتنا ما وعد تنا الأیة اور اسی استدعاء تجلی بوقت ارتفاع حجاب کا اس شعر میں بھی مضمون ہے

بے حجابانہ درآ از در کاشانہ ما   کہ کسے نیست بجز درد تو درخانہ ما

پھر اس تجلی سے زیادت طلب و عشق کا مضمون اس غزل کے دوسرے شعر میں ہے

مرغ باغ ملکوتیم درین دیر خراب   میشود نور تجلاے خدادانہ ما

آگے منجملہ آثار عشق کے قلت منامن کا ذکر ہے جس کا ذکر اشعار اندار و خواب و خور الخ سے شروع ہوا ہے جیسا کہ اشعار زیر شرح کی تمہید میں بھی ذکر کیا گیا ہے پس مثل شعر بالا اے عدو شرم الخ اس مضمون قلت منام کو بھی بعنوان خطاب کہتے ہیں کہ) اے (محبوب) کہ جس نے روح کی خواب کو سحر (یعنی تصرف عجیب) سے روک دیا ہے (یعنی عشق دیکر نیند کو اڑا دیا ہے) صمد مطلق اے محبوب عالم (ہستی) میں آپ ہی ہیں (چونکہ صمد کے معنی لغت میں مصمت لا جوف لہ بھی ہیں اسی لئے صمد کے معنی صخرۃ راسیۃ فی الارض مستوایۃ بھا او مرتفعۃ بھی لکھے ہیں کما فی القاموس اس لئے اس شعر میں معنی صمد کو بلفظ سخت دل تعبیر کر دیا۔ غلبہ حال میں لفظ پر نظر نہ کی جاوے باقی معنی صاف ہیں یعنی سید و مقصود کما فی القاموس ایضاً فی معنی الصمد یعنی چونکہ آپ سب کے محتاج الیہ اور سب سے مستغنی ہیں اس لئے ہر شخص کے ساتھ وہ معاملہ کرتے ہیں جو اس کے لئے مصلحت ہو بخلاف اس شخص کے جو غنی مطلق نہ ہو وہ ہر معاملہ میں اپنی مصلحت اور حاجت کا بھی خیال رکھے گا اور آپ کو اس کی ضرورت نہیں بلکہ آپ کے لئے یہ مستحیل ہے اور عاشق کے لئے یہ حالت مذکورہ مصرعہ اولیٰ مناسب تھی اس لئے وہی عطا فرمائی اس طرح خواب بستن کا سبب صمدیت ہو گئی اور عالم ہر چند کہ ماسوی اللہ کو کہتے ہیں مگر یہاں مطلق موجود کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اطلاقاً للمقید علی المطلق اسی لئے بجائے عالم امکان کے میں نے عالم ہستی کا لفظ ترجمہ میں اختیار کیا اور جادو سے مراد سحر بمعنی کل مالطف ماخلہ و دق کذافی القاموس ہے جس کا حاصل تصرف عجیب آگے بھی آثار عشق کی تمنا کرتے ہیں کہ اے محبوب) ہاں صبر (وقرار) کا گلا پکڑ لے اور دبا دے (کہ صبر و قرار ہلاک اور زائل ہو جاوے جیسا مقتضی ہے عشق کا اور اس میں خواب کا جاتا رہنا بھی داخل ہو گیا کیونکہ نیند بدوں قرار کے نہیں آتی یعنی میرا قرار دور کر دے) تا کہ عشق کا دل ٹھنڈا (یعنی خوش) ہو جاوے اے سوار (دل خوش ہونا کنایہ ہے ادائے حقوق سے کیونکہ ادائے حقوق علی سبیل الکمال سے صاحب حق کا دل عادۃً خوش ہو جاتا ہے یعنی تا کہ عشق کا حق پورا ادا ہو جاوے اور سوار میں استعارہ ہے مراد سریع التکوین جیسا سوار سریع السیر ہوتا ہے اور سرعت تکوین صفت منصوصہ ہے قال اللہ تعالیٰ انمآ امرہ) اذآ اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون اس میں اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے کہ آپ یہ استدعاء مذکور مصرعہ اولیٰ جلدی پوری کر دیجئے کیونکہ آپ جلدی بھی پوری کر سکتے ہیں واللہ اعلم آگے مضمون مصرعہ ثانیہ کی تاکید ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ) میں جب تک (عشق سے) سوختہ نہ ہو جاؤں گا (جس کے لئے زوال صبر و قرار لازم ہے یا جوز وال صبر و قرار کے لئے لازم ہے) اس (عشق) کا دل کب ٹھنڈا ہوگا (ومعناہ قد ذکرہ اے مخاطب ہمارا دل اس کا خاندان اور گھر ہے (جس طرح ہر شخص اپنے خاندان اور گھر میں مقیم رہتا ہے وہ ہمارے دل میں مقیم ہے اور اگر خاندان بمعنی خانہ منقول ہو جیسا بعض کا قول ہے تو مرادف ہوگا منزل کا آگے خطاب ہے عشق کو بطور تفریع کے ماقبل پر یعنی اے عشق جب میرا دل تیرا گھر ہے اور تو میری سوزش کو پسند کرتا ہے کما ہو مضمون شعر تا نسوزم الخ اور میری سوزش کا حاصل میرے دل کی سوزش ہے تو گویا تو میرے دل کو سوختہ کرنا چاہتا ہے جو کہ تیرا گھر ہے سو واقع میں) تو اپنے گھر کو جلاتا ہے سو جلا دے (اپنے گھر کا سب کو اختیار ہوتا ہے اسی لئے) وہ شخص کون ہے جو لا یجوز کہے (کیونکہ ہر مالک کو اپنے مملوک میں ہر قسم کے تصرف کرنے کا اختیار ہے الاان یدل دلیل علی المنع ولا دلیل ھھنا یمنع فیجوز مطلقاً پس) خوب (دل کھول کر) اس گھر کو جلا اے (عشق جو کہ سطوت وصولت میں مشابہ) شیر مست (کے ہے) عاشق کا گھر تو ایسا ہی اچھا (معلوم) ہوتا ہے (کیونکہ ایسا ہونا علامت ہے ادائے حق عشق کی جو کہ مطلوب ہے اوپر عاشق کے قلب کو عشق کا گھر کہا تھا اور یہاں عاشق کا گھر کہہ دیا دونوں اضافتیں خاص خاص ملابست سے ہیں چنانچہ ظاہر ہے اور جب مجھ کو ثابت ہو گیا کہ سوختگی عشق کو پسند ہے تو) اس کے بعد میں (بھی) سوختگی (ہی) کو قبلہ (توجہ) رکھوں گا (یعنی سوختگی کا اہتمام رکھا کروں گا) کیونکہ میں (مثل) شمع (کے) ہوں (اور شمع کی طرح) سوختگی (ہی) سے روشن ہوں (ظاہر ہے کہ شمع کی روشنی اس کی سوزش ہی سے ہے اسی طرح عاشق کی روشنی دل عشق اور اس کے آثار ہی سے ہے جن میں سے سوزش بھی ہے اس سب کا حاصل یہ ہے کہ عاشق کو عشق کے متاعب اور مصاعب سے خائف نہ ہونا چاہئے کہ اس میں نفع ہے آگے پھر عود ہے ترغیب ترک خواب کی طرف جس کا اوپر کئی جگہ ذکر ہے یعنی) اے بابا آج کی رات خواب کو چھوڑ دے (اور) ایک رات تو بے خوابوں کے محلہ میں کو گزر آ ؤ (یعنی اگر تجھ میں عشق کا غلبہ نہیں تو عشاق ہی کو دیکھ آ تا کہ ان کی حالت کی رغبت ہو اور وہاں جا کر ذرہ) ان لوگوں کو دیکھ کہ (عشق حق میں) مجنوں ہو گئے ہیں (اور) پروانہ کی طرح اس کی وصل میں قتل ہو چکے ہیں (اشارہ اس طرف ہے کہ وہ عاشق مہجور و محروم نہیں بلکہ واصل ہیں اور وصل و قرب میں فنا ہوئے ہیں جیسا پروانہ کہ شعلہ کی وصل ہی میں کشتہ ہوتا ہے اور غایت قرب کا خاصہ بھی فنا ہے خواہ شکر کے ساتھ وھو لاھل الحال یا صحو کے ساتھ وھو لاھل المقام اور اس کوی بے خوابان میں جا کر) ایک کثیر خلقت کی کشتی کو دیکھ کہ عشق میں غرق ہو گئی ہے (بس) یوں کہو کہ عشق کا حلق (گویا) ایک اژدہا ہو گیا ہے (کہ سب ماسوئی کو نگل گیا اور کھا گیا اور) اژدہا (بھی کیسا) جو کہ غیر محسوس (بحواس ظاہرہ) ہے (اور عشاق کا) دل چھیننے والا ہے (اور) کوہ جیسی عقل کے لئے وہ (خاصیت میں مثل) کہربا (کے) ہے (یعنی عقل عرفی باوجود مشابہ کوہ ہونے کے اس کے روبرو مشابہ کاہ کے ہے جس کو کہربا اٹھا لیتا ہے اسی طرح عشق رافع عقل ہو گیا اور محسوس میں بحواس ظاہرہ کی قید اس لئے لگائی کہ عشق کا ادراک وجدان سے تو ہوتا ہے جو کہ حاسۂ باطنی ہے آگے سالب عقل ہونا اس کا ایک حکایت سے بیان کرتے ہیں کہ) عقل جس عطار کی کہ اس (عشق) سے آگاہ ہو گئی اس (عطار) نے (خوشبودار عرقیات کے) قرابے ندی میں بہا دیے (اور بہاتے وقت بزبان حال ان عرقیات یا قرابوں سے کہا کہ) جا (رخصت) کیونکہ اس ندی سے ابد الآباد تک نہ نکلے گا (مطلب یہ کہ اب تیرا طالب نہ ہوں گا کیونکہ) بالیقین اس (محبوب حقیقی) کا کوئی ہمسر نہیں (اگر کوئی نعوذ باللہ اس کا ہمسر ہوتا تو اس کو چھوڑ کر اس ہمسر کو اختیار کرنے کی گنجائش تھی جب کوئی ہمسر نہیں پھر طلب غیر کی کب گنجائش

www.besturdubooks.wordpress.com

رہی اس لئے اے طبیبا اے خوشبو محبوب حقیقی کا طالب ہو کر تیرا طالب نہ ہوں گا اس میں اشارہ ہے قصہ حضرت فرید الدین عطارؒ کی طرف کہ تمام رخت و متاع عطاری کو ریختہ کر کے عاشق صادق ہو گئے کذافی الحاشیۃ یہاں تک بیان تھا آثار عشق اور احوال عشاق کا آگے ان مضامین کے منکر کو جیسا دلدادگان فلسفہ کو خود تعلق حب عشق مع اللہ تعالیٰ ہی کے منکر ہیں کہ جب وہ کسی طرح محسوس نہیں تو اس کا عشق کیسے ہو سکتا ہے۔ ورد علیهم الغزالی فی احیاء العلوم ابلغ رد پس ایسے منکر کو خطاب ارشادی ہے کہ) اے (منکر) دروغ گو (تو جو ان حقائق کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو ان مضامین کو صحیح نہیں جانتا اور نہ ایسے عشاق دیکھتا ہوں ذرہ) آنکھ کھول اور دیکھ (یعنی تیرے اس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ تو نے طلب کی آنکھ نہیں کھولی پھر کیسے سمجھ میں آوے اور کیونکر نظر آوے قال تعالیٰ انلزمکموھا وانتم لها کارھون وقال تعالیٰ ان فی ذلک لذکریٰ لمن کان له قلب اوالقی السمع وھو شهید وقال تعالیٰ لهم قلوب لایفقهون بها ولهم اعین لایبصرون بها ولهم اذان لا یسمعون بها اور جھوٹا اس لئے کہا کہ اس منکر کا تو مقصود اس قول سے یہی ہے کہ باوجود استعمال قویٰ ادراکیہ و قصد تحقیق کے پھر بھی سمجھ میں اور نظر میں نہیں آیا تو یہ جھوٹ ہے غرض یہ کہ چشم بصیرت کے کام میں نہ لانے کے سبب) کہاں تک کہے گا کہ میں ان باتوں کو نہیں جانتا (یعنی میری سمجھ میں نہیں آتیں اور یہ نمید انم ایسا ہے جیسا عشر اول میں سرخی حسد بردن امیران بر ایاز سے ذرہ اوپر یہ شعر ہے در بہ بندی چشم خود را از احتجاب الخ جیسا کہ اس کی شرح سے معلوم ہو سکتا ہے غرض تو جو سمجھنے کا انکار کر رہا ہے) تو اس دروغ (فی القال) اور محرومی (فی الحال) کے (کہ انکار کو یہ حرمان لازم ہے) مرض سے نکل (وبا اس لئے کہا کہ یہ مرض انکار بہت شائع ہے اور) اس عالم کے اندر آ جو کہ حی وقیوم کی طرف منسوب ہے (مراد اس عالم سے حالت تصحیح عقائد و اصلاح اعمال و اکتساب احوال بالاختیار اسبابها التی اعظمها صحبة المحبین والمربین من اهل الکمال ہے کہ یہ سب منسوب و موصل الی الحی القیوم ہیں۔ مطلب یہ کہ اس دستور العمل کو اختیار کر) تاکہ (اس کی برکت اور اثر سے) یہ نمی بینم (یعنی جہل) ہمی بینم (یعنی علم سے مبدل) ہو جاوے اور تیرے یہ سب ندانم (یعنی جہل) می دانم (یعنی علم) ہو جاویں (چنانچہ واقعی اس دستور العمل سے بصیرت و وصول الی الحقیقۃ میسر ہو جاتی ہے اور اسی شعر کے نمی بینم اور نمی دانم کے لحاظ سے بندہ نے اے مزور کی شرح میں مضامین کو نہ جاننا اور عشاق کو نہ دیکھنا دونوں لکھ دیئے اور چونکہ منکرین میں جو فلسفہ پرست ہیں ان کو ان کے علوم فلسفہ کا نشہ اس دستور العمل کے اختیار کرنے سے جس میں سراسر اتباع ہی اتباع ہے محبوب حقیقی کا بھی اور واسطہ الی المحبوب الحقیقی یعنی مرشد کا بھی مانع ہوگا۔ کما قال تعالیٰ فلما جاء تهم رسلهم بالبینات فرحوا بما عندهم من العلم وحاق بهم ما کانوا به یستهزؤن اس لئے آگے اس نشہ و مستی و ناز و عجب و بطر و فرح کے مبانی کا ہیچ و باطل ہونا بتلاتے ہیں یعنی) تو (اس بے بنیاد) مستی سے (کہ نشہ ہے کمال وہمی کا) تجاوز کر اور جمع بنی ۱۲۱ (وہ مستی حاصل کر کہ تو دوسروں کو) مستی دینے والا ہو جا (دے اور وہ مستی حق ہے کہ اس مستی والے کی صرف صحبت سے بھی دوسروں میں عشق حق کا اثر ہوتا ہے بخلاف وہمی علوم کی مستی کے کہ ایسے شخص کی صرف صحبت سے دوسرے پر ان علوم کا کوئی حصہ بھی نہیں پہنچتا اور) اس تلون سے (جو کہ علوم فلسفہ میں پیش آتا ہے کہ ہمیشہ اس کے مسائل مقصودہ میں بھی مقدمات دلیل میں خدشات ظاہر ہوتے رہنے سے رائے بدلتی رہتی ہے پس اس تلون سے) تو اس (محبوب) کے استواء (وثبات) میں منتقل ہو جا (استواء کی اضافت محبوب کی طرف ادنیٰ ملابست سے ہی یعنی وہ استواء جو اس نے عنایت فرمایا ہے مطلب یہ کہ جب محبوب سے تعلق پیدا کر لے گا علماء و

www.besturdubooks.wordpress.com

عملاً تجھ کو ثبات عطا ہوگا جس میں تبدل نہیں ہوتا چنانچہ ظاہر ہے کہ اس دستور العمل کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے اور اسی طرح اس دستور العمل پر عمل کرنے سے جو علوم قلب پر منکشف ہوتے ہیں ان میں جو حصہ مقاصد کا ہے اس میں کبھی تغیر نہیں ہوتا کیونکہ وہ علوم مستند الی الوحی ہیں نصاً یا دلیلاً اور وحی متعین ہے اگر کہیں فروع میں اختلاف بھی ہے تو وہاں بھی یہ تعیین ہے کہ یہ اختلاف رحمت ہے اور قرب حق مقصود میں مخل نہیں پس وہ اختلاف بھی مثل لا اختلاف کے ہو گیا اور علوم فلسفیہ کے اختلاف میں خود مقصود ہی بدل جاتا ہے یہ تو ثبات علمی ہے اور ثبات عملی اس ثبات علمی کی تابع ہے جب علم متعین ہے تو عمل مطلوب بھی متعین ہے اور اختلاف فی الفروع کا شبہ یہاں بھی تقریر مذکور سے مندفع کر لیا جاوے پس جب ایسے علوم پر یہ مستی اور ناز مہمل ہے تو) تو کب تک اس مستی پست پر ناز کرے گا (چونکہ یہ علوم علوم سافلہ سے ہیں اس لئے ان پر جو مستی ہوگی اس کو بھی مستی پست کہا پس اس پر ناز ہی کیا کیونکہ) ایسے مست تو ہر گلی کوچہ میں بہتیرے (مارے مارے پھرتے) ہیں (چنانچہ کوئی مال پرست ہے کوئی جاہ پر کوئی اختیارات پر کوئی کسی صنعت و حرفت پر کوئی اپنے حسن و صورت پر کوئی پہلوانی اور قوت پر جن کو فلاسفہ بھی لاشئے سمجھتے ہیں کیونکہ یہ کمالات حقیقیہ نہیں ہیں پس واقع میں جب علوم فلسفیہ بھی کمال حقیقی نہیں تو ان علوم پر ناز کرنا اور ان امور مذکورہ پر ناز کرنا سب برابر ہوا وہ لغو ہے تو یہ بھی لغو ہے اگر کوئی کہے کہ جیسے ان دنیوی مستوں میں کثرت ہے تمہارے قول پر جیسا اوپر آیا ہے ہنگر آنہارا کہ مجنون گشتہ اند الخ اور اسی بناء پر منکر وجود مست حق کو جواب دیا تھا اے مزور چشم بکشا و ببین الخ مستان خدا میں بھی کثرت ہے پس اگر کثرت سے اس کو لاشئے کہا تو کثرت سے یہ بھی لاشئے ہوں گے اس کا جواب دیتے ہیں کہ اول تو ان میں اس طرح کی کثرت نہیں کیونکہ) اگر دونوں عالم بھی سر مستان یار سے پر ہو جاویں وہ سب مل کر ایک ہی ہوں گے اور وہ ایک خوار نہیں ہے (ایک ہوں گے باعتبار اتحاد مقصود و عدم تزاحم کے اور طالبان دنیا یا تو مقاصد مختلف رکھتے ہیں اور ہر شخص دوسرے کو اس کے مقصود کی طلب میں احمق بتا رہا ہے پھر جن کا مقصد بھی ایک ہے ان میں تزاحم ہوتا ہے جیسے دو طالب سلطنت مثلاً سو اول تو مستان حق میں ویسی کثرت نہ ہوئی اور جس کثرت کا حکم کیا تھا وہ باعتبار معنی لغوی کے ہے جو کہ منکر پر حجت ہونے کے لئے کافی ہے پھر اگر اس اتحاد سے قطع نظر کر کے کثرت ہی مان لی جاوے تب دوسرا جواب یہ ہے کہ) یہ مست (بحق) کثرت کے سبب خواری نہیں پاتا خوار کون ہوتا ہے جو تن پرست (اور) ناری (دوزخی) ہو (جواب تحقیقی یہی ہے پہلا جواب تو لطیفہ تھا مطلب یہ کہ ہم نے جو مستان دنیا کو خوار کہا کثرت کے سبب نہیں کہا بلکہ اس وجہ سے کہ بنائے مستی لغو ہے باقی ہم نے جو بر سر ہر کوی الخ میں ان کی کثرت کو پیش کیا تو لا من حیث الکثرۃ بلکہ بطور جواب الزامی کے اس حیثیت سے کہ ان امور پر مستی کرنے والوں کو جو کہ بہت کثرت سے ہیں یہ مدعیان فلسفہ جس بناء پر حقیر سمجھتے ہیں اور ان کی کثرت مانع تحقیر نہ ہوئی اور وہ بناء ان امور کا کمال نہ ہونا ہے وہی بناء مقتضی ہے ان فلاسفہ کے مستی کے حقیر ہونے کو پس قلت و کثرت کا اس میں کوئی دخل نہیں اور نہ کثرت مقتضی بے قدری کو بلکہ دیکھنا یہ چاہئے کہ وہ شے فی نفسہ اگر قابل قدر کے نہیں تو باوجود قلیل ہونے کے بھی بے قدر ہے اور اگر وہ فی نفسہ قابل قدر ہے تو باوجود کثرت کے بھی قابل قدر ہے چنانچہ آگے اس کی مثالیں ہیں کہ) اگر تمام عالم شعاع نور ماہ سے پر ہو گیا ہو (دیکھو اس نور میں اس وقت کثرت ہوئی لیکن) جو شخص (اس نور ماہ پر) فریفتہ ہو (اس کی نظر میں) بے قدری کب ہو سکتی ہے (اسی طرح) اگر تمام عالم نور آفتاب سے پر ہو گیا ہو تو بے قدر کب ہو سکتی ہے وہ حرارت (آفتاب خوش اشتعال کی (حالانکہ کثرت سے ہے پس اسی طرح اگر مستان حق میں کثرت ہے تو اس کثرت سے بے قدر ہونا لازم نہیں آتا یہاں تک شعر

www.besturdubooks.wordpress.com

کزرتا قضہائے دل ارنج سے جو کہ سرخی حوالہ کردن مرغ کے ذیل میں ہے مستانہ کلام تھا اور مستی ہی کی مدح اور اسی کے اکثر خواص وآثار کا بیان تھا چنانچہ شعر کزرتا قضہائے دل ارنج کی تمہید میں بندہ نے اس کی تصریح بھی کردی تھی اور اکثر اس لئے کہا کہ بعض خواص مشترکہ بین السکر والصحو کا بھی کہیں کہیں بیان ہوا ہے چنانچہ اشعار زیر شرح میں جو ایک شعر ہے ہر چہ غیر از شورش ارنج اس کی شرح میں اس اشتراک کی میں نے تصریح بھی کردی ہے لیکن زیادہ مضمون متعلق سکر کے ہے اس سے ممکن ہے کہ کسی کو شبہ ہو جاتا کہ یہ صحو سے بھی افضل وارفع ہے حالانکہ مقصود مولانا کا سکر کی مدح سے تفضیل اس کی ہے غفلت وانہماک فی الدنیا پر اس لئے آگے صحو کا ارفع ہونا فرماتے ہیں تا کہ ناظر ترقی کر کے سکر سے صحو کی طرف متوجہ ہو یعنی اگر صحو ہونے لگے تو اس کو تنزل نہ سمجھے اسی طرح اہل صحو کو اہل سکر سے ادون نہ سمجھے آگے یہی مضمون ہے۔)

لیک بایں جملہ بالا تر خرام	چونکہ ارض اللہ واسع بود و رام
لیکن باوجود اس تمام تر کے بالاتر چلو	چونکہ ارض اللہ واسع اور مسخر ہے
گرچہ ایں مستی چو باز اشہب ست	برتر از وے در زمین قدس ہست
اگرچہ یہ سکر مثل باز سفید کے ہے	ارض مقدسہ پر اس سے بھی بڑھ کر موجود ہے
مست زابرار و مقرب زوبہ است	بر مقرب شیر او چوں روبہ است
مست منجملہ ابرار کے ہے اور مقرب اس سے بہتر ہے	مقرب کے روبرو اس کا شیر روباہ کے مثل ہے
رو سرافیلے شو اندر امتیاز	دردمندہ روح و مست و مست ساز
جا اسرافیل ہو جا امتیاز میں	روح پھونکنے والا اور خود مست اور مست کرنے والا
مست راچوں دل مزاح اندیشہ شد	ایں ندانم واں ندانم پیشہ شد
صاحب سکر کا قلب جب ہزل اندیشہ ہو گیا	تو ایں ندانم اور آں ندانم اس کا پیشہ ہو گیا
ایں ندانم واں ندانم بہر چیست	تا بگوئی آنکہ میدانیم کیست
ایں ندانم اور آں ندانم کس غرض کے لئے ہے	تا کہ بتلا دو جس کو ہم جانتے ہیں وہ کون ہے
نفی بہر ثبت باشد در سخن	نفی بگزار و ز ثبت آغاز کن
نفی بغرض اثبات ہوتی ہے کلام میں	نفی کو چھوڑ اور اثبات کو شروع کر
نیست ایں و نیست آں ہیں واگزار	آنکہ آں ہست ست ہاں راپیش آر
ہاں نیست میں اور نیست آن کو چھوڑ دے	وہ جو کہ ہست ہے اس کو سامنے
نفی بگزار و ہماں مستی طلب	ترک و مطرب رابگو احوال شب
نفی کو چھوڑ اور اس مستی کو طلب کر	ترک اور مطرب کے رات کے حالات بیان کر

www.besturdubooks.wordpress.com

نفی بگزار و ہماں ہستی پرست	ایں بیاموزاے پدرزاں ترک مست
نفی کو چھوڑ اور اس ہستی کی پرستش کر	اے بابا اس کو اس ترک مست سے سیکھ لے

(ربط اوپر مذکور ہو چکا ہے یعنی گو تم نے سکر و مستی کی بہت مدح سنی لیکن اس کو مقصود مت سمجھنا وہ مدح محض الفاظ مجوبین کے لئے ہے جو اس سے بھی محروم ہیں باقی صحو اس سے بھی ارفع ہے اس کی طرف ترقی کا قصد کرو اسی کو فرماتے ہیں کہ گو سکر و غلبہ حال بھی ممدوح و محمود ہے) لیکن باوجود اس تمام تر (ممدوحیت و محمودیت کے (چونکہ مقصود نہیں اس لئے اس سے) بالاتر چلو (کہ وہ صحو ہے جو کہ سکر سے ارفع ہے) چونکہ ارض اللہ واسع اور (سالکین کے لئے) مسخر ہے (بمعنی ذلول یعنی کوئی چلے تو راہ دیتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ هو الذی جعل لکم الارض ولولاً الأية مراد ارض اللہ سے طریق سلوک ہے وھو الذی سماہ اللہ تعالیٰ صراط اللہ فی ایات عدیدۃ کقولہ تعالیٰ و انک لتھدی الیٰ صراط مستقیم صراط اللہ الذی لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض یعنی راہ سلوک سکر پر ختم نہیں ہوا اس میں بہت وسعت ہے چنانچہ اس سے آگے صحو ہے بلکہ پھر اس میں بھی مراتب مندرجہ ہیں کہ برابر سالک کو اس میں ترقی ہوتی جاتی ہے چنانچہ اس کے آثار مذکورہ فیما سیاتی مثل الجامعیۃ ونفع الخلق کا تفاوت اس کے تفاوت مراتب کی دلیل اور علامت ہے اور صحو دو وجہ سے ارفع ہے ایک اس لئے کہ صاحب صحو کی نظر جامع ہے کہ باوجود نظر الی الخالق کے حقوق خلق سے بھی غافل نہیں اور دونوں میں تمیز بھی کرتا ہے بخلاف صاحب سکر کے کہ ایک طرف نظر ہونے سے دوسری طرف کے حقوق سے قاصر رہتا ہے اور غلبہ حال میں امتیاز بھی نہیں کرتا دوسرے اس لئے کہ صاحب صحو سے دوسرے کو بھی نفع پہنچتا ہے بخلاف صاحب سکر کے کہ اپنے ہی کام کا ہے پس) اگرچہ یہ سکر (جس کی مدح کی گئی محمود و عزیز الوجود ہونے میں مثل باز سفید کے ہے (کہ نادر الوجود ہے اسی طرح یہ سکر بھی ہزاروں میں ایک ہی کو ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں زیادہ تو محجوبین ہی ہیں لیکن ارض مقدسہ پر (یعنی طریق سلوک میں) اس سے بھی ارفع (مقام) موجود ہے (اور وہ صحو ہے غرض) مست (یعنی صاحب سکر) یہ منجملہ ابرار کے ہے) اور (صاحب صحو مقرب ہے اور اس لئے یہ) مقرب (یعنی صاحب صحو) اس سے (یعنی صاحب صحو) اس سے (یعنی صاحب سکر سے کہ منجملہ ابرار ہے) بہتر ہے (اور ان دونوں میں اتنا تفاوت ہے کہ) مقرب کے روبرو اس کا شیر مثل روباہ کے ہے (یعنی اگر اہل سکر میں سے کوئی مثل شیر کے بھی ہو یعنی اپنی حالت میں (اقویٰ و اکمل ہو تب بھی صاحب صحو سے اتنا ادون ہے جتنا شیر کے روبرو روباہ اور اسی تفاوت بین الابرار والمقربین کی بناء پر مشہور ہے حسنات الابرار سیئات المقربین اور اس تفاوت بینہما کا ماخذ ارشاد حق ہے فاصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ الی قولہ والسابقون السابقون اولئک والمقربون الیٰ اخر الأيات اور صاحب صحو کی تفضیل کی جو وجہ اوپر مذکور ہوئی ہیں آگے اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ اے سالک سکر سے صحو کی طرف) جا (اور مثل) اسرافیل (کے) ہو جا امتیاز (بین مراتب الوجود) میں (اور اسرافیل ہی کی طرح) روح پھونکنے والا اور خود مست اور اپنی مستی کے ساتھ دوسرے کو) مست کرنے والا (ہو جا مصرعہ اول میں وجہ اول کی طرف اور مصرعہ ثانیہ میں وجہ ثانی کی طرف اشارہ ہے حضرت اسرافیل کا صاحب امتیاز ہونا ظاہر ہے کہ بحکم حق خلائق میں روح پھونکیں گے پس اس سے ان کا امتیاز بین الحق والخلق ظاہر ہے اور ان کا روح پھونکنا دوسروں کو نفع حیات پہنچاتا ہے اسی طرح صاحب صحو حیات معنویہ دوسروں کو بخشتا ہے اور صاحب صحو کو مست

www.besturdubooks.wordpress.com

کہنے میں اشارہ ہے کہ اثر سکر سے وہ بھی خالی نہیں کہ غایت اطاعت اور غایت محبت اسی پر مرتب ہے اس کو جذب بھی کہتے ہیں مگر فرق اس میں اور صاحب سکر میں یہ ہے کہ صاحب سکر مست ساز نہیں اور یہ مستی کے ساتھ مست ساز بھی ہے کہ دوسرے بھی اس کی صحبت تعلیم وتوجہ سے غایت اطاعت اور محبت سے فائز ہوتے ہیں اور یہ امتیاز اور حیات بخشی تو حالت صاحب صحو کی تھی آگے صاحب سکر کی حالت بتلاتے ہیں جس سے تفاوت ظاہر ہو کر حکم بالا شیر او چوں روبہ است ظاہر ہو جاوے یعنی) یعنی صاحب سکر کا قلب جب ہزل اندیشہ ہو گیا تو ایں ندانم اور آن ندانم اس کا پیشہ (یعنی حال وقال) ہو گیا (سب سے اچھا نسخہ مجھ کو مزاح اندیشہ معلوم ہوا اور مزاح کی تفسیر بوجہ غیر مقصود ہونے کے ہزل کے ساتھ کی گئی جو کہ مقابل ہے جد کا اور ترکیب ہزل اندیشہ کے معنی ہیں اندیشہ (وہزل ست یعنی فکر او چیزی ست کہ غیر مقصود ست اور اس غیر مقصود سے مراد نفی ہے ممکنات کی جو کہ غلبہ فنا وسکر میں قلب پر مستولی ہو جاتی ہے اور اس لئے ماسوی اللہ اس کے علم سے فنا ہو جاتا ہے جو کہ حاصل ہے ایں ندانم آں ندانم کا اور نفی ماسوی اللہ کا جو درجہ صاحب سکر کی نظر میں ہے یعنی بالکلیہ اس کے احکام کا مرتفع ہو جانا اس کا غیر مقصود ہونا اس سے ظاہر ہے کہ اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ خلائق کے ساتھ احکام واقعیہ کا تعلق ہی نہ ہو اور اس سے تمام احکام عقلیہ وشرعیہ کا انتفاء لازم آتا ہے۔ واللازم غير صحيح فالملزوم اے عدم تعلق الاحكام بالخلائق غير صحيح مثله فمنشأ هذا الملزوم يعنى عدم تعلق النظر بهذه الاحكام لايكون مقصوداً و هو المطلوب اور اس کو بعنوان مزاح تعبیر کرنے میں اشارہ اس طرف ہے کہ اہل سکر کی حالت اہل تمکین کی نظر میں ایسی ہے جیسے لایعقل بچوں کی کہ ان سے ان حالات وحرکات پر مزاح کیا جاتا ہے اور اس پر ہنستے ہیں یہ تو صاحب سکر کی حالت ہوئی کہ ناظر الی النفی الغیر المقصود ہے اور آگے صاحب صحو کی حالت مذکور ہوگی کہ ناظر الی الاثبات المقصود ہے اور مقصود مثل جد کے ہوتا ہے اور غیر مقصود مثل ہزل کے اور مقصود سے مرتبہ غیر مقصود کا ایسا ہی ادون ہے جیسا شیر کے سامنے روباہ پس صاحب سکر صاحب صحو کے مقابلہ میں اس ہزل اندیشہ ونفی پیشہ ہونے کے اعتبار سے ایسا ہو گیا کہ یہ حکم صحیح ہو گیا بر مقرب شیر او چون روبہ است اور اس شعر کا ندانم غیر ہے اس ندانم کا جو اس سے تیرہ شعر پہلے ہے چند گوئی می ندانم آں واں الی قولہ دین ندانمہات می دانم شود تا نمی بینم ہمی الخ کیونکہ وہ ندانم غفلت وانکار سے تھا جیسا وہاں بیان ہوا اور یہ ندانم فنا وسکر سے ہے جیسا یہاں بیان ہوا آگے مقصود ہونا اثبات کا مذکور ہے جس کی طرف صاحب صحو ناظر ہے پس فرماتے ہیں کہ) این ندانم اور آں ندانم (معلوم بھی ہے) کس غرض کے لئے ہے (آگے خود جواب دیتے ہیں کہ اس غرض کے لئے ہے) تا کہ تم بتلا دو کہ جس کو ہم جانتے ہیں وہ کون ہے (بہر چیست میں اشارہ اس طرف ہے کہ نفی بھی ایک درجہ میں مقصود ہے اسی واسطے اوپر بندہ نے نفی کے غیر مقصود ہونے میں یہ قید لگائی ہے کہ جو درجہ صاحب سکر کی نظر میں ہے الخ اور وہ درجہ اس کی مقصودیت کا مقصودیت بالغیر ہے اور وہ غیر جو کہ مقصود بالذات ہے اثبات ہے حق تعالیٰ کا آنکہ میدانیم کیست سے یہی مراد ہے مطلب یہ کہ اصل مقصود اثبات ہے حق تعالیٰ کا اور یہ اثبات گو فی نفسہ فطری ہے چنانچہ بعض اقوال اکابر کے اس پر بھی مشتمل ہیں تو یہ فطرت منافی نہ ہوگی استدلالیت کی لیکن جو فطرت سے کام نہ لے اس کے مقابلہ میں یہ اثبات استدلالی اور موقوف ہے دلیل پر اور دلیل اس کی وجود ممکنات ہے پس اگر ممکنات بالکلیہ منفی ہوں تو پھر کوئی دلیل ہی نہ رہے گی اسی طرح اگر بالکلیہ مثبت ہوں یعنی اپنے ثبوت میں کسی مثبت وصانع کے محتاج نہ ہوں کہ ثبات کامل ومستقل وہی ہے جو درجہ وجوب میں ہو تو بھی وہ دلیل نہ ہوگی ثبوت صانع پر دلیل علی الصانع بننے کے لئے ضرور ہوا کہ ممکنات کو من وجہ مثبت اور من وجہ منفی یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

درجہ وجود میں مثبت اور درجہ وجوب واستقلال میں منفی مانا جاوے تا کہ استدلال صحیح ہو سکے اور ممکنات کا اس درجہ میں سمجھنا اور ہر درجہ کے احکام اس پر مرتب کرنا یہ شان ہے صاحب صحو کی پس صاحب صحو ناظر ہوا اثبات حق کی طرف اور وہ موقوف ہے اثبات الممکنات من وجہ ونفیہا من وجہ پر اس لئے وہ بالکلیہ اس کی نفی نہیں کرتا اس کو یہ تفاوت ہوا صاحب سکر سے اوپر میں نے اسی کو کہا تھا کہ آگے صاحب صحو کی حالت ہے کہ ناظر الی الاثبات المقصود ہے پس صاحب صحو کو فضیلت ہوئی صاحب سکر سے آگے اشعار میں جو نفی کا غیر مقصود ہونا اور اثبات کا مقصود ہونا مذکور ہے اس سے یہی نفی واثبات مراد ہے جو مذکور ہوا جس کو فرماتے ہیں کہ) نفی بغرض اثبات ہوتی ہے (محقق کے) کلام میں (سو) نفی کو (بدرجہ مقصودیت بالذات) چھوڑ اور اثبات (کی بات) شروع کر (پس) نیست ایں اور نیست آن کو چھوڑ وہ جو ہست ہے اس کو سامنے لا (یعنی) نفی کو چھوڑ اور اسی ہستی (وجود مطلق) کو طلب کر (اور مثال کے لئے) ترک اور مطرب کے حالات شب کے بیان کر (جس کا قصہ عنقریب آتا ہے کہ وہ مطرب پر اس لئے خفا ہوا تھا کہ اس نے بہت سی نمیدانم نمیدانم چلائی تھی اور کہا تھا کہ آن بگوا ے گیج کہ میدانیش۔ می ندانم می ندانم درمکش) نفی کو (بدرجہ مقصودیت) چھوڑ اور اسی ہستی (مطلق) کی پرستش کر (کہ موقوف ہے اثبات حق پر) اے بابا اس کو اس ترک مست سے سیکھ کما قیل انظر الیٰ ماقال ولاتنظر الیٰ ماقال اور وہ اثبات نفی کی جس درجہ پر موقوف ہے وہ مخصوص ہے صاحب صحو کے ساتھ کما ذکر پس مطلوبیت صحو کی ثابت ہوگئی والحمد لله علی حل ذاک المقام العویص) اور یہاں احوال شب کہا ہے اور آگے سرخی میں صبوح ہے اور اس کے ذیل کے شعر میں سحر ہے وجہ تطبیق یہ ہو سکتی ہے کہ اخیر شب سے اس کی ابتدا ہوئی ہوگی اور نوبت صبح تک پہنچ گئی ہوگی پس سب مفہوم صادق آ گئے چنانچہ لفظ سحر اس وجہ جمع کا مؤید ہے)

استدعای امیر ترک مخمور مطرب را بوقت صبوح وتفسیر ایں حدیث کہ ان اللہ شرابا عدلا ولیآءہ اذا شربوا سکروا واذا سکروا طابوا الیٰ اٰخر الحدیث

مے درخم اسرار ازاں میجوشد تاهر که مجردست ازاں می نوشد قال الله تعالیٰ ان الابرار یشربون (الایه)

ایک مخمور ترک امیر کا گویئے سے صبح کی شراب کے وقت فرمائش کرنا اور اس حدیث کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شراب ہے جو اس کے دوستوں کے لئے تیار کی گئی ہے وہ جب اس کو پیتے ہیں مست ہو جاتے ہیں اور جب مست ہو جاتے ہیں پاکیزہ بن جاتے ہیں۔

اسرار کے خم میں شراب اس لئے جوش مارتی ہے تا کہ جو مجرد ہے وہ اسے پئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ابرار پئیں گے

ایں مے کہ تو میخوری حرام ست	ما مے نخوریم جز حلالے
یہ شراب جو تو پیتا ہے حرام ہے	ہم جائز شراب کے سوا نہیں پیتے ۔
جہد کن تا ز نیست ہست شوی	وز شراب خدای مست شوی
کوشش کر تا کہ تو نیست سے ہست بن جائے	اور خدا کی شراب سے مست بن جائے
اعجمی ترکے سحر آگاہ شد	وز خمار خمر مطرب خواہ شد
ایک ترک عجمی سحر کے وقت ہوش میں آیا	اور خمار شراب کے سبب طالب مطرب ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

مطرب جاں مونس مستاں بود	نقل وقوت وقوت مست آں بود
مطرب باطنی مونس مستان ہوتا ہے	نقل اور غذا قوت مست کی وہ ہوتا ہے
مطرب ایشاں را سوی مستی کشد	باز مستی ازدم مطرب چشد
مطرب ان کو مستی کی طرف کھینچتا ہے	پھر مستی کلام مطرب سے چاشنی لیتی ہے
آں شراب حق بداں مطرب برد	ویں شراب تن ازیں مطرب چرد
وہ شراب حق اس مطرب کی طرف لے جاتی ہے	اور یہ شراب تن اس مطرب سے غذا پاتی ہے
ہر دو گر یک نام دارد در سخن	لیک فرقست زیں حسن تا آں حسن
دونوں اگرچہ لفظوں میں ایک ہی نام رکھتے ہیں	لیکن اس حسن سے اس حسن تک فرق ہے
اشتباہے ہست لفظی در بیاں	لیک خود کو آسماں کو ریسماں
ایک لفظی اشتباہ درمیان میں ہے	لیکن تحقیق کہاں آسمان کہاں ریسمان
اشتراک لفظ دائم رہزن ست	اشتراک گبر و مومن درتن ست
اشتراک لفظ ہمیشہ رہزن ہے	گبر اور مومن کا اشتراک تن میں ہے
جسمہا چوں کوزہائے بستہ سر	تاکہ در ہر کوز چہ بود آں نگر
اجسام مثل ان کوزوں کے ہیں جن کا سر بندھا ہوا ہو	سو ہر کوزہ میں کیا چیز ہے اس کو دیکھو
کوزۂ آں تن پر از آب حیات	کوزۂ ایں تن پر از زہر ممات
کوزہ اس تن کا آب حیات سے پر ہے	کوزہ اس تن کا زہر ممات سے پر ہے
گر بمظروفش نظر داری شہی	ور بظرفش بنگری تو گمرہی
اگر تم اس کے مظروف پر نظر رکھو تو تم بادشاہ ہو	اور اگر اس کے ظرف کو دیکھو گے تو تم گمراہ ہو گے
لفظ را مانندۂ ایں جسم داں	معنیش را در دروں مانند جاں
لفظ کو اس جسم کی طرح سمجھو	اس کے معنی کو اس کے اندر مثل جان کے
دیدۂ تن دائماً تن بیں بود	دیدۂ جاں جان پرفن بیں بود
چشم ظاہری ہمیشہ تن کو دیکھنے والی ہوتی ہے	چشم باطنی جان پرہنر کو دیکھنے والی ہوتی ہے
پس زنقش لفظہائے مثنوی	صورتش ضال ست و ہادی معنوی
پس نقوش مثنوی کے جو الفاظ ہیں ان میں سے	ان کی صورت تو گمراہ ہے اور معنوی ہدایت کن ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در نبے فرمود کایں قرآں ز دل	ہادی بعضے و بعضے را مضل
قرآن میں فرمایا ہے کہ یہ قرآن قلب سے	بعض کا ہادی ہے اور بعض کا مضل ہے
اللہ اللہ چونکہ عارف گفت مے	پیش عارف کے بود معدوم شے
اللہ اللہ جب عارف لفظ مے کہے	عارف کے نزدیک معدوم کب شے ہو سکتا ہے
فہم تو چوں بادۂ شیطاں بود	کے ترا وہم مۓ رحماں بود
تیرا مفہوم چونکہ بادۂ شیطان ہوتا ہے	تو کب تجھ کو مے رحمان کا خیال ہو گا
ایں دو انبازند مطرب با شراب	ایں بداں وآں بدیں آرد شتاب
مطرب اور شراب یہ دونوں باہم مقترن ہیں	یہ اس کی طرف اور وہ اس کی طرف جلدی سے لے آتی ہے
پرخماراں از دم مطرب چرند	مطرباں شاں سوی میخانہ برند
پر خمار لوگ کلام مطرب سے حظ لیتے ہیں	مطرب ان کو میخانہ کی طرف لے جاتے ہیں
آں سر میدان وایں پایان اوست	دل شدہ چوی گوئی در چوگان اوست
وہ تو میدان کا آغاز ہے اور یہ اس کا ختم ہے	دل رفتہ مثل گیند کے اس کے چوگان میں ہے
در سر آنچہ ہست گوش آنجا رود	در سر ار صفراست آں سودا شود
دماغ میں جو کچھ ہوتا ہے کان ادھر ہی جاتا ہے	سر میں اگر صفرا ہو وہ سودا ہو جاتا ہے
بعد ازاں ایں دو بہ بیہوشی روند	والد و مولود آنجا یک شوند
اس کے بعد یہ دونوں بیہوشی کی طرف متجر ہو جاتے ہیں	والد اور مولود اس جگہ ایک ہو جاتے ہیں

(چونکہ ان اشعار میں اول قصہ ایک خمار کا شروع ہوا ہے پھر اس سے شراب حق کے مضمون کی طرف انتقال فرمایا ہے اس مجموعہ سے سرخی کا مفہوم واضح ہو جاوے گا قصہ یہ ہے کہ) ایک ترک عجمی سحر کے وقت (شراب کے نشہ اترنے سے) ہوش میں آیا اور خمار شراب کے سبب (جو کہ ہوش میں آنے کے بعد بھی دماغ میں باقی رہتا ہے) طالب مطرب ہوا (یعنی مطرب کی خواہش دل میں پیدا ہوئی تا کہ گانا سننے سے فرحت ہو اور خمار کی گرانی دفع ہو اور طالب ہونے سے یہ مراد نہیں کہ اس کو بلا لیا کیونکہ بیس اکیس شعر کے بعد ایک شعر میں ہے مطرباں راترک ما بیدار کرد پس بلانے کے بعد بیدار کرنے کے کوئی معنی نہیں آگے مولانا قصہ سے شراب باطنی یعنی محبت حق کے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ جس طرح مطرب ظاہری مستان ظاہری کا مونس ہوتا ہے اسی لئے وہ اس کے جویاں ہوتے ہیں اسی طرح) مطرب باطنی مونس مستان (باطنی) ہوتا ہے (اور) نقل اور غذا قوت مست (باطنی) کی وہ (مطرب باطنی) ہوتا ہے (اضافت قوت کی طرف قوت کے اس اعتبار سے ہے کہ قوت سے قوت بڑھتی ہے اور مراد مطرب باطنی سے مرشد ہادی الی المحبوب ہے اور مستان باطنی سے مراد محبان حق اور مستی باطنی اور اسی طرح شراب باطنی سے مراد محبت حق پس حاصل مضمون یہ ہوا کہ محبت حق سبب ہوتی ہے طلب مرشد کی

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ اس کی صحبت وتعلیم سے محبوب کے قرب ووصال کا طریقہ معلوم ہوتا ہے اور اس کو نقل وغذا سے تشبیہ دینا اس اعتبار سے ہے کہ انسان کو غذا کی بھی طلب ہوتی ہے اور اس میں اشارہ اس طرف ہوتا ہے کہ مرشد کی طلب ایسی اضطراری ہونا چاہئے جس طرح غذا کی طلب اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جب تک رجوع الی المرشد کا اس قدر شوق اور بے تابی نہ ہو پورا نفع نہیں ہوتا اور طالب حق اس لئے جویان مرشد کا ہوتا ہے کہ وہ) مطرب (یعنی مرشد) ان (مستان حق) کو مستی (باطنی) کی طرف کھینچتا ہے (جس طرح مطرب ظاہری کا گانا شراب خوار کے لئے سبب ہو جاتا ہے شراب کے مکرر تقاضا کا) پھر (وہ) مستی (جو مطرب باطنی کے فیض سے حاصل ہوئی ہے) الکلام مطرب سے چاشنی لیتی ہے (یہ اسناد مجازی ہے باسناد الفعل الی السبب یعنی وہ مست چاشنی لیتا ہے بسبب مستی کے یعنی پھر وہ دم مستی مطرب سے چاشنی لینے کا سبب بنتی ہے اور اس کے سننے کا تقاضا کرتی ہے۔ مطلب شعر کا یہ ہوا کہ مطرب تو مستی کی طرف لاتا ہے اور پھر مستی مطرب کی طرف لاتی ہے جس طرح شراب پی کر گانا سننے کو جی چاہتا ہے اور گانا سن کر شراب پینے کو جی چاہتا ہے اسی طرح صحبت وکلام مرشد سے محبت حق پیدا ہوتی ہے اور محبت حق سے بشوق ترقی قرب پھر مرشد کی صحبت وتعلیم ڈھونڈتا ہے پھر اس کی صحبت سے طرق قرب معلوم کر کے ان پر عمل کرنے سے محبت حق میں اور افزونی ہوتی ہے پھر پہلے کی طرح یہ محبت حق سبب ہوتی ہے مکرر رجوع الی المرشد کی وھکذا حتی یصل الی مقام التمکین لشارب اعتاد الخمر بحیث لا یسکرہ ولا یغلبہ آگے شراب ظاہری وشراب باطنی دونوں کے اثر کو بطور حاصل ماسبق کے ایک شعر میں ذکر فرماتے ہیں کہ حاصل یہ کہ) وہ شراب حق اس مطرب (باطنی) کی طرف لے جاتی ہے اور یہ شراب تن اس طرب (ظاہری) سے غذا پاتی ہے اس ترکیب کی حقیقت ابھی ازدم مطرب چشید کی شرح میں بیان کی گئی ہے آگے فرماتے ہیں کہ ہم جو مجازاً محبت حق کو شراب اور اسی طرح اس کے متعلقات کو متعلقات شراب کہہ دیا ان الفاظ پر نظر مت کرنا مراد اور معنی پر نظر کر کے فوائد علمیہ وعملیہ حاصل کرنا پس فرماتے ہیں کہ یہ) دونوں (شرابیں) اگرچہ لفظوں میں ایک ہی نام رکھتی ہیں لیکن (ان کی حقیقت میں ایسا فرق ہے جیسا) اس حسن سے اس حسن تک فرق ہے (اشارہ ہے ایک قصہ کی طرف جو دفتر چہارم میں ذکر کیا ہے کہ کسی شاعر نے ایک بادشاہ کی مدح میں کوئی قصیدہ کہا تھا وزیر نے دس ہزار دینار دلوا دیے تھے پھر بعد چندے دوسری بار قصیدہ لے گیا اس وقت دوسرا وزیر تھا اس نے پچیس دینار دلوائے تھے اور دونوں وزیر کا نام حسن تھا کذا فی الحاشیہ پس اسی طرح یہاں بھی محض ایک لفظی اشتباہ (دونوں شرابوں کے) درمیان میں ہے (کہ دونوں کو شراب کہہ دیا جس سے ناواقف کو احکام میں اشتباہ ہو گیا) لیکن (حقیقت میں) کہاں آسمان (اور) کہاں ریسمان (اگرچہ لفظاً بعضے حروف کے اعتبار سے کچھ تشابہ بھی ہے لیکن بڑا فرق ہے اسی طرح ان دونوں شرابوں کے احکام واقعیہ میں فرق عظیم ہے اور لفظ خود مصرعہ ثانیہ میں زائد ہے اور جس طرح یہاں اشتراک فی صورۃ اللفظ سبب ہو گیا غلط فہمی کا اسی طرح اشتراک لفظ (اور تشابہ فی الصورۃ) ہمیشہ (ہر جگہ) رہزن (اور غلطی میں ڈال دینے والا ہو جاتا) ہے (چنانچہ) گبر اور مومن کا اشتراک (بھی) تن میں ہے (جو کہ صورت ظاہرہ ہے ورنہ اوصاف باطنیہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے اور یہاں اشتراک لفظ سے مراد اشتراک اصطلاحی نہیں کیونکہ یہاں تو حقیقت ومجاز ہے بلکہ لغوی مراد ہے مومن وگبر میں اشتراک کا حکم اس کا قرینہ ہے پس مولانا کے اسی ارشاد کے موافق لفظ اشتراک کے اشتراک فی المعنی اللغوی والاصطلاحی سے غلطی میں مت پڑنا آگے اس مضمون کی توضیح ہے ایک تشبیہ سے بطور تفریع کے یعنی پس) اجسام مثل ان کوزوں (یعنی صراحیوں) کے ہیں جن کا سر بندھا ہوا ہو (یعنی منہ بند ہو) سو ہر کوزہ میں کیا چیز ہے اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھو (چنانچہ اس کو جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ) (ایک تن کا کوزہ تو آب حیات (یعنی کمالات اور محاسن) سے پر ہے (یعنی ایک شخص میں تو یہ صفتیں ہیں اور) دوسرے تن کا کوزہ زہر ممات (یعنی مفاسد مہلکہ) سے پر ہے (یعنی اس میں یہ ذمائم ہیں سو ظرف تو دونوں ایک طرح کے اور مظروف میں فرق پس) اگر تم اس کے مظروف پر نظر رکھو تو تم بادشاہ (یعنی سلطان تحقیق) ہو (اور احکام میں غلطی نہ کرو گے) اور اگر (محض) اس کے ظرف کو دیکھو گے تو گم کردہ راہ ہو گے (اور احکام میں غلطی کرو گے پس جس طرح اس مثال میں سمجھا کہ اجسام میں تشابہ اور اوصاف میں تخالف اسی طرح) لفظ کو اس جسم کی طرح سمجھو (اور) اس (لفظ) کے معنی (یعنی مراد) کو (خواہ حقیقی یا مجازی) اس (لفظ) کے اندر مثل جان کے (سمجھو جو کہ ایک تن میں اور صفات میں موصوف ہے اور دوسرے تن میں ان کے اضداد سے پس بعض جگہ لفظ متشابہ یا متحد ہوتے ہیں اور مراد میں متخالف ہوتے ہیں اور جس طرح) چشم ظاہری ہمیشہ تن کو دیکھنے والی ہوتی ہے (چنانچہ ظاہر ہے اور) چشم باطنی (یعنی عقل) جان پر ہنر کو دیکھنے والی ہوتی ہے (یہ بھی ظاہر ہے کہ کمالات باطنی کا ادراک چشم ظاہری سے نہیں ہوتا اس کے لئے مدرکات باطنیہ کی ضرورت ہے اسی طرح لفظ پرست ہمیشہ الفاظ پر نظر کرتا ہے اور طالب حقیقت متکلم کی مراد کو دیکھتا ہے اور احکام کو اس کے تابع کرتا ہے آگے اس مضمون پر ایک تفریع ہے کہ) پس (اسی طرح) نقوش مثنوی کے (مدلول) جو الفاظ ہیں ان (الفاظ) میں سے (جو) ان (الفاظ) کی صورت (محضہ کا مرتبہ ہے جس میں لحاظ نہ ہو معنی مراد کا گو مفہوم لغوی کا لحاظ ہو وہ تو اس قدر گمراہ کن اور گمراہی کا سبب ہے کہ گویا خود ہی) گمراہ ہے (یہ مبالغہ ہے کیونکہ غیر ذوی العقول پھر بالخصوص اعراض میں احتمال ضلال کا ممکن ہی نہیں) اور (ان الفاظ میں سے جو ان الفاظ کی صورت مع المعنی المراد کا مرتبہ ہے جس کو تلبس بالمعنی کے سبب معنی کہنا صحیح ہے تو وہ مرتبہ) معنوی ہادی (الی الحقائق) ہے (یعنی ان الفاظ کو بلا تحقیق معانی مراد کے دیکھا جاوے تو بہت مقامات پر خلاف قواعد شرعیہ نظر آویں گے اور اگر مع تحقیق معانی مراد دیکھا جاوے تو بالکل موافق قواعد شرعیہ معلوم ہوویں گے احقر کہتا ہے کہ مثلاً اسی دفتر کے جتنے اشعار کی شرح لکھی گئی ہے ان ہی کو ایک دفعہ قبل شرح دیکھنے کے دیکھا جاوے اور ایک بار بعد شرح دیکھنے کے تو اس مضمون مضل وہادی ہونے کی تصدیق ہو جاوے گی اور لفظ کی اضافت نقشہا کی طرف باعتبار ملابست دالیت ومدلولیت کے ہے کیونکہ نقوش دال ہوتے ہیں الفاظ پر اور ز لفظ میں جو ز حرف جارہ ہے یہ بمعنی منجملہ ہے اور اس کا مجرور بمعنی لفظ بمعنی الفاظ کے ہے حملاً علی الجنس اور صورتش کی ضمیر اسی لفظ کی طرف ہے اور ہادی معنوی میں بضرورت شعر تقدیم وتاخیر ہے یعنی معنوی مبتداء ہے اور معطوف ہے صورتش پر اور یہ دونوں متعاطفین دو مرتبے ہیں لفظ مذکور فی المصراع الاول کے یعنی الفاظ کا ایک مرتبہ تو صورت بلا معنی کا ہے جس کو صورتش سے تعبیر کیا ہے اور دوسرا مرتبہ صورت مع المعنی کا ہے جس کو معنوی سے تعبیر کیا ہے۔ ولم یشرح الشعر احد مثل هذا ولله الحمد آگے تائید ہے مثنوی کے مضل للبعض وهادی للبعض ہونے کی یعنی دیکھو) قرآن میں فرمایا ہے کہ یہ قرآن قلب (وفہم کے تفاوت سے) بعض کا ہادی ہے اور بعض کا مضل ہے (اور ز دل میں یہ بتلایا کہ قرآن فی نفسہ ہادی ہے مگر اس عارض سے بعض کے لئے سبب اضلال ہو جاتا ہے کہ سوء فہم وسقم قلب سے حقیقت کے جویان نہیں ہوتے پس اس سبب سے ثابت ہو گیا کہ محض الفاظ پر نظر نہ چاہیے تو ہم سے لفظ شراب سن کر غلط فہمی میں نہ پڑنا اور) اللہ اللہ (یہ تنبیہ کے لئے محاورہ ہے لفظ شراب سے یہ شراب مت سمجھنا کیونکہ متکلم عارف ہے اور) جب عارف لفظ شراب کہے (الماضی بمعنی المضارع لوقوعہ فی الشرط تو وہ شراب مراد نہ لے گا کیونکہ یہ شراب بوجہ ناپسندیدۂ حق ہونے کے گویا معدوم ہے اور) عارف کے نزدیک معدوم

www.besturdubooks.wordpress.com

کب شئے ہوسکتا ہے (بلکہ لاشئے ہوگا اور جب وہ شراب کے خواص بیان کررہا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کو شئے معتد بہ سمجھتا ہے اور یہ شراب محض لاشئے ہے پس یہ اس کی مراد نہ ہوگی البتہ اے قاصر النظر) چونکہ تیرا مفہوم (یعنی جو تیرے فہم میں آیا یہی) بادۂ شیطان ہوتا ہے تو کب تجھ کو ئے رحمان کا خیال ہوگا (یعنی تو نے تو جب سے آنکھ کھولی یہی شراب دیکھی تجھ کو کیا خبر کہ کوئی اور بھی چیز ہے جو ماسوی اللہ سے غافل کردینے میں اس شراب سے بھی تیز ہے یہاں تک لفظ شراب کے التباس کو رفع کردیا اب پھر مضمون سابق کی طرف رجوع کرتے ہیں مطرب ایشان راسوئے مستی الخ یعنی) یہ دو چیزیں باہم مقترن ہیں (یعنی) مطرب شراب کے ساتھ (مقترن ہے) یہ (یعنی شراب) اس کی طرف (یعنی مطرب کی طرف) اور وہ (یعنی مطرب) اس کی طرف (یعنی شراب کی طرف) جلدی سے لے آتی ہے (یعنی اس سے اس کا اور اس سے اس کا تقاضا اور میلان ہوتا ہے ظاہری شراب ومطرب میں بھی اور باطنی میں بھی کما ذکر فی کلیھما آگے شرح ہے اوپر کی یعنی) پر خمار لوگ (بوجہ اثر شراب کے) کلام مطرب سے حظ لیتے ہیں (اور) مطرب ان کو (اپنے کلام کے اثر سے) میخانہ کی طرف لے جاتے ہیں (فھذا جالب الیٰ ذلک و ذلک جاذب الیٰ ذاک غرض) وہ (یعنی مطرب) میدان کا شروع ہے اور یہ (یعنی میخانہ) اس (میدان) کا ختم ہے (اور) دل رفتہ (شخص) مثل گیند کے اس (مطرب) کے چوگان میں ہے (یعنی اس کا تابع ہے کہ اس نے شراب کی تعریف گائی تو یہ میخانہ کی طرف چلا گیا ہر چند کہ اوپر کلام مطرب مینوشی کو سبب شراب نوشی کا اور شراب نوشی کو سبب کلام مطرب نیوشی کا فرمایا ہے مگر یہاں آن سر میدان الخ میں صرف اول پر اکتفا کیا اور اس کے ساتھ کلام مطرب نیوشی کو سر میدان اور شراب نوشی کو پایان میدان فرمایا جس سے اول کا طریق اور دوسرے کا مقصود ہونا بتلا دیا پس اس میں ایک نہایت ضروری مسئلہ بتلایا ہے کہ گو دونوں امر میں یعنی محبت حق وصحبت مرشد میں ایسا تعلق ہے کہ ہر ایک سبب ہو جاتا ہے دوسرے کا لیکن پھر بھی دونوں ایک درجہ میں نہیں بلکہ محبت حق مقصود ہے اور صحبت مرشد محض طریق جس طرح اصل مقصود شرب ہے کیونکہ اس سے تولید ارواح کی ہوتی ہے جو بقاء شخص وبقاء نوع میں اصل مقصود ہے بخلاف سماع اغانی کے کہ اس تولید ارواح کے اسباب میں صرف معین ہے یہی وجہ ہے کہ شرب یا قام مقامہ بلا سماع اس غرض میں کافی ہوسکتا ہے اور سماع بلا شرب یا ما قام مقامہ اس غرض میں کافی نہیں ہوسکتا اسی طرح اگر محبت حق کہ اس کے لئے اطاعت لازم ہے میسر ہو جاوے گو ضعیف ہی سہی اور صحبت شیخ نصیب نہ ہو اصل قرب کے لئے کافی ہے اور اگر صحبت شیخ مگر محبت مع اللازم المذ کور نصیب نہ ہو تو کچھ بھی نہیں اور اس میں اصلاح ہے غالین کی کہ طریق میں اس قدر منہمک ہوتے ہیں کہ مقصود کو بھلا دیتے ہیں پس مصرعہ اولیٰ میں اس افراط کی اصلاح ہے اور مصرعہ ثانیہ میں ایک تفریط کی اصلاح ہے یعنی بعضے اس کو غیر مقصود سمجھ کر شیخ کا اتباع بھی کامل نہیں کرتے یعنی طرق سلوک میں خود رائی کرتے ہیں پس اس تشبیہ میں بتلا دیا کہ ایسی اطاعت کرو جس طرح چوگان کے سامنے گیند ہوتا ہے کیونکہ گو یہ خود مقصود نہیں مگر مقصود کا راستہ تو تم سے زیادہ جانتا ہے اس لئے طرق سلوک میں نہ کہ احکام حلال وحرام میں دربارۂ اطاعت شیخ کے اس قول پر عمل چاہئے۔

چون گزیدی پیر ہین تسلیم شو ہمچو موسیٰ زیر حکم خضرؑ رو

وللہ الحمد علیٰ ما افھمنی ھذا المقام ولا الفتخر بل التحدث بالنعمۃ من اللہ المنعام

آگے عود ہے مضمون شعر بالا)

فہم تو چوں بادۂ شیطان بود الخ کی طرف یعنی ہم تو ان اشعار میں مطرب وشراب سے باطنی معنیٰ مراد لیتے ہیں مگر تو جو لفظ

www.besturdubooks.wordpress.com

شراب سن کر یہی شیطانی شراب سمجھا تو وجہ اس کی یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ) دماغ میں جو کچھ ہوتا ہے کان ادھر ہی جاتا ہے (کان ادھر جانے کا مطلب یہ ہے کہ کان میں جب ویسا لفظ پڑتا ہے اسی معنی حاضر فی الذہن پر محمول کرتا ہے پس جس شخص کے خیال میں ظاہری شراب بسی ہوئی ہو جب وہ لفظ شراب سنے گا اسی معنی پر محمول کرے گا اور غلطی میں پڑے گا آگے اس غلط فہمی کی مثال ہے کہ) سر میں اگر صفرا ہو (جو کہ خلط صالح ہے مگر کوئی سبب اس کے فساد کا عارض ہو جاوے تو) وہ (فاسد و محترق ہو کر) سودا ہو جاتا ہے (جو کہ سبب ہو جاتا ہے خلل دماغ کا اور) بعد ازاں (یعنی بعد اس کے کہ وہ سودا ہو جاوے) یہ دونوں (یعنی صفرا و سودا) بیہوشی (یعنی بدحواسی و خلل دماغ) کی طرف منجر ہو جاتے ہیں (جیسا طب کا مسئلہ ہے اور) والد اور مولود (یعنی سبب و مسبب کہ صفرائے قابل احتراق و سودائے حاصل بعد الاحتراق ہیں) اس جگہ (یعنی خلل پیدا ہونے کے وقت) ایک ہو جاتے ہیں (یعنی ایک ہو کر خلل پیدا کر دیتے ہیں اسی طرح لفظ شراب بمعنی شراب حق دماغ میں پہنچا مگر قبل اس کے اس دماغ میں سبب فساد کا موجود تھا یعنی لفظ شراب کو صرف بمعنی شراب شیطان سمجھنا پس اس سبب فساد سے اس کے ذہن میں وہ لفظ شراب بالمعنی الحسن بھی فاسد ہو گیا یعنی محمول کر لیا گیا شراب بالمعنی القبیح پر جیسا صفرا سبب فساد سے سودا بن گیا تھا اور جب وہ معنی قبیح پر محمول کر لیا گیا تو وہ دونوں لفظ یعنی ایک لفظ شراب بالمعنی الحسن دوسرا لفظ شراب بالمعنی القبیح غلط فہمی و گمراہی کی طرف منجر ہو گئے اور دونوں اس کے ذہن میں ایک ہو کر موجب غلط فہمی ہو گئے اور یہ مضمون غلط فہمی کے سبب بن جانے کا گویا اعادہ ہے مضمون شعر بالا ہادی بعضے و بعضے را مضل کا واللہ اعلم آگے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف)۔

چونکہ کردند آشتی شادی و درد	مطرباں را ترک ما بیدار کرد
جب طرب اور درد نے صلح کی	مطربوں کو ہمارے ترک نے بیدار کیا
مطرب آغازید بیتے خوابناک	کہ انلنی الکاس یا من لا اراک
مطرب نے حالت خوابناکی میں ایک بیت شروع کی	کہ مجھ کو پیالہ دے اے وہ شخص جس کو میں نہیں دیکھتا
انت وجهي لا عجب ان لا اراه	غاية القرب حجاب و اشتباه
آپ بمنزلہ میرے رخ کے ہیں اس میں کچھ عجب نہیں کہ میں اس کو نہیں دیکھتا	غایت قرب حجاب اشتباہ کا ہے
انت عقلي لا عجب ان لم ارک	من وفور الالتباس المشتبک
آپ بمنزلہ میری عقل کے ہیں تو کچھ تعجب نہیں اگر میں آپ کو نہ دیکھوں	بوجہ غایت اشتباہ جال در جال کے
حيث اقرب انت من حبل الوريد	لم اقل يا يانداء للبعيد
چونکہ آپ حبل ورید سے بھی اقرب ہیں	تو میں نے کلمہ یا نہیں کہا کلمۂ یا ندائے بعید کے لئے ہے
بل اغالطهم انادي في القفار	کے لاکتم من معی ممن اغار
بلکہ میں ان کو مغالطہ دے رہا ہوں ویرانوں میں پکارتا ہوں	تاکہ اپنے ساتھی کو ان لوگوں سے چھپاؤں جس سے مجھے غیرت آتی ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	بشنو اکنوں نکتۂ صاحب تمیز
یہ کلام انتہا نہیں رکھتا اے عزیز	اب صاحب تمیز کا ایک نکتہ سن لو

www.besturdubooks.wordpress.com

(رجوع ہے قصہ ترک و مطرب کی طرف یعنی) جب طرب (شوق سماع) از ورود (یعنی گرانی خمار) نے صلح کی (یعنی دونوں مجتمع ہوئے اس وقت) مطربوں کو ہمارے ترک نے بیدار کیا (تا کہ گانا سنادیں اور ترک کی اضافت اپنی طرف اس اعتبار سے ہے کہ یہ اس کا قصہ بیان فرما رہے ہیں اور ممکن ہے کہ اس اعتبار سے ہو کہ مولانا کے اس قول سے کہ می ندانم در کمش نتیجہ نکالتے ہیں کہ اصلی مقصود اثبات ہے نہ کہ نفی اس اعتبار سے اس میں اور مضاف الیہ میں مناسبت ہوگئی چنانچہ جہاں اس کا یہ قول آوے گا وہاں بھی یہی اضافت ہے ترک ماراز پی حرارہ دل گرفت پس بیدار ہو کر) مطرب نے حالت خوابناکی میں (بوجہ اس کے کہ تازہ جگا ہوا تھا) ایک بیت شروع کی (پس خوابناک حال ہے ضمیر آغازید سے اور اس بیت کا مضمون یہ تھا) کہ مجھ کو (شراب کا) پیالہ دے اے وہ شخص جس کو میں (بوجہ بعید و غائب ہونے کے) نہیں دیکھتا (اور احقر کو اس جملہ میں کہ اس بیت کا یہ مضمون تھا دو امر بتلانا منظور ہیں ایک یہ کہ اشعار آئندہ جیسا کہ ان کے مضمون سے معلوم ہوگا مولانا کا قول ہے مطرب کا نہیں تو اس صورت میں مطرب کا قول صرف ایک مصرعہ رہ گیا تو اس کو بیت کس طرح کہا لفظ مضمون سے اس کا جواب ہو گیا کہ وہ پوری بیت ہوگی اس کا مضمون ایک مصرعہ میں تعبیر کر دیا دوسرا امر یہ کہ اس مطرب کی غزل آگے جو آتی ہے وہ فارسی ہے گل یا سوسنی الخ اور یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے عربی میں شروع کیا گو یہ محتمل ہو سکتا ہے کہ شروع کیا ہو ایک زبان میں اور پھر منتقل ہو گیا ہو دوسری زبان میں مگر خود ترک عجمی کے سامنے عربی کا پیش ہونا ہی بعید ہے اس کا جواب بھی لفظ مضمون سے نکل آیا کہ ممکن ہے وہ بھی فارسی ہو مگر اس کا یہ مضمون ہو اور دو امر اور اس مقام پر سمجھنا چاہئے ایک یہ کہ اس مضمون اور آئندہ مضمون نمیدانم میں کچھ تعارض نہیں بلکہ دونوں میں تناسب فی الجملہ ہے کہ وہاں اگر نمیدانم ہے تو یہاں ترجمہ لاأراک کا نمی بینم ہے اور اسی تناسب کی بنا پر یہاں سے چالیس شعر اوپر مولانا نے خود دونوں کو جمع کیا ہے۔

تانمی بینم ہمی بینم شود   ویں ندانمہات من دانم شود

اور اگر یہ تناسب فی الجملہ بھی نہ ہو تب بھی ایسا ہوتا ہے کہ غزل مقصود سے پہلے کسی دوسرے مضمون کے شعر سے شروع کرتے ہیں دوسرا امر یہ کہ مطرب کا مقصود اس قول لاأراک سے وہ رویت نہیں جو اشعار مابعد میں مذکور ہے جس میں خطاب محبوب حقیقی کو ہے جس کی عدم رویت کا سبب مغائر ہے مخلوق کی عدم رویت کے سبب سے بلکہ وہ عدم رویت ہے جو مخلوق سے متعلق ہے اور خطاب ہے محبوب مجازی کو مگر مولانا اس خطاب اور اس عدم رویت سے انتقال فرما کر اور قصہ کو چھوڑ کر آگے محبوب حقیقی کو خطاب اور اس کی عدم رویت کی بحث فرماتے ہیں یعنی اے محبوب حقیقی) آپ (غایت قرب میں) بمنزلہ میرے رخ کے ہیں (اس لئے) اس میں کچھ عجب نہیں ہے کہ میں اس (رخ) کو نہیں دیکھتا (جیسا کہ ظاہر ہے کہ انسان کو عادۃً اپنا چہرہ نظر نہیں آیا کرتا باوجودیکہ بہت ہی قریب ہے اسی طرح آپ باوجود بے حد قریب ہونے کے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید پھر نظر نہیں آتے آگے محبوب حقیقی کے نظر آنے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ خود) غایت قرب حجاب اشتباہ (یعنی اختفا) کا ہے (اس کو دوسرے محققین نے اس طرح کہا ہے کہ غایت ظہور کے سبب مخفی ہو گئے اور اس کی مثال دی ہے کہ جس طرح خفاش کی نظر سے آفتاب کے مختفی ہونے کا سبب اس کا غایت منور ہونا ہے کہ خفاش اس کا متحمل نہیں ہو سکتا چونکہ غایت قرب کو غایت ظہور بشرط صلاحیۃ المحل للظہور لازم ہے اس لئے غایت قرب کو بھی سبب کہنا صحیح ہوگا کیونکہ غایت قرب بوجہ ملزوم ہونے کے سبب ہوگا غایت ظہور کا اور غایت ظہور سبب ہوگا اختفاء کا اور سبب کا سبب سبب ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس غایت قرب بھی سبب ہو جاوے گا اختفا کا اور عند التامل غایت قرب یا غایت ظہور کو مانع رویت کہنا یہ ایک حکم ظاہری ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں تو مقتضی ہیں رویت کو جبکہ محل صالح للرویت ہو تو مقتضی کو مانع کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے بلکہ کلام کی حقیقت یہ ہے کہ باوجود مقتضی رویت کے رویت نہیں ہے بسبب ایک مانع قوی کے اور چونکہ وہ مانع بھی مقتضی کے ساتھ علی الدوام پایا جاتا ہے اس لئے تجوزاً اس عدم رویت کو اس مقتضی کی طرف مستند کر دیا کہ جس میں ایک ملابس کو دوسرے ملابس کے قائم مقام قرار دیا اور وہ مانع عدم ہے خاص واسطہ کا یعنی رویت کے لئے رائی اور مرئی کے درمیان بعض وسائط کی کہ وہ شرط رویت میں ضرورت ہوتی ہے اور ان واسطوں کے نہ ہونے سے رویت نہیں ہوتی ان میں سے ضیاء ہے اور ان میں سے قوت اور تحمل ہے رائی کا اور ان میں سے قابل رویت ہوتا ہے مرئی کا اور ان میں سے منتہی ہونا ہے شعاعوں کا مرئی تک ونحو ذلک مما لا یخفی پس عدم رویت کا تحقق جہاں ہوگا کسی شرط کے فوت ہونے سے ہوگا مثلاً آدمی جو اپنا چہرہ نہیں دیکھتا جس کا اس شعر میں ذکر ہے یا اپنی آنکھ نہیں دیکھتا جس کو میرزاہد نے ایک مثال میں اختیار کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ منتہیٰ شعاع کا نہیں یعنی شعاع اس پر نہیں واقع ہوتی اور مثلاً آدمی اپنی عقل کو نہیں دیکھتا جس کا شعر آئندہ میں ذکر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محل صالح للرویت نہیں اور مثلاً خفاش خورشید کو نہیں دیکھتا اس کی وجہ یہ ہے کہ رائی میں قوت و تحمل نہیں اور مثلاً اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں نہیں دیکھتا اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ رائی میں قوت و تحمل نہیں۔ یہ تو کلام تحقیقی ہے باقی ظاہری کلام میں متکلمین نے شرائط ابصار میں سے یہ بھی کہا ہے کہ مرئی نہ غایت قرب میں ہو اور نہ غایت بعد میں تو اس بناء پر غایت قرب کا مانع ہونا بھی ظاہراً صحیح ہو جاوے گا اور اس شرط عدم غایت قرب کو میری اس شرط کی طرف راجع کر سکتے ہیں کہ وہ مرئی منتہی شعاع کا ہو کیونکہ شعاع کے منتہیٰ ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شعاع کی نسبت اقرب نہ ہو پس حاصل اس شرط کا یہ ہوگا کہ مرئی واسطۂ رویت سے قریب نہ ہو تو باری تعالیٰ کے عدم رویت فی الدنیا کے دو سبب ہو جاویں گے ایک عدم تحمل بصر دوسرے اس کا واسطہ کی نسبت اقرب ہونا اور فی الدنیا کی قید اس لئے لگائی کہ آخرت میں رویت منصوص ہے سو وہاں بھی گو حق تعالیٰ کی اقربیت ایسی ہی ہوگی بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو جاوے گی اور یہ نہ ہوگا کہ وہاں واسطہ اقرب ہو جاوے بہ نسبت حق تعالیٰ کے بلکہ وہاں واسطہ ہی شرط نہ ہوگا اور اسی طرح حق تعالیٰ رائی کو تحمل بھی عطا فرماویں گے اور معتزلہ منکرین رویت فی الآخرۃ ان شرائط کو عقلی کہتے ہیں اور اہل حق عادی اس لئے اس عالم میں عادت بدلنے سے رویت واقع ہوگی آگے اس غایت قرب کے مانع ہونے کی اور مثال ہے کہ) آپ بمنزلۂ میری عقل کے ہیں (کہ غایت قریب ہے) تو کچھ تعجب نہیں اگر میں آپ کو نہ دیکھوں بوجہ غایت اشتباہ جال در جال (اس اشتباہ سے مراد بھی اختفاء ہے کہ اشتباہ مستلزم ہے اختفاء کو فاطلق الملزوم واريد به اللازم اور جال در جال یعنی شدید اور اس مصرعۂ ثانیہ میں اختفا کو سبب عدم رویت کا قرار دینے سے تعارض نہ سمجھا جاوے کہ اول یعنی سبب غایت قرب کے ساتھ کیونکہ غایت قرب سبب اختفاء کا ہے اور اختفاء سبب عدم رویت کا ہے پس عدم رویت کو کہیں سبب کی طرف منسوب کر دیا کہیں سبب السبب کی طرف اور بعض نسخوں میں مشتبک کی جگہ مشترک ہے اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ جو اختفاء مسبب عن غایت القرب سبب ہے عدم رویت کا وہ خاص نہیں باری تعالیٰ کے ساتھ تاکہ کوئی عقل پرست اس میں استبعاد سمجھے بلکہ مشترک ہے واجب و ممکن میں کہ بعض ممکنات کی عدم رویت بھی اسی سبب سے ہے جیسے وجہ کی عدم رویت یا عقل کی عدم رویت البتہ اس دوسری مثال میں دوسرا سبب بھی ماننا پڑے گا علاوہ غایت قرب کے اور وہ عدم قابلیت مبصریت ہے تو مشترک کہنے سے وہ استبعاد دفع ہو گیا آگے

www.besturdubooks.wordpress.com

اوپر کی نداء بکلمۂ یا کے متعلق ایک تحقیق کرتے ہیں جس میں ایک اشکال کا دفع ہے اور وہ ندائیہ ہے یا من لا اراک اور گو وہ منقول ہے مطرب سے مگر جب اس پر انہوں نے اپنا مضمون مبنی فرمایا تو گویا اس نداء کو بھی اپنی طرف منسوب کر لیا اور وہ اشکال یہ ہے کہ تم نے محبوب حقیقی کو کلمہ یا سے ندا کیا کہ موضوع ہے نداء بعید کے لئے تو اس میں اور حکم بالاقربیت میں تعارض ہوا اور یہ اشکال جار اللہ زمخشری کے قول پر ہے کہ وہ اس کو نداء بعید کے لئے کہتے ہیں پس اس کے جواب کے لئے اس نداء کی حکمت کی تحقیق کرتے ہیں کہ) چونکہ آپ حبل ورید سے بھی اقرب ہیں تو میں نے کلمۂ یا (بقصد نداء) نہیں کہا (کیونکہ) کلمۂ یا نداء بعید کے لئے ہے بلکہ (اس کلمہ موہمہ قصد نداء سے مقصود میرا دوسرا ہے اور وہ یہ ہے کہ) میں عام لوگوں کو مغالطہ میں ڈالتا ہوں (عام سے مراد محرومین و منکرین یعنی ان کو مغالطہ دینا مقصود ہے کہ وہ نداء کو مقصود سمجھ کر منادی کو بعید سمجھیں اور غفلت میں رہیں اور ان کو معرفت نصیب نہ ہو اور اسی لئے محبوب حقیقی کو) جنگلوں میں پکارتا پھرتا ہوں (تاکہ جیسے میرے قول یا سے انہوں نے بعد محبوب کا گمان کیا میرے اس فعل سے بھی اسی کا گمان ہو کہ اگر محبوب قریب ہوتا تو یہ جنگلوں میں کیوں ڈھونڈتا (اور مغالطہ اس لئے دیتا ہوں) تاکہ میں ایسے شخص کو جس کو میرے ساتھ محبت (وغایت قرب) ہے ایسے شخصوں سے پوشیدہ رکھوں جن سے میں غیرت (اور رشک) کرتا ہوں۔ (کما قال العارف الشیرازی

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

یہ تو حل تھا اشعار کا باقی اب یہ بات رہ گئی کہ مامور بہ و محبوب عند المحبوب تو یہ ہے کہ دوسروں کو بھی اس کی معرفت کی دعوت دی جاوے نہ یہ کہ کتمان کیا جاوے بلکہ ایہام و تلبیس کو استعمال میں لایا جاوے جواب یہ ہے کہ یہاں دو مرتبے ہیں ایک دعوت ناس الی الحق باللسان دوسری تمنی قبول ناس للحق بالجنان سو دعوت مذکورہ تو ہر حال میں ہر شخص کے لئے عام ہے یہاں اس کی نفی مقصود نہیں اور تمنی مذکور ہر حال میں ہر شخص کے لئے نہیں ہے بلکہ جب معلوم ہو جاوے کہ فلاں شخص فی علم اللہ مردود و مطرود ہے اس وقت مطیعان حق بوجہ رضا بالقضا اسی پر راضی اور بعض اوقات اسی کے متمنی بھی ہونے لگتے ہیں کہ وہ شخص مردود و مطرود رہے۔ قال تعالیٰ حاکیاً عن موسیٰ علیہ السلام ربنا اطمس علیٰ اموالھم و اشدد علیٰ قلوبھم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم وقال تعالیٰ حاکیا عن نوح علیہ السلام رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفاراً وقال تعالیٰ امراً لنوح علیہ السلام انہ لن یؤمن من قومک الا من قد امن فلا تبتئس بما کانوا یفعلون واصنع الفلک باعیننا ووحینا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون وقال تعالیٰ حاکیا عن شعیب علیہ السلام فکیف اسیٰ علی قوم و کفرین وقال تعالیٰ امراً لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم واصبر وما صبرک الا باللہ ولا تحزن علیھم و غیر ذلک من النصوص التی لا تحصیٰ پس مقصود مولانا کا یہی ہے کہ میں بھی اس کا متمنی ہوں کہ معاندین و مختومین فی علم اللہ کو معرفت نصیب نہ ہو پس اصل مقصود تو یہ ہے اسی مقصود کو اغالط اور اغارسے تعبیر فرما دیا اور اس تمنی میں غیرت بالمعنی الحقیقی ہونا تو لازم ہے کیونکہ محبوب کی مشیت معلوم ہونے کے بعد اس کے خلاف کی تمنا کرتے ہوئے غیرت آتی ہے باقی اغالطہم میں مجاز ہے کیونکہ یہ تمنی بعض مواد میں فی الجملہ سبب ہو جاتی ہے مغالطہ کا پس اس میں اطلاق المسبب وارادۃ السبب ہے اور گو کسی کا بالتعیین و بالیقین مطرود ہونا صاحب وحی کو معلوم ہوسکتا ہے لیکن غیر صاحب وحی کو کلیاً تو یہ تمنی ممکن ہے کہ جو خدا کے علم میں مطرود ہو وہ مطرود ہی رہے اور اگر اس کلام کو مستانہ کہا جاوے تو یہ اخیر کا اشکال ہی واقع نہیں ہوتا کہ ایہام کو استعمال

www.besturdubooks.wordpress.com

میں لانا خلاف دعوۃ مامور بہا ہے لان السکر عذر لاھل الحال اسی طرح اگر کلمہ یا کو عام لیا جاوے نداء للقریب وللبعید کے لئے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے تو پہلا اشکال واقع نہ ہوگا کہ اس نداء اور حکم بالا قربیت میں تعارض ہوا تو مولانا کا یہ کلام اسی پرمبنی ہوگا کہ مولانا کے نزدیک زمخشری کا مذہب مختار ہوگا اور اگر مولانا کے نزدیک بھی جمہور کا مذہب مختار کہا جاوے تو اس مقام کی دوسری تقریر کی جاسکتی ہے اور اس تقریر پر نداء للبعید میں نداء کو بنا بر خبریت مرفوع نہ پڑھیں گے بلکہ منصوب بنا بر مفعول لم اقل کے کہیں گے اور معنی یہ ہوں گے چونکہ آپ اقرب من حبل الورید ہیں۔ اس لئے میں نے جو یامن لا اداک کہا ہے اور اسی طرح انت وجھی میں بقرینہ نداء سابق ایسی ہی نداء مقدر ہے یعنی یا محبوبی اور اسی طرح انت عقلی میں بھی تو میرا یہ یا کہنا بغرض و بطور نداء بعید کے نہیں یعنی ناظر اشتراک یا للقریب والبعید سے شبہ نہ کرے کہ شاید یہ نداء للبعید ہو سو ایسا نہیں ہے بلکہ میں نے یہ کلمہ یا نداء قریب کے لئے استعمال کیا ہے باقی یہ بات کہ پھر ایسا کلمہ کیوں نہ استعمال کیا جو مخصوص ہوتا واسطے نداء قریب کے سو اس کی وجہ تنگی کلام ہے چنانچہ یامن کی جگہ بہت آسانی سے اے من وزن میں آسکتا تھا اور نہ اس کی وجہ اتفاق یا ذہول ہے بلکہ قصداً یہ کلمہ مشترک لایا ہوں تا کہ اس کے اشتراک سے معاند و منکر کو مغالطہ ہو اور وہ سمجھے کہ منادی محتمل البعد ہے اور یقینی اقرب نہیں اور یہ مغالطہ غیرت کے سبب دیتا ہوں آگے پھر وہ سب اوپر والی تقریر سے آگے غیرت کے مضمون کی مناسبت سے ایک حکایت خاندان نبوت کے بیان کرنے کی تمہید ہے یعنی یہ کلام متعلق بالا قربیت حق تعالیٰ) انتہا نہیں رکھتا اے عزیز (کیونکہ یہ صفات حق میں سے ہے اور صفات کے مباحث و اسرار غیر متناہی ہیں وھو الذی قال تعالیٰ قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مدداً اس لئے اس کے غیر متناہی ہونے کے سبب اس کو مختصر کر اور مضمون غیرت کے متعلق) اب صاحب تمیز (یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ایک نکتہ (یعنی ایک مضمون لطیف) سن لو (کہ وہ مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت غیوریت کے متعلق ہے جس کا آئندہ قریب اس مصرعہ میں ذکر ہے از غیوری رسول رشک ناک اور آخر قصے کے اس مصرعہ میں بھی او نہ بیند من ہمی بینم ورا اور یہی وجہ ارتباط ہے اس قصہ کی مضمون مذکور سے۔

فائدہ:۔ قصہ آئندہ و مضمون بالا کے ارتباط کے متعلق ایک سوال و جواب سمجھنے کے قابل ہے سوال یہ ہے کہ ان دونوں کا ارتباط موقوف ہے دونوں مضمونوں کے تطابق پر اور ظاہراً تطابق مفقود ہے کیونکہ خلاصہ قصہ کا یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نابینا کے آنے کے وقت بہ سبب غیرت نبویہؐ کے حجاب میں ہو گئیں کہ میری نگاہ اس نابینا پر نہ پڑے تو حاصل اس کا یہ ہوا کہ محبوب کی غیرت مقتضی اس کو ہے کہ اس کا محبّ کسی دوسرے کو نہ دیکھے اور اشعار بالا کا حاصل یہ ہے کہ محبّ کی غیرت اس کو مقتضی ہے کہ اس کے محبوب کو کوئی نہ دیکھے۔ کما ھو مصرح فی قولہ کے لاکتم من معی ممن اغار تو تطابق نہ ہوا پھر ارتباط اور تائید بھی نہ ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ تطابق کے لئے ایک واسطہ لازمہ کے اعتبار کی ضرورت ہے اور وہ واسطہ اور اس کا لزوم چونکہ خفی نہیں اس لئے اس کا مذکور نہ ہونا مضر و مخل مقصود نہیں پس اس کے اعتبار کے بعد تقریر مقام کی یہ ہے کہ اس غیرت میں اصل غیرت محبوب کی ہے کہ اس کا محبّ کسی دوسرے کو نہ دیکھے اور یہ غیرت حاصل ہے قصہ کا تائید اس کی کہ محبوب کو اس التفات الی الغیر پر غیرت اس حدیث سے ہوتی ہے ان سعداً لغیور وانا اغیر منہ واللہ اعلم منی و من غیرتہ حرم الفواحش ماظھر منھا وما بطن تحریم فواحش کا سبب غیرت الٰہیہ کو ٹھہرایا اور فواحش کا حاصل ایک خاص درجہ کی توجہ ہے عبد کی غیر محبوب کی طرف اور اس غیرت مذکورہ کو عادۃً یہ لازم ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اگر مدعیٔ محبت کسی دوسرے کو دیکھے تو پھر محبوب یہ چاہتا ہے کہ پھر وہ مجھ کو یعنی محبوب کو نہ دیکھے اور یہ غیرت وہ واسطہ لازمہ ہے اور چونکہ محب صادق تابع ارادہ محبوب ہوتا ہے اس لئے ایسے ناظر الی الغیر کے لئے وہ محب صادق بھی چاہتا ہے کہ وہ ناظر الی الغیر محبوب کو نہ دیکھے اور یہ غیرت حاصل ہے اشعار بالا کا اور من اغار سے ظاہر ہے کہ یہی محرومین ومعاندین مراد ہیں جیسا کہ اس شعر کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے پس یہاں تین غیرتیں ہیں غیرت اولیٰ جو حاصل ہے قصے کا مستلزم ہے غیرت ثانیہ کو اور غیرت ثانیہ مستلزم ہے غیرت ثالثہ کو جو حاصل ہے شعر بالا کا پس غیرت ثانیہ واسطہ ہے استلزام الاولیٰ للثالثہ میں پس غیرت متضمنہ اشعار کی لم بیان کرنے کے لئے یہ قصہ لائے ہیں یعنی محب احتجاب محبوب کو جو چاہتا ہے اس کا سبب اور اصل خود غیرت محبوب ہے جس کا مظہر یہ محب ہے اور حدیث مذکور سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اور سعدؓ کی غیرت کو فرو اور غیرت الٰہیہ کو اصل فرمایا کما یدل علیه السیاق اور غیرت ثانیہ میں جو محب صادق کے ارادہ عدم النظر الی المحبوب کو ناظر الی الغیر کے ساتھ خاص کہا ہے اس میں عشق حقیقی وعشق مجازی متمائز ہیں یعنی عشق مجازی میں یہ رشک عام ہے قانع علی المحبوب کو بھی یعنی وہ اپنے ساتھ کسی کی شرکت پسند نہیں کرتا بخلاف عشق حقیقی کے کہ وہ قانع علی المحبوب کی شرکت کے لئے خود کوشش کرتا ہے اور میرے نزدیک راز اس میں یہ ہے کہ مجازی میں شرکت سے محبوب کی توجہ بوجہ انقسام کے کم ہو جاتی ہے اور حقیقی میں انقسام تو محال ہے اور اس کوشش میں امتثال امر بھی ہے اس سے توجہ محبوب کی اور زائد ہو جاتی ہے اس لئے شریک پر حسد نہیں ہوتا۔

آمدن ضریر در خانہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وگریختن عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از پیش ضریر وگفتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کہ چہ می گریزی کہ او ترا نمی بیند وجواب دادن عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم را

نابینا کا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آنا اور نابینا کے سامنے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھاگنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ کیوں بھاگتی ہے؟ وہ تجھے نہیں دیکھتا ہے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا

اندر آمد پیش پیغمبرؐ ضریر	کاے نوا بخش تنور ذاہر خمیر
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا آئے	کہ اے سامان بخشنے والے تنور کے ہر قسم کے خمیر سے
اے تو میر آبؑ من مستقیم	مستغاث المستغاث اے ساقیم
اے حضرت آپ پانی کے سردار ہیں اور میں طالب آب ہوں	فریاد ہے فریاد ہے اے میرے ساقی
چوں در آمد آں ضریر از در شتاب	عائشہؓ بگریخت بہر احتجاب
جب وہ نابینا دروازہ سے آئے تو جلدی سے	حضرت عائشہؓ پردہ میں جانے کے لئے بھاگیں
زانکہ واقف بود آں خاتون پاک	از غیوری رسولؐ رشک ناک
کیونکہ واقف تھیں وہ پاک بی بی	رسول غیور صلے اللہ علیہ وسلم کی غیوری سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ زیبا تر بود رشکش فزوں	زانکہ رشک از ناز خیزد یا بنوں
جو شخص جتنا زیادہ زیبا ہوتا ہے اس کا رشک زیادہ ہوتا ہے	کیونکہ رشک ناز سے پیدا ہوتا ہے اے بیٹو
گندہ پیراں شوی را قماد ہند	چونکہ از زشتی و پیری آگہ اند
بڈی بڑھیاں شوہر کو کنیزک دے دیتی ہیں	چونکہ بدصورتی اور بڑھاپے سے آگاہ ہیں
چوں جمال احمدیؐ در ہر دو کون	کے بدست اے فریز دانیش عون
جمال احمدیؐ کے برابر دونوں عالم میں	کب ہوا ہے اے مخاطب نور الٰہی ان کا معین ہے
نازہای ہر دو کون او را رسد	غیرت آں خورشید صدتو را رسد
دونوں عالم کے نازوں کا آپ کو استحقاق پہنچتا ہے	رشک اس صد درجہ خورشید کو پہنچتا ہے
کاندر افگندم بکیواں گوی را	درکشید اے اختراں ہی روی را
کہ میں نے زحل پر گیند پھینکا ہے	اے ستارو خبردار اپنا منہ چھپا لو
در شعاع بے نظیرم لاشوید	ورنہ پیش نور من رسوا شوید
میری شعاع بے نظیر میں تم معدوم ہو جاؤ	ورنہ میرے نور کے سامنے رسوا ہو گے
از کرم من ہر شبے غائب شوم	کے روم الانمایم کہ روم
بوجہ کرم کے میں ہر شب غائب ہو جاتا ہوں	میں کب جاتا ہوں لیکن دکھلاتا یہی ہوں کہ میں جا رہا ہوں
تا شما بے من شبے خفاش وار	پر زناں گردید گرد ایں مطار
تا کہ تم بدوں میرے شب کے وقت خفاش کی طرح	پرواز کر لو اس محل طیران کے گرد
ہمچو پاؤساں پرے عرضہ کنید	باز مست و سرخوش و معجب شوید
مثل طاؤسوں کے پروں کو پیش کر لو	پھر مست اور سرخوش اور خود پسند ہو لو
بنگرید آں پای زشت از امتیاز	ہمچو طارق کو بود شمع ایاز
قوت امتیازیہ سے وہ پائے زشت بھی دیکھ لو	اس گنفش کی طرح کہ وہ ایاز کی شمع تھی
رونمایم صبح بہر گوشمال	تانگردید از منی زاہل شمال
صبح کے وقت گوشمالی کے لئے جمال دکھلاتا ہوں	تا کہ تم کبر کے سبب اصحاب الشمال سے نہ ہو جاؤ
ترک آں کن کہ درازست ایں سخن	نہی کردست از درازی امر کن
اس کو ترک کرو کیونکہ یہ مضمون دراز ہے	نہی فرمائی ہے تطویل سے ان امر فرمانے والے نے

www.besturdubooks.wordpress.com

امتحان کردن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کہ چہ پنہاں می شوی پنہاں مشو چوں اعمیٰ ترانمی بیند تا پدید آید کہ عائشہ رضی اللہ عنہا از ضمیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم واقف ست یا خود مقلد گفت ظاہر ست

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کا امتحان کرنا کہ کیوں چھپتی ہے؟ نہ چھپ کیونکہ نابینا تجھے نہیں دیکھتا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی بات سے واقف ہیں یا ظاہری بات کی مقلد ہیں

گفت پیغمبرؐ برائے امتحاں	او نمی بیند ترا کم شو نہاں
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور امتحان کے فرمایا	کہ وہ تو تم کو نہیں دیکھتے تو پھر پردہ نہ کرو
کرد اشارت عائشہؓ بادستہا	او نمی بیند من ہمی بینم و را
حضرت عائشہؓ نے ہاتھوں سے اشارہ کیا	کہ وہ تو نہیں دیکھتے میں تو ان کو دیکھ سکتی ہوں

فما کنیزک کذانی الغیاث فرمعنی نور کذانی الغیاث۔

ربط کی تقریر اوپر کے اشعار کے ختم پر مذکور ہوئی یعنی) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا (صحابی) آئے (اور آ کر عرض کیا) کہ اے سامان بخشنے والے تنور کے ہر قسم کے خمیر سے (یعنی تنور میں جتنی قسم کی روٹیاں لگتی اور نکلتی ہیں وہ آپ ہی کے سامان سے مہیا ہوئی ہیں مطلب یہ کہ تمام اقسام اغذیہ روحانیہ کے قاسم بعطاء حق آپ ہی ہیں کما قال صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی اور) اے حضرت آپ پانی (بانٹنے) کے سردار ہیں اور میں طالب آب ہوں (پانی کے لئے) فریاد ہے فریاد ہے اے میرے ساقی (مثل شعر بالا کے یہاں پانی سے مراد بھی روحانی آب حیات ہے اور مصداق اس آب و طعام کا علوم و معارف ہیں غرض یہ کہتا ہوا وہ نابینا آیا اور) جب وہ نابینا دروازہ سے آیا تو جلدی سے حضرت عائشہؓ پردہ میں جانے کے لئے بھاگیں (ممکن ہے کہ نابینائی کے سبب آنے والے نے استیذان کی حاجت نہ سمجھی ہو ورنہ آواز سن کر پردہ میں ہو جائیں اب ان کو آتا ہوا دیکھ کر چھپ گئیں) کیونکہ واقف تھیں وہ پاک بی بی رسول غیور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیوری سے (کہ اگر بیٹھی رہوں گی تو آپ کو ناگوار ہوگا آگے غیرت کا ایک منشا طبعی بیان فرماتے ہیں کہ) جو شخص جتنا زیادہ زیبا (صورت) ہوتا ہے اس کا رشک (بمعنی غیرت) زیادہ ہوتا ہے کیونکہ رشک (موجبات) ناز (یعنی حسن و جمال) سے پیدا ہوتا ہے اے بیٹو (یعنی اس کو یہ ناگوار ہوتا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کی طرف توجہ کی جاوے چنانچہ اس کی دلیل عادی یہ ہے کہ) سڑی بڑھیا (اپنی) شوہر کو کنیزک (صحبت کے لئے) دے دیتی ہیں) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو گوارا کرتی ہیں) چونکہ (اپنی) بدصورتی اور بڑھاپے سے آگاہ ہیں (اس سے معلوم ہوا کہ رشک خاص ہے زیبائی کے ساتھ جب یہ ثابت ہوا تو ظاہر ہے کہ) جمال احمدی کے برابر دونوں عالم میں کب (کسی کا جمال) ہوا ہے اے مخاطب نور الٰہی انکا معین ہو یا معین ہے (فھو دعاء او خبر و علی التقدیرین اس میں اشارہ ہے آپ کے سبب کمال و جمال کی طرف یعنی وہ نور حق

سے مستفاد ہے سو جب نور قمر صرف شمس سے مستفاد ہونے پر ایسا ہے سو جو نور حق سے مستفاد ہوگا اس کا کیا کہنا جب ایسا حسن ہے تو) دونوں عالم کے نازوں کا آپ کو استحقاق پہنچتا ہے (یا تو یہ معنی ہیں کہ دونوں عالم کے اہل حسن میں جتنا ناز ہے ان سب کا تنہا آپ کو استحقاق ہے یا یہ معنی ہیں کہ دونوں عالم میں ناز کرنے کا آپ کو حق ہے اور جب آپ کا یہ ناز اور حسن کا یہ انداز ہے اور بقدر حسن کے غیرت ہوتی ہے تو) رشک (کا حق بھی) اس صد درجہ خورشید کو پہنچتا ہے (مراد اس سے ذات مقدسہ نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ حسن ممکن کے تمام مراتب کو جامع ہیں گویا آپ سو درجہ کے خورشید ہیں پس اس لئے آپ غیور تھے اور اس غیوری کے سبب حضرت عائشہ چھپ گئیں آگے مقولہ حالیہ ہے اس خورشید صد تو کا جو کہ متفرع ہے کمال حسن پر) کہ میں نے (غایت حسن سے) زحل پر (یعنی مقام رفیع پر) گیند پھینکی ہے (یعنی حسن میں درجہ علیا رکھتا ہوں اس کنایہ کی وجہ یہ ہے کہ اہل ہیئت کے قول پر زحل فلک سابع پر ہے افلاک سیارات میں کہ وہی کواکب عظام ہیں اس سے ارفع کوئی نہیں اور جب میں ایسا مقام رفیع حسن کا رکھتا ہوں تو) اے ستارو خبردار اپنا منہ چھپا لو (اور بعض نسخوں میں بجائے ہے کے زدہ ہے مخفف زود کا یعنی جلدی منہ چھپا لو چنانچہ خورشید کا خاصہ بھی ہے کہ اس کے طلوع کے وقت باقی ستارے مستور النور ہو جاتے ہیں یہی مضمون آگے بھی ہے کہ) میری شعاع بے نظیر میں تم (بمنزلہ) معدوم (کے) ہو جاؤ ورنہ (یعنی اگر اپنا نور تم نے ظاہر کیا تو) میرے نور کے سامنے رسوا ہو گے (یعنی جو شخص تمہارے نور کو میرے نور سے موازنہ کرکے دیکھے گا وہ تمہارے نور کو حقیر سمجھے گا۔ پس میرے سامنے اپنا نور ظاہر نہ کیا کرو البتہ جب میں چلا جایا کروں اس وقت اگر اپنا نور ظاہر کرو مضائقہ نہیں چنانچہ تمہاری ہی رعایت سے) بوجہ کرم کے (جو کہ مقتضی ہوتا ہے ضعفا کی رعایت کو) میں ہر شب غایت ہو جاتا ہوں (اور اس وقت) میں (آسمان سے یا عالم سے بالکل) کب جاتا ہوں (چنانچہ ظاہر ہے کہ شب کو زمین کے اس طرف ہو جاتا ہے) لیکن (ظاہر نظر میں) دکھلاتا یہی ہوں کہ میں جا رہا ہوں تاکہ تم بدوں میرے شب کے وقت خفاش کی طرح (ذرہ) پرواز کر لو اس محل طیران کے گرد (چونکہ کواکب کو خفاش سے اور شعر آئندہ میں طاؤس سے تشبیہ دی اس لئے اس کے لوازم طیران اور پر اور پاؤں ثابت کئے مطار سے مراد حصہ جو یعنی فضا کا کہ مسافت طیران خفاش بھی ہے اور محل انعکاس اشعۂ کواکب بھی اور ذرہ) مثل طاؤسوں کے پروں کو پیش کر لو (یعنی حسن کو ظاہر کر لو کیونکہ طاؤس کا حسن پر میں ہوتا ہے اور) پھر (پر دکھلانے کے وقت) مست اور سرخوش اور خود پسند ہو لو (مگر اس وقت بھی دفع عجب کے لئے تم کو چاہئے کہ) قوت امتیاز یہ ہے (یعنی عقل سے کہ آلۂ امتیاز بین الخیر والشر ہے ذرہ) وہ پائے زشت بھی دیکھ لو اس کفش (کہنہ) کی طرح کہ وہ ایاز کی شمع تھی (اور ایاز اس کو دیکھا کرتا تھا تاکہ عجب اور احسان فراموشی نہ ہو شمع سے تشبیہ اس لئے دی کہ شمع بوجہ نورانی ہونے کے سبب امتیاز بین الخیر والشر ہوتی ہے اسی طرح چارق بھی ایاز کے لئے آلہ تھا امتیاز بین الکبر والتواضع کے لئے سوچا ہے تو تم ہی کو کہ اپنے عیوب واقع عجب کو دیکھو لیکن میں تمہارے دیکھنے کا منتظر نہیں رہتا بلکہ خود ہی) صبح کے وقت (تمہاری) گوشمالی (وتنبیہ بر غلطی) کے لئے (اپنا) جمال دکھلاتا ہوں تاکہ (تمہارا کبر جاتا رہے اور) تم کبر کے سبب اصحاب الشمال (یعنی اہل نار) سے نہ ہو جاؤ (یہ سب مقولہ ہے خورشید کا بزبان حال اور شاید اس میں مولاناؒ کا مقصود علاوہ اظہار حسن و جمال نبویؐ کے اس طرف بھی اشارہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے کمالات حسن ظاہری و باطنی کے ظاہر فرمائے ہیں حکمت اس میں علاوہ ہمارے تصحیح عقائد کے ہماری یہ اصلاح بھی ہے کہ ہم کو اپنے کمالات پر ناز نہ ہو جاوے اگر کبھی ایسا وسوسہ ہو تو آپ کے کمالات کو دیکھ لیا کریں ورنہ آپ کی کوئی مصلحت اس اظہار پر موقوف نہیں باقی حضورؐ کے اظہار پر اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

وسوسہ افتخار کا ہو تو حضورؐ نے ایسے مضامین کے ساتھ لافخر فرما کر اس وسوسہ کو دفع فرما دیا ہے آپ تو مخاطب اول اما بنعمۃ ربک فحدث کے ہیں اور شعر ہر کہ زیاتر بود الخ کی تمہید میں جو منشاء میں طبعی کی قید لگائی وہ اس لئے کہ غیرت کا ایک منشا شرعی بھی ہے اور وہ امر ہے حق تعالیٰ کا اور اتصاف ہے اخلاق الٰہیہ کے ساتھ وقد ورد فی الحدیث واللہ اغیر منی کما قد ذکر قبیل عنوان آمدن ضریر الخ آگے تمہید ہے رجوع بقصہ کی یعنی) اس (مضمون) کو (بالفعل) ترک کرو کیونکہ یہ مضمون دراز ہے (کیونکہ محاسن نبویہؐ اس کثرت سے ہیں کہ احصاء ان کا متعسر ہے گو متعذر یعنی محال نہ ہو اور جن کے محاسن کا یہ ذکر ہے خود انہوں نے) نہی فرمائی ہے تطویل (کلام یا تطویل محاسن) سے ان امر فرمانے والے نے (مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کا صاحب امر و صاحب ارشاد ہونا ظاہر ہے اور آپ کا نہی فرمانا تطویل کلام سے مطلقاً اور اسی طرح اپنی مدح میں مبالغہ کرنے سے بھی نہی فرمانا حدیثوں میں مصرح ہے قال علیہ السلام ان من فقہ المرأ قصر الخطبۃ وقال علیہ السلام قولوا قولکم او بعض قولکم وقال علیہ السلام لاتفضلونی علی موسیٰ علیہ السلام وقال علیہ السلام لاینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی ونحوھا اور عنوان امر کن میں اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے کہ جس طرح تطویل سے آپ نے نہی فرمائی ہے اسی طرح بلاتطویل ذکر کمالات کا امر بھی فرمایا ہے چنانچہ خود کمالات بھی بیان فرمائے اور روایات کی تبلیغ کا امر بھی فرمایا جس سے مطلوب ثابت ہو گیا اور درود شریف کی کثرت خود مامور بہا ہے اور اس کثرت کو تطویل نہ سمجھا جاوے تطویل سے مراد اطراء ہے جس کا ایہام مولانا کو اپنے کلام میں محسوس ہوا ہو گا اس لئے ترک کرنا تجویز کیا ہے اور عجب نہیں لفظ دراز میں اشارہ اس طرف بھی ہو کہ طویل ہے مگر غیر متناہی بالفعل نہیں کہ لامتناہی بالفعل کمالات کی خواص واجب تعالیٰ سے ہے احقر نے دراز کی تفسیر میں نفی تعذر سے اس کو ترجمہ میں بھی ظاہر کر دیا ہے اور سرخی آمدن ضریر کے قبل کے شعر میں پایان ندارد جس کے حقیقی معنی ہیں غیر متناہی بالفعل شاید اس لئے لایا گیا ہو کہ وہاں ذکر تھا صفات حق کا اور وہ غیر متناہی بالفعل ہیں چنانچہ وہاں اس کی تفسیر اسی کے ساتھ احقر نے کی ہے اور اگر کہیں مولانا کے کلام میں متناہی بالفعل کے لئے پایان ندارد وغیرہ آیا ہے تو وہ محمول ہو گا معنی مجازی پر اب قصہ بیان فرماتے ہیں کہ) پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور امتحان کے (حضرت عائشہؓ سے) فرمایا کہ وہ تو تم کو نہیں دیکھتا تو پھر پردہ نہ کرو (اور ظاہر ہے کہ یہ فرمانا امتحانا ہی ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کی صفت غیوریت خود مقتضی احتجاب صدیقہؓ کو ہے پس جواب میں) حضرت عائشہؓ نے ہاتھوں سے (آنکھوں کی طرف) اشارہ کیا کہ وہ (گو مجھ کو) نہیں دیکھتا (مگر) میں تو اس کو دیکھتی ہوں (تو میرا اس کو دیکھنا بھی تو امر منکر ہے اور ہاتھوں سے اشارہ کرنے میں کمال احتجاب ہے کہ آواز کا بھی پردہ رکھا)۔

فائدہ:۔ قصہ ختم ہو گیا باقی یہ قصہ میری نظر سے نہیں گزرا البتہ سنن میں ایک دوسرا قصہ تو آیا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ اور میمونہؓ ایک روز حضورؐ میں حاضر تھیں حضرت ام مکتومؓ نابینا نے حاضری کی اجازت چاہی تو آپ نے دونوں کو پردہ میں چلے جانے کا حکم فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں آپ نے فرمایا کہ کیا تم بھی نابینا ہو کیا تم ان کو نہیں دیکھو گی فقط سو اگر مثنوی والی حدیث بھی ثابت ہو تو ظاہراً دونوں میں تعارض کا شبہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کو تو خود پردہ کا حکم فرمایا اور حضرت عائشہؓ نے جو خود پردہ کیا تو ان کو منع فرمایا مگر جواب خود شعر مثنوی میں مذکور ہے یعنی حضرت عائشہؓ کو جو فرمایا مقصود اس سے امتحان تھا ان کے فہم کا چنانچہ امتحان میں وہ کامیاب ہوئیں)۔

غیرت عقل ست بر خوبی روح	پر ز تشبیہات و تمثیل اے نصوح
عقل کو غیرت ہے روح کے حسن پر	جو کہ تمثیلات اور تشبیہ سے پر ہے اے صاف و خالص

www.besturdubooks.wordpress.com

باچنیں پنہانی کیں روح راست	عقل بروے ایں چنیں رشکیں چراست
باوجود اس قدر اخفاء کے کہ اس روح کو ہے	عقل اس پر اس قدر رشک ناک کیوں ہے
ازکہ پنہاں می کنی اے رشک خو	آنکہ پوشیدست نورش روی او
تو کس سے مخفی کر رہی ہے اے رشک خو	ایسے کو کہ اس کے نور نے اس کے چہرہ کو پوشیدہ کر رکھا ہے
میرود بے روی پوش ایں آفتاب	فرط نور اوست رویش را نقاب
یہ آفتاب بدوں روپوش کے چل رہا ہے	اس کا فرط نور ہی اس کے چہرہ کا نقاب ہو رہا ہے
ازکہ پنہاں می کنی اے رشک ور	کافتاب ازوے نمی بیند اثر
کس سے پنہاں کر رہی ہے اے رشک ناک	کہ آفتاب بھی اس کا کوئی اثر نہیں دیکھتا
رشک ازاں افزوں ترست اندر تنم	کز خودش خواہم کہ ہم پنہاں کنم
رشک تو اس سے بھی زیادہ ہے میرے اندر	کیونکہ میں اپنے سے بھی اس کو پنہاں کرنا چاہتی ہوں
زآتش رشک گراں آہنگ من	باد و چشم و گوش خود در جنگ من
آتش غیرت شدید کے سبب سے میرا لشکر	مع اپنی دونوں چشم اور گوش کے میری جنگ میں ہے
چوں چنیں رشکے ستت ایجان و دل	پس دہاں بربند و گفتن را بہل
جب تجھ کو ایسا رشک ہے اے جان و دل	بس منہ بند کر لے اور کہنا ہی چھوڑ دے
ترسم ار خامش کنم آں آفتاب	از سوی دیگر بدر اند حجاب
میں ڈرتی ہوں اگر خاموشی کروں وہ آفتاب	دوسری طرف سے حجاب پھاڑ ڈالے
در خموشی گفت ما اظہر شود	کہ ز منع آں میل افزوں تر شود
خاموشی میں ہمارا گفتن زیادہ ظاہر ہو جاوے گا	کہ منع کرنے سے وہ میل زیادہ ہوتا ہے
گر بغرد بحر غرش کف شود	جوش احببت یان اعرف شود
اگر سمندر جوش میں آوے تو اس کا جوش کف ہوتا ہے	جوش احببت ان اعرف کا سبب ہو جاتا ہے
حرف گفتن بستن آں روزن ست	عین اظہار سخن پوشیدن ست
کچھ الفاظ کہہ دینا اس روزن کا بند کر دینا ہے	خود اظہار سخن۔ مخفی کرنا ہے
بلبلانہ نعرہ زن بر روی گل	تا کنی مشغول شاں از بوئے گل
بلبلوں کی طرح روئے گل پر نعرہ لگا	تاکہ ان کو بوئے گل سے دوسری طرف مشغول رکھے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بقل مشغول گردد گوش شاں	سوی روی گل نپرد ہوش شاں
تاکہ قل کی طرف ان کے کان مشغول رہیں	روئے گل کی طرف ان کا ہوش نہ پہنچے
پیش ایں خورشید کہ بس روشن ست	در حقیقت ہر دلیلے رہزن ست
اس خورشید کے سامنے جو کہ بہت ہی زیادہ روشن ہے	حقیقت میں ہر ایک دلیل رہزن ہے

(ان اشعار سے مقصود حق تعالیٰ کا ظاہر اور باطن ہونا اور اس کے ظہور کا عین بطون ہونا ہے اس کو ایک خاص شاعرانہ عنوان سے بہ پیرایہ سوال و جواب بیان کیا ہے اور اسی عنوان خاص کے اعتبار سے اس کا ماقبل سے ارتباط بھی ہے کیونکہ حکایت ضریر کے قبل کے اشعار میں دو مضمون متناسب مذکور تھے ایک محبوب کا اختفا بوجہ غایت قرب محبوب کے دوسرا محب کی جانب سے محبوب کا اخفاء بوجہ غایت غیرت محب کے اور مضمون ثانی کی مناسبت سے حکایت مذکور ہوئی تھی۔ اب ان اشعار میں ان ہی دونوں مضمون کے عنوان سے مقصود کو یعنی ظہور و بطون حق تعالیٰ کو بیان کرتے ہیں جن میں غایت قرب کو سبب کہنا حقیقۃ التعلیل ہے اور غیرت کو سبب کہنا حسن التعلیل ہے اور گو اول کے دو شعر میں لفظ روح سے متوہم ہوتا ہے کہ یہاں روح کے بطون و ظہور کا بیان ہے مگر بعد کے تمام اشعار اس پر منطبق نہیں ہوتے ان میں صریح الفاظ ایسے مذکور ہیں جن کا حق تعالیٰ ہی کے افعال و صفات سے تعلق ہو سکتا ہے اور تاویل بعید کر کے روح پر منطبق کرنا قریب تحریف ہے کلام کی مثلاً پوشید ست نورش روئے او اور مثلاً فرط نور اوست رو بش را نقاب اور مثلاً از سوے دیگر بدراند حجاب اور مثلاً جوش احببت بان اعرف شود اور یہ سب سے زیادہ صریح ہے اور مثلاً در حقیقت ہر دلیلے رہزن ست نیز اس قدر شدت سے محجب مطلق ہونا جیسا ان اشعار میں مذکور ہے روح کے لئے صحیح بھی نہیں کیونکہ کشف سے اس کا مشاہدہ و ظہور ہو جاتا ہے اور واجب تعالیٰ پر محمول کرنے میں صرف اول کے دو شعر میں صرف لفظ روح میں تاویل کرنا پڑے گی جو کہ بعید بھی نہیں یعنی بمعنی محی استعارۃً لے لیا جاوے گا کیونکہ روح سبب ہے حیات کا اور حق تعالیٰ معطی ہے حیات کا پس " ن یات کو سبب حیات سے تشبیہ دیکر اس پر روح کا اطلاق کر دیا اور ایسی تشبیہ کی صحت خود منصوص قرآنی ہے مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح جس طرح بہت سے اشعار میں اے جان سے خطاب کیا ہے جو ترجمہ ہے روح کا اور اس تعبیر میں ایک نکتہ مناسب مقام وہ بھی ہو سکتا ہے جو بعض محشین نے اس طرح لکھا ہے وتو دانستہ کہ آنحضرت حق را سبحٰنہ از راہ رشک و غیرت بروح تعبیر میفر مایند و اسرار او بیان می نمایند تا غیر عارف برآں اطلاع نیابد ادھاب شرح اشعار لکھتا ہوں) عقل کو (جو دریغ ہے اظہار کہ حق تعالیٰ سے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو) غیرت (آتی) ہے روح (یعنی حیات بخش عالم) کے حسن پر (کہ اس کا اظہار نہیں چاہتی یہ حسن التعلیل ہے کیونکہ اصل وجہ تو یہ ہے کہ اس کو خود ہی اس کا انکشاف نہیں چنانچہ آگے مصرح ہے کہ خودش خواہم کہ ہم پنہاں کنم اور اس حسن التعلیل میں گویا ادعاء ہے اسکا کہ اگر بفرض محال عقل پر اس کی کنہ منکشف بھی ہوتی تب بھی بسبب غیرت کے وہ اظہار نہ کرتی آگے روح کی ایک صفت ہے یعنی ایسے حیات بخش کے حسن پر اس کو غیرت ہے) جو کہ تمثیلات و تشبیہ سے پرے ہے اے صاف و خالص (عقل کے اس خطاب میں اشارہ ہے کہ اس حکم کے سمجھنے کے لئے صفاء و خلوص ذہن کی ضرورت ہے اور روح بالمعنی المعلوم کو پر تمثیلات سے کہنا مجاز ہے اور مراد اس کلام کا پر ہونا ہے۔ جس میں روح کے احکام بیان کئے جاویں اور اس صفت میں اشارہ ہے طریق اخفاء کی طرف مطلب یہ ہے کہ عقل جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات کو تمثیل و تشبیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے واضح کرتی ہے کیونکہ ایضاح کا یہی طریقہ اقرب الی عقول العامہ ہے اور اسی وجہ سے قرآن مجید اور کلام انبیاء علیہم السلام میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ قال تعالیٰ وجاء ربک و قال تعالیٰ الا ان یاتیھم اللہ وقال اللہ تعالیٰ مثل نورہ کمشکوٰۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل ربنا تبارک و تعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا و قال علیہ السلام واللہ فوق ذلک الحدیث ای السموات والعرش وقال علیہ السلام لو ولیتھم الحبل الی الارض السفلیٰ لھبط علی اللہ و غیر ذلک من الآیات والروایات سو سامع تو سمجھتا ہے کہ اس سے ایضاح مقصود ہے اور واقع میں وہ عقل بوجہ غیرت کے اس طریق سے اخفاء کا قصد کر رہی ہے تاکہ محبوب ان ہی تمثیلات میں مقید رہ کر حقیقت تک نہ پہنچے تو ظاہر میں تو یہ طریق ایضاح کا ہے مگر عقل نے اس کو اخفاء کے لئے اختیار کیا ہے آگے اپنے نفس کو خطاب کر کے بطور تعجب کے اس کے متعلق ایک سوال کرتے ہیں کہ) باوجود اس قدر اخفاء کے کہ اس روح (الارواح وجان جان) کو (حاصل) ہے (اور وہ یہ اخفاء ہے کہ کسی طرح انکشاف تام یعنی ظہور بالکنہ کا احتمال ہی نہیں چنانچہ اپنے محل میں ثابت ہو چکا ہے لایحدولا یتصور (باوجود اس کے پھر) عقل اس پر اس قدر رشک ناک (اور غیور) کیوں ہے (کہ اخفاء کی تدبیریں کرتی ہے جیسے تشبیہ و تمثیل مذکور بالا یعنی اگر احتمال ظہور تام کا ہوتا تو خیر غیرت کے سبب اہتمام اخفاء عجیب نہ تھا مگر اب تو اس قدر غیرت کی ضرورت ہی نہیں آگے اپنے نفس کے خطاب سے التفات کر کے خود عقل کو خطاب اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ) تو کس سے مخفی کر رہی ہے اے رشک جو (یعنی غور) ایسے (محبوب حقیقی) کو کہ اس کے نور (یعنی غایت ظہور) نے (خود) اس کے چہرہ (یعنی وجہ بمعنی الذات) کو پوشیدہ کر رکھا ہے کما قد ذکرنی شرح شعرانت وجھی لا عجب ان لا اراہ غایۃ القرب حجاب الاشتباہ یعنی جب وہ اپنے نور ہی میں مستور ہے تو پھر اہتمام ستر کی کیا حاجت ہے کہ مقصود بدوں اہتمام ہی کے حاصل ہے اور یہی معنی ہیں اس کے کہ اس کا ظہور خود اس کا بطون ہے جس کا ذکر تمہید اشعار میں کیا گیا ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) یہ آفتاب (یعنی نور حقیقی) بدوں (کسی) روپوش (یعنی حجاب) کے چل رہا ہے نظیرہ حدیث اتیتہ ھرولۃ فلا استبعاد فیہ اور) اس (آفتاب) کا فرط نور ہی اس کے چہرہ کا نقاب (وحجاب یعنی ساتر) ہو رہا ہے (اس کی تقریر اوپر گزر چکی اور آفتاب سے اس صفت میں بھی تشبیہ ہے کہ خفاش سے اس کا اختفاء بسبب غایت ظہور وانجلاء ہی کے ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) کس سے پنہاں کر رہی ہے (اس محبوب کو) اے (عقل) رشک ناک (آگے صفت ہے پنہانی کی یعنی پنہانی بھی اس درجہ کی) کہ آفتاب بھی اس کا کوئی اثر نہیں دیکھتا (باوجودیکہ وہ ہر جگہ پہنچتا ہے اور باوجودیکہ تمام اہل ابصار کے ابصار کی وہ شرط اور آلہ ہے اور وہ خود اس صفت میں مشہور ہے کہ غایت نور سے چشم خیرہ اس کے ادراک سے عاجز ہو جاتی ہے مگر ایسا آفتاب خود اس کے دیکھنے سے خیرہ اور عاجز محض ہے تو اس کی پنہانی بہت ہی شدید ہوئی۔ آگے عقل بزبان حال جواب دیتی ہے کہ) رشک تو (جتنا تم سمجھے ہوئے ہو) اس سے بھی زیادہ ہے میرے اندر کیونکہ (تم کو تو میرا رشک اتنا ہی معلوم ہے کہ میں اس کو اوروں سے مخفی رکھنا چاہتی ہوں اور میری حالت رشک کی یہ ہے کہ) میں اپنے سے بھی اس کو پنہاں کرنا چاہتی ہوں (چنانچہ یہ حکم بھی ظاہر ہے کہ جس طرح عقل اوروں سے اس کی حقیقت بیان نہیں کر سکتی وہ خود بھی اس کی حقیقت نہیں جانتی بخلاف بعض ذوقیات ووجدانیات کے کہ خود اس کی کنہ ادراک کر لیتی ہے اور دوسروں کو نہیں سمجھا سکتی مگر حضرت حق کی کنہ نہ تو خود جانتی ہے اور نہ دوسروں کو بتلا سکتی ہے چنانچہ لایحلو لایتصور میں دونوں کی نفی ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) آتش غیرت شدید

www.besturdubooks.wordpress.com

کے سبب سے (خود) میرا لشکر (محال قوئی مدرکہ کا) مع اپنی دونوں چشم و گوش (یعنی قوئی مدرکہ) کے میری جنگ (ومخالفت) میں ہے جمع محل ۱۲ منہ (یعنی مثلاً میرا چشم و گوش وغیرہ حواس ظاہرہ اور حس مشترک وخیال وغیرہ حواس باطنہ کہ محل ہیں قوئی مدرکہ کے اور ان میں جو قوئی مدرکہ حال ہیں جیسے ابصار و سمع وغیرہما اور یہ سب لشکر عقل اس لئے ہیں کہ حواس کو جواسیس عقل کہا گیا ہے غرض یہ سب میرے مخالف ہیں یعنی جو ان کا اصلی کام ہے کہ ادراکات میں میرے معین ہوا کرتے ہیں اس ادراک میں میری اعانت نہیں کرتے خلاصہ یہ کہ نہ عقل بلا واسطہ اس کو ادراک کرتی ہے اور یہ حاصل تھا شعر بالا کا اور نہ بواسطہ ادراک کرتی ہے اور یہ حاصل ہے اس شعر کا۔ اسی مضمون کو حضرت قلندرؒ کے کلام میں اور انداز سے ادا کیا گیا ہے۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم　　　گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

اور آہنگ بمعنی لشکر غیاث میں لکھا ہے آگے دوسرا سوال ہے عقل سے یعنی) جب تجھ کو ایسا رشک ہے اے جان و دل (مراد اس سے عقل ہے اور جان و دل یا تو باعتبار اس کے عزیز ہونے کے مثل جان و دل کے کہا اور یا اس لئے کہ خود جان و دل کی قدر و عزت بدولت عقل ہی کے ہے۔ ورنہ بدوں عقل کے انسان ملحق بہ جماد ہے پس اول استعارہ ہوگا یعنی مشابہ جان و دل اور ثانی مجاز بالحذف ہوگا یعنی سبب قدر جان و دل غرض جب یہ حالت ہے رشک کی کہ دوسروں سے بھی رشک اور اپنے سے بھی رشک) پس (اس رشک کا مقتضا تو یہ ہے کہ اس کے تذکرہ ہی سے) منہ بند کر لے اور کہنا ہی چھوڑ دے (کیونکہ اس سے بھی تو کچھ ظہور ہو ہی جاتا ہے اور غیرت اس سے مانع ہے عقل بزبان حال اس کا جواب دیتی ہے کہ) میں (اس سے) ڈرتی ہوں اگر خاموشی (اختیار) کروں (کہ) وہ دوسری طرف سے حجاب پھاڑ ڈالے (دوسری طرف سے مراد خموشی کہ جانب مقابل ہے گفتن کی یعنی خاموشی کے سبب اس کا ظہور ہو جاوے جیسا آگے اس کی توجیہ آوے گی پس خاموشی سے کیا فائدہ لیکن اس سے گفتن کی ترجیح ثابت نہیں ہوئی پس اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب گفتن میں کوئی ترجیح نہیں تو خاموشی پر اس کو اختیار کرنا ترجیح بلا مرجح ہے بلکہ ایک گونہ خاموشی کو ترجیح ہو سکتی ہے کہ وہ اصل ہے اس لئے اس کے دفع کے لئے آگے گفتن میں ایک ترجیح ثابت کرتی ہیں یعنی بلکہ) خاموشی میں ہمارا گفتن (یعنی گفتن کا اثر کہ ظہور حضرت حق ہے) زیادہ ظاہر ہو جاوے گا (مراد یہ کہ ظہور زیادہ ہو جاوے گا پس اظہر میں تجرید ہو جاوے گی۔ جیسے لیل الیل ای لیل مظلم فکذا قولہ یکون ظھورہ اظھر ای یکون ظھورہ اکثر واشد اور وجہ اظہریت کی یہ ہے کہ خاموشی اپنی وضع کے اعتبار سے ایک گونہ منع کرنا ہے خلق کو اس کی طلب کنہ سے اور قاعدہ ہے) کہ منع کرنے سے وہ میل (جو ممنوع عنہ کے ساتھ متعلق ہے) زیادہ ہو جاتا ہے (تو زیادت میل سے زیادہ درپے ادراک ہوں گے اور غیرت اس سے مانع ہے کہ کوئی اس کے درپے ادراک ہو اس لئے گفتن ہی کو ترجیح ہے کہ اس میں حرص بھی نہ بڑھے گی بلکہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جس چیز کا حال بیان کیا جاوے اس کی طرف چنداں التفات نہیں کرتے یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ کوئی نفیس چیز ہوتی تو مضمون بہ ہوتی اور نیز گفتن میں یہ بھی ہے کہ الفاظ کی طرف متوجہ ہو جاویں گے اور ادراک حقیقت کی طرف زیادہ توجہ نہ ہوگی خاص کر جب کہ اس گفتن میں تمثیلات و تشبیہات بھی ہوں کہ وہ خود حجاب ہے کما ذکر فی شرح شعر غیرت عقل ست بر خوبی روح الخ اس لئے جو میری غرض ہے یعنی اخفا بوجہ غیرت کے وہ گفتن میں کسی قدر حاصل ہے اس لئے میں نے گفتن کو خاموشی پر اختیار کیا ہے۔ آگے بمقابلہ خاموشی کے گفتن کے زیادہ حجاب ہونے کی ایک مثال ہے پس شعر آئندہ مقابل ہے شعر اور خموشی الخ کا مطلب یہ کہ خاموشی تو سبب اظہریت کا ہی بخلاف گفتن کے کہ وہ پھر ایک گونہ حجاب ہے جس کی یہ مثال ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

)اگر سمندر جوش وخروش میں آوے تواس کا جوش کف (کی طرف منتہی) ہوتا ہے (غرہ آواز شیر کذا فی الحاشیہ یعنی اس سے اس کی سطح پر کف پیدا ہو جاتا ہے اور وہ کف ناظر صورت غافل عن الحقیقۃ کے لئے اس کے زعم کے موافق) جوش (دعویٰ مضمون) احببت ان اعرف کا (سبب) ہو جاتا ہے (یعنی اس کف کو دیکھ کر اور اس کے ساتھ خروش سمندر کاسن کر وہ شخص سمجھتا ہے کہ میں نے سمندر کی حقیقت کا ادراک کر لیا اور گمان کرتا ہے کہ احببت ان اعرف میں جو معرفت ہے وہ مجھ کو علیٰ سبیل الکمال حاصل ہوگئی اور ناز کرتا ہے کہ میں محیط ہو گیا حقیقت بحریہ کا حالانکہ بجز صورت کف کے کہ وہ خود ساتر ہے حقیقت بحر کا اور بجز صوت کے کہ وہ ایک فعل ہے بحر کا نہ کہ اس کی حقیقت اور کسی چیز کا مشاہدہ نہیں کیا پس یہی مثال ہے گفتن کی کہ متکلم کو جوش ہوا اظہار اسرار کا اور اس جوش سے کچھ الفاظ پیدا ہوئے۔ جو مشابہ کف کے ہیں ان کو سن کر مدعی کو ادراک حقیقت کا زعم ہو گیا اور سمجھ لیا کہ جملہ احببت ان اعرف میں جو مفعول بہ ہے وہ معرفت مجھ کو علیٰ سبیل الکمال حاصل ہوگئی حالانکہ بجز چند الفاظ کے اور وہ بھی بوجہ عنوان تمثیل وتشبیہ کے ساتر حقیقت ہیں اور کچھ اس کو میسر نہیں ہوا اور من وجہ معرفت یہ بھی ہے اور یہی معرفت من وجہ محجوب حق تھی بھی تو گفتن میں زیادہ پردہ ہوا پس اس بناء پر) کچھ الفاظ کہہ دینا اس روزن (اسرار) کا بند کر دینا ہے (جو کہ بمقتضائے غیرت میرا مطلوب ہے اور اسطور سے) خود اظہار سخن (باعتبار ترتب اثر کے واقع میں) مخفی کرنا ہے (جب عقل اس گفتن کی مصلحت بیان کر چکی تو مولانا آگے اس کی رائے کی تحسین اور موافقت کر کے اس کو خطاب کرتے ہیں کہ اب میں سمجھ گیا تو میں بھی تیرا ہم رائے ہو کر کہتا ہوں کہ ہاں) بلبلوں کی طرح روئے گل پر نعرہ لگا (یعنی گفتن ہی کو اختیار کر) تا کہ ان (عام خلق) کو بوئے گل سے (یعنی صفات حقیقیہ سے کیونکہ گل کی صفت اصلی یہی بو ہے) دوسری طرف مشغول رکھے (یعنی نعرہ کی طرف متوجہ رہیں اور بو کی طرف التفات نہ کریں) تا کہ قل کی طرف (مراد مصدر قل ہے) ان کے کان مشغول رہیں (اور) روئے گل (یعنی حقیقت ذات) کی طرف ان کا ہوش نہ پہنچے (یعنی ذات وصفات حقیقیہ مخفی رہیں چنانچہ واقع بھی یہی ہے کہ صرف صفات اضافیہ وافعال حق سے آگے کسی کو کنہ کا پتہ نہیں لگتا آگے تمام مضمون کا ملخص بیان کر کے قصہ کی طرف رجوع کریں گے۔ یعنی خلاصہ مقام یہ ہے کہ) اس خورشید (حقیقی) کے سامنے جو کہ بہت ہی زیادہ روشن (اور واضح) ہے (ایسا کہ کوئی اس کے متقارب بھی نہیں) حقیقت میں ہر دلیل (یعنی طرق معرفت باعتبار ایصال الی الکنہ کے) رہزن (اور غلط انداز) ہیں (کیونکہ ثابت ہے کل ماخطر ببالک فھو ھالک واللہ اجل من ذلک سوا دلہ کا حاصل صورت ذہنیہ ہوگی اور وہ اس سے منزہ ہے تو اگر اس کو حقیقت سمجھ جاوے تو ضلالت اور غلطی یقینی ہے اس لئے ہر دلیل کو رہزن فرمایا مطلب یہ کہ کسی طرح ادراک کنہ کا ممکن نہیں و فیہ ما قیل

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

اور اس شعر میں بس روشن ست اور دوسرے اشعار میں اس کے قریب قریب جو الفاظ آئے ہیں وہ دال ہیں حق تعالیٰ کے ظاہر ہونے پر اور پھر اس کا ادراک نہ ہو سکنا دال ہے اس کے باطن ہونے پر جس کا ذکر تمہید میں تھا آگے رجوع ہے قصہ کی طرف)

حکایت آں مطرب کہ در بزم امیر ترک ایں غزل آغاز کرد

اس قوال کا قصہ جس نے ترک سردار کی مجلس میں یہ غزل شروع کی

گلی یا سوسنی یا سرو یا ماہی نمیدانم	وزیں آشفتۂ بیدل چہ میخواہی نمیدانم
تو پھول ہے یا سوسن یا سرو یا تو چاند ہے میں نہیں جانتا	اس پریشان بیدل سے تو کیا چاہتا ہے میں نہیں جانتا

www.besturdubooks.wordpress.com

وبانگ برزدن امیر ترک اورا کہ آں بگوکہ می دانی وجواب مطرب امیر ترک را

اس پر امیر ترک کا چیخ پڑنا کہ وہ کہہ جو تو جانتا ہے اور قوال کا امیر ترک کو جواب

مطرب آغازید پیش ترک مست	در حجاب نغمہ اسرار الست
مطرب ترک مست کے سامنے شروع کیا	نغمہ کے پردہ میں اسرار الست کو
می ندانم کہ تو ماہی یا وثن	می ندانم کہ چہ می خواہی زمن
مجھ کو معلوم نہیں کہ تو چاند ہے یا بت ہے	مجھ کو معلوم نہیں کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے
می ندانم تاچہ خدمت آرمت	تن زنم یا در عبارت آرمت
مجھ کو معلوم نہیں کہ میں تیری کیا خدمت کروں	میں خاموش رہوں یا تجھ کو عبارت میں لاؤں
ایں عجب کہ نیستی از من جدا	من ندانم میں کجایم تو کجا
یہ عجیب بات ہے کہ تو مجھ سے دور نہیں ہے	مجھ کو معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں تو کہاں ہے
من ندانم کہ مرا چوں می کشی	گاہ در بر گاہ درخوں میکشی
مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ تو مجھ کو کس طرح کھینچتا ہے	کبھی بغل میں تو خون میں کھینچتا ہے
ہمچنیں لب در ندانم باز کرد	می ندانم میں ندانم ساز کرد
اسی طرح ندانم میں لب کھولا	می ندانم می ندانم کو گانا شروع کیا
چوں ز حد شدمی ندانم از شگفت	ترک مارا زیں حرارہ دل گرفت
جب می ندانم حد سے گزر گیا تو تعجب سے	ہمارے ترک کا اس ترانہ [illegible] گرفتہ ہو گیا
برجہید آں ترک و دبوسے کشید	تا علیہا برسر مطرب دوید
وہ ترک اٹھا اور اس نے ایک گرز سیدھا کیا	حاصل کلام یہ کہ مطرب کے اوپر دوڑا
گرز را بگرفت سرہنگے بدست	گفت نے مطرب کشی ایندم بدست
گرز کو ایک سرہنگ نے ہاتھ سے پکڑ لیا	اور کہا کہ نہیں مطرب کا قتل اس وقت بری بات ہے
گفت ایں تکرار بیحد و مرش	کوفت طبعم را بکوبم من سرش
ترک نے کہا اس کی بے حد و بے شمار تکرار نے	میری طبیعت کو کوفت پہنچائی میں اس کا سر کچلوں گا
قلتبانا می ندانی گہہ مخور	زانچہ میدانی بزن مقصود بر
اے دیوث اگر تو نہیں جانتا تو گوہ مت کھا	وہ بات کہہ جو تو جانتا ہے اور مقصود کو حاصل کر

www.besturdubooks.wordpress.com

آں بگو اے گیج کہ میدانیش	می ندانم می ندانم در مکش
اے مختل الدماغ وہ کہہ جس کو تو جانتا ہے	میں نہیں جانتا میں نہیں جانتا مت کھینچتا چلا جا
من بپرسم کز کجائی بے مرے	تو بگوئی نے زبلخ و نز ہرے
میں بغیر کسی پرخاش کے پوچھنے لگوں کہ تو کس جگہ کا ہے	تو کہنے لگے نہ تو بلخ کا ہوں اور نہ ہرات کا
نے زروم و نے زہندو نے زچین	نے زشام و نے عراق و باردین
نہ روم کا اور نہ ہندوستان کا اور نہ چین کا	نہ شام کا اور نہ عراق کا اور نہ باردین کا
نے زبغداد و نہ موصل نے طراز	در کشی در نے و نے راہ دراز
نہ بغداد کا اور نہ موصل کا نہ طراز کا	اور کھینچتا چلا جاوے نہ اور نہ میں ایک مسافت دراز کو
خود بگوتا از کجائی باز رہ	ہست تنقیح مناط ایں جاگہ
خود کہہ دے جہاں کا رہنے والا ہے چھوٹ جا	مقصود اصلی کی تنقیح اس جگہ میں ہے
یا بہ پرسم کہ چہ خوردی تا شتاب	تو بگوئی نے شراب و نے کباب
یا میں پوچھنے لگوں کہ تو نے کیا کھایا ہے ہاں جلدی کہہ دے	تو کہنے لگے کہ نہ شراب اور نہ کباب
نے بقول و نے پنیر و نے بصل	نے زشیر و نے زشکر نے عسل
نہ سبز ترکاری اور نہ پنیر اور نہ پیاز	نہ دودھ اور نہ شکر اور نہ شہد
نے قدید و نے ثرید و نے عدس	آنچہ خوردی آں بگو تنہا و بس
نہ خشک گوشت اور نہ ثرید اور نہ مسور	جو چیز کھائی ہو وہی تنہا کہہ دے اور بس
ایں سخن خائی دراز از بہر چیست	گفت مطرب زانکہ مقصودم خفی ست
یہ طویل سخن خائی کرنا کس غرض سے ہے	مطرب نے جواب دیا کہ یہ اس لئے ہے کہ میرا مقصود خفی ہے
میرمد اثبات پیش از نفی تو	نفی کردم تا بری ز اثبات بو
اثبات نکل جاتا ہے قبل اس کے کہ تو نفی کرے	میں نے نفی کی تاکہ تو اثبات کا نشان حاصل کر لے
در نوا آرم بہ نفی ایں ساز را	چوں بمیری مرگ گوید راز را
میں نفی میں اس باجہ کو بولتا کرتا ہوں	تو جب تو مر جاوے تو مرگ راز کو کہہ دے

(حرارہ آواز یکہ از چند ساز و چند حلق یک مرتبہ برآید و غوغاے مردم علیہا محاورہ است بمعنی علی الجملہ و حاصل کلام مربا لفتح بمعنی عدد و پنجاہ و ازیں سبب صد را دو مرگویند گا ہے مجازاً بمعنی شمار آید گیج پریشان و پراگندہ مغز مرے ستیزہ باردین نام شہرے

www.besturdubooks.wordpress.com

طراز نام شہرے حسن خیز از ترکستان کله من الغیاث الاعلیها من الحاشیة یعنی) مطرب نے ترک مست کے سامنے نغمہ کے پردہ میں اسرار الست کو شروع کیا۔ (یہ ضرور نہیں کہ مطرب کا یہ قصد ہو بلکہ جن پر توحید افعالی غالب ہے ان کو جس طرح مخلوق کے ہر فعل سے فعل حق کی طرف انتقال ہوتا ہے اسی طرح ہر صورت سے کلام الست یاد آ جاتا ہے اور ممکن ہے کہ بعض کو سماع سے جب یکسوئی وغیبت ہوتی ہو تو اس وقت قول الست بربکم جو کہ یوم میثاق میں واقع ہوا تھا مکشوف ہو جاتا ہو پس ایسوں کے اعتبار سے نغمہ محض حجاب تھا اور اس میں الست بربکم کا ظہور ہو رہا تھا جس کا سبب مطرب تھا۔ پس اسناد مجازی الی السبب ہے آگے اس نغمہ کا بیان ہے کہ اس غزل کا یہ مضمون تھا جو کہ باعتبار حال موحد کے ناشی ہے حیرت سے کہ) مجھ کو معلوم نہیں کہ تو چاند ہے یا بت ہے مجھ کو معلوم نہیں کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ میں تیری کیا خدمت کروں (اور نہ یہ معلوم کہ) میں خاموش رہوں (یعنی تیرے اوصاف سے) یا تجھ کو عبارت میں لاؤں (یعنی تیرے اوصاف کو اور) یہ عجیب بات ہے کہ تو مجھ سے دور نہیں ہے (چونکہ موحد اس سے خطاب بحق سمجھے گا اس کے اعتبار سے اس کی تقریر یہ ہوگی کہ نحن اقرب الیه من حبل الورید فلفظ جداً بمعنی البعید لا المبائن لانه مبائن عن الخلق قطعاً اور پھر باوجود کمال قرب کے) مجھ کو معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں (اور) تو کہاں ہے (اپنی اینیت کے علم کی نفی مقصود نہیں بلکہ مقصود محبوب کی اینیت کی تو نفی ذاتاً ہے لتنزیه من الاین اور اپنی اینیت کی نفی اضافۃً ہے یعنی میری اینیت کو آپ کی اینیت کے ساتھ کوئی نسبت نہیں کیونکہ وجود نسبت موقوف ہے وجود منتسبین پر اور یہاں ایک طرف نسبت کی ہے نہیں یعنی اینیت حق سبحانہ وتعالیٰ پس نسبت بھی نہیں اور یہاں نفی علم کنایہ ہے نفی معلوم سے اور) مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ تو مجھ کو کس طرح (اپنی طرف) کھینچتا ہے (آگے بیان ہے اس کس طرح کا) کہ کبھی بغل میں (لیتا ہے) اور کبھی خون میں گھسیٹتا ہے (اشارہ ہے شان لطف اور شان جلال کی طرف) غرض اسی طرح (اس مطرب نے) ندانم ندانم میں لب کھولا (اور) می ندانم میں ندانم کو گانا شروع کیا جب (یہ) ندانم حد سے گزر گیا تو تعجب کے سبب ہمارے ترک کا اس ترانہ سے دل گرفتہ (یعنی منقبض وآزردہ) ہو گیا (اور غصہ میں اپنی جگہ سے وہ ترک اٹھا اور اس نے ایک گرز سیدھا کیا خلاصہ یہ کہ (گرز سنبھال کر) مطرب کے اوپر دوڑا (اس وقت) گرز کو کسی سرہنگ نے ہاتھ سے پکڑ لیا (اور) کہا کہ نہیں (ایسا مناسب نہیں کیونکہ) مطرب کو قتل کرنا اس وقت بری بات ہے (اس وقت سے مراد بے قصوری کی حالت ہے) اس (ترک) نے کہا کہ اس کے اس تکرار بے حد وشمار نے میری طبیعت کو کوفت پہنچائی (اس لئے) میں اس کا سر کچلوں گا (اور بعد اس کے خود مطرب سے خطاب کیا کہ) اے دیوث تو (اگر) نہیں جانتا (جیسا تیرے می ندانم می ندانم سے مفہوم ہوتا ہے) تو گوہ مت کھا یعنی تو پھر بول ہی مت کہ یہ کہنا پھر بار بار محض فضول ہے) وہ بات کہہ جو تو جانتا ہے اور مقصود کو حاصل کر (یعنی اس مقصود کو ادا کر غرض) اے مختل الدماغ وہ کہہ جس کو تو جانتا ہے (اور) می ندانم می ندانم مت کھینچتا چلا جا (کیونکہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ مثلاً) میں (تجھ سے) بلا کسی پرخاش کے پوچھنے لگوں کہ تو کس جگہ کا (رہنے والا) ہے (پس بے مرے متعلق ہے پرسم کے ساتھ یعنی میری غرض کوئی خلاف وجدال نہ ہو محض استطلاعاً پوچھوں اور) تو (جواب میں) کہنے لگے کہ نہ بلخ کا ہوں اور نہ ہرات کا (اور) نہ موصل کا (اور) نہ طراز کا (اور اسی طرح) نہ اور نہ میں ایک مسافت دراز کھینچتا چلا جاوے۔ (تو دیکھو لغو بات ہے یا نہیں اس سب بیہودہ تطویل کی جگہ) خود (ایک بات) کہہ دے جہاں کا رہنے والا ہے (اور سوال سے) چھوٹ جا (کیونکہ) مقصود اصلی کی تنقیح (بس) اسی (ایک) جگہ میں ہے (یعنی جہاں کا رہنے والا ہے اسی جگہ کا نام لینے سے مقصود کی

www.besturdubooks.wordpress.com

تعیین ہو جاوے گی اور بدوں اس کے یہ مقصود حاصل نہیں ہوگا) یا (دوسری مثال سن کہ مثلاً) میں (تجھ سے) پوچھنے لگوں کہ تو نے کیا کھایا ہے ہاں جلدی (کہہ دے پس کلمہ تا یہاں تنبیہ کے لئے ہے کہائی تولہ تا چہ خواہی خریدن اے مغرور کذائی الغیاث اور) تو (جواب میں) کہنے لگے کہ نہ شراب اور نہ کباب (اور) نہ سبزترکاری اور نہ پنیر اور نہ پیاز (اور) نہ دودھ اور نہ شکر اور نہ شہد (اور) نہ خشک گوشت اور نہ ثرید (یعنی شوربے میں ٹوٹی ہوئی روٹی) اور نہ مسور (سو اس فضول تطویل سے کیا فائدہ بس) جو چیز کھائی ہو وہی تنہا کہہ دے اور بس (اور اس مقصود مثبت کو چھوڑ کر غیر مقصود کی نفی میں) یہ طویل سخن خائی کرنا (آخر) کس غرض سے ہے مطرب نے (جواب میں) کہا (کہ یہ تطویل نفی کی) اس لئے (ہے) کہ میرا مقصود (ایک ایسا امر ہے جو تجھ سے) خفی ہے (اور چونکہ تیرا ذہن وہاں تک نہیں گیا اس لئے تو ناخوش ہوتا ہے اور وہ مقصود خفی بدوں نفی کے حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے نفی کا مضمون اختیار کیا اور چونکہ منفیات متکثر ہیں اس لئے اس میں تطویل بالاضطرار ہوگئی آگے اس مقصود کا ذکر ہے کہ اے سالک) اثبات (مقصود کا تیرے ذہن سے) نکل جاتا ہے قبل اس کے کہ تو (غیر کی) نفی کرے (بس اضافت نفی کی طرف ضمیر مخاطب کی اضافت مصدر کی ہے فاعل کی طرف مطلب یہ کہ اگر اولاً اثبات حق کو مستحضر کرنا چاہو تو چونکہ قلب مشغول ہے غیر کی طرف اس لئے اس کا استحضار نہیں ہوتا۔ اس لئے اولاً ان اغیار کو کہ موانع ہیں رفع کرنا چاہئے بذریعہ تقلیل تعلقات و مراقبات فنا کے اس کے بعد استحضار اثبات مقصود کا سہل ہو جاوے گا۔ پس اس طریق کے بتلانے کے لئے) میں نے (غیر مقصود کی) نفی کی تاکہ تو (اس قاعدہ کی بناء پر مقصود کے) اثبات کا نشان (اور طریق) حاصل کرلے (کہ نفی سے اس طرح اثبات متحضر ہو جاتا ہے پس اس غرض سے) میں نفی (کے مضمون) میں اس باجہ کو بولتا کرتا ہوں (تاکہ) تو جب (اس قاعدہ کو سمجھ کر سب کی نفی کردے حتیٰ کہ اپنی بھی نفی کردے جس کو یوں تعبیر کرسکتے ہیں کہ جب تو) مر جاوے تو (وہ) مرگ (یعنی نفی و فنا اس) راز (اثبات حق) کو کہہ دے (یہ اسناد مجازی ہے سبب کی طرف یعنی وہ فنا سبب و ذریعہ ہو جاوے استحضار حق کا اس طرح سے کہ پھر غائب ہی نہ ہو جس کو تمکین کہتے ہیں جو کہ مختص ہے اہل صحو کے ساتھ یعنی مقصود تو یہ اثبات ہی ہے جس سے بوجہ اس کے اختصاص باہل الصحو کے صحو کا مطلوب ہونا بھی ثابت ہے جس کا دعویٰ تھا قبیل سرخی استدعاء امیر ترک مخمور الخ کے مگر خود یہ اثبات بدوں نفی غیر کے حاصل نہیں ہوتا تو یہ نفی گویا بالذات مقصود نہیں مگر بوجہ موقوف علیہ ہونے مقصود کے مقصود بالغیر ضرور ہے اور میری اس تقریر سے ایک شبہ مندفع ہوگیا تقریر شبہ کی یہ ہے کہ حکایت ترک و مطرب کی لائی گئی تھی۔ استشہاد بقول الترکی کے لئے۔ جس سے ترکی کے قول کی ترجیح و تصحیح مفہوم ہوتی ہے اور حکایت کے خاتمہ پر جب مطرب کا قول اخیر رکھا تو اس سے قول مطرب کی ترجیح و تصحیح معلوم ہوتی ہے وجہ اندفاع یہ ہے کہ نفی غیر کے دو درجے ہیں ایک تو یہ کہ اسی کے اہتمام میں لگ جاوے جو حالت ہے اہل سکر کی سرخی کے قبل اس کو ترک کر کے صحو کی طرف ترقی کرنے کا مشورہ دیا تھا اور اس کے ترک پر استشہاد کیا تھا قول ترکی سے پس اس باب میں تو ترکی کا قول صحیح ہے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ نفی غیر کی کر کے اثبات حق کا اہتمام کرے جو حالت ہے اہل صحو کی مطرب کے قول میں اس نفی کی ضرورت بتلارہے ہیں پس اس رتبہ میں مطرب کا قول صحیح ہے اور مقصود مولانا کا من وجہ من وجہ دونوں قولوں کی تصحیح سے تنبیہ ہے اس پر کہ طریق میں یہ بھی نقص ہے کہ مثل اہل سکر کے نفی و فنا میں لگا رہے اور تمکین و صحو میں ترقی نہ کرے اور یہ بھی غلطی ہے کہ اہل غفلت کی طرح اس نفی و فنا کا بالکل ہی اہتمام نہ کرے پس قول ترکی سے امر اول پر تنبیہ کی اور قول مطرب سے امر ثانی پر خلاصہ یہ کہ یہاں دو دعوے ہیں ایک یہ کہ نفی عین مقصود نہیں اور ترکی کا عتاب اس پر محمول ہے اور دوسرا

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ نفی شرط مقصود ہے اور مطرب کا قول اس پر محمول ہے پس گویا دونوں میں نزاع لفظی ہے اور گو مطرب نے یہ دعوٰی نہ کیا ہو مگر مولاناؒ نے اس کی نفی سے یہ فائدہ نکالا ہے آگے فنا و نفی کا موقوف علیہ ہونا وصول الی المقصود کے لئے بیان فرماتے ہیں۔

تفسیر قولہ صلی اللہ علیہ علیٰ آلہ وسلم موتوا قبل ان تموتوا و بیت حکیم سنائی قدس سرہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مرجاؤ قبل اس کے کہ مرو کی تفسیر اور حکیم سنائی قدس سرہ کے شعر کی تفسیر

بمیر اے دوست پیش از مرگ اگر می زندگی خواہی	کہ ادریس از چنیں مردن بہشتی گشت پیش از ما
اے دوست! مرنے سے پہلے مر جا اگر تو زندگی چاہتا ہے	کیونکہ ادریس ہم سے پہلے ایسے مرنے سے بہشتی بن گئے ہیں
جاں بسے کندی و اندر پردۂ	زانکہ مردن اصل بدنا وردۂ
تو نے بہت ہی مشقت جھیلی اور حجاب ہی میں ہے	اس سبب سے کہ مرنا اصل تھا تو نے حاصل نہ کیا
تا نمیری نیست جاں کندن تمام	بے کمال نرد باں نائی ببام
تو جب تک فنا نہ ہو گا وہ مشقت تامہ نہیں	بدوں پوری نرد بان کے تو بام پر نہیں جا سکتا
چوں ز صد پایہ دو پایہ کم بود	بام را کوشندہ نا محرم بود
جب سو پایوں میں سے دو پائے بھی کم ہوں	تو بام کی کوشش کرنے والا نامحرم رہے گا
چوں رسن یک گز ز صد گز کم بود	آب اندر دلو از چہ کے رود
جب رسی سو گز سے ایک گز بھی کم ہو	تو پانی ڈول میں کنوئیں سے کب پہنچ سکتا ہے
غرق ایں کشتی نیابی اے امیر	تا کہ ننہی اندر و من الاخیر
اس کشتی کے غرق کو دستیاب نہ کر سکے گا اے امیر	جب تک کہ اس کے اندر بار اخیر نہ رکھے گا
من آخر اصل داں کو طارق ست	کشتی وسواس و غی را غارق ست
من اخیر کو اصل جان کہ وہ طارق ہے	کشتی وسواس و بیراہی کے لئے غرق کرنے والا ہے
آفتاب گنبد ازرق شود	کشتی ہش چونکہ مستغرق شود
آفتاب گنبد نیلگوں کا ہو جاتا ہے	جبکہ کشتی ہوش کی غرق ہو جاتی ہے
چوں نمردی گشت جاں کندن دراز	مات شو در صبح اے شمع طراز
جب تو فنا نہ ہوا تو یہ مشقت طویل ہو گئی	اے شمع طراز تو صبح میں فنا ہو جا
تا نگشتند اختران ما نہاں	دانکہ پنہان ست خورشید جہاں
جب تک ہمارے ستارے پوشیدہ نہ ہوئے ہوں	یوں سمجھ کہ آفتاب عالم پوشیدہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تتمہ مضمون بزبان مطرب

گرز بر خود زن منی را در شکن	زانکہ پنبہ گوش آمد چشم تن
تو گرز اپنے اوپر مار خود ہی کو شکستہ کر	کیونکہ چشم تن کان کے حق میں پنبہ ہے
گرز بر خود میزنی خود اے دنی	عکس تست اندر فعالم ایں منی
گرز اپنے ہی اوپر مار رہا ہے اے دنی	یہ خودی میرے افعال میں تیرا ہی عکس ہے
عکس خود در صورت من دیدۂ	در قتال خویش بر جوشیدۂ
تو نے اپنا عکس میری صورت میں دیکھ لیا ہے	اپنے قتال میں تجھ کو جوش آ رہا ہے
ہمچو آں شیرے کہ در چہ شد فرو	عکس خود را خصم خود پنداشت او
جس طرح وہ شیر کہ کنویں کے اندر گرا تھا	اپنے عکس کو اس نے اپنا دشمن خیال کیا تھا
نفیٔ ضد ہست باشد بیشکے	تاز ضد ضد را بدانی اندکے
نفی ضد ہے ہست کی بلاشک	تاکہ ایک ضد سے دوسری ضد کی قدر جان لے

مقولۂ مولاناؒ

ایں زماں جز نفی ضد اعلام نیست	اندریں نشاۃ دمے بیدام نیست
اس وقت بجز نفی ضد کے اعلام نہیں	اس نشاۃ میں ایک ساعت بھی بدوں دام کے نہیں
بے حجابت باید آں اے ذولباب	مرگ را بگزیں و بر در آں حجاب
اگر وہ تجھ کو بے حجاب چاہئے اے عاقل	تو موت کو اختیار کر اور اس حجاب کو پھاڑ ڈال
نے چناں مرگے کہ در گورے روی	مرگ تبدیلی کہ در نورے شوی
نہ ایسی موت کہ تو قبر میں چلا جاوے	موت تبدیل کہ تو جشن میں چلا جاوے
مرد بالغ گشت آں طفلی بمرد	رومیی شد صبغت زنگی سترد
کوئی شخص بالغ ہوگیا وہ طفولیت مر گئی	رومیت ہوگئی رنگ حبشی زائل کر دیا
خاک زر شد ہیأت خاکی نماند	غم فرح شد خار غمناکی نماند
خاک سونا ہو گئی ہیئت خاکی نہ رہی	غم فرح ہو گیا خار غمناکی نہ رہا

(نفی وفنا کا شرط وصول الی المقصود ہونا بیان فرماتے ہیں جیسا اوپر مذکور ہوا یعنی) تو نے بہتیری ہی مشقت

www.besturdubooks.wordpress.com

جہلی (مراد اس سے ریاضت و مجاہدہ ہے) اور (باوجود اس کے ہنوز مقصود سے) حجاب ہی میں ہے (یعنی مقصود سے بعید ہے اور وہ مقصود وصول الی اللہ بمعنی رسوخ نسبت مع اللہ ہے جس کے لوازم میں سے ہے بلکہ یادداشت و سہولت اطاعت یا بلفظ دیگر کثرت و غلبہ ذکر و دوام طاعت یعنی باوجود مجاہدہ کے بھی یہ دولت حاصل نہیں ہوئی اور یہ) اس سبب سے (ہے) کہ مرنا (یعنی فنا) اصل (بمعنی محتاج الیہ یعنی موقوف علیہ اس کا) تھا (جس کو) تو نے حاصل نہ کیا) یعنی اس کی شرط تھی کہ فنائے علمی بھی ہو کہ غیر کی طرف التفات غالب نہ رہے الا بقدر الضرورة التي اعتبرها الملة الحنيفية اور فنائے حسی بھی ہو کہ اخلاق ذمیمہ زائل ہو جاویں پس اس تکمیل فنا سے غیر سے تعلق قطع ہوگا اور اس غیر میں اپنا نفس بھی آ گیا اور دوسری مخلوقات بھی اور جتنا غیر سے تعلق کم ہوگا اتنا ہی حق تعالیٰ سے بڑھے گا اسی تعلق بڑھنے کو نسبت کہتے ہیں جس کے لوازم ابھی ذکر کئے گئے وهو معنى ما قيل

تعلق حجاب ست و بے حاصلی چو پیوند ہا بگسلی واصلی

آگے تفریع ہے اس کی شرطیت کی کہ) تو جب تک فنا نہ ہوگا وہ مشقت (مقصود کے لئے علت) تامہ نہیں (اور بدوں علت تامہ کے معلول پایا نہیں جاتا جس طرح) بدوں پوری نردبان کے تو بام پر نہیں جا سکتا (پس پوری سیڑھی مثال ہے پوری علت کی چنانچہ سیڑھی میں) جب سو پایہ میں سے دو پایے بھی کم ہوں تو بام (پر چڑھنے) کی کوشش کرنے والا (وصول بہ بام اور وہاں کے موجودات پر مطلع ہونے سے) محروم رہے گا (اسی طرح) جب رسی سو گز سے ایک گز بھی کم ہو تو پانی ڈول میں کنویں سے کب پہنچ سکتا ہے (حالانکہ ان دونوں مثالوں میں علت کے زیادہ اجزاء موجود ہیں لیکن چونکہ تام نہیں اس لئے موثر فی المعلول نہیں اسی طرح بحر معرفت و حقیقت کے قعر تک پہنچنے کے لئے اپنی) اس کشتی (ہستی) کے غرق کو دستیاب نہ کر سکے گا اے امیر جب تک کہ اس (کشتی) کے اندر بار اخیر نہ رکھے گا (من اخیر اس وزن کو کہتے ہیں کہ جس کے رکھتے ہی کشتی غرق ہو جاوے کہ وہ غرق کے لئے بمنزلہ جزو اخیر علت تامہ کے ہوتا ہے اور اس غرق کی مقصودیت باعتبار ادراک قعر کے ملحوظ ہے جس طرح غواص اس کا قصد کرتا ہے نہ کہ باعتبار سببیت ہلاک کے اور یہاں مراد اس سے فنا مذکور ہے جس کی تفسیر شرح شعر اول میں کی گئی ہے کہ وہ بمنزلہ جزو اخیر علت تامہ مقصود یعنی نسبت مع اللہ کے ہے جس کا کمال بقاء باللہ کہلاتا ہے چنانچہ مسلمات میں سے ہے کہ فنا فی اللہ پر بقاء باللہ مرتب ہوتا ہے پس اس) من اخیر کو (جس کا مصداق مذکور ہوا ہے کہ فناء ہے غرق کے لئے) اصل (اور موقوف علیہ) جان کہ وہ (من اخیر موقوف علیہ باعتبار آخر میں واقع ہونے کے اور نیز کاشف قعر بحر ہونے کے گویا) اخیر شب میں طلوع ہونے والا ستارہ ہے (کہ آخر میں طالع ہے اور بوجہ جرم منیر ہونے کے سبب ادراک و مشاہدہ اجرام مظلمہ ہے اور وہ) کشتی وسواس و بے راہی کے لئے غرق کرنے والا ہے (طارق جزو اول اسم اشارہ ہے اور غارق خبر ثانی اور وسواس علم بغیر ہے اور گمی یعنی بے راہی اخلاق ذمیمہ ہیں اور اسی مجموعہ کو ہستی واجب الفنی سے تعبیر کیا جاتا ہے پس شعر غرق ایں کشتی میں ہستی سے ترجمہ کرنا تعارض کا شبہ پیدا نہ کرے آگے اسی کو ہوش سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ یہی ہوش سبب ہوتا ہے وسواس و گمی کا پس سب کا حاصل ایک ہی ہے یعنی وہ ہوش مذکور فی المصرع الثانی کا مل النور ہو کر گویا) آفتاب گنبد نیلگوں (یعنی آسمان) کا ہو جاتا ہے جبکہ کشتی ہوش کی غرق ہو جاتی ہے۔ (یعنی فنا سے جب بقا ہوتا ہے تو علم اور زیادہ کامل ہو جاتا ہے کیونکہ پہلے اس کا تعلق ناقص یعنی مخلوق سے تھا اور اب کامل یعنی حضرت حق سے ہے اور علم کا کمال اور شرف معلوم کرنے کے کمال اور شرف سے ہے اس لئے اب وہ اکمل و اشرف ہوگا شاید اس میں مقصود اس پر تنبیہ ہو کہ فناء علم سے

www.besturdubooks.wordpress.com

زوال علم کا خوف مت کرنا اس علم فانی سے اکمل عطا ہو جاوے گا وہو معنی قولہ

مترس از محبت کہ خاکت کند کہ باقی شوی چون ہلاکت کند

اوپر کے شعر میں فناء کو جسم منیر یعنی ستارہ سے تشبیہ دی تھی اور یہاں فانی کو جسم منیر یعنی آفتاب سے تشبیہ دی سو دونوں میں تدافع نہ سمجھا جاوے کیونکہ تشبیہ فنا سے بھی اصل مقصود یہی تشبیہ فانی ہے کیونکہ فنا کا سبب کشف حقائق ہونا اسی طور پر تو محقق ہوگا کہ آلہ ادراک یعنی ہوش کامل النور ہو جاوے اور چونکہ سبب خود نورانی نہیں ہوتا اس کو ضعیف النور سے جو کہ آفتاب کے سامنے یعنی عدیم النور ہے تشبیہ دینا ایک اتفاقی لطیفہ ہے جس کا شاید قصد بھی نہ کیا گیا ہو۔ اب بعد تمثیلات کے مضمون شعر اول کی طرف رجوع ہے یعنی) جب تو فنا نہ ہوا تو یہ مشقت طویل (بلا طائل) ہوگئی (پس اس کے مختصر اور مثمر کرنے کے لئے) اے شمع طراز (طراز نام شہر کہ خوبان درآن باشند یعنی اے شمع شہر خوبان) تو صبح میں فنا ہو جا (یعنی جس طرح صبح کے آنے کے وقت شمع گل کر دی جاتی ہے گویا فانی فی الصبح ہوگئی اسی طرح ہستی مطلق میں کہ نور کی اصالت میں مثل صبح کے ہے اپنی ہستی موہوم کو کہ گداختہ اور منطفی ہونے میں مثل شمع کے ہے فنا کر دے آگے ایک مثال میں ان لوگوں کے گمان کی غلطی بیان فرماتے ہیں جو باوجود عدم فنا کے اپنے کو واصل الی المقصود سمجھتے ہیں کہ) جب تک ہمارے ستارے پوشیدہ (وغائب) نہ ہوئے ہوں یوں سمجھ کہ آفتاب عالم (ہنوز) پوشیدہ ہے (طلوع نہیں یعنی غیبت کواکب لازم ہے طلوع آفتاب کے لئے اور انتفاء لازم دلیل ہے انتفاء ملزوم کی پس اگر کواکب نظر آتے ہوں تو یقیناً آفتاب نہیں نکلا اسی طرح فناء ہستی مشبہ باختر جس طرح موقوف علیہ ہے بقاء مطلوب کا جیسا اوپر ذکر ہوا اسی طرح وہ فناء ہستی لازم ہے بقاء مطلوب و تجلی حق کے لئے پس اگر ہستی کے آثار من الوسواس والتی المذکورین فی السابق موجود ہیں تو یقیناً تجلی حق میسر نہیں ہوئی پس اس کا دعویٰ کرنا دعویٰ کاذب ہے اور اس مثال میں وجہ شبہ صرف لزوم ہے فنا کا بقا کے لئے قطع نظر فنا کے شرط ہونے سے بقا کے لئے پس اس میں یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ تشبیہ فنا وبقا کی صحیح نہیں کیونکہ غیبت کواکب شرط نہیں ہے طلوع شمس کے لئے بل الامر بالعکس آگے زبان مطرب سے تفریع ہے مضمون سابق پر یعنی وہ ترکی سے بعد جواب مذکور قبیل عنوان الانتقام من قولہ زانکہ مقصودم خفی ست الخ کے بخطاب فرضی کہتا ہے کہ تو جو مجھ پر گرز اٹھاتا ہے سو) تو گرز اپنے اوپر مار (اور) خود ہی کو شکستہ کر (جو کہ شعب فناء سے ہے) کیونکہ چشم تن کان کے حق میں (مثل پنبہ (کے) ہے (یعنی نظر بخود مانع ہے سماع وقبول قول اہل ارشاد سے جو تعلیم کرتے ہیں فناء کی اول اس کبر کو چھوڑ اور اہل ارشاد کے قول کا استماع اور اس کا اتباع کر کہ فناء حاصل ہو ورنہ جس کو تو دوسرے کا عیب سمجھ کر گرز مار رہا ہے وہ واقع میں تیرا عیب ہے اس لئے وہ) گرز اپنے ہی اوپر مار رہا ہے اے دنی (کیونکہ) یہ خودی (جو تیرے اندر نظر آ رہی ہے جو منشاء ہے عیب موجب للغضب کا وہ) میرے افعال میں تیرا ہی عکس ہے۔ تو نے اپنا عکس میری صورت میں دیکھ لیا ہے (اور ظاہر میں مجھ سے قتال کر رہا ہے لیکن واقع میں) اپنے قتال میں تجھ کو جوش آ رہا ہے۔ جس طرح وہ شیر کہ کنویں کے اندر گرا تھا (اور) اپنے عکس کو اپنا دشمن خیال کیا تھا (جس کا قصہ دفتر اول میں گزرا ہے اسی طرح جب کسی شخص پر نفسانیت سے غصہ آتا ہے تو ظاہر میں تو سبب اس کا دوسرے کا عیب ہے مگر چونکہ وہ غصہ ناحق ہے جیسا کہ نفسانیت سے فرض کیا گیا ہے اس لئے واقع میں سبب اس کا اپنا عیب کبر ہے کیونکہ کبر ہی سے ناحق غصہ آیا اور محل غصہ کا اس شخص کے زعم میں عیب دار ہے تو جو عیب دار ہوا اسی کا محل غصہ ہونا لازم آتا ہے اور عیب دار خود یہ شخص ہے تو گو التزاماً دوسرا شخص محل ہے غصہ کا مگر لزوماً یہی شخص ہوا اور یہ مطلب نہیں کہ جس عیب پر غصہ کیا ہے بعینہ وہی عیب اس مغضوب میں ہے بلکہ مطلق عیب مراد ہے غرض جب تو خود عیب دار ہے اور اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کی اصلاح فناء سے ہوتی ہے تو فنا اور نفی ہستی اختیار کر پس اسی نفی کی تعلیم کے لئے میں نے ساز میں نفی کا مضمون اختیار کیا ہے کیونکہ) نفی ضد ہے ہست کی بلاشک (پس میں نے ایک ضد کو ظاہر کیا) تا کہ ایک ضد سے دوسری ضد کو کسی قدر جان لے (اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ پھر اس کا عکس کیوں نہ کیا بات یہ ہے کہ عکس کرنے سے لازم آتا کہ نفی مقصود ہے اور اثبات مقدمہ دوسرے نفی کا محل حاضر ہے اس کے متعلق حکم کا سمجھنا آسان ہے اور اثبات کا محکوم علیہ غائب ہے اس کے متعلق حکم کا سمجھنا دشوار ہے اور آسان کو (کہ معرفت دشوار کا بنانا مناسب ہے آگے بطور تائید قول مطرب نفی کردم تا بری ز اثبات بو کے پھر فنا و نفی کے شرط وصول ہونے اور اس کے ساتھ اس فناء و نفی کی تفسیر کے متعلق مولانا کا مقولہ ہے کہ) اس وقت (یعنی حیات دنیویہ میں جیسا کہ مصرعہ ثانیہ میں اندریں نشاۃ بطور اس کی تفسیر کے ہے) بجز نفی ضد کے (اور کوئی طریق مقصود کے) اعلام (کا) نہیں (ضد سے مراد مطلق غیر نہ کہ ضد اصطلاحی لان المتقابلین بالتضاد هما الله ان لایجتمعان فی شیٔ واحد واریلبه الموضوع ان کان المتضاد ان ومن الاعراض کالسوادوالبیاض والمادة ان کان من الجواهر کالصور النوعیة المتعاقبة علی المادة فاعتبر فی مفهومها الحلول فی الموضوع او المادة والله تعالیٰ منزه عن الحلول اور اعلام سے مراد اعلام ذوقی ہے کیونکہ اعلام استدلالی تو دلیل سے حاصل ہے گو فناء اصطلاحی کا غلبہ نہ ہو یعنی علم ذوقی مطلوب کا اس عالم کا موقوف ہے فناء پر جیسا اوپر گزر چکا ہے بخلاف عالم آخرت کے کہ وہاں حق تعالیٰ خود حجب رویت کو اٹھا دیں گے اور حیات دنیویہ میں حجب رویت حق کا ارتفاع تو شرعاً ممتنع ہے جسمیں حکمت یہ ہے کہ یہ قویٰ اور ادراکیہ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے البتہ حجب توجہ الی الحق مرتفع ہو سکتے ہیں۔ سو ان حجب کے مرتفع کرنے کا خود عبد امکلف ہے اور وہ حجب توجہ الی الحق توجہ الی الخلق ہے اس لئے توجہ الی الخلق کو کہ حجاب ہے مرتفع کرنا موقوف علیہ ہوگا توجہ الی الحق کا جس کو علم ذوقی کہا گیا ہے پس وجہ تخصیص نشاۃ دنیویہ کی ظاہر ہوگئی اور یہی مضمون ہے اس مصرعہ کا جو بطور علت کے ہے مضمون مصرعہ اولیٰ کے لئے یعنی اس لئے کہ) اس نشاۃ (دنیویہ) میں ایک ساعت بھی بدوں دام کے نہیں (دام سے مراد غیر حق ہے کہ ہر ایک میں مثل دام کے قابلیت ہے گرفتار کر لینے یعنی اپنی طرف مشغول کر لینے کی مطلب یہ کہ جن کی طرف توجہ ہونا حجاب توجہ الی الحق ہو سکتا ہے وہ ہر وقت موجود ہیں ان کی ذات تو مرتفع ہے نہیں ورنہ پھر وہ اپنی طرف خود ہی متوجہ نہ کرتے جب ذات مرتفع نہیں تو اس کی طرف توجہ بھی ہو سکتی ہے جو کہ حجاب ہے اور یہ توجہ فعل ہے عبد کا پس اس کو مرتفع کرنا چاہئے اور فنا و نفی سے یہی مراد ہے۔ پس اغیار کا وجود اس نشاۃ میں اس طرح علت ہوگئی اس حکم کی کہ ایں زماں جز نفی ضد اعلام نیست اور آخرت میں گو یہ اغیار ہوں گے مگر موثر اس لئے نہ ہوں گے کہ وہاں اولاً ارتفاع حجب رویت کا ہوگا جو کہ ان اغیار اور ان کی طرف متوجہ ہونے کے متغائر ہیں اور ان کے ارتفاع کے بعد پھر حجب توجہ کے مستقلاً مرتفع کرنے کی ضرورت نہ ہوگی جس کا اہتمام یہاں عبد کو کرنا پڑتا ہے بلکہ ظہور جمال بے حجاب خود مستلزم ہو جاوے گا ان حجب کے ارتفاع کو اس لئے وہاں یہ علت جاری نہ ہوگی۔ دے بیدام نیست غرض توجہ الی الغیر حجاب ہے تو اگر) وہ (محبوب) تجھ کو بلا حجاب (معلوم ہونا) چاہئے اے عاقل (جس کو علم ذوقی کہا جاتا ہے) تو موت (یعنی فنا و نفی) کو اختیار کر اور اس حجاب کو پھاڑ ڈال (یعنی حجاب کو کہ توجہ الی الغیر ہے مرتفع کر دے اور یہی ہے فناء و نفی پس بردار آن حجاب عطف تفسیری ہے مرگ را بگزین پر جب یہ حجاب نہ رہا تو محبوب بے حجاب معلوم ہو گیا یہ تو اشتراط فنا کا مضمون تھا آگے تفسیر ہے فنا کی یعنی فنا سے مراد) نہ ایسی موت (ہے) کہ تو (اس کے سبب) قبر میں چلا جاوے (یعنی فنا سے موت متعارف مراد نہیں بلکہ مراد اس سے) موت تبدیل کہ تو (اس کے سبب) جشن میں چلا جاوے (مراد دولت معرفت و

www.besturdubooks.wordpress.com

نسبت مع اللہ جو فناء پر مرتب ہے اور جس کے سامنے تمام علاوتیں اور فرحتیں ہیچ ہیں اور بعض نسخوں میں در نوری شوی ہے سو معرفت حق سے زیادہ کون نور ہوگا کہ مبداء انکشاف ہو گیا ایسے معلوم عظیم الشان یعنی حق تعالیٰ کے لئے مطلب یہ کہ فنا لغوی مراد نہیں بلکہ فناء اصطلاحی جس کو تبدیل سے تعبیر کیا ہے بوجہ اس کے کہ اس فناء اصطلاحی میں اخلاق ذمیمہ مبدل با اخلاق حمیدہ ہو جاتے ہیں اور علم بخلق مبدل بعلم بحق ہو جاتا ہے آگے تبدیل اخلاق کی بعض مثالیں ہیں مثلاً) کوئی شخص بالغ ہو گیا (تو) وہ طفولیت مر گئی (پس جو معنی مرنے کے یہاں ہیں یعنی باوجود بقا محل کے صفت بدل گئی وہی تبدیل محل بحث میں ہیں اسی طرح مثلاً) رومیت (کسی چیز میں ہوگئی اور) رنگ حبشی زائل کر دیا (یعنی کسی چیز پر سے سیاہ رنگ اتار کر سرخ چڑھادیں اور اس وقت کہیں کہ یہ رنگ رومی ہو گیا تو اس میں بھی تبدیل صفت کی ہے اور ذات مصبوغ کی فنا نہیں ہوئی اسی طرح مثلاً معدن میں) خاک سونا ہو گیا (اور) هیاۃ خاکی نہ رہی (فلسفہ طبعیہ میں ثابت ہے کہ معدن میں چاندی سونا وغیرہ سب تراب سے بنتا ہے یہاں بھی ذات خاک کی باقی ہے صفت بدل گئی اسی طرح مثلاً) غم فرح ہو گیا (اور) خار غمناکی نہ رہا (یہاں بھی مغموم کی ذات باقی ہے صفت بدل گئی اور بعض جملوں میں گو لفظ امر دو غیرہ کا مسند الیہ ایسا امر ہے جو خود زائل ہو گیا جیسے طفلی یا صبغت زنگی اور اس سے شبہ عدم تطابق مثال و ممثل لہ کا متوہم ہوتا ہے لیکن معنی مقصود اسناد کرنا موت کا ذات محل امر مذکور کی طرف ہے مطلب یہ ہے کہ ان سب امثلہ میں خاص اعتبارات سے خود اس طفل کو اور اس مصبوغ کو اور تراب کو اور اس مغموم کو فانی کہنا صحیح ہے پس جو معنی ان کی فنا کے ہیں یعنی تبدیل صفات وہی معانی سالک کے فانی ہونے کے ہیں جس کو ہم بیان کر رہے ہیں آگے اس تفسیر کی تائید نقل سے اور ترغیب بھی ہے فنا کی)

مصطفیٰ زیں گفت کاے اسرار جو	مردہ را خواہی کہ بینی زندہ تو
مصطفےٰ نے اس سے فرمایا اے طالب اسرار	اگر تو مردہ کو زندہ دیکھنا چاہے
می رود چوں زندگاں برخاکداں	مردہ و جانش شدہ بر آسماں
کہ زندوں کی طرح زمین پر چل رہا ہے	مگر مردہ ہے اور جان اس کی آسمان پر گئی ہوئی ہے
جانش را ایندم بہ بالا مسکنے ست	گر بمیرد روح او را نقل نیست
اور اس کی روح کا اس وقت عالم بالا میں مسکن ہے	اگر وہ مرے گا تو اس کی روح کے لئے انتقال نہ ہوگا
زانکہ پیش از مرگ او کردست نقل	ایں بمردن فہم آید نے بعقل
کیونکہ وہ موت سے پہلے انتقال کر چکا ہے	یہ مرنے سے سمجھ میں آتا ہے نہ کہ عقل سے
نقل باشد نے چو نقل جان عام	ہمچو نقلے از مقام تا مقام
ایک انتقال ہوتا ہے نہ مثل انتقال روح عوام کے	بلکہ مثل انتقال کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک
ہر کہ خواہد کو بہ بیند بر زمیں	مردۂ را می رود ظاہر چنیں
جو شخص چاہے کہ دیکھے زمین پر	ایک مردہ کو کہ وہ ظاہر میں اس طرح چل پھر رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مر ابوبکرؓ تقی را گو بہ بیں	شد ز صدیقی امیر المحشریں
تو کہہ دے کہ ابوبکرؓ تقی کو دیکھ لے	کہ جو صدیقی سے امیر الصادقین ہو گئے ہیں
اندریں نشاۃ نگر صدیق را	تا بحشر افزوں کنی تصدیق را
تو اس عالم میں صدیقؓ کو دیکھ لے	تاکہ تو حشر کی تصدیق زیادہ کرنے لگے
پس محمدؐ صد قیامت بود نقد	زانکہ حل شد در فنائش حل و عقد
پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم سو قیامت حاضرہ تھے	کیونکہ آپ کے آستانہ میں حل و عقد حل ہو گیا
زادۂ ثانی ست احمدؐ در جہاں	صد قیامت بود او اندر عیاں
احمد صلے اللہ علیہ وسلم مولود ثانی ہیں عالم میں	آپ سو قیامت تھے عیاناً
زو قیامت را ہمی پرسیدہ اند	کاے قیامت تا قیامت راہ چند
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ قیامت کی نسبت پوچھا کرتے	کہ اے قیامت قیامت تک کس قدر مسافت ہے
با زبان حال می گفتے بسے	کہ ز محشر حشر را پرسد کسے
تو آپ بزبان حال اکثر فرماتے تھے	کہ کوئی محشر سے حشر کو پوچھا کرتا ہے
بہر ایں گفت آں رسولؐ خوش پیام	رمز موتوا قبل موتوا یا کرام
اسی واسطے ان رسول خوش پیام نے فرمائی ہے (یہ)	رمز کے مرنے کے قبل مر جاؤ اے کریم النفس لوگو
ہمچنانکہ مردہ ام من قبل موت	زاں طرف آوردہ ام ایں صیت وصوت
جس طرح میں قبل موت کے مر چکا ہوں	اس طرف سے میں یہ ذکر خیر اور کلام لایا ہوں
پس قیامت شو قیامت را ببیں	دیدن ہر چیز را شرط ست ایں
پس قیامت ہو جا قیامت کو دیکھ لے	ہر چیز کے مشاہدہ کے لئے یہی شرط ہے
تا نگردی او ندانیش تمام	خواہ آں انوار باشد یا ظلام
جب تک تو وہ چیز نہ ہو جاوے گا اس کو پورے سے نجانے گا	خواہ وہ چیز انوار ہوں یا ظلمتیں
تا نگردی او ندانی ایں تمام	خواہ او آزاد باشد یا غلام
جب تک تو وہ چیز نہ ہو جاوے گا اس کو پورے طور سے نہ جانے گا	خواہ وہ چیز آزاد ہو یا غلام
عقل گردی عقل را دانی کمال	عشق گردی عشق را بینی جمال
تم عقل ہو جاؤ تو عقل کو کامل طور سے جانو گے	تم عشق ہو جاؤ تو عشق کا جمال دیکھ لو گے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتمے برہان ایں دعوی مبیں	گر بدے ادراک اندر خورد ایں
میں اس دعویٰ کی برہان واضح کہہ دیتا	اگر ادراک اس کے قابل ہوتا
ہست انجیر ایں طرف بسیار خوار	گر رسد مرغے قنق انجیر خوار
اس طرف انجیر بہت ارزاں ہیں	اگر کوئی مرغ مہمان انجیر خوار پہنچے

(ان اشعار میں اثبات ہے اس فنا کا نقل سے اور ترغیب ہے فنا کی یعنی) مصطفیٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اسی (اعتبار) سے فرمایا ہے کہ اے طالب اسرار (اگر) تو مردہ کو زندہ (پھرتا ہوا) دیکھنا چاہئے کہ زندوں کی طرح زمین پر چل رہا ہے (مگر) مردہ ہے اور جان اس کی آسمان پر گئی ہوئی ہے (اور) اس کی روح کا اس وقت عالم بالا میں مسکن ہے (حتیٰ کہ) اگر وہ (بموت طبعی) مریگا تو اس کی روح کے لئے روح عوام کی طرح) انتقال نہ ہوگا) کیونکہ وہ (شخص مردہ) موت (طبعی) سے پہلے انتقال کر چکا ہے (اور) یہ (انتقال اسی طرح کے) مرنے سے (پورا) سمجھ میں آتا ہے نہ کہ (محض) عقل سے (جیسا کہ جمیع ذوقیات کا حال ہے کہ ان کا انکشاف تام خود ذوق سے معلوم ہوا کرتا ہے اور ہم نے جو کہا ہے کہ وہ موت طبعی سے پہلے انتقال کر چکا ہے تو وہ ایک) انتقال ہوتا ہے نہ مثل انتقال روح عوام کے (بلکہ) مثل انتقال کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک (یعنی یہ انتقال بمعنی موت طبعی نہیں جو عوام کے لئے بھی عام ہے بلکہ اس کے دوسرے معنی ہیں جس کو فناء کہتے ہیں جو قبل موت بھی ہو سکتا ہے جیسے انتقال من مقام الی مقام قبل موت ہو سکتا ہے پس چونکہ اس کے لئے یہ فنا حاصل ہے اس لئے اس کی موت طبعی بھی مثل عوام کے نہ ہوگی کیونکہ عوام تو بوجہ حرمان عن الفناء کے بعد موت طبعی کے کمال قرب سے محروم ہیں اور یہ اہل فناء بعد طبعی کے کمال قرب سے مشرف ہیں اور کمال قرب سے حرماں یہ گویا موت ہے اور کمال قرب سے تشرف یہ گویا حیٰوۃ ہے پس یہ کہنا صحیح ہوا کہ یہ خواص موت سے مرتے نہیں اسی کو مولاناؒ نے اوپر کہا ہے گر بمیر ورروح اور انقل نیست پس یہ دو شعر زانکہ الخ اور نقل باشد اس دعویٰ کی کہ گر بمیر دالخ دلیل ہوگئی اور اسی کو دوسرے محقق نے اس طرح کہا ہے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام

اور یہی معنی ہیں اس قول مشہور کے الا ان اولیاء اللہ لایموتون بل ینقلون من دارلیٰ دار مطلب یہ ہے کہ ان کی حالت مشابہ ہوتی ہے منتقل من دار الی دار کے ساتھ اور وجہ مشابہت ابھی مذکور ہوئی کہ کمال قرب کے سبب مثل احیاء کے ہیں باقی یہ مطلب نہیں کہ ان کی موت طبعی کی ماہیت مغائر ہے موت عوام کی ماہیت سے جیسا ظاہر کلام گر بمیر دالخ سے اس کا شبہ ہوتا ہے اور یہ سب درمیان میں جملہ معترضہ ہے درمیان شرط اور جزا کے شرط یہ تھی مردہ راخواہی کہ بینی زندہ تو اور جزا آگے ہے مرا ابوبکر تقی رالخ اور چونکہ شرط دور ہوگئی تھی اس لئے اس کا پھر اعادہ کرتے ہیں کہ) جو شخص چاہے کہ دیکھے زمین پر ایک مردہ کو کہ وہ ظاہر میں اس طرح (یعنی مثل دوسرے زندہ لوگوں کے) چل پھر رہا ہے تو (اس شخص سے) کہہ دے کہ ابوبکر تقی کو دیکھ لے (تقی کی صفت میں اشارہ ہے آیہ و سیجنبھا الاتقی کی طرف جو کہ شان صدیق اکبر میں نازل ہوئی ہے اور وہ ایسے ہیں) کہ جو صدیقی سے امیر الصادقین ہوگئے ہیں تو اس عالم میں (ان) صدیق کو دیکھ لے تاکہ (ان کی حالت دیکھ کر) تو حشر کی تصدیق زیادہ کرنے لگے (کیونکہ حشر کا حاصل بقاء بعد الفناء صورۃً ہے اور ان کو یہ حالت معنیً

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل ہے تو ان کی حالت مقرب حکم حشر الی الذہن ہے اور تصدیق پہلے سے نصوص سے کر چکے ہو اس تقریب سے اس میں افزونی ہو جاوے گی جیسا نمونہ و نظیر میں خاصہ ہے ان اشعار میں اشارہ ہے اس قول مشہور کی طرف جو کہ حدیث کے عنوان سے مشہور ہے من اراد ان ینظر الیٰ میت یمشی علی وجہ الارض فلینظر الیٰ ابن ابی قحافة اور تائید اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے جوان کو میت کہا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی حالت ایسی ہے کہ اس سے موت کا حکم حیوۃ ہی میں صحیح ہے اس حالت کو ہم فنا کہتے ہیں اور چونکہ موقع مدح میں فرمایا گیا ہے اس سے ترغیب بھی اس حالت کی تحصیل کی مفہوم ہوئی اور اس حدیث کی تو مجھ کو تحقیق نہیں ہے لیکن نفس مضمون دوسری صحیح حدیثوں میں مصرح ہے چنانچہ حضرت طلحہؓ کی شان میں شہید یمشی علی الارض اور زلزلہ جبل کے وقت آپ کا ارشاد وما علیک الانبی وصدیق و شہیدان کہ حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کو حیات میں شہید فرمانا وارد ہے شراح حدیث اس اطلاق کو مآل پر محمول کرتے ہیں اور اہل اسرار حال پر محمول کر کے اس سے اصل فنا کی نکالتے ہیں ولکل وجھة ھو مولیھا باقی نفس مسئلہ اس دلیل کا محتاج نہیں کیونکہ حاصل حقیقت فنا کا تبتل ہے جس کا امر قرآن شریف میں منصوص ہے فتبتل الیہ تبتیلا واللہ اعلم۔ آگے بطور دلیل کے ان کے فناء و بقاء صدیقی سے فناء و بقاء محمدی پر استدلال کرتے ہیں کہ) پس فناء و بقاء صدیقی سے معلوم ہوا کہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کہ جن کے اثر سے حضرت صدیقؓ کو مرتبہ فناء حاصل ہوا) سو قیامت حاضرہ تھی (کیونکہ قیامت میں بھی یہ اثر ہوگا کہ اس کے نفخہ اولیٰ میں سب فنا ہو جاویں گے بجز نفخہ ثانیہ میں سب زندہ ہو جاویں گے اور گو نفخہ اولیٰ سے پہلے بھی سب جاندار اپنے اپنے وقت میں مر چکے ہوں گے لیکن نفخہ اولیٰ سے ان اموات کی ارواح پر بھی زیادت صعقہ طاری ہوگا جو پہلے فنا سے اتم ہے تو گویا فناء اتم نفخہ اولیٰ ہی سے ہوا غرض اس اثر افناء و ابقاء میں آپ بھی مشابہ قیامت کے ہوئے) کیونکہ آپ کے آستانہ میں (یہ) حل و عقد حل ہو گیا (حل کے معنی لغوی ہیں کھلنا اور ترکیب کا منفک ہونا اس سے مراد فناء ہے اور عقد کے معنی ہیں بندھنا اور ترکیب کا مجتمع ہونا اس سے مراد بقاء ہے پس حل و عقد سے مراد فنا و بقاء ہوا اور چونکہ یہ فناء و بقاء ایک امر صعب الحصول ہے جیسا ظاہر ہے اس لئے اس کے حصول کو حل شدہ سے تعبیر کیا گیا اور مصرعہ ثانیہ میں جو فنا ایش ہے وہ بکسر فاء بمعنی حوالی و نواحی و گردا گرد و پیش خانہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ آپ کے آستانہ مبارک میں یہ مقام صعب الحصول فناء و بقاء کا حاصل ہوتا تھا پس اس اثر کے اعتبار سے یہ حکم صحیح ہوا صد قیامت بود اور صد قیامت کہنا شاید اس لئے ہو کہ قیامت کا اثر تو محض افناء و ابقاء ظاہر ہے اور آپ کا اثر فناء و ابقاء باطن ہے اور یہ اعظم ہے اول سے پس آپ موثر اعظم ہوئے اس لئے گویا صد قیامت آپ میں مجتمع ہوئیں یہاں تک تو آپ کا اس فناء و بقاء کے لئے واسطہ فی الاثبات ہونا ثابت ہوا تھا آگے واسطہ فی الثبوت ہونا بتلاتے ہیں کہ) آپ مولود ثانی (یعنی متصف بولادت ثانیہ) ہیں عالم میں (ولادت اولیٰ خروج ہے رحم مادر سے اور ولادت ثانیہ اصطلاح میں خروج ہے طبیعت اور اس کے احکام سے اور اس خروج من الاحکام الطبیعة من الشھوۃ والغضب وغیرھما الیٰ اضدادھا کا حاصل وہی فناء و بقاء ہے تو مطلب یہ ہوا کہ آپ خود بھی موصوف بفناء و بقاء تھے اور در جہاں میں اشارہ اس طرف ہے کہ آپ عالم میں تشریف لاتے ہی ایسے تھے یعنی بوجہ عصمت کے آپ فطرۃً ہی ایسے تھے نہ یہ کہ آپ کو مجاہدات سے یہ بات حاصل ہوئی ہو غرض آپ میں بھی یہ صفت تھی اور دوسروں کو بھی اس کا فیض پہنچاتے تھے سو) آپ سو قیامت تھے عیاناً (جس میں کچھ خفاء نہیں آگے اس فناء و بقاء کا ذوقی ہونا مع الترغیب بتلاتے ہیں تو گویا یہ عود ہے اس مصرعہ کی طرف جو یہاں سے چھ سات شعر اوپر ہے ایں بمردن فہم آید نے بعقل جس کی شرح اوپر

گزر چکی ہے اور جس طرح اس فناء کا اثبات مع الترغیب اوپر نقل سے کیا تھا اس ذوقی ہونے کو بھی مع الترغیب ایک نقل سے ثابت کرتے ہیں اور مجھ کو مثل نقل سابق کے اس نقل لاحق کی بھی سنداً تحقیق نہیں اور جس طرح مضمون سابق میں استدلال ایک ادعاء پر موقوف ہے۔ یعنی یہ ادعاء کہ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو میت باعتبار حال کے فرمایا اسی طرح اس مضمون ثانی میں بھی استدلال ایک ادعاء پر موقوف ہے یعنی یہ کہ آپ کا موتو قبل ان تموتوا فرمایا اسی طرح اس مضمون ثانی اور اس کے متعلق ادعاء بمقابلہ نقل اول اور اس کے متعلق ادعاء کے اقرب و اسہل کما سیأتی فی الافائدۃ اور جس طرح مضمون اول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک صفت کے اعتبار سے لقب قیامت کا ثابت کیا ہے اس مضمون میں بھی اسی لقب کی رعایت کی ہے یعنی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ قیامت کی نسبت پوچھا کرتے کہ اے قیامت (اس خطاب میں ہے رعایت اس لقب کی یعنی یا حضرت) قیامت (بالمعنی الشرعی) تک کس قدر مسافت (اور فصل) ہے (یعنی قیامت کب آوے گی) تو آپ بزبان حال اکثر فرماتے کہ کوئی محشر سے حشر کو پوچھا کرتا ہے (یعنی میں نے تو خود قیامت بن کر یہ بات بتلادی ہے کہ جس کو قیامت کی تحقیق کرنا ہو وہ بھی میری طرح قیامت بن جاوے کہ اس کو حقیقت قیامت کی معلوم ہو جاوے کیونکہ زبانی بتلانے سے حقیقت منکشف نہیں ہوتی اس لئے کوئی پوچھنے کا قصد نہ کرے پھر باوجود اس کے کیوں پوچھتے ہو یہاں تک دو جزو ہوئے ہیں ایک یہ کہ آپ سے قیامت کی نسبت پوچھا گیا یہ تو صحاح میں مذکور ہے دوسرا یہ کہ آپ نے بزبان حال یہ جواب دیا چونکہ اسکے منقول ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا گیا اس لئے اس کے اثبات بالنقل کی حاجت نہیں بلکہ صرف اس کا ثابت ہونا کافی ہے کہ آپ کی حالت ایسی تھی کہ آپ کو قیامت تک تشبیہ دے سکیں سو اس کو عنقریب شعر پس محمد صد قیامت بود الخ کی شرح میں ثابت کر چکا ہوں اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ محض آپ کی حالت ہونے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ آپ کو یہ دلالت مقصود بھی تھی خاص کر جب کہ آپ نے اس سوال کے جواب میں سکوت بھی نہیں فرمایا بلکہ مختلف جواب احادیث میں منقول ہیں جن سب میں یہ امر مشترک ہے کہ آپ نے تعین قیامت کی نہیں فرمائی۔ پس جبکہ آپ کا قالی جواب میں موجود ہے تو حال کو جواب پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے جواب یہ ہے کہ آپ کا تعیین نہ فرمانا یہ بھی باعتبار تعیین کے سکوت ہی ہے جو محتمل ہے وجوہ مختلفہ کو مگر اس کے ساتھ دوسرا قرینہ مقالیہ منضم ہونے سے اس دلالت میں بعد نہیں رہتا اور وہ قرینہ مقالیہ وہ ہے جس کو شعر آئندہ میں فرماتے ہیں اور وہی اصل مدار اثبات ہے اور اسی کے اثبات بالنقل کی حاجت بھی ہے جس کی نسبت شعر زد قیامت را الخ کی تمہید میں بندہ نے کہا ہے کہ اس نقل لاحق کی بھی تحقیق نہیں اور وہ شعر یہ ہے کہ) اسی واسطے (یعنی اس غرض سے کہ جو جواب لسان حال سے دیا گیا ہے مفہوم ہو جاوے) ان رسول خوش پیام نے یہ رمز فرمایا ہے کہ مرنے کے قبل مر جاؤ اے کریم النفس لوگو (اس نداء میں اشارۃ ہو سکتا ہے کہ کرم نفس اسی کو مقتضی ہے کہ ایسا کرو یہ ترجمہ ہے اس عبارت مشہورہ بنام حدیث کا موتوا قبل ان تموتوا (جس کی تحقیق عنقریب فائدہ میں حسب وعدۂ سابقہ آتی ہے اور یہی ہے وہ قرینہ مقالیہ جس کے انضمام سے آپ کا سکوت عن التعیین اس جواب حالی پر محمول ہو سکتا ہے جس کی تقریر بضمن شرح مصرعہ کہ زمحشر حشر را پرسد کسے احقر تو کر چکا ہے اور آئندہ مولانا کے کلام میں وہ تقریر مصرح ہے یعنی وہ جواب حالی یہ تھا کہ) جس طرح میں قبل موت (طبعی) کے (بموت اختیاری) مر چکا ہوں (اور اسی کے ترغیب کے لئے) اس طرف سے میں یہ ذکر خیر اور کلام (مفید یعنی موتوا قبل ان تموتوا) لایا ہوں (تو میری ہی طرح اے مخاطب سائل عن القیامۃ) تو (بھی) قیامت ہو جا (یعنی اسی فناء کو اختیار کر لے اور) قیامت کو دیکھ لے (کہ اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

فناء وبقاء کا کامل نمونہ کہ اس کا معرف بن سکے اپنے اندر مشاہدہ کرے گا اور نمونہ ہونے کی تقریر اوپر پس محمدؐ الخ کی شرح میں گزری ہے اور یہ قرینہ اس طرح ہوا کہ یہ تو اوپر گزر چکا ہے کہ آپ نے سائل کو جو جواب دیا ہے جو کہ حدیثوں میں وارد ہے وہ چونکہ ظاہراً مقتضا مقام کا نہیں ہے کیونکہ اس میں تعیین قیامت کی نہیں اس لئے گویا مثل عدم جواب یعنی سکوت عن التعیین کے ہوا اب رہا یہ کہ سکوت کو کاہے پر محمول کیا جاوے تو اس حدیث موتوا قبل ان تموتوا میں آپ نے موت قبل الموت کا امر فرمایا ہے اور دوسری حدیث میں ہے من مات فقد قامت قیامۃ (اور حدیث ثانی میں بھی موت کو عام لیا جاوے تو حاصل مجموعہ کا یہ ہوا کہ کونوا قبل الموت کا نما قد قامت قیامتکم بان فنیتم ثم بقیتم و عبر عنہ مجازاً بقولہ پس قیامت شوالخ اور یہ جملہ کونوا صالح ہے جواب عن سائل القیامۃ بننے کا پس اس سکوت کو اس جواب کی طرف اشارہ کرنے پر محمول کیا جاوے کہ مطابق بھی ہے سوال کے پس اس طرح یہ قرینہ مقالیہ دال ہو گیا کہ سکوت کے بھی یہی معنی تھے۔ پس وہ شبہ مذکورہ کہ محض آپ کی حالت ہونے سے الخ بالکلیہ مندفع ہو گیا۔ وللہ الحمد اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ پس محمدؐ صد قیامت بود میں تو قیامت شدن کے اور معنی کہے تھے اور قیامت شو میں اس کے اور معنی کہے ہیں جواب یہ ہے کہ دونوں میں تلازم ہے اس لئے صرف اس کو اختلاف عنوان سے زیادہ نہ کہا جاوے گا وجہ تلازم ظاہر ہے کہ قیامت شدن بالمعنی الاول موقوف ہے قیامت شدن بالمعنی الثانی پر اور وجود موقوف مستلزم ہوتا ہے وجود موقوف علیہ کو اسی طرح جب قیامت شدن بالمعنی الثانی پر پایا جاوے گا تو ضرور قصداً یا بلاقصد دوسرے پر بھی یہی اثر پڑے گا بشرطیکہ صلاحیۃ المحل تو قیامت شدن بالمعنی الاول بھی لزوماً متحقق ہوا محل صالح میں۔ پس تلازم ثابت ہوا آگے مصرعہ ہذا کے مضمون پس قیامت شوالخ کے معنیٰ کی تعمیم کرتے ہیں کہ یہ بات کہ قیامت ہو جاتا کہ قیامت کی معرفت ہو جاوے کچھ قیامت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ) ہر چیز کے مشاہدہ (معرف تحقیقیہ) کے لئے یہی شرط ہے (کہ وہ چیز ہو جا اور جیسے قیامت شو میں تجوز تھا اسی طرح بیان بھی کہ آن چیز شو تجوز ہے یعنی اس چیز کے آثار سے موصوف ہو جاؤ تا کہ بجائے علم استدلالی کے علم ذوقی اس چیز کا ہو جاوے اسی کو دیدن بمعنی مشاہدہ کہا گیا ہے پس قیامت بھی ایک چیز ہے اسی طرح اس کے مشاہدہ کے لئے اس کے آثار کو اپنے اندر پیدا کرلو من الفناء والبقاء تو اس کا مشاہدہ و علم ذوقی میسر ہو جاوے کہ اسی کی مشابہ قیامت میں بھی فناء وبقاء ہو گا باقی علم استدلالی اس مشاہدہ پر موقوف نہیں اور یہی علم استدلالی حاصل قبل المشاہدہ ہے جس کا ذکر اس سوال و جواب میں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ الابراھیم علیہ السلام اولم تؤمن قال بلیٰ اور یہی علم ذوقی حاصل بعد المشاہدہ ہے جو رویت احیاء موتیٰ کی غایت میں ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا ہے۔ ولکن لیطمئن قلبی آگے اس قاعدۂ عامہ کے مواد تحقیق ہیں یعنی) جب تک تو خود وہ چیز نہ ہو جاوے گا اس کو پورے طور پر سے نہ جانے گا خواہ وہ چیز انوار ہوں یا ظلمتیں (اسی طرح) جب تک تو وہ چیز نہ ہو جاوے گا اس کو پورے طور سے نہ جانے گا خواہ وہ چیز آزاد ہو یا غلام (ایک مثال اعراض کی ہے دوسری اعیان کی اور اعیان میں تو آن چیز شدن حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے کیونکہ آزاد و غلام ہونا حقیقۃً ممکن ہے اور اعراض میں آں چیز شدن میں تجوز ہے یعنی بآثار او موصوف شدن مثلاً اگر نور کی حقیقت معلوم کرنا چاہے تو آثار نور کے خود اس شخص پر طاری ہوں تب اس کی معرفت محققانہ ہو گی ورنہ جو شخص ہمیشہ عالم ظلمات میں رہتا ہو وہ اس طرح کہ معرفت نور کی حاصل نہیں کر سکتا علیٰ ہذا ظلمت کی ایسی معرفت بھی اس کے آثار سے موصوف ہونے پر موقوف ہے اور اگر غلام کی حقیقت معلوم کرنا چاہے تو خود کسی کا غلام بنے حقیقۃً یا حکماً کہ غلام کی طرح تابع بنے تو معلوم ہو کہ غلام پر کیا کیا گزرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور غلامی کیا چیز ہوتی ہے اور یہ تعمیم حقیقۃً وحکماً کی مفرد یعنی لفظ غلام میں ہے اس سے حمل میں تجوز لازم نہیں آتا وہ حمل حقیقی ہی رہے گا غلام ہذا حر اور خود مختار کی ایسی معرفت بھی خود حر اور خود مختار بننے پر موقوف ہے کما ھو ظاھر اور یہ سب مثالیں مدرکات بحواس ظاہرہ کی ہیں آگے مدرکات باطنیہ کے بعض جزئیات ہیں کہ) تم (اگر) عقل (کے آثار سے موصوف) ہو جاؤ (یعنی صاحب عقل ہو جاؤ) تو عقل کو کامل طور سے جانو گے (جیسا ظاہر ہے کہ جس کو خود عقل نہ ہو وہ عقل کی حقیقت نہ جانے گا اور اگر) تم عشق (کے آثار سے موصوف) ہو جاؤ تو عشق کا جمال (یعنی اس کی حقیقت جمیلہ حسنہ) دیکھ لو گے (چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے کہ جو شخص عشق سے عاری ہو وہ وجداناً اس کا ادراک نہ کر سکے گا اور ہر چند کہ یہ دعویٰ مذکورہ کہ معرفت وجدانیہ موقوف ہے مشاہدہ پر بالکل بدیہی ہے محتاج دلیل نہیں لیکن بعض اوقات بدیہیات میں بھی) امارات کا استعمال کرنے سے ان میں اور زیادہ ظہور ہو جاتا ہے تو اس طور سے یہاں بھی احتمال تھا کہ کسی کو ایسی دلیل بمعنی امارت کا انتظار ہو اس کے بارہ میں مولانا عذر فرماتے ہیں کہ) میں اس دعویٰ (مذکورہ) کی برہان (یعنی امارت) واضح (بھی) کہہ دیتا اگر (عامہ سامعین کا) ادراک اس (برہان کے سمجھنے) کے قابل ہوتا (مگر چونکہ قابل نہیں اس لئے میں بھی بیان نہیں کرتا جس کا سبب متکلم کا بخل یا نقص علم نہیں بلکہ عدم قابلیت سامع پس اس کی ایسی مثال ہے کہ مثلاً) اس طرف انجیر بہت ارزاں ہیں (خوار بمعنی ارزاں نہ کہ بے قدر) اگر کوئی مرغ مہمان انجیر خوار پہنچے (تو اس کے لئے حاضر ہے ورنہ نا قابل کو نہیں دیا جاتا قنق بمعنی مہمان مولانا نے تو اس برہان سے بالکل سکوت فرمایا ہے لیکن احقر فائدہ میں اس کے متعلق کچھ عرض کرے گا)

فائدہ مشتملہ بردو مضمون موعود شرح اشعار بالا

مضمون اول متعلق بجملہ موتوا قبل ان تموتوا. تصوف کی کتب میں اس کی نسبت حدیث ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے لیکن یہ الفاظ کسی حدیث کی کتاب میں نظر سے نہیں گزرے البتہ مضمون اس کا دوسری حدیثوں سے ثابت ہے مثلاً ایک حدیث میں ہے عدنفسک من اھل القبور کہ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے پس جملہ مشہورہ کو باعتبار روایت بالمعنی کے حدیث کہنا صحیح ہے اور عجب نہیں کہ اسی توجیہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے شعر میں اس جملہ سے پہلے لفظ رمز بڑھا دیا گیا ہو باقی اس کے متعلق ایک ادعاء بھی تھا جس کا ذکر احقر نے شعر زو قیامت را ہمی پرسیدہ اند الخ کی تمہید میں کیا ہے اور اس کی توجیہ کا اسی فائدہ میں بیان کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے مگر اتفاق سے اس کی تقریر شعر بہر ایں گفت الخ کی شرح میں ایک ضرورت سے آئی اور اب یہاں اس کے اعادہ کی حاجت نہ رہی اسی تقریر کے دیکھنے سے اس کی اصلیت بھی معلوم ہو جاوے گی کہ اس میں زیادہ تکلف کا ارتکاب نہیں کرنا پڑا۔

مضمون دوم متعلق بہ تعیین برہان کہ در شعر گفتنے برہان الخ اشارہ بدان رفتہ

جب شعر گفتنے الخ ضمن اشعار بالا لکھا گیا تب اس وقت بھی اس برہان سے ذہن خالی تھا پھر بعد نقل اشعار جب ان کی شرح میں غور کیا گیا اصلا کوئی بات ذہن میں نہیں آئی آخر بنام خدا اول سے شعر لکھنا شروع کئے کہ شاید اثناء شرح میں کوئی مضمون عطا ہو جاوے جب قاعدہ دیدن ہر چیز را شرط است این کی جزئیات اور مثالوں کی شرح کی نوبت آئی دفعۃً قلب میں اس برہان کی تعیین میں قول من عرف نفسه فقد عرف ربه اور اس کے ساتھ تخلقوا باخلاق الله قلب میں القا ہوا اور ان دونوں مقدموں سے وہ دلیل مرکب ہوئی اور جس اعتبار سے اس دلیل کی نسبت یہ حکم کیا ہے کہ گر بدے ادراک اندر خورد ایں وہ بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

ذہن میں آ گیا اور دفعۃً القاء ہونے سے گمان ہوتا ہے کہ عجب نہیں مولاناؒ کے خیال میں بھی یہی یا اس کے قریب کچھ ہو اور عجب نہیں کہ اس القاء میں مولاناؒ کا فیض واسطہ ہو وللہ الحمد علیٰ ذلک کلہ چنانچہ مختصراً اس کی تقریر کرتا ہوں وھو ھذا یہ جو دعویٰ کیا ہے کہ دیدن ہر چیز را شرط ست ایں اور اس کی مثالیں لائے ہیں تا نگردی او اور الیٰ قولہ عقل گردی اس پر شبہ یہ ہوتا ہے کہ اس کلیہ سے تو یہ لازم آتا ہے کہ خدا کی معرفت بھی جب ہو جبکہ نعوذ باللہ خدا ہو جاوے اور یہ محال ہے پس معلوم ہوا کہ یہ کلیہ باطل ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس کلیہ کو جس جزئیہ سے باطل کیا جاتا ہے حدیث سے بالخصوص وہی جزئیہ ثابت ہے پس وہ اس کلیہ کی اچھی موید ہوگئی مگر فہم سلیم سے کام لینا شرط ہے اور وہ دو حدیثیں ہیں ایک من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور دوسری تخلقوا باخلاق اللہ ایک حدیث میں خبر ہے کہ معرفت نفس سے معرفت رب ہوتی ہے اور ایک حدیث میں حکم ہے کہ اپنے نفس میں اوصاف الٰہیہ پیدا کرنے چاہئیں پس صاف معلوم ہوا کہ معرفت رب کا ذریعہ معرفت نفس ہے جس میں اوصاف الٰہیہ پیدا کئے جاویں تو دیکھو وہ کلیہ بیان بھی رہا کہ جب یہ نفس یعنی یہ شخص موصوف باوصاف حق ہوا تب معرفت تحقیقیہ حق کی اس کو ہوئی تو تا نگردی او ندانیش تمام بلا غبار ثابت ہو گیا اور ظاہر بھی ہے کہ مثلاً ایک شخص کے قلب میں رحمت ہے تو اس کے آثار کو دیکھ کر ذوقاً حق تعالیٰ کی رحمت کی معرفت اور مشاہدہ ہوتا ہے کہ جب ادنیٰ رحم کی یہ حالت ہے تو اعلیٰ کیا ہوگا اور اس کا لقب معرفت تحقیقیہ تجویز کرنا اچھا معلوم ہوا بہ نسبت معرفت کاملہ کے کیونکہ کامل معرفت حق تعالیٰ کی کس کو ہو سکتی ہے حدیث میں ہے لااحصی ثناۂ علیک والحدیث اور یہی قید معرفت میں بندہ نے اس مصرعہ کی شرح میں لکھی ہے دیدن ہر چیز را الخ اور ان سطروں کے لکھتے لکھتے ایک اور حدیث ذہن میں آئی ان اللہ خلق ادم علیٰ صورتہ اے صفتہ پس تقریر یہ ہوگی کہ معرفت نفس بھی واسطہ معرفت حق اسی لئے ہوا کہ جب حدیث ان اللہ خلق ادم علیٰ صورتہ انسان کے اندر اوصاف حق ہیں پس چونکہ وہ متصف ہے ان اوصاف سے اس لئے حسب قاعدہ مذکورہ شرط معرفت پائی گئی تو معرفت پائی گئی اور تحقیق من عرف نفسہ کی بندہ نے اپنے رسالہ حقیقۃ الطریقۃ میں کی ہے اور اس مضمون کو دلیل شرعی سے ثابت کر دیا ہے اور تخلقوا الخ کے ثبوت معنی کے لئے الرحمٰن یرحمھم الرحمٰن الحدیث کافی ہے اور یہ مضامین باوجود صاف ہونے کے اپنے بعض عنوانات کے اعتبار سے چونکہ عوام کے لئے موحش یا متصل ہیں اس لئے ان کی نسبت گر بدی ادراک الخ کہنا بھی صحیح ہو گیا واللہ اعلم و علمہ اتم وحکم وما نحن فی جنب علمہ الا کالاصم الابکم

درہمہ عالم اگر مرد و زنند	دمبدم در نزع و اندر مردن اند
تمام دنیا میں جتنے مرد و زن ہیں	دمبدم نزع میں اور موت میں ہیں
این سخن شان را وصیتہا شمر	کہ پدر گوید دراں دم با پسر
ان کی ان باتوں کو وصیتیں سمجھا کر	جس کو باپ اس وقت بیٹے سے کہا کرتے ہیں
تا بروید غیرت و رحمت بدیں	تا ببرد بیخ بغض و رشک و کیں
تاکہ اس سے غیرت اور رحمت پیدا ہو	تاکہ بیخ بغض اور حسد اور حقد کی قطع ہو جاوے
تو بداں نیت نگر در اقربا	تا ز نزع او بسوزد دل ترا
تو اسی نیت سے دیکھا کر قرابت داروں کو	تاکہ اس کے نزع سے تیرے دل میں سوزش پیدا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

کل آت آت آں را نقد داں	دوست را در نزع او اندر فقد داں
تو کل آت فہو آت کو تو حاضر فی الحال ہی سمجھ	دوست کو نزع میں اور غائب ہونے میں سمجھ
ور غرضہا زیں نظر گردد حجیب	ایں غرضہا را بروں افگن زجیب
اور اگر اغراض اس نظر کرنے سے مانع ہوں	تو تو ان اغراض ہی کو جیب میں سے نکال پھینک
ور نیاری خشک بر عجزے مایست	زانکہ باعاجز گزیدہ معجزیست
اور اگر تو یہ نہ کر سکے تب بھی سوکھا عجز ہی پر مت قائم ہو جا	کیونکہ عاجز ہونے والے کے ساتھ ایک پسندیدہ عاجز کرنے والا بھی ہے
عجز زنجیریست زنجیرت نہاد	چشم در زنجیر نہ باید کشاد
عجز ایک زنجیر ہے اس نے زنجیر تجھ پر رکھ دی ہے	نظر کو زنجیر رکھنے والے میں کھولنا چاہئے
پس تضرع کن کہ اے ہادی زیست	باز بودم پشہ گشتم ایں زچیست
پس تضرع کر کہ اے ہادی زندگی کے	میں باز تھا پشہ ہو گیا یہ کس سبب سے ہے
سخت تر افشردہ ام در شر قدم	کہ لفی خسرم ز قہرت دمبدم
بہت مضبوط گاڑ رکھا ہے میں نے شر کے اندر قدم	کہ لفی خسر کا مصداق ہوں آپ کے قہر سے دمبدم
از نصیحتہای تو کر بودہ ام	بت شکن دعوی و بت گر بودہ ام
آپ کی نصیحتوں سے میں بہرا ہو گیا ہوں	بت شکن کا دعویٰ اور بت گر ہو گیا ہوں
یاد صنعت فرض تر یا یاد مرگ	مرگ مانند خزاں تو اصل و برگ
صنعتوں کا یاد کرنا زیادہ فرض ہے یا موت کا یاد رکھنا زیادہ فرض ہے	موت مانند خزاں ہے تو پتے کی جڑ ہے
سالہا ایں مرگ طبلک می زند	گوش تو بیگاہ جنبش می کند
مدتوں سے یہ موت تیرے لئے نقارہ بجا رہی ہے	تیرا کان بے وقت جنبش کرے گا
گوید اندر نزع از جاں آہ مرگ	ایں زماں کردت زخود آگاہ مرگ
روح سے جدا ہونے کے وقت کہے گا ہائے موت	اس وقت تجھ کو موت نے اپنے سے آگاہ کیا
ایں گلوی مرگ از نعرہ گرفت	طبل او شگافت از ضرب اے شگفت
یہ حلق موت کا چیختے چیختے بیٹھ گیا	اس کا نقارہ بھی بجاتے بجاتے پھٹ گیا
در دقائق خویش را در بافتی	رمز مردن ایں زماں دریافتی
تو نے دقائق میں اپنے کو گوندھے رکھا	اس وقت موت کی رمز کو تو نے معلوم کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

در نیاری از یار ستن بمعنی طاقت داشتن نہ کہ از آوردن و مؤید آں نسخہ دیگرست نیانی اوپر سے فنا و موت قبل الموت کا مضمون چلا آتا ہے چنانچہ اس سرخی کا عنوان ہی یہ ہے در معنی حدیث موتوا الخ اسی کے استحضار و اہتمام کا طریقہ بتلاتے ہیں جس کا حاصل مراقبہ موت ہے اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی یعنی اپنے کو اور سب کو بھی مردہ سمجھنا اور اس طریقہ میں جو بعض موانع پیش آتے ہیں کہ وہ اغراض فاسدہ ہیں ان کے رفع کی تدبیر بتلاتے ہیں جس کا حاصل ان اغراض سے انقطاع اور اس کے تعذر کی صورت میں التجاء الی اللہ اور اپنی غفلت و بدحالی پر تنبہ ہے کہ اس سے قطع اغراض مانعہ میں اعانت ہوتی ہے پھر موانع کے ارتفاع سے مراقبہ موت درست ہو جاتا ہے جو کہ طریقہ ہے حصول حالت فناء و موت قبل الموت کا پس اول مراقبہ موت کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یوں سمجھ کہ) تمام دنیا میں جتنے مرد و زن ہیں (وہ سب) دمبدم نزع میں اور موت میں (گرفتار) ہیں (یعنی یوں خیال کیا کر کہ یہ سب بالفعل مر رہے ہیں اور جب ان کو مردہ سمجھے گا تو) ان کی ان باتوں کو (جو کہ وہ معمولی طور پر کیا کرتے ہیں) وصیتیں سمجھا کر جس کو باپ (مثلاً) اس وقت (یعنی نزع کے وقت) بیٹے سے کہا کرتے ہیں (یعنی وصیت بمعنی مطلق نصیحت نہیں بلکہ بالمعنی المتعارف یعنی مرنے کے وقت کی نصیحت اور یہ سمجھنا ظاہر ہے کیونکہ مردہ کی بات وصیت ہی ہوتی ہے اور باپ بیٹے کی تخصیص محض تمثیلی ہے اور مراد مطلق موصی اور موصی الیہ ہے اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ لوگوں کو مردہ سمجھو جس سے لازم آتا ہے ان کی باتوں کو وصیت سمجھنا تو اس لئے کہا ہے) تا کہ اس (سمجھنے) سے (تیرے قلب میں اپنی حالت پر) غیرت اور (دوسروں کی حالت پر) رحمت پیدا ہو (اور) تا کہ (تیری قلب سے) بیخ بغض اور حسد اور حقد کی قطع ہو جاوے (کیونکہ یہ خاصہ ہے مشاہدہ موت میں اپنی موت کے مشاہدہ سے تو بدرجہ اقوی اور دوسروں کی موت کے مشاہدہ سے بھی بدرجہ قوی اور مجموعہ سے جو کہ مقصود مقام ہے کما صرح به فی التمهید اقوی سے بھی اقوی جب زندوں کو مردہ فرض کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ مصلح قلب ہے پس) تو اسی نیت سے (یعنی بہ نیت اصلاح قلب اسی نظر سے کہ گویا یہ مر رہے ہیں) دیکھا کہ قرابت داروں کو تا کہ اس کی نزع سے تیرے دل میں شورش پیدا ہو (وہ نیت یہی ہے تا بسوزد دل ترا اور سوزش سے ترحم بھی مراد ہو سکتا ہے جس کو اوپر رحمت کہا ہے اور اس کا ترتب ظاہر ہے اور ندامت و تحرق قلب علی الخطاء بھی مراد ہو سکتا ہے جس کو اوپر غیرت کہا ہے اور مشاہدہ موت غیر پر اکثر یہ ندامت بھی قلب میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس مراقبہ میں یہ شبہ نہ کرنا کہ جب موت اقارب و احباب کی بالفعل حاضر نہیں ہے تو ان کو خلاف واقع یہ کس طرح سمجھ لیا جاوے کہ وہ بالفعل مر رہے ہیں کیونکہ گو اس وقت موت نہیں آئی مگر آنے والی تو یقینی ہے اور مقرر ہے کہ کل ات فهو ات یعنی جو چیز آنے والی ہے وہ آخر ایک دن آنے والی ہے تو) تو کل ات فهو ات کو تو حاضر فی الحال ہی سمجھ (اور اس کے مقتضا سے) دوست کو نزع میں اور (دنیا سے) غائب ہونے میں سمجھ (اور اسی طرح اپنے کو بھی غرض اس مراقبہ کی واقعیت میں کوئی شبہ نہ رہا اور بلا شبہ قابل عمل رہا آگے موانع کا اور ان کی رفع کے اہتمام کا ذکر ہے یعنی) اور اگر اغراض (نفسانیہ) اس (طرح پر) نظر کرنے سے مانع ہوں (کیونکہ اس نظر اور مراقبہ کے ساتھ پھر اغراض مغلوب ہو جاویں گی تو جس شخص کو وہ اغراض محبوب ہوں گے یا بزعم اس کے ضروری ہوں گے وہ اس مراقبہ کو اختیار نہ کر سکے گا بلکہ ان اغراض کے سبب تعلقات اس قدر پیچیدہ ہو جاویں گے کہ وہ اس مراقبہ کی فرصت بھی نہ لینے دیں گے جیسا اہل دنیا کی حالت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے پس فرماتے ہیں کہ اگر یہ اغراض مانع ہوں) تو تو ان اغراض ہی کو جیب میں سے نکال پھینک (جیب گریبان کو کہتے ہیں مراد یہاں ماتحت الجیب یعنی قلب ہے مطلب یہ کہ ان اغراض ہی سے قطع نظر کر لے تو وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تعلقات بھی قطع ہو جاویں گے اور مانع مرتفع ہو جاوے گا) اور اگر تو یہ نہ کر سکے (یعنی اغراض سے قطع کرنے سے عاجز ہو جاوے مطلب یہ نہیں کہ پہلے ہی سے کم ہمتی شروع کردے بلکہ ایسا ہو کہ ہمت کرتا ہے اور ناکامی ہوتی ہے اس طرح سے کہ کوئی غرض از قبیل شہوت یا غضب و حب مال یا جاہ مغلوب کر دیتی ہے) تب بھی سوکھا (یعنی خالی و معطل اس) عجز (اور ضعف ہمت) ہی پر مت قائم ہو جا (کہ تمام عمر اسی میں گزار دے کہ میں تو عاجز ہوں کیا کروں کچھ بنتا نہیں بلکہ اس عجز کے ساتھ بھی ایک عمل کر جو آگے آتا ہے پس تضرع کن الخ کیونکہ عاجز ہونے والے کے ساتھ (بوجہ اس کے کہ اس کا عجز دلیل اس کے امکان وحدوث کی ہے اور ممکن حادث کے لئے ایک محدث واجب وضروری ہے اس لئے اس کے ساتھ) ایک پسندیدہ عاجز کرنے والا بھی ہے (کہ وہ خالق ہے اس عجز کا اور اسباب عجز کا تو) عجز (گویا اس کی پیدا کی ہوئی) ایک زنجیر ہے اس نے (وہ زنجیر تجھ پر رکھ دی ہے (پس اولاً تو علماً) نظر زنجیر رکھنے والے میں کھولنا چاہئے (یعنی جاننا چاہئے کہ یہ اس قادر مطلق کے اختیار میں ہے اور) اس کے بعد (یہ سمجھ کر کہ قدرت متعلق ہوتی ہے ضدین سے جیسا وضع زنجیر اس کی قدرت میں ہے رفع زنجیر بھی اس کی قدرت میں ہے یہ سمجھ کر اس کے سامنے عملاً) تضرع کر (اور یوں عرض کر) کہ اے ہادی زندگی کے (یعنی حیات حقیقی کے راہ بتانے والے) میں (پہلے) باز (کی طرح قوی وباہمت) تھا (مگر اب) پشہ ہو گیا یہ کس سبب سے ہے (مقصود استفہام نہیں بلکہ استعطاف ہے اور معنی کلام کے یہ ہیں کہ اغراض کا غلبہ قبل ان کے رسوخ کے سہل الدفع ہوتا ہے باز بودم یہ ہے پھر بعد رسوخ کے صعب الدفع ہو جاتا ہے پشہ بودم یہ ہے اور استعطاف میں طلب ہے عون کی اور یہی تضرع وہ عمل ہے جس کا امر اوپر کیا ہے بر عجز ے مایست میں حاصل یہ کہ ایسے عجز کے مبدل بہ قوت ہونے کی یہ تدبیر ہے کہ حق تعالیٰ سے التجا کرے کہ وہ قوت دے اور مدد فرماوے اور اوپر نیاری کی شرح میں سعی وہمت کا جاری رکھنا آچکا ہے پس ملخص یہ ہوا کہ سعی وہمت سے برابر کام لیتا رہے اور پھر اس کے ساتھ تضرع بھی کرے انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی یقینی ہے آگے تتمہ ہے التجا کا جس میں اعتراف اور تنبہ بھی ہے اپنی بدحالی پر یعنی اے اللہ) بہت مضبوط گاڑ رکھا ہے میں نے شر کے اندر (اپنا) قدم (اس طرح سے) کہ لفی خسر (کا مصداق ہو گیا) ہوں آپ کے (اثر) قہر سے دمبدم (اور وہ اثر قہر وہی شیر ومعصیت ہے یعنی اس قدم گڑنے کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس معصیت سے لفی خسر کا مصداق ہو گیا ہوں اور شر میں تو ایسا مضبوط ہوں جیسا اوپر کہا گیا اور خیر سے ایسا غیر مربوط ہوں جیسا آگے آتا ہے کہ) آپ کی نصیحتوں سے میں (گویا) بہرا ہو گیا ہوں (اور سب سے بدتر یہ کہ باوجود ملابست شر ومباعدت خیر کے اپنی حالت کو ظاہر اس طرح کیا ہے کہ شر سے مباعدت ہے اور خیر سے ملابست تو گویا) بت شکن (ہونے کا تو) دعویٰ اور (واقع میں) بت گر ہو گیا ہوں یہاں تک تدبیر رفع موانع کی مذکور ہوئی آگے پھر مولانا کا ارشاد ہے جس میں ملامت ہے غفلت عن الموت پر جس سے مقصود تاکید ہے مراقبہ موت کی جو اشعار سابقہ میں مذکور تھا یعنی اے غافل وگرفتار تعلقات فانیہ یہ بتلا کہ آیا) صنعتوں کا یاد کرنا زیادہ فرض ہے (جس میں تو مشغول ہے کہ اس سے دنیا سمیٹے گا) یا موت کا یاد رکھنا زیادہ فرض ہے جس کا تو تارک ہے جواب ظاہر ہے کہ موت ہی کا یاد رکھنا زیادہ فرض ہے کیونکہ) موت (کی مثال تو) مانند خزاں (کے) ہے (اور) تو پتہ کی جڑ ہے (یعنی جو سرا شاخ درخت سے متصل ہوتا ہے یہ تشبیہ بہ نسبت برگ کے ساتھ تشبیہ دینے کے ابلغ ہے کیونکہ خزاں سے خود پتہ میں تو صرف لون اور تازگی ہی میں تغیر آتا ہے لیکن ڈنڈی میں انقطاع اور انکسار کا اثر آتا ہے والثانی اشد من الاول مطلب یہ کہ موت تجھ کو صرف پتہ کی طرح خشک ہی نہ کرے گی یہ اثر تو امراض میں بھی ہے بلکہ تجھ کو شاخ

www.besturdubooks.wordpress.com

عالم سے منقطع اور دنیا سے جدا کردے گی اور اس وقت سب صنائع و تعلقات بیکار ہو جاویں گے تو موت کا یاد رکھنا صنعت کے یاد کرنے سے زیادہ فرض ہوا پس مصرعہ ثانیہ دلیل ہے جواب مقدر مفہوم المصرعة الاولیٰ کی مگر اس فرض کا تو ایسا تارک ہے کہ خود موت کے یاد دلانے سے بھی تو اس کو یاد نہیں کرتا اور پھر بے وقت یاد کرے گا جبکہ کچھ نفع نہ ہوگا آگے یہی مضمون ہے یعنی) برس ہو گئے۔ یہ موت نقارہ بجا رہی ہے (نقارہ بجانا یہ ہے کہ لوگ مر رہے ہیں مگر) تیرا کان (اس وقت تو استماع کے لئے حرکت نہیں کرتا پھر) بے وقت جنبش کریگا (اور) روح سے جدا ہونے (کی حالت) میں (وہ کان یعنی کان والا) کہے گا ہائے موت (تو نے کیا کیا کہ مجھ کو بھی روح سے) الگ کر دیا اور ظاہر ہے کہ سب اعضا کے ساتھ کان سے بھی روح کا علاقہ منقطع ہو جاتا ہے مولانا کان کو جواب دیتے ہیں کہ ہاں) اس وقت (یعنی موت کے وقت) تجھ کو موت نے اپنے سے (بالمشاہدہ) آگاہ کیا یعنی جب خود موت کی ذات آ گئی تب خبر ہوئی کہ موت ایسی ہے باقی پہلے سے بھی اس کی ذات گو غائب تھی مگر اس نے اپنی آواز بلند سے بہت آگاہ کیا مگر آگاہ نہ ہوا اور وہ آواز بھی موت نے اتنی بلند کی کہ یہ حلق موت کا چیختے چیختے بیٹھ گیا (اور) اس کا نقارہ بھی بجاتے بجاتے پھٹ گیا (مگر) تو نے (ہمیشہ) دقائق (وصنائع) میں اپنے کو گوندھے رکھا (اور ایک نہ سنی آخر یہ نوبت آئی کہ خود موت آ کھڑی ہوئی تب) اس وقت موت کے (اس) رمز کو (جو کہ دوسروں کے مرنے سے بتلایا جاتا تھا اب کھلی آنکھوں) تو نے معلوم کیا (جبکہ معلوم ہونے سے کوئی نفع نہیں وهذا كما قال الله تعالىٰ فيقول لولآ اخرتنیٓ الیٰٓ اجل قريب الاية آگے بے وقت تاسف و نوحہ کے غیر نافع ہونے کی مثال ہے ایک حکایت سے)

فائدہ:۔ اخیر کے اشعار سے تذکر وقت الموت کا غیر نافع ہونا معلوم ہوتا ہے اس مسئلہ کی تحقیق نہایت بسط سے مع ادلہ سرخی ہائے ہوئے کردن پاسبان کے ما قبل و مابعد کے اشعار کی شرح میں ہو چکی ہے ضرور ملاحظہ فرمائی جاوے۔

تشبیہ مغفلے کہ عمر ضائع کند و وقت مرگ دراں تنگا تنگ توبہ و استغفار کردن گیرد بہ تعزیت داشتن شیعہ اہل حلب ماند ہر سالے در ایام عاشورا بدروازۂ انطاکیہ و رسیدن غریب شاعر از سفر و پرسیدن کہ ایں غریو و نعرہ چہ تعزیت ست تا فرا خور آں مرثیہ گوید

اس غافل کی تشبیہ جو عمر ضائع کر دیتا ہے اور موت کے وقت اس تنگی میں توبہ اور استغفار شروع کرتا ہے اور حلب کے شیعوں کے مشابہ ہے جو ہر سال عاشورا کے ایام میں انطاکیہ کے دروازے میں عزاداری کرتے ہیں اور ایک مسافر شاعر کا سفر سے پہنچنا اور دریافت کرنا کہ یہ شور اور نعرہ کس کی تعزیت میں ہے تا کہ اس کے مناسب مرثیہ پڑھے۔

روز عاشورا ہمہ اہل حلب	باب انطاکیہ اندر تا بشب
عاشورا کے دن تمام اہل حلب	باب انطاکیہ میں رات تک
گرد آید مرد و زن جمع عظیم	ماتم آں خانداں دارد مقیم
جمع ہوتے ہیں مرد اور عورت ایک عظیم مجمع کر کے	اور اس خاندان کا ماتم برپا کرتے ہیں
نالہ و نوحہ کنند اندر بکا	شیعہ عاشورا برائے کربلا
شیعہ لوگ رات تک نوحہ کرتے ہیں گریہ میں	عاشورا کے دن کربلا کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

بشمرند آں ظلمہا و امتحاں	کز یزید و شمر دید آں خانداں
شمار کرتے ہیں وہ سب ظلم اور تکلیفیں	جو کہ یزید اور شمر سے اس خاندان نے دیکھی ہیں
از غریو نعرہا در سرگذشت	پر ہمی گردد ہمہ صحراو دشت
شوروغل سے سرگذشت کے متعلق	پر ہو جاتا ہے صحرا اور دشت

رسیدن شاعرے بحلب روز عاشورا و حال معلوم نمودن

یک غریبے شاعرے از رہ رسید	روز عاشورا و آں افغاں شنید
ایک مسافر شاعر راستہ سے عاشوراء کے روز	پہنچا اور وہ شور سنا
شہر را بگذاشت واں سورای کرد	قصد جست و جوئے آں ہیہائے کرد
شہر کو چھوڑا اور اس طرف رائے کی	قصد جس اس ہائے ہائے کا کیا
پرس پرساں می شد اندر افتقاد	چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد
پوچھتا پوچھتا جا رہا تھا اس تحقیق میں	کہ کیا ہے یہ غم کس پر یہ ماتم پڑا ہے
ایں رئیسے زفت باشد کو بمرد	ایں چنیں مجمع نباشد کار خرد
یہ کوئی بڑا رئیس ہو گا جو مر گیا	یہ ایسا مجمع چھوٹی بات نہ ہو گی
نام او القاب او شرحم دہید	کہ غریبم من شما اہل دہید
اس کا نام اور لقب میرے سامنے بیان کرو	کیونکہ میں مسافر ہوں تم بستی کے رہنے والے ہو
چیست نام و پیشہ و اوصاف او	تا بگویم مرثیہ ز الطاف او
اس کا نام اور مشغلہ اور اوصاف کیا ہیں	تاکہ میں اس کے الطاف کا مرثیہ کہوں
مرثیہ سازم کہ مرد شاعرم	تا ازیں جا برگ و لا لنگے برم
میں مرثیہ بناؤں گا کیونکہ میں شاعر ہوں	تاکہ یہاں سے کچھ سامان اور روٹی کا ٹکڑا لے جاؤں
آں یکے گفتش کہ ہے دیوانہ	تو نہ شیعہ عدو خانہ
ایک شخص نے اس سے کہا کہ ہائیں کیا تو دیوانہ ہے	تو شیعی نہیں ہے بلکہ خاندان کا دشمن ہے
روز عاشورا نمی دانی کہ ہست	ماتم جانے کہ از قرنے بہ است
عاشوراء کے دن مجھ کو معلوم نہیں کہ ایک	ایسی روح کا ماتم ہے جو ایک پورے قرن سے افضل ہے
پیش مومن کے بود ایں غصہ خوار	قدر عشق گوش عشق گوشوار
مومن کے نزدیک یہ قصہ کب بے وقعت ہے	بقدر عشق گوش کے عشق ہوتا ہے گوشوارہ کا

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش مومن ماتم آں پاک روح	شہرہ تر باشد ز صد طوفان نوحؑ
مومن کے نزدیک اس پاک روح کا ماتم	زیادہ مشہور ہو گا صدہا طوفان نوح سے بھی

نکتہ گفتن آں شاعر جہت طعن شیعۂ حلب

شاعر کا حلب کے شیعوں کے طعنہ کے لئے ایک نکتہ کہنا

گفت آرے لیک کو دور یزید	کے بدست ایں غم چہ دیر اینجا رسید
اس نے کہا کہ واقعی لیکن کہاں دورہ یزید کا	وہ غم کب ہوا ہے یہاں کس قدر دیر میں پہنچا
چشم کوراں آں خسارت را بدید	گوش کراں آں حکایت را شنید
اندھوں کی آنکھوں نے اس زیاںکاری کو دیکھا	بہروں کے کانوں نے ان حکایتوں کو سنا
خفتہ بود ستید تا اکنوں شما	کہ کنوں جامہ دریدید از عزا
کیا تم لوگ اب تک سو رہے تھے	کہ اب تم نے ماتم میں کپڑے چاک کئے
پس عزا بر خود کنید اے خفتگاں	زانکہ بدمرگیست ایں خواب گراں
پس تم اپنے اوپر ماتم کرو اے غافلو	کیونکہ یہ خواب گراں بدترین موت ہے

(ربط اوپر گزر چکا ہے ترجمہ یہ ہے کہ) عاشوراء کے دن تمام اہل حلب باب انطاکیہ میں (کہ شہر حلب کا ایک دروازہ ہے) رات تک (ایسا کرتے ہیں کہ) جمع ہوتے ہیں (تمام) مرد اور عورت ایک عظیم مجمع (کر کے اور) اس خاندان (نبوت) کا ماتم برپا کرتے ہیں (اور) شیعہ لوگ نالہ ونوحہ کرتے ہیں گریہ میں عاشوراء کے دن کربلا کے (واقعات کے لئے (اور) شمار کرتے ہیں وہ سب ظلم اور محنتیں جو کہ یزید اور شمر سے اس خاندان (نبوت) نے دیکھی ہیں (اور) شور و غل سے (اس) سرگذشت (کربلا) کے متعلق پر ہو جاتا ہے تمام صحرا اور دشت (غرض یہ رسم ہے اسی رسم کے موافق ایک بار یہ ہنگامہ برپا تھا کہ اتفاق سے ایسے میں) ایک مسافر شاعر راستہ سے عاشوراء کے روز (شہر میں) پہنچا اور وہ شور سنا (پس) شہر کو چھوڑا اور اس طرف (جدھر شور تھا جانے کی) رائے (قائم) کی (اور) قصد تجسس (سبب) اس ہائے ہائے کا کیا (اور) پوچھتا پوچھتا جا رہا تھا اس تحقیق میں (یعنی لوگوں سے تحقیق کرتا تھا) کہ کیا ہے یہ غم (اور) کس پر یہ ماتم پڑا ہے (غالباً) یہ کوئی بڑا رئیس ہوگا جو مر گیا (کیونکہ) ایسا (بڑا) مجمع (کوئی) چھوٹی بات نہیں (تو اس کا سبب بھی کوئی بڑی ہی بات ہوگی اور لوگوں سے یہ بھی کہا کہ) اس (رئیس) کا نام اور لقب میرے سامنے بیان کرو کیونکہ میں مسافر (ناواقف) ہوں اور تم بستی کے رہنے والے (واقف) ہو (اس لئے تم کو معلوم ہوگا تو مجھ کو بھی بتلا دو کہ) اس کا نام اور مشغلہ اور اوصاف کیا ہیں تاکہ میں اس کے الطاف (واخلاق) کا مرثیہ کہوں (غرض) میں مرثیہ بناؤں گا کیونکہ میں شاعر شخص ہوں تاکہ یہاں سے (یعنی ورثہ میت سے) کچھ روٹی کا ٹکڑا (یعنی انعام و مدد معاش) لے جاؤں (جواب میں) ایک شخص نے اس کو کہا کہ ہائیں تو دیوانہ ہے (کہ تو پوچھتا ہے کون مر گیا معلوم ہوتا ہے کہ) تو شیعی نہیں ہے بلکہ خاندان (نبوت) کا دشمن ہے (اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے اس خاندان سے تجھ کو کچھ تعلق نہیں کیونکہ اگر تعلق ہوتا تو تو بھی آج غمزدہ ہوتا اور پوچھتا نہیں) عاشوراء کے دن تجھ کو معلوم نہیں کہ ایک ایسی (پاک) روح کا ماتم (ہوا کرتا) ہے جو کہ ایک پورے قرن سے افضل ہے (اور) مومن کے نزدیک یہ قصہ کب بے وقعت (ہوسکتا) ہے (قاعدہ ہے) بقدر عشق گوش کے عشق ہوتا ہے گوشوارہ کا (یعنی کسی محبوب کے کان سے جتنی محبت ہوگی چونکہ گوشوارہ کو اس کان سے تعلق ہے اتنی ہی اس گوشوارہ سے ہوگی اسی طرح جس قدر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی اتنی ہی آپ کے خاندان سے کہ آپ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے محبت ہوگی پس) مومن کے نزدیک اس پاک روح کا ماتم زیادہ مشہور ہوگا صدہا طوفان نوحؑ سے بھی (یعنی وہ ایک ہی طوفان کتنا مشہور ہے کہ سب جانتے ہیں اور اگر کوئی طوفان اس سے سو حصے زیادہ ہوتا تو وہ بہت ہی زیادہ مشہور ہوتا تو اس مضاعف طوفان سے بھی زیادہ یہ قصہ کربلا کا مشہور ہے اور افسوس تجھ کو خبر نہیں کہ پوچھتا ہے) اس (شاعر) نے کہا کہ واقعی (یہ قصہ ایسا ہی عظیم الشان ہے) لیکن کہاں دورہ یزید کا (اور کہاں یہ زمانہ یہ بھی معلوم ہے کہ) یہ غم کب ہوا ہے (اور) یہاں کس قدر دیر میں پہنچا (وہ تو اس قدر مشہور ہے کہ) اندھوں کی آنکھوں نے (ظالموں کی) اس (دینی) زیانکاری کو دیکھا (اور) بہروں کے کان نے اس حکایت کو سنا (یعنی اندھوں بہروں تک کو معلوم ہے تو کیا) تم اب تک سو رہے تھے کہ اب (تم کو خبر ملی اور خبر ملنے کے بعد) تم نے ماتم میں کپڑے چاک کئے پس (اس غفلت و خواب گراں کا تو مقتضا یہ ہے کہ) تم اپنے اوپر ماتم کرو اے غافلو کیونکہ یہ خواب گراں بدترین موت ہے (اور بدترین موت واقع میں مصیبت ہے جو قابل ماتم ہے بخلاف ان حضرات کی موت کے کہ وہ ظاہراً موت ہے ورنہ خوشترین حیات ہے پھر اس پر ماتم کیسا چنانچہ آگے مولاناؒ کی زبان سے یہی مضمون ہے اس موت کی خوشترین حیات ہونے کا۔ مطابقت حیات کی ماقبل کے ساتھ نکتہ شاعر سے ظاہر ہے کہ غافل کی حالت اہل حلب کی سی ہے کہ اپنی حالت بدلی اتنے دنوں بعد خبر ہوئی جبکہ عمر گزر گئی اس خواب گراں کی کوئی انتہا بھی ہے اور جس طرح ماتم اہل حلب کا اب کوئی موقع نہیں اسی طرح غافل کی تاسف کا اب یعنی موت کے وقت کوئی موقع نہیں)

روح سلطانے ز زندانے بجست	جامہ چہ دریم و چہ خائیم دست
ایک بادشاہ کی روح ایک زندان سے چھوٹی	ہم کپڑا پھاڑیں اور ہاتھ کیا چبائیں
چونکہ ایشاں خسرو دیں بودہ اند	وقت شادی شد چو بشکستند بند
چونکہ وہ حضرات خسروان دین ہوتے ہیں تو وہ	خوشی کا وقت ہوا جب انہوں نے قید توڑ ڈالی
سوی شادروان دولت تاختند	کندہ و زنجیر را انداختند
وہ طرف شامیانہ دولت کے دوڑ گئے	انہوں نے بیڑی اور زنجیر کو پھینک دیا
روز ملک ست و گہے شاہنشہی	گر تو یک ذرہ از ایشاں آگہی
سلطنت کا دن اور شاہنشہی کا وقت ہے	اگر تو ذرہ برابر بھی ان سے آگاہ ہو
ورنہ آگہ برو برخود گری	زانکہ در انکار نقل و محشری
اور اگر تو آگاہ نہیں ہے جا اپنے اوپر گریہ کر	کیونکہ تو انتقال اور محشر کا منکر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بردل و دین خرابت نوحہ کن	کہ نمی بیند جز ایں خاک کہن
اپنے قلب اور دین فاسد پر نوحہ کر	کہ وہ بجز اس خاک کہن کے اور کچھ نہیں دیکھتا
ورہمی بیند چرا نبود دلیر	پشت دار و جان سپار و چشم سیر
اور اگر یہ شخص دیکھتا ہے تو دلیر اور	مستعد اور جان سپار اور چشم سیر کیوں نہیں ہوتا
در رخت کو ازمی دیں فرخی	گر بدیدی بحر کو کف سخی
تیرے رخ میں جوش دین سے فراخی کہاں ہے	اگر دیکھتا سمندر کو دست سخی کہاں ہے
آنکہ جو دید آب را نکند دریغ	خاصہ آں کو دید آں دریا و میغ
جس شخص نے ندی دیکھ لی وہ پانی کا بخل نہیں کرتا	خاص کر جس نے وہ بحر اور ابر دیکھ لیا ہو

تمثیل مرد حریص نابینندۂ رزاقی حق را وخزائن رحمت اورا بمورے کہ در خرمن گاہ بزرگ بادانۂ گندم می کوشد و می جوشد و می لرزد و بتعجیل می کشد و سعت آں خرمن رانمی بیند

اس لالچی کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رزاقی اور رحمت کے خزانوں کو دیکھنے والا نہیں ہے اس چیونٹی کے ساتھ جو بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ کی کوشاں ہے اور جوش میں ہے اور لرز رہی ہے اور جلدی جلدی کھینچ رہی ہے اس ڈھیر کی وسعت کو نہیں دیکھتی ہے

مور بردانہ ازاں لرزاں شود	کوز خرمنہائے خوش عمیاں بود
چیونٹی دانہ پر اس لئے لرزاں ہوتی ہے	کہ وہ عمدہ خرمنوں سے کور ہوتی ہے
می کشد آں دانہ را با حرص و بیم	کو نمی بیند چناں چاش عظیم
اس دانہ کو حرص اور خوف سے کھینچتی ہے	کہ وہ اس خرمن عظیم کو نہیں دیکھتی
صاحب خرمن ہمی گوید کہ ہے	اے زکوری پیش تو معدوم شے
صاحب خرمن کہتا ہے کہ سن اے اندھی چیونٹی	کہ کوری کے سبب تیرے نزدیک معدوم بھی شے ہے
توز خرمنہای ما آں دیدۂ	کہ دراں دانہ بجاں پیچیدۂ
تو نے ہمارے خرمنوں سے یہی دانہ دیکھا ہے	کہ اس دانہ میں تمام جان سے لپٹ رہی ہے

(اوپر اہل حجاب کے حیات غفلت و معصیت کا بدترین موت ہونا مذکور تھا یہاں اس کے مقابلہ میں مولانا اہل قرب کی موت ذکر و طاعت کا خوشترین حیات ہونا اور اس حیوٰۃ طیبہ کے محل یعنی عالم باقی کی ترجیح اس عالم فانی پر بیان فرماتے ہیں یعنی تم جو اپنی بدحالی پر ماتم چھوڑ کر ان حضرات شہداء پر ماتم کر رہے ہو تو حماقت محضہ ہے کیونکہ حقیقت ان کی موت کی یہ ہے کہ) ایک بادشاہ کی روح ایک زندان سے (یعنی دنیا سے کہ سجن مومن ہے) چھوٹی (تو پھر) ہم کیوں کپڑے پھاڑیں اور ہاتھ کیا چبائیں (بلکہ) چونکہ وہ حضرات خسروان دین ہوئے ہیں تو وہ (ان کے انتقال کا وقت تو) خوشی کا وقت ہوا جب انہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

نے (تعلقات دنیویہ کی) قید توڑ ڈالی (اور) وہ بجانب شاہانہ دولت کے دوڑ گئے (اور) انہوں نے بیڑی اور زنجیر کو پھینک دیا (تو ان کے لئے تو وہ وقت) سلطنت کا دن اور شاہنشہی[1] کا وقت ہے اگر تو ذرہ برابر بھی ان (کے حال) سے آگاہ ہو (تو تجھ کو بھی معلوم ہو جائے کہ واقعی وہ حالت سلطنت سے افضل ہے پس اس شرط کی جزا مقدر ہے و قدورد کثیراً فی القران کماقال تعالیٰ والعذاب الأخرة اکبر لوکانوا یعلمون و قال ان اجل اللّٰه اذاجآء لایؤخرلوکنتم تعلمون) اور اگر تو (ان کے اس حال سے) آگاہ نہیں ہے (اور اس لئے ان کے واقعات پر روتا ہے) تو جا اور (بجائے ان پر رونے کے) اپنے (اس حال) پر (کہ تو ان کے حال سے آگاہ نہیں) گریہ کر کیونکہ (اس نا آگاہی کا حاصل یہ ہے کہ) تو انتقال (الی الآخرۃ) اور محشر (حیات آخرت) کا منکر ہے (اور اس کا انکار کفر ہے اور کفر سب سے زیادہ رونے کے قابل حالت ہے جس کا ذکر شعر آئندہ میں ہے) بردل و دین خرابت الخ اور اس ناآگاہی کا یہ حاصل ہونا ظاہر ہے کیونکہ اگر عالم جاودانی کی طرف ارواح کے نقل کا کوئی قائل ہو تو ان کی روحوں کا بھی اس عالم میں جانا جائیگا اور چونکہ ان کے احوال سے اور نیز ان کے متعلق بعض نصوص سے وہاں جانے کے بعد بجز تنعم کے دوسرا احتمال نہیں اس لئے اس نقل کو ان کی شادی کا سامان سمجھے گا پھر عقلاً کیوں مغموم ہوگا جو منشا ہے ماتم کا اور حزن طبعی اس کے منافی نہیں کیونکہ اس کا منشا محض مفارقت ہے حتیٰ کہ آدمی اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت باوجود عقلی خوشی کے طبعاً اسی بناء پر روتا ہے۔ وقدصرح بهذا في قوله عليه السلام انا بفرا قك يا ابراهيم لمحزونون آگے اس انکار نقل و محشر کے موجب گریہ ہونے کا مضمون ہے کہ اس صورت میں) اپنے قلب اور دین فاسد پر نوحہ کر کہ وہ (قلب) بجز اس خاک کہن (دنیا) کے اور کچھ (یعنی عالم جاودانی کو) نہیں دیکھتا (یعنی اعتقاد نہیں رکھتا کہ رویت قلبیہ یہی ہے اور یہ اعتقاد فاسد ہے تو دین فاسد ہوا اور جس قلب میں اعتقاد فاسد ہو اس کا فاسد ہونا بھی یقینی ہے اور اس نمی بیند کا حاصل وہی انکار نقل و محشر ہے جس کا اوپر ذکر تھا اس سے ثابت ہو گیا کہ اعتقاد آخرت مانع گریہ عقلی ہے اور گریہ عقلی دلیل انکار آخرت ہے پس گریہ عقلی اور اعتقاد آخرت جمع نہیں ہو سکتے) اور (اگر کوئی دعویٰ کرے کہ یہ گریہ عقلی نہیں بلکہ طبعی ہے ان کے مصائب کے یاد آنے سے اور وہ جمع ہو سکتا ہے اعتقاد آخرت اور ان کے مشرف بنعمت سمجھنے کے ساتھ تو ہم یہ کہیں گے کہ اچھا اس صورت میں دو امر مجتمع ہیں ایک یاد مصائب اور دوسرا اعتقاد آخرت واطلاع بتنعم شہداء اور امر اول کا اثر ہے گریہ طبعی اور امر ثانی کا اثر ہے جوش تحصیل اسباب تنعم مذکور سو اگر اس شخص کو مصائب یاد آئے اور یہ رو پڑا اور امر اول کا اثر ظاہر ہوا اسی طرح سے) اگر یہ شخص (بوجہ اعتقاد آخرت و نصوص مبشرہ بدرجات شہداء ان کے احوال کو) دیکھتا ہے (اور یہ امر ثانی ہے جس کا اثر تھا جوش تحصیل اسباب تنعم مذکور) تو (یہ شخص اس تنعم کے عالم میں جانے پر (دلیر) اور پرجوش) کیوں نہیں ہوتا (جو اثر تھا اس امر ثانی کا اور یہ شخص اس اعتقاد کے سبب راہ دین میں) مستعد اور جان سپار (اور دنیا سے) چشم سیر (کیوں نہیں ہوتا) خلاصہ یہ کہ جس طرح امر اول کا اثر ظاہر ہوا اسی طرح امر ثانی کا بھی تو کوئی اثر ہوتا جب نہیں ہے تو معلوم ہوا امر ثانی نہیں ہے پس دعویٰ اس گریہ کے طبعی ہونے کا غلط ٹھہرا آگے پھر وہی سوال ہے بعنوان دیگر کہ) تیرے رخ میں جوش دین سے فراخی (اور خرمی) کہاں ہے (یعنی یہ اثر کیوں نہیں آگے اس کی مثال ہے کہ ہر رویت کا ایک اثر ہوتا ہے جب وہ اثر نہ ہو تو وہ رویت بھی نہیں ہے چنانچہ) اگر یہ شخص بحر (اعظم) کو دیکھتا تو (بتلادے کہ) دست سخی کہاں ہے (یعنی جو شخص سمندر کو دیکھ لے اور یہ بھی یقین کرلے کہ میں

---

[1] (مراد سلطنت عظیمہ نہ بمعنی سلطن جمیع السلاطین پس مخالفت حدیث لازم نیامد ۱۲ام)

www.besturdubooks.wordpress.com

جتنا چاہوں پانی اس میں سے لے سکتا ہوں تو ممکن نہیں کہ اس کا ہاتھ پانی بخشنے کے لئے سخی نہ ہو جاوے پس اگر یہ اثر نہ ہو تو اس سے استدلال کیا جاوے گا کہ اس نے سمندر نہیں دیکھا اسی طرح یہاں سمجھنا چاہئے کہ اگر نعماء آخرت کی اس کو اطلاع ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کی تحصیل پر قدرت بھی ہے تو پھر اس کی علامت کیوں نہیں پائی جاتی اور جب نہیں پائی جاتی تو معلوم ہوا کہ ملزوم (یعنی اطلاع نعم بھی منتفی ہے آگے اس مثال کی تقویت کرتے ہیں کہ سمندر تو بڑی چیز ہے) جس شخص نے (معمولی) ندی (بھی) دیکھ لی وہ پانی کا بخل نہیں کرتا (تو سمندر تو اس سے بہت زیادہ ہے پھر جب ندی اور سمندر کے دیکھنے میں یہ اثر ہے کہ وہ سیر چشم ہو جاتا ہے تو) خاص کر جس نے وہ بحر (عطائے رحمانی) اور ابر (رحمت یزدانی) دیکھ لیا ہو (تو وہ سیر چشم کیوں نہ ہو جاوے گا اور اس دنیائے دنی کی حرص کو کیوں نہ چھوڑ دے گا آگے ایک اور مثال سے اسی کا بیان ہے کہ عالم جاودانی کا استحضار موجب ہے سیر چشمی کا دنیا سے پس فرماتے ہیں کہ) چیونٹی دانہ (کے فوت ہو جانے) پر اس لئے لرزاں (اور خائف) ہوتی ہے کہ عمدہ خرمنوں سے کور ہوتی ہے (اس لئے) اس دانہ کو حرص اور خوف سے گھسیٹتی ہے کہ وہ اس خرمن عظیم کو نہیں دیکھتی (پس وہ اسی ایک دانہ کو بڑی کائنات سمجھتی ہے اور ڈرتی ہے کہ کوئی چھین نہ لے اسی حالت کو دیکھ کر بزبان حال صاحب خرمن کہتا ہے کہ سن (ہی للتنبیہ کمافی الغیاث) اے (چیونٹی) بسبب کوری کے تیرے نزدیک معدوم بھی شئے ہوئی (یعنی تو دانہ کالمعدوم کو شئے عظیم سمجھتی ہے تو نے ہمارے خرمنوں میں سے یہی دانہ دیکھا ہے کہ اس دانہ میں تمام جان سے لپٹ رہی ہے (اگر پورا خرمن دیکھ لے یہ حرص جاتی رہے یہی حال دنیادار کا ہے کہ دنیا کے متاع حقیر کو بوجہ کوری نعم آخرت کے عظیم سمجھتا ہے اور جس نے اس کو دیکھ لیا اس سے جی بھر گیا آگے بطور تفریع کے ارشاد فرماتے ہیں حق تعالیٰ حی و باقی کے ساتھ تعلق و نسبت بڑھانے کے لئے جو سب ماسویٰ سے مستغنی کر دے تو کلام سابق پر تفریع مع الترقی ہے کیونکہ اوپر نعمائے آخرت کی طرف متوجہ کیا تھا اور اب منعم کی طرف یہ تو ترقی ہے اور تفریع مشترک ظاہر ہے کہ جب یہ خاص کہن اور زندان قابل دلچسپی نہیں اور اس سے وہی دلچسپی رکھے گا جو محروم عن المقصود الاصلی ہو تو اس کو چھوٹ کر مقصود حقیقی کو لو کہ وہ نعمت آخرت اور منعم ہے اور اصل منعم ہی ہے مگر نعمت بھی اس حیثیت سے کہ منعم کی طرف وصلہ ہے نعم فانیہ سے اصل ہے ع عاشقان جنت برائے دوست میدارند دوست الخ کے یہی معنی ہیں اور اسی تعلق مع الحق کا مضمون دور تک چلا گیا ہے خوب یاد رکھنا کہ ارتباط اشعار میں معین ہوگا)

ترغیب تعلق مع اللہ تعالیٰ

اے بصورت ذرہ کیواں را ببیں	مور لنگی رو سلیماں را ببیں
اے جو کہ صورت میں ذرہ ہے تو کیواں کو دیکھ	تو مور لنگ ہے چل سلیمان کو دیکھ
تو نہ ایں جسم بل آں دیدۂ	وارہی از جسم گر جاں دیدۂ
تو یہ جسم نہیں بلکہ تو وہ دیدہ ہے	تو جسم سے چھوٹ جاوے اگر تو نے روح کو دیکھ لیا
آدمی دیدست و باقی لحم و پوست	ہر چہ چشمش دیدۂ است آں چیز اوست
آدمی محض دید ہے اور باقی لحم و پوست ہے	وہ چیز کہ اس کی چشم نے اس چیز کو دیکھا ہے چیز تو وہی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کوہ را غرقہ کند یک خم زنم	چشم خم چوں باز باشد سوئے یم
پہاڑ کو غرق کر دیتا ہے ایک مٹکہ نم سے	جبکہ مٹکے کی آنکھ کشادہ ہوتی ہے طرف دریا کے
چوں بدریا راہ شد از جان خم	خم با جیحوں برآردم اشتلم
جب دریا کی طرف راہ ہو جاوے مٹکہ کی ذات سے	تو مٹکہ جیحوں کے ساتھ زور ظاہر کرنے لگتا ہے
زاں سبب قل گفتۂ دریا بود	گرچہ نطق احمدؐ گویا بود
اسی سبب سے قل مقولہ دریا کا ہو گا	چہ نطق احمدؐ ناطق کا ہو گا
گفتۂ او جملہ در بحر بوذ	کہ دلش را بود در دریا نفوذ
آپ کا فرمایا ہوا تمام تر موتی دریا کے تھے	کیونکہ آپ کے قلب کا اس دریا میں انتہا تھا
داد دریا چوں زخم ما بود	چہ عجب در ماہیے دریا بود
جب دریا کی عطا ہمارے مٹکہ سے ہوتی ہے	تو کیا تعجب ہے اگر کوئی ماہی دریا ہو جاوے
چشم حس افسردہ برنقش مر	تش ممری بینی و او مستقر
چشم ظاہری جمود کئے ہوئے ہے گزرگاہ کے نقش پر	تو اس کو گزرگاہ دیکھ رہا ہے اور وہ مستقر ہے
ایں دوئی اوصاف دید احول ست	ورنہ اول آخرؔ آخر اول ست
یہ تغایر اوصاف دیدۂ احول ہے	ورنہ اول تو آخر ہے آخر اول ہے
ہیں گزر از نقش خم در خم نگر	کاندرو بحرست بے پایان و سر
ہاں صورت خم سے درگزر خم میں نظر کر	کہ اس کے اندر سمندر ہے جس کا نہ ختم ہے نہ شروع
پاک از آغاز و آخر آں عذاب	ماندہ محروماں ز قہرش در عذاب
وہ آب خوش شیریں مبرا ہے آغاز سے اور اختتام سے	جو لوگ محروم ہیں وہ اس کے قہر سے عذاب میں رہیں گے
تا چنیں سر در جہاں ظاہر شود	مقبل اندر جستجو ماہر شود
تاکہ ایسا راز عالم میں ظاہر ہو جاوے	صاحب اقبال طلب میں کامل ہو جاوے
تا فزاید در جہاد و کوشش او	تا میسر گرددش دیدار ہو
تاکہ مجاہدہ اور سعی میں وہ ترقی کرے	تاکہ اس کو مشاہدۂ حق میسر ہو
اہل دل ہمچوں کہ خود روے رواں	بے دوئی یک گشتہ با دریائے جاں
اہل دل ایسے ہیں جیسے ان میں ایک ایک نہر رواں ہو	بغیر تفریق کے دریائے جان کے ساتھ ایک ہو گئے ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں چنیں خم راتو دریم داں یقیں	زندہ ازوے آسمان و ہم زمیں
تو ایسے خم کو دریا جان بالیقین	زندہ ہیں اس سے آسمان اور نیز زمین
بلکہ وحدت گشت او را در وصال	شد خطاب او خطاب ذوالجلال
بلکہ وحدت حاصل ہو گئی اس کو وصال میں	اس شخص کا کلام کلام ذوالجلال ہو جاتا ہے
بعدازاں گوید ''ھم'' منصور وار	تاشود بردار شہرت او سوار
بعد ازاں وہ انا الحق کہنے لگے گا منصور کی طرح	تاکہ دار شہرت پر سوار ہو جاوے

طریق تعلق مع اللہ تعالیٰ

ہے زچہ معلوم گردد ایں ز بعث	بعث راجو' کم کن اندر بعث بحث
ہاں سن کس طریق سے معلوم ہوسکتا ہے یہ بعث سے	بعث کو طلب کر بعث میں بحث مت کر
شرط روز بعث اول مردن ست	زانکہ بعث از مردہ زندہ کردن ست
شرط یوم بعث کی اول مرنا ہے	کیونکہ بعث کی حقیقت ہے مردہ سے زندہ کرنا
جملہ عالم زیں غلط کردند راہ	کز عدم ترسند و آں آمد پناہ
جملہ عالم نے اس سبب سے راہ کو غلط کر رکھا ہے	کہ وہ فنا سے ڈرتے ہیں حالانکہ وہی پناہ ہے
از کجا جوئیم علم' از ترک علم	از کجا جوئیم سلم' از ترک سلم
ہم علم کہاں سے طلب کریں ترک علم سے	ہم صلح کہاں سے طلب کریں ترک صلح سے
از کجا جوئیم حال از ترک حال	از کجا جوئیم قال' از ترک قال
ہم حال کہاں سے طلب کریں ترک حال سے	ہم قال کہاں سے طلب کریں ترک قال سے
از کجا جوئیم ہست' از ترک ہست	از کجا جوئیم دست' از ترک دست
ہم وجود کہاں سے طلب کریں ترک وجود سے	ہم قدرت کہاں سے طلب کریں ترک قدرت سے

(وجہ ربط اوپر مذکور ہوئی کہ دنیائے دنیہ سے قطع تعلق کی تعلیم کے بعد تعلق مع اللہ کے تحصیل کی ترغیب ہے کہ اے (مخاطب) جو کہ صورت (ظاہری) میں ذرہ (اور حقیر) ہے تو کیوں (یعنی اپنی حقیقت حالیہ) تو دیکھ (جس کا ذکر اشعار آئندہ میں ہے تو نہ ایں جسم ہل آں دیدہ اٗلخ مطلب یہ کہ اپنی روح کو دیکھ کر معرفت حق کے لئے پیدا ہوئی ہے اور مقصود اس بیمن سے یہی ہے بھی کہ اس حیثیت سے دیکھ کہ وہ مخلوق للمعرفۃ ہے کما قال تعالیٰ وماخلقت الجن والانس الالیعبدون و ظاہران اصل العبادات ھی المعرفۃ تاکہ اس دیکھنے سے تحصیل معرفت کا قصد کیا جاوے کہ مقصود بالذات یہاں اسی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرف متوجہ کرتا ہے جیسا مصرعہ ثانیہ میں ہے کہ) تو (اگر چہ بوجہ ضعف و عجز کے کہ لوازم امکان سے ہے بمنزلہ) مور لنگ (کے) ہے (مگر اپنی حالت موجودہ جہل سے آگے) چل (اور اس روح موضوع للمعرفۃ سے) سلیمان (یعنی شاہنشاہ عالی جاہ حق سبحانہ وتعالیٰ) کو دیکھ (پس مقصود بالذات امر بمعرفۃ الحق ہے اور امر بمعرفۃ الروح مقصود بالعرض ہے فان من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور کیوان زحل ستارہ کو کہتے ہیں چونکہ اہل ہیئت کے نزدیک اس کا مقام فلک سابع ہے اس لئے یہ کنایہ ہے مقام عالی سے۔ جس سے مراد حقیقت عالیہ یعنی روح ہے آگے اس حقیقت عالیہ کی تصریحاً تعیین ہے کہ وہ روح ہے من حیث مشاهدته و معرفته للحق چنانچہ فرماتے ہیں کہ) تو (باعتبار حقیقت کے) یہ جسم نہیں (یعنی تیری حقیقت یہ جسم عنصری نہیں) بلکہ تو (باعتبار حقیقت کے) وہ دیدہ (حق بین) ہے (مراد روح کہ مشاہدہ و معرفت کے اعتبار سے اس کو بجائے صاحب دیدہ کے مبالغۃً دیدہ کہہ دیا اور یہ ظاہر اور مسلم ہے کہ اعظم مصداق حقیقت انسانیہ کا اس کی روح ہے گو جسم بھی اس کا جزء ہے کیونکہ مفہوم جسم جزو ہے مفہوم حیوان کا وقد دل علیه ظاهر قوله تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين الاية تو روح مصداق کل حقیقت انسانیہ تو نہیں مگر اعظم مصداق ضرور ہے۔ جس کو مبالغۃً کل حقیقت کہہ دیا جاتا ہے غرض حقیقت تیری روح ہے جس کو دیدہ سے تعبیر کیا آگے صریح تعبیر ہے کہ) تو جسم (کے احکام و آثار پر نظر کرنے) سے چھوٹ جاوے اگر تو نے (کبھی) روح کو (یعنی اس کے احکام و آثار کو کہ ان میں سے معرفت حق تعالیٰ ہے) دیکھ لیا (کیونکہ یہ دیکھ لینا یہی ہے کہ معرفت حاصل ہو جاوے کیونکہ معرفت اس صورت میں نفس کی صفت ہو گی اور نفس کو ان ذات و صفات کا علم حضوری ہوتا ہے۔ جس کو اس مصرعہ میں دیدن سے تعبیر کیا پس یہ دیکھنا موقوف ہے معرفت حاصل ہونے پر اور ظاہر ہے کہ معرفت کے سامنے تمام افعال و خواص جسمانیہ ہیچ در ہیچ معلوم ہوں گے اور ان پر نظر نہ رہے گی اسی کو وارہی کہا ہے غرض حقیقت) آدمی (کی) محض (آلۂ) دید (ومعرفت یعنی روح) ہے اور باقی (تو) لحم و پوست ہے (کیونکہ جسم کی یہی حقیقت ہے اور ظاہر ہے کہ لحم و پوست جو حیوانات خبیثہ تک میں مشترک ہے تو وہ انسان کا جو کہ اشرف المخلوقات ہے جزو اشرف نہیں ہو سکتا ورنہ تمام حیوانات اس اشرفیت میں اس کے مشارک ہوں گے و ہو منتف یہاں تک روح کا کہ آلہ معرفت ہے شرف مذکور تھا آگے وجہ شرف بتلاتے ہیں کہ عالم کا شرف علم کے شرف سے ہے اور علم کا شرف معلوم کے شرف سے اور اس علم روح کا معلوم حضرت حق ہے تو یہ علم اشرف ہوا تو اس علم کا عالم یعنی روح بھی اشرف ہوا یہی مطلب ہے اس مصرعہ کا کہ) وہ چیز کہ اس (آدمی) کی چشم (روح) نے دیکھا ہے اس چیز کو (اور وہ حضرت حق ہے) چیز (یعنی اصل موجود) تو وہی ہے (تو سب موجودات میں اشرف ہوا تو اس کی معرفت علم اشرف ہوا اور اس علم اشرف کا عالم اشرف ہوا اور چیز ترجمہ ہے شئے کا اور شئے کا اطلاق حق تعالیٰ پر قرآن میں آیا ہے قل ای شيء اکبر شهادةً قل الله اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مقصود معرفت روح کی ترغیب سے اسی معرفت حق کی ترغیب ہے پس یہ مصرعہ جس طرح علت ہے شرف روح کی اسی طرح تعیین ہے مقصود کلام کی جیسا تقریر ربط مذکور بالا میں معلوم ہوا اور آگے بس دور تک اسی معرفت و تعلق مع اللہ کا مضمون چلا گیا ہے اور ترکیب اس مصرعہ کی ترجمہ سے ظاہر کر دی گئی ہے یعنی ہر چہ تو مبتداء ہے اور چشمش دیدہ است صلہ اور آن بحذف را مفعول دیدہ است کا اور چیز اوست جملہ ہو کر خبر مبتدا کی خوب سمجھ لو آگے اسی مقصود بالذات یعنی تعلق مع اللہ کی ترغیب اور اس کے خواص مذکور ہیں یعنی یہ تعلق وہ چیز ہے کہ اس کے خواص اس مثال سے سمجھو کہ) پہاڑ کو غرق کر دیتا ہے ایک مٹکہ (اپنے) نم سے جبکہ مٹکے کی آنکھ کشادہ ہوتی ہے طرف دریا کے (یعنی اگر مٹکہ کا تعلق دریا سے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاوے تو اس طرح سے کہ دریا سے ملکہ میں برابر پانی آتا رہے تو وہ ملکہ اپنے غیر منقطع پانی سے کہ واقع میں وہ سمندر کا پانی ہے اور ملکہ محض سبیل ہے پہاڑ کو غرق کر سکتا ہے دوسری مثال سمجھو کہ) جب دریا کی طرف ایک راہ ہو جاوے ملکہ کی ذات سے (اس کا بھی مطلب اتصال اور تعلق بالبحر ہے) تو ملکہ جیحوں کے ساتھ (کہ نہر عظیم ہے) اور ظاہر کرنے لگتا ہے (اشلم غلبہ وتندی وزور کذا فی الغیاث یعنی جیحوں پر غالب آنا چاہتا ہے کیونکہ اس کا سلسلہ تو سمندر سے متصل ہے جیحوں کا پانی ختم ہو سکتا ہے اور اس کا ختم نہیں ہو سکتا اور ایسا ہی مضمون شروع دفتر ہذا کے چوبیسویں شعر میں آیا ہے خم کہ از دریا در ورا ہے شود الخ پس ان ہی دونوں مثالوں کی طرح جب حق تعالیٰ کے ساتھ کسی ناقص کا تعلق علمی وحالی ہو جاتا ہے علمی یہ کہ اس کی معرفت ہو جاوے اور حالی یہ کہ اس کے افعال افعال حق میں اور اس کی صفات صفات حق میں فنا ہو جائیں تو وہ ناقص کامل اور دوسرے مدعیان کمال پر غالب ہو جاتا ہے اور اس کے افعال کو افعال حق کہنا صحیح ہوگا آگے اس پر تفریع ہے کہ) اسی سبب سے (مقولہ) قل (کا بحذف المضاف) مقولہ دریا کا ہوگا (حق کو تشبیہ دی ہے بحر سے) اگرچہ (ظاہر میں) نطق احمدؐ ناطق کا ہوگا (مطلب یہ کہ قرآن مجید میں جو متعدد مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا ہے قل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے موافق اس مقولہ کو پہنچاویں گے تو تبلیغ کے وقت اس جملہ کے ساتھ آپ نطق فرماتے ہیں تو وہ آپ کا بولا ہوا کلام ہوا اگرچہ منقول عن الحق ہوا مگر صدور تو آپ سے ہوا اور مصرعہ ثانیہ سے یہی مراد ہے لیکن عین اس نطق کی حالت میں بھی اس اعتبار سے کہ آپ کے افعال فانی فی افعال الحق ہیں یوں کہیں گے کہ گویا حق تعالیٰ نطق فرما رہے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ لقراءۃ جبرئیل فاذا قرأناہ غرض) آپ کا فرمایا ہوا تمام تر موتی دریا کے تھے (یعنی مقولہ حق کا تھا) کیونکہ آپ کے قلب کا اس دریا میں انجاز (وفنا) تھا (یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ آپ کو خاص تعلق تھا اور میں نے یہ ترجمہ نفوذ بالدال المہملہ کا کیا ہے اور ایک نسخہ نفوذ بالذال المعجمہ کا ہے اس نسخہ پر مصرعہ اولیٰ میں بود کو بھی ذال سے پڑھا جاوے گا جیسا اہل فارس نے جائز رکھا ہے اور اس نسخہ پر ترجمہ یہ ہوگا کہ اس دریا میں ایک راہ تھی اور مطلب ہر صورت میں یہی ہے کہ تعلق تھا آگے فنا فی الافعال وفنا فی الصفات بالمعنی مصطلح کی صحت سے فنا فی الذات کے استبعاد کو دفع کرتے ہیں جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض اہل حال سے انا الحق یا سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ کلمات صادر ہوئے ہیں جو ظاہراً کفر ہیں مولانا اس کی توجیہ وتاویل کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ اس مضمون کے ختم پر یہ فرمانا بعد ازاں گوید ختم منصور وار قرینہ اس کا ہے کہ ان اشعار میں فناء فی الذات کو توجیہ مقصود ہے اور چونکہ یہ سب آثار تعلق مع اللہ کے ہیں گو بعض لازم ہیں بعض غیر لازم اس لئے یہ مضمون بھی مقاصد مقام سے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مقصود صرف فنا فی الافعال وفناء فی الصفات کا بیان ہو کیونکہ اہل تمکین کی حالت پر غالب یہی رہ جاتا ہے بلکہ ان میں سے بھی اکثر فنا فی الافعال اس لئے مقصود یہی دو قسم فناء کی ہوں اور فناء فی الذات کو تبعاً بیان کر دیا ہو پس دفع استبعاد اس طرح کرتے ہیں کہ) جب دریا کی عطا ہمارے ملکہ سے (بعض احوال میں) ہوتی ہے (جبکہ فنا فی الافعال کی حالت حاصل ہو اس طرح سے کہ اطاعت حق اس کا امر طبعی بن جاوے اس لئے اس کے افعال گویا حق ہو جاویں جب یہ ممکن ہے) تو (اس میں ہی) کیا تعجب ہے اگر کوئی ماہی (خود) دریا ہو جاوے (ماہی سے مراد عارف اور دریا سے مراد حضرت حق یہ اشارہ ہے فنا فی الذات کی طرف ہے اور وجہ تعجب نہ ہونے کی یہ ہے کہ ان ترکیبات کے مدلولات لغویہ تو یقیناً مراد نہیں اصطلاحی مفہومات مراد ہیں سو ان کے اعتبار سے بہ نسبت فنا فی الافعال کے فناء فی الذات اکثر فی الوقوع واسہل فی الحصول واقرب الی الفہم ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ غیر ذات حق کی طرف التفات نہ رہے تو یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا زیادہ عجیب ہے بخلاف فنافی الافعال کے جس کی تفصیل بذیل شرح شعر زان سبب قل گفت دریا بود مذکور ہوئی ہے کہ وہ اس سے ابعد واشد ہے کما ہو ظاہر اور چونکہ یہ تقریر عجب نہ ہونے کی تصریحاً مولانا کے کلام میں مذکور نہیں اس لئے بندہ نے اس شعر کی تمہید میں یہ لکھا تھا کہ اس کی توجیہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں آگے اس فناء فی الذات کو اس دریا اور خم کی مثال میں بھی ثابت کرتے ہیں جس کو اوپر فناء فی الافعال کے مثال میں ذکر کیا تھا پس فرماتے ہیں کہ) چشم ظاہری جمہود کئے ہوئے ہے گزرگاہ (آب یعنی ملکہ) کے نقش (یعنی صورت) پر (اور گزرگاہ اس کو باعتبار آب بحر کے کہا گیا جو اوپر مذکور ہے یعنی تو محض اس کے ملکہ ہونے کو دیکھتا ہے کہ صورت ظاہری ہے اور اس کے معنی وصفی کو نہیں دیکھتا سو) تو اس کو (بوجہ جمود چشم حس کے) گزرگاہ (آب یعنی ملکہ) دیکھ رہا ہے اور (حالانکہ) وہ (باعتبار غایت مرتبہ علی المعنی الوصفی کے) مستقر ہے (پانی کا یعنی سمندر ہے کہ معدن ہے پانی کا مطلب یہ کہ تو اس کو خالی ملکہ سمجھ رہا ہے حالانکہ وہ سمندر ہے کیونکہ اس کے وصف ممریت پر وہی غایت مرتب ہوئی ہے جو سمندر کے پانی پر ہوتی ہے پس دریا سے براہ راست جانا اور اس ملکہ میں سے ہو کر جانا اس غایت کے اعتبار سے برابر ہے اس اعتبار سے وہ ملکہ جس کو ممر کہا ہے اور وہ سمندر جس کو مستقر کہا ہے ایک ہوئے جو ترجمہ ہے فنافی الذات کا اور تفسیر اس کی اوپر گزری ہے اور تو جو ان دونوں میں یعنی بحر اور خم میں تغایر سمجھ رہا ہے تو) یہ تغایر (منجملہ) اوصاف دیدۂ احوال (کے) ہے (احول چشم دو بین کو کہتے ہیں) ورنہ (یہاں) اول تو آخر ہے (اور آخر اول ہے (اول سے مراد سمندر کہ افاضہ آب میں اول ہے اور آخر سے مراد خم کہ اضافہ آب میں ہے سو مطلب یہ ہوا کہ یہاں سمندر ملکہ اور ملکہ سمندر ہے اسی غایت کے اعتبار سے اور اس کو عدم تغایر کہا گیا یہ بھی ایک اصطلاح ہے کہ اس کے اعتبار سے غیر اس مباین کو کہتے ہیں جو مستقل فی الوجود ہو اور تابع و متبوع میں عدم تغایر کا حکم کرتے ہیں مطلب یہ کہ ملکہ کی ذات کی طرف التفات نہ کرو کہ وہ تابع محض ہے اور یہی فنافی الذات ہے چنانچہ آگے فرماتے ہیں کہ) ہاں صورت خم سے درگزر (اور) خم (کے معنی وصفی مفید للغایت) میں نظر کر (خم سے مراد اس کے معنی وصفی الخ لینا بقرینہ مقابلہ نقش خم کے ہے کہ لامحالہ یہاں غیر نقش مراد ہوگا وہو المعنی الوصفی چنانچہ آگے اسی طرف اشارہ ہے کہ اس کو اعتبار سے دیکھ (کہ اس کے اندر باعتبار مرور آب کے) سمندر ہے جس کا نہ ختم ہے نہ شروع (یعنی غیر متناہی اور مشبہ بہ کا غیر متناہی ہونا تو عادۃً ہے مگر مشبہ کا عقلاً ہے چنانچہ آگے اسی کا ذکر ہے کہ) وہ آب خوش شیریں (دریا کا) مبرا ہے آغاز سے اور اختتام سے (مراد اس ماء عذاب سے مشبہ ہے کیونکہ مشبہ بہ کو تو بحر سے تعبیر کیا گیا ہے جس کو ماء عذاب نہیں کہہ سکتے لملوحۃ اس لئے مشبہ مراد ہے اور اس تعبیر میں نکتہ اس پر تنبیہ کرنا ہو سکتا ہے کہ تشبیہ بالبحر المالح سے ایہام نقص وصف کا نہ ہو وجہ شبہ صرف غزارت ہے تو وہ ایہام اس تعبیر سے رفع ہو گیا جب اس سے مراد مشبہ ہے تو اس کا مبرا ہونا ابتدا اور انتہا سے کہ مستلزم تناہی ہے ظاہر ہے پس جس طرح ملکہ مظہر ہے فیوض بحریہ کا اور اس اعتبار سے دونوں میں ایک معنی کر عینیت بمعنی عدم تغایر بالتفسیر المذکور سابقاً آنفاً ہے اسی طرح انسان کامل مظہر ہے فیوض الٰہیہ کا اور اس اعتبار سے یہاں بھی تغایر بالمعنی المذکور منتفی ہے آگے اس مظہریت پر ایک تفریع بطور جملہ معترضہ کے ہے کہ) جو لوگ (ان فیوض الٰہیہ سے) محروم ہیں (جیسے کفار کہ اس مظہریت سے اٹئی رہے اور رسولوں سے مساوات کا دعویٰ کر کے اتباع سے عار کی) وہ اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے قہر سے عذاب میں رہیں گے آگے پھر وہی مضمون ہے اوپر والا ہیں گزر از نقش الخ یعنی) تو ایسے خم کو (عین) دریا جان بالیقین (اس عینیت کے معنی ابھی بیان ہو چکے ہیں) زندہ (یعنی باقی) ہیں اس (خم) سے آسمان اور نیز زمین (جیسا

www.besturdubooks.wordpress.com

حدیث میں ہے کہ اللہ اللہ کہنے سے زمین اور آسمان قائم ہیں ورنہ قیامت سے سب فناء ہو جاویں گے اور اللہ اللہ کہا جاتا یہ ایسے ہی اہل اللہ کی برکت ہے حتیٰ کہ قرب قیامت میں جو خالی لفظ کہنے والے رہ جاویں گے وہ اثر بھی ان ہی حضرات کا ہوگا جو کچھ باقی رہ جاوے گا اور اس شعر آنچنیں خم را تو دریا دان میں اس تعلق کو عنوان اتحاد سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ دان کے دونوں مفعول واقع ہوئے ہیں اور اتحاد مقتضی ہے اثنینیت کو آگے اس میں مبالغہ کر کے اتحاد سے وحدت کا حکم کرتے ہیں جہاں اثنینیت ہے ہی نہیں پس فرماتے ہیں کہ اتحاد کیا) بلکہ وحدت حاصل ہو گئی اس (انسان کامل) کو (غایت) وصال (اور قرب) میں (یہ ظاہر ہے کہ واقع میں اثنینیت کا مرتفع ہونا محال ہے تو وحدت بھی اصلاحی ہے صرف زیادت اتنی ہے کہ اتحاد میں تو تابعیت و متبوعیت کے ساتھ سالک کی من وجہ نظر بھی تھی تابع و متبوع پر من حیث التابعیت والمتبوعیت نہ کہ استقلالاً اور اسی نظر استقلالی کو اوپر جابجا منع کیا ہے مثلاً ہیں گزراز نقش و نحوذ لک مگر مقصود اس سے وہ استقلال ہے جو من حیث الاعتقاد ہو ورنہ غالب علی الاحوال کو ایک گونہ استقلالاً یعنی انفراداً فی اثبات الاحکام العقلیہ جدا جدا بھی نظر ہو سکتی ہے اور یہ مضر اور مذموم نہیں اس لئے اس کا منع کرنا بھی مقصود نہیں اور فناء فی الذات میں نظر استقلال کے منع کرنے سے ایہام نہ ہو کہ جو نظر استقلال فناء کو مذکور میں نہ ہوتی ہو وہ سب مقصود بالمنع ہیں بات یہ ہے کہ منکرین فناء مذکور کے چونکہ اکثر فلاسفہ ہیں جن کے انکار کا مبنی یہی نظر استقلال اعتقادی ہے اس لئے اسی کو منع کرنا مقصود ہے اور وحدت میں تابع پر بالکل ہی نظر نہیں رہتی محض متبوع ہی پر نظر رہ جاتی ہے تابع نظر سے مرتفع ہو جاتا ہے اور فناء فی الذات دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے ایک حالت ہے مغلوبین غیر مستغرقین کی اور ایک حالت ہے مغلوبین مستغرقین کی پس اس وحدت میں) اس شخص کا کلام کلام ذوالجلال ہو جاتا ہے (مطلب یہ ہے کہ بطرز کلام حق ہی کلام کرنے لگتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی نظر سے اپنی ذات بالکل مرتفع ہو جاتی ہے تو پھر بطرز بشر کیسے کلام کرے گا جب یہ حالت غالب ہو گی تو) بعد ازاں یوں کہنے لگے گا کہ انا الحق (حسین بن) منصور کی طرح تاکہ (یہ تعلیل کے لئے نہیں کیونکہ اس کی غرض یہ تھوڑا ہی ہے بلکہ یہ لام عاقبت ہے یعنی انجام اس کا یہ ہوگا کہ یہ شخص) دار شہرت پر سوار ہو جائے (کا یعنی بوجہ انکار اہل ظاہر کے اس کی شہرت کرائی جاوے گی اور اس میں اشارہ ہے مولانا کا اس طرف کہ یہ حالت کاملین کی نہیں کیونکہ قابل انکار حاملان دین کے ہے اور کاملین کی کوئی حالت قابل انکار اہل دین کے نہیں مگر وہ شخص مغلوبیت اور مستغرقیت سے مضطر ہو جاتا ہے اس لئے بالاضطرار اس سے اس کا صدور ہوتا ہے مگر اس میں ایک حکمت حق تعالیٰ کی ہوتی ہے متعلق تربیت کے وہ یہ ہے کہ) تاکہ (اس کے قول سے) ایسا راز جس کا ہم اوپر سے بیان کرتے آرہے ہیں کہ ایسا تعلق مع اللہ ہو جاتا ہے) عالم میں ظاہر ہو جاوے (اور معلوم ہو جاوے کہ تعلق مع اللہ زائد بر تعلق عقلی کوئی چیز ہے جس زائد کا بعض متکلمین اہل ظاہر نے انکار کیا ہے اور اس کے ظاہر ہونے سے یہ مقصود نہیں کہ لوگ اس کی تقلید کرنے لگے کیونکہ اہل استغراق کی حالت قابل تقلید نہیں بلکہ یہ مقصود ہے کہ) صاحب اقبال (یعنی سعید یا صاحب توجہ) طلب (حق) میں کامل ہو جاوے (یعنی اس سے طبعی کشش ہو اور طلب کو حرکت ہو) تاکہ مجاہدہ اور سعی میں وہ ترقی کرے (اور) تاکہ اس کو مشاہدہ حق (حسب استعداد) میسر ہو (یہ تاکہ بمعنی لام کے ہے یعنی اس میں یہ حکمت ہے کہ شوق بڑھے پھر خواہ یہ ابن الحال ہو جاوے یا ابوالحال ہو جاوے یہ تابع استعداد کے ہے مولانا نے یہاں جو نکتہ قول منصوری کا بیان کیا ہے میں اس کی قیمت نہیں بتلا سکتا اگر دل دکھانے کی چیز ہوتی تو دکھلاتا سبحان اللہ سبحان اللہ **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم** یہاں تک اہل وحدت کا بھی بیان ہو چکا آگے بطور تخلص کے ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

حکم جو عام ہے اہل اتحاد و اہل وحدت کو بیان کرتے ہیں جو ماحصل ہے تمام کلام مقام کا یعنی) اہل دل (سب کے سب) ایسے ہیں جیسے ان میں (مثلاً) ایک ایک نہر رواں ہو (اور) بدوں تفریق کے دریائے جان (یعنی حضرت حق) کے ساتھ ایک ہو گئے ہوں (خواہ اتحاداً یا وحدۃً مطلب یہ کہ جیسے بہت سی نہریں ایک ہو کر دریا میں جا ملتی ہیں اسی طرح سب اہل باطن کو کہ بوجہ اتحاد مقصود کے مجتمع ہیں حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق و ربط حاصل ہے جس کا مفصل بیان ہو چکا اور یہ شعر گویا میزان الکل کے طور پر ہے آگے اس تعلق کے حصول کا طریق بتلاتے ہیں کہ) ہاں بن کس طریق سے معلوم ہو سکتا ہے یہ (مضمون تعلق مع اللہ کا جو مذکور ہوا یہ تو سوال ہے آگے خود جواب دیتے ہیں کہ) بحث یعنی بقاء بعد الفناء سے (معلوم ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تعلق مذکور احوال میں سے ہے اور احوال وجدانی ہوتے ہیں اور وجدانیت کا علم تام حصول سے ہوتا ہے اور حاصل اس تعلق کا بقاء بعد الفناء ہے۔ پس لامحالہ اس کا انکشاف تام موقوف ہوگا بقاء بعد الفناء پر جب یہ بات ہے تو اس) بعث کو طلب کر (یعنی حال حاصل کر اور) بعث میں بحث (مقالی) مت کر (یعنی قال و استدلال اس کی تعبیر نہیں آگے اس بعث کی شرط بتلاتے ہیں تا کہ اس بقاء سے بھی پہلے اس کو حاصل کرے اور وہ شرط ہے فناء پس فرماتے ہیں کہ) شرط یوم بعث کی (ظاہر ہے کہ) اول مرنا ہے کیونکہ بعث کی حقیقت ہے مردہ سے زندہ کرنا (اور یہ ظاہر ہے پس اسی طرح بقاء بعد الفناء موقوف ہے اول فناء ہونے پر پس اس کو حاصل کرتا کہ اس سے بقاء ہو پھر اس سے یہ مضمون معلوم ہوا آگے فناء کی ترغیب اور اس کے متعلق محجوبین کی غلطی کا مضمون فرماتے ہیں کہ) تمام عالم نے (یعنی اکثر نے کیونکہ محجوبین اکثر ہیں وللاکثر حکم الکل غرض اکثر نے) اس سبب سے راہ (مقصود) کو غلط کر رکھا ہے کہ وہ فناء سے ڈرتے ہیں (کہ اس سے بعض منافع عاجلہ فوت ہو جاتے ہیں) حالانکہ وہی پناہ ہے (مضار سے وجہ یہ کہ وہ منافع مثل شہوات و کمالات وہمیہ کے انجام کار مضار و حجب عن الحق ہیں پس ان کا فنا کرنا ہی شرط ہوگی ان مضار سے بچنے کی آگے تفریع ہے اس پر کہ بقاء کے لئے فناء شرط ہے جس کا ذکر اس شعر میں تھا اور شرط روز بعث اول الخ اور یہ چند تفریعات ہیں بطور سوال و جواب کے اول) ہم علم کہاں سے طلب کریں (یہ سوال ہے آگے جواب دیتے ہیں کہ) ترک علم سے (یعنی تعلق علمی مع الغیر کی فناء سے تعلق علمی مع اللہ ہوتا ہے دوم) ہم صلح کہاں سے طلب کریں (یہ سوال ہے آگے جواب دیتے ہیں کہ) ترک صلح سے (یعنی تعلق حبی مع الغیر کی فناء سے تعلق حبی مع اللہ ہوتا ہے سوم) ہم حال کہاں سے طلب کریں (یہ سوال ہے آگے جواب دیتے ہیں کہ) ترک حال سے (یعنی احوال مذمومہ کے فنا سے احوال محمودہ حاصل ہوتے ہیں اور یہ حال عام ہے اخلاق اور ان کے مبادی اور ان کے آثار کو مثلاً اتباع شہوت مذمومہ کو اور اس کے مبتداء یعنی میلان کو اور اس کے اثر یعنی رسوخ اور تقاضائے معاودت کو تو ان کی فناء سے ان کے اضداد پیدا ہوتے ہیں پس حاصل اس کا فناء اخلاقی ہے جیسا اس کے قبل فناء علمی و فناء حبی تھا چہارم) ہم قال کہاں سے طلب کریں (یہ سوال ہے آگے جواب دیتے ہیں کہ) ترک قال سے (یعنی جو قال تابع حال کے ہے ظاہر ہے کہ حال مذمومہ کے وجود کے وقت جو قال اس کے تابع تھا اس حال کے فناء کے بعد جب حال محمودہ پیدا ہوگا تو وہ قال سابق بھی فنا ہو کر دوسرے حال محمود کے تابع دوسرا قال مرتب ہوگا پنجم) ہم وجود کہاں سے طلب کریں (یہ سوال ہے آگے جواب دیتے ہیں کہ) ترک وجود سے (یعنی فناء ذات و صفات سے کہ حاصل وجود کا یہی ذات و صفات ہے بقاء بذات الحق و صفات الحق حاصل ہوتا ہے و سیاتی تفسیر ششم) ہم قدرت کہاں سے طلب کریں (یہ سوال آگے جواب دیتے ہیں کہ) ترک قدرت سے (مراد قدرت سے افعال مقدورہ میں یعنی فناء افعال سے بقاء بافعال الحق حاصل ہوتا ہے تفسیر ان الفاظ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ ہے کہ اس شخص کو نہ اپنی ذات پر مستقل ہونے کی حیثیت سے نظر رہتی ہے اور یہ فناء ذات ہے اور نہ اپنی صفات پر اور نہ اپنے افعال پر بلکہ ان سب کو تابع ذات وصفت وافعال حق ذوقاً دیکھتا ہے اور اس کے لئے لازم ہے کہ کسی امر غیر مرضی حق کا یہ ارادہ بھی نہ کرے گا کیونکہ جب ارادہ کو بھی مستقل نہیں سمجھے گا تو اس سے خلاف اتباع کام بھی نہ لے گا یہاں تک تحصیل تعلق مع اللہ کی کہ مقصود ہے ترغیب اور اس کے طریق کا بیان ہوا آگے اس مقصود کے موانع کا بیان ہے اور حاصل اس کا جہل یعنی مقصود یا طریق کا نہ جاننا اور کسل یعنی اس کی طلب نہ ہونا ہے)

موانع مقصود از جہل و کسل

ہم تو تانی کردیا نعم المعیں	دیدۂ معدوم بیں را ہست بیں
اے اچھی اعانت کرنے والے آپ ہی کر سکتے ہیں	چشم معدوم بین کو ہست بین
دیدۂ کو از عدم آمد پدید	ذات ہستی را ہمہ معدوم دید
جو آنکھ کہ عدم سے ظاہر ہوئی ہے	اس نے ذات ہستی کو بالکل معدوم دیکھا
ایں جہان منتظم محشر شود	گر دو دیدہ مبدل و انور شود
یہ عالم جو کہ باانتظام ہے محشر معلوم ہونے لگے	اگر دو آنکھیں مبدل اور نورانی ہو جاویں
زاں نماید ایں حقائق ناتمام	کہ بریں خاماں بود فہمش حرام
اس وجہ سے یہ حقائق ناتمام معلوم ہوتے ہیں	کہ ان خام لوگوں پر اس کا سمجھنا حرام ہو گیا
نعمت جنات خوش بر دوزخی	شد محرم گرچہ حق آمد سخی
نعمتیں جنات طیبہ کی دوزخی پر	حرام ہیں اگرچہ حق تعالیٰ صاحب جود ہیں
در دہانش تلخ آمد شہد خلد	چوں نبود از وافیاں در عہد خلد
اس کے منہ میں جنت کا شہد تلخ ہے	چونکہ وہ عہد خلد میں اہل وفا سے نہ تھا
مر شمارا نیز در سوداگری	دست کے جنبد چو نبود مشتری
تمہارا بھی سوداگری میں	ہاتھ کب حرکت کرتا ہے جبکہ خریدار نہ ہو
کے نظارہ زاہل بخریدن بود	آں نظارہ گول گردیدن بود
تماشائی کب اشتراء کا اہل ہوتا ہے	وہ تماشا کرنا احمق ہو کر پھرنا ہے
پرس پرساں کایں بچند و آں بچند	از پئے تغیر وقت و ریشخند
پوچھتا پوچھتا کہ یہ چیز کتنے کو اور وہ چیز کتنے کو	وقت بدلنے کے لئے اور مسخرہ پن کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

از ملولی کالہ می خواہد ز تو	نیست آنکس مشتری و کالہ جو
بغرض ملال کے تجھ سے سودا مانگتا ہے	وہ شخص مشتری اور طالب متاع نہیں ہے
کالہ را صد بار دید و باز داد	جامعہ کے پیمود او پیمود باد
اس نے متاع کو سوبار دیکھا اور واپس دیدیا	اس نے کپڑے کی کب پیائش کی ہے ہوا کی پیائش کی ہے
کو قدوم و کر و فر مشتری	کو مزاح و گنگلی و سرسری
کہاں تو مشتری کا آنا اور کرو فر	کہاں خوش طبعی تمسخر کی اور سرسری
چونکہ در ملکش نباشد حبہ	جز پئے گنگل چہ جوید جبہ
چونکہ اس کی ملک میں ایک حبہ نہیں	سو وہ جبہ کیا لے گا بجز تمسخر کے
در تجارت نیستش سرمایۂ	پس چہ شخص زشت او چہ سایۂ
تجارت میں اس کے پاس کوئی سرمایہ نہیں ہے	سو ایسا ہی اس کا جثہ قبیح اور ویسا ہی اس کا سایہ
مایہ در بازار ایں دنیا زر ست	مایہ آنجا عشق و دو چشم تر ست
سرمایہ بازار دنیا میں زر ہے	سرمایہ اس جگہ عشق اور دو چشم تر ہیں
ہر کہ او بے مایہ در بازار رفت	عمر رفت و بازگشت او خام تفت
جو شخص بدوں سرمایہ کے بازار میں گیا	عمر گئی اور وہ خام اور سوختہ ہو کر واپس آیا
ہے کجا بودی برادر ہیچ جا	ہے چہ پختی بہر خوردن ہیچ با
ہاں تو کہاں تھا اے بھائی کہیں بھی نہیں	ہاں تو نے کیا پکایا تھا کھانے کے لئے کوئی سالن بھی نہیں
مشتری شو تا بجنبد دست من	لعل زاید معدن آبست من
تو طالب ہوتا کہ میرا ہاتھ حرکت کرے	لعل پیدا کرے میرا معدن حاملہ

(اوپر جو مقصود اور اس کا طریق مذکور تھا اس کے دو امر مانع ہیں ایک غلط فہمی دوسری بے طلبی یہاں ان کا بیان ہے اولاً امر اول مذکور ہے جس کو بعنوان دعا کے شروع کرتے ہیں پس کہتے ہیں کہ) اے اچھی اعانت کرنے والے (خدائے تعالیٰ) آپ ہی کر سکتے ہیں چشم معدوم میں کو ہست بیں (معدوم سے مراد عالم امکان اور ہست سے مراد واجب الوجود یعنی ہماری نگاہ عقل صرف عالم امکان کو دیکھتی ہے اور واجب الوجود سے غافل اور اس کی یہی غلطی ہے کہ جو چیز دیکھنے اور التفات و تعلق کے قابل نہیں اس کو مقصود سمجھتی ہے اور اس میں مشغول ہو کر واجب الوجود سے غافل ہے جس کے ساتھ تعلق کرنے کا اوپر ذکر تھا آپ اپنے فضل سے اس چشم کو ہست بیں یعنی خدا کی طرف متوجہ ہونے والی کر دیجئے تا کہ خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرے اور تعلق پیدا کرنے کے لئے اس کے طریق کو اختیار کرے جس کا اوپر ذکر تھا ایک غلطی تو اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ ہے کہ یہ معدوم کو موجود سمجھتی ہے دوسری غلطی جو پہلی غلطی کے ساتھ متلازم ہے وہ اس کا عکس ہے یعنی موجود کو معدوم سمجھتی ہے چنانچہ آگے اس کا ذکر ہے کہ) جو آنکہ کہ عدم سے ظاہر ہوئی ہے (یعنی اصل اس کی عدم ہے چنانچہ ہر ممکن کے لئے یہ حکم ظاہر ہے) اس نے (بوجہ اس کے کہ اس کو عدم سے اصلی مناسبت ہے اور جن اسباب سے عارضی مگر غیر زائل مناسبت موجود سے ہو جاتی ہے وہ اسباب حاصل نہیں کئے اس لئے اس نے) ذات ہستی (مطلق یعنی حق تعالیٰ) کو بالکل معدوم (کے مثل) دیکھا (کہ ادھر التفات نہیں کیا جس طرح اس معدوم کی طرف التفات نہیں کرتے پس یہ ہے غلط فہمی عقل کی جس کے سبب مقصود سے بعد ہے اور آگے اس غلط فہمی کے رفع ہونے کا اثر بتلاتے ہیں کہ) یہ عالم جو کہ با نظام ہے (اور معمور و آباد ہے یہ سب باوجود نظام و عمارت کے بمنزلہ) محشر (کے) معلوم ہونے لگے (جس میں بالفعل فانی ہو جاوے گا یعنی یہ عالم فی الحال فانی معلوم ہونے لگے) اگر دونوں آنکھیں (ہماری عقل کی) مبدل اور نورانی ہو جاویں (یہ عطف تفسیری ہے مبدل کا یعنی بے نور اور بے ادراک سے با نور اور با ادراک ہو جاویں مطلب یہ کہ اگر ادراک صحیح ہو جاوے تو عالم کا فناء فی الحال حاضر ہو جاوے پس یہاں محشر سے مراد مطلق قیامت جس کا مصداق فناء ہے نہ کہ حشر کے ظاہری معنی کہ وہ اثر احیاء ہے آگے تفریع ہے ادراک کے صحیح نہ ہونے پر کہ) اس وجہ سے یہ حقائق (مذکورہ ہست و نیست کے) ناتمام (یعنی ناقص اور غلط) معلوم ہوتے ہیں (چنانچہ نیست تو ہست معلوم ہوتا ہے اور ہست نیست معلوم ہوتا ہے سو یہ اس وجہ سے ہے) کہ ان (عقل کے) خام لوگوں پر اس کا (صحیح) سمجھنا (بوجہ عدم استعمال قوت عقلیہ کے تکوینا) حرام (اور ممتنع) ہو گیا (یعنی عادۃ اللہ جاری ہے کہ جو اعراض کرتا ہے بعد چندے اس کی استعداد فاسد کر دی جاتی ہے پس فساد استعداد کا سبب اسی شخص کو سوء اکتساب ہے قال تعالیٰ کلا بل ران علیٰ قلوبھم ما کانوا یکسبون آگے مثال ہے اس تحریم تکوینی کی یعنی جس طرح نعمتیں جنات طیبہ کی دوزخی پر (تکوینا) حرام ہیں (کما قال اللہ تعالیٰ قالوا ان اللہ حرمھما علی الکفرین) اگرچہ حق تعالیٰ (علی الاطلاق) صاحب جود ہیں (مگر ان کے اعمال سیہ نے ان کو ان نعم کے قابل نہ رکھا اسی طرح ان خام عقلوں کو ان کے سوء اکتساب نے ان حقائق فہمی کے قابل نہ رکھا آگے اعمال سیہ کے سبب ہونے کا واسطے عدم قابلیت نعماء جنت کے بیان ہے کہ) اس (دوزخی) کے منہ میں جنت کا شہد (تکوینا) تلخ (یعنی ناموافق و محرم) ہے چونکہ وہ عہد (موجب دخول) خلد میں اہل وفا سے نہ تھا اور وہ عہد احکام ہیں یعنی احکام کی بجا آوری کرنے والا نہ تھا یہی حاصل ہے اعمال سیہ کا یعنی اعمال سبب ہو گئے عدم قابلیت جنات کے اسی طرح اس خام عقل کا سوء اکتساب یعنی عدم استعمال عقل سبب ہو گیا خفاء حقائق کا اور تلخ آمدے سے یہ استدلال کرنا کہ دوزخیاں نعماء جنت متالم شوند کما فعلہ بعضھم بالکل مہمل ولغو ہے یہاں تک قصداً بیان ہوا جہل و غلط فہمی کا جو مانع اول ہے اور چونکہ اسی کے ساتھ اسکا سبب بھی بضمن تمثیل مذکور ہوا کہ چوں نبود از وافیان الخ اور وہ عدم استعمال عقل ہے جس کی تقریر ابھی کی گئی اور یہی حاصل ہے عدم طلب حق کا جو کہ مانع دوم ہے تو ضمناً اس مانع دوم کا بھی ذکر ہو گیا جس کا آگے قصداً بیان اس طرح آتا ہے کہ اوپر جس مصرعہ میں اس کا بیان تھا یعنی چوں نبود از وافیان الخ آئندہ کے مضمون کو اس کی مثال توضیحی کے طرز پر لائے ہیں یعنی عدم وفاء عہد و بلفظ دیگر عدم طلب جنت کا سبب ہو جانا عدم عطاء حق کے لئے موجب تعجب نہیں کیونکہ عدم طلب کا تو خاصہ علی الاطلاق یہی عدم عطاء ہے چنانچہ دیکھو) تمہارا بھی سوداگری میں ہاتھ (من حیث التجارۃ سودا تسلیم کرنے کے لئے کب حرکت کرتا ہے جبکہ خریدار (اور طالب ہی) نہ ہو (اور) تماشائی (جس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں طلب نہیں ہے) کب اشتراء کا اہل ہوتا ہے (بلکہ وہ تماشا کرتا (بعض احوال میں خود) احمق ہو کر پھرتا ہے (نظارہ بالتشدید بمعنی نظر کنندگان و بالتخفیف بمعنی نگریستن بچیزے کذافی الغیاث وخفف من المشدد فی المصرع الاول اور وہ حال احمقی کا یہ ہے کہ) پوچھتا پوچھتا (پھرتا ہے) کہ یہ چیز کتنے کو اور وہ چیز کتنے کو (اور یہ پوچھنا خریداری کے لئے نہیں بلکہ محض) وقت بدلنے کے لئے اور مسخرہ پن کے لئے (وقت بدلنے سے مراد وقت گزرنا ہے کیونکہ جب ایک وقت گزرے گا لامحالہ دوسرے وقت سے وہ مبدل ہوی گا پس ایسا شخص) بغرض (رفع) ملال کے (کہ ذرا دل بہلے) تجھ سے سودا مانگتا ہے (اور حقیقت میں) وہ شخص مشتری اور طالب متاع نہیں ہے (چنانچہ اس نے متاع کو سو بار دیکھا اور واپس دیدیا (تو) اس نے کپڑے کی کب پیائش کی ہے ہوا کی پیائش کی ہے (بادپیمودن کنایہ از بیہودگی بھلا) کہاں تو (حقیقی) مشتری کا آنا اور (اس کا) کروفر (اور) کہاں خوش طبعی تمسخر کی اور سرسری (طور پر قیمت پوچھنا کہ خریداری کا قصد نہ ہو یعنی دونوں میں بڑا تفاوت ہے آگے اس کے کنگلی و سرسری ہونے کی علت یا علامت ہے یعنی دلیل لمی ہے یا دلیل انی فالکل یصح ولکل وجھه اور وہ یہ ہے کہ) چونکہ اس کی ملک میں ایک حبہ نہیں سو وہ جبہ کیا لے گا بجز تمسخر کے (یعنی وہ واقع میں جبہ کا طالب نہ ہوگا محض دل لگی کرے گا اور جب) تجارت میں اس کے پاس کوئی سرمایہ نہیں ہے سو ایسا ہی اس کا جثہ قبیح اور ویسا ہی اس کا سایہ (یعنی اس کے سایہ کی طرح اس کا جثہ بھی بیکار ہے پس جیسا یہ شخص بوجہ طالب متاع نہ ہونے کے متاع سے محروم ہے اسی طرح جو طالب مقصود نہ ہوگا وہ مقصود سے محروم ہوگا اور جس طرح یہ شخص مشبہ بہ بوجہ مفلس ہونے کے طالب متاع نہیں اسی طرح یہ شخص مشبہ بوجہ محبت نہ ہونے کے طالب مقصود نہیں آگے اسی کو کہتے ہیں کہ) سرمایہ بازار دنیا میں زر ہے اور سرمایہ اس جگہ (یعنی شوق آخرت میں) عشق اور دو چشم تر ہیں (کہ آثار عشق میں سے ہے سو بازار میں جس طرح سرمایہ لے کر جانا چاہیے اسی طرح درد و محبت لے کر راہ حق میں کہ تہیہ آخرت ہے آنا چاہئے ورنہ) جو شخص بدوں سرمایہ کے بازار میں گیا (اس کی) عمر (برباد) گئی اور وہ خام اور سوختہ (و متاسف) ہو کر (ایسی حالت میں) واپس آیا (کہ اگر اس سے کوئی پوچھے کہ) ہاں تو کہاں تھا اے بھائی (تو جواب میں یہی کہے گا کہ) کہیں بھی نہیں (اور اگر کوئی اس سے پوچھے کہ) ہاں تو نے کیا پکایا تھا کھانے کے لئے (تو جواب میں یہی کہے گا کہ) کوئی سالن بھی نہیں (بالمخفف بامعنی نان خورش وجہ اس جواب کی ظاہر ہے کہ بازار جانا اور نہ جانا اس کا برابر ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ کہیں نہیں گیا اور وہاں سے کچھ نہ لانا جو کہ پکانے کا موقوف علیہ ہے بہت ہی ظاہر ہے یہ سب حالت اس کے غایت حرماں کی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جس طرح یہ شخص محروم محض ہے اسی طرح بدوں درد و محبت اور بدوں طلب کے بھی محض محرومی ہوتی ہے پس یہ سب بیان ہوا مانع ثانی من المقصود کا آگے بعد اشتراط طلب کے طالب ہونے کی ترغیب دیتے ہیں کہ) تو طالب ہوتا کہ میرا ہاتھ (عطا کے لئے) حرکت کرے (یعنی مجھ کو تربیت کا جوش اٹھے اور طالب ہوتا کہ) لعل پیدا کرے میرا معدن حاملہ (یہ کنایہ ہے قلب پر اسرار سے یعنی تیری طلب کو دیکھ کر قلب میں اسرار آویں پھر جارحہ لسان سے عطا کروں جس کو دست سے تعبیر کیا ہے آگے اہل ارشاد کو خطاب کرتے ہیں کہ گو ہم نے غافلین کو طلب کی ترغیب دی ہے مگر تم ان کی طلب کے منتظر مت رہنا تم تبلیغ و دعوت و ارشاد میں مشغول رہو گو کوئی طالب نہ ہو اور اس میں اگر یہ وسوسہ ہو کہ جب طلب شرط ہے وصول الی المقصود کی تو بلا طلب محض دعوت پر یہ ثمرہ مرتب نہ ہوگا تو پھر دعوت سے کیا فائدہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ تم اس ثمرہ کا قصد مت کرو محض اللہ کی رضا کے واسطے دعوت کرو گو وہ ثمرہ نہ ہو مگر یہ بھی خود ثمرہ ہے آگے یہی مضمون ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

مشتری گرچہ کہ ست و بار دست	دعوت دیں کن کہ دعوت وارد ست
طالب اگرچہ ست اور افسردہ ہے	تو دعوت دین کر کیونکہ دعوت وارد ہے
باز پراں کن حمام روح گیر	در رہ دعوت طریق نوحؑ گیر
باز کو پران کر کبوتر روح کو پکڑ	طریق دعوت میں طریقہ نوح علیہ السلام کا اختیار کر
خدمتے می کن برای کردگار	باقبول و رد خلقانت چہ کار
خدمت کرتا رہ خدا کے واسطے	خلق کے قبول و رد سے تجھ کو کیا کام

داستان آں شخص کہ بر در سرائے نیم شب سحوری میزد ہمسایہ اورا گفت کہ آخر نیم شب است سحر نیست ودیگر آنکہ دریں سرائے کسے نیست بہر کہ میزنی وجواب گفتن مطرب اورا

ایک شخص کا قصہ جو آدھی رات کو ایک مکان میں سحری کا نقارہ بجارہا تھا پڑوسی نے اس سے کہا کہ آدھی رات ہے سحری کا وقت نہیں ہے دوسرے یہ کہ اس گھر میں کوئی نہیں ہے تو کس کے لئے بجارہا ہے اور بجانے والے کا اس کو جواب دینا

آں یکے میزد سحوری بر درے	درگہے بود و رواق مہترے
ایک شخص نے کسی دروازے پر سحوری بجائی	ایک درگاہ تھی اور کسی سردار کا ایوان تھا
نیم شب میزد سحوری را بجد	گفت اورا قائلے کاے مستمد
نصف شب کے وقت سحوری کو بڑے اہتمام سے بجارہا تھا	ایک کہنے والے نے اس سے کہا کہ اے طالب امداد
اولاً وقت سحر زن ایں سحور	نیم شب افغاں مکن اے ناصبور
اول تو اس سحوری کو سحر کے وقت بجا	آدھی رات کے وقت شور مت کر اے بے صبرے
دیگر آنکہ فہم کن اے بوالہوس	کاندریں خانہ دروں خود ہست کس
دوسری یہ بات ہے کہ یہ سمجھ لے اے بوالہوس	کہ اس گھر میں اندر خود کوئی ہے بھی
کس درینجا نیست جز دیو و پری	روزگار خود چہ یا وہ می بری
اس جگہ بجز بھوت پریت کے کوئی نہیں ہے	تو کیوں اپنا وقت ضائع کرتا ہے
بہر گوشے میزنی دف گوش کو	ہوش باید تا بداند ہوش کو
تو کسی کان کے لئے دف بجا رہا ہے کان کہاں ہے	ہوش کی ضرورت ہے تا کہ معلوم کرے ہوش کہاں ہے
گفت گفتی بشنو از چاکر جواب	تا نمانی در تحیر و اضطراب
اس نے کہا کہ بندہ کا جواب سن لے	تا کہ تو تحیر اور اضطراب میں نہ رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ ہستاینِدم بر تو نیم شب	نزد من نزدیک شد صبحِ طرب
اگرچہ یہ وقت تیرے نزدیک آدھی رات ہے	لیکن میرے نزدیک صبح طرب قریب ہو گئی
ہر شکستے پیش من فیروز شد	جملہ شبہا پیش چشمم روز شد
ہر شکست میرے نزدیک فتح ہے	تمام شبیں میری آنکھ میں دن ہیں
پیش تو خون ست آب رود نیل	پیش من آبست نے خوں اے نبیل
تیرے نزدیک رود نیل کا پانی خون ہے	میرے نزدیک وہ پانی ہے نہ کہ خون اے دانا
در حق تو آہن ست و آں رخام	پیش داؤد نبیؑ موم ست و رام
یہ تیرے اعتبار سے لوہا ہے اور پتھر	داؤدؑ پیغمبر کے نزدیک موم ہے اور نرم
پیش تو کہ بس گران ست و جماد	مطرب ست او پیش داؤدؑ اوستاد
تیرے نزدیک پہاڑ ثقیل ہے اور جماد	صاحب الحان استاد ہے نزدیک داؤدؑ علیہ السلام کے
پیش تو آں سنگریزہ ساکت ست	پیش احمدؐ او فصیح و قانت ست
تیرے نزدیک وہ سنگریزہ ساکت ہے	احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ فصیح اور مطیع ہے
پیش تو استون مسجد مردہ ایست	پیش احمدؐ عاشق دل بردہ ایست
تیرے نزدیک ستون مسجد کا ایک مردہ ہے	احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عاشق دل بردہ ہے
جملہ اجزائے جہاں پیش عوام	مردہ و پیش خدا داناؤ رام
تمام اجزائے عالم عوام کے نزدیک	مردہ ہیں اور خدائے تعالیٰ کے نزدیک عاقل اور مطیع ہیں
آنچہ گفتی کاندریں قصر و سرا	نیست کس، چوں میزنی ایں طبل را
تو جو کہتا ہے کہ اس قصر اور سرا میں	کوئی نہیں تو یہ طبل کیوں بجاتا ہے
بہر حق ایں خلق زرہا می دہند	صد اساس خیر و مسجد می نہند
خدا کے واسطے یہ خلائق زر دیتے ہیں	صدہا بنیادیں خیر کی اور مسجد کی قائم کرتے ہیں
مال و تن در راہ حج دور دست	خوش ہمی بازندہ چوں عشاق مست
مال اور بدن حج کے دور و دراز رستہ میں	خوش خوش نثار کرتے ہیں عشاق مست کی طرح
ہیچ می گویند کاں خانہ تہی ست	ایں سخن کے گوید آں کش آگہی ست
کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ گھر خالی ہے	ایسی بات کب کہے گا جس شخص کو آگاہی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پر ہمی بیند سرای دوست را	آنکہ از نور الہستش ضیا
پر دیکھتا ہے سرائے دوست کو	وہ شخص جس کو نور الٰہی سے ضیاء حاصل ہے
بس سرای پر ز جمع و انبہی	پیش چشم عاقبت بیناں تہی
بہت سے گھر جو کہ جماعت اور ہجوم سے پر ہیں	وہ انجام بینوں کی نظر میں خالی ہیں
ہر کرا خواہی تو در کعبہ بجو	تا بروید در زماں پیش تو او
تو جس کو طلب کر رہا ہے کعبہ میں تلاش کر	تاکہ وہ فوراً تیرے سامنے ظاہر ہو جاوے
صورتے کو فاخر و عالی بود	او ز بیت اللہ کے خالی بود
جو صورت کہ فاخر اور عالی ہوتی ہے	وہ کعبہ سے کب خالی ہوتی ہے
او بود حاضر منزہ از رتاج	باقی مردم برائے احتیاج
وہ حاضر ہے اور منزہ ہے اور دروازہ بند ہونے سے	باقی آدمی احتیاج کے لئے ہیں
ہیچ می گویند کایں لبیکہا	بے ندای می کنم آخر چرا
کبھی یہ بھی کہتے ہیں کبھی یہ بار بار کی لبیک	بدوں کسی ندا کے آخر میں کیوں کرتا ہے
کو ندا تا خود تو لبیکے دہی	از ندا لبیک تو چوں شد تہی
ندا کہاں ہے جس پر تو لبیک دے رہا ہے	تیری لبیک ندا سے کیسے خالی ہو گئی
بلکہ توفیقے کہ لبیک آورد	ہست ہر لحظہ ندائے از احد
بلکہ تو توفیق کہ لبیک کا باعث ہو رہی ہے	وہی ہر لحظہ ندا ہے حضرت احد کی طرف
من ببودانم کہ ایں قصر و سرا	بزم جاں افتاد و خاکش کیمیا
میں خوشبو سے جان رہا ہوں کہ یہ قصر اور سرا	محفل روحی واقع ہوئی ہے اور اس کی خاک اکسیر
مس خود را بر طریق زیر و بم	تا ابد بر کیمیا اش میزنم
میں اپنے تانبے کو بذریعہ زیر و بم کے	ابد تک کے واسطے اس کی اکسیر پر مل رہا ہوں
تا بجوشد زایں چنیں ضرب سحور	در در افشانی زبخشایش بحور
تاکہ اس طرح کی ضرب سحوری سے جوش میں آ جاویں	در افشانی کرنے میں عطا کے سبب سے دریا
خلق در صف قتال و کار زار	جاں ہمی بازند بہر کردگار
مخلوق صف قتال و کار زار میں	جانبازی کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے واسطے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں یکے اندر بلا ایوبؑ وار	واں دگر در صابری یعقوبؑ وار
ایک شخص بلا میں ایوب علیہ السلام کی طرح ہے	اور دوسرا صبر میں یعقوب علیہ السلام کی طرح
آں یکے چوں نوحؑ در اندوہ و کرب	واں دگر چوں احمدؐ اندر صف حرب
ایک شخص نوح علیہ السلام کی طرح اندوہ و کرب میں ہے	اور دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صف حرب میں ہے
ایں ز دنیا چوں ابو ذرؓ پر حذر	واں دگر در استقامت چوں عمرؓ
یہ شخص دنیا سے ابو ذرؓ کی طرح پر حذر ہے	اور دوسرا استقامت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ہے
صد ہزاراں خلق تشنہ و مستمند	بہر حق از طمع جہدے می کنند
لاکھوں مخلوق تشنہ اور مستمند	حق تعالیٰ کے واسطے امید سے کوشش کرتے ہیں
من ہم از بہر خداوند غفور	میزنم بردر بامیدش سحور
میں بھی خداوند غفور کے لئے	دروازہ پر ان کی امید میں سحوری بجا رہا ہوں

(ربط اوپر مذکور ہوا کہ کسی کی طلب میں نقصان یا اس کے فقدان سے تم دعوت حق میں کمی مت کرو کہ اس شخص کے ذمہ جو حق واجب تھا اس نے تو ضائع کیا تو اس سے تم اپنے ذمہ کے حق کو کیوں ضائع کرتے ہو خواہ وہ واجب ہو یا مستحب پس فرماتے ہیں کہ) طالب اگرچہ ست اور افسردہ ہے (مگر) تو دعوت دین کر کیونکہ دعوت (کا مامور بہ ہونا وجوباً یا استحباباً اس صورت میں بھی) وارد ہے (پس) باز (دعوت) کو پران کر (اور اس کے ذریعہ سے) کبوتر روح کو پکڑ (جس طرح باز سے کبوتر کا شکار کرتے ہیں مطلب یہ کہ تو اس کا قصد کر ممکن ہے کہ وہ روح مسخر اور دعوت سے متاثر ہو جاوے اور اگر خالی ہی ہو گئی تو کیا کوئی شخص اس احتمال سے باز کو شکار کے لئے چھوڑنا ترک کر دیتا ہے اور) طریق دعوت میں طریقہ نوح علیہ السلام کا اختیار کر (کہ ناکامی کا غالب احتمال بھی ان کو وعظ سے مانع نہیں ہوا اور اس طریق کو اختیار کر کے) خدمت (دعوت کی ادا) کرتا رہ خدا کے واسطے (اور) خلق کے قبول و رد سے تجھ کو کیا کام (جس طرح آگے حکایت کی ہے کہ اس شخص نے خالی مکان پر نصف شب کے وقت دف بجایا تصریح دف کی شعر بہر گوشے میزنی دف الخ میں ہے اور ممکن ہے کہ طبل ہو جیسا اس شعر کے بعد ایک شعر میں ہے نیست کس چون میزنی ایں طبل را اور ایک جگہ مجاز لینا پڑے گا بہر حال کچھ بجایا اور کسی معترض نے کہا کہ نہ یہ مکان اس کے مناسب ہے اور نہ زمان کیونکہ اس میں نہ کوئی دینے والا ہے اور نہ سننے والا تو یہ بجانا بے فائدہ ہے اور اس نے جواب دیا تھا جس کا حاصل یہ تھا کہ میں اللہ کے لئے بجاتا ہوں جس کی توجیہ ختم قصہ پر انشاء اللہ تعالیٰ بیان کی جاوے گی مقصود صرف حکایت سے یہ ہے کہ اسی طرح تو بھی کسی مستمع کو مت دیکھ کہ کوئی منتفع ہوگا یا نہیں اللہ کے واسطے کہتا رہ اور وہ حکایت یہ ہے کہ) ایک شخص نے کسی دروازہ پر سحوری بجائی (سحور کہتے ہیں آخر شب کھانے کو جس کو سحری بھی کہتے ہیں اور یا اس میں نسبت کی ہے یعنی وہ آلہ جو سحور کے لئے جگانے کے لئے بجاتے ہیں خواہ نقارہ ہو یا دف ہو اور جس مکان کا وہ دروازہ تھا وہ) ایک (عالی شان) درگاہ تھی اور کسی سردار کا ایوان تھا (رواق کے معنی غیاث میں یہ بھی لکھے ہیں مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی سردار کا مسکن ہے یا کسی وقت میں ایسا ہوا ہوگا تاویل کی وجہ یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ آگے اس کا خالی ہونا معلوم ہوتا ہے غرض وہ شخص) نصف شب کے وقت تحوری کو بڑے اہتمام سے بجا رہا تھا ایک کہنے والے نے اس سے کہا کہ اے طالب امداد (یہ اس لئے کہا کہ اس نے گمان کیا کہ یہ کوئی سائل ہے اسی امید میں ایسا کرتا ہے کہ گھر والا کچھ دیدے گا غرض یہ کہا کہ) اول تو (اگر یہ مکان خالی بھی نہ ہوتب بھی) اس تحوری کو سحر کے وقت بجا (اور) آدھی رات کے وقت شورمت کر اے بے صبرے (یہ بھی بگمان اس کے سائل حریص ہونے کے کہا کہ غایت حرص سے اتنا صبر نہ ہوا کہ سحر ہونے دے اور دوسری یہ بات ہے کہ یہ سمجھ لے اے بوالہوس کہ اس گھر میں اندر خود کوئی ہے بھی (سو) اس جگہ بجز بھوت پریت کے کوئی نہیں ہے (یعنی مکان بھی خالی ہے پس) کیوں اپنا وقت ضائع کرتا ہے تو (اپنے گمان میں) کسی کان (میں ڈالنے) کے لئے دف بجا رہا ہے (مگر یہاں) کان کہاں ہیں (یعنی نہیں ہے کیونکہ مکان میں کوئی آدمی ہی نہیں اور اسی طرح کان کے ساتھ اس کے لئے) ہوش کی ضرورت ہے تاکہ (اس ہوش کے ذریعہ سے) معلوم کرے (کہ کوئی بجانے والا مانگ رہا ہے سو یہاں) ہوش کہاں ہے (کیونکہ یہاں ذوی العقول رہتے ہی نہیں جیسا پہلے آچکا) اس (تحوری زن) نے (جواب میں) کہا کہ بندہ کا جواب سن تاکہ تو تحیر واضطراب میں نہ رہے (تو نے جو وقت کے ناوقت ہونے کی نسبت کہا ہے سو بات یہ ہے کہ اگرچہ یہ وقت تیرے نزدیک آدھی رات ہے (لیکن) میرے نزدیک صبح طرب قریب ہوگئی (اور صبح کے قریب ہی کا وقت سحر ہے جس میں بجانے کو تو بھی بے موقع نہیں کہتا مطلب یہ کہ گو حسا یہ نیم شب ہے مگر معنیً سحر کا وقت ہے یعنی جو علت سحر کے وقت بجانے کی ہوتی ہے کہ وہ مفید ہے اس علت سے یہ وقت بھی سحر کے حکم میں ہے کیونکہ میرے نزدیک اس وقت کا بجانا بھی مفید ہے وجہ یہ کہ تو نے تو فائدہ کو منحصر کر رکھا ہے فائدہ متعارفہ میں اور وہ منتفی ہے اور میں نے دوسرے فائدہ کا قصد کیا ہے اور وہ قریب ہے کیونکہ میں خدا کے لئے بجاتا ہوں جیسا کہ مکان کے خالی ہونے کے جواب میں آیا ہے من ہم از بہر خداوند غفور الخ اور اس کا فائدہ سحر کے ساتھ مخصوص نہیں نصف شب کے وقت بھی حاصل ہوسکتا ہے مثلاً فرض کیا جاوے کہ وہ اس نیت سے بجاتا ہو کہ اہل تہجد اٹھ جاویں سو تہجد کا وقت افضل نصف شب سے شروع ہو کر اخیر شب تک رہتا ہے گو افضلیت میں یہ اجزاء خود بھی متفاوت ہوں لیکن نفس فضیلت تو مشترک ہے اس لئے تہجد کے لئے جگانے کا ثواب اس وقت کے جگانے سے بھی ملے گا اس اعتبار سے یہ وقت بھی بحکم سحر ہوا اور ممکن ہے کہ اور کچھ قصد مشترک بین الوقتین ہو جس کی کاوش کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ مقصود حکایت کا اس پر موقوف نہیں کہ اس کی کوئی غرض صحیح ہی ہو بلکہ اگر غیر صحیح ہو تو یہ حکایت مقصود پر زیادہ دال ہوگی اس طرح سے کہ دیکھو اس تحوری زن نے ایک ایسا فعل جس کی کوئی غرض بھی صحیح نہ تھی رضائے حق کے واسطے کیا تو تم فعل تبلیغ جس میں اعلیٰ درجہ کی غرض صحیح ہوسکتی ہے یعنی طلب رضائے حق اسی غرض یعنی طلب رضائے حق کے واسطے کیوں نہ کرو غرض مقصود حکایت دونوں طرح حاصل ہے لیکن بندہ نے تبرعاً ایک مثال فرض کرلی جس سے حکایت کی اچھی توجیہ ہوگئی آگے چند مادے بطور مثال کے ایسے مذکور ہیں جس کا ظاہر اور طرح کا اور باطن اور طرح کا اور ان میں اکثر مواد وہ ہیں کہ ظاہر خسیس اور باطن نفیس صرف ایک مادہ اس کا عکس ہے کہ ظاہر نفیس یعنی پانی اور باطن خسیس یعنی خون باعتبار قبطیوں کے اور یہ مثالیں اس لئے لائے تاکہ ان سے اس دعویٰ مذکورہ گرچہ ہست ایندم الخ کی تقویت وتائید ہوجاوے کہ جس طرح ان مثالوں کی کیفیت ہے کہ صورۃً اور حالت ہے اور معنیً اور حالت اسی طرح یہاں بھی ہے کہ صورۃً نیم شب اور معنیً سحر اور یہ مثالیں گو زبان تحوری زن سے ہیں مگر واقع میں خود مولانا کے ارشادات ہیں افادات خاصہ کے لئے جو بمناسبت مقام وارد کئے گئے مثال

www.besturdubooks.wordpress.com

اول) ہر شکست (غیر اختیاری) میرے نزدیک (بلکہ ہر عارف کے نزدیک معنیً) فتح ہے (کیونکہ اس میں جو حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں ان کے اعتبار سے وہ بھی معنیً کامیابی ہی ہے مثال ثانی) تمام شیون (یعنی مصائب) میری آنکھ میں دن (یعنی مسرتیں) ہیں (بالعلۃ التی ذکرت مثال ثالث اے قبطی) تیرے نزدیک رود نیل کا پانی خون ہے (اور) میرے (یعنی سبطی کے) نزدیک وہ پانی ہے نہ کہ خون اے دانا (مثال رابع) تیرے اعتبار سے لوہا ہے اور پتھر (اور) داؤد پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نزدیک موم ہے اور نرم (کما قال اللہ تعالیٰ و النالہ الحدید الایۃ مثال خامس) تیرے نزدیک پہاڑ ثقیل (الطبع) ہے اور جماد (مگر) صاحب الحان استاد (یعنی کامل) ہے نزدیک داؤد علیہ السلام کے کما قال تعالیٰ انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق الایۃ مثال سادس) تیرے نزدیک وہ سنگریزہ ساکت ہے (اور) احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ فصیح اور مطیع ہے (کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تشہد پڑھنے لگا جب مولانا نے یہ قصہ کسی مقام پر بیان فرمایا ہے سنگہا اندر کف بوجہل بود الخ مجھ کو یاد نہیں کہ کسی حدیث میں ہے یا نہیں مثال سابع) تیرے نزدیک ستون مسجد (نبویؐ) کا ایک مردہ (و بے جان) ہے (اور) احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عاشق دل بردہ ہے (جیسا کتب حدیث میں صحیح سند سے مشہور ہے آگے تخصیص امثلہ اربعہ اخیرہ کے بعد ان امثلہ کے معنی مشترک کی تعمیم ہے کہ اسی طرح) تمام اجزائے عالم (جو از قسم جمادات و نباتات ہیں) عوام کے نزدیک مردہ ہیں اور خدائے تعالیٰ کے نزدیک عاقل اور مطیع ہیں (عاقل سے مراد قوت علمیہ کے ساتھ اور مطیع سے مراد قوت عملیہ کے ساتھ موصوف ہونا ہے یہاں تک تو تقریر مع التائید تھی معترض کے سوال اول کی کہ نا وقت بجا رہا ہے آگے اس کے دوسرے اعتراض کا جواب ہے یعنی) تو جو کہتا ہے کہ اس قصر اور سرا میں کوئی نہیں تو یہ طبل کیوں بجاتا ہے (سو اس کا جواب یہ ہے کہ) خدا کے واسطے یہ خلائق زر دیتے ہیں (اور خدا ہی کے واسطے) صدہا بنیاد یں خیر کی (مثلاً مدارس و خانقاہ کی) اور مسجد کی قائم کرتے ہیں (اور خدا ہی کے واسطے مال اور بدن حج کے دور و دراز راستہ میں خوش خوش نثار کرتے ہیں عشاق مست کی طرح (حج چونکہ مرکب ہے عبادت بدنیہ و مالیہ سے اس لئے دونوں کو جمع کر دیا تو ان مواقع مذکورہ انفاق مال و بناء مدرسہ و خانقاہ و مسجد و بذل مال و نفس فی الحج میں بھی بطور اعتراض کے) کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ گھر خالی ہے (مثلاً کعبہ میں کون ہے جس کے لئے سفر کر کے آتے ہیں دوسرے انفاقات کس کے لئے کرتے ہو اس دار دنیا میں کوئی نظر نہیں آتا جس سے اس کا عوض چاہتے ہو پس آن خانہ عام ہوگا بیت اللہ اور دار دنیا کو غرض ایسی بات اعتراض کی کوئی نہیں کہتا اور) ایسی بات کب کہے گا جس شخص کو (ذرہ بھی) آگاہی ہے (کیونکہ اس آگاہی سے اس کو معلوم ہے کہ یہ سب کام) خدا کے لئے کیے ہیں اور اس کے لئے کام کرنا اس پر موقوف نہیں کہ وہ یا اور کوئی اس مقام میں ہوا ہی کرے تو دیکھو یہاں بھی گھر خالی اور پھر فعل عبث نہیں آگے بطور ترقی فی الجواب کے فرماتے ہیں کہ یہ خلو جو مذکورہ ہوا باعتبار چشم ظاہر کے ہے باقی چشم باطن سے تو) پر دیکھتا ہے سرائے دوست کو (یعنی بیت اللہ کو یا مطلق دار دنیا کو کہ اول باضافت تشریفیہ اور ثانی باضافت تملیکیہ مضاف ہے اللہ تعالیٰ کی طرف آگے فاعل ہے ہمی بیند کا یعنی سرائے دوست کو پر دیکھتا ہے) وہ شخص جس کو نور الٰہی سے ضیاء حاصل ہے (نور الٰہی سے مراد نور معرفت ہے اور پر دیدن سے مراد اللہ تعالیٰ کے افعال و مظاہر سے پر دیکھنا ہے کہ وہ دال ہیں وجود حق پر پس جیسا استحضار ان کو مشاہدہ بلا واسطہ سے ہوتا ویسا ہی اس مشاہدۂ بواسطہ سے اس لئے یوں کہا جاوے گا کہ سرائے دوست کو گویا خود دوست ہی سے معمور دیکھ لیا کیونکہ اس کی نظر تو مقصود پر ہے یہاں اس کا مقصود حاصل ہے تو اس کے نزدیک پر ہے گو ظاہرا خالی ہی ہو اور جہاں مقصود حاصل

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں وہ خالی ہے گو ظاہراً بری ہو چنانچہ اس بناء پر) بہت سے گھر جو کہ جماعت اور ہجوم سے پر ہیں۔ وہ انجام بینوں کی نظر میں خالی ہیں (یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ عارف تو ہر جگہ مقصود کو دیکھتا ہے پھر اس کی نظر میں کوئی گھر خالی کیسے ہوگا جواب یہ ہے کہ یا تو مراد خاص اس حالت کے اعتبار سے ہے جبکہ اس کو احیاناً ذہول ہو جاوے چنانچہ ایسا ہو بھی جاتا ہے ولو قلیلاً اور یا عارف عاقبت بین کے اعتبار سے حکم کرنا مقصود نہیں بلکہ باعتبار) محجوب کے ہے اور پیش چشم کے معنی یہ ہوں گے کہ در نظر عارف ایں حکم ثابت باشد کہ ایں سرائے جامع (نبوہ) باعتبار محجوب و محروم خالی ست آگے تفریع ہے شعر پر بھی بیند پر اور اس کے بعد کا شعر محض اس کے مقابلہ کے طور پر تھا یعنی جب معلوم ہوا کہ عارف کا اس گھر کو بھی خالی نہ سمجھنا جو ظاہراً خالی ہے معلل اس علت سے ہے کہ اس کو نور معرفت حاصل ہے اور محل اس نور کا قلب ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ اصل موقع طلب حق کا قلب عارف ہے اس سے ارتباط استفادہ کرنے سے حق کا قرب میسر ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) تو جس کو طلب کر رہا ہے (یعنی مقصود حقیقی کو) تو (اس کو) کعبہ (قلب عارف) میں تلاش کر (کعبہ کی یہ تفسیر آئندہ شعر میں آتی ہے یعنی عارف کی تعلیم و صحبت میں تلاش کر) تا کہ وہ فوراً تیرے سامنے ظاہر ہو جاوے (یعنی تجھ کو اس کی معرفت بھی ہو جاوے اور نسبت بھی اس سے حاصل ہو جاوے یہی اس کا ظہور اور قرب ہے آگے اس کعبہ کی تفسیر ہے کہ مراد ہماری یہ کعبہ مشہورہ نہیں بلکہ) جو صورت کہ فاخر اور عالی ہوتی ہے (مراد بدن عنصری عارف کامل کا یعنی) وہ (صورت) کعبہ سے کب خالی ہوتی ہے (اور ظاہر ہے کہ یہ کعبہ مشہورہ اس بدن میں نہیں ہے البتہ قلب ضرور ہے پس معلوم ہوا کہ مراد اس سے قلب ہے یہ تفسیر ہوگئی کعبہ مذکورہ فی الشعر السابق کی آگے اس قلب کی فضیلت و مدح ہے کہ) وہ (قلب افادۂ خلق کے لئے ہر وقت) حاضر ہے (اور) منزہ ہے دروازہ بند ہونے سے (کذا فی منتخب اللغات فی تفسیر الرتاج مطلب یہ کہ جس طرح کعبہ میں تعبد کو ہر وقت ذریعہ قرب الٰہی کا بنا سکتے ہیں اسی طرح اس مثال کعبہ یعنی قلب عارف سے بھی ہر وقت استفادہ ممکن ہے اس طرح سے کہ اس کی صحبت سے جو برکت حاصل ہوئی اور اس کی تعلیم سے جو طریقہ معلوم ہوا ہر وقت اس سے انتفاع ہو سکتا ہے اور یہ مطلب نہیں کہ ہر وقت اس سے ظاہراً بھی استفادہ سہل ہے اور کسی وقت اس کو نہ تعب ہو نہ ملنے جلنے سے عذر ہو غرض اس کی تو یہ شان ہے کہ ہر وقت افادہ کے لئے حاضر ہے اور) باقی آدمی (جو غیر عارف رہ گئے وہ) احتیاج (یعنی استفادہ) کے لئے ہیں (پس اس کا کام افادہ ہے دوسروں کو چاہیے کہ استفادہ کریں یہاں تک وہ مضمون جو بطور ترقی جواب کے ذکر کیا گیا تھا ختم ہوا اگلا مضمون مربوط ہے بیت بالا ہیچ میگویند الخ کے ساتھ گویا اس شعر کی طرف عود ہے یعنی حج وغیرہ کرنے والوں کو کیا) کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ گھر خالی ہے جیسا اوپر مذکور ہوا یا) کبھی (اپنی لبیک کی نسبت) یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بار بار کی لبیک۔ بدوں کسی نداء کے (جو پہلے ہوئی ہو) آخر میں کیوں کرتا ہوں (مطلب یہ کہ لبیک کے معنی ہیں حاضر ہوتا ہوں اور یہ جواب میں کسی بلانے والے کے ہوتا ہے سو یہ شبہ نہیں ہوتا کہ جب ہم کو کسی نے پکارا نہیں تو ہم لبیک کس کے جواب میں کہتے ہیں سو یہ شبہ بھی کوئی نہیں کرتا ورنہ تجھ سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ) ندا کہاں ہے جس پر تو لبیک (سے جواب) دے رہا ہے (اور کوئی پوچھ سکتا ہے کہ تیری لبیک (کسی کے) ندا (دینے) سے کیسے خالی ہوگئی (یعنی کسی نے تجھ کو نداء نہیں دی تو تو لبیک کیسے کہتا ہے سو باوجود اس کے کہ یہ سوال تجھ پر متوجہ ہو سکتا ہے مگر تجھ کو کبھی یہ شبہ نہیں ہوا) بلکہ (یوں سمجھ لیا گیا اور اگر کوئی پوچھے تو یہ جواب تجویز کر لیا گیا کہ) یہ توفیق کہ لبیک کا باعث ہو رہی ہے وہی ہر لحظہ (بجائے) ندا (کے) ہے حضرت احد کی طرف سے (یعنی لبیک ایک عبادت ہے اور موقوف ہے توفیق پر پس وہی توفیق بجائے نداء حق

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ہے یہ بات سمجھ کر شبہ نہیں رہا پس ثابت ہوا کہ جیسے یہاں قاطع سوال یہی امر ہے کہ ہم خدا کے لئے اور اس کی توفیق سے کر رہے ہیں اسی طرح مجھ پر جو سوال کیا جاتا ہے کہ تو خالی گھر پر کیوں بجا رہا ہے اس سوال کو بھی ایسے ہی جواب سے قطع کر لو کہ میں خدا کے لئے بجا رہا ہوں اگر گھر خالی ہو تو ہو اور یہ خالی مان لینا باعتبار چشم ظاہر کے ہے باقی چشم باطن سے میں اس کو پر دیکھتا ہوں چنانچہ) میں خوشبو سے جان رہا ہوں کہ یہ قصر دوسرا محفل روحی واقع ہوئی ہے اور اس کی خاک اکسیر (واقع ہوئی ہے اس لئے) میں اپنے تانبے کو بذریعہ زیر و بم (یعنی سرود اور ضرب دف یا طبل) کے ابد تک کے واسطے اس (قصر) کی اکسیر پر مل رہا ہوں تا کہ اس طرح کے ضرب تحوری سے جوش میں آ جاویں درافشانی کرنے میں عطا کے سبب (کرم کے) دریا (مراد بخشش حق یعنی بخشائش حق کی تحصیل کے لئے ایسا کرتا ہوں یہ تو تقریر ہے عنایت کی جو تا بجو شد الخ میں مذکور ہے باقی من ببودانم الخ کی توجیہ میرے مذاق کے موافق یہ ہے کہ بو سے مراد ادراک باطنی اور قصر کے بزم جان اور کیمیا واقع ہونے سے مراد اس کا ذریعہ طاعت و برواقع ہونا ایک خاص وجہ سے جس کی تعیین بضمن تقریر آتی ہے اور جس سے مراد اپنا عمل و ارادہ کہ فی نفسہ کم قدر ہے اور قبول کے بعد باقدر ہو جاتا ہے پس تقریر یہ ہے کہ اس قصر خالی پر بجانا بغرض رضائے حق جیسا اوپر خود مثنوی میں مذکور ہوا اور احقر نے اس نیت کی ایک مثال حسن بھی ذکر کی ہے یعنی ایقاظ للتہجد تو اس غرض سے بجانا خالی قصر پر یہ اقرب الی الاخلاص ہے کیونکہ آباد گھر پر تو نفس میں طمع جلب مال کی بھی ہو سکتی ہے اور پھر اخلاص اس سے اور زیادہ ہو گیا کہ اس میں اخفاء اخلاص بھی ہے کیونکہ ویرانہ میں بجاتا تو یہ بے طمعی ظاہر ہو جاتی۔ اب ایسے گھر پر بجا رہا ہوں کہ نفس میں تو کوئی طمع نہ ہو کہ بطور خود پہلے سے اس کا خالی ہونا معلوم کر لیا ہو گا مگر دوسرے ناظرین یہ سمجھیں کہ اس قصر کو آباد سمجھ کر بطمع مال بجا رہا ہے تو اس طرح سے ایسے قصر پر کہ صورت سے آباد معلوم ہوتا ہے اور واقع میں آباد نہیں بجانے میں پورا اخلاص ہوا اور پورے اخلاص سے قرب زیادہ ہوتا ہے تو اس طرح سے یہ گھر ذریعہ بن گیا طاعت و بر کامل کا اور یہی وہ خاص وجہ ہے جس کے بیان کا ابھی وعدہ کیا تھا اس لئے میں اس طریق ضرب کو ذریعہ قرب و قبول کا کر رہا ہوں پس اس بناء پر یہ قصر میرے نزدیک خالی بھی نہیں کیونکہ اس مقام پر عمل کرنے سے محبوب کا قرب مشاہدہ کر رہا ہوں اور یہ مضمون من ببودانم الخ ویسا ہی ہے جیسا اوپر آیا تھا پر ہمی بینند یعنی جیسا وہاں اول جواب میں اولاً گھر کا خلو مان کر پھر بطور ترقی جواب کے اس کا پر ہونا بیان کیا تھا اسی طرح یہاں آخر جواب میں تسلیم خلو کے بعد پھر ترقی کر کے اس کے پر ہونے کا دعویٰ کیا آگے پھر حاصل و اصل جواب کی تائید ہے اور وہ اصل جواب اللہ کے لئے اس کام کا کرنا ہے یعنی دیکھو) مخلوق (کثیر) صف قتال و کارزار میں جان بازی کرتے ہیں خدائے تعالیٰ کے واسطے (یہ قتال عام ہے مع النفس و مع الکفار کو یعنی طاعات میں گونا گوں مشقتیں اٹھاتے ہیں چنانچہ) ایک شخص بلا میں ایوب علیہ السلام کی طرح ہے اور دوسرا صبر میں یعقوب علیہ السلام کی طرح ہے ایک نوح علیہ السلام کی طرح اندوہ و کرب میں ہے اور دوسرا احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح صف حرب میں ہے۔ یہ شخص دنیا سے ابوذرؓ کی طرح پر حذر ہے (اور یہ بھی نفس کے خلاف ہے اس لئے قتال مذکور فی السابق کے تحت میں یہ بھی آ گیا) اور دوسرا استقامت میں حضرت عمرؓ کی طرح ہے (استقامت کا خلاف نفس ہونا بہت ہی ظاہر ہے غرض لاکھوں مخلوق (کہ مشقتیں اور مجاہدات اختیار کر کے) تشنہ اور (ترک دنیا اختیار کر کے) محتاج (ہو گئے ہیں مگر اسی حالت میں راضی رہ کر) حق تعالیٰ کے واسطے امید (قبول) سے کوششیں کرتے ہیں (پس اسی قاعدۂ مسلوکہ طالبان حق کے موافق) میں بھی خداوند غفور کے لئے دروازہ پر اس کی (رضا کی) امید میں تحوری بجا رہا ہوں (تو مجھ پر تعجب و اعتراض کیوں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ اشعار حکایت کی تمہید میں وعدہ کیا تھا کہ اس حکایت کی توجیہ کہ ضرب سحوری اللہ کے واسطے کیسے ہو سکتی ہے ختم قصہ پر لکھی جاوے گی سو اب اس کے متعلق عرض کرتا ہوں یہاں چند سوال ہیں ان سب کو مع جواب سن لیا جاوے بس توجیہ کے متوجہ ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔ سوال اول دف یا طبل بجانا اللہ کے واسطے کیسے ہو سکتا ہے جواب اس کا امکان بیت گرچہ ہست ایندم الخ کی شرح میں مذکور ہوا ہے۔ سوال دوم دف تو فی نفسہ مباح ہے وہ نیت طاعت سے حسن ہو سکتی ہے مگر طبل غیر مباح ہے اس میں نیت کیسے موثر ہو سکتی ہے جواب اگر طبل بمعنی دف ہو تب تو کچھ اشکال ہی نہیں اور اگر اپنے حقیقی معنی پر ہو تو طبل سحور کو فقہاء نے جائز کہا ہے اس پر قیاس کرنے کی گنجائش ہے سوال سوم خالی گھر پر بجانے سے کیا فائدہ تھا جواب اس کا فائدہ ابیات من بجودانم الی تا بجوشد کی شرح میں گزرا ہے اور وہاں یہ بھی مذکور ہے کہ پھر ویرانہ کیوں نہ اختیار کیا اور یہ سب توجیہات اس وقت ضروری ہیں جب اس کے فعل کو مشروع کہا جاوے ورنہ سیدھی بات یہ ہے کہ اس نے ممکن ہے کسی غلطی سے ایسی نیت کر لی ہو مگر ہمارا استدلال غرض حکایت کے لئے پھر بھی صحیح رہے گا جیسا بیت گرچہ ہست ایندم کی شرح میں یہ بھی گزرا ہے البتہ اگر مولانا کے کلام میں اس کے فعل کے محمود ہونے پر کوئی دلالت ہوتی تو مثل حکایت پیر چنگی مذکور فی الدفتر الاول کے اس کی توجیہ ضروری تھی خواہ وہ توجیہ جو اوپر مذکور ہوئی خواہ ایسی توجیہ جیسی پیر چنگی کے حکایت کے خاتمہ پر بندہ نے ذکر کی ہے۔

مشتری خواہی کہ از وے زر بری	بہ ز حق کے باشد اے دل مشتری
تو مشتری کو چاہتا ہے جس سے ثمن حاصل کرے	حق سے بہتر اے دل کب کوئی مشتری ہو گا
می خرد از مالت انبان نجس	می دہد نور ضمیر مقتبس
وہ تیرے مال میں سے ناقص تھیلا لیتا ہے	قلب روشن گیرندہ کا نور دیتا ہے
می ستاند ایں نجس جسم فنا	می دہد ملکے بروں از وہم ما
وہ یہ ناقص جسم فانی لیتا ہے	ایک سلطنت جو ہمارے خیال سے باہر ہے دیتا ہے
می ستاند قطرۂ چندے ز اشک	می دہد کوثر کہ آرد قند رشک
وہ چند قطرے اشک کے لیتا ہے	کوثر دیتا ہے کہ اس پر قند بھی رشک کرتا ہے
می ستاند آہ پر سوداو دود	می دہد ہر آہ را صد جاہ و سود
وہ ایک آہ جو عشق اور دود سے پر ہو لیتا ہے	ہر ہر آہ کو صدہا قدر اور نفع دیتا ہے
باد آہے کابر اشک چشم راند	مر خلیلے را بداں اواہ خواند
جس آہ کی ہوا نے ابر اشک چشم کو چلایا	حضرت خلیل کو اس آہ کے سبب اواہ فرمایا
ہیں دریں بازار گرم بے نظیر	کہنہا بفروش و ملک نو بگیر
ہاں اس بازار بارونق ۔ بے نظیر میں	کہنہ چیزیں بیچ ڈال اور ملک تازہ لے لے

www.besturdubooks.wordpress.com

ورترا شکے و ریبے رہ زند	تاجران انبیا را کن سند
اور اگر کوئی شک و تردد تیری رہزنی کرے	تو تو تاجران انبیاء کو مابہ المسند گردان لے
بسکہ افزود آں شہنشہ بخت شاں	می نتاند کہ کشیدن رخت شاں
بس کہ اس شہنشاہ نے ان کا نصیب بلند کر دیا تھا	تو پہاڑ بھی ان کی متاع کو نہیں اٹھا سکتا

(نتیجہ متفرعہ ہے حکایت کا اور یہی مضمون تھا حکایت کے قبل بھی پس مطلوب تو دعویٰ ہے جو حکایت کے قبل مذکور تھا اور حکایت اس پر بطور دلیل کے ہے اور دلیل کے بعد پھر بطور انتاج کے بتغیر الفاظ اعادہ ہے دعویٰ کا کما تقول العالم حادث لانہ متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث یعنی اگرچہ طالب و مشتری کو رغبت نہ ہو تب بھی اللہ کے لئے دعوت کر وھذا ماذکر قبل الحکایۃ وہی اللہ حقیقی مشتری ہے اور وہ قدردان ہے پس اس مشتری کو دیکھ وھذا مابعد الحکایۃ پس فرماتے ہیں کہ اگر) تو مشتری کو چاہتا ہے جس سے ثمن حاصل کرے (اور بلا مشتری کے متاع دینے کی یعنی بذل نفس و افراغ جہد کی ہمت نہیں ہوتی تو) حق سے بہتر اے دل کب کوئی مشتری ہوگا (پس اس مشتری سے سودا کر اور وہ مشتری ایسا ہے کہ) وہ تیرے مال میں ناقص تھیلا (کنایہ ہے اعمال غیر کاملہ سے) لیتا ہے (اور اس کے عوض میں) قلب روشنی گیرندہ کا نور دیتا ہے (مقتبس باعتبار مآئل کے کہا گیا کیونکہ وہ اسی نور کے سبب سے مقتبس ہوا ہے اور) وہ (ایسا ہے کہ) یہ ناقص جسم فانی لیتا ہے (اور عوض میں) ایک سلطنت جو ہمارے خیال سے باہر ہے دیتا ہے (قال اللّٰہ تعالیٰ فی الاشتراء ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ وقال فی کونہ ملکا عظیما واذارأیت ثم رایت نعیماً و ملکاً کبیراً و قال اللہ تعالیٰ فی کونہ خارجاً عن الوھم فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین وقال تعالیٰ علیٰ لسانہ علیہ السلام فی ھذا اعددت لعبادی الصالحین مالاعین رأت ولااذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشرا الحدیث اور) وہ (ایسا ہے کہ) چند قطرے اشک کے لیتا ہے (جو اس کی یاد یا محبت یا خوف سے بہائے جاویں اور عوض میں) کوثر دیتا ہے کہ اس پر قند بھی رشک کرتا ہے (یعنی قند سے بھی زیادہ شیریں ولذیذ ہے کمافی الحدیث احلیٰ من العسل اور) وہ (ایسا ہے کہ) ایک آہ جو عشق و درد سے پر ہو لیتا ہے (اور عوض میں) ہر ہر آہ کو صد ہا قدر اور نفع دیتا ہے اور یہ آہ وہ ایسی مقبول ہے کہ) جس آہ کی ہوا نے ابر اشک چشم کو چلایا۔ حضرت خلیلؑ کو اس آہ کے سبب (مقام مدح میں کہ مبنی ہے قبول پر) اواہ فرمایا (الاواہ الرحیم الرقیق القلب من آہ کذافی اکتب اللغات القاموس وغیرہ وجہ تشبیہ آہ کی ہوا سے اور بخارات کی ابر سے اور اشک کی قطرات سے ظاہر ہے جس مشتری ایسا ہے تو) ہاں اس بازار بارونق اور بے نظیر میں (جہاں ایسا مشتری ہے) کہنہ (و بوسیدہ) چیزیں بیچ ڈال اور ملک تازہ لے لے (کہنہ سے مراد نفس و اموال و دنیا اور ملک تازہ سے ثواب آخرت اور بازار سے مراد یہ عالم جبکہ اس میں یہ تجارت کی جاوے کہ گرم و بے نظیر اسی تجارت کے اعتبار سے کہا گیا ہے وقد اشیر الیٰ صحۃ تسمیۃ سوقاً فی قولہ تعالیٰ یایھاالذین امنواھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم الآیۃ فان التجارۃ تختص عادۃً بالسوق آگے اس کے متعلق جس وساوس عارضہ کی دفع کی تدبیر بتلاتے ہیں کیونکہ یہ بیع العاجل بالآجل ہے جس میں وساوس کا عروض اور احیاناً عزم کا ضعف غیر بعید ہے اس لئے اس کو دفع کرتے ہیں یعنی ہمارے بتلانے کے موافق اپنی طرف سے اس تجارت کی ہمت کر) اور اگر کوئی شک اور تردد تیری رہزنی کرے (گو

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ عقیدہ کے درجہ میں نہ ہو بلکہ باوجود صحت عقیدہ کے محض وسوسہ و منازعت شہوات کے درجہ میں ہو جبکہ اسلام مخاطب اس کا قرینہ ہے تو اس کے دفع کرنے کے لئے) تو تاجران انبیاء کو مایہ السند گردان لے (یعنی یہ دیکھ لے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے رفقاء میں اس قسم کے تاجر ہوئے ہیں انہوں نے اس تجارت کا کس درجہ اہتمام کیا ہے تو ان کے فعل سے جو کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے روبرو ہوا صاف معلوم ہو گیا کہ قرآن میں ایسی ہی تجارت مطلوب ہے اور اس کی اور کوئی تاویل نہیں ہے اس سے دوسرے تاویل کے بھی دفع ہو جاویں گے اور چونکہ اپنے ابن نوع کے فعل کا طبعاً وخاصۃً قلب پر اثر ہوتا ہے اور اس سے ہمت بڑھتی ہے اس لئے اس سے جبن بھی دفع ہو جاوے گا اور تاجران انبیاءؑ میں اضافت ادنیٰ ملابست سے ہے آگے ان تاجران انبیاءؑ کا اس تجارت میں رائج ہونا کہ اس کا بیان کرنا بھی مقوی رغبت ہے بیان فرماتے ہیں کہ) بس کہ اس شہنشاہ (حقیقی) نے ان کا نصیب بلند کر دیا تھا (کہ ایسی تجارت کی ان کو توفیق ہوئی) تو (ان کو بلند طالعی سے اس تجارت میں اس قدر نفع ہوا کہ) پہاڑ بھی ان کے متاع کو (جو ان کو نفع میں ملی) نہیں اٹھا سکتا (باوجودیکہ پہاڑ ظاہر ہے کہ کتنا بوجھ اٹھا سکتا ہے اور یہ مبالغہ نہیں کیونکہ بوجہ ان کی جزا کے لاتقف عند حد ہونے کے ایک محدود زمانہ میں اس اجر و نعمت کی اتنی مقدار پہنچ جاوے گی کہ پہاڑ کو اس کے ساتھ ایسی نسبت ہو جاوے گی جیسے اس وقت ایک دانہ خردل کو پہاڑ کے ساتھ اور ظاہر ہے کہ خردل کو حامل جبل نہیں کہہ سکتے بس اسی طرح اس کو سمجھنا چاہئے)

فائدہ:۔ آگے مضمون تاجران انبیاءؑ را کن سند کی مناسبت سے قصہ حضرت صدیقؓ و حضرت بلالؓ کا بیان فرماویں گے کہ حضرت صدیقؓ نے اپنا مال حضرت بلالؓ کے استخلاص میں اور حضرت بلالؓ نے اپنا نفس ثبات علی الایمان میں بلا انتظار قدر دانی مخلوق کے بذل فرمایا اور ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ کا نفع پایا وھذا اخر العشر الثانی من شرح الدفتر السادس من المثنوی المعنوی اکملہ اللہ تعالیٰ علیٰ یدھذا العبد . بلطفہ الخفی وادعوا اللہ تعالیٰ ان یتم ما بقی منہ و ھو علیٰ کل شی قدیر و بالاجابۃ جدیر. و صلے اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد نبیہ البشیر النذیر. الداعی الیہ باذنہ والسراج المنیر و علیٰ الہ و اصحابہ و بارک وسلم و ھو اللطیف الخبیر و قد صرف فی کتابۃ شرح ھذا العشر شھر و ربع شھر بلا زیادۃ و بلانقصان و ھذا الیوم ھو السادس عشر من شھر صفر المظفر من شھور ۱۳۳۲ھ من ھجرۃ سدی اھل الاکوان صلی اللہ علیہ و علیٰ الہ و اصحابہ ما طلع القمران و تعاقب الملوان

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر الثالث من شرح دفتر السادس من المثنوی افتتحت فیه للحادی عشر من ربیع الاول یوم السبت من ۱۳۳۲ من الہجرۃ

قصہ احد احد گفتن بلال رضی اللہ عنہ در حر حجاز از محبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم در چاشت گاہ کہ خواجہ اش از تعصب جہودی بشاخ خارش می زد پیش آفتاب حر حجاز واز زخم خار خون از تن بلالؓ بری جوشید واز واحد احدی جست بے قصد او چنانکہ از دردمندان دیگر نالہ جہد بے قصد زیرا کہ از درد عشق ممتلی بود واہتمام دفع زخم خار را مدخل نبود ہمچوں سحرۂ فرعون وجرجیس علیہ السلام وغیرہم لایعد ولایحصی وبرگذشتن صدیق رضی اللہ عنہ در آں طرف و احوال او را مشاہدہ کردن و نصیحت کردن بلال را رضی اللہ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ حجاز کی گرمی میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دن چڑھے احد احد کہنا جبکہ ان کا آقا انکار کے تعصب سے ان کو کانٹوں دار لکڑی سے حجاز کی گرمی کی دھوپ میں مارتا تھا اور کانٹوں کی چوٹ سے حضرت بلالؓ کے جسم سے خون ابلتا تھا اور ان کے ارادے کے بغیر ان سے احد احد نکلتا تھا جیسا کہ دوسرے مصیبت زدوں سے بلا ارادہ رونا پھوٹتا ہے کیونکہ وہ عشق کے درد سے پر تھے اور کانٹوں کے زخم کے دفعیہ کے اہتمام کا کوئی دخل نہ تھا' جیسا کہ فرعون کے جادوگر اور جرجیس علیہ السلام وغیرہ جو نہ گنے جا سکیں نہ شمار کئے جا سکیں اور وہاں سے صدیق رضی اللہ عنہ کا گزرنا اور ان کے حالات کو دیکھنا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرنا

تن فدائے خار میکرد آں بلالؓ	خواجہ اش میزد برائے گوشمال
تن کو فدائے خار کرتے تھے وہ بلالؓ	ان کا مالک سزا دینے کے لئے مارتا تھا
کہ چرا تو یاد احمدؐ می کنی	بندۂ بد منکر دین منی
کہ تو کس سبب سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتا ہے	تو برا غلام میرے دین کا منکر ہے
میزد اندر آفتابش او بخار	او احد میگفت بہر افتخار
وہ دھوپ میں ان کو خار سے مارتا تھا	وہ احد کہتے تھے افتخار کے لئے
تا کہ صدیقؓ آں طرف بگذشت تفت	آں احد گفتن بگوش او برفت
یہاں تک کہ حضرت صدیقؓ اس طرف سرعت کے ساتھ گزرے	وہ احد کہنا ان کے کان میں پہنچا

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم او پر آب شد دل پر عنا	زاں احد می یافت بوئے آشنا
ان کی آنکھ پر نم ہو گئی دل پر غم	اس احد سے پاتے تھے خوشبو آشنا کی
بعد ازاں خلوت بدیدش پند داد	کز جہوداں خفیہ میدار اعتقاد
اس کے بعد ان کو خلوت میں دیکھا نصیحت کی	کہ یہودیوں سے اعتقاد کو مخفی رکھو
عالم السرست پنہاں دار کام	گفت کردم توبہ پیشت اے ہمام
خدا پوشیدہ بات کا جاننے والا بھی ہے مقصود پوشیدہ رکھو	کہا کہ میں نے تمہارے سامنے توبہ کر لی اے بزرگوار
روز دیگر از پگہ صدیقؓ تفت	آں طرف از بہر کارے می برفت
کسی اور دن میں صبح سے حضرت صدیقؓ سرعت کے ساتھ	اس طرف کو کسی کام کے لئے جا رہے تھے
باز احد بشنید و ضرب زخم خار	بر فروزید از دلش شور و شرار
پھر انہوں نے احد سنا اور زخم کار کی ضرب	روشن ہوا ان کے دل سے شور اور شرار
باز پندش داد باز او توبہ کرد	عشق آمد توبۂ او را بخورد
پھر ان کو نصیحت کی اور انہوں نے پھر توبہ کر لی	عشق آیا ان کی توبہ کو کھا گیا
توبہ کردن زیں نمط بسیار شد	عاقبت از توبۂ او بیزار شد
توبہ کرنا اس طرح سے بہت دفعہ ہوا	آخر توبہ سے وہ بیزار ہو گئے
فاش کرد اسپرد تن را در بلا	کاے محمدؐ اے عدوے توبہا
ایمان ظاہر کر دیا تن کو بلا میں سپرد کیا	کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے شکستہ کرنے والے توبوں کی
اے تن من وے رگ من پر ز تو	توبہ را گنجہ کجا باشد درو
اے کہ میرا تن اور اے کہ میری رگ آپ سے پر ہے	توبہ کی گنجائش اس میں کہاں ہو
توبہ را زیں پس ز دل بیروں کنم	از حیات خلد توبہ چوں کنم
توبہ کو اس کے بعد دل سے باہر کرتا ہوں	حیات جاودانی سے کیسے توبہ کروں

(اپنے) تن کو فدائے خار کرتے تھے بلالؓ (یعنی خار کے لئے تن کو بذل کرتے تھے اور اس کو گوارا کرتے تھے اور) ان کا مالک (ان کو) سزا دینے کے لئے مارتا تھا (اور کہتا تھا) کہ تو کس سبب سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر (ایمان کے ساتھ) کرتا ہے تو برا غلام (اور) میرے دین کا منکر ہے (اور یہ مالک امیہ بن خلف راس الاشقیاء تھا) وہ دھوپ میں (کھڑا کر کے) ان کو خار (دار لکڑی) سے مارتا تھا (اور) وہ احد (احد) کہتے تھے افتخار (دینی حاصل کرنے) کے لئے یہاں تک کہ (ایک روز) حضرت صدیقؓ اس طرف کو سرعت کے ساتھ گزرے (اور) وہ احد کہنا ان کے کان میں پہنچا ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کی آنکھ پرنم ہوگئی (اور) دل پرغم (ہوگیا اور) اس احد (کہنے) سے آشنا کی خوشبو آتی تھی (یعنی ہم مذاقی مترشح ہوتی تھی یا آشنا سے مراد محبوب حقیقی یعنی اس سے خدائے تعالیٰ کی طرف کشش ہوتی تھی) اس کے بعد ان کو خلوت میں (کہیں) دیکھا (اور) نصیحت کی کہ یہودیوں سے (اپنے اس) اعتقاد (توحید و رسالت) کو مخفی رکھو (امیہ مشرک تھا مگر یہودی تشبیہاً کہا کیونکہ یہود و مشرکین دونوں عداوت شدیدہ لاہل الایمان میں شریک ہیں قال تعالیٰ لت جدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیھود والذین اشرکوا مطلب یہ کہ ایسی حالت میں اخفائے ایمان کی شرع میں اجازت ہے۔ اس رخصت پر عمل کرو کیونکہ خدائے تعالیٰ تو) پوشیدہ بات کے جاننے والے بھی ہیں، (اپنا) مقصود (کہ ایمان ہے ان موذی دشمنوں سے) پوشیدہ رکھو (کہ جس سے معاملہ ہے اس کو تو خبر ہے۔ حضرت بلالؓ نے جواب میں) کہا کہ (بہت اچھا) میں نے تمہارے سامنے (اظہار سے) توبہ کرلی اے بزرگوار (یہ توبہ بمعنی شرعی نہیں بمعنی لغوی ہے یعنی اظہار کو ترک کردیا پھر) کسی اور دن میں صبح سے حضرت صدیقؓ سرعت کے ساتھ اس طرف کو کسی کام کے لئے جارہے تھے پھر انہوں نے احد (احد کی آواز کو) سنا اور زخم خار کی ضرب (کی آواز کو سنا یعنی لکڑیاں مارنے کی آواز بھی آرہی تھی) تو حضرت صدیقؓ کے دل میں اس سے بہت غصہ پیدا ہوا (مگر) پھر ان کو (وہی) نصیحت کی اور انہوں نے پھر (اسی طرح اظہار سے) توبہ کرلی (مگر) عشق (غالب) آیا (اور) ان کی توبہ کو کھا گیا (یعنی فنا کردیا غرض) توبہ کرنا اس طرح سے بہت دفعہ (واقع) ہوا آخر توبہ سے وہ بیزار ہوگئے (اور اپنے ایمان کو اور زیادہ) ظاہر کردیا (اور اپنے) تن کو بلا (ومشقت) میں (اور زیادہ) حوالہ کردیا (اور بزبان حال یہ کہتے تھے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے شکستہ کرنے والے ایسی توبوں کے اے کہ میرا تن اور اے کہ میری رگ آپ (کے عشق) سے پر ہے (پھر) توبہ کی گنجائش اس میں کہاں ہو (اس لئے) میں (ایسی) توبہ کو دل سے باہر کرتا ہوں (اور) حیات جاودانی سے (کہ ذکر محبوب حقیقی کا) کیسے توبہ کرلوں۔

عشق قہارست و من مقہور عشق	چوں شکر شیریں شدم از شور عشق
عشق بہت غالب آنے والا ہے اور میں عشق کا مغلوب ہوں	میں شکر کی طرح شیریں ہو گیا ہوں نمک عشق سے
برگ کاہم پیش تو اے تند باد	من چہ دانم تا کجا خواہم فتاد
میں برگ کاہ ہوں تیرے سامنے اے تند باد	مجھ کو یہ خبر نہیں کہ میں کہاں گروں گا
گر ہلالم گر بلالم میں دوم	مقتدی بر آفتابت می شوم
اگر میں ہلال ہوں تب اگر بلال ہوں تب دوڑ رہا ہوں	تیرے آفتاب کا مقتدی بن رہا ہوں
ماہ را بازفتی و زاری چہ کار	در پئے خورشید پوید سایہ وار
چاند کو فربہی اور لاغری سے کیا کام	وہ تو آفتاب کے پیچھے سایہ کی طرح دوڑا کرتا ہے
با قضا ہر کو قرارے می دہد	ریشخند سبلت خودمی کند
قضا کے مقابلہ میں جو شخص کوئی تجویز قرار دے	تو وہ اپنی مونچھوں کی ہنسی کرتا ہے
کاہ برگے پیش باذ آنگہ قرار	رستخیزے وانگہانے عزم کار
ہوا کے سامنے برگ کاہ ہو پھر قرار بھی	قیامت ہو اور پھر کسی کام کا ارادہ بھی ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بہ در انبانم اندر دست عشق	یکدمے بالا و یکدم پست عشق
میں عشق کے ہاتھ میں ایسا ہوں جیسے تھیلے میں بلی	عشق کا ایک ساعت بالا کیا ہوا ہوں اور ایک ساعت پست کیا ہوا
او ہمی گردانم برگرد سر	نے بزیر آرام دارم نے زبر
وہ عشق مجھ کو سر کے گرد گھماتا ہے	نہ تو میں نیچے قرار رکھتا ہوں نہ اوپر

(اوپر بلالؓ کے عزم اخفائے ایمان کا غلبہ عشق سے شکستہ ہو جانا مذکور تھا ان اشعار میں اسی غلبہ عشق کے آثار کا بزبان حال بلالؓ مذکور ہے یعنی) عشق بہت غالب آنے والا ہے اور میں (اس) عشق کا مغلوب ہوں (مگر باوجود اس کے اس سے حلاوۃ ہوں چنانچہ) میں شکر کی طرح شیریں ہو گیا ہوں نمک عشق سے (شور تمکین ونمک کذافی الغیاث آگے پھر عشق کے غلبہ کا بیان ہے کہ) میں (مثل) برگ کاہ (کے) ہوں تیرے سامنے اے (عشق جو کہ مشابہ) تند باد (کے ہے کہ اس کے سامنے برگ کاہ بے قرار ہوتا ہے اسی طرح میں عشق کے سامنے بے قرار ہوں کہ) مجھ کو یہ خبر نہیں کہ میں کہاں (جاکر) گروں گا (جیسے برگ کاہ کی نسبت بادتند کے سامنے نہیں معلوم ہو سکتا کہ یہ کہاں جاوے گا) اگر میں ہلال ہوں تب (اور) اگر بلال ہوں تب (اے عشق تیرے ساتھ ساتھ) دوڑ رہا ہوں (یعنی جدھر تو لے جاتا ہے مجھ کو جانا پڑتا ہے اور) تیرے آفتاب کا مقتدی بن رہا ہوں (آگے اس کی توضیح ہے کہ عشق مثل آفتاب کے ہے اور میں تابع عشق ہونے میں مثل چاند کے ہوں اور) چاند کو فربہی ولاغری سے کیا کام وہ تو آفتاب کے پیچھے سایہ کی طرح دوڑا کرتا ہے (یہی شرح ہے مقتدی بر آفتاب میشوم کی اور چاند کے دوڑنے سے مراد اس کا ازدیاد قرب ہے آفتاب سے جو بعد بدر ہونے کے واقع ہوتا ہے اور جس سے اس کا نور کم ہوتا جاتا ہے اور یہ مراد نہیں کہ چاند اپنے تمام دورہ میں آفتاب سے قریب ہوتا رہتا ہے کیونکہ اپنے محل میں ثابت ہے کہ اجتماع کے وقت تو اس کو محاق ہوتا ہے اور پھر کسی قدر بعد سے وہ ہلال کی شکل میں نظر آتا ہے پھر حسب ازدیاد بعد اس کا نور زائد ہوتا جاتا ہے جب بالکل مقابلہ ومواجہ ہو جاتا ہے اس وقت وہ بدر ہو جاتا ہے اس کے بعد شیئاً فشیئاً اس کو قرب شروع ہوتا ہے اور حسب ازدیاد قرب اس کا نور کم ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ پھر اجتماع ہوتا ہے اور بدستور اس کی محاق عارض ہوتا ہے یعنی بے نور ہو جاتا ہے تو اپنے کو تشبیہ قمر کے ساتھ اس کے بعض احوال کے اعتبار سے دی یعنی جو حال اس کو نصف آخر ماہ میں عارض ہوتا ہے اور تشبیہ کے لئے یہ بھی کافی ہے مطلب یہ ہوا کہ باوجودیکہ اس کو بالمعنی المذکور آفتاب کے پیچھے دوڑنے سے نقصان نور عارض ہوتا ہے جس کو لاغری کہا ہے اور زفتی وفربہی یعنی زیادت نور فوت ہو جاتی ہے مگر اس کو اس سے بحث نہیں آفتاب کے پیچھے پیچھے دوڑنے سے کام۔ اور اس تقارب کی نسبت قمر کی طرف اس لئے ہے کہ قمر کی حرکت سریع ہے اسی حرکت سے یہ قرب ہوتا ہے چنانچہ قمر ایک ماہ میں اپنے دائرہ کو قطع کرتا ہے اور شمس ایک سال میں اور شعر گر ہلالم اخ میں مقتدی بر آفتابت میشوم کا حکم لفظ ہلال کے ساتھ بہت مناسب ہے چنانچہ ظاہر ہے گو مراد ہلال سے یہاں ہلال بمعنی چاند کے نہیں بلکہ علم ہے ایک صحابی کا جن کا قصہ بعد ختم قصہ بلالؓ کے آوے گا اسی سرخی میں ان کا یہ پتہ لکھا ہے ایں ہلال بندہ سائس بود مرامیرے را وآں امیر مسلمان بود اما چشم کور بود مگر میری نظر سے یہ تذکرہ نہیں گزرا حاصل مقصود یہ ہے کہ عاشق خواہ بلالؓ ہو یا ہلال ہو وہ عشق کا تابع ہوتا ہے اور اس سے مغلوب ہو جاتا ہے آگے غلبہ عشق کی ایک تشبیہ ہے قضا کے ساتھ تقویت مقصود کے لئے یعنی عشق اپنے غلبہ میں مثل قضا کے ہے کہ اس کے سامنے آدمی مضطر ہو جاتا ہے گو مشبہ و مشبہ بہ میں امکان تخلف وامتناع تخلف کا تفاوت ہے اگرچہ امتناع بالغیر ہی ہے پس فرماتے ہیں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ) قضا کے مقابلہ میں جو شخص کوئی (تجویز) قرار دے تو وہ اپنی

www.besturdubooks.wordpress.com

مونچھوں کی ہنسی کرتا ہے (کنایہ ہے عاجز ہو جانے سے کہ فی الجملہ سبب ہو جاتا ہے کسی کے ہنسنے کا اور مقصود اس سے مذمت نہیں ہے اس تجویز کو قرار دینے کی کیونکہ اگر وہ تجویز حسن ہے تو اس کا قرار دینا حسن ہے گو بعد میں ثابت ظاہر ہو جاوے کہ قضا اس کے خلاف جاری ہوئی مگر پھر بھی اس کے حسن ہونے میں کوئی شبہ نہیں چنانچہ فعل واجب کا ارادہ واجب ہے گو بعد میں ناکامی ہو بلکہ محض ختم کرنا ہے عجز کو سو قضا سے مغلوب ہونا تو ظاہر ہے اسی کے مشابہ ہے حالت غلبۂ عشق کی کہ اس سے بھی آدمی مغلوب ہو جاتا ہے آگے اور مثالیں ہیں اس مغلوبیت کی اور ایک میں اعادہ ہے مضمون بالا برگ کاہ الخ کا یعنی) ہوا کے سامنے برگ کاہ ہو (اور) پھر قرار بھی ہو (مستبعد ہے اسی طرح) قیامت (قائم) ہو اور پھر کسی کام کا ارادہ بھی ہو (مستبعد ہے کیونکہ قیامت کے سامنے ہوش کس کا بچارہ سکتا ہے آگے اور مثال ہے کہ) میں عشق کے ہاتھ میں ایسا ہوں جیسا تھیلے میں بلی) کہ بے قرار ہوتی ہے اسی طرح میں غایت بے قراری سے) عشق کا ایک ساعت بالا (کیا ہوا) ہوں اور ایک ساعت پست (کیا ہوا) ہوں (پس) وہ (عشق) مجھ کو سر کے گرد گھماتا ہے نہ میں نیچے قرار رکھتا ہوں اور نہ اوپر (جیسے کسی کو برابر سر کے اوپر کرکے گھماتے رہیں پس گرداندم کے بے تکلف معنی یہ ہیں کہ قربان میکند مرا گرد سر خود کما تکلفہ بعضہم)

عاشقاں در سیل تند افتادہ اند	بر قضائے عشق دل بنہادہ اند
عشاق ایک سیل تند میں پڑے ہیں	قضائے عشق پر دل کو رکھے ہوئے ہیں
ہمچو سنگ آسیا اندر مدار	روز و شب نالاں و گرداں بیقرار
مثل سنگ آسیا کے جو کہ گردش میں ہوتا ہے	دن رات نالاں اور گردان اور بے قرار ہیں
گردشش بر جوی جویاں شاہد ست	تا نگوید کس کہ آں جو را کد ست
سیا کی حرکت نہر متحرک پر شاہد ہے	تا کہ کوئی یوں نہ کہے کہ وہ نہر غیر متحرک ہے
گر نمی بینی تو جو را در کمیں	گردش دولاب گردونی ببیں
اگر تو نہر کے جو کمین میں ہے نہیں دیکھتا	تو دولاب چرخ کی گردش کو دیکھ لے
چوں قرار نیست گردوں را ازو	اے دل اختر وار آرامے مجو
جب آسمان کو اس سے قرار نہیں ہے تو	تو اے دل جو کہ اختر کی طرح ہے قرار کا طالب مت بن
گر زنی در شاخ دستے کے ہلد	ہر کجا پیوند سازی بگسلد
اگر تم کسی شاخ میں ہاتھ مارو گے تو وہ قضا کب چھوڑے گی	جس جگہ تم تعلق کرو گے اس کو توڑ دے گی
گر نمی بینی تو تدویر قدر	در عناصر جوشش و گردش نگر
اگر تم قدر کے چکر دینے کو نہیں دیکھتے	تو عناصر میں جوش اور گردش کو دیکھ تو
زانکہ گردشہای آں خاشاک و کف	باشد از غلیان بحر باشرف
کیونکہ اس خاشاک و کف کی گردش	دریائے باشرف ہی کے جوش سے ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

باد سرگرداں ببیں اندر خروش	پیش امرش موج دریا بیں بجوش
ہوائے سرگرداں کو خروش میں دیکھ لو	اس کے حکم کے سامنے موج دریا کو جوش میں دیکھ لو
آفتاب و ماہ دوگاوٗ خراس	گرد می گردند و می دارند پاس
آفتاب اور ماہتاب دو بیل ہیں چکی کے	گرد پھرتے ہیں اور پاس رکھتے ہیں
اختراں ہم خانہ خانہ می دوند	مرکب ہر سعد و نحسے می شوند
دوسرے کواکب بھی خانہ خانہ دوڑتے ہیں	مرکب ہر سعد و نحس کے ہوتے ہیں
اختران چرخ گرد و رند ہے	ویں حواست کاہل اندو ست پے
کواکب آسمان کے اگر دور ہیں ہاں	اور تیرے یہ حواس کاہل ہیں اور ست قدم
اختران چشم و گوش و ہوش ما	شب کجایند و بہ بیداری کجا
کواکب ہماری چشم اور گوش اور ہوش کے	شب کو کہاں ہیں اور بیداری میں کہاں
گاہ در سعد و وصال و دلخوشی	گاہ در نحس و فراق و بیہشی
کبھی سعادت اور وصال اور دل خوشی میں ہیں	کبھی نحوست اور فراق اور بیہوشی میں
ماہ گردوں چوں دریں گردیدن ست	گاہ تاریک و زمانے روشن ست
ماہ چرخ جب اس دور میں ہے	کبھی تاریک اور ایک زمانہ میں روشن ہے
گہ بہار وصیف ہمچوں شہد و شیر	گہ سیاستہائے برف و زمہریر
کبھی بہار اور گرمی ہے مثل شہد اور شیر کے	کبھی سیاستیں ہیں برف اور زمہریر کی
چونکہ کلیات پیش او چو گوست	سخرہٗ و سجدہ کن چوگا او ست
جبکہ بڑی بڑی چیزیں اس کے سامنے مثل گیند کے ہیں	اور مسخر و منقاد اس کی چوگان کی ہیں
تو کہ یک جزوے دلا زیں صد ہزار	چوں نباشی پیش حکمش بیقرار
سو تو اے دل کہ ایک چھوٹا سا جزو ہے اس صد ہزار میں سے	اس کے حکم کے سامنے بے قرار کیسے نہ ہو گا
چوں ستورے باش در حکم امیر	گہ در آخر حبس و گاہے در مسیر
مثل ستور کے رہ حکم امیر میں	کبھی آخور میں محبوس اور کبھی چلنے میں
چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش	چونکہ بکشاید برو برجستہ باش
جبکہ وہ تجھ کو کھونٹے سے بندھا ہوا دیکھا رہ	جبکہ کھول دے جا کودتا اچھلتا رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

(اوپر جو مضمون زبان بلالؓ سے تھا یہاں وہی مضمون زبان مولاناؒ سے ہے اور اس سے اس قدر زیادت ہے کہ اوپر تو عشق کو قضا سے تشبیہ دیکر صرف عشق کے تصرفات بیان کئے تھے اور یہاں وہی تشبیہ دے کر قضا کے تصرفات بیان کرتے ہیں اس اعتبار سے من وجہ اس کو انتقال بھی کہا جا سکتا ہے پس فرماتے ہیں کہ) عشاق ایک سیل تند میں پڑے ہیں (مراد اس سے عشق ہے کہ مشابہ سیل تند کے ہے کہ خاشاک کو شدت کے ساتھ حرکت دیتا ہے اور) قضائے عشق پر دل کو رکھے ہوئے ہیں (یعنی تصرفات عشق پر جو کہ مشابہ قضا کے ہے کما ذکر سابقاً فی شرح شعر با قضا ہر کو الخ راضی ہیں اس سے تنگ نہیں لہذا المعنی قولہ با قضا عشق تہارست و من مقہور عشق چون شکر شیریں شدم از شور عشق پس اضافت قضائے عشق کی مثل لجین الماء کے ہے یعنی العشق الذی ہو کالقضاء اور وہ عشاق اس عشق کے تصرفات سے) مثل سنگ آسیا کے جو کہ گردش میں ہوتا ہے روز و شب نالاں اور گرداں اور بے قرار (رہتے) ہیں (یہاں آسیا سے مراد پن چکی ہے جو پانی کی حرکت سے حرکت کرتی ہے اور تشبیہ آسیا سے گردش اور بے قراری میں تو ظاہر ہے اور نالہ میں باعتبار آواز آسیا کے ہے اور عشاق کو آسیا کے ساتھ تشبیہ دینے سے محرک کی تشبیہ محرم سے مفہوم ہو گئی یعنی جس طرح آسیا کا محرک آب جو ہے اسی طرح عاشق کا محرک عشق ہے پس عشاق مشابہ آسیا کے ہوئے اور عشق مشابہ نہر کے ہوا آگے بواسطہ تشبیہ عشق مشابہ قضا بالنہر کے احکام و آثار قضا کے بیان فرماتے ہیں یعنی جب عشق جو کہ مشابہ قضا کے ہے مشابہ نہر کے ہوا اور اصل تشابہ ہے مشبہ و مشبہ بہ کا احکام مناسبہ تشبیہ میں الا الدلیل یقتضی التفاوت تو قضا بھی مشابہ نہر کے ہوئی اور نہر سے) آسیا کی حرکت (خود) نہر متحرک پر شاہد (یعنی علامت حرکت نہر کی اور اس کی دلیل انی) ہے تاکہ کوئی یوں نہ کہے کہ وہ نہر غیر متحرک ہے (اسی طرح قضا سے کائنات کا تغیر و تبدل علامت ہے اس کی کہ قضا میں بھی حرکت اور تغیر و تبدل ہے اور کائنات کا تغیر اس کے تابع ہے چنانچہ ظاہر بھی ہے کیونکہ قضا فعل ہے حق تعالیٰ کا اور افعال واجب کے حادث ہیں کیونکہ حقیقت ان کی متعلق کرنا ہے صفت تکوین کا مکون سے اور یہ تعلقات حادث ہیں اور حادث میں تغیر ممکن ہے اور مکونات کے تغیر و تبدل کے مشاہدہ سے ان تعلقات یعنی افعال حق کے تغیر و تبدل کا وقوع ثابت ہے یہی معنی ہیں قضا میں حرکت ہونے کے خلاصہ یہ کہ مقضی کے تغیرات سے قضا کے تغیر پر استدلال کرو مقصود مقام کا تعلیم ہے کہ اپنے عجز و ضعف کا استحضار کرو اور دعویٰ استقلال کا چھوڑ دو تاکہ رضا و تسلیم حاصل ہو اور مدعا اس کلام سے نہر کے تحرک کا قضا کے تحرک کو مستلزم ہونا نہیں ہے کیونکہ اس استلزام کی کوئی دلیل نہیں بلکہ یہ تشبیہ دینا اور احد المتشابہین کے حال سے دوسرے متشابہ کے حال پر استدلال کرنا محض تقریب فہم عامہ کے لئے ہے ورنہ حرکت قضا کی خود دلیل مستقل سے ثابت ہے کما ذکرت آنفاً فی قولہ چنانچہ ظاہر بھی ہے الخ اور احقر نے جوئے جویان میں جویان کا ترجمہ جو متحرک سے کیا یہ ترجمہ بالحاصل ہے اس کا اصل ترجمہ طالب ہے چونکہ طلب کو حرکت لازم ہے اور حرکت میں بھی کسی نہ کسی شے کی طلب لازم ہے اس تلازم کے علاقہ سے متحرک کے ساتھ ترجمہ کر دیا گیا و فسروہ بوجوہ اخریٰ لا یخلو شیء منہا من البعد یہاں تک مطلق کائنات کے تغیر سے تغیر قضا پر استدلال تھا آگے بعض کائنات عظام کے تغیر سے یہی استدلال مذکور ہے اور مقصود اس سب سے یہ بیان کرنا ہے کہ یہ سب کائنات تابع ہیں قضا کے تو تم بھی اپنے کو تابع سمجھو اور تابع رکھو اور میں نے جو دو جملے عرض کئے ایک تو تابع سمجھو یہ تو باعتبار قضائے تکوینی کے جس کا ذکر یہاں بعد بیان تابعیت کائنات للقضا کے اس شعر میں ہے تو کہ یک جزوی الخ اور دوسرا جملہ تابع رکھو یہ باعتبار قضائے تشریعی کے جس کا ذکر شعر مذکور کے بعد اس شعر میں ہے چوں ستورے باش الخ اور دوسرا جملہ پہلے پر متفرع ہے یعنی جب تمہاری کوئی قدرت اس کے سامنے نہیں چلتی تو اوامر شرعیہ میں بھی اس کے تابع رہو اور لفظ

www.besturdubooks.wordpress.com

قضا بمعنے تکوین وتشریع دونوں قرآن مجید میں مذکور ہیں فالاول کمافی قولہ تعالیٰ فقضاھن سبع سمٰوات الآیۃ والثانی کمافی قولہ تعالیٰ و قضیٰ ربک ان لاتعبدوا الاایاہ الآیۃ وہ استدلال کائنات عظام سے مع تعلیم مقصود مذکور بقولی تابع سمجھو اور تابع رکھو یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ) اگر تو نہر کو جو کہ کمین میں ہے (یعنی مخفی ہے) نہیں دیکھتا (یعنی قضا کا اگر خود مشاہدہ نہیں ہوتا) تو دولاب چرخ (یعنے آسمان) کی گردش کو دیکھ لے (کہ جس طرح دولاب کی گردش سے نہر کی گردش معلوم ہوتی ہے اسی طرح دولاب فلک کے تغیرات مشاہدہ سے قضا کے تصرفات پر استدلال کرلو آگے ایک تعلیم مقصود کو بطور تفریع کے پر فرماتے ہیں کہ) جب آسمان کو اس (کے تصرف) سے قرار نہیں ہے تو اے دل جو کہ (غایت صغر ہے) اختر کی طرح ہے تو قرار کا طالب مت بن (یعنی تو کیسے اس کے تصرفات سے محفوظ رہ سکتا ہے یعنی تجھ کو تو گردوں سے ایسی نسبت ہے جیسی اختر کو کہ اس کا بہت ہی چھوٹا جزو ہے اور اگر باوجود اپنے عجز و مشاہدہ عجز کے تو دعویٰ استقلال کا کرے گا اور اس کے ساتھ معارضہ کرے گا تو وہ قضا تیرے تصرفات کو باطل کردے گی چنانچہ) اگر تم کسی شاخ میں ہاتھ مارو گے تو وہ قضا کب چھوڑے گی (بلکہ) جس جگہ تم تعلق کرو گے (جیسے اس شاخ سے تعلق کیا) اس کو توڑ دے گی (کے ہلد کے یہی معنی ہیں اور اس میں قضائے تکوینی کے تصرف کا ذکر ہے کہ اس کے خلاف ارادہ میں کامیابی کا استحالہ یقینی ہے اس تفریع کے بعد پھر تقریر ہے استدلال بتغیر اجسام عظام علی تصریف القضاء کی پس فرماتے ہیں کہ) اگر تم قدر کے چکر دینے کو نہیں دیکھتے (بوجہ اس کے کہ وہ محسوسات سے نہیں ہے کیونکہ قدر کے معنی ہیں تجویز حق جو کہ بوجہ قدم کے غیر متغیر ہے اور اس کی تدویر کی حقیقت ہے اس کا تعلق بواسطہ تکوین کے مکونات کے ساتھ اور اسی تعلق کا نام قضا ہے اور وہ فعل ہے حق کا اور بوجہ حدوث کے متغیر ہے پس تدویر قدر کا مصداق یہ فعل قضا ہے اور ظاہر ہے کہ مثل قدر کے اس کی یہ تدویر یعنی قضا بھی غیر محسوس ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ اگر اس کو نہیں دیکھ سکتے) تو عناصر میں جوش اور گردش کو دیکھ لو (چنانچہ عناصر کی حرکات فی الکیف وفی الاین محسوس ہے پس اس سے استدلال کرلو تصرفات قضا پر) کیونکہ اس خاشاک وکف کی گردش دریائے باشرف ہی کے جوش سے ہوتی ہے (یعنی جس طرح دریا کے جوش سے اس پر کے خاشاک اور جھاگ کو حرکت ہوتی ہے اسی طرح قضا کی حرکت سے ان کائنات کو حرکت ہوئی ہے اور قضا کا باشرف ہونا ظاہر ہے لان فعل الشریف شریف پس حرکت کائنات دلیل انی ہے حرکت قضا کی آگے بعض دوسری کائنات کا اسی طرح ذکر ہے کہ) ہوائے سرگرداں کو خروش میں دیکھ لو (مراد سرگرداں سے متحرک اور شدت حرکت کے وقت ہوا میں آواز ہوتی ہے اور) اس کے حکم کے سامنے موج دریا کو جوش میں دیکھ لو (اس میں تخصیص بعد تعمیم ہے کیونکہ اوپر مطلق عناصر کا ذکر تھا یہاں دو عنصر مذکور ہوئے ہوا اور آب اور اس سے اوپر افلاک کا بیان تھا آگے فلکیات کا ذکر ہے کہ) آفتاب اور ماہتاب (گویا) دو بیل ہیں چکی کے (چکی سے آسمان کو تشبیہ دی محض حرکت میں اگرچہ اس کا محرک آفتاب وماہتاب نہیں پھر جوان کو گاؤ سے تشبیہ دی محض اس میں کہ جس طرح بیلوں کی حرکت سے چکی کے گرد ایک دائرہ پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح آفتاب وماہتاب کی حرکت سے آسمان کے گرد دائرہ پیدا ہوتا ہے اگرچہ وہ دائرہ ثخن سماء میں ہوتا ہے مگر کسی حصہ آسمان کے گرد تو ہو گیا اور اگرچہ آسمان کی تشبیہ یہ نہ ہو اس کی تقریر اہل ہیات یونانیہ کے نزدیک اور بھی ہو سکتی ہے کہ آفتاب وماہتاب ہی آسمان کے اس کے معنے کو محرک ہیں کہ اصل مقصود حرکت دینا ہی آفتاب وماہتاب کو اور بوجہ امتناع خرق والتیام کے تمام آسمان کو اس کے لئے حرکت دی جاتی ہے لیکن چونکہ یہ تقریر مبنی ہے امتناع خرق والتیام پر اس لئے بندہ نے اس کی جگہ آفتاب وماہتاب میں حرکت ذاتیہ بطریق اہل حق اعتبار کر کے تشبیہ کی تقریر کی غرض یہ دونوں) گرد پھرتے ہیں (اور یہ کہ کس کے گرد پھرتے ہیں اس کی تحقیق

www.besturdubooks.wordpress.com

مصرعہ اولیٰ کی شرح میں ہو چکی ہے)اور (حکم الٰہی کا) پاس رکھتے ہیں (یہ حکم تکوینی ہے کما قال والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ۔ آگے دوسرے کواکب کا ذکر ہے کہ) دوسرے کواکب بھی خانہ خانہ دوڑتے ہیں (چنانچہ بروج میں کواکب کی حرکت بھی ظاہر ہے اور) مرکب ہر سعد ونحس کے ہوتے ہیں (سعد مصدر بھی آتا ہے کذافی الغیاث اور نحس بسکون حا مصدر ہی ہے اور مرکب سے مراد موصوف کہ بوجہ اپنی صفت کے حامل ہونے کے اس کے لئے بمنزلہ مرکب کے ہے پس معنی یہ ہوئے کہ مختلف بیوت میں جانے سے موصوف سعادت ونحوست کے ساتھ ہوتے ہیں یہ بنا بر قول مشہور منجمین کے شاعرانہ طور پر کہہ دیا ورنہ شرعا یہ بالکل منفی ہے یہاں تک عناصر وافلاک وفلکیات کا ذکر ہوا آگے بعض عنصریات کا ذکر ہے فرماتے ہیں کہ) کواکب آسمان کے اگر (تجھ سے) دور ہیں ہاں اور تیرے یہ حواس کامل ہیں اور ست قدم (یعنی مدرک بعید اور مدرک بلید اس لئے کواکب کے تغیرات کا تجھ کو ادراک کامل نہیں ہوتا کہ اس سے استدلال کر سکے تصرف قضا پر تو بجائے آیات آفاقیہ کے آیت انفسیہ سے استدلال کرلو اور وہ بعض عنصریت ہیں پس فرماتے ہیں کہ اچھا یہ دیکھو کہ) کواکب ہمارے چشم اور گوش اور ہوش کے شب کو کہاں (ہوتے) ہیں اور بیداری میں کہاں (ہوتے ہیں پس یہ روزانہ انقلاب تو مشاہد ہے یہ بھی کافی دلیل ہے تصرف قضا کی اور ان حواس کو کواکب تشبیہا کہا یا تو بوجہ اس کے کہ مثل اختر کے ان میں بھی نور ہوتا ہے یعنی ادراک کا یا اس وجہ سے جس کا ذکر اوپر کے مصرعہ "اے دل اختر وار آرامے بجو" کی شرح میں ہوا ہے اور حواس کا ایک انقلاب تو اوپر مذکور ہوا اور ایک دوسرا انقلاب آگے مذکور ہے کہ یہ اختران حواس) کبھی سعادت اور وصال اور دل خوشی میں (ہیں اور) کبھی نحوست اور فراق اور بیہوشی میں (ہیں میرے نزدیک یہ عطف تفسیری ہے یعنی سعادت سے مراد وصال مرغوبات کا جو حاصل ہے خوشی کا اور نحوست سے مراد فراق مرغوبات کا جو حاصل ہے ناخوشی کا اور بیہوشی سے مراد بقرینہ مقابلہ ناخوشی ہے کیونکہ شدت غم میں آدمی بدحواس ومدہوش سا ہو جاتا ہے اور طریان ان احوال مختلفہ کا بعض مدرکات پر جیسے قلب کہ مراد ہے ہوش سے مجاز أو مبالغۃ اطلاقاللشئے علی صاحبہ ظاہر ہے اور بعض مدرکات جیسے چشم وگوش پر یہ حکم مجازاً کر دیا بوجہ وسائط فی الطریان ہونے کے کیونکہ ان سے ادراک ہوا اور ادراک سے طریان ہوا آگے ان استدلالات علی التغیرات پر اس تعلیم مقصود کو متفرع فرماتے ہیں جس کو شعر (بالا چوں قرارے نیست گردون را الخ میں متفرع فرمایا ہے جس کا ذکر احقر نے تمہید شعر گرنمی بنی تو جورا الخ میں کیا ہے بقولی ایک تو تابع سمجھو اس قولی تو کہ یک جزوی وہ وقول یک جزوی اب آتا ہے یعنی) ماہ چرخ جب اس دور میں ہے (اور) کبھی تاریک اور ایک زمانہ میں روشن ہے (اور مثل افلاک وفلکیات وعناصر وعنصریات کے کائنات الجو میں بھی یہ انقلاب ہے کہ) کبھی بہار اور گرمی ہے مثل شہد اور شیر کے (کیونکہ بہار لذیذ موسم ہے اور) کبھی سیاستین (اور شدتیں ہیں) برف اور زمہریر (سردی) کی (غرض) جب بڑی بڑی چیزیں اس (قضا) کے سامنے مثل گیند کے ہیں (اور) مسخر ومنقاد اس کے چوگان کی ہیں (کما قال تعالیٰ الم تر ان اللہ یسجدلہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب الآیۃ) سو تو کہ ایک چھوٹا سا جزو ہے اس صد ہزار (کے مجموعہ) میں سے تو اس کے حکم (تکوینی) کے سامنے بے قرار (اور مضطر یعنی متحرک ومنقلب بحرکت اضطراریہ) کیسے نہ ہوگا (پس دعویٰ استقلال کو چھوڑ دے اور یہ وہ مضمون ہے جو کہ دفتر اول قصہ "پائے کشیدن خرگوش از شیر الخ" میں ان اشعار میں آیا ہے۔ در من آمد انچہ در وے گشت مات الی قولہ چونکہ کلیات را رنج است ودرد آگے حکم تشریعی کے لئے منقاد ہونے کو فرماتے ہیں کما ذکرتہ ایضا فی تمہید شعر (گرنمی بنی تو جورا الخ یعنے) مثل ستور کے وہ حکم امیر میں کبھی آخور میں محبوس اور کبھی چلنے میں (اسی طرح) جب وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تجھ کو کھونٹے سے باندھ دے بندھا ہوا رہ (اور) جب وہ کھول دے۔ جا کودتا اچھلتا رہ (یعنی نہی کے مقام پر رک جا اور رخصت کے مقام پر اسی قدر آزاد رہ۔ غرض احکام شرعیہ سے نہ مخالفت واعراض کر اور نہ دائے زنی واعتراض کر من کل الوجوہ تابع رہ آگے اعراض واعتراف کی مذمت ہے کہ)

آفتاب ار بر فلک کژی جہد	در سیہ روئی کسوفش می دہد
آفتاب اگر فلک پر کج چلنے لگتا ہے	تو سیہ روئی میں وہ اس کو کسوف دیتا ہے
کز ذنب پرہیز کن ہیں ہوشدار	تانگردی تو سیہ رو دیگ دار
کہ ذنب سے پرہیز کر۔ خبردار ہو ہوش رکھ	تا کہ تو دیگ کی طرح سیہ رو نہ ہو جاوے
ابر را ہم تازیانہ آتشیں	میزنندش کاں چناں رو نے چنیں
ابر کو بھی آتشیں تازیانہ	مارتے ہیں کہ اس طرح چل اس طرح مت چل
بر فلاں وادی ببار ایں سو مبار	گوشمالش میدہد کہ گوشدار
فلاں وادی پر برس) اس طرف مت برس	اس کو گوشمالی دیتا ہے کہ کان رکھ
عقل تو از آفتابے بیش نیست	اندراں فکرے کہ نہی آمد مایست
تیری عقل آفتاب سے تو زیادہ نہیں ہے	جس فکر میں کہ نہی آئی ہے اس میں قیام مت کر
کژ منہ اے عقل تو ہم گام خویش	تا نیاید آں کسوفت زو بہ پیش
اے عقل تو بھی اپنا قدم کج مت رکھ	تا کہ وہ کسوف تجھ کو اس کے سبب سے پیش نہ آجاوے
چوں گنہ کمتر بود نیم آفتاب	منکسف بینی و نیمے نور و تاب
جب گناہ کم ہوتا ہے تو آدھے آفتاب کو	منکسف دیکھتے ہو اور آدھا با نور و شعاع
کہ بقدر جرم می گیرم ترا	ایں بود تقدیر درداد و جزا
کہ میں بقدر گناہ کے تجھ کو پکڑتا ہوں	یہی اندازہ ہے عطا میں اور سزا میں
خواہ نیک و خواہ بدفاش وستیر	برہمہ اشیا سمیعیم و بصیر
خواہ نیک ہو اور خواہ بد۔ علانیہ ہو یا پوشیدہ	ہم تمام چیزوں پر سمیع اور بصیر ہیں

(یعنی کج روی ومخالفت اور خودرائی ورائے زنی جس کو اوپر اعراض واعتراض سے تعبیر کیا گیا ہے ایسی مذموم چیز ہے کہ آفتاب وابر باوجود اس کے کہ وہ بوجہ منقاد بالاضطرار ہونے کے محل صدور مخالفت وخودرائی کے نہیں ہو سکتے مگر ان میں قدرے صورت مخالفت وخودرائی کی پائی گئی آفتاب کو کسوف سے بے نور ومحوق اور سحاب کو تازیانہ آتشیں سے مقہور ومسوق کیا گیا اور تو اگر ایسا کرے گا تو تجھ سے تو حقیقت مخالفت وخودرائی کی صدور ہوگی تجھ کو کیسی عقوبت جاوے گی ان اشعار میں آفتاب کی صورت کجروی اور سحاب کی صورت خودرائی کا ذکر ہے پس فرماتے ہیں کہ) آفتاب اگر فلک پر کج چلنے لگتا ہے تو سیہ روئی

www.besturdubooks.wordpress.com

میں وہ (حکم قضا جس کا اوپر ذکر تھا) اس کو کسوف دیتا ہے (اور کسوف دیگر بلسان حال مکلف کو متنبہ کرتا ہے) کہ (نقطہ) ذنب (کے مشابہ حالت) سے (جو کہ موقع ہے کسوف آفتاب کا) پرہیز کر (حالت مشابہ سے مراد حالت معصیت وکجروی کہ سبب ہے ظلمت قلب وظلمات آخرت کا یعنی معصیت سے بچ اور) خبردار ہو ہوش رکھ تا کہ (اس حالت شبیہ نقطہ ذنب کے اختیار کرنے سے) تو (بھی مکسوف الباطن ہو کر) دیگ کی طرح سیہ رو نہ ہو جاوے (تفصیل مقام کی موقوف ہے ایک تقریر پر وہ یہ کہ کسوف آفتاب کی علت یہ مقرر ہے کہ آفتاب منطقۃ البروج پر چلتا ہے اور قمر فلک مائل پر اور دونوں دائروں میں یعنی جبکہ منطقہ کو قاطع فلک مائل فرض کریں دو نقطوں پر تقاطع ہوتا ہے ایک کا نام راس ہے اور دوسرے کا نام ذنب۔ جب آفتاب اور ماہتاب دونوں اپنی حرکات خاصہ سے ان دو نقطوں میں سے کسی ایک نقطہ پر معاً پہنچتے ہیں چونکہ ماہتاب نیچے ہے اور فی نفسہ مظلم اس لئے آفتاب کے لئے کاسف بن جاتا ہے اب اس علت کے معلوم ہونے کے بعد اس شعر کے مضمون پر چند شبہات ہوتے ہیں ان کو مع جواب کے نقل کرتا ہوں۔ پہلا شبہ یہ کہ آفتاب کے کج چلنے کے کیا معنی اگر خود اس کے منطقہ کے اعتبار سے کہا جاوے تو اس پر تو وہ سیدھا چلتا ہے اور اگر فلک مائل کے اعتبار سے کہا جاوے تو یہ حکم کجی کا تو صحیح ہوگا مگر اس صورت میں دو اعتراض اور ہوں گے ایک یہ کہ اسی طرح قمر کو اپنے فلک مائل میں سیدھا چلتا ہے مگر منطقہ شمس کے اعتبار سے وہ بھی کجرو ہے تو آفتاب کی تخصیص اس کجروی میں کیوں کی گئی دوسرا اعتراض یہ ہوگا کہ اگر بالفرض آفتاب کی حرکت مائل ہی کے منطقہ پر ہوتی تب بھی جب آفتاب وماہتاب اوپر نیچے محاذاۃ میں آجاتے پھر بھی کسوف ہوتا تو فلک مائل کے اعتبار سے کجی ماننا بھی مفید نہ ہوا اور اگر معدل النہار کے اعتبار سے کہا جاوے تو اس پر بھی یہی دو اعتراض اوپر والے ہوں گے ایک یہ کہ معدل کے اعتبار سے قمر بھی کجرو ہے دوسرے یہ کہ معدل کو بھی مائل سے تقاطع ہے اگر آفتاب معدل پر بھی چلتا تب بھی نقطہ تقاطع پر کسوف واقع ہوتا غرض کجروی آفتاب کی سببیت کا کوئی مفہوم محصل نہیں ہوا دوسرا شبہ یہ ہے کہ اس کسوف میں نقطہ ذنب کی کوئی تخصیص نہیں نقطہ راس پر بھی کسوف واقع ہوتا ہے پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہاں کجی سے مراد ظاہری سیر کی کجی نہیں بلکہ باطنی وحالی کجی ہے یعنی ارتفاع مکانی کی صورت ہے دعویٰ ارتفاع شانی کی پس معنی یہ ہوں گے کہ چونکہ آفتاب ماہتاب سے اونچا ہے جس سے بزبان حال دعویٰ کر رہا ہے بڑائی کا اور یہ اخلاقی وعملی کجی ہے اس لئے اس کو کسوف ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ اگر آفتاب ماہتاب سے نیچا ہوتا ہو تو بوجہ عدم علت کسوف کے اس کو کسوف نہ ہوا کرتا پس کجی بہذا المعنے کا کسوف کے لئے سبب بننا بلا غبار ظاہر ہو گیا اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اونچا تو ہر وقت ہی ہے تو کسوف ہر وقت کیوں نہیں بات یہ ہے کہ یہ حسن التعلیل ہے جیسا آگے آوے گا پس اس کا اطراد ضروری نہیں پھر سزا کا بھی ہر وقت ہونا لازم نہیں اور دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ تخصیص ذنب کی تمثیلاً ہے راس کا حکم باشتراک علت محاذاۃ علی نقطۃ التقاطع مقائسہ سے معلوم ہو گیا پس معنی کرذنب پرہیز کن کے یہ ہوں گے کہ از حالتے پرہیز کن کہ مشابہ ذنب باشد وہمچنیں حالتے کہ مشابہ راس باشد در علت کسوف بودن یعنی دعوےٰ رفعت خصوص پیش احکام الٰہیہ پس مطلب مقام کا یہ ہوا کہ دیکھو کبر وترفع ایسی مذموم چیز ہے کہ آفتاب کو محض صورت رفعت سے کسوف ہوا پس تم رفعت چھوڑ کر پستی یعنی عقل کو تابع احکام وعلوم وحی کر دینا اختیار کرو اور کسوف کی اس تعلیل سے حکماء کے سب اقوال متعلقہ فلکیات کا ماننا لازم نہیں آتا کیونکہ خرق والتیام کے امکان اور افلاک جزئیہ کے بطلان اور افلاک کے سکون کی تقدیر پر بھی اور حرکات کواکب کی اور ان میں کسی کا اونچا کسی کا نیچا ہونا تو مشاہد ہیں اور ان حرکات سے دوائر کا متوہم ہونا اور ان دوائر میں تقاطع وغیرہ ہونا یہ بھی عقلاً لازم ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

احکام مذکورہ کی صحت کے لئے اتنا کافی ہے یہ تو ذکر تھا اثر کجروی شمس کا آگے ذکر ہے اثر صورت خودرائی سحاب کا یعنی چونکہ ابر بوجہ جسم غیر متماسک ہونے کے چاروں طرف پھیلنا چاہتا ہے جو کہ صورت ہی مطلق العنانی وغیر مقید ہونے کی جو حقیقت ہے خودرائی کی پس اس صورت خودرائی کا یہ اثر ہوا کہ اس) ابر کے بھی (موکلان سحاب) آتشین تازیانہ مارتے ہیں کہ اس طرح چل (اور) اس طرح مت چل (یعنی) فلاں وادی پر برس (اور) اس طرف مت برس (غرض حکم قضا) اس کو گوشمالی (یعنی امر جبری) دیتا ہے کہ (ادھر) کان رکھ (یعنی سن اور مان یہ اشارہ ہے مضمون حدیث کی طرف جس میں رعد کی حقیقت فرشتہ موکل بالسحاب کی صورت اور برق کی حقیقت اس فرشتہ کی لمعان سوط وارد ہے اور اس پر حکماء کے قول سے شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ حکماء نے صورت رعد وبرق کی ماہیت بیان کی ہے اور حدیث میں ان کی روح وحقیقت بیان کی گئی فلا تعارض اس کا مطلب بھی مثل کجروی آفتاب کے یہ ہوا کہ دیکھو صورت خودرائی پر سحاب کے لئے تازیانہ آتشیں تجویز کیا گیا پس تم خودرائی مت کرنا اور آفتاب وسحاب دونوں کے لئے ان احکام کا ان کی صورت کجروی وخودرائی پر مرتب کرنا حسن التعلیل ہے واسطے ایک تائید لطیف مدعا کے ورنہ ظاہر ہے کہ واقع میں علت ان احکام کی اور ہی ہے یعنی ظاہراً اسباب طبعیہ اور باطناً مشیت الٰہیہ للمصالح الخاصۃ پس اب یہ بھی سوال نہ رہا کہ ماہتاب تو آفتاب سے نیچے رہتا ہے اس کو خسوف کیوں ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ حسن التعلیل ایک نکتہ ہوتا ہے جس کا اطراد ضروری نہیں دوسرے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ماہتاب بھی اس وقت من وجہ مرتفع ہوتا ہے کیونکہ وہ زمین کے اوپر ہوتا ہے اور آفتاب زمین کے نیچے اور زمین کی حیلولت سے خسوف ہو جاتا ہے اور یہ اوپر نیچے عرفاً ہے ورنہ بمعنی بعد عن مرکز الارض وقرب بہ کے اعتبار سے تو آفتاب اس وقت بھی فوق ہی ہوتا ہے۔ آگے کسوف آفتاب کے تسبب مذکور پر تعلیم مقصود کو متفرع فرماتے ہیں کہ) تیری عقل آفتاب سے تو زیادہ نہیں ہے (جب اس کی کج روی پر سزا مل گئی تو اگر تیری عقل کجی کرے گی تو اپنی عقل کو مزاحمت احکام الٰہیہ میں علماً یا عملاً صرف کرے گا تو تو بھی مستحق عقوبت ہوگا تو اس کو یاد رکھ اور) جس فکر سے نہی آئی ہے اس میں قیام مت کر (اگر مزاحمت علمی ہے تو نہی فکر سے ظاہر ہے اور اگر مزاحمت عملی ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ خلاف پر عمل کرنا تو بہت بڑی بات ہے خلاف کا خیال بھی مت کرو اور ظاہر ہے کہ خیال ہمیشہ سابق ہوتا ہے عمل پر پس خیال کی نفی سے عمل کی بدرجہ اولیٰ نفی ہو جاوے گی آگے بھی یہی مضمون دوسرے عنوان سے ہے یعنی) اے عقل تو بھی اپنا قدم کج مت رکھ تا کہ وہ کسوف (ظلمت قلب) تجھ کو اس کے سبب پیش نہ آجاوے (اور یہاں تک کسوف آفتاب کا سبب اس کی کجی بتلائی تھی جو کہ اس کی علت فلسفیہ کی ایک تقریر بطور حسن التعلیل کے تھی آگے اس کسوف کا سبب مکلفین کی کجی کو بتلاتے ہیں جو کہ موافق حدیث کے اس کی ایک حکمت شرعیہ ہے اور اس میں ایک تفصیل بطور ایک نکتہ کے فرماتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) جب (مکلفین کا) گناہ کم ہوتا ہے تو نصف آفتاب کو منکسف دیکھتے ہو اور نصف بانور وشاع (ہوتا ہے گویا بدلالت حال حق تعالیٰ مکلف کو خطاب فرماتا ہے) کہ میں بقدر جرم کے تجھ کو پکڑتا ہوں (چونکہ گناہ کم تھا اس لئے کسوف بھی کم ہوا) یہی انداز ہے عطا میں اور سزا میں (یعنی اعمال حسنہ پر عطا اور اعمال قبیحہ پر سزا اور چونکہ یہ انداز علم کامل پر موقوف ہے اس لئے آگے اس کا اثبات ہے کہ) خواہ (عمل) نیک ہو خواہ بد ہو (اور خواہ) علانیہ (ہو) اور (خواہ) پوشیدہ (ہو) ہم تمام اشیاء پر سمیع وبصیر ہیں (اس لئے ہر عمل پر مناسب جزا دیتے ہیں اس لئے زیادہ گناہ پر پورا کسوف ہوتا ہے اور کم گناہ پر کم کسوف یہ حکمت کسوف وخسوف کی تو حدیث میں آئی ہے لقولہ علیہ السلام ولکن یخوف اللہ بھما عبادہ اور یہی جواب ہے تعارض علت فلسفیہ کا کہ وہ علت ہے اور یہ حکمت باقی یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تفصیل جیسا مولاناؒ نے فرمائی ہے کہ گناہ کی مقدار پر کسوف کی مقدار ہوتی ہے منصوص نہیں دیکھی لیکن اس حدیث سے کسی قدر چسپاں معلوم ہوتی ہے گو حکمت میں یہ تفصیل ضرور نہیں جیسی علت میں ضروری ہے کہ بقدر محاذاۃ کسوف کی مقدار ہوگی لیکن نفس مقصود اس تفصیل پر موقوف نہیں نفس حکمت سے بھی حاصل ہے تقریر اس کی یہ ہوگی کہ جب تمہارے گناہ سے آفتاب کو کسوف لگ گیا تو خود تم کو کسوف لگ جانا گناہ سے کچھ بھی بعید نہیں پس اس بناء پر چوں گنہ کمتر بود واقع میں ترقی ہوگی استدلال بالا پر کیونکہ اوپر کسوف آفتاب مقیس علیہ تھا کسوف مکلف کا اور اس میں کسوف آفتاب خود دلیل ہوگئی گناہ مکلف کے مستلزم کسوف مکلف ہونے کی آگے رجوع ہے قصہ بلالؓ کی طرف)

زیں گزر کن اے پدر نو روز شد	خلق از اخلاق خوش فیروز شد
اس سے تجاوز کر اے پدر عید ہو گئی	مخلوق اخلاق خوش سے کامیاب ہو گئی
باز آمد آب جاں در جوئے ما	باز آمد شاہ مادر کوئے ما
روح کا آب ہماری نہر میں پھر آ گیا	ہمارا بادشاہ پھر ہمارے محلے میں آ گیا
می خرامد بخت و دامن میکشد	نوبت توبہ شکستن می رسد
نصیب ناز کرتا ہے اور دامن کھینچتا ہے	نوبت توبہ شکنی کی آ رہی ہے
توبہ را بار دگر سیلاب برد	فرصت آمد پاسباں را خواب برد
توبہ کو دوبارہ سیلاب نے بہا دیا	فرصت آ گئی پاسبان کو نیند نے مغلوب کر دیا
ہر خماری مست گشت و بادہ خورد	رخت را امشب گرو خواہیم کرد
ہر ایک خمار والا مست ہو گیا اور اس نے شراب پی لی	ہم رخت کو آج کی رات گرو کر دیں گے
زاں شراب لعل و لعل جانفزا	لعل اندر لعل اندر لعل ما
اس شراب لعل اور لعل جانفزا سے	ہمارا وجود لعل در لعل در لعل ہو گیا
باز خرم گشت و مجلس دلفروز	خیز دفع چشم بد اسپند سوز
پھر خرم ہو گیا اور مجلس دلفروز ہو گئی	اٹھ نظر بد کے دفع کے واسطے سپند جلا دے
نعرۂ مستانہ خوش می آیدم	تا ابد جاناں چنیں می بایدم
مجھ کو نعرۂ مستانہ خوش معلوم ہوتا ہے	اے جاناں مجھ کو ابد تک ایسا ہی مطلوب ہے
نک ہلالؓ با بلالؓ یار شد	زخم خار او را گل و گلزار شد
لو اب تو ہلالؓ بھی بلالؓ کے ساتھ شریک ہو گئے	زخم خار بلالؓ کے لئے گل و گلزار ہو گیا
گر ز زخم خار تن غربال شد	جان و جسم گلشن اقبال شد
اگر زخم خار سے تن غربال بھی ہو گیا	تو کیا ہے میری روح اور جسم گلشن اقبال ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

تن بہ پیش زخم خار آن جہود	جان من مست و خراب آن ودود
تن تو اس جہودی کے زخم خار کے سامنے ہے	میری روح مست اور عاشق اس ودود کی ہے
بوئے جانے سوئے جانم می رسد	بوئے یار مہربانم می رسد
ایک روح کی خوشبو میری روح کی طرف آ رہی ہے	محبوب مہربان کی خوشبو مجھ کو پہنچ رہی ہے

(رجوع ہے قصہ بلالؓ کے ان اشعار کے بالا مضمون کی طرف یاز پندش داد باز او توبہ کرد او عشق آمد توبہ او بخورد توبہ کردن زیں نمط بسیار شدہ عاقبت از توبہ او بیزار شد عاقبت از توبہ او بیزار شد جس کا حاصل یہ تھا کہ غلبہ عشق و تجلی محبوب سے عزم کتمان ایمان جس کو توبہ عن اظہار الایمان سے تعبیر کیا گیا ہے فسخ ہو جاتا ہے پس اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ) اس (مضمون) سے (جو کہ بمناسبت تصرف عشق کے تصرفات قضا کے متعلق مع اس کے تفریعات کے درمیان قصہ کے آ گیا تھا) تجاوز کرائے پدر (کیونکہ غلبہ عشق و تجلی سے عشاق کی پھر) عید ہو گئی (چنانچہ آگے یہی وجہ بتلاتے ہیں کہ) مخلوق (محبوب کے) اخلاق خوش سے (کہ وہ اخلاق خوش توجہ و عنایت بحال عشاق ہے) کامیاب ہو گئی (اور یہاں خلق کو مفہوماً عام ہے مگر بدلیل خارجی مصداقاً خاص ہے یعنی بالقوہ تو عنایت محبوب کی سب ہی پر ہے اور ادھر سے کسی سے انکار نہیں اس اعتبار سے مفہوم خلق اور یہ حکم عام ہے لیکن بالفعل ان ہی کے ساتھ خاص ہے جو خود بھی اس کے طالب ہیں اور وہ عشاق ہیں پس اس مقتضی خارجی کے اعتبار سے مصداق خلق اور یہ حکم خاص ہے چنانچہ اگلے شعر در جوئے ما در کوئے ما میں اس تخصیص کی تصریح ہے اور نکتہ تعبیر باللفظ العام میں اس امر کے بتلانے کو کہہ سکتے ہیں کہ ادھر سے کسی سے دریغ نہیں اگر کوئی خود نہ لے تو انلزمکموھا و انتم لہا کارھون اور بعض نسخوں میں اخلاق کی جگہ خلاق ہے یعنی خلاق کی تجلی سے خلق کامیاب ہو گئی اور لفظ خلق میں یہی تحقیق رہے گی مگر مجھ کو ذوق لسانی سے یہ نسخہ بعید معلوم ہوا اگرچہ معنے بہت سہل ہے اور نوروز سے مراد عید اس لئے لی کہ اہل فارس سال کے اول روز میں کہ پہلی تاریخ ہوتی ہے ماہ فروردین کی اور زمانہ ہوتا ہے برج حمل کے اول نقطہ میں آفتاب کے پہنچنے کا جشن اور عید کرتے تھے پس مطلب شعر کا یہ ہوا کہ پھر عشق و تجلی کا غلبہ ہو گیا جو کہ عید عشاق ہے اس لئے اس مضمون مستطر ادی کو چھوڑ کر اسی عشق و تجلی کا بیان کرو آگے اسی کے تحقق اور اس کے آثار و احکام کو بیان کرتے ہیں کہ) روح کا آب (حیات) ہماری (یعنی عشاق کی) نہر (ہستی) میں پھر آ گیا (مراد روح کے آب حیات سے غلبہ عشق ہے کہ "ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق اور) ہمارا بادشاہ (یعنی محبوب) پھر ہمارے محلہ میں آ گیا (مراد اس سے تجلی فرمانا ہے محبوب کا قلب پر کہ مراد کوے سے قلب ہے پس مجموعہ مصرعین میں مجموعہ عشق و تجلی مذکور ہوا اور ہمارا) نصیب (اس تجلی و عشق کے حصول پر) ناز کرتا ہے اور (فرط ناز سے دامن کھینچتا (ہوا چلتا) ہے (اور اس عشق و تجلی کے غلبہ اور بخت بمعنی صاحب بخت یعنی قلب کے شوق اور جوش سے) نوبت توبہ شکنی کی آ رہی ہے (اور توبہ کی تفسیر عزم کتمان کے ساتھ ابھی گزر چکی ہے اور اس) توبہ کو دوبارہ سیلاب (عشق) نے بہا دیا (اور اس کی ایسی مثال ہو گئی جیسی مثلاً کسی پاسبان کو ذرا بے فکری اور فرصت ہو گئی ہو اور اس سے اس پر نیند غالب ہو گئی ہو اور یہی حاصل ہے اس مصرعہ آئندہ کا کہ) فرصت آئی (اور) پاسبان کو نیند نے مغلوب کر دیا اور بعض نسخوں میں مصرعہ ثانیہ اس طرح "آسیا دستگہارا آب برد اور توجیہ اس کی ظاہر ہے اور غالباً یہ نسخہ الطف ہے حاصل سب تشبیہات کا یہ ہے کہ جس طرح سیلاب اور خواب اور آب کو خاص خاص اشیاء پر غلبہ ہو جاتا ہے اسی طرح عشق و تجلی کا عاشق پر اور اس کے عزم پر غلبہ ہو گیا اور اس غلبہ سے) ہر صاحب خمار (جس کی مستی

www.besturdubooks.wordpress.com

اترنے کو تھی کیونکہ خمار کے معنی ہیں انچہ بعد زائل شدن نشہ شراب اعضا شکنی و دردسر میباشد کذا فی الغیاث وہ صاحب خمار اس غلبہ سے پھر) مست ہو گیا اور اس نے (غلبہ عشق کی) شراب (پھر) پی لی (اور ہم عشاق کو اس کا ایسا اشتیاق ہوا کہ اس شراب کی طلب میں) رخت (ہستی) کو آج کی شب گرو کر دیں گے (یعنی ہستی کی حفاظت اور پروانہ کریں گے اور عنوان گرو میں ایک خاص لطافت ہے کہ ہستی بالکل زائل نہیں ہوتی جس طرح گرو میں ملک زائل نہیں ہوتی بلکہ معطل ہو جاتی ہے اور) اس شراب لعل (یعنی عشق) اور (اس) لعل جانفزا (لب معشوق یعنی تجلی) سے ہمارا وجود (غایت فنائی العشق والتجلی التشبیہین باللعل سے گویا خود مصداق) لعل در لعل در لعل (کا) ہو گیا (اس طرح سے کہ فنائے مذکور سے وہ خود لعل ہو گیا پھر اس وجود سے دو لعل کا تعلق ہے ایک عشق کا دوسری تجلی کا پس اس طرح وہ تین لعل کا مجمع ہو گیا حاصل یہ کہ عشق و تجلی سے ہمارا وجود) پھر خرم (و پر جوش) ہو گیا اور (عشاق کی باطنی) مجلس دلفروز ہو گئی۔ (پس یہ مصرعہ اوپر کے شعر سے قطعہ بند ہے ایک توجیہ تو اس کلام کی یہ ہے اور اس مقام پر دو نسخے ہیں (باز خرم گشت و مجلس بواو عطف قبل مجلس اور گشت مجلس بدوں واو عاطفہ اور یہ توجیہ دونوں نسخوں پر درست ہو سکتی ہے واو عاطفہ پر تو ظاہر ہے اور بدوں واو عاطفہ کے یوں کہا جاوے گا کہ مجلس دلفروز کے قبل عاطف مقدر ہے اور اس کے بعد گشت مقدر ہے اور ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ لعل اندر لعل خبر مقدم ہو اور لفظ ما مبتداء موخر ہو یعنی اس شراب لعل و لعل جانفزا سے ہم لعل اندر لعل ہو گئے اور حاصل اس کا بھی وہی ہو گا جو توجیہ اول میں مذکور ہوا یعنے فنا فی اللعل ہونے سے ہستی بھی لعل ہو گئی اور اس کو دو لعل سے تعلق ہونے سے وہ تین لعل کی مجمع ہو گئی۔ اور باز خرم گشت مجلس میں مجلس اسم ہو گا گشت کا اور خرم خبر ہو گی گشت کی اور دلفروز یا تو صفت ہو گی مجلس کی اور فک اضافت بضرورت شعر ہو گی اور یا اگر دل اور فروز کسی نسخہ میں علیحدہ علیحدہ لکھا ہو تو فروز امر ہو گا اور دل اس کا مفعول بہ اور یہ توجیہ ثانی نسخہ عدم واو عاطفہ پر ہو سکتی ہے یہ تو لفظی توجیہ ہو گی اور معنوی توجیہ باز خرم گشت کی وہی ہے جو حاصل ہے "باز آمد آب جان در کونے ما الخ کا یعنی از عشق و تجلی باز مجلس خرم گشت الخ واللہ اعلم اور اس حالت کو غایت درجہ عزیز رکھنے کی وجہ سے کہتے ہیں کہ) اٹھ چشم بد کے دفع کے واسطے سپند جلا دے (یہ عادت عوام کی تھی کنایہ اس سے ہے کہ خدا کرے اس کو نظر نہ لگ جاوے بلکہ ہماری یہ حالت گو بظاہر تعب آمیز ہے دائم رہے چنانچہ آگے اس کے عزیز ہونے کی زیادہ تصریح ہے کہ) مجھ کو (ایسا ہی) نعرۂ مستانہ خوش معلوم ہوتا ہے اے جانان مجھ کو ابد تک ایسا ہی (نعرہ یا ایسا ہی حال) مطلوب ہے (آگے علاوہ محبوبیت فی نفسہا حالت مذکورہ کے ایک خارجی سبب بھی اس حالت کے عزیز ہونے کا بیان فرماتے ہیں جس سے مضاعف پسندیدگی ہو گئی وہ یہ کہ) لو اب تو ہلال بھی بلالؓ کے ساتھ شریک (عشقبازی) ہو گئے (بلالؓ کا قصہ یہاں سے تقریباً چوالیس شعر اوپر بضمن شرح شعر۔ گر ہلالم گر بلالم الخ بقدر ضرورت بیان ہو چکا ہے حاصل مطلب یہ کہ عشاق کا اجتماع بھی ہو گیا اور قاعدہ ہے کہ ہم مذاقوں کے اجتماع سے مذاق میں اور قوت ہوتی ہے پس بلالؓ کی حالت عشقیہ اس اجتماع سے اور بھی قوی ہو گئی اور یہ قوت زیادہ سبب ہو جاوے گی فسخ توبہ کا اور اس قوت سے) زخم خار بلالؓ کے لئے گل و گلزار ہو گیا (جب اس کو گل و گلزار کی طرح لذیذ سمجھیں گے اور موجب الم ہی نہ سمجھیں گے تو وہ توبہ کہاں رہے گی آگے بلسان بلالؓ کہتے ہیں کہ میری اس لذت میں یہ کیفیت ہے کہ) اگر زخم خار سے (بظاہر) تن غربال بھی ہو گیا تو کیا ہے (باطنا تو) میری روح اور جسم گلشن اقبال ہو گیا (اور) تن تو اس جہودی کے زخم خار کے سامنے ہے (مگر) میری روح مست اور عاشق اس ودود کی ہے (یہودی کہنے کی توجیہ سرخی کے قریب مصرعہ "کز جہودان الخ کی شرح میں گزری ہے اور ایک روح (حقیقی) کی خوشبو میری روح کی طرف آ رہی ہے (آگے تفسیر ہے بوئے جان کی یعنی اس) محبوب مہربان کی خوشبو مجھ کو پہنچ رہی ہے (محبوب کو روح تشبیہاً کہا کہ اس کا تعلق

www.besturdubooks.wordpress.com

سرمایہ حیات حقیقی ہے جس طرح روح کا تعلق سرمایہ حیات متعارف ہے اور حق تعالیٰ کا اسم محیی بھی اس تشبیہ کی تائید کرتا ہے آگے رجوع ہے قصہ بلالؓ اور ان کے مشورۂ استخلاص کی حکایت کی طرف ایک عجیب ولطیف تمہید کے ساتھ)

بازگفتن صدیقؓ صورت حال بلالؓ را نزد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ومشورت کردن در خریدن او

از سوی معراج آمد مصطفیٰؐ	بربلالشؓ حبذا آں حبذا
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے آگئے	آپ کے بلال پر مرحبا ہو وہ مرحبا

(یہ تمہید ہے قصہ آئندہ کی اور معراج سے مراد عروج مصطلح صوفیہ ہے یعنی توجہ بمحض حق وعدم التفات اصلاً بخلق جس کا مقابل نزول بمعنی توجہ الی الخلق ہے لکن لاللخلق کماللعوام بل للحق لاصلاحهم و ارشادهم و مصلحتهم کماللانبیاء و ورثتهم تقریر تمہید کی یہ ہوئی کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بلالؓ کے حال کی اطلاع حضرت صدیقؓ کے واسطہ سے ہوتی ہے اور حضورؐ اب ان کی طرف توجہ فرماتے ہیں تاکہ ان کو اس مخمصہ سے نکال کر اپنی صحبت میں رکھ کر ان کی تکمیل فرمادیں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فطری شان توجہ خالص بحق ہے پس جب خلق کی طرف توجہ فرماویں گے تو وہ توجہ اصطلاحاً نزول بعد العروج ہوگا۔ پس اسی بناء پر حضرت بلالؓ کی طرف جو توجہ فرمائی تو اس توجہ فرمانے کو اس طرح تعبیر کیا جاوے گا کہ) مصطفیٰؐ (گویا) معراج (اصطلاحی) سے (نزول اصطلاحی عالم ناسوت میں) آگئے (آگے بلال کی تحسین بطور مبارکباد کے ہے کہ اس دولت توجہ نبویؐ ہے) آپکے بلال پر مرحبا ہو (اور مرحبا بھی کیسی) وہ مرحبا (جو اس موقع کے لائق ہو یعنی بڑی مرحبا پس آن اسم اشارہ بعید تفخیم شان کیلئے ہے کما فی قولہ تعالیٰ ذلک الکتاب لاریب فیہ اور ایک توجیہ اور ہوسکتی ہے کہ آن مرحبا کا مشار الیہ بلالؓ کو کہا جاوے یعنی ان پر مرحبا کیسی وہ خود سراپا مرحبا ہوگئے کہ حضور ان کے حال پر متوجہ ہیں پس اس میں سابق سے ترقی ومبالغہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اور اس شعر کے حل میں محشین نے وہ وہ بعید اور رکیک تاویلیں کی ہیں کہ ذرا ذوق قبول نہیں کرتا اور بعد بر بعد اس سے بڑھ گیا کہ بعض نسخوں میں اس شعر کو سرخی سے پہلے لکھ دیا پھر سابق کے مضمون سے اس کو جوڑنا پڑا اور ممکن نہ ہوا بندہ نے اس کو ذوقاً لاحق کے مضمون سے مرتبط سمجھ کر یہ توجیہ مذکور سمجھی اور چونکہ سب سے اقرب اور بالکل جدید تھی اس لئے اوپر ختم مضمون پر اس کو میں نے تمہید عجیب ولطیف کہا واللہ اعلم آگے تمہید کے بعد قصہ ہے۔

بازگردانیدن صدیقؓ رضی اللہ عنہ واقعۂ بلال رضی اللہ عنہ را وظلم جہوداں بروے واحد احد گفتن او وفزوں شدن کینۂ جہوداں وقصۂ او پیش حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ آلہ وسلم گفتن ومشورت کردن در خریدن او از جہوداں

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت بلالؓ کے واقعہ اور ان پر کافروں کے ظلم اور ان کے احد احد کہنے کا اور منکروں کے کینہ کے بڑھنے اور ان کے قصہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرانا اور منکروں سے خریدنے میں مشورہ کرنا

چونکہ صدیقؓ از بلالؓ دم درست	ایں شنید از توبہٗ او دست شست
جبکہ صدیقؓ نے بلالؓ سے جو کہ صادق القول تھے	یہ سنا ان کی توبہ سے ہاتھ دھو لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ازاں صدیقؓ پیش مصطفیٰؐ	گفت حال آں بلالؓ باوفا
اس کے بعد صدیقؓ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو	اس بلالؓ باصفا کا حال کہا
کاں فلک پیمائے میموں فال چست	ایں زماں در عشق واندر دام تست
کہ وہ آسمان کا قطع کرنے والا مبارک فال جو کہ مستعد ہے	اس وقت آپ کے عشق اور دام میں مبتلا ہے
باز سلطان ست زاں چغداں برنج	در حدث مدفون شد آں زفت گنج
باز شاہی ان چغدوں سے تکلیف میں ہے	نجاست میں مدفون ہو رہا ہے وہ گنج معمور
چغد ہا بر باز استم می کنند	پر و بالش بیگناہے می کنند
چغد باز پر ظلم کر رہے ہیں	اس کے بال و پر بدوں کسی گناہ کے اکھاڑتے ہیں
جرم او اینست کو بازست و بس	غیر خوبی جرم یوسف چیست پس
اس کا جرم یہی ہے کہ وہ باز ہے اور بس	بجز حسن کے یوسف علیہ السلام کا پھر کیا جرم ہے
چغد را ویرانہ باشد زاد و بود	ہست شاں بر باز زاں خشم وجحود
چغد کا مولد و مسکن تو ویرانہ ہے	ان کو باز پر اس سبب سے غصہ اور انکار ہے
کہ چرا تو یاد می آری ازاں	لالہ زار و جویبار و گلستاں
کہ تو کس وجہ سے یاد کرتا ہے اس	لالہ زار اور جوئبار اور گلستان کو
کہ چرامی یاد آری زاں دیار	یا ز قصر و ساعد آں شہر یار
یا کس وجہ سے تجھ کو اس دیار کی یاد آتی ہے	یا قصر اور بادشاہ کے ساعد کی یاد کیوں آتی ہے
در دہ چغداں فضولی می کنی	فتنہ و تشویش دری افگنی
تو چغدوں کی بستی میں فضول حرکت کیوں کرتا ہے	تو فتنہ اور تشویش ڈال رہا ہے
مسکن مارا کہ شد رشک اثیر	تو خرابہ دانی خوانی حقیر
ہمارے مسکن کو جو کہ رشک فلک ہے	تو ویرانہ سمجھتا ہے اور حقیر کہتا ہے
شید آوردی کہ تا چغدان ما	مر ترا سازند شاہ و پیشوا
تو نے اس لئے مکر پھیلایا تاکہ ہمارے چغد	تجھ کو بادشاہ اور مقتدا بنا لیں
وہم و سودائی درایشاں می تنی	نام ایں فردوس ویراں می کنی
تو ان میں وہم اور سودا پیدا کر رہا ہے	اس فردوس کا نام ویرانہ رکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بر سرت چنداں زنیم اے بدصفات	کہ بگوئی ترک شید و ترہات
اے بدصفات ہم تیرے سر پر اس قدر ماریں گے	کہ تو اس مکر اور بیہودہ دعووں کو چھوڑ دے گا
پیش مشرق چار میخش می کنند	تن برہنہ شاخ خارش میزنند
آفتاب کے سامنے ان کو عقوبت کرتے ہیں	تن برہنہ کر کے ان کو شاخ خار سے مارتے ہیں
از تنش صد جای خوں بر می جہد	او احد می گوید و سر می نہد
ان کے بدن سے صدہا جگہ خون چھلکتا ہے	وہ احد کہتے ہیں اور سر رکھتے ہیں
پندہا دادم کہ پنہاں دار دیں	سر بپوشاں از جہودان لعیں
میں نے بہت نصیحت کی کہ دین کو مخفی رکھو	راز کو ملعون یہودیوں سے پوشیدہ رکھو
عاشق ست اورا قیامت آمدست	تا در توبہ بروبستہ شدہ ست
وہ عاشق ہیں ان کے لئے قیامت کی آمد ہے	جس سے توبہ کا دروازہ ان پر بند ہو گیا ہے

(تمہید مذکور فی شرح البیت السابق کے بعد رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی) جب صدیقؓ نے بلالؓ سے جو کہ صادق القول (وراسخ) فی الدعویٰ وآخذ بالعزیمت) تھے یہ (بار باران کا احد احد کہنا جو کہ شروع قصہ کے ان ابیات میں مذکور ہوا ہے روز دیگر از پگہ الیٰ قولہ توبہ کردن زین نمط الخ) سنا ان کی توبہ (بالمعنی اللغوی یعنی عزم اخفاء ایمان) سے ہاتھ دھولیا (یعنے ناامید ہوگئے اور سمجھ گئے کہ یہ رخصت پر عمل نہ کریں گے) اس کے بعد صدیقؓ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آویں بلالؓ باصفا کا (یہ سب) حال کہا کہ وہ آسمان (ہمت) کا قطع کرنے والا مبارک فال جو کہ (دین میں) مستعد ہے (مراد بلالؓ) اس وقت آپ کے عشق اور دام (محبت) میں مبتلا ہے (اور وہ) باز شاہی ان چغدوں سے (یعنی کفار سے) تکلیف میں ہے (اور اس مجمع میں اس کی ایسی مثال ہے کہ گویا) نجاست میں مدفون ہو رہا ہے وہ گنج معمور (زفت بمعنی پر و مالا مال نیز آمدہ کمافی الغیاث اور وہ) چغد (اس) باز پر ظلم کر رہے ہیں (اور) اس کے بال و پر بدوں کسی گناہ کے اکھاڑتے ہیں اس کا جرم (صرف) یہی ہے کہ وہ باز ہے اور بس (کقولہ تعالیٰ و مانقموا منہم الا ان یومنوا باللہ الآیۃ اور) بجز حسن کے یوسف علیہ السلام کا پھر کیا جرم ہے (یعنی یہی حسن صورت وسیرت حسد اخوان کا سبب ہوگیا تھا اس طرح سے کہ اس سے وہ باپ کے نزدیک احب ہوگئے اور احب ہونا سبب ہوا حسد کا پس بقاعدۂ سبب السبب سبب وہ حسن سبب ہوگیا حسد کا اور اس باز پر چغدوں کو غصہ اس لئے آتا ہے کہ) چغد کا مولد و مسکن تو ویرانہ ہے ان کو باز پر اس سبب سے غصہ آتا ہے کہ تو کس وجہ سے یاد کرتا ہے اس لالہ زار اور جو پیار اور گلستان کو یا کس وجہ سے تجھ کو اس دیار کی یاد آتی ہے یا قصر اور بادشاہ کے ساعد کی یاد کیوں آتی ہے (اور چغد اس باز سے کہتے ہیں کہ) تو چغدوں کی بستی میں فضول حرکت کیوں کرتا ہے (مراد اس فضول حرکت سے وہی لالہ و جوے وگل وقصر و ساعد شہریار کا تذکرہ اور (اس تذکرہ سے) تو فتنہ اور تشویش (ہمارے مجمع میں) ڈال رہا ہے اور تو ہمارے مسکن کو جو کہ (غایت رونق سے بزعم ایشان)

www.besturdubooks.wordpress.com

رشک فلک ہے (کذافی الغیاث بعد معانیہ) تو ویرانہ سمجھتا ہے اور (اس کو) حقیر کہتا ہے۔ تو اس لئے مکر لاتا ہے تاکہ ہمارے چغد تجھ کو بادشاہ اور مقتدا بنالیں (کقول فرعون لموسیٰ و ہارون علیہما السلام و تکون لکما الکبریاء فی الارض الایۃ) تو ان (چغدوں) میں وہم اور سودا پیدا کررہا ہے (کذافی الغیاث احد معانیہ اور) اس فردوس کا نام ویرانہ رکھتا ہے (یعنی) سب حال ہے دنیا پرستوں کا انبیاء واولیاء کے ساتھ جو کہ ذم دنیا اور ترغیب آخرت میں مشغول ہیں اور ان کے تحقیقات کو اوہام فاسدہ اور ان کے معجزات یا کرامات کو یا ان کی تدابیر خیر خواہی کو مکر و فریب بتلاتے ہیں اور ان پر شبہ حب ریاست کا کرتے ہیں) ہم تیرے سر پر اے بدصفات اس قدر ماریں گے کہ تو اس مکر اور بیہودہ دعووں کو چھوڑ دے گا (یہ سب مقولہ چغدوں کا ہے باز کے خطاب میں اور مقصود اس سے بزبان حضرت صدیقؓ یہ ہے کہ ان کفار کے خطاب بلالؓ میں یہ تو اقوال ہیں اور آگے جو مذکور ہے وہ افعال ہیں کہ) آفتاب کے سامنے (یعنی دھوپ میں) ان کو عقوبت مارتے ہیں (اور) تن برہنہ کر کے ان کو شاخ خار سے مارتے ہیں (حتیٰ کہ) ان کے بدن سے صدہا جگہ خون چھلکتا ہے (مگر) وہ احد (احد) کہتے ہیں اور (ان سب تکالیف پر) سر (تسلیم) رکھتے ہیں میں نے بہت نصیحت کی کہ دین کو مخفی رکھو (اور اس) راز کو (ان ملعون یہودیوں سے پوشیدہ رکھو (مگر وہ نہیں مانتے کیونکہ) وہ عاشق ہیں (اور یہ دین) ان کے لئے (گویا) قیامت کی آمد ہے جس سے توبہ کا دروازہ ان پر (گویا) بند ہو گیا ہے یعنی جیسے قرب قیامت میں باب توبہ بند ہو جاوے گا اسی طرح دین کی محبت نے ان پر توبہ بمعنی عزم کتمان کو بند کر دیا ہے وجہ تشبیہ صرف یہی ہے گو دونوں میں یہ تفاوت ہے کہ قرب قیامت میں یہ غلق باب عقوبت و بعد عن القبول ہے اور یہ غلبہ رحمت وعین قرب وقبول ہے اور اس محشی نے غلطی کی جس نے کتمان دین کو قیامت سے تشبیہ دی اس لئے کہ اگر قیامت سے یہ مراد ہوتی تو قیامت کی آمد کا حکم اس وقت صحیح ہوتا جب کتمان متحقق ہوتا اور وہ سبب ہوتا فسخ توبہ کا یہاں تو سبب توبہ کا غلبہ ہے حب دین کا آگے مولانا کا ارشاد مع تحقیق دلیل آوے گا کہ یہ توبہ مذکورہ عشق کے ساتھ مجتمع نہیں ہو سکتی۔

فائدہ:۔ چار میخ نوعے از تعذیب کہ مجرم را بہ چہار میخ دست و پا بندند از برہان کذافی الغیاث

عاشقی و توبہ یا امکان صبر	ایں محالے باشد اے جاں بس بطر
عاشقی اور توبہ یا امکان صبر کا	اے جان یہ تو محال عظیم ہے
توبہ کرم و عشق ہمچوں اژدہا	توبہ وصف خلق و آں وصف خدا
توبہ کرم ہے اور عشق اژدہا ہے	توبہ مخلوق کا وصف ہے اور وہ عشق وصف حق تعالیٰ کا ہے
عشق ز اوصاف خدائے بے نیاز	عاشقی بر غیر او باشد مجاز
عشق اوصاف خدائے بے نیاز سے ہے	اس کے غیر پر عاشقی مجازی ہو گی
زانکہ آں مس زراندود آمدست	ظاہرش نور اندروں دود آمدست
اس سبب سے کہ وہ غیر مس زراندود ہے	ظاہر اس کا منور اور باطن دخان ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں رود نور و شود پیدا دخاں	بفسرد عشق مجازی آں زماں
جب نور جاتا رہتا ہے اور دخان ظاہر ہو جاتا ہے	اس وقت عشق مجازی افسردہ ہو جاتا ہے
چوں شود پیدا دخان غم فزا	بفسرد نے عشق ماند نے ہوا
جب دخان غم فزا ظاہر ہو جاتا ہے	تو وہ افسردہ ہو جاتا ہے نہ عشق رہتا ہے نہ خواہش رہتی ہے
وا رود آں حسن سوی اصل خود	جسم ماند گندہ و رسوا و بد
وہ حسن اپنی اصل کی طرف چلا جاتا ہے	جسم گندہ اور رسوا اور بدرہ جاتا ہے
نور مہ راجع شود ہم سوئے ماہ	وارود عکسش ز دیوار سیاہ
نور ماہ ماہ ہی کی طرف واپس ہو جاتا ہے	اس کا عکس دیوار سیاہ سے چلا جاتا ہے
نے دردِ نورے بود نے زندگی	نے جمالش ماند و نے فرخندگی
اس میں نہ نور رہتا ہے نہ حیات	نہ اس میں جمال رہتا ہے اور نہ خوبی
پس بماند آب و گل بے آں نگار	گردد آں دیوار بے مہ دیو وار
پس آب و گل رہ جاتا ہے بدوں اس محبوب کے	وہ دیوار بدوں ماہ کے دیو کی طرح ہو جاتی ہے
قلب را کہ زر زروے او بجست	بازگشت آں زر بکان خود نشست
کھوٹے سونے کی سطح ظاہری سے سونا اتر گیا	وہ سونا لوٹ گیا اپنی اصل میں جا بیٹھا
پس مس رسوا بماند دود وش	روسیہ تر زو بماند عاشقش
پس تانبا رسوا رہ جاتا ہے دخان کی طرح	اس سے زیادہ سیاہ رو اس کا عاشق رہ جاتا ہے
عشق بینایاں بود بر کان زر	لاجرم ہر روز باشد بیشتر
اہل بصیرت کا عشق کان زر پر ہوتا ہے	لامحالہ وہ روز بروز ترقی پذیر ہوتا ہے
مرحبا اے کان زر لاشک فیک	زانکہ کاں را در زری نبود شریک
مرحبا اے کان زر تجھ میں کوئی شک نہیں	کیونکہ کان زر کا زر ہونے کی صفت میں کوئی شریک نہیں ہوتا
ہر کہ قلبے را کند انبار کان	وارود زر تابکان از لا مکان
جو شخص زر قلب کو شریک معدن کا کرے گا	سونا بے موقع جگہ سے معدن کی طرف چلا جاوے گا
عاشق و معشوق مردہ ز اضطراب	ماندہ ماہی رفتہ زاں گرداب آب
عاشق اور معشوق اضطراب سے مر گئے	مچھلی تو رہ گئی اس گرداب سے پانی جاتا رہا

عشق ربانی ست خورشید کمال	امر نور اوست خلقاں چوں ظلال
عشق ربانی خورشید کمال ہے	عالم امر حق تعالیٰ کا نور ہے عالم خلق مثل ظل کے ہے

(ربط ماسبق سے اوپر یعنی شرح اشعار بالا کے اخیر میں گزر چکا یعنی توبہ بالمعنی المذکور کا عدم اجتماع غلبہ عشق کے ساتھ مع اس کی تحقیق لم کے ذکر فرماتے ہیں اور ان اشعار کا حل موقوف ہے چند مقدمات پر مقدمہ اول توبہ سے مراد توبہ متعارفہ نہیں کہ منجملہ اعمال مقصودہ اور کمالات مطلوبہ کے ہے بلکہ مراد کتمان ایمان ہے کما مر مراراً جو کہ شرعاً فی نفسہ مقصود و مطلوب نہیں بلکہ رخصت بعارض ضعف مکلف ہے کما ہو ظاہر مقدمہ دوم کمالات بجمیعہا بالذات صفات واجب تعالیٰ کے ہیں اور ممکن میں جو صفت کمال پائی جاتی ہیں وہ بواسطہ واجب کے ہیں اور گو ظاہر نصوص سے اس واسطہ کا واسطہ فی الاثبات ہونا معلوم ہوتا ہے مگر بعض اہل کشف کے کلام سے واسطہ فی العروض یا واسطہ فی الثبوت ہونا معلوم ہوتا ہے اور دونوں میں کچھ اشکالات بھی ہیں اور ان کے کچھ جواب بھی ہیں اور یہ سب بحث شرح دفتر اول میں بذیل اشعار سرخی بیان آنکہ اختلاف در صورت روش ست نہ در حقیقت راہ بعد قصہ ترتیب بارہ طومار کے گزر چکی ہے البتہ واسطہ فی الثبوت میں جو دوسری خرابی کے عنوان سے ایک اشکال وہاں لازم کیا ہے اس کا جواب وہاں ذکر نہیں کیا گیا اس وقت خیال میں آیا ہے اس کو مع اعادہ اشکال کے ذکر کرتا ہوں وہ اشکال یہ ہے کہ واسطہ فی الثبوت میں واسطہ میں پایا جانا علت ہوتا ہے اور ذی واسطہ میں پایا جانا معلول ہوتا ہے اور علت سے تخلف معلول کا محال ہے اور صفات واجب تعالیٰ کے قدیم ہیں پس اگر وہ علت صفات خلق کی ہوں گی تو صفات خلق کا اور صفات کے ساتھ موصوف یعنی خلق کا قدیم ہونا لازم آوے گا اور یہ عقلاً و نقلاً محال ہے اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ علیت و معلولیت مذکورہ علی الاطلاق نہیں ہوتی بلکہ مقید ہے تحقق موصوف یعنی ذی واسطہ و تحقق صفت و تحقق اتصاف کے ساتھ جیسا کہ حرکت ید واسطہ ہے حرکت خاصہ مفتاح کی مگر اس وقت کہ مفتاح اور حرکت اور تحرک سب متحقق ہوں اور اس کے قبل اگرچہ ید متحرک ہو مگر اس پر ترتب حرکت مفتاح کا لازم نہیں پس اسی طرح یہاں کہا جاوے گا کہ جب مخلوق میں یہ صفت کمال کی پائی جاوے اس وقت معلول ہو وجود ہذا الکمال فی الواجب سے اور اس کے قبل گو واجب میں وہ کمال نہ ہو مگر اس کمال فی الحادث کا ترتب اس پر لازم نہیں حاصل یہ کہ صرف صفت علت نہیں بلکہ مجموعہ صفت و تعلق مشیت بایجاد صفۃ الحادث فیہ پس اس صورت میں قدم کمال واجب سے قدم کمال حادث کا لازم نہ آیا پس اس بناء پر اس مقام پر اس کے قائل ہو کر اس کو مقدمہ دوم بنایا جاوے گا کہ صفات کمال کے ساتھ ممکن کے متصف ہونے میں واجب تعالیٰ واسطہ فی الثبوت ہیں اور ظاہر ہے کہ واسطہ فی الثبوت میں واسطہ و ذی واسطہ میں صفت متغائر ہوتی ہیں ایک کامل دوسری غیر کامل اس لئے یہ اشکال لازم نہیں کہ عین صفت واجب کی ممکن میں پائی گئی اور چونکہ اس طرح کا واسطہ ہونا مخصوص ہے صفت کمال کے ساتھ اور صفات نقصان حادث میں صرف واسطہ فی الاثبات کے قائل ہوں گے اور ضروری ہے کہ اس مقدمہ کے حل کے لئے وہ مقام مذکور دفتر اول میں ملاحظہ کر لیا جاوے اس لئے یہ اشکال بھی لازم نہ آیا کہ واجب تعالیٰ میں صفات نقص موجودہ فی الحادث کا تحقق لازم آوے گا مقدمہ سوم عشق و محبت صفات کمال سے ہے چنانچہ نسبت حب کی طرف اس کی تین دلیل ہے اور توبہ بالمعنے المذکور یعنے کتمان ایمان صفات نقصان سے ہے چنانچہ ضعف و عجز اس کے جواز کا منشاء ہونا اس کی ظاہری دلیل ہے

مقدمہ چہارم۔ کسی چیز کی قوت کبھی باعتبار اس کی ذات کے ہوتی ہے اور کبھی باعتبار اس کے متعلق کے اور دونوں

www.besturdubooks.wordpress.com

اعتبار سے مثلاً گندھک میں آگ لگ جاوے تو اس آگ کی قوت اس لئے بھی ہے کہ وہ فی نفسہ ایک تیز چیز ہے اور اس لئے بھی ہے کہ گندھک کو لگ رہی ہے یا کسی کو کسی سے شدید محبت اس لئے بھی ہے کہ اس شخص میں مادہ محبت کا مفرط ہے اور اس لئے بھی ہے کہ جس سے محبت ہے وہ حسین بے حد ہے۔ مقدمہ پنجم قابل اول صفات کمال کی روح ہے اور قابل اول صفات نقصان کا جسم اور مادۂ ظلمانیہ ہے۔ اب ان مقدمات کے بعد اشعار کا حل عرض کرتا ہوں مولانا فرماتے ہیں کہ) عاشقی اور توبہ یا (اس توبہ کا بلفظ دیگر اس طرح تعبیر کرو کہ) امکان صبر (اور دونوں عنوان کا متحد المعنی ہونا ظاہر ہے کیونکہ کتمان ایمان یعنی توبہ کا حاصل وہی قدرت علی الضبط یعنی امکان صبر ہے غرض یہ کہ عشق کا اس کے ساتھ جمع ہونا) یہ محال عظیم ہے اے جان (کیونکہ) توبہ (کی مثال تو) کرم (کی سی) ہے اور عشق (کی مثال) اژدہا (کی سی) ہے (اور اژدہا سب کرموں کو نگل جاتا ہے اور لم اس کی یہ ہے کہ یہ) توبہ (بوجہ اس کے کہ صفت کمال کی ہے کما مر ایضاً فی المقدمۃ الاولیٰ وفی مقدمۃ الثالثہ) خلق کا وصف ہے اور وہ عشق (بوجہ اس کے کہ صفت کمال کی ہے کما مر ایضاً فی المقدمۃ الثالثہ) وصف حق تعالیٰ کا ہے (گو بواسطہ حق تعالیٰ کے مخلوق میں بھی پایا جاوے کما مر فی المقدمۃ الثانیہ والثالثہ پس جب) عشق اوصاف خدائے بے نیاز سے ہے (اور عشق عبد اسی کا اثر ہے اور کامل کا اثر بھی قوی ہوگا پس عشق عبد اس طرح سے بھی قوی ہوا تو اس کے سامنے توبہ کہ خود اصل ہی سے بوجہ صفت نقصان ہونے کے وصف خلق ہے اور اس لئے وصف حق اور اس کے اثر کے سامنے ضعیف ہے اس لئے یہ توبہ کیسے قائم رہ سکتی ہے دوسرے یہ عشق عبد اس لئے بھی توبہ سے قوی ہوگا کہ اس کا متعلق ذات حق ہے جس سے کوئی اجمل واحسن نہیں اور اس کے سامنے سب حسین وجمیل ایسی ہی نسبت رکھتے ہیں جیسے موصوف حقیقی کے سامنے موصوف مجازی۔ پس اس تفاوت کے اعتبار سے اس پر جو عشق ہوگا وہ بھی حقیقی یعنی کامل ہوگا اور) اس کے غیر پر (جو) عاشقی (ہوگی وہ) مجازی (یعنی ناقص) ہوگی (تو حق تعالیٰ کے ساتھ جو محبت ہوگی اس میں دو وجہ سے قوت ہوگی باعتبار ذات کے بھی کہ وہ فی نفسہ وصف حق ہے اور باعتبار متعلق کے بھی کہ ذات حق ہے کما مر فی المقدمۃ الرابعۃ تو جس میں ایسی قوت ہو اس کے سامنے توبہ کیا ٹھہرے گی آگے اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ اس کے سامنے دوسرے اہل حسن وجمال بلکہ سب اہل فضل وکمال ایسے ہیں جیسے موصوف حقیقی کے سامنے موصوف مجازی جو مدلول ہے مصرعہ عاشقی بر غیر او باشد مجاز کا پس فرماتے ہیں کہ یہ) اس سبب سے (ہے) کہ وہ غیر (جمال وکمال میں مشابہ) مس از راندود (کے) ہے (کہ) ظاہر اس کا منور (اور) باطن دخان (اور سیاہی) ہے (یہ تشبیہ اس میں نہیں کہ نعوذ باللہ اسی طرح خدائے تعالیٰ کی کوئی صفت مخلوق کو لپٹی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی صفت کا دوسرے محل میں پایا جانا خود محال ہے بلکہ وجہ تشبیہ صرف یہ ہے کہ جیسے اس مس کا حسن عارضی وزائل ہے اور سونے کا حسن جس کا آئندہ اشعار میں ذکر ہے اصلی اور لازم ذات ہے اسی طرح مخلوق کا کمال وجمال عارض وفانی ہے اور خالق کا جمال وکمال اصلی اور باقی ہے آگے تتمہ ہے مضمون کا یعنی) جب (وہ) نور (وحسن ظاہری) جاتا رہتا ہے اور (وہ) دخان (وظلمت مادیہ) ظاہر ہو جاتا ہے اس وقت (وہ) عشق مجازی افسردہ ہو جاتا ہے (اور) جب (وہ) دخان غم فزا ظاہر ہو جاتا ہے تو وہ (عشق مجازی) افسردہ ہو جاتا ہے نہ عشق رہتا ہے نہ خواہش رہتی ہے (اور) وہ حسن اپنی اصل کی طرف چلا جاتا ہے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حسن اس جسم سے اتر کر خدائے تعالیٰ کی ذات میں پہنچ گیا دونوں امر محال عقلی ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اس حسن جسمی کا جو سبب تھا یعنی روح اور اس کا سبب ہونا ظاہر ہے وہ اپنی اصل یعنی عالم ارواح کی طرف چلا گیا یعنی روح کا ادھر تعلق نہ رہا خالص اسی طرف ہو گیا یہ معنی ہیں چلے جانے کے بناءً علی کون الروح مجرداً ولو سلم تجردہ پس

www.besturdubooks.wordpress.com

مصرعہ ہذا میں حسن سے مراد یا سبب حسن ہے اور یا حسن ہی مراد ہو مگر اس کا جانا بالذات نہیں کیونکہ انتقال اعراض محال ہے بلکہ بواسطہ روح کے ہے اس طرح سے کہ اس حسن کا جو سبب تھا تلبس بالروح اس کے زوال سے حسن زائل ہو گیا پس جانے کے معنے انتقال کے نہیں بلکہ زوال کے ہیں باقی یہ شبہ کہ اس سے تو روح کا موصوف حقیقی بالحسن ہونا لازم آیا اور مقام ہے اثبات موصوفیۃ حقیقیۃ حق تعالیٰ بالحسن کا جواب اس کا یہ ہے کہ روح مظہر ہے صفات حق تعالیٰ کی اور قابل اول ہے صفات کمال کی اور واسطہ ہے درمیان میں حق تعالیٰ اور عالم اجسام کے پس جسم کو اس سے اس اتصاف میں وہی نسبت ہے جیسی اس کو حق تعالیٰ سے اور جس طرح حسن جسم کی اصل روح ہے اسی طرح حسن روح کی اصل بمعنی محتاج الیہ حق تعالیٰ ہے پس روح کو جسم کے اعتبار سے حسن وغیرہ کے ساتھ موصوف حقیقی کہنا بعینہ حق تعالیٰ کو روح کے اعتبار سے بھی اور جسم کے اعتبار سے بدرجہ اولیٰ اس حسن کے ساتھ موصوف حقیقی کہنا ہے اور یہی حکم وارود آن حسن سوے اصل خود کمالات روح پر بھی صحیح ہے وقت فنائے روح کے یا صعق روح کے پس مدعائے مقام بلا غبار ثابت ہو گیا مقدمہ خامسہ اسی شبہ کے جواب کے لئے ممہد کیا گیا تھا اور اشعار مقام کے اخیر شعر میں مولانا نے خود اس مقدمہ کی تصریح فرمائی ہے ع امر نور اوست خلقان چون ظلال خلاصہ یہ کہ وہ حسن روح کے ساتھ چلا جاتا ہے اور یہ) جسم گندہ اور رسوا اور بد (ہونے کی حالت میں) رہ جاتا ہے (اس کی ایسی مثال ہے جیسے فرض کرو کہ چاند کی روشنی سے دیوار منور ہو گئی جب چاند غروب ہو گیا تو) نور ماہ کی طرف (یعنی اس کے ساتھ) واپس ہو جاتا ہے (اور) اس کا عکس دیوار سیاہ سے چلا جاتا ہے (کہ) اس (جسم) میں (بعد مفارقت روح کے) نہ نور رہتا ہے نہ حیات (اور) نہ اس میں جمال رہتا ہے اور نہ خوبی (رہتی ہے) پس (وہ جسم محض) آب وگل رہ جاتا ہے بدوں اس محبوب (یعنی روح) کے (اسی طرح) وہ دیوار بدوں (نور) ماہ کے (بے نور) دیوار (سیاہ) کی طرح ہو جاتی ہے (اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے) کھوٹے سونے (یعنی جس تانبے پر سونے کا جھول ہو اس) کے سطح ظاہری سے سونا اتر گیا (اور) وہ سونا (یہاں سے) لوٹ گیا (اور) اپنی اصل میں جا بیٹھا پس تانبا رسوا رہ جاتا ہے۔ دخان کی طرح (اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جھول اتر کر اپنی اصل یعنی سونے کے معدن وغیرہ میں چلا گیا گو یہ عقلاً ممکن ہے کیونکہ وہ جھول بھی جسم رقیق ہے اور اس پر انتقال محال نہیں لیکن مشاہدہ کے خلاف ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ جسم رقیق خود بھی تو سونا ہے وہ منفصل ہو کر جہاں کہیں ہو گا وہ خود وصف زری کی اصل ہے پس یہ کہنا صادق ہو گیا کہ یہ مس تو زری کے ساتھ اس زر رقیق کے سبب موصوف تھا وہ وصف اس سے منفک ہو کر اپنی اصل کے ساتھ قائم رہا اور یہ تانبا تو رسوا و سیاہ رو ہی جاتا ہے مگر) اس سے زیادہ سیاہ رو اس کا عاشق رہ جاتا ہے (کیونکہ اپنی حماقت پر مطلع ہو کر نادم ہونا طبعی امر ہے اور ایسے موصوف بصفت عارضی پر عاشق ہونا احمقوں کا کام ہے اور) اہل بصیرت کا عشق کان زر پر ہوتا ہے لامحالہ وہ روز بروز ترقی پذیر ہوتا ہے کیونکہ کان زر کا زر ہونے کی صفت میں کوئی (جسم ملمع) شریک نہیں ہوتا (یعنی وہ ملمع موصوف حقیقی نہیں اور اس نے بصیرت سے اس موصوف حقیقی کا پتہ لگا لیا جس سے وہ وصف منفک نہیں ہوتا اس لئے اس کے عشق کو روز بروز ترقی ہوتی ہے آگے جوش میں اسی موصوف حقیقی کو خطاب کرتے ہیں کہ) مرحبا اے کان زر تجھ میں (یعنی تیرے موصوف حقیقی ہونے میں) کوئی شک نہیں (جیسے اس ملمع میں اہل بصیرت کو اول ہی شک ہوا تھا پھر تحقیق سے اس میں نفی کا یقین ہو گیا اسی طرح اہل بصیرت صرف حق تعالیٰ کے ساتھ کہ وہی موصوف حقیقی ہیں تعلق رکھتے ہیں اور) جو شخص زر قلب کو (یعنی ملمع کو) شریک معدن کا کرے گا (معدن سے مراد سونا کہ اصل اور موصوف بالذات ہے وصف زری کا یعنی سونا سمجھے گا تو ندامت اٹھاوے گا جبکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ) سونا بے موقع جگہ سے معدن کی طرف چلا جاوے گا (پس لامکان کے یہ معنی ہیں اور اس وقت) عاشق اور معشوق (دونوں) اضطراب سے (ایسے ہو جاویں گے جیسے) مرگئے (مطلوب تو اس لئے کہ وہ حسن اس ملمع سے زائل ہو گیا اس ملمع کا مرنا یہی ہے اور طالب اس لئے کہ اپنی غلطی پر نادم ہوگا اور متاسف ہوگا خصوصی جبکہ تاسف سے کچھ تدارک بھی نہ ہو سکے یہی حالت ہوگی طالب غیر حق کی قال تعالیٰ ضعف الطالب والمطلوب اور اضطراب کا اثبات مطلوب کے لئے بعض جگہ حقیقۃً ہے جہاں اس نے خود اپنی طرف بمقابلہ حق کے دعوت دی ہو اور کہیں مجازاً تشبیہاً یعنی حالتش در ظہور عجز مشابہ آنکس شود کہ از اضطراب مردہ باشد۔ اور ایسی مثال ہوگی جیسے) مچھلی تو رہ گئی (اور) اس گرداب سے (جس میں مچھلی تھی) پانی جاتا رہا (خواہ خشک ہو گیا یا کسی نے نکال لیا تو اس مچھلی کا اضطراب سے کیا حال ہوگا اسی طرح وہ غیر حق مثل گرداب کے ہے اور اس میں جو نور و جمال تھا مثل پانی کے ہے اور اس کا زوال مثل زوال آب کے ہے اور اس کا عاشق مثل ماہی کے اور اس کا قلق مثل اضطراب ماہی کے یہ تو غیر حق کے عشق کا ذکر تھا باقی) عشق ربانی (سو وہ) خورشید کمال ہے (یعنے مشابہ خورشید کے ہے جس کا نور کامل ہوتا ہے کبھی زائل نہیں ہوتا اسی طرح یہ عشق بوجہ اس کے کہ اس کا متعلق جمیل حقیقی ہے زائل نہیں ہوتا جو کہ دوسرا سبب بے قوتی کا منجملہ دو سببوں کے کما مر فی المقدمۃ الرابعۃ پس ان اسباب سے اس عشق کے سامنے وہ ضعیف تو بہیں رہتی آگے فرماتے ہیں کہ دعویٰ تو ہم نے کیا حق تعالیٰ کے موصوف حقیقی اور غیر حقیقی کے موصوف مجازی ہونے کا کما قلنا من قبل عاشقی بر غیر او باشد مجاز اور اس کے بعد جو مضمون لایا گیا اس سے جسم کا موصوف مجازی اور روح کا موصوف حقیقی ہونا مفہوم ہوتا ہے اور اسی کی مثالیں ذکر کی گئی ہیں کما صرح بہ فی قولنا وارود آن حسن سوئے اصل خود جسم ماند گندہ و رسوا و بد تو تطابق کی توجیہ یہ ہے کہ) عالم امر (جس میں سے روح ہے وہ) حق تعالیٰ کا نور (یعنی مظہر) ہے (اور) عالم خلق (کہ عالم اجسام ہے اس کے سامنے) مثل ظل کے ہے (پس ہم نے مظہر کے احکام سے ظاہر کے احکام پر استدلال کر کے مدعا ثابت کیا ہے کما مر تقریرہ مفصلاً فی شرح مصراع وارود آن حسن سوئے اصل خود اور وہ مقدمہ خامسہ بھی مصرعہ نور او ست اتلخ ہے)

توکیل کردن مصطفیٰؐ ابوبکرؓ را جہت بیع بلالؓ

مصطفیٰؐ ازیں قصہ چوں گل بر شگفت	رغبت افزوں گشت او را ہم بگفت
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ سے مثل گل کے شگفتہ ہوئے	حضرت صدیقؓ کو کہنے کی اور رغبت بڑھی
مستمع چوں یافت ہمچوں مصطفیٰؐ	ہر سر مویش زبانے شد جدا
جب انہوں نے سامع مصطفےٰ جیسے کو پایا	تو ان کا ہر سر مو ایک مستقل زبان ہو گیا
مصطفیٰؐ گفتش کہ اکنوں چارہ چیست	گفت ایں بندہ مر او را مشتری ست
مصطفےٰؐ نے فرمایا کہ اب کیا تدبیر ہے	حضرت صدیقؓ نے کہا کہ یہ بندہ ان کا خریدار ہے
ہر بہا کہ گوید او رامی خرم	در زیان و حیف ظاہر ننگرم
جس قدر قیمت بھی وہ کہے گا اس کو خرید لوں گا	ظاہری زیان اور بے انصافی میں نظر نہ کروں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

کو اسیر اللہ فی الارض آمدست	سخرۂ خشم عدو اللہ شدست
کیونکہ وہ زمین میں اسیر الٰہی ہوا ہے	دشمن خدا کے خشم کا گرفتار ہوا ہے

وصیت کردن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ را کہ چوں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را مشتری میشوی ہر آئینہ ایشاں از ستیزۂ بسیار بہای او را خواہند افزود و مرا دریں فضیلت شریک خود کن و وکیل من باش و نیم بہا از من بستاں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ جب تو بلال رضی اللہ عنہ کا خریدار بنے گا وہ لوگ لامحالہ مخالفت کی وجہ سے اس کی بہت قیمت بڑھا دیں گے اور مجھے اس فضیلت میں اپنا شریک کر لے اور میرا وکیل بن جا اور آدھی قیمت مجھ سے لے لے

مصطفیٰؐ گفتش کاے اقبال جو	در خریدن می شوم انبار تو
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے طالب اقبال	اس خریدنے میں میں تمہارا شریک ہوتا ہوں
تو وکیلم باش و نیمے بہر من	مشتری شو قبض کن از من ثمن
تم میرے وکیل ہو جاؤ اور نصف کو میرے لئے	خرید لو اور مجھ سے قیمت لے لو
گفت صد خدمت کنم رفت آں زماں	سوی خانہ آں جہود بے اماں
حضرت صدیقؓ نے کہا کہ میں سو خدمت کرتا ہوں اسی وقت	اس یہودی بے امان کے گھر کی طرف چلے
گفت با خود کز کف طفلاں گہر	می تواں آساں خریدن اے پدر
اپنے دل میں کہنے لگے کہ لڑکوں کے ہاتھ سے موتی	بہت آسانی سے خریدنا ممکن ہے اے پسر
عقل و ایماں را ازیں قوم جہول	می خرد با ملک دنیا دیو غول
عقل اور ایمان کو اس جاہل قوم سے	بعوض ملک دنیا کے دیو غول خرید لیتا ہے
آنچناں زینت دہد مردار را	کہ خرد ز ایشاں دو صد گلزار را
وہ مردار کو ایسی زینت دیتا ہے	کہ ان سے دو سو باغ خرید لیتا ہے
آنچناں مہتاب بنماید بسحر	کز خساں صد کیسہ برباید بسحر
اس طرح سے چاند کی روشنی کو جادو سے دکھلاتا ہے	کہ ان ناکاروں سے صدہا کیسے جادو سے اچک لے جاتا ہے
انبیا شاں تاجری آموختند	پیش ایشاں شمع دیں افروختند
انبیا نے ان کو تجارت سکھلائی	ان کے سامنے شمع دین کو روشن کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

دیو و غول و ساحر از سحر و نبرد	انبیا را در نظر شاں زشت کرد
شیطان اور غول اور ساحر نے جادو اور جنگ سے	انبیاء کو ان کی نظر میں قبیح کر دیا
زشت گرداند بجادوی عدو	تا طلاق افتد میان جفت و شو
زشت کر دیتا ہے جادو سے دشمن	یہاں تک کہ طلاق واقع ہو جاتا ہے درمیان زن وشو کے
دیدہا شاں را بسحرے دوختند	تا چنیں گوہر بہ خس بفروختند
انہوں نے ان کی آنکھوں کو جادو سے سی دیا	یہاں تک کہ ایسا گوہر ایک کمتر چیز کے عوض بیچ ڈالا
این گہر از ہر دو عالم برترست	ہیں بخر زین طفل جاہل کو خرست
یہ گوہر دونوں عالم سے برتر ہے	ہاں خرید لو اس طفل جاہل سے کہ وہ گدھا ہے

(یعنی) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ سے (یعنی حضرت بلالؓ کی قوت ایمان کی حکایت سننے سے نہ کہ حضرت بلالؓ کے قصہ عقوبت سے) مثل گل کے شگفتہ ہوئے (پس آپ کو شگفتہ دیکھ کر) حضرت صدیقؓ کو کہنے کی اور رغبت بڑھی (پس بگفت مرکب از بائے جارہ و معنی مصدری ست اور رغبت بڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ سامع کو جتنا اشتیاق ہوتا ہے متکلم کی رغبت زیادہ ہوتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے) جب انہوں نے سامع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے (کی ذات مقدسہ) کو پایا تو ان کا ہر سر مو ایک مستقل زبان ہو گیا (جب وہ سب کہہ چکے تو) مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (پھر) اب کیا تدبیر ہے (جس سے بلال اس مخمصہ سے نجات پاویں) حضرت صدیقؓ نے کہا کہ یہ بندہ ان کا خریدار ہے۔ جس قدر قیمت بھی وہ شخص (یعنی مالک) کہے گا (اتنے ہی میں) اس کو خرید لوں گا (اور) ظاہری زیاں اور (قیمت میں اس مالک کی) بے انصافی میں نظر نہ کروں گا۔ کیونکہ وہ (یعنی بلالؓ) زمین میں اسیر (محبت) الٰہی ہوا ہے (اور اس محبت الٰہی سے وہ) گرفتار خشم دشمن خدا ہوا ہے (یعنی چونکہ محض حب الٰہی سے عدو اللہ کے ظلم میں گرفتار ہے اس لئے اس کا استخلاص اہل قدرت پر لازم ہے اور مجھ کو خدائے تعالیٰ نے اس پر قادر کیا ہے اس لئے جو قیمت بھی کہے گا میں دوں گا۔ سخرہ بمعنی بیگار کذا فی الغیاث ومجاز ابمعنے گرفتار اطلاقاً للملزوم علے اللازم پس) مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے طالب اقبال (یہ اس لئے کہا گیا کہ اشترا و بلالؓ محل سعادت و اقبال ہے) اس خریدنے میں میں (بھی) تمہارا شریک ہوتا ہوں (پس اس خرید میں) تم میرے وکیل ہو جاؤ اور نصف کو میرے لئے خرید لو (اور) مجھ سے (اس کی) قیمت لے لو۔ حضرت صدیقؓ نے کہا کہ میں سو خدمت کرتا ہوں (یعنی آپ کے فرمان کا اہتمام کرتا ہوں اور یہ کہہ کر) اسی وقت اس یہودی بے ایمان کے گھر کی طرف چلے (یہودی کی توجیہ تو پہلے گزر چکی اور بے امان دو اعتبار سے کہا جا سکتا ہے یا تو اس لئے کہ اس سے عام لوگ مامون نہ تھے بلکہ وہ ظلم کرتا تھا اور یا اس لئے کہ اس کو عقوبت الٰہیہ سے امن نہ ہوگا بلکہ وہ اس میں مبتلا ہوگا اور) اپنے دل میں کہنے لگے کہ لڑکوں کے ہاتھ سے موتی آسانی سے خریدنا ممکن ہے (اسی طرح یہ کفار بدعقلی میں مثل لڑکوں کے ہیں ان سے بلالؓ کا خریدنا سہل ہوگا کیونکہ وہ ان کی قدر نہیں جانتے اور اگر جانتے تو پھر خریدنے کی بھی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ پھر تکلیف بھی نہ پہنچاتے آگے تائید ہے اس آسانی سے خریدنے کے خیال کی یعنی دیکھو) عقل اور ایمان کو اس جاہل قوم سے بعوض ملک دنیا کے (کہ عقل و ایمان کے سامنے محض لاشے ہے) دیو غول (یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

شیطان) خرید لیتا ہے (اور صورت اس خریدنے کی یہ ہے کہ) وہ (شیطان) مردار (دنیا) کو ایسی زینت دیتا ہے کہ (اس کو دکھلا کر) ان سے دو سو باغ (عقل و ایمان کے) خرید لیتا ہے (اور اس کی ایسی مثال ہے کہ) اس طرح سے چاندنی کی روشنی کو جادو سے دکھلاتا ہے کہ ان ناکاروں سے صدہا کیسے (روپیہ اشرفی کے) جادو سے اچک لے جاتا ہے (مشہور ہے کہ جادوگر ایسی نظر بندی کرتے ہیں کہ چاندنی کی روشنی بشکل کپڑے کے نظر آنے لگتی ہے اس سے دھوکا دے کر خریدار سے روپے لے لیتے ہیں یہی حال شیطان کا ہے کفار کو دھوکہ دینے میں جب اس سے معلوم ہوا کہ یہ کفار ایسے بے عقل ہیں تو حضرت بلالؓ کو ان سے خرید لینا کیا مشکل ہے اور آگے اور دلیل ہے ان کی بے عقلی کی وہ یہ کہ) انبیاؑ نے ان کو تجارت (نافعہ) سکھلائی (تھی اور) ان کے سامنے شمع دین کو روشن کیا (تھا جس کی روشنی میں تجارت نافعہ کے طرق دیکھ سکیں مگر) شیطان اور غول اور ساحر نے جادو سے اور جنگ و جدل سے) (مراد اس جنگ و جدل سے وساوس کا مقابلہ ان کی عقل سے جس سے عقل ان کی مغلوب ہو گئی غرض اس طریقے سے انبیاؑ کو ان کی نظر سے قبیح کر دیا (جس سے انبیاؑ کی تعلیم کردہ تجارت کو نہ لیا سو یہ بھی صاف دلیل ہے بے عقلی کی اور اس زشت کردن انبیاؑ کی ایسی مثال ہے جس طرح سے کہ) زشت کر دیتا ہے جادو سے دشمن یہاں تک کہ طلاق واقع ہو جاتا ہے درمیان زن و شوہر کے (پس اسی طرح) انہوں نے (یعنی شیاطین نے) ان (کفار) کی آنکھوں کو جادو سے سی دیا یہاں تک کہ ایسا گوہر (یعنی ایمان) ایک کمتر چیز (یعنے دنیا) کے عوض بیچ ڈالا (تو اس سے ان کی بے عقلی کا یقین کرو اور) یہ گوہر (یعنے بلالؓ جو کہ) دونوں عالم (کے متاع و اموال) سے (نہ کہ دونوں عالم کے کل موجودات سے کہ اس میں انبیاءؑ اور ایمان وغیرہ بھی ہیں) برتر ہے ہاں خرید لو اس طفل جاہل سے (مراد اس سے تشبیہا کافر جاہل ہے) کہ ہو (غایت بے عقل سے) گدھا ہے (یہ مضمون شعر اخیر کا مقولہ حضرت صدیقؓ کا ہے مربوط بیت بالا سے گفت ماخود کز کف طفلان گہر)

پیش خر خر مہرہ و گوہر یکیست	آں اشک را در دُرّ و دریا شکیست
گدھے کے نزدیک خر مہرہ اور گوہر ایک ہے	اس گدھے کو موتی اور دریا میں شک ہے
منکر بحرست و گہر ہای او	کے بود حیواں دُرو پیرایہ جو
وہ منکر ہے دریا کا اور اس کے موتیوں کا	حیوان اس میں آرائش کا کب طالب ہوتا ہے
در سرِ حیواں خدا ننہادہ است	کو بود در بند لعل و دُر پرست
خدائے تعالیٰ نے حیوان کے دماغ ہی میں یہ بات نہیں رکھی ہے	کہ وہ لعل کی فکر میں ہو اور دُر پرست ہو
مر خراں را ہیچ دیدی گوشوار	گوش و ہوش خر بود در سبزہ زار
تو نے گدھوں کے لئے کبھی گوشوارہ بھی دیکھا ہے	گوش اور ہوش گدھے کا کوئی چیز ہے سبزہ زار ہے
احسن التقویم در والتین بخواں	کہ گرامی گوہرست اے دوست جاں
سورۂ والتین میں احسن التقویم کو پڑھ لے	کہ روح انسانی ایک معزز گوہر ہے اے دوست
احسن التقویم از عرشش فزوں	احسن التقویم از فکرت بروں
احسن التقویم تیری فکر سے خارج ہے	اور احسن التقویم اس کے عرش سے فائق ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بگویم قیمتؔ ایں ممتنع	ہم بسوزم ہم بسوزد مستمع
اگر میں اس کی قیمت کہنے لگوں تو محال ہے	میں بھی جل جاؤں سننے والا بھی جل جائے

(اشک بکسر اول وفتح شین معجمہ درزبان ترکی بمعنے خرست کذافی الحاشیہ اور یہاں سے مقولہ ہے مولانا کا بتائید شعر سابق ایں گہر الخ کہ مقولہ ہے حضرت صدیقؓ کا یعنی) گدھے کے نزدیک خرمہرہ اور گوہر ایک (حالت میں) ہے (یعنی وہ گوہر کی قدر و قیمت نہ جاننے سے اس کو خرمہرہ سے زیادہ نہیں جانتا کیونکہ) اس گدھے کو موتی اور (خود) دریا (ہی کے وجود) میں (جہاں وہ موتی ہوتا ہے اس قید کے ساتھ کہ اس میں ایسی قیمتی چیز ہوتی ہے) شک ہے (وجود شک سے مراد عدم وجود یقین ہے گو عدم حصول صورت ذہنیہ مطلقاً کے ضمن میں متحقق ہو اور یہی معنی ہیں انکار کے شعر آئندہ میں یعنی) وہ (گدھا) منکر ہے دریا کا (بقید مذکور) اور اس کے موتیوں کا (بقید اس کے قیمتی ہونے کے اور بوجہ ناقدردانی کے وہ) حیوان (ناحق) اس (دریا) میں آرائش (کی چیز یعنی موتی کا کب طالب ہوتا ہے بخلاف انسان کے کہ اس کی شان یہ ہے تستخرجون منہ حلیۃ تلبسونہا) خدائے تعالیٰ نے حیوان کے دماغ ہی میں یہ بات نہیں رکھی کہ وہ لعل کی فکر میں ہو اور در پرست (یعنی طالب در) ہو تو نے (اے مخاطب) گدھوں کے بھی گوشوارہ بھی دیکھا ہے (کہ ان کی رغبت سے ان کے کان میں ڈالا گیا ہو جب کہ قرینہ مقام اس قید پر دال ہے) گوش اور ہوش گدھے کا کونسی چیز ہے (صرف سبزہ زار (یعنی اس کے قویٰ مدرکہ ظاہری اور باطنی سب کے سب پیٹ بھرنے کی ہی طرف متوجہ ہیں یہی حالت ہے دنیا پرستوں کی کہ نہ اہل حق کی قدر جانتے ہیں جو مشابہ ہیں موتی کے اور نہ ذات حق کی عظمت جانتے ہیں جو مبدی اور معید ہونے کے سبب مشابہ ہے دریا کے بلکہ شب و روز شکم پروری و تن آرائی میں منہمک ہیں یہ توجہ تشبیہ تھی کفار کی گدھوں کے ساتھ آگے تقریر ہے تشبیہ اہل حق کی گوہر کے ساتھ جس کی تصریح بھی مقولہ صدیقؓ میں ایں گہر از ہر دو عالم الخ پس فرماتے ہیں کہ انسان کامل کی قدر و قیمت معلوم کرنے کے لئے جو کہ مدار ہے اس کی تشبیہ بگوہر کا) والتین میں احسن تقویم (والی آیت مع سیاقہا) کو پڑھ لے (اس سے معلوم ہو جاوے گا) کہ روح (انسانی) ایک معزز گوہر ہے (اور قید انسانی کی بقرینہ مقام ہے یعنی اس آیت اور اس کے سیاق سے جب اس کا یعنی روح انسانی کا مکرم ہونا ثابت ہو جاوے گا جیسا کہ عنقریب اس کی تقریر آتی ہے تو اس تشبیہ کی صحت کہ وجہ جامع اس تشبیہ کی یہی تکریم ہے معلوم ہو جاوے گی یہ تو حل تھا الفاظ شعر کا اب اس کے معنی مقصود یعنی استدلال علی کون روح الانسان الکامل مکرما جدیرا بہذا التشبیہ کی تقریر عرض کرتا ہوں اول ضرورت ہے آیت کی مختصر تفسیر کی قال اللہ تعالیٰ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اے تعدیل وتثقیف ومعنی خلقہ فیہ کونہ متلبسا بہ کما یقال فلان فی رضا زید اے متلبس بہ بکونہ مرضیا عنہ عند زید فالمعنے ان الانسان مسوی معدل باعتبار قواہ وصورۃ الجمیلۃ واعضاءہ المتناسبۃ فی غالب الاحوال وہذا موازن بقولہ تعالیٰ الذی خلقک فسوک فعدلک الایۃ ثم ذکر ردہ اسفل سافلین اے فی حالۃ الشیب حیث یتبدل حسنہ بقبحہ وقوۃ بضعفہ وصحتہ بسقمہ ثم استثنی من ہذا الرد الذی یتوہم باطلاقہ عمومہ لرواۃ فی الدنیا والآخرۃ المومنین الذی یعملون الصالحات فاثبت لہم الحسن عند اللہ بقولہ فلہم اجر غیر ممنون حاصل یہ کہ اول اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے اس کا باعتبار ترکیب مادی کے اچھے خوبصورت سانچہ میں ڈھالا جانا بیان فرمایا ہے پھر ثانیاً بڑھاپے کے زمانے میں اس کا قبیح الصورۃ اور ردی القویٰ والترکیب ہونا فرمایا ہے پھر ثالثاً اس ردواءت سے جس کے ظاہری اطلاق سے ایہام ہوتا ہے اس قبح ردواءت کے عام ہونے کا ناسوت اور ملکوت کو مومنین کاملین کو مستثنیٰ فرمایا ہے کہ یہ لوگ عنداللہ عالم غیب میں اس حالت میں بھی ردی و قبیح نہیں ہوئی جب تفسیر کا حاصل

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہو چکا اب استدلال کی تقریر سنیئے اصل دعوٰی یہ ہے کہ انسان کامل کی روح نہایت قیمتی و مکرم ہے کما صرح بہ فی شعر قبل ہذا الشعر بقولہ کہ گرامی گوہرست اے دوست جان جس کی فرع ہے اس کو تشبیہ دینا گوہر کے ساتھ اس پر آیت موصوفہ سے استدلال کرتے ہیں مگر اول چند ضروری مقدمات کی تمہید ضروری ہے۔

مقدمہ اول:۔ انسان کی حقیقت روح ہے پس انسان اور روح انسان ایک چیز ہے ایک کے لئے جو احکام ثابت ہوں گے دوسرے کے لئے بھی ان کو ثابت کہنا صحیح ہوگا۔

مقدمہ دوم:۔ کلام مولانا میں آیت متضمنہ احسن التقویم سے مراد آیت موصوفہ مع سیاقہا ہے یعنی مع آیت ثم رددناہ و مع آیت الا الذین آمنوا الخ۔

مقدمہ سوم:۔ آیت میں گو اول وہلہ میں احسن التقویم کا اثبات ہر انسان کے لئے عام ہے لیکن بعد انضمام آیتین آخر میں کے اس احسن التقویم کا ثبوت صرف انسان کامل کے لئے رہ گیا جس کو الذین آمنوا وعملوا الصلحٰت سے تعبیر کیا ہے فان کمالہ ہذا الجمع کیونکہ جب اثبات عام احسن التقویم کے بعد اہل شیب سے اس کی نفی کر دی اور پھر ان اہل شیب میں سے انسان کامل کو اس نفی سے مستثنٰی کر دیا تو حاصل استثناء کا یہی ہوا کہ انسان کامل باوجود رداءت صورت کے معنی وحقیقۃً ردی نہیں ہوتا بوجہ صفات خاصہ کے جو اس کے تحسین عنداللہ کا سبب ہیں تو اس انضمام سے لفظاً تو صرف اہل شیب کفار کے لئے رداءت مطلقہ ثابت ہوئی اور شاب کافر میت فی الشباب کے لئے رداءت ثابت نہیں ہوئی کیونکہ اس پر رددناہ اسفل سافلین کا حکم نہیں ہوا تو وہ بدستور محکوم علیہ احسن التقویم کا رہا لیکن تدبر فی العلۃ سے معنیً اس شاب کے لئے بھی رداءت اس طرح ثابت ہے کہ اس کو اگر شیب نہ آوے گا تو موت تو آوے گی وہ اس وقت شیب سے بڑھ کر ردی ہو جاوے گا غرض کوئی کافر شیب سے کوئی موت سے ردی ہو جاوے گا اس طرح سے سب کفار رددناہ میں داخل ہو گئے۔ پس انحصار احسن التقویم کا مومن کامل کے لئے ثابت رہا اور چونکہ یہ کمال کلی مشکک ہے کیونکہ عادۃً کم وبیش اعمال صالحہ بھی ہر مومن میں ہوتے ہیں اور بھی کچھ نہیں تو اقرار ہی ایمان کا ہوگا یہ بھی نہیں تو عزم ثبات علی الایمان کا تو ہوہی گا اور اس عزم کو اعتقاد نہ کہیں گے عمل ہی کہیں گے پس ہر مومن کسی نہ کسی درجے میں جامع للایمان والعمل ہونے کے سبب کامل ہے لیکن ان میں احق بالا حکام وہ ہے جو اکمل ہو ان مقدمات کے بعد استدلال ظاہر ہو گیا کہ آیت سے انسان کامل کا حسن ومعزز مطلق ہونا عنداللہ کہ وہی مصداق کامل مفہوم فی الواقع کا ہے ثابت ہوا اور چونکہ انسان اور روح انسان ایک چیز ہے چنانچہ مولانا نے بھی ایک شعر میں بلال گو ایں گہر از ہر دو عالم برترست اور ایک شعر میں روح کو کہ گرامی گوہرست اے دوست جان کہا ہے اس لئے روح انسان کامل کا بھی گرامی ہونا ثابت ہو گیا اور گو یہ اثبات صرف آیت احسن التقویم سے نہیں ہوا مگر مراد مجموعہ آیات ہے اور مجموعہ سے ثابت ہو ہی گیا اس لئے اس آیت سے ثابت کہنا صحیح ہو گیا اور اس تقریر سے بہت سے شبہات متعلقہ بالآیۃ و متعلقہ بالمثنوی بھی رفع ہو گئے مثلاً دعوٰی خاص ہے انسان کامل کے ساتھ اور آیت عام ہے ہر انسان کو اور مثلاً دعوٰی خاص ہے روح کے ساتھ اور آیت میں ذکر ہے انسان کا اور مثلاً دعوٰی ہے اثبات بالاحسن التقویم کا اور اثبات ہوتا ہے تین آیتوں کے مجموعہ سے اور مثلاً بڑھاپے میں مومن بھی بدصورت ہو جاتا ہے اور کافر شاب اس رداءت سے بری ہے اور مثلاً مومن غیر صالح کا الحاق بالکفار لازم آتا ہے فافہم وتدبر آگے اسی گرامی ہونے کی تائید ہے دوسرے عنوان سے یعنی یہ) احسن

www.besturdubooks.wordpress.com

التقویم تیری فکر سے خارج ہے (اور یہ) احسن التقویم اس کے عرش سے فائق ہے (مراد احسن التقویم سے مدلول ہے آیت احسن التقویم مع سیاقہا کا جو اوپر ثابت ہوا ہے یعنی روح انسان کامل کا مرتبہ عنداللہ پس حکم اول کا حاصل یہ ہوا کہ انسان کامل کا عنداللہ جو مرتبہ ہے وہاں تمہارا خیال نہیں جا سکتا چنانچہ قرآن مجید میں ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین اور حدیث میں ہے اعددت عبادی الصالحین مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر اور ظاہر ہے کہ وہ مرتبہ بھی مفہوم کلمہ ما واقعہ فی القرآن والحدیث میں داخل ہے تو اس کا بھی غیر معلوم لنفس ہونا اور غیر خاطر علی قلب بشر ہونا ثابت ہوا اور یہی مولانا کہہ رہے ہیں اور حکم ثانی کا حاصل اس سے بھی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ عرش بوجہ غیر صاحب اختیار ہونے کے عالم بالاختیار نہیں اور انسان کامل مطیع بالاختیار ہے اور ثانی بالاجماع افضل ہے اول سے آگے تفریع ہے اس شعر سابق کے مضمون پر یعنی) اگر میں اس (انسان کامل) کی قیمت (یعنی مقبولیت عنداللہ کی کنہ) کہنے لگوں تو (شرعاً) محال ہے (کیونکہ کہنا موقوف ہے علم پر اور علم بدلیل سمعی مذکور سابقاً ممتنع ہے اور امتناع موقوف علیہ مستلزم ہے امتناع موقوف کو پس کہنا بھی سمعاً ممتنع ہوگا اور جب کہنا ممتنع ہے تو اگر میں اس کی کوشش کروں اور مستمع اس کے سننے کی کوشش کرے تو بوجہ اس کے کہ سعی فی طلب المحال میں غم و غصہ و کلفت ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آ سکتا اس لئے) میں بھی جل جاؤں (اور) سننے والا بھی جل جائے (یعنی عمر محدود ہے اس لئے فنا لازم اور وہ عمر گزرے گی غم و غصہ میں اس لئے دونوں جل جل کر مر جاویں اور اس مرتبہ کا ہرگز بیان نہ ہو سکے اور یہ سب بالکل ظاہر ہے اور اس مقام پر اگر محشین کی تقریر دیکھی جاوے تو حق تعالیٰ کے فضل کا مشاہدہ ہو جو اس مقام کے سمجھانے میں مجھ پر ہوا وللہ الحمد آگے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں)

لب بہ بند اینجا و خر آں سو مراں	رفت آں صدیق سوئے آں خراں
اس مقام پر لب بند کرو اور مرکب اس طرف مت چلاؤ	حضرت صدیقؓ ان گدھوں کی طرف تشریف لے گئے
حلقۂ درزد چو در را بر کشود	رفت بیخود در سرای آں جہود
زنجیر دروازہ پر ماری اس نے جب دروازہ کو کھولا	تو حضرت صدیقؓ بے خود اس یہودی کے گھر میں چلے گئے
بیخود و سرمست در آتش نشست	از دہانش بس کلام تلخ جست
بے خود اور سرمست اور آتش میں بھرے ہوئے جا بیٹھے	ان کے منہ سے بہت تیز تیز باتیں نکلیں
کیں ولی اللہ را چوں میزنی	ایں چہ حقدست اے عدو روشنی
کہ تو اس ولی اللہ کو کیوں مارتا ہے	یہ کیا کینہ ہے اے مخالف نور کے
گر ترا صدقیست اندر دین خود	ظلم بر صادق دلت چوں میدہد
اگر تجھ کو اپنے مذہب میں صدق ہے تو	صادق پر ظلم کرنے کو تیرا دل کیونکر اجازت دیتا ہے
اے تو در دین جہودی مادہٗ	کیں گماں داری تو بر شہزادہ
اے شخص تو دین جہودی میں زنانہ ہے	کہ یہ گمان رکھتا ہے تو ایک شہزادہ پر

www.besturdubooks.wordpress.com

در ہمہ ز آئینۂ کژ ساز خود	منگر اے مردود نفرین ابد
سب آدمیوں میں اپنے آئینہ کج ساز سے	نظر مت کر اے مردود لعنت ابدیہ کے
آنچہ آں دم از لب صدیق جست	گر بگویم گم کنی تو پاو دست
جو جو کچھ اس وقت حضرت صدیق کے لب سے صادر ہوا	اگر میں بیان کروں تو تو ہاتھ پاؤں گم کر دے
آں ینابیع الحکم ہمچوں فرات	از دہان او رواں از بے جہات
وہ حکمتوں کے چشمے مثل دریائے فرات کے	ان کے دہن سے جاری بے جہت کی طرف سے
ہمچو از سنگے کہ آبے شد رواں	نے ز پہلو مایہ دارد نز میاں
جس طرح سے کہ ایک پتھر سے پانی جاری ہو گیا تھا	نہ کروٹ سے سرمایہ رکھتا ہے نہ درمیان سے
اسپر خود کردہ حق آں سنگ را	برکشادہ آب مینا رنگ را
اپنا حجاب بنا رکھا تھا حق تعالیٰ نے اس سنگ کو	کشادہ کر رکھا تھا آب صاف رنگ کو
ہمچناں کز چشمۂ چشم تو نور	او رواں کردست بے بخل وفتور
جس طرح سے کہ تیرے چشمہ چشم سے نور کو	اس نے جاری کر رکھا ہے بدوں بخل اور انقطاع کے
نے ز پیہ آں مایہ دارد نے ز پوست	روی پوشی کردہ در ایجاد دوست
نہ شحم سے وہ سرمایہ رکھتی ہے نہ جھلی سے	روپوشی کر رکھی ہے ایجاد میں دوست نے
در خلای گوش باد جاذبش	مدرک صدق کلام و کاذبش
تجویف گوش میں اس کی ہوا ہے جاذب	مدرک ہے اس کے صادق کلام کی اور کاذب کلام کی
آں چہ بادست اندراں خرد استخواں	کہ پذیرد حرف وصوت قصہ خواں
یہ ہوا اس چھوٹی سی ہڈی میں کیا چیز ہے	کہ قبول کرے قصہ خوان کے حرف و صوت کو
استخوان و باد روپوش ست و بس	در دو عالم غیر یزداں نیست کس
استخوان اور ہوا روپوش ہے اور بس	دونوں عالم میں سوا یزداں کے کوئی بھی نہیں ہے
مستمع او قائل او بے احتجاب	زانکہ الاذنان من راس اے مثاب
مستمع بھی وہی ہے قائل بھی وہی ہے بلا احتجاب کے	اس لئے کہ الاذنان من الراس وارد ہے اے ثواب دیے گئے

(یعنی) اس مقام (بیان فضل مرتبہ انسان کامل) پر لب بند کرو (کیونکہ اس کا بیان علی سبیل الکمال سمعاً ممتنع ہے جیسا اوپر مذکور ہوا) اور مرکب اس (بیان کی) طرف مت چلاؤ (کیونکہ بیان نہ ہو سکے گا پس در جملہ خرمران اطلاق مقید وارادہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلق ست بلکہ ذکر قصہ کی طرف توجہ کرو وہ یہ کہ) حضرت صدیقؓ ان گدھوں کی طرف گئے (اور) زنجیر دروازہ پر (زور سے) ماری (اور) اس (کافر) نے جب دروازہ کو کھولا تو حضرت صدیقؓ (کہ رنج وغصہ سے) بے خود (تھے) اس یہودی کے گھر میں چلے گئے (اور) بے خود اور سرمست اور آتش (غصہ) میں بھرے ہوئے جا بیٹھے (سرمستی کی وجہ بھی وہی ہے جو بے خودی کی ہے اور) ان کے منہ سے بہت تیز تیز باتیں نکلیں کہ تو اس ولی اللہ (بلال) کو کیوں مارتا ہے یہ کیا کینہ ہے اے مخالف نور (حق وہدی) کے اگر (تیرے زعم کے موافق) تجھ کو اپنے مذہب میں صدق (حاصل) ہے تو (یہ بتلا کہ پھر) صادق پر ظلم کرنے کو تیرا دل کیونکر اجازت دیتا ہے (مطلب یہ کہ تجھ کو یہ تو قرائن قطعیہ سے ثابت ہو چکا کہ حضرت بلالؓ کی اس مشقت کی برداشت کی وجہ بجز صدق نیت کے کچھ نہیں تو اگر تیرے نزدیک ان کا دین صحیح بھی نہ ہوتا ہم طبع سلیم کا مقتضی یہ ہے کہ جس کی نیت اچھی ہو اس کی غلطی پر غیظ نہ کرنا چاہئے بلکہ تلطف وترحم کے ساتھ اس کو فہمائش کرنا چاہئے پس تیرا صدق وخلوص فی مذہبک بزعمک مقتضی اس کو تھا کہ دوسرے صاحب صدق کو ایذا نہ دیتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو خود صدق وخلوص سے عاری ہے اور یہی عاری ہونا معنی ہیں اس شعر آئندہ کے یعنی) اے شخص تو دین جہودی میں زنانہ (یعنی صدق وخلوص میں ناقص مشابہ مونث کے) ہے کہ یہ گمان (عدم صدق وخلوص کا) رکھتا ہے تو ایک شہزادہ پر (یعنی حضرت بلال پر کہ صاحب قدر ومنزلت عند اللہ ہیں تو ایسا گمان کرتا ہے کہ ان کی نیت میں صدق نہیں اسی لئے ان پر ظلم کرتا ہے یعنی یہ ظلم کرنا بقاعدۂ مذکورہ کہ طبع سلیم کا مقتضے یہ ہے کہ الخ علامت اس کی ہے کہ تو ان پر ایسا گمان کرتا ہے ورنہ ظلم نہ کرتا تو اپنی عدم صدق کی صفت کا اپنے اندر مشاہدہ کر اور باقی) سب آدمیوں میں اپنے آئینہ کج ساز سے نظر مت کر اے مردود لعنت ابد یہ کے (آئینہ کج ساز وہ آئینہ ہے کہ اس میں منہ دیکھنے سے ٹیڑھا نظر آتا ہے گویا وہ منہ کو ٹیڑھا کر دیتا ہے اس میں تمثیل ہے یعنی تو مثل آئینہ کج ساز کے ہے تو اوروں کا سیدھا منہ اپنے اندر مت دیکھ یعنی وہ کجی جو تو اوروں میں سمجھ رہا ہے وہ ان میں نہیں تیرے اندر ہے پس اپنے عیب کو دوسروں میں مت اعتقاد کر تو یہ عدم صدق تیری صفت ہے جس کا گمان تو حضرت بلال میں کر رہا ہے اور) جو جو کچھ اس وقت حضرت صدیقؓ کے لب سے صادر ہوا اگر میں کہنے لگوں تو ہاتھ پاؤں گم کر دے (یعنی حیران رہ جاوے کیونکہ فرط حیرت میں ہاتھ پاؤں قابو میں نہیں رہتے اور حیرت کا سبب ان باتوں کا ایک تو عجیب ہونا ہے دوسرا یہ کہ غلبہ کفر وضعف اسلام کے زمانہ میں ایسی بے دھڑک گفتگو بھی حیرت میں ڈالتی ہے آگے اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ ایسے عجیب اور حیرت انگیز مضامین ان سے کیسے صادر ہوئے اور حاصل اس وجہ کا یہ ہوگا کہ اصل مبداء ان مضامین کا حضرت حق ہیں جن سے کوئی امر بھی عجیب نہیں آگے اسی کی تحقیق اور تمثیل اور تائید ہے یعنی) وہ (مضامین صدیقیہ کہ) حکمتوں کے چشمے (تھے اور) مثل دریائے فرات کے (کہ غیر منقطع ہے) ان کے ذہن سے جاری (تھے وہ) بے جہت کی طرف سے تھے (مراد حضرت حق کہ جہات سے منزہ ہے) جس طرح سے کہ ایک پتھر سے پانی جاری ہو گیا تھا (اشارہ ہے قصہ موسویہ کی طرف) نہ (وہ پتھر) کروٹ سے (پانی کا) سرمایہ رکھتا ہے (اور) نہ درمیان سے (یعنی اس پتھر کے کسی جزو میں پانی مخزون نہ تھا بلکہ) اپنا (سپر یعنی) حجاب (اور روپوش) بنا رکھا تھا حق تعالیٰ نے اس سنگ کو (اور اس میں سے) کشادہ کر رکھا تھا آب صاف رنگ کو (کہ صفائی میں مشابہ مینا یعنی آبگینہ کے تھا یعنی موجد پانی کے حق سبحانہ وتعالیٰ ہیں مگر اس پتھر کو درمیان میں ایک واسطہ اور حجاب بنا رکھا تھا اسی طرح یہاں مواجد ان کلاموں کا حضرت حق ہے اور حضرت صدیقؓ محض ایک درمیانی واسطہ ہیں) جس طرح سے کہ تیرے چشمہ چشم سے نور کو اس نے جاری کر رکھا ہے بدوں بخل اور انقطاع

www.besturdubooks.wordpress.com

کے (کہ وہ آنکھ) نہ شحم سے وہ سرمایہ (نور کا) رکھتی ہے اور نہ جھلی سے (آنکھ ان ہی اجزاء سے مرکب ہے مطلب یہ ہے کہ آنکھ کا کوئی جزو فی نفسہ اس نور کا حامل نہیں مگر) روپوشی کر رکھی ہے (اس کے) ایجاد میں دوست نے (اسی طرح) تجویف گوش میں اس کی ہوائے جاذب۔ مدرک ہے اس کے صادق کلام کی اور کاذب کلام کی (یعنی مطلق کلام کی خواہ کیسا ہی ہو اور یہ مطلب نہیں کہ گوش میں صدق و کذب کے ادراک کی خاصیت ہے اور جاذبش اور کاذبش میں اضافت بادنیٰ ملابست ہے کیونکہ کان اس ہوا کا محل اور کلام کا احساس کرنے والا ہے سو) وہ ہوا اس چھوٹی سے ہڈی میں کیا چیز ہے کہ قبول کرے قصہ خوان (یعنی متکلم) کے حروف و صوت کو (سو حقیقت میں وہ) استخوان اور ہوا (محض) روپوش ہے اور بس (ورنہ واقع میں) دونوں عالم میں سوا یزداں کے کوئی بھی (موجود حقیقی) نہیں (جس میں یہ فاعلیت بالذات ہو بلکہ واقع میں) مستمع بھی وہی ہے (اور) قائل بھی وہی ہے (اور یہ مضمون) بلا احتجاب (یعنی بلا اشتباہ و بلا اخفاء ہے اور ترکیب مستمع اور قائل اوکی ویسی ہی ہے جیسی ہمہ اوست کی جس کی تحقیق ابتدائے دفتر اول میں بضمن شرح شعر جملہ معشوق ست الخ گزر چکی ہے۔ آگے بعنوان تشبیہ اس کی ایک دلیل ہے یعنی یہ) اس لئے ہے) کہ (سب حادث تابع محدث کے ہیں جس طرح سے کہ حدیث) الاذنان من الراس (سے ثابت ہوتا ہے کہ کان بعض احکام میں تابع سر کے ہیں مثلاً مسح میں) اسے ثواب دیئے گئے (اور چونکہ یہاں دونوں حادث ہیں تبعیت کان کی اور متبوعیت و مستقلیت سر کی ناقص ہے اور خالق و مخلوق میں چونکہ ایک حادث ایک قدیم ہے اس لئے تبعیت حادث کی اور متبوعیت قدیم کی کامل و تام ہے پس تکلم و استماع اور جمیع صفات کمال حادث کی مستفاد من القدیم ہوں گی اس لئے یہ حکم صحیح ہوا کہ آن ینابیع الحکم الخ)

فائدہ:۔ آگے پھر رجوع بقصہ ہے

گفت رحمت گرہمی آید برو	زر بدہ بستانش اے اکرام خو
اس نے کہا کہ اگر تم کو اس پر رحم آتا ہے	تو زر دیدو اس کو لے لو اے اکرام خو
از منش و اخر چومی سوزد دلت	بے مؤنث حل نگردد مشکلت
مجھ سے اس کو خرید لو اگر تمہارے قلب میں سوزش ہوتی ہے	بغیر خرچ کے تو تمہاری مشکل حل ہوتی نہیں
گفت صد خدمت کنم پانصد سجود	بندۂ دارم نکو لیکن جہود
کہا کہ میں صدہا طاعت بجالاؤں اور پانچ سو سجدے کروں	میں ایک حسین غلام رکھتا ہوں لیکن یہودی ہے
تن پسید و دل سیاہستش بگیر	در عوض دہ تن سیاہ و دل منیر
بدن کا گورا دل کا کالا تو اس کو لے لے	عوض میں دیدے سیاہ بدن اور سفید دل والے کو
کس فرستاد و بیاورد آں ہمام	بود الحق سخت زیبا آں غلام
کسی کو بھیج دیا اور لائے وہ بزرگ	تھا واقعی نہایت زیبا صورت وہ غلام
آں چنانکہ ماند حیراں آں جہود	آں دل چوں سنگش از جا رفت زود
اس طرح کا کہ وہ یہودی حیران رہ گیا	جلد اس کا پتھر جیسا دل از جا رفتہ ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

حالت صورت پرستاں ایں بود	سنگ شاں از صورتے مومیں بود
حالت صورت پرستوں کی یہی ہوتی ہے	ان کا پتھر ایک صورت سے موم جیسا ہو جاتا ہے
باز کرد استیزہ و راضی نشد	کہ بریں افزوں بدہ بے ہیچ بد
اس نے پھر تکرار کی اور راضی نہ ہوا	کہ اس پر اور اضافہ کرو بالضرور
یک نصاب نقرہ ہم بروے فزود	تا کہ راضی گشت حرص آں جہود
انہوں نے ایک نصاب چاندی اور اضافہ فرما دی	یہاں تک کہ اس یہودی کی حرص کو قناعت ہو گئی
بیع کرد و داد و بستد بے غرض	داد گوہر سنگ بستد در عوض
بیع کا معاملہ کر لیا اور دیدیا اور لے لیا بغیر غرض کے	اس نے گوہر دیدیا اور سنگ لے لیا عوض میں
بر خیال آنکہ سودے کردہ ام	دادم اسود ابیضے آوردہ ام
اس خیال پر کہ میں نے بڑا فائدہ کیا ہے	میں نے کالا دیا ہے اور گورا لے لیا ہے

اس (کافر) نے کہا کہ اگر تم کو اس پر رحم آتا ہے تو زر دیدو (اور) اس کو لے لو اے کرام خو۔ مجھ سے اس کو خرید لو اگر تمہارے قلب میں سوزش ہوتی ہے (اور) بے خرچ (کئے ہوئے) تو تمہاری (یہ) مشکل حل ہوتی نہیں۔ (حضرت صدیقؓ نے) کہا کہ (اس کا حل ہونا تو مجھ کو ایسا مطلوب ہے کہ اگر یہ حل ہو جاوے تو) میں (حق تعالیٰ کی صدہا طاعت بجالاؤں (اور اس کو) پانچ سو سجدے کروں (جب یہ امر میرے نزدیک ایسا مطلوب ہے تو خرچ کرنے میں مجھ کو کیا دریغ ہوگا میں خرچ کرنے پر راضی ہوں سو) میں ایک غلام (اپنی ملک میں) رکھتا ہوں بہت حسین لیکن یہودی ہے (یعنی تیرا ہم مذہب) بدن کا سفید اور دل کا سیاہ تو اس کو لے لے (اور اس کے) عوض میں دیدے (اس بلالؓ) تن سیاہ اور دل سفید کو (یہ بیان ہے اس خرچ کرنے کا پھر اس غلام کے لینے کے واسطے) کسی کو بھیج دیا اور (جب وہ آ گیا تو اس کو اس کافر کے سامنے پیش کرنے کے لئے) لائے وہ بزرگ (یعنی حضرت صدیقؓ آگے حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ) تھا واقعی نہایت زیبا صورت وہ غلام (کیونکہ رومی تھا اور وہ) اس طرح کا (حسین تھا) کہ (اس کو دیکھ کر) وہ یہودی حیران رہ گیا (اور) اس کا پتھر جیسا دل از جارفتہ ہو گیا (آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) حالت صورت پرستوں کی یہی ہوتی ہے (اور) ان کا پتھر جیسے دل) ایک صورت سے موم جیسا ہو جاتا ہے (مگر باوجود اس قدر پسندیدگی و فریفتگی کے) اس (کافر) نے پھر تکرار کی اور صرف اس کے لینے پر) راضی نہ ہوا (اور اصرار کیا) کہ اس پر اور اضافہ کرو بالضرور (سبب اس کا حرص اور یہ جان لینا کہ حضرت صدیقؓ بلالؓ کو ضرور خریدیں گے) انہوں نے ایک نصاب چاندی اور اضافہ فرمادی (پچاس روپیہ تقریباً) یہاں تک کہ اس یہودی کی حرص کو قناعت ہو گئی (اور راضی ہو کر) بیع کا معاملہ کر لیا اور (بلالؓ کو) دیدیا اور (اس رومی غلام کو) لے لیا بے غرض (یعنی معاملہ کی غایت اور غرض کو نہ سمجھا کہ میں کیسی اچھی چیز کو فوت کر رہا ہوں اس میں بیان ہے اس کافر کے جہل کا حاصل یہ کہ) اس نے گوہر دیدیا (اور) سنگ لے لیا عوض میں (محض) اس خیال پر (ایسا کیا) کہ میں نے بڑا فائدہ کیا ہے (کہ) میں نے کالا دیا ہے اور گورا لے لیا ہے (اور حقیقت کالے گورے کی نہ سمجھی)

www.besturdubooks.wordpress.com

خندیدن جہود و پنداشتن کہ صدیقؓ مغبون ست دریں عقد

کافر کا ہنسنا اور خیال کرنا کہ صدیق رضی اللہ عنہ اس معاملے میں ٹوٹے میں ہیں

منعقد چوں گشت بیع اندر میاں	یافت ایجاب و قبول ہر دو آں
جب بیع درمیان میں منعقد ہو گئی	اور ان دونوں کا ایجاب و قبول پایا گیا
قہقہہ زد آں جہود سنگ دل	از سر افسوس و طنز و غش و غل
اس جہود سنگ دل نے ایک قہقہہ لگایا	براہ تمسخر اور طنز اور مکر و فریب کے
گفت صدیقش کہ ایں خندہ چہ بود	در جواب و پرسش او خندہ فزود
حضرت صدیقؓ نے اس سے فرمایا کہ یہ خندہ کیسا ہے	اس پوچھنے کے جواب میں اس نے زیادہ خندہ کیا
گفت اگر جدت نبودے واہتمام	در خریداری ایں اسود غلام
کہنے لگا کہ اگر تم کو کوشش اور اہتمام	اس سیاہ غلام کی خریداری میں نہ ہوتا
من ز استیزہ نمی افروختم	خود بعشر اینش می بفروختم
تو میں تکرار سے گرم ہو کر فروخت نہ کرتا	بیشک میں اس کو اس قیمت کے دسویں حصہ کے بدلے بیچ ڈالتا
کہ بنزد من نیرزد نیم دانگ	تو گراں کردی بہایش را بہ بانگ
کیونکہ میرے نزدیک یہ نصف دانگ کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا	تم نے اس کی قیمت کو آواز کی وجہ سے بڑھا دیا
پس جوابش داد صدیق اے غبی	گوہرے دادی بجوزے چوں صبی
پس حضرت صدیقؓ نے اس کو جواب دیا کہ اے کودن	تو نے ہی ایک گوہر اخروٹ کے عوض میں دیدیا ہے مثل طفل کے
کو بہ نزد من ہمی ارزد دو کون	من بجانش ناظرستم تو بلون
کیونکہ وہ میرے نزدیک دونوں عالم کے برابر قیمت رکھتا ہے	میں اس کی روح کو دیکھتا ہوں تو رنگ کو
زر سرخست و سیہ تاب آمدہ	از برای رشک ایں احمق کدہ
یہ زر سرخ ہے جس کا رنگ سیاہ ہو گیا ہے	بسبب حسد اس احمق کدہ کے
دیدۂ ایں ہفت رنگ جسمہا	در نیابد زیں نقاب آں روح را
مختلف الوان کے اجسام کی چشم	اس حجاب میں سے اس روح کو ادراک نہیں کرتی
گر مکیسی کردۂ در بیع بیش	دادمے من جملہ مال و ملک خویش
اگر تو بیع میں اور زیادہ تنگی کرتا	تو میں اپنا تمام مال اور املاک دے دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ورمکیس افزودئی من ز اہتمام	دامنے زر کردے از غیر وام
اور اگر تو اور زیادہ بڑھاتا تو میں اہتمام سے	دامن بھر سونا کسی اور سے قرض کر لیتا
سہل دادی زانکہ ارزاں یافتی	در ندیدی حقہ را نشگافتی
تو نے بہت سہل دیدیا اس لئے کہ تو نے ارزاں حاصل کیا تھا	موتی نہیں دیکھا ڈبہ کو نہیں چیر کر دیکھا
حقہ سر بستہ جہل تو بداد	زود بینی کہ چہ غبنت اوفتاد
سر بستہ ڈبہ تیرے جہل نے دیدیا	تو عنقریب دیکھ لے گا کہ تجھ کو کتنا خسارہ پڑا
حقۂ پرلعل رادادی بباد	ہمچو زنگی در سیہ روئی تو شاد
تو نے حقہ پر لعل کو برباد کر دیا	زنگی کی طرح تو سیہ روئی میں خوش ہے
عاقبت و احسرتا گوئی بسے	بخت و دولت را فروشد خود کسے
انجام میں بہت واحسرتا کہے گا	کوئی بخت اور دولت کو بھی بیچا کرتا ہے
بخت باجامہ غلامانہ رسید	چشم بدبخت بجز ظاہر ندید
بخت غلامانہ لباس سے پہنچا	تیری چشم بدبخت نے بجز ظاہر کے اور کچھ نہیں دیکھا
او نمودت بندگی خویشتن	خوئے زشتت کرد با او مکر وفن
اس نے تجھ کو اپنی غلامی دکھلائی	تیری خوے زشت نے اس کے ساتھ مکر وفن کیا
ایں سیاہ اسرار، تن اسپید را	بت پرستانہ بگیر اے ژاژ خا
اس سیاہ باطن سفید جسم کو	بت پرستوں کی طرح لے لے اے ژاژ خا
ایں ترا و آں مرا بردیم سود	ہیں لکم دین ولی دین اے جہود
یہ تیرا اور وہ میرا ہم تم دونوں نے فائدہ حاصل کر لیا	ہاں لکم دینکم ولی دین ہو گیا اے یہودی
خودسزای بت پرستاں ایں بود	جلش اطلس، اسپ او چوبیں بود
تحقیق بت پرستوں کی یہی سزا ہے	کہ اس کی جھول اطلس کی اور اس کا گھوڑا لکڑی کا ہوتا ہے
ہمچو گور کافراں پر دود و نار	وز بروں بربستہ صد نقش و نگار
مثل گور کافروں کے دود ونار سے پر ہے	اور باہر سے صدہا نقش و نگار لگا رکھے ہیں
ہمچو مال ظالماں بیروں جمال	وز درونش خون مظلوم و وبال
مثل مال ظالموں کے کہ باہر سے جمال	اور اس کے باطن سے خون مظلوم کا اور وبال

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں منافق از بروں صوم وصلوٰۃ	وز دروں خاک سیاہ بے ثبات
مثل منافق کے باہر سے صوم و صلوٰۃ	اور اندر سے خاک سیاہ بے ثبات
ہمچو ابر خالی پر قر و قر	نے درو نفع زمیں نے قوت بر
مثل ابر خالی کے کہ گرڑ گرڑ سے پر ہے	نہ اس میں زمین کا نفع نہ پھل کی غذا
ہمچو وعدہ مکر و گفتار دروغ	آخرش رسوا و اول با فروغ
مثل وعدۂ فریب اور گفتار دروغ کے	کہ اس کا اخیر رسوا اور اول با فروغ

(مکیس امالہ مکاس بضم میم تنگی در بیع) جب بیع (دونوں کے) درمیان میں منعقد ہوگئی (اور) ان دونوں کا ایجاب و قبول پایا گیا تو اس جہود سنگدل نے ایک قہقہہ لگایا۔ براہ تمسخر اور طنز اور مکر وفریب کے (یہ دیکھ کر) حضرت صدیقؓ نے اس سے فرمایا کہ یہ خندہ کیسا ہے۔ اس پوچھنے کے جواب میں اس نے زیادہ خندہ کیا (اس زیادتی کی وجہ اس پر تعجب تھا کہ یہ میرے ہنسنے سے بھی اپنی غلطی پر متنبہ نہیں ہوئے) کہنے لگا کہ اگر تم کو (اس قدر) کوشش اور اہتمام اس سیاہ غلام کی خریداری میں نہ ہوتا تو میں (اس کو اتنے) تکرار سے فروخت نہ کرتا (بلکہ) میں اس کو اس (قیمت) کے دسویں حصہ کے بدلے بیچ ڈالتا کیونکہ میرے نزدیک یہ نصف دانق کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا تم نے اس کی قیمت کو آواز کی وجہ سے بڑھا دیا (اس کی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ بانگ سے مراد بلالؓ کی آواز ہو احد احد کی یعنی اس پر تم فریفتہ ہوگئے اور اس میں اشارہ ہوگا تشبیہ بجوز بے مغز کی طرف کہ جس طرح اس میں صرف آواز ہوتی ہے لب نہیں ہوتا کما مر مثل ہذا المعنے فی قصۃ الوزیر الیہودی ومنازعۃ الامراء فی الخلافۃ انچہ شیریں ست آں شد یار دانگ انچہ بوسیدہ است نبود غیر بانگ اور اس توجیہ کا موید ہے پہلے مصرعہ میں نیز دو نیم دانگ کا اور جواب میں بجوزے کا واقع ہونا کہ تو اس کو جوز سمجھتا ہے اور میں اس غلام رومی کو جوز سمجھتا ہوں اور دوسری توجیہ یہ کہ بانگ سے مراد حضرت صدیقؓ کی آواز یعنی الفاظ دالہ علی الرغبۃ ہوں یعنے تمہارے کلام سے رغبت مفہوم ہونے سے اتنی قیمت بڑھ گئی) پس حضرت صدیقؓ نے اس کو جواب دیا کہ اے کودن تو نے ہی ایک گوہر اخروٹ کے عوض میں دیدیا ہے مثل طفل (نادان) کے۔ کیونکہ وہ میرے نزدیک دونوں عالم کے برابر قیمت رکھتا ہے (وجہ یہ کہ) میں اس کی روح کو دیکھتا ہوں (اور) تو رنگ کو (دیکھتا ہے پس گویا) یہ زر سرخ ہے جس کا رنگ سیاہ ہو گیا ہے بسبب حسد اس احمق کدہ کہ کے (مراد دنیا ہے کہ ابلہوں سے پر ہے اس تمثیل کی اصل یہ ہے کہ چوروں کی نظر عداوت سے بچانے کے لئے زر سرخ کو سیاہ رنگ سے رنگین کر دیتے ہیں تا کہ کوئی پہچانے نہیں اور محفوظ رہے۔ اسی طرح نااہلوں کی نظر حسد سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان بلالؓ کو کہ زر سرخ ہیں سیاہ رنگ کر دیا پس) مختلف الوان کے اجسام کی (ادراک کرنے والی) چشم اس حجاب (رنگ) میں سے اس روح کو ادراک نہیں کرتی (کیونکہ اس کا خاصہ صرف ادراک الوان ہے اور) اگر تو بیع میں اور زیادہ تنگی کرتا (اور اس قیمت پر بھی راضی نہ ہوتا) تو میں تمام اپنا مال اور املاک دیدیتا اور اگر تو (میرے مال واملاک سے بھی) اور زیادہ (قیمت) بڑھاتا تو میں دامن بھر سونا کسی اور سے قرض کر لیتا (اور قیمت میں ادا کرتا مگر) تو نے بہت سہل دیدیا اس لئے کہ تو نے ارزاں حاصل کیا تھا تو نے (اندر سے) موتی نہیں دیکھا (کیونکہ) ڈبہ کو نہیں چیر کر دیکھا (ویسا ہی)

www.besturdubooks.wordpress.com

سربستہ ذبہ تیرے جہل نے دے دیا (اسناد الی السبب ہے سو) تو عنقریب (یعنی بعد موت) دیکھ لے گا کہ تجھ کو کتنا خسارہ پڑا (کیونکہ موت کے بعد حقیقت منکشف ہوگی) تو نے حقہ پر لعل کو برباد کر دیا (اور) زنگی کی طرح تو سیاہ روئی میں خوش ہے (مگر) انجام میں بہت واحسرتا کہے گا (بھلا) کوئی بخت و دولت کو بھی بیچا کرتا ہے (مگر وجہ تیرے اس بیچنے کی اس بخت و دولت کو یہ ہوئی کہ وہ) بخت غلامانہ لباس سے (تیرے پاس) پہنچا (چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ بخت تھے اور غلامانہ وضع رکھتے تھے اور) تیری چشم بد بخت نے بجز ظاہر کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اس (بخت) نے تجھ کو (صرف) اپنی غلامی دکھلائی (اور اس کی خوبی مخفی رہی اس لئے) تیری خوئے زشت نے اس کے ساتھ مکر وفن کیا (یعنی تو اس کے ساتھ بے قدری و ظلم و شرارت سے پیش آیا تو اس گوہر کے عوض) اس (رومی غلام) سیاہ باطن سفید جسم کو بت پرستوں کی طرح لے لے اے ژاژ خا (بت پرست بھی بت کی ظاہری صورت کو دیکھتے ہیں اور اس کے باطن ناکارہ کو نہیں دیکھتے سو) یہ (رومی غلام) تیرا ہو گیا اور وہ (بلال) میرا ہو گیا (اور) ہم دونوں نے (بزعم خود) فائدہ حاصل کر لیا ہاں لکم دینکم ولی دین (کا مضمون) ہو گیا اے یہودی بے تحقیق بت پرستوں کی یہی سزا ہے کہ اس کی جھول اطلس کی اور اس کا گھوڑا لکڑی کا ہوتا ہے (جل سے مراد اس گھوڑے کی جھول اس مثال کا مع مابعد کے مشلہ کے حاصل باطن کا ناکارہ اور ظاہر کا جمیل ہونا ہے) مثل گور کافروں کے دود و نار سے پر ہے اور باہر سے صدہا نقش و نگار لگا رکھے ہیں۔ مثل مال ظالموں کے کہ باہر سے جمال اور اس کے باطن سے خون مظلوم کا اور وبال مثل منافق کے باہر سے صوم و صلوٰۃ اور اندر سے خاک سیاہ بے ثبات (یعنی باطن عمل سیاہ جس کی کوئی جڑ نہیں کیونکہ عمل کی جڑ عقیدہ ہے) مثل ابر خالی (از آب) کے گرز گرز سے پر ہے (یعنی بولتا ہے مگر) نہ اس میں زمین کا نفع (اور) نہ پھل کی غذا (کیونکہ یہ دونوں چیزیں پانی سے ہوتی ہیں وقد فرض خلوہ) مثل وعدہ فریب اور گفتار دروغ کے کہ اس کا اخیر رسوا اور اول بافروغ (کیونکہ تکلم کے وقت تو پر رونق معلوم ہوتا ہے پھر ظہور حقیقت کے وقت وہ ہیچ ثابت ہوتا ہے)

فائدہ:۔ آگے تتمہ قصہ کا ہے

بعد ازاں بگرفت او دست بلال رضی اللہ عنہ	آں ز زخم ضرس محنت چوں خلال
اس کے بعد انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا	وہ صدمہ دست تکلیف سے مثل خلال کے ہو رہے تھے
شد خلالے در دہانے راہ یافت	جانب شیریں زبانے می شتافت
وہ خلال ہو گئے تھے دہن میں راہ پائی	اور ایک شیریں زبان کی طرف دوڑے چلے جا رہے تھے
آوریدش تا بنزد آں رسول صلی اللہ علیہ وسلم	کہ بجاں او کردہ بد دینش قبول
حضرت صدیق ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے	کیونکہ انہوں نے جان سے آپ کا دین قبول کیا تھا
چوں بدید آں خستہ روئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	خر مغشیا فتاد او برقفا
جب اس خستہ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک دیکھا	تو وہ بیہوش ہو کر چت گر پڑے
تا بدیرے بیخود و بیخویش ماند	چوں بخویش آمد ز شادی اشک راند
دیر تک بے خود اور آپے سے باہر رہے	جب آپے میں آئے تو مارے خوشی کے آنسو بہانے لگے

www.besturdubooks.wordpress.com

مصطفیؐ اش درکنار خود کشید	کس چه داند بخششے کو را رسید
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا	کوئی شخص کیا جانے اس عطا کو جو ان کو پہنچی
چوں بود مسے کہ بر اکسیر زد	مفلسے بر گنج پر توفیر زد
کیا حال ہوگا اس تانبے کا جو اکسیر پر جا لگا	ایک مفلس ایسے خزانہ پر جا لگا جو مال سے پر تھا
ماہی پژمردہ در بحر اوفتاد	کاروان گم شدہ زد بر رشاد
ایک ماہی پژمردہ دریا میں جا گری	ایک قافلہ راہ گم کردہ راہ یابی پر جا لگا
آں خطاباتے کہ گفت آں دم نبیؐ	گر زند بر شب برآید از شبی
وہ ارشادات کہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے	اگر شب پر واقع ہو جائیں تو وہ شب ہونے کی صفت سے خارج ہو جاوے
روز روشن گردد آں شب چوں صباح	کے توانم گفت من آں اصطلاح
روز روشن ہووے وہ رات صبح کی طرح	میں اس اصطلاح کو کہہ نہیں سکتا
خود تو دانی کآفتاب اندر حمل	تاچہ گوید بانبات و با دقل
خود تم کو معلوم ہے کہ آفتاب برج حمل میں	کیا کچھ کہہ دیتا ہے نباتات سے اور نخل پربار سے
خود تو دانی ہم کہ آں آب زلال	می چہ گوید باریاحین و نہال
خود تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ آب زلال	ریاحین اور نہال سے کیا کہہ دیتا ہے
صنع حق با جملہ اجزائے جہاں	چوں دم و حرفست از افسونگراں
حق تعالیٰ کی صنعت تمام اجزائے عالم کے ساتھ	مثل پھونک مارنے اور الفاظ پڑھنے کے ہے جو ساحروں سے واقع ہوتے ہیں
جذب یزداں باثرہا وسبب	صد سخن گوید نہاں بحرف ولب
جذب حضرت حق کا آثار اور اسباب سے	صدہا باتیں کرتا ہے بدوں حرف اور لب کے
نے کہ تاثیر از قدر معمول نیست	لیک تاثیرش از و معقول نیست
یہ بات تو نہیں کہ تاثیر قدر سے معمول نہیں	لیکن ان کی تاثیر اس قدر کے سبب سے مدرک بالعقل نہیں
چوں مقلد بود عقل اندر اصول	داں مقلد در فروعش اے فضول
جب عقل اصول میں مقلد ہے	تو اس عقل کو فروع میں بھی مقلد جان لو اے فضول
گر بپرسد عقل چوں باشد مرام	گو چنانکہ تو ندانی والسلام
اگر عقل پوچھے کہ یہ مدعا کس کیفیت سے ہوگا	تو کہہ دینا ایسی کیفیت سے ہے کہ تو نہیں جانتا والسلام

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے بعد انہوں نے بلالؓ کا ہاتھ پکڑا (اور حالت ان کی یہ تھی کہ) وہ صدمہ دست تکلیف (رساں) سے مثل خلال کے (لاغر) ہو رہے تھے (آگے بمصداق ان اللہ مع الصابرین والصبر مفتاح الفرج کے اس تحمل جفا کا ثمرہ بیان فرماتے ہیں کہ) وہ (چونکہ) خلال ہو گئے تھے (اس لئے) دہن میں راہ پائی (جس طرح خلال منہ میں پہنچایا جاتا ہے کہ محل شریف ہے اسی طرح حضرت بلالؓ کو بے برکت صبر و مجاہدہ کے مجلس مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچانے کا سامان ہو رہا ہے اور) ایک شیریں زبان کی طرف دوڑے چلے جا رہے تھے (جس طرح خلال کو دہن میں پہنچ کر زبان سے اقتران ہوتا ہے اسی طرح یہ بلالؓ اس مجلس مقدس میں پہنچ کر آپ سے کہ شیریں زبان ہیں مقترل ہوں گے غرض) حضرت صدیقؓ ان کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے کیونکہ انہوں نے جان سے آپ کا دین قبول کیا تھا۔ جب (یہاں پہنچ کر) اس خستہ نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے (چونکہ خر مغشیا عربی جملہ ہے اس لئے آگے اس کی تفسیر ہے یعنی) وہ پشت کے بل گر پڑے (اور) دیر تک بے خود اور آپے سے باہر رہے (اور) جب آپے میں (یعنی ہوش میں) آئے تو مارے خوشی کے آنسو بہانے لگے۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا (آگے مولانا اس شرف کی تفصیل و تفضیل ذکر فرماتے ہیں جو حضرت بلالؓ کو خدمت سرکار نبویؐ میں پہنچنے سے اور حضور کی توجہ سے حاصل ہوا یعنی) کوئی شخص کیا جانے اس عطا کو جو ان کو (آپ کے قرب و عنایت کی بدولت) پہنچی (آگے اس کی چند مثالیں اور تشبیہیں ہیں۔ تشبیہ اول) کیا حال ہوگا اس تانبے کا جو اکسیر پر جا لگا (تشبیہ دوم) ایک مفلس ایسے خزانہ پر جا لگا جو مال کثیر سے پر تھا (تشبیہ سوم) ایک ماہی پژمردہ دریا میں جا گری (تشبیہ چہارم) ایک قافلہ راہ گم کردہ راہ یابی پر جا لگا (یہ تو ان برکات کا ذکر تھا جو آپ کے قرب و توجہ سے حاصل ہوئیں آگے ان کا ذکر ہے جو آپ کے کلمات مبارکہ سے میسر ہوئیں پس فرماتے ہیں کہ) وہ ارشادات کہ اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے (بلالؓ سے) فرمائے (نور بخشی میں ایسے موثر ہیں کہ) اگر شب پر واقع ہو جائیں تو وہ شب ہونے کی صفت سے خارج ہو جاوے (یعنی) وہ شب صبح کی طرح روز روشن ہو جاوے (شب سے مراد شب بالمعنی اللغوی نہیں بلکہ مراد وہ قلب ہے جو جہل و ضلال سے تاریک ہو مطلب یہ کہ ان اقوال کے صرف استماع ہی سے بشرطیکہ عناد وغیرہ مانع نہ ہو قبل عمل ہی اس قلب میں نور واقع ہو جاوے کیونکہ عمل کی ہمت و شوق تو اسی نور سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ شب و روز حضرات اہل اللہ کی مجالس میں اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور چونکہ یہ اثر ان اقوال میں بطریق دلالت الفاظ تو ہوتا نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ دلالت الفاظ کی تو مدلولات لغویہ یا اصطلاحیہ پر ہوتی ہے ان آثار مذکورہ تنویر وغیرہ پر دلالت الفاظ کی نہیں ہوتی آگے اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ) میں اس اصطلاح کو (کہ جس کے ذریعہ سے ان اقوال پر یہ آثار مرتب ہوتے ہیں) کہہ نہیں سکتا (کیونکہ وہ کہنے سے سمجھ میں نہیں آتا وجہ یہ کہ واسطہ ان آثار کے ترتب کا قوت باطنیہ ہے صاحب اقوال کی خواہ اس قوت باطنیہ کے استعمال کا وہ خود قصد کرے جس کو تصرف و ہمت کہتے ہیں اور خواہ بلا اس کے قصد کے اس کا اثر ہو اس کو برکت و کرامت سے تعبیر کرنا مناسب ہے اور اس قوت باطنیہ کا فعل مدرک بالوجدان ہے اور وجدانیات کی تعبیر الفاظ سے کافی طور پر ہوتی نہیں اس لئے یہ کہنا صحیح ہو گیا کہ میں اس اصطلاح کو کہہ نہیں سکتا اور اس کو اصطلاح مجازاً اور استعارۃً کہہ دیا کیونکہ حاصل معنی اصطلاح کا اتفاق قومے برائے معین داشتن معنے لفظ سوائے معنی موضوع لہ آن لفظ ہے اسی طرح یہاں یہ اثر ظاہر ہے کہ غیر ہے معنی موضوع لہ کا اور ایک جماعت کے ساتھ مخصوص ہے یہ اثر پس یہ اختصاص قوم بہذا الاثر مشابہ ہو گیا معنی اصطلاحی اصطلاح کے خلاصہ یہ کہ الفاظ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے اس اثر مغائر للمعانی الملغویہ کا افادہ بلا تکلم بہذ الاثر وان وقع التکلم لافادۃ المعنی الملغوی ان اہل اللہ کا گویا ایک اصطلاحی طریق ہے جو وجدانی ہونے کے سبب بیان میں نہیں آتا۔ حضورؐ کے ارشادات بھی اسی طریق سے قلوب غیر منورہ کو منوا کر دیتے ہیں تو بلال تو ان سے کیوں نہ زائد النور و کامل التنویر ہو گئے ہوں گے آگے اس تاثیر الباطن بلا تکلم کی مثالیں ہیں مثال اول خود تم کو معلوم ہے کہ آفتاب (برج) حمل میں کیا کچھ کہہ دیتا ہے نباتات سے اور نخل پر بار سے (وقل بفتحتین نخل پر بار و تیر کشتی و خرماے زبون کذانی المنتخب مطلب یہ کہ اس وقت آفتاب کی تاثیر سے نباتات اور میوے شیریں ہو جاتے ہیں اور الفاظ کا واسطہ نہیں ہوتا پس وہ اصطلاح بھی اسی کے مشابہ ہے مثال دوم) خود تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ آب زلال (یعنی بارش کا پانی) ریاحین اور نہال سے کیا کہہ دیتا ہے (تقریرہ کما مر فی شرح الشعر السابق مثال سوم) صنعت حق تعالیٰ کی تمام اجزائے عالم کے ساتھ (تاثیر میں) مثل پھونک مارنے اور الفاظ پڑھنے کے ہے جو ساحروں سے واقع ہوتے ہیں (اس شعر میں ایک تو فعل عبد مذکور فی السابق کو تشبیہ دی گئی ہے فعل حق کے ساتھ اور اسی بناء پر اس کو مثال سوم قرار دیا ہے پہلی دو مثالوں سے اس میں یہ فرق ہے کہ ان میں فاعلیت بالتسبب اور مجازاً ہے اور اس مثال سوم میں فاعلیت بالخالقیہ اور حقیقیۃ ہے اور نفس فاعلیت بلا توقف علی التکلم سب امثلہ میں مشترک ہے اور مشبہ کے ایک طریق میں فاعلیت مجازاً بالتسبب ہے یعنی برکت بلا قصد میں اور ایک طریق میں حقیقۃ بالمباشرۃ ہے یعنی تصرف میں گو بالخالقیہ نہیں یہ کلام تھا تشبیہ فعل عبد بفعل الحق میں پس ایک تو اس شعر میں یہ مذکور ہے اور یہی مقصود مقام نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ اوپر سے توضیح ہے مضمون فاعلیت باطن اہل اللہ کی بلا توقف علی التکلم کی اور اس کے لئے صرف صنع حق کی فاعلیت کا ذکر کافی ہے دوسرے اس لئے بھی مقصود نہیں کہ اس میں تاثیر بواسطہ الفاظ ہے۔ رہا یہ کہ جب صنع حق کو مشبہ بہ بنایا تو پھر اس کو ایسی چیز سے تشبیہ دینا جس میں حروف و الفاظ بھی ہیں جامع تشبیہی کو منہدم کر دے گا تو تشبیہ صحیح نہ ہوگی جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ بتاثیر کلام الساحر صرف سرعت تاثیر کی بناء پر ہے مع قطع النظر عن کونہ بواسطۃ الکلام پس حاصل مقام یہ ہو کہ صنعت حق جو سریع التاثیر ہے مشبہ بہ اور مثال ہے تاثیر اہل الباطن کی خوب سمجھ لو اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ مشبہ آلہ ہوتا ہے تقریر معنے مشبہ کا تو تشبیہ اول میں سوء ادب لازم آتا ہے کہ ذکر افعال حق کو آلہ قرار دیا جاوے بیان فعل عبد کے لئے یا کسی کو شبہ ہو کہ مشبہ بہ اقوی ہوتا ہے معنی تشبیہی میں مشبہ سے تو تشبیہ ثانی میں اشکال لازم آتا ہے دونوں کا جواب یہ ہے کہ مدار تشبیہ کا نہ مشبہ بہ کی آلیت پر ہے نہ اس کی اعلائیت پر ہے بلکہ مدار اس کا اشہر و اظہر ہونے پر ہے پس فعل عبد مذکور خفی تھا اور تاثیر صنع حق اس فعل سے اظہر و مسلم ہے اور فعل سحر اس تاثیر صنع سے بوجہ مشاہد ہونے فاعل اور فعل کے اشہر اور زیادہ معلوم ہے اس لئے دونوں تشبیہیں صحیح ہو گئیں آگے شعر آئندہ میں تشبیہ اول کے وجہ جامع کی تصریح بغرض توضیح ہے یعنی) جذب حضرت حق کا (جس کو اوپر صنع حق سے تعبیر کیا ہے) آثار اور اسباب سے صدہا باتیں کرتا ہے بدوں حرف اور لب کے (یہ کنایہ ہے کلام سے یعنی بدوں توقف علی الکلام کے اسباب کو بھی پیدا کرتا ہے اور ان اسباب سے آثار کو بھی پیدا کرتا ہے اور گو ایجاد کل اشیاء یا بعض اشیا میں کلمہ کن کا فرمانا بھی عادت ہے لیکن اس پر موقوف تو نہیں اور گو اللہ تعالیٰ اگر کلام بھی فرماویں تب بھی وہ منزہ ہے حروف اور آلات سے مگر یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ کلام تو ہے مگر منزہ بلکہ بقرینہ مقام نفس کلام ہی کے واسطہ نہ ہونا مقصود ہے لیکن درجہ تحقق میں نہیں بلکہ درجہ توقف میں جیسا ابھی تقریر کی گئی یہاں تک مقصود مقام کا (کہ توضیح تھی مضمون تاثیر باطن اہل باطن کی قلوب طالبین میں) ختم ہوا آگے مثال اخیر کے متعلق بطور تتمیم فائدہ کے تبعاً ایک مضمون فرماتے ہیں اور وہ مضمون جواب ہے ایک مثال کا جو اس مثال

www.besturdubooks.wordpress.com

اخیر کے متعلق پیدا ہوتا ہے اور یہ سوال بہت مشہور اور فلاسفہ کے منکرین للفاعل المختار کے کلام میں مذکور ہے۔ حاصل سوال یہ ہے کہ تم جو حوادث کو اس شعر میں صنع حق اور جذب حق الخ میں فاعل بالارادہ کی طرف مستند مانتے ہو اور تاثیر الاسباب فی الآثار بالذات کا انکار کرتے ہو یہ عقلاً مستحیل ہے کیونکہ تعلق الارادہ بالحادث اگر قدیم ہے تب تو قدم حادث کا لازم آتا ہے وہ ہذا خلف اور اگر حادث ہے تو اس حادث میں کلام ہوگا پھر ایک تعلق الارادہ کی ضرورت ہوگی اور وہ بھی حادث ہوگا تو اس کے لئے بھی اسی طرح ایک تعلق کی ضرورت ہوگی اسی طرح غیر متناہی سلسلہ چلا جاوے گا اور اگر کسی تعلق کو قدیم کہو گے تو اولاً اس کے معلول کا اور اس کے واسطے سے اس کے معلول کا اسی طرح تمام سلسلہ حوادث کا قدم لازم آوے گا۔ ہف جب فاعل بالاختیار والارادہ کا قول ثابت نہ ہوا تو فاعل بالاضطرار متعین ہوا جس میں سلسلہ اسباب وآثار کی اور تاثیر صور نوعیہ کے قریب ہونے کی توجیہ حکما ہونے کی ہے اور جواب اس کا اصول متکلمین محققین پر یہ ہے کہ تعلق الارادہ حادث ہے مگر خود اس تعلق کو ایجاد مستقل کی ضرورت نہیں کہ اس کو پیدا کر کے پھر اس کو کسی حادث کے ساتھ لگا دیں بلکہ یہ ایک امر اضافی ہے کسی حادث کے عدم سابق پر وجود لاحق کو باختیار خود ترجیح دے دینا یہی احداث ہے اس تعلق کا تو واقع میں احداث اس حادث کا ہوتا ہے اسی احداث کو تعلق الارادہ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے یہ کوئی جدا چیز نہیں ہے پس حادث کا احداث اس تعلق کا بھی احداث ہے یعنی ارادہ سے صرف حادث کو بنایا ہے حادث کو ارادہ سے بنانا اسی کو تعلق ارادہ بحادث اور اسی کو احداث التعلق کہہ دیتے ہیں پس تسلسل لازم نہ آوے گا اور ایک تقریر سوال کی یہ ہے کہ اگر فاعل بالاختیار کے قائل ہو گے تو کیا وجہ کہ ایک وقت تک ایجاد نہ کیا پھر ایجاد کیا پس یا تو اس ترجیح کی کوئی علت ہے یا نہیں اگر علت ہے تو حادث ہے یا قدیم۔ قدیم تو کہہ نہیں سکتے ورنہ ایجاد قدیم ہوتا پس لامحالہ حادث ہے پس اگر وہ بھی صادر عن الاختیار ہے تو اس میں یہی تشقیق ہوگی اور اگر عن الاضطرار ہے تو مذہب اختیار کا باطل ہو گیا اور اگر علت نہیں تو ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے جو کہ محال ہے جواب یہ ہے کہ اس ترجیح کی کوئی علت نہیں اور ترجیح بلا مرجح اس معنی کر مستحیل نہیں بلکہ قائل بالفاعل بالاختیار اس کا التزام کر کے کہے گا کہ ارادہ کی ماہیت یا اس کے لئے لازم ہی ہے ترجیح ما شاء متی شاء جب یہ ترجیح اس کی ذاتی ہے تو سوال عن العلۃ ہی لغو ہے ورنہ تخلل جعل کا ذات اور ذاتیات یا ملزوم ولازم کے درمیان میں لازم آوے گا وہذا محال اور تفصیل وتحقیق ان جوابوں کی توضیح وتلویح کے مقدمات اربعہ میں مذکور ہے من شاء فلیراجع ولیطالع سو اس فاعل مختار کے دعویٰ اور عقیدہ پر جو سوال ہے اگرچہ حسب تقریر مذکور جواب اس کا ممکن اور واقع ہے مگر مولانا جیسا کہ طرز ہے حکماء قلوب کا عام مخاطبین کو کہ زیادہ ان میں غیر طالب حق ہیں جواب دینا پسند نہیں کرتے اور اس سے متکلمین پر شبہ نہ کیا جاوے کہ انہوں نے کیوں جواب دیا اصل یہ ہے کہ ان کا مقصود جواب دینے سے اسکات ہے اہل باطل کا تا کہ وہ عام اہل حق کو شبہ میں ڈال سکیں پس دونوں جماعتوں کے طرز میں کوئی تعارض نہیں باقی یہ کہ مولانا بھی اسی غرض سے جواب دیدیتے اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک جماعت ایک کام سے فارغ ہو چکی پھر اسی کام کو سب کریں اس کی کیا ضرورت ہے اس لئے مولانا اس جواب سے سکوت فرما کر مختصر جواب حسب حال معاندین وضعیف العقول کے اور مقتضائے وقت کے مناسب مشورہ دیتے ہیں کہ) یہ بات تو نہیں کہ تاثیر[1] (اسباب کی) قدر (یعنے تجویز واختیار حق) سے معزول (اور مجعول) نہیں (جیسا حکما نفی قدر واختیار کی کرتے ہیں مجعول تو ہے) لیکن (یہ ضرور ہے کہ) ان (اسباب[2]) کی تاثیر اس قدر کے سبب سے (یعنی یہ بات کہ ان اسباب میں تاثیر اس قدر واختیار سے پیدا

---

[1] اشارۃ الی تقدیر المضاف الیہ فی قولہ تاثیری المصرع الاول ۱۲ منہ [2] اشارۃ الی ارجاع الضمیر الی القدر ای المضاف الیہ فی المصرع الاول فی قولہ ازوی فی المصرع الثانی ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوئی ہے یہ امر) مدرک بالعقل (العام) نہیں (مگر مستحیل نہیں حاصل جواب یہ کہ حکماء کا اس کو محال کہنا تو غلط ہے چنانچہ اس کے دلیل کے مقدمات کا غلط ہونا اوپر واضح ہو گیا ہے البتہ عامہ عقول کو اس تاثیر اختیاری کی کیفیت کا ادراک نہیں ہوتا پس جب تمہاری عقل عامی ہے تو اس کے ادراک کیفیت بالتحقیق کے درپے مت ہو بلکہ محققین کی تقلید کرلو اور یہ سمجھ لو کہ) جب (تمہاری) عقل (خود) اصول میں (یعنی ذات وصفات حق میں کہ اصول ہیں افعال حق کے) مقلد ہے (چنانچہ عوام کو اقامت برہان علی الذات والصفات کی قدرت نہیں محض تقلید انبیاءً سے مانتے ہیں تو جب تمہاری عقل اصول میں کہ زیادہ اہم ہیں مقلد ہے) تو اس عقل کو فروع میں بھی (کہ افعال حق ہیں) مقلد جان لو اے فضول (کہ لایعنی شغل یعنی اقامت برہان علی مالا تقدر علیہ میں پڑتا ہے آگے مشورہ دیتے ہیں کہ) اگر (تمہاری) عقل (باتباع وسوسہ وجرات وحماقت تم سے یوں) پوچھے کہ یہ مدعا (یعنی تاثیر بالاختیار فی الاسباب والآثار) کس کیفیت سے ہوگا (یعنی کیفیت پوچھنے لگے) تو (جواب میں) یہ کہہ دینا کہ (وہ مدعا) ایسی کیفیت سے ہے کہ تو نہیں جانتا (جیسا کہ اوپر اس کیفیت کا غیر مدرک بالعقل العامی ہونا مذکور ہوا) والسلام (یا تو مولانا کا مقولہ ہے کہ بس میری نصیحت ختم ہو چکی اب سلام لو اور یا مقولہ مجیب للعقل کا ہے یعنی اے عقل میں مفید جواب دے چکا میرا اسلام لے حاصل مشورہ کا یہ ہوا کہ بے ضرورت قیل وقال میں مت پڑو)

فائدہ:۔ آگے رجوع ہے قصہ بلالؓ کی طرف

معاتبہ کردن حضرت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم باصدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ تراوصیت کردم کہ بشرکت من بخر بلال را رضی اللہ عنہ تو چرا بہر خود تنہا خریدی وعذر گفتن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ناراضگی کا اظہار کرنا کہ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ بلال رضی اللہ عنہ کو میری شرکت میں خریدنا تو نے صرف اپنے لئے کیوں خریدا؟! اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معذرت کرنا

سید کونین و سلطان جہاں	در عتاب آمد زمانے بعد ازاں
دونوں عالم کے سردار اور جہان کے سلطان	عتاب میں آئے تھوڑی دیر تک۔ اس کے بعد
گفت اے صدیق آخر گفتمت	کہ مرا انباز کن در مکرمت
فرمایا کہ اے صدیق آخر میں نے تو تم سے کہہ دیا تھا	کہ مجھ کو بھی شریک۔ کیجیو بزرگی میں
تو چرا تنہا خریدی بہر خویش	باز گو احوال اے پاکیزہ کیش
تم نے تنہا کیوں خریدا اپنے لئے	اپنا حال کہو اے پاکیزہ کیش
گفت ما دو بندگان کوی تو	کردمش آزاد من بر روئے تو
انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو دونوں غلام ہیں آپ کے کوچہ کے	میں نے ان کو آپ کے روبرو آزاد کر دیا
تو مرا میدار بندہ و یار غار	ہیچ آزادی نخواہم زینہار
آپ مجھ کو غلام اور یار غار کر کے رکھیے	کسی وقت آزادی نہ چاہوں گا ہرگز

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ مرا از بندگیت آزادی ست	بے تو بر من محنت و بیداری ست
کیونکہ مجھ کو آپ کی غلامی ہی سے آزادی ہے	بدوں آپ کے مجھ پر محنت اور ستم ہے
اے جہاں را زندہ کرد ہز اصطفا	خاص کردہ عام را، خاصہ مرا
اے وہ کہ عالم کو زندہ کر دیا برگزیدگی سے	خاص کر دیا عوام کو خصوص مجھ کو
خوابہا میدید جانم در شباب	کہ سلامم کرد قرص آفتاب
میری روح شباب میں اس قسم کے خواب دیکھا کرتی ہے	کہ مجھ کو قرص آفتاب نے سلام کیا
از زمینم برکشید او بر سما	ہمرہ او گشتہ بودم ز ارتقا
وہ مجھ کو زمین سے آسمان تک کھینچ لے گیا ہے	اس کے ہمراہ چلا جا رہا ہوں اونچے ہو جانے کے سبب
گفتم ایں ماخولیا بود و محال	ہیچ گردد مستحیلے وصف حال
میں نے کہا کہ یہ مالیخولیا اور محال تھا	بھلا کہیں امر محال بھی فی الحال وصف ہو سکتا ہے
چوں ترا دیدم بدیدم خویش را	آفریں آں آئینہ خوش کیش را
جب میں نے آپ کو دیکھا اس وقت اپنے آپ کو بھی دیکھا	آفرین ہے اس آئینہ خوش وصف کے لئے
چوں ترا دیدم محالم حال شد	جان من مستغرق اجلال شد
جب میں نے آپ کو دیکھا تو وہ محال میرا وصف ہو گیا	اور میری روح غرق اجلال ہو گئی
چوں ترا دیدم خودا اے روح البلاد	مہر ایں خورشید از چشمم فتاد
جب میں نے آپ کو دیکھا اے روح البلاد	اس آفتاب کی وقعت میری نگاہ سے ساقط ہو گئی
گشت عالی ہمت از تو چشم من	جز بخواری ننگرد اندر زمن
آپ کی برکت سے میری نگاہ عالی ہمت ہو گئی	بجز بے قدری کے زمانہ کے اندر نظر نہیں کرتی
نور جستم خود بدیدم نور نور	حور جستم خود بدیدم رشک حور
میں نور کی تلاش کرتا تھا سو میں نے خود نور النور کو دیکھ لیا	میں حور کی تلاش کرتا تھا سو میں نے خود رشک حور کو دیکھ لیا
یوسفے جستم لطیف و سیم تن	یوسفستانے بدیدم در تو من
میں ایک یوسف کو تلاش کرتا تھا جو لطیف اور سیمتن ہو	میں نے آپ کے اندر ایک یوسفستان دیکھا
در پئے جنت بدم در جستجو	جنتے بنمود از ہر جزو تو
میں جنت کے درپے تھا تلاش میں	آپ کے ہر جزو سے ایک جنت نمایاں ہوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

هست ایں نسبت بمن مدح وثنا	هست ایں نسبت بتو قدح وہجا
یہ میرے اعتبار سے مدح و ثنا ہے	آپ کے اعتبار سے یہ عیب و ہجو ہے
ہمچو مدح مرد چوپان سلیم	مر خدارا پیش موسیٰ کلیم
جیسی اس مرد راعی سادہ لوح کی مدح تھی	حق تعالیٰ کی نسبت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے روبرو
کہ بجویم اشپشت شیرت دہم	چارقت دوزم من و پیشت نہم
کہ میں تیرے جوئیں ڈھونڈوں گا تجھ کو دودھ دوں گا	تیرا کفش سیوں گا اور تیرے سامنے رکھ دوں گا
قدح اوراحق بمدحے برگرفت	گرتو ہم رحمت کنی نبود شگفت
اس کی اس منقصت کو حق تعالیٰ نے مدح میں لے لیا	اگر آپ بھی رحمت فرماویں تو تعجب نہیں ہے
رحم فرما بر قصور فہمہا	اے ورای عقلہا و وہمہا
آپ رحم فرمائیے افہام کی کوتاہی پر	اے وہ حضرت کہ عقول اور اوہام سے آگے ہیں

دونوں عالم کے سردار اور جہان کے سلطان (صلی اللہ علیہ وسلم محبوبانہ) عتاب میں آئے تھوڑی دیر تک (اور) اس کے بعد فرمایا کہ اے صدیق آخر میں نے تو تم سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو بھی (اس) بزرگی (یعنی عمل نیک) میں (کہ اشتراء بلال ہے) شریک کیجیو تم نے تنہا کیوں خرید اپنے لئے (یہ بات حضرت صدیقؓ کی بیان سے معلوم ہوئی ہوگی کہ انہوں نے کل کو اصالۃً خریدا ہے نصف کو وکالۃً نہیں خریدا) اپنا حال (اس عدم اشتراء بالاشتراک کے متعلق) کہوا ے پاکیزہ کیش (تاکہ اس کی مصلحت اور تمہارا عذر معلوم ہونے سے شکایت رفع ہو جاوے) انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو دونوں غلام ہیں آپ کے کوچہ کے (اور شرکت میں خریدنے سے صورۃً آپ اور میں مالک ہوتے اور یہ غلام ہوتے حالانکہ حقیقت باطنیہ کے اعتبار سے میں بھی غلام ہوں تو غلام ہو کر آپ کا شریک ہونا موہم تھا مساوات کا یہ تو عذر ہے عدم شرکت کا پھر میں یہ سمجھا کہ اصل مقصود حضور کا ان کے اشتراء سے انکا آزاد کرنا ہے سو یہ مقصود اس طرح حاصل ہو گئی کہ) میں نے ان کو آپ کے روبرو آزاد کر دیا (اور ایک مقصود اشتراء سے گو آپ کو یہ مقصود نہ ہو مگر درجہ امکان میں استخدام ہو سکتا ہے تو اس استخدام کے لئے) آپ مجھ کو غلام اور یار غار (یعنی رفیق صادق کنایۃً کذانی الغیاث) کر کے رکھیے (اور غلام بھی اس درجہ کا کہ) کسی وقت آزادی نہ چاہوں گا ہرگز کیونکہ مجھ کو آپ کی غلامی ہی سے آزادی (کا شرف حاصل) ہے۔ بدوں آپ (کی خدمت) کے مجھ پر محنت اور ستم ہے (یعنی اگر کوئی مجھ کو آپ کی خدمت سے جبراً روکے تو مجھ پر ظلم کرے اور بیدادی بمعنے ظلم موافق قیاس کے ہے کیونکہ داد بمعنی انصاف ہے تو بیداد قیاس کی رو سے بمعنی بے انصاف وظالم کے ہونا چاہئے لیکن قیاس بیداد بمعنے ظلم آتا ہے کذانی الغیاث سو یہاں اسی قیاس کے موافق استعمال کیا گیا آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منت اور فضائل اور اپنی تقصیر احصاء ثناء سے عرض کرتے ہیں کہ) اے (حضرت) کہ جنہوں نے ایک عالم کو زندہ کر دیا برگزیدگی سے (یعنی عالم کے آحاد کثیرہ کو دولت اصطفا سے مشرف فرمایا پس عالم سے مراد جماعت کثیرہ نہ کہ تمام عالم احقر نے ترجمہ میں لفظ ایک بڑھا کر اس کی طرف اشارہ کر دیا اور) خاص کر دیا (بہت سے) عوام کو (اور) خصوص مجھ کو (اس میں اشارہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرف بھی ہوسکتا ہے کہ ایک مقصود اشتراء بلال سے ثواب واجر ہوسکتا ہے تو آپ کے پاس ثواب کا بہت ساذخیرہ ہے کہ خلق کی اصلاح وتکمیل فرماتے ہیں۔ رہا یہ کہ ذخیرہ کثیرہ کے بعد بھی حاجت ثواب خاص کی رہتی ہے سو وہ ثواب خاص خود اشتراء کی نیت سے حاصل ہو گیا۔ رہا یہ شبہ کہ نیت کا ثواب نفس عمل کے برابر نہ ہوتا ہو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کمی نہ ہو جیسا حدیث میں ہے کہ صلوٰۃ قاعدا کا اجر نصف ہے صلوٰۃ قائما کا مگر حضور کو برابر ملتا ہے۔ اس شعر میں تو بیان تھا منت کا آگے فضائل مذکور ہیں یعنی) میری روح شباب میں اس قسم کے خواب دیکھا کرتی تھی کہ مجھ کو قرص آفتاب نے سلام کیا ہے (اور) وہ مجھ کو زمین سے آسمان پر کھینچ لے گیا ہے (اور) میں اس کے ہمراہ چلا جا رہا ہوں اونچے ہو جانے کے سبب (یہ خواب دیکھ کر) میں نے (دل میں) کہا کہ یہ (خواب جو میں نے دیکھا تھا) مالیخولیا (یعنی فساد دماغ) اور (ایک امر) محال تھا (یعنی محال عادی جس کا وقوع کبھی نہ ہو اور یہ خواب مطابق واقع کے نہیں کیونکہ) بھلا کہیں امر محال بھی (گو محال عادی ہی ہو واقع ہو کر) فی الحال (کسی کا) وصف ہوسکتا ہے (جب یہ نہیں تو بس یہ خلل دماغ ہے اور محال عادی پر عدم وقوع کے حکم سے خوارق میں کوئی شبہ نہ کرے کیونکہ یہاں محال عادی سے مراد وہ ہے جس کا کبھی وقوع نہ ہو سو جو امر واقع ہو جاوے گا وقوع کے وقت کہیں گے کہ اس کو غلطی سے محال عادی سمجھا تھا پس کسی ممکن عقلی پر کسی وقت بھی اس کا حکم کرنا یقینی صحیح نہیں ہوسکتا جب تک کہ کسی دوسری مستقل دلیل سے تیقن انتفاء وقوع کا نہ ہو مثلاً شرعی سے ثابت ہو گیا کہ مغفرت کافر کی نہ ہوگی تو اس ممکن عقلی کو بالیقین محال عادی کہہ دیں گے اور جہاں ایسی مستقل دلیل نہ ہو وہاں استحالہ کا حکم یقینی صحیح نہ ہوگا چنانچہ خود اس مرئی فی المنام پر باعتبار حقیقت تعبیر یہ کیا اس حکم استحالہ کا غلط ہونا اخیر میں ثابت ہوا اور ظاہری حقیقت پر بھی کسی وقت استحالہ کا حکم یقینی صحیح نہیں اور شعر ہذا میں جو محال کہا گیا ہے اس کی صحت لازم نہیں کیونکہ یہ حکایت ہے قبل اسلام کی تو اس وقت ایسی غلطی مستبعد نہیں فافہم بہرحال میں اس خواب کو غلط سمجھتا تھا مگر) جب میں نے آپ کو دیکھا (اس وقت) اپنے آپ کو بھی دیکھا (اور معلوم ہوا کہ الحمد للہ کہ سلام شمس وارتقاء فوق السماء کی مجھ میں قابلیت ہے اور وہ خواب صحیح ہوسکتے ہیں پہلے مجھ کو اپنی حقیقت معلوم نہ تھی اس لئے ان امور کو محال سمجھتا تھا اور جب اپنی حقیقت آپ کے ذریعہ سے مجھ کو معلوم ہوئی تو آپ کی مثال آئینہ کی سی ہوئی سو) آفرین ہے اس آئینہ خوش وصف کے لئے (اس میں التفات ہے خطاب سے غیبت کی طرف اور کیش سے مراد وصف ہے مجازاً اطلاقاً للخاص علی العام اور صرف اعتقاد استحالہ ہی مبدل بامکان نہیں ہوا بلکہ امکان سے متجاوز ہو کر وقوع کا مشاہدہ ہو گیا چنانچہ) جب میں نے آپ کو دیکھا تو وہ محال میرا وصف (ثابت فی الحال) ہو گیا (یعنی سلام شمس وارتقاء فوق السماء کا مشاہدہ بھی کر لیا اس طرح سے کہ وہ آفتاب آپ ہیں اور وہ سلام آپ کی توجہ اور سلامت بخشی از غلط روی ہے اور وہ ارتقاء فوز باسلام ہے اور آپ کی برکت سے) میری روح غرق اجلال ہو گئی (یعنی حضرت حق کے اوصاف جلیلہ کے مراقبہ میں مستغرق ہو گئی اور دوسرے دلائل سے یہ بھی ثابت ہے کہ صورۃ مرئی فی المنام پر جو استحالہ عادیہ کا یقینی حکم لگایا تھا اس کی بھی اصلاح ہو گئی کہ علوم وانوار اسلام سے سب حقائق ضروریہ صحیح طور پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ممکنات غیر واقعہ کے وقوع وعدم وقوع دونوں کا محتمل ہونا واضح ہو جاتا ہے اور چونکہ شعر بالا سے آپ کی تشبیہ آفتاب کے ساتھ مفہوم ہوتی ہے جیسا کہ اس کی شرح میں اس کی تقریر گزری ہے بقولہ اس طرح سے کہ وہ آفتاب الخ اور یہ موہم ہے آفتاب کی مماثلت کو اس لئے آگے رفع ایہام کے لئے کہتے ہیں کہ) جب میں نے آپ کو دیکھا اے روح البلاد (چونکہ حسب ارشاد وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین عالم کا بقاء آپ ہی کی برکت سے ہے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کو روح سے تشبیہ دی کہ اس سے بقاء ہے حیات بدن کا تو آپ کو دیکھ کر) اس آفتاب (ظاہری) کی وقعت میری نگاہ سے ساقط ہوگئی (تو اس آفتاب کی آپ کے سامنے کیا حقیقت ہے جو مماثلت و مساوات کا احتمال ہو اور نہ تشبیہ سے یہ مقصود ہے مناسبت من وجہ کافی ہے اور اسی مناسبت کی بناء پر خواب اس شکل سے نظر آیا اور مہر اصل میں بمعنے محبت ہے مگر محبت مستلزم ہے وقعت کو اس لئے بقرینہ مقام مجازاً وقعت کے معنی لئے گئے آگے کہتے ہیں کہ صرف ایک آفتاب ہی کم وقعت نہیں ہوا بلکہ آپ کو دیکھنے کے بعد) آپ کی برکت سے میری نگاہ (بہت ہی) عالی ہمت ہوگئی (اس لئے) بجز بے قدری کے زمانہ کے اندر نظر نہیں کرتی (یعنی آپ کے سامنے آفتاب اور تمام عالم کم نظر آتا ہے اور ظاہر بھی ہے کہ آپ سب سے بہت افضل ہیں پس یہ دیکھنا مطابق واقع کے ہے پس خواری سے مراد یہ ہے نہ کہ تحقیر کہ ناشی ہے تکبر سے جس کے بعض افراد ایمان سے بھی خارج ہیں اور لفظ زمن بمعنے آسمان بھی مستعمل ہوتا ہے جبکہ زمین کے مقابلہ میں واقع ہو سو اگر یہاں اس قید سے توسع کر کے بمعنی آسمان لینا صحیح ہو بنا بر اس کے کہ حکماء کے نزدیک زمانہ نام ہے حرکت فلک الافلاک کا پس مسبب بول کر سبب مراد لیا جاوے تو شعر سابق کے بہت مناسب ہوگا کہ وہاں تفضیل علی الشمس تھی یہاں تفضیل علی السماء ہے اور اس خواب میں بھی شمس اور سماء دونوں کا ذکر تھا اس کی مناسبت سے یہ معنے ہوں گے کہ آپ کو اور آپ کے طریق یعنی اسلام کو دیکھنے کے بعد اس آفتاب اور اس سماء کی وقعت نہیں رہی گو خواب میں آپ کو آفتاب اور اسلام کو آسمان سے تشبیہ دی گئی اور ایک نسخہ میں زمن کی جگہ چمن ہے بمعنے رونق دنیا اس پر کوئی نہ معنوی اشکال ہے جیسا زمن بمعنی عالم میں تھا جس کو میں نے اس قول میں رفع کر دیا پس خواری سے مراد تحقیر ہے اور نہ لفظ اشکال ہے جیسا بمعنے آسمان لینے میں محتمل ہے کہ یہاں زمین کے مقابل استعمال نہیں کیا گیا اور آپ کو دیکھنے کے بعد زینت دنیا کا حقیر ہو جانا ظاہر ہی ہے یہاں تک تفضیل تھی آپ کی آفتاب اور زمانہ یا فلک اور چمن پر اور یہ سب اجزاء عالم شہادت کے ہیں آگے بطور ترقی کے تفضیل ہے آپ کی عالم غیب کے اجزاء پر یعنی) میں نور کی تلاش کرتا تھا سو میں نے (آپ کو دیکھا تو) خود نور النور کو دیکھ لیا (اور) میں حور کی تلاش کرتا تھا سو میں نے خود رشک حور کو دیکھ لیا (نور ہر چند کہ عام ہے) انوار ناسوت و ملکوت کو لیکن اصل عالم نور ملکوت ہی ہے کہ اس میں ملائکہ کا اصل مقام ہے جس کی نسبت حدیث میں ہے خلقوا من نور او کما قال پس مطلق کا کامل پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے خاص کر اس کا اقتران حور کے ساتھ بھی اس کا قرینہ ہو سکتا ہے یعنی قبل آپ کے دیکھنے کے بھی اہل ادیان سماویہ سے ملائکہ و حور کا ذکر سن کر ان کے قرب کا مشتاق ہوتا تھا مگر آپ اس نور کے بھی نور ہیں اور حور سے بھی افضل ہیں چنانچہ آپ کا مبداء الانوار ہونا آپ کی اولیت نور سے اور آپ کا افضل الخلق ہونا جس میں حور بھی ہے ظاہر اور ثابت ہے اور چونکہ عالم غیب افضل ہے عالم شہادت سے اس تفضیل کا تفضیل سابق سے اعلیٰ ہونا ظاہر ہے آگے بھی عالم غیب کے متعلق مضمون کا تتمہ ہے یعنی) میں ایک یوسف کو تلاش کیا کرتا تھا جو لطیف اور سیمتن ہو (مگر میں نے آپ کے اندر ایک یوسفستان (یعنی محل اجتماع یوسف ہائے کثیر) دیکھا (چونکہ میں اس شعر کو تتمہ مضمون متعلق عالم غیب کے سمجھا ہوں اس لئے اس بناء پر یہ معنی ہوں گے کہ میں اہل ادیان سماویہ سے نجات آخرت کا عقائد و اعمال پر موقوف ہونا سن کر ہادی کی تلاش میں تھا جو باعتبار حسن باطنی کے یوسف سے تعبیر کیا گیا سو میں نے آپ کو تمام ہادیان برحق کے اوصاف کمال و تکمیل کا جامع پایا اسی جامعیت کو یوسفستان سے تعبیر کیا گیا اور چونکہ ہادی ہونا موقوف ہے اتصال عالم غیب پر۔ نیز اس پر فیوض عالم غیب سے وارد ہوتے ہیں جن سے وہ ہدایت کرتا ہے نیز ہدایت اس کی عالم غیب کی تحصیل کی طرف ہے ان وجوہ سے وہ ہادی من

www.besturdubooks.wordpress.com

حیث مادی اشیاء عالم غیب سے ہے خصوص جبکہ یہ بھی دیکھا جاوے کہ مادی حقیقت میں روح ہے اور روح عالم غیب سے ہے اور اس میں خود اجزائے عالم غیب مذکورۃ فی الشعر السابق علیہ سے بھی اس لئے ترقی ہے کہ انبیاء افضل ہیں ملائکہ و حور سے پس معنے یہ ہوں گے کہ آپ ملائکہ و حور سے تو کیوں نہ افضل ہوتے خود انبیاء سے بھی افضل ہیں آگے بھی تتمہ ہے اسی مضمون کا بعنوان دیگر یعنے) میں جنت کے درپے تھا (اس کی) تلاش میں (مگر مجھ کو) آپ کے ہر جزو سے ایک جنت نمایاں ہوئی (چونکہ جو چیز کسی کے ہر جزو سے نمایاں ہو وہ ظاہر ہے کہ اس کے تابع ہوتی ہے اس لئے یہ کنایہ ہے اس سے کہ جنت آپ کے تابع ہے اور مراد اس سے بتقدیر مضاف دخول جنت کا تابع ہونا ہے اور چونکہ یہ حکم شعر ہذا میں کسی قید کے ساتھ مقید نہیں اس لئے اپنے اطلاق سے عام ہوگا تمام داخلین جنت کو جن میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں پس وہ بھی دخول جنت میں آپ کے تابع ہوئے چنانچہ حدیث میں بھی ہے کہ سب سے اول میں ہی جنت کا دروازہ کھلواؤں گا پس اس سے حضور کی تفصیل تمام انبیاء پر ثابت ہوئی اور یہی مضمون سابق میں بھی تھا صرف عنوان دوسرا ہے آگے فضائل کے بعد اپنی تقصیر احصائے ثنا سے ذکر کرتے ہیں جیسا شعر ((اے جہان راز ندہ کردہ الخ کی تمہید میں وجہ ربط میں ذکر کیا گیا ہے پس فرماتے ہیں کہ) یہ (سب) میرے اعتبار سے مدح وثنا ہے (لیکن) آپ کے اعتبار سے یہ عیب وہجو ہے (کیونکہ آپ کے کمالات اس سے بہت زیادہ ہیں مگر میرے علوم اتنے ہی ہیں) جیسی اس مرد راعی سادہ لوح کی مدح تھی حق تعالیٰ کی نسبت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے روبرو کہ (اے اللہ) میں تیری جوئیں ڈھونڈوں گا (اور) تجھ کو دودھ دوں گا (اور) تیرا کفش سیوں گا اور تیرے سامنے رکھ دوں گا (معاذ اللہ مگر) اس کی اس منقصت کو اللہ تعالیٰ نے مدح میں لے لیا (جیسا دفتر دوم میں مذکور ہے سو اسی طرح) اگر آپ بھی رحمت فرمادیں اور اس مدح ناتمام کو قبول کرلیں) تو تعجب نہیں ہے آپ رحم فرمایئے (ہمارے) افہام کی کوتاہی پر اے (حضرت) کہ عقول اور اوہام سے آگے (متجاوز) ہیں (یعنے نہ مدرک کلیات کہ عقل ہے آپ کے کمالات کا ادراک کرسکتی ہے اور نہ مدرک جزئیات کہ وہم ہے)

فائدہ:۔ شپش بہر دو شین معجمہ و پیش بسین اول مہملہ وثانی معجمہ ہر دو لغت بضم حرفین اولین وبزیادت ہمزہ در اول نیز بمعنے جوں کذا فی الغیاث وغیرہ یہاں تک حضرت صدیقؓ کی لسان سے حضورؐ کے وہ فیوض مذکور تھے جو ان پر فائض ہوئے۔ آگے بطور انتقال کے مولاناؒ کا مقولہ ہے جس میں آپ کے فیوض کا عام ہونا تمام امت کے لئے مذکور ہے۔

ایھا العشاق اقبال جدید	از جہان کہنۂ نو در رسید
اے عاشقو ایک اقبال جدید آیا ہے	ایک عالم کہنہ سے تازہ پہنچا ہے
زاں جہاں کو چارۂ بیچارہ جوست	صد ہزاراں نادرہ عالم و روست
ایسے عالم سے کہ وہ چارہ جو بیچارہ کا ہے	لاکھوں نادرات عالم کے اس میں ہیں
ابشروا یا قوم اذجاء الفرج	افرحوا یا قوم قد زال الحرج
خوش ہو جاؤ اے قوم کیونکہ کشائش آ گئی	خوش ہو جاؤ اے قوم تحقیق زائل ہو گئی تنگی
آفتابے رفت درکازہ ہلال	در تقاضا کہ ارحنا یا بلالؓ
ایک آفتاب گیا ہے ہلالؓ کے جھونپڑے میں	تقاضے میں ہے کہ اے بلالؓ ہم کو راحت دے

www.besturdubooks.wordpress.com

زیر لب میگفتی از بیم عدو	برمنارہ روبگو کوری او
تم زیر لب کہا کرتے تھے خوف دشمن سے	منارہ پر جاؤ کہو اس کی آنکھیں پھوٹیں
میدمد درگوش ہر غمگیں بشیر	خیز اے مدبرره اقبال گیر
بشیر یعنی آپ ہر غمگین کے کان میں پھونکتے ہیں	اٹھ اے ادبار والے اقبال کا راستہ اختیار کر
اے دریں حبس ودریں گندہ وشپش	ہیں کہ تا کس نشنود زشتی خمش
اے شخص کہ اس محبس اور اس گندگی اور جوؤں میں مبتلا ہے	ہاں تاکہ کوئی سن نہ لے تو زشت ہے خاموش ہو جا
چوں کنی خامش کنوں اے یار من	کز بن ہر مو بر آمد طبل زن
آپ خاموشی اب کس طرح کیجئے گا اے میرے محبوب	اس لئے کہ ہر بن موسے تو طبل زن ظاہر ہو چکا ہے
آنچناں کر شد عدو رشک خو	گویدایں چندیں دہل را بانگ کو
مخالف حسد طینت ایسا بہرا ہوا ہے	کہ اس قدر دہل کو بھی پوچھتا ہے کہ آواز کہاں ہے
میزند بر روش ریحاں کہ طریست	اوز کوری گویدایں آسیب چیست
اس کے منہ پر کوئی پھول مارتا ہے جو کہ تازہ ہے	وہ اندھے ہونے کے سبب کہتا ہے کہ یہ تکلیف کیا ہے
می شکنجد حور و دستش میکشد	کور حیراں کز چہ دردم میکند
حور چٹکی لیتی ہے اور اس کا ہاتھ کھینچتی ہے	اندھا حیران ہے کہ کس وجہ سے مجھ کو تکلیف دے رہی ہے
ایں کشاکش چیست بر دست وتنم	خفتہ ام بگزار تا خوابے کنم
یہ کھینچا تانی میرے ہاتھ اور بدن پر کیا ہو رہی ہے	میں تو سو رہا تھا چھوڑ دے تاکہ میں سو رہوں
آنکہ در خوابش ہمی جوئی ویست	چشم بکشا کاں مہ نیکو پے ست
جس کو تو خواب میں تلاش کرتا ہے وہی ہے	آنکھ تو کھول کہ وہی ماہ مبارک قدم ہے
زاں بلاہا بر عزیزاں بیش بود	کاں تجمش یار با خوباں نمود
اس سبب سے بلیات مقبولین پر زیادہ ہوتی ہیں	کہ یہ چھیڑ چھاڑ محبوب نے اہل حسن سے کی ہے
لاغ با خوباں کند در ہر رہے	نیز کوراں را بشوراند گہے
وہ چھیڑ چھاڑ اہل حسن سے ہر راہ میں کیا کرتا ہے	کبھی اندھوں کو بھی پریشان کر دیتا ہے
خویش را یکدم بدیں کوراں دہد	تا غریو از کوئی کوراں برجہد
اپنے کو کسی وقت ان اندھوں کے ہاتھ میں بھی دے دیتا ہے	تاکہ اندھوں کے محلہ سے شور و غل بلند ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

(بیان ہے آپ کے فیوض کے عموم کا تمام امت کو جیسا اوپر مذکور ہوا پھر خواہ اس فیض کو کوئی قبول کرے جیسا امت اجابت نے کیا یا نہ کرے جیسا امت دعوت کا حال ہے یعنی) اے عاشقوں ایک اقبال جدید آیا ہے (فجاء مقدر بقرینۃ المقام مراد اس سے فیض محمدیؐ ہے کہ اس کا نظیر اس کے قبل نہ آیا تھا اس لئے جدید کہا گیا اور اس خطاب ایہا العشاق سے اور خطاب آئندہ یا قوم سے عموم اس فیض کا مفہوم ہوا کیونکہ خطاب بشارت ان ہی کو عادۃً ہوتا ہے جن کی حالت مقتضی بشارت کو ہو پس جب خطاب عام ہے تو اس اقبال کا سب کے لئے آنا بھی عام ہوگا اور وہ اقبال) ایک عالم کہنہ سے تازہ پہنچا ہے (عالم کہنہ سے مراد عالم ملکوت ہے اس کا کہنہ ہونا ظاہر ہے حدوثاً بھی اور گو ظاہراً اس میں ارض وارضیات بھی شریک ہیں کیونکہ یہ بھی آسمان کے قریب ہی پیدا ہوئی ہے مگر خود آدمی جو کہ بوجہ مورد فیض مذکور کے ہونے کے مقصود بالحکم ہے سب انواع ارضیہ کے بعد پیدا ہوا ہے تو حدوث اس کا بہت متاخر ہے اس لئے ملکوت حدوث میں بھی اس سے اقدام ہوا اور بقاء بھی اس لئے کہ ملکوت میں تغیر نہیں ہے یا کم ہے اور ارضیات کا تغیر بہت زیادہ ہے اور عدم تغیر یا قلت تغیر حکم بقاء کے صادق آنے میں احق اور اولیٰ ہے اور اس فیض کا ملکوت سے آنا اس طرح ہے کہ آپ پر وحی جو کہ آپ سے دوسروں کو پہنچ کر فیضیاب کرتی ہے عالم غیب سے آتی ہے جو حاصل ہے تمام فیوض کی اور دوسرے مصرعہ میں جواز جہان آیا ہے آگے اس سے بدل واقع ہوا ہے زاں جہان الخ یعنی وہ اقبال) ایسے عالم سے (آیا ہے) کہ وہ چارہ جو بیچارہ کا ہے (گمراہ و بے خبر سے زیادہ کون بیچارہ ہوگا کہ معترض ہے بلائے بے درمان وعذاب کے لئے اس فیض سے اس کی دستگیری ہوتی ہے اس فیض کے اعتبار سے اس عالم کو بھی چارہ جو کہہ دیا کہ وہ معدن ومنبع ہے اس فیض کا اور وہ عالم ایسا ہے کہ) لاکھوں نادرات (وعجائب) عالم (کائنات) کے اس میں (موجود) ہیں (عالم کائنات سے مراد عام ہے کہ شامل ہے غیب وشہادت یعنی ملکوت وناسوت کو یہ ترقی ہے اس عالم کے وصف میں کہ ایک چارہ جوئے بیچارہ ہی کیا ہے اس میں لاکھوں اوصاف عجیبہ ہیں حتیٰ کہ اس کا ایک فیض جو کہ وحی قرآنی ہے اس کے باب میں حدیث ہے لاتنقضی عجائبہ تو مجموعہ عالم کس قدر عجائب کو شامل ہوگا حتیٰ کہ اس کے کائنات کے عجائب ہونے ہی کے سبب بہت سے اہل بدعت ان کائنات کے منکر ہو گئے جیسے وزن اعمال وعبور صراط اور خود وجود ملائکہ وحور ونعمائے جنت ومثل ذلک آگے تفریع ہے اس اقبال جدید کی آمد پر جو کہ بواسطہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پہنچا جس کا حاصل اظہار سرور ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک یعنی) خوش ہو جاؤ اے قوم (یعنی تمام امت محمدیہ) کیونکہ کشائش (اور آسائش) آ گئی (یعنی سبب کشائش کا آ گیا کہ ذات نبویؐ ہے اور) خوش ہو جاؤ اے قوم تحقیق زائل ہو گئی تنگی (یعنی مصیبت دور ہونے کا سامان آیا کیونکہ آپ کا اتباع دافع ہے ہر کلفت وعقوبت کا آگے آپ کے افاضہ کا طریق اولاً خاص کے لئے آفتاب الخ میں اور پھر عام کے لئے مید مددر گوش ہر غمگین الخ میں بتلاتے ہیں کہ) ایک آفتاب گیا ہے ہلال کے جھونپڑے میں (اور وہ آفتاب اس) تقاضے میں (بھی) ہے کہ اے بلال ہم کو راحت دے (اس میں اشارہ ہے دو قصوں کی طرف ایک قصہ ہلال کا جو آگے آتا ہے کہ حضور ان ہلال کی عیادت کو اصطبل میں تشریف لے گئے تھے اس مقام کے دو شعر یہ ہیں۔

مصطفٰے بہر ہلالؓ باشرف	رفت از بہر عیادت آن طرف
رفت پیغمبرؐ رغبت بہر او	اندر آخر آمد اندر جستجو

دوسرا قصہ بلال کا کہ حدیث میں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا تھا کہ ارحنا یا بلال یعنی اذان دے کر

www.besturdubooks.wordpress.com

نماز سے فارغ ہو جاؤ کہ قلب کو راحت ہو کہ حق تعالیٰ کا فریضہ ادا ہو گیا۔ پس مصرعہ ثانیہ قید اور حال نہیں مصرعہ اول کا کہ رفت در حالت تقاضا جیسا کہ ظاہراً شبہ ہوتا ہے بلکہ جملہ مستقلہ ہے بتقدیر مبتداء وحذف رابطہ ذکر خبر یعنی آن ذات پاک در تقاضا ہست الخ جیسا کہ احقر نے اس کے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے مطلب دونوں جملوں کا یہ ہے کہ آپ ایسے فیض رسان ہیں کہ اپنے خادموں پر ہر طرح کی نوازش فرماتے ہیں چنانچہ ظاہری مرض میں بھی دستگیری فرماتے ہیں کہ ہلالؓ کی عیادت فرمائی اور باطنی مرض میں بھی چارہ جوئی فرماتے ہیں کہ بلالؓ کو ثواب حاصل کرنے طریق بتلایا جو کفارہ ہوتا ہے سیئات کا اور مشترک طور پر یہ دلیل ہے آپ کی کمال شفقت وتوجہ کی اور یہ اصل ہے فیوض وبرکات کی حاصل یہ ہوا کہ آپ کے افاضہ کا طریق یہی نہیں کہ آپ کی طرف کوئی توجہ کرے تو آپ متوجہ ہوں بلکہ خود بھی تعاہد وتوجہ فرماتے ہیں اور ایسے شیوخ کا بہت زیادہ فیض ہوتا ہے اور آفتاب اور بلال کا تقابل معنی لغوی کے اعتبار سے لطافت لفظیہ شعریہ کو بڑھاتا ہے۔ آگے تتمہ ہے خطاب نبوی ارحنا کا بلالؓ کے لئے کہ اے بلال) تم (ابتدائے اسلام میں خدا کا نام بعض اوقات بمصلحت) زیر لب کہا کرتے تھے خوف دشمن سے (اور اب) منارہ پر جاؤ (اور بضمن اذان خدا کا نام اعلان کے ساتھ) کہو (گو حسد سے) اس کی آنکھیں پھوٹیں (تم اس کی کچھ پروانہ کرو کہ کسی کو ناگوار ہوگا یہ ایسا جملہ ہے جیسے بولتے ہیں وان رغم انفہ اور میں نے جو تقریر ترجمہ کی ہے اس سے دو شبہے دور ہو گئے ایک یہ کہ ابتدائے اسلام میں یعنی قبل ہجرت اذان کہاں تھی جس کو حضرت بلالؓ خفیۃً کہتے تھے اس کا جواب اس لفظ سے ہو گیا کہ ابتدائے اسلام خدا کا نام۔ باقی یہ کہ پھر بر منارہ رو کو اس کا خاص طور پر مقابل کیا ہوا کیونکہ منارہ پر تو اذان ہوتی تھی اور سیاق سے خاص تقابل کا مقصود ہونا ظاہر ہوتا ہے کہ محمول تو دونوں جگہ ایک ہو صرف اعلان وخفیہ کا تقابل ہو تو مصرعہ ثانیہ کے ترجمہ میں میرے اس لفظ سے کہ بضمن اذان خدا کا نام الخ یہ حل ہو گیا یعنی دونوں جگہ مقول خدا کا نام ہے اول جگہ بغیر اذان دوسری جگہ بضمن اذان دوسرا شبہ یہ کہ حضرت بلالؓ تو ابتدائے اسلام میں بھی نام حق کا اخفاء نہ کرتے تھے پھر زیر لب کے کیا معنے جواب اس کا میرے اس قول سے کہ بعض اوقات بمصلحت الخ ہو گیا کیونکہ جو قصہ اوپر احد احد کہنے کا اور ایذا اٹھانے کا مذکور ہوا ہے وہ اس وقت کا تھا جبکہ اس کا اثر ان ہی کی ذات پر تھا کہ وہ اس کو سہتے تھے پھر جب وہ مجمع میں آ گئے اور کسی وقت اظہار سے مجمع پر یا کسی اسلامی مصلحت پر ضرر پہنچے اس وقت اخفاء ہی افضل ہے چنانچہ حضرات صحابہؓ نے بہت بڑے بڑے کام حروب وغیرہ میں اس اخفاء وکتمان وتوریہ سے لئے ہیں کعب بن اشرف کا قتل اور غزوۂ احزاب میں کفار میں باہم تفریق ڈالنا وغیر ذلک کما لا یخفی علی مطالع الحدیث تو ایسے وقت میں حضرت بلالؓ نے بھی اخفاء کیا ہوگا پس اشکال جاتا رہا۔ باقی یہ کہ پھر از بیم عدو کے کیا معنی اس کی علت تو خوف نہ ہوا بلکہ مصلحت ہوئی تو بات یہ ہے کہ خود اس مصلحت کی رعایت کا سبب بھی تو وہی بیم عدو ہے کہ اسلام کو ضرر پہنچاوے گا گو خود ایک شخص کو اپنی ذات کی ضرر کا اندیشہ نہ ہو اب سب شبہات دور ہو گئے اور ان دو شعر میں طریق افاضہ کا خاص کے لئے یعنی مثلاً بلال وہلالؓ کے لئے مذکور تھا آگے طریق افاضہ کا عام کے لئے مذکور ہے جیسا میں نے ان دو شعر کی تمہید میں بھی لکھ دیا ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ آپ کا افاضہ ان ہی دو کے ساتھ خاص نہیں بلکہ) بشیر یعنی آپ ہر غمگین کے کان میں پھونکتے ہیں (کہ) اٹھ اے ادبار والے (اور) اقبال کا راستہ اختیار کرے۔ اے شخص کہ اس محبس اور اس گندگی اور جوؤں میں مبتلا ہے (غمگین سے مراد یا تو وہ شخص جو راہ حق طلب کر رہا تھا اور نہ ملنے سے غمگین تھا اور یہی راہ نہ ملنا ادبار تھا پس اس کو غمگین کہنا باعتبار حال کے ہے اور مدبر کہنا باعتبار ماضی کے پس اس کو یہ خطاب ہوگا کہ اے طالب لے وہ اپنا مطلوب راستہ میری بدولت دیکھ لے اور اختیار کر لے اور یا مراد اس سے مطلق گمراہ ہے اور یہی ظاہر ہے بقرینہ جواب آئندہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں کہ تاکس کا سیاقی تقریر واس کو مدبر کہنا تو باعتبار حال کے ہے اور غمگین کہنا باعتبار مآل اور آخرت کے ہی کہ جب عقوبت دیکھے گا تو غمگین ہوگا اس کو خطاب یوں ہوگا کہ اے بدبخت اپنی بدبختی کو چھوڑ کر اس راہ کو مطلوب بنالے اور اختیار کرلے کہ ادبار یعنی گمراہی اور غمگینی یعنی عقوبت سے نجات ہو اور طالب غیر قابل للحق بھی حکما اسی دوسرے معنی میں داخل ہے یعنی بر مطلق و غیر ناجی عن الادبار اور محبس سے مراد بھی تنگی قلب کی جو کفر سے ہوتی ہے کما قال تعالیٰ و من یرد ان یضله یجعل صدره ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء اور گندگی بھی کفر کو کہا کما قال تعالیٰ فاجتنبوا الرجس من الاوثان اور جوؤں سے مراد شیاطین کہ حسب حدیث رگوں کے اندر رینگتے ہیں سب کا خلاصہ یہ کہ اے جتلائے کفر۔ یہ یہاں تک مقولہ ہوا بشیر کا جس سے مدبر کو خطاب ہے آگے مصرعہ ثانیہ میں جواب ہے مدبر کا بشیر کو یعنی وہ مدبر کہتا ہے کہ) ہائیں (کان میں تو کہا جیسا صید مدد در گوش دال ہے مگر زور سے مت کہنا) تا کہ کوئی سن نہ لے تو زشت ہے (کہ ایسی زشت بات کہتا ہے) خاموش ہو جا (اور بعض نسخوں میں زشتی کی جگہ رستی ہے یعنی اب تو بچ اس کے کہ کسی نے سنا نہیں میں نے ہی سنا تو ایذاء وکلفت سے چھوٹ گیا اس کو غنیمت سمجھ اور خاموش ہو جا اس کا حاصل خیر خواہی کے پیرایہ میں ناصح کو روکنا ہے مطلب یہ کہ بشیر تو فیض پہنچاتا ہے کہ کلفت وعقوبت سے نجات ہو اور یہ مخاطب اس کو بولنے نہیں دیتا اگر اوپر غمگین سے مراد طالب ہے تو یہ کہنا وضوح حق سے قبل ہوگا اور ایک حد پر ختم ہو جاوے گا اور اس کے ختم کے ساتھ اس پر وہ ملامت جو اشعار آئندہ میں مذکور ہے نیز ختم ہو جاوے گی اور یہ حالت بعض طالبین ناقص الفہم کی ہوگی۔ ورنہ اکثر طالبین نے تو اول ہی وہلہ میں حق کو قبول کر لیا ہے اور بعض کو باوجود طلب کے علاوہ نقصان فہم کے کہ ایک حد پر ختم ہو سکتا ہے بعض عوارض نفسانیہ بھی مانع ہوئے ہیں جو ختم نہیں ہوتے جیسے ہرقل کو اور بعض علمائے یہود کو کہ یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء هم ما عرفوا کفروا بہ آیہ تو اس بعض اخیر کا یہ کہنا ہمیشہ ہوگا اور اسی طرح اگر غمگین سے مراد مطلق کافر غیر طالب ہو تب بھی اس کا یہ قول ہیں کہ الخ ہمیشہ ہوگا اور اس قول ہیں کہ الخ کے اطلاق سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ غمگین سے مراد وہی ہے جس نے حق کو قبول نہیں کیا خواہ غیر طالب ہو یا طالب کی قسم دوم یعنی متبع غرض نفسانی ہو جیسا عنقریب اوپر بھی اس مقولہ کو قرینہ اس کا ٹھہرایا ہے اور صید مدد در گوش الخ سے یا اس کے جواب میں تا کس نشنود الخ سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ یہ دعوت خفیہ تھی ہاں براہ شفقت خاص خاص خطاب سے سب کو عام تھی یعنی علاوہ خطاب عام کے خصوصیت کے ساتھ بھی ہر ایک کو فرماتے تھے چنانچہ لفظ ہر غمگین اسی کل افرادی پر دال ہے اور اسی خصوصیت کے سبب در گوش کہا گیا ہے پس اس خصوصیت کی وجہ یہ دعوت نہ پہنچی ہوگی حضرت بشیر کو نصیحت کرتے ہیں کہ ہم سے کہا تو کہا مگر ایسی غیر واقعی بات اور سے مت کہنا اس دعوت کو عام مت کرنا چونکہ ان کی یہ نصیحت مرکب ہے دو جزو سے ایک جزو درخواست کا ورنہ خاموشی کی درخواست بہ پیرایہ خیر خواہی عبث ہوتی اس لئے مولاناؒ آگے دونوں جزوؤں کو رد فرماتے ہیں۔ درخواست کے مقابلہ میں خود ایک درخواست کرتے ہیں اور خیال کی تغلیط اور اس پر ملامت وتشنیع کفار کی کرتے ہیں پس اولاً حضورؐ سے درخواست کرتے ہیں کہ) آپ خاموشی اب کس طرح کیجئے گا اے میرے محبوب (یعنی خاموشی نہ کیجئے خوب فرمایئے یہ مضمون اس مضمون کی نظیر ہو گیا جس کا قصہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ شروع قدوم مدینہ منورہ میں ایک بار ایک مجلس پر گزرے اور وہاں توقف فرما کر آپ نے دعوت اسلام فرمائی تو بعض مخالفین مثل عبداللہ بن ابی وغیرہ نے آپ کو روکا اور کہا ہم نہیں سنتے جو آپ کے پاس جاوے اس کو سنایئے اس وقت تک عبداللہ بن ابی کا فر مجاہر تھا پھر بعد میں منافقانہ ظاہراً مسلمان ہوا تھا اور کچھ اس مجلس میں مسلمان تھے انہوں نے ان کفار کو زجر کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ضرور کرم فرمایا کیجئے اور سنایا کیجئے اس پر ان لوگوں

www.besturdubooks.wordpress.com

میں باہم جنگ وجدل ہونے لگی آپ نے سمجھایا اور لڑنے سے روکا ایسا ہی مضمون یہاں ہو گیا کہ مصرعہ ہیں کہ الخ میں منکرین کا منع کرنا تبلیغ سے مذکور ہے اور مصرعہ چون کنی الخ میں مطیعین کا اس منع کو قبول نہ فرمانے کی درخواست مذکور ہے اور اس مصرعہ میں خامش بمعنے خاموشی ہے کمافی الغیاث پس یہ تو درخواست تھی خاموش نہ کرنے کی آگے اس کی علت میں کفار کی اس درخواست خاموشی کی بناء کی تغلیط کرتے ہیں یعنی ہم جو کہتے ہیں کہ خاموشی نہ کیجیے تو اس لئے (کہتے ہیں) کہ ہر بن مو سے تو طبل زن ظاہر ہو چکا ہے (یعنی آپ کا ہر بن مو اعلان کر چکا ہے قولاً بھی اور عملاً وحالاً بھی کیونکہ حضور کی تو ہر ادا سے اظہار ہوتا ہے حق کا اور اسی لئے ہر ادا خلاف ہے کفار کے تو جب تک اعلان قولی کا حکم بھی نہ تھا تب بھی دلالت حال سے اعلان ہو رہا تھا چنانچہ آپ کا خدائے واحد کی عبادت کرنا اور آلہ باطلہ سے اعراض واستنکاف فرمانا یہی کافی اعلان تھا احقاق حق وابطال باطل کا اور اس کے بعد تو دونوں اعلان مجتمع ہو گئے جب اس طرح اعلان ہو چکا ہے اب خاموشی کے کوئی معنے ہی نہیں یہ علت تھی خاموش نہ ہونے کی اس میں اس خیال کفار کی جو بنا تھی درخواست خاموشی کی تغلیط ہو گئی اور گو یہ درخواست عدم خاموشی کی بصورت مشورہ ہے جیسا لفظ استفہام چون کنی الخ سے متبادر استفادہ ہوتا ہے لیکن مقصود مشورہ نہیں ہے کیونکہ اس کے خلاف کا احتمال ہی نہ تھا جو مشورہ کی گنجائش ہو بلکہ مقصود اظہار تمنا ہے چونکہ غایت تمنا سے جوش غالب ہو گیا اس لئے ایسا عنوان چون کنی الخ صادر ہو گیا۔ پس برون را منگر یدو قال را مل درون رابنگر یدو حال را آگے تغلیط خیال کے ساتھ کفار کو اس خیال باطل پر ملامت وشناعت فرماتے ہیں یعنی) مخالف حسد طینت (حق علانیہ کے استماع سے) ایسا بہرا ہوا ہے کہ اس قدر (بانگ) دہل (یعنی اس قدر اعلان حق) کو بھی پوچھتا ہے کہ (ان کی) آواز کہاں ہے (یعنی ایسا باطل الحس ہو گیا کہ اب تک اس کو اعلان کی خبر ہی نہیں کہ مشورہ خاموشی سے دلالۃً گویا ان کے استماع کا منکر ہو رہا ہے اور رشک خو میں اشارہ کر دیا سبب صمم کی طرف یعنی حسد کے سبب اس کے کانوں تک آواز عام حق کی نہیں پہنچی کما قال تعالیٰ اولئک الذین لعنہم اللہ فاصمہم الآیۃ حاصل ملامت یہ ہوا کہ وہ تو بہرا ہو گیا ہے۔ آگے یہی ملامت ہے دوسرے عنوان اور مثال سے جس کا حاصل یہ ہے کہ اندھا بھی ہے کما فی الآیۃ السابقۃ بعد فاصمہم واعمیٰ ابصارہم پس فرماتے ہیں کہ اس جاہل مرکب کی ایسی مثال ہے (کہ جیسے) اس کے منہ پر کوئی پھول مارتا ہے جو کہ (بالکل) تازہ ہے (اور) وہ اندھے ہونے کے سبب کہتا ہے کہ یہ تکلیف (کی چیز) کیا ہے (حالانکہ پھول کے لگنے سے تو شاداں ساہر طرح فرحت ہی ہوتی ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کے) حور (ناز ولطف کے ساتھ) چٹکی لیتی ہے (شکنجیدن بکسر اول وضم دوم گرفتن عضوے باشد بسر ناخن کذا فی الغیاث) اور اس کا ہاتھ (پکڑ کر اپنی طرف) کھینچتی ہے (مگر) اندھا حیران ہے کہ کس وجہ سے مجھ کو تکلیف دے رہی ہے (اور وہ اندھا یہ سوچ رہا ہے کہ) یہ کھینچا تانی میرے ہاتھ اور بدن پر کیا ہو رہی ہے (اور جھلا کر کہتا ہے کہ) میں تو سو رہا تھا (یہ کون پکڑ رہا ہے) چھوڑ دے تا کہ میں سو رہوں (حقیقت شناس اس وقت اس کو نصیحۃً متنبہ کرتا ہے کہ ارے) جس کو تو خواب میں تلاش کرتا ہے (یعنی اس تمنا میں سوتا ہے کہ شاید حور کو خواب ہی میں دیکھ لوں یہ) وہی ہے۔ آنکھ تو کھول کر وہی ماہ مبارک قدم ہے (اندھے سے مراد چونکہ دل کا اندھا ہے اس لئے چشم بکشا میں کچھ اشکال نہیں پس یہی حال ہے معرض عن الحق بعد مجی الحق کا کہ بجائے ممنون وشاکر ہونے کے بالعکس اس کو ناگوار سمجھتا ہے جس کی وجہ جہل عن معرفۃ الحق ہے ان سب مثالوں سے مضمون ملامت ظاہر ہے اور یہ سب حالت امت دعوت بلا اجابت کی تھی آگے امت اجابت کی حالت مذکور ہے بطور تفریع بر امثلہ سابقہ کے یعنی جب معلوم ہوا کہ احکام کا مخاطب و مکلف بنانا گو نفس کو ناگوار ہو باعتبار واقع کے ایسا لطف ہے جیسے کسی کو حور ہاتھ پکڑ کر کھینچے اور وہ ناگواری نفس کی بوجہ جہل کے ایسی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جیسے حور کا کھینچنا کسی اندھے کو نا گوار گزرے اور اس کے لطف ہونے کی علت میں احکام تشریعیہ وتکوینیہ متماثل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بشرط ایمان تکوینی بلاؤں کا آنا بھی علامت مقبولیت ومحبوبیت کی ہے پس اس مضمون کو اس شعر میں فرماتے ہیں کہ) اس سبب سے بلیات مقبولین پر زیادہ ہوتی ہیں۔ کہ یہ چھیڑ چھاڑ محبوب نے اہل حسن سے کی ہے (اور) وہ (محبوب) چھیڑ چھاڑ اہل محسن سے ہرراہ (سلوک میں کیا کرتا ہے (یعنی قاعدہ ہے محبوبوں کا کہ جن کو حسن صورت یا حسن سیرت کے سبب چاہا کرتے ہیں ان سے نوک جھوک کیا کرتے ہیں چنانچہ مشاہد ہے نیز چھوٹے بچوں کے ساتھ یہ معاملہ بکثرت ہوتا ہے پس یہ بلیات بھی محبوب حقیقی کی چھیڑ ہے جو علامت ہے اہل بلا کے مورد لطف اور موصوف بالحسن المعنوی عنداللہ ہونے کی پس اس کی قدر کرنا چاہئے اور در ہر رہے الخ میں اشارہ کر دیا ہے عموم للاحکام التشریعیہ والتکوینیہ کی طرف کیونکہ سلوک دونوں کے مجموعہ سے ہوتا ہے اور احکام تکوینیہ میں ایمان کی شرط اس لئے ہے کہ محبوبیت ایمان پر موقوف ہے تو بدوں موقوف علیہ کے صرف علامت یعنی احکام تکوینیہ محبوبیت میں کب کافی ہو سکتے ہیں پس اس میں امت اجابت کا حال مذکور ہو گیا آگے ایک شبہ کا جواب ہے وہ یہ کہ جب بلیات علامت محبوبیت کی ہے اور اسی کی تائید وتوضیح مثال سے کی گئی ہے پھر یہ بلیات مبغوضین یعنی کفار پر کیوں آتی ہیں اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہاں) کبھی (کبھی وہ محبوب) اندھوں کو بھی پریشان کر دیتا ہے (اس طرح سے کہ) اپنے کو کسی (کسی) وقت ان اندھوں کے ہاتھ میں بھی دے دیتا ہے (یعنی مثلاً اپنا ہاتھ ان کی گردن میں دے دیا کہیں ان کے ایک لات ماردی کبھی ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا (تاکہ اندھوں کے محلہ سے شور وغل بلند ہو (یعنی غل مچاویں کہ میاں یہ کون ہے کیوں دق کر رکھا ہے جیسے محبوبوں کو کبھی کبھی ایسا کرتے ہوئے بھی دیکھا جاتا ہے کہ محض تفریحاً اجنبی لوگوں کو بھی جبکہ وہ اندھے ہوں چھیڑا کرتے ہیں حاصل جواب کا یہ ہوا کہ اکثر تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ مقبولین پر بلائیں نازل کرتے ہیں لیکن کبھی کبھی مبغوضین کو بھی مبتلا کرتے ہیں کسی مصلحت وحکمت سے اور تشبیہ سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ یہاں بھی محض تفریح ہے محبوب مخلوق میں تو تفریح ہی مصلحت ہو سکتی ہے اور حضرت حق میں مصلحت وہی امر ہو سکتا ہے جو واقع میں حکمت ہو اور یہاں سے میرے اس اشتراط ایمان کی تائید ہوگئی معلوم ہوا کہ محض احکام تکوینیہ علامت قبول یقینی نہیں اکثری ہو سکتی ہے۔

فائدہ:۔ فی الغیاث بخمش بازی وعشق درزیدن بکسے شورانیدن پریشان کردن فی الحاشیہ لاغ بازی وہزل وظرافت۔

فائدہ:۔ یہاں تک قصہ بلالؓ کا ختم ہو گیا آگے قصہ حضرت ہلالؓ کا بیان کریں گے اور وجہ مناسبت دونوں قصوں کی ایک ہی ہے یعنی قصہ بلالؓ سے اوپر جو فرمایا تھا۔ ع تاجران انبیا را کن سند جن سے مراد طالبین حق تھے جن کو انبیاء علیہم السلام نے طریقہ تجارت کا سکھلایا تھا ان تاجروں میں سے ایک حضرت صدیقؓ ایک حضرت بلالؓ تھے اور ان ہی میں سے ایک حضرت ہلالؓ ہیں کہ وہ بھی باوجود اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہونے کے دل سے تمام اوقات اور ظاہر میں بھی کچھ نہ کچھ وقت نکال کر طاعت مولیٰ حقیقی میں مشغول رہتے تھے باوجودیکہ ان کی اس طاعت کی کسی مخلوق کی نظر میں قدر نہ تھی حتیٰ کہ وہ بیمار ہوئے تو اصطبل میں پڑے تھے مگر حق تعالیٰ نے یہ قدر کی کہ وہاں ہی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو عیادت کے لئے بھیجا اور اسی اتحاد وجہ مناسبت ہر دو قصہ کے سبب قصہ ہلالؓ کو اس عنوان سے شروع کیا ہے۔ چوں شنیدی بعضے از قصہ بلالؓ بشنو اکنوں قصہ ضعف ہلالؓ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں کوئی وجہ جامع ہے اور وہ وہی ہے جو اس ف کے اول میں عرض کیا گیا واللہ اعلم

تم النصف من العشر الثالث وبہ تم الربع الاول من الدفتر السادس

www.besturdubooks.wordpress.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

النصف الثانی من العشر الثالث

قصۂ ہلالؓ کہ بندۂ مخلص بود خدای را صاحب بصیرت بے تقلید پنہاں شدہ در بندگی مخلوق بجہت مصلحت نہ از عجز چنانکہ لقمان و یوسف علیہما السلام از روی ظاہر وغیر ایشاں وایں ہلال بندۂ سائس بود مر امیرے را و آں امیر مسلمان بود اما چشم کور بود

ہلالؓ کا قصہ جو صاحب بصیرت بغیر تقلید کے خدا کے مخلص بندے تھے مصلحت کی وجہ سے نہ کہ عجز کی وجہ سے مخلوق کی غلامی میں پوشیدہ تھے جیسا کہ بظاہر لقمان اور یوسف علیہما السلام وغیرہ اور یہ ہلالؓ ایک سردار کے سائیس تھے اور وہ سردار مسلمان تھا لیکن اندھا تھا

فائدہ:۔ استیعاب میں اس نام کے نو صحابی لکھے ہیں عجب نہیں کہ یہ وہ ہوں جن کی نسبت یہ لکھا ہے ہلال بن الحارث ویقال ہلال بن ظفر ابو الحمراء مولی النبی صلے اللہ علیہ وسلم غلبت علیہ کنیتہ مں ۶۱۵ وص ۶۵۶ اور گو ان کو مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے اور مثنوی میں کسی امیر کا مملوک لکھا ہے مگر ممکن ہے کہ حضورؐ نے کسی وقت ان کو خرید کر آزاد فرما دیا ہو اس احتمال سے زیادہ مجھ کو اور کوئی امر محقق نہیں ہوا واللہ اعلم اور یہ شبہ کہ وہ آقا جب مسلمان تھا تو صحابی تھے ان کی تحقیر چشم کور کے وصف سے کیسے درست ہے اس طرح مدفوع ہے کہ مقصود بیان واقع ہو تحقیر نہ ہو اور مراد چشم کور سے یہ ہے کہ ہلال کی عظمت کی خبر نہ تھی سو یہ کوئی تحقیر نہیں اور اسی طرح قصہ میں اس مولیٰ کی نسبت کہا گیا ہے بلیسانہ نظر اس سے بھی مراد چشم ظاہر بین ہیں بطور واقعہ کے نہ کہ ذم کے واللہ اعلم

چوں شنیدی بعض اوصاف بلالؓ	بشنو اکنوں قصہ ضعف ہلالؓ
جب تو بلالؓ کے بعض اوصاف سن چکا	تو اب ہلالؓ کے ضعف کا قصہ بھی سن لے
از بلالؓ او بیش بود اندر روش	خوئے بد را بیش کردہ بد کنش
وہ بلالؓ سے بھی زیادہ تھے سلوک میں	انہوں نے اخلاق ذمیمہ کی زیادہ مخالفت کر رکھی تھی
نے چو تو پس رو کہ ہر دم پستری	سوی لنگی میروی از گوہری
تیری طرح نہیں کہ ہر ساعت پیچھے ہی ہٹا جاتا ہے	مجریت کی طرف جا رہا ہے جوہریت سے

www.besturdubooks.wordpress.com

در تقریر ہمیں معنیٰ

اس معنیٰ کے بیان میں

ہمچناں کاں خواجہ را مہماں رسید	خواجہ از ایام سالش پر سید
جس طرح ایک صاحب کے پاس ایک مہمان پہنچا	اس نے اس کے ایام عمر سے سوال کیا
گفت عمرت چند سال ست اے پسر	باز گو و در مدزد و بر شمر
کہا کہ بیٹا تیری عمر کتنے سال کی ہے	بیان کر اور سرقہ مت کر اور شمار کر
گفت ہژدہ ہفدہ یا خود شانزدہ	یا کہ پانزدہ اے برادر خواہ دہ
مہمان نے کہا کہ اٹھارہ سترہ یا خود سولہ	یا کہ پندرہ اے بھائی خواہ دس
گفت واپس واپس اے خیرہ سرت	باز میرو تا بفرج مادرت
اس نے کہا کہ اور پیچھے اور پیچھے اے شخص کہ تیرا دماغ پریشان ہے	اپنی ماں کی شرمگاہ تک چلا جا

حکایت در تقریر ہمیں سخن

اسی معنیٰ کے اثبات میں حکایت

آں یکے اسپے طلب کرد از امیر	گفت رو آں اسپ اشہب را بگیر
ایک شخص نے کسی امیر سے ایک گھوڑا طلب کیا	اس نے کہا جا وہ سفید گھوڑا لے لے
گفت آں را من نخواہم گفت چوں	گفت او واپس روست و بس حروں
کہنے لگا کہ میں اس کو نہیں چاہتا پوچھا کہ کیوں	کہنے لگا کہ وہ تو پیچھے کو چلتا ہے اور بڑا منہ زور ہے
سخت پس پس میرود او سوئے بن	گفت دمش را بسوئے خانہ کن
بہت زیادہ پیچھے ہی پیچھے کو چلا جاتا ہے دم کی طرف کو	اس نے کہا کہ تو اس کی دم کو گھر کی طرف کر لیا کر
دم ایں استور نفست شہوتست	زاں سبب پس پس رود آں خود پرست
تیرے اس بہیمہ نفس کی دم شہوت ہے	اس سبب سے وہ خود پرست پیچھے ہی پیچھے کو چلا کرتا ہے
شہوت او را کہ دم آمد زبن	اے مبدل شہوت عقبیش کن
اس کی شہوت کو کہ دم واقع ہوئی ہے اصل سے	اس شہوت کو اے مخاطب مبدل بہ شہوت عقبیٰ کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بہ بندی شہوتش را از رغیف	سر کند آں شہوت از عقل شریف
جب تو اس کی خواہش کو روٹی سے بند کرے گا	تو وہ خواہش عقل شریف سے ظہور کرے گی
ہمچو شاخے کش بری از درخت	سر کند قوت ز شاخ اے نیک بخت
جیسے کسی شاخ کو تو درخت سے قطع کر دے	تو اور شاخ سے قوت ظہور کرتی ہے اے نیک بخت
چونکہ کردی دم او را آں طرف	گر رود پس پس رود تا مکتنف
جب تو نے اس کی دم کو اس طرف کر دیا	اگر وہ پیچھے کو ہٹتا چلا جاوے گا تب بھی کل پناہ کی طرف جا پہنچے گا
حبذا اسپان رام پیش رو	نے سپس رو نے حرونی را گرو
وہ گھوڑے بہت اچھے ہیں جو رہوار ہیں آگے کو بڑھتے چلے جاتے ہیں	نہ تو پیچھے ہٹنے والے ہیں نہ سرکشی کے مقید ہیں
گرم رو چوں جسم موسیٰ کلیم	تا بحرینش چو پہنائے گلیم
تیز رو ہیں مثل جسم موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے	کہ مجمع البحرین تک ان کو مثل عرض کمل کے تھا
ہست ہفصد سالہ راہ آں حقب	کہ بکرد او عزم در سیران حب
اس حقب سے مراد سات سو سال کا راستہ ہے	جس کا انہوں نے عزم کیا تھا سیر محبت میں
ہمت سیر تنش چوں ایں بود	سیر جانش تا بہ علیین بود
جب ان کی سیر جسم کی یہ ہمت ہے	تو ان کی سیر روح تو اعلیٰ علیین تک ہو گی
شہسواراں در سباقت تاختند	خر بطاں در پاگہ انداختند
شہسوار تو سبقت میں دوڑنے لگے	احمقوں نے اپنے کو اصطبل میں ڈالدیا

حکایت ہم در تقریر ایں معنیٰ

اسی معنیٰ کے اثبات میں حکایت

آنچناں کہ کاروانے می رسید	در دہے آمد درے را باز دید
جیسے کہ ایک قافلہ آ رہا تھا	ایک گاؤں میں آیا ایک دروازہ کھلا ہوا دیکھا
آں یکے اندریں برد العجوز	باربند ازیم اینجا چند روز
ایک نے کہا کہ اس سرمائے سخت میں	ہم چند روز کے لئے یہاں اپنا اسباب اتار دیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بانگ آمد نے ببیند از بروں	وانگہانے اندر آ تو اندروں
آواز آئی کہ نہیں باہر ڈال دے	اور اس وقت تو اندر آ جا
ہم بروں افگن ہر انچہ افگندنی ست	درمیا باآں کہ ایں مجلس سنی ست
تو بھی باہر پھینک دے جو کچھ پھینکنے کے لائق ہے	اس کو لے کر مت آ کیونکہ یہ مجلس عالی ہے

جب تو بلالؓ کے بعض اوصاف سن چکا تو اب ہلالؓ کے ضعف کا قصہ بھی سن لے (کہ دونوں میں تجارت آخرت مشترک ہے کماذکر فی آخر شرح الاشعار السابقہ اور ضعف سے مراد یا تو مجاہدہ فی سبیل اللہ ہے غالباً اس کے لئے ضعف جسمی لازم ہے اور یا ضعف مرض ہے کہ آگے ان کے مرض کا قصہ آوے گا تو اس صورت میں خود بیان ضعف مقصود نہ ہوگا بلکہ اس ضعف پر جو اثر مرتب ہوا یعنی عیادت نبویہ اس اثر کا منشا اصلی یعنی تجارت آخرت مقصود بالبیان ہوگا اور ضعف اور ہلال کے تناسب سے لطافت کلام کا بڑھ جانا ظاہر ہے) وہ (ہلال بعض وجوہ سے) بلالؓ سے بھی زیادہ تھے سلوک (طریق) میں (اور) انہوں نے اخلاق ذمیمہ کی زیادہ مخالفت کر رکھی تھی (کنش بفتح اول وکسر نون وشین معجمہ بمعنے کینہ کذا فی الغیاث دیگویم کہ مراد از کینہ مخالفت باشد اور بعض وجوہ کی قید سے افضلیت من کل الوجوہ کا شبہ مرتفع ہو گیا کہ اس کے لئے دلیل قوی کی حاجت ہے اور مولانا کو کسی طریق سے یہ فضیلت جزئیہ معلوم ہوئی ہوگی جس کی تعیین مجھ کو معلوم نہیں اور وہ) تیری طرح نہیں (تھے) کہ ہر ساعت پیچھے ہی ہٹتا جاتا ہے (یعنی بجائے اصلاح کے فساد اعمال واخلاق میں ترقی کرتا ہے اور) حجریت کی طرف جا رہا ہے جوہریت سے (یہ بیچ میں ناظر کتاب کو تنبیہ ہے کہ ترقی اصلاح میں ہلالؓ کا اقتدا کرنا چاہئے آگے ایک حکایت سے اس پیچھے ہٹنے کی ایک مثال ہے کہ) جس طرح ایک صاحب کے پاس ایک مہمان پہنچا اس نے اس (مہمان) کے ایام عمر سے سوال کیا (اور) کہا کہ بیٹا تیری عمر کتنے سال کی ہے بیان کر اور (اس میں) سرقہ (یعنی اخفاء) مت کر اور (اس کو) شمار کر (کے بتلا دے) مہمان نے کہا کہ اٹھارہ (سال یا) سترہ یا خود سولہ (ہوں گے) یا کہ پندرہ (ہوں) اے بھائی خواہ دس ہوں (پانزدہ بضرورت شعر باسقاط الف پڑھا جاوے گا) اس (میزبان) نے کہا کہ اور پیچھے اور پیچھے (ہٹتا چلا جا) اے شخص کہ تیرا دماغ پریشان ہے (اور پیچھے ہٹتا ہٹتا) اپنی ماں کی شرمگاہ تک چلا جا (پس اسی طرح صلاح سے فساد کی طرف تیرا ہٹنا ہے اسی طرح ایک اور حکایت ہے جس میں اس پس روی کی ایک لطیف تدبیر کی طرف اشارہ بھی ہے کہ) ایک شخص نے کسی امیر سے ایک گھوڑا طلب کیا۔ اس نے کہا جا وہ سفید گھوڑا لے لے۔ کہنے لگا کہ میں اس کو نہیں چاہتا پوچھا کہ کیوں کہنے لگا کہ وہ تو پیچھے کو چلتا ہے اور بڑا منہ زور ہے۔ بہت زیادہ پیچھے ہی پیچھے کو چلا جاتا ہے دم کی طرف کو (یہاں تک تو پس روی کی مثال ہے آگے بقیہ حیات میں اس کی ایک لطیف تدبیر کی طرف اشارہ ہے وہ بقیہ حکایت یہ ہے کہ) اس (امیر) نے کہا کہ تو اس کی دم کو (اپنے) گھر کی طرف کر لیا کر (تا کہ وہ ہٹتا ہٹتا گھر کو پہنچ جائے جو کہ تیرا مقصود ہے اسی جواب امیر میں اس تدبیر کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی تقریر آتی ہے چنانچہ آگے اول حکایت کے پہلے جزو یعنی پس روی کی تطبیق اور پھر بقیہ حکایت یعنی اس تدبیر لطیف کی تقریر مذکور ہے۔ یعنی اسی طرح) تیرے اس بہیمہ نفس کی دم شہوت (لذات کی) ہے اس سبب سے وہ خود پرست پیچھے ہی پیچھے کو چلا کرتا ہے (کیونکہ اکثر شہوات مذموم اور مبعد عن الدین ہیں یہ تو مثال ہوئی پس روی کی اب تو یہ تدبیر کر کہ) اس (نفس) کی شہوت (ورغبت

www.besturdubooks.wordpress.com

لذات) کو کہ بمنزلہ) دم (کے) واقع ہوئی ہے اصل (وضع) سے (یعنی جو نسبت اصل وضع میں دم کو ہے کہ بقیہ اعضاء سے اس کوتاخر حسی ہے یہی نسبت شہوت کو بقیہ ملکات سے ہے کہ اوروں سے اس کوتاخر رتبی ہے اگر مذموم ہے تب تو ظاہر ہے اور اگر مشروع ہے تب بھی امور نفسانیہ رتبہ میں محض امور روحانیہ وعقلیہ سے موخر ہی ہیں کہ افضلیت منشاء کی فی نفسہ مقتضی ہے افضلیت ناشی کو پس) اس شہوت کو اے مخاطب مبدل بہ شہوت عقبیٰ کر دے (حاصل تدبیر کا یہ ہے کہ نفس کے میل الی الشہوات کا ازالہ ضرور نہیں اس میل کو باقی رکھ کر شہوات ولذات آخرت مثل حور وقصور وثمار واطعمہ جنت کی طرف منصرف کر دے جیسے اس امیر نے مشورہ دیا تھا کہ دم کو گھر کی طرف متوجہ کر دے اسی طرح مطلق شہوت کو کہ بمنزلہ دم کے ہے کما مر تقریر تشبیہ دار اصلیہ کی طرف منعطف کر دے اور آخرت کی لذات کو یاد کر کے نفس کو اس کی تحصیل میں لگا دے آگے اسی کی توضیح ہے کہ) جب تو اس کی خواہش کو روٹی (یعنی لذات جسمانیہ کے انہماک) سے بند کرے گا تو وہ خواہش عقل شریف (کی راہ) سے ظہور کرے گی۔ (یعنی وہ خواہش ایسے امور کے ساتھ متعلق ہوگی جو عقل معاد کے مقتضیات ہیں مراد اس سے نعمائے آخرت ہیں اور اس ظہور مذکور کی ایسی مثال ہے کہ) جیسے کسی شاخ کو تو درخت سے قطع کر دے تو اور شاخ سے قوت ظہور کرتی ہے اے نیک بخت (یعنی اور اچھی شاخیں نکلتی ہیں جیسا کہ شاخ قلم کرنے کا خاصہ ہے اسی طرح جب تو نے شہوت دنیا کو قطع کیا تو اس سے اچھی رغبت کہ وہ آخرت کی رغبت ہے ظہور کرتی ہے آگے عود ہے مضمون شہوت اور اِلخ کی طرف کہ) جب تو نے اس (نفس) کی دم (یعنی شہوت) کو اس طرف (یعنی آخرت کی طرف متوجہ) کر دیا (وجہ تشبیہ شہوت) کی دم کے ساتھ اوپر گزر چکی ہے تو اس حالت میں) اگر وہ پیچھے کو ہٹتا چلا جاوے گا (یعنی اتباع شہوت ہی کرے گا) تب بھی محل پناہ کی طرف جا پہنچے گا (مراد آخرت ہے کیونکہ اس وقت وہ شہوت آخرت کی ہوگی تو اس کا موصل الی الآخرۃ ہونا ظاہر ہے آگے بعد مذمت ناکص علی العقبین کے مقابلہ میں مدح ہے سابق الی المقصود کی پس فرماتے ہیں کہ) وہ گھوڑے (یعنی نفوس جیسے اوپر نفس کو ستور کہا ہے اس شعر میں دم ایں استور نفست الخ) بہت اچھے ہیں جو (راکب یعنی سالک کے) منقاد ہیں (اور مقصود کی طرف) آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں نہ تو پیچھے ہٹنے والے ہیں (یعنی صاحب شہوت مذمومہ نہیں اور) نہ سرکشی کے مقید ہیں (یعنی صاحب غضب وکبر نہیں اور گو اتباع شہوت کی حالت میں بھی قرب الی المقصود کے لئے ایک تدبیر ذکر کی گئی ہے لیکن اس کو بالنظر الی المعنی پس روی نہ کہا جاوے گا کیونکہ جو معنی ہیں پیش روی کے یعنی قرب من المقصود وہ اس پس روی صوری بمعنی اتباع مطلق شہوت دلو محمودۃ میں حاصل ہے پس اس شعر میں پس روی سے مراد حقیقی پس روی ہے یعنی وہ شہوت مذمومہ کا اتباع نہیں کرتے بلکہ وہ مقصود کی طرف) تیز رو ہیں مثل جسم موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے کہ مجمع البحرین تک (کا فاصلہ) ان کو مثل عرض کمبل کے (معلوم ہوتا) تھا (یعنی عالی ہمتی سے وہ مسافت اس قدر کم معلوم ہوتی تھی اور لفظ پہنا میں یہ لطافت ہے کہ عرض کم ہوتا ہے طول سے تو اس میں بہت ہی مبالغہ ہوا یہ اشارہ ہے موسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد کی طرف لاابرح حتی بلغ مجمع البحرین او امضی حقبا جس سے ان کی عالی ہمتی صاف معلوم ہوتی ہے کہ اگر زمانہ دراز تک بھی کہ مراد حقب سے بقرینہ مقام یہی ہے نہ کہ خاص معنی لغوی کہ اسی سال وغیرہ ہیں مجھ کو چلنا پڑے تو مقصود تک پہنچنے کے قبل چلنا نہ چھوڑوں گا اسی کو آئندہ شعر میں فرماتے ہیں کہ) اس حقب (مذکور فی القرآن) سے مراد (بقرینۂ مقام) سات سو سال کا راستہ ہے (اس سے بھی مراد زمانہ کثیر ہے گو اس سے بھی زیادہ ہو) جس کا انہوں نے عزم کیا تھا سیر محبت میں (یعنی محبت مقصود میں کہ ملاقات ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خضر علیہ السلام کی آگے سیر جسم موسوی مذکور فی قولہ گرم رو چوں جسم موسیٰ کلیمؑ سے ترقی کر کے سیر روح موسوی کا ذکر کرتے ہیں کہ) جب ان کی سیر جسم کی یہ ہمت ہے تو ان کی سیر روح تو اعلیٰ علیین تک ہوگی (مقصود تخصیص موسیٰ علیہ السلام کی نہیں بلکہ مطلق سالک فی اللہ کا حکم بیان کرنا ہے جس کا اس مقام میں ذکر آرہا ہے حاصل یہ کہ) شہسوار تو سبقت میں دوڑنے لگے (اور مقصود تک بڑھتے ہوئے چلے اور) احمقوں نے اپنے کو اسفل میں ڈال دیا (خربط بط کلان و بمعنے احمق کذا فی الغیاث مراد احمق سے جو عقل دین نہیں رکھتے کہ وہ اسفل یعنی مقام بعد میں گرتے چلے جاتے ہیں آگے ایک مثال کے ضمن میں ایک حالت مذکور ہے سابقین و منقلبین کی کہ وہی حالت مدار اعظم ہے قرب سابقین و بعد منقلبین کی پس فرماتے ہیں کہ) یہ ایسی بات ہے جیسے کہ ایک قافلہ (کسی مقام سے) آرہا تھا (اور) ایک گاؤں میں آیا (اور) ایک دروازہ کھلا ہوا دیکھا (اس قافلہ میں سے) ایک نے کہا کہ اس سرمائے سخت میں (کہ سفر دشوار ہے) ہم چند روز کے لئے یہاں اپنا اسباب اتار دیں (اور ٹھہر جاویں گاؤں میں سے کسی جواب دینے والے کی) آواز آئی کہ نہیں (اندر اسباب لانے کی اجازت نہیں اسباب تو) باہر ڈال دے اور اس وقت تو اندر (گاؤں میں) آجا (کسی مصلحت سے انہوں نے یہ تجویز کیا ہوگا جیسے اب بھی بعض لوگ مسافروں کا سامان رکھنے سے ڈرتے ہیں کہ کوئی نقصان ہو جاوے اور ہمارا نام ہو سو ظاہر ہے کہ اس موقع پر جس نے مال اور درخت سے محبت کی ہوگی وہ گاؤں میں نہ آسکا ہوگا اور جس نے مال کا تعلق چھوڑ دیا ہوگا وہ اندر آگیا ہوگا اسی طرح سابقین کی اور منقلبین کی حالت ہے کہ سابقین تو متاع فانی و غیر اللہ سے تعلق قطع کر دیتے ہیں اور مقصد صدق کی طرف سبقت کر کے وہاں تک ان کی رسائی ہو جاتی ہے اور منقلبین غیر اللہ کی محبت سے پر ہیں اس لئے وہاں تک ان کی رسائی نہیں ہوتی چنانچہ آگے مولانا کے ارشاد میں اس کی تصریح ہے کہ جب یہ بات ہے تو) تو بھی باہر پھینک دے جو کچھ پھینکنے کے لائق ہے (یعنی حب غیر کو جو کہ مانع ہے قلب سے نکال دے اور ہر آنچہ میں اشارہ کر دیا استثناء ضروری شرعی کی طرف غرض لایعنی کو ترک کر دے اور) اس کو لے کر (یہاں) مت آ (یعنی نہیں آسکتا) کیونکہ یہ مجلس (یعنی مقام قرب) عالی ہے (یہاں غیر کے ساتھ گزر نہیں ہوتا یہاں تک یہ سب مضمون مرتبط چلا آیا اس شعر کا نے چتو پس رو کہ ہر دم پستری الخ آگے عود ہے قصہ ہلالؓ کی طرف)

فائدہ: برد عجوز سرمائے سخت ست کہ در ایام ہفت یا ہشت می شود سہ روز از ماہے کہ آفتاب در قوس باشد و باقی از اول ماہے کہ آفتاب در جدی باشد و درین ایام سرما شدید می شود کذا فی الحاشیہ چوں ایں روز ہا در آخر زمستان واقع شدہ لہذا برد عجوز مند چہ برد بمعنی سرما و عجوز بمعنی پیرزن کذا فی الغیاث گویم پیرزن ہم در آخر عمر خود

رجوع بقصۂ ہلال رضی اللہ عنہ

ہلال رضی اللہ عنہ کے قصہ کی جانب رجوع

بد ہلالؓ استاد دل جاں روشنے	سائس و بندہ امیر مومنے
ہلالؓ ایسے تھے کہ ان کا قلب استاد تھا ان کی روح نورانی تھی	وہ سائیس تھے اور کسی مسلمان آقا کے غلام تھے
سائسی کردے در آخر آں غلام	لیک سلطان سلاطیںؔ بندہ نام
وہ غلام آخور میں سائیسی کرتے تھے	لیکن بادشاہوں کے بادشاہ تھے نام غلام تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

سائس اسپان و نفس خویش ہم	از فراواں کس شدہ در پیش ہم
گھوڑوں کے بھی سائیس تھے اور اپنے نفس کے بھی	بہت سے آدمیوں سے سابق ہو گئے تھے
آں امیر از حال بندہ بے خبر	کہ نبودش جز بلیسا نہ نظر
وہ آقا غلام کے حال سے بے خبر تھا	کیونکہ اس کی نگاہ صرف ابلیسانہ تھی
آب و گل میدید و در وے گنج نے	پنج و شش میدید واصل پنج نے
آب وگل کو دیکھتا تھا اور اس کے اندر خزانہ دیکھتا تھا	پنج وشش کو دیکھتا تھا اور پنج کی اصل نہیں دیکھتا تھا
رنگ طیں پیدا و نور دیں نہاں	ہر پیمبر ایں چنیں بد در جہاں
طین کا رنگ تو ظاہر ہوتا ہے اور دین کا نور پوشیدہ ہوتا ہے	ہر پیغمبر جہاں میں ایسے ہی ہوتے ہیں
آں منارہ دید و بروے مرغ نے	بر منارہ شاہباز پرفنے
اس نے تو منارہ کو دیکھا اور اس پر مرغ نہیں ہے	منارہ پر ایک شاہباز پرفن موجود ہے
واں دوم میدید مرغ پرزنے	لیک موی اندر دہان مرغ نے
اور وہ دوسرا شخص مرغ پرزن کو بھی دیکھتا رہا تھا	لیکن مرغ کے منہ میں بال نہیں ہے
وانکہ او ینظر بنور اللہ بود	ہم ز مرغ و ہم ز مو آگہ بود
اور جو شخص کو ینظر بنور اللہ ہے	وہ مرغ سے بھی اور بال سے بھی آگاہ ہوتا ہے
گفت آخر چشم سوی موی نہ	تا نہ بینی مو نہ بکشاید گرہ
بولا کہ آخر بال کی طرف بھی تو نگاہ رکھ	جب تک تو بال نہ دیکھے گا گرہ نہ کھلے گی
آں یکے گل دید نقشیں در وحل	واں دگر دل دید پر علم و عمل
اس ایک نے تو کیچڑ میں منقش طین ہی دیکھی	اور اس دوسرے نے دل بھی دیکھا جو علم وعمل سے پر تھا
تن منارہ علم و طاعت ہمچو مرغ	خواہ سی صد مرغ گیر و یا دو مرغ
تن تو منارہ ہے علم و عمل مشابہ مرغ کے ہے	خواہ تین ہزار مرغ لے لو اور یا دو مرغ لے لو
مرد اوسط مرغ بین ست او و بس	غیر مرغے می نہ بیند پیش و پس
مرد اوسط مرغ بین ہے اور بس	بجز مرغ کے یہ اور کچھ پیش و پس نہیں دیکھتا
موی آں نوریست پنہاں آن مرغ	کہ بداں پایندہ باشد جان مرغ
بال وہ نور باطن ہے خاص صفت مرغ کی	کہ اس سے قائم ہے جان مرغ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغ کاں موئیست در منقار او	ہیچ عاریت نباشد کار او
جس مرغ کی منقار میں وہ بال ہے	بالکل عاریت نہیں ہے عمل اس کا
علم او از جان او جوشد مدام	پیش او نے مستعار آمد نہ وام
اس کا علم اس کے باطن سے ہمیشہ جوش مارتا ہے	اس کے نزدیک نہ مستعار ہے نہ قرض ہے

ہلالؒ ایسے تھے کہ ان کا قلب (طریق حق کا) استاد (اور عالم ماہر) تھا (اور) ان کی روح (اس طریق پر عمل کرنے سے) نورانی تھی (اور ظاہر میں) وہ (گھوڑوں کے) سائیس تھے اور کسی مسلمان آقا کے غلام تھے (کہ اسی نے گھوڑوں کی خدمت پر ان کو مقرر کر رکھا تھا غرض ظاہر میں) وہ غلام (گھوڑوں کے) آخور میں سائیسی کرتے تھے لیکن (واقع میں دنیا کے) بادشاہوں کے (بھی) بادشاہ تھے (گو) نام (اور لقب ان کا) غلام تھا (اور سلطان السلاطین کہنے سے جو ممانعت آئی ہے وہ اطلاق کی صورت میں ہے کہ اس درجہ میں اس کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور تعید بالدنیا وغیرہ کی تقدیر پر ممنوع نہیں خواہ وہ تقیید ملفوظ ہو یا بقرینہ مقام مراد ہو جیسا یہاں ترجمہ میں اشارہ کیا گیا اور وہ) گھوڑوں کے بھی سائیس تھے اور اپنے نفس کے بھی (سائیس) تھے (کہ نفس کی اصلاح و تہذیب کرتے تھے جس طرح گھوڑوں کو شائستہ کرتے ہیں اور) بہت سے آدمیوں سے (مجاہدہ اور رتبہ میں) سابق ہو گئے تھے (مگر باوجود اس کے) وہ آقا (اس) غلام کے حال سے بے خبر تھا کیونکہ اس کی نگاہ (اس خاص اعتبار سے) صرف ابلیسانہ تھی (کہ جس طرح ابلیس نے آدم علیہ السلام میں صرف ماء و طین ہی دیکھا تھا ان کے کمالات باطنیہ نہ دیکھے تھے کما یدل علیہ قولہ اسجد لمن خلقت طینا اسی طرح یہ آقا بھی) آب و گل کو دیکھتا تھا اور اس (آب و گل) کے اندر خزانہ (کمالات باطنیہ کا) نہیں دیکھتا تھا (پنج سے مراد پنج حواس اور شش سے مراد شش جہت یہ کنایہ ہے جسم مادی سے کیونکہ قوی خالہ فی الجسم اور تحیز کے ساتھ متصف ہونا خواص مادی سے ہے اور اصل پنج نے میں بضرورت شعر ایجاز حذف ہے یعنی اصل پنج و شش نے اور مراد اس سے روح ہے یعنی جسم کو دیکھتا تھا اور روح کو جو کہ مجمع ہے کمالات باطنیہ کا نہ دیکھتا تھا اس اعتبار سے اس کی نظر کو نظر ابلیس سے تشبیہ دی اور مقصود تحقیر نہیں جیسا اس قصہ کے بالکل شروع میں بذیل۔

فائدہ۔ کے بھی اس پر تنبیہ کی گئی ہے آگے قصہ سے انتقال ہے (ارشاد کی طرف کہ) طین (و خواص جسم) کا رنگ تو ظاہر ہوتا ہے (سب کو نظر آتا ہے) اور دین (و کمالات باطنیہ) کا نور پوشیدہ ہوتا ہے (کہ ہر ایک کو اس کا ادراک نہیں ہوتا اور) ہر پیغمبر جہاں میں ایسے ہی ہوئے ہیں (کہ ظاہر بینوں نے ان کے ظاہر کو دیکھ کر ان کے حقوق میں کوتاہی کی اور ان کے کمالات کو نہیں دیکھا اور اطاعت نہ کی پس یہی حالت انبیا کے ورثہ یعنی اولیاء کی ہے آگے اس نظر ناقص کی اور مقابلہ میں نظر تام کی ایک تمثیل ہے یعنی ان مختلف نظر والوں کی ایسی مثال ہے جیسے فرض کیا جاوے کہ ایک منارہ پر ایک پرندہ بیٹھا ہوا ہے اور اس مقام پر کئی شخص ہیں اور ہر ایک کی نظر مختلف ہے چنانچہ ان میں سے) اس (ایک شخص) نے تو (صرف) منارہ کو دیکھا اور اس (منارہ) پر (اس کی نگاہ میں) مرغ نہیں ہے (حالانکہ واقع میں) منارہ پر ایک شہباز پرفن موجود ہے اور وہ دوسرا شخص (اس) مرغ پرزن (یعنی صاحب طیران) کو بھی دیکھ رہا تھا لیکن (اس کی نظر میں اس) مرغ کے منہ میں بال نہیں ہے (یعنی اس کے مرغ تو نظر آتا ہے لیکن اس کا بال نظر نہیں آتا جو اس کے دہان میں ہے اور یہاں سے ساتویں شعر میں اس بال پر یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

حکم کیا ہے کان موئیست در منقارادااور اس کے قبل کے شعر میں اس کی نسبت کہا ہے کہ بدان پایندہ باشد جان مرغ پس اس بال پر تین حکم لگائے گئے ایک اس کا دہن میں ہونا دوسرا منقار میں ہونا تیسرا اس کے ساتھ جان مرغ کا متعلق ہونا تو میں نے اہل خبرت سے اس کی تحقیق کی یہ معلوم ہوا کہ اکثر پرندوں کی باچھوں میں باریک بال ہوتے ہیں چونکہ باچھ کنارہ ہوتا ہے وہاں کا بھی اور منقار کا بھی اس لئے اس بال پر دونوں پہلے حکم صحیح ہوئے اور ایک تجربہ کار نے بیان کیا کہ اس بال کے اکھاڑنے کا پرندہ میں تو تجربہ نہیں ہوا لیکن ایسے ہی بال اسی موقع پر سانپ کے بھی ہوتے ہیں اور ان کو زہر کی پوٹلی کے ساتھ اکھاڑنے کا اتفاق ہوا ہے جس سے بعضے سانپ مر گئے اور بعضے اندھے ہو گئے عجب نہیں کہ پرندوں میں بھی ان کے اکھاڑنے سے یہی اثر مرتب ہوتا ہو اور آنکھوں کا جاتا رہنا بھی ایک طرح سے گویا جان ہی کا جاتا رہنا ہے۔ پس اس طور پر تیسرا حکم بھی صحیح ہو گیا یہ بیان ہوا دوسرے شخص کا جس کو مرغ نظر آیا مگر بال نظر نہیں آیا) اور جو (تیسرا) شخص کہ ینظر بنور اللہ (کا مصداق) ہے۔ وہ مرغ سے بھی اور بال سے بھی آگاہ ہوتا ہے (ہر چند کہ کسی شخص کا اس بال کو دیکھ لینا ینظر بنور اللہ کے ساتھ متصف ہونے کو مستلزم نہیں کہ وہ ایک امر محسوس بالحواس الظاہرہ ہے لیکن جس چیز کو اس بال سے تشبیہ دینا مقصود ہے جس کا ذکر یہاں سے پانچویں شعر میں ہے موے آن نوریست پنہاں آن مرغ الخ جس کی تفسیر وہاں آوے گی وہ مدرک بنور القلب ہے اس لئے اس کے مدرک پر ینظر بنور اللہ کا حکم فرمایا غرض ان تینوں شخصوں کی نظر اس طرح سے مختلف ہوئی اور ان تینوں میں سے تیسرا شخص اس دوسرے سے) بولا کہ آخر بال کی طرف بھی تو نگاہ رکھ (یعنی اس کو بھی تو دیکھ) جب تک تو بال نہ دیکھے گا گرہ نہ کھلے گی (یعنی مشکل حل نہ ہوگی کیونکہ حقیقت تامہ مخفی رہے گی اور جن مشکلات کا حل ادراک حقیقت تامہ پر موقوف ہے وہ بھی حل نہ ہوں گی جیسا کہ ظاہر ہے اور جب اس تیسرے شخص کا دوسرے سے یہ خطاب ہے تو پہلے سے تو بدرجہ اولیٰ ہوگا کیونکہ اس کو تو مرغ بھی نظر نہیں آیا مقصود اس خطاب الثالث للثانی وغیرہ کی حکایت سے اولین کی نظر کے ناقص ہونے پر تنبیہ ہے آگے اس تمثیل کی تطبیق ہے کہ اسی طرح اہل کمال کو دیکھنے میں نظریں مختلف ہیں کہ) اس ایک (دیکھنے والے) نے تو کیچڑ (سے بنے ہوئے آدمی) میں (صرف) منقش طین ہی دیکھی (یعنی صرف مادہ عنصریہ غالب الطین جس میں اعضاء کا نقش بنا ہوا ہے دیکھا اور کمالات باطنیہ نہ دیکھے) اور اس دوسرے (دیکھنے والے) نے (اس مادہ کے اندر) دل بھی دیکھا جو علم و عمل سے پر تھا (پہلا شخص تو مشابہ منارہ دیکھنے والے کے ہے اور دوسرا شخص مشابہ مرغ دیکھنے والے کے کیونکہ جس طرح مرغ صاحب مو ہے اسی طرح قلب بواسطہ علم و عمل کے صاحب نور ہے اور وہ نور مشابہ ہے مو کے جیسا کہ یہاں سے چوتھے شعر میں آوے گا موے آن نوریست الخ پس اس کا دیکھنے والا مشابہ تیسرے شخص کے ہے آگے اس تطبیق مذکور کی تقریر ہے کہ) تن تو (مشابہ) منارہ (کے) ہے (اور) علم و عمل (جس سے قلب کو اوپر پر کہا ہے) مشابہ مرغ کے ہے (یہ اشکال نہ کیا جاوے کہ اوپر تو قلب کو مشابہ مرغ کے کہا ہے اور یہاں علم و عمل کو مرغ کے مشابہ کہتے ہیں بات یہ ہے کہ مقصود تشبیہ دینا قلب ہی کو ہے چونکہ وجہ تشبیہ کی اس کا حامل ہونا ہے علم و عمل ظاہری کے لئے جس طرح مرغ حامل ہوتا ہے اعضاء ظاہری کے لئے پس یہاں مدار تشبیہ کو مبالغۃ ومجازاً مرغ سے تشبیہ دیدی اور حقیقت اس کی علم و عمل کو مرغ کے اعضاء سے تشبیہ دینا ہے اور احقر نے علم و عمل میں ظاہری کی قید اس لئے لگائی کہ اس علم و عمل کی حقیقت اور روح کو تو آگے تشبیہ دی ہے موے مرغ کے ساتھ جس کو نور سے تعبیر کیا ہے اس آئندہ شعر میں موے آن نوریست الخ آگے یہ بتلاتے ہیں کہ یہ علم و عمل ظاہری خواہ کسی درجہ کا اور کسی مقدار پر ہو درجہ نور میں نہیں ہے وہ علم و عمل مرغ کے اعضاء ظاہری کی مشابہت سے نہیں بڑھ سکتا۔ پس فرماتے ہیں کہ ہم نے جو مصرعہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اولیٰ میں علم وطاعت ظاہری کو مشابہ مرغ کے یعنی مشابہ اعضاء ظاہری مرغ کے کہا ہے کما ذکرتہ بقولی اور حقیقت اس کی علم و عمل کو لانخ تو اس علم وعمل کا خواہ کوئی درجہ لے لو یعنی) خواہ تین ہزار مرغ لے لو اور یا دو مرغ لے لو (یعنی خواہ تو اس کا عنوان کلی لے لو کہ وہ عدد میں دو ہیں ایک علم اور ایک عمل اور خواہ اس کے جزئیات کثیرہ لے لو کہ فلاں علم اور فلاں علم الی مآت وآلاف اور فلاں عمل اور فلاں عمل الی مآت آلاف ہر حال میں وہ درجہ تشبیہ اعضاء مرغ سے تجاوز کر کے درجہ نور تک نہیں پہنچا یہاں تک دو اہل نظر کا بیان ہوا ایک گل بین مشابہ منارہ بین دوسرا دل بین مشابہ مرغ بین آگے اس دل بین کی تشبیہ کی تقریر ہے کہ یہ) مرد اوسط مرغ بین ہے اور بس بجز مرغ کے یہ اور کچھ پیش و پس نہیں دیکھتا (مرد اوسط کہنا اس کو یا تو باعتبار ترتیب ذکری کے ہے کہ درجہ مشبہ میں بھی ثانیاً مذکور ہے فی قولہ وان دگر دل دیدا ور آن یکے گل دیدا ولاً مذکور تھا اور آگے موے آن نور یست ثالثاً مذکور ہوگا اور درجہ مشبہ بہ میں بھی یہ ثانیاً مذکور تھا فی قولہ وان دوم میدید مرغ اور منارہ بین اولاً تھا فی قولہ آن منارہ دید اور مو بین ثالثاً مذکور تھا فی قولہ وانکہ او منظر اسخ اور یا اوسط کہنا باعتبار درجہ نظر کے ہے کہ نہ ایسا حدید النظر ہے کہ بال کو بھی دیکھ لیتا اور نہ ایسا فقید النظر ہے کہ صرف منارہ ہی کو دیکھتا بلکہ متوسط النظر ہے کہ مرغ کو بھی دیکھ لیتا ہے آگے مو بین کی تشبیہ کی تقریر ہے کہ) بال (جس کا اوپر ذکر ہوا ہے گویا) وہ نور باطن ہے (جو کہ) خاص صفت مرغ کی (ہے) کہ اس سے قائم ہے بان مرغ کی (یعنی وہ نور باطن کی روح ہے علم وعمل کی اس کی مثال اس بال کی سی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے اس کے ساتھ مرغ کی حیات یا صحت وابستہ ہے اسی طرح اس نور کے ساتھ حقیقی حیات وحقیقی صحت اس صاحب نور کی وابستہ ہے پس اس نور کا ادراک کرنے والا مشابہ مو بین کے ہے آگے فضیلت بیان کرتے ہیں اس صاحب نور کی کہ) جس مرغ کی منقار میں وہ بال ہے (یعنی جس کو وہ نور مذکور حاصل ہے) بالکل عاریت نہیں ہے عمل اس کا (اور جس طرح عمل اس کا کسی سے مستعار نہیں اسی طرح) اس کا علم (بھی) اسی کے باطن سے ہمیشہ جوش مارتا ہے (اور وہ جو) اس کے نزدیک (ہے تو) نہ مستعار ہے (اور) نہ قرض ہے (حکم مشترک دونوں کا زوال ہے وقت واپسی کے اور مقصود نفی ہے زوال کی مطلب یہ ہوا کہ صاحب نور کے علم وعمل میں رسوخ و ثبات واستقامت ہے بخلاف محض صاحب ظاہر کے کہ علم اس کا الفاظ واصطلاحات اور عمل اس کا محض حرکات وسکنات اور ظاہر ہے کہ ذرہ اہتمام میں قلت ہوئی اور یہ رخصت ہوئے مثل عاریت وقرض کے۔ پس ہلالؓ ایسا ہی نور رکھتے تھے مگر آقا کو اس کا ادراک نہ تھا اس لئے ان کی قدر نہ کرتا تھا اور خدمت اصطبل پر مامور کر رکھا تھا کما مر)

رنجور شدن ہلال رضی اللہ عنہ و بے خبری خواجۂ او از رنجوری او از تحقیر و ناشناخت و واقف شدن دل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم از رنجوری و حال او و افتقاد و عیادت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہلال را رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہلال رضی اللہ عنہ کا بیمار ہو جانا اور ان کے آقا کی حقارت اور پہچان نہ ہونے سے ان کی بیماری سے لاعلمی اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا ان کی بیماری اور حالت سے واقف ہو جانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ وآلہ وسلم کی ہلال رضی اللہ عنہ کی دل جوئی اور مزاج پرسی

از قضا رنجور و ناخوش شد ہلالؓ	مصطفیٰؐ را وحی شد غماز حال
قضارا بیمار اور ناخوش ہو گئے ہلالؓ	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی حال کی مظہر ہوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

بد ز رنجوریش خواجہ بے خبر	کہ براو بد کساد و بے خطر
ان کی بیمار سے آقا بے خبر تھا	کیونکہ وہ اس کے نزدیک کاسد اور بے قدر تھے
خفتہ نہ روز اندر آخر محسنے	ہیچ کس از حال او آگاہ نے
نو روز سے آخور میں ایک محسن لیتا تھا	کوئی شخص اس کے حال سے آگاہ نہ تھا
آنکہ کس بود و شہنشاہ کساں	عقل چوں صد قلزمش ہر جا رساں
جو شخص کہ شخص تھے اور سب شخصوں کے بادشاہ تھے	ان کی عقل جو کہ سو قلزم کے مثل تھی ہر جگہ پہنچی تھی
وحیش آمد رحم حق غمخوار شد	کہ فلاں مشتاق تو بیمار شد
ان پر وحی آئی رحم حق غمخوار ہوا	کہ آپ کا فلان مشتاق بیمار ہو گیا
مصطفیٰ بہر ہلالؓ با شرف	رفت از بہر عیادت آں طرف
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہلالؓ باشرف کے لئے	تشریف لے گئے بغرض عیادت کے اس طرف
در پے خورشید وحی آں مہ دواں	واں صحابہؓ در پیش چوں اختراں
خورشید وحی کے پیچھے پیچھے وہ چاند دوان تھا	اور وہ صحابہؓ اس کے پیچھے مثل کواکب کے تھے
ماہ می گوید کہ اصحابی نجوم	للسریٰ قدوہ وللطاغی رجوم
ماہ فرماتا ہے کہ میرے اصحاب نجوم ہیں	راہرو کیلئے قابل پیروی کے ہیں اور شریروں کیلئے سبب رجم ہیں
میر را گفتند کاں سلطاں رسید	اوز شادی بیدل و جاں برجہید
امیر سے لوگوں نے کہا کہ وہ بادشاہ آ پہنچے	وہ خوشی کے مارے بے اختیار اچھلنے لگا
برگمان آں زشادی زد دو دست	کاں شہنشہ بہر آں میر آمدست
اس گمان پر اس نے خوشی سے دونوں ہاتھ بجانے شروع کئے	کہ وہ شہنشاہ اس امیر کے لئے تشریف لائے ہیں
چوں فرود آمد ز غرفہ آں امیر	جاں ہمی افشاند پامزد بشیر
جب وہ امیر بالاخانہ سے اترا	تو جان کو نثار کرتا تھا بشارت دینے والے کے صلہ میں
پس زمیں بوس و سلام آورد او	کرد رخ را از طرب چوں ورد او
پھر اس نے زمین بوسی اور سلام ادا کیا	رخ کو طرب سے مثل گلاب کے کر لیا
گفت بسم اللہ مشرف کن وطن	تا کہ فردوسے شود ایں انجمن
عرض کیا بسم اللہ مسکن کو مشرف کیجئے	تاکہ یہ انجمن فردوس ہو جاوے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا فزاید قصر من بر آسماں	کہ بدیدم قطب دوران زماں
تا کہ میرا قصر آسمان پر فائق ہو جاوے	کہ میں نے دورۂ زمانہ کا قطب دیکھا ہے
گفتش از بہر عتاب آں محترم	من برائے دیدن تو نامدم
اس محترم نے اس سے بغرض عتاب فرمایا	کہ میں تیرے دیکھنے کے لئے نہیں آیا ہوں
گفت زوخم آن تو خودروح چیست	ہیں بفرما کیں تجشم بہر کیست
اس نے عرض کیا کہ میری جان آپ ہی کی ہے خود جان کیا چیز ہے	ہاں یہ فرما دیجئے کہ یہ تکلیف فرمائی کس کے لئے ہے
تاشوم من خاکپائے آں کسے	کہ بباغ لطف تستش مغرسے
تا کہ میں اس شخص کا خاک پا ہو جاؤں	جس کو آپ کے باغ لطف میں جاگیری حاصل ہے
چوں چنیں گفت او ونخوت را براند	مصطفیؐ ترک عتاب او بخواند
ج اس نے اس طرح کی باتیں کیں اور نخوت کو دور کر دیا	تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عتاب کو ترک فرمادیا
پس بگفتش کاں ہلال عرش کو	ہمچو مہتاب از تواضع فرش کو
پھر اس سے فرمایا کہ وہ ہلالؓ عرش کہاں ہے	وہ جو مہتاب کی طرح تواضع کے سبب فرش ہے کہاں ہے
آں شہے در بندگی پنہاں شدہ	بہر جاسوسی بدنیا آمدہ
وہ ایک بادشاہ ہے جو غلامی میں پنہاں ہو رہا ہے	جاسوسی کے لئے دنیا میں آیا ہوا ہے
تو مگو کان بندہ وآخرچی ماست	ایں بداں کہ گنج درویرانہ ہاست
تو یوں مت کہنا کہ وہ تو ہمارا غلام اور ملازم آخور ہے	یہ جان لینا کہ ویرانوں میں خزانہ ہے
اے عجب چونست ازسقم آں ہلالؓ	کہ ہزاراں بدر ہستش پایمال
اے تعجب بیماری سے وہ ہلالؓ کیسا ہے	جس کے سامنے ہزاروں بدر پامال ہیں
گفت از رنجش مرا آگاہ نیست	لیک روزے چند بردرگاہ نیست
اس نے عرض کیا کہ اس کی بیماری سے مجھ کو آگاہی نہیں ہے	لیکن چند روز سے مجلس میں نہیں ہے
صحبت او باستورو اشتر ست	سائس ست ومنزلش آن آخرست
اس کی بود و باش ستور اور خچر کے ساتھ ہے	وہ سائیس ہے اور اس کی منزل وہ آخور ہے
رفت پیغمبرؐ برغبت بہر او	اندر آخر آمد اندر جستجو
پیغمبرؐ رغبت کے ساتھ ان کے لئے چلے	آخور میں تشریف لائے تلاش میں

www.besturdubooks.wordpress.com

بود آخر مظلم و زشت و پلید	ویں ہمہ برخاست چوں سید رسید
وہ آخور تاریک اور زشت اور نجس تھا	اور یہ سب دور ہو گیا جب سید الخلق پہنچے
بوئے پیغمبرؐ ببرد آن شیر نر	ہمچنانکہ بوئے یوسفؑ را پدر
اس شیر نر نے پیغمبرؐ کی خوشبو کو محسوس کیا	جس طرح کہ خوشبوئی یوسفؑ کو باپ نے
موجب ایماں نباشد معجزات	بوی جنسیت کند جذب صفات
معجزات موجب ایمان نہیں ہوتے ہیں	بوئے جنسیت صفات کو جذب کرتی ہے
معجزات از بہر قہر دشمن ست	بوی جنسیت پئے دل بردن ست
معجزات دشمن کے مغلوب کرنے کے لئے ہیں	بوئے جنسیت دل لینے کے لئے ہے
قہر گردد دشمن اما دوست نے	دوست کے گردد بہ بستہ گردنے
دشمن مقہور تو ہو جاتا ہے مگر دوست نہیں ہوتا	گردن بندھا ہوا دوست کب ہو سکتا ہے
اندر آمد او ز خواب از بوی او	گفت سرگیں داں' درو زینگونہ بو
وہ نیند سے بیداری میں آئے آپ کی خوشبو سے	کہنے لگی کہ یہ سرگین دان اس میں اس طرح کی خوشبو؟
از میان پائے استوراں بدید	دامن پاک رسولؐ بے ندید
انہوں نے ستوروں کے پاؤں کے درمیان میں سے دیکھا	دامن پاک رسول بے نظیر کا
پس ز کنج آخر آمد غو غواں	روی بر پایش نہاد آں پہلواں
پس گھسٹتے ہوئے آخور کے گوشہ سے آئے	آپ کے قدم پر چہرہ رکھ دیا اس پہلوان نے
پس پیغمبرؐ روی بر رویش نہاد	بر سر و بر چشم و رویش بوسہ داد
پس پیغمبرؐ نے ان کے چہرہ پر اپنا چہرہ رکھ دیا	ان کے سر اور آنکھوں اور چہرہ پر بوسہ دیا
گفت یارا تا چہ پنہاں گوہری	اے غریب عرش چونی' خوشتری
فرمایا کہ اے یار ہاں تو کیسا مخفی گوہر ہے	اے مسافر عرش تو کیسا ہے؟ اچھا بھی ہے؟
گفت چوں باشد خود آں شوریدہ خواب	کہ درآید در دہانش آفتاب
کہا کہ اس پریشان خواب کا کیا حال ہو گا	جس کے منہ میں آفتاب برآمد ہو جاوے
چوں بود آں تشنۂ کو گل خورد	آب بر سر بنہدش خوش می برد
اس تشنہ لب کا کیا حال ہو گا جو کیچڑ کھا رہا ہو	پانی اس کو اپنی سطح پر رکھے ہوئے خوش لے جا رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قضارا بیمار اور ناخوش ہو گئے ہلال مصطفےٰ کو وحی (ان کے) حال کی مظہر ہوئی ان کی بیماری سے (ان کا) آقا بے خبر تھا۔ کیونکہ وہ اس کے نزدیک کاسد اور بے قدر تھے۔ (اور) نوروز سے آخور میں ایک مخلص لیٹا تھا (مراد ہلالؓ اور) کوئی شخص اس کے حال سے آگاہ نہ تھا (اور دوسروں کا تو کیا ذکر) جو شخص کہ (کامل) شخص تھے اور سب شخصوں کے بادشاہ تھے (اور) ان کی عقل جو کہ (وسعت میں) سو قلزم کے مثل (اور) ہر جگہ پہنچتی تھی (باوجود اس کے) ان پر (بھی) وحی آئی (تب ان کو خبر ہوئی اور قبل وحی ان کو بھی خبر نہ ہوئی حالانکہ قوت عاقلہ بحد کمال تھی وجہ یہ کہ منقولات میں تو نقل ہی کی حاجت ہے اور مرض کسی کا منقولات میں سے ہے نہیں اور اس وحی سے) رحم حق (ہلال کا) غمخوار ہوا (غمخواری ظاہر ہے کہ حضور کو خبر کر کے ان کے تفقد حال کی طرف متوجہ کر دیا جو ان کے لئے ہر طرح کی شفا تھی اور مضمون وحی کا یہ تھا) کہ آپ کا فلاں مشتاق بیمار ہو گیا (اس وحی کے بعد) مصطفےٰ ہلال باشرف کے لئے تشریف لے گئے بغرض عیادت کے اس طرف (سو) خورشید وحی کے پیچھے پیچھے (تو) وہ چاند (مراد ذات اقدس رواں تھا اور وہ صحابہؓ اس (چاند) کے پیچھے مثل کواکب کے (رواں) تھے (روانی اور روانی وجہ تشبیہ میں داخل نہیں محض ماہ و نجوم صرف تفاوت مراتب نور میں مشبہ بہ ہیں اور وحی چونکہ کلام حق ہے جو کہ صفات قدیمہ حق سے ہے گو تعلق اس کا حادث ہو اور قدیم کا نور ظاہر ہے کہ حادث کے نور سے اکمل ہے اس لئے اس کی تشبیہ خورشید سے برمحل ہوئی آگے تائید ہے صحابہؓ کی تشبیہ بالنجوم کی کہ خود) ماہ فرماتا ہے کہ اصحابی کالنجوم (آگے وجہ تشبیہ مذکور ہے ایک تو وہی جو مذکور ہوئی یعنی صاحب نور ہونا کہ اس کے لوازم سے ہے رہنمائی اور اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہی مقصود بھی معلوم ہوتا ہے حیث قال فیہ بایھم اقتدیتم اھتدیتم اور دوسری وجہ سبب رجم شیاطین ہونا اور یہ وجہ گو اس حدیث میں مذکور نہیں مگر ایک دوسری حدیث کے اشارہ سے مفہوم ہوتی ہے حیث قال صلے اللہ علیہ وسلم النجوم امنۃ للسماء فاذا ذھبت النجوم الی السماء ماتوعدوانا امنۃ لاصحابی فاذا ذھبت انا الی اصحابی مایوعدون و اصحابی امنۃ لامتی فاذا ذھب اصحابی الیٰ امتی مایوعدون رواہ مسلم کذافی المشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ یعنی آپ نے اس حدیث میں نجوم کی اور صحابہؓ کی یہ ایک خاصیت مشترک بیان فرمائی ہے کہ وہ سبب ہیں امن کے اور ان کا ذہاب سبب ہوگا حوادث و فتن کا اور ظاہر ہے کہ امت میں شرور و فتن کا ہونا سبب ہے شیاطین سے پس صحابہؓ سبب ہوئے دفع شیاطین کا اور یہی حاصل ہے رجم شیاطین کا پس ان ہی دو وجہوں کو آئندہ مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ وہ صحابہؓ) راہرو کے لئے قابل پیروی کے (اور رہنما) ہیں (السریٰ مصدر والمراد صاحب السریٰ) اور شریروں کے لئے سبب رجم ہیں (کما مر تقریرہ غرض سب ہمراہ چلتے چلتے اس آقا کے گھر پہنچے پس اس) امیر سے لوگوں نے کہا کہ وہ بادشاہ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) آ پہنچے وہ خوشی کے مارے بے اختیارا چھلنے لگا (چونکہ اختیار) قصدی فعل ہے قلب اور روح کا بخلاف حرکات غیر اختیاریہ کے کہ اس میں قلب و روح کا قصد نہیں ہوتا اس لئے بے دل و جان کی تفسیر بے اختیار سے کی گئی آگے اس کے اچھلنے کی علت بتلاتے ہیں کہ) اس گمان پر اس نے خوشی سے دونوں ہاتھ بجانے شروع کئے کہ وہ شاہنشہ اس امیر کے لئے تشریف لائے ہیں (اور یہ خیال کر کے) جب وہ امیر بالا خانہ سے اترا تو جان کو نثار کرتا تھا بشارت دینے والے کے صلہ میں (یعنی جس نے حضور کی تشریف آوری کی خبر دی تھی اس کے عوض میں اس مبشر پر اپنی جان نثار کر رہا تھا (فی الحاشیۃ پامژدای برائے نثار بشیر و مژد بشارت دہندہ جان را قربان و فدای ساخت ۱۲) پھر (آپ کے پاس آ کر) زمین بوسی اور سلام ادا کیا (اور) رخ کو طرب سے اس نے مثل گلاب کے کر لیا (اور) عرض کیا بسم اللہ (میرے) مسکن کو مشرف کیجئے تا کہ یہ انجمن (مشابہ) فردوس

www.besturdubooks.wordpress.com

(کے) ہو جاوے (اور) تا کہ میرا قصر (رتبہ میں) آسمان پر فائق ہو جاوے (اور بزبان حال فائق ہونے کی وجہ بتلادی) کہ میں نے دورۂ زمانہ کا قطب دیکھا ہے (دیکھنے کی اسناد قصر کی طرف مجازی ہے کیونکہ دیکھنا فعل صاحب قصر کا ہے اور یا خود دیکھنے کے معنی میں مجاز ہے یعنی مجاورت وملابست اور یہاں قطب سے مراد معنی اصطلاحی نہیں کیونکہ وہ رتبہ نبوت کے سامنے محض بے حقیقت ہے تو اس کا اطلاق آپ پر ایک گونہ خلاف ادب ہے بلکہ معنی لغوی مراد ہیں یعنی آپ مراد اور مقصود ہیں کائنات زمانہ یعنی عالم کے) اس (نبی) محترم نے (اس کے جواب میں) بغرض عتاب فرمایا کہ میں تیرے دیکھنے کے لئے نہیں آیا ہوں (عتاب کا قصد اس لئے فرمایا کہ وہ آنے کی وجہ پوچھے تو اس کے بتلانے سے اس کو اپنی غلطی بے خبری حال ہلالؓ کے باب میں معلوم ہو جاوے) اس (امیر) نے عرض کیا کہ میری جان آپ ہی کی ہے (اس کو میں آپ پر فدا کرتا ہوں اور) خود جان (بھی) کیا چیز ہے (کہ آپ پر نثار کروں اس سے بڑھ کر اگر کوئی چیز ہو تو وہ آپ پر نثار ہے) ہاں یہ فرما دیجئے کہ یہ تکلیف فرمائی کس کے لئے ہے تا کہ میں اس شخص کا خاک پا ہو جاؤں جس کو آپ کے باغ لطف میں جائے گیری حاصل ہے (یعنی جس کی یہ قدر ہے کہ وہ مثل نہال کے آپ کے باغ لطف میں جما ہوا ہے) جب اس (امیر) نے اس طرح کی باتیں کیں اور نخوت کو دور کر دیا۔ تو مصطفےٰؐ نے اس کے عتاب کو ترک فرما دیا (یعنی اس کی تواضع سے خوش ہو گئے اور) پھر اس سے (اس کے سوال کا جواب دینے کے لئے) فرمایا کہ وہ ہلال عرش کہاں ہے (یعنی ہلال جو باعتبار علوشان کے گویا ساکن عرش ہے اور) وہ جو (نور) مہتاب کی طرح تواضع کے سبب (زمین کا) فرش (بن رہا ہے وہ) کہاں ہے۔ یعنی جس طرح چاند باوجود بلند ہونے کے پھر اس کی روشنی زمین پر پڑی ہوئی ہے اسی طرح ہلال رتبہ میں تو عرشی ہے لیکن تواضع سے وہ ارضی اور فرشی بن رہا ہے اور) وہ ایک بادشاہ ہے جو (لباس) غلامی میں پنہاں ہو رہا ہے (اور گویا) جاسوسی کے لئے دنیا میں آیا ہوا ہے (یہ تشبیہ باعتبار اخفاء کے ہے کہ جاسوس اپنے کو مخفی رکھتا ہے باعتبار غرض کے نہیں ہے کیونکہ اس کی غرض تجسس ہے یہاں ہلالؓ کے لئے کسی امر کا تجسس ثابت کرنا مقصود نہیں اور اے امیر) تو یوں مت کہنا کہ وہ (ہلالؓ) تو ہمارا غلام اور ملازم آخور ہے۔ یہ جان لینا کہ ویرانوں میں خزانہ ہے (آخرچی کا مد ساقط ہو کر واؤ عاطفہ اس سے موصول ہو گیا ہے) اے تعجب بیماری سے وہ ہلالؓ کیسا ہے جس کے سامنے ہزاروں بدر پامال ہیں (ہلال اور بدر کے تقابل کا لطف ظاہر ہے اسی طرح ہلال کے لئے سقم اور نحافت کے اثبات کا لطف بھی اور اسی عنوان کے اعتبار سے شاعرانہ تعجب کیا گیا ہے یعنی متعارف ہلال تو سقیم اور نحیف ہوتا ہی ہے مگر جس ہلال پر بدر بھی قربان ہو وہ تو بدر سے بھی زیادہ اتم ہونا چاہئے اس کی سخافت عجیب ہے اور معنون کے مرتبہ میں تعجب مقصود نہیں کیونکہ کسی کامل کا بیمار ہونا کیا تعجب ہے تو معنون کے درجہ میں مقصود صرف سوال ہے کیفیت سے بدوں تعجب کے) اس (امیر) نے کہا کہ اس کی بیماری سے مجھ کو آگاہی نہیں (فی الحاشیۃ آگاہ نیست اے آگاہی نیست محمد افضل ۱۲) لیکن چند روز سے (میری) مجلس میں (حاضر) نہیں (ہوتا اور وجہ آگاہ نہ ہونے کی یہ ہے کہ) اس کی بود و باش (ہر وقت کی) ستور اور خچر کے ساتھ ہے (کیونکہ) وہ سائیس ہے اور اس کی منزل (اور رہنے کا مقام) وہ آخور ہے (اس لئے بھی خبر نہیں ہوتی) پیغمبرؐ رغبت کے ساتھ ان کے لئے چلے (اور) آخور میں (ان کی) تلاش میں تشریف لائے (اور) وہ آخور (پہلے سے) تاریک اور زشت اور نجس تھا اور یہ سب (عیب) دور ہو گیا جب سید الخلق پہنچے (یہ مطلب نہیں کہ وہ نجاست حساً مرتفع ہو گئی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کا اثر ایسا مغلوب ہو گیا گویا کہ ذات ہی مرتفع ہو گئی پس مقصود بیان کرنا ہے آپ کے انوار وآثار و برکات کے غلبہ کا چنانچہ ان ہی انوار وآثار کو حضرت ہلالؓ کا ادراک کرنا آگے مذکور ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی) اس شیرز (یعنی ہلالؓ) نے پیغمبر کی خوشبو کو محسوس کیا جس طرح کہ خوشبوئے یوسفؑ کو (ان کے) باپ نے (محسوس کیا آگے بوئے پیغمبر برد آن شیرز کی مناسبت سے ایک مضمون متعلق تاثیر بوئے جنسیت کے بیان فرماتے ہیں کہ بوئے جنسیت وہ چیز ہے کہ معجزات کا موجب ایمان ہونا اسی بوئے جنسیت پر موقوف ہے چنانچہ) معجزات (بنفسہا) موجب ایمان نہیں ہوتے (اور نہ اس کے معائنہ سے ایمان متخلف نہ ہوتا حالانکہ صدہا کفار نے معجزات دیکھے اور ایمان نہیں لائے بلکہ) بوئے جنسیت (پیغمبر کی) صفات کو (قلب مومن بمعنی من سوئے من کی طرف) جذب کرتی ہے (یعنی مناسبت وہبیہ سے نبی کی صفات کا اثر اس کے قلب پر ہوتا ہے اور وہ اثر سبب ایمان کا ہوتا ہے پس موثر قریب ایمان میں بوئے جنسیت ہوئی اور معجزات سبب بعید ہوئے جس سے تخلف بھی ہو جاتا ہے پس اس سے اس شبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ معجزات دلیل نبوت نہیں جیسا اس وقت بعض اہل زیغ نے دعویٰ کیا ہے البتہ معجزات کا اثر بالذات جس کا اس سے تخلف نہیں ہوتا دوسرا ہے وہ یہ کہ) معجزات دشمن (دین) کے مغلوب (اور معارضہ سے عاجز) کرنے کے لئے ہیں (چنانچہ ظاہر بھی ہے کہ وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور اس کا لقب بھی معجزہ اسی واسطے ہوا ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کی تصریح ہے ان نشانزل علیھم من السماء آیۃ فظلت اعناقھم لھا خاضعین پس معجزات کا تو لازم اثر یہ مقہوری ہے اور) بوئے جنسیت دل لینے کے (یعنی انقیاد و اطاعت پیدا کرنے کے) لئے ہے (حتیٰ کہ معجزات دیکھ کر بھی اگر کوئی ایمان لاتا ہے تو اس بوئے جنسیت ہی کے واسطہ سے لاتا ہے یعنی کبھی معجزات کے بعد یہ بوئے جنسیت پیدا ہو جاتی ہے پھر وہ سبب ایمان کی ہوتی ہے جیسا اوپر عرض کیا ہے کہ موثر قریب ایمان میں بوئے جنسیت ہوئی الخ اور اگر بوئے جنسیت نہیں ہوتی تو صرف معجزات کے دیکھنے سے) دشمن مقہور تو ہو جاتا ہے مگر دوست نہیں ہوتا (اور ظاہر بات بھی ہے کہ) گردن بندھا ہوا (آدمی) دوست کب ہو سکتا ہے (یعنی خالی معجزات کا دیکھنے والا جبکہ اس میں بوئے جنسیت نہ ہو عجز میں مشابہ اس شخص کے ہے جس کی گردن بندھی ہو اور صرف گردن باندھنا دوستی کا سبب ہرگز نہیں ہو سکتا پس بستہ میں بائے زائدہ ہے بائے الصاق وغیرہ نہیں پھر رجوع ہے قصہ کی طرف کہ) وہ (ہلالؓ) نیند سے بیداری میں آئے آپ کی خوشبو سے (اور ابھی آپ کو دیکھا نہیں تھا اس لئے دل میں) کہنے لگے کہ (حیرت ہے) یہ سرگین دان (اور) اس میں اس طرح کی خوشبو (یہ کیا بات ہے اسی اثناء میں دفعۃً) ستوروں کے پاؤں کے درمیان میں سے انہوں نے دیکھا۔ دامن مبارک رسول بے نظیر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا (اور بے نظیری آپ کی اس درجہ کی ہے کہ آپ کی نظیر شرعاً ممتنع ہے) پس (آپ کو دیکھ کر) گھسٹتے ہوئے (آخور کے گوشہ سے حضورؐ کے قریب) آئے (اور گھسٹنے کا سبب غایت ضعف ہے اور آ کر) آپ کے قدم پر (بوسہ دینے کے لئے) چہرہ رکھ دیا اس پہلوان نے پس پیغمبرؐ نے (قدم پر سے سر اٹھا کر) ان کے چہرہ پر اپنا چہرہ رکھ دیا (یعنی) ان کے سر اور آنکھوں اور چہرہ پر بوسہ دیا (اور یہ سب جائز ہے جب شہوت نہ ہو البتہ فقہاء نے مرد کے فم یعنی دہن پر بوسہ دینے کو منع کیا ہے سو یہاں اس کا وقوع نہیں ہوا اور پیغمبرؐ نے) فرمایا کہ اے رہاں تو کیسا مخفی گوہر ہے (تا برائے تنبیہ کذا فی الغیاث اور گوہر باعتبار قدر و قیمت کے کہا اور مخفی اس لئے کہا کہ ان کا گوہر ہونا عام کو معلوم نہیں) اے مسافر عرش (یعنی جس کا وطن عالم بالا ہے اور دنیا میں مسافر ہے) تو کیسا ہے اچھا بھی ہے (یہ عیادت کے طور پر دریافت کیا) انہوں نے (جواب میں بجائے اظہار حالت مرض کے حضورؐ کی عنایت کی مسرات اور توجہ کے برکات کو بیان کرنا شروع کیا اور) کہا کہ اس پریشان خواب کا کیا حال ہوگا جس کے منہ میں آفتاب برآمد ہو جاوے (یعنی جس شخص کی نیند کسی عارض مرض وغیرہ کے سبب پریشان ہو گئی ہو اور وہ دن کا ہونا چاہتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو اس حالت میں دیکھتا گیا ہے کہ اس کے منہ میں دھوپ گھس رہی ہے تو اس کی مسرت کی کیا انتہا ہوگی بوجہ مطلوب کے مل جانے کے اسی طرح مجھ کو میرا مطلوب مل گیا یعنی آپ پس میری خوش حالی کی کیا حد ہے آگے دوسری مثال ہے کہ) اس تشنہ کا کیا حال ہوگا جو (غایت تشنگی کے سبب کیچڑ کھا رہا ہو (اور اسی حالت میں دیکھتا گیا ہے کہ) پانی اس کو اپنی سطح پر رکھے ہوئے خوش خوش لے جا رہا ہے (تو اس کی مسرت کا بوجہ اس کے مطلوب کے مل جانے کے کیا حال ہوگا پس یہی حال میرا ہے اور آب برسر بنهدش کے لئے یہ ضرور نہیں کہ بلا حائل وہ پانی پر چلتا ہو کیونکہ مسرت عطشان کی اس پر موقوف نہیں اس کا سبب تو قرب ہے پانی کا جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مثلاً وہ اپنے کو سطح آب پر بواسطہ کشتی کے پائے مثال میں اس صورت کی تخصیص کا یہ مرجح ہو سکتا ہے کہ یہ صورت ہے آب کثیر کے مل جانے کی اور ظاہر ہے کہ پیاسے کو جس قدر کثیر پانی سے تلبس ہوگا وہ زیادہ مسرور و فرحاں ہوگا)۔ فائدہ:۔ آگے محض بمناسبت لفظیہ مصرعہ ثانیہ شعر اخیر بالا۔

آب برسر بنهدش خوش می برد

انتقال فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے پانی پر چلنے کے قصہ کی طرف گو مضمون بالا کو اس قصہ کیساتھ کوئی مناسبت معتد بہ نہیں۔

در بیان آنکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شنید کہ عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

برروی آب رفت فرمود کہ لو ازداد یقینہ لمشیٰ علی الھواء

اس کا بیان کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ عیسیٰ ہمارے نبی پر اور ان پر درود و سلام ہو پانی پر چلتے تھے فرمایا کہ اگر ان کا یقین بڑھ جاتا تو یقیناً ہوا پر چلتے

ہمچو عیسیٰ برسرش گیرد فرات	کاایمنی از غرقہ در آب حیات
عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اس شخص کو فرات اپنے سر پر لے لیتا ہے	کہ تو بے خوف ہے غرق سے آب حیات میں
گوید احمدؐ گر یقینش افزوں بدے	خود ہوایش مرکب و ہاموں شدے
احمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ان کو یقین اور زیادہ حاصل ہو جاتا	تو خود ہوا ان کا مرکب اور صحرا ہو جاتا
ہمچو من کہ بر ہوا راکب شدم	در شب معراج مستصحب شدم
جیسا میں ہوں کہ ہوا پر راکب ہوا	شب معراج میں صحبت رکھنے والا ہوا

عیسیٰ علیہ السلام کی طرح (کہ وہ پانی پر چلتے تھے) اس شخص (مذکور فی الشعر السابق) کو فرات (مراد مطلق دریا) اپنے سر پر لے لیتا ہے) اور بزبان حال اس سے کہتا ہے) کہ تو بے خوف ہے غرق سے (اور) آب حیات میں (ہے تشبیہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اشارہ ہے ایک قصہ کی طرف۔

فائدہ:۔ میں آتا ہے آگے رفع استبعاد کرتے ہیں کہ پانی پر چلنا تو کیا بعید ہوتا) احمد (صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ) فرماتے ہیں کہ اگر ان کو یقین اور زیادہ حاصل ہو جاتا تو خود ہوا ان کا مرکب اور صحرا (کہ محل قطع مسافت ہے) ہو جاتا۔ جیسا میں ہوں کہ ہوا پر راکب ہوا (اور) شب معراج میں (ملائکہ سمٰوات کے ساتھ) صحبت رکھنے والا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوا (جو کہ سفر علی الہواء کے بعد واقع ہوا اور گو یہ سفر علی الہواء براق پر ہوا مگر یہ مشی علی الہواء بواسطہ براق بھی تو ایک خارق عادت اور دلیل کرامت علی اللہ ہے جو برکات یقین سے ہے اور گو عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ایسا ہی سفر علی الہواء گو بواسطہ ملائکہ سہی اخیر عمر دنیا میں ہوا لیکن اس حکم میں کوئی اشکال نہیں معنی یہ ہیں کہ جس زمانہ میں پانی پر چلتے تھے اسی وقت میں ہوا پر چلتے چنانچہ جب وہ مرتبہ یقین کا حاصل ہو گیا تو آسمانوں کی طرف مرفوع کر لئے گئے)

فائدہ۔ اب بعد شرح اشعار کے اس قصہ کی تحقیق اور اس کے متعلق بعض سوالات و جوابات ضروری ہیں تحقیق روایت فی الاحیاء کتاب الصبر والشکر وایضاً کتاب التوکل قیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عیسیٰ علیہ السلام یقال انہ مشیٰ علی الماء فقال لو ازداد یقیناً لمشیٰ علی الھواء ہ فی شرح الاحیاء اللزبیدی قال العراقی ھذا حدیث منکر لایعرف ھکذا والمعروف مارواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الیقین من قول بکر بن عبداللہ المزنی قال فقد الحواریون نبیھم فقیل لھم توجہ نحو البحر فانطلقوا یطلبونہ فلما انتھوا الی البحر اذا ھو قد اقبل یمشی علی الماء فذکر حدیثا فیہ ان عیسیٰ قال لو ان لابن آدم من الیقین قدر شعیرۃ مشیٰ علی الماء قلت روی ابن ابی الدنیا ایضاً و ابن عساکر عن فضیل ابن عیاض قال قیل لعیسی بن مریمؑ بای شیٔ تمشی علی الماء قال بالایمان والیقین قالوا فانا آمنا کما آمنت وایقنا کما ایقنت قال فامشوا اذاً فمشوا معہ فجاء الموج فغرقوا فقال لھم عیسیٰؑ مالکم فقالوا اخفنا الموج قال الا اخفتم رب الموج فاخرجھم اھ حاصل عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ صاحب احیاء نے نقل کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر ان کے یقین میں اور زیادہ ترقی ہوتی تو ہوا پر چلتے شارح نے عراقی سے نقل کیا کہ یہ حدیث منکر ہے یعنی اس کے راوی غیر ثقہ نے ثقات کے خلاف روایت کی ہے معروف وہ روایت ہے جس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب الیقین میں بکر بن عبداللہ مزنی کا قول کر کے نقل کیا ہے کہ ایک بار حوارین نے اپنے پیغمبر کو نہ پایا کسی نے کہا کہ وہ دریا کی طرف گئے ہیں لوگ ان کو تلاش کرنے دریا کی طرف چلے جب دریا پر پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ پانی پر چلتے ہوئے آ رہے ہیں پھر ایک مضمون بیان کیا جس میں یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آدمی کے پاس یقین میں سے ایک جو کے برابر بھی ہو تو پانی پر چلنے لگے۔ شارح کہتے ہیں کہ نیز ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے فضیل بن عیاض سے نقل کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ پانی پر کس چیز کے ذریعہ سے چلتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایمان اور یقین کے ذریعہ سے لوگوں نے کہ پس ہم بھی ایمان لائے ہیں جیسا آپ ایمان لائے ہیں اور ہم بھی یقین رکھتے ہیں جیسا آپ یقین رکھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ پس چلو وہ ان کے ساتھ چلے ایک موج آئی اور وہ سب غرق ہونے لگے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہے انہوں نے کہا کہ ہم موج سے ڈر گئے آپ نے فرمایا کہ تم رب موج سے کیوں نہ ڈرے پھر آپ نے ان کو نکالا فقط اس عبارت سے چند امور مستفاد ہوئے (۱) یہ روایت احیاء کی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ فرمایا کہ اگر ان کو زیادہ یقین ہوتا تو ہوا پر چلتے۔ ثابت نہیں (۲) خود عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ارشاد میں یقین کی تاثیر بیان فرمائی ہے کہ اس سے پانی پر چل سکتے ہیں ایک روایت میں مطلق یقین کی اور ایک روایت میں اس کی قلت کی تصریح کے ساتھ بھی (۳) ہوا پر چلنے کا مضمون کسی طرح سے بھی کسی روایت میں مذکور نہیں (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان میں سے کوئی مضمون منقول نہیں بلکہ یہ حکایت بکر بن

www.besturdubooks.wordpress.com

عبداللہ و فضیل بن عیاض سے منقول ہے یہ تو مدلولات ہیں اس عبارت کے اب بعض سوال و جواب اس مقام کے متعلق ہیں۔ سوال اول کیا مولاناؒ اور امام غزالیؒ نے یہ روایت بے اصل لکھ دی ہے جواب قصداً لکھنا محل اشکال ہوتا باقی بنا بر حسن ظن بالراوی کے ایسی لغزش بعید نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان حضرات کے پاس کوئی سند ہو جو اوروں کو نہ ملی ہو۔

سوال دوم: کیا یقین کے لئے لازم ہے کہ پانی پر بنا بر روایت ثابتہ کے یا ہوا پر بنا بر روایت متکلم فیہا کے چلنے پر قادر ہو اگر ایسا ہے تو جن حضرات کی عدم قدرت کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں وہاں تو ہم انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم کا اشکال نہیں کر سکتے گو اس کا وقوع نہ ہوا ہو کیونکہ نفی وقوع نفی قدرت کو مستلزم نہیں لیکن جن کی عدم قدرت ثابت ہے جیسے ہر مومن اپنی حالت سے اس کا علم رکھتا ہے یا جیسے امام اور مولانا کی روایت سے عدم قدرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشی علی الہواء پر معلوم ہوتی ہے تو کیا ان مقامات پر یا بخصوص عیسیٰ علیہ السلام کے لئے نعوذ باللہ یہ حکم کر دیں گے کہ ان کو یقین کے بعض مراتب حاصل نہ تھے۔ سوال سوم:۔ یقین میں اور خوارق عادات میں کوئی وجہ علاقہ کی نہیں یقین فی نفسہ ایک کمال مطلوب ہے خواہ خوارق کے ساتھ ہو یا بلا خوارق گو حضرات انبیاء علیہم السلام میں ان کا اقتران اس لئے ہو گیا کہ خوارق علامت ہیں نبوت کی لیکن تب بھی وہ خوارق ثمرہ ایمان و یقین کا نہیں اور غیر انبیاء میں تو خواہ ایمان کیسا ہی کامل ہو خود خوارق کا ہونا ہی ضرور نہیں اکابر فن نے تصریح کی ہے کہ خارق کا مرتبہ ذکر لسانی سے بھی کم ہے غرض وہ اتنی بڑی چیز نہیں جیسا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ علامت ہو کمال ایقان کی جواب ان دونوں سوالوں کا یہ ہے کہ یہاں یقین سے مراد ایمان و تصدیق شرعی نہیں جن کا متعلق ذات و صفات اور بعض افعال حق ہیں جن کے اعتقاد رکھنے کا شرع میں امر وارد ہے اور جو کہ کمال مطلوب ہے اور جس کے لئے خوارق ہونا ضروری نہیں اور جس سے خوارق کا کوئی تعلق نہیں بلکہ مراد یہاں یقین سے جزم کرنا ہے ان بعض خاص افعال حق کا جن کا تعلق حوادث یومیہ کے ساتھ ہے اور یہ ایک قسم ہے توکل کی مثلاً یہ کہ ہم زید پر غالب آویں گے اور مثلاً فلاں شخص اس بیماری میں نہ مرے گا اور مثلاً اگر ہم دریا میں گھس جاویں ہرگز نہ ڈوبیں گے اور مثلاً ہم ہوا میں معلق ہو کر فلاں مسافت قطع کر سکیں گے۔ پس اس یقین کے بعض احکام کا بیان کرنا مقصود ہے اور وہ حکم اثبات فضیلت نہیں بلکہ اس کی ایک خاصیت بیان کرنا ہے اور اس کی وہ خاصیت تجربا کثریہ سے ثابت اور منقول ہے کہ اگر کسی فعل ممکن کے وقوع کا خواہ وہ فعل عادۃً قریب ہو یا مستبعد ہو ایسا جزم ہو جاوے کہ اس کے خلاف جانب کا احتمال ہی ذہن میں نہ ہو تو عادۃ اللہ جاری ہے کہ اس کو واقع کر دیتے ہیں گو کسی جگہ کسی خاص مانع کے سبب تخلف بھی ہو جاتا ہے اور اس کے لئے مقبولیت بھی شرط نہیں گو ایمان اور مقبولیت سے اس میں برکت رہ جاتی ہے وہو معنے قول عیسیٰ علیہ السلام بالایمان والیقین اور نہ مقبولیت کے لئے ایسا جزم لازم ہے کیونکہ اس جزم کا جو متعلق ہے یعنی حادث یومی وہ خود مطلوب شرعی نہیں اس تقریر سے ان دونوں سوالوں کا جواب ہو گیا (اور جس طرح اس میں مقبولیت شرط نہیں اسی طرح کمال مقبولیت کے منافی بھی نہیں جیسا بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ یہ جزم ایک قسم کی مغلوبیت ہے جو کمال نبوت سے بعید ہے جواب یہ ہے کہ یہ ایسی مغلوبیت نہیں ہے جس میں قوی علمیہ و عملیہ میں ضعف و فتور اور بعض حدود سے تجاوز ہو جاوے جیسے متوسطین سلوک کو ہو جاتا ہے۔ سوال چہارم:۔ حضرت علیؓ کا قول مشہور ہے لو کشف لی الغطاء ما ازددت یقیناً اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان کو یقین کے تمام مراتب حاصل تھے اور اوپر عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بعض مراتب یقین کا حاصل نہ ہونا مولانا اور امام کی روایت پر معلوم ہوتا ہے تو تفضیل ولی کی نبی پر لازم آئی اور یہ باطل ہے اور یہی لازم کافی دلیل تھی اس حدیث کے بطلان کی تو ان دونوں بزرگوں کو اس پر تنبہ کیوں نہیں ہوا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت علیؓ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے یہ قول ثابت ہو تو اس میں یقین سے مراد ایمان ہے نہ کہ معنی مذکور بالا اور اس کا منتہیٰ کمال کا یہ ہے کہ علم الیقین بمنزلہ عین الیقین ہو جاوے سو اس میں مفضول ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا لازم نہیں آتا بلکہ تمام انبیاء تمام اولیا سے اس میں افضل ہیں اور نفی زیادت سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس میں مافوق مرتبہ ہے ہی نہیں کیونکہ منتہیٰ سے آگے کوئی مرتبہ نہیں ہو سکتا پھر انبیا کس میں افضل ہوں گے جواب یہ ہے کہ مافوق کا وجود تو یقینی ہے جو انبیاء کو حاصل ہے اور نفی زیادت کا مطلب یہ ہے کہ غیر نبی کی استعداد کے اعتبار سے جو اخیر منتہیٰ ہے وہ مجھ کو اس وقت بھی حاصل ہے جیسے کسی خاص درجہ کی ڈگری حاصل کرنے والے کو ڈپٹی کلکٹری کا عہدہ ملتا ہو اور اس کے بھی درجات مختلف ہوں اور کسی کو اس کا منتہیٰ حاصل ہو جاوے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ڈپٹی کلکٹری سے بڑا کوئی عہدہ نہیں ہے غرض اس قول میں ایمان غیر نبی کے مراتب کے منتہیٰ کا حاصل ہونا اپنے لئے فرماتے ہیں اور انبیاء کے لئے ان کی شان کے مناسب جدا منتہیٰ ہوتا ہے اور ہر شخص کو اس کی استعداد کے مناسب اس مرتبہ انتہائی کے بعد اگر معائنہ ہو جاتا ہے تو اس سے یقین میں زیادت نہیں ہوتی۔ البتہ اطمینان زائد ہو جاتا ہے جس کی حقیقت ہے سکون نفس جس میں پہلے سے جو اس کی کیفیت وقوع میں نہ کہ نفس وقوع میں تردد تھا وہ زائل ہو گیا کما قال تعالیٰ لابراہیم علیہ السلام اولم تومن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی اور دو اشکال ان اشعار میں اور تھے ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشی علی الہواء کہاں واقع ہوا کیونکہ معراج تو بواسطہ براق کے ہوئی دوسرے عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تو رفع الی السماء کے وقت ایسا مشی علی الہواء واقع ہوا حل ان دونوں کا ان اشعار کی شرح کے ضمن میں ہو چکا ہے اور اگر حضورؐ کے معراج کے مرتب علی الیقین ہونے پر یہ شبہ ہو کہ یقین کے جو معنی ذکر کئے گئے ہیں وہ اس کو مقتضی ہیں کہ اس کے قبل آپ کو اس مشی علی الہواء کا جزم ہو حالانکہ کسی دلیل سے یہ بھی ثابت نہیں کہ آپ کو اس کا پہلے سے خیال بھی تھا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ آیات و لقد آتینا موسیٰ الکتٰب فلاتکن فی مریۃ من لقاءہ وقولہ واسال من ارسلنا من قبلک من رسلنا بعض مفسرین کے قول پر اور آیت لترکبن طبقا عن طبق ابن عباسؓ کے قول پر معراج پر محمول ہیں اور صیغہ امر و مضارع موکدہ بلام و نون مفید ہے معنے استقبال کو پس گنجائش اس کہنے کی ہے کہ ان آیت کے اطلاق سے آپ کو جزم کے ساتھ یہ خیال ہو کہ یہ لقاء موسیٰ و اجتماع مع الانبیاء و عروج طبقات سموات ضرور ہو گا اگرچہ بواسطہ اسباب خارقۃ الاعادۃ کے ہو جیسا خود عروج مسبب مثلاً ہر حال میں خارق ہے گو بواسطہ اسباب عادیہ کے ہو تا مثل طیارہ وغیرہا کے پس مذکورہ چار مدلول روایات کے اور چار سوال و جواب اور دو یہ اشکال مع ان کے حل کے یہ سب ملا کر عشرہ کاملہ کے لقب سے ملقب کئے جا سکتے ہیں آگے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف تتمہ مقولہ حضرت ہلالؓ کا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے جواب میں عرض کرتے ہیں۔

گفت چوں باشد سگے کور پلید	جست او از خواب و خود را شیر دید
عرض کیا کہ اس سگ کور پلید کا کیا حال ہو گا	کہ وہ نیند سے اٹھا اور اپنے کو شیر دیکھا
نے چناں شیرے کہ کس تیرش زند	بل زبیمش تیغ و پیکاں بشکند
ایسا شیر نہیں کہ کوئی اس کو تیر مار دے	بلکہ اس کے خوف سے تیغ اور پیکان ٹوٹ جاوے
کور براشکم روندہ ہمچو مار	چشمہا بکشادہ در باغ و بہار
کسی اندھے نے جو کہ سانپ کی طرح شکم کے بل چلنے والا تھا	باغ و بہار میں آنکھیں کھول دی ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

(بلال ؓ نے) عرض کیا (اور یہ تیسری مثال ہے) کہ اس سگ کور پلید کا کیا حال ہوگا کہ وہ نیند سے اٹھا اور اپنے کو شیر دیکھا (اور) ایسا شیر نہیں کہ کوئی اس کو تیر مار دے۔ بلکہ (ایسا شیر کہ) اس کے خوف سے تیغ و پیکان ٹوٹ جاوے (یعنی اس حالت میں ظاہر ہے کہ وہ بے حد خوش ہوگا اسی طرح تواضعاً باعتبار دناءت دوناس کے اپنے کو کلب سے تشبیہ دی اور حضور کی برکت سے باعتبار رفعت وعلوشان کے شیر کے مشابہ ہو جانا بیان کیا اور آگے ترقی ہے کہ شیر تو تیر وغیرہ کا بھی نشانہ بنایا جاتا ہے سو یہ ایسا شیر نہیں ہے بلکہ خود تیغ و پیکان اس کے سامنے شکستہ اور بے اثر ہو جاتا ہے اور میرے ذوق میں یہ اشارہ اس طرف ہے کہ عباد کاملین پر شیطان سہام اضلال واغواء چلانے کی ہمت نہیں کرتا کیونکہ ان سے ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا قال تعالیٰ حکایۃ عنہ لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین الآیۃ وقال تعالیٰ انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا وعلیٰ ربھم یتوکلون الآیۃ آگے چوتھی مثال ہے کہ میری وہ حالت ہوگئی کہ گویا) کسی اندھے نے جو کہ سانپ کی طرح شکم کے بل چلنے والا تھا (یعنی بالکل ہی معذور تھا کہ پاؤں سے بھی نہ چل سکتا تھا خواہ اس لئے۔ پاؤں سے بھی شل تھا یا اس لئے کہ بوجہ کوری کے کھڑے ہو کر چلنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ کہیں گر نہ پڑوں اس لئے اس طرح چلتا تھا ایسے اندھے نے) باغ و بہار میں آنکھیں کھول دی ہوں (یعنی آنکھیں جو کھلیں تو سامنے باغ و بہار نظر پڑا اس کی فرحت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے یہی حالت میری ہے یہاں تک مقولہ بلال ؓ کا ختم ہوا آگے مولانا کا ارشاد ہے)

چوں بود آں چوں کہ از چونی رہید	در حیاتستان بیچونی رسید
وہ چوں کیساں ہو گا جو کہ چونی سے چھوٹ گیا ہو	اور بیچونی کے دارالحیات میں پہنچ گیا ہو
گشت چونی بخش اندر لامکاں	گرد خوانش جملہ شیراں چوں سگاں
چونی بخشنے والا ہو گیا لامکان میں	اس کے خوان کے گرد تمام شیر کتوں کی طرح
اوز بیچونی دہد شاں استخواں	در جنابت تن زن ایں سورہ مخواں
وہ بیچونی سے ان کو ہڈی دے رہا ہے	تو جنابت میں خاموش رہ یہ سورۃ مت پڑھ
تاز چونی غسل ناری تو تمام	تو بریں مصحف منہ کف اے غلام
جب تک تو چونی سے غسل کامل نہ کرے گا	اس مصحف پر ہاتھ مت رکھنا اے لڑکے
گر پلیدم ور نظیفم اے شہاں	ایں نخوانم پس چہ خوانم در جہاں
اگر میں پلید ہوں تو اور اگر نظیف ہوں تو اے سلاطین	میں یہ نہ پڑھوں تو پھر عالم میں کون چیز پڑھوں
تو مرا گوئی کہ از بہر ثواب	غسل ناکردہ مرو در حوض آب
تم مجھ سے کہتے ہو کہ ثواب کے لئے	بدوں غسل کے حوض میں مت جا
از بروں حوض غیر خاک نیست	ہر کہ او در حوض ناید پاک نیست
حوض کے باہر بجز خاک کے کچھ نہیں	جو شخص حوض کے اندر نہ آوے گا پاک نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نباشد آب ہارا ایں کرم	کہ پذیرد مر خبث را دمبدم
اگر پانیوں میں یہ کرم نہ ہو	کہ ناپاک کو لے لیا کریں دمبدم
وای بر مشتاق و بر امید او	حسرتا بر حسرت جاوید او
تو بڑی خرابی ہو مشتاق پر اور اس کی امید پر	اور بڑی حسرت ہو اس کی حسرت دائمی پر
آب دارد صد کرم صد احتشام	کو پلیداں را پذیرد والسلام
پانی صدہا کرم اور صدہا احتشام رکھتا ہے	کہ وہ پلیدوں کو لے لیتا ہے والسلام
اے ضیاء الحق حسام الدین کہ نور	پاسبان تست از شر الطیور
اے ضیاء الحق حسام الدین کہ نور	تمہارا محافظ ہے شر الطیور سے
پاسبان تست نور و ارتقاش	اے تو خورشید مستر از خفاش
تمہارا محافظ نور ہے اور اس کا بلند ہونا	اے مخاطب تم خورشید ہو مستور خفاش سے
چیست پردہ پیش نور آفتاب	جز فزونی شعشعہ و تیزی و تاب
کیا چیز حاجب ہے نور آفتاب کے سامنے	بجز زیادتی شعاع اور تیزی اور لمعان کے
پردۂ خورشید ہم نورے ربست	بے نصیب از وے خفاش ست و شب ست
حجاب خورشید کا نور الہی ہی ہے	بے نصیب اس سے خفاش ہے اور شب ہے
ہر دو چوں در بعد و پردہ ماندہ اند	باسیہ رویاں فسردہ ماندہ اند
چونکہ دونوں بعد میں اور حجاب میں رہے ہوئے ہیں	سیہ رو لوگوں کے ساتھ افسردہ رہے ہوئے ہیں
چوں نوشتی بعضے از قصہ ہلالؓ	داستان بدر آر اندر مقال
جب آپ ہلال کا تھوڑا سا قصہ لکھ چکے	بدر کی داستان بھی گفتگو میں لائیے
آں ہلال و بدر دارند اتحاد	از دوئی دور اند و از نقص و فساد
وہ ہلال اور بدر اتحاد رکھتے ہیں	اختلاف سے دور ہیں اور نقص و فساد سے
آں ہلال از نقص در باطن بریست	آں بظاہر نقص تدریج آوریست
وہ ہلال نقص سے باطن میں بری ہے	وہ بظاہر نقص ہے تدریج کا جلب کرنے والا ہے
درس گوید شب بشب تدریج را	در تانی بردہد تفریج را
شب بہ شب تدریج کا درس کہتا ہے	تانی میں تفریج کا ثمرہ دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

درتانی گوید اے عجول خام	پایہ پایہ برتواں رفتن بام
تانی میں کہتا ہے کہ اے جلد باز خام	ایک ایک پایہ کر کے بام تک جانا ممکن ہے
دیگ را تدریج و استادانہ جوش	کارناید قلیۂ دیوانہ جوش
دیگ کو تدریج کے ساتھ اور استادوں کی طرح جوش دے	کام میں نہیں آتا وہ قلیہ جس کو دیوانہ نے جوش دیا ہو
حق نہ قادر بود بر خلق فلک	در یکے لحظہ بکن بے ہیچ شک
کیا حق تعالیٰ قادر نہ تھے آسمانوں کے پیدا کرنے پر	ایک لحہ میں لفظ کن سے بدوں کسی شک کے
پس چراشش روز آنرا در کشید	کل یوم الف عام اے مستفید
پھر کس لئے اس کو چھ روز تک کھینچا	ہر یوم ایک ہزار سال کا اے مستفید
خلقت طفل از چہ اندر نہ مہ است	زانکہ تدریج از شعار آں شہ است
طفل کی پیدائش کس وجہ سے نو ماہ میں ہے	اس وجہ سے کہ تدریج عادت اس بادشاہ کی ہے
خلقت آدمؑ چرا چل صبح بود	اندراں گل اندک اندک میفزود
آدم علیہ السلام کی پیدائش کس لئے چالیس صبح میں ہوئی	اس کیچڑ میں تھوڑی تھوڑی ترقی ہوتی رہی
زیں سحر تا آں سحر سالے ہزار	تا با آخر یافت آں صورت قرار
ایک صباح سے دوسری صباح تک ایک ہزار سال	یہاں تک کہ آخر میں وہ صورت قرار پائی
نے چوتو اے خام کاکنوں تاختی	طفلی و خود را تو شیخے ساختی
نہ کہ تیری طرح اے خام کہ ابھی سے دوڑنے لگا	تو طفل ہی ہے اور اپنے کو تو نے شیخ بنا لیا
بر دویدی چوں کدو فوق ہمہ	کو ترا پائی جہاد و ملحمہ
تو کدو کی طرح سب سے فوق ہو کر دوڑ پڑا	کہاں ہے تیرا قدم مجاہدہ اور جنگ کا
تکیہ کردی بر درختان وجدار	برشدی اے اقرعک ہم قرع وار
تو درختوں پر اور دیوار پر ٹیک لگاتا ہوا	اے گنجے کدو کی طرح اوپر بھی جا پہنچا
اول ارشد مرکبت سرو سہی	لیک آخر خشک بے مغز و تہی
اول میں اگرچہ تیرا مرکب سرو سہی بن گیا	لیکن آخر میں خشک اور بے مغز اور تہی رہ گیا
رنگ سبزت زرد شد اے قرع زود	زانکہ از گلگونہ بود اصلی نبود
تیرا رنگ جو سبز تھا اے کدو وہ جلدی زرد ہو گیا	کیونکہ وہ گلگونہ سے تھا اصلی نہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

(آگے مولانا کا ارشاد ہے جس میں تفصیل ہے اس مضمون کی جو مقولہ ہلالؓ میں مجمل تھا یعنی کاملین کی صحبت اور توجہ کی برکات کیونکہ اوپر صرف اتنا مذکور تھا کہ کاملین کی توجہ سے فیوض و برکات عجیبہ حاصل ہوتے ہیں۔ کما صرح بہ فی قولہ کہ درآید درد ہانش آفتاب و فی مابعدہ الی قولہ چشمہا بکشادہ در باغ و بہار اور یہاں ان اشعار میں اس توجہ سے فیوض و برکات حاصل ہونے کی کیفیت یعنی تربیت کا طریق مع اس کے متعلقات کے مذکور ہے۔ اولاً خود ان کاملین کا متصف بکمال ہونا فی قولہ چوں بود آن چوں کہ از چونی رہید پھر ان کا دوسروں کی تکمیل و تربیت کرنا من قولہ گشت چونی بخش الخ اس کے بعد اس کی کیفیت مع دیگر احکام کے فرماتے ہیں یعنی) وہ چون کیسا (کچھ خوش حال و صاحب کمال) ہوگا جو کہ چونی سے چھوٹ گیا ہو اور بے چونی کے دار الحیات میں پہنچ گیا ہو (چون کے لغوی معنے کیفیت کے ہیں مراد اس سے خاص کیفیات و عوارض بشریہ جن میں محجوبین مبتلا ہیں اور بے چونی میں خاص ان ہی کیفیت کی نفی مراد ہے ورنہ ظاہر ہے کہ کسی موجود کا مطلق کیفیات و اعراض سے خلو محال ہے اسی بے چونی کو فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے پس معنے یہ ہوئے کہ وہ موصوف بالفناء ہو گیا اور چونکہ فناء کے لئے بقاء یعنے بجائے اتصاف باوصاف مذکورہ بشریہ کے اتصاف باوصاف حق لازم ہے اس لئے اس کو حیاستان سے تعبیر فرمایا کہ حیات و بقاء مفہوماً متقارب ہیں یہ تو بیان تھا حصول کمال کا جس کا نسق مثل نسق اشعار گفت چون باشد خود آن شوریدہ خواب اور ع چون بود آن تشنہ الخ اور ع گفت چون باشد سگے الخ کے ہے کہ ان میں بھی ہلالؓ کے کامل ہو جانے کا مذکور تھا۔ آگے اس کامل کا دوسروں کو مکمل کرنا مذکور ہے جو کہ اوپر بھی حصول کمال ہلالؓ سے مفہوم و لازم ہے کہ حضورؐ نے ان کی تکمیل فرمائی یعنی جب مرتبہ فناء و بقاء سے مشرف ہو کر مرتبہ ارشاد اس کو عطا ہو گیا تو) وہ (دوسروں کو) چونی بخشنے والا ہو گیا لامکان میں (اور) اس کے خوان (افاضہ) کے گرد (بگرد) تمام شیر کتوں کی طرح (محتاج اور نگران) ہوتے ہیں (اندر لامکان حال ہے فاعل گشت سے یعنی خود لامکان میں ہوتا ہے یہ کنایہ اسی بے چونی مذکور بالا سے ہے کیونکہ متمکن کے لئے متکیف ہونا لازم ہے پس تکیف کی نفی سے تمکن کی نفی لازم ہوگی پس اندر لامکان کہنا بھی صحیح ہوگا اور چونی بخش میں چونی سے مراد معنے مذکور نہیں ہے جس میں محجوبین مبتلا ہوتے ہیں بلکہ میرے ذوق میں وہ کیفیات مراد ہیں جو ابتدائے سلوک میں اکثر پیش آتی ہیں جیسے سکر و محو و غیبت و وجد و استغراق و امثالہا اور قرینہ اس کا ظاہر ہے کیونکہ اہل ارشاد کی صحبت و تعلیم کا ان کیفیات سے تو تعلق ہوتا ہے اور کیفیات دنیویہ حجابیہ سے تو وہ بعید کرتے ہیں تو ان کے اعتبار سے ان کو چونی بخش کہنا کیسے زیبا ہوگا اور شیر ان سے مراد طالبان حق اور تشبیہ ان کی سگان سے مولانا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ خود ان طالبین کے زعم پر جس کا منشاء تواضع ہے یعنی وہ اپنے کو غایت تذلل سے کلاب کے درجہ میں سمجھ کر ان سے دریوزہ گری کرتے ہیں بعد حل مفردات کے حاصل شعر کا یہ ہوا کہ وہ خود تو کیفیات سے حتیٰ کہ ان کیفیات مبتدیان سلوک سے بھی منزہ ہیں اور دوسرے طالبین کے لئے جن کی وہ تکمیل کر رہے ہیں حصول کیفیات ابتدائیہ کے سبب بن رہے ہیں فالاسناد مجازی کمافی قولہ لا ہب لک غلاماً زکیا اور یہ ابتدائے طریق کی حالت ہے جو اکثر پیش آتی ہے اور) وہ (مقام) بے چونی سے ان کو ہڈی دے رہا ہے (اس بے چونی کو اوپر لامکان کہا ہے والعلاقۃ قد ذکرت اور ہڈی سے چونی مذکور فی الشعر السابق کو تشبیہ دی اس اعتبار سے کہ گوشت کے مقابلہ میں غیر مطلوب ہے اسی طرح کیفیت کہ مقصود اصلی کے مقابلہ میں غیر مطلوب ہیں اور تخصیص استخوان کی بمناسبت سگان کے ہے اور دینے کی تفسیر ابھی شعر سابق کی شرح میں مذکور ہوئی یہاں تک تو ذکر تھا کیفیات ابتدائیہ کے پیش آنے کا آگے ان اہل ارشاد کا ان کیفیات کو غیر مقصود بتلانا اور ان کے مقصود سمجھنے والے کے غلط کار

www.besturdubooks.wordpress.com

ہونے پر ان اہل ارشاد کا متنبہ کرنا ایک متفاولت کے پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں کہ یہ کیفیات جبکہ ان کو مقصود سمجھا جاوے چونکہ مقصود حقیقی سے حجاب ہیں اس لئے اگر کوئی طالب باوجود طلب کیفیات کے مقصود حقیقی تک پہنچنے کی ان حضرات سے درخواست کرتا ہے تو وہ اس کو یہ جواب دیتے ہیں کہ) تو جنابت (کی حالت) میں خاموش (پڑا) رہ (اور) یہ سورۃ مت پڑھ (کہ جنابت میں سورۂ قرآنیہ پڑھنا منع ہے یعنی جس طرح جنابت مانع ہے شرعاً قراءۃ قرآن سے اسی طرح ان کیفیات کا شیفتہ ہونا مانع ہے حصول مقصود حقیقی سے اور جنابت چونکہ نجاست حکمیہ ہے ورنہ بدن حقیقۃً طاہر ہے اور یہی معنی ہیں حدیث ان المومن لاینجس کے اور اسی طرح ان کیفیات کے طلب سے قلب حقیقۃً طاہر رہتا ہے کہ جائز کی طلب ہے لیکن برکات حقیقیہ سے محروم رہتا ہے جیسا جنب قرأت سے محروم رہتا ہے اس لئے تشبیہ جنابت سے نہایت مناسب ہے اور اس بناء پر معاصی و کیفیات محجوبین والبعدین کو نجاست حقیقیہ کے مشابہ کہنا مناسب ہوگا حاصل مطلب یہ کہ مرشد محقق سالک کو کیفیات مذکورہ کی طرف التفات بالذات سے روکتا ہے اور یہ مضمون بھی داخل ہے طریق تربیت میں جس کا مقصود فی المقام ہونا احقر نے تمہید اشعار ہذا میں بیان کیا ہے آگے بھی شعر بالا ہی کا مضمون ہے یعنی وہ مرشد محقق کہتا ہے کہ اے سالک جو کیفیات اور مقصود دونوں کو جمع کرنا چاہتا ہے۔ ایں خیال ست و محال ست و جنون بلکہ) جب تک تو چونی (یعنے ان ہی کیفیات مذکورہ) سے (یعنی ان کے مطلوب و ملتفت الیہ بالذات بنانے سے) غسل نہ کرے گا (یعنی توبہ نہ کرے گا اور تعبیر بالغسل بمناسبت جنابت کے ہے اس وقت تک) اس مصحف (مقصود حقیقی) پر ہاتھ (بھی) مت رکھنا اے لڑکے (یعنی) اے ناتجربہ کار کہ مسائل سلوک کو نہیں جانتا۔ آگے یہ بتلاتے ہیں کہ حصول مقصود حقیقی کے لئے خود ان کیفیات کی نفی شرط نہیں کیونکہ یہ نفی تو عادۃً خود موقوف ہے حصول مقصود حقیقی پر اور قبل اس کے یہ کیفیات کم و بیش رہتی ہی ہیں تو اگر حصول مقصود ان کیفیات کی نفی پر موقوف ہو تو دور لازم آوے بلکہ حصول مقصود کے لئے ان کیفیات کی طلب بالذات کی نفی شرط ہے یعنے ان کو مطلوب بالذات نہ سمجھے اس مضمون کو ایک مثال کے ضمن میں جو مثال جنابت کا تتمہ ہے بطور سوال و جواب کے فرماتے ہیں اور وہ سوال کلام سابق سے ناشی ہوا ہے یعنی طالب چونکہ مسئلہ کی حقیقت نہیں سمجھا مرشد سے پوچھتا ہے کہ آپ جو قبل غسل سورۃ پڑھنے سے منع کرتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ قبل نفی کیفیات کے مقصود تک وصول نہیں ہو سکتا تو اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ) اگر میں پلید ہوں تو اور اگر نظیف ہوں تو اے سلاطین (ملک طریقت اگر) میں یہ نہ پڑھوں تو پھر عالم میں کون چیز پڑھوں (یعنی یہی تو ایک چیز قابل تحصیل ہے تو اس کو کیسے حاصل نہ کروں باقی یہ جو کہتے ہو کہ غسل کرکے پڑھ تو خود غسل یعنی نفی کیفیات بھی اسی وصول الی المقصود ہی سے ہوگا تو اس تقدیر پر یہ کہنا کہ بدوں نفی خطرات کے مقصود حاصل نہیں ہو سکتا اور وہ نفی خود موقوف ہے حصول مقصود پر گویا یہ کہنا ہے کہ بدوں حصول مقصود کے حصول مقصود نہیں ہو سکتا تو اس کی ایسی مثال ہو گئی کہ جیسے) مجھ سے کہتے ہو کہ تو آب (حاصل کرنے) کے لئے بدوں غسل کے حوض میں مت جا (حالانکہ) حوض کے باہر بجز خاک کے کچھ (پانی) نہیں (تو اس حالت میں) جو شخص حوض کے اندر نہ آوے گا پاک نہیں (ہوگا آگے کا مضمون بطور جواب اس سوال کے ہے یعنی گویا مرشد کہتا ہے کہ یہ مطلب میرا نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ تطہیر تو کام پانی کا ہے ورنہ) اگر پانی میں یہ کرم نہ ہو کہ ناپاک کو لے لیا کرے دمبدم۔ تو بڑی خرابی ہو مشتاق (یعنی طالب) پر اور اس کی امید پر اور بڑی حسرت ہو اس کی حسرت داغی پر (سو ایسا نہیں ہے بلکہ) پانی صدہا کرم اور صدہا حیا رکھتا ہے کہ وہ پلیدوں کو لے لیتا ہے والسلام (خیر ختام یعنے ہمارا کلام اس مضمون کی قوت میں نہیں کہ غسل ناکردہ مرو الخ کیونکہ اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

قوت میں سمجھنا اس سے ناشی ہوا کہ حصول مقصود کی شرط بھی نفی کیفیات جو خود موقوف ہے حصول مقصود پر حالانکہ ہمارا یہ مطلب نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ حصول مقصود کی شرط ہے نفی طلب بالذات کیفیات کی اب سب اشکال مندفع ہو گئے آگے ایک اور مضمون ہے کہ وہ بھی مثل مضمون بالا کے داخل ہے طریق تربیت میں وہ یہ کہ تربیت میں تدریج ہوتی ہے سالک کو تعجیل اور تقاضا مضر ہے جس کا ایک ضرر یہ ہے کہ وہ اس میں کبھی قبل از وقت شیخ بن بیٹھتا ہے پس اوپر بھی بیان تھا ایک مانع عن المقصود کا کہ طلب کیفیات ہے اور یہاں بھی بیان ہے ایک مانع کا کہ تعجیل ہے پس اس مضمون کو مولانا ضیاء الحق کے خطاب سے شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں) اے ضیاء الحق حسام الدین (جواب ندا جو کہ مقصود بالذکر ہے کئی شعر بعد ہے چوں نوشتی بعضے از قصہ ہلال اور درمیان میں حضرت مخاطب کے اوصاف بطور جملہ معترضہ کے ہیں یعنی تم ایسے ہو) کہ نور تمہارا (مثل آفتاب کے بقرینہ اشعار متاخرہ) محافظ ہے شر الطیور (یعنی خفاش کے ادراک) سے (محافظ سے مراد مطلق حاجب و مانع نہ کہ معنے متعارف یعنی محافظ عن الضرر کیونکہ خفاش سے آفتاب کو کیا ضرر ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ تمہارے کمالات خفاش سیرتوں سے مستتر ہیں اور وجہ اختفاء کی ان کمالات کا دقیق و عالی ہونا ہے غرض) تمہارا محافظ نور ہے اور اس (نور) کا بلند ہونا (جس طرح نور آفتاب کا بلند ہونا کہ اس وقت وہ تیز بھی ہوتا ہے بعض کو ادراک سے مانع ہو جاتا ہے) اے مخاطب تم خورشید (کے مثل) ہو (کہ) مستور (ہوتا ہے) خفاش سے (چنانچہ ظاہر ہے کہ) کیا چیز حاجب ہے نور آفتاب کے سامنے بجز (اس کی) زیادتی شعاع اور تیزی اور لمعان کے (مقصود استفہام سے خبر ہے یعنی یہی ایک حاجب ہے آگے بھی اسی مضمون کی تاکید ہے کہ) حجاب خورشید کا نور الٰہی ہی ہے (اضافت نور کی رب کی طرف تشریف کے لئے ہے جیسے و نفخ فیه من روحه میں اور) بے نصیب اس (نور) سے خفاش اور شب ہے (خفاش پر نور خورشید کے لئے غیر مدرک ہونے کا حکم تو حقیقۃً ہے چنانچہ ظاہر ہے اور شب پر یہ حکم کرنا مجازاً ہے کیونکہ اس میں قابلیت ہی ادراک کی نہیں پس ملکہ کی قابلیت نہ ہونے کی صورت میں عدم کا حکم ظاہر ہے کہ مجاز ہے پس یہ عدم ادراک مجاز ہے عدم اجتماع سے کما قال تعالیٰ ولا اللیل سابق النہار یعنی نہار گزرنے کے قبل لیل نہیں آ سکتی۔ پس اس عدم ساتھ یہ بہذا التفسیر کو مشابہ اس کے ٹھہرایا کہ گویا لیل بوجہ عدم تحمل نور نہار کے اس سے دور رہتی ہے اور یہی مطلب ہے بعد کا جو مابعد میں مذکور ہے یعنے) دونوں (کے دونوں یعنی خفاش بھی اور شب بھی) بعد میں اور حجاب میں رہے ہوئے ہیں (اور) سیہ رو لوگوں کے ساتھ (یہ دونوں بھی) افسردہ رہے ہوئے ہیں (یعنے جس طرح سیہ رو لوگ نور حسن سے اور اس نور کے خاص سرور سے محروم ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی ہیں یہ حکم بھی خفاش کے لئے حقیقۃً اور شب کے لئے مجازاً ہے اور ایک حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نسخہ میں یہ مصرع اس طرح ہے یا سیہ رو یا فسردہ ماندہ اند یعنے خفاش اور شب یا تو سیہ رو ہیں اور یا افسردہ ہیں اور یہ تردید یا تو ہر واحد کے اعتبار سے بطور مانعۃ الخلو کے ہو اور دونوں کے لئے دونوں حکم ثابت ہوں جیسے اوپر تقریر گزری اور بہتر یہ ہے کہ مجموعہ حکمین مجموعہ امرین کے اعتبار سے ہو اور کلمہ یا تقسیم کے لئے ہو یعنی ان میں سے ایک سیہ رو ہے یعنی شب میں جس کا مظلم ہونا ظاہر ہے اور ایک افسردہ ہے یعنی خفاش کہ سرور ادراک خورشید سے محروم ہے یہ سب بیچ میں جملے معترضہ تھے۔ مدح مولانا ضیاء الحق میں آگے مقصود خطاب ہے کہ اے مولانا ضیاء الحق) جب آپ ہلال کا تھوڑا سا قصہ لکھ چکے (اب) بدر کی داستان بھی گفتگو میں لایئے (تھوڑا سا کہنا قید واقعی ہے یعنی جتنا قصہ مذکور ہوا ظاہر ہے کہ ہلال کی تمام سوانح عمری تو ہے ہی نہیں اور یہاں ہلال نے مراد کو مسمّی خاص ہے لیکن اس میں اشارہ مقصود ہے معنے طالب کی طرف کہ وہ ہلال بھی طالب

www.besturdubooks.wordpress.com

تھے اور اسی اعتبار سے ان کا قصہ لایا گیا اور حضور کی توجہ کے جو برکات انہوں نے بیان کئے اس سے بھی اس شان طالبیت پر دلالت ہوتی ہے اور بدر سے مراد شیخ مربی ہے اور وجہ اس تعبیر کی یہ ہے کہ چونکہ طالب کو ہلال سے تعبیر کیا تھا گو یہ تعبیر باعتبار مشابہت بالہلال المذکور قصہ کے تھی لیکن چونکہ اس کا استعمال دوسرے معنے یعنی قمر اول ماہ میں بھی آتا ہے اس اعتبار سے اس کے مقابلہ میں شیخ کو بدر سے تعبیر کر دیا اور قصہ بیان کرنا گو مولانا کا فعل ہے مگر اسناد اس کی مولانا ضیاء الحق کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ سبب تالیف مثنوی کے وہی ہیں پس یہ اسناد الی المسبب ہے سلب شعر کا یہ ہوا کہ جب قصہ مذکورہ کے ضمن میں طالب کی حالت مذکور ہو چکی تو اب شیخ کی حالت کا بھی ذکر مناسب ہے چنانچہ اس کے بعد کے اشعار میں شیخ کا تدریجاً تربیت فرمانا مذکور ہوگا اور مراد شیخ کی حالت سے یہی حالت ہے گو شیخ کی ایک شان تربیت کا اوپر بھی ذکر ہو چکا ہے جس کی تقریر اوپر آ چکی ہے کہ ہو طالب پر افاضہ کیفیات خاصہ کا سبب بھی بنتا ہے اور ان کیفیات کے غیر مطلوب بالذات ہونے کا ارشاد بھی کرتا ہے اور اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جب اوپر بھی شیخ کے بعض احوال مذکور ہوئے ہیں تو پھر اس کے کیا معنے کہ اوپر تو طالب کا حال تھا اور آگے شیخ کا حال ہے مگر بات یہ ہے کہ اوپر شیخ کا یہ حال تبعاً مذکور تھا اور قصداً طالب ہی کا حال تھا چنانچہ دور سے اس کا استدادا اس قصد کا قرینہ ہے چونکہ اس کے اخیر میں ہلال کا ایک مقولہ مشعر برکات توجہ کاملین کا آ گیا تھا اس کی تفصیل کے لئے مولانا وہ مضمون حال شیخ کا لے آئے تھے پس اس طرح سے وہ ضمناً مذکور ہو گیا چنانچہ ان دونوں میں مجمل و مفصل ہونے کا فرق اور دونوں میں ارتباط اشعار مقام ہذا کی تمہید میں ذکر کیا گیا ہے اور یہاں بعد میں جو مضمون مذکور ہے اس سے حالت شیخ کا قصداً بیان کرنا منظور ہے گو اس حالت یعنی تربیت تدریجیہ اور اوپر کی حالت یعنی افاضہ و ارشاد متعلق کیفیات میں باہم تناسب و تناسق متحقق ہے جس کی طرف شعراے ضیاء الحق کی تمہید میں اشارہ بھی کیا گیا ہے بقول پس اوپر بیان تھا ایک مانع الخ لیکن ضمناً و قصداً مذکور ہونے کا باہم تفاوت بھی ہے فافہم اور اس شعر چون نوشتی الخ میں طالب و شیخ کو ہلال و بدر کے ساتھ تشبیہ دینے سے دو شبہ ہوتے ہیں ایک یہ کہ ان دونوں میں ہمیشہ تخالف رہتا ہے یعنی گو ذات ایک ہی ہے مگر تضاد وصفین سے گویا ان کو دو ذات فرض کر کے باہم تضاد و تخالف کا حکم متوہم ہوا دوسرے یہ کہ ہلال میں صفت نقص فی الحال کی ہے اور بدر میں صفت انتقاص فی المآل کی تو اس سے لازم آتا ہے کہ اسی طرح طالب و شیخ میں بھی تخالف اور وصف نقص و انتقاص کا ہوگا اور لازم غلط ہے کیونکہ شیخ و طالب میں توافق تو اتنا ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی توافق اس کے برابر نہیں ہوتا اسی طرح شیخ میں انتقاص کا قائل ہونا ممکن نہیں ورنہ ہر شیخ کا منکوس ہونا لازم آتا ہے اور طالب میں گو بظاہر نقص کا قائل ہونا ممکن ہے کہ کامل کے سامنے تو ناقص ہی ہے لیکن باطناً وہ بھی اس لئے ناقص نہیں کہ کمال حاصل کرنے کا عزم کئے ہوئے ہے اور عزم رکھنے والا عند اللہ عامل کے حکم میں ہے اور عامل کے لئے فائز ہونے کا وعدہ ہے پس عازم بھی باطناً فائز بالکمال ہے۔ پس یہ تشبیہ صحیح نہ ہوگی اشعار آئندہ میں اس کا جواب دیتے ہیں اور جواب ہی کے سلسلہ میں شیخ کی حالت تربیت تدریجیہ کا ذکر بھی شروع ہو کر مع بعض مضار عدم تدریج کے اشعار مقام کے اخیر تک ممتد چلا جاوے گا۔ پس فرماتے ہیں کہ وہ تشبیہ ہلال و بدر کے ساتھ من کل الوجوہ نہیں محض مبتدی و منتہی ہونے کے اعتبار سے ہے پس) وہ ہلال اور بدر (واقع میں) اتحاد رکھتے ہیں (اور) اختلاف سے دور ہیں اور نقص اور فساد (یعنے انتقاص) سے (بھی دور ہیں اور اس سب کی تحقیق تقریر سوال میں گزر چکی اور طالب میں جو نقص ظاہری معلوم ہوتا ہے تو) وہ ہلال (یعنی طالب) نقص سے باطن میں بری ہے۔ وہ (نقص ظاہری) بظاہر نقص ہے (اور باطناً نقص نہیں کیونکہ وہ نقص) تدریج کا جلب کرتا ہے (یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ نقص سبب ہے تدریجی تربیت کا کہ اس نے اپنا نقص دیکھ کر اپنی تکمیل کی غرض اور قصد سے اپنے کو مربی کے سپرد کر دیا پس یہ نقص مقرون ہوا عزم تکمیل کے ساتھ اور عازم بحکم عامل وفائز ہے کما مرفی تقریر السوال اور قید تدریجی کو جواب میں دخل نہیں مقصود صرف یہ حکم ہے کہ مشاہدۂ نقص سبب ہو گیا اپنی تربیت کرانے کے عزم کا اور تدریج قید واقعی تھی تربیت کی اس لئے اس کا ذکر کر دیا پس مصرعہ ثانیہ میں تدریج سے مراد مطلق تربیت اور تدریج آوری ست میں جو ضمیر نقص کی طرف ہے اس سے مراد بطور استخدام کے مشاہدۂ نقص ہے ہکذا ینبغی ان یحبہ المقام اب آگے اسی جواب شبہات کے سلسلہ میں اصل مقصود یعنی مضمون تربیت تدریجیہ کہ اصل مقصود مقام ہے مذکور ہے یعنی وہ بدر ہلال کے ساتھ) شب بہ شب تدریج کا درس کہتا ہے (اور) تانی میں تفریج (یعنی غم سے آزاد کرنے) کا ثمرہ دیتا ہے) یہاں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ بدر تو ہلال کا متمم نور نہیں ہوتا بلکہ تمیم نور کے بعد وہ ہلال ہی بدر ہو جاتا ہے پھر درس گوید بار جاع الضمیر الی البدر کے کیا معنے بات یہ ہے کہ یہاں مراد بدر وہلال سے شیخ وطالب ہیں اور شب سے مراد مطلق وقت یعنے شیخ وقتا فوقتا طالب کو تدریج کی تعلیم کرتا ہے اور اسی تانی وعدم تعجیل کی حالت میں مجاہدہ کے ثمرہ تک پہنچا کر غم ناکامی سے نجات دیتا ہے اور وہی بدر یعنی شیخ اس طالب سے) تانی میں کہتا ہے کہ اے جلد باز خام ایک ایک پایہ کر کے بام تک جانا ممکن ہے (عجول میں دو توجیہیں ہو سکتی ہیں یا تو عجول میں بضرورت شعر جیم مشدد ہو گیا اور ترجمہ اسی نسخہ کا کیا گیا ہے اور یا سنور کے وزن پر بمعنے ولد البقرہ کے لیا جاوے بنا ضرب المثل ہے حماقت میں پھر اس کا بھی بچہ کہ وہ ناتجربہ کاری سے اور زیادہ احمق ہو گا پس معنے یہ ہوں گے کہ اے احمق خام آگے ایک تشبیہ ہے ضرورت تدریج کی کہ) دیگ کو تدریج کے ساتھ اور استادوں کی طرح (کہ بتدریج پکاتے ہیں) جوش دے۔ کام میں نہیں آتا وہ قلیہ جس کو دیوانہ نے جوش دیا ہو (کہ مارے جلدی کے پکنے بھی نہ دے اور کچا ہی اتار لے (اسی طرح سالک بھی تعجیل سے خام رہتا ہے آگے تدریج کا سنۃ اللہ ہونا بتلاتے ہیں تین قصوں سے یعنی) کیا حق تعالیٰ قادر نہ تھا آسمانوں کے پیدا کرنے پر ایک لمحہ میں لفظ کن سے (ضرور قادر تھا) بدوں کسی شک کے۔ پھر (باوجود اس کے آخر) کس لئے اس کو چھ روز تک کھینچا (اور ان چھ یوم میں سے) ہر یوم ایک ہزار سال کا (تھا) اے مستفید (کما قال تعالیٰ و ان یوماً عند ربک کالف سنۃ مما تعدون مولانا نے اس یوم مذکور فی الآیۃ میں ان ایام کو بھی داخل سمجھا سو یہ صرف محتمل ہے قطعی نہیں لا اثباتاً ولا نفیاً مقصود استفہام سے یہ ہے کہ یہ چھ دن تک امتداد اسی لئے ہے کہ تانی محبوب ہے ایک قصہ تو یہ ہوا آگے دوسرا قصہ ہے یعنی) طفل کی پیدائش کس وجہ سے نو ماہ میں ہے (صرف) اس وجہ سے کہ تدریج عادت اس بادشاہ (حقیقی) کی ہے (آگے تیسرا قصہ ہے یعنی) آدم علیہ السلام کی پیدائش کس لئے چالیس صبح (یعنی چالیس دن) میں ہوئی (کہ ان چالیس دن تک) اس کیچڑ میں (جو کہ مادہ سے خلقت آدم کا) تھوڑی تھوڑی ترقی (استعداد کی) ہوتی رہی (اور پھر ان چالیس دن کی یہ کیفیت تھی کہ ان میں) ایک صباح سے دوسری صباح تک ایک ہزار سال (کما فصل تحاملا مرمن الآیۃ مع تحقیق الاستدلال بہا) یہاں تک کہ (کمال استعداد کے بعد) آخر میں وہ صورت (آدمیہ) قرار پائی (اسی طرح حکمت حق مقتضی ہے کہ طالب کی استعداد شیئاً فشیئاً بڑھتی ہے کمال استعداد کے بعد فوز علی المطلوب اس پر مرتب ہو جاتا ہے اس لئے تانی ضرور ہے غرض تشبیہ سے بھی اور سنۃ اللہ سے بھی مضمون پایہ پایہ بر تو ان رفتن بہ بام ثابت ہو گیا جس کی تائید کے لئے تشبیہ اور حکایات سنۃ اللہ کی وارد کی گئی آگے اسی مضمون سابق پایہ پایہ الخ کی طرف رجوع کرے اس کے مقابل یعنی تعجیل کی مذمت کرتے ہیں یعنی پایہ پایہ بام تک جانا چاہئے) نہ کہ تیری طرح اے خام کہ ابھی سے دوڑنے لگا (ابھی) تو

www.besturdubooks.wordpress.com

طفل ہی ہے اور اپنے کو تو نے شیخ بنالیا (اور) تو کدو کی طرح سب سے فوق ہو کر دوڑ پڑا۔ (یعنی جیسا کدو کہ بہت جلدی اس کی بیل بڑھ جاتی ہے اور درختوں اور چھتوں پر چڑھ حاوی جاتی ہے اسی طرح تو جلدی جلدی سب کاموں کا نام کر کے سب مشائخ پر تفوق ڈھونڈھنے لگا یہ تو بتلا کہ) کہاں ہے تیرا قدم مجاہدہ اور جنگ (نفس) کا (یہ عطف تفسیری ہے یعنی تو نے مجاہدہ کب کیا تھا جس کے بعد تو شیخ ہو گیا جو عادۃً مستبعد ہے اور اس میں بھی رعایت ہے تشبیہ کدو کی کیونکہ اس کا بلندی پر چڑھ جانا قدم سے نہیں ہے جیسے تنہ دار درخت کہ اپنی شاخ پر کھڑا ہو کر بلند ہوتا ہے اور دیر بھی لگتی ہے پس) تو (کدو کی طرح درختوں پر اور دیوار پر ٹیک لگاتا ہوا اے گنجے کدو کی طرح اوپر بھی جا پہنچا (یعنی مثل کدو کے کہ اپنے پاؤں سے اونچا نہیں ہوتا جیسے اور تنادار درخت کہ اپنی قوت سے بلند ہوتے ہیں سو تو بھی مثل کدو کے دوسروں کے سہارے پر دعویٰ بلندی کا کرنے لگا اور یہ دوسرے میرے ذوق میں وہ اہل کمال ہیں جن کے مقالات یاد کر کے دعویٰ عرفان کا عوام میں کرنے لگا پس ایسی ہی حالت ہو گئی جیسا کدو کہ دوسروں کے سہارے رفعت ظاہری حاصل کر لے آگے کدو کو خطاب کر کے پھر اس تعجیل کا اثر بیان فرماتے ہیں کہ) اول میں اگرچہ تیرا مرکب سرد سہی بن گیا (کیونکہ کبھی سرو پر بھی اس کی بیل چڑھ حاوی جاسکتی ہے) لیکن آخر میں خشک اور بے مغز اور تہی رہ گیا (اور) تیرا رنگ جو سبز تھا اے کدو وہ جلدی زرد ہو گیا کیونکہ وہ (ناپائیدار ہونے کے سبب مشابہ عارضی کے تھا گویا کہ) گلگونہ سے (یعنی پوڈر سے) تھا اصلی نہ تھا (اور کدو کی یہ حالت ظاہر ہے یہی حالت ناقص کی ہے کہ اول اول میں ان ہی ملفوظات کی بدولت عوام میں رنگ جم جاتا ہے لیکن چونکہ خود اپنے پاس تو کوئی کمال ہے نہیں اخیر میں خلوعن الکمال ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ رونق مبدل بہ بے رونقی ہو جاتی ہے جیسے سبزی مبدل بہ زردی ہو گئی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کمال ملمع تھا اصل نہ تھا یہ سب مضرتیں ہوئیں جلدی کی جس کا حاصل یہ ہوا کہ ناقص رہ جاتا ہے مگر عوام بوجہ بعض ظاہری حالات وکیفیات کے معتقد ہو کر ہجوم کرتے ہیں اس ضرورت سے یہ اپنے کو شیخ بناتا ہے پھر اس کے نباہنے کو مکر وفریب کرنا پڑتا ہے کہ مقالات کا نقل کرنا بھی اس غرض سے بھی ہوتا ہے پھر یہ مکر وفریب بھی عوام پر بھی کھل جاتا ہے جس سے ان میں بھی رسوا ہوتا ہے اور اگر یہ بھی نہ ہوا تو خسارہ آخرت تو اس پر موجود ہے ہی فقط آگے مصرعہ زانکہ از گلگونہ بود الخ کی مناسبت سے ایک عجوزہ کی حکایت لاتے ہیں جو اپنے کو حسین بنانے کے لئے گلگونہ ملا کرتی تھی جیسا اس حکایت کے ختم کے قریب تصریح ہے چند گلگونہ بمالید الخ پھر گلگونہ کے بعد ایک اور تدبیر بھی کی کہ قرآن کی آیتوں میں جو سونے کا پانی لگا ہوا تھا ان ٹکڑوں کو منہ پر چپکایا مگر چونکہ اصلی حسن نہ تھا اس لئے عیب نہ چھپا قلعی کھل کھل گئی تائید مضمون بالا کی اس حکایت سے ظاہر ہے کہ اسی طرح تو مکر وفریب کرتا ہے مگر رسوا ہوتا ہے اکثر دنیا میں بھی اور آخرت میں ضرور الاان یعفی عنہ)

داستان آں عجوزہ کہ روی زشت خود را گلگونہ می ساخت وساختہ نمی شد و پذیرا نمی آمد

اس بوڑھی کا قصہ جو اپنے بھدے چہرے پر پوڈر ملتی تھی وہ نہ لگتا تھا اور بھلا معلوم نہیں ہوتا تھا

بود کمپیرے نود سالہ کلاں	پر تشنج روی و رنگش زعفراں
ایک بڑھیا نوے سال کی بڑی عمر کی تھی	جس کا چہرہ جھریوں کا بھرا ہوا اور اس کا رنگ زعفران تھا
چوں سر سفرہ رخ او تو بتوی	لیک در وے بود ماندہ عشق شوی
مثل سر سفرہ کے اس کا چہرہ سلوٹ پڑا ہوا تھا	لیکن اس میں شوہر کا عشق باقی تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

ریخت دندانہاش و موچوں شیر شد	قد کمان و ہر حسش تغیر شد
اس کے دانت بھی گر گئے تھے اور بال دودھ کے مثل ہو گئے تھے	قد کمان اور اس کا ہر حاسہ متغیر ہوگیا تھا
عشق شوی و شہوت و حرصش تمام	عشق صید و پارہ پارہ گشتہ دام
شوہر کا عشق اور شہوت اور حرص اس کی کامل تھی	شکار کی طالب تھی اور جال پارہ پارہ ہو گیا تھا
مرغ بے ہنگام و راہی بیرہے	آتش پر دربن دیگ تہی
مرغ بے ہنگام اور راہ چلنے والا جو کہ راہ والا نہ ہو	آتش وافر دیگ تہی کے تحت میں
عاشق میدان واسپ و پائے نے	عاشق زمر ولب و سرنائے نے
عاشق میدان کا اور گھوڑا اور پاؤں نہ ہو	عاشق بانسلی بجانے کا اور لب اور بانسلی نہ ہو
حرص در پیری جہوداں را مباد	اے شقیے کہ خداش ایں حرص داد
حرص بڑھاپے میں یہودیوں کو بھی نہ ہو	اے بدبختی اس شخص کی جس کو خدائے تعالیٰ نے یہ حرص دی ہو
ریخت دنداں ہای سگ چوں پیر شد	ترک مردم کرد و سرگیں گیر شد
کتے کے دانت گر پڑے جب وہ بڈھا ہو گیا	اس نے آدمیوں کو ترک کر دیا اور سرگین کو جا لگا
ایں سگان شصت سالہ را نگر	ہر دمے دنداں سگ شاں تیز تر
ان ساٹھ سال کے کتوں کو دیکھو	ہر وقت ان کا کتے کا سا دانت زیادہ ہی تیز ہے
پیر سگ را ریخت پشم از پوستیں	ایں سگان پیر اطلس پوش بیں
بڈھے کتے کا رودان تو پوست سے جھڑ گیا	ان اطلس پوش بڈھے کتوں کو دیکھ
عشق شان و حرص شاں در فرج و زر	دمبدم چوں نسل سگ بیں بیشتر
ان کے عشق کو ان کی حرص کو فرج اور زر میں	دمبدم کتے کی نسل کی طرح زیادہ ہی زیادہ دیکھتا رہ
ایں چنیں عمرے کہ مایہ دوزخ ست	مر قصابان غضب را مسلخ ست
ایسی عمر جو کہ مایہ دوزخ ہے	قصابان غضب کے لئے کھال کھینچنے کا محل ہے
چوں بگویندش کہ عمرے تو دراز	میشود دلخوش دہانش از خندہ باز
جب لوگ اس کو کہتے ہیں کہ تیری عمر دراز ہو	تو یہ شخص خوش دل ہو جاتا ہے اور اس کا منہ خندہ سے کھل جاتا ہے
ایں چنیں نفریں دعا پندارد او	چشم نکشاید سرے برنارد او
وہ اس نفریں کو دعا گمان کرتا ہے	آنکھ نہیں کھولتا سر نہیں اٹھاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بدیدے یک سرمو از معاد	اوش گفتے ایں چنیں عمر تو باد
اگر بال برابر بھی انجام دیکھتا	وہ اس کو کہتا کہ اس طرح کی عمر تیری ہی ہو

داستان آں درویش کہ آں گیلانی رادعا کرد کہ

خدائے تعالیٰ ترابسلامت بخان ومان توباز رساند

اس فقیر کا قصہ جس نے ایک گیلانی کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے سلامتی کے ساتھ گھر بار کو واپس پہنچا دے

گفت یک روزے بخواجہ گیلئے	ناں پرستے نر گدا ز نبیلئے
ایک روز ایک گیلان کے رہنے والے خواجہ سے کہا	ایک نان پرست پورے بھیک منگے جھولے والے نے
ناں ہمی باید مرا ناں دہ مرا	تا بگویم مر ترا من یک دعا
مجھ کو روٹی کی ضرورت ہے مجھ کو روٹی دے دے	تاکہ میں تجھ کو ایک دعا دوں
چوں ستد زو ناں بگفت اے مستعاں	خوش بخان ومان خود بازش رساں
جب اس سے روٹی لے چکا تو کہا اے مستعان	اس کو اچھی طرح اپنے وطن اور سامان میں پھر پہنچا دے
گفت اگر آنست خاں کہ دیدہ ام	حق ترا آنجا رساند اے دژم
کہا اگر وطن و سامان وہی ہے جو میں نے دیکھا ہے	خدائے تعالیٰ وہاں تجھ کو پہنچا دے اے پریشان حال
ہر محدث راخساں بدل کنند	حرفش ارعالی بود نازل کنند
ہر متکلم کو کم درجہ کے لوگ بدول کر دیتے ہیں	اس کا کلام اگر عالی ہوتا ہے تو اس کو پست کر دیتے ہیں
زاں کہ قدر مستمع آید نبا	بر قد خواجہ برد درزی قبا
کیونکہ بقدر مستمع کے کلام ہوتا ہے	قامت خواجہ کے موافق درزی قبا کو قطع کرتا ہے
چونکہ مجلس بے چنیں بیغارہ نیست	از حدیث پست ونازل چارہ نیست
جبکہ مجلس ایسے طعنہ سے خالی نہیں	تو کلام پست اور نازل سے چارہ نہیں
داستاں ہیں ایں سخن را از گرو	سوی افسانہ عجوزہ باز رو
اس کلام کو مجلس سے واپس لے لو	بجانب افسانہ عجوزہ کے پھر عود کرو

(فی الغیاث فی موضعین سرنالے بالضم بمعنے شہنائی وایں مخفف سورنائے است چہ سور بمعنی شادی ست از برہان وشہنائی نام ساز کہ آنرا سرنا گویند از برہان ایک بڑھیا نوے سال کی بڑی عمر کی تھی جس کا چہرہ جھریوں کا بھرا ہوا اور اس کا رنگ زعفران (کی طرح) زرد تھا (اور) مثل سر مقعد کے اس کا چہرہ سلوٹ پڑا ہوا تھا لیکن اس میں شوہر (یعنی مرد) کا عشق باقی

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا (یعنی جماع کی شہوت رکھتی تھی) اس کے دانت بھی گر گئے تھے اور بال دودھ کے مثل (سفید) ہو گئے تھے (اور اس کا) قد کمان (ہو گیا تھا) اور ہر حاسہ اس کا متغیر ہو گیا تھا (اور) شوہر کا عشق اور شہوت اور حرص اس کی کامل تھی (اور وہ) شکار کی طالب تھی اور (شکار کا آلہ یعنی) جال پارہ پارہ ہو گیا تھا (یعنی مرد کو راغب کرنا چاہتی تھی مگر کوئی ذریعہ رغبت کا نہ رہا تھا حسن و جمال وغیرہ اور وہ اس بے موقع شہوت میں ایسی تھی جیسے) مرغ بے ہنگام (کہ بے موقع اذان دے) اور (ایسی تھی جیسی) راہ چلنے والا جو کہ راہ والا نہ ہو (یعنی بے راہ چلتا ہو تو اس کا چلنا بھی بے موقع ہوگا اور ایسی تھی جیسی) آتش وافر دیگ تہی کے تحت میں (کہ یہ بھی بے موقع ہوگی اور ایسی تھی جیسے کوئی) عاشق (ہو) میدان (قطع کرنے) کا اور (اس کے پاس) گھوڑا اور پاؤں نہ ہو (یعنی نہ سواری اور نہ پاؤں میں قوت تو اس کا شوق قطع میدان کا بے موقع ہوگا اور ایسی تھی جیسے کوئی) عاشق (ہو) بانسلی بجانے کا اور (اس کے پاس) لب اور بانسلی نہ ہو (تو کیا بجاوے اور کاہے سے بجاوے آگے انتقال ہے قصہ سے ارشاد کی طرف یعنی) حرص (غیر مشروع یوں تو مطلقاً اور خصوص) بڑھاپے میں (ایسی بری چیز ہے کہ خدا کرے) یہودیوں کو بھی نہ ہو (یعنی خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے) اے بدبختی اس شخص کی جس کو خدائے تعالیٰ نے یہ حرص دی ہو (آگے اس حرص پیری کی تقبیح ہے کہ جو لوگ بڑھاپے میں شہوات غیر مشروعہ میں مبتلا ہیں وہ کتے سے بھی بدتر ہیں کیونکہ کتے کی تو یہ کیفیت ہے کہ) کتے کے دانت گر پڑے جب وہ بڈھا ہو گیا اس نے آدمیوں (کے شانے) کو ترک کر دیا اور سرگین کو جا لگا (یا تو اس کے کھانے میں اور یا وہاں پڑے رہنے میں مگر) ان ساٹھ سال کے کتوں کو (یعنی ان آدمیوں کو جو کہ بڑھاپے میں مبتلائے شہوت غیر مشروعہ ہیں) دیکھو (کہ) ہر وقت ان کا کتے کا سا دانت زیادہ ہی تیز (رہتا) ہے بڈھے کتے کا رودان تو پوست سے جھڑ گیا (مگر) ان اطلس پوش بڈھے کتوں کو دیکھ (کہ بڑھاپے میں بھی زینت کر رہے ہیں غرض) ان کے عشق کو ان کی حرص کو فرج اور زر (وغیرہ) میں دمبدم کتے کی نسل کی طرح زیادہ ہی زیادہ دیکھا رہ (حدیث میں اس مضمون کی تائید ہے ان اللہ یبغض الثلاثۃ ومنہم شیخ زان پس) ایسی عمر (بوجہ معاصی میں صرف ہونے کے) جو کہ مایہ دوزخ ہے۔ قصابان غضب کے لئے کھال کھینچنے کا محل ہے (یعنی وہ عمر زندگی کی نہیں جس سے وہ خوش ہوتا ہے بلکہ انجام اس کا یہ ہے کہ ملائکہ غضب الٰہی کے لئے اس شخص کی کھال کھینچنے کا یعنی عذاب کا سبب اور ذریعہ ہے اور اسی کھال کھینچنے کے سبب سے قصاب سے تشبیہ دی اور حدیث میں بہت تیز گرم پانی کے قریب آنے سے چہرہ کی کھال کا اتر جانا بھی وارد ہے چونکہ وہ پانی فرشتے ہی پیش کریں گے اس لئے اس کی اسناد ملائکہ کی طرف بھی ہو سکتی ہے اور قرآن مجید میں نزاعۃ للشویٰ بھی اس مضمون پر دال ہے آگے ایسی دعا سے خوش ہونے پر تحمیق کرتے ہیں کہ) جب لوگ اس کو کہتے ہیں کہ تیری عمر دراز ہو۔ تو یہ شخص خوشدل ہو جاتا ہے (اور) اس کا منہ خندہ سے کھل جاتا ہے (تو) وہ اس نفرین (یعنی بددعا) کو دعا گمان کرتا ہے (اور) آنکھ نہیں کھولتا (کہ اس کا بددعا ہونا معلوم ہو اور) سر نہیں اٹھاتا (کہ اس کے بددعا ہونے کی طرف التفات کرے ورنہ) اگر بال برابر بھی (اس عمر کا) انجام دیکھتا (تو) وہ اس (دعا دینے والے) کو (فوراً) کہتا کہ اس طرح کی عمر تیری ہی ہو (میری نہ ہو مطلب یہ کہ اس دعا سے برا مانتا کیونکہ انجام ایسی عمر کا دوزخ ہے تو گویا دوزخ میں جانے کی دعا دیتا ہے آگے ایک حکایت میں اس کی مثال ہے کہ) ایک روز ایک گیلان کے رہنے والے خواجہ سے ایک نان پرست پورے بھیک منگے جھولی والے نے کہا (کہ) مجھ کو روٹی کی ضرورت ہے مجھ کو روٹی دے دے تاکہ میں تجھ کو ایک دعا دوں (اس نے روٹی دیدی) جب اس سے روٹی لے چکا تو کہا (کہ) اے (خدائے) مستعان۔ اس کو اچھی طرح اپنے وطن اور

www.besturdubooks.wordpress.com

سامان میں پھر پہنچادے (یعنی وطن اصلی میں بحفاظت دین وایمان پہنچادے اور اتفاق سے اس کو اپنے وطن میں کچھ پریشانی پیش آئی تھی جب سبب ہوا تھا گیلان سے سفر کرنے کا اس لئے اس کو سن کر سخت برہم ہوا اور اس فقیر سے) کہا (کہ) اگر وطن وسامان وہی ہے جو میں نے دیکھا ہے) (تو) خدائے تعالیٰ وہاں تجھ کو پہنچادے اے پریشان حال (وزم بمعنے پریشان حال کذافی الغیاث وفی الحاشیہ خان سراو خانہ وماں اسباب خانہ غرض جس طرح اس نے اپنے وطن کی حقیقت کو جس کو اس لفظ سے سمجھا تھا یاد کر کے اپنی فہم کے موافق اس دعائے گدا سے برا مانا اسی طرح اگر اس کو اپنی عمر کی حقیقت معلوم ہوتی تو درازی عمر کی دعا سے یہ بھی برا مانتا اور اس حکایت میں اسی لطیفہ سے غرابت بھی ہے جس کے سبب مثل ہونے کے ساتھ احق ہوگئی اور بطور مثل کے لائی گئی جیسا کانپور میں ایک بار ایسا ہی لطیفہ پیش آیا کہ ایک مسافر عرب کے لئے ایک صاحب نے بعد نماز جمعہ اپنے ملازم سے کہ مرزا مرزا کر کے مشہور تھے اور بوڑھے اور سیدھے آدمی تھے بازار سے کھانے کی کوئی چیز لانے کو کہا وہ نان پاؤ اور کباب لائے اور اظہار کارگزاری کے لئے کہنے لگے کہ دیکھیے یہ کباب کا وقت نہ تھا پھر بھی میں بنوا کر لایا وہ عرب خوش ہو کر کہنے لگے ہو اہل ان یعطی خمسین غلاما تو مرزا صاحب سمجھے تو ہیں نہیں صرف خمسین کا لفظ یاد رکھ کر فرماتے ہیں سنو جی اگر خمسین کوئی اچھی بات ہے تب تو ہم ورنہ تم اور تمہارے باپ اسی طرح اس گدا نے دعا تو دی اچھی اور اس نے غلط سمجھ کر برا مانا اور اسی غلط فہمی کے وقوع سے مولانا اس حکایت سے ایک دوسرا فائدہ مستنبط کرتے ہیں جس کا مضمون بالا یعنی مذمت شہوت ومضرت طول عمر جالائے شہوت سے کوئی تعلق نہیں پس فرماتے ہیں کہ ایسی ہی غلط فہمی سے) ہر متکلم (بکلام عالی) کو کم درجہ کے لوگ (جن کا فہم میں کم درجہ ہے) بدل کر دیتے ہیں (اور) اس کا کلام اگر عالی (درجہ کا) ہوتا ہے تو (اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں کہ وہ کلام عالی کے ساتھ تکلم نہیں کرتا بلکہ کلام کو پست کر کے ان کے فہم کے موافق بولتا ہے چونکہ سبب اس پست کرنے کے یہی لوگ ہیں، لئے اس پست کرنے کو ان کی طرف منسوب فرماتے ہیں بطریق اسناد الی السبب کے یعنی یہ لوگ) اس (کے کلام) کو پست کر دیتے ہیں (یعنی وہ متکلم ان کی وجہ سے کلام کو مناسب سمجھ کر پست کر دیتا ہے) کیونکہ بقدر (فہم) مستمع کے کلام ہوتا ہے (جیسا) قامت خواجہ کے موافق درزی قبا کو قطع کرتا ہے (نبا بمعنی خبر اس تعبیر میں ایک نکتہ قلب پر وارد ہوا وہ یہ کہ کلام کی دو قسم ہیں خبر اور انشا تو جس قدر مضامین دقیقہ ہیں وہ سب جمل خبریہ ہی ہیں بخلاف اوامر ونواہی شرعیہ کے کہ وہ سب انشا ہیں اور ان میں کوئی دقت اور غموض نہیں یہاں سے شریعت کی سہولت کا اندازہ ہو گیا ہوگا البتہ علل وحکم ان کے کہیں کہیں دقیق ہیں سو وہ بھی جملہ خبریہ ہی ہیں آگے تفریع ہے مضمون زانکہ قدر مستمع الخ پر یعنی) جبکہ (اکثر) مجلس ایسے طعنہ (زنندہ) سے خالی نہیں (ہوتی) اس لئے کلام پست اور نازل سے چارہ نہیں (یعنے عوام کی رعایت سے کلام کرنا مناسب ہے کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم۔ بیغارہ بالفتح بمعنے سرزنش وطعنہ کذافی الغیاث ومن بحاصل ترجمہ کردم پس حکایت مذکورہ سے ایک فائدہ تو مستنبط کیا بنظر مطلق انتقال ذہن گیلانی کے کہ جس طرف ذہن منتقل ہوا وہ ضرور قابل برا ماننے کے تھا اور دوسرا فائدہ مستنبط کیا بنظر غلط ہونے اس انتقال ذہنی کے کہ کم فہموں کو بھی ایسا ہی پیش آتا ہے اس لئے کلام میں مذاق مخاطب کی رعایت ضروری ہے اور اول فائدہ کا محض انتقال ذہنی اور دوسری کا غلطی انتقال کی حیثیت سے مستنبط ہونا ظاہر ہے آگے پھر حکایت عجوز کی طرف عود کرنا چاہتے ہیں یعنی) اس کلام (یعنی کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم) کو جس سے واپس لے لو (یعنی اس مضمون کو جو قید بیان میں لائے ہو اس قید سے رہا کر دو یعنی یہ بیان ترک کر دو کیونکہ قصہ پورا کرنا ہے اور اس کو ترک کر کے) بجانب افسانہ عجوزہ کے پھر عود کرو (مگر اس عجوز

www.besturdubooks.wordpress.com

کی حالت سے پھر ذہن منتقل ہو گیا مضمون ایں سگان شصت سالہ الخ کی طرف اور حکایت پھر دور جا کر تمام فرمادیں گے)

صفت آں عجوز و رجوع بحکایت آں

اس بڑھیا کا بیان اور اس کے قصہ کی جانب واپسی

چوں مسن گشت و دریں رہ نیست مرد	تو نہ نامش عجوز سالخورد
جب کوئی عمر کا زیادہ ہو گیا اور اس راہ میں پھر بھی مرد نہیں ہے	تو تو اس کا نام عجوز سال خوردہ رکھ دے
نے مر او را راس مال و مایہ	نے پذیرائے قبول و پایہ
نہ اس کے پاس راس المال اور سرمایہ ہے	نہ وہ مقبولیت اور رتبہ کا قبول کرنے والا ہے
نے دہندہ نے پذیرندہ خوشی	نے درو معنی و نے معنے کشی
نہ وہ دینے والا ہے نہ لینے والا ہے خوشی کا	نہ اس میں کوئی وصف ہے اور نہ وصف کی کشش ہے
نے زبان نے گوش و نے عقل و بصر	نے ہش و نے بیہشی و نے فکر
نہ زبان ہے نہ گوش ہے نہ عقل اور چشم ہے	نہ صحو ہے اور نہ سکر ہے اور نہ تفکرات ہیں
نے نیاز و نے جمالے بہر ناز	تو بتو لیش گندہ مانند پیاز
نہ نیاز ہے اور نہ جمال ہے ناز کرنے کے لئے	اس کی ایک ایک تہ گندہ ہے مثل پیاز کے
نے رہے ببریدہ و نے پائے راہ	نے تپش آن قحبہ را نے سوز و آہ
نہ اس نے کوئی راستہ قطع کیا ہے اور نہ قدم ہی راہ کا	نہ گرمی ہے اس قحبہ کے لئے نہ سوز و آہ ہے

(رجوع تو کرنا چاہتے تھے عجوز حقیقی کے قصہ کی طرف مگر ذہن منتقل ہو گیا عجوز حکمی یعنی حریصان دنیا کے قصہ کی طرف جو مشابہ ہیں اس عجوز حقیقی کے حرص و شہوت مذمومہ میں جن کا ذکر بمناسبت حال عجوز کے ان اشعار میں تھا ایں سگان شصت سالہ را انگر الخ پس فرماتے ہیں کہ ہم ابھی اس عجوز حقیقی کا قصہ پھر چھوڑے دیتے ہیں عجوز حکمی کا بیان کرتے ہیں اور اس کو عجوز کہنے کا تعجب مت کرو کیونکہ) جب کوئی عمر کا زیادہ ہو گیا اور اس راہ (دین) میں پھر بھی مرد نہیں ہے تو تو اس کا نام عجوز سال خوردہ رکھ دے سال خوردہ یعنی کلاں سال کہ اتنے برس کو گویا کھائی گئی مطلب یہ کہ جب اس میں اوصاف عجوز کے ہوں تو اس کو تشبیہا عجوز کے کہنے میں کیا استبعاد ہے آگے اس عجوز حکمی کے اوصاف ہیں جو موکد تشبیہ کے ہیں کہ وہ ایسا ہے کہ) نہ اس کے پاس راس المال اور سرمایہ ہے (کہ وہ عمر تھی کیونکہ وہ ختم ہونے کو ہے اور نہ وہ مقبولیت اور رتبہ کا قبول کرنے والا ہے (کیونکہ یہ متعلق ہے اعمال صالحہ کے اور وہ اس سے اور اس کے عزم سے بھی خالی ہے اور) نہ وہ دینے والا ہے (خوشی کا اور) نہ لینے والا ہے خوشی کا (یعنی) نہ اس میں افادہ ہے کہ سبب ہے دوسرے کے خوش کرنے کا اور نہ استفادہ ہے کہ سبب ہے اپنی خوشی کا اور) نہ اس میں کوئی وصف (کمال) ہے اور نہ وصف (کمال) کی کشش ہے (یعنی نہ شیخ ہے کہ صاحب کمال ہو اور نہ طالب

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ جاذب کمال ہوا اور) نہ (اس میں) زبان (حق گو) ہے (اور) نہ گوش (حق شنو) ہے (اور) نہ عقل (مدرک حق) اور نہ چشم (حق بین) ہے (اور) نہ اس میں) صحو ہے اور نہ سکر ہے اور نہ تفکرات (و مراقبات) ہیں (اور) نہ (اس میں) نیاز ہے (جو طالبین میں ہوتا ہے) اور نہ جمال (اور کمال) ہے ناز کرنے کے لئے (جو شیوخ اور عارفین میں ہوتا ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ کمال سے ان کو ناز مقصود ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ کمال پر وہ اکثر مرتب ہوتا ہے اور اس میں بھی مصلحتیں ہوتی ہیں غرض اس میں ان مذکورہ خوبیوں میں سے کوئی خوبی نہیں بلکہ) اس کی ایک ایک تہہ گندہ ہے مانند پیاز کے (یعنی اس کے اکثر حالات مذمومہ ہیں اور) نہ اس نے کوئی راہ (سلوک کو) قطع کیا ہے اور نہ قدم ہے راہ (قطع کرنے) کا (یعنی قدم سے کام لینے کا عزم بھی نہیں اور) نہ گرمی ہے (محبت کی) اس تجبہ (حکمی) کے لئے (اور) نہ سوز و آہ (اہل محبت کی سی) ہے (یعنی نہ حال میں کوئی صلاحیت ہے اور نہ مآل میں اس کی تحصیل کا اہتمام و عزم ہے آگے اس شخص کی تمثیل میں ایک حکایت ہے۔

قصۂ درویشے کہ از خانہ ہرچہ میخواست می گفتند کہ نیست

اس فقیر کا قصہ کہ ایک گھرانے سے جو کچھ بھی وہ مانگتا تھا وہ کہہ دیتے تھے کہ نہیں ہے

سائلے آمد بسوئے خانۂ	خشک نانے خواست یا ترنانۂ
ایک سائل کسی گھر کی طرف آیا	خشک یا تر روٹی کا سوال کیا
گفت صاحب خانہ ناں اینجا کجاست	خیرۂ کے ایں دکان نانباست
صاحب خانہ نے کہا روٹی یہاں کہاں ہے	تو بیہودہ ہے یہ نانبائی کی دکان کب ہے
گفت بارے اندکے پیہم بیاب	گفت آخر نیست دکان قصاب
کہنے لگا کہ خیر تھوڑی چربی ہی مجھ کو حاصل کرا دے	جواب دیا کہ یہاں قصائی کی دکان نہیں ہے
گفت مشت آرد دہ اے کدخدا	گفت پنداری کہ ہست ایں آسیا
کہنے لگا کہ ایک مٹھی آٹا دیدے اے گھر کے مالک	جواب دیا کہ تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ چکی گھر ہے
گفت بارے آب دہ از مکرعہ	گفت آخر نیست جویا مشرعہ
کہنے لگا کہ اچھا پانی ہی دے دے پانی پینے کے برتن سے	جواب دیا کہ نہیں نہیں یہاں ندی یا گھاٹ نہیں ہے
ہرچہ او درخواست از نان و سبوس	چربکے میگفت و می کردش فسوس
اس نے جو کچھ بھی مانگا روٹی اور بھوسی سے	وہ پھبتی کہتا تھا اور اس سے تمسخر کرتا تھا
آں گدا در رفت و دامن درکشید	واندراں خانہ بجست و خواست رید
وہ گدا چلا اور دامن سمیٹا	اور اس گھر میں جا کودا اور ہگنے کا ارادہ کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت ہے ہے گفت تن زن اے دژم	تا دریں ویرانہ خود فارغ کنم
کہا کہ ہائیں ہائیں جواب دیا کہ چپ رہ اے پریشان دماغ	تا کہ اس ویرانہ میں اپنے کو فارغ کروں
چوں دریں جانیست وجہ زیستن	در چنیں خانہ بباید ریستن
جب اس جگہ کوئی سامان زندہ رہنے کا نہیں ہے	تو ایسے گھر میں تو ہگنا چاہئے

(یعنی جس شخص میں کوئی کمال نہ ہو اس کی مثال ایسے گھر کی سی ہے جس کا یہ قصہ ہے کہ) ایک سائل کسی گھر کی طرف آیا (اور) خشک یا تر روٹی کا سوال کیا۔ صاحب خانہ نے کہا کہ روٹی یہاں کہاں ہے تو بیہودہ (ہوا) ہے یہ نان بائی کی دکان کب ہے۔ کہنے لگا کہ خیر تھوڑی چربی ہی مجھ کو حاصل کرا دے (صاحب خانہ نے) جواب دیا کہ یہاں قصائی کی دکان نہیں ہے (جہاں چربی ملتی ہو) کہنے لگا کہ ایک مٹھی آٹا دیدے اے گھر کے مالک۔ جواب دیا کہ تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ چکی گھر ہے۔ کہنے لگا کہ اچھا پانی ہی دے دے کسی پانی پینے کے برتن سے۔ جواب دیا کہ نہیں نہیں یہاں ندی یا گھاٹ نہیں ہے (غرض) اس نے جو کچھ بھی مانگا روٹی یا بھوسی وہ (گھر والا) ایک پھبتی کہتا تھا اور اس سے تمسخر کرتا تھا (یہ سن کر) وہ گدا (آگے) چلا اور دامن سمیٹا اور اس گھر میں جا کودا اور ہگنے کا ارادہ کیا (گھر والے نے) کہا کہ ہائیں ہائیں (یہ کیا کرتا ہے گدا نے) جواب دیا کہ چپ رہ اے پریشان دماغ۔ تا کہ اس ویرانہ میں اپنے کو (ہگنے سے) فارغ کروں (کیونکہ) جب اس جگہ کوئی سامان زندہ رہنے کا نہیں ہے تو ایسے گھر میں تو ہگنا چاہئے (پس اس گھر کی طرح یہ شخص بھی بالکل خالی ہے آگے پھر اسی خلو عن الکمالات کی تفصیل ہے پس یہ عود ہے مضمون ماقبل کی طرف۔ ع نے مراو اراس مال وما یہ الخ پس فرماتے ہیں)۔

چوں نہ بازے کہ گیری تو شکار	دست آموز شکار شہر یار
جب تو باز نہیں ہے کہ شکار پکڑے	اور دست شہریار کا شکار آموختہ ہو
نیستی طاؤس باصد نقش و بند	کہ بنقشت چشمہا روشن کنند
نہ تو طاؤس ہے جو موصوف ہو صدہا نقش و ترکیب کے ساتھ	کہ تیرے نقش سے لوگ آنکھیں روشن کریں
ہم نہ طوطی کہ چوں قندت دہند	گوش سوی گفت شیرینت نہند
تو طوطی بھی نہیں ہے کہ جب تجھے قند کھلائیں	تری میٹھی گفتگو میں کان دھریں
ہم نہ بلبل کہ عاشق وار زار	خوش بنالی در چمن با لالہ زار
تو بلبل بھی نہیں ہے کہ عاشق کی طرح زار زار	خوب نالے کرے چمن میں لالہ زار کے ساتھ
ہم نہ ہدہد کہ پیکیہا کنی	نے چو لکلک کہ وطن بالا کنی
تو ہدہد بھی نہیں ہے کہ قاصدی کرے	نہ تو مانند لکلک کے ہے کہ اوپر ہی وطن بنا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

در زمستاں سوی ہندوستاں روی	در بہاراں سوی ترکستاں شوی
جاڑے میں ہندوستان کی طرف چلا جاوے	بہار میں ترکستان کی طرف روانہ ہو جاوے
در چہ کاری تو و بہر چیت خرند	تو چہ مرغی و ترا باچہ خورند
تو کس کام میں ہے اور تجھ کو کس لئے خریدیں	تو کونسا پرندہ ہے اور تجھ کو کس چیز کے ساتھ کھاویں
زیں دکان بامکیساں برتر آ	تا دکان فضل اللہ اشتری
تو ان تنگ معاملہ لوگوں کی دکان سے علیحدہ آ جا	اللہ اشتریٰ کے دکان فضل کی طرف
کالۂ کہ ہیچ خلقش ننگرید	از خلاقت آں کریم آں را خرید
اس لئے کہ جو متاع کہ جس کو کسی مخلوق نے نہیں دیکھا	کہنگی کے سبب اس کریم نے اس کو خرید لیا
ہیچ قلبے پیش او مردود نیست	زانکہ قصدش از خریدن سود نیست
کوئی کھوٹا اس کے سامنے واپس نہیں کیا جاتا	کیونکہ اس کا مقصود خریدنے سے نفع حاصل کرنا نہیں ہے
سود او و بیع آں یار نکو	کوست نیکو خلق وہم نیکوش خو
اس کا نفع اور اس یار جمیل کی خرید تو یہی ہے	کہ وہ نیک اخلاق ہے اور نیز اس کی عادت نیک ہے
بیحدست افضال او آیس مشو	سوئے دستان عجوزہ باز رو
اس کے افضال بے حد ہیں تم ناامید مت ہو	داستان عجوزہ کی طرف پھر چل
بازمیگردم سوئے قصہ عجوز	زانکہ پایانے ندارد ایں رموز
بن قصہ عجوز کی طرف پھر رجوع کرتا ہوں	کیونکہ یہ رموز تو انتہا نہیں رکھتے

(یعنی اے خالی عن الکمالات) تو نہ باز ہے کہ شکار پکڑے (اور) دست شہریار کا شکار آموختہ ہو (میرے ذوق میں ضرورت شعریہ سے اجزاء جملہ میں تقدیم و تاخیر ہوگئی اصل میں اس طرح ترتیب تھی جس طرح ترجمہ میں ظاہر کردیا جیسا اس مصرعہ میں حکیم سخن برزبان آفرین اے سخن آفرین برزبان اور) نہ تو طاؤس ہے جو موصوف ہو صد ہا نقش و ترکیب کے ساتھ (ماخوذ از بند بھنے پیوند اندامہا) کہ تیرے نقش سے لوگ آنکھیں روشن کریں (اور) نہ تو بلبل ہے کہ عاشق کی طرح زارزار خوب نالے کرے چمن میں لالہ زار کے ساتھ (اور) نہ تو ہدہد ہے کہ قاصدی کرے (اور) نہ تو لکلک ہے (کہ ایک طائر آبی ہے مار وماہی کو شکار کرتا ہے کذا فی الغیاث) کہ اوپر ہی وطن بنادے (یعنی زمین سے اوپر کیونکہ پانی ظاہر ہے کہ سطح آب سے فوق ہے اور وہ پانی کی سطح پر ہوتا ہے اور لکلک کی طرح) جاڑے میں ہندوستان کی طرف چلا جاوے (اور) بہار میں ترکستان کی طرف روانہ ہو جاوے (لکلک ایسا کرتا ہوگا مطلب یہ کہ کوئی ناز و انداز و عمل وطرز محبوب نہیں رکھتا پھر) تو کس کام میں (آنے کے لائق) ہے اور تجھ کو کس لئے خریدیں (اور) تو (مذکورہ پرندوں میں سے) کونسا پرندہ ہے (یعنی کس کا وصف تیرے اندر ہے) اور تجھ کو کس چیز کے ساتھ کھاویں (آگے ارشاد فرماتے ہیں توبہ وانابت کے لئے یعنی جب معلوم ہوگیا کہ تجھ میں کوئی کمال

www.besturdubooks.wordpress.com

21

نہیں پھر مخلوق کو کیا چیز دکھلاتا ہے اور ان کی نظر میں کس خوبی سے مقبول ہونا چاہتا ہے پس تجھ کو چاہئے کہ اپنے کو عاری عن الکمالات سمجھ کر اس عجوزانہ ریا سے باز آ اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور یہ شبہ نہ کر جب مجھ میں کمال ہی نہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کیوں قبول کرلیں گے وہاں کا قبول موقوف علی الکمال نہیں بلکہ موقوف علی الاقبال ہے۔ بخلاف مخلوق کے کہ جب ان کو تعری عن الکمال معلوم ہو جاوے پھر بے حد بے قدری کرتے ہیں جب یہ بات ہے تو بس) تو ان تنگ معاملہ لوگوں کی دکان سے علیحدہ آ جا۔ اللہ اشتریٰ کی دکان فضل (و کرم) کی طرف (دوڑ آ۔ فی الغیاث مکیس بضم میم و کسر کاف و یاے مجہول و سین مہملہ امالہ مکاس در معاملہ نہایت طلبی کردن و تنگی گرفتن در بیع اھ تنگ معاملہ اس لئے کہا کہ بعد اطلاع بے کمال کے پھر نہیں خریدتے۔ آگے دکان اللہ اشتریٰ کی طرف آنے کی علت ہے یعنی) اس لئے کہ جو متاع کہ جس کو کسی مخلوق نے (غایت) کھنگی کے سبب (آنکھ اٹھا کر بھی کبھی) نہیں دیکھا (جب وہاں لے گئے تو) اس کریم نے اس کو خرید لیا۔ کوئی کھوٹا اس کے سامنے واپس نہیں کیا جاتا کیونکہ اس کا مقصود خریدنے سے نفع حاصل کرنا نہیں ہے۔ اس کا نفع اور اس رفیق جمیل کی خرید تو یہی ہے کہ وہ نیک اخلاق ہے اور نیز اس کی عادت نیک ہے (میرے ذوق میں مصرعہ اول مبتداء ہے اور ہمیں ست مقدر خبر ہے اور مصرعہ ثانیہ اس مقدر کا قائم مقام ہے اور اس شعر میں دو محکوم علیہ پر یعنی سود اور بیع پر ایک حکم ہے یعنی محبوب کا نیک خو ہونا اور دونوں حمل مجازی ہیں مگر توجیہ دونوں کی مختلف ہیں اول کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ربح مقتضی بیع و شرا کا ہوتا ہے وہاں مقتضی بیع کا صرف یہ ہے کہ وہ جمیل الاخلاق والافعال ہے بندہ کو نفع پہنچانا چاہتا ہے پس اصل کلام تو یہ ہے کہ مقتضی ایں معاملہ ہمیں ست کہ آن نیک خلق ست مقتضی کو ربح سے تعبیر کر دیا اور ثانی میں اول سے ترقی کرنا مقصود ہے حاصل یہ کہ وہاں ربح کا تو احتمال ہی نہیں وہ تو بالمعنی المجازی ہی صادق آسکتا ہے جس کی تقریر اوپر ہو چکی اس سے بڑھ کر یہ کہ لفظ بیع جس کا وہاں استعمال کیا گیا ہے جیسے ان اللہ اشتری اور جیسے بایعتم وہ بھی بالمعنے الحقیقی وہاں متحقق نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ جب سب اسی کی ملک ہے پھر بیع جو مقتضی ہے تباین ملک متعاقدین کو کہاں پائی گئی اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ وہ جمیل الاخلاق ہیں مطلب یہ کہ وجہ استعمال اس لفظ کی یہ جمیل الاخلاق ہونا ہے تاکہ بندوں کا دل بڑھے کہ یہ بھی کسی چیز کے مالک قرار دیئے گئے ہیں پس اصل کلام یوں ہوگا کہ مقتضی استعمال ایں لفظ ہمیں ست اور خلق اور خو ہم معنے ہیں مگر یہاں بقرینہ عطف کہ مقتضی تغایر کو ہے مناسب ہے کہ خلق سے مراد صفات اور خو سے مراد افعال لے لئے جاویں کہ دونوں کا استعمال دونوں میں آتا ہے ہکذا ینبغی ان یفہم المقام والعلم ارمن تنبلہ اونبہ علیہ غرض) اس کے افضال بے حد ہیں تم ناامید مت ہو (اس کی طرف بلا کمال ہی متوجہ ہو جاؤ پھر وہ اس توجہ اور انابت ہی سے جبکہ موافق طریق کے ہو مقبول فرما لیتے ہیں آگے پھر حکایت عجوز کی طرف متوجہ ہونے کا قصد ظاہر فرماتے ہیں کہ) داستان عجوز (کے سننے) کی طرف پھر چل۔ میں قصہ عجوز (کے بیان) کی طرف رجوع کرتا ہوں کیونکہ یہ موز (افضال حق کے) تو (کہیں) انتہا نہیں رکھتے۔ (کما قال تعالیٰ قل لوکان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر الآیۃ

رجوع بدستان آں کمپیر

اس بوڑھی کی داستان کی جانب رجوع

بود در ہمسایہ اش سور عجب	کردہ بودند از قضا او را طلب
اس کے ہمسایہ میں کوئی تقریب عجیب تھی	اتفاقاً اس کو بھی طلب کیا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں عروسی خواست رفت آں گندہ پیر	کرد ابرو راسیاہ او ہمچو قیر
اس رذیل بڑھیا نے جب عروسی میں جانا چاہا	تو ابرو کو قیر کی طرح سیاہ کر لیا
چوں عروسی خواست رفت آن مستخیف	موئے ابرو پاک کردہ آن حریف
اس ظلم کا سامان کرنے والی نے جب عروسی میں جانا چاہا	تو موے ابرو کو صاف کر دیا اس حرفت والی نے
پیش رو آئینہ بگرفت آں عجوز	تابیا راید رخ و رخسار و پوز
منہ کے سامنے اس بڑھیا نے آئینہ لے کر رکھا	تاکہ چہرہ کو رخسار کو اور ناک کو آراستہ کر
چند گلگونہ بمالید از بطر	سفرۂ رویش نشد پوشیدہ تر
اترانے کے لئے کتنا ہی گلگونہ ملا	اس کا سفرہ رخ کچھ زیادہ نہ ڈھکا گیا
عشرہائے مصحف از جائی برید	می بچسپانید بر روآں پلید
وہ مصحف کے اعشار کو جگہ سے تراشتی تھی	چہرہ پر ان کو وہ پلید چپکاتی تھی
تاکہ سفرہ روی او پنہاں شود	تانگیں حلقۂ خوباں شود
تاکہ اس کا سفرۂ رخ چھپ جاوے	تاکہ وہ حسینوں کے حلقہ میں نگین ہو جاوے
عشرہا برروی ہر جا می نہاد	چونکہ بر می بست چادر می فتاد
اعشار کو چہرہ پر جگہ جگہ جماتی تھی	جب چادر کو کھینچتی تھی تو وہ گر پڑتے تھے
باز او آں عشر ہارا با خدو	می بچفسانید بر اطراف رو
وہ پھر ان اعشار کو تھوک سے	جماتی تھی چہرہ کے اطراف پر
باز چادر راست کردے آں تگیں	عشرہا افتادے از رو بر زمیں
پھر چادر کو ٹھیک کرتی تھی وہ آتش	اعشار چہرہ پر سے زمین پر گر پڑتے تھے
چوں بسے می کرد فن وآں می فتاد	گفت صد لعنت براں ابلیس باد
جب وہ بہت سی تدبیریں کرتی رہی اور گرگر پڑتے رہے	تو بولی اس ابلیس پر سینکڑوں لعنتیں ہوں
شد مصور آں زماں ابلیس زود	گفت اے قحبہ قدید بے ورود
اسی وقت فوراً ابلیس متشکل ہوا	اور کہا کہ اے قحبہ گوشت خشک جس پر کوئی وارد نہیں ہوتا
من ہمہ عمر ایں نیندیشیدہ ام	نے زجز تو قحبۂ ایں دیدہ ام
میں نے تمام عمر اس کو نہیں سوچا ہے	نہ بجز تجھ قحبہ کے اس فعل کو کسی سے دیکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تخم نادر در فضیحت کاشتی	در جہاں ت مصحفے نگذاشتی
تو نے رسوائی میں تخم نادر بویا ہے	دنیا میں تو نے ایک مصحف نہیں چھوڑا ہے
صد بلیسی تو خمیس اندر خمیس	ترک من گو اے عجوز درد بیس
تو صدہا ابلیس ہے لشکر در لشکر	اے سڑیل بڑھیا میرا نام ترک کر
چند دزدی عشر از ام الکتیب	تاشود رویت ملون ہمچو سیب
تو قرآن مجید سے کب تک اعشار کو چراوے گی	تاکہ تیرا چہرہ سیب کی طرح رنگ دار ہو جاوے

انتقال بارشاد از مولانا

چند دزدی حرف مردان خدا	تا فروشی و ستانی مرحبا
تو کہاں تک مردان خدا کے ملفوظات کو چرا وے گا	تاکہ ان کو فروخت کرے اور مرحبا کو خریدے
رنگ بربستہ ترا گلگوں نکرد	شاخ بربستہ فن عرجوں نکرد
جمائے ہوئے رنگ نے تجھ کو گلگوں نہیں کر دیا	باندھی ہوئی شاخ نے شاخ قدیم کا کام نہیں دیا
عاقبت چوں چادر مرگت رسد	از رخت ایں عشرہا اندر فتد
انجام کار جب تم کو چادر مرگ لگے گی	تو تمہارے چہرے سے یہ سب اعشار گر پڑیں گے
چونکہ آید خیز آن رحیل	گم شود زاں پس فسون قال و قیل
جب اس کوچ کا اٹھو اٹھاؤ آ پہنچے گا	تو اس کے بعد قال و قیل کا افسون گم ہو جاوے گا
عالم خاموشی آید پیش بیست	وائے آنکو در دروں انسیش نیست
عالم خاموشی آجاوے گا کہ سامنے کھڑا ہو	اس شخص کی بڑی خرابی ہے کہ اس کے باطن میں انس نہیں ہے
صیقلے کن یک دو روزے سینہ را	دفتر خود ساز آں آئینہ را
صیقل کر ایک دو روز سینہ کو	اپنا دفتر بنالے اس آئینہ کو
کہ ز سایہ یوسفؑ صاحبقراں	شد زلیخای عجوز از سر جواں
کہ یوسف صاحب قران کے سایہ سے	لیخائے عجوز از سرنو جوان ہو گئی تھیں
می شود مبدل بخورشید تموز	آں مزاج بارد بر دالعجوز
آفتاب موسم گرما کے سبب مبدل ہو جاتا ہے	وہ سرد مزاج سردی شدیدہ کا

www.besturdubooks.wordpress.com

می شود مبدل بسوز مریمی	شاخ لب خشکے بہ نخل خرمی
مبدل ہو جاتی ہے سوز مریم کے سبب سے	شاخ خشک لب نخل خرمی کے ساتھ
اے عجوزہ چند کوشی با قضا	نقد جو اکنوں رہاکن ما مضیٰ
اے عجوزہ تو کب تک قضا کے مقابلہ میں کوشش کرے گی	تو اب نقد کو ڈھونڈھ اور ما مضیٰ کو ترک کر
چوں رخت را نیست در خوبی امید	خواہ گلگونہ نہ و خواہی مدید
جب تیرے چہرہ کے لئے حسن کی کوئی امید نہیں ہے	تو خواہ گلگونہ رکھ اور خواہ سیاہی

اس (بڑھیا) کے ہمسایہ میں کوئی تقریب عجیب (یعنی جدید) تھی (فی الغیاث سور بمعنی جشن وشادی وعروسی اھ دفیہ تمکین آتش دمراد در ینجا آتش شہوت مبالغۃً پرآتش راآتش گفتہ اور) قضارا (یعنی اتفاقاً شادی والے) لوگوں نے اس کو بھی بلایا تھا (سو) اس سڑیل بڑھیا نے جب عروسی میں جانا چاہا۔ تو (بناؤ سنگھار کے لئے) ابرو کو قیر (یعنی رال یا روغن سیاہ) کی طرح سیاہ کرلیا (کہ جوان معلوم ہو نیز) اس ظلم کا سامان کرنے والی نے جب عروسی میں جانا چاہا تو موئے ابرو کو صاف کردیا اس حرفت والی نے (سامان تزئین کو ظلم اس لئے کہا کہ ظلم کے معنی ہیں وضع الشئے فی غیر محلہ اور اس کی تزئین بے محل تھی و ہٰذا من الحیف بمعنے الظلم اور ابرو کے سیاہ کرنے اور صاف کرنے میں تعارض نہ سمجھا جاوے زائد بال صاف کردیئے ہوں اور بقیہ کو سیاہ کرلیا ہو نیز) منہ کے سامنے اس بڑھیا نے آئینہ لے کر رکھا تاکہ چہرہ کو اور رخسار کو اور ناک کو آراستہ کرے (فی الغیاث پوز بمعنے بینی چارپایان وچہرۂ بہائم اھ اس کی ناک کو تقبیحاً پوز بہائم سے تشبیہ دی غرض اس نے) اترانے کے لئے کتنا ہی گلگونہ (چہرہ کو) ملا (مگر) اس کا سفرۂ رخ کچھ زیادہ نہ ڈھنکا گیا (سفرۂ رخ میں اضافت مشبہ بہ کی مشبہ کی طرف ہے مثل لجین الماء مطلب یہ کہ جھریاں چہرہ کی جو مثل جلد متقعد کے تھا پورے طور پر سے نہ چھپ سکیں کیونکہ وہ اس شعر کا مصداق تھی تروح الی العطاء تبغی شبابہا ولن یصلح العطار ما افسد الدہر نیز) وہ مصحف کے اعشار کو (اون کی) جگہ سے تراشتی تھی (اور اپنے) چہرہ پر وہ پلید (ان کو) چپکاتی تھی (اعشار وہ علامتیں ہیں جو دس دس آیت پر بنادی جاتی ہیں چونکہ بعض کی عادت تھی کہ یہ علامت سونے کے پانی سے بناتے تھے اور دس آیت کی بھی تخصیص نہ رہی تھی ہر آیت پر بنانے لگے تھے اس لئے مراد یہاں مطلق سونے کی بھری آیات ہیں یعنی ان چپیوں کو کاٹ کاٹ کر چہرہ پر چپکاتی تھی کہ چہرہ چمکدار معلوم ہو اور پلیدی اس کی یا تو حسی ہے کہ بالکل سڑ بس گئی تھی اور یا شرعی کہ قرآن مجید کی بے حرمتی اور ریاء اور تلبیس اور زور کہ یہ سب معصیت ہیں خصوص اگر سبب اس فعل کا اجنبی مردوں کو مائل کرنا ہو کہ اس کا معصیت ہونا اور زیادہ ظاہر ہے اور وہ ایسا اس لئے کرتی تھی) تاکہ اس کا سفرۂ رخ چھپ جاوے (مراد یہ کہ جھریاں چھپ جاویں) تاکہ (وہ) حلقہ حسینان میں (مثل) نگین (کے) ہو جاوے (جس طرح نگین سے زینت حلقہ کی ہوتی ہے بس وہ اس غرض سے اعشار کو چہرہ پر جگہ جگہ جماتی تھی (مگر) جب (چہرہ پر) چادر لپیٹتی تھی تو وہ (اعشار) گر پڑتے تھے۔ وہ پھر ان اعشار کو تھوک سے جماتی تھی اطراف چہرہ پر (اور) پھر چادر کو ٹھیک کرتی وہ آتش (شہوت کی بھری ہوئی تو تو اس سے وہ) اعشار چہرہ پر سے (پھر) زمین پر گر پڑتے جب

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ بہت سی تدبیریں کرتی رہی اور وہ (اعشار) گر گر پڑتے تو (تنگ ہو کر) بولی کہ اس ابلیس پر سب لعنت (کہ ایسا طریقہ تزئین کا میرے قلب میں ڈالا کہ وہ بن ہی نہیں پڑتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصود مجھ کو پریشان ہی کرنا تھا) اسی وقت فوراً ابلیس متمثل ہوا (اور) کہا (کہ) اے قحبہ گوشت خشک جس پر کوئی وارد نہیں ہوتا (جس طرح خشک گوشت کی خریداری کے لئے دکان پر کوئی آمد و رفت نہیں کرتا تو مجھ پر لعنت کرتی ہے کہ میں نے تجھ کو یہ سکھلایا سو) میرے تو تمام عمر (بھی) یہ بات خیال میں نہیں آئی (کہ اعشار قرآن سے بناؤ سنگار ہو سکتا ہے اور) نہ بجز تجھ قحبہ کے (اور کسی کا) یہ فعل میں نے دیکھا تو نے (ہی یہ) تخم نادر (باب) رسوائی میں بویا ہے (یعنی اس حرکت فضیحت کن کی موجد تو ہی ہے اور) دنیا میں (جہاں تک تجھ کو مل سکے) ایک مصحف (بھی سالم) نہیں چھوڑا (بلکہ سب کے اعشار کاٹ کاٹ کر اپنی تزئین میں برباد کئے میں تو ایک ہی ابلیس ہوں مگر) تو صدہا ابلیس (کے برابر) ہے (کہ تو ابلیس کا) لشکر در لشکر (ہے کہ ایسی بات سوچی جو میرے ذہن میں بھی کبھی نہیں آئی جب یہ بات ہے تو) میرا نام ترک کر اے بڑھیا رزیل (یعنی اس کو میری طرف منسوب مت کر بلکہ اپنی طرف نسبت کر کے اپنے اوپر لعنت بھیج اب تو یہ سمجھ کر باز (آ کہ) کہاں تک ام الکتاب (یعنی قرآن مجید) سے (کہ اصل اور اعظم ہے سب کتابوں میں) اعشار کو چراوے گی تا کہ تیرا چہرہ رنگ دار ہو جاوے مثل سیب کے (یہاں حکایت ختم ہوئی اب مولانا مقصود حکایت کی طرف جو کہ حکایت سے قبل مذکور تھا یعنے بدوں کمال کے دعویٰ کمال کا کرنا اور ملفوظات اکابر کی نقل سے دعویٰ کو روشن کرنا انتقال فرماتے ہیں کہ اسی طرح بڑھیا کے مانند) تو (بھی) کہاں تک مردان خدا کے ملفوظات کو چراوے گا تا کہ (ان ملفوظات کو عوام و جہلائے معتقدین میں) فروخت کرے اور (ان سے) مرحبا (مول) لے (مگر یاد رکھ کہ اس) جمائے ہوئے رنگ (یعنی نقل و تلبیس) نے تجھ کو (واقع میں) گلگوں (حسین) نہیں کر دیا (جس طرح اوپر سے) باندھی ہوئی شاخ نے شاخ قدیم کا کام نہیں دیا (یعنی اگر کسی درخت کے خالی تنہ میں بدوں رعایت قواعد پیوند لگانے کے ویسے ہی بہت سی شاخیں لا لا کر باندھ دی جاویں کہ وہ درخت پر شاخ نظر آنے لگے لیکن جو آثار اصلی شاخوں کے ہیں وہ ان پر مرتب نہ ہوں گے بلکہ بہت جلد خشک ہو کر اس درخت کی قلعی کھل جاوے گی اور جس طرح اس بڑھیا کہ چیپیاں چادرہ سے گر گر پڑتی تھیں اسی طرح) انجام کار جب تجھ کو چادر مرگ لگے گی تو تیرے چہرہ سے یہ اعشار سب گر پڑیں گے (موت کے محیط ہونے سے چادر سے تشبیہ دینے کا لطف اور بڑھ گیا اور مطلب اعشار اتر جانے کا یہ ہے کہ) جب اس کوچ (آخرت) کا اٹھ اٹھاؤ آ پہنچے گا (یعنی موت کہے گی کہ اٹھو اٹھو) تو اس کے بعد (یہ سب) افسوں قال و قیل (نقلی کا) گم ہو جاوے گا (اور) عالم خاموشی آ جاوے گا (جس میں یہ کہا جاوے گا کہ) سامنے کھڑا ہو (یعنی موت اس عالم قال و قیل سے اٹھا کر اس عالم خاموشی میں لے جا کھڑا کرے گی اس وقت) اس شخص کی بڑی خرابی ہے کہ اس کے باطن میں انس (مع الحق) نہیں ہے (بلکہ انس مع الخلق تھا مگر آج وہ خلائق معتقدین جن سے انس تھا سب غائب ہیں اور خدائے تعالیٰ کی حضوری ہے مگر اس سے انس نہیں تو کس قدر توحش ہوگا جب اس تلبیس و افلاس عن التعلق مع الحق کا انجام یہ ہونے والا ہے تو جلدی اس کا تدارک کر جس سے حقیقی دولت حاصل ہو کہ پھر تلبیس کی نوبت نہ آوے اور جس سے یہ افلاس مذکور دفع ہو کر انس مع الحق پیدا ہو آگے اس تدارک کا طریق ہے کہ) صیقل کر ایک دو روز (یعنی بقیہ عمر میں) سینہ کو (اور) اپنا دفتر بنا لے اس آئینہ کو (یعنی آئینہ قلب کو صیقل کر جس سے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں انعکاس انوار الٰہیہ کا ہو کر وہ مثل دفتر جامع نقوش کے ہو جاوے اور میں صیقل کرنے کے واسطے تجھ کو اس لئے کہتا ہوں) کہ یوسف صاحب قرآن کے سایہ (یعنی قرب و برکت) سے زلیخائے عجوز از سرِ نوجوان ہو گئی تھیں (پس اسی طرح جب تو قلب کو صیقل کر لے گا اور صیقل کے سبب اس میں انوار الٰہیہ منعکس ہوں گے تو ان انوار الٰہیہ کی برکت سے جو کہ انوار یوسفیہ سے برکت میں زیادہ ہیں تو بھی کہ مثل عجوز کے تھا جیسا کہ اوپر مفصل مستقل بھی اور بضمن حکایت بھی بیان ہوا۔ مثل زلیخا کے نوجوان اور حسن الباطن ہو جاوے گا و فی الغیاث قرآن باصطلاح نجوم یکجا شدن دو کوکب الامفت سیارہ سوائے شمس در برجے بیک درجہ یا یک دقیقہ و صاحب قرآن کسی کہ وقت ولادت او زہرہ و مشتری راقران باشد اھ باختصار و فی الحاشیہ و آن طفل پادشاہ عظیم میشود و آن پادشاہ سعادت مند بود و در یسال باظفر باشد اھ بتقدیم و تاخیر آگے بعض امثلہ ہیں اس تبدل من القبح الی الحسن کہ یعنے جس طرح) آفتاب موسم گرما کے سبب سردی شدید کا وہ مزاج مبدل ہو جاتا ہے (مطلب یہ کہ جس طرح اثر آفتاب سے سردی مبدل بہ گرمی ہو جاتی ہے اسی طرح اثر انوار الٰہیہ سے تیری افسردگی مبدل بہ گرمی محبت حق سبحانہ وتعالیٰ ہو جاوے گی فی الغیاث تموز بزبان رومی مدت ماندن آفتاب در برج سرطان و بہندی تقریباً ماہ ساون باشد چون در ماہ مذکور گرمی بسیار میباشد لہذا در فارسی بمعنی شدت موسم گرما مستعمل اھ و تحقیق بر دالعجوز قبیل داستان بدہلال استاد دل جان روشنی گذشت آگے دوسری مثال ہے کہ جس طرح) سوز مریم کے سبب شاخ خشک لب نخل خرمی سے مبدل ہو جاتی ہے (یعنی ہو گئی تھی جس کا قصہ سورۂ مریم میں ہے وھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیا کہ اول وہ درخت خشک تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مریم علیہا السلام کے واسطے اس کو تازہ اور بار آور کر دیا اور یہ فضل مریم علیہا السلام پر ان کے سوز و محبت حق و توجہ الی الحق سے ہوا اس لئے سوز مریم کی طرف نسبت صحیح ہوئی اور تطبیق مثال کی ظاہر ہے اور اس مقام میں تدارک کی ضرورت سن کر طالب تدارک کو ایک غلطی ہو سکتی ہے بلکہ ہوا کرتی ہے وہ یہ کہ ماضی کی فکر و غم میں حد سے زیادہ پڑ جاتے ہیں اور اس کے افسوس و ندامت میں بعض اوقات یہاں تک غلو ہوتا ہے کہ غم و حسرت سے مغلوب ہو کر ناامید محض ہو جاتے ہیں اور ناامید ہو کر آئندہ معطل ہو جاتے ہیں اور یہ ضرر عظیم ہے کہ ماضی کے اعادہ پر تو قدرت نہیں اور مستقبل میں کچھ کیا نہیں یہاں تک کہ بقیہ مستقبل بھی مثل ماضی کے بیکار گزر جاتا ہے اس لئے مولانا اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ) اے عجوزہ (حکمیہ بمعنے مشابہ بہ بہائی قبیح الحال) تو کب تک قضا (وقدر) کے مقابلہ میں کوشش کرے گی (مراد اس سے اس سوچ میں پڑنا کہ ماضی اس حال میں گزرا اب اس کا کیا انتظام کروں اور جو محرومی اس ماضی کی سبب پیش آوے گی اب وہ کیونکر زائل ہو تو یہ فی الحقیقت قضا کا مقابلہ ہے کیونکہ جو ہوا قضا سے ہو گیا اب کیا ہو سکتا ہے اس لئے چاہیے کہ) تو اب نقد کو ڈھونڈھ اور ماضی کو ترک کر (یعنی آئندہ کے لئے اصلاح حال کر اور ماضی کے اتنے غم کو چھوڑ کہ تیری قدرت سے خارج ہے اس لئے کہ کچھ مفید نہیں در عبث کو ترک کرنا لازم ہے پس ماضی کے چھوڑنے کا یہ مطلب ہے نہ یہ کہ ذنوب ماضیہ کو توبہ کی غرض سے بھی یاد نہ کرے خوب سمجھ لو اسی طرح قضا کی طرف ماضی کے صدور کو نسبت کرنا اس سے بھی یہ مقصود نہیں کہ اپنی طرف نسبت نہ کرے کہ اثر اس کا بیباکی و اعتقاد جبر اور توبہ کو فضول سمجھنا ہوگا بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس کا وجود قضا سے ہوا تھا اب اعدام اس کا قدرت بشر سے خارج ہے اس لئے اس کی فکر عبث ہے بلکہ جو امر قدرت میں ہے کہ ماضی کی یاد ہو بغرض توبہ کے اور آئندہ کو عزم ہو ترک کا اس میں نسبت الی قدرۃ العبد کا استحضار

www.besturdubooks.wordpress.com

واجب ہے صرف قضا پر نظر جائز نہیں اور اسی کے قبیل سے ہے جواب حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اتلوما منی الخ یعنے ملامت سے فائدہ یہ ہونا چاہئے کہ آئندہ کو توبہ واحتیاط ہو سو یہ تو اب برزخ میں ممکن نہیں اور حیات دنیویہ میں اس کو کر چکا ہوں تو اب ملامت سے صرف مقصود تشنیع ہی رہی جو مفید نہیں کیونکہ اس کا ایجاد بقضائے حق ہوا تھا جس کے اعدام پر میں قادر نہیں تو پھر بے نتیجہ ملامت کیوں کی جاوے اور بقیہ عمر میں تہیہ اصلاح کا یہ مضمون اسی کے قریب قریب ہے جو کہ اس سرخی اخیر کے قبل کے ان اشعار میں مذکور تھا زین دکان با یکساں الیٰ قولہ بیحدست انفضال او انخ حاصل دونوں کے مجموعہ کا یہ ہے کہ ماضی کی فکر بالمعنی المذکور اتفا چھوڑ اور بقیہ مستقبل میں جس قدر قدرت میں ہو اصلاح میں مشغول ہو اور ماضی کو یاد کرتے رہنا مانع عن الانابۃ نہ ہونے پاوے وہ اسی حالت میں قبول فرماتے ہیں اور موافق استعداد کے ثمرات عطا فرماتے ہیں پس دونوں مضمون ایک دوسرے کے متمم ہیں اول مضمون میں اصل مسوق الکلام معاصی واقعہ فی الماضی وموجود فی الحال کی یاد کا مانع عن الانابۃ نہ ہونا ہے اور دوسرے مضمون میں اصل مسوق لہ الکلام انابۃ میں ماضی کے غم میں غلو نہ کرنا ہے اور باقی احکام ان کے متعلق وتابع ہیں آگے اعدام واقع کا امتناع بیان فرماتے ہیں کہ) جب تیرے چہرہ کے لئے حسن (حاصل ہونے) کی کوئی امید نہیں ہے۔ تو (پھر سب تدبیریں بے سود ہونے میں برابر ہیں) خواہ (اس چہرہ پر) گلگونہ رکھ اور خواہ مداد (یعنی سیاہی رکھ اس سے دونوں غرض حاصل ہو گئیں مضمون بالا کی بھی تائید ہے کہ اس لئے ماضی کو چھوڑ کر مستقبل کی فکر کر کہ ماضی کا مٹانا ممتنع ہے اور جو شخص کہ یہ سب سن کر بھی تلبیس سے باز نہ آوے اور اپنے عیوب کے رنگنے ہی میں مشغول رہے اس کو جھلا کر فرماتے ہیں کہ ان عیوب کا کمالات ہونا محال ہے خواہ تو کچھ ہی کر کامیابی ہرگز نہ ہوگی۔ اور اس امتناع مشترک مع اختلاف الغرضین کی مثال امتناع صحت رنجور کی ہے جس کا قصہ آگے آوے گا کہ طبیب نے صحت سے مایوس کر دیا تھا بس وجہ تشبیہ صرف اس قدر ہے نہ کہ قول طبیب کا کہ تو جو چاہے کر کہ اس کو تشبیہ میں دخل نہیں واللہ اعلم)

فائدہ:۔ الحمد للہ کہ یہ عشر ثالث باوجود تعاقب عوائق وموانع کثیرہ کے ہفدہم جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ھ کو اختتام کو پہنچا اسی وجہ سے اس میں سوا تین ماہ صرف ہوئے۔ باوجودیکہ یہ عشر ایک عارض کے سبب عشر اول وثانی سے تخمیناً بقدر ایک عشر کے مقدار میں بھی کم ہے یعنی تقریباً یہ ان دونوں عشر کے نو دس کے برابر ہے اور وہ عارض یہ ہے کہ برابر کرنے میں آئندہ قصہ رنجور کا باضرورت تجزیہ کرنا پڑتا کہ کچھ اس میں ہوتا کچھ عشر رابع میں اور چونکہ یہ تفاوت کوئی معتد بہ نہ تھا اس لئے ضرورت کا درجہ بھی نہیں تھا ممکن ہے کہ اس کمی کو آئندہ دو عشر میں تقسیم کر دیا جاوے اور ان کے مضامین کی خصوصیات سے بھی یہی انداز ہوتا ہے کہ ایک میں قصہ رنجور کا اور ایک میں قصہ طالب گنج کا پورا پورا آ جاوے گا فقط۔

الحمد للہ والمنۃ کہ اس جگہ پر عشر ثالث کا نصف ثانی اختتام کو پہنچا اس کے بعد عشر رابع شروع ہوا ہے اس کے ختم ہونے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ عشر خامس شروع ہوگا جس کے ختم ہونے پر دفتر ششم کی شرح کا نصف ہو جاوے گا۔ واللہ الموفق والمعین

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر الرابع من شرح الدفتر السادس من المثنوی المعنوی افتتحت فیہ لمنتصف ذی القعدۃ من ۱۳۳۲ھ من الہجرۃ

حکایت آں رنجور کہ طبیب دروامید صحت ندید

اس بیمار کی حکایت جس میں طبیب نے صحت کی امید نہ دیکھی

آں یکے رنجور شد سوی طبیب	گفت نبضم را فرو بیں اے لبیب
ایک بیمار طبیب کے پاس گیا	کہا کہ اے عاقل میری نبض دیکھ لو
تاز نبض آگہ شوی بر حال دل	کہ رگ دست ست بادل متصل
تاکہ تم نبض سے قلب کی حالت پر مطلع ہو جاؤ	کیونکہ ہاتھ کی رگ قلب کے ساتھ متصل ہے

یعنی ایک بیمار طبیب کے پاس گیا (اور) کہا کہ اے عاقل (ذرا میری نبض دیکھ لوتا کہ تم نبض سے قلب کی حالت پر مطلع ہو جاؤ کیونکہ ہاتھ کی رگ قلب کے ساتھ متصل ہے (چنانچہ طب میں ثابت و مشہور ہے)

چونکہ دل غیبست خواہی زو مثال	زو بجو کہ بادلستش اتصال
چونکہ قلب غیب ہے اس کی مثال مطلوب ہو	تو اس سے طلب کر کیونکہ قلب سے اس کو اتصال ہے
باد پنہانست از چشم اے امیں	در غبار و جنبش برگش ببیں
ہوا آنکھ سے مخفی ہے اے امین	اس کو غبار اور جنبش برگ میں دیکھ
کز یمین ست او وزاں یا از شمال	جنبش برگت بگوید وصف حال
کہ وہ یمین سے چل رہی ہے یا شمال سے	حرکت برگ اس کی حالت کا وصف کہہ دے گی
مستی دل را نمی دانی کہ کو	وصف او از نرگس مخمور جو
تو مستی دل کو نہ جانتا ہو کہ کہاں ہے	تو اس کی کیفیت نرگس مخمور سے طلب کر لے
چوں ز ذات حق بعیدی وصف ذات	باز دانی از رسول و معجزات
جب تو ذات حق سے بعید ہے تو وصف ذات	بواسطہ رسولؐ کے اور بواسطہ معجزات کے تجھ کو معلوم ہوگا

(شعر اول میں تائید ہے مضمون سابق کی کہ واقعی) قلب چونکہ (حواس سے) غائب (و مخفی) ہے (اگر)

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کی مثال مطلوب ہو تو اس (ہاتھ) سے طلب کر کیونکہ قلب سے اس کو (بواسطہ نبض کے) اتصال ہے (جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور مراد مثال سے وصف اور حالت ہے مجازاً کیونکہ مثال ذریعہ ہوتا ہے انکشاف اوصاف و احوال کا پس سبب کا اطلاق مسبب پر کیا گیا آگے اس کی بعض مثالیں ہیں) ہوا آنکھ سے مخفی ہے اے امین (سوا گر اس کی حالت معلوم کرنا ہو تو) اس (کی حالت) کو غبار اور حرکت برگ میں دیکھ کہ وہ (مثلاً) یمین سے چل رہی ہے یا شمال سے۔ حرکت برگ تجھ سے اس کی حالت کا وصف کہہ دے گی۔ (اسی طرح) تو (اگر کسی کی) مستی دل (یعنی عشق) کو نہ جانتا ہو کہ کہاں ہے تو اس کی کیفیت نرگس مخمور (یعنی چشم پرخمار) سے طلب کر لے (کہ قلب کا یہ وصف آنکھوں میں اثر کرتا ہے اور آنکھوں پر اس کی گرمی محسوس ہوتی ہے چنانچہ مشاہد ہے یہ دونوں مثالیں ممکنات سے ہیں پھر اول باعتبار حالت ظاہری کے ہے دوسری باعتبار حالت باطنی کے آگے تیسری مثال واجب کی ہے کہ) جب تو ذات حق سے (باعتبار معرفت مقدورۃ للعبد کے) بعید ہے تو (اس کا) وصف ذات بواسطہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے (کہ واسطہ قریبہ ہیں) اور بواسطہ معجزات کے (کہ واسطہ بعیدہ ہیں کیونکہ معجزات سے اولاً معرفت رسول کی ہوتی ہے پھر معرفت رسولؐ سے معرفت ذات حق کی) تجھ کو معلوم ہوگا۔

معجزاتے و کراماتے خفی	برزند بردل ز پیران صفی
معجزات اور کرامات خفیہ	قلب پر اثر کرتے ہیں پیران مقبول کی وجہ سے
کہ دروں شاں صد قیامت نقد ہست	کمتریں آنکہ شود ہمسایہ مست
کہ ان حضرات کا باطن صد قیامت عاجلہ ہے	ادنیٰ یہ ہے کہ ہمسایہ مست ہو جاتا ہے
پس جلیس اللہ گشت آں نیک بخت	کو بہ پہلوئے سعیدے بردرخت
پس وہ نیک بخت اللہ کا جلیس ہو گیا	جس نے کسی سعید کے پہلو میں اسباب جا اتارا
معجزہ کاں بر جمادے زد اثر	یا عصا یا بحر یا شق القمر
جس معجزہ نے جماد پر اثر کیا ہے	خواہ وہ عصا ہو خواہ بحر ہو خواہ شق القمر ہو
گر اثر بر جاں کند بے واسطہ	متصل گردد بہ پنہاں رابطہ
اگر روح پر بلاواسطہ اثر کرے	تو مخفی طور پر ارتباط متصل ہو جاوے گا
بر جمادات آں اثرہا عاریہ است	آں پئے روح خوش متواریہ است
جمادات پر وہ اثر عاریت ہے	وہ روح پاکیزہ مخفیہ کے لئے ہے
تا ازاں جامد اثر گیرد ضمیر	حبذا ناں بے ہیولائی خمیر
تاکہ اس جامد سے ضمیر اثر قبول کرے	روٹی بدوں مادہ خمیر کے نہایت ہی خوب ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حبذا خوان مسیحی بے کمی	حبذا بے باغ میوہ مریمی
بہت خوب ہے خوان مسیحا بلا کمی کے	بہت خوب ہے بدوں باغ کے میوہ مریم علیہا السلام کا
برزند از جان کامل معجزات	بر ضمیر جان طالب چوں حیات
باطن کاملین کی وجہ سے معجزات موثر ہوتے ہیں	باطن روح طالب پر مثل حیات کے
معجزہ بحرست و ناقص مرغ خاک	مرغ آبی درو ے ایمن از ہلاک
معجزہ دریا ہے اور ناقص مرغ خاک	مرغ آبی اس میں ہلاکت سے بے خوف ہے
عجز بخش جان ہر نا محرمے	لیک قدرت بخش جان ہمدمے
عجز بخش ہے جان ہر نامحرم کا	لیکن قدرت بخش ہے جان ہمدم کا
چوں نیابی ایں سعادت در ضمیر	پس ز ظاہر ہر دم استدلال گیر
اگر یہ سعادت تو ضمیر میں نہیں پاتا	پس ظاہر ہی سے ہر وقت استدلال کرنا اختیار کر لے
کہ اثر ہا بر مشاعر ظاہرست	ویں اثر با از موثر مخبرست
کہ آثار حواس پر ظاہر ہیں	اور یہ آثار موثر سے مخبر ہیں
ہست پنہاں معنی ہر داروئے	ہمچو سحر و صنعت ہر جادوئے
صفت ہر دارو کی پنہاں ہے	مثل سحر اور صنعت ہر جادو کے
چوں نظر در فعل و آثارش کنی	گرچہ پنہانست اظہارش کنی
جب اس کے افعال و آثار میں تم نظر کرو	تو اگرچہ وہ مخفی ہے اس کا اظہار کر دو گے
قوتے کاں اندرونش مضمرست	چوں بفعل آید عیان مظہرست
جو قوت کہ اس میں مضمر ہے	جب وہ فعل میں آتی ہے تو ایسی عیاں ہو جاتی ہے کہ ظاہر کر دی جاتی ہے
چوں بآثار ایں ہمہ پیدا شدت	چوں نشد ظاہر بآثار ایزدت
جب آثار سے تجھ کو یہ سب ظاہر ہو گئے	تو پھر تجھ کو ایزد آثار سے کیوں نہیں ظاہر ہوا
نے سببہا و اثرہا مغز و پوست	چوں بجوئی جملگی آثار اوست
کیا یہ بات نہیں ہے کہ تمام اسباب اور آثار یعنی مغز اور پوست	جب جستجو کرو تو یہ سب اسی کے آثار میں
دوست گیری چیزہا را از اثر	پس چرا ز آثار بخشے بے خبر
تو بہت سی چیزوں کو اثر سے محبوب بنا لیتا ہے	سو معطی آثار سے تو بے خبر کس لئے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از خیالے دستگیری خلق را	چوں نگیری شاہ غرب و شرق را
ایک خیال سے تو مخلوق کو محبوب بنا لیتا ہے	سلطان غرب و شرق کو کیوں نہیں محبوب بناتا
ایں سخن پایاں ندارد اے قباد	حرص مارا اندریں پایاں مباد
یہ کلام تو انتہا ہی نہیں رکھتا اے بادشاہ	ہماری حرص کو اس میں انتہا نہ ہو
باز گرد و قصۂ رنجور گو	با طبیب آگہ و ستار خو
رجوع کر اور قصہ بیمار کا کہہ	جو طبیب آگاہ اور ستار خصلت کے ساتھ واقع ہوا

(ان اشعار میں شعر بالا کی جو کہ اشعار سابقہ کا اخیر ہے تفصیل ہے کہ معجزات انبیاء علیہم السلام وکرامات اولیاء سے کہ وہ بھی انبیاء کے معجزات ہی ہیں اصل مقصود وصول الی اللہ ہے علماً واستدلالاً بھی اور عملاً وحالاً بھی چنانچہ ان اشعار میں سے بعض میں علم واستدلال کے متعلق مضامین ہیں اور بعض میں عمل اور حال کے اور اجمالاً یہی حاصل تھا اس شعر بالا چون ززات حق بعیدی الخ کا چنانچہ ظاہر ہے پس فرماتے ہیں کہ) معجزات اور کرامات خفیہ) قلب پر اثر کرتے ہیں۔ پیران مقبول کی وجہ سے (پیران مقبول عام ہے انبیاء واولیاء کو بقرینہ معجزات وکرامات کے پس معجزات انبیاء سے صادر ہوتے ہیں اور کرامات اولیاء سے اور ہر چند کہ بعض معجزات اور کرامات جلی بھی ہوتی ہیں اور ان کا بھی وہی اثر ہے جو یہاں مذکور ہے پھر خفی کی تخصیص کے کیا معنے سو یہاں مخفی کے معنے یہ ہیں جس کا منشاء اور سبب خفی ہو یعنی سبب اس کا طبعی نہ ہو جس کو عوام بھی جانتے ہیں بلکہ امر غیبی ہو جو عامۃ سے خفی ہے پس اس معنے کے اعتبار سے یہ جلی کو بھی شامل ہے پس مطلب شعر کا یہ ہوا کہ تمام معجزات انبیاء وکرامات اولیاء قلب پر یہ اثر کرتی ہیں کہ اس میں معرفت حق سبحانہ وتعالیٰ کی پیدا کر دیتی ہیں اور ہر چند کہ اس اثر میں موثر ظاہراً وصورۃً خوارق یعنی معجزات وکرامات بواسطہ ظہور کے مواد خاصہ میں ہیں لیکن باطناً وحقیقۃً موثر دوسری چیز کے واسطے سے ہیں یعنی ان مقبولین کے باطن کے واسطے سے اور قولہ ز پیران صفی کے یہی معنے ہیں پس ز بمعنے من علیہ یعنی لاجل کے ہے اور شعر آئندہ میں اسی توسط کی تعلیل ہے کہ یہ اثر ان کے باطن کے واسطے سے) اس لئے (ہوتا ہے) کہ ان حضرات کا باطن صد قیامت عاجلہ (کے مشابہ) ہے (جس طرح قیامت کا خاصہ باذن حق احیاء اجسام میتہ ہے اسی طرح ان کے باطن کا خاصہ بھی احیاء قلوب میتہ ہے پس خوارق بواسطہ ان حضرات کی برکت باطنی کے موثر فی ہدایۃ القلوب ہوتی ہیں اور دلیل اس کی کھلی ہوئی ہے وہ یہ کہ بعض عجائب مشابہ خوارق کے بعض اہل باطل سے بھی صادر ہوتے ہیں مگر عامۃ اہل قلوب سلیمہ پر اس کا ذرہ اثر نہیں ہوتا حالانکہ سبب ومنشاء ان کا بھی عامۃ پر خفی ہوتا ہے جس طرح معجزات وکرامات کا سبب خفی ہوتا ہے تو اس کی وجہ حقیقت میں یہی ہے کہ اہل باطل کے قلوب میں برکت نہیں ہوتی اس لئے عامۃ کے قلوب پر ان کا اثر نہیں ہوتا تو اس سے معلوم ہوا کہ مقبولین کے خوارق میں جو اثر ہے وہ اون کے قلوب کی برکت ہے آگے ان قلوب کی ایک برکت نمونہ کے طور پر بیان کرتے ہیں کہ اس سے دوسری برکات پر استدلال کیا جا سکے پس فرماتے ہیں کہ) ادنیٰ (اثر ان کے قلب کا) یہ ہے کہ (ان کا) ہمسایہ (اور جلیس) مست ہو جاتا ہے (یعنی ان کے پاس بیٹھنے ہی سے قلب میں ایک قسم کی شورش ومستی محبت الٰہیہ کی پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ مشاہدہ ہے) پس وہ نیک بخت اللہ کا جلیس ہو گیا جس نے کسی سعید (ومقبول) کے پہلو میں اسباب جا اتارا (یعنی مقیم ہو گیا یہ تفریع ہے ماقبل پر اور وجہ تفریع ظاہر ہے کیونکہ اللہ کی مجالست یہی ہے کہ اس کا قرب ہو اور

قرب یہی ہے کہ اس سے علاقہ محبت ہو پس مستی محبت پر مجالست کا ترتب ظاہر ہے اور اوپر جو تاثیر خوارق میں مواد خاصہ کے توسط کی نفی کی ہے جیسا کہ زیر ان صفی کا مدلول ومفہوم ہے جس کی تقریر اس کی شرح میں کی گئی ہے اس نفی میں ظاہراً استبعاد تھا کیونکہ ظاہراً تو وہی واسطہ معلوم ہوتے ہیں اس لئے آگے اس استبعاد کو دفع فرماتے ہیں کہ تم اس حکم میں استبعاد مت کرو کہ معجزات بدوں واسطہ مواد خاصہ کے قلب پر اثر کرتے ہیں کیونکہ خیال کرنے کی بات ہے کہ) جس معجزہ نے جماد پر اثر کیا ہے خواہ وہ عصا ہو (کہ اژدہا بن گیا تھا) خواہ بحر ہو (جو موسیٰ علیہ السلام کے لئے شگافتہ ہو گیا تھا) خواہ شق القمر ہو (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور معجزہ ہے) اگر (ایسا معجزہ) روح (اور قلب) پر بلاواسطہ (ان مواد کے جن میں ظہور معجزات مذکورہ کا ہوا اور جن کو معجزات مذکورہ سے انقلاب واستحالہ ہو گیا) اثر کرے تو (اس میں تو مقصود معجزات کا اور زیادہ حاصل ہوگا اور وہ مقصود یہ ہے کہ طالب ومطلوب یعنی عبد عاشق ولہ محبوب میں) مخفی طور پر ارتباط (وتعلق اور بھی) متصل (وپیوستہ) ہو جاوے گا (جب یہ صورت تاثیر بلا توسط مواد کی ترتب مقصود میں زیادہ اقرب ہے اور ہے مقدور حق تو اس کا وقوع بہ نسبت تاثیر بتوسط مواد کے زیادہ متوقع ہوگا پھر اس کے وقوع میں استبعاد کی کیا وجہ اور بعض نے لفظ بیواسطہ کو مصرعہ دوم کی قید سمجھی ہے یعنی متصل گردد بلاواسطہ اور اس تقدیر پر اثر بر جان کند میں یہ قید بلاواسطہ کی اس سے مفہوم ہوگی کہ اس میں زند کے ساتھ واسطہ کی قید نہیں اور اصل تاثیر میں بلاواسطہ ہے پس متبادر زند سے زند بلاواسطہ ہوگا تو اس کا بھی حاصل وہی ہوگا جو ترکیب اول کا ہے اب یہ بات رہ گئی کہ ترتب مقصود معجزات میں یہ صورت اقرب کیوں ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ اصل مقصود معجزات کا تاثیر فی القلوب ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ معجزات اسی لئے دکھلائے جاتے ہیں کہ قلوب میں معرفت وہدایت پیدا ہو اور یہی تاثیر فی القلوب ہے اور معجزات کی جو تاثیر مواد میں ہوتی ہے وہ اثر فی المواد خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس سے یہی غرض ہوتی ہے کہ مواد کا یہ انقلاب دیکھ کر قلوب وارواح کو ہدایت ہو۔ پس تاثیر فی المواد مقصود بالغیر ٹھہری اور تاثیر فی القلوب مقصود بالذات پس جب حق تعالیٰ مواد میں تاثیر ظاہر فرما دیتے ہیں جو کہ مقصود بالذات بھی نہیں اور اس مصرعہ میں معجزہ کان بر جمادے زد اثر اسی طرف اشارہ ہے تو اگر خود قلوب میں تاثیر ظاہر فرما دیں جو کہ مقصود بالذات ہے تو اس میں استبعاد کیا ہے چنانچہ آگے اسی مضمون کی تصریح ہے کہ) جمادات (یعنے مواد) پر (گو وہ نباتات وحیوانات ہوں کیونکہ روح کے مقابلہ میں تو وہ جمادات ہی ہیں وجہ یہ کہ مقابلہ کے قرینہ سے ان کو بلا روح اعتبار کیا جاوے گا تو جماد ہونا ان کا ظاہر ہے اور روح حیوانی بمقابلہ روح انسانی کے بمنزلہ جماد کے ہے غرض بعض حقیقۃً بعض تشبیہاً جماد ہوئے غرض جمادات پر) وہ اثر (معجزات کا) عاریت (یعنی عارضی بمعنے غیر مقصود) ہے (اور) وہ (اثر مذکور جمادات پر) روح پاکیزہ مخفیہ کے لئے ہے (یعنی مقصود اس سے روح کی ہدایت ہے) تاکہ اس جامد سے ضمیر اثر قبول کرے (پس اگر روح پر وہ اثر بلاواسطہ مواد کے ہو جاوے تو ایسی مثال ہوگی جیسے روٹی بدوں واسطہ خمیر کے حاصل ہو جاوے سو) روٹی بدوں مادۂ خمیر کے نہایت ہی خوب ہے (کیونکہ خمیر خود تو مقصود نہیں اگر مقصود بدوں اس کے حاصل ہو جاوے تو سبحان اللہ اور بعض نے بے ہیولائے خمیر کو قید مشبہ بہ کی نہیں کہا بلکہ مشبہ کی صفت کہا یعنی وہ اثر مثل روٹی کے ہے غذائے روحانی ہونے میں اور وہ برکت باوجود اس تشبیہ کے بدوں مادۂ تخمین کے حاصل ہے کیونکہ غذائے جسمانی نہیں جس میں مادہ کی حاجت ہو اور اس اثر بلاواسطہ مواد کی ایسی مثال ہے کہ) بہت خوب ہے خوان مسیحا بلا کی کے (اور) بہت خوب ہے بدوں باغ کے میوہ مریم علیہا السلام کا (کہ یہ برکات بدوں وسائط اسباب طبعیہ کے عطا ہوئے تھے اسی طرح مثال سمجھو آثار بے واسطہ مواد کے اور یہاں جو توسط جمادات کی نفی کی ہے اس سے مطلق توسط کی نفی مقصود نہیں گو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بالکل معجزہ ہی کا واسطہ نہیں ہوتا مگر یہاں اس کا ذکر نہیں بلکہ سیاق وسباق میں تصریح ہے کہ یہ موثر

www.besturdubooks.wordpress.com

تو معجزہ ہی ہے لیکن بلا توسط مواد کے چنانچہ اوپر فرمایا ہے معجزہ کان بر جماد ے زد اثر الخ اور آگے ہے برزنداز جان کامل معجزات الخ پس مراد اس توسط کی نفی ہے جیسا توسط باطن کاملین کو حاصل ہے یعنی ظاہری واسطہ تو مواد ہیں اور باطنی واسطہ باطن کاملین جس کی تقریر شرح شعر معجزاتے وکراماتے خفی اور درون شان الخ میں گزر چکی ہے فتذکرہ آگے اس کا بیان ہے کہ ہم نے جو اوپر بیان کیا ہے کہ معجزات کا اثر ارواح پر بلا واسطہ مواد کے محض بواسطہ باطن مقبولین کے ہے سو گو یہ حکم عام ہے لیکن ظہور اس کا مقید ہے ارواح متاثرہ کے صدق فی الطلب وسعی فی الحق کے ساتھ ورنہ وہ اثر باوجود موثر کے قوی ہونے کے بوجہ عدم قابلیت متاثر کے ظاہر نہ ہوگا بلکہ بجائے اس اثر کے ایک دوسرا اثر یعنی عجز وسکوت گو جحود اور عناد کے ساتھ ہو ظاہر ہوگا پس اختلاف قابل سے معجزہ کا اثر مختلف ہو گیا چنانچہ ارشاد ہے کہ) باطن کاملین کی وجہ سے معجزات موثر ہوتے ہیں باطن روح طالب پر مثل حیات کے (یعنی وہ اثر مثل حیات کے ہوتا ہے کہ اس سے ارواح طالبین میں حیات حقیقیہ پیدا ہو جاتی ہے پس محط فائدہ اس کلام میں قید طالب کی ہے یعنی تاثیر مذکور سابق کے لئے وجود طالب کا شرط ہے بخلاف غیر طالب کے جس کو آگے ناقص سے تعبیر کریں گے کہ وہاں اس کے خلاف اثر ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں کہ) معجزہ (کی مثال تو) دریا (کی سی) ہے اور ناقص (یعنی غیر طالب کی مثال) مرغ خاک (کی سی) ہے (اور) مرغ آبی (کہ مثال ہے طالب کی) اس (دریا) میں ہلاکت سے بےخوف ہے (بخلاف مرغ خاکی کے کہ دریا میں ہلاک ہو جاتا ہے بوجہ عدم استعداد للسکنیٰ فی البحر کے پس جس طرح دریا ایک شے ہے اور باختلاف استعداد ساکن اس کے مختلف آثار ظاہر ہوئے اسی طرح معجزہ کا اثر طالب پر احیاء ہے اور معاند پر اہلاک آگے دوسرے عنوان سے یہی مضمون ہے کہ معجزہ) عجز بخش ہے جان ہر نامحرم کا۔ لیکن قدرت بخش ہے جان ہمدم کا (اس عجز سے مراد وہی ہے جو احقر نے تمہید شرح شعر برزنداز جان کامل الخ میں لکھا ہے یعنی عجز وسکوت گو جحود وعناد کے ساتھ ہو اور ممکن ہے کہ جحود وعناد کو بھی عجز کی فرد بنالی جاوے کیونکہ یہ جحود وعناد سبب ہوتا ہے عدم قدرت علی الفلاح کا کمال قال تعالیٰ لا یقدرون مما کسبوا علیٰ شیٔ ذٰلک ھو الضلال البعید اور اس میں لطیف اشارہ ہے وجہ تسمیہ معجزہ کی طرف یعنی معجزہ بمعنے عاجز کنندہ ان لوگوں کے اعتبار سے ہے اور میں نے اس کو لطیفہ اس لئے قرار دیا کہ اس تسمیہ کی بنا تو عجز عن المقاومۃ ہے اور وہ سب کو عام ہے اور دوسرے مصرعہ میں اس عجز مذکور فی المصراع الاول کے مقابلہ میں قدرت کا اثبات ہے بمعنے قبول وقوت عمل واکتساب اسباب فلاح اور یہ ہلاکت ہے اور یہ قدرت حیات جو اس کے اوپر کے شعر میں مذکور تھی یہاں تک یہ تحقیق توسط برکات قلوب درباب ظہور آثار معجزات ختم ہوئی اب عود کرتے ہیں شعر بالا چوں ز ذات حق بعیدی الخ کی طرف چونکہ اشعار قریبہ میں معجزات کے متعلق دو ہی فرقوں کا بیان کیا تھا ایک وہ جن پر معجزات کا اثر ذوقاً غالب ہو جاوے جن کو طالب صادق ومرغ آبی وہمدم کہا تھا ایک وہ جن پر بالکل یہ اثر نہ ہو جن کو ناقص ومرغ خاکی ونامحرم کہا تھا اور یہاں ایک تیسرا فرقہ بھی ہے کہ نہ ایسا صحیح الادراک مثل اول کے اور نہ منکر ومعاند بلکہ طالب ہے مگر ظاہری دلائل کا محتاج خواہ وہ دلائل معجزات ہوں یا دوسرے مصنوعات ہوں پس آگے مولانا فرماتے ہیں کہ حسب شعر بالا چوں ز ذات حق الخ تم آثار سے ضرور کام لو اور اگر صحت ادراک وسلامت فطرت میں مثل فرقہ اولیٰ کے نہ ہو تو فرقہ ثانیہ میں مت داخل ہو جاؤ فرقہ ثالثہ ہی میں رہو کہ حرمان تو نہ رہے گا پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) اگر یہ سعادت (درجہ مذکورہ کی حد تک) تو (اپنے) ضمیر میں نہیں پاتا (جس سے تو فرقہ اول میں داخل ہو سکے) پس ظاہر ہی سے ہر وقت (معرفت صانع کے لئے) استدلال کرنا اختیار کر لے (کہ فرقہ ثالثہ سے ہو جاوے غرض فرقہ ثانیہ میں تو مت داخل ہو آگے استدلال کا طریقہ بتلاتے ہیں جس کا حاصل آثار سے موثر پر دلالت ہے جیسے نبض کی دلالت صفات قلب پر یعنی آثار سے موثر پر اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے استدلال کرنے کو کہا جاتا ہے) کہ (بہت سے) آثار (ایزد صانع کے تو) حواس پر ظاہر ہیں (یعنی مدرک بالحواس ہوتے ہیں گو بعض آثار مدرک بالحواس نہیں بھی ہیں لیکن جو مدرک بالحواس ہیں ان کو تو غبی سے غبی بھی سمجھ سکتا ہے اور وہ بھی دلالت میں کافی ہیں اس لئے ان کی تخصیص ذکر میں کی) اور یہ آثار (مذکورہ) موثر سے مخبر ہیں (کہ ان سے وجود و کمالات علمیہ و عملیہ موثر صانع پر استدلال ہو سکتا ہے اور اس دلالت آثار علی المؤثر کی ایسی مثال ہے جیسے کہ) صفت (خاصہ) ہر دارو کی پنہاں (ہوتی) ہے۔ مثل سحر اور صنعت ہر جادو کے (یعنی صفات ادویہ کا خفاء ایسا ہے جیسا سحر یعنی اس سحر کی صنعت یعنی تصرف و اثر پس یہ عطف تفسیری ہے اس طرح سے کہ سحر سے مراد مجازاً اس کا اثر ہو غرض اثر جادو کی طرح اثر ادویہ کا بھی مخفی ہے لیکن) جب اس (دارو) کے افعال و آثار میں (جبکہ وہ ظاہر ہوں) تم نظر کرو تو اگر چہ وہ (پہلے سے) مخفی ہے (مگر) اس کا اظہار کر دو گے (یعنی) جو قوت کہ اس (دوا) میں مضمر ہے جب وہ فعل میں آتی ہے تو اسکی عیاں ہو جاتی ہے کہ ظاہر کر دی جاتی ہے (مثلاً ایک دوا میں خاصہ اخراج فضول کا مبطن ہے پھر اس کا فعل یعنی اس فعل کا اثر ظاہر ہوا کہ فضول کا خروج ہوا کہ یہ خروج اس کے فعل اخراج کا اثر ہے اس سے اس خاصہ مبطنہ پر استدلال صحیح ہو گیا اسی طرح حق تعالیٰ کی ذات و صفات کہ امر مبطن ہے جب اس کے افعال یعنی احیاء و اماتت کے آثار یعنے حیات زید و موت عمرو مثلاً ظاہر ہوئی اس سے اس مبطن پر استدلال صحیح ہو گا آگے اسی کی تطبیق ہے کہ) جب آثار سے تجھ کو یہ سب (مخفیات یعنی خواص ادویہ و تصرفات سحر) ظاہر ہو گئے تو پھر تجھ کو ایزد (تعالیٰ) آثار سے کیوں نہیں ظاہر ہوا (یعنے ہونا چاہئے آگے آثار ایزدی کی تعمیم فرماتے ہیں کہ مثل ادویہ وغیرہ کے اس کے آثار محدود نہیں بلکہ غیر محصور ہیں پس بعنوان استفہام انکاری کے فرماتے ہیں کہ) کیا یہ بات نہیں ہے کہ تمام اسباب اور آثار یعنی مغز اور پوست جب جستجو (اور غور) کرو تو یہ سب اسی (ایزد تعالیٰ) کے آثار ہیں (گو بواسطہ افعال کے ہوں اور مغز اور پوست بطور لف و نشر مرتب کے بطور عطف بیان کے ہے سببہا و اثرہا کا یعنے اسباب بوجہ متبوع فی الوجود ہونے کے مشابہ مغز کے ہے کہ وہ متبوع فی القصد ہوتا ہے اور آثار بوجہ تابع فی الوجود ہونے کے مشابہ پوست کے ہے کہ وہ بھی تابع فی القصد ہوتا ہے یہاں تک تو ارشاد ہوا آثار سے صانع کی معرفت کا آگے آثار سے صانع سے محبت کرنے کا ارشاد ہے پس ایک فائدہ علم ہوا دوسرا عمل یعنی) تو بہت سی چیزوں کو (ان کی مطلوب) اثر سے محبوب بنالیتا ہے (یعنی مثلاً لذات مرغوبہ کی وجہ سے کسی مطعوم سے محبت ہو جاوے) سو معطی آثار سے تو بے خبر کس لئے ہے (کہ اس اثر مرغوب کا پیدا ہو جانا یہ اس معطی آثار کے فعل تخلیق و ایجاد کا اثر ہے تو اس سے محبت کیوں نہیں کرتا آگے اس سے ترقی کرتے ہیں کہ خیر یہ اثر مذکور فی قولہ دوست گیری چیز ہا را از اثر اخ تو ممکن ہے کہ واقعی ہو کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ محض) ایک خیال (ہی) سے تو (کسی) مخلوق کو محبوب بنالیتا ہے (کہ اس میں وہ اثر اور کمال واقع میں بھی نہیں ہوتا تو) سلطان غرب و شرق کو (جس کے تمام کمالات حقیقی ہیں) کیوں نہیں محبوب بناتا (آگے تمہید ہے رجوع الی القصہ کی کہ) یہ کلام تو (کہیں) انتہا ہی نہیں رکھتا اے بادشاہ (مخاطب کو تعظیماً کہہ دیا اور غیر متناہی ہونا اس کا ظاہر ہے کہ ہر مصنوع سے استدلال ہوتا ہے صانع پر اور مخلوقات جانب ابد میں لاتقف عند حد ہیں تو مضمون استدلالات کا بھی اس معنے کر غیر متناہی ہو گا اس لئے کلام کو ختم کر کے مقصود کی دعا کرتا ہوں کہ) ہماری حرص (یعنی محبت) کو اس (شاہ شرق و غرب) میں (جس کی محبت کا اوپر بیان ہوا ہے) انتہا نہ ہو (یعنی گو کلام ختم کر دیا گیا ہے مگر خدا کرے اس محبت کا کبھی خاتمہ نہ ہو بلکہ ترقی اور تزاید ہی میں رہے اس تمہید و دعا کے بعد رجوع الی القصہ ہے کہ) رجوع کر اور قصہ (اس) بیمار کا کہہ جو طبیب آگاہ اور ستار خصلت کے ساتھ واقع ہوا ستار خصلت اس لئے کہا کہ اس نے اس بیمار کی بیماری عام پر ظاہر کر کے رسوانہ کیا ہو گا اور سلیس نسخہ یہ ہے باز گرد و قصہ رنجور خوان با طبیب آگہ و بسیار دان)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نبض او بگرفت و واقف شد ز حال	کہ امید صحت او بد محال
اس کی نبض پکڑی اور حال سے واقف ہوا	کہ امید اس کی صحت کی محال تھی
گفت ہر چیت دل بخواہد آں بکن	تا رود از جسمت ایں رنج کہن
طبیب نے اس سے کہا کہ جو کچھ تیرا دل چاہے وہی کر	تاکہ تیرے جسم سے یہ رنج کہن دور ہو
ہر چہ خواہد خاطر تو وامگیر	تا نگردد صبر و پرہیزت زحیر
جس چیز کو تیرا دل چاہے اس کو روک مت	تاکہ تیرا ضبط و پرہیز مصیبت نہ ہو جاوے
صبر و پرہیز ایں مرض را داں زیاں	ہر چہ خواہد دل در آرش درمیاں
ضبط اور پرہیز کو اس مرض کے لئے زیاں سمجھ	جس چیز کو دل چاہے اس کو عمل میں لے آ
ایں چنیں رنجور را گفت اے عمو	حق تعالیٰ اعملوا ما شئتم
اے عمو ایسے ہی بیمار کو فرمایا ہے	حق تعالیٰ نے کہ تم جو چاہو کرو
گفت رو ہیں خیر بادت جان عم	من تماشائے لب جو میروم
اس مریض نے کہا کہ بس جاؤ تمہارا بھلا ہو اے جان عم	میں تماشائے لب دریا کے لئے جاتا ہوں
بر مراد دل ہمی گشت او بر آب	تا کہ صحت را بیابد فتح باب
حسب مراد دل وہ پانی کے نزدیک ٹہل رہا تھا	تاکہ باب صحت کی کشودگی حاصل کرے
بر لب جو صوفی بنشستہ بود	دست و روئی شست و پاکی میفزود
لب دریا ایک صوفی بیٹھا تھا	ہاتھ اور منہ دھو رہا تھا اور پاکی بڑھا رہا تھا
او قفائش دید چوں تخلیلیے	کرد او را آرزوئے سیلیے
اس مریض نے اس کی گدی دیکھی تو خیالی آدمی کی طرح	اس کو ایک چپت لگانے کی آرزو ہوئی
بر قفائے صوفی آں حیرت پرست	راست میکرد از برائے صفع دست
صوفی کی گدی پر وہ حیرت پرست	ہاتھ تان رہا تھا چپت لگانے کے لئے
کارزو را گر نرانم تا رود	آں طبیم گفت کاں علت شود
کہ اگر میں آرزو کو جاری نہ کروں یہاں تک کہ وہ جاتی رہے	تو اس طبیب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ علالت ہو جاوے گی
سیلیش اندر برم در معرکہ	زانکہ لا تلقوا بایدی تھلکۃ
اس کی چپت کو میں معرکہ میں لاتا ہوں	کیونکہ حکم ہے کہ اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو

www.besturdubooks.wordpress.com

تہلکہ ست ایں صبر و پرہیز اے فلاں	خوش بکوبش تن مزن چوں کاہلاں
یہ ضبط و پرہیز ہلاکت ہے اے فلانے	اس پر خوب لگا کاہلوں کی طرح خاموش مت ہو
چوں زدش سیلی برآمد یک طراق	گفت صوفی ہے ہے اے قواد عاق
جب اس کے چپت لگائی اور تڑاق سے آواز ہوئی	تو صوفی نے کہا کہ ہیں ہیں اے قلتبان آزار دہندہ
خواست صوفی تا دو سہ مشتش زند	سبلت و ریشش یکایک برکند
صوفی نے چاہا کہ اس کے دو تین گھونسے لگادے	اس کی مونچھ اور داڑھی یکبارگی نوچ ڈالے
لیک او را خستہ و رنجور دید	بس ضعیف و خوار و زار و عور دید
لیکن اس کو خستہ اور رنجور دیکھا	بہت ہی ضعیف اور خوار اور زار و نزار اور برہنہ دیکھا
باز اندیشید او ضعف و را	گفت اگر مشتش زنم گردد فنا
پھر اس کی ناتوانی کو سوچا	کہا کہ اگر اس کے گھونسا مارتا ہوں تو وہ فنا ہی ہو جاوے گا
رنج دق از وے برآوردہ دمار	دید شخصے سخت مدقوق و نزار
مرض دق نے خود ہی اس کا کوچ نکال رکھا ہے	ایک ایسا شخص دیکھا کہ مدقوق ہے اور بے حد لاغر ہے

(اس طبیب نے) اس کی نبض (ہاتھ میں) لی اور (اس کی حرکت کی کیفیت سے) حال (مریض) سے واقف ہوا (آگے اس حال کا بیان ہے اور کاف بیانیہ ہے یعنی وہ حال یہ تھا) کہ امید اس کی صحت کی (عادۃً) محال تھی (یعنی وہ مایوس العلاج تھا چونکہ ایسی حالت میں علاج اور پرہیز سب بیکار تھا اس لئے) طبیب نے اس سے کہا کہ (کھانے پینے کے متعلق) جو کچھ تیرا دل چاہے وہی کرتا کہ تیرے جسم سے یہ رنج کہن دور ہو (رنج کہن سے مراد مرض کہن نہیں ہے ورنہ شعر بالا کے مصرعہ دوم سے اس کا تعارض لازم آوے گا بلکہ مراد اس سے وہ تنگی وکلفت ہے جو پرہیز کے سبب ہوتی تھی اور نفع اس سے کچھ نہ تھا بلکہ بعض اوقات اس سے طبیعت اور ضعیف ہو جاتی ہے پس ہر چہ خواہی آں بکن سے یہ کلفت دور ہو جاوے گی اور اس کلفت کا اثر بھی جسم ہی پر ہوتا ہے اس لئے از جسمت کہا گیا آگے یہی مضمون دوسرے عنوان سے ہے کہ) جس چیز کو تیرا دل چاہے اس کو روک مت تاکہ تیرا ضبط اور پرہیز (یہ عطف تفسیری ہے) مصیبت نہ ہو جاوے (زحیر کے لغوی معنے پیچش کے ہیں یہاں مجازاً (مطلق تکلیف اور مصیبت مراد ہے غرض) ضبط اور پرہیز کو اس مرض کے لئے زیاں سمجھ (اس طرح سے کہ اس سے طبیعت ضعیف ہو جاوے گی مرض کا اور زیادہ استیلاء ہوگا اور یہ قاعدہ عام نہیں ہے مگر خاص اس کی حالت سے ایسا تحقیق ہو گیا ہوگا اس لئے) جس چیز کو دل چاہے اس کو عمل میں لے آ (اور بعد تحریر اس توجیہ مذکور کے ایک اور تقریر مقام کی ذہن میں آئی اور وہ سہل اور ابعد عن التکلف ہے وہ یہ کہ گو اس کو مایوسی صحت سے ہو گئی ہے اور یہی منشا تھا اس کو مطلق العنان کر دینے کا لیکن اس مریض پر بخیال اس کی دل شکنی اور پریشانی کے اس نے یہ امر ظاہر نہیں کیا اس کو یہی کہا کہ پرہیز سے مرض بڑھے گا اور بد پرہیزی سے صحت ہو جاوے گی اب تعارض بھی نہ ہوگا اور سب مضامین صاف ہو جاویں گے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

قرینہ اس توجیہ کی ترجیح کا آئندہ کے ایک شعر کا یہ مصرعہ ہے تا کہ صحت را بیابد فتح باب آگے بمناسبت مریض جسمانی بطور استقال کے ایسے ہی مایوس العلاج مریض روحانی کے متعلق فرماتے ہیں کہ) ایسے ہی (مایوس الصحت) بیمار کو فرمایا ہے حق تعالیٰ نے کہ تم جو چاہو کرو (سورۂ فصلت میں کفار کو خطاب ہے اعملوا ماشئتم انه بماتعملون بصير یعنے جو چاہو کرتے رہو وہ بیشک تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور یہ امر اذن واباحت کے لئے نہیں بلکہ زجر وتوبیخ کے لئے ہے جیسے معلوم بدشوق لڑکے سے کہتا ہے کہ بیٹھا رہ کھیلتا رہ میں خوب دیکھتا ہوں مولانا نے مریض روحانی مایوس الصحت سے مراد کفار کو لیا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس مریض کے لئے اس طبیب کا قول اعملو ماشئت علامت تھی اس کے مایوس الصحت ہونے کی اسی طرح خاص کفار کے لئے حق تعالیٰ کا قول اعملوا ماشئتم علامت ہے ان کے مایوس الاصلاح ہونے کی جیسا دوسری آیت میں اس کی تصریح ہے ان الذين كفروا سواء عليهم الى قوله ختم الله الخ اور خاص کفار سے مراد وہی لوگ ہیں جن کا ختم علی الکفر علم الٰہی میں سابق ہے۔ پس مقصود مولانا کا صرف تشبیہ دینا مریض روحانی کو مریض جسمانی کے ساتھ اس امر میں ہے کہ دونوں کا یہ خطاب علامت ہے مایوس الصحت ہونے کی اور یہ مقصود نہیں کہ دونوں جگہ صیغہ امر کا مدلول ایک ہی ہے کیونکہ یقینی بات ہے کہ اس طبیب کے قول میں یہ امر اباحت کے لئے ہے اور قرآن مجید میں توبیخ کے لئے ہٰذا عجب ان تحقق المقام ومن ذهب الی غیر ہٰذا ان المولوی فسر الآیۃ بالمعنی الباطنی بحملها علی الخطاب للعشاق وکونهم غیر مکلفین فیما صدر عنهم لفرط العشق فقد ضل وزل عن المرام وان کان ہٰذا الذاہب من الاعلام ولله الحمد علی ما انعم علی فی ہٰذا الافہام مع کونی لاشیئا محضا من الانام آگے پھر قصہ ہے کہ) اس مریض نے (یہ سن کر طبیب سے) کہا کہ بس جاؤ تمہارا بھلا ہو اے جان عم (اب) میں (تمہاری تجویز کے موافق کہ جو چاہے کر) تماشائے لب دریا کے لئے جاتا ہوں (چنانچہ وہ وہاں گیا اور) حسب مراد دل وہ پانی (کے کنارہ) پر ٹہل رہا تھا تا کہ باب صحت کی کشودگی حاصل کرے (جیسا کہ طبیب نے امید دلائی تھی اور اوپر کے ایک شعر میں جو آیا ہے تا رود از جسمت این رنج کہن اگر اس کی توجیہ اول اختیار کی جاوے تو صحت سے مراد صحت اضافی ہوگی یعنے پرہیز سے جو کوفت بڑھتی اب وہ کوفت نہ ہونا اس کے مقابلہ میں بمنزلہ صحت کے ہے اتفاق سے) لب دریا ایک صوفی بیٹھا تھا (اور) ہاتھ اور منہ دھو رہا تھا اور پا کی بڑھا رہا تھا (مطلب یہ کہ طہارت حقیقی تو اس کو پہلے سے حاصل تھی طہارت حکمی حاصل کر رہا تھا یعنے وضو کر رہا تھا اور ظاہر ہے کہ مجموعہ طہارتین زائد ہوگا ایک طہارت سے) اس مریض نے اس (صوفی) کی گدی دیکھی تو خیالی (یعنے سودائی و پابند خیالات) آدمی کی طرح اس کو (اس کی قفا پر) ایک چپت لگانے کی آرزو ہوئی (در محاورۂ قدما آمدہ کہ مرا آرزو میکند یعنی میشود محمد افضل) صوفی کی گدی پر وہ حیرت پرست (یعنی متحیر العقل و پریشان خیال) ہاتھ تان رہا تھا چپت لگانے کے لئے (اور دل میں کہہ رہا تھا) کہ اگر میں (اپنی) آرزو کو جاری نہ کروں یہاں تک کہ وہ (آرزو بے پوری ہوئے) جاتی رہے تو اس طبیب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ علالت (کی ترقی کا سبب) ہو جاوے گی (اس لئے) اس کی چپت کو میں معرکہ میں (یعنی وقوع میں) لاتا ہوں کیونکہ (حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ) اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو (اور) یہ ضبط و پرہیز (اور چپت نہ مارنا) ہلاکت ہے (جس سے بچنا ضروری ہے اس لئے) اے فلانے (یعنی اے نفس) اس (صوفی کی گدی) پر خوب لگا (اور) کاہلوں کی طرح خاموش مت ہو (سکوت سے مراد سکون ہے یعنی سکون مت اختیار کر اور ظاہر ہے کہ یہ استدلال اس کا قرآن سے جہل محض ہے غرض اس بیچارہ غریب کے ایک چپت لگا ہی دی سو) جب اس کے چپت لگائی اور تڑاق کی آواز ہوئی تو صوفی نے کہا کہ ہیں ہیں اے قلتبان آزار

www.besturdubooks.wordpress.com

دہندہ (یہ کیا کرتا ہے اور یہ کہہ کر) صوفی نے چاہا کہ اس کے دو تین گھونسے لگا دے (اور) اس کی مونچھ اور داڑھی یکبارگی نوچ ڈالے لیکن اس کو (بالکل) خستہ اور رنجور دیکھا (اور) بہت ہی ضعیف اور خوار اور زار و نزار اور برہنہ دیکھا (برہنہ سے مراد قوت سے بے سامان اور خالی) پھر (یہ دیکھ کر) اس کی ناتوانی کو سوچا (اور اپنے دل میں) کہا کہ اگر اس کے گھونسہ مارتا ہوں تو وہ فنا ہی ہو جاوے گا۔ مرض دق نے خود ہی اس کا کوبیج نکال رکھا ہے (غرض) ایک ایسا شخص دیکھا کہ مدقوق ہے اور بے حد لاغر ہے (اس لئے بدلہ لینے سے رک گیا)۔

خلق رنجور دق و بیچارہ اند	وز خداع دیو سیلی بارہ اند
خلائق مریض دق اور لاعلاج ہیں	اور اغوائے شیطان سے سیلی دوست ہیں
جملہ در ایذائے بیجرماں حریص	در قفای ہمدگر جویاں نقیص
سب کے سب بے جرم لوگوں کی ایذا رسانی کے شوقین ہیں	ایک دوسرے کی غیبت میں نقائص کی جستجو کرنے والے ہیں
اے زنندہ بے گناہاں راقفا	در قفای خود نمی بینی چرا
اے شخص جو بے گناہوں کی قفا پر مار رہا ہے	تو اپنی قفا کو کیوں نہیں دیکھتا
اے ہوا را طب خود پنداشتہ	بر ضعیفاں صفع را بگماشتہ
اے شخص کہ خواہش نفس کو اپنی شفا سمجھے ہوئے ہے	ناتوانوں پر سیلی کو مسلط کئے ہوئے ہے
بر تو خندید آنکہ گفت ایں دواست	اوست کادم را بگندم رہنماست
تجھ پر وہ ہنس رہا ہے جس نے تجھ سے یہ کہا ہے کہ یہ دوا ہے	وہ ہے جو آدم علیہ السلام کو گندم کی طرف راہ دکھانے والا ہے
کہ خورید ایں دانہ اے دو مستعیں	بہر دارو تا تکونا خالدین
کہ اس دانہ کو کھا لیجئے اے یاری چاہنے والے	بغرض علاج کے تاکہ تم دونوں اہل خلود سے ہو جاؤ
اوش لغزانید و زد او را قفا	آں قفا وا گشت و گشت ایں را جزا
اس شیطان نے ان آدم کو لغزش دیدی اور ان کی قفا پر ماردیا	وہ قفا واپس ہوئی اور اس کی سزا ہو گئی
اوش لغزانید سخت اندر زلق	لیک پشت و دستگیرش بود حق
اس شیطان نے ان کو پھسلنے کی جگہ میں سخت پھسلایا	لیکن ان کا پشت پناہ اور دستگیر حق سبحانہ و تعالیٰ تھے
کوہ بود آدم اگر پر مار شد	کان تریاقست و بے اضرار شد
آدم علیہ السلام ایک پہاڑ تھے اگر وہ پر بھی مار بھی ہو گئے	تو وہ کان تریاق بھی ہیں اور بے اضرار ہو گئے
تو کہ تریاقے نداری ذرۂ	از خلاص خود چرائی غرۂ
تو کہ تریاق نہیں رکھتا تو اے ذرہ ہے	تو اپنی خلاصی سے کس برتے پر غفلت میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں توکل کو خلیلانہ ترا	واں کرامت چوں کلیمؑ از کجا
وہ توکل خلیل علیہ السلام کا سا تجھ کو کہاں حاصل ہے	اور وہ کرامت موسیٰ علیہ السلام کی سی تجھ کو کہاں سے نصیب ہے
تا نبرد تیغت اسماعیلؑ را	تا کنی شہ را قعر نیل را
تاکہ تیری تلوار اسماعیل کو قطع نہ کرے	تاکہ تو قعر نیل کو شاہراہ بنالے
گر سعیدے از منارہ اوفتید	بادش اندر جامہ اوفتاد و رہید
اگر شیخ سعید منارہ پر سے گر پڑے	تو ہوا ان کے کپڑے کے اندر داخل ہوگئی اور بچ گئے
چوں یقینت نیست آں بخت حسن	تو چرا برباد دادی خویشتن
جب یقینا تجھ کو وہ نصیبہ نیک میسر نہیں	تو تو نے کیوں اپنے آپ کو برباد کیا
زیں منارہ صد ہزاراں ہمچو عاد	درفتادند و سراسر باد داد
اس منارہ سے لاکھوں آدمی عاد کی طرح	گر چکے ہیں اور سر اور جسم برباد کیا ہے
سرنگوں افتادگاں زیر منار	می نگر تو صد ہزار اندر ہزار
بہت سے سرنگوں گرے ہوئے لوگوں کو منارہ کے نیچے	دیکھ لے لاکھوں ہزاروں
تو رسن بازی نمی دانی یقیں	شکر پاہا گو و میرو بر زمیں
تو رسن بازی یقینا نہیں جانتا	پیروں کا شکر کر اور زمین پر چلا کر
پر مساز از کاغذ و از کہ مپر	کہ دراں سودا بسے رفتست سر
کاغذ کے پر مت بنا اور پہاڑ پر سے مت اڑ	کیونکہ اس خیال میں بہت سے سر جاتے رہے ہیں

(بارہ بمعنے دوست ہم آمدہ کذافی الغیاث عن المصطلحات غرہ بالفتح وتشدید فریفتہ شدن وبکسر اول وتشدید فریفتگی وغافلی کذافی الغیاث عن اللطائف دوران مصرعہ کہ ایں کلمہ واقع شدہ دو نسخہ اند یکے چرائی غرہ دیگر چرا می چرہ بر نسخہ اول غرہ را بیائے مجہول خواندن اولی ست یعنی غرہ چرا ہستی وغرہ را بمعنے ذی غرہ باید گرفت وبرائے موافقت ذرہ را کہ در مصرعہ اولی ست ہم بیائے مجہول باید خواند وآن صفت تریاق باشد یعنے تریاق برابر ذرہ ہم نداری لیکن درین توجیہ یکے تکلف لازمی آید کہ غرہ را بمعنے ذی غرہ گرفتند ودیگرے تقابل کوہ کہ در شعر سابق ازین واقع ست فوت می شود حالانکہ متبادر رعایت آن ست چنانچہ بعض شراح نیز آن را چنین ترجمہ کردہ اند کہ تو ذرہ ہستی نہ کہ کوہ مثل آدم علیہ السلام و معنی نسخہ ثانی مرا ظاہر نشدہ مگر آنکہ گویند کہ این از غریدن باشد بمعنے شور کردن وصیغہ واحد مخاطب باشد بمعنے چرا شور و فخر میکنی لیکن اندریں صورت قیاس آن بود کہ می غری بودے اگر مضارع بودے یا اگر ماضی بودے می غریدی بودے باز حرف از در صلہ اش افتادن معنے ندارد غرض نسخہ ثانیہ بوجہے صحت ندارد و نسخہ اول تکلف دارد در قلب من بلا

www.besturdubooks.wordpress.com

دلیل می افتند کہ عجب[1] نیست کہ صحیح درغرہ باشد ویائے معروف باشد یعنی چہ اور غفلت ہستی واگر فی الواقع ایں نسخہ نباشد پس از تصرف توبہ می کنم ونسخہ اول اختیار می کنم واللہ اعلم وقولہ گر سعیدے شراح گفتہ اند کہ اشارہ است بکرامت حضرت شیخ شجاع سعید رحمۃ اللہ علیہ کہ از منارہ خود را فرو انداخت وہیچ ضرر اور انرسید چنانکہ ہمیں سان حکایت شیخ محمد سرازیؒ در دفتر پنجم نیز مذکور ست کہ در غلبہ حال از سر کوہ بزیر خود را افگند ونہ مرد وقولہ چون یقیعت نیست آن بخت مغتنمش آنکہ چون یقیناً ترا آن بخت نیست نہ کہ چون ترا الیقین حاصل نیست چنانکہ بعض محشین فہمیدند چرا کہ بریں تقدیر ربط آن بخت بوجہے ظاہر نمی شود مگر آنکہ عاطف مقدر باشد وتکلف بودنش ظاہر وتوجیہے کہ احقر اختیار کردہ است نظیرش در شعر چہارم ازیں شعر موجود ست حیث قال تو رسن بازی نمی دانی یقین یعنی رسن بازی را یقیناً نمیدانی ان اشعار میں انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف یعنی جیسا وہ مریض مدقوق تھا اسی طرح اکثر) خلائق مریض دق (باطنی اور لاعلاج (ہورہے) ہیں اور اغواء شیطان سے سیلی دوست (ہورہے) ہیں (یعنی سیلی زنی کے دوست رکھنے والیا اور پسند کرنے والے جیسے علم دوست مطلب یہ کہ جس طرح اس مریض کا مرض جسمی انتہائی درجہ کو پہنچ گیا تھا اور طبیب نے اس پر ظاہر نہ کیا تھا اور مطلق العنانی کو طریق شفا بتلا دیا تھا اور اس نے اسی پر عمل کر کے ایک بے گناہ کو جا ستایا اسی طرح بہت لوگوں کا مرض روحانی یعنی فساد اخلاق وملکات نفسانیہ انتہائی درجہ کو پہنچ گیا اور اسی معنی کر لاعلاج مبالغۃً ورنہ امراض روحانی کا علاج تو ہر وقت ہو سکتا ہے اگر مریض چاہے اور شیطان نے اس طبیب کی طرح ان لوگوں کو تلبیس میں ڈال رکھا ہے گو اس طبیب کے لئے اس کا باعث ایک مصلحت تھی اور شیطان کے لئے اس کا باعث غرض فاسد ہے اور تلبیس میں ڈال کر مطلق العنان واتباع ہوئی کو طریق شفائے نفس بتا رکھا ہے اور ان لوگوں نے اس پر عمل کر کے بیگناہوں کو ایذا پہنچا رکھی ہے اور ان میں بعضے وہ بھی ہیں کہ معصیت میں کچھ تاویلیں بھی نکال لیتے ہیں منجملہ ان کے بعض افعال میں ایک یہ بھی تاویل ہے کہ فلاں فعل فلاں بزرگ نے بھی کیا ہے ہم ان کی تقلید کرتے ہیں حالانکہ یہ قیاس مع الفارق ہوتا ہے آگے یہ سب مضامین اسی ترتیب سے مذکور ہوتے ہیں یعنے اس اغوائے شیطانی سے مثل اس مریض مذکور کے) سب کے سب (یعنی بہت سے) بے جرم لوگوں کی ایذا رسانی کے شوقین ہیں (اور) ایک دوسرے کی غیبت میں نقائص کی جستجو کرنے والے ہیں (یعنے ہر ایک دوسرے کی عیب جوئی وعیب گوئی کر رہا ہے اور اس مقام پر لفظ قفا بہت ہی مناسب ہے کیونکہ اس مریض کا محل ظلم قفا ہی تھا اور یہ عیب جوئی وعیب گوئی بمنزلہ سیلی زدن بر قفا کے ہے اسی لئے آگے فرماتے ہیں کہ) اے شخص جو بے گناہوں کی قفا پر مار رہا ہے تو اپنی قفا کو کیوں نہیں دیکھتا (کہ مکافات میں اس پر بھی مار پڑے گی) اے شخص کہ خواہش نفس (کی اتباع) کو اپنی شفا سمجھے ہوئے ہے (اور) ناتوانوں پر سیلی کو مسلط کئے ہوئے ہے۔ تجھ پر (خود) وہ (بھی) ہنس رہا ہے جس نے تجھ سے یہ کہا ہے کہ یہ دوا (وعلاج) ہے (یعنی شیطان تیری حماقت پر اور اپنی کامیابی پر کہ دشمن کو دوزخ میں لے جانے کا سامان کیا ہنس رہا ہے اور یہ ہنسنے والا) وہ ہے جو آدم علیہ السلام کو گندم کی طرف راہ دکھانے والا ہے (آگے اس راہ دکھانے کا بیان ہے کہ اس نے ان سے یوں کہا) کہ اس دانہ کو کھا لیجئے اے یاری چاہنے والے (خدائے تعالیٰ سے یعنی اے متوکل یہ لفظ بعنوان مدح ضرورت شعر کے لئے ہے جیسے اے نیک مرد) بغرض علاج (وتدبیر خلود) کے تاکہ تم دونوں (یعنی آدم کہ مخاطب بالاصالۃ ہیں اور حوا کہ مخاطب بالتبع ہیں) اہل خلود

---

[1] چنانکہ آمدہ قبیل سرخی بر تخت نشاندن سلطان محمود اثر بیہر شعرا ایں ہمین بارے کہ ہر کش عقل ہست روز وشب در جستجوئے نیست ہست در نسخہ نولکشوری ایں حاشیہ نوشتہ است ایں شعر قافیہ ندارد ودر کل نسخ ایں چنیں نوشتہ اند ودر نیست کہ قافیہ در جستجوئے نیست پست باشد اھ وایں نسخہ صحیح مولانا عبداللہ بلگرامی طبع شدہ است غالباً ایں حاشیہ ہم از ایشان باشد واللہ اعلم ۱۲ منہ عفی عنہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سے ہو جاؤ (فاصل الکلام نکونا من الخالدین کیا ۔تخالف الاسم والخبر فی التثنیۃ والجمع وہو مختصر من القرآن لضرورۃ الوزن اور اس تقدیر پر لفظ بہر دارو متعلق ہے بخور کے ساتھ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مستعین کے متعلق ہو یعنے کہا لیجئے اے ایسے مخاطب جو تدبیر خلود کے لئے استعانت چاہتا ہے یعنی خلود جو کہ مطلوب ہے اس کے اسباب کی تلاش میں اور ان اسباب سے انتفاع واستعمال کی فکر میں ہے غرض) اس شیطان نے ان آدمؑ کو لغزش دیدی اور (ایسا دھوکہ دیا جیسے گویا) ان کی قفا پر مار دیا (کیونکہ قفا پر مارنے کی پہلے سے خبر بھی نہیں ہوتی اور اس مصرعہ تک اوپر کا مضمون جو کہ مقصود تھا یعنے لوگ اغوا شیطان سے متاثر ہو کر مردم آزار ہو رہے ہیں ختم ہوا آگے مصرعہ ثانیہ سے شعر پر مساز الخ تک ان لوگوں کے متعلق مضمون ہے جو تاویل کر کے معاصی میں مبتلا ہوتے ہیں اور اپنے معاصی کو بعض بزرگوں کی بعض زلات پر یا بعض مباحات بصورت غیر مباحات پر قیاس کرتے ہیں چنانچہ اشعار مقام ہذا کی تمہید میں بھی ان دونوں مضمونوں کا خلاصہ بیان کر کے تنبیہ کی تھی کہ یہ مضامین اس ترتیب سے آگے بیان ہوتے ہیں چنانچہ اول مضمون کے بعد یہ دوسرا مضمون مذکور ہوتا ہے یعنے اہل کمال پر اپنے کو قیاس مت کرو گو ان کو بھی کبھی ذلت ہوتی ہے لیکن اس کا انجام بوجہ ان کی انابت کے برا نہیں ہوتا جیسا آدم علیہ السلام کو شیطان نے بہکایا ضرور لیکن اخیر انجام اس کا شیطان ہی کی خسارت ہوا اس طرح سے کہ) وہ قفا (کی ضرب) واپس ہوئی اور اس (شیطان) کی سزا ہو گئی (یعنے آدم علیہ السلام تو استغفار کر کے بدستور پاک و صاف ہو گئے اور یہ استغفار بھی اعادۂ کمال قبول کے لئے تھا ورنہ نفس قبول پہلے بھی زائل نہیں ہوا تھا کیونکہ خطائے اجتہادی عفو ہوتی ہے گو بوجہ غایت اختصاص کے مقربین پر اس میں بھی ملامت ہو جاتی ہے بہر حال یہ تو اصلی رتبہ قبول پر آ گئے اور شیطان جس نے شرارت بھی عمداً کی اور پھر توبہ بھی نہ کی خسارہ میں پڑا اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ شیطان کی ملعونیت کا سبب تو اباء عن السجدہ تھا اور یہاں مولانا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اغواء آدمؑ اس کا سبب تھا جواب یہ ہے کہ اباء سبب تھا اصل ملعونیت کا اور یہ اغواء سبب ہو گیا زیادت ملعونیت کا پس یہ فرمانا کہ آن قفا واگشت وگشت ایں را جزا باعتبار اس زیادت کے ہے فارتفع الاشکال غرض) اس شیطان نے ان کو پھلنے کی جگہ میں سخت پھسلایا لیکن (انجام کار ان کو اس لئے ضرر نہ ہوا کہ) ان کے پشت پناہ اور دستگیر حق سبحانہ وتعالیٰ تھے (اس دستگیری سے ان کو توفیق توبہ عطا فرمائی آگے اس عدم تضرر آدم علیہ السلام کی ایک مثال ہے یعنی یوں سمجھو کہ) آدم علیہ السلام (گویا) ایک پہاڑ تھے (اس لئے) اگر وہ پر مار بھی ہو گئے تو (کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ) وہ (مثل پہاڑ کے) کان تریاق بھی ہیں اور (اس وجہ سے) سب انمرار ہو گئے (یعنی جس طرح بعضے پہاڑوں میں جیسے سانپ ہوتے ہیں اسی طرح ان میں تریاق یعنی نباتات دافع زہر مار بھی پیدا ہوتے ہیں اسی طرح آدم علیہ السلام سے جہاں لغزش ہوئی جو مثل زہر کے مضر تھی وہاں توفیق توبہ بھی ہوئی جو مثل تریاق کے دافع ضرر تھی سو آدم علیہ السلام کی تو یہ شان تھی اب باقی رہا) تو کہ تریاق نہیں رکھتا (اور اس لئے) تو (پہاڑ نہیں بلکہ محض) ایک ذرہ ہے (سو) تو اپنی خلاصی سے (یعنے معاصی سے اپنے کو بچانے سے) کس برتے پر غفلت میں ہے (ہذا علی النسخۃ یا کس برتے پر تو غافل ہے وہذا علی النسخۃ الاولی المذکورۃ فی حل العبارات حصلا بالا اشعار مطلب یہ کہ ان کے اندر تو ایک ملکہ راسخہ انابت کا تھا کہ وہ باعث قوی ہو گیا فوراً توبہ کر لینے پر جس سے تخلف توبہ کا عادۃً مستبعد ہے بخلاف تیرے کہ تجھ میں وہ ملکہ نہیں ہے بلکہ شر اور داعیہ نفس ہی غالب ہے اگر تو نے کسی معصیت کا ارتکاب کیا اور بوجہ باعث کے قوی نہ ہونے کے مستبعد نہیں کہ توبہ کا تخلف ہو جاوے پس تو تو ہلاک ہوا اس لئے اپنے کو ان پر قیاس کرنا غلطی عظیم ہے اور اس تقریر کے بعد اب یہ شبہ نہیں رہا کہ جب تریاق سے مراد توفیق توبہ ہے سو یہ ہم میں بھی ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے پھر اس کے کیا معنے کہ تریاق غداری الخ جواب ظاہر ہے کہ مراد تریاق سے وہ توفیق توبہ ہے جس کا باعث ملکہ راسخہ انابت
کا ہو کہ بدوں اس کے تخلف کثیر ہے پس غداری کا حکم صحیح ہو گیا آگے اسی مضمون کی تاکید فرماتے ہیں یعنی جس طرح تیرے
اندر انابت آدم نہیں اسی طرح) وہ توکل خلیل علیہ السلام کا سا (جس کا اثر شعر آئندہ میں آتا ہے) تجھ کو کہاں حاصل ہے اور
(اسی طرح) وہ کرامت موسیٰ علیہ السلام کی سی (جس کا اثر نیز شعر آئندہ میں آتا ہے) تجھ کو کہاں سے نصیب ہے تاکہ تیری
تلوار اسماعیل کو قطع نہ کرے (یہ اثر ہے توکل خلیلی کا اور) ؎ کہ تو قعر نیل کو شاہراہ (اور سڑک) بنالے (یہ اثر ہے کرامت
موسوی کا مطلب یہ کہ کاملین میں صفت تفویض الی الحق غالب ہوتی ہے اور نیز وہ مکرم و مقبول عنداللہ ہوتے ہیں اس لئے
مضر چیزیں بھی ان کو ضرر نہیں پہنچاتیں بلکہ کبھی نافع ہو جاتی ہیں جس طرح حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اس خنجر سے یہ
مضرت نہیں ہوئی کہ ذبح ولد کا طبعی قلق دیکھتے اور حضرت کلیم اللہ کو اس دریا سے نفع پہنچا کہ سڑک بننے سے ان کے اعداء یعنی
فرعون و آل فرعون اس میں گھسے اور غرق ہو گئے پس جس طرح یہ مضر چیزیں ان کے حق میں مضر نہیں ہوئیں یا نافع ہو گئیں
اسی طرح اگر ان سے کوئی ظاہری لغزش صادر ہو جاتی ہے اگر وہ واقعی لغزش بھی ہو تب بھی ببرکت ان کے تفویض الی الحق اور
ان کے مقبولیت عندالحق کے اس میں ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں کہ اس لغزش سے ان کو ضرر نہیں ہوتا مثلاً توفیق توبہ کاملہ
کی فوراً ہو گئی یا کبھی وہ نافع ہو جاتی ہیں مثلاً زلت آدم علیہ السلام سے ان کی معرفت اسماء کمالیہ الٰہیہ کی حالاً بڑھ گئی جیسا احقر
نے اپنی تفسیر میں بضمن قصہ آدم علیہ السلام بیان کیا ہے بخلاف تیرے کہ تجھ میں نہ وہ تفویض نہ وہ مقبولیت تو تجھ کو اپنی
حالت کا ان پر قیاس کب زیبا ہے اور اگر وہ واقع میں لغزش نہ تھی تو یہ حکم اور زیادہ ظاہر ہے اور یہاں تک فساد قیاس کے لئے
کمالات انبیاء کا ذکر تھا آگے بعض کمالات اولیاء کا ذکر ہے کہ ان پر بھی اپنے کو قیاس مت کرو کیونکہ) اگر شیخ سعید (نام ہے
ایک بزرگ صاحب کرامت کا یعنی حضرت شیخ شجاع سعید جو منارہ پر سے کود پڑے تھے اور چوٹ نہیں لگی یا معنے وصفی مراد
لئے جاویں یعنی کوئی باسعادت بزرگ اور مراد وہی ہیں اگر) منارہ پر سے (عمداً) گر پڑے تو (وہ اپنی کرامت خداداد سے
اس طرح ہلاک سے بچ گئے کہ) ہوا ان کے کپڑے کے اندر واقع ہو گئی اور بچ گئے (لیکن) جب یقیناً تجھ کو وہ نصیبہ نیک
میسر نہیں (مراد اس سے کرامت مذکورہ ہے اور اس کو بخت کہنا اس لئے ہے کہ کرامت وہبی ہوتی ہے جیسا نصیبہ کہ اس میں
اکتساب کو دخل نہیں ہوتا یعنی جب تجھ کو وہ کرامت میسر نہیں) تو تو نے (منارہ پر سے کود کر) کیوں اپنے آپ کو برباد کیا
(کیونکہ تو ہلاک ہو جاوے گا اور اگر کسی کو مصرعہ باد ش اندر جامہ افتاد ور رہید سے وسوسہ ہو کر یہ تو عدم ہلاکت کا ایک طبعی اور
معمولی سبب ہوا بعضے عوام کے بھی ایسے واقعات مشہور ہیں کہ بڑی سی چھتری ہاتھ میں لے کر منارہ پر سے کود پڑے اور اس
میں ہوا بھرنے سے آہستہ آہستہ نیچے آ گئے تو اس میں کرامت کی کیا بات ہے جواب یہ ہے کہ مراد جامہ سے معمولی ہر وقت
کے پہننے کا لباس ہے جس میں اس قدر ہوا کہ آدمی کو تھامنے کے لئے کافی ہو نہ بھر سکے پس اب کرامت ہونا ظاہر ہے
مطلب یہ ہے کہ افعال محتملۃ الضرر میں ان کی تقلید کرنا موجب ہلاک ہے اور اپنا قیاس ان پر مع الفارق ہے پس وقوع من
المنارہ سے مراد استعارۃً عمل مہلک ہے۔ غرض تو اس منارہ سے مت کودنا کیونکہ) اس منارہ سے لاکھوں آدمی عاد کی طرح
گر چکے ہیں اور (اپنا) سر اور جسم برباد کیا ہے (چنانچہ) بہت سے سرنگوں گرے ہوئے لوگوں کو منارہ کے نیچے (پڑے
ہوئے) دیکھ لے لاکھوں ہزاروں (عاد کے ساتھ تشبیہ دینے میں یہ نکتہ ہے کہ وہ بڑے بڑے منارے بنایا کرتے تھے
کما قال تعالیٰ اتبنون بکل ریع آیۃ تعبثون وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون اور یہ تشبیہ خاص منارہ پر سے گرنے

www.besturdubooks.wordpress.com

میں نہیں کیونکہ کوئی قصہ نظر سے نہیں گزرا کہ قوم عاد منارہ پر سے گر کر ہلاک ہوئے ہوں بلکہ مطلق ہلاکت میں ہے یعنے درفتادند وہمچو عاد ہلاک شدند اور ان کا ہلاک چونکہ عجیب طرح سے ہوا جیسا قرآن مجید میں ہے۔ واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ سخرھا علیھم سبع لیال و ثمانیۃ ایام حسوما فتری القوم فیھا صرعیٰ کانھم اعجاز نخل خاویۃ اس لئے اس کو مشبہ بہ بنایا گیا یہاں تک بطلان قیاس علی الانبیاء وعلی الاولیاء کا بیان ہو چکا آگے ترقی کے طور پر ایک مثال ذکر فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ خواص کے ساتھ تو مساوات کا کیا دعویٰ زیبا ہے بعض افعال میں بعضے عوام کی تقلید و مساوات کا دعویٰ وحوصلہ نہیں ہوسکتا چنانچہ اسی مثال کو فرماتے ہیں کہ) تو رسن بازی (جو کہ عوام بازی گروں کا ہنر ہے کہ رسی پر چلا کرتے ہیں) یقیناً نہیں جانتا (پس) پیروں (کی نعمت) کا شکر کر اور زمین پر چلا کر (کہ زمین پر چلنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پاؤں تو دیئے ہیں پھر رسی پر چل کر گرنے اور مرنے سے کیا فائدہ اس میں تنبیہ ہوگئی کہ اس باب میں عوام کے مساوات کی تو ہمت ہوتی نہیں پھر آگے کیسے بڑھتا ہے آگے اس سے ترقی کر کے بتلاتے ہیں کہ عام آدمیوں کو چھوڑ و تم سے بعض امور میں جانور کی مساوات تو ہوتی ہی نہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ) کاغذ کے پر مت بنا اور پہاڑ پر سے مت اڑ (یعنی کسی پرندہ کو دیکھ کر کہ پہاڑ پر سے اڑ گیا کسی کو ہوس ہو کہ میں بھی اڑوں اس لئے ویسی ہی شکل کے پر کاغذ کے لگا کر لگا اڑنے تو بجز ہلاکت کے اور کیا ہوگا تو ایسا مت کرو) کیونکہ اس خیال (خام) میں بہت سے مر جاتے رہے ہیں (اگر ثابت ہو جاوے کہ طیران کی ہوس ایجاد واستحان میں کچھ لوگ ہلاک ہوئے ہیں تب تو مشار الیہ ایں کا یہی ہوگا اور اگر اس کو مشار الیہ نہ کہا جاوے تو پر ساختن از کاغذ و پریدن از کوہ سے جس کو تشبیہ دینا ہے یعنی تقلید بلا بصیرت وقیاس مع الفارق وہ مشار الیہ ہو جاوے گا اور اس میں بہتوں کا ہلاک ہو جانا ظاہر ہے آگے ایک شعر میں عود ہے قصہ کی طرف اور ایک ہی شعر کے بعد انتقال ہو گیا ہے مضمون ارشادی کی طرف)

گرچہ آں صوفی پر آتش شد ز خشم	لیک او بر عاقبت انداخت چشم
اگرچہ وہ صوفی غصہ سے پرآتش ہو گیا	لیکن اس نے انجام کار پر نظر ڈالی
اول صف بر کسے ماند بکام	کو نگیرد دانہ بیند بند دام
صف اول پر وہی شخص بامراد ہو کر رہتا ہے	جو دانہ نہ لے دام کا بند دیکھ لے
حبذا دو چشم پایاں بین راد	کہ نگہدارند تن را از فساد
آفرین کے قابل ہیں وہ دو آنکھیں انجام بین بزرگ	جو کہ تن کو فساد سے محفوظ رکھیں
آں ز پایاں دید احمدؐ بود کو	دید دوزخ را ہم ایں جا مو بمو
جس ذات نے انجام کو دیکھ لیا وہ احمدؐ تھے کہ انہوں نے	دوزخ کو اسی جگہ مو بمو دیکھ لیا
دید عرش و کرسی و جنات را	تا درید او پردۂ غفلات را
عرش اور کرسی اور جنتوں کو دیکھ لیا	آپ نے غفلتوں کے پردہ کو پھاڑ ڈالا
گر ہمی خواہی سلامت از ضرر	چشم ز اول بند و پایاں را نگر
اگر تو ضرر سے سلامتی چاہتا ہے	تو آنکھ کو اول سے بند کر اور انجام کو دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

تا عدمہا را بہ بینی جملہ ہست	ہستہا را بنگری محبوس و پست
تاکہ تو اعدام کو بالکل ہست سمجھے	موجودات کو تو محبوس اور پست دیکھے
ایں بہ بیں بارے کہ ہر کش عقل ہست	روز و شب در جستجوئے نیست ہست
ذرہ اس کو دیکھ لے کہ جس شخص کو عقل ہے	وہ روز و شب عدم ہی کی جستجو میں مست ہے
در گدائی طالب جودے کہ نیست	بر دکانہ طالب سودے کہ نیست
گدائی میں طالب جود ہے جو کہ نیست ہے	دکانوں پر طالب نفع ہے جو کہ نیست ہے
در مزارع طالب دخلے کہ نیست	در مغارس طالب نخلے کہ نیست
واقع زراعت میں طالب پیداوار ہے جو کہ نیست ہے	درخت لگانے کے مواقع میں طالب درخت ہے جو کہ نیست ہے
در مدارس طالب علمے کہ نیست	در صوامع طالب حلمے کہ نیست
مدارس میں طالب فن علمی ہے جو کہ نیست ہے	خانقاہوں میں طالب صفت حلم ہے جو کہ نیست ہے
ہستہا را سوی پس افگندہ اند	نیستہا را طالب اندو بندہ اند
وجودات کو لوگوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے	اعدام کے طالب اور غلام ہیں
زانکہ کان و مخزن صنع خدا	نیست غیر نیستی در انجلا
اس سبب کہ معدن اور مخزن صنعت خدا کا	بجز نیستی کے اور کچھ نہیں ہے ظہور میں
پیش ازیں رمزے بگفتستیم ازیں	این و آں را تو یکے بیں دو مبیں
ہم اس کے قبل بھی اس میں سے کچھ رمز کہہ چکے ہیں	تو اس کو اور اس کو ایک ہی دیکھ دو مت دیکھ
گفتہ شد کہ ہر صناعت گر کہ رست	در صناعت جائگاہ نیست جست
کہا گیا ہے کہ جو صنعت گر بھی پیدا ہوا ہے	اس نے صنعت میں موقع نیست ہی کا تلاش کیا ہے
جست بنا موضعے ناساختہ	گشت ویراں سقفہا انداختہ
معمار نے وہی موقع تلاش کیا ہے جو کہ بے بنا ہوا ہو	ویران ہوا ہو اس کی چھتیں گری ہوئی ہوں
جست سقا کوزۂ کش آب نیست	واں درو گر خانۂ کش باب نیست
سقا نے وہی صراحی تلاش کی ہے جس میں پانی نہ ہو	اور اس بڑھئی نے وہ گھر جس میں کیواڑ نہ ہو
وقت صید اندر عدم بیں حملہ شاں	وز عدم آنگہ گریزاں جملہ شاں
شکار کے وقت ان کا حملہ عدم کے اندر دیکھ لے	اور اسی وقت میں وہ سب کے سب عدم سے نفور بھی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں امیدت لاست زو پرہیز چیست	با انیس طبع خود استیز چیست
جب تیری امید گاہ نیستی ہے اس سے پرہیز کیا ہے	اپنی طبیعت کے انیس سے مخالفت کیا ہے
چوں انیس طبع تو آں نیستی ست	از فنا و نیست ایں پرہیز چیست
جب تیری طبیعت کی انیس نیستی ہے	فنا اور نیستی سے یہ پرہیز کیا ہے
گر انیس لانۂ اے جاں بسر	در کمین لا چرائی منتظر
اے جان اگر تو نیستی کا انیس باطن سے نہیں ہے	نیستی کی گھات میں تو منتظر کس لئے ہے
زانکہ داری جملہ دل برکندۂ	شست دل در بحر لا افگندۂ
ایسی چیزوں سے جن کو تو رکھتا ہے تو نے دل برداشتہ کرلیا ہے	دل کی شست کو دریائے نیستی میں ڈال دیا ہے
پس گریز از چیست زیں بحر مراد	کو بشستت صد ہزاراں صید داد
پھر ایسے بحر مراد سے نفرت کیا ہے	جس نے شست کے ذریعہ سے تجھ کو لاکھوں شکار دیے
از چہ نام برگ را کردی تو مرگ	جادوئے بیں کہ نمودت مرگ برگ
تو نے سامان کا نام موت کس سبب سے قرار دے رکھا ہے	تصرف عجیب دیکھ جس نے تجھ کو برگ بصورت مرگ دکھلا رکھا ہے
ہر دو چشمت بست سحر صنعتش	تا کہ جاں را در چہ آمد رغبتش
تیری دونوں آنکھیں اس کی صنعت کے تصرف نے بند کردی ہیں	اس کا یہ اثر ہے کہ نفس کی رغبت کنویں سے ہوگئی ہے
در خیال او ز مکر کردگار	جملہ صحرا فوق چہ زہر ست و مار
اس کے خیال میں تدبیر خفی کردگار سے	تمام صحرا جو کنویں کے اوپر ہے زہر ہے اور مار
لاجرم چہ را پناہے ساخت ست	تا کہ مرگ او را بچاہ انداخت ست
اس ضرورت سے اس نے کنویں کو پناہ بنا رکھا ہے	یہاں تک کہ مرگ نے اس کو کنویں میں ڈال دیا
آنچہ گفتم از غلطہاش اے عزیز	ہم بریں بشنیدم از عطار نیز
اے عزیز میں نے جو اس کی غلطیاں بیان کی ہیں	اس پر میں نے عطار سے بھی سنا ہے

(قولہ فی الشعر الثانی اول مصرع براءخ فی الحاشیۃ من ولی محمد یعنے بر مصرع اول اھ چنانکہ حرف جر در فارسی گاہے از مجرور موخر آید چنانچہ لفظ در موخرا بکثرت واقع شدہ قولہ فی الشعر الثامن بارے فی الغیاث لفظے ست کہ برائے قلت قبول واستدعاء قلیل آید قولہ فی ہذا الشعر در جستجوئے نیست ست ایں لفظ در نسخ موجودہ دوگونہ است در بعضے نیست ہست و بعضے نیست ست بر نسخہ اول در حاشیہ چناں نوشتہ است ایں شعر قافیہ ندارد در کل نسخ ایں چنیں نوشتہ اند و در نیست کہ قافیہ در جستجوئے نیست باشد اھ و بر نسخہ دیگر در حاشیہ چنیں نوشتہ است قافیہ دریں بیت لفظ ہست و است ست کہ اول [illegible] ست و دوم رابطہ واللہ اعلم اھ و چوں توجیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اول باعتبار معنے وتوجیہ دوم باعتبار لفظ از رکاکت خالی نیست در دلم القاشد کہ بعید نیست کہ مست باشد واز تصرفات نساخ بصورت ہست شدہ باشد آرے درابطرا محذوف اعتبار کردن لازم خواہد آمد مگر ایں کثیر الوقوع ست قولہ در شعر بست ودوم وبست وسوم شست فی الغیاث فلانی کہ بدان ماہی شکار کنند وآن آہنی باشد سرکج وقلاب بالضم وتشدید لام خار آہنی خمیدہ حلقہ مانند کہ چیزے بدان توان آویخت اھ قولہ جادوئی الخ در جمیع نسخ بتر کیب ہمزہ ویا کہ دلیل بودن یائے نسبت باشد نوشتہ اند ولخص غیاث دریں مقام آنست کہ جادو بمعنے ساحر وجادوئی بیائے نسبت بمعنے سحر درکلام قدماء جادو بمعنے سحر وجادوگر بمعنے ساحر ودر کلام شاعران متاخرین بکثرت دافع ست واز ہمیں جا در برہان جادو بمعنے سحر وساحر ہر دو آمدہ اھ وجادوئی بیائے نسبت بمعنے ساحر نقل نہ کردہ پس دریں شعر بمعنے سحر باشد اب شرح سنیے یعنی) اگرچہ وہ صوفی غصہ سے پرآتش ہوگیا (کہ مجھ کو خواہ مخواہ کیوں مارا) لیکن اس نے انجام کار پر نظر ڈالی (کہ اگر میں انتقام لوں گا تو مرجاوے گا اور میں قصاص میں مارا جاؤں گا۔ آگے مولانا انجام بینی کی مدح کی طرف انتقال فرماتے ہیں) صف اول پر وہی شخص بامراد ہو کر رہتا ہے جو دانہ نہ لے (بلکہ) دام کا بند دیکھ لے (اور اس سے بچا رہے مطلب یہ کہ وہ کامیابی کے ساتھ اول درجہ کے لوگوں میں ہوتا ہے اور وجہ ظاہر ہے کیونکہ جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ دانہ یعنی طمع عاجل کے سبب بند دام یعنے ضرر آجل میں مبتلا ہوگئے ان میں سے بھی مومنین کو نجات ہو ہی جاوے گی تو باکام وہ بھی ہوں گے لیکن متاخر درجہ میں ہوں گے اور درجہ اول میں مخلصین کاملین ہی ہوں گے جو ضرر آجل کو دیکھ کر نفع عاجل سے باز رہے خواہ اول ہی سے یا تدارک کر کے یعنی توبہ کر کے) آفرین کے قابل ہیں وہ دو آنکھیں انجام بین بزرگ جو کہ (انجام کو دیکھ کر) تن کو فساد (وضرر معصیت) سے محفوظ رکھیں (آگے انجام بینوں میں سے ایک فرد اکمل کا بیان ہے تا کہ دوسرے ان کا اتباع کریں یعنی) جس ذات نے (کامل طور سے) انجام کو دیکھ لیا وہ احمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے کہ انہوں نے دوزخ کو اسی جگہ (دنیا ہی میں) مو بمو دیکھ لیا (اسی طرح) عرش اور کرسی اور جنتوں کو دیکھ لیا (اور) آپ نے غفلتوں کے پردہ کو پھاڑ ڈالا (اس دیکھنے سے مراد) وہ دیکھنا نہیں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ المعراج میں اور دوسرے موقعوں پر بھی بالتعین ان اشیاء کا مشاہدہ فرمایا ہے کیونکہ مقصود اس پایان بینی احمدیؐ کے ذکر سے تائید وترغیب تقلید ہے پایان بینی مذکور بالا کی جو کہ مامور بہ فی الکلام وفعل اختیاری ہے اور مشاہدہ بالتعین اختیاری نہیں اس لئے اس میں تقلید ممکن نہیں بلکہ مراد اس دیکھنے سے دل کا دیکھنا ہے جس کا حاصل توجہ الی الوحی تھی چنانچہ قرینہ اس کا مصرعہ بردریدا وپردہ غفلات را ہے اور اس غفلت کا مصداق وہ ہے جس کو حق تعالی نے ماکنت تدری سے اس آیت میں تعبیر فرمایا ہے ماکنت تدری ماالکتٰب ولا الایمان لآ یہ جس کا حاصل بے خبری ہے اور یہ مذموم نہیں مذموم وہ بے خبری ہے جو باوجود متنبہات کے بے توجہی کا سبب ہو اور آیۃ ووجدک ضالاً فھدیٰ میں بھی یہی بے خبری اور خبر مراد ہے مطلب یہ کہ اس پایان بینی میں آپ کا اتباع کرنا چاہئے جس طرح آپ نے توجہ الی الوحی سے اپنی بے خبری کو زائل فرمایا تو بھی توجہ الی الوحی سے اپنی غفلت کی اصلاح کر غرض) اگر تو ضرر سے سلامتی چاہتا ہے تو آنکھ کو (صرف) اول (بینی یعنے دنیا بینی) سے بند کر اور انجام (یعنی آخرت) کو (بھی) دیکھ (صرف اس لئے بڑھایا کہ دنیا کا دیکھنا مطلقاً مذموم نہیں ہے بلکہ اس میں بھی بعض منافع ہیں دنیویہ مباحہ بھی اور بعضے اخرویہ بھی چنانچہ ظاہر ہے پس مطلب یہ ہے کہ اسی پر نظر کو مقتصر مت کر آخرت کو بھی دیکھ کہ جو چیز آخرت میں جا کر مضر ہو اس سے بچا رہے لہذا مثل قولہ تعالیٰ لعلکم تتفکرون فی الدنیا و الآخرۃ ای فی کلیھما فناء الدنیا و بقاء الآخرۃ آگے ثمرہ بتلاتے ہیں پایان بینی کا یعنے ہم پایان بینی کی اس لئے ترغیب دے رہے ہیں) تا کہ تو اعدام (فی الظاہر یعنے غائب عن الحس) کو بالکل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہست سمجھے (لہذ والرؤیۃ قلبیۃ ومن ثم عدی الی المفعولین الاول عدمہا والثانی ہست اور) موجودات (فی الظاہر یعنے حاضر عندالحس) کو تو محبوس (گرفتار فنا) اور پست (وبے قدر) دیکھے (یعنی جس عالم غیب وآخرت کو تو معلوم سمجھ رہا ہے اس کا وجود معتدبہ معلوم ہونے لگے اور جس عالم دنیا کو تو موجود معتدبہ سمجھ رہا ہے وہ تجھ کو فانی وکالعدم نظر آنے لگے وہذا کقولہ تعالیٰ ما عندکم ینفد وما عنداللہ باق الآیۃ و کقولہ تعالیٰ و ماھذہ الحیوٰۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان الآیۃ آگے چند مثالوں سے ظاہری نیستی کا مطلوب ہونا اور ظاہری ہستی کا ناقابل التفات ہونا فرماتے ہیں یعنے اگر تجھ کو اعدام کے مطلوب ہونے کے متعلق تقریر بالا نظری معلوم ہو تو دوسرے طریق بدیہی بلکہ حسی سے سمجھ لے اور) ذرا اس کو دیکھ لے کہ جس شخص کو (بھی کچھ) عقل ہے وہ روز وشب عدم ہی کی جستجو میں مست (یعنے منہمک) ہے (آگے اس کی تفصیل ہے کہ دیکھو مثلاً) گدائی (وناداری کی حالت) میں (وہ گدا) طالب جود ہے جو کہ نیست (ومعدوم بالفعل) ہے (اسی طرح) دکانوں پر (تاجر) طالب نفع ہے جو کہ نیست (ومعدوم بالفعل) ہے (اور اسی طرح) مواقع زراعت میں (کاشتکار) طالب پیداوار ہے جو کہ نیست (اور معدوم بالفعل) ہے (اسی طرح) درخت لگانے کے مواقع میں (باغبان) طالب درخت ہے جو کہ نیست (اور معدوم بالفعل) ہے (اسی طرح) مدارس میں (شاگرد) طالب فن علمی ہے جو کہ نیست (اور معدوم بالفعل) ہے (اسی طرح) خانقاہوں میں (درویش) طالب صفت حلم (واخلاق حمیدہ) ہے جو کہ نیست (اور معدوم بالفعل ہے) (اور ایک توجیہ اس ترکیب طالب جود کہ نیست وغیرہ کی اور بھی ہوسکتی ہے کہ یہ کاف کدامیہ ہو یعنے گدائی میں طالب جود کون نہیں ہے اور دوسرا مقدمہ کہ وہ جود معدوم بالفعل ہے مطوی ہوگا والحاصل واحد حاصل یہ کہ ان سب مراد مذکورہ میں) وجودات (یعنی حالات حاصلہ بالفعل) کو لوگوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے (اور ان کو ترک کئے ہوئے ہیں چنانچہ گدا حالت فقر کو کہ موجود بالفعل ہے اور تاجر حالت بقاء المال علی المقدار الخاص کو کہ موجود بالفعل ہے اور مزارع حالت وہیات تخم کو کہ موجود بالفعل ہے اور غارس حالت نواۃ کو کہ موجود بالفعل ہے اور طالب علم حالت ژاجت کو کہ موجود بالفعل ہے اور درویش اخلاق ردیہ کو کہ موجود بالفعل ہے ترک کرکے) اعدام (یعنے حالات غیر حاصلہ بالفعل) کے طالب اور غلام (ہو رہے) ہیں (اور وہ حالات غیر حاصلہ بالفعل علی الترتیب وہی ہیں جو اشعار میں مصرحاً مذکور ہیں یعنے جود وتمول وریع ودخل ونخل وعلم وعمل پس ثابت ہوگیا کہ ہر کش عقل ہست روز وشب در جستجوئے نیست مست اور اس سے تائید ہوگئی اس سے اوپر کے مضمون کی جو کہ مقصود مقام تھا کہ اول یعنی دنیا کو جو کہ موجود یعنی حاضر عندالحس ہے مت دیکھ بلکہ انجام یعنی آخرت کو جو کہ معدوم بمعنے غائب عن الحس ہے دیکھ تنبیہ اشعار مذکورہ میں جو نیستی بالتفسیر المذکور مراداً کو مطلوب کہا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ معدوم من حیث ہو معدوم مطلوب ہے یہ تو واقع کے بھی خلاف ہے اور مسئلہ فن کے بھی خلاف ہے واقع کے خلاف تو اس لئے کہ مثلاً آخرت جو مطلوب ہے تو اسی حیثیت سے کہ وہ ہم کو حاصل ہو جاوے پس جو چیز مطلوب ہوئی وہ موجود من حیث ہو موجود ہوئی اسی طرح امثلہ متاخرہ میں تمول اور ریع ودخل ونخل وعلم وعمل یہ سب اسی حیثیت سے مطلوب ہیں کہ وہ موجود اور حاصل ہو جاویں تو مطلوب حقیقت میں موجود من حیث موجود ہی ہوا اور مسئلہ فن کے خلاف اس طرح کہ فن میں مصرح ہے کہ اصل تمام شرور کی عدم ہے اور اصل تمام خیر کی وجود ہے پس جو چیز مبداء شر کا ہے یعنی عدم یا موصوف بالشر ہے یعنی معدوم وہ مطلوب کیسے ہو گا غرض مولانا کا یہ مطلب نہ ہوا کہ عدم من حیث ہو عدم یا معدوم من حیث ہو معدوم مطلوب ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مطلوب وہ موجود ہے جو اس وقت معدوم ہے جیسے امثلہ متاخرہ یا وہ موجود ہے جو اس وقت کالمعدوم ہے بوجہ غیبت عن الحس کے جیسے

www.besturdubooks.wordpress.com

آخرت پس معدوم فی الحال یا فی الحس ہونے کے سبب اس کو معدوم سے تعبیر کر دیا گو یہ حیثیت اس کی مطلوبیت کی نہیں اور نکتہ اس تعبیر میں یہ ہو سکتا ہے کہ کلام علیٰ سبیل التسلیم و مجاراۃ الخصم ہو جاوے یعنی جس کو تو معدوم یا کالمعدوم سمجھ کر اس کے معدوم ہونے کے سبب اس سے اعراض اور اس کی بے قدری کر رہا ہے مثلاً آخرت کو طلب نہیں کرتا اور دنیائے حاضر کو دیکھ کر اس پر ریجھ رہا ہے ہم نے مانا کہ وہ معدوم سہی لیکن محض عدم سبب صالح للاعراض ہونے کا نہیں ہو سکتا ورنہ امثلہ مذکورہ میں عقلاً ان معدومات کو کیوں حاصل کرتے ہیں اور ان کی معدومیت کو سبب اعراض کا کیوں نہیں بناتے اس سے معلوم ہوا کہ مدار مطلوبیت کا نافعیت ہے اگر چہ وہ نافع موجود نہ بھی ہو معدوم ہی ہو کہ کوشش سے موجود ہو سکے باقی اگر موجود بالفعل بھی ہو اور مطلوب اس کا بقاء اور تب بھی منافی مطلوبیت کے نہیں مثلاً صحت موجود ہے اور مرض معدوم اور صحت کا بقاء مطلوب ہو اور اس سے اس شبہ کا جواب ہو گیا کہ موجود کا متروک ہونا اور معدوم کا مطلوب ہونا مثال صحت میں تو متخلف ہو گیا وجہ دفع تقریر مذکور سے ظاہر ہے جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ یہ مطلب نہیں کہ معدوم ہی ہمیشہ مطلوب ہوتا ہے اور معدومیت شرط مطلوبیت ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ معدوم بھی کبھی مطلوب ہوتا ہے اور معدومیت مانع مطلوبیت نہیں پس شعر ایں نہیں بارے الخ میں یہ قضیہ کہ ہر کش عقل ہست الخ مشتمل علی الحصر و متضمن قصر نہیں ہے والحمد للہ علیٰ ما الہمنی ہذا المقام اس سے مضمون سابق بفضلہ تعالیٰ حل ہو گیا اور مضمون لاحق بھی جو آگے آتا ہے چنانچہ نیستہا را طالب اند و بندہ اند کی حکمت فرماتے ہیں کہ اعدام میں جو شان مطلوبیت ہے وہ) اس سبب (سے ہے) کہ معدن اور مخزن صنعت خدا کا بجز نیستی کے اور کچھ نہیں ہے ظہور میں (یعنی ظہور صنع خداوندی کا صرف نیستی میں ہوتا ہے یہاں صنع سے مطلق تصرف مراد نہیں بلکہ خاص تصرف ایجاد نہ کہ تصرف اعدام اور نہ تصرف ابقاء کیونکہ تصرف اعدام و تصرف ابقاء کے لئے تو اس محل کا موجود ہونا ضروری ہے ورنہ اعدام معدوم لازم آوے گا جو کہ محال ہے اسی طرح جبکہ ابقاء کی شرط وجود ہے تو بدوں وجود کے تحقق المشروط بدون الشرط لازم آوے گا اور وہ بھی محال ہے البتہ تصرف ایجاد کے لئے اس محل کا معدوم ہونا ضروری ہے ورنہ ایجاد موجود لازم آوے گا کہ وہ بھی محال ہے پس یہاں جو نفی اور استثناء یعنی لفظ نیست اور لفظ غیر سے حصر کا حکم کیا گیا ہے تو مطلوبیت بانحو الخاص یعنے ایجاد کے اعتبار سے ہے اور اوپر جو احقر نے کہا ہے کہ ہر کش عقل ہست الخ مشتمل علی الحصر و متضمن قصر نہیں تو مطلق مطلوبیت کے اعتبار سے پس دونوں میں تعارض نہیں حاصل یہ کہ نیستی اور عدم ایسی چیز ہے کہ خدائے تعالیٰ کا یہ تصرف خاص یعنی ایجاد بھی نیستی ہی میں ہوتا ہے یہاں بھی وہی اوپر والی بات سمجھنا چاہئے کہ کائنات کی حالت معدومیت جو محل تصرف ایجاد حق تعالیٰ بنی تو نہ من حیث المعدومیت یعنی باعتبار مقصودیت معدومیت کے ورنہ اگر اس میں مقصودیت ہوتی تو وہ معدومیت ہی باقی رہتی ورنہ مقصود و مراد کا تخلف قصد اور ارادہ الٰہیہ سے لازم آتا ہے وہذا خلف بلکہ وہ معدومیت اس اعتبار سے محل تصرف بنی ہے کہ وہ مبدل بموجودیت ہو جاوے پس مقصود ایجاد ہی ہوا کما وقع فی القول کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق باقی مقصود مقام اس سے بھی حاصل ہو گیا کہ تو مطلق معدومیت کو اگر چہ اضافی ہی ہو مانع التفات سمجھ رہا ہے حالانکہ حق تعالیٰ نے عین معدومیت کی حالت میں باوجودیکہ وہ حقیقی تھی کائنات کی طرف التفات فرمایا ہے اور جیسا عبد کے التفات الی العدم کا مدار منافع خاصہ ہیں جیسا اوپر آچکا ہے اسی طرح التفات حق الی العدم کی حکمت مصالح خاصہ ہیں وہ منہا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق چونکہ نیستی کا ایسا ہی مضمون جیسا اس شعر میں ہے ہذا لکان و مخزن صنع الخ پہلے بھی مثنوی میں آچکا ہے چنانچہ اس وقت ایک مقام تو نظر میں ہے اور ایک ذہن میں نظر میں تو دفتر پنجم کے اس سرخی کے سیاق و سباق میں ہے در مثال عالم نیست ہست نما و عالم ہست نیست

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا جس کے بعض اشعار یہ ہیں پس خزانہ صنع حق باشد عدم الی قولہ آفرین اے اوستاد سحر باف الخ اور ذہن میں جس کا مقام یاد نہیں رہا اس طرح سے ہے کہ کارگاہ صنع حق در نیستی ست اونحوہ اس لئے شعر آئندہ میں اس کا حوالہ دیتے ہیں یعنے) ہم اس کے قبل بھی اس میں سے کچھ رمز کہہ چکے ہیں تو اس کو اور اس کو ایک ہی دیکھ دمت دیکھ (یعنے حاصل دونوں کا ایک ہی ہے بلکہ ایک جگہ مابعد میں بھی اس وقت یہ مضمون نظر پڑ گیا یعنے سرخی آئندہ بار دیگر رجوع کردن بقصہ الخ کے سولہ سترہ شعر قبل سے مذکور ہے غرض ان سب کا حاصل ایک ہی ہے اور یہاں لفظ رمز لانے میں ممکن ہے کہ رمز اسی طرف ہو جو بندہ نے اوپر تقریر لکھی ہے کہ گو الفاظ میں تو نیستی کا مطلوب ہونا مذکور ہے مگر مقصود وجود کا مطلوب ہونا ہے اور چونکہ لفظوں سے اس کا ظاہر ہونا محتاج تامل ہے اس لئے رمز کہنا مناسب ہوا اور چونکہ مصرعہ ثانیہ میں ان سب مقاموں کو ایک ہی کہا ہے اس لئے سب جگہ ایسا ہی سمجھنا چاہئے آگے تفسیر ہے اس رمز کی یعنی اس کے قبل) کہا گیا ہے (اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعینہ اسی عبارت سے آچکا ہے بلکہ روایت بالمعنی ہے بنا بر مضمون مصرعہ ثانیہ شعر بالا کے یعنی ایں واں را تو یکے بیں دو مبیں مطلب یہ کہ ایسا مضمون پہلے بھی آچکا ہے جس کا حاصل یہ ہے) کہ جو صنعت گر بھی کبھی پیدا ہوا ہے (از رستن بمعنے روئیدہ شدن) اس نے صنعت میں موقع نیست ہی کا تلاش کیا ہے (چنانچہ) معمار نے (ہمیشہ) وہی موقع تلاش کیا ہے جو کہ بے بنا ہوا ہو (اور) ویران ہوا ہو (اور) اس کی چھتیں گری ہوئی ہوں (پس وہ ایسے محل میں اپنی صنعت کا تصرف ظاہر کرتا ہے اسی طرح) سقا نے وہی صراحی تلاش کی ہے جس میں پانی نہ ہو (تاکہ اس میں پانی بھرے) اور (اسی طرح) اس بڑھئی نے بھی وہ گھر (تلاش کیا ہے) جس میں کیواڑ نہ ہو (تاکہ اپنی صنعت ظاہر کرے اس نیست کے طلب کرنے کی حقیقت ابھی اوپر گزر چکی ہے فتذکرہ آگے بطور تفریع کے تعجب فرماتے ہیں کہ شکار (یعنے تلاش) کے وقت ان کا (یعنی سب آدمیوں کا بلا تخصیص معمار و نجار و آب کش کے مثلاً) حملہ (یعنے قصد) عدم کے اندر دیکھ لے اور (باوجود اس کے) اسی وقت میں وہ سب کے سب عدم سے نفور بھی ہیں (یعنی بعض اعدام کے تو طالب ہیں جیسے امثلہ سابقہ در گدائی طالب جودے الخ اور امثلہ لاحقہ جست بنا الخ میں جس سے عملاً عدم کی مطلوبیت تسلیم کرلی اور بعض اعدام سے ہارب ہیں جیسے موت سے جس کا ذکر بعد کے اشعار میں ہے از چہ نام برگ را کردی تو مرگ الخ اور وہ فی الحال معدوم ہے اور جیسی آخرت جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور وہ باوجود فی الحال موجود ہونے کے کالمعدوم ہے حالانکہ مدار مطلوبیت کا دونوں قسم کے اعدام میں مشترک ہے یعنی نافعیت اور یہی وجہ تعجب کی ہے آگے بھی مضمون بطور استفہام کے ہے یعنے) جب (بہت سے مواد میں) تیری امیدگاہ نیستی ہے (پھر بعض دوسرے مواد میں جو نافع ہونے میں ان کے مماثل ہیں) اس (نیستی) سے پرہیز کیا ہے (اور) اپنی طبیعت کے انیس سے (یعنی نیستی سے جس کا انیس ہونا بعض مواد میں ظاہر ہو چکا) مخالفت کیا ہے (آگے اسی کی تاکید ہے یعنی) جب تیری طبیعت کی انیس نیستی ہے (تو پھر) فنا و نیستی سے یہ (اتنا) پرہیز کیا ہے (اس استفہام کا تو حاصل یہ تھا کہ جب ایک جگہ نیستی مرغوب فیہ ہے تو دوسری جگہ مہروب عنہ کیوں ہے آگے استفہام اس کا عکس ہے یعنی) اے جان اگر تو نیستی کا انیس باطن سے نہیں ہے (یعنی بعض مواد میں اس کو مہروب عنہ بنا رکھا ہے تو پھر) نیستی کی گھات (اور اس کے موقع حصول) میں تو (اس کا) منتظر کس لئے ہے (یعنی بعض مواد میں وہ مرغوب فیہ کیوں ہے آگے اس انتظار کا بیان ہے کہ مواقع کثیرہ میں دیکھا جاتا ہے کہ) ایسی چیزوں سے جن کو تو (اپنے قبضہ میں) رکھتا ہے تو نے دل کو برداشتہ کر لیا ہے (اور اپنے) دل کی شست کو (بمعنے شکار کرنے کا کانٹا) دریائے نیستی میں ڈال دیا ہے (جیسا اشعار در گدائی طالب جودے الخ کی شرح میں اس کی تقریر ہو چکی ہے کہ حالات موجودہ سے اعراض کر کے امور غیر موجودہ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

طلب کیا ہے جب یہ بحر نیستی ایسی چیز ہے کہ اس کے ساتھ تمہارے طلب وارادہ کا بھی تعلق ہوتا ہے اسی لئے آگے بحر مراد سے اس کو تعبیر فرمایا تو) پھر ایسے بحر مراد سے نفرت کیا ہے جس (کی یہ شان ہے کہ اس) نے شست کے ذریعہ سے تجھ کو لاکھوں شکار دیئے (شست سے مراد وہی ہے جس کو اوپر شست دل سے تعبیر کیا ہے یعنے ارادہ دل اور مرادات اختیاریہ کے حصول میں توسط ارادہ کا دخل ظاہر ہے آگے بعض اعدام مرغوب فیہا کی تعیین ہے جس کو مہروب عنہ بنا رکھا ہے اور وہ موت ہے جس کا ذکر شعر مذکور بالا وقت صید انگنج کی شرح میں ہوا ہے پس فرماتے ہیں کہ) تو نے سامان (یعنی متاع نافع) کا نام موت کس سبب سے قرار دے رکھا ہے (یعنے مرگ تو فی الواقع برگ بتفسیر مذکور ہے اور مرغوب فیہ تو نے اس کا نام مرگ رکھا ہے اور اس سے ہارب ہے اور یہاں تک استفہامات تعجبیہ میں اس غلطی پر ملامت تھی کہ تو نے مطلوب کو مہروب عنہ بنا رکھا ہے آگے اس غلطی کا سبب بتلاتے ہیں اور سبب دو قسم پر ہے قریب اور بعید یعنے سبب السبب یہاں دونوں قسم کے سبب کو بتلاتے ہیں سبب قریب تو سلطان محمود کے قصہ کے ختم پر کہ وہ قصہ قریب ہی مذکور ہے اور بتامہا اس مضمون سے مرتبط ہے بتلایا ہے اس شعر میں فقر آن محمود تست اے بے سعت طبع از وہم ہمی ترسا ندت اور سبب بعید یعنی سبب السبب اشعار متصلہ میں بتلاتے ہیں جادوئی بین سے در خیال او انگنج تک حاصل سبب اول کا یہ ہے کہ تیری طبیعت نے تجھ کو اس غلط بینی میں ڈال رکھا ہے کہ تجھ کو نیستی سے کہ اس میں مثل دیگر مطلوبات اخرویہ مذکورہ سابق کے ثمرات فقر بھی داخل ہیں ڈرا رکھا ہے اور یہ ظاہر بھی ہے کہ طبیعت ہی کا نفس کو ابھارنا سبب ہوتا ہے تحبون العاجلة وتذرون الآخرة کا اور حاصل سبب ثانی کا یہ ہے کہ یہ میلان طبیعت میں اور یہ ہیجان نفس میں پیدا کیا ہوا حق جل وعلا شانہ کا ہے جس کو بحکمت ابتلاء پیدا کر کے اس کے مقتضا سے روکنے کا اختیار بھی دیا اور روکنے کا امر بھی فرمایا اور اس سے جبر کا شبہ بھی دفع ہو گیا یہ بیان ہے دونوں سببوں کا اور چونکہ سبب بعید سبب حقیقی ہے اس لئے ذکر میں اس کو مقدم فرماتے ہیں کہ یہ جو تو برگ نافع کو مرگ ضار سمجھ رہا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ نیستی کو کہ وہ واقع میں ہستی اور نافع ہے نیستی سمجھ کر اس سے ہارب ہے اور ہستی موہوم کو کہ وہ واقع میں نیستی اور ضار ہے ہستی سمجھ کر اس کا طالب ہے تو اس کا سبب حقیقی سمجھو اور) تصرف عجیب (حق تعالیٰ کا دلیلہ ما سیاتی زمکر کردگار) دیکھ جس نے تجھ کو برگ بصورت مرگ دکھلا رکھا ہے (میں نے برگ کو مفعول ثانی نمود کا جو بمعنے ارادہ ہے اور جس کا مفعول تائے خطاب ہے اور مرگ کو مفعول ثالث سمجھا ہے تا کہ مصرعہ اول سے متوافق رہے کیونکہ اس غلطی کا حاصل تو یہی تھا کہ برگ کو مرگ سمجھا اور یہاں ذکر ہے اس کے سبب کا تو ترکیب لفظی میں سبب ومعلول نہ بدلنا چاہئے گو واقع میں اس تصرف سے اس کا عکس بھی ہوا ہے کہ مرگ ضار یعنی دنیا بصورت برگ نافع نظر آئی جس کا شعر آئندہ میں بیان ہے کہ چاہ مرغوب ہو گیا لیکن وہ اس مصرعہ کا مدلول نہیں آگے اس تصرف حق تعالیٰ کی تفصیل ہے کہ) تیری دونوں آنکھیں اس کی (یعنی حق تعالیٰ کی) صنعت کے تصرف نے بند کر دی ہیں۔ اس کا یہ اثر ہے کہ نفس کی رغبت کنوے سے ہو گئی (اور) اس (نفس) کے خیال میں تدبیر خفی کردگار سے تمام صحرا جو کنوے کے اوپر ہے (بصورت) زہر ہے اور (بصورت) مار (ہے) اس ضرورت سے اس نے کنوے کو (اپنی) پناہ بنا رکھا ہے (اور اسی غلطی میں تمام عمر گزر گئی) یہاں تک کہ مرگ (طبعی) نے اس کو کنوے میں ڈال دیا (یعنی اس وقت اس کو بھی معلوم ہوا کہ واقع میں میں کنوے میں پڑا ہوں پس انداخت سے مراد از پیش انداختہ شدن را ظاہر نمود اور یہاں مصرعہ اولیٰ میں اور شعر ہر دو چشمت کے مصرعہ ثانیہ میں دنیا کو ایک تنگ و مہلک کنوے سے اور آخرت کو اس صحرائے وسیع و پر فضا سے جو کنوے کے باہر ہو مگر کوئی شخص اپنے فساد تخیلہ سے اس صحرا کو پر زہر و پر مار سمجھ کر کنوے کو اپنی حفاظت کا محل سمجھ کر اس میں رہنا پسند

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے تشبیہ دی گئی ہے اسی طرح نفس کو غلطی واقع ہو رہی ہے آگے اس پر ایک قصہ تمثیلیہ بیان کرنے کی تمہید ہے کہ) اے عزیز میں نے جو اس (نفس) کی غلطیاں بیان کی ہیں (کہ چاہ کو پناہ اور صحرا کو پر زہر یعنی نافع کو ضار اور ضار کو نافع سمجھا) اس پر میں نے (حضرت) عطارؒ سے (قصہ) بھی سنا ہے (جو آگے آوے گا اور اسی کے بعد پھر مضمون بالا کی طرف انتقال کیا جاوے گا پھر یہی مضمون سرخی آئندہ سے آئندہ یعنی بار دیگر رجوع کردن تک ہے)

فائدہ۔ مولانا نے جو غلط بینی مذکور کے دونوں سبب ظاہری و حقیقی بیان فرمائے ہیں مقصود سبب ظاہری پر تنبیہ کرنے سے تحذیر ہے اس کے اتباع سے چنانچہ اسی مقام پر ارشاد ہے گرچہ اندر پرورش تن مادرست لیک از صد دشمنت دشمن ترست اور مقصود سبب حقیقی بتلانے سے ترغیب ہے التجا و تضرع کی چنانچہ اسی قدر دور چل کر ارشاد ہے اے دہندہ عقل ہا فریاد رس واللہ اعلم۔

قصۂ سلطان محمود و غلام ہندو

ہندو غلام اور سلطان محمود کا قصہ

رحمتہ اللہ علیہ گفتہ است	ذکر شہ محمود غازی سفتہ است
حضرت عطار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے	ذکر سلطان محمود غازی کا نظم کیا ہے
کز غزای ہند پیش آں ہمام	در غنیمت او فتادش یک غلام
کہ غزوۂ ہند سے اس سردار کی پیشی میں	ان کی غنیمت میں ایک غلام واقع ہوا
پس خلیفہ اش کرد و بر تختش نشاند	بر سپہ بگزیدش و فرزند خواند
پس اس کو نائب بنایا اور اس کو تخت پر بٹھلایا	تمام سپاہ پر اس کو ترجیح دی اور اپنا فرزند لقب دیا
طول و عرض و وصف قصہ تو بتو	در کلام آں بزرگ دیں بجو
قصہ کا طول و عرض اور حال مفصل	اس بزرگ دین کے کلام میں تلاش کر
حاصل آں کودک براں تخت نضار	شستہ پہلوئے قباذ شہر یار
حاصل یہ کہ وہ لڑکا اس تخت زرین پر	بادشاہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا
گریہ کردے اشک میراندے بسوز	گفت شاہ اورا کہ اے پیروز روز
رونے لگا آنسو بہانے لگا سوز کے ساتھ	بادشاہ نے اس سے کہا کہ اے نیک بخت
از چہ گرئی دولت شد ناگوار	فوق افلاکی قرین شہر یار
تو کس سبب سے روتا ہے دولت تجھ کو ناگوار ہوئی	بالائی افلاک ہے بادشاہ کا قرین
تو بریں تخت و وزیران و سپاہ	پیش تخت صف زدہ چوں نجم و ماہ
تو اس تخت پر ہے اور وزراء اور لشکر	تیرے تخت کے روبرو صف باندھے ہوئے ہیں آفتاب و ماہتاب کی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت کودک گریہ ام زانست زار	کہ مرا مادر دراں شہر و دیار
لڑکے نے کہا کہ میرا گریہ زار زار اس سبب سے ہے	کہ میری ماں مجھ کو اس شہر اور گھر میں
از توام تہدید کردے ہر زماں	بینمت در دست محمود ارسلاں
آپ سے ڈرایا کرتی ہر وقت	میں تجھ کو محمود کے ہاتھ میں جو کہ شیر ہے دیکھوں
پس پدر مر مادرم را در جواب	جنگ کردے کاینچہ خشم ست وعتاب
پس باپ میری ماں سے جواب میں	لڑا کرتا کہ یہ کیا غصہ اور عتاب ہے
می نیابی ہیچ نفرین دگر	زیں چنیں نفرین مہلک سہل تر
کیا تو اور کوئی بددعا نہیں پاتی	جو اس بددعاے مہلک سے خفیف ہو
سخت بیرحمی و بس سنگین دلی	کہ بصد شمشیر او را قاتلی
تو سخت بے رحم اور بہت ہی سنگدل ہے	کہ سینکڑوں تلواروں سے تو اس کو قتل کرتی ہے
من ز گفت ہر دو حیراں گشتمے	در دل افتادے مرا بیم و غمے
میں دونوں کی گفتگو سے حیران ہوا کرتا	میرے دل میں خوف اور غم واقع ہوا کرتا
تا چہ دوزخ خوست محمود اے عجب	کہ مثل گشت ست در ویل و کرب
کہ کیسا کچھ دوزخ خصال ہے محمود اے عجب	کہ سختی اور کرب میں ضرب المثل ہو گیا ہے
من ہمی لرزیدمے از بیم تو	غافل از اکرام و از تعظیم تو
میں آپ کے خوف سے تھرایا کرتا تھا	آپ کے اکرام اور تعظیم سے غافل تھا
مادرم کوتا بہ بیند ایں زماں	مر مرا بر تخت اے شاہ جہاں
میری ماں کہاں ہے تاکہ وہ اس وقت	مجھ کو تخت پر دیکھے اے شاہ جہان
یا پدر کوتا مرا بیند چنیں	خوش نشستہ پہلوے سلطان دیں
یا باپ کہاں ہے کہ مجھ کو اس طرح دیکھے	خوش بیٹھا ہوا سلطان دین کے پہلو میں

حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے (اور) ذکر سلطان غازی محمود کا نظم کیا ہے (معلوم نہیں کس کتاب میں ہوگا اگر کسی کتاب نثر میں ہے تو سفتہ کا ترجمہ نظم اصطلاحی سے نہ سمجھا جاوے نظم لغوی پر محمول کیا جاوے وہ قصہ یہ ہے) کہ غزوۂ ہند سے اس سردار کی چیشی میں ان کی غنیمت میں ایک غلام واقع ہوا (اور کسی وجہ سے سلطان کو وہ پسند آیا) پس (سلطان نے) اس کو (اپنا) نائب بنایا اور اس کو تخت پر بٹھلایا (اور) تمام سپاہ پر اس کو ترجیح دی اور اپنا فرزند لقب دیا (اور اس) قصہ کا

www.besturdubooks.wordpress.com

طول اور عرض اور حال مفصل اس بزرگ دین کے کلام میں تلاش کر (میں صرف حاصل بیان کرتا ہوں سو) حاصل یہ (ہے) کہ وہ لڑکا اس تخت زرین پر بادشاہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا رونے لگا (اور) آنسو بہانے لگا سوز (و درد) کے ساتھ (نضار زرو شستہ مخفف نشستہ اور زرین کہنے سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ وہ تخت سونے کا تھا تو سلطان محمود نے کہ ایک دیندار بادشاہ تھا اس پر بیٹھنا یا بٹھلانا کیسے جائز رکھا زرین کا صدق اس طرح پر بھی ممکن ہے کہ اس میں کہیں کہیں سونے کا کام ایسے موقع پر ہو کہ بیٹھنے میں وہ بدن سے الگ رہے یا اس پر سونے کا جھول ہو تو اس کا حکم جرم کا سا نہیں ہے۔ اس کو روتا ہوا دیکھ کر) بادشاہ نے اس سے (تعجب کے ساتھ) کہا کہ اے نیک بخت تو کس سبب سے روتا ہے (کیا) دولت تجھ کو ناگوار ہوئی (یہ تو دیکھ کہ) تو (باعتبار رتبہ کے اس وقت) بالائے افلاک ہے بادشاہ کا قرین (اور) تو تخت پر (بیٹھا) ہے اور وزراء اور لشکر تیرے تخت کے روبرو صف باندھے ہوئے ہیں (جو کہ آب وتاب میں) آفتاب و ماہتاب کی طرح (ہیں اور اس ترجمہ پر چوں مہر و ماہ صفت وزیران و سپاہ کی ہے اور ایک نسخہ چون نجم و ماہ ہے تو اس نسخہ پر دوسری ترکیب زیادہ مناسب ہے کہ صف زدگی میں تشبیہ ہو اور نسخہ اولی پر یہ ترکیب نہیں ہو سکتی کیونکہ مہر و ماہ کا اجتماع بصفت نورانیت نہیں ہوتا اور نجم و ماہ کا ہو سکتا ہے) لڑکے نے کہا کہ (میں ناگواری دولت سے نہیں روتا بلکہ یہ) میرا گریہ زار زار اس سبب سے ہے کہ (مجھ کو ایک بات یاد آ گئی وہ بات یہ ہے کہ جب میں اپنے وطن میں اور گھر میں تھا اور کوئی شوخی کیا کرتا تو) میری ماں مجھ کو اس شہر اور گھر میں آپ (کے نام) سے ڈرایا کرتی ہر وقت (اور یوں کہتی کہ) میں تجھ کو (خدا کرے) محمود کے ہاتھ میں جو کہ شیر ہے دیکھوں (جیسے بچوں کو ڈراتے ہیں کہ دیکھ تجھ کو ہوا لے جاوے گا چونکہ محمود نے ہندوستان پر متعدد حملے کئے اور کامیابی ہوتی رہی اس لئے کفار ہند میں اس کا رعب بیٹھ گیا تھا اور اس کو خوفناک چیز سمجھتے تھے) پس (میرا) باپ میری ماں سے (اس تہدید کے) جواب میں لڑا کرتا کہ یہ کیا (واہیات) غصہ اور عتاب ہے (کہ محمود کے نام سے ڈراتی ہے) کیا تو اور کوئی بددعا نہیں پاتی جو اس بددعائے مہلک سے خفیف ہو (نفرین دعائے بد از بزبان کنداتی الغیاث) تو سخت بے رحم اور بہت ہی سنگدل ہے کہ (ایسی بددعا دیتی ہے کہ گویا) سینکڑوں تلواروں سے تو اس کو قتل کرتی ہے میں دونوں کی گفتگو سے حیران ہوا کرتا (اور) میرے دل میں خوف اور غم واقع ہوا کرتا کہ کیسا کچھ دوزخ خصال ہے محمود اے عجب کہ سختی اور کرب میں ضرب المثل ہو گیا ہے (کہ ماں بھی اس کو ایسا ظالم سمجھتی ہے کہ اس سے ڈراتی ہے اور باپ بھی ایسا ظالم سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں میرے پڑ جانے کو تمام بددعاؤں کے اثر سے سخت تر جانتا ہے اس لئے) میں آپ کے خوف سے تھرایا کرتا تھا (اور) آپ کی (اس) اکرام اور تعظیم سے غافل تھا (پس اس وقت اپنے ماں باپ کو اور ان کی باتوں کو یاد کر کے روتا ہوں کہ ہائے) میری ماں کہاں ہے تا کہ وہ اس وقت مجھ کو تخت پر دیکھے اے شاہ جہان یا (میرا) باپ کہاں ہے کہ مجھ کو اس طرح دیکھے خوش بیٹھا ہوا سلطان دین کے پہلو میں (آگے انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف)

فقر آں محمود تست اے بے سعت	طبع از و دائم ہمی ترساندت
فقر تیرا وہ محمود ہے اے کم ہمت	طبیعت اس سے ہمیشہ تجھ کو ڈراتی ہے
گر بدانی رحم ایں محمود راد	خوش بگوئی عاقبت محمود باد
اگر تو اس محمود سخی کے رحم کو معلوم کرے	تو یوں کہنے لگے کہ عاقبت محمود ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

فقر آں محمود تست اے نیم دل	کم شنوزیں مادر طبع مضل
فقر تیرا وہ محمود ہے اے ضعیف القلب	تو اس مادر طبیعت کی جو کہ غلط انداز ہے بات کم سن
چوں شکار فقر گردی تو یقیں	ہمچوں کودک اشک باری یوم دیں
جب تو فقر کے قبضہ میں ہو جائے گا تو یقینا	پاداش کے دن میں کودک کی طرح اشکباری کرے گا
گرچہ اندر پرورش تن مادرست	لیک از صد دشمنت دشمن ترست
اگرچہ پرورش کے اعتبار سے یہ تن ماں ہے	لیکن سو دشمن سے بھی زیادہ تیرا دشمن ہے
تن چو شد بیمار دار وجوت کرد	ورقوی شد مرترا طاغوت کرد
تن اگر مریض ہو گیا تب تو تجھ کو طالب وارد کر دیا	اور اگر قوی ہو گیا تو تجھ کو اس نے شیطان بنا دیا

(انتقال ہے قصہ سے مضمون سابق از قصہ کی طرف کہ تو جو ظاہری نیستی سے جو کہ واقع میں انجام کے اعتبار سے ہستی ہے بھاگتا ہے یہ توحش ایسا ہے جس طرح یہ غلام محمود سے ڈرتا تھا اور سبب عادی اس توحش کا غلبہ مقتضیات طبع ہے جیسا کہ ان اشعار سے اوپر شعر از چہ نام برگ رانخ کے مصرعہ ثانیہ کی تمہید میں بھی ذکر کیا گیا ہے اور سبب حقیقی خود اس مصرعہ میں مذکور ہوا ہے اور اس طبیعت کا سبب توحش ہونا ایسا ہے جیسا اس غلام کے لئے اس کی ماں کا سبب توحش ہونا پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) فقر (جو ظاہر میں ناداری و نیستی اور باعتبار ثمرات کے عین دولت اور ہستی ہے تو یہ فقر) تیرا وہ محمود ہے (جس کا قصہ مذکور ہوا یعنی مشابہ محمود کے ہے) اے کم ہمت (فالسحۃ بمعنے الطاقۃ والتمہ اور) طبیعت اس سے ہمیشہ تجھ کو ڈراتی ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ فقر میں بہت سے مرغوبات طبیعت فوت ہوتے ہیں اس لئے فقر اس کو ناگوار ہے لیکن) اگر تو اس محمود سخی کے رحم کو معلوم کرے تو (اس وقت) یوں کہنے لگے کہ عاقبت (ہماری) محمود ہو (اس کے معنی مدلول تو یہ ہیں کہ فقر جو مشابہ محمود کے ہے اگر اس کے ثمرات مآلیہ معلوم ہوں تو اس پر نظر کر کے دعا طلب کرے کہ ہمارا مآل اچھا ہو یعنی اس کے وہ ثمرات ہم کو نصیب ہو جاویں جیسا وہ غلام محمود کے ملنے سے خوش تھا اور اس دعا میں لفظ محمود لانے سے اشارہ محمود کے نام کی طرف بھی کیا گیا ہے۔ پس بلسان اشارت اس کے یہ معنے ہوں گے کہ انجام کار ہم کو یہ محمود نصیب ہو غرض جب تجھ کو معلوم ہو گیا کہ) فقر تیرا وہ محمود ہے اے ضعیف القلب (تو) تو اس مادر طبیعت کی جو کہ غلط انداز ہے بات کم سن (یعنی مت سن کیونکہ تو اب تو اس فقر سے ڈرتا ہے لیکن) جب تو فقر کے قبضہ میں ہو جائیگا تو یقیناً (اس کی) پاداش (یعنی ثمرات) کے دن میں (اس) غلام کی طرح اشکباری کرے گا (اس افسوس سے کہ میں بڑی غلطی میں ڈالا گیا تھا اس کے ثمرات تو بہت اچھے ہیں اور یوم دین سے مراد یہاں یوم قیامت نہیں ورنہ شکار فقر گردی کے معنے قصہ کے مطابق نہ ہوں گے کیونکہ مطابقت تو اس وقت ہوگی کہ جب مبتلائے فقر ہو اور مبتلائے فقر ہو کر اس کے منافع کا مشاہدہ کرے سو یہ آخرت میں نہ ہوگا کیونکہ اگر وہاں کوئی مبتلائے فقر مانا جاوے تو وہ وقت اس کے منافع حاصل ہونے کا نہیں بلکہ مراد اسی عمر کا وہ وقت ہے جب حق تعالیٰ فقر کے برکات کا مشاہدہ کرادے اس وقت اپنی گذشتہ غلطی پر تاسف ہوگا اور چونکہ اوپر طبیعت کو بمنزلہ اس لڑکے کی غلط انداز ماں کے قرار دیا ہے اس اعتبار سے آگے اس کا دشمن ہونا بتلاتے ہیں یعنی) اگرچہ پرورش کے اعتبار سے یہ تن (جس کو اوپر طبیعت سے تعبیر کیا گیا ہے) گویا ماں ہے لیکن (باعتبار نا حقیقت شناسی کے) سو دشمن سے بھی زیادہ تیرا دشمن ہے (چونکہ مرجع

www.besturdubooks.wordpress.com

اقتضائے طبع کا اقتضائے قویٰ جسمانیہ ہی کی طرف ہے اس لئے طبیعت کو یہاں تن سے تعبیر فرمادیا اور پرورش کا مضاف الیہ اور مفعول نفس ہے بمعنی مطلق حقیقت شخصیہ بلا اعتبار آمر بالسوء ہونے کے اور چونکہ قضاء بعض شہوات جسمانیہ سے نفس کو بھی قوت پہنچتی ہے اور تن کے جوع وعطش سے نفس بھی اپنے بعض افاعیل سے معطل ہو جاتا ہے اس لئے طبیعت کو مربی نفس کا قرار دیا گیا اور جسم کا مددگار روح اور روح کا مددگار جسم ہونا مسلم اور ظاہر بھی ہے حاصل یہ کہ اگرچہ طبع اور جسم سے روح اور نفس کو کچھ قوت بھی پہنچتی ہے لیکن بعض احوال میں اس سے ضرر بھی پہنچتا ہے۔ آگے بیان ہے دشمنی کا کہ) تن اگر مریض ہو گیا تب تو تجھ کو (یعنی نفس کو کہ حقیقت مخاطب کی نفس ہی ہے) طالب دارو کر دیا (اور فکر وغم میں ڈال دیا اور بعض اوقات یہ فکر درجہ ضرر دینی تک پہنچ جاتا ہے تو اس حالت میں یہ دشمنی ہوئی) اور اگر تن (صحیح ہو کر) قوی ہو گیا تو تجھ کو (یعنی نفس کو) اس نے شیطان بنا دیا (یعنی بعض احوال میں چنانچہ ظاہر ہے غرض ایسا دشمن ہے کہ علالت اور صحت دونوں حال میں گاہ گاہ ضرر پہنچاتا ہے اس لئے اور نصیحت کی گئی ہے کہ کم شنوزین مادر طبع مفضل)۔

چوں زرہ داں این تن پر حیف را	نے شتارا شاید و نے صیف را
مثل زرہ کے جان اس تن پر ظلم کو	نہ وہ جاڑے کے لائق ہے اور نہ گرمی کے
یار بد نیکوست بہر صبر را	کہ کشاید صبر کردن صدر را
قرین بد صبر کے لئے اچھا ہے	کیونکہ صبر کرنا سینہ کو کھولتا ہے
صبر مہ باشب منور داردش	صبر گل باخار اذفر داردش
چاند کا صبر شب کے ساتھ اس کو منور رکھتا ہے	صبر گل کا خار کے ساتھ اس کو تیز خوشبو والا کر دیتا ہے
صبر شیر اندر میان فرث وخوں	کرد او را ناعش ابن اللبون
دودھ کے صبر کرنے نے درمیان گوبر اور خون کے	اس کو شیر خوار بچہ کا زندگی بخش بنا دیا
صبر جملہ انبیا بامنکراں	کردشاں خاص حق وصاحبقراں
تمام انبیاء علیہم السلام کے صبر نے منکروں کے ساتھ	ان کو حق تعالیٰ کا خاص اور عالی مرتبہ بنا دیا
ہر کہ را بینی[1] یکے جامہ درست	دانکہ او آں را بصبر وکسب جست
تو جس کو درست لباس دیکھے	جان لے کہ اس نے اس کو صبر اور کسب سے طلب کیا ہے
ہر کرا بینی برہنہ و بینوا	ہست بر بے صبری او آں گوا
جس کو تو برہنہ اور بے سامان دیکھے	تو وہ اس کی بے صبری پر شاہد ہے
ہر کہ مستوحش بود پر غصہ جاں	کردہ باشد بادغائی اقتراں
جو شخص متوحش ہو اور جان غم آلودہ ہو	اس نے کسی دغا باز کے ساتھ اقتران کیا ہوگا

[1] چوں قولہ ہر کرا بینی یکے اس کی اصل یوں تھی۔ ہر یکے را کہ بینی۔ مگر ضرورت شعر سے ترتیب بدل گئی فافہم ۱۲ام

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ مستوحش بود پر غصہ جاں	کردہ باشد بادغائی اقتراں
جو شخص متوحش ہو اور جان غم آلودہ ہو	اس نے کسی دغا باز کے ساتھ اقتران کیا ہوگا
صبر اگر کردے زالف آں بیوفا	از فراق او نخوردے ایں قفا
اگر وہ بے وفا اس دوست سے صبر کرتا	تو اس کے فراق سے یہ چپت نہ کھاتا
خوی باحق ساختے چوں انگبیں	بالبن کہ[1] لااحب الآفلین
وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ موافقت کرتا جیسا شہد	دودھ کے ساتھ کہ میں غائب ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا
لاجرم تنہا نماندے ہمچناں	کاتشے ماندہ براہ از کارواں
لامحالہ تنہا نہ رہتا جس طرح	کہ آگ راہ میں قافلہ سے رہ گئی[2]
چوں ز بے صبری قرین غیر شد	در فراقش پر غم و بے خیر شد
جب کہ یہ بے صبری سے غیر کا قرین ہو گیا	اس کے فراق میں پرغم ہے[3] اور بے خیر ہو گیا

(اور تن کا نفس کے لئے غیر نافع ہونا جو کہ فرمایا تھا آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں جس سے اس مضمون کی تقویت ہوتی ہے اور اس کے بعد کا شعر بطور دفع دخل کے ہے کہ گو یہ تن قرین سوء ہے لیکن قرین سوء بھی احیاناً بالعرض موجب نفع ہو جاتا ہے اور اس مضمون کی طرف من وجہ مثال مذکور میں بھی اشارہ ہو سکتا ہے چنانچہ آگے سب کی تقریر آتی ہے پس فرماتے ہیں کہ) مثل زرہ (آہنی) کے جان اس تن پر ظلم کو (پر حیف اسی مضرت کے اعتبار سے کہا جو اس سے روح و نفس کو پہنچتی ہے آگے وجہ تشبیہ ہے کہ) نہ وہ جاڑے کے لائق ہے اور نہ گرمی کے (اور ظاہر یہی ہے کہ اس سے نہ سردی دفع ہو سکتی ہے نہ گرمی اسی طرح تن غیر نافع ہے اور اسی مثال میں غور کرنے سے دوسری وجہ شبہ کے لحاظ سے دوسرا مضمون بھی جو آئندہ شعر میں بطور دفع دخل کے مذکور ہوگا مفہوم ہو گیا اس طرح سے کہ زرہ اگرچہ دفع حر و برد کے کام کی تو نہیں مگر ناکارہ بھی نہیں بلکہ محاربات اعداء میں خوب کام دیتی ہے اسی طرح تن بھی ہے کہ دو طرح سے نافع بھی ہے ایک کا تو اوپر ذکر آ چکا تھا اس شعر میں گرچہ اندر پرورش تن مادر ست یعنی وہ معین ہے نفس کا صدور بعض افاعیل میں اور ایک کا ذکر مابعد کے شعر میں ہے جس کا حاصل یہ ہوگا

---

[1] کاف (کہ) کے پہلے ولکنے محذوف ہے جس کا ترجمہ ہے اور کہتا پس کاف کے پہلے اس ترجمہ کو ملا کر ترجمہ کر لو ۱۲ محمد انعام اللہ

[2] رہ گئی ترجمہ ہے ماندہ کا جو اردو محاورہ کے موافق آخر میں اور مونث لکھا گیا ۱۲ محمد انعام اللہ غفرلہ اللہ

[3] لفظ یہ ترجمہ ہے اس ضمیر غائب کا جو لفظ شد میں پوشیدہ ہے اور اگرچہ بجائے یہ کے وہ ہونا چاہئے تھا لیکن اردو محاورہ کے موافق یہ لکھا گیا کیونکہ قریب ہے ذکر میں فافہم ۱۲ محمد انعام اللہ جب وہ بے صبری سے قرین غیر اور اس کے فراق میں پرشکم ہو گیا تو اس کا بے خیر ہونا یعنی محروم عن الخیر ہونا ظاہر ہے فافہم ۱۲ محمد انعام اللہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ اگر مشتہیات طبعیہ ومقتضیات جسمیہ نہ ہوتے تو نفس کو مجاہدہ کی فضیلت حاصل نہ ہوتی پس یہ تن مثل زرہ کے محاربہ شیطان میں نافع ہوا اسی کو بطور دفع دخل کے فرماتے ہیں کہ تن کو اگرچہ قرین بد اور مضر کہا گیا ہے لیکن یہ حکم کلی نہیں کبھی بالعرض نافع بھی ہو جاتا ہے چنانچہ) قرین بد صبر کے لئے اچھا ہے کیونکہ صبر کرنا سینہ کو کھولتا ہے (یعنی مرتبہ شرح صدر کا صبر سے عنایت ہوتا ہے جس سے قلب میں قابلیت معارف علمیہ وواردات حالیہ کی پیدا ہوتی ہے تو صبر ایسی فضیلت کی چیز ہوئی اور اس فضیلت کا سبب بالعرض وہی جسم اور طبع ہے کہ وہ سبب میلان الی المعاصی کا ہوا اور نفس نے اس کے ساتھ منازعت کی اور اس کی مدافعت کی جس کا نام صبر ہے پس اس طرح سے وہ قرین بد نافع ہو گیا آگے آخر اشعار تک صبر بجمیع اقسامہ کے فضائل ومنافع اور بے صبری کے مضار بیان فرماتے ہیں اور گو ان میں سے بعض اقسام از قبیل صبر بمعنی محاربۃ الشیطان ومنازعۃ الہوی نہیں ہیں مثلاً ہر کرا بینی یکے جامہ درست الخ لیکن مقصود مطلق صبر کے فضائل بیان کرنا ہے تا کہ صبر مبحوث عنہ کی فضیلت کی تقویت ہو جاوے پس ارشاد ہے کہ دیکھو) چاند کا صبر کرنا شب کے ساتھ (کہ نورانی ہو کر شب ظلمانی سے نہ گھبرانا) اس کو نور رکھتا ہے (اسی طرح) صبر گل کا خار کے ساتھ اس کو تیز خوشبو والا کر دیتا ہے (از فرتیز بو کذا فی الغیاث اسی طرح) دودھ کے صبر کرنے نے درمیان گوبر اور خون کے اس کو شیر خوار بچہ کا زندگی بخش بنا دیا (یہ قسم صبر کی تکوینی واضطراری ہے یعنی لبث ومکث بلا اختیار جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شے کا ایک حالت پر چندے رہنا سبب ہو گیا اس میں بعض کمالات کے حدوث یا ظہور کا چنانچہ اگر چاند کا شب میں طلوع نہ ہو تو اس کا نور ظاہر نہ ہو اور شاخ گل میں کہ بلزوم عادی خار دار ہے اگر گل شگفتہ نہ ہو تو اس میں خوشبو نہ ہو کیونکہ قبل شگفتگی کے خوشبو نہیں ہوتی یا کم ہوتی ہے اسی طرح اگر مادہ مستعدہ للبن کو مادۂ مستعد للدم ومادہ مستعدہ للفرث کے ساتھ قرار نہ ہو تو وہ لبن نہ بنے کیونکہ یہ سب مواد قبل تحلیل وتفصیل مادۂ واحدہ علف منہضم فی المعدہ ہوتا ہے اسی میں سے ایک جزو لبن ہوتا ہے اگر مادۂ قابلہ للبن وہاں ہی سے جدا ہو جاوے تو ثدی وضرع تک پہنچنے ہی کی نوبت نہ آوے پھر لبن کیسے بنے اور عجب نہیں کہ صبر اضطراری کے امثلہ لانے میں اشارہ اس طرف ہو کہ مجاہدہ اضطراریہ بھی نفع سے خالی نہیں بشرط قصد انتفاع چنانچہ مصائب میں اپنی شکستگی وافتقار کا اور حق تعالیٰ کی قدرت ومالک الامر ہونے کا خوب ظہور ہو جاتا ہے اور اخلاق کی اصلاح بھی آسان ہوتی ہے اسی طرح) تمام انبیاء علیہم السلام کے صبر نے منکروں کے ساتھ ان کو حق تعالیٰ کا خاص اور عالی مرتبہ بنا دیا (یہ قسم صبر کی اختیاری اور صبر علی المکارہ بمعنے الایذاء والمصائب ہے اور ایک صبر علی المکارہ بمعنے علی الطاعۃ ہے وہ بھی اسی سے مفہوم ہو گیا کیونکہ اس ایذا پر بھی انہوں نے طاعات تبلیغ وغیرہ کو نہیں چھوڑا اور صبر جیسا منافع دینیہ کا مثمر ہے منافع دنیویہ کا بھی ذریعہ ہے اسی طرح بے صبری مضار دینیہ کی طرح مضار دنیویہ کا بھی سبب ہے پس) تو جس کو درست لباس دیکھے (حسب عادت غالبہ) جان لے کہ اس نے اس (لباس) کو صبر اور کسب سے طلب کیا ہے (یعنی مجموعہ صبر وکسب سے پس معطوف بطور قید معطوف علیہ کے ہے یعنی صبر علی الکسب اور بخلاف اس کے) جس کو تو برہنہ اور بے سامان دیکھے تو وہ (اس کی بے نوائی) اس کی بے صبری (کے ارتکاب) پر شاہد ہے (کہ اس نے صبر علی الکسب نہیں کیا اس لئے کچھ اس کے ہاتھ نہیں آیا اور یہ قسم صبر کی علی النافع الدنیوی ہے گو بعض اوقات نافع دینی میں بھی وہ معین ہو سکتا ہے اور اس کو صبر علی اسباب الطاعات کہا جاوے گا اور ممکن ہے کہ یہ فضیلت اسی اعتبار سے بیان کرنا مقصود ہو اور ممکن ہے کہ مقصود اس سے مطلق صبر کا نافع ہونا بیان کرنا ہو جیسا شعر صبر مہ با شب کی تمہید میں مذکور ہوا اسی طرح) جو شخص متوحش (معلوم) ہو (اور اس کی) جان غم (سے) آلودہ ہو (اس کی وجہ بھی ایک بے صبری ہی ہے اور وہ بے صبری یہ ہے کہ) اس نے (خدائے تعالیٰ کی محبت اور تعلق پر صبر نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کرکے) کسی دغاباز (غیر حق) کے ساتھ اقتران اور تعلق پیدا) کیا ہوگا (اور اس نے اس شخص سے مفارقت اختیار کرلی ہوگی اس سبب سے اس رنج میں مبتلا ہوا اور) اگر وہ بے وفا اس (دغاباز) دوست سے صبر کرتا (یعنی باوجود میلان کے اس سے تعلق پیدا نہ کرتا) تو (آج) اس کے فراق سے یہ چپت (کا صدمہ) نہ کھاتا (کیونکہ غم تو صرف محبوب کی مفارقت سے ہوتا ہے جب وہ شخص محبوب نہ ہوتا تو اس کے فراق سے غم بھی نہ ہوتا اور الف بمعنی دوست کذافی المنتخب سے مراد وہ دغائی اور آن بے وفا سے مراد جس نے اس دغائی سے تعلق پیدا کیا بے وفا اس لئے کہا کہ اس نے حق تعالیٰ سے بے وفائی کی کہ اس کے غیر سے تعلق کیا اور الف بمعنی دوستی بھی آتا ہے کذافی المنتخب لیکن یہاں معنے اول ہی مناسب ہیں تا کہ مصرعہ ثانیہ میں جو لفظ او واقع ہے اس کا مرجع لفظ مذکور ہے اور ان دو شعروں میں جو بے صبری کی یہ خاص تفسیر کی گئی اس کی دلیل صریح آئندہ اشعار ہیں یعنی اس غیر سے تعلق کرکے غم میں نہ پڑتا بلکہ) وہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ موافقت کرتا جیسا شہد دودھ کے ساتھ (موافقت کرتا ہے کہ پھر جدا نہیں ہوتا اس میں اشارہ ہے کہ تعلق سے مراد نسبت دائمہ مع اللہ ہے اور غیر حق سے یہ کہہ کر قطع تعلق کرلیتا ہے) کہ میں غائب (اور فانی) ہونے والوں کو (اس میں سب غیر حق آگئے) دوست نہیں رکھتا (اور جب ایسا کرتا تو) لامحالہ (کسی حال میں) تنہا نہ رہتا جس طرح کہ آگ راہ میں قافلہ سے (جدا ہوکر تنہا) رہ گئی (کیونکہ قافلہ آگ کو منزل پر چھوڑ کر چل دیتا ہے اور تنہا نہ رہنا اس شخص کا ظاہر ہے کیونکہ اس صورت میں اس کو معیت خاصہ دائمہ حق کی نصیب ہوتی پھر تنہائی کہاں جیسا اقتران دغائی میں اس کے فراق کے بعد یہ تنہا رہ گیا جیسا فرماتے ہیں کہ) جب یہ بے صبری سے (یعنی صبر مع الحق ترک کرکے) غیر (حق) کا قرین ہوگیا (تو) اس کے فراق میں پرغم اور بے خیر ہوگیا (پس ان اشعار میں تصریح ہوگئی کہ اوپر کے اشعار کی وہی تفسیر ہے جو وہاں اختیار کی گئی اور یہ قسم صبر کی صبر مع الحق و صبر عن غیر الحق ہے جس کے مقابل بے صبری کو مذموم فرمایا ہے اور صبر عن غیر الحق میں صبر عن جمیع المعاصی داخل ہوگیا۔

فائدہ:۔ پس جمیع اقسام صبر کے جو یہاں مذکور ہیں یہ ہوئے نمبر ۱ صبر علی المجاہدۃ الاضطراریہ نمبر ۲ صبر علی المصائب نمبر ۳ صبر علی الطاعات نمبر ۴ صبر علی اسباب الطاعات نمبر ۵ صبر مع اللہ نمبر ۶ صبر عن غیر الحق نمبر ۷ صبر عن المعاصی اور ان سے کوئی قسم خارج نہیں رہی سبحان اللہ مولانا کا کیسا جامع بیان ہے اور جاننا چاہئے کہ جو تعلق مخلوق کے ساتھ للحق ہو وہ تعلق مع الحق میں داخل ہے تعلق مع غیر الحق نہیں ہے پس غیر مقابل عین کا نہیں بلکہ مقابل ملابس کا ہے خوب سمجھ لو۔ واللہ اعلم۔

صحبت چوں ہست زر دہ دہی	پیش خائن چوں امانت می نہی
تیری صحبت جب زر خالص ہے	خائن کے پاس کیوں امانت رکھتا ہے
خوی با او کن کامانتہائے تو	ایمن آید از افول و از عتو
تعلق اس کے ساتھ کر کہ تیری امانتیں	مامون ہو جاویں غائب ہو جانے سے اور تعدی سے
خوی باو کن کہ خورا آفرید	خویہائی انبیا را پرورید
اس کے ساتھ تعلق کر جس نے اخلاص کو پیدا کیا	انبیاء علیہم السلام کے اخلاق کی تربیت فرمائی
برۂ بدہی رمہ بازت دہد	پرورندہ ہر صفت خود رب بود
تو ایک بکری کا بچہ دیتا ہے وہ تجھ کو ایک گلہ واپس دیتا ہے	ہر صفت کا مربی خود رب ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

برہ پیش گرگ امانت می نہی	گرگ و یوسفؑ را مفرما ہمرہی
تو بکری کا بچہ بھیڑیے کے پاس امانت رکھتا ہے	تو گرگ اور یوسف کی ہمراہی کا مت حکم دے
گرگ اگر باتو نماید روبہی	ہیں مکن باور کہ ناید زو بہی
اگر بھیڑیا تیرے ساتھ روبہی ظاہر کرے	تو خبردار یقین مت کرنا اس لئے کہ اس سے بہبودی نہ ہوگی
جاہل اربا تو نماید ہمدلی	عاقبت زخمت زند از جاہلی
اگر جاہل تیرے ساتھ ہمدلی ظاہر کرے	انجام کار تجھ کو صدمہ پہنچادے گا جہالت کے سبب سے
او دوآلت دارد و خنثی بود	فعل ہر دو بے گماں پیدا شود
وہ دو آلے رکھتا ہے اور خنثیٰ ہوتا ہے	دونوں کا فعل بلاشبہ ظاہر ہوتا ہے
او ذکر را از زناں پنہاں کند	تا کہ خود را خواہر ایشاں کند
وہ ذکر کو عورتوں سے پوشیدہ کر لیتا ہے	تاکہ اپنے کو ان کی خواہر بنا دے
شلہ از مرداں بکف پنہاں کند	تا کہ خود را جنس آں مرداں کند
فرج کو مردوں سے ہاتھ کے ذریعہ سے پوشیدہ کر لیتا ہے	تاکہ اپنے کو ان مردوں کا ہم جنس بنا دے
گفت یزداں زاں کس مکتوم او	شلۂ سازیم برخرطوم او
حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی فرج مکتوم کی	ایک علامت اس کی ناک پر لگا دیں گے
تا کہ بینایان مازاں دو دلال	در نیایند از فن او در جوال
تاکہ ہمارے اہل بصیرت ان دونوں ناز سے	یعنی اس کے فن سے دھوکے میں نہ پڑ جاویں
حاصل آں کز ہر زکر ناید نری	ہیں ز جاہل ترس گردانشوری
حاصل یہ ہے: ہر مرد سے مردانگی صادر نہیں ہوتی	خبردار جاہل سے حذر رکھ اگر تو دانشمند ہے
دوستی جاہل شیریں سخن	کم شنوکاں ہست چوں سم کہن
دوستی جاہل شیریں سخن	کم شنوکاں ہست چون سم کہن
جان مادرؔ چشم روشن گویدت	جز غم و حسرت ازاں نفزویدت
تجھ کو جان مادر چشم روشن کہتا ہے	بجز غم اور حسرت کے اس سے تیری کوئی چیز نہ بڑھے گی
مر پدر را گوید آں مادر جہار	کہ زمکتب بچہ ام شد وبس نزار
باپ سے کہا کرتی ہے وہ مادر علانیہ	کہ مکتب سے میرا بچہ بالکل لاغر ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

از زن دیگر گرش آوردۂ[1]	بروے ایں جور و جفا کم کردۂ
اگر تو اس کو دوسری عورت سے حاصل کرتا	تو اس پر تو یہ جور و جفا نہ کرتا
از جز[2] از تو گر بدے ایں بچہ ام	ایں فشار آں زن بگفتے[3] نیز ہم
اگر تیرے سوا اور کسی سے میرا یہ بچہ ہوتا	تو یہی بیہودہ بات وہ عورت بھی کہتی
ہیں بجہ زیں مادر و تیبای او	سیلیے بابا بہ از حلوائے[4] او
خبردار تو اس ماں سے اور اس کے افسوں سے دور بھاگ	باپ کی چپت اس کے حلوے سے اچھی ہے
ہست مادر نفس و بابا عقل راد	اولش تنگی و آخر صد گشاد
نفس ماں ہے اور عقل دانا باپ ہے	کہ اس کا ابتدا تنگی ہے اور انتہا صدہا کشائش

(اوپر مضمون فضل صبر کی تائید میں تعلق مع الحق کی منفعت اور تعلق مع غیر الحق بالتفسیر المذکور فی خاتمۃ المضمون السابق کی مضرت مذکور ہوئی تھی ان اشعار میں بھی تعلق اول کی ترغیب اور تعلق ثانی سے ترہیب ہے یعنی) تیری صحبت (اور معیت) جب زر خالص (کی طرح ایک عزیز چیز) ہے (تو اس کو) خائن کے پاس کیوں امانت رکھتا ہے (مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اختیار دیا ہے کہ اپنے تعلق کو وہ حق تعالیٰ کی طرف منصرف کر کے اس سے منتفع ہو سکتا ہے صحبت سے مراد یہی تعلق ہے اور اسی انصراف و انتفاع کے اعتبار سے اس کو زر خالص سے تشبیہ دی ہے کہ زر خالص سے جس طرح اچھی سے اچھی چیز خرید سکتا ہے اسی طرح اس صحبت و تعلق سے بواسطہ انصراف کے حق تعالیٰ کے قرب کو، جس سے اچھی کوئی چیز نہیں حاصل کر سکتا ہے جب وہ اس اعتبار سے زر خالص کے مشابہ ہے تو زر خالص کو کوئی عاقل خائن کے پاس امانت نہیں رکھتا امین کے پاس رکھتا ہے پس تو بھی اپنے اس تعلق کو مخلوق کی طرف منصرف مت کر کہ وہ ایسا ہے جیسا خائن کے پاس کوئی امانت رکھ دے کیونکہ اس صورت میں اس تعلق کا کوئی ثمرہ نہیں پس وہ تعلق ہی گویا ضائع ہوا بلکہ حق تعالیٰ کی طرف منصرف کر کہ وہ ایسا ہے جیسا امین کے پاس امانت رکھے چنانچہ آگے فرماتے ہیں کہ) تعلق اس کے ساتھ (پیدا) کر کہ (جس کے پاس یہ امانت بایں معنی تعلقات رکھنے سے) تیری امانتیں مامون ہو جاویں غائب (اور مفقود) ہو جانے سے اور تعدی (اور جحود) سے (امانت میں دو ہی طرح کا ضرر ہوتا ہے یا گم ہو جاوے یا امین براہ سرکشی ادا نہ کرے تو یہاں دونوں کا احتمال نہیں اور اس صفت کے ساتھ موصوف حق تعالیٰ ہے۔ مطلب یہ کہ اس سے تعلق کر جو اس تعلق کا صلہ تجھ کو عطا فرماوے کہ یہی ہے امانت

---

[1] اس شعر میں لفظ آوردہ اور کردہ اگر ماضی قریب کے صیغے ہیں تو بمعنی آوردی و میکردی ہیں اور اس سے ماضی قریب کے اس معنی میں آنے کا ثبوت ہوتا ہے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر یہ دونوں واحد حاضر ماضی تمنائی کے صیغے ہیں اور ظاہر و راجح یہی معلوم ہوتا ہے تو ان کو اس طرح لکھنا چاہئے آوردیے۔ کردیے اور اس وقت چونکہ تلفظ میں ثقل پیدا ہوتا ہے اس لئے آخری یا کو جو مجہول ہے معروف پڑھنا مناسب ہے اور کتابت بھی اسی طرح سے یعنی آوردی کردی اور اس وقت بھی یہ صیغے بمعنی ہی آوردی و میکردی ہوں گے کیونکہ اس جگہ تمنا مقصود نہیں ہے فافہم ۱۲ محمد انعام اللہ غفر لہ اللہ۔ [2] یہ شعر باپ کا مقولہ ہے یعنی باپ نے جواب دیا ہے اور بوجہ خصوصیت مضمون کے لفظ گفت کی ضرورت نہیں ہے۔ [3] لفظ نیز کے بعد لفظ ہم کا لانا تاکید کے لئے معلوم ہوتا ہے حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے ع در واز یار ست و در مان نیز ہم فافہم ۱۲ام [4] او جو کہ غائب کے لئے ہے مادر کی طرف راجع ہے فافہم ۱۲ام

www.besturdubooks.wordpress.com

تعلق کا ادا کرنا اور اس صلہ کی بعض صورتوں کا بیان عنقریب خو بہائے انبیاء را پر وریدی کی شرح میں آتا ہے اور اس ترجمہ سے ترکیب بھی معلوم ہوگئی ہوگی کہ صلہ میں عائد الی الموصول محذوف مانا گیا ہے یعنی خوے باکسے کن کہ امانتہاے تو بسپر دنش بدست او ایمن آیداتخ اور) اس کے ساتھ تعلق (پیدا) کر جس نے اخلاق کو پیدا کیا (کہ وہی بناہے تعلقات کی کہ ان اخلاق کو خالق کی طرف منصرف کرلیا جاوے یا مخلوق کی طرف اسی علاقہ سے خوئے باو کن کا ترجمہ تعلق کے ساتھ کیا گیا مطلب یہ کہ جب وہ خالق خو ہے تو اس خو کے انصراف کا زیادہ مستحق وہی ہے ورنہ بڑی نمک حرامی ہے کہ ایک چیز عطیہ تو اس کا اور اس سے خدمت کی جاوے دوسرے کی اور اس کی طاعت میں اس کو صرف نہ کیا جاوے اور اس مصرعہ میں تو حق تعالیٰ کے فعل تخلیق کا ذکر کیا ہے جس کو مبنیٰ حکم خوے باو کن کا ٹھہرایا ہے آگے حق تعالیٰ کے فعل تربیت کا ذکر فرماتے ہیں جو مبنیٰ حکم مذکور ہونے کے علاوہ مضمون شعر خوے باو کن کہ امانت ہائے کا مفسر بھی ہے یعنی اس نے اخلاق کی آفرینش بھی فرمائی ہے اور) انبیاء علیہم السلام کے اخلاق کی تربیت (بھی) فرمائی ہے (یعنی ان کی فعل تربیت کی یہ شان ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اخلاق جو کہ باجماع جمیع اہل ملل وجمیع عقلاء افضل اخلاق ہیں ان کی تربیت وتکمیل حق تعالیٰ ہی نے فرمائی ہے اس سے اندازہ کرلو کہ وہ کیسے مربی ہیں یعنی کس طرح سے کمالات میں روز افزوں ترقی بخشتے ہیں یہ تو حاصل ہوا الفاظ کا باقی اس کا مبنیٰ حکم مذکور ہونا اس طرح ہے کہ جب اخلاق کے وہی خالق اور وہی مربی ہیں تو ان اخلاق کے انصراف کے احق بھی وہی ہیں اور اس کا مفسر ہونا اس طرح ہے کہ مخلوق کے ساتھ خو کرنے سے تو خود وہ خو ہی بے ثمر ہونے کے سبب کا (ضائع ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ خو کرنے سے وہ اس خو کو ترقی دیتے ہیں اور اس کی تکمیل فرماتے ہیں اور جو آخرت میں اس تکمیل کے ثمرات ہوں گے وہ الگ رہے تو وہ گویا ایسے امین ہیں کہ جو چیز ان کے پاس رکھی اس کو اور بڑھا کر ادا فرمادی اور یہ اس وعدہ کا ایفا ہے جو شعر خوے باو کن کہ امانتہاے تو الخ کی شرح میں کیا گیا تھا اور وہاں بعض صورتیں اس لئے کہا تھا کہ رد امانت کی یہ ایک صورت ہے کہ اخلاق میں ترقی فرمائی اور دوسری صورت آخرت کا صلہ ہے جس کو ابھی بعد ذکر ترقی کے ذکر کیا گیا ہے آگے خدائے تعالیٰ کی اسی صلہ افزائی اور غیر حق کی اسی تضییع کا ذکر ہے کہ) حق تعالیٰ کی عطاء ایسی ہے کہ (گویا) تو ایک بکری کا بچہ دیتا ہے وہ تجھ کو ایک گلہ واپس دیتا ہے (یعنی ناقص لے کر کامل دیتا ہے اور) ہر صفت کا مربی خود رب (حقیقی ہی) ہے (وہ اپنی شان ربوبیت سے ہر صفت کی تربیت فرماتے ہیں پس جن صفات کو تو نے ان کی طرف منصرف کردیا وہ ان کو ذا نماو ثمرا ترقی دیتے ہیں یہ تو خدائے تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھنے کی حالت ہے اور اگر تو نے ان صفات و اخلاق کو مخلوق کی طرف منصرف کردیا تو وہ ایسا ہے کہ گویا) تو بکری کا بچہ بھیڑیے کے پاس امانت رکھتا ہے (کہ وہ اس کو ضائع کردے گا سو خدارا) تو گرگ اور یوسف کی ہمراہی کا مت حکم دے (یعنی نہ تجویز کر نہ عمل میں لا اس میں اشارہ ہوسکتا ہے کہ جس طرح سے بکری کا بچہ گرگ کے سپرد کرنے سے یوسف کو سپرد کرنا اور بھی ظلم ہے اسی طرح معمولی اخلاق کے منصرف کرنے سے بڑھ کر ظلم یہ ہوگا کہ اخلاق فاضلہ کو مخلوق کی طرف منصرف کیا جاوے چونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ابتداء تو مخلوق سے تعلق نہیں کیا جاتا لیکن جب اس طرف سے استمالت ہو تو آدمی اس میں گرفتار ہوجاتا ہے اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ) اگر بھیڑیا تیرے ساتھ روبہی (وتملق) ظاہر کرے تو خبردار (اس کا) یقین مت کرنا) کہ وہ تیرا خیر خواہ ہے) اس لئے اس سے (کبھی) بہبودی نہ ہوگی (اسی طرح) اگر جاہل (جس کو خدائے تعالیٰ کی معرفت نہ ہو) تیرے ساتھ ہمدلی ظاہر کرے (لیکن) انجام کار تجھ کو صدمہ پہنچاوے گا جہالت کے سبب سے (از جاہلی میں اشارہ اس طرف ہے کہ اگر وہ بالفرض

www.besturdubooks.wordpress.com

قصداً بھی تجھ کو ضرر نہ پہنچاوے اور مخلص ہی ہو لیکن چونکہ دین سے جاہل ہے جانتا نہیں کہ کیا نفع ہے اور کیا ضرر اس لئے اگر نفع پہنچانے کا بھی قصد کرے گا تب بھی ضرر ہی پہنچاوے گا کیونکہ وہ نفع خود ضرر ہی ہوگا اور بالفرض اس لئے کہا گیا کہ جاہل باللہ کو مخلص ہی ہونا شاذ و نادر کالمعدوم ہے وہ ہمیشہ غرض پرستی میں مشغول ہوتا ہے اس کی دوستی غرض تک ہوگی جب غرض فوت ہونے کا اس کو احتمال بھی ہوگا فوراً مخالف ہو جاوے گا سو یہ اخلاص کہاں ہوا غرض اکثر تو وہ غیر مخلص ہوگا اور اگر شاذ و نادر نادان ماں کی طرح محب و مخلص بھی ہوا تو ضار من حیث لایدری ہوگا آگے ان ہی دونوں قسم کے جاہلوں کا بیان ہے غیر مخلص کو خنثیٰ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مخلص کو شعر جان مادر اِلخ و مابعدہ میں والدہ انثیٰ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اشعار مقام کے آخر تک کا یہی حاصل ہے پس فرماتے ہیں کہ) وہ (جاہل غرض پرست بوجہ دو وجہیں ہونے یا متخالف الظاہر والباطن ہونے کے گویا) دو آلے رکھتا ہے (ذکر بھی فرج بھی) اور (وہ) خنثیٰ ہوتا ہے (اور) دونوں (آلوں) کا فعل (یعنی اثر مختلف اوقات میں) بلاشبہ ظاہر ہوتا ہے (جس کا طریقہ آگے مذکور ہے یعنی) وہ (خنثیٰ) ذکر کو (تو) عورتوں سے پوشیدہ کر لیتا ہے (اور فرج کو ظاہر ہونے دیتا ہے) تاکہ اپنے کو ان کی خواہر بنا دے (اور ان کو مجانست کے گمان سے اس سے وحشت نہ ہو یہ طریقہ تو فرج کے ظاہر ہونے کا ہوا اور) فرج کو مردوں سے ہاتھ کے ذریعہ سے (یعنے ہاتھ رکھ کر) پوشیدہ کر لیتا ہے تاکہ اپنے کو ان مردوں کا ہمجنس بنا دے (کیونکہ مردوں کو عورتوں سے اپنی مجالس میں انقباض ہوتا ہے اور اس کے سامنے بے تکلفی سے اسرار ظاہر نہیں کرتے گو شہوانی رغبت کی حیثیت سے تنفر اور توحش نہ ہوا اس تقریر پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ عورت تو مرد کی مرغوب ہوتی ہے تو مردوں سے اپنی انوثت چھپانے کی کوئی وجہ نہیں وجہ دفع ظاہر ہے اب یہاں ایک شبہ ہو سکتا تھا وہ یہ کہ جب اس جاہل کے فریب کی یہ حالت ہے تو پھر تم جو اس سے تحذیر کر رہے ہو ایسے فریبی سے حذر کس طرح ہو سکتا ہے آگے اس کا جواب دینا مقصود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حذر کا طریق دینی بصیرت حاصل کرنا ہے اور یہ اختیاری ہے جس کو یہ بصیرت حاصل ہے اس کے تنہا منے اس کا مکر نہیں چلتا آثار سے وجداناً وہ اس کا ادراک کر لیتا ہے گو اس ادراک پر اس کو ضرر پہنچانا جائز نہ ہو لیکن اپنی احتیاط کے لئے تو کافی ہے اور اس جواب میں ایک آیت کے مضمون کی روایت بالمعنیٰ کرتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس (جاہل بددین) کی فرج مکتوم کی ایک علامت اس کی ناک پر لگا دیں گے تاکہ ہمارے اہل بصیرت (اس کے) ان دونوں (قسم کے) ناز (و کرشمہ و عشوہ و فریب دہی) سے یعنی اس کے فن سے دھوکے میں نہ پڑ جاویں (یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف جو ولید بن مغیرہ کے باب میں ہے سنسمہ علی الخرطوم یعنے ہم عنقریب داغ لگا دیں گے اس کی ناک میں اور گو اس کی راجح تفسیر یہ ہے کہ مراد اس سے قیامت کے دن میں اس کی ذلت و رسوائی کی علامت کی وعید ہے مگر مشہور مفسرین میں یہ ہے کہ یہ داغ لگنا دنیا میں ہوا ہے کسی غزوہ میں اس کی ناک زخمی ہو گئی تھی پھر وہ نشان عمر بھر رہا۔ مولانا نے بھی یہی تفسیر اختیار کی ہے اور اس بددین کے حال کو ولید کے حال سے اور اس کے عیوب کی علامت کو ولید کے داغ بینی سے تشبیہ دی ہے اور ایک نظیر کو دوسری نظیر پر دال سمجھ کر تکلم باحد النظرین سے دوسری نظیر کو بھی معنے مقولہ حق تعالیٰ کا قرار دیدیا اور کس اور شلہ سے مراد مطلق عیوب اور ان کی علامات اور دو دلال سے مراد ذکر اور فرج کہ آلہ فریب ہے اور از فن بدل ہے زان دو دلال سے اور جوال کے معنے گون اور دلق درویشانہ کے ہیں یہاں مراد معنی ثانی ہیں اور مراد اس سے مجازاً دھوکہ ہے اطلاقاً للسبب علی المسبب خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اہل بصیرت کو محفوظ رکھتے ہیں اور بصیرت ہوتی ہے دین سے اور دین اختیاری ہے پس اس طرح سے اس کے فریب سے بچنا اختیاری ہوا اور ہمارا امر بالتحذیر

www.besturdubooks.wordpress.com

شبہات سے خالی رہا آگے اسی کے بطور حاصل بیان کرتے ہیں کہ) حاصل (کلام کا) یہ ہے کہ ہر مرد سے مردانگی صادر نہیں ہوتی (کیونکہ بعضوں کی مردی مخلوط بالانوثیت ہوتی ہے جیسے خنثیٰ کی اسی طرح جاہل بددین اپنے اخلاق وافعال کا کامل یعنی قرین اخلاص ہونا دکھلاتا ہے مگر اس میں مکر کی آمیزش ہوتی ہے جب یہ بات ہے تو) خبردار جاہل سے حذر رکھ اگر تو دانشمند ہے (اور اگر تیرے حذر پر وہ خود دوستی کی باتیں بگھار کر تیری استمالت کرے اس وقت بھی) جاہل شیریں سخن کی دوستی (کی باتیں) مت سن کہ وہ مثل زہر کہن کے (ان اقسام کے) ہے (جو کہنہ ہو کر زیادہ قاتل ہو جاتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ سانپ جتنا پرانا ہو زیادہ زہری ہوتا ہے اور میں نے ایک طبیب سے سنا ہے کہ سنکھیا پرانی ہونے سے اوسکا نفس بڑھ جاتا ہے اور وہ زیادہ قاتل ہو جاتی ہے اور غایت سے غایت اس کی دوستی ایسی ہوگی جیسی ماں کی کہ اس میں واقعی خلوص ہوتا ہے لیکن تب بھی اس سے باحذر رہ کیونکہ وہ اس صورت میں گو دل ہی سے سہی) تجھ کو (پیار کے الفاظ مثلاً) جان مادر (اور) چشم روشن کہتا ہے (لیکن انجام میں) بجز غم اور حسرت کے اس سے تیری کوئی چیز نہ بڑھے گی (جان مادر کے معنے یہ ہیں کہ اے بیٹے جو کہ ماں کی یعنی میری جان ہے یہ تو ندا ہے اور چشم روشن دعا ہے یعنی خدا کرے تیری آنکھیں ہمیشہ روشن رہیں آگے اس خلوص مع الجہل کی مثال ہے کہ) باپ سے کہا کرتی ہے وہ مادر (مشفقہ) علانیہ کہ مکتب سے میرا بچہ بالکل لاغر ہو گیا (اور طعن کے طور پر یوں کہتی ہے کہ) اگر تو اس کو دوسری عورت سے حاصل کرتا (یعنی دوسری بیوی کا ہوتا) تو اس پر تو یہ جور و جفا نہ کرتا (بس تو میری ضد میں اس کو تکلیف دیتا ہے مقصود اس طعن سے باپ کا متاثر کرنا ہے آگے باپ کا جواب ہے گو کلام میں گفت وغیرہ نہیں ہے مگر خصوصیت مضمون اس کا کافی قرینہ ہے کہ گفت وغیرہ کی تصریح کی حاجت نہیں یعنی باپ کہتا ہے کہ) اگر تیرے سوا اور کسی (عورت) سے میرا یہ بچہ ہوتا تو یہی بیہودہ بات وہ عورت بھی کہتی (پس میں ایسے طعن سے متاثر نہیں ہوتا اور مکتب میں بھیجنا نہیں چھوڑ سکتا تو دیکھو یہ ماں مخلص ہے مگر جہل سے ضرر رساں یہی حالت ہے جاہل مخلص کی بھی جب یہ ہے تو) خبردار تو اس ماں سے اور اس کے افسوں سے دور بھاگ (سچ تو یہ ہے کہ) باپ کی چپت اس (ماں) کے حلوے سے اچھی ہے (کیونکہ یہ انجام میں نافع ہے اور وہ انجام میں ضار اور جیسا یہ جاہل مشابہ نادان ماں کے ہے اور عارف مشابہ باپ کے اسی طرح) نفس (مشابہ) ماں (کے) ہے اور عقل دانا (مشابہ) باپ (کے) ہے کہ اس (عقل) کا ابتدا تنگی ہے اور انتہا صدہا کشائش (اور اس میں من وجہ عود ہو گیا اس مضمون کی طرف کہ بعد ختم قصہ سلطان محمود کے کہا تھا۔ ع کم شنوین مادر طبع مفضل اوس گرچہ اندر پرورش تن مادر ست لیک از صد دشمنت دشمن تر ست۔ اور درمیان میں مناسبات خاصہ سے اور مضامین تھے جن کے ارتباطات ساتھ ساتھ بیان ہوتے آتے ہیں اور یہاں تک طبع ونفس کے غوائل سے تحذیر تھی چونکہ انسان ضعیف ہے اور یہ غوائل قوی وشدید اس لئے آئندہ اشعار میں حق تعالیٰ سے التجا و استعانت کرتے ہیں)

اے دہندہ عقلہا فریاد رس	تا نخواہی تو نخواہد ہیچ کس
اے واہب العقول فریاد رسی فرمایئے	جب تک آپ نہ چاہیں کوئی شخص نہیں چاہ سکتا
ہم طلب از تست وہم آں نیکوئی	ما کئیم اول توئی آخر توئی
طلب بھی آپ ہی کی طرف سے ہے اور وہ نیکی بھی	ہم کون چیز ہیں اول بھی آپ ہی ہیں اور آخر بھی آپ ہی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم بگو تو ہم تو بشنو ہم تو باش	ماہمہ لاشیم باچندیں تراش
آپ ہی کہیے آپ ہی سنیے آپ ہی رہیے	ہم تو سب لاشے ہیں باوجود اس قدر تراش خراش کے
زیں حوالت رغبت افزا در سجود	کاہلی جبر مفرست و خمود
اس حوالہ سے آپ رغبت سجدہ میں بڑھا دیجئے	جبر کی کاہلی اور افسردگی مت بھیجئے

(ربط اوپر مذکور ہوا یعنی) اے واہب العقول فریادرسی فرمایئے جب تک آپ (کسی امر کے وقوع کو) نہ چاہیں کوئی شخص نہیں چاہ سکتا (یعنی دوسرے کی مشیت بھی نہیں ہو سکتی اور وقوع تو بڑی دور رہا اور یہ ترجمہ ہے اس آیت کا وماتشاؤن الاان یشآء اللہ رب العالمین اور اے ہماری) طلب بھی آپ ہی کی طرف سے ہے (یعنی آپ ہی نے نیکی کی طلب عطا فرمائی ہے اور یہ مطلب نہیں کہ ہماری طلب آپ کی صفت ہے یعنی آپ ہی طالب ہیں نعوذ باللہ) اور وہ نیکی بھی (یعنی اس کا وقوع و صدور بھی آپ ہی کی توفیق و مشیت سے ہوتا ہے پس) ہم کون چیز ہیں اول بھی آپ ہی ہیں اور آخر بھی آپ ہی ہیں (چنانچہ جب کچھ نہ تھا آپ جب بھی تھے اور جب کچھ نہ رہے گا چنانچہ مابین ال تحسین جب بھی آپ ہی ہوں گے تو آپ قدیم الوجود اور واجب الوجود ہوئے بخلاف ہمارے کہ ہمارا وجود خود محفوف بین العدمین ہے اس لئے ان کے تمام کمالات قوی و مستقل اور ہمارے سب کمالات ضعیف اور مضمحل اور منجملہ ان کے طلب و نکوئی بھی ہے جب ہم ایسے مضمحل الوجود والاوصاف ہیں تو اے اللہ) آپ ہی کہیے اور آپ ہی سنیے اور آپ ہی رہیے ہم تو سب لاشے (محض) ہیں باوجود اس قدر تراش خراش (یعنی کوشش) کے (جیسا ایک جگہ فرمایا ہے۔ ع اندریں رہ می تراش و می خراش مصرعہ اولیٰ کے تینوں صیغہ امر میں مجاز ہے یہ افعال اصل میں منسوب عبد کی طرف ہیں لیکن چونکہ ان کا صدور موقوف ہے ایجاد حق پر اس لئے مبالغۃً اسی طرف منسوب کر دیا جیسے حدیث میں ہے مرضت فلم تعدنی اور حدیث میں ہے کنت سمعہ الذی یسمع بی مطلب یہ ہے کہ ہمارا اچھی بات کہنا یا اچھی بات سننا یا اچھی حالت پر رہنا ہمارے مستقل اختیار میں نہیں آپ ہی توفیق دے کر ہم سے صادر کرا دیجئے گویا آپ ہی یہ کام کر لیجئے اور اے اللہ ہم نے جو یہ سب آپ کے حوالہ اور آپ کے سپرد کیا ہے تو) اس حوالہ سے (مقصود ہمارا یہ ہے کہ) آپ (ہماری رغبت سجدہ (و طاعت) میں بڑھا دیجئے (اور ہم پر) جبر کی کاہلی اور افسردگی مت بھیجئے (اس مضمون سے زیادہ مقصود تعلیم ہے سامعین کی اور دفع ہے ان کے ایہام کا کہ اوپر کے مضمون سے وہ اپنے کو مجبور و بے اختیار محض سمجھ کر طاعات میں کاہل و افسردہ نہ ہو جاویں اس لئے بصورت دعا اس کی نفی کر دی یعنی یہ حوالہ اس غرض سے کیا ہے کہ خدائے تعالیٰ کو مختار جان کر اس سے مدد حاصل کرے اور توفیق طاعات کی زیادہ مانگے اور اپنی کوشش پر اعتماد نہ کرے نہ یہ کہ کوشش ہی چھوڑ دے بلکہ اس کو برابر جاری رکھے چنانچہ باچندیں تراش میں اس طرف اشارہ بھی ہے کہ باوجود کوشش کے پھر اپنے کو لاشے یعنی ناقابل وثوق سمجھے جو اثبات کوشش میں صریح ہے)۔

جبر باشد پر و بال کاملاں	جبر ہم زندان و بند کاہلاں
ایک جبر تو کاملوں کا پر و بال ہوتا ہے	دوسرا جبر کاہلوں کا زندان اور بند ہوتا ہے
ہمچو آب نیل داں ایں جبر را	آب مومن را و خوں مر گبر را
اس جبر کو آب نیل کی طرح جان	مومن کے لئے پانی اور گبر کے لئے خون

www.besturdubooks.wordpress.com

بالِ بازاں را سوئے سلطاں برد	بال زاغاں را بگورستاں برد
باز و شہبازوں کو سلطان کی طرف لے جاتا ہے	باز و کووں کو گورستان کی طرف لے جاتا ہے

(اوپر جبر کی مذمت کو ممکن تھا کہ کوئی اطلاق یعنی عموم پر محمول کر لیتا حالانکہ اہل فن کے نزدیک اس کی دو قسم ہیں محمود و مذموم اس لئے یہاں اس میں تفصیل کرتے ہیں کہ ہم علی الاطلاق جبر کو مذموم نہیں کہتے بلکہ ایک) جبر (تو) کاملوں کا پرو بال (وذریعہ ترقی فی الطاعات) ہوتا ہے (اور) دوسرا جبر کاہلوں کا زندان اور بند (بمعنی قید یعنی طاعات سے مانع) ہوتا ہے (اول جبر محمود ہے اور دوسرا مذموم پس مقصود اوپر مذمت کرنا مذموم کی ہے چنانچہ لفظ کاہلی کی اضافت سے اس تقیید کی طرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے کہ مطلق جبر کے بھیجنے کے ساتھ نہی دعائی کو متعلق نہیں کیا کاہلی جبر کے ساتھ کیا جس سے مفہوم ہوا کہ جبر میں کبھی کاہلی ہوتی ہے کبھی اس کی ضد ہوتی ہے ورنہ متعلق حکم کا صرف جبر کو بنایا جاتا پس اس میں جبر کے دو اثر اشارۃً معلوم ہو گئے اور اسی کی ان اشعار میں تصریح ہو گئی آگے ان دونوں قسموں کی دو مثال ہیں ایک یہ کہ) اس جبر (مقسم) کو آب نیل کی طرح جان (کہ) مومن کے لئے پانی اور گبر (یعنی کافر) کے لئے خون (دوسری یہ کہ جبر مثل پر و بازو کے ہے اور) باز و شہبازوں کو سلطان کی طرف لے جاتا ہے (کہ وہ اس کے ذریعہ سے اڑ کر بادشاہ تک پہنچتے ہیں اور) بازو (ہی) کووں کو گورستان کی طرف لے جاتا ہے (کوا چونکہ آدمی سے وحشت کرتا ہے اور گورستان آدمیوں سے خالی جگہ ہوتی ہے اس لئے اکثر وہ اپنا مسکن ایسی ہی جگہ کو بناتا ہے گو کھانے پینے کے لئے آبادی میں آتا ہو)

فائدہ۔ جبر کی یہ دو قسمیں مولانا نے دفتر اول میں تحت عنوان باز ترجیح نہادن شیر جہد را بر توکل بضمن اشعار یاں مجسپ اے کاہل بے اعتبار الخ ذکر فرمائی ہیں احقر اس مقام کی شرح میں سے بقدر ضرورت عبارت نقل کرتا ہے وہو ہذا جاننا چاہیے کہ جبر بالمعنی الاعم یعنی مطلق نفی الاختیار دو قسم ہے ایک وہ جس کا منشاء فساد اعتقاد ہے یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ واقع میں بندہ کو کوئی اختیار قوی یا ضعیف دیا ہی نہیں گیا یہ جبر مذموم کہلاتا ہے اور فرق جبریہ اسی کے معتقد ہیں اور اہل حق نے کتاب و سنت سے اسی کو باطل و رد کیا ہے اور اس کے قائل ہونے کا اثر اعمال خیر کا ناقص یا متروک ہو جانا اور شہوات میں بے باک اور دلیر اور اپنی بیگناہی کا معتقد ہو جانا ہے دوسرا وہ جس کا منشا غلبہ مشاہدہ اختیار خداوندی ہے یعنی چونکہ حق جل و علا شانہ کے تصرفات و اختیارات عالم میں جاری و ساری دیکھ رہا ہے اس لئے باوجود اس اعتقاد کے کہ ہم کو بھی واقع میں کچھ اختیار دیا گیا ہے اس اختیار خداوندی کے روبرو اپنے اس اختیار ضعیف کو محض عدم تو نہیں مگر کالعدم سمجھتا ہے جیسا وحدۃ الوجود کے مسئلہ میں وجود ضعیف کا مضمحل ہونا وجود قوی کے سامنے بیان کیا گیا ہے یہ جبر محمود کہلاتا ہے اور یہ عارفین کا مذاق ہے اور کتاب و سنت اس کو رد نہیں کرتے بلکہ موید ہیں اور اس کے حاصل ہونے کا اثر طاعات کا زائد اور کامل ہو جانا اور خلاف مرضی الٰہی ارادوں کا فنا ہو جانا ہے اھ۔

باز گرد اکنوں تو در شرح عدم	کو چو پازہر است و پنداریش سم[1]
تو اب پھر عدم کی شرح کی طرف عود کر	کہ وہ زہر مہرہ ہے اور تو اس کو زہر سمجھتا ہے
ہمچو ہندو بچہ ہیں اے خواجہ تاش	روز محمود عدم ترساں مباش
تو اس ہندو بچہ کی طرح ہاں اے خواجہ تاش	چل محمود عدم سے ترساں مت ہو

ل فی الغیاث یعنی پاک کنندہ ز زہر چہ لفظ پاز بمعنے شستن آمدہ است یا مخفف پاد زہر بدال مہملہ بمعنے پاس دارندہ و دافع زہر معرب آن باشد ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

از وجودے ترس کاکنوں دروئی	آں خیالت لاشئی و تو لاشئی
اس وجود سے ڈر جس میں تو اب ہے	وہ تیرا خیال لاشے اور تو لاشے ہے
لاشئی برلاشئی عاشق شدست	ہیچ نے مرہیچ نے رارہ زدست
ایک لاشئے دوسری لاشئے پر عاشق ہو رہا ہے	ایک لاشئے نے دوسری لاشے کی رہزنی کر رکھی ہے
چوں بروں شداین خیالات ازمیاں	گشت نامعقول تو برتو عیاں
جب یہ خیالات درمیان سے خارج ہو گئے	تو تیرا غیر مفہوم بالعقل تجھ پر مشاہد بالعین ہو جاوے گا

(سلطان محمود کے قصہ سے اوپر جو عدم و معدوم کی مطلوبیت کا مضمون تھا جس کی توجیہ و تحقیق بھی وہاں گزر چکی ہے یہاں اس کی طرف عود ہے گو درمیان کے سب مضامین بھی اسی سے سلسلہ دار مرتبط چلے آئے ہیں جیسا ہر مضمون پر معلوم ہوگا مگر اب بلاواسطہ اس کی طرف عود کرنے کو فرماتے ہیں کہ) تو اب پھر عدم کی شرح کی طرف عود کر کہ وہ زہر مہرہ (وتریاق نافع) ہے اور تو اس کو زہر (مضر) سمجھتا ہے (جب یہ بات ہے تو) تو (اس) ہندو بچہ کی طرح ہاں اے خواجہ تاش (محمود کی طرف) چل (اور محمود عدم سے ترسان مت ہو (یعنی اس عدم سے جو مثل محمود کے ہے تحیین الماء بلکہ) اس وجود سے ڈر جس میں تو اب ہے (کیونکہ وہ وجود واقع میں معتد بہ نہیں بلکہ ایک خیال ہے (اور) وہ نیز خیال (بھی) لاشے ہے اور تو (بھی) لاشے ہے (پھر جو تو اس وجود خیالی پر عاشق ہو رہا ہے تو گویا) ایک لاشئے دوسری لاشئے پر عاشق ہو رہا ہے اور ایک (ہیچ نے یعنی) لاشئے نے (کہ وہ وجود خیالی ہے) دوسری لاشے کی (کہ وہ تو ہے) رہزنی کر رکھی ہے (پس مصرعہ اول کا پہلا لاشے اور مصرعہ ثانیہ کا دوسرا لاشے دونوں کا مصداق ایک ہے اور اسی طرح مصرعہ اول کا دوسرا لاشے اور مصرعہ ثانیہ کا پہلا لاشئی ان دونوں کا مصداق ایک ہے (جب یہ خیال درمیان سے خارج (اور مرتفع) ہو گئے (یعنی ہو جاویں گے) تو (اس وقت) تیرا غیر مفہوم بالعقل (مضمون) تجھ پر مشاہد بالعین ہو جاویگا (یعنی نظری خفی بدیہی جلی مثل محسوس کے ہو جاوے گا)

فائدہ:۔ چونکہ اصل مقام پر اس مضمون کی پوری تحقیق ہو چکی ہے اس لئے یہاں صرف حل عبارت پر کفایت کی گئی آگے تائید ہے مضمون بالا کی کہ ان خیالات کے ارتفاع کے وقت کہ اس ارتفاع کا ایک وقت موت بھی ہے جیسا کہ ایک وقت دنیا میں حصول معرفت وبصیرت بھی ہے سب حقیقت منکشف ہو جاوے گی اور ہستی یعنی حیات دنیویہ کو نیستی اور نیستی یعنی حیات اخرویہ کو ہستی سمجھا جاوے گا اور اسی لئے مرنے کا افسوس نہ ہوگا کیونکہ وہ تو واقع میں ہستی ہے اگر نیستی ہوتی تو اس کے عروض کا افسوس ضرور ہوتا تو ثابت ہوا کہ جس کو نیستی سمجھے تھے وہ ہستی نکلی اس کی تائید تو اس جملہ سے ہوئی لیس للماضین ھم الموت اسی طرح جب یہ افسوس ہوگا کہ ہم نے حیات دنیویہ میں اعمال صالحہ کیوں نہ کئے اور حیات دنیویہ میں جو تمتعات حاصل کئے تھے وہ دافع افسوس نہ ہو سکے اس سے ثابت ہوا کہ جس کو ہستی سمجھے تھے وہ نیستی تھی اس کی تائید اس جملہ سے ہوئی وانمالھم حسرۃ الفوت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس للماضین ھم الموت وانمالھم حسرۃ الفوت.

www.besturdubooks.wordpress.com

راست فرمود آں سپهدار بشر	کہ ہر آنکہ کرد از دنیا گذر
صحیح فرمایا ہے اس سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم نے	کہ جس شخص نے بھی دنیا سے انتقال کیا ہو
نیستش درد و دریغ و غبن موت	بلکہ ہستش صد دریغ از بهر فوت
اس کو موت کا درد اور افسوس اور زیاں نہیں ہے	بلکہ اس کو صد افسوس فوت ہونے کے سبب سے ہے
لیس للماضین ھم الموت گفت	لیک شاں با حسرت فوت اند جفت
لیس للماضین ہم الموت فرمایا ہے	لیکن وہ لوگ حسرت فوت کے ساتھ قرین ہوتے ہیں
کہ چرا قبلہ نکردم مرگ را	مخزن ہر دولت و ہر برگ را
کہ میں نے موت کو قبلہ کیوں نہ بنایا	ہر دولت اور ہر سامان کے مخزن کو
قبلہ کردم من ہمہ عمر از حول	آں خیالاتے کہ گم شد در اجل
میں نے تمام عمر کج بینی کے سبب قبلہ	ان خیالات کو بنایا جو کہ موت میں غائب ہو گئے
حسرت آں مردگاں از مرگ نیست	زانست کاندر نقشہا کردیم ایست
ان مردوں کی حسرت موت کے سبب نہیں ہے	اس سے ہے کہ ہم نے نقوش میں قیام کیا
ماندیدیم اینکہ ایں نقش ست و کف	کف ز دریا جنبد و یابد علف
ہم نے یہ نہ دیکھا کہ یہ نقش اور حباب ہے	کف دریا سے حرکت کرتا ہے اور غذا پاتا ہے
چونکہ بحر افگند کفہا را ببر	رو بگورستاں رواں کفہا نگر
جب بحر نے حبابوں کو خشکی میں پھینک دیا	گورستان میں جا حبابوں کو دیکھ
پس بگو کو جنبش و جولان تاں	بحر افگندست در بحران تاں
پھر کہہ تمہاری حرکت اور جولانی کہاں ہے	دریا نے تمہارے تغیر عظیم میں پھینک دیا ہے
تا بگویندت بلب نے بل بحال	کہ ز دریا کن نہ از ما ایں سوال
تا کہ وہ تجھ سے لب سے نہیں بلکہ حال سے کہیں	کہ یہ سوال ہم سے نہیں دریا سے کر
نقش چوں کف کے بجنبد بے ز موج	خاک بے بادے کجا آید باوج
نقش مثل حباب کے بدوں موج دریا کے کب جنبش کرتا ہے	خاک بدوں ہوا کے کہاں آتی ہے جہت فوق میں
چوں غبار نقش دیدی باد بیں	کف چو دیدی قلزم ایجاد بیں
جب تو نے غبار نقش دیکھا ہے تو ہوا کو دیکھ	جب کف دیکھا ہے تو قلزم ایجاد کو دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں بہ بیں کز تو نظر آید بکار	باقیت شحمے و لحمے پود و تار
خبردار دیکھ کیونکہ تیرے اجزا میں سے نظر کارآمد ہے	تیرے باقی اجزاء شحم اور لحم اور تارو پود ہے
شحم تر در شمعہا نفزود تاب	لحم تو مخمور را نامد کباب
تیری شحم نے شمعوں میں روشنی نہیں بڑھائی	تیرا لحم مخمور کا کباب نہیں بنا
در گداز ایں جملہ تن را در بصر	در نظر رو در نظر رو در نظر
تو اس سب جسد کو بصر میں گھلا دے	نظر میں چل نظر میں چل نظر میں چل
یک نظر دو گز ہمی بیند ز راہ	یک نظر دو کون دید و روی شاہ
ایک نظر دو گز راستہ دیکھتی ہے	ایک نظر نے دونوں عالم اور جمال شاہ کو دیکھ لیا
درمیان ایں دو فرق بیشمار	سرمہ جو واللہ اعلم بالسرار
ان دونوں کے درمیان بے شمار فرق ہے	تو سرمہ تلاش کر اور غیب کا علم خدا تعالیٰ کو خوب ہے

(ربط کی وجہ کہ تائید ہے ماسبق کی اور اس وجہ کی تحقیق و تطبیق اوپر مذکور ہوئی ہے اور اس تائید کے لئے ایک حدیث لائے ہیں جس کی حدیث ہونے کی تحقیق نہیں باقی مضمون کی صحت ظاہر ہے چنانچہ قرآن مجید میں جابجا کفار کی حسرت تفریط فی الاعمال پر نقل فرمائی ہے نفس فراق دنیا پر کہیں بھی نقل نہیں فرمائی بلکہ آخرت کو انکشاف حقائق عندالجمیع کا عالم فرمایا ہے اور حیوۃ دنیا کا ناقابل اعتداد ہونا منجملہ حقائق ہے تو لامحالہ یہ بھی منکشف ہوگی پس دونوں مضمون قرآن مجید سے ثابت ہوگئے قال تعالیٰ قالوا یاحسرتنا علی مافرطنا فیہا الآیۃ وقال تعالیٰ اسمع بھم وابصر یوم یاتوننا الآیۃ وقال تعالیٰ وماھذہ الحیوٰۃ الدنیا الالھو ولعب وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لوکانوایعلمون۔ پس فرماتے ہیں کہ) صحیح فرمایا ہے اس سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے بھی دنیا سے انتقال کیا ہو اس کو موت کا درد اور افسوس اور (اس کے) زیاں (کا خیال) نہیں ہے (کیونکہ وہ واقع میں افسوس اور زیاں کی چیز نہیں ہے) بلکہ اس کو صد افسوس (اعمال صالحہ اور عمر کے) فوت ہونے کے سبب سے ہے (چنانچہ اسی مضمون میں آپ نے) لیس للماضین ہم الموت فرمایا ہے (اور یہ بھی فرمایا ہے کہ) لیکن وہ لوگ حسرت فوت (مذکور) کے ساتھ قرین (ہوتے) ہیں (آگے حسرت فوت کی تفسیر ہے) کہ میں نے موت کو قبلہ (توجہ یعنی نصب العین کیوں نہ بنایا (یعنی) ہر دولت اور ہر سامان کے مخزن کو (قبلہ توجہ کیوں نہ بنایا یہ ترکیب میں بدل ہے مرگ را سے اور معنے صفت ہے موت کی یعنی موت ایسی چیز ہے کیونکہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب اور حبیب ہونا اختیاری ہے پس ہر شخص باختیار خود اس کو مخزن دولت بنا سکتا ہے اور کسی کے سوا استعمال سے اگر وہ مخزن نہ رہے تو یہ کمی عامل کی ہے اور وہ اس پر حسرت کرتا ہے کہ میں بجائے اس کے کہ موت کو قبلہ بناتا) میں نے تمام عمر کج بینی کے سبب قبلہ ان خیالات (دنیویہ) کو بنایا جو کہ موت میں غائب ہوگئے (چنانچہ محسوس بھی ہے اور منصوص بھی قال تعالیٰ وقدمنا الی ماعملوا من عمل فجعلناہ ھباءً منثوراً وقال تعالیٰ وضل عنکم ماکنتم تزعمون عرض) ان مردوں کی حسرت موت کے سبب نہیں ہے (بلکہ) اس سے (حسرت) ہے کہ میں نے نقوش (بے ثبات مثل نقوش آب

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہستی دنیا) میں (عمر بھر) قیام کیا (اور اس کو طویل البقا مقصود سمجھا اور) ہم نے (بصیرت سے) یہ نہ دیکھا کہ یہ (محض) ایک نقش (آب) اور حباب (دریا) ہے (اور) کف (خود معتد بہ وجود نہیں رکھتا کیونکہ وہ) دریا سے حرکت کرتا ہے اور (اسی سے) غذا (یعنی بقاء اطلاقاً للسبب علی المسبب) پاتا ہے (چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح یہ ہستی ابدان بحیثیت تربیت و قابلیت مصدریت افعال وابستہ ہے ہستی ارواح کے ساتھ جو بوجہ جزو عالم غیب ہونے کے مخفی اور نیستی نما ہے مگر جسنے دریا کو جو حبابات کے تحت میں مستور تھا نہ دیکھا کہ اس کو دیکھ کر عالم غیب کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کے لئے سامان کرتے کہ وہ اعمال صالحہ ہیں آگے مولانا اس تشبیہ پر تفریع فرماتے ہیں کہ) جب بحر (روح) نے (ان) حبابوں کو (اپنے سے علیحدہ کر کے) خشکی میں پھینک دیا (یعنی جس طرح دریا حبابوں کو اپنے سے جدا کر دے اسی طرح ارواح نے ابدان سے علاقہ چھوڑ دیا اس وقت کی حالت دیکھنے کیلئے) گورستان میں جا (اور ان) حبابوں کو دیکھ (یعنی ابدان مردہ کو دیکھ) پھر (ان سے) کہہ (کہ) تمہاری حرکت اور جولانی کہاں ہے (کیا) دریا نے (تم کو) تمہارے تغیر عظیم میں (گرفتار کر کے) پھینک دیا ہے (وہ تغیر عظیم مفارقت ہے روح کی ابدان سے اور بحران کے معنے اصل میں ایک خاص تغیر عظیم کے ہیں کہ طبیعت اور مرض کی باہمی مقادمت سے مزاج میں واقع ہو جاتا ہے یہاں مجازاً اطلاقاً للمقید علی المطلق مطلق تغیر عظیم مراد لیا گیا اور میں نے ترجمہ میں اس ترکیب کی طرف اشارہ کیا ہے لہٰذا فگند کا مفعول مقدر ہے اور بحران مضاف ہے تان کی طرف کیونکہ اگر اس تان کو مفعول کہا جاوے تو بلا اضافت پڑھا جاوے گا اور اس صورت میں جولان اور بحران کا قافیہ درست نہ ہوگا آگے اس خطاب فرضی کا نتیجہ بکلمہ تاکہ بمعنی لام عاقبت کے ہے بتلاتے ہیں کہ) تاکہ وہ (حبابات) تجھ سے (جواب میں) لب سے نہیں (کیونکہ وہ ظاہراً ناطق نہیں) بلکہ حال سے کہیں کہ یہ سوال ہم سے نہیں (بلکہ) دریا سے کر (کیونکہ ہم تو جواب دینے کے قابل بھی نہیں رہے اور اس سے کلام یا سماع موتی کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ وہ کلام یا سماع اگر ثابت ہو تو فعل روح کا ہے اس کو محاورات میں کلام و سماع موتی کہا جاتا ہے اور یہاں نفی کی ہے خود اجساد بلا ارواح سے اور اس سے انتفاء ظاہر و مجمع علیہ ہے یا تو اس جواب کی کہ زور یا کن نہ از ما ایں سوال یہ وجہ ہے اور یا یہ کہا جاوے کہ کسی فعل یا اس کے آثار سے سوال کرنے میں اصل یہی ہے کہ اس کے فاعل سے سوال کیا جاوے سو اگر مقصود سوال فعل مفارقت سے ہے تب تو یہ بدن کا فعل ہی نہیں اور اگر اس کے اثر سے ہے تو گو بدن پر وہ اثر ظاہر ہوا ہے لیکن پھر بھی یہ اثر کسی فعل بدن کا تو نہیں دونوں حال میں بقاعدۂ مذکورہ روح ہی سے سوال کرنا اصل ہے اور ان تین اشعار تفریعیہ میں روح کا موثر و متصرف فی البدن ہونا اور متاثر سے موثر کی طرف نظر کرنے کی ترغیب ہے اس سے دوسرے مضمون کی طرف مولانا کا ذہن منتقل ہو گیا کہ جس طرح بدن میں روح موثر ہے اسی طرح روح میں بلکہ بدن اور تمام موجودات میں موجود حقیقی موثر ہے پس ان سب سے اسی کی طرف نظر کو منصرف کرنا چاہئے پس آگے اسی کو فرماتے ہیں یعنی یہ بات مسلم ہے کہ یہ) نقش (عالم امکان) مثل حباب کے بدوں موج دریا کے کب جنبش کرتا ہے (یعنی جس طرح حباب بدوں موج کے جنبش نہیں کرتا اسی طرح) خاک بدوں ہوا کے کہاں آتی ہے جہت فوق میں (جب یہ بات ہے تو) جب تو نے (اس عالم امکان کا) غبار نقش دیکھا ہے تو ہوا کو (بھی) دیکھ لیا (اور) جب کف دیکھا ہے تو قلزم ایجاد کو (بھی) دیکھ (غبار نقش کی اضافت مثل لجین الماء کے ہے اور قلزم ایجاد کے معنے وہ قلزم جس نے اس کف کو بنایا مطلب یہ ہے کہ اس عالم امکان سے کہ مشابہ غبار اور کف کے ہے موجد حقیقی کی طرف کہ مشابہ ہوا اور دریا کے ہے نظر کو متوجہ کر آگے اس نظر توحیدی کا ایجاب اور اس کی مدح اور اس کی تحصیل کا طریق فرماتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں یعنی) خبردار (ضرور واحد حقیقی کو نظر بصیرت سے) دیکھ کیونکہ تیرے اجزاء میں سے (یہ) نظر (ہی) کارآمد (چیز) ہے (اور) تیرے باقی اجزاء (تو بس) شحم اور لحم اور (اعصاب واوتار وعروق کا) تاروپود (اور جالا) ہے (جو کہ کسی کام کا نہیں چنانچہ دیکھ لے کہ) تیری شحم نے شمعون میں (کوئی) روشنی نہیں بڑھائی (اور) تیرا لحم مخمور (یعنی شراب خوار) کا کباب (بھی) نہیں بنا (چنانچہ) ظاہر ہے کہ آدمی کا شحم ولحم ان کاموں میں نہیں آتا اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ اگر ان کاموں میں آسکتا یا اب کوئی لانے لگے تو یہ حکم صحیح نہ رہے گا بلکہ حکم اس وقت بھی صحیح ہے کیونکہ یہ انتفاعات بمقابلہ انتفاع بالنظر کے غیر معتد بہ ہیں اور اس سے روح کا بیکار ہونا نہ سمجھا جاوے کیونکہ یہ نظر خاص فعل روح ہی کا ہے پس اس نظر کا کارآمد ہونا بعینہ روح کا کارآمد ہونا ہے مگر بشرط نظر ورنہ وہ بھی خود حصب جہنم ہے اس میں تو ایجاب ومدح ہوئی نظر کی آگے اس کی تحصیل کا طریق ہے بطور تفریع علے المذکور کے کہ جب معلوم ہو گیا کہ صرف نظر ہی کارآمد چیز ہے اور سب اجزاء بیکار ہیں تو بس) تو اس سب جسد کو بصر (کی تحصیل) میں گداختہ کردے (اور) نظر (کی تحصیل) میں چل (یعنی کوشش کر پھر اسی کی تاکید ہے کہ) نظر میں چل نظر میں چل (گداختہ کرنے سے مراد) ریاضات بشرائطہا المعروفۃ فی الفن ہے اگر چہ اس سے جسد کی تحلیل ہی ہو مگر حد کے اندر اور یہ مطلب نہیں کہ تحلیل ضروری ہے یا اس کی کوئی حد نہیں چونکہ اوپر نظر لفظاً مطلق ہے اگرچہ قرینہ مقام سے خاص نظر معرفت ہی مراد ہے آگے اس خصوصیت کی تصریح کیے دیتے ہیں کہ) ایک نظر (تو) دوگز راستہ (ہی) دیکھتی ہے (سو یہ مطلوب نہیں اور) ایک نظر (ایسی ہے کہ اس) نے دونوں عالم اور جمال شاہ کو دیکھ لیا (اور یہی مطلوب ہے اور) ان دونوں کے درمیان بے شمار فرق ہے (پس) تو (دوسری نظر حاصل کرنے کے لئے) سرمہ تلاش کر (کہ وہ ریاضت اور صحبت اہل اللہ ہے) اور غیب کا علم خدائے تعالیٰ کو خوب ہے (اس جملہ کا مطلب یہ کہ ہمارے ان مضامین میں حقائق منحصر نہیں بہت سے حقائق ہم سے مخفی ہیں جن کا علم خدائے تعالیٰ ہی کو ہے مگر بقدر اپنے علم کے خیر خواہی سے پیش کر دیا کہ عمل ووصل الی المقصود کے لئے کافی ہے اور ایک توجیہ ان اخیر کے دو شعروں کی یہ خیال میں آتی ہے کہ اوپر نظر من المتاثر الی المؤثر کا امر تھا اور اس نظر کے دو درجے ہیں ایک نظر من البدن الی الروح اور ایک نظر من الروح الی المؤثر الحقیقی پس تقریر مقام کی یہ ہوگی کہ ہم جو نظر من المتاثر الی المؤثر کا امر کر رہے ہیں ہمارا مطلب صرف درجہ اول نہیں ہے کبھی کوئی اسی کو حاصل کر کے اس پر مغرور ہو جاوے پس یہ تو ایسا ہے کہ جیسے دوگز راستہ دیکھ لیا ایک گز پر بدن نظر آیا دوسرے گز پر روح بلکہ مطلب ہمارا درجہ دوم ہے کہ دونوں عالم سے گزر کر روئے شاہ تک نظر پہنچ جاوے پس اس تقریر پر شعر بالا نقش چوں کف میں جو مضمون نظر الی المؤثر الحقیقی کی طرف انتقال ہوا ہے یہ شعر اس کا قرینہ مقالیہ ہو جاوے گا جیسا مقام خود قرینہ حالیہ پہلے سے ہے فقط)

فائدہ:۔ یہ مضمون ہیں ہین الخ پہلے بھی کسی دفتر میں اس عنوان سے آیا ہے۔ آدمی دیدست وباقی پوست ست دید آں باشد کہ دید دوست ست آگے پھر عود ہے مدح نیستی کی طرف۔

چوں شنیدی شرح بحر نیستی	کوش دایم تا دریں بحر ایستی
جب تو نے بحر نیستی کی شرح سن لی	تو ہمیشہ کوشش کرتا کہ تو اس بحر میں قیام رکھے
چونکہ اصل کارگاہ ایں نیستی ست	کہ خلا و بے نشانست و تہی ست
چونکہ اصل اس کارخانہ کی یہ نیستی ہے	جو کہ خلاء اور بے نشان اور خالی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ استاداں پئے اظہار کار	نیستی جویند و جای انکسار
تمام استاد لوگ کام ظاہر کرنے کے لئے	نیستی کو ڈھونڈتے ہیں اور شکستگی کی جگہ کو
لاجرم استاد استاداں صمد	کارگاہش نیستی ولا بود
بالضرور جو سب استادوں کا استاد صمد ہے	اس کا کارخانہ نیستی اور عدم ہو گا
ہر کجا ایں نیستی افزوں ترست	کار حق و کارگاہش آں سرست
یہ نیستی جہاں کہیں جتنی زیادہ ہو گی	حق تعالیٰ کا کام اور اس کا کارخانہ اس جانب زیادہ ہو گا
نیستی چوں ہست بالائیں طبق	بر ہمہ بردند درویشاں سبق
نیستی چونکہ عالی مرتبہ ہے	درویش لوگ سب پر سبقت لے گئے
خاصہ درویشے کہ شد بے جسم و مال	کار فقر جسم دارد نے سوال
خاص کر وہ درویش جو کہ بے جسم اور بے مال ہو گیا	اعتبار تو فقر جسمی رکھتا ہے نہ کہ سائل ہونا
سائل آں باشد کہ جسم او گداخت	قانع آں باشد کہ مال خویش باخت
سائل وہ ہے جس کا جسم گھل گیا	قانع وہ ہے جس نے اپنا مال ہار دیا
پس ز درد اکنوں شکایت بر مدار	کوست سوی نیست اسپے راہوار
پس تو درد سے شکایت کا اظہار مت کر	کیونکہ وہ نیستی کی طرف ایک اسپ خوش رفتار ہے
ایں قدر گفتیم و باقی فکر کن	فکر اگر جامد بود رو ذکر کن
اس قدر تو ہم کہہ چکے باقی تو فکر کر لے	اگر فکر جامد ہو تو جا ذکر کر
ذکر آرد فکر را در اہتزاز	ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز
ذکر فکر کو حرکت میں لاتا ہے	ذکر کو اس افسردہ کا خورشید بنا لے
اصل خود جذبست لیک اے خواجہ تاش	کار کن موقوف آں جذبہ مباش
اصل تو جذب ہی ہے اے خواجہ تاش لیکن	تو عمل کرتا رہ اس جذب پر موقوف مت رہ
زانکہ ترک کار چوں نازے بود	ناز کے درخورد جانبازے بود
کیونکہ ترک عمل مثل ناز کرنے کے ہے	ناز کرنا کب مناسب کسی جان باز کے ہے
نے قبول اندیش نے رد اے غلام	امر را و نہی را می بیں مدام
نہ تو قبول کو سوچ اور نہ رد کو اے نوجوان	امر و نہی کا ہمیشہ لحاظ رکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغ جذبہ ناگہاں پرد زعش	چوں بدیدی صبح شمع آنگہ بکش
دفعۃً مرغ جذب آشیانہ سے اڑے گا	جب تو نے صبح کو دیکھ لیا اس وقت شمع بجھا دینا
چشمہا چوں شد گزارہ نور اوست	مغز ہا می بیند او درعین پوست
جب آنکھیں گداختہ ہوگئیں تو حق تعالیٰ کا نور ہے	مغزوں کو دیکھنے لگتا ہے عین پوست میں
بیند اندر ذرہ خورشید بقا	بیند اندر قطرہ[1] کل بحر را
وہ ذرہ میں خورشید بقا کو مشاہدہ کرتا ہے	ایک قطرہ میں تمام دریا کو مشاہدہ کرتا ہے

(بعد تفریع کے جو کہ شعر بحر افگند الخ میں مذکور ہے پھر عود ہے مضمون مدح نیستی کی طرف جو اس تفریع سے پہلے بھی مذکور ہے اور بہت اوپر سے چلا آ رہا ہے پس فرماتے ہیں کہ) جب تو نے بحر نیستی کی شرح سن لی (جو کہ بعنوان بحر اس مصرعہ قبل التفریع میں مذکور ہے۔ ع کف ز دریا جنبد و یابد علف اور مراد اس دریا سے روح ہے لیکن بوجہ اختفاء عن الابصار کے وہ نیستی نما ہے اس لئے یہاں اس کو بحر نیستی سے تعبیر فرمایا غرض جب تو اس کی شرح میں اس کی مدح سن چکا تو بس) تو ہمیشہ کوشش کرتا کر تو اس بحر میں قیام رکھے (یعنی اس طرف توجہ رکھ جس کا طریق اعمال صالحہ ہے جیسا شعر حسرت آن مردگان الخ وشعر ماندیدیم الخ کی شرح میں گزر چکا آگے پھر نیستی کی مدح دوسرے طرز پر ہے جس طرز پر کہ سلطان محمود کے قصہ سے پندرہ سولہ شعر قبل یہ مضمون آیا ہے یعنی وہاں بھی شعر زانکہ کان ومخزن صنع الخ کے قبل عدم اضافی کے متعلق تھا پھر اس شعر میں تائید کے لئے عدم حقیقی کے متعلق مضمون لایا گیا اور وجہ تائید اسی مقام پر احقر نے ذکر کی ہے اسی طرح یہاں بھی اب تک عدم اضافی کے متعلق مضمون تھا اور آگے اس کے تائید ہی کے لئے شعر چونکہ اصل کارگاہ الخ میں عدم حقیقی کے متعلق مضمون ہے اور وجہ تائید بھی وہی ہے جو اس مقام پر مذکور ہوئی ہے اور ان اشعار مویدہ کی تحقیق بھی وہی ہے جو ان اشعار مویدہ کی شرح میں عرض کی گئی وہاں ضرور ملاحظہ فرما لیا جاوے اس لئے یہاں اس کا اعادہ نہ کیا جاوے گا صرف حل لفظی پر اکتفا کیا جاوے گا۔ پس فرماتے ہیں کہ چونکہ اصل اس کارخانہ کی یہ نیستی ہے جو کہ (بالکل) خلا اور بے نشان اور (آثار ہستی سے) خالی ہے (اور عدم حقیقی کی یہ شان ظاہر ہے اور قاعدہ ہے کہ) تمام استاد لوگ (اپنے) کام (اور صنعت) ظاہر کرنے کے لئے نیستی کو ڈھونڈتے ہیں اور شکستگی کی جگہ کو (جیسا کہ اسی شعر زانکہ کان ومخزن الخ کے بعد اشعار گفتہ شد الخ میں یہ مضمون گزر چکا ہے اور میرے اس لفظ میں کہ اور یہ قاعدہ ہے اشارہ ہے اسی شعر پر عاطف مقدر ہونے کی طرف آگے چونکہ کی جزا ہے یعنی اس لئے) بالضرور جو سب استادوں کا استاد (اور) صمد ہے اس کا کارخانہ نیستی اور عدم (ہی) ہوگا (اور لاجرم میں اشارہ ہو سکتا ہے اس عدم کے شرط عقل ہونے کی طرف تفصیل اس کی یہ ہے کہ مراد اس تصرف حق سے جو کہ کارخانہ نیستی میں قرار دیا گیا ہے خاص تصرف ایجاد ہے نہ تصرف اعدام اور نہ تصرف ابقاء اس کا بیان اس مضمون کے مقام سابق میں مع الدلیل ہو چکا ہے جب تصرف ایجاد مراد ہے تو ظاہر ہے کہ اگر محل تصرف پہلے سے موجود ہو تو ایجاد موجود و تحصیل حاصل لازم آتا ہے اور یہ محال ہے اس لئے عقلاً لازم ہے کہ وہ معدوم ہوتا کہ اس کو موجود کیا جاوے اور عجب نہیں کہ

---

[1] اس لفظ (قطرہ) پر اگر ہمزہ نہ لکھا جائے جیسا کہ متن میں ہے تو لفظ کل کے لام کو مشدد پڑھا جائے گا اور اگر ہمزہ لکھا جائے یعنی اس طرح قطرۂ تو یہ ہمزہ مفید ہوگا معنی وحدت کو اور اس کا ترجمہ ہوگا ایک قطرہ اس وقت لفظ کل کے لام کو ساکن پڑھا جائے گا اور قافیہ اس شعر میں بقا

www.besturdubooks.wordpress.com

صمد میں اشارہ اس طرف ہو کہ اس کے شرط عقلی ہونے سے حق تعالیٰ کا محتاج الی ہذا الشرط ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ایجاد موجود محالات عقلیہ سے ہے اور معاملات عقلیہ کے تحت القدرۃ داخل نہ ہونے سے قدرت میں نقص نہیں ہے بلکہ خود اس محال میں عدم قابلیت کے سبب نقص ہے والمسئلۃ معروفۃ فی الکلام اب تائید کے بعد پھر بطرز سابق علی التائید نیستی کی مدح بغرض ترغیب تحصیل فرماتے ہیں کہ) یہ نیستی جہاں کہیں جتنی زیادہ ہو گی حق تعالیٰ کا کام (یعنی لطف) اور اس کا کارخانہ (یعنی افاضہ انوار و فیوض) اس جانب زیادہ ہو گا (اور) نیستی چونکہ (اس قدر) عالی مرتبہ (چیز) ہے (اسی لئے اس کو حاصل کرنے کی بدولت) درویش لوگ سب پر سبقت لے گئے (یہ نیستی فقر اور ترک کی ہے اول تو سب ہی درویش اہل حق اس فضیلت سبقت میں شریک ہیں لیکن) خاص کر وہ درویش (اس فضیلت کے ساتھ زیادہ موصوف ہے) جو کہ بے جسم اور بے مال ہو گیا (جس کی تفسیر اس کے بعد والے شعر میں آتی ہے اور مصرعہ ثانیہ مفسر و مفسر کے درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے ہے تائید مصرعہ اولیٰ کے لئے کہ واقع میں) اعتبار تو فقر جسمی رکھتا ہے نہ کہ (متعارف) سائل ہونا (یعنی فقیری جس کی ہم مدح کر رہے ہیں یہ متعارف فقیری نہیں یعنی گداگری بلکہ وہ جسمی فقیری ہے یعنی جسم تک کو گھلا دے جیسا آئندہ شعر میں آتا ہے اور چونکہ سلیم العقل کے نزدیک جسم اعز ہے مال سے تو جسم کا گھلانے والا مال کا دل سے نکالنے والا ضرور ہو گا اور اسی پر دلالت کرنے کے لئے احقر نے جسمی فقیری کی تفسیر میں لفظ تک کہا ہے آگے ایک طرز بدیع سے تفسیر ہے درویش بے جسم و مال کی جو مصرعہ اولیٰ میں واقع ہے یعنی) سائل (معتبر) وہ ہے جس کا جسم (ریاضات و طاعات بدنیہ میں) گھل گیا (اور) قانع (معتبر) وہ ہے جس نے اپنا مال (ریاضات و طاعات مالیہ میں) ہار دیا (مقصود تو تفسیر کرنا ہے درویش ممدوح فی البیت الاول کی کہ جس نے اپنے مال و جان کو رضائے محبوب میں فدا اور فنا کر دیا۔ پس سائل اور قانع سے مراد وہی درویش ہے لیکن یہ تفسیر ایک طرز بدیع سے اختیار کی ہے وہ یہ کہ قرآن مجید میں صدقات و عطیات کا مستحق بعض آیات میں سائل کو اور بعض آیات میں قانع کو قرار دیا ہے۔ قال تعالیٰ و فی اموالھم حق للسائل والمحروم وقال تعالیٰ واطعموا القانع والمعتر اور اگرچہ قانع کی دونوں تفسیریں کی گئی ہیں سائل بھی من قنع بالفتح قنوعا اور غیر سائل بھی من قنع بالکسر قناعۃ لیکن اس شعر میں تقابل کے قرینہ سے غیر سائل پر محمول کرنا اولیٰ ہے پس یہ دو قسمیں ہوئیں فقیر مستحق کی اور محروم اور معتر بھی ان دو قسموں سے خارج نہیں محروم کی تفسیر تو غیر سائل کے ساتھ متعین ہے اور معتر بمعنے معتری و معترض بالسوال او بغیر السوال فی نفسہ دونوں کو محتمل ہے۔ قانع کی جو تفسیر کی جاوے گی اس کے مقابل کے ساتھ معتر کی تفسیر ہو جاوے گی بہرحال فقیر کی دو قسمیں ہوئیں۔ پس مولانا فرماتے ہیں کہ ان دونوں قسموں میں بھی معتبر و ممدوح وہی ہے جو اپنی جان و مال کو راہ حق میں فدا کر چکا ہو اور یہ مقصود نہیں کہ قرآن مجید میں یہ معنے مراد ہیں قرآن کے الفاظ تو مطلق اور عام ہیں دونوں کو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس عام کی افراد میں سے فرد کامل اور قابل مدح یہ ہیں پس معنے سائل آن باشد و قانع آن باشد کے یہ ہیں کہ سائل بالکمال و قانع بالکمال آن باشد کما فی قولہ علیہ السلام المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ ای المسلم الکامل الخ اور سائل کی تفسیر میں جسم کی تخصیص اور قانع کی تفسیر میں مال کی تخصیص محض ذکری ہے احترازی نہیں اور یہ تخصیص ذکری بطور اکتفاء فی الذکر اعتماداً علی القرائن فی فہم المقصود کے ہے اور قرینہ یہاں یہ ہے کہ ان دونوں قسموں کا مقسم اوپر کے شعر میں یہ ہے درویشے کہ شد بے جسم و مال یعنی جو دونوں کا تارک ہو اور مقسم کا صادق آنا قسموں پر لازم ہے پس ان دونوں قسموں میں بھی دونوں کا ترک ماخوذ ہو گا اور ایک نسخہ میں مصرعہ اولیٰ میں مال اور دوسرے میں باخت ہے مگر میں نے

www.besturdubooks.wordpress.com

گداخت کے ساتھ جسم کو زیادہ مناسب سمجھا اور چونکہ اصل نسخوں میں عدم تعارض ہے اس لئے مجموعہ نسخین سے بھی دو دن قسموں کا دونوں کے لئے تارک ہونا مفہوم ہو گیا اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ درویش ممدوح فی المقام کی قسم سائل کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ جو شخص خود اپنے مال و جان کو فدا کر دے گا وہ کسی سے مانگے گا کیوں جواب یہ ہے کہ بعض افراد سوال کی واجب بھی ہیں وہ ایسے موقع پر ضرور سوال کرے گا ورنہ تارک واجب ہوگا جو کہ جسم گداختن کے منافی ہے کیونکہ جسم گداختن کے لئے مقتضیات شہوت و غضب کا فنا لازم ہے اور سوال واجب سے عار کرنا جو کہ کبر کا شعبہ ہے ناشی ہے غضب نفسانی سے اور اس کا فنا مفروض ہو چکا اور وہ فرد واجب یہ ہے مثلاً نماز کے لئے قبلہ کا سوال کرنا کہ کدھر ہے وضو کے لئے پانی کا پتہ پوچھنا کہ کہاں ہے یا خود پانی کا مانگ لینا کہ جب یہ یقین ہو کہ بطیب خاطر دے دے گا یا مخمصہ کے وقت کسی سے سد رمق مانگ لینا و مثل ذلک یا بلسان اشارت اس شبہ کا یوں جواب دیا جاوے کہ سائل سے مراد سائل من اللہ ہے مگر اس صورت میں اس کو قرآن مجید کی تفسیر نہ کہا جاوے گا بلکہ تاویل بطرز اعتبار کے کہیں گے و لکل وجہۃ ہو مولیہا اور لفظ خاصہ کا شعر سابق میں بڑھانا مشیر اس طرف ہے کہ درویشی میں ریاضات خاصہ جس میں تعلقات ظاہری متروک ہو جاویں لازم اور مدار مطلق فضل نہیں ہاں موجب کمال ضرور ہیں باقی قلب کا مسخر تعلقات و عبد المال و الجسم نہ ہونا یہ مطلقاً درویشی میں فرض ہے اور خود یہ درویشی بھی فرض ہے پس حاصل مقام یہ ہوا کہ نیستی کے اختیار کرنے سے ہر درویش ممدوح ہے خواہ یہ نیستی بمعنے ترک تعلقات مباحہ ظاہراً بھی ہو یا صرف باطناً ہو خاص کر وہ درویش جو دونوں کا جامع ہو آگے نیستی کی مدح پر تفریع فرماتے ہیں کہ جب یہ بات معلوم ہو گئی) پس تو درد (و بلا) سے (خواہ جسم کے متعلق ہو یا مال کے) شکایت کا اظہار مت کر کیونکہ وہ نیستی کی طرف ایک اسپ خوش رفتار ہے (یعنی اگر صبر کیا جاوے تو اس سے مال باختن یا جسم گداختن کے برکات حاصل ہو گئے جس کے اوپر مدح سن چکے ہو اور بر مدار بمعنے آواز برداشتن و اظہار کردن میں اشارہ ہے عدم ذم شکوئی الی اللہ کی طرف جو اس آیت میں مذکور ہے قال انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ الآیۃ آگے مضمون کو مختصر کر کے فکر کرنے کا امر تا کہ اس سے فضائل اس ترک کے معلوم ہوں اور ذکر کرنے کا امر تا کہ اس سے فکر صحیح ہو سکے اور فکر صحیح کے بعد ترک پر عمل ہو سکے کہ مقصود عمل ہی ہے اور طاعات و اعمال کا امر کہ وہ خود مقصود ہی ہیں اور پھر ان اعمال و طاعات پر کہ سلوک کہلاتے ہیں جذب کا مرتب ہونا اور اس جذب سے قرب خاص کا حاصل ہو جانا بیان فرماتے ہیں یعنی) اس قدر تو (فقر و نیستی کے متعلق) ہم کہہ چکے باقی (مضمون میں) تو فکر کر لے (یعنی سوچ لے کہ اور ثمرات بھی اس کے معلوم ہوں گے اور اس سے زیادہ رغبت اس ترک کی ہو گی (اور) اگر فکر جامد (و افسردہ) ہو (اور کام نہ دے) تو جا ذکر (الٰہی) کر (کیونکہ) ذکر (الٰہی) فکر کو حرکت میں لاتا ہے (اور اس سے حقائق قلب پر وارد و منکشف ہونے لگتے ہیں پس) ذکر کو اس (فکر) افسردہ کا خورشید بنا لے (آفتاب میں دو خاصیتیں ہیں تنویر اور حرکت دادن افسردہ جیسا یخ جو جامد تھی پگھل کر اور پانی بن کر چلنے لگتی ہے اور نامحسن کہ افسردہ پڑے تھے خورشید کے طلوع کے وقت دن ہونے سے دن میں حرکت ہونے لگتی ہے اسی طرح ذکر فکر کو متحرک اور حقائق کو منور کر دے گا اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ مقصود ذکر سے صرف تحریک فکر و تنویر حقائق کشفیہ ہیں جن میں سے ثمرات فقر و ترک بھی ہیں بلکہ اصل معاملہ بالعکس ہے یعنی خود تحریک فکر و انکشاف حقائق سے مقصود یہی ذکر ہے جو تمام طاعات کو شامل ہے کما فی الحصن الحصین بل کل مطیع للہ تعالیٰ فہو ذاکر اور فکر اس کا آلہ ہے کہ جب فکر سے حقائق واقعیہ منکشف ہو جاویں تو ذکر و طاعات کو خوب خلوص سے بجا لا دے گا چنانچہ خود مولانا کا کلام بھی اس پر دال ہے کیونکہ اوپر نیستی

www.besturdubooks.wordpress.com

بمعنے ترک تعلقات کی مدح تھی اور ظاہر ہے کہ یہ ترک ایک طاعت ہی ہے جو کہ فرد ہے ذکر کی اور اس کی مدح اس کے اختیار کرنے ہی کے لئے کی ہے اور دوسری وجوہ مدح سمجھنے کے لئے فکر کا امر کیا ہے تاکہ اور وجوہ معلوم کر کے اس طاعت کو اور زیادہ رغبت سے اختیار کیا جاوے پھر جو فکر کی تحریک کے لئے ذکر کا امر فرماتے ہیں اس سے مقصود یہ ہے کہ فکر جو کہ آلہ مقصود ہے اور مقصود بالعرض ہے اس لئے ایک درجہ میں اس سے بھی کام لینا ضروری ہے تو وہ بھی اس مقصود بالذات یعنی ذکر وطاعت ہی کے اختیار کرنے سے کام دیتا ہے اور اس سے دور کا شبہ نہ کیا جاوے بات یہ ہے کہ ذکر وطاعات کے دو درجے ہیں ایک ابتدائی اس سے تو فکر کو حرکت ہو کر بصیرت ومعرفت میسر ہوتی ہے اور ایک انتہائی اور کمال کا درجہ وہ اس بصیرت کے بعد میسر ہوتا ہے پس ابتدائی درجہ ذکر وطاعت کا سبب ہے حرکت فکر کا اور انتہائی درجہ فکر وطاعات کا مسبب ہے حرکت فکریہ کا پس موقوف ہونا اور اعتبار سے ہے اور موقوف علیہ ہونا اور اعتبار سے۔ پس دور نہ رہا اور اس مضمون مذکور یعنی ترغیب ذکر پر جو کہ شامل ہے تمام اعمال وطاعات کو ایک شبہ ہوتا تھا کہ اکابر کے کلام سے اور خود نصوص صحیحہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اصل مدار جذب الٰہی پر ہے چنانچہ خود مولانا نے بھی سرخی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس للماضین الخ کے قبل ایک مناجات میں اس کی تصریح کی ہے۔ تانخواہی تو نخواہد ہیچ کس الخ پھر اعمال کو اس میں کیسا دخل جس کا یہاں امر کیا جاتا ہے آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ واقعی) اصل تو جذب (الٰہی) ہی ہے اے خواجہ تاش لیکن تو عمل کرتا رہ اس جذب پر موقوف مت رہ کیونکہ ترک عمل مثل ناز کرنے کے ہے (اور) ناز کرنا کب مناسب کسی جانباز (اور عاشق) کے لئے ہے (مطلب یہ کہ ترک عمل شان طالبیت وعبدیت کے خلاف ہے پس تو طالب ہونے کی حیثیت سے) نہ تو قبول کو سوچ اور نہ رد کو اے نوجوان (بلکہ) امر ونہی کا ہمیشہ لحاظ رکھ اور اس کے مقتضا پر چلتا رہ اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ اگر فرض کیا جاوے کہ عمل کا کوئی بھی ثمرہ نہیں مگر شان محبت خود مقتضی ہے کہ محبوب کی طاعت کی جاوے یہ جواب تو عاشقانہ ہے آگے دوسرا جواب حکیمانہ اور حجت علی العشاق وغیر العشاق جمیعاً ہے وہ یہ کہ ہم نے مانا کہ کام جذب ہی سے ہوتا ہے لیکن عادت الٰہیہ جاری ہے کہ یہ جذب بھی اس عمل پر مرتب ہوتا ہے پس اس جذب کی تحصیل کے لئے بھی عمل ہی کی ضرورت ہوئی اور ترتیب یہ ہوگی کہ اعمال پر جذب مرتب ہوگا پھر جذب پر مقصود پس عمل کرنا منافی اعتقاد موثریت جذبہ کے نہ ہوا بلکہ عین علامت ہوا اس اعتقاد کی پس فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کہا ہے امر ونہی را می بین مدام اگر ایسا کرو گے تو) دفعۃً مرغ جذب آشیانہ سے اڑے گا (اور اس سے تمہارا کام بن جاوے گا اور عمل تو اس وقت بھی رہے گا لیکن اس حالت میں ایک تغیر ہوگا اس تغیر کے وقوع کو کہ ایک واقعہ خبریہ ہے بصورت انشاء کے بصیغہ امر بتلاتے ہیں کما فی قولہ تعالیٰ تعالیٰ قل من کان فی الضلالۃ فلیمددلہ الرحمن مدا الآیۃ وکما فی قولہ تعالیٰ ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا الآیۃ ای یقع المدولایقع المواخذۃ کما فی قولہ تعالیٰ فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیراً ای یضحکون و یبکون یعنی) جب تو نے صبح کو دیکھ لیا اس وقت شمع بجھا دینا (مقصود اس سے جملہ خبریہ ہے کہ صبح کے طلوع ہونے سے حاجت شمع نہ رہے گی کیونکہ نور جو کہ شمع سے مقصود تھا وہ بوجہ اکمل بلا شمع حاصل ہے یہ ہے وہ تغیر جس کی تقریر یہ ہے کہ طریق میں مقصود تو دراصل طاعت ہے جیسے مشبہ بہ میں مقصود نور ہے اور اس کا ذریعہ قبل جذب کے جد وجہد واہتمام وتکلف تھا جیسے مشبہ بہ میں نور کا ذریعہ شمع تھی اور بعد جذب کے اس طاعت کا ذریعہ شوق وذوق وتقاضائے طبعی ہو جاتا ہے جس کے خلاف کرنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے جس طرح قبل جذب عمل میں تکلیف ہوتی تھی جیسے مشبہ بہ میں اب نور کا ذریعہ صبح ہو جاتی ہے پس

www.besturdubooks.wordpress.com

تکالیف شرعیہ تو مرتفع نہ ہوئیں البتہ تکالیف لغویہ یعنی کلفت اور صعوبت رفع ہوگئی آگے اس جذب کے آثار خاصہ جن کا حاصل قرب خاص ہے بیان فرماتے ہیں کہ) جب آنکھیں گداختہ ہوگئیں تو (پھر ان آنکھوں کا نور) حق تعالیٰ کا نور ہے (جیسا وارد ہے کنت سمعه الذی یسمع بی و بصره الذی یبصر بی اور وہ اس نور کے ذریعہ سے) مغزوں کو (یعنی مقصود کو) دیکھنے لگتا ہے عین پوست میں (یعنی غیر مقصود میں مطلب یہ کہ مظاہر میں ظاہر کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے اور واصل و عارف کی یہ حالت ظاہر ہے آگے اسی بینش کو دوسرے عنوانوں سے بیان فرماتے ہیں کہ) وہ ذرہ میں (یعنی کائنات عالم میں) خورشید بقاء (یعنی نور باقی) کو (کہ حق تعالیٰ ہے) مشاہدہ کرتا ہے (اور) قطرہ میں (یعنی کائنات عالم میں) تمام دریا (یعنی وجود حقیقی) کو مشاہدہ کرتا ہے (وہ دحقیقی کی دریا سے تشبیہ اس اعتبار سے ہے کہ جس طرح دریا منشاء وجود قطرات کا ہوتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ منشاء وجود ممکنات کے ہیں گو طریق منشاء یت جدا جدا ہے)

فائدہ:۔ آگے پھر عود ہے قصہ صوفی کی طرف۔

بار دیگر رجوع کردن بقصۂ آں صوفی و قاضی

صوفی اور قاضی کے قصہ کی جانب دوبارہ واپسی

گفت صوفی در قصاص یک قفا	سر نشاید باد دادن از عمیٰ
صوفی نے کہا کہ ایک قفا کے انتقام میں	سر کو رچشمی سے برباد کرنا نہ چاہئے
خرقۂ تسلیم اندر گردنم	بر من آساں کرد سیلی خوردنم
خرقہ تسلیم جو میری گردن میں ہے	اس نے مجھ کو سیلی کھانا آسان کر دیا ہے
دید صوفی خصم خود را سخت زار	گفت اگر مشتش زنم من خصم وار
صوفی نے اپنے مدعا علیہ کو بالکل ہی زار دیکھا	کہا کہ اگر میں اس کو مخاصمانہ ایک گھونسا ماروں
او بہ یک مشتم بریزد چوں رصاص	شاہ فرماید مرا از جر و قصاص
تو وہ میرے ایک ہی گھونسے سے رانگ کی طرح بکھر جائے گا	بادشاہ میرے لئے زجر اور قصاص کا حکم دے گا
خیمہ ویرانست و بشکستہ وتد	او بہانہ می کند تا در فتد
خیمہ ویران ہے اور شکستہ چوب ہے	وہ بہانہ ڈھونڈتا ہے تا کہ گر پڑے
بہر ایں مردہ دریغ آید دریغ	کہ قصاصم افتد اندر زیر تیغ
اس مردہ کی وجہ سے دریغ آتا ہے دریغ	کہ مجھ پر تہ تیغ قصاص واقع ہو
چوں نیتانست کف بر خصم زد	عزمش آں شد کش سوئے قاضی برد
جب مدعا علیہ پر ہاتھ نہ چلا سکا	تو اس کا عزم یہ ہوا کہ اس کو قاضی کی طرف لے جاوے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ترازوئے حق ست وکیل او	زاں سوی حق ست دائم میل او
کیونکہ وہ حقوق کے لئے میزان اور کیال ہے	اس سبب سے حقوق کی طرف اس کا میلان ہے
مخلص ست از مکر دیو و حیلہ اش	مامن ست از قید دیو وقیلہ اش
سبب رہائی کا ہے شیطان کے مکر و حیلہ سے	سبب امن کا ہے شیطان کی قید سے اور قول سے
ہست او مقراض احقاد و جدال	قاطع جنگ دو خصم و قیل وقال
وہ قاطع ہے کینوں کا اور جدال کا	اور قاطع ہے متخاصمین کی جنگ اور قیل و قال کا
دیو در شیشہ کند افسون او	فتنہ ہا ساکن کند قانون او
دیو کو شیشہ میں کر لیتا ہے اس کا افسوں	فتنوں کو ساکن کر دیتا ہے اس کا قانون
چوں ترازو دید خصم پر طمع	سرکشی بگزارد و گردد تبع
جہاں خصم پر طمع نے ترازو کو دیکھا	سرکشی کو چھوڑ دیتا ہے اور تابع ہو جاتا ہے
ور ترازو نیست گر افزون دہیش	از قسم راضی نگردد آگہیش
اور اگر ترازو نہیں ہے تو اگر تو اس کو زیادہ بھی دے دے	قسم کھانے سے بھی راضی نہ ہو اس کی آگاہی
کے شود راضی ز تو طبع تہیش	از پئے بیدانشی و ابلہیش
کب تجھ سے راضی ہو اس کی طبع خالی	بوجہ اس کی بیدانشی اور ابلہی کے
ہست قاضی رحمت و دفع ستیز	قطرۂ از بحر عدل رست خیز
قاضی رحمت ہے اور سبب دفع ستیز ہے	قطرہ ہے دریائے عدل قیامت سے

صوفی نے (اپنے دل میں) کہا کہ ایک (ضرب) قفا کے انتقام میں (اپنا) سر کور چشمی سے برباد کرنا نہ چاہیے (یعنی اگر میں اس سے بدلہ لوں تو یہ غایت ضعف سے مر جاوے گا پھر میں قصاص میں مارا جاؤں گا تو یہ خلاف بصیرت ہے نیز) خرقہ تسلیم جو میری گردن میں (پڑا) ہے اس نے مجھ کو سیلی کھانا آسان کر دیا ہے (اس پر ظاہراً شبہ ہوتا ہے کہ جب تسلیم کو مانع قصاص قرار دے لیا پھر قاضی کے پاس جا کر کیوں فریاد کی جیسا عنقریب آتا ہے جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اس فریاد سے ممکن ہے کہ مقصود بالذات قصاص نہ ہو بلکہ مقصود بالذات یہ ہو کہ دوسرے لوگ دوسرے صوفیہ غربا و پر ایسی جرات نہ کریں گو اس غرض کے لئے قاضی قصاص یا اور کوئی تعزیر تجویز کرے تو اس صورت میں یہ قصاص یا تعزیر مقصود بالعرض ہوگی پس اس غرض کے لحاظ سے فریاد اور تسلیم میں منافاۃ نہ ہوئی اور سزا میں تعمیم کہ خواہ قصاص ہو یا اور کوئی زجر ہو سرخی آئندہ کے شعر دوم و سوم سے اور دوسرے صوفیہ کی مصلحت کی مقصودیت اس سرخی کے بعد کی سرخی کے ختم کے قریب کے اس شعر سے کے روا باشد کہ ہر خرس قلاش صوفیان را صفع اندازد بلاش مفہوم ہوتی ہے آگے تفسیر ہے شعر بالا کی یعنی)

www.besturdubooks.wordpress.com

صوفی نے اپنے مدعا علیہ کو بالکل ہی زار (نحیف) دیکھا (اپنے جی میں) کہا کہ اگر میں اس کو مخاصمانہ ایک گھونسا ماروں تو وہ میرے ایک ہی گھونسے سے رانگ کی طرح بکھر جائے گا (پھر) بادشاہ میرے لئے زجر اور قصاص کا حکم دے گا (اس لئے ایسا کرنا خلاف بصیرت ہے جیسا اوپر گزرا آگے اس کی مثال ہے کہ) خیمہ ویران ہے اور شکستہ چوب ہے وہ بہانہ ڈھونڈتا ہے تا کہ گر پڑے۔ اس مردہ کی وجہ سے (مجھ کو) دریغ آتا ہے دریغ کہ مجھ پر تیغ قصاص واقع ہو (یعنی یہ تو گویا مردہ ہے اگر اس کو مار دیا تو کیا وصول ہوا بس ایک مردہ کو مار دیا پھر عوض میں میں مارا جاؤں جو کہ معتدبہ زندگی رکھتا ہوں غرض) جب (اپنے) مدعا علیہ پر ہاتھ نہ چلا سکا تو اس کا عزم یہ ہوا کہ اس کو قاضی کی طرف لے جاوے کیونکہ وہ حقوق (عباد) کے لئے میزان اور کیال ہے (کہ حقوق) کی تعیین کرتا ہے) اس سبب سے حقوق کی طرف ہمیشہ اس کا میلان ہے (تا کہ ان کی تنقیح کر کے ان کی تعیین وتمیز کر دے جس طرح وزن وکیل سے ہر ایک کا حق معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا اتنا چاہئے اور قاضی) سبب رہائی کا ہے شیطان کے مکر وحیلہ سے (اور) سبب امن کا ہے شیطان کی قید سے اور قول سے (قیلہ بکسر قاف قول کمافی قولہ تعالیٰ وقیلہ یارب والتاء للجنسیۃ مطلب یہ کہ شیطان جو کسی خائن کو مکر وحیلہ سکھلاتا ہے دوسرے کے حق کو کم وبیش کرنے کے لئے اور شیطان اس خائن کو اپنے اس قول و وسوسہ میں مقید کر لیتا ہے کہ وہ اس پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے قاضی اپنی تحقیق وتفتیع سے مظلوم کو اس سے خلاصی دیتا ہے اور وہ قاطع ہے کینوں کا اور جدال کا اور قاطع ہے متخاصمین کے جنگ اور قیل وقال کا (اور) دیو کو شیشہ میں (مقید) کر لیتا ہے اس کا افسوں (اور) فتنوں کو ساکن کر دیتا ہے اس کا قانون۔ (دیو در شیشہ کردن مغلوب کردن دو بر قاضی کو ترازو سے تشبیہ دی ہے آگے اس مشبہ بہ کی خاصیت بیان کرتے ہیں تا کہ بواسطہ تشبیہ کے قاضی کے لئے بھی اسی خاصیت کا اثبات ہو جاوے یعنی ترازو ایسی چیز ہے کہ) جہاں خصم پر طمع نے ترازو کو دیکھا (فوراً) سرکشی کو چھوڑ دیتا ہے اور تابع ہو جاتا ہے اور اگر ترازو نہیں ہے تو اگر تو اس (خصم) کو زیادہ بھی دے دے (تب بھی) قسم کھانے سے بھی راضی نہ ہو اس کی آگاہی (اور ہوشیاری جس میں تجربہ بھی داخل ہے یہ اسناد مجازی الی السبب ہے یعنی بسبب ہوشیاری وتجربہ کے کہ بہت سے لوگوں کو اس نے جھوٹی قسمیں کھاتے دیکھا ہے زیادہ پر بھی راضی نہ ہو یہی گمان رہے کہ شاید کم ہو اور جب باوجود آگاہی کے وہ راضی نہ ہو تو اگر آگاہی سے بھی خالی ہو اس حالت میں تو) کب تجھ سے راضی ہو اس کی طبع خالی بوجہ اس کی بیدانشی اور ابلہی کے (کہ وہ زیادہ سبب ہے ناراضی کا کیونکہ تجربہ کا معارض تو کبھی دوسرا تجربہ بھی ہو جاتا ہے کہ بعض لوگ زیادہ بھی دیدیا کرتے ہیں پھر اپنی ہوشیاری سے تخمین بھی زیادتی کا کر سکتا ہے اور ابلہی میں تو اس کے پاس کوئی آلہ ہی نہیں یقین زیادت کا اور بیدانشی سے مراد خاص وہی قسم ہے جس میں دوسرے کو جھوٹا ہی سمجھا کرے مطلق بیدانشی مراد نہیں ہے تا کہ یہ شبہ ہو کہ بعض اوقات ناتجربہ کاری اور بھولے پن سے باوجود کمی کے بھی زیادت کا یقین کر لیتا ہے اور قرینہ اس تخصیص کا غلبہ ہے اس قسم کے وقوع کا اور دوسری قسم کے لوگ تو بہت ہی کم ہیں (اور) قاضی رحمت ہے اور سبب دفع ستیز ہے (اور) قطرہ ہے دریائے عدل قیامت سے (یعنی جس عدل کا ظہور قیامت میں ہوگا اس کا ایک مظہر عدل قاضی ہے جس طرح قطرہ مظہر اور حاکی ہوتا ہے بحر اور اس کے اوصاف وخواص کا وجہ تخصیص اس عدل کی یہ ہے کہ اس عدل کی غایت جزا وسزا ہوگی اور یہی غرض ہوتی ہے قاضی کی اور مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ قاضی باعتبار اصل وضع قضا کے ایسا ہوتا ہے فلا ینتقض بالظالم)

www.besturdubooks.wordpress.com

قطرۂ گرچہ خرد و کوتہ پا بود	لطف آب بحر ازو پیدا بود
قطرہ اگرچہ خرد اور کوتاہ قدم ہوتا ہے	آب بحر کی لطافت اس سے ظاہر ہوتی ہے
از غبار ار پاک داری کلہ را	تو ز یک قطرہ بہ بینی دجلہ را
اگر تو غبار سے اپنے کلہ کو پاک رکھے	تو ایک قطرہ سے دجلہ کو دیکھنے لگے
جزوہا بر حال کلہا شاہد ست	چوں شفق غماز خورشید آمدست
اجزا احوال کل پر شاہد ہوتے ہیں	جس طرح شفق غماز خورشید ہے
آں قسم بر جسم احمدؐ راند حق	آنچہ فرمودہ ست کلا والشفق
وہ قسم جسم احمدؐ پر حق تعالیٰ نے جاری فرمائی ہے	وہ جو فرمایا ہے کہ قسم کھاتا ہوں شفق کی
مور بردانہ چرا لرزاں بدے	گرازاں یک دانہ خرمن دربدے
چیونٹی ایک دانہ پر کیوں لرزاں ہوتی	اگر اس دانہ کے ذریعہ سے وہ خرمن کی جاننے والی ہوتی

(یہاں سے انتقال ہے مضمون توحید کی طرف چنانچہ سب اشعار کا عنوان بالخصوص شعر ثانی و شعر اخیر کا اس پر دال ہے کیونکہ مولانا ان ہی عنوانات سے اکثر جگہ یہ مضمون لایا کرتے ہیں اور نیز کلہ کا پاک رکھنا جو شعر ثانی کا مدلول ہے اسی کی شرط ہو سکتی ہے نہ کہ دلالت قطرہ ظاہری علی البحر الظاہری کی یعنی صفت الٰہی کے مظہر ہونے میں کچھ قاضی ہی کی تخصیص نہیں بلکہ تمام مخلوق مظہر ہے صفات الٰہیہ کی اور جس طرح قاضی کی مظہریت مشابہ مظہریت قطرہ کے ہے اسی طرح تمام مخلوق کی مظہریت اسی کے مشابہ ہے آگے مظہریت قطرہ کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ) قطرہ اگرچہ (مقدار میں بھی) خرد اور (رفتار میں بھی) کوتاہ قدم ہوتا ہے (اور ظاہر بھی ہے کہ دریا جتنی دور چلا جاتا ہے عادۃً ایک قطرہ اس قدر دور نہیں جاتا تھوڑی ہی دور میں جذب اور خشک ہو جاتا ہے اور خردی سے اس کا نقصان ذات اور کوتہ پائی سے اس کا نقصان صفات معلوم ہوا یعنی گو ناقص الذات والصفات ہوتا ہے لیکن) آب بحر کی لطافت اس سے ظاہر ہوتی ہے اور وہ اس کا مظہر ہوتا ہے کیونکہ اس میں تو اس کے مشابہ ہی ہوتا ہے اسی طرح ممکنات باوجود ناقص ہونے کے مظہر ہیں ذات و صفات حق کے اور اگر اس مظہریت کی تجھ کو معرفت نہ ہو تو وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کی شرائط نہیں پائی جاتیں جن میں سے ایک اہم شرط ترک حرام و ترک انہماک فی الشہوات ہے چنانچہ) اگر تو غبار سے (اپنے) کلہ (یعنی دہن) کو پاک رکھے تو ایک قطرہ سے تو دجلہ کو دیکھنے لگے (غبار سے مراد لقمہ حرام و نحوہ کہ چشم قلب کو تاریک کرتا ہے مثل غبار ظاہری کے چشم سر کے لئے اور قطرہ سے ممکن کو اور دجلہ سے واجب کو تشبیہ دی ہے باعتبار نقصان و کمال و مظہریت و ظاہریت کے قطع نظر دوسرے اوصاف سے پس اس سے اتحاد حقیقت ممکن و واجب کا شبہ نہ کیا جاوے جو کہ قطرہ و بحر میں متحقق ہے آگے دوسری تشبیہات اس دلالت ممکن علی الواجب کی لاتے ہیں کہ جس طرح اس دلالت کی ایک تشبیہ قطرہ اور بحر کی مثال تھی اسی طرح اس کی دوسری تشبیہ یہ ہے کہ) اجزا احوال کل پر شاہد (و دال) ہوتے ہیں (تیسری تشبیہ یہ ہے کہ) جس طرح شفق غماز خورشید ہے (بوجہ اس کے کہ شفق نور خورشید کا عکس ہوتا ہے جب وہ افق کے قریب ہوتا ہے آگے مولانا بطور جملہ معترضہ کے خورشید و شفق حسی سے ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

خورشید و شفق معنوی کی طرف کہ اس میں بھی ایسی ہی دلالت ہے اور اسی اعتبار سے وہ چوتھی تشبیہ ہو سکتی ہے فرماتے ہیں کہ) وہ قسم (جس کا ذکر دوسرے مصرعہ میں ہے) جسم احمدؐ پر حق تعالیٰ نے جاری فرمائی ہے (یعنی) وہ جو فرمایا ہے کہ قسم کھاتا ہوں شفق کی (قرآن مجید میں فلا اقسم بالشفق آیا ہے مگر لا کے زائدہ ہونے سے مراد قسم ہے ایک تو اس وجہ سے دوسری ضرورت شعر سے نظم میں صرف اقسم لائے ہیں اور بضرورت شعر میم کو ساکن پڑھنا چاہئے اور ایک نسخہ میں کلا والشفق ہے اس کو روایت بالمعنی کہنا چاہئے مولانا نے بلسان اشارت بطور علم اعتبار کے شفق سے مراد جسم محمدیؐ لیا کہ وہ مظہر ہے خورشید روح محمدیؐ کا آگے پانچویں تشبیہ ہے کہ) چیونٹی ایک دانہ پر کیوں لرزاں (ترساں) ہوتی (جس طرح اب لرزاں ہے کہ اس کے فوت ہو جانے سے خائف ہے کہ پھر کیا کھاؤں گی) اگر اس دانہ کے ذریعہ سے وہ خرمن کی جاننے والی ہوتی (کیونکہ اس کو جاننے کے بعد مطمئن ہوتی کہ اگر یہ نہ رہے گا خرمن سے اور حاصل ہو جاوے گا پس دانہ دال اور مظہر ہے خرمن کا مگر جس کو اس کی معرفت نہیں وہ پریشان ہے اور صاحب معرفت مطمئن ہے پس اسی طرح جس کو ممکنات سے واجب کی معرفت ہو گئی وہ لاخوف علیهم ولاهم یحزنون کا مصداق کامل ہو گیا ورنہ یحبونهم کحب الله اور یخشون الناس کخشیة الله او اشد خشیة کا مصداق رہا آگے عود ہے قصہ کی طرف۔

بر سر حرف آ کہ صوفی بیدل ست	در مکافات جزا مستعجل ست
مضمون کے سلسلہ پر آ جا کیونکہ صوفی بیدل ہے	مکافات جفا میں جلدی کر رہا ہے
اے تو کردہ ظلمہا چوں خوشدلی	از تقاضائے مکافا غافلی
اے شخص کر تو بہت ظلم کئے ہوئے ہے کیونکر خوشدل ہے	اور تقاضائے مکافات سے غافل ہے
یا فراموشت شدست آں کردہات	کہ فرو آویخت غفلت پردہات
یا کہ تجھ کو اپنے وہ کئے ہوئے کام فراموش ہو گئے	تیری عقل نے تیرے پردے لٹکا رکھے ہیں
گر نہ خصمیہا ستے اندر قفات	جرم گردوں رشک بردے بر صفات
اگر تیرے تعاقب میں مخاصمیں نہ ہوتیں	تو جرم فلک تیری صفائی پر رشک لے جاتا
لیک محبوسی برای آں حقوق	اندک اندک عذر میخواہ از عقوق
لیکن تو تو ان حقوق کے سبب محبوس ہو رہا ہے	تھوڑا تھوڑا آزار ہی سے عذر چاہتا رہ
تا بیکبارت نگیرد محتسب	آب خود روشن کن اکنوں یا محب
تا کہ تجھ کو محتسب دفعۃً نہ پکڑ لے	اپنا پانی اب صاف کر لے اے محب

مضمون کے سلسلہ پر آ جا کیونکہ (وہ) صوفی بیدل (ہو رہا) ہے (اور) مکافات جفا میں جلدی کر رہا ہے (کہ اس ظالم سے جلدی بدلہ لوں آگے مضمون نصیحت کی طرف انتقال ہے کہ) اے شخص کہ تو بہت سے ظلم کئے ہوئے ہے کیونکر خوش دل ہے (اور) تقاضائے مکافات سے غافل ہے (مکافات سے تا حذف کر دی گئی اور بعض نسخوں میں مکافی بمعنے مکافات کنندہ اور

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب ظاہر ہے) یا کہ (یاد ہونے پر غافل نہیں بلکہ) تجھ کو اپنے وہ کئے ہوئے کام فراموش ہوگئے (اور یاد ہی نہیں رہے اور فراموشی کے سبب) تیری عقل نے (جس سے انجام کو سوچ کر ڈرتا) تیرے پردے لٹکار کھے ہیں (یعنی تیری آنکھوں کے سامنے حجاب ہوگیا ہے کہ حقیقت کو نہیں دیکھ سکتا وہو کقولہ تعالیٰ و علیٰ ابصارھم غشاوۃ اور پردہا کی اضافت تائے خطاب کی طرف بادنیٰ ملابست ہے۔ مطلب یہ کہ باوجود یاد ہونے کے غفلت ہے یا یاد ہی نہیں یعنی تعامی ہے یا عمیٰ ہے آگے ان مظالم کا ضرر عاجل و آجل بیان فرماتے ہیں کہ ضرر عاجل تو یہ ہے کہ) اگر تیرے تعاقب میں مخاصمتیں نہ ہوتیں (پس خصمیہا بیائے معروف ہے) تو جرم فلک (جو کہ ہر وقت کسی نہ کسی کوکب سے منور ہی رہتا ہے) تیری صفائی (اور نورانیت) پر رشک لے جاتا لیکن تو توان حقوق (ومخاصمات) کے سبب (ظلمات وکدورت باطنیہ میں) محبوس ہو رہا ہے (اس لئے نور حاصل نہیں ہوتا اور یہ ضرر عاجل ہوا جس سے بعد میں ضرر آجل مواخذہ اخرویہ کا پیدا ہوگا اس لئے تجھ کو لازم ہے کہ) تھوڑا تھوڑا آزار دہی (گذشتہ) سے عذر چاہتا رہ (یعنی جو جو اصحاب حقوق ملتے جاویں ان سے وقتاً فوقتاً معافی چاہتا رہ) تاکہ تجھ کو محتسب (محاسب حقیقی آخرت میں) دفعۃً (وغفلۃً کہ تجھ کو مواخذہ کا گمان بھی نہ تھا) نہ پکڑ لے (اور گمان نہ ہونا خواہ اعتقاداً ہو جیسا عفو کا بلا دلیل یقین کر لیا ہو یا حالاً ہو کہ اس کا تدارک دنیا میں نہ کیا ہو جس سے اس گمان کا گمان ہوتا ہے اور اس مواخذہ سے اخرویہ مراد ہونے کا قرینہ دوسرے مصرعہ میں لفظ اکنون ہے اگر تو اس مواخذہ سے بچنا چاہے تو) اپنا پانی اب (یعنی دنیا میں) صاف کر لے اے محبّ (پانی سے اعمال کو تشبیہ دی ہے کہ پانی مادہ حیات جسمی ہے اور اعمال مادۂ حیات روحی اور تائید اس تشبیہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ عثمانؓ بن مظعون کا ایک چشمہ جاری ہے اور آپ نے تعبیر میں یہ ارشاد فرمایا ذلک عملہ الحدیث)

رفتن صوفی سوی سیلی زنش و بردن او را بقاضی

صوفی کا اپنے طمانچہ مارنے والے کی جانب جانا اور اس کو قاضی کے یہاں لے جانا

رفت صوفی سوی آں سیلی زنش	دست زد چوں مدعی بر دامنش
صوفی اپنے اس سیلی مارنے والے کی طرف چلا	مدعی کی طرح اس کے دامن پر ہاتھ مارا
اندر آوردش بر قاضی کشاں	کایں خر ادبار را بر خر نشاں
اس کو قاضی کے پاس کشاں کشاں لایا	کہ اس خر ادبار کو گدھے پر بٹھلایئے
یا بزخم درہ او را دہ جزا	آنچنانکہ رائی تو بیند سزا
یا زخم درہ سے اس کو سزا دیجئے	جس طرح آپ کی رائے مناسب دیکھے
کانکہ از زخم تو میرد در دمار	بر تو تاواں نیست باشد آں جبار
کیونکہ جو شخص آپ کی ضرب سے مر جاوے ہلاکت میں	آپ پر تاوان نہیں ہے وہ ہدر ہوتا ہے
کانکہ از زجر تو بیند مرگ خویش	فارغ از دوزخ رود تا خلد پیش
اور جو شخص آپ کے زجر سے اپنی موت دیکھے	وہ دوزخ سے فارغ جنت تک آگے چلا جاوے

www.besturdubooks.wordpress.com

در حد و تعزیز قاضی ہر کہ مرد	نیست بر قاضی ضماں کو نیست خرد
قاضی کی حد و تعزیر میں جو شخص مر گیا	تو قاضی پر ضمان نہیں ہے کیونکہ وہ چھوٹے درجہ کا شخص نہیں ہے
نائب حق ست و سایہ عدل حق	آئینہ ہر مستحق و مستحق
وہ نائب حق ہے اور ظل ہے عدل حق کا	آئینہ ہے ہر مستحق کا اور ہر مستحق علیہ کا
کو ادب از بہر مظلومے کند	نے برائے عرض و خشم و دخل خود
کہ وہ تادیب ایک مظلوم کے لئے کرتا ہے	نہ کہ اپنے مال اسباب اور غصہ اور آمدنی کے لئے
چوں برائے حق و روز آجل ست	گر خطائی شد دیت بر عاقلست
چونکہ حق تعالیٰ کے اور یوم قیامت کے لئے ہے	تو اگر کوئی غلطی بھی ہوگئی تو اس کی دیت عاقلہ پر ہے
عاقلہ او کیست دانی ہست حق	سوئے بیت المال بر گرداں ورق
اس کا عاقلہ تو جانتا ہے کون ہے حق تعالیٰ ہے	بیت المال کی طرف ورق لوٹ
آنکہ بہر خود زند او ضامن ست	وآنکہ بہر حق زند او آمن ست
جو شخص اپنے لئے مارے وہ ضامن ہوتا ہے	اور جو حق کے لئے مارے وہ مامون ہوتا ہے
گر پدر زد مر پسر را او بمرد	آں پدر را خونبہا باید شمرد
اگر باپ نے بیٹے کو مارا وہ مر گیا	تو اس باپ کو خونبہا شمار کر دینا چاہئے
زانکہ او را بہر کار خویش زد	خدمت او ہست واجب بر ولد
کیونکہ اس نے اس کو اپنے کام کے لئے مارا ہے	اس کی خدمت اولاد پر واجب ہے
چوں معلم زد صبی راشد تلف	بر معلم نیست چیزے لا تخف
اگر معلم نے لڑکے کو مارا وہ تلف ہو گیا	تو معلم پر کچھ بھی نہیں تو مت ڈر
کان معلم نائب افتاد و امین	ہر امینے ہست حکمش اینچنیں
کیونکہ وہ معلم نائب واقع ہوا ہے اور امین	ہر امین کا یہی حکم ہے
نیست واجب خدمت استاد برو	پس بز جرش نبود استاد کار جو
استاد کی خدمت اس پر واجب نہیں ہے	پس اس کے زجر سے استاد کام کا مطالبہ کرنے والا نہیں ہوگا
ور پدر زد او برائے خود زدست	لاجرم از خونبہا دادن نرست
اور اگر باپ نے مارا ہے تو اپنے نفس کے لئے مارا ہے	لامحالہ خون بہا دینے سے نہیں چھوٹا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس خودی را سر ببر با ذوالفقار	بیخودی شو فانی و درویش وار
پس تو خودی کا سر قطع کر دے تلوار سے	بے خود اور فانی اور درویش کی طرح ہو جا
چون شدی بیخود ہر انچہ تو کنی	ما رمیت اذ رمیت ایمنی
جب تو بے خود ہو گیا تو تو جو کچھ کرے گا	ما رمیت اذ رمیت کا مصداق اور بے خوف ہو جاوے گا
آن ضمان بر حق بود نے بر امین	ہست تفصیلش بفقہ اندر ببین
وہ ضمان حق تعالیٰ پر ہو گا نہ امین پر	اس کی تفصیل فقہ میں ہے دیکھ لے

صوفی اپنے اس سیلی مارنے والے کی طرف چلا (اور) مدعی کی طرح اس کے دامن پر ہاتھ مارا (یعنی دامن پکڑ لیا اور) اس کو قاضی کے پاس کشاں کشاں لایا کہ اس خر ادبار کو (سزا کے طور پر) گدھے پر بٹھلایئے (تا کہ رسوا ہو اور خر ادبار کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ادبار اس پر سوار ہے اور یہ خر کی طرح اس کا مرکب ہے یا بمعنے خرِ مدبر (اور) یا ضرب درہ سے اس کو سزا دیجئے (غرض) جس طرح آپ کی رائے مناسب دیکھے (اور چونکہ یہ تعزیر تھی حد نہیں ہے اس لئے حاکم کی رائے پر مفوض ہے آگے مانع سزا کا ارتفاع اور مقتضی سزا کا تحقق بتلاتے ہیں کہ اس سزا دینے میں آپ کا کوئی ضرر نہیں جو مانع ہوتا) کیونکہ جو شخص آپ کی ضرب (معتاد[1]) سے مر جاوے ہلاکت میں آپ پر تاوان نہیں ہے (بلکہ) وہ ہدر (اور باطل) ہوتا ہے (کما فی الدر المختار وغیرہ) تو آپ کا تو کوئی ضرر نہ ہوا اور اس سزایاب کا نفع ہے جو کہ مقتضی سزا کو ہے اور وہ نفع یہ ہے کہ) جو شخص آپ کے زجر سے اپنی موت دیکھے وہ دوزخ سے فارغ (اور بے تعلق ہو کر) جنت تک آگے چلا جاوے (جن ... کے نزدیک عقوبات کفارات ہیں ان کے نزدیک تو صرف اجراء عقوبت سے خواہ حد ہو یا تعزیر چنانچہ حدیث میں فعوقب کا لفظ وارد ہے اور جن کے نزدیک کفارات نہیں ان کے نزدیک اس میں ایک قید اور ہو گئی یعنی وہ معاقب اس سزا کو خوشی سے گوارا کر لے کہ گوارا کرنا موقوف ہے اپنے فعل پر نادم ہونے پر اور یہ توبہ ہے اور توبہ مکفر ہے اور چونکہ یہاں صاحب حق نے اس سزا میں اپنا انتقام لے لیا ہے اس لئے حق العبد بھی معاف ہو جاوے گا جیسا ندامت سے حق اللہ معاف ہو گیا جو کہ حق العبد کے ضمن میں پایا گیا ہے اور اگر یہ تقریر کی جاوے کہ محل بحث میں اصل حق عبد ہی ہے اور اس کی درخواست پر انتقام لے لیا گیا اس لئے بلا اشتراط توبہ معاف ہو گیا اور ردو تا خلد پیش کا حکم صحیح ہو گیا تو اور بھی قصر مسافت ہو جاوے گا حاصل یہ کہ مانع سزا کا معدوم اور مقتضی اس کا موجود پس سزا دینا مناسب ہے آگے شعر آنکہ از زجر تو بیند الخ کی تفصیل ہے کہ) قاضی کی حد تعزیر میں جو شخص مر گیا۔ تو قاضی پر ضمان نہیں ہے کیونکہ وہ چھوٹے درجہ کا شخص نہیں ہے (بلکہ جلیل القدر ہے کیونکہ) وہ نائب حق ہے اور ظل (یعنی مظہر) ہے عدل حق کا (جیسا اٹھارہ انیس شعر اوپر آیا ہے قطرۂ از بحر عدل رستخیز الخ اور سایہ عدل حق کا عطف تفسیری ہے نائب حق کا اور وہ) آئینہ ہے ہر مستحق (بکسر حا یعنی من لہ الحق) کا اور ہر مستحق علیہ (بفتح حا یعنے من علیہ الحق) کا (کیونکہ جس طرح آئینہ مرآۃ یعنی آلہ رویت مرئی ہے اسی طرح قاضی آلہ رویت یعنی ذریعہ انکشاف ظالم و مظلوم ہے کہ اس کی تحقیق سے دونوں ممتاز اور متعین ہو جاتے ہیں اور آئینہ الخ بلا واسطہ تفسیر ہے سایہ عدل حق کی اور اس کے واسطہ سے تفسیر ہے نائب حق کی پس چونکہ وہ نائب حق ہے اور حق پر ضمان نہیں اس لئے اس پر بھی ضمان نہیں پس ایک مانع

---

[1] اس قید کی تحقیق عنقریب تحت ف کے آتی ہے ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ضمان تو اس کی یہ صفت ہوئی یعنی نیابت حق اور دوسرا مانع ضمان اس کا ایک فعل ہے جو ناشی ہے اس نیابت سے وہ یہ) کہ وہ (ظالم کو) تادیب ایک مظلوم کے لئے کرتا ہے نہ کہ اپنے مال اسباب اور غصہ اور آمدنی کے لئے (یعنی نہ غرض مالی کے لئے نہ جاہی کے لئے پھر وہ غرض مالی خواہ حفظ مال قدیم ہو والیہ الاشارۃ فی قولہ عرض خواہ حصول مال جدید ہو والیہ الاشارۃ فی قولہ دخل اور یہ عدم ضمان تو فعل معتاد میں ہے اور اگر فعل غیر معتاد اس سے صادر ہو جاوے جو کہ موجب ضمان ہوتا ہے تب بھی اس نیابت کا یہ اثر ہے کہ بیت المال سے دیت دلائی جاتی ہے اسی کو شعر آئندہ میں فرماتے ہیں کہ اس کی تادیب) چونکہ حق تعالیٰ کے اور یوم قیامت کے لئے ہے (یعنی نفس تادیب خدا کے فرمانے سے اور قیامت کے خوف سے کی ہے) تو اگر (جہل کے سبب اس میں) کوئی غلطی بھی ہو گئی تو (اس کی) دیت (قاضی من حیث القاضی کے) عاقلہ پر ہے (جیسا کہ دیت فی الخطا کا یہی قانون ہے اور) اس کا عاقلہ (بحیثیت مذکورہ) تو جانتا ہے کون ہے حق تعالیٰ ہے (اور اس عاقلہ پر دیت ہونے کا مطلب سمجھنے کے لئے) بیت المال (کی بحث یعنی مسائل وجوب دیت فی بیت المال) کی طرف ورق لوٹو (یعنی ورق لوٹ کر وہ بحث نکالو وہاں یہ مسئلہ دیکھو گے کہ قضا میں ایسی غلطی ہونے سے بیت المال سے دیت دلائی جاتی ہے کما فی الدر المختار اور وہ خزانہ ہے حق تعالیٰ کا پس دیت بر عاقلہ است کے یہی معنے ہیں اور یہاں ورق گردانیدن کے معنی لغوی ہیں جیسا تقریر کی گئی اصطلاحی معنے مراد نہیں فعل عبث کردن وعیب بے علمی خود نہفتن و وضع قدیم خود یکبارگی ترک نمودن کما فی الغیاث اور اوپر جو علت عدم ضمان فی الضرب المعتاد میں کہا ہے۔ کو ادب از بہر مظلومے کند اور علت ضمان فی الضرب الغیر المعتاد فی بیت المال میں کہا ہے۔ چوں برائے حق الخ آگے اس کا کلیہ بیان فرماتے ہیں گویا وہ اشعار تعلیل کے لئے بطور صغریٰ کے تھے اور یہ کلیہ اس تعلیل کا کبریٰ ہے یعنی) جو شخص اپنے لئے مارے وہ ضامن ہوتا ہے اور جو حق کے لئے مارے وہ (ضمان سے) مامون ہوتا ہے (ضمان سے مراد اپنے یا عاقلہ کے مال میں سے ضامن ہونا پس بیت المال میں سے ضمان ہونے پر اس ضمان مذکور سے مامون ہونا صادق آوے گا اس لئے قاضی پر ہر حال میں یہ حکم او آمن ست صادق آوے گا پس اس حکم میں اوپر کے حکم۔ گر خطائے شد الخ سے تعارض نہ ہوگا آگے اس کلیہ پر تفریع ہے کہ) اگر باپ نے بیٹے کو مارا (اور) وہ مر گیا تو اس باپ کو خونبہا شمار کر دینا چاہئے کیونکہ اس نے اس کو اپنے کام کے لئے مارا ہے (کیونکہ) اس کی خدمت اولاد پر واجب ہے (اور خدمت کے لئے مارنا اپنے نفس کے لئے مارنا ہے اور) اگر معلم نے لڑکے کو مارا (اور اس سے وہ تلف ہو گیا تو معلم پر کچھ بھی (ضمان) نہیں (اے معلم) تو مت ڈر کیونکہ وہ معلم نائب واقع ہوا ہے اور امین (اور) ہر امین کا یہی حکم ہے (کہ ضامن نہیں ہوتا تو اس کا مارنا نفس کے لئے نہیں ہے کیونکہ) استاد کی خدمت اس (لڑکے) پر واجب نہیں ہے۔ پس اس کی زجر (و تادیب) سے استاد (اپنے) کام کا مطالبہ کرنے والا نہیں ہوگا اور اگر باپ نے مارا ہے تو اپنے نفس کے لئے مارا ہے۔ لامحالہ خون بہا دینے سے نہیں چھوٹتا (جب برائے خود برائے حق میں اس قدر فرق ہے) پس تو خودی کا سر قطع کر دے تلوار سے (اور) بے خود اور فانی اور درویش کی طرح (کہ وہ فانی ہوتا ہے) ہو جا۔ جب تو بے خود ہو گیا تو تو جو کچھ کرے گا ما رمیت اذ رمیت (کا مصداق اور) بے خوف ہو جاوے گا (اس وقت کی غلطی کا) وہ ضمان حق تعالیٰ پر ہوگا نہ (حق کے) امین پر (چنانچہ) اس کی تفصیل فقہ میں ہے دیکھ لے ف اس مقام کے خصوص شعر آنکہ بہر خود سے ان اشعار کے آخر تک کے حل کے لئے بعض مسائل فقہیہ نقل کئے جاتے ہیں حاکم اسلام کی حد میں ضمان لازم نہیں اور غیر حاکم کو اجرا حد کا اختیار نہیں اور حاکم کی تعزیر میں تفصیل ہے اگر ضرب غیر معتاد ہے تو ضمان بیت المال میں ہے اور اگر معتاد ہے تو ضمان نہیں خلافاً للشافعیؒ اور باپ اور معلم کی تعزیر اگر غیر معتاد ہو تب تو ضمان لازم ہے اور اگر معتاد ہو تو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس میں اقوال مختلفہ ہیں نمبر ۱ دونوں ضامن ہیں نمبر ۲ دونوں ضامن نہیں نمبر ۳ باپ ضامن ہے اور معلم میں تفصیل ہے اگر بلا اذن باپ وغیرہ کے مارا ہے ضامن ہے اور اگر اذن سے مارا ہے ضامن نہیں اور وجہ فرق کی باپ میں اور معلم میں جبکہ باذن مارا ہو یہ لکھی ہے الواجب لایتقید بوصف السلامة والمباح یتقید به و ضرب الاب ابنه مباح و ضرب المعلم الماذون واجب (للالتزام) وهذا قول ابی حنیفة خاصة و رجع الی قولهما انه لا ضمان علی الاب ایضاً هذا کله ماخوذ من الدار المختار باب التعزیر وما قبیل باب الشهادة فی القتل جب یہ مسائل معلوم ہوگئے تو سمجھنا چاہئے کہ مولانا نے جو قاضی کے متعلق ایک صورت عدم ضمان کی اور ایک صورت ضمان میں بیت المال کی بیان فرمائی ہے وہ ان مسائل کے موافق ہے اور باپ اور معلم میں جو فرق کیا ہے وہ صرف اقوال ثلثہ میں سے قول ثالث کے موافق ہے اور گو وہ قول مرجوع عنہ ہے لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ دیکھا آخر کسی مجتہد کی تو رائے اس طرف گئی تھی تو تائید کے لئے اس قدر کافی ہے اور مولانا کی تعلیل اور وجہ فرق ظاہر اور مختار کے وجہ فرق سے مباین ہے مگر اس پر قدرے تکلف سے تطبیق بھی ممکن ہے وہ یہ کہ جب معلم پر شرعاً واجب ہے تو وہ شارع کا نائب ہو گیا اور باپ پر واجب نہیں ہے تو وہ اس درجہ کا نائب نہ ہوا اور وجوب خدمت علی الولد و عدم وجوب مدار حکم نہیں بلکہ معرف ہے مدار حکم کا اس طرح سے کہ معلم نے باوجود صبی پر خدمت واجب نہ ہونے کے جو مارا تو معلوم ہوا کہ واجب شرعی کے ادا کرنے کے لئے مارا اور باپ نے جو مارا تو احتمال ہے کہ خدمت واجبہ کے استیفاء کے لئے مارا ہو اور استیفاء اس کا واجب نہیں تو واجب شرعی کے ادا کرنے کے لئے نہیں مارا پس معلم نائب شارع کا ہوا اور باپ نہ ہوا فقط۔

ہر دکانے راست سودائے دگر	مثنوی دکان فقر ست اے پسر
ہر دکان کا الگ سودا ہوا کرتا ہے	مثنوی فقر کی دکان ہے اے پسر
در دکان کفش گر چرم ست خوب	قالب کفش ست اگر بینی تو چوب
کفش گر کی دکان میں چمڑا خوب ہے	اگر تو لکڑی دیکھے تو وہ کفش کا قالب ہو گی
پیش قزازاں خزاد کن بود	بہر گز باشد اگر آہن بود
ابریشم فروشوں کے پاس جامہ ابریشم سیاہ ہو گا	اگر لوہا ہو گا تو وہ گز کے لئے ہو گا
مثنوی ما دکان وحدت ست	غیر واحد ہر چہ بینی آں بت ست
ہماری مثنوی دکان توحید کی ہے	واحد کے سوا تو جو کچھ دیکھے وہ بت ہے
بت ستودن بہر دام عامہ را	ہمچناں داں کالغرانیق العلیٰ
بت کی مدح کرنا تسخیر عامہ کی غرض سے	ایسا سمجھ جیسا الغرانیق العلیٰ
خواندش در سورۂ والنجم زود	لیک آں فتنہ بد از سورہ نبود
اس کو سورۂ النجم میں جلدی سے پڑھ دیا	لیکن وہ ایک امتحان تھا سورۃ کا جزو نہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ کفار آں زماں ساجد شدند	ہم سرے بود آنکہ سر بردر زدند
اس وقت سب کفار ساجد ہوئے	یہ بھی ایک بھید تھا کہ انہوں نے در پر سر مارا
بعد ازیں حرفیست پیچا پیچ و دور	با سلیماں باش و دیواں رامشور
اس کے بعد ایک کلام ہے پیچ در پیچ اور دور	سلیمان کے ساتھ رہ اور شیاطین کو شورش میں مت ڈال
ہیں حدیث صوفی و قاضی بیار	واں ستمگار ضعیف زار زار
ہاں قصہ صوفی اور قاضی کا لا	اور اس ظالم کا بھی جو ضعیف زار زار ہے

(اور پر قاضی اور معلم پر ضمان نہ ہونے کو کہ مسائل فقیہ ہیں وانکہ بہرحق زند او آمن ست اور کان معلم نائب افتاد وامین کے ساتھ معلل فرما کر بطور تفریع کے ایک مضمون توحیدی کی طرف انتقال فرمایا تھا۔ پس خودی را الخ اور چون شدی بیخود الخ اور آن ضمان برحق الخ اور ان مسائل کو مذاق توحید پر منطبق فرمایا تھا آگے یہ بتلاتے ہیں کہ ان ہی مسائل کی تخصیص نہیں اس کتاب میں کوئی مضمون بھی ہو سب کو مسئلہ توحید ہی پر منطبق سمجھو کیونکہ مقصود بالذات اس کتاب میں یہی مسئلہ ہے اور دوسرے مضامین مذکور بالتبع پس فرماتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ) ہر دکان کا الگ سودا ہوا کرتا ہے (جس میں اصل وہی سودا ہوتا ہے اور دوسری اشیاء اس کے تابع تو یہ) مثنوی فقر کی دکان ہے اے پسر (جس میں ام المسائل توحید ہے آگے تفصیل ہے ہر دکانے راست الخ کی کہ دیکھو) کفش گر کی دکان میں چمڑا خوب ہے (اور وہ اصل مقصود ہے اور اس کا غیر اس کے تابع چنانچہ) اگر (اس میں) تو لکڑی دیکھے تو وہ کفش کا قالب ہوگی (تو کفش ہی کی تابع ہوئی اور خود مقصود نہ ہوگی (اسی طرح) ابریشم فروشوں کے پاس جامہ ابریشم سیاہ ہوگا (مثلاً اور) اگر اس میں) لوہا ہوگا تو وہ گز کے لئے ہوگا (جس سے جامہ ابریشم کی پیمائش کی جاتی ہے تو ابریشم ہی کا تابع ہوا اسی طرح ہماری مثنوی دکان توحید کی ہے (کما قالؒ فی الدفتر الاول ایضاً وحدت اندر وحدت ست ایں مثنوی از سمک رو تا سماک اے معنوی پس مقصود بالذات اس میں مضمون توحید ہے اور دوسرے مضامین مقصود بالتبع آگے دوسرے مصرعہ میں ترقی کر کے کہتے ہیں کہ بلکہ مثنوی میں ذکر) واحد (حقیقی) کے سوا تو جو کچھ (مضمون) دیکھے وہ (مثل) بت ہے (کہ مقصود بالتبع بھی نہیں ہوتا بلکہ متروک و مذموم ہوتا ہے اور اسی اعتبار سے اس تشبیہ میں تشبیہات سابقہ سے ترقی ہوئی اب یہاں ایک شبہ ہوا کہ مثنوی میں تو دوسرے مضامین متروک نہیں ہیں بلکہ مذکور ہیں گو بالتبع سہی تو اس وصف میں بت کے ساتھ تشبیہ کہاں صحیح ہوئی آگے اس کا جواب دیتے ہیں جس کی تقریر یہ ہے کہ مذکوریت منافی متروکیت کے نہیں منافی وہ ہے جو مقصود ہو گو تبعاً سہی اور یہاں بالکل ہی مقصود نہیں محض ذکر لفظی ہے جس کے ساتھ ہی قرائن اس کی متروکیت کے بھی ہیں سو یہ مذکوریت منافی متروکیت نہیں چنانچہ افراد مذکوریت میں سے سب سے بڑی فرد ممدوحیت ہے اور متروکیت کے افراد میں سب سے بڑھ کر مذمومیت ہے اور یہ دونوں یعنی ممدوحیت و مذمومیت دونوں مختلف اعتبار سے جمع ہو سکتے ہیں اس طرح سے کہ مذمومیت تو ہو واقعی باعتبار قصد متکلم کے اور ممدوحیت ہو لفظی باعتبار فہم سامع عامی جاہل کے اور صورت اس کی یہ ہو کہ وہ عنوان ذو وجہین ہو اور گو متکلم نے ذو وجہین ہونے کی حیثیت سے اس کو اختیار نہ کیا ہو اس کے ذہن میں ایک ہی وجہ مذمومیت کی ہو اور کلام میں قرائن اس کے دوسری وجہ محتمل کی قطع کے لئے کافی قائم ہوں مگر سامع نے اپنے جہل سے اس کو دوسری وجہ پر محمول کر کے مدح سمجھا ہو تو اس طرح دونوں جمع ہو سکتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

خصوص جبکہ اس جمع میں کوئی حکمت بھی ہو خواہ وہ حکمت متکلم کے علم وقصد میں بھی نہ ہو بلکہ اس جمع کے علم کے بعد خواہ وہ متکلم پر گراں ہی ہوا ہو مگر اس حکمت کی تحصیل کے لئے یہ صورت جمع کی تکوینا واقع ہوگئی ہو مثلاً یہ حکمت ہو کہ سامعین جہلاء کو اس کلام سے اس ایہام کی بناء پر کچھ دلچسپی ہو جاوے خواہ تو اس مصلحت سے کہ وہ آئندہ کسی وقت مانع یعنی توحش کے ارتفاع سے اس میں تدبر کر کے ہدایت پاویں یا اس مصلحت سے کہ حجت البیان پر زیادہ تام ہو جاوے کہ تم کو دلچسپی کے بعد زیادہ موقع ملا تھا تدبر کا پھر کیوں نہ تدبر کیا یہ تقریر ہے جواب کی آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) بت کی مدح کرنا تسخیر عامہ (جہلاء سامعین) کی غرض سے ایسا سمجھ جیسا الغرانیق العلیٰ (کا قصہ کہ) اس (عبارت مشتملہ بر غرانیق علیٰ) کو سورۂ والنجم میں جلدی سے (بقصد ذم) پڑھ دیا (جس طرح آیات وعدہ وعید پر سوال وتعوذ کے کلمات پڑھ دیئے جاتے ہیں اور جس طرح بعض سورتوں کے آخر میں بعض جملے حدیث میں وارد ہیں) لیکن وہ ایک امتحان (کے لئے تکوینا واقع ہوا) تھا سورۃ کا جزو نہ تھا (پس اس کے پڑھنے کے بعد ختم سورۃ پر جب حضورؐ نے سجدہ کیا) اس وقت سب کفار ساجد ہوئے (جیسا صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کذا فی المشکوٰۃ اور) یہ (سجدہ کرنا) بھی ایک بھید تھا کہ انہوں نے (حق تعالیٰ کے) در پر سر مارا (یعنی سجدہ کیا اور) اس کے بعد ایک کلام ہے پیچ در پیچ (یعنی پر اشکالات) اور (اذہان ضعیفہ سے) دور (اس لئے اس کو حذف کر کے) سلیمانؑ کے ساتھ (جو دافع شر شیاطین تھے) رہ اور شیاطین کو شورش میں مت ڈال (کہ وہ اس کلام کے ذریعہ سے یہ شورش برپا کریں کہ عقول ضعیفہ کو شبہات میں ڈالیں)

فائدہ:۔ یہ تو ان چار اشعار کا حل لفظی تھا اب ان کی شرح سننا چاہیے شعر اول وثانی میں اشارہ کیا ہے ایک قصہ کی طرف جس کو بعض محدثین نے نقل کیا ہے حاصل اس قصہ کا یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ والنجم کی تلاوت فرمائی جب اس آیت پر پہنچے افرایتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ الخ تو آپ کی زبان مبارک پر بلاقصد یہ الفاظ جاری ہوگئے تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھا لترتجی جو بظاہر دال ہیں مدح اصنام پر والغرانیق جمع غرنوق طائر مائی الشاب الابیض الجمیل مشرکین نے جو کہ اس مجلس میں تھے سن کر کہا ماذکرالہتنا بخیر قبل الیوم پھر جب آپ نے آیت سجدہ پر سجدہ کیا تو ان مشرکین نے بھی سجدہ کیا اھ اور اس قصہ کو قاضی عیاض اور اکثر محققین نے نقلاً وعقلاً رد کیا ہے نقلاً تو اس طرح کہ قاضی عیاض نے کہا ہے ہذا الحدیث لم یخرجہ احد من اہل الصحۃ ولا رواہ ثقۃ بسند سالم متصل مع ضعف نقلتہ واضطراب روایاتہ وانقطاع اسنادہ وقال ایضا ومن حملت عنہ ہذہ القصۃ من التابعین والمفسرین لم یسندہا احد منہم ولا رفعہا الی صحابی واکثر الطرق فی ذلک عنہم ضعیفۃ قال وقد بین البزار انہ لا یعرف من طریق یجوز رفعہ الا طریق ابی بشر عن سعید بن جبیر مع الشک فی اصلہ واما الکلبی فلا تجوز الروایۃ عنہ لقوۃ ضعفہ اور عقلاً اس طرح کہ لو وقع شیٔ من ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لارتفعت الثقۃ بالشریعۃ وبطل حکم العصمۃ اگرچہ بعض نے رد عقلی کا اس آیت سے جواب دیا ہے فینسخ اللہ مایلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ۔ مگر تاہم طریق اسلم وارجح محققین ہی کا ہے کہ اس قصہ کو غلط سمجھا جاوے اور مولانا کا مقصود اس کی طرف اشارہ کرنے سے خود قصہ کا اثبات نہیں ہے بلکہ مقصود محض تمثیل ہے جس کے لئے محض مثال کی من وجہ شہرت کافی ہے خواہ ثابت ہو یا نہ ہو البتہ یہ ضرور ہے کہ اس مثال کے فرض سے کوئی قبح شرعی لازم نہ آوے سو یہاں اس کے ظاہر پر جو قبح لازم آتا تھا مولانا نے اس کے جواب اور توجیہ قصہ کی طرف بھی ساتھ ساتھ اشارہ کر دیا ہے جس کی تفصیل کے لئے احقر کی تقریر جو ان اشعار کی تمہید میں گزری ہے اور بعض قیود وعبارات جو حل اشعار میں ظاہر کی گئی ہیں کافی ہیں مگر سہولت کے لئے مختصراً پھر اعادہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کرتا ہوں حاصل توجیہ مولانا کا یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ قصہ واقع ہوا ہو تو آپ نے ان اصنام کے ذکر کے بعد یہ عبارت ان کی مذمت کے لئے فرمائی تھی اور گو ظاہر عبارت موضوع مدح کے لئے ہے مگر قرینہ مقام و قرینہ حال متکلم دونوں دال ہیں کہ مقصود حکم ہے یا باعتبار زعم مخاطب کے رد کرنے کے لئے فرض کرلیا جاتا ہے یا حرف استفہام مقدر ہے یعنے سبحان اللہ یہ تو بڑے عالی قدر ہیں ضرور ان کی شفاعت کی بڑی امید ہے یعنی ہرگز ایسا نہیں ہے جیسا تم سمجھتے ہو چنانچہ ان کا یہ اعتقاد تو معلوم ہے اور ممکن ہے کہ کبھی انہوں نے اپنی زبان سے بھی ایسے الفاظ مدحیہ کہے ہوں جیسے کسی شریر شخص کے ذمائم کا جس کو ایک جاہل بزرگ سمجھتا ہو ذکر کر کے اہل مجلس سے کہا جاوے کہ دیکھئے صاحب یہ بزرگ ہیں خود قرآن مجید میں بھی اس طرز کے جملے میں قال تعالیٰ حاکیاً عن موسیٰ علیہ السلام خاطب فرعون وتلک نعمۃ تمنہا علی ان عبدت بنی اسرائیل وقال تعالیٰ ذق انک انت العزیز الکریم وقال تعالیٰ حاکیا عن ابراہیم علیہ السلام للکواکب ہذا ربی قرینہ حال متکلم تو ظاہر ہے اور قرینہ مقام سیاق وسباق کی آیتیں ہیں چنانچہ سباق میں ہے افتمارونہ علی ما یری جس میں رد ہے مشرکین پر تو ان ہی کے الٰہہ کی مدح کا کیا احتمال ہوسکتا ہے اور سیاق میں ہے ان ہی الا اسماء سمیتموہا انتم الآیۃ جب وہ مشرکین سورۃ کے ختم تک حاضر تھے چنانچہ حدیث میں مصرح ہے کہ آپ کے ساتھ انہوں نے بھی سجدہ کیا تو یہ سیاق کی آیتیں بھی سنیں پھر مدح کا کیا احتمال رہا۔ خصوص جبکہ آپ نے اس کا لہجہ بھی بدل دیا ہو جیسا کہ مستحب بھی ہے کہ اگر درمیان قرآن کے کوئی جملہ تعوذ یا دعا وغیرہ کا پڑھا جاوے تو قرآن کے لہجہ میں نہ پڑھے چنانچہ لفظ زود شعر ثانی میں اس طرف اشارہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ قرآن میں آپ کا لہجہ جلدی کا نہ تھا قال تعالیٰ ورتل القرآن وقال تعالیٰ لتقراہ علی الناس علی مکث مگر جہل یا تجاہل سے اس کو مدح سمجھا اور کہا ماذکر الہتنا بخیر قبل الیوم اور جب آپ کو یہ معلوم ہوا اس پر آپ کو طبعاً رنج بھی ہوا جس پر بقول بعض مفسرین وہ آیت فینسخ اللہ الخ نازل ہوئی جس طرح آیۃ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم کے نزول پر بوجہ جہل کے خوش ہوئے تھے اور سمجھے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی ہمارے اصنام کے ساتھ رہیں گے نعوذ باللہ منہ اور اس پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومک منہ یصدون وقالوا ء آلہتنا خیر ام ہو آیات یہ ہے توجیہ قصہ کی جس کے بعد نہ یہ اشکال رہا کہ آپ کی زبان سے اصنام کی مدح کیسے ہوئی کیونکہ معلوم ہوگیا کہ آپ نے مذمت فرمائی تھی نہ یہ اشکال رہا کہ اس کے وقوع سے وثوق شریعت سے اٹھ جاوے گا کیونکہ جب قرائن تو یہ ذم کے موجود ہیں اور خود قرآن میں اس کے نظائر مذکور ہیں پھر رفع وثوق اور التباس کی کیا گنجائش رہی اور اس تقریر کے بعد اگر شعر ثانی میں خواند کا فاعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جاوے اور اس خواندن کو قصداً بھی کہا جاوے جیسا ظاہر سوق کلام سے یہی ہے تب بھی کچھ حرج نہیں اور شعر اول میں جو بت ستودن واقع ہوا ہے مراد اس سے لفظی ستودگی ہے جو واقعی نکوہش ہے جیسا تمہید میں اور تقریر توجیہ میں بھی گزرا ہے اور اس میں جو بہر دام عامہ را واقع ہوا ہے یہ لفظ بہر یہاں غایت کے لئے نہیں ہے جس کے ساتھ قصد متعلق ہو کیونکہ مدح اختیاری بت کی اس مصلحت سے بھی جائز نہیں دوسرے اس مقام پر یہ مدح اختیاری واقع بھی نہیں ہوئی بلکہ یہ مرادف ہے لام عاقبت کا کما فی قولہ تعالیٰ فالتقطہ آل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا یعنی گو متکلم کا قصد تسخیر عامہ کا نہ تھا مگر تکلم بالذم کا اثر بعد تو ہم مدح کے سامع کو یہ ہوا کہ وہ مسخر ہوگیا اور تقریر تمثیل کی جس کے لئے یہ شعر لایا گیا ہے توجیہ مذکور کے بعد یہ ہوگی کہ مثنوی میں میرا غیر توحید کو جو کہ مثل بت کے مقصود بالترک والذم ہے ذکر کرنا جو کہ بقصد ذم وحمل المخاطبین علی الترک کے ہے چنانچہ جابجا ان مضامین غیر مقصودہ سے مقصود کی طرف انتقال فرماتے جاتے ہیں اور کہیں توحید کے مضمون کے چھوڑنے کا جو ذکر ہے تو ایک عارض کی وجہ سے کہ کلام دقیق ہوجاتا ہے جس کا تحمل سامعین کو نہیں ہوتا بہر حال غیر توحید کا ذکر بغرض اس مذکور کے ترک کے ہے اور سامعین غیر

www.besturdubooks.wordpress.com

بصیر اس کو ذکر مقصود سمجھتے ہیں کہ یہی سمجھنا منشا شبہ کا ہوا تھا کہ مثنوی میں یہ کیسے مذکور ہوا سو یہ ذکر کرنا بیش برین نیست کہ مدح قرار دی جاوے مگر ایسی لفظ مدح پر جب کوئی مصلحت مرتب ہو تو کیا حرج ہے جیسا غرانیق کے قصہ میں بتقدیر اس کے فرض کے ایسا ہی واقع ہوا اور چونکہ مثال محض توضیح کے لئے ہوتی ہے ممثل اس پر موقوف نہیں ہوتا اس لئے اگر قصہ غرانیق کا غیر واقعی ہو تب بھی اصل مضمون کہ جواب ہے شبہ ذکر غیر توحید کا مثنوی میں وہ باقی ہے جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ یہ قصداً ذکر نہیں بلکہ محض لفظاً ہے ایسی ہی حکمت کے لئے جیسی کہ قصہ غرانیق میں واقع ہوئی جس کی تقریر عنقریب آتی ہے فانتظرہ اور یہ شبہ نہ ہو کہ یہاں تو مسائل فقہیہ کا ذکر تھا کیا وہ بھی قابل ترک ہے بات یہ ہے کہ وہ خود استطراداً آ گیا ہے اصل میں قصہ رنجور کا مذکور ہے تو اس کو واجب الترک کہنے میں کیا حرج ہے اور شعر ثانی میں جو اس خواندن کو فتنہ کہا ہے اس سے اس کے شر ہونے کا وہم نہ کیا جاوے قرآن مجید میں بعض امور خیر کی نسبت یہ لفظ آیا ہے قال تعالیٰ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس اور احقر نے جو اس شعر کے حل میں اس لفظ کے ترجمہ کے ساتھ لفظ تکوینا بڑھایا ہے اس سے خواندگی کی عدم اختیاریت پر دلالت نہ سمجھی جائے کیونکہ خواندن بقصد ذم کو تو اوپر اختیاری مان لیا گیا ہے بلکہ اس کا ذریعہ امتحان ہو جانا غیر اختیاری تھا کیونکہ یہ ذریعہ امتحان ہونا موقوف ہے توہم غلط سامعین پر جو خوانندہ کا اختیاری نہیں اور غیر اختیاری پر جو موقوف ہو وہ غیر اختیاری ہے پس امتحان ہونا غیر اختیاری ہے جس کو حق تعالیٰ نے بلاقصد متکلم واقع کر دیا اور جس حکمت کا شعر اول میں ذکر ہے بہر دام عامہ را جس کی تقریر ان اشعار کی تمہید میں ہے اس قول میں مثلاً یہ حکمت ہو کہ سامعین جہلاء کو الخ وہ حکمت یہی امتحان ہے جیسا کہ اسی عبارت تمہیدیہ میں ہے خواہ تو اس مصلحت سے الیٰ قولہ تدبر نہ کیا یعنی اس لفظی مدح میں حکمت ہے اور وہ تسخیر عامہ للامتحان ہے اس طرح سے کہ دیکھا جاوے کہ اس دلچسپی کے بعد کون ایمان لاتا ہے اور کون کفر پر مصر رہتا ہے پس تسخیر عامہ تو مدح کی غایت بلاواسطہ ہے اور امتحان اس غایت کی غایت ہونے سے بالواسطہ مدح کی بھی غایت ہوئی اس لئے احقر نے دونوں کو متحد قرار دیا ہے اس قول میں وہ حکمت یہی امتحان ہے چنانچہ اس حکمت کا ظہور اس طرح ہوا کہ ختم سورۃ کے بعد جب حضورؐ نے سجدہ کیا تو اکثر مشرکین نے بھی سجدہ کیا کما مر فی اثناء حل الاشعار عن البخاری یعنی خدا کے لئے سجدہ کیا نہ کہ اصنام کے لئے ورنہ ایسی تسخیر سے کیا فائدہ جس سے شرک کی اور تجدید ہو نیز لمعات میں ہے لما ظہر من سطوۃ سلطان العزۃ والجبروت وسطوع الانوار العظیمۃ والکبریاء من توحید اللہ عزوجل وصدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ اور یہ سجدہ علامت تھی ان کی تاثر من الحق کی اور امیہ ابن خلف نے اس وقت بھی نہیں کیا کما فی البخاری عن ابن مسعود غیر ان شیخا من قریش وہو امیۃ بن خلف اخذ کفا من حصی او تراب فرفعہ الی جبہتہ وقال یکفینی ہذا فلقد رأیتہ بعد قتل کافرا کذا فی المشکوۃ اور امتحان کی یہی شان ہوتی ہے کہ اس سے ہر ایک کی حالت قوہ سے فعل میں آ جاتی ہے چنانچہ اس غیر ساجد کے سجدہ نہ کرنے کو ذکر کر کے یہ فرمانا قتل کافراً مشعر اس کا ہے کہ ساجدین کو ایمان نصیب ہوا تو کسی کا ایمان ظاہر ہو گیا کسی کا کفر اور سجدہ نہ کرنے پر قتل کافراً کا فرمانا یہ بھی قرینہ ہے کہ وہ سجدہ مشرکین کا اللہ تعالیٰ تھا کہ اس سے استکبار کا یہ وبال ہوا اور اگر سجدہ للاصنام ہوتا تو اس کے نہ کرنے کا کیا وبال ہوتا اور مثنوی میں اس حکمت کی نظیر اس طرح سے جاری ہوگی کہ چونکہ عامہ کو غیر توحید کے ساتھ دلچسپی زیادہ ہے اس کے ذکر سے ان کو مثنوی سے موانست ہو جاتی ہے پھر بعد موانست ان کو مقصود مثنوی یعنی توحید میں مشغول کر دینا آسان ہے اور امتحان کی تقریر اس طرح ہو سکتی ہے کہ بعضے اب بھی نہ مانیں گے تو ان پر الزام اہل بصیرت کا رہے گا کہ باوجود اسباب موانست کے بھی ان کو مناسبت نہ ہوئی اور اگر کہا جاوے کہ مثال میں تو تسخیر عامہ یا امتحان متکلم کے قصد و اختیار میں نہ تھا ممثل میں اس کے ماننے کی کیا صورت ہوگی جواب یہ ہے کہ تالیف مثنوی کی کیفیت میں لکھا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

روز و شب دشت معارف را نوشت   او ہمیگفت و حسام الدین نوشت جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے اور مشہور بھی ہے کہ مولانا پر واردات کا غلبہ ہوتا تھا اور اس میں بلا اختیار زبان پر اشعار آتے تھے اور مولانا حسام الدینؒ لکھتے جاتے تھے اور بعض دفاتر کے ابتدائی اور بعض بعض جگہ درمیانی اشعار سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے جب تالیف مثنوی بلا اختیار ہوئی تو اس میں نفس ذکر ہی غیر توحید کا غیر اختیاری ہوگا تو اس کی غایت یعنی تسخیر عامہ و امتحان بھی غیر اختیاری ہوگا پس مثال اور ممثل دونوں میں غایت غیر اختیاری ہوئی اور شعر ثالث میں جو اس سجدہ مشرکین میں ایک راز بتلایا ہے بقولہ ہم سری بود دق احقر میں یہ سر قدر ہے یعنی ایسے سخت منکروں کا دفعۃً بلا اسباب قویہ و مع بقاء الموانع علی حالہا قرآن سے متاثر ہو جانا دلیل واضح ہے اس پر کہ لوشاء ربک لآمن من فی الارض کلہم جمیعا اور یضل من یشاء و یہدی من یشاء اور اوپر سجدہ کا اثر تسخیر و امتحان ہونا اور اس کے واسطہ سے اثر خواندن ہونا بتلایا ہے اور یہاں اثر مشیت الٰہیہ بتلاتے ہیں تو اس میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ مشیت موثر و موقوف علیہ حقیقی ہے اور دوسرے اسباب موثر ظاہری حتیٰ کہ اگر قصہ مذکورہ صحیح نہ مانا جاوے تب بھی مشیت پر سجدہ مرتب ہوگا پھر خواہ تو اور کوئی واسطہ ہو یا کوئی بھی نہ ہو اور چونکہ بعد تعلق مشیت کے وقوع فعل کا ضروری اور ممتنع التخلف ہے اس لئے اس سجدہ کو بہ عنوان سر بزد تعبیر کیا جس سے اختیار ساجد کا کالمعدوم ہونا مترشح ہوتا ہے کما اشیر الیہ قولہ تعالیٰ والقی السحرۃ سجدا الآیۃ گو معدوم نہیں ورنہ جبر لازم آوے گا جو کہ باطل ہے اور شعر چہارم میں بھی ذوقاً اسی راز قدر کے متعلق مضمون ہے یعنی بعد معلوم ہونے اس امر کے کہ تعلق مشیت الٰہیہ علت تامہ ہے حوادث کی اس مسئلہ کے متعلق سخت سخت مباحث ہیں جیسا کہ عقل پرستوں کے مختلف شبہات پیش کرنے سے مثل السوال عن العقاب علی من کان مجبورا و مثل السوال عن حکمۃ اللہ تعالیٰ فی عدم ایمان کل الناس و فی خلق الکفر والکافر و نحوہما من الشبہات اور اہل معرفت و بصیرت کے جواب دینے سے مثل اثبات الاختیار بالدلائل والمنع عن السوال عن الحکمۃ فی افعال اللہ تعالیٰ او بیان بعض الحکم معلوم ہے اس کی نسبت حدیث کے موافق کی قدر میں کلام کرنے سے ممانعت آئی ہے فرماتے ہیں کہ محققین کا طرز اختیار کرو کہ اجمالی بیان پر کفایت کر کے تفصیل اور کاوش کو ترک کر دو اور روک بھی دو کہ اس میں شر بند ہوتا ہے اس لئے محققین کو سلیمان علیہ السلام سے تشبیہ دی اور ان مباحث کو ظاہر کرنے سے مضلین انس و شیاطین کو تشکیک ضعفاء کا موقع ملے گا ان کو اس شر کے پھیلانے کا موقع مت دو الحمد للہ چاروں شعروں کی شرح بے مثل ہو گئی وللہ الحمد۔

فائدہ:۔ اور اگر اس قصہ غرانیق کو صحیح مانا جاوے تو اس کی ایک اور سہل توجیہ ہو سکتی ہے کہ جب آپ اس مقام پر پہنچے تو کسی شریر کافر نے شرارت سے یہ جملہ پکار کر کہہ دیا ہو اور جو مشرک دور تھے انہوں نے بوجہ عدم امتیاز صوت کے یہ اڑا دیا ہو کہ آپ نے ہمارے الٰہ کی تعریف کی اس پر آپ کو رنج ہوا ہو اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی ہو وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان الآیۃ پس یہ القاء ایسا ہو جیسا دوسری آیت میں کفار کا قول منقول ہے۔ وقال الذین کفروا لا تسمعوا لہذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون اور شیطان سے مراد وہ کافر ہو جو کہ شیطان الانس ہے جیسا کعب بن اشرف کو ایک آیت میں طاغوت بمعنے شیطان نے فرمایا ہے الم تر الی الذین یزعمون انہم امنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت الآیۃ اور جیسے نعیم بن مسعود اعرابی کو اس آیت میں خود لقب شیطان سے ذکر فرمایا انما ذٰلکم الشیطان یخوف اولیاءہ اس توجیہ پر سرے سے کوئی اشکال ہی متوجہ نہیں ہوگا جو دفع کی ضرورت ہو اور یہ بر تقدیر ثبوت ہے ورنہ اسلم یہی ہے کہ اس قصہ کی نفی کی جاوے اور آیت وما ارسلنا الخ کی تفسیر اس قصہ پر موقوف نہیں احقر کی تفسیر ملاحظہ فرمائی جاوے فقط آگے عود الی القصہ کی تمہید ہے کہ) ہاں قصہ صوفی اور قاضی کا (بیان میں) لا اور اس ظالم کا

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی جو کہ (بدن میں) ضعیف (اور) زار زار ہے (یعنی اس رنجور کا جس نے سیلی مار کر ظلم کیا)۔

ہم در تقریر قصۂ قاضی وصوفی

قاضی اور صوفی کے قصہ تقریر

گفت قاضی ثبت العرش اے پسر	تا برو نقشے کنم از خیر و شر
قاضی نے کہا کہ محل کو قائم کر اے پسر	تاکہ اس پر اچھا برا نقش کروں
کو زندہ کو محل انتقام	ایں خیالے گشتہ است اندر سقام
کہاں ہے مارنے والا کہاں ہے محل انتقام	یہ تو ایک خیال ہو گیا ہے مرض میں
شرع بہر زندگان و غنیاست	شرع بر اصحاب گورستاں کجاست
شرع زندوں کے لئے اور اغنیا کے لئے ہے	شرع اہل قبور پر کہاں ہے

(مثل ہے ثبت العرش ثم انقش یعنی اول تخت کو قائم کر پھر اس پر نقش کر یعنے ہر تصرف کے لئے اول محل ہونا چاہئے) قاضی نے (اس مثل کی طرف اشارہ کر کے) کہا کہ (اول) محل کو قائم کر اے پسر تا کہ اس پر اچھا برا نقش کروں (برا اضطرارا کہہ دیا کیونکہ قاضی کا حکم شرعی تو اچھا ہی ہوگا مطلب یہ کہ تصرف سزا کے لئے محل تو دیکھ لے سو ظاہر ہے کہ) کہاں ہے مارنے والا (اور) کہاں ہے محل انتقام یہ تو ایک خیال (کے مشابہ) ہو گیا ہے مرض میں (اور جس طرح یہ شرط عقلی ہے اسی طرح شرعی بھی ہے چنانچہ ثابت ہے کہ) شرع (کا حکم) زندوں کے لئے (ہے) اور پھر حکم متعلق بالمال ان زندوں میں سے خصوصا) اغنیاء کے لئے ہے شرع اہل قبور پر کہاں ہے (اور یہ بوجہ غایت ضعف وعدم تحمل سزا کے مثل اصحاب قبور کے ہے پس اس پر تعزیر جاری نہیں کی جاتی چنانچہ مسئلہ فقہیہ بھی ہے کہ حاکم کو قتل سے کم جو کسی کو سزا دینا ہو خواہ حد ہو یا تعزیر اس میں قوت تحمل شرط ہے مریض وضعیف کی صحت وقوت کا انتظار واجب ہے عمداً اس کے خلاف کرنا جائز نہیں اور اجتہاداً غلطی ہو جاوے وہ عفو ہے اور یہاں عدم تحمل بین ہے محل اجتہاد بھی نہیں۔

آں گروہے کز فقیری بے برند	صد جہت زاں مردگاں فانی ترند
جو گروہ کہ فقیری کا سراغ لگائے ہوئے ہیں	صدہا جہت سے ان مردوں سے زیادہ فانی ہیں
مردہ از یک روست فانی در گزند	صوفیاں از صد جہت فانی شدند
مردہ تو ایک ہی حیثیت سے فانی ہے مرض میں	صوفی صدہا حیثیت سے فانی ہو گئے ہیں
مرگ یک قتل ست وایں سیصد ہزار	ہر یکے را خونبہائے بے شمار
موت تو ایک ہی قتل ہے اور یہ سیصد ہزار	ہر ایک کے بے شمار خونبہا ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ کشت ایں قوم را حق بارہا	ریخت بہر خونبہا انبارہا
اگرچہ اس قوم کو حق تعالیٰ نے بارہا کشتہ کیا ہے	خونبہا کے لئے انبار بکھیر دیئے ہیں
ہمچو جرجیس اند ہر یک در سرار	کشتہ گشتہ زندہ گشتہ شصت بار
جرجیس کی طرح ہر ایک باطن میں	کشتہ ہوا اور زندہ ہوا ساٹھ بار
کشتہ از ذوق سنان دادگر	می بزارد کہ بزن زخم دگر
جو شخص خدائے دادگر کی سنان کے ذوق سے کشتہ ہوا ہو	وہ زاری کرتا ہے کہ اور زخم لگا دے
واللہ از عشق وجود جان پرست	کشتہ بر قتل دوم عاشق ترست
واللہ بہ نسبت عشق ہستی جان پرست کے	یہ کشتہ قتل ثانی پر زیادہ عاشق ہے

(یہاں انتقال ہے قصہ سے بیان حال اہل سکر کی طرف کہ) جو گروہ کہ فقیری کا سراغ لگائے ہوئے ہیں (یعنی فقیری سے باخبر ہیں ان میں جو مغلوب الحال داہل سکر ہیں) صدہا جہت سے ان مردوں سے (بھی جو کہ شرع کے مکلف نہیں) زیادہ فانی ہیں (یعنی) مردہ تو ایک ہی حیثیت سے فانی ہے (کہ کسی) مرض میں (مبتلا ہو کر جان نکل گئی اور) صوفیہ (مغلوب الحال صدہا حیثیت سے فانی ہوگئے ہیں (پس قضیہ آن گروہے الخ اور صوفیان الخ مہملہ یعنی غیر مسورہ ہیں حکم جزئیہ میں اور محکوم علیہ صرف بعض افراد یعنی مغلوب السکر ہیں اور در گزند میں لفظ در بمعنی لاجل ہے کمافی قولہ علیہ السلام فی ہرۃ اور وہ صدہا حیثیت واردات واحوال ہیں جو ان کو مغلوب کر دیتے ہیں اور وہ بعض پر صد سے بھی زیادہ طاری ہوتے ہیں اور چونکہ وہ مختلف بھی ہوتی ہیں اور نیز درمیان درمیان افاقہ بھی ہوتا ہے اس لئے ان کو مثل موت کے واحد مستمر کہنا صحیح نہیں ہوگا متعدد کہیں گے اسی بناء پر مردہ کو فانی از یک رو اور صوفیہ کو فانی از صد جہت فرمایا اور غلبہ حال اور سکر اگر بے خبری تک پہنچ جاوے اس کا غیر مکلف ہونا اس حالت میں ظاہر ہے اور یہاں فنا بمعنے غیبت ہے فنائے اصطلاحی مراد نہیں اس میں بے خودی نہیں ہوتی جس سے غیر مکلف ہو جاوے غالباً مقصود مولانا کا اس کے بیان سے معترضین خشک کو روکنا ہے ایسے لوگوں پر اعتراض کرنے سے آگے فنائے صوفیہ کا انفع واحب ہونا فرماتے ہیں کہ) موت تو ایک ہی قتل (یعنی ہلاکت) ہے اور یہ (فنائے صوفیہ) سے صد ہزار (قتل ہیں مگر یہ ایسے قتل ہیں کہ) ہر ایک (قتل) کے بے شمار خونبہا ہیں اگرچہ اس قوم کو حق تعالیٰ نے بارہا کشتہ کیا ہے (مگر) خونبہا کے لئے انبار بکھیر دیئے ہیں (مراد اس خونبہا سے ثمرات ہیں من المحبۃ والمعیۃ والتقرب الیہ والانقطاع عما سواہ اور اس میں اشارہ ہے قول مشہور کی طرف من قتلتہ فانا دیتہ یہ تو بیان تھا اس کے انفع ہونے کا آگے انفعیت کی بنا پر ان لوگوں کے نزدیک اس کا رحب ہونا فرماتے ہیں کہ) جرجیس (پیغمبر) کی طرح (کہ ان کو ایک ظالم بادشاہ نے کئی بار قتل کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تو ان ہی کی طرح) ہر ایک (اس قوم مذکور سے) باطن میں کشتہ ہوا (اور) زندہ ہوا ساٹھ بار یعنی بمرات کثیرہ اور فنا وقتل سے مراد جیسے سکر تھا احیاء مراد صحو ہے اہل حال پر یہ دونوں کیفیتیں متعاقباً آتی ہیں اور یہ قتل ان کو ایسا محبوب ہوتا ہے کہ) جو شخص خدائے دادگر کے سنان کے ذوق سے کشتہ ہوا ہو وہ زاری (اور التجا) کرتا ہے کہ اور زخم لگا دے (ذوق کہنے میں اشارہ ہے اس کے ذوقی ہونے کی طرف اور) واللہ (یہ) کشتہ بہ نسبت عشق ہستی جان پرست کے (کہ یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

عشق حقیقی بھی ہے) قتل ثانی پر زیادہ عاشق ہے (نظیرہ قولہ علیہ السلام ودوت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل الحدیث۔ ہستی جان پرست یہ زندگی عنصری ہے جس میں جان یعنی زندگی کی پرستش یعنی محبت شدیدہ ہوتی ہے اس محبت سے بھی زیادہ قتل ثانی کی محبت ہوتی ہے بوجہ ثمرات خاصہ کے کہ اس کے سامنے اس جسمانی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں اور چونکہ ہر بار ثمرات میں ترقی ہوتی ہے اس لئے وہ بار بار متمنی ہوتا) ہے

فائدہ۔ اور اس سے احوال و مواجید کا مطلوب ہونا لازم نہیں آتا مطلوب بالذات ثمرات ہیں وہ اس پر راضی ہوتا ہے کہ اگر ثمرات بوجہ اقتضائے خصوصیت استعداد کے اس طریق سے ملنے والے ہوں تو یہ طریق بھی منظور ہے باقی جو ترقی بواسطہ اتباع سنت کے ہو وہ اس سے بھی زیادہ احب ہے چنانچہ عنقریب ہی بعنوان احیاء ان کی فضیلت بھی مذکور ہوتی ہے۔ چھ شعر کے بعد اور وہ فضیلت اس فانی کی فضیلت سے اکمل ہے کہ وہ نائب حق ہے چنانچہ آگے فرمائیں گے۔ کانکہ زندہ روکند حق کردرد بخلاف اس فانی کے کہ اس کے ثمرات میں نیابت کا ذکر نہیں فرمایا آگے عود ہے قصہ کی طرف۔

گفت قاضی من قضا دار حیم	حاکم اصحاب گورستاں کیم
قاضی نے کہا کہ میں زندہ پر حکومت رکھنے والا ہوں	اہل قبور کا حاکم کب ہوں
ایں بصورت گر نہ در گورست پست	گور ہا در دود مانش آمد ہاست
یہ صورۃً اگرچہ قبر میں پست نہیں ہے	بہت سی قبریں اس کے خاندان کے اندر ہیں
بس بدیدی مردہ اندر گور تو	گور را درمردہ بیں اے کور تو
تو نے مردے تو قبر کے اندر بہت دیکھے ہوں گے	اے کور قبر کو مردہ کے اندر دیکھ لے
گرز گورے خشت بر تو او فتاد	عاقلاں از گور کے خواہند داد
اگر کسی گور سے تجھ پر اینٹ گر پڑے	تو عقلاء گور سے کب داد چاہتے ہیں
گرد خشم و کینہ مردہ مگرد	ہیں مکن بانقش گرمابہ نبرد
تو مردہ کے خشم اور کینہ کے گرد مت پھر	ہاں تو نقش حمام سے لڑائی مت کر

قاضی نے کہا کہ میں زندہ (آدمی) پر حکومت رکھنے والا ہوں اہل قبور کا حاکم کب ہوں (اور) یہ (مریض) صورۃً اگرچہ قبر میں پست نہیں ہے (یہ قید واقعی ہے کیونکہ مدفون فی القبر پستی ہی میں ہوتا ہے یعنی اگرچہ یہ قبر کے اندر نہیں ہے مگر خود) بہت سی قبریں اس کے خاندان (کالبد) کے اندر ہیں (کالبد کو بوجہ اشتمال علی الاعضاء والقوی المختلفہ ایک خاندان سے تشبیہ دی مطلب یہ کہ اگر یہ قبر کے اندر نہیں مگر قبر اس کے اندر ہے مقصود مبالغہ ہے اس کے بحکم میت ہونے میں آگے اس معنے کی تصریح ہے کہ) تو نے مردے تو قبر کے اندر بہت دیکھے ہوں گے (مگر یہاں) اے کور قبر کو مردہ کے اندر دیکھ لے (کور اس لئے کہا کہ اب تک مخاطب نے اس کو نہیں سمجھا مطلب یہ کہ یہ مردہ سے بھی بڑھ کر ہے اور اس مبالغہ کی ایک توجیہ واقعی بھی ہو سکتی ہے کہ مردہ کو اگر مارنے لگیں تو وہ متاثر و متاذی ہو کر پھر تو نہ مرے اور یہ تو مر

جاوے گا اور جب یہ بحکم گورستان ہے کما ہو مدلول الشعر الثانی والثالث تو) اگر کسی گور سے تجھ پر اینٹ گر پڑے تو عقلاً گور سے کب داد چاہتے ہیں (اسی طرح جب یہ بحکم مردہ ہے کما ہو مدلول الشعر الاول تو) تو مردہ کے خشم و کینہ کے گرد مت پھر (یعنی اس پر خشم و کینہ مت کر) ہاں تو نقش حمام سے لڑائی مت کر (اس تشبیہ میں سابق پر بھی ترقی ہے کہ مردہ جواہر میں سے تو ہے جو کسی وقت موصوف بالحیٰوۃ ہو سکتا ہے اور نقش گرمابہ تو عرض ہی ہے کہ اس میں حیات کی قابلیت ہی نہیں)

فائدہ:۔ قاضی کی اس تقریر میں دو احتمال ہو سکتے ہیں یا تو حکم ہے مہلت و انتظار کا صحت مدعیٰ علیہ تک اور انکار ہے فی الحال سزا دینے سے اور یا سفارش ہے معاف کر دینے کے لئے اول احتمال پر یہ حکم منصبی ہے جس پر قاضی جبر کر سکتا ہے اور ثانی پر منصبی نہیں مدعی مخیر ہے فقط۔

شکر کن کہ زندۂ بر تو نزد	کانکہ زندہ رد کند حق کر درد
شکر کر کہ کسی زندہ نے تجھ کو نہیں مارا	کیونکہ جس کو زندہ رد کرے اس کو حق ہی نے رد کر دیا
خشم احیا خشم حق و زخم اوست	کہ بحق زندست آں پاکیزہ پوست
زندوں کا غصہ خدا تعالیٰ کا غصہ اور عقوبت ہے	کیونکہ وہ پاکیزہ پوست زندہ بحق ہے
حق بکشت اورا و در پاچہ اش دمید	پوستش از سر چو قصاباں کشید
حق تعالیٰ نے اس کو کشتہ کیا اور اس کے پاؤں میں پھونک دیا	قصابوں کی طرح پوست اس سے کھینچ لیا
نفخ در وے باقی آمد تا مآب	نفخ حق نبود چو نفخ آں قصاب
اس میں نفخ مآب تک باقی رہا	نفخ حق اس قصاب کے نفخ جیسا نہیں ہے
فرق بسیارست بین النفختین	اینہمہ زین ست واں سر جملہ شین
دونوں نفخوں میں بہت فرق ہے	یہ بالکل خوبی ہے اور باقی تمام عیب ہے
ایں حیات از وے برید و شد مضر	واں حیات از نفخ حق شد مستمر
اس نے اس سے حیات کو قطع کیا اور ضرر رساں ہوا	اور وہ حیات نفخ حق کے سبب مستمر ہوئی
اینہ دم آں دم نیست کاید آں بشرح	ہیں برآ زیں قعر چہ بالائے صرح
یہ نفخ وہ نفخ نہیں ہے جو شرح میں آ سکے	ہاں اس قعر چاہ سے بالائے کوشک چلا آ

(اس رنجور کو اوپر مردہ قرار دے کر اس کے احکام بیان کئے تھے یہاں بمناسبت تقابل بعض افراد زندہ کے کہ وہ زندہ بحق ہے احکام بیان کرتے ہیں پس یہ انتقال ہے قصہ سے طرف بیان آثار بقاء بالحق کے اور شعر اول بلسان قاضی اور باقی بلسان مولانا ہے یعنی قاضی نے صوفی سے یہ بھی کہا کہ) تو (یہی) شکر کر کہ کسی زندہ نے تجھ کو نہیں مارا کیونکہ جس کو زندہ رد کرے اس کو حق ہی نے رد کر دیا (مراد زندہ سے زندۂ کامل یعنی باقی بالحق ہے بقرینہ جملہ حق کرد رد کے اور

رد کردن زندہ رد کردن حق کی دلیل ملتی نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ بلکہ دلیل انی یعنی علامت ہے کیونکہ جو شخص باقی بالحق یعنی متخلق باخلاق اللہ ہو وہ بالکل تابع حق ہوگا پس اس کا رد وقبول بالکل حکم خداوندی کے موافق ہوگا پس لامحالہ علامت ہوگی عند اللہ رد وقبول کی اور یہ شخص نائب حق وجیہ اللہ ہوتا ہے مشیت اور ارشاد اسی کی شان ہوتی ہے پس اگر ایسا شخص تجھ سے ناخوش ہوتا یہ بھی زیادہ فکر کی بات اور تو جس چیز کے درپے ہوا ہے وہ کوئی مہتم بالشان امر نہیں اس سے درگزر خواہ الی الاجل خواہ الی الابد آگے مولانا تائید کے لئے فرماتے ہیں کہ ایسے) زندوں کا غصہ خدائے تعالیٰ کا غصہ اور عقوبت ہے کیونکہ وہ پاکیزہ پوست زندہ بحق ہے (پاکیزہ پوست میں یہ بتلا دیا کہ اس کا جسم بھی مطہر ہوتا ہے تلبس بالمعاصی سے اور اس میں رد ہے ان جہلاء پر جو اعمال ظاہری کو ضروری نہیں کہتے آگے ایک تمثیل میں اس کے زندہ بحق ہونے کی کیفیت اور اس تمثیل کا ناقص ہونا بھی تا کہ اس سے کوئی مماثلت نہ سمجھ جاوے بیان کرتے ہیں یعنی) حق تعالیٰ نے اس کو (اول) کشتہ کیا اور اس کے پاؤں میں پھونک دیا (اور) قصابوں کی طرح پوست اس سے کھینچ لیا (حاصل تمثیل کا یہ ہے کہ قصابوں کی عادت ہے کہ بعد ذبح بکری کی پاؤں کی طرف سے کھال کھینچنے کی ابتداء کرتے ہیں اور جہاں جہاں موقع چربی کا ہے وہاں ساتھ ساتھ کھال کے اندر پھونک بھی مارتے جاتے ہیں تا کہ چربی پھول کر گوشت پر نظر آ دے اور گوشت فربہ معلوم ہو پس مولانا اسی حالت سے تشبیہ دیتے ہیں باقی باللہ کی حالت کو کہ اول اس کو فانی کرتے ہیں پھر اس کو نفحہ ربانیہ کے نفحہ سے مشرف فرماتے ہیں جس سے اس میں صفات مرضیہ الہیہ راسخ ہو جاتی ہیں اور اس سے رذائل بشریہ جسمانیہ زائل ہو جاتی ہیں جس کو پوست کشیدن سے تعبیر فرمایا اور در پاچہ اس نفل دمید مشبہ بہ کی قید واقعی ہے اور مقصود صرف دمید ہے پس مشبہ میں اس قید کا ہونا ضروری نہیں آپ تمثیل کے ناقص بتلانے کے لئے دونوں نفخوں میں فرق بیان فرماتے ہیں کہ) اس (باقی بحق) میں نفخ (کا اثر) تا آب (یعنی یوم قیامت) تک باقی رہا (اور نفخ قصاب ایسا نہیں پس) نفخ حق اس قصاب کے نفخ جیسا نہیں ہے دونوں نفخوں میں بہت فرق ہے یہ (نفخ حق) بالکل خوبی (ہی خوبی) ہے اور (اس کے علاوہ) باقی تمام (نفخ جس میں نفخ قصاب بھی آ گیا) عیب (ہی عیب) ہے (آگے فرق کی تصویر ہے کہ) اس (نفخ قصاب) نے اس (مذبوح) سے حیات کو قطع کیا اور (اس لئے) ضرر رساں ہوا اور وہ حیات (اس مقتول حق کی) نفخ حق کے سبب مستمر ہوئی (بریدکی اسناد سبب کی طرف ہے کیونکہ یہی نفخ اپنے اغراض کے اعتبار سے سبب ہوتا ہے ذبح اور اہلاک کا اور استمرار حیات باقی بالحق کا منصوص قرآنی ہے خالدین فیہا ابداً اور اہل نار کے خلود سے شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ اس کی شان لا یموت فیہا ولا یحیی ہے آگے اس نفخ کی تحقیق وکاوش کو ترک کرا کر اس کی تحصیل کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ) یہ نفخ وہ نفخ نہیں ہے جو شرح میں آ سکے (کیونکہ وجدانی ہے اسی لئے اس کی مثال بھی ناقص رہی۔ پس شرح کی فکر چھوڑ کر) ہاں (اس کی تحصیل کر اور) اس قعر چاہ (توجہ بحادث) سے بالائے کوشک (توجہ بقدیم) چلا آ (کہ اس نفحہ سے مشرف ہو)

فائدہ:۔ آگے تتمیم ہے قصہ کی۔ فقط

نقش ہیزم را کسی بر خر نہد	نیستش برخر نشاندن مجتہد
کیا نقش ہیزم کو کوئی گدھے پر رکھتا ہے	اس کو گدھے پر بٹھلانا محل اجتہاد نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بر نشست او نہ پشت خر سزد	پشت تابوتیش اولیٰ تر سزد
اس کی نشست کے لئے پشت خر مناسب نہیں	کسی تابوت کی پشت زیادہ سزاوار ہے
ظلم چہ بود وضع غیر موضعش	ہیں مکن در غیر موضع ضائعش
ظلم کیا چیز ہے وضع کرنا شے کا اس کے غیر موضع میں	خبردار غیر موضع میں اس شے کو ضائع مت کر
گفت صوفی پس روا داری کہ او	سیلیم زد بے قصاص و بے تسو
صوفی نے کہا تو پھر تم اس بات کو روا رکھتے ہو کہ اس نے	میری سیلی ماری بلا قصاص کے اور بلا نسوں کے
کے روا باشد کہ ہر خرس قلاش	صوفیاں را صفع اندازد بلاش
کب روا ہو سکتا ہے کہ ہر ریچھ بے آبرو	صوفیوں کو طمانچہ مارا کرے بلاشی
گفت صوفی راچہ باک از صفع خیز	باچنیں بیمار کمتر کن ستیز
قاضی نے کہا کہ صوفی کو کیا اندیشہ طمانچہ سے اٹھ	ایسے بیمار سے مت لڑ
گفت قاضی تو چہ داری بیش و کم	گفت دارم در جہاں من شش درم
قاضی نے کہا کہ تو بیش یا کم کتنا مال رکھتا ہے	اس نے کہا کہ میں جہاں میں چھ درم رکھتا ہوں
گفت قاضی سہ درم تو خرچ کن	آں سہ دیگر را بدو دہ بے سخن
قاضی نے کہا کہ تین درم تو تو خرچ کرنا	ان دوسرے تین کو اس کو دیدے بلا کلام
زار و رنجورست و درویش و ضعیف	سہ درم باید ترا بہر رغیف
یہ زار اور رنجور اور غریب اور ناتواں ہے	تین درم اس کو بھی چاہئے ترکاری اور روٹی کے واسطے
قاضی و صوفی بہم در قال و قیل	لیک آں رنجور برگشتہ سبیل
قاضی اور صوفی باہم قیل و قال میں تھے	لیکن وہ جو رنجور زار اور بد حال تھا
بر قفای قاضی افتادش نظر	از قفای صوفی آمد خوب تر
قفائے قاضی پر اس کی نگاہ پڑی	قفائے صوفی سے زیادہ خوب معلوم ہوئی
راست میکرد از پے سیلیش دست	کہ قصاص سیلیم ارزاں شدست
اس کے سیلی مارنے کے لئے ہاتھ کو سیدھا کرنے لگا	کہ میری سیلی کا معاوضہ ارزاں ہو گیا ہے
سوی گوش قاضی آمد بہر راز	سیلیے آورد قاضی را فراز
گوش قاضی کی طرف کوئی راز کہنے کے بہانہ سے آیا	ایک چپت قاضی پر اونچے سے لایا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت ہر شش را بگیرید اے دو خصم	من شوم آزاد و بے خرخاش و وصم
بولا اے دونوں مدعی تم پورے چھ کے چھ ہی لے لو	میں آزاد و بے خرخشہ اور بے عیب ہو جاؤں

تیرہ شدن قاضی از سیلیے آں درویش رنجور و سرزنش کردن صوفی قاضی را

اس بیمار فقیر کے طمانچہ سے قاضی کا مکدر ہونا اور صوفی کا قاضی کو ملامت کرنا

گشت قاضی تیرہ صوفی گفت ہے	حکم تو عدل ست لاشک نیست غے
قاضی مکدر ہوا صوفی نے کہا کہ ہاں	آپ کا حکم تو بلا شک عدل ہے برائی نہیں ہے
آنچہ نہ پسندی بخود اے شیخ دیں	چوں پسندی بر برادر اے امیں
اے شیخ دین جو چیز اپنے اوپر پسند نہ کرو	وہ اپنے بھائی پر کیونکر پسند کرتے ہو
ایں ندانی کز پئے من چہ کنی	ہمدراں چہ عاقبت خود افگنی
تم یہ نہیں جانتے کہ میرے لئے کنواں کھودو گے	تو اسی کنویں میں انجام کار اپنے کو ڈالو گے
من حفر بئرا نخواندی از خبر	آنچہ خواندی کن عمل جان پدر
تم نے من حفر بئرا الخ خبر میں نہیں پڑھا؟	جو کچھ پڑھا ہے اس پر عمل کیا اے جان پدر
ایں یکے حکمت چنیں بد در قضا	کو ترا آورد سیلے درقفا
یہ تو اس طرح کا تمہارا ایک حکم تھا فیصلہ دینے میں	جو تمہارے قفا میں سیلی کو لایا
وای بر احکام دیگر ہائے تو	تاچہ آرد برسر و بر پای تو
ہائے ہے تمہارے دوسرے احکام پر	وہ کیا کچھ لاویں گے تمہارے سر اور تمہارے پاؤں پر
ظالمے را رحم آری از کرم	کہ برای نفقہ بدہش سہ درم
تم ایک ظالم پر رحم لاتے ہو کرم سے	تو خرچ کرنے کے لئے اس کو تین درم دے دے
دست ظالم را ببر چہ جای آں	کہ بدست او نہی حکم و عناں
ظالم کے تو ہاتھ کو قطع کر چہ جائیکہ	اس کے ہاتھ میں فیصلہ اور باگ دیدو
تو بداں بزمانی اے مجہول داد	کہ نژاد گرگ را او شیر داد
تم اس بکری کے مشابہ ہو اے مجہول العدل	جس نے نسل گرگ کو دودھ دیا تھا

اس (رنجور) کو گدھے پر بٹھلانا (بھی) محل اجتہاد نہیں (جو کہ تیری ایک یہ بھی درخواست ہے کایں خراد بار را بر خر نشان

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ) کیا نقش ہیزم کو کوئی گدھے پر رکھتا ہے (ہیزم کو البتہ رکھتے ہیں سو یہ تو نقش ہیزم کی مثل ہے) اس کی نشست کے لئے پشت خر مناسب نہیں (بلکہ بوجہ مردہ ہونے کے) کسی تابوت کی پشت (اس کیلئے) زیادہ سزاوار ہے (پس اس کو گدھے پر بٹھانا ظلم ہوگا کیونکہ) ظلم کیا چیز ہے وضع کرنا شے کا اس کے غیر موضع میں (پس) خبردار غیر موضع میں اس شے کو ضائع مت کر (ضائعش میں ضمیر شین کا مرجع لفظ وضع کا مضاف الیہ مقدر ہے یعنی شے ممکن ہے کہ وہ ایسا ضعیف ہو کہ گدھے پر بھی نہ بیٹھ سکتا ہو اس لئے قاضی نے یہ بات کہی ہو) صوفی نے کہا تو پھر تم اس بات کو روا رکھتے ہو کہ اس نے میرے سیلی ماری بلا قصاص کے (یعنی عوض جسمی کے) اور بلا تسو کے (کہ چار جو کی مقدار ہوتا ہے مراد دیت قلیلہ ہے یعنی بلا عوض مالی کے) کب روا ہو سکتا ہے کہ ہر ہیچ بے آبرو صوفیوں کو طمانچہ مارا کرے بلا شے۔ قاضی نے کہا کہ صوفی کو کیا اندیشہ طمانچہ سے (کیونکہ صوفی کو مجاہدہ کرنا چاہئے تو یہ بھی ایک مجاہدہ سہی) اٹھ (اور) ایسے بیمار سے مت لڑ (یعنی دعوے سے دست بردار ہو کر مجلس قضا سے اٹھ کر چل دے پھر کہا کہ اصل بات تو یہی تھی کہ دست بردار ہو جاتا مگر خیر تیری خاطر سے اس پر کچھ جرمانہ کئے دیتا ہوں اور تجھ کو دلائے دیتا ہوں پس رنجور سے) قاضی نے کہا کہ تو بیش یا کم کتنا مال (اپنے پاس) رکھتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں (تمام) جہان (کی اموال) میں چھ درم رکھتا ہوں۔ قاضی نے (اس سے) کہا کہ (اچھا) تین درم تو تو خرچ کرنا (اور) ان دوسرے تین کو اس (صوفی) کو دے دے بلا کلام (اور اس صوفی کو تسلی دینے کے لئے کہا کہ) یہ زار اور رنجور اور غریب و ناتوان ہے۔ تین درم اس کو بھی چاہئے ترکاری اور روٹی کے واسطے (ورنہ تجھ کو زیادہ دلاتا تو یہ شعر زار و رنجور ست الخ خطاب صوفی کو ہے اور قرینہ اس کا شعر آئندہ کا مصرعہ اولیٰ ہے۔ قاضی و صوفی بہم در قیل وقال کہ یہ دال ہے ان دونوں کی مقاولت پر حالانکہ اوپر مقاولت منقول ہے۔ قاضی و رنجور کی دوسرے ضمائر غائب کی بھی اس کا قرینہ ہے صوفی نے کچھ عذر کیا ہوگا کہ اس سے میری اشک شوئی نہیں ہو سکتی غرض اسی طرح سے) قاضی اور صوفی (تو) باہم قیل وقال میں (مشغول) تھے لیکن وہ جو رنجور زار و بد حال تھا (اس کا واقعہ یہ ہوا کہ) قفائے قاضی پر اس کی نگاہ پڑی (جو اس کی نظر میں) قفائے صوفی سے زیادہ خوب معلوم ہوئی (زیادہ صاف ہونے سے طمانچہ کے لئے زیادہ موزوں سمجھا ہوگا۔ پس جی للچایا ادھر طبیب کا قول یاد ہی تھا کہ جس چیز کو جی چاہے کر لیا کر پس) اس کے سیلی مارنے کے لئے ہاتھ کو سیدھا کرنے لگا (اور سوچا کہ میری سیلی کا معاوضہ (بہت) ارزاں ہو گیا ہے (کہ ایک سیلی کے تین درم کہ ایک سیلی کا عوض دے کر دوسری سیلی کے عوض میں دینے کو بھی میرے پاس موجود ہیں۔ بس یہ سوچ کر) گوش قاضی کی طرف کوئی راز کہنے کے بہانہ سے آیا (اس لئے قاضی نے بھی منع نہ کیا اور پاس آ کر) ایک چپت قاضی (کی گدی) پر (بہت) اونچے سے لا (کر جما) ئی (اور) بولا اے دونوں مدعی تم پورے چھ کے چھ ہی لے لو (ایک تو مدعی تھا قالاً دوسرا اب ہو گیا حالاً) میں (سارا ذخیرہ خرچ کر کے) آزاد و بے خرخشہ اور بے عیب ہو جاؤں (چونکہ مال کا رکھنا بعض تارکین کے نزدیک عیب ہے اس لئے خلوالید کو بے عیبی کہا) قاضی (اس حرکت سے) مکدر ہوا (تو) صوفی نے (طعن کے طور پر) کہا کہ ہاں (صاحب) آپ کا حکم تو بلاشک عدل ہے بیر اہی نہیں ہے (جب مجھ کو سیلی مارنے کے عوض میں تین درم پر راضی کیا جاتا تھا تو آپ بھی اس عوض پر راضی رہیں پھر مکدر کیوں ہوتے ہو اور اگر اپنے لئے یہ پسند نہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ) اے شیخ دین جو چیز اپنے اوپر پسند نہ کرو وہ اپنے بھائی پر کیونکر پسند کرتے ہو۔ تم یہ نہیں جانتے کہ (اگر) میرے لئے کنواں کھودو گے تو اسی کنویں میں انجام کار اپنے کو ڈالو گے (اشارہ ہے اس قول کی طرف من حفر بیراً لاخیہ فقد وقع فیہ اور یہ کنایہ ہے مطلق مضرت سے خواہ اس کا وقوع دنیا میں ہو یا

www.besturdubooks.wordpress.com

آخرت میں) تم نے من حفر بیر الأخیہ خبر میں نہیں پڑھا (اور اگر پڑھا ہے تو) جو کچھ پڑھا ہے اس پر عمل کرائے جان پدر یہ تو اس طرح کا تمہارا ایک حکم تھا فیصلہ دینے میں جو تمہارے قفا میں سیلی کو لایا (یعنی اس کے وبال سے تمہارے سیلی لگی کیونکہ وہ حکم خلاف عدل تھا پس) وائے ہے تمہارے دوسرے احکام پر (معلوم نہیں) وہ کیا کچھ (وبال) لاویں گے تمہارے سر اور تمہارے پاؤں پر (آگے اس حکم کے خلاف عدل ہونے کی تقریر ہے کہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ) تم ایک ظالم پر رحم لاتے ہو کرم سے (اور اس رحم وکرم کے سبب اس کو صرف یہ حکم دیتے ہو کہ) تو خرچ کرنے کے لئے اس (صوفی) کو (یعنی مجھ کو) تین درم دے دے۔ ظالم کے تو ہاتھ کو قطع کرو چہ جائیکہ اس کے ہاتھ میں فیصلہ اور (اس کی) باگ دے دو (جیسا اس تجویز میں ہوا کہ فیصلہ اس کا اختیاری ہو گیا دو طور پر ایک تو یہ کہ اس فیصلہ کی تکمیل میں میں اس کا محتاج اور دست نگر ہو گیا کہ جب وہ اپنے ہاتھ سے درم دے تب مجھ کو بدلہ ملے اور یہ دینا اس کا فعل اختیاری ہے تو فیصلہ ایک تو اس طرح اس کا اختیاری ہو گیا دوسرے یہ کہ اس کے پاس جب تین درہم چھوڑ دیے تو اس کو یہ بھی گنجائش رہی کہ ایک سیلی اور جس کے چاہے مار سکے اور تین درم ادا کر دے۔ چنانچہ آخر اس نے اس فیصلہ کو اپنے اختیار سے تمہارے حق میں بھی جاری کیا تو اس کی گنجائش اس کے ہاتھ میں ہونا ایک اس طرح یہ فیصلہ اس کا اختیاری ہوا) تم (اس رحم وکرم بے محل میں) اس بکری کے مشابہ ہوائے مجہول العدل (یعنی جس کے عدل کی کوئی بنا اور اصل ہی نہیں بے ضابطہ فیصلہ کر دیا۔ پس تم اس بکری کے مثل ہو) جس نے نسل گرگ کو دودھ دیا تھا (اور پالا تھا اور پھر اسی پر حملہ کر کے اس کو چیر ڈالا تھا جس کا قصہ مشہور ہے اور اس کے متعلق اس بکری والے کے چند اشعار بھی مشہور ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ غذیت بدر ہا ونشات فینا فمن انباک ان اباک ذئب پس جس طرح اس بکری نے اس پر کہ وہ اہل نہ تھا رحم کیا اور اس نے اسی پر حملہ کیا۔ اسی طرح تم نے اس نا اہل پر رحم کیا اور اس نے تم ہی پر حملہ کیا)

فائدہ:۔ عجب نہیں قاضی نے اس سفارش میں اس صوفی پر زیادہ زور دیا ہو گا جو کہ تجاوز عن حد الشرع ہے کیونکہ سفارش وہی ہے جس میں مخاطب کی آزادی میں خلل نہ آوے اور اس پر جبر دگرانی نہ ہو اور اس صوفی نے اسی کو ظلم سے تعبیر کیا اور مجازاۃ فی الدنیا پر متنبہ کر کے دوسرے احکام میں رعایت عدل کا امر کیا ہے اس طرح سے صوفی کی تقریر قواعد شرعیہ پر منطبق ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم آگے عود ہے قصہ کی طرف۔

جواب دادن قاضی صوفی را

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی واجب آید ماں رضا	ہر قفا و ہر جفا کآرد قضا
قاضی نے کہا ہم پر رضا واجب ہے	ہر قفا اور ہر جفا پر جس کو قضا لاوے
خوش دلم در باطن از حکم زبر	گرچہ شد رویم ترش کالحق مر
میں باطن میں خوشدل ہوں حکم کب سے	اگرچہ میرا منہ ترش ہو گیا کیونکہ حق تلخ ہوتا ہے
ایں دلم باغست وچشمم ابروش	ابر گرید باغ خندد شاد و خوش
میرا یہ دل باغ ہے اور میری آنکھ ابر کے مثال ہے	ابر روتا ہے باغ شاد و خوش ہنستا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قاضی نے کہا ہم پر رضا (بقضاء) واجب ہے ہر (اس) وفا (پر بھی) اور ہر (اس) جفا پر (بھی) جس کو قضا (ے الٰہی سامنے) لادے (اس لئے) میں باطن میں خوشدل ہوں حکم کتب (الٰہیہ) سے (کہ ان میں رضا بالقضاء کا حکم ہے) اگرچہ (ظاہر میں) میرا منہ ترش ہوگیا کیونکہ (امر) حق (طبعاً) تلخ ہوتا ہے (خواہ وہ امر حق تشریعی ہو یا تکوینی پس میرے سیلی لگ جانا کہ تکوینا امر حق بمعنی متضمن فوائد واقعیہ یا بمعنے سزائے جرم واقعی ہے جس کا ذکر بہ تحت

فائدہ:۔ متعلقہ اشعار گذشتہ بالا ہوا ہے گو طبعاً مجھ کو گراں ہے مگر عقلاً میں اس پر راضی ہوں اور ایسا ہی راضی ہوں جیسا وفا پر راضی ہوتا اور شاید اسی نکتہ کے لئے وفا کا ذکر کیا ہو ورنہ یہاں وفا کا وقوع نہیں ہوا تھا پس تیرا یہ طعن کہ انچہ نہ پسندی بخود اخ غلط ہے بلکہ میں جس طرح تجھ کو راضی ہونے کے لئے کہتا تھا خود بھی اسی طرح راضی ہوں خواہ آئندہ کے فوائد کی توقع پر یا اپنے جرم کے کفارہ ہو جانے پر اور اس پر شبہ نہ کیا جاوے کہ عقلی رضا اور طبعی ناگواری کیسے جمع ہوگئے کیونکہ مختلف حیثیتوں سے ایسا کیونکر ہوسکتا ہے پس اس اجتماع کے اعتبار سے گویا) میرا یہ دل باغ ہے اور میری آنکھ ابر کی مثال ہے (تو دیکھو) ابر روتا ہے (اور) باغ شاد و خوش ہنستا ہے (اسی طرح میرا ظاہر ترش ہے اور باطن خوش ہے اور اس مثال پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہاں تو ترشی اور خوشی کا محل ہی بدل گیا کہ ایک چشم ہے ایک دل بات یہ ہے کہ چشم کا گریہ یقیناً مسبب ہے تاثر قلب سے۔ پس گریہ چشم علامت تکدر قلب ہی کی ہوئی اور وہی محل تھا رضا کا پس دونوں کیفیتوں کا محل ایک ہی ہوا مگر مختلف اعتبارات سے یعنی ایک کا محل طبعاً دوسرے کا عقلاً)۔

سال قحط از آفتاب خیرہ خند	باغہا در مرگ و جانکندن رسند
سال قحط میں آفتاب کے سبب سے جو کہ بے باکی سے خندہ کرتا ہے	باغ موت اور جانکنی میں پہنچ جا جاتے ہیں
زامر حق وابکوا کثیرا خواندۂ	چوں سربریاں چہ خنداں ماندۂ
امر حق سے تو نے وابکوا کثیرا یعنی خوب روؤ پڑھا ہے	سربریان کی طرح کیا خندان رہ رہا ہے
روشنی خانہ باشی ہمچو شمع	گر فرو باری تو ہمچوں شمع دمع
تو شمع کی طرح روشنی خانہ بن جاوے	اگر شمع کی طرح تو اشک برسانے لگے
آں ترش روی مادر یا پدر	حافظ فرزند شداز ہر ضرر
وہ ترشروئی ماں یا باپ کی	فرزند کی محافظ ہے ہر ضرر سے
ذوق خندہ دیدۂ اے خیرہ خند	ذوق گریہ بیں کہ ہست آں کان قند
تو نے خندہ کا ذوق تو دیکھ لیا اے بے باک ہنسنے والے	گریہ کا ذوق بھی تو دیکھ لے کہ وہ کان قند ہے
چوں جہنم گریہ آرد یاد آن	پس جہنم خوش تر آید از جنان
جب جہنم کی یاد گریہ لاوے	تو جہنم جنت سے خوشتر ہوگی

www.besturdubooks.wordpress.com

خندہا در گریہا آمد کتیم	گنج در ویرانہ ہا جو اے سلیم
گریوں میں خندے مکتوم ہیں	گنج کو ویرانہ میں تلاش کر اے سادہ دل
ذوق در غمہاست پے گم کردہ اند	آب حیوان را بہ ظلمت بردہ اند
غموں میں ذوق ہے قضاء قدر نے نشان گم کر دیا ہے	آب حیات کو ظلمت میں لے گئے ہیں

(یہ مقولہ مولانا کا انتقال ہے بطور ترقی کے مضمون سابق سے اوپر تو تشبیہ چشم ودل بہ ابر وباغ سے رضا و خندۂ دل کے ساتھ ترشروئی وگریہ چشم کے اجتماع کا امکان ہی بتلایا تھا یہاں اس گریہ ظاہری کا بعض اوقات نافع ہونا اور اس کے خلاف کا بعض اوقات مضر ہونا ایک مثال میں بتلاتے ہیں یعنی دیکھو) سال قحط میں آفتاب کے سبب جو کہ بے باکی سے خندہ کرتا ہے (کیونکہ ابر نہ آنے کے سبب وہ ہر وقت خنداں و درخشاں رہتا ہے تو اس کے سبب) باغ موت اور جانکنی (کی حالت) میں پہنچ جاتے ہیں (تو دیکھو یہاں خندہ مضر ہوا اور مقصود اس مثال سے ایضاح ہے نہ کہ استدلال واثبات اور جب) امر حق سے تو نے وابکو کثیراً یعنی خوب رووٴ پڑھا ہے (یہ روایت بالمعنی ہے قرآن مجید میں فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا ہے تو پھر) سر بریان کی طرح تو کیا خنداں رو رہا ہے (سر بریان کا خندہ یہ ہے کہ اس کے برشتہ کرنے کے وقت انقباض جلد کی وجہ سے دانت ظاہر ہو جاتے ہیں یہ تو مقتضی سمعی بکاء کہ مطلوبیت کا تھا آگے اس کا مقتضی عقلی اس کے منافع کے بیان سے فرماتے ہیں کہ) تو شمع کی روشنی خانہ بن جاوے اگر شمع کی طرح تو اشک برسانے لگے (چنانچہ) وہ ترشروئی ماں یا باپ کی فرزند کی محافظ ہے ہر ضرر سے (کیونکہ وہ سبب ہے فرزند کی تحذیر کا اور وہ تحذیر سبب ہے اس کے حذر کا تو دیکھو ترشروئی میں یہ نفع ہوا اور لازم سے گزر کر متعدی ہوا اور خود ان کو بھی یہ نفع ہوا کہ ادائے حق فرزند کا اجر ملا اور) تو نے خندہ کا ذوق تو دیکھ لیا اے بے باک ہنسنے والے (اب) گریہ کا ذوق بھی تو دیکھ لے کہ وہ کان قند (کی طرح باحلاوت) ہے (اور اصلاح فرزند کا نفع تو فی الدنیا تھا اس گریہ سے نفع فی الآخرۃ بھی حاصل ہوتا ہے سو اس نفع کے اعتبار سے یہ کہا جاتا ہے کہ) جب جہنم کی یاد گریہ لاوے تو جہنم (باعتبار یاد کے) جنت سے خوشتر ہوگی (یعنی وہ جنت کی یاد سے بہتر ہوگی اور گریہ ایسی چیز ہے کہ) گریوں میں خندے مکتوم ہیں (یعنی گریہ کا انجام اچھا ہے پس) گنج کو ویرانہ میں تلاش کر اے سادہ دل (اور) غموں میں ذوق (وسرور) ہے (مگر) قضاو قدر نے (حکمت ابتلاء کے لئے اس کا) نشان گم کر دیا ہے (جس سے بدوں تدبر وتفکر و نور بصیرت کے حقیقت تک ہر شخص نہیں پہنچتا اور اس کی ایسی مثال ہے جس طرح) آب حیات کو ظلمت میں لے گئے ہیں (کہ سرسری رہرو کو پتہ نہ لگے)

فائدہ:۔ حاصل مقام کا یہ ہے کہ بعض خندہ مضر اور بعض گریہ نافع ہے پس ہر وقت خندہ کا سامان مت جمع کر گریہ میں بھی مشغول رہا کر۔ اگر شبہ ہو کہ جس مضمون کی تائید میں یہ اشعار ہیں وہ بکاء ہے رضاء کے ساتھ تو اس بکاء سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ ظاہر تو یہ ہے کہ اگر رضائے قلب کے ساتھ ظاہری سرور بھی ہو تو یہ حالت اکمل ہے جواب یہ ہے کہ اکمل یہی ہے کہ مشاق ومصائب سے جیسا کہ قاضی کو پیش آیا طبعاً متاثر ہو چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جب وفات ہوئی تو باوجود رضا وشکر قلبی کے آپ کے آنسو جاری ہوئے فرمایا العین تدمع والقلب یحزن او کما قال اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کس کی حالت اکمل ہو سکتی ہے اور بعض اولیاء سے جو ایسے وقت ضحک منقول ہوا ہے وہ اثر غلبہ حال کا ہے جو کہ چنداں

www.besturdubooks.wordpress.com

کمال نہیں اور راز اس میں یہ ہے کہ تاثر طبعی میں ظہور ہے عجز وافتقار اور ضعف وانکسار کا جو کہ اقرب الی العبدیت اور ابعد عن العجب وصورۃ الدعویٰ ہے جس کا توہم ضحک میں ہوتا ہے اور قرآن مجید میں جو ارشاد ہے **فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا** یہاں طلب مراد نہیں بلکہ مقصود اخبار عن الوقوع للکفار ہے جس کا قرینہ ہے **جزاءً بما کانوا یکسبون** اور مولانا کے کلام سے متبادر ہوتا ہے اس کا محمول کرنا معنی امر پر سو اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ مقصود مولانا کا بھی اخبار عن الوقوع ہو اور معنے یہ ہوں کہ جب تم نے قرآن میں یہ صیغہ امر جو بمعنے خبر ہے پڑھا ہے اور یہ ان لوگوں کے حق میں وعید ہے جو خنداں بمعنے غافل ومستہزی بالدین ہیں کما فی قولہ **افمن هذا الحديث تعجبون و تضحكون ولا تبكون وانتم سامدون** تو پھر تم کیوں ایسے خنداں ہوتے ہو بلکہ تم کو گریاں ہونا چاہئے۔ پس اس توجیہ پر گریہ کی طلب وابکوا یا ولیبکوا سے نہ ہوگی بلکہ چہ خنداں ماندۂ سے ہوگی خوب سمجھ لو۔

باژگونہ نعل در رہ تارباط	چشمہا را چارکن در احتیاط
الٹے نعل ہیں راستہ سے منزل تک	تو آنکھوں کو چار کر احتیاط میں
چشمہا را چارکن در اعتبار	یار کن باچشم خود دو چشم یار
آنکھوں کو چار کر عبرت حاصل کرنے میں	اپنی آنکھ کے ساتھ رفیق بنالے یار کی دو آنکھوں کو
امرهم شوریٰ بخواں اندر صحف	یار را باش ومکن از ناز اف
امرہم شوریٰ پڑھ لے اجزاء قرآنیہ میں	یار کا ہو کر رہ اور ناز کے سبب تنگدلی کا کلمہ مت کہہ
یار باشد راہ را پشت وپناہ	چونکہ نیکو بنگری یار است راہ
رفیق طریق کا مددگار ہوتا ہے	اگر تو خوب دیکھے تو رفیق خود طریق ہے

(اور پر خندہ کے گریہ میں مکتوم ہونے کے ساتھ پے گم کردہ اند میں بتلایا تھا کہ ہر شخص کی نظر حقیقت تک پہنچنے کے لئے کافی نہیں ان اشعار میں اس نظر کے صحیح وحقیقت شناس ہونے کا طریق بتلاتے ہیں کہ جب یہ بات ہے کہ) الٹے نعل (بنے) ہیں راستہ سے منزل (مقصود) تک (جس سے غیر مبصر کو منزل کا پتہ نہیں لگتا جس طرح جو شخص بے پتہ ہونا چاہتا ہے جوتے میں الٹے نعل لگالیتا ہے تاکہ اگر یہ مشرق کو گیا ہو تو اہل سراغ مغرب میں تلاش کریں پس ایسی حالت میں حقیقت کا پتہ چلانے کے لئے) تو آنکھوں کو چار کر احتیاط میں (یعنی) آنکھوں کو چار کر عبرت (اور استدلال صحیح) حاصل کرنے میں (پس اعتبار تفسیر ہوگئی احتیاط کی اور یہ حرف در ایسا ہے جیسا اس حدیث میں فی ہے عذبت فی ہرۃ ای لاجل ہرۃ آگے تفسیر ہے چارکن کی یعنی مطلب چارکن کا یہ ہے کہ) اپنی آنکھ کے ساتھ رفیق بنالے یار (طریق یعنی مرشد) کی دو آنکھوں کو (پس دو اور دو مل کر چار ہوگئیں مطلب یہ کہ اپنی رائے پر مت چل مرشد کا اتباع اختیار کر کہ اس کی بصیرت سے تیری بصیرت مستفید ہو کر حقیقت شناسی کے لئے کافی ہوجاوے گی اور نفع وضرر حقیقی کا ادراک کرنے لگے گی اور صورت نفع وصورت ضرر سے دھوکہ نہ کھاوے گی آگے اس چارکن کی تائید ہے کہ) امرہم شوریٰ پڑھ لے اجزا قرآنیہ میں (کہ اس کا حاصل بھی یہی ضم الرای

www.besturdubooks.wordpress.com

الکامل الی غیر الکامل ہے پس) یار کا ہو کر رہ اور ناز (اور دعویٰ استغنا) کے سبب تنگدلی کا کلمہ مت کہہ (یعنی اس سے نفرت اور وحشت مت کر کیونکہ رفیق (مذکور) طریق (سلوک) مددگار ہوتا ہے اگر تو خوب (غور کر کے) دیکھے تو رفیق خود طریق ہے (اس میں مبالغہ ہے یعنی رفیق کی ایسی شرط اعظم ہے گویا خود طریق ہے جیسا حدیث میں ہے الحج عرفة یا کسی نے سوال کیا ما الحج آپ نے فرمایا الحج والحج مولانا نے اسی مضمون کو دفتر اول میں اس سے زیادہ صریح فرمایا ہے۔ بر نویس احوال پیر راہ دان پیر را بگزین وعین راہ دان شراح نے اس کی وجہ میں لکھا ہے در مشرب مولانا صحبت پیر از ذکر و فکر بہتر ست اھ اور اس سے دوسرے اجزاء طریق کی نفی مقصود نہیں ہے)

چونکہ دریا یاراں رسی خامش نشیں	اندراں حلقہ مکن خود را نگیں
جب تو رفقا میں پہنچ جاوے تو خاموش بیٹھا رہ	اس حلقہ میں اپنے کو نگیں مت بنا
درنماز جمعہ بنگر خوش بہوش	جملہ جمع اند و یک اندیش وخموش
نماز جمعہ میں اچھی طرح ہوش کے ساتھ دیکھ لے	کہ سب جمع ہیں اور ایک خیال ہیں اور خاموش ہیں
رختہا را سوی خاموشی کشاں	چوں نشاں جوئی مکن خود را نشاں
اسباب کو خاموشی کی طرف کھینچ لے جا	اگر تو نشان تلاش کرتا ہے تو اپنے کو نشان مت کر
گفت پیغمبرؐ کہ در بحر ہموم	در دلالت داں تو یاراں را نجوم
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بحر ہموم میں	رہنمائی کے باب میں تو یاروں کو نجوم جان
چشم در استارگاں نہ رہ بجوی	نطق تشویش نظر باشد مگوی
آنکھ کو ستاروں میں جمائے رکھ راہ تلاش کر	کلام کرنا سبب تشویش نظر ہوتا ہے کلام مت کر

(اوپر ترغیب تھی اتخاذ رفیق کی یہاں بعض آداب رفقا کی تعلیم ہے یعنی) جب تو (ایسے) رفقاء میں پہنچ جاوے تو خاموش بیٹھا رہ (اور) اس حلقہ میں اپنے کو (مثل) نگین (کے صدر) مت بنا (جیسا انگشتری کے حلقہ میں نگین کا صدر ہونا ظاہر ہے کیونکہ اگر وہاں بولے گا تو ان کی کب سنے گا اور ضرورت سننے کی زیادہ ہے کہ اس سے حقیقت منکشف ہو آگے اس خاموشی کی تائید ہے کہ) نماز جمعہ میں اچھی طرح ہوش کے ساتھ دیکھ لے کہ سب جمع ہیں اور ایک خیال ہیں اور (پھر) خاموش ہیں (جمعہ کے دو جزو ہیں ایک نماز اس میں تو خاموشی شرط صحت صلوٰۃ ہی ہے دوسرا خطبہ کہ اس میں شرط صحت تو نہیں مگر شرط اجر و احتراز عن الاثم ہے یہاں یہی مراد لینا مناسب ہے یعنی باوجودیکہ بدوں خاموشی کے بھی نفس خطبہ ادا ہو جاتا ہے اور نطق کے مقتضی بھی موجود ہیں جماعت کا کثیر ہونا اور پھر سب کا متفق الخیال ہونا کہ ایسی حالت میں خواہ مخواہ یہی جی چاہتا ہے کہ بولیں مگر پھر بھی بایجاب شریعت سب خاموش ہیں اور صرف ایک خطیب کلام کر رہا ہے اس حکم شرعی سے معلوم ہوا کہ نفع کا طریقہ یہی ہے کہ شیخ کے سامنے سب خاموش رہ کر اس کا کلام سنیں اسی طرح تو بھی) اسباب کو خاموشی کی طرف کھینچ لے جا (یعنی مقام خاموشی میں فروکش ہو) اگر تو (حقیقت کا) نشان تلاش کرتا ہے تو اپنے کو (مثل نشان (کے) مشہور و ممتاز) مت کر (آگے دوسری تائید ہے کہ) پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بحر ہموم (و افکار دین) میں رہنمائی کے باب میں تو (میرے) یاروں کو نجوم جان

www.besturdubooks.wordpress.com

(اشارہ ہے اس حدیث کی طرف اصحابی کالنجوم جب یہ ستارے ہیں تو) آنکھ کو ستاروں میں جمائے رکھ (اور) راہ تلاش کر (اور چونکہ) کلام کرنا سبب تشویش نظر ہوتا ہے (اس لئے) کلام مت کر (چنانچہ مشاہد ہے کہ بولنے میں جب مشغولی ہو جاوے تو پھر نظر کی چیز سے استدلال نہیں ہو سکتا خیال پریشان ہو جاتا ہے پس نجوم سے راہ پر استدلال کرنا موقوف ہوا سکوت پر اور اصحاب نجوم ہیں تو ان سے جب ابتدا مطلوب ہو ان کے سامنے سکوت کر اور اصحاب پر دوسرے ہادیوں کو قیاس کر کے یہی حکم ان کے لئے ثابت ہوگا اور یہی مطلوب ہے مقام میں)

گر دو حرف صدق گوئی اے فلاں	گفت تیرہ در تبع گردد رواں
اگر تو دو باتیں صدق کی کہے اے فلانے	تو کلام تیرہ تعاقب میں جاری ہو جاتا ہے
ایں نخواندی کالکلام اے مستہام	فی شجون جرہ جرالکلام
تو نے یہ نہیں پڑھا اے مرد حیران کہ کلام	مختلف شعبوں میں واقع ہو جاتا ہے اس کو کھینچ لاتا ہے کلام کا کھینچے چلے آنا
ہیں مشو شارع دراں حرف رشد	چوں سخن بیشک سخن را می کشد
ہاں تو اس مضمون ہدایت ہی میں شروع کرنے والا مت بن	جبکہ ایک کلام دوسرے کلام کو لے آتا ہے
نیست در ضبطت چو بکشادی دہاں	از پئے صافی شود تیرہ رواں
تیرے قابو میں نہیں ہے جب تو نے منہ کھول دیا	صاف بات کے پیچھے تیرہ بھی رواں ہو جاتی ہے
آنکہ معصوم رہ وحی خدا ست	چوں ہمہ صافست بکشاید رواست
جو کہ راہ وحی الٰہی کا معصوم ہے	چونکہ وہ بالکل صاف ہے اگر وہ منہ کھولے روا ہے
زانکہ ما ینطق رسول بالھویٰ	کے ہوا زاید ز معصوم خدای
کیونکہ کوئی رسول ہوائے نفس سے نطق نہیں کرتے	معصوم خدا سے ہوائے نفسانی کب پیدا ہوتی ہے
خویشتن را ساز منطیقے ز حال	تا نگردی ہمچو من سخرۂ مقال
تو اپنے کو حال سے کثیر النطق بنا	تاکہ میری طرح تو بھی مغلوب القال نہ ہو جاوے

(شجن فی المنتخب بالفتح الی قولہ وشاخ درہم شدہ بشاخ دیگر و شعبہ و شاخ از ہر چیز و شجون جمع و فی المثل الحدیث ذو شجون یعنی خداوند شاخہا و راہہا ست الخ اوپر ترغیب تھی سکوت عند الشیخ کی ان اشعار میں ترغیب ہے سکوت فی اکثر الاحوال کی یعنی غیر کامل کا تکلم اکثر اوقات مضر ہو جاتا ہے اگرچہ بالخیر ہی ہو جبکہ وہ خیر غیر ضروری ہو باقی ضروری بدلیل مستثنیٰ ہے یعنی تکلم اکثر اس لئے مضر ہے کہ) اگر تو دو باتیں صدق کی کہے اے فلانے تو (اکثر) کلام تیرہ (اس کے) تعاقب میں جاری ہو جاتا ہے (اور یہ بالکل مشاہد ہے آگے ایک قول مشہور سے اس کی تائید کرتے ہیں کہ) تو نے (مثل مشہور میں) یہ نہیں پڑھا اے مرد حیران کہ کلام مختلف شعبوں میں واقع ہو جاتا ہے (اور اس لئے) اس (کے بعض) کو کھینچ لاتا ہے (دوسرے بعض) کلام کا کھینچے چلے آنا (یعنی کلام کا ایک شعبہ ممتد ہو کر دوسرے شعبہ میں واقع کر دیتا ہے مولانا نے اس شعر میں دو مثلوں کو جمع

www.besturdubooks.wordpress.com

فرمادیا ہے ایک وہ جو منتخب سے نقل کی گئی ہے الحدیث ذو شجون دوسری جو بعض حواشی میں ہے الکلام یجر الکلام اور ترکیب اس عبارت عربیہ کی جو اس شعر میں واقع ہوئی ہیں دو ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ الکلام واقع فی المصرعۃ الاولیٰ مبتدا ہو اور فے شجون خبر ہو یعنی الکلام یجری فی شجون مختلفۃ ایک جملہ اسمیہ تو یہ ہوا اور آگے دوسرا جملہ فعلیہ ہے یعنی جرہ میں فعل اور مفعول ہے اور اس ضمیر مفعول کا مرجع کلام مذکور فی المصرع الاول ہے بطور استخدام کے یعنی مراد وہ کلام ہے جو کلام سابق سے پیدا ہو کر ترتیب تکلم میں متاخر اور فاعل اس فعل کا جر الکلام باضافۃ الجر الی الکلام ہے اور یہ مضاف الیہ وہ کلام ہے جو سبب ہو گیا اس کلام متاخر کے پیدا ہونے کا اور ترتیب تکلم میں متقدم ہے اور احقر کا ترجمہ اسی ترکیب پر مبنی ہے۔ اور دوسری ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ جرہ جر الکلام جملہ فعلیہ خبر ہو الکلام مبتداء کی اور فی شجون حال ہو فاعل یعنی جر الکلام سے جو بضرورت شعر یہ مقدم ہو گیا یعنی الکلام المتاخر المسبب جرہ جر الکلام المتقدم السبب حال کون ہذا الجر الفاعل موقعا فی شجون حاصل ترجمہ اس کا یہ ہوگا کہ جو کلام پہلے کلام سے پیدا ہو گیا اس کو پہلے کلام کا ممتد کرنا وجود میں لے آیا کیونکہ اس ممتد نے مختلف شعبوں میں واقع کر دیا تو اس ترکیب پر یہ سب ایک جملہ ہو کر صرف مثل ثانی کی طرف اشارہ ہوگا البتہ اگر صرف مفرد کو اشارہ کے لئے کافی کہا جاوے تو فی شجون میں مثل اول کی طرف بھی اشارہ مانا جا سکتا ہے۔ آگے اسی کا حاصل بیان فرماتے ہیں کہ) ہاں تو اس مضمون ہدایت ہی میں شروع کرنے والا مت بن جبکہ ایک کلام دوسرے کلام کو لے آتا ہے (اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ بات) تیرے قابو میں نہیں (رہتی) ہے جب تو نے منہ کھول دیا (اس وجہ سے) صاف (بات) کے پیچھے تیرہ بھی رواں ہو جاتی ہے (جس طرح کسی بوتل میں کوئی شربت وغیرہ ہو جس کے اجزاء کدرہ نیچے بیٹھ گئے ہوں تو اس کے الٹا کرنے سے اول صاف پھر تیرہ نکلے ہی گا (البتہ) جو (ذات پاک) کہ راہ وحی الٰہی کا معصوم ہے چونکہ وہ بالکل صاف ہے (اگر وہ منہ) کھولے روا ہے۔ کیونکہ کوئی رسول ہوائے نفس سے نطق نہیں کرتے (اور بھلا) معصوم خدا سے ہوائے نفسانی کب پیدا ہوتی ہے (پس ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے ایک شربت کو ایسا لطیف کر دیا ہو جس میں کوئی جزو کدر نہیں رہا تو وہ سارا الٹ دینے سے بھی صاف ہی نکلے گا اور اصل میں تو یہ حالت انبیاء و رسل کی ہے کہ معصوم ہیں لیکن اگر حق تعالیٰ ان کا پورا اتباع کسی کو نصیب فرمادے تو تبعا ان کی بھی اسی کی مشابہ شان ہو جاتی ہے اس کا آگے ذکر فرماتے ہیں کہ) تو اپنے کو حال سے کثیر النطق بنا (بدوں حال کے مت بنا) تاکہ میری طرح تو بھی مغلوب القال نہ ہو جاوے (یعنی جیسا میں بفضلہ تعالیٰ مقال و کلام سے مغلوب نہیں ہوں۔ بلکہ غالب و قادر علی اللسان ہوں اسی طرح اگر تو حال صادق کامل پیدا کر لے گا تو تو بھی قادر ہو جاوے گا پھر کثرت نطق مضر نہ ہوگا اور یہاں حال بمقابلہ مقام کے نہیں کہ شبہ ہو کہ صاحب حال تو مغلوب ہوتا ہے بلکہ حال بمقابلہ قال کے ہے یعنی قال سے گزر کر کمال باطنی پیدا کر تو پھر ہر نافع بات ہی کا تکلم کرے گا یا اگر حال سے مراد وہی معنے اول ہوں تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ صاحب حال اگر مغلوب ہوتا ہے تو کلام حق ہی کا ہوتا ہے گو وہ غامض ہونے کے سبب قابل اظہار نہ ہو کلام باطل کا تو اہل نفس کی طرح مغلوب نہیں ہوتا)

فائدہ:۔ ما ینطق عن الہویٰ سے اجتہاد کی نفی پر دلالت نہ سمجھی جاوے کیونکہ آپ کے اجتہاد کا منشاء و مبنی بھی تو ہوائے نفس نہیں وحی الٰہی ہی ہے کما قیل القیاس مظہر لا مثبت اگرچہ طریق استنباط میں کچھ فروگذاشت ہو جاوے مگر وہ پھر بھی منسوب الی الوحی ہوگی اور اس پر اجر بھی ملے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سوال کردن صوفی از قاضی

صوفی کا قاضی سے سوال کرنا

گفت صوفی زیک کان ست زر	ایں چرا نفع ست وآں دیگر ضرر
صوفی نے کہا کہ جب ایک ہی معدن سے زر ہے	یہ کس لئے نافع ہے اور وہ دوسری مضر ہے
چونکہ ایں جملہ زیک دست آمدست	ایں چرا ہشیار وآں مست آمدست
جب کہ یہ تمام تر ایک ہی دست سے حاصل ہوئی ہے	تو یہ ہوشیار اور وہ مست کس لئے ہے
چوں زیک دریاست ایں جوہا رواں	ایں چرا نوش ست وآں زہر دہاں
جب ایک ہی دریا سے یہ سب نہریں جاری ہیں	تو یہ زہر اور وہ نوش جان کس لئے ہے
چوں ہمہ انوار از شمس بقاست	صبح صادق صبح کاذب از چہ خاست
جب سب انوار شمس بقا سے ہیں	تو صبح صادق اور صبح کاذب کس چیز سے پیدا ہوئیں
چوں زیک سرمہ است ناظر را کحل	از چہ آمد راست بینی و حول
جب ایک ہی سرمہ سے سب ناظرین کی سرمہ کشی ہے	تو کس سبب سے راست بینی اور کج بینی حاصل ہوئی
چونکہ دار الضرب را سلطاں خداست	نقد را چوں ضرب خوب و ناروا ست
جب کہ دار الضرب کا سلطان خدائے تعالیٰ ہے	تو نقد کا ٹھپا خوب اور کاسد کیوں ہے
چوں خدا فرمود رہ را راہ من	ایں خفیر از چیست وآں یک راہ زن
جب خدائے تعالیٰ نے راہ دین کو راہ من فرمایا ہے	تو یہ ایک رہبر اور وہ ایک راہزن کس سبب سے ہے
از یک اشکم چوں رسد حبر وسفیہ	چوں یقیں شد کالولد سر ابیہ
ایک ہی شکم سے عالم اور جاہل کیوں پیدا ہوتے ہیں	جب کہ یہ یقینی ہے کہ الولد سر لابیہ
وحدتے کہ دید با چندیں ہزار	صد ہزاراں جنبش از عین قرار
وحدت کس نے دیکھی ہے اتنے ہزار کے ساتھ	لاکھوں حرکتیں عین قرار سے

فائدہ:۔ قبل حل اشعار کے مقام کا حاصل لکھ دینا مناسب ہے کہ حل اشعار میں معین ہوگا اس مقام پر مولانا کو صوفی اور قاضی کی زبان سے بعض اسرار تکوینیہ کی تحقیق کرنا مقصود ہے۔ بمناسبت شعر اول سرخی بالا کے یعنی گفت قاضی واجب آمد ماں رضا ہر وفا و ہر جفا کا آرد قضا اور یہ تحقیق یہاں سے تیرہویں چودھویں سرخی حکایت زن و شوہر کے قریب تک ممتد ہوئی ہے اس شعر تک۔ من ہمی دانم کہ تو پاکی نہ خام ویں سوالت ہست از بہر عوام اور اس میں صوفی و قاضی کے درمیان

www.besturdubooks.wordpress.com

میں تین بار سوال و جواب واقع ہوا ہے حاصل صوفی کے سوال اول کا استبعاد و امتناع عادی ہے صدور اضداد کا واحد بسیط سے وبلفظ دیگر صدور متغیر و متضاد کا غیر متغیر و غیر متضاد سے اور حاصل جواب قاضی کا دفع ہے اس استبعاد کا اور حاصل صوفی کے سوال ثانی کا امکان عادی کو تسلیم کر کے اس ممکن یعنی خلق اضداد کے وقوع کی حکمت پوچھتا ہے اور یہ کہ مقتضائے رحمت صدور تھا صرف خلق راحت ولذت کا بدوں ان کے اضداد کے اور حاصل جواب قاضی کا بیان کرتا ہے۔ بعض مضار لذات محضہ کا اور حاصل صوفی کے سوال ثالث کا بیان ہے قدرت حق کا ان مضار کے مرتب نہ ہونے دینے پر اور حاصل جواب قاضی کا انعدام سے ابتلاء کا اس صورت میں جو کہ موقوف ہے کمال واجر کا اور چونکہ کمال واجر مطلوب ہے اور اس کا توقف بھی ابتلاء پر باقتضائے خصوصیت استعداد مکلف ظاہر ہے اس لئے اس حکمت کے معلوم ہونے پر طبائع سلیمہ کو سکون ہو جاتا ہے اور باوجودیکہ اہل شغب کو ہنوز اس سوال کی اور گنجائش ہے کہ خود یہ ابتلاء یا اجر و کمال ہی ضروری نہیں ہے یا یہ توقف ہی واجب نہیں یا یہ کہ مکلف کی استعداد کی یہ خصوصیت بھی لازم نہیں لیکن طالب تحقیق کو چونکہ مشاغبہ مقصود نہیں اس لئے اس جواب پر سوالات منقطع ہو گئے اب اشعار کو حل کیا جاتا ہے۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ (قولہ گفت صوفی الخ حل بعض تحقیقین سرگین شدن چشم حول بعض تحقیقین احول شدن کذا فی المنتخب۔ ظہیر رہبر۔ حبر عالم متبحر۔ نقد فی الغیاث سیم و زر مسکوک۔ اوپر شعر گفت قاضی الخ میں وفا و جفا کا منسوب الی القضاء ہونا مذکور ہوا ہے اس پر) صوفی نے (بطور سوال کے) کہا کہ جب ایک ہی معدن سے زر (آتا) ہے (یعنی سب مخلوق ایک ہی حکم سے پیدا ہوتی ہے جیسے ایک معدن سے سونا نکلتا ہو تو پھر) یہ (مخلوق) کس لئے نافع ہے اور وہ دوسری مضر ہے (جیسے ایک معدن سے جو سونا نکلتا ہے اصل یہی ہے کہ متماثل و متشابہ ہو اسی طرح یہاں بھی سب مکونات متماثل و متشابہ ہوتے یہ مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ ایک نافع ہو گیا ایک مضر ایک وفا ہو گیا ایک جفا۔ یہ اضداد و تغیرات و تضادات واحد حقیقی غیر متغیر و غیر متضاد کے حکم سے کیسے صادر ہوئے اور بعض نسخوں میں شعر اول سرخی بالا میں مصرعہ ثانیہ اس طرح ہے ہر وفا و ہر جفا کا رد قضا جس میں صرف ضرر ہی کا منسوب الی القضاء ہونا مذکور ہے اس نسخہ کی دلالت وفا پر بطور دلالت ضد علی ضد آخر کی ہو جاوے گی کمافی قولہ تعالیٰ و جعل لکم سرابیل تقیکم الحر ای والبرد و کما فی قولہ تعالیٰ بیدک الخیر ای والشر تو پھر بھی یہ سوال متوجہ ہو جاوے گا کہ واحد غیر متغیر و غیر متضاد سے کثیر متغیر و متضاد کیونکر ظاہر ہوئی آگے بھی یہی سوال مختلف عنوانات سے واقع ہے یعنی) جبکہ یہ تمام تر (مخلوق) ایک ہی دست (قدرت) سے حاصل ہوئی ہے تو یہ (ایک شخص) ہشیار اور وہ (دوسرا) مست کس لئے ہے (سب یکساں ہی ہوتے اور) جب ایک ہی دریا سے یہ سب نہریں جاری ہیں تو یہ (ایک) زہر (یعنی تلخ) اور وہ (دوسری) نوش جان (یعنی شیریں) کس لئے ہے (سب یکساں ہوتیں یہ مثال ہے وجود واجب و ممکن کی نہ کہ مثل من کل الوجوہ اور) جب سب انوار شمس بقاء سے ہیں تو صبح صادق اور صبح کاذب کس چیز سے پیدا ہوئیں (دونوں صبح یکساں ہوتیں بقاء بمعنے باقی صفت شمس کہ مثال حق است اور) جب ایک ہی سرمہ سے سب ناظرین کی سرمہ گینی ہے تو کس سبب سے راست بینی اور کج بینی حاصل ہوئی (سب ایک ہی صفت کے ہوتے اور) جب کہ دار الضرب (یعنی ٹکسال) کا سلطان (و حاکم منتظم) خدائے تعالیٰ ہے تو (پھر) نقد (یعنی چاندی سونے) کا ٹھپا خوب اور کاسد (دو طرح کا) کیوں ہے (سب ایک ہی قسم کا ہوتا ایسا منتظم کاسد کو دار الضرب میں کیوں داخل کرتا ہے اور) جب خدائے تعالیٰ نے راہ دین کو راہ من فرمایا ہے (یعنی اپنی طرف منسوب فرمایا ہے قال تعالیٰ فمن تبع ھدای الآیۃ وقال تعالیٰ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا الآیۃ) تو (پھر) یہ (ایک شخص)

www.besturdubooks.wordpress.com

رہبر اور وہ ایک راہزن کس سبب سے ہے (بلکہ سب اشخاص اس راہ دین کی طرف ہادی ہی ہوتے ایک تو مقتضی مذکور بالا کے سبب کہ واحد حقیقی نے سب کو پیدا کیا ہے دوسرے اس وجہ سے بھی کہ راہ دین منسوب الی الحق ہے تو اس میں تصرف رہزن کا اور بھی بعید ہے اور اس وجہ کو اصل سوال میں داخل نہیں محض مزید تائید کے لئے اس کو لایا گیا اور اس کا جواب بالکل اخیر کے جواب سے نکل سکتا ہے یعنی ابتلاء کے لئے ایسا کیا گیا کہ رہزن کو اختیار دیا اور اس کی اتباع و مخالفت میں بھی مکلف کو مختار رکھا تو اس کا منسوب الی الحق ہونا اس تصرف کے منافی نہیں کیونکہ نسبت بایں معنے نہیں کہ اس میں کسی کو تصرف نہیں کرنے دیں گے بلکہ بایں معنے ہے کہ وہ واصل من الحق اور موصل الی الحق ہے اور) ایک ہی شکم سے عالم اور جاہل کیوں پیدا ہوتے ہیں جبکہ یہ یقینی ہے کہ الولد سر لابیہ (یعنی اولاد اپنے والد کا راز ظاہر ہو گیا کہ اولاد کو اور اس کے اوصاف کو دیکھ کر یہ سمجھا جاتا ہے کہ باپ کے اوصاف ایسے ہی ہیں جو بواسطہ اولاد کے ظاہر ہو گئے گو باپ کو نہ بھی دیکھا ہو مطلب یہ ہے کہ جیسے اس کا مقتضی یہ ہے کہ ایک شخص کی اولاد یکساں ہو اسی طرح صادر بحکم الواحد حقیقی بھی مختلف نہ ہوتا اور) وحدت (مبداء کی) کس نے دیکھی ہے جاتے ہزار (آثار مختلفہ) کے ساتھ (یعنی کہیں ایسا نہیں دیکھا کہ مبداء واحد ہو اور آثار اتنے مختلف اس لئے تعجب ہے کہ مکون واحد حقیقی کے کائنات اس قدر مختلف ہو گئے پس مقصود تعجب ہے وحدت حقیقیہ کے ساتھ اختلاف کائنات کے اجتماع پر اور اس اختلاف سے وحدت کی نفی پر استدلال مقصود نہیں نعوذ باللہ منہ) اور لاکھوں حرکتیں عین قرار سے (کس نے دیکھی ہیں یعنی یہ بھی عجیب ہے کہ مصدر میں قرار ہو اور صادر میں حرکات مختلفہ یہ بھی مثال ہے مثل امثلہ سابقہ کے)

فائدہ:۔ اور حاصل سوال کا جیسا کہ اوپر ذکر کر چکا ہوں یہ ہے کہ عادۃً اس میں امتناع یعنی استبعاد ہے کہ خالق جس میں کوئی حیثیت بھی اختلاف کی نہیں اس کی مخلوقات میں ایسا عظیم اختلاف ہو باوجودیکہ موثر اور متاثر میں اور جاعل اور مجعول میں اور مصدر اور صادر میں اور علت و معلول میں اصل اور ظاہر یہی ہے کہ مناسبت ہونا چاہئے)

جواب گفتن آں قاضی صوفی را

قاضی کا اس صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی صوفیا خیرہ مشو	یک مثالے در بیان ایں شنو
قاضی نے کہا کہ اے صوفی تو حیران مت ہو	اس کے بیان میں ایک داستان سن لے
ایں ببیں وحال آں را نیک داں	ور نہ بینی حال را نیکو بخواں
اس کو دیکھ لے اور اس کے حال کو اچھی طرح جان لے	اور اگر نہ دیکھے تو حال کو اچھی طرح پڑھ لے
ہم چنانکہ بیقراری عاشقاں	حاصل آمد از قرار دلستاں
جس طرح سے عاشقوں کی بے قراری	حاصل ہو گئی قرار معشوق سے
او چو کہ در ناز ثابت آمدہ	عاشقاں چوں برگہا لرزاں شدہ
وہ تو مثل کوہ کے ناز میں ثابت رہا ہوا ہے	عشاق مثل پتوں کے لرزاں ہو رہے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

خندۂ او گریہ ہا انگیختہ	آبرویش آبرو ہا ریختہ
اس کے خندہ نے بہت سے گریے پیدا کر رکھے ہیں	اس کی آبرو نے بہت سی آبروئیں برباد کر دی ہیں

(تطبیق و تحقیق جواب از مولاناؒ)

ایں ہمہ چون و چگونہ چوں زبد	بر سر دریائے بیچوں می طپد
یہ تمام چوں و چگونہ مثل کف دریا کے	دریائی بیچوں کی سطح پر حرکت کر رہے ہیں
ضد وندش نیست در ذات و عمل	زاں بپوشیدند ہستی ہا حلل
اس کا نہ کوئی ضد ہے اور نہ کوئی ند ہے نہ ذات میں اور نہ افعال میں	اس سبب سے موجودات نے حلے پہن رکھے ہیں
ضد ضد را بود و ہستی کے دہد	بلکہ زو بگریزد و بیروں جہد
ایک ضد دوسری ضد کو وجود اور ہستی کب دیتا ہے	بلکہ اس سے بھاگتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے
ند چہ بود مثل مثل نیک و بد	مثل، مثل خویشتن را کے کند
ند کیا چیز ہے وہ مثل ہے خواہ کسی نیک کی مثل ہو یا بد کی مثل ہو	ایک مثل اپنی دوسری مثل کی جاعل کب ہو گی
چونکہ دو مثل آمدند اے متقی	ایں چہ اولیٰ تر ازاں در خالقی
جب دو چیزیں مثل ہیں اے متقی	تو یہ ایک اس دوسری سے اولیٰ کیوں ہے خالقیت میں
بر شمار برگ بستاں ضد وند	چوں کفے بر بحر بے ندست وضد
حسب تعداد برگہای باغ کے اضداد و انداد	کف دریا کی طرح دریائے بے ند و بے ضد پر جاری ہیں
بے چگونہ بیں تو برد و مات بحر	چوں چگونہ گنجد اندر ذات بحر
تو دریا کے برد و مات کو بے چگوں دیکھ لے	تو ذات بحر میں چگوں کیا گنجائش رکھے گا
کمترین لعبت او جان تست	ایں چگونہ و چوں جاں کے شد درست
اس کا ایک ادنیٰ سا کھلونا تیری روح ہے	یہ چوں و چگوں روح کا کب جائز ہے
پس چناں بحرے کہ در ہر قطرہ زاں	زیں بدن ناشی تر آمد عقل و جاں
پس جو ایسا دریا ہو کہ اس کے ہر ہر قطرہ میں	اس بدن سے زیادہ پیدا ہونے والی عقول اور ارواح ہیں
کے بگنجد در مضیق چند و چوں	عقل کل آنجاست از لایعلمون
وہ شگنای چندو چوں میں کب سماوے گا	اس جگہ تو عقل کل بھی لایعلمون والوں سے ہے

عقل گوید مر جسد را کاے جماد	بوی بردی ہیچ ازاں بحر معاد
عقل کہتی ہے جسد سے کہ اے جماد	تو نے کچھ پتہ لگایا ہے اس بحر معاد کا
جسم گوید من یقین سایہ توام	یاری از سایہ کہ جوید جان عم
جسم کہتا ہے میں یقینا تیرا ظل ہوں	ظل سے کون مدد طلب کیا کرتا ہے اے جان عم
عقل گوید کایں نہ آں حیرت سراست	کہ سزا گستاخ تر ازنا سزاست
عقل کہتی ہے کہ یہ ایسی حیرت سرا نہیں ہے	کہ جس میں قابل ناقابل سے زیادہ دلیر ہو
اندریں جا آفتاب انورے	خدمت ذرہ کند چوں چاکرے
اس جگہ آفتاب انوری	خدمت ذرہ کی کرتا ہے مثل چاکری کے
شیر ایں سو پیش آہو سر نہد	باز ایں جا پیش تیہو پر نہد
شیر اس طرف آہو کے سامنے سر جھکا دیتا ہے	باز اس جگہ تیہو کے سامنے بازو پست کر دیتا ہے
ایں ترا باور نیاید مصطفیٰؐ	چوں ز مسکیناں ہمی جوید دعا
تجھ کو اس کا یقین نہیں آتا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	مساکین سے کس طرح دعا چاہتے ہیں
گر بگوئی از پئے تعلیم بود	عین تجہیل از چہ رو تفہیم بود
اگر تو یوں کہے کہ یہ تعلیم کے لئے تھا	تو عین جہل میں واقع کرتا ہوا کس طور پر یہ تفہیم ہوئی
بلکہ میداند کہ گنجے شمار	در خرابیہا نہد آں شہر یار
بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ گنج بے شمار	ویرانوں میں رکھا کرتا ہے وہ شہریار
بدگمانی نعل معکوس ویست	گرچہ ہر جزو یش جاسوس ویست
بدگمانی اس ویرانہ کی نعل معکوس ہے	اگرچہ اس ویرانہ کا ہر جزو اس گنج کا جاسوس ہے
بل حقیقت در حقیقت غرقہ شد	زیں سبب ہفتاد بل صد فرقہ شد
بلکہ حقیقت فی الحقیقۃ غرق ہو گئی	اس سبب سے ستر بلکہ صدہا فرقے ہو گئے

قاضی نے (جواب میں) کہا کہ اے صوفی تو (اس میں) حیران (ومتعجب) مت ہو (اور استبعاد مت کر کہ ذات غیر متغیر وغیر متضاد مبداء تغیرات ومتضادات کا کیسے ہو گئی اور) اس کے بیان میں ایک مثال سن لے (کہ استبعاد دفع ہو جاوے کہ مثال سے ممثل اقرب الی الذہن ہو جاتا ہے پس) اس (مثال) کو (حواس سے) دیکھ لے اور اس (مثال) کے حال کو اچھی طرح (عقل سے) جان لے۔ اور اگر (اتفاق سے مثال کو) نہ دیکھے تو (اس کے) حال (ہی) کو اچھی طرح (میرے کلام میں) پڑھ لے (یعنی پڑھ کر اس حال کو سمجھ لے اور اچھی طرح پڑھنے کا یہی مطلب ہے کہ تو اس کے سمجھنے سے ممثل

www.besturdubooks.wordpress.com

میں استبعاد جاتا رہے گا اور یہ مطلب نہیں کہ اس صورت میں دیکھنے کو دخل نہ ہوگا کیونکہ جو چیز دیکھنے کی ہے عقل محض تو اس کے ادراک کے لئے کافی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نیکو خواندن یعنی بغور خواندن سے وہ دیکھی ہوئی چیز یاد آ جاوے گی پھر اس دیکھنے کے توسط سے عقل استدلال کرے گی پس نہ بنی کے معنے یہ ہیں کہ فی الحال و مکرر نہ بنی آگے وہ مثال ہے کہ دیکھو) جس طرح سے عاشقوں کی بے قراری حاصل ہوگئی قرار معشوق سے (اور) وہ (معشوق) تو مثل کوہ کے ناز میں ثابت رہا ہوا ہے (اور) عشاق مثل پتوں کے لرزاں ہو رہے ہیں (اور) اس (معشوق) کے خندہ نے (عشاق بہت سے گریے پیدا کر رکھے ہیں (اور) اس (معشوق) کی آبرو نے بہت سی آبروئیں برباد کر دی ہیں۔ (پس قرار مبدا ہو گیا بے قراری کا اور ثبات مبدا ہو گیا لرزہ کا اور خندہ مبدا ہو گیا گریہ کا اور آبرو مبداء ہو گیا بے آبروئی کا اور یہ مبادی صفات و افعال ہیں معشوق کے اور ظاہر ہے کہ محبوب کے ہر فعل کو عاشق کے عشق اور اس کے آثار میں دخل ہے پس جس طرح اس مثال میں مبادی اور آثار میں تقابل ہے خصوص قرار و ثبات کو عدم تغیر کی فرد ہیں پھر وہ سبب بن گئے بے قراری و لرزہ کے کہ تغیر کی فرد ہیں اسی طرح) یہ تمام چون و چگوں (یعنی کیفیات اور مراد عام ہے کیفیات و ذی کیفیات کو یعنی سب ممکنات) مثل کف دریا کے دریائے بیچون کی سطح پر حرکت کر رہے ہیں (دریا سے تشبیہ دی ذات واجب کو اور بیچون ہونا اس کا ظاہر ہے اگر چوں اور کیف سے مراد کیف اصطلاحی ہے تب تو اس لئے کہ یہ مقولہ قسم ہے عرض کی اور عرض قسم ہے ممکن کی اور وہ امکان سے منزہ ہے اور اگر کیف سے مراد لغوی ہے یعنی مطلق صفت تو بیچون سے مراد غیر ثابت الوصف نہ ہوگا بلکہ غیر مدرک الوصف ہوگا اور بیچون کی دلالت اس معنے پر اس طرح سے ہے کہ جب اس کا ادراک کسی کو نہیں ہو سکتا تو اس کی بابت سوال و جواب نہیں ہو سکتا جس میں ما ہو و کیف ہو کا استعمال ہوتا ہے پس معنے اول کے اعتبار سے معدوم الکیف ہوگا اور معنی ثانی کے اعتبار سے مجہول الکیف اور اشعار آئندہ کے قرینہ سے معنے ثانی اظہر ہیں کہ آگے عقل کا متحیر ولا یعلم و عاجز ہونا بیان کریں گے۔ حاصل شعر یہ کہ اسی طرح بیچون مبداء ہو گیا باچون کا کہ تغیر اس کے لوازم سے ہے۔ پس غیر متغیر کا مبداء بن جانا متغیر کے لئے مستبعد نہ رہا اور یہی مقصود تھا جواب سے۔ رہا شبہ مناسبت کا مبداء اور اثر میں جو سوال بالا کے اخیر میں مذکور ہے سو مناسبت سے مراد تماثل و تشابہ نہیں ہے کہ بداہۃً باطل ہے کیا ہر مبدا اور اس کے اثر میں کوئی اس کا دعویٰ کر سکتا ہے بلکہ مراد ارتباط و تعلق ہے۔ جس سے قضیہ لزومیہ بن سکے محض اجتماع و اقتران فی الوجود کافی نہیں۔ جس سے قضیہ اتفاقیہ بن جاوے غرض نہ مطلق تقابل مانع مبدیت ہے۔ جس سے غیر متغیر کے معلول کا متغیر ہونا ممتنع ہو اور نہ تشابہ و تماثل شرط مبدئیت ہے۔ جس سے غیر متغیر کے معلول کا غیر متغیر ہونا لازم ہو البتہ باہم تناسب و ارتباط ضروری ہے پھر خواہ اس کے ساتھ کوئی درجہ تقابل کا جمع ہو جاوے اور خواہ تماثل کا لیکن اس تقابل جائز میں ایک حد ہے کہ درجہ تضاد تک نہ پہنچے کیونکہ متضادین کا اجتماع محال ہے اور علت و معلول کا اجتماع واجب ہے اسی طرح اس تماثل جائز میں ایک حد ہے کہ درجہ تساوی من کل الوجوہ تک نہ پہنچے کیونکہ اس تقدیر پر اگر ایک علت اور ایک معلول ہوا تو تساوی من کل الوجوہ نہ رہی اور اگر تساوی من کل الوجوہ ہوئی تو ایک علت اور دوسرا معلول نہ رہا لہٰذا خلف آئندہ اشعار میں تناسب جائز الاجتماع مع التقابل والتماثل کے ان ہی دونوں حدوں کو بتلاتے ہیں یعنی موجودات معلولہ للواجب میں) اس (ذات بے چون و بیچگون) کا نہ کوئی ضد ہے اور نہ کوئی ند (یعنی مثل) ہے نہ ذات میں اور نہ افعال میں اس سبب سے موجودات نے (وجود کے) حلے پہن رکھے ہیں (یعنی وجود کے ساتھ موصوف ہو گئی ہیں ورنہ وہ موجود جو کہ ضد اور ند ہوتا موجود نہ ہوتا کیونکہ) ایک ضد دوسری ضد کو وجود اور ہستی کب دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(یعنی وہ اس کی علت نہیں ہو سکتی) بلکہ اس سے بھاگتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے (یعنی دونوں مجتمع نہیں ہوتے یہ تو دلیل ہے ضد کے موجود نہ ہوسکنے کی اور ند کے موجود نہ ہوسکنے کی یہ دلیل ہے کہ) ند کیا چیز ہے وہ مثل ہے خواہ کسی نیک کی مثل ہو یا بد کی مثل ہو (اور) ایک مثل اپنی دوسری مثل کی جاعل کب ہوگی (کیونکہ) جب دو چیزیں باہم من کل الوجوہ) مثل ہیں اے متقی۔تو یہ ایک اس دوسرے سے اولی (اور احق وارجح) کیوں ہے خالقیت (وعلیت) میں (یعنی پھر ایک کا علت دوسرے کا معلول ہونا ترجیح بلا مرجح ہے جیسا کہ اوپر ضد اور ند دونوں کے متعلق احقر تقریر کر چکا ہے اور یہاں ضد سے مراد مطلق ممتنع الاجتماع فی الوجود ہے نہ معنے اصطلاحی کہ اس کی نفی کی دوسری دلیل ہے وہو تنزہہ عن الحلول اسی طرح ند سے مراد مساوی من کل الوجوہ ہے نہ معنے اصطلاحی یعنی مشارک فی النوع کہ اس کی نفی کی دوسری دلیل ہے وہو تنزہہ عن الترکیب اسی طرح یہاں معلولات واجب میں اس کی ضد وند کی نفی کرنا مقصود ہے نہ کہ مطلقاً اس ضد وند کی نفی کرنا کہ اس کی دوسری دلیل ہے وہو وجودہ تعالیٰ المنافی لضدہ بالمعنی المذکور ووحدتہ تعالیٰ النافی للمثل آگے پھر جود ہے مضمون شعر اسمہ چون وچگونہ چوں زبدائع کی طرف یعنی) حسب تعداد برگہائے باغ کے اضداد وانداد (یعنی جو باہم اضداد وانداد ہیں وہ سب) کف دریا کی طرح دریائے بے ند و بے ضد پر جاری ہیں (یہاں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ انداد کی جو اوپر تفسیر کی گئی ہے اس معنے کے اعتبار سے تو ممکنات کا بھی تو باہم انداد ہونا محال ہے کیونکہ اثنینیت مستلزم ہے تغایر کو اور تغایر میں تساوی من کل الوجوہ کہاں رہی کیونکہ تشخص میں ضرور ہی تغایر ہے۔جواب یہ ہے کہ وجوہ سے مراد وجوہ کمالیہ ہیں سو ممکنات میں ایسے بہت ہیں جو کمالات میں مساوی ہوں اور حق تعالیٰ کے ساتھ کسی موجود کو ایسی تساوی محال ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ایک کمال علیت لجمیع الموجودات ہے جو اس میں نہ ہوگا یہاں جواب اس استبعاد صوفی کا ختم ہو گیا آگے بمناسبت شعر بالا حق تعالیٰ کے بے چون وبچگون ہونے کے متعلق مضمون ہے یعنی اے مخاطب) تو (اس) دریا (بے قدم) کے بر دومات (یعنی افعال وتصرفات احیاء و اماتت وقبض وبسط وغیرہا) کو بے چگون (یعنی غیر معلوم الکنہ) دیکھ لے تو (پھر) ذات بحر میں چگون کیا گنجائش رکھے گا (یعنی افعال حق جو کہ قدیم اور واجب بھی نہیں لیکن صادر اول ہیں جب ان ہی کی کہنہ معلوم نہیں اور یہ ظاہر بھی ہے چنانچہ آج تک وجہ تعلق حادث بالقدیم کے سمجھنے میں عقلاء سرگرداں ہو رہے ہیں۔کما ذکر فی علم الکلام والاصول تو پھر ذات کی کہنہ کیا معلوم ہوگی آگے ایک تائید ہے ذات حق کے غیر معلوم الکنہ ہونے کی یعنی دیکھو) اس کا ایک ادنیٰ سا کھلونا تیری روح ہے (اور اس کی یہ حالت ہے کہ) یہ چون وچگون روح کا کب جائز ہے۔پس جو ایسا دریا ہو کہ اس کے ہر ہر قطرہ میں اس بدن (باچند وچون) سے زیادہ پیدا ہونے والی عقول اور ارواح ہیں (جو بے چند و چون ہیں تو) وہ (ایسا دریا) تنگنائے چند و چون (یعنی کمیت وکیفیت) میں کب سماویگا اس جگہ تو عقل کل بھی لا یعلمون والوں سے ہے (کھلونا بمعنے عبث یا مشغلہ نہیں ہے کہ عقلاً ونقلاً دونوں منتفی ہیں۔عقلاً تو اس لئے کہ ایک میں حکمت کا انتفاء دوسرے میں احتیاج کا شائبہ لازم آتا ہے اور نقلاً اس لئے کہ ارشاد ہے افحسبتم انما خلقناکم عبثاً الآیۃ اور ارشاد ہے وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لاعبین لو اردنا ان نتخذ لھوا لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین بلکہ کھلونے کے ساتھ تشبیہ ہے اھونیت خلق میں اور عدم عظمت میں اور سہولت کے ساتھ اس کے محل تصرف و دستمال ہونے میں اور اس کا کمتر وادنیٰ ہونا باعتبار صانع حق کے ہے تو اس سے روح انسان کے اشرف المخلوقات ہونے میں قدح نہیں ہوتا یا اگر باعتبار مصنوعات کے ہی ہو تو مصنوعات مقدورہ مقدورہ کے اعتبار سے ہوسکتا ہے یعنی حق تعالیٰ ایسی مخلوقات عظیمہ کی تخلیق پر قادر ہے کہ وہ روح سے بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

اعظم ہیں اور روح کو بے چون وچگون اس اعتبار سے کہا کہ اکثر عقلاء اس کی کنہ سے بے خبر ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الاقلیلا اور دریا سے ذات حق کو تشبیہ دی ہے اور اس کے شیون وافعال کو قطرات سے تشبیہ دی ہے جیسے مکونات کو اور پر زبد سے تشبیہ دی ہے کہ قطرہ کا تعلق بہ نسبت زبد کے بحر کے ساتھ زیادہ ہوتا ہے جس طرح تکوین کا تعلق حق تعالیٰ سے قریب ہے اور مکونات کا بواسطہ تکوین کے ہے پس نعوذ باللہ اس سے حق تعالیٰ کے لئے تجزیہ کا حکم لازم نہیں آتا اور عقول وارواح سے مراد کائنات لطیفہ ہیں خواہ مجرد عن المادہ یا لطیف المادہ اور ان کو جو پیدائش میں ابدان سے زیادہ کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر بدن یعنے جسم انسان وحیوان کے ساتھ کم از کم ایک موجود لطیف کا تو تعلق ضروری ہے اور بعضے ابدان کے ساتھ کئی کئی لطائف بھی متعلق ہیں جیسے انسان کے ساتھ عقل اور روح تو سب ہی کے نزدیک اور دوسرے لطائف مثل قلب وسر وخفی واخفی بھی اہل کشف کے نزدیک متعلق ہیں تو کائنات لطیفہ یادہ ہوئے ابدان سیاور اگر ابدان میں توسع کر کے تمام عالم شہادت کے اجسام کو شامل کہا جاوے تو عقول وارواح میں توسع کر کے ملائکہ کو بھی کہ عالم ملکوت کے کائنات لطیفہ ہیں گو مادی ہیں شامل کر لیا جاوے تب بھی یہ حکم ناشی تر آمد کا صحیح رہے گا اور مقصود کلام کا یہ ہے کہ کائنات لطیفہ کہ اکثر احوال میں اور اکثر کے اعتبار سے مجہول الکیف والکنہ ہیں وہ حق تعالیٰ نے ایک ایک امر کن میں کہ وہ شیون وافعال ہیں حق تعالیٰ کے اتنے پیدا کئے ہیں کہ وہ اجسام معلومۃ الکنہ والکیف سے بھی زیادہ ہیں پس جس نے اتنے بے چون پیدا کئے جو عدد میں اشیاء با چون سے بھی زیادہ ہیں تو وہ کیسے بے چند وچون اور مجہول الکنہ والوصف نہ ہوگا خلاصہ یہ کہ جب اس کی مخلوق کہ روح ہے وہ مجہول الکنہ والوصف ہے تو وہ خود کہ خالق ایسی ایسی بے شمار ارواح وغیرہ کا ہے کیونکہ مدرک الکنہ والوصف ہو سکتا ہے کیونکہ ممکن کا احاطہ علمی ممکن ہے اور واجب کا محال جب وہ ممکن ہی کا محال ہو رہا ہے تو وہ محال حقیقی تو کب ممکن ہو جاوے گا اور عقل کل سے مراد سہل یہ ہے کہ وہ عقل لی جاوے جس کے مدرکات سب عقول سے زیادہ ہوں۔ پس کل سے مراد تام اور تام سے مراد من یکون علمہ تاما بالنسبۃ الی سائر العقول وان کان غیر تام بالنسبۃ الی خالق العقول وغیر محیط بجمیع المعلومات اور مصداق ایسی عقل جامع کا صرف ذات مقدسہ محمد یہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور لا نعلمون مرادف ہے قول حضورؐ کا لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ آگے بتلاتے ہیں کہ جب عقل کل کا یہ حال ہے تو عامہ عقول کا تو بدرجہ اولیٰ عدم ادراک کنہ ذات وصفات حق میں یہی حال ہوگا چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) عقل کہتی ہے جسد سے کہ اے جماد تو نے کچھ پتہ لگایا ہے اس بحر معاد کا (جواب میں) جسم کہتا ہے کہ میں یقیناً تیرا ظل (یعنی تابع) ہوں (بھلا اپنے) ظل (اور تابع) سے کون مدد طلب کیا کرتا ہے اے جان عم (جسد کو جماد تشبیہاً باعتبار اس کی ذات کے کہا کیونکہ وہ نفس ذات میں بدوں اعتبار تعلق روح کے مثل جماد ہی کے ہے اور اگر باعتبار اصل اجزاء مادیہ کے جماد کہا جاوے تو جماد حقیقی ہے کیونکہ عناصر میں نہ نفس نباتی ہے نہ حیوانی نہ انسانی اور بحر کی اضافت معاد کی طرف اضافت موصوف کی ہے صفت کی طرف اور حق تعالیٰ کا مرجع الکل ہونا معلوم ہے اور جسم کو تابع روح کا کہنا باعتبار ان افعال کے ہے جو موقوف ہیں تعلق روح پر اور ان میں سے علم وادراک بھی ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ عقل کا ادراک کنہ میں عاجز اور غلبہ عجز سے متحیر ہونا بتلاتے ہیں کہ اس پر اس قدر اس عجز وحیرت کا غلبہ ہوا کہ جسد سے استفادہ کرنے لگی جس پر جسد نے جواب دیا کہ میں تو ادراکات میں تیری برابر قابلیت ہی نہیں رکھتا کہ تیری قابلیت بلا میرے واسطہ کے ہے اور میری قابلیت تیرے واسطہ سے تو میں تیرا محتاج ہوں نہ کہ بالعکس پس) عقل (اس کے جواب میں) کہتی ہے کہ یہ (مقام ادراک کنہ) ایسی حیرت سرا نہیں ہے کہ جس میں

www.besturdubooks.wordpress.com

قابل (ادراک) نا قابل (ادراک) سے زیادہ دلیر ہو (یعنی ادراک کا حوصلہ کرتا ہو مطلب یہ کہ اور اشیاء کے ادراک میں تو مجھ میں اور تجھ میں تفاوت قابلیت و نا قابلیت کا ہے مگر واجب کے ادراک میں میں قابل اور تو نا قابل برابر ہیں اور اپنے کو جو قابل کہا تو باعتبار دوسرے ادراکات کے اور جب میں اور تو برابر ہیں تو ایک مساوی دوسرے مساوی سے مدد طلب کر سکتا ہے اور منشاء اس قول کا غایت غلبہ حیرت ہے ورنہ ظاہر ہے کہ مدرک معقولات سے جب ادراک محال ہے تو غیر مدرک معقولات سے بدرجہ اولیٰ محال ہے تو توہم واحتمال وادراک منشاء اس قول کا نہیں خوب سمجھ لو آگے ترقی کے ساتھ تائید ہے ماسبق کی یعنی ماسبق میں تو اتنا ہی بیان کیا گیا ہے کہ اس استفادہ کا خاص میں قابل وکامل کو کچھ پیشی نہیں ہے نا قابل و ناقص پر آگے اس کا بیان ہے کہ بلکہ بعض استفادات میں کامل کو ناقص کی طرف احتیاج ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اس جگہ آفتاب انوری خدمت ذرہ کی کرتا ہے (اور خدمت بھی کیسی) مثل چاکری کے۔ شیر اس طرف آہو کے سامنے سر جھکا دیتا ہے (اور) باز اس جگہ تیہو (یعنی کبک یا لوے) کے سامنے باز و پست کر دیتا ہے۔ تجھ کو اس کا یقین نہیں آتا (اس لئے میں دلیل بتلاتا ہوں کہ) مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مساکین سے کس طرح دعا چاہتے ہیں (جس استفادہ کا اوپر ذکر تھا یعنی ادراک کنہ حق یہاں اس کا ذکر نہیں ہے پس ترقی مطلق استفادہ کے اعتبار سے ہے مطلب یہ ہے کہ معاملات متعلقہ حضرت حق سبحانہ عجیب و غریب ہیں کہ بعض میں تو کامل و ناقص سب امتناع استفادہ میں برابر ہیں اور بعض میں کامل مستفید ہوتے ہیں ناقصین سے اور ادراک کنہ حق قسم اول سے ہے اور زیادت اجر و قرب قسم ثانی سے ہے کہ اس باب میں ناقصین تو کاملین سے ہمیشہ مستفید ہوتے ہی ہیں چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے جو جو فیوض و برکات علمیہ و عملیہ و ظاہرہ و باطنہ تعلیم سے بھی صحبت سے بھی توجہ سے بھی دعا سے بھی امم کو پہنچے ہیں وہ مخفی نہیں لیکن گاہے اس کا عکس بھی ہوتا ہے کہ کامل اپنے فائدہ کے لئے احتیاج پیش کرتا ہے۔ ناقص کے سامنے آفتاب اور شیر اور باز سے مراد کامل اور ذرہ اور آہو اور تیہو سے مراد ناقص اور خدمت اور سر نہادن اور پر نہادن سے مراد عرض احتیاج ہے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت عمرؓ سے فرمایا یا اخی اشرکنا فی الدعا اور امت کو تعلیم فرمایا کہ میرے لئے مقام وسیلہ کا سوال کیا کرو اور ترغیب دی کہ مجھ پر درود بھیجا کرو کہ وہ دعا ہے رحمت کی اور ظاہر ہے کہ یہ سب دعائیں اگر نافع نہ ہوتیں تو کیوں امر فرماتے اور نافع ہونا یہی ہے کہ آپ کا قرب اور مزید بر مزید ہوتا چلا جاوے تو دیکھئے کامل بلکہ اکمل نے خود اپنے ہی غلاموں سے اس کی درخواست فرمائی گو وہ غلام اس دعا کے قابل بھی حضور ہی کے طفیل سے ہوئے اور اس میں بھی حضور ہی کا بڑا کمال ثابت ہوا کہ آپ کی اتباع کی برکت سے وہ ایسے ہو گئے اور امت میں بیشمار مساکین بھی ہیں اس لئے یہ کہنا بھی صحیح ہو گیا چون زمسکینان ہمی جوید دعا آگے اس پر ایک شبہ اور پھر اس کا جواب نقل فرماتے ہیں کہ) اگر تو یوں کہے کہ یہ (دعا کی درخواست کرنا) تعلیم (امت) کے لئے تھا (تا کہ وہ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں سے بھی دعا کرایا کریں اور اس لئے نہ تھا کہ آپ کو ان دعاؤں سے کوئی نفع پہنچا یا کامل کو ناقص سے کوئی نفع پہنچتا ہے) تو (جواب اس کا یہ ہے کہ پھر یہ تو) عین جہل میں واقع کرنا ہوا کس طور پر یہ تفہیم ہوئی (تقریر اس کی یہ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں یا کامل کو ناقص کی دعا سے نفع ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تب تو شبہ ہی نہیں ہوتا اور اگر نہیں ہوتا تو پھر تعلیم ایک عبث چیز کی ہوئی تو دعا عبث ہوئی بلکہ عبث سے بڑھ کر مضر ہوئی یعنی آپ کی تعلیم سے لوگ اس غلطی میں پڑ گئے کہ دعائے ناقص کو کامل کے لئے نافع سمجھ گئے اس تعلیم سے تو اور تجہیل ہو گئی تفہیم نہ ہوئی۔ وہذا باطل والملزوم للباطل باطل فابداء احتمال التعلیم مع انتفاء نفع باطل احقر کہتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ ایک شبہ ابھی باقی رہا وہ یہ کہ جواب شبہ میں یہ کہنا کہ دو حال سے خالی نہیں غیر مسلم ہے یہاں ایک تیسرا احتمال اور بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس استفادہ سے منزہ ہوں اور دوسرے کاملین کو ناقصین سے نفع پہنچا کرے اب انتفاء انتفاع وحکمت تعلیم دونوں جمع ہو گئیں جواب یہ ہے کہ قاعدہ عقلیہ ہے کہ جب فاعل اور قابل دونوں جمع ہوں اور کوئی مانع نہ ہو تو ترتب اثر کا لازم عقلی ہے اب اس قاعدہ کے بعد دیکھئے کہ ناقصین کی دعا کی فاعلیت للنفع دوسرے محل میں تو مورد کے نزدیک بھی مسلم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محل للقرب الحق ائد الی مالا یقف عند حد ہونا بھی ثابت کما قال اللہ تعالیٰ وقل رب زدنی علماوقال تعالیٰ وللآخرة خیرلک من الاولیٰ اور اسکا کون قائل ہو سکتا ہے کہ جن اسباب سے اوروں کو قرب ہو حضور کو نہ ہوتا ہو آپ تو بدرجہ اولیٰ اس کے احق ہیں جب فاعل وقابل دونوں موجود اور مانع کوئی ہے نہیں پھر نفع نہ ہونے کے کیا معنے اس پر اگر کوئی پھر کہے کہ ایک مانع موجود ہے وہ یہ کہ اس نفع کے قائل ہونے سے ایک محذور لازم آتا ہے کہ دوسرا شخص جو نفع کا سبب ہے وہ نعوذ باللہ افضل ہو جاوے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلیہ ہی غلط ہے کہ ہر نافع افضل ہوتا ہے منتفع سے کیا خادم سے نفع نہیں ہوتا مخدوم کو کیا جبرئیل علیہ السلام حضورؐ پر وحی نہ لاتے تھے اور کیا وحی نفع نہیں ہے اور کیا جبرئیل علیہ السلام اس میں واسطہ نہ تھے اور کیا اس باب میں یہ آیت نہیں ہے علمہ شدید القویٰ پھر کیا اس واقعہ سے انکار ہو سکتا ہے یا جبرئیل علیہ السلام کی افضلیت کا معتزلہ کی طرح کوئی قائل ہو سکتا ہے اور معتزلہ کہاں کہاں اس کا التزام کریں گے کیا حدیثوں سے ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک آیت بھول گئے تھے کسی صحابی کے پڑھنے سے آپ کو یاد آ گئی اور آپ نے ان کے لئے اسی بناء کو ظاہر فرما کر دعا فرمائی تو کیا معتزلہ اس صحابی کو حضورؐ سے افضل کہیں گے اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ بعض متشددین نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو کچھ ثواب بخشنے کو منع کیا ہے کہ آپ کو کیا حاجت ہے یہ اس متشدد کی غلطی ہے علامہ شامی نے بھی اس پر رد کیا ہے غرض مانع کا احتمال باطل ٹھہرا اور فاعل وقابل بلامانع جمع ہو گئے اور اصل تقریر مولانا کی جو اس شعر میں ہے محفوظ رہی اور ثابت ہو گیا کہ یہ دعا چاہنا محض تعلیم کے لئے نہ تھا بلکہ (یہ وجہ تھی کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ گنج بے شمار ویرانوں میں رکھا کرتا ہے وہ شہر یار (یہ بطور ایک قاعدہ کلیہ کے ہے جس کی ایک جزئی حکم مذکور فی المقام یعنی سبب طلب دعا من المساکین بھی ہے اور اس سے ترقی کر کے مطلقاً کائنات سے بلا تخصیص مساکین نفع توجہ الی الحق حاصل کرنے کی ترغیب بھی ہے یعنی حق تعالیٰ اشیاء مستحقرہ میں بھی منافع ودیعت رکھتے ہیں اور یہ گنج اور ویرانہ عام ہے سب منافع مطلوبہ آخرویہ کو کہ اوپر سے اسی کا ذکر ہے من المعاملات المتعلقۃ بحضرۃ الحق اور سب اشیاء کو چنانچہ لفظ بے شمار اور ویرانہا اس کا قرینہ بھی ہو سکتا ہے یعنی کوئی شے نفع سے خالی نہیں کسی میں کچھ کسی میں کچھ پس اگر ظاہری مسکین کی دعا سے کوئی نفع پہنچ جاوے تو کیا بعید ہے حضورؐ یہ جانتے تھے اس لئے دعا کرائی اور چونکہ یہ عام ہے اس میں یہ نفع مشترک بھی تمام اشیاء کا داخل ہو گیا کہ ان سے استدلال ہو سکتا ہے صانع حق اور اس کے شیون وتجلیات پر جس سے عارفین منتفع ہوتے ہیں گو وہ اشیاء کیسی ہی مستحقر ہوں لیکن محجوبین ظاہر بین ان اشیاء مستحقرہ کی کہ ان میں مساکین بھی آ گئے ظاہری حالت دیکھ کر ان کو اس نفع کے قابل گمان نہیں کرتے اور ان سے منتفع نہیں ہوتے آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ اشیاء مستحقرہ پر یہ) بدگمانی اس ویرانہ کی نعل معکوس ہے (یعنی ویرانی واستحقار سے ان اشیاء پر خلوعن النفع کا گمان ہوتا ہے اس لئے اس کو ذریعہ رہبری نہیں بناتے پس نہ مساکین کو دعا کے قابل سمجھتے ہیں نہ کائنات سے توجہ الی الحق کرتے ہیں جس طرح نعل معکوس لگانے سے ناواقف مقصود تک نہیں پہنچتا بلکہ الٹا جاتا ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

اگرچہ (واقع میں) اس ویرانہ کا ہر جزو اس گنج کا جاسوس (ومخبر) ہے (جس طرح مبصر تجربہ کار نعل معکوس ہی سے استدلال علی المطلوب کر لیتا ہے یعنی واقع میں تو ہر شے دال ہے حضرت حق پر مگر بصیرت سے کام لینا شرط ہے اور اس کے فقدان سے وہ شے بجائے دلالت کے اور بالعکس سبب ضلالت کا ہو جاتی ہے آگے ماسبق پر ترقی ہے بیان سبب ضلالت میں یعنی اوپر کہا تھا کہ سبب بدگمانی وغلط فہمی کا نعل معکوس ہے جب کہتے ہیں کہ) بلکہ حقیقت (واقعیہ ان اہل ضلالت کے اعتبار سے ایسی ہوگئی جیسے) فی الحقیقت (بالکل ہی) غرق (یعنی ناپید) ہوگئی اس سبب سے ستر بلکہ صدہا فرقے ہوگئے (ترقی ظاہر ہے کیونکہ نعل معکوس کا نشان نظر تو آتا ہے اور جب بالکل ہی غرق ہو جاوے مثلاً اس نعل معکوس کے نشان پر کچھ پانی آ گیا یا خاک میں غرق ہوگیا اگر اس پر غرق کا اطلاق آتا ہو جس سے وہ نشان بھی مٹ گیا تو اب بالکل نظر ہی نہ آ وے گا یہ تو توجیہ ہوئی کلمہ بلکہ کی اور تقریر مقام کی یہ ہے کہ واقع میں ضلالت جہلاء کی حالت دوسری ہی قسم کے مشابہ ہے کیونکہ نعل معکوس سے جو غلطی واقع ہوتی ہے وہ سب دیکھنے والوں کو یکساں ہوگی حالانکہ سب گمراہ ایک ہی غلطی میں مبتلا نہیں ہیں کوئی کسی غلطی میں کوئی کسی غلطی میں پس ان کی حالت اس کے مشابہ ہے جیسے نعل کا نشان بھی مٹ گیا اب بالکل پچ قیاسات انحاء مختلفہ پر دوڑا رہے ہیں کوئی مشرق کو چل دیا کوئی مغرب کو کوئی جنوب کو کوئی شمال کو اور حتی توجہ کا کسی کے پاس نہیں پس یہاں ہفتاد فرقے سے مراد وہ مشہور فرقے اہل بدعت کے نہیں ہیں کیونکہ ان کی گمراہی غرق نعل کے مشابہ نہیں ہے خود اسلام پر سب متفق ہیں بلکہ مراد کفار کے فرقے ہیں اور ہفتاد سے مراد کثرت ہے اسی واسطے آگے صد بڑھا دیا تا کہ اور کثرت پر دلالت ہو اور واقع میں کفار کے فرقے صدہا ہیں پس بعض محشین کی توجیہ کہ اہل بدعت کے فرقے اول بہتر تھے جس کو بضرورت شعر ہفتاد کہہ دیا پھر شعبے پیدا ہو کر سو ہوگئے یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے اور مثال ثانی یعنے غرق شدہ میں جو حضرتؒ نے یہ قید لگائی کہ ان اہل ضلالت کے اعتبار سے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ واقع میں تو حق وحقیقت بالکل واضح ہے قال تعالیٰ ھذا بصائر للناس و ھدیً و رحمۃٌ لقوم یومنون وقال تعالیٰ ذلک الکتٰب لاریب فیہ وقال تعالیٰ و بینات من الھدیٰ والفرقان)

فائدہ:۔ الحمد للہ آغاز سرخی سے یہاں تک کے اشعار جس قدر سنگلاخ تھے اللہ تعالیٰ نے اسی قدر آسان کر دیئے کہ بے نظیر شرح لکھی گئی جس کی قدر دوسری حواشی وشروح سے موازنہ کر کے معلوم ہو سکتی ہے آگے عود ہے قاضی کے اصل جواب کی طرف یعنی گفت قاضی واجب آمد مان رضا جو کہ صوفی کے اس اشکال اور اس کے جواب سے سابق ہے اور تقریر ربط کی آگے بھی مذکور ہوئی۔

باتو قلماشیت خواہم گفت ہاں	صوفیا خوش پہن بکشا گوش جاں
ایک حاجت قیمتی اور بھی ہے میں تجھ سے کہوں گا آگاہ رہ	اے صوفی خوب فراخ طور پر گوش جان کو کشادہ کر لے
مرترا ہر زخم کاید ز اسماں	منتظر می باش خلعت بعد ازاں
تجھ کو جو صدمہ آسمان سے پہنچے	تو اس کے بعد خلعت کا منتظر رہا کر
آں قفا دیدی صفا راہم ببیں	گردراں باگردن آمد اے امیں
تو نے وہ قفا تو دیکھ لی صفا کو بھی دیکھ	گردن کے ساتھ ران کا بھی گوشت ملا ہے اے امین

www.besturdubooks.wordpress.com

کونہ آں شاہ ست کتا سیلی زند	کہ نہ تاج و تخت بخشد مستند
کیونکہ وہ ایسا بادشاہ نہیں ہے کہ تجھ کو سیلی مارے	کہ تاج اور ایسا تخت نہ بخشے جس پر تکیہ لگا کر بیٹھا جاوے
جملہ دنیا را پر پشہ بہا	سیلئے را رشوت بے منتہا
تمام دنیا کی قیمت پر پشہ ہے	ایک سیلی پر عطیہ بے منتہا ہے
گردنت زیں طوق زریں جہاں	چست در دزد وز حق سیلی ستاں
تو اپنی گردن دنیا کے اس طوق زرین سے	جلدی سے نکال اور حق کی طرف سے سیلی کو قبول کر
آں قفاہا کانبیا برداشتند	زاں بلا سرہائے خود افراشتند
جو صدمات انبیاء علیہم السلام نے برداشت کیے ہیں	اس بلا سے اپنے سروں کو بلند کیا ہے
لیک حاضر باش در خود اے فتیٰ	تا بخانہ او بیابد مر ترا
لیکن تو حاضر رہا کر اپنے اندر اے جوان	تاکہ وہ تیرے خانہ میں آوے
ورنہ خلعت را برد او باز پس	کہ نیابیدم بخانہ ہیچ کس
ورنہ وہ خلعت کو واپس لے جاوے گا	کہ میں نے گھر میں کسی کو نہیں پایا

(قلماش بالضم وشین معجمہ بیہودہ و ہرزہ ظاہراً ایں معنے مخفف قل ماشئت باشد یعنی بگو ہر چہ خواہی تو در فرہنگے بمعنے متاع خانہ مرقوم ساختہ ظاہراً ایں معنے مزید قماش خواہد بود (یعنی دران لام زائد کردہ شد) از لطائف وقماش بضم اول رخت واسباب وجامۂ ابریشمی ومتاع خانہ وبمعنے جوہر وصف نیز آمدہ از منتخب وکشف صراح ومؤید ولطائف کذافی الغیاث وبذوق احقر درینجا بمعنے ثانی چسپان باشد قولہ باتو متعلق ست بہ خواہم گفت وقولہ است در قلماشے ست بمعنے کان تامہ است قولہ گردران باگردن الخ مراد راحت مقرون برنج وگردران بکاف فارسی مکسور استخوان ران را گویند کہ بران گوشت بسیار باشد وچون دران گوشت بسیار باشد ودر گردن کم قصاباں گوشت گردن را با گوشت گردران آمیختہ میفروشند ایں مثل افتادہ کہ گردران باگردن ست ومقصود آن باشد کہ نیک وبد بہم آمیختہ میباشد حکیم سوزنی فرماید دست بربالش نہادم مشت زد برگردنم ایں مثل دریادم آمد گردران باگردن ست من الحواشی للبحر والافضل وجہ ربط اشعار اوپر آ خر۔

فائدہ:۔ میں مذکور ہو چکی اور تقریر ربط یہ ہے کہ قاضی نے کہا کہ میرا جو اصل مضمون تھا کہ ہر واقعہ پر رضا چاہئے کیونکہ وہ سب قضا سے ہے اور اس پر رضا واجب ہے اور تو نے اس دلیل پر ایک سوال کر دیا تھا جس کا جواب بھی ہو چکا اب میں اسی اصل مضمون کے متعلق بیان کرتا ہوں کہ وہ ناتمام رہ گیا تھا کیونکہ وہاں رضا کی وجہ میں صرف اس واقعہ کے آثار ہیں پس مجموعہ بیانین سے دو مقتضی رضا کے ثابت ہو جاویں گے ایک موثر فی البلاء کہ قضا ہے ایک اثر للبلاء کہ عطا در عطا ہے پس بلسان قاضی فرماتے ہیں کہ علاوہ مضمون مقتضی مذکور رضا کے کہ وہ موثریت ہے قضا کی بلا میں) ایک (مضمون مثل) متاع قیمتی (کے) اور بھی ہے (کہ وہ بھی مقتضی ہے رضا کو)

www.besturdubooks.wordpress.com

میں (وہ بھی) تجھ سے کہوں گا آگاہ رہ اے صوفی (اور) خوب فراخ طور پر گوش جان کو کشادہ کر لے (وہ مضمون یہ ہے کہ بلا کے آثار نہایت عظیم الشان ہیں پس) تجھ کو جو صدمہ آسمان سے پہنچے تو اس کے بعد خلعت کا منتظر رہا کر تو نے وہ قفا تو دیکھ لی (اب اس کے انعام میں) صفا کو بھی دیکھ (اور مثل مشہور ہے کہ) گردن کے ساتھ ران کا بھی گوشت ملتا ہے اے امین۔ کیونکہ وہ (بادشاہ حقیقی) ایسا بادشاہ نہیں ہے کہ تجھ کو سیلی مارے کہ (تجھ کو) تاج اور ایسا تخت نہ بخشے جس پر تکیہ لگا کر بیٹھا جاوے (اور یہ تیری غلطی ہے کہ تنعم کو مطلوب اور تالم کو مہروب عنہ سمجھتا ہے واقع میں امر بالعکس ہے چنانچہ) تمام دنیا کی قیمت (واقع میں) پر پشہ (کے برابر) ہے (تو وہ مطلوب ہونے کے قابل کب ہے اور) ایک سیلی پر عطیہ بے منتہا (ملتا) ہے (تو وہ مطلوب ہونے کے قابل کب ہے اور) ایک سیلی پر عطیہ بے منتہا (ملتا) ہے (تو وہ مہروب عنہ نہیں ہے جب یہ بات ہے تو) تو اپنی گردن دنیا کے اس طوق زرین سے جلدی سے نکال اور حق کی طرف سے (اگر) سیلی (پہنچے اس) کو قبول کر جو صدمات انبیاء علیہم السلام نے برداشت کئے ہیں اس بلا سے اپنے سروں کو بلند کیا ہے (یہ ہے وہ خلعت جو بلا پر ملتا ہے۔ جس کے متعلق اوپر کہا ہے منتظری باش خلعت الخ) لیکن (اس خلعت ملنے کی ایک شرط ہے اور مطلق وقوع بلا کافی نہیں اور وہ شرط حضور مع الحق ہے یعنی حق تعالیٰ کی طرف رضا و محبت کے ساتھ متوجہ رہنا پس وقوع بلا کے وقت) تو حاضر (مع الحق بالمعنے مذکور) رہا کر اپنے (خانہ قلب کے) اندر (کہ وہی قلب محل ہے حضور کا) اے جوان تاکہ وہ (بادشاہ حقیقی خلعت لے کر) تیرے خانہ (قلب) میں آوے (یعنی تیرے قلب پر متوجہ ہو کر فیض و برکات نازل فرماوے) ورنہ (اگر تو بالمعنی المذکور حاضر نہ رہا تو) وہ خلعت کو واپس لے جاوے گا کہ میں نے تو گھر میں کسی کو نہیں پایا (تو کس کو دیتا ظاہر ہے کہ اذا فات الشرط فات المشروط اور نیا بیدم پر اشکال نہ کیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے یافتن بمعنے دیدن سے کون چیز خارج ہو سکتی ہے بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا علم مطابق واقع کے گو واقع سے متقدم بھی ہے پس جو شخص حضور سے خالی ہے حق تعالیٰ کا علم اس کی نسبت یہی ہوگا کہ یہ خالی ہے۔ اتصاف بالحضور کا علم کیسے ہوگا ورنہ نعوذ باللہ علم میں غلطی لازم آوے گی فافہم۔

فائدہ:۔ قلماش کو محشین نے ہرزہ کے معنے پر محمول کر کے اس صوفی کی بیہودگیاں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ایک محشی نے تو اسرار آئندہ کو بزعم منکرین ہرزہ قرار دے کر صوفی کو منکر قرار دیا ہے ایک نے قل ماشئت بمعنے بگو ہر چہ خواہی قرار دے کر اور معنی بیہودگی کو اس سے مستفاد کر کے صوفی کے طعن سابق کو مصداق بیہودگی کا کہا ہے سو علاوہ بعید عن الذوق ہونے کے خود مولانا کا ایک شعر جو سرخی حکایت زن باشوہر سے ذرہ قبل آتا ہے ان تمام تفسیروں کو صریحاً رد کرتا ہے وہ شعر یہ ہے من ہمیدانم کہ تو پاکی نہ خام ویں سوالت ہست از بہر عوام۔

باز سوال کردن آں صوفی ازاں قاضی

پھر اس صوفی کا اس قاضی سے سوال کرنا

گفت صوفی کہ چہ بودے کایں جہاں	ابروی رحمت کشادے جاوداں
صوفی نے کہا کہ کیا تھا یہ جو عالم	ہمیشہ رحمت کی ابرو کو کشادہ رکھتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر دمے شورے نیاوردے بہ پیش	بر نیاوردے ز تلوینہاش نیش
ہر لحظہ شور نہ لاتا سامنے	اپنی بوقلمونیوں سے نیش کو ظاہر نہ کرتا
شب نہ دزدیدے چراغ روز را	دے نبودے باغ عیش اندوز را
شب کا زمانہ چراغ روز کو سرقہ نہ کرتا	خزاں نہ ہوا کرتی باغ عیش اندوز کو
جام صحت را نبودے سنگ تب	ایمنی را خوف ناوردے کرب[۱]
جام صحت کے لیے سنگ تپ نہ ہوتا	بے خوفی پر خوف اندوہ کیفی کو نہ لاتا
خود چہ کم گشتے زجود و رحمتش	گر نبودے خرخشہ در نعمتش
خود کیا کم ہو جاتا اس کی جود و رحمت سے	اگر اس کی نعمت میں خرخشہ نہ ہوتا
حال بودے خوب و خوش بر جملگاں	تیرہ کم بودے روان انس و جاں
سب پر حال خوب اور خوش رہتا	انسان اور جن کی جان تیرہ نہ ہوا کرتی
جاوداں بودے حضور و ذوق خوش	دائما در جاں بدے ہم شوق خوش
ہمیشہ حضور و ذوق کامل رہتا	روح میں ہمیشہ شوق کامل رہتا

جواب قاضی سوال صوفی را و قصہ ترک و درزی را مثل آوردن

صوفی کے سوال پر قاضی کا جواب دینا اور ترک اور چور کے قصہ کی مثال دینا

گفت قاضی بس تہی رو صوفیی	خالی از فطنت چو کاف کوفیی
قاضی نے کہا کہ تو بالکل ہی خالی دماغ صوفی ہے	کاف کوفی کی طرح فطانت سے خالی ہے
تو نہ بشنیدی کہ آں پر قند لب	غدر خیاطاں ہمی گفتے بشب
تو نے وہ نہیں سنا کہ وہ شیریں کلام	شب میں خیاطوں کی دغا بازی کا بیان کر رہا تھا
خلق را دردزدی آں طائفہ	می نمود افسانہائے سالفہ
اس گروہ کے چوری کے باب میں	خلق کو افسانہ ہای گزشتہ دکھلا رہا تھا
قصۂ پارہ ربائی در بریں	می حکایت کرد او با آن و ایں
قصہ پارہ ربائی کا قطع کرنے کے وقت	بیان کر رہا تھا اس سے اور اس سے
در سمر می خواند درزی نامۂ	گرد او جمع آمدہ ہنگامۂ
فسانہ گوئی میں درزی نامہ پڑھ رہا تھا	اس کے گرد ایک ہنگامہ جمع تھا

۱ بفتحتین بے آرام و اندوہگین شدن ۱۲ منتخب ۱۲

www.besturdubooks.wordpress.com

(ابروکشادن اگرچہ از نظر نگذشتہ اما متقابلش یعنی ابرو نازک وتنگ کردن در غیاث بمعنے ناز وغرور نمودن آوردہ پس ایں قرینہ است کہ ابروکشادن بمعنے خوش خوئی وشگفتہ روئی باشد برین بفتم بمعنے کرج خربزہ وامثال آن ومراد پارہ از ولی محمد وکرج را در غیاث بہ شوشہ یعنی پارچہ وقاش خربزہ وہندوانہ وغیرہ تفسیر کردہ ودر ذوق احقر برین درینجا بمعنے بریدن اولیٰ ست اور یہ سوال ثانی ہے صوفی کا قاضی سے اور جواب ہے قاضی کا حاصل سوال جیسا سوال اول کے اشعار متعلقہ کی تمہید میں گزرا ہے یہ ہے کہ استبعاد تو تکوین ضدین کا دفع ہو گیا لیکن اس کے وقوع میں حکمت کیا ہے مقتضائے رحمت تکوین تھی صرف راحت ولذت کی بدوں ان کے اضداد کے اور حاصل جواب کا بیان کرتا ہے بعض مضار لذات کا پس فرماتے ہیں کہ) صوفی نے کہا کہ (اس میں) کیا (ضرر) تھا جو یہ عالم ابروے رحمت کو ہمیشہ کشادہ رکھتا (یہ اسناد ہے ظرف کی طرف یعنی اللہ تعالیٰ اس عالم میں صرف رحمت ہی کے آثار ظاہر فرماتے ہیں مجازاً عالم کی طرف اسناد کردی اور یہ عالم) ہر لحظہ شور نہ لاتا (اور) اپنی بوقلمونیوں سے نیش کو ظاہر نہ کرتا (اور) شب کا زمانہ چراغ روز (یعنی آفتاب) کو سرقہ نہ کرتا (یعنی پوشیدہ نہ کردیتا جس سے وحشت انگیز تاریکی ہو جاتی ہے اور) خزاں نہ ہوا کرتی باغ عیش اندوز کو (اور) جام صحت کے لئے سنگ تپ (ومرض) نہ ہوتا (جس سے صحت شکستہ ہو جاتی ہے اور) بے خوفی پر خوف اندوہ گینی کو نہ لاتا (غرض) خود کیا کم ہو جاتا اس کی جود ورحمت سے اگر اس کی نعمت میں خرخشہ نہ ہوتا (یہاں مسند الیہ حقیقی کو ظاہر کر دیا آگے خرخشہ نہ ہونے پر تفریع ہے کہ) سب پر حال خوب اور خوش رہتا (اور) انسان اور جن کی جان تیرہ نہ ہوا کرتی (اور جس کا یہ نفع بھی ہوتا کہ) ہمیشہ حضور (مع اللہ) وذوق کامل رہتا (اور) روح میں ہمیشہ شوق کامل رہتا (اس اثر پر نظر جانا یہ خوش نیتی کا ثمرہ ہے جیسا حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا کہ جب فتوحات وسامان بے فکری میں وسعت ہوگی تمہارا کیا حال ہوگا تو انہوں نے عرض کیا کہ بس کاروبار دنیا سے بے فکر ہو کر خوب عبادت فراغ خاطر سے کریں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں وسعت دنیا کا جو خاصہ بیان فرمایا تھا اس سے مضار دینیہ کا پیدا ہو جانا وہی حاصل ہے جواب قاضی کا جو آئندہ مذکور ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب باوجود قصد اعانت علی الطاعات کے بھی وہ مضار مرتب ہوتے ہیں جو جہان خود دنیا ہی کی راحت مقصود بالذات ہو وہاں تو بدرجہ اولیٰ اور بہت زیادہ ان مضار کا ترتب ہوگا پس) قاضی نے کہا کہ تو بالکل ہی خالی دماغ صوفی ہے (یعنی) کاف کوفی کی طرح فطانت سے خالی ہے (کاف کوفی کی شکل یہ ہے جس کا جوف خالی ہوتا ہے اور رو کا اطلاق دماغ پر مجاورت واتصال کے علاقہ سے ہو سکتا ہے اور تحقق اس مجاورت کا علاقہ ... مادہ میں ہوگا بوجہ اس کے کہ صاحب وجہ ہونا عادۃً مستلزم ہے صاحب دماغ ہونے کو کسطول البخاد لطول القامۃ مگر یہ اطلاق ہمیں نظر سے نہیں گزرا اور کچھ سمجھ میں نہیں آیا اگر کوئی اور توجیہ بن سکے تو ملحق کر دی جاوے اور فطنت سے خالی ہونا پاکی کے خلاف نہیں بخلاف ہرزہ وبیہودگی کے پس یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ قلماش کی تحقیق میں جس آئندہ شعر کا حوالہ دیا گیا ہے یہاں بھی اس سے تعارض ہے یہ تو جواب کی تمہید ہے آگے تتمہ محض کے بیان مضار سے جواب ہے اور اس کے قبل ایک مثل تائید جواب کے لئے لائی گئی ہے یعنی) تو نے وہ (قصہ) نہیں سنا کہ وہ شیریں کلام (قصہ گو ایک) شب میں خیالوں کی دغابازی کا بیان کر رہا تھا (اور) اس گروہ کی چوری کے باب میں خلق کو افسانہائے گذشتہ دکھلا رہا تھا (اور) قصہ (ان کی) پارہ ربائی کا قطع کرنے کے وقت بیان کر رہا تھا اس سے اور اس سے (غرض) فساد گوئی میں (اس وقت) وہ رزی نامہ پڑھ رہا تھا (اور) اس کے گرد ایک ہنگامہ جمع تھا (پورا قصہ آگے آوے گا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قصہ سن کر

www.besturdubooks.wordpress.com

کسی ترکی کو غصہ آیا اس نے کہا میرے سامنے کوئی درزی ہرگز نہیں چرا سکتا چنانچہ ایک عیار درزی کا لوگوں نے اس کو پتہ دیا وہ اسی کے پاس گیا اور ایک اطلس لے گیا کہ اس کی قبا قطع کر دے اس نے ہنسی دل لگی کی باتوں میں اس کو مشغول کیا حتیٰ کہ کئی بار یہ ہنستے ہنستے مدہوش ہو ہو گیا اور وہ ہر بار میں کچھ چرا لیتا الخ مقصود اس قصہ کے لانے سے یہ بتلانا ہے کہ دیکھو سرور و ضحک سے ایسے نقصان ہوتے ہیں اسی طرح اگر مسرت و نعمت محضہ ہوتی ایسے ہی مضار اس پر مرتب ہوتے چنانچہ اس قصہ تمثیلی کے ختم پر ان اشعار میں اسی کی تصریح ہے اطلس عمرت بمقراض شہور الخ تو تمنائی بری الخ داختر گو یدالخ اب مولانا قصہ کے درمیان سے انتقال کرتے ہیں ایک مضمون ارشادی کی طرف جیسا کہ سرخی آئندہ سے ظاہر ہے)۔

تفسیر قولہ علیہ السلام ان اللہ یلقن الحکمۃ

علیٰ لسان الواعظین بقدر ھمم المستمعین

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر اللہ تعالیٰ واعظوں کی زبان سے سننے والوں کی ہمت کی بقدر تلقین کرتا ہے

مستمع چوں یافت جاذب آں وقود	جملہ اجزائش حکایت گشتہ بود
اس گرم سخن نے جب مستمع کو جاذب پایا	تو اس کے تمام اجزاء حکایت بن گئے تھے
جذب سمع ست ار کسے را خوش لبی ست	گرمی وجد معلم از صبی ست
اگر کسی کو خوش لبی ہے تو وہ جذب ہے سمع کا	وجد معلم کی گرمی لڑکے کی وجہ سے ہے
چنگیے را کو نوازد بست و چار	چوں نیابد گوش گردد چنگ وار
وہ چنگ نواز کہ جو بست و چار بجاتا ہے	جب وہ کان نہ پاوے تو چنگ کی طرح ہو جاتا ہے
نے حرارہ یادش آید نے غزل	نے دہ انگشتش بجنبد در عمل
نہ اس کو ترانہ یاد آتا ہے نہ غزل	نہ اس کی دس انگلیاں کام کرنے میں حرکت کرتی ہیں
گر نبودے گوشہائے غیب گیر	وحی ناوردے ز گردوں یک بشیر
اگر غیب کے قبول کرنے والے کان نہ ہوتے	تو آسمان سے ایک بشیر بھی وحی نہ لاتا
ور نبودے دیدہائے صنع بیں	نے فلک گشتے نہ خندیدے زمیں
اور اگر صنعت دیکھنے والی آنکھیں نہ ہوتیں	تو نہ فلک گردش کرتا نہ زمین رونق پذیر ہوتی
آں دم لولاک ایں باشد کہ کار	از برائے چشم تیز ست و نزار
وہ مضمون لولاک یہی ہے کہ صنعت	چشم تیز اور صاحب نظر کے لئے ہے
عامہ را از عشق ہمخوابہ و طبق	کے بود پروائے عشق صنع حق
عوام کو ہمخوابہ اور طبق کے عشق سے	صنع حق کی کب پروا ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آب تتماجی نریزی در تغار	تا سگے چندے نباشد طعمہ دار
آش کا پانی تو تغار میں نہ ڈالے	جب تک کہ چند سگ طعمہ خوار نہ ہوں
رو سگ کہف خداوندیش باش	تا رہاند زیں تغارت اصطفاش
جا حق تعالیٰ کے کہف خداوندی کا سگ ہو جا	تا کہ تجھ کو اس تغار سے اس کا مقبول فرمالینا چھڑا دیوے

(وقود بفتح واو ہیزم وانچہ بدان آتش افروزند کذافی الغیاث ومراد ازاں قصہ گو کہ گرم سخن گشتہ بود تشبیہا لہ بالوقود فی الالتہاب بست وچار ای شعبۃ اربعۃ وعشرون للغناء من المنجح القوی خرارہ ترانہ تتماج بالضم وجیم عربی نام قسمے از آش ست درتر کی تغار طشت گلی کذافی الغیاث بمناسبت شعر اخیر اشعار بالا درسر میخواندالخ وشعر اول اشعار مقام مستمع چون یافت الخ انتقال ہے اس مضمون کی طرف کہ طلب جالب مقصود ہے اور مقصود اس سے ترغیب ہے طلب کی پس فرماتے ہیں کہ) اس گرم سخن نے جب مستمع کو جاذب (وشائق قصہ) پایا تو اس کے تمام اجزاء حکایت بن گئے تھے (اور یہ جذب کچھ اسی قصہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) اگر کسی کو خوش لبی (یعنی قوت وجوش بیان) ہے تو وہ جذب ہے سمع کا (چنانچہ) وجد معلم کی گرمی لڑکے کی وجہ سے ہے (کہ شوق سے متوجہ ہے اسی طرح) وہ چنگ نواز کہ جو بست وچار (شعبے) بجاتا ہے جب وہ (قدر دان کا) کان نہ پاوے تو چنگ کی طرح (کہ خمیدہ ہوتا ہے) وہ خود (خمیدہ) ہو جاتا ہے (یعنی) افسردہ وخمیدہ قامت ہو کر بیٹھ رہتا ہے اور اس حالت میں) نہ اس کو ترانہ یاد آتا ہے نہ غزل (اور) نہ اس کی دس انگلیاں کام کرنے میں حرکت کرتی ہیں (اسی طرح) اگر غیب کے قبول کرنے والے کان نہ ہوتے (کہ اولاً انبیاء علیہم السلام کے کان ہیں اور ثانیاً امت اجابت کے) تو آسمان سے ایک بشیر (فرشتہ) بھی وحی نہ لاتا (اصل وحی لانے والے احکام کے گو صرف جبرئیل علیہ السلام ہیں مگر وحی کے وقت ان کے ساتھ ایک جماعت ملائکہ کی ہوتی تھی قال تعالیٰ الامن ارتضیٰ من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا) اور (اسی طرح) اگر صنعت (حق کی) دیکھنے والی آنکھیں نہ ہوتیں تو نہ فلک گردش کرتا (اور) نہ زمین (نباتات سے) رونق پذیر ہوتی وہ مضمون لولاک (بھی) یہی ہے کہ (سب) صنعت (تخلیقی) چشم تیز اور صاحب نظر کے لئے ہے (یعنی چونکہ آپ صاحب نظر ہیں اولاً اور دوسرے مصدقین تبعاً اس لئے نظر کرنے کو افلاک وغیرہ پیدا کئے اگر صاحب نظر نہ ہوتے تو پیدا نہ کئے جاتے یہ ایک توجیہ محتمل ہے لیکن مطلوب چونکہ اس پر موقوف نہیں اس لئے احتمال مخالف قادح ومضر نہیں چنانچہ یہی مضمون کہ اہل نظر کی نظر لاستدلال علی التوحید اعظم غایات ہے خلق سمٰوات والارض کی اس آیت میں ارشاد کیا گیا ہے وما خلقنا السماء والارض وما بینہما باطلا کما ذکرتہ فی تفسیری تو صنع الٰہی پر نظر کرنا واقع میں تو اتنی بڑی چیز ہے کہ وہ غایت اعظم ہے خلق اعظم کی لیکن) عوام (یعنی اہل غفلت) کو بخوابہ اور طبق کے عشق سے (یعنی شہوت فرج وبطن سے) صنع حق (میں نظر کرنے) کی کب پروا ہوتی ہے (آگے پھر ایک مثال ہے طلب کے جالب مقصود ہونے کی یعنی) آش کا پانی (جو کہ خوراک ہے بعضے جانوروں کی) تو تغار میں (کبھی) نہ ڈالے جب تک کہ چند سگ طعمہ خوار نہ ہوں (آگے برعایت مناسبت اس مثال کے تتمیم ہے مضمون شعر عامہ راالخ یعنے) جا حق تعالیٰ کے کہف خداوندی کا سگ ہو جا (یعنی اس کی طرح کہ وہ ملازم غار ہے ملازم توجہ ونظر ہو جا) تا کہ تجھ کو اس تغار (حرص بطن وفرج) سے اس کا مقبول فرمالینا چھڑا دیوے (یعنی عشق بخوابہ وطبق جو مانع ہے اس مانع کے ارتفاع کا یہ طریقہ ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ آگے عود ہے قصہ وزدی خیاطین کی طرف۔

دعویٰ کردن وگرو بستن ترک کہ درزی از من چیزے نتواند برد

ایک ترک کا دعویٰ کرنا اور بازی لگانا کہ کوئی درزی میری کوئی چیز نہیں چرا سکتا

چونکہ وزدیہائے بیرحمانہ گفت	کہ کنند آں درزیاں اندر نہفت
جب اس نے ان سرقات بے رحمانہ کا بیان کیا	جو خفیہ طور پر درزی لوگ کیا کرتے ہیں
اندراں ہنگامہ ترکے از خطا	سخت تیرہ شد ز کشف آں غطا
اس ہنگامہ میں ایک ترک خطا کا رہنے والا	اس پردہ کے کھلنے سے سخت مکدر ہوا
شب چو روز رستخیز آں رازہا	کشف می کرد از پۓ اہل نہیٰ
وہ شب کے وقت روز قیامت کی طرح ان رازوں کو	کھول رہا تھا اہل عقول کے لئے
ہر کجا آئی تو در کنج فراز	بینی آنجا دو عدو در کشف راز
تو جہاں گوشہ میں بھی جاوے	تو وہاں دو دشمن دیکھے گا کشف راز میں
آں زباں را محشر مذکور داں	واں گلوئے راز گو را صور داں
اس زبان کو محشر مذکور جان	اور اس گلوے راز کو صور جان
کہ خدا اسباب خشمی ساخت ست	واں فضائح را بکوی انداخت ست
کہ خدا تعالیٰ نے اسباب خشم بنا دیئے ہیں	اور ان فضائح کو محلہ میں ڈال دیا ہے

جب اس (قصہ گو) نے ان سرقات بے رحمانہ کا بیان کیا جو خفیہ طور پر درزی لوگ کیا کرتے ہیں اس ہنگامہ میں ایک ترک (شہر) خطا کا رہنے والا اس پردہ (سرقہ خیاطین) کے کھلنے سے سخت مکدر (وغضبناک) ہوا (جس کا قصہ عنقریب آوے گا آگے اس کشف غطا کو کشف۔ خطائے قیامت سے تشبیہ دیتے ہیں یعنی) وہ (قصہ گو) شب کے وقت روز قیامت کی طرح (خیاطین کے) ان رازوں کو کھول رہا تھا اہل عقول کے لئے (آگے مولانا قصہ سے اس تشبیہ کی تحقیق کی طرف بطور ارشاد کے انتقال فرماتے ہیں کہ) تو جہاں گوشہ میں بھی جاوے تو وہاں دو دشمن دیکھے گا کشف راز میں (ایک تو) زبان (کہ اس) کو محشر مذکور جان (یعنی جو کہ شعر بالا میں مذکور ہے بلفظ رستخیز اور معنے یہ ہیں کہ محشر مذکور کے مشابہ جان کہ سبب ہے کشف راز کا) اور اس گلوے راز کو صور جان (کہ یہ دوسرا دشمن ہے کیونکہ آواز اسی سے نکلتی ہے جس سے وہ زبان مشابہ قیامت کاشف راز ہو جاتی ہے کیونکہ اگر آواز نہ نکلے تو زبان کا صرف مخارج پر پہنچ جانا کاشف راز نہیں ہوسکتا اور صورت ان اسرار کے انکشاف کی یہ ہے) کہ خدائے تعالیٰ نے اسباب خشم (باضافت بیانیہ) بنادیئے ہیں اور (اس خشم کے واسطہ سے) ان فضائح کو محلہ میں (یعنی مجمع میں) ڈال دیا ہے (پس لفظ فراز زائد ہے اور کاف شعر اخیر میں یا بیان ہے انکشاف اسرار کا جو تشبیہ واقع شعر سابق متصل سے مفہوم ہوتا ہے اور یا عطف کے لئے ہے کمافی قول السعدی اے بسا اسپ تیز رو کہ بماند کہ خرلنگ جاں بمنزل برد)

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ حاصل اشعار ثلثہ کا یہ ہے کہ وہ قصہ گو جو زبان سے اس طرح کشف اسرار کر رہا تھا جیسا قیامت میں کشف اسرار ہوگا یہ کچھ اسی موقع کے ساتھ خاص نہیں بلکہ زبان میں یہ خاصیت علی الاطلاق ہے حتیٰ کہ اگر تم گوشہ تنہائی میں بھی ہو تب بھی یہ زبانِ اور اسی طرح حلقوم جو کہ دشمن ہیں گاہے تمہارے گاہے دوسرے کے یہ وہاں بھی تمہارے ہمراہ ہیں اور کبھی تمہارے کبھی دوسروں کے کشف اسرار میں نمونہ قیامت ہیں جس میں حلق تو صور کے مشابہ ہے اور زبانِ قیامت کے مشابہ جیسا کہ بضمن ترجمہ مذکور ہوا اور صورت اس کشف کی یہ ہوتی ہے کہ اول غصہ آتا ہے اس میں آدمی کبھی اپنے قبائح کبھی دوسرے کے فضائح ظاہر کر دیتا ہے اور گو ہا اظہار کے وقت وہ گوشہ میں نہیں ہوتا مگر یہ ذخیرہ اسرار کا تو گوشہ میں بھی مجتمع تھا اور اس کے کاشف بھی ہمراہ تھے جن کے تقاضے کے وقت گوشہ سے نکلنا کون دشوار ہے اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اظہار مافی الضمیر بدوں غصہ کے بھی تو ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ یہ حکم مطلق اسرار کے لئے نہیں فرمایا بلکہ خاص اسرار عیوب وفضائح کے لئے اور ان کا اظہار عادۃً غصہ ہی کے بعد ہوتا ہے شاید مقصود مولانا کا اس ارشاد سے تنبیہ ہو آفات لسان وغضب پر اور تحذیر ہو اس کی مضرت ومعرت سے واللہ اعلم۔

دعویٰ کردن ترک کہ درزی از من نبرد گرو بستن ونشان جستن خانہ درزی را

بس کہ غدر درزیاں را ذکر کرد	حیف آمد ترک را و خشم و درد
اس نے جو بہت سا غدر خیاطین کا ذکر کیا	ترک کو ستم اور غصہ اور درد معلوم ہوا
گفت اے قصاص در شہر شما	کیست استاتر دریں مکر و دغا
کہنے لگا اے قصہ گو لوگو تمہارے شہر میں	سب سے بڑھ کر اس مکر و دغا میں کون استاد ہے
گفت خیاطیست نامش پورشش	اندریں دزدی و چستی خلق کش
اس نے کہا کہ ایک درزی ہے اس کا نام ہے پورشش	اس سرقہ میں اور چالاکی میں خلق کش ہے
گفت من ضامن کہ باصد اضطراب	او نیارد برد پیشم رشتہ تاب
ترک نے کہا میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ باوجود صد ہا دست وبازی کے	وہ میرے سامنے ایک بٹا ہوا تاگا نہیں لے جا سکتا
پس بگفتندش کہ از تو چست تر	مات او گشتند در دعویٰ مپر
لوگوں نے اس سے کہا کہ تجھ سے زیادہ چالاک لوگ	اس سے ہار گئے ہیں، تو دعویٰ میں مت اڑ
تو بعقل خود چنیں غرہ مباش	کہ شوی یاوہ تو در تزویر ہاش
تو اپنی عقل پر اس قدر مغرور مت ہو	اس لئے کہ تو اس کی چالوں میں حواس گم کردہ ہو جائیگا
گرم تر شد ترک وبست آنجا گرو	کہ نیارد برد نے کہنہ نہ نو
وہ ترک اور تیز ہوا اور وہاں اس پر یہ شرط باندھ لی	کہ وہ درزی کچھ نہیں لے سکتا نہ کہنہ اور نہ نیا

www.besturdubooks.wordpress.com

مطمعانش گرم تر کردند زود	او گرد بست و دہاں را بر کشود
طمع دلانے والوں نے اس کو جلدی سے اور گرم کر دیا	اس نے شرط باندھ لی اور منہ کھول دیا
کہ گرو ایں مرکب تازی من	بدہم ار وزد و قماشم را بفن.
کہ میرا یہ مرکب تازی رہن رہا	میں یہ دے دوں گا اگر وہ میرے جامہ ابریشم کو چالاکی سے چرا لے
ور نتاند برد اسپے از شما	واستانم بہر رہن مبتدا
اور اگر وہ نہ لے سکا تو ایک گھوڑا تم سے	لے لوں گا رہن ابتدائی کے طور پر
ترک راآں شب نبرد از غصہ خواب	باخیال وزدی کرد او حراب
ترک کو اس شب میں بوجہ غصہ کے نیند نہ آئی	وہ چور کے خیال سے لڑتا رہا
بامداداں اطلسے زد در بغل	شد بازار و دکان آں دغل
صبح ہی ایک اطلس بغل میں دبایا	بازار میں اور اس مکار کی دکان پر پہنچا
پس سلامش کرد گرم و اوستاد	جست از جا لب پرسش برکشاد
پس اس استاد نے اس کو تپاک سے سلام کیا	جگہ سے کھڑا ہو گیا حال پوچھنے کے لئے لب کھولا
گرم پرسیدش ز حد ترک بیش	تا فگند اندر دل او مہر خویش
بڑے تپاک سے اس ترک کے رتبہ سے بھی زیادہ اس کو پوچھا	یہاں تک کہ اس کے دل میں اپنی الفت ڈال دی
کہ برایں راقبائے روز جنگ	زیر دامن واسع و بالاش تنگ
کہ اس کو روز جنگ کی قبا قطع کر دے	نیچے سے دامن واسع ہو اور اس کا حصہ بالائی تنگ ہو
چوں شنید ازوے نوائے بلبلی	پیشش افگند اطلس اصطنبلی
جب اس نے اس سے نوائے بلبلا نہ سنی	اس کے سامنے اطلس استنبولی ڈال دیا
تنگ بالا بہر جسم آرائے را	زیر واسع تا نگیرد پائے را
حصہ بالائی تو تنگ ہو جسم کی آرائش کے لئے	نیچے سے واسع ہوتا کہ پاؤں میں نہ الجھے
گفت صد خدمت کنم اے زود داد	دست بر دو چشم و بر سینہ نہاد
درزی نے کہا کہ اے صاحب مودت میں سو خدمت کروں گا	ہاتھ دونوں آنکھوں پر اور سینہ پر رکھ لیا
پس بہ پیمود و بدید او روی کار	بعد ازاں بکشاد لب را در فشار
پھر ناپا اور کام کا انداز دیکھا	اس کے بعد اس نے بکواس کے لئے منہ کھولا

www.besturdubooks.wordpress.com

از حکایتہائے میران دگر	وز کرمہائے و عطای آں نفر
دوسرے امرا کی حکایات کا	اور اس جماعت کے کرم و عطا کا
وز بخیلان و ز تحسیرات شاں	از برای خندہ داد اوہم نشاں
اور بخیلوں کا اور ان کی کمی کرنے کا	ہنسانے کے لئے اس نے نشان بھی دیا
ہمچو آتش کرد مقراضے بروں	می برید ولب بر افسانہ وفسوں
آتش کی طرح ایک مقراض باہر نکال لی	قطع کرتا جاتا تھا اور لب افسانہ افسوں پر

اس (قصہ گو) نے جو بہت سا غدر خیاطین کا ذکر کیا ترک کو ستم اور غصہ اور درد معلوم ہوا کہنے لگا اے قصہ گو لو تو تمہارے شہر میں سب سے بڑھ کر اس مکر و دغا میں کون استاد ہے (چونکہ قصہ کی تصدیق میں سب شریک تھے اس لئے سب کو قصہ گو کہہ دیا) اس (قصہ گو) نے کہا کہ ایک درزی ہے اس کا نام ہے پورششں اس سرقہ میں اور چالاکی میں خلق کش ہے (ایک حاشیہ میں لکھا ہے درجہ تسمیہ پورشش نوشتہ اند کہ چون شش بادی یا بدیعنی نفس دران داخل می شود وازان خارج و دائما چون مردحہ بادپیائی میکند چنانکہ مردحہ قلب ہم بہمین سبب اور امیگویند وآن خیاط نیز چوں بیہودہ گو و بادپیا بود پورشش لقب اونہادندہ) ترک نے کہا میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ باوجود صدہا دست وپازنی کے وہ میرے سامنے ایک بٹا ہوا تاگا نہیں لے جاسکتا لوگوں نے اس سے کہا کہ تجھ سے زیادہ چالاک لوگ اس سے ہار گئے ہیں تو دعوے میں مت اتر تو اپنی عقل پر اس قدر مغرور مت ہو اس لئے کہ تو اس کی چالوں میں حواس گم کردہ ہو جاوے گا وہ ترک اور تیز ہوا اور وہاں اس پر یہ شرط باندھ لی کہ وہ درزی کچھ نہیں لے سکتا نہ کہنہ اور نہ نیا طمع دلانے والوں نے اس کو جلدی سے اور گرم کر دیا اس نے شرط باندھ لی اور منہ (اس بات کہنے کے لئے) کھول دیا کہ یہ میرا مرکب تازی رہن رہا میں یہ دے دوں گا اگر وہ (درزی) میرے جامہ ابریشم کو چالاکی سے چرالے اور اگر وہ نہ لے سکا تو ایک گھوڑا تم سے لے لوں گا۔ رہن ابتدائی کے طور پر (ابتدائی کہنے کی غالباً یہ وجہ ہے کہ جیسا ترک نے اسی وقت ایک گھوڑا رہنے کے لئے معین کر دیا ایسا ان لوگوں کی طرف سے اس وقت کوئی معین گھوڑا نہیں رکھا گیا جس کا اخیر میں دینا انتہائی رہن ہوتا بلکہ ہارنے کی صورت میں جو گھوڑا یہ دیں گے وہ دینا ابتدائی طور پر ہو گا اور اس شعر سے دو شعر پہلے جو ان لوگوں کو طمع دلانے والا کہا ہے وہ اسی فرمائش کے اعتبار سے جو کہ ترک نے ان لوگوں سے ایک گھوڑا لینا کیا لوگوں نے ایسے انداز سے گفتگو کی ہو گی کہ اس کو ایک گھوڑا ہاتھ آجانے کی طمع دامن گیر ہو گئی بوجہ اس اعتماد کے کہ میرے سامنے درزی کپڑا نہیں چرا سکتا تو ان لوگوں نے طمع میں ڈال کر اس کو اس شرط پر آمادہ کر دیا اور یہ یقین تھا کہ یہی ہارے گا غرض) ترک کو اس شب میں بوجہ غصہ کے نیند نہ آئی (رات بھر) چور کے خیال سے لڑتا رہا (اور) صبح ہی ایک اطلس بغل میں دبایا (اور) بازار میں اور اس مکار کی دکان پر پہنچا۔ پس اس استاد (یعنی درزی) نے اس کو تپاک سے سلام کیا (اور اپنی) جگہ سے (تعظیم کے لئے) کھڑا ہو گیا (اور) حال پوچھنے کے لئے لب کھولا (اور) بڑے تپاک سے اس ترک کے رتبہ سے بھی زیادہ اس کو پوچھا یہاں تک کہ اس کے دل میں اپنی الفت ڈال دی۔ جب اس (ترک) نے اس (درزی) سے طوائے بلبلانہ سنی (خوش ہو کر) اس کے سامنے اطلس استنبولی ڈال دیا۔ (ابدال سین بصاد کثیر ست چون صدو غیرہ) کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کو روز جنگ کی قبا قطع کر دے نیچے سے دامن واسع ہو اور اس کا حصہ بالائی تنگ ہو حصہ بالائی تو تنگ ہو جسم کی آرائش کیلئے (اور) نیچے سے واسع ہوتا کہ پاؤں میں نہ الجھے درزی نے کہا کہ اے صاحب مودت میں سو خدمت کرونگا (اور یہ کہہ کر) ہاتھ (اپنی) دونوں آنکھوں پر اور سینہ پر رکھ لیا پھر (اس کپڑے کو) ناپا اور (کپڑے کو الٹ پلٹ کر) کام کا انداز دیکھا (جیسے عادت ہے درزیوں کی) اس کے بعد اس نے بکواس کے لئے لب کھولا (یعنی) دوسرے امراء کی حکایات کا اور اس جماعت کے کرم وعطا کا اور بخیلوں کا اور (خرچ میں) ان کی کمی (وخست) کرنے کا ہنسانے کے لئے (ان سب مضامین کا) نشان دیا (اور) آتش کی طرح (تیز) ایک مقراض باہر نکال لی (کہ اس سے تو کپڑا) قطع کرتا جاتا تھا اور لب افسانہ اور افسوں پر (رکھا تھا چونکہ افسانہ کی غرض افسوں تھا کہ ترک کو غافل کر کے چرا لوں اس لئے اس کو افسوں سے تعبیر کیا)

مضاحک گفتن درزی ترک راو از قوت خندہ بستہ شدن دو چشم تنگ و فرصت یافتن درزی در دزدی

درزی کا ترک سے ہنسی کی باتیں کرنا اور ہنسی کی زیادتی کی وجہ سے دو چھوٹی آنکھوں کا بند ہو جانا اور درزی کا چوری کا موقع پانا

یک مضاحک چست گفت آں اوستاد	ترک مست از خندہ شد سست وفتاد
ایک ہنسی کی بات چٹ پٹ کہی اس استاد نے	ترک مست ہنسی سے ڈھیلا ہو گیا اور گر پڑا
ترک خندیدن گرفت از داستاں	چشم تنگش گشت بستہ آں زماں
ترک نے اس داستان سے ہنسنا شروع کیا	اس وقت اس کی چشم تنگ بند ہو گئی
پارۂ دزدید و کردش زیر راں	غیر حق از جملۂ احیا نہاں
اس نے ایک ٹکڑا چرا لیا اور اس کو ران کے نیچے دبا لیا	بجز حق تعالیٰ کے اور سب زندوں سے پوشیدہ
حق ہمید یدآں ولے ستار خوست	لیک چوں از حد بری غماز اوست
حق تعالیٰ جانتے ہیں و لیکن ستار خو ہیں	لیکن جب تو حد سے گزر جاوے تو وہ غماز ہیں
ترک را از لذت افسانہ اش	رفت از دل دعوی پیشانہ اش
ترک کے ذہن سے اس کے افسانہ کی لذت کے	وہ اس کا دعوے سابقہ جاتا رہا
اطلسے چہ دعوی چہ رہن چہ	ترک سرمست ست در لاغ اے اچہ
کیسی اطلس کیسا دعویٰ کیسی شرط	ترک تو ہزل میں مست ہو رہا ہے اے بھائی
لابہ کردش ترک کز بہر خدا	لاغ می گوکاں مرا شد مغتذی
ترک نے اس کی خوشامد کی کہ خدا کے واسطے	کوئی خوش طبعی کی بات کہہ کہ وہ میری غذا بن گئی
گفت لاغ خندہ انگیز آں دغا	کہ فتاد از قہقہہ او بر قفا
اس دغا باز نے پھر ایک خندہ انگیز مسخری کی بات کہی	جس سے وہ ترک ہنستے ہنستے قفا کے بھی گر پڑا

پارۂ اطلس سبک بر نیفہ زد	ترک غافل خوش مضاحک می مزد
اس نے ایک ٹکڑا اطلس کا جلدی سے نیفہ میں لگا لیا	ترک غافل اور خوش اس مضحک بات کو چاٹ رہا ہے
ہمچنیں بار سوم ترک خطا	گفت لاغے گوئے از بہر خدا
اسی طرح تیسری بار اس ترک خطا نے	کہا کہ اور مسخری کی بات کہہ خدا کے لئے
گفت لاغے خندہ میں تر از دو بار	کرد او ایں ترک را کلی شکار
اس نے ایک مسخری کی بات جو دو بار سے زیادہ خندہ آمیز تھی کہی	اس نے اس ترک کا پورے ہی طور سے شکار کر لیا
چشم بستہ عقل جستہ مولہہ	مست' ترک مدعی از قہقہہ
آنکھ بند ہو گئی عقل حیران ہو کر سلب ہو گئی	ترک مدعی قہقہہ سے مست ہو گیا
پس سوم بار از قبا دزدید شاخ	کہ زخندش یافت میدان فراخ
پس تیسری بار اس نے قبا سے اور ٹکڑا چرا لیا	کیونکہ اس نے ترک کے خندہ سے میدان فراخ پایا
چوں چہارم بار آں ترک خطا	لاغ زاں استادمی کرد اقتضاء
جب چوتھی بار وہ ترک خطا	مسخرہ کا اس استاد سے تقاضا کرنے لگا
رحم آمد بروے آں اوستاد را	کرد ور باقی فن بیداد را
تو اس پر رحم آیا اس استاد کو	اس نے فن بیداد کو باقی کے معلق کر دیا
گفت مولع گشتہ ایں مفتوں دریں	بیخبر کیں چہ خسارست و غبیں
کہا کہ یہ مفتون تو اس پر حریص ہو رہا ہے	بے خبر ہے کہ یہ کیا خسارہ اور غبن ہے
بوسہ افشاں کرد بر استاد او	کہ بمن بہر خدا افسانہ گو
اس نے استاد پر بوسہ نثار کیا	کہ خدا کے لئے مجھے افسانہ کہہ لے

(قال بحرالعلوم مضاحک جمع مضحکہ است بمعنے محل ضحک وآن کلامے و فعلے کہ ضحک ازو پیدا آید کہا ترا در لغت عرب انحو کہ گویند گویا محل ضحک ست و مولوی مضاحک بمعنے مفرد استعمال کردند بمعنے جنس انحوکہ) ایک ہنسی کی بات چٹ پٹ کہی اس استاد نے ترک مست ہنسی سے ڈھیلا ہو گیا اور گر پڑا (چست اور ست کا تقابل نہایت لطیف واقع ہوا) ترک نے اس داستان سے ہنسنا شروع کیا (اور) اس وقت اس کی چشم تنگ بند ہو گئی (ترکوں کی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں اس وقت) اس نے ایک ٹکڑا چرا لیا اور اس کو ران کے نیچے دبا لیا (اور) بجز حق تعالیٰ کے اور سب زندوں سے پوشیدہ حق تعالیٰ جانتے ہیں ولیکن ستار خو ہیں لیکن جب تو حد سے گزر جاوے تو وہ (اس وقت) غماز ہیں ترک کے ذہن سے اس کے افسانہ کی لذت کے سبب وہ اس کا دعویٰ سابقہ جاتا رہا کیسا اطلس کیسا دعویٰ کیسی شرط ترک تو ہزل میں مست ہو رہا ہے بھائی (فی بعض الحواشی اچہ ترکی برادر بزرگ اھ و فی

www.besturdubooks.wordpress.com

الغیاث اچی بالیاء) ترک نے اس کی خوشامد کی کہ خدا کے واسطے (پھر) کوئی خوش طبعی کی بات کہہ کہ وہ میری غذا بن گئی (دراصل متعدی بہ بود بر طریق حذف وایصال چنانچہ مشترک بمعنے مشترک فیہ ومعتبر بمعنے معتبر بہ وامثال این کذافی بعض الحواشی) اس دغا باز نے پھر ایک خندہ انگیز تمسخر کی بات کہی جس سے وہ ترک ہنستے ہنستے قفا کے بل گر پڑا اس نے ایک ٹکڑا اطلس کا جلدی سے نیفہ میں لگا لیا ترک غافل اور خوش اس مضحک بات کو چاٹ رہا ہے (ترجمہ بالحاصل وفی الاصل مزیدن بمعنے مکیدن کمافی بعض الحواشی) اسی طرح تیسری بار اس ترک خطا نے کہا کہ اور تمسخر کی بات کہہ خدا کے لئے اس نے ایک تمسخر کی بات جو (پہلی) دو بار سے زیادہ خندہ آمیز تھی کہی (میم در خندہ میں برائے نسبت چنانچہ در نیلم منسوب بہ رنگ نیلگوں ویا ونون ہم برائے نسبت چنانچہ در اولین وشاید کہ یک اداۃ نسبت تاکید اداۃ دیگر باشد واللہ اعلم) اس نے اس ترک کا پورے ہی طور سے شکار کر لیا آنکھ بند ہو گئی عقل حیران ہو کر سلب ہو گئی (پس مولہہ بصیغہ اسم مفعول مونث حال ست از ضمیر جستہ کہ عائد ست بہ عقل وتانیث او بتاویل عقل بقوت عقلیہ) ترک مدعی قہقہہ سے مست ہو گیا۔ پس تیسری بار اس نے قبا سے اور ٹکڑا چرا لیا (شاخ پارۂ جامہ کمافی الغیاث) کیونکہ اس نے ترک کے خندہ سے میدان فراخ پایا۔ جب چوتھی بار وہ ترک خطا تمسخر کا تقاضا کرنے لگا تو اس پر رحم آیا اس استاد کو (اور اس لئے) اس نے (اپنے) فن بیداد (وظلم) کو باقی (یعنی مستقبل) کے متعلق کر دیا (یعنی یہ سوچ لیا کہ یار باقی صحبت باقی اب پھر آئندہ کبھی یہ کپڑ الاوے گا (اس وقت اپنے فن کی مشق کروں گا اور ایک حاشیہ میں لکھا ہے کہ در باقی کردن اصطلاح ہے بمعنے برطرف ساختن وبیباق نمودن تو اس پر یہ ترجمہ مناسب ہے کہ رحم کر کے فن بیداد کو باقی میں ڈال دیا یعنے اس فن کو اور خرچ نہیں کیا جس کے لئے لازم ہے کہ ترک کر دیا اور اپنے دل میں) کہا کہ یہ مفتون تو اس پر حریص ہو رہا ہے (اور اس سے) بے خبر ہے کہ یہ کیا خسارہ ہے اور کیا غبن ہے اس (ترک) نے استاد پر بوسہ نثار کیا کہ خدا کے لئے مجھ سے (اور) افسانہ کہہ لے۔

خطاب باہر نفسے کہ بمثل ایں بلا مبتلا است

اس نفس کو خطاب جو اس جیسی بلا میں پھنسا ہے

اے فسانہ گشتہ و محو از وجود	چند افسانہ بخواہی آزمود
اے شخص کہ تو فسانہ ہو رہا ہے اور ہستی سے محو ہو رہا ہے	تو کہاں تک فسانہ کو آزما دے گا
خندہ میں تر از تو ہیچ افسانہ نیست	برلب گور خراب خویش ایست
تجھ سے زیادہ کوئی افسانہ مضحک نہیں ہے	اپنی گور خراب کے کنارہ پر ذرہ کھڑا ہو
اے فرو رفتہ بقبر جہل و شک	چند جوئی لاغ و دستان فلک
اے شخص کہ جہل و شک کی قبر میں گھسا ہوا ہے	کہاں تک طلب کرے گا بازی اور فریب زمانہ کا
تا بکے نوشی تو عشوہ ایں جہاں	کہ نہ عقلت ماند بر قانوں نہ جاں
تو کب تک اس دنیا کا عشوہ نوش کرے گا	کہ نہ تیری عقل قانون پر رہی نہ روح
لاغ ایں چرخ ندیم کرد و مرد	آبروئے صد ہزاراں چوں تو برد
اس چرخ کی بازی نے جو کہ ندیم ہے بارش والوں کا بھی ہے بے بدنش والوں کا بھی	تجھ جیسے لاکھوں کی آبرو برباد کر دی

www.besturdubooks.wordpress.com

میدرد میدوزد ایں درزی عام	جامۂ صد سالگان و طفل خام
یہ درزی عام پھاڑتا ہے اور سیتا ہے	صد سالہ لوگوں کے بھی اور طفل خام کے بھی کپڑے
پیر و طفلاں شستہ پیشش بہر گد	تا بسعد و نحس او لاغے کند
پیر اور طفل سب اس کے سامنے گداگری کے لئے بیٹھے ہیں	تاکہ وہ سعد و نحس سے بازی کرے
لاغ او گر باغہا را داد داد	چون دے آمد دادہا برباد داد
اس کی بازی نے اگر باغوں کو عطا دی ہے	تو جب خزاں آئی اس نے سب عطاؤں کو برباد کر دیا ہے

اے شخص کہ تو فسانہ ہو رہا ہے اور ہستی (مطلوب) سے محو ہو رہا ہے تو کہاں تک فسانہ کو آزماوے گا (یعنی اس ترک کی طرح تو اسباب عیش و غفلت کا عاشق ہو کر اس کی ترقی کا طالب ہو رہا ہے اور اس سے سیر نہیں ہوتا انجام یہ کہ خود تو افسانہ ہو گیا جس طرح وہ ترک مثل ہو گیا کہ اس کی حکایت تمثیل کے لئے لائی جا رہی ہے) تجھ سے زیادہ کوئی افسانہ مضحک نہیں ہے اپنی گور خراب کے کنارہ پر ذرہ کھڑا ہو (یعنی موت کو یاد کر اور کنارہ قبر پر جا کر غور کر کہ انجام تیرا یہ گور خراب ہے مگر بجائے اس قبر و یاد موت کے تو) اے شخص کہ جہل و شک کی قبر میں گھسا ہوا ہے کہاں تک طلب کرے گا بازی اور فریب زمانہ کا (یعنی دنیا کا عیش و عشرت ظاہری جو اپنے مضرت باطنی کے سبب مشابہ لاغ و دستان کے ہے تو کب تک اس کا طالب رہے گا اور) تو کب تک اس دنیا کا عشوہ نوش کرے گا کہ نہ تیری عقل قانون پر رہی نہ روح اس چرخ کی بازی نے جو کہ ندیم ہے باریش والوں کا بھی اور بے ریش والوں کا بھی (فان الکرو جیل من العرب وبقرینۃ مقابلۃ للمر والذی ہو جمع امرد یحمل علی معنے صاحب اللحیۃ) تجھ جیسے لاکھوں کی (جو کہ غفلت و بازی میں مبتلا ہو گئے) آبرو برباد کر دی (جس طرح اس درزی نے اس ترک کی اطلس برباد کر دی جب وہ بازی و لاغ میں مشغول ہوا) یہ درزی عام (یعنے چرخ) پھاڑتا ہے اور سیتا ہے صد سالہ لوگوں کے بھی اور طفل خام کے بھی کپڑے (یعنی سب عمر بھی پاتے ہیں اور سب کی عمر گزرتی بھی جاتی ہے کما قال تعالیٰ ومایعمر من معمر ولاینقص من عمرہ الافی کتاب اور) پیر اور طفل سب اس کے سامنے گداگری کے لئے بیٹھے ہیں (یعنی اسباب معیشت کی طلب کر رہے ہیں جس طرح وہ ترک قبا سلوانے کے لئے بیٹھا تھا) تاکہ وہ (اپنے) سعد و نحس (کے ذریعہ) سے (سب کے ساتھ) بازی کرے (لفظ تا کہ عاقبت کے لئے ہے آگے بیان ہے لاغ مذکور کا کہ) اس کی بازی سے اگر باغوں کو عطا دی ہے تو جب خزاں آئی اس نے سب عطاؤں کو برباد کر دیا ہے (وہ داد اثر سعد کا ہے اور یہ بربادی اثر نحس کا مطلب یہ کہ اس کے اسباب عیش پر غافل مت بنو کہ وہ سبب مضرت کا ہے جیسے اس درزی کے مضحکات سبب ہوئے خسارہ ترک کے اور سعد و نحس بناءً علے الشہرۃ کہہ دیا مقصود اس مضمون سے تنبیہ ہے کہ ترک مست کی طرح دنیوی عیش سے غفلت میں مت پڑ جانا)

فائدہ:۔ ان اشعار میں جو فلک کو صاحب دستان اور جہان کو صاحب عشوہ کہا ہے اس کی تحقیق مابعد کے اشعار میں بضمن شرح شعر اطلس عمرت بمقراض شہور الخ لکھی جاوے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتن درزی ترک را کہ ہے خموش کن کہ اگر مضاحک دیگر بگویم قبایت تنگ آید

ترک سے درزی کا کہنا کہ خبردار! چپ ہو جا' کہ اگر ہنسی کی دوسری بات کہوں گا تیری قبا تنگ ہو جائیگی

گفت درزی ترک رازیں درگزر	وائے بر تو گر کنم لاغ دگر
درزی نے ترک سے کہا کہ اب اس سے درگزر	تیرے حال پر افسوس ہو گا اگر میں اور تمسخر کروں گا
بس قبایت تنگ آید باز پس	ایں کند باخویشتن خود ہیچ کس
پھر تیری قبا بہت تنگ ہو جاوے گی	بھلا کوئی شخص اپنے ساتھ ایسا ہی کیا کرتا ہے
سر ایں خندہ اگر دانستیے	آں ز صد گریہ بتر دانستیے
اگر تو اس خندہ کا راز جانتا	تو تو اس کو صدہا گریہ سے بدتر جانتا
ترک خندہ کن ایا اے ترک مست	زانکہ عمرت رفت خواہی گشت پست
اے ترک مست تو خندہ کو ترک کر دے	کیونکہ تیری عمر گئی گزری تو پست ہو جاوے گا
چونکہ بنہاد آں قبا درزی زدست	اسپ را بر باد داد آں ترک مست
جب کہ اس درزی نے قبا ہاتھ سے رکھی	تو اس ترک مست نے گھوڑے کو برباد کر دیا

درزی نے ترک سے کہا کہ (اب) اس (تمسخر کی درخواست) سے درگزر تیرے حال پر افسوس ہوگا اگر میں اور تمسخر کروں گا (وہ افسوس یہ ہوگا کہ) پھر تیری قبا بہت تنگ ہو جاوے گی بھلا کوئی شخص اپنے ساتھ ایسا بھی کیا کرتا ہے (کہ اپنے ضرر کے سبب کی درخواست کرے) اگر تو اس خندہ کا راز (یعنی انجام مخفی) جانتا تو تو اس کو صدہا گریہ سے بدتر جانتا (آگے مولانا کا ارشادی مقولہ ہے کہ) اے ترک مست تو خندہ کو ترک کر دے (یعنی اے غافل اشتغال شہوات ذمیمہ کو ترک کر دے) کیونکہ تیری عمر (جو مشابہ اطلس کے ہے جیسا عنقریب آتا ہے کچھ تو) گئی گزری (جیسے وہ اطلس ضائع ہوئی اگر اب بھی تو نے ترک شہوت نہ کیا تو) تو (زیادہ) پست ہو جاوے گا (کہ بقیہ عمر بھی ضائع ہو جاوے گی جیسا درزی نے کہا تھا کہ زیادہ لاغ سے بقیہ کپڑا بھی برباد ہو جاوے گا اور قبائے مقصود کے لئے کافی نہ ہوگا پھر آگے تتمہ ہے قصہ کی کہ) جب اس درزی نے قبا ہاتھ سے رکھی (اور ظاہر ہوا کہ اس طرح کپڑا چرایا گیا) تو (موافق شرط کے) اس ترک مست نے گھوڑے کو برباد کر دیا (یعنی ہار میں دیدیا آگے قصہ ترک و درزی کی تطبیق ہے جواب قاضی پر جس کو احقر او پر سرخی ان الله یلقن الحکمة سے ذرہ پہلے لکھ بھی چکا ہے۔)

مخلصش بشنو توئی آں ترک گول	عالم غدار خیاط چو غول
تو اس کا خلاصہ سن وہ ترک احمق تو ہے	عالم غدار خیاط مشابہ غول ہے
اطلسے کز بہر تقویٰ و صلاح	دوخت باید خرج کردی از مزاح
جو اطلس تقویٰ و صلاح کے لئے	سینا چاہیے تھا تو نے مزاح سے خرچ کر ڈالا

www.besturdubooks.wordpress.com

اطلست عمر و مضاحک شہوت ست	روز و شب مقراض و خندہ غفلت ست
اطلس تیری عمر ہے اور ہزلیات شہوت ہے	دن اور رات مقراض ہے اور خندہ غفلت ہے
اسپ ایمان ست و شیطاں در کمیں	باخود آ افسانہ را بگزار ہیں
گھوڑا ایمان ہے اور شیطان کمین میں ہے	تو اپنے آپے میں آ اور افسانہ کو خبردار چھوڑ دے

بیان آنکہ بیکاراں وافسانہ جویاں مثل آں ترک اندو عالم غدار غرار ہمچوں آں درزی و شہوات وزناں مضاحک گفتن ایں دنیاست و عمر ہمچوں آں اطلس پیش ایں درزی جہت قبائے بقا و لباس تقویٰ ساختن

اسکا بیان کہ بیکار اور افسانے کے جویاں اس ترک جیسے ہیں اور دھوکے باز غدار عالم اس درزی کی طرح ہے اور شہوت اور عورتیں اس دنیا کی ہنسانے والی باتیں کہنا ہے اور عمر اس اطلس کی طرح ہے اس درزی کے سامنے بقا کی قبا اور تقوے کا لباس بنانے کے لئے

اطلس عمرت بمقراض شہور	برد پارہ پارہ خیاط غرور
تیری اطلس عمر کو مہینوں کی مقراض سے	ٹکڑے ٹکڑے کر کے خیاط مکار لے گیا
تو تمنای بری کاختر مدام	لاغ کردے سعد بودے بر دوام
تو تمنا کرتا ہے کہ کوکب ہمیشہ	خوش طبعی کیا کرتا ہمیشہ سعد ہی رہتا
سخت می تولی زیر بیعات او	وز وبال و کینہ و آفات او
تو اس کی نحوستوں سے گھبراتا ہے	اور اس کے وبال اور کینہ اور آفات سے
سخت می رنجی ز خاموشی او	وز نحوس و قبض و کیں کوشی او
اس کی خاموشی سے سخت رنجیدہ ہوتا ہے	اور اس کی نحوست اور انقباض اور کینہ کوشی سے
مشتری و زہرہ چوں در رقص نیست	چونکہ بہرام و زحل را نقص نیست
جس حالت میں کہ مشتری و زہرہ رقص میں نہیں ہیں	جبکہ مریخ اور زحل کو نقصان نہیں ہے
کہ چرا زہرہ طرب در رقص نیست	بر سعود و رقص و سعد او مایست
کہ کس لئے زہرہ طرب رقص میں نہیں ہے	تو اس کے سعود اور رقص اور نحس پر قیام مت کر
اخترت گوید کہ گر افزوں کنم	لاغ را پس کلیت مغبوں کنم
تیرا اختر کہتا ہے کہ اگر میں زیادہ کردوں گا	خوش طبعی کو تو تجھ کو بالکلیہ زیاں یافتہ کر دوں گا
تو مبیں قلابی ایں اختراں	عشق خود بر قلب زن بیں اے فلاں
تو ان کواکب کی گردش مت دیکھ	اپنے عشق کو قلب کے موڑ پر دیکھ اے فلانے

www.besturdubooks.wordpress.com

(مولانا بلسان قاضی طالبان لذات کو بسمع صوفی بعنوان تطبیق قصہ خطاب فرماتے ہیں کہ) تو اس کا خلاصہ سن وہ ترک احمق تو ہے (اور) عالم غدار خیاط مشابہ غول ہے جو اطلس (عمر کہ) تقویٰ وصلاح کے لئے سینا چاہیے تھا (جس طرح اس ترک کا قبائے اطلس حرب کے لئے سلتا) تو نے (اس کو) مزاح (و غفلت) سے خرچ کر ڈالا۔ اطلس تیری عمر ہے اور ہزلیات شہوت (مذمومہ) ہے (اور) دن اور رات (کا زمانہ) مقراض ہے (کہ اس میں بھی دو جزو ہوتے ہیں) اور خندہ غفلت ہے گھوڑا ایمان ہے اور شیطان کمین میں ہے (جس طرح وہ شرط باندھنے والے گھوڑے کی تاک میں تھے کہ اس کو جوش دلا کر شرط بند والی اور گھوڑا لے لیا) تو اپنے آپے میں (یعنی ہوش میں) آ اور افسانہ کو خبردار چھوڑ دے تیری اطلس عمر کو مہینوں (اور سالوں کے گزرنے کی مقراض سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے خیاط مکار لے گیا (عالم کو جو یہاں خیاط غرور اور اوپر غدار کہا ہے اسی طرح اس کے قبل کے اشعار میں فلک کو صاحب دستان اور عالم کو صاحب عشوہ کہا ہے اور بعض تصرفات کو بھی اس کی طرف منسوب کیا ہے یہ سب محاورات شاعرانہ پر مبنی ہے ورنہ حدیث میں سب الدہر سے ممانعت آئی ہے اور ان اللہ ہو الدہر میں دہر کی طرف تصرفات کی نسبت سے بھی ممانعت فرمائی ہے چونکہ دہر ظرف ہے واقعات کا اس کی طرف اسناد مجازی کر دی گئی۔ جیسے ابنت الربیع البقل اور چونکہ بانضمام جہل مکلف وہ واقعات سبب ہو جاتے ہیں دھوکہ میں پڑنے کے اس کو دستان و عشوہ و غدر وغیرہ سے تعبیر کر دیا گیا کما اسند الغرور الی الحیٰوۃ الدنیا فی قولہ تعالیٰ فلاتغرنکم الحیوۃ الدنیا اب تطبیق قصہ کے بعد عود ہے جواب قاضی للصوفی کی طرف کہ صوفی کا مقولہ اوپر ان اشعار میں گزرا ہے۔ گفت صوفی کہ چہ بودے کاشکیہاں ابروئے رحمت کشادے جاودان الابیات المسبعۃ المارۃ من قبل یعنی اے صوفی) تو تمنا کرتا ہے کہ کوکب ہمیشہ خوش طبعی کیا کرتا ہمیشہ سعد ہی رہتا (اور) تو اس کی نحوستوں سے گھبراتا ہے (از تولیدن بمعنے رمیدن کذافی الغیاث و تربیع نظر کردن کوکب از برج سوم کہ ربع فلک ست بکوکب دیگر از منتخب و ایں نظر دلیل دشمنی ست از مدار کمافی الغیاث پس کنایہ از نحوست باشد علی اصطلاح اہل النجیم) اور اس کے وبال اور کینہ اور آفات سے (گھبراتا ہے اور تو) اس کی خاموشی سے سخت رنجیدہ ہوتا ہے (جس طرح وہ ترک درزی کی خاموشی سے اور تو) اس کی خاموشی سے سخت رنجیدہ ہو کر اس سے درخواست کرتا تھا کہ اور ہنسی کی بات کر اس مصرعہ میں خاموشی کنایہ ہے اسباب سرور و شہوت کے عدم وقوع سے) اور اس کی نحوست اور انقباض اور کینہ کوشی سے (رنجیدہ ہوتا ہے) جس حالت میں کہ مشتری و زہرہ رقص میں نہیں ہیں (اور) جبکہ مریخ اور زحل کو نقص نہیں ہے (بلکہ اپنے فعل نحوست کے کمال پر ہیں اس حالت میں مشتری و زہرہ کی خاموشی سے اور مریخ و زحل کی نحوست و قبض و کین کوشی سے رنجیدہ ہوتا ہے جس کا ذکر اس شعر میں تھا سخت می رنجی الخ پس لفظ چون اور چونکہ جو اس شعر میں واقع ہیں ظرف ہیں فعل سخت می رنجی کے جو شعر سابق میں ہے اور خاموشی او اور کین کوشی او کا مرجع مطلق اختر ہے جو ذرہ اوپر کے شعر میں مذکور ہے اور شامل ہے تمام کواکب کو جن میں یہ سب کواکب مذکورہ شعر ہذا آ گئے آگے بیان ہے رنجیدگی کا یعنی اس پر رنجیدہ ہوتا ہے) کہ کس لئے زہرہ طرب (یعنی زہرہ جو سبب طرب ہے) رقص میں نہیں ہے (اور اسی سے یہ تمنا بھی لازم آ گئی کہ کس لئے کوکب نحس عمل نحوست میں ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) تو اس (اختر شامل للسعد والنحس) کے سعود اور رقص اور نحس پر قیام مت کر (یعنی ان مجموعی آثار پر نظر مت کر اور مقصود نہی کرنا ہے ناگوار واقعات پر نظر کرنے سے یعنی شہوات کو مرغوب اور بلیات کو نامرغوب مت سمجھ کیونکہ تیری تمنائے شہوات کے جواب میں) تیرا اختر کہتا ہے کہ اگر میں خوش طبعی کو زیادہ کر دوں گا تو تجھ کو بالکلیہ زیان یافتہ کر دوں گا (کہ انہماک فی الشہوات سے زیان عمر ظاہر ہے آگے پھر مولانا فرماتے ہیں کہ) تو ان کواکب (نحسہ) کی

www.besturdubooks.wordpress.com

گردش (نظر ناگواری سے) مت دیکھ (بلکہ اس کے وقوع کے وقت) اپنے عشق کو (اس) تقلیب کے موثر پر دیکھ اے فلانے (کہ اس وقت تو ان حکمتوں اور مصلحتوں اور رحمتوں پر جو کہ ان حوادث وبلیات میں مودع ہیں نظر کر کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت پاتا ہے یا نہیں اس کو دیکھ مقصود یہ ہے کہ اگر محبت نہ پاوے تو ان منافع کا استحضار ومراقبہ کر کے محبت پیدا کر کہ اس نے تجھ کو یہ نعمت عطا فرمائی اور شہوات ولذات نفسانیہ کے مضار سے بچالیا یہی حاصل تھا جواب قاضی کا کہ اگر لذات وشہوات محضہ کی تکوین ہوتی تو بہت مضار اس پر مرتب ہوتے اب حق تعالیٰ نے مصائب کی بھی تکوین فرمائی جس پر یہ ثمرات وبرکات مرتب ہیں پس قلب کو بمعنے گردانیدن اور رزدن کو بمعنے کردن لیا گیا الاول من المنتخب والثانی من الغیاث)

فائدہ۔ اور شعر تخت می رنجی اور شعر مشتری وزہرو اور شعر کہ چرا زہرہ کی اور ایک توجیہ ہو سکتی ہے کہ تخت می رنجی کے قرینہ سے شعر ثانی کے اول میں میگوئی مقدر ہو اور چون بمعنے چرا ہو اور چونکہ اپنے معنے ظرفی پر ہے اور نقص بمعنے نقص کامل یعنی نحس کامل ہو اور شعر ثالث بیان ہو میگوئی مقدر کا بطور حاصل کے پس تقریر یہ ہوگی کہ تو رنجیدہ ہو کر یوں کہتا ہے کہ جس حالت میں کہ مریخ اور زحل کے لئے بھی باوجود منحوس مشہور ہونے کے پوری نحوست ثابت نہیں کما سیاتی تو پھر مشتری وزہرہ جو کہ سعد مشہور ہیں کیوں ہر وقت رقص میں نہیں رہتے جس رقص کا بیان یہ ہے کہ مثلاً زہرہ جو کہ طرف کا موجب ہے وہ من حیث الطرب رقص میں کیوں نہیں حاصل یہ کہ وہ طرب بخش کیوں نہیں اور مثلاً اس لئے کہا کہ مراد مشتری وزہرہ دونوں ہیں جو کہ شعر ثانی میں مذکور تھے یہ توجیہ ہوگئی اب یہ بات رہ گئی کہ مریخ اور زحل میں پوری نحوست نہیں سو اس کا بیان یہ ہے کہ مولانا نے دفتر پنجم کے اخیر میں فرمایا ہے گرچہ در تاثیر نحس آمد زحل وقت فکر آید از وے بد عمل اور ولی محمد اور محمد افضل نے حاشیہ میں کہا ہے کہ جس کے طالع میں زحل ہوتا ہے وہ دقیق الفکر ہوتا ہے اور یہ کمال اور سعادت ہے اھ اور مریخ کی نسبت فرمایا ہے پیشہ مریخ اگر خونریزی ست اور ظاہر ہے کہ خونریزی موقوف ہے قوت وشہامت پر اور اس کا فی نفسہ کمال ہونا ظاہر ہے ہذا منی وہذا کلہ عنوانات شعریہ۔

تمثیل ایں جہاں در تسکین فقیراں از جور روزگار

زمانہ کے ظلم سے فقیروں کو تسکین دینے میں اس دنیا کی مثال دینا

آں یکے می شد برہ سوئے دکاں	پیش رہ را بستہ دید او از زناں
ایک شخص راستہ میں دکان کی طرف چلا جا رہا تھا	اس نے راستہ کا آگا عورتوں سے رکا ہوا دیکھا
پائے او می سوخت از تعجیل وراہ	بستہ از جوق زنان ہمچو ماہ
اس کا پاؤں تعجیل سے جلا جاتا تھا اور راستہ	رکا ہوا تھا ماہرو عورتوں کے غول سے
رو بیک زن کرد وگفت اے مستہاں	ہے چہ بسیارند ایں دختر چگاں
اس شخص نے ایک عورت کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے ذلیل	اوہو یہ نو عمر لڑکیاں کس قدر زیادہ ہیں
رو بدو کرد آں زن وگفت اے مہیں	ہیچ بسیاری مامنگر چنیں
اس عورت نے اس کی طرف منہ کر کے کہا اے ذلیل	تو ہماری کثرت کو بالکل مت دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

بیں کہ با بسیاری ما بر بساط	تنگ می آید شمارا انبساط
اس کو دیکھ کہ باوجود ہماری کثرت کے فرش زمین پر	تم کو انبساط تنگ معلوم ہوتا ہے
در لواطت می فتید از قحط زن	فاعل و مفعول رسوائے زمن
تم قحط نساء سے لواطت میں واقع ہوتے ہو	فاعل اور مفعول رسوائے زمانہ ہوتے ہیں
تو مبیں ایں واقعات روزگار	کز فلک می گردد اینجا ناگوار
تو اس روزگار کے واقعات کو مت دیکھ	جو کہ فلک کی طرف سے اس جگہ ناگوار ہوتے ہیں
تو مبیں تخسیر روزی و معاش	تو مبیں ایں قحط وخوف وارتعاش
تو روزی اور معاش کی کمی کو مت دیکھ	تو اس قحط اور خوف اور لرزہ کو مت دیکھ
بیں کہ با ایں جملہ تلخیہائے او	مردۂ اوئی و باپروائے او
اس کو دیکھ کہ باوجود اس کی ان تمام تلخیوں کے	تو اس پر جان دیتا ہے اور اس کی طرف التفات رکھتا ہے
رحمتے داں امتحان تلخ را	نقمتے داں ملک مرو و بلخ را
رحمت جان امتحان تلخ کو	اور نقمت جان ملک مرو اور بلخ کو
آں براہیم از تلف بگریخت و ماند	وایں براہیمؑ از شرف بگریخت وراند
وہ ابراہیم تلف سے بھاگا رہ گیا	اور یہ ابراہیم شرف سے بھاگے آگے چل دیئے
ایں نسوزد ویں بسوزد اے عجب	نعل معکوس ست در راہ طلب
یہ ابراہیمؑ نہ تو جلیں اور وہ ابراہیم جل جاوے تعجب ہے	نعل معکوس ہے راہ طلب میں

(اوپر شعر تو مبین قلابی الخ کا حاصل مضمون یہ تھا کہ قلابی کو اکب کو مت دیکھ اور اس سے عیش ونشاط کے عود کا متوقع مت ہو بلکہ مقلب کے ساتھ متعلق ہونے کو دیکھ کہ اس سے بھی تعشق ہو جس کے لئے لازم ہے بے تعلقی عالم اسباب سے اس سرخی میں بھی اسی مضمون کی تاکید وتائید ہے چنانچہ آگے ان اشعار میں اس کی تصریح ہے تو مبین ایں واقعات الخ تو مبین تخسیر الخ بین کہ بایں جملہ الخ کہ اس کے مجموعہ کا حاصل وہی ہے جو ابھی مضمون بالا کا حاصل بیان کیا گیا ہے اور اس دیدن چیزے راوندیدن چیزے دیگر ایک مثل لائے ہیں کہ اس عورت نے جواب دیا تھا بسیاری ما منگر الخ اور بین کہ بابسیاری الخ اور حوادث کو نہ دیکھنے اور منافع کو دیکھنے سے تسکین ناداروں کی ظاہر ہے اس لئے اس کو سرخی میں لایا گیا یہ حاصل ہے مقام کا پس فرماتے ہیں کہ) ایک شخص راستہ میں دکان کی طرف چلا جارہا تھا اس نے راستہ کا آگا عورتوں سے رکا ہوا دیکھا (کسی اتفاق سے وہاں عورتیں زیادہ جمع ہوگئی ہوں گی) اس کا پاؤں تعجیل سے جلا جاتا تھا (یہ تشبیہ ہے کہ اس کو ایسی جلدی تھی جیسے گویا آتش پر پاؤں رکھا ہے اور اس کو جلدی اٹھانا چاہتا ہے کما فی الحدیث کانہ علی الرضف) اور راستہ رکا ہوا تھا ماہرو عورتوں کے غول سے اس شخص نے ایک عورت کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے ذلیل افزو یہ نوعمر لڑکیاں کس قدر زیادہ ہیں (کلمہ چہ برائے تعظیم ست دگان

www.besturdubooks.wordpress.com

برائے جمع یعنی اس قدر ہیں کہ اتنا بڑا راستہ ان سے بند ہو گیا) اس عورت نے اس کی طرف منہ کر کے کہا اے ذلیل جواب ترکی بترکی ہو یا محض وزن کے لئے بڑھایا گیا ہو غرض یہ کہا کہ) تو ہماری کثرت کو بالکل مت دیکھ (بلکہ) اس کو دیکھ کہ باوجود ہماری کثرت کے فرش زمین پر تم کو انبساط تنگ معلوم ہوتا ہے (یعنی ہماری یہ کثرت بھی تمہارے انبساط وعیش کے لئے کافی نہیں بلکہ) تم قحط نساء سے لواطت میں واقع ہوتے ہو (اور لڑکوں سے اپنا انبساط پورا کرتے ہو باوجودیکہ) فاعل اور مفعول رسوائے زمانہ ہوتے ہیں (یہ مثل ختم ہوگئی آگے تطبیق ہے اس مثل کے مقصود پر یعنی جیسا اس عورت نے کہا تھا کہ ہماری کثرت کو مت دیکھ کہ یہ دیکھنا نافع نہیں بلکہ اپنی اس حرکت کو دیکھ کہ موجب نصیحت ہے اسی طرح) تو اس روزگار کے واقعات کو مت دیکھ جو کہ فلک کی طرف سے اس جگہ (تجھ کو) ناگوار (معلوم) ہوتے ہیں (اور) تو روزی اور معاش کی کمی کو مت دیکھ (اور) تو اس قحط اور خوف اور لرزہ کو مت دیکھ (بلکہ) اس کو دیکھ کہ باوجود اس (فلک) کی ان تمام تلخیوں کے تو اس پر جان دیتا ہے اور اسی کی طرف التفات رکھتا ہے (یعنی عالم اسباب پر پھر دلدادہ ہے اور اس توقع میں ہے کہ تدابیر واسباب سے یہ تلخیاں دفع ہو جاویں گی اور پھر عیش ونشاط تدبیر سے عود کر آوے گا اور جس کے لئے ببین کہا ہے اس کے دیدن کا سبب حوادث کو نقمت سمجھنا تھا کہ ان کو ناگوار سمجھ کر ان کی سوچ میں پڑ گیا اور جس کے لئے ببین کہا ہے اس کے ندیدن کا سبب عیش ونشاط کو رحمت سمجھنا تھا کہ اس کی توقع میں عالم اسباب سے اعراض نہیں کرتا پس جب اول کے ساتھ مبین اور دوسرے کے ساتھ ببین متعلق ہوگا تو اس سے لازم آوے گا کہ جس نقمت سمجھتا ہے اس کو رحمت اور جس کو نقمت سمجھتا ہے اس کو رحمت اور جس کو رحمت سمجھتا ہے اس کو نقمت جانے تب اس دیدن وندیدن کا استبدال ہوگا آگے اسی لازم کی تقریر ہے کہ) رحمت جان امتحان تلخ کو اور نقمت جان ملک مرو اور بلخ کو (آگے تائید ہے اس کی کہ دیکھو) وہ ابراہیم یعنی زرتشت آتش پرست ملک ومال کے) تلف (اور فوت ہونے) سے بھاگا (اور بچا تو ترقی سے) رہ گیا اور یہ ابراہیم (خلیل اللہ علیہ السلام دنیوی) شرف سے بھاگے آگے چل دیئے (تو دیکھ لو ملک ومال نقمت ہو گیا اور اس کی ضد رحمت ہوگئی آگے ماند اور راند کے بعض آثار ہیں کہ) یہ (دوسرے) ابراہیم تو نہ جلیں (نہ دنیا میں نہ آخرت میں) اور وہ (پہلا) ابراہیم جل جاوے (کیونکہ آتش پرست جہنم میں جاویں گے یہ بات ظاہر میں) تعجب ہے (یہ) نعل معکوس ہے راہ طلب میں (ظاہر میں تعجب ہے کہ سوزندہ تو عابد تھا آگ کا تو وہ نہ جلتا اور نہ سوزندہ منکر تھے عبادت غیر حق کے تو وہ جل جاتے مگر باوجود اس اقتضاء ظاہری کے جو خلاف واقع ہوا یہ اثر اسی کے گریختن از تلف و گریختن از شرف کا تھا پس اب تو بلائے تلخ کا رحمت اور ملک بلخ کا نقمت ہونا ثابت ہو گیا اور زرتشت کے لئے آن اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے این کالانا غالباً اول کے بعد عن الخاطر اور ثانی کے قرب الی الخاطر کی بناء پر ہیں)۔

باز مکرر کردن صوفی آں سوال را

صوفی کا اس سوال کو پھر مکرر کرنا

گفت صوفی قادر ست آں مستعاں	کہ کند سودائے مارا بے زیاں
صوفی نے کہا کہ وہ مستعان قادر ہے	کہ ہمارے سودے کو بے خسارہ کر دے
آنکہ آتش را کند ورد و شجر	ہم تواند کرد ایں را بے ضرر
جو کہ آگ کو گلاب اور درخت بنا دیتا ہے	وہ اس کو بھی بے ضرر کر سکتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ گل آرد بروں از عین خار	ہم تواند کرداین دے را بہار
جو کہ گل کو عین خار سے باہر لے آتا ہے	وہ اس خزاں کو بہار بھی کر سکتا ہے
آنکہ زوہر سرو آزادی کند	قادرست از غصہ را شادی کند
جو ایسا ہو کہ اس سے ہر سرو آزادی کر رہا ہے	وہ قادر ہے اگر رنج کو شادی کر دے
آنکہ شد موجود از وے ہر عدم	گر بدارد باقیش او راچہ غم
جو ایسا ہے کہ اس سے ہر عدم موجود ہو گیا	اگر وہ اس کو باقی رکھے تو اس کو کیا غم ہے
آنکہ تن را جاں دہد تا حی شود	گر نمیر اند زیانش کے شود
جو تن کو جان دے دے جس سے وہ تن حیات والا ہو جاوے	اگر وہ اس کو موت نہ دے اس کا کب نقصان ہے
خود چہ باشد گر ببخشد آں جواد	بندہ را مقصود جاں بے اجتہاد
خود کیا ہو جاوے اگر وہ صاحب جود	بندہ کو بلا مجاہدہ مقصود جان دے دے
دور دارد از ضعیفاں در کمیں	مکر نفس و فتنۂ دیو لعیں
دور رکھے ضعفاء سے گھات میں	مکر نفس کو اور فتنہ شیطان لعین کو

جواب گفتن قاضی صوفی را

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی گر نبودے امر مر	ورنبودے خوب وزشت وسنگ ودر
قاضی نے کہا کہ اگر تلخ امور نہ ہوتے	اور اگر خوب اور زشت اور سنگ اور در نہ ہوتے
ورنبودے نفس و شیطان و ہوا	ورنہ بودے زخم و چالیش و وغا
اور اگر نفس اور شیطان اور ہوائے نفسانی نہ ہوتے	اور اگر زخم اور حملہ اور جنگ نہ ہوتی
پس بچہ نام ولقب خواندے ملک	بندگان خویش را اے منہمک
تو بادشاہ کس نام اور لقب سے پکارتے	اپنے بندوں کو اے منہمک
چوں بگفتے اے صبور واے حلیم	چوں بگفتے اے شجاع واے کریم
وہ کیونکر فرماتے اے صبور اور اے حلیم	اور کیونکر فرماتے اے شجاع اور اے کریم
صابرین و صادقین و منفقین	چوں بدے بے رہزن دیو لعیں
صابرین اور صادقین اور منفقین	کیونکر ہوتے بدوں راہزن شیطان لعین کے

www.besturdubooks.wordpress.com

رستم و حمزہ مخنث یک بدے	علم و حکمت باطل و مندک بدے
رستم اور حمزہ اور مخنث ایک ہو جاتے	علم و حکمت باطل اور ریزہ ریزہ ہو جاتے
علم و حکمت بہر راہ و بیرہی ست	چوں ہمہ رہ باشد آں حکمت تہی ست
علم و حکمت تو بوجہ راہ اور بے راہی کے ہے	جبکہ سب راہ ہی تو وہ حکمت خالی ہے
بہر ایں دکان طبع شورہ آب	ہر دو عالم را روا داری خراب
تو اس دکان طبیعت کے لئے جو کہ شورہ آب ہے	دونوں عالم کے ویران رہنے کا روادار ہوتا ہے
می ہمیدانم کہ تو پاکی نہ خام	ویں سوالت ہست از بہر عوام
میں جانتا ہوں کہ تو پاک ہے خام نہیں ہے	اور یہ تیرا سوال عوام کے لئے ہے
جور دوران و ہر آں رنجیکہ ہست	سہل تر از بعد حق و غفلت ست
جور دوران اور جو تکلیف بھی کہ واقع ہے	وہ بعد حق اور غفلت سے سہل تر ہے
زانکہ ایںہا بگذرد واں نگذرد	دولت آں دارد کہ جاں آگہ برد
کیونکہ یہ چیزیں تو ختم ہو جاتی ہیں اور وہ ختم ہی نہیں ہوتا	دولت تو وہ شخص رکھتا ہے جو کہ جان آگاہ لے جاوے
رنج و درد و جور و فقر ایں دیار	صعب نبود چوں فراق و بعد یار
رنج اور درد اور جور اور فقر اس عالم کا	فراق و بعد محبوب کے مثل صعب نہیں ہے

(ان اشعار میں صوفی کا سوال ثالث اور قاضی کی طرف سے اس کا جواب مذکور ہے حاصل سوال یہ ہے کہ تم نے سوال ثانی کے جواب میں للذات محضہ کے بعض مضار بیان کئے ان کا ترتب مسلم اور واقع ہے لیکن حق تعالیٰ کو یہ بھی تو قدرت ہے کہ ان مضار کو مرتب نہ ہونے دیتے اور حاصل جواب یہ ہے کہ قدرت بے شک مگر اس ترتب میں جو حکمت ہے یعنی ابتلاء وہ اس صورت عدم ترتب میں منعدم ہو جاتی اور وہ ابتلاء موقوف علیہ ہے کمال اور اجر کا اور کمال اور اجر مطلوب ہے اور موقوف علیہ مطلوب کا بھی مطلوب ہے پس ابتلاء مطلوب ہوا اور وہ مخصوص ہے ترتب مضار کے ساتھ باقتضائے خصوصیت استعداد مکلف کے اور یہ امر اول ہی سوال کے اشعار کی تمہید میں مذکور ہو چکا ہے کہ چونکہ سائل کو شغب مقصود نہیں اس مقام پر پہنچ کر دوسرے سوالات محتملہ عقلیہ منقطع ہو گئے۔ پس فرماتے ہیں کہ) صوفی نے کہا کہ وہ مستعان قادر ہے کہ ہمارے سودے کو بے خسارہ کر دے (آگے بیان ہے اس کی قدرت عظیمہ محیطہ کا بیان مظاہر قدرت سے یعنی) جو (قادر) کہ آگ کو (ابراہیم علیہ السلام پر) گلاب اور درخت بنا دیتا ہے وہ اس (ہمارے نفع دلذت) کو بھی بے ضرر کر سکتا ہے جو (قادر) کہ گل کو عین خار سے باہر لے آتا ہے (درخت خار دار سے گل کا پیدا ہونا ظاہر ہے اسی درخت کو مبالغۃً عین خار کہہ دیا ہے کیونکہ خار اول ہی سے پیدا ہو جاتا ہے جس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس درخت میں صرف خار ہی کی قابلیت ہے گل کی صلاحیت نہیں اس حالت میں گل کا پیدا ہونا عجیب ہے تو) وہ (قادر) اس خزاں کو بہار بھی کر سکتا ہے جو ایسا ہو کہ اس سے ہر

www.besturdubooks.wordpress.com

سرو آزادی کر رہا ہے (یعنی جس نے سرو کو آزاد بنایا کہ یہ بھی دلیل ہے قدرت کاملہ کی کہ اور درختوں کے خلاف اس کو بے ثمر بنادیا) وہ قادر ہے اگر رنج کو شادی کر دے جو ایسا ہے کہ اس سے ہر عدم موجود ہو گیا اگر وہ اس کو باقی بھی رکھے تو اس کو کیا غم ہے (کیونکہ حدوث سے بقاء سہل ہے جو اول پر قادر ہو ثانی پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے) جو تن کو جان دے دے جس سے وہ تن حیات والا ہو جاوے اگر وہ اس کو موت نہ دے اس کا کب نقصان ہے خود کیا (نقصان) ہو جاوے اگر وہ صاحب جود بندہ (طالب) کو بلا مجاہدہ مقصود جان دے دے (اور) دور رکھے ضعفا (الہمت) سے گھات میں کہ نفس کو اور فتنہ شیطان لعین کو (چونکہ یہ مکر اور فتنہ کمین گاہ سے واقع ہوتا ہے تو اس کے دفع وانسداد کا محل اور ظرف بھی کمین گاہ ہوگا اس لئے دور دار دکا اس کو ظرف فرمایا۔ مطلب یہ کہ مضرت تو لذت کی یہی ہے کہ وہ آلہ ہو جاتا ہے نفس و شیطان کے اغواء واضلال کا تو حق تعالیٰ باوجود لذات محضہ کے بھی اس کو روک سکتے ہیں اور بلا مجاہدہ مقصود حقیقی تک پہنچا سکتے ہیں تو ایسا کیوں نہ ہوا (آگے قاضی کا جواب ہے یعنی) قاضی نے کہا کہ اگر (عالم میں) تلخ امور نہ ہوتے اور اگر خوب اور زشت اور سنگ اور در نہ ہوتے اور اگر نفس اور شیطان اور ہوائے نفسانی نہ ہوتے اور اگر زخم اور حملہ اور جنگ نہ ہوتی (خلاصہ یہ کہ مکارہ ظاہرہ و باطنہ نہ ہوتے جو حاصل ہے مضار کا یعنی اگر یہ مضار نہ ہوتے) تو بادشاہ (حقیقی) کس نام اور لقب سے اپنے بندوں کو پکارتے اے (شہوات کے) منہمک (کہ شہوات محضہ کا متمنی ہے اور چونکہ پکارنا ان اوصاف سے مستلزم ہے ان اوصاف کے تحقق و مابہ المدح ہونے کو اس لئے یہ کنایہ ہے تحقق و مدح سے آگے ان اسماء والقاب کا بیان ہے یعنی) وہ (اپنے بندوں کو ان القاب و اوصاف سے) کیونکر (نداء و خطاب) فرماتے اے صبور اور اے حلیم (اور اسی طرح یہ) کیونکر فرماتے اے شجاع اور اے کریم (اسی طرح القاب) صابرین اور صادقین اور منفقین کیونکر (متحقق) ہوتے بدوں راہزن شیطان لعین کے (بلکہ) رستم اور حمزہ (یعنی شجاع) اور مخنث (یعنی غیر شجاع) ایک ہو جاتے (کیونکہ) علم و حکمت (کے کمالات سب) باطل اور ریزہ ریزہ (مندک من الاندکاک یعنی بیکار) ہو جاتے (اور اسی طرح) علم و حکمت تو بوجہ راہ اور بے راہی کے (تحقق کے) ہے (اور) جبکہ سب راہ ہی (راہ) ہو تو وہ حکمت خالی (از غایت) ہے (اور یہ سب ظاہر ہے کیونکہ مدح ان اوصاف پر بلکہ خود تحقق ہی ان اوصاف کا اسی لئے ہے کہ اس کے معارضات و مزاحمات بھی موجود ہیں مثلاً اگر نفس و شیطان کا تقاضا نہ ہو تو صبر و حلم کا تحقق ہی کب ہو جس کی حقیقت میں کف اور ضبط ماخوذ ہے علی ہذا سب اوصاف میں غور کر لیا جاوے جب ان اوصاف کا تحقق ہی نہ ہوتا یا یہ مدار مدح نہ ہوتے تو نہ اتصاف بالکمال ہوتا اور نہ اجر ملتا اور یہی غایات اصلیہ ہیں خلق انسان کی یہ نہ ہوتیں تو انسان نہ ہوتا اور انسان ہی کے لئے دونوں عالم پیدا کئے گئے انسان نہ ہوتا تو دونوں عالم نہ ہوتے پس لذات و شہوات محضہ کی تمنا کرنا ان وسائط کے لحاظ سے اس تمنا کو مستلزم ہے کہ دونوں عالم نہ ہوتے شعر آئندہ میں یہی مضمون ہے یعنی) تو اس دکان طبیعت (ونفس) کے لئے جو کہ شورہ آب ہے (شورہ مشہور ہے اور آب کلمہ نسبت ہے جیسے سرداب بمعنی سردخانہ کما فی الغیاث پس معنے شورہ آب کے منسوب بہ شورہ یعنی جس کی متاع شورہ ہو جو کہ غیر مرغوب چیز ہے یہ کنایہ ہے فاسد و کاسد سے مطلب یہ کہ نفس و طبع کی دکان کاسد کے لئے کہ نفس اور طبیعت کی خواہشیں چلیں تو) دونوں عالم کے ویران رہنے کا روادار ہوتا ہے (جس کی تقریر ابھی ہو چکی ہے بس یہاں سوال و جواب ختم ہو گئے وللہ الحمد علیٰ حکمہ احسن جل واوضحہ چونکہ ان سوالوں کا جواب اس طرز سے دیا گیا ہے جس سے مخاطب یعنی صوفی کے تعنت کا جو کہ عملی آلودگی ہے شبہ ہوتا ہے اگر باوجود جاننے کے پوچھا ہے یا اس کے جہل کا جو کہ علمی خامی ہے شبہ ہوتا ہے اگر بوجہ نہ جاننے کے پوچھا ہے قاضی

www.besturdubooks.wordpress.com

ان ایہامات کو دفع کرتا ہے کہ) میں جانتا ہوں کہ تو (عملی آلودگی سے بھی) پاک ہے (اور علماً بھی) خام نہیں ہے اور (پھر جو پوچھتا ہے تو اس کا سبب ایک تیسرا امر ہے وہ یہ کہ) یہ تیرا سوال عوام کے (افادہ کے) لئے ہے (تا کہ اور لوگ بھی جن کو ایسے شبہات ہوتے ہیں اور پوچھ نہیں سکتے مستفید ہو جاویں شاید مقصود مولانا کا اس مضمون کے لانے سے دو امر پر تنبیہ ہو ایک یہ کہ مکالمات میں مخاطب کے ادب کی مراعات ضروری ہے دوسرے یہ کہ افادۂ خلق کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ غیر عالم کے سامنے عالم سے پوچھ لے مگر اس میں دو شرط ہیں ایک یہ کہ فضول باتیں نہ ہوں دوسرے یہ کہ اپنا کوئی حرج وضرر نہ ہونے لگے حدیث میں اسکی نظیر ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوال اسی غرض سے کئے آگے پھر عود ہے اسی اصل مضمون وجوب رضا بالقضاء کی طرف جو ان سوالات وجوابات سے بھی پہلے ان اشعار میں مذکور تھا۔ گفت قاضی واجب آمد ماں رضا ہر وفا و ہر جفا کار و قضا الی آخرہا نالک اگر یہ قاضی کی لسان سے ہے تو تقریر یہ ہے کہ اے صوفی میرے اصل مضمون وجوب رضا بالقضاء کے متعلق جو شبہات پیدا ہوئے تھے وہ جب دفع ہو گئے تو اب پھر اسی کی تیمم وتفصیل کرتا ہوں کہ جور دوران الخ اور اگر یہ مولانا کے لسان سے ہے اور غالباً یہی احسن ہے تو مولانا (اس اصل مضمون کی جو کہ اشکالات وشبہات سے سالم رہ گیا تائید وتاکید کرتے ہیں کہ واقعی قاضی کا وہ مضمون درست ہے چنانچہ جور دوران الخ یعنی) جور دوران اور جو تکلیف بھی کہ واقع ہے وہ بعد حق اور غفلت سے سہل تر ہے کیونکہ یہ چیزیں تو (دنیا کے ساتھ) ختم ہو جاتی ہیں اور وہ (بعد عن الحق) ختم ہی نہیں ہوتا (بلکہ آخرت تک اس کا اثر پہنچتا ہے پھر اگر ایمان ہے تو بعد عفو یا بعد عقوبت وہاں ختم ہو جاوے گا مگر احتمال عقوبت تو ہے اس لئے قابل حذر ہے) اور (اصلی) دولت تو وہ شخص (اپنے پاس) رکھتا ہے جو کہ جان آگاہ (اپنے ساتھ آخرت میں) لے جاوے (اشارۃ الی قولہ تعالیٰ الامن اتی اللہ بقلب سلیم وقولہ تعالیٰ وجاء بقلب منیب اور) رنج اور درد) اور جور اور فقر اس عالم کا فراق و بعد محبوب کے مثل صعب نہیں ہے (مطلب یہ کہ تکالیف دنیویہ اکثر سبب ہوتی ہیں توجہ الی اللہ کا جس کے لئے قرب حق لازم ہے پس اس لئے ان پر راضی رہنا چاہئے کہ شاید اگر یہ نہ ہوتیں تو توجہ نہ ہوتی جس سے بعد عن الحق ہوتا جس کا تحمل محال ہے پس اس کے استحالہ کو سوچ کر ان مصائب کا تحمل کرنا چاہئے آگے اس کے مناسب حکایت ہے کہ کسی بی بی نے تنگی سختی کی شوہر سے شکایت کی اس نے اخیر جواب یہ دیا کہ اگر تو اس کی برداشت نہ کر سکے تو انجام طلاق ہے اب تو دیکھ لے یہ تنگی سہل ہے یا طلاق وفراق)

حکایت در تقریر آنکہ صبر در رنج کار سہل تر از صبر در فراق یار و محنت او باشد

اس بیان میں حکایت کہ رنج پر صبر کر لینا دوست کے فراق پر صبر کرنے اور اس کی مشقت سے زیادہ آسان ہے

آں یکے زن شوی خود را گفت ہے	اے مروت را بیک رہ کردہ طے
ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ سن	اے شخص جس نے مروت کو یکبارگی ہی طے کر دیا
ہیچ تیمارم نمیداری چرا	تا بکے داری دریں خواری مرا
تو میری کچھ تیمارداری کیوں نہیں کرتا	کب تک اس خواری میں مجھ کو رکھے گا
گفت شو من نفقہ چارہ می کنم	گرچہ عورم دست و پائے می زنم
شوہر نے کہا میں نفقہ کی تدبیر تو کرتا ہوں	اگرچہ نادار ہوں ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہوں

نفقه و کسوه ست واجب اے صنم	از منت ایں ہر دو ہست و نیست کم
نفقہ اور کسوت اے صنم واجب ہے	سو میری طرف سے یہ دونوں موجود ہیں اور کم نہیں ہیں
آستین پیرہن بنمود زن	بس درشت و پر وسخ بد پیرہن
عورت نے کرتے کی آستین دکھلائی	کرتا بہت موٹا اور میل بھرا تھا
گفت از سختی تنم را می خورد	کس کسے را کسوه زینساں آورد
کہنے لگی سخت ہونے کی وجہ سے یہ میرے بدن کو کھاتا ہے	بھلا کوئی کسی کو ایسا کپڑا لا کر دیتا ہے
گفت اے زن یک سوالت میکنم	مرد درویشم ہمیں آمد فنم
شوہر نے کہا اے عورت میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں	میں تو فقیر ہوں میری حیثیت اتنی ہی ہے
ایں درشت ست و غلیظ و ناپسند	لیک اندیشہ کن اے اندیشمند
یہ کرتا سخت بھی ہے اور موٹا بھی ہے اور ناپسندیدہ بھی ہے	لیکن اے سوچ سکنے والی عورت یہ بات سوچ لے
ایں درشت وزشت تر یا خود طلاق	ایں ترا مکروہ تر یا خود فراق
کہ یہ سخت اور زشت زیادہ ہے یا کہ طلاق	یہ تجھ کو زیادہ ناگوار ہے یا کہ فراق

(وجہ ربط اوپر مذکور ہوئی یعنی) ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ سن اے شخص جس نے مروت کو یکبارگی ہی طے کر دیا تو میری کچھ تیمارداری کیوں نہیں کرتا کب تک اس خواری میں مجھ کو رکھے گا شوہر نے کہا میں نفقہ کی تدبیر تو کرتا ہوں اگرچہ نادار ہوں ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہوں۔ نفقہ اور کسوت اے صنم واجب ہے سو میری طرف سے یہ دونوں موجود ہیں اور کم نہیں ہیں۔ عورت نے کرتے کی آستین دکھلائی کرتا بہت موٹا اور میل بھرا تھا کہنے لگی سخت ہونے کی وجہ سے یہ میرے بدن کو کھاتا ہے بھلا کوئی کسی کو ایسا کپڑا لا کر دیتا ہے۔ شوہر نے کہا اے عورت میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں میں تو فقیر ہوں میری حیثیت اتنی ہی ہے یہ کرتا سخت بھی ہے اور موٹا بھی ہے اور ناپسندیدہ بھی ہے لیکن اے سوچ سکنے والی عورت یہ بات سوچ لے کہ یہ سخت اور زشت زیادہ ہے یا طلاق یہ تجھ کو زیادہ ناگوار ہے یا کہ فراق۔

فائدہ:۔ آگے مولانا حکایت کی تطبیق مضمون مقصود پر کرتے ہیں جو حکایت سے پہلے سے مذکور ہے۔

ہمچناں اے خواجۂ تشنیع زن	از بلاؤ فقر و از رنج و محن
اسی طرح اے خواجہ جو کہ تشنیع زنی کرتا ہے	بلا و فقر و رنج و محن سے
لاشک ایں ترک ہوا تلخی دہ ست	لیک از تلخی بعد حق بہ است
بے شک یہ ترک ہوا تلخی بخش ہے	لیکن بعد حق کی تلخی سے بہتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر جہاد و صوم سخت ست و خشن	لیک آں بہتر ز بعد اے ممتحن
اگر جہاد اور روزہ سخت اور درشت ہے	لیکن وہ بعد سے بہتر ہے اے امتحان کرنے والے
رنج کے ماند دمے کاں ذوالمنن	گویدت چونی تو اے رنجور من
رنج کہاں رہے گا اس ساعت میں کہ وہ ذوالمنن	تجھ سے یوں فرماوے کہ اے میرے مریض تو کیسا ہے
ورنہ گوید کت نہ آں فہم و فن ست	لیک آں ذوق تو پرسش کردن ست
اور اگر نہ کہے کیونکہ تجھ کو وہ فہم و فن نہیں ہے	لیکن وہ تیرا ذوق پرسش کرنا ہے
آں ملیحاں کہ طبیبان دل اند	سوی رنجوراں بہ پرسش مائل اند
حسین لوگ جو قلوب کے طبیب ہیں	مریضوں کی طرف پرسش کے ساتھ مائل ہوتے ہیں
ور حذر از ننگ و از نامی کنند	چارۂ سازند و پیغامی کنند
اور اگر ننگ و نام سے اندیشہ کرتے ہیں	تو کوئی اور تدبیر کرتے ہیں اور پیغام بھیجتے ہیں
ورنہ در دلشاں بود آں مفتکر	نیست معشوقے ز عاشق بیخبر
ورنہ ان کے دل میں وہ فکر ہوتی ہے	کوئی معشوق عاشق سے بے خبر نہیں ہے
اے تو جویائے نوادر داستاں	ہم فسانہ عشق بازاں را بخواں
اے شخص تو نادر داستانوں کا طالب ہے	عاشقوں کا افسانہ بھی تو پڑھ

اسی طرح اے خواجہ جو کہ تشنیع زنی کرتا ہے بلا وفقر و رنج و محن سے بے شک یہ ترک ہوا تلخی بخش ہے لیکن بعد حق کی تلخی سے بہتر ہے اگر جہاد اور روزہ سخت اور درشت ہے لیکن وہ بعد (حق) سے بہتر ہے اے امتحان کرنے والے (اس عنوان میں امر ہے تحمل و امتحان کا یعنی وجدان سے امتحان کر لے) رنج کہاں رہے گا اس ساعت میں کہ وہ ذوالمنن تجھ سے (الہاماً) یوں فرماوے کہ اے میرے مریض تو کیسا ہے اور اگر (تیرے علم میں یہ) نہ کہے کیونکہ تجھ کو وہ فہم و فن نہیں ہے (کہ الہام کا ادراک کر سکے) لیکن وہ تیرا ذوق (جو اس حالت میں حاصل ہوگا جیسا اہل نسبت کو ہوتا ہے وہ ذوق ہی) پرسش کرتا ہے (آگے سہولت تصدیق بالمقائسہ کے لئے معشوقان مجازی کا قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ) حسین لوگ جو قلوب (عشاق) کے طبیب ہیں مریضوں کی طرف پرسش کے ساتھ مائل ہوتے ہیں اور اگر ننگ و نام سے (بھی) اندیشہ کرتے ہیں (کہ پوچھنے جاویں گے تو بدنام ہوں گے) تو کوئی اور تدبیر (وحیلہ) کرتے ہیں اور (کسی کے ہاتھ) پیغام بھیجتے ہیں (ممکن ہے کہ یہ عطف تفسیری ہو) ورنہ (یعنی اگر کسی وجہ سے یہ بھی خلاف مصلحت ہو تو) ان کے دل میں وہ فکر (عاشق کی) ہوتی ہے (غرض) کوئی معشوق عاشق سے بے خبر نہیں ہے اے شخص تو نادر داستانوں کا طالب ہے (ان داستانوں کے علاوہ ذرہ) عاشقوں کا افسانہ بھی تو پڑھ (کہ میرے اس مضمون کی تجھ کو تصدیق ہوگی اور بعد اس کی تصدیق کے التفات الحق الی المحبین کے مضمون ثابت بالدلیل کی تصدیق قیاس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

آسان ہوگی اور پھر فقر وغیرہ سہل ہو جاوے گا اور معشوقان ظاہری کے یہ احکام جو کبھی متخلف ہو جاتے ہیں وہ کسی عارض کے سبب ہوتے ہیں مثلاً محب سے کوئی حرکت اظہار وغیرہ ناگوار صادر ہوگئی ورنہ نفس عشق کا مقتضی یہی احکام ہیں اور مقصود اس تشبیہ وقیاس سے نفس التفات کا ثابت کرنا ہے نہ کہ ان سب احکام کی ترتیب خاص بھی تا کہ یہ شبہ ہو کہ حق تعالیٰ کی جناب میں یہ کیسے صادق آوے گا اور حذر الخ ورنہ دردل الخ)

فائدہ:۔ اوپر مذمت تھی بعد عن الحق کی آگے اس کی شکایت ہے کہ تو نے اس بعد کا تمام عمر میں بھی احساس نہ کیا اور اپنی حالت کی اصلاح نہ کی اور غیر حق کے تعلقات کو جو کہ سبب ہے بعد کا قطع نہ کیا باوجود تکثر منبہات وتوفر دواعی کے فقط۔

بس بجوشیدی دریں عہد مدید	ترک جوشے ہم نگشتی اے قدید
تو اس زمانہ دراز میں خوب جوش کرتا رہا	تو نیم پختہ بھی نہ ہوا اے خشک گوشت
دیدۂ عمرے تو داد و داوری	وانگہ از نادیدگاں ناسی تری
تو نے ایک عمر تک عطا اور حکومت دیکھی ہے	اور اس وقت تو بے دیکھے لوگوں سے زیادہ بھولنے والا ہے
ہر کہ شاگردیش کرد استاد شد	تو سپس تر رفتۂ اے گول لد
جس نے اس کی شاگردی کر لی وہ استاد ہو گیا	تو اور بھی زیادہ پیچھے کو چلا گیا اے اول خصومت کے احمق
خود نبود از والدینت اعتبار	ہم نبودت عبرت از لیل و نہار
نہ تجھ کو والدین سے عبرت ہوئی	نہ تجھ کو لیل و نہار سے عبرت ہوئی

مثل پرسیدن عارفے از کشیش کہ تو بزرگ تری از ریش یا ریش از تو

ایک عارف کی ایک پادری سے دریافت کرنے کی مثال کہ تو داڑھی سے زیادہ عمر کا ہے یا داڑھی تجھ سے

عارفے پرسید زاں پیر کشیش	کہ توئی خواجہ مسن تر یا کہ ریش
کسی عارف نے اس بڈھے قسیس سے پوچھا	کہ میاں تو زیادہ عمر والا ہے یا کہ داڑھی
گفت نے من پیش از و زائیدہ ام	بس بہ بے ریشی جہاں را دیدہ ام
اس نے کہا نہیں میں اس سے پہلے پیدا ہوا ہوں	بہت دنوں بے ریشی کی حالت میں میں نے جہاں کو دیکھا ہے
گفت ریشت شد سفید از حال گشت	خوئے زشت تو نگردیدست دشت
عارف نے کہا کہ تیری داڑھی تو سفید ہوگئی، ا، سے بدل گئی	تیری خوی زشت درست نہ ہوئی
او پس از تو زاد و از تو بگزرید	تو چنیں خشکی ز سودای ثرید
وہ تجھ سے پیچھے پیدا ہوئی اور تجھ سے گزر گئی	تو ویسا ہی خشک ہے خیال ثرید سے
تو براں رنگی کہ اول زادۂ	یک قدم زاں پیشتر ننہادہ
تو اسی رنگ پر ہے جس پر اول پیدا ہوا تھا	ایک قدم بھی اس سے آگے تو نے نہیں رکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دوغ ترشی ہمچناں در معدنی	خود نگردی زو مخلص روغنی
تو اسی طرح کھال میں دوغ ترش ہے	تو اس سے نکالا ہوا روغن نہ ہوا
ہم خمیری خمر الطینہ دری	گرچہ عمرے در تنور آذری
نیز تو خمیر ہے خمر الطینہ کی حالت میں ہے	اگرچہ ایک عمر تک تنور آتش میں ہے
چوں حشیشی پا بگل برہشتۂ	گرچہ از باد ہوس سرگشتۂ
تو مثل گھاس کے ہے کہ قدم گل کی اندر جما رکھا ہے	اگرچہ باد ہوس سے سرگشتہ ہو رہا ہے
ہمچو قوم موسیٰ اندر حرتیہ	ماندۂ چل سال برجاے سفیہ
قوم موسیٰ کی طرح گری تیہ میں	تو چالیس سال تک ایک ہی جگہ پر ہے اے سفیہ
میروی ہر روز تا شب ہر ولہ	خویش می بینی در اول مرحلہ
تو ہر روز شب تک دوڑ کر چلتا ہے	اپنے کو تو اول ہی منزل میں دیکھتا ہے
نگذری زیں بعد سہ صد سالہ تو	تا کہ داری عشق آں گوسالہ تو
تو اس بعد سہ صد سالہ سے پار نہ ہو سکے گا	جب تک کہ تو اس گوسالہ کا عشق رکھے گا
تا خیال عجل شاں از جاں نرفت	بد بر ایشاں تیہ چوں گرداب زفت
جب تک گوسالہ کا خیال ان کی جان سے نہیں گیا	وادی تیہ ان پر مثل ورطہ سخت کے رہا
غیر ایں عجلے کزو یا بیدۂ	بے نہایت لطف و نعمت دیدۂ
اس عجل کا غیر ہے جس سے تو نے	بے انتہا لطف پایا ہے اور انعام دیکھا ہے
گاو طبعی زاں نکوییہاے زفت	از دلت در عشق آں گوسالہ رفت
تو گاؤ طبع ہے اس سبب سے بڑے بڑے احسانات	تیرے دل سے اس گوسالہ کے عشق میں جاتے رہے
بارے اکنوں تو ہر جزوت وپرس	صد زباں دارند ایں اجزاے خرس
خیر اب تو تو اپنے ہر ہر جزو سے پوچھ لے	یہ گونگے اجزاء سو زبان رکھتے ہیں
ذکر نعمتہاے رزاق جہاں	کہ نہاں شد آں در اوراق زماں
رزاق جہان کی نعمتوں کا ذکر	جو کہ اوراق زمانہ میں نہاں ہو رہے ہیں
روز و شب افسانہ جویائی تو چست	جزو جزو تو فسانہ گوی تست
تو روز و شب مستعدی کے ساتھ افسانہ کا جویاں رہتا ہے	تیرا ایک ایک جزو تیرا افسانہ کہہ رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جزو جزوت تابرستت از عدم	چند شادی دیده است و چند غم
تیرا ایک ایک جزو جب سے عدم سے پیدا ہوا ہے	اس سے کتنی خوشیاں اور کتنے غم دیکھے ہیں
زانکہ بے لذت نروید ہیچ جزو	بلکہ لاغر گردد از ہر پیچ جزو
اس لئے کہ بدوں لذت کے کوئی جزو نمو نہیں پاتا	بلکہ لاغر ہو جاتا ہے ہر پیچ و تاب سے وہ جزو
جزو ماند وآں خوشی از یاد رفت	بل نرفت آں خفیہ شد از پنج و ہفت
جزو تو رہ گیا اور وہ خوشی یاد سے جاتی رہی	بلکہ نہیں گئی مخفی ہو گئی حواس خمسہ اور ہفت اندام سے
ہمچو تابستاں کہ از وے پنبہ زاد	ماند پنبہ رفت تا بستاں زیاد
مثل موسم گرمی کے اس سے روئی پیدا ہوئی	روئی تو رہ گئی موسم گرما یاد سے جاتا رہا
یا مثال یخ کہ زاید از شتا	شد شتا پنہان وآں یخ پیش ما
یا مثال یخ کے کہ موسم سرما سے پیدا ہوتا ہے	موسم سرما تو غائب ہو گیا اور وہ یخ ہمارے سامنے ہے
ہست آں یخ زاں صعوبت یادگار	یادگار صیف در وے ایں ثمار
وہ یخ تو اس صعوبت کا یادگار ہے	صیف کا یادگار خزاں میں یہ ثمرات ہیں
چوں زنے کہ بیست فرزندش بود	ہر یکے حاکی حال خوش بود
جیسے کوئی عورت ہو کہ اس کے بیس فرزند ہوں	ہر واحد حال خوش کا حکایت کنندہ ہو گا
حمل نبود بے زمستی و ز لاغ	بے بہارے کے شود زایندہ باغ
حمل بدوں مستی اور ملاعبت کے نہیں رہتا	بدوں بہار کے باغ تولید کرنے والا نہیں ہوتا
حاملان و بچگاں شاں در کنار	شد دلیل عشقبازی با بہار
حمل والے اور ان کی آغوش میں بچے	دلیل ہیں بہار کے ساتھ عشق بازی کی
ہر درختے در رضاع کودکاں	ہمچو مریمؑ حامل از شاہ جہاں
ہر درخت بچوں کے دودھ دینے میں	مثل مریم علیہا السلام کے حاملہ ہیں ایک سلطان سے باطن میں
گرچہ در آب آتشے پوشیدہ شد	صد ہزاراں کف برو جوشیدہ شد
اگرچہ پانی میں آگ مخفی ہو گئی	لاکھوں بلبلے اس پر جوشیدہ ہو گئے
گرچہ آتش سخت پنہاں می تند	کف بدہ انگشت اشارت میکند
اگرچہ آگ بہت ہی پنہاں آمد و رفت کر رہی ہے	بلبلہ دسوں انگلی سے اشارہ کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(ربط اوپر بیان ہو چکا کہ اس پر شکایت ہے کہ باوجود منبہات ومذکرات آفاقیہ وانفسیہ کے تو نے تعلق بغیر الحق سے تخلیہ اور توجہ الی الحق سے تحلیہ حاصل نہ کیا پس فرماتے ہیں کہ) تو (اپنی عمر کے) اس زمانہ دراز میں (طلب غیر حق میں تو) خوب جوش (اور کوشش) کرتا رہا (اور پختہ بن گیا مگر طلب حق میں) تو نیم پختہ (اور ادھورا) بھی نہ ہوا۔ اے خشک گوشت (جو کہ مشکل سے گلا کرتا ہے چونکہ ترک گوشت کو نیم خام رکھ کر کھاتے تھے اس لئے ترک جوش بمعنے نیم پختہ مستعمل ہوتا ہے یعنی طلب غیر حق میں تو کامل ہو گیا مگر طلب حق میں ناقص بھی نہ ہوا اور بالکل اس سے مناسبت ہی حاصل نہ کی اس میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ طلب حق میں اگر کچھ بھی توجہ ہو تو حرمان نہیں ہوتا۔ آگے بعض منبہات کا ذکر فرماتے ہیں کہ) تو نے ایک (دراز) عمر تک (حق تعالیٰ کی) عطا (بھی) اور حکومت (بھی) دیکھی ہے (جس کا مقتضا تنبہ تھا) اور (باوجود اس کے) اس وقت تو بے دیکھے لوگوں سے (بھی) زیادہ بھولنے والا ہے جس نے اس (دیکھنے) کی (جو کہ اوپر دیدۂ الخ میں مذکور ہے) شاگردی کر لی (یعنی اس کی رہبری سے منتفع ہوا) وہ استاد ہو گیا (کیونکہ افعال الٰہیہ میں غور کرنے سے معرفت نصیب ہوتی ہے (مگر) تو اور بھی زیادہ پیچھے کو چلا گیا اے اہل خصومت کے احمق (یہ اضافت ایسی ہے جیسے نادان قوم) نہ تجھ کو والدین سے عبرت ہوئی (یا تو اس طرح کہ سوچتا کہ وہ کہاں گئے وہاں ہی مجھ کو جانا ہے تو اس عالم سے تعلق کم ہوتا یا اس طرح سے کہ والدین باوجود عجز وافتقار کے مجھ کو اس قدر نفع پہنچاتے ہیں اس کا مبداء حقیقی کوئی دوسرا قادر غنی ہے تو اس سے کچھ تعلق بڑھتا) نہ تجھ کو لیل ونہار (کے تقلب) سے عبرت ہوئی (کہ مقلب کی طرف توجہ کرتا آگے ایک مثل سے اس حالت عدم اصلاح پر شرم دلاتے ہیں کہ) کسی عالم نے اس بڈھے قسیس (عالم نصاریٰ) سے پوچھا کہ میاں تو زیادہ عمر والا ہے یا کہ (تیری) داڑھی۔ اس نے کہا نہیں میں اس سے پہلے پیدا ہوا ہوں (اور) بہت دنوں بے ریشی کی حالت میں میں نے جہاں کو دیکھا ہے (اس کے بعد داڑھی نکلی ہے تو میں ہی بڑا ہوا) عارف نے کہا کہ (افسوس) تیری داڑھی تو سفید ہو گئی (اور اپنے) حال سے بدل گئی (مگر باوجود اس کے کہ تو عمر میں اس سے بڑا ہے) تیری خوے زشت درست نہ ہوئی (دشت فی الغیاث خوب وخوش) وہ تجھ سے پیچھے پیدا ہوئی اور تجھ سے (آگے) گزر گئی (اور) تو ویسا ہی خشک (وغیر متاثر) ہے خیال ثرید سے (یعنی شہوات بطن سے) تو اسی رنگ پر ہے جس پر اول پیدا ہوا تھا ایک قدم بھی اس سے آگے تو نے نہیں رکھا ہے (اور) تو اسی طرح کچھالی میں دوغ ترش (کی طرح) ہے (فی الحاشیہ معدن آنند یکہ از دروغنہا می برآرند) تو اس (دوغ) سے نکالا ہوا روغن نہ ہوا (فی الحاشیہ نگردی یعنی نشدی اقول اقامۃ للحال مقام الماضی) نیز (اب تک) تو خمیر ہے (یعنی) خمر الطینہ کی حالت میں ہے (یہ اشارہ ہے ایک روایت کی طرف خمرت طینۃ آدم اربعین صباحا یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے آدم کی کیچڑ کو چالیس دن خمیر کیا یعنی سڑایا ضرورت وزن سے فعل کو مفعول مالم یسم فاعلہ کی طرف منسوب کر دیا۔ مطلب یہ کہ ہنوز تو مثل گل خام کے ہے) اگرچہ ایک عمر (طویل) تک تنور آتش میں ہے (مگر پختہ نہیں ہوا فی الغیاث آذر بمعنے آتش مراد آتش سے واقعات جو اسباب ہیں پختگی واتقان فی العلم والعمل کے من الآیات بمعنے الآفاقیۃ والانفسیۃ) تو مثل گھاس کے ہے کہ قدم گل کے اندر جما رکھا ہے (اشتن فی الغیاث گذاشتن ورہا کردن) اگرچہ باد ہوس سے سرگشتہ ہو رہا ہے (جس طرح گیاہ ہوا سے اوپر سے جنبش کرتی ہے مگر جڑ اسی طرح جامد ہے اسی طرح تجھ کو ہوا وہوس تو حرکت دیتی ہے لیکن طلب حق میں حرکت نہیں ہوتی تیری مثال) قوم موسیٰ علیہ السلام کی طرح (ہے) گری (وادی) تیہ میں (کہ) تو چالیس سال تک ایک ہی جگہ پر (قائم) ہے اے سفیہ (چالیس برس سے مراد عمر طویل ہے) تو ہر روز شب تک دوڑ کر چلتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے (مگر پھر) اپنے کو تو اول ہی منزل میں دیکھتا ہے (اسی طرح تو اپنے نزدیک تو مقصود میں بڑی ترقی کر رہا ہے لیکن وہ واقع میں مقصود ہی نہیں مقصود کے اعتبار سے جب دیکھا جاوے تو اس کی طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھا ہے) تو اس بعد سہ صد سالہ (یعنی مسافت دراز) سے پار نہ ہو سکے گا۔ جب تک کہ تو اس گوسالہ کا عشق (دل میں) رکھے گا (مطلب یہ کہ تیرے اور مقصود حقیقی کے درمیان جو بعد ہے مشابہ وادی تیہ کے اس سے نکلنا موقوف اس پر ہے کہ غیر اللہ کے تعلق مذموم کو جو کہ عشق گوسالہ کے مشابہ ہے ترک کرے اور اس حکم کی صحت ظاہر ہے آگے اس توقف کی تائید تشبیہ سے فرماتے ہیں کہ دیکھو) جب تک گوسالہ کا خیال ان (بنی اسرائیل) کی جان سے نہیں گیا (تب تک) وادی تیہ ان پر مثل ورطہ سخت کے رہا (کہ ورطہ کی طرح اس سے نکلنا مشکل رہا پس جس طرح ان کا وادی تیہ سے نکلنا موقوف تھا زوال خیال عجل پر اسی طرح تیرا نکلنا بھی اسی کے مثل پر موقوف ہے جیسا ذکر کیا گیا اس شعر پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ وادی تیہ میں پھنسنا عبادت عجل کے سبب نہ تھا بلکہ انکار عن قتال الجبابرہ کے سبب تھا دوسرے یہ کہ قتل انفس سے وہ معاف ہو گیا تھا پھر مکرر سزا کے کیا معنی تیسرے یہ کہ مشہور ہے کہ جو تیہ میں گرفتار ہوئے تھے وہ نہیں نکلے تھے وہ سب وہاں ہی مر گئے تھے وہ ان کی اولاد تھی جو کہ نکلے تھے اور ظاہر اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ مبتلا اور ناجی ایک ہی تھے جواب امر اول کا بحر العلوم نے بہت اچھا دیا ہے کہ تقاعد عن القتال کا سبب اثر تھا محبت عجل کا اس لئے یہ اثر بواسطہ تقاعد کے سبب ہو گیا تیہ کا اھ اور اسی سے امر ثانی کا جواب بھی نکل آیا کہ قتل انفس سزا عبادت عجل کی تھی وہ معاف ہو گیا اور ممکن ہے کہ کچھ میلان اوروں میں بھی ہو جس کے مقتضا پر عمل نہ کرنے کا سبب وہ معصیت کے درجہ میں نہ ہو جیسا کسی کو زنا کی طرف میلان ہو مگر کبھی زنا نہ کرے اور نہ عزم کرے وہ گنہگار نہیں ہوتا لیکن ایسا میلان باوجود خود معصیت نہ ہونے کے کبھی کسی معصیت کا سبب بن جاتا ہے گو بواسطہ سہی اسی طرح سے یہ میلان عجل بھی پایا گیا ہو جس کی نہ سزا ہوئی اور نہ اس سے معافی مذکور متعلق تھی کیونکہ وہ معصیت ہی نہ تھی لیکن مفضی الی المعصیۃ ہو گیا پھر اس معصیت کی سزا تیہ ہوئی اور ثالث کا جواب یہ ہے کہ خیال کا جانا صاحب خیال کے جاتے رہنے سے متحقق ہوا اور چونکہ آباء و ابناء سب ایک ہی قوم ہیں اس لئے ابناء پر حکم کر دیا گیا جس کا حاصل یہ ہوا کہ وہ جماعت رہ گئی جو خیال عجل سے خالی تھی اس لئے قتال کے لئے بھی آمادہ ہو گئے اور اس لئے ان کو تیہ سے بھی نجات ہوئی آگے بتلاتے ہیں کہ اس عجل سے اعراض کر کے کس سے تعلق کرنا چاہئے یعنی جس سے تعلق پیدا کرنے کو کہا جا رہا ہے اور اس تعلق کے پیدا نہ کرنے پر مذمت کی جا رہی ہے وہ) اس عجل کا غیر ہے جس (کی شان یہ ہے کہ اس) سے تو نے بے انتہا لطف و انعام دیکھا ہے (رابطہ محذوف ہے یعنی گجلے ست اور اس غیر سے مراد حق تعالیٰ ہے مگر) تو (تو) گاؤ طبع ہے (یعنی تیری طبیعت گائے کی سی ہے جو حریص ہے لذات فانیہ کی) اس سبب سے بڑے بڑے احسانات (حق تعالیٰ کے) تیرے دل سے اس گوسالہ (غیر حق) کے عشق میں جاتے رہے (یعنی عجل چونکہ گاؤ کی جنس ہے اس لئے بقاعدہ الجنس یمیل الی الجنس تجھ کو اس کی محبت ہے جو بسبب افراط کے سبب ہو گیا خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کے بھول جانے کا اور ظاہر بھی ہے کہ مائل اور ممال الیہ میں مناسبت ضرور ہوتی ہے آگے ان نعمتوں کو یاد دلاتے ہیں کہ ایک تو بھولا رہا تھا مگر) خیر اب تو تو اپنے ہر ہر جزو سے پوچھ لے (کیونکہ) یہ گونگے اجزاء (کہ لسان قال نہیں رکھتے اس لئے گونگے ہیں) سو زبان (حال) رکھتے ہیں (آگے پرس کا مفعول ہے یعنی کیا پوچھ لے) رزاق جہان کی نعمتوں کا ذکر (پوچھ لے) جو کہ اوراق زمانہ میں نہاں ہو رہی ہیں (یعنی زمانہ کے واقعات و حوادث مثل اوراق کے ہیں جن میں ان نعمتوں کا ذکر لکھا ہے ان کائنات میں بعض وہ بھی ہیں جو

www.besturdubooks.wordpress.com

تیرے اجزاء سے متعلق ہیں) تو روز و شب مستعدی کے ساتھ افسانے کا جویاں رہتا ہے تیرا ایک ایک جزو تیرا افسانہ کہہ رہا ہے (اس کو ین آگے اس کا بیان ہے کہ) تیرا ایک ایک جزو جب سے عدم سے پیدا ہوا ہے اس نے کتنی خوشیاں اور کتنے غم دیکھے ہیں (غم کا تو خود بھی ہر شخص مدعی رہتا ہے باقی خوشی کا حکم محتاج اثبات ہے یعنی بہت سی خوشیوں کے وقوع کا جو حکم کیا گیا تو) اس لئے کہ بدوں لذت کے کوئی جزو نمو نہیں پاتا بلکہ لاغر ہو جاتا ہے ہر پیچ و تاب سے وہ جزو (اور تیرے اجزا کو نمو ہمیشہ رہا ہے پس ثابت ہوا کہ بہت سی لذتیں اور فرحتیں تجھ کو حاصل ہوئی ہیں پس وہ حکم ثابت ہو گیا لیکن پھر جو اس حکم کی صحت میں شبہ ہو جاتا ہے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ) جزو تو (باقی) رہ گیا اور وہ خوشی (جس سے اس جزو کو نمو ہوا تھا) یاد سے جاتی رہی (آگے اضراب ہے کہ نہیں) بلکہ (یاد سے بھی) نہیں گئی (البتہ) مخفی ہو گئی (ان) حواس خمسہ اور ہفت اندام (یعنی جسم ظاہری) سے (یعنی اس خوشی کے جو آثار وقت عروض کے حواس خمسہ سے مدرک ہوتے تھے اور جو حرکات وجد یہ ان آثار سے جسم میں پیدا ہو گئی تھیں وہ اس وقت یعنی بعد زوال عروض کے مدرکات باطنہ میں مخزون و محفوظ ہو گئے جس میں قوت حافظہ خازنہ معانی و حس مشترک خازن صور بھی ہے اس لئے بل از یاد رفت الخ کا حکم صحیح ہو گیا اور ہفت اندام کنایہ تمام جسم سے ہے خواہ اس کی تفسیر سر اور سینہ و پشت و ہر دو دست و ہر دو پا سے کی جاوے اور خواہ دماغ و دل و جگر سپر و شش و زہرہ و معدہ سے کی جاوے اور خواہ چشم و گوش و زبان و بطن و فرج و دست و پا سے کی جاوے ہذہ الاقوال کلہا مذکورۃ فی الغیاث آگے مثالیں ہیں خفاء موثر و بقاء آثار کی یعنی) مثل موسم گرمی کے کہ اس (کے اثر) سے روئی پیدا ہوئی (پھر) روئی تو رہ گئی (اور) موسم گرما یاد سے جاتا رہا یا مثال یخ کے کہ موسم سرما سے پیدا ہوتا ہے (پھر) موسم سرما تو غائب ہو گیا اور وہ یخ ہمارے سامنے (موجود) ہے (سو) وہ یخ تو اس صعوبت (سرما) کا یادگار ہے (اور) صیف کا یادگار خزاں میں یہ ثمرات ہیں (جو تابستان میں پیدا ہوتے ہیں پنبہ وغیرہ آگے اور مثال ہے کہ) جیسے کوئی عورت ہو کہ اس کے (مثلاً) بیس فرزند ہوں (ان میں) ہر واحد حال خوش (یعنی لذت مقاربت) کا حکایت کنندہ ہو گا (کیونکہ) حمل بدوں مستی اور ملاعبت کے نہیں رہتا (جس طرح) بدوں بہار کے باغ تولید کرنے والا (ثمرات کا) نہیں ہوتا (آگے اس پر تفریع ہے کہ) حمل والے (درخت) اور ان کے آغوش میں بچے (یعنی ثمار یہ سب) دلیل ہیں بہار کے ساتھ عشقبازی () و اقتران و تاثر) کی (اور) ہر درخت (اپنے) بچوں کے دودھ دینے میں مثل مریم علیہا السلام کے حاملہ ہیں ایک سلطان سے باطن میں (بچوں سے مراد پھل اور پھول اور دودھ دینے سے مراد درخت کے خاص مادہ سے پھل پھول کی افزائش اور سلطان سے مراد بھی وہی پھل اور پھول کہ قبل ظہور گویا حالت حمل میں ہیں اور نہاں اسی حالت قبل ظہور کو کہا اور بعد ظہور کے جب تک تزاید میں ہیں گویا حالت رضاع میں ہیں پس دونوں حکم صحیح ہو گئے اور تشبیہ مریم علیہا السلام اس میں ہے کہ وہ بھی ایک سلطان دین یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حاملہ تھیں اور بوجہ عدم مس رجل وہ حمل بہت ہی باطن تھا کہ کسی کو احتمال بھی نہ تھا جیسا ذات الزوج میں احتمال تو ہوتا ہے آگے اور مثال ہے خفاء موثر اور ظہور اثر کی یعنی) اگرچہ پانی میں (جبکہ اس کو گرم کیا جاوے) آگ مخفی ہو گئی (لیکن اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں کہ) لاکھوں بلبلے اس پر جوشیدہ ہو گئے (جس سے اجزا ناریہ کا اس پانی میں پتہ لگتا ہے پس اس مثال میں) اگرچہ آگ (اس پانی میں) بہت ہی پنہاں آمد و رفت کر رہی ہے (لیکن) بلبلہ دسوں انگلی سے اشارہ کرتا ہے (کہ یہاں آگ ہے اشارہ تام مراد ہے کیونکہ دسوں انگلی سے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیوں کا مجموعہ ہے اشارہ کرنا ظاہر ہے کہ بہت ہی تام ہو گا پس ان مثالوں کی طرح سے سمجھو کہ خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کے جو آثار تیرے اندر باقی ہیں گو

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ مخفی ہو گئیں تو ان آثار سے ان نعمتوں پر استدلال کر کے منعم سے تعلق خاص پیدا کر آگے تیرہ شعر بعد پھر اس مضمون کی طرف عود ہوگا اس شعر سے حال رفت و ماند جز وقت الخ اور درمیان کے تیرہ اشعار میں انتقال ہے دوسرے مضمون کی طرف)

ہمچنیں اجزائے مستان وصال	حامل از تمثالہائے حال و قال
اسی طرح اجزا مستان وصال کے	حامل ہیں پیکر ہائے حال و قال سے
در جمال حال وا مانده دہاں	چشم غائب مانده از نقش جہاں
جمال حال میں تو منہ کھلا رہ گیا	آنکھ غائب رہ گئی نقش عالم سے
آں موالید از رہ ایں چار نیست	لاجرم منظور ایں ابصار نیست
وہ موالید ان چار کے طریق سے نہیں	لامحالہ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتے
آں موالید از تجلی زادہ اند	لاجرم مستور پردہ سانده اند
وہ موالید تجلی سے پیدا ہوئے ہیں	لامحالہ یہ بھی پردۂ بے رنگ میں مستور ہیں
زادہ گفتیم و حقیقت زاد نیست	ایں عبارت جز پئے ارشاد نیست
ہم نے زادہ کہہ دیا اور حقیقت میں زادہ نہیں ہیں	یہ عبارت بجز غرض تفہیم کے نہیں ہے
ہیں خمش کن تا بگوید شاہ قل	بلبلی مفروش با ایں جنس گل
ہاں خاموشی کر یہاں تک کہ بادشاہ یہ فرما دے کہ کہہ	بلبلی مت خرچ کر گل کے اس مجانس کے ساتھ
ایں گل گویاست پر جوش و خروش	بلبلا ترک زباں کن باش گوش
یہ گل گویا ہے پرجوش و خروش	اے بلبل تو زبان کو ترک کر دے گوش ہو جا
ہر دو گوں تمثال پاکیزہ مثال	شاہد عدل اند بر سر وصال
دونوں قسم کی تمثال پاکیزہ مثال	شاہد عادل ہیں راز وصال پر
ہر دو گوں حسن لطیف مرتضٰی	شاہد احیا و حشر ما مضٰے
دونوں قسم کے حسن لطف پسندیدہ	شاہد ہیں احیاء و حشر ماضی کے
ہمچو یخ کاندر تموز مستجد	ہر دم افسانہ زمستاں می کند
جیسے یخ کہ گرمائے جدید میں	ہر وقت حکایت زمستان کی کرتا ہے
ذکر آں ارياح سرد زمہریر	اندراں ایام و ازمان عسیر
زمہریر کی ان سرد ہواؤں کا ذکر	ان ایام اور ازمنہ دشوار میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچوں آں میوہ کہ در وقت شتا	می کند افسانہ لطف صبا
جیسے وہ میوہ جو کہ وقت زمستان میں	لطف صبا کا افسانہ کرتا ہے
قصہ دور تبسمہائے شمس	واں عروسان چمن را طمس ولمس
آفتاب کے تبسمات کے دورہ کا قصہ	اور ان عروسان چمن کی مواصلت و ملامست کا

(یہاں انتقال ہے دوسرے مضمون کی طرف بمناسبت دلالت وشہادت آثار ظاہرہ مذکورہ اشعار سابقہ کے موثرات خاصہ خفیہ پر جیسا کہ اوپر بیان ہوا یعنی جس طرح نمواجزاء لذت پر اور پنبہ تابستان پر اور یخ زمستان پر اور فرزند مستی ولاغ پر اور ثمار اشجار بہار پر اور کف آتش مکنون پر دال ہیں) اسی طرح اجزاء (واعضا) مستان وصال (حق) کے (بوجہ اس کے کہ) حال (ومتاثر) ہیں پیکر ہائے حال وقال سے (دال ہیں حال وقال پر چنانچہ ان اجزاء کی) دلالت حال وقال پر اس طرح ہے کہ) جمال حال میں تو (فرط حیرت سے) منہ کھلا (کا کھلا) رہ گیا (اور) آنکھ غائب رہ گئی (مشاہدہ) نقش عالم (شہادت) سے (قال سے مراد قول تقلیدی بلا مشاہدہ نہیں بلکہ مراد وہ قال ہے جو کشف وشہود سے ناشی ہو خواہ وہ کلام نفسی ہو یعنے وہ مضامین و اسرار کہ قلب میں جوش زن ہوتے ہوں اور زبان پر نہ لائے جاویں اور یہی اظہر والصق بالمقام ہے چنانچہ عنقریب آتا ہے اور یا وہ کلام لفظی ہو یعنی وہ مضامین واسرار کہ زبان پر بھی آجاویں گو غامض ہونے کے سبب مفہوم للعامہ نہ ہوں کہ ایک توجیہ سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے چنانچہ وہ توجیہ بھی عنقریب آتی ہے اور چونکہ یہ حال وقال صفت ایسے مجرد کی یعنی قلب یا روح کی ہے جس کا تعلق مادی یعنی جسم کے ساتھ ہے اس لئے اس صفت کو نہ تو من کل الوجوہ عالم مجرد سے کہا جاوے گا کیونکہ بواسطہ ایک مادی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور نہ من کل الوجوہ عالم مادی سے کہا جاوے گا کیونکہ بلاواسطہ مجرد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ بلکہ دونوں جہتوں کے لحاظ سے اس کو بین بین قرار دیا جاوے گا جو شان ہوتی ہے عالم مثال کی اس لئے اس کو تمثال کے عنوان سے تعبیر کرنا نہایت مناسب ہوا اور قال بالمعنی الثانی گو صفت مادی کی ہے لیکن بوجہ غیر مفہوم عند العامہ ہونے کے اس کو مثل غیر ظاہر علی اللسان کے قرار دے کر حکما قال نفسی ہی میں داخل کر کے مجازاً عالم مثال میں سے کہا جاوے گا اور وہ اجزاء مذکور فی الشعر الاول دہان اور چشم ہیں جو شعر ثانی میں مذکور ہیں یعنی وہ اجزاء اس حال وقال سے اس طرح مخبر ہیں کہ اس کا اثر ان اجزاء پر اس طرح ظاہر ہوا کہ غلبہ حیرت میں مثلاً منہ کھلا رہ گیا اور مثلاً آنکھ اس عالم کے مشاہدہ سے بند ہو گئی اور مثلاً اس لئے کہا کہ اسی طرح اور سب اجزاء میں غلبہ حال کا اثر ظاہر ہونا ظاہر ہے پس مثل امثلہ مذکورۂ بالا جن میں آثار ظاہر تھے اور موثرات خفی یہاں بھی ایسا ہی ہوا کہ اجزاء کی کیفیات مذکورہ ظاہر ہیں اور ان کا موثر یعنی حال وقال خفی ہیں حال کا خفی ہونا تو ظاہر ہے اور اسی طرح قال بمعنے الکلام النفسی کا بھی اور یہی وجہ ہے قال کی اس تفسیر کے راجح ہونے کی جس کے بیان کا میں نے ابھی وعدہ کیا تھا اور قال بمعنی الکلام اللفظی کے خفی ہونے کی توجیہ وہی ہے جو ابھی مذکور ہوئی تھی یعنی بوجہ غیر مفہوم عند العامہ ہونے کے گویا کلام نفسی ہی کے حکم میں ہے اور اس توجیہ کا بھی میں نے ابھی وعدہ کیا تھا اور ان دو شعروں سے اس حال وقال کا مخفی عن الحواس ہونا معلوم ہوا جس میں لفظ مخفی صریح ہے کیونکہ دال ہے تشبیہ بالسابق المنذ بور بمخفی المستور پر آگے اسی حال وقال کے خفی ہونے کا سبب بتلاتے ہیں یعنی چونکہ) وہ موالید (یعنی احل و قال مذکور) ان چار (عنصر) کے طریق (توبیلد) سے نہیں (اس لئے) لامحالہ ان (ظاہری) آنکھوں سے نظر نہیں آتے

www.besturdubooks.wordpress.com

(اور لفظ از راہ شامل ہے عنصر و مرکب میں العناصر کو یعنی یہ نہ عناصر میں سے ہیں اور نہ عنصریات سے ہیں مطلب یہ کہ مادی نہیں کیونکہ عالم کون وفساد کے مادیات ان ہی دو قسم میں منحصر ہیں اور یہ دونوں حکم ظاہر ہیں یعنی ایک یہ کہ وہ واردات قلبیہ روحیہ نہ خود مادی ہیں اور بوجہ قیام با لمجرد کے نہ حال فی المادی ہیں اور دوسرا یہ کہ یہ مبصرات میں سے بھی نہیں کیونکہ اس عالم میں منجملہ شرائط عادیہ ابصار مبصر کی مادیت بھی ہے خلاصہ یہ کہ یہ عنصر و عنصری نہیں بلکہ) وہ موالید تجلی (حق) سے پیدا ہوئے ہیں (یعنی سبب ورود حال وقال کا تجلیات خاصہ ہیں اور وہ تجلیات خود بھی مادی و مبصر نہیں اس لئے) لامحالہ یہ (موالید یعنی حال وقال) بھی پردۂ بے رنگ (و بے نقش یعنی پردۂ عالم غیب) میں مستور (ومخفی) ہیں (نقش سے مراد نقش عالم شہادت پس بے نقش کنایہ ہوا پردۂ عالم غیب سے اور عالم غیب سے مراد مقابل ہے عالم شہادت کا اور شامل ہے عالم مثال کو بھی پس یہاں مستور عالم غیب کہنا منافی نہ ہوگا اس کو اور پر تمثال بمعنی عالم مثال کہنے کے اور ان کو موالید وزادہ کہا گیا اس پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ ولادت وزائیدن تو مقتضی ہے اتصال وانفصال کو اور وہ مستلزم ہے متوالدین کی مادیت کو اور یہاں تجلی حق جو سبب ہے حال وقال کا اور خود حال وقال بھی دونوں غیر مادی ہیں اس لئے آگے اس اشکال کو رفع کرتے ہیں کہ) ہم نے (ان حال وقال کو تجلی سے) زادہ (اور مولود) کہہ دیا اور حقیقت میں زادہ (بالمعنی الحقیقی) نہیں ہیں (اور) یہ عبارت (یعنی تعبیر) بجز غرض تفہیم کے نہیں (جس کے لئے کبھی فہم ومذاق سامع کی رعایت سے الفاظ مجازی بھی استعمال کر لئے جاتے ہیں ورنہ مراد زادن سے صرف ترتب ہے حال وقال کا تجلی حق پر اور مرتب و مرتب علیہ میں توالد بعضیت کی نسبت ہونا ضروری نہیں لیکن چونکہ اس ترتب کا سمجھنا اہل ظاہر کو گونہ صعوبت سے خالی نہ تھا اس لئے پیرایہ تشبیہ میں سمجھانے کے لئے لفظ زادہ استعارۃً لے آیا گیا اور رفع ایہام کے لئے ساتھ کے ساتھ تصریح بھی کر دی کہ استعارہ ہے حقیقت نہیں جیسا خلق اللہ نور نبیک من نورہ میں لفظ من سے بعض الفاظ پرستوں کو جزئیت کا ایہام ہو گیا حالانکہ وہاں اس استعارہ کی بھی ضرورت نہیں من بعضیت کی طرح علیت میں بھی حقیقۃً واشتراکاً مستعمل ہوتا ہے اور یہاں ایک ایراد ہوتا ہے وہ یہ کہ شعر آں موالید از تجلی زادہ اند میں مبداء کے غیر مادی ہونے کو مستلزم مانا ہے معلول کے غیر مادی ہونے کے لئے ورنہ بدوں اس کے یہ حکم لاجرم مستور الخ صحیح نہ ہوگا حالانکہ یہ استلزام غلط اور ارادۂ الٰہیہ کے کہ وہ بھی ایک تجلی ہے مبداء للمواد والمادیات ہونے میں متخلف ہے جواب یہ ہے کہ یہ برہان نہیں ہے خطابہ ہے یعنی اصل یہی ہے کہ منشاء وناشی میں مادیت وعدم مادیت میں مناسبت ہو جب تک کہ کوئی دلیل خلاف پر قائم نہ ہو خصوص جبکہ خود اس مناسبت مذکورہ کے تحقق پر کوئی برہانی دلیل بھی ہے جیسا کہ محل مبحوث عنہ میں حلول فی المجرد حال وقال کے غیر مادی ہونے کی دلیل برہانی ہے پس یہاں اس اصل کو موافق حکم کیا جاوے گا بخلاف اس کے جہاں خلاف پر دلیل قائم ہو وہاں اس اصل کو چھوڑ دیں گے جیسے ارادۂ الٰہیہ کا مواد و مادیات کے لئے مبداء اور علت ہو جانا خوب سمجھ لو اور جس حال وقال کے متعلق اوپر کا مضمون چونکہ وہ امور ذوقیہ وجدانیہ سے ہے اور امور وجدانیہ وذوقیہ کا ادراک تام موقوف ہے اتصاف وحصول پر عبارات سے اس کی تعبیر کافی ہوتی نہیں بلکہ اکثر عبارات موہم غلط ہو جاتی ہیں جیسا لفظ موالید کے استعمال سے اس کا احتمال ہوا اور جس کے رفع کرنے کی ضرورت ہوئی اور بعد اس رفع کے بھی کنہ اس کا غیر صاحب حال کو مدرک نہیں ہو سکتا اس لئے شعر آئندہ میں اپنے نفس کو بلکہ ہر صاحب ارشاد کو خطاب کرتے ہیں کہ) ہاں (اس مضمون متعلق حال وقال سے محجوبین کے سامنے) خموشی (اختیار) کر یہاں تک کہ بادشاہ (حقیقی) یہ فرماوے کہ کہہ (اور ایک نسخہ میں ہے تانگوید یعنی خاموش رہ جب تک بادشاہ حقیقی یہ نہ فرماوے کہ کہہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب دونوں کا یہ ہے کہ جب کہنے کا حکم ہوگا تب کہنا خود مت کہہ اور بیان غایت کے لئے محاورات میں دونوں تعبیروں کا ایک ہی حاصل ہے مثلاً یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک زید آ وے تو بیٹھا رہنا اور یوں بھی کہتے ہیں کہ جب تک زید نہ آ دے تو بیٹھا رہنا دونوں کا ایک حاصل ہے غرض یہ کہ خاموش رہ اور) بلبلی (یعنی گویائی) مت خرچ کر گل کے اس مجانس کے ساتھ (یعنی حال وقال جو کہ حسن ولطافت وپسندیدگی میں مجانس ومشابہ گل کے ہیں جیسا یہاں سے چوتھے شعر میں ان تینوں صفتوں کے وجہ شبہ ہونے کی طرف اشارہ بھی ہے فی قولہ ہر دو گون حسن لطیف مرتضٰی اس حال وقال کے متعلق گویائی بند کر اور نا بگوید یا نا نگوید شاہ قل کی تقریر یہ ہے کہ جب الہام من الحق ہو اس وقت اس کے متعلق گفتگو کر اور یہ الہام اس وقت ہوتا ہے جب مخاطب کو مناسبت اور ضرورت ہو اور مناسبت جو کہ علامت ہے ذوق کی صحیح خطاب ہوگی اور ضرورت جو کہ علامت ہے طلب وشوق کی مرجح خطاب ہوگی اس وقت یہ گفتگو مخاطب کو وجداناً مفہوم بھی ہوگی اور تربیت میں مفید بھی ہوگی اور بدوں اس کے یا عبث ہے یا مضر ہے اور جب تک ایسا مخاطب صحیح نہ ہو صاحب ارشاد کو مناسب ہے کہ اس کو کلام لفظی میں نہ لاوے بلکہ اس کو کلام نفسی ہی پر کفایت کرے جو کہ اس صاحب ارشاد کو حاصل اور اس کے باطن میں جوش زن ہے کہ وہ اس حالت میں بھی اس کو تو نافع ہی ہے اور دوسرے کے افادہ کا موقع نہیں شعر آئندہ میں اسی کو کہتے ہیں کہ) یہ (حال وقال گویا ایک) گل گویا ہے پر جوش وخروش اے بلبل تو زبان کو ترک کردے گوش ہو جا (گل کے ساتھ وجہ تشبیہ تو ابھی اوپر گزری اور گویا کہنا اس کا مبالغہ ہے کیونکہ قال تو خود گویائی نفسی ہے حقیقۃً یا حکماً اور حال سبب ہے اس گویائی نفسی کا پس گویا خود ہی گویا ہے اور پر جوش وخروش کے ساتھ موصوف کرنا باعتبار صاحب حال کے ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی وہ گویائی باطنی بلا کسی کے خطاب کے بھی مفید ہے پس اس میں مشغول اور اس کی طرف متوجہ رہ گوش ہونے کا یہی مطلب ہے اور نفع اس کا یہ ہوتا ہے کہ حاصل کی تقویت اور غیر حاصل کا حصول اس سے میسر ہوتا ہے اور اصل مضمون مقصود اس مقام پر ظاہر ہے کہ اجزائے مستان کے آثار کی دلالت کرنا تھا حال وقال مخفی پر جو شعر نجنبیں الخ میں شروع ہوا تھا باقی درمیان میں ان موالید از رواں الخ و آں موالید از تجلی الخ میں اس حال وقال کے مخفی ہونے کی وجہ اور زادہ مفہم میں ایک ایہام کا رفع اور ہیں خمش کن الخ اور ایں گل گویاست الخ میں غیر اہل سے خطاب نہ کرنے کا ارشاد یہ تینوں مضمون استطراداً آ گئے اب آگے اسی اصل مضمون مقصود پر اسی کی نظری ایک مضمون کو بحذف عاطف عطف کرتے ہیں یعنی اجزائے مستان تو حال وقال پر دال ہیں اور خود یہ) دونوں قسم کے تمثال پاکیزہ مثال (یعنی حال وقال) شاہد عادل ہیں راز وصال (وقرب حق) پر (حال وقال کے تمثال ہونے کی توجیہ اوپر بضمن حل مصرعہ حال از تمثالہائے حال وقال گزر چکی ہے اور پاکیزہ مثال کی دو توجیہ ہو سکتی ہے یا تو اس مثال سے مراد وہی ہے جو اس کے قبل کے دو شعر میں اس کی تشبیہ گل کے ساتھ مذکور ہوئی ہے اور یا مطلق مثال مراد ہے یعنی یہ ایسی پاکیزہ چیز ہے کہ اگر اس کی کوئی مثال تجویز کی جائے تو وہ مثال بھی پاکیزہ ہی ہوگی اور ان کی دلالت وصال پر اس لئے ہے کہ حال وقال مقبول سبب بھی ہے قرب حق کا اور پھر وہ قرب بھی سبب ہے مزید حال وقال کا تو حال وقال باعتبار قرب کے سبب ومسبب دونوں ہے اور دلالت شے کی اپنے سبب اور مسبب دونوں پر ہوتی ہے اور وہ نسبت دال ومدلول علیہ کی جو اوپر اشلہ حسیہ اور دلالت اجزائے مستان بر حال وقال میں تھی کہ دال ظاہر اور مدلول مخفی ہے وہی نسبت یہاں بھی ہے کہ حال وقال کی نسبت وصال وقرب زیادہ مخفی ہے اسی لئے وصال کے ساتھ لفظ سر لایا گیا گو حال وقال فی نفسہ بھی مخفی ہیں مگر وصال وقرب کی نسبت ظاہر اضافی ہیں اور یہ سب احکام بین ہیں اس شعر میں جو حال وقال کو شاہد وصال کہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے وصال کی حقیقت بیان کرتے ہیں تاکہ معنی لغوی پر محمول کرنے سے کسی کو غلطی واقع نہ ہو جاوے پس فرماتے ہیں کہ ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ ہر دو گون تمثال الخ اس کی تفسیر یہ ہے کہ) دونوں قسم کے حسن لطیف پسندیدہ (یعنی حال وقال والحسن بمعنی صاحب الحسن کزید عدل تو یہ دونوں) شاہد ہیں احیاء وحشر ماضی کے (مراد احیاء وحشر سے بقاء وفنا مصطلح یعنی احیاء سے مراد تو بقاء اور حشر سے مراد فنا کیونکہ حشر مجاز ابمعنے مطلق قیامت کے بھی مستعمل ہوتا ہے کذا فی الغیاث اور قیامت سے متبادر معنے فنا کے مفہوم ہوتے ہیں مطلب یہ کہ وصال سے مراد یہ فناء وبقاء ہے کہ اماتت اخلاق ذمیمہ واکتساب اخلاق حمیدہ کہ فناء وبقاء حسی ہے اور ترک توجہ الی الغیر وغلبہ توجہ الی الحق کہ فناء وبقاء علمی ہے یہی قرب ہے حق تعالیٰ کا قال السعدیؒ تعلق حجاب ست وبے حاصلی چو پیوند ہا بکسلی واصلی وقال آخر تو در دوم گم شو وصال ایں ست وبس گم شدن گم کن کمال ایں ست وبس قولہ گم شدن گم کن وہ یسمی فناء الفناء آگے دو مثالیں ہیں اس دلالت حال وقال علی سر الوصال کی جو کہ امثلہ سابقہ علی مضمون الحال والقال میں سے ہونے کی وجہ سے بمنزلہ تمہید ہیں عود من المنتقل الیہ الی المنتقل منہ کے لئے یعنی اس دلالت کی ایسی مثال ہے کہ) جیسے یخ کہ گرمائے جدید (تو وارد) میں ہر وقت حکایت زمستان کی کرتا ہے (یعنی) زمہریر کی ان سرد ہواؤں کا ذکر (کرتا ہے جو کہ) ان ایام اور ازمنہ دشوار میں (چلا کرتی تھیں اور ایسی مثال ہے) جیسے وہ میوہ جو کہ وقت زمستان میں لطف صبا کا افسانہ (بیان) کرتا ہے (یعنی) آفتاب کے تبسمات کے دورہ کا قصہ اور ان عروسان چمن کے (ساتھ) مواصلت و ملاست کا (قصہ بیان کرتا ہے پہلی مثال میں گرمی میں سردی کی یادگار اور دوسری مثال میں سردی میں گرمی کی یادگار مذکور ہے اور ان ہی دونوں مثالوں کا مضمون حال وقال کے مضمون سے پہلے ان اشعار میں آچکا ہے ہمچو تابستان الخ یا مثال یخ الخ اور شعر ہمچنیں اجزائے مستان سے یہاں تک وہ تیرہ شعر ہو چکے جن کی طرف ان کے سابق کے مضمون سے انتقال کیا گیا تھا آگے پھر اسی مضمون سابق استدلال بالنعم علی المنعم کی طرف عود ہے یعنی ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ جز و ماندو آن خوشی از یاد رفت الخ اس کو بغرض استدلال علی النعم وشکر المنعم پھر سمجھو کہ حال رفت اے آخر ماسیاتی)۔

حال رفت و ماند جزوت یادگار	یا ازو واپرس یا خود یاد آر
حال تو چلا گیا اور تیرا جزو یادگار رہ گیا	یا تو اس سے پوچھ لے یا خود یاد کر لے
چوں فرو گیرد غمت گر چستیی	زاں دم نومید کن وا جستیی
جب تجھ کو غم گھیرے اگر تو چست ہوتا	تو اس ناامید کرنے والے وقت سے مطالبہ کرتا
گفتیش اے غصۂ منکر بحال	راتبہ انعامہا را ازاں کمال
اس سے یہ کہتا کہ اے غم وغصہ جو کہ حال سے انکار کر رہا ہے	وظائف انعامات کا جو کہ اس ذی کمال سے ہوئے ہیں
ہر دمت گر نہ بہار و خرمی ست	ہمچو چاش گل تنت انبار چیست
اگر تجھ کو ہر دم بہار اور خرمی نہیں ہے	تو تو دہ گل کی طرح تیرا تن انبار کیوں ہے
چاش گل تن، فکر تو ہمچوں گلاب	منکر گل شد گلاب اینت عجاب
تن تو تو دہ گل اور تیری قوت فکر یہ مثل گلاب کے ہے	گلاب منکر گل ہوا عجیب تعجب کی بات ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از کپی خویان کفراں کہ دریغ	بر نبی خویاں نثار مہر و میغ
بوزنہ خصال ناسپاس لوگوں سے تو گھاس بھی دریغ ہے	نبی خصال لوگوں پر مہر و میغ کا نثار ہو
آں لجاج و کفر قانون کپی ست	واں سپاس و شکر منہاج نبی ست
وہ مخالفت اور کفران طریقہ بوزینہ کا ہے	اور وہ سپاس اور شکر طریقہ نبی کا ہے
با کپی خویاں تجتکہا چہ کرد	با نبی رویاں تنکسہا چہ کرد
بوزنہ خصال لوگوں کے ساتھ پردہ دریوں نے کیا کچھ کیا	نبی خصال لوگوں کے ساتھ عبادت نے کیا کچھ کیا
در عمارتہا سگانند و عقور	در خرابہاست گنج عز و نور
عمارات میں کتے ہیں اور کٹ کھنے ہیں	ویرانوں میں خزانہ عزت اور نور ہے
گر نبودے ایں بزوغ اندر کسوف	گم نکردے راہ چندیں فیلسوف
اگر یہ طلوع کسوف میں نہ ہوتا	تو اتنے فلاسفہ راہ گم نہ کرتے
زیرکان و موشگافان وہی	دیدہ برخرطوم داغ ابلہی
زیرکوں اور موشگافان دانا نے	ناک پر ابلہی کا داغ دیکھ لیا

(ربط او پر بیان ہو چکا یعنی وہ) حال (خوشی کا) تو (یاد سے) چلا گیا اور تیرا جزو (جو اس سے ناشی و نامی ہوا تھا جیسا شعر جزو ماندو آن خوشی از تو کے قبل شعر زانکہ بے لذت اتو میں گزرا ہے اس کا) یادگار رہ گیا یا تو اس (جزو) سے پوچھ لے (کہ وہ بلسان حال اس خوشی گذشتہ کی حکایت کرے گا) یا (بلا اس کے واسطہ کے) خود (سوچ کر) یاد کر لے (آخر گذشتہ احوال سوچنے سے بھی تو یاد آ جاتے ہیں (آگے اس مذکور پر تفریع ہے یعنے جب یاد کرنے سے یا یاد دلانے سے خدا تعالیٰ کی یہ نعمتیں لذت و فرحت وغیرہ ثابت ہو گئیں تو اب ان نعمتوں کا انکار اور منعم کا نسیان اور اس کی باطنی نعمتوں سے مثل بلاد فقر وغیرہ کے توحش اور شہوات ولذات کی طلب میں بعد حق کو گوارا کرنا سراسر کفران اور خسران ہے اور یہی مضمون قصہ قاضی وصوفی کے اختتام سے ممتد چلا آ رہا ہے پس ان اشعار آتیہ میں اشعار ماضیہ کی طرف عود ہے جو کہ حکایات زن وشوہر و پر سیدن عارفے کے سیاق و سباق میں ہیں قولہ جور دوران و ہر آن رنجے کہ ہست سہل تر از بعد حق و غفلت ست وقولہ لاشک ایں ترک ہوا تلخی رواست لیک از تلخی بعد حق بہ است وقولہ دیدہ عمرے تو داد و داوری وانگہ زنا دیدگان ناشی تری وقولہ بارے اکنوں تو زہر جزو ت بپرس صد زبان دار ند ایں اجزائے خرس ذکر نعمتہائے رزاق جہان کہ نہاں شد آن در اوراق زمان و پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) جب تجھ کو (کوئی) غم گھیرے (و) اگر تو (عقل وفہم میں) چست ہوتا تو اس ناامید کرنے والے وقت (یعنی حالت غم وغصہ) سے مطالبہ کرتا (یعنی) اس سے یہ کہتا کہ اے غم وغصہ جو کہ (لسان) حال سے انکار کر رہا ہے (ان) وظائف انعامات کا جو کہ اس ذی کمال (یعنی حضرت ذوالجلال) سے (فائض) ہوئے ہیں اگر تجھ کو ہر دم بہار اور خرمی نہیں ہے تو تو دہ گل کی طرح تیرا (یہ) تن انبار (کا انبار) کیوں ہے (مطلب یہ کہ غم وغصہ کی حالت میں بھی پلہ انعام ہی کا غالب ہے یعنی انعام طبعی کا بھی کیونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یوں تو معنے وعقلاً غم وغصہ بھی نعمت ہی ہے اور اس غلبہ کا بیان یہ ہے کہ عین غم وغصہ ونومیدی میں بھی اپنے اس حالت میں غور کر کہ تیرا تن جو نعمت ولذات وفرحت سے نامی ہوا ہے تو وہ کا تو دہ موجود ہے تو اس غم وغصہ سے بلسان اصل یہ سوال کر کہ تو جو حامل ہو رہا ہے نفی وانکار نعم پر پس گویا خود ہی منکر ہے یہ بتلا کہ اگر نعمتوں کی نفی صحیح ہے اور نعمتیں فائض نہ ہوئی تھیں تو ان نعمتوں کا اثر یعنی یہ تن جسیم کہاں سے آ گیا اور غصہ کے خطاب میں جو تنت کیا گیا ہے یہ اضافت بادنی ملابست ہے ورنہ وہ تن تو صاحب غم کا ہے آگے اس انکار پر اظہار تعجب ہے کہ) تن تو تو دہ گل (اور) تیری قوت فکریہ مثل گلاب کے ہے (پھر) گلاب منکر گل ہوا عجیب تعجب کی بات ہے (فی الغیاث ابنت کلمہ تحسین وتعجب بمعنے زہے مطلب یہ کہ جو قوت فکریہ نعمتوں کی منکر ہے خود وہ قوت نتیجہ ہے نشو ونمو بدن کا جیسا گلاب نتیجہ ہے گل کا چنانچہ اگر بدن کو غذا نہ پہنچے تو قویٰ دماغیہ بھی مضمحل ومعطل وزائل ہو جاویں اور نشو ونمو ئے بدن موقوف ہے نعمت ولذات پر جیسا اوپر ثابت ہوا پس قوت فکریہ کا وجود خود بلسان حال مدعی ہے نشو ونمو بدن کا بھی اور اس کے واسطے سے مدعی ہے نعمائے حق کا جو کہ موقوف علیہ ہے باوجود اس کے پھر قوت فکریہ کا انکار کرنا نعمتوں کا مستلزم ہے انکار نشو ونما کا کیونکہ وہ نعمتیں بوجہ موقوف علیہ ہونے کے لئے لازم ہیں نشو ونمو کے لئے اور لازم کا انکار ملزوم کا انکار ہے پس نعمتوں کا انکار مستلزم ہوا انکار نشو ونمائے بدن کا تو ایسی مثال ہو گئی جیسے گلاب انکار کرے وجود گل کا اور اس کا عجیب ہونا ظاہر ہے آگے کفران کی مذمت اور شکر کی مدح کرتے ہیں کہ) بوزنہ خصال ناسپاس لوگوں سے تو گھاس (کا) بھی دریغ (آتا) ہے (یعنی ہم کو ایسا غصہ آتا ہے کہ ان کو گھاس کا تنکا بھی نہ ملے یا بددعا ہے کہ خدا کرے ان کو تو تنکا بھی نہ ملے اور دونوں توجیہوں پر یہ معارض نہیں ہے توسع دنیا علیٰ اہل الکفر ان کے ساتھ کما قال علیہ السلام تعس عبدالدینار تعس عبدالدرہم تعس وان تکس واذا شک فلا انتقش مع قولہ علیہ السلام لوکانت الدنیا عنداللہ تزن جناح بعوضۃ ماسقیٰ منہا کافرا شربۃ ماء و کپی ابیائے موحدہ و بائے فارسی بہ تشدید وتخفیف بمعنے بوزنہ من الغیاث اور) نبی خصال لوگوں پر مہر ومیغ کا نثار ہو (یعنی اجرام علویہ بھی نثار ہوں فاسفلیہ بالاولیٰ اور میغ یعنی ابر گو کائنات جو سے ہے مگر بہ نسبت سفلیات کے تو علوی ہے اور بوزینہ سے تشبیہ کفران میں دی اور اس کے تقابل سے نبی سے تشبیہ کی وجہ شکر کا ہونا مفہوم ہو گیا چنانچہ آگے اس سے زیادہ اصرح ہے کہ) وہ مخالفت اور کفران طریقہ بوزینہ کا ہے اور وہ سپاس اور شکر طریقہ نبی کا ہے (آگے ثمرہ وانجام ہے اس مخالفت واطاعت کا کہ دیکھ لو) بوزنہ خصال لوگوں کے ساتھ پردہ دریوں (اور مخالفات) نے کیا کچھ کیا (کہ دنیا میں ضلالت اور آخرت میں عقوبت اور) نبی خصال لوگوں کے ساتھ عبادات (وطاعات) نے کیا کچھ کیا (کہ دنیا میں ہدایت اور آخرت میں فلاح قال تعالیٰ اولئک علیٰ ھدی من ربھم و اولئک ھم المفلحون پس اصل طریق نافع طاعت ہے اگرچہ فقر ومحن وخرابی تن وریاضات کے ساتھ ہو اور معصیت کے ساتھ اگر ثروت وتنعم وتن پروری بھی ہو تو سرتاپا مضر ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ) عمارات میں (تو) کتے ہیں اور (ان میں بعضے) کٹ کھنے (بھی) ہیں (فہو من عطف الخاص علی العام اور) ویرانوں میں خزانہ عزت وفور ہے (پس جو اسباب تنعم وتعمیر بدن معصیت کے ساتھ ہوں وہ مثل اس عمارت کے ہے جو سگان عقور پر مشتمل ہے اور جو فقر ومحن وتخریب بدن طاعت کے ساتھ ہو وہ مثل اس خرابہ کے ہے جو کنز پر مشتمل ہے کہ اس تن پروری سے مواد خبیثہ مبعدہ عن الحق کہ مثل کلاب عقور کے ہیں قوت پا کر ضرر پہنچاتے ہیں اور اس تن گدازی سے انوار وفیوض وتجلیات حق کہ مثل کنوز کے ہیں میسر ہوتے ہیں آگے یہ بتلاتے ہیں کہ حقیقت امر تو یہی ہے لیکن اس کے ادراک کے لئے عقل دین کی ضرورت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ظاہر پر محدود نہ رہے حقیقت کو دیکھے۔ اور عقل دنیا کافی نہیں جو محض ظاہری قمت و نعت کو دیکھتی ہے اس قمت میں جو نعت ہے اور اس نعت میں جو قمت ہے اس کو نہیں دیکھتی پس ان ظاہر پرستوں کی اس غلطی کا بیان کرتے ہیں کہ) اگر یہ طلوع (انوار حقیقت کے (ظاہری) میں (مستور) نہ ہوتا تو اتنے (بڑے بڑے) فلاسفہ (دنیوی علوم کے ماہر) راہ (حقیقت) گم نہ کرتے (مگر اس مستوری کے سبب بڑے بڑے (زیرکوں اور موشگافان دانا نے (اپنی) ناک پر ابلہی کا داغ دیکھ لیا (یعنی ان کی حماقت وسفاہت نمایاں ہوگئی جس کی وجہ وہی مستوری ہے بروغ کی کسوف میں اور نعت کی قمت میں اور کنوز کی خرابہ میں پس ثابت ہو گیا کہ ان حقائق کے ادراک کے لئے عقل حقیقت بین درکار۔ ہے اور عقل ظاہر بین بیکار ہے۔

فائدہ:۔ آگے اس مستوری وخفا اور اس غلط بینی وخطا کی مثال میں ایک قصہ لائے ہیں کہ کوئی شخص رزق بلا اکتساب کی دعا کیا کرتا تھا اور اس کو خواب میں ایک رقعہ کا پتہ بتلایا گیا کہ اس میں تیرے مطلوب کا نشان لکھا ہے چنانچہ وہ رقعہ ملا اور اس میں لکھا تھا کہ فلاں ویرانہ میں جو ایک گنبد دار قبر ہے تو وہاں جا کر ایسا کر کہ۔ پشت بادی کن تو رو با قبلہ آر رو انگہاں از قوس تیرے واگزار چوں فگندی تیر از قوس اے سعاد برکن آن موضع کہ تیرت اوفتاد یعنی وہاں خزانہ نکلے گا چنانچہ وہ شخص وہاں ایک تیر و کمان لے کر پہنچا اور کمان میں رکھ کر تیر اچھالا اور اس کے گرنے کی جگہ کو کھودا مگر خزانہ نہ ملا مدتوں یوں ہی کرتا رہا جب خزانہ نہ ملا پریشان ہو کر پھر دعا کی کہ آپ ہی اس کو ظاہر فرمایئے آخر یہ جواب ملا گفت گفتم در کمان تیرے بنہ کے بگفتم من کہ اندر کش تو زہ من نہ گفتم این کمان راسخت کش در کمان نہ گفتمت نے برکنش تو اس قصہ کا ایک جزو یعنی خزانہ کا ویرانہ میں ہونا مناسب ہے مضمون مستوری وخفا کے جو مقام ہذا کے مصرعہ در خرابہاست گنج عزود نور میں مذکور ہے اور اس قصہ کا دوسرا جزو یعنی اس طالب گنج کے فہم میں غلطی ہونا مناسب ہے مضمون غلط بینی وخطا کے جو مصرعہ گم بکردی راہ چندین فیلسوف میں مذکور ہے اور یہ قصہ انشاء اللہ تعالیٰ عشر خامس میں آتا ہے فقط۔

وقد تم بحمد اللہ العظیم العلی العشر الرابع من شرح الدفتر السادس من المثنوی فی مدة اعتکاف موسیٰ علیہ السلام بالطور اعنی فی اربعین یوما الذی ورد فصلہ فی حدیث سیدنا معدن النور صلی اللہ علیہ وآلہ اصحابہ الی مالا یتناہی من الدہور فقط۔

ے فان الافتتاح کان لنصف ذی القعدہ ۃ والاختتام لخمس وعشرین من ذی الحجہ سن ۱۳۳۲ھ ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر الخامس من شرح الدفتر السادس من المثنوی للمولوی المعنوی افتتحت فیہ لغرۃ شہر اللہ محرم الحرام یوم الجمعۃ الاغر سید الایام ۱۳۳۲ من ہجرۃ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام قصہ فقیر روزی طلب بے واسطۂ کسب و رنج

اس فقیر کا قصہ جو بغیر کمائی اور مشقت کے روزی طلب کرتا تھا

آں یکے بیچارۂ مفلس ز درد	کہ ز بے چیزی ہزاراں زخم خورد
وہ ایک بیچارہ مفلس درد سے	کہ اس نے ناداری سے ہزاروں تکلیفیں جھیلی تھیں
لابہ کردے در نماز و در دعا	کاے خداوند و نگہبان رعا
تضرع کرتا تھا نماز میں اور دعا میں	کہ اے خداوند نگہبان گلہ کے
بے ز جہدے آفریدی مر مرا	بے فن من روزیم دہ زیں سرا
بدوں کسی مشقت کے آپ نے مجھ کو پیدا کیا	بدوں میرے فن کے مجھ کو رزق دیجئے اس سرائے سے
پنج گوہر دادیم در درج سر	پنج حس دیگرے ہم مستتر
آپ نے مجھ کو پانچ گوہر سر کے ڈبہ میں عطا فرمائے	اور پانچ حس اور بھی مستتر ہیں
لا یعد ایں داد و لا یحصیٰ ز تو	من کلیلم از بیانش شرم رو
بے شمار یہ عطیات اور غیر محصور آپ کی طرف سے ہیں	میں عاجز ہوں اس کے بیان سے اور شرمندہ
چونکہ در خلاقیم تنہا توئی	کار رزاقیم کن تو مستوی
جب آپ میری خلقیت میں تنہا ہیں	تو میری قوم تو رزق کا کام بھی آپ ہی درست کیجئے
سالہا زو ایں دعا بسیار شد	عاقبت زاری او برکار شد
سالہا سال اس کی طرف سے یہ دعا بہ کثرت ہوئی	انجام کار اس کی زاری بکار آمد ہوئی
ہمچو آں شخصے کہ روزی حلال	از خدا میخواست بے کسب و کلال
اس شخص کی طرح : کہ روزی حلال	خدائے تعالیٰ سے چاہتا تھا بدوں کسب اور تعب کے
گاؤ آوردش سعادت عاقبت	عہد داؤدؑ لدنی معدلت
انجام کار خوش بختی اس شخص کے پاس گائے کو لے آئی	عہد داؤد علیہ السلام میں جو کہ وہبی عدل والے تھے
ایں متیم نیز زاریہا نمود	ہم ز میدان اجابت گور بود
اس عاشق نے بھی بہت سی زاریاں کیں	یہ بھی میدان اجابت سے گیند لے گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گاہ بدظن می شدے اندر دعا	از پئے تاخیر پاداش و جزا
وہ بھی بدگمان ہو جاتا دعا میں	بوجہ تاخیر نتیجہ اور جزا کے
باز ارجائے خداوند کریم	در دلش بشار گشتے و زعیم
پھر خداوند کریم کا امید دلانا	اس کے دل میں مبشر ہوتا اور کفیل
چوں شدے نومید در جہد از کلال	از جناب حق شنیدے کہ تعال
جب وہ ناامید ہو جاتا مشقت میں خستگی سے	تو جناب حق سے سنتا کہ آ

(رعا در لطائف بکسر اول بمعنی گلہ گاؤ و گلہ گوسپند وغیرہ و در کشف بمعنی شبانان و حاکمان وارجا امیدوار کردن و پس افگندن کذا فی الغیاث میگویم ہر دو لفظ بہر دو معنی اول در لغت عربی ندیدہ شدہ لیکن در فارسی مستعمل باشد و مناسب مقام ہمیں ست) وہ ایک بیچارہ مفلس درد (دل) سے (اس زر درد کا عامل شعر آئندہ میں لا بہ کردے ہے اور مصرعہ ثانیہ میں صفت ہے اس مفلس کی یعنی وہ ایسا مفلس تھا) کہ اس نے ناداری سے ہزاروں تکلیفیں جھیلی تھیں تضرع کرتا تھا نماز میں اور دعا میں (اور وہ دعا یہ تھی) کہ اے خداوند نگہبان گلہ (مخلوق یا نگہبان چوپایوں) کے (اور دوسرے ترجمہ کا حاصل یہ ہوگا کہ خود پرورش کنندے بھی آپ کی پرورش و نگہداشت کے محتاج ہیں تا بہ پرورش یافتگان چہ رسد) بدوں (میری) کسی مشقت کے آپ نے مجھ کو پیدا کیا (یعنی میری ایجاد میں میرے کسب کو کوئی دخل نہیں ہوا اور یہ ظاہر ہے پس) بدوں میرے (کسی) فن (و ہنر) کے مجھ کو رزق دیجئے اس سرائے (گیتی) سے (مطلب یہ ہے کہ ایجاد و ابقاء دونوں آپ ہی کے فعل ہیں جب بدوں میرے اکتساب کے ایجاد واقع ہوا تو ابقاء بھی بدوں میرے اکتساب کے آپ کی قدرت میں ہے میں اس کی درخواست کرتا ہوں اور یہ مطلب نہیں کہ پھر ابقاء و ترزیق بھی بلا اکتساب لازم ہے کیونکہ لزوم کی کوئی نہ دلیل عقلی نہ نقلی اور نہ وہ واقع) آپ نے مجھ کو پانچ گوہر (یعنی پانچ حس جو لطافت میں مشابہ گوہر کے ہیں) سر کے ڈبہ میں عطا فرمائے (سر کو اس سے اس لئے تشبیہ دی کہ موتیوں کو ڈبہ میں رکھنا معتاد ہے اور) پانچ حس اور بھی مستتر ہیں (اول پنج حواس سے مراد ظاہری باصرہ و سامعہ و شامہ و ذائقہ و لامسہ کہ چار اول تو سر کے اندر ہی ہیں اور پانچواں مشترک ہے تمام بدن میں جس میں سر بھی داخل ہے مگر اصل معدن اس کا بھی دماغ ہی ہے کیونکہ تعلق شعور کا روح نفسانی سے ہے اور وہ دماغ میں ہے اس لئے در درج سر فرمایا اور دوسرے پنج حواس سے مراد باطنی حس مشترک خیال وہم حافظہ متخیلہ حاصل یہ کہ) بے شمار یہ عطیات اور غیر محصور آپ کی طرف سے ہیں (کما قال تعالیٰ وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها اور) میں عاجز ہوں اس کے بیان سے (اور) شرمندہ (اور) جب آپ میرے تخلیق میں تنہا ہیں (آپ کا کوئی شریک نہیں قال تعالیٰ ما اشهدتهم خلق السمٰوات والارض ولا خلق انفسهم وقال تعالیٰ هل من خالق غير الله يرزقكم من السماء والارض) تو میری ترزیق کا کام بھی آپ ہی درست کیجئے (یہاں بھی نہ لزوم مقصود ہے جیسا شعر بے زجہدی الخ کی شرح میں اس کی تقریر گزر چکی اور نہ یہ مقصود ہے کہ اکتساب کے واسطہ فی الرزق ہونے سے رزاق حقیقی کے تفرد میں کوئی قدح لازم آتا ہے کیونکہ وسائط موثر حقیقی تو نہیں جیسا خود تخلیق میں بھی آخر وسائط ہوتے ہیں گو ان کے موثر حقیقی نہ ہونے سے شرک لازم نہیں آتا اسی لئے باوجود وسائط کے خلق میں اوپر کی آیتیں فرمائیں اور رزق میں اوپر کی ایک آیت میں بھی یرزقکم بڑھایا اور مستقلاً بھی ارشاد فرمایا قل من یرزقکم من السمٰوات والارض

www.besturdubooks.wordpress.com

قل اللّٰہ لا آیۃ بلکہ مقصود صرف اظہار قدرت علی الترزیق بلا اسباب اور ایسی ہی ترزیق کا سوال ہے غرض) سالہا سال اس کی طرف سے یہ دعا بکثرت ہوئی انجام کار اس کی زاری بکار آمد (یعنی مثمر و مقبول) ہوئی اس شخص کی طرح جو کہ روزی حلال خدائے تعالیٰ سے چاہتا تھا بدوں کسب اور تعب کے انجام کار خوش بختی اس شخص کے پاس گائے کو لے آئی (یعنی دعا اس طرح قبول ہوئی کہ اس کے پاس ایک گائے خود آ گئی اور یہ قصہ اس شخص کا) عہد داؤد علیہ السلام میں (ہوا) جو کہ وہی عدل والے تھے (اور یہ قصہ دفتر سوم میں مذکور ہوا ہے پس اسی طرح سے) اس عاشق (روزی بلا جہد) نے بھی (جس کا قصہ اس وقت مذکور ہو رہا ہے) بہت سی زاریاں کیں (اور اس داعی عہد داؤدؑ کی طرح) یہ بھی میدان اجابت سے گیند لے گیا (اور کیفیت اس قبولیت کی سرخی آئندہ میں آ دے گی اور درمیان میں قبل القبول کی ایک کیفیت اور اس کی مناسبت سے کچھ مضامین ارشادیہ فرماتے ہیں کہ قبل قبول یہ حالت تھی کہ) وہ کبھی بدگمان ہو جاتا دعا میں بوجہ تاخیر نتیجہ اور جزاء کے پھر خداوند کریم کا امید دلانا اس کے دل میں مبشر ہوتا اور کفیل (ہوتا اور اگر ارجاء کے دوسرے معنی لئے جاویں تو یہ تقریر ہوگی کہ خداوند کریم کا مہلت دینا اور برائے چندے ملتوی کرنا مبشر ہوتا تھا یعنی اس کو یہ القاء ہوتا تھا کہ منظوری تو ہوگی مگر چندے مؤخر کر دی گئی ہے اور) جب وہ ناامید ہو جاتا مشقت اور خستگی میں تو جناب حق سے (بطور القاء کے) سنتا کہ (ادھر) آ (یعنی دعا کرتا رہ اور قبول کا امیدوار رہ دعا میں ان کیفیتوں کا تعاقب اکثر کو معلوم ہے کبھی ناامیدی اور کبھی امید آگے انتقال ہے دوسرے مضامین ارشادیہ کی طرف)۔

خافض ست و رافع ست ایں کردگار	بے ازیں دو بر نیاید ہیچ کار
وہ کردگار پست کرنے والے اور بلند کرنے والے ہیں	بدوں ان دو کے کوئی کام وقوع میں نہیں آتا
خفض ارضی بین و رفع آسماں	بے ازیں دو نیست دورانش اے فلاں
زمین کی پستی کو دیکھ اور آسمان کی بلندی کو	بدوں ان دو کے اس کی گردش نہیں ہے اے فلاں
خفض و رفع ایں زمیں نوع دگر	نیم سالے شورہ نیمی سبز و تر
پستی اور بلندی اس زمین کی ایک دوسری نوع کی بھی ہے	نصف سال شورہ اور نصف سال سبز اور تر
خفض و رفع روزگار باکرب	نوع دیگر نیم روز و نیم شب
زمانہ باکرب کا خفض اور رفع	دوسری طرح کا ہے کہ نصف دن ہے اور نصف رات
خفض و رفع ایں مزاج ممتزج	گاہ صحت گاہ رنجوری مضج
مخلوط کے اس مزاج کا خفض و رفع	کبھی صحت کبھی مرض ہے شور میں لانے والا
ہمچنیں داں جملہ احوال جہاں	قحط و خصب و صلح و جنگ و افتتاں
اسی طرح معلوم کرلے تمام احوال عالم کو	قحط و ارزانی ہے اور صلح اور جنگ و فتنہ ہے
ایں جہاں بایں دو پر اندر ہواست	زیں دو جانہا موطن خوف و رجاست
یہ عالم ان ہی دو پروں سے ہوا میں ہے	ان دو سے ارواح محل خوف و رجا ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

تا جہاں لرزاں بود مانند برگ	در شمال و در سموم و بعث و مرگ
تاکہ عالم پتے کی طرح لرزاں رہے	شمالی ہوا میں اور سموم میں اور حیات و مرگ میں
تا خم یک رنگی عیسیٰ ما	بشکند نرخ خم صد رنگ را
تاکہ جاوے عیسیٰ کی یک رنگی کا مٹکا	خم صد رنگ کے نرخ کو شکستہ کر ڈالے

(اوپر اس شخص کے دو متضاد متعاقب کیفیتوں کا ذکر تھا اس کی مناسبت سے بطور انتقال کے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسا ہی تضاد اور اس کے ساتھ کبھی تعاقب بھی بکثرت اجزائے عالم میں حق تعالیٰ نے بعضے ظاہری اور بعض باطنی حکمتوں کے لئے پیدا کیا ہے جس کا بیان اس طرح ہے کہ) وہ کردگار پست کرنے والے (بھی) اور بلند کرنے والے (بھی) ہیں (اور انخفاض وارتفاع میں تضاد ظاہر ہے (اور) بدوں ان دو کے کوئی کام وقوع میں نہیں آتا (گو حق تعالیٰ اس پر قادر ہیں کیونکہ نفی وقوع سے نفی امکان لازم نہیں اور یہ حکم استقرائی ہے یا پیچ سے مراد اکثر لے لیا جاوے آگے اس کی قدرے تفصیل ہے کہ) زمین کی پستی کو دیکھو اور آسمان کی بلندی کو (دیکھ) بدوں ان دو کے اس (آسمان) کی گردش (زمین کے گرد) نہیں ہے اے فلانے (یہاں بھی توقف عقلی کا حکم نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وقوع دوران خاص یعنی حرکت سماء حول الارض اس طرح ہے کہ محیط فوق ہے اور ارض تحت اور آسمان کو دوار بناء علی المشہور کہا گیا اور مثال مذکور میں تو خفض ورفع کا موصوف جدا جدا تھا آگے ایک ہی شے کا دونوں کے ساتھ علی التعاقب موصوف ہونا بیان فرماتے ہیں پس اس میں سابق سے ترقی ہے کہ دو چیزوں میں متضادین کا تحقق تو کیا بعید ہے عجیب یہ ہے کہ ایک ہی چیز میں دونوں علی التعاقب متحقق ہوتے ہیں گو بالمعنی المجازی سہی چنانچہ) پستی وبلندی زمین کی ایک دوسری نوع کی بھی ہے (وہ یہ کہ) نصف سال (مثل) شورہ (کے خالی از نبات) اور نصف سال سبز وتر (رہتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس میں ربیع کی کاشت ہوتی ہے وہ خریف میں خالی رہتی ہے اور جس میں خریف کی کاشت ہوتی ہے وہ ربیع میں خالی رہتی ہے اور یہ حالتیں خفض ورفع مجازی ہیں کہ ایک ادنیٰ حالت ہے مشابہ خفض اور دوسری اعلیٰ مشابہ رفع یہ تو زمین میں دونوں حالتیں متحقق ہوئیں اسی طرح) زمانہ با کرب کا خفض ورفع دوسری طرح کا ہے کہ نصف (زمانہ) دن اور نصف (زمانہ) رات (ہے تو دیکھو زمانہ ایک شے ہے اور اس میں علی التعاقب ان متضادین کا تحقق ہو گیا اور اگر بناء علی قول الحکماء زمانہ کو حرکت فلک کہا جاوے تو روزگار سے مجازاً آسمان بھی مراد لے سکتے ہیں تو یہ اوپر کے شعر کا مقابل ہو جاوے گا کہ وہاں زمین کا ذکر تھا اور یہاں آسمان کا اور وہ اس طرح محل متضادین کا ہو جاوے گا کہ اس کے نصف دورہ کا اثر نہار ہے اور نصف دورہ کا اثر لیل یہ تو بعض بسائط کا ذکر ہوا ایک سفلی یعنی ارض کا دوسرا علوی یعنی آسمان کا ایک شعر میں تو دونوں کا مجتمعاً اور دو شعر میں منفرداً زمین کا تو مصرحاً اور آسمان کا محتملاً اگر روزگار سے مراد فلک ہو ورنہ لزوماً اگر روزگار سے مراد زمانہ ہی ہو اور اس کو حرکت فلک نہ کہا جاوے لیکن یہ ظاہر ہے کہ تبدل لیل ونہار علی المشہور اثر ہے فلک ہی کا اس طرح سے کہ یہ تبدل مسبب ہے دورہ شمس سے اور وہ مسبب ہے حرکت فلک سے پس اس طرح سے ذکر تبدل روز کا مستلزم ہو گیا ذکر دورۂ فلک کو آگے بسائط کے بعد ایک مرکب کی کیفیت کے موصوف بالمتضادین ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ) خلط (یعنی مرکب من العناصر المختلفہ) کے اس مزاج (یعنی کیفیت حاصلہ بالترکیب) کا خفض ورفع (یہ ہے کہ) کبھی صحت (اور) کبھی مرض ہے شور میں لانے والا (من افصح وافصح اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں

www.besturdubooks.wordpress.com

حالتیں مزاج کو عارض ہوتی ہیں کہ خروج المزاج من الاعتدال مرض ہے اور بقاء المزاج علی الاعتدال یا عودہ الیہ صحت ہے آگے تعمیم اور تخصیص ہے کہ) اسی طرح معلوم کر لے تمام احوال عالم کو (کہ) قحط وارزانی (میں باہم تضاد) ہے اور صلح اور جنگ وفتنہ (میں باہم تضاد) ہے (پس) یہ عالم ان ہی دو پروں سے (یعنی خفض ورفع حقیقی یا مجازی یعنی کیفیتیں متضادین سے) ہوا میں ہے (ہوا سے مراد تحقیق ووجود چونکہ ان کیفیتوں کو پر سے تشبیہ دی اس لئے تحقق کو ہوا سے تشبیہ دی گئی اور) ان دو (متقابل کیفیتوں) سے ارواح محل خوف ورجا ہیں (یعنی خوف ورجا کا یہی معنیٰ ہے کہ کبھی ایک کیفیت کا احتمال ہوتا ہے کبھی دوسری کیفیت کا اگر وہ ملائم طبع ہے تو اس کا احتمال موجب رجا ہے اور اگر غیر ملائم ہے تو اس کا احتمال موجب خوف چنانچہ ظاہر ہے اس مصرعہ ثانیہ میں اشارہ ہے ایک حکمت کی طرف جس کا ذکر ان اشعار کی شرح کی تمہید میں کیا گیا ہے آگے لفظ دال علی الغایۃ سے اس حکمت کی تصریح ہے یعنی یہ کیفیات متقابلہ اس لئے رکھی ہیں) تا کہ عالم (یعنی اس کے موجودات ذوی العقول) بید کی طرح (امید وبیم سے) لرزاں رہے (کبھی) شمالی ہوا میں اور (کبھی) سموم میں اور (کبھی) حیٰوۃ (میں) اور (کبھی) مرگ میں (یعنی ان مختلف حالتوں میں واقع ہونے کے احتمالات میں رہیں اور ترتب اس غایت خوف ورجا کا ان احوال مختلفہ پر ظاہر ہے اور گو بعض اقسام خفض ورفع کے بعض کائنات میں متبادل ومتعاقب نہیں ہوتے جیسے ارض کا انخفاض مکانی اور فلک کا ارتفاع مکانی اور اس کو ترتب غایت مذکورہ میں جس کا مدار تبدل ہے دخل نہیں ہے لیکن خود ان کائنات میں بھی دوسری قسم کا خفض ورفع متبادل بھی ہوتا ہے اور وہ ترتب مذکور میں دخیل ہے اور مقصود اس غایت میں حصر کرنا نہیں ہے اسرار حق کا استیعاب کون کر سکتا ہے بلکہ ایک حکمت یہ بھی ہے اور تخصیص (اس کے ذکر کی اس لئے ہے کہ اس غایت کا استحضار ہمارے مناسب حال ہے کہ اس سے ایک دینی فائدہ ہے اور وہ ہے جس کو شعر آئندہ میں فرماتے ہیں اور اس پر بھی کلمہ تا دالہ علی الغایۃ اس لئے لائے کہ وہ اس غایت کی غایت ہے پس غایت اصلیہ ہوئی یعنی یہ تضاد وتقابل کیفیت عالم تو اس لئے ہے کہ اس سے خوف ورجا پیدا ہو اور یہ خوف ورجا اس لئے اس پر مرتب کیا گیا ہے) تا کہ ہمارے عیسیٰ کی یک رنگی کا مٹکا خم صد رنگ کے نرخ کو شکستہ (اور بے قدر) کر ڈالے۔ (عیسیٰ سے مراد تشبیہاً محبی حقیقی اور خم یک رنگی سے مراد عالم غیب کہ اس میں یہ اختلاف احوال جو کہ موجب تشویش وکلفت ہو نہیں ہے بلکہ وہاں سراسر جمعیت وطمانیت ہی ہے چنانچہ اس عالم سے تعلق پیدا ہو جانے سے جب اس کے فیوض وبرکات وارد ہونے لگتے ہیں تب اس جمعیت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اسی اختلاف کے انتفاء سے اس کو خم یک رنگی کہہ دیا اور خم صد رنگ سے مراد یہ عالم حس کا اوپر سے ذکر چلا آتا ہے اور گو خم عیسیٰ کا معجزہ اس کا عکس مشہور ہے کہ ایک خم میں سے مختلف الوان نکلتے تھے پھر اس کا یک رنگی سے کنایہ ہونا یا تو اس طرح ہے کہ وہ تو خم ظاہری تھا لیکن ان کا خم باطنی اس کا عکس تھا اور یا (اس طرح ہے کہ سب کا ایک معدن سے نکلنا یہ معنوی یک رنگی ہے گو ظاہراً صد رنگی ہو اور ایسی صد رنگی فیوض وبرکات میں بھی متحقق ہے لیکن باہم تزاحم وتخالف نہیں جیسا یہی عدم تزاحم اون الوان خم عیسوی میں بھی تھا کہ ایک رنگ کا اس میں سے نکلنا مانع نہ ہوتا تھا دوسرے کے اس میں سے نکلنے سے حالانکہ ظاہراً وعادۃً ایک رنگ کا کسی مٹکے سے نکلنا علامت مستلزمہ اس کی ہے کہ اس میں دوسرا لون نہیں ہے بہر حال حاصل اس غایت الغایت کا یہ ہوا کہ مقصود حق تعالیٰ کو اس اختلاف مذکور سے جس پر خوف ورجا مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کی یہ کلفتیں اور عالم غیب کی جمعیتیں دیکھ کر ان میں موازنہ کر کے اس عالم کی قدر نظر میں نہ رہے اور اس سے اعراض کر کے عالم غیب کی طرف متوجہ ہو وہو معنے قولہ تعالیٰ کذلک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تتفکرون فی

www.besturdubooks.wordpress.com

الدنیا والآخرة وقوله تعالیٰ انما مثل الحیوة الدنیا کماء انزلناه من السماء الیٰ قوله کذلک نفصل الآیات لقوم یتفکرون والله یدعوا الی دار السلام اور بندہ نے جو تمہید میں کہا تھا بعض ظاہری اور بعض باطنی حکمتوں کے لئے الخ ظاہری سے مراد غایت مذکورہ اور باطنی سے مراد غایت الغایت مذکورہ ہے آگے اس خم یک رنگی کی صفت یک رنگی کی تقریر فرماتے ہیں کہ اسی تقریر کے ضمن میں خم یک رنگی کی تفسیر بھی ہو جاوے گی)۔

کاں جہاں ہمچو نمکسار آمدست	ہرچہ آنجا رفت بے تلویں شدست
کہ وہ عالم مثل کان نمک کے ہے	جو چیز وہاں گئی وہ بے تلوین ہو گئی
خاک را بیں خلق رنگا رنگ را	می کند یک رنگ اندر گورہا
تو خاک کو دیکھ رنگ برنگ کی مخلوق کو	قبروں میں یک رنگ کر دیتی ہے
ایں نمکسار جسوم ظاہرست	خود نمکسار معانی دیگرست
یہ اجسام ظاہرہ کا نمکسار ہے	اشیاء باطنہ کا نمکسار دوسری چیز ہے
آں نمکسار معانی معنویست	از ازل آں تا ابد اندر نویست
وہ نمکسار اشیاء باطنہ کا باطن ہے	وہ ابتداء سے ابد تک تازگی میں ہے
ایں نوی را کہنگی ضدش بود	آں نوی بے ضد و بے ند و عدد
اس تازگی کی کہنگی اس کی ضد ہوتی ہے	وہ تازگی بدوں ضد اور بدوں مقابل اور بدوں شمار کے ہے
آں چناں کز صقل نور مصطفیٰؐ	صد ہزاراں نوع ظلمت شد ضیا
جیسا کہ صیقل نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے	لاکھوں طرح کی ظلمت ضیا بن گئی
از جہود و مشرک و ترسا و مغ	جملگی یکرنگ شد زاں الپ ولغ
یہود اور مشرکین اور نصاریٰ اور مجوس میں سے	سب ایک رنگ ہو گئے اس دلیر بزرگ سے
صد ہزاراں سایہ کوتاہ و دراز	شد یکے در نور آن خورشید راز
لاکھوں سایہ کوتاہ اور دراز	ایک ہو گئے اس خورشید معنوی کے نور میں
نے درازی ماند و نے کوتہ نہ پہن	گونہ گونہ سایہ در خورشید رہن
نہ کوئی دراز رہا اور نہ کوتاہ اور نہ پھیلا ہوا	اقسام اقسام کے سایے خورشید میں رہن ہو گئے

(یعنی میں نے اس عالم کو خم یک رنگی کہا ہے تو وجہ اس کی یہ ہے) کہ وہ عالم مثل کان نمک کے ہے (پس) جو چیز وہاں گئی وہ بے تلوین ہو گئی (جیسے کان نمک کی خاصیت ہے کہ ہرچیز کہ در کان نمک رفت نمک شد اور مراد تلوین سے تلوین خاص یعنی جو رنگارنگی اور اختلاف احوال اس عالم میں ہے جس سے پریشانی اور خوف وحزن پیدا ہوتا ہے یہ وہاں نہیں حتیٰ کہ جس

www.besturdubooks.wordpress.com

روح کو اس عالم غیب سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے وہ اس پریشانی سے بری ہو جاتی ہے۔ قال تعالیٰ الابذکر اللہ تطمئن القلوب اور یہی معنے ہیں اس کے۔ ہر چہ آنجا رفت بے تلوین شدست آگے مثال ہے اس عالم کی اس خاصیت مذکورہ کی کہ) تو خاک کو دیکھ رنگ برنگ کی مخلوق کو قبروں میں (سب کو) یک رنگ کر دیتی ہے (چنانچہ سب خاک ہو جاتے ہیں یہ (خاک تو) اجسام ظاہرہ کا نمکسار ہے (اور) اشیاء باطنہ کا (جن میں روح بھی داخل ہے) نمکسار دوسری چیز ہے (یعنی عالم غیب پس معانی بمقابلہ اجسام کے ہے نہ کہ بمقابلہ اعیان پس روح مجرد کو بھی شامل ہے اور) وہ نمکسار اشیاء باطنہ کا (خود بھی) باطن (اور مستتر) ہے (اور آگے اس کی یک رنگ پر ایک تفریع فرماتے ہیں کہ جب وہ عالم یک رنگی اور یک رنگ ساز ہے تو اس یک رنگی بمعنے عدم اختلاف الاحوال کے لئے عادۃً یہ بھی لازم ہے کہ) وہ (عالم) ابتداء سے ابد تک تازگی میں ہے (یعنی اس میں کہنگی مفضی الی الفناء والزوال نہیں آگے اس تازگی کی علت بطور خطابہ کے بتلاتے ہیں جو معنے اعادہ ہے بناء مذکور و تفریع مسطور کا وہ یہ کہ) اس تازگی (ظاہری) کی (جو کہ عالم حسی کی صفت ہے) کہنگی (کا سبب) اس (عالم) کی (یعنی) اس عالم کے اجزاء موجودہ کی) ضد ہوتی ہے (یعنی بتدریج اس شے کی ضد حادث ہونا شروع ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ شی اس سے فنا ہو جاتی ہے پس ضد کا تدرج سبب کہنگی اور ضد کا ثبوت سبب فناء ہو جاتا ہے جیسے آب گرم کی گرمی کہ اسباب مبردہ سے بتدریج برد ہوتے ہوتے وہ گرمی فنا ہو جاتی ہے تو ضد سبب تو انی و تفانی ہوئی اسی ضد کا وجود حاصل ہے اختلاف احوال کا جس کا عدم بناء تھی اس تفریع کی اور) وہ تازگی (اس عالم کی) بدوں ضد اور بدوں مقابل اور بدوں شمار (مدت) کے ہے (ان دو شعر کا ویسا ہی مضمون ہے جیسا دفتر ہذا کے شروع سے تقریباً ساٹھ شعر کے بعد ان دو شعر کا مضمون ہے۔

آن جہان جز باقی و آباد نیست	زانکہ آن ترکیب از اضداد نیست
ایں تفانی از ضد آید ضد را	چوں نباشد ضد نبود جز بقا

کہ نوی کا حاصل بھی وہی بقاء ہے اور وہاں شرح میں نفی ضد عن ذاک العالم اور استدلال بہذا النفی علیٰ بقاءہ کی تقریر کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس عالم کے موجودات میں گو تباین فی الصدق تو ہے مگر تباین فی التحقق نہیں بخلاف عالم دنیا کے کہ اس کے اکثر اجزاء مجتمع نہیں ہو سکتے جیسے آگ اور پانی کہ ہر ایک دوسرے کو فنا کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات عالم غیب میں نہیں مثلاً فیوض الٰہیہ میں سے خوف ورجا کہ متقابل ہیں مگر مجتمع ہوتے ہیں اور زیادہ مقصود بیان اسی عالم فیوض کا ذکر فرماتا ہے اور مثلاً نعماء جنت کہ ہر نعمت تمام نعم کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے یہ تو تقریر ہوئی ضد کی اور اس نفی سے جو استدلال علی البقاء کیا ہے تو نفی اور بقاء میں یہ لزوم عقلی نہیں بلکہ لزوم عادی ہے کہ جو طریق فناء کا عناصر و عنصریات میں معتاد ہے چونکہ یہ فناء خاص یہاں نہیں ہے اس لئے اس کا مقابل جو کہ بقاء ہے وہ عادۃً گویا لازم ہو گیا اور ازل کی تفسیر مطلق ابتداء کے ساتھ اس لئے کی گئی کہ ممکنات میں ازلیت باطل ہے اور چونکہ ابدیت ثابت ہے اس لئے ابد کی تفسیر میں مجازاً اختیار نہیں کیا اور یہاں ضد اور ند کا مصداق ایک ہی ہے اختلاف عنوان کے اعتبار سے ایک کا دوسرے پر عطف کر دیا اور عدد سے مراد شمار مدت اس لئے لیا کہ ابدیت تو اس کی ثابت ہے لیکن اس کا بالفعل غیر متناہی فی العدد ہونا باطل ہے جیسا ظاہر ہے یہاں اس عالم کی تشبیہ نمکسار و خاک گور کے ساتھ خاصیت یک رنگ سازی میں مع اس کی ایک تفریع یعنی بقاء و تازگی عالم مذکور کے ختم ہوئی آگے اسی یک رنگ سازی کی ایک اور تشبیہ ہے کہ) جیسا کہ صیقل نور مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے لاکھوں طرح کی ظلمت (کفریہ) ضیا بن (کر یک رنگ ہو) گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

(اس طرح سے کہ) یہود اور مشرکین اور نصاریٰ اور مجوس میں سے (جتنے اسلام لائے وہ) سب ایک رنگ ہو گئے اس دلیر بزرگ (یعنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) سے (فی الغیاث الپ لغ کلمہ مرکب ست بمعنی دلیر و بزرگ فی الحاشیہ ایں ہر دو لفظ ترکی ست آگے یہی مضمون بعنوان دیگر ہے کہ) لاکھوں سایہ کوتاہ و دراز (مراد ظلمات کفر شدید و اشد سب) ایک ہو گئے اس خورشید معنوی کے نور میں اور نور میں سب سایوں کا یک رنگ ہونا ظاہر بھی ہے پس اس نور سے ان سایوں میں) نہ کوئی دراز (سایہ) رہا اور نہ کوتاہ اور نہ پھیلا ہوا (جیسا ٹیلوں وغیرہ کا ہوتا ہے مطلب یہ کہ کسی قسم کا بھی سایہ نہیں رہا) اقسام اقسام کے سایے خورشید میں رہن (یعنی غائب وفنا) ہو گئے (جس طرح مرہون مرتہن کے قبضہ میں جا کر راہن سے غائب ہو جاتا ہے)۔

فائدہ: ان سب تشبیہات و امثلہ سے عالم غیب کی یک رنگی کی توضیح ہو گئی اب جاننا چاہیے کہ عالم غیب کے دو موطن ہیں ایک موجود فی الحال جس سے بالفعل نزول فیوض و برکات و انوار و اسرار کا قلوب عارفین پر ہوتا ہے اور دوسرا موجود فی المآل یعنی واقعات محشر اور اوپر شعر آن نمکسار معانی معنوی است الخ میں عالم غیب کو جو مستتر کہا گیا تھا ہر چند کہ قرائن مقامیہ سے اس کا مصداق عالم فیوض کہ عالم معانی مقابل عالم اجسام ہے معین ہے لیکن قبل تامل فی القرینہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس حکم کو دونوں مواطن کے لئے عام سمجھ جاتا حالانکہ عالم محشر مستتر نہ ہوگا اس لئے آگے بناء علی ظاہر الاطلاق و تعمیم اس حکم استتار سے عالم محشر کا استدراک فرماتے ہیں گو یک رنگی میں وہ بھی شریک ہے باعتبار معنے عدم اختلاف احوال کا اختلاف الاحوال فی الدنیا کے وہاں جس چیز کا جو حال ہے وہ محصل اور متعین ہے مرحومیت یا مطرودیت وغیر ذلک۔

لیک یکرنگی کہ اندر محشر ست	بر بد و بر نیک کشف و ظاہر ست
لیکن جو یک رنگی محشر میں ہے	نیک و بد پر مکشوف اور ظاہر ہے
کہ معانی آں جہاں صورت شود	نقشہاماں درخور خصلت شود
کہ معانی اس عالم میں صورت ہو جاویں گے	ہمارے نقوش مناسب خصلت کے ہو جاویں گے
گردد آنگہ فکر نقش نامہا	ایں بطانہ روئے کار جامہا
اس وقت افکار مکتوبات کے نقوش ہو جاویں گے	یہ استر کپڑوں کا رو کر ہو جاوے گا
ایں زماں سرہا مثال گاؤ پیس	دوک نطق اندر ملل صد رنگ ریس
اس وقت تو اسرار مثل گاؤ ابلق کے ہیں	گویائی کا تکلہ مذاہب میں صدہا رنگ کا کاتتا ہے
نوبت صد رنگی ست و صد دلی	عالم یک رنگ کے گردد جلی
صد رنگی اور صد دلی کی نوبت ہے	عالم یک رنگ کب ظاہر ہو گا
نوبت زنگی ست و رومی شد نہاں	ایں شب ست و آفتاب اندر رہاں
زنگی کی نوبت ہے اور رومی پوشیدہ ہو رہا ہے	یہ شب ہے اور آفتاب قید میں ہے
نوبت گرگ ست و یوسف زیر چاہ	نوبت قبطی ست و فرعون ست شاہ
نوبت گرگ کی ہے اور یوسف زیر چاہ ہیں	نوبت قبطی کی ہے اور فرعون بادشاہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا ز زرق بے دریغ و خیرہ خند	ایں سگاں را حصہ باشد روز چند
تاکہ رزق بے دریغ لاابالی سے	ان کتوں کا بھی چند روز تک کچھ حصہ ہو جاوے
در درون بیشہ شیراں منتظر	تاشود امر تعالوا منتشر
بیشہ کے اندر شیر منتظر ہیں	تاکہ حکم تعالوا مشتہر ہو جائے
پس بروں آیند آں شیراں زمرج	بے حجاب حق نماید دخل و خرج
پس شیر چراگاہ سے باہر آویں گے	بدوں کسی حجاب کے حق تعالیٰ آمد و خرچ ظاہر کر دیں گے
جوہر انساں بگیرد بر و بحر	پیسہ گاواں بسملان روز نحر
جوہر انسان بر و بحر پر قبضہ کر لے گا	ابلق گائیں یوم نحر کے ذبائح ہوں گے
روز نحر رستخیز سہناک	مومناں را عید و گاواں را ہلاک
یوم نحر قیامت ہولناک کا	اہل ایمان کی عید ہے اور گایوں کی ہلاکت ہے
جملہ مرغان آب آں روز نحر	ہمچو کشتیہا رواں بر روئے بحر
تمام مرغان آب اس یوم نحر میں	کشتیوں کی طرح رواں ہوں گے سطح بحر پر
تاکہ یھلک من ھلک عن بینۃ	تاکہ ینجوا من نجا واستیقنہ
تاکہ ہلاک ہو جو کوئی ہلاک ہو بعد دلیل کے	تاکہ نجات پاوے جو کوئی نجات پاوے اور جو یقین رکھتا ہو اس کا
تاکہ بازاں جانب سلطاں روند	تاکہ زاغاں سوئے گورستاں روند
تاکہ باز بجانب سلطان چلے جاویں	تاکہ زاغ بجانب گورستان چلے جاویں
کاستخواں و اجزائے سرگیں ہمچو ناں	نقل زاغاں آمدست اندر جہاں
کیونکہ ہڈی اور اجزاء سرگین کے مثل روٹی کے	زاغوں کی خوراک ہے جہاں میں
قند حکمت از کجا زاغ از کجا	کرم سرگیں از کجا باغ از کجا
کہاں قند حکمت کہاں زاغ	کہاں کرم سرگین کہاں باغ
نیست لائق غز و نفس مرد غر	نیست لائق عود و مشک و کون خر
شایان نہیں جہاد نفس اور مرد کم ہمت	شایان نہیں عود اور مشک اور مقعد خر
چوں غزا ندہد زناں را ہیچ دست	کے دہد آنکہ جہاد اکبر ست
جب زنانوں کو جہاد حاصل نہیں ہوتا	جو جہاد اکبر ہے وہ تو کب حاصل ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

جز بنادر در تن زن رستمے	گشتہ باشد خفیہ ہمچوں مریمے
بجز اس کے کہ نادراً عورت کے قالب میں کوئی رستم	مخفی ہو گیا ہو مریم جیسا
آنچناں کہ در تن مرداں زناں	خفیہ اند و ماندہ از ضعف جناں
جس طرح سے کہ مردوں کے قالب میں عورتیں	مخفی ہیں اور ضعف قلب کے سبب رہ گئے ہیں
آنجہاں صورت شود درمادگی	ہر کہ در مردی ندید آمادگی
اس عالم میں مصور ہو جاوے گا انوثت میں	وہ شخص کہ جس نے مردانگی میں آمادگی نہ دیکھی
روز عدل وعدل وداد اندرخورست	کفش زان پا کلاہ آن سرست
دن عدل کا ہے اور عدل اور عطا مناسب ہیں	کفش تو پاؤں کے حصہ میں ٹوپی سر کے حصہ میں ہے
تا بمطلب در رسد ہر طالبے	تا بغرب خود رود ہر غاربے
تاکہ مطلب تک پہنچ جاوے ہر طالب	تاکہ اپنے مغرب میں چلا جاوے ہر غروب ہونے والا
نیست ہر مطلوب از طالب دریغ	جفت تابش شمس و جفت آب میغ
کسی مطلوب میں طالب سے بخل نہیں ہے	تابش کا قرین شمس ہے اور پانی کا قرین ابر ہے

(تقریر ربط اشعار کے قبل ذکر ہو چکی ہے یعنی گو عالم غیب کا ایک موطن اور اس کی یک رنگی مستتر ہے لیکن (اس کا دوسرا موطن اور اس کی یک رنگی مستتر نہیں یعنی جو یک رنگی محشر میں ہے (وہ اپنے وقت میں نیک و بد (سب) پر مکشوف اور ظاہر ہے (اور وجہ اس کی یہ ہے) کہ معانی اس عالم میں صورت ہو جاویں گے (یعنی) ہمارے نقوش (وصور ظاہرہ) مناسب (ہماری) خصلت کے ہو جاویں گے (پس جو چیز مثل معانی کے دنیا میں مستور تھی وہ وہاں مثل صورت کے ظاہر ہو جاوے گی اور) اس وقت افکار (باطنہ گویا) مکتوبات کے نقوش ہو جاویں گے (اور) یہ استر (کے مشابہ جو فعل مستور ہے وہ گویا) کپڑوں کا روکار (یعنی ابرہ) ہو جاوے گا (کما قال تعالیٰ یوم تبلی السرائر وقال تعالیٰ و حصل ما فی الصدور) اس وقت تو (یعنی دنیا میں ایسا غلط ملط ہو رہا ہے کہ) اسرار (وخیالات پوشیدہ) مثل گاؤ ابلق کے (ہو رہی) ہیں (اور) گویائی کا لکلمہ مذاہب (مختلفہ) میں صدہا رنگ کا کاتا ہے (یعنی جس طرح گاؤ ابلق میں مختلف رنگ مقترن ہیں اسی طرح نیک و بد خیالات میں اقتران واختلاط ہو رہا ہے اور مذاہب مختلفہ والے طرح طرح کی بولیاں بول رہے ہیں جس سے حق و باطل تشابہ ہو رہا ہے غرض اس طور پر اس وقت) صدرنگی وصددلی (یعنی تردد) کی نوبت (آ رہی) ہے (دیکھئے) عالم یک رنگ (جس میں رنگہائے مختلفہ میں پورا تمایز وتعین ہو جاوے) کب ظاہر ہوگا (یہاں استخبار سے مقصود اخبار ہے یعنی عنقریب آنے والا ہے اس وقت) زنگی کی نوبت ہے اور رومی پوشیدہ ہو رہا ہے (اور) یہ شب (کا وقت) ہے اور آفتاب قید (حجاب) میں ہے (جیسا رات کو آفتاب حجاب میں ہوتا ہے اور اس وقت) نوبت گرگ کی ہے اور یوسف زیر چاہ ہیں (اور اس وقت) نوبت قبطی کی ہے اور فرعون بادشاہ (ہو رہا) ہے (دونوں شعر کا حاصل یہ ہے کہ یہاں بکثرت ایسا بھی واقع ہے کہ باطل اور اہل باطل غالب اور

www.besturdubooks.wordpress.com

حق اور اہل حق مغلوب ہیں آگے اس کی حکمت بیان کرتے ہیں یعنی یہ اس لئے ہے) تا کہ رزق بے دریغ لاابالی سے ان کتوں کا بھی چند روز تک کچھ حصہ ہو جاوے (ورنہ اگر اعمال کے حقائق و آثار کا یہیں ظہور ہو جاتا تو ایسے لوگوں کو تمتع کا کون وقت ملتا) بیشہ کے اندر شیر منتظر (بیٹھے) ہیں تا کہ حکم تعالوا مشتہر ہو جاوے پس (اس وقت) شیر چراگاہ (بیشہ) سے باہر آ دیں گے (اور) بدوں کسی حجاب کے حق تعالیٰ آمد و خرچ (ہر چیز کا) ظاہر کر دیں گے (اور اس وقت) جوہر انسان (یعنی انسان کامل) برو بحر پر قبضہ کر لے گا (یعنی اس کی سلطنت کا وقت ہوگا اور) ابلق گائیں (کہ حق و باطل کو ملتبس کرتے تھے) یوم نحر کے ذبائح ہوں گے (پس) یوم نحر قیامت ہولناک کا اہل ایمان کی عید ہے اور گایوں کی ہلاکت ہے (اس سے شعر بالا کی بھی شرح ہو گئی اور) تمام مرغان آب اس یوم نحر میں کشتیوں کی طرح رواں ہوں گے سطح بحر پر (یعنی جس طرح مرغ شناوری میں بے خوف ہوتا ہے اس طرح لا خوف علیہم ان کی شان ہوگی اور یہ کشف تام سرائر کا اس لئے ہوگا) تا کہ ہلاک ہو جو کوئی ہلاک ہو بعد دلیل کے (اور) تا کہ نجات پاوے جو کوئی نجات پاوے اور جو یقین رکھتا ہو اس (یوم) کا (مطلب یہ کہ ہلاک اور نجات ایسی دلیل واضح سے ہو جس میں خود صاحب معاملہ کو بھی شک نہ رہے اور یہ بدوں کشف تام سرائر کے نہیں ہوتا اس لئے ایسا کیا گیا اور یہاں الخ میں تفسیر قرآن کی مقصود نہیں کیونکہ وہ آیت بدر میں ہے بلکہ مقصود تشبیہ ہے اس سے کیونکہ اس واقعہ کا لقب بھی مثل قیامت کے بطشہ کبریٰ آیا ہے تو ایک کی تشبیہ دوسرے سے نہایت ہی اوفق و انسب ہے اور آگے اسی غایت کا اعادہ باختلاف عنوان ہے یعنی) تا کہ باز بجانب سلطان چلے جاویں (اور) تا کہ زاغ بجانب گورستان چلے جاویں کیونکہ ہڈی اور اجزاء سرگین کے مثل روٹی کے زاغوں کی خوراک ہے جہاں میں (اس لئے وہ قبرستان میں جایا کرتے ہیں پس اسی طرح محشر میں اپنے اپنے مناسب حالت اور مقام میں جا پہنچیں گے آگے تمہ ہے بالا کا یعنی) کہاں قند حکمت (اور) کہاں زاغ (اور) کہاں کرم سرگین (اور) کہاں باغ (کہ باہم تناسب نہیں اسی طرح) شایاں نہیں جہاد نفس اور مرد کم ہمت (جس طرح) شایاں نہیں عود اور مشک اور مقعد خر (اور) جب زنانوں کو جہاد (اصغر) حاصل نہیں ہوتا (بوجہ ان کی کم ہمتی کے تو) جو جہاد اکبر ہے وہ تو کب حاصل ہوگا (زنانہ سے مراد عام ہے عورت اور عورت خصلت کو اور جہاد نفس جہاد اکبر اس لئے ہے کہ مزاحمت طویلہ ہے اور عورت پر یہ حکم بناء علی الاکثر ہے اس لئے آگے خود استثناء فرماتے ہیں کہ عورتوں سے جو غزوہ نہیں ہوتا تو) بجز اس کے کہ نادراً عورت کے قالب میں کوئی رستم (دل) مخفی ہو گیا ہو مریم جیسا (کما ل کہ حدیث میں جہاں عورتوں پر عدم کمال کا حکم فرمایا ہے وہاں مریم علیہا السلام کو مستثنے فرمایا ہے کمافی المشکوٰۃ بروایت ابی موسیٰ عن الشیخین یعنی کوئی صورۃً عورت اور سیرۃً مرد ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے آگے اس کے عکس کا ذکر فرماتے ہیں کہ) جس طرح سے کہ مردوں کے قالب میں عورتیں مخفی ہیں اور ضعف قلب کے سبب (غزا سے) رہ گئے ہیں (پس یہ صورۃً مرد ہیں اور سیرۃً عورت ہیں اس لئے اوپر کہا گیا تھا کہ نیست لائق عزد نفس و مرد غر یہاں تک یہ مضمون تناسب و عدم تناسب کا مذکور ہوا آگے یہ بتلاتے ہیں کہ اس مثال میں بھی دنیا میں ظاہر و باطن مخلوط و مختلف ہو رہا ہے محشر میں اس کا بھی تمیز ہو جاوے گا یعنی) اس عالم میں مصور ہو جاوے گا انوثت میں وہ شخص کہ جس نے مردانگی میں آمادگی نہ دیکھی ہوگی (اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعضے مرد عورتوں کی شکل میں ظاہر ہوں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ صفت زنانہ پن کی دنیا میں کبھی لباس و شکل و گفتار و دعویٰ مردانہ سے مخفی ہو جاتی ہے وہاں یہ چیزیں اس کے ساتھ نہ ہوں گی غرض بوجہ ظہور اسرار و جزائے وفاق کے وہ) دن عدل کا ہے اور عدل اور (عمل کی موافق) عطا (یہ دونوں) متناسب ہیں (اور وہ عدل یہ ہے کہ) کفش تو پاؤں کے حصہ میں (اور) ٹوپی سر کے حصہ میں ہے تا کہ مطلب تک پہنچ جاوے ہر طالب

www.besturdubooks.wordpress.com

(اہل حق تو طلب اختیاری کے موافق اور اہل باطل طلب اضطراری یعنی حالی و استعدادی کے موافق کہ نار و حرماں ان کے استعداد کا مقتضا ہے اور) تا کہ اپنی مغرب میں چلا جاوے ہر غروب ہونے والا (یعنی جو تلمیع و تلبیس اور خداع و تاویل و تسویل تھی سب غائب ہو جاوے گی اور کشف حقائق کے لئے اس کا لزوم ظاہر ہے آگے تاکید ہے تا مطلب الخ کی مع مثال کے یعنی) کسی مطلوب میں طالب سے بخل نہیں ہے (چنانچہ) تابش کا قرین شمس ہے اور پانی کا قرین ابر ہے (اور یہ قرآن حق تعالیٰ ہی کا بنایا ہوا ہے قال تعالیٰ اعطیٰ کل شي خلقه پس ان کی شان عدل ایسی ہے اور اس شان عدل کا زیادہ ظہور تو قیامت ہی میں ہوگا جس کا یہاں تک بیان چلا آیا مگر دنیا میں بھی ظہور ہوتا ہے جو قدرے تامل کے بعد صاف معلوم ہو جاتا ہے اگلے اشعار میں اس ظہور فی الدنیا کے آثار کو بیان فرماتے ہیں۔)

ہست دنیا قہر خانہ کردگار	قہر بیں چوں قہر کردی اختیار
دنیا کردگار کا دار قہر ہے	اگر تو نے قہر اختیار کیا ہے تو قہر ہی دیکھنا
استخوان و موئے مقہوراں نگر	تیغ قہر افگندہ اندر بحر و بر
مقہورین کی ہڈیاں اور بال دیکھ لے	تیغ قہر نے بحر و بر میں ڈال رکھا ہے
پر و بال مرغ بیں برگرد دام	شرح قہر حق کنندہ بے کلام
مرغ کے پر اور بال جال کے گردا گرد دیکھ لے	وہ بلا کلام قہر حق کی شرح کرنے والے ہیں
مرد او برجائے خر پشتہ نشاند	وانکہ کہنہ گشت پشتہ ہم نماند
وہ تو مر گیا اپنی جگہ پر بڑا سا پشتہ بٹھلا گیا	اور جو پرانا ہو گیا پشتہ بھی نہ رہا
ہر کسے را جفت کردہ عدل حق	پیل را با پیل و بق را جنس بق
ہر شخص کو قرین کر رکھا ہے عدل حق نے	ہاتھی کو ہاتھی کے ساتھ مچھر کو جنس مچھر کے ساتھ
مونس احمد بمجلس چار یار	مونس بوجہل عتبہ و ذوالخمار
احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مونس مجلس میں اصحاب اربعہ ہیں	ابوجہل کے مونس عتبہ اور ذوالخمار ہیں
کعبۂ جبرئیل و جانہا سدرۂ	قبلۂ عبدالبطوں شد سفرۂ
جبرئیل علیہ السلام اور روحانیات کا کعبہ سدرہ ہے	قبلہ بندہ شکم کا دستار خوان ہے
قبلۂ عارف بود نور وصال	قبلۂ عقل مفلسف شد خیال
عارف کا قبلہ نور وصال ہے	عقل فلسفی کا قبلہ خیالی ہے
قبلۂ زاہد بود یزدان بر	قبلۂ مطمع بود ہمیان زر
زاہد کا قبلہ یزدان محسن ہے	طامع کا قبلہ ہمیان زر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قبلۂ مردان حق اعمال نیک	قبلۂ نااہل جہل مرد ریگ
مردان حق کا قبلہ اعمال نیک ہیں	نااہل کا قبلہ جہل ذلیل ہے
قبلۂ معنی وراں صبر و درنگ	قبلہ صورت پرستاں نقش سنگ
اہل معانی کا قبلہ صبر اور تانی ہے	صورت پرستوں کا قبلہ نقش سنگ ہے
قبلۂ باطن نشیناں ذوالمنن	قبلۂ ظاہر پرستاں روئے زن
باطن نشینوں کا قبلہ ذوالمنن ہے	ظاہر پرستوں کا قبلہ روئے زن ہے
قبلۂ عاشق حق آمد اے پسر	قبلۂ باطل بلیس ست اے پدر
عاشق کا قبلہ حق تعالیٰ ہے اے لڑکے	اہل باطل کا قبلہ ابلیس ہے اے پدر
قبلۂ فرعون نیلے سر بسر	قبلہ خر بندہ چہ بود کون خر
فرعون کا قبلہ دنیا ہے سربسر	بندۂ خر کا قبلہ کیا ہوگا مقعد خر ہو گا
ہمچنیں بر می شمر تازہ و کہن	ور ملولی رو تو کار خویش کن
اسی طرح شمار کرتا رہ جدید اور قدیم	اور اگر تو ملول ہے تو جا اپنا کام کر
رزق ما در کاس زریں شد عقار	واں سگاں را آب تتماج و تغار
ہمارا رزق پیالہ زریں میں شراب ہے	اور ان کتوں کے لئے آش کا پانی ہے اور تغاری
لائق آں کہ بدا او خود دادہ ایم	درخور آں رزق او بفرستادہ ایم
وہ جس چیز کے لائق تھا ہم نے خود دی ہے	اس کے لائق رزق ہم نے بھیجا ہے
عاشق ناں ساختیم آں خواجہ را	سیر از جاں ساختیم ایں را چرا
اس خواجہ کو ہم نے روٹی کا عاشق بنا دیا ہے	اس کو ہم نے جان سے سیر کر دیا ہے یہ کس سبب سے ہوا
خوی آں را عاشق ناں کردہ ایم	جان ایں را مست جاناں کردہ ایم
ہم نے اس کی سرشت کو روٹی کا عاشق کر دیا ہے	اس کی جان کو ہم نے مست محبوب کر دیا
چوں بخوی خود خوشی و خرمی	پس چرا از خورد خویت می رمی
جب تو اپنی عادت پر خوش اور خرم ہے	پھر کس لئے اپنی عادت کے مناسب چیز سے تو بھاگتا ہے
مادگی خوش آیدت چادر بگیر	رستمی خوش آیدت خنجر بگیر
اگر تجھ کو مونث ہونا پسند آوے تو چادر لے	تجھ کو رستم ہونا خوش معلوم ہو تو خنجر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

غازیی خوش آیدت جوشن بپوش	ور بحیزی مائلی رو کوں فروش
غازی ہونا خوش معلوم ہو جوشن پہن لے	اور اگر تو مخنث ہونے کی طرف مائل ہو تو جا مقعد فروخت کر
ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر	گشتہ است از زخم درویشی عقیر
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا وہ فقیر	زخم فقر سے زخم رسیدہ ہو رہا ہے

(ربط اشعار کے قبل بیان ہو چکا یعنی دنیا میں بھی عدل خداوندی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں جس کا بیان یہ ہے کہ) دنیا کردگار کا دارالقہر (بھی) ہے (احقر نے لفظ بھی میں اشارہ کیا ہے ایک اشکال کی دفع کی طرف وہ اشکال یہ ہے کہ قہر کی تخصیص کیوں کی باوجودیکہ اس میں قہر کی طرح رحم بھی ظاہر ہوتا ہے نیز غرض مقام یعنی بیان عدل بھی اس پر دال ہے کیونکہ عدل کا ظہور تو دونوں کے مجموع سے ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ مقصود تخصیص نہیں بلکہ مقصود مبالغہ اور دلالت علی الرحمۃ بالاولیٰ ہے اس طرح سے کہ دنیا تو مظہر رحمت زیادہ ہے کہ یہاں کفار پر بھی بعض اقسام رحمت فائض ہیں پس اس کا دارالرحمۃ ہونا تو کیا بعید ہوتا وہ تو دارالقہر بھی ہے یعنی بعض اوقات ظاہراً بھی اور باطناً تو ہمیشہ ظالمین پر قہر نازل ہو جاتا ہے پس) اگر تو نے قہر (وظلم) اختیار کیا ہے تو (پاداش میں) قہر ہی دیکھنا (آگے ہم ہالکہ مقہورہ کا نمونہ کے طور پر ذکر کرتے ہیں جیسے قرآن مجید میں جابجا انداز اہل مکہ کے بعد عاد وثمود وقریٰ لوط وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے یعنی) مقہورین کی ہڈیاں اور بال (یا اور آثار جو دلالت اور تذکیر میں ویسے ہی ہوں) دیکھ لے تیغ قہر نے (ان مقہورین کو) بحر و بر میں ڈال رکھا ہے (آگے مثال ہے کہ) مرغ کے پر و بال جال کے گرداگرد دیکھ لے وہ بلا کلام (یعنی بلاشبہ) قہر حق کی شرح کرنے والے ہیں وہ (مقہور) تو مر گیا (اور) اپنی جگہ بڑا سا پشتہ بٹھلا گیا (یہ اسناد ہے سبب کی طرف کیونکہ اس کا مرنا اور مدفون ہونا ہی سبب اس پشتہ یعنی قبر بننے کا ہوا) اور جو پرانا ہو گیا (یعنی جس مقہور کو زیادہ زمانہ گزر گیا اس کا) پشتہ بھی نہ رہا (یعنی قبر بھی مٹ گئی پس یہ نزول قہر علی موجبات القہر ظہور ہے عدل حق کا آگے اور آثار ہیں اسی عدل حق کے ظہور کے کہ) ہر شخص کو (اس کے مناسب کے ساتھ) قرین کر رکھا ہے عدل حق نے (چنانچہ) ہاتھی کو ہاتھی کے ساتھ (اور) مچھر کو جنس مچھر کے ساتھ (اور) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مونس مجلس میں اصحاب اربعہ ہیں (اور) ابوجہل کا مونس عتبہ اور ذوالخمار ہیں (فی الحاشیۃ عتبہ نام کافر قریشی کا در جنگ بدر کشتہ شد ذوالخمار کافرے بود در جاہلیت کہ سر و روئے خود پوشیدہ میداشت اور) جبرئیل علیہ السلام اور روحانیت (یعنی بعض ملائکہ) کا کعبہ (یعنی جہت توجہ یا محل عبادت) سدرہ ہے (جیسا حدیث معراج میں ان ملائکہ کو بصورت نورانی زرین پروانہ کے معائنہ فرمانا وارد ہے اور جبرئیل علیہ السلام کے لئے اس کا مقام ہونا مشہور ہے اور) قبلہ (توجہ) بندۂ شکم کا دستار خوان ہے (اور) عارف کا قبلہ نور وصال ہے (اور) عقل فلسفی کا قبلہ خیال ہے (اور) زاہد کا قبلہ یزدان محسن ہے (اور) طامع کا قبلہ ہمیان زر ہے (اور) مردان حق کا قبلہ اعمال نیک ہیں (اور) نااہل کا قبلہ جہل ذلیل ہے (مردہ ریگ مال میراثی وزبون و ضائع و ناچیز و بے قدر اور اہل معانی کا قبلہ صبر وتانی ہے (اور) صورت پرستوں کا قبلہ نقش سنگ ہے (اور) باطن نشینوں کا قبلہ ذوالمنن ہے (اور) ظاہر پرستوں کا قبلہ روئے زن ہے (اور) عاشق کا قبلہ حق تعالیٰ ہے اے لڑکے (اور اہل) باطل کا قبلہ ابلیس ہے اے پدر (اور) فرعون کا قبلہ دنیا ہے سر بسر (اور) بندۂ خر کا قبلہ کیا ہوگا مقعد خر ہوگا اسی طرح شمار کرتا رہ جدید اور قدیم (کو کہ اس میں اسی طرح باہم تناسب وتجاذب ہے) اور اگر تو (باوجود ان امثلہ سے نہ سمجھنے کے اور دوسرے امثلہ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

شمار کرنے کی طرف محتاج ہونے کے پھر بھی ان کے شمار کرنے سے) ملول ہے تو جا اپنا کام کر (یعنی ہمارا کیا نقصان ہے تو جان اور تیرا کام جانے ہم کو کیا ضرور ہے کہ تیرے سمجھانے کی کوشش کریں ہم کو خود اپنا سمجھنا کافی ہے اور عجب لطیفہ ہے کہ عین اس اعراض عن التفہیم میں بھی مقصود کی تعلیم ہے کیونکہ مخاطب کا نہ سمجھنا اس کے لائق ہے اور ہمارا سمجھنا ہمارے لائق ہے پس اس میں بھی ظہور ہوا عدل الٰہی کا کہ ہر ایک کو وہ چیز ملی جو اس کے لائق تھی شعر آئندہ میں یہی مضمون ہے پس ظاہراً ترک ہے اضافہ امثلہ کا اور واقع میں اضافہ ہے کیونکہ یہ خود بھی مقصود کی ایک مثال ہو گئی پس فرماتے ہیں کہ) ہمارا (یعنی عارفین کا) رزق پیالہ زریں میں شراب (طہور) ہے (یعنی حقائق و معارف کہ ان میں سے مضمون مقام بھی ہے) اور ان (دنیوی) کتوں کے لئے آش کا پانی ہے اور تغاری (جس میں رکھ کر دیا جاتا ہے مراد لذات حسیہ جن میں منہمک ہو کر علوم حقہ سے انکار و کسل کرتا ہے چونکہ اس شعر میں پھر بیان ہو گیا مضمون مقام کا آگے پھر اس کا سلسلہ جاری فرماتے ہیں لیکن چونکہ مصرعہ ور ملولی رد تو کار خویش کن میں اس سے اعراض بھی فرما چکے ہیں اس لئے اگلا بیان دوسرے طرز سے ہوتا ہے یعنی بمقولہ حق تعالیٰ پس گویا اشارہ اس طرف ہو گیا کہ ہم تو اس مضمون کو ختم کر چکے لیکن حق تعالیٰ مثل تکلم حق از شجر کا موسیٰ علیہ السلام ہماری زبان سے فرماتے ہیں کہ) وہ (ایک) جس چیز کے لائق تھا ہم نے خود (اس کو وہی چیز) دی ہے اور اس (دوسرے) کے لائق رزق (اس کے پاس) ہم نے بھیجا ہے (آگے قدرے تفصیل ہے اس دی ہوئی چیز کی کہ) اس (ایک) خواجہ کو ہم نے روٹی کا عاشق بنا دیا ہے (اور) اس (دوسرے) کو ہم نے جان سے سیر کر دیا ہے (کہ ہر شخص کے لائق یہی تھا آگے خود سوال فرماتے ہیں کہ) یہ کس سبب سے ہوا (شعر آئندہ میں اس کا جواب دیتے ہیں کہ سبب اس کا یہ ہے کہ) ہم نے اس (ایک) کی سرشت (باطنی) کو روٹی کا عاشق کر دیا ہے (اور) اس (دوسرے) کی جان کو ہم نے مست محبوب (حقیقی) کر دیا ہے (یہاں ظاہراً سبب و سبب متحد معلوم ہوتے ہیں پس تغایر کی توجیہ یہ ہے کہ مسبب جو کہ شعر سابق میں مذکور ہے وہ ظہور ہے آثار محبت دنیا و حب مولیٰ کا افعال جوارح پر اور سبب جو شعر لاحق میں مذکور ہے وہ رسوخ ہے ان کے ملکات کا باطن میں اور ملکہ باطن کا سبب ہونا افعال ظاہر کے لئے ظاہر ہے آگے بطور تفریع یہ مضمون ہے کہ ان ملکات باطنی اور ان افعال ظاہری پر جزا بھی مناسب ہی مرتب ہوتی ہے اور یہ بھی ظہور ہے عدل حق کا جس کا بیان ہو رہا ہے اور اس تفریع بالفاء کے ضمن میں تفریع بالقاف یعنی ملامت بھی ہے اس شخص کو جو اخلاق و افعال ذمیمہ کو خوش خوش اختیار کرتا ہے اور اس کی جزا کو ناگوار سمجھتا ہے پس فرماتے ہیں کہ) جب تو اپنی عادت (ظاہری و باطنی) پر خوش اور خرم ہے پھر کس لئے اپنی عادت کے مناسب چیز سے (کہ وہ جزا و فاق ہے) تو بھاگتا (اور گھبراتا) ہے (پس اس پر بھی راضی رہ کہ الشی اذا ثبت ثبت بلوازمہ آگے اس رضاء باللوازم کی مثالیں ہیں کہ) اگر تجھ کو مونث ہونا پسند آوے تو (زنانی) چادر (خوشی سے) لے (اور اگر) تجھ کو رستم (وشجاع) ہونا خوش معلوم ہو تو (خوشی سے) خنجر لے (اور اگر) غازی ہونا خوش معلوم ہو جوشن پہن لے (جو کہ لباس جنگ کی ایک نوع ہے جس میں آہنی تختے جڑے ہوئے ہوتے ہیں) اور اگر تو مخنث ہونے کی طرف مائل ہے تو جا مقعد فروخت کر (یہ مضمون یہاں ٹھہرا دیا آگے تمہید ہے رجوع الی القصہ کی یعنی) یہ مضمون (بیان آثار عدل الٰہی) انتہا نہیں رکھتا کما قال تعالیٰ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی الآیۃ) وہ فقیر (دعا کنندہ روزی بے کسب) زخم فقر (وناداری) سے زخم رسیدہ ہو رہا ہے (اور طالب ہے اپنے مقصود کا اس کی کامیابی کا جلدی ذکر کرو الفقیر المغفور عفرہ عفرا جرحہ من اقرب الموارد آگے رجوع الی القصہ ہے)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قصہ آں گنجنامہ کہ گفتند پہلوئے قبہ روی بقبلہ کن وتیر درکمان نہ وبینداز آنجا کہ افتد گنجست

اس گنجنامہ کا قصہ کہ انہوں نے کہا قبہ کے پہلو میں قبلہ کو رخ کر اور تیر کمان میں رکھ اور پھینک جس جگہ وہ گرے خزانہ ہے

وید در خواب او شبے وخواب کو	واقعہ بے خواب صوفی راست خو
اس نے خواب میں ایک شب دیکھا اور خواب کہاں تھا	واقعہ بلا خواب تو صوفی کی عادت ہوتی ہے
ہاتفے گفتش کہ اے دیدہ تعب	رقعۂ در مشق وراقاں طلب
ایک ہاتف نے اس سے کہا کہ اے مشقت دیکھے ہوئے شخص	ایک پرچہ کاغذی لوگوں کے پاس سے تلاش کر
خفیہ زاں وراق کت ہمسایہ است	سوئے کاغذ پارہاش آور تو دست
خفیہ طور پر اس کاغذی سے جو کہ تیرا ہمسایہ ہے	اس کے پارہائے کاغذ کی طرف تو ہاتھ بڑھانا
رقعۂ شکلش چناں رنگش چنیں	پس بخواں آں را بخلوت اے حزیں
ایسا رقعہ جس کی شکل ایسی ایسی اور اس کا رنگ ایسا ایسا ہے	پھر اس کو خلوت میں پڑھنا اے حزیں
چوں بدزدی آں زوراق اے پسر	پس بروں روز انبہی وشور وشر
جب تو اے پسر اس کو وراق سے خفیہ طور سے لے چکے	پھر باہر چلا جانا ہجوم شور و شر سے
تو بخواں آں را بخود در خلوتے	ہیں مجو در خواندن آں شرکتے
تو اس کو خود تنہائی میں پڑھنا	خبردار اس کے پڑھنے میں شرکت مت ڈھونڈنا
ور شود آں فاش ہم غمگیں مشو	کہ نیابد غیر تو زاں نیم جو
اور اگر وہ ظاہر بھی ہو جاوے تو خبردار غمگین مت ہونا	کیونکہ تیرے سوا کوئی اس میں سے آدھا جو بھی نہیں پا سکتا
ور کشد آں دیر ہیں زنہار تو	ورد خود کن دمبدم لا تقنطوا
اور اگر اس میں دیر ہو جاوے تب بھی خبردار تو	اپنا ورد دمبدم لاتقنطوا ہی رکھنا
ایں بگفت ودست خود آں مژدہ ور	بردل او زد کہ رو رحمت ببر
یہ کہا اور اس بشارت دہندہ نے اپنا ہاتھ	اس کے قلب پر مارا کہ جا رحمت لے جا
چوں بخویش آمد زغیبت آں جواں	می نگنجید از فرح اندر جہاں
جب وہ جوان غیبت سے افاقہ میں آیا	تو خوشی کے سبب عالم میں نہ سماتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

زہرۂ او بردریدے از قلق	گر نبودے عون رفق و حفظ و لطف حق
اس کا پتہ اضطرار سے پھٹ جاتا	اگر حق تعالیٰ کی مہربانی اور لطف کی مدد نہ ہوتی
یک فرح آں کز پس ہفصد حجاب	گوش او بشنید از حضرت جواب
ایک فرحت یہ کہ نو سو حجابوں کے پیچھے سے	اس کے کان نے اس درگاہ سے خطاب سنا
از حجب چوں حس سمعش درگذشت	شد سرافراز وز گردوں برگذشت
حجابوں سے جب اس کا حاسہ سمع گزر گیا	تو وہ سرافراز ہوا اور آسمان سے آگے بڑھ گیا
کے بود کاں حس چشمش ز اعتبار	زاں حجاب غیب ہم یابد گزار
یہ کب ہوگا کہ اس شخص کا حاسہ بصر بھی عبرت گیری سے	اس حجاب غیب سے گزر جاوے
چوں گزارہ شد حواسش از حجاب	پس پیاپے گردش دید و خطاب
جب اس کے حواس حجاب سے گزر جاتے ہیں	پھر علی التواتر اس کو رویت اور خطاب ہوتا ہے
چوں سیاہ زنگ پنہاں شد ز روم	تیغ زد خورشید و پیدا شد علوم
جب سیاہ زنگی روم سے پنہاں ہو جاتی ہے	تو خورشید تلوار مارتا ہے اور علوم ظاہر ہوتے ہیں
یک فرح آں کز سوال آمد خلاص	خواہدش حاصل شدن آں گنج خاص
ایک فرحت یہ تھی کہ سوال سے خلاصی ہوئی	اس کو وہ گنج خاص حاصل ہو جاوے گا
یک فرح آنکہ نشد ردش دعا	عاقبت آمد اجابت مرورا
ایک فرحت یہ کہ اس کی دعا رد نہیں ہوئی	انجام کار اس کو اجابت حاصل ہوئی
جانب دکان وراق آمد او	دست میزد او بمشقش سو بسو
وہ وراق کی دکان کی جانب آیا	اس کے مشق کاغذ میں ہر طرف ہاتھ مارتا تھا
پیش چشمش آں آمد مکتوب زود	با علاماتے کہ ہاتف گفتہ بود
اس کی آنکھ کے روبرو وہ لکھا ہوا جلدی سے آ گیا	ان ہی علامات سے جو ہاتف نے کہی تھیں
در بغل زد گفت خواجہ خیرباد	ایں زماں وا میرسم اے اوستاد
بغل میں مار لیا اور کہا کہ صاحب خیر کے ساتھ رہو	ابھی لوٹ کر آتا ہوں اے استاد
رفت کنج خلوتے آں را بخواند	وز تحیر والہ و حیراں بماند
ایک گوشہ تنہائی میں گیا اس کو پڑھا	اور حیرت سے والہ و حیران رہ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ بدینساں گنج نامہ بے بہا	چوں فتادہ ماند اندر مشتہا
کہ اس طرح کا یہ گنجنامہ بے بہا	کس طرح سے مشتی کاغذوں میں پڑا رہ گیا
باز اندر خاطرش ایں فکر جست	کز پئے ہر چیز یزداں حافظ ست
پھر اس کے دل میں اس فکر نے حرکت کی	کہ ہر چیز کے لئے حق تعالیٰ محافظ ہیں
کے گزارد حافظ اندر اکتناف	کہ کسے چیزے رباید از گزاف
نگہبان پناہ دہی کے اندر کب چھوڑتا ہے	کہ کوئی شخص کوئی چیز بھی بے ضابطہ لے بھاگے
گر بیاباں پر شود زر و نقود	بے رضائے حق جوے نتواں ربود
اگر تمام صحرا زر اور نقود سے پر ہو جاوے	بدوں مرضی حق کے کوئی ایک جو بھی نہیں لے سکتا
ور بخوانی صد صحف بے سکتۂ	بے قدر یادت نماند نکتۂ
اور اگر تو سو صحیفے بلا سکتہ پڑھ جاوے	بدوں تقدیر ایک نکتہ بھی تجھ کو یاد نہیں رہ سکتا
ور کنی خدمت نخوانی یک کتیب	علمہائے نادرہ یابی ز جیب
اور اگر تو خدمت کرے اور ایک کتاب بھی نہ پڑھے	تو علوم نادرہ گریبان سے تجھ کو مل جاویں
شد ز جیب آں کف موسیٰ ضو فشاں	کاں فزوں آمد ز ماہ آسماں
گریبان ہی سے وہ ید موسیٰ نور افشاں ہو گیا تھا	کہ وہ ماہ آسمان سے بھی فائق تھا
کانکہ می جستی ز چرخ با نہیب	سر برآوردست اے موسیٰ ز جیب
کہ جس چیز کو تم آسمان باعظمت سے تلاش کرتے تھے	وہ اے موسیٰ گریبان سے ظاہر ہوئی ہے
تا بدانی کآسمانہائے سمی	ہست عکس مدرکات آدمی
تا کہ تجھ کو معلوم ہو جاوے کہ آسمانہائے رفیع	آدمی کے قوائے مدرکہ کے عکس ہیں
نے کہ اول دست یزداں مجید	از دو عالم پیشتر عقل آفرید
کیا یہ بات نہیں ہے کہ دست حق تعالیٰ نے	دونوں عالم سے اول عقل کو پیدا کیا
ایں سخن پیدا و پنہانست و بس	کہ نباشد محرم عنقا مگس
یہ مضمون ظاہر ہے اور بہت مخفی ہے	کیونکہ عنقا کا محرم مکھی نہیں ہوتی
باز سوی قصہ باز آ اے پسر	قصہ گنج و فقیر آور بسر
اے پسر پھر قصہ کی طرف آ	قصہ گنج اور فقیر کا ختم کر

www.besturdubooks.wordpress.com

اس (شخص) نے خواب میں ایک شب دیکھا اور خواب کہاں تھا (یعنی اس کو یقظہ کے مقابلہ میں خواب کہہ دیا ورنہ وہ بین النوم والیقظہ تھا جس کو اصطلاح میں واقعہ کہتے ہیں اور اس سے تعجب مت کرنا کیونکہ) واقعہ بلا خواب تو صوفی کی (بکثرت) عادت ہوتی ہے (تو اگر اس کو بھی ایسا اتفاق ہو گیا تو تعجب کی کیا بات ہے اگرچہ وہ صوفی نہ ہو اور اگر صوفی تھا تو اور بھی تعجب نہیں اور وہ بات جو دیکھی یہ تھی کہ) ایک ہاتف (غیب) نے اس سے یہ کہا کہ اے مشقت دیکھے ہوئے شخص ایک پرچہ (جس کا پتہ آگے آتا ہے) کاغذی لوگوں کے پاس سے تلاش کر خفیہ طور پر اس کاغذی سے جو کہ تیرا ہمسایہ ہے اس کے پارہائے کاغذ کی طرف تو ہاتھ بڑھانا (وہ) ایسا رقعہ (ہے) جس کی شکل ایسی ایسی اور اس کا رنگ ایسا ایسا ہے (رقعہ بدل ہے لفظ رقعہ واقعہ شعر ہاتفی الخ سے) پھر اس کو خلوت میں پڑھنا اے حزین جب تو اے پسر اس کو وراق سے خفیہ طور سے لے چکے پھر باہر چلا جانا ہجوم شور و شر سے (اگر شبہ ہو کہ کسی کی ملک کی کوئی چیز اس سے خفیہ و بلا اذن لینا کب جائز ہے جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز متقوم نہ ہو تو اس میں اذن کی حاجت نہیں یہ پرچہ ردی ہوگا جس کو اس نے بیکار کاغذات میں ڈال دیا ہوگا اور یا یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس آخذ کی ملک ہوگا کسی طرح اس کے یہاں سے اس کی ردی میں چلا گیا ہوگا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں وہ گائے اس دعا کرنے والے کے گھر میں آ گھسی تھی اسی کی ملک تھی جس کے ساتھ مولانا نے اس صاحب قصہ کو شروع قصہ کے اس شعر میں تشبیہ بھی دی ہے ہمچو آن شخصے کہ روزی حلال الخ غرض) تو اس کو خود تنہائی میں پڑھنا خبردار اس کے پڑھنے میں (کسی کی) شرکت مت ڈھونڈھنا (تاکہ دوسروں پر ظاہر نہ ہو) اور اگر (کسی طرح سے) ظاہر بھی ہو جاوے تو خبردار غمگین مت ہونا کیونکہ تیرے سوا کوئی اس میں سے آدھا جو بھی نہیں پا سکتا (یعنی وہ سب تیری ہی قسمت کا ہے اس شق کا حکم اس لئے بتلا دیا گیا کہ لوگوں کو دوسرے قرائن سے اس کا پتہ لگ گیا تھا کہ یہ کسی خزانہ کی تلاش میں ہے چنانچہ قصہ میں آگے آوے گا کہ وہ خبر بادشاہ تک پہنچ گئی مگر اس کو خزانہ نہیں ملا اور آخر میں اسی شخص کو ملا اور یہ بات کہ اس شخص کو وہ خزانہ کس طرح مباح ہو گیا یا تو اس طرح ہو سکتی ہے کہ قصہ گاؤ کی طرح وہ بھی اس کی ملک ہو اور یا یوں کہا جاوے کہ جب لقطہ کا مالک نہ مل سکے تو وہ لاقط مسکین کا حق ہے) اور اگر اس (کے ملنے) میں دیر ہو جاوے تب بھی خبردار تو اپنا ورد مبدم لاتقنطوا ہی رکھنا۔ یہ (مضمون اس ہاتف نے) کہا اور اس بشارت دہندہ نے (کہ وہی ہاتف تھا جس نے بعد نداء کے قریب آ کر بھی گفتگو کی ہوگی) اپنا ہاتھ (اس کے قلب پر مارا (تاکہ قلب میں قوت و استقلال پیدا ہو اور کہا) کہ جا (سامان) رحمت (کہ خزانہ ہے) لے جا (اور ممکن ہے کہ یہ کلام اور ہاتھ مارنا بھی بعید ہی سے ہو اور باوجود نظر نہ آنے کے ایسا معلوم ہوا ہو جیسے کسی نے ہاتھ مارا ہے بہر حال) جب وہ جوان (اس) غیبت (واقعہ) سے افاقہ میں آیا تو خوشی کے سبب عالم میں (پھولا) نہ سماتا تھا (اس قدر خوش تھا کہ) اس کا پتہ (شدت) اضطراب سے (جو کہ غایت فرح میں) بھی ہوتا ہے) پھٹ جاتا اگر حق تعالیٰ کی مہربانی اور لطف کی مدد نہ ہوتی (یعنی شادی مرگ ہو جاتی آگے اس شدت فرح کے سبب کی تفصیل ہے کہ اس کو کئی فرحتیں جمع ہو گئی تھیں سب مل کر فرح شدید ہو گیا تھا چنانچہ) ایک فرحت یہ کہ نو سو حجابوں کے پیچھے سے اس کے کان نے اس درگاہ (عالی) سے خطاب اور کلام) سنا (نو سو سے مراد کثرت اور ممکن ہے کہ ہفت آسمان اور آٹھویں نویں کرسی و عرش میں سے ہر ایک کو بجائے سو سو حجاب کے قرار دے کر مجموعہ کو نو سو سے تعبیر کیا ہو اور ممکن ہے کہ بطور علم ضروری اس کو معلوم ہو گیا ہو کہ یہ خطاب بالائے عرش سے ہے اس لئے از پس نہصد حجاب کہا گیا ہو اور اسی پر نظر کر کے مصرعہ بالا ایں بگفت و دست خود

www.besturdubooks.wordpress.com

آن مژدہ ور کی دوسری توجیہ کو ظاہراً رجحان معلوم ہوتا ہے غرض ان کثیر) حجابوں سے جب اس کا حاسہ سمع گزر گیا تو وہ سرفراز ہوا اور (رتبہ میں) آسمان سے آگے بڑھ گیا (حاسہ سمع کا حجب سے گزرنا یہ ہے کہ اس حاسہ کو ایسی چیز کا ادراک ہوا جو وراء الحجب ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ حجب سے گزرنا تو اس صوت کی صفت ہے نہ کہ سامع کے سمع کی آگے مولانا کا مقولہ بطور تمنی کے ہے کہ) یہ کب (میسر) ہوگا کہ اس شخص کا (جس کا حاسہ) سمع حجب سے بالمعنی المذکور گزر گیا ہے اس کا) حاسہ بصر بھی عبرت گیری (کی برکت) سے (کہ عبرت وتفکر مطلح بے نظر کی) اس حجاب (عالم) غیب سے گزر جاوے (پس کلمہ ہم قید حس چشم کی ہے نہ کہ زان حجاب غیب کی یعنی یہ مطلب نہیں کہ جس طرح فلاں حجاب سے گزری ہے اسی طرح عالم غیب سے بھی گزر جاوے کیونکہ اس کے قبل چشم کا کسی حجاب سے بھی گزرنا مذکور نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ان حجب عالم غیب سے کہ سموات سبعہ وکرسی وفلک سب اس کے آحاد ہیں حاسہ سمع گزرا ہے اسی طرح ان حجب سے حاسہ بصر بھی گزر جاوے یعنی یہ شخص مثل مکالمت کے رویت قلبیہ سے مشرف ہو جس طرح یہ سمع بھی قلبی ہی ہے اس سمع وبصر قلبی کو حاسہ کہنا مجاز ہے اور یہ مسموع جس طرح صوت حادث ہے اسی طرح جو صورت مرئی ہوگی وہ بھی حادث ہو گی لیکن مولانا کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ رویت کو سمع پر مزیت ہے کہ سمع کے بعد رویت کی تمنا کرتے ہیں شاید وجہ اس کی یہ ہو کہ رویت میں بہ نسبت سماع کے عادۃً قرب زیادہ ہوتا ہے واللہ اعلم احقر کو اس کے قبل اس مسئلہ کی تحقیق کا اتفاق نہیں ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ باوجود مزیت نہ ہونے کے تمنا جامعیت کی ہو کہ جس طرح ایک دولت میسر ہوئی دوسری بھی میسر ہو جاوے آگے مجموعہ کے حصول پر تفریع ہے کہ) جب اس کے حواس حجاب سے گزر جاتے ہیں پھر علی التواتر اس کو رویت اور خطاب (میسر) ہوتا ہے (جس کی تحقیق اس کے قبل کے اشعار کی شرح میں گزری ہے آگے رویت وخطاب کے علاوہ ایک تیسری چیز کے میسر ہونے کی تفریع ہے کہ) جب سپاہ زنگی (یعنی ظلمت بشریہ) روم سے (یعنی انوار وتجلیات سے) پنہان (یعنی مغلوب) ہو جاتی ہے تو خورشید (وجود حقیقی فناء کی) تلوار مارتا ہے اور (فنا کے بعد جب بقاء وتخلق باخلاق الٰہیہ حاصل ہوتا ہے تو صفت علمیہ حضرت حق کے ساتھ مناسبت ہونے سے) علوم (لدنیہ) ظاہر ہوتے ہیں (مجموعہ اشعار کا حاصل یہ ہوا کہ اعمال واخلاق کی اصلاح سے کہ فنائے حسی ہے اور شعر چوں سپاہ الخ میں مذکور ہے اور فکر ومراقبات کی مزاولت سے کہ فنائے علمی اور اس شعر سے پہلے مذکور ہے عالم غیب بفتح اللام وعالم الغیب بکسر اللام سے نسبت ہو کر واردات وعلوم ومعارف میسر ہوتے ہیں اللّٰھم ارزقنا بجودک وفضلک یہ مضمون بطور جملہ معترضہ کے تھا آگے پھر قصہ ہے کہ ایک فرحت تو وہ تھی جو مذکور ہوئی اور) ایک فرحت یہ تھی کہ سوال سے خلاصی ہوئی (اب) اس کو وہ گنج خاص حاصل ہو جاوے گا (خلاص عن السوال پر فرح من حیث السوال نہیں کہ سوال تو عبادت ہے بلکہ من حیث تضمنہ للتعب والنصب ہے اور) ایک فرحت یہ کہ اس کی دعا رد نہیں ہوئی انجام کار اس کو اجابت حاصل ہوئی (بس یہ وجوہ تھے فرحت شدیدہ کے غرض ان فرحتوں کو لئے ہوئے) وہ وراق کی دکان کی جانب آیا (اور) اس (وراق) کے مشقی کاغذ میں ہر طرف ہاتھ مارتا تھا (مشقی کاغذ کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک وہ کاغذ جس کے بنانے میں اور اس نے اپنی صنعت کی مشق کی یعنی اس کا بنایا ہوا کاغذ ایک یہ کہ خوشخطی کی تعلیم کے لئے مشق کردہ وصلیاں بکتی ہوں گی اور گو اس کی لکھی ہوئی نہ ہوں لکھوائی ہوئی ہوں مگر یہ ان کی تجارت کرتا ہو اس لئے ادنیٰ ملابست سے اس کی طرف اضافت کر دی ہو چنانچہ اس سرخی کے شروع کے دوسرے شعر کے دوسرے مصرعہ میں ایک نسخہ یہ بھی ہے۔ ع رقعہ در مشق وراقان طلب۔ وہاں یہ بھی یہی دو

www.besturdubooks.wordpress.com

توجیہ ہوسکتی ہیں واللہ اعلم خلاصہ یہ کہ کاغذوں میں ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے) اس کی آنکھ کے روبرو وہ لکھا ہوا (پرچہ) جلدی سے آ گیا ان ہی علامات سے جو ہاتف نے کہی تھیں (بس کاغذ لیتے ہی) بغل میں مار لیا (اور وراق سے) کہا کہ صاحب خیر کے ساتھ رہو (یعنی خدا کے سپرد اب جاتا ہوں کچھ کام ہے اس کو کر کے پھر) ابھی آتا ہوں اے استاد (اور) ایک گوشہ تنہائی میں گیا (اور) اس کو پڑھا اور (مضمون پڑھ کر کہ اس میں خزانہ کا پتہ لکھا تھا) حیرت سے والہ و حیران رہ گیا کہ اس طرح سے یہ گنجنامہ بے بہا کس طرح سے مشتق کاغذوں میں پڑا رہ گیا (ظاہرا اس سے مصرعہ دست میز دکی توجیہ ثانی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے) پھر اس کے دل میں (اس سوال تحیر کے جواب میں) اس فکر نے حرکت کی کہ ہر چیز کے لئے حق تعالیٰ محافظ ہیں (وہ) نگہبان (حقیقی) بناوہی کے اندر کب چھوڑتا ہے کہ کوئی شخص کوئی چیز بھی بے ضابطہ لے سکے اگر تمام صحرا زر اور نقود سے پر ہو جاوے (جس کو سب دیکھیں بھی لیکن) بدوں مرضی (یعنی مشیت) حق کے کوئی ایک جو بھی نہیں لے سکتا اور اگر تو سو صحیفے بلا سکتہ پڑھ جاوے (یعنی کہیں رکاوٹ و اٹکاؤ نہ ہو مگر پھر بھی) بدوں تقدیر (خداوندی) ایک نکتہ بھی تجھ کو یاد نہیں رہ سکتا اور اگر تو خدمت (و عبادت) کرے (اور) ایک کتاب بھی نہ پڑھے (اور وہ علم دینا چاہیں) تو علوم نادرہ گریبان (یعنی سینہ) سے تجھ کو مل جاویں (مطلب یہ کہ اگر وہ چاہیں تو بلا اسباب کے مسبب کو عطا کر دیں اور باوجود اسباب کے بھی اگر وہ نہ چاہیں تو مسبب مرتب نہ ہو آگے تائید ہے مصرعہ علمہائے نادرہ یابی زجیب کی کہ دیکھو) گریبان ہی سے وہ ید موسیٰ نور افشاں ہو گیا تھا کہ وہ (نور) ماہ آسمان سے بھی فائق تھا (اور یہ ارشاد ہوا تھا) کہ جس چیز کو (یعنی نور کو) تم آسمان باعظمت سے تلاش کرتے تھے وہ اے موسیٰ گریبان سے ظاہر ہوئی ہے (یہ مثال تائیدی ختم ہوئی آگے مولانا اس قصہ موسوی کے ایراد کی ایک اور غرض بھی علاوہ غرض مذکور تائید کے بتلاتے ہیں کہ ہم یہ قصہ اس لئے بھی لائے) تا کہ تجھ کو معلوم ہو جاوے کہ آسمانہائے رفیع آدمی کے (بعض) قوی مدرکہ کے (بمنزلہ) عکس (کے) ہیں (تشبیہ عکس کے ساتھ تابع ہونے میں ہے اور یہ تابعیت مقصودیت میں ہے اور اس بعض مدرکات سے مراد عقل کامل جو آلہ ہے معرفت حق کا اور معرفت ہی مقصود اصلی من الخلق ہے کما اشعر کنت کنزاً مخفیاً الخ پس اصلی مقصود خلائق میں سے وہ ہوگا جو یہ عقل و معرفت رکھتا ہو اور باقی کائنات سموات و ارض اس کے قوام و بقا کے لئے ہے قال تعالیٰ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض الخ تو قصہ ید بیضا سے بھی انسان کے افضل من السمٰوات ہونے کی تائید ہوئی کہ انسان کامل کے ہاتھ میں وہ نور تھا جو آسمان میں نہ تھا اور تا بدانی کے بھی یہی معنے ہیں آگے اس بعض مدرکات یعنی عقل کی مقصودیت پر استدلال ہے کہ) کیا یہ بات نہیں ہے کہ دست حق تعالیٰ نے اول عقل کو پیدا کیا (جیسا بعض روایات میں ہے اول ما خلق اللہ العقل اور اصل یہی ہے کہ افضل کو تقدم ہو گو اسی عالم میں ہو فلا ینقض بعثتہ صلے اللہ علیہ وسلم آخراً اور تمام عالم اس کے بعد پیدا ہوا اور گو یہ حدیث متکلم فیہ ہے مگر اثبات مدعا یعنی مقصودیت عقل و شرف عقل اس پر موقوف نہیں آیت و ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اس پر دلالت کرنے کے لئے کافی ہے اور شاید کوئی اس مقام پر شائق ہوتا بحث کیفیت اولیت فی الخلق کا اس لئے اس کو روکنے کے لئے فرماتے ہیں) یہ مضمون (اجمالاً تو بوجہ سمعی ہونے کے) ظاہر ہے اور (تفصیلاً بوجہ کشفی ہونے کے اہل قال سے) بہت مخفی ہے کیونکہ عنقا کا محرم (اور واقف) مکھی نہیں ہوتی (پس ماہیت عقل مثل عنقا کے ہے اور نظر فکری مثل مگس کے وہ اس سے واقف نہیں ہو سکتی آگے تمہید ہے رجوع بقصہ کی کہ) اے پسر پھر قصہ کی طرف آ قصہ گنج اور فقیر کا ختم کر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تمامی قصهٔ آں فقیر و نشان جای آں گنج

اس فقیر کے قصہ کی تکمیل اور اس خزانہ کی جگہ کا پتا

اندراں رقعہ نوشتہ بود ایں	کہ برون شہر گنجے داں دفیں
اس پرچہ میں یہ لکھا تھا	کہ شہر سے باہر ایک خزانہ مدفون سمجھ
آں فلاں قبہ کہ در وے مشہد ست	پشت او در شہر و رو در فدفدست
وہ فلانا گنبد جو ہے کہ جس میں مزار ہے	جس کی پشت شہر کی طرف اور دروازہ صحرا میں ہے
پشت باوے کن تو رو با قبلہ آر	وانگہاں از قوس تیرے واگزار
تو اس گنبد کی طرف پشت کرنا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا	اور اس وقت کمان سے ایک تیر چھوڑنا
چوں فگندی تیر از قوس اے سعاد	برکن آں موضع کہ تیرت او فتاد
جب تو کمان سے تیر پھینک چکے اے سعاد	تو وہ جگہ کھود جہاں تیر گرے
پس کمان سخت آورد آں فتیٰ	تیر پرانید در صحن فضا
پس وہ جوان کمان سخت لایا	تیر کو صحن خلا میں اڑایا
بیل آورد و تبر او شاد شاد	کند آں موضع کہ تیرش او فتاد
بیلچہ اور تبر خوش خوش لایا	وہ موقع کھودا جہاں اس کا تیر پڑا تھا
کند شد ہم او وہم بیل و تبر	خود ندید از گنج پنہانی اثر
وہ شخص بھی کند ہو گیا اور بیلچہ و تبر بھی	خزانہ مخفی کا کچھ اثر بھی نہ دیکھا
ہمچنیں ہر روز تیر انداختے	لیک جای گنج را نشناختے
اسی طرح ہر روز تیر پھینکا کرتا	لیکن خزانہ کے موقع کو نہ پہچانتا
چونکہ ایں را پیشہ کرد او بر دوام	فجفجے افتاد اندر خواص و عوام
جب اس نے یہ ہمیشہ کا وطیرہ کر لیا	تو خاص و عام میں ایک چرچا واقع ہو گیا
ہر کسے در گفتگوئے او فتاذ	کاینچنیں بازی نباشد درنہاد
ہر شخص ایک گفتگو میں واقع ہو گیا	کہ اس طرح کا لعب تو طبیعت میں ہو نہیں سکتا
ہر کسے در گفتگوئے فاسدے	ہر طرف برخاستہ یک حاسدے
ہر شخص ایک گفتگوئے فاسد میں تھا	ہر طرف ایک حاسد اٹھ کھڑا ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس پرچہ میں یہ لکھا تھا کہ شہر سے باہر ایک خزانہ مدفون سمجھو وہ فلانا گنبد جو ہے کہ جس میں (کسی کا مزار ہے جس کی پشت شہر کی طرف اور دروازہ صحرا میں ہے تو اس (گنبد) کی طرف پشت کرنا (اور) قبلہ کی طرف منہ کرنا اور اس وقت (یعنی جبکہ اس طرح کھڑا ہو جاوے) کمان سے ایک تیر چھوڑنا (مطلب اس کا جیسا کہ بالکل آخر قصہ میں آوے گا یہ تھا گفت گفتم درکمان تیرے بنہ کے بلفتم من کہ اندر کش قوزہ من نلفتم کاین کمان راسخت کش درکمان نہ گفتمت نے بر کنش اے تفسیر از قوس تیرے واگزار این بود کہ تیر را درکمان نہادہ بگذار پس جائیکہ تیر تو بیفتد گنج زر را طلب یعنی تیر چھوڑنا یہ نہیں کہ کمان میں تیر رکھ کر کمان کھینچ کر تیر چلانا بلکہ مراد یہ ہے کہ کمان میں تیر رکھ کر ویسے ہی بلا کھینچے ہوئے اس کو چھوڑ دے جہاں تیر گرے وہ جگہ ہے خزانہ کی چونکہ دفن کرنے والے کو خزانہ کا عام سے مخفی کرنا تھا اس لئے اس رقعہ یادداشت میں جس کو کسی خاص خاص کے لئے لکھا ہوگا ایسا عنوان اختیار کیا کہ بدوں تفسیر کے کسی کی سمجھ میں نہ آوے اور ان خاص خاص کو بتلا دیا ہوگا پھر شاید ان جاننے والوں کا سلسلہ نہ رہا ہوگا اور پرچہ یادداشت رہ گیا چنانچہ اس شخص نے بھی یہی ظاہری مطلب سمجھا اور مدتوں حیران رہا پھر رجوع الی الغیب کرنے سے یہ تفسیر بتلائی گئی اور کامیاب ہوا چنانچہ یہ سب آگے آوے گا خلاصہ یہ کہ اس پرچہ میں یہ تھا کہ تو اس طرح کھڑا ہو کر کمان سے تیر چھوڑنا اور) جب تو کمان سے تیر پھینک چکے اے سعاد تو وہ جگہ کھود جہاں تیرا تیر گرے (یعنی بے کمان کھینچے جہاں تیر گرے اور چونکہ یہ تیر بے کھینچے بھی اسی شخص کے ہاتھ سے گرے گا جب یہ اس کو انگلیوں میں سے چھوڑ دے اس لئے فگندی کہا گیا اور سعاد ایک محبوبہ کا نام ہے مراد مطلق مخاطب مشابہ سعاد در محبوبیت یعنی اے عزیز) پس وہ جوان (غلط فہمی کے سبب ایک) کمان سخت لایا (اور اس میں رکھ کر زور سے کھینچ کر) تیر کو صحن خلا میں اڑایا (یعنی چلایا اور) بیلچہ اور تبر خوش خوش لایا (اور) وہ موقع کھودا جہاں اس کا تیر جا کر پڑا تھا۔ (کھودتے کھودتے) وہ شخص بھی کند ہو گیا اور بیلچہ و تبر بھی (کند ہو گیا مگر اس) خزانہ مخفی کا کچھ اثر بھی نہ دیکھا اسی طرح ہر روز تیر پھینکا کرتا لیکن خزانہ کے موقع کو نہ پہچانتا جب اس نے یہ ہمیشہ کا وطیرہ کر لیا تو خاص و عام میں (اس کا) ایک چرچا واقع ہو گیا (گنج نخنے کہ در افواہ افتد بطریق اخفاء سخن باہم آہستہ گفتن از لطائف کذانی الغیاث اور) ہر شخص ایک گفتگوئے فاسد میں (مشغول) تھا (اور) ہر طرف ایک حاسد اٹھ کھڑا ہوا۔

فاش شدن خبر آں گنج و رسیدن بگوش پادشاہ

اس خزانہ کی خبر کا پھیلنا اور بادشاہ کے کان میں پہنچنا

پس خبر کردند سلطاں را ازیں	آں گروہے کہ بدند اندر کمیں
پس خبر کر دی بادشاہ کو اس کی	اس جماعت نے کہ اس کی گھات میں تھے
عرضہ کردند آں سخن را زیر دست	کہ فلانے گنجنامہ یافت ست
اس مضمون کو ان لوگوں نے مخفی طور پر عرض کر دیا	کہ فلاں شخص نے ایک گنجنامہ پایا ہے
چوں شنید آں شخص کیں باشہ رسید	جز کہ تسلیم و رضا چارہ ندید
جب اس شخص نے سنا کہ یہ بات بادشاہ کو پہنچ گئی	تو بجز تسلیم و رضا کے چارہ نہ دیکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش ازاں کاشکنجہ بیندزاں قباد	رقعہ را آورد بہ پیش شہ نہاد
قبل اس کے کہ کوئی سختی دیکھے اس بادشاہ کی طرف سے	رقعہ کو لا کر بادشاہ کے سامنے رکھ دیا
گفت تا ایں رقعہ را یا بیدہ ام	گنج نے ورنج بیحد دیدہ ام
کہا کہ جب سے میں نے یہ رقعہ پایا ہے	خزانہ تو نہیں اور رنج بے حد میں نے دیکھا ہے
خودنشد یک حبہ از گنج آشکار	لیک پیچیدم بسے مانند مار
خزانہ میں سے تو ایک حبہ بھی ظاہر نہیں ہوا	لیکن سانپ کی طرح میں نے بل بہت کھائے ہیں
مدت ماہے چنینم تلخ کام	کہ زیان وسود ایں برمن حرام
ایک مہینہ گزرا ہے کہ میں اسی طرح ناکام ہوں	کہ اس کا زیاں اور نفع مجھ پر حرام ہے
بوکہ بخت برکند زیں کاں غطا	اے شہ فیروز جنگ و دژکشا
شاید آپ کا نصیبہ اس معدن سے پردہ ہٹا دے	اے بادشاہ نصرت جنگ فاتح قلعہ
مدت شش ماہ و افزوں پادشاہ	تیری انداخت و بری کند چاہ
چھ مہینہ اور کچھ زیادہ مدت تک بادشاہ	تیر پھینکتا تھا اور کنواں کھودتا تھا
ہر کجا سختہ کمانے بود چست	تیری انداخت ہرسو گنج جست
جہاں کہیں کوئی شخص سنجیدہ کمان مستعد ہوتا تھا	وہ تیر چلاتا ہر طرف خزانہ تلاش کیا
غیر تشویش وغم و طامات نے	ہمچو عنقا نام فاش و ذات نے
بجز تشویش اور غم اور بے معنے باتوں کے کچھ نہیں	عنقا کی طرح نام تو مشہور اور ذات نہیں
چونکہ تعویق آمد اندر عرض وطول	شاہ شدزاں گنج دل سیر وملول
جب درنگ عرض و طول میں ہوئی	تو بادشاہ اس خزانہ سے سیر دل اور ملول ہو گیا
دشتہا را گزگزاں شہ چاہ کند	می ندید از گنج او جز ریشخند
بادشاہ نے تمام جنگل میں ایک ایک گز پر کنواں کھود ڈالا	خزانہ سے بجز دل لگی کے کچھ نظر نہ آتا تھا
پس طلب کرد آں فقیر دردمند	رقعہ را از خشم پیش او فگند
پس اس فقیر دردمند کو طلب کیا	رقعہ کو غصہ سے اس کے سامنے پھینک دیا
گفت گیر ایں رقعہ کش آثار نیست	تو بدیں اولیٰ تری کت کار نیست
کہا کہ یہ رقعہ لے کہ اس کے کچھ آثار نہیں ہیں	تو اس کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ تجھ کو کوئی کام نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نیست ایں کار کسے کش ہست کار	گر بسوزد گل نگردد گرد خار
یہ اس شخص کا کام نہیں جس کو کوئی کام ہو	اگر پھول جل جاوے تو وہ خار کے گرد نہیں پھرتا
نادر افتد اہل ایں ماخولیا	منتظر کش روید از آہن گیا
ایسا مالیخولیا والا شاذ و نادر واقع ہوتا ہے	جو اس کا منتظر ہو کہ اس کے آہن سے گھاس جے
سخت جانے باید ایں فن را چو تو	تو کہ داری جان سخت ایں را بجو
اس کام کے لئے کوئی سخت جان تجھ جیسا چاہئے	تو جان سخت رکھتا ہے اس کو ڈھونڈ
گر نیابی نبودت ہرگز ملال	ور بیابی آں بتو کردم حلال
تجھ کو اگر نہ ملا تو تجھ کو ملال نہ ہوگا	اور اگر تجھ کو مل گیا تو میں نے تجھ کو معاف کیا

پس خبر کردی بادشاہ کو اس (واقعہ) کی اس جماعت نے کہ اس کی گھات میں تھے (اور) اس مضمون کو ان لوگوں نے مخفی طور پر (بادشاہ سے) عرض کردیا کہ فلاں شخص نے ایک گنجنامہ پایا ہے (جس میں پتہ گنج کا لکھا ہے) جب اس شخص نے سنا کہ یہ بات بادشاہ کو پہنچ گئی تو بجز تسلیم و رضا کے چارہ نہ دیکھا قبل اس کے کہ کوئی سختی دیکھے اس بادشاہ کی طرف سے رقعہ کو لاکر بادشاہ کے سامنے رکھ دیا (اور) کہا کہ جب سے میں نے یہ رقعہ پایا ہے خزانہ تو نہیں اور (الٹا) رنج بے حد میں نے دیکھا ہے خزانہ میں سے تو ایک حبہ بھی ظاہر نہیں ہوا لیکن سانپ کی طرح میں نے بل بہت کھائے ہیں ایک مہینہ گزرا ہے کہ میں اسی طرح ناکام ہوں کہ اس کا زیاں اور نفع (سب) مجھ پر حرام ہے (یعنی خزانہ ملتا تو پھر اس میں تصرف و تجارت وغیرہ کرنے سے سود و زیاں کا اندازہ ہوتا جب خزانہ ہی نہیں ملا تو سود و زیاں سے کیا تعلق اس لئے یہ رقعہ آپ رکھیے) شاید آپ کا نصیبہ اس معدن سے پردہ ہٹادے سائے بادشاہ نصرت جنگ فاتح قلعہ چھ مہینہ اور کچھ زیادہ مدت تک بادشاہ تیر پھینکتا تھا اور کنواں کھودتا تھا (یعنی زمین کھودتے کھودتے پانی تک پہنچا دیتا تھا اور) جہاں کہیں کوئی شخص سنجیدہ کمان (یعنی مجرب الرمی) مستعد (دستیاب) ہوتا تھا وہ (بلایا جاتا اور بحکم شاہی) تیر چلاتا (اس طرح سے) ہر طرف خزانہ تلاش کیا (سختہ بالضم و بالفتح بمعنے سنجیدہ و وزن کردہ شدہ مگر باوجود ان تمام کوششوں کے) بجز تشویش اور غم اور بے معنے باتوں کے کچھ نہیں (ملا) عنقا کی طرح نام تو مشہور اور ذات (کہیں) نہیں (غرض) جب درنگ (اس قدر) عرض و طول میں (واقع) ہوئی تو بادشاہ اس خزانہ سے سیر دل اور ملول ہو گیا بادشاہ نے تمام جنگل میں ایک ایک گز پر کنواں کھود ڈالا (مگر) خزانہ سے سیر دل اور ملول ہو گیا بادشاہ نے تمام جنگل میں ایک ایک گز پر کنواں کھود ڈالا (مگر) خزانہ سے بجز دل لگی کے کچھ نظر نہ آتا تھا پس اس فقیر دردمند کو طلب کیا (اور) رقعہ کو غصہ سے اس کے سامنے پھینک دیا (اور) کہا یہ رقعہ لے کر اس کے کچھ آثار نہیں ہیں تو اس کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ تجھ کو کوئی کام نہیں ہے یہ اس شخص کے کام نہیں جس کو کوئی کام ہو (کیونکہ) اگر پھول جل جاوے تو وہ (کام والا) خار کے گرد نہیں پھرتا (یعنی فوت مقصود کے وقت وہ فضول کام اختیار نہیں کرتا دنیا میں) ایسا مالیخولیا والا شاذ و نادر واقع ہوتا ہے جو اس کا منتظر ہو کہ اس کے آہن سے گھاس جے اس کام کے لئے کوئی سخت جان تجھ جیسا چاہئے تو جان سخت رکھتا ہے اس کو ڈھونڈھ (کیونکہ) تجھ کو اگر نہ ملا تو تجھ کو ملال نہ ہوگا (کیونکہ تیرا کوئی حرج تو ہوا ہی نہیں بوجہ اس کے کہ تجھ کو کوئی کام نہیں جس کا حرج ہوتا) اور اگر تجھ کو مل گیا تو میں نے تجھ کو معاف کیا (تجھ سے کچھ تعرض نہ ہوگا)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

انتقال از مولانا

عقل راہ ناامیدی کے رود	عشق باشد کاں طرف بر سر دود
عقل ناامیدی کے راستہ پر کب چلتی ہے	عشق ہی ہوتا ہے کہ اس کی طرف سر کے بل دوڑتا ہے
لا ابالی عشق باشد نے خرد	عقل آں جوید کزاں سودے برد
لاابالی عشق ہوتا ہے نہ کہ عقل	عقل تو وہی طلب کرتی ہے جس سے کوئی نفع حاصل کرے
ترکتاز ے تن گداز و بے حیا	در بلا چوں سنگ زیر آسیا
غارتگر ہے تن گداز ہے بے حیا ہے	بلا میں جیسا پتھر چکی کے نیچے
سخت روی کہ ندارد ہیچ پشت	بہرہ جوئی را درون خویش کشت
سخت رو ایسا کہ پشت ہی نہیں کرتا	بہرہ جوئی کو اس نے اپنے باطن میں قتل کر ڈالا ہے
پاک می بازد نہ جوید مزد او	آنچناں کہ پاک می گیرد ز ہو
وہ پاکبازی کرتا ہے وہ اجرت نہیں ڈھونڈتا	جس طرح کہ وہ حق تعالیٰ سے پاک طور پر لیتا ہے
می دہد حق ہستیش بے علتے	می سپارد باز بے علت فتے
حق تعالیٰ اس کو ہستی عطا فرماتے ہیں بدوں علت کے	پھر یہ جوانمرد بدوں علت کے حوالہ کر دیتا ہے
کہ فتوت دادن بے علت ست	پاکبازی خارج از ہر ملت ست
اس لئے کہ فتوت بے علت دینا ہے	پاکبازی ہر ملت سے خارج ہے
زانکہ ملت فضل جوید یا خلاص	پاکباز انند قربانان خاص
کیونکہ اہل ملت تو فضل ڈھونڈتے ہیں یا خلاصی	پاکباز لوگ قربانان خاص ہیں
نے خدارا امتحانے می کنند	نے در سود و زیانے می زنند
نہ وہ خدائے تعالیٰ کا امتحان کرتے ہیں	نہ وہ سود و زیاں کے دروازہ کو کھٹکھٹاتے ہیں

(اوپر بادشاہ کا حال مذکور ہوا ہے کہ شاہ شدزان گنج دل سیر وملول اور بادشاہ کا قال اس فقیر کے خطاب میں مذکور ہوا ہے۔ گرنیابی نبودت ہرگز ملال جس سے بادشاہ کا ناکامی سے ملول ہونا اور فقیر کا باوجود ناکامی کے ملول نہ ہونا معلوم ہوا آگے اس فرق کی وجہ پھر اس وجہ کی تعمیم ارشاد فرماتے ہیں یعنی فرق دونوں میں یہ تھا کہ بادشاہ کی طلب تو ناشی تھی عقل سے اور فقیر کی طلب ناشی تھی عشق سے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ) عقل ناامیدی کے راستہ پر کب چلتی ہے (بلکہ غایت مقصودہ سے مایوس ہونے کے وقت طلب کو چھوڑ دیتی ہے اس شان کا) عشق ہی ہوتا ہے کہ اس (راہ ناامیدی) کی طرف سر کے بل دوڑتا ہے (کیونکہ عاقل کے لئے تو محرک غایت تھی جس کا تصور پہلے اور ترتب پیچھے ہوتا ہے جب ترتب کی توقع نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

رہتی تصور میں قوت تحریک نہیں رہتی اور عاشق کے لئے محرک غایت نہیں بلکہ محض محبت ہے جو پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے اس کو کسی غایت کا تصور ہی نہیں آتا کہ اس میں توقع یا عدم توقع سے قوت یا ضعف ہو اس لئے بادشاہ تو ناامید ہو کر بیٹھ رہا اور فقیر کو امید و ناامیدی سے بحث ہی نہ تھی طلب خود مطلوب تھی اور یہی فرق ہے ان اہل طاعت میں جن کا محرک جلب نفع اخروی و دفع ضرر اخروی ہے اور ان اہل طاعت میں جن کا محرک محض حب حق ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر کسی قرینہ عملی یا حالی سے عدم قبول طاعات کا علم ہو جائے تو پہلا شخص طاعات و اعمال میں سست ہو جاویگا اور دوسرا ویسا ہی مستعد رہے گا گو جنت کو یہ شخص بھی طلب کرتا ہے اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہے مگر اس شخص کی نیت میں اس مسئول و مامول کی اجابت موقوف علیہ طاعات کا نہیں اور غالباً مقصود مولانا کا ان اشعار سے اسی محبت و عشق الٰہی کی تحصیل کی ترغیب ہے آگے اسی مضمون کو مفصل فرماتے ہیں کہ) لاابالی عشق ہوتا ہے نہ کہ عقل عقل تو وہی طلب کرتی ہے جس سے کوئی نفع (کہ غایت ہے شئے مطلوب کی) حاصل کرے (وہ عاشق) غارت گر ہے (کہ اپنے نفع کو لٹا دیا ترکتاز تاختن بر سبیل غارت مثل تاختن ترکان و بمعنے مرد سپاہی و غارتگر کذا فی الغیاث اور وہ عاشق) تن گداز ہے (اور عرفی حیا بمعنے ننگ و ناموس مذموم کے اعتبار سے) بے حیا ہے (اور) بلا (و مجاہدہ) میں (ایسا ہے) جیسا پتھر چکی کے نیچے (اور) سخت رو ایسا کہ (مقصود کی طرف بھی) پشت ہی نہیں کرتا (خواہ اس پر کچھ ہی گزر جاوے اور) بہرہ جوئی کو اس نے اپنے باطن میں قتل کر ڈالا ہے (بہرہ جوئی و کامیابی سے غرض ہی نہیں رکھتا) وہ پاکبازی کرتا ہے (یعنی) وہ اجرت (بطور مدار امر کے) نہیں ڈھونڈتا (پاکبازی سے یہی مراد ہے یعنی طلبش پاک و خالی ست از غرض و غایت) جس طرح سے کہ وہ حق تعالیٰ سے پاک طور پر لیتا ہے (یعنی اس کو جو کچھ عطا ہوتا ہے حق تعالیٰ کی اس میں کوئی غرض نہیں ہوتی گو دونوں بے غرضیوں میں بون بعید ہے کہ ممکن میں طلب کو طلب غرض نہ ہو مگر حصول تو ہے غرض کا جس سے وہ مستکمل ہے اور حق تعالیٰ اس سے بھی منزہ ہیں آگے اسی شعر کی تفسیر ہے کہ) حق تعالیٰ اس کو ہستی عطا فرماتے ہیں بدوں علت (غائیہ یعنی غرض) کے پھر (وہ ہستی) یہ جوانمرد بدوں علت (غائیہ یعنی غرض) کے (حضرت حق کی درگاہ میں) حوالہ کر دیتا ہے (اور ہم نے جو سپردن کے محکوم علیہ کو بعنوان فتٰے ذکر کیا تو) اس لئے کہ فتوت (یعنی جوانمردی) بے علت (و بے غرض) دینا ہے (اور ایسی) پاکبازی (کہ غایت کا تصور بھی نہ ہو) ہر ملت (کی صورت ظاہر) سے خارج ہے کیونکہ اہل ملت (بمعنے صورت ظاہری) تو (طاعات) فضل (یعنی ثواب) ڈھونڈھتے ہیں یا (عذاب سے) خلاصی (ڈھونڈھتے ہیں یہ ان کی غایت ہوتی ہے اور) پاکباز لوگ قربانان خاص ہیں (کہ) نہ وہ خدائے تعالیٰ کا امتحان کرتے ہیں (کہ دیکھیں اعمال پر کیا دیں گے کہ یہ صورت امتحان ہے جس میں محض ظاہر پرست مبتلا ہیں اور) نہ وہ سود و زیان کے دروازہ کو کھٹکھٹاتے ہیں (ملت میں صورت ظاہرہ کی قید اس لئے لگائی کہ اخلاص عاشقانہ تو داخل ملت اسلام ہے مگر اہل صورت نہیں جانتے اہل حقیقت جانتے ہیں)

نومید شدن و باز دادن پادشاہ آں گنجنامہ را بآں فقیر کہ بگیر کہ ما از سر ایں گنج در گذشتیم

بادشاہ کا ناامید ہو جانا اور گنجنامہ کو اس فقیر کو واپس کر دینا کہ لے کیونکہ ہم اس خزانہ کے خیال سے باز آئے

چونکہ رقعہ گنج پرآشوب را	شہ مسلم داشت آں مکروب را
جب گنج پرآشوب کے رقعہ کو	بادشاہ نے اس غمزدہ کو تسلیم کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گشت ایمن او ز خصمان و زنیش	رفت وی پیچیده در سودائے خویش
وہ بے خوف ہو گیا مخالفین سے اور نیش سے	چلا گیا اور اپنے خیال میں تل کھانے لگا
یار کرد او عشق دردانڈیش را	کلب لیسد خویش ریش خویش را
اس نے عشق درد اندیش کو رفیق بنا لیا	کتا اپنے زخم کو آپ ہی چاٹتا ہے
عشق را در پیچش خود یار نیست	محرمش در دہ یکے دیار نیست
عشق کا اپنے پیچ و تاب میں کوئی رفیق نہیں ہے	اس کا محرم بستی میں ایک گھر والا نہیں ہے
نیست از عاشق کسے دیوانہ تر	عقل از سودای او کورست و کر
عاشق سے زیادہ کوئی دیوانہ نہیں ہے	عقل اس کے خیالات سے کور اور کر ہے
زانکہ ایں دیوانگی عام نیست	طب را ارشاد ایں احکام نیست
کیونکہ یہ عام جنون نہیں ہے	طب کو ان احکام کی رہبری نہیں ہے
گر طبیبے را رسد زیں گوں جنوں	دفتر طب را فرو شوید بخوں
اگر کسی طبیب کو یہ جنون ہو جاوے	تو وہ دفتر طب کو خون سے دھو ڈالے
طب جملہ عقلہا مدش اوست	روئے جملہ دلبراں روپوش اوست
طب تمام عقلوں کی اس کی مغلوب الحیرت ہے	تمام دلبروں کا چہرہ اس کا روپوش ہے
روی در روی خود آر اے عشق کیش	نیست اے مفتوں ترا جز و خویش خویش
اپنی توجہ اپنی طرف کر اے عاشق	بجز اپنے تیرا کوئی اپنا نہیں اے مفتون
قبلہ از دل ساخت آمد در دعا	لیس للانسان الا ماسعیٰ
اس نے دل سے قبلہ بنایا دعا میں مشغول ہوا	انسان کو بجز اس کے کچھ نہیں ملا جس کی وہ سعی کرے
پیش ازاں کو پاسخے نشنیدہ بود	سالہا اندر دعا پیچیدہ بود
اس کے قبل بھی کہ اس نے کوئی جواب نہیں سنا تھا	برسوں دعا میں غلطاں پیچاں تھا
بے اجابت بر دعا ہا می تنید	از کرم لبیک پنہاں می شنید
بلا اجابت ہی دعاؤں پر مستعد رہتا تھا	کرم سے لبیک مخفی سنتا تھا
چونکہ بیدف رقص میکرد آں علیل	ز اعتماد جود خلاق جلیل
جبکہ بغیر دف ہی کے وہ بیمار رقص کرتا تھا	بنا بر اعتماد جود خلاق جلیل کے

www.besturdubooks.wordpress.com

سوئے او نے ہاتف و نے پیک بود	گوش امیدش پر از لبیک بود
اس کی طرف نہ ہاتف تھا اور نہ قاصد تھا	اس کا گوش امید لبیک سے پر تھا
بے زباں می گفت امیدش تعال	از دلش می رفت آں دعوت ملال
بدوں زبان کے اس کی امید تعال کہتی تھی	وہ بلانا اس کے دل سے ملال کو صاف کر دیتا تھا
آن کبوتر را کہ بام آموخت ست	تو مخوان میرانش کان پر دوخت ست
جس کبوتر کو کہ بام سکھلا دیا ہے	تو اس کو بلا مت اس کو ہنکا دے کیونکہ وہ پر سا ہوا ہے

جب (اس) گنج پر آشوب کو بادشاہ نے اس غمزہ کو تسلیم کر دیا (پر آشوب اس لئے کہا کہ اس کی تلاش میں بہت پریشانی اٹھائی پس بعد تسلیم کے) وہ بے خوف ہو گیا مخالفین سے اور (ان کے) نیش سے (رقعہ لے کر دربار شاہی سے) چلا گیا اور اپنے (اسی) خیال میں مل کھانے لگا (اور) اس نے عشق دور اندیش کو رفیق بنا لیا (یہاں ظاہراً اشکال ہوتا ہے کہ اوپر کے اشعار میں آ چکا ہے کہ عشق غایت کا تصور نہیں کرتا اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور تک کی غایت سوچتا ہے جواب یہ ہے کہ یہاں غایت کا سوچنا مراد نہیں ہے بلکہ یہ دور اندیشی یہ ہے کہ غایت سے بھی آگے نکل کر بدوں قصد غایت کے کام کرتا ہے تو یہ بعد الغایت نہیں عن الغایت ہے آگے اس مصرعہ کے مضمون کی ایک مثال ہے کہ قاعدہ ہے کہ کتا اپنے زخم کو (علاج کے لئے) آپ ہی چاٹتا ہے (دوسرے رفیق کو نہیں ڈھونڈھتا اسی طرح عاشق اپنے عشق میں دوسرے رفیق کو نہیں ڈھونڈھتا بس وہ ہے اور اس کا عشق آگے اس سے زیادہ اس کی تصریح ہے کہ) عشق کا اپنے پیچ و تاب میں کوئی (دوسرا) رفیق نہیں ہے (اور) اس کا محرم بستی میں ایک گھر والا نہیں ہے آگے اسی قبیل کے مضامین متعلق عشق کے ہیں جس طرح اشعار بالا میں بعض یہی آثار عشق کے مذکور ہوئے تھے یعنی) عاشق سے زیادہ کوئی دیوانہ نہیں ہے (کہ غایت کا تصور بھی نہیں کرتا جو کہ مقتضا عقل کا ہے اور اسی لئے) عقل اس کے خیالات سے کور اور کر ہے (یعنی اس کے ان خیالات کا کہ باوجود جنون نہ ہونے سے تصور غایت نہ ہو ادراک نہیں کر سکتی) کیونکہ یہ عام جنون نہیں ہے (جس کی بحث طب میں ہے اور اس کی ماہیت عقل کو معلوم ہو سکتی ہے اور اس میں عدم تصور غایت کی عقل سمجھ سکتی ہے کہ وہ علت جنون ہے اور) طب کو ان احکام (عشقیہ) کی رہبری (حاصل) نہیں ہے (کیونکہ طب میں ایک مسئلہ بھی یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص فاعل مختار صحیح العقل کوئی فعل اختیاری بلا تصور غایت کے کیا کرتا ہے بلکہ طب ظاہری تو صدور افعال اختیاریہ کے لئے سبق تصور غایت کی شرط کہتی ہے مگر عشق میں اس کے تخلف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شرط عادی ہے عقلی نہیں) اگر کسی طبیب کو یہ جنون (عشق) ہو جاوے (جو مجازاً جنون ہے) تو وہ دفتر طب کو خون سے دھو ڈالے (یعنی گریہ عاشقانہ و آثار عشق کے غلبہ سے طب سے اس کو ذہول ہو جاوے) طب تمام عقلوں کی اس (عشق) کی مغلوب التحیر ہ ہے (اور) تمام دلبروں کا چہرہ اس (عشق) کا روپوش (یعنی برقعہ) ہے (جس میں جمال عشق پوشیدہ ہو گیا اور صورت پرست ان صورتوں کو مقصود سمجھنے لگے اور ان کو اپنا رفیق بنانا چاہا جس سے اس حکم میں شبہ ہونے لگا عشق را در پیچش خود یار نیست الخ اور جو حقیقت میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں وہ ان صورتوں کو روپوش اور خود عشق کو مقصود سمجھ کر اس کو بدوں تعلق کسی صورت کے اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں اور بجز عشق کے کسی صورت کو اپنا رفیق بنانا نہیں چاہتے اور ظاہر ہے کہ جس صورت میں محبوب ہونا محتمل تھا جب اسی سے قطع نظر کرلی تو دوسروں کو کیا رفیق بناویں گے اب وہ حکم عشق راہ و رپیش خود یار نیست الخ صحیح ہو گیا اور مقصود نفی مرافقت خلق کی ہے نہ کہ مرافقت خالق کی کہ عشق کے رفیق بنانے سے تو مقصود بالذات وہی ہے کیونکہ اس عشق غیر متعلق بالصور کا متعلق وہی ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ جب یہ بات ہے تو) اپنی توجہ اپنی طرف کرائے عاشق (اور کسی رفیق کو مت ڈھونڈھ کیونکہ اس راہ میں) بجز اپنے تیرا کوئی اپنا نہیں اے مفتوں (یعنی اے عاشق آگے پھر قصہ ہے یعنی) اس (فقیر) نے دل۔ قبلہ بنایا (اور) دعا میں مشغول ہوا (یعنی دل کو واسطہ توجہ الی اللہ بنایا مطلب یہ کہ دل سے متوجہ ہوا جس طرح کعبہ بھی واسطہ توجہ الی اللہ ہی ہے خود متوجہ الیہ بالذات نہیں اور وہ دعا میں اس لئے مشغول ہوا کہ جانتا تھا کہ) انسان کو بجز اس کے کچھ نہیں ملتا جس کی وہ سعی کرے (یہ ایک آیت ہے جس کا یہ ترجمہ ہے اور یہ آیت بقرینہ مقام وسبب نزول جس کو احقر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے خاص ہے ان اعمال وثمرات کے ساتھ جو ہبہ کا محل نہیں مثلاً ایمان کہ ایک کا ایمان دوسرے بے ایمان کو نہیں ملتا اور جیسے قرب وتعلق خاص حق تعالیٰ کے ساتھ کہ یہ بھی غیر مقرب کو دینے سے نہیں ملتا پس تلاوت قرآن وصدقات کے ثواب پہنچنے کی اس سے نفی نہیں ہوتی جیسا معتزلہ نے سمجھا ہے اور گو میں نے تفسیر میں تقریر ترجمہ میں ایمان ہی کا ذکر کیا ہے لیکن وہ تخصیص ذکری بخصوصیت مضمون ہے تخصیص حکمی نہیں پس اس مقام پر اس شخص کی دعا کا جو ثمرہ اصلی ہے یعنی تعلق خاص حق تعالیٰ کے ساتھ وہ بھی بلا غبار اس آیت میں داخل ہو جاوے گا اور اس کے ثمرہ ہونے کی طرف اس حدیث میں اشارہ قریب بصراحت ہے الدعاء مخ العبادۃ کیونکہ عبادت کا ثمرہ مطلق قرب ہے تو مخ العبادۃ کا ثمرہ قرب خاص ہوگا اور اس ثمرہ کے ترتب میں ثمرہ کا غیر اصلیہ یعنی حصول کنز کی نیت کی مزاحمت کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ حدیث مطلق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا کے لئے بھی عبادت ہو تب بھی اس ہیئت تضرع وفروتنی میں یہ خاصہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عنایت خاصہ کا یہ مورد ہو جاتا ہے خاص کر اگر یہ فرض کرلیا جاوے کہ اس شخص کا طلب کنز بھی تفرغ للعبادۃ کے لئے ہو واللہ اعلم آگے تائید ہے اس کی کہ یہ شخص دل سے دعا میں متوجہ ہوا جس کا دعویٰ تھا مصرعہ قبلہ از دل ساخت الخ میں یعنے اب کیوں نہ دل سے دعا کرتا وہ تو) اس (وقت) کے قبل بھی (یعنی بشارت گنجنامہ سے پہلے) کہ (اس وقت تک) اس نے (عالم غیب سے) کوئی جواب نہیں سنا تھا برسوں دعا میں غلطاں وپیچاں تھا (اور) بلا (بشارت) اجابت ہی دعاؤں پر مستعد رہتا تھا (اور) کرم سے لبیک مخفی سنتا تھا (مراد اس سے توفیق دعا کما قال مولانا فی موضع گفت آن اللہ تو لبیک ماست الخ پس) جبکہ بدوں دف ہی کے وہ بیمار (عشق) رقص کرتا تھا بنا بر اعتماد وجود خلاق جلیل کے (اس حالت میں کہ) اس کی طرف نہ ہاتف تھا اور نہ قاصد تھا (پھر بھی) اس کا گوش امید لبیک (مخفی بالمعنی المذکور آنفا) سے پر تھا (اور) بدوں زبان کے اس کی امید تعال (یعنی آجا) کہتی تھی (اور) وہ بلانا (تعالیٰ مذکور کا) اس کے دل سے ملال (وکسل) کو صاف کر دیتا تھا (یہ سب بے دف سے یہاں تک شرط ہے معمول کلمہ شرط چونکہ کا اور جزا اس کی مقدر ہے جس پر قرینہ مقام دال ہے یعنی چون درچنین حالت کہ اسباب شوق نبود دعا میکرد پس اکنون کہ اسباب شوق ہم بوجود آمدہ وآن بشارت وکلام ہاتف بہ نشان دادن گنج ست پس چرا دعا نکند واز شوق رقص

www.besturdubooks.wordpress.com

نکند اور ایسا حذف قرینہ سے سب زبانوں میں مستعمل ہے مثلاً ہمارے محاورہ میں کہا جاوے کہ فلاں شخص جب بے کہے ہماری خدمت کیا کرتا ہے بس اس کہنے سے جزا خود سمجھ میں آ جاتی ہے گو مذکور نہ ہو یعنی کہنے سے تو کیوں نہ خدمت کرے گا اور شعر پیش ازاں کو پاسخے الخ میں آن اسم اشارہ ہے جس کا مشار الیہ وقت پاسخ شنیدن ہے اور کو پاسخے نشنیدہ بود بیان ہے اس پیش ازاں کا گو متبادر ترکیب یہ معلوم ہوتی ہے کہ آن بجائے موصول کے ہو اور کو پاسخے نشنیدہ بود صلہ ہو اس موصول کا یعنی آن بیان ہو لیکن یہ ترکیب اس لئے مراد نہیں کہ اس میں معنے فاسد ہوں گے تقدیر کلام یہ ہوگی پیش از پاسخ نشنیدن اور یہ ظاہر الفساد ہے کیونکہ وہ وقت تو خود پاسخ نشنیدن کا اور قبل ہے پاسخ شنیدن سے نہ کہ قبل پاسخ نشنیدن سے کہ اس صورت میں وہ وقت ہونا چاہئے پاسخ شنیدن کا اور اس صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ جب پاسخ شنیدن کے وقت وہ ایسا مشغول تھا تو پاسخ نشنیدن کے وقت بدرجہ اولیٰ مشغول ہونا چاہئے اور یہ ظاہر الفساد ہے لان الامر بالعکس بندہ نے اپنی تقریر ترجمہ میں اس ترکیب کو ظاہر کر دیا ہے آگے ایسی روح کو جس کی یہ شان مذکور ہو کہ بدوں مشاہدۂ ثمرات بھی کہ وہ ثمرات اسباب شوق ہوتے ہیں خدمت وطاعت میں مستعد و مشغول ہو جس کا سبب صرف عشق ہو سکتا ہے جیسا اشعار مقام و اشعار سابقہ میں مفصل مذکور بھی ہوا ہے پس ایسی روح کو اس کبوتر سے تشبیہ دیتے ہیں جو بام سے مالوف ہو گیا ہو کہ ہنکانے سے بھی نہیں ہٹتا پس فرماتے ہیں کہ) جس کبوتر کو کہ بام (پر رہنا کسی نے) سکھلا دیا ہے تو اس کو بلامت (بلکہ) اس کو ہنکارے (وہ تب بھی نہ ٹلے گا) کیونکہ وہ (ایسا جما ہے جیسے گویا وہ) پر سیا ہوا ہے (مخوان میران انشائیہ بتقدیر خبر یہ ہے یعنی اگر او را نخوانی بلکہ برانی تاہم نخواہد رفت چہ جائیکہ نرانی بلکہ بخوانی چرا خواہد رفت پس یہی حالت ہے روح عاشق کی کہ فرضاً اگر اس کو نکالا بھی جاوے تب بھی در نہ چھوڑے چنانچہ بعض بزرگوں کو بعض حالات یا بعض واردات سے شبہ مردود ہونے کا ہو گیا ہے لیکن وہ یہی کہتے رہے۔ توانی ازاں دل بپرداختن کہ دانی کہ بے او تواں ساختن اور اس کی برکت سے ان کا وہ شبہ دور کیا گیا کہ۔

قبول ست گرچہ ہنر نیستت   کہ جز ما پناہ ہے دگر نیستت

اور اس تذکرہ عشق و عشاق سے مولانا کو جوش پیدا ہوا اس لئے آگے مولانا حسام الدین کو مخاطب بنا کر عاشقانہ و مستانہ کلام شروع کر دیا جو سرخی تک چلا گیا ہے)

اے ضیاء الحق حسام الدین بردانش	کز ملاقات تو بر رستست جانش
اے ضیاء الحق حسام الدین اس کو نکال دو	کیونکہ تمہاری ملاقات سے اس کی جان کو نشوونما ہوا ہے
گر برانی مرغ جانش از گزاف	ہم بگرد بام تو آرد طواف
اگرچہ طائر روح کو بے وجہ نکال دو گے	جب بھی وہ تمہارے بام کے گرد چکر لگاتا رہے گا
چینہ و نقلش ہمہ بر بام تست	پر زناں بر اوج مست دام تست
اس کا دانہ اور غذا سب تمہارے بام پر ہے	وہ بلندی پر اڑتا ہوا بھی تمہارے دام کا عاشق ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر دمے منکر شود دزدانہ روح	در ادائے شکرت اے فتح فتوح
اگر کسی وقت روح چوروں کی طرح منکر ہو جاتی ہے	آپ کے ادائے شکر میں اے خزانہ فیوض
شحنۂ عشق مکرر کینہ اش	طشت آتش می نہد بر سینہ اش
تو اس کا شحنہ عشق جو مکرر کینہ ہے	اس کے سینہ پر طشت پرآتش رکھ دیتا ہے
کہ بیا سوئے مہ و بگزر ز گرد	شاہ عشقت خواند زوتر باز گرد
کہ ماہ کی طرف آ اور غبار سے علیحدہ ہو	تجھ کو شاہ عشق نے بلایا ہے جلدی واپس چل
گرد ایں بام و کبوتر خانہ من	چوں کبوتر پرزنم مستانہ من
اس بام اور کبوتر خانہ کے گرد میں	کبوتر کی طرح مستانہ پرواز کر رہا ہوں
جبرئیل عشقم و سدرم توئی	من سقیم عیسیٰ مریم توئی
میں جبرئیل عشق ہوں اور میرا سدرۃ تم ہو	میں بیمار ہوں تم عیسےٰ بن مریم ہو
جوش دہ آں بحر گوہر بار را	خوش بپرس امروز زیں بیمار را
تم اس دریائے گوہر بار کو جوش میں لاؤ	اچھی طرح پوچھ لو آج اس بیمار کو
چوں تو آن او شدی بحر آن تست	گرچہ ایں دم نوبت بحران تست
جب تو اس کا ہو گیا تو دریا تیرا ہو جاتا ہے	اگرچہ یہ وقت تیرے بحران کی باری کا ہے
ایں خود آں نالہ ست کو کرد آشکار	آنچہ پنہان ست یارب زینہار
یہ تو صرف وہ نالہ ہے جو اس نے ظاہر کر دیا ہے	جس قدر مخفی ہے اے اللہ اس سے پناہ
دو دہاں داریم گویا ہمچو نے	یک دہاں پنہانست در لبہائے وے
ہم نے کی طرح گویا دو منہ رکھتے ہیں	ایک منہ اس کے لبوں میں چھپا ہوا ہے
یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما	ہائے و ہوئے در فگندہ در ہوا
ایک منہ تم لوگوں کی طرف نالاں ہو رہا ہے	اس نے ہائے ہو فضا میں ڈال رکھا ہے
لیک داند ہر کہ او را منظر ست	کہ فغان ایں سرے ہم زاں سرست
لیکن اس کو وہی جانتا ہے جس کو نظر ہے	کہ اس طرف کا فغاں یہ بھی اسی طرف سے ہے
دمدمہ ایں نائی از دمہائے اوست	ہائے ہوئے روح از ہیہائے اوست
اس نے کا شور بلند اس کے کلمات سے ہے	روح کا ہائے ہو اس کے ہائے ہو سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نبودے بالبش نے راسمر	نے جہاں را پرنکر دے از شکر
اگر نے کی قصہ گوئی کو اس کے لب سے تلبس نہ ہوتا	تو نے ایک عالم کو شکر سے پر نہ کر دیتی
باکہ خفتی وز چہ پہلو خاستی	کہ چنیں پرجوش چوں دریاستی
تم کس کے پاس سوئے تھے اور کس پہلو سے اٹھے ہو	کہ اس طرح دریا کے مثل پرجوش ہو رہے ہو
یا ابیت عند ربی خواندئ	دردل دریائے آتش راندئ
یا تم نے ابیت عند ربی پڑھ لیا ہے	یا کر دریائے آتش کے قلب میں اپنے کو چلایا ہے
نعرۂ یا نار کونی بار دا	عصمت جان تو گشت اے مقتدا
ندائے یا نار کونی بردا	تمہاری جان کی عاصم ہو گئی اے مقتدا

(یہاں بیان ہے آثار عشق کا جس کا ربط اشعار سابقہ کے اخیر میں مذکور ہوا یعنی جس روح کا اس کے قبل کے شعر میں بیان ہوا ہے کہ وہ مثل کبوتر بام آموختہ کے پر دوختہ ہے نکالنے سے بھی نہیں نکلتی اس طرح روح کو جیسا یہ تعلق حق تعالیٰ سے ہے ایسا ہی ہادی الی الحق سے بھی ہے کیونکہ تعلق للحق یہ بھی تعلق بالحق کی ایک قسم اور بوجہ مقدمہ ہونے کے لازم ہے چنانچہ) اے ضیاء الحق حسام الدین (کہ تم ہادی الی الحق ہو) اس (کبوتر روح یعنے صاحب روح) کو نکال دو (اور نکال کر دیکھ لو وہ کبھی بھی نہ نکلے گا) کیونکہ تمہاری ملاقات سے اس کی جان کو نشو ونما ہوا ہے (یعنی تمہارا تعلق اس کی غذا ہے اور غذا ملنے کی جگہ سے طائر کب ہٹتا ہے پس) اگر طائر روح کو بے وجہ (بھی) نکال دو گے تب بھی وہ تمہارے بام کے گرد چکر لگاتا رہے گا (کیونکہ اس کا دانہ اور غذا سب تمہارے بام پر ہے (اس لئے) وہ بلندی پر اڑتا ہوا بھی تمہارے دام کا عاشق ہے (یعنی پھر تمہارے ہی بام پر آ جاوے گا جو کہ بمنزلہ دام کے ہے مطلب یہ کہ تمہارے آستانہ کو نہ چھوڑے گا خواہ ظاہر میں کہیں پھر آوے اور از گزاف بمعنے بے وجہ میں مبالغہ ہے اس طرح سے کہ بے وجہ نکالنے میں احتمال رنج وکینہ کا ہو سکتا ہے جب اس سے بھی اس کو تکدر نہ ہوا تو اگر کسی وجہ صحیح مثلاً اس کی کسی خطا وغیرہ پر یہ طرد ہو جس میں اس کو خود اپنی خطا پر ندامت بھی ہو گی تب تو بدرجہ اولیٰ اس کے لزوم میں خلل نہ آوے گا وہذہ الفائدۃ لقولہ از گزاف من الملہمات وللہ الحمد اور چونکہ عاشق حق واہل حق سے بھی اقتضائے بشریت سے گاہ گاہ ادائے حقوق عشق ومحبت من الطاعات والمراقبات میں کوتاہی ہو جاتی ہے مگر چونکہ سویداء قلب عشق سے معمور ہے پھر اسی کا غلبہ ہو کر حالت اصلیہ کی طرف عود ہوتا ہے اور حالت گذشتہ پر سخت تندم وتالم ہوتا ہے آگے اس کا بیان فرماتے ہیں کہ) اگر کسی وقت (یہ) روح (عاشق) چوروں (اور خائنین حقوق محبت) کی طرح (حالاً) منکر (یعنے غافل بھی) ہو جاتی ہے (کہ غفلت اس تاوا انکار نہیں ہے حالاً مشابہت انکار ہے اور یہ غفلت) آپ کے ادائے شکر میں (ہوتی ہے) اے خزانہ فیض (وبرکات) تو اس (روح) کا شحنۂ عشق جو مکرر کینہ (ہونے کی صفت رکھتا) ہے (مکرر کینہ بسیار کینہ کہ در کشیدن کینہ بیک بار اکتفا نمی کند بلکہ بکرات کینہ میکشد پس ایسا شحنۂ عشق) اس (روح) کے سینہ پر طشت پر آتش رکھ دیتا ہے (یعنی پھر آتش عشق بھڑکتی ہے جیسا اس شعر کی تمہید میں مذکور ہوا اور وہ شحنۂ عشق اس کو کہتا ہے) کہ ماہ (یعنی نور) کی طرف آ اور غبار (یعنی ظلمات) سے علیحدہ ہو (ماہ ونور سے مراد طاعات وخدمات کہ منور قلب ہیں اور غبار وظلمات سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مراد معاصی ومقتضیات بشریت کہ مکدر قلب ہیں اور وہ شحنہ عشق کہتا ہے کہ) تجھ کو شاہ عشق نے بلایا ہے جلدی واپس چل (بہتر یہ ہے کہ شحنہ عشق مذکور فی الشعر السابق سے مراد خود عشق اور شاہ عشق سے مراد حضرت محبوب حقیقی لیا جاوے یعنی وہ غلبہ عشق پھر حضرت حق کی طرف متوجہ کر دیتا ہے پس یہ مضمون بطور دفع دخل کے ہے کہ ہمارے اوپر کے مضمون پر شبہ نہ کیا جاوے کہ ہم اس لزوم کے خلاف کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں جواب یہ ہوا کہ یہ لزوم معدوم نہیں ہوا تھوڑی دیر کے لئے مکتوم ہو گیا آگے پھر رجوع ہے مضمون اشعار ثلثہ اول اے ضیاء الحق الخ گر برانی الخ چیہ الخ کی طرف ہے۔ درمیان میں یہ اشعار ثلثہ گردے الخ شحنہ عشق الخ کہ بیا الخ بطور دفع دخل کے آگئے تھے جیسا بیان ہوا پس مولانا ضیاء الحق کو من حیث انہ عارف خطاب کرتے ہیں کہ) اس بام اور کبوتر خانہ (یعنی تمہارے آستانہ) کے گرد میں کبوتر کی طرح مستانہ پرواز کر رہا ہوں میں (گویا) جبرئیل عشق ہوں اور میرا سدرۃ تم ہو (اور) میں بیمار ہوں تم عیسیٰ بن مریم ہو (تم (اپنے فیوض وبرکات کے) اس دریائے گوہر بار کو جوش میں لاؤ (گوہر بار اس لئے کہا کہ (افاضہ میں حقائق ومعارف تکلما صادر ہوتے ہیں اور) اچھی طرح پوچھ لو آج اس بیمار کو (اشارہ ہے کہ مسترشد کو استفاضہ اور مرشد کو افاضہ زیبا ہے آگے مطلق عاشق کو خطاب ہے تشویق حصول عشق کے لئے کہ عشق حق ایسی چیز ہے کہ) جب تو اس کا (یعنی حضرت حق کا) ہو گیا (اس طرح سے کہ تو اس کا عاشق ہو گیا) تو دریا (مجازاً واستعارۃً حق تعالیٰ کو کہا ہے یعنی وہ) تیرا ہو جاتا ہے (کما قیل من کان للہ کان اللہ لہ) اگر چہ یہ وقت (یعنی اس کا ہو جانے کے قبل) تیرے بحران کی باری کا ہے (یعنی جس طرح منازعت طبیعت بمرض خطرناک ایک خطرناک حالت ہے اسی طرح قبل فنا فی العشق تذبذب کی حالت ہے کبھی خیر غالب کبھی شر غالب بخلاف حالت فنائے عشق کے کہ مصداق کذلک الایمان اذا خالط بشاشۃ القلوب کا ہو جاتا ہے آگے مولانا پر توحید کا غلبہ ہو گیا اس غلبہ میں فرماتے ہیں کہ میں جو اشعار ثلثہ بعد ستۃ المذکورۃ سابقا گرد ایں بام الخ جبرئیل عشقم الخ جوش دہ الخ میں آہ و نالہ عاشقانہ کر رہا ہوں یہ بھی میری طرف سے نہیں بلکہ حضرت محبوب کی طرف سے ہے اور وہ بھی سب آہ و نالہ نہیں بلکہ) یہ تو صرف وہ نالہ ہے جو اس (محبوب حقیقی) نے (میری زبان پر) ظاہر کر دیا ہے (اور) جس قدر مخفی ہے (وہ تو اس کثرت سے ہے کہ) اے اللہ اس سے پناہ (دے مقصود پناہ مانگنا نہیں ہے کیونکہ وہ تو خیر محض ہے یہ محاورات میں کنایہ کثیر اور باہیبت ہونے سے ہے اور نسبت نالہ کی جو حضرت حق کی طرف تو جیہ اس کی مشہور ہے کہ جب اختیار عبد کا فنا بمعنے معدوم یا مغلوب ہو جاتا ہے یا سالک اس کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے یا ان کا اجتماع ہو جاتا ہے تو صدور کی نسبت مضمحل ہو کر خلق ہی کی نسبت مطمح نظر رہ جاتی ہے اور اس کا منسوب الیہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ ہیں اور ممکن ہے کہ اس عنوان میں تنبیہ اس پر ہو کہ عاشق کو اپنے عشق پر ناز نہ کرنا چاہئے یہ بھی ان ہی کی طرف سے عطا ہے اور ظاہر کو قلیل اور مخفی کو کثیر کہنے میں اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے کہ صاحب تمکین کا ضبط غالب ہونا چاہئے اظہار سے آگے اسی عنوان توحید سے ان آثار عشقیہ کے ادھر سے ہونے کا مضمون فرماتے ہیں جو کہ مصرعہ ایں خود آن نالہ است الخ میں تھا یعنی) ہم نے کی طرح دو منہ رکھتے ہیں (جن میں سے) ایک منہ اس (محبوب حقیقی) کے لبوں میں چھپا ہوا ہے (اور) ایک منہ تم لوگوں کی طرف نالاں ہو رہا ہے (اور) اس نے ہائے ہو (کا شور) فضا (ئے عالم) میں ڈال رکھا ہے لیکن اس کو وہی جانتا ہے جس کو نظر (معرفت) ہے کہ اس طرف کا فغان یہ بھی اسی طرف سے ہے (غرض) اس نے کا شور بلند (کما فی الغیاث آواز نقارہ) اس (محبوب حقیقی) کے نفحات سے ہے (اور) روح کا ہائے ہو اس (محبوب حقیقی) کے ہائے ہو سے ہے (یعنی عشاق کا نالہ مثل مثال نے کے سب اسی طرف سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بالمعنی الذی ذکرآگے ایک دلیل انی اس آہ ونالہ کی اس جانب سے ہونے کی فرماتے ہیں کہ) اگر نے کی قصہ گوئی (یعنے عاشق کے نغمات) کواس (محبوب حقیقی) کے لب سے تلبس نہ ہوتا تو نے ایک عالم کوشکر (یعنی جذبات وتاثیرات عشقیہ) سے پرنہ کردیتی (یعنی ان کے نالہ وآہ میں یہ اثر انجذاب الی الحق کا نہ ہوتا پس اس میں یہ اثر محمود ہونا دلیل ہے کہ یہ ادھر سے بلاتوسط ہے اور اس قید بلاتوسط سے ایک شبہ کا جواب ہوگیا کہ یوں تو تمام شرور وقبائح بھی ادھر ہی سے ہیں حالانکہ ان میں اثر محمود نہیں پس اثر کا محمود نہ ہونا کیسے مستلزم ہوا اس طرف سے نہ ہونے کو جیسا اس استدلال کا مقتضا ہے جواب یہ ہے کہ مطلق ادھر سے ہونا ملزوم نہیں ہے اثر کے محمود ہونے کا بلکہ کسی چیز کا ادھر سے بلاتوسط اختیار عبد ہونا یہ ملزوم ہے اثر کی محمودیت کو پس جہاں اثر محمود نہ ہوگا وہ چیز بتوسط اختیار عبد ادھر سے ہوگی اور جو چیز بلا اختیار عبد ہوگی وہ سب خیر محض ہے وفیہ قیل ع در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست اور عاشق کے افعال قریب قریب غیر اختیاری کے ہیں فصح الاستدلال الحمد کورفی ہذا الشعر گر نبودے بالبش نے راسمر اور یہ شعر شروع دفتر اول میں بھی بعض الفاظ کے تفاوت سے گزرا ہے اس کی وجہ ایک حاشیہ میں نہایت لطیف لکھی ہے بالسلطان یتصرف فی ملکہ کیف یشاء آگے اشعار ثلٰثہ میں پھر خطاب بقرینہ مضمون ہے مولانا ضیاء الحق کو مثل اشعار ستہ سابقہ کے جن کے درمیان میں اشعار ثلٰثہ متضمن دفع دخل مقدر آ گئے تھے اور بقرینہ مضمون اس لئے کہا کہ ان اشعار ثلٰثہ کے بعد پھر صریح خطاب ہے ان کو پس فرماتے ہیں کہ) تم (اے ضیاء الحق بتلاؤ تو شب کو) کس کے پاس سوئے تھے اور کس پہلو سے (جاگتے) اٹھے ہو کہ اس طرح دریا کے مثل پر جوش ہورہے ہو (اور کلام مستانہ خود مولانا نے کیا ہے پھر ضیاء الحق کی طرف نسبت کرنے میں اس پر تنبیہ ہے کہ یہ میرا جوش وخروش فیض ہے ضیاء الحق کا پس گویا کہ یہ ان ہی کا جوش ہے پس اس میں یہ بھی اشارہ ہوگیا کہ مسترشد میں جو کمال ہو اس کو مرشد کا کمال سمجھے اور گو بعض حواشی میں اس کو خطاب اپنے نفس کی طرف ٹھہرایا ہے مگر میں نے اس کو اس لئے پسند نہیں کیا کہ اسی مضمون کے تیسرے شعر میں اے مقتدا سے ندا واقع ہوئی ہے اور اپنے نفس کو ایسی ندا امر مستبشع ہے اور مراد اس استفہام سے اخبار ہے ان کی معیت حق سے یعنی یہ اسرار ناشی ہیں غلبہ معیت سے چونکہ کلام غلبہ مستی میں ہے ایسے عنوانات عفو ہیں) یا تم نے ابیت عندربی پڑھ لیا ہے (اس مصرعہ میں کہ وچہ واقعتین فی البیت السابق کی گویا تعیین کردی یعنی تم اور کسی کے پہلو میں شب باش ہوئے ہو یا کہ رب تعالیٰ کے قرب میں شب باش ہوئے ہو پڑھنے سے مراد مجازاً اس حال سے موصوف ہوجانا) یا کہ دریائے آتش (یعنی عشق) کے قلب میں اپنے کو چلایا ہے (کہ ایسا آتشیں کلام تم سے صادر ہورہا ہے اور مصرعہ ثانیہ میں لفظ یا بقرینہ مقام مقدر ہے اور یہ تردید علی سبیل منع الخلو ہے کیونکہ دونوں سبب جمع ہیں طلب اور عشق بھی اور معیت ووصول بھی اب یہاں ایک شبہ ہوا کہ اگر عشق کی خاصیت آتش کی سی ہے تو اس سے ضیاء الحق سالم کیسے رہے۔ اس کا آگے جواب دیتے ہیں کہ اے ضیاء الحق مشککین کو اس میں ناحق شک ہے ان کو خبر نہیں کہ) ندای یا نار کونی بردا تمہاری جان کی عاصم ہوگئی (یعنی حق تعالیٰ نے مثل ابراہیم علیہ السلام کے تم کو اس نار عشق کا تحمل بلکہ اس میں تلذذ عطا فرمادیا اس لئے سالم رہنا عجیب نہیں اور ہرچند کہ مولانا ضیاء الحق حضرت مولانا جلال الدینؒ کے پیر نہیں ہیں مگر اکثر ان سے اسی طرز سے مخاطبت کرنا آپ کی عادت ہے چونکہ اشعار مقام کے کئی شعر میں مولانا ضیاء الحق کے فضائل کا مضمون ہے اور شعر اخیر میں ان کی ایک فضیلت پر شبہ کرنے والوں کا جواب بھی دیا ہے آگے بھی ان کو خطاب صریح کرکے بیان ہے ان کے بعض فضائل کا مع مذمت ان کے منکرین فضائل کے)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے ضیاء الحق حسام الدیں و دل	کے تواں اندود خورشیدے بگل
اے ضیاء الحق حسام الدین اور حسام دل	خورشید کو کیچڑ سے کب لیپ سکتے ہیں
قصد کردستند ایں گل پارہا	کہ بپوشانند خورشید ترا
ان مٹی کے ٹکڑوں نے اس کا قصد کیا ہے	کہ تمہارے خورشید کو پوشیدہ کر دیں
دردل کہ لعلہا دالاں تست	باغہا از خندہ مالا مال تست
پہاڑوں کے قلب میں لعل تمہارا پتہ بتلا رہے ہیں	باغ خندہ سے تمہارے ہی سبب مالا مال ہیں
محرم مردیت را کو رستمے	تاز صدخرمن یکے جو گفتمے
تمہاری مردی کا محرم کوئی رستم کہاں ہے	تاکہ میں سو خرمن میں سے ایک جو کہتا
چوں بخواہم کز سرت آہے کنم	چوں علیؓ سر را فرو چاہے کنم
میں جب چاہتا ہوں کہ تمہارے اسرار سے کوئی آہ کروں	تو مثل حضرت علیؓ کے سر کو کنویں کے اندر کر دیتا ہوں
چونکہ اخواں را دل کینہ ورست	یوسفم را قعر چہ اولیٰ ترست
چونکہ بھائیوں کے پاس دل کینہ ور ہے	میرے یوسف کے لئے قعر چاہ اولیٰ تر ہے
مست گشتم خویش بر غوغا زنم	چہ چہ باشد خیمہ بر صحرا زنم
میں مست ہو گیا اپنے کو غوغا پر ڈالے دیتا ہوں	کنواں کیا ہے میں خیمہ صحرا میں لگاؤں گا
بر کف من نہ شراب آتشیں	وانگہاں کر و فر مستانہ بیں
میرے ہاتھ پر شراب آتشیں رنگ رکھ دو	اور اس وقت کروفر مستانہ دیکھو
منتظر گو باش بے گنج آں فقیر	زانکہ ما غرقیم ایں دم در عصیر
گو وہ فقیر بغیر گنج کے منتظر رہے	کیونکہ ہم اس وقت شراب میں خود غرق ہو رہے ہیں
از خدا خواہ اے فقیر ایں دم پناہ	از من غرقہ شدہ یاری مخواہ
اے فقیر اس وقت خدا ہی سے پناہ کی درخواست کر	مجھ غرق شدہ سے کوئی امداد مت چاہ
کہ مرا پروائے ایں اسناد نیست	از خود و از ریش خویشم یاد نیست
کیونکہ مجھ کو پروا اس سند کی نہیں ہے	مجھ کو اپنی اور اپنی داڑھی کی بھی یاد نہیں ہے
باد سبلت کے بگنجد و آب رو	در شرابے کہ نگنجد تار مو
ہوائے نخوت اور جاہ کب سماوے گی	اس شراب میں کہ جس میں ایک تار مو نہ سما سکے

www.besturdubooks.wordpress.com

درده اے ساقی یکے رطل گراں	خواجہ را از ریش وسبلت وارہاں
اے ساقی ایک بڑا پیمانہ دے دے	ان میاں کو داڑھی اور مونچھ سے چھڑا دے
نخوتش برما سبالے میزند	لیک ریش از رشک ما بر میکند
اس کی نخوت ہم پر مونچھوں کو تاؤ دیتی ہے	لیکن وہ ہمارے اوپر حسد کرنے کے سبب سے اپنی ہی داڑھی نوچتا ہے
مات او شومات او شومات او	کہ ہمیدانیم تزویرات او
تو اس کا مغلوب ہو جا تو اس کا مغلوب ہو جا تو اس کا مغلوب ہو جا	اس لئے کہ ہم اس کی تزویرات کو جانتے ہیں
از پس صد سال انچہ آید برو	پیرمی بیند معین مو بمو
سو برس کے بعد جو کچھ اس پر آوے گا	شیخ معین طور پر مو بمو دیکھ لیتا ہے
اندر آئینہ چہ بیند مرد عام	کہ نہ بیند پیر اندر خشت خام
عامی شخص آئینہ میں ایسی کیا چیز دیکھتا ہے	جس کو شیخ کچی اینٹ میں نہیں دیکھ لیتا
آنچہ لحیانی بخانہ خود ندید	ہست بر کوسہ یکایک آں پدید
جو چیز داڑھی والے نے اپنے گھر میں نہیں دیکھی	وہ بے ریش پر ایک ایک کر کے ظاہر ہے

اے ضیاء الحق حسام دین اور حسام دل (دین سے مراد احکام شرعیہ اور دل سے مراد احوال قلبیہ یعنی مقامات واحوال دلوں کے متعلق تمہارے ارشادات وتصرفات جاری ونافذ ہیں جس طرح سے حسام جاری ہوتی ہے) خورشید کو کیچڑ سے لب لیپ سکتے (اور چھپا سکتے) ہیں (اسی طرح تمہارے کمالات پر منکرین کب پردہ ڈال سکتے ہیں گو) ان مٹی کے ٹکڑوں (اور ٹھیکروں) نے اس کا قصد کیا ہے کہ (بزعم خود) تمہارے خورشید کو پوشیدہ کر دیں (مگر ان کی اس کوشش سے کیا ہوتا ہے کیونکہ) پہاڑوں کے قلب میں لعل تمہارا پتہ بتلا رہے ہیں (چنانچہ لعل کی دلالت فیض خورشید پر ظاہر ہے اور) باغ خندہ (و شگفتگی) سے (جو مالا مال ہے وہ) تمہارا ہی مالا مال (کیا ہوا) ہے (چنانچہ آفتاب سے باغ کی شگفتگی بھی ظاہر ہے اور پہاڑ سے مراد اہل مقامات وتمکین کہ ان کو وقار میں پہاڑ سے تشبیہ دی اور لعل سے مراد ان کے قلوب اور باغ سے مراد اہل احوال و تلوین کہ رنگارنگی وعروض بہار وخزاں سے ان کو باغ سے تشبیہ دی اور خندہ سے مراد ان کے ذوقیات ومواجید کہ مثل شگفتگی باغ کے وہ ظاہر ہوتے ہیں مطلب یہ کہ اہل مقام سب تمہارے کمالات کے معترف اور اہل حال ومریدین بکثرت تمہارے برکات سے معترف ہیں پھر کسی کے انکار سے کیا ہوتا ہے اور تمہارے فضائل تو بہت کثرت سے ہیں مگر) تمہاری مردی (و کمال) کا محرم کوئی رستم (یعنی مرد کامل وقابل فہم اسرار) کہاں ہے تاکہ سو خرمن میں سے (بقدر) ایک جو (کے) کہتا (ورادر مردیت راز ائد است وزائد آمدنش در غیاث نوشتہ مراد محرم کی نایابی نہیں بلکہ کمیابی ہے اور حرکت بیان کو مخاطبین کی کثرت سے زیادہ ہوتی ہے لیکن اس حالت کمیابی محرم میں بھی کبھی کبھی مجھ کو جوش بیان اسرار وفضائل حسامیہ ہوتا ہے تو اس جوش میں) میں جب چاہتا ہوں کہ تمہارے اسرار سے کوئی آہ کروں (یعنی اس کا کوئی شمہ ظاہر کروں) تو مثل حضرت علی

www.besturdubooks.wordpress.com

کے (اپنے) سر کو کنویں کے اندر کر دیتا ہوں (اور کنوے کے اندر اسرار کہہ دیتا ہوں تا کہ شدت ضبط سے تنگی بھی نہ ہو اور نا محرم سے خطاب بھی نہ ہو حاشیہ میں ہے از حضرت مولائے درویشان و امام حقیقت کیشان مشہور ست کہ بارہا چون از کتمان بعضے اسرار دل تنگ شدے و ہمدمے نیافتے سر فرو چاہ بردہ راز خود در آن چاہ گفتے و گاہے آب چاہ خون شدے اھ واللہ اعلم بصحۃ الحکایۃ لکن اصل المقصود لا یدار علیہا آگے سر را فرو چاہ کرنے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) چونکہ بھائیوں کے پاس دل کینہ ور ہے (اس لئے) میرے یوسف کے لئے قعر چاہ اولیٰ تر ہے (کہ وہاں گزند قتل سے تو بچ گئے تھے پس اسی طرح میرے اسرار اس حالت میں حساد سے پوشیدہ ہی اچھے کہ اضاعت سے تو محفوظ رہیں گے آگے جوش و مستی کا ایسا غلبہ ہو گیا کہ کتمان بھی قدرت سے نکلنے لگا اس حالت میں فرماتے ہیں کہ) میں مست ہو گیا (اس لئے ضبط سے عاجز ہو کر) اپنے کو غوغا پڑ ڈالے دیتا ہوں کنواں (بیچارہ) کیا ہے میں تو خیمہ صحرا میں لگاؤں گا (یعنی علی الاعلان اسرار کہوں گا) میرے ہاتھ پر (اے حسام الدین) شراب آتش رنگ رکھ دو اور اس وقت (میرا) کروفر مستانہ دیکھو کو وہ فقیر بدوں گنج کے منتظر رہے کیونکہ ہم اس وقت شراب میں خود غرق ہو رہے ہیں (ہم کو فقیر کا کام کرنے کی فرصت نہیں ہے اس لئے) اے فقیر (اس وقت خدا ہی سے پناہ کی درخواست کر (کہ تجھ کو تعب اور کلفت ناکامی سے پناہ دے اور خزانہ تک پہنچادے باقی) مجھ غرق شدہ سے کوئی امداد مت چاہ (میں تیرے اس کام میں خالی تذکرہ کی بھی مدد نہیں دے سکتا) کیونکہ مجھ کو پروا اس سند (خزانہ یعنے رقعہ) کی نہیں ہے (کہ اس کی عبارت کا مطلب بیان کروں جو خزانہ کے ملنے کا ذریعہ ہو جاوے اور اس کی پروا تو کیا ہوتی) (مجھ کو اپنی اور اپنی داڑھی کی بھی یاد نہیں ہے (داڑھی سے مراد جاہ و آبرو یعنے جب مجھ کو جان اور آن کی بھی جو کہ اکثر کے نزدیک جان سے بھی عزیز ہے چنانچہ مشہور ہے کہ جان جائے پر آن نہ جائے تو اس حالت میں فقیر کے روپیہ ملنے کی مجھ کو کیا پرواہ ہو گی آگے غلبہ عشق میں جاہ و نخوت کے فنا ہو جانے کو بتلاتے ہیں کہ) ہوائے نخوت اور جاہ کب سماوے گی اس شراب میں کہ جس میں ایک تار مو نہ سما سکے (یعنی جب عشق نے اتنی جگہ بھی قلب میں نہیں چھوڑی کہ وسوسہ جاہ بھی کہ مشابہ تار مو ہے آ سکے تو خود عزم جاہ تو کہاں آوے گا جس طرح جس شیشہ شراب میں تار مو نہ سما سکے ہوائے معتد بہ کب سماوے گی باد بمعنے ہوا و بمعنے نخوت غیاث میں لکھا ہے اور سبلت بمعنے بروت مشہور ہے اور بمعنے کبر بھی آتا ہے جیسا ہمارے محاورات میں مونچھوں کا تاؤ بولتے ہیں آگے اسی غلبہ عشق کو مجلس نخوت سے نجات کا علاج بتلاتے ہیں کہ) اے ساقی (اس مجبوس نخوت کو شراب کا) ایک بڑا پیمانہ دے دے (رطل گراں پیمانہ بزرگ از برہان کذا فی الغیاث اور شراب دے کر) ان میاں کو داڑھی اور مونچھ سے چھڑا دے (یعنی کبر و نخوت سے کہ بعض اہل کبر داڑھی بھی آبرو ہی کے لئے رکھتے ہیں اس لئے یہ کنایہ ہو گیا کبر و جاہ سے چنانچہ جب داڑھی نہ رکھنے کا فیصلہ سبب جاہ ہوتا ہے وہ اسی کو اختیار کر لیتے ہیں مراد ساقی سے بقرینہ مقام مولانا حسام الدین یعنی فیض عشقی سے اس متکبر کا علاج کر دو) اس (متکبر) کی نخوت ہم پر مونچھوں کو تاؤ دیتی ہے (سبال بکسر جمع سبلت کذا فی الغیاث یہ اسناد مجازی الی السبب ہے یعنی متکبر ہم پر یعنی عشاق پر تفاخر کرتا ہے) لیکن (اس کے اس تفاخر سے ہم کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا اسی کو ضرر پہنچتا ہے چنانچہ) وہ ہمارے اوپر حسد کرنے کے سبب سے اپنی ہی داڑھی نوچتا ہے (یہ کنایہ ہے ضرر یابی سے مطلب یہ ہے کہ گرفتاران ننگ و ناموس اہل عشق کی تحقیر کر کے خود متضرر ہوتے ہیں آگے اس متکبر کو بطور صنعت التفات کے کسی مضرت حسد و تفاخر کے بارہ میں خطاب کرتے ہیں کہ خیر اچھی بات ہے) تو اس (حسد و تفاخر) کا مغلوب (و تابع) ہو جا تو اس کا مغلوب ہو جا (جیسا تو ہو رہا ہے یہ امر تو بیخی ہے در میں تو بیخ) اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

(کررہاہوں) کہ ہم (یعنی عارفین) اس (حسد وتفاخر) کی تزویرات (یعنے مکروفریب) کو (خوب) جانتے ہیں (تو نہیں جانتا اس لئے اس کا اتباع کررہاہے اوراس کی مضرات کوتزویرات اس لئے کہ) کہ خوداس حاسد متکبر کوبھی اس کی خبرنہیں فہو کقولہ تعالٰی و ما یخدعون الآانفسھم لاسیما علیٰ قرارۃ و مایخادعون من المفاعلۃ وھذا التفسیر لھذا الشعر ممامن اللہ تعالیٰ بہ علی خاصہ وللہ الحمد آگے عارفین کا اخلاق ذمیمہ کے مضرات دقیقہ عمیقہ بعیدہ مستقبلہ پر مطلع ہوجانے کامضمون ہے کہ) سوبرس کے بعد جوکچھ (ضرر) اس (صاحب حسد واخلاق ذمیمہ) پرآوے گا شیخ (مبصر ماہراس کو) معین (یعنی متمیز) طور پر (لان التعیین اعلیٰ ما تمیز بہ الشی) موبمو (پہلے سے) دیکھ لیتاہے (سوبرس سے مرادمدت درازمثلاً اگرکسی کی عمرسوبرس سے زیادہ ہواوروہ آج ایک خلق ذمیم کواپنے نفس میں متمکن کرلے تواس کے بعضے مضرات جوسوبرس کے بعدظاہرہوں اورخاص اس شخص کواب وقوع کے وقت اس کا مشاہدہ ہو شیخ مبصراس کواس روزجانتاتھا جس روزیہ خلق ذمیم متمکن ہواتھایہ تفسیر ہےاس شعرکی کشف کونی وغیرہ سےاس کاکوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ کشف لوازم کمال مشیخت سے نہیں آگےاسی مضمون کی ایک مثال ہے کہ) عامی شخص (یعنی غیرعارف) آئینہ میں ایسی کیاچیز دیکھتا ہے جس کوشیخ کچی اینٹ میں نہیں دیکھ لیتا (کچی کی تخصیص شایداس لئے ہوکہ پکی اینٹ میں بعض اوقات ایک قسم کی چمک پیداہوجاتی ہے جب وہ زیادہ پک جاتی ہےاورکچی میں بالکل شفافی نہیں ہوتی تووہ آئینہ سے (ابعد ہے آگےاسی کی دوسری مثال ہے کہ جس طرح) جوچیزداڑھی والے نے اپنے گھرمیں نہیں دیکھی وہ بےریش (لڑکے) پرایک ایک کرکے ظاہرہے (مثلاً داڑھی والااپنے محارم کے اعضاء مستورہ کونہیں دیکھ سکتااوربعض اعضاء بچوں سے نہیں چھپائے جاتے مثلاً ماں جوان بیٹے کے سامنے کمرنہیں ملواسکتی تواس کویہ نہیں معلوم ہوسکتاکہ آج کل اس کی کمرکیسی ہےاور بچہ اگراجنبی بھی ہواس کے سامنے کمرکھول سکتی ہےاوروہ بچہ دیکھ سکتاہے تواس داڑھی والےکواپنے گھرکی یہ خاص خبرنہیں جواس بچہ کواس غیرگھرکی ہےاسی طرح خودصاحب خلق ذمیم کواپنے خلق کے مضارکی وہ خبرنہیں جواس شیخ کوپرائے خلق کی خبرہےاورکوسہ کے لغوی معنے یہ ہیں کہ کسی کہ بعدازوقت برآمدن ریش موئے ریش اونروئیدہ باشدکذافی الغیاث لیکن یہاں مجازاطلاقاًللمقیدعلی المطلق مطلق بےریش مرادہے آگے پھرخطاب ہے مغرورنفس ومغبون عشق کوجیسامات اوشوانح میں تھامگرپہلاخطاب توبیخی تھااوریہ آگے خطاب ارشادی وترغیبی ہےجس میں ترغیب تحصیل محبت ومعرفت وبیان وصف محبوب ومعروف مع دیگرمتعلقات کے مذکورہیں)۔

رو بدریائے کہ ماہی زادۂ	ہمچو خس در ریش چوں افتادۂ
تو دریا کی طرف توجہ کرکہ تو ماہی زادہ ہے	تنکے کی طرح داڑھی میں کیوں الجھ رہا ہے
خس نۂ دوراز تو' رشک گوہری	درمیان موج و بحر اولیٰ تری
تو تنکا تونہیں ہے تجھ سے خس ہوادورہے تو تورشک گوہرہے	تو درمیان موج اور بحر کے زیادہ اولی ہے
بحر وحدانی ست فرد وزوج نیست	گوہر و ماہیش غیر موج نیست
وہ بحر واحد محض ہے فرد اور زوج نہیں ہے	اس کا گوہر اور ماہی مغائر موج نہیں ہے

اے محال واے محال اشراک او	دور ازاں دریا و موج پاک او
اے طالب محال ہے اور اے طالب محال ہے اس کا شریک کرنا	یہ بعید ہے اس دریا اور اس کی موج سے
نیست اندر بحر شرک و پیچ پیچ	لیک با احول چگویم ہیچ ہیچ
دریا میں تو شرک اور ایچ پیچ کچھ نہیں ہے	لیکن احوال سے کیا کہوں کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں
چونکہ جفت احولانیم اے شمن	لازم آمد مشرکانہ دم زدن
چونکہ ہم اصولوں کے ساتھ قرین ہیں اے بت پرست	ضروری ہوا مشرکانہ باتیں کرنا
آں یکے کہ زانسوئے وصف ست وحال	جز دوئی ناید بمیدان مقال
وہ وحدت وصف اور خیال سے اس طرف ہے	بدوں دوئی کے میدان مقال میں نہیں آ سکتی
یا چواحوال ایں دوئی را نوش کن	یا دہاں بربند وخوش خاموش کن
تو یا تو احوال کی طرح اس دوئی کو نوش کر	یا منہ بند کر اور لب کو خاموش کر
یا بنوبت گہ سکوت و گہ کلام	احولانہ طبل می زن والسلام
نوبت بہ نوبت کبھی سکوت اور کبھی کلام	احولوں کی طرح نقارہ بجایا کر اور سلام
چوں بہ بینی محرمے گو سرجاں	گل بہ بینی نعرہ زن چو بلبلاں
جب تو کوئی محرم دیکھے تو راز جان کہہ دیا کر	تو پھول دیکھے تو بلبلوں کی طرح نعرہ لگایا کر
چوں بہ بینی مشک پر مکرو مجاز	لب بہ بندو خویشتن راخب ساز
جب تو مشک پر مکر اور پر مجاز کو دیکھے	تو لب بند کر لیا کر اور اپنے کو مٹکا بنا لیا کر
دشمن آ بست پیش او مجنب	ورنہ سنگ جہل او بشکست خب
وہ دشمن پانی کا ہے اس کے سامنے حرکت مت کر	ورنہ اس کا سنگ جہل مٹکے کو توڑ دے گا
با سیاستہائے جاہل صبر کن	خوش مدارا کن بعقل من لدن
تو جاہل کی ایذا دہی پر صبر کر	اچھی طرح مدارات کر عقل لدنی کے ساتھ
صبر با نااہل اہلاں را جلے ست	صبر صافی میکند ہر جا دلے ست
صبر کرنا نااہلوں کے ساتھ اہلوں کے لئے جلا ہے	صبر صاف کر دیتا ہے جس جگہ کوئی دل ہے
آتش نمرود ابراہیم را	صفوت آئینہ آمد در جلا
آتش نمرودی ابراہیم علیہ السلام کے لئے	صفائی آئینہ کی ہو گئی جلا میں

www.besturdubooks.wordpress.com

جور کفر نوحیان و صبر نوحؑ	نوحؑ راشد صیقل مرآت روح
قوم نوح کا جور اور کفر اور نوح علیہ السلام کا صبر	نوح علیہ السلام کے لئے آئینہ روح کا صیقل ہوگیا

تو دریا کی طرف توجہ کر کہ تو ماہی زادہ ہے تنکے کی طرح داڑھی میں کیوں الجھ رہا ہے (دریا سے واجب تعالیٰ کو تشبیہ دی وجہ تشبیہ امر وحدانی کا منشا ہونا امور متکثرہ کے لئے گو وجہ تشائیت مختلف ہو اور ماہی سے مراد عاشق وجہ تشبیہ ظاہر ہے حضرت آدم خلیفۃ اللہ کا عاشق ہونا اور مخاطب کا عاشق زادہ ہونا ظاہر ہے اور داڑھی سے مراد کبر و نخوت وجہ دلالت شرح شعر درد وا ے ساقی الخ میں گزر چکی ہے مطلب ظاہر ہے کہ گرفتار نفس کیوں ہو رہا ہے محبت و معرفت کے ساتھ توجہ بحق کر اور) تو تنکا (یعنی حقیر) تو نہیں ہے (جو ریش بمعنے کبر میں پھنس رہا ہے) تجھ سے خس ہونا دور ہے تو تو رشک گوہر ہے (گوہر سے مراد ذوقاً ملائکہ معلوم ہوتے ہیں کہ نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا گوہر نورانی ہوتا ہے اور ان کی مناسبت حضرت حق سے مثل مناسبت گوہر کی دریا سے ظاہر ہے کہ گوہر دریا کے موجودات شریفہ سے ہے لیکن اشتیاق و عشق دریا سے خالی ہے اسی طرح ملائکہ کائنات شریفہ سے ہیں لیکن انسان کا سا عشق و شوق ان میں نہیں ہے کما ہو مشہور فی الفن پس رشک گوہر کا حاصل رشک ملائکہ ہوا اور نوع انسان کی تفضیل نوع ملائکہ پر معلوم ہے نسخ قولہ رشک گوہری اور جب تو رشک گوہر ہے تو) تو درمیان موج اور بحر کے زیادہ اولیٰ ہے (جس طرح گوہر احق بالبحر ہوتا ہے یعنی تجھ کو متوجہ الی الحق رہنا زیادہ بہتر ہے چونکہ اوپر بحر سے تشبیہ دینے میں ایہام مماثلت کا ہوتا ہے دشتان مابین المشابہۃ والمماثلۃ اس لئے آگے اس ایہام کے دفع کرنے کو مشبہ کی شان بتلاتے ہیں کہ) وہ بحر واحد محض ہے فرد اور زوج نہیں ہے (اور) اس کا گوہر اور ماہی مغائر موج نہیں ہے (یعنی یہ بحر مشبہ بہ تو وحدت حقیقیہ کے ساتھ متصف نہیں اور بحر مشبہ واحد حقیقی ہے جس میں کثرت عددی تو کیا ہوتی اسی لئے اس سے زوجیت واثنینیت کی نفی کی اس میں تو وحدت عددی بھی نہیں اسی لئے اس سے فردیت کی بھی نفی کی کیونکہ بوجہ تقابل زوجیت کے اس کا محل بھی عدد ہی ہے اور عدد کم منفصل ہے جو مقولات تسعہ میں سے ایک مقولہ سے ہے اور اس لئے قسم ہے ممکن کی تو واجب تعالیٰ پر ہی صادق نہیں آتا قسم تو کیونکر صادق آوے گی اسی لئے حسب نقل بحر العلوم فقہ اکبر میں حضرت امام ہمام نے فرمایا ہے اللہ واحد لیس وحدتہ کوحدۃ الاعداد بل بمعنے انہ لاشریک لہ اور گو واحد اصطلاحاً عدد نہیں ہے لیکن جزر تو ہے عدد کا تو وہ اس اعتبار سے عددی ہے حق تعالیٰ کسی متکثر کا جزر بھی نہیں تو وہ اس سے بھی منزہ ہوا پس بحر مشبہ و بحر مشبہ بہ میں مماثلت نہ ہوئی وھو المطلوب اور گوہر سے ملائکہ مراد ہونا شرح شعر بالا میں مذکور ہوا ہے اور ماہی سے مراد انسان کامل لیا جاوے بوجہ اس کے کہ مثل ماہی کے اس میں شوق و عشق کی ایک خاص شان ہے اور موج سے مراد صفت وجود کہ محققین کے نزدیک زائد علی الذات نہیں جیسے موج کہ زائد علی البحر نہیں پس معنے مصرعہ ثانیہ کے یہ ہوئے کہ اس کے خواص عباد خواہ ملائکہ ہوں یا بشر ان کا وجود عین وجود حق ہے جس کی تفسیر مع اس کے اقسام اور مع تعیین اس قسم عینیت کے جو منجملہ جمیع اقسام خاص مقبولان حق میں صادق آتی ہے شرح دفتر اول میں گزر چکی ہے پس یہاں مغائرت لغویہ کی نفی نہیں ہے بلکہ مغائرت اصطلاحیہ کی نفی ہے اور حاصل اس عینیت کے معنے کا یہ ہے کہ خلق کی جو احتیاج خالق کی طرف ہے وجود و توابع وجود میں اس احتیاج کی معرفت و استحضار تام ہو جانا جس کا مخصوص بخواص عباد ہونا ظاہر ہے آگے معے معیت میں جو کہ مصرعہ گوہر و ماہیش الخ میں مذکور تھے ترقی کرتے ہیں کہ خواص عباد کی کیا تخصیص ہے کوئی موجود بھی اس کا مغائر نہیں ورنہ اگر کوئی دوسرا موجود ہوگا تو اشتراک فی الوجود لازم آوے گا اور) اے مخاطب محال ہے اور اے مخاطب محال ہے (کسی کو) اس کا

www.besturdubooks.wordpress.com

شریک کرنا یہ بعید ہے اس دریا اور اس کی موج سے (یعنی نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفت وجود میں بلکہ لا موجود الا اللہ اور یہ حکم سب موجودات کو شامل ہے پس اس طرح یہ ترقی ہوگئی ماسبق سے اور اس عینیت کی تفسیر بھی شرح دفتر اول میں گزر چکی ہے جس کا حاصل ہے کسی مخلوق کے وجود کا مستقل نہ ہونا اور وجود مستقل میں واجب تعالیٰ کا منفرد ہونا اور سب کائنات کا وجود میں واجب کا محتاج ہونا اور اسی تعلق احتیاج کا نصب العین ہو جانا وحدۃ الوجود ہے اور مخلوق کے اسی وجود غیر مستقل کے ساتھ وجود مستقل کا سا معاملہ کرنا گو بلا فساد اعتقاد ہو اہل حال کے کلام میں شرک سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی کو اس شعر میں اشراک کہا ہے اور اسی کو آگے شرک اور احولی یعنی یک را دو دین فرماتے ہیں کہ) دریا میں تو شرک اور اینچ پیچ کچھ نہیں ہے لیکن احول سے کیا کہوں (پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ) کچھ بھی نہیں (کہتا) کچھ بھی نہیں (کہتا اور اینچ پیچ سے مراد خفا و اشکال ہے یعنی اس وحدۃ الوجود کا اثبات اور اس اشراک فی الوجود کا انتفاء نہایت واضح ہے علماً تو بعد تفسیر مذکور کے سب کے لئے اور حالاً خاص اہل بصیرت کے لئے لیکن جو صاحب حال نہ ہو اور اس لئے وہ دوسرے وجودات کا مشاہدہ کرتا ہو اس سے کیا کہوں کہ میں جس توحید کو کہہ رہا ہوں جس میں سب ممکنات کی نفی کی جاتی ہے وہ وجدانی ہے اور وہ وجدان کا فاقد ہے اس لئے اس سے کچھ کہنا بیکار ہے اس سے اسی توحید کی گفتگو کی جا سکتی ہے جس میں دوسرے موجودات کو اول ثابت ماننا پڑے تاکہ ان سے استدلال کیا جاوے وجود صانع پر جیسا متکلمین کی توحید ہے آگے یہی مضمون ہے یعنی) چونکہ ہم اصولوں کے ساتھ قرین (ہو رہے) ہیں اے بت پرست (اس لئے) ضروری ہوا مشرکانہ باتیں کرنا (یعنی کلموا الناس بقدر عقولهم پر نظر کر کے دوئی و وجود غیر پر نظر رکھنے والوں کے مذاق کی موافق کلام کرنا چاہیے اور ایسی ہی نظر والے کو مجازاً بت پرست کہہ دیا اور اس شرک کی اصطلاحی ہونا اوپر ابھی معلوم ہوا آگے علت ہے لازم آمد مشرکانہ دم زدن کی یعنی یہ اس لئے کہ) وہ وحدت وصف (یعنی بیان لفظی) اور خیال (یعنی تصور ذہنی) سے اس طرف (یعنی خارج) ہے (اس وجہ سے) بدوں دوئی کے میدان مقال میں نہیں آ سکتی (مطلب ازاں سو ہونے کا یہ ہے کہ بیان اور خیال سے اس کا ادراک تام نہیں ہو سکتا کیونکہ ذوقیات کا ایسا ادراک اتصاف ہی سے ہوتا ہے باقی وہ وحدت گفتگو میں جب آوے گی تو استدلال بالمصنوعات یا مثال من المصنوعات سے اور دوئی سے یہی مراد ہے آگے مصرعہ جز دوئی الخ پر تفریع ہے یعنی جب بدوں دوئی کے اس یکی کا بیان مقال میں نہیں آ سکتا بس) تو یا تو احول کی طرح اس دوئی کو نوش (یعنی گوارا) کر (اور بواسطہ دوئی کے توحید کا بیان کر اور) یا (اگر یہ گوارا نہ ہو تو) منہ بند کر اور لب کو خاموش کر (اور) یا (اگر کبھی کلام میں مصلحت معلوم ہو اور کبھی سکوت میں تو یوں کر کہ) نوبت بنوبت کبھی سکوت اور کبھی کلام (کیا کر اور ان مجموعی نوبتوں میں) احولوں کی طرح نقارہ بجایا کر (کہ اس کو ایک نقارہ کے دو نظر آتے ہیں اسی طرح اس مجموعہ میں تیری نظر بھی دو چیزوں پر ہوگی ایک مصلحت سکوت پر دوسری مصلحت تکلم پر اور یہ خود غلبہ توحید کا خلاف ہے اس لئے اس کو احولانہ طبل زدن سے تشبیہ دی آگے اس نوبت کی تفسیر ہے جس کو میں نے شرح شعر ہذا کی شروع میں اختلاف مصلحت سے تعبیر کیا ہے یعنی وہ نوبت بنوبت یہ ہے کہ) جب تو کوئی محرم (اسرار) دیکھے تو راز جان کہہ دیا کر (آگے اس کی مثال ہے کہ) تو پھول دیکھے تو بلبلوں کی طرح نعرہ لگایا کر (راز جان توحید عارفین کو اس لئے کہ اس توحید ذوقی کے ساتھ روح کو اتصاف ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سکوت و گہ کلام میں کلام سے مراد متکلم بتوحید المتکلمین نہیں ہے وہ تو مصرعہ یا چو احول این دوئی را نوش کن میں مذکور ہوا بلکہ تکلم بتوحید العارفین مراد ہے پس کل تین شقیں ہوئیں ایک تکلم بتوحید المتکلمین دوسرے سکوت محض تیسرے توحید متکلمین

www.besturdubooks.wordpress.com

سے بالکل سکوت اور توحید العارفین کا کبھی تکلم جب کوئی مخاطب صحیح ملے اور کبھی سکوت جب مخاطب صحیح نہ ہو چنانچہ تکلم کی شق تو اس شعر میں آ چکی آگے سکوت کی شق ہے کہ) جب تو مشک پر مکر اور پر مجاز کو دیکھے تو لب بند کر لیا کر اور اپنے کو مٹکا بنا لیا کر (یہاں مٹکہ سے مراد خاص جس میں کوئی چیز مثلاً پانی بھر کر سر بمہر کر دیا ہو چنانچہ ایک حاشیہ منقولہ عن مرشدیؒ میں لکھا ہے خُب ساز ساکت و سر بمہر اھ اسی طرح مشک سے مراد وہ خاص جس میں ہوا بھر دی ہو چنانچہ لفظ پر مکر اس کا قرینہ ہے کہ دیکھنے والے تو سمجھیں کہ اس میں پانی ہے اور وہاں پانی نہیں اسی کو پر مکر کہا اور مراد اس سے غیر عارف ہے کہ دعویٰ سے پر ہے اور نظر بخلق سے بھی پر ہے۔ جس کو پر مجاز کہا یعنی جب غیر عارف کو دیکھے خاموش ہو جا) وہ (غیر عارف جو پر باد ہونے میں مشابہ مشک کے ہے) دشمن پانی کا ہے اس کے سامنے حرکت مت کر (یعنی زبان کو اسرار کے ساتھ حرکت مت دے) ورنہ اس کا سنگ جہل مٹکے کو توڑ دے گا (یعنی متکلم کو تکلیف دے گا اس لئے کہ بوجہ الناس اعداء ماجہلوا وہ دشمن ہے اسرار کا اور اس اعتبار سے وہ مشابہ پتھر کے بھی ہے تو دو تشبیہیں دو اعتبار سے ہیں یہاں تک تو اس ایذا کا بیان تھا جو تکلم اسرار پر ہوتی کہ اس کا انسداد عدم تکلم ہے لیکن بعض اوقات بدوں اظہار اسرار محض حسد یا بدگمانی سے بھی اہل اللہ کو عوام یا خواص کالعوام ایذا پہنچاتے ہیں خواہ زبان سے یا ہاتھ سے اور اس کا انسداد قدرت میں بھی نہیں آگے اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہاں بجائے انسداد کے صبر ہے پس) تو جاہل کی ایذاؤں پر صبر کر (اور بجائے انتقام اس کی) اچھی طرح مدارات کر عقل لدنی کے ساتھ (یعنی اس عقل عارفانہ کا یہی مقتضا ہے وہذا کما قال اللہ تعالیٰ ادفع بالتی ہی احسن الی قولہ تعالیٰ وما یلقاہا الا ذو حظ عظیم آگے اس صبر کی فضیلت ہے کہ) صبر کرنا نااہلوں کے ساتھ اہلوں کے لئے جلا (و تنویر) ہے (یعنے) صبر صاف کر دیتا ہے جس جگہ کوئی دل ہے (یعنی جس دل میں جتنی قابلیت ہوتی ہے ویسا ہی جلا کرتا ہے چنانچہ) آتش ضروری ابراہیم علیہ السلام کے لئے صفائی آئینہ (قلب) کی ہو گئی جلا میں (صفوف احد معالیہ صاف شدن کذا فی الغیاث اور) قوم نوح کا جور اور کفر اور نوح علیہ السلام کا صبر نوح علیہ السلام کے لئے آئینہ روح کا صیقل ہو گیا۔

فائدہ:۔ آگے اس پر حکایت لاتے ہیں شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کی کہ ان کو اپنی بی بی کی ایذاؤں پر صبر کرنے سے کیا درجہ نصیب ہوا جس کو خود انہوں نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ گر نہ صبرم می کشیدے بار زن کے کشیدے شیر نر بیگار من

حکایت آں مرید شیخ ابو الحسن خرقانی قدس اللہ سرہٗ العزیز

شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ کے مرید کا قصہ

رفت درویشے ز شہر طالقاں	بہر صیت بوالحسنؒ تا خارقاں
ایک درویش شہر طالقان سے	شیخ ابو الحسنؒ کی شہرت کے سبب خارقان کی طرف چلا
کوہہا ببرید و وادی دراز	بہر دید شیخ با صدق و نیاز
بہت سے پہاڑ اور وادی دراز قطع کئے	شیخ کی زیارت کے واسطے صدق و نیاز کے ساتھ
آنچہ در رہ دید از جور و ستم	گرچہ درخور دست کوتہ می کنم
راستہ میں جو کچھ جور و ستم دیکھا	اگرچہ لائق بیان ہے میں مختصر کرتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بمقصد آمد از راہ آں جواں	خانۂ آں شاہ را جست اونشاں
جب مقصود پر وہ جوان راہ سے پہنچا	ان بادشاہ کے گھر کا پتہ تلاش کیا
چوں بصد حرمت بزد حلقہ درش	زن بروں کرد از در خانہ سرش
جب بصد ادب ان کے دروازہ کی زنجیر کھٹکھٹائی	تو عورت نے گھر کے دروازے سے اپنا سر باہر کیا
کہ چہ میخواہی گو اے بوالکرم	گفت بر قصد زیارت آمدم
اے صاحب کرم تو کیا چاہتا ہے کہ	اس نے کہا میں بقصد زیارت آیا ہوں
خندۂ زد زن کہ خہ ریش بیں	ایں سفرگیری و ایں تشویش بیں
عورت نے ایک قہقہہ لگایا کہ کیا خوب کیا خوب داڑھی تو دیکھ	اس سفر کے اختیار کرنے کو اور اس پریشانی کو دیکھ
خود ترا کارے نبود آں جایگاہ	کہ بہ بیہودہ کنی ایں عزم راہ
کیا تجھ کو کوئی کام نہ تھا اس جگہ	کہ فضول اس راہ کا تو نے عزم کیا
اشتہای گول گردی آمدت	یا ملولی وطن غالب شدست
گردش احمقانہ کی تجھ کو رغبت ہوئی	یا وطن سے ملال تجھ پر غالب ہوا
یا مگر دیوت دو شاخہ برنہاد	بر تو وسواس سفر را در کشاد
یا شاید شیطان نے تجھ پر دو شاخہ لگادیا	اور تجھ پر وسوسہ سفر کا کھولا
گفت نافرجام و فحش و دمدمہ	من نتانم باز گفتن آں ہمہ
اس نے نافرجام اور فحش اور لغو باتیں کیں	میں ان سب کو نہیں کہہ سکتا
از مثل و ز ریشخند بے حسیب	آں مرید افتاد از غم در نشیب
مثل اور استہزاء بے حساب سے	وہ مرید غم اور اضطراب میں واقع ہو گیا

ایک درویش شہر طالقان سے شیخ ابوالحسنؒ کی شہرت کے سبب (یعنی ان کی شہرت سن کر) خارقان کی طرف چلا (طالقان نام شہریست معروف وخارقان نام دہے ست از خراسان نزدیک بسطام واو را خرقان نیز گویند کذافی حاشیۂ ولی محمدؒ اور) بہت سے پہاڑ اور وادی دراز (جو راستہ میں واقع ہوتے تھے) قطع کیے شیخ کی زیارت کے واسطے صدق و نیاز کے ساتھ (اور) راستہ میں جو کچھ جور و ستم (مراد تکلیف ومصیبت) دیکھا اگرچہ لائق بیان ہے (لیکن) میں (کلام) مختصر کرتا ہوں (غرض) جب (منزل) مقصود پر وہ جوان راہ سے پہنچا ان بادشاہ (ملک باطن) کے گھر کا پتہ تلاش کیا جب بصد ادب ان کے دروازہ کی زنجیر کھٹکھٹائی تو (ان کی) عورت نے گھر کے دروازہ سے اپنا سر باہر کیا (شاید عجوزہ ہوگی جیسا آگے ایک شعر میں آوے گا شمع حق راپف کنی تو اے عجوز اور پوچھا) کہ اے صاحب کرم تو کیا چاہتا ہے کہ اس نے کہا میں بقصد زیارت (شیخ کے) آیا ہوں۔ عورت نے ایک قہقہہ لگایا (اور کہا) کیا خوب کیا خوب (ذرہ اپنی) داڑھی تو دیکھ (اور یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ریش فش) اس سفر کے اختیار کرنے کو اور اس پریشانی کو دیکھ (معلوم ہوتا ہے کہ) تجھ کو اس جگہ (یعنی اپنے وطن میں) کوئی کام نہ ہوگا کہ فضول اس راہ کا تو نے عزم کیا (کَی بمعنے کردی) گردش احمقانہ کی تجھ کو رغبت ہوئی یا وطن سے ملال (یعنی جی اکتا جانا) تجھ پر غالب ہوا یا شاید شیطان (موسوس) نے تجھ پر دوشاخہ) بمعنے چوب بطور شکنجہ کہ برگردن مجرمان نہند کذافی الغیاث) لگا دیا (اور) تجھ پر وسوسہ سفر (راہ) کا کھولا (اسی وسوسہ کو جس میں یہ گرفتار ہوا تشبیہ دی ہے دوشاخہ سے حاصل یہ ہے کہ) اس (عورت) نے نافرجام اور فحش اور لغو باتیں کیں میں (ادب کے سبب) ان سب کو نہیں کہہ سکتا (کہ بلا ضرورت ان کو نقل کرنا بھی سوءِ ادب ہے اور) مثل اور استہزاء بے حساب سے وہ مرید غم اور اضطراب میں واقع ہو گیا (غم تو اس کی بکواس کا اور اضطراب غصہ کی بے چینی ہے اور مرید کے معنے متعارف نہیں ورنہ وہ اس طرح اجنبیانہ طور پر آ کر پتہ نہ پوچھتا اور بہر صیت کے بھی کوئی معنے نہ ہوتے بلکہ مراد معتقد اور یہی معنے سرخی میں بھی مراد ہیں)۔

پرسیدن آں وارد از حرم شیخ کہ شیخ کجاست و کجا جویم و جواب نافرجام دادن حرم شیخ آں مرید را

اس آنیوالے کا شیخ کی بیوی سے معلوم کرنا کہ شیخ کہاں ہیں اور کہاں تلاش کروں اور اس مرید کو شیخ کی بیوی کا نامناسب جواب دینا

اشکش از دیدہ بجست و گفت او	باہمہ آں شاہ شیریں نام کو
اس کا آنسو آنکھ سے جاری ہو گیا اور کہا کہ	باوجود ان سب کے وہ شاہ شیریں نام کہاں ہیں
گفت آں سالوس زراق تہی	دام گولان و کمند گمرہی
کہنے لگی کہ وہ مکار ریاکار کورا	احمقوں کا جال اور گمراہی کی کمند
صد ہزاراں خام ریشاں ہمچو تو	او فتادہ از وے اندر صد عتو
لاکھوں بے عقل تجھ جیسے	اس کے سبب صدہا سرکشی میں واقع ہو گئے
گرنہ بینیش و سلامت وا روی	خیر تو باشد نگردی زو غوی
اگر تو اس کو نہ دیکھے اور سلامتی سے چلا جاوے	تو بھی تیری خیر ہے تو اس سے گمراہ نہ ہو گا
لاف کیشے کاسہ لیسے طبل خوار	بانگ طبلش رفتہ اطراف و دیار
وہ ایک شیخی باز ... لیس بسیار خوار ہے	اس کے نقارہ کی آواز اطراف و دیار میں پہنچ گئی
سبطی اند ایں قوم گوسالہ پرست	برچنیں گاوے ہمی مالند دست
سبطی ہیں یہ قوم گوسالہ پرست	ایسی گاؤ پر ہاتھ پھیر رہے ہیں
جیفۃ اللیل ست و بطال النہار	ہر کہ او شد غرۂ ایں طبل خوار
وہ شخص جیفۃ اللیل اور بطال النہار ہے	کہ جو اس بسیار خوار کا فریفتہ ہو جاوے
ہشتہ اند ایں قوم صد علم و کمال	مکر و تیز ویرے گرفتہ کاینست حال
اس قوم نے تمام علم و کمال کو چھوڑ رکھا ہے	مکر و فریب اختیار کر رکھا ہے کہ یہ حال ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آل موسیٰ کو دریغا تا کنوں	عابدانِ عجل را ریزند خوں
افسوس آل موسیٰ کہاں ہیں تاکہ اب	وہ گوسالہ پرستوں کی خونریزی کریں
کو رہ پیغمبر و اصحاب او	کو نماز و سبحہ و آداب او
کہاں ہے سنت پیغمبرؐ اور ان کے اصحابؓ کی	کہاں ہے نماز اور تسبیح اور اس کے آداب
شرع و تقویٰ را فگندہ سوئے پشت	کو عمرؓ کو امر معروف درشت
شرع اور تقویٰ کو پس پشت ڈال رکھا ہے	عمرؓ کہاں ہیں کہاں ہے امر بالمعروف اور سخت
کایں اباحت زیں جماعت فاش شد	رخصت ہر مفلس و قلاش شد
کیونکہ یہ اباحت اس جماعت سے شائع ہوئی ہے	ہر مفلس قلاش کی رخصت ہو گئی ہے

اس (معتقد) کا آنسو آنکھ سے جاری ہو گیا اور کہا کہ باوجود ان سب (عیوب فرضیہ مزعومہ) کے (میں پوچھتا ہوں کہ) وہ شاہ شیریں نام کہاں ہیں کہنے لگی کہ وہ مکار ریاکار (کمالات سے) کور (اور) احمقوں کا جال اور گمراہی کی کمند (اور ایسا کہ) لاکھوں بے عقل (کمافی الغیاث) تجھ جیسے اس کے سبب صدہا سرکشی (یعنی ضلالت) میں واقع ہو گئے (آن سالوس سے یہاں تک مبتدا ہوا آگے خبر ہے کہ) اگر تو اس کو نہ دیکھے اور سلامتی سے (واپس) چلا جاوے تو یہی تیری خیر ہے (کہ اس صورت میں) تو اس سے گمراہ نہ ہوگا (ورنہ تو بھی بددینی میں مبتلا ہو جاوے گا) اور جب نہ دیکھنا بہتر ہے تو پھر پتہ پوچھ کر کیا کرے گا) وہ ایک شیخی باز (اور) کاسہ لیس (اور) بسیار خوار ہے (کذافی حاشیۃ ولی محمد مگر باوجود ان عیوب کے) اس کے نقارہ کی آواز (تمام) اطراف و دیار میں پہنچ گئی (آگے وہ شیخ کے معتقدین کی مذمت کرتی ہے کہ تشبیہا) سبطی ہیں یہ قوم گوسالہ پرست (اس لئے) ایسی گاؤ پر (محبت سے) ہاتھ پھیر رہے ہیں وہ شخص (بھی) جیفۃ اللیل اور بطال النہار ہے کہ وہ جو اس بسیار خوار کا فریفتہ ہو جاوے (یعنی اس کے معتقد ہونے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ بھی رات بھر مردار کی طرح سوتا ہے اور دن بھر بیکار رہتا ہے کیونکہ یہ خود بھی ایسا ہی ہے کہ نہ دنیا کا کام کرے نہ دین کا نہ کوئی اس کے یہاں تعلیم و تلقین پس لامحالہ اس کا یہی نتیجہ ہوگا آگے وہ مطلقاً اس جماعت صوفیہ کی مذمت کرتی ہے کہ) اس قوم نے تمام علم و کمال کو چھوڑ رکھا ہے (اور) مکر و فریب اختیار کر رکھا ہے (اور اس کو کہتے ہیں) کہ یہ (باطنی) حال ہے افسوس آل موسیٰ کہاں ہیں تاکہ اب دو گوسالہ پرستوں کی خونریزی کریں (آل موسیٰ سے علماء حقانی کو تشبیہ دی کہ جملہ صوفیہ پر رد کرتے ہیں) کہاں ہے سنت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی اور ان کے اصحاب کی (اور) کہاں ہے نماز اور تسبیح اور اس کے آداب (یعنی) ان لوگوں نے ان سب کو مٹا دیا چنانچہ آگے فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے) شرع اور تقویٰ کو پس پشت ڈال رکھا ہے (افسوس) عمرؓ کہاں ہیں (اور) کہاں ہے امر بالمعروف سخت (یعنی) اس کی ضرورت ہے) کیونکہ یہ اباحت (اور استحلال حرام جو جہلاء میں شائع ہے یہ) اس جماعت سے شائع ہوئی ہے (اور یہ جماعت) ہر مفلس قلاش کی رخصت (کا سبب) ہو گئی ہے (قلاش بمعنے بے نام و ننگ و مفلس و مرد بے خیر و مجرد ولوند کذافی الغیاث مطلب یہ کہ دنیا میں جو آزادی اور بے باکی اور خلاف شرع باتیں پھیل

www.besturdubooks.wordpress.com

رہی ہیں اور اس صفت کے لوگ اکثر مفلس ہوتے ہیں کہ نہ ان میں کوئی تہذیب ہوتی ہے نہ آبرو کا خیال ہوتا ہے ورنہ اہل وجاہت اتنے زاد نہیں ہوتے تو یہ سب ایسے صوفیوں کا اثر ہے کہ وہ شریعت کی بے وقعتی کرتے رہتے ہیں اور عام لوگ ان کے معتقد ہوتے ہیں پس ان کے دلوں میں سے بھی پابندی نکل جاتی ہے)

فائدہ:۔ عجب نہیں مولانا کا مقصود اس کلام میں اشارہ کرنا ہو غیر متشرع درویشوں کی مذمت کی طرف۔

جواب گفتن مرید وزجر کردن او آں طعانہ را از کفر و بیہودہ گفتن

مرید کا جواب دینا اور اس طعنہ زن کو کفر اور بیہودہ گوئی سے جھڑکنا

بانگ زد بروے جوان وگفت بس	روز روشن از کجا آمد عسس
اس پر جوان نے ایک ڈانٹ دی اور کہا بس	روز روشن میں عسس کہاں سے آ گیا
نور مرداں مشرق و مغرب گرفت	آسمانہا سجدہ کردند از شگفت
مردوں کے نور نے مشرق و مغرب کا احاطہ کر رکھا ہے	آسمانوں نے تعجب سے سجدہ کر رکھا ہے
آفتاب حق برآمد از حَمَل	زیر چادر رفت خورشید از خجل
آفتاب حق حملوں سے نکلا	تو خورشید خجلت کے سبب زیر چادر چلا گیا
ترہات چوں تو ابلیسے مرا	کے بگرداند ز خاک ایں سرا
تجھ جیسے ابلیس کی خرافات مجھ کو	کب ہٹا سکتی ہے اس گھر کی خاک سے
من ببادے نامدم ہمچوں سحاب	تا بگردے باز گردم زیں جناب
میں ہوا کا لایا ہوا نہیں آیا ہوں مثل سحاب کے	تاکہ ایک غبار سے میں اس درگاہ سے لوٹ جاؤں
عِجل با آں نور شد قبلہ کرم	قبلہ بے آں نور شد کفر و صنم
اس نور کے ہوتے ہوئے گوسالہ بھی قبلہ کرم ہو گیا	بدان اس نور کے قبلہ بھی کفر اور بت ہو گیا
ہست اباحت کز ہوا آمد ضلال	ہست اباحت کز خدا آمد کمال
جو اباحت ہوا سے ہوئی ہو وہ تو ضلال ہے	جو اباحت خدا سے ہوتی ہو کمال ہے
کفر ایماں گشت و دیو اسلام یافت	آں طرف کاں نور بے اندازہ تافت
کفر ایمان ہو گیا اور شیطان نے اسلام اختیار کر لیا	اس طرف کہ وہ نور غیر محدود درخشاں ہوا
مظہر عشق ست و محبوب بحق	از ہمہ کرو بیاں بردہ سبق
مظہر عشق ہے اور محبوب بالحق ہے	تمام کروبیوں سے سبقت لے گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سجدہ آدمؑ را بیان سبق اوست	سجدہ آرد مغز را پیوستہ پوست
آدمؑ کے سامنے سجدہ ہونا اس کی سبقت کا بیان ہے	ہمیشہ مغز کے سامنے پوست سجدہ کیا کرتا ہے
شمع حق را پف کنی تو اے عجوز	ہم تو سوزی ہم سرت اے گندہ پوز
تو شمع حق کو پھونک مار رہی ہے اے عجوز	تو بھی جل جائیگی اور تیرا سر بھی اے گندی دہن
کے شود دریا ز پوز سگ نجس	کے شود خورشید از تف منطمس
دریا دہن سگ سے کب نجس ہوتا ہے	خورشید پھونک سے کب محو ہوتا ہے
حکم بر ظاہر اگر ہم می کنی	چیست ظاہر تر بگوزیں روشنی
اگر تو ظاہر ہی پر حکم کرتی ہے	تو اس روشنی سے ظاہر تر بتلا کیا چیز ہو گی
جملہ ظاہر ہا بہ پیش ایں ظہور	باشد اندر غایت نقص و قصور
تمام ظواہر اس ظاہر کے روبرو	غایت نقص و قصور میں ہیں
ہر کہ بر شمع خدا آرد پفو	شمع کے میرد بسوزد پوز او
جو شخص شمع خدائی پر پھونک مارے گا	شمع تو کب بجھے گی اسی کا منہ جل جاوے گا
چوں تو خفاشان بسی بینند خواب	کایں جہاں ماند یتیم از آفتاب
مجھ جیسے خفاش بہت سے خواب دیکھتے ہیں	کہ یہ عالم آفتاب سے یتیم رہ جاوے
موجہائے تیز دریا ہائے روح	ہست صد چندانکہ بد طوفان نوحؑ
روح کے دریاؤں کی تیز موجیں	جتنا طوفان نوح تھا اس سے سو حصے زیادہ ہیں
لیک اندر چشم کنعاں موئے رست	نوحؑ و کشتی را بہشت و کوہ جست
لیکن کنعان کی آنکھ میں بال جم آیا ہے	اس نے نوح اور کشتی کو چھوڑ دیا اور پہاڑ پر جا کودا
کوہ و کنعاں را فرو برد آں زماں	نیم موج تا بقعر امتہاں
پہاڑ کو بھی اور کنعان کو بھی اس وقت	ایک آدھی موج قعر ذلت میں لے گئی
مہ فشاند نور و سگ وع وع کند	سگ ز نور ماہ کے مرتع کند
چاند نور افشانی کرتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے	کتا نور ماہ سے کب انتفاع کرتا ہے
شبروان و ہمرہان مہ بتگ	ترک رفتن کے کنند از بانگ سگ
جو لوگ شب کے چلنے والے ہیں اور چاند کے ہمراہ ہیں دوڑنے میں	بانگ سگ سے چلنا کب ترک کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

جزو سوئے کل رواں مانند تیر	کے کند وقف از پئے ہر گندہ پیر
جزو کل کی طرف تیر کے مانند رواں ہوتا ہے	کب توقف کرتا ہے ہر گندہ پیر کی وجہ سے

اس (معترضہ) پر جوان نے ایک ڈانٹ دی اور کہا بس (چپ ہو) روز روشن میں عسس کہاں سے آ گیا (یہ ایک مثل ہے کہ جس طرح دن میں عسس کی گنجائش نہیں اسی طرح شیخ میں ان کلمات ومضامین کا احتمال نہیں مزوروں میں ہے جو مثل شب تاریک کے ہیں) اور روز روشن سے تشبیہ دینے میں اشارہ ہے ان کے نورانی ہونے کی طرف اور اسی نورانیت کا مضمون تمام اشعار مقام میں چلا گیا کہیں نور کہا اور کہیں آفتاب کہیں شمع کہیں ماہ کما ستعلم چنانچہ فرماتے ہیں کہ) مردوں کے نور نے مشرق ومغرب کا احاطہ کر رکھا ہے آسمانوں نے تعجب سے سجدہ کر رکھا ہے (مطلب یہ کہ مردان حق کے فیوض وبرکات کے ایسے انوار عالم میں پھیل رہے ہیں کہ آسمان جو کہ مطلع الانوار ومہبط الامطار ہے ان کو دیکھ کر اس شرمندگی سے سر جھکا دیتا ہے کہ ایسے انوار اور امطار تو میرے اندر بھی نہیں اور ظاہر بھی ہے کہ کہاں انوار وفیوض باطنی اور کہاں اشعہ وغیث ظاہری اور یہ تو آسمان کی حالت تھی اور آفتاب کی حالت یہ ہے کہ جب) آفتاب حق مجنوں (یعنی مسمریوں) سے نکلا تو (یہ خورشید (ظاہری) خجلت کے سبب زیر چادر چلا گیا (اور اس کی وجہ بھی وہی ہے کہ نور باطنی کہاں اور نور ظاہری کہاں پس جب شیخ میرے اعتقاد میں ایسے ہیں تو) تجھ جیسے ابلیس کی خرافات مجھ کو کب ہٹا سکتی ہے اس گھر کی خاک سے (کیونکہ) میں ہوا (یعنی افواہی شہرت) کا لایا ہوا نہیں آیا ہوں مثل سحاب کے (جو کہ ہوا سے آتا ہے) تا کہ ایک (ادنیٰ) غبار سے (جس سے کلمات شنیعہ معترضہ کو تشبیہ دی) میں اس درگاہ سے لوٹ جاؤں (جیسا تو کہتی ہے سلامت واردی. جس طرح ہوا سے آئی ہوئی چیز گرد کی حرکت سے ہٹ جاوے گی اس وجہ سے کہ گرد کی حرکت بھی ہوا کی حرکت سے ہوگی اور اس کے اجزاء میں بہ نسبت سحاب کے صلابت ہے اور اجزائے سحاب میں رخوت پس لامحالہ وہ وس سے منقشع یعنی پراگندہ ہو جاویں گے خلاصہ یہ کہ جو ہوا سے آوے وہ ہوا سے جاوے میں افواہی مدح سن کر نہیں آیا کہ افواہی مذمت سن کر چلا جاؤں اور تو جو شیخ کو گوسالہ سے تشبیہ دیتی ہے تو یاد رکھ کہ جو نور شیخ میں ہے وہ ایسا ہے کہ) اس نور کے ہوتے ہوئے گوسالہ بھی قبلہ کرم ہو گیا (اور) بدوں اس نور کے قبلہ بھی کفر اور بت ہو گیا (یہ دونوں جملے معنے قضایائے شرطیہ ہیں با آن نور اور بے آن نور دال علی الشرط ہیں اور شد ماضی دونوں مصرعوں میں بمعنے مضارع ہیں جیسا جملہ شرطیہ میں معروف ہے پس تقدیر جملوں کی یہ ہے کہ اگر آن نور در عجل باشد عجل قبلہ بود وا گر آن نور در قبلہ نباشد قبلہ عجل بود اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ شیخ میں جو نور ہے وہ نور حق ہے جو اس مظہر خاص میں ظاہر ہو رہا ہے مثلاً اسم ہادی شیخ میں متجلی ہے اور نور حق کے لئے یہ حکم ظاہر ہے کہ کعبہ جو جہت سجدہ بنا تو اس نور کے تلبس وتعلق سے جب مدار مسجدیت کا یہ ہے تو ظاہر ہے کہ اگر کعبہ میں اس کا انتفاء اور کسی دوسری مخلوق مثلاً عجل ہی میں اس کا تحقق فرض کیا جاوے تو عجل کی طرف مثل کعبہ سجدہ کرنے کا اور کعبہ کی طرف مثل عجل کے سجدہ کی ممانعت کا حکم نازل ہوتا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر شیخ کو عجل ہی مان لیا جاوے تب بھی مضر نہیں لانہ مجلی الظہور نور النور تعالیٰ اور تو جو کہتی ہے کہ ایں اباحت زین جماعت فاش شد الخ تو اباحت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک محمود ایک مذموم یعنی) جو اباحت ہوا (ے نفسانی) سے ہوئی ہو وہ تو ضلال ہے (اور) جو اباحت خدا (ے برتر) سے ہوتی ہو وہ کمال ہے (پس محققین کاملین میں جس اباحت کا شبہ خشک ظاہر پرستوں کو ہو جاتا ہے اس کی حقیقت یا غلبہ حال ہے جیسے سماع ووجد وغیرہ یا کسی مرض باطنی کا علاج ہے مثلاً کسی سالک میں عجب وکبر کا احساس ہوا اس کی مجاہدات وریاضات چھڑا کر توسع فی اللذات والمباحات کا حکم فرمایا اور یا کسی وارد کا اتباع

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ مثلاً کسی رخصت پر اس لئے عمل کیا کہ اس وقت شکر یا اظہار افتقار مطلوب معلوم ہوا و مثل ذٰلک اور یہ سب من اللہ و سبب کمال یا مسبب عن الکمال ہے اور اس کو باصلاح فقہ اباحت کہیں گے باصلاح کلام اباحت نہ کہیں گے یعنی استحلال حرام اور جو اباحت جہلا میں ہے جس کا منشا اتباع ہوئی ہے اعتقاداً یا عملاً وہ ضلال محض ہے اور یہ اباحت باصطلاح کلام ہے فشتان ما بینہما۔ یہ تیری غلطی ہے کہ معنے مذموم کو شیخ کی طرف منسوب کرتی ہے اور وہ نور ایسا ہے کہ) کفر (مبدل بہ) ایمان ہو گیا اور (اس سے مراد یہ ہے کہ) شیطان نے اسلام اختیار کر لیا (اور یہ امر) اس طرف (ہوا) کہ (جہان) وہ نور غیر محدود درخشان ہوا (مراد اس طرف سے ذات مقدس نبویہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ بھی ایک شیطان ہے ولکن اللہ تعالیٰ اعانني علیہ فاسلم۔ یعنی وہ اسلام لے آیا بناء علی کون الصیغۃ للمعنی کما ہو الاشہر فی الروایۃ اور اسلام لے آنے کے بعد کفر کا مبدل بایمان ہونا ظاہر ہے اور نور کو جو غیر محدود کہا اگر بمعنے غیر متناہی بالفعل ہے تو معنے یہ ہوں گے کہ نور حق کہ غیر متناہی ہے ذات نبویؐ میں تجلی ہوا گو محل تجلی میں لا تناہی بالفعل نہیں اور اگر بمعنے لا تقف عند حد ہے تو معنے یہ ہوں گے کہ حضور کا نور جو کہ یوماً فیوماً متزائد ہے اس کی یہ شان ہے اور حاصل دونوں توجیہوں کا ایک ہی ہے کہ مرتبہ مظہر میں وہ نور نبویؐ ہے اور مرتبہ ظاہر میں نور الٰہی مقصود یہ ہے کہ وہ نور ایسا ہے کہ اس نور والے کے پاس شیطان گیا تو وہ بھی مسلمان ہو گیا اور یہ نور ایسا ہے کہ اس نور والا) مظہر عشق ہے اور محبوب بالحق ہے (مظہر عشق یعنی عاشق حق اور محبوب بالحق یعنے محبوب بعلاقہ حق خلاصہ یہ کہ حق کا تو محب ہے اور مخلوق کا محبوب کما ورد فی الحدیث فیوضع لہ القبول فی الارض ای بعد کونہ محبوباً فی السموات اور احقر کے وجدان میں یہ لفظ محبوبی حق معلوم ہوتا ہے اور عطف ہے عشق پر بمعنی محبوبی حق کا مظہر اس کا بھی وہی مطلب ہوا کہ اصل میں حق تعالیٰ محبوب ہے یہ اس محبوبیت کا مظہر ہو گیا اور اس نور والا) تمام کروبیوں سے سبقت لے گیا ہے (کیونکہ یہ نور علیٰ سبیل الکمال خواص بشر میں ہوگا اور ان کی فضیلت ملائکہ پر معروف فی الکلام ہے آگے اس سبقت کی ایک دلیل انی ہے یعنی) آدم کے سامنے (فرشتوں کا) سجدہ ہونا (یہ) اس (نور والے) کی سبقت کا بیان ہے (کیونکہ) ہمیشہ مغز کے سامنے پوست سجدہ کیا کرتا ہے (مغز سے مراد افضل اور پوست سے مراد ادنیٰ پس یہ دلیل ہے افضلیت آدم علیہ السلام کی ملائکہ سے اور اس فضیلت کی وجہ وہی نور حق ہے۔ جو شیخ میں بھی حسب استعداد پایا جاتا ہے آگے اسی نور کی بناء پر شیخ کو شمع سے تشبیہ دیتے ہیں کہ یہ تو شمع حق ہے پس تو جو ان کی شان میں تشنیع کر رہی ہے تو گویا) تو شمع حق کو پھونک مار رہی ہے اے عجوز (تو یہ سمجھ لینا کہ ایسا کرنے سے) تو بھی جل جائیگی اور تیرا سر بھی (جل جاوے گا جو سر پھونک مارنے کے وقت اس شمع کے قریب ہو رہا ہے اس سر کا جل جانا اولاً ہوگا اور تمام بدن کا ثانیاً) اے گندہ دہن (اور اس سے شیخ کا کوئی ضرر نہیں کیونکہ) دریا میں سگ سے کب نجس ہوتا ہے (اور اسی طرح) خورشید پھونک سے کب محو (اور خاموش) ہوتا ہے (پس شیخ تو دریا اور خورشید کی مثال ہے وہذا کما قال اللہ تعالیٰ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ لآیۃ یہ گفتگو تو باطن شیخ کے اعتبار سے ہے کہ وہ ایسے نور کا تجلی گاہ ہے اور) اگر (تجھ کو باطن کا ادراک نہیں ہے اور اس لئے اس کی تصدیق نہیں کرتی اور اس لئے) تو ظاہر ہی پر حکم کرتی ہے (جیسا اکثر ظاہر پرستان خشک اسی کی بناء پر بزعم خود اس کو خلاف شرع کم فہمی سے سمجھ کر اہل اللہ کا انکار کیا کرتے ہیں) تو (شیخ کے) اس (تقویٰ کی) روشنی سے (جو کہ مشاہد خاص و عام ہے) ظاہر تر بتلا (اور) کیا چیز ہوگی (یعنی اس سے بڑھ کر کیا تقویٰ ہوگا جو ان کو حاصل ہے اور شیخ کا اظہر بھی اتنا شریعت سے آراستہ ہے کہ اور متقیوں کے) تمام ظواہر (شیخ کے) اس ظاہر کے روبرو

www.besturdubooks.wordpress.com

غایت نقص وقصور میں ہیں (غرض جس طرح سے ان کا باطن مثل شمع نورانی ہے ایسا ہی ان کا ظاہر بھی پس) جو شخص (ایسی) شمع خدائی پر پھونک مارے گا شمع تو کب بجھے گی (کما قال تعالیٰ یریدون ان یطفئوا (آیۃ نور) اس کا منہ جل جاوے گا (آگے اسی نور مذکور کی بناء پر شیخ کو آفتاب سے اور منکر کو اخفاش سے تشبیہ دیتے ہیں کہ) تجھ جیسے خفاش بہت سے خواب دیکھتے ہیں کہ یہ عالم آفتاب سے یتیم رہ جاوے (جو بوجہ تربیت خاصہ کے مثل پدر عالم کے ہے مطلب یہ ہے کہ شیخ بمثل آفتاب کے ہے تیرا یہ خیال انکار ونفی کا مثل اس خواب کے فاسد ہے عالم ایسے کاملین سے معمور ہے جن میں شیخ بھی ہیں آگے وہاں انکار کا بیان ہے کہ) روح کے دریاؤں کی تیز موجیں (ایسی ہیں کہ) جتنا طوفان نوح تھا اس سے سو حصے زیادہ ہیں (یعنی ان کو منغص ومکدر کرنا مشابہ تیز موج کے ہے مہلک ہونے میں اور دریا ہائے روح کی ترکیب مثل لجین الماء کے ہے) لیکن کنعان کی آنکھ میں بال جم آیا ہے (اس لئے وہ اس موج سے ڈرتا نہیں اور اس سبب سے) اس نے نوح (یعنی اہل اللہ) اور کشتی (یعنی ان کی محبت واتباع) کو چھوڑ دیا اور پہاڑ (یعنی مال وجاہ) پر جا کودا (مگر) پہاڑ کو بھی اور کنعان کو بھی اس وقت ایک آدھی موج (یعنی موج خفیف) تعرزلت میں لے گئی (یعنی ان کی تھوڑی سی کدورت سب اہلاک ہو گئی ونعم ما قیل شعر۔ بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات بادرد کشان ہر کہ برافتاد برافتاد آگے اسی نور مذکور کی بناء پر شیخ کو ماہتاب سے اور منکرین مشاغبین کو کلاب سے تشبیہ دیتے ہیں کہ) چاند نور افشانی کرتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے (اور اسی نفرت کے سبب) کتا نور ماہ سے کب اقتباس کرتا ہے (مرتع چراگاہ ومصدر میمی اسی طرح منکر بجائے استفادہ کے انکار واعتراض کرتا ہے لیکن) جو لوگ شب کے چلنے والے ہیں اور چاند کے ہمراہ دوڑنے میں (یعنی اپنی سیر میں اس کے تبع ہیں کہ اس کی رفتار کو یا اس کے نور کو رہبر بنا کر چلتے ہیں وہ لوگ) بانگ سگ سے چلنا کب ترک کرتے ہیں (اسی طرح) جزو (یعنی تابع و مقصد) کل کی طرف (یعنی متبوع ومعتقد فیہ کی طرف) تیر کے مانند رواں ہوتا ہے (اور) کب توقف کرتا ہے ہرگز وہ پیر کی وجہ سے (جس طرح مسافر شب رو بانگ سگ کے سبب توقف نہیں کرتا)۔

جان شرع و جان تقویٰ عارف ست	معرفت محصول زہد سالف ست
شریعت کی جان اور تقویٰ کی جان عارف ہے	معرفت زہد گزشتہ کا محصول ہے
زہد اندر کاشتن کوشیدن ست	معرفت آں کشت را روئیدن ست
زہد بونے میں کوشش کرنا ہے	معرفت اس کھیتی کا پیداوار ہوتا ہے
پس چو تن باشد جہاد و اعتقاد	جان ایں کشتن نبات ست و حصاد
پس مجاہدہ اور عقائد مثل تن کے ہوئے	اس بونے کی جان روئیدگی ہے اور کھیتی کا کاٹنا ہے
امر معروف او وہم معروف اوست	کاشف اسرار وہم مکشوف اوست
وہ امر بالمعروف بھی ہیں اور وہ پسندیدہ بھی ہیں	وہ کاشف اسرار ہیں اور مکشوف بھی ہیں
شاہ امروزینہ و فردائے ماست	پوست بندہ مغز نغزش دائماست
وہ ہمارے امروز و فردا کے بادشاہ ہیں	پوست ہمیشہ اپنے مغز نغز کا بندہ ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں انا الحق گفت شیخ و پیش برد	پس گلوئے جملہ کوراں را فشرد
شیخ نے انا الحق کہا اور آگے لے گئے	پس تمام نابیناؤں کے حلق کو دبادیا
چوں انائی بندہ لاشد از وجود	پس چہ ماند تو بیندیش اے جحود
جب بندہ کی انانیت نفی ہوگئی وجود سے	پھر کیا رہ گیا تو ہی سوچ لے اے منکر
گر ترا چشم ست بکشا در نگر	بعد لا آخر چہ می ماند دگر
اگر تیری آنکھ ہے تو کھول اور دیکھ	بعد نفی کے آخر اور کیا رہتا ہے
اے بریدہ آں لب و حلق و دہاں	کہ کند تف سوئے مہ یا آسماں
اے مخاطب کٹ جائیو وہ لب اور حلق اور دہان	جو کہ چاند کی یا آسمان کی طرف تھوک پھینکے
تف برویش باز گردد بیشکے	تف سوی گردوں نیابد مسلکے
تھوک اسی کے منہ کی طرف بلاشبہ لوٹے گا	تھوک آسمان کی طرف کوئی راہ نہ پاوے گا
تا قیامت تف برو بارد ز رب	ہمچو تبت بر روان بو لہب
قیامت تک اس پر تھوک برستا رہے رب کی طرف سے	جس طرح ابو لہب کی جان پر تبت

(اور تو جو کہتی ہے کہ شرع و تقویٰ را فگندہ سوئے پشت سو شیخ کی شان میں یہ بھی باطل کیونکہ شیخ عارف ہیں اور) شریعت کی جان اور تقویٰ کی جان عارف ہے (اس کی دو توجیہ ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ عارف پر حمل جان کا مبالغۃً مثل زید عدل کے ہے یعنے عارف موصوف بہ حقیقت تقویٰ و حقیقت شرع ست اور ایک یہ کہ حمل تشبیہا ہو یعنی چون تشرع و تقویٰ قائم ست بہ عارف مثل قیام الصفۃ بالموصوف پس عارف سبب بقاء شرع و تقویٰ شدہ مثل جان شرع و تقویٰ بودہ چرا کہ جان سبب بقاء صاحب جان می باشد مطلب دونوں توجیہوں پر ایک ہی ہے کہ عارف پورا متقی ہوتا ہے کیونکہ معرفت (جو اس کو حاصل ہوئی ہے وہ) زہد گذشتہ کا محصول (یعنی ثمرہ) ہے (پس معرفت موقوف ہے زہد و تقویٰ پر اور موقوف کا وجود دلیل وجود موقوف علیہ کی اور موقوف کا وجود مشاہد ہے پس وجود تقویٰ کا ثابت ہوا آگے اسی کی مثال ہے کہ) زہد (کی ایسی مثال ہے کہ گویا وہ) بولنے میں کوشش کرتا ہے (اور) معرفت (گویا) اس کھیتی کا پیدا ہونا ہے پس (اس بناء پر) مجاہدہ (یعنی عمل صالح) اور عقائد (صحیحہ کو مجموعہ عبارت ہے شرع و تقویٰ سے) مثل تن کے ہوئے (اور) اس بونے (یعنی اعتقاد و عمل) کی جان (اور مقصود کہ معرفت ہے) روئیدگی ہے اور کھیتی کا اُگنا ہے (وجہ تشبیہ یہ کہ جس طرح تن تابع اور جان مقصود ہے اسی طرح اعمال ظاہری و باطنی مقدمہ اور معرفت کاملہ جس میں محض ذات حق کی طرف التفات اور غیر سے قطع التفات ہوجاوے بوجہ اس کے کہ قرب مقصود کی فرد کامل ہے غایت مقصود ہے ان اعمال کی پس وہ حکم صحیح ہوگیا معرفت محصول (زہد سالف ست اور اس میں مولانا کا اس طرف اشارہ ہے کہ جو معرفت بدوں شریعت اور تقویٰ کے حاصل ہو وہ حقیقی معرفت نہیں ہے یا حال و خیال باطل ہے یا محض علم عقلی ہے اور تو جو کہتی ہے کہ عمر و امر معروف ورشت جس سے مقصود یہ ہے کہ شیخ امر معروف سے عاری ہیں اس لئے کسی دوسرے امر بالمعروف کی ضرورت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جوان کی بھی اصلاح کرے سو خوب سمجھ لے کہ) وہ امر بالمعروف بھی ہیں (یہ حمل مبالغۃً ہے مثل زید عدل کے یعنی امر کرتے کرتے گویا خود امر بن گئے) اور وہ (اپنے افعال کے اعتبار سے) پسندیدہ بھی ہیں (تو دوسرا ان کو کیا امر بالمعروف کرے گا جبکہ ان کے افعال خود معروف ہیں یہ تو باعتبار ظاہر کے ان کی حالت ہے اور باعتبار باطن کے) وہ کاشف اسرار باطنی) ہیں اور (خود راز) مکشوف بھی ہیں (یہ حمل بھی مبالغۃً ہے مطلب یہ کہ راز باطنی سے خود ایسے متصف بھی ہیں گویا کہ خود ہی راز ہی ہو گئے خالی یہی نہیں کہ زبانی ہی بیان کرنے والے ہیں خلاصہ یہ کہ ظاہراً و باطناً کامل اور کاشف ہونے سے کمل بصیغہ اسم الفاعل بھی ہیں غرض یہ ہے کہ) وہ ہمارے امروز و فردا کے (یعنی دنیا و عقبیٰ کے) بادشاہ ہیں (اور قاعدہ ہے کہ) پوست ہمیشہ اپنے مغز نغز کا بندہ (اور طفیلی) ہوتا ہے (اضافت مغز نغز کی پوست کی طرف بادنیٰ ملابست ہے یعنی اسی طرح ہم چونکہ مثل پوست کے ہیں اور یہ مثل مغز کے اس لئے اس قاعدہ کے موافق ہم ان کے طفیلی اور یہ ہمارے شاہ ہیں آگے دفع ہے ایک دخل مقدر کا وہ یہ ہے کہ اوپر جوان کو صاحب شرع و تقویٰ کہا ہے اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات شیخ یا مثال شیخ سے بعض اقوال خلاف شرع صادر ہو جاتے ہیں جیسے انا الحق وغیرہ پھر ان کو صاحب شرع کہنا صحیح ہے آگے اس شبہ کا جواب ہے کہ) جب (ایسے) شیخ نے انا الحق کہا اور (دعویٰ کو حد ظاہر شرع سے) گے لے گئے پس (واقع میں انہوں نے کوئی خلاف بات نہیں کہی چنانچہ اہل بصیرت اس کو سمجھتے ہیں البتہ) تمام نابیناؤں کے حلق کو دبا دیا (یعنی ان کو غصہ اور تنگی ضرور پیش آئی لیکن اس سے واقع میں خلاف شرع ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ حقیقت اس کی یہ ہے کہ) جب بندہ کی انانیت (ذہنی) نفی ہو گئی وجود (ذہنی و التفات ذہنی) سے پھر (ذہن میں) کیا رہ گیا تو ہی سوچ لے اے منکر اگر تیری (بصیرت کی) آنکھ ہے تو کھول اور دیکھ (کہ) بعد نفی (غیر) کے اور کیا رہتا ہے (بجز اثبات حق کے حاصل جواب یہ ہوا کہ مقصود قائل انا الحق کا اپنے اتحاد مع الحق کا حکم کرنا نہیں ہے کہ یہ شرعاً و عقلاً باطل ہے بلکہ اپنے انا کی نفی اور اللہ کا اثبات ہے جیسا قرآن میں ہے اجعل الالھۃ الٰھاً واحداً ای نفی سائر الآلھۃ و اثبت مکانھا الٰھاً واحداً اور حدیث میں ہے من جعل الھموم ھماً واحداً ھم الآخرۃ ای نفی جمیع الھموم و اثبت مکانھا الٰھاً واحداً اور یہی معنے ہیں انا الحق و ہمہ اوست کے یعنی انا و ہمہ چیزے نیست ہر چہ ہست حق ست و اوست کما ذکرتہ فی شرح الاشعار الابتدائیہ من الدفتر الاول اور یہ نفی بھی باعتبار وجود خارجی کے نہیں ہوتی بلکہ التفات اور شہود کے اعتبار سے ہوتی ہے البتہ بدوں غلبہ حال کے ایسے موہم عنوانات کی اجازت نہیں اور غلبہ حال میں خود شریعت معذور رکھتی ہے پس اس سے شبہ مخالفت شرع کا جاتا رہا اور اس تحقیق کے بعد بھی اگر کوئی اعتراض ہی کیا کرے تو اس کا منشاء اشتباہ نہیں بلکہ عناد ہے جس پر ناگواری امر طبعی ہے اس لئے مولانا اس ناگواری کی حالت میں فرماتے ہیں کہ) اے مخاطب کٹ جائیو وہ لب اور حلق اور دہان جو کہ چاندکی یا آسمان کی طرف تھوک پھینکے تھوک اسی کے منہ کی طرف بلاشبہ لوٹے گا تھوک آسمان کی طرف کوئی راہ پناہ دے گا (مطلب یہ کہ ان اہل کمال کا اس سے کچھ ضرر نہ ہو گا یہی شخص متضرر ہو گا جیسا حدیث میں ہے من قال الفیہ کافر فان لم یکن کذلک رجع الی صاحبہ او کما قال پس) قیامت تک اس پر تھوک برستا ہے بدب کی طرف سے جس طرح ابولہب کی جان پر تبت (کی بددعا برسی)

فائدہ:۔ یہ بددعا بغض فی اللہ کا ایک شبہ ہو سکتا ہے

طبل و رایت ہست ملک شہر یار	سگ کسے کہ خواند او را طبل خوار
طبل اور علم ایسے شہر یار کی ملک میں ہیں	وہ کتا ہے کہ اس کو طبل خوار کہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آسمانہا بندۂ ماہ وے اند	شرق و مغرب جملہ ناں خواہ وے اند
تمام آسمان اس کے چاند کے غلام ہیں	مشرق و مغرب سب اس سے روٹی مانگنے والے ہیں
زانکہ لولاک ست بر توقیع او	جملہ در انعام و در توزیع او
کیونکہ اس کے فرمان شاہی پر لولاک ہے	سب اس کے انعام اور بخشش میں ہیں
گر نبودے او نیابیدے فلک	گردش و نور و مکانی ملک
اگر وہ نہ ہوتا تو نہ پاتا فلک	گردش اور نور اور ملائکہ کے لئے مکان بننے کو
گر نبودے او نیابیدے بحار	ہیبت ماہی و در شاہوار
اگر وہ نہ ہوتا تو نہ پاتے دریا	ماہی اور در شاہوار کی ہیبت کو
گر نبودے او نیابیدے زمیں	در درونہ گنج و بیروں یاسمیں
اگر وہ نہ ہوتا تو نہ پاتی زمین	اندر سے گنج اور باہر سے یاسمین کو
گر نبودے او نیابیدے جبال	زر و لعل و مومیائی بے سوال
اگر وہ نہ ہوتا تو نہ پاتے پہاڑ	زر اور لعل اور مومیائی کو بلاسوال کے
گر نبودے او نیابیدے جہاں	بے تقاضا رزقہائے بیکراں
اگر وہ نہ ہوتا تو نہ پاتا عالم	بلا تقاضا رزق وافر کو
رزقہا ہم رزق خواران وے اند	میوہا لب خشک باران وے اند
رزق بھی اس شخص کے رزق خوار ہیں	میوے بھی اس شخص کی بارش کے خشک لب ہیں
ہیں کہ معکوس ست درامرایں گرہ	صدقہ بخش خویش را صدقہ بدہ
آگاہ ہو کہ میئہ امر میں یہ عقدہ معکوس ہے	اپنے صدقہ دینے والے کو صدقہ دے
از فقیر ستت ہمہ زر و حریر	ہیں غنی را دہ زکاتے اے فقیر
تیرے پاس سب زر و حریر فقیر کی طرف سے ہے	ہاں زکوۃ دے غنی کو اے فقیر

(اور تو جو شیخ کو طبل خوار کہتی ہے کمافی ہذہ المصرعۃ لاف کیشے کاسہ لیسے طبل خوار سو سمجھ رکھ کہ) طبل اور علم (سب ایسے) شہریار کی ملک میں ہیں وہ کتا ہے کہ اس کو طبل خوار کہے (حاصل یہ ہے کہ طبل خوار بمعنے بسیار خوار وہ ہے جو حریص ہے زیادہ کھانے کا اور شیخ مثل ایک شہریار صاحب سامان کے ہے اور جس کے پاس اتنا سامان ہو وہ عادۃً ادنٰی چیزوں کا حریص نہیں ہوتا پس شیخ کو حریص کہنا کلبیت و بدنفسی ہے اور جو ملک باطن کا بادشاہ ہو اس کی شان تو یہ ہے کہ) تمام

www.besturdubooks.wordpress.com

آسمان اس کے چاند (یعنی نور مذکور اشعار متصلہ سرخی) کے (کہ نور حق ہے) غلام ہیں (اور) مشرق و مغرب سب اس سے روٹی مانگنے والے ہیں (یعنی حدوث اور بقاء و کمالات تابع وجود میں اس کے طفیلی ہیں (اور یہ حکم تمام مقبولین کو عام ہے آگے اس حکم کی دلیل ہے یعنی) کیونکہ اس (مقبول) کے فرمان شاہی پر (نشان) لولاک ہے (یعنی بادشاہ حقیقی نے اس کو رتبہ لولاک و مقصودیت کا دیا ہے اور باقی) سب (مخلوقات) اس کے انعام اور بخشش میں ہے (یعنی دوسری مخلوقات کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ آلہ و سامان وانعام واکرام مقبولین ہے مثلاً آسمان اور زمین وما بینہما سے مقصود یہ ہے کہ ان کو پیدا کر کے ان کو مقبولین کے لئے سامان نعمت واسباب عیش بنا دے کما قال تعالیٰ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استویٰ ای لکم بقرینۃ العطف الی السماء فسوٰھن سبع سمٰوٰت یہ معنے ہیں جملہ در انعام و در توزیع او کے اور مضمون لولاک علی المشہور مخصوص ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مگر یہ مخصوصیت اولاً ہے اور ثانیاً آپ کے توسط سے تمام مقبولین کے لئے ہے بیان اس کا یہ ہے کہ مقصود خلق عالم سے اجنبیت ان اعرف ہے اور عارفیت صفت مقبولین کی ہے پس مقصود اولاً خلق عالم سے وجود عارفین و مقبولین کا ہوا اور بقیہ مخلوقات ان کے تبعاً و تطفلاً پس آسمانوں کو ان کی نورانیت میں اور مشرق و مغرب کو ان کی غذا و یابی بقاء میں اس کا محتاج کہنا شعر آسمانہا الخ میں صحیح ہوا آگے شعر رزقہا الخ تک یہی مضمون ہے یعنی) اگر وہ نہ ہوتا تو فلک گردش اور نور اور ملائکہ کے لئے مکان بننے (کی صفات) کو نہ پاتا اگر وہ نہ ہوتا تو دریا ماہی اور در شاہوار کی ہیئت کو نہ پاتے اگر وہ نہ ہوتا تو زمین اندر سے (گنج معادن) اور باہر سے یاسمین کو نہ پاتی اگر وہ نہ ہوتا تو پہاڑ زر اور لعل اور مومیائی کو نہ پاتے بلا سوال (مومیائی سے مراد اس کی وہ قسم ہے جو کانی ہوتی ہے اور بلا سوال کے معنے ظاہر ہیں کہ جبال وغیرہ اس کی درخواست نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتے ہیں) اگر وہ نہ ہوتا تو عالم بلا تقاضا رزق وافر نہ پاتا (مجموعہ عالم کا تقاضا نہ کرنا تو ظاہر ہے اور اگر یہ حکم ہر ہر جزو کے اعتبار سے ہو تب بھی اس طرح صحیح ہے کہ تقاضائے موقوف علیہ نہیں ہے عطاء رزق کا چنانچہ اگر کوئی بھی نہ مانگے بلکہ یہ درخواست کریں کہ ہم کو بالکل نہ ملے تب بھی ضرور ملے گا اور خود) رزق بھی اس شخص کے رزق خوار ہیں (اور خود) میوے بھی اس شخص کی بارش کے خشک لب (اور آب خوار) ہیں رزق خواری سے مراد نشوونما و اغتذا اور ظاہر ہے کہ خود ارزاق واقوات بھی اپنے تکون میں ان امور کے محتاج ہیں اور مثل دیگر اجزاء عالم کے یہ تکون بھی مقبولین کے طفیل میں ہے پس یہ حکم صحیح ہو گیا اور یہی تقریر ہے مضمون مصرعہ ثانیہ کی آگے مضمون سابق پر ایک تفریع ہے بطور لطیفہ کے یعنی) آگاہ رہو کہ صیغہ امر میں (جو مصرعہ آئندہ میں آتا ہے) یہ عقدہ معکوس ہے (اور وہ امر بعد اعتبار عکس کے یہ ہے کہ) اپنے صدقہ دینے والے کو صدقہ دے (واقع میں تو) تیرے پاس سب زر و حریر فقیر کی طرف سے ہے ہاں زکوٰۃ دے غنی کو اے فقیر (مطلب یہ ہے کہ یہ مضمون اوپر ثابت ہو چکا کہ جو کچھ عالم میں ہے یہ طفیل مقبولین کا ہے پس اگر کوئی مقبول بظاہر غیر متمول ہو اور کسی دنیا دار متمول کو کہا جاوے کہ تو اس کی خدمت مالیہ کر تو یہ بات بناء پر مضمون مذکور بالا اس اعتبار سے الٹی ہے کہ واقع میں تو یہ دنیا دار اس تمول میں اسی مقبول کا طفیلی اور محتاج ہے جس سے اس مقبول کا غنی اور اس دنیا دار کا فقیر ہونا لازم آتا ہے تو فقیر کو کہا جاتا ہے کہ تو غنی کو دے اور اس کا عقدہ مشکلہ اور معکوسہ ہونا ظاہر ہے اور بعض فقراء کے اعتبار سے اس حکم کا صحیح ہو جانا صحت تفریع کے لئے کافی ہے پس اس پر یہ شبہ واقع نہ کیا جاوے کہ اگر کوئی فقیر بھی مثل معطی کے دنیا پرست ہو تو وہاں یہ حکم کیسے صحیح ہو گا)

فائدہ:۔ مقصود زیادہ ان مضامین سے مولانا کے ارشادات ہیں گو بلسان مرید ہیں آگے خود مرید کا خطاب ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں تو ننگے جفت آں مقبول روح	چوں عیال کافر اندر عقد نوحؑ
تجھ جیسی ننگ خلق زوجہ ہے اس مقبول الروح کی	جیسے زوجہ کافرہ نوح علیہ السلام کے عقد میں
گر نبودے نسبت تو زیں سرا	پارہ پارہ کردمے ایں دم ترا
اگر تیرا تعلق اس گھر سے نہ ہوتا	میں اسی وقت تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا
دادمے آں نوح را از تو خلاص	تا مشرف گشتمے من وز قصاص
اور اس نوح کو تجھ سے خلاصی دیتا	تاکہ میں قصاص میں مشرف ہوتا
لیک باخانہ شہنشاہ زمن	ایں چنیں گستاخی ناید زمن
لیکن شاہ زماں کے گھر کے ساتھ	مجھ سے ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی
رو دعا کن کہ سگ ایں موطنی	ورنہ اکنوں کردمے من کردنی
جا دعا دے کہ تو اس مقام کی کتیا ہے	ورنہ میں اس وقت جو کام کرنے کا تھا کرتا

تجھ جیسی ننگ (خلق) زوجہ ہے اس مقبول الروح کی (وتر کیبہ کحسن الوجہ) جیسے زوجہ کافرہ نوح علیہ السلام کے عقد میں اگر تیرا تعلق اس گھر سے (یعنی حضرت شیخ کی زوجیت سے) نہ ہوتا میں اس وقت تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا (اور) اس نوح (صفت شیخ) کو تجھ سے خلاصی دیتا تاکہ میں قصاص میں مشرف ہوتا (اس کی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ میں جو تجھ سے قصاص بمعنے انتقال ان کلمات کا لیتا مجھ کو نصرت شیخ کا شرف حاصل ہوتا اور ایک یہ کہ میں تیرے قتل کے قصاص میں اگر مارا جاتا تو اس سے بھی شرف حاصل ہوتا کہ ایسے شیخ کی محبت میں میری جان فدا ہوئی) لیکن شاہ زمان کے گھر کے ساتھ مجھ سے ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی جا (شیخ کی جان کو) دعا دے کہ تو اس مقام کی کتیا ہے (کہ وہ مقام ہے میرے محبوب کا اور کوئے محبوب کا کتا بھی باقدر رہتا ہے ورنہ میں اس وقت جو کام کرنے کا تھا وہ کرتا (یعنی تجھ کو قتل کر ڈالتا)

بازگشتن مرید از وثاق شیخ و پرسیدن از مردم و نشان دادن ایشاں کہ شیخ بفلاں بیشہ رفتہ است

شیخ کے گھر سے مرید کا لوٹنا اور لوگوں سے دریافت کرنا اور ان کا پتا بتا دینا کہ شیخ فلاں جنگل میں گئے ہیں

بعد ازاں پرساں شد او از ہر کسے	شیخ را می جست از ہر سو بسے
اس کے بعد وہ ہر شخص سے پوچھتا ہوا چلا	شیخ کو ہر طرف سے بہت جستجو کرنے لگا
پس کسے گفتش کہ آں قطب دیار	رفت تا ہیزم کشد از کوہسار
پس کسی نے اس سے کہا کہ وہ قطب عالم	گئے ہیں تاکہ پہاڑ سے لکڑیاں لاویں

www.besturdubooks.wordpress.com

آں مرید ذوالفقار اندیش تفت	در ہوای شیخ سوئے بیشہ رفت
وہ معتقد سریع الفکر جلدی سے	محبت شیخ میں بیشہ کی طرف چلا
دیوی آورد پیش ہوش مرد	وسوسہ تا خفیہ گردد مہ ز گرد
شیطان اس شخص کی عقل کے سامنے	وسوسہ لاتا تھا تا کہ غبار سے چاند مخفی ہو جاوے
کایں چنیں زن راچرا ایں شیخ دیں	دارد اندر خانہ یار و ہمنشیں
کہ ایسی عورت کو کس لئے یہ شیخ دین	گھر میں یار اور ہمنشین بنا کر رکھتے ہیں
ضد را با ضد ایناس از کجا	با امام الناس، نسناس از کجا
ضد کو ضد سے انس کہاں سے	امام الناس کے ساتھ بن مانس کہاں سے
باز او لاحول می کرد آتشیں	کاعتراض من برو کفرست و کیں
پھر وہ لاحول سوزندہ کہتا تھا	کہ میرا اعتراض ان پر کفر و کینہ ہے
من کہ باشم با تصرفہائے حق	کہ برآرد نفس من اشکال و دق
میں کون ہوتا ہوں تصرفات حق کے روبرو	کہ میرا نفس اشکال اور اعتراض لاتا ہے
باز نفسش حملہ می آورد زدد	زیں تعرض دردلش چوں کاہ دود
پھر اس کا نفس جلدی سے حملہ کرتا تھا	بواسطہ اس تعرض کے اس کے دل میں جیسے گھاس دھوئیں کو
کہ چہ نسبت دیو را با جبرئیلؑ	کہ بود با او بصحبت ہم مقیل
کہ شیطان کو جبرئیلؑ سے کیا مناسبت	کہ وہ اس کے ساتھ مصاحبت میں ہم خواب ہوں
چوں تو اندر ساخت با آزر خلیلؑ	چوں تو اندر ساخت با رہزن دلیل
آزر کے ساتھ خلیلؑ کیونکر موافقت کر سکتے ہیں	رہزن کے ساتھ رہبر کیونکر موافقت کر سکتا ہے

اس کے بعد (یعنی اس معترضہ کی مکالمت سے فارغ ہوکر) وہ (معتقد) ہر شخص سے پوچھتا ہوا چلا (اور) شیخ کو ہر طرف سے بہت جستجو کرنے لگا پس کسی نے اس سے کہا کہ وہ قطب عالم گئے ہیں تا کہ پہاڑ سے لکڑیاں لاویں (یہ سن کر) وہ معتقد سریع الفکر جلدی سے محبت شیخ میں بیشہ کی طرف چلا (اور راہ میں) شیطان اس شخص کی عقل کے سامنے وسوسہ لاتا تھا تا کہ غبار (وسوسہ) سے چاند (اعتقاد کا) مخفی ہو جاوے (اور وہ وسوسہ یہ تھا) کہ ایسی عورت کو کس لئے یہ شیخ دین گھر میں یار اور ہمنشین بنا کر رکھتے ہیں ضد کو ضد سے انس کہاں (ہو سکتا ہے) امام الناس کے ساتھ بن مانس کہاں سے (میل کھا سکتا ہے نسناس حیوانے کہ انسان مشابہت دارد کذا فی الحاشیہ حاصل وسوسہ کا یہ ہے کہ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شیخ مغلوب شہوت ہوں گے کہ ایسی عورت کا رکھنا گوارا کرتے ہیں چنانچہ آئندہ شیخ نے جو اس کا جواب دیا ہے کان تحمل از ہوائے نفس نیست آن خیال نفس

www.besturdubooks.wordpress.com

تست ایں جاہلیت ای قولہ بار آن ابلہ کشیم وصد چاو نے زعشق رنگ نے سودائے بوروہ قرینہ سے اس تعیین کا) پھر (اس وسوسہ کے بعد) وہ لاحول سوزندہ (وساوس) کہتا تھا (اسی سوزندگی کی وجہ سے آتشین کہا) کہ میرا اعتراض ان پر کفر اور کینہ (کے مثل قبیح) ہے میں کون ہوتا ہوں تصرفات حق کے روبرو کہ (جس پر) میرا نفس اشکال اور اعتراض لاتا ہے (دق احد معانیہ اعتراض ومواخذہ کردن درکار کے کذافی الغیاث مطلب یہ کہ متصرف احوال شیخ میں حق تعالیٰ ہیں جس حال میں مصلحت جانتے ہیں رکھتے ہیں میں اعتراض کرنے والا کون ہوں اور) پھر اس کا نفس جلدی سے حملہ کرتا تھا بواسطہ اس تعرض (بحال شیخ ووسوسہ) کے (جو) اس کے دل میں (پیدا ہوتا تھا اور نفس اس وسوسہ کو اس طرح جلدی سے پیدا کرتا تھا) جیسا گھاس دھوئیں کو (پیدا کرتا ہے کمافی الحاشیہ یعنی چنانچہ کاہ وودی آرد بزودی وہ وسوسہ وہی تھا جو اوپر مذکور ہوا اور آگے بھی دوسرے عنوان سے مذکور ہے یعنے یہ) کہ شیطان کو جبرئیل سے کیا مناسبت کہ وہ (جبرئیل) اس کے ساتھ مصاحبت میں ہم خواب ہوں (اور) آزر کے ساتھ خلیل کیونکر موافقت کرسکتے ہیں (اور) رہزن کے ساتھ رہبر کیونکر موافقت کرسکتا ہے۔

یافتن آں مرید مراد را وملاقات او با شیخ نزدیک آں بیشہ

مرید کا مراد حاصل کرلینا اور جنگل کے قریب شیخ سے اس کی ملاقات

اندریں بود او کہ شیخ نامدار	زود پیش افتاد بر شیرے سوار
وہ اسی میں تھا کہ شیخ نامدار	وفعۃً سامنے آ گئے ایک شیر پر سوار ہوئے
شیر غراں ہیزمش را می کشید	برسر ہیزم نشستہ آں سعید
شیر غران ان کی لکڑیوں کو لادے لاتا تھا	ہیزم کے اوپر وہ سعید بیٹھے ہوئے
تازیانہ اش مار نر بود از شرف	مار را بگرفت چوں خرزن بکف
ان کا چابک ایک نر سانپ تھا بوجہ بزرگی کے	سانپ کو تازیانہ کی طرح ہاتھ میں لے رکھا تھا
تو یقیں میداں کہ ہر شیخے کہ ہست	ہم سواری می کند بر شیر مست
تو یقینا جان لے کہ جو شیخ بھی ہے	وہ شیر مست پر سواری کرتا ہے
گرچہ آں محسوس وایں محسوس نیست	لیک آں بر چشم جاں ملبوس نیست
اگر وہ محسوس ہے اور یہ محسوس نہیں ہے	لیکن وہ چشم باطن پر ملتبس نہیں ہے
صد ہزاراں شیر زیر ران شاں	پیش دیدہ غیب داں ہیزم کشاں
لاکھوں شیر ان کی ران کے نیچے	چشم غیب بین کے روبرو وہ ہیزم کش ہیں
لیک آں یک را خدا محسوس کرد	تا کہ بیند نیز او کہ نیست مرد
لیکن اس ایک کو خدائے تعالیٰ نے محسوس کر دیا	تاکہ ایسا شخص بھی دیکھ لے جو کہ مرد نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دیدش از دور و بخندید آں خدیو	گفت آں رامشنو اے مفتون دیو
اس کو دور سے دیکھا اور ہنسے وہ بزرگ	کہا کہ اس کو مت سنا اے بہکائے ہوئے شیطان کے
از ضمیر او بدانست آں جلیل	ہم زنور دل بلے نعم الدلیل
اس کے خیال مضمر سے بھی وہ بزرگ واقف ہو گئے	بسبب نور دل کے ہاں یہ خوب دلیل ہے
خواند بروے یک بیک آں ذوفنوں	انچہ در رہ رفت باوے تاکنوں
ایک ایک کر کے سب کہہ دیا اس کے سامنے ان ذوفنون نے	جو کچھ راستہ میں اس کے ساتھ ہوا تھا اب تک
بعدازاں در مشکل انکار زن	برکشاد آں خوش سرایندہ دہن
اس کے بعد انکار زن کے اشکال کے بارہ میں	ان خوش گو نے منہ کھولا
کاں تحمل از ہوائے نفس نیست	آں خیال نفس تست اینجامایست
کہ وہ تحمل شہوت نفس سے نہیں ہے	وہ تو تیرے نفس کا خیال ہے اس مقام میں مت کھڑا ہو
گر نہ صبرم می کشیدے بار زن	کے کشیدے شیر نر بیگار من
اگر میرا صبر عورت کے بار کو نہ برداشت کرتا	تو شیر نر میری اس بیگار کو کب برداشت کرتا
اشتران بختیم اندر سبق	مست و بیخود زیر محملہائے حق
ہم سابقیت میں شتران قوی ہیں	مست اور بے خود حق تعالیٰ کے محملوں کے نیچے
من نیم درامر وفرماں نیم خام	تا بیندیشم من از تشنیع عام
میں امر اور فرمان میں نیم خام نہیں ہوں	تاکہ تشنیع عام سے اندیشہ کروں
عام ما و خاص ما فرمان اوست	جان ما بر رو دواں جویان اوست
ہمارا عام اور ہمارا خاص اس کا حکم ہے	ہماری جان چہرہ کے بل دوڑنے والی اس کی جویاں ہے
دورم از تحسین و تشویقش ہمہ	فارغ از تکذیب و تصدیقش ہمہ
میں اس کی تحسین و تشویق سے بالکل دور ہوں	اور اس کی تکذیب و تصدیق سے بالکل فارغ ہوں
فردی ما جفتی ما نہ از ہوا ست	جان ما چو مہرہ در دست خداست
ہمارا فرد ہونا ہمارا جفت ہونا خواہش نفس سے نہیں ہے	ہماری جان مہرہ کی طرح خدائے تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے
بر آں ابلہ کشیم و صد چو او	نے زعشق رنگ و نے سودائے بو
اس احمق کا اور اس جیسے سینکڑوں کا ہم بوجھ اٹھاتے ہیں	نہ عشق رنگ سے اور نہ خیال بو سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اینقدر خود درس شاگردان ماست	کر و فر ملحمہ ما تا کجاست
یہ مقدار تو ہمارے شاگردوں کا سبق ہے	ہمارا کروفر اور رزمگاہ تو کس جگہ ہے
تا کجا آنجا کہ جارا راہ نیست	جز سنابرق مہ اللہ نیست
کس جگہ تک اس جگہ تک کہ جگہ کو راستہ نہیں ہے	بجز روشنی برق ماہ حق کے نہیں ہے
از ہمہ اوہام و تصویرات دور	نور نور نور نور نور نور
تمام اوہام اور تصورات سے دور ہے	نور ہی نور ہے نور ہی نور ہے نور ہی نور ہے
بہر تو من پست کردم گفتگو	تا بسازی با رفیق زشت خو
میں نے تیرے لئے گفتگو کو پست کر دیا تھا	تا کہ تو رفیق زشت خو کے ساتھ موافقت رکھے
تا کشی خندان و خوش بار حرج	از پئے الصبر مفتاح الفرج
اور تا کہ تو خنداں و فرحاں بار تنگی کو برداشت کرے	الصبر مفتاح الفرج کے لئے
چوں بسازی بأخسی ایں خساں	گردی اندر نور سنتہا رساں
جب تو ان کمینوں کی کمینگی کے ساتھ موافقت کرے گا	تو نور سنن میں نورسائی حاصل کرنے والا ہو گا
کانبیا رنج خساں بس دیدہ اند	از چنیں ماراں بسے پیچیدہ اند
کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے کمینوں کی بہت اذیتیں دیکھی ہیں	ایسے سانپوں سے بہت پیچ و تاب کھائے ہیں

وہ اسی (تدافع) میں تھا کہ شیخ نامدار دفعۃً سامنے آ گئے ایک شیر پر سوار ہوئے شیر غراں ان کی لکڑیوں کو لادے لاتا تھا (اور) ہیزم کے اوپر وہ سعید بیٹھے ہوئے (اور) ان کا چابک ایک نر سانپ تھا بوجہ بزرگی کے (اور) سانپ کو تازیانہ کی طرح ہاتھ میں لے رکھا تھا (خرزن تازیانہ کذافی الغیاث بیچ میں مولانا فرماتے ہیں کہ یہ سواری شیر کچھ شیخ ابوالحسنؒ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ) تو یقیناً جان لے کہ جو شیخ (کامل) ہے وہ شیر مست پر سواری کرتا ہے اگر چہ وہ (یعنی) شیخ ابوالحسن کا شیر پر سوار ہونا) محسوس ہے اور یہ (یعنی ہر شیخ کا شیر پر سوار ہونا) محسوس نہیں ہے لیکن وہ (غیر محسوس) چشم باطن پر ملتبس (اور مشتبہ یعنی مخفی) نہیں ہے (اور ایک شیر نہیں بلکہ) لاکھوں شیر ان کی ران کے نیچے چشم غیب بین کے روبرو ہیزم کش ہیں لیکن اس ایک کو (یعنی شیخ ابوالحسن کی سواری شیر کو نمونہ کے طور پر) خدائے تعالیٰ نے محسوس کر دیا تا کہ ایسا شخص بھی دیکھ لے جو کہ مرد (کامل و باطن بین) نہیں ہے (اور ایسوں کو بھی انکار نہ رہے مراد مولانا کی اس شیر سے جس پر سب شیوخ کاملین سوار ہوتے ہیں نفس امارہ ہے کہ غلبہ شیر میں مشابہ شیر کے ہے وہ حضرات اس کو مغلوب کر کے اس کے خلاف طبع اس سے کام لیتے ہیں اس کو دفتر اول خاتمہ قصہ خرگوش میں بعد مضمون اہلاک شیر کے اس طرح فرمایا ہے اے شہاں کشتیم ما خصم بروں ماند خصمے زو بتر در اندروں کشتن ایں کار عقل و ہوش نیست شیر باطن سخرہ خرگوش نیست الی قولہ سہل شیرے دان کہ صفہا بشکند شیر آنست آنکہ خود را بشکند تا شود شیر خدا از عون او وا رہد از نفس واز فرعون او اور اس شیر نفس کا محسوس عوام نہ ہونا اور مدرک خواص ہونا ظاہر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور شعر صد ہزاراں شیر الخ میں ان سے مراد یا تو جنود نفس ہیں من الدواعی والنوازع الشہویۃ والغضبیۃ التی لاتحصر اور نفس کے اسی مبدائیت للشرور کی بناء پر مولانا نے دفتر اول قصہ آتش افروزی بادشاہ یہودی میں یہ ارشاد فرمایا ہے مادر بتہا بت نفس شماست زانکہ آن بت مار وایں بت اژدہاست الی قولہ ہر نفس مکرے ودر ہر مکر ازاں غرق صد فرعون بافرعونیاں اوران کی ہیزم کشی ان کا غالب نہ آنا کما قال تعالیٰ ان النفس لامارة بالسوء الامارحم ربی اور یا مراد جنود ابلیس ہیں اوران کی ہیزم کشی ان کا غالب نہ آسکنا کما قال تعالیٰ انه لیس له سلطان علی الذین آمنوا وعلیٰ ربهم یتوکلون آگے پھر قصہ ہے کہ) اس (معتقد) کو دور سے دیکھا اور ہنسے وہ بزرگ (اور) فرمایا کہ اس (وسوسہ وخطرہ) کو مت سنناا ے بہکائے ہوئے شیطان کے (اور وجہ اس فرمانے کی یہ ہوئی کہ) اس کے خیال مضمر سے بھی وہ بزرگ واقف ہوگئے یہ سبب نور دل کے (پس کلمہ از در مصراع اول صلہ است دانست را بتضمین او معنے آگاہ شدن رادکلمہ ہم در مصراع ثانی قید ست دانست رایعنی ضمیر اوراہم دانست را بتضمین او معنے آگاہ شدن رادکلمہ ہم در مصراع ثانی قیدست دانست رایعنی ضمیر اوراہم دانست چنانکہ دیگر واقعات طریق راودانست کہ در شعر آئندہ خوانده بروی الخ مذکور خواہد شد اور نور دل سے مراد کشف آگے اس نور دل کی مدح ہے کہ) ہاں (واقعی) یہ خوب دلیل ہے (کہ مصداق ہے حدیث اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله کی گو بوجہ ظنی ہونے کے کسی کے ضرر میں حجت نہیں اور جس طرح اس وسوسہ کا علم ہوگیا اسی طرح دوسرے واقعات کا بھی جو اس کو پیش آئے تھے چنانچہ) ان ذوفنون نے اس کے سامنے ایک ایک کر کے جو کچھ راستہ میں اس کے ساتھ ہوا تھا (اس سے لے کر اب تک (جو کچھ ہوا) سب کہہ دیا اس کے بعد انکار زن کے (سبب جو) اشکال (اور وسوسہ اس کو پریشان کر رہا تھا اس) کے بارہ میں ان خوش گو نے منہ کھولا (اور فرمایا) کہ (میرا) وہ تحمل (اس عورت کے معاملہ میں) شہوت نفس سے نہیں ہے وہ (شہوت نفس کا خیال) تو (صرف) تیرے نفس کا خیال ہے اس مقام میں مت کھڑا ہو (یعنی اس خیال سے درگزر بلکہ وجہ اس کی میرا صبر ہے جو مامور بہ ہے سو) اگر میرا صبر (اس) عورت کے بار (مخالفت وایذا) کو نہ برداشت کرتا تو شیر نر میرے اس بیگار کو کب برداشت کرتا (اور میری کیا تخصیص ہے میں اس جماعت سے ہوں کہ) ہم (سب کے سب) سابقیت (فی السفر الی الخیرات) میں شتران قوی ہیں (اور) مست اور بے خود حق تعالیٰ کے محملوں کے نیچے (یعنی) احکام الٰہیہ کے تحت میں شوق وہمت سے چلتے ہیں بختی بالضم نوع از شتر قوی وبزرگ منسوب بہ بخت نصر کہ مادہ شتر عرب ونر شتر عجم راجفت ساختہ بود نتیجہ رابختی گویند کذافی الغیاث باختصار پس اس جماعت میں ہونے کے سبب میری بھی یہ حالت ہے کہ) میں امر (تکوینی) وفرمان (تشریعی) میں نیم خام (ونیم پختہ) نہیں ہوں تا کہ تشنیع عام سے اندیشہ کروں (جس میں وہ عورت بھی داخل ہے مثلاً اس سے یہ اندیشہ ہوتا کہ یہ برا بھلا کہے گی تو لوگوں کو شبہ ہوگا کہ جب بیوی ہی معتقد نہیں ہیں تو یہ کامل نہ ہوں گے اور ایسے وسوسہ کرنے والے بھی داخل ہیں کہ ایسی عورت کو رکھنا دلیل ہے شیخ کی شہوت پرستی کی غرض میں کچھ اندیشہ نہیں کرتا کہ سراسر پختہ ہوں اور ہم لوگ عام کو جو کہ از تشنیع عام میں مذکور ہے یا خاص کو کہ وہ بھی عام کی ایک فرد ہے جس کا مصداق وہ عورت اور موسوس ہے جو کہ اس عام میں داخل ہے جیسا ابھی مذکور ہوا کیا جانیں ہمارا تو عام اور ہمارا خاص اس کا حکم ہے (مطلب یہ کہ ہمارا مطمح نظر اس کا حکم ہے چونکہ کسی کو عام پر کسی کو خاص پر نظر ہوتی ہے پس لفظ عام وخاص مجازاً عبارت ہے مطمح نظر سے اور) ہماری جان چہرہ کے بل دوڑنے والی اس کی جویاں ہے (اور) میں اس (عام) کی (جس کا ذکر شعر سابق علی السابق کے مصرعہ ثانیہ میں ہے) تحسین وتشویق سے بالکل دور ہوں (یعنی نہ اس کی طمع ہے کہ وہ مجھ کو اچھا سمجھیں نہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کی طمع ہے کہ وہ میری تعریف کر کے دوسروں کو میرا مشتاق کریں اسی طرح میں) اس کی تکذیب وتصدیق سے بالکل فارغ ہوں (یعنی مجھ کو خواہ جھوٹا سمجھیں یا سچا سمجھیں سب سے آزاد ہوں اور چونکہ عام میں خاص بھی داخل ہے اس سے فارغ عن الخاص ہونا بھی مفہوم ہو گیا فصح قولہ فی الشعر السابق عام ماؤ خاص ما فرمان اوست الخ اور میری تقریر سے مثل تکذیب و تصدیق کے تحسین وتشویق میں بھی تقابل معلوم ہو گیا گو مثل تکذیب وتصدق کے غایت خلاف نہ سہی کہ تضاد حقیقی کہلاتا ہے لیکن یہ بھی تو تقابل ہے کہ تحسین کی غرض کا دوسرے سے متعلق ہونا ضروری نہیں اور تشویق میں ضروری ہے پس یہ تقابل مشابہ تضاد مشہوری کے ہو گیا کہ جن میں غایت خلاف نہیں ہوتا من وجہ خلاف ہونا کافی ہوتا ہے کالحمرۃ والسواد فسقط مافی الحواشی ہہنا من قولہ بعضہم ان التقابل لیس بضروری وتاویل بعضہم للفظ التشویق بسلب الشوق تحصل التقابل خلاصہ یہ کہ میں متبع نفس نہیں ہوں کہ مدح وذم پر نظر ہو بلکہ متبع امر ہوں اور) ہمارا فرد ہونا (اور) ہمارا جفت ہونا خواہش نفس سے نہیں ہے (بلکہ بامر حق ہے اور) ہماری جان مہرہ کی طرح خدائے تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے (یقلب کیف یشاء مطلب یہ کہ ہم جو اس عورت سے نباہ کرتے ہیں یہ بھی بحکم حق ہے یہ تو جفتی ہے اور اگر ہم کو حکم ہو جاوے کہ اس کو چھوڑ دو تو یہ فردی بھی بحکم حق ہوگی غرض یہ کہ) اس احمق (عورت) کا اور اس جیسے سینکڑوں (احمقوں) کا ہم بوجھ اٹھاتے ہیں نہ عشق رنگ سے اور نہ خیال بو سے (رنگ وبو کنایہ ہے حسن ظاہری سے اور محبوب اکثر خوشبو وغیرہ کا بھی استعمال کرتے ہیں اسی طرح حقیقی معنے بھی ہو سکتے ہیں آگے اس میں ترقی ہے کہ) یہ مقدار (اتباع احکام وتعلق مع اللہ کی جس کا بیان کیا گیا یہ) تو ہمارے شاگردوں (اور مریدوں) کا سبق ہے ہمارا کر وفر اور رزمگاہ (یعنی مرتبہ) تو کس جگہ (پہنچا ہوا) ہے (آگے جواب دیتے ہیں کہ) کس جگہ تک (بتلاؤں اس جگہ تک (ہے) کہ (وہاں) جگہ کو بھی راستہ نہیں (ملتا اور وہاں بجز روشنی برق ماہ حق کے نہیں (حاصل اس دونوں شعروں کا یہ ہے کہ یہ جو صبر واتباع احکام کا بیان کیا گیا یہ تو تعلق مع اللہ کے مراتب میں سے مرتبہ مجاہدہ کا ہے جو ادنیٰ مریدین کو بھی حاصل ہوتا ہے ہم کو تو بفضلہ تعالیٰ مراتب تعلق مع اللہ میں سے مرتبہ مشاہدہ ومعائنہ کا میسر ہے اور چونکہ متعلق مشاہدہ ومعائنہ یعنی التفات بحت الی صفات الحق وذات الحق کا صفات وذات حق ہے اور ظاہر ہے کہ وہ حیز ومکان سے منزہ ہے اس لئے یہ حکم صحیح ہوا کہ جا را راہ نیست اور اس کو ان جا بمعنے آن مرتبہ کہنا مجازاً ہے اور ماہ حق سے مراد تمثیلاً حق تعالیٰ اور روشنی برق سے مراد تمثیلاً نور حق یعنی اس مرتبہ میں بجز نور حق کے کچھ نہیں اور یہ ظاہر ہے کیونکہ صفات وذات سب نور ہی ہے چنانچہ آگے اس کی بالکل تصریح ہے کہ وہ مرتبہ) تمام اوہام وتصورات سے دور ہے (اور سر تا سر) نور ہی نور ہے نور ہی نور ہے نور ہی نور ہے (یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب وہ خیال وتصور سے منزہ ہے تو ان کی رسائی وہاں کیسے ہوئی اصل یہ ہے کہ یہاں پوری رسائی کا حکم کرنا مقصود نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ ہمارا التفات گو با یجہ تو سب کو حاصل ہے اصل یہ ہے کہ ایسا التفات کہ غیر کی طرف التفات نہ ہو اور اسی کو مشاہدہ ومعائنہ کہتے ہیں مخصوص عارفین کاملین کے ساتھ ہے مطلب یہ کہ ہم بفضلہ تعالیٰ اس مرتبہ تک پہنچے ہوئے ہیں جو آخر میں کہا ہے باقی میں نے جو ابتداء میں اپنی حالت بیان کی تھی من قولہ اشتران بختیم الی قولہ بار آن ابلہ کشیم یہ گفتگو بطور تنزیل کے تھی اور) میں نے تیرے (نفع کے) لئے گفتگو کو پست کر دیا تھا تا کہ تو (اس سے یہ نفع حاصل کرے کہ) رفیق زشت خو کے ساتھ موافقت رکھے (اور) تا کہ تو خنداں وفرحاں بار تنگی کو برداشت کرے الصبر مفتاح الفرج (کا مرتبہ حاصل کرنے) کے لئے (مطلب یہ کہ میری غرض اصلی تیری مخاطبت سے تعلیم تھی اخلاق وسلوک کی اور اس غرض کے لئے یہ گفتگو مرتبہ مجاہدہ کی کافی ہے اس لئے ابتدائے کلام میں صرف اسی مرتبہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتگو کی گئی تھی یہ تقریر ہے بہر تو من پست کردم الخ و تا کشی الخ کی مگر بعد میں اس احتمال سے کہ کبھی کوئی مخاطب کاملین کی حالت کو اسی پر منحصر نہ سمجھ لے مرتبہ مشاہدہ کو بھی ذکر کر دیا گو غرض اصلی مقام یعنی تعلیم میں اس کی ضرورت نہ تھی جو ایں قدر خود درس سے از ہمہ اوہام الخ تک ذکر کی گئی اور اسی اصلی غرض پر نظر کر کے پھر اسی مرتبہ مجاہدہ کے ذکر کی طرف عود فرمایا کہ) جب تو ان کمینوں کی کمینگی کے ساتھ موافقت کرے گا تو نور سنن (انبیاء) میں تو رسائی حاصل کرنے والا ہو گا کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے کمینوں کی بہت اذیتیں دیکھی ہیں (اور) ایسے سانپوں سے بہت پیچ وتاب کھائے ہیں (اور صبر فرمایا ہے پس یہ ان کی سنت ہوئی اگر تو ایسا کرے گا تو ان کی سنت کا متبع ہو گا اور ان سنن کے انوار سے مشرف ہو گا۔

فائدہ:۔ آگے حکمت مذکور ہے ابرار کے ساتھ ان اشرار و اہل شرور اعداء ابرار کی تکوین کی کہ ظہور اسماء ہے اور ہر زمانہ میں ابرار و اشرار میں تصادم و تزاحم کے مستمر رہنے کی جس سے اس حکمت کا ظہور ہوا اور اس کے ضمن میں من وجہ آیہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ کی تفسیر بھی ہے۔

حکمت در آیہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ

"میں زمین میں قائم مقام بنانے والا ہوں" میں حکمت

چوں مراد و حکم یزدان غفور	بود در قدمت تجلی و ظہور
جب مقصود اور حکم یزدان غفور کا	علم قدیم میں تجلی اور ظہور تھا
بے زضدے ضد را نتوان نمود	واں شہ بیمثل را ضدے نبود
اور بدوں ایک ضد کے دوسری کو ظاہر نہیں کیا جا سکتا	اور اس شاہ بے مثل کی کوئی ضد تھی نہیں
پس خلیفہ ساخت صاحب سینۂ	تا بود شاہیش را آئینۂ
پس ایک صاحب سینہ کو خلیفہ بنایا	تاکہ وہ اس کی شاہی کا آئینہ ہو جاوے
پس صفائی بیحد و ش داد او	وانگہ از ظلمت ضدش بنہاد او
پھر اس کو بے انتہا از حدود صفائی عطا فرمائی	اور اس وقت ظلمت سے اس کی ضد مقرر کی
دو علم برساخت اسفید و سیاہ	آن یکے آدمؑ دگر ابلیس راہ
دو پرچم بلند کئے سفید اور سیاہ	ایک آدم علیہ السلام دوسرا ابلیس راہ
درمیان آن دو لشکر گاہ زفت	چالش و پیکار انچہ رفت رفت
ان دونوں لشکر گاہ عظیم کے درمیان	جنگ و پیکار جو کچھ بھی جاری رہی جاری رہی
ہمچناں دور دوم ہابیل شد	ضد نور پاک او قابیل شد
اسی طرح دور دوم میں ہابیل ہوئے	ان کے نور مقدس کا ضد قابیل ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچناں ایں دو علم از عدل و جور	تا بہ نمرود آمد اندر دور دور
اسی طرح یہ دونوں پرچم عدل اور جور سے	نمرود تک دور دور ہوتے ہوئے آئے
ضد ابراہیمؑ گشت و خصم او	واں دو لشکر کیں گزار و جنگجو
وہ ضد ابراہیم کا ہوا اور ان کا مخالف	اور وہ دونوں لشکر کین گزار اور جنگجو رہے
چوں درازی جنگ آمد ناخوشش	فیصل آں ہر دو آمد آتشش
جب جنگ کی درازی اس کو ناخوش معلوم ہوئی	تو ان دونوں کا فیصل آتش قرار پائی
حکم کرد او آتشے را و نکر	تا شود حل مشکل آں دو نفر
پس آتش کو فیصل کنندہ اور عذاب بنایا	تا کہ ان دونوں شخصوں کی مشکل حل ہو جاوے
دور دور و قرن قرن ایں دو فریق	تا بفرعون و بموسیٰؑ شفیق
دور دور اور قرن قرن میں یہ دونوں فریق	فرعون اور موسیٰ شفیق تک پہنچے
سالہا اندر میان شاں حرب بود	چوں ز حد رفت و ملولی میفزود
برسوں ان کے درمیان حرب ہوتی رہی	جب حد سے گزر گئی اور ملولی بڑھانے لگی
آب دریا را حَکَم سازید حق	تا کہ ماند کہ برد زیں دو سبق
تو آب دریا کو حق تعالیٰ نے حَکَم بنایا	تا کہ کون عاجز رہتا ہے کون ان دو میں سے سبقت لے جاتا ہے
تا کہ فرعوں را باآں فرعونیاں	آب دریا غرق شاں کرد آں زماں
یہاں تک کہ فرعون کو مع ان فرعونیوں کے	آب دریا نے ان کو اس وقت غرق کر دیا
ہم نکر سازید از بہر ثمود	صیحۂ کہ جان شاں را در ربود
ثمود کے لئے بھی عذاب بنایا اس صیحہ کو	اس صیحہ کو جس نے ان کی روح سلب کر لی
ہم نکر سازید بہر قوم عاد	زود خیزے تیز رو یعنی کہ باد
قوم عاد کے لئے بھی عذاب بنایا	ایک زود خیز تیز رو کو یعنی ہوا کو
ہم نکر سازید بر قاروں ز کیں	تا فرو بردش چو اژدرہا زمیں
عذاب بنایا قارون کے لئے بھی بسبب کینہ کے	یہاں تک کہ اس کو اژدہا کی طرح زمین نگل گئی
تا حلیمی زمیں شد جملہ قہر	برد قاروں را و گنجش را بقعر
یہاں تک کہ زمین کا حلم بالکل قہر بن گیا	قارون کو اور اس کے خزانہ کو قعر تک لے گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

لقمۂ را کاں ستون ایں تن ست	دفع تیغ جوع ناں چوں جوشن ست
وہ لقمہ کہ اس تن کا ستون ہے	گرسنگی نان کی تلوار کا جوشن کی طرح دفعیہ ہے
چونکہ حق قہرے نہد در نان تو	چوں خناق آں ناں بگیرد در گلو
جب حق تعالیٰ تیری روٹی میں قہر رکھ دے	تو خناق کی طرح وہ روٹی تیرے گلے میں پھنس جاوے
ایں لباسے کہ ز سرما شد مجیر	حق دہد او را مزاج ز مہریر
یہ لباس جو کہ سرما سے پناہ دہندہ ہے	حق تعالیٰ اس کو مزاج زمہریر کا دے دے
تا شود بر جسمت ایں جبکہ شگرف	سرد ہمچوں یخ گزندہ ہمچو برف
یہاں تک کہ ہو جاوے یہ جبہ عجیب تیرے جسم پر	یخ کی طرح سرد برف کی طرح ایذا رساں
تا گریزی از وشق ہم از حریر	زو پناہ آری بسوئے ز مہریر
یہاں تک کہ تو بھاگنے لگے پوستین سے اور حریر سے بھی	اس سے زمہریر کی طرف پناہ لے جاوے
تو دو قلہ نیستی یک قلۂ	غافل از قصہ عذاب ظلۂ
تو دو قلہ نہیں ہے بلکہ ایک قلہ ہے	تو قصہ عذاب ظلہ سے غافل ہے
امر حق آمد بشہرستان و دہ	خانہ و دیوار را سایہ مدہ
حق تعالیٰ کا حکم پہنچا شہر اور دیہات میں	گھروں اور دیواروں کو کہ سایہ مت دو
مانع از باراں مباش و آفتاب	تا بداں مرسل شدند امت شتاب
بارش اور آفتاب کی مانع مت ہو	یہاں تک کہ اس رسولؑ کے پاس امتی لوگ دوڑے گئے
کہ بمردیم اغلب اے مہتر اماں	باقیش از دفتر تفسیر خواں
کہ ہم بگمان اغلب مر گئے اے حضرتؑ امن دلوائیے	اس کا بقیہ دفتر تفسیر سے پڑھ لے
چوں عصا را ما کرد آں چست دست	گر ترا عقلے ست ایں نکتہ بس ست
جب عصا کو سانپ بنا دیا اس چالاک دست نے	اگر تجھ کو عقل ہے تو یہی نکتہ کافی ہے
ہمچنیں تا دور و طور مصطفیٰؐ	با ابو جہل آں سپہدار جفا
اسی طرح دور اور طور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک	اس ابوجہل سپہ دار ظلم کے ساتھ
سنگ در تسبیح آمد در شتاب	از میان اصبعین آفتاب
سنگریزہ تسبیح میں آیا فوراً	آفتاب کے دونوں انگشت کے درمیان میں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

منکر آں دید و فرونا ورد سر	دشمنی او کور کردش از نظر
منکر نے اس کو دیکھا اور سر کو نہیں جھکایا	اس کی عداوت نے اس کو نظر کرنے سے کور کر دیا

(وجہ ربط اوپر مذکور ہو چکی ہے کہ بیان حکمت تکوین اشرار مع الابرار کی۔ یعنی) جب مقصود اور حکم (تکوینی) یزدان غفور کا (حلم) قدیم میں (اپنی) تجلی اور ظہور (بعطف تفسیری) تھا (اور) بدوں ایک ضد کے (دوسری) ضد کو (عادۃً بمرتبہ ظہور علمی) ظاہر نہیں کیا جا سکتا اور اس شاہ بے مثل کی کوئی ضد تھی نہیں (کما سیاتی فی ف اور اسی طرح خود ظہور ذات نہیں بحت بھی مرآۃ پر موقوف ہے کما سیاتی فی ف اس لئے دو چیزوں کا وجود قرین حکمت ہوا ایک مرآۃ دوسری اس مرآۃ کی ضد کہ وہ بالواسطہ ضد کہی جا سکتی ہے ذات حق کی اور ضد ہی کی طرح من وجہ سبب ظہور علمی بھی حق تعالیٰ کی ہو سکتی ہے کما سیاتی ایضاً فی ف کیونکہ ضد بلاواسطہ تو محال ہے کما مر من قولہ وان شہ بے مثل را الخ) پس (ان دو چیزوں کے وجود کا یہ سامان کیا کہ) ایک صاحب سینہ کو (یعنی انسان کامل کو کہ وجہ خلافت اس کی نور قلب وصدر ہے اپنا) خلیفہ بنایا تاکہ وہ اس کی شاہی کا آئینہ ہو جاوے (شاہی سے مراد اجتماع جمیع کمالات کہ شاہی کا مستحق ایسا ہی شخص سمجھا جاتا ہے اور) پھر اس (خلیفہ) کو خارج از حدود صفائی عطا فرمائی (جس سے وہ مرآۃ ہو گیا وہذا ہو المعنی بقولہ علیہ السلام ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ ای علیٰ صفتہ) اور اس وقت ظلمت سے اس کی ضد مقرر کی (پس اس طرح دونوں چیزیں حاصل ہو گئیں آگے) اس خلیفہ اور ظلمت کا مصداق متعین فرماتے ہیں دو علم افراخت الخ یعنی ایک آدم وامثالہ مما ذکر فی التفصیل والآتی دوسرا ابلیس وامثالہ کذلک پھر دور تک تفصیلاً ایسے ہی متقابلین کا ذکر چلا گیا ہے پس اس طرح سے ظہور ہو گیا تمام کمالات الٰہیہ کا اور حکمت معلوم ہو گئی تکوین اشرار مع الابرار کی وہذا ہو المقصود ان اشعار اربعہ میں جو استدلال مذکور ہے ایک فائدہ میں اس کی تقریر بقیہ اشعار کی شرح سے پہلے مناسب معلوم ہوتی ہے فاقول بحول اللہ تعالیٰ)

فائدہ۔ حاصل تقریر مقام کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اپنا کمال ظہور منظور ہوا اور کمال ظہور کسی شے موجود فی الخارج کا یہ ہے کہ اس کی ذات کا بھی ظہور ہو اور اس کو ظہور واقعی کہنا چاہئے اور اس کی طرف التفات بھی ہو اور اس کو ظہور علمی کہنا چاہئے پس کمال ظہور مجموعہ ہے ظہور واقعی وعلمی کا اور ظہور واقعی کبھی بلاواسطہ ہوتا ہے جب وہ شے مشاہد ہو جیسے اجسام حاضر عند الحس اور کبھی بواسطہ امور دالہ کے جو اس کے مناسب ہوں ہوتا ہے جب وہ شے مشاہد نہ ہو جیسے روح کہ بواسطہ افعال وحرکات اس کا ظہور ہوتا ہے اور ظہور علمی عادۃً ہمیشہ بواسطہ ایسی چیز کے ہوتا ہے جو اوصاف میں اس کے مقابل اور مقولہ یعنی جنس عالی میں اس کا مشارک ہو اسی کو عرف میں ضد کہتے ہیں اور یہ عام ہے ضد اصطلاحی سے کیونکہ اصطلاحی میں متضادین کا قابل حلول ہونا بھی ضروری ہے اور متضادین عرفی میں یہ ضروری نہیں مثلاً زید وعمرو کو وقت اختلاف اوصاف کے عرفاً ضد کہیں گے اور اصطلاحاً نہ کہیں گے اور اسی ظہور علمی کا عادۃً موقوف ہونا ضد پر حاصل ہے قول مشہور الاشیاء تعرف باضدادہا کا مثلاً دھوپ ہے کہ اس کی ذات کا ظہور تو طلوع شمس سے ہو جاتا ہے لیکن التفات اس کی طرف اور تنبہ اس کے وجود پر کہ حاصل ہے اس کی معرفت کا یہ موقوف ہے مشاہدۂ ظل پر کہ اس کی بالمعنی المذکور ضد ہے پس اللہ تعالیٰ کا کمال ظہور بھی اس تقریر کے موافق موقوف ہوگا ایک تو اس کی ذات کے ظہور پر اور دوسرے کسی ضد کے وجود پر اور چونکہ وہ ذات مشاہد نہیں ہے غیب بحت ہے اس لئے ظہور ذات تو بواسطہ کسی دوسرے امر دال کے ہوگا جو اس کے مناسب ہو ایسے ہی امر دال کو عرف قوم میں

www.besturdubooks.wordpress.com

مظہر اور مثال و مرآۃ کہتے ہیں جس کا مصداق ان کے نزدیک انسان کامل ہے اور یہ مقدمہ کلام میں صریحاً وقصداً مذکور نہیں لیکن مطوی ہے اور شعر پس خلیفہ ساخت صاحب سینہ تابود شاہیش را آئینہ اس پر دال ہے پس ظہور ذات حق تو بواسطہ اس مظہر اور خلیفہ کے ہوا اور چونکہ اس کی کوئی ضد بالمعنی المذکور نہیں کیونکہ اس کے لئے کوئی جنس بھی نہیں پس مشارک فی الجنس کہاں ہوگا اور یہی مضمون ہے اس شعر کا بے ز ضدے ضد را نتوان نمود وان شہ بے مثل را ضدے نبود اس لئے ظہور علمی اس کی ضد کے واسطہ سے تو ہو نہیں سکتا اور ظہور علمی عادۃً موقوف ہے وجود ضد پر اس لئے اس کی یہ صورت ہوگی کہ وہ جو واسطہ تھا ظہور ذات کا یعنی انسان کامل اس واسطہ کی ایک ضد موجود کی گئی تا کہ وہ ضد اولاً اس واسطہ کی کاشف وسبب ظہور علمی ہو اور ثانیاً بواسطہ اس واسطہ کے ذات حق کی کاشف اور سبب ظہور علمی ہو اور یہی مضمون ہے اس شعر کا پس صفائی بے حدودش داد او وانگہ از ظلمت ضدش بنہاد او پس جس طرح اس کا ظہور واقعی بواسطہ مثال کے ہوا اسی طرح اس کا ظہور علمی بواسطہ ضد اس مثال کے ہوا اور مظہریت کی اس تقریر پر بعض کائنات مظاہر حق ہوں گے اور بعض کائنات ان مظاہر کے اضداد ہوں گے اور اس مظہریت کی بعض تقریرات مشہورہ پر یہ مظہریت جمیع کائنات کو عام ہے والاحکام تختلف باختلاف الاعتبارات فافہم انتہت الفائدۃ (اب بقیہ اشعار کی شرح لکھتا ہوں یعنی حق تعالیٰ نے خلیفہ وضد خلیفہ پیدا کر کے گویا) دو پرچم بلند کئے (ایک) سفید (دوسرا) سیاہ (یعنی) ایک آدم علیہ السلام (اور) دوسرا ابلیس راہ (یعنی جو راہ حق میں ابلیسی واغواء کرتا ہے اور ان) دونوں لشکر گاہ عظیم میں جنگ و پیکار جو کچھ بھی جاری رہی جاری رہی (یعنی تخالف آدم وابلیس کا صفات میں افعال میں سب امور میں مشہور ہے یہ تو دور اول میں واقع ہوا) اسی طرح دور دوم میں (ایک) ہابیل تھا (اور) اس کے نور مقدس کا ضد قابیل تھا اسی طرح یہ دونوں پرچم (سفید وسیاہ) یعنی عدل وجور نمرود (کے زمانہ) تک دور دور ہوتا ہوا آیا (پس) وہ ضد ابراہیم کا ہوا اور ان کا مخالف اور وہ دونوں لشکر ہدایت وضلالت کے) کین گزار اور جنگ جو (رہے) جب (اس) جنگ (فیما بین ابراہیم علیہ السلام ونمرود) کی درازی اس کو (یعنی حق تعالیٰ کو) ناخوش معلوم ہوئی تو (بحکم حق) ان دونوں کا فیصل آتش قرار پائی پس (حق تعالیٰ نے) آتش کو فیصل کنندہ اور عذاب (نمرود کے لئے) بنایا (وہ فیصل بھی عذاب ہے) تا کہ ان دونوں شخصوں کی مشکل حل ہو جاوے (نہ کہ بقصحیین بمعنی عذاب ہم آمدہ اور عذاب سے مراد شاید خسار ہو کما قال تعالیٰ بعد ذکر بردالنار فجعلنا ہم الاخسرین یعنی وہ آتش ابراہیم علیہ السلام کو تو ضرر رسان نہ ہوئی اور اس کو زیان رسان ہوئی یہ دونوں کا فیصلہ ہوا اور تحکیم کی نسبت الی اللہ سے شبہ نہ کیا جاوے کہ آگ تو نمرود نے جلائی تھی جواب یہ ہے کہ ایقاد اس کا فعل تھا اور بعد اس کی ایقاد کے تحکیم فعل حق تعالیٰ کا ہے اسی طرح) دور دور اور قرن قرن میں یہ دونوں فریق (اہل ہدایت واہل ضلالت کے) فرعون اور موسیٰ شفیق تک (پہنچے اور) سالہا ان کے درمیان حرب ہوتی رہی (اور) جب (حرب) حد سے گزر گئی اور (منتظران فیصلہ کی) ملولی بڑھانے لگی تو آب دریا کو حق تعالیٰ نے حکم بنایا تا کہ (ظاہر ہو جاوے کہ) کون عاجز (و مغلوب) رہتا ہے (اور) کون ان دونوں سے سبقت (وغلبہ) لے جاتا ہے یہاں تک کہ فرعون کو مع ان فرعونیوں کے آب دریا نے ان کو اس وقت غرق کر دیا (اسی طرح) ثمود کے لئے بھی عذاب بنایا اس صیحہ کو جس نے ان کی روح سلب کر لی (اسی طرح) قوم عاد کے لئے بھی عذاب بنایا ایک زود خیز تیز رو کو یعنی ہوا کو (اسی طرح) عذاب بنایا قارون کے لئے بھی بسبب (اس کے) کینہ کے جو اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا) یہاں تک کہ اس کو اژدہا کی طرح زمین نگل گئی یہاں تک کہ زمین کا حلم بالکل قہر بن گیا (اور) قارون کو اور اس کے خزانہ کو قعر (زمین) تک لے گیا (اور اے مخاطب اس سے تعجب مت کر کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

زمین کا سکون اور حلم سب عذاب ہو گیا کیونکہ حق تعالیٰ کی ایسی قدرت ہے کہ) وہ لقمہ کہ اس تن کا ستون (وما بہ القوام) ہے (اور) گرسنگی نان کی تلوار کا جوشن کی طرح دفعیہ ہے (مگر) جب حق تعالیٰ تیری روٹی میں (جس کا وہ لقمہ جزو ہے) قہر رکھ دے تو خناق کی طرح وہ روٹی تیرے گلے میں پھنس جاوے (اسی طرح) یہ لباس جو کہ سرما سے پناہ دہندہ ہے حق تعالیٰ (اگر چاہے) اس کو مزاج زمہریر کا دیدے (یعنی بجائے گرمی کے اس میں سخت سردی پیدا ہو جاوے) یہاں تک کہ وہ جبہ عجیب تیرے جسم پر یخ کی طرح سرد (اور) برف کی طرح ایذا رساں ہو جاوے یہاں تک کہ تو (اس کی سردی کے سبب) وشق (یعنی پوستین) سے اور حریر سے بھی (جو کہ دفع برد کے لئے موضوع ہیں) بھاگنے لگے (اور) اس سے زمہریر کی طرف پناہ لے جاوے (یعنی وہ گرم کپڑے ایسے سرد ہو جاویں کہ سردی میں زمہریر سے بھی صد ہا درجے بڑھ جاویں کہ تم ان کی سردی کے سامنے زمہریر کو گرم اور غنیمت سمجھ کر زمہریر کی پناہ لینا چاہو جب حق تعالیٰ کی ایسی قدرت ہے تو سکون ارض کا ان کے حکم سے مبدل بہ قہر ہونا کیا بعید ہے آگے اور عذابوں کا ذکر ہے کہ) تو قلتین نہیں ہے بلکہ ایک قلہ ہے (چونکہ بعض فقہاء کے قول پر قلتین کی مقدار کال ہے اس لئے یہ کنایہ کال سے ہے خواہ متکلم حنفی ہوں یا شافعی پس بعض محشین نے جو مولانا کا حنفی ہونا مناقب العارفین سے نقل کیا ہے محل اشکال نہیں مطلب یہ کہ تو عبرت وبصیرت میں کامل نہیں ناقص ہے اس لئے) تو قصہ عذاب ظلہ سے غافل ہے (جو اصحاب ایکہ پر آیا اور وہ قصہ یہ ہے کہ) حق تعالیٰ کا شہر اور دیہات میں گھر اور دیوار کو حکم پہنچا کہ تو سایہ مت دے (اور) مانع بارش اور (مانع) آفتاب مت ہو (کیونکہ جو چیز سایہ افگن ہیں بحکم حق ہیں اگر حق تعالیٰ سایہ دار چیزوں کے اندر سے دھوپ کو چھان دیں تو وہ سایہ افگن نہیں ہو سکتیں پس یہی حکم ہو گیا) یہاں تک کہ اس رسول (یعنی شعیب علیہ السلام) کے پاس امتی لوگ دوڑے گئے کہ ہم بگمان اغلب (جو قریب یقین ہے) مر گئے اے حضرت امن (دلوائیے) اس کا بقیہ دفتر تفسیر سے پڑھ لے (یہ سوال اور اس کا جو جواب دیا ہو میری نظر سے نہیں گزرا عجب نہیں انہوں نے ایمان لانے کو ذریعہ اس سے بچنے کا بتلایا ہو اور انہوں نے نہ مانا ہو اور پھر گرمی سے گھبرا کر ظلہ کے نیچے جمع ہو کر ہلاک ہو گئے ہوں اسی طرح دور موسوی میں) جب عصا کو سانپ بنا دیا اس چابک دست (یعنی موسیٰ علیہ السلام) نے (چابک دست بوجہ فوریت کے کہا قال تعالیٰ فاذا ھو ثعبان اے مخاطب) اگر تجھ کو (دین کی) عقل ہے تو یہی نکتہ کافی ہے (یعنی اثبات کمال حق وقبول دین کے لئے) اسی طرح دور اور طور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک (وہی تقابل ابرار واشرار کا پہنچا چنانچہ آپ کا معاملہ) اس ابوجہل سپہ دار ظلم کے ساتھ (واقع ہوا اس میں سے ایک یہ ہوا کہ) سنگ ریزہ تسبیح میں آیا فوراً آفتاب (حق یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی دونوں انگشت کے درمیان میں سے (جس کا قصہ اس طرح ہے۔ سنگہا اندر کف بوجہل بود گفت اے احمد بگو ایں چیست زود مگر) منکر (یعنی ابوجہل) نے اس کو دیکھا اور سرنگوں نہیں کیا اس کی عداوت نے اس کو نظر (وفکر) کرنے سے کور کر دیا۔ آگے بمناسبت شعر اخیر کے بطور انتقال کے نظر کی ضرورت اور اس کے نافع ہونے کے شرائط کہ امعان واستعانت بصحبت کاملین ہے ذکر فرماتے ہیں۔

تو نظر داری و لے امعانش نیست	چشمۂ افسردہ است و کردہ ایست
تو نظر رکھتا ہے ولیکن اس میں امعان نہیں ہے	ایک چشمہ جامد ہے اور وہ رکود کئے ہوئے ہے
زیں ہمی گوید نگارندہ فکر	کہ بکن اے بندہا معان نظر
اسی وجہ سے مصور افکار فرماتے ہیں	کہ اے بندہ امعان نظر اختیار کر

www.besturdubooks.wordpress.com

آں نمی خواہد کہ آہن کوب سرد	لیک اے پولاد بر داؤدش گرد
حق تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ لوہے کو ٹھنڈا کوٹتا رہ	لیکن اے فولاد تو داؤد علیہ السلام کے پاس رجوع کر
تن بمردت سوی اسرافیل راں	دل فسردت رو بخورشید رواں
تیرا تن مر گیا ہو تو اسرافیل کی طرف رواں ہو	تیرا دل افسردہ ہو گیا ہو تو خورشید روح کی طرف جا
در خیال از بسکہ گشتی ملتسی	تک بسو فسطائی بدظن رسی
تو خیال میں از بسکہ پیچیدہ ہو رہا ہے	تو سو فسطائی بد اعتقاد کی طرف پہنچا جاتا ہے
او خود از لب خرد معزول گشت	شد ز حس محروم و معزول کشت
وہ خود ہی مغز عقل سے برکنار تھا	حس سے بھی محروم ہوا اور وجود سے بھی برکنار ہوا
گرز خود و ز لب خود معزول بود	شد ز حس محروم و معزول از وجود
وہ اگر اپنے سے اور اپنے مغز سے برکنار ہوا	تو اپنے وجود حس سے بھی علیحدہ ہو گیا
ہیں سخن خا، نوبت لب خائی ست	گر بگوئی خلق را رسوائی ست
ہاں اے سخن خا۔ لب خائی کا موقع ہے	اگر خلق سے کہہ دے گے تو رسوائی ہے
چیست امعاں؟ چشمہ را کردن رواں	چوں ز تن جاں رست گویندش رواں
امعان کیا چیز ہے چشمہ کو جاری کرنا	چونکہ تن سے روح چھوٹ جاتی ہے تو اس کو رواں کہتے ہیں
آں حکیمے را کہ جاں از بند تن	باز رست و شد رواں اندر چمن
وہ ایک فلسفی جس کی جان بند تن سے	چھوٹ کر چمن میں روانہ ہوئی ہے
یا رواں شد خود بسوئے ہاویہ	ہمچو موش از زاویہ در زاویہ
یا ہاویہ کی طرف روانہ ہوئی ہے	چوہے کی طرح ایک بل سے دوسرے بل میں
دو لقب را او بریں ہر دو نہاد	بہر فرق اے آفریں بر جانش باد
اس نے ان دونوں پر دو لقب رکھے ہیں	فرق کرنے کے لئے اے مخاطب اس کی روح پر آفرین ہو
در بیان آنکہ بر فرماں رود	گر گلے را خار خواہد آں شود
اس شخص کے بیان کے لئے ہے جو کہ فرمان حق پر چلتا ہے	اگر وہ گل کو خار چاہے تو وہی ہو جاتا ہے

تو نظر (عقلی) رکھتا ہے ولیکن اس میں امعان نہیں ہے (امعان بمعنی تیز کردن نظر و در رفتن در کارے یعنی در کارے غور کردن کذا فی الغیاث و نیک نگریستن و معن رواں شدن آب کذا فی المنتخب فالامعان من ہذا بمعنی رواں کردن اب باشد

یعنی تعمق سے فکر نہیں کرتے اس لئے) وہ (مثل) ایک چشمہ جامد (کے) ہے اور وہ رکو دلئے ہوئے ہے (اسی طرح تیری قوت فکریہ مطالب حقیقیہ میں توجہ نہیں کرتی) اسی وجہ سے مصور الانکار (یعنی حق تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ اے بندہ امعن نظر (اختیار) کر (اشارہ ہے اس آیت کی طرف فارجع البصر هل تریٰ من فطور ثم ارجع البصر کرتین الآیۃ کذافی الحاشیۃ اور ظاہر ہے کہ بار بار نظر کرنا بھی امعان ہے اور اسی پر قیاس کر لیں گے نظر عقلی کو کہ وہ مطلوبیت میں اس سے زیادہ ہے اور یا اشارہ ہے اس قسم کی آیات کی طرف وکاین من آیۃ فی السمٰوات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون کہ شکایت مستلزم ہے امر بالنظر کو پس ایک شرط تو نافعیت نظر کی اس کا امعان ہے اور دوسری شرط آگے ہے یعنی) حق تعالیٰ (امر بالنظر میں) یہ نہیں چاہتا کہ لوہے کو ٹھنڈا کوٹا رہ (یعنی صرف غور اور فکر مطلوب نہیں کہ اگر اس کے ساتھ استعانت بمقبولین و متبعین وحی نہیں تو وہ نظر عقلی فلاسفہ کی سی نظر ہوگی جو حقیقت بینی کے لئے کافی نہیں جیسے کوئی ٹھنڈا لوہا پیٹا کرے کہ کوشش تو ہوگی مگر بیکار سو یہ مطلوب نہیں) لیکن (مطلوب حق یہ ہے کہ) اے فولاد تو داؤد علیہ السلام کے پاس رجوع کر (یعنی جو شخص اپنے زمانہ کا داؤد صفت ہو جس کی صحبت میں اہل قساوت متاثر ہوں اس سے تعلق پیدا کر مقصود اس سے امر ہے صحبت کاملین کا کہ ایک شرط نافعیت نظر کی یہ ہے چنانچہ مقبولین کے مستفیضین اور عقل محض کے متبعین کی صحت نظر اور نور فہم میں فرق عظیم مشاہد ہے آگے صحبت مقبولین کے اس اثر کی کہ اس سے نظر نافع اور صحیح ہو جاتی ہے وجہ بتلاتے ہیں کہ اگر) تیرا تن مر گیا ہو تو اسرافیل کی طرف رواں ہو (اور اگر) تیرا دل افسردہ ہو گیا ہو تو خورشید روح کی طرف جا (یعنی ایسی روح کی طرف کہ تنویر میں مثل خورشید کے ہو حاصل وجہ کا یہ ہوا کہ اولیاء اللہ کی صحبت چونکہ محیی قلب ہے جس کے اعتبار سے وہ حیات بخشی میں اسرافیل علیہ السلام سے بھی اکمل ہیں اور حیات قلب کا دخل ادراک کے صحیح ہونے میں ظاہر ہے اس لئے یہ صحبت موجب صحت ادراک ہے مگر) تو (بوجہ اس کے کہ) خیال میں از بسکہ پیچیدہ (مثل کسوت پوشیدہ کے) ہو رہا ہے (اس لئے بجائے صحبت مقبولین کے) تو سوفسطائی بداعتقاد کی طرف پہنچا جاتا ہے (جو کہ تمام عالم کو خیال فاسد بتلاتا ہے پس تیرا خیال فاسد مجانست کا سبب ہو کر تجھ کو اس کی طرف لئے جاتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب وہ حقائق ہی کا منکر ہے تو امعان نظر حقائق میں کیوں کرے گا اس واسطے تو بھی اس کی صحبت میں حقائق سے اعمٰی رہے گا آگے اس کے اسی انکار حقائق کا بیان فرماتے ہیں کہ) وہ خود ہی مغز عقل سے برکنار تھا (اور سوفسطائی ہونے کے سبب وہ) حس سے بھی محروم ہوا اور (اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنی) وجود (کے اعتقاد) سے بھی برکنار ہوا (اور یہی مضمون بالفاظ دیگر ہے کہ) وہ اگر اپنے (وجود کے اعتقاد) سے اور اپنے مغز (عقل) سے برکنار ہوا تو (اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اپنے وجود حس سے بھی علیحدہ ہو گیا (دونوں شعروں میں سے ہر شعر میں تین حکم کئے ہیں۔ مغز عقل سے جدا ہونا حس سے محروم ہونا اپنے وجود کے اعتقاد سے علیحدہ ہونا حکم اول تو اس اعتبار سے کہ انکار حقائق ظاہر ہے کہ عقل صحیح کے خلاف ہے اور عقل کا مغز یہی ادراک صحیح ہے اور دوسرا حکم اس لئے کہ جب وہ سوفسطائیت کے سبب منکر حقائق ہے اور بہت اشیاء کے حقائق مدرک بالحواس ہیں تو گویا حس سے بھی محروم ہوا کیونکہ کوئی حاسہ اس کے کام نہ آیا اور تیسرا حکم بھی اسی لئے کہ وہ جب ہر حقیقت کا منکر ہے تو اپنے وجود کی حقیقت کا بھی منکر ہوگا پس انکار اعتقاد وجود کا حکم صحیح ہو گیا خلاصہ یہ کہ تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کرتا ہے اور یہ شبہ نہ ہو کہ اہل اللہ کی صحبت سے گریز کرنے والے سب تو سوفسطائیہ کی صحبت اختیار نہیں کرتے پھر یہ حکم کیسے صحیح ہوگا جواب یہ ہے کہ غیر اہل اللہ اگر اعتقاداً سوفسطائی نہیں تو عملاً و حالاً تو ہیں کیونکہ جب حقائق مقصودہ کی طرف انہوں نے توجہ نہ کی تو یہ مشابہ دان

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی کے ہوگئے جو کہ ان حقائق کے منکر ہیں اور دوسرے حقائق ان حقائق کے سامنے غیر معتد بہ ہیں پس ان کا انکار گویا تمام حقائق کا انکار ہے پس اس طرح یہ لوگ سوفسطائی ہوگئے اور ان دو شعروں میں جو لب عقل کا ذکر ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اس کے بعض مدرکات غامضہ مثل اسرار توحید وغیرہ کی طرف ذہن منتقل ہو کر اس کے بیان کا کچھ جوش ہوا ہے خصوص جبکہ اس سے اوپر شروع سرخی میں مسئلہ ظہور حق بواسطہ خلق کا بھی مذکور ہو کر اس کا سلسلہ یہاں تک پہنچا ہے مگر ساتھ ہی ضعف فہم عامہ سامعین کی طرف بھی نظر پہنچی ہے اس لئے اس سے سکوت کو ترجیح دے کر اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ) ہاں اے سخن خا (یعنی سخن گو اب) لب خائی یعنے سکوت) کا موقع ہے (پس بجائے سخن خائی کے لب خائی کو اختیار کرو اور) اگر خلق سے (وہ اسرار) کہہ دوگے تو رسوائی (کی بات) ہے (انکار و اعتراض کا رسوائی ہونا ظاہر ہے اور اس سے متکلم کا تو کوئی ضرر نہیں مخاطب کو یہ ضرر ہے کہ شاید کوئی ارشاد نافع قبول کر لیتا جیسے اسی مقام پر جس مضمون کا ذکر ہو رہا ہے یعنی امعان نظر و صحبت اہل نظر اس سے شاید مخاطب کو نفع ہوتا تو انکار و اعتراض کی بدولت اس سے بھی محروم ہو جاوے گا اس لئے ان اسرار کو چھوڑ کر پھر مضمون مقام یعنی امعان کے متعلق فرماتے ہیں کہ) معان (لغت میں) کیا چیز ہے چشمہ کو جاری کرنا (جیسا کہ شعر اول کے حل کے ضمن میں نقل کیا گیا ہے اور اصل یہی ہے کہ علوم میں جب تک کہ دوسرے معنے کی طرف نقل کرنا کسی دلیل سے ثابت نہ ہو الفاظ کو اپنے معانی لغویہ پر رہنا چاہئے پس اس بناء پر امعان نظر کے معنے ہوں گے روان کردن نظر اور یہ نظر کی روانی یہی تحریک قوت فکریہ ہے جو ذریعہ ہے ادراک حقائق صحیحہ کا پس ہم اس قول زرین ہی کو یداً لخ میں اسی کا امر کر رہے ہیں آگے دوسرے مصرعہ میں روانی نظر کے اس معنے کی تائید میں جو کہ نظر کے لئے بضمن تفسیر لفظ امعان ثابت کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ دیکھو) چونکہ تن سے روح چھوٹ جاتی ہے خواہ حقیقۃً جیسے موت کے وقت خواہ حکما جیسے نوم کے وقت یا توجہ الی المعقولات والمغیبات کے وقت) تو اس کو (فارسی میں) رواں کہتے ہیں (اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ بدون دلیل نقل الفاظ اپنے معانی لغویہ پر رہتے ہیں تو روح کے لئے روان ہونا ثابت ہوا اور چونکہ الفاظ میں یہ بھی اصل ہے کہ اشتراک نہ ہو اس لئے اس کو مستقل لغت نہ کہیں گے بلکہ رواں بمعنے جاری کے اس کو بھی ایک فرد کہیں گے تو دیکھو روانی کا اطلاق غیر آب وغیر اجسام پر بھی ہوا جبکہ اس کے مناسب اس میں روانی ہو پس جیسی روح کے لئے ایک روانی اس کے مناسب ثابت ہوئی اسی طرح نظر و فکر کے لئے اس کے مناسب روانی کا ثابت کرنا بعید نہ ہوا فصح تفسیر نا الامعان النظر بما ذکرنا آگے روح کے رواں کہنے کو ایک حکیم سے احتجاجا علی معتقدی الفلاسفہ نقل کرتے ہیں کہ) وہ ایک فلسفی جس کی جان بند تن سے چھوٹ کر (خدا کو معلوم کہ) چمن (بہشت) میں روانہ ہوئی ہے یا ہاویہ کی طرف روانہ ہوئی ہے جو بہ کی طرح (کہ) ایک بل سے دوسرے بل میں (جاتا ہے اسی طرح ہاویہ میں جانے کی تقدیر پر وہ ایک بجن یعنی دنیا سے دوسری بجن یعنی ہاویہ میں گئی ہو) اس (فلسفی) نے ان دونوں (روحوں) پر (کہ ایک روح انسانی ہے دوسری روح حیوانی) دو لقب رکھے ہیں (دونوں میں) فرق کرنے کے لئے اے مخاطب (میں اس فرق کی وجہ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کی روح پر آفرین ہو (بعض محشین نے اس کے حل میں شیخ ابو علی بن سینا کا قول اس کے رسالہ معراجیہ سے نقل کیا ہے کہ رواں نفس ناطقہ است و جان روح حیوانی اھ پس اس فلسفی سے مراد شیخ ابو علی ہوگا یعنی دیکھو ابو علی بھی روان صرف ناطقہ کو کہتا ہے روح حیوانی کو نہیں کہتا اس سے معلوم ہوا کہ اس نے بھی معنے روانی کا اعتبار کیا ہے چونکہ روح حیوانی یعنی بخار خاص کہیں منتقل ہو کر نہیں جاتا یہاں ہی مثل چراغ کے منطفی ہو جاتا ہے اس کو روان نہیں کہا اور نفس ناطقہ عالم غیب کی طرف جاتا ہے بالمعنی المناسب کہا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے اس کو رواں کہا پس احتجاج للتائید صحیح ہو گیا اور یہ جو درمیان میں فرمایا کہ بہشت میں گیا ہے یا دوزخ میں وجہ اس کی یہ ہے کہ بعض نے اس کی تکفیر کی ہے پس مولانا نے اس میں اشارہ فرمایا کہ اس میں احتیاط اور علم الٰہی کی طرف حوالہ کرنا بہتر ہے اور بوجہ اس کے دعوے اسلام کے اس کے موجبات کفر میں تاویلات مناسبہ کر لی جاویں اور اگر شبہ ہو کہ باوجود شک کے اس کے اسلام و کفر میں اس کو دعا کیسے دی کہ نفع دعا کا بلکہ جواز دعا کا بھی موقوف ہے اسلام پر جواب یہ ہے کہ دعا عمل ہے اس کے جواز کے لئے ظن بھی کافی ہے اور اس کا دعویٰ اسلام دلیل ظنی ہے اسلام کی اور اس کے مومن و کافر عنداللہ ہونے کا حکم یہ اعتقاد ہے اس کے لئے دلیل یقینی ضروری ہے اس کو حوالہ بہ علم حق کیا اور اگر شیخ کا اسلام ثابت مان لیا جاوے جیسا کہ ظاہر بھی ہے تو یہ تردید اس اعتبار سے ہوگی کہ اس کے بعض عقائد بدعیہ پر عفو یا عذاب غیر مخلد دونوں محتمل ہیں اور حدیث افتراق میں فی النار کے یہی معنے ہیں اور دعا مسلم مبتدع کے لئے بھی جائز بلکہ افضل ہے اور شعر دو لقب را او برین ہر دو نہاد الخ میں ایں ہر دو کا مشار الیہ گو یہاں مذکور نہیں لیکن اس کے قول کے شہرت کی بناء پر غیر مذکور کو بجائے مذکور کے قرار دے کر اشارہ کر دیا اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مصرعہ چوں ز تن جاں رست گویندش رواں میں ایک تو صریحاً مذکور ہے اور علوم بلاغت میں مقرر ہوا ہے کہ ایک مقابل کا ذکر دوسرے مقابل کے ذکر پر بھی دال سمجھا جاتا ہے و نظائر کثیرہ قال تعالیٰ بیدک الخیر ای والشر و قال تعالیٰ و جعل لکم سرابیل تقیکم الحر ای والبرد و غیر ذلک پس اس طرح سے ذکر رواں دال ہوا ذکر جان پر بھی پس اس طرح دونوں مشار الیہ مذکور ہو گئے اور چونکہ اس قول سے احتجاج کرنا مستلزم ہے اس کے اعتقاد صحت کو اس لئے اس کے اس قول پر بصیغہ دعا اس کی تحسین کی آگے فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ مضمون کہ روح کو رواں کہتے ہیں بظاہر نظر کی روانی کے معنے تائید میں لایا گیا ہے لیکن اصل میں اس مضمون کا لانا) اس شخص کے بیان (حال) کے لئے ہے جو کہ فرمان حق پر چلتا ہے (اور وہ حال اس کا جس کا کہ بیان کرنا مقصود ہے بناء بر مقبولیت یہ ہے کہ) اگر وہ (مثلاً) گل کو خار (بنوا نا حق تعالیٰ سے) چاہے تو (خدا کے بنانے سے) وہی ہو جاتا ہے (یعنی صرف تائید تفسیر امعان کی اصلی مقصود نہیں بلکہ مقصود اصلی یہ ہے کہ اس تائید سے امعان کی تفسیر محقق ہو پھر اس تفسیر کے موافق امعان پر عمل کرے اور امعان پر عمل کرنے سے اس کو ایسے حضرات کی معرفت ہو کیونکہ عدم امعان ہی ان کی معرفت و اتباع سے مانع تھا چنانچہ امعان کے مضمون سے پہلے غیر اہل امعان کی حالت کا بیان کیا گیا تھا کہ ابوجہل معجزات دیکھ کر بھی منکر رہا اور اس کی عداوت نے اس کو نظر نہ کرنے دیا یہی حاصل تھا عدم امعان کا اسی پر امعان کا مضمون شروع ہو گیا تھا غرض عدم امعان جو کہ مانع تھا وہ مرتفع ہو اور امعان حاصل ہو اور امعان سے ایسے حضرات کی معرفت ہو اور معرفت سے ان کی اتباع کرے پس اس طرح سے اصل مقصود اس مضمون اطلاق رواں بر روح سے ایسے فرمانبرداروں کا حال و وصف بیان کرنا ہوا تا کہ ان کو معلوم کر کے ان کی اتباع کرے پس در بیان میں لفظ در بمعنے فی اجلیہ ہے کما فی قولہ علیہ السلام عذبت فی ہرۃ ای لہرۃ اور دوسرے مصرعہ میں جو حال بیان کیا ہے مقصود حصر نہیں ہے بلکہ منجملہ اس کے احوال کے یہ بھی ہے اور یہ کنایہ ہے مقبولیت سے کیونکہ یہ بھی ایک مقبولیت کا اثر ہے پس حاصل اس حال کا بیان ہوا اس کی مقبولیت کا یعنی یہ سب مضمون بغرض بیان مقبولیت مقبولین کے ہے تا کہ سامع ان میں داخل ہو آگے ہود علیہ السلام کا قصہ متضمن بعض آثار مقبولیت بتائید مضمون مقبولیت بیان فرماویں گے)

فائدہ:۔ احقر اس ایک شعر اخیر کی شرح سوچنے میں غالباً ایک گھنٹہ یا کچھ زیادہ پریشان رہا حواشی متعددہ سے بھی شفا نہ ہوئی آخر حضرت مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اتنی عبارت اس شعر کے متعلق حاشیہ پر نظر آئی یعنی اطلاق رواں بر جان الخ جس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

میں مبتلا سمجھا اور درمیان آنکہ ناسخ کو خبر سمجھا اور رجوع بحق کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت مرشدؒ کی برکت سے اس شعر کا حل قلب میں اس طور پر القافرمایا جیسا لکھا گیا و الفطن انہ لا یوجد احسن من ہذا واللہ اعلم و فوق کل ذی علم علیم فقط۔

معجزۂ ہود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام در تخلیص مومنان امت بوقت نزول باد

پیغمبر ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہوا کے نازل ہونے کے وقت اُمت کے مومنوں کو بچانے کے لئے

(اس قصہ سے حضرت ہود علیہ السلام اور مومنین دونوں کی مقبولیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ صدور معجزہ اور نجات عن العذاب دونوں آثار مقبولیت سے ہیں اور یہی مقبولیت وجہ ربط ہے اس کی ماقبل کے ساتھ جیسا اوپر مذکور ہوا اور عنوان گل و خار کی خصوصیت سے ربط اور بھی موکد ہو جاوے گا کہ ہوا کہ فرحت بخشی میں مثل گل کے ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام اور مومنین کی استدعا پر خواہ وہ استدعاء قالی ہوا گر انہوں نے بددعا کی ہو یا حالی ہوا گر انہوں نے بددعا نہ کی ہو لیکن حق تعالیٰ نے ان پر ظلم ہونے کے سبب عذاب نازل کیا ہو تو سبب نزول عذاب ان کے لئے انتقال لینا ہوا اور یہ استدعا حالی ہے کما قال تعالیٰ قصہ نوح علیہ السلام جزاءً لمن کان کفر اور ہر حال میں یہ مضمون اول کے دو تین شعر میں مذکور ہو کر پھر ایک مناسب سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرمادیں گے اور اس کے بعد متعدد انتقالات ہوں گے چنانچہ معلوم ہوگا)۔

ہودؑ گرد مومناں خطے کشید	تا زباد آں قوم او رنجے ندید
ہود علیہ السلام نے مومنین کے گرد ایک خط کھینچ دیا	یہاں تک کہ ہوا سے ان کی اس قوم نے کوئی تکلیف نہیں دیکھی
مومناں از دست باد ضائرہ	جملہ بنشستند اندر دائرہ
مومنین. باد ضرر رساں کے ہاتھ سے	سب کے سب دائرہ کے اندر بیٹھ گئے
باد طوفاں بود و او کشتی عسے	ہست ازیں طوفاں وایں کشتی بسے
ہوا تو طوفان تھی اور وہ کشتی تھا بالیقین	اس طوفان اور اس کشتی سے بہت ہیں
باد طوفاں بود و کشتی لطف ہو	بس چنیں کشتی و طوفاں وارد او
ہوا طوفان تھی اور کشتی لطف حق تھا	حق تعالیٰ بہت سی کشتی اور طوفان رکھتا ہے
پادشاہے را خدا کشتی کند	تا بحرص خویش بر صفہا زند
ایک بادشاہ کو خدائے تعالیٰ کشتی کر دیتا ہے	یہاں تک کہ وہ اپنی حرص سے صفوں پر حملہ کرتا ہے
قصد شاہ آں نے کہ خلق ایمن شوند	قصدش آنکہ ملک گردد پائے بند
بادشاہ کا یہ قصد نہیں ہوتا کہ خلق مامون رہیں	اس کا قصد یہ ہوتا ہے کہ ملک مسخر ہو جاوے
آں خراسی می دود قصدش خلاص	تا بیابد او ز زخم آں دم مناص
وہ چکی میں چلنے والا جانور دوڑتا ہے اس کا قصد خلاصی ہوتی ہے	تاکہ وہ ضرب سے اس وقت رہائی حاصل کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

قصد او آں نے کہ آبے بر کشد	یا کہ کنجد را بداں روغن کند
اس کا یہ مقصود نہیں ہوتا کہ پانی کھینچے	یا کہ اس دوڑنے سے کنجد کو روغن کر دے
گاؤ بشتابد زبیم زخم سخت	نے برائے بردن گردوں ورخت
بیل ضرب شدید کے خوف سے دوڑتا ہے	نہ کہ گاڑی اور اسباب کے لے جانے کے لئے
لیک دادش حق چنیں خوف و وجع	تا مصالح حاصل آید در تبع
لیکن حق تعالیٰ نے اس کو ایسا خوف درد کا دیدیا ہے	تاکہ تبعاً مصلحتیں بھی حاصل ہو جاویں
ہمچنیں ہر کاسبے اندر دکاں	بہر خود کوشد نہ اصلاح جہاں
اسی طرح ہر صاحب کسب دکان میں	اپنے لئے کوشش کرتا ہے نہ کہ اصلاح عالم میں
ہر یکے بر درد جوید مرہمے	در تبع قائم شدہ زیں عالمے
ہر شخص اپنے درد پر مرہم تلاش کرتا ہے	تبعیت میں اس سے عالم قائم ہو گیا ہے
حق ستون ایں جہاں از ترس ساخت	ہر یکے از ترس جاں در کار باخت
حق تعالیٰ نے اس عالم کا ستون خوف سے بنایا ہے	ہر شخص نے نفس کے خوف سے جان بازی کر رکھی ہے
حمد ایزد را کہ ترسے را چنیں	کرد او معمار و اصلاح زمیں
حضرت ایزد کے لئے حمد ہے کہ اس نے خوف کو اس طرح	سبب عمارات اور سبب اصلاح دنیا کر دیا
ایں ہمہ ترسندہ اند از نیک و بد	ہیچ ترسندہ نترسد خود ز خود
یہ سب نیک اور بد خائف ہیں	کوئی ڈرنے والا خود بخود نہیں ڈرتا
پس حقیقت بر ہمہ حاکم کسے ست	کہ قریب ست و اگر محسوس نیست
پس حقیقت میں سب پر حاکم کوئی ایسا شخص ہے	کہ وہ قریب ہے اگرچہ محسوس نہیں ہے
ہست او اندر کمیں اے بوالہوس	تا نگردی فارغ از شب اے عسس
وہ گھات میں ہے اے بوالہوس	تاکہ تو اے عسس شب سے بے فکر نہ ہو جاوے
ہست او محسوس اندر مکمنے	لیک محسوس حس ایں خانہ نے
وہ محسوس ہے ایک گھات میں	لیکن وہ اس خانہ کے حواس کا محسوس نہیں ہے
آں حسے کہ حق براں حس مظہر ست	نیست حس ایں جہاں آں دیگر ست
وہ حس جس حس پر کہ حق تعالیٰ ظاہر ہے	وہ اس عالم کی حس نہیں ہے اس عالم کی حس دوسری ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حس حیواں گر بدیدے آں صور	بایزیدؒ وقت بودے گاؤ و خر
حس حیوانی اگر ان صور کو ادراک کر لیا کرتی	تو گاؤ و خر بایزید وقت ہو جایا کرتے
آنکہ تن را مظہر ہر روح کرد	وانکہ کشتی را براق نوحؑ کرد
جس نے جسم کو ہر روح کا مظہر کیا	اور جس نے کشتی کو نوح علیہ السلام کا براق بنایا
گر بخواہد عین کشتی را بخو	او کند طوفان تو اے نور جو
وہ اگر چاہے تو عین کشتی کو خاصیت میں	وہ تیرا طوفان بنا دے اے طالب نور
ہر دمت طوفان و کشتی اے مقل	باغم و شادیت کرد او متصل
اے قلیل البضاعۃ ہر وقت تیرے طوفان اور کشتی کو	اس نے غم اور خوشی کے ساتھ متصل کر رکھا ہے
گر نہ بینی کشتی و دریا بہ پیش	لرزہا بیں در ہمہ اجزائے خویش
اگر تو کشتی اور دریا سامنے نہیں دیکھتا	تو اپنے تمام اجزاء میں لرزے کو دیکھ لے
چوں نہ بیند اصل ترسش را عیوں	ترس دارد از خیال گونا گوں
جب اپنے خوف کے مبداء کو آنکھوں والا نہیں دیکھا	خیالات گونا گوں سے وہ خوف رکھتا ہے
مشت براعمٰی زند یک جلف مست	کور پندارد لکد زن استر ست
کسی اندھے کو کوئی جفا کار مست ایک گھونسا لگائے	اندھا خیال کرے کہ لات مارنے والا کوئی خچر ہے
زانکہ آں دم بانگ استر می شنید	کور را گوش ست آئینہ نہ دید
کیونکہ اس وقت وہ خچر کی آواز سن رہا تھا	اندھے کا آئینہ کان ہے نہ کہ آنکھ
باز گوید کور نے ایں سنگ بود	یا مگر از قبۂ پر طنگ بود
پھر اندھا کہتا ہے نہیں یہ پتھر تھا	یا شاید کسی قبر پر آواز سے تھا
ایں نبود و آں نبود و او نبود	آنکہ او ترس آفرید ایںہا نمود
یہ بھی نہ تھا اور وہ بھی نہ تھا اور وہ بھی نہ تھا	جس شخص نے قلب میں خوف پیدا کیا اسی نے یہ سب چیزیں ظاہر کیں
ترس و لرزہ باشد از غیرے یقیں	ہیچکس از خود نترسد اے حزیں
خوف اور لرزہ غیر کی طرف سے ہوتا ہے بالیقین	کوئی شخص از خود نہیں ڈرا کرتا اے حزیں
آں حکیمک وہم خواند ترس را	فہم کژ کردست او ایں درس را
وہ مردک حکیم خوف کو وہم کہتا ہے	اس نے اس درس کے متعلق فہم کو کج کر دیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیچ وہمے بے حقیقت کے بود	ہیچ قلبے بے صحیحے کے رود
کوئی وہم بلاحقیقت کب ہوتا ہے	کوئی کھوٹا بدوں کھرے کے کب چلتا ہے
کے دروغے قیمت آرد بے زراست	در دو عالم ہر دروغ از راست خاست
کب جھوٹ بات رونق پاتی ہے بدوں سچ کے	دونوں عالم میں ہر جھوٹ سچ ہی کے سبب پیدا ہوا ہے
راست را دید او رواجے و فروغ	بر امید آں رواں کرد او دروغ
سچ کا اس نے رواج اور فروغ دیکھا	اس کی امید پر اس نے جھوٹ کو جاری کر دیا
اے دروغے کہ ز صدقت ایں نواست	شکر نعمت کن مکن انکار راست
اے جھوٹ جس کا یہ سامان سچ کے سبب سے ہے	تو نعمت کا شکر کر سچ کا انکار مت کر

ہود علیہ السلام نے مومنین کے گرد (عذاب صرصر کے وقت) ایک خط کھینچ دیا یہاں تک کہ ہوا سے ان کی اس قوم (مومنین) نے کوئی تکلیف نہیں دیکھی (اور وہ) مومنین باد ضرر رساں کے ہاتھ سے سب کے سب (اس) دائرہ کے اندر بیٹھ گئے (پس وہ) ہوا تو طوفان تھی اور وہ (دائرہ) کشتی تھا بالیقین (عسے بیائے مجہول امالہ عسیٰ بالف مقصورہ کلمہ ترجی ست و بمعنے یقین ہم آمدہ اور) اس (قسم کے) طوفان اور اس (قسم کی) کشتی (میں) سے بہت (افراد) ہیں (اور بعنوان دیگر اس مضمون کو یوں سمجھو کہ) ہوا طوفان تھی اور کشتی لطف حق تھا (جو بواسطہ دائرہ کے فائض تھا اور اختلاف عنوان اسی جزو میں ہے اور) حق تعالیٰ بہت سی کشتی اور طوفان رکھتا ہے (یعنی بہت سی چیزوں کو آلہ ضرر اور بہت سی چیزوں کو اس ضرر سے آلہ حفاظت بنایا ہے اور یہ تکثیر ان آلات کے اعتبار سے ہے نہ کہ موثر حقیقی کے اعتبار سے جس کو ایک شعر میں لطف ہوسے تعبیر کیا ہے کیونکہ لطف تو امر واحد ہے البتہ اگر لطف کے تعلقات کا اعتبار کیا جاوے تو اس میں بھی تعدد کا حکم صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق ایک محل کے ساتھ اور ہے اور دوسرے محل کے ساتھ دوسرا کما ہو مقرر فی علم الکلام مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کا تصرف نہایت وسیع ہے اس نے کسی چیز کو نافع بنا دیا کسی چیز کو مضر آگے ان کشتیوں یعنی اشیاء نافعہ بتکوین حق کی مختصری تفصیل ہے تا کہ مضمون کا خوب استحضار ہو جاوے اور اس میں مضمون سابق یعنی بیان آثار مقبولیت مقبولین سے انتقال ہو گیا طرف مضمون توسع فی الاشیاء النافعہ والمضرۃ کے پس فرماتے ہیں کہ مثلاً) ایک بادشاہ کو خدائے تعالیٰ کی کشتی (حکمی) کر دیتا ہے (جس سے عام آدمی طوفان مفسدین سے امن پاتے ہیں آگے اس کے کشتی بنانے کی ایک تفریع ہے یعنی) یہاں تک کہ وہ اپنی حرص سے (اعداء کی) صفوں پر حملہ کرتا ہے (اور اس) بادشاہ کا یہ قصد نہیں ہوتا کہ خلق مامون (ہو کر) رہیں (بلکہ) اس کا قصد (صرف) یہ ہوتا ہے کہ ملک مسخر ہو جاوے (مگر اس پر امن بھی مرتب ہو جاتا ہے تقریر تفریع کی یہ ہوئی کہ خدائے تعالیٰ کو اس سے کشتی کا کام لینا تھا اس میں یہ مادہ حرص پیدا کر دیا اور اس کی فرع حملہ بر اعداء ہوا اور اس پر بسببیت امن مرتب ہو گیا تو تا بحرص خویش الخ اصل میں فرع ہے ایداع حرص کی مگر کشتی کردن چونکہ بعادت حق اس کو مستلزم ہے اس لئے کشتی کردن کا ذکر گویا اس ایداع کا ذکر ہے پس تفریع صحیح ہے اور تفصیل کی اس مثال میں انتقال ذرا انتقال ہے کیونکہ ایک انتقال تو یہ تھا کہ بعض اشیاء نافع اور بعض مضر ہیں اور دوسرا انتقال یہ ہوا کہ اشیاء نافعہ میں جو ذی اختیار ہیں ان میں بعض وہ ہیں جن کا نافع ہونا ارادی و قصدی نہیں ہے یعنی وہ کوئی کام اپنی مصلحت کے لئے کرتے ہیں مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

بلا قصد اس پر دوسروں کی بھی مصلحت مرتب ہو جاتی ہے اور زیادہ ایسی ہی ہیں چنانچہ بادشاہ کی مثال میں معلوم ہوا آگے اسی کی اور مثال ہے یعنی دیکھو کہ) وہ چکی میں چلنے والا جانور دوڑتا ہے (اور) اس کا قصد (اپنی) خلاصی ہوتی ہے تا کہ وہ ضرب سے اس وقت رہائی حاصل کرے اس کا یہ مقصود نہیں ہوتا کہ پانی کھینچے (اگر اس کو کنویں سے پانی کھینچنے کے کام میں لگایا گیا ہو) یا کہ اس دوڑنے سے کنجد کو روغن کر دے (یعنی تیل نکالنا بھی اس کو مقصود نہیں بلکہ وہ) بیل (تو صرف) ضرب شدید کے خوف سے دوڑتا ہے (کہ نہیں چلوں گا تو مار کھاؤں گا اس کی صرف یہ غرض ہوتی ہے) نہ کہ گاڑی اور اسباب کے لے جانے کے لئے (وہ دوڑتا ہو) لیکن حق تعالیٰ نے اس کو ایسا خوف درد کا دیدیا ہے (درد سے مراد وہ تکلیف جو مارنے سے اس کو پہنچے گی) تا کہ تبعاً (دوسری) مصلحتیں بھی حاصل ہو جاویں (آگے اس قاعدہ کی تعمیم فرماتے ہیں خواہ بمعنے استغراق یا بمعنے اغلبیت واکثریت اگر کوئی فاعل قاصد مصلحت غیر مان لیا جاوے جیسے اہل اللہ کہ ان کا مقصود ہی دوسروں کو نفع پہنچانا ہوتا ہے لیکن اگر اس میں بھی اس پر نظر کی جاوے کہ خود اس میں بھی ان کا قصد رضائے حق ہے اور وہ ان ہی کی مصلحت ہے تو پھر کوئی مخلوق ایسی نہ نکلے گی پس فرماتے ہیں کہ) اسی طرح ہر صاحب کسب دکان میں اپنے (نفع کے) لئے کوشش کرتا ہے نہ کہ اصلاح عالم میں (غرض) ہر شخص (اپنے ہی) درد پر مرہم تلاش کرتا ہے (اور) تبعیت میں اس سے عالم قائم ہو گیا ہے (آگے ایک تیسرا انتقال ہے یعنی ان امثلہ میں جو ان اشیاء کی نفع رسانی غیر ارادی کا مبنیٰ معلوم ہوا کہ فعل میں اپنی مصلحت کی تحصیل اور ترک میں اس مصلحت کے فوت کا خوف ہی اس میں بھی حکمت ہے پس اس حکمت کا بیان فرماتے ہیں کہ) حق تعالیٰ نے اس عالم کا ستون خوف (کے مادہ) سے بنایا ہے (کہ) ہر شخص نے (اپنے) نفس (کی مصلحت فوت ہونے) کے خوف سے جان بازی کر رکھی ہے (حاصل اس حکمت کا بقاء و قیام عالم ہوا جس کا ترتب اوپر کے اشعار کے حل میں معلوم ہوا آگے اس حکمت پر شکر کرتے ہیں کہ) حضرت ایزد کے لئے حمد ہی کہ اس نے خوف کو اس طرح سبب عمارت اور سبب اصلاح دنیا کر دیا (آگے ایک چوتھا انتقال ہے یعنی اس تخویف کو دلیل انی قرار دے کر وجود صانع پر استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو ایک مقدمہ تو یہ ہے جو کہ اوپر مذکور ہے یعنی یہ کہ) یہ سب نیک اور بد (جو اوپر مذکور ہوئے کسی نہ کسی چیز سے) خائف ہیں (مثلاً خوف مصلحت ہی سے دوڑتے ہیں پس کلمہ از در قولہ از نیک و بد بمعنی من بیانیہ ہے اور دوسرا مقدمہ گو اوپر مذکور نہیں مگر بالکل ظاہر ہے کہ) کوئی ڈرنے والا خود بخود نہیں ڈرتا (کیونکہ خوف ایک حادث ہے اور حادث کا وجود بدوں محدث کے محال ہے اور اگر وہ محدث بھی حادث ہو تو پھر اس کے لئے محدث کی ضرورت ہو گی لامحالہ کسی محدث قدیم پر سلسلہ ٹھہرے گا پس اس سے ثابت ہوا کہ خوف نہ تو خود یعنی بلا محدث پیدا ہوا اور نہ باحداث المحدث الحادث حادث ہوا) پس (ضرور) حقیقت میں سب (حوادث) پر حاکم (و متصرف) کوئی ایسا شخص ہے کہ وہ قریب ہے اگرچہ محسوس نہیں (کما قال تعالیٰ ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون اور تقریر مذکور سے صانع و موثر کا وجود اور تصرف تو صریح ثابت ہے لفظ حاکم سے یہی تصرف مراد ہے باقی قریب ہونا اس طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ تصرف من حیث التصرف عقلاً مستلزم ہے قرب متصرف للمتصرف فیہ کو چنانچہ اگر دونوں میں کوئی تعلق نہ ہو تو تصرف کا وجود محال ہے پس گونہ تعلق ہونا ضرور ہوا اور قرب کی ایک قسم یہ بھی ہے اور اس میں صاحب قرب کا محسوس ہونا بھی ضرور نہیں اور حق تعالیٰ کے قرب کا بھی مجملاً ہی حکم کیا جا سکتا ہے باقی کہنہ تو اس کی کسی کو معلوم ہی نہیں آگے ایک پانچواں انتقال ہے اس کے قریب اور غیر محسوس ہونے کے متعلق یعنی) وہ گھات میں (مخفی) ہے اے بوالہوس تا کہ تو اے عسس شب (کی خدمت) سے بے فکر نہ ہو جاوے (جیسے اگر عسس کو علم ہو جاوے کہ بادشاہ کسی

www.besturdubooks.wordpress.com

گھات میں چھپا ہوا مجھ کو دیکھ رہا ہے تو وہ شب کو گشت کرنے سے کہ اس کا فرض منصبی ہے غافل اور بے فکر نہ ہوگا اسی طرح ہر شخص کو چاہئے کہ جس امر کا جو شخص بھی عسس کی طرح مکلف ہے اپنے وقت خدمت میں کہ مشابہ شب عسس کے ہے بے فکر نہ ہو اور یہ تفریع ہے قرب پر کیونکہ قرب کی جو دلیل اوپر بیان کی گئی یعنی تصرف وہ قرب کے ساتھ علم متصرف کو بھی مستلزم ہے اور علم پر اس کا متفرع ہونا ظاہر ہے۔ پس مجموعہ قرب و علم و اختفاء مدلول ہے اندر کمین کا اور اختفاء کو تفریع میں بایں معنی دخل نہیں کہ عدم جواز فراغ عدم اختفاء میں نہیں ہوتا اس میں تو زیادہ ہوتا ہے بلکہ بایں معنے ہے کہ اختفاء کو مانع عدم جواز فراغ و مقتضی جو فراغ نہ سمجھو بلکہ قرب و علم کو اگرچہ وہ مقرون ہے اختفا کے ساتھ مستلزم عدم جواز فراغ سمجھو اور یہ شعر گویا ترجمہ ہے قولہ تعالیٰ کان ربک لبالمرصاد یہ مضمون تو متعلق تھا قرب کے آگے غیر محسوس ہونے کے متعلق مضمون ہے کہ ہم نے جو غیر محسوس کہا ہے تو مراد مطلق غیر مدرک نہیں بلکہ مراد غیر مدرک بہذہ المدرکات العامۃ من الحواس والعقل المتوسط ہے باقی عقل عالی و قوت قدسیہ سے اس کا ادراک ہوتا ہے اسی مضمون کو اس طرح فرماتے ہیں کہ) وہ محسوس (یعنی مدرک) ہے ایک گھات میں (یعنی جس کمین گاہ میں وہ مخفی ہے جو وہاں پہنچے اس کو وہ مدرک ہوگا مراد اس سے باطن اور غیب ہے چنانچہ جس کی عقل و روح کو غیب سے تعلق ہو جاتا ہے اس کو ادراک خاص و عرفان حسب استعداد بشری حق تعالیٰ کا ایسا ہوتا ہے کہ عقلاء و حکما کو نہیں ہوتا اور اندر مکمنے میں مکمن کی ظرفیت مراد نہیں کہ حق تعالیٰ تقید بالحادث سے منزہ ہیں بلکہ تجلی خاص کا تعلق مراد ہے کما فی قولہ تعالیٰ الرحمن علی العرش استویٰ و قولہ علیہ السلام یرحمکم من فی السماء) لیکن وہ اس خانہ (قالب) کے حواس کا محسوس نہیں ہے (اس کا صدق حواس پر تو ظاہر ہے کہ وہ حال فی الجسم ہیں اور عقل متوسط چونکہ محتاج ان حواس کی ہے کما ثبت ان المحسوسات مبادی المعقولات اس لئے وہ بھی مضاف الی الجسم ہوئی اور عقل قدسی بوجہ عدم احتیاج الی الاستدلال کے اس اضافت سے منزہ ہے اور میری تقریر سے معلوم ہوا ہوگا کہ حواس ایں خانہ سے مراد عام ہے حواس اور عقل کو اور یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ ادراک منفی سے مراد ادراک خاص ہے جو قوت قدسیہ سے ہوتا ہے اور جس سے عقلاً محروم ہیں پس یہ شبہ نہ رہا کہ حق تعالیٰ پر محسوس فی المکمن ہونے کا حکم کیسے صحیح ہو سکتا ہے اس کا ادراک بالحواس تو اس حیث دنیویہ تک ممتنع ہے اور نہ یہ شبہ رہا کہ اگر حواس سے مراد عام لیا جاوے تو اس عقل متوسط سے بھی جس کو حس ایں خانہ کہا ہے ادراک ہوتا ہے میری تقریر سے سب شبہات رفع ہو گئے آگے بھی اسی مضمون کا حاصل فرماتے ہیں کہ) وہ حس جس پر کہ حق تعالیٰ ظاہر ہے وہ اس عالم (ظاہر) کی حس نہیں ہے اس عالم (باطن) کی حس دوسری ہے (اسی شعر کے سب اجزاء کی شرح اوپر کے شعر میں کردی گئی ہے آگے بھی اسی مضمون کی تاکید ہے کہ) حس حیوانی (شامل للعقل المتوسط) اگر ان صور (مدرکہ عقل عالی) کو ادراک کر لیا کرتی تو گاؤ خر (سب) بایزید وقت ہو جایا کرتے (تجلیات مدرکہ عقل عالی کو صورت سے تعبیر کرنا اشارہ لطیف ہے ایک مسئلہ مہمہ کی طرف وہ یہ کہ ہرچند کہ عقل عالی کا ادراک بمقابلہ عقل متوسط کے ازبس عمیق ہے لیکن کنہ حق اس عقل عالی سے بھی مخفی ہے پس کنہ کے مقابلہ میں وہ تجلیات بھی مرتبہ صور میں ہیں جن سے حق تعالیٰ منزہ ہے کما قیل کل خطر ببالک فہو ہالک واللہ اجل و اعلیٰ من ذلک و قیل ہو وراء الوراء ثم وراء الوراء الی مالا یتناہی اور گاؤ خر سے مراد بھی بالمعنی اللغوی ہیں تو اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ حس حیوانی کو اگر عقل متوسط کو شامل نہ کہا جاوے تب تو اس حکم کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ کوئی شخص اس کا قائل نہیں کہ حق تعالیٰ کا ادراک حواس جسمانیہ سے ہوتا ہے سب متفق ہیں کہ بوجہ تجرد کے اس کا ادراک مخصوص ہے عقل کے ساتھ پھر اس کی نفی کی کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ضرورت ہے نیز عقل متوسط کے لئے اس کے ادراک کو صحیح کہا جاوے گا حالانکہ یہ بھی مقصود مقام کے خلاف ہے اور اگر حواس کو عقل متوسط کو عام کہا جاوے جیسا کہ مقتضا مقام کا بھی یہی ہے تو استلزام کا حکم غلط ہے کیونکہ گاؤ خر میں قوت عاقلہ کہاں ہے مگر اس شبہ کا جواب یوں ہوسکتا ہے کہ حیوانات میں بھی کسی قدر قوت عاقلہ کے وجود کے قائل ہو جاویں چنانچہ ظاہر قصہ ہد ہد اور نملی کی تقریر سے جو کہ مذکور فی القرآن ہے اسی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اور اگر گاؤ خر سے مراد گرفتاران شہوات بطن و فرج لئے جاویں گو ان میں عقل متوسط بھی تو کلام پر کوئی غبار یہ نہیں یہاں تک مضمون ہو گیا اس کے غیر محسوس ہونے کا آگے عود ہے مضمون بالا قریب سرخی باد طوفان بود و کشتی لطف ہو بس چنین کشتی و طوفان وارد اس کی طرف اور بیان ہے حق تعالیٰ کے کشتیہائے ظاہری و باطنی کے مالک ہونے اور ان کشتیوں میں متصرف ہونے کا جو مدلول تھا شعر مذکور آنفاً کے مصرعہ ثانیہ کا پس فرماتے ہیں کہ) جس نے جسم کو ہر روح کا (یعنی جو جو روح جس جس جسم کے متعلق ہے) مظہر کیا (اور یہ ظاہر ہے کہ ظہور آثار و افعال روح کا بواسطہ جسم کے ہوتے ہے) اور جس نے کشتی کو نوح علیہ السلام کا براق (یعنی مرکب محافظ) بنایا وہ (ایسا قادر و متصرف ہے کہ) اگر چاہے تو عین کشتی کو (جو کہ آلہ تھا حفاظت کا) خاصیت میں وہ تیرا طوفان بنا دے اے طالب نور (یعنی طالب علم صحیح مطلب یہ کہ عین نفع کو ضرر بنانے پر وہ قادر ہیں آگے اس کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ دیکھ) اے قلیل البضاعۃ ہر وقت تیرے (ایک) طوفان اور (ایک) کشتی کو اس نے غم اور خوشی کے ساتھ متصف کر رکھا ہے (یعنی غم کے ساتھ ایک طوفان ہے اور خوشی کے ساتھ ایک کشتی اور وہ طوفان و کشتی خود غم اور خوشی ہی ہیں پس باور قولہ باغم و شادیت گویا تجرید یہ است چنانکہ درلقیت بزید اسداً مطلب یہ کہ تیرے قلب کے اندر ہر وقت کا غم اور خوشی کیونکہ ہر وقت ان دونوں کیفیتوں میں سے کچھ نہ کچھ تو رہتی ہے یہ بمنزلہ طوفان اور کشتی کے ہیں ضرر اور نفع میں پھر یہ بھی دیکھ لو کہ بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ جو بناء ہوتی ہے خوشی کی وہی بعینہ خیال کے بدلنے سے یا کسی حال کے بدلنے سے بناء ہو جاتی ہے غم کی و بالعکس مثلاً اول کسی شخص کے آنے سے اس خیال سے کہ ہماری مدد کرے گا خوشی ہوئی پھر یا تو خیال بدل گیا یا خود اس شخص کا حال بدل گیا پس اس خیال سے کہ ہماری مخالفت کرے گا وہی آنا سبب غم ہو اور ہوا المدد کو رفیما قبل گر بخواہد عین کشتی را بخواو کند طوفان تو ای نور جو اور کبھی اس کا عکس واقع ہو کر سبب غم سبب خوشی ہو گیا اور یہ اوپر مذکور نہیں ہوا مگر ایک مقابل دوسرے مقابل پر دلالت کرنے کے لئے کافی ہے اور اس شعر میں جو غم و خوشی کے ہر وقت طاری رہنے کا حکم ہے اس پر شبہ ہو سکتا تھا کہ ہم نے زیادہ اوقات ان دونوں سے خالی دیکھتے ہیں تو یہ طریاں اکثری بھی نہیں جس میں ہر دم کہنے کی گنجائش بناء الاکثر حکم الکل ہوتی۔ پس یہ حکم کیسے صحیح ہوا آ گے اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ) اگر تو کشتی (خوشی) اور دریاوی غم کا طوفان اپنے) سامنے نہیں دیکھتا (جیسا تو نے شبہ کیا ہے کہ مجھ کو اکثر اوقات اس سے خالی گزرتے ہیں تو یا تو اس پر استدلال کرنے کے لئے) اپنے تمام اجزاء میں (وقتاً فوقتاً) لرزے دیکھ لے (جو کہ امید و بیم کے تعاقب سے وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے ہیں یعنی ایک بیم سے ایک لرزہ دوسرے بیم سے دوسرا لرزہ اور ان دونوں لرزوں کے درمیان جو وقت فاصل اور لرزہ سے خالی ہے جیسا کہ تعاقب کے لوازم سے ہے اس میں امید ایک مقدمہ تو یہ ہوا جو شعر میں مذکور ہے اور دوسرا مقدمہ جو مطوی ہے متین اور غیر محتاج الی الذکر ہے یعنی امید کا تعلق کسی خوشی کی بات سے ہوتا ہے اور بیم کا کسی غم کی بات سے اور ان دونوں کیفیتوں سے شاذ و نادر کسی وقت قلب خالی رہتا ہے پس امید و بیم جو علامت ہے وجود خوشی و وجود غم کی جب اکثر اوقات انکا طریان رہا تو حکم ہر دمت طوفان و کشتی الخ صحیح ہو گیا منشاء اشتباہ کا یہ ہوا تھا کہ معترض نے غم اور خوشی کے وہ درجات مراد سمجھے تھے جس سے انسان مغلوب ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاوے اور جواب میں یہ بتلا دیا کہ مراد ہماری اس کے عام درجات ہیں خواہ غالب یا غیر غالب اور یہ سوال صرف لفظ ہردم کے اعتبار سے واقع ہوتا ہے ورنہ جو اصل مضمون ہے کہ خدائے تعالیٰ مضر کو نافع اور نافع کو مضر کر دیتے ہیں وہ اس وقت بھی صادق ہے کہ ایسا گاہ گاہ ہو جاوے آگے عود ہے مضمون انتقال رابع کی طرف جو کہ یہاں سے نو دس شعر اوپر مذکور ہوا تھا ابنہمہ ترسندہ اندازلخ پس حقیقت الخ یعنے یہ لرزہ اور ترس جیسا کہ اوپر مذکور ہوا دلیل بانی ہے کسی مخوف قدیم کی مگر بعض منکران حق اس خوف کو مخوف حادث کی طرف جس میں موثر حقیقی ہونے کی صلاحیت بھی نہیں منسوب کرتے ہیں یہی مضمون ہے اشعار آئندہ کا یعنی) جب اپنے خوف کے مبداء (حقیقی) کو (ظاہری) آنکھوں والا (جو کہ باطنی آنکھوں سے جس سے اس مبداء کا ادراک کرتا ہے اعمٰی ہے) نہیں دیکھتا (اس لئے) خیالات گوناگوں سے (ان کو مخوف حقیقی اعتقاد کرنے کی بناء پر) وہ خوف رکھتا ہے (مراد اس شخص سے فلسفی دہری ہے کہ وہ منکر حق ہو کر ہر شے کا فاعل حقیقی اسباب طبعیہ کو سمجھتا ہے چنانچہ ایسے ایسے خوفوں کا فاعل بھی ان کے سبب طبعی کو کہ وہ خیالات ہیں جن میں بکثرت غیر واقعی بھی ہوتے ہیں سمجھتا ہے آگے اس شخص کور باطن کی مثال ہے یعنی اس شخص کی ایسی حالت ہے جیسے) کسی اندھے کو کوئی جفا کار مست ایک گھونسا لگائے (اور وہ) اندھا خیال کرے کہ لات مارنے والا کوئی خچر ہے (یعنی کسی خچر نے لات ماردی ہے) کیونکہ اس وقت وہ خچر کی آواز سن رہا تھا (اس سے قیاس کرلیا کہ بس مارنے والا بھی یہی ہوگا اور قاعدہ ہے کہ) اندھے کا آئینہ (جس میں انطباع وارتسام محسوسات کا ہوتا ہے) کان ہے نہ کہ آنکھ (اس لئے اس نے کان کے مسموع سے استدلال کیا) پھر (کسی قرینہ سے وہ اندھا کہتا ہے نہیں (خچر نہیں تھا) یہ پتھر تھا (جو کسی نے پھینک کر مارا) یا شاید کسی قبہ پر آواز سے (لگا) تھا (ملک بالفتح بمعنے صدا و آواز کذا فی الغیاث مراد اس سے کہل یہ ہے کہ پہاڑ ہو کر ارتفاع میں اور اس کے اندر صدا کے منعکس ہونے میں مشابہ قبہ کے ہے مطلب یہ کہ کسی پہاڑ پر سے لڑھک کر آیا ہے پھر کسی قرینہ سے اس کا غلط ہونا بھی معلوم ہوا تو کہتا ہے کہ) یہ بھی نہ تھا اور وہ بھی نہ تھا (یہ تین نفی اوپر کے تینوں اسباب سے متعلق ہیں اشتر سنگ زنندہ کوہ حاصل یہ کہ حقیقت نہ معلوم ہونے سے وہ ان اسباب غیر واقعیہ کو اسباب سمجھا یہی حال ہے دہری کا آگے مولانا اس دہری کو حقیقت امر پر دلالت فرماتے ہیں کہ) جس شخص نے قلب میں خوف پیدا کیا اسی نے یہ سب چیزیں (ذہن کور میں) ظاہر کیں (یعنی ان خیالات کا خالق بھی وہی ہے جو خوف کا خالق ہے اس میں زیادہ رد ہو گیا اس پر کہ وہ تو خوف کا محدث ان خیالات کو بتلاتا تھا مولانا نے بتلا دیا کہ یہ خیالات بے چارے خود اپنے تکون میں بھی اسی محدث حقیقی کے محتاج ہیں آگے اسی کی مزید تقریر ہے کہ) خوف (جو کہ شعر ابنہمہ ترسندہ اندازلخ میں مذکور تھا) اور لرزہ (جو کہ مصرعہ لرزہا بین الخ میں مذکور تھا) غیر کی طرف سے (کہ وہ مخوف ہے) ہوتا ہے بالیقین کوئی شخص از خود (بلا مخوف کے) نہیں ڈرا کرتا اے حزین (جس کی تقریر شعر ابنہمہ ترسندہ اندازلخ کی شرح میں گزر چکی مگر) وہ مردک حکیم (جو کہ دہری ہے اس) خوف (کے سبب) کو وہم کہتا ہے (یعنی یہ کہتا ہے کہ الوہم خلاق الاشیاء بس اسی واہم نے کچھ خیالات ذہن میں پیدا کر دیئے کہ وہ سبب ہو گئے خوف کے پہلے مصرعہ ترس وار واز خیال گونہ گوں میں اس کا اعتقاد یہ نقل کیا ہے کہ وہ خیالات کو علت خوف کہتا ہے اور یہاں یہ نقل کیا کہ وہ قوت واہمہ کو علت کہتا ہے مگر دونوں میں تنافی نہیں اصل یہ ہے کہ خوف کو مسبب خیالات سے اور خیالات کو مسبب واہم سے بتلاتا ہے پس اس کے نزدیک خوف کا سبب قریب خیالات اور سبب السبب واہم ہے ایک جگہ سبب قریب کی طرف نسبت کر دی ایک جگہ سبب بعید کی طرف والکل صحیح اور مقولہ حکیم کے اس دوسرے عنوان میں بقرینہ انطباق رد آئندہ کے ایک خاص استدلال

www.besturdubooks.wordpress.com

کی طرف اشارہ ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ خوف کا سبب بعض اوقات خیالات غیر واقعیہ ہوتے ہیں اور امور غیر واقعیہ کو محدث کی ضرورت نہیں ہوتی پس سلسلہ سبب حدوث خود کا خیالات سے آگے چلنا ضرور نہ ہوا جس کا تم عموماً بھی اور مصرعہ آنکہ او ترس آفریدہ نہا نمود میں خصوصاً دعویٰ کر رہا ہے ہو فقولہ وہم خواند الخ فیہ تعرض بالرد اے ذاک المصراع ایضاً۔ جب خیالات سے آگے سبب کا سلسلہ نہیں پھر محدث قدیم کے وجود کی ضرورت نہ ہوئی آگے اس کے اس خیال کا رد ہے کہ) اس (دہری) نے اس درس کے متعلق (اپنی) فہم کو کج کر دیا ہے (جس کی آگے ایک دلیل ہے اور وہ یہ کہ یہ مقدمہ ظاہر ہے کہ) کوئی وہم بلا حقیقت کب ہوتا ہے (یعنی نہیں ہوتا اور توضیح کے لئے اس کی یہ مثال ہے کہ) کوئی کھوٹا بدوں کھرے کے کب چلتا ہے (اور یہ مثال ہے کہ) کب جھوٹ بات رونق پاتی ہے بدوں سچ کے (وجود کی چنانچہ) دونوں عالم میں ہر جھوٹ سچ ہی کے سبب پیدا ہوا ہے (مطلب اس پیدا ہونے کا یہ ہے کہ) سچ کا اس (جھوٹ بولنے والے) نے رواج اور فروغ دیکھا اس (رواج وفروغ) کی امید پر اس نے جھوٹ کو جاری کر دیا (آگے بطور تفریع کے جھوٹ کو فرضی مخاطب بنا کر کہتے ہیں کہ) اے جھوٹ جس کا یہ سامان (مقبولیت) سچ کے سبب سے ہے تو نعمت کا شکر کر (یعنی) سچ (کے وجود) کا انکار مت کر (کہ دنیا میں سچ کوئی چیز ہی نہیں تقریر و توضیح اس مقدمہ کی یہ ہے کہ وہم سے اگر کوئی غلط خیال بھی کسی سلیم الحس کو پیدا ہو گیا ہو جو سبب ہو گیا خوف کا تب بھی خود یہی دلیل ہے بعض اوقات میں اس خیال کی واقعیت کی کیونکہ وہ خیال اگر کبھی واقعی نہ ہوتا تو پھر اس کے احتمال سے اندیشہ و خوف ہی کیوں ہوتا مثلاً کسی وجہ سے کسی کو خیال غلط پیدا ہو گیا کہ مجھ کو کوئی مار نہ ڈالے تو یہ خوف تب ہی پیدا ہو سکتا ہے جب ایسے واقعات کبھی ہو بھی جاتے ہوں۔ جس طرح کھوٹا جو چل جاتا ہے تو خود یہ دلیل ہے کہ کھرا بھی دنیا میں ہے اسی کا دھوکہ دے کر تو کھوٹا چلا دیا جاتا ہے اور جس طرح جھوٹ جو چل جاتا ہے تو یہ خود دلیل ہے کہ سچ بھی دنیا میں ہے اسی کا دھوکہ دے کر تو جھوٹ چلایا جاتا ہے پس اگر کھوٹا یا جھوٹا وجود خالص یا وجود راست کا انکار کرے تو کفران عظیم ہے کہ اپنی ہی بناء قدر کو منہدم کرتا ہے جب یہ مقدمہ ثابت ہو گیا تو جواب کی تقریر یہ ہے کہ اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ خیالات غیر واقعیہ ہیں تب بھی یہ خود دلیل ہیں ان خیالات کے بعض اوقات میں واقعی ہونے کی اور واقعیت کے وقت ان کو محدث قدیم کی حاجت ہوگی پس ہر خیال غیر واقعی اس طرح پر مستلزم ہو گیا وجود محدث کو کیونکہ خیال غیر واقعی مستلزم ہے خیال واقعی کو اور خیال واقعی مستلزم ہے وجود صانع کو پس خیال غیر واقعی مستلزم ہو گیا وجود صانع کو وہذا المطلوب اور میں نے سلیم الحس کی قید اس لئے لگائی کہ ماؤف الحواس بسا اوقات ایسی چیز فرض کر کے ڈرتا ہے جس میں عادۃً کبھی واقعیت نہیں ہوتی لیکن کوئی شخص اس مادہ خصوصیت مجنون سے اس مقدمہ کے منقوض ہونے کا شبہ نہ کرے کیونکہ جب بعض واقعیات سے وجود صانع کا ثابت ہو جائیگا تو اگر ایک مادہ دال نہ بھی ہو مدعا پر تو مدعا میں کوئی قدح نہیں ہوا کیونکہ فن میں مقرر ہے کہ انتفاء دلیل خاص مستلزم نہیں انتفاء مدلول کو ممکن ہے کہ دوسری دلیل وجود مدلول پر دال ہو اور یہ جواب علی سبیل التنزل ہے ورنہ ہم اول ہی سے حکیم کے اس قول پر کہ بعض اوقات خیالات غیر واقعیہ ہوتے ہیں اور امور غیر واقعیہ کو محدث کی ضرورت نہیں مواخذہ کر سکتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ خیالات کے غیر واقعی ہونے کے کیا معنے اگر یہ ہے کہ ان امور کا وجود خارجی نہیں تو مسلم مگر پھر یہ مسلم نہیں کہ ایسے امور غیر واقعیہ کو محدث کی ضرورت نہیں کیونکہ وجود ذہنی بھی ایک قسم ہے وجود واقعی کی اور اس مرتبہ میں بھی محدث کی احتیاج ہے اور اگر یہ معنے ہیں کہ ان امور کا وجود ذہنی بھی نہیں تو بداہۃً غلط پس دلیل اصل ہی سے منہدم ہے اس کے بعد مولانا کو پھر مضمون سابق کشتی کا یاد آیا مگر کچھ اثر اس مضمون فلسفی کا بھی ذہن میں باقی ہے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے تردد کو ظاہر کریں گے کہ ان میں سے کونسا مضمون بیان کروں پھر ترجیح دیں گے کشتی کے مضمون کو پھر مضمون کشتی سے ایک چھٹا انتقال کریں گے عزلت عن العامہ کی ترغیب اور اختلاط مع العامہ سے ترہیب کی طرف)

از مفلسف گویم و سودائے او	یا ز کشتیہا و دریا ہائے او
فلسفی اور اس کے خیال کے متعلق کچھ کہوں	یا حق تعالیٰ کی کشتیوں اور دریاؤں کے متعلق کہوں
بل ز کشتیہاش کاں بند دلست	گویم از کل جزو در وے داخل ست
بلکہ اس کی کشتیوں ہی کے متعلق کیونکہ وہ قلوب کا مسخر کرنے والا ہے	میں کل کے متعلق کہتا ہوں جزو بھی اس میں داخل ہے
ہر ولی را نوح و کشتیبان شناس	صحبت ایں خلق را طوفاں شناس
ہر ولی کو نوح اور کشتیبان سمجھ	اس خلق کی صحبت کو طوفان سمجھ
کم گریز از شیر و اژدرہائے نر	ز اشنایان. و ز خویشاں کن حذر
تو شیر اور اژدہائے نر سے کم بھاگ	آشناؤں اور اقارب سے احتیاط کر
در تلاقی روز گارت می برند	یادہاشاں غائبی ات می چرند
ملاقات میں تیرا وقت ضائع کرتے ہیں	ان کی یادیں تیری غیبت کو چرتی ہیں
چوں خر تشنہ خیال ہر یکے	از قف تن فکر را شربت کے
مثل پیاسے گدھے کے ہر ایک کا خیال	قیف جسم سے فکر کے شربت کو چوسنے والا ہے
نشف کرد از تو خیال آں وشات	شبنمے کہ داری از بحر الحیات
ان چغل خوروں کے خیال نے تجھ سے چوس لیا	اس شبنم کو جو بحر الحیات سے تو رکھتا تھا
پس نشان نشف آب اندر غصون	آں بود کہ می بجنبد در رکون
پھر شاخوں کے اندر پانی کے نشف کی علامت	وہ ہوتی ہے کہ وہ میلان میں جنبش کرتی ہیں
عضو چوں شاخ تر و تازہ بود	می کشی ہر سو کشیدہ ہمی شود
عضو مثل تر و تازہ شاخ کے ہوتا ہے	کہ تو جس طرف کھینچے وہ کھنچ جاتا ہے
گر سبد خواہی توانی کردنش	ہم توانی کرد چنبر گردنش
اگر تجھ کو ٹوکرا بنانا منظور ہو تو اس کو بنا سکتا ہے	نیز اس کو گردن کی ہنسلی بنا سکتا ہے
چوں شد آں ناشف ز نشف بیخ خود	ناید آں سوئے کہ امرش می کشد
جب وہ شاخ ناشف اپنی جڑ سے ناشف بننے سے جاتی رہے	تو وہ اس طرف نہیں آتی کہ حکم اس کو کھینچتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس بخواں قاموا کسائی از نبے	چوں نیابد شاخ از بیخش طبے
پھر قرآن سے قاموا کسائی پڑھ لے	جبکہ شاخ اپنی جڑ سے پہتان نہ پاوے

(ربط اوپر مذکور ہوا یعنی اثنائے مضمون ردِ طفلِ فلسفی میں اوپر والا مضمون کشتی ہائے حق کا یاد آیا پس اولاً بطور تردد کے فرماتے ہیں کہ اس وقت یہ دونوں مضمون ذہن میں جمع ہو گئے تو میں آیا) فلسفی اور اس کے خیال کے متعلق کچھ کہوں یا حق تعالیٰ کی کشتیوں اور دریاؤں (یعنی طوفان) کے متعلق کہوں (آگے مضمون کشتی کو ترجیح دے کر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ نہیں فلسفی کے متعلق نہیں کہتا) بلکہ اس کی کشتیوں ہی کے متعلق (کہتا ہوں) کیونکہ وہ (مضمون) قلوب کا مسخر کرنے والا ہے (کیونکہ اس میں مقصود بالذات ذکر ہے عنایات ولطف وحفاظت حق کا اور محبوب کا ذکر مسخر قلب ہوتا ہی ہے اگرچہ تبعاً ماعنہ الحفظ یعنی طوفان و شر کا بھی ذکر ہوگا بخلاف ذکر فلسفی کے کہ اس میں خود اسی کا ذکر مقصود ہے اگرچہ رد وابطال کے لئے سہی مگر خود رد وابطال ہی تو مقصود بالذات نہیں مقصود بالتبع ہی ہے کیونکہ اگر اس کے اضرار کا اندیشہ نہ ہوتا تو خود رد میں کوئی معنے عبادت مقصودہ کے نہیں اور حق تعالیٰ کا ذکر خود عبادت مقصودہ ہے اور نیز کشتیوں کا ذکر فلسفی کے ذکر کو بھی متضمن ہو جاوے گا اس طرح سے کہ آگے بھی آتا ہے کہ صحبت عامہ خلق کہ اس میں فلسفی بھی داخل ہے طوفان ہے اور اس سے حفاظت کی کشتی صحبت اہل اللہ ہے پس اہل اللہ کا ذکر کہ مظہر لطف حق ہیں اور کشتی کا حاصل یہی لطف حق ہے اس کشتی کا یہ ذکر متضمن ہو گیا ذکر فلسفی کو بھی جو کہ فرد ہے عامہ خلق کی جس سے تحرز کے لئے اس کا ذکر کیا گیا ہے تو اس طرح دونوں کا ذکر ہو جاوے گا اور اس کا عکس نہیں ہے اس لئے) میں کل کے متعلق (مضمون) کہتا ہوں جزو بھی اس میں داخل ہے (ذکر کشتی کو کل اور ذکر فلسفی کو جزو تشبیہاً کہا کیونکہ کل کا ذکر جس طرح مستلزم ہوتا ہے ذکر جزو کو اسی طرح کشتی کا ذکر مستلزم ہو گیا ذکر فلسفی کو جیسا ابھی مذکور ہوا اور اسی تضمن اور استلزام کی نسبت کہہ دیا در دری داخل ست آگے مشابہ کشتی ہونے کی حیثیت سے اولیاء اللہ کی صحبت کی ترغیب اور مشابہ طوفان ہونے کی حیثیت سے عامہ خلق کی صحبت سے تحذیر اور اس کے مضار کا مضمون آخر اشعار مقام تک بعنوان خاص چلا گیا ہے پس اس عنوان کے اعتبار سے یہ انتقال سادس ہے گو معنوں کے اعتبار سے تفصیل ہے مضمون سابق کشتی کی پس فرماتے ہیں کہ) ہر ولی (کی صحبت کو کشتی اور اس ولی) کو نوح اور کشتیبان سمجھ (اور) اس (عامہ) خلق کی صحبت کو طوفان سمجھ (آگے تفریع ہے عامہ خلق کو طوفان سمجھنے پر کہ جب وہ ایسے ضرر رساں ہیں تو) تو شیر اور اژدہا سے نر سے کم بھاگ (لیکن) آشناؤں اور اقارب سے (بہت) احتیاط کر (کہ وہ شیر و اژدہا سے بھی زیادہ ضرر رساں ہیں چنانچہ ان کا ضرر یہ ہے کہ) ملاقات میں تیرا وقت ضائع کرتے ہیں (اور) ان کی یادیں تیری غیبت (کے اوقات) کو چرتی ہیں (یعنی ان کا تعلق حضور و غیبت دونوں میں مضیع وقت ہے حضور میں بواسطہ ملاقات اور غیبت میں بواسطہ یاد اور اس سب سے دین برباد ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ شیر و اژدہا دین کو ضائع نہیں کرتے آگے احباب واقارب کے ان تعلقات اور یاد و خیال کے ضرر کا بیان ہے کہ) مثل پیاسے گدھے کے ہر ایک (دوست اور عزیز) کا خیال قیف ہم سے فکر (روحانی) کے شربت کو چوسنے والا ہے (قف بالکسر مخفف قیف ظرفیکہ بآن آب وغیرآن در ظروف دہان تنگ وشیشہ ہی کنند کذا فی الحواشی مطلب یہ کہ روح میں جو قوت متفکرہ ہے اور اس کو ایک نسبت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے کہ وہ نسبت اس قوت متفکرہ کو حق تعالیٰ کی طرف منصرف کرتی ہے اور یہ نسبت بوجہ حلاوت بخشی کے مشابہ شربت کے ہے اور بوجہ تعلق روح بالجسم کے اس کا اثر اعضاء جسم پر بھی ظاہر ہوتا ہے یعنی طاعت وخدمت وغیرہ اس کو احباب واقارب کی نفسانی یادیں سلب کر لیتی ہیں اور یہ سلب اولاً وبالذات متعلق ہوتا ہے روح سے کہ روح میں سے وہ فکر

www.besturdubooks.wordpress.com

زائل ہو جاتی ہے اور ثانیاً و بالعرض متعلق ہوتا ہے جسم سے کہ اس توجہ کا جو اثر تھا طاعت و خدمت اب وہ جسم اس میں کسل کرتا ہے اسی تعلق بالعرض کے اعتبار سے اس شعر میں از تف تن فرمایا اور تعلق بالروح کا ذکر کرنے کی یا تو ضرورت نہ سمجھی کہ وہ تو اس کا متعلق بہ اولی ہی ہے اس میں کس کو خطا ہو سکتا ہے خاص کر جبکہ مابالعرض دال بھی ہوتا ہے مابالذات پر اور یا اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس کے آثار تو بواسطہ جسم ہی کے شاہد ہوں گے اور جسم کو قیف سے تشبیہ دینا اس وجہ سے ہے کہ قیف واسطہ ہوتا ہے وصول الشے من الشے کا اسی طرح جسم واسطہ ہے وصول الشی الی الاثر من الشے الی الروح الی الشے الی الاعضاء کا جس طرح بیخ درخت واسطہ ہے وصول البلۃ من الارض المبولۃ الی الاغصان کا چنانچہ اسی بناء پر آگے اعضاء کو غصوں سے اور جسم کو باعتبار اس کے قویٰ باعثہ وارادیہ کے بیخ سے تشبیہ دیں گے فافہم توجیہ اجزاء الکلام السابقۃ واللاحقۃ باسہل وجہ وقارب وللہ الحمد آگے اس شربت مذکور کے مصداق کی تعیین اور مضمون مذکور کی زیادہ تبیین فرماتے ہیں کہ) ان چغلخوروں (یعنی احباب واقارب مذکورین) کے خیال (یعنی یاد اور توجہ و تعلق) نے تجھ سے چوس لیا (اور خشک کر دیا) اس شبنم (مشابہ شربت) کو جو بحر الحیوۃ (الحقیقیہ) سے تو (اپنے پاس) رکھتا تھا (یعنی وہ جو ایک فطری تعلق مع اللہ تھا وہ ضعیف یا زائل ہو گیا اور بحر الحیوۃ تعلق تام کو کہا کہ حیوۃ حقیقیہ کا سبب وہی ہے اور من وجہ تعلق بمنزلہ اس کے قطرات و شبنم کے ہے اور جاننا چاہئے کہ چوسنا اور نشف دو قسم ہے ایک وہ جو مذکور ہوا کہ خیال ناشف ہو گیا تعلق مع اللہ کا تن سے اور حاصل اس نشف کا زوال و ذہاب ہے تعلق مع اللہ کا جس طرح کسی شاخ سے ہوا اور دھوپ اس کی نمی کو خشک کر دیتی ہے اور دوسری قسم یہ کہ اعضاء ناشف ہوں تعلق مع اللہ کے تن سے باعتبار اس کے قویٰ باعثہ وارادیہ کے اور حاصل اس نشف کا اکتساب و تحصیل ہے تعلق مع اللہ کی جس طرح شاخیں پانی کو جڑ سے چوس کر تر و تازہ ہو جاتی ہیں اور اول نشف کا صلہ حرف از اور دوسرے کا حرف در ہوگا چنانچہ اوپر کہا گیا ہے نشف کرد از تو اور آگے (آوے گا) نشف آب اندر غصوں اور چونکہ ان دونوں میں عادۃً تنافی حقیقی ہے کہ ہر ایک کا وجود دوسرے کی عدم کی دلیل ہے وبالعکس اور اوپر اول کے وجود کا حکم کیا گیا ہے اور اس کی کوئی دلیل مذکور نہیں ہوئی) آگے اس کی دلیل ذکر کرتے ہیں کہ وہ عدم ہے ثانی کا اور اس ثانی کے عدم کو اس کے آثار و علامات کے عدم سے ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم نے ایک مضمون تو سن لیا یعنی دعویٰ) پھر (دوسرا مضمون سن لو یعنی دلیل وہ یہ کہ یہاں نشف ثانی نہیں دیکھا جاتا اور نشف ثانی کے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے آثار نہیں کیونکہ) شاخوں کے اندر پانی کے نشف کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ میلان میں جنبش کرتی ہیں (یعنی ان کو جس طرف لچک دو مڑ جاتی ہیں چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح) عضو (بھی) مثل تر و تازہ شاخ کے ہوتا ہے کہ تو جس طرف کھینچے وہ کھنچ جاتا ہے (آگے مشبہ بہ کی حالت کی تفصیل ہے کہ) اگر تجھ کو ٹوکرا بنانا منظور ہو تو اس کو بنا سکتا ہے نیز اس کو گردن کی ہنسلی بنا سکتا ہے (اور یہ سب اسی وقت تک ہے کہ وہ نمی کو جڑ سے کشش کرتا ہو اور تازہ ہو اور) جب وہ شاخ ناشف اپنی جڑ سے ناشف بننے (کی صفت) سے جاتی رہے (یعنی یہ اس صفت سے دور ہو جاوے) تو (پھر) وہ اس طرف نہیں آتی کہ حکم (موڑنے والے کا) اس کو کھینچتا ہے (پس یہی حال مشبہ کا ہے) پھر (اس کی تصدیق کے لئے) قرآن سے قاموا کسالی پڑھ لے جبکہ شاخ اپنی جڑ سے پستان (مراد شیر یعنی رطوبات) نہ پاوے (یعنی جب قویٰ جسمانیہ ارادیہ باعثہ سے مدد نہ پہنچے تو عبادات میں کسل ہوگا پس نشاط و حرکت یہ آثار تھے نشف ثانی کے ان کا نہ ہونا دلیل ہے نشف ثانی کے نہ ہونے کی اور نشف ثانی کا نہ ہونا دلیل ہے نشف اول کے ہونے کی وھو المطلوب الحمد کو رفی تمہید شعر پس شاخ نشف آب الخ پس لفظ شعر پس نشان اور شعر پس نجوان میں تعقیب ذکری کے لئے ہے و نبی بضم اول و کسر ثانی مواحدہ و یائے معروف بفارسی

www.besturdubooks.wordpress.com

قرآن کذانی الغیاث ولطی الکسر دالقصم پستان بہائم وسباع کذانی المنتخب آگے اس سے قصہ کی طرف عود کا قصد کر کے پھر اس کو ترک کر کے مضمون عشق وفنا کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور یہ انتقال سائغ ہے)۔

آتشین ست ایں نشاں کوتہ کنم	بر فقیر و گنج و احوالش زنم
یہ علامت آتشیں ہے کوتاہ کرتا ہوں	فقیر اور گنج پر اور اس کے احوال پر متوجہ ہوتا ہوں
آتشے دیدی کہ سوزد او نہال	آتش جاں بیں کز دسوزد خیال
تو نے ایسی آگ تو دیکھی ہے کہ وہ درخت کو جلا دے	آتش جان کو دیکھ کہ وہ خیال کو جلاتی ہے
زآتش عشق ست سوزاں جان و دل	لیک بے انوار زوآں جان و دل
آتش عشق سے جان و دل سوزاں ہے	لیکن بے نور ہے اس سے وہ جان و دل
نے خیال و نے حقیقت را اماں	زینچنیں آتش کہ شعلہ زد زجاں
نہ خیال کو امن ہے اور نہ حقیقت کو	ایسی آتش سے جس نے جان سے شعلہ مارا ہے
خصم بر شیر آمد و ہر روبہ او	کل شی ھالک الا وجہہ
وہ شیر پر اور ہر روباہ پر غالب آ گیا	ہر شی ہالک ہے بجز اس کی ذات کے
در وجوہ وجہ او رو خرج شو	چوں الف در بسم در رو درج شو
اس کی ذات کی تجلیات میں جا فنا ہو جا	تو الف کی طرح بسم میں جا اور درج ہو جا
آں الف در بسم پنہاں کردہ ایست	ہست او در بسم وہم در بسم نیست
اس الف نے بسم اللہ میں پنہاں طور پر قیام کیا ہے	وہ بسم میں ہے اور نہیں بھی ہے
ہمچنیں جملہ حروف گشتہ مات	وقت حذف حرف از بہر صلات
اسی طرح تمام وہ حروف جو معدوم ہو جاتے ہیں	اس حرف کے حذف کے وقت بوجہ اتصالات کے
او صلہ ست و بے و سیں زو وصل یافت	وصل بے و سین الف را بر نتافت
وہ ہمزہ واسطہ وصل ہے اور ب و س نے اسی سے اتصال پایا ہے	ب و س کا اتصال الف کو برداشت نہ کر سکا
چونکہ حرفے بر نتابد ایں وصال	واجب آمد کہ کنم کوتہ مقال
جبکہ ایک حرف کو برداشت نہیں کرتا یہ وصال	تو ضروری ہوا کہ میں کلام کو کوتاہ کروں
چوں یکے حرفے فراق سین و بے ست	خامشی اینجا مہم تر واجب ست
جب ایک حرف فراق ہے س و ب لا	خاموشی اس جگہ مہم تر واجب ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں الف از خود فنا شد مکتنف	بے ودیں بے او ہمی گویند الف
جب الف اپنے سے فنا ہو گیا اور پناہ لینے والا	تو ب دیں بدوں اس کے کہہ رہے ہیں کہ یہاں الف معتبر ہے
مارمیت اذرمیت بے ویست	ہمچنیں قال اللہ از ضمنش بجست
مارمیت اذرمیت بدوں اس کے ہے	اسی طرح اس کے ضمن سے قال اللہ مستفاد ہوا
تابود دار و ندارد او عمل	چونکہ شد فانی کند دفع علل
جب تک دوا رہتی ہے وہ عمل نہیں کرتی	جبکہ وہ فانی ہو گئی تو امراض کا دفعیہ کرتی ہے

(اوپر شعر پس نشان نشف آب (الخ) شعر چوں شد آن ناشف میں حرکت الی الطاعات کو نشان تعلق مع اللہ کا جس کو اس سے اوپر شبنم بحر الحیوۃ کہا ہے اور عدم حرکت کو نشان عدم تعلق مع اللہ کا فرمایا ہے چونکہ حقیقت اس تعلق کی بوجہ علوم مکاشفہ میں سے ہونے کے غامض اور دقیق ہے کہ وہ راجع ہے تحقیق علاقہ فیما بین الروح والحق کی طرف جو کہ منشاء ہے مسئلہ وحدۃ الوجود و اسرار توحید و دارد فنا و بقا و احوال عشق کا جن کا اظہار ظاہر ہے کہ عوام کے مناسب نہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ) یہ علامت (کا مضمون) آتشین ہے (کہ عامہ سامعین کو مضر ہے اس لئے میں اس کی) کوتاہ کرتا ہوں (اور اس مضمون کو چھوڑ کر) فقیر اور گنج پر اور اس کے احوال پر متوجہ ہوتا ہوں (مگر قصہ شروع نہیں کرنے پائے کہ ان اسرار و واردات کا بیساختہ غلبہ ہو گیا جن کا غموض باعث ہوا تھا ان کے ترک ذکر کا مگر مغلوبیت میں معذوری ہے اس لئے ان اسرار و واردات کی طرف بلا انتقال السابع مختل ہو گئے پس فرماتے ہیں کہ) تو نے ایسی آگ تو (بہت) دیکھی ہے کہ وہ درخت کو جلا دے (مگر) آتش جان کو دیکھ کہ وہ خیال کو جلاتی ہے (آگے اس آتش جان کا مصداق مع اشارہ بوجہ تسمیہ بتلاتے ہیں کہ) آتش عشق سے جان و دل سوزان ہے (پس آتش جان کا مصداق آتش عشق ہوئی اور آتش جان اس اعتبار سے کہی گئی کہ جان کے لئے مثل آتش کے سوزندہ ہے جس سوزندگی جان کا ایک اثر یہ ہے کہ جان کے خیالات کو جو کہ ما دون کے ساتھ متعلق تھے سوختہ و فنا کر دیا) لیکن (باوجود اس کے ایسے سوزندہ ہونے کے) بے نور ہے اس سے وہ جان و دل (یہ اشارہ ہے جان بے نور کی طرف قرینہ اس کا عنوان مبتداء کا ہے حاصل یہ کہ فاعل تو بہت قوی ہے مگر فاعلیت کے شرائط میں سے وجود قابل بھی ہے جو جان قابل نہ ہو وہ اس سے احتراق تو کیا حاصل کرتا جو موقوف ہے غایت تلبس پر اس کو تو نور بھی حاصل نہیں جو بعید سے بھی حاصل ہو جاتا ہے چنانچہ چراغ اور آفتاب سے دور ہونے پر بھی نور حاصل کیا جاتا ہے اور جو جان قابل ہے اسکے اعتبار سے یہ فاعل ایسا موثر ہے کہ وہ صرف مفنی خیال ہی نہیں بلکہ مفنی حقائق بھی ہے پس) نہ خیال کو امن ہے اور نہ حقیقت کو ایسی آتش سے جس نے جان سے شعلہ مارا ہے (یعنی جس عشق نے جان کو سوختہ کر دیا اس کا اثر اس جان و متاثر و قابل میں یہ ہے کہ اس سے فنا علمی کہ علوم و خیالات سے متعلق ہے اور فنا حسی کہ موجودات واقعیہ یعنی اخلاق ذمیمہ سے متعلق ہے دونوں متحقق ہو گئیں اور ان دونوں فناؤں کے اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ) وہ (یعنی عشق) شیر (یعنی موجود قوی) پر (کہ موجود خارجی ہے) اور ہر روباہ (یعنی موجود ضعیف) پر (کہ وہ موجود ذہنی ہے) غالب آ گیا (چنانچہ ارشاد ہے کہ) ہر شے ہالک ہے بجز اس کی ذات مستلزم للصفات) کے (استدلال اس طرح ہوا کہ اس سے حق تعالیٰ کے وجود کا استقلال اور دوسرے موجودات کا اضمحلال ثابت ہوا اور ظاہر ہے کہ جب موجود قوی کے آثار غلبہ کرتے ہیں جیسا کہ عشق میں ایسا ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتا ہے پس اس وقت موجود ضعیف بعض مغلوب بعض مسلوب ہو جاویں گے پس کل شی ہالک سے استدلال صحیح ہو گیا آگے بعد بیان خواص وآثار عشق کے ان خواص وآثار یعنی قرب ووصل وفنا کی تحصیل کی ترغیب بطور تفریع علی الآیۃ کے فرماتے ہیں یعنی) اس (محبوب حقیقی موصوف فی الآیۃ باستقلال الوجود) کی ذات کی تجلیات میں جا فنا ہو جا (کہ اس کا استقلال وجود اور ہمارا اضمحلال وجود اسی کو مقتضی ہے وہذا التقریر التفریع علی الآیۃ پس وجہ سے مراد ذات کہ اس لفظ کا استعمال ذات میں آتا ہے اور وجوہ سے مراد تجلیات کہ وہ اطوار ہیں ظہور حق کے کہ وجوہ کے معنے اطوار کے آتے ہیں کما فی المنتخب آگے اس فنا کی ایک مثال ہے کہ) تو الف (یعنی ہمزہ) کی طرح بسم میں جا اور درج ہو جا) آگے وجہ تشبیہ کا بیان ہے کہ) اس الف (یعنی ہمزہ) نے بسم میں پنہاں طور پر قیام کیا ہے (ایست حاصل مصدر ایستادن پس) وہ من وجہ) بسم میں ہے اور (من وجہ) نہیں بھی ہے (حاصل تقریر کا یہ ہے کہ بسم اصل میں باسم تھا ہمزہ وصل دو کلموں کے درمیان آکر حذف ہو جاتا ہے اس لئے جب ہائے جارہ اسم پر آئی ہمزہ حذف ہو کر وہ ب س سے مل گئی پس وہ ہمزہ لفظاً وظاہراً تو موجود نہیں اور معنے اور باطناً موجود ہے۔ پس اسی طرح فنا میں اس فانی کا وجود من وجہ رہتا ہے اور من وجہ نہیں رہتا یعنے حساً تو رہتا ہے یعنی معدوم ومفقود نہیں ہوتا لیکن التفاتاً واستحضاراً نہیں رہتا یعنے معلوم ومشہود نہیں ہوتا پس وجہ تشبیہ وجود من وجہ وعدم من وجہ ہے گو وجہ شبہ طرفین تشبیہ میں مختلف ہو آگے اور تشبیہ ہے کہ) اسی طرح تمام وہ حروف جو معدوم ہو جاتے ہیں اس حرف کے حذف کے وقت بوجہ اتصالات (کلمات) کے (مثلاً غلام زید اصل میں غلام لزید تھا جب غلام کو زید کے ساتھ اضافت کے لئے متصل کیا اس اتصال کی وجہ سے لام محذوف ہو کر معدوم ہو گیا پس یہ حرف لام بھی من وجہ موجود ہے اور من وجہ معدوم جیسا ہمزہ وصل میں بیان کیا گیا اس مثال پر مضمون ترغیب فنا کا جو خرج شو اور درج شو کا مدلول ہے ختم ہوا اور چونکہ وجہ ترغیب یہ ہے کہ وہ موقوف علیہ ہے وصل کا اور وصل مطلوب ہے اور مطلوب کا موقوف علیہ بھی مطلوب ہوتا ہے آگے اس کا موقوف علیہ ہونا یعنی فناء کا شرط وصال ہونا بھی اسی مثال سے دوسرے اعتبار سے واضح کرتے ہیں کہ دیکھو) وہ (ہمزہ) واسطہ وصل ہے اور ب اور س نے اسی سے اتصال پایا ہے (مگر) ب وس کا اتصال (اس) الف (یعنی ہمزہ) کو برداشت نہیں کر سکا (یعنی وصل ب وس کا وجود الف کے ساتھ جمع نہیں ہو سکا پس جس طرح مشبہ بہ میں حذف ہمزہ شرط اتصال فیما بین ب وس ہے باوجودیکہ یہ ہمزہ واسطہ اتصال بھی ہے چنانچہ اگر بجائے اس ہمزہ کے کوئی دوسرا ایسا حرف ہو جو حذف نہیں ہوتا تو اس کے ماقبل ومابعد میں وصل نہ ہوتا مثلاً ہمزہ قطعی ہوتا تو وہ بحالہ فاصل رہتا اسی طرح مشبہ میں حذف وفنا ہستی وخودی شرط وصل فیما بین العبد والحق ہے گو وہی ہستی واسطہ وصل بھی ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ یہ فناء مصطلح ایک حالت وجودیہ ہے جس کا ثبوت کسی کے لئے فرع ہے ثبوت مثبت لہ کی اور میں نے جو اس شعر کی تمہید میں یہ لفظ بڑھایا ہے کہ دوسرے اعتبار سے وجہ اس کی یہ ہے کہ اوپر ہمزہ سے عبد فانی کو تشبیہ دی تھی اور ب وس سے جانب حق کو اور یہاں عبد کو ب یا س سے اور اس کے وجود کو ہمزہ سے اور حق کو احد الطرفین الباقی سے تشبیہ دی والصحۃ کل وجہ کما سیاتی فی الشعر السابق علی الاخیر وبرتافتن بمعنی برداشتن کذا فی الغیاث آگے اس برتافتن مشبہ بہ سے علاوہ توضیح اشتراط مذکور فیما قبل کے ایک اور فائدہ نکال کر بطور تفریع فرماتے ہیں کہ) جب ایک حرف کو برداشت نہیں کرتا یہ وصال تو ضروری ہوا کہ میں کلام کو کوتاہ کروں (کیونکہ کلام میں تو بہت حروف بلکہ کلمات بلکہ جملے ہیں یہ مجھ کو وصال حق سے کیوں نہ مانع ہوں گے اس لئے مجھ کو چاہئے کہ کلام کو بھی حذف کر دوں اور توضیح اس کی یہ ہے کہ کلام بھی تو آثار ہستی سے ہے اور فنا میں ان آثار کا عدم ضروری ہے پس عدم کلام ضروری ہوا اور یہ حکم کہ فنا کے لئے عدم

www.besturdubooks.wordpress.com

کلام ضروری ہے باعتبار بعض مراتب فناء کے ہے مثلاً استغراق سو ممکن ہے کہ مولانا اس وقت اس مرتبہ کو اپنے او پر وارد کرنا چاہتے ہوں اس لئے کلام کو مانع سمجھا وہذا التقریر لہذا الشعر مما اضنی اللہ تعالیٰ بہ ولا فخر وانما الحمد والشکر آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جب ایک حرف (یعنی ہمزہ سبب) فراق ہے س و ب کا (پس) خاموشی اس جگہ بہتر و اجب ہے اوران دونوں شعر کو ماقبل کا ہم معنے بھی کہہ سکتے ہیں پس یہ تقریر ہوگی ہرگاہ کہ در حرف ایں حالت است کہ از وجود یک حرف فراق بے و سین ست پس دراصل عاشق چہ طور گنجائش وجود عاشق باشد دریں مقام مجال مقال نیست خاموشی واجب ست اھ کذا فی الحاشیہ و نسبہا الی مرشدیؒ ویمکن ان یرجع ہذا الی ما قلت باضافۃ مقدمۃ وہی ہذہ و کلام و مقال از آثار وجود عاشق ست پس آن ہم گنجائش ندارد واللہ اعلم چونکہ فناء کا ثمرہ بقاء ہے آگے اس کو اسی مثال سے اول اعتبار سے بیان فرماتے ہیں کہ) جب الف اپنے سے فنا ہو گیا (اور ب و س کی) پناہ لینے والا (ہو گیا) یعنی ان کے بیچ میں جا کر پوشیدہ ہو گیا فقولہ ملتحف معطوف بتقدیر العاطف) تو ب و س بدوں اس کی (وجود ظاہری کے) کہہ رہے ہیں (کہ یہاں) الف (معتبر ہے چنانچہ اس مرکب کی تحلیل الی المفردات کے وقت اس ب و س ہی کے درمیان میں الف کے وجود کا حکم کیا جاتا ہے پس اسناد ہمیگویند کی ب و س کی طرف اسناد مجازی ہے۔ سبب دال کی طرف پس اسی طرح جب عبد فانی فی الحق ہو جاتا ہے تو پھر حق تعالیٰ کا مقولہ ما رمیت اذ رمیت بدوں اس کے (وجود کے واقع ہوتا) ہے (یہ مقولہ تو افعال عبد کی نسبت ہے اور) اسی طرح اس کے ضمن سے (ما قلت ولکن) قال اللہ مستفاد ہوا (یہ اقوال عبد کی نسبت ہوا اور اس کے ضمن سے حاصل ہونا اشتراک علت ومنی کی وجہ سے ہے اور اسی اشتراک سے اس کا عموم بھی ہر فانی کے لئے ہوگا گو مورد خاص ہے اور حاصل بقاء کا یہی ہے کہ اس کے اقوال وافعال بوجہ کمال موافقت حق کے گویا عین اقوال وافعال حق کے ہوتے ہیں جیسے عبد سے صادر ہی نہیں ہوئے اور اس شعر کی تمہید میں میں نے یہ کہا ہے کہ اول اعتبار سے وجہ اس کی یہ ہے کہ سابق میں ب و س کو مشبہ بہ جانب حق کا قرار دیا تھا اور ہمزہ کو مشبہ بہ عبد کا فی قولہ آن الف در بسم الخ اور بعد میں ب و س کو مشبہ بہ مجموعہ عبد و حق کا اور ہمزہ کو مشبہ بہ وجود عبد کا فی قولہ او صلاست الخ کما ذکرتہ فی تمہید الشعر الثانی اور یہاں پھر مثل سابق ہی ب و س کو مشبہ بہ جانب حق کا اعتبار کیا ہے چنانچہ تقریر شعر چوں الف از خود الخ سے ظاہر ہے اس لئے میں نے اس شعر کی تمہید میں کہا تھا کہ اول اعتبار سے اب یہ بات رہ گئی ہے کہ شعر اول و شعر اخیر میں جو ب و س کو مشبہ بہ جانب حق کا قرار دیا اس میں کس حرف سے کس شان کی تشبیہ زیادہ الیق ہے سو احقر کے ذوق میں اقرب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ب کو مشبہ بہ ذات وصفات حق کا اور س کو مشبہ بہ افعال حق کا کہا جاوے اس لئے کہ اس ب جارہ میں یہ صفات ہیں ایک بساطت کیونکہ حرف مفرد ہے کسی کلمہ کا جز نہیں ہے اور نہ اس میں اور کوئی حرف جزو ہے پس بسیط ہوا بخلاف اس کے کہ کلمہ اسم کا جزو ہے دوسرے استقلال یعنی کلمہ ہونے میں مستقل ہے کسی کا محتاج نہیں اور وہ استقلال مراد نہیں جو اسم اور فعل کے خواص میں سے ہے بخلاف س کے کہ مستقل کلمہ نہیں چنانچہ ظاہر ہے تیسرے عامل اور موثر ہونا چنانچہ کلمہ اسم کو اس نے جر کیا اور ظاہر ہے کہ جب کلمہ اسم وجود میں مستتبع ہے حرف س کا کیونکہ کل مستتبع ہوتا ہے جزو کو وہ متاثر ہے حرف جر سے تو تابع میں بھی اس تاثر کا اثر ضرور ہوگا پس س بھی متاثر ہوا ب سے اور یہ اوصاف ذات وصفات واجب تعالیٰ کے زیادہ مناسب ہیں کہ وہ بسیط بھی ہیں مستقل بھی ہیں موثر بھی ہیں خواہ اس میں اتنا اور اعتبار کر لیا جاوے کہ ذات واجب کو ذات ب سے اور صفات حق کو نقطہ با سے کہ باوجود تابع ہونے کے ذات سے منفک نہیں اسی طرح صفات باوجود تابع فی الوجود ہونے کے ذات سے منفک نہیں بہر حال ذات وصفات کو تو ب سے تشبیہ دینا

www.besturdubooks.wordpress.com

زیادہ مناسب ہے اور انفعال حق کو س کے ساتھ کیوں وہ بوجہ ممکن ہونے کے تعلق بالمرکب کی صورت میں حبعاً ترکیب کے ساتھ بھی موصوف ہوں گے اور ان میں احتیاج فی الوجود وتاثر بھی ہوگا پس معنے یہ ہوں گے کہ جس طرح ہمزہ ب دس میں فنا ہوگیا اسی طرح عبد بھی ذات وصفت حق اور انفعال حق میں فنا ہو جاتا ہے چنانچہ فناء کی یہی تین قسمیں مشہور بھی ہیں۔ فناء فی الذات فناء فی الصفات فناء فی الافعال اور یہی تقریر ہے جس کا وعدہ شعر اوصلا است کے حل کے اخیر میں کیا گیا تھا بقولی کما سیاتی الخ اور مضمون بقاء میں جو تشبیہ مذکور ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ جس طرح فناء ہمزہ کے بعد یہ کہنا صحیح ہے کہ ہمزہ موصوف بالوجود نہیں اگر وہ موصوف بالوجود ہے تو اس کا موصوف بالوجود ہونا یہی ہے کہ ب دس موصوف بالوجود ہیں وھو معنے قولہ بے سیین سے بہ ادہمی گوید بندالف اسی طرح فناء عبد کے بعد یہ کہنا صحیح ہے کہ عبد موصوف بالفعل وبالقول نہیں ہے وہذا معنے ما رمیت وما قلت اگر وہ موصوف بالفعل وبالقول ہے وھو معنے اذ رمیت واذ قلت تو اس کا موصوف بالفعل وبالقول ہونا یہی ہے کہ حق تعالیٰ موصوف بالفعل وبالقول ہے وھو معنے ولکن اللہ رمیٰ ولکن اللہ قال یہاں تک فناء کے اشتراط ونافعیت کا مضمون ختم ہوا آگے اسی اشتراط ونافعیت کی ایک مثال ہے کہ دیکھو) جب تک دوا (اپنی صورت نوعیہ پر باقی) رہتی ہے وہ عمل (اور اثر) نہیں کرتی (اور) جب وہ فانی ہوگئی (اور بہ تبدل صورت بدن میں ساری ہوئی) تو امراض کا دفعیہ کرتی ہے (تو دیکھو اس مثال سے بھی فناء دوا کا شرط عمل ونافع صحت ودافع مرض ہونا واضح ہوا چونکہ ان مضامین کے نہایت نافع وعالی ہونے پر نظر واقع ہونے سے مثنوی کی مدح کا جوش ہوا جس کے یہ مضامین جزو ہیں اس لئے آگے اشعار میں مثنوی کی مدح اس کی مقبولیت وبقاء برکت واشتمال معانی واسرار غیر محدودہ سے بطور انتقال ثانی کے فرماتے ہیں)۔

گر شود بیشہ قلم دریا مدید	مثنوی را نیست پایانی امید
اگر بیشہ قلم ہو جاوے اور دریا روشنائی	مثنوی کے ختم کی توقع نہیں
چار جوب خشت زن تا خاک ہست	میدہد تقطیع شعرش نیز دست
خشت زن کا قالب خاک تک ہے	اس کے اشعار کی تقطیع بھی میسر رہے گی
چوں نماند خاک و بادش حف کند	خاک سازد بحر او چوں کف کند
جب خاک نہ رہے گی اور ہوا اس کو صاف کر دے گی	تو اس کا دریا خاک بنا دے گا جبکہ کف لاوے گا
چوں نماند بیشہٗ و سر در کشند	بیشہا از عین دریا سر کشند
جب بیشے نہ رہیں گے اور روپوش ہو جاویں گے	تو اور دوسرے بیشے عین دریا سے ظاہر ہوں گے
بہر ایں گفت آں خداوند فرج	حد ثوا عن بحر نا اذلا حرج
اسی لئے اس مالک کشادگی نے فرمایا	ہمارے دریا سے حکایتیں کیے جاؤ کیونکہ تنگی نہیں ہے
باز گرد از بحرؔ رو در خشک نہ	ہم زلعبت گو کہ کودک راست بہ
تو دریا سے ہٹ منہ خشکی کی طرف کر	کھیل کی بات بھی کہہ لے کیونکہ کودک کے لئے بہتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا ز لعبت اندک اندک در صبا	جانش گردد باہم عقل آشنا
تا کہ کھیل سے تھوڑا لڑکپن میں	اس کی جان دریائے عقل سے آشنا ہو جاوے
عقل زاں بازی ہمی گیرد صبی	گرچہ با عقل ست در ظاہر ابی
لڑکا اس کھیل سے عقل حاصل کر لیتا ہے	اگرچہ بظاہر وہ عقل کے ساتھ منافی ہے
کودک دیوانہ بازی کے کند	جزو باید تا کہ کل را پے کند
دیوانہ لڑکا کب کھیل کرتا ہے	جزو تو ضروری ہے تا کہ کل کا سراغ لگا لیوے

اگر بیشہ (شامل علی الاشجار) قلم ہو جاوے (اور دریا روشنائی (ہو جاوے مدید بکسر دال دیائے مجہول امالہ مداد تب بھی) مثنوی (کے مضامین و برکات) کے ختم (وانقطاع) کی توقع (واحتمال) نہیں (امید بضم اول وکسر میم دیائے مجہول الخ کذافی الغیاث فصحت القافیہ آگے اس مضمون کی تفصیل ہے مع ایک مثال کے یعنی جس طرح) خشت زن کا قالب (یعنی سانچہ وجود) خاک تک (باقی) ہے (اسی طرح وجود خاک زمین تک) اس (مثنوی) کے اشعار کی تقطیع بھی میسر (وموجود) رہے گی (دست دادن میسر شدن کذافی الغیاث مطلب یہ کہ مثنوی اس قدر اسرار و برکات بے شمار پر مشتمل ہے کہ اگر اشجار کو اقلام اور بحر کو مداد بناویں تو اس کے مضامین کی شرح ختم نہ ہو کیونکہ وہ کلمات اللہ یعنی معاملات حق کے متعلق مضامین ہیں وقال اللہ تعالیٰ قل لو کان البحر مداداً الخ اور اس کی برکات بھی قیامت تک رہیں گی بلکہ امید ہے کہ اس کے خود الفاظ بھی باقی رہیں گے چنانچہ تقریباً سات سو برس تک الفاظ بھی ویسے ہی مقبولیت کے ساتھ منقول چلے آتے ہیں اور اگر تقطیع شعر سے مراد معنے مجازی لئے جاویں یعنی معانی اشعار مقطعہ تو یہ تقریر ہوگی کہ میرے وقت سے قیامت تک اس کے معانی میں صدر الی صدر و من لسان الی لسان مسلسل چلے جاویں گے خواہ ان ہی الفاظ میں یا دوسرے الفاظ میں اور اس کا تحقق اس طرح ہو سکتا ہے کہ سلسلہ معارف کا بذریعہ صحت تمام عارفین مقبولین سے برابر قائم ہے اور قیامت تک عارفین کے وجود کے ساتھ وہ بھی ممتد رہے گا کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق الحدیث و تقطیع وزن کردن شعر کہ الفاظ را از ہم جدا کردہ خوانند آگے ترقی فرماتے ہیں کہ اس عالم کے بعد بھی اس کی برکات رہیں گی یعنی) جب (یہ) خاک (یعنی دنیا) نہ رہے گی (جس کا اوپر ذکر تھا تا خاک ہست) اور ہوا اس (خاک) کو صاف (اور مستاصل) کر دے گی (فی المنتخب حف پاک وسادہ کردن سر وروے را از موے و خشک شدن گیاہ در زمین و گرفتن برودت و پیراستن ریش و خشک شدن موی سر از بے روغنی الخ در ہوا سے مراد وہ ہوا ہے جس کے اثر سے قیامت کے روز زمین اور پہاڑ اس طرح اڑتے پھریں گے جیسا ارشاد ہے اذا رجت الارض رجا و بست الجبال بسا فکانت ھباء منبثا اور ارشاد ہے و تکون الجبال کالعھن المنفوش اور ارشاد ہے کلا اذا دکت الارض دکاً دکا یعنی جب یہ عالم نہ رہے گا) تو اس (مثنوی) کا دریا (ایک اور) خاک (یعنی زمین) بنا دے گا جب کہ کف لا دے گا (کف لانا کنایہ ہے جوش سے یعنی اس عالم کے بعد جب معانی مثنوی کا دریا جوش کرے گا تو وہ ایک اور زمین یعنی عالم کو بنا دے گا اور پھر اس عالم میں اس کے معانی و برکات ظاہر ہوں گے شرح اس کی یہ ہے کہ مصداق ان معانی مثنوی کا کلمات اللہ ہیں خواہ وہ بالفاظ مثنوی ہوں یا

www.besturdubooks.wordpress.com

دوسرے الفاظ سے اور یہی کلمات اللہ معنون وحقیقت ہیں مثنوی کی اور جوش سے مراد اقتضاء آثار اور وہ آثار جزا وثمرات ہیں ان کلمات کے اعتقاد اور انقیاد کے اور زمین جدید سے مراد ارض دار الجزا جس کا ذکر اس آیت میں وا ورثنا الارض نتبوا من الجنۃ حیث نشاء اب مطلب ظاہر ہے کہ یہ کلمات اللہ ایسے دائم البرکات ہیں کہ جب یہ دار العمل منقطع ہو جاوے گا تو وہ کلمات اللہ جس میں تمام دین آ گیا مقتضی ہوں گے کہ عامل کو اس کے اعتقاد وانقیاد کی جزا ملے پس حق تعالیٰ دار الجزاء کو ظاہر فرما کر ان کلمات اللہ پر جزا دیں گے اور یہ ہے وہ برکت دائمہ پس اسناد خاک سازو کی مجازی ہے سبب اور مقتضی کی طرف آگے بھی اس عالم کے انقطاع پر اس عالم کا ظہور بتلاتے ہیں کہ) جب (اس عالم کے) پیشے نہ رہیں گے (اور پردۂ عدم میں) روپوش ہو جاویں گے تو (اور دوسرے) پیشے (اس عالم کے) عین دریا سے ظاہر ہوں گے (یعنی کلمات اللہ کا اقتضاء جزا سبب ہوگا اس عالم کے ظہور کا قال تعالیٰ ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیہا لتجزیٰ کل نفس بما تسعیٰ آگے تفریع ہے ان کلمات اللہ کی لاتناہی پر جس کا ذکر شعر گر شود بیشہ الخ میں تھا یعنی چونکہ وہ محدود ومعدود نہیں) اسی لئے اس مالک کشادگی (یعنی حضرت حق) نے فرمایا ہے کہ) ہمارے (کلمات اللہ کے) دریا سے حکایتیں کئے جاؤ کیونکہ (ان میں) تنگی (اور انقطاع) نہیں ہے (تو کسی وقت بھی لا تحدثوا کی نوبت نہ آوے گی یہ روایت بالمعنی ہے یہ مضمون ناشی ہوتا ہے آیۃ قل لو کان البحر الخ سے آگے تمہید ہے رجوع بقصہ کی اور چار شعر کے بعد راجع بقصہ ہوں گے پس فرماتے ہیں کہ) تو دریا (کے ذکر) سے (جس کا ذکر اوپر سے کرتے آتے ہو اب اس سے) ہٹ (اور) منہ خشکی کی طرف کر (یعنی قصہ ظاہرہ کی طرف توجہ کر جس کو ان معانی کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہے جیسی خشکی کو دریا کے ساتھ کہ وقوعاً خشکی میں تنگی ہے اور دریا میں فراخی آگے رجوع الی القصہ کی مثال ہے کہ) کھیل کی بات بھی کہہ لے کیونکہ کودک کے لئے (وہی) بہتر (یعنی مناسب) ہے (اور بہتر اس لئے ہے) تاکہ کھیل سے تھوڑا لڑکپن میں اس کی جان دریائے عقل سے آشنا ہو جاوے (یعنی کھیل ہی سے عقل اور کمال کی باتیں سیکھ لے یعنی قصہ بھی مقصود بالعرض ہے کیونکہ قصص سے شدہ شدہ ذکر کی اور عبرت کا بھی خوگر ہو جاتا ہے جس طرح بچوں کو لکڑی کی تلوار دیتے ہیں کہ اس سے مشق کر کر کے سچ مچ کی تلوار کا ماہر ہو جاوے ورنہ اگر پہلے ہی سے اس کو تلوار دیدی جاوے تو ضرور ہے کہ سب سے پہلے اپنا ہی ہاتھ پاؤں کاٹ کر رکھ دے اسی طرح اسرار بلا واسطہ عوام کے مناسب نہیں ہاں قصص کے ضمن میں کچھ کچھ علوم نافعہ ان کو بتلائے جائیں تو ترقی کر کے علوم حقیقیہ کی صلاحیت بھی ان میں ہو جاوے گی۔ اسی واسطے کہا تھا کہ اسرار کو چھوڑ کر قصہ کہو آگے بھی شعر سابق کا مضمون ہے کہ) لڑکا اس کھیل سے عقل حاصل کر لیتا ہے اگرچہ بظاہر وہ (کھیل) عقل کے ساتھ منافی ہے (لیکن واقع میں دونوں میں بہت مناسبت ہے چنانچہ یہ مناسبت بھی ہے کہ کھیل سبب ہو جاتا ہے عقل کا جیسا اوپر ذکر کیا گیا اور یہ بھی مناسبت ہے کہ عقل بھی سبب ہوتا ہے کھیل کا چنانچہ اس کا آگے ذکر ہے کہ) دیوانہ لڑکا کب کھیل کرتا ہے (کیونکہ اس میں بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے خلاصہ یہ ہوا کہ اول تھوڑی عقل ہوتی ہے جو کھیل کے سمجھنے کے لئے کافی ہو پھر کھیل میں لگا دیئے جاتے ہیں پھر اس سے عقل کو ترقی ہو جاتی ہے اسی طرح قصہ کو علوم مقصودہ سے بظاہر تباعد ہے اور اسکا اقتضاء یہ ہو سکتا ہے کہ علوم کے لئے قصص کو نہ بیان کیا جاوے لیکن ان میں یہی نسبت ہے کہ جس کو تھوڑی سی عقل ہو جس سے قصص کے مدلولات ومعانیات ظاہرہ تو سمجھ لے اس کو قصص سنائے جاتے ہیں پھر اگر وہ غور کیا کرے تو اس سے تفکر وتذکر کی شدہ شدہ عادت ہو کر اس میں اسرار ومعانی کی قابلیت ہو جاتی ہے پھر اسرار بتلا دیئے جاتے ہیں آگے اول تھوڑی سی عقل کی ضرورت کو بتلاتے ہیں کہ) جز و (یعنی ادنیٰ اور

www.besturdubooks.wordpress.com

بقدر ضرورت) تو ضروری ہے تاکہ کل (یعنی اعلیٰ اور اکمل) کا سراغ لگالیوے (جیسا ابھی اوپر اس کی شرح کی گئی یہ تمہید تھی رجوع بقصہ کی آگے رجوع بقصہ فرماتے ہیں مگر شروع کے ساتھ ہی اور مضمون کی طرف انتقال بھی فرما جائیں گے۔

رجوع کردن بقصۂ قبہ و گنج

قبہ اور خزانہ کے قصے کی جانب رجوع

نک خیال آں فقیر بے ریا	عاجز آورد از بیاؤ از بیا
اب اس فقیر بے ریا کے خیال نے	عاجز کر دیا بیا بیا سے
بانگ او تو نشوی من بشنوم	زانکہ در اسرار ہمراز ویم
اس کی آواز تو نہیں سنتا میں سنتا ہوں	کیونکہ میں اسرار میں اس کا ہمراز ہوں
طالب گنجش مبیں خود گنج اوست	دوستکے باشد بمعنیٰ غیر دوست
تو اس کو طالب گنج مت دیکھ وہ خود گنج ہے	دوست باعتبار باطن کے دوست کا غیر کب ہوتا ہے
سجدہ خود را می کند ہر لحظہ او	سجدہ پیش آئینہ ست از بہر رو
وہ ہر لحظہ اپنے ہی سامنے انقیاد کر رہا ہے	آئینہ کے سامنے سجدہ کرنا چہرہ کے لئے ہو گا
گر بدیدے ز آئینہ او یک پشیز	بے خیال او نماندے ہیچ چیز
اگر وہ آئینہ میں سے بقدر ایک پائی کے بھی دیکھ لیتا	تو بجز ایک خیال کے اس کی کوئی چیز بھی باقی نہ رہتی
ہم خیالاتش ہم او فانی شدے	دانش او محو نادانی شدے
اس کے خیالات بھی اور وہ خود بھی فانی ہو جاتے	اس کا علم عدم علم میں محو ہو جاتا
دانش دیگر ز نادانی ما	سر بر آوردے عیاں کانی انا
ہمارے عدم علم سے ایک دوسرا علم	عیاناً ظاہر ہوتا کہ انی انا اللہ
اسجدوا لآدم ندا آمد ہمے	کادمید و خویش بینید ش دمے
سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو ندا آ رہی تھی	کہ تم سب آدم ہی ہو اور اپنے کو ایک دم تو دیکھو
احولی از چشم ایشاں دور کرد	تا زمیں شد عین چرخ لاجورد
اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ سے احولی کو دور کر دیا تھا	یہاں تک کہ زمین عین آسمان لاجوردی ہو گئی
لآ الٰہ گفت و الا اللہ گفت	گشت لا الا اللہ و وحدت شگفت
اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے	وہ لا خود الا اللہ ہو گیا اور وحدت ظاہر ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

آں حبیب و آں خلیل بارشد	وقت آں آمد کہ گوش ما کشد
وہ حبیب اور وہ خلیل ہادی	وقت اس بات کا آ گیا ہے کہ ہمارا کان کھینچے
سوئے چشمہ کہ دہاں زینہا بشو	زآنچہ پوشیدیم از خلقاں مگو
چشمہ کی طرف کہ منہ ان اسرار سے دھو دے	جو چیز ہم نے خلائق سے مخفی کی ہے وہ مت کہہ
ور بگوئی خود نہ گردد آشکار	تو بقصد کشف گردی جرم دار
اور اگر تو کہے گا تو وہ ظاہر تو نہ ہو گا	تو قصد اظہار سے مجرم ہو جاوے گا
لیک من اینک پریشاں می تنم	قائل ایں سامع ایں ہم منم
لیکن میں اس وقت پریشان بیان کر رہا ہوں	قائل بھی اس کا سامع بھی اس کا میں ہی ہوں
صورت درویش و نقش گنج گو	رنج کیشند ایں گروہ از رنج گو
درویش کی صورت کو اور گنج کے نقش کو کہہ	یہ گروہ رنج کیش ہیں تو رنج کی بات کو کہہ
چشمۂ رحمت بر ایشاں شد حرام	می خورند از زہر قاتل جام جام
چشمہ رحمت ان پر حرام ہوگیا	زہر قاتل کے جام کے جام پی رہے ہیں
خاکہا پر کردہ دامن می کشند	تا کنند ایں چشمہارا خشک بند
دامن بھر بھر کر مٹی لا رہے ہیں	تاکہ ان چشموں کو خشک اور بند کر دیں
کے شود ایں چشمۂ دریا مدد	ملتبس زیں مشت خاک نیک و بد
یہ چشمہ جس کو دریا سے مدد مل رہی ہے	کب اپناشتہ ہوسکتا ہے اس مشت خاک نیک یا بد سے
لیک گوید باشما من بستہ ام	بے شما من با ابد پیوستہ ام
لیکن وہ کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ بند ہی ہوں	بدوں تمہارے میں ابد سے اتصال رکھتا ہوں
قوم معکوس اندر مشتہا	خاک خوار و آب را کردہ رہا
یہ لوگ مرغوبات میں معکوس ہیں	خاک تو کھاتے ہیں اور پانی کو ترک کر دکھلا
ضد طبع انبیاء دارند خلق	اژدہا را متکا دارند خلق
خلائق طبع انبیاء کے خلاف طبیعت رکھتے ہیں	خلائق اژدہا کو تکیہ گاہ بنائے رہتے ہیں
چشم بند خلق چوں دانستۂ	ہیچ دانی از چہ دیدہ بستۂ
خلق کی آنکھ بند کرنے والی چیز کو جب تو نے معلوم کرلیا	تجھ کو یہ بھی معلوم ہے تو نے کیسی چیز سے آنکھ بند کی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

برچہ بکشادی بدل ایں دیدہا	یک بیک بخس البدل داں آں ترا
کسی چیز پر بدل میں یہ آنکھیں تو نے کھولی ہیں	تو سر بسر اس کو اپنے لئے بخس البدل جان
لیک خورشید عنایت تافتہ است	آئیسان را از کرم دریافتہ است
لیکن خورشید عنایت چمکا ہے	مایوسوں کو کرم سے پا لیا ہے
نرد بس نادر ز رحمت باختہ	عین کفراں را انابت ساختہ
بہت عجیب نرد رحمت سے کھیل ہے	عین کفران کو انابت کر دیا ہے
ہم ازیں بدبختی خلق آں جواد	منفجر کردہ دو صد چشمہ و داد
خلق کی اسی شقاوت سے اس جواد نے	دو سو چشمے محبت کے جاری کر دئے
غنچہ را از خار سرمایہ دہد	مہرہ را از مار پیرایہ دہد
وہ غنچہ کا سرمایہ خار سے عطا فرماتا ہے	اور وہ مہرہ کو سانپ سے لباس عطا فرماتا ہے
از سواد شب بروں آرد نہار	وز کف معسر برویاند یسار
وہ تاریکی شب سے دن کو ظاہر کرتا ہے	اور وہ تنگدست کے ہاتھ سے تونگری پیدا کرتا ہے
آرد سازد ریگ را بہر خلیلؑ	کوہ با داؤدؑ گردد ہم رسیل
وہ خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے ریگ کو آٹا بنا دیتا ہے	پہاڑ بھی داؤد علیہ السلام کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا ہے
کوہ با وحشت دراں ابر ظلم	برکشاید بانگ چنگ و زیر و بم
پہاڑ جو کہ باوحشت ہے اس ابر ظلمات میں	ظاہر کرتا ہے بانگ چنگ کو اور زیروبم کو
خیز اے داؤدؑ از خلقاں نفیر	ترک آں کردی عوض از ما بگیر
اٹھو اے داؤد جو خلائق سے نفرت کرنے والے ہو	تم نے اس کو ترک کر دیا ہم سے عوض لو
حد ندارد گنج بے پایان او	باز رو سوئے فقیر گنج جو
حق تعالیٰ کا گنج بے پایان حد نہیں رکھتا	پھر متوجہ ہو فقیر طالب گنج کی طرف

اب اس فقیر بے ریا کے خیال نے عاجز (وتنگ) کردیا بیا بیا (کے تقاضے) سے (یعنی) اس کے اہتمام قصہ کا جو خیال آیا تو وہ خیال متقاضی ہے کہ اہتمام قصہ کی طرف متوجہ ہو اور بے ریا اس لئے کہا کہ طلب گنج میں اس کی دوسری غرض نہ تھی خود گنج ہی مقصود تھا ممکن ہے کہ اس میں اشارہ ہو کہ جب غیر حق کی طلب میں لوگ اخلاص کرتے ہیں تو طلب حق میں تو بدرجہ اولیٰ اس کا اہتمام ضروری ہے واللہ اعلم اب یہاں ایک سوال پیدا ہوا کہ تم جو کہتے ہو کہ اس کا خیال بیاد بیا کہہ رہا ہے تو ہم نے تو نہیں سنا اس لئے جواب دیتے ہیں کہ) اس کی آواز تو نہیں سنتا (مگر) میں سنتا ہوں کیونکہ میں اسرار میں اس کا ہمراز ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

(چنانچہ ایک گنج مجازی کا وہ طالب ہے اور ایک گنج حقیقی کا میں طالب ہوں وہو مصداق قولہ کنت کنزاً مخفیاً الخ تو مجھ میں اور اس میں مناسبت ہوئی اور اپنے مطلوب کی طلب میں چونکہ مجھ کو بھی تقاضا ہوتا ہے اس سے مجھ کو اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ اسی طرح اس کو بھی اپنے مطلوب کی طلب میں تقاضا ہوتا ہوگا بخلاف اس شخص کے جس پر کسی چیز کی طلب اس قدر غالب نہیں اس کو تقاضائے فقیر کا اندازہ نہیں ہو سکتا یہ معنے ہیں تو نشوی من بشنوم کے اور یہی مراد بھی سوال میں کہ ہم نے تو نہیں اس یعنی ہماری سمجھ میں تو نہیں آیا کہ اس میں تقاضا ہوگا کیونکہ ایسے لوگ تو کم ہی ہیں کہ ان میں کسی چیز کی طلب بدرجہ تعشق وجنون اس لئے عدم ادراک تقاضا عجیب نہیں چونکہ اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں اپنا اور اس کا اشتراک اسرار میں بیان فرمایا ہے آگے ان اسرار کا بیان ہے اول اس کے اسرار کا اور پھر اسی قبیل کے اپنے اسرار کا چنانچہ اشتراک کا مقتضا بھی ظاہراً یہی ہے کہ دونوں کے اسرار متجانس ہوں پس فرماتے ہیں کہ) تو اس کو طالب گنج مت دیکھ (بلکہ) وہ خود گنج ہے (کیونکہ) دوست باعتبار باطن کے دوست کا غیر کب ہوتا ہے (چنانچہ ابھی آتا ہے آگے اس پر تفریع یا اس کی تائید ہے کہ) وہ (جو معشوق کے ساتھ انقیاد وخضوع سے پیش آرہا ہے تو واقع میں وہ) ہر لحظہ اپنے ہی سامنے انقیاد کر رہا ہے (وجہ یہ کہ وہ مطلوب بناء طلب کے اعتبار سے اس طالب کا آئینہ ہے جیسا انشاء اللہ تعالیٰ ابھی اس کی شرح آتی ہے اور ظاہر ہے کہ) آئینہ کے سامنے سجدہ کرنا (اپنے ہی) چہرہ کے لئے ہوگا (کیونکہ اس میں اپنا چہرہ نظر آوے گا تو وہ سجدہ اس کے سامنے ہوگا خواہ اس کا التزام ہو جیسا کہ جب صورت ہی کو سجدہ کرنا ہو یا لازم آجاوے جب آئینہ کو سجدہ کرنا ہو کیونکہ وہ کمال جس سے اس کو مسجود ومقصود بنایا یہی ہے کہ وہ چہرہ کا آلہ رویت ہے پس مبنیٰ سجدہ کا وہی چہرہ ٹھہرا پس اسی طرح آدمی جس چیز سے محبت کرتا ہے واقع میں وہ اپنے ہی سے محبت کرتا ہے مثلاً خزانہ کا طالب ہے تو اس کی طلب کی جو بناء ہے وہ عائد اور راجع اسی کے نفس کی کیفیت کی طرف ہے مثلاً لذت وراحت وقضاء شہوات ودفع مضرات ومثل ذلک پس اس مطلوب میں اس کو یہ بات نظر آرہی ہے کہ اس سے یہ اغراض نفسانیہ پوری ہوں گی اس لئے اس کی طلب کر رہا ہے تو واقع میں وہ اپنا ہی محب ہوا یہ معنے ہیں دوست کے باشد بمعنے غیر دوست اور بمعنے یعنی بباطن اس لئے فرمایا کہ کہ ظاہراً تو دوسری ہی چیز مطلوب ہے اور یہ اپنی مطلوبیت امر مخفی ومحتاج الی التامل ہے اور یہی معنے ہیں آئینہ ہونے کے کہ وہ مطلوب طالب کا آئینہ ہے اور ابھی جو دو وعدے کئے تھے پورے ہوگئے یہ تو بیان ہوگیا اسرار طالب گنج اور اس کے امثال کا اب بیان کرتے ہیں اپنے اور اپنے امثال یعنی طالب حق کے اسرار کا اسی لئے آگے کہیں ضمائر غائب کی ہیں جیسا کہ متصل کے دو شعر میں اور کہیں ضمیر متکلم کی ہے جیسا تیسرے شعر ... نادانی اور وہ اسرار یہ ہیں کہ جس طرح صورت مذکورہ اور اس کے امثال میں مطلوب ظاہری دوسری چیز ہے اور مطلوب باطنی اپنا نفس اور وہ مطلوب ظاہری اس مطلوب باطنی ومقصود بالذات کا آئینہ ہونے سے ظاہراً مطلوب ومقصود بالعرض ہوگیا اسی طرح واقع میں اس مطلوب باطنی کے پردہ میں ایک اور مطلوب باطنی ہے کہ حقیقت میں مطلوب بالذات وہ ہے اور اس کے اعتبار سے پہلا مطلوب بالذات بھی مطلوب بالعرض ہے اور پہلا مطلوب بالعرض تو بدرجہ اولیٰ مطلوب بالعرض ہوگا یعنی اس مطلوب حقیقی باطنی کے اعتبار سے تمام مطلوبات بالذات ومطلوبات بالعرض سب مطلوب ظاہری ہیں اور صرف اس لئے مطلوب العرض ہوگئے ہیں کہ وہ آئینہ ہیں اس مطلوب حقیقی کے خواہ کسی کو اس کی مطلوبیت بالذات کا قصد والتزام ہو جیسا عارفین کو ہوتا ہے یا نہ ہو مگر لازم جب بھی آہی جاوے گا جیسا محجوبین کو کیونکہ جو کمال کسی مخلوق کا مبنیٰ اس کی محبوبیت ومطلوبیت کے ہوگا وہ واقع میں راجع الی الحق ہی ہوگا کما ذکرت نظیرہ فی شرح الشعر سجدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خود را لخ کیونکہ ان کے سوا کوئی موصوف بالکمال حقیقۃً ہے ہی نہیں لیکن چونکہ اس محجوب کو اس مخلوق کی صفت مرآتیت کی طرف التفات نہیں اس لئے مرئی اس سے محجوب ہے اور عارف اس مخلوق کو اسی حیثیت سے دیکھتا ہے اس لئے وہ مرئی کا مشاہدہ کرتا ہے اور یہی مضمون حاصل ہے اشعار آئندہ کا چنانچہ اول ہی کے دو شعر میں آئینہ کی دید کو تمام خیالات اور خود اپنی ذات کے فناء کا سبب کہنا اس پر دلالت کے لئے کافی ہے کیونکہ ذات و خیالات کی غیبت عن المشاہدہ کے لوازم میں سے ہے حق تعالیٰ کا مقصود و مطلوب و مرئی بالذات سمجھنا اور خلق کو مرآۃ سے زیادہ نہ سمجھنا پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) اگر وہ (طالب) آئینہ میں سے بقدر ایک پائی کے بھی دیکھ لیتا (یعنی جس طرح مرئی ہونے کی ت سے مخلوق کو بتامہ دیکھا اگر مرآتیت کی حیثیت سے کچھ بھی نظر کرتا) تو بجز ایک (وجود ضعیف مشابہ) خیال کے اس کی کوئی چیز بھی باقی نہ رہتی (یعنی) اس کے (تمام) خیالات (وعلوم) بھی (جو متعلق بغیر تھے) اور وہ خود بھی (سب) فانی ہو جاتے (یعنی اس کو نہ اپنی ذات کی طرف التفات رہتا نہ دوسروں کا علم اور خیال رہتا جیسا کہ غیبت میں ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ) اس کا علم (اس) عدم علم میں محو ہو جاتا (شعر اول کی شروع میں جو او کا مرجع طالب کو کہا گیا ہے یا تو اس کی توجیہ طالب حق سے کی جاوے تو یہ اطلاق باعتبار مایؤل کے ہوگا یعنی بعد دید کے اور فی الحال اس پر طالب حق صادق نہیں آتا کیونکہ گر بدیدے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو دید قلیل بھی نہیں اور طالب حق کسی وقت بھی اس دید قلیل سے خالی نہیں اور یا طالب غیر حق مراد لیا جاوے جو بعد دید کے طالب حق ہو جاوے گا اور بے خیالے میں کلمہ بے بمعنے غیر ہے کما فی قولہ تعالیٰ و لا الضالین اور خیال سے مراد وجود موہوم اصطلاحی جس کی نسبت مولانا نے دفتر اول میں ایک جگہ فرمایا ہے۔ نیست بود و ہست بر شکل خیال اور اگر کلمہ بے کو بمعنے غیر نہ لیا جاوے اپنے معنے مشہور نفی پر محمول کیا جاوے تو بے خیال کے معنے ہوں گے بے مزاحمت خیالے یعنی اس کی کوئی چیز بھی باقی نہ رہتی اور اس فناء میں ادنیٰ خیال بھی مزاحم نہ ہوتا کیونکہ مزاحم وہ شے ہو سکتی ہے جو خود موجود ہو اور جب یہاں خیالات بھی فنا ہو جاتے ہیں جیسا شعر آئندہ میں ہے تو پھر کسی خیال کی مزاحمت کیسے ہوتی کذا رایت فی حاشیۃ مرشدیؒ فسر قولہ بے خیالے بقولہ بے مزاحمت اشارۃً الی حذف المضاف وہو احسن من توجیہات سائر المحشین اور پشیز کا ترجمہ پائی اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ غیاث میں اس کے معنے پول ریزہ کو چک کہ از مس باشد لکھے ہیں اور ہمارے وقت کے سکہ میں پائی اس کا مصداق ہے اور غیبت میں علوم کا محو و مبدل بہ عدم علم ہونا ظاہر ہے اسی لئے مصرعہ اخیرہ کو میں نے خلاصہ کہا ہے اور اس مصرعہ میں عدم علم کے حکم سے شاید کوئی شخص جہل متعارف سمجھ جاتا جو کہ مذموم ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ یہ عدم علم ایسا ہے کہ) ہمارے (اس) عدم علم سے ایک دوسرا علم عیاناً ظاہر ہوتا (اور وہ یہ ہے) کہ انی انا اللّٰہ (حاصل یہ کہ وہ عدم علم باعتبار علم بخلق کے ہے جو کہ مذموم ہے نہ کہ باعتبار علم بہ حق کے کہ وہ مطلوب ہے یعنی اس عدم علم بخلق سے علم بحق و مشاہدہ نصیب ہوگا جیسا کہ غیبت وفنائے اتم کے لئے لازم ہے اور چونکہ غیبت میں مشاہدہ کا غلبہ ہو گیا اس لئے گاہے کلمات منصورانہ کا صدور بھی ہو جاوے گا اور اس سے ان کلمات کا مطلوب ہونا نہ سمجھا جاوے مقصود صرف اثبات ہے مشاہدۂ حق کا جس کی ایک دلیل انی یہ صدور بھی ہے اور چونکہ مبنیٰ ان کلمات منصورانہ کا حق تعالیٰ کا ظہور بالمعنی المصطلح ہے متکلم میں اور متکلم کی مظہریت خاصہ ہے حق تعالیٰ کے لئے مثل شجرۂ طور کے اور غلبہ مشاہدہ میں اسی کا انکشاف ہوتا ہے اس لئے آگے تائید کے لئے اس مظہریت کی ایک اور تفریع بیان کرتے ہیں کہ دیکھو اسی پر حق تعالیٰ کا حکم ہوا تھا ملائکہ کو کہ) سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو (کیونکہ وہ مظہر خاص تھے کمالات حق کے کما ورد فی الحدیث ان اللّٰہ خلق آدم علیٰ صورتہ تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ مظہور

www.besturdubooks.wordpress.com

خاص کے ساتھ بعض احکام ظاہرا کے صورۃً متعلق ہو جاتے ہیں جیسا آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرایا گیا پس اگر یہ قول انی انا اللہ بھی کہ منجملہ احکام ظاہرا کے ہے مظہر کی طرف صورۃ منسوب ہو جاوے تو اس میں کیا بعد ہے اور دونوں جگہ صورۃً اس لئے کہا گیا کہ واقع میں مسجود حق تعالیٰ ہیں آدم علیہ السلام سمت سجدہ تھے جس طرح کعبہ کہ اسی مظہریت تجلیات خاصہ کے سبب جہت سجدہ ہے کما قال مولانا فی بعض المقامات کعبہ را ہردم تجلی میفزود اور جہت سجدہ واقع میں مسجود نہیں صورۃً بادی النظر میں مسجود ہے اسی طرح انی انا اللہ کا قائل حقیقۃً منصور وغیرہ نہیں ہے محض صورۃً قائل ہے واقع میں قائل حق تعالیٰ ہیں جس طرح شجرۂ طور واقع میں اس کا قائل نہ تھا قول حق اس سے ظاہر ہوا اور مولانا کی یہ تائید قصہ مسجودیت آدمیہ سے موقوف اس پر ہے کہ یہ سجدہ سجدۂ عبادت لیا جاوے کیونکہ انی انا اللہ کے مشابہ اس صورت میں ہوگا کہ مسجود حقیقی حق تعالیٰ ہیں اور یہ مسجود صوری یعنی جہت سجدہ۔ جس طرح انی انا اللہ کا قائل و مستحق قول حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہیں اور صورۃ منصور وذہب الیہ بعض المفسرین ایضاً بخلاف سجدۂ تحیت کے کہ وہ مشابہ انی انا اللہ کے نہیں کیونکہ سلام وتحیت کا استحقاق شرعاً مخلوق کے لئے بھی ثابت ہے پس اس مسجودیت آدمیہ سے انی انا اللہ کی توجیہ حاصل ہوگئی جو مقصود تھا مقام میں اور اس پر ایک سوال ہوا وہ یہ کہ اس قصہ سے تو صرف آدم علیہ السلام ہی کا مظہر خاص ہونا ثابت ہوا دوسروں کا مظہر خاص ہونا لازم نہیں آیا پھر اس مظہریت کی بناء پر دوسروں سے انی انا اللہ کے صدور کی کیسے گنجائش ہوگی اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس سجدہ کے وقت بلسان حال یہ بھی) ندا آرہی تھی کہ تم سب (امثال آدم من اولاد آدم) آدم ہی ہو اور اپنے کو ایک دم تو دیکھو (کہ اپنی معرفت سے حق کی معرفت ہو اور معرفت حق سے تمہاری مظہریت للحق مثل مظہریت آدم کے ظاہر ہو جس سے تم کو معلوم ہو کہ تم سب حکماً آدم بھی ہو اور مسجود ملائکہ بھی ہو وجہ اس کی یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی مسجودیت کی بناء خلافت ہے اس کی تکمیل کے لئے علم اسماء عطا فرمایا اور یہ خلافت وعلم اسماء تمام امثال آدم کے لئے عام ہے بس مسجودیت بھی عام ہے چنانچہ وقت سجدہ صلب آدم ان کو بھی متضمن تھی جس کی بناء پر اھبطوا کا ان کو خطاب ہوا تھا اور مسجودیت دلیل ہے مظہریت کی جیسا اوپر بیان ہوا پس تمام امثال آدم مظہر ہوئی حق تعالیٰ کی پس جمیع امثال آدم سے غلبہ مشاہدہ میں اس قول انی انا اللہ کے صدور کی گنجائش نکل آئی اور وہ شبہ جاتا رہا آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح آدم علیہ السلام کی مظہریت واقع میں مبنی تھی سجدۂ ملائکہ کی اسی طرح ملائکہ کو اس مظہریت کا علم بھی عطا فرمادیا تھا اور اس مظہریت خاصہ کو مکشوف کر کے) اللہ تعالیٰ نے ان (ملائکہ) کی آنکھ سے احولی (وکج بینی) کو (جو کہ) تلبیس میں تھی) دور کردیا تھا یہاں تک کہ (اس کشف سے) زمین (یعنی طین آدم ان کی نظر میں) عین آسمان لاجوردی (یعنی عالم انوار ہو کر نمایاں) ہوگئی (یعنی ابلیس کی طرح انہوں نے طینت پر نظر نہیں کی بلکہ ان کی نوریت ومظہریت پر نظر کی یہ سب بیان تھا مظہریت آدم کا تائید مظہریت قائل انی انا اللہ کے لئے آگے پھر اسی قائل انی انا اللہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ ظاہر میں تو اس نے انی انا اللہ کہا ہے لیکن واقع میں) اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے (مگر اس طرح کہا ہے کہ) وہ لا : الا اللہ ہو گیا اور وحدت ظاہر ہوگئی (مطلب یہ کہ اور لوگ تو اس طرح کہتے ہیں کہ ان کا تلفظ بنفی الغیر جدا ہے اور اثبات حق جدا اور اس شخص کی نفی عین اثبات ہے کیونکہ اوروں کی نفی واثبات تو لفظی و قالی ہے اور الفاظ میں تعاقب ضروری اور اس شخص کی نفی واثبات عملی اور حالی ہے کہ غیر کو فنا کر کے حق کا مشاہدہ کیا اور یہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں بلکہ نفی غیر ومشاہدہ حق ایک ہی چیز ہے اس لئے اس کا لا اور اس کا الا اللہ ایک ہی ہے یعنی جس کی نفی کرتا اس کو بھی فانی فی الحق اور لاشئے قرار دے کر اس کو بھی عین حق بمعنے تابع حق مثل ان اللہ ھو الدھر کے کہہ دیا جو حاصل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے انی انا اللہ کا پس معنون تو لا الٰہ الا اللہ اور انی انا اللہ کا ایک ہی ہے صرف عنوان کا تفاوت ہے جس کی بناء پر بوجہ ایہام کے غیر مطلوب کو اس کا تلفظ جائز نہیں یہاں تک بیان ہوا عارفین کے بعض اسرار کا جس کی تمہید مصرعہ بالا زانکہ دراسرار ہمراز دیم میں تھی اور یہ مضمون یہاں ختم ہو گیا اور چونکہ یہ اسرار نہایت غامض و دقیق و مضر عوام ہیں چنانچہ ظاہر ہے اس لئے آگے ان کے بالاختیار اظہار کا شرعاً ممنوع ہونا فرماتے ہیں کہ) وہ حبیب اور وہ خلیل ہادی (یعنی اللہ تعالیٰ کہ محبوب وخلیل حقیقی ہیں) وقت اس بات کا آگیا ہے کہ ہمارا کان (پکڑ کر) کھینچے چشمہ (رحمت یعنی شریعت کما سیاتی ہذا اللقب فی الشعر الخامس من ہہنا حیث قال چشمہ رحمت پس اس چشمہ) کی طرف (کھینچے اور یوں کہے) کہ (اس چشمہ کا پانی لے کر) منہ ان اسرار (مذکورہ) سے دھو دے (یعنی جو اثر اظہار اسرار کا منہ کے اندر لگا ہوا اس کو زائل کر دے اور) جو چیز ہم نے (عام) خلائق سے مخفی کی ہے وہ مت کہہ اور اگر تو کہے ہی گا تو وہ ظاہر تو (ہرگز) نہ ہوگا (لیکن) تو قصداً اظہار سے مجرم ہو جاوے گا (حاصل یہ کہ اب جو اسرار کا اظہار باعتبار ظاہر الفاظ کے حد شرع سے متجاوز ہو گیا اس لئے حق تعالیٰ احکام شرعیہ کی طرف متوجہ فرما کر حکم کرتے ہیں کہ شریعت کو غالب رکھو اور اظہار اسرار مت کر جس کو ہم نے عامہ سے پوشیدہ رکھا ہے کہ علوم وحی میں ظاہر نہیں کیا گو عارفین پر کشفاً ظاہر کر دیا ہے مگر عام مصالح اس سے متعلق نہیں اس لئے ممانعت ان کے اظہار کی فرمائی اور شعر در نگوئی کا حاصل یہ ہے کہ اظہار کی غایت یہ ہوتی ہے کہ سامعین پر ظاہر ہو جاوے اور وہ غموض کے سبب ظاہر ہوگا نہیں پھر اظہار عبث بھی ہوا یہ معنے ہیں نگردد کے اور چونکہ عبث کے ساتھ مضر بھی ہے اس لئے موجب گناہ بھی ہوگا یہ معنی ہیں گردی جرم دار کے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ باختیار اظہار ہو ممکن ہے کہ مولانا کو غلبہ سابقہ سے کچھ افاضہ ہو گیا اس وقت احکام شرعیہ متوجہ ہو جاویں گے اور یہ ارشاد حق تعالیٰ کا یا الہام سے ہوا ہو یا خطاب عام احکام شرعیہ کو اس طرح تعبیر کر دیا اور احکام شریعت و علوم وحی کو چشمہ رحمت کہنے کی وجہ ظاہر ہے کہ اس پر عمل کرنے میں کوئی خطرہ ہی نہیں بخلاف علوم مکاشفہ کے کہ جس طرح وہ موجب سبق مراتب کا ہے اگر وہ حق ہوا اسی طرح سبب طرد بعید کا بھی ہے اگر حق سے منحرف ہو اور چونکہ تامل سے متنبہ ہو سکتا تھا اور اس میں غفلت ہوگئی اس لئے ایسے وقت معذور بھی نہیں ہوتا پس اس وجہ سے وہ بہت خطرناک ہے اسی لئے محققین ایسے مکاشفات میں قطعی اعتقاد اور یقینی اعتماد نہیں کرتے اور ولا تقف مالیس لک بہ علم کو اپنا رہنما رکھتے ہیں آگے بعض حالات کے اعتبار سے بطور استدراک کے فرماتے ہیں کہ) لیکن میں اس وقت (یعنی تکلم کے وقت) پریشان (اور اسرار) بیان کر رہا ہوں (کیونکہ) قائل بھی اس کا (اور) سامع بھی اس کا میں ہی ہوں (یعنی ممانعت یہ ہے انچہ پوشیدیم از خلقان مگر جس کا مطلب یہ تھا کہ انچہ از خلق پوشیدیم باخلق مگر سو میں جو کہہ رہا ہوں کوئی شخص خلائق میں سے اس کو سنتا ہی نہیں بس میں ہی کہنے والا میں ہی سننے والا۔ پس میں نے امر حق کے بھی خلاف نہیں کیا اور اسرار کے ساتھ بھی تکلم کر دیا معلوم ہوتا ہے کہ وہ افاقہ پھر مغلوب ہو گیا اور سکر غالب ہو گیا اسی لئے یہ تم کہہ رہے ہیں اور اسی لئے کوئی سامع ان کو مشہود نہیں ہوتا جیسا کہ سکر کے لوازم سے ہے چنانچہ لفظ پریشان میں اس طرف اشارہ بھی ہے کہ مجھ کو افاقہ و صحو نہیں ہے اور یہی ہے وہ حال جس کی نسبت میں نے اس شعر کی تمہید میں کہا تھا کہ بعض حالات کے اعتبار سے الخ پس اس تقریر پر یہ استدراک محض باعتبار ظاہر کے ہے کیونکہ پہلی ممانعت مخصوص تھی حالت افاقہ کے ساتھ اور یہ اظہار اس حالت میں نہیں ہے کہ استدراک حقیقی ہو سکے اور اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ باوجود ممانعت کے ان کو اظہار کی کیسے ہمت ہوئی اور یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ اگر سکر میں یہ اظہار ہے تو پھر استدراک کے کیا معنے سو معلوم ہو گیا کہ ممانعت حالت

www.besturdubooks.wordpress.com

اختیار میں ہے اور اظہار حالت اضطرار میں پس مخالفت ممانعت کی بھی نہیں ہوتی اور استدراک بھی حقیقی نہیں محض ظاہری ہے یہاں پہنچ کر پھر افاقہ ہوا اور دو مضمون یاد آئے ایک قصہ طالب گنج کا دوسرا مضمون چشمہ رحمت یعنی شریعت کا جس کا اوپر شعر سوئے چشمہ اٰلخ میں بضمن اسرار ذکر آیا تھا پس منتظرین قصہ کی رعایت سے بادل ناخواستہ اول قصہ شروع کرنے کا ارادہ کیا مگر مصالح دینیہ کی رعایت غالب آکر مضمون چشمہ رحمت کی طرف عود کیا جس کا سلسلہ آخر اشعار مقام تک چلا گیا چنانچہ ذکر قصہ کا ارادہ اس طرح ظاہر کیا کہ اپنے نفس کو خطاب فرماتے ہیں کہ) درویش (طالب گنج) کی صورت (قصہ) کو اور (قصہ) گنج کے نقش (والفاظ) کو کہہ (آگے دل کی کراہت کو ظاہر کیا کہ) یہ گروہ (منتظرین قصہ ظاہری) اور غیر منتظرین حصہ باطنی کا) رنج کیش (لوگ) ہیں (اس لئے اے نفس) تو رنج کی بات (یعنی قصہ) کو کہہ (رنج اس لئے کہا کہ ہر چیز جز ذکر خدائے احسن ست گر شکر خواری ست آن جان کندن ست اور اسی سے کراہت دل کی معلوم ہوتی ہے اسی لئے وہ مضمون پھر چھوٹ گیا اور چشمہ رحمت کا مضمون کہ افادہ عامہ کے اعتبار سے مضمون اسرار سے بھی زیادہ ضروری ہے شروع کر دیا یعنی یہ گروہ رنج کیش ایسا ہے کہ قصہ سے تو دلچسپی رکھتے ہیں جو کہ کار آمدنی نفسہ نہیں اور کام کی چیز سے اعراض کرتے ہیں جس کا شعر آئندہ میں ذکر فرماتے ہیں یعنی) چشمہ رحمت (کہ شریعت ہے جس کے اس لقب کی وجہ اوپر گزری ہے بضمن شرح شعر سوئے چشمہ اٰلخ پس وہ چشمہ رحمت) ان پر (بمنزلہ) حرام (کے) ہوگیا (یعنی جس طرح حرام کو متروک کر دینا ضروری ہے اس طرح انہوں نے شریعت کو چھوڑ رکھا ہے (اور) زہر قاتل (یعنی فلسفہ) کے جام کے جام پی رہے ہیں (گو اپنے کو مسلمانوں میں بھی شمار کرتے ہیں لیکن ان کے عقائد واعمال واقوال سے شریعت کا منہدم ہونا لازم آتا ہے جیسے ہمارے زمانہ کے دلدادگان علوم جدیدہ کے باوجود دعویٰ خیر خواہی اسلام کے پھر اسلام کو سخت ضرر پہنچا رہے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ) دامن بھر بھر کر مٹی (یعنی شبہات) لا رہے ہیں تاکہ ان چشموں کو (یعنی شرائع کو) خشک (اور) بند کر دیں (یعنی اس کو صورت اصلیہ پر نہ رہنے دیں جیسا فلاسفہ مدعیان اسلام نے بھی چاہا کہ شریعت کو اپنی تحقیقات فلسفیہ پر منطبق کر کے رواج دیں لیکن) یہ چشمہ جس کو دریا سے مدد مل رہی ہے کب انباشتہ ہو سکتا ہے اس مشت خاک نیک یا بد سے (دریا سے مراد امداد وحفاظت حق تعالیٰ کہ دین حق کے لئے موجود ہے قال اللہ تعالیٰ و انا لہ لحافظون وقال تعالیٰ ویابی اللہ الا ان یتم نورہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم لایزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق الحدیث اور باوجود کثرت شبہات کے مشت خاک اس لئے کہا کہ امداد حق کے مقابلہ میں تو وہ سب لاشیٔ ہے اور نیک و بد میں اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے کہ ان میں ممکن ہے کہ بعضے نیک نیتی سے ایسی حرکت کرتے ہوں جیسا ہمارے زمانہ میں ایک مدعی خیر خواہ نے یہی دعویٰ کیا کہ فلاسفہ جدیدہ قرآن کو نہیں مانتے جب تک کہ ان کے فلسفہ پر منطبق نہ کر دیا جاوے اس مصلحت سے یہ تاویلات کی جاتی ہیں لیکن مولانا اس کو بھی مشت خاک ہی فرماتے ہیں کیونکہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میں چشمہ صافی میں اس لئے خاک جھونک رہا ہوں کہ فلاں کثیف الطبع جو دیہات میں ہمیشہ گندہ تالابوں کا پانی پیتا تھا وہ بدوں اس کے کہ اس پانی کو اسی تالاب کے رنگ پر میلا کر دیا جاوے پانی نہیں پیتا کیا یہ عذر قبول ہے کہ اس ایک ناپاک کے لئے چشمہ کو مکدر کر دیں کہ دوسرے لطیف الطبع لوگوں کی طبیعت اس کو قبول نہ کرے اوپر کہا تھا کہ وہ چشمہ ان کے بند کرنے سے بند نہیں ہوتا آگے اس سے استدراک کرتے ہیں کہ گو واقع میں تو بند نہیں ہوتا) لیکن وہ (چشمہ) کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ (گویا) بند ہی ہوں (اور) بدوں تمہارے (یعنی اوروں کے ساتھ) میں ابد سے اتصال رکھتا ہوں (مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تمہارے حق میں میرا وہی اثر ہے جو چشمہ بند شدہ کا ہوتا ہے یعنی تم کو پانی سے محروم رکھوں گا اور دوسروں کے ساتھ ابدالآباد تک جاری ہوں یہ مضمون بھی ظاہر ہے کہ جو لوگ ایسی کوشش کرتے ہیں وہ خود برکات دین سے اس طرح محروم ہو جاتے ہیں کہ وہ دین باوجود یکہ دوسروں کے لئے ہادی ہے مگر ان کے حق میں گویا مضل ہو گیا قال تعالیٰ یضل به کثیراً و یهدی به کثیراً اور دین کے برکات کا ابد یعنی غیر متناہی ازمنہ تک چلا جانا بھی ظاہر ہے کہ خلود اہل جنت یہ اسی کی برکت ہے آگے ان مذکورین کی بے عقلی بیان کرتے ہیں کہ) یہ لوگ مرغوبات میں معکوس (الطبع) ہیں (کہ) خاک تو کھاتے ہیں (جس سے اس چشمہ کو اپنا شتہ کرنا چاہتے ہیں) اور پانی کو ترک کر رکھا ہے (جو کہ اس چشمہ صافی میں جاری ہے یعنی شرائع کو چھوڑ کر علما تاویلات باطلہ کو اور عملاً تسویلات عاطلہ کو اختیار کرتے ہیں آگے بھی اسی شعر کی تاکید ہے کہ) خلائق طبع انبیاؑ کے خلاف (طبیعت) رکھتے ہیں (اور اس اعتبار سے گویا) خلائق اژدہا کو (اپنا) تکیہ گاہ بنائے رہتے ہیں (آگے ان علوم فلسفیہ کی مذمت اور علوم وحی و شرائع کو چھوڑ کر اس کی تحویل و مشغولی کی وخامت فرماتے ہیں کہ اے مخاطب) خلق کی آنکھ بند کرنے والی چیز کو جب تو نے (ہمارے اوپر کے کلام یعنی لیک گویدالخ قوم معکوس الخ ضد طبع الخ سے) معلوم کر لیا (جس سے سبب چشم بندی کا معلوم ہو گیا کہ عدم التفات الی علوم الوحی وانہماک فی الفلسفہ و مخالفت انبیاء علیہم السلام ہے اب یہ پوچھتا ہوں کہ) تجھ کو یہ بھی معلوم ہے (کہ) تو نے کیسی چیز سے آنکھ بند کی ہے (اور) کیسی چیز پر (اس کے) بدل میں یہ آنکھیں تو نے کھولی ہیں (از چہ اور بر چہ میں اس چیز کی ذات کی تعیین سے سوال مقصود نہیں تعیین تو ان ہی اشعار ثلثہ میں ہو چکی ہے جس کی نسبت دانستہ کا حکم کیا ہے بلکہ مقصود اس چیز کی صفت سے سوال کرنا ہے کما فی قولہ تعالیٰ فی قصۃ البقرۃ ماہی الذی اجیب عنہ بقولہ لافارض الخ و بقولہ بقرۃ لاذلول الخ آگے خود جواب دیتے ہیں کہ) تو سر بسر اس کو اپنے لئے بئس البدل جان (یعنی دونوں کی صفت مجملاً اس سے سمجھ لے کہ یہ علوم فلسفیہ شرائع کا بئس البدل ہے یعنی وہ اس سے اشمل یا اس کا مماثل تو کیا ہوتا اس کے مشابہ و مدانی بھی نہیں جس سے بعض مصالح و آثار میں بدل ہی ہونے کی اس میں صلاحیت ہو بلکہ یہ انفع بغایت اور وہ مضر بغایت ہے جس سے بئس البدل کہنا صحیح ہے اور اس انفعیت و اضریت کا تحقق اس سے بڑھ کر کیا کہ ایک مفضی الی الجنان رزقنا اللہ اور دوسرا مفضی الی النیران حفظنا اللہ ہے یہ تو فلاسفہ کا ذکر تھا جن کا اصل اعتقاد فلسفہ پر ہے گو شرائع کو بھی کھینچ تان کر اس پر منطبق ہو جانے سے مان لیتے ہیں حتیٰ کہ اگر منطبق نہ ہوتا ان سے توقع نہ تھی کہ پھر شرائع کی تصدیق کرتے آگے ایک دوسرے گروہ کا ذکر ہے جو طرز و طریق بحث و استدلال میں بظاہر ان ہی کے ہم رنگ ہیں مگر ان میں تدین ہے اور اصل اعتقاد ان کا شرائع پر ہی ہے مگر بوجہ قلت فہم و غلبہ وہم کے بعض نصوص کے ظواہر جن کو سلف نے بھی ظاہر ہی پر محمول رکھا بوجہ معارضہ ان کے بعض علوم تخمینیہ خرصیہ قبحیہ و ریاضیہ والہیہ کے ان کے زعم میں واجب التاویل ہیں اس لئے وہ ان کو ظاہر سے منصرف کر کے اپنے محامل مزعومہ پر محمول کر مخالفت سلف کی اختیار کر لیتے ہیں اور ان کی حالت سے یہ بھی یقینی ہے کہ اگر ان سے تاویل نہ ہو سکتی تو تاویل کی فکر و کوشش میں تو لگے رہتے مگر شرائع کا ہرگز انکار نہ کرتے یہ جماعت اہل بدعت مثل معتزلہ و خوارج وغیرہم کے متکلمین کی ہے چونکہ اوپر کے مضمون سے شبہ ان کے اشتمال کا بھی ظاہر تشابہ سے ہو سکتا ہے اس لئے مضمون بالا سے ان کا استدراک کرتے ہیں یعنی گو مشتغلین فلسفہ سب مذموم ہیں) لیکن (تاہم ان میں سب کا درجہ مذمت ایک نہیں بلکہ بعضے ان میں جو دین کو اصل مقصود سمجھتے ہیں ایسے ہیں کہ ان کی نسبت یہ مضمون ہے کہ) خورشید عنایت (حق ان پر ایک درجہ میں) چمکا ہے (اور گو وہ بوجہ عدم اتباع سلف و ترک ظواہر نصوص بناءً

www.besturdubooks.wordpress.com

علی علومہم الخرصیۃ ادراک حقائق اصلیہ سے محروم اور مایوس ہیں کیونکہ اسباب ادراک کے بھی تھے تو ان کو ترک کرنے سے ادراک صحیح کی کیا توقع رہی لیکن تاہم اس عنایت حق نے ان) مایوسوں کو کرم سے پالیا ہے (یعنی ان پر بھی ایک درجہ کا کرم فرمایا ہے اور ان کے ساتھ) بہت عجیب نرد رحمت سے کھیلی ہے (یعنی ان کے) عین کفران کو (بجائے) انابت کر دیا ہے (یہ مصرعہ تیسرے مصرعہ اولیٰ وشعر سابق کی شرح اس کی یہ ہے کہ تمہید شعر لیک خورشید الخ میں اس گروہ کا مصداق بتلا چکا ہوں کہ مبتدعین کے متکلمین ہیں اور ان کا فساد عقائد ظاہر ہے کفران اسی فساد عقائد کو کہا ہے مگر چونکہ وہ عقائد حد کفر تک نہیں محض بدعت تک ہیں اس لئے بعد عقوبت علی البدعۃ مثل عقوبت علی الاعمال الفسقیۃ خواہ بلا عقوبت مثل عفو عن الاعمال الفسقیۃ یہ عقائد موجب نجات بھی ہو جاویں گے اور یہی مطلب ہے عین انابت ساختہ کا یعنی اثر آن را مثل اثر انابت ساختہ اور عین کہنا مبالغہ ہے گو اہل حق کے درجہ تک نہ پہنچیں اور یہی مطلب ہے خورشید عنایت اور کرم کے ترجمہ میں میرے اس کہنے کا کہ ایک درجہ میں اور ایک درجہ کا اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ نجات اس عقیدہ بدعیہ سے تو نہیں ہوئی بلکہ جو جزو اس میں حق تھا اس سے نجات ہوئی پھر یہ حکم کہ کفران کو انابت بنا دیا کہاں صحیح ہوا جواب یہ ہے کہ واقعی سائل کا یہ کہنا صحیح ہے مگر چونکہ اس مجموعہ میں جزو حق و جزو باطل میں اقتران شدید ہے اور ایک دوسرے سے منفک نہیں اس لئے مجموعہ کو شے واحد قرار دے کر اسی کو ایک جزو کے اعتبار سے کفران اور ایک جزو کے اعتبار سے انابت قرار دے کر اسی کو سبب تعذیب اور اسی کو موجب نجات کہہ دیا اور اس طرح سے دونوں حکم صحیح ہو گئے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) خلق (مذکور یعنی مبتدعین متکلمین) کی اسی شقاوت سے (کہ عقیدہ حقہ میں ایک جزو باطل ملا دیا) اس جواد (مطلق) نے دو سوچشمے محبت (و رحمت) کے جاری کر دیئے (یعنی ان کو بھی ایک درجہ میں محبوب و مرحوم بنا دیا جیسا اوپر مذکور ہوا آگے اللہ تعالیٰ کی اس شان کو کہ سبب ضرر کو سبب نفع کا بنا دیتے ہیں چند امثلہ سے واضح کرتے ہیں کہ) وہ (ایسا قادر مطلق ہے کہ وہ غنچہ کا سرمایہ خار سے عطا فرماتا ہے (یعنی خار دار درخت سے جس سے قطع نظر عادت سے کبھی توقع ہی نہیں ہو سکتی کہ اس میں پھول کھلے گا انبار کے انبار غنچے آتے ہیں جو شگفتہ ہو کر گل ہو جاتے ہیں اس انبار کو سرمایہ کہہ دیا گیا اور) وہ مہرہ کو سانپ سے لباس عطا فرماتا ہے (یعنی سانپ کے اندر مہرہ پیدا کرتا ہے کہ وہ سانپ اس پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے بمنزلہ اس کے لباس کے ہو جاتا ہے اور) وہ تاریکی شب سے دن کو ظاہر کرتا ہے اور وہ (بعض اوقات) تنگدست کے ہاتھ سے تونگری پیدا کرتا ہے (کہ وہ جس چیز میں ہاتھ ڈالے ثروت ہی بڑھتی چلی جاتی ہے اور) وہ خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے ریگ کو آٹا بنا دیتا ہے (یہ ایک مشہور معجزہ ہے مجھ کو سند محفوظ نہیں اور اس کے حکم وقدرت سے) پہاڑ بھی داؤد کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ انا سخرنا الجبال معه یسبحن الایۃ فی المنتخب رسیل نامہ بروآ نکہ در تیر انداختن وجز آن شریک وموافق با کسے باشد و ہم پیغام اھ وکلمہ ہم بمعنے نیز ست نہ کہ مرکب بارسیل آگے بیان ہے اس پہاڑ کی آہنگ کا یعنی) پہاڑ جو کہ باوحشت ہے اس ابر ظلمات میں (کہ ایسے وقت اس کا ایحاش اور بڑھ جاتا ہے) ظاہر کرتا ہے بانگ چنگ کو اور زیر و بم کو (ابر میں تسبیح کرنے کا کوئی خاص واقعہ میری نظر سے نہیں گزرا مگر جب وہ تسبیح دائم تھی تو ابر میں بھی ہوتی ہوگی اور اس تسبیح جبل کے متعلق یہ ارشاد ہوا قالاً یا حالاً کہ) اے داؤد جو خلائق سے نفرت کرنے والے ہو (کذا فی الغیاث) تم نے اس (مخلوق کو) ترک کر دیا ہم سے (اس کا) عوض لو (یعنی بجائے اس مخلوق کے تمہارے انس کے لئے ہم نے اس جبل کو مسبح کر دیا (حاصل سب امثلہ کا وہی ہے جو ان امثلہ کی تمہید میں لکھا گیا کہ حق تعالیٰ کی ایسی شان ہے کہ جس جگہ جس چیز کی امید نہ ہو وہاں اس کو پیدا کرتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں پس اسی طرح مبتدعین کے عقائد میں بوجہ فساد کے نجات کی امید نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ نے نجات مرتب فرمائی اور جاننا چاہیے کہ متکلمین اہل سنت واہل حق جو کہیں کہیں تاویل کرتے ہیں وہ تاویل اس میں داخل نہیں کیونکہ اس کا سبب دلائل قطعیہ سمعیہ یا عقلیہ کے معارضہ کا دفع کرنا ہے جو کہ ضروری ہے اور غرض اس کی حفاظت ہے عقول عامہ کی اور اس میں سلف کی مخالفت نہیں بلکہ ان کے عقائد سے شبہات کو دور کرنا بھی غرض ہے بس سبب اور غایت دونوں مغائر ہیں سبب و غایت تاویل مبتدعین سے کیونکہ وہاں سبب ہے علوم خرصیہ اور غایت ہے ان علوم کی صحت کی حفاظت فشتان ما بینہما فتاویل اہل البدعۃ یشابہ حیلۃ اسقاط الزکوٰۃ فی فساد الغرض وتاویل اہل السنۃ یشابہ حیلۃ تصحیح العقد فی صحۃ الغرض وقد ورد الاذن الشرعی فی ہذہ الحیلۃ حیث قال صلی اللہ علیہ وسلم لبلال ؓ بع الجمع بالدراہم ثم ابتع بالدراہم الحدیث واللہ اعلم ولہ الحمد علی حل ہذہ الاشعار العویصۃ وقد اقلقتنی واز عجتنی کثیرا ولم یشفنی حاشیۃ ولا شرح لاسیما فی نصفہا الاول فرجعت الی اللہ تعالیٰ و بدات فی حلہا متوکلا علیہ فکانما نشطت من عقال وارتفعت الحجب عن المقصود بالسہل وجہ واحسنہ وذلک من فضل اللہ تعالیٰ وان لم اکن اہلا لذالک آگے رجوع الی القصہ کی تمہید ہے یعنی) حق تعالیٰ کا گنج بے پایاں حد نہیں رکھتا (یعنی ان کے معاملات کے متعلق مضامین غیر محدود ہیں کما قال تعالیٰ قل لوکان البحر الخ اس لئے سر دست ان میں اسی قدر پر اکتفا کر کے) پھر متوجہ) ہو فقیر طالب گنج) کے قصہ) کی طرف (اس کے بعد قصہ کی طرف عود ہوگا)

فائدہ:۔ یہ شعر اخیر اکثر نسخوں میں نہیں ہے مگر مناسب مقام سمجھ کر بعض نسخوں سے لکھ دیا گیا۔

انابت آں طالب گنج بحق تعالیٰ بعد از طلب بسیار و عجز واضطرار کہ اے ولی الاظہار تو کن آں پنہاں را آشکار

بہت سے عجز اور مجبوری کے بعد اس خزانہ کے طلبگار کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا کہ اے ظاہر کرنے کے والی تو اس پوشیدہ کو ظاہر کردے

گفت آں درویش اے دانای راز	از پئے ایں گنج کردم یاوہ تاز
اس درویش نے کہا کہ اے دانائے اسرار	اس خزانے کے لئے میں نے بے سود دوڑ دھوپ کی
دیو حرص و آز مستعجل تگی	نے تأنی جست و نے آہستگی
مستعجل امیر ہونے کی حرص اور ہوس کے دیو نے	نہ تحمل کو طلب کیا اور نہ آہستگی کو
من ز دیگے لقمۂ نندوختم	کف سیہ کردم دہاں را سوختم
میں نے دیگ میں سے ایک لقمہ بھی حاصل نہ کیا	ہاتھ سیاہ کر لئے منہ جلا لیا
خود نگفتم چوں دریں ناموقنم	زاں گرہ زن ایں گرہ را حل کنم
میں نے یہ نہ کہا جبکہ میں اس میں یقین کرنے والا نہ تھا	کہ اس عقدہ کو اسی عقدہ لگانے والے سے حل کروں

www.besturdubooks.wordpress.com

قول حق را ہم زحق تفسیر جو	ہیں مخاژاژ از گماں اے یاوہ گو
کلام حق کی تفسیر کلام حق ہی سے تلاش کر	ہاں تخمین سے ژاژ خائی مت کر اے یاوہ گو
آں گرہ کوزد ہمو بکشایدش	مہرہ کو انداخت او بربایدش
جو گرہ اس نے لگائی ہے وہی اس کو کھولتا ہے	جو مہرہ اس نے ڈالا ہے وہی اس کو اٹھاتا ہے
گرچہ آسانت نمود ایں ساں سخن	کے بود آساں رموز من لدن
اگرچہ تجھ کو اس قسم کا کلام آسان معلوم ہوا ہو	رموز لدنیہ کب آسان ہوتے ہیں
گفت یارب توبہ کردم زیں شتاب	چوں تو در بستی تو کن ہم فتحباب
عرض کیا کہ اے رب میں نے عجلت سے توبہ کی	جب آپ نے در بند کیا ہے تو آپ ہی دروازہ کھولیے
بر سر حرفہ شدم بار دگر	در دعا کردن بدم من بے ہنر
میں بار دگر پھر حرفہ کے سر ہو گیا	میں دعا کرنے میں بھی بے ہنر ہی تھا
کو ہنر کو من کجا دل مستوی	ایں ہمہ عکس تو است و خود توئی
ہنر کہاں ہے میں کہاں ہوں دل برقرار کہاں ہے	یہ سب آپ ہی کا عکس ہے اور خود آپ ہی ہیں

اس درویش نے (پھر دعا کی اور) کہا کہ اے دانائے اسرار اس خزانہ کے لئے میں نے بے سود دوڑ دھوپ کی (اور) مستعجل السیر ہونے کی حرص اور ہوس کے دیو نے نہ تحمل کو طلب کیا اور نہ آہستگی کو (اضافت حرص و آز کی بیانیہ ہے یعنی آن حرص مستعجل السیر بودن کہ بمنزلہ دیوست دراغوا میری ایسی مثال ہوگئی کہ جیسے) میں نے دیگ میں سے ایک لقمہ بھی حاصل نہ کیا (لیکن) ہاتھ سیاہ کر لئے (اور) منہ جلالیا (اور اس نے یہ بھی اپنی غلطی دعا میں غرض کی کہ) میں نے (دل میں) یہ نہ کہا (یعنی یہ نہ سمجھا فالکلام نفسی) جبکہ میں اس (تفسیر بشارت غیبیہ) میں یقین کرنے والا نہ تھا (یعنی جب کمان سے تیر پھینکنے کی تفسیر مزعوم کا مجھ کو یقین نہ تھا کیونکہ وہ تو غلط نکلی تو باوجود تصدیق بشارت کے اس کی اس تفسیر کا یقین نہ ہونا ظاہر ہے تو اس وقت میں نے یہ غلطی کی کہ یوں نہ سمجھا) کہ اس عقدہ کو اسی عقدہ لگانیوالے سے حل کروں (یعنی جب اول ایک دوبار میں ناکامی ہوئی تھی تو مجھ کو اسی وقت یہ سمجھنا چاہئے تھا مگر میں بہ خلاف اس کے کوشش ہی میں ترقی کرتا رہا آگے مولانا کا ارشاد ہے کہ) کلام حق کی تفسیر کلام حق ہی سے تلاش کر (خواہ وحی جلی ہو یا وحی خفی جیسا کہ حدیث یا قواعد نقلیہ قطعیہ کہ وہ سب وحی کی طرف مستند ہیں) ہاں (محض) تخمین سے ژاژ خائی مت کر اے یاوہ گو (کیونکہ ان الظن لایغنی من الحق شیئا) جو گرہ اس نے لگائی ہے وہی اس کو کھولتا ہے جو مہرہ اس نے ڈالا ہے وہی اس کو اٹھاتا ہے (اور کسی کی مجال نہیں کہ اس مہرہ کو اس کی جگہ سے اٹھا کر بازی لے جاوے اور) اگرچہ تجھ کو اس قسم کا کلام (جیسا تیر ڈالنے کا تھا کلام حق میں) آسان معلوم ہوا ہو (لیکن یہ سمجھنا چاہئے کہ) رموز لدنیہ کب آسان ہوتے ہیں (یعنی باعتبار مدلول لغوی وغیرہ کے آسان دیکھ کر محض رائے سے اس کا کوئی محمل متعین مت کر لے ممکن ہے اس کی مراد میں کوئی جزو خفی ہو کہ وہ من اللہ ہی منکشف ہوگی

www.besturdubooks.wordpress.com

جیسے جب تک من الفجر نازل نہ ہوا صرف خیط ابیض واسود کا لفظ سن کر بعض صحابہ لغوی معنی سمجھ گئے جس کو وحی نے مفسر کیا حالانکہ اس میں کچھ زیادہ غموض نہ تھا پس سہل ظاہری کو بھی وحی ہی سے حل کرو آگے پھر قصہ ہے کہ) اس نے (دعا میں) عرض کیا کہ اے رب میں نے تعجیل سے توبہ کی (اب آپ سے التجا ہے کہ) جب آپ نے در بند کیا ہے تو آپ ہی دروازہ کھولیے (میں نے ان اسباب و حرفہ کو چھوڑ کر تو دعا کی تھی کہ بلا اسباب روزی عطا فرما چنانچہ بشارت بھی ملی مگر میں نے یہ غلطی کی کہ) میں بار دیگر پھر حرفہ کے سر ہو گیا (یعنی اس بشارت پر اپنی رائے سے ایسے طور پر عمل کیا کہ وہ بشارت پر عمل نہ ہوا بلکہ جس حرفہ کو چھوڑا تھا گویا پھر اسی کو اختیار کر لیا کیونکہ اپنی رائے سے اسباب اختیار کرنا یہی تو حرفہ ہے اور یہ تیر اندازی بطرز خاص اپنی ہی رائے سے کی تھی تو گویا عہد ترک حرفہ کو توڑ ڈالا اور اس سے مجھ کو ثابت ہوا کہ) میں دعا کرنے میں بھی بے ہنر ہی تھا (یعنی حرفہ چھوڑ کر دعا اختیار کی تھی مجھ سے وہ بھی سلیقہ سے نہ ہوا کیونکہ اجابت دعا میں جو بشارت ہوئی اس پر صحیح عمل نہ ہوا پس دعا کے ساتھ بھی پورا تمسک نہ کیا اور برسر حرفہ شدم کی ایک اور توجیہ ایک حاشیہ میں لکھی ہے برسر حرفہ شدن کنایہ از گناہ و تقصیر ست اے گناہ کردم عفو فرما اھ اگر یہ ثابت ہو جاوے تو بہت سہل ہے یعنی مجھ سے غلطی ہوئی کہ اس بشارت کے معنے اپنی طرف سے گڑھ لئے جس سے معلوم ہوا کہ مجھ کو دعا کا تمسک بھی نہیں آتا تو آپ معاف فرما دیجئے اوپر ہنر کی نفی خاص دعا سے تھی آگے اس نفی کی تعمیم ہے یعنی مجھ میں) ہنر کہاں ہے (بلکہ خود) میں (ہی) کہاں ہوں (اور) دل برقرار کہاں ہے (یعنی میرا وجود اور ادراک علمی معبر بہ دل و ہنر عملی سب ہیچ ہے بلکہ مجھ میں جو کچھ ہے) یہ سب آپ ہی (کے کمالات) کا عکس ہے اور (بلکہ) خود آپ ہی ہیں (یعنی) میں عکس کے درجہ میں بھی نہیں ہوں (یہ نفی مبالغۃً بالنظر الی اضمحلال الوجود ہے اور پہلا اثبات بالنظر الی الوجود ہے ولو ضعیفاً فلا تعارض آگے اپنی ادراکات اور ہنر و کمالات کا ہیچ ہونا اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ میرے قبضہ میں بھی نہیں چنانچہ ہر شب وہ مسلوب ہو جاتے ہیں ادراک کا سلب تو ظاہر ہے اور ہنر کا اس لئے کہ وہ عمل ہے اور موقوف ہے علم پر جب موقوف علیہ سلب ہو گیا موقوف بھی سلب ہو گیا اور ہر روز وہ عود کر آتے ہیں اور یہ دونوں بلا میرے اختیار کے ہیں پس معلوم ہوا کہ میں اور یہ سب ہیچ و مضمحل الوجود والبقاء ہیں فصح قولہ کو ہنر الخ موجود (حقیقی وہی ہے جس کے قبضہ میں یہ سب ہے فصح قولہ نہم الخ پس اس مضمون کی تفصیل اشعار آئندہ میں بطور انتقال کے فرماتے ہیں دو شعر اس فقیر کی زبان سے اور اس کے بعد مولانا کی زبان سے)۔

ہر شبے تدبیر و فرہنگم بخواب	ہمچو کشتی غرقہ می گردد در آب
ہر شب میری تدبیر اور عقل سونے میں	مثل کشتی کے پانی میں غرق ہو جاتی ہے
خود نہ من می مانم و نے آں ہنر	تن چو مردارے فتادہ بے خبر
نہ میں خود رہتا ہوں اور نہ وہ ہنر	تن مثل مردہ کے لئے خبر پڑا ہوا ہوتا ہے
تا سحر جملہ شب آں شاہ علا	خود ہمی گوید الست و خود بلیٰ
سحر تک تمام شب وہ شاہ علا	خود ہی الست فرماتا ہے اور خود ہی بلیٰ
کو بلیٰ گو جملہ را سیلاب برد	یا نہنگے کرد کل را خرد مرد
بلیٰ کہنے والے کہاں ہیں سب کو سیلاب لے گیا	یا کسی نہنگ نے سب کو ریزہ ریزہ کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

36

صبحدم چوں تیغ گوہر دار خود	از نیام ظلمت شب برکشد
صبح کا زمانہ جب اپنی شمشیر گوہر بار کو	ظلمت شب کے نیام سے باہر نکالتا ہے
آفتاب شرق شب را طے کند	ایں نہنگ آں خوردہا را قے کند
آفتاب شرقی شب کو طے کر لیتا ہے	یہ نہنگ ان کھائی ہوئی چیزوں کو قے کرتا ہے
رستہ چوں یونس ز جوف آں نہنگ	منتشر گردیم اندر بو و رنگ
ہم یونس علیہ السلام کی طرح اس نہنگ کے جوف سے نکل کر	بو اور رنگ میں پھیل پڑتے ہیں
خلق چوں یونس مسبح آمدند	کاندراں ظلمات پر راحت شدند
مخلوق مثل یونس علیہ السلام کے تسبیح گو ہو گئے تھے	کہ ان ظلمات میں پر راحت ہو گئے تھے
ہر یکے گوید بہنگام سحر	چوں ز بطن حوت شب آید بدر
ہر شخص ہنگام سحر میں کہتا ہے	جبکہ بطن حوت شب سے باہر آتا ہے
کاے کریمے کاندراں لیل وحش	گنج رحمت بنی و چندیں چشش
کہ اے ایسے کریم کہ اس شب وحشت میں	آپ خزانہ رحمت رکھتے ہیں اور اس قدر لذت
چشم تیز و گوش تازہ تن سبک	از شب ہمچوں نہنگ ذوالحبک
آنکھ تیز اور کان تازہ اور بدن ہلکا ہو گیا	شب کی وجہ سے جو نہنگ کے مشابہ اور سیاہ زلفوں والی ہے

ہر شب میری تدبیر (یعنی قوت عملیہ) اور عقل (یعنی قوت علمیہ) سونے میں مثل کشتی کے پانی میں غرق ہو جاتی ہے (بلکہ نہ میں خود رہتا ہوں اور نہ وہ ہنر (بس) تن مثل مردہ کے بے خبر پڑا ہوا ہوتا ہے (یہی بے خبری تفسیر ہے خود نہ من مانم کی حاصل یہ کہ مصداق من کا عرفاً حی ہے اور ظاہری اثر حیوٰۃ کا خبر اور ہوش ہے بخلاف ادراک کے کہ وہ اثر کہ وہ عام ناظرین کے سامنے ظاہر نہیں پس ہوش کا نہ ہونا گویا حیوٰۃ کا نہ ہونا ہے۔ پس عرفاً مصداق من کا مثل منعدم کے ہو گیا اور اس میں ماقبل سے ترقی ہو گئی پس مجموعہ شعرین میں تین چیزوں کی نفی ہو گئی قوت عملیہ قوت ادراکیہ ہوش آگے بلسان مولانا اسی مضمون کی مزید توضیح کی ہے کہ) سحر تک تمام شب وہ شاہ علا (یعنی حق جل وعلا) خود ہی الست فرماتا ہے اور خود ہی بلیٰ (یعنی سوال و جواب خود ہی فرماتا ہے کیونکہ اور) بلیٰ کہنے والے (یعنی جواب دینے والے) کہاں ہیں سب کو (خواب مشابہ) سیلاب لے گیا یا (ایک دوسری تشبیہ سے یوں کہو کہ) کسی نہنگ نے سب کو ریزہ ریزہ (یعنی ہلاک) کر دیا (کذا فی الغیاث فی معنے خرد مرد شب بھر تو یہ قدرت حق تعالیٰ کی ظاہر ہوئی پھر بعد گزرنے شب کے دوسری یہ قدرت ظاہر ہوئی کہ) صبح کا زمانہ جب اپنی شمشیر گوہر بار (یعنی آفتاب منبع الاشعہ) کو ظلمت شب کے نیام سے باہر نکالتا ہے (اور) آفتاب شرقی (یعنی طالع من الشرق) شب کو طے کر لیتا ہے (یعنی شب کے اندر معدل النہار کی دوسری قوس کو قطع کر لیتا ہے پس یہ مصرعہ بحذف عاطف معطوف ہے ماقبل پر اور سب مل کر شرط ہے آگے جزا ہے کہ اس وقت) یہ نہنگ

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کھائی ہوئی چیزوں کو قے کرتا ہے (یعنی ہوش وحواس مدرکہ وہنر وتدبیر سب عود کر آتے ہیں اور) ہم (اس وقت) یونس علیہ السلام کی طرح اس نہنگ (شب) کے جوف سے نکل کر بو اور رنگ میں (یعنی ادراکات سے کام لینے میں) پھیل پڑتے ہیں (اور) مخلوق مثل یونس علیہ السلام کے (بطن شب میں بزبان حال) تسبیح گو (اور ثنا خوان حق) ہو گئے تھے (اس بات پر) کہ ان ظلمات میں پر راحت ہو گئے تھے (جس طرح یونس علیہ السلام بطن حوت میں تسبیح خوان تھے قال تعالیٰ فلولا انہ کان من المسبحین وقال تعالیٰ فنادی فی الظلمت ان لا الٰہ الا انت سبحٰنک الخ اور یہ تشبیہ صرف تسبیح میں ہے گو باعث مختلف ہو چنانچہ مشبہ میں راحت کو باعث قرار دیا اور مشبہ بہ میں طلب نجات میں الظلمات باعث تھا پھر بعد شب گزرنے کے) ہر شخص ہنگام سحر میں کہتا ہے جبکہ بطن حوت شب سے باہر آتا ہے کہ اے ایسے کریم کہ اس شب باوحشت میں آپ خزانہ رحمت (یعنی راحت) رکھتے ہیں اور اس قدر لذت (ایک منفعت تو شب میں یہ ودیعت رکھی یعنی اس میں سونا موجب لذت وراحت ہوا اور دوسری منفعت اس سونے کے واسطہ سے یہ رکھی کہ) آنکھ تیز اور کان تازہ اور بدن ہلکا (ہوگیا) شب کی وجہ سے جو مشابہ ہے نہنگ کے اور جو سیاہ زلفوں والی ہے (شب کی وجہ سے یہ معنے کہ وہ اس کا سبب بواسطہ ہے فی المنتخب حباک موے جعد و پیچیدہ جبکہ جک جمع آگے ایک انتقال ہے بطور جملہ معترضہ کے اور اس کے بعد شعر شب شکستہ الخ سے پھر یہی مضمون متعلق آثار شب کے آوے گا)۔

از مقامات وحش روزیں سپس	ہیچ نگریزیم ما با چوں تو کس
اس کے بعد ہم ان مقامات سے جو کہ موحش نما ہیں	ہرگز نہ بھاگیں گے آپ ایسی ذات کے ہوتے ہوئے
موسیٰ آں رانا روید و نور بود	زنگی دیدیم شب را حور بود
موسیٰ علیہ السلام نے اس کو آگ دیکھا اور وہ نور تھا	ہم نے شب کو ایک زنگی سمجھا وہ حور تھی
مانمی خواہیم غیر از دیدهٔ	دیدهٔ تیزے گشے بگزیدهٔ
ہم بجز دیدہ کے کچھ نہیں چاہتے	ایسا دیدہ کہ تیز خوش پسندیدہ ہو
بعد ازیں ما دیدہ خواہیم از تو بس	تا نپوشد بحر را خاشاک وخس
اس کے بعد ہم آپ سے صرف دیدہ مانگتے ہیں	تاکہ دریا کو خس و خاشاک نہ ڈھانپ لے
ساحراں را چشم چوں رست ازعمیٰ	کف زناں بودند بے ایں دوست پا
ساحروں کی آنکھ جب نابینائی سے چھوٹ گئی	تو وہ بدوں اس دست و پا کے کف زنان تھے
چشم بند خلق جز اسباب نیست	ہر کہ لرزد بر سبب ز اصحاب نیست
اخلاق کی آنکھ کی پٹی بجز اسباب کے اور کچھ نہیں ہے	جو شخص اسباب پر لرزے اصحاب سے نہیں
لیک حق اصحاب و نا اصحاب را	در کشاد و برد تا صدر سرا
لیکن حق تعالیٰ نے اصحاب اور نااصحاب کے لئے	دروازہ کھول رکھا ہے اور صدر مکان تک لے گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

باکفش نا مستحق و مستحق	معتقان رحمت اند از بند رق
اس کے کف میں غیر مستحق اور مستحق	آزاد کردگان رحمت ہیں قید غلامی سے
در عدم ما مستحقان کے بدیم	کہ بریں جان وبریں دانش زدیم
عدم میں ہم مستحق کب تھے	کہ ہم اس حیات اور اس علم پر پہنچ گئے
اے بکردہ یار ہر اغیار را	وے بدادہ خلعت گل خار را
اے خدا جس نے تمام اغیار کو یار بنایا ہے	اور اے خدا جس نے خار کو خلعت گل عطا فرمایا ہے
خاک ما را ثانیا پالیز کن	ہیچ نے را بار دیگر چیز کن
آپ ہماری خاک کو دوبارہ سرسبز کر دیجئے	لاشئے کو دوبارہ شئے کر دیجئے
ایں دعا تو امر کردی زابتدے	ورنہ خاکے را چہ زہرہ ایں بدے
اس دعا کا بھی آپ ہی نے ابتدا سے حکم کیا ہے	ورنہ ایک خاک کو کیا طاقت تھی اس پکارنے کی
چوں دعا ماں امر کردی اے عجاب	ایں دعائے خویش را کن مستجاب
جب دعا کرنے کا ہم کو آپ نے حکم فرمایا ہے اے عجیب الکمالات	تو پھر اپنی اس دعا کو قبول بھی کیجئے

(یہ انتقال ہے بیان آثار شب سے ایک دوسرے مضمون مناسب کی طرف خواہ بلسان مولانا خواہ بلسان متکلم مذکور اشعار سابقہ کہ ہر کے گوید ہنگام سحر الخ یعنی اے اللہ جس چیز کو ہم نے دہشت ناک سمجھا تھا یعنی شب کو وہ ایسی راحت بخش ثابت ہوئی اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ ہماری دید کا کچھ اعتبار نہیں آپ کی طرف سے جو چیز ہو وہ محمود اور موجب راحت ہی ہے گو بظاہر وحشت ناک ہو پس) اس کے بعد (یعنی اپنی غلطی ثابت ہونے کے بعد) ہم ان مقامات سے جو کہ موحش نما ہیں (ہرگز) نہ بھاگیں گے آپ ایسی ذات (کی تجویز) کے ہوتے ہوئے (بلکہ یہ سمجھیں گے کہ ہرچہ از دوست میرسد نیکوست آگے اس کی تائید ہے کہ ہر شئے کا ہمارے خیال کے موافق ثابت ہونا ضروری نہیں چنانچہ) موسیٰ علیہ السلام نے اس کو آگ دیکھا اور وہ (واقع میں) نور تھا (اسی طرح) ہم نے شب کو ایک زنگی سمجھا (اور) وہ حور تھی (پس جب ہماری دید موجود صحیح نہیں ہے تو اب آپ سے) ہم بجز دیدہ (صحیح بین) کے کچھ نہیں چاہتے اور وہ) ایسا دیدہ (ہو) کہ تیز (اور) خوش (اور پسندیدہ) (ہو اور یہ حصر اضافی ہے بمقابلہ دیدہ غلط بین کے نہ کہ حقیقی کہ اس سے جمیع مطلوبات کی نفی لازم آوے آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) اس کے بعد (یعنی اپنی غلطی ثابت ہونے کے بعد) ہم آپ سے صرف دیدہ (صحیح بین) مانگتے ہیں تا کہ (حقائق واقعیہ کے) دریا کو (موانع حق بینی کا) خس وخاشاک نہ ڈھانپ لے (آگے چشم حق بین کی خوبی بیان کرتے ہیں کہ وہ ایسی چیز ہے کہ) ساحروں کی آنکھ جب نابینائی سے چھوٹ گئی تو وہ بدوں اس (ظاہری) دست وپا کے کف زنان (اور رقص کنان) تھے (یعنی مسرت روحانی ان کو نصیب ہو گئی آگے حق بینی کے موانع کی تعیین فرماتے ہیں کہ) خلائق کی آنکھ کی پٹی بجز اسباب (طبعیہ) کے اور کچھ نہیں (اس میں اصل سبب بتلایا ہے کہ تمام موانع شہویہ وغضبیہ کا مرجع کوئی نہ کوئی سبب طبعی ہے کما یظہر بالتامل آگے اس پر تفریع ہے کہ جب یہ اسباب چشم بند ہے تو) جو شخص (محض) اسباب

www.besturdubooks.wordpress.com

(کی بناء) پر لرزے (ڈرے وہ) اصحاب (دید صحیح) سے نہیں (کیونکہ اس کی یہ حالت دلیل ہے اس کے چشم بندی اور محض میں نے اس لئے کہا کہ اسباب کو اسباب کے درجہ میں سمجھ کر اس سے متاثر ہونا مگر موثر حقیقی جل وعلا شانہ کو علماً وعملاً سمجھنا عین عرفان ہے آگے بطور استدراک کے غیر اصحاب دید کو اس لئے امید دلاتے ہیں کہ شاید کوئی ایسا شخص رجوع بحق کرے اور متردد ہو کہ یہ رجوع مفید ہو سکتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ اگرچہ جامد علی الاسباب فی الحال تو اصحاب دید سے نہیں ہے) لیکن (اگر وہ رجوع بحق کرے تو) حق تعالیٰ (کی ایسی رحمت ہے کہ اس نے اصحاب اور نا اصحاب (سب) کے لئے دروازہ (رحمت کا) کھول رکھا ہے اور (سب کو) صدر مکان تک لے گئے ہیں (آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) اس کے کف (لطف) میں غیر مستحق اور مستحق (سب) آزاد کردگان رحمت ہیں قید غلامی (نفس وہوا) سے استحقاق سے مراد واجب نہیں اور عدم استحقاق سے مراد عدم استعداد نہیں کیونکہ پہلا استحقاق منفی ہے اور دوسرا استحقاق ثابت ہے بلکہ مراد اس سے استحقاق ظاہری وعدم استحقاق ظاہری ہے جو اعمال صالحہ وخدمت کا سبب سمجھا جاتا ہے مطلب یہ کہ خواہ اعمال صالحہ پہلے سے نہ ہوں مگر رجوع ہو تو غیر عاملین پر بھی خدائے تعالیٰ کا فضل ہو جاتا ہے اور ان کو بھی چشم صحیح بین عطا فرما کر کامیاب کر دیتے ہیں آگے تائید مع الترقی ہے اوپر کے مضمون کی کہ رجوع سے تو کیوں نہ فضل ہوتا بعض اوقات بلا استحقاق وبلا رجوع بھی فضل ہو چکا ہے چنانچہ) عدم (کی حالت) میں ہم (بالمعنی المذکور) مستحق (وجود کی) کب تھے (ہم نے کونسی خدمت وطاعات کی تھی یا کونسا رجوع کیا تھا کہ خدمت وطاعات بالمعنی الاعم اس کو بھی شامل ہے) کہ ہم (اس کی بدولت) اس حیات اور اس علم پر پہنچ گئے (بعض فضل بلا استحقاق ہی تھا آگے حق تعالیٰ کی اس شان کے استحضار سے دعا کا جوش ہوا پس عرض کرتے ہیں کہ) اے خدا جس نے تمام (ان اغیار کو جو کہ طلب سے یا بھی محض فضل سے یار ہو گئے ہیں ان کو آپ ہی نے) یار بنایا ہے اور اے خدا جس نے خار کو خلعت گل عطا فرمایا ہے (یعنی ناقص کو کامل بنایا ہے) آپ ہماری خاک کو دوبارہ سرسبز کر دیجئے (دوبارہ اس لئے کہا کہ ایک بار حیات جسمی عطا فرمائی ہے اب حیات روحانی عطا کیجئے یا پھر معروف باغ وبستان و کشت زار کذا فی الحاشیہ اور اس) لاشئے کو دوبارہ شئے (معتدبہ) کر دیجئے (یعنی ایک بار شئے بمعنی موجود کیا اب بمعنے موجود معتدبہ یعنی موصوف بالکمال کر دیجئے آگے مثل حیات جسمی عطا شدہ وروحی بدعا طلب کردہ شدہ کے خود اس دعا کا بھی من اللہ ہونا فرماتے ہیں کہ) اس دعا کا بھی آپ ہی نے ابتداء سے حکم کیا ہے (ابتداء سے مراد یہ کہ ہمارے طلب کے قبل کیونکہ اس کی طلب بھی تو کبھی نہیں ہوئی کہ آپ ہم کو دعا کی اجازت دیجئے) ورنہ (اگر آپ کا امر نہ ہوتا ایک (مشت) خاک کو کیا طاقت تھی اس پکارنے کی (یعنی دعا کی کیونکہ درخواست کی ہمت کے لئے منادی اور منادیٰ میں عادۃً تقارب وتناسب شرط ہے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں ہماری کیا ہمت ہوتی مگر آپ نے اجازت دیدی اس لئے دعا کر لیتے ہیں آگے اس پر تفریع ہے کہ پس) جب دعا کرنے کا ہم کو آپ نے حکم فرما دیا ہے اے مجیب (الکمالات) تو (پھر) اپنی اس دعا کو قبول بھی کیجئے (دعائے خویش باعتبار نسبت اذن کے کہا گیا اس کی شرح ہمارے استاد حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کے اس ارشاد سے ہوگی کہ اگر حاکم عرضی کا مضمون خود بتلا کر کہے کہ اس مضمون کی عرضی ہم کو دو تو وہ عرضی ضرور مقبول ہوگی اھ پس اس صورت میں اس عرضی کے مضمون کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ مضمون حاکم ہی کا ہے یہی توجیہ دعائے خویش کی ہے اور مجیب الکمالات ہونا اس سے ظاہر ہے کہ بلا اپنی کسی مصلحت کے خود دعا کرنے کی رہنمائی فرماتے ہیں آگے پھر عود ہے مضمون بالا آثار وخواص شب اور اس مضمون کی غرض کی طرف جو اوپر کے اس شعر میں مذکور تھی ہر شبے تدبیر و فرہنگم الخ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شب شکستہ کشتی فہم و حواس	نے امیدے ماندہ نے خوف و نہ یاس
شب کے وقت فہم و حواس کی کشتی شکستہ ہو گئی	نہ امید رہی نہ خوف اور نہ ناامیدی
بردہ در دریائے حیرت ایزدم	تازچہ فن پر کند بفرستدم
ایزد تعالیٰ مجھ کو دریائے حیرت میں لے گیا	تا کہ کس فن سے پر کر کے مجھ کو بھیجتا ہے
آں یکے را کردہ پر نور و جلال	ویں دگر را کردہ پر وہم و خیال
اس ایک کو نور اور جلال سے پر کر دیا	اور اس دوسرے کو وہم اور خیال سے پر کر دیا
گر بخویشم ہیچ رائے و فن بدے	رائے و تدبیرم بحکم من بدے
اگر از خود میری کچھ رائے اور فن ہوتا	تو میری رائے اور تدبیر میرے حکم میں ہوتے
شب نرفتے ہوش بے فرمان من	زیر دام من بدے مرغان من
شب کو میرا ہوش بدوں میرے فرمان کے زائل نہ ہوتا	میرے طیور میرے دام کے تحت میں ہوتے
بودمے آگہ ز منزل ہائے جاں	وقت خواب و بیہشی و امتحاں
میں روح کے منازل سے آگاہ ہوتا	وقت خواب اور بیہوشی اور امتحان کے
چوں کفم زیں حل و عقد او تہی ست	اے عجب ایں معجبی من زکیست
جب میرا ہاتھ اس کے حل و عقد سے خالی ہے	تو تعجب ہے کہ میری یہ خود بینی کاہے سے ہے

شب کے وقت فہم وحواس کی کشتی شکستہ ہوگئی (اور آب خواب میں غرق ہوگئی جس کے سبب) نہ امید رہی اور نہ خوف اور نہ ناامیدی (کیونکہ یہ سب موقوف ہیں فہم وحواس پر اور اس خواب کے وقت ایزد تعالیٰ مجھ کو دریائے حیرت میں لے گیا تا کہ (دیکھا چاہئے کہ) کس فن سے پر کر کے مجھ کو (حالت بیداری کی طرف) بھیجتا ہے (آگے اس کا بیان ہے کہ) اس ایک (کے ادراکات) کو نور وجلال سے پر کر دیا (مراد عارفین ہیں) اور اس دوسرے کو وہم وخیال سے پر کر دیا (مراد فلاسفہ ہیں شرح اس کی یہ ہے کہ جس خیال میں آدمی اکثر اوقات رہتا ہے جب قوت متفکرہ کو فراغ ملتا ہے وہ اس خیال میں تصرف کرتی ہے جس سے اس کے متعلق بہت سے مجہولات معلوم ہو جاتے ہیں اور خواب میں پورا فراغ ملتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعد بیداری کے عارفین کے معارف اور فلاسفہ کے فلسفیات میں اضافہ ہو جاوے گا اسی کو نور و جلال اور وہم وخیال سے پر کرنا فرمایا آگے ان آثار وخواص پر اس مضمون کی غرض کی تفریع فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ) اگر از خود میری کچھ رائے (علمی) اور فن (عملی) ہوتا (یعنی مستفاد من اللہ نہ ہوتا) تو میری رائے اور تدبیر میرے حکم (واختیار) میں ہوتی (جیسا غیر مستفاد من الغیر کی شان ہے آگے مصرعہ ثانیہ کی تفسیر ہے یعنے) شب کو میرا ہوش بدوں میرے فرمان کے زائل نہ ہوتا (بلکہ بالکل زائل ہی نہ ہوتا اور) میرے (طیور (حواس) میرے دام کے تحت میں (یعنی قبضہ میں) ہوتے (اور) میں (اپنی) روح کے منازل سے آگاہ ہوتا وقت خواب اور بیہوشی اور امتحان کے (یعنی مجھ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

سونے میں یا کم از کم جاگنے کے بعد یہ معلوم ہوتا کہ میری روح کس کس حال اور کس کس خیال میں مشغول رہی ہے حالانکہ اکثر اوقات سوتے میں بھی کچھ نہیں معلوم ہوتا اور نہ جاگنے کے بعد یاد رہتا ہے اور امتحان حالت خواب ہی کو کہا کہ اس سے امتحان وظہور ہوتا ہے انسان کی بیچارگی کا پس یہ عطف تفسیری ہے آگے اس پر تفریع کرتے ہیں ثبوت بیچارگی کی یعنی) جب میرا ہاتھ (یعنی میرا اختیار) اس (روح) کے اس حل وعقد (یعنی تغیر وتبدل) سے خالی ہے (یعنی یہ میرے اختیار میں نہیں) تو تعجب ہے کہ (پھر) میری (یا اور کسی کی) یہ خود بینی کاہے سے ہے (یعنی بلا سبب ہے اور نادانی ہے آگے پھر عود ہے حکایت طالب گنج کی اس دعا کی طرف گفت یارب توبہ کردم الخ مع اس کے سیاق وسباق کے)۔

دیدہ را نادیدہ خود انگاشتم	باز زنبیل دعا برداشتم
میں نے دیکھی ہوئی چیز کو ان دیکھی سمجھ لیا	پھر زنبیل دعا کو میں نے اٹھایا ہے
چوں الف چیزے ندارم اے کریم	جز دلے دل تنگ تر از چشم میم
اے کریم میں الف کی طرح کوئی چیز نہیں رکھتا	بجز ایک دل کے جو کہ چشم میم سے بھی زیادہ دل تنگ ہے
ایں الف ایں میم ام بود ماست	میم ام تنگ ست الف زوتر گداست
یہ الف اور یہ میم ہمارے وجود کی ام یعنی اصل ہے	ام کی میم تنگ ہے اور الف اس سے بھی زیادہ کامل گدا
ایں الف چیزے ندارد غافلی ست	میم دلتنگ آں زمان عاقلی ست
یہ الف کوئی چیز نہیں رکھتا یہ غافلی ہے	میم دل تنگ ہے وہ زمانہ عاقلی کا
در زمان بیخودی خود ہیچ من	در زمان ہوش اندر پیچ من
زمانہ بے خودی میں تو خود ہیچ ہوتا ہوں	زمانہ ہوش میں میں پیچا پیچ ہوتا ہوں
ہیچ دیگر بر چنیں ہیچے منہ	نام دولت بر چنیں ہیچے منہ
دوسرا ہیچ ایسے ہیچ پر نہ رکھئے	دولت کا نام ایسے ہیچ پر نہ رکھئے
خود ندارم ہیچ بہ سازد مرا	کہ ز وہم ست ایں کہ دارم صد عنا
خود ندارم ہیچ مجھ کو اچھا بنا دے گا	کیونکہ دارم کے یہ صدہا رنج ہیں
ورنہ دارم ہم تو داریم کن	رنج دیدم راحت افزائیم کن
اگر میں کچھ نہیں رکھتا تو آپ میری رکھوالی کیجئے	میں نے رنج دیکھا ہے آپ میری راحت افزائی کیجئے
ہم در آب دیدہ عریاں بیستم	بر در تو چونکہ دیدہ نیستم
میں آب دیدہ میں بھی عریاں ہو کر کھڑا ہوں	آپ کے در پر چونکہ میرے پاس دیدہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاب دیدہ بندۂ بے دیدہ را	سبزۂ بخش و نباتے زیں چرا
آب دیدہ سے بندۂ بے بصیرت کو	سبزہ اور نبات دیجئے اس چراگاہ سے
ورنماند آب آبم دہ زعین	ہمچو عینین نبی ہطالتین
اور اگر پانی نہ رہے تو آپ پانی بھی آنکھوں سے مجھ کو دیجئے	مثل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے کہ جاری ہونے والی تھیں
او چو آب دیدہ جست از جود حق	با چناں اجلال و اقبال و سبق
آپ نے جب آب دیدہ کی طلب کی جود حق سے	باوجود ایسے اجلال اور اقبال اور اسباب سابقت کے
چوں نباشم ز اشک خوں باریک ریس	من تہیدست فضول کاسہ لیس
تو میں کیونکر اشک خونی سے کام کا انجام دینے والا نہ ہوں	میں کہ تہی دست فضول کاسہ لیس ہوں
چوں چناں چشم اشک را مفتوں بود	اشک من باید کہ صد جیحوں بود
جب ایسی آنکھ آنسوؤں پر عاشق ہو	تو میرے آنسو تو چاہیے کہ سو جیحوں ہوں
قطرۂ زاں زیں دو صد جیحوں بہ است	کہ بداں یک قطرہ جن وانس رست
اس آنسو میں سے تو ایک قطرہ بھی دو سو جیحوں سے بہتر ہے	اس لئے کہ اس ایک قطرہ کے سبب جن وانس چھوٹ گئے
چونکہ باراں جست آں روضہ بہشت	چوں نجوید آب شورہ خاک زشت
جب کہ بارش کی خواہش کی اس باغ بہشت نے	تو خاک شورہ زشت کیونکر پانی نہ ڈھونڈھے
اے اخی دست از دعا کردن مدار	با اجابت یا رد اویت چہ کار
اے میرے بھائی دعا کرنے سے ہاتھ مت روکو	اس کے قبول یا رد سے تجھ کو کیا کام
ناں کہ سعد و مانع ایں آب بود	دست زاں نانی می باید مشست زود
روٹی جو کہ حجاب اور مانع اس آب کی ہو	اس روٹی ہی سے جلدی ہاتھ دھونا چاہیے
خویش را موزوں و چست و سختہ کن	زاب دیدہ نان خود را پختہ کن
اپنے کو موزوں اور مستعد اور سنجیدہ کر	آب دیدہ سے اپنی نان کو پختہ کر

اور اس طالب گنج نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ) میں نے (اس وقت دیکھی ہوئی چیز کو ان دیکھی سمجھ لیا اور از سر نو) پھر زنبیل دعا کو میں نے اٹھایا (کہ اس زنبیل میں مراد ملے مطلب یہ ہے کہ گو میں نے پہلے خواب میں بشارت اور بیداری میں گنج نامہ دیکھا ہے۔لیکن دوبارہ اس طرح دعا کرتا ہوں کہ گویا نہ میں نے خواب میں کچھ دیکھا اور نہ بیداری میں جیسا بالکل شروع میں دعا کی تھی مقصود یہ ہے کہ اب مجھ کو اس طرح جواب عطا ہو کہ گویا میں بالکل خالی الذہن ہوں کنایہ ہے اس سے کہ بہت واضح ارشاد ہو جیسا ان جان سے ارشاد ہوا کرتا ہے پس یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اجابت آئندہ میں جو جواب ملا ہے وہ تو بشارت سابقہ ہی پر مبنی ہے دفع وسوسہ یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے کمال ایضاح سے اور وہ حاصل ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے شاگرد عرض کرے کہ مجھ کو ابتداء سے اس طرح پڑھا دیجئے کہ جیسے میں نے گویا کچھ پڑھا ہی نہیں آگے بمناسبت دیدہ و را نادیدہ ان کاشتن کے کہ دال ہے خاص امر میں عجز و بیچارگی و نابودی پر مطلقاً اپنی

www.besturdubooks.wordpress.com

عاجزی و بیچارگی و نابودی و ناداری معروض ہے نیز اس اعتراف بعجز و قصور کو کہ مکمل تضرع و توکل و مزیل و قاطع دعویٰ اجابت دعا میں بھی دخل ہے جو کہ مقام کا مقصود ہے۔ یعنی) اے کریم میں الف کی طرح کوئی چیز (اپنے پاس) نہیں رکھتا (جس طرح الف نہ نقطہ رکھتا ہے نہ حرکت نہ کوئی مخرج جس پر وہ اعتماد کرتا ہو محض جوف دہان اور اس کا مخرج ہے اسی طرح میں بھی کوئی معتدبہ چیز نہیں رکھتا) بجز ایک دل کے جو کہ چشم میم سے بھی زیادہ دل تنگ ہے (دل کو ایک شخص قرار دے کر اس کو دل تنگ کے ساتھ موصوف کیا گیا اور میم سے مراد خط نسخ کا میم ہے جس کی یہ شکل ہے م اس کے سرے کو چشم سے تشبیہ دی اور تنگی اس کی معاین ہے مطلب یہ کہ اول تو میرے پاس کچھ ہے نہیں اور اگر برائے نام کچھ ہے تو وہ صرف ایک دل ہے کہ علوم و اعمال وغیرہ کا معدن ہے اور تمام صفات و کمالات انسانیہ نظریہ و اکتسابیہ بوجہ راجع الی العلم والعمل والخیر ہونے کے راجع الی القلب ہی ہیں پس یہ کہنا صحیح ہوا کہ بجز قلب کے میرے پاس کچھ نہیں اور اس اعتبار سے الف سے تشبیہ دی گئی کہ وہاں بھی بجز صوت کے کچھ نہیں اور چونکہ صفات مذکورہ قلب کی بمقابلہ صفات واجب کے بالکل ضعیف و قلیل اور محدود و غیر مستقل اور بوجہ آمیزش اضداد کے گاہ گاہ موجب پریشانی ہیں مثلاً علم میں جہل ملنے سے اور ادراک تام نہ ہونے سے تردد و اضطراب اور قدرت میں عجز ملنے سے عمل کے اتمام نہ ہونے سے کلفت و ضیق کا وقوع ہوگا اس لئے اس کی نسبت تنگ تر از چشم میم کہنا بھی صحیح ہو گیا اور یہی حاصل ہے وحدۃ الوجود کا کہ مرتبہ استقلال میں چیزے نداشتن اور مرتبہ عدم استقلال میں چیزے داشتن کا حکم کیا جاتا ہے آگے الف اور میم کے ساتھ تشبیہ دینے پر تفریع ہے کہ بس) یہ الف اور یہ میم (جیسی حالت) ہمارے وجود (و توابع وجود) کی ام یعنی اصل ہے (کہ) ام کی میم (بھی) تنگ ہے (اور الف (بوجہ خلو محض کے) اس سے بھی زیادہ کامل گدا (و نادار) ہے (جیسا اوپر دونوں مصرعوں کا مضمون مذکور ہوا ہے اور یہاں ایک لفظی لطیفہ اتفاقیہ بھی ہو گیا ہے کہ لفظ ام بمعنے اصل بھی مرکب ہے الف عرفی اور میم سے پس گویا خود یہ لفظ بھی جبکہ اس میں اضافت الینا کا اعتبار کیا جاوے مشیر ہے کہ مضاف الیہ کی اصل اور حقیقت ایسی ہے جیسا یہ لفظ ہے جو دال ہے معنی اصلی پر اور وہ اصل اس کا مدلول ہے پس دال و مدلول دونوں کی شان متماثل و متشابہ ہے آگے بعض اعتبارات سے دونوں تشبیہوں کو دو حالتوں پر تقسیم کرتے ہیں کہ یہ جو کہا ہے کہ) یہ الف کوئی چیز نہیں رکھتا (اور میں اس کے مشابہ ہوں) یہ (تو باعتبار حالت) غافلی (طبعی کے) ہے (اور یہ جو کہا ہے کہ) میم دل تنگ ہے (اور میں اس کے مشابہ ہوں) وہ زمانہ غافلی (طبعی) کا (یعنی اس زمانہ کا حال) ہے (اس شعر کی تمہید میں جو میں نے کہا ہے کہ بعض اعتبارات سے شرح اس کی یہ ہے کہ اوپر تو بلا تقسیم دو حالتوں کے ہر حال میں دو حیثیتوں سے دونوں حرفوں سے تشبیہ دی گئی کہ نفس وجود کے ثبوت کی حیثیت سے میم کے مشابہ ہے اور وجود معتدبہ کے نفی کی حیثیت سے الف کے مشابہ ہے تو ہر حالت میں دونوں تشبیہیں صادق و مجتمع ہیں اور یہاں ایک تشبیہ ہے حالت غافلی بالمعجمہ والفاء میں اور ایک تشبیہ ہے حالت عاقلی بالمہملہ والقاف میں پس کسی حال میں دونوں تشبیہیں مجتمعاً صادق نہیں تو بظاہر سابق اور لاحق میں تعارف ہوا سو احقر کے اس کہنے میں کہ بعض اعتبارات سے اشارہ ہے اس تعارض کے دفع کی طرف یعنی یہاں خود وجود غیر مستقل ہی میں جو کہ مبنیٰ تھا تشبیہ بہ میم کا دو حالتوں کا اعتبار کیا ایک یہ حالت کہ اس وجود غیر مستقل کے آثار مقصودہ یعنی علم و عمل ظاہر نہ ہوں گو موجود ہوں اس کو زمانہ غافلی بالفاء کہا ہے کہ غفلت میں ادراک اور علم کا نہ ہونا تو ظاہر ہے اور چونکہ عمل موقوف ہے علم پر اس لئے علم کے نہ ہونے سے عمل کی نفی بھی کی جاوے گی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قوت علمیہ و قوت عملیہ اس وقت بھی معدوم نہیں ہوتی سو اس حالت کے اعتبار سے تشبیہ الف سے دی اور دوسری حالت وہ کہ اس میں اس وجود غیر مستقل کے آثار مذکورہ ظاہر بھی ہوں اس کو زمانہ عاقلی بالقاف کہا ہے اور اس حالت کے اعتبار سے تشبیہ میم سے دی فاندفع التعارض آگے اسی مضمون کا ملخص ہے کہ) زمانہ بے خودی (طبعی) میں (جو کہ بیداری و ہوش میں بھی ہوتی ہے یعنی (اس میں) تو ہیچ ہوتا ہوں (جس کو اوپر کہا ہے این الف چیزے ندارد غافلی ست اور) زمانہ ہوش (یعنی خیالات و انفعال کے ہجوم طبعی) میں میں ہیچا ہیچ ہوتا ہوں (جس کو اوپر کہا ہے میم دل تنگ آن زمان عاقلی ست اور ہیچا ہیچ و تنگی کا ایک ہی حاصل ہے جیسا اس ہیچ و تنگی کا اتحاد آخر شرح شعر چوں الف چیزے ندارم الخ میں خصوصیت سے بیان

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا گیا ہے جس کا حاصل علوم واعمال میں پریشانی ہے آگے اس ہیچ اور پیچ کی بناء پر ایک دعا ہے کہ اے خدا ایک ہیچ اور پیچ میں تو میں فطرۃً مقید ہی ہوں چنانچہ شعر این الف چیزے ندارد واں تحیّر میں عاقلی اور عاقلی میں طبعی کی قید میں نے اسی لئے لگادی تھی آپ) دوسرا پیچ ایسے پیچ (مذکور فی المصراع الثانی السابق) پر نہ رکھیے (اور) دولت کا نام ایسے ہیچ (مذکور فی المصراع الاول السابق) پر نہ رکھیے (اور یہ پیچ ہیچ اور نام دولت فطری نہیں ہے مکتسب عبد اور مذموم ہے کیونکہ مراد اس پیچ دیگر سے شہوات اور اغراض کی تحصیل میں سعی وانہماک ہے اور نام دولت سے مراد یہ ہے کہ اس غفلت طبعیہ کو کہ وقت ہے تعطّل قویٰ علمیہ وعملیہ کا اس وجہ سے کمال مقصود و دولت سمجھنے لگے کہ یہ حافظ عن الشر تو ہے کیونکہ اس وقت یہ قویٰ کاسب شر بھی نہیں ہوتے اور اس لئے اس کو باقی رکھے اور اکتساب علوم نافعہ واعمال صالحہ نہ کرے اور بزعم خود اپنا یہ حال سمجھے جیسا مولانا نے بہت آگے ایک بادشاہ کے تین بیٹوں کو وصیت کرنے کی حکایت کے قبل ارشاد فرمایا ہے باخود آمد گفت[1] اے بحر خوشی اے نہادہ ہوہا در منتشی خواب در منہادۂ بیدار بے بستہ در بیدلی دلدار بے جیسا بہت لوگ اس جہل میں مبتلا ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں حالتیں یعنی انہماک فی الشہوات وابقاء العری عن الکمالات دونوں مکتسب اور مذموم ہیں اول کا مذموم ہونا تو ظاہر ہے اور دوسرے مذمومیت کی وجہ کہ وہی جواب ہے ایسے لوگوں کے منشاء غلط کا یہ ہے کہ گو وہ حالت حافظ عن الشر ہے لیکن مانع عن الخیر بھی تو ہے اور باوجود قدرت کے کمالات سے محروم رہنا یقیناً مذموم پس مطلب شعر کا یہ ہے کہ اے اللہ اس نقصان فطری کے ساتھ جس پر ملامت نہیں یہ دوسری آفتیں جو موجب ملامت ہیں پیدا نہ ہو جاویں اور باوجود مکتسب ہونے کے منہ فعل کی اسناد حق تعالیٰ کی طرف باعتبار خالقیت کے ہے اور اس میں اشارہ بھی ہے کہ باوجود مکتسب ہونے کے اس سے بچنا آپ ہی کی توفیق سے ہو سکتا ہے ہم اس سے بھی عاجز ہیں آگے استحضار عجز مذکور فی قولہ چیزے ندارم وغیرہ کی مدح کرتے ہیں کیونکہ وہی سبب ہوتا ہے التجاء الی الحق کا چنانچہ اس کے بعد ہی دوسرے شعر میں اسی بناء پر التجا بھی شروع کر دی یعنی) خود ندارم ہیچ (کا اعتقاد واعتراف) مجھ کو اچھا بنا دے گا کیونکہ دارم کے وہم (فاسد) سے یہ صدہا رنج (پیش آئے) ہیں (کیونکہ رنج کا اصلی سبب اپنے علم وعمل کو کافی ومؤثر سمجھنا اور اس بناء پر اس کے نتائج کا منتظر رہنا اور پھر اس کے خلاف بکثرت پیش آنا اور نیز اس کو کافی سمجھ کر آئندہ اکتساب کمالات کا نہ کرنا ہے کہ ایک سے رنج دنیا اور دوسرے سے رنج آخرت پیش آتا ہے بخلاف استحضار اپنے ضعف وعجز کے کہ یہ حق تعالیٰ پر نظر پہنچاتا ہے اور اس کے ہر حکم میں خیر سمجھتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کر کے اکتساب کمالات کرتا ہے اور اس سے دنیا وآخرت کی راحت ہوتی ہے آگے استحضار عجز پر التجاء الی الحق کو متفرع کرتے ہیں کہ میں شعر خود ندارم کا بھی اقرار کرتا ہوں) اور (یہ بھی التجا کرتا ہوں کہ) اگر میں کچھ نہیں رکھتا (جیسا کہ یقینی ہے تو یہ شرط شک کے لئے نہیں بلکہ تحقیق کے لئے ہے) تو آپ میری رکھوالی کیجئے (فی الغیاث ہر بادشاہ را دار اگو یند و گاہے باشارت بذات حق تعالیٰ کنند چہ دارا بمعنے دارندہ وحق تعالیٰ دارندۂ ہمہ عالم ست ودارائی بمعنے بادشاہی اھ مختصراً اور میں نے اسی شعر ندارم میں وہم دارم سے اپنا رنج میں ہونا بھی عرض کیا تھا اس پر عرض کرتا ہوں کہ) میں نے رنج دیکھا ہے آپ میری راحت افزائی کیجئے (یعنی جو سبب ہے اس رنج کا وہم دارم اس کو زائل کر دیجئے کہ حقائق پر نظر ہونے سے راحت ہو جاوے آگے بھی التجا کا مضمون ہے مع اشارہ کے اس کے بعض آداب یعنی بکاء کی طرف یعنی آپ آداب تضرع والتجا بھی مجھ کو عطا فرمایئے کہ) میں آب دیدہ میں بھی عریاں ہو کر آپ کے در پر کھڑا ہوں چونکہ میرے پاس دیدہ (تر یا دیدہ حقیقت بین) نہیں ہے (اور یہ عریانی اسی حقیقت بینی سے یا دیدۂ تر سے ہے اور یا عریانی سے مراد علانیہ یعنی مجھ کو تضرع سے استنکاف بھی نہ ہو مطلب یہ کہ میرے پاس ذاب تضرع بھی نہیں حقیقت بینی و دیدۂ تر وخلوص یہ بھی سب آپ ہی بخشیے آگے دور تک گریہ ہی کی طلب اور مدح ہے کہ گریہ قلب بھی حکماً اس میں

---

[1] یہ اشعار اس لئے نقل کیے گئے کہ میں شعر ہذا کی شرح میں بہت پریشان ہوا اور حواشی سے بوجہ عدم توافق اسباب بالموعود کے شفا نہ ہوئی آخر میں نے بسم اللہ کر کے مولانا کے کلام سے تفسیر سمجھنے کے لئے ایک مقام نکالا اور یہ اشعار نکلے جس سے بحمد اللہ شعر مقام حل ہو گیا اس لئے تتمیماً للتفسیر واظہاراً للنشاط یہ اشعار بھی لکھ دیے ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

داخل ہے بوجہ اس کے کہ بکاء عین فعل اختیاری نہیں جو موقوف علیہ ہو ثواب کا یعنی) آب دیدہ سے (اس) بندہ بے بصیرت کو سبزہ اور نبات دیجئے اس چراگاہ سے (مراد سبزہ و نبات سے تازگی احوال و اعمال اور چراگاہ سے مراد دنیا کہ مزرعۃ لآخرۃ ہے) اور اگر (میرے پاس یہ) پانی (گریہ کا) نہ ہو (جس سے وہ سبزہ و نبات جمتا) تو آپ پانی بھی آنکھوں سے مجھ کو دیجئے مثل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے کہ جاری ہونے والی تھیں (اشارہ ہے حدیث اللھم ارزقنی عینین ھطالتین کی طرف) آپ نے جب آب دیدہ کی طلب کی جو حق سے (جیسا حدیث موصوف کے الفاظ اس میں صریح ہیں) باوجود ایسے بزرگی اور اقبال اور اسباب مسابقت (و افضلیت) کے تو میں کیونکر اشک خونی سے کام کا انجام دینے والا نہ ہوں یعنی میں کہ تہی دست فضول کاسہ لیس (دنیا) ہوں (مجھ کو تو اس کی زیادہ حاجت ہے فی الغیاث سبق بفتحتین انچہ گرو بند مدبداں در اسپ دوانیدن و جز آن و فیہ باریک رسیدن در کارے بغور تمام وارسیدن واندک اندک بکمال خوبی سرانجام دادن اھ آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) جب ایسی آنکھ آنسوؤں پر عاشق ہو تو میرا آنسو تو چاہئے کہ سو جیحوں (کے برابر) ہو (کیونکہ) اس آنسو میں سے تو ایک قطرہ بھی اس (میرے) دو سو جیحوں سے بہتر ہے (اس لئے اگر وہاں ایک قطرہ گرے تو یہاں دو سو جیحوں سے زیادہ بہانا چاہئے اس لئے حکم بالا اشک من بایداز نخ صحیح ہو گیا اور وہ سو جیحوں سے میں نے بہتر) اس لئے (کہا) کہ اس ایک قطرہ کے سبب جن و انس (عذاب سے) چھوٹ گئے (مطلب یہ کہ جن و انس میں جن کو نجات ہوئی سبب اس کا آپ کی دعا و بکا ہے خواہ دنیا میں جیسے احادیث میں امت کے لئے آپ کا دعائیں مانگنا اور ان دعاؤں پر وعدے حق تعالیٰ کے ہونا وارد ہے خواہ آخرت میں جیسے احادیث شفاعت میں آیا ہے اور یہ شبہ نہ ہو کہ بعض کو اعمال صالحہ سے نجات ہوگی بات یہ ہے کہ وہ اعمال صالحہ بھی آپ کی دعا کی برکت سے صادر ہوئے کہ آپ نے اس کی بھی دعائیں کی ہیں چنانچہ اکثر دعائیں بصیغہ متکلم مع الغیر ہیں اور یا یوں کہا جاوے کہ حصر کا حکم مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ رستگاری کا یہ بھی ایک سبب ہے سو اس سے بھی فضیلت ثابت ہو جاوے گی آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) جبکہ بارش کی خواہش کی اس باغ بہشت نے (جو کہ بدوں بارش بھی محض آب رحمت ہی سے سرسبز و شاداب ہے) تو خاک شورہ زشت (یعنی ہم جیسے) کیونکر پانی نہ ڈھونڈے (یہاں تک داعی نے اپنے متعلق مضمون بیان کئے ہیں آگے مولانا امر فرماتے ہیں دعا کا جبکہ اوپر سے اسکی فضیلت معلوم ہو چکی یعنی) اے میرے بھائی دعا کرنے سے ہاتھ مت روکیو اس کے قبول یا رد (ظاہری) سے تجھ کو کیا کام (ظاہری اس لئے کہا کہ معنے تو ہمیشہ دعا قبول ہی ہوتی ہے گو بصورت قبول متعارف نہ سہی کیونکہ ایک صورت قبول کی یہ بھی ہے کہ اس سے اچھی کوئی دولت عطا ہو جاوے خواہ دنیا میں یا آخرت میں اور خواہ دولت آفاقی یا دولت انفسی مثل دولت انابت الی اللہ و کمال استعداد وصول الی اللہ و نحو ذلک آگے امر فرماتے ہیں کہ بکا کا ایک خاص عنوان سے یعنی اسکے مانع کے ارتفاع کا امر فرماتے ہیں جس سے وہ امر لازم آ جاوے گا یعنی) روٹی جو کہ حجاب اور مانع اس آب (دیدہ) کی ہو اس روٹی ہی سے جلدی ہاتھ دھونا چاہئے (روٹی سے مراد اسباب) شہوت بمناسبت آب کے اس کو نان کہنا لطافت شعری ہے یعنی شہوات مانع ہیں خشوع سے انکی تقلیل و تعدیل کر چنانچہ شعر آئندہ کا یہی مطلب ہے کہ) اپنے کو موزوں اور مستعد اور سنجیدہ کر (کذا فی الغیاث فی تفسیر پختہ) آب دیدہ سے اپنی نان کو پختہ کر (ومفہوم کل ذلک قد مضے آب حکایت دعائے طالب گنج کے بعد آگے قصہ ہے اس کی اجابت دعا کا)۔

آواز دادن ہاتف مر طالب گنج را و اعلام کردن از حقیقت سر آں

غیبی آواز کا خزانہ کے طلبگار کو آواز دینا اور اس کے راز کی حقیقت سے باخبر کرنا

اندریں بود او کہ الہام آمدش	کشف شد ایں مشکلات از ایزدش
وہ اس میں تھا کہ اس کو الہام ہوا	یہ مشکلات منجانب اللہ اس کو منکشف ہو گئیں

گفت گفتم در کماں تیرے بنہ	کے بگفتم من کہ اندر کش توزہ
کہا کہ میں نے کہا تھا کہ کمان میں تیر رکھ	میں نے کب کہا تھا کہ توزہ کو کھینچ
من نگفتم کایں کماں را سخت کش	در کماں نہ گفتمت نے بر کنش
میں نے نہیں کہا تھا کہ کمان کو سخت کھینچ	میں نے تجھ کو کہا تھا کہ کمان میں رکھ نہ کہ اس کو باہر کر
از فضولی تو کماں افراشتی	صنعت قواسی برداشتی
تو نے فضول کاری سے کمان کو بلند کیا	کمان سازی کی صنعت کو تو حال ہوا
ترک ایں سختہ کمانی رو بگو	در کماں نہ تیر و پریدن مجو
جا تو اس سنجیدہ کمانی کو ترک کر	کمان میں تیر رکھ اور اڑنے کی فکر مت کر
چوں بیفتد بر کن آنجامی طلب	زور بگزار و بزاری جو ذہب
جب تیر گر پڑے کھود اسی جگہ تلاش کر	زور چھوڑ دے اور زاری سے زر کو ڈھونڈھ

وہ (فقیر طالب گنج) اس (دعا) میں (مشغول) تھا کہ (دفعۃً) اس کو الہام ہوا (اور) یہ مشکلات منجانب اللہ اس کو منکشف ہو گئیں (یعنی ہاتف نے) کہا کہ میں نے (توبہ) کہا تھا کہ کمان میں تیر کو رکھ (اور ڈال دے اور) میں نے (یہ) کب کہا تھا کہ توزہ (یعنی چلہ) کو کھینچ (یعنی) میں نے (یہ) نہیں کہا تھا کہ اس کمان کو سخت کھینچ (یہ قید واقعی ہے مقصود مطلق کھینچنے کی نفی ہے جیسا اوپر مطلق کہا ہے کے بگفتم من کہ اندر کش توزہ بلکہ) میں نے تجھ کو (صرف یہ) کہا تھا کہ کمان میں رکھ نہ (یہ) کہ اسکو (کمان سے) باہر کر (جیسا کمان کھینچ کر تیر پھینکنے کے لئے یہ لازم ہے فی چراغ ہدایت بر کردن بر آوردن بخلاف اس کے کہ تیر کو کمان میں رکھ کر کھینچا نہ جاوے تو وہ کمان کے اندر ہی رہے گا اور یہی مراد تھی جیسا ابھی شعر اخیر میں آتا ہے) تو نے فضول کاری سے کمان کو بلند کیا (جیسا دور پھینکنے کے لئے کرتے ہیں اور) کمان سازی کی صنعت کا تو حامل ہوا (کمان سازی سے مراد کمان کشی کی کمان سازی کے لئے عادۃً کمان کشی لازم ہے کیونکہ کمان کشی ہی سے تو وہ اپنی کمان مصنوع کی جانچ کرتے ہیں پس اب تجھ کو بتلایا جاتا ہے کہ) جا تو اس سنجیدہ کمانی (و مہارت تیر اندازی) کو ترک کر (اور) کمان میں تیر رکھ (اور یہ رکھنا تو موافق عادت کے ہوگا) اور) تیر کے) اڑنے (اور دور گرنے) کی فکر مت کر (اور یہ امر خلاف عادت ہوگا اور یہی پردہ رکھا تھا اس خزانہ کے پتہ میں کیونکہ عبارت از قوس تیرے واگزار سے متبادر یہی ہے کہ تیر نہادن در قوس بھی موافق عادت کے ہو اور تیر گزاردن بھی موافق عادت کے ہو اور واقع میں مراد یہ تھی کہ اول امر تو موافق عادت کے ہو اور یہی معنے ہیں در کمان نہ کے اور گزاردن موافق عادت کے نہ ہو اور یہی معنے ہیں پریدن مجو کے پس صورت اس کی یہ ہوگی کہ کمان میں تیر رکھ کر کھڑے ہوں اور پھر اس کو ویسے ہی ہاتھ سے چھوڑ دیں تو تیر اس صورت میں قبہ کے پاس ہی گرے گا وہاں خزانہ ڈھونڈو اور اس کو شبہ ہو کہ پھر کمان کو کیا دخل ہوا ویسے ہی ہاتھ میں لے کر چھوڑ دیں تب بھی اتنے ہی فاصلے سے گرے گا جواب یہ ہے کہ عادت یہ ہے کہ کمان میں تیر رکھنے کے وقت ہاتھ پورا کھینچا ہوا ہوتا ہے اور تیر کچھ کمان سے باہر ہوتا ہے اور کچھ کمان کے اندر تو اس طرح کمان میں رکھ کر تیر ڈال دینے سے ایک خاص فاصلہ کا اندازہ متعین ہو گیا جو صرف ہاتھ میں تیر لے کر ڈال دینے سے نہیں ہو سکتا غرض) جب تیر گر پڑے کھود (اور) اسی جگہ (خزانہ) تلاش کر زور چھوڑ دے (جس کا استعمال کمان کشی میں کرتا تھا) اور زاری سے زر کو ڈھونڈ (یہاں قصہ ختم ہوا آگے انتقال ہے مضمون معارف و سلوک کی طرف)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچہ حق ست اقرب از حبل الورید	تو فگندہ تیر فکرت را بعید
وہ جو حق ہے حبل الورید سے بھی نزدیک تر ہے	تو اپنے تیر فکر کو دور پھینک رہا ہے
اے کمان و تیرہا برساختہ	صید نزدیک و تو دور انداختہ
اے جو کہ کمان اور تیر کو تیار کئے ہوئے ہے	صید تو نزدیک ہے اور تو دور پھینک رہا ہے
ہر کہ او دورست دور از روئے او	کازماید قوت بازوی او
جو شخص دور ہے وہ روئے محبوب سے دور ہے	کیونکہ وہ اپنی قوت بازو کو آزما رہا ہے
ہر کہ دور انداز تر او دور تر	وز چنیں گنج ست او مہجور تر
جو شخص زیادہ دور انداز ہے وہی دور زیادہ ہے	اور ایسے خزانہ سے وہی مہجور زیادہ ہے
فلسفی خود راز اندیشہ بکشت	گو بدو کورا سوی گنجست پشت
فلسفی نے اپنے کو فکر سے مار ڈالا	اس سے کہہ دے کہ خزانہ کی طرف اس کی پشت ہے
گو بدو چندانکہ افزوں میدود	از مراد دل جدا تر می شود
اس سے کہہ دے کہ وہ جتنا دوڑتا ہے	مراد دل سے زیادہ جدا ہوتا جاتا ہے
جاھدوا فینا بگفت آں شہریار	جاھدوا عنا نگفت اے بیقرار
اس بادشاہ نے جاھدوا فینا فرمایا ہے	اور جاھدوا عنا نہیں فرمایا ہے اے بے قرار
ہمچو کنعاں کوز ننگ نوحؑ رفت	برفراز قلہ آں کوہ زفت
مثل کنعان کے جو نوح علیہ السلام سے ننگ کر کے گیا	اس کوہ عظیم کی چوٹی کے اوپر
ہرچہ افزوں تر ہمی جست او خلاص	سوی کہ می شد جدا تر از مناص
وہ جس قدر زیادہ خلاصی ڈھونڈھتا تھا	پہاڑ کی طرف جائے پناہ سے زیادہ جدا ہوتا جاتا تھا
ہمچو ایں درویش بہر گنج و کاں	ہر صباحی سخت تر جستے کماں
مثل اس درویش کے کہ گنج اور معدن کے لئے	ہر صبح کو سخت سے سخت کمان تلاش کرتا تھا
ہر کمانے کو گرفتے سخت تر	بودے از گنج و نشاں بدبخت تر
وہ جتنی بھی زیادہ سخت کمان لیتا تھا	گنج اور نشان سے زیادہ محروم ہوتا جاتا تھا
ایں مثل اندر زمانہ جانی ست	جان نادانان برنج ارزانی ست
یہ مثل زمانہ میں جان کے قابل ہے	جان جہلا کی رنج کے سزاوار ہے
زانکہ جاہل داشت ننگ از اوستاد	لاجرم رفت و دکان نو کشاد
اس وجہ سے جاہل نے استاد سے عاری رکھی	لامحالہ وہ گیا اور نئی دکان کھولی

www.besturdubooks.wordpress.com

آں دکاں بالائے استادان کار	گندہ و پر کژدم ست و پر زمار
وہ دکان جو استادان فن سے اوپر ہے	وہ گندہ اور پر کژدم اور پر مار ہے
زود ویراں کن دکان و باز گرد	سوی سبز و گلستان و آب خورد
تو دکان جلدی ویران کر اور رجوع کر	سبزہ اور گلستان اور پانی کی نہر کی طرف

منزہ ہے اور مثلاً کیا کیا صفات اس کے خواص میں سے ہیں اور مثلاً عالم معاد میں وہ کس کس عمل اور کس کس خلق پر کیا کیا معاملہ کریں گے وشل ہذا اور ان امور تک حکما انظار فکریہ سے آج تک نہیں پہنچ سکے تو مومن اول ہی قدم میں حکماء سے آگے ہے اور نیز تقلیداً ہی اس کو قرب حق کا گو مجملاً ہی سہی یقین ہو جاتا ہے اور قبول حق کی برکت سے اس کو برکات بھی وہی میسر ہوتے ہیں جو مشاہدہ حق سے ہوتے پھر جب عقائد واحکام میں انبیاء کا اتباع کامل کرنا شروع کرتا ہے تو اس کے یہ علوم تصدیقیہ اجمالیہ ترقی پا کر مشاہدات تفصیلیہ بقدر الاستعداد ہو جاتے ہیں یعنی علم الیقین کا عین الیقین ہو جاتا ہے اور وہ قرب بھی بلا کیف وجداناً مشہود ہوتا ہے اور اس درجہ معرفت میں حکما اس کے سامنے محض جاہل واحمقاء معلوم ہوتے ہیں اس مضمون کو مولانا اس طرح فرماتے ہیں کہ انچہ حق ست اقرب الخ اور آگے بھی اسی کی تفصیل ہے یعنی) اے (شخص) جو کہ کمان اور تیر کو تیار کیے ہوئے ہے (مراد انظار فکریہ) صید (یعنی مطلوب) تو نزدیک ہے اور تو (تیر کو) دور (دور) پھینک رہا ہے (کما مر فی شرح الشعر السابق اور اس دور اندازی سے مقصود سے اور بعد بڑھتا چلا جاتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) جو شخص (فکر از زیادہ) دور ہے (یعنی وہ قوت فکریہ کو زیادہ دور پہنچاتا ہے فقولہ فکرا تمیزی) وہ روئے محبوب سے (اور زیادہ) دور ہے کیونکہ وہ اپنی قوت بازو کو آزما رہا ہے (اور تیر کو بہت دور پھینک رہا ہے آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جو شخص زیادہ دور انداز ہے وہی (مقصود سے) دور زیادہ ہے اور ایسے خزانہ سے وہی مہجور زیادہ ہے (آگے فلسفی کی ناکامی کی تصریح فرماتے ہیں کہ) فلسفی نے اپنے کو فکر (ونظر) سے مار ڈالا (یعنی فکر ونظر کی تعب میں عمر گزار دی مگر) اس سے کہہ دے کہ خزانہ کی طرف اس کی پشت ہے (اور) اس سے کہہ دے کہ وہ جتنا دوڑتا ہے مراد دلی سے زیادہ جدا ہوتا جاتا ہے (پس گو اس نے کوشش کی مگر ہر کوشش تو موصل نہیں چنانچہ) اس بادشاہ (حقیقی) نے (مدح کوشش میں) جاهدوا فينا فرمایا ہے (یعنی ہماری طرف آنے میں جو کوشش کرتے ہیں ان کو بشارت فرمائی ہے اور) جاهدوا عنا نہیں فرمایا ہے اے بے قرار (جس کے معنی ہیں ہماری طرف سے جانے میں کوشش کرنا اور بے قرار میں بھی اشارہ ہے حرکت کی طرف مگر چونکہ وہ فینا نہیں عنا ہے اس لئے بے سود بلکہ مضر ہے خلاصہ یہ ہوا کہ کوشش کی دو قسم ہیں ایک فی القرب ایک فی البعد اول نافع ہے دوسری مضر پس ہر کوشش موصل نہ ہوئی ایسی مثال ہے کوشش مذموم کی گو وہ بھی فردے کوشش کی یعنے) مثل کنعان کے جو نوح علیہ السلام سے ننگ کر کے گیا اس کوہ عظیم (الشان) کی چوٹی کے اوپر (تو دیکھئے کوشش تو یہ بھی تھی لیکن اس کوشش کا اثر یہ تھا کہ) جس قدر زیادہ وہ (طوفان سے) خلاصی ڈھونڈتا تھا (اسی قدر) پہاڑ کی طرف (واقعی) جائے پناہ سے (کہ وہ قرب تھا نوح علیہ السلام کا) زیادہ جدا ہوتا جاتا تھا (اور) مثل اس درویش (صاحب قصہ) کے کہ گنج ومعدن کے لئے ہر صبح کو سخت سے سخت

نے چو کنعاں کوز کبر و ناشناخت	از کہ عاصم سفینہ فوز ساخت
نہ کہ کنعان کی طرح کہ اس نے کبر اور عدم معرفت کے سبب	کوہ محافظ سے کشتی نجات بنائی تھی
علم تیراندازیش آمد حجیب	واں مراد او رابدے حاضر بجیب
اس کا علم تیراندازی اس کا حجاب ہو گیا	اور وہ اس کی مراد اس کی جیب میں موجود تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

اے بسا علم و ذکاوات و فطن	گشتہ رہرو را چو غول و راہزن
اے بہت سے علوم اور ذکاوتیں اور زیرکی	رہرو کے لئے مثل غول اور رہزن کے ہو گئیں
بیشتر اصحاب جنت ابلہ اند	تاز شر فیلسوفی می رہند
اکثر اہل جنت بھولے بھالے ہیں	تاکہ فلسفی کے شر سے محفوظ رہتے ہیں
خویش را عریاں کن از فضل و فضول	تاکند رحمت ترا ہر دم نزول
تو اپنے کو فضیلت اور فضول سے معرا کر لے	تاکہ رحمت تجھ پر ہر وقت نزول فرماوے
زیرکی ضد شکست ست و نیاز	زیرکی بگذار و باگولی بساز
زیرکی شکستگی اور نیاز کی ضد ہے	تو زیرکی کو چھوڑ دے اور بلاہت کے ساتھ موافقت کر
زیرکی داں دام بردو طمع گاز	تاچہ خواہد زیرکی را پاک باز
زیرکی کو سوہان سائی کا جال جان اور طمع کو کمین گاہ صیاد	پھر زیرکی کو پاکباز آدمی کیا چاہے گا
زیرکاں با صنعتے قانع شدہ	ابلہاں از صنع در صانع شدہ
جو زیرک لوگ ہیں وہ صنعت پر قانع ہوئے ہیں	اور ابلہ لوگ صنع سے صانع میں مشغول ہو گئے
زانکہ طفل خرد را مادر نہار	دست و پا باشد نہادہ بر کنار
کیونکہ طفل خرد کے لئے ماں دن بھر ہاتھ پاؤں ہوتی ہے	یعنی اس کو آغوش میں لئے رہتی ہے

منقولہ ہے کہ مولانا کا بطور انتقال کے یعنی جس طرح قصہ مذکورہ میں مطلوب قریب تھا اور وہ اس کو بعید سمجھ کر طلب کرتا تھا اور واصل نہ ہوتا تھا اسی طرح) وہ جو حق ہے (جو کہ تیرا بلکہ سب کا مطلوب حقیقی ہے وہ) حبل الورید (یعنی رگ گردن) سے بھی نزدیک تر ہے (کما قال تعالیٰ فی سورۃ ق (اور) تو اپنے تیر فکر کو (بہت) دور (دور) پھینک رہا ہے (مطلب یہ کہ تو نظر فکری سے اس کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے مثل فلاسفہ کے جو کہ موقوف ہے تامل فی المقدمات ومقدمات المقدمات وہکذا الی الوسائط البعیدۃ پر حالانکہ وہ جس طرح مدرک باسم الفاعل ہونے میں قریب ہے اسی طرح مدرک باسم المفعول ہونے میں بھی قریب ہے گو وہ ادراک بکنہہ نہ ہو لیکن حکماء کے ادراک سے وہ ادراک بدرجہا اصوب واقرب ہے اور یہ ادراک بذریعہ اتباع وحی انبیاء علیہم السلام حاصل ہوتا ہے اس طرح کہ اول ان کی تقلید سے معرفت صحیحہ یقینیہ میسر ہو گئی کہ حق تعالیٰ مثلاً کن کن صفات سے موصوف ہے اور کن کن اوصاف سے کمان تلاش کرتا تھا (مگر) جتنی بھی زیادہ سخت کمان لیتا تھا وہ گنج اور نشان (گنج) سے زیادہ محروم ہوتا جاتا تھا (پس معلوم ہوا کہ کوشش وہی مفید ہے جو طریقہ سے ہو کہ وہی موصل الی المطلوب ہوتی ہے اور وہ طریقہ اتباع ہے اہل حق کا جیسا آئندہ شعر اول کی شرح میں بقرینہ اشعار آئندہ واین مثل الی قولہ نے چو کنعان بیان کیا گیا ہے اور اشعار آئندہ میں مولانا اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ زور آزمائی ونظر دوانی تو طریقہ کامیابی ووصول قرب حق کا نہیں اب ہم طریقہ بتلاتے ہیں سو اول بطور تمہید کے یہ سمجھ لے کہ) یہ (ایک) مثل زمانہ میں جان (میں رکھنے) کے

www.besturdubooks.wordpress.com

قابل ہے (وہ یہ کہ) جان جہلاء کی رنج (وتعب) کے سزاوار (کذافی الغیاث) ہے اس وجہ سے کہ جاہل نے استاد سے عار رکھی (اور اس کا اتباع کر کے کمالات حاصل نہ کئے اور اس لئے) لامحالہ وہ (اس کی خدمت سے دور ہو کر) گیا اور نئی دکان (دعویٰ کمال و ہنر کی) کھولی (مگر) وہ دکان جو استادان فن سے اوپر (ہو کر کھلی) ہے وہ (محض) گندہ (بالفتح بمعنے آلودہ نجاست یا بالضم بمعنے آلودہ چیز ہائے بیکار) اور پر کژدم اور پر مار (یعنی سراسر ضرر رساں) ہے (تو جب وجہ رنج کی معلوم ہوئی کہ عار عن الاستاد ہے اسی سے ثابت ہوا کہ کامیابی کا طریقہ صرف اتباع اہل حق ہے اور ان سے مخالفت سبب ناکامی کا ہے آگے مدعی و معرض عن اتباع اہل الحق کو خطاب بطور تفریع علی ماقبلہ کرتے ہیں کہ اے شخص) تو دکان جلدی ویران کر اور سبزہ و گلستان اور پانی کے نہر کی طرف رجوع کر (کذافی الغیاث یعنی ایسی جگہ جا جہاں تجھ کو علوم و معارف و کمالات میسر ہوں اور مار و کژدم یعنی جہل و ذمائم سے محفوظ رہے اور وہ جگہ خدمت و صحبت ہے اہل حق کی چنانچہ آگے اس کے مقابلہ سے بھی اس پر دلالت ہوتی ہے یعنی) نہ کہ کنعان کی طرح کہ اس نے کبر اور عدم معرفت (حقیقت) کے سبب کوہ محافظ (بزعم خود) سے کشتی نجات بنائی تھی (جس کا باطل ہونا جلدی ہی محقق ہو گیا اور اس کنعان کی ایسی مثال ہو گئی جیسا وہ شخص تھا کہ) اس کا علم تیر اندازی اس (کے مقصود) کا حجاب ہو گیا اور وہ اس کی مراد اس کی جیب میں موجود (وقریب) تھی (اسی طرح کنعان کی نجات قریب تھی مگر اس نے دور جا کر ڈھونڈھی پس تو ایسا مت ہو جانا بلکہ اہل حق ہی کے ساتھ لازم رہنا کہ ان کی تقلید و اتباع تیری تحقیق و نظر سے بدرجہا اسلم و اصلح ہے چنانچہ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) اے بہت سے علوم اور ذکاوتیں اور زیرکی رہرو کے لئے مثل غول اور راہزن کے ہو گئیں (کمافی الحدیث ان من العلم لجہلا اور وہ علم اس کا مصداق ہے علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت ست آگے اس ذکاوت مذمومہ کے مقابلہ میں جو عدم ذکاوت ہے کہ داعی ہے اتباع اہل حق کی طرف اس کی مدح فرماتے ہیں کہ) اکثر اہل جنت بھولے بھالے ہیں (اشارہ ہے اکثر اہل الجنۃ کی طرف دوسری صحیح حدیث ہے المومن غر کریم الخ) تاکہ فلسفی کے شر سے محفوظ رہتے ہیں (یعنی یہ فائدہ ہے ان کے بلاہت کا آگے اس ذکاوت کی مذمت اور اس بلاہت کی فضیلت پر تفریع ہے کہ جب یہ بات ہے تو) تو اپنے کو فضیلت (مزعومہ) اور فضول (علوم و دعاوی) سے معریٰ کر لے تاکہ رحمت (حق) تجھ پر ہر وقت نزول فرما دے (وہ رحمت وصول الی الحق ہے آگے مزید تعیین کرتے ہیں زیرکی مذموم کی کہ وہ) زیرکی شکستگی اور نیاز کی ضد ہے تو (اس) زیرکی کو چھوڑ دے اور بلاہت (بالمعنی المذکور) کے ساتھ موافقت کر اور اس) زیرکی کو سوہان سائی کا جال جان اور طمع (کی چیزوں) کو کمین گاہ صیاد (جب وہ ایسی چیز ہے) پھر زیرکی کو پاکباز آدمی کیا چاہے گا (بر فی المنتخب بسوہان سائیدن مراد نقصان دین و روح فی الغیاث کا زدکازہ مغاکے کہ صیادان دران نشینند د بران شاخہائے درخت گذارند تا صید او رانہ بیند اھ مراد یہ کہ وہ ایک دام جان زدا و ایمان فرسا ہے اور جو اکثر مصرف ہے زیرکی کا یعنے مصالح عاجلہ وہ بھی سامان ہلاکت ہے پس ایسی چیز پاکبازوں کی مرغوب نہ ہونا چاہئے اور زیرکی مذکور کے اعتبار سے) جو زیرک لوگ ہیں وہ صنعت پر قانع ہوئے ہیں (اور شب و روز صنائع ہی کی تحصیل میں مشغول ہیں جن میں صناعات نظریہ بھی داخل ہیں اور) ابلہ لوگ صنع سے (تجاوز کر کے) صانع میں (مشغول) ہو گئے کیونکہ (انہوں نے دیکھا کہ) طفل خرد کے لئے ماں دن بھر ہاتھ پاؤں (کی طرح) ہوتی ہے (یعنی اس کو) آغوش میں لئے رہتی ہے (جس کا سبب بچہ کا کسی بات سے آگاہ نہ ہونا ہے پس انہوں نے بھی علوم مذمومہ کے بارہ میں یہی شان اختیار کی تو رحمت حق نے ان کو آغوش میں لے لیا آگے ایک حکایت اس کی تائید میں ہے کہ ایک یہودی اور ایک نصرانی اور ایک مسلمان ہم سفر ہوئے کہیں حلوا ملا ان دونوں نے مسلمان کو چالاکی سے

www.besturdubooks.wordpress.com

محروم کرنا چاہا اللہ تعالیٰ نے اس کے بھولے پن پر لطف فرما کر ایسا سامان کیا کہ وہ اسی کو نصیب ہوا اور چالاک محروم رہے یہی حالت حلوائے روحانی یعنی معارف و برکات کی سمجھو فقط)۔

فائدہ: با شعار مقام میں سے شعر اول کے حل میں بندہ نے یہ لکھا ہے حالانکہ وہ جس طرح مدرک باسم الفاعل ہونے میں قریب ہے اسی طرح مدرک باسم المفعول ہونے میں بھی قریب ہے گو وہ ادراک بکنہہ نہ ہو اھ اس عبارت سے دو مضمونوں کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اول مضمون یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو آیہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید جس کا حوالہ اس شعر میں ہے آئی ہے اسی طرح اس مضمون کی چند مقامات پر آیات آئی ہیں ان مقامات پر ذکر حق تعالیٰ کے عالم و مطلع ہونے کا ہے جس سے اکثر علماء نے ان آیات کی تفسیر قرب علمی سے کی ہے مگر مولانا نے اس آیت سے قرب فی المعلومیت پر استدلال کیا ہے پس اس کی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ مولانا نے مطلق قرب کے ساتھ تفسیر کی ہو جیسا اکثر صوفیہ و سلف اس طرف گئے ہیں جو قرب عالمیت و قرب معلومیت و قرب ذات بلا کیف سب کو محتمل یا شامل ہے اس صورت میں استدلال صحیح ہو جاوے گا اور دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ تفسیر تو قرب فی العالمیت ہی سے کی جاوے گی لیکن اصل یہی ہے کہ علم میں جو قریب ہوگا وہ ذاتاً بھی قریب ہو جب تک کہ کوئی سبب عدول کا اس اصل سے نہ پایا جاوے اصل ہی کے موافق حکم کریں گے اور یہاں عدول کی کوئی دلیل نہیں اس لئے قرب ذاتی بھی آیت سے لازم ہوگا اور قرب ذات مستلزم قرب فی المعلومیہ کو ہے اس طرح سے قرب فی المعلومیہ پر بھی استدلال صحیح ہو جاوے گا اور میری وہ عبارت دونوں توجیہوں پر چسپاں ہو سکتی ہے ایک مضمون تو یہ تھا اور دوسرا مضمون یہ ہے کہ عارفین نے حق تعالیٰ کو وراء الوراء ثم وراء الوراء الی مالا نہایۃ فرمایا ہے جو دال ہے بعد پر پھر قرب کا حکم کیسے صحیح ہوگا میری عبارت میں جو ادراک بکنہہ کی نفی ہے اس میں اس کے جواب کی طرف اشارہ ہو گیا یعنی قرب مطلق ادراک کے اعتبار سے ہے اور بعد ادراک بکنہہ کے اعتبار سے فتوافقا۔

فائدہ: بحمد اللہ تعالیٰ یہاں عشر خامس ختم ہو گیا آگے انشاء اللہ تعالیٰ عشر سادس آتا ہے اور جس مضمون پر یہ عشر خامس ختم ہوا ہے اسی کے قریب کے مضمون پر عشر رابع ختم ہوا تھا یعنی حقیقت بینی کے لئے چشم حقیقت بین کی ضرورت ہے چشم ظاہر بین کافی نہیں ورنہ فلاسفہ مدعیان زیرکی راہ گم نہ کرتے اس سے بھی علوم فلسفیہ و زیرکی دنیوی کی تزئیف ہوتی ہے اور یہی مضمون اس مقام میں ہے پس دونوں کا خاتمہ متناسب ہوا اور چونکہ عشر رابع کا خاتمہ عشر خامس کے فاتحہ سے اور عشر خامس کا خاتمہ عشر سادس کے فاتحہ سے متناسب ہے جیسا کہ دونوں کے خاتمہ پر تقریر کی گئی ہے اس لئے عشر خامس و سادس کے فاتحوں میں بھی تناسب معلوم ہوا چنانچہ ظاہر ہے اور ایسا تناسب و تقارب اتنے اجزاء کا منجملہ لطائف ہے۔

و قد تم هذا العشر للثاني والعشرين من شهر الله المحرم يوم الجمعة ۱۳۳۳ من الهجرة ووقع في اثناء مدة كتابة اربع جمع لكن الجمعتين منها اعني الاولىٰ والاخرة لي قد وقع فيهما شي من الكتابة ولو قليلاً فاستثنيت الجمعتان من هذه المرة فكان كل زمان كتابة عشرين يوماً ولله الحمد على الفراغ من هذا الخطب الطويل في هذا الزمان القليل ولله الحمد اولاً وآخراً وباطناً وظاهراً وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين۔

وبتمام هذا العشر تم الربع الثاني

من شرح هذا الدفتر والحمد لله العلي الجليل الاكبر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ”مثنوی مولوی معنوی“ کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنویؒ

جلد 23-24 دفتر 6

مع افادات و ارشادات

حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

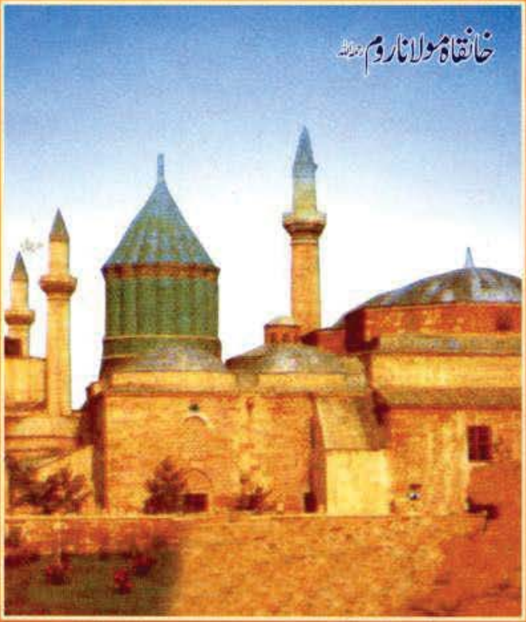

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر السادس من شرح الدفتر السادس

من المثنوی للمولوی المعنوی افتتح فیہ لمنتصف صفر ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

داستان آں سہ مسافر مسلمان وترسا وجہود دو آنکہ بمنزلے قوتے یافتند ترسا وجہود سیر بودند، گفتند آں قوت را فردا خوریم مسلمان صائم بود وگرسنہ ماند ازاں کہ مغلوب بود

تین مسافروں نصرانی اور یہودی اور مسلمان کا قصہ ان کو راستہ میں کھانے کو ملا نصرانی اور یہودی پیٹ بھرے تھے انہوں نے کہا کھانا کل کھائیں گے مسلمان روزہ دار اور بھوکا رہا کیونکہ وہ عاجز تھا۔

یک حکایت بشنو اینجا اے پسر	تا نگردی ممتحن اندر ہنر
ایک حکایت سن اس مقام میں اے پسر	تا کہ ہنر میں تیرا امتحان نہ ہونے لگے
آں جہود و مومن و ترسا مگر	ہمرہی کردند باہم در سفر
اس یہودی اور مومن اور عیسائی نے غالباً	سفر میں باہم معیت اختیار کی
باد و گمرہ ہمرہ آمد مومنے	چوں خرد با نفس و با آہر یمنے
دو گمراہوں کے ساتھ ایک مومن ہمراہ ہو گیا	جس طرح عقل نفس کے ساتھ اور شیطان کے ساتھ
مروزی و رازی افتند در سفر	ہمرہ وہم سفرہ پیش ہمدگر
ایک مرو کا رہنے والا اور ایک رے کا رہنے والا سفر میں	ہم طریق اور ہم سفرہ ایک دوسرے کے سامنے واقع ہو جاتے ہیں
در قفس افتند زاغ و چغد و باز	جفت شد در حبس پاک و بے نماز
قفس میں زاغ اور چغد اور باز واقع ہو جاتے ہیں	جس میں ایک پاک اور ایک بے نماز مجتمع ہو گئے
کردہ منزل شب بیک موضع بہم	مشرقی و مغربی قانع بہم
باہم منزل کی شب کے وقت ایک مقام میں	ایک مشرقی اور ایک مغربی نے باہم دگر قانع ہو کر
ماندہ در منزل زرہ خرد و شگرف	روز ہا باہم ز سرما وز برف
منزل میں رہ گئے ہیں راہ سے ایک خرد اور ایک بزرگ	کئی روز تک باہم دگر بوجہ سرما اور برف کے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں کشاید راہ و بردارند بند	بگسلند و ہر یکے جائے روند
جب راستہ کھل جاوے گا اور مانع کو مرتفع کر دیں گے	تو باہم قطع تعلق کر دیں گے اور سب ایک جگہ چلے جاویں گے
چوں قفص را بشکند شاہ خرد	جمع مرغاں ہر یکے سوئے پرد
جب قفس کو شاہ عقل توڑ ڈالے	تو جماعت طیور کی ہر ایک ایک طرف کو اڑ جائے
پر کشادہ پیش ازیں پر شوق و یاد	در ہوائے جنس خود سوئے معاد
اس سے پہلے شوق اور یاد میں بھرے ہوئے پر کھولے ہوئے تھے	اپنے ہم جنس کی محبت میں مقام عود کی طرف
پر کشادہ ہر دمے با اشک و آہ	لیک پریدن ندارد روئے و راہ
پر کھولے ہوئے تھے ہر دم اشک و آہ کے ساتھ	لیکن اڑنے کی کوئی صورت اور طریق نہ تھا
چونکہ رہ یابد پرد ہر یک چو باد	سوئے آں کز یاد آں پر می کشاد
جب راہ کشادہ ہو گیا ہر ایک ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے	اسی کی طرح جس کی یاد سے وہ پر کھولتا تھا
آں طرف کش بود اشک و سوز و آہ	چونکہ فرصت یافت آں سو کوفت راہ
جس طرف کہ اس کا گریہ اور سوز اور آہ تھا	جب اس نے فرصت پائی اس طرف راہ چلنا شروع کر دیا
در تن خود بنگر ایں اجزائے تن	از کجا جمع آمدند اندر بدن
تو اپنے تن میں ان اجزائے تن کو دیکھ لے	کہ بدن میں کہاں سے جمع ہو گئے
آبی و خاکی و بادی و آتشی	عرشی و فرشی و رومی و کشی
آبی اور خاکی اور بادی اور آتشی	عرشی اور فرشی اور رومی اور کشی
از امید عود ہر یک بستہ طرف	اندریں منزل بہم از بیم برف
ہر ایک امید عود سے ٹکٹکی لگائے ہوئے ہے	اس منزل میں مجتمع ہیں خوف برف سے
برف گوناگوں جمود ہر جماد	در شتائی بعد آں خورشید داد
برف گوناگوں سکون ہے ہر ساکن کا	اس خورشید عدل کے بعد کے زمستان میں
چوں بتابد تف آں خورشید خشم	کوہ گردد کاہ ریگ و کاہ پشم
جب اس خورشید قہر کی گرمی چمکے گی	پہاڑ تو گھاس ہو جاوے گا ریگ اور گھاس مثل اون کے ہو جاوے گا
در گداز آید جمادات گراں	چوں گداز تن بوقت نقل جاں
گداختگی میں آویں گے جمادات ثقیلہ	مثل گداختگی تن کے وقت نقل روح کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک حکایت سن اس مقام میں اے پسر تا کہ ہنر (اور زیرکی) میں تیرا امتحان نہ ہونے لگے (جس کا انجام ناکامی ہوا اور یہ تا غایت کے لئے ہے۔ یعنی حکایت سننے سے یہ فائدہ ہوگا تو ہنر اور زیرکی کا دعویٰ نہ کرے گا جس کی مذمت حکایت کے قبل کے اشعار میں بھی تھی اور اسی کی تائید میں یہ حکایت لائے ہیں اور حکایت سننے سے یہ فائدہ اس لئے ہوگا کہ اس میں چالاکی کی مضرت جو کہ یہودی اور ترسا کو پہنچی مذکور ہے وہ حکایت یہ ہے کہ) اس یہودی اور مومن اور عیسائی نے غالباً (کسی ضرورت سے قصداً) سفر میں باہم معیت باختیار کی (یا شاید اتفاق سے مرافقت ہوگئی ہو اور) دو گمراہوں کے ساتھ ایک مومن ہمراہ ہو گیا جس طرح عقل (کہ) نفس کے ساتھ اور شیطان کے ساتھ (ہمراہ ہوگئی جن کا اجتماع انسان میں ظاہر ہے کہ عقل آمر بالخیر مثل مومن کے لئے اور نفس و شیطان آمر بالشر مثل یہود و ترسا کے ہیں آگے اس اجتماع کی اور مثال ہے کہ جیسے کبھی ایک مرو کا رہنے والا اور ایک رے کا رہنے والا سفر میں ہم طریق اور ہم سفرہ ایک دوسرے کے سامنے واقع ہو جاتے ہیں۔ (اور جس طرح کبھی) قفس میں زاغ اور چغد (مشابہ یہود و ترسا) اور باز (مشابہ مومن) واقع ہو جاتے ہیں (اور جس طرح حبس میں ایک پاک اور ایک بے نماز مجتمع ہو گئے (اور جس طرح) باہم منزل کی (ہو) شب کے وقت ایک مقام میں ایک مشرقی اور ایک مغربی نے باہم گر قانع ہو کر (اور جس طرح گویا) منزل میں رہ گئے ہیں راہ سی (تجاوز کر کے) ایک خرد اور ایک بزرگ کئی روز تک باہم گر بوجہ سرما اور برف کے (ان سب مثالوں میں مابہ الاشتراک اجتماع اتفاقی عارضی ہے آگے اس کے عارضی ہونے پر تفریع ہے کہ) جب راستہ کھل جاوے گا اور مانع کو (مرتفع کرنے والے) مرتفع کر دیں گے (مثلاً برف جو کہ مانع تھا موقوف ہو گیا) تو باہم قطع تعلق کر دیں گے اور سب ایک جگہ چلے جاویں گے (سب سے مراد مروزی و رازی اور مشرقی و مغربی اور خرد و بزرگ اسی طرح) جب قفس کو شاہ عقل توڑ ڈالے (شاہ خرد سے مراد انسان صاحب عقل یعنی کوئی آدمی اس کو توڑ ڈالے) تو جماعت طیور کی ہر ایک ایک طرف کو اڑ جائے (طیور سے مراد زاغ اور چغد اور باز جو اوپر مذکور تھے یہ حالت تو قفس شکستن کے بعد ہوئی باقی) اس (قفس شکنی) سے پہلے (بھی یہ حالت تھی کہ) شوق اور یاد میں بھرے ہوئے (سب طیور) پر کھولے ہوئے تھے اپنے ہم جنس کی محبت میں (اپنے اپنے) مقام عود کی طرف (پر کھولنے سے مراد مستعد ہونا یعنی اس وقت بھی اڑنے کے لئے کہ اپنے اپنے موطن یعنی مسکن مشارکات فی النوع میں پہنچ جاویں پھڑ پھڑاتے تھے جس میں پر کا کسی قدر کھلنا ظاہر ہے اور آگے یہی مضمون بلفظ دیگر ہے کہ سب (پر کھولے ہوئے تھے ہر دم اشک و آہ کے ساتھ (کنایہ ہے شوق سے) لیکن اڑنے کی کوئی صورت اور طریق نہ تھا (کیونکہ قفس مانع تھا پس) جب (قفس ٹوٹنے سے) راہ کشادہ ہو گیا ہر ایک (پرندہ) ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے اسی (مقام) کی طرف جس کے یاد (اور شوق) سے وہ پر کھولتا تھا (اور پھڑ پھڑاتا تھا یعنی) جس طرح کہ اس کا گریہ اور سوز اور آہ (یعنی اشتیاق) تھا جب اس نے فرصت پائی اس طرف راہ چلنا شروع کر دیا (حاصل یہ کہ اجتماع عارضی و اتفاقی جو کہ مورد حکایت میں اور اس کے امثلہ میں ہوا تھا اس کے یہ آثار ہیں کہ قسری ہوتا ہے اور اجتماع کے وقت بھی انجذاب الی الجانس ہوتا ہے اور بمجرد ارتفاع مانع کے سب مجتمعات اپنی اپنی مقتضائے طبعی کی طرف راجع ہوتے ہیں پس اسی کلیہ اور مواد مذکورہ کی موافق) تو اپنے تن میں (بھی) ان اجزائے تن کو دیکھ لے کہ بدن میں کہاں سے جمع ہو گئے (ایک)

www.besturdubooks.wordpress.com

آبی (ہے) اور (ایک) خاکی (ہے) اور (ایک) بادی (ہے) اور (ایک) آتشی (ہے گویا ایک) عرشی (ہے) اور (ایک) فرشی (ہے) اور (ایک) رومی (ہے) اور (ایک) کشی (ہے یعنی باشندہ شہر کش از ماوراء النہر کذا فی الغیاث مراد مطلق موصوف باوصاف مختلفہ چنانچہ اجزائے بدن کا اختلاف بالماہیۃ وبالخواص ظاہر ہے اور ان اجزائے بدنیہ مختلفہ میں) ہر ایک امید عود (الی الاصل) سے ٹکٹکی لگائے ہوئے ہے (اور) اس منزل (دنیا) میں مجتمع ہیں خوف برف سے (جیسے وہ مسافرین مختلف الاحوال خوف برف سے جمع ہو گئے تھے آگے اس برف کا مصداق بتلاتے ہیں کہ) برف گوناگوں سکون ہے ہر ساکن کا اس خورشید عدل کے بعد کے زمستان (کے زمانہ) میں (مطلب یہ کہ دنیا عالم ابتلاء ہے اور آخرت عالم ظہور عدل ہے اور یہ وقت حیوۃ دنیویہ کا اس عالم آخرت سے بعد کا وقت ہے پس یہ مشابہ ہے موسم زمستان کے کہ اس میں برف گرتا ہے جس سے ہر متحرک چیز جامد ہو جاتی ہے اسی طرح زمانہ بعد ظہور عدل میں کہ زمانہ حیوۃ دنیویہ کا ہے ان سب اجزاء مختلفۃ الطبع کو حرکت بالفعل الی اصولہا سے سکون ہو گیا ہے چنانچہ ظاہر ہے ورنہ سب میں انفکاک ہو کر حیوۃ زائل ہو جاوے پس وہ برف یہ ہے کہ اس کے قسر سے یہ سب جمع ہو رہے ہیں اور) جب اس خورشید قہر کی گرمی چمکے گی (خورشید قہر سے مراد وہی خورشید عدل ہے باوجودیکہ عدل میں لطف اور قہر دونوں ظاہر ہوں گے مگر اس کو خورشید خشم اس لئے کہا کہ لطف تو اس عالم ابتلاء میں بھی ظاہر ہو رہا ہے وہ تو رہے ہی گا صرف خشم اپنے محل پر ظاہر ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ جب عالم عدل ظہور پاوے گا جس کا مبدا قیامت ہے اس وقت) پہاڑ تو گھاس (اور ریگ) ہو جاوے گا (اور پھر وہ) ریگ اور گھاس مثل ان کے (منتشر و متفرق) ہو جاوے گا (قال تعالیٰ وتکون الجبال کالعھن المنفوش وقال تعالیٰ و بست الجبال بسا فکانت ھباء منبثا پس اس وقت) گداختگی (اور حرکت) میں آویں گے جمادات ثقیلہ (یعنی جبال وغیرہا) مثل گداختگی (وانحلال اجزاء) تن کے وقت نقل روح کے (کہ روح نکلتی ہے سب اجزاء مضمحل و منحل ہو کر روح اپنے مقر میں اور سب اجزاء کے عناصر اپنے مستقر میں پہنچ جاتے ہیں جیسا آفتاب نکلنے سے اجزاء مائیہ منجمدہ گداختہ ہو کر مرکز ماء کی طرف حرکت کرنے لگتے ہیں مطلب یہ کہ مواد مذکورہ سابقہ کو دیکھ کر اپنی حالت میں غور کر اور عبرت پکڑ اور اس اجتماع پر مغرور مت ہو اور روح کی اصل کو یاد کر کے اس عالم سے مناسبت بڑھا آگے رجوع ہے قصہ کی طرف)۔

چوں رسیدند ایں سہ ہمرہ منزلے	ہدیہ شاں آورد حلوا مقبلے
جب یہ تینوں ہمراہی ایک منزل میں پہنچے	تو ان کے لئے ہدیہ کے طور پر حلوا لایا ایک صاحب اقبال
برد حلوا پیش آں ہر سہ غریب	محسنے از مطبخ انی قریب
ان تینوں مسافروں کے سامنے حلوا لایا	ایک محسن مطبخ انی قریب سے
نان گرم و صحن حلوائے عسل	برد آں کاں کاندر ثوابش بد امل
نان گرم اور صحنک حلوائے شہد کی	لایا وہ شخص کہ ثواب میں اس کی امید تھی
الکیاسیۃ والادب لاھل المدر	الضیافۃ والقریٰ لاھل الوبر
زیرکی اور تہذیب تو اہل شہر میں ہے	ضیافت اور مہمانداری اہل دیہات میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

الضیافۃ للغریب والقریٰ	اودع الرحمٰن فی اھل القریٰ
مسافر کی ضیافت اور مہمانی	اللہ تعالیٰ نے اہل قریہ میں ودیعت رکھی ہے
کل یوم فی القریٰ ضیف حدیث	مالہٗ غیرالالہ من مغیث
ہر روز دیہات میں ایک نیا مہمان ہوتا ہے	جس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوتا
کل لیل فی القریٰ وفد جدید	مالھم ثم سوی اللہ المجید
ہر شب دیہات میں جدید واردین ہوتے ہیں	جن کا اس جگہ سوا اللہ بزرگ کے کوئی نہیں ہوتا
تخمہ بودند آں دو بیگانہ ز خور	بود صائم روز آں مومن مگر
وہ دونوں بیگانے تو خورش سے تخمہ کے قریب تھے	وہ مومن دن میں غالباً روزہ سے تھا
چوں نماز شام آں حلوا رسید	بود مومن ماندہ در جوع شدید
جب نماز مغرب کے وقت وہ حلوا پہنچا	وہ مومن سخت بھوک کی حالت میں رہا ہوا تھا
آں دو کس گفتند ما از خور پریم	امشبش بنہیم و فردایش خوریم
ان دونوں شخصوں نے کہا ہم تو خورش سے پر ہیں	آج کی شب اس کو رکھ دیں اور اس کو کل کھائیں گے
صبر گیریم از خور امشب تن زنیم	بہر فردا لوت را پنہاں کنیم
آج کی شب خورش سے صبر اختیار کریں خاموش رہیں	کل کے واسطے طعام لذیذ کو چھپا کر رکھیں
گفت مومن امشب ایں خوردہ شود	صبر را بنہیم تا فردا بود
مومن نے کہا کہ آج کی شب تو یہ کھا لیا جاوے	صبر کو رکھ دیں تاکہ کل کا روزہ ہو جاوے
پس بدو گفتند زیں حکمت گری	قصد تو آنست تا تنہا خوری
پس وہ دونوں اس سے کہنے لگے کہ اس حکمت سے	تیرا قصد یہ ہے تاکہ تو تنہا کھا لے
گفت اے یاراں نہ کہ ما سہ تنیم	چوں خلاف افتاد ما قسمت کنیم
اس نے کہا کہ اے رفیقو یہ بات نہیں ہم تین شخص ہیں	جب اختلاف واقع ہوا تو ہم تقسیم کر لیں
ہر کہ خواہد قسم خود برجان زند	وانکہ خواہد قسم خود پنہاں کند
جس کا جی چاہے اپنا حصہ جان کو لگا لے	اور جس کا جی چاہے اپنا حصہ چھپا کر رکھ دے
آں دو گفتندش ز قسمت در گزر	گوش کن قسام فی النار از خبر
ان دونوں نے اس سے کہا کہ تقسیم سے در گزر	القسام فی النار کو حدیث سے سن

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت قسام آں بود کو خویش را	کرد قسمت بر ہوائے بر خدا
اس نے کہا کہ قسام وہ ہوتا ہے جس نے اپنے کو	ہوا پر تقسیم کر دیا نہ کہ خدا پر
ملک حق و جملہ قسم او ستی	قسم دیگر را دہی دوگوستی
تو مملوک حق اور تمام تر اس ہی کا حصہ ہے	تو دوسرے کو حصہ دیتا ہے دو کا قائل ہے
ایں اسد غالب شدے ہم بر سگاں	گر نبودے نوبت آں بدرگاں
یہ شیر کتوں پر غالب بھی ہو جاتا	اگر ان بدطینتوں کا دور دورہ نہ ہوتا
ایں اسد کہ نیست غالب شدے ہم بر بقور	نوبت گاواں بدو آں گاوٗ زور
یہ شیر گایوں پر غالب بھی ہو جاتا	اگر اس گاؤ مکار کا دور دورہ نہ ہوتا
قصد شاں آں کاں مسلماں غم خورد	شب برو در بینوائی بگذرد
ان کا قصد یہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھاوے	شب اس پر بے سامانی میں گزرے
بود مغلوب او بتسلیم و رضا	گفت سمعاً طاعۃً اصحابنا
وہ مغلوب تھا تسلیم و رضا کے ساتھ	کہنے لگا کہ سن لیا اور مان لیا اے ہمارے ہمراہیو
پس بخفتند آں شب و برخاستند	بامداداں خویش را آراستند
پس اس شب کو سب سو گئے اور اٹھے	صبح کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کیا
روی شستند و دہان و ہر یکے	داشت اندر ورد راہ و مسلکے
باہر و اندر سے منہ دھویا اور ہر ایک	اوراد میں ایک طریق و مسلک رکھتا تھا
یک زمانے ہر یکے آورد روی	سوی ورد خویش از حق فضل جوی
ایک خاص وقت میں ہر شخص اپنے ورد کی طرف متوجہ ہوا	حق تعالیٰ سے فضل کا جویاں تھا
مؤمن و ترسا جہود و گبر و مغ	جملہ را وسوئے آں سلطاں الغ
مومن اور ترسا اور یہودی اور گبر و مغ	سب کا رخ اس سلطان معظم کی طرف ہے
مومن و ترسا جہود و نیک و بد	جملگاں راہست روسوی احد
مومن اور ترسا اور یہودی اور نیک و بد	سب کا رخ احد کی طرف ہے
بلکہ سنگ و خاک و کوہ و آب را	ہست و اگشت نہانی با خدا
بلکہ سنگ اور خاک اور کوہ اور آب کو بھی	ایک رجوع نہانی خدا کے ساتھ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جب یہ تینوں ہمراہی ایک منزل میں پہنچے (کہ وہ کوئی گاؤں تھا بدلیل اشعار عربیہ آئندہ) تو ان کے لئے ہدیہ کے طور پر حلوا لایا ایک صاحب اقبال (یعنی ان تینوں مسافروں کے سامنے حلوا لایا ایک محسن مطیع انی قریب سے (اشارہ ہے آیت واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذادعان کی طرف یعنی چونکہ حق تعالیٰ علماً ولطفاً قریب ہیں اور دعا وحاجات عباد کے مجیب ہیں ان کی حاجت کے انجام کے لئے انہوں نے اس مہدی کے واسطہ سے حلوا بھیجا اشارہ اس طرف ہے کہ وہ شخص برائے نام مہدی تھا اور معطی حقیقی حضرت حق ہیں کما فی الحدیث انما انا قاسم واللہ یعطی غرض) نان گرم اور صحنک حلوائے شہد کی لایا وہ شخص کہ ثواب میں اس کی امید تھی (قرائن مقالیہ سے معلوم ہوتا ہے وہ مہدی مسلمان ہے ورنہ می بلرزد عرش از مدح شقی اس کو مقبل اور محسن نہ فرماتے اسی طرح راجی ثواب نہ کہتے کہ یہ رجاء مشروط بہ ایمان ہے اور بدوں اس کے وہ رجاء نہیں غرور ہے۔ اس کو بدوں رد کے نقل نہ فرماتے اس اثبات اسلام سے ختم قصہ پر کام لیا جاوے گا اور وہاں بھی یہاں کا حوالہ دیا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ آگے دیہاتیوں کا مہمان نواز ہونا بیان فرماتے ہیں اور اس سے ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ منزل کوئی گاؤں تھا پس ارشاد ہے کہ اکثر) زیرکی اور تہذیب تو اہل شہر میں (ہوتی) ہے (اور) ضیافت اور مہمانداری (اکثر) اہل دیہات میں (ہوتی) ہے (ضیافت وقری میں عطف تفسیری ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) مسافر کی ضیافت اور مہمانی اللہ تعالیٰ نے اہل قریہ میں ودیعت رکھی ہے ہر روز دیہات میں ایک نیا مہمان ہوتا ہے جس کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوتا (اور ہر شب دیہات میں جدید واردین ہوتے ہیں جنکا اس جگہ سوا اللہ بزرگ کے کوئی نہیں ہوتا (آگے قصہ ہے کہ جس وقت حلوا پہنچا تو) وہ دونوں (یہودی و ترسا جوخدا سے) بیگانے (تھے وہ) تو خورش سے (خوب پر ہونے کے سبب) تخمہ کے قریب تھے (اور) وہ مومن دن میں غالباً روزہ سے تھا جب نماز مغرب کے وقت وہ حلوا پہنچا وہ مومن سخت بھوک کی حالت میں رہا ہوا تھا ان دونوں شخصوں نے کہا ہم تو خورش سے پر ہیں (اس لئے) آج کی شب اس کو رکھ دیں اور اس کو کل کھائیں گے آج کی شب خورش سے صبر اختیار کریں (اور) خاموش رہیں کل کے واسطے (اس) طعام لذیذ کو چھپا کر رکھ دیں اور اس کو کل کھائیں گے آج کی شب خورش سے صبر اختیار کریں (اور) خاموش رہیں کل کے واسطے (اس) طعام لذیذ کو چھپا کر رکھ دیں مومن نے کہا کہ آج کی شب تو یہ کھا لیا جاوے (اور) صبر کو رکھ دیں تا کہ کل کے روز ہو جاوے (نہ یہ کہ آج کے لئے صبر تجویز کیا جاوے اور کل کے لئے کھانا) پس وہ دونوں اس سے کہنے لگے کہ اس حکمت سے تیرا قصد یہ ہے کہ تا کہ تو تنہا کھا لے (کیونکہ بوجہ سیری کے ہم سے تو کچھ کھایا نہ جاوے گا تو ہی سارا کھا جاوے گا) اس (مومن) نے کہا کہ اے رفیقو یہ بات نہیں (جو تم سمجھے بلکہ) ہم تین شخص ہیں جب (ہماری رائے میں) اختلاف واقع ہوا تو ہم (سب اس کو باہم) تقسیم کر لیں (پھر بعد تقسیم) جس کا جی چاہے اپنا حصہ جان کو لگا لے (یعنی کھا لے) اور جس کا جی چاہے اپنا حصہ چھپا کر رکھ دے (اور پھر کھا لے ان دونے اس سے کہا کہ تقسیم سے درگزر (یعنی اس کو تجویز مت کر اور) القسام فی النار کو حدیث سے سن (ترجمہ اس کا یہ ہے کہ تقسیم کنندہ جہنم میں ہے اگرچہ حدیث ہو جس کی مجھ کو تحقیق نہیں تو اس کے یہ معنی نہیں جو ان قائلین نے سمجھے حقوق مشترکہ میں باہم افراز وامتیاز کر دینا تو تمام ملل میں عبادت ہے بلکہ مراد اس سے وہ قسام ہے جو اپنی نفسانی غرض مثل رشوۃ وغیرہ کیلئے ایک شریک کے نفع کے لئے دوسرے کو ضرر پہنچاوے جیسے آج

www.besturdubooks.wordpress.com

کل اکثر امین تقسیم ہوتے ہیں مگر ان دونوں نے اپنے مطلب کے لئے حدیث میں تحریف کی آگے مومن نے اس کے صحیح معنی بیان کئے یعنی) اس (مومن) نے کہا کہ قسام (جہنمی) وہ (قسام) ہوتا ہے جس نے اپنے کو ہوا (ئے نفسانی) پر تقسیم کردیا نہ کہ خدا پر (آگے بطور التفات کے ایسے قسام کو خطاب ہے کہ) تو مملوک حق اور تمام تر اس ہی کا حصہ ہے (پھر افسوس ہے کہ باوجود اس کے) تو دوسرے کو حصہ دیتا ہے (اور) دو کا قائل ہے (اس طرح سے کہ دوسرے کی ایسی اطاعت کرتا ہے جیسی اس واحد حقیقی کی اطاعت کرنا چاہئے تھا یہ تفسیر قسام ناری کی لازم کے ساتھ کردی اصل تفسیر وہی ہے جو احقر نے بذیل شعر آں دو گفتند ش کے بتلائی ہے جس میں قسام کا مفعول بہ اور متعلق شرکاء کے حقوق ہیں نہ کہ ذات قسام کی لیکن اس کا منشا کہ اس کے لئے لازم ہے یہی ہے کہ اس شخص نے اپنے کو بجائے خدا و حکم خدا کے سپرد کرنے کے ہمہ تن ہوائے نفسانی اور نفس کے کہ دیگر را کا مصداق بھی ہے حوالہ کردیا پس بعض محشین کا یہ قول مومن ایں حدیث را حسب بطن تفسیر کردہ است اھ تکلف غیر ضروری بلکہ عدول عن الصواب ہے غرض مومن نے جواب دے کر ان کو لاجواب تو کردیا مگر رائے میں اس کو غلبہ نہیں ہوا کیونکہ یہ ایک تھا وہ دو تھے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ) یہ شیر کتوں پر (رائے میں) غالب بھی ہو جاتا اگر ان بد طینتوں کا دور دورہ نہ ہوتا (اور) یہ شیر گایوں پر غالب بھی ہو جاتا اگر اس گاؤ مکار کا دور دورہ نہ ہوتا ان (دونوں) کا قصد یہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھاوے (اور) شب اس پر بے سامانی (اور گرسنگی) میں گزرے وہ (مومن) مغلوب تھا (اس لئے) تسلیم و رضا کے ساتھ کہنے لگا کہ سن لیا اور مان لیا اے ہمارے ہمراہیو (تسلیم و رضا سے مراد ان کی رائے ہونے کی حیثیت سے نہیں یہ حیثیت تو کراہت کی تھی بلکہ کائن من اللہ ہونے کی حیثیت سے پس من وجہ عدم رضا تھی اور من وجہ رضا اب شبہ آگے تمام حلوا کھا جانے کے منافات رضا کا نہ ہوگا) پس (اس گفتگو کے بعد) اس شب کو سب سو گئے (خواہ حقیقۃً خواہ صورۃً جیسا مومن کہ شاید اس کو نیند نہ آئی ہو یا کم آئی ہو گی) اور (پھر نیند پوری کرکے) اٹھے (اور) صبح کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کیا (یعنی) باہر اور اندر سے منہ دھویا اور ہر ایک (اپنے اپنے) اوراد میں ایک طریق اور مسلک رکھتا تھا (یعنی ہر شخص کا اس کے مذہب کے موافق کچھ خاص خاص وظیفہ اور معمول بھی تھا اسی کے موافق) ایک خاص وقت میں ہر شخص اپنے ورد کی طرف متوجہ ہوا (اس حالت میں کہ) حق تعالیٰ سے فضل کا جویاں (تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) مومن اور ترسا اور یہودی اور گبر اور مغ (اس میں عطف تفسیری ہے) سب کا رخ (اپنے اپنے قصد کے موافق) اُس سلطان معظم کی طرف سے (خواہ وہ قصد طریق صحیح کے موافق ہو جیسا اہل حق کا قصد ہے یا نہ ہو جیسا اہل باطل کا قصد ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) مومن اور ترسا اور یہودی اور نیک اور بد سب کا رخ احد کی طرف (آگے ترقی ہے یعنی) بلکہ سنگ اور خاک اور کوہ اور آب کو بھی ایک رجوع (وتوجہ) نہانی اور نیک اور بد سب کا رخ احد کی طرف ہے (آگے ترقی ہے یعنی) بلکہ سنگ اور خاک اور کوہ اور آب کو بھی ایک رجوع (وتوجہ) نہانی خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے (رجوع وتوجہ نصوص سے ظاہر ہے فقال لھا وللارض ائتیا طوعاً او کرھاً قالتا اتینا طائعین وقال الم تران اللہ یسجدلہ من فی السموٰت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب و غیر ذلک اور نہانی ہونا اس لئے کہ عامہ کو محسوس نہیں قال تعالیٰ ولکن لاتفقھون تسبیحھم آگے تتمہ ہے قصہ کا)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں سخن پایاں ندارد ہر سہ یار	روبہم کردند آں دم یار وار
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا تینوں رفیقوں نے	ایک دوسرے کی طرف منہ کیا اس وقت رفقاء کی طرح
آں یکے گفتا کہ ہر یک خواب خویش	آنچہ دید او دوش گو آور بہ پیش
اس ایک نے کہا کہ ہر شخص اپنا اپنا خواب	جو کچھ اس نے شب گذشتہ میں دیکھا ہو اس سے کہو کر پیش کر
ہر کہ خوابش بہتر ایں را او خورد	قسم ہر مفضول را فاضل برد
جس کا خواب اچھا ہو اس کو وہ کھاوے	ہر کمتر کے حصہ کو بہتر لے جاوے
آنکہ اندر عقل بالاتر رود	خوردن او خوردن جملہ بود
جو شخص عقل میں فائق تر ہو	اس کا کھانا سب کا کھانا ہو گا
فائق آید جان پر انوار او	باقیاں را بس بود تیمار او
اس کی روح پر انوار فائق ہو گی	باقیوں کے لئے اس شخص کی خدمت ہی کافی ہے
عاقلاں را چوں بقا آمد ابد	پس بمعنیٰ ایں جہاں باقی بود
چونکہ عقلاء کو ابد تک بقاء حاصل ہے	پس معنی یہ عالم باقی ہو گا
پس جہود آورد آنچہ دیدہ بود	تا کجا شب روح او گردیدہ بود
یہودی لایا اس نے جو کچھ دیکھا تھا	کہ کہاں کہاں شب کو اس کی روح پھری تھی
گفت در رہ موسیٰؑ آمد بہ پیش	گربہ بیند دنبہ اندر خواب خویش
کہنے لگا کہ راستہ میں موسیٰ میرے سامنے آئے	بلی اپنے خواب میں دنبہ ہی کو دیکھتی ہے
در پئے موسیٰؑ شدم تا کوہ طور	ہر سہ ماں گشتیم ناپید از نور
میں موسیٰ کے پیچھے پیچھے کوہ طور تک گیا	ہم تینوں نور سے مستور و غائب ہو گئے
ہر سہ سایہ محو شد زاں آفتاب	بعد ازاں زاں نور شد یک فتح باب
تینوں سایہ اس آفتاب سے محو ہو گئے	بعد ازاں اس نور سے ایک فتح باب ہوا
نور دیگر از دل آں نور رست	پس ترقی جست آں ثانیش چست
ایک دوسرا نور اس نور کے وسط سے پیدا ہوا	پھر اسکے ثانی نے بہت جلد ترقی حاصل کی
ہم من و ہم موسیٰؑ و ہم کوہ طور	ہر سہ گم گشتیم زاں اشراق نور
میں بھی اور موسیٰ بھی اور کوہ طور بھی	ہم تینوں گم ہو گئے اس تابش نور سے

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ازاں دیدم کہ کہ سہ شاخ شد	چونکہ نور حق در و نفاخ شد
بعد ازاں میں نے دیکھا کہ کوہ تین ٹکڑے ہو گیا	جبکہ نور حق اس میں دم ڈالنے والا ہوا
وصف ہیبت چوں تجلی زد برو	می گسست از ہم ہمی شد سو بسو
صفت ہیبت نے جب اس پر تجلی فرمائی	تو وہ ایک دوسرے منقطع ہو کر ایک ایک طرف جا رہا
زاں یکے شاخے کہ آمد سوی یم	گشت شیریں آب تلخ ہمچو سم
اس میں سے ایک شعبہ تو وہ تھا جو دریا کی طرف آیا	آب تلخ جو مشابہ زہر کے ہے شیریں ہو گیا
آں یکے شاخش فرو شد در زمیں	چشمۂ زاد و بروں آمد معیں
ایک شعبہ اس کا زمین کے اندر اتر گیا	ایک چشمہ پیدا ہوا اور جاری ہو کر باہر نکلا
کہ شفای جملہ رنجوراں شد آب	از ہمایونی وحی مستطاب
کہ پانی تمام مریضوں کے لئے شفا ہو گیا	بسبب برکت وحی مستطاب کے
واں یکے شاخے دگر پرید زود	تا جوار کعبہ کہ عرفات بود
اور وہ ایک اور شعبہ جلدی سے.	قریب کعبہ تک اڑا کہ وہ عرفات ہو گیا
باز زاں صعقہ چو با خود آمدم	طور بر جا بود نے افزوں نہ کم
پھر اس بے ہوشی سے جب میں خودی میں آیا تو	طور جگہ پر تھا نہ زیادہ اور نہ کم
لیک زیر پائی موسیٰ ہمچو یخ	می گدازید و نماندش شاخ و شخ
لیکن موسیٰ کے زیر قدم وہ یخ کی طرح پگھل رہا تھا	اور اس میں شاخ اور سخت نہ رہا
باز میں ہموار شد کہ از نہیب	گشت بالائش ازاں ہیبت نشیب
پہاڑ ہیبت سے زمین کی برابر ہو گیا	اس کا ارتفاع اس ہیبت سے نشیب ہو گیا
باز با خود آمدم زاں انتشار	باز دیدم طور و موسیٰ برقرار
پھر اس انتشار سے میں خودی میں آیا	پھر طور اور موسیٰ کو برقرار دیکھا
واں بیاباں سر بسر درذیل کوہ	پر خلائق شکل موسیٰ باشکوہ
اور وہ صحرا سر بسر دامن کوہ میں	ایسی مخلوق سے پر ہے جو موسیٰ کی ہمشکل باشکوہ ہیں
چوں عصا و خرقۂ او خرقہ شاں	جملہ سوئے طور خوش دامن کشاں
ان ہی کے عصا اور خرقہ جیسا ان کا خرقہ ہے	سب کے سب طور کی طرف خوش خوش دامن کشاں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ کفہا در دعا افراختہ	نغمۂ ارنی بہم در ساختہ
سب نے ہاتھوں کو دعا میں بلند کر رکھا ہے	ترانہ ارنی مل کر آراستہ کر رکھا ہے
باز آں غشیاں چو از من رفت زود	صورت ہر یک دگر گونم نمود
پھر جب وہ بیہوشی جلدی مجھ سے جلدی جاتی رہی	تو ہر ایک کی صورت مجھ کو اور اور طرح کی دکھلائی دی
انبیا بودند ایشاں اہل ود	اتحاد انبیا ام فہم شد
وہ انبیاء تھے جو اہل محبت ہیں	مجھ کو انبیاء کا اتحاد مفہوم ہوا
باز املاکے ہمی دیدم شگرف	صورت ایشاں بد از اجرام برف
پھر میں ملائکہ کو دیکھنے لگا عجیب عجیب	جن کی صورت اجرام برف سے تھی
حلقۂ دیگر ملائک مستعیں	صورت ایشاں ہمہ بد آتشیں
ایک دوسری جماعت ملائکہ کی استعانت چاہ رہے تھے	ان کی صورت تمام تر آتش کی تھی
زیں نسق می گفت آں شخص جہود	بس جہودے کاخرش محمود بود
اس طرح سے وہ یہودی کہہ رہا تھا	بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے
ہیچ کافر را بخواری منگرید	کہ مسلماں مردنش باشد امید
کسی کافر کو حقارت سے مت دیکھو	کیونکہ اس کے مسلمان ہو کر مرنے کا احتمال ہوتا ہے
چہ خبر داری ز ختم عمر او	تا بگردانی ازو یکبارہ رو
تو اس کے خاتمہ عمر کی کیا خبر رکھتا ہے	تا کہ تو اس سے ایک بارگی اعراض کرتا ہے
بعد ازاں ترسا درآمد در کلام	کہ مسیحم رونمود اندر منام
اس کے بعد تمام ترسا کلام میں آیا	کہ مجھ کو مسیح نے خواب میں دیدار دکھلایا
من شدم با او بچارم آسماں	مرکز و مثوائے خورشید جہاں
میں ان کے ساتھ آسمان چہارم پر پہنچا	جو مرکز و مقام ہے آفتاب عالم کا
خود عجب ہائے قلاع آسماں	نسبتش نبود بآیات جہاں
خود قلعہائے آسمان کے عجائب کو	کوئی نسبت نہیں عجائب عالم کے ساتھ
ہر کسے داند اے فخر البنیں	کہ فزوں باشد فن چرخ از زمیں
تمام اشخاص جانتے ہیں اے فخر فرزنداں	کہ افضل ہوتا ہے حال آسمان کا زمین سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ مضمون (کہ سب مطیع حق ہیں طوعاً وکرہاً) اتنا نہیں رکھتا (کیونکہ افراد اطاعت کے بقدر افراد مطیعین ہیں اور وہ خود غیر محصور عادۃً ہیں تو جدا جدا سب کی اطاعت کا مضمون بھی عادۃً غیر محدود ہے اس لئے اس کو ترک کر کے قصہ بیان کردہ یہ کہ) تینوں رفیقوں نے (اپنے اوراد سے فارغ ہوکر) ایک دوسرے کی طرف منہ کیا اس وقت رفقاء کی طرف (یعنی سب آمنے سامنے ہوکر مل کر باتیں کرنے بیٹھے) اس ایک نے کہا کہ ہر شخص اپنا اپنا خواب جو کچھ اس نے شب گذشتہ میں دیکھا ہو اس سے کہو کہ پیش کر (تاکہ) جس کا خواب (سب سے) اچھا ہو اس (حلوے) کو وہ (تنہا) کھاوے (اور) ہر کہتر کے حصہ کو مہتر لے جاوے (وجہ اس کی ترجیح کی یہ ہے کہ اچھا خواب غالباً علامت ہے اس کی عقل کی افزونی کی پس) جو شخص عقل میں فائق تر ہو اس کا کھانا (گویا) سب کا کھانا ہوگا (کیونکہ وہ بوجہ کمال کے کیلا قائم مقام سب کے ہے کما قیل ۔ لیس علی اللہ مستنکر ان یجمع العالم فی واحد نیز عقل کی افزونی دلیل ہے اس کی روح کے فائق ہونے کی پس) اس (اچھا خواب دیکھنے والے) کی روح پر انوار (بھی) فائق ہوگی (ان وجوہ سے اس کو ترجیح ہونا چاہئے اور) باقیوں کے لئے اس شخص کی خدمت ہی کافی ہے (کیونکہ ایسے اچھے شخص کی خدمت کرنا یہ بھی باطنی حصہ ہے تیمار غمخواری وخدمت کردن کذافی الغیاث اور اچھا خواب بعادۃ غالبہ عقل اور روح کے فائق ہونے کی علامت اس لئے ہے کہ سچے خواب میں اتصال ہوتا ہے ملاء اعلیٰ کے ساتھ اور عقل اور روح میں جس قدر استعداد کامل ہوگی اس کو اتصال وادراک زیادہ ہوگا اور مصرعہ بالا خوردن او خوردن جملہ بود سے صاحب عقل کا بجائے سب کے ہونا جو مفہوم ہوتا ہے آگے اس پر ایک تفریع بطور جملہ معترضہ کے ہے یعنی) چونکہ (عقلاء قائم مقام سب کے ہوتے ہیں اور) عقلاء کو ابد تک بقاء حاصل ہے (چنانچہ نصوص قطعیہ میں اہل ایمان کا خلود مع النعیم مصرح ہے اور عاقل حقیقی وہی ہے جو صانع کی بہمہ وجوہ تصدیق کرے) پس معنی یہ عالم باقی ہوگا (کیونکہ وہ عقلاء اس عالم کے اجزاء میں سے قائم مقام کل اجزاء کے ہیں پس ان کے بقاء کو اس عالم کے کل اجزاء کا بقا کہا جاوے گا اور کل اجزاء کا مجموعہ یہ عالم ہے پس کل اجزاء کے بقاء سے اس عالم کے بقاء کا حکم صحیح ہوگا پس ظاہراً یہ عالم فانی ہے اور باطناً توجیہ مذکور سے یہ عالم باقی ہے پس دونوں حکم یعنی خوردن عاقل خوردن جملہ بود اور بقاء عاقل بقاء جملہ بود متناظر اور جزئی ہیں کلیہ قیام العاقل مقام الکل کی اور مقصود اس تفریع سے مدح ہے عاقل حقیقی کی اور اس فیصلہ میں مومن کا اتفاق معلوم نہیں بلکہ غالباً یہ تدبیر نکالی گئی ہے اس کے محروم کرنے کی یا تو اس لئے کہ اس تجویز کنندہ نے اسی طرح دوسرے نے بھی کوئی عجیب خواب دیکھا ہو جیسا آگے یہودی و ترسا کا خواب آتا ہے اور انہوں نے ان خوابوں کو اتنا عجیب سمجھا ہو کہ یہ گمان نہ ہوا ہو کہ مسلمان نے ایسا خواب دیکھا ہوگا اس لئے دونوں متفق ہوگئے ہوں اور یا خواب وغیرہ کچھ نہ دیکھا ہو اور ارادہ یہ ہو کہ عجیب سے عجیب خواب گھڑ کر مستحق ہو جاویں گے اور مومن کو قرائن سے سمجھا ہوگا کہ یہ سلیم ہے یا تو گھڑ نہ سکے گا یا گھڑے گا نہیں پس محروم رہے گا اور خواب دیکھنے کی تقدیر پر بھی دو احتمال ہیں یا تو خیال کا تصرف ہو اور یا قابل تعبیر ہو اس بناء پر کہ آئندہ وہ مومن ہونے والا ہو اور ان ہی دونوں احتمالوں پر مولانا کے آئندہ دو مقولے منطبق ہوتے ہیں احتمال اول پر تو مصرعہ قریبہ گربہ بیند الخ اور احتمال ثانی پر مصرعہ قریب ختم اشعار مقام بس جہود ے کا خرش محمود بود مع مابعد خود جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی رائے میں بھی کوئی احتمال متعین نہیں ہے ہر احتمال پر ایک ایک کلام فرمادیا غرض اس فیصلہ کے بعد) یہودی (معرض بیان میں) لایا اس نے جو کچھ دیکھا تھا کہ کہاں کہاں شب کو اس کی روح پھری تھی کہنے لگا کہ راستہ میں موسیٰ علیہ السلام میرے سامنے آئے (مولانا فرماتے ہیں کہ) بلی اپنے خواب میں دنبہ ہی (کے گوشت) کو دیکھتی ہے (آگے تتمہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خواب کا کہ) میں موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے کوہ طور تک گیا (اور) ہم تینوں نور (حق) سے مستور و غائب ہو گئے (یعنی موسیٰ علیہ السلام بھی اور طور بھی اور میں بھی یعنی ہم) تینوں (کہ اس نور کے سامنے مثل) سایہ (کے تھے) اس آفتاب (نور حق) سے محو ہو گئے بعد ازاں اس نور سے ایک فتح باب ہوا (یعنی ایک اور فیض کا دروازہ کھلا اور وہ یہ تھا کہ) ایک دوسرا نور اس (پہلے) نور کے وسط سے پیدا ہوا پھر اس (نور اول) کے ثانی نے بہت جلد ترقی حاصل کی (یعنی اس نور ثانی میں وسعت و تزائد ہوا اس قدر کہ) میں بھی اور موسیٰ علیہ السلام بھی اور کوہ طور بھی ہم تینوں گم ہو گئے اس تابش نور سے (نور اول میں لفظ غائب تھا اور نور ثانی میں لفظ گم ہے جو استعمال میں غائب سے ابلغ ہے کیونکہ گم ہونے کو تو غائب ہونا لازم ہے اور غائب ہونے کو گم ہونا لازم نہیں جیسے کسی چیز کا نشان معلوم ہو مگر آنکھوں کے روبرو نہ ہو تو اس بناء پر یہ نور ثانی اقویٰ تھا اور ترقی جست بھی ظاہراً اسی پر دال ہے) بعد ازاں میں نے دیکھا کہ کوہ (طور) تین ٹکڑے ہو گیا جبکہ نور حق اس میں دم ڈالنے والا ہوا (یعنی حق تعالیٰ کی) صفت ہیبت نے جب اس پر تجلی فرمائی تو وہ ایک دوسرے سے منقطع (وجدا) ہو کر ایک ایک طرف جا رہا (پس) اس میں سے ایک شعبہ تو وہ تھا جو دریا (ئے شور) کی طرف آیا (اور اس کی برکت سے) آب تلخ جو مشابہ زہر کے ہے شیریں ہو گیا (اور اگر اس کو خواب بھی مانا جاوے تو اس کی کوئی تعبیر مناسب ہو گی بالفعل دریا کے شور ہونے سے شبہ نہ کیا جاوے اور) ایک شعبہ اس کا زمین کے اندر اتر گیا (جس کی برکت سے) ایک چشمہ پیدا ہوا اور جاری ہو کر باہر نکلا کہ (وہ) پانی تمام مریضوں کے لئے شفا ہو گیا بسبب برکت وحی مستطاب کے (یعنی کوہ طور کہ محل وحی ہے اس وحی کی برکت اس کے اس شعبہ میں بھی تھی اس سے یہ اثر اس چشمہ میں پیدا ہوا) اور وہ ایک اور (یعنی تیسرا) شعبہ جلدی سے قریب کعبہ تک اڑا (اور) کوہ عرفات ہو گیا (کہ قریب ہے کعبہ سے گو اقرب نہیں) پھر اس بیہوشی سے (جس کو اوپر گم گشتیم سے تعبیر کیا تھا جس کے مدلول کا ایک جزو حواس گم شدن بھی ہے) جب میں خودی میں آیا تو (دیکھا کہ) طور (اپنی) جگہ پر تھا نہ زیادہ اور نہ کم (یعنی اصلی حالت پر تھا پارہ پارہ نہ تھا جس سے کمی ہو جاتی) لیکن (فوراً اس میں ایک اور تغیر شروع ہوا وہ یہ کہ) موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم وہ یخ کی طرح پگھل رہا تھا اور اس میں شاخ (یعنی جزو مرتفع) اور سخت (یعنی جزو صلب) نہ رہا (یعنی وہ) پہاڑ ہیبت سے زمین کی برابر ہو گیا (اور) اس کا ارتفاع اس ہیبت (تجلی) سے نشیب ہو گیا پھر اس انتشار (حواس) سے میں خودی میں آیا (تو) پھر طور اور موسیٰ علیہ السلام کو (بحالت اصلیہ) برقرار دیکھا اور (ایک بات پھر عجیب دیکھی کہ) وہ صحرا سر بسر دامن کوہ میں ایسی مخلوق سے پر ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی ہم شکل (اور) باشکوہ ہیں (یعنی) ان ہی کے عصا اور خرقہ جیسا ان کا (عصا اور) خرقہ ہے (اور) سب کے سب طور کی طرف خوش خوش دامن کشاں (جا رہے) ہیں (اور) سب نے ہاتھوں کو دعا میں بلند کر رکھا ہے (اور) ترانہ ارنی سے کو آراستہ کر رکھا ہے پھر جب وہ بیہوشی بھی مجھ سے جلدی جاتی رہی تو ہر ایک کی صورت مجھ کو اور طرح کی دکھائی دی (یعنی مختلف جیسی واقع میں ہے) وہ انبیاء علیہم السلام تھے جو اہل مودت (حق) ہیں (ان کی تشابہ اشکال سے) مجھ کو انبیاء کا اتحاد مفہوم ہوا پھر میں ملائکہ کو دیکھنے لگا عجیب عجیب جن کی صورت اجرام برف سے تھی ایک دوسری جماعت ملائکہ کی (حق تعالیٰ سے) استعانت چاہ رہے تھے ان کی صورت تمام تر آتش کی تھی اس طرح سے وہ یہودی کہہ رہا تھا (اور اگر یہ واقعی خواب بھی ہو تو تعجب مت کر کیونکہ) بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے (تو ایسا شخص بوجہ مومن فی علم اللہ ہونے کے ایسا مبارک خواب دیکھ سکتا ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ کسی کافر کو حقارت (کی نظر) سے مت دیکھو کیونکہ اس کے مسلمان ہو کر مرنے کا احتمال ہوتا ہے تو اس کے خاتمہ عمر کی کیا خبر رکھتا ہے (کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کس حالت پر ہوگا) تا کہ تو اس سے یکبارگی (اور بالکلیہ براہ تحقیر) اعراض کرتا ہے (مراد تحقیر سے وہ اہانت نہیں جو کافر کے لئے) مامور بہ اور شعبہ ہے بغض فی اللہ کا جس کا منشا حق تعالیٰ کی محبت ہے بلکہ مراد اس سے وہ تحقیر ہے جس کا منشا اپنے ایمان پر عجب اور کبر نفس ہے) اس کے بعد ترسا کلام میں آیا کہ مجھ کو مسیح علیہ السلام نے خواب میں دیدار دکھلایا (اور) میں ان کے ساتھ آسمان چہارم پر پہنچا جو مرکز اور مقام ہے آفتاب عالم کا (اور ظاہر بات ہے کہ) خود قلعہ ہائے آسمان کے عجائب کو کوئی نسبت نہیں عجائب عالم (سفلی) کے ساتھ (بلکہ) تمام اشخاص جانتے ہیں اے (فرزند) فخر فرزندان کہ افضل ہوتا ہے حال آسمان کا زمین (کے حال) سے (فن بمعنی حال از غیاث مطلب ان اخیر کے دو شعر کا یہ ہے کہ مجھ کو تطویل کلام کی یہودی کی طرح حاجت نہیں سماء و ما فیہا کا اعجب والطف ہونا ظاہر ہے پس میرا خواب یقیناً احسن ہوا اس کے خواب سے اس لئے حلوے کا استحقاق مجھ کو ہے اور اس مضمون کا تتمہ یہاں سے تین سرخی کے بعد تحت عنوان رجوع بتقریر بر ترسا تین شعر میں اور آوے گا جملگان دانند الخ اور درمیان میں اس مضمون یعنی آیات سماء کے اعظم من آیات الارض ہونے کی تائید میں ایک حکایت شتر اور گاؤ اور گوسفند کی آ گئی جس کی ان اشعار اخیرہ میں وجہ تائید مصرح ہے کہ مرا خود حاجت الخ خود ہمہ کس الخ داند ایں را الخ پس بعض محشین کی تقریر وجہ ربط میں کہ جہود ترسا بسبب گلہ زنی از خوردن حلوا محروم مانند و مومن گلہ زنی بگذاشت و آں حلوا را بخورد چنانکہ قچ وگاؤ بسبب گلہ زنی از خوردن بند گیاہ بے نصیب شد و اشتر آں را بخورد واہ علاوہ بعید و خلاف مقام ہونے کے قبل از وقت ہے کیونکہ ہنوز حلوا خوردن مومن کا ذکر بھی نہیں آیا بلکہ تقریر ترسا بھی پوری نہیں ہوئی۔

فائدہ: عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان چہارم پر ہونا بناء علی المشہور العالم فرما دیا ورنہ حدیثوں میں آپ کا آسمان دوم پر ہونا مذکور ہے علیٰ ہذا خورشید کا فلک چہارم پر ہونا بناء علی تخمین الریاضیین ہے ورنہ اس پر دلیل نہ ہونے کا اعتراف ان کو بھی ہے۔

حکایت شتر گاؤ وقچ کہ در راہ بند ہو گیاہ یافتند ہر یکے

می گفت کہ من می خورم گفتند ہر کہ از ما پیرتر او بہ برد

اونٹ اور بیل اور دنبہ کا قصہ جنہوں نے راستے میں گھاس کا مٹھا پایا (اور) ہر ایک کہتا تھا کہ میں کھاؤں گا انہوں نے کہا جو ہم میں زیادہ بوڑھا ہے وہ لے جائے گا۔

اشتر و گاؤ و قچے در پیش راہ	یافتند اندر روش بند گیاہ
ایک اونٹ اور ایک بیل اور ایک دنبہ نے راستہ کے سامنے	چلنے کی حالت میں ایک گھاس کا پولہ پایا
گفت قچ بخش ار کنیم ایں را یقیں	ہیچ کس از ما نگردد سیر ازیں
دنبہ نے کہا کہ اگر اس کو تقسیم کرتے ہیں تو یقیناً	ہم میں سے ایک بھی اس سے سیر نہ ہو گا
لیک عمر ہر کہ باشد بیشتر	ایں علف اور است اولیٰ گو بخور
لیکن جس کی عمر سب سے زیادہ ہو	یہ گھاس اس کے لئے اولیٰ ہے کہو کہ کھا لے

www.besturdubooks.wordpress.com

که اکابر را مقدم داشتن	آمدست از مصطفیٰؐ اندر سنن
کیونکہ بڑوں کو مقدم رکھنا	وارد ہے مصطفےٰ سے حدیثوں میں
گرچه پیران را دریں دور لئام	در دو موضع پیش میدارند عام
اگرچہ بڑی بوڑھیوں کو لئیموں کے اس زمانہ میں	دو موقعہ میں عام لوگ آگے رکھتے ہیں
یا دراں لوتے که او سوزاں بود	یا براں پل کز خلل ویراں بود
یا تو اس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو	یا اس پل پر جو کہ خلل سے ویران ہو
خدمت شیخے بزرگے قائدے	عام نارد بے قرینه فاسدے
خدمت کسی شیخ بزرگ پیشوا کی	عام لوگ بدوں شمول کسی غرض فاسد کے نہیں کرتے
خیر شاں اینست چه بود شر شاں	قبح شاں را بازداں از فر شاں
ان کی خیر تو یہ ہے ان کا شر کیسا ہوگا	تو ان کی قبح کو ان کی خوبی سے پہچان لے

ایک اونٹ اور ایک بیل اور ایک دنبہ نے راستہ کے سامنے چلنے کی حالت میں ایک گھاس کا پولہ پایا دنبہ نے کہا کہ اگر اس کو تقسیم کرتے ہیں تو یقیناً ہم میں سے ایک بھی اس سے سیر نہ ہوگا لیکن (یوں کرو کہ) جس کی عمر سب سے زیادہ ہو یہ گھاس اس کے لئے اولیٰ ہے (اس سے) کہو کہ کھالے کیونکہ بڑوں کو مقدم رکھنا وارد ہے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثوں میں (جیسا حدیث میں ہے کبر الکبر) اگرچہ بڑے بوڑھوں کو لئیموں کے اس زمانہ میں دو موقع میں عام لوگ آگے رکھتے ہیں یا تو اس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو (کہتے ہیں کہ آپ شروع کیجئے تا کہ کھانے کے قابل وہ کریں اور اس وقت خود کھاویں اور) یا اس پل پر جو کہ خلل سے ویران ہو (کہتے ہیں آگے چلئے تا کہ جو کچھ ضرر ہو اس کو ہو یہ تو سن کے اکابر سے خود غرض لوگ معاملہ کرتے ہیں اسی طرح رتبہ کے اکابر سے اہل غرض لوگ برتاؤ کرتے ہیں کہ ان کی خدمت و تعظیم دنیوی اغراض کے لئے کرتے ہیں چنانچہ) خدمت کسی شیخ بزرگ پیشوا کی عام لوگ بدوں شمول کسی غرض فاسد کے نہیں کرتے (آگے اس سے استنباط کرتے ہیں) ان (دنیا پرستوں) کی خیر تو (کہ خدمت اس کی ایک فرد ہے) یہ ہے ان کا شر کیسا ہوگا تو ان کی قبح کو ان کی (اس) خوبی سے پہچان لے (یعنی اس خوبی ظاہری سے کہ وہ بھی شر ہے ان کے شر حقیقی کا اندازہ کرلے قیاس کن زگلستان من بہار مرا) آگے اس پر ایک حکایت ہے ایسوں کی خیر جب مضر ہے تو شر کیسا ہوگا۔

حکایت در بیان حال خود پرستاں و شر ایشاں در لباس خیرات

خود پرستوں کی اور بھلائی کے پردے میں ان کی برائی کی حالت کے بیان میں حکایت

سوی جامع می شد آں یک شہریار	خلق را می زد نقیب و چوبدار
جامع مسجد کو ایک بادشاہ جا رہا تھا	خلق کو نقیب اور چوبدار مارتا جاتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

آں یکے را سر شکستے چوب زن	واں دگر را بر دریدے پیرہن
چوب زن ایک کا سر توڑتا تھا	اور دوسرے کا کرتہ پھاڑتا تھا
درمیانہ بیدلے دہ چوب خورد	بے گناہے کہ برو از راہ گرد
درمیان میں ایک آزاد شخص نے دس لکڑیاں کھائیں	بدوں خطا کے کہ چل راستہ سے ہٹ
خوں چکاں رو کرد باشاہ و بگفت	ظلم ظاہر بیں چہ پرسی از نہفت
خون ٹپکتے ہوئے بادشاہ کی طرف منہ کیا اور کہا	ظلم ظاہر دیکھ باطن سے تو کیا پوچھتا ہے
خیر تو اینست جامع میروی	تاچہ باشد شر و ضرت اے غوی
تیری خیر تو یہ ہے تو جامع مسجد جا رہا ہے	سو تیرا شر اور ضرر تو کیا کچھ ہو گا اے گمراہ
یک سلامے نشنود پیر از خسے	تانہ پیچد عاقبت از وے بسے
ایک سلام بھی کوئی شیخ کسی خسیس سے ایسا نہیں سنتا	جس کے بعد انجام کار اس کے سبب بہت پیچ وتاب نہ کھاتا ہو
گرگ دریا بد ولی را بہ بود	زانکہ دریا بد مراو را نفس بد
کسی ولی کو گرگ مل جاوے تو یہ اس سے بہتر ہے	کہ اس کو کوئی نفس بد مل جاوے
زانکہ گرگ ارچہ کہ بس استم گریست	لیکش آں فرہنگ و کید و مکر نیست
کیونکہ گرگ اگرچہ بہت ظالم ہے	لیکن اس میں یہ تدبیر اور کید و مکر نہیں ہے
ورنہ کے اندر فتادے او بدام	مکر اندر آدمی باشد تمام
ورنہ وہ جال میں کب واقع ہو جاتا ہے	مگر آدمی ہی میں پورا ہوتا ہے
مکر زان اوست کو دارد درم	بشنود آواز و گوید منگرم
مگر اس شخص کا حصہ ہے جو روپیہ رکھتا ہے	آواز سنتا ہے اور کہتا ہے میں بہرا ہوں

جامع مسجد کو ایک بادشاہ جا رہا تھا خلق کو نقیب اور چوبدار مارتا جاتا تھا چوب زن ایک کا سر توڑتا تھا اور دوسرے کا کرتہ پھاڑتا تھا (اس) درمیان میں ایک آزاد (بزرگ) شخص نے دس لکڑیاں کھائیں بدوں خطا کے (اور چوبدار نے مار کر کہا) کہ چل راستہ سے ہٹ (بے سر و دل بے پروا کذا فی الغیاث و در حاشیہ است مراد صاحب کمال پس از مجموع با آزاد بزرگ ترجمہ کردم) خون ٹپکتے ہوئے بادشاہ کی طرف منہ کیا اور کہا (یہ تو) ظلم ظاہر دیکھ (کہ خون ٹپکنے سے نظر آ رہا ہے اور ظلم) باطن سے تو کیا پوچھتا ہے (ظلم باطن سے مراد یا تو دل دکھنا ہے اور یا وہ ظلم جس کو بادشاہ سے بھی پوشیدہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہ کہا کہ) تیری خیر تو یہ ہے (آگے اس کی تفسیر ہے یعنی) تو جامع مسجد جا رہا ہے سو تیرا

www.besturdubooks.wordpress.com

شر اور ضرر تو کیا کچھ ہوگا اے گمراہ (یہ شرح ہوگئی شعر سابق علے العنوان کی خیر شاں لیست الخ پھر رجوع ہے اس سے قبل کے شعر کی طرف خدمت شیخے الخ جس سے مضمون خیر شان لیست الخ کو مستنبط فرمایا تھا یعنی ان اہل غرض کی غرض پرستی سے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ) ایک سلام بھی کوئی شیخ کسی خسیس (دنی الطبع غرض پرست) سے ایسا نہیں سنتا جس کے بعد انجام کار اُس کے سبب بہت پیچ و تاب نہ کھاتا ہو (یعنی سلام بھی چونکہ غرض سے ہوتا ہے اول بگمان خلوص اس کے ساتھ خصوصیت کا معاملہ کرتا ہے پھر یہ شخص خود شیخ سے یا بذریعہ اظہار تعلق مع الشیخ کے اس کے دوسرے منتسبین سے دنیا کی کارروائیاں کرتا ہے جب اخیر میں معلوم ہوتا ہے تو شیخ کو سخت کلفت ہوتی ہے چنانچہ و شب روز ان واقعات کا جا بجا مشاہدہ ہوتا ہے آگے ان خود غرض نفس پرستوں کا گرگ سے زیادہ ضرر رساں ہونا بیان فرماتے ہیں کہ اگر) کسی ولی (بزرگ) کو گرگ مل جاوے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کو کوئی نفس بد (والا) مل جاوے کیونکہ گرگ اگرچہ بہت ظالم ہے لیکن اس میں یہ تدبیر اور کید اور مکر نہیں ہے ورنہ وہ جال میں کب واقع ہو جاتا (یہ) مکر (وفریب) آدمی ہی میں پورا پورا ہوتا ہے (چنانچہ اس کے بعض مکر کا مثال کے طور پر آگے بیان ہے یعنی) مکر اس شخص کا حصہ ہے جو روپیہ رکھتا ہے (اور حاجت مند کی) آواز (بھی) سنتا ہے اور (پھر) کہتا ہے میں بہرا ہوں (تاکہ دینا نہ پڑے پس اس مکر سے گرگ خالی ہے اور نفس پرست خود غرض اس سے مالی ہے پس اس کا ضرر گرگ سے دو وجہ سے زیادہ ہے ایک یہ کہ گرگ کا ضرر آنی ہے اور اس شخص سے ہر وقت کلفت ہوتی ہے دوسرے یہ کہ گرگ کا ضرر جانی ہے اور اس سے بعض اوقات خود شیخ کو بھی دینی ضرر پہنچتا ہے کہ اپنی غرض فاسد کے لئے مثلاً کسی کی چغلی کھا دی اس پر سختی کرا دی جس سے ارتکاب ظلم کا گناہ شیخ کو ہوا اور بعض اوقات یہ شخص شیخ کو خلائق کی گمراہی اور ضرر دینی کا آلہ بناتا ہے کہ اپنی غرض کے لئے شیخ کی طرف بعض اقوال وافعال غیر واقعیہ کو منسوب کرتا ہے جس سے لوگوں کو اس سے سوء ظن ہوتا ہے اور سوء ظن کا ان کو گناہ ہوتا ہے اور بعض اوقات دوسرے بزرگوں سے بھی قیاساً علی ہذا الشیخ سوء ظن ہو کر سب کا اتباع چھوڑ کر اپنی رائے کے متبع بن کر گمراہ ہو جاتے ہیں)۔

بازگشتن بحکایت شتر و گاؤ و قچ و ہر یکے از تاریخ عمر خود ظاہر کردن

اونٹ اور بیل اور دنبہ کی حکایت کی جانب واپسی اور ہر ایک کا اپنی عمر کی تاریخ ظاہر کرنا

گفت قچ با گاؤ و اشتر کاے رفاق	چوں چنیں افتاد مارا اتفاق
دنبہ نے بیل اور شتر سے کہا کہ اے رفیقو	جب ہم کو ایسا اتفاق واقع ہوا ہے
ہر یکے تاریخ عمر املا کنید	پیر تر اولیٰ ست باقی تن زنید
تو ہر ایک عمر کی تاریخ بیان کرو	جو زیادہ مسن ہو وہ احق ہے باقی خاموش رہو
گفت قچ مرج من اندر آں عہود	با قچ قربان اسماعیل بود
دنبہ نے کہا کہ میری چراگاہ ان زمانوں میں	دنبہ قربانی اسماعیل کے ساتھ تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

گاؤ گفتا بودہ ام من سالخورد	جفت آں گاؤم کش آدم زرع کرد
بیل نے کہا میں ہوں کہنہ سال	میں اس بیل کی جوڑی ہوں جس سے آدم نے زراعت کی تھی
جفت آں گاؤم کش آدم جد خلق	در زراعت بر زمیں میکرد فلق
میں اس بیل کی جوڑی ہوں کہ اس سے آدم جد خلق	زراعت میں زمین کے اندر شگاف کرتے تھے
چوں شنید از گاؤ و قچ اشتر شگفت	سر فرود آورد و آں را برگرفت
جب بیل اور دنبہ سے شتر نے یہ عجیب بات سنی	تو سر نیچا کیا اور اس کو لے لیا
در ہوا برداشت آں بند قصیل	اشتر بختی سبک بے قال و قیل
ہوا میں اس خوید کے دستہ کو اٹھا لیا	شتر بختی نے سہولت کے ساتھ بدوں قال و قیل
کہ مرا خود حاجت تاریخ نیست	کایں چنیں جسمے و عالی گردنیست
کہ مجھ کو خود حاجت تاریخ کی نہیں	کیونکہ ایسا جسم اور ایسی بلند گردن ہے
خود ہمہ کس داند اے جان پدر	کہ نباشم از شما من خرد تر
خود تمام اشخاص جانتے ہیں اے جان پدر	کہ میں تم سے تو چھوٹا نہ ہوں گا
داند ایں را ہر کہ ز اصحاب نہاست	کہ نہاد من فزوں تر از شماست
اس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو اہل عقل سے ہے	کہ میری سرشت تم سے زیادہ ہی ہے

جواب گفتن مسلمان آنچہ دید بترسا و جہود و حسرت خوردن ایشاں

عیسائی اور نصرانی کو مسلمان کا جواب دینا ہے اس نے دیکھا اور ان کا حسرت کرنا

پس مسلماں گفت کاے یاران من	پیشم آمد مصطفیٰ سلطان من
پس مسلمان نے کہا کہ اے میرے رفیقو	میرے پاس مصطفیٰ میرے بادشاہ تشریف لائے
سید سادات و سلطان رسل	مفخر کونین و ہادی سبل
سب سرداروں کے سردار اور پیغمبروں کے بادشاہ	فخر کونین اور رہنما طریقوں کے
پس مرا گفت آں یکے بر طور تاخت	با کلیم اللہ نرد عشق باخت
پس مجھ سے فرمایا کہ ایک تو طور پر پہنچا	اس نے حضرت کلیم اللہ کے ساتھ عشق کی نرد کھیلی
واں دگر را عیسیٰؑ صاحبقراں	برد بر اوج چہارم آسماں
اور دوسرے کو حضرت عیسیٰ صاحب قراں	آسمان چہارم کی بلندی پر لے گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

خیز اے پس ماندہٗ دیدہ ضرر	بے توقف زود حلوا را بخور
اے پیچھے رہے ہوئے ضرر دیکھے ہوئے	تو اٹھ ہاں اس رکھے ہوئے حلوے کو کھا لے
آں ہنر مندان پرفن راندند	نامہٗ اقبال و منصب خواندند
وہ ہنر مندان پر فن تو روانہ ہو گئے	انہوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھا
آں دو فاضل فضل خود دریافتند	با ملائک از ہنر درباختند
ان دو صاحب فضیلت نے اپنی فضیلت کو حاصل کر لیا	ہنر سے ملائکہ کے ساتھ منسلک ہو گئے
اے سلیم گول واپس ماندہ ہیں	برجہ و برکاسۂ حلوا نشیں
اے سادہ لوح کم فہم پیچھے رہا ہوا ہاں	جلدی اٹھ اور کاسہ حلوا پر جا بیٹھ

دنبہ نے بیل اور شتر سے کہا کہ اے رفیقو جب ہم کو ایسا اتفاق واقع ہوا ہے (جس کا ذکر شروع قصے کے اس شعر میں ہے گفت ح بخش ارکلیم ایں رایقیں ہیچ کس از ما نگرددمیرازیں) تو ہر ایک (اپنی) عمر کی تاریخ بیان کرو (اطلاقا للمقید علی المطلق لان الاملاء ھو البیان لغرض خاص ای الاستکتاب) جو زیادہ مسن ہو وہ احق ہے باقی خاموش رہو (پس) دنبہ نے کہا کہ میری چراگاہ ان (پرانے) زمانوں میں دنبہ قربانی اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ تھی (پس میں ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کا ہوں) بیل نے کہا میں ہوں کہنہ سال میں اس بیل کی جوڑی ہوں کہ جس سے آدم علیہ السلام نے زراعت کی تھی میں اس بیل کی جوڑی ہوں کہ اس سے آدم جد خلق زراعت میں زمین کے اندر شگاف کرتے تھے (جو قلبہ رانی میں ہوتا ہے تو میں آدم علیہ السلام کے وقت کا ہوا اور دنبہ سے میری زیادہ عمر ہوئی) جب بیل اور دنبہ سے شتر نے یہ عجیب بات سنی تو سر نیچا کیا اور اس (پولہ) کو (منہ میں) لے لیا (اور) ہوا میں اس خوید کے دستہ کو اٹھا لیا شتر بختی نے سہولت کے ساتھ بدوں قال و قیل (یعنی بلا استفسار رفقاء کے اور یہ کہا) کہ مجھ کو خود حاجت تاریخ (بیان کرنے) کی نہیں کیونکہ (میرے پاس) ایسا جسم اور ایسی بلند گردن ہے خود تمام اشخاص جانتے ہیں اے جان پدر کہ میں تم سے تو (کسی حال میں) چھوٹا نہ ہوں گا اس کو ہر دو شخص جانتا ہے جو اہل عقل سے ہے کہ میری سرشت تم سے زیادہ ہی ہے (پس عمر بھی میری تم سے زیادہ ہی ہوگی یہ ایک لطیفہ ہے جو مثال کی تطبیق کے لئے کافی ہے پس ترسا نے کہا کہ اسی طرح آسمان افضل و اعلیٰ ہے زمین سے پس میرا خواب آسمان میں جانے کا اس یہودی کے خواب سے کہ اس نے اپنے کو زمین پر دیکھا اعجب و اعظم ہے آگے اشعار میں یہی مضمون ہے۔

فائدہ:۔ فی الغیاث بختی نوعے از شتر قوی و بزرگ و سرخ رنگ کہ از جانب خراسان آرند و ایں منسوب بہ بخت نصر بادشاہ است کہ مادہ شتر عرب و نر شتر عجم را جفت ساختہ بود۔

رجوع بہ تقریر ترسا

جملگاں دانند کایں چرخ بلند	ہست صد چندانکہ ایں خاک نژند
سب جانتے ہیں کہ یہ چرخ بلند ہے	صدہا حصہ زیادہ اس خاک پست سے

www.besturdubooks.wordpress.com

کو کشاد قلعہائے آسماں	کو نہاد بقعہائے خاکداں
کہاں تو وسعت قلعہائے آسمان کی	کہاں ذات خانہ ہائے خاکدان کی
کو عجائبہائے بام آسماں	کو غرائبہائے گنج خاکداں
کہاں عجائب بام آسمان کے	کہاں ویرانے گوشہ خاکدان کے

سب جانتے ہیں کہ یہ چرخ بلند ہے صدہا حصے زیادہ اس خاک پست سے (کذافی الغیاث فی معنی نشرند) کہاں تو وسعت قلعہائے آسمان کی کہاں ذات خانہ ہائے خاکدان کی۔ کہاں عجائب بام آسمان کے کہاں ویرانے گوشہ خاندان کے "مقصود ان اشعار کا سرخی ہذا کے قبل مذکور ہوا ہے کہ ترجیح دینا ہے اپنے خواب کو خواب یہودی پر)۔

من بفرمان چناں شاہ جہاں	خوردم آں دم کاسۂ حلوا و ناں
میں ایسے شاہ عالم کے حکم کے موافق	اس وقت کاسۂ حلوا اور روٹی کھا گیا
پس بگفتندش کہ اے ابلہ حریص	اے عجب خوردی ز حلوائے خبیص
پس ان دونوں نے اس سے کہا کہ اے ابلہ حریص	تعجب ہے تو نے حلوائے روغن و خرما کھا لیا
گفت چوں فرمود آں شاہ مطاع	من کہ باشم تا کنم زاں امتناع
اس نے جواب دیا کہ جب اس شاہ واجب الاطاعت نے حکم دیا	تو میں کون ہوں کہ اس سے انکار کروں
تو جہود از امر موسیٰ سرکشی	گر بخواند در خوشی یا ناخوشی
تو یہودی ہے بھلا حکم موسیٰ سے سرکشی کر سکتا ہے	اگر وہ آسانی یا سختی میں بلاویں
تو مسیحی ہیچ از امر مسیح	سر توانی تافت در خوب و قبیح
تو عیسائی ہے کبھی حکم عیسوی سے	سرتابی کر سکتا ہے اچھی میں اور بری حالت میں
من ز فخر انبیاء چوں سرکشم	خوردہ ام حلوا و ایں دم سرخوشم
میں فخر انبیاء سے کیونکر سرکشی کرتا	میں نے حلوا کھا لیا اور اس وقت خوش ہوں
پس بگفتندش کہ واللہ خواب راست	تو بدیدی ویں بہ از صد خواب ماست
پس دونوں نے اس سے کہا کہ واللہ خواب صادق	تو نے ہی دیکھا ہے اور یہ ہمارے صدہا خواب سے بہتر ہے
خواب تو بیداری ست اے ذونظر	کہ بہ بیداری عیانستش اثر
خواب تیرا بیداری ہے اے صاحب نظر	کہ بیداری میں اس کا اثر عیاں ہے
خواب تو بیداری ست اے خوش نہاد	کہ تو در خوابت رسیدی بامراد
خواب تیرا بیداری ہے اے خوش نہاد	کہ تو اپنے خواب میں مراد کو پہنچ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

خواب تو بیداریست اے نیک خو	کہ ازاں خوابت رسد امر کلوا
خواب تیرا بیداری ہے اے نیک خو	کہ اس خواب سے تجھ کو حکم کلوا پہنچا ہے
خواب تو بیداری ست اے نیک مرد	کہ ازاں خواب تو روے ماست زرد
خواب تیرا بیداری ہے اے نیک مرد	کہ تیرے اس خواب سے ہمارا منہ زرد ہے
خواب تو بیداریست اے سیر جاں	کہ ہماں را ظاہرا دیدی عیاں
خواب تیرا بیداری ہے اے سیر جاں	کہ اس کو ظاہرا بھی عیاں دیکھ لیا
خواب تو مانند خواب انبیاست	کہ شد ایں خواب تو بے تعبیر راست
خواب تیرا مانند خواب انبیا کے ہے	کہ تیرا یہ خواب بدوں تعبیر ہی صادق ہو گیا

پس مسلمان نے کہا کہ اے میرے رفیقو میرے پاس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بادشاہ تشریف لائے سب سرداروں کے سردار اور پیغمبروں کے بادشاہ فخر کونین اور رہنما طریقوں کے پس مجھ سے فرمایا کہ ایک تو طور پر پہنچا (اور) اس نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے ساتھ عشق کی نرد کھیلی اور دوسرے کو حضرت عیسیٰ صاحبقراں علیہ السلام آسمان چہارم کی بلندی پر لے گئے اے پیچھے رہے ہوئے ضرر دیکھے ہوئے تو اٹھ ہاں اس رکھے ہوئے حلوے کو کھالے (کہ بالکل خسارہ میں تو نہ رہے فی الغیاث یعنی انچہ بدارند از مال یا طعام کہ بوقت حاجت بکار آید اور مجھ سے فرمایا کہ) وہ ہنرمنداں پر فن تو (طور اور چرخ پر) روانہ ہوگئے (اور) انہوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھا ان دو صاحب فضیلت نے اپنی فضیلت کو حاصل کر لیا (اور) ہنر سے ملائکہ کے ساتھ منسلک ہوگئے اے سادہ لوح کم فہم پیچھے رہا ہوا ہاں جلدی اٹھ اور کاسہ حلوا پر جا بیٹھ (پس) میں ایسے شاہ عالم کے حکم کے موافق اس وقت کاسہ حلوا اور روٹی کھا گیا۔ پس ان دونوں نے اس (مسلمان) سے کہا کہ اے ابلہ حریص تعجب ہے تو نے (تنہا) حلوائے روغن وخرما کھا لیا (کذا فی الغیاث فی معنی الخبیص) اس نے جواب دیا کہ جب اس شاہ واجب الاطاعت نے حکم دیا تو میں کون ہوں کہ اس (حکم) سے انکار کروں تو یہودی ہے بھلا حکم موسوی سے سرکشی کر سکتا ہے اگر وہ (تجھ کو) آسانی یا سختی میں بلا دیں (اور) تو عیسائی ہے کبھی حکم عیسوی سے سرتابی کر سکتا ہے اچھی حالت میں اور بری حالت میں (تو) میں فخر انبیاء (کے حکم) سے کیونکر سرکشی کرتا میں نے حلوا کھا لیا اور اس وقت خوش ہوں پس دونوں نے اس سے کہا کہ واللہ خواب صادق تو نے ہی دیکھا ہے اور یہ ہمارے صدہا خواب سے بہتر ہے خواب تیرا بیداری ہے اے صاحب نظر کہ بیداری میں اس کا اثر عیاں ہے (کہ حلوا کھایا ہوا ہے) خواب تیرا بیداری ہے اے نیک خو کہ اُس خواب سے تجھ کو حکم کلوا (نجوریہ) پہنچا ہے خواب تیرا بیداری ہے اے نیک مرد کہ تیرے اس خواب سے ہمارا منہ زرد ہے (یعنی ہم شرمندہ ہیں) خواب تیرا بیداری ہے اے سیر جان (کہ تیری جان نعمت سے پر ہے) کہ اس کو ظاہرا بھی عیاں دیکھ لیا خواب تیرا مانند خواب انبیاء کے ہے کہ تیرا یہ خواب بدوں تعبیر ہی صادق ہو گیا (یعنی بلا تاویل بصورتہ واقع ہو گیا)۔

فائدہ:۔ اگر ان یہود و ترسا کا خواب مخترع تھا تو ظاہر یہ ہے کہ یہ مسلمان اس بات کو سمجھ گیا اور اس نے بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

حلوا کھا کر خواب تصنیف کیا ہے اور اس صورت میں تائید اس کی ہنر وزیر کی کام نہیں آتی جو کہ مقصود ہے مولانا کا اس حکایت سے جیسا شروع حکایت میں بھی احقر نے لکھ دیا ہے بزعم اس یہود ترسا کے ہوگی کہ وہ اپنے کو بڑا ہنرور سمجھتے تھے مگر محروم رہے اور خواب بنانا گو ناجائز ہے مگر ایک عامی کا فعل موجب اشکال نہیں اور اگر ان دونوں کا خواب واقعی ہے تو اس کا بھی صحیح ہو سکتا ہے اور اس پر یہ اشکال ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حق غیر کھانے کی کیسے اجازت دی جواب یہ ہے کہ مہدی حلوہ کا مومن تھا جس کے قرائن شروع حکایت کے بیس شعر کے بعد اشعار ثلثہ چوں رسید نداالخ کی شرح میں مذکور ہوئے ہیں اور اس نے وہ حلوا اس مومن ہی کی ملک کیا ہوگا مگر اس نے براہ مروت ان دونوں کو اباحت کے طور پر شریک کر لیا ہوگا اور حاجت اسی کو زیادہ تھی اس لئے اس کا تنہا کھانا جو نہ شریعت کے خلاف ہے اور نہ مروت کے مامور بہ من النبیؐ ہو سکتا ہے اور ایک اشکال ظاہراً اس صورت میں یہ متوہم ہوتا ہے کہ اشعار ہنر منداں الخ میں کفار کے لئے ایسے مدائح حضورؐ نے کیسے فرمائے اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ شاید وہ بعد میں ایمان لانے والے ہوں کما قال مولانا من قبل بس جہودے کا خرش محمود بود۔

درگزر از فضل و از جلدی و فن	کار خدمت دارد و خلق حسن
فضیلت اور چستی اور ہنرمندی سے باز آ	خدمت اور خلق حسن کام آتا ہے
بہر ایں آورد ما یزداں برون	ماخلقت الانس الا لیعبدون
اسی کے واسطے ہم کو حق تعالی باہر لائے ہیں	میں نے انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے
سامری را آں ہنر چہ سود کرد	کاں فن از باب اللہش مردود کرد
سامری کو اس ہنر نے کیا نفع دیا	کہ اس فن نے باب حق سے اس کو مردود کیا
چہ کشید از کیمیا قاروں ببیں	کہ فرو بردش بقعر خود زمیں
قارون نے کیمیا سے کیا حاصل کیا	کہ اس کو زمین اپنے قعر میں لے گئی
بوالحکم آخر چہ بربست از ہنر	سرنگوں رفت او ز کفراں در سقر
ابوالحکم نے ہنر سے کیا جمع کیا	وہ کفران سے سرنگوں دوزخ میں گیا
خود ہنر آں داں کہ دید آتش عیاں	نے گپ دل علی النار الدخان
یہ تحقیق ہنر اس کو جان کہ آتش کو معاینہ دیکھ لیا	نہ یہ دعویٰ کہ دخان دلالت کرتا ہے نار پر
اے دلیلت گندہ تر پیش لبیب	در حقیقت از دلیل آں طبیب
اے شخص تیری دلیل عاقل کے روبرو زیادہ گندی ہے	حقیقت میں اس طبیب کی دلیل سے بھی
چوں دلیلت نیست جز ایں اے پسر	گوہ می خور در کمیزے می نگر
جب تیرے پاس بجز اس کے اور دلیل نہیں ہے	تو گوہ کھاتا رہ موت میں نظر کرتا رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اے دلیل تو مثال آں عصا	در کف دل علیٰ عیب العمیٰ
اے شخص تیری دلیل اس عصا کی مثال ہے	جو تیرے ہاتھ میں ہے کہ عیب نابینائی پر دلالت کر رہی ہے
اے دلیل ما چو فکر ما ذلیل	پیشی ما پیش دانایاں قلیل
اے شخص ہماری دلیل ہمارے نتیجہ فکر کی طرح ذلیل ہے	ہمارا پیش ہونا عارفین کے سامنے کم قدر ہے
غلغل و طاق و طرم و گیرو دار	کہ نمی بینم مرا معذور دار
غلغلہ اور دھوم دھام اور آفت برپا ہے	کہ مجھ کو نظر نہیں آتا مجھ کو معذور رکھ

(اس میں بیان ہے مقصود قصہ کا جو کہ قصہ کے قبل ان اشعار میں مذکور تھا اے بسا علم و ذکاوت الابیات السبعة یعنی) فضیلت اور چستی اور ہنرمندی (کے دعویٰ) سے باز آ (کیونکہ) خدمت (یعنی طاعت حق) اور خلق حسن (مع الخلق جس میں تواضع بھی داخل ہے) کام آتا ہے (آگے اس کی دلیل ہے یعنی) اسی (خدمت و طاعات) کے واسطے ہم کو حق تعالیٰ (پردۂ عدم سے) باہر لائے ہیں (چنانچہ ارشاد ہے کہ) میں نے انسان (اور جن) کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے (تخلّی وزن سے لفظ جن نظم میں نہیں آسکا مگر مراد پوری آیت ہے آگے ہنرمندی مذموم مانع عن الحق کی مثالیں ہیں کہ دیکھو) سامری کو اس ہنر (اصطناع گوسالہ) نے کیا نفع دیا کہ اس فن نے باب حق سے اس کو مردود کیا قارون نے کیمیا سے کیا حاصل کیا کہ اس کو زمین اپنے قعر میں لے گئی ابوالحکم (ابوجہل) نے ہنر سے کیا جمع کیا وہ کفران سے سرنگوں دوزخ میں گیا (آگے بعض ہنر مقصود اور بعض ہنر غیر محمود کی تعیین بطور تمثیل ہے یعنی) تحقیق ہنر اس کو جان کہ آتش کو معاینۃً دیکھ لیا نہ یہ دعویٰ کہ دخان دلالت کرتا ہے نار پر (مراد اول سے علوم دینیہ و معارف یقینیہ کہ قلب ذوقاً ان کے معلومات کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے الصدق طمانینت کا تحقق ہوتا ہے اور مراد ثانی سے علوم استدلالیہ تخمینیہ غیر موصلہ الی الحق کہ خود مدعی کو بھی ان میں تذبذب ہوتا ہے جس سے الکذب ریبۃ کا تحقق ہوتا ہے مگر بضرورت صورت دلیل کے اس کی تحقیق کا دعویٰ کرتا ہے آگے بھی اسی کی نسبت فرماتے ہیں کہ) اے شخص تیری دلیل (مذکور بوجہ مانع عن الحق ہونے کے) عاقل (یعنی عارف) کے روبرو زیادہ گندی ہے حقیقت میں اس طبیب کی دلیل سے بھی (مراد اس سے قارورہ ہے جس سے وہ استدلال کرتا ہے اور مقصود اس سے مشبہ بہ کی من حیث الاستدلال تقبیح شرعی نہیں کیونکہ اس سے استدلال بوجہ مطلوب کے مباح ہونے کے کہ دراک ہے کیفیت مزاج کا شرعاً جائز ہے بلکہ قبیح شرعی کو تشبیہ دینا ہے قبیح عرفی سے تنفیر کے لئے اور اس کو اس سے زیادہ گندہ اس لئے کہا کہ اس کی نجاست ظاہری اور سریع الزوال ہے اور اس کے باطنی وصعب العلاج ہے خصوص اس وجہ سے کہ صاحب دلیل اس کو نجس بھی نہیں سمجھتا بلکہ ان خرافات پر فخر کرتا ہے آگے اس مجنس پر تفریع ہے کہ) جب تیرے پاس بجز اس (دلیل نجس) کے اور دلیل نہیں ہے (جو کہ عارفین کے پاس ہے اور نہ تجھ کو اس کی طلب ہے بلکہ فرحوا بما عندھم من العلم کی حالت ہے اور اسی پر قناعت ہے تو) تو (جان) گوہ کھاتا رہ (اور) موت میں نظر کرتا رہ (یعنی ان ہی قاذورات باطنیہ میں مبتلا رہ) اے شخص تیری دلیل اس عصا کی مثال ہے جو تیرے ہاتھ میں ہے کہ عیباً نابینائی پر دلالت کر رہی ہے (یعنی نابینا کے ہاتھ میں عصا ہونا جیسے دال ہے اس کے کور ہونے پر اسی طرح تیرے یہ علوم وادلہ جزافیہ دال ہیں علوم صحیحہ سے تیرے کورے ہونے پر) اے شخص

www.besturdubooks.wordpress.com

ہماری دلیل ہمارے نتیجہ فکر (یعنی دعویٰ) کی طرح ذلیل ہے (کیونکہ دعویٰ کا مہمل و باطل ہونا مستلزم ہے دلیل کے اہمال و بطلان کو اور) ہمارا (ان علوم جزافیہ کے ساتھ) پیش ہونا (اور روبرو آنا) عارفین کے سامنے (بالکل) کم قدر ہے (ان دونوں مصرعوں میں وما لا اعبد کے طرز پر حکم ہے اور مقصود مخاطب بالا کی مذمت ہے اور ان علوم جزافیہ کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی اندھا شخص آ رہا ہے اور اس کا ایک) غلغلہ اور دھوم دھام اور (ایک) آفت برپا ہے کہ مجھ کو نظر نہیں آتا مجھ کو معذور رکھ (یعنی اتنے شور و غل و اہتمام سے یہ مہمل مضمون ظاہر کیا اسی طرح ان فلاسفہ کا کر و فر دعویٰ تو اس قدر اور ادلہ و علوم جب پیش کئے تو سب کا حاصل یہ ثابت ہوا کہ ہم اہل مشاہدہ نہیں رجماً بالغیب ہانک رہے ہیں اور مقصود سے دور ہیں جس طرح آگے حکایت ہے کہ وہ مسخرا ایسے تو اہتمام سے آیا اور کہا تو یہ تم نے جو سمرقند جانے کا اشتہار دیا ہے سن لو کہ میں نہیں جا سکتا۔

منادی کردن سید ملک ترمذ کہ کسے باشد بسمر قند رود بسہ روز بفلاں مہم خلعت و مال بدہم وشنیدن دلقک در دہ وآمدن بالاغ نزد آں سید ملک کہ من بارے نتوانم

ترمذ کے بادشاہ کا منادی کرانا کہ کون ہوگا جو تین دن میں فلاں ضروری کام کے لئے سمرقند جائے ہم خلعت اور مال دیں اور مسخرے کا گاؤں میں سننا اور قاصد بن کر سید بادشاہ کے پاس آنا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔

سید ترمذ کہ آنجا شاہ بود	مسخرہ او دلقک دلخواہ بود
شہر ترمذ کا سردار کہ اس جگہ کا بادشاہ تھا	اس کا مسخرہ دلقک محبوب دل تھا
داشت کارے در سمرقند او مہم	جست الاغے تاشود او مستتم
بادشاہ ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا	اس نے ایک قاصد تلاش کیا تا کہ وہ اہتمام کو پہنچانے والا ہو
زد منادی کانکہ او در پنج روز	آردم پیغام خوب بافروز
منادی کرائی کہ جو شخص پانچ روز میں	میرے پاس پیغام خوب بارونق لادے
بخشم او را زر و گنج بے شمار	تاشود میرو عزیز اندر دیار
میں اس کو زر اور گنج بیشمار دوں گا	یہاں تک کہ وہ امیر اور معزز ہو جاوے گا دیار میں
دلقک اندر دہ بدوآں را شنید	برنشست و تا بہ ترمذی دوید
دلقک کسی گاؤں میں تھا اس نے یہ سنا	بیٹھا اور ترمذ تک دوڑنے لگا
مرکب دو اندراں رہ شد سقط	از دوانیدن فرس را زاں نمط
دو مرکب بھی اس راستہ میں ہلاک ہوئے	بسبب اس طرح گھوڑا دوڑانے کے
پس بدیواں درد وید از گرد راہ	وقت ناہنگام رہ جست او بشاہ
پھر دارالعدالت میں دوڑ کر آیا گرد راہ سے	ناہنگام وقت میں اس نے بادشاہ کے پاس راہ ڈھونڈا

www.besturdubooks.wordpress.com

فجی در جملۂ دیواں فتاد	شورشے در وہم آں سلطاں فتاد
تمام دارالعدالت میں ایک بھگدڑ ہونے لگی	ایک شورش اس بادشاہ کی قوت واہمہ میں واقع ہو گئی
خاص و عام شہر را دل شد ز دست	تا چہ تشویش و بلا حادث شدست
شہر کے عوام و خواص کا دل قابو سے نکل گیا	کہ کیا تشویش و بلا پیدا ہوئی ہو گی
یا عدوے قاہرے در قصد ماست	یا بلائے مہلکے از غیب خاست
یا کوئی دشمن جلا ہمارے قصد میں ہے	یا کوئی مہلک بلا غیب سے اٹھی ہے
کہ زدہ دلقک بسیران درشت	چند اسپ قیمتی در راہ کشت
جس کے سبب دلقک نے گاؤں سے رفتار سخت میں	کئی گھوڑے قیمتی راستہ میں ہلاک کر دیئے
جمع گشتہ بر سرائی شاہ خلق	تا چرا آمد چنیں اشتاب دلق
بادشاہ کی محل سرائے پر خلقت جمع ہو گئی	کہ اس قدر تیز دلقک کیوں آیا ہے
از شتاب او وجد و اجتہاد	غلغل و تشویش در ترمذ فتاد
اس کی تعجیل اور کوشش و اہتمام سے	ایک غلغلہ اور تشویش ترمذ میں واقع ہو گئی
آں یکے دو دست بر زانو زناں	واں دگر از وہم واویلے کناں
ایک دونوں ہاتھ زانوں پہ مار رہا تھا	اور دوسرا وہم سے واویلا کر رہا تھا
از نفیر و فتنہ و خوف و نکال	ہر دلے رفتہ بصد گونہ خیال
فریاد اور فتنہ اور خوف اور عقوبت سے	ہر دل صدہا طرح کے خیال کی طرف جا رہا تھا
ہر کسے فالے ہمی زد از قیاس	تا چہ آتش او فتاد اندر پلاس
ہر شخص قیاس سے ایک فال لگا رہا تھا	کہ کوئی آگ ٹاٹ میں لگ گئی ہو گی
راہ جست و راہ دادش شاہ زود	چوں زمیں بوسید گفتا ہے چہ بود
اس نے راستہ چاہا اور بادشاہ نے اس کو جلدی راستہ دیدیا	جب اس نے زمین بوسی کی پوچھا ہائیں کیا ہوا
ہر کہ می پرسید حالے زاں ترش	دست بر لب می نہاد او کہ خمش
جو شخص اس ترش رو سے حال پوچھتا تھا	وہ لب پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چپ
وہم می افزود زیں فرہنگ او	جملہ در تشویش گشتہ دنگ او
اس کی اس ترکیب سے اور وہم بڑھتا تھا	سب تشویش میں اس کے سبب دنگ ہو رہے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

کرد اشارت دلق کاے شاہ کرم	یک دمے بگزار تا من دم زنم
دلقک نے اشارہ کیا کہ اے بادشاہ ذی کرم	تھوڑی دیر چھوڑ دیجئے پھر بولوں گا
تا کہ باز آید بمن عقلم دمے	کہ فتادم در عجائب عالمے
تا کہ میری عقل ذرا ٹھکانے ہو جاوے	کیونکہ میں عجیب عالم میں واقع ہو رہا ہوں
بعد یک ساعت کہ شاہ از وہم وظن	تلخ گشتش ہم گلو ہم دہن
تھوڑی دیر کے بعد جبکہ وہم و گمان سے	بادشاہ کا حلق اور منہ سب تلخ ہو گیا
کو ندیدہ بود دلقک را چنیں	کہ ازو خوشتر نبودش ہمنشیں
کیونکہ اس نے دلقک کو اس حالت میں نہ دیکھا تھا	کیونکہ اس سے زیادہ خوش مزاج اس کا کوئی ہمنشین نہ تھا
دائماً دستان و لاغ افراشتے	شاہ را او شاد و خنداں داشتے
ہمیشہ افسانے اور ظرافت نکالا کرتا تھا	بادشاہ کو وہ شاد اور خنداں رکھا کرتا تھا
آنچناں خنداںش کردے در نشست	کہ گرفتے شہ شکم را با دو دست
اس کو اس قدر خنداں کرتا تھا مجلس میں	کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ پکڑ لیتا تھا
ہم ز زور خندہ خوی کردے تنش	رو در افتادی زخندہ کردنش
نیز غلبۂ خندہ سے اس کا جسم عرق لے آتا تھا	منہ کے بل گر پڑتا تھا اس کے یا اپنے خندہ کرنے سے
باز امروز ایں چنیں زرد و ترش	دست بر لب میزند کاے شہ خمش
پھر بھی آج کے دن اس طرح سے زرد اور ترش	لب پر ہاتھ مارتا ہے کہ اے بادشاہ خاموش رہ
وہم در وہم و خیال اندر خیال	شاہ را تا خود چہ آید از نکال
وہم اندر وہم اور خیال اندر خیال	بادشاہ کو ہو گیا کہ دیکھئے کیا وبال آتا ہے
کہ دلے شہ باغم و پرہیز بود	زانکہ خواز شاہ بس خونریز بود
وجہ یہ کہ بادشاہ کا دل پر غم اور پر حذر تھا	اس سبب سے کہ خوارزم شاہ بہت خونریز تھا
جائے تخت او سمرقند گزیں	بد وزیر داہے او را ہمنشیں
اس کا پایہ تخت سمرقند پسندیدہ تھا	ایک چالاک وزیر اس کا ہم نشیں تھا
بس شہان آں طرف را کشتہ بود	یا بحیلت یا بسطوت آں عنود
اس نواح کے بہت بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا	یا تو کسی حیلہ سے یا غلبہ سے وہ معاند

www.besturdubooks.wordpress.com

وایں شہ ترمذ ازو در وہم بود	وزفن دلقک خود آں وہمش فزود
اور یہ شاہ ترمذ اس کی طرف سے وہم میں تھا	اور دلقک کی چال سے اس کا وہم اور بڑھتا تھا
گفت زوتر باز گو تا حال چیست	ایں چنیں آشوب وشور تو زکیست
بادشاہ نے کہا جلدی سے کہہ کیا حال ہے	تیرا اس قدر آشوب اور شور کس شخص کے سبب ہے
گفت من در دہ شنیدم آنکہ شاہ	زد منادی برسر ہر شاہ راہ
دلقک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں سنا تھا کہ بادشاہ نے	ہر سڑک کے نکڑ پر منادی کرائی ہے
کہ کسے خواہم کہ تازد در سہ روز	تا سمرقند و دہم او را کنوز
کہ میں ایسا شخص چاہتا ہوں کہ تین روز میں وہ	سمرقند کو جا دوڑے شکل پیک شاندار کے
گنجہا بدہم و را اندر عوض	چوں شود حاصل ز پیغامش غرض
تو اس کو معاوضہ میں خزانے دوں گا	جب اس کے پیغام سے غرض حاصل ہو جاوے
من شتابیدم برتو بہر آں	تا بگویم کہ ندارم آں تواں
میں تمہارے پاس اس لئے دوڑ کر آیا ہوں	تاکہ عرض کروں کہ میں ایسی قوت نہیں رکھتا ہوں
ایں چنیں چستی نیاید از چو من	تار ایں امید را برمن متن
ایسا کام مجھ سے نہیں بن سکتا	اس امید کے تار کو مجھ پر نہ تنئے
گفت شہ لعنت بریں زودیت باد	کہ دو صد تشویش در شہر اوفتاد
بادشاہ نے کہا کہ تیرے اس اضطراب پر لعنت ہو	کہ شہر میں دو سو تشویشیں واقع ہو گئیں
از برائے ایں قدر اے خام ریش	آتش افگندی دریں مرج وحشیش
محض اتنی بات کے واسطے اے احمق مسخرے	تو نے ایک آگ ڈال دی اس چراگاہ اور گھاس میں

(وجہ مناسبت حکایت کی ماقبل میں مذکور ہو چکی ہے یعنی) شہر ترمذ کا سردار کہ اس جگہ کا بادشاہ تھا اس کا مسخرہ دلقک محبوب دل تھا (دلقک نام مسخرہ کذانی الغیاث) بادشاہ ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا اس نے ایک قاصد تلاش کیا (کذانی الغیاث فی معنی الالاغ بالضم) تاکہ وہ (قاصد اس مہم کا) اتمام کو پہنچانے والا ہو (پس اس غرض کے لئے) منادی کرائی کہ جو شخص پانچ روز میں میرے پاس پیغام خوب (یعنی صحیح) بارونق (یعنی بااطمینان) لاوے میں اس کو زر اور گنج بیشمار دوں گا یہاں تک کہ وہ امیر اور معزز ہو جاوے گا (اپنے) دیار میں دلقک کسی گاؤں میں تھا اس نے (بھی) یہ (اشتہار) سنا (سواری پر) بیٹھا اور ترمذ تک دوڑنے لگا دو مرکب بھی اس راستہ میں ہلاک ہوئے۔ بسبب اس طرح (تیزی سے) گھوڑا دوڑانے کے پھر دارالعدالت میں دوڑ کر آیا گردارہ سے (اور) ناہنگام وقت میں اس نے بادشاہ کے

www.besturdubooks.wordpress.com

پاس راہ ڈھونڈا (یعنی گرد بھی نہیں جھاڑی اور بے موقع جلدی کی وجہ سے اسی طرح جا پہنچا پس) تمام دارالعدالت میں ایک کھربچر ہونے لگی ایک شورش اس بادشاہ کے قوت واہمہ میں واقع ہوگئی شہر کے عوام وخواص کا دل قابو سے نکل گیا کہ کیا تشویش اور بلا پیدا ہوئی ہوگی یا کوئی دشمن جلاد ہمارے قصد میں ہے یا کوئی مہلک بلا غیب سے اٹھی ہے جس کے سبب دلقک نے گاؤں سے رفتار سخت میں کئی گھوڑے قیمتی راستہ میں ہلاک کر دیئے بادشاہ کی محل سرائے پر خلقت جمع ہوگئی کہ اس قدر تیز دلقک کیوں آیا ہے اس کی تعجیل اور کوشش واہتمام سے ایک غلغلہ اور تشویش ترمذ میں واقع ہوگئی ایک دونوں ہاتھ زانوں پر مار رہا تھا اور دوسرا وہم سے واویلا کر رہا تھا فریاد اور فتنہ اور خوف اور عقوبت سے ہر دل صدہا طرح کے خیال کی طرف جا رہا تھا ہر شخص قیاس سے ایک فال لگا رہا تھا کہ کوئی آگ ٹاٹ میں لگ گئی ہوگی (کنایت از حادثہ عظیم کذافی الحاشیہ) اس (دلقک) نے (بادشاہ تک) راستہ چاہا اور بادشاہ نے اس کو جلدی راستہ دے دیا جب اس نے زمین بوسی کی پوچھا کہ کیا ہوا (مگر) جو شخص (اہل دربار میں سے) اس ترش رو سے حال پوچھتا تھا وہ لب پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چپ۔ اس کی اس ترکیب سے اور وہم بڑھتا تھا سب تشویش میں اس کے سبب دنگ ہو رہے تھے دلقک نے اشارہ کیا کہ اے بادشاہ ذی کرم تھوڑی دیر (مجھ کو) چھوڑ دیجئے پھر (دم لے کر) بولوں گا تاکہ میری عقل ذرا ٹھکانے ہو جاوے کیونکہ میں ایک عجیب عالم میں واقع ہو رہا ہوں تھوڑی دیر کے بعد جبکہ وہم اور گمان سے بادشاہ کا حلق اور منہ سب تلخ ہو گیا کیونکہ اس نے دلقک کو (کبھی) اس حالت میں نہ دیکھا تھا کیونکہ اس سے زیادہ خوش مزاج اس کا کوئی ہمنشین نہ تھا ہمیشہ افسانے اور ظرافت نکالا کرتا تھا۔ بادشاہ کو وہ شاد اور خنداں رکھا کرتا تھا اس کو اس قدر خنداں کرتا تھا مجلس میں کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ لیتا تھا۔ نیز غلبہ خندہ سے اس کا جسم عرق لے آتا تھا منہ کے بل گر پڑتا تھا اس کے یا اپنے خندہ کرنے سے پھر بھی آج کے دن اس طرح سے زرد اور ترش لب پر ہاتھ مارتا ہے کہ اے بادشاہ خاموش رہ۔ وہم اندر وہم اور خیال اندر خیال بادشاہ کو ہو گیا کہ دیکھئے کیا وبال آتا ہے وجہ یہ کہ بادشاہ کا دل پر غم اور پر حذر تھا اس سبب سے کہ خوارزم شاہ بہت خونریز تھا اس کا پایہ تخت سمرقند پسندیدہ تھا۔ ایک چالاک وزیر اس کا ہمنشین تھا (وہ تدبیریں تسخیر ملک کی بتلاتا تھا) اس نواح کے بہت بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا یا تو کسی حیلہ سے یا غلبہ سے وہ معاند اور یہ شاہ ترمذ اس کی طرف سے وہم میں تھا اور دلقک کی (اس) چال سے اس کا وہم اور بڑھتا تھا۔ بادشاہ نے کہا جلدی سے کہہ کیا حال ہے تیرا اس قدر آشوب اور شور کس شخص کے سبب ہے۔ دلقک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں سنا تھا کہ بادشاہ نے ہر سڑک کے نکڑ پر منادی کرائی ہے کہ میں ایسا شخص چاہتا ہوں کہ تین روز میں وہ سمرقند کو جاوے مثل پیک شاندار کے تو اس کو معاوضہ میں خزانے دوں گا۔ جب اس کے پیغام سے غرض حاصل ہو جاوے (وہ غرض صرف پیغام رسانی ہے) میں تمہارے پاس اس لئے دوڑ کر آیا ہوں تاکہ عرض کروں کہ میں ایسی قوت نہیں رکھتا ہوں ایسا کام مجھ سے نہیں بن سکتا اس امید کے تار کو مجھ پر نہ تنیئے۔ بادشاہ نے کہا کہ تیرے اس اضطراب پر لعنت ہو کہ شہر میں دو سو تشویشیں واقع ہوگئیں۔ (یہ کونسی کہنے کی بات تھی اور پھر کہنا بھی اس قدر اہتمام سے) محض اتنی بات کے واسطے اے احمق مسخرے۔ تو نے ایک آگ ڈال دی اس چراگاہ اور گھاس میں (یعنی جس طرح گھاس میں آگ لگا دینے سے پریشانی ہوتی ہے تو نے ایسا پریشان کیا جزو مقصود حکایت کا تو ختم ہو گیا آگے بترتیب انتقال اور حکایت کا اکمال ہے) یعنی اولا انتقال ہے اور پھر حکایت کا اکمال ہے ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہچو ایں خامان باطبل و علم	کہ اما مانیم در فقر و عدم
جیسے یہ خاماں باطبل و علم ہیں	کہ ہم امام ہیں فقر و فنا میں
لاف شیخی در جہاں انداختہ	خویشتن را بایزیدؒے ساختہ
لاف مشیخت جہان میں ڈال رکھی ہے	اپنے کو بایزید بنا رکھا ہے
ہم زخود سالک شدہ واصل شدہ	محفلے وا کردہ در دعویٰ کدہ
خود ہی سالک بھی ہو گئے خود ہی واصل بھی ہو گئے	ایک مجلس کھول رکھی ہے دعویٰ خانہ میں
خانۂ داماد پرآشوب و شر	قوم دختر را نبودہ زو خبر
دولہا کا گھر تو شور و شر سے پُر ہو رہا ہے	دلہن کے خاندان کو اس کی خبر بھی نہیں
ولولہ کہ کار نیمے راست شد	شرطہائے کاں زسوئے ماست شد
جوش و خروش ہے کہ آدھا کام تو ٹھیک ہو گیا ہے	جو ضروریات ہماری طرف سے ہیں وہ سب ہو گئیں
خانہارا روفتیم آراستیم	زیں ہوس سرمست وخوش برخاستیم
ہم نے گھروں کو صاف و آراستہ کر لیا ہے	اس شوق سے ہم مست اور خوش اٹھے ہیں
زاں طرف آمد یکے پیغام نے	آمد ایں سو مرغکے زاں بام نے
اس طرف سے ایک پیغام بھی نہیں آیا	اس بام سے اس طرف ایک چھوٹا سا پرندہ بھی نہیں آیا
زیں رسالات مزید اندر مزید	یک جوابے از حوالے شاں رسید
اتنے بسیار در بسیار پیاموں میں سے	ایک جواب بھی ان لوگوں کی طرف سے پہنچا ہے؟
نے ولیکن یار ما زیں آگہ ست	زانکہ از دل سوئے دل لابد رہ ست
نہیں۔ لیکن ہمارا محبوب اس سے آگاہ ہے	کیونکہ دل سے دل کی طرف لابد راستہ ہے
پس ازاں یارے کہ امید شماست	از جواب نامہ رہ خالی چراست
تو پھر اس محبوب کی طرف سے کہ تمہارا محل امید ہے	جواب نامہ سے راستہ خالی کیوں ہے
صد نشانست از سرا رو از جہار	لیک بس کن پردہ زیں در بر مدار
صدہا آثار ہیں باطن سے اور ظاہر سے	لیکن بس کرو پردہ اس راز سے مت اٹھاؤ
باز رو تا قصۂ آں دلق گول	کہ بلا بر خویش آورد از فضول
پھر رجوع کرو دلقک جاہل کے قصہ کی طرف	کہ اپنے اوپر ایک فضول حرکت سے بلا لایا

www.besturdubooks.wordpress.com

(یہاں بطور انتقال کے مقولہ ہے مولانا کا کہ اس دلقک مسخرہ کی اس بے بنیاد طمطراق کی ایسی مثال ہے) جیسے یہ خامان باطبل وعلم میں (یعنی مشائخ مزورین جنہوں نے شہرت کا سامان فراہم کر رکھا ہے اور بزبان قال یا حال اس بات کے مدعی ہیں) کہ ہم امام ہیں فقر وفنا میں (اور) لاف مشیخت جہان میں ڈال رکھی ہے (اور) اپنے کو بایزید بنا رکھا ہے خود ہی سالک بھی ہو گئے (پھر) خود ہی واصل بھی ہو گئے (یعنی بوجہ عار وکبر کسی شیخ کامل سے استفادہ بھی نہیں کیا اور) ایک مجلس کھول رکھی ہے دعویٰ خانہ میں (اور ان مشائخ کی اس شہرت بے بنیاد کی ایسی مثال ہے جیسے) دولہا کا گھر تو شور وشر سے پر ہو رہا ہے (مگر) دلہن کے خاندان کو اس کی خبر بھی نہیں (آگے اس شور وشر خانہ داماد کا بیان ہے کہ دولہا والوں کو) جوش وخروش ہے کہ آدھا کام تو ٹھیک ہو گیا ہے (یعنی) جو ضروریات ہماری طرف سے ہیں وہ سب ہو گئیں (مثلاً) ہم نے گھروں کو صاف وآراستہ کر لیا ہے (اور) اس شوق سے ہم مست اور خوش اٹھے ہیں (وعلی ہذا تو آدھا کام یعنی ہماری طرف کا مکمل ہو گیا ہے آدھے کی کسر رہی ہے یہ تو ادھر ہو رہا ہے اور خانہ عروس کی حالت یہ ہے کہ) اس طرف سے ایک پیغام بھی نہیں آیا (اور) اس بام سے اس طرف ایک چھوٹا سا پرندہ بھی (نامہ لے کر) نہیں آیا (ان دولہا والوں سے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ تمہارے) اتنے بسیار در بسیار پیاموں میں سے (کسی پیام کا کوئی) ایک جواب بھی ان لوگوں کی طرف سے (تم کو) پہنچا ہے (وہ جواب دیتے ہیں کہ) نہیں (جواب تو نہیں آیا) لیکن ہمارا محبوب اس سے آگاہ ہے کیونکہ دل سے دل کی طرف لابد راستہ ہے (یہی حالت ہے شیخان مکار کی کہ نہ ان کو حق تعالیٰ سے کوئی نسبت ہے نہ ادھر سے علامات قبول ہیں اور پھر دعویٰ ہے کہ ہم محبوب ومقبول ہیں گو کوئی علامت نہیں مولانا اس جواب پر جرح فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے اور محبوب حقیقی کے درمیان تعلقات ہیں) تو پھر اس محبوب کی طرف سے کہ تمہارا محل امید ہے جواب نامہ سے راستہ خالی کیوں ہے (یعنی جواب کیوں نہیں آتا مطلب یہ ہے کہ علامات وآثار قبول کیوں نہیں جو نصوص میں آئے ہیں۔ مثلاً حدیث میں ہے یوضع له لقبول فی الارض اور مثلاً اذا راؤ ذکر الله قرآن میں علامات اولیاء میں فرمایا ہے الذین امنوا وکانوا یتقون یہ آثار لازمہ کیوں نہیں اور جب آثار لازمہ نہیں تو موثر ملزوم کا دعویٰ کیسا کہ وجود ملزوم بدوں لازم محال ہے آگے مولانا ان آثار کی نسبت فرماتے ہیں کہ) صدہا آثار ہیں باطن سے اور ظاہر سے لیکن بس کرو (اور) پردہ اس راز سے مت اٹھاؤ (یہ بات علامات باطنہ کے اعتبار سے فرمائی کیونکہ علامات ظاہرہ جو قرآن وحدیث سے ابھی مذکور ہوئیں ان سے تو پردہ اٹھا چکا ہے اور حفاظت خلق کے لئے اس سے پردہ اٹھنا ضرور بھی تھا۔ اب صرف علامات باطنہ رہ گئیں جن کا ادراک وجدان وفراست صحیحہ سے ہوتا ہے اس کا بیان ضروری تو اس لئے نہیں کہ عوام فاقد قوت قدسیہ اس سے پہچان نہیں سکتے اور خواص کو بتلانے کی ضرورت نہیں اور مناسب اس لئے نہیں کہ عوام شاید اپنے وجدان غیر صحیح کو صحیح سمجھ کر ممکن ہے کسی مزور کو ان علامات سے موصوف اور کسی کامل منتہی لطیف النسبۃ کو اس سے معرا سمجھ کر ضرر اور غلطی میں پڑ جاویں۔ پس اس لئے اس کو چھوڑ کر) پھر رجوع کرو دلقک جاہل کے قصہ کی طرف کہ اپنے اوپر ایک فضول حرکت سے بلا لایا (جو بعد میں مذکور ہے گفت دلقک راسوئے زنداں برید اور جہالت ہونا اس حرکت کا ظاہر ہے)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس وزیرش گفت اے حق راستن — بشنو از بندہ کمینہ یک سخن

پس وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ اے حق کے ستون — بندۂ کمتر سے ایک بات سن لیجے

دلقک از دہ بہر کارے آمدست — رائے او گشت و پشیمانش شدست

دلقک گاؤں سے کسی اور کام کے لئے آیا ہے — اس کی رائے بدل گئی ہے اور اس سے پشیمان ہوا ہے

زآب و روغن کہنہ را نومی کند — او بمسخرگی بروں شومی کند

آب و روغن سے کہنہ کو نیا کرتا ہے — مسخرہ سے خلاصی کی صورت کرتا ہے

غمد را بنمود و پنہاں کرد تیغ — باید افشردن مر او را بیدریغ

اس نے نیام کو ظاہر کیا ہے اور تلوار کو پوشیدہ کر لیا ہے — اس کو بے دریغ شکنجہ میں کسنا چاہئے

او میاں بنمود و پنہاں کرد کارد — بیگماں او را ہمی باید فشارد

اس نے غلاف کو ظاہر کیا اور چاقو کو چھپایا ہے — بلاشبہ اس کو شکنجہ میں کسنا چاہئے

پستہ را یا جوز را تا نشکنی — نے نماید دل نہ بدہد روغنی

پستہ کو یا اخروٹ کو جب تک توڑو نہیں — نہ تو وہ مغز ظاہر کرتا ہے اور نہ اجزاء چرب کو دیتا ہے

مشنو ایں دفع وے و فرہنگ او — در نگر در ارتعاش و رنگ او

آپ اس کے اس ٹالنے کو اور ترکیب کو نہ سنئے — آپ اس کے کانپنے کو اور رنگ کو دیکھئے

گفت حق سیماھم فی وجہہم — زانکہ غماز ست وسیما و منم

حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی نشانی اس کے چہرہ میں ہے — کیونکہ یہ نشانی، غماز اور نمام ہے

ایں معاین ہست ضد آں خبر — کہ بشر بسرشتہ آمد ایں بشر

یہ معائنہ کیا ہوا اس خبر کے خلاف ہے — کہ شرارت میں خمیر کیا ہوا ہے یہ بشر

گفت دلقک با فغان و با خروش — صاحبا درخون ایں مسکیں کوش

دلقک کہنے لگا فغاں و خروش کے ساتھ — کہ اے وزیر اس غریب کے خون میں کوشش نہ کیجئے

بس گمان و وہم آید در ضمیر — کاں نباشد حق و صادق اے امیر

بہت سے گمان اور خیال آتے ہیں دل میں — جو کہ واقعی اور راست نہیں ہوتے اے امیر

ان بعض الظن اثم ست اے وزیر — نیست استم راست خاصہ بر فقیر

ان بعض الظن اثم ہے اے وزیر — ظلم کرنا ٹھیک نہیں ہے خاص کر غریب پر

www.besturdubooks.wordpress.com

شہ نگیرد آنکہ می رنجاندش	از چہ گیرد آنکہ میں خنداندش
بادشاہ تو اس پر بھی گرفت نہیں کرتے جو ان کو رنجیدہ کرے	کس سبب سے گرفت کریں گے ایسے شخص پر جو ان کو ہنساتا ہو
گفت صاحب پیش شہ جاگیر شد	کاشف ایں مکر و ایں تزویر شد
وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جاگزیں ہو گئی	وہ اس مکر و تزویر کی کاشف ہو گئی
گفت دلقک را سوئے زنداں برید	چاپلوس و زرق او را کم خرید
بادشاہ نے حکم دیا دلقک کو جیل خانہ میں لے جاؤ	اس کی خوشامد اور فریب کو مت قبول کرو
میزنیدش چوں دہل اشکم تہی	تا دہل وار او دہد ماں آگہی
اس کو پیٹتے رہو دہل خالی شکم کی طرح	تاکہ دہل کی طرح وہ تم کو آگاہی دے
زانکہ ہم پر ہم تہی باشد دہل	بانگ او آگہ کند ما راز کل
وجہ یہ ہے کہ دہل پر بھی ہوتا ہے اور تہی بھی ہوتا ہے	اس کی آواز ہم کو کل صفتوں سے آگاہ کر دیتی ہے
تا بگوید سر خودرا از اضطرار	آنچنانکہ گیرد ایں دلہا قرار
تاکہ مضطر ہو کر یہ اپنا راز کہہ دے	اس طور سے کہ یہ قلوب مطمئن ہو جاویں
چوں طمانین ست صدق بافروغ	دل نیارامد بگفتار دروغ
چونکہ صدق بافروغ سبب طمانیت کا ہے	جھوٹ بات سے دل کو سکون نہیں ہوتا
کذب چوں خس باشد و دل چوں دہاں	خس نگردد در دہاں ہرگز نہاں
جھوٹ مثل تنکے کے ہوتا ہے اور قلب مثل دہان کے	تنکا دہان کے اندر ہرگز مخفی نہیں رہتا
تا درو باشد زبانے میزند	تا بدانش از دہاں بیروں کند
جب تک وہ اس میں رہتا ہے زبان چلاتا رہتا ہے	یہاں تک کہ دانائی سے باہر نکال دیتا ہے
خاصہ کاندر چشم افتد خس زباد	چشم افتد در نم و بند و کشاد
خاص کر جبکہ آنکھ میں ہوا سے تنکا پڑ جاوے	آنکھ اشک میں اور بند ہونے اور کھلنے میں واقع ہو جاتی ہے
ما پس ایں خس را زنیم اکنوں لگد	تا دہان و چشم زیں خس وارہد
پس ہم بھی اس خس کو اب لاتیں ماریں گے	تاکہ دہان اور چشم اس خس سے خلاصی پاوے

(بر دنشو مخلصی کذا فی الحاشیہ میان وسط چیزی او ہمیں سبب غلاف تیغ وغیرہ را گویند چرا کہ سلاح درمیان آں

www.besturdubooks.wordpress.com

میماند کذانی الغیاث ملخصاً صاحب بمعنی وزیر کذانی الغیاث ایضاً) پس وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ اے حق کے ستون۔ بندۂ کمترین سے ایک بات سن لیجئے۔ دلقک گاؤں سے کسی اور کام کے لئے آیا ہے (اور یہاں آ کر) اس کی رائے بدل گئی ہے اور اس سے پشیمان ہوا ہے (اس لئے اس نے یہ بات بنائی ہے اور اس راز کو آپ سے پوشیدہ کرنا چاہتا ہے پس یہ) آب وروغن سے کہنہ کو نیا کرتا ہے (کنایہ ہے تلبیس سے اور) تمسخر سے (اپنی) خلاصی کی صورت کرتا ہے اس نے نیام کو ظاہر کیا ہے اور تلوار کو پوشیدہ کر لیا ہے (یہ بھی کنایہ ہے تلبیس سے اس لئے) اس کو بے دریغ شکنجہ میں کسنا چاہئے اس نے غلاف کو ظاہر کیا اور چاقو کو چھپایا ہے بلاشبہ اس کو شکنجہ میں کسنا چاہئے پستہ گویا اخروٹ کو جب تک توڑو نہیں نہ تو وہ مغز ظاہر کرتا ہے اور نہ اجزاء چرب کو دیتا ہے آپ اس کے اس ٹالنے کو اور ترکیب کو نہ سنئے آپ اس کے کانپنے کو اور رنگ کو دیکھئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی نشانی ان کے چہرہ میں ہے کیونکہ یہ نشانی غماز اور نمام (یعنی مخبر) ہے یہ معائنہ کیا ہوا (رنگ وارتعاش) اس خبر کے خلاف ہے (جو یہ دلقک زبان سے کہہ رہا ہے پس معائنہ کا اعتبار ہوگا نہ کہ اس کے دعویٰ وخبر کا اور وہ مدلول رنگ وارتعاش کا یہ ہے) کہ شرارت میں خمیر کیا ہوا ہے۔ یہ بشر (غالب یہ ہے کہ وزیر کو غصہ میں یہ ترکیب اس کے سزا دلوانے کی سوجھی ہے اور غصہ اس بے موقع تمسخر پر آیا تا کہ سزا سے پھر آئندہ یہ ایسی حرکت نہ کرے) دلقک (بڑا گھبرایا اور) کہنے لگا فغان وخروش کے ساتھ کہ اے وزیر اس غریب کے خون میں کوشش نہ کیجئے۔ بہت سے گمان اور خیال آتے ہیں دل میں جو کہ واقعی اور راست نہیں ہوتے اے امیر ان بعض الظن اثم (ارشاد) ہے اے وزیر ظلم کرنا ٹھیک نہیں ہے خاص کر غریب پر بادشاہ تو اس پر بھی گرفت نہیں کرتے جو ان کو رنجیدہ کرے (پھر) کس سبب سے گرفت کریں گے ایسے شخص پر جو ان کو ہنساتا ہو (یہ بادشاہ کی خوشامد کے لئے کہا مگر) وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جاگزین ہوگئی (اور اس کے خیال میں) وہ (بات) اس مکر و تزویر (دلقک) کی کاشف ہوگئی (یعنی بادشاہ یہ سمجھا کہ وزیر نے اس کا واقعی مکر کھولا ہے پس) بادشاہ نے حکم دیا دلقک کو جیل خانہ میں لے جاؤ اس کی خوشامد اور فریب کو مت قبول کرو اس کو پیٹتے رہو دہل خالی شکم کی طرح تا کہ دہل کی طرح وہ تم کو آگاہی (حقیقت حال سے) دے (اور اوپر کے شعر کے دو مصرعوں میں جو اس کو دہل کے ساتھ دو حیثیت سے تشبیہ دی جن میں سے اول مقتضی ہے دہل کے تہی ہونے کو اور ثانی مقتضی ہے دہل کے پر ہونے کو کہ آگاہی موقوف ہے پر ہونے پر تو) وجہ (ان دونوں تشبیہ کی) یہ ہے کہ دہل پر بھی ہوتا ہے اور تہی بھی ہوتا ہے (اور) اس کی آواز ہم کو (ان) کل صنعتوں سے آگاہ کر دیتی ہے (یعنی آواز اس کی اس پر بھی دال ہے کہ یہ ہوا سے پر ہے اور اس پر بھی کہ اس میں کوئی جسم صلب نہیں پس یہی حالت اس کی ہے کہ صدق سے خالی اور کذب سے پر ہے اس لئے اس کو پیٹو) تا کہ مضطر ہو کر یہ اپنا راز کہہ دے (مگر) اس طور سے کہ یہ قلوب مطمئن ہو جاویں (یعنی جی کو لگ جاوے کہ اس نے سچ کہہ دیا ہے) چونکہ صدق بافروغ سبب طمانیت کا ہے جھوٹ بات سے دل کو سکون نہیں ہوتا جھوٹ مثل تنکے کے ہوتا ہے اور قلب مثل دہان کے تنکہ دہان کے اندر ہرگز مخفی نہیں رہتا۔ جب تک وہ (تنکہ) اس (دہان) میں رہتا ہے زبان چلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ دانائی سے باہر نکال دیتا ہے خاص کر جب کہ آنکھ میں ہوا سے تنکا پڑ جاوے آنکھ (فوراً) اشک میں اور بند ہونے اور کھلنے میں واقع ہو جاتی ہے پس ہم بھی اس (دلقک مشابہ) خس کو اب لاتیں ماریں گے تا کہ دہاں اور چشم اس خس سے خلاصی پائے (یعنی سب کو پریشانی سے نجات ہو)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت دلقک کاے ملک آہستہ باش	روی حلم و مغفرت را کم خراش
دلقک نے کہا اے بادشاہ ذرا توقف کیجئے	حلم و مغفرت کے چہرہ کو خراش نہ دیجئے
تابدیں حد چیست تعجیل نقم	من نمی پرم بدست تو درم
اس حد تک کس لئے ہے تعجیل اور انتقام	میں اڑا تو نہیں جاتا آپ ہی کے ہاتھ میں ہوں
آں ادب کہ باشد از بہر خدا	اندراں مستعجلی نبود روا
جو تادیب خدا کے لئے ہوتی ہے	اس میں تعجیل روا نہیں ہوتی
وانچہ باشد طبع و خشم عارضی	می شتابد تا نگردد منقضی
اور جو مقتضۂ طبیعت اور غصہ عارضی کا ہوتا ہے	اس میں تعجیل کرتا ہے تاکہ ختم نہ ہو جاوے
ترسد ار آید رضا خشمش رود	انتقام و ذوق آں فائت شود
ڈرتا ہے کہ اگر رضا آ جاوے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا	انتقام اور ذوق اس سے فوت ہو جاوے گا
شہوت کاذب شتابد در طعام	خوف فوت ذوق ہست آں خود سقام
اشتہائے کاذب میں تعجیل کرتا ہے طعام میں	بسبب خوف فوت ہو جانے ذوق کے اور وہ بجز مرض کے کچھ نہیں ہے
اشتہا صادق بود تاخیر بہ	تا گوارندہ شود آں بے گرہ
اشتہا صادق ہو تو تاخیر بہتر ہے	تاکہ وہ خوب ہضم ہو گرہ نہ ہو جاوے
تو پئے دفع بلایم می زنی	تاہ بینی رخنہ رابندش کنی
آپ مجھ کو دفع بلا کے لئے مارتے ہیں	تاکہ آپ رخنہ کو دیکھ لیں اس کو بند کر دیں
تا ازاں رخنہ بروں ناید بلا	غیر آں رخنہ بسے دارد قضا
تاکہ اس رخنہ سے بلا ظاہر نہ ہو	اس کے علاوہ اور رخنہ قضا کے پاس ہیں
چارۂ دفع بلا نبود ستم	چارہ احسان باشد و عفو و کرم
دفع بلا کا چارہ ظلم کرنا نہیں ہے	چارہ احسان اور عفو و کرم ہے
گفت الصدقۃ ترد للبلا	دا و مرضاک بصدقۃ یافتیٰ
ارشاد فرمایا ہے کہ صدقہ رد کرتا ہے بلا کو	دوا کر اپنے مریضوں کی صدقہ سے اے فتےٰ
صدقہ نبود سوختن درویش را	کور کردن چشم حلم اندیش را
درویش کو جلانا صدقہ نہیں ہے	چشم حلم اندیش کو کور کرنا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت شہ نیکوست خیر و موقعش	لیک چوں خیرے کنی در موضعش
بادشاہ نے کہا کہ خیر کرنا اور اس کا واقع ہونا اچھی بات ہے	لیکن جب کہ خیر کرے اس کے موقعہ پر
موضع رخ شہ نہی ویرانی ست	موضع شہ پیل ہم نادانی ست
تو شاہ کے موقعہ پر رخ رکھ دے تو ویرانی ہے	شاہ کے موقعہ پر پیل یہ بھی نادانی ہے
در شریعت ہم عطا ہم زجر ہست	شاہ را صدر و فرس را درگہ است
شریعت میں عطا بھی ہے زجر بھی ہے	بادشاہ کے لئے صدر ہے اور گھوڑے کے لئے دروازہ کی جگہ ہے
عدل چہ بود وضع اندر موضعش	ظلم چہ بود وضع درنا موقعش
عدل کیا چیز ہے اس کے موقعہ پر رکھنا	ظلم کیا چیز ہے اس کے غیر محل میں رکھنا
عدل چہ بود آب دہ اشجار را	ظلم چہ بود آب دادن خار را
عدل کیا چیز ہے درختوں کو پانی دے	ظلم کیا چیز ہے خار کو پانی دینا
نیست باطل ہرچہ یزداں آفرید	از غضب و ز حلم و ز نصح و مکید
عبث کوئی چیز نہیں جو کچھ بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے	غضب اور حلم اور خلوص اور چال میں سے
خیر مطلق نیست زینہا ہیچ چیز	شر مطلق نیست زینہا ہیچ نیز
ان میں سے کوئی چیز نہ تو خیر مطلق ہے	ان میں سے کوئی چیز شر مطلق بھی نہیں
نفع و ضر ہر یکے از موضع ست	علم زیں رو واجب ست و نافع ست
ہر ایک کا نفع اور ضرر موقع کے اعتبار سے ہے	اس جہت سے علم واجب اور نافع ہے
اے بسا زجرے کہ بر مسکیں رود	در ثواب از نان و حلوا بہ بود
اے شخص بہت دفع زجر کہ مسکین پر جاری ہوتا ہے	وہ ثواب میں نان و حلوا سے بھی بہت ہوتا ہے
زانکہ حلوا گرمی و صفرا کند	سیلیش از خبث مستنقا کند
اس سبب سے کہ حلوا تو گرمی اور صفرا کرتا ہے	چنانچہ اس کو گندگی سے صاف کرتا ہے
سیلیئے در وقت بر مسکیں بزن	کہ رہاند آنش از گردن زدن
طمانچہ وقت میں مسکین پر مار	کہ وہ اس کو گردن مارنے سے رہائی دے گا
زخم در معنیٰ فتد بر خوی بد	چوب بر گرد اوفتد نے بر نمد
چوٹ حقیقت میں اس خلق مذموم پر واقع ہو گی	لکڑی گرد پر پڑتی ہے نہ کہ نمدہ پر

www.besturdubooks.wordpress.com

بزم و زنداں ہست ہر بہرام را	بزم مخلص را و زنداں خام را
بزم اور زنداں ہر بادشاہ کے پاس ہوتی ہیں	بزم تو مخلص کے لئے اور زنداں خام کے لئے
شق باید ریش را مرہم کنی	چرک را در ریش مستحکم کنی
شگاف کی ضرورت ہے زخم کو مرہم کرنے لگے	تو مادہ خبیثہ کو زخم میں اور مستحکم کر دے گا
تاخورد مر گوشت را در زیرآں	نیم سودے باشد و پنجہ زیاں
انجام یہ ہو گا کہ گوشت کو اندر ہی اندر کھا لے گا	آدھا تو فائدہ ہو گا اور پچاس حصہ نقصان ہو گا
از تف آں اندروں ویراں شود	مرگ ناگہ درمیاں پنہاں شود
اس کی گرمی سے اندر کی جگہ خراب ہو جاوے گی	موت ناگہاں درمیاں میں پوشیدہ ہو جاوے گی

دلقک نے کہا اے بادشاہ ذرا توقف کیجئے حلم ومغرفت کے چہرہ کو خراش نہ دیجئے۔ اس حد تک کس لئے ہے تعجیل اور انتقام میں اڑا تو نہیں جاتا آپ ہی کے ہاتھ میں ہوں۔ جو تادیب خدا کے لئے ہوتی ہے اس میں تعجیل روا نہیں ہوتی اور جو (ادب) مقتضا طبیعت اور غصہ عارضی کا ہوتا ہے اس میں تعجیل کرتا ہے تا کہ ختم نہ ہو جاوے (یعنی) ڈرتا ہے کہ اگر رضا آ جاوے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا (اور اسکے جانے سے) انتقام اور ذوق (نفس) اس سے فوت ہو جاوے گا (اس غصہ کو عارضی اس اعتبار سے کہا کہ اس کا سبب رضائے نفس ہے جو مومن کے اعتبار سے حالت اصلیہ نہیں ہے اس کی اصلی حالت رضائے حق ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ اشتہائے کاذب میں تعجیل کرتا ہے۔ طعام میں بسبب خوف فوت ہو جانے ذوق کے اور وہ (تعجیل طعام) بجز مرض کے کچھ نہیں ہے (اور اگر) اشتہا صادق ہو تو تاخیر بہتر ہے تا کہ وہ (طعام) خوب ہضم ہو گرہ (اور سدہ) نہ ہو جاوے آپ مجھ کو دفع بلا کے لئے مارتے ہیں (کہ مارنے سے وہ راز جو آپ کے خیال میں موہوم ہو گیا ہے بتلا دوں تا کہ اس کی وہ مضرت جو آپ کے نزدیک مزعوم ہے دفع ہو جاوے یعنی مجھ کو اس لئے مارتے ہیں) تا کہ آپ (اس) رخنہ کو دیکھ لیں (اور) اس کو بند کر دیں تا کہ اس رخنہ سے بلا ظاہر نہ ہو (لیکن) اس کے علاوہ اور رخنے قضا کے پاس ہیں (اگر بلا مقدر ہے تو ایک رخنہ کے بند کرنے سے کیا ہوتا ہے دوسرے) دفع بلا کا چارہ ظلم کرنا نہیں ہے (بلکہ اس کا چارہ احسان اور عفو و کرم ہے (چنانچہ) ارشاد فرمایا ہے کہ صدقہ رد کرتا ہے بلا کو (یعنی) دوا کرا اپنے مریضوں کی صدقہ سے اے فتی (اور) درویش کو جلانا صدقہ نہیں ہے (اور اسی طرح) چشم حلم اندیش کو کور کرنا (صدقہ نہیں ہے) بادشاہ نے کہا کہ (واقع میں جیسا تو کہتا ہے چارہ احسان باشد الخ) خیر کرنا اور اس کا واقع ہونا (بیشک اچھی بات ہے لیکن جبکہ خیر کرے اس کے موقع پر (جب اچھی بات ہے ورنہ اچھی بات نہیں چنانچہ اگر) تو شاہ کے موقع پر (شطرنج میں) رخ رکھ دے تو (بساط شطرنج کی) ویرانی ہے (اسی طرح) شاہ کے موقع پر پیل (رکھ دے) یہ بھی نادانی ہے (اسی واسطے) شریعت میں عطا بھی ہے زجر بھی ہے۔ بادشاہ کے لئے صدر (مجلس) ہے اور گھوڑے کے لئے دروازہ کی جگہ ہے (در بمعنی دروازہ وگاہ بمعنی موضع چنانکہ آرامگاہ یعنی ہر شے کا جدا موقع ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور یہی عدل ہے کیونکہ) عدل کیا چیز ہے ہر شئی کا) اس کے موقع پر رکھنا (اور) ظلم کیا چیز ہے (کسی شے کا) اس کے غیر محل میں رکھنا (مثلاً) عدل کیا چیز ہے درختوں کو پانی دے (اور) ظلم کیا چیز ہے خار کو پانی دینا (وجہ یہ کہ) عبث کوئی چیز نہیں جو کچھ بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے غضب اور حلم اور خلوص اور چال میں سے (بلکہ ہر شے اپنے موقع پر کام کی ہی غرض) اس میں سے کوئی چیز نہ تو خیر مطلق ہے (کہ ہر جگہ نافع ہو اور اسی طرح سے) ان میں سے کوئی چیز شر مطلق بھی نہیں (کہ ہر جگہ مضر ہو بلکہ) ہر ایک کا نفع اور ضرر موقع کے اعتبار سے ہے اس جہت سے علم واجب اور نافع ہے (کہ اس سے) ہر شے کا موقع معلوم ہوتا ہے آگے مثالوں میں موقع کی تفصیل ہے یعنی) اے شخص بہت دفعہ زجر کہ مسکین پر جاری ہوتا ہے وہ ثواب میں نان وحلوا (دینے) سے بھی بہتر ہوتا ہے (اور ظاہر ہیں کو اس کی مسکنت پر نظر کر کے اس پر رحم آتا ہے اور وہ بہتر ہونا) اس سبب سے (ہے) کہ حلوا تو (بعض اوقات) گرمی اور (تولید) صفرا کرتا ہے (اور) طمانچہ اس کے گمدگی (اخلاق) سے صاف کرتا ہے (اور ظاہر ہے کہ عطا نافع اکثر فی الثواب ہے اعطاء مضر سے) طمانچہ (مناسب) وقت میں مسکین پر مار کہ وہ اس کو گردن مارنے سے رہائی دے گا (یعنی بعض اوقات نرمی ورعایت سے اس مسکین میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو جاوے جس سے کوئی فعل گردن زدنی صادر ہو تو یہ سختی اس عیب اور اس کے نتیجہ سے حفاظت کرے گی پس یہ) چوٹ حقیقت میں اس خلق مذموم پر واقع ہوگی (کہ اس کا ازالہ مقصود ہے جیسے) لکڑی (باعتبار قصد کے) گرد پر پڑتی ہے نہ کہ نمدہ پر (گو ظاہراً اس پر پڑتی ہے) بزم اور زندان (دونوں چیزیں) ہر بادشاہ کے پاس ہوتی ہیں بزم تو مخلص کے لئے اور زندان خام (فی الاخلاص) کے لئے کہ شگاف کی ضرورت ہے زخم کو (اگر ایسے وقت زخم کا) مرہم کرنے لگے تو مادۂ خبیثہ کو زخم میں اور مستحکم (اور قائم) کر دے گا (کیونکہ مرہم سے منہ بند ہو کر سب مادہ فاسدہ اندر ہی رہ جاوے گا) انجام یہ ہوگا کہ گوشت کو اندر ہی اندر کھا لے گا آدھا تو فائدہ ہوگا اور پچاس حصہ نقصان ہوگا (کیونکہ) اس (مادہ خبیثہ) کی گرمی (والتہاب) سے اندر کی جگہ خراب ہو جاوے گی (پھر) موت ناگہاں درمیان میں پوشیدہ ہو جاوے گی (یعنی مادہ خبیثہ سرایت کر کے مفضی الی الہلاک ہو جاوے گا)۔

گفت دلقک من نمی گویم گزار	لیک می گویم تحری پیش آر
دلقک نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ چھوڑ ہی دیجئے	لیکن میں کہتا ہوں کہ تحقیق کو پیش نظر رکھیے
ہیں رہ صبر و تأنی در مبند	صبر کن اندیشہ می کن روز چند
ہاں راستہ ضبط و تحمل کا بند نہ کیجئے	توقف کیجئے اور چندے تامل کیجئے
در تأنی بر یقینے بر زنی	گوشمال من بایقا نے کنی
تامل کرنے سے امر یقینی پر آپ جا پہنچیں گے	میری سزا یقین کے ساتھ کریں گے
در روش یمشی مکباً خود چرا	چوں ہمی شاید شدن در استوا
رفتار میں یمشی مکباً کا مصداق کیوں بنا جاوے	جب کہ ممکن ہے حالت استواء پر چلنا

www.besturdubooks.wordpress.com

مشورت کن باگروہ صالحاں	برپیغمبرؑ امر شاورھم بداں
مشورہ کیجئے گروہ صالحین سے	پیغمبرؑ پر شاورھم کا حکم سمجھئے
امرھم شوریٰ برائے ایں بود	کزتشاور سہو و کژکمتر شود
امرہم شوریٰ اس واسطے ہے	کہ باہم مشورہ کرنے سے سہو اور کجی کم ہوتی ہے
ایں خودہا چوں مصابیح انورست	بیست مصباح از یکے روشن ترست
کیونکہ یہ عقول مثل چراغوں کے نورانی ہیں	بیس چراغ ایک سے زیادہ نورانی ہیں
بوکہ مصباحے فتد اندر میاں	مشتعل گشتہ ز نور آسماں
ممکن ہے کہ کوئی چراغ درمیان میں ایسا واقع ہو	جو کہ نور آسمان سے مشتعل ہوا ہو
غیرت حق پردۂ انگیختہ ست	سفلی و علوی بہم آمیختہ ست
غیرت حق نے ایک پردہ ڈال رکھا ہے	سفلی و علوی کو باہم ملا رکھا ہے
گفت سِروامی طلب اندر جہاں	بخت و روزی را ہمی کن امتحاں
ارشاد فرمایا ہے کہ چلو پھرو عالم میں	طالع اور رزق کو تلاش کرتا رہ امتحان کرتا رہ
در مجالس می طلب اندر عقول	آنچناں عقلے کہ بود اندر رسولؐ
مجالس میں عقول میں	ایسی عقل کو بھی طلب کرو جیسی رسولؐ میں تھی
زانکہ میراث از رسول آنست وبس	کو بہ بیند غیبہا از پیش و پس
کیونکہ رسول سے میراث یہی عقل ہے اور بس	جو کہ امور غیبیہ کو آگے اور پیچھے سے دیکھ لے
در بصرہا می طلب ہم آں بصر	کہ نتابد شرح آں ایں مختصر
ابصار میں بھی اس بصر کو طلب کر	کہ یہ مختصر مجموعہ اس کی شرح کا تحمل نہیں کر سکتا
بہر ایں کردست منع آں باشکوہ	از ترہب و ز شدن خلوت بکوہ
اسی واسطے منع فرما دیا ہے اس عظیم الشان نے	رہبانیت سے اور پہاڑ میں خلوت سے
تانگردد فوت ایں نوع التقا	کاں نظر بخت ست و اکسیر بقا
تاکہ اس قسم کی ملاقات فوت نہ ہو جاوے	کیونکہ ایسی نظر طالع ہے اور اکسیر بقا ہے
درمیان صالحاں یک اصلحے ست	برسر توقیعش از سلطاں صحے ست
صالحین کے درمیان میں ایک اصلح ہے	اس کے فرمان پر سلطان کی طرف سے ایک صح ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کاں دعا شد با اجابت مقترن	کفو او نبود کبار انس و جن
کہ وہ دعا اجابت سے مقرون ہو گئی	اس کے ہمسر اکابر انس و جن بھی نہیں ہیں
در مرے اش آنکہ حلو و حامض ست	حجت ایشاں برحق داحض ست
ایسے شخص کے ساتھ مجادلہ کرنے میں جو شخص شیریں اور ترش ہے	ان لوگوں کی حجت حق تعالیٰ کے نزدیک لچر ہے
کہ چوما او را بخود افراشتیم	عذر و حجت از میاں برداشتیم
کہ جب ہم نے اس کو خود بلند رتبہ کیا ہے	تو عذر و جدال کو درمیان میں مرتفع کر دیا ہے
قبلہ را چوں کرد دست حق عیاں	پس تحری بعد ازاں مردود داں
جب قبلہ کو تعرف حق نے معائن کر دیا	پھر تحری کو اس کے بعد مردود جان
ہیں بگرداں از تحری رو و سر	کہ پدید آمد معاد و مستقر
ہاں تحری سے منہ اور سر پھیر لے	کیونکہ معائن ہو گیا محل رجوع اور محل قرار
یک زماں زیں قبلہ گر ذاہل شوی	سخرۂ ہر قبلۂ باطل شوی
اگر ایک ساعت بھی اس قبلہ سے غافل ہو جاوے گا	تو بیگاری ہر قبلہ باطل کا ہو جاوے گا
چوں شوی تمییز دہ را ناسپاس	بجہد از تو خطرۂ قبلہ شناس
جب تو تمیز دہندہ کا ناسپاس ہو جاوے گا	تو تجھ سے وہ خیال جو کہ قبلہ شناس ہے سلب ہو جاوے گا
گر ازیں انبار خواہی بر و بر	نیم ساعت روز ہمرہاں مبر
اگر تو اس انبار سے نیکی اور گندم چاہتا ہے	تو تو آدھی ساعت کے لئے بھی توجہ ہمراہوں سے مت قطع کر
کاندراں دم کہ ببری زاں معین	مبتلا گردی تو بائیس القرین
کیونکہ جس وقت تو اس معین سے قطع تعلق کرے گا	تو تو بری قریں کے ساتھ مبتلا ہو جاوے گا

دلقک نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ (مجھ کو) چھوڑ ہی دیجئے لیکن میں (یہ ضرور) کہتا ہوں کہ تحقیق کو پیش نظر رکھئے (یعنی جو کچھ کرنا ہو تحقیق سے کیجئے ہاں راستہ ضبط اور تحمل کا بند نہ کیجئے توقف کیجئے اور چندے تامل کیجئے (کیونکہ) تامل کرنے سے امر یقینی پر آپ جا پہنچیں گے (اور) میری سزا یقین کے ساتھ کریں گے (اور) رفتار میں یمشی مکبا کا مصداق کیوں بنا جاوے جبکہ ممکن ہے حالت استوا پر چلنا (اقتباس ہے اس آیت سے افمن یمشی مکبا علی وجهه اهدی ام من یمشی سویا علی صراط مستقیم یمشی مکبا کا ترجمہ یہ ہے کہ چلتا ہے واژگوں خلاصہ یہ کہ یہ تحقیق کر لیجئے کہ واقعی کیا میں کوئی راز رکھتا ہوں جس کو بدل کر میں نے یہ تمسخر کی بات بنائی ہے یا اپنی عادت کے موافق تمسخر ہی مقصود تھا اور اپنے تامل کے علاوہ) مشورہ (بھی) کیجئے گروہ صالحین سے

www.besturdubooks.wordpress.com

(اور مشورہ ایسی چیز ہے کہ) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شاورہم کا حکم سمجھے (آگے منفعت مشورہ کی مذکور ہے کہ) امرہم شوری اس واسطے ہے کہ باہم مشورہ کرنے سے سہو اور کجی کم ہوتی ہے کیونکہ یہ عقول مثل چراغوں کے نورانی ہیں (اور ظاہر ہے کہ) بیس چراغ ایک (چراغ) سے زیادہ (ہی) نورانی ہیں ممکن ہے کہ کوئی چراغ (ان چراغوں کے) درمیان میں ایسا واقع ہو جو کہ دوسرے عامہ عقول کے درمیان میں ہے جس کا ذکر اس شعر میں ہے گو کہ مصباحے فتد اندرمیاں وجہ اس کی خفاء کی یہ ہے کہ) غیرت حق نے ایک پردہ ڈال رکھا ہے (اور) سفلی و علوی کو باہم ملا رکھا ہے غیرت سے مراد حکمت جو مثل غیرت کے مقتضی ہے اخفاء کو یعنی حکمت اخفاء نے ایسی عقل کو عقول عامہ سے مشتبہ و ملتبس کر رکھا ہے اور وہ حکمت ابتلا ہے آگے تفریع ہے اختلاط مذکور پر کہ اسی واسطے) ارشاد فرمایا ہے کہ (زمین میں) چلو پھرو (یعنی) عالم میں طالع اور رزق کو تلاش کرتا رہ (اور مواقع احتمال کا) امتحان کرتا رہ (معلوم ہوتا ہے دو آیتوں کا مضمون ملا دیا ہے ایک مضمون یہ ہے سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین وسیروا فی الارض فانظروا کیف بدا الخلق ثم اللّٰہ ینشئ النشاة الاخرہ اور ایک مضمون یہ ہے فامشوا فی مناکبها وکلوا من رزقه الایہ طالع سے مراد نظر علمی کہ سبب سعادت ہے جو کہ اول مضمون ہے اور رزق سے مراد دوسرا مضمون اور ظاہر ہے کہ نظر علمی عادۃً موقوف ہے صحبت اہل نظر واہل علم پر پس امر بنظر علمی مستلزم ہے طلب اہل علم واہل نظر کو مطلب یہ کہ جس طرح طلب رزق کا امر ہے اسی طرح طلب اہل عقل کا بھی چنانچہ آگے اسی کی تصریح ہے کہ آیت کے معنی میں یہ بھی داخل ہے کہ) مجالس میں (جا کر) عقول میں ایسی عقل کو بھی طلب کر جیسی رسول اللہ علیہ وسلم میں تھی (یعنی عقل حق بیں) کیونکہ (بروئے حدیث ولکن ورثوا العلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میراث یہی عقل ہے اور بس جو کہ امور مخفیہ (غامضہ دینیہ) کو آگے اور پیچھے سے دیکھ لے (آگے پیچھے سے مراد احاطہ ہے ضروریات کا یعنی جمیع ما ہو الضروری فی الوصول الی الحق کو محیط ہو اسی طرح) ابصار میں بھی اس بصر کو طلب کر کہ یہ مختصر مجموعہ اس کی شرح کا تحمل نہیں کر سکتا (یعنی میری کتاب اس کی شان کے بیان کے لئے کافی نہیں عقل چونکہ مدرک معقولات کی ہوتی ہے اور بصر مدرک محسوسات کی شاید یہ مطلب ہو کہ نور حق کی مدد سے اس عارف کے ادراک معقولات کی شان بھی دوسرے عقلاء سے متفاوت ہوتی ہے اور اس کے ادراک محسوسات کی شان بھی دوسرے اہل احساس سے متفاوت ہوتی ہے چنانچہ ظاہر ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بصر سے مراد بصیرت لیا جاوے اور یہ شعر در بصر ہا الخ بطور تفسیر کے ہو شعر در مجالس الخ کی اور لفظ ہم کے یہ معنی نہ ہوں کہ مثل عقل کے ایسی بصر کو بھی طلب کر بلکہ یہ معنی ہوں کہ دوسرے ابصار میں ایسی بصر کو بھی طلب کر آگے اس وجوب طلب اہل عقل وبصر پر تفریع ہے کہ) اسی واسطے منع فرما دیا ہے اس (پیغمبر) عظیم الشان نے رہبانیت سے اور پہاڑ میں خلوت (اختیار کرنے) سے تا کہ اس قسم کی ملاقات (اہل عقل واہل بصر کے ساتھ) فوت نہ ہو جاوے کیونکہ ایسی نظر (جس کو اوپر عقل اور بصر کہا ہے) طالع ہے اور اکسیر بقا ہے اور طائع کی توجیہ بدلیل شرح گفت سیر وانخ گزر چکی ہے اور اکسیر بقاء اس لئے کہا کہ اس سے حیوۃ حقیقیہ باقیہ حاصل ہوتی ہے غرض ایسا شخص) صالحین کے درمیان ایک اصلح (یعنی سب سے زیادہ صالح) ہے (اور) اس کے (نام زد) فرمان پر سلطان (حقیقی) کی طرف سے ایک صح (لکھا ہوا) ہے (جو کہ علامت ہے منظوری واجراء

www.besturdubooks.wordpress.com

فرمان کی مطلب یہ کہ اس کی مقبولیت منظور شدہ عنداللہ ہے اور اس صبح کا حاصل یہ ہے) کہ (اس عارف کی) وہ دعا (جو ہر مومن کرتا ہے کہ اے اللہ مجھ کو مقبول بنالے) اجابت سے مقرون ہوگئی (اور وہ شخص مقبول ہوگیا اور مقبولیت بھی ایسی عظیم ہوئی کہ اس میں) اس کے ہمسر اکابر انس وجن بھی نہیں ہیں (یعنی اپنے زمانہ میں ان اتقیاء انس وجن سے جو عارف نہیں وہ افضل ہے آگے ایسے شخص کے مخالف کی حالت کا بیان ہے کہ) ایسے شخص کے ساتھ مجادلہ کرنے میں جو شخص شیریں اور ترش ہے ان لوگوں کی محبت حق تعالیٰ کے نزدیک لچر (اور باطل) ہے (آگے بیان ہے عندالحق اس کی حجت کے باطل ہونے کا یعنی گویا حق تعالیٰ اس باب میں یہ فرماتے ہیں) کہ جب ہم نے اس (عبد مقبول) کو خود بلند رتبہ کیا ہے تو (مخالفین کے) عذر و جدال کو درمیان میں مرتفع کردیا ہے (یعنی لاشے و باطل قرار دیا ہے چنانچہ اہل حق کے مخالفین کی حجج کا بطلان ظاہر ہے لقولہ تعالیٰ فماذا بعد الحق الا الضلال اور اسی لئے اس میں کوئی اثر معتدبہ بھی نہیں ہوتا لقولہ تعالیٰ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ولقولہ تعالیٰ قل جاء الحق و مایبدئ الباطل وما یعید الایہ اور ان اشعار کان دعا شد الابیات الثلثہ میں اشارہ ہے اس آیت کے مضمون کی طرف والذین یحاجون فی اللہ من بعد مااستجیب لہ حجتھم داحضۃ عند ربھم الایہ فقولہ کان دعا شد با اجابت مقترن اشارۃ الی قولہ تعالیٰ من بعد مااستجیب لہ وقولہ درمری اش اشارہ الی قولہ تعالیٰ یحاجون وقولہ حجت ایشاں الخ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ حجتھم داحضۃ اور ہر چند کہ آیت میں محاجہ فی اللہ مذکور ہے اور استجابت بھی للہ مذکور ہے لیکن اہل حق سے محاجہ کرنا بھی حق ہی میں محاجہ ہوگا اور اسی طرح استجابت للہ بواسطہ ایسے ہی عباد کے قبول قول کے ہوگا جن کے مسئولات مجاب عنداللہ ہو کر وہ عباد مقبول ہو چکے ہیں اس لئے آیت کا اشتمال مضمون اشعار کو صحیح ہے اور حلو و حامض سے مراد متردد و مذبذب ہے کہ کبھی نرم ہو جاتا ہے کبھی گرم اور اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جب ان کے معاملہ میں تردد و شک کرنے والا مطرود ہے تو معاند تو بالاولیٰ ایسا ہوگا آگے مثال ہے اہل حق کے معاملہ میں اہل باطل کے حجت کے داحض ہونے کی کہ) جب قبلہ کو تصرف حق نے معاین کردیا پھر تحری (وقیاس محض) کو اس کے بعد مردود جان (حاصل مثال کا ظاہر ہے کہ جس طرح کعبہ معاینہ کے ہوتے ہوئے تحری پر عمل جائز نہیں اسی طرح حق کے سامنے باطل لاشے ہے (اور یہاں سے بیس شعر اوپر گفت دلتک الخ میں جو تحری کو واجب الاتباع کہا ہے اور یہاں تحری کو ممنوع الاتباع سو وہاں تحرے کے اور معنی ہیں یعنی تحقیق حق میں اجتہاد و کوشش کرنا اور یہاں اور معنی ہیں یعنی دلیل صحیح کے سامنے محض رائے پر عمل کرنا فلا تعارض آگے شعر سابق کی تاکید ہے یعنی) ہاں تحری سے منہ اور سر پھیر لے کیونکہ معاین ہوگیا (قبلہ جو کہ تیرا) محل رجوع اور محل قرار (قلب ہے اسی طرح اہل حق کو مثل قبلہ کے اپنا مرجع بنا اور اہل باطل سے روگردانی کرورنہ) اگر ایک ساعت بھی اس قبلہ (مذکورہ) سے غافل ہو جاوے گا تو بیگاری ہر قبلہ باطل کا ہو جاوے گا (یعنی ان کے دست اضلال میں گرفتار ہو جاوے گا اور انجام اس کا اکثر یہ ہے کہ بعد چندے استعداد بھی حق شناسی کی مضمحل ہو جاتی ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) جب تو تمیز دہندہ کا ناسپاس ہو جاوے گا تو تجھ سے وہ خیال جو کہ قبلہ شناس ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سلب ہوجاوے گا (تمیز دہ سے مراد عارف جس کی تعلیم وتوجہ سے حق وباطل میں امتیاز کرنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے اور ناسپاسی سے مراد بے قدری ومخالفت اور اس پر اصرار کرنے سے) استعداد کا اضمحلال مشاہد ہے پس جب اس کی مخالفت ومجانبت ایسی مضر ہے تو) اگر تو اس انبار (معرفت حق) سے نیکی اور گندم (یعنی ذخیرہ) چاہتا ہے تو تو آدھی ساعت کے لئے بھی توجہ (قابل ہمراہی) ہمراہوں سے مت قطع کر کیونکہ جس وقت تو اس معین سے قطع تعلق کرے گا تو تو برے قرین کے ساتھ مبتلا ہوجاوے گا (جس کا انجام خسارہ وہلاک ہے جس طرح آگے حکایت آتی ہے کہ ایک مینڈک نے چوہے سے دوستی کی اور ایک ڈورا دونوں نے اپنے پاؤں میں باندھ لیا اتفاق سے چوہے کو ایک زاغ پکڑ کر ہوا میں اڑا تو اس ڈورے کے سبب مینڈک بھی ہوا میں معلق ہوا اور پچھتایا کہ ناجنس کے ساتھ دوستی کا یہ انجام ہوا پس یہ حکایت مضمون مبتلا گردی تو بابئس القرین کے ساتھ مربوط ہوئی)

حکایت تعلق موش با چغز وبستن پائے ہر دو بر شتۂ دراز وبرکشیدن زاغ موش راو معلق شدن چغز ونالیدن وپشیماں شدن او از تعلق باغیر جنس وباجنس خود نا ساختن

حکایت چوہے اور مینڈک کا تعلق اور دراز دھاگے میں دونوں کے پاؤں باندھنا اور کوے کا چوہے کو کھینچنا اور مینڈک کا لٹک جانا اور رونا اور اس کا اپنی جنس سے ہٹ کر دوسری جنس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر پشیمان ہونا

از قضا موشے و چغزے باوفا	بر لب جو گشتہ بودند آشنا
قضا را ایک چوہا اور ایک مینڈک باوفا	ندی کے کنارہ پر آشنا ہو گئے تھے
ہر دو تن مربوط میقاتے شدند	ہر صباحے گوشۂ می آمدند
دونوں پابند ایک معین وقت کے ہو گئے تھے	ہر صبح کو ایک جگہ جمع ہوا کرتے تھے
نرد دل باہم گرمی باختند	از وساوس سینہ می پرداختند
دل کی نرد ایک دوسرے سے کھیلتے تھے	اور خیالات سے سینہ کو خالی کرتے تھے
ہر دو را دل از تلاقی متسع	ہمدگر را قصہ خوان و مستمع
دونوں کا دل باہم ملاقات سے کشادہ ہوتا تھا	ایک دوسرے سے قصہ کہتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے
راز گویاں بازبان و بے زباں	الجماعۃ رحمہ را تاویل داں
راز گو تھے بازبان بھی اور بے زبان بھی	الجماعۃ رحمۃ کے معنے جاننے والے تھے
آں اشر چوں جفت ایں شاد آمدے	پنجسالہ قصہ اش یاد آمدے
وہ مسرور جب اس مسرو کا قرین ہوتا	تو پانچ پانچ سال کا قصہ اس کو یاد آتا

قضا را ایک چوہا اور ایک مینڈک باوفا ندی کے کنارہ پر آشنا ہو گئے تھے دونوں پابند ایک معین وقت کے ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

تھے (یعنی) ہر صبح کو ایک جگہ جمع ہوا کرتے تھے دل کی نرد ایک دوسرے سے کھیلتے تھے اور خیالات سے سینہ کو خالی کرتے تھے (جیسے دو متحابین جمع ہو کر اپنے اپنے مافی الضمیر کو بیان کیا کرتے ہیں) دونوں کا دل باہم ملاقات سے کشادہ ہوتا تھا ایک دوسرے سے قصہ کہتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے راز گو تھے بازبان بھی اور بے زبان بھی (یعنی قالاً بھی اور حالاً بھی گویا) الجماعۃ رحمۃ کے معنی جاننے والے تھے (کیونکہ جو اس کے معنی جانے گا وہ اس پر عمل کرے گا پس وہ اس پر عامل تھے مثل عالم کے) وہ (ایک) مسرور (محبت) جب اس (دوسرے) مسرور (محبت) کا قرین ہوتا تو پانچ پانچ سال کا قصہ اس کو یاد آتا (مراد اشر وشاد سے مطلق محب ومحبوب اور متحابین میں ایسا ہونا معتاد ہے)۔

جوش نطق از دل نشان دوستی ست	بستگی نطق از بے الفتی ست
جوش گویائی کا دل سے علامت محبت کی ہے	بستگی گویائی کی بسبب بے الفتی کے ہے
دل کہ دلبر دید کے ماند ترش	بلبلے گل دید کے ماند خمش
دل کہ جس نے دلبر کو دیکھ لیا وہ ترش کب رہتا ہے	کسی بلبل نے گل کو دیکھ لیا وہ خاموش کب رہتی ہے
ماہی بریاں ز آسیب خضرؑ	زندہ شد در بحر گشت او مستمر
ماہی بریاں اثر خضر سے	زندہ ہو گئی دریا میں رواں ہو گئی
یار چوں با یار خود بنشستہ شد	صد ہزاراں لوح دل دانستہ شد
جب یار اپنے یار کے پاس بیٹھتا ہے	تو لاکھوں لوح قلب معلوم ہو جاتے ہیں
لوح محفوظ ست پیشانی یار	راز کونینش نماید آشکار
لوح محفوظ ہے یار کی پیشانی	اس کو کونین کے اسرار آشکارا کر دیتی ہے
ہادی راہ است یار اندر قدوم	مصطفیٰؐ زیں گفت اصحابی نجوم
ہادی طریق ہے یار سلوک میں	اسی سے مصطفیٰؐ نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم
نجم اندر ریگ و دریا رہنما ست	چشم اندر نجم نہ کو مقتدا ست
ستارہ خشکی اور دریا میں رہنما ہوتا ہے	آنکھ ستارہ سے لگائے رکھ کہ وہ مقتدا ہے
چشم را با روی او می دار جفت	گرد منگیزاں ز راہ بحث وگفت
تو آنکھ کو اس کے چہرے کے قرین رکھ	غبار مت اٹھا مباحثہ و مکالمہ کے طریقہ سے
زانکہ گردد نجم پنہاں زاں غبار	چشم بہتر از زبان با عثار
اس لئے کہ نجم اس غبار سے پوشیدہ ہو جاتا ہے	چشم بہتر ہے زبان بالغزش سے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بگوید آنکہ وحیتش شعار	کاں نشاند گرد و تنگیزد غبار
تاکہ وہ شخص کہے جس کا شعار وحی ہے	کیونکہ یہ عمل گرد کو ساکن کر دیتا ہے غبار کو متحرک نہیں کرتا
چوں شد آدمؑ مظہر وحی و وداد	ناطقہ او علم الاسماء کشاد
جب آدم علیہ السلام وحی اور مودت کے مظہر ہوئے	تو ان کی قوت ناطقہ نے علم الاسماء کو کھول دیا
نام ہر چیزے چنانکہ ہست آں	از صحیفہ دل روی گشتش زباں
ہر چیز کا نام جس طرح سے کہ وہ چیز ہے	ان کی زبان صحیفۂ دل سے سیراب ہو گئی
فاش می گفتے زباں از رویتش	جملہ را خاصیت و ماہیتش
زبان صاف صاف اس ہر چیز کے دیکھنے سے کہہ رہی تھی	سب کی خاصیت اور ماہیت کو
آنچناں نامے کہ اشیا را سزد	نے چنانکہ حیز را خوانند اسد
ایسے نام جو کہ اشیاء کے مناسب تھے	نہ ایسا کہ حیز کو شیر کہہ دیتے ہیں
نوحؑ نہ صد سال در راہ سوی	بود ہر روزیش تذکیر نوی
نوح علیہ السلام نے نو سو سال تک صراط مستقیم میں	ان کا ہر روز نیا وعظ ہوتا تھا
لعل او تازہ زیاقوت القلوب	نے رسالہ خواندہ نے قوت القلوب
ان کا لب لعل تازہ تھا یاقوت القلوب سے	نہ تو انہوں نے رسالہ پڑھا تھا اور نہ قوت القلوب
وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح	بلکہ ینبوع کشوف و شرح روح
انہوں نے وعظ کو کچھ شروح سے بھی نہیں سیکھا تھا	بلکہ چشمہ مکاشفات اور انشراح رو سے سیکھا تھا
زاں مے کاں مے چو نوشیدہ شود	آب نطق از گنگ جوشیدہ شود
اس شراب سے کہ وہ شراب جب پی لی جاوے	تو گونگے میں آب نطق جوش کرنے لگے
طفل نو زادہ شود حبر و فصیح	حکمت بالغ بخواند چوں مسیحؑ
طفل نوزادہ عالم اور فصیح ہو جاوے	وہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حکمت بالغہ پڑھنے لگے
از گہے کہ یافت زاں مے خوش لبی	صد غزل آموخت داؤدؑ نبی
جس وقت سے اس شراب سے خوش لبی حاصل کی تھی	صدہا غزل داؤد علیہ السلام نے سیکھ لی تھی
جملہ مرغاں ترک کردہ چیک چیک	ہمزبان و یار داؤدؑ ملیک
تمام طیور اپنی چیں چیں ترک کر کے	داؤد علیہ السلام صاحب ملک کے ہمزبان اور رفیق ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

چہ عجب گر مرغ گردد مست او	چوں شنید آہن صدائے دست او
تعجب کیا ہے اگر پرندہ ان کا مست ہو جاوے	جب کہ لوہے نے ان کے ہاتھ کی آواز سن لی
صرصرے بر عاد قتالے شدہ	مر سلیمانؑ را چو حمالے شدہ
وہ صرصر جو عاد پر قتال ہو چکی تھی	سلیمان علیہ السلام کے لئے مثل حمال کے ہو گئی تھی
صرصرے می برد بر سر تخت شاہ	ہر صباح و ہر مسا یک ماہہ راہ
وہ صرصر اپنے سر پر تخت شاہی کو لے چلتی تھی	ہر صباح اور ہر شام ایک مہینے کے راستہ تک
ہم شدہ حمال وہم جاسوس او	گفت غائب را کناں محسوس او
وہ ہوا ان کی حمال بھی تھی اور ان کی جاسوس بھی تھی	قائل غائب کی گفتار کو ان کو محسوس کراتی تھی
باد چوں گفتار غائب یافتے	سوی گوش آں ملک باشتافتے
وہ ہوا جب کسی غائب کی گفتار کو پاتی	تو ان بادشاہ کے کان کی طرف دوڑتی
کاں فلانے ایں چنیں گفت ایں زماں	اے سلیمانؑ شہ صاحبقراں
کہ فلاں شخص نے ایسی بات اس وقت کہی ہے	اے سلیمان شاہ صاحبقراں

(یہاں سے مقولہ ہے مولانا کا اور چند شعر اول کے علت ہیں ماقبل کی کہ دونوں کی ملاقات سے ان کو مضامین یاد آتے تھے پھر اس سے انتقال ہے دوسرے مضامین ارشادیہ کی طرف یعنی ان دونوں کو جو مضامین کی آمد ہوتی تھی وجہ اس کی یہ ہے کہ) جوش گویائی کا (جو) دل سے (اٹھتا ہے یہ) علامت محبت کی ہے (پس محبت اس کی علت ہوئی اور) بستگی گویائی کی بسبب بے الفتی کے ہے دل کہ جس نے دلبر کو دیکھ لیا وہ ترش (اور منقبض) کب رہتا ہے (دیکھنے کو دل کی طرف نسبت کرنا باوجودیکہ دیکھنا فعل آنکھ کا ہے اس لئے کہ یہ حواس جو ہیں ہیں اصل مدرک قلب یا نفس ہے باختلاف العبارات آگے مثال ہے مضمون مصرعہ اولی کی کہ) کسی بلبل نے گل کو دیکھ لیا وہ خاموش کب رہتی ہے (آگے اور مثال ہے کہ جیسے) ماہی بریاں اثر (چشمۂ) خضر علیہ السلام سے (کہ عین الحیات ہے اور اضافت اس کی خضر علیہ السلام کی طرف بادنی ملابستہ ہے کہ وہ مقام تھا لقاء خضر کا پس وہ ماہی) زندہ ہوگئی (اور) دریا میں رواں ہوگئی (جیسا احادیث میں مصرح ہے پس اسی طرح محبوب سے ملنے سے ایک قسم کی حیات وتازگی قلب میں پیدا ہوتی ہے جس سے نطق کو جوش ہوتا ہے آگے بطور انتقال کے صحبت شیخ کے برکات اور پھر چشم را باروی او الخ سے اس کے بعض آداب اور پھر علوم شیخ کامل کا موہوب ہونا چوں شد آدم الخ سے پھر ایسے مقبولین کے بعض دوسرے احوال موہوبہ جملہ مرغاں الخ سے مذکور ہیں پس ارشاد ہے کہ جس طرح متحابین للطبع کی تلاقی مظہر اسرار محبت مجازیہ ہوتی ہے اسی طرح متحابین فی اللہ کی تلاقی مظہر اسرار محبت حقیقیہ یعنی محبت حق ہوتی ہے کہ اس تحابب کا اصلی سبب محبت حق ہی ہے پس جو اثر لقاء حق کا ہوتا وہی اثر لقاء ہادی الی الحق کا ہوتا ہے چنانچہ) جب یار (یعنی طالب) اپنے یار (یعنی مرشد) کے پاس بیٹھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(لوقوع الماضی فی موقع الشرط) تو لاکھوں لوح قلب معلوم ہو جاتے ہیں (یعنی مرشد کے قلب سے فیض و برکات و علوم و معارف و واردات جو پہلے سے ظاہر نہ تھے منعکس و منکشف ہوتے ہیں چنانچہ شب و روز سالکین کو اس کا مشاہدہ ہوتا ہے آگے بھی بعنوان دیگر یہی مضمون ہے کہ) لوح محفوظ (کے مشابہ) ہے یار (یعنی مرشد) کی پیشانی (کہ) اس (طالب سالک) کو کونین کے اسرار آشکارا کر دیتی ہے (یعنی اس کی زیارت کو مستلزم ہے صحبت کو کہ اصل موثر یہی ہے سبب ہو جاتی ہے انکشاف اسرار متعلقہ سلوک کا خواہ وہ عالم شہادت کے متعلق ہوں جیسے اپنے امراض و علل و معالجات کا معلوم ہونا خواہ عالم غیب کے متعلق ہوں جیسے معاملات مع الحق کا معلوم ہونا آگے اس پر تفریع ہے کہ پس اس سے ثابت ہوا کہ ہادی طریق ہے یار (بالمعنی المذکور) سلوک میں (کہ جس کی صحبت بھی سبب ہدایت ہے چہ جائیکہ تعلیم) اسی سے مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم (یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں یعنی وجہ تشبیہ ذریعہ ہدایت ہونا ہے چنانچہ اسی حدیث میں اس وجہ تشبیہ کی بھی تصریح ہے۔ بایهم اقتدیتم اهتدیتم اور اسی کو آگے مولانا خود بھی فرماتے ہیں کہ) ستارہ خشکی اور دریا میں رہنما ہوتا ہے (کما قال تعالیٰ وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمات البر و البحر پس) آنکھ ستارہ سے لگائے رکھ کہ وہ مقتدا ہے (کما مر آنفا من الحدیث آگے آداب مرشد بطور تفریع علم التشبیہ المذکور۔ بتلاتے ہیں کہ جب اس کی شان نجم کی سی ہے تو) تو آنکھ کو اس کے چہرہ کے قرین رکھ (یعنی اس کی زیارت و صحبت و انتظار تعلیم و فیض کو اختیار کر اور) غبار مت اٹھا مباحثہ و مکالمت کے طریقہ سے (یعنی اس کے ساتھ رد و قدح و سوال بطور اعتراض و اشکال مت کرو کہ اس کا اثر مثل غبار کے ہے کہ قلب شیخ کو مکدر کر دیتا ہے جس سے فیض بند ہو جاتا ہے آگے اس کی علت ہے یعنی) اس لئے کہ نجم اس غبار سے پوشیدہ ہو جاتا ہے (جس کی تطبیق کی توجیہ ابھی گزری پس) چشم (جو اس کی زیارت و توقع و انتظار افادہ میں مشغول ہو) بہتر ہے زبان بالغزش سے (جو مباحثہ میں مشغول ہو جو کہ لغزش اور خطا کی بات ہے پس جب اس زبان سے وہ چشم بہتر ہے تو تو حسب مضمون مصرعہ چشم را باروی او میدار جسفت چشم ہی سے کام لے) تا کہ وہ شخص (خود) کہے جس کا شعار (اور طریقہ) وحی (کا اتباع) ہے (علماً و عملاً) کیونکہ یہ عمل (یعنی قیل و قال نہ کرنا اور منتظر افادہ رہنا) گرد کو ساکن کر دیتا ہے غبار کو متحرک نہیں کرتا (یعنی اس سے شیخ مکدر نہیں ہوتا اور تا بگوید متعلق میدار حفت کے ہے جیسا میں نے تقریر بھی اسی کے موافق کی ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ بالکل اس کے سامنے مت بولو کیونکہ بالکل نہ بولنا بھی مانع فیض ہے کیونکہ ہر ضرورت شیخ کو خود نہیں معلوم ہوتی تو بالکل نہ بولنے سے بعض احوال مخفی رہیں گے نیز باہم موانست و مناسبت بھی پیدا نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ بطور معارضہ کے کلام مت کرو چنانچہ اوپر بھی مصرعہ گرد منگیز ان الخ کی تقریر میں اس قید کی تصریح کر دی گئی ہے آگے بمناسبت وحیستش شعار مذکور فی ھذا الشعر کے مرشدین اے اللہ کے علوم و بعض دیگر برکات کا مستفاد من الوحی و موہوب من اللہ ہونا ارشاد فرماتے ہیں اور چونکہ اس میں اصل حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں کہ خود بلا واسطہ مستفید و مقتبس ہیں حضرت حق سے کیونکہ ملائکہ کا توسط محض سفارت بطور واسطہ فی الاثبات کے ہے افادہ نہیں اور اولیاء و عارفین اس میں تابع ہیں انبیاء علیہم السلام کے کہ بواسطہ ان حضرات کرام کے وہ ان علوم و برکات سے مستفید و مقتبس ہوتے ہیں اس لئے اس مقام پر حضرات انبیاء ہی کے استفادہ علوم و برکات من اللہ کا ذکر کیا ہے اول آدم علیہ السلام کا پھر نوح علیہ السلام کا پھر عیسیٰ علیہ السلام کا پھر داؤد علیہ السلام کا پھر سلیمان علیہ السلام کا کہیں علوم کا کہیں دوسرے برکات کا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اولیاء تابعین کا حکم سوق کلام سے معلوم ہو جاوے گا کیونکہ اوپر سے اولیاء و عارفین ہی کا ذکر چلا آتا تھا اور وحیستش شعار میں ان کا تابع وحی ہونا مذکور تھا آگے اہل وحی کا ذکر فرمایا جس نے واضح طور پر دلالت کی کہ یہ متبوعین ایسے ہی علوم و برکات میں ان تابعین کے لئے واسطہ فی الثبوت یا واسطہ فی العروض ہیں یعنی اگر ان فیوض ثابتہ الانبیاء کے خصوصیات پر بھی نظر کی جاوے تب تو اولیاء کے لئے یہ حضرات واسطہ فی العروض ہیں کیونکہ وہ خصوصیات اولیاء کے لئے غیر جائز الثبوت ہیں اور اگر اطلاق کا درجہ لیا جاوے تو واسطہ فی الثبوت ہونا موجب کسی اشکال کا نہیں باقی دونوں کے صفات میں حقیقت و مجاز کا تفاوت ہونا ظاہر بھی ہے پس خلاصہ مقصود مقام کا یہ ہوا کہ عارفین جن کے فیوض کا ہم ذکر کر رہے ہیں ان میں وہ تابع و مشابہ انبیاء کے ہیں جو مدلول ہے جملہ وحیستش شعار کا چنانچہ ان متبوعین کی یہ شان تھی کہ) جب آدم علیہ السلام وحی اور مودت (یعنی محبت و مقبولیت حق) کے مظہر ہوئے تو ان کی قوت ناطقہ نے علم الاسماء کو کھول دیا (پس اتباع کی برکت سے یہی شان ہو جاتی ہے عارفین کی اور جلیسان ان و مستفیدان عارفین کی کما یدل علی الاول قولہ وحیستش شعار و علی الثانی راز کونیش نماید آشکارا آگے شرح ہی علم الاسماء کشادکی کہ) ہر چیز کا نام (و وصف) جس طرح سے کہ وہ چیز ہے (اس کے نطق کے ساتھ) ان کی زبان صحیفہ دل سے سیراب ہوگئی (یعنی زبان نے اس کے ساتھ ایسا پورے طور پر سے نطق کیا کہ وہ سیراب ہوگئی۔ کذا فی المنتخب فی معنی روی اور از صحیفہ دل اس لئے بڑھایا کہ اصل محل وحی قلب ہی ہے اور میں نے نام کے ساتھ جو وصف بھی بڑھا دیا دلیل آگے کی میری تفسیر میں ہے اور شعر آئندہ میں خود مولانا نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے غرض) زبان (آدم علیہ السلام کی) صاف صاف (سب اسماء کو) اس ہر چیز کے دیکھنے سے (کہ مسمیات میں ان اسماء کے) کہہ رہی تھی (یعنی وہ سب مسمیات ان کے سامنے مرئی اور منکشف تھے دیکھتے جاتے تھے اور زبان سے کہتے جاتے تھے آگے مفعول ہے میگفتے کا یعنی) سب کی خاصیت اور ماہیت کو (اور چونکہ اسماء کی بھی تفسیر ہے اس لئے میں نے اسماء کو مفعول کے طور پر نکال دیا آگے بدل ہے خاصیت و ماہیتش کا یعنی) ایسے نام جو کہ (واقع میں ان) اشیاء کے مناسب تھے (یعنی اسماء و اوصاف و خواص و حقائق واقعیہ) نہ ایسا کہ چیز (یعنی بزدل کو (مسخرا) شیر کہہ دیتے ہیں (یعنی غیر واقعی نہیں اول نام ہر چیزے کو مقول کہنا پھر خاصیت و ماہیتش کو میگفتی کا مفعول بنانا پھر آنچناں نامی کو اس کا بدل بنانا یہ دلیل ہے اس کی کہ اسماء سے مراد صرف اعلام و الفاظ نہیں بلکہ مع خواص وغیرہا ہے اسی کو میں نے ابھی کہا تھا کہ مولانا نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔ یہ تو بیان ہوا آدم علیہ السلام کے علوم وہبیہ کثیرہ وافرہ کا آگے بیان ہے نوح علیہ السلام کے علوم موہوبہ غزیرہ متکاثرہ کا کہ) نوح علیہ السلام نو سو سال تک صراط مستقیم (کی دعوت) میں (اس حالت پر رہے کہ) ان کا ہر روز نیا وعظ ہوتا تھا (اور ظاہر ہے کہ علم مکتسب میں اتنی وسعت کہاں کہ نو سو سال تک ہر روز نیا وعظ ہو کیونکہ اگر سال تین سو ساٹھ دن کا لیا جاوے تو نو سو سال کے تین لاکھ چوبیس ہزار دن ہوتے ہیں اگر کم سے کم ہر وعظ میں دس ہی مضمون رکھے جاویں تو بتیس لاکھ چالیس ہزار مضمون ہوتے ہیں بیچارہ اکتساب کہاں تک ساتھ دے سکتا ہے یہ وسعت وہب ہی سے ہو سکتی ہے اور یہ ضرور نہیں کہ مقاصد اتنے تھے مقصود تو چند اصول یا کچھ فروع بھی ہوں گے یہ سب ان مقاصد کے طرق تھے کہ ایک ایک مقصود کو ہزاروں طریق سے بیان فرماتے تھے جو اور بھی زیادہ عجیب ہے کیونکہ مضامین مختلفہ کو اسالیب مختلفہ سے بیان کرنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک مضمون کو اتنے اسالیب سے بیان کیا جاوے) ان کا لب لعل تازہ تھا یاقوت القلوب سے (مراد اس سے ان کا قلب ہے جو اور قلوب سے افضل

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا یعنی ان کے قلب سے مضامین کا جوش ہوتا تھا اور لب سے تازہ مضامین نکلتے تھے) نہ تو انہوں نے رسالہ (مکیہ امام قشیری کا) پڑھا تھا اور نہ قوت القلوب (ابو طالب مکی کی پڑھی تھی کذا فی الحواشی اور) انہوں نے وعظ کو کچھ شروح سے بھی نہیں سیکھا تھا (یعنی مکتسب نہ تھا) بلکہ چشمۂ مکاشفات اور انشراح روح سے سیکھا تھا (مراد وحی ہے یعنی موہوب تھا آگے اس علم وہبی کی خاصیت مدحیہ ہے کہ) اس شراب (الٰہی) سے (وہ وعظ حاصل کیا تھا) کہ وہ شراب جب پی لی جاوے تو گونگے میں آب نطق جوش کرنے لگے (اور اس سے) طفل نوزادہ عالم اور فصیح ہو جاوے (اور) وہ (طفل) عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حکمت بالغہ پڑھنے لگے (چنانچہ خود عیسیٰ علیہ السلام نے بھی طفولیت ہی میں اس علم وہبی سے کیسے حکمت آمیز مضامین فرمائے انی عبداللہ اٰتانی الکتب الیٰ قولہ ابعث حیا تشبیہ کے پیرایہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے علوم کا بھی ذکر ہوگیا آگے داؤد علیہ السلام کے علوم کا ذکر ہے کہ) جس وقت سے اس شراب (الٰہی) سے خوش لبی حاصل کی تھی صدہا غزل (یعنی کلام رقت انگیز و محبت آمیز خواہ از قبیل مناجات باشد) داؤد علیہ السلام نے سیکھ لی تھی (جن علوم و مضامین پر دوسرے آثار عجیبہ و برکات غریبہ اور بھی یہ مرتب ہوئے کہ) تمام طیور اپنی چیں چیں (کی آواز) ترک کر کے داؤد علیہ السلام صاحب ملک (و سلطنت) کے ہمزبان اور رفیق ہو گئے (کما قال تعالیٰ یٰجبال اوبی معہ والطیر آگے مولانا اس سے تعجب کو رفع فرماتے ہیں کہ) تعجب کیا ہے اگر پرندان کا مست ہو جاوے جبکہ لوہے نے ان کے ہاتھ کی آواز سن لی (یہ سننا مجاز ہے یعنی ان کے ہاتھ لگانے سے لوہا نرم ہوگیا گویا وہ ہاتھ کی آہٹ سنتا اور پہچانتا تھا قال تعالیٰ والنالہ الحدید مقصود یہ کہ جب ان کی برکت سے جماد متاثر ہوتا تھا تو حیوان کا تاثر کیا عجیب ہے یہاں داؤد علیہ السلام کے علوم اور دوسرے برکات کا بیان ہوگیا آگے سلیمان علیہ السلام کے بعض برکات علاوہ علوم کے قصداً اور بعض طرق بعض علوم وہبیہ کے استطراداً اخیر اشعار میں بیان فرماتے ہیں جس طرح داؤد علیہ السلام کے علوم کا قصداً بیان فرمایا تھا اور دوسرے برکات کا استطراداً جس کی طرف احقر نے تمہید شعر جملہ مرغاں الخ میں اس قول سے اشارہ بھی کر دیا تھا جن علوم و مضامین پر دوسرے آثار الخ پس فرماتے ہیں کہ) وہ صرصر (یعنی باد تند) جو عاد پر قتال ہو چکی تھی سلیمان علیہ السلام کے لئے مثل حمال کے ہو گئی تھی (چنانچہ) وہ صرصر اپنے سر پر تخت شاہی کو لے چلتی تھی ہر صباح اور ہر شام ایک مہینہ کے راستہ تک (کما قال تعالیٰ غدوھا شھر ورواحھا شھر اور صرصر اس کو تیز روی کے سبب کہا کما قال تعالیٰ ولسلیمان الریح عاصفۃ نہ کہ تخت روی کے سبب کہ اس کا انتفاء تو دوسری آیت میں مذکور ہے فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاءً یہ ذکر ہوگیا دوسری برکات کا آگے استطراداً علوم کے متعلق بھی کچھ بیان ہے کہ) وہ ہوا ان کی حمال بھی تھی اور ان کی جاسوس (و مخبر) بھی تھی (یعنی) قائل غائب کی گفتار کو ان کو محسوس (و معلوم) کراتی تھی (اس طرح سے کہ) وہ ہوا جب کسی غائب کی گفتار کو پاتی تو ان بادشاہ کے کان کی طرف دوڑتی کہ فلاں شخص نے ایسی بات اس وقت کہی ہے اے سلیمان شاہ صاحبقران (ظاہر ہے کہ یہ طریقہ علم بالاقوال کا مکتسب اور اختیاری نہیں پس موہوب ہوا تو ایک قسم علم وہبی کی یہ بھی ہوئی جبکہ اس میں یہ لحاظ بھی ہو کہ یہ خبر پہنچنا کسی دینی عمل و غرض سے تعلق رکھے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کا مقصود ہر امر میں یہی دین ہوتا ہے تو وہ علم وہبی محمود و مقصود بھی ہوا ورنہ نفس خبر من حیث خبر علوم وہبیہ میں شمار نہیں کی جاتی اور یہ خبر پہنچانا ہوا کا اضطراری بواسطہ تسخیر ہے پس اسناد ایصال خبر کی اس کی طرف ان اشعار میں اسناد مجازی الی السبب ہے آگے عود ہے قصہ کی طرف)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تدبیر کردن موش بچغز کہ من نمی توانم آمدن بر تو بوقت حاجت در آب درمیان ما وسیلتے باید کہ چوں من برلب آب آیم ترا توانم خبر کردن و چوں تو بر در سوراخ آں موش خانہ آئی مرا توانی خبر کردن

چوہے کی مینڈک سے تدبیر کرنا کہ میں ضرورت کے وقت تیرے پاس پانی میں نہیں آ سکتا ہوں ہمارے درمیان کوئی وسیلہ چاہیے کہ میں جب پانی کے کنارے آؤں تجھے خبر کر سکوں اور جب تو چوہے کے گھر کے سوراخ کے دروازے پر آئے مجھے خبر کر سکے۔

ایں سخن پایاں ندارد گفت موش	چغز را روزے کہ اے مصباح ہوش
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا چوہے نے کہا	مینڈک سے ایک روز کہ اے فخر وہوش
وقتہا خواہم کہ گویم با تو راز	تو درون آب داری ترکتاز
بہت اوقات چاہتا ہوں کہ تجھ سے اسرار کہوں	تو پانی کے اندر دوڑ لگاتا پھرتا ہے
برلب جو من ترا نعرہ زناں	نشنوی در آب بانگ عاشقاں
میں ندی کے کنارہ پر تجھ کو آوازیں دیتا ہوں	تو پانی کے اندر عاشقوں کی آواز نہیں سنتا
من دریں وقت معین اے دلیر	من نگردم از محاکات تو سیر
میں اس معین وقت میں اے دلیر	تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوتا
پنج وقت آمد نماز اے رہنمون	عاشقاں را فی صلوٰۃ دائمون
پانچ وقت وارد ہے نماز اے رہنما	عاشقوں کے لئے ھم فی صلوٰۃ دائمون ہے
نے بہ پنج آرام گیرد آں خمار	کاندراں سرہاست نے پانصد ہزار
نہ پانچ سے سکون حاصل کرتا ہے وہ خمار	جو کہ ان سروں میں ہے نہ پانچ سو سے
نیست زرغباً نشان عاشقاں	سخت مستسقی ست جان صادقاں
نہیں ہے زرغبا نشان عشاق کا	صادقین کی روح سخت مستسقی ہے
نیست زرغباً وظیفہ ماہیاں	زانکہ بے دریا ندارند انس جاں
زرغبا معمول مچھلیوں کا نہیں ہے	کیونکہ بدوں دریا کے وہ انس روح نہیں رکھتے
آب ایں دریا کہ ہائل بقعہ ایست	باخمار ماہیاں خود جرعہ ایست
اس دریا کا پانی کہ ایک ہولناک موقع ہے	مچھلیوں کی خمار کے سامنے خود ایک جرعہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یک دم ہجراں بر عاشق چو سال	وصل سال متصل پیشش خیال
ہجر کا ایک لحظہ بھی عاشق کے نزدیک مثل سال کے ہے	متواتر ایک سال کا وصل بھی اس کے سامنے ایک خیال ہے
عشق مستسقی ست مستسقی طلب	در پئے ہم این و آں چوں روز و شب
معشوق بھی مستسقی ہے اور مستسقی کا طالب ہے	یہ اور وہ ایک دوسرے کے پیچھے مثل روز اور شب کے ہیں
روز بر شب عاشق ست و مضطر ست	چوں بہ بینی شب برو عاشق تر ست
دن تو شب پر عاشق ہے اور مضطر ہے	جب دیکھو تو شب اس پر زیادہ عاشق ہے
نیست شاں از جستجو یک لحظہ ایست	از پئے ہم شاں یکے دم ایست نیست
ان کو طلب سے ایک لحظہ بھی توقف نہیں ہے	ایک دوسرے کے پیچھے ان کو ایک دم بھی توقف نہیں ہے
ایں گرفتہ پائے آں، آں گوش ایں	ایں براں مدہوش و آں بیہوش ایں
اس نے اس کا پاؤں پکڑ رکھا ہے اس نے اس کا کان	یہ اس پر مدہوش ہے اور وہ اس پر بے ہوش ہے
در دل معشوق جملہ عاشق ست	در دل عذرا ہمیشہ وامق ست
معشوق کے دل میں بالکل عاشق ہی ہے	عذرا کے قلب میں ہمیشہ وامق ہے
در دل عاشق بجز معشوق نیست	در میاں شاں فارق و مفروق نیست
عاشق کے دل میں بجز معشوق کے کچھ نہیں ہے	ان کے درمیان کوئی فارق اور مفروق نہیں ہے
بر یکے اشتر بود ایں دو درا	پس چہ زرغباً بگنجد ایں دورا
ایک شتر پر یہ دو جرس ہیں	پھر زرغبا کیا گنجائش رکھتا ہے ان دونوں کے لئے
ہیچکس باخویش زرغباً نمود	ہیچ کس باخود بنوبت یار بود
کسی شخص نے اپنے ساتھ بھی زر رغبت کو ظاہر کیا ہے	کوئی شخص اپنے ساتھ نوبت سے یار ہوا ہے
آں یکی نے کہ عقلش فہم کرد	فہم ایں موقوف شد بر مرگ مرد
وہ ایسا اتحاد نہیں ہے کہ عقل نے اس کو سمجھ لیا ہو	اس کا سمجھنا موقوف ہے موت شخص پر
جز مگر مردے کہ پیش از مرگ مرد	رخت ہستی را بسوی یار برد
مگر بجز اس شخص کے کہ مرنے سے پہلے مر گیا	رخت وجود کو محبوب کی طرف لے گیا
ور بعقل ادراک ایں ممکن بدے	قہر نفس از بہر چہ واجب شدے
اور اگر عقل سے اس کا ادراک ممکن ہوتا	تو مجاہدہ نفس کے لئے ضروری ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

با چناں رحمت کہ دارد شاہ ہش	بے ضرورت چوں بگوید نفس کش
باوجود ایسی رحمت کے کہ سلطان العقول رکھتا ہے	بے ضرورت کیونکر فرماتے کہ نفس کشی کر

(یہاں سے عود ہے قصہ کی طرف پھر چار پانچ ہی شعر کے بعد انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف یعنی) یہ مضمون (مذکورہ فیما قبل متعلق بیان آثار و برکات قبول عنداللہ) انتہا نہیں رکھتا (کما قال تعالیٰ و یزیدھم من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب اس لئے قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ) چوہے نے کہا مینڈک سے ایک روز کہ اے فخر وحوش بہت اوقات چاہتا ہوں کہ تجھ سے اسرار (دل) کہوں (مگر) تو پانی کے اندر دوڑ لگاتا پھرتا ہے (اور) میں ندی کے کنارے پر تجھ کو آوازیں دیتا ہوں (اور) تو پانی کے اندر عاشقوں کی آواز نہیں سنتا (یا تو پانی حائل ہونے سے کہ اس میں ہوا نہیں پہنچتی اور یا اس لئے کہ پانی دور تک ہے اور تو بعض اوقات اس کنارہ سے دور چلا جاتا ہے اور) میں (بوجہ غایت محبت کے) اس معین وقت میں (جو کہ میری تیری ملاقات کے لئے مقرر ہے جیسا شروع قصہ میں ہے ہر صباحے گوشۂ آمدند) اے دلبر تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوتا (دوسرے وقت بھی جی چاہتا ہے کہ تجھ سے ملوں بات کروں اور تجھ کو خبر نہیں ہوتی اس لئے کوئی ایسی تدبیر ہونا چاہئے کہ تجھ کو خبر کرسکوں جس کا بیان سرخی آئندہ سے آئندہ میں آوے گا کہ

بدست آرند یک رشتہ دراز تاز جذب رشتہ گردد کشف راز

اب یہاں سے بمناسبت می نگردم از محاکات تو سیر کے انتقال ہے بیان آثار محبت وفنا کی طرف یعنی) پانچ وقت وارد ہے نماز اے رہنما (لیکن) عاشقوں کے لئے ہم فی صلوٰۃ دائمون ہے (کیونکہ) نہ پانچ سے سکون حاصل کرتا ہے وہ خمار (عشاق کا) جو کہ ان سیروں میں ہے (اور) نہ پانچ سو سے (اس لئے ان کے لئے ارشاد ہے مضمون فی صلوٰۃ دائمون کا مولانا نے اس آیت کی تاویل بطور علم تعبیر کے فرمائی ہے تفسیر مقصود نہیں تقریر یہ ہے کہ نماز گو پانچ وقت ہے مگر یہ باعتبار وجوب کے ہے اور عوام اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور عشاق کی حالت یہ ہے کہ باوجودیکہ فرض ان پر بھی یہی پانچ ہیں لیکن ان کو اس سے سکون نہیں ہوتا اس لئے باستثنائے اوقات مکروہہ ہمہ وقت نوافل میں مشغول ہوتے ہیں اور فضائل تابعین میں جو ارشاد ہے والذین ھم علی صلوتھم دائمون اس کا یہی محمل ہے بطور علم اعتبار کے اور فضائل میں مذکور ہونا مستلزم افتراض کو نہیں ہوگا اور مضمون مقام اس تاویل پر موقوف نہیں اگر آیت اپنی تفسیر منقول پر رہے کہ دوام سے مراد محافظت علی الخمس ہے تب بھی حدیث جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ وغیرہ سے عشاق کی کثرت صلوٰۃ کی مرغوبیت پھر مشاہدہ سے اس میں ان کی مشغولیت ظاہرہ ثابت ہے اور حدیث لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل میں مشروعیت نوافل کی ترقی قرب محبین کے لئے ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے اس مجموع سے مقصود مقام حاصل ہو گیا اور جس طرح اس آیت میں تخصیص بالعشاق کا حکم کیا آگے ایک حدیث میں تخصیص العشاق کا حکم ہے یعنی آیت میں تو یہ کہا تھا کہ یہ عاشقوں کے ساتھ مخصوص ہے اور حدیث میں یہ کہیں گے کہ اس سے عاشق مخصوص ہیں یعنی آیت سے تو غیر عشاق خارج ہیں اور حدیث سے عشاق خارج ہیں لیکن آیت میں تعبیراً کلام تھا اور حدیث میں تفسیراً ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) نہیں ہے (مضمون حدیث) زرغبا (کا یعنی ملاقات کیا کرا ایک دن فصل کر کے پس یہ مضمون) نشان عشاق کا

www.besturdubooks.wordpress.com

(یعنی یہ امر جو کہ شرعی نہیں ارشادی ہے عشاق کے حق میں نہیں کیونکہ) صادقین (یعنی طالبان صادق کی روح تخت مستسقی (ومشتاق سیر ناشوندہ) ہے (بلکہ ان کی وہ شان ہے جیسا حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کنت الزمهم لصحبة رسول الله صلى الله عليه وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لزوم کو جائز رکھنا جس سے یہ حدیث مرفوع تقریری ہو گئی صریح دلیل ہے حدیث زرغبا کے مطلق نہ ہونے کی چنانچہ اس کا شان ورود بھی قرینہ ہے اس کی تقیید کا جیسا کہ مقاصد حسنہ میں ہے کہ ابو ہریرہ سے پوچھا گیا کہ کل تم کہاں تھے انہوں نے کہا کہ بعض اعزہ کی ملاقات کو گیا تھا آپ نے فرمایا اباهريرة زرغبا تزدد حبا ظاہر یہی ہے کہ جس ملاقات کا ابو یرہؓ نے ذکر کیا اسی کی نسبت یہ فرمایا گیا پس معلوم ہوا کہ ایسے تعلقات کے حق میں فرمایا جیسا عام اعزہ سے ہوتا ہے پس اس مجموع لزوم وشان ورود مذکور سے دونوں میں تطبیق اس طرح ہوئی کہ لزوم کا موقع تعلق شدید ومحبت قوی ہے اور غب کا موقع تعلق غیر قوی ومحبت غیر شدید ہے فصل ما قاله المولویؒ اور مقاصد میں اس حدیث کے طرق جمع کئے ہیں اور باوجود درجہ صحت کے نہ پہنچنے کے ایک گونہ اس میں قوت کا حکم کیا ہے آگے بھی یہی مضمون شعر ہذا کا ہے یعنی) زرغبا معمول مچھلیوں کا نہیں ہے کیونکہ بدوں دریا کے وہ انس روح نہیں رکھتے (عشاق کو ماہی سے اور خدمات وتعلقات محبوب کو دریا سے تشبیہ دی ہے آگے بھی اسی کے مناسب تعبیر ہے کہ) اس دریا کا پانی کہ ایک ہولناک موقع ہے مچھلیوں کی خمار (اشتیاق) کے سامنے خود ایک جرعہ ہے (جس سے سیری نہیں ہوا کرتی اسی طرح ان کو دریا سے سیری نہیں ہوتی) ہجر کا ایک لحظہ بھی عاشق کے نزدیک مثل سال کے (کثیر) ہے (اور) متواتر ایک سال کا وصل بھی اس کے سامنے (مثل) اک خیال (کے قلیل) ہے (یہاں تک امر زرغبا کے مخصوص بغیر اہل المحبت ہونے کا مقتضی جانب محب سے ہونے کا بیان ہوا تھا آگے اس کا مقتضی جانب محبوب سے بھی ہونیکا بیان ہے تو اس میں سابق سے مبالغہ ہو گیا عاشق تو عاشق عشق کا اثر معشوق پر بھی ہوتا ہے اور بھی اس قول میں جانب محبوب سے بھی اس لئے کہا گیا کہ محب کی جانب سے تو مقتضی ہے ہی اس کے ساتھ محبوب کی جانب سے بھی وجود مقتضی کا حکم کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہوگا کہ یہ تعلق محبت جانبین سے اسی کو مقتضی ہے کہ نہ وہ اس سے سیر ہو نہ یہ اس سے اگرچہ حیثیت عدم سیری کی متفاوت ہے پس فرماتے ہیں کہ) معشوق بھی مستسقی (وسیر ناشوندہ ومشتاق) ہے اور مستسقی (یعنی عاشق) کا طالب ہے (اور عاشق کا مستسقی وطالب ہونا تو معلوم ہی ہے پس یہ امر متحقق ہوا کہ) یہ اور وہ (یعنی عاشق ومعشوق) ایک دوسرے کے پیچھے مثل روز اور شب کے ہیں (کہ وہ اس کا طالب ہے اور وہ اس کا کمال قال تعالیٰ يغشي الليل النهار يطلبه حثيثا الايه على الاحتمالين كون ضمير الفاعل النهار والمفعول الليل و بالعكس اسی طرح عاشق ومعشوق کا حال ہے پس شعر ہذا میں عشق بمعنے معشوق ہے مبالغۃً جیسا دفتر اول کے دیباچہ کے اس شعر میں یہی معنے تھے۔

چوں نباشد عشق را پروائے او   او چو مرغے ماند بے پروائے او

اور معشوق من حیث المعشوقیہ کا طالب ہونا بایں معنے ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ مجھ پر کوئی عاشق ہو اور یہ عاشق خواہ کتنے ہی ہو جاویں یا ایک ایک عاشق کسی حد محبت تک بھی پہنچ جاوے مگر معشوق اس میں بس نہیں کرتا زیادہ کثرت اور قوت چاہتا ہے اور اگر وہ معشوق کسی وجہ سے عاشق بھی ہو جاوے جیسے بعض دو شخص میں دونوں جانب سے عشق ہوتا ہے تو وہ اس حکم میں داخل نہیں یہاں وہ طالب مراد ہے جو من حیث المعشوقیہ ہو اور عاشق کے طالب ہونے کے معنے ظاہر اور معلوم ہیں آگے تشبیہ چوں روز وشب کی شرح ہے کہ) دن تو شب پر عاشق ہے اور مضطر ہے جب (بغور) دیکھو تو شب اس پر زیادہ عاشق

ہے ان (روز و شب) کو طلب سے ایک لحظہ بھی توقف نہیں ہے ایک دوسرے کے پیچھے ان کو ایک دم بھی توقف نہیں ہے اس نے اس کا پاؤں پکڑ رکھا ہے (اور) اس نے (یعنی دن نے اس کا (یعنی رات کا) کان یہ اس پر مدہوش ہے اور وہ اس پر بیہوش ہے (یہ سب تعبیرات ہیں طلب کی اور طلب بمعنی مطلق تعاقب ہے اور یطلبہ حثیثا میں یہی تعاقب مراد ہے آگے مشبہ یعنی محب و محبوب کے متعلق احکام جو کہ مقصود مقام ہے مذکور ہیں کہ) معشوق کے دل میں بالکل عاشق ہی ہے (یہ مطلب نہیں کہ اور کچھ ہے ہی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ عاشق اس کے دل میں اتنا ہے کہ گویا دوسری چیز نہیں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اپنے کو سب سے زیادہ مترفع رکھنا چاہتا ہے اور معشوق ہونے سے اس کا ترفع بہت زیادہ بڑھتا ہے اور اس کا ذریعہ کسی کا عاشق ہوتا ہے اس لئے یہ خیال کہ عاشق مجھ پر عاشق رہے بہت زیادہ اس کو پسند اور دل نشین ہوگا آگے مصرعہ اولیٰ کلیہ کا ایک جزئیہ ذکر فرماتے ہیں کہ) عذرا کے قلب میں ہمیشہ وامق ہے (عذرا نام معشوقہ خاصہ و وامق نام عاشق خاص یہ حکم تو جانب معشوق میں تھا آگے جانب عاشق کا حکم بتلاتے ہیں کہ) عاشق کے دل میں بجز معشوق کے کچھ نہیں ہے (اور یہ ظاہر ہے آگے مجموعہ حکم میں مذکورین طلب من جانب العاشق وطلب من جانب المعشوق پر تفریع ہے کہ) ان کے درمیان کوئی فارق اور مفروق نہیں ہے (بہتر یہ ہے کہ مفروق سے مراد مفروق بہ ہو یعنی ان میں ایسا تعلق ہے کہ نہ کوئی بالاختیار والمباشرۃ اس کو قطع کر سکتا ہے اور فارق سے یہ مراد ہے اور نہ کوئی بالاولیۃ والتسبب اس کو قطع کر سکتا ہے اور مفروق بہ سے یہ مراد ہے اور یہ حکم بالکل ظاہر ہے جب تک دونوں وصف عاشقیت و معشوقیت سے موصوف ہوں گے اس وقت تک اس حکم کا ثبوت لازم ہے آگے اس تعلق و عدم فرق کی مثال ہے کہ گویا) ایک شتر پر یہ دو جرس ہیں (کذا فی الغیاث فی معنے درا بالفتح بالکسر پس جس طرح ان دونوں جرس میں تقارب و تعلق ہے کہ جب تک ایک شتر کی گردن میں ہیں ان میں فصل و فرق نہیں ہو سکتا اسی طرح جب تک دونوں اس وصف سے موصوف ہیں ان میں بھی عدم فرق لازم ہے آگے دونوں جانب سے مقتضی مخصوصیت زرغبا بغیر اہل المحبت کے تحقق پر تفریع ہے اس مقتضی یعنی مخصوصیت مذکورہ کی جس کا اوپر بھی ذکر تھا یعنی جب دونوں طرف سے یہ مقتضے مذکور متحقق ہے) پھر زرغبا کیا گنجائش رکھتا ہے ان دونوں کے لئے (آگے اس کی مزید توضیح ہے کہ بھلا) کسی شخص نے اپنے ساتھ بھی زرغبا کو ظاہر کیا ہے (یعنی) کوئی شخص اپنے ساتھ نوبت (اور باری) سے (مراد ناغہ کرنا ہے) یار (ومصاحب) ہوا ہے (کیونکہ اپنے ساتھ تو ہر وقت ہی رہے گا تو جس شخص سے ایسی محبت ہو جیسی اپنے سے اس کے ساتھ زرغبا کا تعلق کیسے ہوگا یہاں تک مطلق محبت کے آثار و احکام کا بیان تھا جو کہ محبت مجازیہ کو بھی شامل تھی مگر چونکہ مقصود مولانا و جملہ عارفین کا محبت مجازیہ کے آثار کے ذکر سے بھی محبت حقیقیہ کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے اور وہ صرف توطیہ ہوتا ہے اس لئے آگے احکام محبت حق کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم نے محب و محبوب مجازی میں تشبیہ مذکور شعر ہذا یعنی ہیچ کس با خویش الخ میں اتحاد کا حکم کیا ہے ایسے ہی اتحاد کا فیما بین المحب والمحبوب الحقیقی حکم جا بجا عارفین کے کلام میں پاؤ گے مگر اس کو اس مجازی پر قیاس مت کر لینا کیونکہ) وہ ایسا اتحاد نہیں ہے کہ عقل نے اس کو سمجھ لیا ہو اس کا سمجھنا موقوف ہے موت شخص پر (حاصل یہ کہ محبت مجازیہ میں تو عاشق کو معشوق کے سامنے اپنے وجود سے محض ذہول ہو جاتا ہے مگر واقع میں اس کا وجود بھی ایسا ہی مستقل ہوتا ہے جیسا معشوق کا بخلاف محبت حقیقیہ کے کہ وہاں ذہول بھی ہوتا ہے اور اضمحلال واقعی بھی مکشوف ہوتا ہے اور اسی مکشوفیت کے اعتبار سے اس کو محبت پر مبنی کہا گیا اور نہ اضمحلال تو واقع میں پہلے سے بھی ہے مگر محبت سے اس کا انکشاف بھی ہو گیا اسی کو اصطلاح میں اتحاد و فنا بھی کہتے ہیں اور چونکہ یہ امر ذوقی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مدرک بالعقل نہیں ہوتا بلکہ مشاہدہ پر موقوف ہے اور موت سے سب کو مشاہدہ ہو جاوے گا اس لئے اس شعر میں دو حکم فرمائے ایک غیر مفہوم بالعقل ہونا دوسرا مفہوم بالموت ہونا اور چونکہ علاوہ موت کے ایک اور طریق بھی ہے اس کے مشاہدہ کا اس لئے آگے حکم کلی مذکور فی المصراع الثانی سے بطور استثناء کے فرماتے ہیں کہ) مگر بجز اس شخص کے مرنے سے پہلے مر گیا (اور) رخت وجود کو محبوب کی طرف لے گیا (اور اس کے نذر کر دیا یعنی موت قبل الموت حاصل کر لی اس کو بھی ذوق اس کا ہو سکتا ہے) اور اگر عقل (نظری) سے اس کا ادراک ممکن ہوتا تو مجاہدہ نفس کے لئے ضروری ہوتا (کیونکہ) باوجود ایسی رحمت (و شفقت) کے کہ سلطان العقول (یعنی حق تعالیٰ) رکھتا ہے بے ضرورت کیونکر فرماتے کہ نفس کشی کر (مگر باوجود اس کے جو پھر مجاہدہ کا حکم فرمایا حیث قال اتقوا اللہ حق تقاتہ وقال تعالیٰ جاھدوا فی سبیلہ اس سے معلوم ہوا کہ اس کی بڑی ضرورت ہے اور وہ ضرورت اصل تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت ہو لیکن اُسکی معرفت اور اپنے وجود و ہستی کا مضمحل سمجھنا متلازم ہیں اور وہ کشف اضمحلال موقوف ہے مجاہدہ پر اس لئے مجاہدہ ضروری ہوا تا کہ اُس سے اضمحلال و فنا ذوقاً منکشف ہو اور اُسکے ساتھ معرفت حق نصیب ہو کما قیل من عرف نفسہ فقد عرف ربہ پس امر بوجوب المجاہدہ سے توقف انکشاف اضمحلال و فناء کا کہ دوسری تعبیر اس کی اتحاد ہے ذوق پر اور عقل فکری کا اس کے لئے کافی نہ ہونا ثابت ہوا اور یہی مقصود تھا کلام سابق میں پس مقصوداً تو یہ حکم مذکور ثابت ہوا اور چونکہ مقصود اس انکشاف و علم سے حصول ہے فنا و اتحاد مذکور کا اس لئے اس کے ضمن میں توقف حصول فنا و اتحاد کا بھی مجاہدہ پر ثابت ہوا اور یہ حصول و معرفت حق چونکہ متلازم ہیں اس لئے معرفت حق کی مقصودیت بھی مجاہدہ سے ثابت ہو گئی گو اس مقام میں اس کا ذکر صراحۃً نہیں ہے مگر بوجہ اس کی مقصودیت کے اس کی مدلولیت کی بھی تقریر کر دی گئی)

مبالغہ کردن موش در لابہ وزاری کردن و وصلت جستن از چغز آبی

خوشامد میں چوہے کا مبالغہ کرنا اور عاجزی کرنا اور پانی کے مینڈک سے جوڑ چاہنا

گفت اے یار عزیز مہر کار	من ندارم بے رخت یکدم قرار
چوہے نے کہا اے یار عزیز مہر کار	میں بدوں تیرے رخ کے ایک دم قرار نہیں رکھتا
روز نور و مکسب و تابم توئی	شب قرار و سلوت و خوابم توئی
دن کو میرا نور اور کسب اور روشنی تو ہی ہے	شب کو میرا قرار اور تسلی اور نیند تو ہی ہے
از مروت باشد ار شادم کنی	وقت و بے وقت از کرم یادم کنی
مروت کی بات ہو گی اگر تو مجھ کو شاد کر دیا کرے	وقت بے وقت سے مجھ کو یاد کر لیا کرے
در شبا روزے وظیفہ چاشتگاہ	راتبہ کردی وصال اے نیک خواہ
شب و روز میں معمول چاشت کے وقت	تو نے معین کر لیا وصال کو اے خیر خواہ
من بدیں یکبار قانع نیستم	در ہوایت طرفہ انسا نیستم
میں اس ایک بار پر قانع نہیں ہوں	تیری محبت میں ایک عجیب انسان کے ہوں

پانصد استقاستم اندر جگر	باہر استقا قریں جوع البقر
میرے جگر میں پانسو استقاء ہیں	ہر استقاء کے ساتھ جوع البقر مقرون ہے
بے نیازی از غم من اے امیر	دہ زکات جاہ و بنگر در فقیر
تو میرے غم سے بے پروا ہے اے امیر	حسن کی زکوۃ دے اور محتاج میں نظر کر
ایں فقیر بے ادب نادر خورست	لیک لطف عام تو زاں برترست
یہ محتاج بے ادب نالائق ہے	لیکن آپ کا لطف عام اس سے ارفع ہے
می نجوید لطف عام تو سند	آفتابے برحد شہامی زند
آپ کا لطف عام سند نہیں ڈھونڈھتا	آفتاب نجاستوں پر اثر کرتا ہے
نور او را زاں زیانے نابدہ	واں حدث از خشکی ہیزم شدہ
اس کے نور کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا	اور وہ نجاست خشک ہونے کے سبب ہیزم ہو گئی
تا حدث در گلخنی شد نور یافت	بر در و دیوار حمامے بتافت
نجاست چولہے میں پہنچی روشنی ہو گئی	حمام کے درودیوار پر تاباں ہوئی
بود آلائش شد آرائش کنوں	چوں برو بر خواند خورشید آں فسوں
وہ آلائش تھی اب آرائش ہو گئی	جبکہ اس پر آفتاب نے وہ افسوں پڑھ دیا
شمس ہم معدہ زمیں را گرم کرد	تا زمیں باقی حدثہا را بخورد
آفتاب نے نیز معدۂ زمین کو گرم کر دیا	یہاں تک کہ زمین باقی نجاستوں کو کھا گئی
جزو خاکی گشت و رست از وے نبات	ھکذا یمحوا الالہ السیأت
وہ جزو خاکی ہو گئی اور اس سے نباتات اگے	اسی طرح اللہ تعالیٰ سیئات کو محو کر دیتے ہیں
جزو خاکی گشت از وے پر زنور	ھکذا یغفر لمن یعطی الغفور
جزو خاکی اس سے پر از نور ہو گیا	اسی طرح مغفرت فرماتا ہے غفور اس شخص کیلئے جس پر عطا فرماتا ہے
جزو خاکی گشت از وے بار شاد	ھکذا یرحم الالہ للعباد
جزو خاکی اس سے باسامان ہو گیا	اسی طرح رحمت فرماتا ہے اللہ بندوں کیلئے
با حدث کاں بدترین ست ایں کند	کش نبات و نرگس و نسریں کند
وہ نجاست کے ساتھ جو کہ سب سے بدتر ہے یہ کرتا ہے	کہ اس کو نبات اور نرگس اور نسریں کر دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تابہ نسرین مناسک در وفا	حق چہ بخشد در جزا و در عطا
تو نسرین عبادات کے ساتھ ایفاء حق کی حالت میں	حق تعالیٰ کیا کچھ دیں گے جزاء اور عطاء میں
چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہد	طیبیں را تا چہ بخشد در رسد
جب خبیثوں کو ایسا خلعت دیتے ہیں	تو طیبین کو تو کیا کچھ بخش دیں گے حصہ میں
آں دہد حق شاں کہ لاعین رأت	کہ نگنجد در زبان و در لغت
حق تعالیٰ ان کو وہ دیں گے جو آنکھ نے نہیں دیکھا	جو کہ زبان اور لغات میں نہیں سما سکتا
ما کئیم ایں را بیاں کن یار من	روز من روشن کن از خلق حسن
ہم کون ہیں اس کو آپ ہی بیان کیجئے اے میرے محبوب	میرے دن کو خلق حسن سے روشن کیجئے
منگر اندر زشتی و مکر و ہیم	کہ ز پر زہرے چو مار کوہیم
آپ میری زشتی اور کراہیت کو نہ دیکھئے	کیونکہ میں پرزہر ہونے کی وجہ سے مثل پہاڑی سانپ کے ہوں
ایکہ من زشت و خصالم جملہ زشت	چوں شوم گل چوں مرا او خار کشت
اے محبوب میں بھی زشت ہوں اور میرے تمام خصائل بھی زشت ہیں	میں گل کیسے ہو جاؤں جب اس نے مجھ کو خار پیدا کیا
نو بہارا حسن گل دہ خار را	زینت طاؤس دہ ایں مار را
اے نو بہار آپ خار کو گل کا حسن دیدیجئے	اس سانپ کو زینت طاؤس دیدیجئے
در کمال زشتیم من منتہیٰ	لطف تو در فضل و در فن منتہی
میں کمال زشتی میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہوں	آپ کا لطف فضل میں اور ہنر میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہے
حاجت ایں منتہی زاں منتہی	تو برآر اے غیرت سرو سہی
حاجت اس کامل کی اس کامل سے	برلایئے اے غیرت سرو سہی
چوں بمیرم فضل تو خواہد گریست	از کرم گرچہ ز حاجت او بریست
جب میں مر جاؤں گا تو تیرا ہی لطف روئے گا	بوجہ کرم کے اگرچہ وہ محتاج ہونے سے بری ہے
بر سر گورم بسے خواہد نشست	خواہد از چشم لطیفش اشک جست
میری گور پر بہت دنوں بیٹھا رہے گا	اس کی چشم پر لطف سے اشک نکلے گا
نوحہ خواہد کرد بر محرومیم	چشم خواہد بست از مظلومیم
وہ میری محرومی پر نوحہ کرے گا	اور وہ میری مظلومی سے آنکھ نیچی کرے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

اند کے زاں لطفہا اکنوں بکن	حلقہ در گوش من کن بے سخن
تھوڑا سا ان الطاف میں سے ابھی کر دے	ان باتوں میں سے میرے کان میں ایک ہی حلقہ ڈال دے
آنکہ خواہی گفت تو با خاک من	برفشاں بر مدرک غمناک من
تو جو جو باتیں میری خاک سے کہے گا	میری جان باادراک غمناک پر چھڑک دے
دست گیرم در چنیں بیچارگی	شاد گردانم دریں غمخوارگی
میری دستگیری کر ایسی بیچارگی میں	مجھ کو شاد کر دے اس غمخوارگی میں

لابہ کردن موش مر چغز را کہ بہانہ میندیش و در نسیہ میندازانجاح آں حاجت مرا کہ فی التاخیر آفات والصوفی ابن الوقت و ابن دست از دامن پدر باز ندارد و اب مشفق صوفی کہ وقت ست اورا بنگرش فرد احتاج نگرداند چندانش مستغرق دارد در گلزار مرتع الحسنات خویش کہ چوں عوام منتظر مستقبل نباشد نہ دہری باشد و نہ قدری نہ نہری باشد و نہ دہری کہ لیس عند اللہ صباح ولا مساء ماضی و مستقبل و ازل و ابد آنجا نباشد آدم سابق و دجال مسبوق نباشد کہ ایں رسوم در خطۂ عقل جزوی ست و روح حیوانی را در عالم لامکان ولازمان ایں رسوم نباشد پس او ابن وقت ست کہ لا یفہم منہ الا تفرقۃ الازمنۃ چنانکہ ان اللہ تعالیٰ واحد فہم شود و نفی دوئی نہ حقیقت واحدی

چوہے کا مینڈک کی خوشامد کرنا کہ بہانہ نہ سوچ اور میری ضرورت کے پورا کرنے کو ادھار میں نہ ڈال کیونکہ تاخیر میں مصیبتیں ہیں اور صوفی ابن الوقت ہے اور بیٹا باپ کے دامن سے ہاتھ نہیں ہٹاتا ہے اور صوفی کا مہربان باپ جو کہ وقت ہے اس کی نگہداشت کرتا ہے آئندہ کے لئے اس کو محتاج نہیں بناتا ہے اور اس کو اپنے حسنات کی چراگاہ کے چمن میں اس قدر معروف رکھتا ہے کہ وہ عوام کی طرح آنے والے زمانہ کا منتظر نہیں ہوتا ہے' وہ نہ دہری ہوتا ہے نہ قدری نہ منع کرنے والا ہوتا ہے اور نہ زمانہ سے ساز باز کرنے والا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ صبح ہے نہ شام گزرا ہوا زمانہ اور آنے والا زمانہ اور ازل اور ابد وہاں نہیں ہے آدم پہلے اور دجال بعد میں نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ باتیں جزوی عقل کے دائرہ میں ہیں اور عالم لامکان ولازمان میں حیوانی روح کے لئے یہ رسمیں نہیں ہیں تو وہ ابن الوقت ہے کہ اس سے زمانوں کے تفرقہ کے کچھ سمجھ نہیں آتا جس طرح اللہ (تعالیٰ) ایک ہے سمجھ میں آتا ہے اور دوئی کی نفی کہ واحدی حقیقت

صوفی را گفت خواجہ سیم پاش	اے قدمہائے ترا جانم فراش
کسی صوفی سے کسی خواجہ سیم بخش نے کہا	کہ تیرے قدم کے لئے میری جان فرش ہے
یک درم خواہی تو امروز اے شہم	یا کہ فردا چاشتگاہے سہ درم
اے میرے شاہ صاحب تو آج ایک درم چاہتا ہے	یا کہ کل چاشت کے وقت تین درم

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت امروز ایں درم راضی ترم	زانکہ امروز ایں و فردا صد درم
اس نے کہا کہ میں ایک درم پر زیادہ راضی ہوں	جو کہ تو آج ہی دے دے اور کل کو سو درم
سیلیئے نقد از عطائے نسیہ بہ	نک قفا پیشت کشیدم نقد دہ
نقد چپت بھی ادھار عطا سے بہتر ہے	اب تیرے سامنے قفا پیش کرتا ہوں نقد دیدے
خاصہ آں سیلی کہ از دست تو است	کہ قفا و سیلیش مست تو است
خاص کر وہ چپت جو تیرے ہاتھ سے ہے	کیونکہ قفا اور اس کا چپت تیرے عاشق ہیں
ہیں بیا اے شادی جان و جہاں	خوش غنیمت دار نقد ایں زماں
ہاں آ جا اے [illegible] جان کے اور جہان کے	اس وقت کے نقد کو خوب غنیمت رکھ
در مدزد آں روی ماہ از شب رواں	سر مکش زیں جوئے اے آب رواں
وہ چاند کا سا منہ رات کے چلنے والوں سے مت چھپا	اے آب رواں اس ندی سے سر مت پھیر
تالب جو خندد ازمای معیں	وز لب جو سر برآرد یاسمیں
تا کہ آب رواں سے ندی کا لب خندہ ہو جاوے	اور لب جو سے یاسمین ظاہر ہو
چوں بہ بینی برلب جو سبزہ مست	پس بداں از دور کانجا آب ہست
تو ندی کے کنارہ پر جب سبزہ مست دیکھے	پس دور سے جان لے کہ اس جگہ پانی ہے
گفت سیماہم وجوہم کردگار	کہ بود غماز باراں سبزہ زار
سیماہم فی وجوہم فرمایا ہے کردگار نے	کیونکہ بارش کا مخبر سبزہ زار ہوتا ہے
گر ببارد شب نہ بیند ہیچ کس	کہ بود در خواب ہر نفس و نفس
اگر شب کو بارش ہو کوئی نہ دیکھے	کیونکہ نیند میں ہوں ہر شخص اور ہر سانس والا
تازگی ہر گلستان جمیل	ہست برباران پنہانی دلیل
ہر باغ باجمال کی تازگی	باران مخفی پر علامت ہو گی

چوہے نے کہا اے یار عزیز مہر کار میں بدوں تیرے رخ کے ایک دم قرار نہیں رکھتا۔ دن کو میرا نور اور کسب اور روشنی تو ہی ہے (یعنی دن ان منافع کے لئے موضوع ہے تو بجائے ان منافع کے تو ہی میرا مطلوب ہے اور اسی معنی کر) شب کو میرا قرار اور تسلی اور نیند تو ہی ہے۔ مروت کی بات ہوگی اگر تو مجھ کو شاد کر دیا کرے۔ وقت بے وقت کرم سے مجھ کو یاد کر لیا کرے (مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ذریعہ باہمی اطلاع کا تجویز کر کے کبھی میں بلایا کروں تو آ جایا کر اور یہ مصرع

www.besturdubooks.wordpress.com

اول میں ہے اور کبھی تو بھی مجھ کو بلا لیا کر اور یہ مصرعہ ثانی میں ہے اور مجموعہ) شب و روز میں معمول چاشت کے وقت تو نے معین کر لیا ہے وصال کو اے خیر خواہ (او پر صباح کا لفظ آیا ہے مگر صباح عرفاً عام ہے قبل زوال تک کو) میں اس ایک بار (کی ملاقات) پر قانع نہیں ہوں (اور) تیری محبت میں (بمنزلہ) ایک عجیب انسان کے ہوں (کہ جیسے انسان دور دور کے خیالات سوچتا ہے اسی طرح مجھ کو تیری محبت میں دور دور کے خیالات آتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی تدبیر اطلاع باہمی کی ہونا چاہئے) میرے جگر میں پانسو استسقاء ہیں (لان سببہ برد الکبد کما صرح بہ) اور) ہر استسقاء کے ساتھ جوع البقر مقرون ہے (یعنی میری حالت شدت اشتیاق سے مشابہ اس شخص کے ہے جس کو استسقاء اور جوع البقر دونوں مرض ہوں کہ پیاس بھی نہ بجھے اور بھوک بھی نہ بھرے) تو میرے غم (عشق) سے بے پروا (و بے خبر) ہے اے امیر (ورنہ اتنی بے فکری تجھ کو نہ ہوتی کہ میں جس چیز کو سوچ رہا ہوں تو نہیں سوچتا مجھ کو اپنے) حسن کی زکوٰۃ دے اور (اس) محتاج میں نظر کر (زکوٰۃ اور فقیر کے لفظ سے اے امیر کا تناسب کس قدر باموقع ہے) یہ محتاج بے ادب نالائق ہے لیکن آپ کا لطف (ورحم) عام اس سے ارفع ہے (یعنی وہ میری بے ادبی و نالائقی کو مانع عن التوجہ نہیں سمجھتا میرے نزدیک اس شعر ایں فقیر الخ سے دور تک انتقال ہے خطاب الی المحبوب المجازی سے طرف خطاب الی المحبوب الحقیقی کے جیسا سیاق میں نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے اور اسی لئے ضمیر مخاطب کا ترجمہ میں نے عنوان ادب سے کیا ہے پھر جہاں سے عود ہو گا خطاب الی المجازی کی طرف وہاں بھی متنبہ کر دیا جاوے گا۔ یعنی اے محبوب حقیقی آپ کا لطف ایسا عام ہے کہ لیاقت کاملہ کے ساتھ مشروط نہیں اور لیاقت میں کاملہ کی قید اس لئے لگائی کہ ضروری درجہ لیاقت کا کہ مصداق اس کا مطلق ایمان ہے نصاً شرط ہے توجہ لطف کی کیونکہ مراد یہاں لطف سے رحمت مختصہ باہل الایمان ہے دلیل اس کے مراد ہونے کی یہ ہے کہ اس لطف کو طلب کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو رحمت عام ہے کفار کو بھی اس کی طلب پر مومن اکتفا نہیں کرتا۔ پس اس لطف کو جو شعر میں عموم کے ساتھ موصوف کیا ہے مراد اس سے وہ عموم نہیں جو رحمت شاملہ الکفار میں عموم ہے بلکہ اس عموم کے مقابل خصوص کا اعتبار کرنے کے بعد پھر اس میں عموم بایں معنی معتبر ہے کہ سب اہل ایمان کو جن میں عصاۃ بھی ہیں شامل ہے خصوصیت متقین کی نہیں پس یہ لطف من وجہ خاص بھی ہے یعنی بمقابلہ عام الکفار کے اور من وجہ عام بھی ہے یعنی بمقابلہ خاص للابرار کے کہ ایک رحمت ایسی خاص بھی ہے جو اتقیاء و ابرار ہی کے ساتھ متعلق ہے ایک اس سے بھی اخص ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ متعلق ہے خوب سمجھ لو آگے اسی لطف خاص مذکور کے عموم کے احکام و افعال بیان کرتے ہیں کہ) آپ کا لطف عام سند (استحقاق کی یعنی علت و شرط نہیں ڈھونڈھتا (بلکہ) آفتاب (کی طرح) نجاستوں پر اثر کرتا ہے (جس کا آگے تتمہ ہے کہ) اس (آفتاب) کے نور کو اس (نجاست) سے کوئی نقصان نہیں ہوا اور وہ نجاست (اس آفتاب کے اثر سے) خشک ہونے کے سبب (بمنزلہ) ہیزم (کے) ہو گئی (یہاں تک کہ وہ) نجاست (حمام کے) چولہے میں پہنچی (اور) روشنی ہو گئی (اور) حمام کے در و دیوار پر تاباں ہوئی (چنانچہ ظاہر ہے کہ سوختہ حمام کا اگرچہ سرگیں وغیرہ ہی ہو جلنے کے وقت خود بھی صاحب نور ہوتا ہے اور حمام کے در و دیوار کو بھی اس پر عکس پڑنے سے منور کرتا ہے پس) وہ (پہلے) آلائش تھی (اور) اب آرائش (کا آلہ) ہو گئی (چنانچہ تنویر کا موجب آرائش ہونا ظاہر ہے) جبکہ اس پر آفتاب نے وہ افسوں پڑھ دیا (آفتاب کے اثر پہنچنے کو افسوں خوانی سے تشبیہ دی کہ افسوں کا بھی اثر پہنچتا ہے اور جو نجاست سرگیں وغیرہ حمام وغیرہ میں نہیں پہنچا جس سے وہ متنور اور منور ہوتا بلکہ وہ زمین ہی پر مدت دراز

www.besturdubooks.wordpress.com

تک پڑا رہا اس پر آفتاب کا اور طرح فیض پہنچا وہ یہ کہ) آفتاب نے نیز معدۂ زمیں کو گرم کر دیا یہاں تک کہ زمیں باقی نجاستوں کو کھا گئی (اور جس طرح معدہ کی گرمی سے کھانا ہضم ہو کر جزو بدن ہو جاتا ہے اسی طرح) وہ (نجاست گرمی زمین سے) جزو خاکی ہو گئی اور اس سے نباتات اگے (چنانچہ کھاد سے پیداوار زمین میں قوت ہونا مشاہد ہے اور اس استحالہ کو حرارت کا مسبب بنانا اس لئے ہے کہ برودت کا خاصہ حفظ صورت ہے چنانچہ برف میں گوشت تک نہیں بگڑتا پس باوجود برودت مزاج ارض کے اس سے ایسا استحالہ ہونا یہ عارض حرارت سے ہے جو آفتاب سے مکتسب ہے خواہ سطح ارض پر ہو یا اعماق ارض میں ہو جیسا احتباس کے وقت اور مصرعۂ آفتاب برحد ثامی زند سے اس مصرعہ جزو خاکی کی گشت درست از روئے نبات تک خواص مشبہ بہ کے بیان کئے اب تطبیق تشبیہ کے ساتھ مشبہ کا وصف بیان کرتے ہیں کہ) اسی طرح اللہ تعالیٰ سیئات کو محو کر دیتے ہیں (اور حسنات سے مبدل کر دیتے ہیں کما ہو منصوص یعنی جس طرح آفتاب سے بعد تصرفات مذکورہ کے وہ انجاس متبدل ہو کر ان میں سے نجاست کا وصف زائل ہو گیا اور وہ سبب ہو گیا انوار جمع نور بالضم بمعنے روشنی اور انوار جمع نور بمعنے شگوفہ کا اسی طرح رحمت حق سے بعد مغفرت کے وہ سیئات متبدل ہو کر ان میں سے وصف انحاط کا زائل ہو گیا اور اس کا بدل یعنی حسنات سبب ہو گیا انوار رضوان و انوار جنان کا آگے بھی یہی تطبیق ہے کہ جس طرح جزو خاکی اس (آفتاب) سے پر از نور ہو گیا (جیسا مثال حمام میں بیان کیا) اسی طرح مغفرت فرماتا ہے غفور اس شخص کے لئے جس پر عطا فرماتا ہے (اور جس طرح) جزو خاکی اس (آفتاب) سے باسامان ہو گیا (ہکذا فی المنتخب فی معنی رشاد جیسا مثال انبات میں بیان کیا اور ازہار و اشجار کا سامان فرحت و حاجت ہونا ظاہر ہے) اسی طرح رحمت فرماتا ہے الہ (حق) بندوں کے لئے (یہاں تک ذکر تھا ناقابل کے ساتھ رحمت فرمانے کا آگے اسی سے استنباط کر کے ذکر فرماتے ہیں قابل تام کے ساتھ رحمت فرمانے کا وکون هذا القابل تاما بمقابلة الناقص المذکور والافالکل ناقص بالنظر الی عظمة حق الحق تعالیٰ یعنے) وہ (آفتاب معنوی جب) نجاست (سیئات) کے ساتھ جو کہ سب سے بدتر ہے یہ (معاملہ لطف کا) کرتا ہے کہ اس کو نبات اور نرگس اور نسریں (یعنی حسنات) کر دیتا ہے تو نسرین عبادات (و حسنات) کے ساتھ ایفاء حق کی حالت میں حق تعالیٰ کیا کچھ دے دیں گے جزاء (ثواب موعود) اور عطا (ثواب مزید غیر موعود) میں (حاصل اس کا یہ ہے کہ) جب خبیثوں کو ایسا خلعت دیتے ہیں تو طیبین کو تو کیا کچھ بخش دیں گے حصہ میں (کذا فی الغیاث فی معنی رسد آگے اس دینے کا اجمالاً بیان ہے کہ) حق تعالیٰ ان کو وہ دیں گے جو آنکھ نے نہیں دیکھا جو کہ زبان اور لغات میں نہیں سما سکتا (اشارہ ہے طرف حدیث قدسی اعددت لعبادی الصالحین مالاعین رأت ولااذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر کے آگے مناجات ہے جس میں اول درخواست ہے بیان نعم کی بطور تفریع کے اپنے عجز عن البیان پر جو اوپر مذکور تھا پھر درخواست ہے ان نعم فضل و کرم کے عطا کی اور ساتھ ساتھ اپنے ناقابل ہونے کا مضمون ہے پس فرماتے ہیں کہ) ہم کون (چیز) ہیں (کہ نعم مذکورہ کو بیان کر سکیں) اس کو آپ ہی بیان کیجئے اے میرے محبوب (مطلب یہ کہ آپ ہی پورا بیان کر سکتے ہیں لیکن ہماری استعداد کے موافق ہم پر بھی ذوقاً ظاہر کر دیجئے کہ طلب میں ترقی ہو اور اس کے ساتھ) میرے دل کو خلق حسن سے روشن کیجئے (یعنی وہ نعمتیں خلق حسن یعنی فضل و کرم سے عطا بھی کیجئے کہ یوم السرور نورانی ہوتا ہے اور گو میں اس کے قابل نہیں ہوں لیکن) آپ میری زشتی اور مکروہیت کو نہ دیکھئے کیونکہ میں پر زہر ہونے کی وجہ سے مثل پہاڑی سانپ کے ہوں (کہ خشک پہاڑ کے سانپ زیادہ زہری ہوتے

www.maktabah.org

ہیں اور اسی قرینہ سے مراد خشک پہاڑ ہے) اے محبوب میں بھی زشت ہوں اور میرے تمام خصال بھی زشت ہیں میں گل کیسے ہو جاؤں جب اس نے مجھ کو خار پیدا کیا (اس میں التفات ہے خطاب سے غیبت کی طرف اور مقصود اس سے اپنا بیان عذر نہیں ہے بلکہ اپنا عجز بیان کرنا ہے تاکہ زشتی کا درجہ بالغہ ثابت ہو جاوے مگر عجز بدرجہ جبر نہیں ورنہ زشتی کو اپنی اور اپنے خصال وافعال کی طرف منسوب نہ کرتے کیونکہ افعال اضطراریہ موصوف بالقبح والذم نہیں ہوتے آگے پھر خطاب کے صیغوں سے کلام ہے کہ) اے نوبہار (کے مشابہ فی اعطاء النضرۃ) آپ خار کو گل کا (سا) حسن دے دیجئے (لان من شانک تبدیل السیئات بالحسنات کما مر اور) اس سانپ کو زینت طاؤس دے دیجئے۔ (مصرعہ اول ناظر ہے مصرعہ بالا چوں شوم گل الخ کی طرف اور مصرعہ ثانیہ ناظر ہے مصرعہ سابقہ از بالا کہ پر زہرے چو مار کو ہیم کی طرف) میں کمال زشتی میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہوں (اور) آپ کے لطف فضل میں اور ہنر میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہے (یہ مشاکلۃً و مجازاً کہہ دیا ورنہ فضل ولطف کی تو کوئی نہایت ہی نہیں مراد دونوں مصرعوں میں کامل ہے گو ایک کا کمال بوصف تناہی ہے دوسرے کا کمال بوصف عدم تناہی اور جب میں قبح میں کامل ہوں اور آپ کا لطف حسن میں تو) حاجت اس (قبح) کامل کی اس (حسن) کامل سے برلایئے اے غیرت سروسہی (یعنی اے جامع المحاسن اور میرے نزدیک یہاں خطاب الی المحبوب الحقیقی ختم ہو گیا آگے عود ہے خطاب الی المحبوب المجازی کی طرف جیسا کہ تمثیل آئندہ کا انطباق اسی پر موقوف ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے معاملہ عاجلہ کو ان کے معاملہ آجلہ پر ترجیح دینا لازم آوے گا۔ اس قول میں سیلئے نقد از عطائے نسیہ بہ اور اس کا کون قائل ہو سکتا ہے اور اس صورت میں یہ احکام آئندہ کہ خواہد گریست اور اشک خواہد جست اور نوحہ خواہد کرد اور نیز اثبات اپنی مظلومی کا سبب بے تکلف درست ہو جاوے گا صرف دو خدشے خفیف رہیں گے ایک لفظی کہ اوپر بھی فضل کا ذکر آیا ہے لطف تو در فضل الخ اور آئندہ بھی ہے چوں بمیرم فضل تو الخ تو ظاہراً دونوں فضل کا فاعل ایک ہوگا مگر یہ ضروری نہیں دوسرا معنوی کہ آگے فضل کو حاجت سے بری کہا ہے لیکن خاص حاجت الی المتکلم سے بری کہنا صحیح ہو سکتا ہے حاصل یہ کہ وہ موش اس غوک سے اس شعر سابق علی الانتقال الی الخطاب للمحبوب الحقیقی بے نیازی از غم من اے امیر الخ کے مضمون سے مرتبط کر کے کہتا ہے کہ تو آج تو میرے غم عشق سے بے نیاز و بے پرواہ ہے لیکن) جب میں مر جاؤں گا تو تیرا ہی لطف (مجھ کو) روئے گا بوجہ کرم کے اگر چہ وہ (میری طرف) محتاج ہونے سے بری ہے (یعنی وہ رونا اس لئے نہ ہوگا کہ میرے مرنے سے اس کی کوئی حاجت جو مجھ سے متعلق تھی فوت ہو گئی بلکہ وہ رونا مقتضا کرم کا ہوگا کہ اہل کرم دوسروں کی مصیبت سے کڑھا کرتے ہیں اور موت کا مصیبت ہونا ظاہر ہے قال تعالیٰ فاصابتکم مصیبة الموت مطلب یہ ہوا کہ میرے مرنے پر کل تو ہی بیٹھ کر روے گا تو آج اتنی بے پروائی مت کر آگے بھی یہی مضمون بلفظ دیگر بطور التفات من الخطاب الی الغیبۃ ہے کہ) وہ (محبوب) میرے گور پر بہت دنوں بیٹھا رہے گا (اور) اس کی چشم پر لطف سے اشک نکلے گا (اور) وہ (محبوب) میری محرومی (عن وصلہ) پر نوحہ کرے گا (یعنی افسوس کرے گا کہ میں نے اس کو اپنے وصل سے باوجود اس کی درخواست کے کیوں محروم رکھا اور) وہ (محبوب) میری مظلومی سے آنکھ نیچی کرے گا کہ میں نے اس کو اپنے وصل سے باوجود اس کی درخواست کے کیوں محروم رکھا اور) وہ (محبوب) میری مظلومی سے آنکھ نیچی کرے گا (یعنی یہ یاد کر کے شرمندہ ہوگا کہ میں نے ناحق اس پر ظلم کیا۔ آگے پھر التفات ہے غیبت سے طرف خطاب کے کہ اے محبوب جب انجام کار یہ سب الطاف میرے حال پر تو مبذول کرے ہی گا تو) تھوڑا سا ان الطاف میں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ابھی (مجھ پر مبذول) کر دے (اور جو جو باتیں اس وقت میری قبر پر بیٹھ کر کرے گا) ان باتوں میں سے میرے کان میں ایک ہی حلقہ ڈال دے (یعنی تیری باتیں کہ بمنزلہ حلقہ وزیور گوش کے ہیں اس میں سے ایک ہی بالی میرے کان میں ڈال دے یعنی ایک ہی آدھ بات کر لے چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ) تو جو جو باتیں میری خاک (گور) سے کہے گا (ان میں سے کچھ) میری جان باادراک غمناک پر اب) چھڑک دے (غرض) میری دستگیری کر ایسی بے چارگی میں (اور) مجھ کو شاد کر دے اس غمخوارگی میں (اور جو کچھ قلیل و کثیر کرنا ہو ابھی کر دے وعدوں سے قناعت نہیں ہوتی کہ نقد قلیل بہتر ہے نسیہ کثیر سے جیسا کہ ایک تمثیلی قصہ ہے کہ) کسی صوفی سے کسی خواجہ سیم بخش نے کہا کہ تیرے قدم کے لئے میری جان فرش ہے (یعنی تیرے قدموں کے نیچے اپنی جان بچھاتا ہوں یہ مدح و تعظیم ہے یہ بتلا کہ) اے میرے شاہ صاحب تو آج ایک درم (لینا) چاہتا ہے یا کہ کل چاشت کے وقت تین درم۔ اس نے کہا کہ میں ایک درہم پر زیادہ راضی ہوں جو کہ تو آج ہی دے دے اور کل کو سو درم (بھی دے تب بھی آج کا ایک درم اچھا اور یہ تو درم ہے نقد تو ایسی چیز ہے کہ) نقد چپت بھی ادھار عطا سے بہتر ہے۔ اب تیرے سامنے قفا پیش کرتا ہوں نقد دے دے (کیونکہ انتظار کی کلفت تو رفع ہوئی تو اس میں اس خاص وجہ سے ارجحیت ہوگی نہ کہ من کل الوجوہ اور سیلی نقد کا ارجح ہونا بوجہ مذکور عام بھی ہے پھر) خاص کر وہ چپت جو تیرے ہاتھ سے ہے کیونکہ (میری) قفا اور اس کا چپت (لگنا یعنی چپت کھانا یہ سب) تیرے عاشق ہیں (وہ من کل الوجوہ عطائے نسیہ سے بہتر ہے اوروں کے عطا سے تو ظاہر ہی ہے اور تیری عطا سے بھی جب کہ وہ عطا ہوتی تو یہ سیلی نہ ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تو قرب ابھی ہوتا ہے اور اس میں بعد حین اور قرب ایسی چیز نہیں کہ اس کا تاخر اس کے تقدم سے کسی وجہ سے بھی راجح ہو گو یہ قرب بصورت قہر ہوگا لیکن معنیً لطف ہی ہے اور مومنین کے بعض اقسام قرب کے تاخر کا وسوسہ نہ کیا جائے کیونکہ اس قرب کی اس وقت ان میں استعداد نہیں ہے اور جو قرب ان کی استعداد کے لائق ہے اس سے یہ اس وقت بھی محروم نہیں یعنی قبول و رضا و نسبت و معیت اب قصہ تمثیلی ختم کر کے حاصل تمثیل کی درخواست کرتا ہے کہ) ہاں آ جا اے سرور جان کے اور جہان کے (یہ مبالغہ ہے) اس وقت کے نقد کو خوب غنیمت رکھ (اور) وہ چاند کا سامنہ رات کے چلنے والوں سے (کہ طالب ہیں چاند کے) مت چھپا (اور) اے آب رواں (غیر منقطع) اس ندی سے (کہ محتاج ہے آب رواں کی اور اس کی طالب ہے) سر مت پھیر تا کہ آب رواں سے ندی کا لب خندہ ہو جاوے (یعنی وہ شاداں و رونق دار ہو) اور (پھر) لب جو سے یاسمیں ظاہر ہو (پانی سے پھولوں کا پیدا ہونا ظاہر ہے مطلب یہ کہ فرحت اور آثار فرحت نمایاں ہوں آگے مقولہ ہے مولانا کا بطور انتقال کے طرف مضمون ارشادی کے کہ بنائے علے مضمون الشعر المذکور) تو ندی کے کنارہ پر جب سبزہ مست دیکھے (اور اتفاق سے یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں ندی ہے اور یہ اس کا کنارہ ہے مثلاً اشجار وغیرہ حائل تھے مگر اس سبزہ کو جب دیکھے) پس دور سے جان لے کہ اس جگہ پانی ہے (خواہ ندی ہو یا مثل ندی کے مقصود بقرینہ شعر آئندہ یہ ہے کہ جب انوار و برکات کسی شخص پر دیکھو سمجھ لو کہ صاحب نسبت ہے کہ آب نسبت سے یہ پھول کھلے ہیں اسی کی نسبت) سیماهم فی وجوههم فرمایا ہے کردگار نے کیونکہ بارش کا مخبر سبزہ زار ہوتا ہے اگر شب کو (مثلاً) بارش ہو (اور) کوئی نہ دیکھے کیونکہ نیند میں ہوں ہر شخص اور ہر سانس والا (یعنی حیوانات مگر) ہر باغ باجمال کی تازگی (جو صبح کو نظر آوے گی) باران مخفی پر علامت ہوگی (کہ شب کو مینہ برسا ہے گو وہ دیکھا نہیں گیا آگے پھر رجوع ہے طرف قصہ کے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رجوع بحکایت موش و چغز آبی

چوہے اور پانی کے مینڈک کی حکایت کی جانب رجوع

اے اخی من خاکیم تو آبئ	لیک شاہ رحمت و وہابئ
اے میرے بھائی میں خاکی ہوں اور تو آبی ہے	لیکن تو شاہ ترحم اور منسوب الی الوہاب ہے
آنچناں کن از عطا و از قسم	کہ گہ و بیگہ بخدمت میرسم
تو ایسا کر عطا اور حصہ بخشی سے	کہ وقت اور بے وقت میں خدمت میں پہنچتا رہوں
برلب جو من بجاں میخوانمت	می نہ بینم از اجابت مرحمت
لب نہر پر میں جان سے تجھ کو بلاتا ہوں	منظوری کی عنایت میں نہیں دیکھتا ہوں
آمدن در آب بر من بستہ شد	زانکہ ترکیبم ز خاکے راستہ شد
پانی میں آنا مجھ پر مسدود ہے	کیونکہ میری ترکیب خاک سے ناشی ہوئی ہے
یا رسولے یا نشانے کن مدد	تا ترا از بانگ من آگہ کند
یا تو کوئی قاصد یا کوئی علامت مدد کے لئے مقرر کر	تاکہ تجھ کو میرے پکارنے سے آگاہ کر دے
بحث کردند اندریں کار آں دو یار	آخر آیں بحث آں آمد قرار
ان دونوں یاروں نے اس بارہ میں بحث کی	اس بحث کا انجام یہ قرار پایا
کہ بدست آرند یک رشتہ دراز	تاز جذب رشتہ گردد کشف راز
کہ ایک لمبا ڈورا ہاتھ میں لاویں	تاکہ اس ڈورے کو کھینچنے سے کشف راز ہو جاوے
یکسرے برپائے ایں بندہ دوتو	بستہ بایدٔ دیگرش برپائے تو
ایک سرا تو اس بندہ خمیدہ یا مضاعف العقیدہ کے پاؤں میں	بندھا ہوا ہونا چاہئے اس کا دوسرا سرا تیرے پاؤں میں
تا بہم آئیم زیں فن ما دو تن	اندر آمیزیم چوں جاں بابدن
تاکہ اس ترکیب سے ہم دونوں شخص مجتمع ہو سکیں	مل جایا کریں جس طرح جان ہے بدن کے ساتھ
ہست تن چوں ریسماں برپائے جاں	می کشاند بر زمینش ز آسماں
جسم مثل ریسمان کے ہے روح کے پاؤں میں	وہ اس کو آسمان سے زمین پر کھینچ لیتا ہے
چغز جاں در آب خواب بیہشی	رستہ از موش تنٔ آید در خوشی
چغز روح آب خواب بیہوشی میں	موش تن سے چھوٹ کر خوشی میں آتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

موش تن زاں ریسماں بازش کشد	چند تلخی زیں کشش جاں می چشد
موش جسم اس ریسمان سے اس کو پھر کھینچ لیتا ہے	بہت تلخیاں اس کھینچ لینے سے روح چکھتی ہے
گر نبودے جذب موش گندہ مغز	عیشہا کردے درون آب چغز
اگر موش گندہ مغز کی کشش نہ ہوتی	تو چغز پانی کے اندر بہت سے عیش کرتا
باقیش چوں روز برخیزی زخواب	بشنوی از نور بخش آفتاب
اس کا بقیہ جب تو روز معہود کو خواب سے اٹھے گا	تو سن لے گا آفتاب نور عطا کرنے والے سے
یک سر رشتہ گرہ برپائے من	زاں سر دیگر تو برپا عقد زن
ایک سرا ڈورے کا میرے پاؤں میں گرہ لگا ہوا ہے	اس دوسرے سرے کی گرہ تو پاؤں پر لگا لے
تا توانم من دریں خشکی کشید	مر ترا تنگ شد سر رشتہ پدید
تاکہ میں اس خشکی میں کھینچ سکوں تجھ کو	اب مقصود کی صورت سمجھ میں آ گئی
تلخ آمد بر دل چغز ایں حدیث	کہ مرا در عقد آرد ایں خبیث
چغز کے قلب پر یہ بات تلخ معلوم ہوئی	کہ مجھ کو بند میں لانا چاہتا ہے یہ خبیث

(موش نے غوک سے کہا کہ) اے میرے بھائی (اگرچہ) میں خاکی ہوں (اور) تو آبی ہے (اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ بوجہ عدم تجانس کے تو مجھ پر مہربانی نہ کرتا) لیکن (باوجود اس کے چونکہ) تو شاہ ترحم اور منسوب الی الوہاب (یعنی مظہر رحمت حق) ہے (اس لئے میں تجھ سے درخواست ترحم کی کرتا ہوں چنانچہ جس کی رحمت کا تو مظہر ہے وہ بھی باوجود عدم تجانس کے بندوں پر رحمت فرماتا ہے پس اس ترحم کے مقتضا سے) تو ایسا کر عطا اور حصہ بخشی سے (جو کہ مقتضا ہے اس ترحم کا) کہ وقت بے وقت میں (تیری) خدمت میں پہنچتا رہوں (اب تو یہ کیفیت ہے کہ) لب نہر پر (آ کر) میں (دل و) جان سے تجھ کو بلاتا ہوں (مگر) منظوری کی عنایت میں نہیں دیکھتا ہوں (اور کنارہ سے آگے بڑھ کر) پانی میں آنا مجھ پر مسدود ہے کیونکہ میری ترکیب (عنصر) خاک سے ناشی ہوئی ہے (اس لئے آگے چل کر تجھ کو نہیں بلا سکتا پس اسلئے اسکی ضرورت ہے کہ) یا تو کوئی قاصد (جو باوجود خشکی میں رہنے کے ہر وقت پانی میں پہنچ سکے کہ میں اس سے کہہ دیا کروں اور وہ تیرے پاس تو جہاں ہو پہنچ جاوے) یا کوئی (اور) علامت (اطلاع کی) مدد کے لئے مقرر کرتا کہ تجھ کو میرے پکارنے سے آگاہ کر دے (قاصد تو مباشرۃ اور علامت تسببا غرض) ان دونوں یاروں نے اس بارہ میں بحث (وگفتگو) کی (اور) اس بحث کا انجام یہ قرار پایا کہ ایک لمبا ڈورا ہاتھ میں لاویں تاکہ اس ڈورے کے کھینچنے سے کشف راز ہو جاوے (اس طریقہ سے کہ) ایک سرا تو اس بندۂ خمیدہ (بار عشق) یا (بندہ) مضاعف العقیدہ (کذانی الحواشی) کے پاؤں میں بندھا ہوا ہونا چاہئے (اور) اس کا دوسرا سرا تیرے پاؤں میں (بندھا ہوا رہے) تاکہ اس ترکیب سے ہم دونوں شخص مجتمع ہو سکیں (کہ جب خبر کرنا چاہا ڈورا کھینچ لیا اور) مل جایا

www.besturdubooks.wordpress.com

کریں جس طرح جان (ملی ہوئی) ہے بدن کے ساتھ (آگے انتقال ہے ظاہری قصہ سے باطنی حصہ کی طرف کہ اسی طرح یہ) جسم مثل ریسمان کے ہے روح کے پاؤں میں وہ (جسم) اس (روح) کو آسمان سے زمین پر کھینچ لیتا ہے (جیسا وہ چوہا ریسمان سے مینڈک کو کھینچ لیتا تھا۔ پس روح مثل غوک کے ہوئی چنانچہ آئندہ شعر میں مع شرح فرماتے ہیں کہ) چغز روح آب خواب بیہوشی میں موش تن سے چھوٹ کر خوشی میں آتا ہے (یعنی بیہوشی واستغراق کی نیند سے جو کہ بوجہ راحت بخش ہونے کے مشابہ پانی کے ہے تعلقات مخصوصہ جسم سے اس روح کو ذہول اور ملاء اعلیٰ کی طرف اس کو کچھ مشغولی ہو جاتی ہے اور اوپر جسم کو ریسمان سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہاں موش سے سو اء پر تسامح ہے مراد جسم سے تعلق ہے جسم کا پس جسم مشابہ موش کے ہوا اور علاقہ جسم مشابہ ریسمان کے اور کھینچنا یہ ہے کہ جسم ہی کا مزاج وخواص وطبیعت وعوارض سبب ہوتا ہے جاگ اٹھنے کا پس گویا جسم سبب ہوتا ہے روح کے ادھر متوجہ ہو جانے کا ورنہ اگر جسم سے مفارق ہو جاوے اور اس سے علاقہ نہ رہے تو پھر احکام وافعال جسم سبب نہیں ہوتے توجہ روح کے چنانچہ آگے اسی تعلق ومفارقت کا ایک ایک شعر میں بیان ہے کہ) موش جسم اس ریسمان سے اس (روح) کو پھر کھینچ لیتا ہے۔ بہت تلخیاں اس کھینچ لینے سے روح چکھتی ہے اگر موش گندہ مغز کی کشش نہ ہوتی (جیسا بعد مفارقت کے) تو چغز (روح) پانی کے اندر بہت سے عیش کرتا (ایک حالت تو اس کشش کی یہ ہے اور) اس (مضمون) کا بقیہ جب تو روز معہود (یعنی قیامت) کو خواب (مرگ) سے اٹھے گا (یعنی دوبارہ زندہ ہوگا) تو سن لے گا آفتاب کو نور عطا کرنے والے سے (یعنی حق تعالیٰ سے اور یہ سننا حالی ہوگا جو سماع قالی سے اوضح فی الکشف ہے مطلب یہ کہ اس روز اس عود الروح الی الجسم کے کامل درجہ کا مشاہدہ ہو جاوے گا اور کامل ہونا اس کا ظاہر ہے کیونکہ وہ عود بعد مفارقت تام کے ہوگا بخلاف خواب کے کہ مفارقت من وجہ ہوتی ہے اور جس درجہ کی مفارقت ہوگی اسی درجہ کا عود ہوگا ان ناقصاً فناقص وان تاماً فتام آگے پھر مقولہ ہے موش کا یعنی) ایک سرا (اس) ڈورے کا میرے پاؤں میں گرہ لگا ہوا ہے (اور) اس دوسرے سرے کی گرہ تو (اپنے) پاؤں پر لگالے تاکہ میں اس خشکی میں کھینچ سکوں تجھ کو (بس) اب مقصود کی صورت سمجھ میں آ گئی۔ چغز کے قلب پر یہ بات تلخ معلوم ہوئی کہ مجھ کو بند میں لانا چاہتا ہے یہ خبیث۔

ہر کراہت دردل مرد بہی	چوں درآید زافتے نبود تہی
جو کراہت مرد روشن ضمیر کے قلب میں آتی ہے	وہ کسی آفت سے خالی نہیں ہوتی
وصف حق داں آں فراست رانہ وہم	نور دل از لوح کل کردست فہم
اس فراست کو وصف حق جان نہ کہ وہم	نور دل نے لوح کل سے فہم کیا ہے
امتناع پیل از سیراں بہ بیت	باجد آں پیلبان و بانگ ہیت
ہاتھی کا ٹھٹکنا بیت اللہ شریف کی طرف چلنے سے	باوجود اس پیلبان کی کوشش کے اور بانگ ہیا کے
جانب کعبہ نرفتے پائے پیل	باہمہ لت نے کثیر و نے قلیل
جانب کعبہ کے نہیں چلتا تھا پاؤں ہاتھی کا	باوجود تمام تر لاتیں مارنے کے نہ بہت اور نہ تھوڑا

www.besturdubooks.wordpress.com

یبقی خود خشک شد پاہای او	یا بمرد آں جان ہول افزائے او
یوں کہو کہ اس کے پاؤں خشک ہی ہو گئے تھے	یا اس کی وہ جان ہول افزا مر گئی تھی
چونکہ کردندے سرش سوی یمن	پیل زرد و اسپہ گشتے گام زن
جب اس کا رخ یمن کی طرف کرتے	تو وہ فیل زر تیزی سے قدم اٹھانے لگتا
حس پیل از زخم غیب آگاہ بود	چوں بود حس ولی با ورود
فیل کی حس اثر غیب سے باخبر تھی	تو ولی صاحب واردات کی حس کی تو کیا کیفیت ہوگی
نے کہ یعقوبؑ نبی گفت آں زماں	کہ ازو جستند یوسفؑ را نہاں
کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اس وقت	کہ ان سے یوسف علیہ السلام کو خفیہ طور پر مانگا
نے کہ یعقوبؑ نبی آں پاک خو	بہر یوسفؑ باہمہ اخوان او
کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب نبی پاک خو نے	یوسف علیہ السلام کے لئے ان کے بھائیوں سے
از پدر چوں خواستند آں داداراں	تا برندش سوی صحرا یک زماں
جب ان بھائیوں نے باپ سے مانگا	تاکہ ان کو ایک زمانہ کے لئے صحرا کی طرف لے چلیں
جملہ گفتندش میندیش از ضرر	یک دو روزش مہلتے دہ اے پدر
سب نے ان سے کہا کہ آپ ضرر سے اندیشہ نہ کیجئے	ایک دو روز ان کو مہلت دے دیجئے اے پدر
تو چرا مارا نہ پنداری امین	یوسفؑ خود نسپری با حافظین
آپ ہم کو معتمد کیوں نہیں سمجھتے	اپنے یوسف کو محافظین کے سپرد نہیں کرتے
تا بہم در مرجہا بازی کنیم	ما دریں دعوت امین و تسلیم
تاکہ ہم سبزہ زاروں میں ملاعبہ کریں	ہم اس درخواست میں معتمد اور نیک معاملہ ہیں
گفت ایں دانم کہ نقلش از برم	می فروزد در دلم رنج و سقم
یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں یہ جانتا ہوں کہ میرے پاس سے اٹھا لے جانا	میرے دل میں رنج اور کلفت کو مشتعل کرتا ہے
ایں دلم ہرگز نمی گوید دروغ	کہ ز نور عرش دارد دل فروغ
میرا دل یہ ہرگز دروغ نہیں کہتا	کیونکہ نور عرش سے وہ دل روشنی رکھتا ہے
آں دلیل قاطعی بد بر فساد	از قضا آں را نکرد او اعتداد
وہ خرابی پر دلیل قاطع تھا	قضا کے سبب انہوں نے اس کو معتد بہ قرار نہیں دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

درگذشت از وئے نشانے آنچناں	کہ قضا در فلسفہ بود آں زماں
وہ دلیل جو اس درجہ کی تھی ان سے گزر گئی	کیونکہ قضا حکمت میں تھی اس وقت
ایں عجب نبود کہ کور افتد بچاہ	بوالعجب افتادن بینائے راہ
یہ عجب نہیں کہ نابینا گر پڑے کنوئیں میں	بڑا تعجب گر پڑنا ہے بینائے راہ کا
ایں قضا را گونہ گوں تصریفہاست	چشم بندش یفعل اللہ ما یشاست
اس قضا کے انواع انواع تصرفات ہیں	اس کی چشم بندی یفعل اللہ ما یشاء ہے
ہم بداند ہم نداند دل فنش	موم گردد بہر آں مہر آہنش
قلب اس کے فن کو جانتا بھی ہے اور نہیں بھی جانتا ہے	اس کی مہر کے لئے اس کا آہن موم ہو جاتا ہے
گوئیا دل گوید اے کہ میل او	چوں دریں شد ہر چہ افتد باش گو
گویا قلب کہتا ہے کہ اے شخص اس کا جب اس میں میلان ہے	تو پھر جو کچھ بھی ہو ہونے دے
خویش را ہم زیں مغفل می کند	در عقالش جاں معقل می کند
وہ اپنے کو اس سے مغفل بھی کر دیتا ہے	اس کی رسن میں جان کو بستہ کر دیتا ہے
گر شود مات اندریں آں بوالعلا	آں نباشد مات باشد ابتلا
اگر وہ صاحب مرتبہ عالیہ اس میں کم ہمت ہو جاتا ہے	تو وہ کم ہمت نہیں ہوتا ایک امتحان ہوتا ہے
یک بلا از صد بلا لیش وا خرد	یک ہبوطش بر معارج ہا برد
ایک بلا اس کو سو بلاؤں سے چھڑا لیتی ہے	ایک ہبوط اس کو مراتب عالیہ پر لے جاتا ہے
خام شوخے کہ رہانیدش مدام	از خمار صد ہزاراں زشت خام
وہ شوخ خام کہ اس کو شراب نے	لاکھوں زشت خام کے خمار سے چھڑا دیا تھا
عاقبت او پختہ و استاد شد	جست از رق جہاں آزاد شد
انجام کار وہ پختہ اور استاد ہو گیا	دنیا کی غلامی سے نکل گیا۔ آزاد ہو گیا
از شراب لایزالی گشت مست	شد ممیز از خلائق باز رست
شراب لایزالی سے وہ مست ہو گیا	وہ خلائق سے ممیز ہو گیا وہ چھوٹ گیا
ز اعتقاد سست پر تقلید شاں	وز خیال دیدہ بے دیدشاں
ان کے اعتقاد سست پر تقلید سے	اور ان کے دیدۂ بے بصیرت کے خیال سے

www.besturdubooks.wordpress.com

(یہاں سے مقولہ ہے مولانا کا بطور انتقال کے بمناسبت مضمون بالا کے کہ چغز کے قلب پر یہ بات تلخ معلوم ہوئی یعنی یہ تو ایک جزئیہ تھا کہ جس بات کا انجام ضرر ہونے والا تھا وہ چغز کے قلب کو مکروہ معلوم ہوئی لیکن یہ حکم کلی بھی ہے کہ) جو کراہت مردرو شنضمیہ کے قلب میں آتی ہے (من البہار بمعنی روشنی) وہ کسی آفت سے خالی نہیں ہوتی (اور) اس فراست کو وصف حق جان نہ کہ وہم نوردل نے لوح کل سے (اس کو) فہم کیا ہے (وصف حق سے مراد خاص صفت علم ہے اور اسی کو لوح کل اس اعتبار سے کہا ہے کہ کل معلومات اس کے روبرو حاضر ہیں۔ اور نوردل سے مراد وہی فراست مذکورہ مصرعہ اولے پس مصرعہ ثانیہ تفسیر ہے مصرعہ اولے کی اور اسی لوح کل و حق کو حدیث میں نوراللہ سے اور اس فراست ونور قلب کو نظر سے تعبیر فرمایا ہے حیث قال علیہ السلام اتقوا فراسة المومن ینظر بنور اللہ اور اس فراست کے استناد الے صفۃ علم الحق کا مبنی مسئلہ مظہریت صفات عبد الصفات الحق اور تناسب بین الظاہر والمظہر ہے کما اشار الیہ الحدیث الذی رواہ البیہقی عن ام الدرداؑ فی فضل ھذہ الامۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اللہ تبارک و تعالیٰ قال یا عیسی انی باعث من بعد امۃ اذا اصابھم مایحبون حمدوا اللہ وان اصابھم ما یکرھون احتسبوا وصبروا ولا حلم ولا عقل فقال یارب کیف یکون ھذا لھم ولا حلم ولا عقل قال اعطیھم من حلمی و علمی کذا فی المشکوۃ آخر باب البکاء علی المیت اور اس فراست کی صحت شب وروز خواص عباد میں مشاہد ہے اور کسی جگہ تخلف ہو جانا قادح اس کی کلیت کا نہیں کیونکہ وہ مشروط ہے ارتفاع عوارض کے ساتھ اور چونکہ عوارض غیر صاحب وحی میں ہر وقت محتمل ہیں اس لئے یہ فراست حجت شرعیہ نہیں اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح یہ واقعات میں جاری ہے اسی طرح احکام شرعیہ ظاہرۃ الدلیل میں بھی کما قال علیہ السلام الاثم ماحال فی صدرک وقال علیہ السلام استفت قلبک اور احتمال عوارض یہاں بھی ہے آگے شعر ہر کراہت الخ کی دلیل ہے کہ انسان کامل میں ہونے کا کیا تعجب ہے بعض اوقات جانوروں کو اللہ تعالیٰ ایسا ادراک دے دیتا ہے چنانچہ ابرہہ کے قصہ میں) ہاتھی کا ٹھٹکنا بیت اللہ شریف کی طرف چلنے سے باوجود اس پیلبان کی کوشش کے اور بانگ ہیا کے (ہیت اسم فعل ہے بمعنے بیا اور امتناع الخ یا مبتدا ہے محذوف المبتدا یعنی دلیل بر آن ست آگے اس امتناع کا بیان ہے کہ) جانب کعبہ کے نہیں چلتا تھا پاؤں ہاتھی کا باوجود (فیلبان کے) تمام ترلاتیں مارنے کے نہ بہت (چلتا تھا) اور نہ تھوڑا (چلتا تھا گویا) یوں کہو کہ اس کے پاؤں خشک ہی ہو گئے تھے یا (یوں کہو کہ) اس کی وہ جان ہول افزا (کہ دوسرے اس کو دیکھ کر ہول کھاویں) مرگئی تھی (لیکن) جب اس کا رخ یمن کی طرف کرتے تو وہ فیل نر تیزی سے قدم اٹھانے لگتا (پس جس حالت میں کہ) فیل کی حس از غیب سے باخبر تھی تو ولی صاحب واردات کی حس کی تو کیا کیفیت ہوگی (یہ تقریر ہوئی استدلال کی جو کہ ظاہر ہے آگے پھر دعویٰ کی تقریر ہے یعنی) کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اس وقت کہ ان سے (بھائیوں نے) یوسف علیہ السلام کو خفیہ طور پر مانگا (اس گفت کا مفعول آگے آوے گا تکرار گفت کے ساتھ ایں دانم الخ اور خفیہ کے معنے یہ ہیں کہ مانگنے کی غرض خفیہ تھی) کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب نبی پاک خو نے یوسف علیہ السلام کے لئے ان کے بھائیوں سے (اس با اخوان کا عامل آگے آوے گا گفت ایں دانم الخ اور درمیان کے جملے خواستند اور گفتند یہ سب حال واقع ہو جاویں گے یعنی) جب ان بھائیوں نے (کذا فی الغیاث) باپ سے مانگا تا کہ ان کو ایک زمانہ کے لئے صحرا کی طرف لے جاویں سب نے ان سے کہا کہ آپ ضرر (و تکلیف) سے اندیشہ نہ کیجئے۔ ایک دو روز ان کو مہلت

www.besturdubooks.wordpress.com

دے دیجئے اے پدر آپ ہم کو معتمد کیوں نہیں سمجھتے (اور) اپنے یوسف کو (ہم) محافظین کے سپرد نہیں کرتے (کما قال تعالیٰ مالک لاتا مناعلی یوسف و انا له لنا صحون تا کہ ہم سبزہ زاروں میں ملاعبہ کریں ہم اس درخواست میں معتمد اور نیک معاملہ ہیں یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں یہ جانتا ہوں کہ میرے پاس سے ان کا لے جانا میرے دل میں رنج اور کلفت کو مشتعل کرتا ہے کما قال تعالیٰ انی لیحز ننی ان تذهبوا به اور کوئی آفت آنے والی معلوم ہوتی ہے کما قال واخاف ان یاکله الذئب اور) میرا یہ دل ہرگز دروغ نہیں کہتا۔ کیونکہ نور عرش سے وہ دل روشنی رکھتا ہے (کوئی شخص شبہ نہ کرے کہ ان کو گرگ نے تو نہیں کھایا تو وہ خیال دل کا تو غلط ہو گیا جواب یہ ہے کہ قلب کو اجمالاً اسی قدر منکشف ہوا تھا کہ کوئی آفت آوے گی اور یہ صحیح تھا باقی تعیین اس آفت کی وہ منکشف نہ ہوئی تھی اس کو رائے سے بطور احتمال فرمایا جیسا کہ اخاف کا مدلول صریح ہے کہ وہ محض احتمال تھا اور رائے کا غلط ہو جانا مضر نہیں اور اسی طرح اس تمام قصہ یوسفی میں جو خیال یعقوب علیہ السلام کے صحیح ہوئے وہ کشف تھا اور جو صحیح نہیں ہوئے وہ تفصیل کے درجہ میں رائے تھے اور اجمال کے درجہ میں وہ بھی کشف تھا اور اس درجہ میں ایک بھی غلط نہیں ہوا اور گو کشف وفراست کا خلاف واقع ہونا بوجہ اس کے ظنی ہونے کے ممکن ہے جیسا اوپر فراست کی ظنیت کو احقر نے تصریحاً لکھا ہے مگر میں نے یہاں اس جواب کو اس لئے اختیار نہیں کیا کہ یعقوب علیہ السلام صاحب وحی ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ ان کا کشف وفراست مستند الی الوحی ہے اس لئے اس کو ظنی کہنا زیبا نہیں چنانچہ آگے مولانا بھی اس کو دلیل قاطع کہہ رہے ہیں یعنی) وہ (ان کے دل کا حزن) خرابی (واقع ہونے) پر دلیل قاطع تھا (لیکن) قضا کے سبب انہوں نے اس کو (معمول بہ ہونے کی حیثیت سے) معتد بہ نہیں قرار دیا (گو قطعی ہونے کے سبب معتقد فیہ سمجھا اس لئے) وہ دلیل جو اس درجہ (قطعیت) کی تھی ان (کے عمل) سے گزر گئی کیونکہ قضا (اپنی) حکمت میں تھی اس وقت (نشان دلیل کو اس لئے کہا کہ دلیل انی علامت ہوتی ہے مدلول کی اور مطلق دلیل کا اطلاق دلیل انی ہی پر ہوتا ہے اور لمی کا اصل لقب علت ہے اور یہاں کشف یعقوبی موثر فی الواقعہ نہ تھا بلکہ صرف دال علی الواقعہ تھا پس اس کو نشان کہنا بلا تکلف صحیح ہوا اور آنچناں کا ترجمہ ہے ویسا اور ویسے کا مطلب ہے عظیم الشان یعنی قطعی جیسا اوپر کے شعر میں اس کو دلیل قاطع کہا ہے پس نشان آنچناں اور دلیل قاطع اپنی اپنی دونوں جزو کے اعتبار سے کالمترادف ہیں اور میں نے جو مصرعہ از قضا از انکر دواعتداد کی تقریر کی ہے اس سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ جب وہ قطعی تھا تو ان کو اس کا معتد بہ قرار نہ دینا جائز کیسے ہو سکتا ہے تقریر دفع ظاہر ہے کہ صرف حادثہ کا وقوع منکشف ہوا تھا سو وقوع کو غیر معتد بہ نہیں سمجھا واشرت الیہ بقولی گو قطعی ہونے کے سبب الخ اور یہ حکم منکشف نہ ہوا تھا کہ اس کشف پر عمل کرو اور یوسف علیہ السلام کو نہ جانے دو اس واسطے عمل کو غیر معتد بہ وغیر مہتم بالشان سمجھنا جائز تھا واشرت الیہ بقولی معمول بہ ہونے کی حیثیت سے الخ بلکہ جب قضا کا تعلق اس واقعہ سے مع اس کی حکمتوں کے اور مع عدم نہی عن ارسال یوسف کے مکشوف ہوا تو رضا بالقضا کا مقتضی یہی عدم اعتداد بالکشف بدرجہ عمل تھا اور اس واقعہ میں جو حکمتیں تھیں ان کی طرف مولانا نے اس شعر کے مصرعہ ثانیہ کہ قضا در فلسفہ الخ میں اشارہ کیا ہے کیونکہ فلسفہ کے معنے حکمت ہیں پس بعض کا فریب کے ساتھ تفسیر کرنا پھر اس کی توجیہ تصحیح کی کرنا تکلف وتعسف ہے اور شعر ایں دلم الخ کی اخیر شرح میں جو میں نے کہا ہے کہ اس کو ظنی کہنا زیبا نہیں باوجودیکہ ظاہر عبارت اس تقدیر استناد الی الوحی پر یہ ہے کہ ظنی کہنا صحیح نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ خود اس تقدیر استناد کی نسبت اس کے قبل کہا گیا ہے کہ ظاہر یہی ہے الخ پس اگر یہ استناد قطعی ہوتا تو وہ دوسری عبارت واجب تھی اب چونکہ یہ استناد خود ظنی ہے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

پہلی عبارت اختیار کی گئی خوب سمجھ لو یہ سب مضامین ان تینوں شعروں کے متعلق یعنی ایں دلم الخ وآں دلیل الخ ودر گذشت الخ نہایت ضروری ہیں آگے مولانا یعقوب علیہ السلام کے عدم اعتداد عمل بالکشف پر ظاہر کے اعتبار سے تعجب فرماتے ہیں کہ) یہ عجیب نہیں کہ نابینا گر پڑے کنویں میں۔ بڑا تعجب گر پڑنا ہے بینائے راہ کا (اور میں نے جو یہ کہا کہ ظاہر کے اعتبار سے الخ وجہ اس کی یہ ہے کہ حقیقت میں یہ اس لئے عجیب نہیں کہ وہ بینا گر پڑے کنویں میں۔ بڑا تعجب گر پڑنا ہے بینائے راہ کا (اور میں نے جو یہ کہا کہ ظاہر کے اعتبار سے الخ وجہ اس کی یہ ہے کہ حقیقت میں یہ اس لئے عجیب نہیں کہ وہ بینا دھوکہ یا غفلت سے نہیں گرا جو تعجب ہو بلکہ اس بینا کو جہاں اس کی بینش ہوئی کہ یہ کنواں ہے یہ بھی بینش ہوتی کہ میرا گرنا اس میں مشیت ورضا دونوں امر کا متعلق بفتح اللام ہے اس لئے قصداً اس میں گر پڑا کہ ضرب الحبیب للعاشقین زبیب والرضا بالقضا للعارفین نصیب وقد مر تقریرہ فی شرح مصراع کہ قضا در فلسفہ الخ آگے بھی اسی تعجب باعتبار الظاہر پر تفریع ہے کہ) اس قضا کے انواع انواع تصرفات ہیں اس کی چشم بندی (یعنی اس قضا کا لوگوں کی آنکھیں بند کر دینا) یفعل اللہ مایشاء (سے مسبب) ہے (پس مبالغۃً سبب کو مسبب پر محمول کر دیا یہ تو اس کی ترکیب تھی آگے تفسیر ہے کہ وہ تصرف اور چشم بندی اس طرح ہے کہ عارف ذی کشف کا) قلب اس (قضا) کے فن (وتدبیر) کو (من وجہ) جانتا بھی ہے اور (اس وجہ) نہیں بھی جانتا ہے (اور یہ دونوں وجہ مصرعہ از قضا آنزانہ کرد اعتداد کی شرح میں گزر چکی ہیں یعنی مرتبہ علم واعتقاد میں تو جانتا ہے اور مرتبہ عمل میں نہ لانے کے سبب گویا نہیں جانتا جیسا کہ علم بلا عمل کو بہت آیات میں عدم علم کے حکم میں ٹھہرایا ہے پس مطلب نداند بالنون کا عمل نمی کند ہے اسی کو اوپر چشم بند اور اسی کو تصریفات متنوعہ قضا کہا ہے پس یہ چشم بندی باعتبار ظاہر کے ہے یعنی صورت چشم بندی کی سی ہے ورنہ وہ تو جاننے کے بعد تسلیم وتفویض کرتا ہے اس لئے اس شعر کی تمہید میں کہا گیا ہے کہ تعجب باعتبار الظاہر پر تفریع ہے آگے مصرعہ ثانیہ میں اس بداند بالباء پر تفریع ہے کہ اسی وجہ سے) اس (قضا) کی مہر (کرنے) کے لئے اس (قلب) کا آہن (کحجین الماء یعنی قلب قوی غیر متاثر من الحادث وہو قلب اہل التمکین) موم (کی طرح) ہو جاتا ہے (جس پر مہر کرنا متعارف ہے یعنی تسلیم وتفویض اختیار کر لیتا ہے اور کشف پر اس طرح عمل نہیں کرتا کہ احتیاط وحذر اختیار کرے اس کا حاصل وہی ہے جس کو اوپر ایک جگہ عدم اعتداد فی درجۃ العمل اور ایک جگہ نداند سے تعبیر کیا ہے تو اس اخیر تعبیر کے اعتبار سے نو یا بداند بالباء پر نداند بالنون متفرع ہوا آگے مصرعہ موم گرد دالخ کی مزید شرح ہے یعنی) گویا (وہ) قلب (مذکور اپنے سے) کہتا ہے کہ اے شخص اس (محبوب صاحب قضا) کا جب اس میں میلان ہے تو پھر جو کچھ بھی ہو ہونے دے (مراد اس سے تسلیم ورضا جیسا پہلے گزرا ہے اور اس رضا وتسلیم کے سبب) وہ اپنے کو اس (بداند بالباء) سے مغفل بھی کر دیتا ہے (اور نداند بالنون کا مصداق ہو جاتا ہے اور) اس (قضا) کی رسن میں (اپنی) جان کو بستہ (ومقید) کر دیتا ہے (اس کا حاصل وہی تسلیم ورضا ہے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ ظاہر میں تو اس کی یہ حالت تدبیر واحتیاط سے تقاعد کرنا حالت نقصان کی معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ تفویض وتسلیم ورضا بالقضا تو اس کا منشا ہے اور مراتب قرب وقبول وترقی علوم ومعارف اس سے ناشی ہیں اس لئے یہ حالت عین کمال کی ہے پس شعر گر شود مات سے شعر ز اعتقاد دست تک یہی مضمون ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اگر وہ صاحب مرتبہ عالیہ (یعنی عارف) اس (معاملہ) میں (تدبیر سے) کم ہمت ہو جاتا ہے تو وہ (واقع میں) کم ہمت نہیں ہوتا (اس کا یہ حال) ایک امتحان ہوتا ہے (یعنی وہ ظہور ہوتا ہے اس کے کمال رضا بالقضا کا اس کو امتحان کہہ دیا کیونکہ غایت امتحان کی یہی ظہور ہے فاطلق السبب وارید المسبب اس میں تو اس کی اس

www.besturdubooks.wordpress.com

حالت کے منشاء کی حالت اشارہ ہو گیا کہ وہ تفویض و رضا ہے اور آگے اس سے جو ثمرات ناشی ہوتے ہیں ان کا ذکر ہے یعنی یہ) ایک بلا اس کو سو بلاؤں سے چھڑا لیتی ہے (اور اس کا یہ) ایک (ظاہری ہبوط اس کو مراتب عالیہ پر لے جاتا ہے (یعنی ایک بلا کو جو اس نے دل سے قبول کیا اس سے بہت سے اس کے اخلاق درست ہوئے گناہ معاف ہوئے جو کہ اصلی بلائیں ہیں اور ظاہر میں تو یہ اس کی پستی ہے کہ گرفتار بلا ہو کر اپاہج بیٹھا ہے لیکن رضا بالقضا کے سبب اس کا قرب بڑھتا ہے اس ثمرہ کا حاصل تو حاصل و مقام کی ترقی ہوئی آگے دوسرا علم کی ترقی کا مذکور ہے کہ) وہ شوخ (یعنی عاشق) خام (یعنی ناقص) کہ اس کو شراب (عشق الٰہی) نے (ایک درجہ میں) لاکھوں (خیالات) زشت خام کے خمار (وغلبہ وہجوم) سے چھڑا دیا تھا (اس کو بھی ان حوادث میں رضا و تسلیم اختیار کرنے سے یہ نفع ہوتا ہے کہ ان خیالات غیر اللہ کا زوال اور اس کی نظر توحید بجائے حال کے مقام ہو جاتا ہے چنانچہ) انجام کار (اگر اس نے رضا کو اختیار کر لیا تو) وہ پختہ اور استاد ہو گیا (اور) دنیا کی غلامی سے نکل گیا (یعنی خلق سے اس کی نظر بدرجہ رسوخ مرتفع ہو گئی اور) آزاد ہو گیا (اور) شراب لایزالی سے وہ مست ہو گیا (اور) وہ خلائق سے (اس صفت میں) ممیز ہو گیا (اور) وہ چھوٹ گیا (کس چیز سے اگلے شعر میں بتلاتے ہیں کہ) ان کے اعتقاد سست پر تقلید سے (کہ غیر حق کے وجود کو معتد بہ سمجھتے ہیں بتقلید عقل متوسط کے) اور (وہ چھوٹ گیا) ان کے دیدۂ بے بصیرت کے خیال سے (دیدہ سے مراد دیدۂ عقل یعنی ہر چند کہ وہ حصول عشق ابتدائی سے بھی غافل عن الخلق و شاغل مع الحق تھا اور ظاہراً اس کو درجہ علم حاصل تھا مگر یہ علم اس کا پختہ نہ تھا رضا و تفویض سے کہ شعبہ ہے عبدیت کا ان علوم میں رسوخ و کمال حاصل ہو گیا پس رضا بالقضا سے احوال و علوم سب میں ترقی ہوئی یہ بیان ہو گیا اس کے ثمرات کا اور شوخ کے لغوی معنے بیباک کے ہیں مگر چونکہ عشق کے لوازم عادیہ سے ہے بے باکی نہ بمعنے بے حیائی بلکہ بمعنی دلیری و عالی ہمتی و آزادی اس لئے مجازاً شعر خام شوخ الخ میں یہ تعبیر کی گئی۔

فائدہ:۔ ان اشعار کی شرح جیسی ہو گئی ہے مجھ کو ویسی امید نہ تھی۔ ولله الحمد وهو الذی ينزل الغيث من بعد ماقنطوا و ينشر رحمته وهو الولی الحميد.

اے عجب چہ فن زند ادراک شاں	پیش جزر و مد بحر بے نشاں
تعجب کی بات ہے ان کا ادراک کیا تیر مارے گا	دریائے بے نشان کے اتار چڑھاؤ کے سامنے
زاں بیاباں ایں عمارتہا رسید	ملک و شاہی و وزارتہا رسید
اس بیابان سے یہ سب عمارتیں پہنچی ہیں	ملک اور شاہی اور وزارتیں پہنچی ہیں
زاں بیاباں عدم مستان شوق	میرسند اندر شہادت جوق جوق
اس صحرائے عدم سے مستان شوق	پہنچ رہے ہیں شہادت میں جوق جوق
کارواں بر کارواں زیں بادیہ	مس رسد در ہر مساء و غادیہ
قافلہ پر قافلہ اس صحرا سے	پہنچ رہے ہیں ہر شام اور ہر صبح میں
آید و گیرد وثاق ما گرو	کہ رسیدم نوبت ماشد تو رو
آتا ہے اور ہمارے گھر کو قبضہ کر کے لے لیتا ہے	کہ میں آ پہنچا ہوں میری باری ہو گئی تو جا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں پسر چشم خرد را واکشاد	زود با بارخت برگردوں نہاد
جب بیٹے نے ہوش کی آنکھ کھولی	تو جلدی سے بابا نے سامان آسمان پر رکھا
جادۂ شاہ ست آں زیں سو رواں	واں ازاں سو صادران و وارداں
یہ ایک سڑک اعظم ہے کہ ایک ادھر سے جا رہا ہے	اور دوسرا ادھر سے صادر ہیں اور وارد ہیں
نیک بنگر ما نشستہ میرویم	می نہ بینی قاصد جائے نویم
خوب دیکھ ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں	تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہم ایک نئی جگہ کے قصد کرنے والے ہیں
بہر حالے می نگیری راس مال	بلکہ از بہر غرضہا در مآل
تو حال کے لئے راس المال نہیں لیا کرتا	بلکہ خاص اغراض کے لئے مال میں
پس مسافر آں بود اے رہ پرست	کہ مسیر و روش در مستقبل ست
پس مسافر وہی ہے اے ابن السبیل	کہ سیر اور توجہ اس کی مستقبل میں ہو
ہمچناں کز پردۂ دل بے کلال	دمبدم در میرسد خیل خیال
جس طرح سے کہ پردۂ قلب سے بلا تعب	دمدم پہنچا کرتے ہیں سواران خیال
گر نہ تصویرات از یک مغرسند	در پے ہم سوی دل چوں میرسند
اگر یہ تصورات ایک منبت سے نہیں ہیں	تو ایک دوسرے کے پیچھے قلب کی طرف کیوں آ رہی ہیں
جوق جوق اسپاہ تصویرات ما	سوئے چشمہ دل شتاباں از ظما
جوق جوق ہمارے تصورات کا لشکر	چشمۂ قلب کی طرف دوڑتے ہیں تشنگی سے
جرہا پر می کنند و میروند	دائما پیدا و پنہاں می شوند
وہ تصورات گھڑے بھر بھر کر چلے جاتے ہیں	ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں
فکر ہارا اختران چرخ داں	دائر اندر چرخ دیگر آسماں
افکار کو اختران چرخ جان	دائر ہیں دوسرے آسمان کے دائرے میں
سعد دیدی شکر کن ایثار کن	نحس دیدی صدقہ و استغفار کن
تو نے سعد دیکھا تو شکر کر اور دوسروں پر بھی ایثار کر	نحس دیکھا تو صدقہ کر اور استغفار کر

(اوپر تصرفات قضا کے وہ مصالح مذکور تھے جو راجع الی الدین یا بعنوان دیگر راجع الی الباطن تھے چنانچہ بر معار

www.besturdubooks.wordpress.com

جہاں رو سے باز رست تک کے حل میں عالی اور علمی ثمرات کی تقریر ہو چکی ہے آگے تصرفات قضا کے وہ مصالح مذکور ہیں جو راجع الی الدنیا یا بعنوان دیگر راجع الی الظاہر ہیں چنانچہ معلوم ہوگا اور یہ مضمون مستقلاً ذکر فرمایا جاتا ہے ما قبل کا تتمہ نہیں ہے یعنی عارف کو جو تفویض و رضا بالقضا سے ترقی ہوتی ہے جس کا اوپر ذکر تھا یہاں یعنی مابعد میں یہ مقصود نہیں کہ قضا کے ان تصرفات نوع آخر کے تفویض سے بھی ترقی ہوتی ہے گو وہ بھی سبب ترقی ہے مگر یہاں اس کا ذکر نہیں ہے چنانچہ تمام اشعار مقام میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں پس چونکہ یہ تتمہ نہیں بلکہ مستقل ہے اس لئے اس کو انتقال کہا جاوے گا دوسرے مضمون کی طرف بمناسبت آخر اشعار بالا زاعتقادست الخ کے یعنی اس شعر سے جو عوام کا تحقیق و بصیرت سے خالی ہونا مذکور ہے اس کے متعلق ہم مضمون آئندہ ذکر کرتے ہیں وہ یہ کہ) تعجب کی بات ہے (اگر عوام بحالت عوام یعنی بے بصیرت ہونے کے ادراک حقائق مذکورہ فیما بعد کا کرلیں) ان (بیچاروں) کا ادراک (بحالت مفروضہ واقعیہ) کیا تیر مارے گا دریائے بے نشان کے اتار چڑھاؤ (یعنی گھٹاؤ بڑھاؤ) کے سامنے (مراد اس دریا سے عالم غیب ہے جہاں سے تصرفات قضا کا تعلق عالم شہادت سے ہوتا ہے اور جزر و مد سے مراد ان تصرفات کا تنوع و تلون ہے اور اس کو بے نشان کہنا بوجہ اس کے غائب عن الحواس ہونے کے ہے جس طرح سے بے پتہ چیز محسوس نہیں ہوا کرتی مطلب یہ کہ بے بصیرت آدمی بے چارہ تصرفات قضا کو جن کا نزول عالم غیب سے ہوتا ہے کیا سمجھے گا اور مقصود اس نفی ادراک سے ان کا عذر بیان کرنا نہیں جیسا ظاہراً عنوان بے نشان سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ مطلب ہو کہ جب وہ بے نشان ہے تو اس کا کوئی کیا ادراک کرے بلکہ مقصود ترغیب ہے تحصیل بصیرت کی دلیل اس کی اشعار آئندہ ہیں نیک بنگر الخ بہر حالے الخ پس مسافر الخ فکر ہا را الخ سعد دیدی الخ خلاصہ یہ کہ بلا بصیرت تو ادراک ہوتا نہیں اور ادراک ضروری پس بصیرت حاصل کرنا چاہئے آگے شرح ہے اس جزر و مد یعنی تصرفات کی یعنی) اس بیابان (عالم غیب) سے یہ سب عمارتیں (عالم شہادت کی) پہنچی ہیں (اور) ملک اور شاہی اور وزارتیں (سب وہاں ہی سے) پہنچی ہیں (چنانچہ ظاہر ہے کہ عالم شہادت مسبب احکام عالم غیب ہی سے ہے اور اوپر بحر اور یہاں بیابان کہنا محض اختلاف عنوان باختلاف اعتبارات ہے اول باعتبار تشبیہ اس کے تصرفات کے جزر و مد کے ساتھ اور ثانی باعتبار اس کی وسعت و سنداجت کے ان قیود خاصہ عالم شہادت سے جیسا صحرا ساذج ہوتا ہے قیود خاصہ آبادی سے آگے ابہام مذکور کی تفسیر کی تصریح ہے یعنی اوپر عنوان بیابان مبہم تھا آگے اس کو عدم کے ساتھ مقید کیا جو کہ اہل فن کے عرف خاص میں عالم غیب پر اطلاق کیا جاتا ہے اسی طرح اوپر ملک و شاہی مبہم تھا آگے اس کو شہادت سے تعبیر کیا پس شعر آئندہ شعر مذکور کی تفسیر ہوگئی اور اس کے بعد پھر اسی کی تفصیل چلی گئی پس فرماتے ہیں کہ) اس صحرائے عدم سے مستان شوق (یعنی کائنات کہ حکم تکوینی کی اطاعت میں مشابہ ہیں مستان شوق کے) پہنچ رہے ہیں (عالم) شہادت میں جوق جوق (جس کی تفصیل یہ ہے کہ) قافلہ پر قافلہ اس صحرا (ے عدم یعنی غیب) سے (عالم شہادت میں) پہنچ رہے ہیں ہر شام اور ہر صبح میں (اس طرح سے کہ ایک نیا قادم) آتا ہے اور ہمارے (یعنی پرانے آئے ہوئے قافلہ کے) گھر کو قبضہ کرکے لے لیتا ہے (اور بزبان حال کہتا ہے) کہ میں آپہنچا ہوں میری باری (آنے کی) ہوگئی (اب) تو (یہاں سے) جا (اس مضمون کا ایک مادہ تحقق یہ بھی ہے کہ) جب بیٹے نے ہوش کی آنکھ کھولی تو جلدی سے بابا نے (اپنا) سامان آسمان پر (لے جا کر) رکھا (یہ ایک مثال ہے اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اولاد کے ہوش سنبھالنے کے بعد ماں باپ مرجاتے ہیں غرض) یہ (مسافت بین عالم الغیب و عالم الشہادۃ) ایک سڑک اعظم ہے کہ (اس میں ایک ادھر سے (ادھر) جا رہا ہے اور دوسرا ادھر سے (ادھر آ رہا ہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

کچھ) صادر ہیں اور (کچھ) وارد ہیں۔ (صادر معنی کام کر کے واپس ہونے والا اور وارد کے معنی نیا آنے والا یہ تو بیان ہوا تصرفات کا آگے ترغیب ہے اس تصریف کو بنظر بصیرت ادراک کرنے کی جس کے عدم پر او پر نکیر مذکور تھی اے عجب چہ فن زند اور اک شان الخ میں پس ارشاد ہے کہ) خوب (غور سے) دیکھ (کہ) ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں (چنانچہ ظاہر ہے کہ گو ہم فی الارکان حرکت نہ کریں اور نشستن سے یہ مراد ہے مگر فی الزمان عالم غیب کی طرف حرکت کر رہے ہیں اور میر دیم سے یہ مراد ہے) تو (واقعات میں غور کر کے) یہ نہیں دیکھتا کہ ہم ایک نئی جگہ کے قصد کرنے والے ہیں (نیا کہنا عوام کے حال کے اعتبار سے ہے کہ عالم شہادت کو اپنی اصلی جگہ سمجھتے ہیں ورنہ اول اور قدیم مقام تو عالم غیب ہی ہے نیک بنگر میں تو صریح امر ہے نظر عبرت و بصیرت حاصل کرنے کا اور می نہ بینی میں بھی جو کہ استفہام توبیخی ہے مقصود امر ہے اسی نظر عبرت و بصیرت کا اب اس نظر کی جو غایت ہے کہ وہی مقصود ہے امر بالنظر سے اس کی طرف متوجہ کرتے ہیں یعنی تجھ کو دنیا کی تجارت کے متعلق یہ معلوم ہے کہ) تو حال کے لئے راس المال نہیں لیا کرتا بلکہ بالنظر سے اس کی طرف متوجہ کرتے ہیں یعنی تجھ کو دنیا کی تجارت کے متعلق یہ معلوم ہے کہ) تو حال کے لئے راس المال نہیں لیا کرتا بلکہ خاص اغراض کے لئے (لیا کرتا ہے) مآل میں (چنانچہ ظاہر ہے کہ تاجر جو راس المال لے کر تصرف کرتا ہے مقصود بالذات خود وہ راس المال یا تصرف نہیں ہوا کرتا بلکہ ربح فی المآل مقصود ہوتا ہے اسی طرح تو عمر کا راس المال لے کر دنیا میں آنے کو سمجھ کہ مقصود اس عمر سے مقاصد حالیہ اکل و شرب و تمتع و تلذذ نہیں بلکہ مقصود اس سے مقاصد مآلیہ ہیں یعنی مثوبات آخرت اور وہ موقوف ہیں بعض خاص تصرفات فی العمر پر کہ وہ اعمال صالحہ و طاعات ہیں پس تجھ کو چاہئے کہ اغراض حالیہ سے اعراض کر کے اغراض مآلیہ میں مشغول ہو اور یہی مقصود تھا نظر عبرت کی تحصیل سے آگے اس کی سابق سے زیادہ تصریح ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) پس مسافر (نہیم) وہی ہے اے ابن السبیل کہ سیر اور توجہ اس کی مستقبل میں ہو (یہاں تک تو بیان تھا عالم غیب اور عالم شہادت میں ان اشیاء کے ورود و صدور کا جن کو یہاں سے ذہاب کے بعد پھر ایاب نہیں ہوتا آگے بیان ہے ایسی اشیاء کے صدور و ورود کا جن کو اکثر صدور و ذہاب کے بعد پھر بھی ورود و ایاب ہو جاتا ہے کہ یہ ورود و صدور سابق سے زیادہ عجیب ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ پہلی اشیاء موجودات خارجیہ ہیں عدم عن الخارج کے بعد پھر اس عالم میں ان کا وجود حسب عادۃ الٰہیہ عود نہیں کرتا اور یہ اشیاء موجودات ذہنیہ ہیں یعنی خیالات اور ان کا عود خلاف عادت الٰہیہ نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ ان موجودات مذکورہ کا عالم غیب سے عالم شہادت میں آنا اور جانا ایسا ہے) جس طرح سے کہ پردۂ قلب سے بلا تعب (یعنی بے تکلف) دمبدم پہنچا کرتے ہیں سو ان خیال (از پردۂ دل میں تو مبداء ان کا بتلایا ہے اور منتہا ان کا دو شعر آئندہ میں ہے فی قولہ سوئے دل وفی قولہ سوے چشمہ دل اور اس طرح مبتداء و منتہا قلب ہی ہوا تو میرے نزدیک دل سے مراد مبداء میں تو قلب حقیقی ہے جو کہ لطیفہ مجردہ ہے اور موجودات عالم غیب سے ہے اسی لئے مولانا نے اس کو پردہ بمعنی انچہ در پردہ باشد سے تعبیر کیا ہے اور منتہا ئے مراد قلب صنوبری ہے جو کہ مضغہ لحمیہ و مورد خیالات و موجودات عالم شہادت سے ہے پس خیالات کا عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف آنا اس سے ظاہر ہو گیا آگے اس کی تائید ہے کہ یہ سب خیالات اسی لطیفہ قلبیہ من اجزاء عالم الغیب سے ہیں یعنی اگر یہ تصورات ایک منبت (بمعنے جائے درخت نشاندن و جائے روئیدن) سے نہیں ہیں تو ایک دوسرے کے پیچھے قلب (صنوبری) کی طرف کیوں آ رہے ہیں (یہ استدلال استثنائی مقدمہ عادیہ سے ہے یعنی عادت یہ ہے کہ ایسا تعاقب کہ بلا کسی کے اہتمام کے ایک دوسرے کے پیچھے برابر آ رہا ہو عادۃً موقوف ہے خاص اس تناسب پر کہ وہ سب چندے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک جگہ مجتمع رہے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ خیالات جو قلب صنوبری میں وارد ہیں ان میں ایسا ہی تعاقب ہے کہ خود بخود ایک خیال کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا الی مالا یقف عند حد سلسلہ وار چلے آتے ہیں تو ضرور ان میں بھی ایسا ہی تناسب ہے اور چونکہ وہ اعراض ہیں ان میں بلا واسطہ محل کے اجتماع ہو نہیں سکتا تو لامحالہ وہ چندے ایک محل میں جمع رہے ہیں اور قلب صنوبری کے قبل بجز قلب حقیقی کے اور کوئی محل ثابت نہیں ہوا پس ظناً واتفاعاً ثابت ہوا کہ وہ سب قلب حقیقی میں مجتمع تھے اور یہی معنی ہیں از یک مغرسند کے غرض) جوق جوق ہماری تصورات کا لشکر چشمہ قلب (صنوبری) کی طرف دوڑتے ہیں تشنگی (یعنی اشتیاق) سے (اور اس اشتیاق سے ویسے ہی معنی مراد ہیں جیسے اوپر شعر زاں بیاباں عدم میں مستان شوق میں مراد تھے یعنی حکم تکوینی سے مثل شائق کے مطیع ہیں اور یہاں تک ذکر تھا ان خیالات کے ورود کا آگے ذکر ہے صدور کا یعنی) وہ تصورات گھڑے بھر بھر کر (واپس) چلے جاتے ہیں (چونکہ اوپر کہا ہے از ظما اس لئے اس کی مناسبت سے یہاں ان خیالات کے ذہاب بعد حصول غایا تھا کو اس عنوان سے تعبیر کیا اور وہ غایات خواہ واقعی ہوں یا خیالی مثلاً یہ خیال آیا کہ روپیہ حاصل کروں اور جب روپیہ حاصل ہو گیا وہ خیال جاتا رہا یہاں تو غایت واقعیہ حاصل ہوئے یا یہ خیال آیا کہ میں فلاں شخص سے رتبہ میں بڑا ہوں اور اپنے نزدیک کچھ تائیدات خیالیہ سے تسلی کر کے وہ خیال ختم ہو گیا یہاں غیر واقعی غایت حاصل ہو گئی و مثل ذلک اور اس میں ان خیالات کے مصالح بھی معلوم ہو گئے کہ ان ہی غایات پر تمام کارخانہ عالم چل رہا ہے گو غیر واقعی ہی کیوں نہ ہوں اور یہ جاتا رہنا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پھر عود کرآتا ہے تو ضرور اس اثناء میں وہ کسی خزانہ میں رہا ہے کہ اس سے پھر چلا آتا ہے جیسا حکماء نے ہر قوت مدرکہ کا ایک ایک خزانہ جدا جدا مانا ہے سو اگر کوئی شخص خزانہ حقیقی صرف قلب حقیقی کو مان لے اور ان خزائن کو محض وسائط مانے جیسے حکماء نے اصل مدرک نفس کو مانا ہے اور باقی مدرکات کو آلات تو اس میں کیا استبعاد ہے اور اس صورت میں ان سب خیالات کا صدور عالم غیب کی طرف ظاہر ہو جاوے گا۔ مولانا کا ظاہر کلام اسی پر منطبق ہوتا ہے اور کبھی اگر بالکل نسیان ہو جاوے تو ممکن ہے کہ وہ اس مقام پر مذکور نہ ہوا گر اکثر خیالات کا صدور بھی مذکور ہو نفس مدعا کے اثبات میں کافی ہے کیونکہ ایجاب کلی کا دعویٰ مقصود بھی نہیں چونکہ اس صدور کے بعد پھر بھی کبھی ورود ہوتا ہے اور یہی ورود بعد الصدور ما بہ الامتیاز ہے اشیاء سابقہ و اشیاء لاحقہ میں اس لئے ورود اول پھر وصدور پھر ورود ثانی بعد الصدور کا سلسلہ جاری رہنے کی بناء پر فرماتے ہیں کہ یہ خیالات) ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں (اور جس طرح اشیاء سابقہ کے ورود وصدور پر نظر اعتبار واستبصار کی ترغیب دی تھی اسی طرح ان اشیاء لاحقہ کے ورود وصدور مذکور پر ایسی ہی نظر کی ترغیب ہے پس فرماتے ہیں کہ ان) افکار کو (مثل) اختران چرخ (کے) جان (جو) دائر ہیں دوسرے آسمان کے دائرے میں (مراد اس دیگر آسمان سے قلب ہے حقیقی بھی کہ اول وہاں گردش کرتے ہیں اور اس کا احساس اس شخص کو نہیں ہوتا اور صنوبری بھی کہ ثانیاً اس میں گردش کرتے ہیں اور اس کا احساس بھی ہوتا ہے آگے اس گردش کے محسوس ہونے پر جو کہ قلب صنوبری میں آنے کے وقت ہوگا تفریع کرتے ہیں کہ اگر) تو نے سعد دیکھا تو شکر کر اور دوسروں پر بھی ایثار کر (یعنی دوسروں کو بھی نفع پہنچا اور اگر) نحس دیکھا تو صدقہ کر اور استغفار کر (مطلب یہ کہ جس طرح نجومی کواکب میں سعد و نحس مانتے ہیں وہ تو مہمل ہیں مگر ہاں ان خیالات میں سعد و نحس ضرور ہیں یعنی جو خیال سبب طاعت ہو وہ سعد ہے اور جو جاذب الی المعصیت ہو وہ نحس ہے پہلے خیال پر شکر بجالا اور دوسرے پر پناہ مانگ اور یہی مراد ہے اعتبار واستبصار سے)۔

فائدہ:۔ میں ان اشعار کے ارتباط میں ماقبل کے ساتھ اور شعر اول میں جو لفظ بجر واقع ہوا ہے اس کی مراد

www.besturdubooks.wordpress.com

میں دو دن بہت بہت دیر متحیر رہا جب عاجز ہو گیا دعا کی کہ مولانا کے کلام کی تفسیر ان ہی کے کلام سے واضح فرمادی جاوے پس بسم اللہ کر کے اس دفتر سادس کو بند کر کے کیف ما اتفق کھولا تو یہ اشعار نکلے۔

طالب الدنیا و توفیراتہا　　طالب العلم و تدبیر اتہا

پس دریں قسمت چو بگماری نظر　　غیر دنیا باشد ایں علم اے پدر

غیر دنیا پس چہ باشد آخرت　　کت کند زینجا و باشد رہبرت

غیر دنیا آخرت باشد یقیں　　کان بروز نجات آنجا اے امیں

اس سے تو ارتباط ظاہر ہو گیا جس کو میں نے ان اشعار کی شرح کے اول میں لکھا ہے کہ اوپر مصالح راجع الی الدین تھے اور آگے راجع الی الدنیا ہیں پھر دوبارہ کھولا تو اس دفتر کے اختتام کا یہ شعر نکلا۔

دندراں جمعہ اش سقائے زرع بود　　آب نہر آں روز بہرش می کشود

اس سے تفسیر بحر کی سمجھ میں آ گئی کہ مراد اس بحر سے موجود حادث ہے اس لئے عالم غیب سے اس کی تفسیر کر دی گئی موجود قدیم مراد نہیں کہ کبھی اس کو بھی مجازاً بحر سے تعبیر کر دیتے ہیں بحکم واما بنعمۃ ربک فحدث اس واقعہ کو ذکر کیا گیا۔

ما کئیم ایں را بیا اے شاہ من	طالعم مقبل کن و چرخے بزن
ہم اس کے لئے کیا چیز ہیں اے میرے بادشاہ آپ توجہ فرمائیے	میری طالع کو با اقبال کر دیجئے اور ایک گردش دیجئے
روح را تاباں کن از انوار ماہ	زاں کز آسیب ذنب شد جاں سیاہ
روح کو روشن کیجئے انوار ماہ سے	کیونکہ وہ جان صدمہ ذنب سے سیاہ ہو گئی ہے
روح رازاں نور مہ کن ملتہب	کہ سیہ شد جان من ز آسیب تب
روح کو اس نور ماہ سے مشتعل کیجئے	کیونکہ میری روح سیاہ ہو گئی ہے صدمہ تپ سے
از خیال و وہم و ظن بازش رہاں	از چہ و وجور رسن بازش رہاں
خیال اور وہم اور ظن اسے اس کو چھڑا دیجئے	چاہ اور جور رسن سے اس کو چھڑا دیجئے
تاز دلداری خوب تو دلے	پر برآرد بر پرد زاب و گلے
تا کہ آپ کی دلداری خوب سے ایک دل	پر پیدا کر لے آب و گل سے اڑ جاوے
اے عزیز مصر جانم دستگیر	عذر ایں زندانی خود در پذیر
اے میرے مصر روح کے عزیز دستگیری کیجئے	اپنے اس قیدی کا عذر قبول کیجئے
اے عزیز مصر در پیمان درست	یوسف مظلوم در زندان تست
اے عزیز مصر جو کہ درست عہد ہیں	یوسف مظلوم آپ کے زندان میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در خلاص او یکے خوابے ببیں	زود کاللہ یحب المحسنین
اس کی خلاصی کے لئے ایک خواب دیکھ لیجئے	جلدی سے کیونکہ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو
ہفت گاو لاغرے و پرگزند	ہفت گاو فربہش را میخورند
سات گائے لاغر پر ضرر	اس کی سات گائے فربہ کو کھا رہی ہیں
ہفت خوشہ خشک وزشت وناپسند	سنبلات تازہ اس را می چرند
سات خوشہ خشک اور زشت اور ناپسند	اس کے تازہ خوشوں کو چر رہے ہیں
قحط از مصرش برآمد اے عزیز	ہیں مباش اے شاہ ایں را مستجیز
اے بادشاہ اس کے مصر سے قحط ظاہر ہوا ہے	ہاں اے بادشاہ اس کو جائز نہ رکھئے
یوسفم در حبس تو اے شہ نشاں	ہیں ز دستان زنانم وارہان
میں یوسف ہوں آپ کے حبس میں اے بادشاہ ایک نشان بھیج دیجئے	ہاں عورتوں کے مکر سے مجھ کو چھڑا دیجئے
از سوی عرشے کہ بودم مربط او	شہوت مادر فگندم کاھبطوا
عرش کی جانب سے کہ وہ میرا مسکن تھا	مجھ کو ماں کی شہوت نے گرا دیا کہ اترو
پس فتادم زاں کمال مستتم	از فن زالے بزندانے رحم
پس میں اس کمال تام سے گر گیا	ایک پیرزال کے فن سے زندان رحم میں
روح را از عرش آرد در حطیم	لاجرم کید زناں باشد عظیم
روح کو عرش سے ایک شکستہ مکان میں لے آتا ہے	لاجرم عورتوں کا کید عظیم ہوتا ہے
اول و آخر ہبوط من ززن	چونکہ بودم روح و چوں ہستم بدن
میرا اول ہبوط اور آخری ہبوط عورت ہی سے ہوا	جبکہ میں روح تھا اور جبکہ میں بدن ہوں
بشنو ایں زاری یوسف در عثار	یا براں یعقوب بیدل رحم آر
یوسف کی یہ زاری ٹھوکر کھانے میں سن لیجئے	یا اس یعقوب بیدل پر رحم کیجئے
نالہ از اخواں کنم یا از زناں	کہ فگندندم چو آدم از جناں
میں نالہ بھائیوں سے کروں یا عورتوں سے	جنہوں نے مجھ کو آدم علیہ السلام کی طرح جنت سے باہر پھینک دیا
زاں مثال برگ دے پژمردہ ام	کز بہشت وصل گندم خوردہ ام
میں اس لئے مثل خزاں کے پژمردہ ہو رہا ہوں	کہ بہشت وصل سے گیہوں کھا لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بدیدم لطف و اکرام ترا	واں سلام سلم و پیغام ترا
جب میں نے آپ کے لطف و اکرام کو دیکھا	اور آپ کے سلام صلح اور پیام کو
من سپند از چشم بد کردم پدید	در سپندم نیز چشم بد رسید
تو میں نے چشم بد کے سبب اسپند کو نکالا	سپند میں بھی مجھ کو چشم بد لگ گئی
دافع ہر چشم بد از پیش و پس	چشمہائے پرخمار تست و بس
ہر چشم بد کی دافع پیچھے سے اور آگے سے	آپ کی پرخمار آنکھیں ہیں اور بس
چشم بد را چشم نیکویت شہا	مات و مستاصل کند نعم الدوا
چشم بد کو آپ ہی کی چشم خوب اے بادشاہ	عاجز اور از بیخ برکندہ کرتی ہے وہی اچھی دوا ہے
بل ز چشمت کیمیا ہای رسد	چشم بد را چشم نیکو می کند
بلکہ آپ کی چشم سے کیمیائیں پہنچتی ہیں	وہ چشم بد کو چشم خوب کر دیتی ہے
چشم شہ بر چشم باز دل زدست	چشم بازش سخت باہمت شدست
چشم شاہی نے باز قلب کی چشم پر اثر کیا	اس شاہ کے باز کی چشم نہایت باہمت ہو گئی
تا ز بس ہمت کہ یابید از نظر	می نگیرد باز شہ جز شیر نر
یہاں تک کہ غایت ہمت کے سبب جو کہ اس نے نظر سے پائی ہے	بازشاہی بجز شیر نر کے کسی کو نہیں پکڑتا
شیر چہ کاں شہباز معنوی	ہم شکارتست وہم صیدش توئی
شیر کیا چیز ہے بلکہ وہ شاہباز معنوی	آپ کا شکار بھی ہے اور آپ اس کے صید بھی ہیں
شد صفیر باز جاں در مرج دیں	نعرہائے لا احب الآفلین
باز روح کی آواز چراگاہ دین میں	لا احب الآفلین کے نعرے ہیں
باز دل را کز پئے تو می پرید	از عطای بیحدت چشمے رسید
باز قلب کو جو کہ آپ کے لئے اڑ رہا تھا	آپ کے عطائے غیر محدود سے ایک بینا آنکھ وصول ہوئی
یافت بینی بوی و گوش از تو سماع	ہر حسے را قسمتے آمد مشاع
بینی نے قوت شامہ اور کان نے آپ کی طرف سے قوت سامعہ	حاصل کی ہر حس کا حصہ مشہور ہے
ہر حسے را چوں دہی رہ سوی غیب	نبود آں حس را فتور مرگ وشیب
جس حس کو بھی جب آپ غیب کی طرف راہ دیتے ہیں	تو اس حس کو ضعف موت اور بڑھاپے کا نہیں ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

مالک الملکی بکس چیزے دہی	تا کہ برحسہا کند آں حس شہی
آپ مالک الملک ہیں جس کو ایسی چیز دے دیتے ہیں	تا کہ اور حسوں پر وہ حس بادشاہی کرے
جہد کن تا حس تو بالا رود	تا کہ کارے حس ازاں بالا شود
تو کوشش کر تا کہ تیری حس بالا کی طرف جاوے	تا کہ حس کا فعل اس کے سبب بالا ہو جاوے

(یہاں سے انتقال ہے دوسرے مضمون کی طرف جو مضمون بالا کا عین تو نہیں مگر مناسب ہے یعنی اوپر اشیاء مختلفہ کا عالم غیب سے عالم شہادت میں اضطراراً وتکویناً متوجہ ہونے کا مضمون تھا اب اس کی مناسبت سے اپنے اختیاراً وقصداً عالم شہادات میں متوجہ ہونے کا یعنی مقتضیات غضب وشہوات میں مبتلا ہو جانے کا جو کہ اکثر اہل غفلت کی حالت ہے مضمون ہے گو اس کے ساتھ تبعاً اظہار عجز واستجلاب ترحم کے لئے کہیں کہیں توجہ اضطراری مذکور کا بھی ذکر ہے لیکن مقصود توجہ اختیاری ہی مذکور ہے اور اس کو بطریق مناجات والتجا بجناب حق سبحانہ وتعالیٰ ذکر کیا ہے جس کا حاصل استدعا ہے اس بلیہ سے نجات وخلاصی کی اور طلب ہے عنایت واصطلاح کی اور بیان ہے اس عنایت وکرم کے بعض آثار وخواص کا لیکن حسب عادت ایک آدھ جگہ غلبہ حال میں کلام مستانہ بھی ہو گیا ہے جس میں بعض عنوانات وتعبیرات ظاہر کے خلاف اور محتاج تاویل ہیں یہ خلاصہ ہے ان سب اشعار کا پس کہتے ہیں کہ میں نے جو اوپر کہا ہے کہ خیالات محسہ ومضرہ کو جو کہ عالم غیب سے اضطراراً آئے ہیں تدارک کی تدبیر طاعات بدنیہ ومالیہ سے کرو اور اس کی غوائل میں قصداً واختیاراً مت پھنس جاؤ کہ ان کے مقتضاء پر عمل مت کرنے لگو اس طرح سے کہ شہوات وغضب میں مبتلا ہو جاؤ سو گو میں نے اس کی تدبیر کرنے کو کہا ہے لیکن اصل تو یہ ہے کہ اس تدبیر کا نافع ومؤثر ہونا بھی حق تعالیٰ ہی کے فضل وتوفیق پر موقوف ہے اس لئے اس کی درگاہ میں مناجات کرتا ہوں کہ وہ ان بلیات سے نجات بخشے وہ مناجات واسترحام یہ ہے) ہم اس (تدارک مذکور) کے لئے کیا چیز ہیں (یعنی ہماری تدبیر کیا کافی ہے) اے میرے (حقیقی) بادشاہ آپ توجہ فرمایئے (اور) میرے طالع کو با اقبال کر دیجئے (یعنی حالات محسہ مذکورہ کی تبدیل کر دیجئے) اور (ان کواکب خیالات محسہ کو) ایک گردش دیجئے (جس سے وہ سعد ہو جاویں گے آگے بلفظ دیگر اس کی تفسیر ہے یعنی میری) روح کو روشن کیجئے انوار ماہ (ذکر وطاعات وحسنات) سے کیونکہ وہ جان (یعنی روح) صدمہ ذنب سے (کہ ایک نقطہ ہے مجملہ دو نقطوں کے جس میں آفتاب کے آ جانے سے اس کو کسوف ہو جاتا ہے جس کی تحقیق عشر ثالث کے شروع میں بذیل شعر کز ذنب پرہیز کن الخ گزری ہے مراد اس سے ظلمت ہے سیئات وغفلت کی یعنی اس ظلمت غفلت ومعصیت سے) سیاہ ہو گئی ہے روح کو اس نور ماہ سے مشتعل کیجئے کیونکہ میری روح سیاہ ہو گئی ہے صدمہ تپ (شہوت وغضب) سے (شہوت وغضب میں حرارت طبعیہ ہونے سے اس کو تپ سے تشبیہ دینا نہایت مناسب ہے) خیال اور وہم اور ظن (ان تصورات محسہ مضرہ مفضی الی المعاصی) سے اس (روح) کو چھڑا دیجئے (اور) چاہ اور جور رسن (یعنی اعمال مضرہ مفضی الی الاہلاک والبوار) سے اس کو چھڑا دیجئے (اور احوال مبعدہ عن الحق دو ہی ہیں علوم مضرہ واعمال مضرہ دونوں سے نجات طلب کی گئی) تا کہ آپ کی دلداری خوب سے ایک دل (یعنی میرا دل) پر پیدا کر لے (اور) آب وگل (یعنی تعلقات مذمومہ عالم شہادت) سے اٹھ جاوے (اور جلدی سے نکل جاوے دلے کی تنکیر تحقیر کے لئے ہے بغرض ترحم کے) اے میری مصر روح کے عزیز (بادشاہ میری) دستگیری کیجئے (اور) اپنے اس قیدی کا عذر قبول کیجئے (عزیز کا اطلاق مصر کے وزیر وبادشاہ دونوں پر آتا ہے یہاں بادشاہ مراد ہے روح

www.besturdubooks.wordpress.com

کو یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دی بوجہ زنداں میں گرفتار ہونے کے اور چونکہ ان کو شاہ مصر نے چھوڑا تھا اس لئے حق تعالیٰ کو عزیز سے تشبیہ دی یعنی میں زندان غضب و شہوت میں مبتلا ہوں مجھ کو خلاصی دیجئے) اے عزیز مصر جو کہ درست عہد ہیں (کما قال تعالیٰ و من اوفی بعهده من الله) یوسف مظلوم آپ کے زندان میں ہے (یہ اضافہ تملیکیہ ہے اور یہ مطلب کہ آپ نے پھنسا دیا اس کو تو یہاں درست میں قطع کر دیا اشارہ اس طرف ہے کہ آپ کی طرف سے تو وفا ہی وفا ہے یہ سب جفا میری طرف سے ہے اور مظلوم اس لئے کہا کہ نفس شیطان نے روح پر تعدی کر رکھی ہے آگے اسی مضمون کا ایک عنوان محتاج تاویل ہو گیا ہے یعنی) اس (یوسف) کے خلاصی کے لئے ایک خواب دیکھ لیجئے جلدی سے کیونکہ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو (مراد توجہ ہی جو سبب ہو جاوے خلاصی کا جیسا شاہ مصر کا خواب بواسطہ تعبیر یوسف علیہ السلام کے ان کی خلاصی کا سبب ہو گیا تھا اور وہ تاویل یہی تشبیہ ہے اور تشبیہ بھی من کل الوجوہ نہیں کہ سب اجزاء مشبہ بہ کے مقابل مشبہ میں بھی اتنے ہی امور ہوں۔ من رؤيته للمنام و طلب تعبيره ثم ذكر احد الفتيين له ثم تعبير يوسف نحو ذلك كما هو ظاهر اور الله يحب المحسنين میں وضع مظہر موضع مضمر ہے مطلب یہ کہ آپ مجھ پر توجہ فرمایئے کیونکہ آپ تو اہل احسان کو دوست رکھتے ہیں تو خود کیوں نہ احسان فرماویں گے۔ لاتظهر باحسن من هذا الوجه لهذا الكلام اب لفظ خواب بیں کی مناسبت سے بعض اجزاء خواب کے مناسب عنوان سے عرض حاجت کرنے لگے کہ روح کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ) سات گائے لاغر پر ضرر اس (روح) کے سات گائے فربہ کو کھا رہی ہیں (اور) سات خوشہ خشک اور زشت اور ناپسند اس کے تازہ خوشوں کو چر رہے ہیں (مراد یہ کہ اس کے احوال سیئہ اس کے احوال حسنہ کو ضرر پہنچا رہے ہیں اور اس شعر کی تمہید میں جو میں نے تقریر کی ہے اس سے یہ اشکال جاتا رہا کہ جب اللہ تعالیٰ کو بادشاہ مصر سے تشبیہ دی تو اللہ تعالیٰ میں اس کا تحقق بے معنے ہے وجہ دفع ظاہر ہے کہ مقصود تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہے محض مناسبت لفظیہ مقام سے یہ بھی ایک تعبیر ہے مقصود کی اسی طرح ایسی ہی مناسبت سے شعر آئندہ کا بھی عنوان ہے یعنی) اے بادشاہ اس (یوسف روح) کے مصر سے قحط ظاہر ہوا ہے ہاں اے بادشاہ اس (قحط) کو جائز نہ رکھئے (اس کی تدبیر کیجئے مطلب یہ کہ مجھ میں غلبہ غفلت و معصیت سے دواعی (طاعت و ذکر کے ضعیف و مضمحل ہو گئے ہیں آپ ان کو تقویت دیجئے) میں (مثل) یوسف (کے) ہوں آپ کے حبس میں اے بادشاہ ایک نشان بھیج دیجئے (جیسے سلاطین سند حکم استخلاص کے لئے ایسا کرتے ہیں مراد یہاں صرف یہ ہے کہ اس کا حکم کر دیجئے) ہاں عورتوں کے مکر سے مجھ کو چھڑا دیجئے (مراد اس سے مکاید و شہوات نفس ہیں جو سبب ہو گئے غفلت و معصیت میں مقید ہو جانے کا آگے اس شہوت نفس معبر بکید زن کی تسبب کی ایک صورت ایک لطیفہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ) عرش کی جانب سے (یعنی عالم علوی و عالم ارواح کی جانب سے) کہ وہ میرا مسکن تھا مجھ کو ماں کی شہوت نے (عالم سفلی میں) گرا دیا کہ اترو (یعنی ماں کا جماع جو مسبب ہے شہوت سے اس کا سبب ہو گیا چنانچہ ظاہر ہے کہ جماع سے طلوق حمل کا ہوا پھر اس سے روح کا تعلق ہوا مطلب یہ کہ شہوت نفس مجھ کو دو طرح ضرر رساں ہوئی ایک تو مباشرۃ کہ خود معاصی و شہوات مذمومہ میں مبتلا ہوا اور دوسرے تسببا کہ ماں باپ کو شہوت ہوئی اس سے باہم صحبت ہوئی اس سے میری روح میرے بدن سے متعلق ہوئی پھر میں اپنے ہاتھوں مبتلا ہوا تو وہ شہوت گو مباح تھی مگر بوسائط میں اس سے متضرر ہوا گو اپنی سوء اختیار ہی سے ہوا تو شہوت کا ایک امر خطرناک ہونا تو اس سے ثابت ہوا اور ظاہر ہے کہ اس کو دستان زناں کی تائید میں لانا لفظاً لطیفہ ہے کہ دیکھو عورتوں سے یہ نقصان مجھ کو ہوا اور معنے بالکل محققانہ مضمون ہے جیسا ابھی تسبب سے توجیہ کی گئی آگے بھی اسی لطیفہ کی صورت میں اس مضمون کی تتمیم ہے کہ)

پس میں اس کمال تام (یعنی سکونت عالم علوی) سے گر گیا ایک پیرزال (یعنی مادر) کی فن (شیق) سے زندان رحم میں (جس کی تقریر اوپر ہو چکی) روح کو (فن مذکور) عرش سے ایک شکستہ (دویران) مکان (عالم) میں (فی المنتخب حطیم شکستہ) لے آتا ہے لاجرم (یہ مضمون صحیح ہے کہ) عورتوں کا کید عظیم ہوتا ہے (آگے اسی مضمون کی تائید ہے اسی عنوان سے کہ) میرا اول ہبوط (بضمن ہبوط آدم علیہ السلام) اور آخری ہبوط (بواسطہ تعلق روح بحمل) عورت ہی سے ہوا (اول وآخر کی آگے تفسیر ہے یعنی) جبکہ میں روح تھا اور جبکہ میں بدن (ہو گیا) ہوں (ہبوط آدم کے وقت جسد کا نہ ہونا اور تعلق روح کے وقت بدن کا ہونا ظاہر ہے اشارہ ہے قصہ مشہورہ کی طرف کہ آدم علیہ السلام کو حضرت حوا علیہا السلام نے گیہوں کھانے کا ایک تاویل سے مشورہ دیا اور گندم کھانا بھی ایک فرد ہے شہوت بطن کی جیسا کہ شہوت مادر ایک فرد ہے شہوت فرج کی) یوسف (روح) کی یہ زاری (اس کے) ٹھوکر کھانے میں سن لیجئے (یعنی وہ ٹھوکر کھا کر پریشانی میں زاری کر رہا ہے اور) یا اس یعقوب بیدل پر رحم کیجئے (یعقوب سے مراد مرشد وشیخ کذافی الحاشیہ عن مرشدیؒ کہ جس طرح یعقوب علیہ السلام مربی یوسف علیہ السلام تھے اسی طرح شیخ مربی مرید ہے اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جو شخص اپنی اصطلاح چاہتا ہے جیسا مولانا اس مقام پر اس کی درخواست کر رہے ہیں خواص عباد بھی اس کے لئے دعا ہمت کیا کرتے ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ اگر میری درخواست بوجہ فقدان شرائط قابل قبول نہیں تو اپنے خاص بندوں ہی کی دعا کی برکت سے میری اصلاح فرما دیجئے اور اس میں یہ بھی تعلیم ہو جاوے گی کہ عبادت صالحین سے بھی دعا کے لئے رجوع کرنا چاہئے اپنی دعاء پر تکیہ نہ کرے جیسے شروع اشعار میں اس کی تعلیم تھی کہ کوشش وتدبیر پر تکیہ نہ کرے بلکہ التجا بجناب حق سبحانہ بھی کرے) میں نالہ بھائیوں سے کروں یا عورتوں سے جنہوں نے مجھ کو آدم علیہ السلام کی طرح جنت سے باہر پھینک دیا (میرے نزدیک اخوان میں بمشارکت حسد کے اشارہ ہے غوائل غضب کی طرف اور زنان میں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اشارہ ہے غوائل شہوت کی طرف مطلب یہ کہ میں اپنے شر شہوت وغضب دونوں سے نالاں ہوں اور فلگندم الخ کی وہی تقریر ہے جو اول وآخر ہبوط من الخ کی شرح میں گزر چکی ہے) میں اس لئے مثل خزاں کے پژمردہ ہو رہا ہوں کہ بہشت وصل (وقرب) سے (جہاں بے حد نوا کہ ذکر وطاعات وسرور روح کے تھے اور ابتلاء کے لئے وہاں دواعی شہوت وغیرہ کی بھی تھی میں نے براہ نادانی اس جنت میں) گیہوں (جو کہ شجرہ منہی عنہا تھا) کھا لیا (اس لئے معبود ہو کر افسردہ ہو رہا ہوں اور توبہ کر کے عود کرنا چاہتا ہوں اس حالت مالوفہ کی طرف بہشت وصل کہا ہے دواعی طاعت کو اور اس کے ساتھ دواعی معصیت کا بھی مجتمع ہونا ظاہر ہے اس کے بعد باقی تقریر ظاہر ہے یہاں تک طلب تھی ترحم کی اپنے فضائح و مفاسد کے اظہار کے ساتھ آگے استجلاب ہے عنایت کا حضرت حق کے مدائح ومحامد اور اس عنایت کے خواص وآثار کے بیان کے ساتھ کہ ادب دعا کا یہی ہے کہ اپنی نااہلی اور حضرت حق کے کمالات عرض کرے پس کہتے ہیں کہ) جب میں نے آپ کے لطف واکرام کو دیکھا (جس کا ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے) اور آپ کے سلام صلح (وعدہ قبول توبہ) اور پیام (دعوت الی دارالسلام) کو (دیکھا جس کا مقتضا یہ تھا اور یہی واقع بھی ہوا کہ عدو مبین یعنی شیطان لعین کو حسد ہوا اور وہ اضرار واغواء کے درپے ہو کما قال تعالیٰ ناقلا منہ لما امر بالسجود ثم ابی حسدا وکبراً فقال ارایتک ھذا الذی کرمت علی لئن اخرتن الی یوم القیمۃ لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا پس اس کے دفع کے لئے میں نے تدبیر اور کوشش کی جس کو آگے ایک خاص عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ جب میں نے یہ لطف دیکھا) تو میں نے چشم بد کے سبب اسپند کو نکالا (کہ اس سے چشم بد کو دفع کروں گا جیسا بعض میں متعارف تھا کہ اس غرض کے لئے اسپند جلاتے تھے یہ ماخذ ہے اس کنایہ کا لیکن اس) سپند

www.besturdubooks.wordpress.com

(جلانے) میں بھی مجھ کو چشم بد لگ گئی (چشم بد اسی حسد و قصد اغوا ابلیس کو کہا اور اس سے بچنے کی تدابیر کرنے کو سپند سوختن کہا پھر ان تدابیر میں بھی خلل ڈالنے کو جیسا کہ شیطان کا طریقہ مستمرہ ہے کہ ان میں بھی طرح طرح کے علمی و عملی غلطیوں میں مبتلا کر دیتا ہے چشم بد رسیدن در پسند سے تعبیر کیا مطلب یہ ہوا کہ قبل اہتمام تدبیر تو اس کا تختہ مشق ہوں ہی بڑی مصیبت یہ ہے کہ بعد اہتمام تدبیر بھی اس کے پنجہ میں گرفتار ہوں جب یہ حالت ہے تو بس اصلی تدبیر آپ کی حفاظت و عنایت ہے آگے اسی کو کہتے ہیں کہ) ہر چشم بد کی دافع پیچھے سے اور آگے سے ہے (یعنی جس طرف سے بھی چشم بد کو) آپ کی پر خمار آنکھیں ہیں اور بس (مراد چشمہائے پر خمار سے عنایت محبوبانہ ہے آگے بھی اس کی خاصیت کا بیان ہے کہ) چشم بد کو آپ ہی کی چشم خواب اے بادشاہ عاجز اور از بیخ برکندہ کرتی ہے (اور اس کی) وہی اچھی دوا (یعنی موثر حقیقی) ہے (نہ کہ سپند تدبیر یعنی وہ علت حقیقیہ نہیں مگر بوجہ مامور بہ ہونے کے اس کا کرنا بھی عبادت ضروریہ ہے اور اکثر اسی پر وہ علت حقیقی بھی متوجہ ہو جاتی ہے آگے اس خاصیت مذکورہ کے بیان میں ترقی کرتے ہیں یعنی آپ کی چشم دافع تو کیوں نہ ہوتی) بلکہ (دافع سے بڑھ کر ہے وہ یہ کہ) آپ کی چشم سے کیمیائیں پہنچتی ہیں (یعنی) وہ چشم بد کو چشم خوب کر دیتی ہے (یہ تفسیر ہے کیمیا کی جس کی خاصیت تبدیل خواص ہے مراد اس سے یہ ہے کہ اپنی خواص عبادت کی نظر و توجہ میں یہ خاصیت رکھ دیتے ہیں کہ ان کے محل عنایت پر چشم بد ابلیسی اثر نہیں کرتی بلکہ ہر طرح محفوظ رہتے ہیں۔ قال تعالیٰ انه ليس له سلطان على الذين امنوا و على ربهم يتوكلون و نقل تعالیٰ عنه لاغوينهم اجمعين الاعبادك منهم المخلصين اور یہ ظاہر ہے کہ ایمان اور توکل اور اخلاص یہ سب برکت صحبت انبیاء یامن صحب الانبياء ولو بوسائط کی ہے پس یہ حکم مذکور صحیح ہو گیا اور اس میں اشارہ ہو سکتا ہے اس طرف کہ تدبیر و دعا کے ساتھ صحبت مقبولین کا بھی اہتمام رکھے کہ ان کی طرف رجوع کرنا یہ عین رجوع الی الحق ہے کیونکہ وہ ہادی الی الحق ہیں قال تعالیٰ ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله الایہ اور اس شعر میں تو خواص عباد کی نظر کی وہ خاصیت مذکور تھی جو باعتبار تاثیر فی الغیر یعنی المستفید ہے کہ دوسروں سے چشم بد کی دافع ہو جاتی ہے جیسا ذکر کیا گیا آگے اس کی وہ خاصیت مذکور ہے جو اس میں فی نفسہ ہے یعنی باعتبار مستفید کے نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ اس کا اپنے کسی غیر سے تعلق نہیں کیونکہ نظر کے لئے کسی منظور الیہ کے ساتھ متعلق ہونا ضروری ہے پس فرماتے ہیں کہ) چشم شاہی نے باز قلب کی چشم پر اثر کیا (اس سے) اس شاہ کے باز کی چشم نہایت باہمت ہو گئی یہاں تک کہ غایت ہمت کے سبب جو کہ اس نے نظر (شاہی) سے پائی ہے باز شاہی بجز شیر نر کے کسی کو نہیں پکڑتا (یعنی ادنیٰ درجہ کے جانوروں کو نہیں پکڑتا مراد اس سے یہ ہے کہ وہ عالم شہادت کی طرف التفات نہیں کرتا بلکہ عالم غیب کی طرف متوجہ رہتا ہے چنانچہ اہل اللہ کی یہ حالت ظاہر ہے آگے اور ترقی ہے کہ) شیر کیا چیز ہے بلکہ وہ شاہباز معنوی (یعنی صاحب معنے و باطن) آپ کا شکار بھی ہے اور آپ اس کے صید بھی ہیں (مطلب ترقی کا یہ ہوا کہ وہ عالم غیب کی طرف بھی التفات بالذات نہیں کرتا بلکہ صرف آپ ہی کی طرف کرتا ہے چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے مگر کچھ غلبہ حال کچھ مشاکلۃ شکار تست کی اس کی تصحیح کی توجیہ ہے اور ان دونوں حکموں میں تعارض نہ سمجھا جاوے عالم غیب کی طرف التفات کا اثبات بمقابلہ دنیا کے ہے اور اس کی طرف التفات کی نفی بمقابلہ حق تعالیٰ کے ہے اور مجموع شکار تست اور صید تو ئی کا حاصل يحبهم و يحبونه ہے آگے شعر مذکور پر تفریع ہے کہ) باز روح کی آواز چراگاہ (یعنی شکارگاہ) دین میں لا احب الآفلين کے نعرے ہیں (اور آفلین سے مراد کل ممکنات پس وہی مضمون حاصل ہو گیا شیر چہ لائق آگے بھی اسی باز شاہی یعنی جانباز الٰہی کے بقیہ افعال و اوصاف ہیں کہ) باز قلب کو جو کہ آپ کے لئے اڑ رہا تھا (یعنی رضائے الٰہی کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

مجاہدہ کررہا تھا) آپ کے عطائے غیر محدود سے (اس کو) ایک بینا آنکھ وصول ہوئی (یعنی مشرف بہ بصیرت ومشاہدہ ہوا اور آنکھ کے علاوہ اس کی) بینی نے قوت شامہ اور کان نے آپ کی طرف سے قوت سامعہ حاصل کی (اور ان حواس مذکورہ میں سے) ہر حس کا حصہ (مدرکات کا) مشہور (اور معلوم) ہے (کہ باصرہ کے مثلاً مدرکات الگ ہیں اور سامعہ کے الگ پس اہل اللہ کو جو باصرہ عطا ہوتا ہے اس سے وہ مبصرات حقیقت کو دیکھتے ہیں اور جو سامعہ عطا ہوتا ہے اس سے وہ مسموعات حقیقت کو سنتے ہیں و علٰے ہذا اور مراد اس باصرہ و سامعہ سے جس کا یہاں ذکر ہے وہ ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ کنت بصرہ الذی یبصربہ و سمعہ الذی یسمع بہ اسی طرح دوسرے قویٰ فاطلہ حتیٰ یدو رجل کی نسبت فرمایا ہے حاصل یہ کہ ایسا شخص مبصر للحق و بالحق اور سامع للحق و بالحق ہو جاتا ہے جس کو فانی فی الحق و باقی بالحق کہا جاتا ہے چنانچہ آگے بطور تفریع کے اسی بقاء کا ذکر ہے یعنی) جس حس کو بھی جب آپ غیب کی طرف راہ دے دیتے ہیں (یعنی عالم حقائق سے اس کا تعلق ہو جاتا ہے جس کا اوپر ذکر تھا) تو (پھر) اس حس کو ضعف موت اور بڑھاپے کا (لاحق) نہیں ہوتا (بوجہ اس کے کہ وہ باقی بقاء حق ہو جاتا ہے اور گو نفس بقاء میں محروم میں بھی شریک ہیں مگر وہ بقاء ہلاک سے بھی بدتر ہے کما قال تعالیٰ لایموت فیہا ولایحییٰ وقال تعالیٰ و یاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت اس لئے اس کو معتد بہ قرار نہیں دیا اور عارف واصل کے چونکہ سب افعال طبعاً مرضی حق ہو جاتے ہیں اور یہی معنی ہیں بقاء بالحق کے اس لئے وہ بقاء جو حیوۃ طیبہ کے ساتھ ہو معتد بہ قرار دیا گیا آگے اس حس کی تفصیل کی دوسرے حواس پر تصریح ہے اگرچہ ماقبل سے بھی مفہوم ہے پس کہتے ہیں کہ) آپ مالک الملک ہیں جس کو ایسی چیز یعنی ایسی خاصیت دے دیتے ہیں تاکہ اور (لوگوں کے) حسوں پر وہ حس بادشاہی کرے (جیسا اوپر ابصار للحق و بالحق و سمع کذالک کا بیان ہو چکا یہاں مناجات ختم ہوئی اخیر شعر میں مضمون بالا پر تفریع کے طور پر ارشاد کی طرف انتقال ہے گویا ایک قسم کا عود ہے مضمون سابق علی المناجات کی طرف کہ وہاں ترغیب تھی تحصیل بصیرت و تصحیح نظر کی مثلاً اس شعر میں فکر ہا را اختران چرخ داں الخ اور اس کے اوپر اسی شعر میں نیک بنگر الخ جیسا دونوں کی شرح میں اس کا بیان بھی ہوا ہے پس اس قسم کا مضمون آئندہ کے شعر میں ہے کہ جب تک احساس و ادراک کے مراتب حلمیا اوپر اشعار مناجات میں معلوم ہو گئے تو) کوشش کرتا کہ تیری حس بالا کی طرف جاوے تاکہ (اس) حس کا فعل اس (بالا جانے) کے سبب بالا ہو جاوے (بالا کی طرف جانا اور فعل کا بالا ہونا سب اوپر کے اشعار سے واضح ہو چکا ہے)۔

فائدہ:۔ آگے اسی مضمون پر کہ حس میں ترقی ہو جانا نافع ہوتا ہے حکایت لاتے ہیں سلطان محمود کی اور راہ میں چوروں کے ملنے کی اور ہر چور کے اپنے اپنے کمال بیان کرنے کی اور پھر چوری کرنے اور پکڑے جانے کی اور سلطان کے روبرو پیش ہونے کی اس چور کے حس کے نافع ہونے کی جو احساس میں اوروں سے بڑھا ہوا تھا کہ شب تاریک میں دیکھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا جس نے سلطان کو پہچانا اور اس کے بعض اوصاف کو جتلایا اور سب کو رہائی ہو گئی چنانچہ اس قصہ کے اخیر میں اس کی بھی تصریح ہے کہ اس کی حس کو دوسرے حواس پر فضیلت تھی ان اشعار میں۔

آں ہنرہا گردن مارا بہ بست الخ اور جز ہماں خاصیت آں خوش حواس الخ اور اس کی تصریح ہے کہ وہ فضیلت نافع بھی ہوئی اس شعر میں۔

شاہ را شرم آمد ازروے روز بار کہ بشب بر روئے شہ بودش نظار

اور اس کے حس کا بڑھا ہوا ہونا معنے بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی حس شاہ میں تھی بہر حال خواہ صورۃً بڑھی ہوئی ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یا معنی ترقی حس سے یہ نفع ہوا لازم بھی اور متعدی بھی کہ اور بھی اس کے ساتھ چھوٹے و کذلک من فاق نظرہ علی الناظرین بان یشاھد الحق فنظرہ ھذا نافع لہ و لغیرہ ممن معہ من المستفیدین والمحبین لہ یہ وجہ ہوگئی ربط کی واللہ اعلم

فائدہ: یہاں عشر سادس ختم کر دیا گیا گو یہاں پر ختم کر دینے سے اس عشر کا متن اپنے دو سابق عشروں کے متن سے تخمیناً بقدر عشر العشر کم ہے لیکن اس سے آگے بڑھنے میں چونکہ سلطان محمود کا قصہ پورا ہونے کے قبل کوئی سرخی نہ تھی کم از کم وہاں تک پہنچنا ضرور ہوتا اور اول تو وہاں تک بھی زیادہ بڑھ جاتا پھر وہاں پہنچ کر اس کے متصل موش و چغز کا تتمہ حکایت مذکور ہے اس کا چھوڑنا بھی گوارا نہ ہوتا اور اس کو لینے سے بہت ہی زیادہ بڑھ جاتا اس لئے یہاں ہی ختم کرنا مناسب ہوا جیسے عشر ثالث بھی اسی کے قریب مصلحت سے اتنی ہی مقدار پر ختم کر دیا گیا تھا جس کا اس کے آخیر میں ذکر بھی کیا گیا ہے اور اتفاق سے بلا قصد عشر ثانی بھی اتنی ہی مقدار کا ہے پس یہ عشر سادس اپنے دو سابق عشروں سے تو بقدر عشر العشر کے کم ہے اور ان دو سابق عشروں سے دو سابق عشروں کے برابر ہے یہ تو متن کی کمی کی مصلحت تھی اور اتفاق سے اس کی شرح اپنے ہر سابق عشر سے انداز کرنے سے متعد بہ مقدار میں کم معلوم ہوتی ہے جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مجھ کو یہ عشر اپنے سابق اعشار سے آسان معلوم ہوتا ہے اس لئے شرح زیادہ نہیں کرنا پڑی البتہ اس کا صرف اخیر حصہ یعنی تحقیق احکام فراست سے من ابتدائے شعر
ہر کراہت در دل مراد بھی الخ جو کہ سرخی رجوع بحکایت موش و چغز آبی میں ہے یہ غامض اور دقیق معلوم ہوا سو اسی مقام سے شرح میں طول ہو گیا ہے۔

فائدہ:۔ موش و چغز کی حکایت اس عشر میں بوجہ مذکور

فائدہ:۔ سابق پوری نہ ہو سکی لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تتمہ کا خلاصہ یہاں بھی نقل کر دیا جاوے تاکہ ناظرین کو بے لطفی نہ ہو وھو ھذا

آں سرشتہ عشق رشتہ می کشد ۔۔۔ بر امید وصل چغز بارشد
چوں غراب البین آمد ناگہاں ۔۔۔ در شکار موش و بردش زاں مکاں
چوں برآمد برہوا موش از غراب ۔۔۔ منسحب شد چغز نیز از قعر آب
موش در منقار زاغ و چغز ہم ۔۔۔ در ہوا آویختہ پا در رتم

وقد کتب ھذا العشر فی اسبوعین من آخر صفر ۱۳۳۳ھ و یتلوہ العشر السابع انشاء اللہ تعالیٰ اتمہ اللہ کباقی الاعشار بالخیر والبرکۃ واعانتی بفضلہ فی ھذہ الحرکۃ و صلے اللہ تعالیٰ علے خیر خلقہ محمد و آلہ اولاً و آخراً و باطناً و ظاھراً و ماضیاً و غابراً سلاماً متکاثراً متوافراً فقط

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر السابع من شرح الدفتر السادس

من المثنوی للمولوی المعنوی افتتح فی غرۃ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکایت شب و دزداں کہ شاہ محمود میان ایشاں افتاد کہ من نیز یکے از شماام و بر حال ایشاں مطلع شد الخ

رات اور چوروں کا قصہ کہ سلطان محمود ان میں پہنچ گیا کہ میں بھی تم میں کا ایک ہوں اور ان کی حالت سے باخبر ہو گیا

شب چو شہ محمود بری گشت فرد	باگروہ قوم دزداں باز خورد
شب کو جو سلطان محمود تنہا پھر رہا تھا	رات کے چلنے والے گروہ دزد کے ساتھ مڈبھیڑ ہو گئی
پس بگفتندش کہ اے بوالوفا	گشت شہ من ہم یکے ام از شما
پس چوروں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے اے صاحب وفا	بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں کا ایک ہوں
آں یکے گفت اے گروہ مکر کیش	تا بگوید ہر یکے فرہنگ خویش
ایک نے کہا کہ اے گروہ مکر کیش	ہاں سب اپنے اپنے فن اور دانائی کو بیان کرو
تا بگوید با حریفاں در سمر	کو چہ دارد در جبلت از ہنر
تاکہ دوستوں سے افسانہ گوئی میں بیان کرے	کہ وہ جبلت میں کیا ہنر رکھتا ہے
آں یکے گفت اے گرہ فن فروش	ہست خاصیت مرا اندر دو گوش
ایک بولا کہ اے گروہ فن کے دعوے کرنے والے	میرے دونوں کانوں میں خاصیت ہے
کہ بدانم سگ چہی گوید بہ بانگ	قوم گفتندش ز دیناری دو دانگ
کہ میں جان لیتا ہوں کتا اپنی آواز میں کیا کہتا ہے	جماعت نے اس کو کہا کہ تو دینار میں سے دو دانگ کی برابر ہے
آں دگر گفت اے گروہ زر پرست	جملہ خاصیت مرا چشم اندرست
دوسرا بولا اے گروہ طالب زر	تمام تر خاصیت میری آنکھ میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ را شب بینم اندر قیرواں	روز بشناسم من او را بیگماں
میں جس کو شب تاریک میں دیکھ لوں	دن کو بلا کسی شک کے اس کو پہچان لوں
گفت یک خاصیتم در بازو ست	کہ زنم من نقبہا بازور دست
ایک بولا میری خاصیت بازو میں ہے	کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں
گفت یک خاصیتم در بینی ست	کار من در خاکہا بو بینی ست
ایک نے کہا میری خاصیت ناک میں ہے	میرا کام خاک کے اندر بو کا دریافت کر لینا ہے
سر الناس معادن داد دست	کہ رسول آں راپئے چہ گفتہ است
راز الناس معادن کا حاصل ہو گیا	کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کس بت سے فرمایا ہے
من ز خاک تن بدانم کاندراں	چند نقد ست و چہ دارد اوز کاں
میں خاک تن سے جان لیتا ہوں کہ اس کے اندر	کتنا نقد ہے اور وہ معدن سے کس قدر رکھتی ہے
در یکے کاں زر بے اندازہ درج	واں دگر دخلش بود کمتر ز خرج
کسی کان میں تو زر بے حساب مندرج رہتا ہے	اور دوسری کان کی آمدنی خرچ سے کم ہوتی ہے
ہمچوں مجنوں بوکنم من خاک را	خاک لیلیٰ را بیابم بے خطا
میں مجنوں کی طرح ہر خاک کو سونگھتا ہوں	خاک لیلیٰ کو بلا غلطی پا لیتا ہوں
بو کنم دانم زہر پیراہنے	گر بود یوسفؑ و گر آہر منے
میں سونگھ لیتا ہوں ہر قمیص سے جان لیتا ہوں	اگر وہ یوسف ہو تب بھی اور اگر اہرمن ہو تب بھی
ہمچو احمدؐ کہ برد بو از یمن	زاں نصیبے یافت ایں بینی من
مثل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ یمن کی طرف سے خوشبو پاتے ہیں	اس سے ایک حصہ پایا ہے میری ناک نے
کہ کدامیں خاک ہمسایہ زر ست	یا کدامیں خاک صفر و ابتر ست
کہ کونسی خاک قرین زر ہے	یا کونسی خاک خالی اور مقطوع ہے
گفت یک ایں خاصیت در پنجہ ام	کہ کمندے افگنم طول علم
ایک بولا میری وہ خاصیت میرے پنجہ میں ہے	کہ کمند پھینک دیتا ہوں ارتفاع کوہ تک
قصر اگرچہ چند باشد بس بلند	کنگرہ اش در سخت گردانم کمند
قصر اگرچہ کتنا ہی بہت بلند ہو	اس کے کنگرہ کے اندر کمند کو مضبوط لگا دیتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو احمدؐ کہ کمند افگند جانش	تا کمندش برد سوئے آسمانش
مثل احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کی روح نے کمند ڈالی	یہاں تک کہ وہ کمند آپ کو آسمان کی طرف لے گئی
ہمچو احمد کہ کمند انداخت سخت	کہ کمندش برد سوئے بخت وتخت
مثل احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نے مضبوط کمند ڈالی	کہ وہ کمند آپ کو تخت اور بخت کی طرف لے گئی
گفت حقش اے کمند انداز بیت	آں زمن داں مارمیت اذ رمیت
حق تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ اے کمند انداز بیت المعمور کے	اس کو میری طرف سے جانئے مارمیت اذ رمیت
پس پرسیدند زاں شہ کاے سند	مر ترا خاصیت اندر چہ بود
پھر سب نے سلطان سے پوچھا کہ اے مستند	تیری کس چیز میں خاصیت ہے
گفت در ریشم بود خاصیتم	کہ رہانم مجرماں را از نقم
سلطان نے کہا کہ میری خاصیت میری داڑھی میں ہے	کہ میں مجرموں کو سزاؤں سے چھڑا دیتا ہوں
مجرماں را چوں بجلاداں دہند	چوں بجنبد ریش من ایشاں رہند
جب مجرموں کو جلادوں کے حوالہ کر دیں	اگر میری داڑھی ہل جاوے وہ چھوٹ جاویں
چوں بجنبانم برحمت ریش را	طے کنند آں قتل وآں تشویش را
جب میں رحم سے داڑھی کو ہلا دوں	تو ختم کر دیں اس قتل اور تشویش کو
قوم گفتندش کہ قطب ما توئی	کہ خلاص روز محنتہا شوی
قوم نے اس سے کہا کہ بس قطب ہمارا تو ہی ہے	چونکہ یوم مشقت کا سبب خلاصی تو ہی ہے
بعد ازاں جملہ بہم بیروں شدند	سوی قصر آں شہ میموں شدند
اس کے بعد سب جمع ہو کر باہر چلے	اور اس بادشاہ مبارک کے قصر کی طرف چلے
چوں سگے بانگے بزد از دست راست	گفت می گوید کہ سلطاں باشماست
ایک کتے نے جو داہنے ہاتھ کی طرف سے ایک آواز کی	کہا کہ یہ یوں کہتا ہے کہ سلطان تمہارے ہمراہ ہے
خاک بو کرد آں دگر از ربوۃ	گفت ایں ہست از وثاق بیوہ
اس دوسرے نے ایک ٹیلہ کی خاک سونگھی	کہا کہ یہ کسی بیوہ کے گھر کا جز ہے
پس کمند انداخت استاد کمند	تا شدند آں سوی دیوار بلند
پھر استاد کمند نے کمند پھینکی	یہاں تک کہ دیوار بلند کے اس جانب گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

جای دیگر خاک را چوں بوے کرد	گفت خاک مخزن شاہے ست فرد
دوسری جگہ خاک کو جب سونگھا	کہنے لگا کہ خزانہ شاہی کی خاک ہے جو فرد ہے
نقب زن زد نقب در مخزن رسید	ہر یکے از مخزن اسبابے کشید
نقب زن نے نقب دیا اور خزانہ تک پہنچا	ہر شخص نے خزانہ سے کچھ کچھ اسباب نکالا
بس زر و زربفت و گوہرہای زفت	قوم بردند و نہاں کردند تفت
بہت سا زر اور زربفت اور بڑے بڑے موتی	وہ قوم لے گئی اور جلدی جلدی پوشیدہ کر دیا
شہ معین دید منزل گاہ شاں	حلیہ و نام و پناہ و راہ شاں
سلطان نے بالتعیین ان کی منزل گاہ دیکھ لی	ان کا حلیہ اور نام اور حفاظت کی جگہ اور راستہ دیکھ لیا
خویش را دزدید از ایشاں بازگشت	روز در دیواں بگفت آں سرگذشت
اپنے کو ان سے مخفی کر لیا ان کے پاس سے لوٹ گیا	دن کو عدالت میں وہ سرگذشت بیان کی
پس رواں گشتند سرہنگان مست	تا کہ دزداں را گرفتند و بہ بست
پس مست سرہنگ روانہ ہو گئے	یہاں تک کہ ہر ہر سرہنگ نے ایک ایک چور کو باندھ لیا
دست بستہ سوی دیواں آمدند	وز نہیب جان خود لرزاں شدند
مشکیں کسی ہوئی سب عدالت میں حاضر ہوئے	اور خوف جان سے سب لرزاں تھے
چونکہ استادند پیش تخت شاہ	یار شب شاں بود آں شاہ چو ماہ
جب تخت شاہی کے سامنے کھڑے ہوئے	ان کا رفیق شب تھا وہ سلطان جو مثال ماہ کے ہے
آنکہ شب بر ہر کہ چشم انداختے	روز دیدے بے شکش بشناختے
جو شخص کہ شب جس پر نظر ڈالتا تھا	دن کو دیکھتا بدوں کسی شک کے اس کو پہچان لیتا
شاہ را بر تخت دید و گفت ایں	بود مارا دوش شب گرد و قریں
اس نے بادشاہ کو تخت پر دیکھا اور کہا کہ یہ	شب گذشتہ میں ہمارے ساتھ شب گرد اور قرین تھا
آنکہ چندیں خاصیت در ریش اوست	ایں گرفت ماہم از تفتیش اوست
وہ شخص کہ اتنی بڑی خاصیت اس کی داڑھی میں ہے	یہ ہماری گرفتاری بھی اسی کی تفتیش سے ہے
عارف شہ بود چشمش لا جرم	برکشاد از معرفت لب با حشم
اس کی آنکھ سلطان کی عارف تھی اس لئے اس نے	مجمع سے بنا بر معرفت لب کھولے

وھو معکم گفت او ایں شاہ بود	فعل ما می دید و سرماں شنود
اس نے کہا کہ و ھو معکم یہ بادشاہ تھا	وہ ہمارا فعل دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سن رہا تھا
چشم من رہ برد شب شہ را شناخت	جملہ شب باروی ماہش عشق باخت
میری آنکھ نے پتہ لگالیا شب کے وقت بادشاہ کو پہچان لیا	تمام شب اس کے روے چوں ماہ سے عشق بازی کی
امت خود را بخواہم من ازو	کو نگرداند ز عارف ہیچ رو
اپنے گروہ کو میں اس سے مانگ لوں گا	کیونکہ وہ جان پہچان والے سے بالکل اعراض نہ کرے گا

(ایک) شب کو جو سلطان محمود تنہا پھر رہا تھا رات کے چلنے والے گروہ دزد کے ساتھ مڈ بھیڑ ہوگئی۔ پس چوروں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے اے صاحب دانا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں کا ایک ہوں (وہ سمجھے کہ چور ہے اور ساتھ لے لیا۔ پھر باتیں کرنے لگے) ایک نے کہا کہ اے گروہ مکر کیش (چوروں کا مکر کیش ہونا ظاہر ہے) ہاں سب اپنے اپنے فن اور دانائی کو بیان کردنا کہ (اپنے) رفیقوں سے افسانہ گوئی میں بیان کرے کہ وہ (اپنی) جبلت میں کیا ہنر رکھتا ہے ایک بولا کہ اے گروہ فن کے دعوی کرنے والے میرے کانوں میں (ایک) خاصیت ہے کہ میں جان لیتا ہوں کتا اپنی آواز میں کیا کہتا ہے۔ جماعت نے اس کو کہا کہ تو دینار میں سے دو دانگ کی برابر ہے (یعنی قلیل النفع ہے کیونکہ دانق چھٹا حصہ ہے درم کا اور درم دسواں حصہ ہے دینار کا تو دانق ساٹھواں حصہ ہوا دینار کا پس دو دانگ تیسواں حصہ ہوا گویا اٹھنی میں سے ایک پیسہ) دوسرا بولا اے گروہ طالب زر تمام تر خاصیت میری آنکھ میں ہے میں جس کو شب تاریک میں (جو کہ روغن قیر کی مانند ہو) دیکھ لوں دن کو بلا کسی شک کے اس کو پہچان لوں (فی الغیاث قیر بالکسر روغن سیاہ کہ بر شتران گرگیں مالند و قیر دو آن حرف تشبیہ بمعنی مانند) ایک بولا میری خاصیت بازو میں ہے کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگالیتا ہوں (خواہ کیسی ہی مضبوط دیوار یا زمین ہو) ایک نے کہا میری خاصیت ناک میں ہے میرا کام خاک کے اندر بو کا دریافت کرلینا ہے (مولانا درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر اس اختلاف اوصاف مذکورہ حکایت سے ایک استنباط کرتے ہیں کہ اس سے) رازالناس معادن (کمعادن الذھب والفضۃ) کا حاصل ہوگیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کس بات سے فرمایا ہے (مطلب یہ کہ جس طرح ان لوگوں کے اوصاف وخواص متعلق بدنیا مختلف تھے اسی طرح لوگوں کے اوصاف وخواص متعلق بالدین مختلف ہوتے ہیں جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے پس یہ خواص دینیہ چونکہ مخفی تھے مولانا نے موقع پاکر اس مثال مذکور فی الحکایت سے اس کی توضیح کر دی اور اسی اخفاء کے سبب اُس کو راز کہا اور اسکی وضاحت کو داد و ست کہا اور اختلاف خواص دینیہ کو جو کہ مبنیٰ ہے اس ارشاد کا چہ سے تعبیر کیا اور اُسکے مبنیٰ ہونے کو از کا مدلول قرار دیا اور خیارھم فی الجاھلیۃ کو منافی ان خواص کے دینی ہونے کے نہ سمجھا جاوے کیونکہ جاہلیت کے ساتھ ان خواص کا مرتبہ استعداد میں جمع ہونا ممکن وواقع ہے آگے پھر قصہ ہے کہ اس شخص نے کہا کہ) میں خاک تن (زمین یعنی ظاہر سطح زمین کی خاک) سے جان لیتا ہوں کہ اس کے اندر کتنا نقد ہے اور وہ معدن سے کس قدر رکھتی ہے (چنانچہ) کسی کان میں تو زر بے حساب مندرج رہتا ہے اور دوسری کان کی آمدنی خرچ سے کم ہوتی ہے (یعنی اس کے نکالنے میں جس قدر صرف ہو اس میں سے اتنا بھی حاصل نہیں ہوتا تو پہچاننے سے یہ فائدہ ہے کہ ایسی کان کے کھودنے کا

www.besturdubooks.wordpress.com

اہتمام نہ کیا جاوے) میں مجنوں کی طرح ہر خاک کو سونگھتا ہوں (اور اس میں سے) خاک لیلیٰ کو بلا غلطی پالیتا ہوں (جیسا کہ مجنون کا قصہ مشہور ہے کہ لیلیٰ کی قبر کو کسی نے بتلایا نہیں تھا اس کی مٹی سونگھ کر پہچان لیا) میں سونگھ لیتا ہوں (اور) ہر قمیص سے جان لیتا ہوں اگر وہ (صاحب قمیص) یوسف ہو تب بھی اور اگر اہرمن ہو تب بھی (یہ سب بعبارت مولانا تشبیہات ہیں ادراک کے یقیناً صحیح ہونے کی اسی طرح تشبیہاً آئندہ بھی یعنی) مثل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ یمن کی طرف سے خوشبو پاتے ہیں (اشارہ ہے حدیث انی لاجد نفس الرحمن من ههنا و اشار الی الیمن کی طرف رواہ الطبر انی کذا فی کنز العمال ج ۶ ص ۲۰۵ جس کا مصداق اویس قرنی تابعی خصوصاً اور دوسرے اہل یمن ناصرین اسلام عموماً ہیں پس) اس (مطلق ادراک بالشامہ نہ کہ ادراک مدلول حدیث) سے ایک حصہ پایا ہے میری ناک نے کہ کونسی خاک قرین زر ہے یا کونسی خاک خالی اور مقطوع (المال) ہے ایک بولا میری وہ خاصیت (جس کے اظہار کے لئے اس وقت فرمائش ہے) میرے پنجہ میں ہے کہ (اس پنجے کے زور سے) کمند پھینک دیتا ہوں ارتفاع کوہ تک (کذا فی المنتخب بمعنی علم) قصر اگر چہ کتنا ہی بہت بلند ہو (مگر) اس کے کنگرہ کے اندر کمند کو مضبوط لگا دیتا ہوں (آگے اس کی بھی تشبیہ بعبارت مولانا ہے کہ) مثل احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کی روح نے (عشق الٰہی کی) کمند ڈالی یہاں تک کہ وہ کمند آپ کو آسمان کی طرف لے گئی (کیونکہ معراج کا سبب محبوبیت ہے اور محبوبیت متفرع ہوتی ہے محبیت پر آگے اس سے ترقی ہے کہ) مثل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ نے مضبوط کمند (عشق الٰہی کی) ڈالی کہ وہ کمند آپ کو تخت (یعنی عرش) اور بخت (یعنی مقام قرب) کی طرف لے گئی (اور عرش کا آسمان کی نسبت مقام ترقی ہونا اور مقام قرب خاص کا عرش کی نسبت مقام ترقی ہونا ظاہر ہے آگے بطور مقایسہ کے اس کمند اندازی کو ایک آیت کے مضمون سے مؤید فرماتے ہیں کہ) حق تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ اے کمند انداز بیت المعمور کے (کہ لیلۃ المعراج میں وہاں بھی آپ پہنچے) اس (کمند اندازی) کو میری طرف سے جانئے (جس کی دلیل قیاسی یہ ہے کہ) مارمیت اذرمیت (ولکن اللہ رمی پس جس طرح سنگریزہ انداز گو ظاہر میں آپ تھے مگر واقع میں میں تھا کہ محل مقصود تک اس کو میں نے پہنچایا اسی طرح کمند انداز محبت گو ظاہر میں آپ ہیں مگر واقع میں میں ہوں کہ محل مقصود تک اس کو بھی میں نے ہی پہنچایا کہ اس محبیت پر ثمرہ محبوبیت و مقبولیت کو مرتب فرمایا آگے پھر قصہ ہے کہ) پھر سب نے سلطان سے پوچھا کہ اے مستند تیری کس چیز میں خاصیت ہے (جیسے کسی کے کان میں ہے کسی کی ناک میں ونحوہما) سلطان نے کہا کہ میری خاصیت میری ڈاڑھی میں ہے کہ میں مجرموں کو سزاؤں سے چھڑا دیتا ہوں جب مجرموں کو جلادوں کے حوالہ کر دیں اگر میری داڑھی ہل جاوے وہ چھوٹ جاویں (کیونکہ بادشاہ کے اختیار میں ہے رہائی کا حکم دینا اور حکم خواہ بان سے ہو یا اشارہ سر سے دونوں حالت میں داڑھی کو حرکت ہوگی) جب میں ترحم سے داڑھی کو ہلا دوں تو ختم کر دیں اس قتل اور اس تشویش کو قوم نے اس سے کہا کہ بس قطب ہمارا تو ہی ہے چونکہ یوم مشقت کا سبب خلاصی تو ہی ہے (کیونکہ اوروں کے ہنروں سے چوری کی تو تکمیل ہوگئی مگر یہ کسر رہ گئی تھی کہ اگر پکڑے جاویں تو کیا ہو تیرے ہنر سے یہ کسر بھی مٹ گئی اور بالکل ہی بے فکری ہوگئی) اس کے بعد سب جمع ہو کر باہر چلے اور اس بادشاہ مبارک کے قصر کی طرف چلے ایک کتے نے جو داہنے ہاتھ کی طرف سے ایک آواز کی (تو اس شناسندہ آواز سگ نے) کہا کہ یہ یوں کہتا ہے کہ سلطان تمہارے ہمراہ ہے اس دوسرے نے ایک ٹیلہ کی خاک سونگھی (یا ہوشیاری سے خاک کو سونگھا اور بعض نسخ ربوہ بباء موحدہ واقع ست و معنی آں ہمانست کہ نوشتہ شد و در بعضے ریوہ بیاء تحتیہ واقع ست و ظاہر قافیہ بیوہ مقتضی ہمیں ست لیکن ایں لغت بنظر نیامدہ و احتمال بذہن می آید کہ آنکہ ایں مخفف کریوہ باشد کہ ہم معنی ربوہ است چنانچہ نظیرش

بعد بست اشعار می آید در شب دنیا کہ مجوب ست شید کہ در حاشیہ مخفف خورشید نوشتہ است و دیگر آنکہ در ریو بمعنی مکر و فریب ہا زائد کردہ باشند چنانچہ نظیرش بعدہ اشعار از حکایت ترک مخمور گذشتہ لفظ ربا نندہ این جسم واں کہ ہار در مانند زائد کردہ اند پس معنے آں باشد کہ از فن و فرہنگ خاک را بو کرد زیادہ ازیں تحقیق نشدہ من ظفر بہ فلیلحق اور سونگھ کر) کہا کہ یہ کسی بیوہ کے گھر کا جزو ہے (بیوہ ہونا مالک کا بالتخصیص مدرک قوت شامہ کا نہیں ہوا بلکہ شم سے اتنا معلوم ہوا ہوگا کہ یہاں مال نہیں ہے تو ایسا گھر غریبوں ہی کا ہوتا ہے تو بیوہ کی تخصیص تمثیلاً ہے اور یہ پشتہ زمین مقصود ان لوگوں کا نہ تھا قصر شاہی کی راہ میں یہ جگہ آگئی اس نے صرف اپنے کمال کا یقین دلانے کو یہ بھی خبر دے دی اور اس پشتہ پر کوئی عمارت بنی تھی جس کی دیوار بہت بلند تھی) پھر استاد کمند نے کمند پھینکی یہاں تک کہ دیوار بلند کے اس جانب گئے (پھر) دوسری جگہ خاک کو جب سونگھا کہنے لگا کہ خزانہ شاہی کی خاک ہے جو (اور خاکوں سے) فرد (اور ممتاز) ہے (یعنی ان خاکوں سے ممتاز ہے جس کے نیچے خزانہ نہیں پھر) نقب زن نے نقب دیا اور خزانہ تک پہنچا (اور) ہر شخص نے خزانہ سے کچھ کچھ اسباب نکالا۔ بہت ساز راور زر بفت اور بڑے بڑے موتی وہ قوم لے گئی اور جلدی جلدی پوشیدہ کر دیا۔ سلطان نے بالتعیین ان کی منزل گاہ دیکھ لی (اور پہچان لیا) ان کا حلیہ اور نام اور حفاظت کی جگہ اور راستہ دیکھ لیا (اور) اپنے کو ان سے مخفی کر لیا (اور) ان کے پاس سے لوٹ گیا (اور) دن کو عدالت میں وہ سرگذشت بیان کی۔ پس مست سرہنگ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ ہر ہر سرہنگ نے ایک ایک چور کو باندھ لیا۔ مشکیں کسی ہوئی سب عدالت میں حاضر ہوئے اور خوف جان سے سب لرزاں تھے جب تخت شاہی کے سامنے کھڑے ہوئے (تو اس شناسندۂ شب کو معلوم ہوا جیسا آئندہ شعر میں تصریح ہے پس یہاں یہ جملہ جزائیہ مقدر ہے یعنی یہ معلوم ہوا کہ) ان کا رفیق شب تھا وہ سلطان جو مثل ماہ کے ہے (تشبیہ یا تو تابانی میں ہے یا رفاقت شب میں کہ شب کو ماہ بھی رفیق ہوتا ہے) جو شخص کہ شب کو جس پر نظر ڈالتا تھا دن کو دیکھتا (اور) بدوں کسی شک کے اس کو پہچان لیتا اس نے بادشاہ کو تخت پر دیکھا اور کہا (یا تو اپنے دل میں یا رفیقوں سے) کہ یہ شب گذشتہ میں ہمارے ساتھ شب گرد اور قرین تھا (اور یہ بھی اسی کا قول ہے) وہ شخص کہ اتنی بڑی خاصیت (یعنی تخلیص مجرمیں) اس کی داڑھی میں ہے۔ یہ ہماری گرفتاری بھی اسی کی تفتیش سے ہے (اور یہ ظاہر بھی ہے کیونکہ سلطان کی معیت ان کے ساتھ بغرض تفتیش کے تھی کہ یہ کہاں چوری کریں گے اور کہاں رہتے ہیں مثلاً اور اس شعر کا مضمون بعبارت مولانا اشارہ ہے امر بعدیل رجاء و خوف و نہی عن الغرور کی طرف کہ اسی طرح حق تعالیٰ کی ساتھ معاملہ رکھے کہ اس کے لطف پر مغرور نہ ہو اس کو منتقم و قاہر بھی سمجھتا رہے اور ڈرتا رہے) اس (تیز بین) کی آنکھ سلطان کی عارف تھی اس لئے اس نے مجمع سے بنا بر معرفت لب کھولے (اور) اس نے کہا کہ (ایک صورت سے وان لم یکن مما ذکر فی الایہ) و ھو معکم (کا مصداق) یہ بادشاہ تھا (فی العبارۃ تقدیم و تاخیر وحقہ ہکذا گفت او و ھو معکم ایں شاہ بود بحذف المضاف اور) وہ ہمارا فعل دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سن رہا تھا (اس میں بھی بعبارت مولانا اشارہ ہے امر بالمراقبہ کی طرف کہ حق تعالیٰ کو سمیع و بصیر ہر وقت سمجھے اور وہو معکم کو نصب العین رکھے کہ مانع ہو مخالفت سے) میری آنکھ نے پتہ لگا لیا شب کے وقت بادشاہ کو (ایسا خوب) پہچان لیا (کہ جس کی بناء پر اس وقت بھی پہچان لیا اور) تمام شب اس کے روی چوں ماہ سے عشق بازی کی (اس لئے اس وقت رات کی بات عرض کر کے) اپنے گروہ کو میں اس سے مانگ لوں گا کیونکہ وہ (غایت مروت سے اپنے) جان پہچان والے سے بالکل اعراض نہ کرے گا (بلکہ عرض قبول کر کے سب کو چھوڑ دے گا اس میں بعبارت مولانا اشارہ ہے کہ اسی طرح قیامت کے روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو اور دوسرے اولیاء و عارفین بھی اپنے اتباع کو حق جل وعلا شانہ سے شفاعت کر کے انشاء اللہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ بخشوالیں گے اور حق تعالیٰ ان کی شفاعت کو اس لئے قبول فرمالیں گے کہ وہ محبوب ہیں اور چونکہ یہ محبوبیت مسبب ہے محبیت سے اور محبیت مرتب ہے معرفت مطلوبہ یعنی علم مع العمل والحال پر اور سبب کا سبب سبب ہے اس لئے مدار اس استخلاص کا تعبیر میں معرفت پر رکھا گیا تو جس طرح شعر آنکہ چندیں خاصیت مع مابلیہ میں اشارہ تھا معاملہ حق تعالیٰ کی طرف عصاۃ کے ساتھ اسی طرح اس شعر چشم من مع مابلیہ میں اشارہ ہے معاملہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیگر مقبولین کی طرف ان عصاۃ کے ساتھ چنانچہ آگے اس کو صراحۃً ذکر فرمارہے ہیں۔

چشم عارف داں امان ہر دو کون	کہ بدو یابید ہر بہرام عون
عارف کی آنکھ کو دونوں عالم کے لئے امن جان	کہ اسی کی بدولت ہر بادشاہ نے مدد پائی ہے
زاں محمدؐ شافع ہر داغ بود	کہ ز جز حق چشم او مازاغ بود
اسی لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر داغ کے شافع ہوئے ہیں	کیونکہ غیر حق سے ان کی آنکھ مازاغ تھی
در شب دنیا کہ محجوب ست شید	ناظر حق بود و زو بودش امید
شب دنیا میں جہاں کہ خورشید مخفی ہے	آپ ناظر حق تھے اور آپ کو حق سے امید تھی
از الم نشرح دو چشمش سرمہ یافت	دید آنچہ جبرئیلؑ آں بر نتافت
الم نشرح سے آپ کی دونوں آنکھوں نے سرمہ حاصل کیا	آپ نے وہ چیز دیکھی جس کو جبرئیل برداشت نہ کر سکے
ہر یتیمے را کہ سرمہ حق کشد	گردد او در یتیم بار شد
جس یتیم کے حق تعالیٰ سرمہ لگادیں	وہ در یتیم باہدایت ہو جاویں گے
نور او بر درہا غالب شود	آنچناں مطلوب را طالب شود
ان کا نور دوسرے موتیوں پر غالب ہو جاوے گا	ایسے مطلوب کے طالب ہو جاویں گے
در نظر بودش مقامات العباد	لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
آپ کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے	لاجرم آپ کا نام خدا تعالیٰ نے شاہد رکھا
آلت شاہد زبان و چشم تیز	کہ ز شب خیزش ندارد سر گریز
شاہد کا آلہ زبان اور چشم تیز ہے	کہ آپ کے قلب شب بیدار سے راز مخفی گریز نہیں کرتا
گر ہزاراں مدعی سر برزند	گوش قاضی جانب شاہد کند
اگر ہزار مدعی سر نکلے	تب بھی قاضی کان بجانب شاہد کے کرتا ہے
قاضیاں را در حکومت ایں فن ست	شاہد ایشاں را دو چشم روشن ست
حکام کا حکومت میں یہی فن ہے	شاہد ان کے لئے دو چشم روشن ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت شاہد زاں بجای دیدہ است	کہ بدیدہ بیغرض سر دیدہ است
شاہد کا قول اس لئے بجائے دیدہ کے ہے	کہ اس نے دیدۂ بے غرض سے حقیقت کو دیکھا ہے
مدعی دیدہ است امابا غرض	پردہ باشد دیدۂ دل را غرض
مدعی نے دیکھا ہے مگر بغرض	غرض دیدۂ دل کے لئے حجاب ہو جاتا ہے
حق ہمی خواہد کہ تو زاہد شوی	تاغرض بگزاری و شاہد شوی
حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تو زاہد ہو جاوے	تاکہ تو غرض کا تارک ہو جاوے اور شاہد ہو جاوے
حق ہمی گوید غرض را ترک کن	تا قبول افتد ترا باما سخن
حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو غرض کو ترک کر دے	تاکہ ہمارے نزدیک تیری بات مقبول واقع ہو
کایں غرضہا پردۂ دیدہ بود	بر نظر چوں پردہ پیچیدہ بود
کہ یہ اغراض حجاب دیدہ ہوتا ہے	نظر پر وہ مثل پردہ کے لپٹا ہوا رہتا ہے
پس نہ بیند جملہ را باطم ورم	حبک الاشیاء یعمی و یصم
پس وہ مجموعہ کو مع رطب و یابس کے نہیں دیکھتا	تیری محبت کرنا کسی شئے سے کورواور کر دیتا
دردلش خورشید چوں نورے فشاند	پیشش اخترا مقادیرے نماند
آپ کے قلب میں خورشید نے جب نور افشانی فرمائی	تو آپ کے سامنے کواکب کی کوئی قدر نہ رہی
پس بدید او بے حجاب اسرار را	سیر روح مومن و کفار را
پس آپ نے اسرار کو بے حجاب دیکھ لیا	ارواح مومنین اور کفار کی سیر کو
در زمیں حق را و در چرخ سمی	نیست پنہاں تر ز روح آدمی
زمین میں اور چرخ بلند میں حق تعالیٰ کی کوئی چیز	روح انسانی سے زیادہ مخفی نہیں
بازکرد از حق دو چشم خویشتن	آنکہ صاحب رفعت آمد درسنن
حق تعالیٰ سے اپنی دونوں آنکھیں ایسے شخص نے کھول لی ہیں	جو کہ احادیث میں صاحب رفعت ہے
بازکرد از رطب و یابس حق نورد	روح را من امر ربی مہر کرد
حق تعالیٰ نے رطب و یابس سے پیچ کھول دیا ہے	روح پر من امر ربی کی مہر لگا دی ہے
پس چودید آں روح را چشم عزیز	پس برو پنہاں نماند ہیچ چیز
پھر جب اس روح کو چشم عزیز نے دیکھ لیا	پس آپ پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

شاہد مطلق بود در ہر نزاع	بشکند گفتش خمار ہر صداع
آپ ہر نزاع میں شاہد کامل ہیں	آپ کا قول ہر دردِ سر کا خمار زائل کر دیتا ہے
نام حق عدلست شاہد آن اوست	شاہد عدلست زیں رو چشم دوست
نام حق تعالیٰ کا عدل ہے شاہد اس کا مخصوص ہوتا ہے	اس لئے یہ شاہد عدل باصرہ ہیں دوست کے
منظر حق دل بود در دوسرا	کہ نظر در شاہد آید شاہ را
قلب دونوں جہاں میں محل نظرِ حق ہو گیا	کہ بادشاہ کی نظر شاہد میں ہوا کرتی ہے
عشق حق و سر شاہد بازیش	بود مایہ جملہ پردہ سازیش
حق تعالیٰ کی محبت اور حق تعالیٰ کا راز جیت	اس کی تمام تر پردہ سازی کا سرمایہ تھا
پس ازاں لولاک گفت اندر لقا	در شب معراج شاہد بازما
پس اسی واسطے ملاقات کے وقت لولاک الخ فرمایا	شب معراج میں ہمارے محب نے
ایں قضا بر نیک و بد حاکم بود	بر قضا شاہد نہ حاکم می شود
یہ قضا نیک و بد پر حاکم ہوتی ہے	قضا پر کیا شاہد حاکم نہیں ہوتا
شد اسیر آں قضا میر قضا	شادباش اے چشم تیز مرتضیٰ
جو ذات کہ اسیر قضا تھی وہ امیر قضا ہو گئی	شادباش اے چشم تیز بیں مرتضوی

(اوپر..... صاحب قصہ کو عارف سلطان محمود تھا بعبارت خود بضمن معاملہ حق و معاملہ نبوی جو مضمون فضائل وخواص معرفت وبصیرت کا اشارۃً واجمالاً مولانا نے ذکر فرمایا تھا ان اشعار میں مولانا اسی کو بلسان خود مثل عبارت خود صراحۃً وتفصیلاً بیان فرماتے ہیں یعنی معرفت وبصیرت کے ایسے فضائل وخواص ہیں کہ) عارف کی آنکھ کو دونوں عالم کے لئے امن جان کہ اسی کی بدولت ہر بادشاہ نے (کاطلاق حاتم علے مطلق الجواد) مدد پائی ہے (یعنی جن کے پاس ظاہری اسباب وسامان بھی ہے عون فی الحاجات کے لئے وہ سامان کافی نہیں وہ بھی محتاج بصیرت عارف کا ہے وجہ احتیاج یہ ہے کہ امان دنیا کا موقوف ہے اس کے بقاء اور دفع بلاء پر اور بقاء اس کا حسب حدیث موقوف ہے اللہ تعالیٰ کا نام لئے جانے پر کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ یقال فی الارض اللہ اللہ اور یہ نام لیا جانا موقوف ہے معرفت حق پر خواہ کسی درجہ کی معرفت ہو اسی طرح دفع بلا ونزول مطر وغیرہ کا مسبب ہونا عباد صالحین خصوص ابدال کی برکت سے حدیثوں میں وارد ہے منہا ما قال صلی اللہ علیہ وسلم ھل تنصرون وترزقون الابضعفائکم اور اس خطاب میں ملوک وامراء بھی داخل ہیں اور صلاح موقوف ہے معرفت پر اور امان آخرت کا موقوف ہے ایمان واعمال صالحہ پر اور یہ موقوف ہے علم ومعرفت حق پر نیز آخرت کا امان بعض کے لئے بواسطہ شفاعت متحقق ہوگا اور شافع ہونا موقوف ہے مقبولیت ومحبوبیت پر اور وہ موقوف ہے خشیت پر اور وہ موقوف ہے معرفت پر جیسا کہ یہی تقریر مختصراً شعر بالا امت خود را الخ کی شرح میں بیان بھی کی گئی ہے پس یہ کہنا صحیح ہو گیا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم عارف داں اماں ہر دو کون انخ اور ہر داغ کا عموم اگر اہل ایمان تک محدود ہو تب تو کوئی اشکال نہیں اور اگر کفار کو بھی عام ہو تو شفاعت کو عام کہا جاوے گا۔ تخفیف عقوبت کے لئے بھی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کے لئے ایک قسم شفاعت کی یہ بھی ثابت کی ہے کہ آپ کی شفاعت سے کفار کو بھی عقوبت میں تخفیف ہو جاوے گی اور اس صورت میں لایخفف عنهم العذاب کو خاص کہا جاوے گا اس تخفیف کے غیر کے ساتھ یا یوں کہیں گے کہ جو عذاب اخیر میں ان کے لئے مقدر ہو چکے گا اس سے تخفیف نہ ہوگی حاصل دونوں توجیہوں کا ایک ہی ہے صرف الفاظ کا اختلاف ہے اور ابو طالب کے لئے تخفیف آپ کی برکت سے خود صحاح میں مصرح ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ) اسی لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر داغ (یعنی جرم) کے شافع ہوئے ہیں کیونکہ غیر حق سے ان کی آنکھ (بدلیل) مازاغ (ہٹی ہوئی) تھی (تقریر ترجمہ سے تقدیر کلام کی ظاہر ہوگئی اور بدوں تقدیر کے ظاہر عبارت مشکل ہے کیونکہ مازاغ کا مدلول تو یہ ہے کہ مازاغ عن الحق اور اس مصرعہ کے ظاہر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مازاغ عن غیر الحق اس تقدیر کے بعد یہ حاصل ہوا۔ ان بصره كان مصروفا عن غير الحق بدلیل قول...... اللہ تعالیٰ مازاغ البصر ای بصره عن الحق فالمذكور فی الاٰية يستلزم المقدر ای صرفه عن غير الحق اور مصرعہ ثانیہ تعلیل ہے مصرعہ اولیٰ کی یعنی آپ شافع ہوئے بوجہ عارف کامل ہونے کے پس تفریع ماقبل پر ظاہر ہوگئی اور عارفیت پر اس کا ترتب شعر چشم عارف کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے آگے بھی اسی کی تفصیل ہے کہ) شب دنیا میں جہاں کہ خورشید (حقیقی) مخفی ہے آپ (وہاں بھی) ناظر حق تھے اور آپ کو حق سے امید تھی (بمعنے یقین بوجہ وعدہ کے کہ آپ کو ذریعہ امان امت کا بنایا جاوے گا چنانچہ قیامت میں اس کا ظہور ہوگا)...... الم نشرح سے آپ کی دونوں آنکھوں نے سرمہ حاصل کیا (یعنی شرح صدر کے سبب آپ کی معرفت و بصیرت میں ترقی ہوگئی جیسے سرمہ سے بصر میں ترقی ہوتی ہے پس) آپ نے وہ چیز دیکھی جس کو جبرئیل برداشت نہ کر سکے (بلکہ انہوں نے تو اس مقام پر پہنچنے تک کے متحمل نہ ہو سکنے کو ظاہر فرما دیا کہ

اگر یک سر موئے برتر پرم ۔ فروغ تجلی بسوزد پرم

کذا فی نشر الطیب عن شفاء الصدور بروایۃ ابن عباسؓ) جس یتیم کے حق تعالیٰ سرمہ لگاویں (اس سرمہ کا شعر سابق میں ذکر ہوا ہے) وہ (بصیرت میں مثل) در یتیم (کے یکتا اور) باہدایت ہو جاویں گے (اور) ان کا نور (اس سرمۂ حق سے) دوسرے موتیوں پر (یعنی اور انوار پر) غالب ہو جاوے گا (اور نور کی افزونی سے حقائق کا ادراک زیادہ ہو جانے کے سبب) ایسے مطلوب (یعنی سرمہ کشندہ) کے طالب ہو جاویں گے (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ادراک حقائق کا دخل اس میں ظاہر ہے اس لئے اسی ادراک سے معلوم ہوا کہ مطلوب حقیقی بنانے کے قابل وہی ہے جس نے یہ نور عطا فرمایا بصیرت کے اس خاصہ کا حاصل تو یہ ہوا کہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی اب دوسرا خاصہ اسکا آگے مذکور ہے کہ حقائق محدثہ کی بھی معرفت کاملہ آپ کو حاصل ہوئی اور کاملہ سے مراد محیطہ نہیں کہ خواص باری تعالیٰ سے ہے بلکہ نبوت کے لئے جتنے مراتب کی ضرورت ہے ان میں کوئی کمی نہیں رہی آئندہ اشعار میں جہاں جہاں الفاظ ظاہرۃ العموم ہیں جیسے مقامات العباد اور پنہاں نماند ہیچ چیز اور در ہر نزاع وہاں استغراق عرفی مراد ہے حقیقی نہیں اور جو الفاظ مطلق ہیں جیسے نذار دسر گریز اور دید اسرار اور سیر روح مومن و کفار راوہ اور بھی سہل ہے کیونکہ اطلاق مستلزم عموم کو نہیں پس آپ کی اس معرفت تامہ متعلقہ بالمحدثات کا بیان یہ ہے کہ) آپ کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے (مقامات سے مراد احوال و اعمال جو محل ہیں جزاء کے اور نظر میں ہونا بعض کا تو مشاہدہ سے اور بعض کا عرض اعمال سے کما فی المواہب عن سعید بن المسیب) لاجرم آپ کا نام خدا تعالیٰ نے شاہد رکھا (کما قال تعالیٰ انا

www.besturdubooks.wordpress.com

ارسلناک شاهدا و مبشرا و نذیرا الخ پس آپ کا شاہد نام رکھا جانا دلیل انی ہے درنظر بودش کی کہ تحمل شہادت کا موقوف علی المعرفت ہونا ظاہر ہے آگے یہی مضمون تحمل شہادت کا مع اضافہ مضمون متعلق ادائے شہادت کے مذکور ہے یعنی) شاہد کا آلہ زبان اور چشم تیز (یعنی صحیح بین) ہے (چشم تو تحمل کے لئے اور زبان ادا کے لئے اس مجموعہ سے تکمیل ہو جاتی ہے شہادت کی چنانچہ آپ کا شاہد نام رکھا جانا چشم کی بھی دلیل ہوئی جیسا اوپر مذکور ہوا اور ادا کی بھی چنانچہ قرآن مجید میں ہے وجئنا بک علیٰ هؤلاء شهیدا اور یکون الرسول علیکم شهیدا چونکہ چشم کے ظاہر لفظ سے متبادر مشاہدہ کا حکم ہوتا ہے اور آپ نے جمیع واقعات مشہود فیہا کا مشاہدہ نہیں فرمایا اس لئے دوسرے مصرعہ میں چشم تیز واقع فی المصراع الاول کی تفسیر ہے کہ چشم تیز سے مراد یہ ہے کہ) آپ کے قلب شب بیدار سے راز مخفی (متعلق بہ مقامات العباد) گریز (اور سبقت) نہیں کرتا (یعنی چشم سے مراد باصرہ نہیں بلکہ بصیرت و ادراک قلب ہے اور بصیرت آپ کو بواسطہ عرض اعمال و اعلام حق تعالیٰ کے سب واقعات مشہود فیہا کی حاصل ہے اور شب خیز کہنے میں اشارہ ہے مضمون حدیث تنام عینای ولا ینام قلبی کی طرف اور اس شہادت پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ واقعہ غیر مشاہدہ کی شہادت کیسے صحیح ہو سکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس اشتراط کی علت تیقن ہے اور شریعت نے احکام دنیویہ میں تیقن کی شرط مشاہدہ ٹھہرا دیا ہے تو اگر احکام اخرویہ میں دوسرا واسطہ تیقن کا قرار دیا جاوے تو اس میں اشکال کیا ہے دوسرے خود احکام دنیویہ میں بھی بعض حقوق میں شہادت علی الشهادة کو جائز رکھا گیا ہے سو اس کو اس کی نظیر بھی کہہ سکتے ہیں رہا نصاب شہادت میں تعدد نہ ہونا یہ بھی ایک امر راجع الی القانون ہے وہاں دوسرا قانون ہو سکتا ہے دوسرے بعض حقوق میں دنیا میں بھی تعدد شرط نہیں کشهادة القابلة علی الولادة یہاں تک آپ کے شاہد ہونے کا مدار یعنی عارف ہونا بیان کیا ہے آگے بھی اس کا تتمہ دردلش خورشید الخ سے آوے گا۔ درمیان میں مطلق شاہد میں بھی مدار شہادت معرفت کا ہونا اور شاہد کی فضیلت اور اس فضیلت کی شرط اس لئے مذکور ہے تا کہ آپ کے لئے ان کا بھی اثبات ہو جائے فان الشیٔ اذا ثبت ثبت بلوازمه یعنی عام قاعدہ سے شاہد کی یہ فضیلت و مقبولیت ہے کہ) اگر مدعی ہزار سر ٹیکے (پس ہزاراں قید مدعی نیست قید سر بزند ہست) تب بھی قاضی (حاکم) کان بجانب شاہد کے کرتا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ مدعی کیسا ہی ثقہ ہو مگر مدعا علیہ کے انکار پر محض اس کے دعویٰ سے حق نہیں دلاتے البتہ شاہد کے قول پر بشرائط حق دلاتے ہیں) حکام کا حکومت میں یہی فن ہے (جو مذکور ہوا پس) شاہدان (حکام) کے لئے (گویا) دو چشم روشن ہے (یعنی مشاہدہ سے اس کا بیان بمنزلہ اس کے ہے کہ گویا حاکم نے خود مشاہدہ کر لیا تو وہ بمنزلہ چشم کے آلہ ہے اس کے مشاہدہ حکمیہ کا بلکہ اس مسئلہ کی بناء پر کہ قضاء قاضی بعلمہ جائز نہیں یہ مشاہدہ حکمیہ مشاہدہ حقیقیہ سے ارجح و اقویٰ ہے آگے اس کا نکتہ بیان کرتے ہیں کہ مدعی کا قول معتبر نہیں حالانکہ وہ بھی مثل شاہد واقعہ کا مشاہدہ کرنے والا ہے اور شاہد کا قول معتبر ہے حالانکہ وہ مشاہدہ میں مدعی سے بڑھا ہوا نہیں پس فرماتے ہیں کہ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ) شاہد کا قول (قانوناً) اس لئے بجائے دیدہ کے ہے (کما مر قبل) کہ اس نے دیدۂ بے غرض سے حقیقت کو دیکھا ہے (اور) مدعی نے (بھی گو) دیکھا ہے مگر بہ غرض (دیکھا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ) غرض دیدۂ دل کے لئے حجاب ہو جاتا ہے (اس لئے حقیقت کا کوئی جزو اس سے مخفی رہ جاتا ہے اور مشاہدہ تام نہیں ہوتا یا وہ قصداً کسی جزو کو مخفی رکھتا ہے اور اس لئے مشاہدۂ تام کا اظہار حاکم کے سامنے نہیں ہوتا اور چونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے اس واسطے حاکم کے نزدیک وہ مشاہدہ محتمل ہو گیا اور محتمل میں قابلیت دلیل بننے کی نہیں ہوتی اور حاکم کو دلیل کی ضرورت ہے اس لئے قول مدعی پر حکم نہیں ہو سکتا۔ بخلاف شاہد کے کہ وہ بے غرض ہے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

وہاں یہ احتمالات نہیں اور دوسرے احتمالات کذب وغیرہ کا انسداد شاہد کی عدالت سے کرلیا گیا ہے مگر غرض مندی کا احتمال منتفی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جہاں قوی احتمال غرض وانتفاع کا ہو ایسے شخص کی شہادت بھی مقبول نہیں جیسے اصول کی فروع کے لئے وبالعکس یا غایت صداقت میں یا غایت عداوت میں کما ہو مبسوط فی الفروع الفقہیہ اس مضمون کا تتمہ تین شعر کے بعد پس نہ جیند الخ میں آتا ہے گو اپنے متصل کا بھی تتمہ ہے پس اس کی تتمیت مشترک ہے اور درمیان میں ایک مضمون جو بمنزلہ جملہ معترضہ کے ہے بطور تفریع کے ماقبل پر مذکور ہے۔ یعنی جس طرح شاہد عند القاضی وہی ہوتا ہے جو علم قاضی میں بے غرض ہو اسی طرح شاہد عند اللہ بھی وہی ہوتا ہے جو علم الٰہی میں یعنی واقع میں بے غرض ہو پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تو زاہد ہو جاوے تاکہ (زہد کے سبب جس کی حقیقت ہے دنیا و اغراض دنیا سے بے رغبتی) تو غرض کا تارک ہو جاوے اور شاہد ہو جاوے (آگے اسی کی تاکید ہے کہ) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو غرض کو ترک کردے تاکہ ہمارے نزدیک تیری بات مقبول واقع ہو (یہ قید بامافرینہ ہے اس کا کہ مراد اس شہادت مذکورہ فی الشعر السابق میں شہادت عند اللہ ہے جیسا بندہ نے اس شعر کی تمہید میں لکھا ہے گویا مولانا کے اس کلام میں اشارہ ہو جاوے گا تفسیر آیہ لتکونوا شھداء علی الناس کی طرف یعنی اس آیت میں جو علی القول المشہور المنصور شہادت یوم القیمۃ مخاطبین کی مذکور ہے تو اس کی قابلیت جب ہوگی کہ زہد واخلاص اختیار کیا جاوے اور اس میں ترغیب بھی ہوگی زہد واخلاص کی اسی طرح اس سے شرح ہو جاوے گی حدیث انتم شھداء اللہ فی الارض کی جبکہ صحابہؓ نے ایک جنازہ کی تعریف کی اور ایک جنازہ کی مذمت کی اس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا حاصل شرح کا یہ ہوا کہ ہر شخص کا بھلا برا کہنا علامت ناجی یا جانی ہونے کی نہیں بلکہ جو قابلیت شہادت کی رکھتے ہوں یعنی بلا کسی غرض کے مدح یا قدح کریں بخلاف اس شخص کے جس کو اس میت سے کوئی نفع دنیوی تھا یا وہ اس کو کوئی ضرر پہنچاتا تھا ایسے شخص کا قول علامت وشہادت نہیں ہے آگے علت ہے مضمون شعر ہذا کی یعنی قبول سخن کا مدار ترک غرض پر اس لئے رکھا گیا ہے) کہ یہ اغراض حجاب دیدہ ہوتا (جیسا اوپر بھی مذکور ہوا اور) نظر پردہ مثل پردہ کے لپٹا ہوا رہتا ہے (پس وہ غشاوہ مانع ابصار ہوتا ہے آگے تفریع ہے مصرعہ متصلہ بر نظر چوں پردہ پیچیدہ بود اور مصرعہ منفصلہ پردہ باشد دیدۂ دل را غرض پر کہ ایک شہادت عند الخلق میں ہے اور ایک شہادت عند الخالق میں۔ یعنی دونوں جگہ جب غرض حجاب قلب ہوتا ہے پس (اس حجاب کے سبب) وہ (واقعہ کے) مجموعہ کو مع (اس کے) رطب ویابس کے نہیں دیکھتا (فی المنتخب طم بالکسر آب و دریا و رم بالکسر خاک نمناک و عرب گوید جاء بالطم والرم یعنی تر و خشک اھ مختصراً و می گویم کہ چوں رم بمقابل طم باشد پس قید نمناک در خاک ملحوظ نبود و اداگرچہ نمناک بود لاکن بمقابلہ آب و دریا خشک پنداشتہ شود یہاں رطب ویابس کنایہ ہے جمیع اجزاء سے اگرچہ ان میں دونوں وصف نہ ہوں مطلب یہ کہ صاحب غرض کی نظر محیط نہیں ہوتی کیونکہ مسئلہ حکمیہ ہے کہ) تیری محبت کرنا کسی شے سے (فالاشیاء لجنس) کو را اور کر کر دیتا ہے (یعنی اس کے عیوب کو وہ نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض اغراض سے بعض خطا نظر میں ہوتی ہے اسی پر دوسرے اغراض مثل بغض کو اور دوسری خطائی النظر کو قیاس کرلیا جاوے گا یہاں تک شاہد کی فضیلت اور شرط بیان کرکے پھر عود کرتے ہیں مضمون سابق یعنی آپ کی عارفیت کی طرف کہ مدار ہے شاہد ہونے کا یعنی آپ کی عارفیت کی یہ شان ہے کہ) آپ کے قلب میں خورشید (معنوی یعنی حضرت حق) نے جب نور افشانی فرمائی (یعنی اپنی صفت علم کا فیض اکمل عطا فرمایا) تو آپ کے سامنے کواکب کی کوئی قدر نہ رہی (یعنی تمام اہل علوم واہل معارف سے آپ کا علم اکمل وافضل ہو گیا جس طرح قمر کے سامنے کہ نور میں شمس سے مستفید ہے دوسرے کواکب ماند ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتے ہیں حتیٰ کہ بعض تو نظر بھی نہیں آتے اور بعض کو نظر آتے ہیں مگر ان کا نور ضعیف معلوم ہوتا ہے جب آپ کو حق تعالیٰ نے اپنی صفت علیہ کا ایسا مظہر اکمل فرمایا) پس آپ نے اسرار کو بے حجاب دیکھ لیا (یعنی) ارواح مومنین اور کفار کی سیر (اور اس سیر کے محل یعنی جنان ونیران) کو (دیکھ لیا جیسا اوپر اس سیر کے مدار کو کہ اعمال واحوال ہیں ملاحظہ فرمانا اس شعر میں مذکور ہوا ہے درنظر بودش مقامات العباد الخ پس وہاں عمل مذکور تھا یہاں جزاء اور اس شعر کی تمہید میں ایک ضروری بحث اطلاق وعموم کے تحقیق میں لکھی ہے یہاں کے لئے بھی دیکھ لی جاوے آگے آپ کی کمال معرفت وبصیرت کو جس کا اوپر دعویٰ تھا پس بدیداو بے حجاب اسرار الخ جس کے مصرعہ ثانیہ میں دلیل آئندہ کا ایک مقدمہ بھی ہے سیر روح الخ ایک خاص دلیل سے بیان کرتے ہیں کہ دیکھو) زمین میں اور چرخ بلند میں حق تعالیٰ کی کوئی چیز روح انسان سے زیادہ مخفی نہیں (یہ ایک مقدمہ ہوا آگے دلیل ہے اس مقدمہ کی کہ چنانچہ) حق تعالیٰ (کی تعلیم) سے اپنی دونوں آنکھیں ایسے شخص نے کھول لی ہیں جو کہ (آیات) واحادیث (کے علم) میں صاحب رفعت (یعنی فاضل کامل) ہے (پس) حق تعالیٰ نے (قرآن وحدیث میں اپنے کلام سے یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے سب ضروری) رطب ویابس (یعنی ہر قسم کے معلومات) سے پیچ (یعنی پردہ) کھول دیا ہے (یعنی بیان فرمادیا ہے کما قال تعالیٰ تبیانا لکل شیء ای مما لابد منه فی الدین لیکن باوجود اس کے) روح پر من امر ربی کی مہر لگادی ہے (یعنی اجمالی جواب پر اکتفا کرنے سے اور تفصیل بیان نہ فرمانے سے اس کو قرآن میں مخفی رکھا جہاں کہ دوسرے مغیبات کا مفصل بیان فرمادیا ہے اسی طرح حدیث میں بھی چنانچہ جنت اور دوزخ اور حور اور غلمان اور ملائکہ وعرش وکرسی وبیت المعمور وسدرۃ المنتہیٰ سب کی معتد بہ تفصیل ہے مگر روح میں بالکل اجمال ہے یہ دلیل ہوئی اس مقدمہ کی نیست پنہاں تر زروح آدمی اور رطب ویابس سے مراد وہ اشیاء ضروریہ فی الدین ہیں جن کا علم نقل پر موقوف ہے پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اشیاء حسیہ کا علم بھی قرآن سے حاصل ہو وہ تو خود محسوس ہیں ان سے اخفی ہونا روح کا تو محتاج اثبات ہی نہیں اور ضروریہ فی الدین کی قید سے قرآن مجید میں تمام علوم کا مذکور ہونا یا صاحب وحی کے علم کا مثل علم حق کے محیط ہونا بھی لازم نہ رہا آگے ایک مصرعہ میں دوسرا مقدمہ ہے اور دوسرے مصرعہ میں مدعا ہے یعنی یہ تو تم کو معلوم ہوگیا کہ روح سے مخفی زیادہ کوئی چیز نہیں) پھر جب اس روح (اخفی) کو (آپ کی) چشم عزیز نے دیکھ لیا (جس کا اوپر بھی مثل یہاں کے بلا دلیل ذکر ہوا ہے سے روح الخ اور یہ دوسرا مقدمہ ہے) پس (اس صورت میں) آپ پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی (یہ مطلوب ہے جو اوپر اس عنوان سے مذکور ہوا تھا پس بدیداو بے حجاب اسرار الخ اور ہیچ چیز کے عموم کی تحقیق اوپر شعر درنظر بودش الخ کی تمہید میں مکرر دیکھ لی جاوے اب دو امر باقی رہ گئے ایک یہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ آپ نے روح کو دیکھا ہے دوسرے یہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ روح کو دیکھنا مستلزم ہے دیگر اشیاء مخفیہ کے دیکھنے کو سو امر اول کی دلیل سہل میرے نزدیک اہل کشف کا مشاہدہ کرنا ہے روح کو اور چونکہ یہ علوم عالیہ سے ہے اس لئے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اور اعلم ہونا ضروری ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے بھی مشاہدہ فرمایا ہے اور اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ اوپر صاحب رفعت درسنن سے بھی علم روح کا مکتوم ہونا آچکا ہے پھر یہ کہ اس اشتراک سے آپ کا اعرف واعلم ہونا جو کہ مقصود مقام ہے کیسے ثابت ہوگا جواب یہ ہے کہ اس صاحب رفعت سے مراد فاضل غیر صاحب کشف وشہود ہے اور اشتراک کا جواب یہ ہے کہ آپ واسطہ فی الثبوت ہیں پس بالعرض کو جو اشتراک ہوتا ہے وہ قادح اعرفیہ کا نہیں اور اس باب مشاہدہ روح میں حدیث تجلی لی کل شیء سے استدلال مناسب نہیں کیونکہ یہ کل شیء مقید ہے ضروری فی الدین کے ساتھ اور امر ثانی

www.besturdubooks.wordpress.com

کی دلیل استلزام عادی ہے اور اس کی ظنیت اس لئے مضر نہیں کہ مستقل دلائل سے بھی آپ کا اعلم الخلق ہونا ثابت ہے اور اثبات شاہدیت کاملہ کے لئے یہی اعلمیت کافی ہے یہاں تک بیان ختم ہوا آپ کے شاہدیت کے مدارک کا کہ اعلمیت و عارفیت ہے آگے بیان ہے اس شاہدیت کے آثار کا کہ مقبولیت وکاشفیت ہے اور یہاں بھی اول عارفیت پر شاہدیت کی تفریع اور اس شاہدیت پر کاشفیت کی تفریع کر کے وہ مضمون فرماتے ہیں یعنی تقریر بالا سے ثابت ہوا کہ) آپ ہر نزاع (و خصومت) میں (جو قیامت کے روز واقع ہوگی جس کا اوپر ذکر ہوا ہے فی قولہ در شب دنیا الی قولہ در نظر بودش بلکہ دنیا میں بھی دین کے ابواب واحکام میں آپ) شاہد کامل ہیں (اور شاہد ہونے سے ثابت ہوا کہ) آپ کا قول ہر دردسر کا خمار زائل کر دیتا ہے (جیسے کہ شاہد کی یہی شان ہوتی ہے کہ خصومت وتعب اختلاف اس سے رفع ہو جاتا ہے چنانچہ قیامت میں بھی خاص خصومات رفع ہوں گی اور یہاں بھی امور دینیہ میں آپ فاصل ہیں اور اس وصف شاہد کا اوپر بھی ذکر آیا ہے گر ہزاراں مدعی الخ یہ کاشفیت کا بیان ہو چکا آگے آپ کی مقبولیت ومحبوبیت کا ذکر ہے کہ یہ بھی شان ہوتی ہے مطلق شاہد کی کہ حاکم عادل کے نزدیک مقبول ومحبوب ہوتا ہے۔ فذکر المحبوبية التي هي من آثار الشاهدية لمطلق الشاهد ههنا كذكر المعرفة التي هي مدار الشاهدية لمطلق الشاهد فيما مضى من قوله گر ہزاراں مدعی الخ كما قد ذكر في تمهيده خصوص جبکہ اور اوصاف موجبۂ حب بھی اس میں مجتمع ہوں جیسے آپ میں ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ) نام حق تعالیٰ کا عدل (بمعنی عادل) ہے (اور) شاہد (عدل مطلقاً) اس کا (یعنی مطلق حاکم عادل کا) مخصوص ہوتا ہے (پس) اس لئے یہ شاہد عدل (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باصرہ ہیں (یعنی بمنزلہ باصرہ کے محبوب ومظہر علم ہیں) دوست (یعنی حق تعالیٰ) کے (جن کا نام عدل ہے کما ذکر اور اس تشبیہ میں احتیاج ملحوظ نہیں جیسا کہ نفس کیلئے باصرہ مظہر احساس احتیاج کے ساتھ ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک اور اس تشبیہ میں تلمیح ہے مضمون بالا شاہد ایشاں را دو چشم روشن ست کی طرف مگر قطع نظر احتیاج سے آگے تائید مدعائے مقام کے لئے ایک دوسرے خاص شاہد کی محبوبیت کا ذکر فرماتے ہیں کہ شاہدیت کا اثر محبوبیت اس درجہ ہے کہ) قلب دونوں جہاں میں محل نظر حق ہو گیا (کما ورد ان الله لا ينظر الى صوركم ولكن ينظر الى قلوبكم پس وہ اس لئے محل نظر حق ہو گیا) کہ بادشاہ (حاکم) کی نظر شاہد میں ہوا کرتی ہے (اور قلب میں شان شاہدیت کی ہے كما ورد استفت قلبك فاعتبر صلى الله عليه وسلم شهادة القلب بالشرط الخاص في المحل الخاص. پس اس سے تائید ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی آگے تفریع ہے آپ کی محبوبیت مطلقہ پر کہ آپ اس محبوبیت میں تمام خلق سے ایسے اکمل واسبق ہیں کہ) حق تعالیٰ کی محبت (جو آپ کے ساتھ ہے) اور حق تعالیٰ کا راز محبیت (جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے شاہد بازی کنایہ است از عشق بازی ولا يخفى لطافة لفظ الشاهد وان ساستعمل في معنى آخر) اس کی تمام تر پردہ سازی (یعنی ایجاد عالم) کا سرمایہ (اور اصل) تھا (یعنی ایجاد عالم کا اصل سبب وہی محبت ہے جو حق تعالیٰ کو آپ کے ساتھ ہے اس محبت سے آپ کو ایجاد کرنا مقصود تھا اور باقی عالم آپ کے طفیل میں پیدا فرمایا اور اسی واسطے اس ایجاد کو پردہ سازی سے تعبیر کیا گیا زیرا کہ پردہ سازی آں باشد کہ شخصے کار کند و مراد و غرض ازاں کار چیزے دیگر باشد کذا فی الحاشیۃ آگے اس پر تفریع ہے تائید کے لئے یعنی چونکہ آپ ہی اصل مقصود ہیں) پس اسی واسطے ملاقات کے وقت لولاک الخ فرمایا شب معراج میں ہماری محب (للرسول یعنی حق تعالیٰ) نے (تائید اس سے ظاہر ہے آگے مثل موقعین مذکورین گر ہزاراں مدعی الخ اور نام حق عدل ست الخ کے اول ایک خاصہ مطلق شاہد کا پھر اس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے استدلال کرکے ویساہی خاصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ وہ محبوبیۃ مقصودہ مقام میں اور بھی اظہر ہے بیان فرماتے ہیں یعنی قاعدہ ہے کہ) یہ قضا (یعنی حکم حاکم) نیک وبد (سب) پر حاکم ہوتی ہے (چنانچہ ظاہر ہے لیکن شاہد کی یہ شان ہے جو تم کو بھی معلوم ہے کہ) قضا پر کیا شاہد حاکم نہیں ہوتا (یعنی حاکم خود شاہد کا تابع ہوتا ہے تو اس سے شاہد کی بڑی شان ظاہر ہوئی کہ جو سب پر حاکم ہے شاہد خود اس پر حاکم ہے یہ تو قاعدہ عامہ ہے اسی سے اس خاص مدعائے مقام کو سمجھ لو کہ) جو ذات (نبویہ) کہ (بحیثیت محبوبیۃ مطلقہ کے) امیر قضا ہوگئی (نہ بمعنے متبوع بلکہ بمعنے من یراعی موافقۃ اور وہ بھی اضطرارا نہیں نعوذ باللہ جس طرح کہ قاضی موافقت میں مضطر ہے بلکہ بمعنی ان یقصد موافقۃ بالاخ ار اور یہ امر نصوص صریحہ صحیحہ سے ثابت ہے قال تعالیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضی وقال تعالے فلنولینک قبلۃ ترضاھا وفی الحدیث عن عائشۃؓ ماارٰی ربک الایسارع فی ھواک آگے اس تمام شان محبوبی مذکور پر جوش میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بطور خطاب عرض کرتے ہیں کہ) شاد باش اے چشم تیز بین مرتضوی (کہ اس معرفت سے یہ شان محبوبیت مطلقہ کی آپ کو عطا ہوئی یہاں فضائل نبویہ میں مضمون مقام پر کفایت کرکے آگے پھر عود ہے مضمون شعر بالا یعنی اولین اشعار مقام چشم عارف الخ کی طرف جس میں امان کا ایک خاص طریق مذکور ہے یعنی مناجات جس میں سب کے لئے عارف امان کی درخواست کررہا ہے اور مرجو القبول ہونے سے امان بھی متوقع الحصول ہے۔

عارف از معروف بس درخواست کرد	کاے رقیب ما تو اندر گرم و سرد
بس عارف نے معروف سے یہ درخواست کی	کہ اے ہمارے واقف احوال تکلیف اور راحت میں
اے مشیر ما تو اندر خیر و شر	زاشارتہائے دل ما بے خبر
اے ہمارے مشیر خیر اور شر میں	ہم اشارات قلب سے بے خبر ہیں
اے یرانا لانراہٗ روز و شب	چشم بند ناشدہ دید سبب
اے وہ ذات کہ وہ روز و شب ہم کو دیکھتا ہے ہم اس کو نہیں دیکھتے	ہمارا مانع ابصار سبب بنی ہے
چشم من از چشمہا بگزیدہ شد	تا کہ در شب آفتابم دیدہ شد
میری آنکھ اور آنکھوں سے متمیز ہوئی	یہاں تک کہ ظلمت میں آفتاب مجھ کو دکھائی دے گیا
لطف معروف تو بود اے منتہی	پس کمال البرفی اتمامہ
یہ لطف معروف ہو چکا ہے اے کامل	پس کمال احسان اس کے اتمام میں ہے
رب اتمم نورنا فی الساھرہ	وانجنا من مفضحات القاھرہ
اے میرے رب ہمارے نور کو زمین محشر میں تام فرمایئے	ہم کو رسوا کنندہ قہروں سے نجات دیجئے
یار شب را روز مہجوری مدہ	جان قربت دیدہ را دوری مدہ
رفیق شب کو مہجوری کا دن مت دیجئے	اس روح کو جو کہ قرب دیدہ ہے دوری مت دیجئے

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد تو مرگیست با درد و نکال	خاصہ بعدے کاں بود بعد الوصال
آپ کی دوری ایک موت ہے جو درد و عقوبت کے ساتھ مقرون ہے	خاص کر وہ بعد جو بعد وصال کے ہو
آنکہ دید ستت مکن نادیدہ اش	آب زن بر سبزۂ بالیدہ اش
جس نے آپ کو دیکھ لیا اس کو ان دیکھا نہ کیجئے	اس کے سبزۂ بالیدہ پر پانی چھڑکئے
من نکردم لا ابالی در روش	تو مکن ہم لاابالی در خلش
میں نے سلوک میں بے پروائی نہیں کی	تو آپ بھی بے پروائی نہ کیجئے عقوبت میں
ہیں مراں از روی خود او را بعید	آنکہ او یک بار آں روی تو دید
ہاں ایسے شخص کو اپنے قرب سے دور نہ نکالئے	جس نے ایک بار آپ کا رخ دیکھ لیا
دید روی جز تو شد غل گلو	کل شی ما سوی اللہ باطل
آپ کے رخ کے سوا اور کسی چیز کی دید طوق گلو ہے	تمام اشیاء ما سوی اللہ باطل ہیں
باطلند و می نمایندم رشد	زانکہ باطل باطلاں را می کشد
یہ سب باطل ہیں اور مجھ کو صواب دکھائی دیتے ہیں	کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے
ذرہ ذرہ کاندریں ارض و سماست	جنس خود را ہر یکے چوں کہرباست
ذرہ ذرہ جو کہ اس ارض و سما میں ہے	اپنے جنس کے لئے ہر واحد مثل کہربا کے ہے
معدہ ناں را می کشد تا مستقر	می کشد مر آب را تف جگر
معدہ روٹی کو استقرار گاہ تک کھینچتا ہے	پانی کو حرارت جگر کھینچتی ہے
چشم جذاب بتاں زیں کویہا	مغز جویاں از گلستاں بویہا
آنکھ کشش کرنے والی ہے معشوقوں کے ان کوچوں سے	مغز طالب ہے روائح کا باغ سے
زانکہ حس چشم آمد رنگ کش	مغز و بینی می کشد بوہای خوش
کیونکہ حاسہ باصرہ رنگ کا کشش کرنے والا ہے	مغز اور شامہ روائح طیبہ کو کشش کرتا ہے
زیں کششہا اے خدای راز داں	تو بجذب لطف خود ماں دہ اماں
ان جذبات سے اے خدائے رازداں	آپ اپنے جذب لطف کے طفیل ہم کو امان دیجئے
غالبی بر جاذباں اے مشتری	شاید ار در ماندگاں را واخری
آپ سب جاذبوں پر غالب ہیں اے خریدار	ممکن ہے اگر آپ درماندوں کو خرید لیجئے

www.besturdubooks.wordpress.com

(اس میں عود ہے شعر مذکور بالا چشم عارف داں اماں الخ کی طرف اس کے مضمون عام میں سے ایک وجہ خاص یعنی شفاعت کی حیثیت سے اور اس میں اشعار متصلہ کی مناسبت کا بھی لحاظ ہے یعنی اشعار بالا کے اول میں مذکور ہوا ہے کہ عارف سبب اماں خلق کا ہوتا ہے اور اشعار متصلہ کے اخیر میں مذکور ہوا ہے کہ بوجہ محبوب ہونے کے اس کی درخواستیں مقبول ہوتی ہیں اس کا اقتضا یہ ہوا کہ) بس عارف نے (جس میں انبیاء اصل ہیں اور غیر انبیاء تابع ہیں) معروف (یعنی حضرت حق) سے یہ درخواست (ومناجات) کی (جس میں بعض متعلق قیامت کے ہیں اور بعض عام ہیں) کہ اے ہمارے واقف احوال تکلیف اور راحت میں (یعنی ہر حال میں اور) اے ہمارے مشیر خیر اور شر (خیر میں تو ترغیب کے ساتھ اور شر میں ترہیب کے ساتھ اور طریق خاص اس مشورہ کا غیر صاحب وحی کے لئے بعد خطابات شرعیہ عامہ مشترکہ کے یہ ہے کہ قلب کو اس پر متنبہ ہوتا ہے جیسا حدیث میں ہے الاثم ماحاک فی صدرک اور الصدق طمانینة والکذب ریبة چنانچہ ظاہر ہے کہ اسباب اکثر کے لئے حجب ہو جاتے ہیں توجہ و معرفت حق و حقیقت سے پس ابصار سے مراد بصیرت ہے اور اس تمام مناجات میں عارف نے جن احوال کو اپنی طرف منسوب کیا ہے ان میں بعض ظاہراً شان عارفیت پر منطبق نہیں ہوتے جیسے از اشارتہا الخ اور چشم بندما الخ اوپر کے اشعار میں اور بعض آگے بھی آویں گے سوان کی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ محمول کیا جاوے تواضع پر کیونکہ ہر مرتبہ میں طلب ہوتی ہے مرتبہ فوق کی تو وہ مرتبہ ماتحت ناقص معلوم ہوتا ہے اور یا عارف نے اس درخواست میں عوام غیر عارفین کو بھی شریک کر رکھا ہے ایسے احوال ان کے اعتبار سے ذکر کیے گئے اور بعض جو عارفیت کی شان کے مناسب ہیں جیسے آگے آتا ہے چشم من الخ اور نہ کردم لاابالی الخ اس سے دعویٰ مقصود نہیں بلکہ اعتراف بالنعمة اور ادائے شکر اور اس کو بقیہ نعم کی درخواست کی توطیہ قرار دینا کہ جب اتنی نعمتیں دی ہیں تو اور بھی عطا فرمایئے تاکہ لاتمم نعمتی کا مصداق ہو جاوے کدعاء یوسف علیہ السلام رب قد آتیتنی من الملک و علمتنی من تاویل الاحادیث فاطر السموات والارض انت ولیی فی الدنیا والاخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین پس اسی طرز پر عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ باوجودیکہ اسباب مانع ابصار ہیں عوام کے لئے تو زیادہ اور میرے لئے بھی ایک درجہ میں مگر باوجود اس کے آپ کی رحمت و فضل ولطف وکرم سے کما یدل علیہ صیغۃ بگو یدہ شد) میری آنکھ اور آنکھوں سے متمیز ہوئی یہاں تک کہ ظلمت (دنیا) میں آفتاب مجھ کو دکھلائی دے گیا (مطلب یہ کہ مجھ کو حسب استعداد نعمت معرفت نصیب ہوئی جب آپ کا) یہ لطف معروف (اور معمول) ہو چکا ہے اے کامل پس کمال احسان (جس کے آپ اہل ہیں) اس (احسان) کے اتمام میں ہے (یعنی احسان میں اور ترقی فرما اور اس کی اور تکمیل فرما جس کا بیان آخر اشعار تک چلا گیا یعنی) اے میرے رب ہمارے نور کو زمین محشر میں (کذا فی المنتخب فی الساہرہ) تام فرمایئے (اور) ہم کو رسوا کنندہ قہروں سے نجات دیجئے (اور) رفیق شب کو مہجوری کا دن مت دیجئے (مراد شب سے دنیا جیسا اس کے قبل مصرعہ تا کہ در شب الخ کی شرح میں یہی تفسیر کی گئی ہے اور اس عنوان میں رعایت ہے قصہ رفاقت محمود وقت شب کی جیسا اس کے قبل بھی اے رقیب ما تو اندر گرم و سرد اور تا کہ در شب آفتابم دیدہ شد میں اس کی رعایت ہے چونکہ اسی قصہ سے ان مضامین کی طرف انتقال ہوا ہے اس لئے اس رعایت میں ایک خاص استحسان بھی ہے اور میری) اس روح کو جو کہ قرب دیدہ دوری مت دیجئے آپ کی دوری (مطلقاً) ایک (سخت) موت ہے جو درد و عقوبت کے ساتھ مقرون ہے۔ خاص کر وہ بعد جو بعد وصال کے ہو (جیسی معرفت کے بعد طرد ہو نعوذ باللہ من الحور بعد الکور) جس نے آپ کو نظر معرفت سے) دیکھ لیا اس کو (مطرود کر کے) آن دیکھا نہ کیجئے (بلکہ) اس کے سبزۂ بالیدہ پر پانی چھڑکئے (جس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے اس کو زیادہ نشو ونما ہو یعنی اس کی معرفت کو مع اس کے مقصود کے کہ قرب ہے ترقی دیجئے) میں نے سلوک (طریق) میں بے پروائی (اور بے فکری وتولی مذکور فی الآیۃ لاآتیہ) نہیں کی (کہ نہ قرب کی طلب ہوتی اور نہ بعد سے استعاذہ گو اسباب قرب کی کم توفیق ہوئی مگر اس کی دھن میں رہا) تو آپ بھی (مجھ سے) بے پروائی (واستغناء مذکور فی قولہ فکفروا وتولوا واستغنی اللہ) نہ کیجئے عقوبت میں (از خلیدن) ہاں ایسے شخص کو اپنے قرب سے دور نہ نکالئے جس نے ایک بار آپ کا رخ (بنظر معرفت وبصیرت) دیکھ لیا آپ کے رخ کے سوا اور کسی چیز کی دید طوق گلو (کی طرح قید وبند) ہے (کیونکہ) تمام اشیاء ماسوی اللہ باطل (یعنی مستہلک) ہیں (اور مستہلک میں نظر کرنے کا ظاہر ہے کہ انجام ضرر ہے) یہ سب (ماسوی اللہ) باطل ہیں اور مجھ کو صواب دکھلائی دیتے ہیں (فی المنتخب رشد بفتحتین براہ شدن) کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے (صواب نمودن ظاہر ہے کہ سبب ہو گا کشش کا تو ہی نمایند م رشد قوت میں اس کلام کے ہوا کہ مرا بسوئے خودمی کشد اب تعلیل مدلول مصرعہ ثانیہ جس میں ایک مقدمہ من باطلم مطوی ہے جس کی دلیل موضوع کا فرد ہونا ہے کل شی محکوم علیہ بالباطل کا واضح ہو گئی یعنی ایں باطلاں مرا بسوئے خود ازیں جہت می کشد کہ من ہم باطلم وباطل وباطلاں را می کشد آگے اس مصرعہ ثانیہ کی تائید ہے کہ) ذرہ ذرہ جو کہ اس ارض وسما میں ہے اپنے جنس کے لئے ہر واحد مثل کہرباء کے (جاذب) ہے (چنانچہ) معدہ روٹی کو استقرار گاہ تک کھینچتا ہے (اور) پانی کو حرارت جگر کھینچتی ہے (ان امثلہ سے معلوم ہوا کہ جنس سے مراد معنی اصطلاحی نہیں بلکہ مطلق مناسب گو ان میں اصطلاحی تجانس نہ ہو آئندہ امثلہ میں بھی معنی ہیں یعنی) آنکھ کشش کرنے والی ہے معشوقوں کی ان کوچوں سے (یعنی معشوق جو بن سنور کر نکلتے ہیں اسی واسطے کہ کوئی ہم کو دیکھے اور مفتون ہو تو آنکھ ان کی جذاب ہوئی اسی طرح) مغز طالب ہے روائح کا باغ سے کیونکہ حاسہ باصرہ رنگ (وروغن) کا کشش کرنے والا ہے (اس لئے رنگ والی اس کے سبب کھنچ آئے کما ذکر تو اس میں باہم مناسبت تھی اور مغز اور شامہ روائح طیبہ کو کشش کرتا ہے (کہ ان میں باہم مناسبت ہے اور یہ کشش اس قول حکماء پر اور زیادہ ظاہر ہے جو کہتے ہیں کہ بعض اجزاء مشموم کی منفصل ہو کر شامہ تک پہنچتے ہیں پس جب اس قاعدہ مویدۂ بالا امثلہ کی موافق مجھ کو اشیاء باطلہ مستہلک اپنی طرف منجذب اور مائل کرتی ہیں اور میرے لئے مضر ومہلک ہے پس) ان جذبات سے اے خدائے رازدان (جو کہ کشش مخفی اور اس کے اسباب ومضار پر مطلع ہیں) آپ اپنے جذب لطف کے طفیل ہم کو امان دیجئے (یعنی اپنے لطف سے اپنی طرف منجذب کر لیجئے کہ ان جذبات کے مضار سے امان ونجات ہو) آپ سب جاذبوں پر غالب ہیں اے خریدار (اشارۃ الی قولہ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ) ممکن (اور آپ کا مقدور) ہے اگر آپ درماندوں کو (ان جذبات سے) خرید لیجئے (یعنی چھڑا لیجئے کیونکہ آپ ان سب پر غالب ہیں گو ہم درماندہ ہونے کے سبب خود نہیں بچ سکتے اور اے مشتری میں اشارہ کیا ہے کہ حق تعالیٰ بھی جاذب ہوتے ہیں کیونکہ اشتراکے لوازم میں سے جلب المشتری المبیع اور عجب نہیں کہ اس عنوان مشتری وغالبی میں اس شبہ کا جواب ہو کہ جذب تو فعل مجانس کا ہے پھر باطل کو حق کس طرح جذب کرے گا جس کی درخواست شعر بالا میں کی ہے زیں کششہا الخ دوسرے اس وقت بھی تو باطل جذب کرے گا بوجہ مجانست کے پھر اس جذب باطل کا یہی اثر ہو گا حاصل جواب کا یہ ہے کہ فعل جذب کا مجانس کے لئے ثابت ہونا مستلزم حصر کو نہیں کہ غیر مجانس جذب ہی نہ کر سکے۔ مجانس کا تو وہ فعل طبعی ہے لیکن غیر مجانس بھی اگر اپنی قدرت واختیار سے جذب کرے تو کوئی مانع نہیں گو وہ جذب طبعی نہ ہو گا ارادی ہو گا اور اگر وہ جاذب غالب ہو تو اور جاذب اثر نہ کریں گے آگے تتمہ ہے قصہ کا۔)

روبشہ آورد چوں تشنہ بابر	آنکہ بود اندر شب قدر آں چو بدر
اس نے بادشاہ کی طرف منہ کیا جیسا تشنہ ابر کی طرف	اس کی طرف جو کہ شب قدر میں بدر کی طرح تھا
چوں لسان و حال او بود آن او	آن او با او بود گستاخ گو
چونکہ اس کی زبان اور حال اس کے ساتھ خصوصیت رکھتا تھا	جو شخص اس کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہو گا وہ اس کے ساتھ جرات سے کلام کریگا
گفت ما گشتیم چوں جاں بندطیں	آفتاب جاں توئی در یوم دیں
کہا کہ ہم ایسے ہوگئے جس طرح روح قید ہو جاتی ہے خاک میں	آپ آفتاب روح ہیں یوم جزا میں
وقت آں شد اے شہ مکتوم سیر	کز کرم ریشے بجنبانی بخیر
اس بات کا وقت آ گیا اے بادشاہ جس کا چلنا مخفی ہے	کہ براہ کرم ڈاڑھی ہلا دیجئے خیر کے ساتھ
ہر یکے خاصیت خود وانمود	آں ہنرہا جملہ بدبختی فزود
ہر شخص اپنی اپنی خاصیت دکھلا چکا	ان تمام کمالات نے شقاوت ہی بڑھائی
آں ہنرہا گردن مارا بہ بست	زاں مناصب سرنگونساریم و پست
ان ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی	ہم ان منصبی کاموں سے سرنگوں اور پست ہیں
آں ہنر فی جیدھا حبل مسد	روز مردن نیست زاں فنہا مدد
وہ ہنر فی جیدھا حبل من مسد ہے	مرنے کے دن ان فنون سے مدد نہ ملے گی
جز ہماں خاصیت آں خوش حواس	کہ بشب بد چشم او سلطاں شناس
بجز اس خاصیت اس خوش حواس کے	کہ شب میں جس کی آنکھ سلطان شناس تھی
آں ہنرہا جملہ غول راہ بود	غیر چشمے کوز شاہ آگاہ بود
وہ سب ہنر تمامی غول طریق تھے	بجز اس آنکھ کے کہ وہ بادشاہ سے آگاہ تھی
شاہ را شرم آمد از وے روز بار	کہ بشب بر روئے شہ بودش نظار
بادشاہ کو اس سے شرم آ گئی پیشی کے دن	اس لئے کہ شب میں روے شاہ پر اس کی نظر تھی
واں سگ آگاہ از شاہ و داد	خود سگ کہفش لقب باید نہاد
اور وہ کتا جو شاہ محبوب سے آگاہ تھا	اس کا لقب خود سگ کہف رکھنا چاہئے
خاصیت در گوش ہم نیکو بود	کو ببانگ سگ ز شیر آگہ شود
کان میں جو خاصیت تھی وہ بھی اچھی تھی	کیونکہ اس خاصیت والا بانگ سگ کے سبب شیر سے آگاہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

سگ چو بیدارست شب چوں پاسباں	بیخبر نبود ز شب خیز شہاں
جب سگ بیدار ہے شب کے وقت مثل پاسبان کے	وہ بے خبر نہیں ہے بادشاہوں کی شب خیزی سے
ہیں زبدناماں نباید ننگ داشت	ہوش بر اسرار شاں باید گماشت
ہاں بدناموں سے ننگ رکھنا نہ چاہئے	ہوش ان کے کمالات خفیہ پر مسلط رکھنا چاہئے
ہر کہ او یک بار خود بدنام شد	خود نباید نام جست و خام الد
جو شخص ایک بار بدنام ہو گیا ہو	تو خود نام ڈھونڈھنا اور خام ہونا نہ چاہئے
اے بسا زر کہ سیہ تابش کنند	تاشود ایمن ز تاراج و گزند
اے شخص بہت زر ایسا ہوتا ہے کہ اس کو سیاہ رنگ کر دیتے ہیں	تا کہ وہ تاراج اور گزند سے مامون ہو جاوے
ہر کسے کے پے برد در سرما	باز کن دو چشم سوئے ماپیا
ہر شخص ہمارے راز مخفی کا کب سراغ لگا سکتا ہے	دونوں آنکھیں کھول ہماری طرف آ

اس (دزد شاہ شناس) نے بادشاہ کی طرف منہ کیا جیسا تشنہ ابر کی طرف (توجہ کرتا ہے آگے بادشاہ کی صفت ہے یعنی) اس (بادشاہ) کی طرف جو کہ شب قدر میں بدر کی طرح تھا (یہ اندر شب قید ہے بدر کی یعنی اگر شب قدر میں چاند بھی پورا ہو تو نور علیٰ نور ہو گا وہ بادشاہ ایسا ہی تھا کیونکہ ملک دنیا بودش وہم ملک دین چنانچہ محمود کے مناقب مشہور ہیں اور اس میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ شب قدر غیر عشرہ اخیرہ میں بھی کبھی ہوتی ہے چنانچہ ایک قول یہ بھی ہے اور روایات عشرہ کو اکثر پر محمول کیا جاوے گا جیسا کہ لفظ تحروا اس کا قرینہ بھی ہو سکتا ہے آگے اس توجہ الی السلطان کا طریق اور توجہ کے بعد جو کلام کیا اس کا بیان ہے یعنی) چونکہ اس (دزد شاہ شناس) کی زبان اور (اس کا) حال اس (بادشاہ) کے ساتھ خصوصیت رکھتا تھا (اور قاعدہ کلیہ ہے کہ) جو شخص اس (بادشاہ) کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہو گا وہ اس کے ساتھ جرات سے کلام کرے گا (اس سبب سے اس نے بھی جرات کے ساتھ اور وہ طریق توجہ یہ تھا بادشاہ سے یہ) کہا کہ ہم (اس وقت) ایسے (قید) ہو گئے جس طرح روح قید ہو جاتی ہے (جسم) خاک میں (کہ اس میں قید ہونے کے سبب مکلف ہو کر اور معاصی کی مرتکب ہو کر مستحق سزا کی ہو جاتی ہے یہی حالت ہماری ہے کہ ہم مقید اور مستحق سزا ہو گئے ہیں ہماری تو یہ مثال اور یہ حالت ہے اور) آپ آفتاب روح (کے مثال) ہیں یوم جزاء میں (وجہ تشبیہ یہ ہے کہ آفتاب سے روح کو جیسا اطباء نے کہا ہے انشراح وانبساط ہوتا ہے اور ان کا انشراح موقوف ہے خلاصی پر حاصل یہ کہ آج کا دن مشابہ ہے یوم الجزاء کے اور اس میں آپ سبب ہیں ہماری خلاصی کے جس کا طریقہ شعر آئندہ میں آتا ہے اور شعر بالا میں چوں شرط ہے اور شعر ثانی جزا اور مصرعہ ثانیہ شعر بالا کا جملہ معترضہ حاصل جملہ شرطیہ کا یہ ہے کہ وہ عارف تھا بادشاہ کا اور خصوصیت سے یہی مراد ہے اور جملہ معترضہ کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر شناسائی زیادہ ہوتی ہے دل کھلا ہوا زیادہ ہوتا ہے چنانچہ یہ امر طبعی اور مشاہد اور موافق عادت کے ہے اور گستاخی اور جرات سے یہی مراد ہے نہ کہ بے باکی و بے حیائی اور اس میں من وجہ اشارہ اس طرف بھی ہے کہ اسی طرح عارف حق ایک گونہ حق تعالیٰ کے ساتھ بے تکلف ہوتا ہے مگر ادب کے ساتھ اور قرینہ اس اشارہ کا اوپر کے بعض اشعار میں بھی اس عارف شاہ کے حالات سے انتقال

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے عارف حق کے حالات کی طرف کمافی قولہ چشم عارف داں امان الخ اور بعض اشعار میں عارف حق کے حالات میں عنوانی رعایت ہے اس عارف شاہ کے قصہ کی کمافی قولہ چشم من از چشمہا الخ کما ذکرتم آگے تتمہ ہے کلام کا یعنی جب آپ ہی سبب ہیں خلاصی کے تو اب) اس بات کا وقت آ گیا اے بادشاہ جس کا (شب کا) چلنا (اوروں سے) مخفی ہے (مگر مجھ پر ظاہر ہو گیا آگے بیان ہے کہ کاہے کا وقت آ گیا۔ یعنی اس بات کا) کہ براہ کرم ڈاڑھی ہلا دیجئے خیر کے ساتھ (یعنی ہماری خیر اس کے ساتھ مقرون ہے) ہر شخص اپنی اپنی خاصیت دکھلا چکا۔ (جس کا رات تذکرہ تھا مگر) ان تمام کمالات نے شقاوت ہی بڑھائی (چنانچہ) ان ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی (اور) ہم ان منصبی کاموں سے سرنگوں اور پست ہیں وہ (ہمارا) ہنر فی جیدھا حبل من مسد (کی مثال) ہے (یہ آیت ابولہب کی بیوی کی شان میں ہے وزن شعر کے سبب من نہ آ سکا یعنی اس کی گردن میں دوزخ میں مضبوط رسی کی مشابہ زنجیر ہوگی کذافی تفسیری مطلب یہ کہ سبب عقوبت کا ہو گیا اور اس میں انتقال ہے وخامت عاقبت حیل دنیویہ کی طرف اشارۃً اور دوسرے مصرعہ میں صراحۃً یعنی) مرنے کے دن ان فنون سے (کچھ) مدد نہ ملے گی (اور مراد ان ہنروں سے ان چوروں کے صرف وہ فنون ہیں جو سرقہ میں معین ہیں جیسے خاک کو سونگھ کر خزانہ بتلا دینا کہ یہ مفضی ہوا سرقہ کی طرف جو کہ سبب ہے عقوبت کا اسی طرح کمند ڈال کر چڑھ جانا اسی طرح نقب لگانا ان سب کا سبب سرقہ ہونا ظاہر ہے اور کتے کی آواز پہچاننا اور تاریکی میں دیکھے ہوئے شخص کو پہچان لینا یہ اس عموم میں داخل نہیں چنانچہ آگے جزء ہاں خاصیت میں صورت شناسی کا استثناء بھی ہے اور نیز اوپر بھی اس کے منافع دخواص مذکور ہو چکے ہیں جس کی مناسبت سے معرفت حق کے فضائل و برکات مفصلاً مذکور ہوئے تھے اور صورت شناسی یعنی آواز کی شناخت کی مدح عنقریب آتی ہے خاصیت در گوش الخ اور اس میں یہی استماع للحق کی نافعیت وکفایت اجمالاً مذکور ہوگی اور اس صورت شناسی وصوت شناسی کا نافع ہونا ظاہر بھی ہے چنانچہ ایک کا نفع تو ظاہر ہوا کہ بادشاہ کے ترحم کا سبب ہوا اور دوسرے سے بھی اگر کام لیا جاتا تو وہ سبب ہو جاتا چوری سے بچ جانے کا کیونکہ اس صوت سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ بادشاہ ہمارے ساتھ ہے تو چاہئے تھا کہ سرقہ سے رک جاتے مگر کام نہ لینے سے اس کا نفع ظاہر نہ ہوا اور اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ اگر یہ دونوں وصف نافع تھے تو پھر گرفتار کیوں ہوئے جواب یہ ہے کہ گرفتاری یا سبب گرفتاری یعنی سرقہ میں ان وصفوں کو دخل نہیں چنانچہ ظاہر ہے یہ گرفتاری سرقہ سے ہوئی جس کا ان وصفوں سے کوئی تعلق نہیں اسی واسطے آگے ان دونوں کا استثناء ہے ایک کا یعنی صورت شناسی کا نقطاً دوسرے کا یعنی صوت شناسی کا معنےً چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ سب فنون مضر تھے) بجز اسی خاصیت اس خوش حواس کے کہ شب میں جس کی آنکھ سلطان شناس تھی (آگے اسی کی تاکید ہے کہ) وہ سب ہنر تمامی غول طریق تھے بجز اس آنکھ کے کہ وہ بادشاہ سے آگاہ تھی (جس نے شناسائی کو واسطہ بنا کر اوپر کی گفتگو کی جس کا اثر یہ ہوا اور یہی سبب اس استثناء کا ہے کہ) بادشاہ کو اس سے شرم آ گئی پیشی کے دن (از بار بمعنے بارگاہ یعنی دربار یا باریافتن یعنی حاضر شدن ہر دو معنی در غیاث ست وتفسیر ہر دو بلفظ یعنی از احقر اور شرم) اس لئے (آ گئی) کہ شب میں روئے شاہ پر اس کی نظر تھی (مخفف نظارہ بمعنی نگریستن بفتح وتخفیف از غیاث یعنی بادشاہ کو اس سے شرم آ گئی کہ جب اس نے رات کے دیکھنے سے دن کو پہچان لیا تو میری رفاقت اور محبت اس کو اولاً اور دوسروں کو اس کے واسطے سے متحقق ہو گئی تو ایسے شخصوں کو کیا سزا دوں جن کو میرا رفیق ہونا معلوم ہے تو اصل سبب شرم کا یہ ہے مگر اس کا سبب معرفت ہے اور اس کا سبب شب کا دیکھنا ہے تو شب کا دیکھنا سبب بعید ہوا ظہور وتحقق رفاقت کا اس کی طرف منسوب کر دیا یہ تو استثنا ملفوظا تھا صورت شناسی کا آگے معنی استثناء ہے صوت شناسی کا بعد ایک توطیہ کے کہ اس میں بھی ایک شناسندہ شاہ کی مدح

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے یعنی) اور وہ کتا جو شاہ محبوب سے آگاہ تھا اس کا لقب خود سگ (اصحاب) کہف رکھنا چاہیے (کہ اس نے بھی شاہان دین کو پہچانا تھا اس لئے ساتھ ہو لیا تھا تو اس شعر کے مضمون کو ماقبل سے بھی مناسبت ہوئی کہ ماقبل میں ایک شناسندہ کی مدح تھی اور اس میں ایک شناسندہ کی مدح ہے اور مابعد سے بھی مناسبت ہے کہ مابعد میں اس سگ شناسندہ کی آواز شناس کی مدح ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جس طرح آنکھ کی خاصیت والا بوجہ معرفت اچھا تھا اور اسی معرفت کے سبب یہ سگ بھی اچھا تھا اسی طرح ایک کے) کان میں جو خاصیت تھی وہ بھی اچھی تھی کیونکہ اس خاصیت والا بانگ سگ کے سبب شیر (یعنی شاہ) سے آگاہ تھا (جس کی ممدوحیت کی تقریر تمہید شعر جز ہماں خاصیت الخ میں لکھ چکا ہوں اور اس میں اشارہ ہے استماع للحق کی نافعیت کی طرف جس کے ذکر کا وعدہ تمہید مذکور میں احقر نے کیا ہے تقریر اس کی یہ ہے جو کہ بعض حواشی میں لکھی ہے یعنی مرتبہ صاحب دید از ہمہ بالاتر ست واگر آں نبود مرتبہ شنید کہ بگفتن کسے از حق آگاہ شود ہم کمالے ست اھ کما قال تعالیٰ وقالو الو کنا نسمع او نعقل الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ محقق نہ ہو تو مقلد ہی ہو اور اس کا دوسرے درجہ میں ہونا عنوان ہم نیکو بود سے بھی ظاہر کر دیا ہے اور مراد دید سے بصیرت ہے یہاں تک مضمون مقصود مقام ختم ہو چکا آگے سگ کے فعل مذکور یعنی آگاہی از شاہ پر متفرع کر کے ایک مستقل مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں یعنی) جب (یہ بات معلوم ہے کہ) سگ بیدار ہے شب کے وقت مثل پاسبان کے (جیسا قصہ میں بھی مذکور تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ) وہ بے خبر نہیں ہے بادشاہوں (یعنی بزرگوں) کی شب خیزی سے (اور یہ ظاہر ہے کہ جو شب کو بیدار رہے گا دوسرے کی شب خیزی سے بھی آگاہ ہوگا اور قصہ میں بھی مع زیادت شناخت شاہ مذکور تھا پس جب سگ میں یہ خاصیت ہے تو اس سے یہ مضمون سمجھو کہ) ہاں بدناموں سے (کسی بدنامی کے سبب) ننگ رکھنا نہ چاہیے (بلکہ) ہوش ان کے کمالات خفیہ پر مسلط رکھنا چاہیے (چنانچہ کتا بدنام تو ہے مگر اس میں دیکھو یہ ایک وصف کیسے کام کا ہے کہ قابل عمل ہے اسی طرح ظاہری و عرفی ذلت پر نفرت نہ کرے ممکن ہے کہ اس میں کوئی خوبی ہو اس کو تتبع کر کے اس کا اتباع اور اس کی قدر کرے البتہ اگر بدنام کے ساتھ بدکام بھی ہو تو اس سے بغض فی اللہ کا معاملہ ضروری ہے بلکہ اگرچہ بدنام نہ بھی ہو اور مقصود یہاں صرف یہ مضمون ہے نہ کہ کتے کے فضائل بیان کرنا جس سے اس کے اقتناء کی نہی پر شبہ ہو سکے اہل نظر کی عادت ہے کہ حیوانات بلکہ جمادات تک سے عبرت حاصل کیا کرتے ہیں جیسا بکثرت ان حضرات کے بلکہ حکماء کے کلام میں بھی فرضی مکالمات حیوانات و نباتات و جمادات کے مذکور ہیں جن کا مبنی یہی ہے گلستان کے اول ہی میں اس قسم کی ایک حکایت ہے۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے ۔۔۔ رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری ۔۔۔ کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم ۔۔۔ و لیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد ۔۔۔ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

آگے بھی اسی مضمون کی تفصیل ہے کہ) جو شخص ایک بار بدنام ہو گیا ہو تو خود (دوسروں کو تو اس کا) نام ڈھونڈنا اور خام (و ناقص) ہونا نہ چاہیے (یعنی صرف اس نام پر مدار کار نہ رکھے کہ یہ خام شدن ہے ممکن ہے کہ اس میں کوئی خوبی ہو جس کی مثال آگے ہے یعنی) اے شخص بہت زر ایسا ہوتا ہے کہ اس کو (قصداً) سیاہ رنگ کر دیتے ہیں تاکہ وہ تاراج اور گزند سے مامون ہو جاوے (دیکھنے والے اس کی سیاہی دیکھ کر لوہا وغیرہ سمجھ کر چھوڑ

www.besturdubooks.wordpress.com

دیں فی الغیاث سیہ تاب رنگے باشد سیاہ بنفسجی کہ آہن صیقل دیدہ را بہ آب لیموں وگرمی آتش رنگ کنند اھ اور اس وقت وہ زر بزبان حال کہتا ہے کہ) ہر شخص ہمارے راز مخفی کا کب سراغ لگا سکتا ہے۔(اے طالب دونوں آنکھیں کھول (اور) ہماری طرف آ کہ پاس آ کر کسوٹی سے پتہ لگے گا دور دور جاہل ومحروم رہے گا حاصل اس مضمون کا وہی ہے جو شعر ہیں زبدناماں الخ کی شرح میں مذکور ہوا ہے آگے اس کی تائید میں گاو بحری کی حکایت لاتے ہیں کہ اس کے گوہر شب چراغ کے حاصل کرنے کے لئے تاجر اس پر گارا رکھ دیتا ہے پھر موقع سے اٹھا لیتا ہے تو دیکھو اگر کوئی شخص صرف ظاہر پر نظر کرے تو گارا ہے چنانچہ یہی سمجھ کر وہ گاؤ دریائی اس کو چھوڑ دیتی ہے مگر اس کے باطن میں کیسا بے بہا گوہر ہے چنانچہ تاجر اس راز سے آگاہ ہے وہ نہیں چھوڑتا)۔

فائدہ:۔شعر سگ چو بیدار ست کا مصرعہ اول شرط ہے اور مصرعہ ثانیہ بحذف عاطف اس پر معطوف ہے اور شعر مابعد ہیں زبدناماں الخ جزا ہے اور میری تقریر ترجمہ سے بھی یہ ترکیب ظاہر ہوتی ہے اور اس مثال میں اور اسی طرح اس سے اوپر زر سیہ تاب کی مثال میں اشارہ اس طرف ہے کہ کبھی اہل کمال اپنے کمال کو اور کبھی ایزد متعال ان کے کمال کو قصداً بھی مخفی کر دیتے ہیں۔لبعض الحکم من الابتلاء و نحوہ واللہ اعلم.

قصۂ آں گاؤ بحری کہ گوہر کاویانی از قعر دریا برآوردہ شب بر ساحل دریا نہد و در درخش وتاب آں می چرد و بازرگان از کمین بیروں آید چوں گاؤ از گوہر دور تر رفتہ باشد بازرگاں بلجم وباگل تیرہ گوہر را پوشاند و بر درخست گریزد

اس سمندری بیل کا قصہ جو ایک قیمتی گوہر دریا کی گہرائی سے نکال کر رات کو دریا کے کنارے پر رکھتا ہے اور اس کی روشنی اور چمک میں چرتا ہے اور تاجر گھات سے باہر آتا ہے جب بیل گوہر سے زیادہ دور چلا جاتا ہے تاجر تلچھٹ اور کالی مٹی سے چھپا دیتا ہے اور درخت پر بھاگ جاتا ہے۔

گاو آبی گوہر از بحر آورد	بنہد اندر مرج و گردش می چرد
دریائی گاؤ دریا سے گوہر کو نکال کر لاتا ہے	سبزہ زار میں رکھتا ہے اور اس کے گرد چرتا ہے
در شعاع نور گوہر گاو آب	می چرد از سنبل و سوسن شتاب
نور گوہر کی شعاع میں وہ گاؤ دریائی	سنبل اور سوسن جلدی جلدی چرتا ہے
زاں فگندہ گاو آبی عنبرست	کہ غذائش نرگس و نیلوفرست
اس لئے گاؤ آبی کا بس انگندہ عنبر ہوتا ہے	کیونکہ اس کی غذا نرگس اور نیلوفر ہیں
ہر کہ باشد قوت او نور جلال	چوں نزاید از لبش سحر حلال
جس کی غذا نور جلال ہو	کیونکر اس کے لبوں سے سحر حلال پیدا نہ ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ چوں زنبور وحیتش نقل	چوں نباشد خانۂ او پر عسل
جس کا حصہ زنبور کی طرح الہام ہو	کیونکر اس کا گھر پر عسل نہ ہو گا
می چرد در نور گوہر آں بقر	ناگہاں گردد ز گوہر دور تر
وہ گاؤ نور گوہر میں چرتا رہتا ہے	اچانک وہ گوہر سے دور چلا جاتا ہے
تاجرے بردر نہد وحل سیاہ	تاشود تاریک مرج و سبزہ گاہ
کوئی تاجر اس گوہر پر سیاہ کیچڑ رکھ دیتا ہے	تاکہ وہ سبزہ زار اور سبزہ گاہ تاریک ہو جاوے
پس گریزد مرد تاجر بر درخت	گاو جویاں مرد را با شاخ سخت
پھر مرد تاجر درخت پر بھاگ جاتا ہے	وہ گاؤ اس کو مضبوط سینگ لئے ہوئے ڈھونڈھتا ہے
چند بار آں گاؤ تازد گرد مرج	تا کند آں خصم را در شاخ درج
چند بار وہ گاؤ چراگاہ کی اطراف میں پھرتا ہے	تاکہ اس مخالف کو سینگ میں لپیٹ لے
چوں ازو نومید گردد گاو نر	آید آنجا کہ نہادہ بدگہر
جب وہ گاؤ نر اس سے ناامید ہو جاتا ہے	تو وہاں آتا ہے جہاں موتی رکھا تھا
وحل بیند فوق در شاہوار	پس زطیں بگریزد او ابلیس وار
کیچڑ دیکھتا ہے در شاہوار کے اوپر	پس کیچڑ سے بھاگ جاتا ہے ابلیس کی طرح
کاں بلیس از متن طیں کور و کرست	گاؤ کے داند کہ در گل گوہرست
کہ وہ ابلیس ماہین الطین سے کور و کر ہے	گاؤ کب جانتا ہے کہ گل کے اندر گوہر ہے
اہبطوا افگند جاں را در حضیض	از نمازش کرد محروم آں محیض
حکم اہبطوا نے روح کو پستی میں ڈال دیا	اس روح کو نماز سے محروم کر دیا اس حیض نے
اے رفیقاں زیں مقیل وزاں مقال	اتقوا ان الھویٰ حیض الرجال
اے رفیقو اس قیلولہ اور اس مقولہ سے	پرہیز کرو تحقیق ہوائے نفسانی حیض الرجال ہے
اہبطوا افگند جاں را در بدن	تا بگل پنہاں بود در عدن
حکم اہبطوا نے روح کو بدن میں ڈال دیا	تاکہ گل میں درعدن پنہاں ہو جاوے
تاجرش داند و لیکن گاؤ نے	اہل دل دانند ہر گل کاوِ نے
اس کو تاجر جانتا ہے اور گاؤ نہیں	اہل دل جانتے ہیں ہر مٹی کا کھودنے والا نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر گلے کاندر دل او گوہریست	گوہرش غماز طین دیگریست
جس گل کے قلب میں کوئی گوہر ہے	اس کا یہ گوہر دوسری گل کا مخبر ہے
واں گلے کز رش حق نورے نیافت	صحبت گلہائے پر در برنتافت
اور جس گل نے نور پاشی حق سے نور نہیں پایا	گلہائے پردر کی صحبت کو برداشت نہیں کر سکا
ایں سخن پایاں ندارد موش ما	ہست برلبہائے جو برگوش ما
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اس ہمارے چوہے کی آواز	لب جو پر ہمارے کان میں ہے

دریائی گاؤ (گائے یا بیل) دریا سے گوہر کو نکال کر لاتا ہے (اور) سبزہ زار میں (اس کو) رکھتا ہے اور اس کے گرد چرتا ہے (رات کو) ایسا کرتا ہوگا تا کہ اس کی روشنی سے نظر آوے) نور گوہر کی شعاع میں وہ گاؤ دریائی سنبل اور سوسن (وغیرہ) جلدی جلدی چرتا ہے اس لئے گاؤ آبی کا پس افگندہ عنبر ہوتا ہے کیونکہ اس کی غذا نرگس اور نیلوفر (وغیرہ لطیف اور خوشبودار نباتات ہیں) یہ ایک مشہور قول ہے بعض نے اس کو رد کر کے عین فی البحر یا نبات فی البحر اس کی ماہیت لکھی ہے کما نقله العلامة الشامي في كتاب الطهارة اور صاحب غیاث نے تحقیق کیا ہے کہ وہ ایک موم ہے جو زنبور عسل سے جس کی غذا انواع گیاہ خوشبودار ہے حاصل ہوتا ہے الخ آگے انتقال ہے کہ جس طرح گاؤ بحری کا خوشبو کھانا سبب ہوتا ہے خوشبو حاصل ہونے کا اسی طرح) جس کی (روحانی) غذا نور جلال (ذکر و طاعت) ہو کیونکر اس کے لبوں سے سحر حلال (کلام موثر) پیدا نہ ہوگا جس کا حصہ زنبور کی طرح الہام (حق) ہو کیونکر اس کا گھر (یعنی دہن) پرعسل نہ ہوگا (نحل بالتحتین غنیمت وہبہ من القاموس اشارہ ہے آیت واوحی ربک الی النحل الی قوله کلی من کل الثمرات الی قوله یخرج من بطونها اس آیت میں مذکور ہے کہ نحل سے عسل حاصل ہونا الہام سے مسبب ہے اسی طرح صاحب الہام کے منہ سے معارف ظاہر ہوتے ہیں جو مسبب ہیں الہام سے اور بعض نے خانہ سے مراد دل لیا ہے مگر اس کو بطون نحل سے تشبیہ دینا زیادہ مناسب ہوتا البتہ فم مثل خانہ عسل کے ظاہر اور مظہر عسل ہے غرض) وہ گاؤ نور گوہر میں چرتا رہتا ہے اچانک (چرتے چرتے) وہ گوہر سے دور چلا جاتا ہے (اس وقت) کوئی تاجر (جو اسی غرض سے وہاں گیا ہوا ہوتا ہے) اس گوہر پر سیاہ کیچڑ رکھ دیتا ہے تا کہ وہ سبزہ زار اور سبزہ گاہ تاریک ہو جاوے (کیونکہ وہ موتی کو چھپا کر شعاعوں کو روک دیتا ہے) پھر (کیچڑ رکھتے ہی) مرد تاجر درخت پر بھاگ جاتا ہے (اور) وہ گاؤ اس کو مضبوط سینگ لئے ہوئے ڈھونڈتا ہے چند بار وہ گاؤ چراگاہ کی اطراف میں پھرتا ہے تا کہ اس مخالف کو سینگ میں لپیٹ لے (مگر وہ درخت پر مامون بیٹھا رہتا ہے پس) جب وہ گاؤ نراس سے ناامید ہو جاتا ہے تو وہاں آتا ہے جہاں (اول) موتی رکھا تھا (مگر وہاں آ کر) کیچڑ دیکھتا ہے (جو) در شاہوار کے اوپر (رکھ دیا گیا تھا) پس کیچڑ سے بھاگ جاتا ہے ابلیس کی طرح کہ وہ ابلیس (بھی) ماہین الطین سے (یعنی مافی بطن الطین سے) کور وکر ہے (اسی طرح) گاؤ کب جانتا ہے کہ گل کے اندر گوہر ہے (اس تشبیہ بابلیس میں اشارہ ہے اس کے سبب اباء کی طرف خلقتنی من نار وخلقته من طین پس اس نے صرف طین آدم کو دیکھا اس طین کے

www.besturdubooks.wordpress.com

اندر جو روح متصف بالکمالات تھی اس کو نہ دیکھا فی المنتخب متن ما بین پر تیر تا سیان تیر اس شعر میں تو روح آدم علیہ السلام کا طین بدن میں مستور ہونا مذکور تھا آگے تمام بنی آدم کی روح کی یہی کیفیت کہ تکوینیہ ہے اور اس کے ساتھ بعض کے سوء اکتساب سے روح کی ایک دوسری کیفیت کہ اختیار یہ ہے بیان فرماتے ہیں کہ) حکم اهبطوا نے روح کو پستی میں (جس کی تفسیر آگے ہے در بدن) ڈال دیا۔ (یعنی ارواح کو حکم ہوا کہ نیچے زمین میں اترو اور زمین میں اترنا یہی ہے کہ بدن خاکی سے متعلق ہو جاؤ اور ممکن ہے کہ یہ اهبطو وہی ہو جو قصہ آدم علیہ السلام میں واقع ہوا ہے وہ تو جنت سے بدن بھی لے کر آئے اور دوسروں کے ابدان یہاں بنتے ہیں پھر روح متعلق ہو جاتی ہے تو اوروں کی صرف روح مخاطب ہوگی بضمن خطاب آدم علیہ السلام اسی لئے جمع کا صیغہ آیا حاصل دونوں توجیہ کا ایک ہی ہے سو یہ ہبوط تو اضطراری اور غیر مذموم تھا مگر یہ سبب ہو گیا بعض کے لئے بواسطہ سوء اکتساب کے دوسرے تنزل معنوی کا یعنی معاصی کا آگے اس سبب کی تقریب سے اس مسبب کا بھی ذکر کرتے ہیں ترھیب کے لئے کما یدل علیه اتقوا الاثمی یعنی) اس روح کو نماز (یعنی قرب) سے محروم کر دیا اس حیض (یعنی گناہ) نے (جس کا ذکر شعر آئندہ میں ہے الهوی حیض الرجال یعنی) اے رفیقو اس قیلولہ (یعنی عیش غیر مباح) اور اس مقولہ (یعنی تکلم بالجناح) سے پرہیز کرو تحقیق ہوائے نفسانی (مقرون بالمعصیت) حیض الرجال ہے (کہ مانع قرب حق ہے اس ہبوط معنوی کا ذکر اس کے سبب بعید یعنی ہبوط سوری کے ساتھ ایسا ہے جیسا قرآن مجید میں انا عرضنا الامانة الی قوله حملها الانسان کے بعد انه کان ظلوما جهولا لیعذب الله الخ ارشاد ہوا ہے ظاہر ہے کہ محض عرض یا حمل نہ ظلومیت و جہولیت کو مستلزم ہے نہ تعذیب کو مگر چونکہ بواسطہ وہ سبب ہو گیا اس کا اس لئے بصورت ترتب کے اس کا ذکر فرمادیا جیسا وہ اس کے مقابل یعنی یتوب کا بھی بواسطہ حسن اکتساب کے آیت میں سبب قرار دیا گیا اسی طرح از نمازش کرد الخ میں بعد ہبوط اضطراری کے بصورت ترتب اس کا ذکر بھی لایا گیا آگے اسی اهبطوا اور حضیض مبہم کی تفسیر ہے یعنی) حکم اهبطوا نے روح کو بدن میں ڈال دیا تا کہ گل (بدن) میں (روح کا) در عدن پنہاں ہو جاوے (اور جس طرح) اس (گوہر) کو تاجر جانتا ہے اور گاؤ نہیں (جانتا اسی طرح گوہر روح با کمال کو) اہل دل جانتے ہیں ہر مٹی کا کھودنے والا (باحث عن احکام الجسم) نہیں (جانتا آگے اہل دل دانند کا بیان ہے کہ) جس گل کے قلب میں کوئی گوہر ہے (یعنی جس بدن میں کوئی روح صاحب کمال ہے) اس کا یہ گوہر دوسرے گل کا مخبر ہے (یعنی اس کو دوسرے بدن کی روح با کمال کا بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ ولی را ولی می شناسد اور جس گل نے (جو کہ اس مذکور کی ضد ہے کہ اس نے) نور پاشی حق سے نور نہیں پایا (یعنی وہ مہتدی نہ ہوا کما فی الحدیث المرفوع ان الله خلق خلقه فی ظلمة فالقی علیهم من نوره فمن اصابه من ذلک النور اهتدی ومن اخطاه ضل رواہ احمد والترمذی کذا فی المشکوٰۃ وہ) گل ہائے پر در کی صحبت کو برداشت نہیں کر سکا (چنانچہ معاندین کو اہل اللہ سے نفور دیکھا جاتا ہے آگے رجوع ہے قصہ موش و چغز واقعہ عشر سادس کی طرف کہ) یہ مضمون (مذکور اختفاء کمال درصورت ظاہر الابتذال) انتہا نہیں رکھتا (لکثرۃ جزئیاتہ اس لئے اس کو رہنے دو اور وہ قصہ پورا کرو کیونکہ) اس ہمارے چوہے کی آواز لب جو پر ہمارے کان میں ہے (جو چغز سے بول رہا ہے یعنی ہم اس قصہ کو بھولے نہیں)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رجوع کردن بقصہ طلب کردن آں موش آں چغز را از لب جو و کشیدن او سر رشتہ تا چغز در آب خبردار شود از طلب او

اس چوہے کے اس مینڈک کو نہر کے کنارے سے طلب کرنے کے قصہ کی طرف واپسی اور اس کا ڈورے کے سرے کو کھینچنا تا کہ مینڈک پانی میں اس کے بلانے سے خبردار ہو جائے

آں سرشتہ عشق رشتہ می کشد	بر امید وصل چغز بارشد
وہ عشق کا خمیر کیا ہوا ڈورے کو کھینچ رہا ہے	چغز صاحب رشد کی امید وصل پر
می تند بر رشتۂ دل دمبدم	کہ سررشتہ بدست آوردہ ام
تن رہا ہے رشتہ دل پر دمبدم	کہ ڈورے کا سرا میں نے ہاتھ میں لے لیا ہے
ہمچو تارے شد دل و جاں در شہود	تا سر رشتہ بمن روی نمود
مثل تار کے ہو گیا دل و جان مشاہدہ میں	تب کہیں یہ سر رشتہ مجھ کو نظر آیا ہے
چوں غراب البین آمد ناگہاں	در شکار موش و بردش زاں مکاں
جب فراق کا کوا آیا ناگہاں	شکار موش میں اور اس کو اس جگہ سے لے گیا
چوں برآمد بر ہوا موش از غراب	منسحب شد چغز نیز از قعر آب
جب چوہا غراب کے سبب ہوا میں آیا	تو چغز بھی قعر آب سے کھنچ گیا
موش در منقار زاغ و چغز ہم	در ہوا آویختہ پا در رتم
موش تو منقار زاغ میں اور چغز بھی	ہوا میں معلق پاؤں بندھا ہوا ڈورے میں
خلق می گفتند زاغ از مکر و کید	چغز آبی را چگونہ کرد صید
عام خلق کہہ رہے تھے کہ زاغ نے مکر و حیلہ سے	چغز آبی کو کیونکر شکار کیا ہے
چوں شد اندر آب و چونش در ربود	چغز آبی کے شکار زاغ بود
وہ پانی کے اندر کیسے گیا اور اس کو کیسے اچک لیا	چغز آبی زاغ کا شکار کب تھا
چغز گفتا ایں سزای آں کسے	کو چو بے آباں شود جفت خسے
چغز نے کہا کہ یہ سزا اس شخص کی ہے	جو کہ بے آبروؤں کی طرح کمینوں کا قرین ہو جاوے
اے فغاں از یار ناجنس اے فغاں	ہمنشین نیک جوئید اے مہاں
اے لوگو فریاد ہے یار ناجنس سے اے لوگو فریاد ہے	ہمنشیں صالح ڈھونڈو اے بزرگو

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ عشق کا خمیر کیا ہوا (چوہا) ڈورے کو کھینچ رہا ہے چغز صاحب رشد کی امید وصل پر (اور) تن رہا ہے (یعنی عجب وناز کر رہا ہے) رشتہ دل (یعنی تعلق قلب) پر دمبدم کہ ڈورے کا سرا میں نے ہاتھ میں لے لیا ہے (یعنی اپنے علاقہ محبت کے استحکام پر خوش ہے کہ اس کا ایک ذریعہ میرے ہاتھ آ گیا اور اس سے کام لے کر جس وقت چاہتا ہے چغز کو کھینچ لیتا ہے جیسا شعر اول میں ہے اور وہ اپنی اس مشقت کے بعد کارگزاری وکامیابی پر اتراتا ہے اور کہتا ہے کہ) مثل تار کے ہو گیا (میرا) دل وجان (شوق) مشاہدہ میں تب کہیں یہ سر رشتہ مجھ کو نظر آیا ہے (یعنی مشقت اور سوچ میں میرا دل تار تار ہو گیا تب اس تدبیر کا ظہور ہوا پھر اس کا جو انجام ہوا اس کو ذکر فرماتے ہیں کہ) جب فراق کا کوا آیا ناگہاں شکار موش میں اور اس کو اس جگہ سے (اٹھا) لے گیا۔ جب چوہا غراب کے سبب ہوا میں آیا تو چغز بھی قعر آب سے کھنچ گیا (کیونکہ دونوں ایک رشتہ میں منسلک تھے اور بعض اقسام غراب کو جاہلیت میں سبب فراق احبا کا سمجھتے تھے اس سے یہ محاورہ ہو گیا مطلق منحوس اور مضر شے میں اور یہاں اس غراب سے نصرت کا وقوع ظاہر ہے کہ) موش تو منقار زاغ میں اور چغز بھی ہوا میں معلق پاؤں بندھا ہوا ڈورے میں عام خلق (اس تماشہ کو دیکھ کر) کہہ رہے تھے کہ (دیکھو) زاغ نے مکر وحیلہ سے چغز آبی کو کیونکر شکار کیا ہے (یعنی وہ (زاغ) پانی کے اندر کیسے گیا اور اس (چغز) کو کس طرح اچک لیا (ورنہ بھلا) چغز آبی زاغ کا شکار کب تھا چغز نے (دل میں) کہا کہ یہ سزا اس شخص کی ہے جو کہ بے آبروؤں کی طرح کمینوں کا قرین ہو جاوے (یعنی صحبت اشرار کا یہ نتیجہ ہے اور ایسی صحبت چونکہ سبب ہوتا ہے بے آبروئی کا اس لئے ایسی صحبت والے کو تشبیہ دی بے آبروؤں کے ساتھ اور بے آب ان میں عجیب لطیفہ ہے کہ وہ چغز آبی تھا اور موش بے آب تھا آگے مولانا نتیجہ قصہ کا بتائید شعر سابق فرماتے ہیں کہ) اے لوگو فریاد ہے یار ناجنس سے اے لوگو فریاد ہے ہمنشیں صالح ڈھونڈ واے بزرگو (ناجنس سے مراد بد کہ وہ نیکوں کا مجانس نہیں اور ہمنشین نیک جوئید میں اشارہ اس طرف ہے کہ چغز کو جو موش کی صحبت سے ضرر ہوا وہ اختلاف صنفی کے سبب نہیں ہوا اگر وہ عاقل ہوتا تو یہ اختلاف مضر نہ تھا کیونکہ وہ ایسی مہمل حرکت ہی نہ کرتا بلکہ اس لئے ضرر ہوا کہ وہ نیک یعنی عاقل نہ تھا پس مجانست سے مراد اوصاف حمیدہ میں اشتراک ہے نہ کہ جنس ونوع منطقی میں اسی طرح ناجنسی سے مراد اوصاف مذکورہ میں اختلاف ہے پس اب یہ شبہ بھی نہ رہا کہ انسان کو اگر انسان کی صحبت ہو وہ کیوں مذموم ہے وہ تو دونوں متجانس ہیں چنانچہ اشعار مابعد میں آگے کی سرخی تک یہی مضمون ہے اس تقریر میں وہاں تک کا ربط ظاہر ہو گیا)۔

عقل را افغاں زنفس پر عیوب	ہمچو بینی بدے بر روی خوب
عقل کو نفس پر عیوب سے فغاں ہے	جیسے بری ناک خوبصورت چہرہ پر
عقل می گفتش کہ جنسیت یقیں	از رہ معنیٰ ست نے از آب وطیں
عقل اس سے کہتی تھی کہ جنسیت یقینا	راہ اوصاف سے ہے نہ کہ آب وگل سے
ہیں مشو صورت پرست وایں مگو	سر جنسیت بصورت در مجو
ہاں تو صورت پرست مت ہو اور یہ مت کہہ	حقیقت تجانس کو صورت سے مت ڈھونڈھ

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت آمد چوں جماد و چوں حجر	نیست جامد را ز جنسیت خبر
صورت مثل جماد اور مثل حجر کے ہے	جماد کو جنسیت کی کچھ خبر نہیں
جاں چو مور و تن چو دانہ گندمے	می کشاند سو بسویش ہر دمے
روح مثل چیونٹی کے اور جسد مثل دانہ گندم کے ہے	وہ چیونٹی اس گندم کو ہر دم کھینچے لئے پھرتی ہے
مور داند کاں حبوب مرتہن	مستحیل و جنس من خواہد شدن
چیونٹی جانتی ہے کہ وہ مقبوضہ حبوب	مستحیل اور میری جنس ہو جاویں گے
آں یکے مورے گرفت از راہ جو	مور دیگر گندمے بگرفت و دو
ایک چیونٹی نے تو راستہ سے جو لے لیا	دوسری چیونٹی نے ایک گندم لے لیا اور دوڑا
جو سوی گندم نمی تازد ولے	مور سوی مور می آید بلے
جو گندم کی طرف نہیں دوڑتا لیکن	ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کی طرف آ رہی ہے البتہ
رفتن جو سوی گندم تابع ست	مور را بیں کو بجنسش راجع ست
جو کا جانا گندم کی طرف تابع ہے	چیونٹی کو دیکھ کہ وہ اپنے جنس کی طرف حرکت کر رہی ہے
تو مگو گندم چرا شد سوی جو	چشم را بر خصم نہ نے بر گرو
تو مت کہہ کہ گندم کیوں گیا جو کی طرف	چشم کو صاحب معاملہ پر رکھ نہ کہ مقبوض پر
مور اسود بر سر لبد سیاہ	مور پنہاں دانہ پیدا پیش راہ
سیاہ چیونٹی سیاہ نمدہ کی سطح پر ہو	تو چیونٹی مخفی رہے گی دانہ ظاہر راستہ کے سامنے ہوگا
عقل گوید چشم را نیکو نگر	دانہ ہرگز کے رود بیدانہ بر
عقل آنکھ سے کہے گی کہ خوب غور سے دیکھ	دانہ بدوں دانہ بر کے ہرگز نہیں چل سکتا
زیں سبب آمد سوی اصحاب کلب	ہست صورتہا حبوب و مور قلب
اسی سبب سے اصحاب کی طرف کتا آیا	صورتیں حبوب ہیں اور قلب مور ہے
زاں شود عیسیٰ سوی پاکان چرخ	بد قفسہا مختلف یک جنس فرخ
اسی سے عیسیٰ علیہ السلام قدسیاں چرخ کی طرف چلے جاتے ہیں	قفس تو مختلف ہیں چوزے ایک جنس ہیں
ایں قفس پیدا و آں فرخش نہاں	بے قفس کش کے قفس گردد رواں
یہ قفس تو ظاہر ہے اور اس کا وہ چوزہ مخفی ہے	بدوں قالب کش کے قالب کب متحرک ہو سکتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اے خنک چشمے کہ عقلستش امیر	عاقبت بیں باشد و حبر و قریر
اے مخاطب وہ آنکھ ٹھنڈی رہی کہ عقل اس کی حاکم ہو	وہ عاقبت بین ہو اور دانشمند اور خنک ہو
فرق زشت و نغز از عقل آورید	نے ز چشمے کز سیہ گفت و سپید
فرق قبیح اور حسن کا عقل سے لاؤ	نہ کہ آنکھ سے کہ سیاہ و سفید سے حکایت کر دیتی ہے
چشم غرہ شد بخضرای دمن	عقل گوید بر محک ماش زن
آنکھ فریفتہ ہو گئی سرگین پر جمے ہوئے سبزہ پر	عقل کہتی ہے کہ اس کو ہماری کسوٹی پر لگا
آفت مرغست چشم کام بیں	مخلص مرغست عقل دام بیں
مرغ کی آفت ہے چشم مرغوب بیں	مرغ کی خلاصی کا سبب ہے عقل دام بیں
دام دیگر بد کہ عقلش در نیافت	وحی غائب بیں بداں سوزاں شتافت
ایک دوسرا دام اور بھی تھا جس کو عقل دریافت نہ کر سکی	وحی غیب بیں اس طرف اس سبب سے دوڑی
جنس و ناجنس از خرد تانی شناخت	سوی صورتہا نشاید زود تاخت
جنس اور ناجنس کو تو عقل سے شناخت کر سکتا ہے	صورتوں کی طرف جلدی دوڑنا نہ چاہئے
نیست جنسیت بصورت لی و لک	عیسیٰؑ آمد در بشر جنس ملک
جنسیت صورت سے نہیں جو میرے لئے اور تیرے لئے حاصل ہے	جیسے علیہ السلام بشر میں رہ کر ملائکہ کے جنس تھے
برکشیدش فوق ایں نیلی حصار	مرغ گردونی چو چغزش زاغ وار
ان کو اس نیلے قلعہ پر کھینچ لیا	طائر آسمانی نے مثل اس موش کے چغز کے مانند زاغ کے

(انتقال ہے قصہ سے طرف ارشاد کے جو اس سے اوپر کے شعر میں مجمل تھا یہاں مفصل ہے اور ربط کی تقریر اس شعر کی شرح میں مذکور ہو چکی ہے کہ تجزّب بے صحبت ناجنس سے اور تفسیر ہے ناجنس کی یعنی ہم نے جو ناجنس سے فغاں بغرض تحذیر کیا ہے اس ناجنس سے مراد غیر متوافق فی الخلق بفتح الخاء نہیں بلکہ غیر متوافق فی الخلق بضم الخاء ہے چنانچہ اسی بناء پر روح اور نفس میں باوجود اس کے کہ حقیقۃ خلقیہ بفتح الخاء میں باہم متوافق یعنی جنس قریب میں شریک ہیں کہ جوہر مجرد کی دونوں نوع ہیں اگر روح اور نفس کچھ ذاتیات میں بھی مختلف ہوں یا اس معنے کر متوافق ہیں کہ نوع میں شریک ہیں اگرچہ دونوں میں عوارض ہی کا اختلاف ہو کہ داعی الی الخیر کو روح اور داعی الی الشر کو نفس کہا جاوے گو یہ دعوت الی الشر و امر بالسوء کبھی مجاہدہ وغیرہ سے بدل کر اسکی صفت لوامہ و مطمئنہ ہو جاوے جیسے ایک اقلیم کا آدمی دوسری اقلیم میں رہ کر وہاں کے لوگوں کی عادات راسخ کر لے لیکن اصل کے اعتبار سے وہ صنفاً مختلف ہی رہے گا اور اس طرح ان دونوں میں صرف اختلاف صنفی ہی ہوا اور یہ دو احتمال اس لئے نکالے ہیں کہ ان کی حقیقت کسی دلیل قطعی سے معلوم نہیں ہوئی اور ذوقاً مجھ کو دوسرا احتمال اقرب معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل یہ کہ روح نفس میں باوجودیکہ حقیقۃ خلقیہ بفتح الخاء میں باہم توافق ہے اور اس اعتبار سے ناجنس نہیں ہیں لیکن چونکہ حقیقۃ خلقیہ بضم الخاء میں باہم متوافق نہیں یعنی اوصاف میں مختلف ہیں چنانچہ نفس باعتبار اقتضاء اپنی اصل صنف کے امارہ بالسوء ہے اور روح آمر بالخیر ہے اس لئے اس اعتبار سے یہ ناجنس ہیں اور ہمارے اس کلام بالا میں کہ اے فغاں از یار ناجنس اے فغاں ناجنس سے یہی مراد ہے پس اس بناء پر) عقل (یعنی روح صاحب قوت عاقلہ) کو نفس پر عیوب سے فغاں ہے (کہ وہ نفس عدم تجانس کے سبب باعتبار روح کے ایسا ہے) جیسے بڑی ناک خوبصورت چہرہ پر (روح کو بعنوان عقل تعبیر کرنے میں اشارہ ہے اس کے وصف دعوت الی الخیر کی طرف اس لئے کہ عقل کا اقتضاء للخیر مشہور ہے اور نفس کو پر عیوب کے ساتھ موصوف کرنا اس کے امارہ بالسوء ہونے پر صریح دال ہے تو دونوں وصف کے ذکر میں اقل درجہ ان کے اختلاف صنفی کی طرف اشارہ ہو گیا اور جس طرح ان دونوں وصف یعنی عاقلیت و معیوبیت کے ایراد میں دلالت ہو گئی روح اور نفس کے مختلف الاوصاف ہونے پر جس کا ذکر اس شعر کی تمہید کے آخر میں ہوا ہے اور شعر آئندہ میں بھی از رہ معنی ست میں اس کا ذکر ہوگا اسی طرح اسی شعر آئندہ میں روح اور نفس کے توافق فی الجنس یا فی النوع کو جس کا ذکر شعر عقل را افغاں الخ کی تمہید کے اول میں احقر نے کیا ہے بیان فرماتے ہیں اور اسی کو دیکھ کر احقر نے تمہید میں ربط ہر دو شعر اور توضیح معنے کے لئے لکھا تھا پس فرماتے ہیں کہ) عقل (یعنی روح) اس (نفس) سے (فغاں کے وقت) کہتی تھی کہ جنسیت یقیناً راہ اوصاف (باطنیہ) سے ہے نہ کہ آب و گل (یعنی صورت و حقیقت خلقیہ بکسر الخاء) سے (اور اے نفس مجھ کو یعنی روح کو تیرے ساتھ شرکت وصفی و خلقی بضم الخاء ہی نہیں گو شرکت صوری و خلقی بکسر الخاء ہو اس لئے تجھ سے میں فغاں کرتی ہوں آگے اسی تحقیق مذکور متعلق تجانس کی تفصیل و توضیح ہے بمقولہ مولانا پس فرماتے ہیں کہ) ہاں تو صورت پرست مت ہو (یعنی شرکت خلقیہ بالکسر پر نظر مت کر) اور یہ مت کہہ (کہ صورت معتبر ہے اور) حقیقت تجانس کو صورت (بالمعنی المذکور) سے مت ڈھونڈھ (آگے صورت بالمعنے المذکور کو کہ شامل ہے ذوی العقول کو بھی چنانچہ اسی بناء پر روح و نفس میں اوپر شرکت صوری کا حکم کیا گیا اس صورت کو تشبیہ دیتے ہیں صورت بمعنی جسد محض کے ساتھ کہ غیر ذوی العقول میں سے ہے اور تشبیہ دیکر صورت مشبہ بہ کے لئے حکم مذکور عدم اعتداد بالصورۃ کا ثابت کر کے صورت شبہ کے لئے اس حکم کے اثبات سابق کی توجیہ کرتے ہیں کیونکہ صورت مشبہ کے احکام بوجہ اس کے کہ وہ خود خفی الوجود ہے خفی تھے اور صورت مشبہ بہ کے احکام بوجہ اس کے کہ وہ خود محسوس ہے ظاہر پس مقصود استدلال نہیں کیونکہ حکم مذکور نظری نہیں بدیہی ہے مگر چونکہ بدیہی جلی بھی نہیں بلکہ خفی ہے اس لئے تشبیہ و تمثیل سے اس کی توضیح مناسب ہوئی پس فرماتے ہیں کہ) صورت (جسدیہ) مثل جماد اور مثل حجر کے ہے (یعنی اگر اس کے ساتھ روح کا تعلق ملحوظ نہ ہو تو وہ ہوفی نفسہ جماد ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ وہ مجموعہ ہے چند عناصر کا مثل دیگر جمادات کے اور مثل اس لئے کہا کہ اور جمادوں سے اس کو یہ فرق ہے کہ اس کے ساتھ بالفعل روح کا بھی تعلق ہے اس اعتبار سے مثل جماد کے ہوا لیکن فی نفسہ وہ جماد ہی ہے اور مقصود اس مقام پر یہی ہے خصوصیت مماثلت کی مقصود نہیں وسیاتی القرینۃ علیہ ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور) جماد کو جنسیت کی کچھ خبر نہیں (دوسرا مقدمہ یہ ہوا و ہذا قرینۃ ما ادعیت قبل والالم یتکرر الاوسط فلا ینتج نتیجہ یہ نکلا کہ صورت کو جنسیت کی کچھ خبر نہیں اور اس کے ساتھ ایک مقدمہ یہ منضم ہوگا کہ جنسیت معتبرہ معتد بہا مبحوث عنہا فی الفنون المقصودہ وہ ہے جس کی جنس کو خبر بھی ہو جس کی دلیل یہ حدیث ہے الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف کہ اس میں ائتلاف کہ مستلزم ہے تناسب اخلاق و اوصاف کو جو حقیقت ہے تجانس کی مبنی کیا گیا ہے تعارف پر والضد علی الضد اور تعارف اور تناکر دونوں مستلزم ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

خبر و شعور کو اس سے صاف معلوم ہوا کہ جنسیت معتبرہ وہ ہے جس کی اس مجانس کو خبر بھی ہو پس جب صورت کو جنسیت کی خبر نہیں پس اس کا تجانس معتبر بھی نہیں پس ثابت ہو گیا کہ صورت میں تجانس کا اعتبار نہیں پس اس صورت مشبہ بہ میں تجانس کے غیر معتبر ہونے سے صورت مشبہ میں بھی تجانس کے غیر معتبر ہونے کی توضیح ہو گئی آگے اس صورت مشبہ بہ کی بے خبری از جنسیت کو کہ مطلوب تھا قیاس اول کا ایک مثال سے واضح کرتے ہیں جس میں ایک شبہ کا بھی دفع ہے جو اس مطلوب پر واقع ہوتا ہے کہ ہم تو جسد کو بھی حساس اور متحرک دیکھتے ہیں جس سے اس کی باخبری ثابت ہوتی ہے پھر یہ دعویٰ کیسے صحیح ہوا حاصل دفع کا اس مثال کے بعد یہ ہوگا کہ اس کا حساس سمجھنا دھوکہ ہے وہ حساس نہیں بلکہ حساس روح ہے اسی طرح متحرک وہ خود نہیں اس کی محرک روح ہے پس وہ دعویٰ بلا غبار صحیح رہا تقریر مثال کی یہ ہے کہ) روح مثل چیونٹی کے اور جسد مثل دانہ گندم کے ہے وہ چیونٹی اس گندم کو ہر دم کھینچے لئے پھرتی ہے (اور ایک شبہ مقدمہ ثانیہ قیاس ثانی پر خود اس مثال سے واقع ہو سکتا تھا کہ دانہ اگر چیونٹی کی جنس نہیں ہے تو چیونٹی کو اس کی رغبت کیوں ہے اور اگر جنس ہے تو دانہ بے خبر ہے تو جنسیت کے لئے باخبری ضروری نہ ہوئی تو مقدمہ ثانیہ قیاس ثانی کا غلط ہو گیا شعر آئندہ میں اس کا جواب دیتے ہیں کہ) چیونٹی جانتی ہے کہ وہ مقبوضہ حبوب مستحیل اور میری جنس ہو جاویں گے (جیسا کہ غذا ہونے کے بعد ہوتا ہے حاصل جواب کا یہ ہے کہ دانہ بالفعل تو چیونٹی کی جنس نہیں اور اس کی حالت بالفعل کی اس کا مدار رغبت بھی نہیں اس کو رغبت ہے آئندہ کے حالت کے اعتبار سے اور اس وقت وہ اس کی جنس ہو جاوے گا اور جب وہ جنس ہو چکے گا تو ذی روح ہونے کے سبب باخبر بھی ہوگا پس وہ مقدمہ بھی صحیح رہا اب ایک اور شبہ ہو سکتا تھا قیاس اول کے مطلوب پر کہ اگر اجساد باخبر نہ ہوتے تو ان میں باہم ایک کا دوسرے کی طرف چلنا پھرنا کیسے ہوتا اور یہ بھی ویسا ہی شبہ ہے جیسا اسی مطلوب پر پہلے بھی ہوا تھا جس کا جواب جان چو مور لخ میں دیا ہے اور اس کا جواب بھی اسی طرح کا ہے تقریر جواب اسی مثال سے ہے کہ فرض کرو کہ) ایک چیونٹی نے تو راستہ سے جو (کا دانہ) لے لیا (اور) دوسری چیونٹی نے ایک گندم لے لیا اور روڑنا (اختیار کیا فقولہ دو معطوف علے قولہ گندی و معمول کمشہ لقولہ بگرفت یعنی دو یدن گرفت اور پھر مثلاً وہ جو لینے والی چیونٹی گندم والی کی طرف چلی تو ظاہر ہے کہ) جو (خود) گندم کی طرف نہیں روڑتا لیکن ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کی طرف آ رہی ہے البتہ (اور ظاہر میں کم بیں نا حقیقت داں کو جو یہ معلوم ہوگا کہ جو جا رہا ہے گندم کی طرف تو یہ) جو کا جانا گندم کی طرف تابع ہے (حرکت مور کے اور واقع میں) چیونٹی کو دیکھ کہ وہ اپنے جنس کی طرف حرکت کر رہی ہے تو (تعجب سے یوں) مت کہہ کہ گندم کیوں گیا جو کی طرف (بلکہ) چشم کو صاحب معاملہ (یعنی مور) پر رکھ نہ کہ (اس کے) مقبوض پر (وسماہ خصماً بمناسبة لفظ الرمن الذی یقتضی الفریقین اللذین یختصمان احیاناً حاصل جواب یہ ہوا کہ ایک کا دوسرے کی طرف چلنا پھرنا بالذات نہیں بلکہ بواسطہ روح محرک کے ہے اب ایک شبہ اس جواب پر یہ ہے کہ ہم تو مشاہدۃً اجساد کو متحرک دیکھتے ہیں روح کا تو کہیں نشان بھی نہیں دیکھتے آگے اس کا جواب ایک مثال میں دیتے ہیں کہ فرض کرو کہ) سیاہ چیونٹی سیاہ نمدہ کی سطح پر ہو تو چیونٹی (نظر سے) مخفی رہے گی (اور) دانہ ظاہر راستہ کے سامنے ہوگا (لیکن) عقل آنکھ سے کہے گی کہ خوب غور سے دیکھ (کیونکہ) دانہ بدوں دانہ بر کے ہرگز نہیں چل سکتا (حاصل جواب یہ ہوا کہ اسی طرح یہاں گو مشاہدہ روح کا نہیں ہوتا مگر دلیل عقلی سے ثابت ہے کہ وہی محرک ہے پس وہ مطلوب صحیح رہا اور مثال صورت مشبہ بہ سے حکم متعلق بصورت مشبہ واضح ہو گیا کہ جنسیت میں شرکت خلقیہ بالکسر معتبر نہیں شرکت خلقیہ بالضم معتبر ہے آگے اس حکم پر بعض تفریعات ہیں جن میں تفریع اول کے عنوان تعبیری میں مثال صورت مشبہ بہ کے الفاظ رعایت ہے یعنی) اسی (حکم مذکور

کے) سبب سے اصحاب (کہف) کی طرف کتا (دوڑ کر) آیا (کیونکہ) صورتیں (بمنزلہ) حبوب (کے) ہیں اور قلب (بمنزلہ) مور (کے) ہے (اور اس کلب کے قلب میں مثل اصحاب کہف کے توحید و معرفت و حب حق تھی اس سے اس میں معنی جنسیت کے تھے گو صورۃ نوعیہ میں متخالف تھے یہ فرع ہوئی شرکت اوصاف کے معتبر و موثر ہونے کی اور عاریت مثال کی محض لفظاً ہے اس مثال پر یہ تفریع نہیں آگے دوسری تفریع ہے یعنی اور) اسی (حکم مذکور کے سبب) سے عیسیٰ علیہ السلام قد سیاں چرخ کی طرف چلے جاتے ہیں (کہ ان سب کے) قفس (یعنی قوالب) تو مختلف ہیں (لیکن) چوزے (یعنی ارواح جو اس تن میں ہیں) ایک جنس ہیں (یعنی گو ایک بشر اور دوسرے ملائکہ ہیں مگر اوصاف روحیہ کے اشتراک سے اس میں تجانس ایسا تھا کہ اس کے بعض آثار نہایت ہی قوی و خارق عادت ظاہر بھی ہو گئے کہ وہ ملحق بالملائکہ ہو گئے آگے روح کے اختفاء کو کہ وہی سبب ہو جاتا ہے حکم مذکور میں تشکیک کا فرماتے ہیں جیسا شعر مذکور مورا سوداخ میں بھی اس کو فرمایا تھا یعنی) یہ قفس (یعنی قالب) تو ظاہر ہے اور اس کا وہ چوزہ (یعنی روح) خفی ہے (لیکن عقل سے سمجھنا چاہئے کہ) بدوں قالب کش کے قالب کب متحرک ہو سکتا ہے (یہاں قالب کی تشبیہ بہ قفس اس اعتبار سے نہیں کہ طیر مقید فی القفس قفس کو لئے پھرتا ہے یہ تو واقع کے خلاف ہے بلکہ اوپر جو تشبیہ صرف باعتبار تقید الطیر فی القفس کے دے گئی ہے اسی اعتبار سے یہاں بھی اس عنوان سے تعبیر فرمادیا خوب سمجھ لو چونکہ اس شعر کے مصرعہ ثانیہ میں اشارۃً اور اوپر کے ایک شعر عقل گو یدا نخ میں صراحۃً عقل کو اس تلبیس غلط انداز کا رافع بتلایا ہے اس لئے آگے عقل کی مدح کرتے ہیں کہ) اے مخاطب وہ آنکھ ٹھنڈی رہے کہ عقل اس کی حاکم ہو (کہ اپنی ادراکات میں اس کی تابع رہی جہاں اپنے مشاہدہ کو اس کے حکم کے خلاف دیکھے اپنی غلطی سمجھے اور اس کے اتباع کے سبب) وہ عاقبت بین ہو اور دانشمند اور خنک (یعنی روشن) ہو (افسوس ہے کہ اہل سائنس مشاہدہ بلکہ تخمین کے ایسے غلام ہیں کہ اس دولت اتباع عقل صحیح سے بالکل محروم ہیں آگے بھی تتمہ ہے مدح کا کہ) فرق قبیح اور حسن کا عقل سے لاؤ نہ کہ آنکھ سے کہ (صرف) سیاہ و سفید سے حکایت کر دیتی ہے (یعنی محض الوان کا ادراک کرتی ہے حقائق کا ادراک نہیں کر سکتی یہ کام عقل ہی کا ہے اس لئے آنکھ نے دانہ کو متحرک دیکھا اور ابدان کو مجتمع و متلاقی دیکھا اور بشر اور کلب کی صورت مختلف دیکھی اور قالب عیسوی کو ملائکہ کا مغائر دیکھا اور دھوکہ میں پڑ گئی عقل نے سب جگہ رہبری کی آگے کچھ امثلہ سے عقل کی ترجیح چشم پر ذکر فرماتے ہیں کہ) آنکھ فریفتہ ہو گئی سرگیں پر جمے ہوئے سبزہ پر (مگر) عقل کہتی ہے کہ اس کو ہماری کسوٹی پر لگا (تا کہ اس کی پوری حالت واقعیہ معلوم ہونے پر وہ فریفتگی نہ رہے اسی طرح اس کی اور مثال ہے کہ) مرغ کی آفت ہے چشم مرغوب بیں (یعنی جو صرف دانہ کو دیکھتی ہے اور) مرغ کی خلاصی کا سبب ہے عقل دام بیں (یعنی جو جال کو بھی دیکھ کر مرغ کو بچاتی ہے اسی طرح علوم نافعہ میں بھی مشاہدات کے اغلاط والتباسات کو دلائل صحیحہ عقلیہ ہی رفع کرتے ہیں اب چونکہ مدح عقل سے احتمال یہ بھی تھا کہ شاید کوئی شخص احکام سمعیہ ثابتہ بالوحی پر بھی اس کو ترجیح دینے لگے اور افسوس ہے کہ اہل سائنس اس بلا میں بھی مبتلا ہیں اس لئے آگے اس پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ گو عقل کو ہم نے اس شعر میں دام بیں کہا ہے یعنی رافع التباس و کاشف حقیقت لیکن) ایک دوسرا دام اور بھی تھا جس کو عقل (مذکور) دریافت نہ کر سکی وحی غیب بیں اس (عقل کی) طرف اس سبب سے دوڑی (کہ عقل اس دام کو نہ سمجھ سکی اور پھنسنے یا پھنسانے کے قریب ہے میں اس کو رہبری و اطلاع کر دوں مطلب یہ کہ بعض اغلاط ایسے خفی ہیں جیسے مبدأ و معاد کے متعلق اشتباہات و شکوک ہیں کہ جن لوگوں نے محض عقل کا اتباع کیا جیسے فلاسفہ و امثالہم ومنهم بعض من يدعي العقل في عصرنا وہ ان اغلاط سے نہ بچ سکے ان اغلاط سے وحی نے پردہ اٹھایا اور اسی لئے اس کو غیب

www.besturdubooks.wordpress.com

میں کہا یعنی کوئی غلطی کیسی ہی غائب و مختفی ہو وہ اس کے ادراک کا سبب اور ذریعہ بن جاتی ہے پس غیب بینی بمعنی غیب یابی کے سبب کو غیب بیں کہا گیا اور شناختن میں اشارہ ہے رحمت حق کی طرف کہ جس طرح بچہ کو کنوئیں میں گرنے سے بچانے کے لئے اس کا شفیق باپ دوڑتا ہے اس شعر میں استعمال عقل کی تعدیل کر کے آگے پھر عود ہے تجانس میں اوصاف کے معتبر اور صورت کے غیر معتبر ہونے کا اور اس کے ادراک کے لئے عقل سے کام لینے کا جو رافع التباس ہے پس فرماتے ہیں کہ) جنس اور ناجنس کو تو عقل سے شناخت کر سکتا ہے (جو بتلاتی ہے کہ اس میں اوصاف کا اعتبار ہے پس اوصاف ہی کا اعتبار کرنا چاہئے اور) صورتوں کی طرف جلدی (یعنی بے سوچے سمجھے) دوڑنا نہ چاہئے (کیونکہ) جنسیت صورت سے نہیں جو میرے لئے اور تیرے لئے حاصل ہے (بلکہ جنسیت اوصاف سے ہے چنانچہ) عیسیٰ علیہ السلام بشر میں رہ کر ملائکہ کے جنس تھے (اسی سبب سے) ان کو اس نیلے قلعہ (یعنی آسمان) پر کھینچ لیا طائر (قدسی) آسمانی نے (یعنی ملائکہ نے بامر حق بالرفع) مثل اس موش کے چغز کے مانند زاغ کے (مصرعہ ثانیہ میں دو تشبیہ ہیں جو چغز اور زاغ وار تشبیہ اول کا مشبہ عیسیٰ علیہ السلام اور تشبیہ ثانی کا مشبہ طائر گردونی یعنی جس طرح چغز کو زاغ لے گیا بتبعیت موش کے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو ملائکہ لے گئے بتبعیت اوصاف مشترکہ کے اور یہ تشبیہ صرف بر کشیدن میں ہے نہ کہ وصف مضرت میں جیسا اس قصہ کے ایراد کا مبنیٰ وہی مضرت تھا یہاں اس کا اعتبار نہیں کیا گیا آگے قصہ ہے اس حکم کی تاکید و تائید میں کہ جنسیت کا مدار تناسب فی الوصف ہے نہ تشارک فی النوع کہ عبدالغوث کوئی آدمی ہوگا اس میں مناسبت اوصاف جن سے تھی سالہا سال ان ہی میں رہا پھر اتفاق سے اپنے وطن میں آ گیا مگر اس مناسبت کی کشش سے پھر ان ہی میں چلا گیا اور اپنے گھر والوں میں باوجودیکہ ان کا ابن النوع تھا نہ رہ سکا واللہ اعلم اس قصہ کی کیا تفصیل اور حقیقت ہے معلوم نہیں)۔

قصہ عبدالغوث و ربودن پریاں اورا و سالہا درمیان پریاں ساکن شدن و بعد ازاں بشہر خود باز آمدن و فرزنداں را دیدن و از پریاں ناشکیفتن بحکم جنسیت و ہمدلی با ایشان

عبدالغوث کا قصہ اور اس کو پریوں کا لے جانا اور سالوں پریوں میں رہنا اور اس کے بعد اپنے شہر میں آ جانا اور اولاد کو دیکھنا اور پریوں سے صبر نہ کرنا ان کے ساتھ ہم جنس اور ہمدل ہونے کی وجہ سے

بود عبدالغوث ہم جنس پری	چوں پری نہ سال در پنہاں پری
عبدالغوث جنات کا ہم جنس تھا	بمثل جنات کے نو سال خفیہ اڑنے میں
چونکہ بربودند اورا از وطن	گشت ناپید از فرزند و زن
جب وہ جنات اس کو وطن سے لے اڑے	وہ غائب ہو گیا فرزند اور زن سے
شد زنش را نسل از شوی دگر	واں یتیمانش ز مرگش در سمر
اس کی بی بی کے دوسرے شوہر سے بچے ہو گئے	اور اس کے دو یتیم اس کی موت سے حکایت کیا کرتے
کہ مر او را گرگ زد یا رہزنے	یا فتاد اندر چہے یا مکمنے
کہ اس کو بھیڑیئے نے مار لیا یا کسی ڈاکو نے	یا کسی کنوئیں میں گر پڑا یا کسی پوشیدہ جگہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ فرزندانش در اشغال مست	خود نگفتندے کہ بابائے بدست
اس کے تمام فرزند کاروبار میں مست رہتے	یہ بھی نہ کہتے کہ کوئی بابا بھی تھا
بعد نہ سال آمد آں ہم عاریہ	گشت پیدا بازشد متواریہ
وہ نو سال کے بعد آیا وہ بھی عارضی طور پر	ظاہر ہوا پھر پوشیدہ ہو گیا
یک بیک فرزند وزن را دید باز	گشت پنہاں کس ندیدش باز راز
یکایک فرزندان کو دیکھا	پھر پنہاں ہو گیا پھر کسی نے اسکا راز نہ دیکھا
یک مہے مہمان فرزندان خویش	بود وزاں پس کس ندیدش رنگ پیش
ایک ماہ اپنے فرزندوں کا مہمان	رہا اور اس کے بعد کسی نے اس کا رنگ سامنے نہ دیکھا
برد ہمجنسی پریانش چناں	کہ رباید روح را زخم سناں
جنات کی ہمجنسی اس کو اس طرح اڑا لے گئی	جیسا کہ روح کو زخم سناں اڑا دیتی ہے

عبدالغوث جنات کا ہمجنس تھا (اور) مثل جنات کے نوسال خفیہ اڑنے میں (رہا) جب وہ جنات اس کو وطن سے لے اڑے وہ غائب ہو گیا فرزند اور زن سے (اور خفیہ اڑنا یا تو اس طرح ہوگا کہ وہ جنات اس کو پکڑے ہوئے اڑتے ہوں گے یا دفعۃً مختطف جن غائب ہونے کو اڑنا کہہ دیا اور ان میں رہنے سے اس میں دوسرے اوصاف بھی ان کے مناسب پیدا ہو گئے ہوں گے) اس کی بی بی کے دوسرے شوہر سے بچے ہو گئے اور اس کے وہ یتیم اس کی موت سے حکایت کیا کرتے (جو شعر آئندہ میں ہے) کہ اس کو بھیڑیے نے مارلیا یا کسی ڈاکو نے (قتل کر دیا) یا کسی کنوئیں میں گر پڑا یا کسی پوشیدہ جگہ (غار وغیرہ) میں (گر گیا) اس کے تمام فرزند (اپنے) کاروبار میں مست (یعنی منہمک) رہتے۔ یہ بھی نہ کہتے کہ (ہمارے) کوئی بابا بھی تھا (یعنی خاص تعلق کے طور پر یاد نہ کرتے تو یہ منافی نہ ہوا اس اوپر کے مضمون کے کہ وہ اس کی موت کی حکایت بیان کیا کرتے پھر اتفاقاً) وہ نو سال کے بعد آیا (اور) وہ (آنا) بھی عارضی طور پر ظاہر ہوا پھر پوشیدہ ہو گیا (اتنا للمبالغۃ کمانی العلامۃ) یکایک فرزند و زن کو دیکھا (اور) پھر پنہاں ہو گیا پھر کسی نے اس کا راز نہ دیکھا ایک ماہ اپنے فرزندوں کا مہمان رہا اور اس کے بعد کسی نے اس کا رنگ (چہرہ کا اپنے) سامنے نہ دیکھا (چونکہ مبصرہ کو ادراک لون ہی کا ہوتا ہے اور جہت مقابل ہی سے یہ ادراک ہوتا ہے اس لئے رنگ اور پیش کہا گیا آگے دوسری بار جانے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) جنات کی ہمجنسی اس کو اس طرح اڑا لے گئی جیسا کہ روح کو زخم سنان اڑا دیتی ہے (کہ پھر عود ہی نہیں کرتی وہ بھی ایسا ہی غائب ہوا کہ پھر عود ہی نہیں کیا وجہ تشبیہ یہی ہے اور یہ دوبارہ جانا ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قسراً نہیں ہوا قصداً وشوقاً ہوا ان میں رہ کر ان سے موانست ومناسبت بڑھ گئی ہوگی کہ وہ یاد آئے اور یہاں جی نہ لگا ان کا مقام وغیرہ جانتا ہو چلا گیا جیسا بعض نسخ میں سرخی کی عبارت میں بشہر آمدن کے بعد یہ الفاظ بھی زائد ہیں واز پریاں ناشکیفتن بحکم جنسیت وہمدلی باایشاں)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ کئی سال ہوئے مدرسہ دیوبند میں ایک نوعمر بنگالی طالب علم جو صبیح تو نہ تھا مگر قدرے ملیح تھا تحصیل علم کرتا تھا ایک شب اس پر کچھ اثر ہوا جو جن کا اثر سمجھا گیا اس شب میں احقر وہاں حاضر تھا مجھ سے بھی اس نے قصہ بیان کیا تھا بعد چندے سنا گیا کہ اس کو جن اڑا لے گئے اور ایک حسین لڑکی کے سامنے جا بٹھلایا اور ہر قسم کے اسباب عیش و آرام کے وہاں مہیا پائے اور اس سے فرمائش کی گئی کہ اس سے نکاح قبول کرو اس نے رونا شروع کیا اور نامنظوری ظاہر کی اور بتصریح علما ہماری شریعت میں واقعی جن کے ساتھ آدمی کا نکاح جائز بھی نہیں پھر وہ لوگ اس کو اسی طرح لے کر اڑے اور سہارنپور کے جنگل میں چھوڑ گئے پھر وہ دیوبند پہنچا اور اس کے بعد رام پور چلا گیا۔ غالباً اخبار میں دیکھا تھا کہ وہاں سے بھی اسی طرح غائب ہو گیا پھر نہیں معلوم ہوا کہ کیا ہوا ممکن ہے کہ عبدالغوث کو بھی کوئی ایسا قصہ پیش آیا ہو مگر اتنا فرق رہا کہ عبدالغوث ان میں رم گیا اور یہ طالب علم ان سے رم کر گیا واللہ اعلم آگے قصہ سے انتقال ہے ارشاد کی طرف جس میں عود ہے مضمون سابق علی القصہ کی طرف کہ بیان تھا مدار جنسیت وخواص و آثار جنسیت کا چنانچہ قصہ کے قبل متصل ہی شعر نیست جنسیت بصورت الخ میں مدار جنسیت اور شعر برکشیدش الخ میں بعض آثار جنسیت کا ذکر تھا آگے بھی قریب سرخی تک بعض میں مضمون اول بعض میں مضمون ثانی مذکور ہے کما یظہر لک بالمطالعہ۔

چوں بہشتی جنس جنت آمدست	ہم زجنسیت شود یزداں پرست
چونکہ بہشتی بہشت کی جنس ہے	جنسیت کی وجہ سے وہ یزداں پرست ہوتا ہے
نے نبیؐ فرمود جود و محمدہ	شاخ جنت داں بدنیا آمدہ
کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں کہ جود اور محمودیت کو	شاخ جنت کی جاں دنیا میں آئی ہوئی
مہرہا را جملہ جنس مہر خواں	قہرہا را جملہ جنس قہرداں
محبتوں کو تمام تر محبت کی جنس کہہ	قہروں کو تمام تر قہر کی جنس جان
لاابالی لا ابالی آورد	زانکہ جنس ہم بوند اندر خرد
لاابالی آدمی لاابالی کو لاتا ہے	کیونکہ وہ دونوں عقل کے نزدیک باہم ہم جنس ہیں
بود جنسیت در ادریسؑ از نجوم	ہشت سال او با زحل بد در قدوم
ادریس علیہ السلام میں کواکب کی جنسیت تھی	آٹھ سال وہ زحل ستارہ کے ساتھ ہم نشان رہے
در مشارق در مغارب یار او	ہم حدیث و محرم اسرار او
مشارق میں مغارب میں اس کے رفیق رہے	اس کے ہم سخن اور محرم اسرار رہے
بعد غیبت چونکہ آورد او قدوم	در زمیں می گفت او درس نجوم
بعد غیبت کے جبکہ تشریف لائے	تو زمیں میں وہ نجوم کا درس فرماتے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش او استارگاں خوش صف زده	اختراں در درس او حاضر شده
ان کے سامنے کواکب خوب صف لگائے ہوئے ہوتے	کواکب ان کے درس میں حاضر ہوتے
آنچنانکه خلق آواز نجوم	می شنیدند از خصوص و از عموم
اس طرح سے کہ خلائق کواکب کی آواز	سنتے تھے خواص میں سے بھی اور عوام میں سے بھی
جذب جنسیت کشیده تا زمیں	اختراں را پیش او کرده مبیں
جذب جنسیت زمین تک کھینچ لائی	کواکب کو ادریس علیہ السلام کے سامنے بیان کننده کر دیا
ہر یکے نام خود و احوال خود	باز گفته پیش او شرح رصد
ہر ایک نے اپنا نام اور اپنا حال	ان کے سامنے مثل شرح آلات رصدیہ کے کہہ دیا
چیست جنسیت یکے نوع نظر	که بداں یا بندره درهمدگر
جنسیت کیا چیز ہے ایک ہی قسم کی نظر ہونا	کہ جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پاویں
آں نظر که کرد حق دروے نہاں	چوں نہد در تو تو گردی جنس آں
جو نظر کہ حق تعالیٰ نے اس شخص میں رکھی ہے	جب تجھ میں رکھ دے تو اس شخص کی جنس ہو جاوے گا
ہر طرف چه می کشد تن را نظر	بے خبر را که کشاند با خبر
ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے جسم کو نظر	بے خبر کو کون کھینچ رہا ہے باخبر
چونکه اندر مرد خوی زن نہد	او مخنث گردد و گاں می دہد
جبکہ مرد کے اندر عورت کی خاصیت رکھ دے	تو وہ مخنث ہو جاوے گا اور لواطت کرانے لگے گا
چوں نہد در زن خدا خوی نری	طالب زن گردد آں زن سعتری
جبکہ عورت کے اندر خدا تعالیٰ ذکورۃ کی خصلت رکھ دے	تو وہ عورت طالب زن یعنی دوسری عورت کی استعمال کرنے والی ہونے لگی
چوں نہد در تو صفات جبرئیلؑ	ہمچو فرخے بر ہوا جوئی سبیل
جب تیرے اندر جبرئیل علیہ السلام کی صفات رکھ دے	تو مثل بچہ طائر کے تو عالی کی طرف راہ ڈھونڈھنے لگے
منتظر بنہاده دیده در ہوا	از زمیں بیگاه عاشق بر سما
تو منتظر رہے ہوا میں تاک لگائے ہوئے	زمیں سے بیگانہ آسمان پر عاشق
چوں نہد در تو صفتہای خری	صد پرت گر ہست بر آخر پری
جب تیرے اندر خری کی صفات رکھ دے	تو اگر تیرے سو پر بھی ہیں تب بھی تو آخور ہی پر اڑے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

از پئے صورت نیامد موش خوار	از خبیثی شد زبون موش خوار
صورت کے سبب موش بے قدر نہیں ہے	خبث کی وجہ سے وہ چوہا کھانے والے جانور کا مغلوب ہو گیا
طعمہ جوی و خائن و ظلمت پرست	از پنیر و فستق و دوشاب مست
لقمہ جو ہے اور خائن ہے اور ظلمت پرست ہے	پنیر اور پستہ اور شیرہ انگور سے مست ہے
باز اشہب را چو باشد خوئے موش	ننگ موشاں باشد و عار وحوش
اگر باز سفید میں موش کی خصلت ہو	تو وہ ننگ موشاں اور عار وحوش ہو جاوے گا
خوئ آں ہاروت و ماروت اے پسر	چوں بگشت و داد شاں خوئے بشر
ان ہاروت و ماروت کی خصلت اے پسر	جب بدل گئی اور ان کو بشر کی خصلت دیدی
در فتادند از لنحن الصافون	در چہ بابل بہ بستہ سرنگون
تو وہ مقام لنحن الصافون سے گر گئے	چاہ بابل میں اس حال میں کہ بندھے ہوئے ہیں نگونسار ہیں
لوح محفوظ از نظر شاں دور شد	لوح ایشاں ساحر و مسحور شد
لوح محفوظ ان کی نظر سے دور ہو گئی	ان کی لوح ساحر اور مسحور کا شغل رہ گیا
پر ہمان و سر ہماں ہیکل ہماں	موسیٰ بر عرش و فرعونے مہاں
سر وہی اور پر وہی ہیکل وہی	موسے علیہ السلام تو عرش پر اور فرعون ذلیل

(ربط اوپر بیاں ہو چکا یعنی جنسیت کے مدار و آثار کا مزید بیان یہ ہے کہ) چونکہ بہشتی بہشت کی جنس (یعنی اس کے ساتھ مناسبت رکھتا) ہے (اسی) جنسیت کی وجہ سے وہ یزداں پرست ہوتا ہے (یہ مناسبت اس حدیث سے ثابت ہے ان اللہ تعالیٰ خلق للجنة اهلا و خلق للنار اهلا رواه مسلم کذافی المشکوة اور) کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کہ جود اور محمودیت کو شاخ جنت کی جان دنیا میں آئی ہوئی (الفاظ حدیث مرفوع کے یہ ہیں السخاء شجرة فی الجنة فمن کان سیحنا اخذ بغصن منها فلم یترکه الغصن حتی یدخله الجنة والشح شجرة فی النار فمن کان شحیحاً اخذ بغصن منها فلم یترکه الغصن حتی یدخله النار رواه البیهقی فی شعب الایمان کذافی المشکوة پس جنت کے ساتھ جنتی کی مناسبت تو حدیث اول سے ثابت ہوئی اور جنت کے ساتھ عبادت کی مناسبت حدیث ثانی سے ثابت ہوئی اور ایک مقدمہ بھی اس کے ساتھ منضم کیا جاوے یعنی مناسبت کا مناسب مناسب ہوتا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ جنتی اور عبادت میں بھی مناسبت ہوئی۔ پس اس مناسبت کی وجہ سے دونوں میں یہ ملابست ہوگی کہ جنتی فاعل ہوگا اور عبادت اس کا فعل ہوگا و ہذا معنے قولہ ہم ز جنسیت شود یزداں پرست اور محمدہ مصدر میمی بمعنی المفعول ہے اور عطف تفسیری ہے جود کا شاید اشارہ اس طرف ہو کہ جود سے مراد وہ جود ہے جس سے عنداللہ محمود بھی ہو جاوے یعنی خالصاً للہ ہو نہ وہ جود جس پر قیامت میں کہا جاوے گا لکنک فعلت لیقال هو جواد فقد قیل رواه مسلم کذافی المشکوة اور دوسری عبادات

www.besturdubooks.wordpress.com

کا مناسب ہونا جنت کے ساتھ دوسرے دلائل سے ثابت ہے جن میں دلیل مشترک یہ ہے کہ وہ شرط ہیں دخول جنت کی نصاً اور تخصیص ذکری جود کی نمونہ کے طور پر ہے پس حکم مذکور سب عبادات کو عام ہو گیا یا محمدہ سے مراد مطلق نکوکاری کہ سبب ہے محمودیت کا تو عطف تغائر کے لئے ہوگا اور نیز فرمود کا تعلق اس کے ساتھ ان الفاظ سے نہ ہوگا کہ شاخ جنت داں الخ بلکہ دوسرے الفاظ سے ہوگا اور شاخ جنت داں الخ اس کے اعتبار سے روایت بالمعنے کے طور پر ہوگا اور جیسی ان مذکورات میں ایک دوسرے کی جنس ہے اسی طرح) محبتوں کو تمام تر محبت کی جنس کہہ (اور) قہروں کو تمام تر قہر کی جنس جاں (اور یہ بالکل ظاہر ہے اسی طرح) لاابالی (یعنی بیباک) آدمی لاابالی کو لاتا ہے (یعنی اس کا جاذب ہے) کیونکہ وہ دونوں عقل کے نزدیک باہم مجنس ہیں (والجنس یمیل الی الجنس اسی طرح) ادریس علیہ السلام میں کواکب کی جنسیت (یعنی ان سے مناسبت) تھی (موہوب یا مکسوب ریاضت سے واللہ اعلم اس لئے) آٹھ سال وہ زحل ستارہ کے ساتھ کے ہم نشان رہے (یعنی) مشارق میں (اور) مغارب میں اس (زحل) کے رفیق رہے (اور) اس کے ہم سخن اور محرم اسرار رہے (اشارہ ہے قصہ مشہورہ کی طرف کہ وہ حیات دنیویہ ہی میں آسمان پر پہنچ گئے اور زحل اہل ہیئت کے مشہور قول پر فلک ہفتم پر ہے شاید مقصود مولانا کا اس آسمان کی تعیین ہو کہ وہ آسمان ہفتم پر پہنچے تھے چونکہ وہاں بقول مشہور زحل بھی ہے پس دونوں کا ایک مسکن ہوا اور ممکن ہے کہ اس کے ساتھ علاوہ مساکنت کے کوئی اور روحی مناسبت بھی ہو جیسا کہ بعض عملیات سے بھی کواکب کے ساتھ کچھ مناسبتیں پیدا کر لی جاتی ہیں مولانا کے طرز کلام سے شعر در مشارق کے مصرعہ ثانیہ میں اسکا بھی دعویٰ معلوم ہوتا ہے پس مصرعہ اولیٰ دال ہوگا شرکت مساکنت پر کہ جب وہ فلک زحل کو لیکر چلتا تھا جس سے زحل کے لئے مشارق و مغارب ثابت ہوتے تھے تو ان مشارق و مغارب میں ادریس عالیہ السلام بھی اُسکے قریب ہوتے تھے اور مصرعہ ثانیہ دال ہوگا مناسبت روحیہ پر اور اس دعویٰ کے کل مقدمات شہرت پر مبنی ہیں جن میں بعض کی شہرت تو اس وقت بھی ہے اور بعض کی مولانا کے وقت میں غالباً شہرت ہوگی اگر ثابت بھی نہ ہوں تو اصل مقصود مقام میں کوئی قدح نہیں کہ وہ مستقل دلائل سے ثابت ہے آگے ادریس علیہ السلام کے قصہ کی تمیم ہے اور وہ بھی مبنی علی المشہور رہوگا یعنی) بعد غیبت کے جبکہ (واپس) تشریف لائے تو زمین میں وہ نجوم کا درس فرماتے تھے (یعنی کواکب کے آثار و خواص کو جن پر وہاں رہ کر مطلع ہوئے تھے جن میں سے زحل کا تو اوپر ذکر ہوا ہے اوروں پر مطلع ہونا بھی کسی دلیل سے مولانا کو ثابت ہو گیا ہوگا ظاہر فرماتے تھے اور اس سے علم نجوم کے بطلان میں شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ یہ ضرور نہیں کہ یہ خواص وہی ہوں جن کا منجمین بلا دلیل دعویٰ کرتے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور خواص ہوں کیونکہ مطلق خواص کا انکار تو شریعت نے بھی نہیں کیا بلکہ بعض کا تصریحاً اور بعض کا اشارۃً اثبات کیا ہے هوالذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقال تعالی لاتنفروا فی الحر حیث اثبت الحرارة للشمس وقال تعالیٰ ثم یهیج فتراه مصفرا حیث اشار الی کون الشمس سببا لاصفره اور یہ آثار مشاہدہ سے بھی ثابت ہیں تو اس کی نفی نص کیوں کرتی اسی طرح اور کچھ خواص واقعیہ علاوہ دعویٰ منجمین کے ہوں مگر وہ منقول نہ ہوں اس لئے اب ان کا دعویٰ بھی جائز نہ ہو جیسا رمل کے باب میں مسلم کی حدیث مرفوع ہے کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطه فذاک کذا فی المشکوة آگے مجلس درس کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ اس جنسیت مذکورہ فی قولہ بود جنسیت در ادریس الخ کی وجہ سے) ان کے سامنے کواکب خوب صف لگائے ہوئے ہوتے (اور) کواکب ان کے درس میں حاضر ہوتے (اور) اس طرح سے (حاضر ہوتے) کہ خلائق (ان) کواکب (کے بولنے) کی آواز (جس کا ذکر عنقریب شعر ہر یکے نامسانخ میں آتا ہے) سنتے تھے خواص میں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی اور عوام میں سے بھی (وہی) جذب جنسیت (جو کہ ادریس علیہ السلام کو آسمان پر لے گئی تھی وہی) زمین تک کھینچ لائی کواکب کو (اور ان کو اس نے) ادریس علیہ السلام کے سامنے بیان کنندہ کر دیا (جس کا بیان یہ ہے کہ ان کواکب میں سے ہر ایک نے اپنا نام اور اپنا حال ان کے سامنے مثل شرح آلات رصدیہ کے کہہ دیا (یہ تشبیہ اقوی کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ آلات رصدیہ سے اتنے احوال مفصل نہیں معلوم ہوتے صرف احکام سیر کے معلوم ہوتے ہیں بلکہ تشبیہ اشہر واعرف کے ساتھ ہے کہ آلات رصدیہ کا اس غرض کے لئے موضوع ہونا معروف ہے فهو كقوله تعالىٰ مثل نوره كمشكوة الايه في الغياث رصد چوترہ کہ بجلندی ہفت صد گز برقالہ کوہ بلندی سازند و منجمان برآں نشستہ احوال کواکب معلوم کنند الی آخر ماقال اطال و افاد واجاد اور شعر جذب جنسیت الخ میں مع شعر بالا بود جنسیت الخ یہ بتلا دیا کہ اس جنسیت کے دو اثر ظاہر ہوئے ایک صعود ادریس علیہ السلام کا دوسرا ہبوط کواکب کا اور کواکب کا آنا اور بولنا جو ذکر فرمایا ہے کوئی قول اس باب میں ہوگا اور بولنے میں تو صرف عوام کو اشکال ہو سکتا ہے کہ بے جان چیزیں کیسے بولیں لیکن سہل جواب یہ ہے کہ اس کو خرق عادت پر محمول کیا جاوے اور کواکب کے آنے میں اہل علم کو یہ اشکال واقع ہوگا کہ ستارے بعضے تو زمین سے بھی بڑے ہیں اور بعضے اگر زمین سے بڑے نہ ہوں تب بھی بہت بڑے ہیں اگر بہت سے جمع ہو کر آئے تو مجلس میں کیسے سماویں گے بلکہ ایک ستارہ کے لئے بھی مجلس کافی نہیں ہے تو اس حکم کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ یا تو اس قضیہ کو استارگان الخ اختران الخ غیر مسورہ ہونے کے سبب قوۃ جزئیہ میں کہا جاوے تو جو زمین سے بڑے ہیں ان کو یہ حکم شامل نہ کہا جاوے ان کے خواص پر مطلع ہونے کا دوسرا طریقہ ہوگا اور جو زمین میں آ سکتے ہیں ان کا آنا علی سبیل الاجتماع نہ مانا جاوے بلکہ دو دو چار چار کی حاضری فرض کی جاوے تاکہ صف زدہ صادق آ سکے باقی یہ کہ مجلس ایک کے لئے بھی کافی نہ ہوگی تو ممکن ہے کہ بالکل زمین پر مستقر نہ ہوں قریب زمین کے آ جاویں یعنی فضاء کے ایسے حصہ میں رہیں کہ اس میں ان کی گنجائش ہو اور تا زمین کے معنے تا قرب زمین کیے جاویں اور گو اس وقت بھی بعید ہوں گے لیکن اضافی قرب کافی ہے اور آواز ان کی اگر بلند ہو تو اتنی دور سے بھی سنی جا سکتی ہے جیسے رعد کی آواز اور یہ سب اس وقت ہے جب آنا اور حاضر ہونا باشباحہا مانا جاوے ورنہ اگر بارواحہا مان لیا جاوے تو روح کے لئے کسی مقدار متعین کا ہونا ثابت نہیں ممکن ہے کہ اس میں یہ احکام بسہولت جاری ہو جاویں بعض حکماء بھی افلاک کے لئے ارادہ اور نفس کے قائل ہوئے ہیں اور اس صورت میں جس طرح ان کے ہبوط کو روحانی مان لیا ممکن ہے کہ ادریس علیہ السلام کا صعود بھی روحانی ہو یعنی ان کی روح کو ارواح کواکب سے کوئی خاص اتصال ہو گیا ہو جس کی ابتداء میں تو یہ کواکب کی طرف متوجہ ہوں ادراک اسرار کے لئے اور انتہا میں کواکب مسخر ہو کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے ہوں کشف اسرار کے لئے اور یہ تقدیر قدرے قریب ہو جاوے گی تفسیر محقق و راجح کے کہ رفعناه مكانا علياً میں رفعت اور مکان اور علو سب معنوی ہیں حسی نہیں کما ہو المشہور اور معنے یہ ہوں گے کہ ہم نے ان کو بلند رتبہ پر پہنچایا ای من النبوة والصديقية المذكورتين في الاية ونحوهما اور ہر حال میں یہ اوپر تمہید شعر بعد غیبت الخ میں بیان کر چکا ہوں کہ اصل مقصود مقام اس قصہ کے ان اجزاء مذکورہ پر موقوف نہیں آگے تجانس کی حقیقت بعض متجانسات کے اعتبار سے بیان فرماتے ہیں کہ وہ حقیقت فرد ہے اس حقیقت اصطلاحیہ کی جو اشعار بالا عقل را افغاں الخ کے سیاق و سباق میں مذکور ہوئی ہے یعنی اشتراک فی الاوصاف اور ان اوصاف میں سے ایک وصف نظر اور فکر ہے پس اس میں جو دو شخص شریک ہوں ان کو بھی متجانس کہا جاوے گا چنانچہ اس شعر میں اسی کو فرماتے ہیں کہ) جنسیت کیا چیز ہے (آگے خود جواب دیتے ہیں کہ) ایک ہی قسم کی نظر (دو شخصوں میں) ہونا کہ جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پاویں (یعنی اس تماثل نظر سے اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے اسرار کا ادراک ہو اور اس کو اس کے اسرار کا آگے اسی کی شرح ہے کہ) جو نظر کہ حق تعالیٰ نے (مثلاً) اس شخص میں (ودیعت) رکھی ہے جب (ویسی ہی نظر) تجھ میں (ودیعت) رکھ دے تو اس شخص کی جنس ہو جاوے گا (آگے وہ مضمون ہے جو سرخی ہذا سے تقریباً بیس شعر اوپر آیا تھا صورت آمد چوں جماد الخ جان چو مور الخ جس کا حاصل یہ تھا کہ تجانس اجساد میں معتبر نہیں کیونکہ وہ بے خبر ہیں ارواح میں معتبر ہے کہ وہ باخبر ہیں اور اس کی دلیل نہایت شرح وبسط سے ان ہی شعروں کی شرح میں گزر چکی ہے یہاں پھر اس مضمون کی طرف اس لئے عود کرتے ہیں کہ ابھی شعر چیست جنسیت الخ میں نظر کو مایہ التجانس کہا ہے اب عود کر کے یہ بتلاتے ہیں کہ بس تجانس بھی موصوف بالنظر میں ہوگا نہ کہ معرا عن النظر یعنی جسد میں اس کی بھی شرح وہاں دیکھ لی جاوے بس فرماتے ہیں کہ ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے جسد کو (آگے خود ہی جواب دیتے ہیں کہ) نظر (اور فکر کھینچ رہی ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ حرکت ارادیہ مسبوق بالعلم ہوتی ہے) بے خبر (یعنی جسد) کو کون کھینچ رہا ہے (ایک) باخبر (آگے بقیہ امثلہ تجانس کے لاتے ہیں یعنی) جبکہ مرد کے اندر (خدا تعالیٰ) عورت کی خاصیت رکھ دے تو وہ (اس زنانہ وصف کے سبب جنس اناث میں داخل ہو کر) مخنث ہو جاوے گا اور لواطت کرانے لگے گا (اور اسی طرح اس کے برعکس) جبکہ عورت کے اندر خدا تعالیٰ ذکورۃ کی خصلت رکھ دے تو وہ عورت (اس مردانہ وصف کے سبب جنس ذکور میں داخل ہو کر) طالب زن یعنی دوسری عورت کی استعمال کرنے والی ہونے لگے گی (سحتری در ترکیب تفسیر ست طالب زن را کذا فی الغیاث فی معناہ بالفتح بمعنے زنے کہ باآلت چرمین بازن دیگر جماع کند اسی طرح) جب تیرے اندر جبرئیل علیہ السلام کے صفات (ملکوتیہ) رکھ دے تو مثل بچہ طائر کے تو (بھی) عالی کی طرف (کہ عالم غیب ہے) راہ ڈھونڈنے لگے (یعنی توجہ تیری عالی کی طرف ہو جاوے جیسا کہ مشاہد ہے اور) تو (اس صورت میں) منتظر رہے (یعنی) ہوا میں تاک لگائے ہوئے (اور) زمین (یعنی عالم سفلی) سے بیگانہ (غیر مانوس اور) آسمان (یعنی عالم علوی) پر عاشق (اسی طرح) جب تیرے اندر خری کی صفات (بہیمیت وغیرہ) رکھ دے تو اگر تیرے سو پر بھی ہیں (جن سے عالم بالا کی طرف پرواز کر سکے یعنی اگر ترقی وعروج کے کتنے ہی اسباب تجھ کو حاصل ہوں) تب بھی تو آخور ہی پر اڑے گا (یعنی جلدی جلدی دوڑے گا کیونکہ اعتبار صفت کا ہے صورت کا نہیں پس ہر حال میں وہی فعل جو مقتضا صفت کا ہے ظاہر ہوگا آگے بھی صورت کے غیر معتبر اور صفت کے معتبر ہونے کی تائید بعض مواد سے ہے یعنی) صورت کے سبب موش بیقدر نہیں ہے (ورنہ کوئی بدصورت جانور عزیز نہ ہوتا والواقع خلافہ کالجاموش بلکہ) خبث کی وجہ سے وہ چوہا کھانے والے جانور کا مغلوب (اور شکار) ہو گیا (اور وہ خبث یہ ہے کہ وہ) لقمہ جو ہے اور (لقمہ جوئی میں) خائن ہے اور (خائن ہونے کی حالت میں) ظلمت پرست ہے (کہ ظلمت میں خیانت کا خوب موقع ملتا ہے آگے بیان ہے طعمہ جوئی کا کہ) پنیر اور پستہ اور شیرۂ انگور سے مست ہے (یعنی یہ اشیاء جن کو انسان لطیف المزاج اپنے لئے ذخیرہ کرتا ہے یہ ان کا حریص ہے اس سے مبغوض بھی ہے اور پھر ان کی طلب وحرص میں اپنی پناہ سے نکل کر ادھر ادھر پھرتا ہے تو اس حالت میں موش خوار جانور کا شکار ہو جاتا ہے پس مطلق زبونی وذلت بھی اور خاص زبونی یعنی صید بن جانا سبب ہوا اس کے اوصاف خبیثہ مذکورہ سے اور جب مدار ذلت موش کا یہ اوصاف خبیثہ ہیں تو ظاہر ہے کہ) اگر باز سفید میں (یعنی جس میں سیاہی پر سفیدی غالب ہو اور یہ صفت نفیس ہے) موش کی خصلت ہو (یعنی خبث حرص وغیرہ) تو (چونکہ مدار اوصاف ہی ہیں اس لئے) وہ ننگ موشاں اور عار وحوش ہو جاوے گا (باز اور موش دونوں وحوش میں سے ہیں آگے ایک اور مادہ سے اعتبار اوصاف کی تائید ہے کہ) ان ہاروت وماروت کی خصلت اے پسر جب بدل گئی اور ان کو (خدا تعالیٰ نے) بشر کی خصلت (یعنی شہوت

وغیرہ) دیدی تو وہ مقام لنحن الصافون سے (جو کہ اس آیت میں مذکور ہے وما منا الا له مقام معلوم وانا لنحن الصافون) گر گئے چاہ بابل میں اس حال میں کہ بندے ہوئے ہیں (اور) نگونسار (لٹک رہے) ہیں (اور) لوح محفوظ (جس کا وہ پہلے سے مطالعہ کرتے تھے) ان کی نظر سے دور ہو گئی (اور بجائے لوح محفوظ کے) ان کی لوح (جوان کے مطالعہ میں رہنے لگی) ساحر اور مسحور کا شغل رہ گیا (مراد اس شغل سے سحر ہے یعنی ان کا محل مطالعہ سحر رہ گیا یہ بناءً علے المشہور فرمادیا باقی اگر یہ ثابت بھی نہیں تب بھی موقوف علیہ ثبوت مدعا کا نہیں جیسا قصہ اور سیہ میں لکھا گیا اور تحقیق اس کی احقر کی تفسیر میں ہے آگے ایک اور مادہ ہے اعتبار اوصاف وعدم اعتبار صورت کی تائید میں کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی صورت ظاہرہ یکساں ہے چنانچہ دونوں کا) سر وہی (یعنی جیسا ایک کا ویسا دوسرے کا) اور (یعنی دست و بازو) وہی ہیکل (کالبدی) وہی (مگر اختلاف اوصاف سے باہم اس قدر فرق ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام تو عرش (قرب) پر اور فرعون (طرد ولعنت سے) ذلیل۔

فائدہ:۔ پر کے معنے غیاث میں گوشہ وکنارۂ ہر چیز بھی لکھے ہیں دست و بازو بھی عرضا جسد کے کنارہ پر ہیں اس لئے اس کے ساتھ تفسیر کی مگر کہیں منقول نہیں دیکھا اور بعض محشیں نے لفظ پر کو اپنے ظاہر پر رکھ کر ہاروت و ماروت کے پر مراد لئے ہیں کہ ان کے پر وغیرہ بدستور باقی تھے یعنی ملکیہ میں تغیر نہ ہوا تھا سو اس بقاء صورت ملکیہ میں تو احقر کو کلام نہیں بلکہ اس کا قائل ہونا خود مقام کے زیادہ مناسب ہے کہ ذکر ہو رہا ہے صورت کے عدم اعتبار کا اور یہ حکم بقاء صورت کی تقدیر پر اظہر ہے لیکن دوسرا مصرعہ ذوقاً اس حمل سے آبی ہے اور وہ اس معنے پر چسپاں نہیں ہوتا جب تک کہ تکلف شدید نہ کیا جاوے اور وہ تکلف یہ ہے جو بعض محشین نے کیا ہے موسیٰ کنایت از معنے وصفات ملکی فرعونے کنایت از صورت ہاروت و ماروت الخ اور مجھ کو ذوقاً یہ بھی بہت بعید معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

درپئے خوباش و باخوشنشیں	خو پذیری روغن وگل را ببیں
تو خصال کی طلب میں رہ اور خوشخصال کے پاس بیٹھ	گل اور روغن کی خو پذیری دیکھ لے
خاک گور از مرد حق یابد شرف	تا نہد بر گور او دل روی و کف
خاک گور بھی مرد حق سے شرف پاتی ہے	یہاں تک کہ اس کی گور پر قلب اپنا روی اور کف رکھتا ہے
خاک از ہمسائگی جسم پاک	چوں مشرف آمد و اقبالناک
جب کہ خاک بوجہ ہمسائگی جسم پاک کے	مشرف اور اقبال ناک ہے
پس تو ہم الجار ثم الدار گو	گر دلے داری برو دلدار جو
پس تو بھی الجار ثم الدار کہہ	اگر تو قلب رکھتا ہے جا دلدار کو ڈھونڈھ
خاک او ہم سیرت جاں میشود	سرمۂ چشم عزیزاں میشود
اس کی خاک جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے	سرمۂ چشم عزیزاں ہو جاتی ہے
اے بسا در گور خفتہ خاک وار	بہ ز صد احیاء بنفع و انتشار
اے مخاطب بہت سے لوگ گور میں خاک کی طرح سوتے ہوئے	بہتر ہیں صدہا زندوں سے نفع میں اور بشارت میں

www.besturdubooks.wordpress.com

سایۂ بود او و خاکش سایہ مند	صد ہزاراں زندہ در سایہ وَنید
وہ سایہ تھا اور اس کی خاک سایہ مند ہو گئی	لاکھوں زندہ اس کے سایہ میں ہیں

(شعر اول میں بطور تفریع علی ما قبلہ کے ترغیب ہے تزکیۂ اخلاق اور محبت اہل تزکیہ کی اور اشعار باقیہ میں منافع و برکات مذکور ہیں اہل تزکیہ اور ان کی صحبت کے یعنی جب ثابت ہو گیا کہ اعتبار صورت کا نہیں بلکہ صفات وخصال کا ہے پس) تو خصال (حسنہ) کی طلب میں رہ اور (اس کی طلب وتحصیل کی اعانت وسہولت کے لئے) خوشخصال کے پاس بیٹھ (یعنی اس کی صحبت وتعلق اختیار کر اور اس صحبت کے نفع وتاثیر معلوم کرنے کے لئے) گل اور روغن کی خو پذیری دیکھ لے (کہ روغن میں پھول ڈالنے سے روغن میں اس کا اثر کیسے آ جاتا ہے اور کلام میں مجاز ہے کیونکہ خو پذیری تو فعل روغن کا ہوا اور منسوب کیا گیا مجموعہ کی طرف پس یہ نسبت مجموع کی طرف باعتبار اس کے ایک جز کے ہے اور کلام میں ایسا بہت شائع ہے اور ان کی صحبت کی تجھ میں تو کیوں نہ تاثیر ہوتی ان کی برکت تو ایسی ہے کہ ان کی قبر میں بھی سرایت کرتی ہے پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) خاک گور بھی مرد حق سے شرف پاتی ہے یہاں تک کہ اس (مرد حق) کی (اس) گور پر قلب (طالب کا) اپنا روی اور کف رکھتا ہے (یعنی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس سے جواز تقبیل ولمس قبر کا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ روی اور کف قلب کا ہے اور نہادن کنایہ ہے توجہ سے اور یہ توجہ استفادۂ باطنہ کے لئے ہے اور اس سے استعانت ممنوعہ کا جواز لازم نہیں آتا اور ہر چند کہ مقصود توجہ سے مقبور ہے لیکن جہت توجہ تو قبر ہی ہے جیسے معبود حق سبحانہ وتعالیٰ ہیں مگر جہت عبادت بیت اللہ ہے اور ظاہر ہے کہ جہت ہونا بھی شرف ظاہر ہے اور بعض قبور کے لئے اور شرف بھی بدلیل مستقل ثابت ہے جیسے سید القبور یعنی قبر سید اہل القبور صلے اللہ علیہ وسلم آخر الدھور کے باب میں علماء نے لکھا ہے کہ جس خاک سے جسم اطہر ملصق ہے وہ عرش سے بھی افضل ہے کذا حققہ العلامۃ الشامیؒ آگے تفریع ہے مقبور کی شرف بالذات اور قبر کے شرف بالعرض پر کہ) جبکہ خاک بوجہ ہمسائیگی جسم پاک کے مشرف اور اقبالناک ہے پس تو بھی الجار ثم الدار کہہ (کہ اول ہمسایہ کو دیکھ پھر گھر لے اور) اگر تو قلب (سلیم) رکھتا ہے جا دلدار کو ڈھونڈھ (مراد دلدار سے مرشد کامل کہ محبوب خالق ہونے سے محبوب خلق بھی ہے تقریر تفریع کی یہ ہے کہ جب قبر کی یہ برکت اہل اللہ کے جوار سے ہے بس تو بھی ایسے جار کو تلاش کر کے اس کو اپنا محبوب ومتبوع بنا اور جس مقام پر ایسا شخص ہو اس شخص کے لئے اس مقام کا بھی قصد کر آگے تاکید ہے مضمون خاک گور از مرد حق الخ کی یعنی) اس کی خاک (بعض برکات کے اعتبار سے) جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے (اس کا بیان یہ ہے کہ وہ) سرمۂ چشم عزیزاں ہو جاتی ہے (سرمہ کی خاصیت ہے افزایش نور پس حاصل اس کا یہ ہے کہ صاحب نسبت کا نور نسبت اہل قبور کے فیض سے بڑھ جاتا ہے پس گویا اس شعر میں شعر خاک گور الخ کی تاکید کے ساتھ اس کے ایک جز وتا نہد بر گور او الخ یعنی توجہ کا ثمرہ بھی مذکور ہو گیا یعنی طالبان برکات اس طرف صرف متوجہ ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ توجہ مفید بھی ہوتی ہے اور لفظ سرمہ میں اشارہ اس فائدہ کی تعیین کی طرف بھی کر دیا جس کی تقریر اوپر کر چکا ہوں اور وہ تقویت ہے نسبت کی شرح اس کی یہ ہے کہ اہل قبور سے نسبت کا استفادہ تو نہیں ہو سکتا اس کے لئے تو صحبت حی کی ضرورت ہے۔ البتہ نسبت حاصلہ کی تقویت ہو جاتی ہے پس اس شعر میں دو مسئلے مذکور ہو گئے ایک اثبات افادۂ اہل قبور دوسرے تعیین فائدہ

حاصل من اہل القبور اور یہ فائدہ باوجودیکہ مستفاد اہل قبور سے ہے مگر نسبت کرنا قبور کی طرف ملابست کے سبب ہے کیونکہ ان میں بھی ایک قسم کی برکت ہونا بضمن شرح شعر خاک گوراتخ مذکور ہو چکا ہے اور اس اثبات افادۂ اہل قبور میں مبالغہ ہو گیا مضمون شعر اول ترغیب صحبت اہل اللہ میں کہ جب وہ صحبت بعد ان کی ممات کے بھی نافع ہے تو ان کی حیات میں تو کس قدر نافع ہوگی چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ) اے مخاطب بہت سے لوگ گور میں خاک کی طرح (یعنی بے جان) سوتے ہوئے بہتر ہیں صدہا زندوں سے نفع میں اور بشارت میں (جس کی وجہ یہ ہے کہ) وہ (حیات میں مثل) سایہ (کے پناہ عالم) تھا اور (اس وجہ سے بعد ممات) اس کی خاک (بھی) سایہ مند ہو گئی لاکھوں زندہ اس کے سایہ میں ہیں (اگر اس پر حکایت لاتے ہیں کہ کسی شخص نے ایک سخی کے بھروسہ قرض کر لیا تھا کہ اس کو کچھ دیا کرتا تھا جب اس سے مانگنے کے لئے آیا تو وہ سخی مر چکا تھا بہت پریشان ہوا آخر خواب میں اس سخی نے بشارت دی کہ وہ اتنا روپیہ اس کے قرض کے لئے رکھ گیا تھا اس سے قرض ادا کیا گیا تو دیکھئے اس مردہ سے ایسا نفع ہوا کہ بہت سے زندوں سے بھی نہیں ہوتا اور جب مشتغل بالدنیا فی الظاہر سے ایسا وقوع میں آیا تو مشتغلین بالحق فی الظاہر والباطن سے کیا مستبعد ہے اور میں نے فی الظاہر اس لئے کہا کہ آگے ایک سرخی استغفار کردن الخ میں مولانا کے بعض اشعار سے اس محتسب کا خواص رجال سے ہونا معلوم ہوتا ہے من قولہ باز عقلش الخ)

داستان آں مرد کہ وظیفہ داشت در تبریز از محتسب و وامہا کردہ بود بر امید آں وعدہ و وظیفہ و او را خبر نبود از وفات محتسب حاصل از ہیچ زندہ وام او گزاردہ نشد الا از محتسب متوفی گزاردہ شد چنانکہ گفتہ اند بیت لیس من مات فاستراح یمیت انما المیت میت الاحیآء

اس شخص کی داستان جس کا محتسب کی جانب سے تبریز میں وظیفہ مقرر تھا اور اس کے وظیفہ اور وعدے کی امید پر اس نے قرض کر لئے تھے اور اس کو محتسب کے مرجانے کی خبر نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہے کہ کسی زندہ سے اس کا قرض ادا نہ ہوا مگر وفات پائے ہوئے محتسب کی جانب سے ادا ہوا چنانچہ کہا ہے جو مر گیا اور اس نے راحت پالی وہ مردہ نہیں ہے مردہ زندوں میں کا مردہ ہے

آں یکے درویش ز اطراف دیار	جانب تبریز آمد وام دار
ایک فقیر اطراف دیار سے	تبریز کی طرف آیا قرضدار ہو کر
نہ ہزارش وام بود از زر مگر	بود در تبریز بدرالدیں عمر
اسکا قرضہ سکہ طلائی کے نو ہزار تھے	تبریز میں بدرالدین عمر تھا
محتسب بود و بدل بحر آمدہ	ہر سر مویش یکے حاتم کدہ
وہ محتسب تھا اور دل سے ایک دریا تھا	اس کا ہر سر مو ایک حاتم خانہ تھا
حاتم ار بودے گدائے او شدے	سر نہادے خاکپائے او شدے
اگر حاتم ہوتا تو اس کا گدا ہوتا	سر رکھ دیتا اس کے پاؤں کی خاک ہو جاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بدادے تشنہ را بجز زلال	وز کرم شرمندہ بودے زاں نوال
اگر وہ تشنہ کو آب شیریں کا تمام دریا بھی دے دیتا	تو بوجہ کرم کے اس عطا سے شرمندہ ہوتا
ور بکر دے ذرۂ را مشرقے	بود آں در ہمتش نالائقے
اور اگر وہ ذرہ کو مشرق بھی بنا دیتا	تو اس کی ہمت کے مقابلہ میں یہ بھی ناسزاوار تھا
برامید او بیامد آں غریب	کو غریباں را بدے خویش وقریب
وہ پردیسی ان کی امید پر آیا	کیونکہ وہ پردیسیوں کے لئے اپنے اور رشتہ دار تھا
بادرش بود آں غریب آموختہ	وام بیحد از عطایش توختہ
وہ پردیسی ان کے دروازے کا پلا ہوا تھا	ان کی عطا سے بے حد قرض اتار چکا تھا
ہم بہ پشتی آں کریم او وام کرد	کہ بہ بخششہاش واثق بود مرد
اس سخی کے بھروسے پر اس نے قرض لیا	کیونکہ وہ ان کی بخششوں پر بھروسہ رکھتا تھا
لا ابالی گشتہ او و وام جو	برامید قلزم اکرام خو
وہ لاابالی اور طالب قرض ہو گیا تھا	دریائے اکرام خصلت کی توقع پر
وام داراں رو ترش او شاد کام	ہمچو گل خنداں ازاں روض والکرام
قرض دار لوگ رو ترش تھے اور شاد کام تھا	مثل گل کے خنداں تھا اس باغ کرام کے سبب
گرم شد پشتش ز خورشید عرب	چہ غمستش از سبال بو لہب
اس کی پشت آفتاب عرب سے گرم ہو گئی	تو اس کو ابولہب کی مونچھوں پر تاؤ دینے سے کیا غم ہے
چونکہ دارد عہد و پیوند سحاب	کے دریغ آید ز سقایانش آب
جب کوئی شخص عہد اور علاقہ سحاب کا رکھتا ہو	تو اس کو پانی دینے میں سقوں سے کیا بخل ہو گا
ساحران واقف از دست خدا	کے نہند ایں دست و پا را دست و پا
ساحر لوگ جو کہ حق تعالیٰ کے دست شفقت سے واقف ہیں	وہ ان دست و پا کو دست و پا کے رتبہ میں کب رکھتے ہیں
روبہے کہ ہست زاں شیرانش پشت	بشکند کلہ پلنگاں را بمشت
جس روباہ کی پشتی پر شیر ہو	وہ چیتوں کا کلہ گھونسہ سے توڑ ڈالے گی

(ربط اوپر ذکر ہو چکا اور سرخی میں صفت وظیفہ دار کی دلیل اس مقام کا آٹھواں شعر ہے بادرش بود الخ اور شعر عربی کا ترجمہ احقر نے مثنوی ہی کے ہم وزن اس طرح پر نظم کیا ہے۔

نیست مردہ مستریح از مرگ خود مرادہ ست آں زندہ کو بیکار شد

مضمون مقام یہ ہے کہ) ایک فقیر اطراف دیار سے تبریز کی طرف آیا قرضدار ہو کر (آمد بمعنے رسید نہیں اس کے پہنچنے کا ذکر سرخی آئندہ کے مابعد میں آویگا بلکہ آمد بمعنی سامان آمدن کرد از سفر وغیرہ غالبًا) اس کا قرضہ سکہ طلائی کے نو ہزار تھے (یعنی نو ہزار دینار اور) تبریز میں (آنے کی وجہ یہ تھی کہ وہاں) بدرالدین عمر (نام کا ایک شخص) تھا (اور) وہ (عہدہ کے اعتبار سے) محتسب تھا اور (سخاوت میں) دل سے ایک دریا تھا (اور) اس کا ہر سرمو ایک حاتم خانہ تھا۔ اگر (اس کے زمانہ میں) حاتم (بھی) ہوتا تو اس کا گدا ہوتا (اور اس کے سامنے) سر رکھ دیتا (اور) اس کے پاؤں کی خاک ہو جاتا (اور سخاوت کے ساتھ کریم النفس ایسا تھا کہ) اگر وہ (کسی) تشنہ کو آب شیریں کا تمام دریا بھی دے دیتا (جو کہ ظاہر ہے کہ عطائے کثیر ہے) تو (بجائے اس کے کہ اس پر فخر کرتا اور الٹا) بوجہ کرم کے اس عطا سے (اس کو قلیل سمجھ کر) شرمندہ ہوتا (جیسا کریموں کا شیوہ ہے) اور اگر وہ ذرہ کو مشرق بھی بنا دیتا (کہ اس سے آفتاب طلوع ہوا کرے) تو اس کی ہمت کے مقابلہ میں یہ بھی ناسزاوار تھا (یعنی وہ اپنی ہمت کے نزدیک اس کو بھی ادنیٰ درجہ کی بات سمجھتا تھا غرض) اس (محتسب) کی امید پر وہ غریب الوطن آیا کیونکہ وہ غریب الوطن لوگوں کا (گویا) عزیز اور قریب تھا وہ غریب الوطن اس کے دروازہ کا ہلا ہوا تھا (اور اس کے قبل) بے حد قرض اس کے عطا سے ادا کر چکا تھا (کذا فی الغیاث فی معنی تو ختن اور) اس (فقیر) نے اسی کریم کے اعتماد پر قرض لیا تھا کہ اس کی بخششوں پر وہ شخص وثوق رکھتا تھا (کہ میں جب جا کر کہوں گا فوراً اتنا دے دے گا کہ قرض ادا کروں گا پس) وہ لاابالی اور طالب قرض ہو گیا تھا (اس) دریائے اکرام خصلت کی توقع پر (دوسرے) قرض دار لوگ (جو محتسب سے تعلق نہ رکھتے تھے غایت اندیشہ و غم سے) روترش تھے (کہ دیکھئے ہمارا قرض کس طرح ادا ہوگا اور) وہ شادکام تھا (اور) مثل گل کے خنداں تھا۔ اس باغ کرام کے سبب (مراد محتسب ہے یعنی جو کریموں میں ایسا تھا جیسے خشک و خاردار درختوں کے مقابلہ میں باغ وجہ تشبیہ تازگی و شگفتہ روئی اور بعض محشین نے وام داروں سے مراد قرض خواہ لئے ہیں لیکن شعر اول میں یہی لفظ آیا ہے اور وہاں یقیناً قرضدار مراد ہے پس اشتراک لفظ کے لئے دلیل کی ضرورت ہے و لا دلیل آگے اس فقیر کی شادکامی کی مثال ہے کہ کوئی شخص فرض کرو کہ) اس کی پشت آفتاب عرب (یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم) سے گرم ہو گئی (ہو) تو اس کو ابولہب کی مونچھوں پر تاؤ دینے سے (یعنی اس کی کبر و ظلم و ایذاء) سے کیا غم ہے (آگے دوسری مثال ہے کہ) جب کوئی شخص عہد اور علاقہ سحاب کا (یعنی سحاب سے) رکھتا ہو تو اس کو پانی دینے میں سقوں سے کیا بخل ہوگا (کیونکہ ان کے لینے سے سحاب تو خالی نہ ہوگا اور اس کی نظر اس پر ہے آگے تیسری مثال ہے کہ) ساحر لوگ جو کہ خدا تعالیٰ کے دست شفقت سے واقف ہیں وہ ان (ظاہری) دست و پا کو دست و پا کے رتبے میں کب رکھتے ہیں (چنانچہ فرعون کی اس دھمکی سے متاثر نہ ہوئے آگے چوتھی مثال ہے کہ) جس روباہ کی پشتی پر شیر ہو وہ چیتوں کا کلہ گھونسہ سے توڑ ڈالے گی (کیونکہ اس کی نظر شیر پر ہونے سے وہ پلنگ سے نہ ڈرے گی جس طرح حضرت جعفر کی نظر حق پر تھی تو جمعیت کفار سے نہیں ڈرے آگے یہی قصہ ہے پھر اس سے دوسرے مضامین مناسبہ کی طرف منتقل ہوں گے)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آمدن جعفر طیار رضی اللہ عنہ بگرفتن قلعہ تنہا و مشورت کردن ملک آں قلعہ با وزیر و دفع کردن وزیر ملک را کہ زنہار تسلیم کن واز جہل تہور مکن کہ ایں مرد مؤید ست از حق و جمعیت عظیم دارد در جان خویش

(حضرت) جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے تنہا آنا اور اس قلعہ کے بادشاہ کا وزیر سے مشورہ کرنا اور وزیر کا بادشاہ کو روکنا کہ خبردار پہ بکردے اور نادانی سے جسارت نہ دکھا کیونکہ اس شخص کو خدا کی تائید حاصل ہے اور اپنی جان میں بڑا مجمع رکھتا ہے

چونکہ جعفرؓ رفت سوئے قلعۂ	قلعہ پیش کام خشکش جرعۂ
جب جعفرؓ ایک قلعہ کی طرف گئے	قلعہ ان کے گھوڑے کے تالو کے روبرو ایک گھونٹ تھا
یک سوارہ تاخت تا قلعہ بکر	تا در قلعہ بہ بستند از حذر
وہ تن تنہا قلعہ کی طرف حملہ کے ساتھ دوڑ پڑے	یہاں تک کہ قلعہ کا دروازہ خوف سے بند کر لیا
زہرہ نے کس را کہ پیش آید بجنگ	اہل کشتی راچہ زہرہ با نہنگ
کسی کی تاب نہ ہوئی کہ ان کے سامنے جنگ کے ساتھ آوے	کشتی والوں کو کیا طاقت ہے نہنگ کے ساتھ
روی آورد آں ملک سوئے وزیر	کہ چہ چارہ ست اندریں وقت اے مشیر
وہ بادشاہ وزیر کی طرف متوجہ ہوا	کہ اس وقت کیا تدبیر ہے اے وزیر
گفت آنکہ ترک گوئی کبر و فن	پیش او آئی بشمشیر و کفن
اس نے کہا یہی ہے آپ کبر اور فن کو ترک کریں	ان کے سامنے شمشیر و کفن لے کر جا پہنچیں
گفت آخر نے یکے مردیست فرد	گفت منگر خوار در فردی مرد
بادشاہ نے کہا آخر ایک ہی تو شخص ہے تنہا	وزیر نے کہا کہ اس شخص کی تنہائی میں بے وقعتی کیساتھ نظر نہ کیجئے
چشم بکشا قلعہ را بنگر نکو	ہمچو سیماب ست لرزاں پیش او
آنکھ کھولئے قلعہ کو اچھی طرح دیکھئے	سیماب کی طرح ان کے سامنے لرزاں ہو رہا ہے
شستہ در زیں آنچناں محکم پے ست	گوئیا شرقی و غربی باویست
یہ شخص زین کے اندر ایسا ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے	گویا شرقی و غربی اس کے ہمراہ ہیں
چند کس ہمچوں فدائی تاختند	خویشتن را پیش او انداختند
چند شخص مثل فدائیوں کے دوڑے	اپنے کو ان کے سامنے لا ڈالا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر یکے را او بگرزے می فگند	سرنگونسار اندر اقدام سمند
ہر ایک ایک کو گرز سے گرا رہے تھے	گھوڑے کے پیروں میں سرنگوں کر کے
دادہ بودش صنع حق جمعیتے	کہ ہمیزد یک تنہ بر امتے
حق تعالیٰ نے ان کو ایسی جمعیت عطا فرمائی تھی	کہ وہ یکہ و تنہا ایک جماعت پر حملہ کر رہے تھے
چشم من چوں دیدی روی آں قباد	کثرت اعداد از چشمم فتاد
جب میری آنکھ نے اس عظیم الشان کا منہ دیکھا	تو کثرت عدد میری نظر سے گر گئی
اختراں بسیار خورشید اریکسیت	پیش او بنیاد ایشاں مند کیست
اگر ستارے بہت اور خورشید ایک ہی ہے	اس کے سامنے ان کی بنیاد ریزہ ریزہ ہے
گر ہزاراں موش پیش آرند سر	گربہ را نے ترس باشد نے حذر
اگر ہزاروں چوہے سر نکال لیں	بلی کو نہ خوف ہوتا ہے نہ احتیاط
گر بہ پیش آیند موشاں اے فلاں	نیست جمعیت درون جان شاں
اگر بہت سے چوہے سامنے آ جاویں	ان کی جان کے اندر جمعیت نہیں ہے
ہست جمعیت بصورتہا فشار	جمع معنیٰ خواہ ہیں از کردگار
جمعیت بواسطہ صورتوں کے لغو ہے	جمعیت باطن کو حق تعالیٰ سے مانگ
نیست جمعیت ز بسیاری جسم	جسم را برباد قائم داں چو اسم
جمعیت کثرت اجسام سے نہیں ہے	جسم کو تو ہوا پر قائم جان مثل نام کے
دردل موش اربدے جمعیتے	جمع گشتے چند موش از حمیتے
اگر چوہے کے باطن میں جمعیت ہوتی	تو چند چوہے حفاظت کی غرض سے جمع ہو جاتے
بر زندے چوں فدائی حملۂ	خویش را بر گربۂ بے مہلۂ
ایک حملہ میں اپنے کو فدائیوں کی طرح	بلی پر جا ڈالتے بلا مہلت کے
آں یکے چشمش بکندے از ضراب	واں دگر گوشش دریدے ہم بناب
ایک تو اس کی آنکھ ضرب سے نکال لیتا	اور دوسرا اس کا کان دانت سے چیر ڈالتا
واں دگر سوراخ کردے پہلویش	از جماعت گم شدے بیروں شوش
اور دوسرا اس کے پہلو میں سوراخ کر ڈالتا	جماعت کے سبب اس کی خلاصی مفقود ہو جاتی

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک جمعیت ندارد جان موش	بجهد از جانش بہ بانگ گربہ ہوش
لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی	اس کی جان سے بلی کی آواز کے سبب ہوش نکل جاتا ہے
خشک گردد موش ازاں گربہ عیار	گر بود اعداد موشاں صد ہزار
اگر چوہوں کی تعداد لاکھ تک ہو	وہ ایک لاغر بلی سے خشک ہو جاتے ہیں
از رمہ انبہ چہ غم قصاب را	انبہ ہش چہ بندد خواب را
گلہ کی کثرت سے قصاب کو کیا غم	ہوش کی کثرت کیا روک سکتی ہے نیند کو
مالک الملک ست جمعیت دہد	شیر را تا بر گلہ گوراں جہد
وہ مالک الملک ہے جمعیت دیتا ہے	شیر کو یہاں تک کہ گورخروں کے گلہ پر جا کودتا ہے
درزمانے شاں بسازد ترت ومرت	کس نیارد گفتنش از راہ پرت
تھوڑے زمانہ میں ان کو تتر بتر کر دیتا ہے	اس کو کوئی یہ کہنے کا یارا نہیں رکھتا کہ راستہ سے ہٹ
صد ہزاراں گور دہ شاخ دلیر	چوں عدم باشند پیش ہول شیر
لاکھوں گورخر دس دس سینگ والے دلیر	ہول شیر کے سامنے کالعدم ہو جاتے ہیں

جب جعفرؓ ایک قلعہ کی طرف (اس کو فتح کرنے) گئے (اور وہ) قلعہ ان کے گھوڑے کے تالو کے روبرو ایک گھونٹ (کی برابر) تھا (کہ اس سے سیری نہ ہوتی دوسری فتوحات کا اشتیاق ہوتا اس میں مبالغہ ہے کہ وہ تو وہ ان کا گھوڑا بھی ایسا شجاع تھا اور) وہ تن تنہا قلعہ کی طرف حملہ کے ساتھ دوڑ پڑے یہاں تک کہ (قلعہ والوں نے) قلعہ کا دروازہ خوف سے بند کر لیا کسی کی تاب نہ ہوئی کہ اس کے سامنے جنگ کے ساتھ آوے (آگے مثال ہے کہ) کشتی والوں کو کیا طاقت ہے نہنگ کے ساتھ (مقابلہ کر سکیں) وہ بادشاہ (وہاں کا) وزیر کی طرف متوجہ ہوا کہ اس وقت کیا تدبیر ہے اے وزیر اس (وزیر) نے کہا (تدبیر) یہی ہے آپ کبر اور فن (حرب) کو ترک کریں (اور) ان کے سامنے شمشیر و کفن لے کر جا پہنچیں بادشاہ نے کہا آخر ایک ہی تو شخص ہے تنہا (پھر ایسی رائے کیوں دی جاتی ہے) وزیر نے کہا کہ اس شخص کی تنہائی میں بے وقعتی کے ساتھ نظر نہ کیجئے۔ آنکھ کھولئے قلعہ کو اچھی طرح دیکھئے (کہ) سیماب کی طرح ان کے سامنے لرزاں ہو رہا ہے (حقیقۃً بطور خارق کے ہوگا یا حکما بر عدۃ تھا) یہ شخص زین کے اندر (بے فکری سے) ایسا ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے گویا (تمام) شرقی و غربی اس کے ہمراہ ہیں (چنانچہ دیکھئے کہ ان کی ابتداء آمد میں اہل قلعہ میں سے) چند شخص مثل فدائیوں کے (کسی کہ خود را فدائے مخدوم خود کند و او را فدوی ہم گویند ان کے مقابلہ کے لئے) دوڑے (تھے اور) اپنے کو ان کے سامنے لا ڈالا (تھا مگر) یہ ایک ایک کو گرز سے گرا رہے تھے گھوڑے کے پیروں میں سرنگوں کر کے۔ حق تعالیٰ نے ان کو (اس وقت) ایسی جمعیت (قلبیہ) عطا فرمائی تھی کہ وہ یکہ تنہا ایک جماعت پر حملہ کر رہے تھے جب میری آنکھ نے (اس وقت) اس عظیم الشان کا منہ دیکھا تو کثرت عدد میری نظر سے گر گئی (اور معلوم ہو گیا کہ کثرت عدد کوئی چیز نہیں بلکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اصل چیز جمعیت ہے جس کا ذکر داده بودش میں ہوا ہے اور یہ فطری ہے یا بعد اکتساب و مجاہدات کے حصول نسبت سے وہبی ہے آگے مولانا اس کی چند مثالیں فرماتے ہیں کہ مدار جمعیت پر ہے۔

مثال اول:۔ اگر ستارے بہت اور خورشید ایک ہی ہے (لیکن) اس (خورشید) کے سامنے ان (کواکب) کی بنیاد ریزہ ریزہ (من الاندکاک مجردہ دک۔

مثال ثانی:۔ اگر ہزاروں چوہے سر نکال لیں بلی کو نہ (ان سے) خوف ہوتا ہے نہ احتیاط (ہوتی ہے) اگر بہت سے چوہے جمع ہو کر) سامنے آ جاویں (مگر) ان کی جان کے اندر جمعیت نہیں ہے (اور بلی میں جمعیت ہے گو بلی ایک ہے اور چوہے کثیر پس معلوم ہوا کہ) جمعیت بواسطہ (جسمی) صورتوں کے لغو ہے (بلکہ) جمعیت باطن کو خدا تعالیٰ سے مانگ جمعیت کثرت اجسام سے نہیں ہے جسم کو تو ہوا پر قائم جان مثل نام کے (کہ اس کا قائم بالہواء ہونا بوجہ اس کے کہ وہ ایک صوت ہے ظاہر ہے پس اسی طرح مشبہ کو نا پائیدار نا قابل اعتبار سمجھ اور وجہ تشبیہ یہی نا اعتباری ہے گو جسم ہوا پر قائم نہیں پس اس تکلف کی حاجت نہیں جو بعض محشین نے کیا ہے اجسام حیوانات بر انفاس قائم اند وانفاس ہوا اند اہ) اگر چوہے کے باطن میں جمعیت ہوتی تو چند چوہے (اپنی) حفاظت کی غرض سے جمع ہو جاتے (کذا فی الغیاث فی معنے الحمیۃ بکسر الحاء وسکون المیم وتخفیف الیاء اور جمع ہو کر) ایک حملہ میں اپنے کو فدائیوں کی طرح بلی پر جا ڈالتے بلا مہلت کے۔ ایک تو اس کی آنکھ ضرب سے نکال لیتا اور دوسرا اس کا کان دانت سے چیر ڈالتا اور دوسرا اس کے پہلو میں سوراخ کر ڈالتا (غرض) جماعت (موشاں) کے سبب اس (بلی) کی خلاصی (کی صورت) مفقود ہو جاتی (یعنی کوئی سبیل اس کی خلاصی کی نہ رہتی) لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی (اس لئے) اس کی جان سے بلی کی آواز کے سبب ہوش نکل جاتا ہے۔ اگر چوہوں کی تعداد لاکھ تک ہو وہ (سب) ایک لاغر بلی سے خشک ہو جاتے ہیں۔

مثال ثالث:۔ گلہ کی کثرت سے قصاب کو کیا غم۔

مثال رابع:۔ ہوش (وحواس) کی کثرت کیا روک سکتی ہے نیند کو (بلکہ سب پر نیند غالب آ کر سب کو فنا کر دیتی ہے)۔

مثال خامس:۔ جس کی تمہید یہ ہے کہ) وہ مالک الملک ہے جمعیت دیدیتا ہے شیر کو (یہاں سے مثال شروع ہوئی ہے) یہاں تک کہ وہ گورخروں کے گلہ پر جا کودتا ہے (اور) تھوڑے زمانہ میں ان کو تتر بتر کر دیتا ہے (اور) اس کو (ان گورخروں میں سے) کوئی یہ کہنے کا یارا نہیں رکھتا کہ راستہ سے ہٹ (کذا فی الغیاث بالضم بر دو از راہ یکسو شو اہ بلکہ) لاکھوں گورخر وس دس سینگ والے دلیر ہول شیر کے سامنے کالعدم ہو جاتے ہیں۔

مالک الملک ست بدہد ملک حسن	یوسفؑ را تا بود چوں ماہ مزن
وہ مالک الملک ہے وہ ملک حسن عطا فرماتا ہے	ایک حسین کو جیسا بادل کا پانی
در رخے بنہد شعاع اخترے	کہ شود شاہے غلام دخترے
کسی رخ میں وہ ایک آفتاب کی سی شعاع رکھ دیتا ہے	کہ ایک بادشاہ ایک لڑکی کا غلام ہو جاتا ہے
بنہد اندر روی دیگر نور خود	کہ بہ بیند نیم شب ہر نیک و بد
وہ دوسرے رخ میں اپنا نور رکھ دیتا ہے	جس سے وہ آدھی رات میں ہر نیک و بد کو دیکھ لیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یوسفؑ و موسیٰؑ زحق بردند نور	در رخ ور خسار و در ذات الصدور
یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے نور حاصل کیا تھا	رخ اور رخسار میں بھی اور سینہ والے قلب میں بھی
روی موسیٰؑ بارقے انگیختہ	پیش رو او توبرہ آویختہ
موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ ایک برق پیدا کرتا تھا	ان کے چہرے کے سامنے نقاب لٹکا رہتا تھا
نور رویش آنچناں بردے بصر	کہ زمرد از دو دیدہ مار کر
ان کے چہرہ کا نور اس طرح سے نگاہ کو سلب کر لیتا تھا	جیسا کہ زمرد بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے
اوز حق درخواستہ تا توبرہ	گردد آں نور قوی را ساترہ
انہوں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ تاکہ نقاب	اس نور قوی کا ساتر بن جاوے
توبرہ گفت از گلیمت ساز ہیں	کاں لباس عارفے آمد امیں
ارشاد ہوا کہ نقاب اپنے کمبل کا بنا لو ہاں	کہ وہ بایقین عارف کا لباس ہے
کاں کسا برنور صبرے یافتہ است	نور جاں در تار و پودش تافتہ است
کہ اس کمبل نے نور پر تحمل حاصل کیا ہے	نور جان اس کے تانے بانے میں روشن رہا ہے
جز چنیں خرقہ نخواہد شد صواں	نور مارا برنتابد غیر آں
بجز اس خرقہ کے اور کوئی چیز اس کا حامل نہیں ہو سکتا	ہمارے نور کو اس کے سوا اور کوئی برداشت نہیں کر سکتا
کوہ قاف ارپیش آید بہر سد	ہمچو کوہ طور نورش بر درد
اگر کوہ قاف بھی بند کرنے کے لئے آ جاوے	تو مثل کوہ طور کے یہ نور اس کو بھی پھاڑ ڈالے
از کمال قدرت ابدان رجال	یافت اندر نور بیچوں احتمال
کمال قدرت سے مردان خدا کے ابدان نے	نور بے کیف میں تحمل حاصل کیا ہے
آنچہ طورش برنتابد ذرۂ	قدرتش جاسازد از قارورۂ
جس چیز کو طور ذرہ برابر برداشت نہیں کر سکتا	قدرت حق اس کی جگہ بنا دیتی ہے ایک آبگینہ میں
آنچہ طورش برنتابد اے کیا	قدرتش اندر زجاجے ساخت جا
جس چیز کو طور نہیں برداشت کر سکا اے لطیف	قدرت نے اس کی جگہ ایک شیشہ میں کر دی
گشت مشکوٰۃ زجاجی جای نور	کہ ہمی درد زنور آں قاف و طور
مشکوٰۃ زجاجی اس نور کی جگہ بن گیا	کہ اس نور سے وہ کوہ قاف اور طور پارہ پارہ ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جسم شاں مشکوٰۃ داں دلشاں زجاج	تافتہ برعرش و افلاک ایں سراج
ان کے جسم کو مشکوٰۃ جان ان کے قلب کو زجاج	یہ مصباح عرش و افلاک پر تاباں ہے
نور شاں حیران ایں نور آمدہ	چوں ستارہ زیں ضحیٰ فانی شدہ
ان کا نور اس نور سے دنگ ہو گیا	وہ اس نور چاشت سے فانی ہو گیا
زیں حکایت کرد آں ختم رسل	از ملیک لایزال لم یزل
اسی سے حکایت کی ہے اس خاتم رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے	بادشاہ ابدی و ازلی سے
کہ نگنجیدم در افلاک و خلا	در عقول و در نفوس باعلا
کہ میں نہیں سمایا ہوں افلاک اور خلا میں	عقول میں اور نفوس میں جو کہ علوی ہیں
در دل مومن بگنجیدم چو ضیف	بے ز چون و بے چگونہ بے ز کیف
قلب مومن میں مہمان کی طرح سما گیا ہوں	بلا چوں اور بلا چگون اور بلا کیف کے
تابدلالی آں دل فوق و تحت	یا بد از من پادشاہیہائے بخت
تاکہ اس قلب کی دلالی سے مخلوقات فوقیہ اور تحتیہ	مجھ سے سلطنتیں اور سعادت پادیں
بے چنیں آئینہ ایں خوبی من	بر نتابد نے زمین و نے زمن
بدوں ایسے آئینہ کے میرے جمال کو	کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین اور نہ آسمان
بر دو کون اسپ ترحم تاختیم	پس عریض آئینۂ برساختیم
ہم نے دونوں عالم پر ترحم کا گھوڑا دوڑایا	بہت وسیع آئینہ ہم نے بنایا
ہر دمے زیں آئینہ پنجاہ عرس	بنگر آئینہ و لے شرحش مپرس
ہر ساعت اس آئینہ پنجاہ شادی والے سے	آئینہ سنا رہ و لیکن اس کی شرح مت پوچھ
حاصل آں کز لبس خویشش پردہ ساخت	کہ نفوذ آں قمر رامی شناخت
حاصل یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہی لباس سے اس کا پردہ بنایا	کیونکہ وہ اس قمر کے نفوذ کو پہچانتے تھے
گر بدے پردہ ز غیر لبس او	پارہ گشتے گر بدے کوہ دو تو
اگر ان کے لباس کے سوا اور کوئی نقاب ہوتا	تو وہ پارہ پارہ ہو جاتا اگر مضاعف حجم کا بھی پہاڑ ہوتا
ز آہنیں دیوارہا نافذ شدے	تو برہ با نور حق چہ فن زدے
لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا	نقاب تو نور حق کے سامنے کیا تیر مارتا

www.besturdubooks.wordpress.com

گشتہ بود آں توبرہ صاحب تفے	بود وقت سوز خرقہ عارفے
وہ تھیلا صاحب حرارت عشق کا رہا تھا	سوز کے وقت وہ ایک عارف کا خرقہ رہ چکا تھا
گشتہ بود آں توبرہ ستار نور	زانکہ بود از خرقۂ یک باحضور
وہ تھیلا نور کا ساتر ہو گیا تھا	اس لئے کہ وہ ایک صاحب حضور کے خرقہ کا جزو تھا
زاں شود آتش رہین سوختہ	کوست با آتش ز پیش آموختہ
آگ یا لوہا اس لئے چقماق کا مرہون ہے	کہ وہ پہلے سے آگ کے ساتھ خو آموختہ ہے
وزہوای و عشق آں نور رشاد	خود صفورا ہر دو دیدہ باد داد
اس نور ہدایت کی محبت اور عشق میں	خود حضرت صفورا نے دونوں آنکھیں کھو دیں
اولاً بربست یک چشم و بدید	نور روی او و آں چشمش پرید
اولاً انہوں نے ایک آنکھ بند کر لی	اور ان کے چہرہ کے نور کو دیکھا اور ان کی وہ آنکھ غائب ہو گئی
بعد ازاں صبرش نماند و آں دگر	برکشاد و کرد خرج آں قمر
اس کے بعد ان کو صبر نہ رہا اور وہ دوسری بھی	کھول دی اور اس ماہ پر بذل کر ڈالی
ہمچناں مرد مجاہد ناں دہد	چوں بردزد نور طاعت جاں دہد
اسی طرح مجاہدہ کرنے والا شخص روٹی حوالہ کرتا ہے	جب اس پر نور طاعت اثر کرتا ہے تو جان حوالہ کر دیتا ہے
پس زنے گفتش ز چشم عبہری	کہ ز دستت رفت حسرت میخوری
پس ان سے ایک عورت نے کہا کہ چشم نرگسین سے	جو کہ تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی کیا تم کچھ حسرت کرتی ہو
گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار	دیدہ بودے تا ہمی کردم نثار
انہوں نے جواب دیا کہ یہ حسرت کرتی ہوں کہ ایک لاکھ	آنکھ ہوتی تاکہ میں نثار کر دیتی
روزن چشم زمہ ویراں شدست	لیک مہ چوں گنج در ویراں نشست
میرا دریچہ چشم ماہ سے ویران ہو گیا ہے	لیکن ماہ خزانہ کی طرح ویرانہ میں جم گیا ہے
کے گزارد گنج کایں ویرانہ ام	یاد آرد از رواق و خانہ ام
خزانہ اس بات کی کب نوبت آنے دے گا کہ میرا ویرانہ	میرے ایوان اور خانہ کو یاد کیا کرے
حق شنید ایں زود چشم باز داد	دید موسیٰ را ز نورش ساز داد
حق تعالیٰ نے اس کو سنا بہت جلد ان کو پھر آنکھیں دیدیں	موسیٰ علیہ السلام کی دید کے لئے اپنے نور سے ان کو سامان دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

از نظر آں نور زو پنہاں نشد	از خزینہ خاص بد ویراں نشد
نظر کرنے سے وہ نور ان سے غائب نہیں ہوا	خزانہ خاص سے تھا ویراں نہ ہوا

(اوپر ذکر تھا حق تعالیٰ کے ایک عطائے خاص یعنی ہیبت وجلال کا آگے اس امر کی تصریح کے لئے عطائے حق کسی خاص کمال وصفت میں منحصر نہیں ذکر فرماتے ہیں دوسری عطا یعنی حسن و جمال کا پھر دو ہی شعر کے بعد اس جمال سے جس کا منشاء حسن متعارف ہو منتقل ہو کر اس جمال کے متعلق مضمون فرماویں گے جس کا سبب نور حق ہو خواہ اس کا اثر صرف باطن پر ہو یا ظاہر پر بھی ہو پس ارشاد ہے کہ) وہ مالک الملک ہے وہ ملک حسن عطا فرماتا ہے ایک حسین کو جیسا بادل کا پانی (خاص غیر مکدر ہوتا ہے یعنی ایسا صاف حسن عنایت فرمایا ہے اور یوسف میں یائے تنکیر قرینہ ہے اس کا کہ مراد مطلق حسین ہے جیسے حاتم سے کبھی مطلق سخی مراد لیتے ہیں) کسی رخ میں وہ ایک آفتاب کی سی شعاع رکھ دیتا ہے کہ (اس کے سبب) ایک بادشاہ ایک (ادنیٰ) لڑکی (کنیز وغیرہ) کا غلام ہو جاتا ہے (یہ تو جمال معتاد تھا اور کسی کو دوسرا جمال غیر معتاد خارق عادت خواہ باطنی محض یا مع الظاہری عطا فرماتا ہے جس کا آگے بیان ہے یعنی) وہ دوسرے رخ میں اپنا نور رکھ دیتا ہے جس سے وہ آدمی رات میں ہر نیک وبد کو دیکھ لیتا ہے (ظاہر یہ ہے کہ رخ سے مراد رخ باطن ہے کما قالوا فی قوله تعالیٰ انی وجهت و جهی للذی فطر الایه لان المتوجه الی الله تعالیٰ فی الاصل هو القلب پس یہ جمال باطنی محض ہے جس کا اثر ادراک حقائق وامتیاز بین الخیر والشر ہے جس کو نیک وبد کہا ہے اور نیم شب عبارت ہوگی اسباب تلبیس واشتباہ سے یعنی شبہات اس کو مانع نہیں ہوتے اور ممکن ہے کہ یہ نور کشف کو بھی شامل کہا جاوے تو خارق ہونا اور ظاہر ہو جاوے گا گو اول بھی عام حکماء کی حالت کے اعتبار سے خارق ہے اور قرینہ اس کے باطن ہونے کا یہ بھی ہے کہ اس جمال معبر بعنوان النور کا خاصہ ادراک فرمایا ہے فی قولہ کہ بہ بیند الخ حالانکہ جمال ظاہری کے لئے آلہ ادراک ہونا ضروری کیا بلکہ واقع بھی نہیں مدرک باسم المفعول البتہ ہوتا ہے آگے اس جمال غیر معتاد کا بیان ہے جو باطن کے ساتھ جسم پر بھی ظاہر ہو جیسے یوسف علیہ السلام کا حسن کہ سب کو معلوم ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا حسن کہ بعد تجلی طور کے بعض نے لکھا ہے کہ حسن کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ کوئی شخص دیکھ نہیں سکتا تھا جو دیکھ لیتا اندھا ہو جاتا تھا اس لئے آپ چہرہ پر نقاب رکھتے تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ بدیع الدین قطب المدار اسی شان موسوی سے مشرف تھے اس لئے ان کے چہرہ میں بھی یہی اثر تھا اور وہ بھی نقاب رکھتے تھے واللہ اعلم آگے دور تک یہی مضمون ہے یعنی) یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے نور (خاص) حاصل کیا تھا رخ اور رخسار میں بھی اور سینہ والے قلب میں بھی (یعنی باطن میں بھی چنانچہ نبوت بلکہ ولایت کے لئے بھی لازم ہے اور ظاہر جسم پر بھی چنانچہ لکھا گیا) موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ ایک برق پیدا کرتا تھا (جس کے دیکھنے کی کوئی تاب نہ لاتا تھا اس لئے) ان کے چہرہ کے سامنے نقاب لٹکا رہتا تھا (بارق بمعنی روشن ست مبالغۃً روشنی را بارق گفتہ) ان کے چہرہ کا نور اس طرح سے نگاہ کو سلب کر لیتا تھا جیسا کہ زمرد بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے (نگاہ کو سلب کر لیتا ہے فی الحاشیہ مار کر تاریکہ گزیدہ او را ہیچ افسوں و پازہر اثر نکند و آں را بتازی حیۃ الاصم گویند اھ) انہوں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تا کہ نقاب اس نوری قوی کا ساتر

www.besturdubooks.wordpress.com

بنجاوے (یعنی یہ دعا کی کہ کوئی چیز ایسی بتلا دیجئے کہ وہ حاجب ہو سکے اور خود اس لئے تجویز نہیں کر سکے کہ بظاہر متعارف نقاب کا حاجب ہونا ایسے تیز نور سے مستبعد ہے وہ تو اس نقاب سے بھی نفوذ کرنے لگے گا جیسے نور آفتاب کو بادل نہیں چھپا سکتا) ارشاد ہوا کہ نقاب اپنے کمبل کا بنا لو ہاں (یعنی کمبل کا کنارہ آگے کو کر لیا کرو جس سے چہرہ چھپ جاوے ہم اس میں حاجبیت کا خاصہ پیدا کر دیں گے اور کمبل کی تخصیص اس لئے ہے) کہ وہ بالیقین عارف کا (یعنی اے موسیٰ تمہارا) لباس ہے (اس لئے اس میں تمہارے تلبس سے یہ خاصہ ہو جاوے گا جس کی شرح آگے ہے) کہ اس کمبل نے نور پر تحمل حاصل کیا ہے (اور) نور جان (یعنی نور موسوی) اس کے تانے بانے میں روشن رہا ہے (پس اس کو ایک قسم کی مناسبت موجبہ تحمل ہے باقی) بجز اس خرقہ کے اور کوئی چیز اس کا حامل نہیں ہو سکتا (اور) ہمارے نور کو اس کے سوا اور کوئی (حجاب) برداشت نہیں کر سکتا (فی المنتخب صوان بہر سہ حرکت جامہ داں وتختہ کہ در آں رخت نگاہدارند آہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا حامل ہو بحتاج جعل نہیں یا دوسری چیز بعد جعل کے بھی حامل نہیں ہو سکتی بلکہ ایک حکمت ہے اس کو جعل میں ترجیح دینے کی دوسری اشیاء پر) اگر (فرضاً) کوہ قاف بھی (اس کے) بند کرنے کے لئے آ جاوے تو مثل کوہ طور کے یہ نور (رخ موسوی) اس کو بھی پھاڑ ڈالے (اس سے یوں نہ سمجھا جاوے کہ یہ نور وہی تجلی طوری تھی اس کا تحمل تو موسیٰ علیہ السلام کو بھی نہ ہوا تھا کما قال تعالیٰ و خر موسی صعقا بلکہ اس کا ایک ایسا اثر تھا جس کو موسیٰ علیہ السلام تحمل کر سکتے تھے اور دوسری اشیاء تحمل نہ کر سکتیں الا النقاب المجعول الآن وھذا کقولہ تعالیٰ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعاً الایۃ و قلبہ صلی اللہ علیہ وسلم وان خشع لہ لکن لم یتصدع بل تحملہ چنانچہ آگے مولانا اس کسار ملابس بموسیٰ کے تحمل سے انتقال فرماتے ہیں اہل اللہ کے قوالب ملابسہ کا لکساء الموسوی وقلوب حاملہ کالوجہ الموسوی کے تحمل کے مضمون کی طرف جو حاصل تھا میرے ایراد آیت لو انزلنا کا پس فرماتے ہیں کہ) کمال قدرت (حق) سے مردان خدا کے ابدان (وقوالب) نے نور بے کیف میں تحمل حاصل کیا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ اس نور سے ان کے قوالب منعدم ومنہدم نہیں ہوئے گو یہ تحمل بواسطہ قلوب کے ہے ورنہ قلوب کے انشقاق کو قوالب کی موت لازم تھی) جس چیز کو طور ذرہ برابر برداشت نہیں کر سکتا قدرت حق اس کی جگہ بنا دیتی ہے ایک آبگینہ میں (مراد اس سے قلب ہے کما سیاتی اوپر قوالب کے تحمل کا ذکر تھا یہاں قلوب کے تحمل کا اول بالذات اور ثانی بالعرض مراد اس چیز سے نور حق ہے اور ذرہ میں اشارہ ہے اس تقریر کی طرف جو احقر نے بضمن شرح شعر کوہ قاف الخ کے لکھی ہے یعنی جس قلیل کو موسیٰ علیہ السلام نے برداشت کر لیا طور اس قلیل کو بھی برداشت نہ کر سکا) جس چیز کو طور نہیں برداشت کر سکا اے لطیف (کذا فی الغیاث) قدرت (حق) نے اس کی جگہ ایک شیشہ میں (یعنی قلب میں) کر دی (اور اس شعر میں اور اسی طرح اس کے ماقبل ومابعد کے شعروں میں جگہ سے مراد اگر خود نور کی جگہ ہے تو نور حق سے مراد نور مجھول بجعل الحق من المعرفۃ والمحبۃ والعلم والحال ونحو ذلک ہے اور اگر نور حق سے مراد نور قدیم ہے جیسا انچہ طورش بر نتابد سے ظاہر یہی ہے تو جگہ سے مراد نور کی جگہ نہیں بلکہ اس نور کے ظہور و تعلق حادث کی جگہ ہے آگے قالب کے تحمل میں قلب کے واسطہ ہونے کی تصریح ہے یعنی) مشکوٰۃ زجاجی اس نور کی جگہ بن گیا کہ اس نور

www.besturdubooks.wordpress.com

سے وہ کوہ قاف اور طور پارہ پارہ ہوتا ہے (اشارہ ہے طرف آیت نور کے جس میں یہ جملہ بھی ہے مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ اور اشارہ ہے طرف تاویل خاص کے کہ مشکوٰۃ بمعنی طاقچہ چراغ سے مراد جسم مومن کا اور زجاجہ بمعنی شیشہ سے مراد قلب مومن کا اور مصباح سے نور حق کہ زجاجہ مذکورہ سے اولاً اس کا تعلق ہے اور مشکوٰۃ سے ثانیاً پس مشکوٰۃ کو زجاجی کے ساتھ موصوف کرنے میں اشارہ ہو گیا اس تعلق اولاً و ثانیاً کی طرف چنانچہ آگے اس تفسیر کی تصریح بھی فرماتے ہیں کہ) ان (رجال حق) کے جسم کو مشکوٰۃ جان (اور) ان کے قلب کو زجاج اور پھر ثالثاً اس مشکوٰۃ و زجاج کے واسطہ سے) یہ مصباح (یعنی نور حق) عرش و افلاک پر تاباں ہے (اور ارض پر بالاولی جو کہ جملہ اللہ نور السموات والارض کا مدلول ہے جس کے بعد مثل نورہ الخ فرمایا ہے گویا مولانا اشارۃً فرماتے ہیں کہ سمٰوات و ارض پر تجلی ہونے کی صورت میں قرآن میں یہ بتلائی ہے مثل نورہ کمشکوٰۃ الخ اور اس توسط کا ذکر آگے تصریحاً اس شعر میں آوے گا تابدلالی ابر دو کون اسپ ترحم تاختیم الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ مقصود دونوں عالم سے انسان ہے خصوص انسان کامل کما قال تعالیٰ ولو یؤا خذ اللہ الناس بما کسبوا ماترک علی ظھرھا من دابۃ الایہ فاستلزام ھلاک الناس ھلاک الجمیع دل علی ماقلت پس اولاً عنایت حق انسان پر متوجہ ہے اور ثانیاً باقی مخلوق پر جس میں سب علویات و سفلیات آگئے کما اور دلفظ الخلق الشامل للجمیع فی القول المشہور الثابت معناہ بالدلیل المنصور کنت کنزامخفیاً الخ کما ذکرتہ فی شرح الشطر الثانی من الدفتر الاول اور اس میں چونکہ غایت معرفت کو ٹھہرایا ہے اور کمال معرفت انسان کامل کو ہے انسان کامل کا واسطہ ہونا اس سے بھی ثابت ہو گیا و نیز حدیثوں میں مصرح ہے کہ بقاء عالم زمین پر اللہ کا نام لینے والوں سے ہے اور جب یہ نہ رہے گا تو قیامت آ جاوے گی اور ظاہر ہے کہ زمین پر یہ نام پاک لیا جانا بدولت اہل ایمان خصوص اہل عرفان کے ہے کہ اول یہ ختم ہوں گے پھر معرفت و علم نہ رہنے سے اہل ایمان گم ہوں گے اور قیامت آ جاوے گی پس ہر طرح تجلی علی سائر الخلق کا واسطہ انسان کامل ہوا اسی کو کہا ہے تافتہ بر عرش الخ) ان (عرش و فلک) کا نور (جو خاص ان کے استعداد کے موافق ان کو عطا ہوا ہے) اس نور (رجال حق) سے دنگ ہو گیا۔ (لکونہ اعجب واعظم منہ لانہ نور معرفۃ الحق والعرش والسموات لیس معرفتھا کمعرفۃ الانسان فنورہ اقوی و اشد اور) وہ (نور عرش و افلاک) اس نور چاشت سے (یعنی نور رجال حق سے کہ مشابہ نور آفتاب وقت چاشت کے ہے) فانی (یعنی مضمحل اور کالعدم) ہو گیا (آگے اس کی تائید ایک روایت مشہور عند الصوفیہ سے کرتے ہیں کہ) اسی سے حکایت کی ہے اس خاتم رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ ابدی و ازلی سے (یعنی حدیث قدسی ہے) کہ میں نہیں سمایا ہوں افلاک اور خلا (یعنی فوق العرش) میں (کیونکہ تحت العرش خلا نہیں ہے گو امتناع ثابت نہ ہو اور اسی طرح میں نہیں سمایا) عقول میں اور نفوس میں جو کہ علوی ہیں (فالسفلی بالاولی لیکن) قلب مومن میں مہمان کی طرح سما گیا ہوں (تشبیہ ضیف کے ساتھ اکرام و محبوبیت میں ہے اور پورا دخل دینے میں جیسا مہمان محبوب پورا دخیل و حاکم ہوتا ہے اور یہ سمانا ظرفیت و مظروفیت کا نہیں بلکہ) بلا چون اور بلا چگون اور بلا کیف کے (آگے ایک حکمت اس سمانے کی ہے بلا قصد حصر کے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس لئے سمایا) تا کہ اس قلب (صاحب نور حق) کی دلالی (یعنی توسط) سے مخلوقات فوقیہ (سماویہ) اور تحتیہ (ارضیہ) مجھ سے سلطنتیں اور سعادت پاویں (کماذکر تقریرہ بقدر الضرورۃ فی شرح شعر جسم شان مشکوۃ الخ اور جس روایت کا حوالہ دیا جارہا ہے اس میں ایسا مضمون تصریحاً مذکور نہیں لیکن دوسرے دلائل سے جس کا بیان شعر جسم شان کی شرح میں ہوا ہے اس کے ساتھ منضم کر دیا نیز اگر اس روایت میں بھی غور کیا جاوے تو اشارۃً اس سے مستنبط ہو سکتا ہے کیونکہ قلب مومن میں گنجائش ہونا اور ارض وسما میں نہ ہونا مستلزم ہے زیادت شرف واختصاص بالحق کو قلب مومن کے لئے اور عادۃً اشرف ومختص عند السلطان متبوع اور واسطہ ہوتا ہے غیر اشرف وغیر مختص کے لئے عنایات وعطیات میں آگے بھی اس روایت کے حاصل مضمون کا تتمہ ہے کہ) بدوں ایسے آئینہ کے میرے جمال کو کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین اور نہ آسمان (لان الزمان علی المشھور مقدار حرکتہ) ہم نے دونوں عالم پر ترحم کا گھوڑا دوڑایا (اور) بہت وسیع آئینہ ہم نے بنایا (وسیع حکما مراد ہے من حیث خاصیۃ وکونہ مجلا للتجلی الواسع آگے اس آئینہ کی فخامت ہے کہ) ہر ساعت اس آئینہ پنجاہ شادی والے سے آئینہ (کا نام) ستارہ ولیکن اس کی شرح مت پوچھ (یعنی اس آئینہ کے احوال وحکایات میں سے اتنا ہی سن لے کہ یہ ایک عجیب آئینہ ہے مطلب یہ نہیں کہ فقط نام ہی سن لے مطلب یہ ہے کہ اجمالاً اس کا حال سن لے جتنا ہم نے بیان کر دیا اس کو مبالغۃً بشنو آئینہ کہہ دیا چنانچہ دلیل اس کی یہی ہے کہ اس کے مقابل کہا ہے شرحش مپرس یعنی تفصیل مت پوچھ اور ظاہر ہے کہ تفصیل کے مقابل اجمال ہے پس اجمال کی اجازت ہے اور تفصیل سے نہی ہے اور وجہ اس نہی کی یہ ہے کہ اس کے آئینہ ہونے کی حقیقت موقوف ہے اس کے تجلی گاہ ہونے کے ادراک پر اور یہ ادراک موقوف ہے ادراک تجلیات پر اور یہ امر ذوقی ہے شرح اور قال سے منکشف نہیں ہوتے اور ان ہی تجلیات حق سے کہ ہر تجلی مایہ سرور ومتاع حبور ہے اس کو پنجاہ عرس کہا گیا ہے اور یہ دلالت علی الفخامت اس صیغہ نہی سے ہے کما فی قولہ تعالیٰ ولا تسأل عن اصحاب الجحیم علی قراءۃ النھی اور جس روایت کا حوالہ ان اشعار میں ہے خاص اس مضمون کی نسبت تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ثابت نہیں البتہ اسرائیلیات میں یہی مضمون اور حدیث مرفوع میں اس کے مشابہ مضمون ثابت ہے چنانچہ امام احمد زہد میں وہب بن منبہ سے یہ روایت کی ہے ان اللہ تعالیٰ فتح السموات لیحزقیل حتی نظر الی العرش فقال حز قیل سبحنک ما اعظمک یا رب فقال اللہ تعالیٰ ان السموٰات والارض ضعفن عن ان یسعنی و وسعنی قلب المومن الوادع اللین اور حدیث مرفوع طبرانی نے اس طرح روایت کی ہے ان اللہ آنیۃ من اھل الارض و انیۃ ربکم قلوب عبادہ الصالحین و احبھا الیہ الینھا وارقھا کذافی المقاصد الحسنۃ فی باب المیم بلفظ ماوسعنی سمائی ولا ارضی ولکن وسعنی قلب عبدی المؤمن و فیھا و معناہ وسع قلبہ الایمان بی و محبتی و معرفتی اھ. اور مراد صوفیہ کی بھی وسعت سے یہی ہے نہ کہ تحیز وتمکن حلول کما قال مولانا بے زچون و بے چگونہ بے زکیف والتحیز والتمکن والحلول متکیف فان قیل ان المعرفۃ والمحبۃ ایضاً متکیف قلت ان التجلی الذی من آثارہ ھذہ المعرفۃ والمحبۃ غیر متکیف اب احقر کہتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ بعد تعیین معنی روایت کے یہ مضمون خود قرآن مجید سے ثابت ہے قال تعالیٰ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا و حملھا الانسان الایہ فان حاصل معنی حمل الامانۃ ھو معنی الوسع المذکور یہ مضمون استطر اداً الذکر الجمال الموسوی مذکور ہوا ہے آگے پھر اسی مضمون سابق جمال موسوی کی تتمیم ہے کہ) حاصل یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہی لباس سے اس (نور) کا پردہ بنایا کیونکہ وہ اس قمر (یعنی نور حق) کے (اثر) نفوذ کو پہچانتے تھے (کہ یہ بڑے بڑے حجابوں اور نقابوں میں سے پار ہو جاوے گا اور مستور نہ ہوگا بجز میرے لباس کے کہ باعلام حق اس کے ساتر ہونے کا یقین تھا اور موسیٰ علیہ السلام اس کے نفوذ کو جیسا جانتے تھے واقع میں بھی ایسا ہی نفوذ تھا چنانچہ) اگر ان کے لباس کے سوا اور کوئی نقاب ہوتا تو وہ پارہ پارہ ہو جاتا اگر (حجم موجود بالفعل سے) مضاعف حجم کا بھی پہاڑ ہوتا (اور) لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا (اور (نقاب) بیچارہ) تو نور حق کے سامنے کیا تیر مارتا (اور وہ نقاب کساء موسوی کا جو کافی ہو گیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ) وہ نقاب مصاحب حرارت عشق کا رہا تھا (یعنی) سوز (عشق موسوی) کے وقت وہ ایک عارف (کامل یعنی موسیٰ علیہ السلام) کا خرقہ رہ چکا تھا (پس وہ اس تلبس واعتیاد کے سبب اس نور کا حامل و متحمل ہو سکتا تھا آگے بھی اسی کی تاکید ہے یعنی) وہ نقاب نور کا ساتر ہو گیا تھا اس لئے کہ وہ ایک صاحب حضور (وقرب الٰہی) کے خرقہ کا جزو تھا (حقیقت اس مضمون کی بضمن شرح شعر کان کسا از نور الخ وشعر جزو چنیں خرقہ الخ ذکر کر چکا ہوں آگے اس تحمل کساء للملابست بموسیٰ علم کی مثال ہے کہ) آگ یا لوہا اس لئے چقماق کا مرہون ہے کہ وہ پہلے سے آگ کے ساتھ خو آموختہ ہے (کتب لغت کے مطالعہ اور اہل تجربہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ چقماق جس سے آگے حاصل کی جاتی ہے وہ تین قسم پر ہے پتھر۔ لوہا۔ خاص درختوں کی لکڑی جیسے مرخ اور عفار اور ہر حال میں یہ دو چیزیں ہوتی ہے جن میں سے ایک کو دوسرے پر مارنے سے آگ پیدا ہوتی ہے اوپر والے کو زند اور نیچے والے کو زندہ کہتے ہیں اور مرخ اور عفار میں عفار اوپر ہوتا ہے اور مرخ نیچے اور جس چیز میں اس چقماق سے آگ لے جاتی ہے کہ جس سے آگے کوئی چیز سلگائی جاتی ہے اس کو عربی میں حراقہ اور فارسی میں سوختہ کہتے ہیں اور یہ بھی کئی قسم کا ہوتا ہے کوئی گھاس یا روئی کپڑا اجلا ہوا یا بے جلا ہوا کوئلہ مسلم یا پیس کر بطور ٹکیہ کے بنا ہوا سو جلے ہوئے کو سوختہ کہنا ظاہر ہے اور بے جلے کو سوختہ کہنا مجاز ہے باعتبار مایؤل کے اور ہر حال میں اس سوختہ میں مادہ آتش گیر ہونا لازم ہے کہ اسی سے وہ آگ کو جلدی قبول کر لیتا ہے یہ تو تحقیق ہے آتش زند اور آتش گیر کی اور نسخہ اس شعر میں دو ہیں زاں بود آتش اور زاں بود آہن نسخہ اول کی تقریر یہ ہے کہ آتش اس لئے سوختہ کی گرفتہ اور محمول ہو جاتی ہے یعنی سوختہ حامل آتش کا ہو جاتا ہے کہ وہ پہلے سے آتش کا خو گرفتہ ہے اگر وہ پہلے سے سوختہ ہو چکا ہے تب تو ظاہر ہے اور اگر پہلے سے سوختہ نہیں ہے تو آموختہ کے معنی مناسب اور قابل کے ہوں گے یعنی اس کو چونکہ آتش سے پہلے سے مناسبت ہے اور نسخہ ثانیہ کی تقریر یہ ہے کہ آہن چقماق اس لئے سوختہ کا قرین ہے چنانچہ بعض نسخوں میں رہین کی جگہ قرین ہے اور چونکہ قرآن دونوں جانب سے ہوتا ہے مراد بطور لازم کے یہ ہوگی کہ سوختہ اس لئے قرین ہے چقماق کا یعنی اس سے اس لئے آتش گیر ہے کہ وہ سوختہ پہلے سے آتش سے خو گرفتہ ہے بالمعنی الذی ذکر فی النسخۃ الاولیٰ اور ہر حال میں متحمل کو

www.besturdubooks.wordpress.com

حال سے تشبیہ دی کہ دونوں میں مابہ الاشتراک تناسب ہے ورنہ ظاہر ہے کہ سوختہ آتش کا متحمل کسی حال میں نہیں پس ظاہراً القاب کے تحمل کو اس کے ساتھ تشبیہ دینا محل شبہ ہے مگر وضوح مقصود کے بعد شبہ دفع ہو گیا آگے پھر قصہ جمال موسوی یعنی کسی کا اس کی تاب نہ لا سکنے کا اور باوجود اس کے طالب صادق کے نزدیک اس کی محبوبیت و مطلوبیت کا مذکور جیسا جمال ظاہری کی محبوبیت کا درروئے شہد الخ میں تھا یعنی) اس نور ہدایت کی محبت اور عشق میں خود حضرت صفورا (زوجہ مطہرہ موسیٰ علیہ السلام) نے (اپنی) دونوں آنکھیں کھودیں (نور ہدایت اس لئے کہا کہ وہ آیت قدرت حق بھی تھی جس سے کمال صانع وتوحید پر دلالت ہوتی تھی آگے بہادرادن کا بیان ہے کہ باوجود اس امر کے جاننے کے کہ تحمل نہ ہوگا غایت اشتیاق سے) اولاً انہوں نے ایک آنکھ بند کر لی اور (ایک آنکھ سے) ان کے چہرہ کے نور کو دیکھا اور ان کی وہ آنکھ (یعنی اس کی نگاہ) غائب ہوگئی (اور ایک آنکھ اس لئے بند کر لی تھی کہ ایک تو باقی رہے گی لیکن باوجود اس کے جاتے رہنے کے بھی) اس (دیکھنے) کے بعد ان کو (پھر دیکھنے سے) صبر نہ رہا اور وہ دوسری (آنکھ) بھی کھول دی (اور اس سے بھی دیکھ لیا) اور اس ماہ (حسن موسوی) پر بذل کر ڈالی (آگے اس کی مثال ہے کہ) اسی طرح مجاہدہ کرنے والا شخص (اولاً) روٹی (اور غذائے لذیذ مجاہدہ کے) حوالہ کرتا ہے (یعنی ترک لذات کرتا ہے پھر) جب اس پر نور طاعت (پورا) اثر کرتا ہے تو جان حوالہ کر دیتا ہے (ظاہراً یا باطناً پھر عود ہے قصہ کی طرف کہ جب ایسا ہوا) پس ان سے ایک عورت نے کہا کہ چشم نرگسیں سے جو کہ تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی کیا تم کچھ حسرت کرتی ہو (عبہر نرگس کے درمیان آں زرد باشد بخلاف شہلا کہ سیاہ باشد کذافی الغیاث) انہوں نے جواب دیا کہ (آنکھ جاتی رہنے کی تو حسرت نہیں البتہ) یہ حسرت کرتی ہوں کہ (میرے پاس) ایک لاکھ آنکھ ہوتی تا کہ میں (ان سب کو) نثار کر دیتی (اور آنکھ جانے کی اس لئے حسرت نہیں کہ مجھ کو ایک بڑی دولت میسر ہوگئی وہ یہ کہ) میرا دریچہ چشم (اگرچہ) ماہ (حسن موسوی) سے ویران ہو گیا ہے لیکن (وہ) ماہ خزانہ کی طرح (اس ویرانہ) میں جم گیا ہے (یعنی جو اس چشم کے مدرکات کی قوۃ حافظہ ہے یعنی خیال اس میں وہ مخزون اور متمکن ہو گیا ہے پس میں ہر وقت اس کے مشاہدہ سے متمتع ہوں وہ دولت یہ ہے پس وہ (خزانہ) صورت جمال) اس بات کی کب نوبت آنے دے گا کہ میرا (یہ) ویرانہ (وجود) میرے ایوان اور خانہ کو یاد کیا کرے (کذافی الغیاث فی معنی روزن وفی معنی رواق) حق تعالیٰ نے اس (بات) کو بنظر قبول) سنا (یعنی یہ بات پسند آئی اور) بہت جلد ان کو پھر آنکھیں دیدیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی دید کے لئے اپنے نور (خاص) سے ان کو سامان دیا (الاضافۃ فی نورش للتشریف پھر موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ پر) نظر کرنے سے وہ نور (دوبارہ دیا ہوا) ان سے غائب نہیں ہوا (چونکہ وہ خزانہ خاص سے تھا (جس میں خاصیت تحمل کی رکھی تھی وہ) ویران نہ ہوا (چونکہ بہت اوپر شعر یوسف و موسیٰ زحق الخ میں دونوں حضرات کے نور کا مجملاً ذکر تھا پھر نور موسوی کی تفصیل بیان کر چکے آگے نور یوسفی کی قلیل تفصیل ہے اور اس سے جمال محبوب حقیقی کے مشاہدہ کے مضمون کی طرف انتقال ہے)۔

نور روی یوسفی وقت عبور	می فتادے در شباک ہر قصور
نور رخ یوسف علیہ السلام عبور کے وقت	مکانات کی جالیوں میں جھلکتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس بگفتندے درون خانہ در	یوسفسؑت ایں سو بسیراں در گزر
پس لوگ گھر کے اندر کہا کرتے تھے	کہ یوسف اس طرف کو چلتے ہوئے گزر رہے ہیں
زانکہ بر دیوار دیدندے شعاع	فہم کردندیش اصحاب بقاع
کیونکہ دیوار کے اوپر شعاع دیکھتے تھے	اس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے
خانہ راکش دریچہ ست آں طرف	دارد از سیران آں یوسفؑ شرف
جس خانہ کا دریچہ اس طرف ہے	وہ اس محبوب حقیقی کی توجہ سے شرف رکھتا ہے
ہیں دریچہ سوی یوسفؑ باز کن	وز شگافش فرجۂ آغاز کن
ہاں دریچہ یوسف کی طرف کشادہ کر	اور اس کے شگاف سے تفرج شروع کر
عشق ورزی آں دریچہ کردن ست	کز جمال دوست سینہ روشن ست
عشق ورزی وہ دریچہ کرنا ہے	جمال محبوب سے دیدہ روشن ہے
پس ہمارہ روی معشوقہ نگر	ایں بدست تست بشنو اے پسر
پس ہمیشہ معشوقہ کا رخ دیکھتا رہ	یہ تیرے ہاتھ میں ہے سن اے پسر
راہ کن در اندرونہا خویش را	دور کن ادراک غیر اندیش را
اپنے بواطن میں راہ کر لے	اس ادراک کو دور کر دے جو غیر کا تصور کرے
کیمیا داری دوائے پوست کن	دشمناں رازیں صناعت دوست کن
تو اپنے پاس کیمیا رکھتا ہے تو پوست کی دوا کر	دشمنوں کو اس صناعت سے دوست کر لے
چوں شدی زیبا بداں زیبا رسی	کہ رہاند روح را از بیکسی
جب تو جمیل ہو جاوے گا تو اس جمیل تک پہنچ جاوے گا	کہ روح کو بے کسی سے چھڑا دیتا ہے
پرورش مرباغ جانہا را نمش	زندہ کردہ مردۂ غم را دمش
باغ ارواح کے لئے اس کا ادنے نم مربی ہے	مردۂ غم کو اس کے دم نے زندہ کر دیا ہے
نے ہمہ ملک جہان دوں دہد	صد ہزاراں ملک گوناگوں دہد
یہی نہیں کہ وہ کل دنیائے دنی ہی کا ملک دیتے ہیں	لاکھوں ملک گونا گوں دیتے ہیں
برسر ملک جمالش داد حق	ملکت تعبیر بے درس و سبق
علاوہ دولت جمال کے ان کو حق تعالیٰ نے	دولت تعبیر بلا درس اور بلا سبق دی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

ملکت حسنش سوی زنداں کشید	ملکت علمش سوی کیواں کشید
دولت حسن ان کو زندان کے طرف لائی	دولت علم ان کو زحل کی طرف لایا
شه غلام اوشد از علم و ہنر	ملک علم از ملک حسن آسودہ تر
بادشاہ علم و ہنر کے سبب ان کا غلام ہو گیا	دولت علم دولت حسن سے زیادہ محمود ہے

نوررخ یوسف علیہ السلام عبور (راہ) کے وقت مکانات کی جالیوں میں جھلکتا تھا (جس طرح تاریک شب میں کوئی مشعل لے کر سڑک پر گزرے تو دیوار اور کیواڑ کے سوراخوں میں سے مکان کے اندر شعاعیں پڑتی ہیں) پس لوگ گھر کے اندر کہا کرتے تھے کہ یوسف اس طرف کو چلتے ہوئے گزر رہے ہیں کیونکہ دیوار کے اوپر شعاع دیکھتے تھے اس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے (آگے انتقال ہے تجلی محبوب حقیقی کے مضمون کی طرف کہ اسی طرح) جس خانہ (دل) کا دریچہ (جس کی تفسیر شعر ثالث میں ہے) اس طرف (یعنی محبوب حقیقی کی طرف) ہے وہ اس محبوب حقیقی کی توجہ سے شرف رکھتا ہے (والعبیر بالسیر کحدیث من اتانی یمشی اتیتہ ہرولۃ) ہاں دریچہ یوسف کی طرف کشادہ کر اور اس کے شگاف سے تفرج (وسیر) شروع کر (آگے دریچہ کشودن کی تفسیر ہے کہ) عشق ورزی وہ دریچہ کرنا ہے (کہ اسی کی بدولت) جمال محبوب سے دیدہ (قلب) روشن ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ یحبونہ کے لئے یحبھم لازم ہے اور اس کے لئے قرب ومشاہدہ لازم ہے) پس (اس طریق سے) ہمیشہ معشوق کا رخ دیکھا رہ یہ تیرے ہاتھ میں ہے سن اے پسر (کیونکہ محبت مع الحق اختیاری ہے اور اس پر بواسطہ محبوبیت کے مشاہدہ کا ترتب لازم ہے) اپنے بواطن میں راہ (مذکور) کر لے (اور) اس ادراک کو دور کر دے جو غیر کا تصور کرے۔ تو اپنے پاس کیمیا رکھتا ہے (یعنی عشق الٰہی کہ اس کی خاصیت تبدیل ذمائم ہے پس) تو پوست (یعنی جسم اور اس کی شہوات) کی دوا (اس کیمیا سے) کر (کہ وہ مبدل بحمائد ہو جاویں اور) دشمنوں کو (کہ نفس وشیطان ہیں) اس صناعت (کیمیائے مذکور) سے دوست کر لے (کہ نفس تو مطمئنہ ہو جاوے اور شیطان مشابہ دوست کے ہو جاوے عدم اضلال میں لاستثنارہ المخلصین من الاغواء) جب تو (اس تبدیل سے) جمیل ہو جاوے گا تو اس جمیل تک (جس کے جمال کا ذکر ہو رہا ہے) پہنچ جاوے گا (لانہ جمیل یحب الجمال اور وہ ایسا جمیل ہے) کہ روح کو بے کسی سے چھڑا دیتا ہے (کہ اپنی معیت نصیب کر دیتا ہے بخلاف محبوبان دنیا کے کہ محبین سے اعراض کرتے ہیں اور وہ ایسا مربی ومحسن ہے کہ) باغ ارواح کے لئے اس کا ادنیٰ نم (فضل کا) مربی ہے (اور) مردۂ غم کو اس کے دم (التفات) نے زندہ (جاوید) کر دیا ہے (اور) یہی نہیں کہ وہ کل دنیائے دنی ہی کا ملک دیتے ہیں (کہ وہ متاع قلیل ہے بلکہ) لاکھوں ملک گونا گوں دیتے ہیں (کہ وہ خیر کثیر ہے یعنی معرفت ومحبت جیسا یوسف علیہ السلام کو اس حسن کے علاوہ بوجہ ان کے مخصیت محبوبیت کے وہ بھی کہ حسن سے افضل ہے کما سیاتی فی قولہ ملکت حسنش الخ عطا فرمادیا جس کا بیان آگے ہے اور یہ عود یا انتقال نہایت ہی لطیف وعجیب طریق سے ہوا ہے عود باعتبار نفس قصہ کے کہا اور انتقال باعتبار خصوصیت مضمون کے کہ قصہ سابقہ میں علم کا ذکر نہ تھا بہر حال فرماتے ہیں کہ) علاوہ دولت جمال کے ان کو حق تعالیٰ نے دولت تعبیر بلا درس اور بلا سبق (متعارف) دی تھی (جو کہ دولت جمال سے بھی اکمل تھی جس کی دلیل یہ بھی ہے کہ) دولت حسن ان کو زندان کی طرف لائی (اور) دولت علم (ومنہ التعبیر ان کو زحل (یعنی مرتبہ رفیع) کی طرف لایا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

(چنانچہ) بادشاہ (مصر) علم وہنر کے سبب ان کا غلام ہوگیا (پس ثابت ہوا کہ) دولت علم دولت حسن سے زیادہ محمود ہے (ملکت بالضم بادشاہی ازنختب کذافی الغیاث آگے عود ہے قصہ درویش محتسب کی طرف)۔

رجوع بحکایت آں شخص وام کردہ وآمدن او بامید عنایت آں محتسب بسوی تبریز

قرض لئے ہوئے شخص کی حکایت کی طرف رجوع اور اس کا محتسب کی مہربانی کی امید پر تبریز کی جانب آنا

آں غریب ممتحن از بیم وام	در رہ آمد سوی آں دارالسلام
وہ غریب الوطن جو کہ اندیشہ قرض سے محنت زدہ تھا	راہ میں آیا اس دارالسلامۃ کی طرف
شد سوی تبریز و کوئے گلستاں	خفتہ امیدش فراز گل ستاں
تبریز کی طرف اور مقام گلستاں کی طرف چلا	اس کی امید پھولوں کے اوپر چت لیٹی ہوئی تھی
زد ز دارالملک تبریز سنی	برامیدش روشنی بر روشنی
دارالسلطنۃ تبریز روشن سے	اس کی امید پر بالائے روشنی واقع ہوئی
جانش خنداں شد ازاں روضہ رجال	از نسیم یوسف و مصر وصال
اس کی روح شگفتہ ہو گئی اس باغ مردان سے	ہوائے یوسف مصر وصال سے
گفت یا حادی انخ لی ناقتی	جاء اسعادی و طارت فاقتی
کہنے لگا اے شتر راں میرے ناقہ کو بٹھلا دے	میری امداد آ گئی اور میرا فاقہ بھاگ گیا
ابر کی یاناقتی طاب الامور	ان تبریزاً مناجات الصدور
بیٹھ جا اے میری ناقہ سب کام خوب ہو گئے	بے شک شہر تبریز دلوں کی گفتگو کی جگہ ہے
اسرحي یاناقتي حول الریاض	ان تبریزاً لنا نعم المفاض
چرتی رہ اے میری ناقہ باغوں کے گرد	بے شک تبریز ہمارے لئے خوب محل فیض ہے
سارباناً بارکشاز اشتراں	شہر تبریزست و کوی دلستاں
اے ساربان اسباب کھول دے اونٹوں پر سے	یہ شہر تبریز ہے اور محبوب کا مقام ہے
فرفردوسی ست ایں فالیز را	شعشعہ عرشی ست ایں تبریز را
فردوس کا سا شکوہ ہے اس چمن کے لئے	عرش کی سی روشنی ہے اس تبریز کے لئے
ہر زمانے موج روح انگیز جاں	از فراز عرش بر تبریزیاں
ہر وقت خوشبو راحت انگیز روح کی	فوق عرش سے تبریزیوں پر ہے یا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں وثاق محتسب جست آں غریب	خلق گفتندش کہ بگذشت آں حبیب
جب اس غریب الوطن نے محتسب کا گھر تلاش کیا	تو لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ محبوب گزر گیا
او پریر از دار دنیا نقل کرد	مرد و زن از واقعہ او روی زرد
وہ پرسوں دار دنیا سے انتقال کر گیا	مرد و زن اس کے واقعہ سے زرد رو ہیں
رفت آں طاؤس عرشی سوی عرش	چوں رسید از ہاتفانش بوی عرش
وہ طاؤس عرشی عرش کی طرف چلا گیا	جبکہ اس کے پاس ہاتفوں سے عرش کو خوشبو پہنچی
سایہ اش گرچہ پناہ خلق بود	در نور دید آفتابش زود زود
اس کا سایہ اگرچہ پناہ خلق تھا	اس کو آفتاب نے جلدی جلدی تہ کر ڈالا
راند او کشتی ازیں ساحل پریر	گشتہ بود آں خواجہ زیں غمخانہ سیر
اس نے اس ساحل سے کشتی پرسوں آخرت کی طرف روانہ کردی	وہ خواجہ اس غمکدہ سے سیر ہو گیا تھا
نعرۂ زد مرد و بیہوش اوفتاد	گوئیا او نیز درپے جاں بداد
اس شخص نے ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا	گویا اس نے بھی اس کے پیچھے جان دیدی
پس گلاب و آب بر رویش زدند	ہمرہاں بر حالتش گریاں شدند
پس لوگوں نے اس کے منہ پر گلاب اور پانی چھڑکا	ہمراہی لوگ اس کی حالت پر گریاں ہوئے
تا بشب بیخویش بود و بعد ازاں	نیم مردہ بازگشت از غیب جاں
شب تک بے خود رہا اور اس کے بعد	غیب سے جان واپس ہوئی نیم مردہ

باخبر شدن آں غریب از وفات آں محتسب و استغفار او از اعتماد بر مخلوق و تعویل بر عطائے مخلوق و یاد نعمت ہای حق سبحانہ و تعالیٰ کردن و انابت بحق از جرم خود

ثم اللذین کفروا بربھم یعدلون ھو الذی خلقکم من طین ثم قضیٰ اجلاً

اس پردیسی کا محتسب کی وفات سے باخبر ہونا اور اس کا مخلوق پر بھروسہ کرنے اور مخلوق کی عطا پر اعتماد کرنے سے استغفار پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اپنے قصور سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا' پھر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کا مثل قرار دیتے ہیں وہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا' پھر ایک مدت مقرر کی

چوں بہوش آمد بگفت اے کردگار	مجرمم بودم بخلق امیدوار
جب ہوش میں آیا کہنے لگا کہ اے کردگار	میں خطاوار ہوں کہ میں مخلوق سے امیدوار ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ خواجہ بس سخاوت کرد و جود	ہیچ آں کفو عطای تو نبود
اگرچہ خواجہ نے بہت سخاوت اور جود کی ہے	بالکل بھی وہ آپ کی عطا کے ہم پلہ نہ تھی
او کلہ بخشید و تو سر پر خرد	او قبا بخشید و تو بالا و قد
اس نے ٹوپی دی تھی اور آپ نے سر دیا جو پر عقل ہے	اس نے قبا دی تھی اور آپ نے قد و قامت دیا
او زرم دادو تو دست زر شمار	او ستورم داد تو عقل سوار
اس نے مجھ کو زر دیا اور آپ نے ہاتھ دیا جو زر کو شمار کرتا ہے	اس نے مجھ کو مرکب دیا اور آپ نے عقل دی جو سوار ہوتی ہے
خواجہ شمعم داد و تو چشم قریر	خواجہ نقلم داد و تو طعمہ پذیر
خواجہ نے مجھ کو شمع دی اور آپ نے چشم خنک	خواجہ نے مجھ کو نقل دیا اور آپ نے طعام کا قبول کرنے والا دیا
او وظیفہ داد تو عمر و حیات	وعدہ اش زر وعدۂ تو طیبات
اس نے تنخواہ دی اور آپ نے عمر اور حیات دی	اس کا وعدہ زر تھا آپ کا وعدہ پاکیزہ نعمتیں
او وثاقم داد و تو چرخ و زمیں	در وثاقت او وصد چوں او سمیں
اس نے مجھ کو گھر دیا اور آپ نے آسمان اور زمین	آپ کے گھر میں وہ اور اس جیسے سینکڑوں مرہون ہیں
آنچہ او وادا ے ملک ہم از تو داد	کہ دلو دست و را کردیتو راد
جو چیز اس نے دی ہے اے بادشاہ وہ بھی آپ ہی کی طرف	سے دی ہے کیونکہ اس کے دل اور ہاتھ کو آپ ہی نے سخی بنایا ہے
زر ازان تست او زر نافرید	نان از آن تت ناں ازتش رسید
زر آپ ہی کی ملک ہے اس نے زر نہیں پیدا کیا	روٹی آپ ہی کی ملک ہے روٹی آپ کی طرف سے اس کو پہنچی
آں سخا و رحم ہم تو دادیش	کز سخاوت می فزودے شادیش
وہ سخا و رحم بھی اس کو آپ ہی نے دیا	کہ سخاوت سے اس کی فرحت بڑھتی تھی
من مر او را قبلۂ خود ساختم	قبلہ ساز اصل را انداختم
میں نے اس کو اپنا قبلہ بنا لیا	جو اصل قبلہ ساز ہے اس کو نظر انداز کر دیا
ما کجا بودیم کان دیان دیں	عقل می کارید اندر ماوطیں
ہم کہاں تھے کہ وہ حاکم حکم	عقل کو بو رہے تھے آب و گل میں
چوں ہمی کرد از عدم گردوں پدید	ویں بساط خاک را می گسترید
جبکہ وہ عدم سے آسمان کو ظاہر کر رہے تھے	اور اس بساط زمین کو بچھا رہے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

ز اختراں می ساخت او مصباحہا	وز طبائع قفل با مفتاحہا
کواکب سے وہ چراغ بنا رہے تھے	اور اجسام طبعیہ سے قفل مع مفتاحوں کے
اے بسا بنیاد ہا پنہاں و فاش	مضمر ایں سقف کرد وایں فراش
اے شخص بہت سی مصنوعات مخفی اور ظاہر	اس سقف اور اس فرش میں مضمر کی ہیں

وہ غریب الوطن جو کہ (اس) اندیشہ قرض سے (کہ دیکھئے کیونکر ادا ہو) محنت زدہ تھا راہ میں آیا (جو کہ) اس دارالسلامۃ کی طرف (پہنچا تھا یعنی) تبریز کی طرف اور مقام (مشابہ) گلستاں کی طرف چلا (اور) اس کی امید پھولوں کے اوپر چت لیٹی ہوئی تھی (یعنی اس امید سے اس کو راحت اور بے فکری ہوتی تھی کہ محتسب میری مراد پوری کردے گا اور) دارالسلطنۃ تبریز روشن سے اس کی امید پر روشنی بالائے روشنی واقع ہوئی (یعنی امید میں قوت ہوتی جاتی تھی یہ تو راستہ کا قصہ ہے پھر جب تبریز پہنچا تو) اس کی روح شگفتہ ہوگئی اس باغ مرداں (طالب) سے (مراد اس سے تبریز ہے آگے اس کا بدل الاشتمال ہے یعنی) ہوائے یوسف مصر وصال سے (روح تازہ ہوگئی۔ یعنی محتسب جو کہ مشابہ تھا یوسف علیہ السلام کے جو کہ مصر میں رہتے تھے جہاں یعقوب علیہ السلام کو ان کا وصال میسر ہوا اس محتسب کے خیال قرب سے جو مشابہ ریح یوسف کے تھا۔ روح شگفتہ ہوگئی اور جوش شوق میں) کہنے لگا اے شترراں میرے ناقہ کو بٹھلا دے (یعنی ٹھہرا دے کہ منزل مقصود آگئی اور اس منزل میں) میری امداد آگئی (کذافی المنتخب یاری کردن) اور میرا ناقہ بھاگ گیا (آگے ناقہ کو خطاب ہے کہ) بیٹھ جا اے میری ناقہ سب کام خوب ہوگئے بے شک شہر تبریز دلوں کی گفتگو کی جگہ ہے (یعنی وہی مقام ہے جس کے لئے مدتوں سے حدیث النفس ہوا کرتا تھا) چرتی رہ اے میری ناقہ باغوں کے گرد (اوپر کہا تھا بیٹھ جا جو سفر کے ختم پر دال ہے یہاں کہتے ہیں کہ سفر ختم کرکے یہاں ہی اقامت کرلے اور اقامت میں ظاہر ہے کہ چرنے کی بھی ضرورت ہوگی) بے شک تبریز ہمارے لئے خوب محل فیض ہے (تبریز کی یہ مدح اسی طرح آگے بھی مع تبریزیوں کے ذکر کے گو اس مسافر کی لسان سے ادا کیا ہے لیکن اصل میں یہ مولانا کا جوش ہے حضرت شمس تبریزیؒ کے موطن ہونے سے اس کا تذکرہ بتقریب قصہ کے بہانہ ہو گیا اس کے ساتھ اظہار عشق ومحبت کا کما قیل و من دیللی حب اللدیار لاھلھا) اے ساربان اسباب کھول دے (اور اتار دے) اونٹوں پر سے یہ شہر تبریز ہے اور محبوب کا مقام ہے فردوس کا سا شکوہ ہے اس چمن کے لئے (فی الحاشیہ پالیز باغ وبلستان وکشت زار را گویند عموماً وکشت خربزہ را خصوصاً اھ اور) عرش کی سی روشنی ہے اس تبریز کے لئے ہر وقت خوشبو راحت انگیز روح کی فوق عرش سے تبریزیوں پر ہے یا (الاول اخبار والثانی دعاء آگے پھر قصہ ہے کہ) جب اس غریب الوطن نے محتسب کا گھر تلاش کیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ محبوب (حاجتمنداں) گزر گیا وہ پرسوں دار دنیا سے انتقال کر گیا (کذافی الغیاث فی معنی پر بریائے مجہول وقیل بوزن حریر) مرد وزن اس کے واقعہ سے زرد رو (اور غمگین) ہیں (یا تو پرسوں بمعنی حقیقی ہے یا مراد زمانہ قریب) وہ طاؤس عرشی عرش کی طرف چلا گیا جبکہ اس کے پاس ہاتفوں سے عرش کی خوشبو پہنچی (عرشی شاید اس اعتبار سے کہا ہو کہ بعض ابرار کی ارواح قنادیل عرش میں معلق رہتی ہیں اور بوئے عرش شاید اس خوشبو کو کہا ہو جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ مومن کی قبض روح کے لئے فرشتے جنت کا حریر خوشبودار لے کر آتے ہیں اور ہاتف ان ہی فرشتوں کو کہا ہو) اس کا سایہ اگرچہ پناہ خلق تھا اس کو آفتاب (قضا) نے جلدی جلدی تہ کر ڈالا (یعنی محو کردیا آفتاب سے سایہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کا محو ہونا ظاہر ہے جس سے پھر بجائے سایہ کے دھوپ آ جاتی ہے اور وہ آرام جاتا رہتا ہے) اس نے اس ساحل (دنیا) سے کشتی پرسوں آخرت کی طرف روانہ کر دی وہ خواجہ اس غمکدہ (دنیا) سے سیر (اور ملول) ہو گیا تھا (اس لئے دنیا کو چھوڑ دیا یہ سن کر) اس شخص نے (فرط غم سے) ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا گویا اس نے بھی اس کے پیچھے جان دے دی پس لوگوں نے اس کے منہ پر گلاب اور پانی چھڑکا ہمراہی لوگ اس کی حالت پر گریاں ہوئے (یا تو سفر میں بھی دو چار آدمی رفیق ہوں گے یا نیا مسافر دیکھ کر پوچھنے پاچھنے کو کچھ لوگ ساتھ ہو لئے ہوں) شب تک بے خود رہا اور اس کے بعد (عالم) غیب سے جان واپس ہوئی (یعنی ہوش آیا مگر) نیم مردہ جب ہوش آیا (تو دوسرا ہوش بھی آیا جس سے اعتماد علی الخلوق کی غلطی سمجھ میں آئی اور حق تعالیٰ کی نعمتیں یاد کر کے اس کی طرف رجوع ہوا اور توبہ کی یہ حاصل تھا سرخی کا چنانچہ آگے اشعار میں یہی مضمون ہے یعنی) کہنے لگا کہ اے کردگار میں خطاوار ہوں کہ میں مخلوق سے امیدوار ہوا (کیونکہ معطی حقیقی اور منعم کامل آپ ہیں اس کی عطا کو آپ کی عطا سے کیا نسبت جس کی آگے کچھ تفصیل ہے یعنی) اگرچہ خواجہ (مرحوم) نے بہت سخاوت اور جود کی ہے (مگر) بالکل بھی وہ آپ کی عطا کے ہم پلہ نہ تھی (چنانچہ اس نے ٹوپی دی تھی (اور وہ بھی محض ظاہراً) اور آپ نے سر دیا جو پر عقل ہے (یہ مردہ ظاہر میں بھی نہ دے سکا اسی طرح) اس نے قبادی تھی اور آپ نے قد و قامت دیا اس نے مجھ کو زر دیا اور آپ نے ہاتھ دیا جو زر کو شمار کرتا ہے اس نے مجھ کو مرکب دیا اور آپ نے عقل دی جو (بواسطہ جسم کے اس مرکب پر) سوار (اور اس میں متصرف اور حاکم) ہوتی ہے خواجہ نے مجھ کو شمع دی اور آپ نے چشم خنک (یعنی روشن کہ بدوں اس کے شمع محض بیکار ہے) خواجہ نے مجھ کو نقل (اور طعام) دیا اور آپ نے (اس) طعام کا قبول کرنے والا (معدہ) دیا اس نے تنخواہ دی اور آپ نے عمر اور حیات دی (کہ جس کے بدوں تنخواہ محض لاشے ہے اور) اس کا وعدہ زر تھا آپ کا وعدہ پاکیزہ نعمتیں (جنت کی) اس نے مجھ کو گھر دیا اور آپ نے آسمان اور زمین آپ کے (اس) گھر میں وہ اور اس جیسے سینکڑوں مرہون (منت) ہیں (بلکہ) جو چیز اس نے دی ہے (جس کا ذکر اشعار بالا میں ہوا ہے) اے بادشاہ وہ بھی آپ ہی کی طرف سے دی ہے (یعنی اس میں بھی حقیقۃً وہ معطی نہیں ہے) کیونکہ اس کے دل اور ہاتھ کو (بھی جو کہ آلات عطا ہیں) آپ ہی نے تخی بنایا ہے (کذا فی الغیاث فی معنی راداور) زر (بھی جو کہ متعلق ہے عطا کا حقیقۃً) آپ ہی کی ملک ہے اس نے زر نہیں پیدا کیا۔ (اسی طرح) روٹی (بھی) آپ ہی کی ملک ہے روٹی آپ کی طرف سے اس کو پہنچی (اور) وہ سخا و رحم (جو کہ منشا ہے عطا کا وہ) بھی اس کو آپ ہی نے دیا کہ سخاوت سے اس کی فرحت بڑھتی تھی (جس سے آگے پھر وہ سخاوت کرتا تھا پس سب آپ کی طرف سے ہوا تو وہ حقیقی معطی ان چیزوں میں بھی نہیں ہوا اسی لئے احقر نے اوکلہ بکشید کی شرح میں ظاہراً کہہ دیا تھا اور باوجود اس کے میری یہ غلطی ہے کہ) میں نے اس کو اپنا قبلہ (توجہ) بنا لیا (اور) جو اصل قبلہ ساز ہے اس کو نظر انداز کر دیا (قبلہ ساز یعنی اس قبلہ توجہ یعنی محتسب کو بنایا آگے تعداد ہے بعض نعم مختصہ بحق کی بطریق التفات من الخطاب الی الغیبۃ کی یعنی) ہم (اس وقت) کہاں تھے کہ (جس وقت) وہ حاکم حکم (کذا فی المنتخب فی معنی الدیان والدین) عقل کو بو رہے تھے آب و گل میں (یعنی اس کو جسم کے ساتھ متعلق کر رہے تھے اور ہم اس وقت کہاں تھے) جبکہ وہ عدم سے آسمان کو ظاہر کر رہے تھے اور اس بساط زمین کو بچھا رہے تھے (اور) کواکب سے وہ چراغ بنا رہے تھے اور اجسام طبعیہ (شاملہ للعناصر والعنصریات والفلکیات) سے قفل مع مفتاحوں کے (بنا رہے تھے مراد مفتاح سے اسباب اور قفل سے مسببات کہ اسباب سے مسببات کے آثار کے ابواب کشادہ و ظاہر ہوتے ہیں آگے تعمیم بعض تخصیص ہے یعنی) اے شخص بہت سی مصنوعات

www.besturdubooks.wordpress.com

(جن میں بعض) مخفی (ہیں) اور (بعض) ظاہر اس سقف (آسمان) اور اس فرش (زمین) میں مضمر (اور ودیعت) کی ہیں (اس میں سب مافی السموات والارض آ گئے اور مضمر کے معنی یہاں مستور کے نہیں مطلق موضوع ومودع کے ہیں اس اعتبار سے کہ اگر کوئی آسمان وزمین سے خارج ہو اس کے اعتبار سے وہ مستور بھی ہوں گی)۔

آدمؑ اصطرلاب اوصاف علوست	صف آدمؑ مظہر آیات اوستو
آدم اس کے اوصاف عالیہ کا اصطرلاب ہے	آدم کا وصف اس کے آیات کا مظہر ہے
ہر چہ دروے می نماید عکس اوست	ہمچو عکس ماہ کاندر آب جوست
جو کچھ اس میں دکھلائی دیتا ہے اس کا ظل ہے	مثل عکس ماہ کے کہ آب جو میں ہے
بر صطرلابش نقوش عنکبوت	بہر اوصاف ازل دارد ثبوت
آدم کے اصطرلاب پر عنکبوت کے نقوش	اوصاف قدیمہ کے لئے ثبت ہیں
تاز چرخ غیب وز خورشید روح	عنکبوتش درس گوید باز شروح
تاکہ عنکبوت آدم فلک غیب اور آفتاب	روح کا درس مع شروح کے کرے
عنکبوت و ایں صطرلاب رشاد	بے منجم در کف عام اوفتاد
یہ عنکبوت اور یہ اصطرلاب رہنما	بلاواسطہ منجم کے عوام کے ہاتھ میں پڑ گیا ہے
انبیا را داد حق تنجیم ایں	غیب را چشمے بباید غیب بیں
اس کی منجمی حق تعالیٰ نے انبیاء ہی کو دی ہے	غیب کے لئے چشم غیب بیں ہی کی ضرورت ہے
درچہ دنیا فتادند ایں قروں	عکس خودرا دید ہر یک چہ دروں
چاہ دنیا میں یہ اہل زمانہ گر پڑے ہیں	اپنے عکس کو ہر ایک نے چاہ کے اندر دیکھا ہے
عکس درچہ دید از بیروں ندید	ہمچو شیر گول کاندر چہ دوید
عکس کو کنویں کے اندر دیکھا اور باہر سے نہ دیکھا	مثل شیر احمق کے کہ چاہ کے اندر دوڑ پڑا
از بروں داں ہر چہ درچاہت نمود	ورنہ آں شیری کہ درچہ شد فرود
تو باہر سے سمجھ جو کچھ تجھ کو چاہ میں دکھلائی دیا	ورنہ تو بھی وہ شیر ہو گا جو چاہ کے اندر پہنچا
برد خرگوشیش از رہ کاے فلاں	درتگ چاہست آں شیر ژیاں
اس کو ایک خرگوش راستے سے لے گیا کہ اے فلاں	قعر چاہ میں ہے وہ شیر ژیاں
در رو اندر چاہ وکیں ازوے بکش	چوں ازو غالب تری سر بر کنش
چل چاہ کے اندر اور کینہ اس سے نکال	جب تو اس سے غالب تر ہے اس کا سر جدا کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں مقلد سخرۂ خرگوش شد	از خیال خویشتن پرجوش شد
وہ غیر محقق خرگوش کا تابع ہو گیا	اپنے خیال سے پرجوش ہو گیا
او نگفت ایں نقش واو در آب نیست	ایں بجز تقلیب آں قلاب نیست
اس شیر نے یوں نہ کہا کہ یہ عکس نقش ہے اور وہ شیر پانی میں نہیں ہے	یہ بجز منقلب کر دینے اس کثیر الدغا کے اور کچھ نہیں
تو ہم از دشمن چو کینے می کشی	اے زبون شش غلط در ہر ششی
تو بھی دشمن سے کینہ نکال رہا ہے	اے تابع تمام جہات کی غلطیوں کے تو ششدر ہو رہا ہے
آں عداوت اندرو عکس حق ست	کز صفات قہر آنجا مشتق ست
وہ عداوت اس میں حق کا عکس ہے	کہ وہاں کی صفات قہر سے مستفاد ہے
واں گنہ در وے ز عکس جرم تست	باید آں خور از طبع خویش شست
اور وہ گناہ اس میں تیرے جرم کا عکس ہے	اس خلق کو اپنی طبیعت سے دھونا چاہئے
خلق زشتت اندر و رویت نمود	کہ ترا او صفحۂ آئینہ بود
تیرا خلق مذموم اس کے اندر تجھ کو نمایاں ہوا	کہ وہ تیرے لئے تختہ آئینہ ہو گیا
چونکہ قبح خویش دیدی اے حسن	اندر آئینہ بر آئینہ مزن
جب تو نے اس آئینہ میں اپنے قبح کو دیکھ لیا اے حسن	تو تو آئینہ پر ضرب مت لگا
می زند برآب استارہ سنی	خاک تو بر عکس اختر میزنی
پانی پر ایک روشن ستارہ کا عکس پڑتا ہے	تو ستارہ کے عکس پر مٹی مار رہا ہے
کایں ستارہ نحس درآب آمدست	تا کند او سعد مارا زیردست
کہ یہ منحوس ستارہ پانی کے اندر آیا ہے	تاکہ وہ ہمارے طالع نیک کو مغلوب کر دے
خاک استیلا بریزی برسرش	چونکہ پنداری ز شبہ اخترش
اس کے سر پر غلبہ کی خاک ڈال رہا ہے	چونکہ تو اس کو شبہ کی وجہ سے ستارہ خیال کر رہا ہے
عکس پنہاں گشت واندر غیب راند	تو گماں بردی کہ آں اختر نماند
عکس پوشیدہ ہو گیا اور غیبت میں چلا گیا	تو نے یہ گمان کیا کہ وہ ستارہ نہیں رہا
آں ستارہ نحس ہست اندر سما	ہم بداں سو بایدش کردن دوا
وہ منحوس ستارہ آسمان میں ہے	اسی طرف اس کی تدبیر بھی کرنا چاہئے

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ باید دل سوی بیسوئے بست	نحس ایں سو عکس نحس بیسوست
بلکہ دل کو بے جہت کی طرف لگانا چاہئے	اس جہت کی نحوست بے جہت کی سوء القضا کا عکس ہے
داد داد حق شناس و بخشش	عکس آں دادست اندر پنج و شش
عطاء تو عطا حق کو سمجھ اور اس کی بخشش کو	پنج اور شش میں اس عطاء کا عکس ہے
گر بود داد خساں افزوں ز ریگ	تو بمیری واں بماند مرد ریگ
اگر کمینہ مخلوق کی عطاء ریگ سے بھی زیادہ ہو	تو مر جاوے گا اور وہ میراث رہ جاوے گی
عکس آخر چند پاید در نظر	اصل بینی پیشہ کن اے کژنگر
عکس آخر نظر میں کب تک باقی رہے گا	اصل بینی کو پیشہ کر لے اے کج بیں
حق چو بخشش کرد بر اہل نیاز	با عطا بخشید شاں عمر دراز
حق تعالی نے جب اہل نیاز پر بخشش فرمائی	تو عطا کے ساتھ ان کو عمر دراز بھی عطا فرمائی
خالدیں شد نعمت و منعم علیہ	محیی الموتیست فاجتاروا الیہ
نعمت اور منعم علیہ دونوں خالد ہو گئے	وہ مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں پس اسی کی طرف التجا کرو
داد حق باتو در آمیزد چو جاں	آنچنانکہ آں تو باشی و تو آں
عطاء حق تیری ساتھ جان کی طرح مل جاتی ہے	اس طرح سے کہ وہ تو تو ہو جاتا ہے اور تو وہ ہو جاتا ہے
گر نماند اشتہائے نان و آب	بدہدت بے ایں دو قوت مستطاب
اگر نان و آب کی رغبت نہ رہے	تو وہ تجھ کو بدوں ان دونوں کے غذائے طیب عطا فرماتا ہے
فربہی گر رفت حق در لاغری	فربہی پنہانت بخشد آں سری
اگر فربہی بھی جاتی رہی ہو تو حق تعالی لاغری میں	تجھ کو باطنی فربہی عطا فرما دیتے ہیں اس طرف کی
چوں پری را قوت از بوی دہد	ہر ملک را قوت جاں او می دہد
جبکہ وہ جن کو خوشبو سے غذا دیتے ہیں	فرشتہ کو غذائے روح وہ دیتے ہیں
جاں چہ باشد کہ تو سازی ز و سند	حق بعشق خویش زندت می کند
جان کیا چیز ہے کہ تو اس سے سہارا ڈھونڈتا ہے	حق تعالی اپنے عشق سے تجھ کو زندہ کر دیتے ہیں
ز و حیات عشق خواہ و جاں مخواہ	تو از و آں رزق خواہ و ناں مخواہ
تو اس سے حیات عشق مانگ اور جان مت مانگ	تو اس سے وہ رزق مانگ اور روٹی مت مانگ

www.besturdubooks.wordpress.com

خلق راچوں آب داں صاف وزلال	اندراں تاباں صفات ذوالجلال
خلق کو مثل آب صاف اور زلال کے جان	اس کے اندر تاباں ہیں صفات ذوالجلال
علم شان وعدل شان ولطف شاں	چوں ستارہ چرخ درآب رواں
ان لوگوں کا علم اور ان کا عدل اور ان کا لطف	مثل ستارہ چرخ کے ہے آب رواں میں
بادشاہی زیبد آں خلاق را	بادشاہاں جملگی عاجز ورا
بادشاہی اسی خلاق کو زیبا ہے	تمام بادشاہ اس کے سامنے عاجز ہیں
پادشاہاں مظہر شاہی حق	فاضلاں مرآت آگاہی حق
تمام بادشاہ مظہر ہیں بادشاہی حق کے	تمام فاضل آئینہ ہیں علم حق کے
قرنہا بگذشت وایں قرن نویست	ماہ آں ماہ است آب آں آب نیست
بہت سے قرن گزر گئے اور یہ ایک جدید قرن ہے	چاند وہی چاند ہے پانی وہ پانی نہیں ہے
عدل آں عدل ست فضل آں فضل ہم	لیک متبدل شد آں قرن وامم
عدل وہی عدل ہے فضل وہی فضل ہے	لیکن متبدل ہو گئے وہ اہل قرن اور جماعتیں
قرنہا برقرنہا رفت اے ہمام	ایں معانی برقرار و بردوام
قرون پر قرون چل دیئے اے سردار	یہ صفات قرار اور دوام پر ہیں
آب مبدل شد دریں جو چند بار	عکس ماہ و عکس اختر برقرار
پانی بدل گیا اس نہر میں چند بار	عکس چاند کا اور عکس ستارہ کا برقرار ہے
پس بنااش نیست برآب رواں	بلکہ بر اقطار عرض آسماں
پس اس کی بناء آب رواں پر نہیں ہے	بلکہ اطراف وسعت آسمان پر ہے
ایں صفتہا چوں نجوم معنویست	وانکہ بر چرخ معانی مستولیست
یہ صفات مثل کواکب معنویہ کے ہیں	جان لے کہ فلک معانی پر قائم ہیں
خوبرویاں آئینہ خوبی او	عشق ایشاں عکس مطلوبی او
تمام خوبرو اس کے حسن کے آئینہ ہیں	ان کی معشوقی اس کی مطلوبی کا عکس ہے
ہم باصل خود رود ایں خدوخال	دائما درآب کے ماند خیال
یہ سب خدوخال اپنی اصل ہی کی طرف چلا جاتا ہے	دائما پانی میں عکس کب رہتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ تصویرات عکس آبجوست	چوں بمالی چشم خود خود جملہ اوست
سب صورتیں عکس ہیں آب جو کی	اگر تو اپنی آنکھ ملے تو سب وہی خود ہے

(اصطرلاب آلتے ست کہ ورتھا میباشد کہ ازاں احوال آفتاب بہ نسبت ارض معلوم می شود وطول بلدان وعرض آنہا من بحرالعلوم وقال ولی محمد مطرلاب بضم تراز وئے آفتاب وآں طاسے وحلقہ ایست کہ بداں موازنہ ساعات معلوم می شود آ ہ وعنکبوت دراصطلاح منجمان صفحہ بالائیں اصطرلاب را گویند مشل نسج عنکبوت سوراخ دارد من بحرالعلوم کذا فی الحواشی اوپر مقصوداً نعم وآیات آفاقیہ کا اور تبعاً آیات انفسیہ کا بیان تھا اور یہاں سے برعکس اور یہ سب مولانا کے مقولات ہیں بلسان اس فرضدار غریب الوطن کے یعنی منجملہ نعم وآیات عظیمہ عجیبہ حق تعالیٰ کے خود انسان ہے جس کے عظیم وعجیب ہونے کا بیان یہ ہے کہ) آدم (اور ان کی اولاد) اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) اوصاف عالیہ کا اصطرلاب (یعنی آلہ معرفت) ہے (اور) آدم کا وصف اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) آیات کا مظہر ہے مصرعہ اولیٰ میں انسان کا مظہر اسماء الٰہیہ ہونا اور مصرعہ ثانیہ میں مظہر بمعنی جامع حقائق کونیہ ہونا مذکور ہے آگے پھر مظہر اسماء الٰہیہ ہونا مذکور ہے یعنی) جو کچھ اس میں (یعنی انسان میں) دکھلائی دیتا ہے اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ظل ہے مثل عکس ماہ کے کہ آبجو میں ہے آدم کے اصطرلاب پر (یعنی اس کی ذات پر جو مشابہ اصطرلاب کے ہے آلہ معرفت ہونے میں فالاضافۃ لتجین الماء) عنکبوت کے نقوش (یعنی صفات آدم کے مشابہ عنکبوت کے ہیں تعیت للذات وآلیت للمعرفۃ میں) اوصاف قدیمہ (حق تعالیٰ) کے (انکشاف کے) لئے ثبت ہیں۔ تا کہ (جس طرح آلہ مذکور آفتاب کے احوال کا کہ ان کو احوال فلک بھی کہا جا سکتا ہے اور اس اعتبار سے فلک کے احوال کا بھی کاشف ہے اسی طرح) عنکبوت آدم فلک غیب اور آفتاب روح کا درس مع شروح کے کرے (یعنی اس کا کاشف ہو اور غیب اور روح سے مراد بقرینہ مقام صفات حق ہیں غیب ہونا تو اس کا ظاہر ہے اور روح بمعنی حیات بخش کہا گیا اور صفات حق کا دخل حیات بخشی میں ظاہر ہے کہ احیاء جو کہ فعل حق ہے موقوف ہے ارادہ وقدرت وعلم پر عقلاً اور کلام پر عادۃً لقولہ تعالیٰ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون پس حاصل معنی یہ ہوا کہ تا کہ صفات آدم کاشف ہوں صفات حق کے والمسئلۃ مشہورۃ عند القوم لایحتاج الی البیان ھٰھنا آگے اس کاشفیت کے توقف علی اتباع صاحب الوحی کو بیان فرماتے ہیں تا کہ اپنے عقل وکشف پر اعتماد کر کے ان سے مستغنی نہ ہو جاوے پس فرماتے کہ اگرچہ) یہ عنکبوت اور یہ اصطرلاب رہنما (وکاشف) بلاواسطہ منجم کے (جس کا مصداق آگے آتا ہے) عوام کے ہاتھ میں پڑ گیا ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کو ذات انسانی وصفات انسانیہ کا مشاہدہ حسیہ حاصل ہے خصوصاً اپنی ذات وصفات کا علم حضوری ہر وقت میسر ہے لیکن) اس (اصطرلاب اور عنکبوت) کی منجمی (وطریقہ استعمال وجعل آلیت) حق تعالیٰ نے انبیاء ہی کو دی ہے (کیونکہ) غیب کے (دیکھنے کے) لئے چشم غیب بین ہی کی ضرورت ہے (اگرچہ وہ غیب بینی کسی آلہ ہی کے واسطے سے ہو مگر آخر باصرہ میں تو اس کے دیکھنے کی قوت ضروری ہے جس طرح سے کوئی شخص آئینہ یا عینک کے ذریعہ سے دیکھتا ہو مگر آخر آنکھ میں تو استعداد کی حاجت ہوئی گی پس صفات حق غیب ہیں تو ان کا مشاہدہ اگرچہ بواسطہ مرآۃ مخلوق کے ہو مگر اس چشم میں ایسی قوت ہونا ضروری ہے اور وہ قوت اولاً وبالذات انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے اور دوسروں کو ثانیاً وبالعرض ان کے متابعت کے طفیل سے اس لئے اس اصطرلاب مذکور کا کاشف ہونا موقوف ہوا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر کہ اس سے حق تعالیٰ بصیرت میں نور دیتا ہے جس سے مظہر سے ظاہر کا مشاہدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کشفیہ کرتا ہے پس اصطرلاب مذکور کا عطاء تکوینی تو عام ہوا لقولہ در کف عام اوفتاد اور اس کا نفع تشریعی خاص ہوا لقولہ انبیاء را الخ ھکذا ینبغی ان یفھم المقام آگے مظہریت انسان للحق کے بعد دو مضمون مختلط طور پر بیان کئے گئے ہیں ایک مظہریت عالم للحق اور زیادہ مقصود یہی معلوم ہوتا ہے گو ذکر میں موخر ہے حیث ذکر فی قولہ واد واد حق شناس الخ مع ملیلیہ۔ اور دوسرا مضمون مظہریت عالم للانسان اور اس کے ساتھ ساتھ عوام کی غفلت اس مظہریت سے اور اس عالم مضاف الیہ للمظہریت میں ایک انسان کے اعتبار سے دوسرا انسان بھی داخل ہے کالمرایا المتعاکسۃ جس کے بیان کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان چونکہ مظہر اتم ہونے سے مثال اشبہ ہے۔ حضرت حق کی و عبر عنہ بقولہ علیہ السلام ان اللہ تعالیٰ خلق آدم علی صورتہ اس لئے انسان اس شان میں بھی مثال ہو گا حق تعالیٰ کی کہ جس طرح عالم حق تعالیٰ کا مظہر ہے اسی طرح ایک درجہ میں انسان کا بھی مظہر ہے جس کا راز جامعیت ہے انسان کی پس جو کچھ عالم میں ہے اس کی اصل گویا انسان میں ہے اور فرع عالم میں جس کی شرح یہ ہے کہ اصل عالم کی صفات حق ہیں اور یہ صفات انسان میں باتم وجہ ظاہر ہیں پس گویا عالم کی اصل انسان میں ہوئی اور یہ دوسرا مضمون ذکر میں مقدم ہے حیث ذکر فی قولہ عکس خود را دید الخ اور بعض اشعار میں دونوں مضمون مجتمع ہیں کما فی قولہ آں عداوت الخ وقولہ واں گنہ الخ وغیرہما پس فرماتے ہیں کہ) چاہ دنیا میں یہ اہل زمانہ گر پڑے ہیں (جس کی وجہ یہ ہے کہ) اپنے عکس کو ہر ایک نے چاہ کے اندر دیکھا ہے (اور غلطی سے یہ سمجھا کہ یہ ہمارا غیر ہے اس لئے اس پر حملہ کر کے چاہ میں جا رہے جیسا شیر کا قصہ دفتر اول میں مفصل ہے اور مجمل اس مقام پر بھی اشارہ کیا ہے پس اس) عکس کو کنویں کے اندر دیکھا (کہ اندر کوئی میرا مغائر ہے) اور باہر سے نہ دیکھا (کہ میرا ہی عکس ہے اور میں باہر ہوں) مثل شیر احمق کے کہ چاہ کے اندر دوڑ پڑا (اسی طرح تو اکثر اوقات دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں غلطی کرتا ہے مثلاً عداوت کا منشاء دوسرے میں سمجھتا ہے اور واقع میں وہ منشا تیرے اندر ہوتا ہے اس لئے) تو باہر سے سمجھ جو کچھ تجھ کو چاہ میں دکھلائی دیا (باہر سے مراد اپنی ذات اور چاہ سے مراد دوسرا شخص اور ہر چہ سے مراد صفات مناشی عداوت مثلاً) اور نہ تو بھی وہ شیر (یعنی اس کے مشابہ) ہو گا جو چاہ کے اندر پہنچا اس کو ایک خرگوش راستہ سے لے گیا (جس طرح تجھ کو نفس لے جاتا ہے) کہ اے فلانے قعر چاہ میں ہے وہ شیر ژیاں چل چاہ کے اندر اور کینہ اس سے نکال۔ جب تو اس سے غالب تر ہے اس کا سر جدا کر دے (یہ سب مقولہ خرگوش کا ہے) وہ (شیر) غیر محقق خرگوش کا تابع ہو گیا (جس طرح تو اپنے نفس کا تابع ہو جاتا ہے اور) اپنے خیال سے پر جوش ہو گیا (جس طرح تو بکثرت اپنے خیالات غیر واقعیہ کا تابع ہو کر دوسروں سے الجھتا ہے) اس شیر نے (تحقیق حقیقت کی کر کے) یوں نہ کہا کہ یہ محض نقش ہے (میرا) اور وہ شیر (دوسرا) پانی میں نہیں ہے (یعنی اگر تحقیق کرتا تو اس مجموعہ مقولہ کو کہتا ہو) یہ (نہ کہنا اور نہ سمجھنا بھی) بجز مقلب کر دینے اس کثیر العطا کے اور کچھ نہیں (یعنی یہ بھی ان ہی کا تصرف تکوینی ہے کہ حقیقت مخفی ہو گئی جس میں بہت سی حکمتیں ہیں کہ ان کے اعتبار سے یہ بھی خیر اور نافع ہے کثیرین کو اور اسی نفع کے بناء پر مقلب کو وہاب کہا یہ تو شیر کی حکایت ہوئی اسی طرح دوسرے شخص میں منشاء عداوت کا توہم کر کے) تو بھی دشمن سے کینہ نکال رہا ہے اے تابع تمام جہات کو غلطیوں کے تو (حقیقت کے نہ جاننے سے) ششدر ہو رہا ہے (یہاں تک بیان ہوا اس کا کہ اجزاء عالم تیرے مظہر ہیں اور تو نہیں سمجھتا آگے کہتے ہیں کہ اجزاء عالم من وجہ حق کے مظہر اور من وجہ تیرے مظہر ہیں اس طرح سے کہ) وہ عداوت (کی صفت) اس میں (قطع نظر خصوصیت متعلق کے) حق کا عکس ہے (اس طور پر) کہ وہاں کی صفات قہر سے مستفاد ہے اور وہ گناہ (جو) اس میں (ہے یعنی ظلم وغیرہ جو عداوت سے صادر ہوا وہ) تیرے جرم کا عکس ہے (یہ باعتبار اکثر کے ہے پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر ظلم کا

www.besturdubooks.wordpress.com

سبب مظلوم ہی کا جرم ہے اور مقصود مقام اس حکم اکثری سے بھی حاصل ہو گیا کیونکہ مقصود غفلت عام کا ازالہ ہے کہ جس جگہ ایسا ہے وہاں بھی تحقیق نظر نہیں کی جاتی حقیقت مضمون ہر دو شعر کی یہ ہے کہ حسن و قبح افعال اختیاریہ عبد میں ہے مبادی فطریہ میں نہیں حتیٰ کہ عداوت جو کہ مبداء ہے ظلم کا مثلاً اگر اپنے محل میں صرف ہو حسن ہے اس میں اگر قبح ہوتا ہے تو صرف الی غیر المحل سے اور یہ صرف فعل اختیاری ہے اس لئے نفس عداوت کو صفات قہریہ حق کا ظل کہا اور گناہ مثلاً ظلم کو کہ قبیح ہے دوسرے عبد کے فعل کا ظل کہا یہ معنی تھے میرے قول کی تمہید میں کہ اجزاء عالم من وجہ حق کے مظہر ہیں اور من وجہ تیرے مظہر ہیں آگے مصرعہ اولیٰ پر تفریع ہے کہ جب اس عدو کا گناہ تیرے جرم کا عکس ہے تو بجائے اس کے کہ عدو سے الجھتا ہے تجھ کو اپنے) اس خلق (مذموم) کو (کہ سبب ہوا اس کے ظلم کا) اپنی طبیعت سے دھونا چاہئے (کیونکہ) تیرا خلق مذموم اس (عدو) کے اندر تجھ کو نمایاں ہوا (اس طرح سے) کہ وہ تیرے لئے (بمنزلہ) تختہ آئینہ (کے) ہو گیا (پس) جب (ہماری اس تنبیہ سے) تو نے اس آئینہ میں اپنے قبح کو دیکھ لیا اے حسن تو تو آئینہ پر ضرب مت لگا (لفظ اندر آئینہ مصرعہ ثانیہ میں معمول ہے دیدی کا آگے پھر بیان ہے مظہریت عالم للحق کا کہ عداوت عدو کو عکس قہر حق نہ سمجھنے کی اور اس سے الجھنے کی جس کی تحقیق ابھی شعر آں عداوت اندرو عکس حق ست الخ میں کی گئی ہے ایسی مثال ہے کہ جیسے مثلاً) پانی پر ایک روشن ستارہ کا عکس پڑتا ہے (اور) تو (اس کو پانی کے اندر سمجھ کر جبکہ اس ستارہ کا منحوس جانتا ہے اس کو غائب کرنے کے لئے تاکہ نحوست کا اثر نہ ہو) ستارہ کے عکس پر مٹی مار رہا ہے (کہ اس کو دفن کر دوں اور خاک زنی کے وقت یوں کہتا جاتا ہے) کہ یہ منحوس ستارہ پانی کے اندر آیا ہے تاکہ وہ ہمارے طالع نیک کو مغلوب کر دے (بس یہ سمجھ کر) اس کے سر پر (بزعم خود) غلبہ کا خاک ڈال رہا ہے چونکہ تو اس کو شبہ کی وجہ سے ستارہ خیال کر رہا ہے (اتفاق سے تھوڑی دیر میں وہ) عکس پوشیدہ ہو گیا اور (افق) غیبت میں چلا گیا تو نے یہ گمان کیا کہ وہ ستارہ نہیں رہا (میں نے اس کو دفن کر دیا حالانکہ جس وقت تو اس کو پانی میں سمجھ کر یہ تدبیر کر رہا ہے اس وقت) وہ منحوس ستارہ (جو تیرے زعم غیر واقعی میں منحوس ہے) آسمان میں ہے (سو) اسی طرف اس کی تدبیر بھی کرنا چاہئے (یعنی اگر تیرے خیال میں کوئی تدبیر ضروری ہے تو اس طرف کر جہاں وہ ستارہ ہے پانی میں مٹی بھرنے سے کیا فائدہ) بلکہ تحقیق تو یہ ہے کہ اگر جہت آسمان کے اندر ستارہ کا ہونا بھی معلوم ہو جاوے تاہم آسمان پر بھی نظر مت کرو بلکہ) دل کو بے جہت کی طرف لگانا چاہئے (کیونکہ) اس جہت (والے ستارہ) کی نحوست بے جہت کی سوء القضا کا عکس ہے (اس ترقی بلفظ بلکہ میں مقصود بھی ظاہر ہو گیا مثال میزند کا یعنی اسی طرح مشل میں حضرت حق پر نظر کر اور نحس بے سو کی اس تفسیر کے بعد کوئی اشکال نہ رہا جیسے حدیث میں ہے بالقدر خیرہ و شرہ و یمکن ان سمی نحساً لان مسببہ النحس کما سمی الجزاء سیئۃ لان سببہ السیئۃ اور جس طرح عداوت عدو عکس ہے صفات قہریہ حق کا اسی طرح احسان محسن عکس ہے صفات لطیفہ حق کا اسی کو آگے فرماتے ہیں کہ) عطاء (حقیقی) تو عطاء حق کو سمجھ اور اس کی بخشش کو (اور) پنج (حواس) اور شش (جہات) میں (جو کچھ عطا واقع اور مدرک ہے وہ) اس عطاء کا عکس ہے (آگے عطائے خلق کا غیر معتدبہ ہونا بتلاتے ہیں تاکہ حکم مذکور دادو حق شناس الخ کی مزید توضیح ہو جاوے کہ) اگر کمینہ مخلوق کی عطا ہر ریگ (بیابان) سے بھی زیادہ ہو (تب بھی) تو مر جاوے گا اور وہ (عطا) میراث رہ جاوے گی (پس مخلوق کی عطا ناپائیدار ہے بخلاف حق تعالیٰ کے کہ وہ اگر کسی حکمت سے کوئی عطا بقصد چند روزہ ہی دیں تب تو وہ چند روزہ ہو گی جیسے مال دینا لیکن اگر بقصد دوام دینا چاہیں تو وہ دائم رہے گی جیسے ایمان و اعمال صالحہ و حیوۃ طیبہ من الدنیا الی آخر الابد اور مخلوق تو بقصد بھی ایسا نہیں کر سکتی پس عطائے مخلوق غیر معتدبہ ہوئی آگے تفریع ہے عکس آں داوست فی الشعر القریب پر یعنی جب یہ عطا عکس

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے تو) عکس آخر (تیری) نظر میں کب تک باقی رہے گا (یعنی نظر میں باقی مت رکھ بلکہ) اصل بینی کو پیشہ کر لے اے کج بین (یعنی حق تعالیٰ پر نظر کر جو اصل معطی ہیں آگے عطائے حق کی ایک خاص شان بیان کرتے ہیں تاکہ مقابلہ ظاہر ہو مضمون تو بمیر داں بمانند مردہ ریگ کا یعنی) حق تعالیٰ نے جب اہل نیاز (واہل اطاعت) پر بخشش فرمائی (من ثمرات الاعمال) تو عطا کے ساتھ ان کو عمر دراز بھی عطا فرمائی (مراد اس سے حیات جنت ہے جس کو میں نے ابھی چند سطر اوپر حیوۃ طیبہ من الدنیا الی آخر الابد کہا تھا اس لئے) نعمت اور منعم علیہ دونوں خالد ہوگئے (کما صرح بہ فی النصوص القطعیۃ) وہ مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں (ممکن ہے کہ اس میں ایک شبہ کا جواب ہو وہ یہ کہ اہل نیاز کو بھی جو عمر عطا فرمائی ہے وہ موت سے تو منقطع ہو جاوے گی جواب یہ دیدیا گیا کہ اگر اس موت کا اعتبار بھی کیا جاوے تو خود وہ موت بھی منقطع و مبدل بہ حیات ہو جاوے گی پھر دوام ہو جاوے گا اور ہمارا مقصود اس سے بھی حاصل ہے الذی ذکرتہ قریبا بقولی لیکن اگر بقصد دوام دینا چاہیں الخ جب ان کو ایسی شان ہے پس اسی کی طرف التجا (ورجوع) کرو (فی الحاشیہ یعنی تضرعوا الیہ من جا بالی اللہ ای تضرع بالدعاء ۱۲ اصراح اھ آگے ایک اور شان عطائے حق کی مذکور ہے یعنی) عطائے حق (میں یہ امتیاز ہے کہ وہ) تیرے ساتھ جان کی طرح حل جاتی ہے اس طرح سے کہ وہ (عطا) تو تو ہو جاتا ہے اور تو وہ (عطا) ہو جاتا ہے (چنانچہ ہضم کے بعد یہ حکم ظاہر ہے اور مخلوق اس پر قادر نہیں ہاتھ میں دیدیا یا بہت سے بہت حلق میں ڈال دیا لیکن استحالہ پر قدرت کہاں یہ تو غذائے حسی کے متعلق عطا کا بیان تھا آگے غذائے روحانی کا ذکر ہے جس کا اوپر بھی دوسرے عنوان سے ذکر ہوا ہے فی قولہ حق چو بخشش کرد الخ وفی قولہ خالدین شد الخ یعنی وہ ایسے صاحب عطا ہیں کہ) اگر (تجھ کو بوجہ انہماک فی الذکر والطاعات کے اس) نان و آب (حسی) کی رغبت (زیادہ) نہ رہے (کما ہو شاہد فی اہل الذکر اور بدوں اشتہا کے کھایا پیا نہیں جاتا اور بے کھائے پے ضعف ہو جاتا ہے اس لئے ضعف و فتور محتمل ہو) تو وہ تجھ کو بدوں ان دونوں (یعنی نان و آب) کے غذائے طیب (روحانی) عطا فرماتا ہے (وھو المذکور فی قولہ علیہ السلام یطعمنی ربی و یسقینی جس سے اکثر تو جسم بھی قوی رہتا ہے ورنہ طبیعت تو ضرور قوی رہتی ہے وکل ذلک مشاھد آگے بھی اسی کا تتمہ ہے کہ) اگر (حالت مذکور میں جسمانی) فربہی بھی جاتی رہی ہو تو حق تعالیٰ لاغری میں تجھ کو باطنی فربہی (قوت روحانی) عطا فرمادیتے ہیں اس طرف کی (اور چونکہ بلا غذائے معتاد قوت کا رہنا مستبعد تھا اس لئے آگے مثال سے استبعاد کو دفع کرتے ہیں کہ اس کو مستبعد مت سمجھو) جبکہ وہ جن کو خوشبو سے غذا دیتے ہیں (اور) فرشتہ کو غذائے روح وہ دیتے ہیں (استدلال میں تدرج ہے یعنی جن کے لئے صرف خوشبو تغذیہ کے لئے کافی ہوتی ہے جس سے ثابت ہوا کہ بدوں آب و نان بھی تغذیہ ممکن ہے آگے اس سے بھی ترقی ہے کہ فرشتہ کو اس کی بھی ضرورت نہیں ہوتی کہ خوشبو اگرچہ جسم نہیں تو اوصاف جسم سے تو ہے اس کو محض روحی غذا ذکر و طاعت کافی ہے پس اگر انسان کے لئے بھی کسی خاص درجہ میں اس کو کافی کر دیں تو بعید ہی کیا ہے اور جن کی غذا خوشبو ہونا مولانا کو کسی دلیل سے تحقیق ہوا ہوگا اکثر آسیب زدوں کے قصے تو سنے ہیں کہ خوشبو اور پھول کی فرمائش کیا کرتے ہیں واللہ اعلم آگے بھی اسی کی تاکید و تائید ہے کہ) جان (حیوانی جو آب و نان سے متغذی ہے) کیا چیز ہے کہ تو اس سے (حیات میں) سہارا ڈھونڈتا ہے (اور سمجھتا ہے کہ بدوں اس کے حیات کیسے ہوگی چنانچہ بعضے جنتیوں کے خلود میں ایسے ہی شبہات نکالتے ہیں کہ ان کا مدار حیات بھی غذا ہے پس اس کے لئے تغیر و تبدل و فنا و اضمحلال لازم ہے پھر خلود کیسے ہو سکتا ہے تو واقع میں جان حیوانی مدار حیات نہیں بلکہ) حق تعالیٰ اپنے عشق سے تجھ کو زندہ کر دیتے ہیں (جب تو اس کا اہل ہوتا ہے حتیٰ کہ جنت سے قبل دجال کے زمانہ میں ذکر اللہ سے اہل ایمان زندہ رہیں گے آگے اس پر تفریع ہے یعنی جب عشق حق ایسی حیات

www.besturdubooks.wordpress.com

بخش چیز ہے تو) تو اس سے حیات عشق مانگ اور جان (حیوانی کی پائندگی و درازی) مت مانگ (اور) تو اس سے وہ رزق (روحانی) مانگ اور (صرف) روٹی مت مانگ (آگے پھر عود ہے مظہریت عالم للحق کی طرف یعنی) خلق کو مثل آب صاف اور زلال کے جان اس کے اندر تاباں ہیں صفات ذوالجلال ان لوگوں کا علم اور ان کا عدل اور ان کا لطف مثل ستارہ چرخ کے (عکس کے) ہے آب رواں میں (حقیقی) بادشاہی اسی خلاق کو زیبا ہے (اور باقی) تمام بادشاہ اس کے سامنے عاجز ہیں (کیونکہ ان کی بادشاہی ظل ہے اس کی بادشاہی کا اور ظل عاجز ولاشے ہوتا ہی ہے ذی ظل کے سامنے آگے اسی کی تصریح ہے کہ) تمام بادشاہ مظہر ہیں بادشاہی حق کے (اور) تمام فاضل (اور عالم) آئینہ ہیں علم حق کے۔ بہت سے قرن گزر گئے اور (ان کے بعد) یہ (زمانہ حال) ایک جدید قرن ہے (ان تمام قرون میں یہ حکم باقی ہے کہ) چاند وہی چاند ہے (مگر) پانی وہ پانی نہیں ہے (جیسے آب رواں میں اگر چاند کا عکس پڑتا ہو تو پانی ہر آن میں نیا آجاتا ہے مگر اس نئے میں جو عکس ہوگا وہ بھی اسی چاند کا ہوگا اسی طرح مظاہر میں تبدل ہے ظاہر میں نہیں چنانچہ) عدل وہی عدل ہے (جس کو اوپر کہا ہے پادشاہان مظہر شاہی حق اور) فضل (و علم) وہی فضل ہے (جس کو اوپر کہا ہے فاضلان مرات الخ) لیکن متبدل ہو گئے وہ اہل قرن اور جماعتیں (عادلوں اور فاضلوں کی بس) قرون پر قرون چل دئے اے سردار (لیکن) یہ صفات (کہ صفات حق ہیں) قرار اور دوام پر ہیں (پس اس کی وہی مثال ہے جو اوپر آچکی کہ) پانی بدل گیا اس نہر میں چند بار (لیکن) عکس چاند کا اور عکس ستارہ کا برقرار ہے (یہ مثالیں دونوں ایک ہی چیز کی ہیں آگے اس پر ایک تفریع ہے کہ جب آب رواں کے تبدل سے ماہ و اختر نہیں بدلتا) پس (ثابت ہوا کہ) اس (ماہ و کوکب) کی بناء آب رواں پر نہیں ہے بلکہ اطراف وسعت آسمان (یعنی آسمان وسیع) پر ہے (یہ حکم مشبہ بہ یعنی کواکب کا ہے اور ان کا آسمان کے اجزاء پر ہونا ظاہر ہے آگے مشبہ کے لئے یہ حکم ثابت کرتے ہیں کہ بس اسی طرح) یہ صفات (حق) مثل کواکب معنویہ کے ہیں (ان کو بھی کواکب حسیہ کی طرح) جان لے کہ فلک معانی پر قائم ہیں (چرخ معانی سے تشبیہ دی ذات حق تعالیٰ کو کہ وہ محل استقرار صفات ہے آگے مشبہ کے حکم پر تفریع ہے کہ پس معلوم ہوا کہ) تمام خوبرو اس کے حسن کے آئینہ ہیں (اور) ان کی معشوقی اس کی مطلوبی کا عکس ہے (جب یہ عکس ہیں اور وہ اصل تو) یہ سب خد و خال اپنی اصل ہی کی طرف چلا جاتا ہے (جیسا عکس کواکب راجع الی الکواکب ہو جاتا ہے) وہ کما پانی میں عکس کب رہتا ہے (پس) سب صورتیں (مظاہر کی) عکس ہیں آب جو کی (یہ اضافت الی الظرف ہے یعنی ایسے عکس جو آب جو میں نمایاں ہیں اور) اگر تو اپنی آنکھ ملے (یہ کنایہ ہے تصحیح نظر سے یعنی اگر نظر صحیح سے دیکھے) تو (وجود حقیقی کے اعتبار سے) سب وہی خود ہے (یعنی اور وجودات چونکہ عکس اور ظل اور تابع اور مستہلک اور لاشے اور غیر معتد بہ ہیں اس لئے وہ قابل شمار نہیں پس ہمہ اوست کی توجیہ پر یہاں بھی یہی کہا جاوے گا کہ جملہ اوست یعنی چیزے دیگر قابل موجود گفتن نیست کما بینتہ فی مفتح الدفتر الاول واللہ اعلم وللہ الحمد علے حل المقام باسھل وجہ واحسنہ ولم اکن اھلاً للذلک و ذلک فضلہ العظیم و لطفہ الجسیم)

باز عقلش گفت بگزار ایں حول	خل دوشاب ست و دوشاب ست خل
پھر اس سے عقل نے کہا کہ یہ دو بینی چھوڑ دے	سرکہ تو شیرہ انگور ہے اور شیرہ انگور سرکہ ہے
خواجہ را چوں غیر گفتی از قصور	شرم دار اے احول از شاہ غیور
جب تو نے خواجہ کو غیر کہا قصور کے سبب	تو شرم رکھ اے احول شاہ غیور سے

www.besturdubooks.wordpress.com

خواجہ را کو در گذشت ست از اثیر	جنس ایں موشان تاریکی مگیر
اس خواجہ کو جو کہ کرۂ ناری سے آگے بڑھ گیا	ان موشان تاریکی کی جنس مت سمجھ
خواجہ را جاں بیں مبیں جسم گراں	مغز بیں او را مبینش استخواں
اس خواجہ کو جان سمجھ جسم ثقیل مت سمجھ	اس کا مغز دیکھ اس کی ہڈی مت دیکھ
خواجہ را از چشم ابلیس لعیں	منگر و نسبت مکن او را بطیں
اس خواجہ کو چشم ابلیس لعین سے مت دیکھ	اور اس کو طین کی طرف منسوب مت کر
ہمرہ خورشید را . شپر مخواں	آنکہ او مسجود شد ساجد مداں
مصاحب خورشید کو شپر مت کہہ	جو مسجود ہو گیا ساجد مت جان
عکسہا را ماند وایں عکس نیست	در مثال عکس حق بنمودنیست
وہ عکوس کے مشابہ ہے اور یہ عکس نہیں ہے	مشابہ عکس میں حق تعالیٰ تجلی میں ہے
آفتابے دید و او جامد نماند	روغن گل روغن کنجد نماند
آفتاب کو دیکھا اور وہ منجمد نہیں رہا	روغن گل روغن کنجد نہیں رہا
چوں مبدل گشتہ اند ابدال حق	نیستند از خلق برگرداں ورق
جب ابدال حق مبدل ہو گئے	تو وہ خلائق میں سے نہیں رہے ورق الٹ
قبلۂ وحدانیت دو چوں بود	خاک مسجود ملائک چوں شود
قبلہ توحید دو کیونکر ہو سکتے ہیں	خاک مسجود ملائکہ کیونکر ہو سکتی ہے
چوں دریں جو دید عکس سیب مرد	دامنش را دید آں پر سیب کرد
جب کسی شخص نے اس ندی میں سیب کا عکس دیکھا	اس کے دیکھنے نے اس کے دامن کو سیب سے مالا مال کر دیا
آنچہ در جو دید کے باشد خیال	چونکہ شد از دیدنش پر صد جوال
تو اس نے جو کچھ ندی میں دیکھا تھا وہ خیال کب ہوگا	جبکہ اس کے دیکھنے سے صدہا گونین بھر گئیں
تن مبین و جاں مکن کاں بکم و صم	کذبوا بالحق لما جائهم
تن کو مت دیکھ اور مصیبت میں مت پڑ کہ ان گونگوں بہروں	نے دین حق کی تکذیب کی تھی جبکہ وہ ان کے پاس آیا
مارمیت اذرمیت احمد بدست	دیدن او دیدن خالق شدست
مارمیت اذرمیت احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے ہیں	آپ کا دیکھنا خالق کا دیکھنا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حق مر او را برگزید از انس و جاں	رحمة للعالمینش خواند ازاں
حق تعالیٰ نے آپ کو انسان اور جن سے منتخب فرمایا ہے	اس سبب سے آپ کو رحمۃ اللعالمین فرمایا ہے
خدمت او خدمت حق کردن ست	روز دیدن دیدن آں روزن ست
آپ کی خدمت کرنا حق تعالیٰ کی خدمت کرنا ہے	آفتاب دیکھنا اس دریچہ کا دیکھ لینا ہے
خاصہ ایں روزن درخشاں از خود ست	بے ذریعہ آفتاب و فرقد ست
خاص کر یہ دریچہ تو از خود ہی درخشاں ہے	بدوں ذریعہ آفتاب اور فرقد کے ہے
ہم ازاں خورشید زد بر روزنے	لیک از راہ و سوئے معہود نے
اسی خورشید سے ایک دریچہ پر شعاع پڑی ہے	لیکن متعارف منفذ اور جہت سے نہیں
درمیان شمس و ایں روزن رہے	ہست روزنہا نشد زاں آگہے
شمس کے اور اس دریچہ کے درمیان میں ایک منفذ ہے	دوسرے دریچے اس سے آگاہ نہیں
تا اگر ابرے برآید چرخ پوش	اندریں روزن بود نورش بجوش
تاکہ اگر کوئی ابر چرخ کا ساتر آجاوے	اس دریچہ میں اس کا نور جوش میں رہے
غیر راہ ایں ہوا و شش جہت	درمیان روزن و خور مالفت
بدوں راہ اس ہوا اور شش جہت کے	دریچہ اور آفتاب کے درمیان الفت ہے
مدحت و تسبیح او تسبیح حق	میوہ می روید زعین ایں طبق
آپ کی مدح اور تنزیہ تسبیح ہے حق تعالیٰ کی	عین اس طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے
سیب روید زیں طبق خوش لخت لخت	عیب نبود گر نہی نامش درخت
سیب پیدا ہوتا ہے اس طبق سے خوب بار بار	تو عیب نہیں ہے اگر تو اس کا نام درخت رکھ دے
ایں سبد را تو درخت سیب خواں	کہ میان ہر دو راہ آمد نہاں
تو اس ٹوکرے کو درخت سیب کہہ	کیونکہ دونوں کے درمیان میں کوئی راہ مخفی ہے
آنچہ روید از درخت بار ور	زیں سبد روید ہماں نوع از ثمر
جو چیز درخت ثمردار سے پیدا ہوتی ہے	اس ٹوکرہ سے بھی وہی نوع پھل کی پیدا ہوتی ہے
پس سبد را تو درخت بخت بیں	زیر سایہ ایں سبد خوش می نشیں
پس تو ٹوکرہ کو درخت نصیب ور دیکھ	اس ٹوکرہ کے زیر سایہ خوش ہو کر بیٹھا کر

www.besturdubooks.wordpress.com

ناں چو اطلاق آورد اے مہرباں	ناں چرا می خوانیش محمودہ خواں
روٹی اگر اسہال لادے اے مہرباں	تو اس کو روٹی کس لئے کہتا ہے ستھونیا کہہ
خاک رہ چوں چشم روشن کرد و جاں	خاک اورا سرمہ بین و سرمہ داں
خاک راہ نے جب چشم اور جان کو روشن کر دیا	تو اس کی خاک کو سرمہ دیکھ اور سرمہ جان
چوں ز روئے ایں زمیں تابد شروق	من چرا بالا کنم رو در عیوق
جب اس زمین کی سطح سے روشنی دے طلوع آفتاب	تو میں کس لئے اوپر کی طرف ستارہ عیوق میں توجہ کروں
شد فنا ہستش مخواں اے چشم شوخ	در چنیں جو خشک کے ماند کلو
آپ فنا ہو گئے آپ کو ہست مت کہہ اے شوخ چشم	ایسی ندی میں کلوخ کب خشک رہ سکتا ہے
پیش ایں خورشید کے تابد ہلال	باچناں رستم چہ باشد زور زال
اس خورشید کے سامنے ہلال کب روشن ہو سکتا ہے	ایسے رستم کے سامنے کیا ہو سکتا ہے زور زال کا
طالب ست و غالب ست آں کردگار	تاز ہستیہا برآرد او دمار
وہ کردگار طلب کرتے ہیں اور غالب ہیں	تاکہ ہستیوں کو ہلاک کر ڈالیں
دو مگوے و دو مخوان و دو مداں	بندہ را در خواجۂ خود محو داں
دو مت کہہ اور دو مت پڑھ اور دو مت جان	غلام کو تو اپنے آقا میں محو جان
خواجہ ہم در نور خواجہ آفریں	فانی ست و مردہ و مات و دفیں
یہ خواجہ بھی خالق خواجہ کے نور میں	فانی ہے اور میت ہے اور مدفوں ہے
چوں جدا بینی زحق ایں خواجہ را	گم کنی ہم متن وہم دیباجہ را
اگر تو اس خواجہ کو حق سے جدا دیکھے گا	تو تو اصل اور مقدمہ کو گم کر دے گا
چشم دل راہیں گزارہ کن زطیں	ایں یکے قبلہ است دو قبلہ مبیں
تو چشم دل کو متجاوز کر طین سے	یہ ایک ہی قبلہ ہے دو قبلے مت دیکھ
چوں دو دیدی ماندی از ہر دو طرف	آتشے در خف فتاد و رفت خف
اگر تو نے دو دیکھے تو تو دونوں طرف سے رہا	آگ سوختہ میں واقع ہو گئی اور وہ سوختہ بھی جاتا رہا

(اوپر کے اشعار میں تمام خلائق کا ظل حق ہونا جس معنی کے اعتبار سے بیان کیا تھا جس کو شرح اشعار کے اخیر میں احقر نے ظاہر بھی کر دیا ہے اور جس کو مولانا نے اخیر شعر کے مصرعہ ثانیہ میں بعنوان عینیت ذکر کیا ہے جو سابق کے ساتھ محض

www.besturdubooks.wordpress.com

عنوان تعبیری ہی میں مختلف ہے اور معنون ایک ہی ہے یعنی اگر وجود کے مرتبہ ضعیف پر بھی نظر کی جاوے تو جملہ تصوریات عکس آبجوست کے عنوان سے تعبیر کیا جاوے گا اور اگر مرتبہ ضعیف پر نظر نہ کی جاوے تو چوں بمالی چشم خود خود جملہ اوست کے عنوان سے حکم کیا جاوے گا اور دونوں تعبیروں کا معبر عنہ ایک ہی ہے یعنی وجود واجب کا اصل اور متبوع اور مستقل ہونا اور وجود ممکن کا فرع اور تابع اور مضمحل ہونا بلکہ اگر ظل خاص یعنی عکس مرئی فی الماء وفی المراۃ کی حقیقت میں غور کیا جاوے تو وہ بھی عین ہی ہے کیونکہ پانی یا آئینہ میں کوئی مغائر چیز موجود نہیں ہو جاتی بلکہ شعاع بصری اس جسم شفاف سے لوٹ کر عین مرئی پر واقع ہوتی ہے اور اس سے عین وہ مرئی ہی نظر آتا ہے۔ بہرحال یہ معنی، م خلائق اور ان کی جمیع صفات کو عام اور شامل میں آتے ہیں اس عینیت پر ایک قید زائد کر کے اس کو خاص کرتے ہیں متصفین بصفات کمال و متخلقین باخلاق ایزدمتعال کے ساتھ اور وہ قید بھی اتصاف و تخلق ہے اور چونکہ اس قید کے اعتبار سے ان متخلقین کو بہ نسبت عام خلائق کے کہ صرف معنی اول کے مصداق تھے حق تعالیٰ کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے اس لئے اس معنی ثانی کی تعبیر کے لئے عنوان بھی اقوی و ابلغ اختیار کرتے ہیں یعنی معنی اول کو ظل اور عکس کہا تھا یہاں ظل اور عکس کی نفی کر کے اس کو عینیت و اتحاد بمعنی الوحدۃ کہتے ہیں جیسا اوپر بھی معنی اول کو بالکل اخیر میں اس عنوان سے بھی تعبیر کر دیا تھا مگر وہاں یہ تعبیر تبعاً بغرض کشف بعض وجوہ معنی اول تھی کہ وہ عدم اعتداد ہے وجود ممکن کا وجود واجب کے سامنے اور یہاں یہ تعبیر قصداً ہے بغرض افادہ ترقی و زیادت معنی عینیت للمتخلقین المذکورین کے اور ان دونوں معنی میں فرق اور ان کی تحقیق باختلاف الفاظ شرح دفتر اول میں بذیل حکایت بقال و طوطی گزر چکی ہے اس کا ملاحظہ موجب زیادت بصیرت ہوگا اور جیسا احقر نے اوپر شرح اشعار بالا آدم اصطرلاب الخ کی تمہید میں لکھا ہے کہ یہ سب مقولات مولانا کے ہیں بلسان اس قرضدار غریب الوطن کے وہی یہاں بھی سمجھئے بلکہ یہاں تو اس سے بڑھ کر باز عقلش گفت میں تصریح بھی ہے اس مقولہ کے انتساب کی اس کی طرف اور اس نسبت کی تصریح سے مضامین اشعار بالا کی نسبت بھی اس کی طرف لازم آ گئی کیونکہ اگر مضامین بالا کو مولانا کی طرف منسوب کہا جاوے تو باز عقلش گفت کے کوئی معنی نہ ہوں گے کہ لفظ باز صریح دال ہے کہ اس کے قول اول کے بعد اس کے عقل کا یہ قول ثانی واقع ہوا پس ارشاد فرماتے ہیں کہ جب وہ ظلیت اور عکسیت کا مضمون دل میں یا زبان سے کہہ چکا تو) پھر اس سے عقل نے کہا کہ یہ دوبینی (جو کہ حکم بظلیت و عکسیت سے لازم آتی ہے) چھوڑ دے (کیونکہ محل متکلم فیہ یعنی مکتسب کریم مذکور متصف بوصف حق کما سیاتی خواجہ را چوں غیر گفتی الخ مع مابعدہ کی حق تعالیٰ کے ساتھ ایسی مثال ہے جیسے کہ) سرکہ تو شیرہ انگور ہے اور شیرہ انگور سرکہ ہے (اور چونکہ مثال کے لئے مثل ہونا لازم نہیں اور مثال میں کوئی خاص ما بہ الاشتراک ملحوظ ہوتا ہے اس لئے تمام اوصاف میں اشتراک لازم نہیں آتا سو اس مثال سے مقصود صرف یہ ہے کہ پہلے جو چیز متصف بالعصیر تھی وہ اب تبدل وصف عصیریت بوصف الخلیۃ کے سبب موصوف بالخل ہو گئی اور ایک کو دوسرے کا ظل نہیں کہتے بلکہ عین کہتے ہیں اسی طرح اس مکتسب کریم نے جب اپنے اوصاف نقص مقتضائے امکان کو اوصاف کمال ثابتہ بالذات للواجب الحق سے متبدل کر لیا اس تبدل وصف کے سبب وہ موصوف بصفات حق ہو گیا پس یہاں بھی جس طرح بالمعنی الشامل للخلق اس کو ظل کہا جا سکتا ہے اس خصوص مناسبت مع الحق فی صفاتہ الکمال پر نظر کر کے بغرض امتیاز عن عامۃ الخلق عین اصلاحاً کہنا نامناسب نہ ہوگا پس باوجود دونوں عنوانوں کے معنون ہونے کے تمائز فی مابین العام والخاص مرجح ہے اس کا کہ

دونوں کی تعبیت فی الاتصاف کو جدا جدا عنوانوں سے تعبیر کیا جاوے نیز ایک اور فرق بھی دونوں اتصافوں میں ہے کہ اول اتصاف تکوینی ہے دوسرا تشریعی یہ بھی مقتضی ہے کہ دونوں کی تعبیر الگ الگ عنوان سے ہو خواہ کوئی عنوان ہوتا چونکہ صوفیہ کی اصطلاح پر یہ دونوں عنوان اس فرق کے مودی ہیں اور اصطلاح جاننے والوں کو غلطی کا ایہام نہیں ہوتا اس لئے انہوں نے اس کو اختیار کیا باقی جہاں غلط فہمی کا احتمال ہو وہاں تحریم تعبیر مذکور کا فتویٰ دیا جاوے گا آگے مثال مذکور فی المصراع الثانی من الشعر السابق کا مقصود بیان کرتے ہیں کہ) جب تو نے خواجہ کو غیر کہا تصور (نظر) کے سبب تو شرم رکھ اے احول شاہ غیور (حقیقی یعنی حق تعالیٰ) سے (کہ اس کے غیر کے لئے صفت کمال ثابت کرتا ہے گو اس غیر کو درجہ ظل ہی میں ثابت کیا جاوے سو کسی مرتبہ میں بھی اس کو ثابت مت کرو اور جملہ شرم دار مشیر ہے اس طرف کہ یہ نفی غیر مقتضی غیرت ذوقیہ کا ہے گو عقلاً اس غیر کا ثبوت صحیح ہو آگے اس خواجہ کا خواص میں سے ہونا جس ہے اس کے لئے اس حکم خاص کے ثابت کرنے کا بتلاتے ہیں کہ) اس خواجہ (محتسب) کو جو کہ کرہ ناری سے آگے بڑھ گیا (یعنی اس کی روح سماء اور علیین میں چلی گئی وبذلک دل علی کونہ مقبولا لان غیر المقبول لایصعد روحہ فی السماء کما قال تعالیٰ فیھم لاتفتح لھم ابواب السماء تو اس خواجہ مقبول حق کو) ان موشان تاریکی (مقیدان ظلمت محبت دنیا) کی جنس مت سمجھ (اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اولاً اپنی توقع میں غلط کار ہونے کی بناء یہ بیان کی ہے کہ وہ محتسب کیا چیز تھا محض ظل تھا تو اس سے توقع مت رکھو اور اب جبکہ اس ظلیت کے حکم میں غلطی ثابت ہوئی اور خواجہ کو مظہر کرم حق سمجھا تو چاہئے کہ پھر اس سے توقع لگانا غلطی نہ ہو حالانکہ اس کی غلطی ظاہر ہے سو اس سے یہ لازم نہیں آتا کیونکہ وہ توقع اس کے استقلال بالکرم کے خیال پر تھی اب جب اس کا عدم استقلال ثابت ہو گیا اولاً اس کی ظلیت پر نظر کر کے اور ثانیاً اس کی عینیت مصطلحہ پر نظر کر کے کہ یہ اور بھی زیادہ قاطع توقع ہے کیونکہ اس میں تو اتنے وجود غیر مستقل کی بھی نفی کر دی جو ظل کے لئے تھا تو نفی ظل سے زیادہ عدم استقلال ثابت ہوا نہ کہ استقلال جو کہ ظل سمجھنے سے پہلے متوہم تھا جیسا احقر نے ابھی شرح شعر خواجہ را چوں غیر الخ میں اس کی تقریر کی ہے پس مقصود عود نہیں ہے صحت توقع کی طرف بلکہ وہ عدم توقع بحالہ ہے صرف ایک نظری غلطی تھی توحید میں جس کو رفع کر رہے ہیں نیز سابق سے شبہ ذم محتسب کا ہوتا تھا اس کو بھی رفع کر دیا پس نظری غلطی کے ساتھ یہ عملی غلطی تھی آگے بھی اس کا مقبول و مظہر خاص ہونا بیان کرتے ہیں کہ) اس خواجہ کو جان سمجھ جسم ثقیل مت سمجھ (یعنی اس کی حیثیت روحیہ حصفہ بالکمال پر نظر کر اوصاف جسمیہ مشترکہ کو مت دیکھ) اس کا مغز دیکھ اس کی ہڈی مت دیکھ۔ اس خواجہ کو چشم ابلیس لعین سے مت دیکھو اور اس کو (صرف) طین کی طرف منسوب مت کر مصاحب خورشید کو شپر مت کہہ (کیونکہ تو خورشید سے بھاگتا ہے اس کا مصاحب کیونکر ہو سکتا ہے پس اسی طرح جو شخص حق تعالیٰ کے ساتھ معیت بحکم حدیث انا جلیس من ذکرنی مجالست معنویہ رکھے اس کو کاحد من کل ظلمۃ الدنیا کہ مشابہ شپر کے ہے مت سمجھو یہ مضمون وہی ہے جو جنس ایں موشان الخ میں تھا آگے وہ مضمون ہے جو ظل رو شاب ست الخ اور خواجہ را چوں غیر الخ میں تھا یعنی) جو مسجود ہو گیا (اس کو) ساجد مت جان (تقریر اس کی یہ ہے کہ آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ ہوئے اور غیر اللہ مسجود ہوتا نہیں ولو للتحیۃ لانہ التعظیم والمستحق لہ بالذات ھو اللہ تعالیٰ پس معلوم ہوا کہ وہ بحیثیت خصوصیت آدمیہ مسجود نہ تھے بلکہ بحیثیت مظہریہ صفات الٰہیہ کہ حاصل ہے معنی خلافت کا مسجود تھے والحکم الثابت للشی بالحیثیۃ الخاصۃ ھو الثابت لتلک

www.besturdubooks.wordpress.com

التحیۃ پس مسجود در حقیقت صفات حق ہوئیں یہ دلیل ہوگئی عینیت مصطلحہ کی جو اوپر مذکور تھی بعد اثبات عینیت مصطلحہ کے عکسیت کی نفی کرتے ہیں کہ) یہ (خواجہ مع امثالہ) عکوس کے مشابہ ہے اور یہ (خواجہ) عکس نہیں ہے (اور اس) مشابہ عکس میں حق تعالیٰ تجلی میں ہے (نمودن مصدر بباء جارہ بمعنی در و یا زائد یعنی در نمودن است اور عکس کی نفی کا مبنی اثبات عینیت مصطلحہ ہے خواص کے لئے اور چونکہ ظاہراً عوام و خواص کی حالت اتصاف میں تشابہ ہے اور عوام سے ظلیت کی نفی نہیں کی اس لئے مشابہ عکس کہہ دیا آگے تبدل اوصاف خواص کی جو مبنیٰ تھا حکم بالعینیۃ المذکورہ کا مثالیں ہیں۔

اول:۔ آفتاب کو دیکھا اور وہ (یعنی یخ بقرینہ مقام) منجمد نہیں رہ (بلکہ متبدل باب ہوگیا۔

مثال ثانی:۔ روغن گل (جو اصل میں روغن کنجد تھا اور پھولوں میں بسا دینے سے روغن گل ہوگیا اب وہ) روغن کنجد نہیں رہا (وجہ تمثیل مطلق تبدل ہے نہ دوسری خصوصیات پس مثال اول پر یہ شبہ بھی نہیں واقع ہوتا کہ مشبہ بہ میں تو تبدل باوصاف متجلی یعنی حق ہوا ہے اور مشبہ بہ میں تبدل باوصاف متجلی یعنی خورشید نہیں ہوا آگے تصریح ہے مدعائے مقام کی بعد امثلہ کے یعنی اسی طرح) جب ابدال حق (باعتبار اپنے اوصاف کے) مبدل ہوگئے (یعنی ان کے اوصاف مبدل ہوگئے) تو وہ (عام) خلائق میں سے نہیں رہے ورق الٹ (یعنی اس مضمون سے فارغ ہوکر آگے چل اس میں کلام مت کر آگے پھر وہی مضمون ہے آنکہ او مسجود شد الخ یعنی) قبلہ توحید دو کیونکر ہوسکتے ہیں (یعنی جو توجہ کہ مقتضائے توحید ہے یعنی توجہ خالص جس میں دوسرا من وجہ بھی شریک نہیں ولو بوجہ التحیۃ کما ذکرتہ فی شرح آنکہ او مسجود شد الخ اس کا قبلہ یعنی جہت توجہ دو نہیں ہوسکتی یعنی) خاک (جو کہ عنصر آدم ہے) مسجود ملائکہ کیونکر ہوسکتی ہے (آگے مشابہ عکس کی جو کہ واقعی عکس نہ ہو جس کا شعر عکسہا را ماند الخ میں ذکر تھا ایک مثال دیتے ہیں کہ فرض کرو) جب کسی شخص نے اس ندی میں (یعنی کسی ندی میں) سیب کا عکس دیکھا (یعنی اول نظر میں عکس سمجھا مگر تحقیق کے لئے ہاتھ ڈالا اور) اس کے دیکھنے نے اس کے دامن کو سیب سے مالا مال کردیا (یعنی دیکھنا سبب اس کا ہوگیا مطلب یہ کہ ہاتھ ڈالنے سے سبب واقعی اس کو ملے) تو (اس صورت میں) اس نے جو کچھ ندی میں دیکھا تھا وہ خیال (اور عکس) کب ہوگا جبکہ اس کے دیکھنے سے صدہا گونین بھر گئیں (وہ تو واقعی سیب ہوگا تو اس مثال میں جیسے اولاً عکس سمجھا مگر دلیل سے ثابت ہوا کہ عین ہے اسی طرح یہاں بھی آثار و برکات مختصہ بصفات حق مثل مقتلیت و مسجودیت آدم یا نافعیت مثل سخاوت کرم مختسب جب صفات خلق پر مرتب ہوئے تو دلیل سے ثابت ہوا کہ عکس نہیں بلکہ عین ہے بالتفسیر المذکور مراداً یہاں بھی مثال سے صرف بعض اعتبار سے عکس نہ ہونا مقصود ہے اور اس عدم عکسیت میں تماثل ضروری نہیں تاکہ اشکال لازم آوے کہ مثال میں تو عین من کل الوجوہ ہے اور مثل میں نہیں آگے ان مضامین کو بطور تخصیص بعد تعمیم بعد اثبات لجمیع الخواص کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہ اخص الخواص ہیں خاصۃً دور تک ثابت کرتے ہیں جیسا صریح الفاظ دال ہیں یعنی آپ کے) تن (ظاہری) کو مت دیکھ (کہ ماء و طین سے ہے) اور مصیبت (جہل) میں مت پڑ (کہ ماء و طین کے دیکھنے پر مرتب ہے) کہ ان لوگوں بہروں (یعنی کفار) نے (اسی ماء و طین کو دیکھ کر) دین حق کی تکذیب کی تھی جبکہ وہ ان کے پاس آیا (یہ اقتباس ہے شروع سورۂ انعام کی آیت سے یعنی انہوں نے یہی کہا کہ یہ وحی کا لانے والا ہم جیسا بشر ہے کما فی سورۃ الانعام ھنالک وقالوا لولا انزل علیہ ملک الخ پس اس مضمون کا اعادہ ہوا آپ کے لئے یعنی مضمون بنگر نسبت تکن اور بطین کا) مارمیت اذرمیت (کے مصداق) احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں (جس سے عینیت مصطلحہ معلوم ہوئے آگے اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

تفریع ہے کہ پس) آپ کا دیکھنا (من وجہ) خالق کا دیکھنا ہے) بناءً علی العینیۃ المذکورۃ و نظریہ ایضاً قولہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ) حق تعالیٰ نے آپ کو انسان اور جن سے منتخب فرمایا ہے (اس لئے کہ آپ کو یہ اختصاص مخصوص عنہ حضرت حق کے ساتھ سب سے زیادہ تھا) اس سبب سے آپ کو رحمۃ للعالمین فرمایا ہے (اور ظاہر ہے کہ سب کے لئے واسطہ رحمت وہی ہوگا جو سب سے افضل واقرب واحب ہو) آپ کی خدمت کرنا حق تعالیٰ کی خدمت کرنا ہے (کما سبق من یطع الرسول اور اس کی ایسی مثال ہے کہ) آفتاب دیکھنا اس دریچہ کا دیکھ لینا ہے (اس میں مبتداء موخر اور خبر مقدم ہے یعنی اگر دریچہ تاباں از آفتاب کو دیکھ لیا گویا آفتاب کو دیکھ لیا پس جو بندۂ مقبول حق تعالیٰ کے نور سے منور ہے اور اس سے تعلق رکھتا ہے اس کا دیکھ لینا بعض اعتبارات سے حضرت حق کا دیکھ لینا ہے کہ مظہر ظاہر کے لئے مظہر باسم الفاعل من الاظہار ہوتا ہے اور یہ حکم تمام انبیاء واصفیاء کے لئے عام تھا اس لئے آپ کی پھر تخصیص ہے یعنی) خاص کر یہ دریچہ (تعین محمدی) تو از خودی درخشاں ہے (از خود کے معنی بلا واسطہ حق نہیں کہ خلاف واقع بھی ہے اور حکم سابق روز دیدن الخ کے بھی خلاف ہے بلکہ بلا واسطہ خلق مراد ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ تمام خلائق کے لئے آپ خود واسطہ فیض الٰہی ہیں آپ کے لئے کوئی بھی واسطہ نہیں آگے اسی کا ذکر ہے کہ یہ درخشانی) بدوں ذریعہ آفتاب (یعنی دیگر انبیاء) اور (ستارہ) فرقد (یعنی دیگر اصفیاء) کے ہے (پس آپ کا کمال حق تعالیٰ کے اعتبار سے بالعرض ہے اور مخلوق کے اعتبار سے بالذات اور میرے ترجمہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس شعر میں آفتاب کا مصداق مغائر ہے شعر بالا میں مصداق روز بمعنی آفتاب اور شعر آئندہ میں مصداق خورشید سے) اسی خورشید (حقیقی) سے ایک دریچہ (یعنی تعین محمدی) پر شعاع پڑی ہے لیکن متعارف منفذ اور جہت سے نہیں (چنانچہ حق تعالیٰ کا تنزہ اس سے ظاہر ہے بلکہ) شمس (حقیقی) کے اور اس دریچہ کے درمیان میں ایک منفذ (خاص معنوی) ہے دوسرے دریچے اس سے آگاہ نہیں (کیونکہ ہر مقام کی تجلی کا ادراک اسی مقام والا کر سکتا ہے اور وہ منفذ خاص معنوی اس لئے ہے) تا کہ اگر کوئی ابر چرخ کا ساتر آ جاوے (تب بھی) اس دریچہ میں اس (شمس) کا نور جوش (اور غلبہ) میں رہے (وہ ابر مانع اور حائل نہ ہو سکے جیسا آسمان ظاہری پر ابر آ جانے سے اس کا نور کسی قدر بند ہو جاتا ہے عجب نہیں کہ اس ابر سے مراد وہ ہو جس کی نسبت ارشاد ہے انہ لیغان علےٰ قلبی تو مولانا نے اس میں یہ بتلا دیا کہ وہ غین مانع یا منقص تجلی نہیں کیونکہ وہ تجلی جو آپ کے قلب پر ہوتی ہے اس قدر قوی النور ہے کہ خود اس غین کو بھی منور کر دیتی ہے چنانچہ ظاہر بھی ہے کہ وہ تعلقات و توجہات الی الخلق جو مصداق ہیں اس غین کا اور عامہ کے لئے ساتر تجلیات ہیں آپ کے لئے موجب زیادت قرب اور عین طاعت تھے پس خود ان کی ظلمت جو ان کی اصل وضع کا مقتضا تھا بالکلیہ محو ہو گئی اور یہی حکم سب انبیاء علیہم السلام کے لئے عام ہے بخلاف اولیاء کے کہ ان کے لئے جب بشریہ کسی وقت ساتر تجلیات ہو جاتے ہیں گو قوی الستر نہ ہوں۔ پس یہاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کی دوسرے اولیاء کے اعتبار سے ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے گو آپ کی نورانیت اوروں سے زیادہ ہو یا اور بات ہے) بدوں راہ اس ہوا اور (بدوں اس) شش جہت کے دریچہ اور آفتاب کے درمیان الفت (اور تعلق) ہے (بخلاف دریچہ حسی و آفتاب حسی کے کہ جہت اور درمیانی ہوا جو اولاً متکیف ہوتی ہے شعاعوں سے شرط ہے تنویر و تنور کے لئے) آپ کی مدح (یعنی اثبات الکمالات لہ صلے اللہ علیہ وسلم) اور تنزیہ (یعنی نفی النقائص عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کما فی الحدیث لم یکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فحاشا ولا متفحشا ولا صخاباً فی الاسواق ومثل ذلک یہ سب) تسبیح ہے حق تعالیٰ کی (کہ حق تعالیٰ سے آپ استفادہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں بہت اقرب ہیں کہ کسی اور مخلوق کا واسطہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ موصوف بالعرض کی مدح مستلزم ہے اس کے ما بالذات قریب کے لئے اور وہ حضرت حق ہے بخلاف دوسرے اہل کمال کی مدح کے کہ جب آپ ان کے لئے واسطہ فیض ہیں تو ان کی مدح بواسطہ آپ کے مدح حق ہوئی یہ فرق ہے دونوں مقام میں آگے آپ کے اسی استفادہ من الحق بلا واسطہ خلق کو فرماتے ہیں کہ آپ کی ایسی مثال ہے جیسے گویا) عین اس طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے۔ (آگے میوہ کی تفسیر تمثیلی ہے یعنی مثلاً) سیب پیدا ہوتا ہے اس طبق سے خوب بار بار۔ تو (اس حالت میں) عیب نہیں ہے اگر تو اس (طبق) کا نام درخت رکھ دے (کیونکہ اس میں درخت کی خاصیت ظاہر ہوئی آگے طبق کی تفسیر ہے کہ طبق سے مراد سبد یعنی ٹوکرا ہے یعنی اس صورت میں) تو اس ٹوکرے کو درخت سیب کہہ کیونکہ دونوں کے درمیان میں کوئی راہ مخفی ہے (جس کی وجہ سے) جو چیز درخت ثمردار سے پیدا ہوتی ہے اس ٹوکرہ سے بھی وہی نوع پھل کی پیدا ہوتی ہے (جب یہ بات ہے) پس تو ٹوکرہ کو درخت نصیب در دیکھ (اور) اس ٹوکرہ کے زیر سایہ خوش ہو کر بیٹھا کر (جس طرح کہ درخت سیب کے نیچے اس توقع میں بیٹھا تھا کہ کوئی پھل ہاتھ آوے گا وہی توقع اس سے رکھ گو درخت سے بالذات اور اس سے بالعرض لاتصاله بالشجرة کما ذکر فی شعر ایں سبد رانی قوله کہ میاں ہر دو راہ آمد۔ اور وہ راہ نہاں یہ ہو سکتی ہے کہ مثلاً کسی صناع نے اظہار صنعت عجیبہ کے لئے کسی درخت سیب کی جو کہ ادنیٰ قسم کا تھا ہری لکڑیوں کا ایک ٹوکرا ایسی طرح بنایا کہ ان لڑکیوں کے سب سرے باہر چھٹے رہے اور ان سب شاخوں کے دونوں کناروں کو کسی اعلیٰ درجہ کے درخت سیب میں پیوند کر دیا اور وہ اس کا جزو بن گیا پس اس کے بعد جب ان شاخوں میں پھل لگے گا تو اس حصہ میں یہ پھل آوے گا جو کہ اس ٹوکرہ کا سطح بالائی ہے تو ناواقف جس نے کبھی ایسا نہ دیکھا ہوگا اس کی ہیئت دیکھ کر اس کو ٹوکرہ سمجھے گا اور خیال کرے گا کہ کسی نے پھول توڑ کر اس میں جمع کر دیئے ہیں اور جو واقف ہے وہ اس ٹوکرہ کو درخت ہی کہے گا پس اسی طرح آپ میں اور منبع فیض حقیقی میں ایک تعلق بلا واسطہ ہے جس سے بعض صفات حق کے آثار آپ میں نمایاں ہوتے ہیں پس اس اعتبار سے آپ کو مظہر اتم حق کہا جاوے گا اور بعض امور میں جو معاملہ حضرت حق کے ساتھ ہوتا ہے کہ شجرۃ التفاح ان کی مثال میں مذکور ہوا ہے وہی معاملہ آپ کے ساتھ ہوگا کما مر من قوله تعالیٰ من یطع الرسول الخ گو حضرت حق کے ساتھ بالذات اور آپ کے ساتھ بالعرض آگے توضیح کے لئے ایک مثال ہے بطور دلیل کے شعر بس سبد را الخ کے مضمون کے لئے یعنی بعد اشتراک خاصہ کے اس سبد کو درخت کہنا ایسا ہی صحیح ہے جیسے مثلاً) روٹی اگر اسہال (کی خاصیت ظہور میں) لاوے اے مہربان تو اس کو روٹی کس لئے کہتا ہے سقمونیا کہہ (مثال سے صرف مقصود اس قدر ہے کہ اسی طرح ممثل میں بھی خواص کے اعتبار سے اس کو درخت کہو اور جمیع خصوصیات میں اشتراک ضروری نہیں اور ایک مثال ہے کہ فرضاً) خاک راہ نے جب چشم اور جان کو روشن کر دیا تو اس (راہ) کی خاک کو سرمہ دیکھ اور سرمہ جان (یہاں بھی یہی مقصود ہے کہ اعتبار خواص کا ہے اور ایک مثال ہے کہ فرضاً) جب اس زمین کی سطح سے روشنی دے طلوع آفتاب (کذا فی المنتخب) تو میں کس لئے اوپر کی طرف ستارہ عیوق میں توجہ کروں (فی المنتخب عیوق بالفتح وتشدید یا ستارہ ایست سرخ رنگ روشن در کنار راست کاہ کشاں کہ پس ثریا برآید و پیش آں شود اھ یہاں بھی یہی مقصود ہے کہ جب اجرام علوی کا خاصہ اجرام سلفیہ میں ظاہر ہونے لگے پھر ان ہی کو حکما اجرام علویہ سمجھیں گے کیونکہ اعتبار خاصہ کا ہے پس اسی طرح تخلق باخلاق اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی بعض امور میں معاملہ مثل حق تعالیٰ کے کیا جاویگا اور یہ مضمون کا پندرہ سولہ شعر اوپر مارمیت اذ رمیت الخ سے شروع ہوا تھا درمیان میں تائید کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے اشکلالائے تھے اب پھر عود علی البدء ہے یعنی) آپ (صفات حق میں) فنا ہو گئے آپ کو ہست (مبائن و مغائر مقابل عینیت مشتبہ مقام) مت کہہ اے شوخ چشم (یعنی آپ کے لئے ایسی مباینت کا حکم کرنا جرأت علی الغلط ہے آگے مثال ہے کہ) ایسی ندی میں (یعنی تجلی حق میں) کلوخ کب خشک رہ سکتا ہے (بلکہ فنا فی الماء ہو جاتا ہے اسی طرح آپ کے جسم اطہر مخلوق من الطین تک میں اسی تجلی و تخلق نے سرایت کی ہے آگے اور مثال ہے کہ) اس خورشید کے سامنے ہلال کب روشن ہو سکتا ہے (آگے اور مثال ہے کہ) ایسے رستم کے سامنے کیا ہو سکتا ہے زور زال کا (اسی طرح تجلی واجب کے سامنے آپ کی ہستی کیونکر فنا نہ ہوتی اور گو یہ فناء فی حسب الوجود الواجب عام ہے تمام ممکنات کو مگر یہاں مطلق تجلی مراد نہیں بلکہ جس تجلی سے تخلق و غلبہ حال بھی ہو جاوے سو یہ خاص ہے خواص کے ساتھ خصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باعتبار اس کے درجہ عظمیٰ کے یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مضمون تھا آگے پھر عام ہے سب خواص کو اور چونکہ اہل ظاہر اس فناء مذکور کو مستبعد سمجھتے ہیں کیونکہ ظاہراً تو ہوش و حواس ان کے بحالہ رہتے ہیں پھر فناء کیا چیز ہوتی ہے اس لئے اس استبعاد کو دفع کرتے ہیں کہ) وہ کردگار (فناء ہستی عبد کی) طلب (اور ارادہ) کرتے ہیں اور (اس افناء پر) غالب (یعنی قادر بھی) ہیں تا کہ ہستیوں کو ہلاک (وفنا) کر ڈالیں (پس جب ان کو قدرت بھی ہے اور ان کو وہ مطلوب اور خواستہ بھی ہے اور تخلف مراد کا ان کے ارادہ سے ممتنع ہے تو لامحالہ یہ فناء واقع ہوگا گو بقاء ہوش و حواس کے ساتھ یہ عجیب ہو لیکن اللہ تعالیٰ عجائب پر بھی قادر ہیں اور گو فناء کی ایک قسم جو کہ فناء اخلاق ہے وہ محسوس بھی ہے لیکن اس کے ساتھ بھی جو حال عطا ہوتا ہے یعنی اس تخلق سے ایک خاص بے کیف تعلق حق کے ساتھ وہ ذوقی ہونے کے سبب اوروں کو محسوس نہیں ہوتا پس استبعاد باعتبار مجموعہ تخلق و حال مقارن کے تھا جس کو دفع کر دیا پس اس تمام تر تقریر کے بعد فانی فی الحق کو اور حق کو بمعنی مغائرت مقابلہ عینیت مذکورہ فی المقام) دو مت کہہ اور دومت پڑھ اور دومت جان (بلکہ) غلام (یعنی مبتدی) کو تو اپنے آقا (یعنی مرشد کامل) میں محو جان (کہ اولاً تخلق باخلاق شیخ ہوتا ہے اور پھر یہ سمجھ کر) یہ خواجہ (یعنی مرشد) بھی خالق خواجہ (یعنی اپنے خالق) کے نور (و تجلی) میں فانی ہے اور میت ہے اور مدفون ہے (یہ سب تاکید ہے یہ بعد تخلق باخلاق شیخ کے ہوتا ہے کہ جب صاحب نسبت ہو جاتا ہے پھر اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ مرشد سے جدا بھی ہو سکتا ہے اور تخلق باخلاق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ تخلق باخلاق اللہ ہی کے مفہوم میں آ گیا) اگر تو اس خواجہ (یعنی مرشد) کو حق سے جدا (مبائن و مغائر بالمعنی المذکور مراداً) دیکھے گا تو تو اصل (یعنی مقصود) اور مقدمہ (یعنی طریق دونوں کو گم کر دے گا (یعنی طریق ہی میں غلطی ہوگی تو مقصود تک کیسے رسائی ہوگی اور یہ غلطی طریق میں اس لئے ہوگی کہ اس صورت میں مرشد کو کامل نہ سمجھے گا کیونکہ کمال کے لئے تخلق باخلاق الٰہیہ لازم ہے جب تخلق کا معتقد نہ ہوا تو کمال کا معتقد نہ ہوا پھر اتباع و فیض کیسے ہوگا اس لئے تخلق کا اعتقاد ضروری ہے اور یہی ہے فناء و عینیت محکوم بہا فی المقام) تو چشم دل کو متجاوز کر طین (اوصاف بشریہ خواص عباد خصوص مرشد) سے (اور یہ سمجھ کہ) یہ ایک ہی قبلہ ہے دو قبلے مت دیکھ (کہ حق تعالیٰ ایک قبلہ توجہ ہے اور فانی فی الحق دوسرا قبلہ توجہ بلکہ حق تعالیٰ ہی کو قبلہ توجہ اور فانی فی الحق کو مظہر اتم اس قبلہ کا سمجھ اور) اگر تو نے دو دیکھے تو تو دونوں طرف سے رہا (چنانچہ ظاہر ہے کہ دو مقصود کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہر ایک دوسرے سے حاجب ہوگا اور یہاں ہر واحد سے حجاب مضر اور دونوں طرف سے رہ جانے کی ایسی مثال ہوگی جیسے) آگ (چقماق سے) سوختہ میں (کذا فی الغیاث) واقع ہو گئی (اور کوئی شخص اس کو اصل معدن نار یعنی چقماق کا مغائر سمجھ کر چقماق کی طرف متوجہ ہو گیا) اور (اتنے میں) وہ سوختہ بھی جاتا رہا (یعنی اس کی آگ بجھ گئی اب اور

www.besturdubooks.wordpress.com

سوختہ نہیں اور چقماق سے آگ نکلنے کے لیے سوختہ شرط ہے وہ مثال ہوگئی نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم یہی نتیجہ ہوگا شیخ کو مقصود کا مغائر مطلق سمجھنے کا آگے اس دو بینی کے مضر ہونے پر ایک حکایت بطور مثال کے ہے)۔

مثل دو بیں ہمچو آں غریب شہر کاش عمر نام کہ از یک دکانش بسبب آں نام نانبا بدکان دیگر حوالہ می کرد و او فہم نہ کرد کہ ہمہ دکانہا یکیست دریں معنیٰ کہ بعمر نام نان نفروشند ہم ایں جا تدارک کنم کہ من غلط کردم نامم عمر نیست چوں بدیں دکان تدارک و توبہ کنم نان یابم از ہمہ دکانہائے شہر' و اگر بے تدارک ہمچنیں عمر نام باشم ازیں دکان در گذرم محروم مانم و احوال ایں دکانہا از ہم جدا دانستہ باشم

دو دیکھنے والے کی مثال اس کاش شہر کے پردیسی کی ہے جس کا عمر نام تھا کہ اس نام کی وجہ سے نان بائی ایک دکان سے دوسری دکان کا حوالہ دیدیتا تھا اور وہ نہ سمجھا کہ تمام دکانیں یکساں ہیں اس سلسلہ میں کہ عمر نامی کے ہاتھ روٹی نہیں بیچتے ہیں اسی جگہ تدبیر کرلوں کہ میں نے غلطی کی ہے میرا نام عمر نہیں ہے جب اسی دکان پر تدارک اور توبہ کرلوں گا شہر کی تمام دکانوں سے روٹی حاصل کرلوں گا اور اگر بغیر تدارک کے اسی عمر نام کے ساتھ رہوں گا تو اس دکان سے چلا جاؤں گا محروم رہوں گا اور اس دکان کے احوال بھی میں جداگانہ سمجھتا رہوں گا۔

گر عمر نامی تو اندر شہر کاش	کس نفروشد بصد دانگت لواش
اگر تو عمر نام کا شخص ہے شہر کاش میں	تو تیرے ہاتھ کوئی شخص سو دانگ کو بھی روٹی نہ بیچے گا
چوں بیک دکاں بگفتی عمرم	ایں عمر راناں فروشید از کرم
جب وہ ایک دوکان پر کہتا کہ میں عمر ہوں	اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دو از راہ کرم
او بگوید رو بداں دیگر دکاں	زاں یکے ناں بہ کزیں پنجاہ ناں
تو وہ کہتا ہے جا اس دوسری دوکان پر	کہ اس کی ایک روٹی اس پچاس روٹی سے بہتر ہے
گر نبودے احوال او اندر نظر	او بگفتے نیست دکان دگر
اگر وہ نظر میں احول نہ ہوتا تو	وہ کہتا کہ دوسری دوکان تو ہے ہی نہیں
پس زدے اشراق آں ناحولی	بر دل کاشی شدے عمر علی
بس اس ناحولی کا نور	کاشی کے دل پر اثر کرتا وہ عمر علی ہو جاتا
ایں ازیں جا گوید آں خباز را	ایں عمر راناں فروش اے نانبا
یہ یہاں سے اس نان بائی کو کہتا ہے	کہ اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کردے اے نان بائی

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں شنید او ہم عمر از احولی	درکشید آں ناں کہ ہست آن علی
جب اس نے بھی یہی عمر نام سنا تو احولی کے سبب	وہ روٹی ہٹا لی کہ یہ تو علی کا حق ہے
پس فرستادش بدکان بعید	ناں ز پیش روی او اندرکشید
پس اس نے اس کو ایک اور دور کی دوکان میں بھیج دیا	اس نے بھی جب عمر نام سنا تو روٹی ہٹا لی
کیں عمر را نان دہ اے انباز من	را ز یعنی فہم کن ز آواز من
کہ اس عمر کو روٹی دے دی اے میرے شریک	یعنی میری اس صوت سے راز کو سمجھ لے
او ہمت زاں سو حوالہ می کند	ہیں عمر آمد کہ تابرناں زند
وہ بھی تجھ کو اس طرف سے حوالہ کر دیگا	ہاں عمر آیا ہے تاکہ روٹی پر فائز ہو
چوں بیک دکاں عمر بودی برو	درہمہ کاشاں زناں محروم شو
جب تو ایک دوکان پر عمر ہو گیا تو چلا جا	تمام کاشان میں روٹی سے محروم رہ
ور بیک دکاں علی گفتی بگیر	ناں ازینجا بے حوالہ بے زحیر
اور اگر ایک دوکان پر تو نے علی کہہ دیا	تو اس جگہ سے روٹی لے لے بدوں حوالہ کے بدوں کلفت کے
احول دوبیں چو بے برشد زنوش	احول صد بینی اے مادر فروش
جب احول دو بین بے ثمر رہ گیا نوش سے	تو تو احول صدبیں ہے اے تارک الاصل
اندریں کاشان دنیا ز احولی	چوں عمر میگرد چوں نبوی علی
تو اس کاشان دنیا میں احولی کے سبب	اس عمر کی طرح پھرتا رہ جبکہ تو علی نہیں ہے
ہست احول را دریں ویرانہ دیر	گوشہ گوشہ نقل نو کہ ثم خیر
اس دیر ویرانہ میں احول کو	گوشہ گوشہ میں انتقال حالت ہے کہ وہاں اچھا ہے
ورد و چشم حق شناس آمد ترا	دوست پر بیں عرصۂ ہر دوسرا
اور اگر تجھ کو چشم حق شناس حاصل ہو جاوے	تو محبوب سے پر دیکھ لے دونوں عالم کے میدان کو
وارہیدے از حوالہ جا بجا	اندریں کاشان پر خوف و رجا
تو جا بجا کے حوالہ سے چھوٹ جاتا	اس کاشان میں جو پر خوف و رجا ہے

(کاش نام ہے ایک شہر کا کذافی الغیاث اور کاشان کو بھی اس میں ایک شہر کا نام لکھا ہے مولانا نے ان اشعار میں کہیں پہلے نام سے تعبیر کیا ہے کہیں دوسرے نام سے معلوم ہوتا ہے وہ ایک ہی شہر دونوں نام سے مشہور ہوگا پس اس تکلف کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ضرورت نہیں جو بعض حواشی میں کیا گیا ہے کہ کاشان کو بمعنی کاشانہ لیا ہے اور یہ شہر اہل رفض کا ہے کذا قال محمد افضل وہاں کوئی شخص سنی ناواقف جس کا نام عمر تھا مسافرانہ جا پہنچا دکان سے روٹی خریدنا چاہا مگر اس کا نام سن کر تعصب سے بہانہ کر دیتے وہ علت نہ سمجھتا تھا دوسری دوکان پر بھی اسی سبب روٹی نہ ملتی مولانا اس حکایت کو تقدیم خلاصہ نتیجہ کر فرماتے ہیں کہ اگر تو عمر نام کا شخص ہے شہر کاش میں تو تیرے ہاتھ کوئی شخص سوا نگ کو بھی روٹی بیچے گا (فی الغیاث لواش بفتحہ و شین معجمہ ورتر کی نان تنک و نرم از گندم اھ چنانچہ اس نام کے آدمی کا قصہ یہ ہوا کہ وہ کاش میں پہنچا اور روٹی خریدنا چاہا لیکن) جب وہ ایک دوکان پر (غالباً پوچھنے پر کہ پوچھنے کا سبب تعصب ہوگا) کہتا کہ میں عمر ہوں اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دو از راہ کرم تو وہ (دکاندار) کہتا ہے جا اس دوسری دکان پر (اور بہانہ یہ کرتا) کہ اس (دکان) کی ایک روٹی اس (دکان کی) پچاس روٹی سے بہتر ہے (پیائی پکائی یا نرخ کے اعتبار سے چنانچہ دوسری دکان پر بھی اس غریب کو یہی مصیبت پیش آتی مولانا فرماتے ہیں کہ) اگر وہ (مسافر) نظر میں احول (اور غلط بین) نہ ہوتا تو وہ (اپنے دل میں) کہتا کہ (یہاں) دوسری دکان تو ہے ہی نہیں (بلکہ اس معنی میں سب ایک ہی ہیں کہ عمر نام بتلانے پر روٹی نہ دیں گے مطلب یہ ہے کہ اگر اس کو حقیقت واقعہ کی معلوم ہوتی کہ وجہ روٹی نہ ملنے کی یہ ہے تو اپنے دل میں اس کو سمجھ کر اپنا نام علی یا اس کے مثل بتلا دیتا پس بگفتے کا یہ مطلب ہے اور یہ مطلب نہیں کہ اس دکاندار کو یہ جواب دیتا کیونکہ اس جواب سے کچھ بھی فائدہ نہ تھا وہ اس اتحاد اہل دوکان کو تسلیم کرنے کے بعد روٹی نہ دیتا کیونکہ مانع تو مرتفع نہ ہوا تھا آگے نبودے احول اور بگفتے پر جو کہ مستلزم تھا علی نام بتلانے کو تفریع ہے کہ اگر ایسا ہوتا) پس اس نا احولی (و علم حقیقت) کا نور کاشی (دوکاندار) کے دل پر اثر کرتا (اور) وہ عمر (اس کی نظر میں) علی ہو جاتا (مراد اس سے خاص وہ کاشی نہیں جو انکار کر چکا ہے وہ تو اس کو بہانہ سمجھتا بلکہ دوسرا دکاندار جو وہاں سے دور ہو جس کو اس قصہ کی اطلاع نہ ہو کیونکہ پاس والوں کو تو اس پہلے نے اطلاع کر دی تھی جیسا آئندہ اشعار میں ہے مطلب یہ کہ حقیقت کا علم سبب ہوتا دوسرے بازار میں علی وغیرہ نام بتلانے کا اور چونکہ ظاہراً کوئی دلیل تکذیب کی نہ تھی یہ بتلانا سبب ہوتا اس کی تصدیق کا پس وہ شخص اس کا نام علی ہی سمجھتا اور روٹی دے دیتا تو علم بالحقیقۃ بواسطہ سبب ہوتا کاشی کی نظر میں اس مسمی بعمر کے مسمی بعلی ہونے کا اور چونکہ علم کی حقیقت نور ہے کما حققہ اہل المعقول اس لئے اشراق سے تعبیر کیا گیا پس نا احولی سے مراد علم اور زدے بردل سے مراد یہ تصدیق اور شدے عمر علی سے مصدق بہ یہ حل ہے مفردات و مراد شعر کا مگر چونکہ اس کو حقیقت کی اطلاع نہ ہوئی تو اس کا یہ حال ہوا کہ) یہ (ایک دکاندار) یہاں سے اس (دوسرے) نانبائی کو (پکار کر) کہتا ہے کہ اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دے اے نانبائی (جس سے غرض یہ بتلانا ہے کہ اس کا نام یہ ہے تو بھی مت دیجیو چنانچہ) جب اس نے بھی یہی عمر نام سنا تو احولی (و غلط بینی) کے سبب وہ روٹی ہٹالی (اس خیال سے) کہ یہ (روٹی) تو علی (نام والے) کا حق ہے (اس شعر میں مولانا نے ان دوکانداروں کے لئے بھی احولی کا حکم کیا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو جدا جدا سمجھ کر ایک سے بغض دوسرے سے محبت رکھتے جو سبب ہوا اس نام والے کو روٹی نہ دینے کا اور دوسرے نام والے کو روٹی دینے کا اور اوپر مسافر کے لئے احولی کا حکم کیا ہے جس کی توجیہ گزر چکی تو اس بناء پر حکایت کا مقصود کہ ترتب ضرر ہے دو بینی پر دو طرح ثابت ہوا ایک یہ کہ وہ مسافر مشتری امر دنیاوی کی حقیقت میں احول تھا اس کو دنیا کا ضرر ہوا اور یہ لوگ بائع امر دینی کی حقیقت میں احول تھے ان کو دین کا ضرر ہوا پس جس مرتبہ کی احولی ہوگی اسی مرتبہ کا ضرر ہوگا اب اس کے بعد ہمارے زمانہ کے احولوں میں سے کسی احول کو اس کی گنجائش نہیں رہی کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مولانا پر تشیع کا شبہ کرے کہ دیکھو اس حکایت سے نعوذ باللہ حضرت عمرؓ کے حرمان کا حکم لازم آتا ہے اول تو یہ مثال ہے جس کو ممثل لہ کے ساتھ من وجہ اشتراک ہوتا ہے نہ کہ من کل الوجوہ اور وہ وجہ مشترک یہاں حرمان ہے ایک نفع دنیا سے جو کہ کوئی موجب ذم نہیں گو ممثل لہ میں جو حرمان ہے یعنی احولی از حقائق نافعہ فی الدین اس میں جو حرمان ہے وہ موجب ذم ہو دوسری مثال میں بھی حضرت عمرؓ کا ذکر نہیں ہے اس نام کے ایک مسافر کا ذکر ہے تیسرے اگر ایسا ہی استدلال ہے تو اس سے بڑھ کر محبان علی کو یہاں مولانا نے احول کہا ہے تو ایک خارجی کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ مولانا خارجی اور شیعوں کے بیحد مخالف تھے اور واقع میں وہ نہ شیعی ہیں اور نہ خارجی ہماری طرح سنی ہیں یہ تو الزامی جواب تھا شبہ تشیع کا اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ اول ہی دفتر میں حکایت کنیزک کے ضمن میں بادشاہ کا خطاب طبیب الٰہی کو اس طرح نقل کیا ہے اے مراتو مصطفیٰ من چوں عمر الخ اور اس دفتر سادس میں شیعان حلب کی تحمیق نقل فرمائی ہے اور نیز اسی دفتر میں حضرت صدیقؓ کے کس قدر فضائل قصہ اشتراء بلال میں ذکر کئے ہیں اور دفتر چہارم میں خلفاء ثلثہ کی مدح منبر نشینی کے قصہ میں ارشاد فرمائی ہے۔

منبر مہتر کہ سہ پایہ بدست | رفت بوبکرؓ و دوم پایہ نشست
واں سوم پایہ عمرؓ در دور خویش | از برائے حرمت اسلام کیش
دور عثمان آمد و بالائے تخت | بر شد و بہ نشست آں مسعود بخت الخ

تو ان تصریحات کے بعد اس شبہ کی کیا گنجائش رہی لیکن شاید تقیہ کی پناہ لینا چاہیں تو خدا تعالیٰ ہزاروں درجات عالیہ بڑھاوے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے ہمیشہ کے لئے اس پناہ کی بنیاد اکھاڑ ڈالی ہے اب اس کے سایہ میں بیٹھنا بالکل مصداق ہے مضمون ام من اسس بنیانہ علی شفاجرف ھار فانھار بہ فی نار جھنم الآیہ کا احقر نے یہ زائد علی المقام کلام اس لئے کیا کہ ایک بار میرے کانوں میں یہ بات پڑی تھی کہ بعض تبحر میں شیعہ مولانا اور دوسرے بعض اکابر کی نسبت اپنی جماعت میں سے ہونے کے مدعی ہیں) پس اس (دوسرے دکاندار) نے اس (مسافر) کو ایک اور دور کی (تیسری) دکان میں بھیج دیا (دور قید واقعی ہے وہ ذرا دور ہوگی مگر) اس نے بھی جب عمر نام سنا تو روٹی ہٹالی (اور اس دوسری دکان والے نے جب تیسری دکان پر بھیجا تھا تو یہ کہہ کر بھیجا تھا جو آگے مذکور ہے اور اسی لئے اس نے بھی روٹی ہٹالی تھی یعنی یہ کہا تھا) کہ اس عمر کو روٹی دے دے اے میرے شریک یعنی میری اس صورت (وکلمات) سے راز کو سمجھ لے (وہ راز یہ کہ اس کا ایسا نام ہے اس کو روٹی مت دینا چنانچہ وہاں بھی نہ ملی وھکذا الی ان انتھت الحوانیت کلھا یہ قصہ تھا اس مسافر کی عمر کا اب عود ہے شعر اول کی طرف یعنی اسی طرح اگر ایسے شہر میں یہ نام بتلادے گا تو اگر ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جاوے گا تو) وہ بھی تجھ کو اس طرف سے (جہاں کہ تو بعد میں گیا ہے یہ کہہ کر تیسری جگہ) حوالہ کردے گا (کہ) ہاں عمر آیا ہے تاکہ روٹی پر فائز ہو (تو اس کو دینا مت غرض یہ کہ) جب تو ایک دکان پر عمر ہو گیا تو (جس دکان پر چاہے) چلا جا (کہیں روٹی نہ ملے گی پس اس نام کے بتلانے سے) تمام کاشان میں روٹی سے محروم رہ۔ اور اگر ایک دکان پر تو نے (اپنا نام) علی کہہ دیا تو اس جگہ سے روٹی لے لے بدوں حوالہ (دوسری دکان) کے (اور) بدوں کلفت کے (آگے تطبیق ہے مثال کی ممثل لہ پر بطور دلالت بالاولی کے یعنی) جب احول دو بین بے ثمر رہ گیا نوش (یعنی مقصود شیریں) سے تو تو احول صد بین ہے اے تارک الاصل (گو محاورہ میں مادر فروش گالی ہے مگر احقر نے مولانا کی شان اور خصوصیت مضمون پر نظر کر کے مجازاً یہ معنی لئے فان الام ھی الاصل والبیع

www.besturdubooks.wordpress.com

مستلزم ترک المبیع اور ظاہر ہے کہ دو بینی یا صد بینی میں اصل یعنی یک بینی کا ترک ضرور ہے اور حکایت مسافر کاشی میں دو کا نیں دو سے زیادہ تھیں پس مراد دو سے تقلیل ہے یعنی جب اشیاء قلیلہ کے تغایر سمجھنے میں یہ ضرر ہے تو اشیاء کثیرہ کے تغایر سمجھنے میں جس میں تو مبتلا ہو رہا ہے عموماً کائنات لا تحصی کو موجودات مستقلہ سمجھ رہا ہے باوجود ان کے ظل ہونے کی جس کی بحث شعر جملہ تصویرات الخ تک میں مذکور ہے جو سرخی مقام سے ازتیس شعر اوپر ہے اور خصوصاً خاص متخلقین باخلاق الٰہیہ کو غیر بالمعنی الاصطلاحی سمجھ رہا ہے کہ وہ بھی کثیر ہیں جس کی بحث شعر باز عقلش الخ واقع بعد اشعر المذکور سے ہے اور اشعار آئندہ قریبہ بھی بعضے بحث اول کے مضمون کے ہیں بعض ثانی کے کما سانبہ علیہ قریباً انشاء اللہ تعالیٰ بہرحال تیرے اس تغایر سمجھنے اور صد بینی میں کس قدر ضرر اور حرمان ہوگا جس کو آگے اول بعنوان مناسب قصہ مثال پھر بعنوان ممثل لہ بیان فرماتے ہیں یعنی وہ ضرور حرمان یہ ہے کہ) تو اس کا شان: دنیا میں (اس) احولی کے سبب اس (مسمی بہ) عمر کی طرح (محروم) پھرتا رہ جبکہ تو (مسمی بہ) علی نہیں ہے (یہ کنایہ ہے بتاء احولی سے کیونکہ اس مسافر کی ناحقیقت بینی اس نام پر جمود کا سبب ہوا مطلب یہ کہ غلط بینی کے سبب دنیا میں مقصود حقیقی سے محروم رہے گا اور یہاں کے اس حرمان کو آخرت کا حرمان لازم ہے قال تعالیٰ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الأخرۃ اعمیٰ حاصل یہ کہ) اس دیر ویرانہ (دنیا) میں احول (وغلط بین) کو گوشہ گوشہ میں انتقال حالت ہے (اس خیال سے) کہ وہاں (یہاں سے) اچھا ہے (اسی طرح وہاں سے پھر اور جگہ مطلب یہ کہ واحد حقیقی کو مقصود نہ سمجھنے سے ہمیشہ قبلہ توجہ بدلتا ہے جیسا غیر حق کے طالبین کی کیفیت مشاہد ہے) اور (نہیں تو) اگر تجھ کو چشم حق شناس (یعنی بصیرت ومعرفت حق سبحانہ وتعالیٰ) حاصل ہو جاوے تو محبوب سے پر دیکھ لے دونوں عالم کے میدان کو (اور اگر تو عالم کو محبوب سے پر دیکھ لیتا تو) تو جابجا کے حوالہ سے چھوٹ جاتا اس کا شان (دنیا) میں جو (بوجہ عالم ابتلا ہونے کے) پر خوف و رجا ہے (ان اشعار میں اجزاء عالم کے مظاہر حق ہونے کا مضمون ہے اور آگے اشعار مابعد میں متخلقین بالاخلاق الالٰہیہ کے مظہر خاص ہونے کا مضمون مذکور ہوگا اور وہ تنبیہ یہی ہے جس کا وعدہ میں نے شعر احول دو بین الخ کی شرح میں کیا تھا)۔

اندریں جو غنچہ دیدی با شجر	ہمچو ہر جو تو خیالش ظن مبر
اس ندی میں تو نے غنچہ مع شجر کے دیکھ لیا ہے	تو اس کو اور ندیوں کی طرح خیال گمان مت کر
کہ ترا از عین ایں عکس نقوش	حق حقیقت گردد و میوہ فروش
کہ ان نقوش کے عین عکس سے	حضرت حق حقیقت اور میوہ دینے والا ہو جاوے
چشم ازیں آب از حول حری شود	عکس می بیند سبد پر می شود
اس پانی سے آنکھ احولی سے آزاد ہو جاتی ہے	یہ شخص عکس دیکھتا ہے سبد پر ہو جاتا ہے
پس بمعنی باغ باشد ایں نہ آب	پس مشو عریاں چو بلقیس از جناب
پس معنی یہ باغ ہو گا نہ کہ پانی	سو تو بلقیس کی طرح حباب سے برہنہ مت ہو
بار گونا گونست بر پشت خراں	ہیں بیک چوب ایں خراں را تو مراں
طرح طرح کے اسباب ہیں گدھوں کی پشت پر	ہاں ایک ہی لکڑی سے سب گدھوں کو مت ہانک

www.besturdubooks.wordpress.com

بر یکے خر بار لعل و گوہر ست	بر یکے خر بار سنگ و مرمر ست
ایک گدھے پر لعل و گوہر کا بوجھ ہے	ایک گدھے پر سنگ اور مر مر کا بوجھ ہے
برہمہ جوہا تو ایں حکمت مراں	واندریں جو ماہ بیں عکسش مخواں
تو ان سب ندیوں پر اپنا یہ حکم مت جاری کر	اور اس ندی میں خود چاند کو دیکھ اس کو عکس مت کہہ
آب خضر ست ایں نہ آب دام ودد	ہر چہ اندر وے نماید حق بود
آب خضر ہے نہ کہ چرندہ اور درندہ کا پانی	اس میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ واقعی ہے
زیں تنگ جو ماہ گوید من مہم	من نہ عکسم ہمحدیث وہم رہم
اس قعر جو سے چاند بول رہا ہے میں چاند ہوں	میں عکس نہیں ہوں ہم سخن اور ہمراہ ہوں
اندریں جو آنچہ بر بالاست ہست	خواہ بالا خواہ دروے دار دست
اس ندی میں جو اوپر ہے وہی ہے	خواہ تو اوپر اور خواہ اس کی طرف ہاتھ بڑھا
از دگر جوہا مگیر ایں جوئے را	ماہ داں ایں پرتو مہروئے را
دوسری ندیوں سے اس ندی کا قیاس مت لے	ماہ سمجھ اس عکس ماہرو کو
اندریں جو ہر چہ داری تو مراد	بازبیں و شکر گو بہر زیاد
اس میں طلب کر لے تو جو کچھ مراد رکھتا ہے	پھر دیکھ لے اور شکر کر افزونی کے لئے
اندریں جو ہر چہ می خواہی بہیں	از نعیم و ناز و تاج و ملک و دیں
اس ندی میں جو کچھ تو چاہتا ہے دیکھ لے	ناز و نعم اور تاج و ملک اور دین سے
جملہ مطلوبات خلق ہر دو کون	گشت موجود اندروے بعد و بون
تمامی مطلوبات خلائق کونین کے	اس کے اندر موجود ہیں بدوں بعد اور دوری کے
ایں سخن پایاں ندارد آں غریب	بس گریست از درد خواجہ شد کسیب
یہ مضمون پایاں نہیں رکھتا اس مسافر نے	گریہ کیا اس مرد عاقل کے رنج سے

(ربط اوپر مذکور ہوا اور اس ربط کے اعتبار سے یہ عود ہے مضمون اشعار باز عقلش گشت الخ کی طرف اور اس عود میں ان اشعار بالا میں سے امثلہ مذکورہ چوں دریں جو الخ اور عکس بارا ماندا لخ اور سیب رویدا لخ اور خواجہ را کو در گذشت الخ کی رعایت خصوصیت کے ساتھ ہے کہ دوسرے الفاظ سے پھر وہی مثالیں لائی گئی ہیں پس فرماتے ہیں کہ متخلقین بالاخلاق الالہیہ کا یہ نسبت دوسرے اجزاء عالم کے حق تعالیٰ کے ساتھ مظہریت کا خاص تعلق سمجھنا چاہئے جس کا بیان پہلے بھی ہوا ہے اور پھر بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتا ہے اور چونکہ پہلے اشعار بالا محال علیہا کی شرح میں مقصود مقام خوب حل ہو چکا ہے یہاں صرف حل ترجمہ پر اکتفا کیا جاوے گا یعنی) اس ندی میں (جب) تو نے غنچہ مع شجر کے دیکھ لیا ہے تو اس کو اور ندیوں کی طرح (محض) خیال (اور عکس) گمان مت کر (تا) کہ (عکس نہ سمجھنے سے) ان نقوش (وجودات اہل اللہ) کے عین عکس (مزعوم) سے حضرت حق (درجہ) حقیقت (میں ثابت ہو جاوے) اور میوہ دینے والا (ثابت) ہو جاوے (یعنی تجھ کو یہ ثابت ہو جاوے کہ یہ عکس حق نہیں بلکہ حقیقت حق ہے جو میوہ دے رہا ہے کیونکہ پانی کے اندر جس کو عکس سمجھا تھا وہ درخت تھا جس کا ذکر یہاں شعر اول میں ہے اور وہ میوہ بخش بھی تھا جس کا ذکر وہاں اوپر شعر چوں دریں جو دیداں الخ میں بھی تھا اور شعر آئندہ میں بھی ہے یعنی) اس (ندی کے) پانی سے آنکھ احولی سے آزاد (اور رہا) ہو جاتی ہے (اور یہ برکت اہل اللہ کی ظاہر ہے کہ بصیرت راست بین میسر ہو جاتی ہے اور) یہ شخص (اول نظر میں) عکس دیکھتا ہے (لیکن اس سے) سبد پر ہو جاتا ہے (جب یہ ہے) پس معنی یہ باغ (و درخت) ہوگا نہ کہ پانی (جس میں محض عکس ہو) سو تو بلقیس کی طرح حباب (کے گمان) سے برہنہ (ساق) مت ہو (جس طرح بلقیس کو شیشہ پر یہی غلط گمان ہوا کہ یہ پانی ہے قال تعالیٰ حسبتہ لجۃ و کشفت عن ساقیہا تشبیہ محض اس میں ہے کہ اس نے غیر آب یعنی شیشہ کو آب سمجھا اسی طرح تو غیر آب یعنی باغ کو آب مت سمجھ کمافی المصراع الاول آگے عوام اور خواص کے تمائز کی مثال ہے یعنی) طرح کے طرح کے اسباب ہیں گدھوں کی پشت پر۔ ہاں ایک ہی لکڑی سے سب گدھوں کو مت ہانک (آگے بیان ہے ان اسباب کے مختلف ہونے کا یعنی) ایک گدھے پر لعل و گوہر کا بوجھ ہے (اور) ایک گدھے پر سنگ اور مرمر کا بوجھ ہے (بس اسی طرح) تو ان سب ندیوں پر اپنا یہ (ایک) حکم (کہ ان سب میں ماہ کا عکس ہے) مت جاری کر اور اس ندی (خاص) میں (جس کا ذکر اس شعر میں ہوا ہے اندریں جو غنچہ دیدی الخ) خود چاند کو دیکھ اس کو (چاند کا) عکس مت کہہ (اس ندی کا پانی) آب خضر (یعنی آب حیات) ہے نہ کہ چرندہ اور درندہ (کے پینے) کا پانی (کذافی الغیاث فی معنی دام و دد) اس (پانی) میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ واقعی ہے (عکس نہیں) اس قعر جو سے چاند بول رہا ہے میں چاند ہوں۔ میں عکس نہیں ہوں (بلکہ) ہم سخن اور ہمراہ ہوں (جو منافی ہے عکس ہونے کے) اس ندی میں جو اوپر ہے وہی (اندر) ہے (اب) خواہ تو اوپر اور خواہ اس (ندی میں نظر آنے والے) کی طرف ہاتھ بڑھا (جو اوپر سے ملے گا وہی اندر سے یعنی خواہ بلاواسطہ حضرت حق سے فیض لو یا اہل اللہ کے واسطہ سے وہ ایک ہی فیض ہے اور یہ تخییر کے لئے نہیں کیونکہ مبتدی کو واسطہ کی ضرورت تو ہوتی ہے بلکہ حکم ہے تساوی کا دونوں فیض میں باعتبار حقیقت کے گو استعداد طالب سے طریق متساوی نہ ہو) دوسری ندیوں سے اس ندی کا قیاس مت لے۔ ماہ سمجھ اس عکس ماہ رو کو (عکس بعض اعتبارات سے کہہ دیا حسب زعم مخاطب) اس میں طلب کرلے تو جو کچھ مراد رکھتا ہے پھر (بنظر تحقیق) دیکھ لے (نظیرہ ثم ارجع البصر کرتین) اور شکر کر افزونی (نعمت) کے لئے اس ندی میں جو کچھ تو چاہتا ہے دیکھ لے۔ ناز و نعم اور تاج و ملک (حقیقی) اور دین سے تمامی مطلوبات خلائق کونین کے اس کے اندر موجود ہیں بدوں بعد اور دوری کے (یعنی سب مطلوبات قریب سے مل جاویں گے لان من کان اللہ لہ کان لہ کل شیءٍ آگے تمہید ہے رجوع بہ قصہ کی کہ) یہ مضمون (مظہریت انسان کامل کا) پایاں نہیں رکھتا (چنانچہ ان کے برکات و فضائل کی کثرت ظاہر ہے قصہ پورا کرو یعنی) اس مسافر نے (بہت) گریہ کیا اس مرد عاقل (محتسب مرحوم کی وفات) کے رنج سے (بوجہ اپنے قرض مایوس ہونے کے)

www.besturdubooks.wordpress.com

توزیع کردن پائمرد در جملہ شہر تبریز و جمع شدن اندک چیز و رفتن آں غریب بتربت محتسب بزیارت وایں قصہ را بر سر گور او گفتن بطریق نوحہ

مددگار کا تمام شہر تبریز میں چندہ جمع کرنا اور بہت تھوڑا جمع ہونا اور اس پردیسی کا محتسب کی قبر کی زیارت کو جانا اور نوحہ کے طریقے پر اس قصہ کو اس کی قبر پر کہنا

واقعہ آں وام او مشہور شد	پائمرد از درد او رنجور شد
اس کے اس قرضہ کا قصہ مشہور ہو گیا	مددگار اس کے درد سے متاثر ہوا
از پئے توزیع گرد شہر گشت	از طمع می گفت ہر جا سرگذشت
چندہ کے لئے شہر کے اطراف میں پھرا	طمع سے ہر جگہ اس کی سرگذشت بیان کرتا تھا
ہیچ ناورد از رہ کدیہ بدست	غیر صد دینار آں کدیہ پرست
سوال کے ذریعہ سے وہ سائل کچھ وصول نہ کر سکا	بجز سو دینار کے
پائمرد آمد بدو دستش گرفت	شد بگور آں کریم بس شگفت
وہ مددگار اس کے پاس آیا اس کا ہاتھ پکڑا	اس کریم کی گور پر جو کہ عجیب تھا گیا
گفت چوں توفیق یابد بندۂ	کو کند مہمانی فرخندۂ
کہا کہ جب کوئی بندہ اس کی توفیق پاوے	کہ وہ کسی صاحب نصیب کی مہمانی کرے
مال خود ایثار راہ او کند	جان خود ایثار جاہ او کند
وہ اپنا مال اس کی بابت صرف کرے	اپنی جان اس کی جاہ پر صرف کرے
شکر او شکر خدا باشد یقیں	چوں باحساں کرد توفیقش قریں
اس کی شکر گزاری خدا تعالیٰ کی شکر گزاری ہے یقینا	چونکہ خدا تعالیٰ نے اس کے موفق ہونے کو احسان کے ساتھ مقرون فرمایا
ترک شکرش ترک شکر حق بود	حق اولا شک بحق ملحق شود
اس کی شکر گزاری کا ترک کرنا شکر حق کا ترک کرنا ہو گا	اس کا حق بلاشک حق تعالیٰ کے ساتھ ملحق ہو گا
شکر می کن مر خدارا در نعم	نیز می کن شکر و ذکر خواجہ ہم
تو نعمتوں میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا رہ	نیز خواجہ کا بھی شکر اور ذکر کرتا رہ
رحمت مادر اگرچہ از خداست	خدمت او ہم فریضہ ست وسزاست
ماں کی محبت اگرچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے	اس کی خدمت بھی واجب اور مناسب ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زیں سبب فرمود حق صلوا علیہ	کہ محمدؐ بود محتاج الیہ
اسی سبب سے فرمایا ہے حق تعالی نے صلوا علیہ	کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم محتاج الیہ تھے
در قیامت بندہ را گوید خدا	ہیں چہ کردی آنچہ دادم مر ترا
قیامت میں بندہ سے خدا تعالی فرماویں گے	ہاں تو نے کیا کیا میں نے جو کچھ تجھ کو دیا تھا
گوید اے رب شکر تو کردم بجاں	چوں ز تو بود اصل آں روزی وناں
وہ کہے گا اے رب میں نے آپ کا جان سے شکر کیا	چونکہ اس روزی اور نان کی اصل آپ ہی کی طرف سے تھی
گویدش حق نے نکردی شکر من	چوں نکردی شکر آں اکرام وفن
حق تعالی اس سے فرماویں گے نہیں تو نے میرا شکر ادا نہیں کیا	جبکہ تو نے اس اکرام اور فضل کا شکر نہیں کیا
بر کریمے کردہ ظلم و ستم	نے ز دست او رسیدت نعمتم
تو نے ایک کریم پر ظلم و ستم کیا	کیا تجھ کو اس کے ہاتھ سے میری نعمت نہ پہنچی تھی
چون بگور آں ولی نعمت رسید	گشت گریاں زار و آمد در نشید
جب وہ اس ولی نعمت کی قبر پر پہنچا	زار زار گریہ کرنے لگا اور گیت گانے لگا
گفت اے پشت و پناہ ہر نبیل	مرتجا و غوث ابناء السبیل
کہا اے پشت و پناہ ہر عظیم الشان کے	امیدگاہ اور مددگار مسافروں کے
اے غم ارزاق ما بر خاطرت	اے چو رزق عام احسان و برت
اے شخص ہمارے رزقوں کا بار تیری خاطر پر تھا	اے شخص تیرا احساں اور نیکی مثل رزق عام کے تھا
اے فقیراں را عشیرہ و والدین	در خراج وخرج و در ایفائے دین
اے شخص تو فقیروں کے لئے بمنزلہ کنبہ اور والدین کے تھا	آمدنی میں اور خرچ میں اور ادائے قرض میں
اے چو بحر از بہر نزدیکاں گہر	دادہ تحفہ سوی دوراں از مطر
اے شخص تو نے بحر کی طرح نزدیکوں کے لئے گوہر دئے تھے	اور دور والوں کی طرف بارش کو تحفہ دیا تھا
پشت ما گرم از تو بود اے آفتاب	رونق ہر قصر و گنج ہر خراب
ہماری پشت تجھ سے گرم تھی اے آفتاب	تو رونق تھا ہر قصر کا اور خزانہ تھا ہر ویرانہ کا
اے در ابرویت ندیدہ کس گرہ	اے چو میکائیل را دو رزق دہ
شخص تیری ابرو میں کسی نے بل نہیں دیکھا	اے شخص جو کہ مثل میکائیل کے جو افسر داد و رزق دینے والا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

اے دلت پیوستہ با دریائی غیب	اے بقاف مکرمت عنقائے غیب
اے شخص تیرا دل دریائے غیب سے متصل تھا	اے شخص کہ کرم سے کوہ قاف میں عنقائے غیب ہے
یاد ناوردہ کہ از مالم چہ رفت	سقف قصر ہمت ہرگز نکفت
تو نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ میرے مال میں سے کیا چلا گیا	تیرے قصر ہمت کی سقف کبھی شگافتہ نہیں ہوئی
اے من وصد ہمچوں من در ماہ وسال	مر ترا چوں نسل تو گشتہ عیال
اے شخص میں اور مجھ جیسے صدہا ہر ماہ اور ہر سال میں	تیرے لئے تیری اولاد کی طرح بطور عیال کے رہتے تھے
نقد ما و جنس ما و رخت ما	نام ما و فخر ما و بخت ما
ہمارا نقد اور ہماری جنس اور ہمارا سامان	ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا طالع
ایں ہمہ از حق بدو تو واسطہ	درمیان ما و حق تو رابطہ
یہ سب چیزیں حق تعالیٰ کی طرف سے تھیں اور تو واسطہ تھا	ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان رابطہ تھا
تو نمردی ناز و بخت ما بمرد	عیش ما و رزق مستوفا بمرد
تو نہیں مرا ہمارا ناز اور نصیبا مر گیا	ہمارا عیش اور رزق بتمامہ مر گیا
واحد کالف در رزم و کرم	صد چو حاتم گاہ ایثار نعم
تو ایک مثل ہزار کے تھا شجاعت اور سخاوت میں	سو حاتم کی مثل تھا بوقت صرف کرنے نعمتوں کے
حاتم ار مردہ بمردہ میدہد	گرد گانہای شمردہ میدہد
حاتم اگر ایک بے جان چیز ایک بیجان کو دیتا ہے	وہ معدودے چند اخروٹ دیتا ہے
تو حیاتے میدہی در ہر نفس	کز نفیسی می نگنجد در نفس
تو تو ہر سانس میں ایسی حیات دیتا تھا	جو کہ نفاست کے سبب بیان میں نہیں آتی
تو حیاتے میدہی بس پائدار	نقد زر بے کساد و بے شمار
تو حیات دیتا تھا بہت پائیدار	زر نقد بے کساد اور بے شمار
وارثے نابودہ یک خوی ترا	اے فلک سجدہ کناں کوی ترا
تیرے اس خلق کا وارث کوئی نہیں ہوا	اے شخص فلک تیرے کوچہ کو سجدہ کرتا ہے
خلق را از گرگ غم لطفت شباں	چوں کلیم اللہ شبان مہرباں
خلائق کے لئے گرگ غم سے تیرا لطف محافظ تھا	مثل حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے محافظ مہربان

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے اس قرضہ کا قصہ مشہور ہو گیا (اور کوئی شخص تھا باہمت) مددگار (وہ) اس کے درد سے متاثر ہوا (اور تحصیل) چندہ کے لئے شہر کے اطراف میں پھرا (اور رقم کی) طمع سے ہر جگہ اس کی سرگذشت بیان کرتا تھا (مگر) سوال کے ذریعہ سے وہ مسائل (للمدیون لالنفسہ) کچھ وصول نہ کر سکا بجز سو دینار کے (جس کو اس کے قرضہ سے کہ نو ہزار تھا کچھ بھی نسبت نہیں یعنی نوے حصہ میں سے ایک حصہ اس کے بعد) وہ مددگار اس کے پاس آیا (اور) اس کا ہاتھ پکڑا (اور اس کو ہمراہ لے کر) اس کریم کی گور پر جو کہ عجیب (وغریب شخص) تھا گیا (اور اس سے راہ میں) کہا کہ جب کوئی بندہ اس کی توفیق (منجانب اللہ) پاوے کہ وہ کسی صاحب نصیب کی مہمانی کرے (مہمان کو احب نصیب کہنا اس لئے ہے کہ اس کو نفع مہمانی کا پہنچانا یہ صاحب نصیبی ہے اور وہ مہمانی کرنا اس طرح ہو کہ) وہ اپنا مال اس کی بابت صرف کرے (اور) اپنی جان اس (مہمان) کی جاہ پر صرف کرے (یعنی اس کا اکرام اپنی جان سے کرے سو جو میزبان ایسا موفق وخادم ہو) اس کی شکر گزاری خدا تعالیٰ کی شکر گزاری ہے یقینا چونکہ خدا تعالیٰ نے اس کے موفق ہونے کو (اس کے) احسان کے ساتھ مقرون فرمایا (یعنی توفیق احسان کو مفضی الی الاحسان بنایا اور اس کریم کا شکریہ اسی بناء پر ہے پس مستلزم ہوگا شکریہ جاعل بنا کو اور اسی سے لازم آوے گا کہ) اس کی شکر گزاری کا ترک کرنا شکر حق کا ترک کرنا ہوگا (غرض) اس کا حق بلاشک حق تعالیٰ (کے حق) کے ساتھ ملحق ہوگا تو نعمتوں میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا رہ نیز خواجہ (محسن) کا بھی شکر اور ذکر (خیر وثنا) کرتا رہ (اشارۃ الی حدیث فان لم تکافئو فاثنوا علیہ خیرا فان ذلک من المکافاۃ آگے اس پر تفریع ہے کہ) ماں کی محبت (اولاد کے ساتھ) اگرچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے (لیکن خدا تعالیٰ ہی کے فرمانے سے) اس کی خدمت بھی واجب اور مناسب ہے (کوئی خدمت واجب ہے کوئی مناسب ہے آگے اس کی تائید ہے کہ) اسی سبب سے فرمایا ہے حق تعالیٰ نے صلوا علیہ (وسلموا تسلیما یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام بھیجو) کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نعم دینیہ میں) محتاج الیہ (اور واسطہ) تھے (جیسے ماں نعم دنیویہ میں واسطہ تھی آگے اس کی دلیل حدیث سے ہے اور حاشیہ میں بحر العلوم کا شیخ عبد اللطیف سے اس کو نقل کرنا لکھا ہے اور حدیث کے الفاظ یہ لکھے ہیں اذا حشر الخلائق یوم القیمۃ جئی بعبد اصطنع الیہ عبد من عبادہ معروفا فیقال لہ ھل شکرت عبدی فیقول یارب علمت ان ذلک منک فشکرتک علیک علیہ فیقول اللہ عزوجل لم تشکرنی اذالم تشکر من اجریت ذلک علی یدہ اور مخرج کا نام نہیں لکھا مولانا اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ) قیامت میں بندہ سے خدا تعالیٰ فرماویں گے ہاں تو نے کیا کیا میں نے جو کچھ تجھ کو دیا تھا۔ وہ کہے گا اے رب میں نے آپ کا جان (ودل) سے شکر کیا چونکہ اس روزی اور نان کی اصل آپ ہی کی طرف سے تھی۔ حق تعالیٰ اس سے فرماویں گے نہیں تو نے میرا شکر ادا نہیں کیا جبکہ تو نے (محسن کے) اس اکرام اور فعل کا شکر نہیں کیا۔ تو نے ایک کریم پر ظلم وستم کیا۔ کیا تجھ کو اس کے ہاتھ سے میری نعمت نہ پہنچی تھی۔ (یہ سب مضمون منجانب پایمردکے منقول ہے مقصود اس سے اس قرضدار کو یہ بتلانا ہے کہ جب یہ شخص تیرا محسن رہ چکا ہے جس کی دلیل شروع داستان کے اشعار کی تمہید میں احقر نے ذکر کی ہے تو اس کا مقتضا یہ ہے کہ اس کی شکر گزاری کر جو کہ اب بصورت زیارت قبر ودعائے مغفرت اس کے لئے ممکن ہے یہ کام تو کرلے چونکہ یہ شکر محسن شکر حق ہوگا اور شکر حق موجب مزید نعمت ہے ممکن ہے کہ یہ سبب ہو جاوے تجھ کو اس قدر مال مل جانے کا غرض پایمرد کے کرنے پر وہ محتسب

اور شکر حق موجب مزید نعمت ہے ممکن ہے کہ یہ سبب ہو جاوے تجھ کو اس قدر مال مل جانے کا غرض پایمردکے کرنے پر وہ محتسب کی قبر کی طرف چلا اور) جب وہ اس ولی نعمت کی قبر پر (اس پایمرد کے ہمراہ) پہنچا (زیارت ودعا کے بعد کچھ اس کی یاد کا کچھ اپنی مصیبت کا غلبہ ہو کر) زار زار گریہ کرنے لگا اور (غم کا) گیت گانے لگا (یعنی اُسکو خطاب کر کے یہ) کہا اسی پشت پناہ ہر عظیم الشان کے (اور) امید گاہ اور مددگار مسافروں کے (یعنی معمولی مسافر بھی اور اہل حاجت معززین بھی تجھ سے منتفع ہوتے تھے) اے شخص ہمارے رزقوں کا بار تیری خاطر پر تھا۔ اے شخص تیرا احسان اور نیکی مثل رزق عام کے (سب کو شامل) تھا اے شخص تو فقیروں کے لئے بمنزلہ کنبہ اور والدین کے تھا آمدنی میں اور خرچ میں اور ادائے قرض میں اے شخص تو نے بحر کی طرح نزدیکوں کے لئے گوہر دیئے تھے اور دور والوں کی طرح بارش کو تحفہ دیا تھا۔ ہماری پشت تجھ سے گرم (اور قوی) تھی اے آفتاب۔ تو رونق تھا ہر قصر کا اور خزانہ تھا ہر ویرانہ کا۔ اے شخص تیری ابرو میں کسی نے (کبھی) بل نہیں دیکھا۔ اے شخص جو کہ مثل میکائیل کے جوانمرد اور رزق دینے والا تھا اے شخص تیرا دل دریائے غیب سے متصل تھا (اس لئے اس میں کبھی انقطاع فیض کا نہ ہوتا تھا) اے شخص کہ کرم کے کوہ قاف میں عنقائے غیب (کی طرح جلیل القدر) ہے تو نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ میرے مال میں سے کیا چلا گیا۔ تیرے قصر ہمت کی سقف کبھی شکافتہ (اور شکستہ) نہیں ہوئی (از کفتن بفتح کاف عربی بمعنی شگافتن کذا فی الغیاث) اے شخص میں اور مجھ جیسے صدہا ہر ماہ اور ہر سال میں تیرے لئے تیری اولاد کی طرح بطور عیال کے رہتے تھے۔ ہمارا نقد اور ہماری جنس اور ہمارا سامان ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا طالع یہ سب چیزیں حق تعالیٰ کی طرف سے (ہمارے پاس) تھیں اور تو واسطہ تھا (اور) ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان رابطہ تھا (صرف) تو نہیں مرا (بلکہ تیرے مرنے سے) ہمارا ناز (ونعم) اور نصیبہ مر گیا (اور) ہمارا عیش اور رزق بتمامہ مر گیا تو ایک مثل ہزار کے تھا شجاعت اور سخاوت میں۔ سو حاتم کی مثل تھا بوقت صرف کرنے نعمتوں کے (یعنی حاتم سے بڑھ کر تھا آگے اس بڑھے ہوئے ہونے کا بیان ہے کہ) حاتم اگر ایک بے جان چیز ایک بے جان کو دیتا ہے (یہ تو اس کے عطا میں کیفا کمی ہے اور پھر اس کی ساتھ یہ بھی ہے کہ) وہ معدودے چند اخروٹ دیتا ہے (یہاں محط فائدہ مفہوم معدود کا ہے یعنی وہ عطا محصور ومحدود بھی ہے اور یہ کمی کما ہے اور عطا اور معطی لہ کو بے جان اس لئے کہا کہ بہت جلد بے جان ہونے والا ہے تو اگر حاتم کی یہ حالت ہے) تو (تیری یہ کیفیت ہے کہ) تو ہر سانس میں ایسی حیات دیتا تھا جو کہ (غایت) نفاست) کے سبب بیان میں نہیں آتی (از نفس بمعنی دم وچوں کلام از صوت ست وصوت رادم لازم لہذا مجازاً بمعنی بیان گرفتہ شد۔ یہ تو اس کی ترجیح ہوئی کیفا کہ وہ عطا حیات ہے اور ترجیح کما یہ ہے کہ) تو حیات دیتا تھا بہت پائیدار (یہاں محط فائدہ پائیدار ہے کما کان فی مقابلة شمر ده الدال علی المفضولية الكمية و هذا دال علی الافضلية الكمية غالباً اس حیات خالدہ سے مراد اعانت فی الدین ہے یا تو بلاواسطہ اگر اس محتسب کے اہل اللہ ہونے پر نظر کی جاوے جیسا ایک سرخی گذشتہ استغفار کردن کے بعض اشعار باز علکش الخ میں مولانا کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے اور یا بواسطہ جبکہ باوجود اس کے تحقق کے اس کا لحاظ نہ کیا جاوے صرف اس کا اعتبار کیا جاوے کہ اس کی عطا معین فی الطاعات ہوتی تھی فالاول کالمباشرة والثانی کالتسبب اور آگے جو فرمایا ہے کہ) زرنقد بے کساد (یعنی جید) اور (مقدار میں) بے شمار (دیتا تھا سو اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ صرف عاطف مقدر ہو یعنی حیات پائیدار یعنی فیض باطنی کے علاوہ حسی نعمتیں بھی دیتا تھا ثانی یہ کہ حیات پائیدار یعنی سبب حیات کا بیان ہو یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ حیات مسبہ بھی کماً و کیفاً کامل ہے اور اس کا سبب یعنی مال بھی کماً و کیفاً کامل ہے بے کساد اس کے کمال کیفی پر اور بے شمار اس کے کمال کمی پر دال ہے خلاصہ یہ کہ تو ایسا تھا ایسا تھا اور) تیری اس خلق (مذکور) کا وارث کوئی نہیں ہوا (یعنی تو ان اخلاق کا اپنے وقت میں خاتم ہو گیا) اے فحص فلک (مرتفع) تیرے کوچہ (متسفلہ) کو سجدہ کرتا ہے (یعنی تیرے یہاں کی سافل چیز کی شان دوسری عالی چیز سے بڑی ہے خلائق کے لئے گرگ غم سے تیرا لطف محافظ تھا (اور محافظ بھی کیسا کہ) مثل حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے محافظ مہربان (تھا جن کی مہربانی بحال گوسفند کا بیان آگے آتا ہے اور پھر ایک حدیث موید کے ایراد کے بعد خطاب محتسب مذکور فی القصہ کی طرف عود ہوگا)۔

گریختن گوسفندے از موسیٰ علیہ السلام و شفقت و مہربانی وی علیہ السلام بروے

ایک بکری کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھاگنا اور اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مہربانی اور شفقت

گوسفندے از کلیم اللہ گریخت	پائے موسیٰ آبلہ شد نعل ریخت
ایک بکری حضرت کلیم اللہ کے پاس سے بھاگ گئی	موسیٰ علیہ السلام کا پاؤں پر آبلہ ہو گیا خستہ ہو گیا
درپئے او تا بشب در جستجو	واں رمہ غائب شدہ از چشم او
اس کے پیچھے شب تک تلاش میں رہے	اور وہ گلہ ان کی نظر سے غائب ہو گیا
گوسپند از ماندگی شد سست و ماند	پس کلیم اللہ گرد از وے فشاند
وہ بکری تکان سے ست ہو گئی اور رہ گئی	پس حضرت کلیم اللہ نے اس سے گرد جھاڑی
کف ہمی مالید بر پشت و سرش	می نوازش کرد ہمچو مادرش
اس کی پشت اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے	ماں کی طرح اس پر نوازش فرماتے تھے
نیم ذرہ تیرگی و خشم نے	غیر مہر و رحم و آب چشم نے
آدھا ذرہ بھی کدورت اور غیظ نہیں	بجز مہربانی اور رحم اور آب چشم کے نہیں
گفت گیرم بر منت رحمے نبود	طبع تو برخود چرا استم نمود
فرمانے لگے کہ میں نے فرض کیا کہ تجھ کو مجھ پر رحم نہیں آیا	تیری طبیعت نے اپنے اوپر کس لئے ظلم کیا
با ملائک گفت یزداں آں زماں	کہ نبوت را ہمی زیبد فلاں
ملائکہ سے حضرت حق نے اس وقت فرمایا	کہ نبوت کے لئے فلاں شخص زیبا ہیں
مصطفیٰ فرمود خود کہ ہر نبی	کرد چوپانیش برنا یا صبی
خود مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے	بکریوں کی چوپانی کی ہے جوان ہو کر یا طفل ہونے کے وقت
بے شبانی کردن و آں امتحاں	حق ندادش پیشوائی جہاں
بدوں شبانی کرنے کے اور بدوں اس امتحان کے	حق تعالیٰ نے اس کو جہان کی پیشوائی نہیں دی

www.besturdubooks.wordpress.com

تاشود پیدا وقار و صبر شاں	کردشاں پیش از نبوت حق شباں
تاکہ ان کا وقار اور صبر ظاہر ہو جاوے	ان کو حق تعالیٰ نے نبوت سے پہلے شبان بنایا ہے
گفت سائل ہم تو نیز اے پہلواں	گفت من ہم بودہ ام دہرے شباں
کسی سائل نے عرض کیا کہ آپ نے بھی اے سید الخلائق	آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایک زمانہ تک شبان رہا ہوں
ہر امیرے کو شبانی بشر	آنچناں آرد کہ باشد موتمر
جو حاکم کہ بشر کی شبانی	اس طرح سے بجالاوے کہ وہ حکم کا امتثال کرنے والا ہو
حلم موسیٰ وار اندر رعی خود	او بجا آرد بتدبیر و خرد
تو وہ اپنی شبانی میں حلم موسوی رکھتا ہے	وہ تدبیر و خرد سے بجالاتا ہے
لاجرم حقش دہد چوپانئے	بر فراز چرخ مہ روحانیے
لامحالہ حق تعالیٰ اس کو ایک چوپانی عطا فرماتا ہے	فلک قمر کے اوپر روحانی چوپانی
آنچنانکہ انبیا را زیں رعا	برکشید و داد رعی اصفیا
جس طرح سے انبیا کو اس رعی سے	مرتفع کر دیا اور رعی مقبولین عطا فرمائی
خواجہ بارے تو دریں چوپانیت	کردی آنچہ کور گردد شانیت
اے خواجہ البتہ تو نے اپنی اس چوپانی میں	وہ کیا جس سے تیرا دشمن اندھا ہو جاوے
دانم آنجا در مکافات ایزدت	سروری جاودانہ بخشدت
میں جانتا ہوں کہ اس عالم میں حق تعالیٰ تجھ کو	فضیلت دائمی عطا فرماوے گا

ایک بکری حضرت کلیم اللہ کے پاس سے بھاگ گئی (شعیب علیہ السلام کے پاس رہنے کے زمانہ میں بکریاں چرانا قرآن میں منصوص ہے) موسیٰ علیہ السلام کا پاؤں (اس کی تلاش میں دوڑنے سے) پر آبلہ ہو گیا (اور) خستہ ہو گیا (فی الغیاث نعل افگندن و نعل ریختن دویدں و ماندن اسپ از رفتار آہ) اس کے پیچھے شب تک تلاش میں (پھرتے) رہے اور وہ گلہ (جس میں سے وہ بکری بھاگ گئی تھی) ان کی نظر سے غائب ہو گیا (یعنی اس کی تلاش میں اتنی دور نکل گئے کہ اصل گلہ بھی نظر نہ آتا تھا) وہ بکری (آخر) تکان سے سست ہو گئی اور (کسی جگہ) رہ گئی (تب وہ حضرت کلیم اللہ کو ملی جب وہ ملی) پس حضرت کلیم اللہ نے اس سے گرد جھاڑی (اور) اس کے پشت اور سر پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرتے تھے (اور) ماں کی طرح اس پر نوازش فرماتے تھے (اور باوجود اس قدر اذیت برداشت کرنے کے) آدھا ذرہ بھی کدورت اور غیظ نہیں (اور) بجز مہربانی اور رحم اور آب چشم کے نہیں (یعنی اس کی تکلیف کو دیکھ کر رقت ہوتی تھی اور اس بکری سے) فرمانے لگے کہ میں نے فرض کیا کہ تجھ کو مجھ پر رحم نہیں آیا (اس لئے مجھ کو تھکایا لیکن) تیری طبیعت نے اپنے اوپر کس لئے ظلم کیا (اپنے اوپر تو رحم کرنا چاہئے تھا) ملائکہ سے حضرت حق نے اس وقت فرمایا کہ نبوت کے لئے فلاں شخص (یعنی حضرت کلیم اللہ) زیبا ہیں (اور یہ قصہ رعی غنم کا نبوت کے قبل تھا جیسا قرآن مجید

www.besturdubooks.wordpress.com

میں ہے کہ بعد رعی غنم کے جب مدین سے واپس آنے لگے ہیں راستہ میں کوہ طور پر نبوت عطا ہوئی آگے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ رعی غنم کی مناسبت سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے رعی غنم کا مضمون فرماتے ہیں کہ) خود مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے بکریوں کی چوپانی کی ہے (کمافی البخاری) جوان ہو کر یا طفل ہونے کے وقت (اور ایک معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ خواہ وہ نبی جوان ہو یا صبی یعنی خواہ اس کو شباب میں نبوت ملی ہو یا شباب کے قبل کما یفهم من ظاهر قوله تعالیٰ و اٰتیناه الحکم صبیا اور اس پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ کسی نبی کو چالیس سال کے قبل نبوت نہیں ملی لیکن چونکہ یہ حدیث ثابت نہیں کما فی المقاصد الحسنة ص ۱۷۵ فی تحقیق حدیث مامن نبی نبی الابعد الاربعین قال ابن الجوزی موضوع اس لئے یہ شبہ رفع ہوگیا آگے بھی حدیث رعی غنم انبیاء کے متعلق مضمون ہے جس میں خود اس کی حکمت بیان کی ہے حدیث میں یہ مضمون نہیں ہے یعنی) بدوں شبانی کرنے کے اور بدوں اس امتحان کے (جس کا بیان شعر آئندہ میں ہے) حق تعالیٰ نے اس کو (یعنی کسی نبی کو) جہاں کی پیشوائی نہیں دی (اور وہ امتحان کہ یہی حکمت ہے یہ ہے کہ) تا کہ ان (انبیاء) کا وقار اور صبر ظاہر ہو جاوے (اس لئے) ان کو حق تعالیٰ نے نبوت سے پہلے شبان بنایا ہے (اور اس میں صبر وحلم کی عادت اس طرح پڑتی ہے کہ بکریاں اکثر مختلف جوانب بکھر جاتی ہیں ان کے جمع رکھنے اور نگرانی میں پریشانی ہوتی ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مذکورہ میں اس بکری نے پریشان کیا آگے پھر حدیث مذکور بخاری کا تتمہ ہے کہ) کسی سائل نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا کہ آپ نے بھی اے سید الخلائق (بکریاں چرائی ہیں) آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایک زمانہ تک شبان رہا ہوں (آپ کے جواب کے الفاظ یہ ہیں نعم کنت ارعی علی قراریط لاهل مکة اه والقیراط نصف دانق والدانق سدس الدرهم او هو اسم موضع فیکون علی بمعنی فی کذا قالوا آگے مقولہ ہے مولانا کا کہ) جو حاکم بشر کی شبانی اس طرح سے بجالاوے کہ وہ (اس میں) حکم کا امتثال کرنے والا ہو (یعنی جس طرح سے کہ وہ مامور ہوا تھا فی الغیاث موتمر بکسر میم دوم فرمانبردار و مشورت کنندہ از لطائف و منتخب) تو وہ (حاکم) اپنی شبانی میں حلم موسوی رکھتا ہے (اور چونکہ وہ (اس کو) تدبیر و خرد سے بجالاتا ہے لامحالہ حق تعالیٰ اس کو ایک (خاص) چوپانی (مذکور فی المصراع الثانی) عطا فرماتا ہے (یعنی) فلک قمر کے اوپر (اس کو) روحانی چوپانی (یعنی مقام ارشاد و تربیت عباد۔ جیسا کہ حضرات انبیاء نے جب حق رعی ادا فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کہ رعی روحانی ہے عطا فرمائی اور فلک قمر چونکہ حد ہے دنیا کی تو اس سے فوق کنایہ ہوا فوق الدنیا سے کہ وہ رعی اخروی و دینی ہے آگے مقولہ ہے اس قرضدار کا بخطاب محتسب مقبور کے پس) جس طرح سے (حق تعالیٰ نے) انبیاء کو اس رعی سے (منصب عالی نبوت پر) مرتفع کردیا اور رعی متبولین عطا فرمائی (یہ عطف تفسیری ہے اسی طرح) اے خواجہ البتہ تو نے اپنی اس چوپانی (خلق) میں وہ (کام) کیا جس سے تیرا دشمن (اور حاسد) اندھا ہو جاوے (یعنی جل مرے یا یہ کہ باوجود حسد کے اس کو عیب بینی کی گنجائش نہ ملے غالباً اس میں اقتباس ہے ان شانئک هو الابتر سے تو تجھ کو بھی انبیاء کی طرح تیری استعداد کے موافق اس رعی پر ثمرہ عطا فرمایا ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) میں جانتا ہوں کہ اس عالم میں حق تعالیٰ تجھ کو فضیلت دائمی عطا فرماوے گا (حاصل اشعار ثلثہ یعنی آنچناں کہ از ال دائم آنجا کہ انبیاء کے رعی غنم پر منصب عالی نبوت کے ترتب کے ساتھ تشبیہ دینا ہے محتسب کے رعی غنم پر منصب عالی جنت کے ترتب کو آگے خطاب میں حکایت ہے اپنے قرضہ اور مطالب کے فقدان پر غم والم کی)۔

برامید کف چوں دریای تو	بر وظیفہ دادن و ایفائے تو
تیرے کف مشابہ دریا کی امید پر	تیرے وظیفہ دینے اور تیرے ایفاء پر

www.besturdubooks.wordpress.com

وام کردم نہ ہزار از زر گزاف	تو کجائی تا شود ایں درد صاف
میں نے نو ہزار زر بے احتیاطی سے قرض کر لئے	تو کہاں ہے تا کہ یہ تلچھٹ صاف ہو
تو کجائی تا کہ صد چنداں کرم	بامن خستہ بجا آری نعم
تو کہاں ہے تا کہ سو حصہ کرم	مجھ خستہ کے ساتھ تو بجا لاوے البتہ
تو کجائی تا دو صد لطف و عطا	با غریب خستہ دل آری بجا
تو کہاں ہے تا کہ دو سو لطف و عطا	غریب خستہ دل کے ساتھ تو بجا لاوے
تو کجائی تا کہ خنداں چوں چمن	گویم بستاں دو صد چنداں زمن
تو کہاں ہے تا کہ چمن کی جگہ خنداں کرتا ہوا	تو مجھ کو کہے کہ مجھ سے دو سو حصے لے
تو کجائی تا مرا خنداں کنی	لطف واحساں چوں خداونداں کنی
تو کہاں ہے تا کہ مجھ کو خنداں کرے	آقاؤں کی طرح لطف و احسان کرے
تو کجائی تا بری در مخزنم	تا کنی از وام و فاقہ ایمنم
تو کہاں ہے تا کہ مجھ کو خزانہ میں لے جاوے	تا کہ قرض اور فاقہ سے مجھ کو مامون کرے
من ہمی گویم بس و تو مفضلم	گفتہ کایں ہم گیر از بہر دلم
میں تو کہوں بس اور تو کہ مجھ پر کثیر الفضل ہے	یوں کہتا ہو کہ یہ بھی لے لے میری خاطر سے
چوں ہمی گنجد جہانے زیر طیں	چوں بگنجد آسمانے در زمیں
ایک پورا جہاں خاک کے نیچے کیونکر سماتا ہے	ایک آسمان زمین کے نیچے کیونکر سماتا ہے
حاش للہ تو بروں زیں جہاں	ہم بوقت زندگی ہم ایں زماں
حاش للہ تو اس جہاں سے باہر ہے	زندگی کے وقت میں بھی اور اس زمانہ میں بھی
در ہوائے غیب مرغے می پرد	سایۂ او برزمیں می گسترد
فضائے عالم غیب میں ایک مرغ اڑ رہا ہے	اس کا سایہ زمیں پر مبسوط ہے
جسم سایہ سایۂ سایہ دلست	جسم کے اندر خور پایہ دلست
جسم جو ہے تو قلب کے ظل الظل کا ظل ہے	جسم کب لائق مرتبہ قلب کے ہے
مرد خفتہ روح او چوں آفتاب	در فلک تابان وتن درجامہ خواب
آدمی سوتا ہوتا ہے اس کی روح آفتاب کی طرح	فلک میں تاباں ہوتی ہے اور جسم لباس خواب میں ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جاں نہاں اندر خلا ۔۔۔ سجاف	تن تقلب می کند زیر لحاف
روح مخفی ہے خلاء میں ۔۔۔ پردہ کے	جسم کروٹ لیتا ہے لحاف کے نیچے
روح چوں من امر ربی مختفی ست	ہر مثالے کہ بگویم منتفی ست
روح جبکہ امر رب سے ہے مختفی ہے	جو مثال کہوں وہ منفی ہے
اے عجب کو لعل شکر بار تو	واں جوابات خوش و اسرار تو
اے شخص عجب ہے وہ تیرا لب شکر بار کہاں ہے	اور تیرے وہ جوابات خوش اور اسرار کہاں ہیں
اے عجب کو آں عقیق قند خا	آں کلید قفل مشکلہائے ما
اے شخص عجب ہے وہ عقیق قند خا کہاں ہے	وہ کلید ہمارے مشکلات کے قفل کی کہاں ہے
اے عجب کو آں دم چوں ذوالفقار	آنکہ کردے عقلہا را بیقرار
اے شخص عجب ہے وہ سخن مشابہ ذوالفقار کے کہاں ہے	وہ جو عقلوں کو بے قرار کر دیتا تھا
چند ہمچو فاختہ کاشانہ جو	کو و کو و کو و کو و کو و کو
کب تک آشیانہ ڈھونڈنے والی فاختہ کی طرح	کوکو اور کوکو اور کو کو کرے گا
کو ہمانجا کہ صفات رحمت ست	قدرت ست و نزہت ست و فطنت ست
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں صفات رحمت ہیں	قدرت ہے اور فرحت ہے اور علم ہے
کو ہمانجا کہ دل و اندیشہ اش	دائم آنجا بد چو سیر و بیشہ اش
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں اس کی توجہ اور فکر	ہمیشہ تھی مثل شیر اور اس کے بیشہ کے
کو ہمانجا کہ امید مرد و زن	میرود در وقت اندوہ و حزن
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں تمام مرد و زن کی امید	اندوہ اور حزن کے وقت رجوع ہوتی ہے
کو ہمانجا کہ بوقت علتے	چشم پر دبر امید صحتے
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں علالت کے وقت	آنکھ لگتی ہے صحت کی امید پر
آں طرف کہ بہر دفع زشتیے	باد جوئی بہر کشت و کشتیے
وہ اس طرف ہے جہاں سے تو دفع خرابی کے لئے	ہوا کی استدعا کیا کرتا ہے زراعت اور کشتی کے واسطے
آں طرف کہ دل اشارت میکند	چوں زباں یاہو عبارت میکند
وہ اس طرف ہے جہاں قلب اشارہ کیا کرتا ہے	جبکہ زبان یا ہو کو عبارت میں لاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

او مع اللہست بے کو کو ہے	کاش جولاہا نہ "ماکو" گفتے
وہ اللہ کے پاس ہے بدوں کوکو کے ہے	کاش جولاہوں کی طرح میں ماکو کہتا
عقل ماکوتابہ بیند غرب و شرق	روحہا رامی زند صد گونہ برق
ہماری عقل کہاں ہے تاکہ مغرب و مشرق کو دیکھے	ارواح پر صدہا اقسام کی برق واقع ہو رہی ہے
جزر و مدش بدبہ بحرے در زبد	منتہی شد جزر و باقی ماندمد
اس کو زبد میں بحر کے ساتھ گھٹنا بڑھنا ہوتا تھا	گھٹاؤ موقوف ہو گیا اور بڑھاؤ باقی رہ گیا
نہ ہزارم وام و من بیدست رس	ہست صد دینار ازیں توزیع و بس
نو ہزار دینار تو میرا قرض ہے اور میں بے دسترس ہوں	سو دینار چندہ کے ہیں اور بس
حق کشیدت ماندہ ام در کشمکش	میروم نومید اے خاک تو خوش
حق تعالیٰ نے تجھ کو اٹھا لیا میں کشمکش میں رہ گیا	ناامید جاتا ہوں اے شخص طاب ثراک
ہمتے میدار در پر حسرتت	اے ہمایوں روی و دست و ہمت
کچھ ہمت لگا اپنے مالا مال حسرت کے لئے	اے مبارک ہے تیرا رخ اور ہاتھ اور ہمت
آمدم بر چشمۂ اصل عیون	یافتم در وے بجای آب خوں
میں ایسے چشمہ پر آیا تھا جو سب چشموں سے بڑھ کر ہے	اس میں میں نے بجائے پانی کے خون پایا
چرخ آں چرخ ست و تاب آں تاب نیست	جوی آں جویست آب آں آب نیست
آسمان تو وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں	ندی وہی ندی ہے پانی وہ پانی نہیں
محسناں ہستند کو آں مستطاب	اختراں ہستند کو آں آفتاب
محسن ہیں وہ پاکیزہ کہاں	اختر تو ہیں وہ آفتاب کہاں
تو شدی سوئ خدا اے محترم	پس بسوے حق روم من نیز ہم
تو خدا کے پاس چلا گیا اے محترم	پس میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں
مجمع و پاے علم ماوئ القرون	ہست حق کل لدینا محضرون
محل اجتماع اور پائے علم اور ماوا تمام اہل قروں کا	حق تعالیٰ ہی ہے بدلیل کل لدنیا محضرون کے

تیرے کف مشابہ دریا کی امید پر (اور) تیرے وظیفہ دینے اور تیرے ایفاء (قرض کی امید) پر میں نے نو ہزار (دینار) زر بے احتیاطی سے قرض کر لئے تو کہاں ہے تاکہ یہ گلشن صاف ہو (یعنی یہ مشکل آسان ہو) تو کہاں ہے تاکہ سو حصہ کرم مجھ خستہ کے ساتھ تو

www.besturdubooks.wordpress.com

بجالاوے البتہ (یعنی کرم متوقع سے اتنا زیادہ کرم کرے) تو کہاں ہے تا کہ دو سو لطف وعطا غریب خستہ دل کے ساتھ تو بجالاوے تو کہاں ہے تا کہ چمن کی جگہ خندہ کرتا ہوا تو مجھ کو کہے کہ مجھ سے دو سو حصے لے (یعنی قرض سے بھی اتنا زیادہ لے) تو کہاں ہے تا کہ مجھ کو خنداں کرے (اور) آقاؤں کی طرح لطف واحسان کرے۔ تو کہاں ہے تا کہ مجھ کو خزانہ میں لے جاوے تا کہ قرض اور فاقہ سے مجھ کو مامون کرے (اس طرح سے کہ) میں تو کہوں بس اور تو کہ مجھ پر کثیر الفضل (والاحسان) ہے یوں کہتا ہو کہ یہ (اور) بھی لے لے میری خاطر سے (اور مجھ کو یہ تعجب ہے کہ) ایک پورا جہاں خاک کے نیچے کیونکر سماتا ہے (اور) ایک آسمان زمین کے نیچے کیونکر سماتا ہے (یعنی تو اکیلا کہ بمنزلہ تمام عالم کے ہے کما قیل ۔ لیس علی الله بمستکران یجمع العالم فی واحد اور بمنزلہ آسمان کے ہے قبر میں کیسے آ گیا یہ تعجب شاعرانہ مضمون سے آگے اس سے اضراب محققانہ ہے یعنی) حاش للہ (تو زمین میں کیوں سماتا وہ تو محض جسم ہے اور باقی جو مصداق اصلی ہے انت کا اس کا حکم تو یہ ہے کہ) تو اس جہاں سے باہر ہے زندگی (دنیوی) کے وقت میں بھی اور اس زمانہ میں بھی (وجہ اس کی ظاہر ہے کہ مصداق انت کا روح ہے اور وہ اس عالم متحیز سے خارج ہے علی ما رآه المکاشفون اور جسم سے تعلق اس کو محض تدبیر کا ہے حلول کا نہیں ویستوی فیه الحیوة والممات پس تعجب رفع ہو گیا آگے یہی مضمون ہے کہ) فضائے عالم غیب میں (مراد عالم مجردات ہے) ایک مرغ اڑ رہا ہے (اور) اس کا سایہ زمین پر مبسوط ہے (اس میں روح کو مرغ سے اور جسم کو اس کے سایہ سے تشبیہ دی یعنی مصداق انت کا روح ہے باقی یہ جسم تو اس کا ایک ظل ہے۔ آگے اس ظلیت کی تحقیق ہے کہ ظل بھی بواسطہ بلکہ بوسائط تو بہت ہی منزل دوجہ میں ہوا اس طرح سے کہ) جسم جو ہے تو قلب (حقیقی والمراد بہ الروح) کے ظل الظل کا ظل ہے (تقریر اس کی یہ ہے کہ قلب سے مراد روح اور یہ مراد لینا اتحاد لطائف کے قول پر تو ظاہر ہے جیسا بعض اہل کشف کا قول ہے اور تغائر لطائف کے قول پر مجاز استعارہ ہو جاوے گا لان کلامنها یشابه الاخر فی بعض الاوصاف وادناها التجرد سو قلب سے مراد روح ہوئی اور روح حقیقی اہل کشف کے نزدیک دو ہیں ایک سراجی کہ وہ روح اعظم واحد ہے مربی تمام ارواح کی اور دوسری زجاجی کہ وہ ہر شخص کی جدا جدا ہے اور یہ روح زجاجی استفادۂ آثار میں تابع ہے روح سراجی کی تو یہ زجاجی اس سراجی کی بایں معنی ظل ہوئی یعنی کالظل فی التبعیة پھر اس کا تعلق اجسام کے ساتھ بواسطہ روح حیوانی کے ہے تو افادۂ آثار حیوۃ وغیرہ میں یہ روح حیوانی اس روح زجاجی کی تابع اور ظل ہے اور اس روح سراجی کی ظل الظل ہوئی پھر جسم استفادۂ آثار حیوۃ وغیرہ میں اس روح حیوانی کا تابع اور ظل ہے پس اس بناء پر یہ جسم اس روح سراجی کا کہ اصل الارواح ہے ظل ظل الظل ہوا یعنی تین بار لفظ ظل ہے اول مضاف دوسرا مضاف الیہ ومضاف تیسرا مضاف الیہ یہ معنی ہیں اس مصرعہ کے جسم سایہ سایہ سایہ دل ست اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بجائے روح سراجی کے روح زجاجی کو کہا جاوے اور اس کا ظل عالم مثال کو اور اس کا ظل روح حیوانی کو اور اس کا ظل جسم کو آگے اس ظلیت بوسائط پر تفریع ہے کہ پس) جسم کب لائق مرتبہ قلب (یعنی روح) کے ہے (یعنی چہ نسبت خاک را با عالم پاک آگے اسی پر اور احکام متفرع فرماتے ہیں یعنی) آدمی سوتا ہوتا ہے (اور) اس کی روح (وهذه قرینة علی ارادة الروح بالقلب فیما سبق) آفتاب کی طرح فلک (عالم مجردات) میں تاباں ہوتی ہے اور جسم لباس خواب میں ہوتا ہے روح مخفی ہے (عالم غیب کے) خلاء میں مثل پردہ (اندرونی) کے (فی المنتخب سجاف بالکسر پردہ یا آنکہ بجف دو پردہ کہ بروا ویزند و درمیان آنہا فرجہ باشد و ہر پارچہ آں راں سجاف گویند اھ) جسم کروٹ لیتا ہے لحاف کے نیچے (چونکہ اوپر ایک شعر میں روح کو مرغ سے اور ایک شعر میں آفتاب سے اور ایک شعر میں سجاف سے تشبیہ دی ہے شاید اس تشبیہ و تمثیل سے کسی کو غلط فہمی ہوتی ہو اس لئے آگے اس پر تنبیہ کرتے ہیں کہ) روح جبکہ امر رب سے ہے (اور یہاں اس کی حقیقت اجمالی ہے اور مرتبہ تفصیل میں عالم کے علم سے) مخفی ہے (اس لئے) جو مثال (اس کے ایضاح کے لئے) کہوں وہ (اس کی کشف کی حیثیت سے) منفی ہے (یعنی وہ کاشف کنہ نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور یہ اشعار متضمن احکام روح مولانا کا مقولہ تھا آگے پھر اس قرضدار کا خطاب ہے محتسب کو یعنی) اے شخص عجب ہے وہ تیرا لب شکر بار کہاں ہے اور تیرے وہ جوابات خوش اور اسرار کہاں ہیں اے شخص عجب ہے وہ عقیق قند خا (یعنی لب شیریں کلام) کہاں ہے وہ کلید ہمارے مشکلات کے قفل کی کہاں ہے (یعنی لب یا زبان) اے شخص عجب ہے وہ سخن مشابہ ذوالفقار (شمشیر حضرت علیؓ) کے (سرعت نفوذ میں) کہاں ہے وہ جو عقلوں کو بے قرار کر دیتا تھا (یعنی عقلا اس سخن کی بلاغت وکمال سے حیران رہ جاتے تھے آگے خود اپنے نفس کو جواب کے لئے خطاب کرتا ہے کہ) کب تک آشیانہ ڈھونڈھنے والی فاختہ کی طرح کوکو اور کوکو اور کوکو کرے گا (یعنی اگر معلوم نہ ہوتا تو خیر یہ سوال بے موقع نہ تھا اور اب تو محض بے موقع ہے کیونکہ معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے چنانچہ سن تو جو کہتا ہے کہ) وہ کہاں ہے (سو تو بھی جانتا ہے کہ) وہیں ہے جہاں صفات رحمت ہیں (جہاں) قدرت ہے اور فرحت ہے اور علم ہے (یعنی اللہ کے پاس ہے کما سیاتی تو مع اللہست آگے بھی سوال وجواب کی یہی توجیہ ہے یعنی) وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں اس (متوفی صالح) کی توجہ اور فکر ہمیشہ (رہتی) تھی مثل شیر اور اس کے بیشہ کے (کہ شیر ہمیشہ بیشہ کی طرف توجہ رکھتا ہے اسی طرح صلحاء ہمیشہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں) وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں تمام مرد وزن کی امید اندوہ اور حزن کے وقت رجوع ہوتی ہے (یعنی اللہ کے پاس ہے) وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں علالت کے وقت آنکھ اٹھتی ہے صحت کی امید پر (آگے محض جواب ہیں بلا اعادہ سوال کے یعنی) وہ اس طرف ہے جہاں سے تو دفع خرابی کے لئے ہوا کی استدعا کیا کرتا ہے زراعت اور کشتی کے واسطے (یعنی جب ہوا بند ہونے سے زراعت اور سیر کشتی میں خلل آنے لگتا ہے تو خدا تعالیٰ سے ہوا مانگتے ہو) وہ اس طرف ہے جہاں قلب اشارہ کیا کرتا ہے جبکہ زبان یاہو (یعنی اے آن ذات پاک) کو عبارت میں لاتی ہے (ظاہر ہے کہ اس ضمیر کا مرجع قلب ذات حق ہی کو قرار دیتا ہے آگے ابہام مذکور کی تعیین کرتے ہیں یعنی) وہ (متوفی) اللہ کے پاس ہے (اور یہ پاس ہونا) بدوں کوکو (یعنی بدوں کجا کجا وسوال عن اللاین والمکان) کے ہے (یعنی اس مع اللہ ہونے سے یہ نہ سمجھنا کہ اس کا مکان نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کا بھی مکان ہے اور گو وہ مکانی ضرور ہے حقیقۃً اگر روح سے مرتبہ روح مفسر بجسم لطیف کا لیا جاوے جس کی نسبت حدیثوں میں عروج وخروج وہبوط وغیرہ آیا ہے وہ تحقیقہ فی رسالتی القفوح اور یا حکما اگر روح سے مرتبہ روح مجرد کا لیا جاوے مگر اس کا متعلق وہی جسم لطیف مذکور ہے کہ لذا تذحسیہ سے اس کا تمتع اسی پر موقوف ہے تو ہر حال میں مکانی ہوا مگر مع اللہ ہونا اس مکانیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ باعتبار قرب وقبول کے ہے پس حق تعالیٰ کے لئے گنجائش اس سوال کی نہیں بلکہ اس موقع پر ایسا سوال تو چونکہ ہم کو اپنے لئے زیبا ہے اس لئے) کاش جولاہوں کی طرح (بجائے آن کوکے) میں ماکو کہتا (ماکو کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ ہم کہاں ہیں اور یہاں یہی مراد ہے دوسرے آلتے ست آہنی جولاہگاں کہ بہندی آنرا نال گویند وما شورہ را یعنی نے پارہ کوچک میان تہی رامہ سمانے برآں پیچیدہ ودرسا کو نہادہ می بافند کذا فی الغیاث وحاشیہ ولی محمد یہاں یہ مراد نہیں محض لطیفہ ظرافت کے طور پر یہ تشبیہ دیدی اور اس تشبیہ ظریفانہ میں اشارہ اس طرف ہوسکتا ہے کہ ہم سے تو جولاہے زیادہ عقل رکھتے ہیں باوجودیکہ کم عقل مشہور ہیں کہ وہ ہر وقت ماکو ماکو کہتے ہیں ہماری طرح آن کوتو ایسے موقع پر نہیں کہتے۔ جس سے ایہام ہو لایہ حق تعالیٰ کا آگے اس موقع پر ہم کو اپنے لئے اس سوال کے زیبا ہونے کی وجہ نہ کہ حق تعالیٰ کے لئے۔ جس میں ماکو کی تفسیر بھی عقل ماکو کے ساتھ ہے بتلاتے ہیں۔ جس کی طرف احقر نے تمہید مصرعہ کاش جولاہانہ میں اشارہ کیا ہے یعنی) ہماری عقل کہاں ہے تاکہ مغرب ومشرق کو دیکھے (اور اس میں ہر طرف یہ دیکھے کہ کاملین امثال متوفی کی) ارواح پر صدہا اقسام کی برق (یعنی تجلیات الٰہیہ اس وقت بھی) واقع ہو رہی ہیں (یعنی ہم کو اپنی عقل وبصیرت کی درستی کو ڈھونڈنا چاہئے اگر بصیرت درست ہو جاوے تو مقبولین کے مرنے کے قبل بھی ان کو جو معیت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ مدرک ہو جاوے اور یہ سوالات ان کے وفات کے بعد بھی نہ کئے جاویں بلکہ سمجھ لیں کہ ان کو حیات میں بھی حق تعالیٰ کے ساتھ معیت تھی اور وہی

www.besturdubooks.wordpress.com

معیت اب بھی ہے اور چونکہ اس سے شبہ ہوتا تھا تماثل من کل الوجوہ کا حیات و ممات میں اس لئے دونوں کا تفاوت جو کہ حکم مذکور کے منافی بھی نہیں بیان فرماتے ہیں کہ) اس (روح) کو (جبکہ وہ جسم مشابہ) زبد میں (تھی مراد حالت حیات) بحر (حقیقی کے تعلق) کے ساتھ گھٹنا بڑھنا (ہر واحد) ہوتا تھا (اور بعد ممات) گھٹاؤ موقوف ہوگیا اور بڑھاؤ باقی رہ گیا (تقریر مقام کی یہ ہے کہ گو نفس معیت تو حالت حیات میں تھی لیکن اس میں گاہے ترقی گاہے بوجہ دوسرے مشاغل سے تنزل ہوجاتا تھا اب بعد ممات چونکہ بجز مشاہدہ کے کوئی شغل نہیں اس لئے اب فتور نہیں ہوتا لیکن یہ تفاوت اس سوال کا صحیح تو نہیں ہوا اور بھی مطلب تھا تمہید شعر جزرومدش میں احقر کے اس قول کا جو کہ حکم مذکور کے منافی بھی نہیں آہ آگے پھر خطاب ہے اس قرضدار کا اس متوفی کو یعنی) تو ہزار دینار تو میرا قرض ہے اور میں بے دست رس ہوں (کل یہ) سو دینار چندہ کے ہیں اور بس حق تعالیٰ نے تجھ کو اٹھالیا (اور) میں کشمکش میں رہ گیا (اب) ناامید جاتا ہوں اے شخص طاب ثراک۔ کچھ ہمت لگا اپنے مالا مال حسرت (سائل) کے لئے اے مبارک ہے تیرا رخ اور ہاتھ اور ہمت۔ میں ایسے چشمہ پر آیا تھا جو سب چشموں (یعنی اخیار) سے بڑھ کر ہے۔ اس میں میں نے بجائے پانی کے خون پایا آسمان تو وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں۔ ندی وہی ندی ہے پانی وہ پانی نہیں (یعنی عالم نہیں بدلا مگر تیرا فیض نہیں اور) محسن ہیں۔ (مگر) وہ پاکیزہ کہاں (گیا) اختر تو ہیں (مگر) وہ آفتاب کہاں (گیا) تو خدا کے پاس چلا گیا اے محترم پس میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں (یعنی مرتا ہوں کیونکہ) محل اجتماع اور پائے علم (یعنی مرجع لان الناس یرجعون الی ماتحت الرایۃ) اور ماوا تمام اہل قرون کا حق تعالیٰ ہی ہے بدلیل کل لدینا محضرون کے (مختصر من آیۃ یٰس و فی ایۃ قبلھا ذکر القرون ایضاً)

نقشہا گر بے خبر گر با خبر	در کف نقاش باشد محتضر
نقوش خواہ بے خبر ہوں خواہ باخبر ہوں	نقاش کے ہاتھ میں محتضر ہوتے ہیں
دمبدم در صفحۂ اندیشہ شاں	ثبت ومحوے میکند آں بے نشاں
ساعۃً فساعۃً صفحہ فکر میں ان نقوش کو	وہ بے نشان ثبت و محو فرماتا ہے
خشم می آرد رضا را می برد	بخل می آرد سخا را می برد
غصہ کو لاتا ہے رضا کو زائل کرتا ہے	بخل کو لاتا ہے سخاوت کو زائل کرتا ہے
گہہ برد حقد وصفا آرد ہمی	بد رود عجز و عطا کارد ہمی
کبھی کینہ کو زائل کرتا ہے اور صفا کو لاتا ہے	کم ہمتی کو قطع کرتا ہے اور عطا کو کاشت کرتا ہے
نیم لحظہ مدرکاتم شام و غدو	ہیچ خالی نیست زیں اثبات ومحو
آدھا لحظہ بھی میرے قوی مدرکہ شام اور صبح	اس اثبات و محو سے خالی نہیں
کوزہ گر باکوزہ باشد کارساز	کوزہ ازخود کے شود پہن و دراز
کوزہ گر کوزہ کے ساتھ صنعت گری کرتا ہے	کوزہ خود بخود عریض و طویل کب ہو جاتا ہے
چوب دردست درودگر معتکف	ورنہ چوں گردد بریدہ موتلف
چوب نجار کے ہاتھ میں جاگیر ہوتی ہے	ورنہ مفصول اور موصول کب ہو سکتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جامہ اندر دست خیاطے بود	ورنہ از خود چوں بدوزد یا درد
کپڑا خیاط کے ہاتھ میں ہوتا ہے	ورنہ از خود کب سل سکتا ہے یا پھٹ سکتا ہے
مشک با سقا بود اے منتہیٰ	ورنہ از خود چوں شود پر یا تہی
مشک سقا کے ساتھ ہوتی ہے اے منتہی	ورنہ از خود کب ہو سکتی ہے پر یا خالی
ہر دمے پر می شوی تی می شوی	پس بداں کہ در کف صنع وئی
تو ہر دم پر ہوتا ہے اور خالی ہوتا ہے	پس جان لے کہ تو اس کے دست صنعت میں ہے
چشم بند از چشم دوزے کے رود	صنع از صانع چساں شیدا شود
چشم بند بہ نسبت چشم دوز کے آگاہ ہے	صنعت صانع سے کیونکر ظاہر ہوتی ہے
چشم داری تو بچشم خود نگر	منگر از چشم سفیہ بے خبر
تو آنکھ رکھتا ہے تو اپنی آنکھ سے دیکھ	سفیہ بے خبر کی آنکھ سے مت دیکھ
گوش داری تو بگوش خود شنو	گوش گولاں را چرا باشی گرو
تو کان رکھتا ہے اپنے کان سے سن	احمقوں کے کان کا کیوں پابند ہو گیا
بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن	ہم برائے عقل خود اندیشہ کن
بدوں کسی تقلید کے نظر کا طریقہ اختیار کر	نیز اپنی عقل اور رائے سے فکر کر
بشنو از من یک حکایت در نظیر	تاشوی از سر گفت من خبیر
نظیر میں مجھ سے ایک حکایت سن لے	تاکہ میرے قول کی حقیقت سے تو باخبر ہو جاوے

(اور حق تعالیٰ کے مرجع ہونے کی دلیل بیان کی تھی وان کل لما جمیع لدینا محضرون جو ظاہرا مسوق ہے محضریت فی المآل کے لئے اب آگے ایک مثال کے ساتھ ترقی کرتے ہیں طرف اثبات محضریت فی الحال کے بھی بمعنی مسخر تصرف الحق کے یعنی حق تعالیٰ کے سامنے تمام کائنات بمنزلہ نقوش کے نقاش کے سامنے ہیں اور) نقوش (باعتبار محل نقش کے) خواہ بے خبر ہوں (یعنی ان کا محل بے خبر ہو کالنقوش فی الجماد) خواہ باخبر ہوں (کالنقوش فی الحیوان دونوں حالت میں) نقاش کے ہاتھ میں مسخر (مع الانقیاد) ہوتے ہیں (آگے بعض صورتیں اور مثالیں انقیاد الخلق للحق کی بیان فرماتے ہیں کہ) سامنے قسامۂ صفحہ فکر میں ان نقوش کو (کہ علوم وادراکات ہیں) وہ بے نشان (یعنی غیر مدرک الکنہ بلا آثار) ثبت ومحو فرماتا ہے (نہ محل اباء کر سکتا ہے نہ حال اسی طرح کبھی احوال کو بھی چنانچہ) غصہ کو لاتا ہے رضا کو زائل کرتا ہے بخل کو لاتا ہے سخاوت کو زائل کرتا ہے کبھی کینہ کو زائل کرتا ہے اور صفا کو لاتا ہے (کبھی) کم ہمتی کو قطع کرتا ہے اور عطا (وہمت) کو کاشت کرتا ہے (یہ سب احوال ہیں اور شعر دمبدم میں علوم کا ذکر ہو بھی چکا اور آگے بھی ہے کہ اسی طرح) آدھا لحظہ بھی میرے قوی مدرکہ شام اور صبح اس اثبات ومحو سے خالی نہیں (چنانچہ ظاہر ہے کہ ہر وقت اس کا وقوع ہوتا رہتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے اس منع سے استدلال کرتے ہیں صانع پر جس کی غایت عنقریب خود بتلادیں گے چشم داری تو بچشم خودنگر جس کا حاصل نظر تحقیقی ہے جو مخصوص ہے۔ عارفین کے ساتھ تو گویا اس میں ایک مراقبہ کی تعلیم ہے اور تقریر استدلال کو کئی مثالوں سے واضح کیا ہے اول) کوزہ گر کوزہ کے ساتھ صنعت گری کرتا ہے (اور) کوزہ خود بخود عریض وطویل کب ہوجاتا ہے (ثانی) چوب نجار کے ہاتھ میں جاگیر ہوتی ہے ورنہ مفصول اور موصول کب ہوسکتی ہے (ثالث) کپڑا خیاط کے ہاتھ میں ہوتا ہے ورنہ از خود کب سل سکتا ہے یا پھٹ سکتا ہے (رابع) مشک سقا کے ساتھ ہوتی ہے جاہے بھتی ورنہ از خود کب ہوسکتی ہے پر یا خالی (اسی طرح جب) تو ہر دم پر ہوتا ہے اور خالی ہوتا ہے پس (اس سے) جان لے کہ تو اس کے دست صنعت میں ہے (اور اس جاننے کے مراتب مختلف ہیں ایک ابتدائی دوسرا انتہائی اور ہر چند کہ مقصود مرتبہ انتہائی ہے جس کو آگے بچشم خود اور بے تقلیدی کہیں گے لیکن اگر وہ دفعۃً میسر نہ ہو تو مرتبہ ابتدائی ہی کو حاصل کرے کہ بالکلیہ نظر نہ کرنا تو کوری ہی ہے آگلے شعر میں صاحب مرتبہ ابتدائی کو چشم بند اور فاقد النظر مطلقاً کو چشم دوز سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ) چشم بند بہ نسبت چشم دوز کے (پھر کس قدر) آگاہ ہے (کہ) صنعت صانع سے کیونکر ظاہر ہوتی ہے (کیونکہ چشم بند کو چشم کشائی کی ہر وقت قدرت ہے اور چشم کشائی اس کی ترقی ہے اسی طرح مبتدی فی البصیرت ترقی کر کے منتہی فی البصیرت ہوسکتا ہے بخلاف چشم دوز کے کہ اس کی استعداد کالمفقود ہوگئی اسی طرح عمی واعراض موجب تعطل بصیرت ہے اور اس مرتبہ ابتدائیہ کا مرغوب فیہ ہونا اضافی بمقابلہ عمی کے ہے باقی اصل مقصود بصیرت انتہائی محققانہ ہے آگے اس کو فرماتے ہیں کہ) تو (بفضلہ تعالیٰ) آنکھ رکھتا ہے تو اپنی آنکھ سے دیکھ (اور سفیہ بے خبر کی آنکھ سے مت دیکھ (یعنی ایسی آنکھ سے مت دیکھ جیسی آنکھ سفیہ بے خبر کی ہوتی ہے جس کے پاس نہ دلیل عقلی ہے (یدل علیہ لفظ سفیہ نہ دلیل نقلی ہے یدل علیہ لفظ بے خبر فھو کما قال تعالیٰ و قالوا لو کنا نسمع او نعقل الایہ یعنی بالکل فاقد النظر مت ہو اسی طرح) تو کان رکھتا ہے اپنے کان سے سن (اور) احمقوں کے (سے) کان کا کیوں پابند ہوگیا (یعنی اپنے کان کو احمقانہ کان رکھنے کا کیوں مقید ہوگیا گوش ہوش سے سن خلاصہ یہ کہ) بدوں کسی تقلید کے نظر (تحقیقی) کا طریقہ اختیار کر نیز اپنی عقل اور رائے سے فکر کر (مراد نظر عارفانہ ہے کیونکہ اس کے۔ نے ظر استدلالی عقلی متعارف داخل نظر تقلیدی ہے کیونکہ وہ لوگ خود استدلال میں بھی مقلد ہیں گو اعراض محض سے غنیمت ہے کما مر آگے نظر تحقیقی کے صحیح ہیں اور نظر تقلیدی کے غلط بیں ہونے کی تائید میں ایک حکایت لانا چاہتے ہیں اس کی تمہید کے لئے فرماتے ہیں کہ) نظیر میں مجھ سے ایک حکایت سن لے تاکہ میرے قول کی حقیقت سے تو باخبر ہوجاوے (اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ خوارزم شاہ کو کسی امیر کا گھوڑا جو واقع میں بھی عمدہ تھا پسند آیا اس نے اس کو جبراً لینا چاہا اس نے عماد الملک سے مدد چاہی اس نے اس کی برائی کر کے اس کے دل سے اتار دیا تو نظر تقلیدی غلط بینی کا سبب ہوگئی جیسا اول نظر تحقیقی صحیح بینی کا سبب تھی بس وجہ تشبیہ صرف اتنا امر ہے قطع نظر اس سے کہ وہ نظر تحقیقی ایک عارض کے سبب مضر تھی کہ سبب تھا ظلم کا اور یہ نظر تقلیدی نافع اور محافظ ہوئی اس ظلم سے سو وجہ تمثیل میں اس کا لحاظ نہیں ہے خوب سمجھ لوتا کہ بعض محشین کی طرح لغزش نہ ہو)

فائدہ:۔ الحمد للہ کہ یہاں عشر سابع ختم ہوا اور اس کا متن دوسرے عشروں سے اتنا ہی مقدار میں زیادہ ہے جتنا عشر سادس اوروں سے کم تھا اور حکایت اس قرضدار کی انشاء اللہ تعالیٰ عشر ثامن میں پوری ہوگی خلاصہ اس کا یہ ہے کہ پایمردنے محتسب کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو اس کا قرضہ معلوم تھا اور احتمال تھا کہ یہ آوے گا اس لئے میں نے اتنا مال اس کے قرضہ کے لئے فلاں جگہ دفن کر دیا ہے میرے وارثوں سے کہہ دے کہ سب اس کو دے دیں فقط والیوم الثانی والعشرون من ربیع الاول و خرج من المدۃ ثلث جمع فبقی تسعة عشر یوما هو زمان کتابة شرح هذا العشر ولله الحمد و صلی الله علی خیر خلقه محمد و آله واصحابه اجمعین۔

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر الثامن من شرح الدفتر السادس

من المثنوی المعنوی افتتاح فیہ لثمان بقین من شہر ربیع الاول ۱۳۳۲ من الہجرۃ

دیدن خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ در سیران در موکب خود اسپے بس نادر و تعلق دل شاہ بخوبی و حسن و چستی آں اسپ و سرد کردن عماد الملک آں اسپ را در دل شاہ و گزیدن شاہ گفت او را بر دیدۂ خویش چنانکہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در الٰہی نامہ می فرماید

خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سفر میں اپنے جلوس میں ایک نادر گھوڑے کو دیکھنا اور شاہ کے دل کا اس گھوڑے کی چستی اور حسن اور خوبی سے تعلق اور عماد الملک کا شاہ کے دل میں اس گھوڑے کو بے وقعت کر دینا اور شاہ کا اس کی بات کو اپنے مشاہدہ پر اختیار کر لینا' جیسا کہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی نامہ میں فرماتے ہیں۔

چوں زبان حسد شود نخاس	یوسفے یابی از گز کرباس
جب حسد کی زباں بردہ فروش ہو	ایک گز کپڑے کے عوض تو یوسف کو حاصل کر لے گا

از دلالی برادران یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام حسودانہ در دل مشتریان آں چنداں حسن پوشیدہ شدہ زشت نمودن گرفت وکانوا فیہ من الزاہدین

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کی حاسدانہ دلالی کی وجہ سے خریداروں کے دل میں اس قدر زیادہ حسن چھپ کر برا نظر آنے لگا اور وہ ان میں بے رغبت تھے

بود امیرے را یکے اسپ گزیں	در گلہ سلطاں نبودش یک قریں
ایک امیر کے پاس ایک عمدہ گھوڑا تھا	سلطان کے گلہ میں بھی اس کے جوڑ کا ایک نہ تھا
او سوارہ گشت در موکب پگاہ	ناگہاں دید اسپ را خوارزم شاہ
وہ امیر حشم میں صبح کو سوار ہوا	ناگاہ گھوڑے کو خوارزم شاہ نے دیکھا
چشم شہ را فر و رنگ او ربود	تا برجعت چشم شہ بر اسپ بود
بادشاہ کی آنکھ کو اس کی شان اور رنگ نے فریفتہ کر لیا	واپسی تک بادشاہ کی آنکھ گھوڑے پر رہی

www.besturdubooks.wordpress.com

بر ہر آں عضوے کہ افگندے نظر	ہر مکیش خوشتر نمودے زاں دگر
جس عضو پر بھی نظر ڈالتا تھا	ہر عضو اس کو دوسرے عضو سے خوشنما معلوم ہوتا تھا
غیر چستی و کشی و روحت	حق برو افگندہ بد نادر صفت
علاوہ چستی اور رعنائی اور سبکروی کے	حق تعالیٰ نے اس پر اور بھی عجیب صفتیں القاء فرمائی تھیں
پس تجسس کرد عقل بادشاہ	کایں چہ باشد کو زند بر عقل راہ
پس بادشاہ کی عقل نے بہت ٹٹولا	کہ یہ گھوڑا کیا چیز ہے کہ عقل کی رہزنی کرتا ہے
چشم من پر ست و سیر ست و غنی	از دو صد خورشید دارد روشنی
میری آنکھ تو پر ہے اور سیر ہے اور غنی ہے	دو سو خورشید سے روشنی رکھتا ہوں
اے رخ شاہاں بر من بیذقے	نیم اسپم در رباید بے حقے
اے دل بادشاہوں کا رخ تو میرے سامنے پیادہ ہے	ایک آدھا گھوڑا مجھ کو فریفتہ کرتا ہے ناحق
جادوئی کردست جادو آفریں	جذبہ باشد آں نہ خاصیات ایں
جادو کر دیا ہے جادو آفریں نے	جذب ہے نہ کہ اس کی خاصیتیں
فاتحہ خواند و بسے لاحول کرد	فاتحہ اش در سینہ می افزود درد
اس نے فاتحہ پڑھی اور بہت لاحول کی	فاتحہ اس کے سینے میں اور درد زیادہ کرتی تھی
زانکہ او را فاتحہ خود می کشید	فاتحہ در جرو دفع آمد وحید
اس لئے کہ اس کو فاتحہ خوالا خود کھینچ رہا تھا	فاتحہ والا کھینچنے میں اور دفع کرنے میں یگانہ ہے
گر نماید غیر ہم تمویہ او ست	ور رود غیر از نظر تنبیہ اوست
اگر وہ غیر کو دکھلاتے ہیں تو وہ ان کا ملمع کرنا ہے	اور اگر غیر کسی کی نظر سے جاتا رہے تو وہ ان کا متنبہ کرنا ہے
پس یقیں گشتش کہ جذبہ آں سریست	کار حق ہر لحظہ نادر آوریست
پس بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ اس طرف کی کشش ہے	حق تعالیٰ کا کام ہر لحظہ نادر چیزوں کو پیدا کرنا ہے
اسپ سنگیں گاوٴ سنگیں ز ابتلا	می شود مسجود از مکر خدا
پتھر کا گھوڑا پتھر کی گائے ابتلا کے سبب	مسجود ہو جاتا ہے خدا کی تدبیر خفی سے
پیش کافر نیست بت را ثانیے	نیست بت را فرے نے روحانیے
کافر کے نزدیک بت کا کوئی ثانی ہی نہیں	نہ بت میں کوئی عظمت ہے نہ کوئی روحانی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چیست آں جاذب نہاں اندر نہاں	در جہاں تابندہ از دیگر جہاں
وہ جاذب مخفی در مخفی کیا ہے	عالم میں دوسرے عالم سے ظاہر ہوتا ہے
عقل محجوب ست و جاں ہم زیں کمیں	من نمی بینم تو می تانی ببیں
عقل اور روح اس سر خفی سے محجوب ہیں	میں تو اس کو نہیں دیکھ سکتا اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ
چونکہ خوارم شہ ز سیراں باز گشت	با خواص ملک خود ہمراز گشت
جب خوارزم شاہ سیر سے واپس ہوا	اپنے خواص سلطنت کے ساتھ ہمراز ہوا
پس بسرہنگاں بفرمود آں زماں	تا بیارند اسپ رازاں خانداں
پس سرہنگوں کو حکم دیا اس وقت	تاکہ اس کے گھر سے گھوڑے کو لے آویں
ہمچو آتش در رسیدند آں گروہ	ہمچو کاہے گشت امیر ہمچو کوہ
وہ جماعت آگ کی طرح پہنچی	امیر جو مثل کوہ کے تھا مثل کاہ کے ہو گیا
جانش از درد و غمیں تا لب رسید	جز عماد الملک زنہارے ندید
اس کی جان درد اور نالہ سے لب تک پہنچی	بجز عماد الملک کے کوئی پناہ نہ دیکھی
کہ عماد الملک بد پائے علم	بہر ہر مظلوم و ہر مغبون غم
کیونکہ عماد الملک مرجع الخلق تھا	ہر مظلوم اور ہر زیاں رسیدۂ غم کیلئے
محترم تر خود نہ بد زو سرورے	پیش سلطاں بود چوں پیغمبرے
اس سے زیادہ معزز کوئی سردار نہ تھا	سلطان کے نزدیک مثل پیغمبر کے تھا
بے طمع بود و اصیل و پارسا	رائض و شب خیز و حاتم در سخا
بے طمع تھا اور اصیل اور پارسا	ریاضت کرنیوالا اور شب بیدار اور سخاوت میں مثل حاتم کے
بس ہمایوں رائے و با تدبیر و داد	آزمودہ رائے او در ہر مراد
نہایت مبارک رائے اور با تدبیر و عدل	ہر مطلب میں مجرب الرائے
ہم ببذل جاں سخی و ہم بمال	طالب خورشید غیب او چوں ہلال
نیز بذل جان میں بھی سخی اور مال میں بھی	وہ خورشید غیب کا طالب بھی ہلال کی طرح
در امیری او غریب و محتبس	در صفات فقر و خلت ملتبس
امیری میں وہ غریب اور پابند ہونے والا	صفات درویشی اور دوستی کے ساتھ ملتبس

www.besturdubooks.wordpress.com

بود ہر محتاج را ہمچوں پدر	پیش سلطاں شافع و دفع ضرر
وہ ہر محتاج کے لئے مثل باپ کے تھا	سلطان کے سامنے سفارشی اور دافع ضرر
مر بداں راستر چوں حلم خدا	خلق او بر عکس خلقان و جدا
بدوں کے لئے پردہ پوش مثل حلم خدا تعالیٰ کے	اس کے اخلاق خلائق سے برعکس اور جدا
بارہا می شد بسوی کوہ فرد	شاہ باصد لابہ او را منع کرد
بارہا تنہا پہاڑ کی طرف چلا جایا کرتا	بادشاہ نے صدہا خوشامد کے ساتھ اس کو منع کیا
ہردم ار صد جرم را شافع شدے	چشم سلطاں را ازو شرم آمدے
ہر وقت اگر سو جرموں کی بھی شفاعت کرتا	تو بادشاہ کو اس سے شرم آ جاتی
رفت او پیش عماد الملک راد	سر برہنہ کرد و برخاک اوفتاد
وہ امیر عماد الملک جوانمرد کے پاس گیا	سر کو برہنہ کیا اور زمین پر گر پڑا
کہ حرم با ہر چہ دارم گو بگیر	تا بگیرد حاصلم را ہر مغیر
کہ کنیز مال متاع لالی یعنی اشیاء کے جو میں رکھتا ہوں کہہ دیجئے کہ آپ سب لے لیجئے	تاکہ میرے تمام حاصل کو ہر لوٹنے والا لے لے
آں یکے اسپ ست جانم رہن اوست	گر برد میرم یقیں اے خیر دوست
وہ ایک گھوڑا ہے میری جان اس میں اٹکی ہوئی ہے	اگر وہ لے لیں گے میں یقینا مر جاؤں گا اے خیر دوست
گر برد ایں اسپ را از دست من	من یقیں دانم نخواہم زیستن
اگر بادشاہ اس گھوڑے کو میرے ہاتھ سے لے لے گا	تو مجھے یقین ہے کہ میں زندہ نہ رہوں گا
چوں خدا پیوستگی ام دادہ است	بر سرم مال اے مسیحا زود دست
چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو قرب عطا فرمایا ہے	میرے سر پر اے مسیحا جلدی ہاتھ پھیرئے
از زن و زر و عقارم صبر ہست	ایں تکلف نیستے تزویر ست
زن اور زر اور جائیداد سے مجھ کو صبر ہے	یہ تکلف نہیں بلا کسی فریب کے
اندریں گر می نداری باورم	امتحاں کن امتحاں گفت و فرم
اگر اس امر میں میرا آپ یقین نہیں کرتے	تو امتحان کر لیجئے امتحان میرے قول اور دعویٰ کا
آں عماد الملک گریاں چشم مال	پیش سلطاں دردوید آشفتہ حال
عماد الملک روتا ہوا آنکھیں ملتا ہوا	بادشاہ کے سامنے آشفتہ حال دوڑا

www.besturdubooks.wordpress.com

لب بہ بست وپیش سلطاں ایستاد	راز گویاں با خدا رب العباد
لب بند کر لئے اور بادشاہ کے روبرو کھڑا ہو گیا	خدائے رب العباد سے راز کہا
ایستادہ راز سلطاں می شنید	واندراں اندیشہ اش ایں می تنید
کھڑا ہوا بادشاہ کا تو راز سن رہا تھا	اور اس حالت میں اس کی قوت فکریہ یہ مضمون بنا رہی تھی
کاے خدا گر آنجواں کژ رفت راہ	کہ نشاید ساختن جز تو پناہ
کہ اے خدا اگر یہ جوان ٹیڑھا راستہ چلا ہے	کہ آپ کے سوا کسی کو پناہ بنانا نہ چاہئے
تو از آن خود بکن بروے مگیر	گرچہ او خواہد خلاص از ہر اسیر
تو آپ اپنی شان کا معاملہ کیجئے اس پر مواخذہ نہ کیجئے	اگرچہ وہ خلاصی کی درخواست ہر اسیر سے کرتا ہے
زانکہ محتاج اند ایں خلقاں ہمہ	از گدائے گیر تا سلطاں ہمہ
اس لئے کہ یہ تمام مخلوق محتاج ہیں	گدا سے لے کر بادشاہ تک سب کو لے لو
با حضور آفتاب باکمال	رہنمائی جستن از شمع و ذبال
آفتاب باکمال کے موجود ہوتے ہوئے	رہنمائی تلاش کرنا شمع اور فتی سے
با حضور آفتاب خوش مساغ	رہنمائی جستن از شمع و چراغ
آفتاب خوش رفتار کے ہوتے ہوئے	رہنمائی تلاش کرنا شمع اور چراغ سے
بیگماں ترک ادب باشد زما	کفر نعمت باشد و فعل ہوا
بلاشبہ ہماری جانب سے ترک ادب ہے	کفران نعمت ہے اور ہوائے نفس کا فعل ہے
لیک اغلب ہوشہا در افتکار	ہمچو خفاش اند ظلمت دوستدار
لیکن اغلب عقلیں فکر کرنے میں	خفاش کی طرح ظلمت کی دوست رکھنے والی ہیں
در شب از خفاش کرمے می خورد	کرم را خورشید جاں می پرورد
شب میں اگر خفاش کوئی کرم کھاتا ہے	تو کرم کو خورشید ہی پرورش کرتا ہے
در شب از خفاش از کرمے ست مست	کرم از خورشید جنبیدہ شدہ است
شب میں اگر خفاش کرم سے مست ہے	تو کرم خورشید ہی سے متحرک ہوا ہے
آفتابے کہ ضیا زوی زہد	دشمن خود را نوالہ می دہد
آفتاب جس سے کہ ضیا جوش زن ہے	وہ اپنے دشمن کو نوالہ دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک خفاشے کہ او رہ گم کند	آخر از خورشید ہم یابد سند
کیا یہ بات نہیں کہ جو خفاش راہ گم کرتا ہے	آخر وہ بھی خورشید ہی سے سہارا پاتا ہے
لیک شہبازے کہ او خفاش نیست	چشم بازش راست بین و روشنیست
لیکن جو شہباز کہ خفاش نہیں ہے	اس کی چشم کشادہ راست بیں اور روشن ہے
گر بشب جوید چو خفاش او نمو	در ادب خورشید مالد گوش او
اگر وہ شب میں خفاش کی طرح خروج کی طلب کرے	تو تادیب میں خورشید اس کی گوشمالی کر دیتا ہے
گویدش گیرم کہ آں خفاش لد	علتے دارد ترا بارے چہ شد
وہ اس سے کہے گا کہ وہ ضدی خفاش	تو علت رکھتا ہے مگر تجھ کو کیا ہو گیا
مالشت بدہم بزجر و اکتیاب	تا نتابی سر دگر از آفتاب
میں تجھ کو مالش دوں گا زجر اور غم کے ساتھ	تاکہ دوبارہ تو آفتاب سے سرتابی نہ کرے

(روحت فی الشعر الخامس در کتب لغت از نظر نگذشتہ ودر بعض حواشی احتمالاً مخفف روحانیت گفتہ وحوالہ پر منہج قوی کردہ چنانکہ در شعر سعدی پیر ہفتاسلہ جنی مکنہ ایک امیر (شاہی) کے پاس ایک عمدہ گھوڑا تھا۔ سلطان (خوارزم شاہ) کے گلہ میں بھی اس کے جوڑ کا ایک نہ تھا وہ امیر (سلطان کے) حشم میں صبح کو سوار ہوا (المواکب الجماعۃ رکبانا او مشاۃ کذا فی الحاشیہ من اقرب الموارد) ناگاہ گھوڑے کو خوارزم شاہ نے دیکھا بادشاہ کی آنکھ کو اس کی شان اور رنگ نے فریفتہ کر لیا واپسی تک بادشاہ کی آنکھ گھوڑے پر رہی۔ جس عضو پر بھی نظر ڈالتا تھا ہر عضو اس کو دوسرے عضو سے خوشنما معلوم ہوتا تھا علاوہ چستی اور رعنائی اور سبکروی کے حق تعالیٰ نے اس پر اور بھی عجیب صفتیں القاء فرمائی تھیں پس بادشاہ کی عقل نے (اپنے دل میں) بہت ٹٹولا کہ یہ گھوڑا کیا چیز ہے کہ (اس طرح سے) عقل کی رہزنی کرتا ہے میری آنکھ تو (گھوڑوں سے) پر ہے اور سیر ہے اور غنی ہے (اور) دوسو خورشید سے روشنی رکھتا ہوں (یعنی آنکھ میں اس قدر رعنا کی روشنی ہے جیسے فرض کیا جاوے کہ دوسو خورشید سے مستفید ہوئی ہے) اے دل بادشاہوں کا رخ تو (کہ شطرنج میں شریف مہرہ ہے) میرے سامنے پیادہ ہے (کہ شطرنج میں خسیس مہرہ ہے یعنی بڑے بڑے بادشاہ میرے سامنے ادنیٰ ہیں باوجود میری اس شان وعظمت کے) ایک آدھا گھوڑا (یعنی ادنیٰ درجہ کا م) مجھ کو فریفتہ کرتا ہے ناحق (بے شک) جادو کر دیا ہے جادو آفرین نے (یہ اس کا) جذب ہے نہ کہ اس (گھوڑے) کی خاصیتیں (اور اس خیال کے دفع کے لئے) اس نے فاتحہ پڑھی اور بہت لاحول کی (لیکن) فاتحہ اس کے سینہ میں اور درد زیادہ کرتی تھی (یعنی اثر نہ کرتی تھی نہ یہ کہ وہ سبب تھی زیادت درد کی یہ تو خلاف واقع ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فاتحہ پڑھنے کی حالت میں بھی درد ایسا بڑھتا جاتا تھا جیسے گویا فاتحہ سے درد بڑھ رہا ہے پس کلام مبنی ہے استعارہ پر کہ اقتران افزونی درد مع الفاتحہ کو تشبیہ دی مسببیت افزونی درد من الفاتحہ کے ساتھ آگے باوجود فاتحہ کے درد بڑھنے کی علت بیان فرماتے ہیں یعنی) اس لئے (درد بڑھتا تھا) کہ اس کو فاتحہ والا (یعنی حق تعالیٰ) خود کھینچ رہا تھا۔ (کذا نقل عن مرشدیؒ فیما بین السطور بقولہ رب الفاتحہ اوراکی

www.besturdubooks.wordpress.com

دو توجیہ ہو سکتی ہیں یا تو مضاف محذوف ہے کما یدل علیہ ظاہر قولہٗ رب الفاتحہ اور یا یہ کہا جاوے کہ فاتحہ کلام ہے اور کلام ایک مرتبہ میں صفت ہے اور صفات غیر ذات نہیں ایک مقدمہ تو یہ ہوا کہ اور ارب الفاتحہ میکشید اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ) فاتحہ والا کھینچنے میں اور دفع کرنے میں (دونوں میں) یگانہ ہے (کہ کوئی اس کا مزاحم نہیں ہو سکتا پھر درد کیوں نہ بڑھتا یہ تقریر ہو گئی تعلیل کی اور یہ کشیدن رب الفاتحہ تو علت حقیقیہ ہے باقی اس کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ ایسے میلان کے وقت اکثر مستعیذ زبان سے فاتحہ والا عمل پڑھتا ہے دل کو اس شے کے حصول کی حدیث النفس سے خالی نہیں کرتا اور عزم وہمت کے ساتھ خالی کرنا بھی نہیں چاہتا پس اس کا وہ حال ہوتا ہے۔

سبحہ بر کف توبہ برلب دل پر از ذوق گناہ معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

سو یہ عدم خلوص سبب ہوتا ہے عدم تاثیر استعاذہ کا ورنہ ان کی شان یہ ہے یجیب المضطر اذا دعاہ اور اللین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا آگے حق تعالیٰ کے جر و دفع کی صورت کو بیان فرماتے ہیں کہ) اگر وہ غیر کو (نظر میں) دکھلاتے ہیں (یعنی وہ غیر نظر میں استحسان کے ساتھ سماجاتا ہے اور یہ جر ہے) تو وہ ان کا طمع کرتا ہے (کہ غیر حسین حسین معلوم ہوتا ہے اور یہ جر کی صورت ہے) اور اگر غیر کسی کی نظر سے جاتا رہے (اور یہ دفع ہے) تو وہ ان کا متنبہ کرتا ہے (کہ اس کے غیر مستحسن ہونے پر آگاہ فرمادیتے ہیں اور یہ دفع کی صورت ہے اور مراد یہ درجہ خاص ہے استحسان کا کہ ضرورت سے زائد مستحسن معلوم ہونے لگے جس سے عقل اور دین مختل ہو جاویں اتنے ہی استحسان کو مصرعہ اولیٰ میں تمویہ کہا ہے احقر کو بھی اس وقت ایک تمویہ میں ابتلا اور ایک تنبیہ کی استدعا ہے اے اللہ رحم وکرم فرما اور اے ناظرین آپ بھی میرے لئے دعا کریں ہر تمویہ سے نجات کی اور نجات کے بعد حفاظت کی اور موت کے بعد مغفرت کی۔ اللھم نج اشرف علی و احفظ اشرف علی واغفر لاشرف علی آمین) پس بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ اس طرف کی کشش ہے (اور) حق تعالیٰ کا کام ہر لحظہ نادر چیزوں کو پیدا کرنا ہے (چنانچہ) پتھر کا گھوڑا (اور) پتھر کی گائے ابتلاء کے سبب (بت پرستوں کا) مسجود ہو جاتا ہے خدا کی تدبیر خفی سے (حتیٰ کہ) کافر کے نزدیک بت کا کوئی ثانی ہی نہیں (ہوتا حالانکہ) نہ بت میں کوئی (ظاہری) عظمت ہے (اور) نہ کوئی روحانی (صفت) ہے (پھر یہ کہ) وہ جاذب خفی در خفی (یعنی بہت ہی خفی) کیا ہے (جو کہ اس) عالم میں (ایک) دوسرے عالم سے (باعتبار اثر کے) ظاہر ہوتا ہے (یعنی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے یہ تو سوال تھا آگے جواب ہے کہ) عقل اور روح (کہ ایک کا فعل ادراک بالدلیل اور دوسرے کا فعل ادراک بالکشف ہے دونوں) اس سر خفی سے محجوب ہیں (فی المنتخب کمین پنہاں شوندہ سو) میں تو اس (جاذب) کو نہیں دیکھ سکتا اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ (کیونکہ مصداق اس کا سر قدر ہے اور کنہ اس کا کسی کو معلوم نہیں اور گو نفس جاذب سب کو معلوم ہے کہ حکم حق ہے لیکن مراد یہاں جاذب مع حکمۃ الجذب ہے جو حاصل ہے سر قدر کا سو وہ کسی کو مفصلاً معلوم نہیں اور معلوم ہونا متعذر بھی ہے اس لئے اس میں خوض سے نہی آئی ہے) جب خوارزم شاہ سیر سے واپس ہوا (اور) اپنے خواص سلطنت کے ساتھ ہمراز ہوا۔ پس سرہنگوں کو حکم دیا اس وقت تا کہ اس (امیر) کے گھر سے گھوڑے کو لے آویں (پس) وہ جماعت آگ کی طرح پہنچی (اور ان کے سامنے) امیر جو مثل کوہ کے تھا (عجز میں) مثل کاہ کے ہو گیا (اور) اس کی جان درد اور نالہ سے لب تک پہنچی (اور اس وقت) بجز عماد الملک کے (کہ وہ مقرب شاہی تھا) کوئی پناہ نہ دیکھی کیونکہ عماد الملک مرجع الخلق تھا۔ ہر مظلوم اور ہر زیاں رسیدہ غم کے لئے (اور) اس سے زیادہ معزز کوئی سردار نہ تھا (اور) سلطان کے نزدیک مثل پیغمبر کے تھا (تقدس ومقبول

www.besturdubooks.wordpress.com

الامر ہونے میں) بے طمع تھا اور اصیل اور پارسا ریاضت کرنے والا اور شب بیدار اور سخاوت میں مثل حاتم کے (اور) نہایت مبارک رائے باتدبیر و عدل (اور) ہر مطلب میں مجرب الرائے نیز بذل جان میں بھی سخی اور (بذل) مال میں بھی (اور) وہ خورشید غیب (ذات حق) کا طالب بھی ہلال کی طرح (کہ وہ طالب ہوتا ہے نور شمس حسی کا کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس اور) امیری میں وہ غریب اور (مساکین کے ساتھ) پابند ہونے والا (ناظر الی قولہ تعالیٰ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم اور) صفات درویشی اور دوستی (حق) کے ساتھ متلبس (اور) وہ ہر محتاج کے لئے مثل باپ کے تھا (اور) سلطان کے سامنے (مجرموں کا) سفارشی اور دافع ضرر (اور) بدوں کے لئے پردہ پوش مثل حلم خدا تعالیٰ کے (اور) اس کے اخلاق (اور) خلائق سے برعکس اور جدا (اور شجاع ایسا کہ) بارہا تنہا پہاڑ کی طرف چلا جایا کرتا (جہاں کہ درندے و گزندے بکثرت ہوتے اور) بادشاہ نے صدہا خوشامد کے ساتھ اس کو (وہاں جانے سے) منع کیا ہر وقت اگر سو جرموں کی بھی شفاعت کرتا تو بادشاہ کو اس سے شرم آجاتی (یعنی مقبول الشفاعۃ تھا غرض) وہ امیر (اس) عماد الملک جوانمرد کے پاس گیا سر کو برہنہ کیا اور زمین پر گر پڑا (اور یہ صورت غایت تضرع کی ہے اور کہا) کہ کنیز خاص مع تمامی ان اشیاء کے جو میں (اپنی ملک میں) رکھتا ہوں (بادشاہ سے) کہہ دیجئے کہ آپ یہ سب لے لیجئے (اس طرح سے کہ وہ حکم دے دیں) تا کہ میرے تمام حاصل (مملوک چیزوں) کو ہر لوٹنے والا لے لے (یعنی حکم دے دیں اس کے لوٹ لینے کا مطلب یہ کہ خواہ میرا تمام مال حتیٰ کہ کنیز خاص کہ محبوبہ ہوتی ہے وہ لے لیں بجز اس گھوڑے کے اور حرم کے یہ معنی غیاث میں لکھے ہیں پس بمعنی منکوحہ لینے کی کوئی حاجت نہیں اگرچہ اس معنی میں بھی آتا ہے کما فی الغیاث جیسا بعض محشین نے لیا ہے اور یہ یاد نہ رکھا کہ کیا کوئی شریف آدمی گھوڑے پر بیوی کو نثار کر سکتا ہے یہاں صرف استیعاب جنس مال کا مقصود ہے صرف) وہ ایک گھوڑا (ایسا) ہے (کہ) میری جان اس میں اٹکی ہوئی ہے اگر وہ (اس کو) لے لیں گے میں یقیناً مر جاؤں گا اے خیر دوست (کہ خیر سے محبت رکھتے ہو) اگر بادشاہ اس گھوڑے کو میرے ہاتھ سے لے لے گا تو مجھے یقین ہے کہ میں زندہ نہ رہوں گا چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو قرب (اپنا یا کہ بادشاہ کا) عطا فرمایا ہے میرے سر پر اے مسیحا جلدی (شفقت کا) ہاتھ پھیریئے (قرب بادشاہ کا حکم اس میں دخل ظاہر ہے اور قرب حق کا دخل اس طرح ہوگا کہ ایسے حضرات خدا ترس و خادم خلق و رحیم ہوتے ہیں اور ان کا دخل ظاہر ہے) زن (مملوکہ) اور زر اور جائیداد (وغیرہ سب) سے مجھ کو صبر ہے (اور) یہ تکلف (اور تصنع کی بات) نہیں بلا کسی فریب کے۔ اگر اس امر میں میرا آپ یقین نہیں کرتے تو امتحان کر لیجئے امتحان میرے قول اور دعویٰ کا (فی الغیاث فر بمعنی شان و شوکت اھ چوں عادۃ اظہار شوکت بدعوی می باشد مجازاً بمعنی دعویٰ گرفتم اطلاقاً للملزوم علی الملازم یعنی میری سب چیزیں لے کر دیکھ لیجئے کہ اس کو گوارا کرتا ہوں یا نہیں مگر گھوڑے لینے پر صبر نہیں ہوتا وہ دلوا دیجئے پس) عماد الملک روتا ہوا آنکھیں ملتا ہوا بادشاہ کے سامنے (گھوڑا پہنچنے کے قبل بدلیل قولہ اسپ را اندر کشیدند قبل عنوان رجوع بحکایت) آشفتہ حال دوڑا (اور) لب بند کر لئے اور خاموش (ہو کر) بادشاہ کے روبرو کھڑا ہو گیا (لیکن دل دل میں) خدائے رب العباد سے راز کہتا ہوا (جس کا بیان آگے آتا ہے کا اے خدا الخ) کھڑا ہوا بادشاہ کا تو راز سن رہا تھا (یعنی اس کی باتوں سے اس کے مافی الضمیر کو معلوم کر رہا تھا) اور اس حالت میں اس کی قوت فکریہ (خدا سے راز کہنے کے لئے) یہ مضمون بنا رہی تھی (خلاصہ یہ کہ سلطان مجازی کے راز کا تو شنوا تھا اور سلطان حقیقی سے راز کا گویا تھا اور وہ مضمون یہ تھا) کہ اے خدا اگر یہ جوان (مراد وہ امیر ہے) ٹیڑھا راستہ چلا ہے (اور وہ یہ کہ مجھ کو اس نے پناہ بنایا ہے اور یہ راستہ ٹیڑھا اس لئے کہ آپ کے سوا کسی کو پناہ بنانا نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہئے (یہ شرط ہے اور جزا آگے ہے یعنی اگر اس نے ایسی حماقت کی ہے) تو آپ اپنی شان کا معاملہ کیجئے (یعنی) اس پر مواخذہ نہ کیجئے (کہ وہ معاملہ یہی ہے) اگرچہ وہ (اپنی حماقت کے سبب) خلاصی کی درخواست ہر اسیر سے کرتا ہے (یعنی مخلوق تو خود اسیر احتیاج ہے کما سیاتی اس سے طلب خلاصی سراسر خطا ہے جس کا مقتضا یہ ہے کہ آپ اس سے ناخوش ہو کر اس کو خلاصی نہ دیں مگر آپ اس پر نظر نہ کیجئے اور اس کی وہ حاجت جس میں مجھ کو واسطہ بنایا ہے پوری کر دیجئے آگے اسیری مذکور فی المصر اع الثانی القریب کی دلیل ہے یعنی میں نے جو اسیر کہا تو) اس لئے کہ یہ تمام مخلوق محتاج ہیں گدا سے لے کر بادشاہ تک سب کو لے لو (آگے تفصیل ہے مضمون نشاید ساختن جز تو پناہ کی یعنی) آفتاب باکمال کے موجود ہوتے ہوئے۔ رہنمائی تلاش کرنا شمع اور بتی سے (اور اسی کی تاکید یہ ہے کہ) آفتاب خوش رفتار کے ہوتے ہوئے رہنمائی تلاش کرنا شمع اور چراغ سے (یہ مبتدا تھا آگے خبر ہے کہ یہ فعل) بلاشبہ ہماری جانب سے ترک ادب ہے (اور) کفران نعمت ہے اور ہوائے نفس کا فعل ہے (اس لئے اوپر کہا گیا ہے کہ نشاید ساختن جز تو پناہ اور چونکہ اس کے خلاف ادب اور کفران ہونے کا مقتضا یہ تھا کہ اس پر مواخذہ ہو اور اوپر درخواست کی گئی ہے تو از ان خود بکن بردے مکیر تو یہ درخواست ظاہراً بے محل ہے اس لئے آگے بطور استدراک کے کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہے تو یہ بڑی گستاخی) لیکن (سبب اس گستاخی کا یہ ہے کہ) اغلب عقلیں فکر کرنے میں خفاش کی طرح ظلمت کی دوست رکھنے والی ہیں (یعنی فکر کر کے بھی اسباب کی طرف کہ معبر بہ ظلمت ہیں اکثر نظر جاتی ہے کہ مدار تشبیہ بالخفاش ہے مسبب کی طرف کم جاتی ہے گو اعتقاد صحیح ہو مگر حال نہیں ہے جیسا خفاش کو توجہ اور تعلق آفتاب سے نہیں مگر باوجود اس کے آفتاب کا اس کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ وہ خفاش کے ساتھ احسان کرتا ہے چنانچہ) شب میں اگر خفاش کوئی کرم کھاتا ہے تو (اس) کرم کو خورشید ہی پرورش کرتا ہے (ایسی چیزیں حرارت آفتاب سے بواسطہ عفونت کے پیدا ہوتی ہیں آگے اسی کی تاکید ہے کہ) شب میں اگر خفاش کرم (کے ملنے) سے مست (وشاداں) ہے (کہ اب اس کو کھاؤں گا) تو (وہ) کرم خورشید ہی سے متحرک ہوا ہے (غرض) آفتاب جس سے کہ ضیا جوش زن ہے وہ اپنے دشمن (یعنی خفاش) کو (کہ نفور ہے آفتاب سے) نوالہ (اور غذا مثل کرم مذکور) دیتا ہے (اسی طرح) کیا یہ بات نہیں (یعنی ہے) کہ جو خفاش (طبع) راہ گم کرتا ہے (کہ غیر کی طرف التجا لے جاتا ہے) آخر وہ بھی خورشید (حقیقی) ہی سے سہارا پاتا ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ ہی ان کی بھی کار برآری اور حاجت برآری فرماتے ہیں خلاصہ یہ ہوا کہ مثل آفتاب کے حق تعالیٰ کا معاملہ بھی ہے پس یہ عنایت و معاملہ رعایت نظراً الی جہل المشتغلین بالاسباب سبب جرات ہوا اس درخواست مذکور بردے مکیر کا پس جواب ہو گیا اس کے بے محل ہونے کا مختصر یہ کہ ان کے لطف و کرم کے بھروسہ یہ دعا کی جاتی ہے اور ان اشعار میں بیان تھا معاملہ عوام کا کہ ان کی اسباب بینی پر دارو گیر نہیں ہوتی اگر وہ حد شرعی کے اندر ہے تب تو آخرت میں بھی نہیں اور اگر حد سے متجاوز ہے تو صرف دنیا میں اکثر نہیں آگے بیان ہے معاملہ خواص کا کہ ان کو باوجود حد شرعی سے متجاوز نہ ہونے کے اس وجہ سے کہ ان کے ساتھ خاص معاملہ ہے غفلت کے ساتھ اسباب پر نظر کرنے سے بکثرت متنبہ کر دیا جاتا ہے یعنی ہر چند کہ خفاش خاصیتوں کے ساتھ خورشید حقیقی کا یہ معاملہ ہے) لیکن جو شہباز (صفت) کہ خفاش نہیں ہے (بلکہ اس کی چشم کشادہ راست بین اور روشن ہے اگر وہ شب (غفلت) میں خفاش کی طرح خروج کی طلب کرے (یعنی آفتاب سے من وجہ اعراض کر کے صرف رات کو نکلے) تو تادیب میں خورشید اس کی گوشمالی کر دیتا ہے (نمو لغت میں خاص برآمدن نبات از زمین ہے کما فی المنتخب یہاں مقید بول کر مطلق مراد لیا گیا آگے بیان ہے تادیب کا کہ) وہ (آفتاب) اس

www.besturdubooks.wordpress.com

(شہباز) سے کہے گا کہ وہ ضدی خفاش تو (باصرہ میں) علت رکھتا ہے (اس لئے آفتاب کی طرف نظر نہیں کر سکتا۔ اللدجمع الداطلق الجمع ھھنا للمبالغة اویرادبالخفاش الجنس) مگر تجھ کو کیا ہو گیا (کہ باصرہ میں قوت رکھ کر پھر اعراض کیا اس لئے) میں تجھ کو مالش دوں گا زجر اور غم کے ساتھ تاکہ دوبارہ تو آفتاب سے سرتابی نہ کرے (چنانچہ ظاہر اور معلوم ہے کہ عوام سے مباحات پر مواخذہ نہیں ہوتا مگر خواص سے اس پر بعضے مواخذات ہوتے ہیں جیسا آگے اس کی تائید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں کہ انہوں نے جو زندانی سے فرمایا اذکرنی عند ربک اس پر یہ اثر مرتب کیا گیا فلبث فی السجن بضع سنین)

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ ایسے مواخذات کا حاصل کوئی دنیوی کلفت ہے نہ کو مواخذہ اخرویہ ورنہ مباح شرعی مباح نہ رہے گا۔ وھذا اخلف

مواخذئہ یوسف صدیق علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بجس بضع سنین بسبب یاری خواستن از غیر حق و گفتن واذکرنی عند ربک الیٰ اٰخر الاٰیۃ

(حضرت) یوسف صدیق کا (ہمارے نبی اور ان پر درود اور سلام ہو) قید خانہ کے ذریعہ کچھ سال مواخذہ ان کے خدا کے غیر سے مدد چاہنے اور کہنے کے سبب کہ "اور میرا ذکر کر دے اپنے آقا کے سامنے"

آنچنانکہ یوسفؑ از زندانیے	بانیازے خاضعے شعدائیے
جیسا یوسف علیہ السلام نے ایک زندانی سے	جو کہ بانیاز خاضع مغلوب غم تھا
خواست یاریؑ گفت چوں بیروں روی	پیش شہ گردد امورت مستوی
یاری چاہی فرمایا کہ جب تو باہر جاوے	بادشاہ کے نزدیک تیرے معاملات درست ہو جاویں
یاد من کن پیش تخت آں عزیز	تا مرا ہم واخرد زیں حبس نیز
تو میرا بھی ذکر کرنا اس عزیز کے روبرو	تاکہ مجھ کو بھی اس حبس سے خلاصی دے دے
کے دہد زندانیے در اقتناص	مرد زندانی دیگر را خلاص
ایک زندانی جو خود شکارکرگی میں ہے	دوسرے زندانی شخص کو کب رہائی دے سکتا ہے
اہل دنیا جملگاں زندانی اند	انتظار مرگ دار فانی اند
اہل دنیا سب زندانی ہیں	موت دار فانی کے منتظر ہیں
جز مگر نادر یکے فردانیے	تن بزندان جان او کیوانیے
بجز نادر کسی یکتا کے	جس کا تن تو زندان میں ہو روح اس کی کیوانی ہو
پس جزائے آنکہ دید اورا معین	ماند یوسفؑ حبس در بضع سنین
پس اس امر کی جزاء میں کہ انہوں نے اس کو معین دیکھا	یوسف علیہ السلام حبس چند سال اور رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یاد یوسفؑ دیو از عقلش سترد	وز دلش دیو آں سخن از یاد برد
یاد یوسف کو شیطان نے اس کے ذہن سے محو کر دیا	اور اس کے دل سے شیطان نے وہ بات یاد سے نکال دی
زیں گنہ کامد ازاں نیکو خصال	ماند در زنداں ز داور ہفت سال
اس لغزش سے کہ اس کو نیکو خصال سے صادر ہوئی	وہ زندان میں حق تعالیٰ کی طرف سے سات سال اور رہے
کہ چہ تقصیر آمد از خورشید داد	تا تو چوں خفاش افتی در سواد
کہ کون سی کمی ہوئی تھی خورشید عطا کی طرف سے	جس سے تم خفاش کی طرح ظلمت میں پڑ جاؤ
ہیں چہ تقصیر آمد از بحر و سحاب	تا تو یاری خواہی از ریگ و سراب
ہاں کونسی کمی ہوئی تھی بحر اور سحاب کی طرف سے	جس سے تم ریگ اور سیراب سے یاری چاہنے لگو
عام اگر خفاش طبع اند و مجاز	یوسفاً داری تو آخر چشم باز
عوام اگر خفاش طبع اور مجاز پرست ہیں	اے یوسف آخر تم تو چشم کشادہ رکھتے ہو
گر خفاشے رفت در کور و کبود	باز سلطاں دیدہ را بارے چہ بود
اگر کوئی خفاش کوری و کبودی میں چلا گیا	اس باز کو جو سلطان کو دیکھے ہوئے ہے آخر کیا ہو گیا
پس ادب کردش بدیں جرم اوستاد	کہ مساز از چوب بوسیدہ عماد
پس اس لغزش پر ان کو مصلح نے تادیب فرمائی	کہ چوب بوسیدہ سے ستون مت بنانا
لیک یوسفؑ را بخود مشغول کرد	تا نیاید در دلش زاں حبس درد
لیکن یوسف علیہ السلام کو اپنے میں مشغول فرما لیا	تا کہ ان کے دل میں حبس سے کلفت نہ ہو
آنچنانش انس و مستی داد حق	کہ نہ زنداں ماند پیشش نے غسق
ان کو حق تعالیٰ نے ایسا انس اور سکر عطا فرمایا	کہ ان کو نہ زندان کا خیال آیا نہ تاریکی کا
نیست زندانے وحش تر از رحم	ناخوش و تاریک و پر خون و وخم
رحم سے زیادہ کوئی زندان موحش نہیں ہے	ناخوش اور تاریک اور پرخون وہ ناگوار
چوں کشادت حق دریچہ سوے خویش	در رحم ہر دم فزاید تنت بیش
لیکن چونکہ حق تعالیٰ نے تیرے لئے اپنی طرف ایک دریچہ کھول دیا ہے	تو رحم ہی میں ہر وقت تیرا جسم زیادہ ہی زیادہ بڑھتا چلا جاتا ہے
اندراں زنداں ز ذوق بیقیاس	خوش شگفت از غرس جسم تو حواس
اسی زندان میں بوجہ ذوق بے حساب کے	تیرے درخت جسم سے حواس خوب شگفتہ ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاں رحم بیروں شدن بر تو درشت	می گریزی از زہارش سوئے پشت
اس رحم سے باہر آنا تجھ پر گراں ہو گیا	تو اس کی فرج سے پشت کی طرف بھاگنے لگتا ہے
راہ لذت از دروں داں نز بروں	ابلہی داں جستن قصر و حصوں
لذت کا راستہ داخل سے جان نہ کہ خارج سے	قصر اور قلعوں کا تلاش کرنا ابلہی جان
آں یکے در کنج مسجد مست و شاد	واں یکے در باغ ترش و بیمراد
ایک شخص گوشہ مسجد میں مست اور شاد ہے	اور ایک شخص باغ میں ترش رو اور بے مراد ہے
قصر چیزے نیست ویراں کن بدن	گنج در ویرانی ست اے میر من
قصر کوئی چیز نہیں بدن کو ویران کر دے	خزانہ ویرانی ہی میں ہے اے میرے امیر
ایں نمی بینی کہ در بزم شراب	مست آنگہ خوش شود کو شد خراب
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ بزم شراب میں	مست اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ خراب ہو جاوے
گرچہ پر نقش ست خانہ بر کنش	گنج جو و ز گنج آباداں کنش
اگرچہ یہ گھر پر نقش ہے	خزانہ ڈھونڈ لے اور خزانہ سے اس کو آباد کر دے
خانۂ پر نقش و تصویر و خیال	ویں صور چوں پردہ بر گنج وصال
خانہ پر نقش و تصویرات و خیالات	اور یہ تصویرات گنج وصال پر مثل حجاب کے ہیں
پرتو گنج ست و تابشہائے زر	کہ دریں سینہ ہمی جوشد صور
یہ اس گنج کا عکس ہے اور زر کی شعاعیں ہیں	کہ اس سینہ میں تصورات جوش کر رہی ہیں
ہم ز لطف و عکس آب باشرف	پردہ شد بر روی آب اجزائے کف
نیز آب باشرف کی لطافت اور جھلک سے	حاجب ہو گئے کف کے اجزاء جو کہ روئے آب پر ہیں
ہم ز لطف و جوش جان باثمن	پردۂ بر روئے جاں شد شخص تن
نیز روح باقیمت کی لطافت اور جوش سے	حاجب ہو گیا چہرۂ روح پر یہ شخص بدن
پس مثل بشنو کہ در افواہ خاست	کانچہ بر ما می رود آں ہم ز ماست
پس وہ مثل سن لے جو کہ زبانوں پر جاری ہے	کہ ہم پر جو گزرتا ہے وہ ہماری ہی طرف سے ہے
زیں حجاب ایں تشنگان کف پرست	زاب صافی اوفتادہ دور دست
اس حجاب کے سبب یہ تشنگاں کف پرست	آب صاف سے دور واقع ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

(سعداں گیا ہے ست وگرہ بند نعل وگرہ رشتہ تراز وکمانی العراج وایں جا بمعنی گرہ مناسب می نماید یعنی منسوب بگرہ اے غمگین کذا قال ولی محمد قلت زیرا کہ از غم وتنگی بردل مشابہ گرہ می افتد اور قاموس میں اس گیاہ کو خاردار کہا ہے تو سعدانی کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں آنکہ خار غم دردل داشتہ باشد دونوں حال میں حاصل معنی مغلوب غم ہوئے وجہ ربط اوپر مذکور ہوئی یعنی خواص کی تو اس طرح تادیب ہوتی ہے) جیسا یوسف علیہ السلام نے ایک زندانی سے جو کہ (خود) بانیاز (یعنی عاجز اور) خاضع (یعنی پست اور قبل خلاص کلفت زنداں سے) مغلوب غم تھا (کہ یہ مغلوبیت وتاثر بھی دلیل ہے نفی قدرت وکبریا کی حاصل معنی یہ کہ انہوں نے زندانی عاجز سے) یاری چاہی (یعنی یوں) فرمایا کہ جب تو (زنداں سے) باہر جاوے (اور) بادشاہ کے نزدیک تیرے معاملات درست ہوجاویں تو میرا بھی ذکر کرنا اس عزیز (یعنی شاہ مصر) کے روبرو (قال تعالیٰ و قال للذی ظن انه ناج منهما اذکرنی عند ربک اور لفظ تحت تابع ہے جیسا زنجیر فیل وضرب بندوق) تاکہ مجھ کو بھی (تیری طرح) اس حبس سے خلاصی دے دے (تتمیم مضمون کے قبل مولانا ہم لوگوں کو خطاب کرتے ہیں نہ کہ یوسف علیہ السلام کو بطور فرض کے تاکہ یہ محذور لازم آوے کہ غیر نبی کو کیا منصب ہے نبی کو نصیحت کرنے کا یا نعوذ باللہ ان کی غلطی نکالنے کا ہاں نبی کو نصیحت یا ان کا تخطیہ حق تعالیٰ فرما سکتے ہیں۔ کما سیاتی کہ چہ تقصیر آمد الخ یا دوسرے نبی کچھ فرما سکتے ہیں۔ کما سیاتی من الحدیث اور غیر نبی اس کو نقل کرسکتا ہے پس یہ خطاب ہم کو ہے کہ حق تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو جو نصیحت فرمائی جس کو ہم بدوں حق تعالیٰ کے فرمائے ہوئے ودخل فیه الحدیث ایضاً ہرگز نہیں سمجھ سکتے تھے ہم کو بھی اس نصیحت پر عمل کرنا چاہئے اور غیر حق پر اتنی نظر بھی نہ رکھنا چاہئے خصوص اہل دنیا پر پس اسی کو فرماتے ہیں کہ یہ معلوم اور ظاہر ہے کہ) ایک زندانی جو خود شکار کردگی (اور بستگی کی حالت) میں ہے (یعنی زندان میں ہے وہ) دوسرے زندانی شخص کو کب رہائی دے سکتا ہے (ایک مقدمہ تو یہ ہوا جو بہت ظاہر ہے اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ) اہل دنیا سب زندانی ہیں (یعنی زندانیوں کی طرح عاجز ومغلوب ہیں اور محبان دنیا گرفتار شہوات وغیرہ بھی چنانچہ ایک کھلی علامت ان کے زندانی ہونے کی یہ ہے کہ) موت دار فانی کے منتظر ہیں (جیسا زندانی منتظر خلاص کا ہوتا ہے پس دونوں مقدموں سے یہ مدعا ثابت ہوا کہ ایک گرفتار دنیا دوسرے گرفتار دنیا کو خلاصی نہیں دے سکتا۔ پس اس سے کیا استعانت کی جاوے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعد مرگ بالمعنی المانع عن الاستعانة به زندانی نہیں رہتا کیونکہ اس معنی کا حاصل تو غیر حق ومسخر القدرة الالٰہیہ ہونا ہے اور یہ معنی مشترک ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا علاوہ اس معنی مشترک کے دوسرے اعتبار سے بھی زندانی ہیں کہ گرفتار شہوات وغیرہ ہیں ان پر نظر رکھنا اور بھی زیادہ قبیح ہے پس یہ گرفتاری موت پر ختم ہوجاتی ہے اسی طرح اہل مجاہدہ اس گرفتاری سے حیات میں بھی رہا ہوجاتے ہیں جس کا شعر آئندہ میں استثنا کرتے ہیں اور اسی لئے باوجود استعانت مذکورہ کے مذموم علی الاطلاق رہنے کے ایک اور استعانت اس زندان شہوات سے رہائی پانے والوں سے جائز بلکہ محمود ہوجاتی ہے چنانچہ اہل حق سے امر دین میں استعانت محمود ہے کہ وہ استعانت بالحق اور للحق ہی ہے قال تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع الله وقال تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون و قال تعالی کونوا مع الصادقین وقال تعالیٰ واتبع سبیل من اناب الی وہ استثناء یہ ہے کہ سب اہل دنیا بمعنی محبین للدنیا گرفتار ہیں) بجز نادر کسی یکتا (یعنی کامل) کے جس کا تن تو زندان (دنیا) میں ہو (مگر) روح اس کی کیوانی (یعنی عالی مشابہ مقیم فلک سابع زحل) ہو (آگے تتمیم ہے مضمون قصہ یوسف علیہ السلام کی یعنی چونکہ انہوں نے اس زندانی سے وہ درخواست کی) پس اس امر کی جزاء میں کہ انہو

www.besturdubooks.wordpress.com

ں نے اس کو معین دیکھا یوسف علیہ السلام حبس میں چند سال اور رہے (جس کی صورت یہ ہوئی کہ) یاد یوسف کو شیطان نے اس (زندانی) کے ذہن سے محو کر دیا اور (مطلب اس کا یہ ہے کہ) اس کے دل سے شیطان نے وہ بات یاد سے نکال دی (قال تعالیٰ فانساہ الشیطان ذکر ربہ پس) اس لغزش سے کہ اس نیکو خصال سے صادر ہوئی۔ وہ زندان میں حق تعالیٰ کی طرف سے سات سال اور رہے (وقال تعالیٰ فلبث فی السجن بضع سنین والبضع مابین الثلث والتسع اور اس کو مولانا کا لفظ گناہ سے تعبیر کرنا بطور حکایت من اللہ کے ہے کہ ان کو حق ہے زلت کو عصیان فرمانے کا کما قال تعالیٰ وعصی آدم ربہ فغوی ورنہ عصمت انبیاء کی عموماً اور تشبث بالاسباب فی مرتبۃ التدبیر کا معصیت نہ ہونا خصوصاً نصوص قطعیہ سے ثابت ہے پس لفظ گناہ اپنے معنی پر نہیں۔ رہا یہ عتاب سو اس لئے تھا کہ یوسف علیہ السلام کی شان یہ تھی کہ فاضل کو چھوڑ کر افضل کو اختیار فرماتے کہ وہ عدم استعانت مطلقاً تھی اسباب خلقیہ سے کیونکہ یہ تدبیر اسباب یقینیہ عادیہ سے نہ تھی جس کا ترک کرنا ناجائز ہوتا اور یہ امر کہ ان کا لبث فی السجن اس وجہ سے تھا مدلول قرآنی تو نہیں ہے جیسا احقر نے تفسیر میں لکھ دیا ہے مگر ایک حدیث میں وارد ہوا ہے جس کی سند کی مجھ کو تحقیق نہیں لیکن اگر سند صحیح بھی ہو تب بھی اس کی توجیہ ابھی معروض ہوئی ہے بقولی یوسف علیہ السلام کی شان یہ تھی الخ اور وہ حدیث یہ ہے عن ابن عباسؓ مرفوعاً فی حدیث طویل مدح فیہ اولاً علی صبر یوسف و کرمہ فی الثانی فی الخروج من السجن ثم قال ثانیاً ولولا الکلمۃ لمالبث فی السجن حیث یبتغی الفرج من عند غیر اللہ قولہ اذکرنی عند ربک کذافی کنز العمال عن الطبرانی و ابن مردویہ وابن النجار جلد۶ ص۱۲۹ نمبر ۲۰۲۷ اور مصرعہ ثانیہ میں زد اور آیا ہے وہ جیسا صراحۃً لبث کے من اللہ ہونے پر دال ہے اسی طرح اشارۃً مقولہ آئندہ کے من اللہ ہونے کا قرینہ ہو سکتا ہے یعنی حضرت داور کی طرف سے اس یاری کے سبب لبث ہونے کے متعلق ارشاد ہوا) کہ کونسی کمی ہوئی تھی خورشید عطا کی طرف سے جس سے تم خفاش کی طرح ظلمت (شب) میں پڑ جاؤ ہاں کونسی کمی ہوئی تھی بحر اور سحاب کی طرف سے جس سے تم ریگ اور سراب سے یاری چاہنے لگو۔ عوام اگر خفاش طبع اور مجاز پرست ہیں (مگر) اے یوسف آخر تم تو چشم کشادہ رکھتے ہو اگر کوئی خفاش کوری و کبودی میں چلا گیا (تو تعجب نہیں مگر) اس باز کو جو سلطان کو دیکھے ہوئے ہے آخر کیا ہو گیا پس اس لغزش پر ان کو مصلح (حقیقی) نے تادیب فرمائی کہ (آئندہ کو) چوب بوسیدہ سے ستون مت بنانا (یہ تو حاصل ہوا عتاب و تادیب کا) لیکن (چونکہ اس حالت میں بھی یوسف علیہ السلام مقبول و محبوب تھے اس لئے عین اس عتاب میں یہ عنایت بھی فرمائی کہ) یوسف علیہ السلام کو اپنے میں مشغول فرمالیا (یعنی تجلیات خاصہ میں مستغرق فرما دیا) تاکہ ان کے دل میں اس حبس سے کلفت نہ (پیدا) ہو (یعنی) ان کو حق تعالیٰ نے ایسا انس اور سکر عطا فرمایا کہ ان کو نہ زندان کا خیال آیا نہ تاریکی کا (جو کہ زندان میں تھی آگے اس استبعاد کو کہ زندان و تاریکی سے کیسے کوئی مانوس ہو سکتا ہے دفع فرماتے ہیں کہ دیکھو) رحم (مادر) سے زیادہ کوئی زندان موحش نہیں ہے (کہ) ناخوش (بھی) اور تاریک اور پرخون اور ناگوار (یعنی فی نفسہ وہ ایسا ہے چنانچہ ظاہر ہے) لیکن (باوجود اس کے) چونکہ حق تعالیٰ نے تیرے لئے (وہاں) اپنی طرف ایک دریچہ کھول دیا ہے تو (اس) رحم ہی میں ہر وقت تیرا جسم زیادہ ہی بڑھتا چلا جاتا ہے (اور) اسی زندان (رحم) میں بوجہ ذوق بے حساب کے (اور وہ دریچہ بھی ذوق تکوینی و عدم توحش من الرحم ہے پس اس ذوق کی وجہ سے اسی زندان میں) تیرے درخت جسم سے (تیرے) حواس (کے پھول کیسے) خوب شگفتہ ہو گئے (اور نشو و نما بدن اور قویٰ کا موقوف ہے ملائمت و مناسبت پر اور عدم ملائمت و منافرت میں تو ذبول ہوتا ہے اور وہ ذوق

www.besturdubooks.wordpress.com

وانس ایسا غالب تھا کہ) اس رحم سے باہر آنا تجھ پر گراں ہوگیا (کہ) تو (بوقت) قرب ولادت کبھی کبھی) اس (حاملہ) کی فرج سے (کذا فی الغیاث اس کی) پشت کی طرف بھاگنے لگتا ہے (یعنی رحم کے بالائی حصہ میں جو محاذ پشت کی ہے چڑھ جاتا ہے چنانچہ تولد کے وقت کبھی ایسا بھی ہوتا ہے تو اگر طبعاً وہ جگہ مانوس نہ ہوتی تو ایسا کبھی واقع نہ ہوتا تو اس رحم کی مانوسیت سے وہ استبعاد دفع ہوگیا اور زہارش میں مرجع عورت ہے لفظ رحم مصرعہ اولی میں اس پر قرینہ دالہ ہے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ پھر جب وہ محل ایسا مانوس بہ ہے تو چاہئے اس سے خروج ہی نہ ہو بات یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ اس کو چاہتے ہیں تو خروج کو مقتضا طبیعت کا اور مانوس بہ بنا دیتے ہیں پس وقت وضع کے قبل تک رحم مانوس بہ رہتا ہے اور اس وقت کے قریب خروج من الرحم کو مانوس بہ بنادیتے ہیں اور جو مقصود تھا یعنی دفع استبعاد وہ مدت مقدرہ تک مانوسیت رحم کے ثابت ہونے سے بھی حاصل ہوگیا وہ مانوسیت ابدیہ پر موقوف نہیں آگے اس مانوسیت فیما لا یتوقع ظاہراً کی لم تفصیلاً بیان کرتے ہیں جس کو اجمالاً اوپر یوسف را بخود مشغول کرداور ز ذوق بے قیاس میں بھی ذکر کر چکے ہیں یعنی) لذت کا راستہ داخل سے جان نہ کہ خارج سے (یعنی لذت کا مدار اسباب خارجیہ نہیں بلکہ اس کا مدار قلب ہے اس میں انس پیدا ہونے سے لذت ہوتی ہے گو ظاہری اسباب اس کے خلاف ہی ہوں پس) قصر اور قلعوں کا (لذت کے لئے) تلاش کرنا ابلہی جان (چنانچہ رحم جیسے تنگ جگہ میں حصول ذوق ہوتا ہے چنانچہ اسی سبب سے) ایک شخص گوشہ مسجد میں مست اور شاد ہے (اور ظاہر میں گو وہ گوشہ ویران ہی ہو) اور ایک شخص باغ میں ترش رو اور بے مراد ہے (حالانکہ ظاہراً بہار کی جگہ میں ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ پہلے شخص کے قلب میں کوئی خوشی کا خیال ہے اور دوسرے کے قلب میں کوئی غم کا خیال ہے آگے بطور انتقال کے اس قاعدہ مذکورہ پر ایک مستقل مضمون کی تفریع ہے جس کا اوپر ذکر نہ تھا یعنی جب معلوم ہوگیا کہ اصل اعتبار باطن کا ہے اور اس کے مقابلہ میں ظاہر کوئی چیز نہیں تو تجھ کو تن پروری و تن آرائی چھوڑ کر عمارت باطن میں مشغول ہونا چاہئے مقصود امر ہے مجاہدہ و ریاضت و اصلاح باطن کا اسی کو فرماتے ہیں کہ) قصر کوئی چیز نہیں (کما علمت ابلہی وان پس) بدن کو (کہ مشابہ قصر ہے) ویران کردے (کیونکہ خزانہ ویرانی ہی میں (ہوتا) ہے اے میرے امیر (پس اسی طرح جب مجاہدہ سے مقتضیات مذمومہ قویٰ جسمانیہ شہوت و غضب کو مغلوب کرے گا کہ یہاں کی ویرانی ہے نفس صفات حمیدہ سے متصف ہوکر مورد تجلیات بنے گا کہ یہ گنج ہے یہ ایک مثال بھی آگے اس ویرانی کے مطلوب ہونے کی دوسری مثال ہے کہ) کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ بزم شراب میں مست اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ (باعتبار حواس بدنیہ کے) خراب (اور ویران) ہو جاوے) یعنی اس کے حواس معطل ہو جاویں مراد اس سے کامل نشہ ہے کہ یہ اس کے لوازم سے ہے اسی طرح تجھ پر جب مستی حق ان ادراکات کے خاص افعال و آثار پر کہ توجہ الی غیر الحق وانہماک فی اللذات ہے غالب ہو جاوے جب فرح حقیقی حاصل ہوگی اور چونکہ ظاہراً اس ویرانی مذکور میں ایک درجہ کی دنیوی مضرت ہے اور یہ خیال مانع ہمت ہوسکتا تھا اس لئے اس خیال کو رفع کرکے ہمت بڑھاتے ہیں کہ) اگرچہ یہ گھر پر نقش (وجمیل) ہے (اور اس لئے ویران کرنا مضر معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقش و نگار بھی سب مٹ جاویں گے لیکن واقع میں مضر نہیں پس اس کو ویران کرکے اس میں سے) خزانہ ڈھونڈھ لے اور (اسی) خزانہ سے اس کو آباد کردے (حاصل یہ ہوا کہ اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی گھر کے اندر بنیاد کے نیچے خزانہ مدفون ہو جو بدوں بنیاد نکالے ہوئے حاصل نہ ہو اور پھر اس خزانہ سے پہلے سے بھی اچھا گھر بنا دیا جاوے تو اس ویرانی کو مضر کون کہے گا اسی طرح جن اخلاق و مقتضیات کو زائل کرو گے اس سے اچھے اخلاق و ملکات میسر ہوں گے جس سے آخرت میں تو خیر اور اعلیٰ ملے ہی گا باقی دنیا میں بھی ایسی حیوۃ طیبہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میسر ہوگی جس پر سلاطین بھی غبطہ کریں اس لئے یہ ویرانی سبب زیادہ آبادی کا ہوگئی اس سے تو ویرانی مذکور کا مضر نہ ہونا بلکہ انفع ہونا ثابت ہوا لیکن واجب ہونا اور اس کا ترک کا مضر ہونا ثابت نہیں ہوا اور مطلوب یہی تھا جیسا کہ اوپر ویران کن بدن اور خانہ پر کنش میں امر مفید و جوب ہے آگے اس کو فرماتے ہیں یعنی جس خانہ پر نقش ونگار کے انہدام کو اور اس نقش ونگار کے انعدام کو مانع تخریب واستیصال سمجھ رہے ہو فی الحقیقت اس گھر کا اور ان نقوش کا رہنا مضر اور مانع مقصود ہے کیونکہ یہ) خانہ پر نقش وتصویرات وخیالات اوپر (اس خانہ میں جو) یہ تصوریات (ہیں یہ سب) گنج وصال پر مثل حجاب کے ہیں (خیال عطف تفسیری ہے مطلب یہ کہ یہ خیالات کہ بمنزلہ نقوش وتماثیل کے ہیں چنانچہ ان کا صور ذہنیہ ہونا ظاہر ہے یہ مانع ہیں توجہ تام الی اللہ سے اور یہ بھی ظاہر ہے اور بدوں توجہ تام کے معیت وقرب کہ وصل اس سے عبارت ہے میسر نہیں ہوتا اس لئے ان کا نہ مٹانا مضر ہے یہ ایک مثال ہوئی ادراکات متعلقہ غیر کے مانع عن المقصود ہونے کی آگے اس مثال کی تتمیم ہے کہ) یہ اس گنج کا عکس ہے اور زر (گنج) کی شعاعیں ہیں کہ اس سینہ میں تصوریات جوش کر رہی ہیں (یعنی یہ تصورات محبوبہ جو تمہارے قوی مدرکہ میں ہجوم کرتے ہیں ان کی نسبت اس مقصود حقیقی کے ساتھ ایسی ہے جیسے عکس وشعاع کو زر وگوہر خزانہ کے ساتھ تو عکس کو جب کوئی شخص ایسا محبوب سمجھتا ہے اگر وہ اصل کا مشاہدہ کر لے تو عکس کو یاد بھی نہ کرے نیز عکس کے جمال ومحبوبیت سے اصل کے جمال ومحبوبیت پر استدلال کر کے اس کے مشاہدہ کا اشتیاق اور رغبت بھی ہونا چاہئے لیکن جب تک عکس سے نظر نہ ہٹاوے اصل کا مشاہدہ ہو نہیں سکتا اسی طرح جن صور ذہنیہ سے تم کو محبت وعشق ہے کہ ان کا نکالنا نہیں چاہتے یہ سب عکس اور ظل سے محبوب حقیقی کا۔

حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کرد ہ الخ پس چہ باشد آن نگار خود کہ بندد ایں نگارہا۔ تو اصل کا مشاہدہ کر دتا کہ ان کی کچھ بھی وقعت نہ رہے لیکن بدوں ان سے نظر ہٹائے ہوئے اس کا مشاہدہ ممکن نہیں پس یہ صور خیالیہ حجاب مقصود ہیں ان کو رفع کرو آگے اسی حاجبیت ومانعیت کی دوسری مثال ہے کہ) نیز (اس کی ایسی مثال ہے جیسے) آب باشرف کی لطافت اور جھلک سے حاجب ہوگئے کف کے اجزاء جو کہ روئے آب پر ہیں (کہ باوجودیکہ اسی سے ناشی مگر اس سے ہی حجاب ہوگئے اسی طرح صور خیالیہ اسی موجود حقیقی سے ناشی اور اس کا حجاب ہوگئے آگے اس مانعیت کی تیسری مثال ہے کہ) نیز روح باقیمت کی لطافت اور جوش (عشق حق) سے حاجب ہوگیا چہرہ روح پر یہ شخص بدن (چنانچہ ظاہر ہے کہ غلبہ احکام جسمیہ سے روح کے یہ آثار مغلوب ومضمحل ہو رہے ہیں آگے اس تقریر مذکور پر ایک تفریع ہے یعنی جب تقریر مذکور سے معلوم ہوا کہ مانع عن المقصود ایسی چیزیں ہیں کہ وہ ہمارے ہی ادراکات وصفات ہیں جو کہ ہمارے اندر موجود ہیں) پس (اس سے) وہ مثل سن لے (کہ صادق آ گئی) جو کہ زبانوں پر جاری ہے کہ ہم پر جو گزرتا ہے وہ ہماری ہی طرف سے ہے (چنانچہ ہم پر بلا بعد عن الحق کا منشاء ہمارے ہی اندر کی چیزیں ہیں آگے اسی حاجبیت مذکورہ کا ایک مثال میں جو اوپر بھی شعر ہم ز لطف وعکس آب الخ میں آ چکی ہے پھر ایسے طور پر اعادہ ہے کہ اس میں اس حاجبیت کا خصوصیت کے ساتھ ایک عملی اثر بھی تصریحاً مذکور ہے یعنی رجوع الی غیر الحق جس سے علاوہ تائید مقام کے ایک قسم کی تمہید بھی ہوگئی قصہ عماد الملک اور اس کے مضمون مذکور بالا با حضور آفتاب الخ کی طرف رجوع کرنے کی جو کہ مابعد کے شعر سے ہے آفتاب الخ اور یہ طریق رجوع کا نہایت ہی لطیف واقع ہوا پس فرماتے ہیں کہ) اس حجاب (مذکور) کے سبب یہ تشنگان کف پرست آب صاف سے دور واقع ہوگئے (اور تشنگی سے کف کے طالب ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گئے اور عملی غلطی یہ ہے جیساوہ امیر صاحب اسپ عمادالملک کی طرف رجوع لایا اور گویا یہاں تک سب عمادالملک کے اقوال ہیں بدلیل قولہ القریب در عمادالملک ایں اندیشہا الخ اور آگے تو صراحۃً اسی کا قول ہے آفتابا وسیاتی)

آفتابا باچو تو قبلہ وامیم	شب پرستی و خفاشی می کنیم
اے آفتاب تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے	ہم شب پرستی اور خفاشی کر رہے ہیں
سوئ خود کن ایں خفاشاں رامطار	زیں خفاشی شاں بخر اے مستجار
آپ ان خفاشوں کی پرواز کو اپنی طرف کیجئے	اس خفاشی سے ان کو چھڑا دے اے وہ ذات جس کی پناہ چاہی جاتی ہے
ایں جواں زیں جرم ضالست ومغیر	کہ بمن آمد و لے او رامگیر
یہ جوان اس جرم سے گمراہ ہے اور غارت کنندہ ہے	کہ یہ میرے پاس آیا لیکن اس پر مواخذہ مت فرما
در عماد الملک ایں اندیشہا	گشت جوشاں چوں اسد در بیشہا
عماد الملک کے اندر یہ خیالات	جوش زن ہو رہے تھے جیسا شیر بیشہ میں
ایستادہ پیش سلطاں ظاہرش	در ریاض غیب جان طائرش
اس کا ظاہر سلطان کے روبرو کھڑا تھا	اس کی روح پاک ریاض غیب میں تھی
چوں ملائک او باقلیم الست	ہر دمے می شد زشرب تازہ مست
مثل ملائکہ کے وہ اقلیم الست میں	ہر لحظہ شراب نوشی تازہ سے مست ہو رہا تھا
اندروں سور و بروں چوں پرغمے	در تن ہمچوں لحد خوش عالمے
باطن میں تو شادی تھی اور ظاہر مثل پرغم کے تھا	تن مشابہ لحد میں ایک لطیف عالم تھا
او دریں حیرت بدو در انتظار	تا چہ پیدا آید از غیب و سرار
وہ اسی حیرت اور انتظار میں تھا	کہ دیکھئے کیا ظاہر ہوتا ہے غیب اور نہاں سے
اسپ را اندر کشیدند آں زماں	پیش خرم شاہ سرہنگاں کشاں
گھوڑے کو اس وقت خوارزم شاہ کے روبرو	سرہنگ کشاں کشاں لائے
الحق اندر زیر ایں چرخ کبود	آنچناں اسپے بقد و تگ نبود
واقعی اس چرخ کبود کے نیچے	ویسا گھوڑا قد میں اور دوڑ میں نہ تھا
می ربودے رنگ او ہر دیدہ را	مرحبا آں برق و مہ زائیدہ را
اس کا رنگ ہر آنکھ کو چھینے لیتا تھا	مرحبا اس مولود من البرق والقمر پر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو مہ ہمچوں عطارد تیز رو	گویا صرصر علف بودش نہ جو
وہ مثل چاند کے مثل عطارد کے تیز رو تھا	گویا باد صرصر اس کا چارہ تھا نہ کہ جو
ماہ عرصہ آسماں را در شبے	می برد اندر مسیر و مذہبے
چاند میدان آسمان کو ایک شب میں	قطع کرتا ہے سیر اور رفتار میں
چوں بیک شب مہ برید ابراج را	از چہ منکر می شوی معراج را
جب ایک شب میں قمر نے برجوں کو قطع کر لیا	کس سبب سے تو منکر ہوتا ہے معراج کا
صد چو ماہ است آں عجب در یتیم	کہ بیک ایمائے او شد مہ دو نیم
وہ عجیب در یتیم تو سو چاند جیسے ہیں	کہ آپ کے ایک اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا
آں عجب کو در شگاف مہ نمود	ہم بقدر ضعف حس خلق بود
وہ عجیب معاملہ جو آپ نے شق القمر میں ظاہر فرمایا	محض ادراک خلق کے ضعف کی مقدار پر تھا
کاروبار انبیا و مرسلوں	ہست از افلاک و اختر ہا بروں
انبیاء و مرسلین کے کاروبار	تو افلاک و کواکب سے بھی باہر ہیں
تو بروں رو ہم ز افلاک و دوار	وانگہاں نظارہ کن آں کاروبار
تو افلاک گردندہ سے باہر جا	اور اس وقت اس کاروبار کو دیکھ
درمیان بیضۂ چوں فرخہا	نشنوی تسبیح و مرغان ہوا
مثل چوزہ پرند کے بیضہ کے اندر ہے	مرغان ہوا کی تسبیح کو نہیں سنتا
معجزات اینجا نخواہد شرح گشت	زاسپ و خرم شاہ گوی و سرگذشت
معجزات اس مقام پر شرح میں نہیں آ سکتے	اسپ اور خوارزم شاہ کا قصہ اور سرگذشت کہو
آفتاب لطف حق بر ہرچہ تافت	از سگ و از اسپ فر کہف یافت
جس چیز پر بھی لطف حق کا آفتاب چمک گیا	خواہ وہ سگ ہو یا اسپ ہو اس نے پرتو کہف کا پا لیا
تاب لطفش را تو یکساں ہم مداں	سنگ را و لعل را داد او نشاں
تو اس کے شعاع لطف کو بھی یکساں مت جان	سنگ کو اور لعل کو اس نے نشان دیا ہے
لعل رازاں ہست گنج مقتبس	سنگ را گرمی و تابانی و بس
لعل کے پاس اس سے ایک خزانہ حاصل شدہ ہے	سنگ کے پاس گرمی اور تابش ہے اور بس

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ بر دیوار افتد آفتاب	آنچناں نبود کز آب و اضطراب
وہ دھوپ جو دیوار پر واقع ہوتی ہے	وہ ویسی نہیں ہوتی جیسے کسی پانی سے جنبش کرتی ہوئی

رجوع بحکایت سلطان و اسپ و عماد الملک و پشیمان کردن شاہ را

سلطان اور گھوڑے اور عماد الملک کے قصہ کی جانب رجوع اور شاہ کو شرمندہ کرنا

چوں دمے حیراں شد از وے شاہ فرد	روی خود سوی عماد الملک کرد
جب تھوڑی دیر تک اس سے حیران ہو چکا وہ شاہ یکتا	تو اپنا رخ عماد الملک کی طرف کیا
کاے اخی بس خوب اسپے نیست ایں	از بہشت ست ایں مگر نے از زمیں
کہ اے بھائی کیا بہت عمدہ گھوڑا نہیں ہے یہ	بہشت سے آیا ہے یہ غالباً زمین کا نہیں ہے
پس عماد الملک گفتش اے خدیو	چوں فرشتہ گردد از میل تو دیو
پس عماد الملک نے اس کو جواب دیا کہ اے بادشاہ	آپ کی رغبت سے دیو بھی مثل فرشتہ کے ہو جاتا ہے
در نظر آنچہ آوری گردید نیک	بس کش و رعناست ایں مرکب ولیک
جس چیز کو آپ نظر میں لے آویں وہ عمدہ ہی ہو گئی	یہ مرکب بہت خوب اور زیبا ہے لیکن
ہست ناقص آں سر اندر پیکرش	چوں سر گاؤ ست گوئی ایں سرش
وہ سر جو اس کے دھڑ میں ہے وہ ناقص ہے	گویا اس کا یہ سر مثل سرگاؤ کے ہے
در دل خرم شہ ایں دم کارکرد	اسپ را در منظر شہ خوار کرد
خوارزم شاہ کے دل میں یہ کلام کام کر گیا	اس نے اسپ کو نظر شاہ میں بے قدر کر دیا
چوں غرض دلالہ گشت و واصفے	از سہ گز کرباس یابی یوسفے
جب غرض دلال اور بیان کرنے والی ہو جاوے	تو تین گز پارچہ سے تو یوسف کو پا سکتا ہے
چونکہ ہنگام فراق جاں شود	دیو دلال در ایماں شود
جب مفارقت روح کا وقت ہوتا ہے	شیطان گوہر ایمان کا دلال ہوتا ہے
پس فروشد ابلہ ایماں را شتاب	اندراں تنگی بیک ابریق آب
پس احمق ایمان کو جلدی سے بیچ ڈالتا ہے	اس تنگی کے وقت پانی کی ایک لٹیا کے عوض
واں خیالے باشد و ابریق نے	قصد آں دلالہ جز تخریق نے
اور وہ ایک خیال ہوتا ہے اور لٹیا نہیں ہوتی	اس دلال کا قصد بجز پارہ پارہ کرنے کے نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں زماں کہ تو صحیح و فربہی	صدق را بہر خیالے میدہی
اس وقت کہ تو تندرست اور قوی ہے	صدق کو ایک خیال کے واسطے دے ڈالتا ہے
می فروشی ہر زماں درے زکاں	می ستانی ہمچو طفلے گردگاں
تو ہر وقت معدن میں سے ایک موتی بیچ ڈالتا ہے	بچہ کی طرح ایک اخروٹ لے لیتا ہے
پس دراں رنجوری و روز اجل	نیست . در گر بودانیت عمل
پس اس رنجوری اور یوم مرگ میں	کچھ عجب نہیں اگر تیرا یہ عمل واقع ہو
در خیالت صورتے جوشیدۂ	ہمچو جوزے وقت دق بوسیدۂ
تیرے خیال میں ایک صورت جوش کرتی ہے	چوٹ مارنے کے وقت مثل جوز بوسیدہ کے
ہست از آغاز چوں بدر آنخیال	لیک آخر می شود ہمچوں ہلال
شروع سے وہ خیال مثل بدر کے ہے	لیکن آخر میں وہ مثل ہلال کے ہو جاتا ہے
گر تو اول بنگری در آخرش	فارغ آئی از فریب فاترش
اگر اول ہی سے نظر کر لیا کرے اس کے آخر میں	تو تو اس کے فریب سست سے فارغ ہو جاوے
جوز بوسیدست دنیا اے امیں	امتحانش کم کن از دورش ببیں
دنیا جوز بوسیدہ ہے اے امین	اس کا امتحان مت کر اس کو دور ہی سے دیکھ لے
شاہ دید آں اسپ را با چشم حال	واں عمادالملک با چشم مآل
بادشاہ نے تو اس اسپ کو چشم حال سے دیکھا	اور اس عماد الملک نے چشم مآل سے دیکھا
چشم شہ دو گز ہمی دید از لغز	چشم آں پایاں نگر پنجاہ گز
بادشاہ کی آنکھ دو گز دیکھتی تھی پیچدار سوراخ سے	اس انجام کی آنکھ پچاس گز دیکھتی تھی
تا چہ سرمہ ست آنکہ یزداں میکشد	کز پس صد پردہ بیند جاں رشد
کیسا کچھ سرمہ ہے جو خدا تعالیٰ لگا دیتے ہیں	جس سے سو حجابوں میں سے روح راہ راست کو دیکھ لیتی ہے
چشم مہتر چوں بآخر بود جفت	پس بداں دیدہ جہاں را جیفہ گفت
سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ چونکہ آخر کے ساتھ مقرون تھی	پس اس آنکھ سے دنیا کو جیفہ فرمایا
زیں یکے ذمش کہ بشنود وحسب	بس فسرد اندر دل شہ مہر اسپ
اس کی اس ایک ہی مذمت سے کہ بادشاہ نے سنی اور بس	بالکل افسردہ ہو گیا اسپ کا میلان بادشاہ کے دل میں

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم خود بگذاشت چشم او گزید	ہوش خود بگذاشت قول او شنید
اپنی آنکھ چھوڑ دی اس کی آنکھ کو اختیار کیا	اپنے ہوش کو چھوڑ دیا اس کے قول کو سن لیا
ایں بہانہ بود آں دیان فرد	از نیاز آں در دل شہ سرد کرد
یہ ایک بہانہ تھا اس دیاں فرد نے	نیاز سے اس کو شاہ کے دل میں سرد کر دیا
در بہ بست از حسن او پیش بصر	آں سخن بد درمیاں چوں بانگ در
اس نے اس کے حسن سے نظر کے سامنے دروازہ بند کر دیا	وہ قول درمیان میں مثل بانگ در کے تھا
پردہ کرد آں نکتہ را بر چشم شہ	کہ ازاں پردہ نماید مہ سیہ
اس نکتہ کو شاہ کی آنکھ پر حجاب کر دیا	کہ اس پردہ سے چاند سیاہ دکھائی دیتا ہے
پاک بنائے کہ برساد حصوں	در جہان غیب از گفت و فسوں
اس تعمیر بنانے والے نے جو کہ قلعے بناتا ہے	عالم غیب میں گفتار اور افسوں سے

اعماد الملک کی لسان سے رجوع ہے مضمون سابق با حضور آفتاب با کمال الخ کی طرف یعنی) اے آفتاب تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے (دوسرے کی طرف جو ہم حاجات میں رجوع کرتے ہیں تو گویا) ہم شب پرستی اور خفاشی کر رہے ہیں (پس) آپ ان خفاشوں کی پرواز کو اپنی طرف کھینچئے (اور) اس خفاشی سے ان کو چھڑا دے اے وہ ذات جس کی پناہ چاہی جاتی ہے یہ جوان (مالک اسپ) اس جرم سے گمراہ ہے اور غارت کنندہ (کمال توحید) ہے (آگے بیان ہے اس جرم کا) کہ یہ میرے پاس (حاجت لے کر) آیا لیکن اس پر مواخذہ مت فرما (یہ عود ہے مضمون بالا شعر کا اے خدا گر آں جوان کژ رفت راہ الخ و شعر تو ازان خود بکن بروے مکیر الخ کی طرف غرض) عماد الملک کے (ذہن کے) اندر یہ خیالات (مذکورہ از شعر کاے خدا الخ الی شعر ایں جواں الخ) جوش زن ہو رہے تھے جیسا شیر بیشہ میں (جوش و خروش میں ہوتا ہے اور) اس کا ظاہر (جسم) سلطان کے روبرو کھڑا تھا (اور) اس کی روح پاک ریاض غیب میں (ان واردات اور مناجات میں مشغول) تھی مثل ملائکہ نے واقلیم است میں (یعنی مقام الہام و مکالمت حق میں جس طرح الست بربکم مع جوابہ میں مکالمت مع الحق ہوئی) ہر لحظہ شراب نوشی تازہ سے مست ہو رہا تھا (یعنی سکر سے حال غالب ہوتا تھا اور خطاب من الحق کو اور صراحۃً مذکور نہیں لیکن ایسے مضامین چونکہ ملہم من اللہ ہوتے ہیں اس لئے ان کو کلام حق میں داخل کیا جس پر الست دال ہے جو کہ کلام حق تھا اور ملائکہ سے تشبیہ اسی غلبہ حال میں دی جس کا ذکر قرآن مجید میں حسب تفسیر منصوص فی الحدیث ہے حتی اذا فزع عن قلوبھم الآیہ عماد الملک کی مجموعی حالت یہ تھی کہ اس کے) باطن میں تو شادی تھی اور (اس کا) ظاہر مثل پر غم کے تھا (شادی کی وجہ مکالمت حق تھی اور غم کی وجہ فکر معاملہ صاحب اسپ تھی اور اس مجموعہ کے اعتبار سے گویا اس کے) تن مشابہ لحد میں ایک لطیف عالم تھا (یعنی جسم تنگی غم سے مثل لحد تنگ کے تھا اور اس کے اندر ان الہامات سے ایک شادی کا عالم تھا اور) وہ (معاملہ اسپ کے متعلق) اسی حیرت اور انتظار میں تھا کہ دیکھئے کیا ظاہر ہوتا ہے غیب اور نہاں سے (کہ دفعۃً) گھوڑے کو اس وقت خوارزم شاہ کے روبرو سرہنگ کشاں کشاں لائے (فقولہ اودریں حیرت بد معمول لقولہ اسپ را اندر

www.besturdubooks.wordpress.com

کشیدند کما اشرت الیه بالترجمة آگے گھوڑے کے اوصاف ہیں کہ) واقعی اس خرچ کبود کے نیچے ویسا گھوڑا قد میں اور دوش میں (اس وقت) نہ تھا اس کا رنگ ہر آنکھ کو چھینے لیتا تھا (کما یکاد البرق یخطف ابصارهم) مرحبا اس (اسپ) مولود من البرق والقمر پر (وجہ شبہ نور وصفائی ہے) وہ مثل چاند کے (اور) مثل عطارد کے تیز رو تھا (مراد چاند اور عطارد کی حرکت یومیہ نہیں ہے کیونکہ اس میں تو سب کواکب سیارہ کہ ان ہی میں کلام ہے متساوی ہیں تو تخصیص بے معنی ہوگی بلکہ مراد ان کی حرکات خاصہ بلاواسطہ فلک معدل النہار کے اور بواسطہ حوامل کے ہیں جو کہ افلاک شاملہ للارض میں محرک قریب ہیں کواکب کے یعنی بہ نسبت مدیر فی العطارد اور ممثل فی جمیع الکواکب اور مائل فی القمر کے کہ یہ تینوں بواسطۂ حوامل کے محرک ہیں اس لئے حوامل کو قریب کہا گیا ورنہ بہ نسبت مداویر غیر شاملہ للارض کے یہ حوامل بعید ہیں مگر ان مداویر کی تحریک سے دائرہ شاملہ للارض نہیں بنتا اور حرکات مبحوثہ فی المقام میں دوائر شاملہ للارض ہی معتبر ہیں پس حرکات راسمہ دوائر شاملہ میں محرک قریب حوامل ہیں اسی لئے ان حرکات کو خاصہ کہا گیا پس ان حرکات خاصہ مرتسمہ تحریک الحوامل میں سے جو کہ من المغرب الی المشرق ہونے میں سب مشترک ہیں سب سے زیادہ سریع حرکت قمر اور عطارد کی ہے چنانچہ عطارد کی حرکت یوم ولیلہ میں ایک درجہ اور انچاس دقیقہ اور سولہ ثانیہ اور چالیس ثالثہ ہیں اور قمر کی حرکت چوبیس درجہ اور بائیس دقیقہ اور ترپن ثانیہ اور بائیس ثالثہ ہیں اور اس قدر سریع اور کسی کوکب کی حرکت نہیں چنانچہ زحل کی دو دقیقہ اور پینتیس ثالثہ ہیں اور مشتری کی چار دقیقہ اور انچاس ثانیہ اور سولہ ثالثہ ہیں اور مریخ کی اکتیس دقیقہ اور سولہ ثانیہ اور چالیس ثالثہ ہیں اور زہرہ اور شمس کی انچاس دقیقہ اور آٹھ ثانیہ اور بیس ثالثہ ہیں یعنی ان میں سے کسی میں ایک بھی درجہ نہیں اور درجہ کہتے ہیں منطقہ کے تین سو ساٹھ حصوں میں سے ایک حصہ کو اور پھر ایک درجہ کے ساٹھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دقیقہ کہتے ہیں پھر ساٹھویں دقیقہ کو ثانیہ اور ساٹھویں ثانیہ کو ثالثہ اسی طرح رابعہ وخامسہ وسادسہ وغیرہ کہلاتے ہیں ہذا کل من شرح الجغمینی اس تفصیل سے وجہ تخصیص ماہ اور عطارد کی مفہوم ہوگئی ہوگی آگے تیز روی کے لئے ایک اور تشبیہ دیتے ہیں کہ) گویا وہ صرصر اس کا چارہ تھا نہ کہ جو (مثل دوسرے گھوڑوں کے کہ جو وغیرہ کھاتے ہیں اور اس نے گویا ریح صرصر کھائی اس لئے دوسرے گھوڑے اس کی برابر تیز نہ چل سکتے تھے آگے چاند کی سرعة سیر کو کہ شعر بالا میں مشبہ بہ تھی تصریحا فرماتے ہیں کہ) چاند میدان آسمان کو ایک شب میں قطع کرتا ہے سیر اور رفتار میں (گو ظاہر الفاظ سے یہاں حرکة یومیہ متبادر ہوتی ہے کیونکہ حصہ مرئیہ آسمان کو قطع کرنا اسی حرکت سے ہوتا ہے لیکن اس کی نفی کی دلیل اوپر گزر چکی ہے باقی یہ کہ حرکت خاصہ میں یہ حکم عرصہ آسمان را کیسے صحیح ہوگا سو اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ عرصہ سے مراد حصہ معتد بہا ہو نہ کہ جمیع عرصہ چنانچہ ظاہر معنی پر بھی جمیع عرصہ مراد نہیں ہوسکتا بلکہ صرف حصہ مرئیہ اور اگر ظاہر کو ترک نہ کیا جاوے تو کواکب مشترکہ متساویہ فی الحکم میں سے قمر کی تخصیص کو تمثیلا کہا جاوے گا آگے اس سرعة سیر قمر سے ایک مسئلہ اعتقادیہ کے عدم امتناع پر استدلال کرتے ہیں کہ) جب ایک شب میں قمر نے برجوں کو قطع کرلیا (پھر) کس سبب سے تو منکر ہوتا ہے معراج کا (کیونکہ آپ قمر سے بدرجہا افضل واکمل ہیں کما سیاتی فی الشعر الآتی پس مفضول کے لئے جب یہ صفت عجیبہ ثابت ہے تو اگر افضل کے لئے ہو تو کیا استبعاد ہے اور برج منطقہ البروج کا بارہواں حصہ ہے اگر قمر کی حرکت یومیہ لیجاوے تب تو ایک شب میں وہ تقریبا چھ برج کو قطع کرتا ہے تو یہ حکم صحیح ہو گیا اور گو بروج کا اعتبار فلک ثامن پر کیا گیا ہے لیکن اس کو جب قاطع عالم فرض کیا جاوے تو افلاک ممثلہ پر بھی ان بروج کو متوہم مان لیتے ہیں اور اگر حرکت خاصہ مراد لی جاوے تو اس کی حرکت خاصہ مذکورہ عنقریب بقدر ایک برج کے بھی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ مقدار برج کی کہ بارہواں حصہ ہے منطقہ کا جو کہ تین سو ساٹھ درجہ پر منقسم ہے تیس درجہ ہوتے ہیں اور قمر چوبیس درجہ مع قدرے کسر قطع کرتا ہے تو اس صورت میں ابراج سے مراد اجزاء ابراج لیں گے آگے آپ کی افضلیت کو بیان کرتے ہیں یعنی) وہ عجیب در یتیم (یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو سو چاند جیسے ہیں (یعنی چاند سے صدہا درجے بڑھے ہوئے ہیں چنانچہ ایک علامت افضلیت کی یہ ہے) کہ آپ کے ایک اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا (سو آپ کے اکرام و اظہار کرامت کے لئے چاند کی ہیئت و ترکیب کو بدل ڈالنا دلیل ہے آپ کی مقصودیت اور چاند کی تبعیت کی اور مقصود تبع سے افضل ہوتا ہے ایک مقدمہ یہ ہوا دوسرا مقدمہ اوپر کے شعر میں گزرا کہ چاند کے لئے یہ سرعت سیر جائز رکھی گئی۔ پس مدعا ثابت ہو گیا کہ پھر افضل کے لئے اس کا کیا استبعاد ہے جیسا احقر نے شعر بالا کی شرح میں اس کی تقریر بھی کر دی ہے اور اصل مقصود اس سے دفع استبعاد ہے ورنہ استدلال میں نظیر کی حاجت نہیں ہوا کرتی اور صاحب حمیدیہ نے سرعۃ سیر کا استبعاد ایک اس سے زیادہ سہل نظیر سے دفع کیا ہے وہ یہ کہ تحقیقات جدیدہ ہیئت میں یہ ثابت ہے کہ مشتری ستارہ ہماری زمین سے چودہ سو حصے بڑا ہے پھر وہ ایک گھنٹہ میں تیس ہزار میل چلتا ہے یعنی ایک منٹ میں پانچ سو میل اور ایک بار سانس لینے کی مقدار میں نو دس میل اور طبعی قاعدہ ہے کہ جسم متحرک جس قدر زیادہ چھوٹا ہو گا وہ سرعۃ حرکت کو زیادہ قبول کرے گا تو اب دیکھنا چاہئے کہ اس حساب سے جو جسم زمین کی برابر ہو اس کی حرکت کس قدر سریع ہو سکتی ہے اور پھر جسم انسان کی نسبت زمین کے ساتھ دیکھ کر اس کی نسبت مشتری کی ضخامت سے کی جاوے تو اس کی حرکت کس قدر سریع ہو سکتی ہے تو اس بناء پر تو معراج میں جس قدر حرکت سریع ہوئی ہے اس سے بدرجہا زائد سرعت غیر مستبعد ہے آگے دلیل فضل نبوی مذکور فی قولہ صد چو ماہ ست الخ میں ترقی فرماتے ہیں کہ آپ کے فضل کا منتہا یہی شق قمر نہ سمجھا جاوے کیونکہ) وہ عجیب معاملہ جو آپ نے شق القمر میں ظاہر فرمایا محض ادراک خلق کے ضعف کی مقدار پر تھا (یعنی اس سے زیادہ عجائب کے ادراک کا وہ تحمل نہ کر سکتے ورنہ) انبیاء و مرسلین کے (کہ آپ ان سب میں افضل ہیں) کاروبار (یعنی تصرفات تو افلاک و کواکب سے بھی باہر ہیں (میرے ذوق میں اس کی توجیہ یہ ہے کہ افلاک و کواکب تو مادی ہیں اور ارواح بقول اکثر اہل کشف مجرد ہیں جن کو بوجہ عدم تحیز و عدم تمکن کے بھی بروں از افلاک واختر کہنا صحیح ہے اور مادیات سے فوق فی المرتبہ ہونے کے اعتبار سے بھی بروں از افلاک واختر کہنا صحیح ہے اور انبیاء کا تصرف ارواح میں ہوتا ہے ارشاد و تربیت کے ساتھ چنانچہ ظاہر بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو عالم ارواح میں ہونے کے وقت تصرف فی الارواح حتی فی ارواح الانبیاء نقل کیا گیا ہے اور واقع میں یہ اس سے زیادہ عجیب ہے اور غیر انبیاء کے تصرف فی الارواح سے شبہ نہ ہو کیونکہ یہ بہ تبعیت انبیاء ہے اسی وجہ سے غیر متبع اس سے عاری ہے پس وہ بھی انبیاء ہی کا معجزہ ہوا آگے اس تصرف خارج عن الافلاک والکواکب کے ادراک کا طریقہ بتلاتے ہیں تاکہ کوئی عدم ادراک کے سبب انکار نہ کر سکے یعنی) تو افلاک گردندہ سے باہر جا۔ اور (پھر) اس وقت اس کاروبار (انبیاء) کو دیکھ (دوار مخفف دوار بالتشدید اور حالت موجودہ میں تو) مثل چوزہ پرند کے بیضہ کے اندر ہے (اس لئے) مرغان ہوا کی تسبیح کو نہیں سنتا (یعنی جیسا چوزہ محبوس بیضہ مرغان ہوا کی صوت نہیں سن سکتا اسی طرح تو گرفتار سفلیات ہے علویات کا ادراک نہیں کر سکتا اس سے رہائی حاصل کر اور عالم باطن سے مناسبت پیدا کر کہ بروں رو کے یہی معنی ہیں پس تو یہی ان تصرفات فی الارواح کا مشاہدہ کرنے لگے گا آگے عود ہے قصہ کی طرف اور پھر فوراً ہی انتقال ہے مضمون حصہ کی طرف یعنی) معجزات (باعتبار کشف کنہ کے) اس مقام پر شرح میں نہیں آ سکتے (لتوقفها على المناسبة بعالم الغيب الموقوفة على

www.besturdubooks.wordpress.com

الصفا والجلاء اس لئے) اسپ اور خوارزم شاہ کا قصہ اور سرگذشت کہو (کہ وہ گھوڑا نہایت لطیف تھا کماذکر قریبا من قولہ الحق اندر وقولہ میر بودے وقولہ ہمچو ساع آگے فرماتے ہیں کہ وہ گھوڑا ہو یا اور کوئی لطیف چیز ہو سب کی لطافت ظل ہے لطف حق کا پس) جس چیز پر بھی لطف حق کا آفتاب چمک گیا خواہ وہ سگ ہو یا اسپ ہو اس نے پرتو کہف کا پالیا (کذافی الغیاث یعنی جس طرح اصحاب کہف کو پرتو حاصل ہوا گو دونوں جگہ اختلاف استعداد سے یہ پرتو مختلف ہوگا چنانچہ اس اختلاف کو آگے تصریحا بیان فرماتے ہیں کہ) تو اس کے شعاع لطف کو بھی یکساں مت جان (چنانچہ) سنگ کو اور لعل کو اس نے (جدا جدا) نشان دیا ہے (یعنی دونوں کو ماہیات وخواص میں ممتاز بنایا جس کا حاصل وہی اختلاف افاضہ حسب اختلاف استعداد ہے آگے اس اختلاف آثار وخواص کا بیان ہے کہ) لعل کے پاس اس (لطف حق کی تاثیر) سے ایک خزانہ حاصل شدہ ہے (اس کے آثار کا اور) سنگ کے پاس (اس سے) گرمی اور تابش (بمعنی گرمی بعطف تفسیری) ہے اور بس (یعنی اس میں لعل کی روشنی وزینت نہیں ہے آگے اس کی مثال ہے کہ) وہ دھوپ جو دیوار پر واقع ہوتی ہے وہ (نور وصفا میں) ویسی نہیں ہوتی جیسی کسی پانی سے جنبش کرتی ہوئی (نظر آوے یعنی پانی میں زیادہ روشن ہوگی چونکہ لطیف ہے اور دیوار کثیف ان اشعار میں مسئلہ مظہریت مخلق للخالق کا اجمالاً بیان فرمادیا اور تفصیل اس مسئلہ کی بارہا گزر چکی ہے خصوص دفتر اول کی شرح کے حصہ اول میں قصہ طوطا روزیر کے بعد بعنوان اصطلاحی واسطہ فی العروض وفی الثبوت بہت مفصل لکھا گیا ہے پھر رجوع ہے حکایت کی طرف کہ) جب تھوڑی دیر تک اس (اسپ کے جمال) سے حیران ہو چکا وہ شاہ یکتا تو اپنا رخ عماد الملک کی طرف کیا (اور کہا) کہ اے بھائی کیا بہت عمدہ گھوڑا نہیں ہے یہ بہشت سے آیا ہے یہ عنا باز مین کا نہیں ہے پس عماد الملک نے اس کو جواب دیا کہ اے بادشاہ (یوں تو) آپ کی رغبت سے دیو بھی مثل فرشتہ کے ہو جاتا ہے (اور) جس چیز کو آپ نظر میں لے آویں (سمجھنا چاہئے کہ) وہ عمدہ ہی ہوگی (یعنی ادب تو یہی ہے کہ جس چیز کو آپ مرغوب رکھیں اور اچھی بتلاویں ہم لوگوں کو چاہئے کہ اس کو یہی کہیں کہ واقع میں عمدہ ہے کما قیل اگر شہ روز را گوید شب ست ایں خصوص جبکہ آپ خود ہی پوچھیں جیسا اس وقت آپ پوچھ رہے ہیں اے اخی بس خوب اسپے نیست ایں تو جواب میں یہی کہنا چاہئے کہ اے ابی بس خوب اسپے ہست ایں لیکن اگر اس حسن ادب سے قطع نظر کر کے اظہار حقیقت کی اجازت دی جاوے تو حقیقت تو یہ ہے کہ) یہ مرکب (اگرچہ اکثر وجوہ سے) بہت خوب اور زیبا ہے لیکن (من کل الوجوہ زیبا نہیں چنانچہ) وہ سر جو اس کے دھڑ میں ہے وہ ناخوشنما (اور بد صورت) ہے گویا اس کا یہ سر مثل سر گاؤ کے ہے (ولم ارتض بما قال بعضھم فی تقریرہ بسبب میل توزیرا کہ حب از رویت قبح در محبوب مانع می آید لانہ لا معنی تخصیص بقولہ از میل تو وقولہ انچہ آوری خطابا للسلطان خاصۃ لان ہذا الامر عام لکل محب بخلاف ما قلت فان وجہ التخصیص فیہ الادب السلطانی بس) خوارزم شاہ کے دل میں یہ کلام کام کر گیا (اور) اس (کلام) نے اسپ کو نظر شاہ میں بے قدر کر دیا (اور اس کی واپسی کا حکم آگے مذکور ہوگا مولانا نتیجہ حکایت جس پر حکایت لائے تھے بیان فرماتے ہیں جو حکایت سے پہلے بھی مذکور ہوا ہے اور شروع سرخی میں بھی اس کا ذکر فرمایا ہے یعنی) جب غرض (کسی متاع کے معاملہ میں) دلال اور (بیع کی حالت) بیان کرنے والی ہو جاوے (وصف الغرض بوصف صاحبہ) تو تین گز پارچہ سے تو یوسف کو پا سکتا ہے (جیسے اخوان یوسف کو چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنعان سے جدا کرنا مقصود تھا اس غرض کے غلبہ سے ان کے حسن وجمال کے موافق بھی قیمت نہ کہی کیونکہ اس میں احتمال تھا کہ شاید نہ بک سکیں بلکہ بہت معمولی داموں پر بیچ ڈالا کما قال و شروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ اسی طرح یہاں چونکہ عماد

www.besturdubooks.wordpress.com

الملک کے بیان وصف اسپ کا منشا ایک غرض تھی کہ نظر شاہ میں اس کو بے قدر کر دے اس لئے وہ خوار اور ارزاں شمار ہونے لگا اور وجہ تشبیہ صرف یہ ہے کہ قطع نظر اس سے کہ یہ غرض محمود تھی یا مذموم کہ تشبیہ میں مماثلت من کل الوجوہ ضروری نہیں اور اس کو احقر آخر عشر سابع میں بضمن تقریر ربط اس حکایت کے ذکر بھی کر چکا ہے آگے اس کلیہ چوں غرض آمد کا ایک جزئیہ اس کی تائید کے لئے فرماتے ہیں کہ) جب مفارقت روح کا وقت ہوتا ہے (اس وقت) شیطان گوہر ایمان کا دلال ہوتا ہے (یعنی ایمان کو ارزاں بتلاتا ہے جس کی صورت آگے آتی ہے) پس (اس کے اغواء سے) احمق (جس کو دین کی عقل نہیں ہوتی) ایمان کو جلدی سے بیچ ڈالتا ہے اس تنگی کے وقت پانی کی ایک لٹیا کے عوض (کہ اس وقت پیاس غالب ہوتی ہے) اور شیطان ابریق آب دکھلا کر کہتا ہے کہ اگر ایمان ترک کر دے تو یہ تجھ کو دے دوں یہ صورت ہے ایمان کے ارزاں بتلانے کی یعنی بدلالت حال نہ بدلالت قال) اور وہ (محض) ایک خیال ہوتا ہے اور لٹیا (پانی کی) نہیں ہوتی (اور) اس دلال (یعنی شیطان) کا قصد بجز (ایمان کے) پارہ پارہ کرنے کے نہیں ہے (پس اس پر احمق فی الدین ایمان کو ترک کر دیتا ہے اور چونکہ ظاہراً اس میں استبعاد تھا کہ خیال کے عوض اپنا دین کون چھوڑ دیتا ہوگا آگے اس کو دفع کرتے ہیں کہ اس میں استبعاد ہی کیا ہے دیکھو) اس وقت کہ تو تندرست اور قوی ہے (مگر) صدق (یعنی تقویٰ وعبادت) کو (لذت دنیا کے) ایک خیال کے واسطے دے ڈالتا ہے (جس کی مثال ایسی ہے کہ گویا) تو ہر وقت معدن میں سے ایک موتی بیچ ڈالتا ہے (اور) بچہ کی طرح ایک اخروٹ لے لیتا ہے (چنانچہ شب وروز اکثر لوگوں کی حالت سے اس کا مشاہدہ ہوا کرتا ہے جب صحت وقوت میں تیرا یہ حال ہے جس میں ہمت وضبط بھی آسان تھا) پس اس رنجوری اور یوم مرگ میں (کہ نہ قوت ہے نہ ہمت) کچھ عجیب نہیں اگر تیرا یہ عمل واقع ہو (کہ پانی سے صبر نہ کر سکے اور اس کا کہنا مان لے اس سے وہ استبعاد دفع ہو گیا اور اس سے تائید ہو گئی اس کلیہ چوں غرض آمد کی کہ یہاں بھی شیطان صاحب غرض تھا اس لئے اس نے ایمان جیسے گوہر بے بہا کو کیسا حقیر نظر میں دکھلایا۔ احقر کہتا ہے کہ محض دفع استبعاد مستلزم وقوع نہیں اس کے لئے مستقل دلیل ثبوت کی حاجت ہے جو کہیں نہ دیکھی گئی نہ سنی گئی۔ غالباً بناءً علی المشہور ایسا لکھ دیا یا کسی خاص مقام پر کسی بزرگ کو یہ مکشوف ہوا ہو تب بھی استمرار وکلیت لازم نہیں یا کسی محتضر نے اپنا حال بیان کیا ہو تب بھی دوام لازم نہیں اور اگر کہیں ایسا واقع بھی ہوا ہو تو اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ بدحواسی وبے ہوشی کی حالت میں بھی ترک ایمان کا وقوع ہو سکتا ہے اور اس اعتقاد سے اپنے حسن خاتمہ سے مایوس نہ ہو جاوے کیونکہ ایسی حالت میں تو انسان مکلف بھی نہیں رہتا اور غیر مکلف کا ہر فعل عفو ہے بلکہ اس کی توجیہ ہوگی کہ جو شخص اس وقت باوجود بقاء عقل وہوش قصداً اللہ ورسول کی تکذیب کرے وہ مسلوب الایمان ہوتا ہے ورنہ نہیں جیسا کہ حالت حیات میں یہی تفصیل ہے بلکہ سوء خاتمہ اکثر تو اس طرح ہوتا ہے کہ ایمان حالت حیات ہی میں ضائع کر چکا تھا استہزاء بالدین یا شبہات باطلہ کے اعتقاد سے مگر حیات میں اس پر متنبہ نہ ہوا تھا اس وقت متنبہ ہو گیا کہ وقت ہے کشف حقائق کا پس سلب حادث نہیں ہوا بلکہ ظاہر ہوا آگے بمناسبت بطلان خیال ابریق مذکور کے مطلقاً خیالات باطلہ کی حقیقت کی تحقیق اور ان سے تحذیر کا حکم فرماتے ہیں کہ) تیرے خیال میں) بعض اوقات) ایک صورت (مرغوب) جوش کرتی ہے (اور مستحسن معلوم ہوتی ہے مگر) چوٹ مارنے کے وقت (یعنی امتحان وتحقیق کے وقت) مثل جوز بوسیدہ کے (ثابت ہوتی ہے آگے اس کی تفسیر ہے کہ) شروع سے وہ خیال مثل بدر کے (کامل الحسن معلوم ہوتا) ہے لیکن آخر میں وہ مثل ہلال کے ہو جاتا ہے (آخر سے مراد یا تو آخر حسی کہ دنیا کی ہر شے جمیل آخر میں قبیح ہو جاتی ہے یا آخر نظری یعنی فکر سے اس کی حقیقت

www.besturdubooks.wordpress.com

کو کہ اس کے آثار کا مرجع و منتہیٰ ہے دیکھا جاوے یا نظر سے اس کے آخر حسی کو سوچا جاوے کہ یہ چیز ایسی ہو جاوے گی دونوں طرح سے اس کا نقص مدرک ہوگا پس) اگر اول ہی سے نظر کر لیا کرے اس کے آخر میں (وہذا ہو یدالتوجیہ الاخیر) تو تو اس کے فریب سست سے فارغ ہو جاوے (یعنی اس کے خیال استحسان حالی سے مغرور نہ ہوا کرے۔ آگے اس خیال باطل مذکور کے مفہوم کا ایک مصداق بتلاتے ہیں جو کہ راس ہے تمام اشیاء باطلہ کا بلکہ کوئی شے باطل اس سے خارج نہیں پس فرماتے ہیں کہ) دنیا (مثل) جوز بوسیدہ (کے) ہے اے امین (پس) اس کا امتحان مت کر (کہ توڑنے سے بے مغزی ثابت ہوگا سو پہلے ہی سے قرائن صحیحہ سے اس کو بوسیدہ سمجھ اور اس کو دور کر اسی طرح دلائل صحیحہ نقلیہ و عقلیہ سے دنیا کو باطل اور مستہلک سمجھ کہ امتحان کی ضرورت نہ رہے) اس کو دور ہی سے دیکھ لے (اور معرفات مذکورہ سے پہچان لے خصوص جبکہ بارہا تجربہ بھی ہو چکا ہو من جرب المجرب الخ آگے اس کی تائید اس قصہ زیر بحث کے ایک جزو سے کرتے ہیں کہ اس میں من وجہ رجوع لطیف بھی ہے قصہ کی طرف مگر اس رجوع میں اس غرض سابق کے علاوہ غرض دوسری بدل گئی ہے کما ستعلم یعنی اول بینی میں جو کہ اوپر کے (اشعار میں مرہوب عنہ ہے اور آخر بینی میں جو کہ مرغوب فیہ ہے ایسا فرق ہے کہ) بادشاہ نے تو اس اسپ کو چشم حال سے دیکھا (اور یہ اول بینی تھی اور اس کے سبب مضرت ظلم میں مبتلا ہوا) اور اس عماد الملک نے چشم مآل سے دیکھا (اور یہ آخر بینی تھی اور اس کے سبب دافع ظلم ہوا چنانچہ آگے گھوڑے کے واپس کر دینے کا ذکر آوے گا آگے بھی اسی مضمون کی تاکید ہے یعنی) بادشاہ کی آنکھ دو گز (مسافت کو) دیکھتی تھی پیچ دار سوراخ سے (فی الغیاث بضم لام و فتح عین معجمہ وزای معجمہ سوراخ موش دشتی و آن بغایت پیچدار باشد لہذا نام نوعے از کلام مبہم کہ بفارسی چیستاں گویند اھ اور ظاہر ہے کہ جب سوراخ سید ھا نہ ہوگا تو اس سے نگاہ دور نہ جاوے گی اور) اس انجام بیں (عماد الملک) کی آنکھ پچاس گز دیکھتی تھی (اس سے شبہ نہ کیا جاوے کہ ایراد حکایت کی غرض سابق میں جس میں بادشاہ کی نظر کو تحقیق اور صحیح بیں اور عماد الملک کی نظر کو غرضی اور غلط انداز قرار دیا ہے اور اس حکایت کی اس دوسری غرض میں جس میں بادشاہ کی نظر کو اول میں اور غلط بیں اور عماد الملک کی نظر کو آخر بیں اور صحیح بیں ٹھہرایا ہے تنافی ظاہر ہے بات یہ ہے کہ اعتبارات مختلفہ سے دونوں حکم صحیح ہیں پہلا حکم باعتبار حسن صورت اسپ کے تھا جو کہ واقع کے مطابق تھا اس لئے اس میں نظر حسن میں محقق تھی اور نظر قبح نما باغرض اور غلط انداز تھی اور دوسرا حکم باعتبار قبح عمل اخذ و غصب کے ہے کہ یہ بھی مطابق واقع کے ہے اس لئے اس میں نظر اول بیں کہ وہ اول تحصیل اسپ سے غلط بیں ہے اور نظر آخر بیں کہ وہ آخر وبال ہے اس اخذ و غصب کا صحیح بیں ہے پس حکایت سے دونوں غرضیں حاصل ہوئیں ایک غرض سبب سے ایراد حکایت کا دوسری غرض مسبب ہوگئی ایراد حکایت سے اور دونوں غرضیں اپنے اپنے مقام میں صحیح ہیں اور مجموعہ ہر دو مقام سے دو مسئلے حاصل ہوئے اول یہ کہ تحقیق فی نفسہ افضل ہے تقلید سے یہ مسئلہ حکایت سے پہلے مذکور تھا چشم داری تو بچشم خود نگر الخ گوش داری تو بگوش خود شنو الخ بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن الخ دوسرا مسئلہ یہ کہ بعض تقلید بعض تحقیق سے باعتبار خصوص محل کے افضل ہے جیسا بادشاہ نے اپنی تحقیق چھوڑ کر عماد الملک کی تقلید کی کما سیاتی قریبا چشم خود بگذاشت الخ یہ مسئلہ یہاں بھی مذکور ہوا ہے اور اس سرخی کے اخیر میں بھی دوسرے عنوان سے مذکور ہوگا مگر کہ کرد آں عماد الملک الخ حیلہ محمود الخ مکر حق الخ اگرچہ یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اس محقق کے بعض اقوال کسی مصلحت و حکمت سے خلاف تحقیق ہیں جیسا یہاں بادشاہ کو یہ امر محسوس بھی ہو گیا تھا چنانچہ یہاں سے تیس بتیس شعر کے بعد بادشاہ کا یہ قول اس پر دال ہے بادل خود شہ بفرمود الخ آگے بمناسبت مضمون پایاں بینی کے اس پایاں بینی کی مدح کرتے ہیں کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

کیسا کچھ سرمہ ہے جو خدا تعالیٰ (کسی آنکھ میں) لگا دیتے ہیں جس سے سو حجابوں میں سے (بعض) روح راہ راست کو دیکھ لیتی ہے (چنانچہ) سیدنا صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ چونکہ آخر کے ساتھ مقرون تھی۔ پس اس آنکھ سے (دیکھ کر) دنیا کو جیفہ فرمایا (اشارہ ہے الدنیا جیفۃ وطالبو کلاب کی طرف اور اس کے حدیث ہونے کی مجھ کو تحقیق نہیں آگے قصہ ہے کہ) اس کی اس ایک ہی مذمت سے کہ بادشاہ نے سنی اور بس (یعنی اور زیادہ سنی بھی نہیں) بالکل افسردہ ہوگیا اسپ کا میلان بادشاہ کے دل میں (یعنی اس کے دل سے اتر گیا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کی نظر میں مذموم و مکروہ ہوگیا بے قدری سے مذمومیت لازم نہیں کیونکہ محبوبیت و مبغوضیت کے درمیان میں ایک واسطہ بھی ہے کہ لامحبوب ولا مبغوض یہ واسطہ بے قدری کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ وہ دل فریبی نہ رہی پس اب یہ شبہ نہیں وارد ہوتا کہ آگے اشعار بادل خود الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اس ذم کا معتقد و مصدق نہیں ہوا اور یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون ذم سے وہ متاثر ہوا جواب یہ ہے کہ تاثر مرتبہ تصدیق تک نہیں ہوا صرف وہ شغف جاتا رہا باقی یہ کہ باوجود عدم تصدیق کے شغف کیسے زائل ہوا بات یہ ہے کہ بفحوائے ان من البیان لسحرا بعض عنوانات میں حق تعالیٰ نے خاص اثر رکھا ہے کہ باوجود عدم تصدیق وہ اپنا کام کر جاتے ہیں جس کا غیبی راز تو مولانا کے اس کلام میں عنقریب آتا ہے ایں بہانہ بود الٰی پاک بنائے اور حسی راز یہ ہے کہ اس عنوان سے کوئی خیال خاص ذہن میں جاگزیں ہوجاتا ہے وہ خیال اثر کرتا ہے جیسے اہل معقول نے شعر کی مثال میں نقل کیا ہے کہ کوئی شخص شہد کی نسبت مہوع وغیرہ کہنے لگے اور اس سے نفس میں انقباض ہوجاوے جیسے ایک شخص شہتوت اس لئے نہیں کھا سکتا تھا کہ اس کو دیکھ کر کیڑوں کا خیال آجاتا تھا دیکھئے باوجود عدم تصدیق بلکہ تصدیق عدم کے کیسا اثر ہوجاتا ہے پس سب اشکال رفع ہوگیا اور گھوڑے سے دل اترنے کے بعد بادشاہ نے) اپنی آنکھ چھوڑ دی (یعنی اس کے مقتضا پر کہ استحسان واخذ ہے عمل ترک کردیا اور) اس کی آنکھ (کے مقتضا) کو اختیار کیا (اور) اپنے ہوش (وتحقیق) کو چھوڑ دیا (اور) اس کے قول کو (تقلیدا) سن لیا (عنقریب اس تحقیق وتقلید کی بحث لکھ چکا ہوں آگے مولانا اس افسردگی کا غیبی راز جس کو احقر بھی لکھ چکا ہے فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حوادث ناسوتیہ کے اصل اسباب عالم غیب میں ہیں جن کے ساتھ اسباب عالم شہادت کی ایسی نسبت ہے جیسی بانگ در کو در کے ساتھ یعنی اصل موثر وہ اسباب غیبیہ ہیں جس طرح اصل موثر ستر مافی البیت میں در ہے نہ بانگ در خواہ بعض اوقات یہ اسباب غیبیہ خود بھی ان اسباب ناسوتیہ ہی سے حادث ہوئے ہوں کما سیاتی پاک بنائے کہ بر ساز دحصوں مثلاً عماد الملک نے ایک بات کہی اور وہ بوجہ اخلاص ونیاز وحسن نیت مقبول ہوگئی اس کی برکت سے قضاء حق نافذ ہوئی اور بادشاہ کا دل پھیر دیا اسی کو فرماتے ہیں کہ) یہ ایک بہانہ تھا (کہ عماد الملک کا قول اس کا ظاہری سبب بواسطہ خاص خیال کے ہوگیا ورنہ واقع میں) اس دیان فرد نے (عماد الملک کی جزو) نیاز (یعنی دعا والتجا فی الباطن المذکور قبل عنوان مواخذہ یوسف بقولہ کاے خدا گر بخواں الخ وبعد ختم مضمون عنوان مذکور بقولہ آفتابا الخ) سے اس کو شاہ کے دل میں سرد کردیا (اور) اس (دیان) نے اس (اسپ) کے حسن سے (شاہ کی) نظر کے سامنے دروازہ (جس میں سے حسن جھلکتا تھا) بند کردیا (اور یہ نیاز خود اصلی سبب نہیں بلکہ اصلی سبب قضاء حق ہے مگر اس نیاز کے مقبول ہونے سے وہ قضاء حق واقع ہوئی اس لئے مجازاً اس کو سبب اصلی کہہ دیا پس سبب اصلی یہ تھا اور) وہ قول (عماد الملک کا) درمیان میں مثل بانگ در کے تھا (یعنی جس طرح دروازہ بند کرنے کے وقت کیواڑ کی آواز بھی ہوتی ہے مگر اس آواز کو مافی البیت کے مستور ہونے میں کوئی دخل نہیں ہوتا لیکن جس شخص نے فقط آواز سنی ہو اور دروازہ نہ دیکھا ہو اور آواز سننے کے بعد اندر کی چیزوں کو مستور پایا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو تو وہ شخص ان کی مستوریت کا سبب اس آواز ہی کو سمجھے گا اسی طرح جو شخص سبب غیبی کو نہ دیکھے وہ اس حسن بندی اسپ کو اس صورت کی طرف کہ مثلاً کلام ہے عماد الملک کا منسوب کرے گا اور وجہ تشبیہ در اور بانگ در سے موثریت وعدم موثریت ہے پس یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ بانگ در تو مسبب ہوتی ہے اور یہاں اس کا مشبہ یعنی قول عماد سبب تھا راز غیبی یعنی قضاء کا اور) اس نکتہ (یعنی جملہ عماد الملک کو) شاہ کی آنکھ پر حجاب کر دیا کہ اس پردہ سے چاند سیاہ دکھلائی دینے لگا (سیاہ سے مراد کم نور نہ کہ بدرنگ و مکروہ جیسا ابھی اس کی تحقیق گزری ہے کہ بادشاہ کی نظر میں اتنا حسین نہیں رہا تھا نہ یہ کہ زشت و مکروہ ہو گیا تھا آگے فاعل مذکور ہے پردہ کردکا یعنی حجاب کر دیا) اس تعبیر بنانے والے (کاریگر) نے جو کہ قلعے بناتا ہے عالم غیب میں گفتار اور افسوں سے (یہ تخصیص بعد تعمیم ہے کہ افسوں ایک قسم ہے گفتار کی خواہ افسوں متعارف ہو یعنی سحر وغیرہ یا غیر متعارف جیسے عماد الملک کا قول کہ مثل افسوں کے تھا یعنی ان اقوال ظاہری سے عالم غیب میں کچھ آثار پیدا ہوتے ہیں مثلاً قبول عند اللہ جس کی برکت سے قضا نافذ ہو جاوے مثلاً اور اسی کو مشابہ حصوں کہا گیا ابرام و استحکام میں اور اصل میں موثر حوادث مسببہ ناسوتیہ میں وہ ہیں رہے اسباب ناسوتیہ سو اگر خود ان آثار غیبیہ کے سبب ہیں کما فی ہذہ القصۃ تب تو وہ اسباب ناسوتیہ بواسطہ ان آثار غیب کے موثر ہوں گے اور اگر وہ اسباب ناسوتیہ سبب ان اسباب غیبیہ کے نہیں ہیں جیسے خود اسباب ناسوتیہ سے قضا متعلق ہوتی ہے تو پھر یہ اسباب ناسوتیہ مع اپنے مسببات کے اسباب غیبیہ سے مسبب ہوں گے بہر حال اصل موثر اسباب غیبیہ ہی ہوئے آگے اسی مضمون موثریت اسباب غیبیہ کی تفصیل کی طرف مع دیگر فروع ولواحق کے انتقال ہے)۔

بانگ درداں گفت را از قصر راز	تا کہ بانگ واشدست ایں یا فراز
گفتار کو قصر تخلی کے دروازہ کی آواز سمجھ	کہ یہ کشادہ ہونے کی بانگ ہوئی ہے یا بستہ ہونے کی
بانگ در محسوس و در از حس بروں	تبصروں ایں بانگ و در لا تبصروں
یہ بانگ در تو محسوس ہے اور در خارج از حس ہے	تبصروں یہ بانگ در ہے اور در لا تبصروں ہے
چنگ حکمت چونکہ خوش آواز شد	تا چہ در از روض جنت باز شد
اگر حکمت کا چنگ خوش آواز ہوا	تو کونسا در روضہ جنت سے کھل گیا
بانگ گفت بد چو درو امی شود	از سقر تا خود چہ در وامی شود
اگر گفتار بد کی بانگ آرہتہ ہوتی ہے	تو سقر کا کونسا در کشادہ ہو جاتا ہے
بانگ در بشنو چو دوری از درش	اے خنک آں را کہ واشد منظرش
تو بانگ در سن لے اگر تو اس کے در سے دور ہے	اے شخص اس کے لئے تو چین ہے جس کا منظر کشادہ ہو گیا
چوں تو می بنی کہ نیکی می کنی	بر حیات و راحتے بر می تنی
جب تو دیکھے کہ تو نیکی کر رہا ہے	تو حیات اور راحت کی تیاری کر رہا ہے
چونکہ تقصیر و فسادے می رود	آں حیات و ذوق پنہاں میشود
جب کوئی تقصیر اور فساد جاری ہو رہا ہے	تو وہ حیات اور ذوق غائب ہو رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دید خود مگزار از دید خساں	کہ بمردارت کشند ایں کرگساں
تو اپنی دید کو دید خساں کی وجہ سے مت چھوڑ	کیونکہ یہ کرگس تجھ کو مردار کی طرف کھینچتے ہیں
چشم چوں نرگس فرو بندی کہ چی	ہیں عصام ام کش کہ کورم اے اخی
آنکھ جو کہ نرگس کی طرح ہے تو بند کرلے کہ کیا بات ہے	ہاں میرا عصا پکڑ کر کھینچ کہ میں اندھا ہوں اے بھائی
ویں عصا کش کہ گزیدی در سفر	چوں بہ بینی باشد از تو کور تر
اور یہ عصا کش جو تو نے سفر میں اختیار کیا ہے	اگر تو دیکھے تو تجھ سے بھی زیادہ اندھا ہے
دست کورانہ بحبل اللہ زن	جز بر امر و نہی یزدانی متن
حبل اللہ سے کورانہ تمسک کر	بجز امر و نہی ربانی کے قصد مت کر
چیست حبل اللہ رہا کردن ہوا	کیں ہوا شد صرصرے مر عاد را
حبل اللہ کیا چیز ہے ہوی کا ترک کرنا	کہ یہی ہوا عاد کے لئے صرصر ہو گئی تھی
خلق در زنداں نشستہ از ہواست	مرغ را پرہا بہ بستہ از ہواست
خلق زندان میں ہوا ہی سے بیٹھی ہے	مرغ کے پر ہوا ہی سے بندھ جاتے ہیں
ماہی اندر تابۂ گرم از ہواست	رفتہ از مستوریاں شرم از ہواست
ماہی گرم توے میں ہوا ہی سے ہے	مستورات سے اسی ہوا سے شرم رخصت ہو جاتی ہے
خشم شحنہ شعلہ نار از ہواست	چار میخ و ہیبت دار از ہواست
شحنہ کا غصہ ہوا ہی کا شعلہ نار ہے	چار میخ اور ہیبت دار ہوا ہی سے ہے
شحنۂ اجسام دیدی بر زمیں	شحنۂ احکام جاں راہم بہ بیں
تو نے شحنہ اجسام کو زمین پر دیکھ لیا	شحنہ احکام روح کو بھی دیکھ
روح را در غیب خود اشکنجہاست	لیک تا نجہی شکنجہ در خفاست
روح کے لئے بھی غیب میں شکنجے ہیں	لیکن جب تک تو نہیں نکلا وہ شکنجہ مخفی ہے
چوں رہیدی بینی اشکنجہ دمار	زانکہ ضد از ضد گردد آشکار
جب تو چھوٹے گا تو اس شکنجہ ہلاکت کو دیکھے گا	اس لئے کہ ایک ضد دوسری ضد سے آشکارا ہوتی ہے
آنکہ درچہ زاد و در آب سیاہ	او چہ داند لطف دشت و رنج چاہ
جو شخص کنویں میں اور آب سیاہ میں پیدا ہوا ہو	وہ کیا جانے لطف دشت کو اور رنج چاہ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں رہا کردی ہوا از بیم حق	در رسد سغراق از تسنیم حق
جب تو نے خوف حق سے ہوا کو ترک کر دیا	تو تجھ کو تسنیم حق سے پیالہ ملے گا
لاتطرق فی ھواک سلسبیل	من جناب اللہ نحوالسلسبیل
اپنی ہوا میں بھی مت چل سبیل کی درخواست کر	درگاہ الٰہی سے بجانب سلسبیل کے
لاتکن طوع الھویٰ مثل الحشیش	ان ظل العرش اولیٰ من عریش
تو مطیع ہوا مت ہو مثل گھاس کے	بے شک سایہ عرش اولی ہے جھونپڑے سے

(اوپر حوادث ناسوتیہ میں اسباب غیبیہ کے موثر ہونے کا بیان تھا آگے اسی کی قدرے تفصیل پھر دوسرے مضامین اس کے مناسب مذکور ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) گفتار (ظاہری) کو قصر مخفی (فی عالم الغیب) کے دروازہ کی آواز سمجھ (اور سوچ) کہ یہ کشادہ ہونے کی بانگ ہوئی ہے یا بستہ ہونے کی (یعنی اگر اس گفتار کا اثر کسی مطلوب کا بسط ہے تو گویا وہ آواز ہے در کے کھلنے کی اور اگر قبض ہے تو گویا وہ آواز ہے در کے بند ہونے کی واللہ یقبض و یبسط و الیہ ترجعون اور مصداق اس قصر کا اوپر لفظ حصوں واقع شعر سابق کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے اور) یہ بانگ در تو محسوس ہے (کہ کائنات عالم شہادت سے ہے) اور در خارج از حس ہے (کہ کائنات عالم غیب سے ہے پس) تبصرون (کا ایک مصداق) یہ بانگ در ہے اور در لاتبصرون (کا ایک مصداق) ہے (یعنی قرآن مجید میں جو ہے فلا اقسم بما تبصرون ومالاتبصرون ان کا ایک ایک مصداق یہ بھی ہے آگے چنگ حکمت سے اسی بانگ در اور در کی دوسری قسم کی بعض جزئیات کا ذکر فرماتے ہیں جو جزئیات مذکورۂ سابقہ سے مختلف ہیں اور وہ اختلاف یہ ہے کہ اوپر در کے ساتھ موثرات غیبیہ کو تشبیہ دی تھی اور آگے آثار غیبیہ کو تشبیہ دیتے ہیں چنانچہ اوپر قضا و نحوہ کو در قرار دیا تھا اور گفتار ظاہری کو بانگ اور قضا موثر غیبی ہے اور آگے مثوبات جنان وعقوبات نیران کو در قرار دیں گے اور گفتار طاعات ومعاصی کو بانگ اور مثوبات وعقوبات آثار ہیں اور تشبیہ اول میں تو کوئی اشکال نہیں مگر تشبیہ ثانی میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب مثوبات وعقوبات آثار ہیں تو وہ در کے مشابہ کیسے ہوئے کہ در تو بانگ میں موثر ہوتا ہے سو توجیہ اس تشبیہ کی یہ ہے کہ مبنی اس کا محض خفا وظہور ہے قطع نظر تاثیر وتاثر سے یعنی جس طرح در مخفی ہوتا ہے اور بانگ ظاہر اسی طرح مثوبات وعقوبات مخفی ہیں اور اقوال طاعت ومعصیت ظاہر پس اوپر اقوال ظاہرہ محض علامت ہیں مشبہ بالباب کی اور آگے علت بھی ہیں اس کی اور علامت بھی اور مقصود مشترک جزئیات سابقہ ولاحقہ میں یہ ہوا کہ ناسوت پر نظر کو مقتصر مت رکھو اصل چیز قابل نظر عالم غیب ہے موثراً کان او اثراً اس کے بعد ایسے اعمال سے تحذیر کریں گے جن سے عالم غیب میں اثر بد ومضر پیدا ہو اور وہ عمل اتباع ہوی ہے احقر نے شروع تمہید میں مضامین مناسبہ سے یہی مضامین مراد لئے ہیں پس اول ان جزئیات قسم ثانی میں سے بعض کا بطور مثال کے ذکر فرماتے ہیں کہ مثلاً) اگر (گفتار) حکمت (وعلم) کا چنگ خوش آواز (اور ظاہر) ہوا تو (سمجھ لو کہ خبر نہیں) کونسا در روضہ جنت سے کھل گیا (اور اسی طرح) اگر گفتار بد کی بانگ آویختہ (کذافی الغیاث فی معنی درو یعنی متعلق بکام وزبان) ہوتی ہے تو (سمجھ لو کہ خبر نہیں) سقر کا کونسا در کشادہ ہو جاتا ہے (یعنی حسنہ سے عالم غیب میں جنت کا اثر اور سیئہ سے دوزخ کا اثر مرتب ہوتا ہے اور) تو بانگ در سن لے اگر تو اس کے در سے دور ہے (اور) اے شخص اس کے لئے تو چین ہے جس کا منظر کشادہ ہو گیا (اور اس کو در نظر آ گیا مطلب یہ کہ ہم نے جو جنت وسقر کو مرتب کہا ہے اعمال پر تو اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ نظر نہ آویں تو اعمال تو محسوس ہیں جوان پر دال بھی ہیں پس شک مت کر اور آگے ترغیب دی ترقی کی کہ بصیرت مفتوح ہو جاوے اور ذوقاً جنان و نیران کا ادراک ہونے لگے کما للعارفین تو سبحان اللہ آگے اسی کی تاکید ہے دوسرے عنوان سے کہ طاعت پر راحت وثواب کا اور معاصی پر عقوبت کا عالم غیب میں ترتب ہوتا ہے پس فرماتے ہیں کہ) جب تو دیکھے کہ (عالم ناسوت میں) تو نیکی کر رہا ہے تو (سمجھ لے کہ) حیات (دائمہ) اور راحت کی تیاری کر رہا ہے (جس کا تحقق عالم غیب میں ہو رہا ہے اور اسی طرح) جب (ناسوت میں) کوئی تقصیر اور فساد جاری ہو رہا ہے تو (اس سے عالم غیب میں) وہ حیات (مذکورہ) اور ذوق (روحانی) غائب (وزائل) ہو رہا ہے (کہ اس زوال کا ترتب بھی عالم غیب میں ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ چوں تو می بینی کہ نیکی می کنی اور یہ کہا ہے کہ چونکہ تقصیر وفسادے می رود تو اس باب میں یعنی اعمال حسنہ وسیئہ کے تمیز میں) تو اپنی دید کو دید خسان کے وجہ سے مت چھوڑ کیونکہ یہ کرگس تجھ کو مردار کی طرف کھینچتے ہیں (مطلب یہ کہ جن اعمال سے استدلال مثوبات و عقوبات پر کیا جاتا ہے ان کی تعیین میں تحقیق سے کام لینا محبان دنیا کی رائے پر مدارمت رکھنا کہ وہ تو تجھ کو دنیا ہی کی طرف لے جاتے ہیں جس سے مثل ان کے تیرا بھی یہ حال ہو جاوے گا افمن زین له سوء عمله فراه حسنا جیسا کفار کو گمراہوں کی تقلید سے پیش آیا اور ایسا نہ کرنا کہ) آنکھ جو کہ نرگس کی طرح (کھلی ہوئی) ہے (یعنی تحقیق پر قادر ہے اور اہل حق کی تقلید بھی ایک قسم ہے تحقیق کی اس کو) تو بند کرلے (اور گمراہوں سے پوچھتا پھرے) کہ کیا بات ہے (اور ان گمراہوں سے یہ کہے کہ) ہاں میرا عصا پکڑ کر کھینچ کہ میں اندھا ہوں اے بھائی اور (حقیقت یہ ہے کہ) یہ عصا کش جو تو نے سفر میں اختیار کیا ہے اگر تو (غور سے) دیکھے تو تجھ سے بھی زیادہ اندھا ہے (کیونکہ ضال کا قصد تو اس تقلید میں احیاناً اہتدا کا بھی ہوتا ہے بخلاف مضل کے کہ ہمیشہ اضلال ہی کا قصد کرتا ہے غرض ایسے شخص کی تقلید مت کر بلکہ اول تو تحقیق ومشاہدہ کا مرتبہ حاصل کر کہ عارف اور مبصر ہوتا ہے جن کو اعمال کا حسن وقبح دلیل شرعی کے ساتھ ذوق ووجدان سے بھی مدرک ہوتا ہے اور اگر یہ میسر نہ ہو اور ذوق ووجدان نصیب نہ ہو تو ظاہر شریعت ہی کا اتباع اعتقاد کے ساتھ کر آگے اسی کو کہتے ہیں کہ اگر تو محقق نہ ہو تو) حبل اللہ سے کورانہ (ومقلدانہ) تمسک کر (اور) بجز امر ونہی ربانی کے (اور کسی امر کا) قصد مت کر (کہ یہی امر ونہی یعنی احکام ظاہرہ شریعت مقدسہ کے حبل اللہ ہے اور اتباع شرع کی ضد چونکہ اتباع ہوئی ہے اور اتباع شرع مستلزم ہے ترک ہوئی کو اس لئے آگے حبل اللہ کی تفسیر اس لازم سے کرتے ہیں کہ) حبل اللہ کیا چیز ہے ہوئی (نفسانی) کا ترک کرنا (اور اس میں اشارہ ہے اتباع احکام کے تسہیل طریق کی طرف یعنی ہوئی نفسانی جو کہ اس سے مانع ہے اس کو ترک کر دینا معین ہوتا ہے اس میں اور اکثر اغلاط سے محافظت کا سبب ہوتا ہے آگے مذمت ہے اتباع ہوئی کی بغرض اس سے تحذیر کے جیسا کہ شعر چنگ حکمت کی تمہید میں بھی احقر نے اس کا ذکر کیا ہے یعنی ہم نے جو رہا کردن ہوا کا امر کیا ہے تو وجہ اس کی یہ ہے) کہ (وہ نہایت مذموم اور مضر ہے چنانچہ) یہی ہوا عاد کے لئے صرصر ہوگئی تھی (یعنی عقوبت کا سبب یہی اتباع ہوئی نفسانی وترک احکام الٰہیہ تھی اور) خلق (کثیر) زندان (متعارف) میں ہوئی ہی سے بیٹھی ہے (کہ ارتکاب جرائم کا سبب ظاہر ہے کہ یہی ہے اور) مرغ کے پر ہوئی ہی سے بندھ جاتے ہیں (کہ وہ حرص دانہ سے دام میں پھنس جاتا ہے اور) ماہی گرم توے میں ہوئی ہی سے ہے (کہ کھانے کی حرص سے شست میں الجھ گئی اور) مستورات سے اسی ہوئی سے شرم رخصت ہو جاتی ہے (کہ مال یا لذت کی حرص میں عورتیں فحش اختیار کرتی ہیں اور) شحنہ کا غصہ (مجرمین پر) ہوئی ہی کا شعلہ نار ہے (کہ ان مجرمین کا اتباع ہوئی سبب اس خشم کا ہوا اور) چار میخ (کہ ایک نوع ہے عقوبت کی فی الغیاث کہ مجرم را بچہار میخ دست وپا بندند) اور ہیبت دار ہوئی ہی سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے (یہ آثار تو ہوئی سے ناسوت میں مرتب ہوتے ہیں جن کا مورد اولاً جسم ہے اور اس کے واسطہ سے روح آگے عالم غیب میں اس ہوئی پر آثار کے ترتب کو بتلاتے ہیں جن کا مورد اولاً روح اور اس کے واسطہ سے جسم ہے اور زیادہ مقصود یہی بتلانا ہے جس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے کہ اعمال کے آثار عالم غیب میں متحقق ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) تو نے شحنہ (معذب اجسام) کو زمین پر دیکھ لیا (نظر کو بڑھا کہ) شحنہ احکام روح کو بھی دیکھ (یعنی روح کے لئے جو آثار اعمال بد سے ثابت ہوتے ہیں وہ بمعنی الاحکام اور وہ آثار مشابہ شحنہ ہیں تنغیص و تعذیب روح میں ان کو بھی سمجھ آگے اس کا بیان ہے کہ) روح کے لئے بھی (عالم) غیب میں شکنجے (عقوبتیں) ہیں لیکن جب تک تو (اس عالم سے) نہیں نکلتا وہ شکنجہ مخفی ہے (اور یہ ظاہر بات ہے مگر) جب تو (اس عالم سے) چھوٹے گا تو اس شکنجہ ہلاکت کو دیکھے گا اس لئے کہ ایک ضد دوسری ضد سے آشکارا ہوتی ہے (حاصل یہ کہ یہاں تو خود کدورات وظلمات میں مبتلا ہے جو کہ ایک قسم کا شکنجہ ہے تو نے فضا و وسعت دیکھی ہی نہیں جس سے زندان دنیا کا شکنجہ ہونا معلوم ہوتا مرنے کے بعد عالم قدس کا فضا و وسعت دیکھے گا پھر اپنی حالت حرمان پر نظر کر کے سمجھ میں آوے گا کہ میں شکنجہ میں ہوں اور اسی حکمت سے قبر میں کافر کو جنت بھی دکھلائی جاتی ہے تا کہ عقوبت کا پورا ادراک ہو کہ حسرت فوت نعیم کو اس ادراک کے تام ہونے میں دخل ہے اور آشکار سے بھی ادراک تام مراد ہے ورنہ نفس ادراک عقوبت اس پر موقوف نہیں آگے شعر بالا کی ایک تائید ہے یعنی) جو شخص کنوئیں میں اور آب سیاہ میں پیدا ہوا ہو (اور وہاں ہی رہا ہو) وہ کیا جانے لطف دشت کو اور رنج چاہ کو (لطف دشت کو تو اس لئے نہیں جانتا کہ اس نے اس کا کبھی مشاہدہ ہی نہیں کیا اور رنج چاہ کو اس لئے نہیں جانتا کہ اس کی ضد کو کہ لطف دشت ہے نہیں دیکھا پس اسی طرح جو شخص ہمیشہ سے کدورت دنیا میں مبتلا ہے وہ عالم غیب کے نہ لطف کو جانے نہ عقوبت کو اور یہی مضمون تھا شعر سابق کا پس اس لئے وہاں جا کر بعد مشاہدہ عالم قدس کے وہاں کی عقوبت کا ادراک تام ہوگا حتیٰ کہ جن حضرات کو اس عالم کا لطف ذوق و بصیرت سے دنیا ہی میں محسوس ہو جاتا ہے وہ ظلمات اعمال و کدورات احوال کا یہاں بھی ادراک کرنے لگتے ہیں اور صدور معاصی سے بے حد پریشان و منقبض ہوتے ہیں اور بعد توبہ و اقلاع و اصلاح کے بے حد مسرور و منشرح ہوتے ہیں اور اس شعر کے مضمون پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب چاہ میں پیدا ہوا اور یہ ضد ہے لطف دشت کی اور ضد سے ادراک ضد کا ہوتا ہے تو چاہئے کہ اس کو لطف دشت کا ادراک ہوا کرے پھر اس کے کیا معنی او چہ داند لطف دشت بات یہ ہے کہ ضد سے دوسری ضد کا ادراک جب ہوتا ہے جبکہ اس دوسری ضد کا بھی مشاہدہ ہو جاوے تب مقابلہ و موازنہ سے ادراک تام ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ صرف ایک ہی ضد کا ادراک اس کے لئے کافی ہے آگے پھر عود ہے ترغیب ترک ہوئی اور تحذیر اتباع ہوئی کی طرف یعنی ترک ہوئی ایسی نافع چیز ہے کہ) جب تو نے خوف حق سے ہوا کو ترک کر دیا تو تجھ کو تسنیم حق سے پیالہ ملے گا (کذا فی الغیاث فی معنی مغراق اور پیالہ سے خواہ حسی مراد ہو جیسا جنت میں ملے گا یا معنوی جیسا عارفین کو یہاں ثمرات عطا ہوتے ہیں جب ترک ہوا ایسی چیز ہے تو اس کے اتباع سے ہمیشہ پر حذر رہ اور) اپنے ہوئی (نفسانی میں) کبھی مت چل (اور) سبیل کی درخواست کر درگاہ الٰہی سے بجانب سلسبیل کے (من جناب اللہ اور نحو السلسبیل متعلق ہے سل کے یعنی سلسبیل تک پہنچنے کا راہ اللہ سے مانگ کہ وہ اتباع ہے احکام حق کا اور) تو مطیع ہوئی (نفسانی) مت ہو مثل گھاس کے (کہ تابع ہوائے عنصری ہوتا ہے پس ہوئی بالف مقصورہ بھی مشابہ ہے ہواء بالف ممدودہ کے اور) بیشک سایہ عرش (جو ترک ہوا ہے میسر ہوگا جیسا حدیث میں ہے کہ ایک وہ شخص بھی عرش کا سایہ پاوے گا جس کو کوئی عورت برے کام کے لئے بلاوے اور وہ خدا کے خوف سے باز رہے پس یہ سایہ) اولیٰ ہے جھونپڑے سے (یعنی لذت

www.besturdubooks.wordpress.com

دنیائے دینہ سے کہ مثل سایہ عرش کے خسیس المرتبہ وزائل ہے پس اس ظل عریش کو ظل عرش پر ترجیح مت دے آگے شاہ کا قصہ ہے اور اس میں بھی رجوع لطیف ہو گیا اس کی طرف کہ شاہ نے بھی ہوائے نفسانی کو ترک کر کے گھوڑا واپس کر دیا تھا چنانچہ آگے مذکور ہے مع دیگر افادات کے)

فائدہ:۔ شعر زین یکے زمش الخ سے اس مقام تک شرح لکھنے کے وقت معلوم نہیں کس سبب سے میری طبیعت بستہ رہی جس کی وجہ سے عبارت میں بے ساختگی نہیں رہی۔ واللہ یفعل مایشاء و یحکم مایرید.

گفت سلطاں اسپ را واپس برید	زود تر زیں مظلمہ بازم خرید
بادشاہ نے کہا کہ گھوڑے کو واپس لے جاؤ	بہت جلد مجھ کو اس مظلمہ سے چھڑاؤ
بادل خود شہ بفرمود ایں قدر	شیر را مفریب زیں راس البقر
اپنے دل سے کہا کہ اس قدر	شیر کو اس راس البقر سے فریب مت دے
پای گاؤ اندرِ میاں آری ز داؤ	رو نہ دوزد حق بر اسپے شاخ گاؤ
تو براہ حیلہ گاؤ کی ٹانگ کو بیچ میں گھسیڑے دیتا ہے	مگر حق تعالیٰ اسپ پر شاخ گاؤ کو نہیں لگاتا
بس مناسب صنعت ست ایں شہر زاؤ	کے نہد بر جسم اسپ او عضو گاؤ
بہت ہی مناسب الصنعت ہے وہ	جسم اسپ پر گاؤ عضو کو کیسے رکھ دے گا
زاؤ ابداں را مناسب ساختہ	قصر ہائے منتقل پرداختہ
بانی تعمیرات نے ابدان کو مناسب بنایا ہے	چلنے پھرنے کو شکل آراستہ کئے ہیں
درمیان قصر ہا تخریجہا	از سوی ایں سوی آں صہریجہا
ان کو شکلوں کے درمیان میں منافذ ہیں	اس کی طرف سے اس کی طرف کو نہریں ہیں
وز دروں شاں عالمے بے منتہا	درمیان خرگہے چندیں فضا
اور ان کے درمیان میں ایک بے نہایت عالم ہے	ایک خیمہ کے اندر اتنے بڑے بڑے میدان ہیں
قبض و بسط چشم و دل از ذوالجلال	دمبدم چوں می کند سحر حلال
قبض و بسط بصر اور بصیرت کا جو ذوالجلال کی طرف سے ہوتا ہے	دمبدم کس طرح سے سحر حلال کرتا ہے
گہ چو کا بوسے نماید ماہ را	گہ نماید روضہ قعر چاہ را
وہ کبھی ماہ کو کابوس کی مشابہ دکھلا دیتا ہے	کبھی قعر چاہ کو باغ دکھلا دیتا ہے
زیں سبب درخواست از حق مصطفےٰ	زشت را ہم زشت و حق را حق نما
اسی سبب سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی	آپ زشت کو زشت اور حق کو حق ہی دکھلایئے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بآخر چوں بگردانی ورق	از پشیمانی نیفتم در قلق
تا کہ انجام کار میں جب آپ ورق الٹیں	میں پشیمانی سے قلق میں نہ پڑوں
مکر کہ کرد آں عماد الملک فرد	مالک الملکش بداں ارشاد کرد
جو کید کہ عماد الملک فرد نے کیا تھا	اس کو مالک الملک نے اس کی طرف رہنمائی فرمائی تھی
حیلۂ محمود ایں باشد و لیک	تو ممیز باش مربد راز نیک
یہ حیلہ محمود ہوتا ہے لیکن	تو مذموم کو محمود سے تمیز کرنے والا ہو
مکر حق سرچشمۂ ایں مکرہاست	قلب بین الاصبعین کبریاست
تدبیر حق ان سب حیل کا سرچشمہ ہے	قلب حضرت کبریا کی دو انگشت کے درمیان میں ہے
آنکہ سازد در دلت مکر و قیاس	آتشے داند زدن اندر پلاس
جو ذات کہ تیرے دل میں حیلہ اور قیاس کو پیدا کرتی ہے	وہ ٹاٹ میں آگ لگانا بھی جانتی ہے

بادشاہ نے کہا کہ (اس) گھوڑے کو (مالک کی طرف) واپس لے جاؤ (اور) بہت جلد مجھ کو اس مظلمہ (اخذ اسپ) سے چھڑاؤ (اور اس حکم دینے کے بعد) اپنے دل سے کہا کہ اس قدر شیر کو (یعنی مجھ کو) اس راس البقر (کے عنوان) سے (جو عماد الملک کے کلام میں مذکور ہے چوں سرگاو است گوئی ایں سرش) فریب مت دے (مطلب اس کا یہ ہے کہ میں اتنا نادان اور ناواقف نہیں کہ اس مضمون چوں سرگاو است الخ کو مطابق واقع کے سمجھ جاؤں کیونکہ ایسا وہ کر سکتا ہے جو گھوڑوں کی پہچان نہ رکھتا ہو میں جانتا ہوں کہ عماد الملک نے ایک تدبیر کی ہے استخلاص اسپ کی مگر چونکہ اس میں اس کو میرا بھی استخلاص مقصود ہے ظالمیت سے اور اس امیر کا مظلومیت سے اور یہ مقصود محمود ہے اور مقصود محمود کا ذریعہ و طریق بھی محمود ہے بشرط عدم مقتضی ذم کے اس لئے میں نے اس کے اس مضمون کو باوجود غیر واقعی سمجھنے کے قبول کر کے اس پر عمل کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی توفیق عمل کے ساتھ یہ مدد فرمائی کہ وہ مضمون موثر ہو گیا جس سے وہ خیال افسردہ ہو گیا باقی میں گھوڑے کو اب بھی حسین سمجھتا ہوں اور حق اس مضمون کا یہ تھا کہ عماد الملک اس کا مخاطب ہوتا لیکن اس میں ایہام ہوتا عدم قبول کا نیز اظہار ہوتا عماد الملک کے کید کے منکشف ہو جانے کا اس لئے اپنے قلب کو خطاب کیا اور وجہ تصحیح خطاب قلب کی یہ ہے کہ قلب نے عماد الملک کی موافقت کی جس سے اس اسپ کا خیال چھوڑ دیا پس گویا قلب بھی اس مضمون میں اس کا مشارک ہے اور صیغہ نہی مفریب سے مقصود اس فریب و تدبیر کی ممانعت نہیں ہے بلکہ یہ انشاء بمعنی خبر ہے یعنی در فریب تو نیایم اور راس البقر سے تعبیر حکایۃ لقول العماد ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) تو (موافقۃ للعماد) براہ حیلہ (کما فی الغیاث فی معنی داؤ) گاؤ کی ٹانگ کو بیچ میں گھسیڑے دیتا ہے (یہ محاورہ ہے کہ اس کا مضمون تشبیہ اس معاملہ اسپ میں ملائے دیتا ہے) چل (میں تیرے اس حیلہ کو مطابق واقع کے نہ سمجھوں گا کیونکہ علاوہ اس کے کہ میں گھوڑوں کی پہچان میں مہارت رکھتا ہوں کما یدل علیہ کلمۃ شیر المذکورۃ فی الشعر السابق ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ) حق تعالیٰ اسپ پر شاخ گاؤ (یعنی سر گاؤ) کو نہیں لگاتا۔ (وھذا من اطلاق الحال علی المحل او اللازم الاکثری علی الملزوم غرض یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس قول کی تصدیق واقعی سے دو امر مانع ہیں ایک یہ کہ میں گھوڑوں کو پہچانتا ہوں وہ ویسا ہی ہے جیسا میں نے سمجھا تھا گو بتوفیق حق میری رغبت جاتی رہی فان زوال العمل لا یستلزم زوال العلم دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ کی صنعت کلیاً وروانا کامل اور مناسب ہے اور اس مانع ثانی میں مانع اول سے ترقی ہے کیونکہ مانع اول کا حاصل تو یہ ہے کہ وہ عرفاً بھی حسین ہے دوسرے کا حاصل یہ ہے کہ اگر بالفرض عرفاً بھی حسین نہ ہو جیسے بہت سی اشیاء و حیوانات اور انسان کریہ الصورت و قبیح المنظر اور بھدے سمجھے جاتے ہیں مگر نظراً الیٰ حکمۃ الباری فی صنعہ میں پھر بھی حسین سمجھتا ہوں اور اس تقدیر تنزل پر تقریر میں ترقی ظاہر ہے گویا جز قصہ تو جواب بمانع اول ہی ہے اور جواب بمانع ثانی ایک گونہ انتقال ہے قصہ سے حصہ کی طرف جس میں مستقلاً یہ بتلاتا ہے کہ قبیح عرفی کو بھی قبیح حقیقی نہ سمجھنا چاہئے کہ اس میں بھی حکمتیں ہیں بلکہ جو چیزیں حقیقۃً بھی قبیح ہیں جیسے افعال قبیحہ یا ان کے فاعلین کی شرع نے ان کو قبیح بتلایا ہے جس کے بعد ان کے قبیح حقیقی میں کوئی شک نہیں ان قبائح حقیقیہ کو بھی من کل الوجوہ قبیح نہ سمجھنا چاہئے بلکہ ان کو حقیقۃً قبیح کہا جاوے گا اور بالنظر الی الحکم المودعۃ فیہا للعارض غیر قبیح کہا جاوے گا کما قال مولانا فی بعض المقامات کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست ور بما نسبت کنی کفر آفت ست۔ اسی لئے محققین نے کہا ہے کہ شر مطلق کوئی چیز نہیں اور یہاں تو گھوڑا شرعاً و حقیقۃً بھی قبیح نہیں اس لئے اس کو حقیقۃً حسن کہا جاوے گا کہ دلیل قبیح حقیقی مطلقاً منتفی اور دلیل حسن یعنی کمال صنعت و تضمن حکم و مصالح موجود چنانچہ حکم مذکور مصرعہ مذکور کا مبنیٰ احسن صنع حق کا ہونا آگے مصرعاً مذکور ہے یعنی) یہ صناع شہر (یعنی خالق عالم کما فی الغیاث زاؤ معمار) بہت ہی مناسب الصنعت ہے (اس کی ترکیب مثل حسن الوجہ کے ہے اے مناسب صنعۃً پھر) وہ جسم اسپ پر گاؤ کے عضو کو (مثلاً سر کو) کیسے رکھ دے گا (بلکہ اس) بانی تعمیرات نے (تمام) ابدان کو مناسب بنایا ہے (تخصیص ابدان کی اس لئے ہے کہ محسوس وہی ہیں اور ان ہی میں حسن و قبح کا حکم کرنے کی عادت ہے ورنہ ارواح بھی اس حکم مناسبت صنع میں شریک ہیں اور اس بانی نے) چلتے پھرتے (یعنی زندہ) کوشک آراستہ کئے ہیں (کذا فی الغیاث فی معنی پرداختن آگے ان کی آراستگی کا بیان ہے یعنی) ان کوشکوں کے درمیان میں منافذ ہیں (ارادۃ بالتخریج سببہ و کون المنافذ سبب التخریج لاشیاء و کذا الدخول ظاہر اور) اس (ایک منفذ) کی طرف سے اس (دوسرے منفذ) کی طرف کو نہریں (جاری) ہیں (ان قصر ہائے منتقل و متحرک سے مراد ابدان حیوانات کے ہیں جن میں انسان بھی داخل ہے اور یہ وصف اس کے عجیب ہونے کے سبب بڑھایا ورنہ قصر عرفی تو غیر منتقل ہوتا ہے ان کو شک تشبیہاً کہا کہ ان میں بالکل ایک عجیب چلتی پھرتی گھر کا سا کارخانہ ہے اور منافذ سے مراد بدن کے وہ تمام حصے ہیں جن سے عروق متصل ہیں کہ تغذیہ کے لئے دم ان میں نفوذ کرتا ہے اور نہروں سے مراد یہی عروق ہیں اور ان کا بدن بھر میں جال کی طرح پھیلا رہنا معلوم ہے جس کی تفصیل علم تشریح میں خوب مبسوط ہے جس کے مطالعہ سے حق تعالیٰ کی صنعت کی عظمت معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے یہ تو مطلق ابدان حیوانات کا حکم مشترک تھا آگے بطور تخصیص بعد التعمیم کے خاص ابدان انسانیہ مع ما فیہا من القویٰ الخاصہ کے متعلق مضمون فرماتے ہیں کہ ان ہی قصر ہائے ابدان مذکورہ میں بعض ابدان وہ ہیں کہ یہ احکام عامہ مذکورہ تو ان کے لئے ثابت ہیں ہی) اور (ان کے علاوہ خاص احکام یہ ہیں کہ) ان کے درمیان میں ایک بے نہایت عالم ہے (جس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ تو ایسی بات ہو گئی کہ جیسے گویا) ایک خیمہ کے اندر اتنے بڑے بڑے میدان ہیں (مراد اس سے انسان کا مظہر جامع ہونا ہے جس کی تفسیر یہ ہے کہ تمام اجزاء عالم جن اسماء الٰہیہ کے مظاہر ہیں انسان مفرداً ان سب اسماء کا مظہر ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

عالم کی حقیقت ان اسماء کے آثار ہیں جب انسان تمام اسماء کا مظہر ہوا تو لامحالہ ان سب اسماء کے آثار کا بھی جامع ہوگا اور یہی آثار حقیقت تھے عالم کے پس اس طرح سے وہ تمام عوالم بے منتہا بمعنی کثیرہ کا جامع ہوا اور تحقیق و تفصیل اس مسئلہ کی احقر کے رسالہ انوار الوجود میں بقدر ضرورت مذکور ہے اور عوالم کو جمع اس لئے لائے کہ ہر نوع ایک عالم ہے جیسا قرآن مجید میں اسی بناء پر عالمین فرمایا ہے اور چونکہ اسماء الٰہیہ میں سے قابض و باسط بھی ہے اور انسان پر ان کی بھی تجلی ہوتی ہے اس لئے ان کے بعض آثار بیان فرماتے ہیں کہ) قبض و بسط بصر اور بصیرت کا جو ذوالجلال کی طرف سے ہوتا ہے (کہ وہ تجلی ہے قابض و باسط کی وہ) دمبدم کس طرح سے سحر حلال (یعنی تصرف صعب لاقترانہ بالحکمۃ) کرتا ہے (یعنی) وہ کبھی ماہ کو کابوس کی مشابہ دکھلا دیتا ہے (اور) کبھی قعر چاہ کو باغ (کے مشابہ) دکھلا دیتا ہے (کابوس ایک دماغی مرض ہے جس سے سوتے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے دبالیا اور آواز تک نہیں نکلتی مراد اس سے موجب انقباض و تنگی مطلب یہ کہ کبھی ماہ کو موجب انبساط ہے بشکل موجب انقباض معلوم ہوتا ہے اور یہ تجلی ہے قابض کی اور کبھی چاہ کہ موجب انقباض ہی بشکل موجب انبساط معلوم ہوتا ہے اس کو عجیب اور قوی ہونے کے سبب سے سحر کہا اور حلال اس لئے کہا کہ حق تعالیٰ کا ہر تصرف خیر ہے گو کسی خاص کے ضرر کے اعتبار سے اس کے حق میں خلاف خیر ہو اور مصداق اس موجب انبساط و موجب انقباض کا حق و باطل ہے کہ حق کا سبب راحت ہونا اور باطل کا سبب کلفت ہونا ظاہر ہے خلاصہ یہ ہوا کہ قابض کی تجلی سے کبھی ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں کہ حق بصورت باطل نظر آنے لگتا ہے اور اس سے منقبض اور معرض ہو جاتا ہے اور باسط کی تجلی سے کبھی ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں کہ باطل بصورت حق نظر آنے لگتا ہے اور اس سے منبسط و مرتبط ہو جاتا ہے یہ حاصل ہوا ان دونوں شعروں کا اور تخصیص ان دو اسماء کی ذکر کے ساتھ تمثیلاً ہے اور نکتہ ترجیح کا یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی تجلی محل تنبہ ہے تا کہ حق و باطل میں تمیز کی کوشش کرے کہ اس تمیز کے اسباب بھی اختیار میں دیئے ہیں اور ان آثار مذکورہ کا محل اصل میں قلب ہے مگر چشم کے ذکر میں عجب نہیں اس طرف اشارہ ہو کہ اکثر اس غلطی کا سبب اولاً ادراک حسی ہوتا ہے چنانچہ حواس کو جواسیس قلب کہا جاتا ہے مثلاً کسی چیز کو دیکھ کر یا کسی بات کو سن کر شہوت یا غضب کا غلبہ ہوا اور اس سے عقل مغلوب ہو کر غلطی میں مبتلا ہو گئی اور یہ دونوں شعر تمام نسخوں میں مقدم و موخر تھے مگر میرے قلب پر بے ساختہ بے حد تقاضا معلوم ہوا کہ شعر قبض وسط الخ کو مقدم لکھوں اور گہ چو کابوسے الخ کو موخر جس کی وجہ یہ ہے کہ تقریر مطلب اسی طرح آسان معلوم ہوئی اور اگر نسخوں کی ترتیب پر رکھا جاوے تو اس صورت میں نماید کا فاعل ضمیر مستتر راجع الی الحق ماننے سے یہ اقرب الی سیاق ہے کہ قبض و بسط مذکور موخراً کو مانا جاوے اور مصرعہ دمبدم بطور خلاصہ کے ہو جاوے گا اور اوپر جس تصرف کا بیان ہے اس کے وقوع پر ایک تفریع بطور اس کی تائید کے کرتے ہیں کہ) اسی سبب سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی (کہ اے اللہ) آپ زشت کو زشت اور حق کو حق ہی دکھلایئے (اشارہ ہے دعائے اللھم ارنا الاشیاء کما ھی کی طرف جس کے الفاظ حدیث میں میری نظر سے نہیں گزرے لیکن مضمون اس کا بہت حدیثوں میں وارد ہے مثلاً اھدنی ولا تضلنی کا یہی حاصل ہے آگے حضور کی اس دعا کی غایت ہے یعنی اے اللہ یہ دعا اس لئے کرتا ہوں کہ) تا کہ انجام کار میں جب آپ (حیات کا) ورق الٹیں (یعنی حیات متبدل بہ وفات ہو جو وقت ہے انکشاف حقائق کا اور اس وقت حق و باطل میں تمیز ہو سو اس وقت) میں پشیمانی سے قلق میں نہ پڑوں (اس لئے اسی وقت مجھ کو حفاظت میں رکھئے کہ التباس موجب للقلق سے بچا رہا ہوں فی چراغ ہدایت ورق گشتن دگرگوں شدن حال اھ قلت ویو خلمن ھذا ان ورق

گردانیدن دگرگوں کردن حال اور چونکہ ظاہراً اس مضمون بالا سے غلط بینی و غلط اندازی کا مطلقاً مضر ہونا مفہوم ہوتا ہے حالانکہ بعض افراد اس کے نافع بھی ہیں جیسے عماد الملک نے اس گھوڑے کی غلط مذمت کر کے غلط اندازی کی اور وہ سبب ہو گئی بادشاہ کے معصیت سے بچنے کا اس لئے آگے بطور استدراک کے اس کا استثنا کرتے ہیں اور من وجہ اس میں لطافت کے ساتھ رجوع بھی ہو گیا قصہ کی طرف باعتبار بحث کے اس کے ایک جزو سے یعنی ہر تلبیس قابل استعاذہ نہیں بلکہ بعض تلبیس مطلوب بھی ہے چنانچہ) جو کید کہ عماد الملک فرد نے کیا تھا اس کو مالک الملک نے اس کی طرف رہنمائی فرمائی تھی (یعنی الہام سے سو) یہ حیلہ محمود ہوتا ہے (کما قال تعالیٰ کذلک کدنا لیوسف اب اس سے تبع نفس سے احتمال تھا کہ وہ تمام حیل کو محمود ہی سمجھنے لگے جیسے بعض نے حیل باطلہ کا نام حیل شرعیہ رکھا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ گو بعض حیل محمود بھی ہوتے ہیں) لیکن تو (حیلہ) مذموم کو (حیلہ) محمود سے تمیز کرنے والا رہ (جس کا قاعدہ یہ ہے کہ جس حیلہ سے کوئی مصلحت شرعیہ فوت نہ ہو وہ جائز ہے اور جس سے کوئی مصلحت شرعیہ حاصل ہوتی ہو وہ محمود ہے اور جس سے کوئی مصلحت شرعیہ ضائع ہوتی ہو وہ مذموم اور باطل ہے مثال الجائز قولہ علیہ السلام لبلال بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم مثال المحمود صنع عماد الملک مثال المذموم حیلۃ اسقاط الزکوۃ او حیلۃ اکل الرباء اور چونکہ امثال حیلہ عماد الملک کے اختیار کرنے میں ممکن تھا کسی کو اپنی ذہانت و فطانت پر ناز و عجب ہو جاتا اس لئے آگے اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ) تدبیر حق ان سب حیل کا سرچشمہ ہے (کما قال تعالیٰ واللہ خیر الماکرین اور) قلب حضرت کبریا کی دو انگشت کے درمیان میں ہے (پس یہ ذکاوت اور زیرکی تمہاری خانہ زاد بھی نہیں بلکہ مستعار اور مستفاد ہے حضرت حق سے اور پھر اس کے القاء و افادہ میں وہ مضطر بھی نہیں ان کی قدرت و اختیار میں ہے پھر تمہارا عجب عجب ہے پھر یہ بھی ناز نہ کرنا کہ القاء کے قبل قبل تو ہم کو عجب نامناسب تھا کہ شاید القاء نہ ہوتا لیکن القاء کے بعد تو وہ ہماری صفت بن گیا اور افادہ سے مستغنی ہو گئے سو یہ ناز نہ کرنا اس لئے کہ) جو ذات کہ تیرے دل میں حیلہ اور قیاس کو پیدا کرتی ہے وہ (تیرے) ٹاٹ (پالان میں آگ لگانا بھی جانتی ہے (یعنی تیرے ذخیرہ علم حاصل کو معدوم بھی کر سکتی ہے کما قال تعالیٰ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لاتجدلک بہ علینا وکیلا الا رحمۃ من ربک الایۃ اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ وہ قادر مطلق ہیں پھر بھی عجب و استغناء کی کہاں گنجائش رہی آگے تتمہ ہے قصہ محتسب و قرضدار کی جو عشر سابع میں شروع ہوا تھا۔

رجوع کردن بقصۂ آں پائمرد و آں غریب وامدار و باز گشتن ایشاں از سر گور خواجہ و خواب دیدن پائمرد خواجۂ محتسب را

مددگار اور اس قرضدار پردیسی کے قصہ کی طرف رجوع اور ان کا خواجہ کی قبر کے سرہانے سے واپس آنا اور مددگار کا خواجہ محتسب کو خواب میں دیکھنا

بے نہایت آمد ایں خوش سرگذشت	چوں غریب از گور خواجہ باز گشت
بے ختم رہ گئی وہ سرگذشت	جب غریب الوطن خواجہ کی قبر سے واپس ہوا
پائمردش سوی خانہ خویش برد	مہر صد دینار را با او سپرد
تو پائمرد اس کو اپنے گھر لے گیا	مہر سو دینار کی اس کو سپرد کر دی

لوتش آورد و حکایتہاش گفت	کز امید اندر دلش صد گل شگفت
تکلف کا کھانا اس کے سامنے لایا اور اس سے بہت سی حکایات بیان کیں	کہ اس کے دل میں امید کے صدہا گل شگفتہ ہو گئے
آنچہ بعد العسر یسرا او دیدہ بود	با غریب از قصۂ آں لب کشود
اس نے جو کچھ دشواری کے بعد آسانی دیکھی تھی	اس غریب الوطن کے سامنے اس کے قصہ کا بیان کیا
نیم شب بگذشت افسانہ کناں	خواب شاں انداخت تا مرعائی جاں
قصہ کہانی کہتے ہوئے آدھی رات گزر گئی	خواب نے ان کو چراگاہ ارواح کی طرف جا ڈالا
دید پا مرد آں ہمایوں خواجہ را	اندراں شب خواب در صدر سرا
پامرد نے اس مبارک خواجہ کو	اس شب میں خواب میں مکان کے صدر میں دیکھا
خواجہ گفت اے پامرد با نمک	آنچہ گفتے من شنیدم یک بیک
خواجہ نے کہا کہ اے پامرد با نمک	وہ غریب الوطن جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک کر کے سب سنا
لیک پاسخ دادنم فرماں نبود	بے اشارت لب نیارستم کشود
لیکن جواب دینے کا مجھ کو اذن نہ تھا	بدوں اشارہ کے میں لب کشائی نہیں کر سکتا تھا
ما چو واقف گشتہ ایم از چون و چند	مہر بر لبہائی ما بنہادہ اند
ہم چونکہ واقف ہو گئے ہیں کیفیت و کمیت سے	ہمارے لبوں پر مہر رکھ دی ہے
تا نگردد رازہائے غیب فاش	تا نگردد منہدم عیش و معاش
تاکہ اسرار غیب فاش نہ ہو جاویں	تاکہ انتظام معاش منہدم نہ ہو جاوے
تا ندرد پردۂ غفلت تمام	تا نماند دیگ محنت نیم خام
تاکہ پردۂ غفلت بالکل ہی دریدہ نہ ہو جاوے	تاکہ دیگ حکمت نیم خام نہ رہ جاوے
تا نگردد ہیچکس واقف بداں	تا نسوزد پردۂ دعوی وراں
تاکہ کوئی شخص اس پر واقف نہ ہو	تاکہ اہل دعوے کا پردہ نہ جل جاوے
تا نیفتد از طبق سرپوش غیب	می نبیند دیدنی را عین ریب
اس مصلحت سے کہ طبق سے حجاب غیب زائل نہ ہو جاوے	قابل دید چیز کو چشم اہل ریب کی نہیں دیکھتی ہے
ما ہمہ گوشیم گر شد نقش گوش	ما ہمہ نطقیم لیکن لب خموش
ہم سراپا گوش ہیں اگر نقش گوش جاتا رہا ہے	ہم سراپا نطق ہیں لیکن خاموش لب ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ماہمہ عینیم گرشد نقش عین	بل ہمہ عینیم مابے میغ و غین
ہم سراپا چشم ہیں اگر نقش چشم جاتا رہا ہے	بلکہ ہم تو سراپا آفتاب ہیں بدوں ابر و غبار کے
غرق دریائیم گرچہ قطرہ ایم	جملگی شمسیم گرچہ ذرہ ایم
ہم غرق دریا ہیں اگرچہ قطرہ ہیں	ہم تمامی شمس ہیں اگرچہ ذرہ ہیں
بے حجاب دردگل آبیم صاف	در جہان جاوداں گشتہ معاف
ہم بلا حجاب درد گل کے آب صاف ہیں	عالم جاودانی میں معاف ہو گئے
ہرچہ ماداديم دیدیم ایں زماں	انیجہاں پردست وعین ست آنجہاں
ہم نے جو کچھ دیا تھا اس وقت ہم نے دیکھ لیا	کہ وہ جہاں پردہ ہے اور یہ جہاں ظاہر ہے
روز کشتن روز پنہاں کردن ست	تخم درخاکے پریشاں کردن ست
بونے کا دن پنہاں کرنے کا دن ہے	تخم کو خاک میں بکھیر دینا ہے
وقت بدرودن گہہ منجل زدن	روز پاداش آمد و پیدا شدن
کاٹنے کا وقت درانتی لگانے کا	وقت پاداش کا اور ظاہر ہونے کا دن ہے

(نہایت بمعنی ختم یعنی) بے ختم رہ گئی وہ سرگذشت (قرضدار کی بیچ میں اور اور مضمون آگئے اب اس کو ختم کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ) جب (وہ) غریب الوطن (الخ اور بعض نسخوں میں بجائے آن کے ایں خوش سرگذشت ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ یہ مضمون لطیف عجائب تصرفات الٰہیہ کا جو متصل اشعار بالا میں مذکور ہوا ہے بے نہایت ہے احاطہ میں نہیں آ سکتا اس لئے قصہ اس غریب کا پورا کرو کہ جب وہ غریب الوطن) خواجہ (محتسب) کی قبر سے (بہت سا درد و غم ظاہر کر کے) واپس ہوا تو (وہ) پا یمرد اس کو اپنے گھر لے گیا (اور) مہر سو دینار کی (مراد محفوظ کیسہ مشابہ مہر زدہ) اس کو سپرد کر دی (جو اس نے چندہ کیا تھا اور حکایت خوارزم شاہ کے قبل جو امداد کا یہ قول بخطاب محتسب آیا ہے ہست صد دینارازیں تو زیع وبس وہ مستلزم اس کو نہیں کہ اس کے قبضہ میں آ گیا تھا اس قول کے لئے تو اس کا علم بھی کافی ہے سو علم چندہ کا اس کو بھی تھا اور دینار دے کر) تکلف کا کھانا اس کے سامنے لایا اور اس سے بہت سی (ایسی) حکایات بیان کیں کہ (ان کو سن کر) اس کے دل میں امید کے صدہا گل شگفتہ ہو گئے (اور اس کی یہی غرض تھی ان حکایات کے بیان کرنے سے جس سے اس کی ناامیدی کم ہو چنانچہ آگے ان حکایات کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ وہ کس قسم کی حکایات تھیں یعنی) اس (پا یمرد) نے (اپنی عمر میں) جو کچھ دشواری کے بعد آسانی دیکھی تھی (جو اکثر شخصوں کو پیش آتی ہے کہ مصیبت کے بعد راحت بھی ہو جاتی ہے) اس غریب الوطن کے سامنے اس کے قصہ کا بیان کیا (اور اسی طرح) قصہ کہانی کہتے ہوئے آدھی رات گزر گئی (اور پھر) خواب نے ان کو چراگاہ ارواح (یعنی عالم ارواح) کی طرف جا ڈالا (یعنی خواب سبب ہو گیا ان کی ارواح کے متوجہ ہو جانے کا اس عالم کی طرف جیسا کہ خواب کا خاصہ ہے کہ اس سے روح ملا اسفل سے ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور) پا یمرد نے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

مبارک خواجہ (یعنی محتسب) کو اس شب میں خواب میں (اپنے یا اس کے) مکان کے صدر (مقام) میں دیکھا (اور خواب میں) خواجہ (محتسب) نے کہا کہ اے پاپیر دبانمک (ملیح الافعال) وہ غریب الوطن (میری قبر پر) جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک کرکے سب سنا (اور بعض نے میگفتی میں یائے معروف خطاب کی سمجھی ہے تو تقدیر عبارت کی یہ ہوگی کہ اے پامرد آں غریب راز من بگو کہ انچہ میگفتی الخ اور ہر حال میں یہ سماع موتی کی دلیل ہے اور گو قصہ دلیل صحیح بہ نہیں لیکن دوسرے نصوص صحیحہ بھی اس باب میں وارد ہیں مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور کلام کی جانبین کو گنجائش ہے غرض اس نے کہا کہ میں سنتا تو تھا) لیکن جواب دینے کا مجھ کو اذن نہ تھا (اور) بدوں اشارہ (غیبی یعنی بدوں اجازت) کے میں لب کشائی نہیں کرسکتا تھا (مطلب یہ کہ جواب موقوف تھا اذن پر اور موقوف علیہ منتفی تھا اس لئے موقوف بھی منتفی رہا آگے حکمت بیان کی جاتی ہے اذن نہ ہونے کی وہ یہ کہ) ہم چونکہ واقف ہوگئے ہیں (عالم غیب کی) کیفیت وکمیت (یعنی احوال خاصہ) سے (اس لئے) ہمارے لبوں پر (قضاوقدر نے) مہر رکھ دی ہے تاکہ اسرار (خاصہ) غیب فاش نہ ہوجاویں تاکہ (ان اسرار کے فاش ہونے سے) انتظام معاش منہدم (ومختل) نہ ہوجاوے (اور انہدام انتظام معاش ہیں ظہور اسرار کے دخل کی وجہ آگے آتی ہے یعنی) تاکہ پردۂ غفلت بالکل ہی دریدہ نہ ہوجاوے (یعنی ظہور ومشاہدہ اسرار سے غفلت کا بالکلیہ ارتفاع ہوجاوے گا اور امور معاشیہ کا مبنی تحقق ہے من وجہ غفلت کا کما قال مولانا فی بعض المواضع استن ایں عالم اے جان غفلت ست اس لئے اس مشاہدہ سے معاش کا انتظام مختل ہوجاوے گا۔ حدیث میں بھی وارد ہے جس سے اس کی لم بھی مفہوم ہوتی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا وماتلذذتم بالنساء علی الفرش ولخرجتم الی الصعدات تجارون الی اللہ و فی الحاشیۃ عن الجمع الصغیر قال صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ماانتم ملاقوہ بعد الموت مااکلتم طعاما علی شہوۃ ابدا ولادخلتم بیتا تستظلون بہ ولمررتم الی الصعدات تلدمون صدورکم و تبکون علی انفسکم رواہ ابن عساکر عن ابی الدرداءؓ کذافی المنہج القوی ا ہ واللم ہو غلبۃ الھیبۃ من الھیئۃ الحاضرۃ و کونہ مفھوما من الحدیث ظاہر اور یہ رفع غفلت ایک تو سبب ہوتا اختلال معاش کا کما ذکر اور دوسرے سبب ہوتا حکمۃ ابتلاء کے تعطل کا کما سیاتی یعنی) تاکہ دیگ حکمت نیم خام نہ رہ جاوے (کیونکہ جب حق تعالیٰ نے غفلت پیدا فرمائی ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں لان فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ وہ سب معطل ہوجاتیں اور بزرگوں کے کلام میں بعض حکمتوں کی تعیین بھی ہے مثلاً زیادت اجر مجاہدہ لاہل الایمان اور استدراج لاہل الطغیان جن کا حاصل اخیر میں ظہور اسماء الٰہیہ ہے باقی یہ کہ پھر اس ظہور میں کیا حکمت ہے یہ سوال بیکار ہے کیونکہ ان سوالات کا تو کہیں سلسلہ ہی قطع نہ ہوگا اخیر میں جو کہنا پڑے گا وہ اسی جگہ کہہ لیا جاوے یعنی لایسئل عما یفعل وھم یسئلون اور اس کا مقتضا بیشک یہ تھا کہ اول ہی سے ایک حکمت کا بھی بیان نہ کیا جاتا مگر نفوس ضعیفہ کو من وجہ حکمت معلوم ہونے سے قدرے تسلی ہوجاتی ہے باقی زیادہ کاوش کرنے سے پھر خوردہ تسلی بھی زائل ہوجاتی ہے پس مصلحت تسلی دونوں امر کو مقتضی ہوئی بیان من وجہ کو اور عدم کاوش کو اور نیز ظہور اسرار سے جس طرح غفلت رفع ہوجاتی ہے جس پر دو اثر مرتب ہوتے خلل معاش و بطلان حکمت کما ذکر اسی طرح ظہور اسرار سبب ہوجاتا اطلاع عام کا اور وہ سبب ہوجاتا تفضیح مدعین کا شعر آئندہ میں اس کا ذکر ہے یعنی ظہور اسرار اس لئے بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں کیا گیا) تا کہ کوئی شخص اس پر واقف نہ ہو (قرینہ مقام سے یہاں مراد یہ ہے کہ سب واقف نہ ہوں یعنی نفی العموم ہے نہ کہ عموم النفی کیونکہ انبیاء علیہم السلام میں یہ عموم النفی منقوض ہوتی ہے کما ذکر فی الحدیث الماوانفاً لو تعلمون ما اعلم حیث اثبت لنفسه العلم اور ایسی ترکیب دونوں معنوں میں مستعمل ہوتی ہے مثال نفی العموم قوله تعالیٰ عند البعض لاتدرکه الابصار ومثال عموم النفی قولہ تعالیٰ عند الجمیع وماالله یرید ظلما للعباد اور یہ اطلاع عام اس لئے پسند نہیں کی گئی) تا کہ اہل دعویٰ کا پردہ نہ جل جاوے (اور ان کی رسوائی نہ ہو جاوے کہ حق تعالیٰ کو عالم امتحان میں ستاری عیوب کی بھی مقصود ہے تو جب معلوم ہو جاتا کہ فلانا دوزخی ہے مردود ہے اس کا سب دعویٰ صلاح وتقدس کا خاک میں مل جاتا بخلاف اس صورت کے کہ اطلاع عام نہیں ہے صرف اہل وحی کو اطلاع ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت لوگوں کے کفر ابدی پر مطلع کر دیا گیا تھا کہ آپ خود متخلق باخلاق اللہ ہیں آپ نے ان کی تفضیح عام نہیں فرمائی گو خاص کو بتلا دیا جیسا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا تو یہ ستاری کے خلاف نہیں اور عوام ایسی ستاری کب کرتے اور جس طرح اطلاع عام سبب ہو جاتا تفضیح مدعین کا کما ذکر اسی طرح یہ اطلاع عام سبب ہو جاتا عالم غیب کے عالم شہادت بن جانے کا شعر آئندہ میں جس کا ذکر ہے اور اس شعر کا مصرعہ اولیٰ رتبۃً موخر اور مصرعہ ثانیہ مقدم ہے کما یظہر من ترجمتی یعنی) اس مصلحت سے کہ طبق (اسرار) سے حجاب غیب زائل نہ ہو جاوے قابل دید چیز کو (جو کہ عالم غیب میں ہے) چشم اہل ریب کی نہیں دیکھتی ہے (مطلب یہ کہ گو وہ چیزیں صالح للرویۃ ہیں کما اشار الیہ بقولہ دیدنی یعنی مانع للرویہ ان اشیاء کی ذات نہیں لیکن چشم عوام سے جن میں اکثر اہل ریب ہوتے ہیں وبهذه المناسبة ارید باهل الریب العوام وان لم یکن فی بعضهم ریب وہ مخفی رکھی گئیں کہ پھر عالم غیب عالم غیب نہ رہے گا وقد دل علی هذا قوله تا نیخند اور حق تعالیٰ کو دونوں عالم کا ممتاز رکھنا بھی مقصود ہے ورنہ استخلاف کے لئے ارض تجویز نہ فرمائی جاتی اور خواص کی اطلاع سے یہ امر لازم نہیں آتا جیسا ابھی تفضیح کے مضمون میں اس کی تقریر کی گئی ہے اور شعر ما چو واقف سے شعر تا نیخند تک میں عدم تکلم اموات کی جو غایات وحکم مرتبہ ومسببہ بعضہا من بعض مذکور ہیں ان کا حاصل اجمالی جس کی تفصیل بضمن شرح کافی طور سے ہو چکی ہے یہ ہے کہ تکلم سبب ہو جاتا ظہور اسرار کا اور ظہور اسرار سبب ہوتا دو امر کا رفع غفلت واطلاع عام پھر رفع غفلت واطلاع عام دو دو امر کے سبب ہوتے رفع غفلت تو خلل معاش وبطلان حکمت کا اور اطلاع عام تفضیح مدعین واستحالہ عالم شہادت بعالم غیب کا ولله الحمد علی ما الهمنی اور اگر شبہ ہو کہ اگر موتی کو تکلم کا اسی قدر اذن ہوتا جتنا مثلاً محتسب نے خواب میں کہہ دیا تو اسرار غیب ظاہر نہ ہوتے اور اگر اس کو بھی سر غیب کہا جاوے تو وہ اب بھی ظاہر ہو گیا خواب میں سہی جواب میں کہا جاوے گا کہ یہ تو سر غیب نہیں ہے اپنے ایک دنیوی مال کا ایک دنیوی موقع بتلایا ہے مگر اذن تکلم سے مراد تکلم معتاد کتکلم الاحیاء کا اذن ہے سو وہ مخصوص نہ ہوتا اتنے ہی کلام کے ساتھ اور غیر معتاد تو بطور خرق عادت کے اب بھی کبھی واقع ہو جاتا ہے کما فی حکایات کثیرة نقل فیها کلام الموتی من الابرار بالفرح والسرور او بعض الفجار بالویل والثبور مطلب یہ کہ چونکہ کلام معتاد کا اذن نہیں ہے للمصالح المفصلة المذکورة اس لئے اتنے کلام پر بھی اس طرح مجھ کو قدرت نہیں ہے پس شبہ دفع ہو گیا اور اگر دوسرا شبہ ہو کہ بعض اموات نے منام میں بعض اسرار غیب بھی بتلا دیئے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو خواب حجت نہیں اس لئے وہ اظہار کی فرد متیقن نہیں دوسرے یہ طریق عام نہیں نہ باعتبار مطلعین کے نہ باعتبار اسرار مطلع

www.besturdubooks.wordpress.com

علیہا کے سوا اس کو اظہار اسرار غیب نہ کہیں گے جیسا ابھی مضمون تفضیح واستحالہ عالم غیب کے متعلق اس کا بیان ہو چکا ہے آگے بلسان محتسب مضمون سماع موتی مذکور فی قولہ الماء من شنیدم یک بیک و مضمون کلام واطلاع موتی فی عالم الغیب مذکور فی قولہ ما چو واقف گشتہ ایم کی تائید کے لئے فرماتے ہیں کہ) ہم سراپا گوش ہیں اگر (ظاہری) نقش گوش جاتا رہا ہے (اور) ہم سراپا نطق ہیں لیکن خاموش لب ہیں (ہمہ گوش ہونا تو دونوں عالم کے اعتبار سے مراد ہے عالم غیب کے اعتبار سے تو ظاہر ہے کیونکہ وہ گوش غیبی ہے اور عالم شہادت کے اعتبار سے اسی گوش غیبی کے واسطہ سے کسی خاص تعلق کی بناء پر جو کہ مکشوف اور بعض کے قول پر منصوص بھی ہے مگر بالنص الظنی دلالتها علی عموم الموتی والازمان بقید قرب المکان لامن البعید کزعم اهل البطلان اور ہمہ نطق ہونا محض عالم غیب کے اعتبار سے کہ وہاں اموات کا باہم تکلم نصوص کثیرہ میں وارد ہے من الآیات والروایت اور عالم شہادت کے اعتبار سے نہیں جیسا اوپر مصرح ہے پاسخ وادنم فرمان نبود اور اسی لئے اس سے استدراک بھی کیا بقولہ لیکن لب خموش یعنی خاموش باعتبار عالم شہادت اور ہمہ گوش میں استدراک نہیں کیا گیا یہ تو سمع وتکلم میں گفتگو تھی آگے ابصار کا مضمون ہے کہ) ہم سراپا چشم ہیں اگر (ظاہری) نقش چشم جاتا رہا ہے (یہ چشم ہونا عالم غیب کے اعتبار سے تو ظاہر ہے باقی عالم شہادت کے اعتبار سے سو بعض اکابر کے کلام سے اس کا بھی تحقق مفہوم ہوتا ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ کا بعد دفن عمرؓ کے اس مقام پر اپنے نہ جانے کو معلل بعلت حیاء من عمرؓ فرمانا بقول ان بعض کے دال اسی پر ہے کہ موتی کو مثل سماع کے ابصار بھی حاصل ہے واللہ اعلم آگے ترقی کرتے ہیں ثبوت قوۃ مدرکہ کا سمع والبصر المذکورین وقوت فاعلہ کا لنطق للاموات میں یعنی صرف سمع وبصر ونطق ہی پر انحصار نہیں ہے) بلکہ ہم تو سراپا آفتاب ہیں بدوں ابر وغبار کے (فی المنتخب غین تیرگی اھ مطلب یہ کہ ہماری روح کا نور ادراک آفتاب کی طرح قوی ہے جس کو کوئی حجاب ساتر نہیں اور مراد ان ہی مدرکات کی تعلق کی قید سے ہے جو اس کے مناسب ہیں پس یہ ضرور نہیں کہ تمام اموات کو دوسرے اموات کے تمام مدرکات بھی منکشف ہوں اور اس میں قوت مدرکہ کی ترقی مذکور ہوئی اور قوۃ فاعلہ کی ترقی آگے آتی ہے ہر چہ ما دادیم دیدیم جیسا وہاں دیدیم کی تفسیر سے معلوم ہوگا اور شعر مذکور میں تو مدرکات ظاہرہ حسیہ کے ادراک اقوی ہونے کا مضمون تھا چونکہ ایک قسم ادراک کی باطنی مثل ذوق ووجدان بھی ہے بلکہ یہ اول سے زیادہ مقصود ہے کہ وہ اول اس ثانی ہی کے آلات میں سے ہے خصوص اگر اس کا تعلق حقائق ومعارف کے ساتھ ہو کہ اہل معرفت کی بڑی دولت تو یہی ذوق ووجدان ہے کہ الذالنعم ہے اس لئے آگے اموات مقبولین کے لئے اس ادراک کے بھی اقوی ہونے کا مضمون فرماتے ہیں کہ) ہم غرق دریا (بے قرب ہیں اگرچہ (خود) قطرہ ہیں (اور) ہم (باعتبار اسی قرب کے گویا کہ) تمامی شمس ہیں اگرچہ (خود) ذرہ ہیں (جملگی شمسیم کی توجیہ لفظی اتحاد اصطلاحی سے سمجھنا چاہئے پس ہم کو یہ ادراک ذوقی بھی بوجہ اکمل میسر ہے اور اس میں ذکر تھا اس ذوق کا جو قرب حق سے نصیب ہوا ہے آگے ایک دوسرے ذوق کا ذکر ہے جو صفاء عن کدورات المعاصی وامن عن ثمرات المعاصی من البعد والطرد سے میسر ہو جیسا مقبولین کو اس عالم میں ہوتا ہے اور یہ متمم ہے ذوق اول کا کیونکہ اگر قرب کے ساتھ یہ صفا وامن نہ ہو تو لذت قرب کامل نہ ہو یعنی) ہم بلا حجاب دردگل کے آب صاف ہیں (یعنی دواعی معصیت سے اس طرح صاف ہوگئے اور) عالم جاودانی میں معاف ہوگئے (مصرعہ اولیٰ میں صفاء کا اور مصرعہ ثانیہ میں امن کا مضمون ہے یہاں تک ادراکات کا اقوی ہونا مذکور ہوا آگے قوت فاعلہ کے اقوی ہونے کا بیان ہے یعنی) ہم نے جو کچھ دیا تھا اس وقت ہم نے دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

لیا (یعنی اس کی جزا پائی اور وہ جزا یہ ہے کلوا شربوا ھنیئا بما کنتم تعملون و نحوہ اور اکل وشرب کا تعلق قوی فاعلہ سے ظاہر ہے اور قرب الٰہی مذکور فی السابق وہ زیادت علی الجزاء ہے قال للذین احسنوا الحسنیٰ و زیادۃ کما فسربہ فی الحدیث پس شعر سابق کی دلالت جزاء پر قصداً نہیں گو لزوماً ہو لان من لوازم القرب ھذا الجزاء ایضاً آگے اس کی علت بتلاتے ہیں کہ دنیا کا دیا ہوا دنیا میں نہ ملا یہاں ملا یعنی یہ اس لئے ہے) کہ وہ جہاں (یعنی دنیا اعمال کا) پردہ ہے اور یہ جہان (یعنی عالم غیب باعتبار ان اعمال کے) ظاہر ہے (فی المنتخب فی معانی العین حاضر از ہر چیز اھ مطلب یہ کہ چونکہ دنیا دار الابتلاء ہے اس کا مقتضی یہی ہے کہ اعمال کا ثمرہ ظاہراً وہاں نہ ملے ورنہ مصلحت ابتلاء فوت ہو جاوے گی جیسا کہ ظاہر ہے اور عالم غیب دار الجزاء ہے اس کا مقتضی یہی ہے کہ یہاں مل جایا کرے ورنہ دار الجزاء نہ رہے گا دنیا میں ثمرات ظاہر نہ ہونے کے اعتبار سے اس کو پردہ کہا کہ ساتر ہوتا ہے کیونکہ اعمال تو اعراض منقضیہ ہیں اگر ثمرہ ملتا تو وہ اعمال حکماً مرئی رہتے جب یہ نہیں تو خود وہ عالم اعمال کا بھی ساتر ہو گیا اور عالم غیب میں ثمرات ظاہر ہونے سے اس کو ظاہر کہا یعنی وہ اعمال اس میں ظاہر ہوں گے بواسطہ ظہور الجزاء اور چونکہ یہ مضمون بلسان اموات ہے اور اموات سے عالم غیب قریب ہے اور دنیا بعید ہو گئی اس لئے دنیا میں اسم اشارہ بعید اور عالم غیب میں اسم اشارہ قریب لایا گیا آگے مولانا دنیا کے ساتر اعمال اور آخرت کے کاشف ثمرات ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ دیکھو) بونے کا دن پنہاں کرنے کا دن ہے (اور بونا) تخم کو خاک میں بکھیر دینا (اور زیر خاک دفن کر دینا) ہے (اور) کاٹنے کا وقت (یعنی درانتی لگانے کا وقت (وہ) پاداش کا اور ظاہر ہونے کا دن ہے (اور یہ قاعدہ مستمرہ ہے پس اسی طرح دنیا مزرعۃ الآخرت ہے اعمال بونے کے وقت مستور ہو جاویں گے اور آخرت وقت الحصاد ہے اس وقت وہ ظاہر ہو جاویں گے)۔

گفتن خواجہ در خواب بآں پائمرد وجوہ وام آں دوست را کہ آمدہ بوذ ونشان دادن جای دفن آں سیم را و پیغام کردن بوارثاں کہ البتہ آں را بسیار نہ بینند و ہیچ باز نگیرند اگر چہ قبول نہ کند یا بعضے ہمانجا بگذارد یا بہر کہ خواہد بدہد کہ من با خدا نذر کردہ ام کہ ازاں سیم بمن ومتعلقان من حبہ باز نگرد

خواجہ کا خواب میں اس مددگار سے اس دوست کے قرض کی ادائیگی کے طریقے بتا دینا جو آیا تھا اور چاندی کے مدفون ہونے کی جگہ کا پتہ بتانا اور وارثوں کو پیغام دینا کہ کبھی اس کو بہت نہ سمجھیں اور اس میں سے کچھ نہ لیں اگر چہ وہ قبول نہ کرے یا کچھ وہاں چھوڑ دیا وہ جس کو چاہے دے کیونکہ میں نے خدا سے منت مانی ہے کہ اس چاندی میں سے میں اور میرے متعلقین ایک حبہ واپس نہ لیں گے۔

بشنو اکنوں داد مہمان جدید	من ہمی دیدم کہ او خواہد رسید
اب مہمان جدید کا راز سن	میں سمجھتا تھا کہ وہ پہنچے گا
من شنیدہ بودم از وامش خبر	بستہ بہر او دو سہ پارہ گہر
میں نے اس کے قرضہ کی خبر بھی سنی تھی	اس کے واسطے دو تین جواہرات کے قطعے رکھ دیئے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ وفای وام او ہست آن و بیش	تا کہ ضیفم را نگردد سینہ ریش
کہ وہ اس کے وفا قرضہ کے لئے کافی اور زیادہ تھے	تاکہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو جائے
وام دارد از ذہب او نہ ہزار	وام را از بعض ایں گو واگذار
وہ نو ہزار دینار زر قرضہ رکھتا ہے	اس سے کہہ دے کہ اس کے ایک جزو سے قرض کو ادا کر دے
فضلہ ماند زیں بسے گو خرچ کن	در دعا گوئی مرا ہم درج کن
اس میں بہت سا باقی رہے گا کہہ دے کہ خرچ کر	دعا گوئی میں مجھ کو بھی شامل کر
خواستم تا آں بدست خود دہم	در فلاں دفتر نوشتست ایں رقم
میں نے تو یہ چاہا تھا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے دوں	فلاں دفتر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے
خود اجل مہلت نداد تا کہ من	خفیہ بسپارم بدو در عدن
خود اجل نے مجھ کو مہلت نہ دی تاکہ میں	خفیہ اس کو یہ درعدن دے دیتا
لعل و یاقوت ست بہر وام او	در خنورے و نوشتہ نام او
اس کے قرض کے لئے لعل و یاقوت	ایک ظرف میں ہیں اور اس کا نام لکھا ہوا ہے
در فلاں طاقیش مدفوں کردہ ام	من غم آں یار پیشیں خوردہ ام
فلاں طاق میں میں نے اس کو دفن کر دیا ہے	میں نے پیشگی ہی اس دوست کی غمخواری کر لی ہے
قیمت آں راند اند جز ملوک	فاجتھد بالبیع ان لا یخدعوک
اس کی قیمت کو بجز ملوک کے کوئی نہیں جانتا	سودے میں خوب کوشش کرنا کہ لوگ تجھ کو دھوکہ نہ دے سکیں
در بیوع آں کن تو از خوف غرار	کہ رسول ﷺ آموخت سہ روز اختیار
تو معاملات میں دھوکہ کے احتمال سے وہ کر	جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا ہے تین روز کے خیار کا
از کساد آں مترس و در میفت	کہ رواج آں نخواہد ہیچ خفت
اس کے نرخ اتر جانے سے مت ڈرنا اور مت پڑنا	کیونکہ اس کا چلن ہرگز سست نہ ہو گا
وارثانم را سلام من بگو	ویں وصیت را بگوہم مو بمو
میرے وارثوں کو میرا سلام کہنا	اور اس وصیت کو بھی مو بمو کہہ دینا
تا ز بسیاری آں زر نشکہند	بے گرانی پیش آں مہماں نہند
تاکہ وہ اس زر کی کثرت مقدار سے نہ ڈریں	بدوں گرانی کے اس مہمان کے آگے رکھ دیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ور بگوید او نخواہم ایں فرہ	گو بگیرو ہر کرا خواہی بدہ
اور اگر وہ یہ کہے کہ میں اس قدر کثیر نہیں چاہتا	تو کہو کہ لے لے اور جس کو چاہے دے دے
زانچہ دادم باز نستانم نقیر	سوی پستاں باز ناید ہیچ شیر
میں جو کچھ دے چکا ہوں اس میں سے ذرہ برابر بھی نہ لوں گا	پستان کی طرف دودھ ہرگز واپس نہیں جاتا
گشتہ باشد ہمچو سگ قے راا کول	مسترد نحلہ برقول رسولؐ
ہبہ کا واپس کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد	کے موافق مثل سگ کے آکل قے ہوتا ہے
ور ببندد درنباید آں زرش	تا بریزند آں عطار ابر درش
اور اگر وہ دروازہ بند کرلے اور اس کو اس زر کی ضرورت نہ ہو	تب بھی اس عطیہ کو اس کے دروازہ پر بکھیر دیں
ہر کہ آنجا بگذرد زر می برد	نیست ہدیہ مخلصاں را مسترد
جو شخص اس جگہ گزرے وہ زر لے جا رہا ہے	مخلصین کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہوا کرتی
بہر او بنہادہ ام آں از دو سال	کردہ ام من نذرہا با ذوالجلال
میں نے اس کے لئے دو سال سے رکھ چھوڑا ہے	میں نے حضرت ذوالجلال سے نذریں کر رکھی ہیں
ور برو دارند چیزے زاں ستد	بیست چنداں خود زیاں شاں او فتد
اور اگر وہ لوگ اس میں سے کوئی چیز لینا روا رکھیں گے	تو بیس حصہ زائد خود ان کو زیاں واقع ہو جائے گا
گر روانم را پژو لانند زود	صد در محنت بر ایشاں بر کشود
اگر وہ میری روح کو پریشان کریں گے تو فوراً ہی	ان پر صدہا ابواب کلفت کے کشادہ ہو گئے
از خدا امید دارم من لبق	کہ رساند حق را با مستحق
خدا تعالیٰ سے میں زبان اور یہ امید رکھتا ہوں	کہ حق صاحب حق کو پہنچا دے گا
دو قضیہ دیگر او را شرح داد	لب بذکر آں نخواہم بر کشاد
اس نے اس سے دو معاملے اور ظاہر کئے	میں اس کے ذکر کے ساتھ لب نہ کھولوں گا
تا بماند دو قضیہ سر و راز	ہم نگردد مثنوی چندیں دراز
تاکہ دونوں معاملے مخفی اور راز رہیں	نیز مثنوی اس قدر دراز نہ ہو جاوے
بر جہید از خواب انگشتک زناں	گہ غزل گویان و گہ نوحہ کناں
وہ نیند سے چٹکیاں بجاتا ہوا اٹھا	کبھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت مہماں در چہ سودا ہاستی	پایمرد دامست و خوش برخاستی
مہمان نے کہا کہ تو کن خیالات میں ہے	اے پایمرد تو مست اور خوش اٹھا ہے
تاچہ دیدی خواب دوش اے بوالعلا	کہ نمی گنجی تو در شہر و فلا
آخر تو نے خواب میں گذشتہ شب کو کیا دیکھ لیا اے صاحب علو	کہ تو شہر اور جنگل میں نہیں سماتا
خواب دیدہ پیل تو ہندوستاں	کہ رمیدستی ز حلقہ دوستاں
تیرے فیل نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا ہے	جس کے سبب تو دوستوں کے حلقہ سے بھی رم کرنے لگا
گفت سودا ناک خوابے دیدہ ام	دردل خود آفتابے دیدہ ام
اس نے کہا کہ میں نے ایک پرمستی خواب دیکھا ہے	اپنے دل میں میں نے ایک آفتاب دیکھا ہے
خواجہ را دیدم بخواب اے بوالعلا	آں سپردہ جاں برائے کبریا
میں نے اے صاحب علو خواب میں خواجہ کو دیکھا ہے	اس جان باختہ برائے کبریا کو
خواب دیدم خواجۂ بیدار را	آں سپردہ جاں پئے دیدار را
میں نے خواب میں خواجہ بیدار کو دیکھا ہے	اس جان باختہ برائے دیدار کو
خواب دیدم خواجۂ معطی المنیٰ	واحد کالالف از امر خدا
میں نے خواب میں خواجہ آرزو بخش کو دیکھا ہے	جو تنہا بحولہ ہزار کے تھا حکم خدا سے
مست و بیخود ایں چنیں بر می شمرد	تا کہ مستی عقل و ہوشش را ببرد
مست اور بے خود ہوا ہوا اسی طرح شمار کر رہا تھا	یہاں تک کہ مستی نے اس کی عقل اور ہوش کو مسلوب کر دیا
درمیان خانہ افتاد او دراز	خلق انبہ گرد او آمد فراز
گھر کے درمیان میں لمبا لمبا پڑ گیا	خلق کا اس کے گردا گرد انبوہ فراہم ہو گیا
باخود آمد گفت اے بحر خوشی	اے نہادہ ہوشہا در بیہوشی
آپے میں آیا عرض کرنے لگا کہ اے بحر خوشی	اے وہ ذات جس نے بیہوشی میں بہت سے ہوش رکھے ہیں
خواب در بنہادۂ بیدارئیے	بستۂ در بیدلی دلدارئیے
آپ نے خواب کے اندر بیداری رکھی ہے	آپ نے بے دلی کے اندر دلداری کو وابستہ کر رکھا ہے
خواجگی پنہاں کنی در ذل فقر	طوق دولت بستہ اندر غل فقر
خواجگی کو آپ ذلت فقر میں پنہاں کر دیتے ہیں	آپ نے طوق دولت کو باندھ رکھا ہے طوق فقر میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ضد اندر ضد پنہاں مندرج	آتش اندر آب سوزاں مندمج
ایک ضد دوسری ضد میں خفیہ مندرج ہے	گرم پانی کے اندر آتش مندمج ہے
روضہ اندر آتش نمرود درج	دخلہا رویاں شدہ از بذل وخرج
آتش نمرود کے اندر گلزار درج ہے	آمدنیاں ناشی ہوتی ہیں بذل اور خرج سے
تا بگفتہ مصطفے شاہ نجاح	السماح یا اولی النعما رباح
یہاں تک کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سلطان کامیابی نے	ارشاد فرمایا کہ اے اہل نعمت سخاوت کرنا نفع حاصل کرنا ہے
ما نقص مال من الصدقات قط	انما الخیرات نعم المرتبط
مال صدقات کے سبب کبھی کم نہیں ہوتا	خیرات بہت اچھا رابطہ ہے
جوشش و افزونی زر در زکوٰۃ	عصمت از فحشا و منکر در صلوٰۃ
زر کی جوشش اور افزونی زکوٰۃ میں ہے	فحشا و منکر سے محفوظی صلوٰۃ میں ہے
آں زکوٰتت کیسہ ات را پاسباں	واں صلوٰتت ہم ز گرگانت شباں
تیری وہ زکوٰۃ تیرے کیسہ کی پاسبان ہے	اور تیری وہ صلوٰۃ بھی بھیڑیوں سے شبان ہے
میوۂ شیریں نہاں در شاخ و برگ	زندگی جاوداں در زیر مرگ
میوۂ شیریں نہاں ہیں شاخ و برگ میں	زندگی جاودانی موت کے تحت میں ہے
زبل گشتہ قوت خاک از شیوۂ	زاں غذا زادہ زمیں را میوۂ
سرگین شیوہ سے خاک کی غذا بنا	اس غذا سے زمین میں میوہ پیدا ہوا
در عدم پنہاں شدہ موجودیۓ	در سرشت ساجدے مسجودیۓ
عدم میں پنہاں ہو گئی موجودیت	طینت ساجد میں ایک مسجودیت ہے
آہن و سنگ از برونش مظلمے	اندروں نورے و شمع عالمے
آہن و سنگ باہر سے تاریک ہیں	اندر نور اور شمع عالم ہے
درج در خوفے ہزاراں ایمنی	در سواد چشم چنداں روشنی
خوف کے اندر ہزاروں امن درج ہیں	سیاہی چشم میں کس قدر روشنی ہے
اندرون گاؤ تن شہزادۂ	گنج در ویرانہ بنہادۂ
گاؤ تن میں ایک شہزادہ ہے	خزانہ ایک ویرانہ میں رکھا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا خرے پیرے گریزد زاں نفیس	گاؤ بیند شاہ نے یعنی بلیس
تا کہ ایک بڈھا گدھا اس نفیس چیز سے بھاگے	وہ گاؤ کو دیکھے شاہ کو نہ دیکھے مراد اس گدھے سے ابلیس ہے

(تتمہ ہے قصہ کا یعنی محتسب نے خواب میں یہ بھی کہا کہ) اب مہمان جدید کا راز سن میں (قرائن سے زندگی میں) سمجھتا تھا کہ وہ (یہاں) پہنچے گا۔ میں نے اس کے قرضہ کی خبر بھی سنی تھی (اس لئے) اس کے واسطے دو تین جواہرات کے قطعے رکھ دیئے تھے کہ وہ اس کے وفاء قرضہ کے لئے کافی اور (بلکہ) زیادہ تھے (اور میں نے اس لئے رکھ دیئے تھے) تا کہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو جاوے (اب اس کی حالت یہ ہے کہ) وہ نو ہزار دینار زر قرضہ رکھتا ہے اس سے کہہ دے کہ اس کے ایک جزو سے قرض کو ادا کر دے (اور) اس میں بہت سا باقی رہے گا (اس کی نسبت) کہہ دے کہ خرچ کر (اور) دعا گوئی میں مجھ کو بھی شامل کر میں نے تو یہ چاہا تھا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے دوں۔ فلاں دفتر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے خود اجل نے مجھ کو مہلت نہ دی تا کہ میں خفیہ اس کو یہ درمعدن دے دیتا (خفیہ دینا بسبب کرم کے تا کہ لینے والا شرمندہ نہ ہو) اس کے قرض کے لئے لعل و یاقوت ایک ظرف میں (رکھے) ہیں اور اس کا نام (بھی) لکھا ہوا ہے (فی الغیاث خنو ظرف و کاسہ و آوند و مطبخ و بمعنی کندوے غلہ و کندوئے آب آ ھ اور) فلاں طاق میں میں نے اس کو دفن کر دیا ہے (اور) میں نے پیشگی ہی اس دوست کی غمخواری کر لی ہے (سرخی میں سیم کہا ہے اور اس کے بعد دوسرے شعر میں گوہر اور یہاں لعل و یاقوت اور آئندہ چھ سات شعر کے بعد زر سو یا تو سب چیزیں ہوں گی یا حسب قول محشی گوہر عام ہو گا لعل و یاقوت کو بھی اھ اور سیم و زر سے مراد مطلق مال ہو جاوے گا خواہ استعارۃً بمشارکت وصف مالیت یا بطور مجاز مرسل کے یہ اشیاء بواسطہ بیع کے سبب ہو سکتی ہیں حصول سیم و زر کے اور وہ لعل و یاقوت قیمتی اس قدر ہیں کہ) اس کی قیمت کو بجز ملوک کے کوئی نہیں جانتا سو اس سے کہہ دینا کہ) بیع میں خوب کوشش کرنا کہ لوگ تجھ کو دھوکہ نہ دے سکیں (اور احتیاط یہ ہے کہ) تو معاملات میں دھوکہ کے احتمال سے وہ (طریقہ اختیار) کر جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا ہے (یعنی) تین روز کے خیار کا (اشارہ ہے اس حدیث کی طرف قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انی اخدع فی البیوع فقال اذا بایعت فقل لاخلابة ولی الخیار ثلثة ایام کذافی الھدایة واخرج الحاکم معناہ و فیہ فجعل لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخیار ثلثة ایام و فیہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بع و قل لاخلابہ و اخرجہ الشافعی والبیھقی و ابن ماجہ والطبرانی فی الاوسط والکبیر کذافی نصب الرایة لابن حجر ص ۲۷۹ اور) اس کے نرخ اتر جانے سے مت ڈرنا اور (اس اندیشہ میں) مت پڑنا (یعنی کم قیمت پر بیچ ڈالنے کے لئے اس احتمال سے جلدی مت کرنا کہ شاید پھر اتنے کو بھی نہ بکے) کیونکہ اس کا چلن ہرگز سست نہ ہو گا (یہ سب تو اس مقروض سے کہنا اور) میرے وارثوں کو میرا اسلام کہنا اور اس وصیت کو بھی مو بمو کہہ دینا تا کہ وہ اس زر کی کثرت مقدار سے نہ ڈریں (کذافی الغیاث فی معنی شکوہیدن اور) بدوں گرانی (خاطر) کے (وہ سب) اس مہمان کے آگے رکھ دیں (ممکن ہے کہ سب ورثہ بالغ ہوں کہ رضا مندی سے اس تبرع کو جائز رکھ سکیں یا بالغین اپنے حصہ میں اس رقم کو لگا لیں اور گرانی کے اسباب میں سے اس وصیت کے قبول کا تقاضا عدم لزوم بھی ہو سکتا ہے) اور اگر وہ (مہمان) یہ کہے کہ میں اس قدر کثیر نہیں چاہتا (فی الغیاث فرہ بروزن گرہ بمعنی زیادتی و زیادہ و افزوں اھ) تو (اے ورثا اس سے) کہو کہ (ہم سے) لے لے اور جس کو چاہے دے دے (فالخطاب فی قولہ گو لکل واحد واحد اور اس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ) میں جو کچھ دے چکا ہوں (اور دینے کی نیت اور وصیت بمنزلہ دینے کے ہے) اس میں سے ذرہ برابر بھی نہ لوں گا (اور ورثہ کا لینا بجائے

www.besturdubooks.wordpress.com

میرے لینے کے ہے فی المنتخب تفیر مغاک وچاپک دانہ خرما اور یہ نہ لینا میرے عزم کے اعتبار سے ایسا لازم ہے جس طرح سے) پستان کی طرف دودھ ہرگز واپس نہیں جاتا (نیز یہ امر علاوہ خلاف طبع ہونے کے شرعاً بھی غیر مرضی ہے چنانچہ) ہبہ کا واپس کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق مثل سگ کے آکل قے ہوتا ہے (حدیث یہ ہے العائد فی ھبۃ کالکلب یعود فی قیئہ اور یہ بچا لینا اور نہ دینا گو استرداد ہبہ نہیں مگر اس کے مشابہ ہے اور قبیح کا مشابہ اگر قبیح بھی نہ ہوتا ہم غیر حسن وغیر مرضی ہوگا) اور (اس کو یہ قم دینے کا یہاں تک اہتمام کرنا چاہئے کہ) اگر وہ (بے لئے اپنے گھر چلا جاوے اور گھر میں جا کر اندر سے) دروازہ بند کرلے اور اس کو اس زر کی ضرورت نہ رہے تب بھی اس عطیہ کو اس کے دروازہ پر بکھیر دیں (تا کہ) جو شخص اس جگہ گزرے وہ (دیکھا جاوے کہ) زر لے جا رہا ہے (یہ دو معنی استرداد کے تو جانب معطی میں ہیں کرم اور حدیث کما ذکر کلاھما اور ایک مانع آخذ کی جانب ہے وہ یہ کہ) مخلصین کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہوا کرتی (مسترد مصدر میمی ہے یعنی میں اخلاص سے دیتا ہوں اس لئے نہ لینا مناسب نہیں) میں نے اس کیلئے دو سال سے رکھ چھوڑا ہے (اور) میں نے حضرت ذوالجلال سے نذریں کر رکھی ہیں (خواہ معلق کسی کامیابی پر خواہ مطلق کہ اتنا مال اہل حاجت کو دوں گا اس لئے اگر ایک حاجتمند نہ لے دوسرے حاجتمندوں کو بطریق مذکور پہنچا دیا جاوے اور باوجود عدم تعیین فقیر کے نذر میں اس طریق کے اختیار کرنے کا مبنی بقدر امکان رعایت تعیین کی اولویت ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا اور یہ نذر اگر بالقلب تھی تب تو بے دیئے مر جانے میں ترک واجب نہیں ہوا اور اگر باللسان تھی تب وصیت بجائے ادا کے ہے اور وصیت باللسان کے حکم میں وصیت بالکتابت بھی ہے اور شاید زبانی کہنے کا باوجود عزم کے موقع نہ ملا ہو اس لئے ترک واجب کا شبہ نہ ہوگا البتہ ایسی وصیت مکتوبہ بلا شہادت قضاءً حجت نہ ہوگی لیکن دیانۃً جبکہ قلب شہادت دے کہ یہ اسی کا لکھا ہوا ہے اس پر عمل کرنا قواعد سے ضروری معلوم ہوتا ہے گو اس کا جزئیہ نہیں ملا مگر بالغین کو صرف اپنے حصہ میں ضرور ہوگا اور اس تقریر سے شعر تا زبسیاری آن زرانح کی شرح میں جو عدم لزوم میں قضاء کی قید لگائی ہے اس کی وجہ بھی معلوم ہوگئی) اور اگر وہ (وارث) لوگ اس میں سے کوئی چیز لینا روا رکھیں گے تو (اس بچائے ہوئے مال سے) بیس حصہ زائد خود ان کو زیان واقع ہو جاوے گا (جس صورت میں ان ورثہ کو اس کا قبول کرنا قواعد شرعیہ سے لازم ہو اس صورت میں تو اس کا ترتب محل اشکال نہیں کہ معاصی سے کبھی بلکہ اکثر دنیا کا خسارہ بھی ہو جاتا ہے اور جس صورت میں اس کا قبول کرنا لازم نہ ہو مثلاً موصی نے کسی اور سے وہ وصیت لکھوادی ہو یا اپنے قلم سے خود لکھا ہو کہ اس کا خط نہ پہچانا جاوے اور قلب شہادت نہ دی کہ اس کا لکھا ہوا یا لکھایا ہوا ہے تو اس صورت میں یہ نہ دینا صرف ایک خواب صالح کی مخالفت ہوگی جو معصیت نہیں پھر اس زیان کا ترتب کیا معنی سو تحقیق اس کی یہ ہے کہ ایسے منام یا الہام کی مخالفت خواہ وہ اپنا منام یا الہام ہو یا دوسرے کا بشرطیکہ مدعی کا صدق شہادت قلب سے معلوم ہو گو بوجہ معصیت نہ ہونے کے ضرر آخرت کا موجب تو نہیں لیکن دنیوی ضرر کا سبب ہو جاتا ہے اور یہاں اسی کا حکم کیا ہے گناہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا فلا اشکال اور شعر آئندہ سے ظاہراً ایسی شق عدم لزوم شرعی کی معلوم ہوتی ہے کہ اس میں اس زیان کو روح کے پریشان کرنے پر مرتب کیا ہے نہ کہ ترک واجب پر چنانچہ اس کا مضمون یہ ہے کہ) اگر وہ (وارثین) میری روح کو پریشان کریں گے (فی الحاشیہ پژولانیدن درہم وپریشان کردن اھ) تو (یہ سمجھ لیں کہ گویا) فوراً ہی ان پر صدہا ابواب کلفت کے کشادہ ہو گئے (اور یہ پریشانی روح کی بصورت مخالفت مبنی ہے ثبوت عرض اعمال احیاء علی الاموات پر اس کی روایات شرح الصدور فی تذکرۃ الموتی والقبور میں سیوطیؒ نے نقل کی ہیں اور) خدا تعالیٰ سے میں زبان اور یہ امید رکھتا ہوں کہ حق صاحب حق کو پہنچا دے گا (فی

www.besturdubooks.wordpress.com

الغیاث لیق چرب زبان اور اس صفت میں شاید اشارہ اس طرف ہو کہ گو احتیاط و ہوشیاری سے سب احتمالات پر کلام وافی کر رہا ہوں مگر مجھ کو اپنی اس زبان آوری وا حاطہ احتمالات و شقوق پر وثوق نہیں ہے جیسا بعض سحر بانوں کو ہوتا ہے بلکہ خدا ہی سے امید رکھتا ہوں اور خواب میں) اس نے اس (پامرد) سے دو معاملے اور ظاہر کئے (مگر) میں اس کے ذکر کے ساتھ لب نہ کھولوں گا تا کہ (وہ) دونوں معاملے مخفی اور راز رہیں نیز مثنوی اس قدر دراز نہ ہو جاوے (احقر اس مقام میں سوچ رہا تھا کہ وہ دو مضمون کیا ہوں گے گو سوچنے سے سمجھ میں آنے کی امید نہ تھی مگر دفعۃً قلب پر القا ہوا کہ کوئی ایسے معاملے ہوں گے جن کا تعلق محتسب کے ورثہ سے ہو اور بجز محتسب اور ان اہل معاملہ کے کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو اور اس کو ظاہر کرنا اپنی کسی مصلحت ناموس کے خلاف بھی سمجھتے ہوں تو محتسب نے ان مضمونوں کو اس رویا کے صادق ہونے کی علامت کے لئے بیان کیا ہوتا کہ جب ورثہ سے ظاہر کئے جاویں تو ان کو اس خواب میں تزویر وسازش کا احتمال نہ رہے جیسے رومال وغیرہ نشانی کے لئے دے دیتے ہیں اور ان کا دو ہونا یا تو اس لئے ہے کہ زائد نہ ہوں گے یا چونکہ اس میں عملی اثر شہادت کا ہے اس لئے صرف دو پر اکتفا کیا ہو اور ممکن ہے کہ مولانا کے وقت میں ان ورثہ کے بقایا موجود ہوں اور اظہار ان کے لئے مضر ہو اس لئے مولانا نے باوجود کسی خاص سلسلہ سے معلوم ہونے کے ظاہر کرنا جائز نہ سمجھا ہو اور دوسری مصلحت یہ بھی بیان فرمائی کہ مثنوی طویل نہ ہو جاوے اور گو اس سے زیادہ طول نہ ہوتا مگر موضوع مثنوی میں اس کو دخل نہ تھا تو بلا ضرورت طول قلیل بھی ناز یبا تھا اور لفظ چندیں اسی کی طرف مشیر ہے یعنی اتنی قدر بھی درازی نہ ہو لکونہ خلاف موضوعہ اور احقر کا یہ وارد گو معتد بہ نہیں مگر مجھ کو اس مقام میں ایک گونہ تسلی ہو گئی و فوق کل ذی علم علیم غرض یہ خواب دیکھ کر) وہ نیند سے (غلبہ وجد میں) چٹکیاں بجاتا ہوا اٹھا۔ کبھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا (غزل مستی فرح زیارت محتسب وامید کامیابی مقروض سے اور نوحہ محتسب کی داغ مفارقت کے تازہ ہو جانے سے) مہمان نے کہا کہ تو کن خیالات میں ہے۔ اے پامرد تو (بہت ہی) مست اور خوش اٹھا ہے آخر تو نے خواب میں (اس) گذشتہ شب کو کیا دیکھ لیا اے صاحب علو کہ تو (اس کے جوش میں) شہر اور جنگل میں نہیں سماتا (وہ شب سب گذر چکی ہو یا اس کا اکثر حصہ اس لئے دوش کہنا صحیح ہوا معلوم ہوتا ہے) تیرے فیل نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا ہے جس کے سبب تو دوستوں کے حلقہ سے بھی رم کرنے لگا (فی الحاشیہ ایں مثل مشہور ست کہ چوں پیل بخواب ہندرا می بیند کہ وطن اصلی اوست در شوق آں قیود را می شکند اھ پس یہ تمثیل ہے غلبہ مستی وشوق کی) اس نے کہا میں نے ایک پر مستی خواب دیکھا ہے (در ینجا سودا بمعنی عشق گرفتہ شد کما فی الغیاث) اپنے دل میں میں نے ایک آفتاب دیکھا ہے (آگے آفتاب کی تفسیر ہے۔ یعنی) میں نے اے صاحب علو خواب میں خواجہ کو دیکھا ہے اس جان باختہ برائے کبریا کو (دیکھا ہے) میں نے خواب میں خواجہ بیدار (دل) کو دیکھا ہے اس جان باختہ برائے دیدار (حق) کو (دیکھا ہے) میں نے خواب میں خواجہ آرزو بخش کو دیکھا ہے جو تنہا بمنزلہ ہزار کے تھا حکم خدا سے (غرض) مست اور بے خود ہوا ہوا اسی طرح (اس کے اوصاف کو) شمار کر رہا تھا (کہ میں نے ایسے خواجہ کو دیکھا ایسے خواجہ کو دیکھا) یہاں تک کہ مستی نے اس کی عقل اور ہوش کو مسلوب کر دیا (یعنی اسی جوش وخروش میں بے ہوش ہو گیا اور) گھر کے درمیان میں لمبا لمبا پڑ گیا۔ خلق کا اس کے گرد اگرد انبوہ فراہم ہو گیا (فی الغیاث فراز فراہم آمد اھ بہت دیر کے بعد) آپے میں (یعنی ہوش میں) آیا (اور حق تعالیٰ کی یہ قدرت عجیب وصنعت غریب یاد کر کے کہ خواب میں جس سے کہ اس عالم سے بیہوشی ہو جاتی ہے کیسے مضامین علیہ مذکورہ فی قولہ لیک پانج وادم فرمان نبود الی قولہ ہر چہ مادادیم دیدیم ایں زماں۔ اور کیسے واقعات مخفیہ مذکورہ فی قولہ بشنو اکنوں راز مہمان جدید الی قولہ از خدا امید دارم من لیق جو دلیل ہیں اس عالم غیب کے ساتھ بیداری اور

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوش متوجہ ہونے کی منکشف فرمائے یہ یاد کر کے غلبہ شوق میں حق تعالیٰ سے بطور مناجات) عرض کرنے لگا کہ اے بحر خوشی (یعنی معطی خوشی کعطاء البحر الکثیر اور) اے وہ ذات جس نے بیہوشی میں (مثل خواب واقع قریب) بہت سے ہوش (ودیعت) رکھے ہیں (کالفوائد المرئیة فی الرؤیا اور) آپ نے خواب کے اندر بیداری (مثل انکشاف عجائب عالم غیب) رکھی ہے (اور چونکہ اس حکم میں بوجہ تضاد فیما بین خواب و بیداری و ہوش و بیہوشی کے ایک ضد کا دوسری ضد کے لئے سبب بننا لازم آتا ہے اور یہ ظاہراً مستبعد ہے دفع استبعاد کے لئے اس کے اور چند نظائر بھی بیان فرماتے ہیں کہ اے اللہ آپ کی ایسی قدرت اور بھی بہت جگہ ظاہر ہوئی مثلاً ایک یہ کہ) آپ نے بے دلی (یعنی عاشقی) کے اندر دلداری (یعنی محبوبیت) کو وابستہ کر رکھا ہے (چنانچہ محسبیت حق کو محبوبیت عند الحق لازم ہے اور مثلاً دوسرے یہ کہ) خواجگی (وعزت) کو آپ ذلت فقر میں پنہاں کر دیتے ہیں (اشارہ ہے حدیث ذیل کے جزو ثانی کی طرف روی مسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مانقصت صدقة من مال ومازاد اللہ عبدا لعفو الاعزاً وماتواضع احد للہ الارفعه اللہ کذا فی الحاشیه والمنظر لفظ الحدیث فانی لااذکرہ ھکذا اور) آپ نے طوق دولت کو باندھ رکھا ہے طوق فقر میں (چنانچہ فقر فقد میں دولت باطنی کہ ہفت اقلیم بھی اس کے سامنے گرد ہے مشاہد ہے غرض یہ کہ) ایک ضد دوسری ضد میں خفیہ مندرج ہے (چنانچہ بعض نظائر گزرے تیسری نظیر یہ ہے کہ) گرم پانی کے اندر آتش مندمج (اور داخل) ہے (اور وہ ان ہی اجزاء ناریہ کے اندماج سے گرم ہے چوتھی نظیر یہ کہ) آتش نمرود کے اندر گلزار درج ہے (پانچویں نظیر یہ کہ) آمدنیاں ناشی ہوتی ہیں بذل اور خرچ سے یہاں تک کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سلطان کامیابی نے (اسی بناء پر) ارشاد فرمایا (مانقصت صدقة من مال جو حدیث مذکور عنقریب کا پہلا جزو ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے) کہ اے اہل نعمت سخاوت کرنا (گو ظاہر میں نکالنا ہے مال کا مگر باطنا) نفع حاصل کرنا ہے (یعنی) مال صدقات کے سبب کبھی کم نہیں ہوتا (اور وجہ اس کی یہ ہے کہ) خیرات بہت اچھا رابطہ ہے (حق تعالیٰ کے ساتھ جب اس سے رابطہ درست ہو گیا وہ برکت عطا فرماتے ہیں اور یہی مراد ہے کم نہ ہونے سے پس) زر کی جوشش اور افزونی (معنوی) زکوٰۃ میں ہے (جس طرح سے کہ) فحشاء ومنکر سے محفوظی صلوٰۃ میں ہے (سو) تیری وہ زکوٰۃ تیرے کیسہ کے پاسبان ہے اور تیری وہ صلوٰۃ بھی (نفس وشیطان کے) بھیڑیوں سے (بمنزلہ) شبان ہے (یہاں ظاہراً وضع الضد فی ضدہ کے موقع میں صلوٰۃ کا ذکر بے موقع معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہاں وضع الضد فی ضدہ نہیں ہے بلکہ نہی عن الفحشاء والمنکر تو اس کی وضع کے ظاہراً بھی مناسب ہے سو احقر کے نزدیک مقصود اس کے ایراد سے تشبیہ دینا ہے وضع الضد فی ضدہ کو وضع الشئ فی مناسبہ کے ساتھ مطلب یہ کہ قدرت کے نزدیک وضع الضد فی ضدہ بھی اسی قدر آسان ہے جیسا وضع الشئ فی مناسبہ کو عام بھی سہل و مقدور حق جانتے ہیں پس ایضاح دفع استبعاد کے لئے یہ تشبیہ لائے وقد اشرت الی ہذا القول جس طرح فی تمہید ترجمۃ مصراع عصمت الخ چھٹی نظیر یہ کہ) میوۂ شیریں نہاں ہیں شاخ و برگ میں (حالانکہ شاخ و برگ شیریں نہیں ساتویں نظیر یہ کہ) زندگی جاودانی موت کے تحت میں ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ خیالات آخرت کا سلسلہ موت ہی سے شروع ہوتا ہے یا مراد فناء و بقاء ہے کہ فنا سبب ہے بقاء کا آٹھویں نظیر یہ کہ) سرگین شیوہ (یعنی تصرف حق) سے (اولاً) خاک کی غذا بنا (چنانچہ اس کا خاک ہو جانا معلوم ہے پھر) اس غذا سے زمین میں میوہ پیدا ہوا (اور کجا سرگین گندہ اور کجا میوہ پاکیزہ نویں نظیر یہ کہ) عدم میں پنہاں ہو گئی موجودیت (مراد عدم سے ممکنات کہ اصل ان کی عدم ہے اور موجودیت بمعنی وجود سے حضرت واجب کہ وجود اس کا عین ہے اور پنہانی سے مراد علاقہ ظاہریت و مظہریت اور اسی کو دوسرے مصرعہ میں بعنوان دیگر لاتے ہیں کہ) طینت

www.besturdubooks.wordpress.com

ساجد (یعنی ممکن) میں ایک مسجودیت ہے (مراد مسجود یعنی واجب ہے مبالغۃً مصدر سے تعبیر کیا (دسویں نظیر یہ کہ) آہن و سنگ باہر سے تاریک (و بے نور) ہیں (مگر ان کے) اندر نور اور شمع عالم ہے (چنانچہ باطن چقماق سے آگ کا نکلنا ظاہر ہے گیارہویں نظیر یہ کہ) خوف کے اندر ہزاروں امن درج ہیں (کما قال تعالیٰ ان اللذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کبیر بارہویں نظیر یہ کہ) سیاہی (مردمک) چشم میں کس قدر روشنی ہے (تیرہویں نظیر یہ کہ) گاؤ تن میں ایک شہزادہ ہے (گویا کہ) خزانہ ایک ویرانہ میں رکھا ہوا ہے (گاؤ تن کی ترکیب مثل لجین الماء کے ہے یعنی تن کہ مشابہ گاؤ ہے اور یہ تشبیہ ظاہر ہے کیونکہ روح انسانی سے قطع نظر کر کے تن انسانی اور گاؤ دونوں بوجہ روح حیوانی کے یکساں ہیں اور شہزادہ سے مراد روح کہ وہی خلیفۃ اللہ ہے کیونکہ انسان کی خلافت اسی سے ہے اور روح کا مشابہ گنج اور تن کا مشابہ ویرانہ ہونا ظاہر ہے اور ان نظائر سے اوپر خواب اور بیداری اور ہوش اور بیہوشی کہ کبھی بدوں خواب کے بھی متحقق ہوتی ہے کالسکر والاستغراق دو مادے اس وضع الضد فی الضد کے وہ تھے کل پندرہ ہو گئے جو اس مقام پر مذکور ہیں اور ان قضایا محکوم فیہا بہذا الوضع میں بعض شخصیہ ہیں کقولہ وضع الضد فی الضد اندر آتش نمرود داخ بعض جزئیہ ہیں کقولہ زندگی جاوداں در زیر مرگ کیونکہ مرگ کفار میں اس کا تحقق نہیں لان حیاتھم الاخروی اردامن الموت اور بعض کلیہ ہیں وھی کثیرۃ اور چونکہ یہاں بیان کرنا مقصود ہے قدرت کے عجیب ہونے کا اس لئے مطلق تحقق بھی جو کہ شخصیہ و جزئیہ میں ہوتا ہے اس کے لئے کافی ہے تحقیق دائم و لازم ضروری نہیں تا کہ عدم کلیہ سے نقض کا شبہ ہو آگے ایک حکمت بتلاتے ہیں نظیر اخیر یعنی اندرون گاؤ تن شہزادہ کی یعنی یہ اس لئے بھی کہا) تا کہ ایک بڈھا گدھا اس نفیس چیز سے بھاگے (اور) وہ گاؤ کو دیکھے شاہ کو نہ دیکھے مراد اس گدھے سے ابلیس ہے (چنانچہ اس نے بھی کہا کہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین اور میں نے لفظ بھی اس واسطے کہا کہ حق تعالیٰ کی حکمتیں اس میں منحصر نہیں)

فائدہ:۔ آگے شعر اخیر قولہ تا خرے پیرے الخ کے مضمون کے مناسب ایک حکایت ہے کہ جس طرح آدم علیہ السلام میں دو چیزیں تھیں ایک صورت ایک معنی اسی طرح شاہ چین کے پاس دو چیزیں تھیں ایک دختر کہ وہ صورت ہے جس کی تصویر دیکھ کر تین شہزادے کہ بھائی تھے عاشق ہو گئے تھے اور اس کی طلب میں چین پہنچے تھے دوسری چیز کمالات باطنیہ کہ معنی ہے کیونکہ وہ عارف بھی تھا لقولہ شاہ را مکشوف یک یک حال شان الخ و قولہ گرچہ شہ عارف بد از کل پیش پیش الخ اور کمال کے ساتھ صاحب تکمیل بھی تھا لقولہ شاہزادہ پیش شہ حیران ایں ہفت گردوں دیدہ در یک مشت طین۔ وفی الحاشیہ علیہ ظاہر ایں ست کہ بادشاہ عارف بود جیسا سب سے پہلی حکایت والا بادشاہ مصداق تھا ملک دنیا بودش و ہم ملک دین کا اور جس طرح ابلیس نے صورت کو دیکھا معنی کو نہ دیکھا اسی طرح ان تینوں میں سے بڑا بھائی طلب صورت ہی کی دھن میں رہا اور معنی یعنی کمال کا استفادہ نہ کیا اور اسی میں بدوں حصول مطلوب مر گیا لقولہ او ازاں خورشید چوں مہ میکداخت و لقولہ نارسیدہ عمر او آخر رسید اور منجھلے بھائی نے گو استفادہ معنی کا شروع کیا لیکن اپنے کو صاحب کمال سمجھ کر عجب و استغناء عن المربی میں مبتلا ہو گیا جس نے شاہ کو مکدر کر کے اس کو مسلوب الحال کر دیا اور وہ بھی اسی حال میں مر گیا لقولہ از نوازشہائے آں شاہ وحید در تن خود غیر جان جانے بدید الی الابیات السبعۃ و لقولہ اندرون خویش استغنا بدید گشت طغیانی و استغنا پدید و لقولہ برد او را بعد سالے سوئے گور اور چونکہ عجب و کبر علامت ہے غلبہ احکام صورت کی خواہ وہ اپنی ہی صورت ہو جس میں وہ اور صورت دختر متماثل ہیں اس لئے یہ بھی طالب صورت ہی کے ساتھ ملحق ہو گیا پس یہ دونوں صورت بین ہوئے اور جس طرح ملائکہ نے معنی کو دیکھا تھا اسی طرح چھوٹے بھائی نے کمالات کا استفادہ کیا اور مربی کے آداب و حقوق کو پورا ادا کیا اور گو صورت کی طرف میلان طبعی رہا مگر طلب

www.besturdubooks.wordpress.com

معنی اور تفویض الی رائے المربی میں دو میلان مغلوب رہ کر حدود سے متجاوز نہیں ہوا جو کہ باطن کو مضر نہیں اور اس کی برکت سے معنی کے ساتھ اس کو صورت بھی حاصل ہوگئی لقولہٗ جملا اُدان سوم کامل تریں ہر سہ بود صورت و معنی بلکی درربود وقولہ دختر و ملک وخلافت او گرفت یعنی سلطنت ظاہری وخلافت باطنی ولقول صاحب الاختتام تفصیلا

کب ہا میکرد و رہ طے می نمود — جہدہا میکرد و نورش می فزود

درویش ہر دم ز سلطان چوں قمر — نور نوارد شدے شام و سحر

دم نمیزد لیک از مطلوب خود — داشت دردل شعلہ محبوب خود

وقولہ گر سزاوارم بداں درثمین — خود شہم نبو ازو از لطف گزیں

حب جاہ و شاہی و حرص و ہوا — درسرش راہے ندارد ما سوا

جز خدا و حسب خاصان خدا — دردل او نیست راہے ہیچ را

گفت با اصحاب شہ کیں خوش جواں — می نیز رد جز بآں دخت چو جان

اور چونکہ اس شعر اخیر سے صورت بینی کی مذمت اور معنی بینی کی مدح مفہوم ہوتی تھی اس حکایت لانے سے بھی اسی کی تائید ہوگئی کہ دیکھو صورت بینی سے کیسی مضرت ہوئی کہ صورت سے بھی حرمان رہا اور اکثر ہوا پرستوں کا یہی حال ہوتا ہے اور معنی بینی کی کیسی برکت ہوئی کہ صورت و معنی دونوں نصیب ہوگئے اور اکثر خدا پرستوں کے لئے یہی ہوتا ہے وہذا التقریر للمناسبۃ مما من اللہ تعالیٰ بہ علی خاصۃ وللہ الحمد اور گو بعد ختم حکایت خاتم مثنوی نے اس کو دوسرے مضمون پر بھی منطبق کیا ہے مگر اس سے غرض مذکور کی نفی کا شبہ نہ کیا جاوے ومثل ہذا کثیر فی ہذا الکتاب ونظیرہ قصۃ آدم علیہ السلام فی اول سورۃ الاعراف حیث شرعہا للترغیب فی الطاعۃ بذکر النعم والتحذیر عن المعصیۃ بتذکیر قصۃ ابلیس ثم بعد ختمہا استنبط منہا کون ابلیس عدوا لبنی آدم فی اضلالہم وامرہم بالفحشاء والعری عن اللباس الحسی والمعنوی کما فی تفسیری۔

حکایت آں پادشاہ ووصیت کردن سہ پسر خویش را کہ دریں سفر در ممالک من درفلاں جاچنیں ترتیب نہید وفلاں جاچنیں نواب نصب کنید واما اللہ اللہ فلاں قلعہ مروید وگرد آں مگردید

اس بادشاہ کی حکایت اور اس کا اپنے تین لڑکوں کو وصیت کرنا کہ اس سفر میں میرے ملکوں میں فلاں جگہ اس طرح سے ترتیب قائم کرو اور فلاں جگہ نائب قائم مقام مقرر کرو لیکن خدا کے لئے فلاں قلعہ میں نہ جانا اور اس کے چاروں طرف چکر نہ کاٹنا

بود شاہے شاہ را بد سہ پسر	ہر سہ صاحب فطنت وصاحب نظر
ایک بادشاہ تھا بادشاہ کے تین لڑکے تھے	تینوں صاحب ظانت اور صاحب نظر
ہر یکے از دیگرے استودہ تر	در سخا و دروغا و کر و فر
ہر ایک دوسرے سے زیادہ افضل تھا	سخاوت میں اور جنگ اور کروفر میں
پیش شہ شہزادگاں استادہ جمع	قرۃ العینان شہ ہمچوں سہ شمع
بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہو کر کھڑے ہوتے	تین شمع کی طرح سب بادشاہ کے قرۃ العین تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

از رہ پنہاں ز عینین پسر	می کشید آبے نخیل آں پدر
ایک مخفی راستہ سے پسر کی دونوں آنکھوں سے	پانی چوستا تھا اس باپ کا درخت خرما
تاز فرزند آب ایں چشمہ شتاب	میرود سوی ریاض مام و باب
تاکہ فرزند سے یہ چشمہ جلدی جلدی	جاتا رہتا ہے ماں اور باپ کے باغوں کی طرف
تازہ می باشد ریاض والدین	گشتہ جاری عین شاں زیں ہر دو عین
والدین کے باغ تازہ رہا کرتے ہیں	ان کا چشمہ ان دونوں آنکھوں سے جاری رہتا ہے
چوں شود چشمہ ز بیماری علیل	خشک گردد شاخ و برگ آں نخیل
جب چشمہ مرض کی وجہ سے علیل ہو جاتا ہے	تو اس درخت کے شاخ و برگ خشک ہو جاتے ہیں
خشکی نخلش ہمی گوید پدید	کہ ز فرزنداں شجرنم می کشید
اس کے نخل کا خشک ہو جانا صریحاً کہتا ہے	کہ وہ شجر فرزندوں سے رطوبت کھینچ رہا تھا
اے بسا کاریز پنہاں ہمچنیں	متصل باجان تاں یا غافلیں
اے شخص بہت سے پنہاں چشمے اسی طرح	تمہاری روح کے ساتھ متصل ہیں اے غافلو
اے کشیدہ ز اسمان واز زمیں	مایہا تا گشتہ جسم تو سمیں
اے شخص آسمان اور زمین سے	بہت سی غذائیں کھینچی ہیں یہاں تک کہ تیرا جسم فربہ ہو گیا
تن ز اجزائے جہاں دز دیدۂ	پارہ پارہ زین و آں ببریدۂ
تو نے تن اجزائے عالم سے چرایا ہے	اس سے اور اس سے تو نے پارہ پارہ قطع کیا ہے
از زمین و آفتاب و آسماں	پارہا بر دوختی بر جسم و جاں
زمین اور آفتاب اور آسمان سے	بہت سے پارے تو نے جسم اور جان پر گانٹھے ہیں
تا تو پنداری کہ بردی رائیگاں	بازنستانند از تو این و آں
یہاں تک کہ تو یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ تو مفت لے اڑا ہے	تجھ سے اس کو اور اس کو واپس نہ لیں گے
کالۂ دزدیدہ نبود پائیدار	لیک آرد دزد را تا پائیدار
متاع مسروق پائیدار نہیں ہوتی	لیکن سارق کو زیر دار لے آتی ہے
عاریہ ستایں کم ہمی باید فشارد	کانچہ بگرفتی ہمی باید گزارد
یہ عاریت ہے ذرا قدم کم جمانا چاہئے	کیونکہ تو نے جو کچھ لیا ہے یہ ادا کرنا بھی ضروری ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جز تحت کاں ز وہاب آمدست	روح را باش آں دگر ہا بیہدست
بجز تحت کے کہ وہ حضرت وہاب کی طرف سے آئی ہے	تو روح کی فکر میں رہ وہ دوسری چیزیں سب بیہودہ ہیں
بیہدہ نسبت بجاں میگویمش	نے بہ نسبت با صنیع محکمش
میں اس کو بیہودہ بہ نسبت روح کے کہتا ہوں	نہ کہ حق تعالیٰ کے صنع محکم کے اعتبار سے

ایک بادشاہ تھا (اور اس) بادشاہ کے تین لڑکے تھے تینوں صاحب فطانت اور صاحب نظر ہر ایک دوسرے سے زیادہ افضل تھا سخاوت میں اور جنگ اور کروفر میں (یعنی ہر ایک میں دوسرے سے افضلیت کا شبہ ہوتا تھا یعنی سب ان صفات میں کامل تھے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ معاملہ عشق دختر و خدمت شاہ چین میں آگے دو کا خادم اور ایک کا پختہ نکلنا مذکور ہوگا جس کا حکایت کے قبل تمہید میں بھی ذکر ہوا ہے اور یہ اس کے معارض ہے جواب یہ ہے کہ یہاں اور صفات کا ذکر ہے اور وہاں دوسری صفات کا پس ایک میں متماثل تھے دوسرے میں متفاوت و متفاضل اور) بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہو کر کھڑے ہوتے (اور) تین شمع کی طرح سب بادشاہ کے قرۃ العین تھے (جس طرح شمع سے آنکھوں کو روشنی اور خنکی پہنچتی ہے اسی طرح ان سے آنکھیں خنک اور روشن ہوتیں اور قرۃ العینان میں الف نون جمع کے لئے ہے جیسا فارسی میں آتا ہے اور عین کی جمع نہیں ہے بلکہ قرۃ العین مرکب کی جمع ہے اور) ایک مخفی راستہ سے (ہر) پسر کی دونوں آنکھوں سے پانی چوستا تھا اس باپ کا درخت خرما (دونوں آنکھوں سے مراد ذات ہے فرزند کی اور نکتہ اس تعبیر میں یہ ہے کہ فرزند کی طرف نگاہ کرنے میں تو والدین کو راحت ہوتی ہی ہے لیکن فرزند یا ہر محبوب جو والدین یا محب کی طرف نظر محبت سے دیکھتا ہے اور والدین یا محب اس نگاہ کو دیکھتے ہیں جو علامت ہے اس کے محب ہونے کی بھی اس سے جو راحت ہوتی ہے وہ بے نظیر ہے اور جو قوت قلب بادشاہ کو فرزندوں کی طرف نظر کرنے سے پہنچتی تھی اس کو پانی سے اور بادشاہ کو درخت سے تشبیہ دی اور وجہ تشبیہ قوت حاصل کرنے کا اشتراک ظاہر ہے آگے میکشید کی غایت ہے بطور لام عاقبت کے یعنی) تاکہ فرزند (کی طرف) سے یہ چشمہ (قوت و راحت قلب کا) جلدی جلدی جاتا رہتا ہے ماں اور باپ کے باغوں کی طرف (یعنی کشیدن کی عاقبت یہ رفتن ہے اور اس کشیدن و رفتن میں تقدم و تاخر ذاتی ہے اور زمانا مقارنت ہے اور چونکہ اس قوت پہنچنے کا موقوف علیہ نظر الوالدین الی الولد ہے اس لئے کشیدن کو علت اور رفتن کو معلول قرار دیا آگے اس پر تفریع ہے کہ) والدین کے باغ تازہ رہا کرتے ہیں (اور) ان (والدین) کا چشمہ (یعنی جس چشمہ سے وہ سیراب ہوتے ہیں فرزند کی) ان دونوں آنکھوں (یعنی اس کی ذات) سے جاری رہتا ہے (چنانچہ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ) جب چشمہ (یعنی فرزند' رض کی وجہ سے علیل ہو جاتا ہے تو اس درخت (یعنی والدین) کے شاخ و برگ خشک ہو جاتے ہیں (چنانچہ فرزند کی علالت سے والدین کی پژمردگی ظاہر ہے جس طرح چشمہ کی کمی سے درخت کی تازگی کم ہو جاتی ہے پس) اس کے نخل کا خشک ہو جانا صریحاً کہتا ہے کہ وہ شجر فرزندوں سے رطوبت کھینچ رہا تھا (آگے اس اخذ اوسے دوسرے اخذ اعام کی طرف جو تمام متعلقوں کو شامل ہے انتقال فرماتے ہیں کہ) اے شخص بہت سے پنہاں چشمے اسی طرح (جیسا کہ والدین کی اخذ او میں مذکور ہوا) تمہاری روح (حیوانی) کے ساتھ متصل ہیں اے عاقلو

www.besturdubooks.wordpress.com

(جس سے تمہاری روح حیوانی کو قوۃ اور قوت پہنچتی ہے اور حیوانی کی تخصیص کا قرینہ آگے شعر جز تحت میں آوے گا آگے ان پنہانی چشموں کا بیاں ہے کہ) اے شخص (تیرے جسم نے) آسمان اور زمین سے بہت سی غذائیں کھینچی ہیں یہاں تک کہ تیرا جسم فربہ ہو گیا (غذا کا ملنا اور اس میں زمین و آسمان کو بواسطہ یا بلا واسطہ دخل ہونا ظاہر ہے) تو نے (یہ) تن اجزائے عالم سے چرایا ہے (یعنی حاصل کیا ہے اور) اس (جزو عالم) سے اور اس (جزو عالم) سے تو نے پارہ پارہ قطع کیا ہے (اور وہاں سے قطع کر کے اپنے پاس جمع کیا ہے چنانچہ) زمین اور آفتاب اور آسمان سے بہت سے پارے تو نے (اپنے) جسم اور جان (یعنی روح حیوانی) پر گانٹھے ہیں (چنانچہ بدن اور روح طبی یہ سب ان ہی اغذیہ سے حاصل ہوتی ہیں اور دزدیدن سے تعبیر کرنا باعتبار اس اخذ کے خفیہ اور جلد واپس ہو جانے کے ہے اور اسی لئے آگے اس سے غافل ہونے کی غلطی بیان کرتے ہیں کہ تو ان چیزوں سے ہمیشہ غذا حاصل کرتا رہتا ہے) یہاں تک کہ تو یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ تو (اس جسم و جان کو) مفت لے اڑا ہے (یعنی مفت کا مال ہاتھ آ گیا ہے کوئی اس کا مالک نہیں ہے جو اس کو واپس لے اس لئے تو یہ سمجھتا ہے کہ) تجھ سے اس (جزو مسروق) کو اور اس (جزو مسروق) کو واپس نہ لیں گے (یہ تنبیہ ہے اس پر کہ اس کے زوال و ذہاب سے غافل ہو جانا جیسا اکثر غافلین کی شان ہے وتتخلون مصانع لعلکم تخلدون یہ بڑی غلطی ہے اور ایسی مثال ہے جیسے کوئی کسی کا مال چرا کر بے فکر ہو جاوے حالانکہ) متاع مسروق پائیدار نہیں ہوتی (مالک قادر جب توجہ کرلے تب ہی لے لے) لیکن سارق کو (البتہ) زیر دار لے آتی ہے (اسناد ہے سبب کی طرف اسی طرح وہ متاع تجھ سے مسترد ہو گی اور تو دار ہلاک کے نیچے آوے گا اور یہ ہلاک بمعنی موت تو عام ہے مجرم وغیر مجرم کو اور تشبیہ صرف اخذ خفیہ واسترداد بالموت میں ہو گی اور ہلاک بمعنی العقوبت مقید ہو گا جرم کے ساتھ چونکہ مخاطب اہل غفلت ہیں اس لئے اس ہلاک کا عدم عموم صحت کلام میں قادح نہیں غرض) یہ (متاع) عاریت ہے ذرا قدم کم جمانا چاہئے کیونکہ تو نے جو کچھ لیا ہے یہ ادا کرنا بھی ضروری ہے (کیونکہ مسروق مثل عاریت کے ہر وقت شرف سقوط و زوال پر ہے کیونکہ تمہاری ملک نہیں کی گئی اور یہ حکم اجسام و ارواح حیوانیہ سب کو شامل ہے) بجز نفحت (فیہ من روحی کے مصداق) کے (کہ وہ روح انسانی عارف و عاشق ہے) کہ وہ حضرت وہاب (بکثرت ہبہ کنندہ) کی طرف سے آئی ہے (اور مثل موہوب کے جو کہ ملک کر دی جاتی ہے گو یہاں اب بھی واہب ہی مالک ہے مگر بقاء و عدم استرداد میں موہوب سے تشبیہ دی گئی یہ بھی زائل و فانی نہیں کی جاتی چنانچہ روح مذکور کی ابدیت وحیات دائمہ معلوم ہے وان عرض علیه الفناء لادنی لحظة وقت النفخ فهی غیر معتدبها اور یہی قرینہ ہے اس کا کہ اوپر لفظ جان سے مراد روح حیوانی تھی آگے غرض اس مضمون کے بیان کی بتلاتے ہیں کہ ہمارا مقصود اجسام و روح حیوانی کے بیان فناء اور روح انسانی کے ذکر بقاء سے یہ ہے کہ) تو روح کی فکر (اصلاح) میں رہ وہ دوسری چیزیں (مذکور سابقہ اجسام و روح حیوانی) سب بیہودہ ہیں (یعنی قابل اہتمام والتفات نہیں چنانچہ آگے یہی تفسیر کرتے ہیں کہ) میں اس کو بیہودہ بہ نسبت روح (انسانی) کے کہتا ہوں (کہ اس کے درجہ میں قابل اہتمام والتفات نہیں) نہ کہ حق تعالیٰ کے صنع محکم (و با حکمت) کے اعتبار سے (کہ اس اعتبار سے کوئی چیز بھی بیہودہ نہیں قال تعالیٰ ربنا ما خلقت هذا باطلا وبالمعنی الاول فی الحدیث الا کل شیء ما خلا الله باطل فثبت للباطل المعنیان بالکتاب والسنة احدهما مثبت والآخر منفی).

www.besturdubooks.wordpress.com

بیان استمداد عارف از سرچشمۂ حیات ابدی و مستغنی شدن او از استمداد و انجذاب از چشمہای آبہای بیوفا کہ علامۃ ذٰلک التجافی عن دار الغرور کہ آدمی چوں بر مددہای چشمہا اعتماد کند در طلب چشمۂ باقی سست شود چنانکہ حکیم الٰہی می فرماید۔ رباعی

عارف کا ابدی زندگی کے سرچشمہ سے مدد حاصل کرنے کا بیان اور اس کا بے وفا پانیوں کے چشمہ سے جذب کرنے اور مدد حاصل کرنے سے بے نیاز ہونا کہ اس کی علامت دھوکے کے گھر سے جدائی ہے۔ کیونکہ انسان جب چشموں کی مدد پر بھروسہ کرتا ہے باقی رہنے والے چشمہ کی طلب سست ہو جاتی ہے چنانچہ حکیم الٰہی فرماتے ہیں رباعی

کاریز درون جان تو می باید — کز عاریہا ترا درے نکشاید
یک چشمۂ آب از درون خانہ — بہ زاں جوی کہ از بروں می آید

حبذا کاریز اصل چیزہا	فارغت آرد ازیں کاریزہا
بہت خوب ہے چشمہ جو کہ اصل ہے اشیاء کی	تجھ کو ان کاریزوں سے فارغ کر دے گی
چشمۂ آبی درون خانہ	بہ ز رودے کاں نہ در کاشانہ
گھر کے اندر ایک چشمہ پانی کا بہتر ہے	اس نہر سے جو گھر کے اندر نہ ہو
تو ز صد ینبوع شربت می کشی	ہر چہ زاں صد کم شود کاہد خوشی
تو صدہا چشمہ سے شربت کھینچ رہا ہے	جو چیز بھی ان سو میں سے کم ہو جاوے تو خوشی گھٹ جاتی ہے
چوں بجوشد از دروں چشمہ سنی	ز استراق چشمہا گردی غنی
جب اندر سے ایک چشمہ روشن جوش کرنے لگے	تو چشموں سے خفیہ حاصل کرنے سے تو غنی ہو جاوے
قرۃ العینت چو ز آب و گل بود	راتبہ ایں قرہ درد دل بود
تیرا قرۃ العین اگر آب و گل سے ہو	تو تنخواہ اس قرۃ کا درد دل ہو گا
قلعہ را چوں آب آید از بروں	در زمان امن باشد بر فزوں
قلعہ کا پانی جب باہر سے آتا ہو	تو زمانہ امن میں تو وہ ترقی پہ ہو گا
چونکہ دشمن گرد آں حلقہ کند	تا کہ اندر خون شاں غرقہ کند
جب دشمن اس قلعہ کے گرد محاصرہ کر لے	تاکہ خون میں ان کو غرق کرے
آب بیروں را ببرند آں سپاہ	تا نباشد قلعہ را زانہا پناہ
وہ سپاہ بیرونی پانی کو قطع کر دیں	تاکہ قلعہ کو ان سپاہ سے پناہ نہ ہو سکے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں زماں یک چاہ شورابے از دروں	بہ ز صد جیحون شیریں از بروں
اس وقت ایک شور کنواں اندر	بہتر ہے سو جیحوں شیریں سے جو باہر سے ہوں
قاطع الاسباب لشکرہائے مرگ	ہمچو دے آید بقطع شاخ و برگ
سپاہ مرگ قاطع الاسباب	خزاں کی طرح شاخ و برگ کے قطع کرنے کے لئے آتی ہے
در جہاں نبود مدد شاں از بہار	جز مگر در جاں بہار روی یار
تو ان کو بہار سے کوئی مدد نہیں پہنچتی	بجز اس کے اگر روح میں روئے یار کی بہار ہو
زاں لقب شد خاک را دار الغرور	کو کشد پارا سپس یوم العبور
اسی سبب سے عالم خاک کا لقب دار الغرور ہوا ہے	کیونکہ وہ قدم پیچھے ہٹا لیتا ہے مرور کے دن
پیش ازاں بر راست و بر چپ می دوید	کہ بچکیم درد تو چیزی نچید
اس سے پہلے دائیں بائیں دوڑتا پھرتا تھا	کہ تیری تکلیف میں اپنے اوپر لے لوں کا کچھ لیا تو نا؟
او بگفتے مر ترا وقت غماں	دور از تو رنج و دہ کہ درمیاں
وہ تجھ کو غموں کے وقت کہا کرتا تھا	کہ رنج تجھ سے دور ہے اور دس پہاڑ درمیان میں ہیں
چوں سپاہ رنج آمد بست دم	خود نمی گوید ترا من دیدہ ام
جب سپاہ رنج آ گئی اس نے دم بند کر دیا	تو وہ خود یہ بھی نہیں کہتا کہ میں نے تجھ کو دیکھا ہے
حق پے شیطاں بدنیساں زد مثل	کو ترا در رزم آرد با حیل
حق تعالیٰ نے شیطان کی ایک حالت اس طرح سے بیان کی	کہ وہ تجھ کو جنگ میں لے آتا ہے حیلوں سے
کہ ترا گوید کہ پشتم من ترا	در بلا و در جفا و در عنا
کہ تجھ سے کہتا ہے کہ میں تیرا مددگار ہوں	بلا میں اور جفا میں اور مشقت میں
کہ ترا یاری دہم من با توام	در خطرہا پیش تو من می دوم
کہ میں تجھ کو مدد دوں گا میں تیرے ساتھ ہوں	خطرات میں تیرے سامنے دوڑوں گا
اسپرت باشم گہ تیر خدنگ	مخلص تو باشم اندر وقت تنگ
میں تیرا سپر ہوں گا تیر خدنگ کے وقت	میں تیرا مخلص ہوں گا وقت تنگ میں
جاں فدای تو کنم در انتعاش	رستمی شیری ہلا مردانہ باش
تجھ پر جان فدا کردوں گا نشاط میں	تو رستم ہے تو شیر ہے خبردار مردانہ رہنا

www.besturdubooks.wordpress.com

سوی کفرش آورد زیں عشوہا	آں جوال خدعہ و مکرو دغا
ان ہی فریبوں سے اس کو کفر کی طرف لے آتا ہے	وہ تھیلہ خداع اور مکر و دغا کا
چوں قدم بنہاد در خندق فتاد	او بقاہا قاہ خندہ لب کشاد
جب اس نے قدم رکھ دیا اور خندق میں گر گیا	تو اس نے قہقہہ خندہ کے ساتھ لب کھول دیے
ہیں بیا من طمعہا دارم ز تو	گویدش رو رو کہ بیزارم ز تو
ہاں آ میں تجھ سے امیدیں رکھتا ہوں	وہ اس کو جواب دیتا ہے جا جا میں تجھ سے بیزار ہوں
تو نترسیدی ز عدل کردگار	من ہمی ترسم تو دست زمن بدار
تو تو نہ ڈرا عدل کردگار سے	میں تو ڈرتا ہوں تو مجھ سے ہاتھ اٹھا لے
گفت حق او خود جدا شد از بہی	تو بدیں تزویرہا ہم کے رہی
حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ وہ خود صلاح سے جدا ہو چکا تھا	تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے
گفت حق او خود ز نیکی شد جدا	کے رہی ہم تو بدیں تزویرہا
حق تعالیٰ فرماویں گے کہ وہ خود نیکی سے جدا ہو چکا تھا	تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے
فاعل و مفعول در روز شمار	روسیاہ اندو حریف و سنگسار
فاعل اور مفعول روز شمار میں	روسیاہ ہیں اور ایک دوسرے کے شریک اور مرجوم
رہزدہ و رہزن یقیں در حکم و داد	در چہ بعد اندو در بئس المہاد
راہزدہ اور راہزن بالیقین حکم و عدل میں	چاہ لعنت میں ہیں اور بستر زشت میں
غول را و گول را کو را فریفت	از خلاص و فوزی باید شکیفت
شیطان کو بھی اور اس احمق کو بھی جس کو اس نے فریب دیا	خلاص اور کامیابی سے صبر کر لینا چاہیے
ہم خر و خرگیر اینجا در گلند	غافل اند اینجا و آنجا آفلند
یہاں گدھا اور گدھے کا پکڑنے والا دونوں دلدل میں ہیں	یہاں غافل ہیں اور وہاں غائب ہیں
جز کسانے را کہ وا گردند ازاں	در بہار فضل آیند از خزاں
بجز ان لوگوں کے جو اس سے رجوع کر لیں	بہار فضل میں آجاویں خزاں سے
توبہ آرند و خدا توبہ پذیر	امر او گیرند و او نعم الامیر
توبہ کر لیں اور خدا تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے	وہ لوگ اس کے حکم کو قبول کر لیں اور وہ بہت اچھا صاحب حکم ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چون برآرند از پشیمانی حنین	عرش لرزد از انین المذنبین
جب ندامت کے سبب آواز نالہ نکالتے ہیں	تو عرش کانپنے لگتا ہے گنہگاروں کی آواز گریہ سے
آنچناں لرزد کہ مادر بر ولد	دست شاں گیرد ببالامی کشد
ایسا کانپتا ہے جیسے ماں بچہ پر	اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اوپر کھینچ لیتا ہے
کاے خداتاں واخریدہ از غرور	تک ریاض فضل وتک رب غفور
کہ اے لوگو تم کو خدا تعالیٰ نے دھوکہ سے چھڑا دیا	اب فضل کے باغ ہیں اور اب رب غفور ہے
بعد ازیں تابرگ ورزق جاوداں	از ہوای حق بود نز ناوداں
اس کے بعد تم کو سامان اور رزق جاوداں	سحاب حق سے نصیب ہوگا نہ کہ پرنالہ سے
چونکہ دریا بروسائط رشک کرد	تشنہ چوں ماہی بترک مشک کرد
جب دریا نے وسائط پر غیرت کی	تو تشنہ نے ماہی کی طرح مشک کو ترک کر دیا
قصۂ شہزادگاں آور بہ پیش	کایں حدیث از حد امکانست بیش
شہزادوں کا قصہ پیش کرو	کیونکہ یہ مضمون حد امکان سے زیادہ ہے

(اوپر حظوظ جسم کے فانی اور حظوظ روح کے باقی ہونے کا مضمون تھا آگے بھی اول پر دوسری کی ترجیح اور تفضیل اور اس کی ترغیب تحصیل کی تفصیل ہے اور اس کی توضیح کے لئے آغاز میں ایک تمثیل ہے پس فرماتے ہیں کہ) بہت خوب ہے چشمہ (باطن وروح) جو کہ اصل ہے (معتد بہ) اشیاء کی (یعنی واردات من العلوم والحالات کی اور روح کا ان واردات کے لئے اصل ہونا ظاہر ہے یا اشیاء سے مراد اسباب لذات جسمیہ اور اصل بمعنی ارجح یعنی ان مستلذات سے وہ کاریز ارجح ہے باعتبار اپنے متعلق یعنی کمالات باطنیہ مذکورہ کے اور مضمون مصرعہ ثانیہ ظاہراً اسی کا موید ہے یعنی) وہ کاریز (باطنی) تجھ کو ان (ظاہری) کاریزوں سے (یعنی قوی مدرکہ وعاملہ جسمانیہ سے کہ منبع ہے لذات وحظوظ کا) فارغ کر دے گی (یہ مصرعہ ظاہراً قرینہ ہے کہ کاریزہا اور چیزہا کا ایک مصداق ہے یعنی اصل کاریزہا اور فارغ کرنے کا راز ظاہر ہے کہ حظوظ روحانی صاف اور باقی ہیں اور حظوظ جسمانی مکدر اور منقطع ہیں چونکہ اس شعر میں دونوں حظوظ کو کاریز سے تشبیہ دی ہے آگے اسی عنوان سے تقریر ہے (ارجحیۃ کی یعنی) گھر کے اندر ایک چشمہ پانی کا بہتر ہے اس نہر سے جو گھر کے اندر نہ ہو (اور نہر عادۃً چشمہ سے زائد ہوتی ہے یعنی حظ قلیل باطنی افضل ہے حظ کثیر ظاہری سے اس کے بہتر ہونے کی وجہ آگے شعر قلعہ را چوں آب آید الخ میں آوے گی جس کا حاصل باہر کے پانی کا انقطاع اور اندر کے پانی کا عدم انقطاع ہے) تو (اب تو) صدہا چشمہ سے (جو کہ خارجی ہیں) شربت کھینچ رہا ہے (یعنی اسباب حظوظ خارج سے ہیں اس لئے) جو چیز بھی ان سو میں سے کم ہو جاوے تو خوشی گھٹ جاتی ہے (یعنی سامان حظ باہر کی چیزیں ہیں کہ کبھی رہیں کبھی نہ رہیں مثلاً اموال واولاد وحشم وخدم کہ اگر کسی وقت ایک چیز سے یا سب سے جدائی ہو جاوے بس غم ہے پریشانی ہے اور) جب اندر سے ایک چشمہ روشن جوش کرنے لگے تو (ان مذکورہ چشموں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

خفیہ (آب لذت) حاصل کرنے سے تو غنی ہو جاوے (اور اندروں کا مقابلہ میں آنا قرینہ ہے کہ شعر بالا میں صد ینبوع سے مراد خارجی ہیں آگے ہر چند ازاں صد کم شود کا بدخوشی کی ایک مثال ہے کہ مثلاً) تیرا قرۃ العین (یعنی مایہ سرور) اگر آب وگل سے ہو تو ثمرہ اس قرۃ کا درد دل ہوگا (کیونکہ فراق سے مرض ہے موت ہے اور اس کا نتیجہ کلفت بخلاف حظوظ باطن کے کہ اس کے اسباب کا حاصل قرب حق ہے جو دولت سرمدی ہے آگے تعلیل ہے مضمون چشمہ آب درون خانہ الخ کی یعنی دیکھو) قلعہ کا پانی جب باہر سے آتا ہو تو زمانہ امن میں تو وہ ترقی پر ہوگا (کیونکہ کارکن قلعہ سے باہر جا کر قلعہ کی طرف چھوڑ دیں گے لیکن) جب دشمن اس قلعہ کے گرد محاصرہ کرلے تاکہ خون میں ان (قلعہ والوں) کو غرق کرے (یعنی ہلاک کرے اور) وہ سپاہ (دشمن کی اُس) بیرونی پانی کو قطع کر دیں (اندر نہ جانے دیں) تاکہ قلعہ (والوں) کو اُن سپاہ (دشمن) سے پناہ نہ ہو سکے (کیونکہ پناہ حاصل ہونا موقوف ہے سامان رسد خورد نوش پر یہ سب شرط تھی اور جزا یہ ہے کہ) اس وقت ایک شور کنواں اندر بہتر ہے سو چشموں شریں سے جو باہر سے ہوں (اسی طرح مثل سپاہ قاطع آب کے جب) سپاہ مرگ قاطع الاسباب خزاں کی طرح شاخ و برگ (یعنی اسباب حظوظ خارجیہ) کے قطع کرنے کے لئے آتی ہے تو ان (مرنے والوں) کو بہار (منقضی) سے (جو اس شاخ و برگ کا سبب تھا) کوئی مدد نہیں پہنچتی (یعنی بہار عمر و حظ دنیا تو منقضی ہوگئی وہ ان کو مسرور نہیں کر سکتی) بجز اس کے کہ اگر روح میں روئے یار کی بہار ہو (وہ بہار اس خزاں کو موجب غم نہیں ہونے دیتی کما قیل

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

آگے تفریع ہے مضمون در جہاں نبود مدد شان از بہار پر یعنی چونکہ جس بہار سے توقع مدد کی یعنی جس لذت سے توقع فرحت بخشی کی تھی وہ امید وقت پر غلط نکلی) اسی سبب سے عالم خاک (یعنی دنیا) کا لقب دار الغرور ہوا ہے (کما ہو منصوص فی حدیث الحیوان وایضا فہم من قولہ تعالیٰ وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور) کیونکہ وہ (دار یعنی دیار و اہل دار یعنی دنیوی یار غار) قدم پیچھے ہٹا لیتا ہے مرور (من الدنیا) کے دن (اور) اس (یوم المرور) سے پہلے (یہ حال تھا کہ) دائیں بائیں دوڑتا پھرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ تیری تکلیف میں اپنے اوپر لے لوں گا (مگر) کچھ لی تو نا (اور) وہ (یار دنیوی) تجھ کو غم کے وقت کہا کرتا تھا کہ (غم نہ کر) رنج تجھ سے (بہت) دور ہے اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) دس پہاڑ (تیرے اور اس رنج کے) درمیان میں ہیں (یعنی میں معاون موجود ہوں کسی رنج کو تجھ تک نہ آنے دوں گا اس طرح حائل ہو جاؤں گا جیسے گویا درمیان میں دس پہاڑ کھڑے ہوں مطلب یہ کہ میری قوی اعانت تیرے ساتھ ہے مگر) جب سپاہ رنج آگئی (اور) اس نے (آکر) دم بند کر دیا تو (اب) وہ خود یہ بھی نہیں کہتا کہ میں نے (کبھی) تجھ کو دیکھا (بھی) ہے (اس طرح سے الگ ہو گیا اور غرور اور دھوکہ کی حقیقت یہی ہے کہ پہلے تو امید دلا دے اور عین وقت پر آنکھیں چرا دے پس کشد یارا اور پیش ازاں دونوں مضمونوں کا مجموعہ علت ہوئی حملہ زاں لقب شد کی آگے اس غرور کی ایک مثال دیتے ہیں جو کہ قرآن مجید سے ماخوذ ہے یعنی) حق تعالیٰ نے شیطان کی ایک حالت اس طرح سے بیان کی کہ وہ تجھ کو جنگ میں لے آتا ہے حیلوں سے (وہ حیلہ یہ ہے) کہ تجھ سے کہتا ہے کہ میں تیرا مددگار رہوں بلا میں اور جفا میں اور مشقت میں (اور کہتا ہے) کہ میں تجھ کو مدد دوں گا میں تیرے ساتھ ہوں (اور) خطرات میں تیرے سامنے دوڑوں گا (اور) میں تیرا اسپر ہوں گا تیر اندنگ کے وقت (در نخے ست محکم کہ ازاں تیر میباز نداور) میں تیرا مخلص ہوں گا وقت تنگ میں (اور) تجھ پر جان فدا کر دوں گا نشاط (وشوق کی حالت) میں (یعنی شوق سے تجھ پر فدا ہو جاؤں گا نہ کہ کراہت سے فی الغیاث فارسیان بمعنی عیش ونشاط استعمال کنند اہ اور بڑھاوے دینے کے لئے کہتا ہے کہ) تو رستم ہے تو شیر ہے خبردار مردانہ رہنا

www.besturdubooks.wordpress.com

(غرض) ان ہی فریبوں سے اس کو کفر کی طرف لے آتا ہے (مراد یہ کہ قتال کی طرف کیونکہ دین کے سبب مسلمانوں سے قتال کرنا کفر ہے آگے فاعل ہے آورد کا یعنی) وہ تھیلہ خداع اور مکرودغا کا (یعنی شیطان کہ جامع ہے ان ذمائم کا اور) جب (اس کے بہکانے سے) اس (بہکائے میں آجانے والے) نے (آگے) قدم رکھ دیا اور خندق میں گر گیا (یعنی مصیبت میں پھنس گیا) تو اس (شیطان) نے قہقہہ خندہ کے ساتھ لب کھول دیئے (اس وقت وہ شخص شیطان سے کہتا ہے کہ) ہاں (حسب وعدہ مدد کے لئے) آ میں تجھ سے امیدیں رکھتا ہوں وہ اس کو جواب دیتا ہے جا جا میں تجھ سے بیزار ہوں (اور یہ بھی کہتا ہے کہ) تو تو نہ ذرا عدل کردگار سے (کہ اہل حق کے مقابلہ میں آ گیا مگر) میں تو (خدا سے) ڈرتا ہوں تو مجھ سے ہاتھ اٹھالے (اور اس کا مثال غرور ہونا ظاہر ہے کہ اول تو توقع دلائی پھر خلاف کیا اور دھوکہ یہی ہے اب یہاں احتمال تھا کہ گو یہاں دھوکہ میں آنے سے یہ خسارہ ہوا لیکن شاید قیامت میں اس شخص کا یہ عذر پذیر ہو جاوے کہ مجھ کو شیطان نے بہکا دیا تھا تو اس صورت میں دارالغرور کا ضرور محمدنہ ہوگا تو اس سے عذر بھی چنداں مہتم بالشان نہ ہوگا جیسا مولانا کے کلام سے جو قبل شعرزاں لقب شد الخ سے ہے زیادہ اہتمام معلوم ہوتا ہے آگے اس احتمال کو دفع کرتے ہیں کہ ایسا عذر بعض مجرمین کریں گے بھی مگر ان کے جواب میں) حق تعالیٰ فرماویں گے کہ وہ (شیطان) خود صلاح سے جدا ہو چکا تھا (اور یہ بات سب کو اور تجھ کو بھی بتلا دی گئی تھی پھر تو نے اس کا اتباع کیوں کیا پس اس حالت میں) تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے (یعنی اس لئے کہا کہ جس طرح شیطان بھی نہ چھوٹے گا آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) حق تعالیٰ فرماویں گے کہ وہ خود نیکی سے جدا ہو چکا تھا تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے (جس طرح وہ نہ چھوٹے گا چنانچہ آگے تصریح ہے دونوں کے معذب ہونے کی یعنی) فاعل (مراد شیطان کہ فاعل ہے اضلال کا) اور مفعول (مراد یہ فریب خوردہ کہ مفعول بہ ہے فعل اضلال کا دونوں کے دونوں) روز شمار میں روسیاہ ہیں اور ایک دوسرے کے شریک (فی العذاب) اور مرجوم (و مطرود آگے تفسیر ہے فاعل و مفعول کی یعنی) راہ زدہ اور راہ زن بالیقین حکم و عدل میں چاہ لعنت میں ہیں اور بستر زشت (یعنی جہنم) میں (آگے اس تفسیر کے مفہوم کا مصداق ہے یعنی) شیطان کو بھی اور اس احمق کو بھی جس کو اس نے فریب دیا خلاص اور کامیابی سے صبر کر لینا چاہئے (کذا فی الغیاث بالکاف العربی یعنی ناامید ہو جانا چاہئے آگے اس مضل بکسر الضاد اور مضل بفتح الضاد کی ایک مثال ہے کہ) یہاں گدھا اور گدھے کا پکڑنے والا دونوں دلدل میں (پھنسے) ہیں (اول مثال ہے ضال کی اور دوسری مضل کی اور جب اوپر کے کلام سے دونوں جگہ کا خسارہ ان دونوں کا ثابت ہو گیا تو بطور خلاصہ مجموع کے کہتے ہیں کہ) یہاں غافل ہیں (کہ حق کی طرف توجہ نہ کی) اور وہاں (جنت سے) غائب ہیں۔ فهو كقوله تعالىٰ و من كان في هذه اعمىٰ فهو في الآخرة اعمىٰ واضل سبيلا اور شعر حق پے شیطان الخ سے یہاں تک کا مضمون تین آیتوں سے ماخوذ ہے جو بترتیب منقول ہیں الاول قوله تعالىٰ واذ زين لهم الشيطان اعمالهم وقال لا غالب لكم اليوم من الناس واني جار لكم فلما تراء ت الفئتان نكص علىٰ عقبيه وقال اني بری منكم اني اری ما لا ترون اني اخاف الله الايه والثاني قوله تعالىٰ الم اعهد اليكم يا بني آدم ان لا تعبدوا الشيطان انه لكم عدو مبين وان اعبدوني هذا صراط مستقيم ولقد اضل منكم جبلا كثيرا افلم تكونوا تعقلون والثالث قوله تعالىٰ فكان عاقبتهما انهما في النار خالدين فيها الايه اور چونکہ اس مضمون عدم قبول عذر فی الآخرة سے شبہ ہوتا تھا عدم قبول توبہ فی الدنیا کا بھی اس لئے آگے تائبین کا ان فریب خوردوں سے استثناء کرتے ہیں یعنی ضالین کو سب کو خلاص و فوز سے مایوس ہو جانا چاہئے) بجز ان لوگوں کے جو اس (ضلال) سے رجوع کر لیں (یعنی دنیا میں تائب ہو جاویں کما سیاتی اور) بہار فضل میں

www.besturdubooks.wordpress.com

آجاویں خزاں سے (نکل کر یعنی) توبہ کر لیں اور خدا تعالیٰ توبہ کرنے والا ہے (قال تعالیٰ وھو الذی یقبل التوبة عن عبادہ اور) وہ لوگ اس کے حکم کو قبول کر لیں (یعنی توبہ کر کے اعمال صالحہ بھی اختیار کرے کما قال تعالیٰ الامن تاب وامن و عمل عملا صالحا) اور وہ بہت اچھا صاحب حکم ہے (پس یہ لوگ) جب ندامت (و توبہ) کے سبب آواز نالہ نکالتے ہیں تو عرش کانپنے لگتا ہے گنہگاروں کی آواز گریہ سے (اور) ایسا کانپتا ہے جیسے ماں (اپنے) بچہ پر (کانپ اٹھتی ہے جب وہ روتا ہے پس عرش اس وقت) اس کا ہاتھ پکڑتا ہے (اور) اوپر کھینچ لیتا ہے (جیسے ماں بچہ کو گود میں لے لیتی ہے اور عرش ان سے کہتا ہے) کہ اے لوگو تم کو خدا تعالیٰ نے (دنیا اور شیطان کے) دھوکہ سے چھڑا دیا (و اضافتی الغرور الی الدنیا و الشیطان ماخوذ من قولہ تعالیٰ فلاتغرنکم الحیوۃ الدنیا ولایغرنکم باللہ الغرور اور چھڑانا یہ کہ بعد حدوث کے اس میں بقا نہ ہوا سو) اب (تمہارے لئے) فضل کے باغ ہیں اور اب رب غفور ہے (اور اب) اس (توبہ) کے بعد تم کو سامان اور رزق جاوداں سحاب حق سے نصیب ہوگا نہ کہ پرنالہ سے (سحاب سے مراد وہب اور ناوداں سے مراد کسب کیونکہ ناوداں مصنوع عبد ہے اور سحاب مصنوع حق مطلب یہ کہ اس رزق میں کسب و تلاش کو کہ وسائط رزق ہیں جو دنیا میں دخل نہیں محض موہوب بلا ان وسائط کے ہے آگے ایک احتمال ہے کہ جنت میں تو توکل بمعنے ترک اسباب مظنونہ سب ہی کے لئے عام ہوگا کما یدل علیہ از سحاب حق بود لیکن مگر خواص اہل اللہ دنیا میں بھی اس فضیلت سے مشرف ہیں چنانچہ) جب دریا (یعنی حضرت حق) نے وسائط (و اسباب مظنونہ) پر غیرت کی (یعنی ان خواص کو ذوقاً حق تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ میں یہ مکشوف ہوا کہ وہ ان کے لئے اشتغال بالاسباب المذکورہ کو پسند نہیں فرماتے و ہذا ھو المراد بالغیرۃ کما فی الحدیث و من غیرتہ حرم الفواحش وان لم تکن ہذہ الغیرۃ الی ما یقتضی التحریم) تو (اس) تشنہ (رضائے حق) نے ماہی کی طرح مشک کو ترک کر دیا (کہ ماہی دریا کے ہوتے ہوئے مشک کی طرف توجہ نہیں کرتی اسی طرح ان حضرات نے ایسے اسباب کو چھوڑ دیا اور جنت کے ذکر میں ان کا ذکر اس لئے بھی مناسب ہے کہ اس درجہ کے توکل کو دخول جنت بغیر حساب میں دخل ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ کما قال علیہ السلام ھم الذین لایسترقون ولایتطیرون ولایکتوون و علی ربھم یتوکلون اور اسباب میں مظنونہ کی قید اس لئے لگائی کہ اسباب مقطوعہ تو جنت میں بھی متروک نہ ہوں گے کالاکل والشرب للتمتع والتلذذ قال تعالیٰ کلوا واشربوا والا فاللہ قادر علی اعطاء اللذۃ بدون ھذہ الاسباب آگے رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی) شہزادوں کا قصہ پیش کرو کیونکہ یہ مضمون مذکور متعلق غرور دنیا یا توبہ یا توکل یا بحر واحد) حد امکان سے زیادہ ہے (یعنی اس کا محیط بیان متعذر ہے کہ ہر مضمون کا بسط طویل ہے)۔

رواں شدن ہر سہ شہزادہ در ممالک پدر بعد از وداع کردن ایشاں شاہ را و اعادہ کردن شاہ وقت وداع وصیت را کہ بقلعۂ ہوش ربا نروید

تینوں شہزادوں کا باپ کے ممالک میں روانہ ہونا ان کا شاہ کو رخصت کرنے کے بعد اور شاہ کا وصیت کو دہرانا کہ ہوش اڑانے والے قلعہ میں نہ جانا

عزم رہ کردند آں ہر سہ پسر	سوی املاک پدر رسم سفر
عزم راہ کیا ان تینوں لڑکوں نے	باپ کی املاک کی طرف بطریق سفر کے
در طواف شہر ہا و قلعہاش	از پئے تدبیر دیوان و معاش
اس کے شہروں اور قلعوں کے دورہ کی غرض سے	تدبیر دفتر اور محاصل کی غرض سے

www.besturdubooks.wordpress.com

خواستند از شہ اجازت گاہ عزم	داد اجازت شاں چو نیت دید حزم
انہوں نے عزم کے وقت بادشاہ سے اجازت چاہی	اس نے ان کو اجازت دیدی جب نیت پختہ دیکھی
دست بوس شاہ کردند و وداع	پس بدیشاں گفت آں شاہ مطاع
انہوں نے بادشاہ کی دست بوسی کی اور وداع کیا	پھر ان سے اس بادشاہ مطاع نے کہا
ہر کجاتاں دل کشد عازم شوید	فی امان اللہ دست افشاں روید
تم کو دل جس جگہ لے جاوے عازم ہو جاؤ	فی امان اللہ کودتے پھاندتے چلے جاؤ
غیر آں یک قلعہ نامش ہشربا	تنگ آرد بر کلہ داراں قبا
بجز اس ایک قلعہ کے کہ اس کا نام ہوش ربا ہے	وہ تاجداروں کو تنگی میں ڈال دیتا ہے
اللہ اللہ زاں دژ ذاتے صور	دور باشید و بترسید از خطر
اللہ کے واسطے اللہ کے واسطے اس تصویروں والے قلعہ سے	دور رہنا اور خطر سے ڈرنا
روی و پشت و برجہاش و سقف و پست	جملہ تمثال و نگار و صورتست
اس کی روی اور پشت اور برج اور چھت اور فرش	سب کا سب نقش و نگار و تصویر ہی ہے
ہمچو آں حجرہ زلیخا پر صور	تا کند یوسف بناکامش نظر
مثل اس حجرۂ زلیخا کے کہ پر تصویر تھا	تاکہ یوسف علیہ السلام اچانک اس پر نظر کریں
چونکہ یوسف سوی او می ننگرید	خانہ را پر نقش خود کرد آں مکید
چونکہ یوسف علیہ السلام اس کی طرف نہ دیکھتے تھے	اس نے گھر کو اپنی تصویر سے پر کر دیا کید کے لئے
تا بہر سو کاں نگرد آں خوش عذار	روی او را بیند او بے اختیار
تاکہ وہ گلعذار جس طرف دیکھیں	بلا اختیار اس کا چہرہ دیکھیں

عزم راہ کیا ان تینوں لڑکوں نے باپ کی املاک کی طرف بطریق سفر کے (املاک بالفتح جمع ملک بالکسر کذافی الغیاث اوران کا یہ سفر) اس (باپ) کے شہروں اور قلعوں کے دورہ کی غرض سے (تھا اور یہ دورہ) تدبیر دفتر اور محاصل کی غرض سے (تھا پس لفظ در شروع شعر میں اجلیہ ہے کمافی الحدیث عذبت فی ھرۃ اور متعلق ہے سفر مذکور فی الشعر السابق کے اور از بے متعلق ہے طواف کے واشرت الی ھذا کلہ فی الترجمۃ اور) انہوں نے عزم (سفر) کے وقت بادشاہ سے اجازت چاہی (اور) اس (بادشاہ) نے ان کو اجازت دے دی جب نیت پختہ دیکھی (پس) انہوں نے بادشاہ کی دست بوسی کی اور (اس کو) وداع کیا پھر ان سے اس بادشاہ مطاع نے کہا (کہ) تم کو دل جس جگہ لے جاوے عازم ہو جاؤ فی امان اللہ کودتے پھاندتے چلے جاؤ (فی الغیاث دست افشاندن رد کردن و ترک کردن نیز آمدہ بمعنی رقص کردن مطلب یہ کہ جہاں دل چاہے جاؤ) بجز

www.besturdubooks.wordpress.com

اس ایک قلعہ کے کہ اس کا نام ہوش ربا ہے وہ تاجداروں کو تنگی میں ڈال دیتا ہے (کیونکہ اس میں نہایت حسین وجمیل تصویریں ہیں کہ سلاطین ان کو دیکھ کر صاحب تصاویر کے عاشق ہو کر مصیبت میں پڑ جاتے ہیں اس طرح کہ باوجود فراخ ہونے کے ان پر تنگ ہو جاتی ہے جیسا خاصہ ہے مصیبت کا کقولہ تعالیٰ وضاقت علیهم الارض بما رحبت) اللہ کے واسطے اللہ کے واسطے اس تصویروں والے قلعہ سے دور رہنا اور خطرے سے ڈرنا اس (قلعہ) کی روی اور پشت اور برج اور چھت اور فرش سب کا سب نقش ونگار وتصویری ہے (اور اگر کسی کو اشکال ہو کہ ان تصویروں کا اس قلعہ میں باقی رکھنا کیسے جائز ہوا جواب دو ہیں ایک یہ کہ شاید امم سابقہ میں کسی کا قصہ ہوان میں اس کی اجازت تھی جیسا مثنوی میں سب سے پہلی حکایت بھی امم سابقہ کی ہے حیث قال بود شاہے در زمانے پیش ازیں والدلیل هناک قتل الصائغ بصحة الجارية فانظر لمه دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید یہ شخص محتاط نہ ہو اور مولانا نے بھی کہیں اس بادشاہ کے دیندار ہونے کا ذکر نہیں فرمایا جیسا شاہ چین کے کامل ہونے کا بیان فرمایا ہے مگر یہ قلعہ شاہ چین کے عمل میں نہ تھا رہا یہ کہ یہ لڑکے ان تصویروں کو دیکھنے کیسے گئے حالانکہ بعض اشعار مثنوی سے ان کا دیندار ہونا معلوم ہوتا ہے جواب برتقدیر امم سابقہ میں سے نہ ہونے کے یہ ہو سکتا ہے کہ احیانا صدور لمم کا قادح صلاح نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ الا اللمم آگے اس قلعہ ذات الصور کی تشبیہ ہے کہ) مثل اس حجرہ زلیخا کے کہ پر تصویر تھا تاکہ یوسف علیہ السلام اچانک اس (تصویر) پر نظر کریں (اور تصویر کے دیکھنے سے زلیخا کی) طرف میلان ہو جاوے کیونکہ وہ تصویر زلیخا کی تھی چنانچہ آگے اسکی تفصیل ہے کہ) چونکہ یوسف علیہ السلام اُسکی (یعنی زلیخا کی) طرف (بوجہ عفت کے) نہ دیکھتے تھے (اس لئے) اس نے گھر کو اپنی تصویر سے پر کر دیا کید (میلان) کے لئے (اس کید کا بیان آگے آتا ہے یعنی) تاکہ وہ گلعذار (یعنی یوسف علیہ السلام) جس طرف دیکھیں بلا اختیار (وبلا ارادہ بواسطہ تصویر کے) اس کا چہرہ دیکھیں (اور اس کو دیکھ کر میلان پیدا ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر بھی محفوظ رکھا مطلب یہ کہ ایسا ہی وہ قلعہ تھا)۔

بہر دیدہ روشناں یزدان فرد	شش جہت را مظہر آیات کرد
یزداں واحد نے روشن چشموں کے لئے	شش جہت کو دلائل کا مظہر کر رکھا ہے
تا بہر حیوان و نامی کانگرند	از ریاض حسن ربانی چرند
تاکہ وہ جس حیوان اور جس نامی کو دیکھیں	حسن ربانی کے باغوں سے غذا پاویں
بہر ایں فرمود باآں اسپہ او	حیث والیتم فثم وجهه'
اسی لئے اس نے اس گروہ سے فرمایا ہے	کہ تم جس طرف منہ کرو ادھر ہی وجہ حق ہے
از قدح گر در عطش آبے خورند	در درون آبْ حق را ناظر اند
وہ لوگ اگر پیاس میں پیالہ سے پانی پیتے ہیں	پانی کے اندر حق تعالیٰ کے دیکھنے والے ہیں
آنکہ عاشق نیست او در آب در	صورت خود بیند اے صاحب نظر
جو شخص عاشق نہیں وہ پانی کے اندر	اپنی صورت تو دیکھتے ہیں اے صاحب نظر

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت عاشق چوفانی شد درو	پس درآب اکنوں کرا بیند بگو
عاشق کی صورت جب اس میں فانی ہو گئی	پس پانی میں وہ اب کس کو دیکھ رہا ہے کہو
حسن حق بینند اندر روی حور	ہمچو مہ درآب از صنع غیور
وہ لوگ روئے حور میں حسن حق کو دیکھتے ہیں	مثل چاند کے پانی میں غیور کے فعل سے ہے
غیرتش بر عاشقے و صادقیست	غیرتش بردیو و براستور نیست
اس کی غیرت عاشق اورصادق پر ہے	اس کی غیرت شیطان اور بہیمہ پر نہیں ہے
دیو اگر عاشق شود ہم گوی برد	جبرئیلے گشت وآں دیوے بمرد
اگر دیو عاشق ہو جاوے تو وہ بھی گوے سبقت لے گیا	وہ جبرئیل ہو گیا اور وہ دیوی کی صفت زائل ہو گئی
اسلم الشیطان درینجا شد پدید	کہ یزیدے شدز فضلش بایزید
اسلم الشیطان اس جگہ ظاہر ہو گیا	کہ ایک یزید اس کے فضل سے بایزید ہو گیا

(ان اشعار میں انتقال ہے کہ جس طرح زلیخا نے یوسف علیہ السلام کے لئے تمام اجزاء حجرہ کو پر تصویر کر رکھا تھا کہ ذریعہ ہو مشاہدہ جمال زلیخا کا اسی طرح) یزدان واحد نے روشن چشموں (یعنی عارفین) کے لئے شش جہت (عالم) کو (اپنی) دلائل (قدرت وکمالات) کا مظہر کر رکھا ہے (پھر وہ دلائل مظہر ہیں صفات وکمالات حق کے فالجہات مظہر للآیات ظہرت فیہا الایات وللآیات ظہرت فیہا الکمالات) تا کہ وہ حس حیوان اور حس (جسم) نامی کو (کہ حیوان کے لئے جنس قریب ہے) دیکھیں (بزیادۃ الالف فی نگرند کمافی قول مولانا جبر چہ بود بستے اشکستہ راالواقع فی الدفتر الاول قبیل عنواں زیادت تاویل مگس) حسن ربانی کے باغوں سے غذا پاویں (چنانچہ عارفین کا ہر چیز میں حق تعالیٰ کے صفات وکمالات کا مشاہدہ کرنا ظاہر ومعلوم ہے اور مظہریت الجہات للآیات مذکورہ مصرعہ شش جہت سے اصل مقصود اسی مظہریۃ الآیات للکمالات مذکورہ شعر تا بہر حیوان کا حکم کرنا ہے) اسی لئے اس نے (یعنی یزدان فرد نے) اس گروہ (عارفین) سے فرمایا ہے کہ تم جس طرف منہ کرو ادھر ہی وجہ حق ہے (یہ مضمون ہے اس آیت کا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ وزن شعر میں وہ الفاظ نہیں آ سکے اور یہاں ظاہر ا دو اشکال ہیں ایک یہ کہ اس کے مخاطب تمام مومنین ہیں تخصیص عارفین کی نہیں دوسرے یہ کہ سبب نزول اس کا صلوٰۃ بالتحری ہے نہ کہ مشاہدہ کمالات حق کا تمام آفاق میں جواب اشکال اول کا یہ ہے کہ مراد فرمود با آں اسپہ سے مطلق خطاب نہیں بلکہ خطاب اولاً ہے اور ظاہر ہے کہ مخاطب اول قرآن مجید کے صحابہ ہیں اور دوسرے مخاطب ثانیاً اور صحابہ کا عارف ہونا ظاہر ہے پس مراد یہ ہے کہ مخاطب اول اس مضمون کے عارفین ہیں اور جواب اشکال ثانی کا یہ ہے کہ گو سبب نزول خاص ہے مگر الفاظ تو عام ہیں جس میں صلوٰۃ بالتحری اور مشاہدۂ جمال وکمال حق دونوں آ گئے اور چونکہ مضمون فی نفسہ صحیح اور دوسری نصوص میں مصرح ہے اس لئے اگر اس آیت کے عموم میں بھی اس کو لے لیا جاوے تو قواعد صحیحہ کے خلاف نہیں وہ نصوص یہ ہیں سنریہم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسہم اور اولم ینظر وا فی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شئی اور ومن آیاتہ ان خلقکم من تراب الی قولہ و من آیاتہ ان تقوم السماء

www.besturdubooks.wordpress.com

والارض الایات فی الروم اور اگر اس پر اشکال ہو کہ یہ نصوص عارفین کے ساتھ خاص نہیں جواب یہ ہے کہ رویت ونظرو اعتبار کے مراتب مختلف ہیں ان کا درجہ اکمل عارفین کے ساتھ خاص ہے اور مطلق ان کا عام ہے جیسا کہ بعض آیات میں باوجود ان کے عموم لغیر المومنین کی بھی تخصیص اہل علم کی واہل عقل کی واہل ایمان کی فرمادی ہے باعتبار اصل انتفاع یا کمال انتفاع کے آگے اسی کی قدرے تفصیل ہے کہ) وہ (عارف) لوگ اگر پیاس میں پیالہ سے پانی پیتے ہیں پانی کے اندر حق تعالیٰ کے دیکھنے والے ہیں (اور باوجود اس حکم کے بدیہی ہونے کے بوجہ اس کے کہ بعض پر مخفی ہے آگے اس پر ایک خاص تنبیہ کہ دوسری تنبیہات سے لطیف تر ہے فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر ہے کہ) جو شخص (حق تعالیٰ کا) عاشق نہیں (جیسا اکثر محجوبین ہیں) وہ پانی کے اندر اپنی صورت تو (ہر حال میں خواہ وہ عارف بھی نہ ہو ضرور ہی) دیکھتے ہیں اے صاحب نظر (کیونکہ چشم صقیل میں نظر کرنے کو اپنی صورت کا نظر آنا لازم ہے اور پانی پینے والا پانی میں عادۃً نظر کرتا ہی ہے پس لامحالہ اس کو اپنی صورت تو ضرور ہی نظر آوے گی پھر) عاشق کی صورت جب اس میں (یعنی ذات حق میں) فانی ہوگئی (جیسا عارفین اس دولت سے مشرف ہوتے ہیں) پس (یہ بتلاؤ کہ) پانی میں وہ اب کس کو دیکھ رہا ہے کہو (مطلب یہ کہ اپنی صورت تو اس کو اب بھی نظر آوے گی اور بوجہ فنا کے وہ اپنی صورت رہی نہیں تو پھر وہ جو نظر آرہی ہے وہ کیا ہے لامحالہ یہی کہو گے کہ وہ صورت حق ہے بمعنی مظہر حق پس ہمارا دعویٰ مذکورہ یعنی در درون آب حق را ناظرند ثابت ہوگیا آگے ترقی ہے مضمون مذکور میں یعنی پانی تو کوئی دل ربا چیز نہیں اگر اس سے نظر منتقل ہو جاوے جمال حق کی طرف تو بعید نہیں ان کے مشاہدہ کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ لوگ روئے حور میں (بھی جو کہ اپنی طرف دل کو کشش کر کے دوسری طرف منتقل ہونے نہیں دیتا وہ اس میں بھی) حسن حق (ہی) کو دیکھتے ہیں (اور حور کی طرف ملتفت نہیں ہوتے چنانچہ میں نے حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہ کا مقولہ غالباً بواسطہ سنا ہے کہ جب ہم جنت میں جاویں گے اور ہمارے پاس حوریں آویں گی ہم ان سے صاف کہہ دیں گے کہ بی اگر ہم کو قرآن سناؤ تو بیٹھ جاؤ ورنہ جاؤ اھ آگے مضمون مصرعہ اول کی تشبیہ ہے یعنی) مثل چاند کے پانی میں (کہ چاند کا عاشق گو ظاہر میں پانی کو دیکھ رہا ہے مگر مقصود اس کا چاند ہی کو دیکھنا ہے اور یہ ان کا حسن حق کو روئے حور میں دیکھنا) غیور (یعنی حق تعالیٰ) کے فعل سے ہے (مراد فعل سے فعل غیرت ہے یعنی سبب اس کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ غیور ہیں کما فی الحدیث ان سعداً الغیور وانا اغیر منہ واللہ اغیر منی پس وہ غیور ہونے کے سبب اس کو گوارا نہیں کرتے کہ ان کا عاشق غیر پر نظر کرے جب عاشق کو یہ دلیلاً وذوقاً معلوم ہوگیا پس اگر اس کی نظر غیر پر پڑ بھی جاتی ہے وقتہ منہ بھی اور حالاً بھی اس میں بھی حق تعالیٰ ہی کو مشاہدہ کرتا ہے تاکہ یہ غیر منظور بالذات نہ ہو جاوے محض مرأۃ کے درجہ میں رہے آگے ایک سوال کا جواب ہے کہ اگر سبب اس کا غیرت ہے تو چاہئے کہ کسی کی نظر بھی غیر پر نہ پڑا کرے اس میں عارفین کی کیا تخصیص ہے اس کا جواب دیتے ہیں کہ) اس کی غیرت عاشق اور صادق پر ہے اس کی غیرت شیطان اور بہیمہ (صفت انسان) پر نہیں ہے (کیونکہ مدعی محبت پر محبوبین کو اس درجہ خاصہ کی غیرت ہوا کرتی ہے گو نفس غیرت سب پر ہو فلا ینقض بقولہ علیہ السلام و من غیرتہ حرم الفواحش مع کون التحریم عاماً پس عارفین کی وہ تخصیص معلوم ہوگئی اور دیو وشلہ کے لئے جو حکم کیا ہے غیرتش بر دیو برا ستور نیست اس سے آگے ایک استثناء فرماتے ہیں کہ البتہ) اگر دیو عاشق ہو جاوے تو وہ بھی گوئے سبقت لے گیا وہ جبرئیل (کی طرح عارف) ہوگیا اور (اس کی) وہ دیوی کی صفت زائل ہوگئی (اور اس حدیث میں اس کے لئے بھی عارف کے احکام ثابت ہوگئے اور یہ استثنا ایسا ہے جیسا قرآن

www.besturdubooks.wordpress.com

مجید میں جا بجا ذم کفار کے بعد الا الذین آمنوا فرمادیا جاتا ہے کما فی قولہ تعالی ولئن اذقنا الانسان منا رحمۃ الی قولہ انہ لفرح فخور ثم قال الا الذین صبروا وعملوا الصلحت الایہ آگے حدیث سے اس استثناء کی تائید ہے کہ) اسلم الشیطان (کا مضمون) اس جگہ ظاہر ہوگیا کہ ایک یزید (صفت) اس کے فضل سے بایزید (صفت) ہوگیا (تو اس استثناء میں یہ استبعاد مت کرو کہ شیطان کس طرح زائل الشیطنت اور عارف ہوسکتا ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں ولکن اللہ اعانني علیہ فاسلم علی روایۃ الماضی الغایب لا المضارع المتکلم)

ایں سخن پایاں ندارد اے گروہ	ہیں نگہ دارید ازاں قلعہ وجوہ
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اے گروہ	ہاں محفوظ رکھنا اس قلعہ سے نفوس کو
ہیں مبادا کہ ہوس تاں رہ زند	کہ فتید اندر شقاوت تا ابد
ہاں ایسا نہ ہو کہ ہوس تمہارا راہ مارے	کہ تم ابد تک شقاوت میں پڑ جاؤ
از خطر پرہیز آمد مفترض	بشنوید از من حدیث بیغرض
خطرہ سے پرہیز کرنا فرض ہے	مجھ سے کلام بے غرض سن لو
در فرج جوئی خرد سر تیز بہ	از کمین گاہ بلا پرہیز بہ
کشائش طلبی میں ہمہ تن سرگرم بہتر ہے	کمین گاہ بلا سے پرہیز بہتر ہے
گر نمی گفت ایں سخن را آں پدر	ور نمی فرمود ازاں قلعہ حذر
اگر وہ باپ اس مضمون کو نہ کہتا	اور اگر اس قلعہ سے حذر کرنیکا حکم نہ دیتا
خود بداں قلعہ نمی شد خیل شاں	خود نمی افتاد آں سو میل شاں
تو خود ہی اس قلعہ کی طرف ان کی جماعت نہ جاتی	خود ہی اس طرف ان کا میلان واقع نہ ہوتا
کاں نہ بد معروف و بس مہجور بود	از قلاع و از مناہج دور بود
کیونکہ وہ مشہور نہ تھا اور بالکل متروک تھا	قلعوں سے اور راستوں سے دور تھا
چوں بکرد آں منع دلشاں زاں مقال	در ہوس افتاد و در کوی خیال
جب اس نے منع کیا تو ان کا دل اس مقال سے	ہوس میں اور کوئے خیال میں واقع ہو گیا
رغبتے زیں منع در دل شاں برست	کہ بباید سر آں را باز جست
اس ممانعت سے ان کے دل میں ایک رغبت پیدا ہوگی	کہ اس کے راز کو تفحص کرنا چاہیئے
کیست کز ممنوع گردد ممتنع	چونکہ الانسان حریص ما منع
وہ کون شخص ہے جو منع کی ہوئی چیز سے باز رہ جاوے	چونکہ انسان منع کی ہوئی چیز پر حریص ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نہی بر اہل تقی تبغیض شد	نہی براہل ہوا تحریض شد
نہی اہل تقویٰ پر موجب تنفیر ہو گئی	نہی اہل ہوا پر موجب ترغیب ہو گئی
پس ازیں یغوی بہ قوماً کثیر	ہم ازیں یھدی بہ قلباً خبیر
بس اسی طور سے بذریعہ قرآن قوم کثیر کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے	نیز اسی طور سے بذریعہ قرآن قلب آگاہ کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے
کے رمداز نے حمام آشنا	بل رمد زاں نے حمامات ہوا
بانس سے پلا ہوا کبوتر کب بھاگتا ہے	بلکہ اس بانس سے ہوائی کبوتر بھاگ جاتے ہیں
پس بگفتندش کہ خدمتہا کلیم	بر سمعنا و اطعناھا تکیم
پس بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ ہم خدمتیں کریں گے	سمعنا واطعنا پر آمادہ رہیں گے
رونگر دانیم از فرمان تو	کفر باشد غفلت از احسان تو
آپ کے حکم سے روگردانی نہ کریں گے	آپ کے احسان سے غفلت کرنا کفران کی بات ہے
لیک استثنا و تسبیح خدا	ز اعتماد خود بد از ایشاں جدا
لیکن استثناء اور خدا کی تسبیح کرنا	اپنے اوپر اعتماد کرنے کے سبب ان سے بعید رہا
ذکر استثنا و حزم ملتوی	گفتہ شد در ابتدائی مثنوی
ذکر استثناء کا اور احتیاط کا جو کہ ملفوف ہے	ابتدائے مثنوی میں کیا گیا ہے
صد کتاب ارہست جز یک باب نیست	صد جہت را قصد جز محراب نیست
اگر سو کتاب ہیں بجز ایک باب کے نہیں	سو جہت کا مقصود بجز محراب کے نہیں
ایں طرق را منتہی یک خانہ است	ایں ہزاراں سنبل از یک دانہ ست
ان سب راستوں کا منتہی ایک گھر ہے	یہ ہزاروں خوشے ایک دانہ سے ہیں
گونہ گونہ خوردنیہا صد ہزار	جملہ یک چیزست اندر اعتبار
گونہ گونہ مطعومات لاکھوں	سب ایک ہی چیز ہیں غور کرنے میں
از یکے چوں سیر گشتی تو تمام	سرد شد اندر دلت پنجہ طعام
جب تو ایک سے پورا سیر ہو چکا	تو تیرے دل میں پچاس طعام سرد ہو گئے
در مجاعت بس تو احول بودۂ	کہ یکے را صد ہزاراں دیدۂ
تو بھوک میں احول ہو رہا تھا	کہ ایک کو لاکھوں دیکھ رہا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتہ بودیم از سقام آں کنیز	وز طبیبان و قصور فہم نیز
ہم نے اس کنیز کے مرض کی حکایت بیان کی تھی	اور اطبا اور قصور فہم کی بھی
کاں طبیباں ہمچو اسپ بے فسار	غافل و بے بہرہ بودند از سوار
کہ وہ طبیب مثل اسپ بے رسن کے	سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے
کام شاں پر زخم از قرع لگام	سم شاں مجروح از تحویل گام
ان کے تالو پر زخم ہے لگام کے جھٹکوں سے	ان کا سم مجروح ہے قدم کی تحریک سے
ناشدہ واقف کہ نک بر پشت ما	رائضِ چست ست استادی نما
واقف نہ ہوئے کہ اس وقت ہماری پشت پر	ایک گھوڑوں کا سدھانے والا ہوشیار ہے جو کمال ظاہر کر رہا ہے
نیست سرگردانی ما زیں لگام	جز ز تصریف سوار دوستکام
ہماری سرگردانی جو اس لگام سے ہو رہی ہے	بجز تصرف سوار کامیاب کے نہیں ہے
ما پئے گل سوی بستانہا شدہ	گل نمودہ آن و آں خارے بدہ
ہم باغوں کی طرف پھول کے لئے گئے تھے	وہ پھول دکھلائی دیا اور وہ خار تھا
ہیچ شاں ایں نے کہ گویند از خرد	بر گلوی ما کہ می کو بد لکد
ان کو بالکل توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے	ہمارے حلق پر کون لاتیں مار رہا ہے
آں طبیباں آنچناں بندہ سبب	گشتہ انداز مکریز داں محتجب
وہ اطبا اس طرح سے بندۂ سبب ہو گئے	اضلال حق کے سبب محجوب ہو گئے
گر بہ بندی درا صطبلے گاؤ نر	بازیابی درمقام گاؤ خر
اگر تو کسی اصطبل میں ایک بیل باندھ دے	پھر بیل کی جگہ ایک گدھا پاوے
از خری باشد تغافل خفتہ وار	کہ بجوئی تا کیست ایں خفیہ کار
تو حماقت میں داخل ہوا سوتے ہوئے شخص کی طرح سے یہ تغافل کرنا	کہ تو اس کی تلاش نہ کرے کہ یہ مخفی الصنعت کون ہے
خود نگفتہ کایں مبدل تا کیست	نیست پیدا او مگر افلا کیست
یہ نہیں کہتا کہ یہ تبدیلی کرنے والا کون ہے	وہ محسوس ہے نہیں شاید افلاکی ہے
تیر سوی راست پرانیدۂ	سوی چپ رفتہ است تیرت دیدۂ
تو نے داہنی جانب تیر چلایا تھا	تیرا تیر بائیں جانب چلا گیا تو نے دیکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سوی آہوی بصیدی تاختی	خویش را تو صید خوکے ساختی
تو آہو کی طرف صید کرنے کے لئے دوڑا	تو نے اپنے کو ایک خوک کا صید بنا دیا
در پئے سودے دویدہ بہر کبس	نارسیدہ سود و افتادہ بحبس
کوئی شخص ایک نفع کے پیچھے دوڑا لوٹنے کی غرض سے	نفع تک تو رسائی نہ ہوئی اور حبس میں پڑ گیا
چاہہا کندہ برائے دیگراں	خویش را دیدہ فتادہ اندراں
دوسروں کے لئے کنویں کھودے تھے	اس میں اپنے کو گرا ہوا دیکھا
در سبب چوں بیمرادت کرد رب	پس چرا بدظن نگردی در سبب
جب تجھ کو پروردگار نے سبب میں بے مراد کر دیا	پھر تو سبب کے بارے میں کس لئے بدگمان نہیں ہوتا
بس کسے از مکسبے خاقاں شدہ	دیگرے زاں مکسبہ عریاں شدہ
بہت آدمی ایک کمائی سے نواب ہو گئے	دوسرا اسی کمائی سے ننگا ہی رہ گیا
بس کس از عقد زناں قاروں شدہ	بس کس از عقد زناں مدیوں شدہ
بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے قاروں ہو گئے	بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے مقروض ہو گئے
پس سبب گرداں چودم خر بود	تکیہ بروے کم کنی بہتر بود
پس سبب دم خر کی طرح گھومتا ہے	اس پر اعتماد کم کرے تو بہتر ہے
در سبب گیری نگردی ہم دلیر	کہ بس آفتہاست پنہانش بزیر
مباشرت اسباب میں بھی دلیر نہ ہو جانا	کیونکہ اس کے تحت میں بہت سی آفتیں مخفی ہیں
سر استثناست ایں حزم و حذر	زانکہ خر رابز نماید ایں قدر
استثناء کا راز بھی احتیاط اور حذر ہے	اس لئے کہ یہ قدر خر کو بز کر کے دکھلا دیتی ہے
آنکہ چشمش بست گرچہ گربزست	زاحولی اندر دو چشمش خر بزست
جس کی آنکھ بند کر دی اگرچہ وہ سیانا ہے	احولی کے سبب اس کی دونوں آنکھ میں گدھا بکری ہے
چوں مقلب حق بود ابصار را	او بگرداند دل و افکار را
جب حق تعالیٰ ابصار کی تقلیب کر دیتے ہیں	تو وہ قلب اور فکر کو بھی منقلب کر دیتے ہیں
چاہ را تو خانہ بینی لطیف	دام را تو دانہ بینی طریف
تو کنویں کو ایک لطیف گھر دیکھتا ہے	تو دام کو دانہ تازہ دیکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مشرکاں را در دو چشم اہل بدر	کم نمودہ تا ندارند ہیچ قدر
اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی آنکھ میں مشرکین کو	کم کر کے دکھلایا تا کہ وہ مجمع کچھ وقعت نہ رکھے
ایں تسفسط نیست تقلیب خداست	می نماید کہ حقیقتہا کجاست
یہ سوفسطائیت نہیں ہے خدا تعالیٰ کی تقلیب ہے	اور یہ دکھلاتے ہیں کہ حقائق کہاں ہیں
آنکہ انکار حقائق می کند	جملگی او بر خیالے می تند
جو شخص حقائق کا انکار کرتا ہے	وہ تو بالکلیہ خیال ہی پر تنا ہوا ہے
او نمی گوید کہ حسباں خیال	ہم خیالے باشدت چشمے بمال
وہ یہ نہیں کہتا کہ یہ خیال سمجھنا	بھی تیرا ایک خیال ہوگا تو آنکھ مل

یہ مضمون (صفات عشاق صادقین کا) انتہا نہیں رکھتا اے گروہ (اس لئے قصہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ بادشاہ نے لڑکوں سے کہا کہ) ہاں محفوظ رکھنا اس قلعہ سے (اپنے) نفوس کو (اور ممکن ہے کہ قلعہ مضاف ہو وجوہ بمعنی صور کی طرف اور نگہدارید کا مفعول مقدر ہو یعنی خود را نگہدارید از قلعہ صور) ہاں ایسا نہ ہو کہ ہوس تمہارا راہ مارے کہ تم ابد تک شقاوت میں پڑ جاؤ خطرہ سے پرہیز کرنا فرض ہے (قال تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ) مجھ سے کلام بے غرض سن لو کشائش طلبی میں ہمہ تن سرگرم (ہونا) بہتر ہے (اور) کمین گاہ بلا سے پرہیز بہتر ہے (یعنی ضرر موجود کے دفع میں بھی کوشش کرنا ضرور ہے ہو المصراع الاول اور ضرر محتمل سے بچنے میں بھی کوشش کرنا ضرور ہے وھو المصراع الثانی آگے ایک خاصہ طبیعت کا بیان فرماتے ہیں کہ) اگر وہ باپ اس مضمون کو نہ کہتا اور (تفسیر اس مصرعہ کی یہ ہے کہ) اگر اس قلعہ سے حذر کرنے کا حکم نہ دیتا تو خود ہی اس قلعہ کی طرف ان کی جماعت نہ جاتی (اور) خود ہی اس طرف ان کا میلان واقع نہ ہوتا کیونکہ وہ (قلعہ) مشہور نہ تھا اور بالکل متروک تھا (اور) قلعوں سے اور راستوں سے دور تھا (اس لئے وہاں جانے کا کوئی احتمال قریب نہ تھا مگر) جب اس نے منع کیا تو ان کا دل اس مقال سے ہوس میں اور کوئے خیال میں واقع ہو گیا (اور) اس ممانعت سے ان کے دل میں ایک رغبت پیدا ہو گئی کہ اس (قلعہ) کے راز کو تفحص کرنا چاہئے وہ کون شخص ہے (یعنی کم ہے) جو منع کی ہوئی چیز سے باز رہ جائے جبکہ (یہ بات تجربہ کی ہے کہ) انسان منع کی ہوئی چیز پر حریص ہوتا ہے (آگے اس بیت کا مصداق جو کہ تحقق میں قلیل ہے بتلاتے ہیں کہ) نہی (شرعی) اہل تقویٰ پر (فعل ممنوع سے) موجب تنفیر ہو گئی (وہ مصداق یہ ہے اور اس کی قلت ظاہر ہے اور) نہی (شرعی) اہل ہوا پر (فعل ممنوع کی) موجب ترغیب ہو گئی (اور یہی کثیر ہے اور قضیہ الانسان حریص علی ما منع کا یہی موضوع ہے) بس اسی طور سے بذریعہ قرآن قوم کثیر کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے نیز اسی طور سے بذریعہ قرآن قلب آگاہ کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے (مطلب یہ کہ جس طرح ایک ہی نہی میں حسب اختلاف استعداد اثر مختلف ہوا اسی طرح قرآن کا ایک ہی مضمون کسی کے لئے سبب ضلالت اور کسی کے لئے سبب ہدایت ہو جاتا ہے پس اس تشبیہ بالنہی سے آیت قرآنی یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا کا استبعاد دفع کر دیا گو مقام میں مقصود نہیں مگر تائید اللمقام

بہ وتائید لہ بالمقام ذکر فرمادیا آگے مطلقاً ایک چیز میں دو اثر ہونے کی کہ مقصود مقام بھی اس میں داخل ہے تمثیل ہے کہ) بانس (کی چھتری) سے پلا ہوا کبوتر کب بھاگتا ہے بلکہ اس بانس سے ہوائی (یعنی جنگلی) کبوتر بھاگ جاتے ہیں (تو دیکھو ایک ہی چیز پر مختلف اثر مرتب ہوئے توحش وعدم توحش اور اس بانس میں دو غرضیں محتمل ہیں ایک تو اڑنے کے لئے کہ چھتری پر نہ بیٹھیں بلکہ پرواز کرکے آویں مگر پروردہ کبوتر اکثر بار بار لوٹ لوٹ کر پھر آ بیٹھتے ہیں دوسری بانس میں کوئی چیپ وغیرہ لگا پر آئے کبوتر پکڑنے کے لئے تو اس سے اجنبی کبوتر فوراً اڑ جاتا ہے اور پروردہ بیٹھے رہتے ہیں یہ دونوں غرضیں اسی وقت ایک کبوتر باز نے بیان کیں جو اتفاق سے اس مقام کے لکھنے کے وقت مسجد میں آ گیا تھا اللہ تعالیٰ اس مقام کے حل کے صلہ میں اس کی اصلاح فرمادے) پس بادشاہ سے لڑکوں نے کہا کہ ہم خدمتیں کریں گے (یعنی) سمعنا واطعنا پر آمادہ رہیں گے (اور) آپ کے حکم سے روگردانی نہ کریں گے (کیونکہ) آپ کے احسان (مربیانہ) سے غفلت کرنا کفران کی بات ہے لیکن استثناء (یعنی انشاء اللہ تعالیٰ کہنا) اور خدا کی تسبیح (اور ذکر کرنا) (کہ عین استثناء ہے یا شامل لما استثناء) اپنے اوپر اعتماد کرنے کے سبب ان سے بعید رہا (یعنی انہوں نے اپنے وعدہ کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہا اور تسبیح میں جو دو احتمال کیے گئے یہ اتباع ہے مفسرین کا کہ سورۂ نون کی آیت قال او سطھم الم اقل لکم لولا تسبحون میں انہوں نے تسبیح کی دو تفسیریں کی ہیں ایک تبادر دوسری استثناء فی الکمالین قیل معناہ ھلا تستثنون و سمی الاستثناء تسبیحا لانہ تعظیم اللہ والاقرار بان لہ القدرۃ و تنزیہ لہ عن العجز وقیل کان استثناء ھم سبحان اللہ ا ھ یعنی کان اصطلاحھم فی مقام الاستثناء کلمۃ سبحان اللہ چونکہ دفتر اول کی سب سے پہلی حکایت میں ترک استثناء کی وخامت مفصلاً ذکر فرمائی ہے اس مقام پر بطور عذر اکتفاء علی الاجمال فی ہذا المقام کے اُسکو یاد دلاتے ہیں کہ) ذکر استثناء کا اور احتیاط کا جو کہ (استثناء کے ضمن میں) ملفوف ہے (یعنی استثناء کی غرض احتیاط ہے کہ اپنے پر وثوق نہ کرے حق تعالیٰ پر اعتماد کرے اس استثناء واحتیاط کا ذکر) ابتدائے مثنوی میں کیا گیا ہے (چونکہ دونوں مقام ایک ہی کتاب کے جزو ہیں اس لئے گویا دونوں مقام ایک ہی ہیں وہاں کا ذکر مثل یہاں کے ذکر کے ہے آگے اس سے ترقی کرتے ہیں کہ ایک کتاب کے دو جزو تو کالمتحد کیوں نہ ہوتے واقع میں تو یہ ہے کہ) اگر (ایک مضمون کی) سو کتاب ہیں (وہ سب بھی) بجز ایک باب کے نہیں (یعنی وہ بھی کالمتحد ہیں آگے اس کی چند مثالیں ہیں اول) سو جہت کا مقصود بجز محراب (یعنی قبلہ) کے نہیں (چنانچہ تمام سطح زمین پر مختلف مقامات میں نماز کی جہات ظاہراً مختلف ہیں مگر قصد توجہ الی الکعبۃ الواحدہ کے اعتبار سے سب کالمتحد ہیں اسی طرح مقصود کتب مختلفہ کا جب واحد ہو مثلاً معرفت حق وہ سب ایک ہی ہیں مثال دوم) ان سب راستوں کا منتہیٰ ایک گھر ہے (مثال سوم) یہ ہزاروں خوشے ایک دانہ سے ہیں (مثال چہارم) گونا گونہ مطعومات لاکھوں (باعتبار غرض کے) سب ایک ہی چیز ہیں غور کرنے (کے وقت) میں (چنانچہ اس اتحاد کا ثمرہ یہ ہے کہ) جب تو ایک سے پورا سیر ہو چکا (اور سیری کے سبب اس طعام سے دل سرد ہو گیا) تو تیرے دل میں پچاس طعام سرد ہو گئے (پس بقیہ اطعمہ بھی اس حکم میں اس طعام کے شریک ہو گئے پس گویا سب ایک ہی تھے) تو بھوک میں (مثل) احول (کے) ہو رہا تھا کہ ایک کو لاکھوں دیکھ رہا تھا (کہ کبھی ایک کی رغبت ہوتی تھی کبھی دوسرے کی جس کی بناء تعدد ہے ان کا ورنہ مختلف طرف حرص نہ ہوتی جب سیری ہو گئی تو اس وقت کسی

کی طرف رغبت نہ رہنے سے ان کا اتحاد حکمی مکشوف ہو گیا آگے عود ہے شعر مذکور ذکر استثناء الی قولہ گفتہ شد کی طرف کہ) ہم نے اس کنیز کے مرض کی حکایت بیان کی تھی اور اطباء اور (ان کی) قصور فہم کی بھی (حکایت بیان کی تھی جس کا حاصل یہ تھا) کہ وہ طبیب مثل اسپ بے رسن کے سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے (فی الغیاث فسار مخفف افسار نیز بمعنی رسن اسپ یعنی جس طرح یہ گھوڑا بوجہ اس کے کہ وہ راکب سے خالی ہوتا ہے راکب سے غافل ہوتا ہے اس طرح وہ اطبا باوجودیکہ ان کے سر پر ایک متصرف غالب موجود ہے مگر پھر بھی وہ اس گھوڑے کی طرح اس متصرف و محرک سے غافل تھے پس تشبیہ غفلت میں ہے نہ کہ خلو عن الراکب میں چنانچہ آگے ان کے اس عدم خلو کی تصریح ہے کہ باوجودیکہ) ان کے تالو پر زخم ہے لگام کے جھٹکوں سے (اور) ان کا سم مجروح ہے قدم کی تحریک سے (جس کا سبب راکب کا تصرف ہے مگر پھر بھی) واقف نہ ہوئے کہ اس وقت ہماری پشت پر ایک گھوڑوں کا سہانے والا ہوشیار ہے جو کمال ظاہر کر رہا ہے (اور ان کو یہ خبر نہ ہوئی کہ) ہماری سرگردانی جو اس لگام سے ہو رہی ہے (کہ جدھر لگام کا جھٹکا لگتا ہے ادھر چلنا پڑتا ہے یہ سرگردانی) بجز تصرف سوار کامیاب کے نہیں ہے (دوست کام آنکہ بمقصود خود رسد یہ سوار کی صفت ہے اور اس قید میں اشارہ ہے متصرف حقیقی کے ارادہ سے امتناع تخلف مراد کی طرف انہوں نے یہ نہ دیکھا جس سے تصرف مذکور پر استدلال کر سکتے کہ) ہم باغوں کی طرف پھول کے لئے گئے تھے (مگر) وہ (مطلوب) پھول دکھلائی دیا اور (واقع میں) وہ خار تھا (مراد اس سے ظہور ہے نتیجہ خلاف توقع کا مثلاً اسباب طبیہ سے امید تھی صحت کی اور بالعکس مرض بڑھ گیا اگر اس میں غور کرتے تو اسباب کو بقبضہ للسبب سمجھتے مگر) ان کو بالکل توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے (کہ) ہمارے حلق پر کون لاتیں مار رہا ہے (یعنی ہم میں ہمارے خیال کے خلاف کون تصرف کر رہا ہے پس) وہ اطباء اس طرح سے (جیسا کہ گھوڑے کی تشبیہ میں مذکور ہوا) بندۂ سبب ہو گئے (اور) اضلال حق کے سبب (حقیقت بینی سے) محجوب (اور محروم) ہو گئے (آگے ان اطباء و بندگان اسباب کی دوسری مثال ہے کہ) اگر تو کسی اصطبل میں ایک بیل باندھ دے (اور) پھر (اس) بیل کی جگہ ایک گدھا (بندھا ہوا) پاوے تو حماقت میں داخل ہو گا سوتے ہوئے شخص کی طرح سے یہ تغافل کرنا کہ تو اس کی تلاش نہ کرے کہ یہ خفی الصنعت کون ہے (جس نے ایک کو کھول کر دوسرے کو باندھ دیا اس کو تلاش نہ کرے اور یوں سمجھ لے کہ وہ آپ سے آپ کھل گیا اور یہ آپ سے آپ بندھ گیا۔ اسی طرح اسباب کے ایک اثر متوقع کے دوسرے اثر غیر متوقع سے بدلنے کے وقت عبدالاسباب) یہ نہیں کہتا کہ یہ تبدیلی کرنے والا کون ہے (اگر عقل سے کام لیتا تو سمجھتا کہ ہے تو کوئی ضرور اور) وہ محسوس ہے نہیں (پس) شاید افلاکی (یعنی غائب عن الحواس) ہے (پس اس طرح سے اس کو متصرف کا پتہ لگ جاتا اور نصوص ظاہرہ میں حق تعالیٰ کے صفات میں علی العرش اور فی السماء وارد ہے فلعنی الذی بعلمہ اللہ تعالیٰ آگے معتقدان تاثیر اسباب کے تخلف مراد کی تیسری مثال ہے کہ) تو نے داہنی جانب تیر چلایا تھا (مگر) تیرا تیر بائیں جانب چلا گیا تو نے دیکھا ہے (یہ صاف دلیل ہے کہ علاوہ تیرے اور کمان کے کوئی اور متصرف ہے آگے اس کا چوتھا مادہ تمثیلی ہے کہ) تو آہو کی طرف صید کرنے کے لئے دوڑا (مگر) تو نے اپنے کو ایک خوک کا صید بنا دیا (یعنی بجائے صائد آہو بننے کے مصید خوک بن گیا تو یہ تخلف مراد دلیل ہو گی اسباب کے غیر مستقل اور مسبب کے موثر مستقل ہونے کی آگے

www.besturdubooks.wordpress.com

پانچویں تمثیل ہے تبدیل کی کہ) کوئی شخص ایک نفع کے پیچھے دوڑا لوٹنے کی غرض سے (لوٹنے سے مراد خوب نفع حاصل کرنا والکبس کما فی الغیاث شبخون بردن یعنی غارت کردن مگر) نفع تک تو رسائی نہ ہوئی اور حبس میں پڑ گیا (چھٹی تمثیل) دوسروں کے لئے کنویں کھودے تھے (مگر) اس میں اپنے کو گرا ہوا دیکھا (پس) جب (ان مواد مذکورہ اور نیز دیگر مواد کثیرہ میں) تجھ کو پروردگار نے (بکثرت) سبب (کے اثر) میں بے مراد کر دیا پھر تو سبب کے بارہ میں کس لئے بدگمان نہیں ہوتا (مراد بدگمانی سے احتمال عدم تاثیر سبب آگے اس عدم استقلال تاثیر اسباب کی اور مثالیں ہیں کہ دیکھو) بہت آدمی ایک کمائی سے نواب ہو گئے (اور) دوسرا اسی کمائی سے ننگا ہی رہ گیا (اور پہلا سرمایہ بھی اس کی نذر کر بیٹھا) بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے قارون ہو گئے (مثلاً کوئی مالدار عورت مل گئی اور) بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے مقروض ہو گئے (مثلاً عورت بدانتظام یا بدخواہ ہوئی یا مہر وغیرہ کی نالش ہو گئی آگے اس سب پر تفریع ہے کہ) پس (معلوم ہوا) سبب (طبعی) دم خر کی طرح (مختلف جوانب کو) گھومتا ہے (جس طرح دم خر کبھی ایک طرف کو ہلتی ہے کبھی دوسری طرف کو اسی طرح اس کی تاثیر مستقل نہیں متبدل ہوتی رہتی ہے جب یہ بات ہے تو) اس پر اعتماد کم کرے تو بہتر (یعنی واجب) ہے (اور اس کا مقتضائے اصلی تو یہ تھا کہ استثناء اسباب مامور بہا باقی اسباب کو بالکل ہی ترک کر دیا جاوے لیکن اتنی ہمت نہ ہو تو مباشرت اسباب کی اجازت ہے لیکن اس) مباشرۃ اسباب میں بھی دلیر نہ ہو جاتا (دلیری سے مراد ان کو موثر مستقل سمجھنا) کیونکہ اس کے تحت میں بہت سی آفتیں مخفی ہیں (اور ہم نے جس استثناء کی اوپر تاکید کی ہے اس) استثناء کا راز یہی احتیاط اور حذر ہے (اعتماد علی الاسباب واللہ ابیر سے) اس لئے کہ یہ (قضاؤ) قدر (احیاناً) خر کو بز کر کے دکھلا دیتی ہے (یعنی قضا و قدر کے غلبہ سے غلط بینی واقع ہو جاتی ہے جیسا اوپر کی مثالوں میں نتیجہ متوقعہ غلط نظر آیا اور واقع ہوا اور) جس کی آنکھ (قضا و قدر نے) بند کر دی اگرچہ وہ (کتنا ہی) سیانا ہے (مگر) احولی کے سبب اس کی دونوں آنکھ میں گدھا بکری (معلوم ہونے لگتا ہے) اور (فی الغیاث گربز بالضم وبائے موحدہ نیز مضموم بمعنی مکار وحیلہ گراہ) جب حق تعالیٰ (جو کہ مالک ہیں قضا و قدر کے) ابصار کی تقلیب کر دیتے ہیں تو وہ قلب اور فکر کو بھی منقلب کر دیتے ہیں (کیونکہ ان کی قدرت حواس اور عقل پر برابر ہے اور مشاہدۂ حواس کی غلطی سے عقل کی غلطی اکثر وقوعاً ہے پس جب وہ حواس میں تغییر فرما سکتے ہیں تو اس مشاہدہ پر عقل میں بدرجہ اولیٰ تغییر فرما سکتے ہیں اور اس کو اولیٰ کہنا ایسا ہے جیسے ارشاد ہے وهواهون عليه اى باعتبار اعادة الناس امابا عتبار القدرة فهما سواء آگے اس تقلیب ابصار و بصائر کی اور مثالیں ہیں کہ) تو (بعض اوقات) کنویں کو (یعنی مضرت کو) ایک لطیف گھر (یعنی منفعت) دیکھتا ہے (اور بعض اوقات) تو دام کو دانہ تازہ دیکھتا ہے (یہ تو تقلیب بصیرت ہوئی اور تقلیب بصر اس طرح ہوئی کہ) اللہ تعالیٰ نے (صحابہ) اہل بدر کی آنکھ میں مشرکین کو کم کر کے دکھلایا (کما قال تعالیٰ و اذیریکموهم اذالتقیتم فی اعینکم قلیلاً تا کہ وہ مجمع (مشرکین کا ان کی آنکھ میں) کچھ وقعت نہ رکھے (اور جرات کے ساتھ ان سے مقابلہ کریں تا کہ باطل سے حق غالب ہو جاوے قال تعالیٰ لیقضی الله امرا کان مفعولاً اور قرآن مجید میں اسی آیت میں منصوص ہے ہی ویقللکم فی اعینهم مگر تقلیب بصر مومنین ان کے لئے نافع ہوئی اور تقلیب بصر مشرکین ان کے لئے مضر ہوئی یہاں تک مضمون عدم استقلال

www.besturdubooks.wordpress.com

اسباب کا ختم ہو گیا مگر اس تقلیب مذکور سے شبہ واقع ہو سکتا ہے مذہب سوفسطائیہ کا کہ وہ حقائق کے منکر ہیں اور عالم کو خیال کہتے ہیں سو تقلیب میں بھی یہی ہو گا کہ جس کو حقیقت سمجھتا تھا وہ خیال تھا اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں کہ) یہ سوفسطائیت نہیں ہے خداتعالیٰ کی تقلیب ہے اور یہ دکھلاتے ہیں کہ حقائق کہاں ہیں (آیا عباد کے قبضہ میں ہیں یا خداتعالیٰ کے قبضہ میں مطلب یہ کہ ہم حقائق کے تو قائل ہیں مگر ان کو من کل الوجوہ خداتعالیٰ کے قبضہ میں مانتے ہیں تاثیراً بھی کہ جب وہ چاہیں اثر دیں جب چاہیں نہ دیں اور حسباناً بھی کہ اگر وہ چاہیں حقیقت اپنی اصل پر نظر آوے اور جب چاہیں اپنی اصل پر نظر نہ آوے بخلاف سوفسطائیہ کے کہ وہ تو اصل حقائق ہی کا انکار کرتے ہیں فشتان ما بینہما چنانچہ فرماتے ہیں کہ) جو شخص حقائق کا انکار کرتا ہے وہ تو بالکلیہ خیال ہی پرتا ہوا ہے (اور ہم اس کے قائل نہیں کما ذکر آگے سوفسطائی پر ایک خاص رد فرماتے ہیں کہ وہ ہر چیز کو تو خیال کہہ رہا ہے تو) وہ یہ نہیں کہتا (یعنی کیوں نہیں کہتا) کہ یہ خیال سمجھنا بھی تیرا ایک خیال ہو گا (یعنی جب وہ حکم کلی کرتا ہے ہر چیز کے خیال ہونے اور غیر واقعی ہونے کا تو دو حال سے خالی نہیں اگر وہ اس حکم کلی کو بھی خیال اور غیر واقعی کہتا ہے تو خود اپنے مذہب کے غیر واقعی اور باطل ہونے کا معترف ہے اور اگر اس کو واقعی مانتا ہے تو وہ حکم کلی نہ رہا تب بھی اپنے مذہب کا ترک لازم آیا پس شق اول میں بطلان کا التزام ہے اور شق ثانی میں لزوم بس ہر شق پر وہ مذہب باطل ٹھہرا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) تو آنکھ مل (کر دیکھ تا کہ حقیقت واقعیہ نظر آوے کہ اثبات ہے حقائق کا اور غیر مستقل ہونا ہے ان حقائق کا اور یہی مذہب ہے اہل حق محققین کا کما ذکر تفصیلہ۔

فائدہ:۔ یہ تفصیل تاثیر اسباب کے متعلق ہے اور ترک استثناء کے ضرر کی تفصیل نہیں پس شعر ذکر استثناء الخ کی تمہید میں جو حضرت نے اکتفا علی الاجمال کہا ہے اس پر شبہ نہ کیا جاوے فقط۔

رفتن پسران سلطان سوی قلعہ بحکم آنکہ الانسان حریص علیٰ مامنع

بادشاہ کے لڑکوں کا قلعہ کی جانب جانا اس لئے کہ انسان جس چیز سے روکا جائے اس کا لالچی ہو جاتا ہے

مابندگی خویش نمودیم و لیکن ‏ ‏ ‏ خوئے بد تو بندہ ندانست خریدن

ہم نے اپنی غلامی دکھائی لیکن تیری بدعادت غلام کو خریدنا نہ جانی

آں ہمہ وصیتہاے پدر زیر پا نہادند تا در چاہ بلا افتادند می گفت ایشاں را نفوس لوامہ الم یا تکم نذیر وایشاں گریاں و پشیمان می گفتند لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحٰب السعیر

ان سب نے باپ کی نصیحت کو پامال کر دیا یہاں تک کہ مصیبت کے گڑھے میں گر گئے اور ان سے لوامہ نفوس کہہ رہے تھے کیا تمہارے پاس ڈرانے والا نہ آیا تھا اور وہ روتے ہوئے اور شرمندہ کہہ رہے تھے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے"

ایں سخن پایاں ندارد آں فریق	برگرفتند از پے آں دژ طریق
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اس فریق نے	اس قلعہ کی طرف راستہ لیا

بر درخت گندم منہی زدند	از طویلہ مخلصاں بیروں شدند
وہ درخت گندم ممنوع پر جا پہنچے	مخلصین کے مسکن سے باہر نکل گئے
چوں شدند از منع ونہیش گرم تر	سوی آں قلعہ برآوردند سر
جب اس کی ممانعت کے سبب وہ زیادہ پرشوق ہو گئے	تو اس قلعہ کی طرف منہ اٹھا کر چلے
برستیز قول شاہ مجتبیٰ[1]	تا بقلعہ صبر سوزہش ربا
قول شاہ برگزیدہ کے خلاف	قلعہ صبر سوز و ہوش ربا کی طرف آئے
آمدند از رغم عقل پند توز	در شب تاریک برگشتہ زروز
برعکس عقل پند خواہ کے	دن سے شب تاریک کی طرف پھر گئے
اندراں قلعہ خوش ذات الصور	پنج در در بحر و پنجے سوی بر
اس قلعہ پاکیزہ ذات الصور میں	پانچ دروازے دریا کی طرف تھے اور پانچ خشکی کی طرف
پنج ازاں چوں حس ظاہر رنگ بو	پنج ازاں چوں حس باطن راز جو
ان میں سے پانچ حواس ظاہرہ کی طرح تھے کہ مدرک رنگ وبو کے ہیں	ان میں سے پانچ حواس باطنہ کی طرح تھے جو کہ راز جو ہیں
زاں ہزاراں صورت ونقش ونگار	می شدند از سوبسو خوش بیقرار
ان ہزاروں تصویروں اور نقش و نگار سے	ادھر سے ادھر خوش بخوش بے قرار آ جا رہے تھے

یہ مضمون (تقلیب وتبدیل ابصار وبصائر کا) احتمال نہیں رکھتا (کیونکہ افعال حق میں سے ہے جو کہ لاتقف عندحد میں اس لئے قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ) اس فریق نے اس قلعہ کی طرف راستہ لیا (اور گویا) وہ درخت گندم ممنوع پر جا پہنچے (اور گویا) مخلصین (مطیعین) کے مسکن سے باہر نکل گئے (یعنی) جب اس (بادشاہ) کی ممانعت کے سبب وہ زیادہ پرشوق ہو گئے تو اس قلعہ کی طرف منہ اٹھا کر چلے (اور) قول شاہ برگزیدہ کے خلاف قلعہ صبر سوز وہوش ربا کی طرف آئے برعکس (مقتضائے عقل پند خواہ کے (فی الغیاث توختن حاصل کردن وخواستن اھ گویا) دن سے شب تاریک کی طرف پھر گئے (راحت کو دن سے اور مصیبت کو رات سے تشبیہ دی گئی اور) اس قلعہ پاکیزہ ذات الصور میں پانچ دروازے دریا کی طرف تھے (کہ دریا کے سفر کرنے والے آسانی سے آسکیں) اور پانچ خشکی کی طرف تھے (آگے ان دروازوں کی تشبیہ ہے کہ) ان میں سے پانچ حواس ظاہرہ کی طرح تھے کہ رنگ وبو (وغیرہ مدرکات ظاہرہ) کے مدرک ہیں (فالمضاف محذوف وہو مع المضاف الیہ صفۃ لحس اور) ان میں سے پانچ حواس باطنہ کی طرح تھے جو کہ راز جو ہیں (یعنی مدرکات باطنہ کے مدرک ہیں رنگ وبو کے ساتھ لفظ

---

[1] اگر کسی را اشکال افتد کہ بالا در ذیل سرخی رواں شدن شہزادگان الخ بضمن شرح شعر روے و پشت الخ بجواب اشکالے گفتہ بودی کہ اس بادشاہ کے دین دار ہونے کا ذکر نہیں فرمایا الخ لفظ مجتبے دیندار بودنش دلالت میکند جوابش اینکہ اجتباء عام ست دینی و دنیوی را پس مراد آں تواں شد کہ در میان شاہان در مال و جاہ و یا دیگر صفات کمال متعارف برگزیدہ بود ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

وغیرہ مفسر مدرکات ظاہرہ اس لئے بڑھایا کہ باصرہ وشامہ کے سوا کہ مدرک رنگ اور بو ہیں بقیہ تین حواس کہ سامعہ ذائقہ و لامسہ ہیں دوسرے مدرکات ظاہرہ کے مدرک ہیں پس تخصیص تمثیلاً ہے اور حواس باطنہ کے متعلق اگر یہ شبہ ہو کہ حس مشترک تو مدرک معانی کا نہیں بلکہ مدرک صور ہے اس کو راز جو بمعنی مدرک للمدرکات الباطنہ کیسے کہا جواب یہ ہے کہ وہ صور ظاہرہ بعد تجرید عن المادہ کے ظاہر نہیں رہتیں کیونکہ وہ تجرید کے ساتھ ظاہر میں متحقق نہیں پس حس مشترک ان کو اسی وقت ادراک کرتا ہے جب وہ باطن ہو جاتی ہیں اور اس تشبیہ میں اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ قالب انسان بھی مثل اس قلعہ ہوش ربا کے ہے جس میں ان حواس کی راہ سے ایسے بیشمار مدرکات کا ادراک ہوتا ہے جس سے انسان مسلوب العقل مغلوب الحرص والشہوت ہو کر مبتلائے مصیبت دنیوی واخروی ہو جاتا ہے اس لئے ان صور کی طرف متوجہ ہونا کہ مشابہ ہے قلعہ میں داخل ہونے کے واجب الحذر ہے واللہ اعلم اور جب شہزادے اس قلعہ میں داخل ہوئے تو (ان ہزاروں تصویروں اور نقش ونگار (کے دیکھنے) سے (جو اس میں مرتسم تھیں ان کی یہ کیفیت تھی کہ) ادھر سے ادھر خوش بخوش بے قرار آ جا رہے تھے (یعنی تصویریں ایک سے ایک بڑھ کر اس قدر عجیب وخوشنما تھیں کہ کبھی ایک کو دیکھتے پھر فوراً ہی دوسری کے دیکھنے کو دل چاہتا کسی ایک جگہ ان کو قرار نہ تھا خوش بخوش تماشا دیکھتے پھرتے تھے پس بیقرار سے مراد تماشے کی بے قراری نہ کہ عشق کی کہ وہ تو ایک ہی تصویر سے ہوگی جس کا ذکر سرخی آئندہ میں آویگا اور لفظ خوش بھی اس مصرعہ میں اس کا قرینہ صریحہ ہے آگے انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف۔

زیں قدحہای صور کم باش مست	تا نگردی بت تراش وبت پرست
ان صورتوں کے پیالوں سے مست مت ہو	تاکہ تو بت تراش اور بت پرست نہ ہو جاوے
از قدحہای صور بگذر مایست	بادہ در جامست لیک از جام نیست
صورتوں کے پیالوں سے گزر جا قرار مت پکڑ	بادہ جام میں تو ہے لیکن جام سے نہیں ہے
سوی بادہ بخش بکشا پہن گوش	تا زاں سو بشنوی بانگ وخروش
بادہ بخش کی طرف خوب کان کھول	تاکہ تو اس طرف سے بانگ اور خروش سنے
گوش دار آوازت آید دمبدم	چوں رسد بادہ نیاید جام کم
کان کو متوجہ رکھ تجھ کو دمبدم آواز آئے گی	جب بادہ مل جاوے گا تو جام کی کچھ کمی نہیں ہے
آدما معنی دلبندم بجوی	ترک قشر وصورت گندم بگوی
اے آدم میرے معنی دلبند کو طلب کر	پوست اور صورت گندم کو ترک کر
چونکہ ریگے آرد شد بہر خلیل	دانکہ معزولست گندم اے نبیل
جب کہ ریگ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کیلئے آٹا ہو گیا تھا	تو جان لو کہ گندم معزول ہے اے بزرگ
صورت از بیصورت آمد در وجود	ہمچناں کز آتشے زادست دود
صورت بے صورت سے وجود میں آئی ہے	جیسے آگ سے دھواں پیدا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کمتریں عیبے مصور درخیال	چوں پیاپے بینیش آرد ملال
ادنیٰ درجہ کا عیب مصور فی الخیال کا تو یہ ہے	کہ جب تو اس کو متواتر دیکھتا رہے تو وہ ملال لاتا ہے
حیرت محض آردت بے صورتے	زادہ صدگوں آلت از بے آلتے
بے صورت تیرے اندر حیرت محضہ لاتی ہے	صدہا قسم کے آلات ایک بے آلات سے پیدا ہوئے
بے زدستے دستہا با فدہی	جان جاں سازد مصور آدمی
وہ بدوں ہاتھ کے ہاتھوں کو ترکیب دیتا ہے	روح الروح آدمی کو مصور کرتا ہے
آنچناں کاندردل از ہجر ووصال	می شود بافیدہ گونا گوں خیال
جس طرح سے کہ دل میں ہجر و وصال سے	اقسام اقسام خیالات پیدا ہوتے ہیں
ہیچ ماند ایں موثر با اثر	ہیچ ماند بانگ و نوحہ باضرر
بھلا کہیں یہ موثر اثر کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے	بھلا کہیں فغاں و نوحہ ضرر کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے
نوحہ را صورت ضرر بیصورت ست	دست خایند از ضرر کش نیست دست
نوحہ کی تو صورت ہے ضرر بے صورت ہے	لوگ ہاتھ چباتے ہیں ضرر سے جس کے ہاتھ نہیں ہے
ایں مثل نالائق ست اے مستدل	حیلۂ تفہیم را جہد المقل
یہ مثال غیر لائق ہے اے مستدل	تدبیر تفہیم کے لئے ایک نادار کی کوشش ہے
صنع بیصورت نگارد صورتے	تن بروید یا حواس و آلتے
بے صورت کی صنعت صورت کو پیدا کرتی ہے	تن کو پیدا کرتا ہے مع حواس و آلات کے
تاچہ صورت باشد آں بروفق خود	اندر آرد جسم را در نیک و بد
تاکہ جونسی بھی صورت ہو وہ اپنے موافق	جسم کو نیک و بد میں لے آوے
صورت نعمت بود شاکر شود	صورت مہلت بود صابر شود
صورت نعمت کی ہو تو شاکر ہو جاتا ہے	صورت مشقت کی ہو تو وہ صابر ہو جاتا ہے
صورت رحمے بود شاداں شود	صورت زخمے بود نالاں شود
صورت رحم کی ہو تو پھول جاتا ہے	صورت زخم کی ہو تو وہ نالاں ہوتا ہے
صورت شہرے بود گیرد سفر	صورت تیرے بود گیرد سپر
کسی شہر کی صورت آ جاوے تو سفر اختیار کرتا ہے	تیر کی صورت آجاوے تو سپر لے لیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت خوباں بود عشرت کند	صورت غیبی بود خلوت کند
حسینوں کی صورت آجاوے تو عشرت کرتا ہے	کوئی صورت غیبی آجاوے تو خلوت کرتا ہے
صورت محتاجی آرد سوی کسب	صورت بازو وری آرد بہ غصب
محتاجی کی صورت کسب کی طرف لاتی ہے	بازو وری کی صورت غصب کی طرف لاتی ہے
ایں ز حد و اندازہا باشد بروں	داعی فعل از خیال گونہ گوں
یہ حد اور اندازہ سے خارج ہے	فعل کا داعی گونا گوں خیالات سے
بے نہایتکیشہا و پیشہا	جملہ ظل صورت اندیشہا
غیر متناہی مذاہب اور پیشے	سب ظل ہیں صورت خیالات کے
برلب بام ایستادہ قوم خوش	ہر یکے را بر زمیں بیں سایہ اش
لب بام پر کوئی قوم خوش کھڑی ہے	ہر ایک کے سایہ کو زمین پر دیکھ لے
صورت فکرست بر بام مشید	واں عمل چوں سایہ بر ارکاں پدید
صورت فکر بام بلند پر ہے	اور وہ فعل سایہ کی طرح اعضاء پر ظاہر ہے
فعل بر ارکان و فکرت مکتتم	لیک در تاثیر و وصلت دو بہم
فعل تو ارکان پر ہے اور فکر مکتتم ہے	لیکن تاثیر اور اتصال دونوں مقارن ہیں
آں صور در بزم کز جام خوشی ست	فائدہا و بیخودی و بیہشی ست
بزم میں جو صورتیں کہ جام خوشی سے ہیں	ان کا فائدہ بے خودی اور بے ہوشی ہے
صورت مرد و زن و لعب و جماع	فائدہاش بیہوشی وقت وقاع
صورت مرد و زن کی اور لعب اور جماع	اس کا فائدہ بے ہوشی ہے وقت جماع کی
صورت نان و نمک کاں نعمت ست	فائدہ اش آں قوت بیصورت ست
صورت نان و نمک کی جو کہ نعمت ہے	اس کا فائدہ قوت بے صورت ہے
در مصاف آں صورت تیغ و سپر	فائدہ اش بیصورتی یعنی ظفر
جنگ میں وہ صورت تیغ و سپر کی	اس کا فائدہ ایک بے صورت ہے یعنی ظفر
مدرسہ و تعلیق و صورتہای وے	چوں بدانش متصل شد گشت طے
مدرسہ تعلیم کا اور اس کی صورتیں	جب علم سے متصل ہو گئیں تو وہ تمام ہو گئیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں صور چوں بندۂ بیصورت اند	پس چرا در نفی صاحب نعمت اند
جب یہ صورتیں بے صورت کے تابع ہیں	پھر کس لئے یہ صاحب نعمت کی نفی میں ہیں
پس صورہا بندۂ بیصورت اند	پیش او رویند و در نفی اوفتند
پس صورتیں تابع ہیں بے صورت کے	اسی کے سامنے تو پیدا ہوں اور نفی میں واقع ہوں
ایں صور دار دز بیصورت وجود	چیست پس بر موجد خویشش جحود
یہ صورتیں بے صورت سے وجود رکھتی ہیں	پھر ان کو اپنے موجد پر جحود کیا ہے
خود ازو یابد ظہور انکار او	نیست غیر عکس خود ایں کار او
اس کا انکار خود اس ہی سے ظہور پاتا ہے	اس کا یہ فعل بجز اپنے عکس کے نہیں ہے
صورت دیوار و سقف ہر مکاں	سایۂ اندیشۂ معمار داں
ہر مکان کی صورت دیوار اور سقف کو	خیال معمار کا ظل جان
گرچہ خود اندر محل افتکار	نیست سنگ و چوب و خشتے آشکار
اگرچہ محل فکر میں	سنگ اور چوب اور خشت ظاہر نہیں ہے
فاعل مطلق یقیں بے صورتست	صورت اندر دست او چوں آلتست
فاعل مطلق یقینا بے صورت ہے	صورت اس کے ہاتھ میں مثل آلہ کے ہے
گہ گہ آں بیصورت از کتم عدم	مر صور را رونماید از کرم
وہ بے صورت گاہ گاہ پردۂ غیب سے	صورتوں کو تجلی دکھلا دیتے ہیں کرم سے
تا مدد گیرد ازو ہر صورتے	از کمال و از جمال و قدرتے
تاکہ اس سے ہر صورت مدد حاصل کرے	کمال سے اور جمال سے اور قدرت سے
باز بیصورت چو پنہاں کرد رو	آمدند از بہر کد در رنگ و بو
پھر بے صورت نے جب تجلی مستتر کر لی	تو وہ لوگ کدیہ کے لئے رنگ اور بو میں آ گئے
صورتے از صورت دیگر کمال	گر بجوید باشد آں عین ضلال
ایک صورت دوسری صورت سے اگر کمال	ڈھونڈے تو وہ عین ضلال ہے
جز مگر آں صورتے کاں شیر زاد	بابت ارشاد کردش ازو داد
بجز اس صورت کے جس کو اس حاکم عظیم نے	لائق ارشاد کے کیا ہو صورت سے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس چہ عرضہ می کنی اے بے ہنر	احتیاج خود بمحتاج دگر
پس کیا پیش کرتا ہے تو اے بے ہنر	اپنی احتیاج دوسرے محتاج کی طرف
چوں صور بندست بر یزداں مگو	ظن مبر صورت بہ تشبیہش مجو
جب صورتیں بندہ ہیں تو یزداں پر اطلاق مت کر	صورت کا گمان مت کر اس کو تشبیہ سے مت ڈھونڈھ
در تضرع جو و در افنائے خویش	کز تفکر جز صور ناید بہ پیش
تضرع میں اور اپنے فنا کرنے میں اس کو طلب کر	کیونکہ تفکر سے بجز صورتوں کے کوئی چیز پیش نہ آوے گی
ور ز غیر صورتت نبود فرہ	صورتے کاں بے تو زاید در توبہ
اور اگر بدوں صورت کے تجھ کو انبساط نہیں ہوتا	تو بہ جو صورت بدوں تیرے تیرے اندر پیدا ہو وہ بہتر ہے
صورت شہرے کہ آنجا میروی	ذوق بیصورت کشیدت اے روی
اس شہر کی صورت کہ تو وہاں جاتا ہے	مجھ کو ذوق نے کھینچا ہے جو کہ بے صورت ہے اے سیراب ہونے والے
پس بمعنیٰ میروی تا لامکاں	کہ خوشی غیر زمانست و مکاں
پس باطنا تم لامکاں کی طرف جا رہے ہو	کیونکہ خوشی غیر زمانی اور غیر مکانی ہے
صورتے یارے کہ سوئے او شوی	از برای مونسی اش میروی
کسی دوست کی صورت جس کی طرف تو جا رہا ہے	تو اس کے انس کی وجہ سے جا رہا ہے
پس بمعنیٰ سوی بیصورت شدی	گرچہ زاں مقصود غافل آمدی
پس باطنا تو بے صورت کی طرف جا رہا ہے	اگرچہ اس مقصود سے تو غافل ہے
پس حقیقت حق بود معبود کل	کز پئے ذوق ست سیران سبل
پس در حقیقت حق تعالیٰ ہی معبود کل ہے	کیونکہ ذوق ہی کے لئے راستوں کا چلنا ہے
لیک بعضے روسوی دم کردہ اند	گرچہ سر اصلست سر گم کردہ اند
لیکن بعض نے تو توجہ دم کی طرف کی ہے	اگرچہ سر اصل ہے انہوں نے سر کو گم کر دیا ہے
لیک آں سر پیش ایں ضالان گم	می دہد داد سرے از راہ دم
لیکن وہ سران ضالین گم کے سامنے	سر کی عطا دم کے واسطے سے عطا کرتا ہے
آں ز سری یابد آں داد ایں ز دم	قوم دیگر پا و سر کردند گم
وہ شخص سر سے پاتا ہے یہ عطا اور یہ شخص دم سے	ایک اور قوم نے پاؤں اور سر گم کر دیے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ گم شد جملہ جملہ یافتند	از گم آمدٗ سوی کل بشتافتند
چونکہ سب گم ہو گئے انہوں نے سب کو پا لیا	گم ہونے کے سبب وہ کل کی طرف دوڑے

(بمناسبت صورت پسندی مذکورہ شعر زاں ہزاراں صورت الخ کے بطور انتقال کے ارشاد فرماتے ہیں کہ) ان (ظاہری) صورتوں کے پیالوں سے مست مت ہو (یعنی ان کا فریفتہ مت ہو اور ان کو قدح کہنے کی تحقیق شعر آئندہ کے حل میں آوے گی) تا کہ تو بت تراش اور بت پرست (کے مشابہ) نہ ہو جاوے (کہ وہ بھی ایک صورت کا عاشق ہوتا ہے گو اس کا عشق درجہ معبودیت تک پہنچ جاتا ہے اور تیرا درجہ مقصودیت تک رہتا ہے لیکن اتنی مشابہت بھی مذموم ہے پس) صورتوں کے پیالوں سے گزر جا (اور ان پر) قرار مت پکڑ (کیونکہ) بادہ (جمال گو اس) جام میں تو ہے لیکن جام سے نہیں ہے (بلکہ بادہ بخش کا ڈالا ہوا ہے پس شائق بادہ کا پیالہ پر عاشق ہونا حماقت ہے بادشاہ بخش پر عاشق ہونا چاہئے کہ بادہ کا مرجع وہی ہے اسی طرح صورت ظاہری مثل جام کے ہے پس قدحہائے صور میں اضافہ مثل لجین الماء کے ہے اور اس کا حسن مثل بادہ کے اور حق تعالیٰ مثل بادہ بخش کے پس مرجع حسن و جمال اور اصلی حسین و جمیل وہی ہیں ان پر عاشق اور ان کا طالب ہونا چاہئے چنانچہ آگے اس کی تصریح بھی ہے کہ) بادہ بخش کی طرف خوب کان کھول (یعنی ادھر متوجہ ہو اور گوش کی تخصیص میں شاید اشارہ اس طرف ہو کہ دنیا میں مطلوب حقیقی کی رویت بالبصر نہیں ہو سکتی اور تجلیات مبصرہ مثالی ہوتی ہیں عین حق نہیں ہوتیں البتہ حصول نسبت و قرب سے جن واردات سے مشرف ہوتا ہے وہ عین احکام حق ہوتے ہیں جو گوش باطن یعنی القاء سے منکشف ہوتے ہیں اس لئے گوش بکشا کہا چشم بکشا نہیں کہا) تا کہ تو اس طرف سے بانگ اور خروش (واردات کا) سنے (بانگ و خروش کا ہونا ضروری نہیں اور اگر ہو تو وہ صورت مثالی ہوتی ہے کیونکہ قول اور لحن نے آواز نے انکشاف واردات کو سماع بانگ و خروش سے مجازاً تعبیر کر دیا اطلاقاً للسبب فی الجملۃ علی المسبب اس طرف) کان کو متوجہ رکھ تجھ کو دمبدم آواز آوے گی (یعنی واردات کا القاء ہو گا اور) جب بادہ (حسن حقیقی کا) مل جاوے گا تو جام کی کچھ کمی نہیں ہے (یعنی ان واردات سے حق تعالیٰ کی صفات و افعال کی معرفت ہو گی اور تمام اجزاء عالم ان صفات و افعال کا مظہر معلوم ہو گا اور ان سب میں ان صفات و افعال کا مشاہدہ کرے گا یہ معنی ہیں۔ نیاید جام کم کے پس اس حالت میں یہ کسی صورت کا مقید اور فریفتہ نہ ہو گا آگے بطور حکایت عن الحق کے خطاب ہے آدم علیہ السلام کو جس سے مقصود خطاب ہے۔ بنی آدم کو یعنی) اے آدم میرے معنی دلبند کو طلب کرو (اور) پوست اور صورت گندم کو ترک کرو (صورت کا عطف قشر پر تفسیری ہے اشارہ ہے قصہ نہی عن الشجرہ کی طرف اور معنی سے مراد صفات و افعال حق یعنی توجہ الی الخلق کو کہ مشابہ اکل شجرہ کے ہے ترک کر کے توجہ الی الحق کرو آگے صورت کا غیر معتد بہ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) جبکہ ریگ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے آٹا ہو گیا تھا (یہ آپ کا معجزہ مشہور ہے) تو (اس سے) جان لو کہ گندم (باعتبار صورت کے) معزول (اور قابل قطع نظر کرنے کے) ہے اے بزرگ (تو دیکھو کہ باوجود گندم کی صورت نہ ہونے کے ریگ سے گندم کا کام لیا گیا کہ اس سے آرد حاصل ہو گیا جس سے معلوم ہوا کہ صورت مقصود اور مدار مقصود نہیں پس اس کی طلب میں مت پڑو آگے صورت کا معنی بے صورت کے تابع ہونا بیان فرمائے ہیں دو طور سے۔

اول یہ کہ بے صورت علت فاعلی ہوتی ہے صورت کی و ہذا الی قولہ فعل برارکان الخ دوسرے یہ کہ بے صورت علت غائی ہوتی ہے صورت کی و ہذا من قولہ حصلا بالبیت المذ کور آں صور در بزم الخ اور دونوں قسم کی علیہ میں تبعیت ظاہر ہے اول میں

www.besturdubooks.wordpress.com

دوعا ثانی میں قصداً پس فرماتے ہیں کہ) صورت بے صورت سے وجود میں آئی ہے جیسے آگ سے دھواں پیدا ہوا ہے (تشبیہ صرف تسبب میں ہے قطع نظر باصورت و بے صورت ہونے سے کیونکہ آتش جس سے کہ دھواں پیدا ہوتا ہے دو ماقبلیا بوجہ امتزاج باالا جزا املا رضیہ کے صورت حسیہ رکھتی ہے گو نار صرفہ کو غیر محسوس کہا گیا ہے پھر ظاہراً صورت سے مراد مطلق صورت مادیہ ہے گو محسوس نہ ہو چنانچہ شعر آئندہ متصل اور اشعار متعددہ غیر متصلہ میں خیال کو بھی صورت کے عموم میں داخل کیا ہے تو نار صرفہ بھی اس معنی کر باصورت ہے پس تشبیہ صرف تسبب ہی میں ہوئی آگے تائید مضمون صورت کے غیر قابل طلب اور معنی کے قابل طلب ہونے کے لئے جو کہ شعر صورت از بے صورت الخ کے ذیل مذکور تھا صورت کی ایک خاصیت ذامہ اور بے صورت کی ایک خاصیت مادحہ کا بیان ہے کہ) اوئی وجہ کا عیب مصور فی الخیال کا (کہ ایک فرد ہے باصورت کی) تو یہ ہے کہ جب تو اس کو متواتر دیکھتا رہے (اور سوچتا رہے) تو وہ ملال (اور افسردگی) لے آتا ہے (بخلاف غیر مصور و بے صورت کے کہ وہ ملال کا سبب کبھی نہیں ہوتا بلکہ وہ) بے صورت تیرے اندر حیرت محضہ لاتی ہے (شرح اس کی یہ ہے کہ ملال ہوتا ہے احاطہ مدرک و تمام ادراک سے اور حیرت ہوتی ہے عدم احاطہ مدرک و عدم تمام ادراک سے تو باصورت میں تو تمام ادراک ہو سکتا ہے اس وقت ملال بھی ہو سکتا ہے اور بے صورت میں تمام ادراک نہیں ہوتا پس ملال بھی نہیں ہوتا بلکہ حیرت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ حیرت میں ادراک کا شوق بڑھے گا اور شوق میں لذت ہوتی ہے اور ملال کا سبب انقباض ہونا ظاہر ہے پس باصورت کا خاصہ انقباض ہوا اور بے صورت کا خاصہ شوق و انشراح ہوا اور اول کا موجب ذم اور دوسرے کا موجب مدح ہونا ظاہر ہے اور اوئی کہنے سے معلوم ہوا کہ اور عیوب اس سے بھی زیادہ ہیں اور جب صورۃ خیالیہ جو کہ کسی قدر قیود سے مجرد بھی ہے مگر حلول فی المادی کے سبب مادی ہے جب وہ ایسی ہے تو صورت مقیدہ بقیود کثیرہ تو اس خاصیت میں اس سے زیادہ ہوگی کہ ادراک اس کو زیادہ احاطہ کرے گا جس سے ملال زیادہ ہوا اور اگر کوئی کہے کہ ہم کو تو صورت معشوقہ سے کبھی ملال نہیں ہوتا جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو مطلق صورت سے ملال کا وقوع تحقیق مدعا کے لئے کہ ترجیح بیان کرنا ہے بے صورت کا صورت پر کافی ہے کیونکہ بے صورت سے کبھی بھی ملال نہیں ہوتا اور یہ ترجیح کے لئے کافی ہے دوسرے مقصود بیان کرنا اصل خاصیت کا ہے قطع نظر عوارض سے اور یہاں عدم ملال ایک عارض سے ہے کہ وہ شہوت وغیرہ ہے چنانچہ اکثر بعد قضاء شہوت یہ ملال مشاہدہ کیا جاتا ہے اور اس عدم ملال کا راز بھی وہی عدم ادراک تام ہے کہ قبل قضاء شہوت خاص لذت کا ادراک نہیں تھا اس لئے شوق تھا کہ اس میں کیسی لذت ہوگی جب یہ ادراک بھی تام ہو گیا ملال پیدا ہو گیا اور یہ تفاوت درمیان باصورت و بے صورت کے اثناء مضمون تابعیت صورت للمعنی میں جو کہ شعر صورت از بے صورت الخ سے شروع ہوا ہے بطور جملہ معترضہ کے مذکور ہوا ہے اب پھر اسی مضمون تابعیت کی طرف عود ہے یعنی بے صورت کا باصورت سے وجود میں آنا جو کہ اجمالاً شعر صورت از بے صورت الخ میں مذکور ہوا اس کا اعادہ مع تفصیل یہ ہے کہ) صدہا قسم کے آلات ایک بے آلات سے پیدا ہوئے (یہ اعادہ ہوا اس مضمون کا کیونکہ بے آلت سے مراد وہی بے صورت ہے اس لئے کہ باصورت میں صورت ہی آلہ ہوتی ہے افعال کی چنانچہ حیوان میں ہاتھ پاؤں آنکھ کان بطش و مشی و بصر و سمع کے لئے اور غیر حیوان میں مادہ و صورت قصیہ اس کے افعال و خواص کے لئے و ہذا ظاہر آگے مختلف عنوانات سے اس کی تفصیل ہے کہ) وہ (بے آلات و بے صورت یعنی حق تعالیٰ) بدوں ہاتھ کے (کہ جزو ہے ذی ید کا ذی آلات کے) ہاتھوں کو ترکیب دیتا ہے (یعنی) روح الروح (مراد حق تعالیٰ کہ مُحیی روح ہے) آدمی کو (کہ ذی صورت و آلات ہے) مصور کرتا ہے جس طرح سے کہ دل میں ہجر و وصال (کے اثر) سے اقسام اقسام خیالات پیدا ہوتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں (ہجر اور وصال چونکہ امور اضافیہ سے ہیں صفات حقیقیہ سے نہیں اس لئے ان کا وجود انتزاعی ہوگا انضمامی نہ ہوگا اور صفات انتزاعیہ کسی مادی میں حلول کئے ہوئے نہیں ہوتیں اس لئے ان کو مادی نہ کہا جاوے گا پس وہ بے صورت ہوئیں اور خیال حال فی الدماغ المادی ہے اس لئے وہ باصورت ہوا اور ہجر کی حالت میں ہجر سے اور وصال کی حالت میں وصال سے مختلف حالات کا قلب و دماغ میں پیدا ہونا اہل مذاق عشق کو معلوم ہے پس اس مثال میں بھی بے صورت موثر و فاعل ہوا باصورت میں پس اس میں جان جاں ساز مصور آدمی کی بھی تشبیہ ہوگئی اور خود ایک مادہ تحقق تاثیر غیر مصور فی المصور کا اضافہ معین فی التفصیل بھی ہوگیا آگے اس ہجر و وصال اور گونا گوں خیال کا مصور و غیر مصور ہونے میں تفاوت جو کہ مدار تھا تشبیہ بالا کا بیان فرماتے ہیں کہ) بھلا کہیں یہ موثر (یعنی ہجر و وصال) اثر (مذکور یعنی خیال) کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے (آگے اس کی مثال ہے کہ) بھلا کہیں فغان و نوحہ (کہ اثر ہے کلفت و ضرر کا) ضرر کے ساتھ (کہ موثر ہے فغاں و نوحہ میں) کچھ مشابہت رکھتا ہے (یعنی نہیں رکھتا کیونکہ) نوحہ کی تو صورت ہے (کہ حال فی المادہ ہے اور) ضرر بے صورت ہے (کہ حقیقت اس کی فقدان مطلوب ہے جو کہ امر اضافی و غیر حال فی المادہ ہے اس مثال سے تفاوت ہجر و وصال اور خیال میں بھی معلوم ہوگیا کہ موثر بے صورت ہے اور اثر باصورت جو اجمالاً مصرعہ ہیچ ماند ایں موثر با اثر میں مذکور ہوا تھا آگے نوحہ کے باصورت اور ضرر کے بے صورت ہونے کی ایک خاص عنوان سے توضیح ہے کہ ضرر رسیدہ) لوگ ہاتھ چباتے ہیں (اس) ضرر (کے سبب) سے جس کے ہاتھ نہیں ہے (ضرر کے ہاتھ نہ ہونا ظاہر ہے مراد نفی ہے صورت کی جس کو احقر ابھی بیان کر چکا ہے اور دست خائیدن کا حال فی المادی ہونا ظاہر ہے اور چونکہ شعر آنچناں کاندر دل الخ مثال تھی صنع حق بلا آلات مذکور فی قولہ بے زدستے الخ کی اور ہیچ ماند بانگ الخ مثال تھی اس مثال کی اور اس کے واسطہ سے مثال تھی اسی صنع کی پس ایک بواسطہ اور ایک بلاواسطہ دونوں مثالیں صنع حق کی ہوگئیں چونکہ احتمال تھا کہ کوئی شخص مشبہ یعنی صنع حق کو بالکل ان امثلہ مشبہ بہا کے مماثل من کل الوجوہ سمجھ جاوے جو کہ خلاف واقع ہے اس لئے آگے اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ) یہ مثال غیر لائق ہے اے مستدل (صرف) تدبیر تفہیم کے لئے ایک نادار کی کوشش ہے (کہ وہ بقدر کفایت انفاق نہیں کر سکتا اپنی وسعت کے موافق کر سکتا ہے اسی طرح ہماری یہ تشبیہات کشف حقیقت کے لئے کافی نہیں ہماری وسعت کے قدر من وجہ تفہیم کے لئے لائی گئی ہیں ورنہ کہاں سبب حادث غیر قادر و غیر مختار و غیر مستقل و غیر عالم اور کہاں علت قدیم و قادر و مختار و مستقل و عالم آگے بعد تشبیہات و دفع ایہام ناشی عن التشبیہ عود ہے مضمون بے زدستے الخ کی طرف یعنی) بے صورت کی صنعت صورت کو پیدا کرتی ہے (یعنی) تن کو پیدا کرتا ہے مع حواس و آلات (یعنی اعضاء و جوارح و خیالات) کے (کہ صورت کا مصداق ہے اور خیال کا صورت کے افراد میں سے ہونا احقر شرح شعر آنچناں کاندر دل از ہجر و وصال میں لکھ چکا ہے اور آئندہ کئی شعر کے مضمون کا یہی مبنی ہے الی قولہ صورت فکرست اس کے بعد کے بعض اشعار میں افعال کو صورت کہا ہے جو کہ ظاہر ہے آگے بعض افراد صورت کی نگارش کے بعض آثار کو کہ وہ تصرفات ہیں صورت نگار کے بیان فرماتے ہیں یعنی صورت نگاری اس لئے کرتے ہیں) تاکہ جو نسی بھی صورت ہو وہ (صورت) اپنے مقتضا کے) موافق جسم کو (افعال) نیک و بد میں لے آوے (اس صورت سے مراد بقرینہ سیاق خیال ہے اور خیال کا مدار افعال ہونا ظاہر ہے چنانچہ آگے اس کی تفصیل ہے کہ اگر وہ) صورت نعمت کی ہو (جو دماغ مادی میں پیدا ہو) تو (وہ صاحب خیال) شاکر ہو جاتا ہے (اور فعل شکر اس سے پیدا ہوتا ہے اور محل شکر کا زبان اور جوارح اور قلب ہے اور یہ سب اجزاء ہیں جسم کے پس جملہ اندر آرد جسم را در نیک و بد کا تحقق ظاہر ہوگیا اسی طرح سواد آتیہ میں دیکھ لیا جاوے اور وہ یہ ہیں کہ اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ) صورت مشقت کی ہو تو وہ (صاحب خیال) صابر ہو جاتا ہے (اور اگر) صورت رحم کی ہو (یعنی یہ خیال آ جاوے کہ فلاں صاحب اختیار ہم پر رحم کریگا) تو (صاحب خیال) صابر ہو جاتا ہے (اور اگر) صورت رحم کی ہو تو وہ (صاحب خیال) نالاں ہوتا ہے (اور اگر اس کے دماغ میں) کسی شہر کی صورت (وخیال) آ جاوے تو سفر اختیار کرتا ہے (اور اگر اس کے خیال میں) تیر کی صورت آ جاوے (کہ کوئی تیر میری طرف شاید آ جاوے) تو (حفاظت کے لئے) سپر لے لیتا ہے (اور اگر خیال میں) حسینوں کی صورت (اور خیال) آ جاوے تو (ان کے قرب ووصال کا سامان کر کے ان کے ساتھ) عشرت کرتا ہے (اور اگر خیال میں) کوئی صورت غیبی آ جاوے (مثلاً تجلیات وواردات کا ؔبال) تو (اس کی تحصیل کے لئے) خلوت (اختیار) کرتا ہے (اور) محتاجی کی صورت (موجودہ یا متوقعہ) کسب کی طرف لاتی ہے (اور) بازووری (یعنی قوی بازوشدن) کی صورت غصب کی طرف لاتی ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ غصب سے پہلے اس خیال کا آنا ضروری ہے کہ میں زورآور ہوں غصب کر سکتا ہوں پس مقصود قوت بازو کا شرط بتلانا ہے نہ کہ علت تاکہ نقض لازم آوے کہ خیال قوت بازو کے لئے غصب لازم نہیں اور) یہ حد اور اندازہ (یعنی شمار) سے خارج ہے (آگے اس اسم اشارہ کا مشار الیہ بتلاتے ہیں کہ یہ سے مراد) فعل کا داعی (اور سبب ہے آگے اس داعی کا بیان ہے پس از بیانیہ ہے یعنی) گوناگوں خیالات سے (مطلب یہ کہ جو خیالات محرک افعال ہیں ان کے افراد بے شمار ہیں چنانچہ) غیر متناہی مذاہب اور (غیر متناہی) پیشے سب (کے سب) ظل (اور اثر) ہیں صورت خیالات کے (یہ اضافت بیانیہ ہے پس اس سببیت خیال ومسببیت افعال کی ایسی مثال ہے کہ جیسے) لب بام پر کوئی قوم خوش کھڑی ہے (خوش کی قید اتفاقی ہے ان میں) ہر ایک کے سایہ کو زمین پر دیکھ لے (پس جس طرح یہ شخص سبب اور ظل مسبب ہے اسی طرح خیال سبب اور فعل مسبب ہے چنانچہ تصریحاً فرماتے ہیں کہ) صورت فکر (دماغ میں ہونے کے سبب گویا) بام بلند پر ہے اور وہ فعل (جو اس کا مسبب ہے) سایہ کی طرح اعضا پر ظاہر ہے (اور ہم نے جو صرف عمل کو پدید کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ) فعل تو ارکان پر ہے (جو کہ محل افعال ہیں اور وہ خود بھی اور ان کے ساتھ افعال کا قیام اور حلول بھی ظاہر ہے) اور فکر مستتر ہے (باعتبار محل کے بھی کہ دماغ ہے اور خود اپنی صورۃ نوعیہ کے اعتبار سے بھی کہ محسوس نہیں اگرچہ محل کا مشاہدہ بھی کیا جاوے اور اتصاف اور قیام کے اعتبار سے بھی تو گو ظہور وکمون کا دونوں میں فرق ہے) لیکن تاثیر (اس فکر کی) اور اتصال (اور ترتب اس عمل کا اپنے مؤثر پر یہ) دونوں متقارن ہیں (یعنی عمل کے وقت خیال کا وجود لازم ہے خواہ وہ خیال اسی وقت حادث ہوا ہو یا اس وقت تک باقی ہو جب خیال شرط ہے پس وجود عمل کا خود دلیل ہے اس کے وجود کی پس اس کے مستتر ہونے سے اس کے وجود کا انکار نہ کرنا چاہئے اور استدراک بقولہ لیک در تاثیر کا محط فائدہ یہی وجود ہے اس فکر کا نہ کہ خصوصیت مقارنت کی کہ وہ خصوصیت اتفاقی وواقعی ہے اور یہاں تک صورت کا بے صورت کے لئے تابع ہونا اس طور پر کہ بے صورت علت فاعلی ہے صورت کی مذکور ہوا آگے اس صورت کا بے صورت کے لئے تابع ہونا اس طور پر کہ بے صورت علت غائی ہے صورت کی مذکور ہوتا ہے وقد بنهت علیه من قبل فی تمهید شرح شعر صورت از بے صورت آمد الخ اور وہ علت غائی ہونا بے صورت کا صورت کے لئے اس طرح ہے کہ) بزم (شراب) میں جو صورتیں کہ جام خوشی سے (حاصل ہوتی) ہیں (مثل شرب خمر وافعال متعلقہ آں) ان کا فائدہ (یعنی علت غائی) بے خودی اور بے ہوشی ہے (جو کہ بوجہ امر عدمی وامر اضافی ہونے کے بے صورت ہے اور ایسے امور کا بے صورت ہونا شرح شعر آنچناں کا ندر دل الخ میں ذکر کیا گیا ہے اور افعال کا افراد صورت ہونا ظاہر ہے اور اسی طرح) صورت مرد وزن کی اور لعب اور جماع (یہ عطف تفسیری ہے صورت کا) اس (صورت) کا فائدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

(علت غائی) بے ہوشی ہے وقت جماع کی (غایت لذت کو بے ہوشی فرمایا اور اس کا غایت ہونا ظاہر ہے اور اسی طرح) صورت نان ونمک کی جو کہ نعمت ہے اس کا فائدہ (اور غایت) قوت بے صورت ہے اس کو بے صورت کہنا بالمعنی المذکور فی المواد السابقہ نہیں یعنی غیر حال فی المادہ کیونکہ قوت کا حلول مادہ میں اظہار ہے بلکہ بمعنی غیر صورت محسوسہ اور ظاہر ہے کہ قوت محسوس دوسری نہیں ہے پس یہ مادہ مثال نہ ہوگی کلیہ مذکورہ کی بلکہ نظیر ہوگی اس کی یعنی بطور قیاس تمثیل کے ایک بے صورت باحد المعنیین کو دوسری بے صورت بالمعنی الآخر پر حکم متبوعیت میں قیاس کرلیا اور شعر آئندہ متصل مدرسہ تعلیم الخ میں دانش کو بے صورت کہنا بھی قول مشہور پر کہ علم مقولہ کیف سے ہے اسی اعتبار سے ہے پس وہ بھی نظیر ہے اور شعر آئندہ متصل در مصاف الخ میں ظفر اس معنی مذکور سابق کے اعتبار سے بے صورت ہے پس وہ مثال ہے یعنی اسی طرح) جنگ میں وہ صورت تیغ وسپر کی اس کا فائدہ ایک بے صورت ہے یعنی ظفر (اسی طرح) مدرسہ تعلیم کا اور اس کی صورتیں (واسباب تعلیم مثل کتب وغیرہ) جب علم سے متصل ہوگئیں (یعنی علم ان پر مرتب ہوگیا جو کہ مدرسہ واسباب تعلیم کی غایت ہے) تو وہ (صورتیں) تمام ہوگئیں (یعنی ان اسباب سے اس حیثیت خاصہ سے تعلق نہ رہا جیسا کہ حصول غایت کے بعد وسائط سے تعلق ختم ہو جاتا ہے مثلاً منزل پر پہنچ کر سواری چھوڑ دی جاتی ہے ومثل ذلک اور یہ علامت ہے علم کے غایت ہونے کی اور وہ بے صورت ہے بایں معنی کہ غیر محسوس ہے نہ بایں معنی کہ غیر حال فی المادہ ہے کیونکہ قول مشہور پر یہ مقولہ کیف سے ہے جو کہ صفت منضمہ ہے پس انسان مادی میں جو علم ہوگا حال فی المادہ ہوگا اور اگر مقولہ اضافتہ سے ہوتو امور اضافیہ کا بے صورت ہونا بمعنی غیر حال فی المادہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اور بدانش متصل گشت الخ میں مقصود اتصال کا حکم کرنا نہیں ہے کیونکہ اس کو مقصود مقام میں کوئی دخل نہیں بلکہ مقصود اس کا غایت ہونا ہے تا کہ اس کے بے صورت ہونے سے مقصود مقام کی تائید ہو اور یہاں تک جب صورت کی تبعیت بے صورت کے لئے فاعلاً یا غایۃً بیان فرما چکے آگے اس تبعیت پر تفریع ہے کہ) جب یہ صورتیں بے صورت کے تابع ہیں پھر کس لئے یہ (صورتیں) صاحب نعمت کی نفی میں ہیں (جیسے دہریہ منکر ہیں صانع تعالیٰ کے آگے بھی تفریع ہے تاکید تفریع اول کے لئے یعنی جب دلائل تبعیت مذکورہ کے بیان کردیئے گئے) پس (ان سے ثابت ہوگیا کہ) صورتیں تابع ہیں بے صورت کے (پھر تعجب ہے کہ اسی کے تصرف سے) اسی کے سامنے تو پیدا ہوں اور (اسی کی) نفی میں واقع ہوں (اور اس مصرعہ ثانیہ کی ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ تائید ہو مضمون مصرعہ اولیٰ کی یعنی بندہ ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ وہ اسی کے سامنے پیدا ہوتے ہیں اور اسی کے سامنے عدم میں واقع ہو جاتے ہیں اور یہ سب اسی کے تصرف سے ہوتا ہے اس سے بندہ ہونا ظاہر ہوگیا مگر اول توجیہ سیاق وسباق کے زیادہ مناسب ہے کہ دونوں جگہ اس کی تصریح ہے حیث قال قبلہ پس چرا در نفی صاحب نعمت اند وقال بعدہ چیست پس بر موجد خویشش جحود آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) یہ صورتیں بے صورت سے وجود رکھتی ہیں۔ پھر ان کو اپنے موجد پر جحود کیا ہے (آگے خود ان کے اس انکار سے بھی اس کے وجود پر استدلال کرتے ہیں کہ) اس (منکر) کا (یہ) انکار (بھی) خود اس (صانع) ہی سے ظہور پاتا ہے (اور) اس (صانع) کا یہ فعل (یعنی خلق انکار فی المنکر) بجز اپنے (یعنی صانع کے) عکس (اور اثر) کے نہیں ہے (یعنی انکار منکر بھی مجعول ہے اس صانع کا اور یہ مضمون ہے مصرعہ اولیٰ کا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ انکار حادث ہے اور ہر حادث کے لئے جاعل ومحدث کی ضرورت ہے پس جاعل اس انکار مجعول کا حادث تو ہو نہیں سکتا لاستلزام الدور او التسلسل پس لامحالہ قدیم ہوگا پس جاعل قدیم ہوگا اور اس کا یہ جعل اس کا اثر حادث ہوا اور یہ مضمون ہے مصرعہ ثانیہ کا آگے بعد تفریعات کے پھر عود ہے بے صورت کے علت فاعلیہ للصورۃ ہونے کی طرف یعنی) ہر مکان کی صورت دیوار

www.besturdubooks.wordpress.com

اور سقف کو خیال معمار کا ظل جان اگر چہ محل فکر (یعنی ذہن) میں سنگ اور چوب اور خشت ظاہر نہیں ہے (لیکن ان کا خیال ہے اور وہی سبب فاعلی ہے صورت عمارت کا اور اس شعر میں اندیشہ و خیال کو جس کا باصورت ہونا اوپر معلوم ہو چکا بے صورت کہنا بمعنی غیر المحسوس ہے نہ بمعنی غیر حال فی المادہ آگے خلاصہ ہے تمام مقام کا یعنی غرض یہ کہ) فاعل مطلق یقیناً بے صورت ہے (اور) صورت اس کے ہاتھ میں مثل آلہ کے (تابع محض) ہے (کہ یقلبها کیف یشاء اس مقام میں اثناء مضمون مقصود موثریت غیر المصور فی المصور میں یہ احکام مذکور ہوئے ہیں۔ نمبر ۱ حق تعالیٰ کا صانع ہونا نمبر ۲ اس کا ذاتاً مستور ہونا کما یدل علیه المثال المذکور فی قوله فعل برار کان و فکرت مکتتم و ایضا یدل علیه نقل النفی عن الدهر بین فی قوله پس چرا ورنفی صاحب نعمت اند وما یلیه قبله و بعده لان سبب انکارهم هو هذا الاستتار نمبر ۳ اس کا تصرفاً ظاہر ہونا کما یدل علیه اثبات الصنع له فی اشعار متعددة و ایضا یدل علیه خود ازو یابد ظہور الخ اور اسی ظہور کی بناء پر تعجب علی الانکار فرمایا گیا اور یہ ظہور استدلالی ہے جو معاندین پر حجت ہے آگے حق تعالیٰ کا ذوقاً و وجداناً ظاہر ہونا بیان فرماتے ہیں جو عارفین کو عطا ہوا ہے جس سے طالبین متمتع ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ گو) وہ بے صورت (ابصار سے مستور ہے مگر گاہ گاہ بصائر پر ظاہر و متجلی ہوتے ہیں چنانچہ) گاہ گاہ پردۂ غیب سے (فالعدم اضافی) صورتوں کو (یعنی بعض اہل صور مثل انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو) تجلی دکھلا دیتے ہیں کرم سے (اس میں اشارہ ہے عدم استحقاق وجوبی کی طرف جس کے معتزلہ قائل ہوئے ہیں اور اس تجلی سے مراد انکشاف ذوقی ہے آگے اس تجلی کی غایت ہے جس کو احقر نے اس شعر کی تمہید میں اس عبارت میں لکھا ہے جس سے طالبین متمتع ہوتے ہیں اھ یعنی اس لئے تجلی دکھلاتے ہیں) تا کہ اس سے ہر صورت (جن پر وہ تجلی نہیں ہوئی تھی یعنی عوام طالبین) مدد حاصل کرے (آگے بیان ہے مدد کا یعنی) کمال سے اور جمال سے اور قدرت سے (مطلب یہ کہ حق جل شانہ کے کمال اور جمال اور قدرت و جمیع صفات الٰہیہ سے فیض حاصل کرے بواسطہ ان اہل تجلی یعنی شیوخ عارفین کے پس از و میں از بمعنی بواسطہ ہے اور مرجع اس کا صور مذکور فی الشعر السابق ہے اور کمال و ما عطف علیہ میں مضاف مقدر ہے یعنی از فیض کمال الخ اور اس میں از بیانیہ ہے اور وہ فیض کمال مصداق ہے مدد کا پس تقدیر عبارت یہ ہوئی تا کہ طالب بواسطہ عارفین فیض صفات الٰہیہ حاصل کند اور اس غایت کا وہی حاصل ہے جو احقر کی عبارت تمہید یہ مذکور الفا کا حاصل ہے گویا یہ مضمون بطور استدراک کے ہے مضمون بالا یعنی ذم قصد صورت سے یعنی قصد صورت مطلقاً مذموم ہے لیکن جو صورت اس بے صورت کی طرف موصل ہو وہ مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کے قصد سے بالذات قصد بے صورت ہی کا ہوتا ہے اور اس تجلی میں دو مرتبے ہیں ایک نفس تجلی ایک غلبہ تجلی مرتبہ اولیٰ تو ان کو دواماً میسر رہتا ہے اور مرتبہ ثانیہ دائم نہیں ہوتا آگے اس مرتبہ ثانیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ) پھر (اس) بے صورت نے جب تجلی مستتر کر لی (یعنی اس کا غلبہ نہ رہا جیسا کاملین کو بھی کبھی پیش آتا ہے) تو (اس وقت) وہ لوگ گدیہ (یعنی احتیاج الی للوازم البشریہ) کے لئے رنگ اور بو (یعنی اسباب طبعیہ) میں آگئے (مطلب یہ کہ غلبہ تجلی کے وقت تو لوازم بشریت مغلوب ہوتے ہیں اور عدم غلبہ کے وقت وہ لوازم پھر ظاہر ہوتے ہیں شاید یہ حکم اس لئے بیان کر دیا ہو کہ ان کے خواص بشریہ دیکھ کر ان کی نسبت مع اللہ میں شبہ نہ کرے اور ان سے استفاضہ بند نہ کر دے کیونکہ عدم غلبہ مستلزم عدم تعلق کو نہیں ہے آگے بھی مضمون مستدرک منہ اور استدراک کا اجمالاً اعادہ ہے یعنی) ایک صورت دوسری صورت سے اگر کمال ڈھونڈے تو وہ عین ضلال ہے بجز اس صورت کے جس کو اس حاکم عظیم نے لائق ارشاد کے کیا ہو صورت (محبوبیت یعنی مقبولیت) سے (فی الغیاث بابت لائق اھ آگے تفریع ہے مستدرک منہ پر یعنی جب صورت کی احتیاج

www.besturdubooks.wordpress.com

الی غیر الصورۃ معلوم ہو گئی) پس کیا پیش کرتا ہے تو اے بے ہنر اپنی احتیاج دوسرے محتاج کی طرف (آگے حق تعالیٰ کی تنزیہ صورت سے بیان کرتے ہیں جیسا پہلے بھی اس کو بے صورت کہنے سے یہ مذکور ہوا تھا پس یہ مضمون بے صورتی کا اعادہ ہے اور مقصود اس سے اصلاح بھی ہے بعض اہل سلوک کی کہ حق تعالیٰ کو کسی تجلی مثالی یا اپنے خیال کے مطابق اعتقاد کر لیتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) جب صورتیں بندہ (اور محتاج) ہیں (کما ہو ظاہر و مذکور ایضاً فی قولہ المار قریباً ایں صور چوں بندۂ بے صورت اند) تو یزداں پر (اس کا زبان سے بھی) اطلاق مت کر (اور دل سے بھی) صورت کا گمان مت کر (یہ تو وجہ عمل و اعتقاد کا ہوا اور بدوں اعتقاد کے بھی قصداً اس کو کسی ذی صورت مثل دریا و آفتاب وغیرہ کے ساتھ مشابہ تصور کر کے) اس کو تشبیہ (کے ذریعہ) سے مت ڈھونڈھ (یعنی مراقبات میں بھی اس سے کام مت لے گو بعض قلیل کے لئے بعض مشائخ کے کلام سے اس اخیر صورت کی اجازت معلوم ہوتی ہے مگر اکثر کے لئے موجب مفسدہ ہی ہے اسی لئے محققین حال بھی اس سے منع فرماتے ہیں کما حققہ مرشدیؒ فی ضیاء القلوب غرض نہ تکلماً نہ تصدیقاً نہ تصوراً اختیاراً کسی طرح اس کو ذی صورت نہ قرار دے بلکہ) تضرع میں اور اپنے فنا کرنے میں اس کو طلب کر کیونکہ تفکر (یعنی تصور اختیاراً) سے (اکثر کو) بجز صورتوں کے کوئی چیز پیش نہ آوے گی (یعنی مجاہدہ سے اپنی نفی اصطلاحی کر دو تو تجلی بے کیف میسر ہو گی جس میں کسی قید خیالی کو بھی استقرار نہ ہو گا گو کوئی توجہ قید خیالی سے تو خالی نہ ہو گی لیکن عدم استقرار کے سبب ملاء کے ساتھ فوراً خلاء بھی ہوتا جاوے گا پس مثل اسی کے ہو گا جیسے کوئی قید خیال میں بھی نہیں بخلاف غیر حالت مجاہدہ کے کہ خیال خاص کو استقرار ہو گا اور وہ بھی صورت ہے کما قیل کل ما خطر ببالک فھو ھالک واللہ اجل و اعلیٰ من ذلک اور مصرع اولیٰ در تضرع الخ میں یہی عدم استقرار اور مصرعہ ثانیہ کز تفکر الخ میں یہی استقرار مراد ہے اور احقر نے جو تصور منہی عنہ میں اختیاراً کی قید لگائی وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا ضعیف ہو کہ بدوں اختیار کے اس کو کسی نہ کسی قید کا حق تعالیٰ کے لئے ضرور خیال آ جاتا ہے اور بدوں اس قید کے حق تعالیٰ کا اس کو تصور ہی نہیں ہو سکتا تو وہ معذور ہے اور اس کو اس کی اجازت ہے مولانا آگے اسی کو فرماتے ہیں یعنی اختیار سے تو ایسا مت کر) اور اگر بدوں (تصور) صورت کے تجھ کو انبساط (و انشراح) نہیں ہوتا (اور حق تعالیٰ کا تصور ایسا نہیں جمتا جس سے سیری و تسلی ہو جاوے تو جو صورت بدوں تیرے (تجویز اختیاری کے) تیرے اندر پیدا ہو وہ بہتر ہے (لقولہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کما سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاریۃً این اللہ قالت فی السماء فقال علیہ السلام انھا مؤمنۃ آگے عود ہے اس مضمون کی طرف جو شعر آں صور در بزم الخ سے شروع ہوا تھا یعنی بے صورت کا صورت کے لئے غایت ہونا یعنی) اس شہر کی صورت کر تو وہاں جاتا ہے (اس کی طرف) تجھ کو ذوق نے کھینچا ہے جو کہ بے صورت ہے (کامیابی) اے سیراب ہونے والے (اس خطاب میں علاوہ درستی وزن کے لفظ ذوق کے ساتھ مناسبت بھی ہے کہ ذوق مقتضی ہوتا ہے سیرابی کو اور مصرعہ ثانی خبر ہے مصرعہ اولیٰ کی اور خبر میں عائد مقدر ہے مبتداء کی طرف یعنی کشیدت سوئے او کما اشرت الیہ فی الترجمۃ مطلب یہ کہ آدمی کسی شہر کو جاتا ہے تو مقصود اس کی کامیابی کا ذوق ہوتا ہے اور شہر باصورت ہے اور ذوق جو کہ اس کی غایت ہے بے صورت جب یہ بات ہے) پس (اس شہر کو جانے میں گو ظاہراً تم ایک مکان کی طرف کہ صورت ہے جا رہے ہو لیکن) باطناً تم لامکان کی طرف (کہ اس کی غایت اور بے صورت ہے) جا رہے ہو کیونکہ خوشی (جس کو اوپر ذوق کہا ہے) غیر زمانی اور غیر مکانی ہے (کامیابی اسی طرح) کسی دوست کی صورت جس کی طرف تو (محبت سے) جا رہا ہے تو (ظاہر میں تو صورت کی طرف جا رہا ہے مگر واقع میں) تو اس کے انس کی وجہ سے جا رہا ہے (جو کہ بے

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت ہے کما سیاتی) پس (ان دونوں مادوں میں کہ شہر کی طرف اور دوست کی طرف جاتا ہے) باطنا تو بے صورت کی طرف جارہا ہے اگرچہ اس مقصود (بے صورت) سے تو غافل ہے (اور یہ کہہ رہا ہے کہ میں صورت کے قصد سے جارہا ہوں ان چار شعر میں ذوق اور خوشی اور مونسی کو بے صورت اور بواسطہ بے صورت ہونے کے غیر زمانی ومکانی کہا ہے اگر ان مفہومات کی تفسیر ایسی کی جاوے جس سے وہ صفات انتزاعیہ اور امور اضافیہ قرار پاویں تب تو یہ حکم ظاہر ہے کیونکہ وہ حال فی المادہ نہ ہوں گی تو مکانی بھی نہ ہوں گی اور زمانیت چونکہ فرع ہے تحقق کی اور امور اضافیہ بدوں اعتبار معتبر وانتزاع منتزع فی انفسہا متحقق نہیں اس لئے زمانی بھی نہ ہوں گی اور اگر ان کی تفسیر صفات انضمامیہ سے کی جاوے تو اس حکم کی توجیہ یہ ہوگی کہ مثل اس صورت مقصودہ ظاہرا کے یہ صورت نہیں ہیں یعنی ان کے مقابلہ میں مثل بے صورت کے ہیں اور یہ ظاہر ہے کیونکہ شہر اور یار بوجہ جہریت کے بلاواسطہ مادی ومتحیز ہیں اور یہ اوصاف بوجہ عرضیت کے بواسطہ محل کے مادی ومتحیز ہیں بلاواسطہ نہیں اس لئے محل کے مقابلہ میں ان کو بے صورت کہہ دیا اور اس سے یہی مدعا ظاہر ہوگیا کہ قصد صورت سے واقع میں ایسی چیز کا قصد ہے جو اس کے اعتبار سے تو بے صورت ہے پس بے صورت کا اگرچہ وہ من وجہ ہی بے صورت ہے غایت ہونا صورت من کل الوجوہ کے لئے ثابت ہوگیا آگے اس ذوق کے مطلوب ہونے پر ایک ایسے مضمون کی تفریع ہے کہ اس سے سلسلہ صورت کے تابع وغیر مطلوب اور بے صورت کے متبوع ومطلوب ہونے کا چلا تھا جو کہ شروع سرخی کے تھوڑے بعد ان اشعار میں مذکور ہے زین قدحہائے صور کم باش الخ اور از قدحہائے صور بگذر الخ اور سوئے بادہ بخش بکشا الخ جس کا حاصل حق تعالیٰ کا مطلوب حقیقی ومستحق مطلوبیت ہونا ہے پس فرماتے ہیں کہ جب ذوق کا مقصود ہونا امثلہ بالا سے معلوم ہوگیا) پس (اس سے ثابت ہوا کہ) در حقیقت حق تعالیٰ ہی معبود کل ہے کیونکہ ذوق ہی کے لئے (سب) راستوں کا چلنا (ہوتا) ہے (جیسا مثال قصد بلاد وقصد اہل وداد سے معلوم ہوا ایک مقدمہ تو یہ ہے اور دوسرا یہاں مطوی ہے وہ یہ کہ ذوق بخشی فعل ہے حق تعالیٰ کا لیکن اوپر شرح سرخی کے بعد یہ بھی مذکور ہوا ہے سوئے بادشاہ بخش بکشا پہن گوش الخ کیونکہ بادہ بخشی اور ذوق بخشی ایک ہی بات ہے پس کسی چیز سے ذوق کا قصد کرنا جس سے کوئی بھی خالی نہیں جبکہ ذوق بخش حق تعالیٰ ہے واقع میں حق تعالیٰ سے ان کا طلب کرنا ہے اور معبود کل میں عبادت سے یہی مراد ہے پس سب اسی کے عابد ہوئے پھر اگر عابد کو اس کی خبر نہ ہو جیسا کہ شعر بالا میں مذکور ہے گرچہ زاں مقصود غافل آمدی اس وقت یہ عبادت اضطراری وتسخیری کہلاتی ہے وهو المراد فی قوله تعالیٰ بل له ما فی السموات والارض کل له قانتون اور عابد کو اس کی خبر ہو تو وہ عبادت اختیاری اور تشریعی کہلاتی ہے پھر ان عابدین بالاختیار میں مراتب مختلف ہیں بعضے وہ جن کی طلب اور توجہ الی الحق بواسطہ افعال حق ہے بعضے وہ جن کی طلب اور توجہ بواسطہ صفات حق ہے بعضے وہ جن کی طلب اور توجہ بلا کسی واسطے کے خاص ذات کی طرف ہے اور اول درجہ عوام کا ہے دوسرا خواص کا تیسرا اخص الخواص کا اور تیسرے درجہ کا بلاواسطہ ہونا بایں معنی نہیں کہ افعال وصفات تصور میں بھی مراۃ نہیں ہوتے کیونکہ ذات کا تصور تو بکنہ ممتنع ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ افعال وصفات کی طرف التفات نہیں ہوتا جس طرح درجہ دوم میں افعال کی طرف نہیں ہوتا اور درجہ اول میں افعال کی طرف بھی ہوتا ہے آگے ان ہی تین درجوں کو بیان کرتے ہیں یعنی بعض تو غافل ہونے کے سبب صرف عابد تسخیری تھے جن کا اس شعر اور شعر سابق میں ذکر ہے اور بعضے متوجہ وعابد اختیاراً ہیں کما یدل علیٰ هذا التوجه قوله فی الشعر الاتی رو کردہ اند) لیکن (ان میں بھی سب برابر نہیں بلکہ) بعض نے تو توجہ دم کی طرف کی ہے (اور) اگرچہ سر اصل ہے (مگر) انہوں نے سر کو گم (یعنی فراموش) کر دیا ہے (دم چونکہ بالکل ادنیٰ اور تابع ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سے افعال کو تشبیہ دی کہ بوجہ حدوث کے صفات سے ادنیٰ اور صفات کے تابع ہوتی ہے چنانچہ صفات کا افعال کے لئے منشا ہونا ظاہر ہے اور سر سے صفات کو تشبیہ دی اور اس میں درجہ اول کا ذکر ہے کہ عوام کو افعال حق کی طرف زیادہ التفات ہوتا ہے اسی واسطے ان کو ہمارے حضرت مرشدؒ عاشق احسانی فرماتے تھے کہ ان کی زیادہ محبت کا سبب عطا نعم و بذل احسان ہوتا ہے جو کہ فعل ہے اور ان کی محبت اس حیثیت سے کم ہوتی ہے کہ خود حق تعالیٰ صاحب جمال و جلال و کمال ہیں) لیکن (چونکہ ان کی استعداد جو فی الحال ان کو حاصل ہے اسی قدر ہے اس لئے ان کی یہ توجہ بھی مقبول و مثمر ہوتی ہے اور) وہ سر ان ضالین گم کے سامنے سر کی عطا دم کے واسطہ سے عطا کرتا ہے (سر سے مراد صفات جیسا ابھی اوپر مذکور ہوا مطلب یہ کہ یہ عوام مذکورین گو متوجہ الی الافعال ہیں جس کا مقتضا یہ تھا کہ یہ فیوض صفات سے محروم رہتے کیونکہ صفات کا حق انہوں نے ادا نہیں کیا مگر صفات الٰہیہ ان کو توجہ الی الافعال کے واسطہ سے وہی فیوض و برکات عطا فرماتے ہیں جو توجہ الی الاصفات کے واسطہ سے عطا ہوتی چونکہ منشا فیوض کا صفات الٰہیہ ہیں جیسا اہل فن میں مشہور ہے اس لئے عطا دادن کو صفات کی طرف منسوب کیا اور باوجود ان کے عمل کے مقبول ہونے کے ان کو ضالان گم کہنا باعتبار درجہ مافوق کے ہے کہ اس درجہ تک تو ان کی رسائی نہیں ہوئی اس سے تو غائب اور ذاہل ہی ہیں جیسا اوپر کے شعر میں بھی گم کردہ اندای اعتبار سے کہا ہے اور مے دہد داد سرے از راہ دم باعتبار نفس نافعیت کے کہا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ دونوں مساوی نہیں ہیں کما قال تعالیٰ اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعدالله الحسنی خلاصہ یہ کہ) وہ (ایک) شخص (جو متوجہ الی الصفات ہے) سر سے پاتا ہے یہ عطا اور یہ شخص (مذکور بالا جو متوجہ الی الافعال ہے) دم سے (پاتا ہے اس مصرعہ کے اول میں بیان ہے درجہ دوم کا اور آگے درجہ سوم کا ذکر ہے کہ) ایک اور قوم نے پاؤں اور سر (دونوں) گم کر دیئے (یعنی افعال اور صفات سے آگے نظر بڑھا کر ملتفت الی الذات ہو گئے آگے ان کی فضیلت بیان کرتے ہیں کہ) چونکہ (ان کی نظر سے) سب گم ہو گئے (یعنی بجز ذات کے کسی طرف التفات نہ رہا اس لئے) انہوں نے سب کو پا لیا (یعنی مراتبہ افعال و صفات سے جو فیوض و برکات ہوتے ہیں وہ سب ان کو میسر ہو گئے کیونکہ ذات سب کا مبداء ہے اس کا حاصل ہونا سب کا حاصل ہونا ہے اور یہی معنی ہیں مصرعہ ثانیہ کے کہ) گم (اور فنافی الذات) ہونے کے سبب وہ کل کی طرف (یعنی ذات کی طرف اولاً اور توابع ذات کی طرف بواسطہ ذات کے) دوڑے (ذات کو کل بوجہ مجمع الکل ہونے کے کہا)۔

فائدہ:۔ آگے عود ہے قصہ کی طرف۔

دیدن ایشاں در قصر آں قلعۂ ذات الصور نقش دختر شاہ چین و بیہوش شدن ہر سہ و در فتنہ افتادن و تفحص کردن کہ ایں صورت کیست

اس تصویروں والے قلعہ کے قصر میں ان کا شاہ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھنا اور تینوں کا بیہوش ہو جانا اور فتنہ میں پڑنا اور اس کی جستجو کرنا کہ یہ تصویر کس کی ہے؟

ایں سخن پایاں ندارد آں گروہ	صورتے دیدند باحسن و شکوہ
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اس گروہ نے	ایک تصویر دیکھی نہایت آن بان کی

www.besturdubooks.wordpress.com

خوب تر زاں دیدہ بودند آں فریق	لیک زیں رفتند در بحر عمیق
اس فریق نے اس سے بھی زیادہ حسین دیکھے تھے	لیکن اس سے وہ بحر عمیق میں چلے گئے
زانکہ افیوں شاں ازیں کاسہ رسید	کاسہا محسوس افیوں ناپدید
کیونکہ ان کو افیون اس کاسہ سے پہنچی	کاسے تو محسوس ہیں اور افیون غیر محسوس ہے
کرد فعل خویش قلعہ ہش ربا	ہر سہ را انداخت در چاہ بلا
قلعہ ہوش ربا نے اپنا کام کر دیا	تینوں کو چاہ بلا میں ڈال دیا
تیر غمزہ دوخت دل را بیگماں	الاماں یا ذا الاماں زیں بے اماں
تیر غمزہ نے دل کو بیچ کا چھید دیا	اے امن دینے والے اس بے پناہ سے پناہ دیجئے
آں سہ شہ را صورت سنگے بسوخت	آتشے در دین و دل شاں برفروخت
ان تینوں بادشاہوں کو پتھر کی تصویر نے جلا دیا	ایک آگ ان کے دین اور دل میں بھڑکا دی
چونکہ روحانی بود خود چوں بود	فتنہ اش ہر لحظہ دیگر گوں بود
وہ اگر جاندار ہو تو کیا کیفیت ہو	اس کا فتنہ تو ہر لحظہ دوسری طرح کا ہو
عشق صورت در دل شہزادگاں	چوں خلش میکرد مانند سناں
تصویر کا عشق شہزادوں کے دل میں	جب سنان کی طرح چبھ رہا تھا
اشک می بارید ہر یک ہمچو میغ	دست میخائید و می گفت اے دریغ
ہر ایک ابر کی طرح اشکباری کرتا تھا	ہاتھ چباتا تھا اور کہتا تھا اے افسوس
ما کنوں دیدیم شہ ز آغاز دید	چند ماں سوگند داد آں بے ندید
ہم نے تو اب دیکھا بادشاہ نے اول سے دیکھ لیا تھا	ہم کو کتنی قسمیں دی تھیں اس بے نظیر نے
انبیاء را حق بسیارست ازاں	کہ خبر کردند از پایان ما
انبیا علیہم السلام کے حقوق اس لئے بہت ہیں	کہ انہوں نے ہمارے انجام سے خبر دیدی ہے
کانچہ می کاری نروید جز کہ خار	ویں طرف پری نیابی زو مطار
کہ تو جو کچھ بو رہا ہے اس سے بجز خار کے کچھ نہ اُگے گا	اور تو اس طرف اڑ رہا ہے تو اس سے طیران کی جگہ نہ پاوے گا
تخم از من بر کہ تا ریعے دہد	با پر من پر کہ تیر آں سو جہد
تو تخم مجھ سے لے جا تا کہ وہ نفع دے	تو میرے پر سے اڑ کہ تیر ادھر ہی نکل جاوے

تو ندانی واجبی آن و ہست	ہم تو گوئی آخر آں واجب بدست
تو اس کے وجوب کو نہیں جانتا اور وہ ہے	تو بھی آخر میں کہنے لگے گا کہ وہ واجب تھی
از توست امانہ ایں تو کہ تن ست	آں توئی کہ برتر از ما و من ست
وہ تیری ہی طرف سے ہے لیکن اس توئی کا نہیں جو کہ تن ہے	اس توئی کا ہے جو کہ ماؤ من سے برتر ہے
ایں توئی ظاہر کہ پنداری توئی	ہست اندر سو و تو در بیسوئی
یہ ظاہری توئی جس کو تو توئی سمجھتا ہے	یہ جہت کے اندر ہے اور تو بے جہت میں ہے
بر صدف لرزاں چرائی اے گہر	توی خود را نے مداں میداں شکر
تو اے گوہر صدف پر کیوں لرزاں ہے	تو اپنی توئی کو بانس مت جان شکر جان
توئی بیگانہ است با تو ایں توئی	توی خود دریاب و بگذر از دوئی
یہ توئی ایسی توئی ہے جو تیرے ساتھ بیگانگی رکھتی ہے	تو اپنی توئی کو دریافت کر اور دوئی سے گزر جا
توئ آخر سوی توئ اولت	آمد است از بہر تنبیہ وصلت
تیری آخری توئی تیری اول توئی کی طرف	آئی ہے تنبیہ اور وصل کے لئے
توئی تو در دیگرے آمد دفیں	من غلام مرد خود بین چنیں
تیری ایک توئی دوسری میں مستتر ہے	میں ایسے خود بیں شخص کا غلام ہوں
آنچہ در آئینہ می بیند جواں	پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
جوان جس چیز کو آئینہ میں دیکھتا ہے	بوڑھا اس سے پہلے خشت میں دیکھ لیتا ہے
ز امر شاہ خویش بیروں آمدیم	باعنایات پدر باغی شدیم
ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے	باپ کی عنایات کے ساتھ ہم گردن کشی کرنے والے ہوئے
سہل دانستیم قول شاہ را	واں عنایتہائے بے اشباہ را
ہم نے بادشاہ کے قول کو سہل جانا	اور ان عنایات بے حل کو
نک در افتادیم در خندق ہمہ	کشتہ و خستہ بلا بے ملحمہ
اب ہم خندق میں گر پڑے	کشتہ اور مجروح بلا بدوں کارزار کے
تکیہ بر عقل خود و فرہنگ خویش	بودماں تا ایں بلا آمد بہ پیش
ہم کو اپنی عقل اور دانائی پر اعتماد	ہو گیا جس سے یہ بلا پیش آئے

www.besturdubooks.wordpress.com

بے مرض دیدیم خویش و بے زرق	آنچناں کہ خویش را بیمار دق
بدوں کسی مرض کے اور بدوں غلامی کے ہم نے اپنے کو	ایسا دیکھا جیسا اپنے کو بیمار دق
علت پنہاں کنوں شد آشکار	بعد ازاں کہ بند گشتیم و شکار
علت خفیہ اب ظاہر ہوئی	بعد اس کے ہم مقید اور شکار ہو گئے
سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق	یک قناعت بہ کہ صد لوت و طبق
رہبر کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے	ایک قناعت بہتر ہے صدہا طعام و طبق سے
در قناعت خواندہ باشی اے حسن	ذکر ذکر حق و ذکر بوالحسن
تو نے قناعت کے باب میں پڑھا ہوگا اے حسن	قصہ ذکر حق کا اور قصہ ابوالحسن کا
چشم بینا بہتر از سہ صد عصا	چشم بشناسد گہر را از حصا
چشم بینا بہتر ہے تین سو عصا سے	چشم موتی کو سنگریزہ سے پہچانتی ہے
در تفحص آمدند از اندہاں	صورت کہ بود عجب ایں در جہاں
تفحص میں واقع ہوئے اسی وقت	یہ تصویر عجیب کس کی ہے جہان میں
بعد بسیار تفحص در مسیر	کشف کرد آں راز را شیخ بصیر
بعد تفحص بسیار . کے اثنائے سیر میں	اس راز کو کسی شیخ صاحب بصیرت نے حل کیا
نز طریق گوش بل از وحی ہوش	راز ہا بد پیش او بے روئے پوش
راہ گوش سے نہیں بلکہ الہام ہوش سے	اسرار ان کے سامنے بے حجاب تھے
گفت نقش رشک پروینست ایں	صورت شہزادۂ چین ست ایں
ان شیخ نے کہا کہ یہ ایک رشک پرویں کا نقشہ ہے	یہ شہزادی چین کی تصویر ہے
دخترے دارد شہ چیں بیہمال	در بہاؤ در کمال و در جمال
شاہ چین ایک دختر بے مثال رکھتا ہے	خوبی میں اور کمال میں اور جمال میں
ہمچو جان و چوں پری پنہانست او	در مکتم پردۂ ایوانست او
وہ مثل روح کے اور مثل پری کے پنہاں ہے	وہ ایک مکتوم پردۂ ایواں میں ہے
سوی او نے مرد رہ دارد نہ زن	شاہ پنہاں کردہ او را از فتن
اس کی طرف نہ مرد راہ رکھتا ہے اور نہ عورت	شاہ نے اس کو فتنوں سے پنہاں کر رکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

غیرتے دارد ملک برنام او	کہ نپرد مرغ ہم بربام او
بادشاہ اس کے نام پر اس قدر غیرت رکھتا ہے	کہ پرندہ بھی اس کے بام پر نہیں اڑ سکتا
وای آں دل کش چنیں سودا فتاد	ہیچکس را ایں چنیں سودا مباد
شامت اس دل کی جس کو ایسا خیال واقع ہو گیا	کسی شخص کو خدا کرے ایسا خیال نہ ہووے
ایں سزای آنکہ تخم جہل کاشت	واں نصیحت را کساد و سہل داشت
یہ سزا ہے اس شخص کی جس نے جہالت کا تخم بویا	اور اس نصیحت کو بے قدر اور سرسری قرار دیا
اعتمادے کرد بر تدبیر خویش	کہ برم من کار خود با عقل پیش
اپنی تدبیر پر یہ اعتماد کیا	کہ میں عقل سے اپنا کام پیش لے جاؤں گا
نیم ذرہ زاں عنایت بہ بود	کہ ز تدبیر خرد سہ صد رصد
آدھا ذرہ اس توجہ کا بہتر ہوتا ہے	اس سے کہ تدبیر عقل سے تین سو حصے دیکھ بھال ہو
ترک مکر خویشتن گیر اے امیر	پا بکش پیش عنایت خوش بمیر
اے امیر تو اپنی تدبیر کو ترک کر	پاؤں باہر نکال لے توجہ کے سامنے فنا ہو جا
ایں بقدر حیلۂ معدود نیست	زیں حیل تا تو نمیری سود نیست
یہ بقدر حیلہ معدود کے نہیں	جب تک تو فنا نہ ہوگا ان حیلوں سے کچھ نفع نہیں ہے
تا نمیری سود کے خواہی ربود	رو بمیر و بہرہ بردار از وجود
جب تک تو مرے گا نہیں نفع کب حاصل کرے گا	جا مر جا اور ہستی کا حصہ حاصل کر

یہ مضمون (فضیلت طالب ذات کا) انتہا نہیں رکھتا (اس لئے قصہ کی طرف عود کرتا ہوں کہ) اس گروہ نے ایک تصویر دیکھی نہایت آن بان کی (اور گو) اس فریق نے اس سے بھی زیادہ حسین دیکھے تھے لیکن اس سے وہ (حیرت کے ایک) بحر عمیق میں چلے گئے کیونکہ ان کو افیوں اس کاسہ سے پہنچی (حسن کو افیوں سے تشبیہ دی زوال عقل و ہوش میں اور) کاسے تو محسوس ہیں اور افیون غیر محسوس ہے (یعنی ہر ایک کو محسوس نہیں چنانچہ ایک شخص کو ایک میں حسن معلوم ہوتا ہے دوسرے کو اس میں حسن نہیں معلوم ہوتا غرض) قلعہ ہوش ربا نے اپنا کام کر دیا (اور) تینوں کو چاہ بلا میں ڈال دیا تیر غمزہ نے دل کو بیچ بیچ چھید دیا (آگے بطور جملہ معترضہ کے تفہیم امر کے لئے دعا ہے کہ) اے امن دینے والے اس بے پناہ (بلا) سے پناہ دیجئے ان تینوں بادشاہوں کو پتھر کی تصویر نے رلا دیا (اور) ایک آگ ان کے دین اور دل میں بھڑکا دی (اور) وہ اگر جاندار ہو (یعنی خود صاحب تصویر جو کہ زندہ ہے وہ سامنے آ جاوے) تو کیا کیفیت ہو اس کا فتنہ تو ہر لحظہ دوسری طرف کا ہو اور (اس) تصویر کا عشق شہزادوں کے دل میں جب سنان کی طرح چبھ رہا تھا ہر ایک ابر کی طرح اشکباری کرتا تھا (اور) ہاتھ چباتا تھا اور کہتا تھا اے افسوس ہم نے تو اب دیکھا (اور) بادشاہ نے (یعنی ہمارے باپ نے) اول سے دیکھ لیا تھا ہم کو کتنی قسمیں دی

www.besturdubooks.wordpress.com

تھیں اس بے نظیر نے (آگے انتقال ہے کہ) انبیاء علیہم السلام کے حقوق اس لئے بہت ہیں کہ انہوں نے (اسی طرح) ہمارے انجام سے (ہم کو) خبر دیدی ہے (اور وہ خبر یہ ہے) کہ (اے متبع نفس) تو جو کچھ بو رہا ہے (یعنی منافع کے لئے عمل کر رہا ہے جو کہ ناشی ہے رائے اور ہوا سے) اس سے بجز خار (اور خسارہ وعدم رنج) کے کچھ نہ جمے گا (کیونکہ ضرر آخرت کے ہوتے ہوئے نفع دنیا کالعدم ہے) اور تو اس طرف (یعنی عالم سفلی وسعی الدنیا کی طرف) اڑ رہا ہے (تاکہ مضار سے پناہ میں ہو جاؤں جیسا پرندہ تیر وکلوخ وغیرہ سے بچنے کے لئے اڑ جاتا ہے دل علیہ قولہ الاتی کہ تیر آں سو جہد) تو اس (اڑنے) سے طیران کی جگہ نہ پاوے گا (یعنی ایسی جگہ نہ ملے گی جہاں ضرر سے محفوظ رہے کیونکہ ضرر دنیوی سے بچ جانا ضرر آخرت کے ہوتے ہوئے کالعدم ہے تو تیری کاشت جو جلب منافع کے لئے ہے اور تیری پرواز جو دفع مضرت کے لئے ہے دونوں بیکار ہیں بس) تو تخم مجھ سے لے جا (یعنی میری تعلیم کے موافق عمل کرتا کہ وہ نفع دے (کہ وہ نفع آخرت ہے اور) تو میرے پر سے اڑ (یعنی مضرت سے) استخلاص کا طریقہ مجھ سے سیکھ) کہ تیر (مضرت کا) ادھر ہی نکل جاوے (اور تجھ تک نہ پہنچے یہ مقولہ ہو چکا انبیاء علیہم السلام کا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ اس مقولہ مذکورہ انبیاء علیہ السلام کا حاصل ان کی تقلید کا وجوب ہے سو) تو (اے متبع نفس اس وقت) اس کے وجوب کو نہیں جانتا اور وہ (وجوب واقع میں) ہے (بعد چندے جب حقیقت کا انکشاف ہوگا) تو بھی آخر میں کہنے لگے گا کہ وہ واجب تھی (اور اوپر انبیاء علیہم السلام کے مقولہ میں جو مذکور ہوا ہے کہ میرے پر سے اڑ مثلاً سو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فعل جلب منفعت اخرویہ ودفع مضرت اخرویہ کا انبیاء کا فعل ہوگا تیرا فعل نہ ہوگا تاکہ اس پر شبہ ہو کہ آخر وہ جلب نفع ودفع ضرر بھی تو میرے ہی فعل وسعی کا اثر ہوا پھر انبیاء نے اپنی سعی کی طرف اس کو کیوں منسوب کیا کہ بار پر من پر سو یہ شبہ اس لئے نہ ہوگا کہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ) وہ (فعل) تیرے ہی طرف سے ہے لیکن (تیری توئی یعنی تیرے تو ہونے کے دو درجہ ہیں ایک درجہ تن کا دوسرا روح کا پس یہ فعل نافع ودافع ضرر جو تعلیم انبیاء سے تو نے کیا ہے) اس توئی کا نہیں جو کہ تن ہے (بلکہ) اس توئی کا ہے جو کہ ما ومن (یعنی قیود جسمیہ) سے برتر ہے (مراد اس سے درجہ روح کا ہے ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ جو مشاہدہ سے ثابت ہے یہ ہے کہ روح میں قوۃ علمیہ وعملیہ ہونا جو کہ شرط ہے صدور اعمال نافعہ کی منحصر ہے معیت انبیاء علیہم السلام میں بدوں اس معیت کے اگر لاکھوں کسب وریاضات ہوں انکشاف حقائق وحصول اخلاص کے باب میں سب بالکل معطل ہیں چونکہ انبیاء علیہم السلام اس قوۃ علمیہ وعملیہ میں بمنزلہ واسطہ فی الثبوت کے ہوئے جس کی طرف نسبت اولاً وبالذات ہوتی ہے اس لئے اس علم وعمل کے آثار یعنی اعمال مشابہ اسی کے ہوں گے کہ ان کی نسبت بھی انبیاء کی طرف گویا اولاً وبالذات اور امتی کی طرف ثانیاً وبالعرض ہے پس وجہ اس نسبت الی الانبیاء کی ظاہر ہوگئی آگے بھی توئی کے ان ہی دو درجوں کا ذکر ہے کہ) یہ ظاہری (جسمی) توئی جس کو تو توئی سمجھتا ہے یہ جہت کے اندر ہے (چنانچہ ظاہر ہے) اور تو (باعتبار حقیقت روح کے) بے جہت میں ہے (بناء علی تجرد الروح اور جب تیری جسمی توئی تیری حقیقت ہی نہیں تو پھر) تو اے گوہر (یعنی روح) صدف پر (یعنی جسم پر) کیوں لرزاں ہے (جیسا اہل تن ہر وقت تن ہی کی حفاظت کرتے رہتے ہیں حالانکہ صدف کے ٹوٹنے سے گوہر کا کچھ ضرر نہیں بلکہ اس کے کمالات کا اور ظہور ہو جاتا ہے) تو اپنی توئی کو بانس مت جان (بلکہ) شکر جان (یعنی تن کو کہ بمنزلہ نے کے ہے اپنی حقیقت مت سمجھ بلکہ روح کو کہ بمنزلہ شکر کے ہے اپنی حقیقت جان) یہ (ظاہری وجسمی) توئی ایسی توئی ہے جو تیرے ساتھ بیگانگی رکھتی ہے (یعنی تیری حقیقت سے خارج ہے چنانچہ جسم کا حقیقت انسانیہ سے کہ روح ہے خارج ہونا ظاہر ہے پس) تو اپنی (حقیقی)

www.besturdubooks.wordpress.com

توئی (کی حقیقت) کو دریافت کر اور (اس کے مقتضا کی موافق) دوئی سے (کہ مقابل توحید ہے) گزر جا (مطلب یہ کہ جب اپنی حقیقت روحیہ کو دریافت کرے گا تو معلوم ہوگا کہ جس عمل میں تو مبتلا ہے کہ وہ توجہ الیٰ غیر الحق ہے جس کو دوئی کہا ہے اس سے روح کو منافرت ہے اور جو عمل انبیاء بتلاتے ہیں کہ اس سب کا حاصل توجہ و تعلق مع الحق ہے جس کو بگذر از دوئی کہا ہے وہ روح کی غذا ہے پس اس کے معلوم ہونے کے بعد انبیاء کا اتباع واجب قرار دے گا جو اس مقام میں مقصود ہے اور) تیری آخری توئی تیری اولی توئی کی طرف آئی ہے تنبیہ اور وصل کے لئے (توئی آخر سے مراد روح اور توئی اول سے مراد تن یا تو اس لئے کہ بدن کا ادراک نشاۃ اولیٰ میں بھی ہوتا ہے اور روح کا نشاۃ آخرت میں ہوگا پس باعتبار موطن ادراک کے اول و آخر کہہ دیا اور یا اس لئے کہ اشعار اربعہ بالا میں سب کے اول مصرعوں میں تن کا ذکر ہے اور دوسرے مصرعوں میں روح کا پس باعتبار ترتیب ذکر کے اول آخر کہہ دیا اور تنبیہ سے مراد ازالہ غفلت و فصل عن ماسوی اللہ اور وصل سے مراد ذکر و قرب حق مطلب یہ کہ روح انسانی روح حیوانی کو کہ راس البدن سے متنبہ کرتی ہے کہ ہو شہوات سے منفصل ہو کر عالم قدس سے متصل ہو پس تم کو چاہئے کہ اس کا ادراک کر کے اس کے مقتضا پر عمل کرو جس کا شعر سابق میں ذکر ہو چکا کہ وہ اتباع انبیاء ہے اور) تیری ایک توئی دوسری (توئی) میں مستتر ہے (مطلب یہ کہ احکام جسمیہ کے غلبہ سے احکام روحیہ ایسے مغلوب ہو گئے کہ گویا روح جسم کے اندر مدفون ہو گئی تو بصیرت سے کام لے کر اس پر مطلع ہو جس کو اوپر کہا تھا توئی خود دریاب آگے اس ادراک و اطلاع کی مدح ہے کہ) میں ایسے خود بیں شخص کا غلام ہوں (یعنی گو خود بینی علی الاطلاق مذموم مشہور ہے لیکن یہ خود بینی کہ اپنی حقیقت کو سمجھ کر اس کے مقتضا پر عمل کرے ممدوح ہے اور جو مذموم ہے اس کے دوسرے معنی ہیں جس کا حاصل اس کا عکس ہے کیونکہ عجب و کبر مقتضائے وضع روح کے بالکل خلاف ہے آگے رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی وہ شہزادے بزبان حال کہنے لگے کہ) جوان (ناتجربہ کار) جس چیز کو آئینہ میں دیکھتا ہے (یعنی وقوع و حضور حادثہ کے وقت کہ مثل محاذات آئینہ کے اس وقت وہ چیز مرئی ہوتی ہے) بوڑھا (تجربہ کار اس چیز کو) اس (جوان) سے پہلے خشت میں دیکھ لیتا ہے (فی الحاشیہ خشت آہن کو ہنوز آئینہ نساختہ باشند اھ مراد اس سے قبل الوقوع و جہ العلاقۃ یعلم مما مر آنفا فی تشبیہ المرآۃ افسوس ہے) ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے (اور) باپ کی عنایات کے ساتھ ہم گردن کشی کرنے والے ہوئے ہم نے بادشاہ کے قول کو سہل جانا اور ان عنایت بے مثل کو (بھی سہل جانا جس کی بدولت) اب ہم خندق میں گر پڑے (اس حالت میں کہ) کشتہ اور مجروح بلا (ہو گئے) بدوں (ظاہری) کارزار کے (کہ اس میں کشتہ و مجروح ہونا عجیب نہیں ہوتا) ہم کو اپنی عقل اور دانائی پر اعتماد ہو گیا (اس سے یہ سمجھے کہ قلعہ میں جانے سے ضرر میں کیوں پڑنے لگے) جس سے یہ بلا پیش آئی بدوں کسی مرض کے اور بدوں (کسی کی) غلامی کے ہم نے اپنے کو ایسا دیکھا جیسا اپنے کو بیمار دق (دیکھتا ہے یعنی اگر مرض یا غلامی کی ذلت و مشقت سے اضمحلال ہو تو عجب نہیں ہم بدوں ان اسباب کے ویسے ہی ہو گئے علت خفیہ (جو ہمارے اندر مرتبہ استعداد میں تھی اور جس کو دیکھ کر بادشاہ نے تحذیر کی تھی وہ مرتبہ فعلیت میں آنے کے بعد) اب (ہم کو) ظاہر ہوئی (آگے تفسیر ہے کنون کی یعنی) بعد اس کے کہ ہم (عشق میں) مقید اور (اس کے) شکار ہو گئے (آگے تین شعر میں انتقال ہے مضمون وجوب اتباع شیخ کی طرف بمناسبت ظہور ضرر عدم اتباع پدر کے یعنی) رہبر کا سایہ (غیر محقق کے لئے) ذکر حق سے بہتر ہے (جو کہ قبل سایہ رہبر کے ہو وجہ یہ کہ نافعیت خاصہ ذکر کی جن شرائط سے مشروط ہے مثل خلوص واستعداد خاص وہ شرائط غیر محقق کے لئے عادۃ موقوف ہیں استفادہ عن الشیخ پر اور شرط میں اشتغال افضل ہے اشتغال فی

www.besturdubooks.wordpress.com

المشر وط قبل الشرط ہے مثلاً ایک شخص کو وضو نہ ہو جو کہ شرط نماز ہے تو اس شخص کو وضو کرنا افضل ہے بلا وضو نماز پڑھنے سے البتہ چونکہ یہ شرط شرعی ہے اس لئے یہ افضلیت بضمن وجوب ہوگی اور استفادہ عن الشیخ شرط عادی ہے اس لئے وجوب کا علی الاطلاق دعویٰ نہ کیا جاوے گا مگر افضلیت کا حکم صحیح رہے گا اور بعد تحصیل شرط کے پھر ذکر ہی افضل ہے کیونکہ وہ مقصود ہے اور استفادہ طریق ہے اور مقصود افضل ہوتا ہے طریق سے جس طرح بعد وضو کر لینے کے وضو سے نماز افضل اور واجب ہے اسی لئے احقر نے ذکر سے بہتر ہونے میں یہ قید لگادی ہے جو کہ قبل سایہ رہبر کے ہو اھ اور یہ) ایک قناعت (واکتفاء علی المرشد) بہتر ہے صد ہا طعام وطبق (یعنی ذکر) سے (وجہ تشبیہ اس کا روحانی غذا ہونا ہے یہاں بھی ذکر سے وہی مراد ہے جو قبل تحصیل شرط ہو اور اس قناعت کا یہ مطلب نہیں کہ ذکر کرے ہی نہیں مقصود اصلی تو وہی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بمقابلہ مجاہدہ و ریاضت و کثرت ذکر کے جو درجہ شرط میں اپنی رائے سے کئے جاویں استفادہ عن الشیخ پر کفایت کرے کہ شرط ہونے کی حیثیت سے وہ کافی ہے پھر اگر وہ کوئی ذکر ہی بتلاوے تو وہ بھی استفادہ مذکورہ کا جزو ہوگا اور اگر بجائے ذکر کے اور کچھ بتلاوے تو وہی شرط کا جزو ہوگا اور بعد تحقیق پھر یہ حکم نہیں ہوگا خود اس کی تجویز صحیح ہوگی) تو نے (اس) قناعت (علی المرشد بالمعنی المذکور) کے باب میں پڑھا ہوگا اے حسن قصہ ذکر حق کا (جو بدوں استفادہ عن الشیخ کے تھا) اور قصہ ابوالحسن (خرقانی) کا جبکہ انہوں نے شیخ بایزید بسطانی سے استفادہ کیا اگرچہ روحانی طور پر کیا تھا جس کو اصطلاح میں اویسیت کہتے ہیں اس قصہ سے معلوم ہوا ہوگا کہ قبل استفادہ کے ذکر سے اتنا نفع نہیں ہوا جتنا بعد استفادہ کے ہوا اور یہ قصہ مولانا نے بھی دفتر چہارم میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت بایزید کا گزر خرقان کی طرف ہوا تو آپ پر ایک حالت طاری ہوئی اور آپ نے ابوالحسن خرقانی کے پیدا ہونے کی بشارت دی اور ان کی مدح کی چنانچہ وہ بعد وفات حضرت بایزید کے پیدا ہوئے اور ان کو بھی یہ قصہ معلوم ہوا وہ ان کی قبر پر جایا کرتے اور فیض حاصل کرتے یہاں تک کہ صاحب کمال ہو گئے اس مقام کے بعض اشعار یہ ہیں۔

درس گیرد ہر صباح از تربتم　　کہ حسن باشد مرید و امتم
بر سر گورش نشستے با حضور　　ہر صباحی تیز رفتے بے فتور
تا کہ بے گفتے شکالش حل شدے　　تا مثال شیخ پیشش آمدے
گورہا را برف نو پوشیدہ بود　　تا یکے روزے بیامد باسعود
ہا انا ادعوک کے تسعی الی　　بانگش آمد از خطیرہ شیخ حی
آں عجائب را کہ اول می شنید　　حال اوز ان روز شد خوب و پدید

مگر یہ بھی سمجھ لیا جاوے کہ شیخ میت سے استفادہ کافیہ بطور خرق عادت کے ہے اصل شرط استفادہ شیخ حی سے ہے آگے مثال ہے استفادہ عن الشیخ و مجاہدات واذکار بالرائے کی کہ) چشم بینا بہتر ہے تین سو عصا سے (جو نابینا کے پاس ہوں کیونکہ) چشم (بینا) موتی کو سنگریزہ سے پہچانتی ہے (اور نابینا عصا سے نہیں پہچانتا اس لئے غلطی میں پڑتا ہے اسی طرح شیخ سے دقائق و غوامض طریق کی بصیرت اور امتیاز بین النافع والضار للباطن حاصل ہوتا ہے اور محض رائے سے نہیں ہوتا پھر رجوع ہے قصہ کی طرف کہ شہزادے اس تصویر کو دیکھ کر صاحب تصویر کے) تفحص میں واقع ہوئے اسی وقت (کہ) یہ تصویر عجیب کس کی ہے جہان میں بعد تفحص بسیار کے اثنائے سیر میں اس راز کو کسی شیخ صاحب بصیرت (و صاحب کشف) نے (جو کہ اس نواح میں ہوں گے) حل کیا (جس کا بیان آگے آتا ہے اور اس کا یہ حل کرنا) راہ گوش (و سماع روایت) سے نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

(تھا کہ اس شیخ نے کسی سے سنا ہو اور سن کر کہہ دیا ہو) بلکہ الہام ہوش سے (تھا لفظ ہوش سے شاید بیداری مراد لے کر اشارہ اس طرف ہو کہ وہ الہام خواب کا نہ تھا کہ یہ تو عوام کو بھی ہوتا ہے بلکہ بیداری کا تھا آگے ان شیخ کی مدح ہے کہ) اسرار ان کے سامنے بے حجاب (ظاہر) تھے (یعنی کشف میں کامل تھے) ان شیخ نے کہا کہ یہ ایک رشک پرویں کا نقشہ ہے (یعنی) یہ شہزادی چین کی تصویر ہے (فی الغیاث پروین شش ستارہ کوچک کہ باہم مجتمع اندو آں در ایام زمستان از اول شب نمایاں باشند اھ) شاہ چین ایک دختر بے مثال رکھتا ہے (جو) خوبی میں اور کمال میں اور جمال میں (بے مثل ہے فی الغیاث ہمال بالفتح ہمتا اھ) وہ (دختر) مثل روح کے اور مثل پری کے پنہاں ہے (اور) وہ ایک مکتوم پردۂ ایوان میں ہے (یعنی ایوان کے اندر خود ایک پردہ مکتوم ہے کہ اہل ایوان بھی اس پردہ پر مطلع نہیں وہ اس پردہ میں رہتی ہے) اس کی طرف نہ مرد راہ رکھتا ہے اور نہ عورت شاہ (چین) نے اس کو فتنوں سے پنہاں رکھا ہے۔ بادشاہ اس کے نام (تک) پر اس قدر غیرت رکھتا ہے کہ پرندہ بھی اس کے بام پر نہیں اڑ سکتا (اور یہ درجہ قصوئی ہے غیرت کا یعنی کوئی اس کا نام لے یہ بھی ناگوار ہے آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) شامت اس دل کی جس کو ایسا خیال واقع ہو گیا (جس کے حصول کی کوئی توقع قریب نہ ہو) کسی شخص کو خدا کرے ایسا خیال نہ ہووے (کہ بجز پریشانی کے کوئی حاصل نہیں ابداً یا زماناً طویلاً اور) یہ سزا ہے اس شخص کی جس نے جہالت کا تخم بویا اور (تخم جہالت بونا یہ ہے کہ) اس نصیحت کو (جیسی باپ نے کی تھی) بے قدر اور سرسری قرار دیا (اور) اپنی تدبیر پر یہ اعتماد کیا کہ میں عقل سے اپنا کام پیش لے جاؤں گا (حالانکہ امر واقعی یہ ہے کہ) آدھا ذرہ اس توجہ (مرشد شفیق) کا بہتر (وانفع) ہوتا ہے (جبکہ اس پر عمل کیا جاوے) اس سے کہ تدبیر عقل سے تین سو حصے دیکھ بھال (اور احتیاط) ہو (فی الغیاث صد چشم داشتن آگے تفریع ہے اس بہ بود پر یعنی جب یہ بات ہے تو) اے امیر (تو جو اپنی امارت اور انفاذ رائے کے گھمنڈ میں ہے) تو اپنی تدبیر (اور امارت واستقلال رائے) کو ترک کر (اور اس خود رائی سے) پاؤں باہر نکال لے (اور) توجہ (مرشد) کے سامنے فنا ہو جا (یعنی مثل میت فی ید الغسال منقاد ہو جا اور) یہ (مقصود مدلول بقولہ کہ برم من کار خود با عقل پیش المنذ کور قریبا) بقدر حیلہ معدود کے نہیں (معدود قید واقعی ہے یعنی تیری رائے اور عقل سے جو حیلے اور تدبیریں تجویز ہوں گی وہ ایک حد اور شمار تک پہنچ کر ختم ہو جاویں گی اور آگے راہ سلوک میں ایسے مواقع پیش آ دیں گے جہاں وہ کام نہ دیں گی اس لئے ضرورت ہے ان حیل کو چھوڑ کر انقیاد لامر الشیخ کی چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) جب تک تو (امر شیخ کے سامنے) فنا نہ ہو گا ان حیلوں سے کچھ نفع نہیں ہے۔ (غرض) جب تک تو (بالمعنی المذکور) مر گیا نہیں نفع کب حاصل کرے گا (پس) جا مر جا اور ہستی (وبقا) کا حصہ (کہ اصل نفع ہے) حاصل کر۔ ف اور جاننا چاہئے کہ احقر نے جو عنایت کی تفسیر میں توجہ مرشد اور فنا کی تفسیر میں انقیاد للشیخ کہا ہے مقصود اس سے اس کا بمقابلہ اجتہاد ورائے کے مقصود کہنا ہے ورنہ واقع میں وہ بھی مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بالذات عنایت حق اور انقیاد للحق ہے مگر قصہ کی خصوصیت قرینہ اس کا ہوا کہ یہاں اس مقصود بالعرض ہی کا ذکر کرنا ہے کہ ظاہر بالنظر الی قولہ قبلہ وآں نصیحت را کساد وسہل داشت ونحوہ وقولہ قبل ذلک سایہ رہبر بہ است اور مقصود بالذات کا ذکر حکایت آئندہ کے بعد ہے غیر مردن ہیچ فرہنگ دگر۔ در نگیرد با خدائے اے حیلہ گر الی قولہ بلکہ مرکش بے عنایت نیز نیست اور اس حکایت کی مناسبت یہ ہے کہ جس طرح اس طالب علم نے بہت سی تدبیروں سے صدر جہان سے لینا چاہا مگر نافع نہ ہوئیں ایک روز مردہ بن کر اس کے سامنے پیش ہوا اور مل گیا چنانچہ اس نے جب اپنی اس تدبیر پر فخر کیا کہ دیکھو کیسے لے لیا تو اس نے بھی جواب دیا گفت لیکن تا نمردی اے عنود از جناب من نبردی ہیچ سود۔

حکایت صدر جہان بخاری کہ ہر سائلے کہ بزبان بخواستے از صدقۂ عام او محروم شدے و آں دانشمند درویش بفراموشی و تعجیل بزبان خواست و صدر جہاں روی از و بگردانید و او ہر روز حیلہ نو ساختے و خود را گاہ زن کردے زیر چادر و گاہ نابینا و گاہ روی خود بہ بستے او بفراستش شناختے

صدر جہاں بخاری کی حکایت کہ جو سائل زبان سے مانگتا اس کے عام صدقے سے محروم ہو جاتا اور اس عقلمند درویش نے بھول کر اور جلدی میں زبان سے مانگ لیا اور صدر جہان نے اس سے منہ پھیر لیا اور وہ ہر روز ایک نیا حیلہ کرتا اور اپنے آپ کو کبھی چادر کے اندر عورت بناتا اور کبھی اندھا اور کبھی اپنا چہرہ چھپالیتا اور وہ اس کو ذہانت سے پہچان لیتا

در بخارا خوی آں صدر اجل	بود با خواہندگاں حسن عمل
بخارا میں اس صدر اعظم کی عادت	سائلین کے ساتھ حسن معاملہ تھا
داد بسیار و عطای بے شمار	تا بشب بودے ز جودش زر نثار
داد بسیار اور عطائے بے شمار	رات تک اس کے جود سے سونا بکھرا جاتا تھا
زر بکاغذ پارہا پیچیدہ بود	تا وجودش بودی می افشاند جود
وہ سونے کو کاغذ کے پرچوں میں لپیٹ لیتا تھا	جب تک وہ موجود رہتے وہ وجود افشانی کرتا تھا
ہمچو خورشید و چوماہ پاکباز	آنچہ گیرند از ضیا بد ہند باز
مثل خورشید اور مثل ماہ پاکبان کے	کہ جو کچھ روشنی حاصل کرتے ہیں دے دیتے ہیں
خاک را زر بخش کہ بود آفتاب	زر ازو در کان و گنج اندر خراب
خاک کو زر دینے والا کون ہوتا ہے آفتاب	زر معدن کے اندر اور خزانہ ویرانہ کے اندر اسی سے ہے
مبتلایاں را بدے روزے عطا	روز دیگر بیوگاں را آں سخا
ایک دن تو مبتلایان مرض کے لئے عطا ہوتی	دوسرے روز وہ سخاوت بیواؤں کے لئے ہوتی
روز دیگر برعلویان مقل	باقفیہان روز دیگر مشتغل
ایک دن نادر علویوں پر	ایک دن طالب علموں کے ساتھ مشغول ہوتا
روز دیگر بر تہیدستان عام	روز دیگر بر گرفتاران دام
ایک دن عام تہی دستوں پر	ایک دن گرفتاران قرض پر
روز دیگر بر یتیمان صغیر	روز دیگر بر ضعیفان اسیر
ایک دن یتیم بچوں پر	ایک دن ضعیف قیدیوں پر

www.besturdubooks.wordpress.com

روز دیگر بہر ابناء السبیل	روز دیگر مر مکاتب را کفیل
ایک دن مسافروں کے لئے	ایک دن مکاتب کے لئے کفیل
شرط او بود آں کز وکس با زباں	زر نخواہد ہیچ و نکشاید دہاں
اس کی یہ شرط تھی کہ اس سے کوئی شخص زبان سے	بالکل زر نہ مانگے اور منہ نہ کھولے
لیک خامش بر حوالی رہش	ایستادہ مفلساں دیوار وش
لیکن خاموشی کی حالت میں اس کے راستہ کے گردا گرد	مفلس لوگ دیوار کی طرح کھڑے رہتے تھے
ہر کہ کردے ناگہاں بالب سوال	زو نبردے زیں گنہ یک حبہ مال
جو شخص اتفاقاً لب سے سوال کر بیٹھتا	تو اس جرم کے سبب وہ اس سے ایک حبہ مال نہیں لے سکتا تھا
من صمت منکم نجا بد یاسہ اش	خامشاں را بود کیسہ و کاسہ اش
من صمت منکم نجا اس کا قانون تھا	خاموشوں کے لئے اس کا کیسہ اور کاسہ تھا
بر نکوشی داشت عشق و تاسہ اش	بر خموشی بود عشق و یاسہ اش
عدم جہد پر رکھنا اپنا عشق اور اشتیاق	خاموشی پر تھا اس کا عشق اور قانون
نادرا روزے یکے پیرش جد گرفت	ماند خلق از جد پیر اندر شگفت
اتفاقاً ایک روز کسی بڈھے نے کہہ دیا	مجھ کو زکوٰۃ دے دے کہ میں گرسنگی کا قرین ہوں
منع کرد از پیر و پیرش جد گرفت	ماند خلق از جد پیر اندر شگفت
اس نے بوڑھے سے روک لیا اور بوڑھے نے اس کا پیچھا لے لیا	خلقت بوڑھے کے سر ہونے سے تعجب میں رہ گئی
گفت بس بے شرم پیری اے پدر	پیر گفت از من توئی بے شرم تر
صدر جہاں نے کہا کہ تو بڑا بے حیا بڈھا ہے	بڈھے نے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ بے حیا ہے
کایں جہاں خوردی و خواہی تو ز طمع	کاں جہاں با ایں جہاں گیری بجمع
کیونکہ یہ جہاں تو تو کھا گیا اور تو طمع کے سبب یہ چاہتا ہے	کہ وہ جہان بھی اس جہاں کے ساتھ جمع کر کے لے لے
خندہ اش آمد مال داد آں پیر را	پیر تنہا برد آں توفیر را
اس کو ہنسی آ گئی اس بوڑھے کو مال دے دیا	بوڑھا تنہا اس مال کثیر کو لے گیا
غیر آں پیر آنچہ خواہندہ ازو	نیم حبہ زر ندید و نے تسو
بجز اس شخص کے کسی مانگنے والے نے اس سے	آدھا حبہ زر بھی نہیں دیکھا اور نہ ایک تسو

www.besturdubooks.wordpress.com

نوبت و روز فقیہاں ناگہاں	یک فقیہ از حرص آمد در فغاں
طالب علموں کی باری اور دن میں اچانک	ایک طالب علم حرص سے فغاں کرنے لگا
کرد از ریہا بسے چارہ نبود	گفت ہر نوعے نبودش ہیچ سود
اس نے بہتیری زاری کی کچھ مفید نہ ہوئی	سب ہی قسم کی باتیں کہیں اس کو کچھ نفع نہ ہوا
روز دیگر بار کو پیچیدہ پا	پاکش اندر صف قوم مبتلا
کسی دن چیتھڑوں سے پاؤں کو لپیٹے ہوئے	پاؤں کو گھسیٹتا ہوا قوم مبتلایان مرض میں
تختہ ہا بر ساق بست از چپ و راست	تا گماں آید کہ او اشکستہ پاست
تختیاں ساق پر چپ و راست سے باندھ لیں	تاکہ گمان ہو کہ یہ شکستہ پا ہے
دیدش و بشناختش چیزے نداد	روز دیگر رو بپوشید از لباد
صدر جہاں نے اس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہیں دیا	اس نے کسی اور دن نمدہ سے منہ چھپایا
تا گماں آید کہ نابیناست او	درمیان اعمیاں برخاست او
اس غرض سے کہ یہ گمان ہو کہ یہ نابینا ہے	اندھوں کے درمیان اٹھا
ہم بدانستش ندادش آں عزیز	از گناہ و جرم گفتن ہیچ چیز
اس عزیز نے اس کو پھر بھی جان لیا	بوجہ بولنے کے گناہ و جرم کے اس کو کوئی چیز نہیں دی
چونکہ عاجز شد ز صد گونہ مکید	چوں زناں او چادرے بر سر کشید
جب وہ صدہا اقسام فریب سے عاجز آ گیا	تو اس نے عورتوں کی طرح سر پر ایک چادر اوڑھی
درمیان بیوگاں رفت و نشست	سر فرو افگند و پنہاں کرد دست
بیوہ عورتوں میں گیا اور بیٹھ گیا	سر نیچا کر لیا اور ہاتھ چھپا لیا
ہم شناسیدش ندادش صدقۂ	در دلش آمد ز حرماں حرقۂ
اس نے اس کو پھر بھی پہچان لیا اس کو صدقہ نہ دیا	اس کے دل میں محرومی سے ایک سوزش پیدا ہو گئی
رفت او پیش کفن خواہے پگاہ	کہ بہ پیچم در نمدٗ نہ پیش راہ
وہ صبح کے وقت ایک کفن مانگنے والے کے پاس گیا	کہ مجھ کو ایک نمدہ میں لپیٹ دے راستہ میں رکھ دے
ہیچ مکشا لبٗ نشین و می نگر	تا کند صدر جہاں زیں جا گزر
لب بالکل مت کھولنا اور دیکھتا رہنا	تاکہ صدر جہاں اس جگہ سے گزرے

www.besturdubooks.wordpress.com

بو کہ بیند مردہ پندارد بظن	زر در اندازد پے وجہ کفن
شاید کہ وہ دیکھے گمان سے مردہ سمجھے	امداد کفن میں زر ڈال دے
ہرچہ بدہد نیم آں بدہم بتو	ہمچناں کرد آں فقیر حیلہ جو
وہ جو کچھ دے گا اس کا نصف تجھ کو دوں گا	اس فقیر حیلہ جو نے ایسا ہی کیا
در نمد پیچید و در راہش نہاد	معبر صدر جہاں آنجا فتاد
نمدہ میں لپیٹا اور اس کے راستہ میں رکھ دیا	صدر جہاں کا عبور اس جگہ واقع ہوا
زر درانداز ید بر روی نمد	دست بیروں کرد از تعجیل خود
نمدہ کے اوپر زر ڈال دیا	اس نے جلدی سے خود ہاتھ باہر کر دیا
تانگیرد آں کفن خواہ آں صلہ	تانہاں نکند ازو آں وہ دلہ
تاکہ وہ کفن خواہ اس عطیہ کو نہ لے لے	تاکہ وہ متردد اس سے پوشیدہ نہ کر لے
مردہ از زیر نمد بر کرد دست	سر بروں آمد پے دستش ز پست
مردہ نے نمدہ کے نیچے سے ہاتھ باہر نکال دیا	ہاتھ کے پیچھے اس نے نیچے سے سر بھی نکال دیا
گفت با صدر جہاں چوں بستدم	اے ببستہ بر من ابواب کرم
صدر جہاں سے کہا میں نے کس طرح لے لیا	اے شخص جس نے مجھ پر ابوا کرم کو بند کر دیا تھا
گفت لیکن تانمردی اے عنود	از جناب من نبردی ہیچ سود
اس نے جواب دیا اے معاند جب تک تو مر نہیں گیا	میری بارگاہ سے تو کوئی نفع حاصل نہیں کر سکا
سر موتوا قبل موت ایں بود	کز پس مردن غنیمتہا رسد
راز موتوا قبل ان تموتوا کا یہی ہے	کہ مرنے کے پیچھے غنیمتیں پہنچتی ہیں
غیر مردن ہیچ فرہنگ دگر	در نگیرد با خدا اے حیلہ گر
بجز مرنے کے کوئی دوسری ہوشیاری	خدا تعالیٰ کے ساتھ اثر نہیں کرتی اے حیلہ گر
یک عنایت بہ ز صد گوں اجتہاد	جہد را خوف ست از صد گوں فساد
ایک عنایت بہتر ہے صدہا اقسام کی کوشش سے	کوشش کو سو طرح کے مفاسد سے اندیشہ ہے
واں عنایت ہست موقوف ممات	تجربہ کردند ایں رہ را ثقات
اور وہ عنایت موقوف ہے موت پر	اس راہ کا معتبر لوگوں نے تجربہ کر لیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست	بے عنایت ہان وہاں جائے مایست
اس کی مرگ بھی بے عنایت نہیں ہے	خبردار خبردار بے عنایت کے کہیں مت کھڑا ہونا
آں زمرد باشد ایں افعی پیر	بے زمرد کے شود افعی ضریر
وہ زمرد ہے یہ افعی کہنہ ہے	بدوں زمرد کے افعی کب اندھا ہوتا ہے

بخارا میں اس صدر اعظم کی عادت سائلین کے ساتھ حسن معاملہ تھا (آگے بدل ہے حسن عمل کا یعنی) داد بسیار اور عطائے بے شمار (اور دن بھر) رات تک اس کے جود سے سونا بکھیرا جاتا تھا وہ سونے کو کاغذ کے پرچوں میں لپیٹ (کر پڑیاں سی بنا) لیتا تھا جب تک وہ (اس کے پاس) موجود رہتے وہ جود افشانی کرتا تھا مثل خورشید اور مثل ماہ پاکباز کے کہ جو کچھ روشنی (عطائے حق سے) حاصل کرتے ہیں (اہل ارض کو) دے دیتے ہیں (اسی طرح اس کے پاس جو کچھ خدا کا دیا ہوا ہوتا تقسیم کر دیتا آگے ایک مشبہ بہ یعنی خورشید کی فیض بخشی بیان فرماتے ہیں کہ) خاک کو زر دینے والا کون ہوتا ہے آفتاب زر معدن کے اندر اور خزانہ ویرانہ کے اندر اسی (کے فیض) سے ہے (کیونکہ معدن میں سونے کے تکون میں جن بخارات کا دخل ہے وہ اثر آفتاب کا ہے پھر معدن سے نکال کر خزانہ میں پہنچتا ہے پس دونوں جگہ اس کا وجود مسبب آفتاب سے ہوا اور اس صدر جہاں کے یہاں) ہر صبح سے ایک ایک گروہ کا وظیفہ (مقرر) تھا (جس کا بیان آگے آوے گا) تا کہ کوئی گروہ اس سے محروم نہ رہے (یعنی) ایک دن تو مبتلایان مرض کے لئے عطا ہوتی دوسرے روز وہ سخاوت بیواؤں کے لئے ہوتی ایک دن نادار علویوں پر (بدل ہوتا علویان را بضم ورت وزن بضم لام وسکون واو خوانده شود کذافی الحاشیہ) ایک دن طالب علموں کے ساتھ مشغول ہوتا ایک دن عام تہی دستوں پر (عطا ہوتی) ایک دن گرفتاران قرض پر ایک دن یتیم بچوں پر ایک دن ضعیف قیدیوں پر ایک دن مسافروں کے لئے) مخصوص تھا) ایک دن مکاتب (غلام) کے لئے کفیل (تھا مگر اس عطا کے ساتھ) اس کی یہ شرط (عجیب) تھی کہ اس سے کوئی شخص زبان سے بالکل زر نہ مانگے اور منہ (بالکل) نہ کھولے لیکن خاموشی کی حالت میں اس کے راستہ کے گردا گرد مفلس لوگ دیوار کی طرح کھڑے رہتے تھے (اور) جو شخص اتفاقاً لب سے سوال کر بیٹھتا تو اس جرم کے سبب وہ اس سے ایک حبہ مال نہیں لے سکتا تھا من صمت منکم نجا (کا مضمون) اس کا قانون تھا (یعنی اس کا شدت سے عامل تھا فی الغیاث یاسہ آرزو د حکم و قانون و سیاست اور) اور خاموشوں کے لئے اس کا کیسہ (زر) اور کاسہ (طعام) تھا۔ عدم جہد پر رکھتا اپنا عشق اور اشتیاق (تاسہ بے قراری و اضطراب کذافی الغیاث اور) خاموشی پر تھا اس کا عشق اور قانون۔ اتفاقاً ایک روز کسی بڈھے نے کہہ دیا مجھ کو زکوۃ دے دے کہ میں گرسنگی کا قرین ہوں اُس نے (اُس) بوڑھے سے (داد و دہش کو) روک لیا اور بوڑھے نے اس کا پیچھا لے لیا خلقت بوڑھے کے سر ہونے سے تعجب میں رہ گئی (کہ بوجہ خلاف عادت ہونے کے اس کو ملے گا نہیں اور یہ اڑ رہا ہے تو ضرور اس پر سختی ہوگی یہ ڈرتا نہیں) صدر جہاں نے کہا کہ ارے باوا تو بڑا بے حیا بڈھا ہے (کہ اس قدر حریص ہے کہ انکار پر بھی تیری حرص نہیں گئی) بڈھے نے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ بے حیا ہے کیونکہ یہ جہاں تو تو کھا گیا (یعنی خوب اسباب وسامان جمع کیا) اور (اب) تو طمع (وحرص) کے سبب یہ چاہتا ہے کہ وہ جہان بھی اس جہان کے ساتھ جمع

www.besturdubooks.wordpress.com

کر کے لے لے (تو اگر حرص علامت ہے بے حیائی کی تو مجھ سے بڑھ کر حرص تجھ میں ہے یہ اس نے ایک لطیفہ کہا بطور مدح بما یشبہ الذم کے پس اس لطیفہ سے) اس کو ہنسی آ گئی (اور) اس بوڑھے کو مال دے دیا (اور وہ) بوڑھا تنہا اس مال کثیر کو لے گیا (آن کا مشار الیہ وہ مقدار جو اس کو ملی تھی بس) بجز اس (بوڑھے) شخص کے (کہ اس کو اپنے معمول کے خلاف عارض لطیفہ سنجی کے سبب دے دیا باقی) کسی زبان سے) مانگنے والے نے اس سے آدھا حبہ زر بھی نہیں دیکھا اور نہ ایک تسو (زر دیکھا فی الغیاث حبہ رتی و فیہ طسوج ربع دانگ کہ مقدار دو حبہ است معرب تسو ایک روز یہ قصہ ہوا کہ) طالب علموں کی باری اور دن میں اچانک ایک طالب علم حرص سے فغاں کرنے لگا (اور اس کے انکار پر اس نے بہتیری رازی کی (مگر کچھ مفید نہ ہوئی اور مقصد برآری کے لئے) سب ہی قسم کی باتیں کہیں (مگر) اس (طالب علم کو (ان سے) کچھ نفع نہ ہوا (اب اس نے صورت بدل کر دھوکہ دے کر اس سے لینا چاہا چنانچہ) کسی دن چیتھڑوں سے پاؤں کو لپیٹے ہوئے پاؤں کو گھسیٹتا ہوا قوم مبتلایان مرض میں (اس حالت سے آ بیٹھا کہ) تختیاں (مثل جبائر کے) ساق پر چپ وراست سے باندھ لیں تا کہ گمان ہو کہ یہ شکستہ پا ہے (شعر روز دیگر اخ میں عامل مقدر ہے بقرینۂ مقام چنانچہ تقریر ترجمہ میں احقر نے اسی کو ظاہر کر دیا یعنی آ بیٹھا و فی الغیاث رکو در کوی در کوه در کوک ہمہ بضمتین بمعنی لتہ و جامہ کہنہ و مطلق کرباس لیکن) صدر جہاں نے اس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہیں دیا اس نے کسی اور دن نمدہ سے (کذا فی الغیاث) منہ چھپایا (اور) اس غرض سے کہ یہ گمان ہو کہ یہ نابینا ہے اندھوں کے درمیان (شامل ہو کر) اٹھا (جبکہ وہ لینے کے لئے اٹھے پس لفظ تا متعلق برخاست کے ہے جو مصرعہ ثانیہ میں ہے نہ کہ بپوشید کے جو شعر سابق میں ہے) اس عزیز نے اس کو پھر بھی جان لیا (اور) بوجہ بولنے کے (اس) گناہ و جرم کے اس کو کوئی چیز نہیں دی جب وہ صدہا اقسام فریب (کے استعمال) سے عاجز آ گیا تو اس نے (ایک دن) عورتوں کی طرح سر پر ایک چادر اوڑھی (اور) بیوہ عورتوں میں گیا اور بیٹھ گیا (اور) سر نیچا کر لیا اور ہاتھ (کپڑے میں) چھپا لیا (اور کپڑے میں لپٹا ہوا پھیلا دیا ہوگا مگر) اس نے اس کو پھر بھی پہچان لیا (اور) اس کو صدقہ نہ دیا اس (طالب علم) کے دل میں (اس) محرومی سے ایک سوزش پیدا ہو گئی (آخر) وہ (ایک روز) صبح کے وقت ایک کفن مانگنے والے کے پاس گیا (فی الحاشیہ عن المنہج القوی کفن خواہ شخصیکہ از برائے مساکین و فقراء از اغنیا کفنہا جمع نماید تا بوقت حاجت بکار آید اھ گویم چنانکہ در زمان ما کارا نجمن ہاست و ممکن ست کہ او را ہم چیزے در صلہ خدمت دادہ باشند اور اس کے پاس جا کر کہا) کہ مجھ کو ایک نمدہ (کہنہ) میں (جس سے فقر مترشح ہو) لپیٹ دے (اور اس ہیئت سے مجھ کو اس کے) راستہ میں رکھ دے (تا کہ وہ مردہ سمجھے اور) لب بالکل مت کھولنا اور دیکھتا رہنا تا کہ صدر جہاں اس جگہ سے گزرے۔ شاید کہ وہ دیکھے (اور) گمان سے مردہ سمجھے (اور) امداد کفن میں (کچھ) زر ڈال دے (اور) وہ جو کچھ (کفن کے لئے) دے گا اس کا نصف تجھ کو دوں گا (چنانچہ) اس فقیر حیلہ جو نے ایسا ہی کیا (کہ اس کو) نمدہ میں لپیٹا اور اس (صدر جہاں) کے راستہ میں رکھ دیا (اور) صدر جہاں کا عبور اس جگہ واقع ہوا (اور مردہ سمجھ کر) نمدہ کے اوپر زر ڈال دیا اس (طالب علم) نے جلدی سے خود ہاتھ باہر کر دیا تا کہ وہ کفن خواہ اس عطیہ کو نہ لے لے تا کہ وہ (فقیر) متردد (اس رقم کو) اس سے پوشیدہ نہ کر لے (یعنی اگر وہ لیتا تو احتمال تھا کہ شاید اس کو پوری اطلاع نہ کرتا کچھ خیانت کر لیتا اور وہ دلہ بمعنی متردد اس کو بعض حالات کے اعتبار سے کہا کیونکہ خائن بھی خیانت کے قبل

سوچا بھی کرتا ہے کہ خیانت کروں یا نہ کروں غرض اس جعلی) مردہ نے نمدہ کے نیچے سے ہاتھ باہر نکال دیا (اور) ہاتھ کے پیچھے اس نے (کپڑے کے) نیچے سے سر بھی نکال دیا (اور) صدر جہاں سے کہا (کہ دیکھو) میں نے کس طرح (تم سے) لے لیا اے شخص جس نے مجھ پر ابواب کرم کو بند کر دیا تھا اس نے جواب دیا (کہ لیا تو سہی) اے معاند جب تک تو مر نہیں گیا (گو تشبیہا ہی سہی اس وقت تک) میری بارگاہ سے تو کوئی نفع (مالی) حاصل نہیں کر سکا (اور اس میں ایک لطیفہ ہے کہ انکار تو تجھ سے تھا جب تو تو نہ رہا میرا انکار بھی نہ رہا اور ظاہری سبب اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ صدر جہاں غایت فراست سے اس کی حرکات کے تشابہ سے پہچان لیتا تھا چونکہ اس حالت میں کوئی حرکت نہیں ہوئی کوئی ذریعہ شناخت کا نہ تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) راز موتو اقبل ان تموتو اکا یہی ہے کہ مرنے کے پیچھے غنیمتیں پہنچتی ہیں (یہی مضمون اس حکایت سے پہلے بھی تھا تا نمیری سود کے خواہی ربود الخ) بجز مرنے کے کوئی دوسری ہوشیاری خدا تعالیٰ کے ساتھ اثر نہیں کرتی (یعنی نافع نہیں ہوتی لان اللہ تعالیٰ منزہ عن التاثر ففی الکلام مجاز) اے حیلہ گر (اور یہ موت اس لئے نافع ہوتی ہے کہ یہ سبب ہے عنایت کا کما یاتی فی قولہ واں عنایت الخ اور عنایت ایسی چیز ہے کہ) ایک عنایت (جس کو جذب کہتے ہیں) بہتر ہے صدہا اقسام کی کوشش سے (جس کو سلوک کہتے ہیں کیونکہ) کوشش کو سو طرح کے مفاسد سے اندیشہ ہے (کہ عمل میں ریا ہو جاوے عجب ہو جاوے وغیر ذلک مما یسخ للسالکین) اور وہ عنایت (عادۃً) موقوف ہے موت (مذکور) پر اس راہ کا معتبر لوگوں نے تجربہ کر لیا ہے (اس سے یہی مشاہدہ ہوا آگے ترقی ہے کہ یہ موت بھی واسطہ عادیہ ہے لولاہ لامتنع نہیں ہے لولاہ لا متنع صرف عنایت ہے پس اصل چیز وہی ہوئی چنانچہ یقینی بات ہے کہ) اس (سالک) کی مرگ بھی بے عنایت نہیں ہے (اور عنایت کے موقوف علی الممات ہونے سے جو کہ اوپر مذکور ہے اور ممات کے موقوف علی العنایۃ ہونے سے جو یہاں مذکور ہے دور کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ عنایت کے افراد بہت ہیں توفیق ممات اور عنایت سے ہوئی قال تعالیٰ و ما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ پھر اس ممات کے بعد دوسری عنایت متوجہ ہوئی قال تعالیٰ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین دونوں توقفوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا توقف بمعنی لولاہ لامتنع ہے اور دوسرا توقف مصحح لدخول الفاء ہے مگر چونکہ عنایت کا ہر درجہ مطلوب ہے اس لئے ممات کی کوشش کی جاوے گی تا کہ وہ دوسری فرد بھی حاصل ہو یہاں جو پہلے توقف کو بیان فرمایا ہے اس سے دوسرے توقف کی نفی یا اس کا غیر وقیع ہونا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف تصحیح عقیدہ وعدم وثوق علی فعل نفسہ پر تنبیہ کے لئے بیان کیا ہے باقی عمل میں دوسرا توقف بھی واجب الاستحضار ہے اور جب عنایت ایسی چیز ہے پس) خبردار خبردار بے عنایت کے کہیں مت کھڑا ہونا (یعنی جو کام کرے نظر عنایت پر ہو اور اس کی درخواست بھی ہو گو کام میں بھی سعی ضروری ہے حسب تعلیم انبیاء و اولیاء نہ بالرائے والہوی اور) وہ (عنایت مثل) زمرد (کے) ہے (اور) یہ (نفس مثل) افعی کہنہ (کے) ہے (سو) بدوں زمرد کے افعی کب اندھا ہوتا ہے (کہ جس کے بعد پھر وہ ضرر نہیں پہنچا سکتا اسی طرح نفس کی شرارت اور مضرت اصل عنایت سے زائل ہوتی ہے اور ایں کا مشارالیہ گو مذکور نہیں مگر قرینہ مقام سے مفہوم ہوتا ہے دل علیہ الممات لکونہ مصافا الی النفس ودل علیہ ھذا التشبیہ ایضاً کما ھو مشھور)

فائدہ:۔ آگے عنایت واجتہاد کے اثر کے تفاوت کو ایک حکایت تمثیلی سے واضح فرماتے ہیں کہ عنایت مثل

www.besturdubooks.wordpress.com

سوئے زنخ کے ہیں کہ حفظ کے لئے قلیل بھی کافی ہیں اور اجتہادِ شل خشت کثیر کے بھی نا کافی ہے۔

حکایت آں دو برادر یکے کوسہ و یکے امرد در عزب خانہ بخفتند شبے اتفاقاً امرد خشتے چند بر در مقعد خود انبار کرد و عاقبت رباب دب آورد و آں خشتہا را بحیلہ از بالائے مقعد او برمی داشت و آں کودک بیدار شد و بخشم گفت کہ خشتہا کو چرا برداشتی و او گفت چرا نہادی

ان دو بھائیوں کی حکایت جو ایک چگی داڑھی والا اور ایک بغیر داڑھی کا تھا وہ ایک رات اتفاقاً مردانہ مکان میں سو گئے بغیر داڑھی والے نے اپنی مقعد کے در پر اینٹوں کا ڈھیر لگا لیا اور انجام کار مغلم نے اغلام کیا اور اس نے ان اینٹوں کو تدبیر سے مقعد پر سے ہٹا رہا تھا، وہ لڑکا جاگ گیا اور غصہ سے کہا کہ بتا اینٹوں کو تو نے کیوں ہٹایا؟ اور اس نے کہا تو نے کیوں رکھیں؟

امردے و کوسۂ در انجمن	آمدند و مجمعے بد در وطن
ایک امرد اور ایک کوسہ ایک انجمن میں	آئے اور کوئی جلسہ تھا وطن میں
مشتغل ماندند قوم منتجب	روز رفت و شد زمان ثلث شب
قوم منتخب مشغول رہے	دن گزر گیا اور ثلث شب کا وقت ہو گیا
زاں عزبخانہ نرفتند آں دو کس	ہم بخفتند آں شب از بیم عسس
اس مجرد خانہ سے وہ دو شخص نہ گئے	اسی طرف سو گئے بوجہ خوف عسس کے
کوسہ را بد بر زنخداں چار مو	لیک ہمچوں ماہ بدرش بو درو
کوسہ کے زنخدان پر چار بال تھے	لیکن اس کا چہرہ مثل ماہ بدر کے تھا
کودک امرد بصورت بود زشت	ہم نہاد اندر پس کوں بیست خشت
کودک امرد صورت میں بدشکل تھا	پھر بھی اس نے مقعد کے پیچھے بیس اینٹیں رکھ لیں
لوطی دب برد شب از گمرہی	خشت ہا را نقل کرد آں مشتہی
ایک لوطی بدفعل نے گمراہی سے رات گزاری	اس شہوت پرست نے اینٹوں کو نقل کیا
دست چوں بروے زد او از جائے جست	گفت ہے تو کیستی اے سگ پرست
جب اس پر ہاتھ ڈالا تو وہ جگہ سے اچھلا	کہا ہائیں تو کون ہے اے نفس پرست
گفت ایں سی خشت چوں انباشتی	گفت تو سی خشت چوں برداشتی
وہ بولا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کی تھیں	اس نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں اٹھائی تھیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اے فی النار خرس مردہ ریگ	ابلہ و بے خاصیت مانند ریگ
کہا کہ اے دوزخی ریچھ کمینے	ابلہ اور بدخاصیت مانند ریگ کے
کودکے بیارم و از ضعف خود	کردم ایں جا احتیاط و مرتقد
میں ایک بیار کودک ہوں اور اپنے ضعف سے	میں نے اس جگہ احتیاط کی تھی اور خوابگاہ بنائی تھی
گفت اگر داری زر نجوری تفے	چوں نرفتی جانب دارالشفے
اس نے کہا اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے	تو تو شفاخانہ کی طرف کیوں نہ گیا
یا بخانہ یک طبیبے مشفقے	کو کشادے از سقامت مغلقے
یا کسی مشفق طبیب کے گھر	کہ وہ تیری بیماری کے اغلاق کو کشادہ کرتا
گفت آخر من کجا یارم شدن	کہ بہر جاے روم من ممتحن
اس نے کہا کہ آخر میں کہا جانے کا یارا رکھتا ہوں	کہ جہاں جاتا ہوں مبتلائے محنت ہوتا ہوں
چوں تو زندیقے پلیدے ملحدے	می برآرد سر بہ پیشم چود دے
تیرے ہی مانند کوئی زندیق پلید ملحد	میرے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے درندہ کی طرح
خانقاہے کہ بود بہتر مکاں	من ندیدم یک دمے دروے اماں
خانقاہ جو سب سے بہتر مکان ہوتا ہے	میں نے وہاں تو ایک ساعت امان نہ دیکھا
روبمن آرند مشتے خمر خوار	چشمہا پر نطفہ کف خایہ فشار
میری طرف متوجہ ہوتے ہیں چند شراب خوار	آنکھیں مستی کی بھری ہوئی ہاتھ عضو تناسل پر پھیرتے ہوئے
یار مرناموس را غیر نظر	نیست لیکن زاں نظر دیں پرخطر
یار باناموس میں بجز نظر کے	اور کوئی حرکت نہیں لیکن اس نظر سے دین پر خطر ہے
وانکہ ناموسی ست خود از زیر زیر	غمزہ دزدد میدہد مالش بکیر
اور جو صاحب ناموس ہے وہ خود نیچے ہی نیچے	خفیہ غمزہ کرتا ہے اور عضو تناسل کو ملتا ہے
خانقہ چوں ایں بود بازار عام	چوں بود خرگلۂ دیوان خام
جب خانقاہ یہ بازار عام ہے	تو شیاطین خام کا مجمع مشابہ گلہ خراں تو کیسا ہو گا
خر کجا ناموس و تقویٰ از کجا	خر چہ داند خشیت و خوف و رجا
خر کہاں ناموس اور تقویٰ کہاں	خر کیا جانے خشیت اور خوف اور رجا

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل باشد ایمنی و عدل جو	بر زن و بر مرد اما عقل کو
امن اور عدل جوئیدہ تو عقل ہوتی ہے	زن پر بھی اور مرد پر بھی مگر عقل کہاں ہے
ور گریزم من روم سوی زناں	ہمچو یوسفؑ افتم اندر افتتاں
اور اگر میں بھاگتا ہوں عورتوں کی طرف جاتا ہوں	تو یوسف علیہ السلام کی طرح ابتلاء میں واقع ہوتا ہوں
یوسفؑ از زن یافت زندان وفشار	من شوم تو زلیع بر پنجاہ دار
یوسف علیہ السلام نے تو عورت ہی سے زندان اور شکنجہ پایا تھا	میں پچاس دار پر منقسم ہوتا ہوں
آں زناں از جاہلی بر من تنند	اولیا شاں قصد جان من کنند
وہ عورتیں جہالت سے مجھ پر گرتی ہیں	ان کے اولیاء میری جان کا قصد کرتے ہیں
نے زمرداں چارہ دارم نز زناں	چوں کنم چوں نے ازینم نے ازاں
نہ مردوں سے مجھ کو کوئی مفر ہے نہ عورتوں سے	میں کیا کروں جبکہ میں نہ ان میں سے ہوں نہ ان میں سے
بعد ازاں کودک بکوسہ بنگریست	گفت اوبا ایں دو مواز غم بریست
بعد اس کے اس کودک نے کوسہ کو دیکھا	کہنے لگا کہ یہ ان دو باتوں کے سبب غم سے بری ہے
فارغست از خشت واز پیکار خشت	وز چوتو مادر فروش کنگ وزشت
یہ خشت سے اور پیکار خشت سے فارغ ہے	اور تجھ جیسے مادر فروش کنگر اور زشت سے بھی
بر زنخ سہ چار مو بہر نموں	بہتر از سی خشت گرداگرد کوں
زنخ پر تین چار بال نمونہ کے طور پر	بہتر ہیں تیس خشت سے گردا گرد مقعد کے
ذرۂ سایہ عنایت بہتر ست	از ہزاراں کوشش طاعت پرست
ایک ذرہ سایہ عنایت کا بہتر ہے	طاعت پرست کے ہزاروں مجاہدہ سے
زانکہ شیطاں خشت طاعت برکند	گر دو صد خشتست خود را رہ کند
کیونکہ شیطان خشت طاعت کو ہٹا دیتا ہے	اگر دو سو خشت بھی ہیں تب بھی اپنے لئے وہ راہ کر لیتا ہے
باعنایت او ندارد زہرۂ	تا بسازد خویشتن را بہرۂ
عنایت کے ساتھ وہ ذرا طاقت نہیں رکھتا	کہ وہ اپنا کوئی حصہ بنا سکے
خشت گر پرست بنہادہ تو است	آں دو سہ موازعطای آنسو است
خشت اگر بہت بھی ہوں وہ تیری رکھی ہوئی ہیں	وہ دو تین بال اس طرف کی عطا سے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

در حقیقت ہر یکے مو را ازاں	خرد منگر ہمچو کوہے داں کلاں
حقیقت میں ان میں سے ایک ایک بال کو	چھوٹا مت سمجھ مثل پہاڑ کے بڑا سمجھ
کاں اماں نامہ وصلہ شاہنشہی ست	خلعت خانی قطب آگہی ست
کیونکہ وہ امن نامہ اور عطائے شاہنشہی ہے	قطب معرفت کی سرداری کا خلعت ہے
تو اگر صد قفل بنہی بر درے	برکند آں جملہ را خیرہ سرے
تو اگر سو قفل لگا دے کسی دروازے پر	اس سب کو کوئی بے باک ہٹا سکتا ہے
شحنۂ از موم اگر مہرے نہد	پہلواناں را ازاں دل بشکہد
کوتوال اگر موم کی بھی مہر کر دے	تو پہلوانوں کا دل بھی اس سے ڈرے گا
شحنہ گر مہرے نہد از موم نرم	زاں بود کوتاہ پنجہ شیر گرم
شحنہ اگر نرم موم کی بھی اگر مہر کر دے	تو اس سے عاجز ہوتے ہیں پہاں شیر شجاع
آں دو سہ تار عنایت ہمچو کوہ	سد شدہ چوں فرسیما در وجوہ
وہ دو تین تار عنایت کے جو مثل کوہ کے ہیں	آڑ ہو گئے جس طرح نشان کی عظمت چہروں میں
خشت را مگزار اے نیکو سرشت	لیک ہم ایمن مخسپ از دیو زشت
خشت کو بھی مت چھوڑ اے نیکو سرشت	لیکن شیطان زشت سے بے خوف مت سو
رو دو سہ موزاں کرم بادست آر	وانگہاں ایمن بخسپ وغم مدار
جا دو تین بال اس کرم کے ہاتھ میں لا	اور اس وقت بے خوف ہو کر سو جا اور غم مت رکھ

(وجہ ربط اوپر مذکور ہو چکی) ایک امرد (بے ریش) اور ایک کوسہ (یعنی کم ریش کہ دو تین بال سے زیادہ نہ ہوں) ایک انجمن میں آئے (یہ انجمن دینی تھی چنانچہ آئندہ اس کو خانقاہ کہا گیا ہے نہ بمعنی متعارف بلکہ بمعنی مسکن دینداران و پارسایان) اور (آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ) کوئی جلسہ تھا (ان کے اس) وطن میں توم منتخب (یعنی معززین داعین و مدعودین جلسہ کی کارروائی میں) مشغول رہے (کہ) دن (بھی) گزر گیا اور ثلث شب کا وقت ہو گیا اس مجرد خانہ سے وہ دو شخص (جن کا ذکر شعر اول میں ہے) نہ گئے اسی طرف (یعنی اس مکان انجمن میں) سو گئے بوجہ خوف عسس کے (کہ بے وقت نکلنے سے گرفتار نہ کر لے اور اس کو مجرد خانہ اس لئے کہا کہ وہاں کے ہر وقت کے باشندے ایسے ہی لوگ تھے جیسے مدارس کی حالت ہے اس) کوسہ کے زنخدان پر چار بال تھے لیکن اس کا چہرہ مثل ماہ بدر کے تھا (اور وہ) کودک امرد صورت میں بدشکل تھا (مگر بدنیت لوگوں کے اندیشہ سے) پھر بھی اس نے مقعد کے پیچھے بیس (تیس) اینٹیں رکھ لیں (کہ سوتے ہوئے ان کی پناہ رہے کوئی مجھ پر دست درازی نہ کرے اور میں نے تیس کا لفظ اس لئے بڑھا دیا کہ آگے بھی آتا ہے ایں سی خشت چوں الخ پس تخصیص بست کی تمثیلاً ہے) ایک لوطی بدفعل نے گمراہی (اور بدبختی) سے رات گزاری (یعنی اسی خیال میں موقع کا

www.besturdubooks.wordpress.com

انتظار کرتا رہا اور جب موقع پایا کہ سب سو گئے تو) اس شہوت پرست نے اینٹوں کو (وہاں سے) منتقل کیا (تا کہ اس تک پہنچے اور) جب اس پر ہاتھ ڈالا تو وہ (اپنی) جگہ سے (گھبرا کر) اچھلا (اور) کہا ہائیں تو کون ہے اے نفس پرست (نفس کو سگ سے تشبیہ دی گئی اور دب بمعنی جماع ہے یہاں مبالغۃً صاحب جماع پر محمول کیا گیا) وہ (لوطی) بولا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کی تھیں اس (امرد) نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں اٹھائی تھیں (اور امرد نے یہ بھی) کہا کہ اے دوزخی ریچھ کمینہ ابلہ اور بدخاصیت مانند ریگ کے (کہ اس میں استحکام نہیں ہوتا یہی اس کی بدخاصیتی ہے اسی طرح تجھ میں قوت عفت وضبط کی نہیں اور مردہ ریگ کے معنی غیاث میں ناچیز فرومایہ کے لکھے ہیں غرض امرد نے کہا کہ اے نالائق) میں ایک بیمار کودک ہوں اور اپنے ضعف (ورنجوری) سے میں نے اس جگہ احتیاط کی تھی اور خوابگاہ بنائی تھی (کیونکہ ضعف و بیماری کے سبب مقاومت اشرار کی قوت نہ تھی اس لئے اینٹیں رکھ کر لیٹ رہا تھا) اس (لوطی) نے کہا اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے تو تو شفاخانہ کی طرف کیوں نہ گیا۔ یا کسی مشفق طبیب کے گھر (کیوں نہ گیا) کہ وہ تیری بیماری کے اغلاق کو کشادہ کرتا (فالمغلق مصدر میمی) اس (امرد) نے کہا کہ آخر میں کہاں جانے کا یارا رکھتا ہوں کہ جہاں جاتا ہوں (وہاں ہی) مبتلائے محنت ہوتا ہوں (اس طرح سے کہ) تیرے ہی مانند کوئی زندیق پلید ملحد میرے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے درندہ کی طرح خانقاہ جو سب سے بہتر مکان ہوتا ہے (کہ مسکن ہے عباد و زہاد کا) میں نے وہاں تو ایک ساعت اماں نہ دیکھا (اور وہ بے امانی یہ ہے کہ) میری طرف متوجہ ہوتے ہیں چند شراب خوار آنکھیں مستی کی بھری ہوئی (اور) ہاتھ عضو تناسل پر پھیرتے ہوئے (اور اس مستی شہوت سے تشبیہاً خمر خوار کہا گیا ورنہ اہل خانقاہ کا خمر خوار ہونا عادۃً بعید ہے اور پایہ تقسیم اہل خانقاہ کی نہ ہو مطلقاً فساق کی تقسیم ہے یہ تو ان کا حال ہے جن میں ذرا آزادی اور بے حیائی ہے) اور (ان اہل خانقاہ میں یا مطلق اہل فسق میں علی التوجیہ الثانی) جو صاحب ناموس ہے وہ خود نیچے ہی نیچے خفیہ غمزہ کرتا ہے اور عضو تناسل کو ملتا ہے (اور یہ بات مسلم ہے کہ) یار با ناموس میں بجز نظر کے اور کوئی حرکت نہیں لیکن (یہ کیا تھوڑی بات ہے کیونکہ) اس نظر سے (بھی) دین پر خطر ہے (پس ملامت وشناعت سے کوئی سالم نہیں پس) جب خانقاہ یہ بازار عام ہے تو شیاطین خام (تابع نفس) کا مجمع مشابہ گلہ خراں تو کیسا ہوگا (آگے اس چوں بود کا بیان ہے کہ) خر کہاں ناموس اور تقویٰ کہاں۔ خر کیا جانے خشیت اور خوف اور رجا وجہ یہ کہ) امن اور عدل جو ہیں وہ تو عقل ہوتی ہے زن پر بھی اور مرد پر بھی (یعنی سب پر یہ اثر مذکور عقل سے ہوتا ہے) مگر (ایسے لوگوں میں) عقل کہاں (اس لئے مشابہ خروں کے ہیں اور خشیت وغیرہ سے دور ہیں یہ تو میرا حال ہے مردوں میں) اور اگر میں (مردوں سے) بھاگتا ہوں (اور) عورتوں کی طرف جاتا ہوں تو یوسف علیہ السلام کی طرح (وہاں بھی) ابتلاء میں واقع ہوتا ہوں یوسف علیہ السلام نے تو (صرف) عورت ہی (کی وجہ) سے زندان اور شکنجہ (کما فی الغیاث فشار افسردن) پایا تھا (اور) میں بیچاس دار پر منقسم ہوتا ہوں (یعنی عورتوں سے بھی اور مردوں سے بھی پھر دونوں طرف احاد کثیرہ پس) وہ عورتیں جہالت سے (خود) مجھ پر گرتی ہیں (اور) ان کے اولیاء (وو ارث غیظ سے) میری جان کا قصد کرتے ہیں (مگر میری اس میں کیا خطا غرض) نہ مردوں سے مجھ کو کوئی مفر ہے (اور) نہ عورتوں سے میں کیا کروں جبکہ میں نہ ان میں سے ہوں اور نہ ان میں سے بعد اس کے اس کودک نے کوسہ کو دیکھا کہنے لگا کہ یہ ان دو باتوں کے سبب غم سے بری ہے یہ خشت سے اور پیکار خشت سے فارغ ہے اور تجھ جیسے مادر فروش کنگرا اور زشت سے بھی (فارغ ہے پیکار خشت کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو آلہ مدافعت بنایا جاوے جیسے پیکار میں بعض آلات مدافعت کے ہوتے ہیں پس) زنخ پر تین چار بال (گو) نمونہ

www.besturdubooks.wordpress.com

(ہی) کے طرز پر (ہوں) بہتر ہیں تیس خشت سے گرداگرد مقعد کے (آگے مولانا بطور تطبیق حکایت علی المطلوب السابق کے فرماتے ہیں کہ اسی طرح) ایک ذرہ سایہ عنایت کا بہتر ہے طاعت پرست کے ہزاروں مجاہدہ سے کیونکہ شیطان خشت طاعت کو ہٹا دیتا ہے اگر دوسو خشت بھی ہیں تب بھی اپنے لئے وہ راہ کر لیتا ہے (شرح اس کی سرخی کے قبل اس شعر کے حل میں گذری ہے یک عنایت بہ زصد گوں اجتہاد غرض وہ خشت اجتہاد میں تو خلل ڈال سکتا ہے لیکن) عنایت کے ساتھ وہ ذرا طاقت نہیں رکھتا کہ ہوا اپنا کوئی حصہ بنا سکے خشت (مجاہدہ) اگر بہت بھی ہیں وہ تیری رکھی ہوئی ہیں (تو تیری طاقت کی مقاومت شیطان کی طاقت سے ممکن ہے اور) وہ دو تین بال (عنایت کے) اس طرف کی عطا سے ہیں (اور طاقت شیطان مقاوم نہیں ہو سکتی قوت حق کی پس) حقیقت میں ان میں سے ایک ایک بال کو چھوٹا مت سمجھ (بلکہ) مثل پہاڑ کے بڑا سمجھ کیونکہ وہ امن نامہ اور عطائے شاہنشہی ہے (اور ایسے امن نامہ کے ہوتے ہوئے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا اور ایسی عطا کے ہوتے ہوئے کوئی کمی محتمل نہیں ہو سکتی آگے دوسری تعبیر ہے صلہ شاہنشہی کی یعنی) قطب معرفت کی سرداری کا خلعت ہے (تعبیر اول میں عطا کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور تعبیر ثانی میں مفعول کی طرف یعنی معطی حضرت حق ہے اور معطی قطب المعرفت یعنی عارف ہی آگے مجاہدہ اور عنایت کے تفاوت کی ایک اور مثال ہے کہ) تو اگر سو قفل لگا دے کسی دروازہ پر اس سب کو کوئی بے باک ہٹا سکتا ہے (اور) کوتوال اگر موم کی بھی مہر کردے تو پہلوانوں کا دل بھی اس سے ڈرے گا (کیونکہ وہ سرکاری مہر ہوگی اس پر دست اندازی کرنا سلطنت کا مقابلہ ہے آگے اسی کی تاکید ہے کہ) شحنہ اگر زم موم کی بھی مہر کر دے تو اس سے عاجز ہوتے ہیں پچاس شیر شجاع (پس مجاہدہ کی مثال تمہارے قفل کی سی ہے اور عنایت کی مثال سرکاری مہر کی سی ہے آگے پھر مثال اول خشت و تار مو کی طرف عود ہے کہ) وہ دو تین تار عنایت کے جو مثل کوہ کے ہیں (تصرف شیاطین سے) آڑ ہو گئے جس طرح نشان (طاعت وجود) کی عظمت (آڑ ہو گئی تھی جو کہ صحابہ واشباہ صحابہ کے) چہروں میں (نمایاں تھی۔ چہرہ سے مراد مطلق ذوات یعنی صحابہ میں جو ایک نور عظیم محلیت عنایت کا تھا اس سے شیاطین مایوس عن التصرف ہو گئے تھے کما قال تعالیٰ انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا و علی ربھم یتوکلون اور صحابہ کا اس کا اول مصداق ہونا ظاہر ہے اور ان کے اشباہ کا مصداق ثانی ہونا بھی اور ہر چند کہ اصل چیز عنایت ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ مجاہدہ و اعمال کو ترک کر دیا جائے وقد ذکرتُ من ہذا فی شرح شعر واں عنایت ہست موقوف ممات قبیل الحکایۃ بلکہ) خشت کو بھی مت چھوڑ اے نیکو سرشت (یعنی مجاہدہ کرتا رہ) لیکن شیطان زشت سے بے خوف مت سو (یعنی مجاہدہ پر اعتماد مت کر اور اس کو باوجود ارتکاب کے ناکافی سمجھ کر عنایت کو بھی طلب کرتا رہ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) جا (اور) دو تین بال اس کرم (و عنایت) کے ہاتھ میں لا اور اس وقت بے خوف ہو کر سو جا اور غم مت رکھ (یعنی اضرار شیطان سے مامون ہو جا اور اس سے مطلق امن جو کہ منافی ایمان ہے لازم نہیں آتا کیونکہ امن منافی وہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بے خوف ہو جاوے کما قال تعالیٰ فلا یأمن مکر اللہ الا القوم الخاسرون اور امن من الشیطان ابھی آیت انہ لیس لہ سلطان لآیہ میں گزر چکا ہے آگے بھی تائید ہے عنایت کی ترجیح کی عبادت و مجاہدہ پر ایک حدیث سے مع اس کے مناسب مضامین کے)

نوم عالم از عبادت بہ بود	آنچناں علمے کہ مستنبہ بود
عالم کی نوم عبادت سے افضل ہے	ایسا علم جو کہ متنبہ کرنے والا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

آں سکون سابح اندر آشنا	بہ ز جہد اعجمے بادست و پا
پیراک کا شناوری میں وہ سکون بہتر ہوتا ہے	اس اناڑی کی کوشش سے جو کہ بادست و پا ہے
دست و پا ساکن بآب اندر سباح	بہ رود از اعجمے باانطاح
جس کے ہاتھ پاؤں پانی میں ساکن ہوں	وہ شناوری میں زیادہ اچھا چلے گا اس اناڑی سے جو ٹکر مارتا ہو
اعجمی زد دست و پا و غرق شد	میرود سباح ساکن چوں عمد
اناڑی نے تو ہاتھ پاؤں مارے اور غرق ہو گیا	پیراک ساکن ہی ہو کر شہتیر کی طرح جا رہا ہے
علم دریائیست بیحد و کنار	طالب علم ست غواص بحار
علم ایک دریا ہے بے حد اور بے کنار	علم کا طالب دریاؤں کا غوطہ زن ہے
گر ہزاراں سال باشد عمر او	او نگردد سیر خود از جستجو
اگر ہزاروں سال کی اس کی عمر ہو	وہ خود سیر نہیں ہو گا طلب سے
کاں رسول حق بگفت اندر بیاں	ایں کہ منھومان ھما لا یشبعاں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان میں فرمایا ہے	یہ کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے

در تفسیر ایں خبر کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود منھومان لا یشبعان طالب الدنیا و طالب العلم کہ ایں علم غیر علم دنیا باشد تا دو قسم باشد اما علم دنیا ہم دنیا باشد بے آخرت و اگر ہمچنیں باشد کہ طالب الدنیا و طالب الدنیا تکرار بود نہ تقسیم مع تقریرہ

اس حدیث کی تفسیر جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی دو حریص ہیں جو سیر نہیں ہوتے ہیں دنیا کا طلبگار اور علم کا طلبگار کہ یہ علم دنیا کے علم کے علاوہ ہوگا تا کہ دو قسمیں بن سکیں لیکن دنیا کا علم بھی دنیا ہے بغیر آخرت کے اور اگر ایسا ہو کہ دنیا کا طالب اور دنیا کا طالب ہے تو تکرار ہو جائے گا نہ کہ تقسیم مع اس کی پوری تقریر کے

طالب الدنیا و توفیراتھا	طالب العلم و تدبیراتھا
طالب دنیا کا اور اس کی ترقیوں کا	طالب علوم کا اور ان کی تدبیرات کا
پس دریں قسمت چو بگماری نظر	غیر دنیا باشد ایں علم اے پدر
پس اگر اس تقسیم میں تو نظر کو مسلط کرے	تو یہ علم دنیا کا مغائر ہو گا اے پدر
غیر دنیا پس چہ باشد آخرت	کت کند زینجا و باشد رہبرت
دنیا کی مغائر پھر کیا چیز ہوتی ہے آخرت	جو کہ تجھ کو اس جگہ سے دل برداشتہ کرے اور تیرا رہبر ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

غیر دنیا آخرت باشد یقیں	کاں بروز ینجات آنجا اے امیں
دنیا کا مغائر آخرت ہو گی یقیناً	کہ وہ تجھ کو اس جگہ سے اس جگہ لے جاوے اے امیں

(ان اشعار میں علی الترتیب والمناسبت یہ مضامین ہیں اول بعنوان خاص ایک تائید ترجیح عنایت بر عبادت کی جو کہ اصل مضمون ہے مقام کا اور وہ عنوان خاص اثبات افضلیت ہے علم و معرفت کا جو کہ آثار عنایت سے ہے مجاہدہ و عبادت بلا علم و معرفت سے دوسرا مضمون محمودیت و مطلوبیت اس علم و معرفت کی تیسرا مضمون تعیین مصداق اس علم و معرفت کی اجمالاً فی المصراع الثانی من الشعر الاول وتفصیلاً فی العنوان الشارح الحدیث مضمون مان الخ اور ان تینوں مضمونوں کا ترتب و تناسب ظاہر ہے پس فرماتے ہیں کہ حدیث کا مضمون ہے کہ) عالم کی نوم (غیر عالم کی) عبادت سے افضل ہے (اور یہ مضمون ایک حدیث سے بانضمام ایک مقدمہ صحیحہ کے حاصل ہوتا ہے حدیث یہ ہے نوم العالم عبادة کما فی کنوز الحقائق للمناوی عن العربی ج ۲ ص ۱۲۶ و تتمة الحدیث و نفسہ تسبیح یہ ایک مقدمہ ہے اور مقدمہ ثانیہ یہ ہے کہ عبادة العلم افضل من عبادة غیر العالم نتیجہ یہ ہوا کہ نوم العالم افضل من عبادة غیر العالم اور آگے مصرعہ ثانیہ سے اجمالاً اور اشعار اخیرہ سے تفصیلاً اس علم کے تعیین مصداق سے ثابت ہے کہ وہ علم نافع فی الدین ہے اور علم نافع فی الدین منحصر ہے اس علم میں جو ثمرہ عنایت کا ہو پس ثابت ہوا کہ عنایت بمقابلہ مجاہدہ کے ایسی چیز ہے کہ اس کے ایک ثمرہ کے ساتھ مشرف ہونے والے شخص کی نوم جو کہ ظاہراً عبادت ہے صاحب مجاہدہ کی عبادت سے افضل ہے۔ اس سے عنایت یعنی جذب کی افضلیت مجاہدہ یعنی سلوک پر بالکل واضح ہے اور یہ علم ہر علم نہیں ہے بلکہ وہ) ایسا علم (ہے) جو کہ (نافع و معرفی لآخرۃ پر) متنبہ کرنے والا ہو (کما سیعلم من الاشعار الاخیرۃ آگے اس استبعاد کو کہ نوم عالم افضل ہو جاوے عبادت غیر عالم سے ایک مثال سے دفع کرتے ہیں کہ اس کی نظیر دیکھ لو کہ) پیراک (ماہر) کا شناوری میں وہ (صوری) سکون بہتر (اور نفع) ہوتا ہے اس اناڑی کی کوشش (اور حرکت) سے جو کہ بادست و پا ہے (یعنی جو دست و پاک کو حرکت دے رہا ہے اور بہتر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ) جس (پیراک) کے ہاتھ پاؤں پانی میں ساکن ہوں وہ شناوری میں زیادہ اچھا لے گا اس اناڑی سے جو ٹکر مارتا ہو (یعنی ہاتھ پاؤں مارتا چلتا ہو مطلب یہ کہ بہتر ہونا بمعنی بہتر رفتن کے ہے یعنی بہتری باعتبار رفتن و قطع مسافت کے ہے آگے اس کے رفتن کے ساتھ ناواقف کے زرفتن کی تصریح فرماتے ہیں تاکہ مفضل و مفضل علیہ دونوں کے حال کی تصریح سے افضلیت کا حکم خوب واضح ہو جاوے یعنی) اناڑی نے تو ہاتھ پاؤں (بھی) مارے اور (باوجود اس کے) غرق ہو گیا (اور) پیراک ساکن ہی ہو کر شہتیر کی طرح جا رہا ہے (جیسے بڑے بڑے لٹھے پانی میں چلے جاتے ہیں ڈوبتے نہیں باوجودیکہ ان کو حرکت ذاتیہ نہیں ہوتی اسی طرح پیراک لیٹے بیٹھے بدوں اس کے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کی حرکت ظاہر ہو گو کچھ حرکت لطیف غیر محسوس ہوتی بھی ہے چلے جاتے ہیں پس جس طرح اس نظیر میں ایک فن کے عالم کا سکون غیر عالم بالفن کے حرکت سے انفع ہے اسی طرح عالم باللہ کا بھی ایک سکون بطریق عبادت کے ظاہر نہیں اگر غیر عالم باللہ کی حرکت بطریق عبادت سے افضل ہو جاوے تو تعجب کیا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ عبادت خاص افعال میں منحصر نہیں امتثال امر مع الاخلاص روح ہے عبادت کی پس عارف کا نوم علیٰ حسب مراتب العارفین باوجود طبعی ہونے کے ایسی نیتوں پر مبنی ہوتا ہے کہ ویسی نیت غیر عارف کو ظاہری عبادات میں بھی میسر نہیں ہوتی اور امور طبعیہ اقتران نیت صالح سے عبادات فاضلہ بن جاتے ہیں جیسا اس حدیث کا تتمہ و نفسہ تسبیح

www.besturdubooks.wordpress.com

اس میں نص ہے بلکہ عالم سے گزر کر عالم کے متعلقات کے بعض امور کا موجب قرب وقبول ہونا نصوص میں وارد ہے چنانچہ صحاح میں ہے کہ جو گھوڑا بہ نیت اعلاء کلمۃ اللہ کے رکھا جاوے اس کا کھانا پینا بلکہ ہگنا موتنا تک موجب عطائے حسنات ہوتا ہے پس اس سے ترجیح عنایت علی العبادت اچھی طرح ثابت ہوگئی آگے اس علم کی مدح بغرض ترغیب طلب ہے کہ یہ) علم ایک دریا ہے بے حد اور بے کنار (اور اس) علم کا طالب دریاؤں کا غوطہ زن ہے (کہ گوہر مقصود نکال کر لاتا ہے اور اس تشبیہ میں تشبیہ مذکور مضمون اول کی مناسبت کی بھی رعایت ہے چنانچہ ظاہر ہے آگے اس کے بے حد و کنار ہونے کی توضیح ہے کہ) اگر ہزاروں سال کی اس (طالب علم) کی عمر ہو (تب بھی) وہ خود (ہرگز سیر نہیں ہوگا (اس کی) طلب سے (جیسا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے) بیان میں فرمایا ہے یہ کہ دو حریص (کبھی) سیر نہیں ہوتے (ایک تو) طالب دنیا کا اور اس کی ترقیوں کا (اور ایک) طالب علوم کا اور ان کی تدابیرات کا (اور قواعد سے یقیناً حدیث میں ایک حریص کی مذمت اور ایک کی مدح مقصود ہے جب حریص علم اس حیثیت سے ممدوح ہوا کہ وہ اس کی طلب کو کبھی نہیں چھوڑتا تو ظاہر ہے کہ اس میں ترغیب بھی ہوئی اس کی طلب الی مالا یحد کی اور اس میں باوجودیکہ یہ مضمون اول کی مناسبت سے مذکور ہوا مگر اس کی بھی تائید ہے یعنی عنایت ایسی چیز ہے کہ اس کے ثمرات ابداً واجب الطلب رہتے ہیں اور علم کو انواع کے علم ساتھ ماول کرکے اس کی طرف ضمیر مونث کا ارجاع صحیح ہوجاوے گا اور یہ عدم سیری جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے ایسے ہی مشاہدہ سے بھی آگے اس علم کے مصداق کی تعیین کی تفصیل ہے جیسا کہ شعر اول میں اس کا اجمال تھا یعنی تم نے حدیث کا مضمون جو کہ دال ہے طالب کے بیان اقسام پر سن لیا) پس اگر اس تقسیم میں تو نظر کو مسلط کرے تو (معلوم ہوگا کہ) یہ علم دنیا کا مغائر ہوگا اے پدر (کیونکہ تقسیم میں ہر قسیم دوسرے قسیم کا مبائن ہوتا ہے اور یہاں بواسطہ مقابلہ طالب دنیا اور طالب علم کے علم اور دنیا بھی قسیم ٹھہرائے گئے ہیں پس لامحالہ یہ علم مغائر و مبائن ہوگا دنیا کا اور) دنیا کی مغائر پھر کیا چیز ہوتی ہے (ظاہر ہے کہ) آخرت (مراد علم متعلق آخرت کیونکہ جو علم متعلق بالدنیا ہے وہ تو دنیا کی فرد ہے لان الدنیا حالۃ عاجلۃ ثمرتھا عاجلۃ اور علم دنیوی پر یہ تعریف صادق آتی ہے اور وہ علم ہے مبائن دنیا پس وہ اس علم دنیوی کا بھی مغائر ہوگا اور ہے علم پس لامحالہ وہ علم اخروی ہوگا) جو کہ تجھ کو اس جگہ سے (یعنی دنیا سے) دل برداشت کرے اور تیرا رہبر ہو (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) دنیا کا مغائر آخرت ہوگی یقیناً کہ وہ (یعنی اس کا علم) تجھ کو اس جگہ سے اس جگہ لے جاوے (یعنی متوجہ کرے) اے امین (پس جو علم کہ ثمرہ عنایت ہے اس کا مصداق علم نافع فی الآخرت ہوا پس اس کو بھی حاصل کرکے مورد عنایت ہو وہو المراد فی قولہ تعالیٰ رب زدنی علما لحیث امر صلی اللہ علیہ وسلم بطلب الزیادہ فیہ مع کونہ اعلم الخلق فکیف بنا اللھم زدنا علماً

فائدہ:۔ الحمدللہ کہ اس وقت کہ شب جمعہ اٹھارہ تاریخ ربیع الثانی کی ہے یہ عشر ثامن اختتام کو پہنچا آگے عشر تاسع بلکہ عاشر میں بھی قصہ شہزادگان مفتون تصویر دختر شاہ چین کا تتمہ مذکور ہوگا جس کی چند سطریں عین اس کے اختتام کے ساتھ ہی لکھنے سے اس کا افتتاح بھی کردیا واللہ الموفق لاتمام کل مرام وھو المفضال المنعام و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد سیدنا و سیدالانام و علیٰ آلہ العظام و صحبہ الکرام. مادارت اللیالی والایام الی یوم القیام ولی مابعدہ من ازمنۃ دارالسلام فقط.

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر التاسع من شرح الدفتر السادس من المثنوی المعنوی افتتح فیہ للثامن عشر من ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحث کردن آں سہ شہزادہ در تدبیر ایں واقعہ

ان تینوں شہزادوں کا اس واقعہ کی کھود کرید کرنا

روبہم کردند ہر سہ مفتتن	ہر سہ را درد و یک رنج و حزن
تینوں مفتون ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے	تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج و حزن تھا
ہر سہ در یک فکر و یک سودا ندیم	ہر سہ از یک رنج و یک علت سقیم
تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ندیم تھے	تینوں ایک ہی رنج اور ایک ہی علت سے سقیم تھے
در خموشی ہر سہ را خطرت یکے	در سخن ہم ہر سہ را حجت یکے
خاموشی میں تینوں کا ایک خیال تھا	تکلم میں تینوں کی ایک ہی حجت تھی
یک زمانے اشک ریزاں ہر سہ شاں	بر سر خوان مصیبت خونفشاں
کسی وقت تینوں اشک ریز ہوتے تھے	خواں مصیبت پرخون فشاں
یک زماں از آتش دل ہر سہ کس	بر زدہ باسوز چوں مجمر نفس
کسی وقت آتش دل سے تینوں آدمی	انگیٹھی کی طرح سوز کے ساتھ سانس لیتے تھے
آں بزرگیں گفت کاے اخوان خیر	ما نہ نر بودیم اندر نصح غیر
اس بڑے نے کہا کہ اے اچھے بھائیو	کیا ہم دوسرے شخص کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے
از حشم ہر کہ بما کردے گلہ	از بلاؤ خوف و فقر وزلزلہ
حشم میں سے جو شخص ہم سے شکوہ کرتا	بلا اور خوف اور فقر و زلزلہ سے
ما ہمی گفتیم کم نال از حرج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
تو ہم کہا کرتے تھے تنگی سے نالہ مت کر	صبر کر کہ صبر مفتاح ہے کشادگی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں کلید صبر ما اکنوں چہ شد	اے عجب منسوخ شد قانوں چہ شد
ہماری یہ کلید صبر اب کیا ہوئی	اے مخاطب تعجب ہے وہ قانون منسوخ ہو گیا یہ کیا ہوا
ما نمی گفتیم کاندر کشمکش	اندر آتش ہمچو زر خندید خوش
کیا ہم کہا نہ کرتے تھے کہ کشمکش میں	خوش بجوش زر کی طرح آتش میں خنداں رہو
ہر سپہ را وقت تنگا تنگ جنگ	گفتہ ما کہ ہیں مگر دانید رنگ
ہر سپاہ کو جنگ کی تنا تنگی میں	ہم کہا کرتے تھے کہ ہاں رنگ متغیر مت کرو
آں زماں کہ بود اسپاں را وطا	جملۂ سرہا بریدہ زیر پا
جو وقت کہ گھوڑے کے پامال کرنے کا ہوتا تھا	کٹے ہوئے سروں کو پیروں کے نیچے
ما سپاہ خویش را ہے ہے کناں	کہ بہ پیش آئید قاہر چوں سناں
ہم اپنی سپاہ کو ہے ہے کرتے تھے	کہ زور کے ساتھ آگے بڑھو مثل سنان کے
جملہ عالم را نشاں دادہ بصبر	زانکہ صبر آمد چراغ و نور صدر
ساری دنیا کو تو ہم صبر کا پتہ بتلاتے تھے	کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے
نوبت ما شد چہ خیرہ سر شدیم	چوں زناں زشت در چادر شدیم
ہماری باری آئی تو ہم کیسے عاجز ہو گئے	زنان زشت کی طرح ہم چادر میں ہو گئے
اے دلے کہ جملہ را کردی تو گرم	گرم کن خود را و از خود آر شرم
اے دل کو تو سب کو مستعد کیا کرتا تھا	اپنے کو بھی تو مستعد کر اور اپنے سے شرم رکھ
اے زباں کہ جملہ را ناصح بدی	نوبت تو گشت از چہ تن زدی
اے زبان کہ تو سب کی ناصح بنتی تھی	تیری باری آئی ہے کس سبب سے خاموش ہے
اے خرد کو پند شکر خای تو	دور تست ایندم چہ شد ہیہای تو
اے عقل تیری پند شکر خاکہاں گئی	اس وقت تیری باری ہے تیری ہے ہے کیا ہوئی
اے زدلہا بردہ صد تشویش را	نوبت تو شد بجنباں ریش را
اے عقل جو کہ بہت دلوں سے تو تشویش کو دور کیا کرتی تھی	تیری باری آئی ہے داڑھی کو ہلا
از غری ریش ار کنوں وزدیدۂ	پیش ازیں بر ریش خود خندیدۂ
اگر اب بددلی سے تو نے داڑھی کو چھپا لیا	تو اس کے قبل تو اپنے اوپر ہنستی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

وقت پند دیگرانے ہائے ہائے	درغم خود چوں زنانے وائے وائے
تو دوسروں کو نصیحت کے وقت تو ہائے ہائے	اپنے غم میں عورتوں کی طرح وائے وائے
چوں بدرد دیگراں درماں بدی	درد مہمان تو آمد تن زدی
جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھا	درد تیرا مہمان ہوا ہے تو خاموش ہو گیا
بانگ بر لشکر زدن بد ساز تو	بانگ برزن چہ گرفت آواز تو
لشکر پر نعرہ لگانا تیرا طریقہ تھا	نعرہ لگا تیری آواز کیوں پکڑی گئی
آنچہ پنجہ سال بافیدی بہوش	زاں نسیج خود بغلطاقے بپوش
تو نے پچاس سال جو کچھ ہوشیاری سے بنا تھا	اپنے اس بنے ہوئے میں سے ایک غلطہ ہی پہن لے
از نوایت گوش یاراں بود خوش	دست بیروں آرو گوش خود بکش
تیری آواز سے احباب کے کان خوش تھے	اپنا ہاتھ نکال اور اپنا کان کھینچ
سربدی پیوستہ خود را دم مکن	پاؤ دست وریش وسبلت گم مکن
تو تو ہمیشہ سے سر تھا اپنے کو دم مت بنا	پا و دست و ریش و سبلت گم مت کر
بازی آن تست بر روی بساط	خویش را در طبع آر و در نشاط
تفریح میں لانا برسرمجلس تیرا حق ہے	اپنے کو بھی تو خوش مزاجی اور نشاط میں لا
ایں حکایت گوش کنائے باخرد	تا بدانی اندریں معنٰی سند
یہ حکایت سن اے باخرد	تا کہ اس مضمون میں سند معلوم کر لے

تینوں مفتوں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج وحزن تھا۔ تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ندیم تھے۔ تینوں ایک ہی رنج اور ایک ہی علت سے مقیم تھے۔ خاموشی میں تینوں کا ایک خیال تھا تکلم میں تینوں کی ایک ہی حجت تھی (مطلب یہ کہ حالتیں دو ہوتی ہیں سکوت اور تکلم سو اگر وہ ساکت ہوتے تھے تو اس وقت ایک ہی خیال میں غرق ہوتے تھے اور اگر متکلم ہوتے تو ایک ہی دعویٰ یعنی عشق کا تینوں کا کلام مثبت ہوتا تھا) کسی وقت وہ تینوں اشک ریز ہوتے تھے (اور) خوان مصیبت پر خوں فشاں (ہوتے تھے اور) کسی وقت آتش دل سے تینوں آدمی انگیٹھی کی طرح سوز کے ساتھ سانس لیتے تھے اس بڑے (بھائی) نے کہا کہ اے اچھے بھائیو کیا ہم دوسرے شخص کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے (مقصود اس سے مشورہ دینا ہے کہ اپنی پہلی ہمت کو یاد کر کے اب بھی ہمت باندھو اور اگر شبہ ہو کہ یہ سب باہم رقیب تھے ان میں تشاور وتناصح کیسے ہو سکتا ہے اس طرح آگے سب کا متفق ہو کر چین کو روانہ ہونا اور ایک دوسرے کو طرق کامیابی میں رائے وغیرہ دینا آتا ہے یہ بھی مستبعد ہے جواب یہ ہے کہ باہم اتحاد وتحاب ان میں اس قدر ہوگا کہ وہ جس کو مل جاتی وہ دوسروں کے لئے اس پر راضی ہو جاتا اور اپنے لئے یاس کی راحت پر کفایت کرتا اور اشنائے

www.besturdubooks.wordpress.com

قصہ میں بہت سے اشعار معلوم ہوا کہ یہ شہزادے صالح اور دیندار تھے تو دینداروں سے ایسا ہونا عجیب نہیں اور بڑے بھائی نے یہ بھی کہا کہ) حشم میں سے جو شخص ہم سے شکوہ کرتا بلا اور خوف اور فقر و زلزلہ سے تو ہم (اس کی فہمائش کے لئے) کہا کرتے تھے کہ تنگی سے نالہ مت کر (اور) صبر کر کہ صبر مفتاح ہے کشادگی کی (سو) ہماری یہ کلید صبر اب کیا ہوئی اے مخاطب تعجب ہے وہ قانون منسوخ ہو گیا یہ کیا ہوا کیا ہم (دوسروں کو کہا نہ کرتے تھے کہ کشمکش میں خوش بخوش زر کی طرح آتش میں خنداں رہو ہر سپاہ کو جنگ کی تنگنائی میں ہم کہا کرتے تھے کہ ہاں رنگ متغیر مت کرو جو وقت کہ گھوڑے کے پامال کرنے کا ہوتا تھا کٹے ہوئے سروں کو پیروں کے نیچے (اس وقت) ہم اپنی سپاہ کو ہے ہے کرتے (یہ کلمہ زجر اور برانگیختگی) کے لئے ہے جس سے مقصود یہ ہوتا تھا) کہ زور کے ساتھ آگے بڑھو مثل سنان کے ساری دنیا کو تو ہم صبر (و تحمل) کا پتہ بتلاتے تھے کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے (جب) ہماری باری آئی تو ہم کیسے عاجز ہو گئے زنان زشت کی طرح ہم چادر (یعنی زنانہ لباس) میں ہو گئے۔ اے دل کہ تو سب کو مستعد کیا کرتا تھا اپنے کو بھی تو مستعد کر اور اپنے سے شرم رکھ اے زبان کہ تو سب کی ناصح بنتی تھی (اب) تیری باری آئی ہے کس سبب سے خاموش ہے اے عقل تیری بند شکر خا کہاں گئی اس وقت تیری باری ہے تیری ہے ہے کیا ہوئی اے عقل جو کہ بہت (لوگوں کے) دلوں سے تو تشویش کو دور کیا کرتی تھی (اب) تیری باری آئی ہے (اب تو) داڑھی کو ہلا۔ (اس میں اشارہ ہے قصہ سلطان محمود کی طرف جو کہ عشر سابع میں مذکور ہوا ہے کہ شناسا چور نے کہا تھا کہ سب نے تو اپنی اپنی باری میں اپنا کمال ظاہر کیا اب تمہاری باری ہے داڑھی ہلاؤ تا کہ سب چھوٹ جاویں سو یہاں اس قصہ سے تشبیہ دینا ہے اظہار کمال خرد کو اور وہ کمال آمادگی ہے صبر پر اور) اگر اب (ایسی ضرورت کے وقت میں) بدولی سے تو نے (اے عقل) داڑھی کو چھپا لیا تو (یہ سمجھا جاوے گا کہ) اس کے قبل (جو تو اوروں کو ہنسا کرتی تھی گویا) تو اپنے اوپر ہنستی تھی (غر بفتح وتخفیف بمعنی بددل وزن فاحشہ کذا فی الغیاث ویا مصدریست) تو (اے نفس) دوسروں کی نصیحت کے وقت تو ہائے ہائے (کرتا تھا یہ بھی مثل ہے ہے کے کلمہ زجر کا ہے اور) اپنے غم میں عورتوں کی طرح وائے وائے (کرنے لگا) جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھا (اب) درد تیرا مہمان ہوا ہے تو خاموش ہو گیا لشکر پر نعرہ لگانا تیرا طریقہ تھا (اب بھی تو) نعرہ لگا تیری آواز کیوں پکڑی گئی تو نے پچاس سال (تک) جو کچھ (تجربہ و استقلال) ہوشیاری سے بنا تھا اپنے اس بنے ہوئے میں سے ایک بغل بندی پہن لے (بغلبند مثل مرزائی و بنڈی فی الغیاث بغلطاق و بغلتاق بمعنی قبا و کلاہ و فرجی و طاقہ و بغلبند اھ ایں مرکب ست از بغل و طاق) تیری آواز سے احباب کے کان خوش تھے اپنا ہاتھ نکال اور (اس سے) اپنا کان کھینچ (اور اپنے کو ملامت کر کہ اس آواز پند سے خود کیوں نہیں منتفع ہوتا) تو تو ہمیشہ سے سر تھا اپنے کو دم مت بنا (اور) پاؤ دست وریش و سبلت گم مت کر (یعنی قوت و ہمت و وضع کے مقتضا پر عمل کر) تفرج میں (دوسروں کو) لانا بر سر مجلس تیرا حق ہے (یعنی تجھ کو اس میں کمال ہے کہ دوسروں کا ازالہ غم کرے سو) اپنے کو بھی تو خوش مزاجی اور نشاط میں لا (فی الغیاث بساط فرش و عرصہ شطرنج اھ و من مجازا بمعنی مجلس گرفتم اور طبع ونشاط میں لانے کے مضمون پر) یہ حکایت سن اے باخرد تا کہ اس مضمون میں سند (اور نظیر) معلوم کر لے (کہ اول بادشاہ نے اس طالب علم کو شراب پلانے کے لئے ساقی سے کہا تھا کہ بطبش آر پھر واقعہ کنیزک سے جب بادشاہ غضبناک ہوا تو اس طالب علم نے بھی اس ساقی سے کہا کہ در طبعش آر یعنی جس طرح مجھ کو نشاط میں لایا تھا اور میرا تقویٰ شکستہ کر دیا اب بادشاہ کو نشاط میں لا اور اس کا غضب شکستہ کر دے پس اسی طرح تجھ کو چاہئے کہ جب اوروں کو نشاط میں لاتا تھا اب اپنے کو لا)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ذکر آنکہ پادشاہے دانشمندے را باکراہ در مجلس درآورد و بنشاند و ساقی شراب براں دانشمند عرضہ کرد روی از ساغر بگردانید و ترشی و تندی آغاز کرد شاہ ساقی را گفت ہیں در طبعش آر ساقی مشت چند بر سرش کوفت و شراب بخوردش داد

اس کا ذکر کہ ایک بادشاہ ایک فقیہ کو جبراً مجلس میں پکڑ لیا اور بٹھا دیا اور ساقی نے اس فقیہ کے سامنے شراب پیش کی اس نے جام سے منہ پھیر لیا اور ناگواری اور بدمزاجی شروع کردی بادشاہ نے ساقی سے کہا ہاں اس کا مزاج ٹھکانے کر دے ساقی نے چند گھونسے اس کے سر پر مارے اور اس کو شراب پینے کے لئے دیدی

پادشاہے مست اندر بزم خوش	می گذشت آں یک فقیہے بر درش
ایک بادشاہ بزم میں مست اور خوش تھا	ایک طالب علم اس کے دروازہ پر گزرا
کرد اشارت کش دریں مجلس کشید	ویں شراب لعل در خوردش دہید
بادشاہ نے اشارہ کیا کہ اس کو مجلس میں لاؤ	اور یہ شراب لعل اس کے پینے کے لئے دو
پس کشیدندش بشہ بے اختیار	شست در مجلس ترش چوں زہر مار
پس اس کو بادشاہ کے پاس بے اختیار کھینچ لائے	مجلس میں ترش ہو کر بیٹھ گیا زہر مار کی طرح
عرضہ کردش مے نہ پذرفت او بخشم	از شہ و ساقی بگردانید چشم
اس کے سامنے شراب پیش کی اس نے غصہ میں قبول نہیں کی	بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیر لی
کہ بعمر خود نخوردستم شراب	خوشتر آید از شرابم زہر ناب
کہ میں نے اپنی تمام عمر میں شراب نہیں پی	مجھ کو شراب سے زہر خالص زیادہ پسند ہے
ہیں بجای مے مرا زہرے دہید	تا من از خویش و شما از من رہید
ہاں بجائے شراب کے مجھ کو زہر دے دو	تاکہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤ
مے نخوردہ عربدہ آغاز کرد	گشتہ در مجلس گراں چوں مرگ و درد
اس نے شراب نہیں پی تکرار شروع کیا	مجلس میں موت اور بیماری کی طرح گراں ہوا

ایک بادشاہ بزم میں مست اور خوش تھا (اتفاقاً اس وقت) ایک طالب علم اس کے دروازہ پر (کو) گزرا بادشاہ نے اشارہ کیا کہ اس کو مجلس میں لاؤ اور یہ شراب لعل اس کے پینے کے لئے دو (یا یہ کہ اس کے لائق مقدار میں دو یعنی اتنی دو کہ غیر معتاد پی سکے (الاول الصق بما سیاتی قریباً من ختم العنوان انچہ آنرا من نہ نوشم و قولہ انچہ آنرا می خورم الخ) پس اس کو بادشاہ کے پاس بے اختیار کھینچ کر لائے مجلس میں ترش ہو کر بیٹھ گیا زہر مار کی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

(بادشاہ یا ساقی نے) اس کے سامنے شراب پیش کی اس نے غصہ میں قبول نہیں کی (اور) بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیر لی (اور کہا) کہ میں نے اپنی تمام عمر میں شراب نہیں پی مجھ کو شراب سے زہر خالص زیادہ پسند ہے ہاں بجائے شراب کے مجھ کو زہر دے دو تا کہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤ (یعنی میں اپنی ہستی سے اور تم میری اس بے لطفی سے خلاصی پاؤ غرض) اس نے شراب نہیں پی (اور) تکرار شروع کیا (اور اس) مجلس میں موت اور بیماری کی طرح گراں ہوا (مولانا کے طرز کلام سے ان اشعار میں بھی اور مابعد میں بھی کہ اس طالب علم کو اہل نفس کے ساتھ تشبیہ دی ہے ذوقاً مفہوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ انکار خوف حق سے نہ تھا بلکہ خلاف طبع یا خلاف وضع ہونے سے تھا اور اس کا یہ بھی قرینہ ہے کہ آگے آوے گا کہ وہ اس کنیز سے مرتکب فعل بد کا ہوا اگر خوف حق ہوتا تو وہاں بھی ہوتا اور شعار مقام میں بھی اس کا یہ قول اسی کا موید ہے کہ بعمر خود نخوردستم شراب اور نیز یہ قول بھی مراز ہرے دہید کیونکہ زہر پینا ہی حرام ہے اور اگر اکراہ میں جائز کہا جاوے تو جواب میں زہر کا ذکر نہ آتا کہ اس میں زہر اور شراب برابر ہیں بلکہ اول صرف انکار شراب پر اکتفا کرتا پھر جب اکراہ کی نوبت آتی اس عذر کا اعتبار کر سکتا بہرحال زہر کا ذکر محض بے معنی ہے اسی لئے مولانا کی نظر میں اس انکار کی کوئی وقعت مفہوم نہیں ہوتی آگے انتقال ہے شراب ظاہری سے شراب معنوی کے اور اس کے پیش کرنے اور انکار مضمون کی طرف۔

ہمچو اہل نفس و اہل آب و گل	در جہاں بنشست با اصحاب دل
جس طرح اہل نفس اور اہل جسم	دنیا میں اہل دل کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں
حق ندارد خاصگاں را در کموں	از مۓ ابرارٔ جز در یشربون
حق تعالیٰ خواص کو شراب ابرار سے خفا میں نہیں رکھتا	بجز حالت شرب کے کسی اور حالت میں نہیں رکھتا
عرضہ میدارند بر محجوب جام	حس نمی یابد ازاں غیر کلام
وہ لوگ محجوب پر جام پیش کرتے ہیں	حس اس سے بجز کلام کے اور کسی چیز کا ادراک نہیں کرتی
روہمی گرداند از ارشاد شاں	کہ نمی بیند بدیدہ داد شاں
وہ ان کے ارشاد سے اعراض کرتا ہے	کیونکہ وہ آنکھ سے ان کی عطا کو نہیں دیکھتا
گر ز گوشش تا بحلقش رہ بدے	سر نصح اندر درونش در شدے
اگر اس کے کان سے اس کے حلق تک راہ ہوتا	تو خیر خواہی کی حقیقت اس کے دل میں پہنچتی
چوں ہمہ نارست جانش نیست نور	کہ افگند در نار سوزاں جز قشور
چونکہ اس کی جان سراپا نار ہے نور نہیں ہے	نار سوزاں میں بجز پوست کے کون ڈالتا ہے
مغز بیروں ماند و قشر گفت رفت	کے شود از قشر معدہ گرم و زفت
مغز تو باہر رہ گیا اور کلام کا پوست گیا	پوست سے معدہ گرم اور قوی کب ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نار دوزخ جز کہ قشر افشار نیست	نار را باہیچ مغزے کار نیست
نار جہنم صرف پوست گیر ہے	نار کو مغز سے کچھ سروکار نہیں ہے
ور بود بر مغزے نارے شعلہ زن	بہر پختن داں نہ بہر سوختن
اور اگر مغز پر کوئی نار شعلہ زن ہو	تو پختہ کرنے کے لئے جان نہ کہ جلانے کے لئے
تا کہ باشد حق حکیمؔ ایں قاعدہ	مستمر داں تا بری زاں فائدہ
جب تک حق تعالیٰ حکیم ہیں یہ قاعدہ	مستمر جان تاکہ تو اس سے فائدہ حاصل کرے
مغز نغز و قشرہا مغفور ازو	مغز را پس چوں بسوزد دور ازو
مغز لطیف ہے اور بہت سے پوست اس سے مغفور ہو جائیں گے	مغز کو وہ کیونکر جلا دے گا یہ امر اس سے بعید ہے

(وہ طالب علم شراب صوری سے انکار کرنے کی حالت میں ان شراب پینے والوں اور شراب پیش کرنے والوں میں اس طرح سے منقبض ہو کر بیٹھا) جس طرح اہل نفس اور اہل جسم (جو کہ شراب معنوی سے اعراض کرتے ہیں) دنیا میں اہل دل کے پاس (کہ شراب معنوی پیتے بھی ہیں اور پلانا بھی چاہتے ہیں) بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں (ان اہل دل کی حالت یہ ہے کہ) حق تعالیٰ (ان) خواص (یعنی اہل دل) کو شراب (مخصوص بہ) ابرار سے خفا میں نہیں رکھتا (یعنی) بجز حالت شراب کے کسی اور حالت میں نہیں رکھتا (بلکہ ان پر اس شراب کو ظاہر کر دیتا ہے اور ان کو پلاتا ہے پس کلمہ جز استثناء عن المذکور کے لئے نہیں ہے جس کا مدلول یہ ہوتا کہ بجز حالت شرب کے اور کسی حالت میں ان کو شراب سے خفا میں نہیں رکھتا کیونکہ اس سے لازم آتا کہ حالت شرب میں ان کو شراب سے خفا میں رکھتا ہے اور یہ معنی ظاہر الفساد ہے کیونکہ خفا عن الشراب تو عین عدم شرب ہے اور وہ نقیض ہے شرب کی پس دونوں کیسے جمع ہوں گی بلکہ جز در شربون بتقدیر عامل بدل ہے جملہ اولیٰ کا اور تقدیر مجموعہ کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ خاصگان را از شراب در کمون و بعد نمید ارد یعنی بجز حالت شرب در حالتے دیگر کہ آن عدم شرب و بعد ازاں باشد نمید ارد اھ اور اس شعر میں تو خود ان کے شرب کا بیان تھا آگے ان کا دوسروں کے سامنے پیش کرنا مذکور ہے یعنی) وہ لوگ محجوب (لوگوں) پر (اس کا) جام پیش کرتے ہیں (مگر ان محجوبین کی) حس اس (شراب معنوی) سے بجز کلام کے اور کسی چیز کا ادراک نہیں کرتی (اس لئے) وہ (محجوب شخص) ان کے ارشاد سے (جو کہ جام ہے شراب معنوی کا) اعراض کرتا ہے کیونکہ وہ آنکھ سے ان کی عطا کو نہیں دیکھتا (مراد شراب معنوی سے واردات حقائق و معارف ہیں کہ روح کو مست حق کر دیتے ہیں اور خواص کا ہر وقت اس سے مشرف رہنا اور وقتاً فوقتاً شفقت سے دوسروں کو بھی ان سے نفع پہنچاتے رہنا ظاہر ہے اور جس طرح اس طالب علم نے انکار کیا تھا اسی طرح محجوبین اس سے اعراض کرتے ہیں اور انکار سے پیش آتے ہیں کیونکہ حقیقت سمجھنے کی تو وہ کوشش کرتے نہیں صرف ظاہری کلام سنتے ہیں جو بعض اوقات اپنے لفظی عنواں سے غیر ظاہر المراد ہوتا ہے اس لئے قبول نہیں کرتے) اگر اس (محجوب) کے کان سے اس کے حلق تک (یعنی ذوق و وجدان تک) راہ ہوتا تو (اس عارف کی) خیر خواہی کی (جو کہ ارشاد سے اس کا مقصود ہے) حقیقت اس کے دل میں پہنچتی (مگر) چونکہ اس کی جان (بوجہ اسیر شہوت و غضب و غرض دنیوی ہونے کے) سراپا نار (کے مشابہ) ہے (اور) نور نہیں ہے (اس لئے اس کے دل تک صرف اس کا کلام ظاہری پہنچتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جو کہ مشابہ پوست کے ہے حقیقت نہیں پہنچتی جو کہ مشابہ مغز کے ہے کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ (نار سوزاں میں (عادۃً) بجز پوست کے (مغز کو) کون ڈالتا ہے (اس لئے اس کے دل میں کہ مشابہ نار کے ہے صرف پوست پہنچا اور مصرعہ اولی جو شرط ہے اس کی جزا مقدر ہے اور مصرعہ ثانیہ اس جزا پر دال ہے چنانچہ میرے ترجمہ کی تقریر سے ظاہر ہے پس) مغز تو باہر رہ گیا اور کلام کا پوست (اس دل مشابہ نار میں) گیا (اور چونکہ وہ پوست تھا اس لئے اس پر کوئی اثر نافع مرتب نہ ہوا کیونکہ) پوست سے معدہ گرم اور قوی کب ہوتا ہے (کیونکہ اس سے تغذی نہیں ہوتی اس لئے حرارت کو مدد نہیں پہنچتی اسی طرح صرف ظاہری الفاظ حرارت شوق و محبت کے پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں خصوص جبکہ انکار بھی ہو آگے اس کی ایک نظیر ہے یعنی محجوب کے دل مشابہ نار میں قشر کا پہنچنا مغز کا نہ پہنچنا ایسا ہی ہے جیسے نار جہنم میں قشر ہی جاوے گا مغز نہ جاوے گا بیان اس کا یہ ہے کہ) نار جہنم صرف پوست گیر ہے (از افشاردن بمعنی نشردن کذافی مصدر الفیوض و گرفتن از لوازم آنست اور اس) نار کو مغز سے کچھ سروکار نہیں ہے (یعنی اصل میں وہ کفار ہی کے لئے ہے جو مشابہ پوست کے ہے مومن کے لئے نہیں جو مشابہ مغز کے ہے قال تعالیٰ اعدت للکفرین گو بعض مومن بھی اس میں جاویں گے اگرچہ موضوع کفار ہی کے لئے ہے باقی مومنین کا جانا کس لئے ہوگا اس کو آگے فرماتے ہیں یعنی) اور اگر مغز پر کوئی نار شعلہ زن ہو تو (اس کو) پختہ کرنے کے لئے جان نہ کہ جلانے کے لئے (جس طرح پوست کا جلانا ہی مقصود ہوتا ہے اور یہ عادت میں ظاہر ہے پس اسی طرح مومن کے جہنم میں جانے سے اصل مقصود احراق للتعذیب نہیں بلکہ معاصی کے اثر کا دور کرنا جس سے وہ جنت میں جانے کے قابل ہو جاوے جیسے کہ روغن آگ پر رکھنے سے اس کا پختہ کرنا صاف کرنے کے لئے مقصود ہوتا ہے اور اس کی تطہیر اور تہذیب و تزکیہ یہ امور مقصود ہیں اسی لئے کفار کی شان میں لا یزکیھم فرمایا ہے اور وعید میں مفہوم مخالف کا معتبر ہونا مشہور ہے اور مومنین کی شان میں حدیث ہے **یخلص المومنون من النار فیحبسون علی قنطرۃ الی قولہ حتی اذا ھذبوا ونقوا اذن لھم فی دخول الجنۃ رواہ البخاری** آگے اسی کی تائید ہے ایک دلیل عقلی وارد ہے بالنقل سے بھی کہ) جب تک حق تعالیٰ حکیم ہیں (اور ظاہر ہے کہ ہمیشہ حکیم ہیں فیما لم یزل و لا یزال مطلب یہ کہ دوا ماً و ابداً) یہ قاعدہ (احراق القشر لا اللب بالنار کا) مستمر جان تا کہ تو اس سے فائدہ حاصل کرے (فائدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے کا اور یقین ذی ہو کہ اولاً کلی سے اعتقاد تھا پھر ان مواد جزئیہ سے اور اعتقاد بڑھ گیا غرض اس مغز یعنی مومن کا نار میں جانا تو ایک عارض کے سبب ہے کہ وہ مغز پختہ نہ تھا اس کو حکمت پختگی کے لئے نار میں بھیج دیا باقی اصل وضع مغز کی بمقتضائے حق و وعدۂ حق یہی ہے کہ وہ نار میں نہ جاوے آگے اس کی مزید تائید ہے کہ) مغز (تو خود ایک) لطیف (چیز) ہے اور بہت سے پوست (بھی) اس سے مغفور ہو جاویں گے (اور نار سے بچ جاویں گے یعنی جن میں ایمان ہوگا اور معصیت کے سبب کہ اس سے من وجہ قشر سے مشابہ ہو گئے ہوں گے دوزخ کے مستحق ہو گئے ہوں گے وہ بھی ان خالص مغزوں کی برکت و شفاعت سے خواہ قبل دخول نار یا بعد دخول نار ناجی ہو جاویں گے پس جب مغز کو اللہ تعالیٰ نے دوسروں کی نجات عن النار کا واسطہ بنایا ہے تو پھر) مغز کو وہ کیونکر جلاوے گا یہ امر اس سے بعید ہے (یعنی جلانا حق تعالیٰ سے بعید ہے یا جلنا اس مغز سے بعید ہے اور اس شعر کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مومن عاصی کے دخول نار سے مغز کا احراق حق تعالیٰ کریں ہی گے نہیں کیونکہ اس میں جو چیز اصل مغز کے مشابہ ہے یعنی قلب جو محل ہے ایمان کا وہاں تک آگ نہ پہنچے گی جیسا حدیث میں آیا ہے **عن ابی امامۃ احفظوا القرآن فان اللھم لا یعذب بالنار قلباً وعی القران رواہ فی شرح السنۃ کذافی المرقاۃ ج ۲ ص ۵۹۴ و ھو مرفوع حکما ثم رایت فی**

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح الاحیاء للزبیدی بروایۃ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وبروایۃ تمام الرازی کما فی فوائدہ عن ابی امامۃ مرفوعاً ان اللہ لایعذب قلبا وعی القرآن ج ۴ ص ۴۶۵ اور نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ کفار کی شان میں ہے بلکہ قلب کے تعلق سے مواضع سجود کا بھی احراق نہ ہوگا کما فی الحدیث و حرم اللہ تعالیٰ علی النار ان تاکل اثر السجود فکل ابن آدم تاکلہ النار الا اثر السجود متفق علیہ اور پھر اس مغز کی بدولت کیونکہ سبب نجات کا ایمان ہے جس کا محل قلب ہے وہ پوست یعنی بقیہ اعضاء وبدن مباشر معاصی بھی مغفور ہو جاوے گا جب اس سے اور بھی مغفور ہیں تو اس کو کیونکر سوختہ کیا جاوے گا یہ احتراق اس سے بعید ہے چنانچہ حدیث مذکور میں اسی بعد کی تصریح ہے اور مجھ کو یہ توجیہ اچھی معلوم ہوتی ہے اور ذہن میں اولاً آئی بھی یہی تھی اگرچہ اتفاق سے لکھنے میں موخر ہو گئی واللہ اعلم)۔

فائدہ:۔ آگے پھر قصہ کی طرف اس طور سے رجوع ہے کہ اس کے ابتداء ہی میں مضمون ارشادی منتقل الیہ مذکور کے ساتھ اس کے بعض اجزاء کی بھی تطبیق ہے۔

از عنایت گر بکوبد برسرش	اشتہار آرد شراب احمرش
اگر حق تعالیٰ عنایت سے اس کی سرکوبی کر دے	تو وہ اس کو شراب احمر کی رغبت لے آتی ہے
ورنہ کوبد ماند او بستہ دہاں	چوں فقیہ از شرب و بزم ایں شہاں
اور اگر وہ سرکوبی نہ کرے تو وہ بستہ دہن رہ جاوے	ان بادشاہوں یک شراب نوشی اور بزم سے طالب علم کی طرح
گفت شہ باساقیش اے نیک پے	چہ خموشی دہ بطبعش آر ہے
بادشاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم	تو خاموش کیا بیٹھا ہے دے اس کو نشاط میں لا ہاں
ہست پنہاں حاکمے بر ہر خرد	ہر کرا خواہد بفن از خود برد
ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے	جس کو چاہے فن سے خودی سے ہٹا دے
آفتاب مشرق و تنویر او	چوں اسیراں بستہ در زنجیر او
آفتاب مشرق اور اس کی تنویر	مثل اسیروں کے اس کی زنجیر میں مقید ہیں
چرخ را چرخ اندر آرد در زمن	چوں بخواند در دماغش نیم فن
وہ آسمان کو فی الفور چکر میں لے آوے	جب اس کے دماغ میں ذرا سا فن بھی پڑھ دے
عقل کو عقل دگر را سخرہ کرد	مہرہ زو دارد ویست استاد نرد
جس عقل نے کہ دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو	وہ مہرہ اسی سے رکھتی ہے استاد نرد وہی ہے
چند سیلی بر سرش زد گفت گیر	در کشید از بیم سیلی آں زحیر
اس کے سر پر کئی چپت لگائے کہا کہ لے	اور مظلوم چڑھا گیا چپت کے خوف سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مست گشت وشادو خنداں شد چو باغ	در ندیمی و مضاحک رفت ولاغ
مست اور شاد اور مثل باغ کے خندان ہو گیا	ندیمی اور مضحکات اور تمسخر میں آ گیا
شیر گیرو خوش شد انگشتک بزد	سوی مبرز رفت تا میزک کند
نیم مست اور خوش ہوا چٹکیاں بجانے لگا	بیت الخلا کی طرف چلا تاکہ پیشاب کرے
یک کنیزک دید در مبرز چو ماہ	سخت زیبا روز قرناقان شاہ
بیت الخلا میں ایک کنیز چاند سی دیکھی	بہت ہی حسین بادشاہ کی خدمت گاروں میں سے
چوں بدید او را دہانش باز ماند	عقل رفت و تن ستم پرداز ماند
اس کو جو دیکھا منہ کھلا رہ گیا	عقل تو جاتی رہی اور تن مشغول ستم رہ گیا
عمرہا بودہ عزب مشتاق و مست	بر کنیزک در زماں در زد دو دست
سالہا سال مجرد مشتاق و مست رہ چکا تھا	کنیز پر فوراً دونوں ہاتھ پھیلا دیئے
پس طپید آں دختر و نعرہ فراشت	بر نیامد با وے وسودے نداشت
بجبرا تڑپی وہ لڑکی اور غل مچایا	اس سے بر نہ آئی اور کچھ مفید نہ ہوا
زن بدست مرد در وقت لقا	چوں خمیر آمد بدست نانبا
عورت مرد کے ہاتھ میں اختلاط کے وقت	مثل خمیر کے ہوتی ہے نانبائی کے ہاتھ میں
بسر شد گاہیش نرم و گہ درشت	زو بر آرد چاق چاقے زیر مشت
وہ کبھی نرم گوندھتا ہے کبھی سخت	اس میں سے کچا کچ آواز نکلتی ہے مٹھی کے نیچے سے
گاہ پہنش واکشد بر تختۂ	درہمش آرد گہے یک لختۂ
کبھی اس کو تختہ پر پھیلا کر ڈال دیتا ہے	کبھی اس کو دفعۃً سمیٹ لیتا ہے
گاہ در وے ریزد آب و گہ نمک	از تنور و آتشش سازد محک
کبھی اس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک	تنور اور آتش سے اس کا امتحان کرتا ہے
اینچنیں پیچند مطلوب و طلوب	اندریں لعب اند مغلوب و غلوب
اسی طرح مطلوب و طالب باہم لپٹ جاتے ہیں	اس ملاعبت میں مغلوب اور غالب ہوتے ہیں
ایں لعب تنہا نہ شورا با زن ست	ہر عشیق و عاشقے را ایں فن ست
یہ ملاعبت نہ صرف شوہر کو عورت کے ساتھ ہے	ہر معشوق اور عاشق کا یہی طریقہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از قدیم و حادث و عین و عرض	پیچشے چوں ویس و رامیں مفترض
قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض سے	ایک التفات ویس اور رامیں کی طرح فرض ہے
لیک لعب ہر یکے رنگے دگر	پیچش ہر یک ز فرہنگے دگر
لیکن ہر ایک کا تلاعب دوسرے رنگ کا ہے	ہر ایک کا التفات جدا طریقہ کا ہے
شوی و زن را گفتہ شد بہر مثیل	کہ مکن اے شوی زن را بد گسیل
شوی و زن کو مثال کے لئے کہہ دیا گیا ہے	کہ اے شوہر تو زن کو بری طرح و دل مت کر
آں شب گردک نہ ینگا دست او	خوش امانت داد اندر دست شو
اس شب عروسی میں کیا ایسا نہیں ہوا کہ مشاطہ نے اس کا ہاتھ	ایک مرغوب امانت کے طور پر شوہر کے ہاتھ میں دیا تھا
کانچہ با او تو کنی اے معتمد	از بد و نیکی خدا با تو کند
کہ تو اے معتمد اس کے ساتھ جو کرے گا	بدی سے یا نیکی سے خدا تعالیٰ تیرے ساتھ کرے گا
ایں زن دنیا کہ ہست او مست تو	حق امانت دادش اندر دست تو
یہ زن دنیا کہ وہ تیری مست ہے	حق تعالیٰ نے اس کو تیرے ہاتھ میں امانت دی ہے
حاصل اینجا آں فقیہ از بیخودی	نے عفیفی ماندش و نے زاہدی
حاصل یہ کہ اس مقام پر بے خودی سے اس طالب علم کی	نہ پارسائی رہی اور نہ زاہدی رہی
آں فقیہ افتاد بر آں حور زاد	آتش او اندراں پنبہ فتاد
وہ طالب علم اس حور زاد پر واقع ہو گیا	اس کی آتش اس کے پنبہ میں واقع ہو گئی
جاں بجاں پیوست و قالبہا تخید	چوں دو مرغ سر بریدہ می طپید
جان سے جان مل گئی اور قالب سمٹ گئے	دو مرغ سر بریدہ کی طرح مضطرب ہو رہے تھے
چہ سقایا، چہ ملک، چہ ارسلاں	چہ حیا، چہ دین و زہد و خوف جاں
جام کیا چیز ہے بادشاہ کیا ہے شیر کیا ہے	حیا کیا ہوتی ہے دین و زہد اور خوف جان کیسا ہوتا ہے
چشم شاں افتادہ اندر عین و غین	نے حسن پیداست اینجا نے حسین
ان کی آنکھیں عین و غین میں پڑی تھیں	اس جگہ نہ کوئی حسن ظاہر تھا نہ کوئی حسین
یافت ہر یک شاں ازاں دیگر مراد	طبع ہر یک خرم و دل گشت شاد
ان میں ہر ایک نے دوسرے سے مراد پائی	ہر ایک کی طبیعت خرم ہو گئی اور دل شاد ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

شد دراز و کو طریق بازگشت	انتظار شاہ ہم از حد گذشت
وقت دراز ہو گیا اور مراجعت کا راستہ کہاں	بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گزر گیا
شاہ آمد تا بہ بیند واقعہ	دید آنجا زلزلہ و القارعہ
بادشاہ آیا تاکہ واقعہ دیکھے	وہاں زلزلہ اور قارعہ دیکھا
آں فقیہ از بیم برجست و برفت	سوی مجلس جام را بربود تفت
وہ طالب علم خوف سے اٹھا اور	مجلس کی طرف چل دیا جام کو فوراً لے لیا
شہ چو دوزخ پر شرار و پر نکال	تشنۂ خون دو جفت بدفعال
بادشاہ دوزخ کی طرح جو کہ شراروں اور عقوبت پر ہے ہے	دونوں بدکار قرینوں کے خون کا پیاسا ہو رہا
چوں فقیہش دید رخ پر خشم و قہر	تلخ و خونیں گشتہ ہمچوں جام زہر
جب طالب علم نے اس کا چہرہ خشم و قہر سے بھرا ہوا دیکھا	کہ مثل جام زہر کے تلخ اور خونیں ہوا ہوا ہے
بانگ زد بر ساقیش کاے گرم دار	چہ نشستی خیرہ دہ در طبعش آر
تو اس کے ساقی کو زور سے پکار کر کہا اے بارونق رکھنے والے	تو ست کیا بیٹھا ہے دے اس کو نشاط میں لا
خندہ آمد شاہ را گفت اے کیا	آمدم با طبع آں دختر ترا
بادشاہ کو ہنسی آ گئی کہا اے صاحب	میں نشاط میں آ گیا وہ کنیز تیری ہی رہی
پادشاہم کار من عدلست و داد	زاں خورم کہ یار را جودم بداد
میں بادشاہ ہوں میرا کام عدل و داد ہے	میں اسی سے کھاتا ہوں جو میرے یار کو میرے جود نے دیا
آنچہ آں را من نہ نوشم ہمچو نوش	کے دہم درخورد یار خویش و توش
جس چیز کو میں شیرینی کی طرح نوش نہ کروں	میں اپنے یار کی خوراک اور توشہ میں کب دوں گا
آنچہ آں را می خورم از نوش و خوش	میدہم درخورد یارا ز پنج و شش
جس نوش کو میں خوش ہو کر کھاتا ہوں	وہی میں خوراک یار میں دیتا ہوں
زاں خورانم من غلاماں را کہ من	می خورم بر خوان خاص خویشتن
ہر قسم سے میں غلاموں کو اس چیز میں سے کھلاتا ہوں	جو کہ میں اپنے خاص خوان پر کھاتا ہوں
زاں خورانم بندگاں را از طعام	کہ خورم من خود ز پختہ یا کہ خام
میں غلاموں کو اسی طعام سے کھلاتا ہوں	جو میں خود کھاتا ہوں خواہ پختہ ہو یا کہ خام ہو

من چو پوشم از خزو اطلس لباس	زاں بپوشانم حشم را نے پلاس
میں اگر خز اور اطلس کا لباس پہنتا ہوں	اسی میں سے حشم کو پہناتا ہوں نہ کہ پلاس
شرم دارم از نبیؐ ذوفنوں	البسوھم گفت مما تلبسوں
میں شرم رکھتا ہوں پیغمبر جامع الکمالات سے	آپ نے فرمایا ہے کہ جو خود پہنو اسی میں سے غلاموں کو پہناؤ
مصطفیؐ کرد ایں وصیت با بنوں	اطعموا الاذناب مماتکلوں
مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہے فرزندوں سے	اتباع کو اسی میں سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو
شد فقیہ و برد با خود جفت خوب	از عطای خاص کشاف الکروب
طالب علم چلا گیا اور اپنے ساتھ ایک خوبصورت جوڑا لے گیا	عطائے خاص کشاف الکروب سے
دیگراں را بس بطبع آوردۂ	در صبوری چست و راغب کردۂ
تو دوسروں کو بہت نشاط میں لایا ہے	صبر میں چست اور راغب کیا ہے
ہم بطبع آور بمردی خویش را	پیشوا کن عقل صبر اندیش را
اپنے کو بھی تو مردانگی کے ساتھ نشاط میں لا	عقل صبر اندیش کو پیشوا کر
چوں قلاوزی صبرت پر شود	جاں باوج عرش و کرسی برشود
جب صبر کی رہنمائی تیرا پر ہو جاوے	تو روح اوج عرش و کرسی کے اوپر ہو جاوے
مصطفیؐ بیں چونکہ صبرش شد براق	برکشانیدش بِبالائے طباق
مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے جب آپ کا صبر براق ہو گیا	وہ آپ کو درجات فلک کے اوپر لے گیا
چوں صبوری پیشہ کرد ایوبؑ راد	از بلا او را در رحمت کشاد
جب صبر کو پیشہ کیا ایوب علیہ السلام عظیم الشان نے	تو بلا کے سبب ان کے لئے باب رحمت کھل گیا
صبر صدر آمد بہر حالت کہ ہست	صبر را مگذار تا بتواں ز دست
صبر اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ہر حالت میں جو حالت بھی ہو	صبر کو جب تک ممکن ہو ہاتھ سے مت چھوڑ
صبر مفتاح الفرج نشنیدۂ	کاندریں تعجیل درپیچیدۂ
تو نے الصبر مفتاح الفرج نہیں سنا ہے	جو تو اس تعجیل میں پیچیدہ ہو رہا ہے
حد ندارد ایں سخن کوتاہ کن	وز حدیث عاشقاں برگو سخن
یہ مضمون حد نہیں رکھتا مختصر کرو	اور عشاق کے قصہ کی پھر بات کہو

www.besturdubooks.wordpress.com

باز گرد اے عاشق وز و تر براں	کانتظار تست آں شہزادگاں
اے عاشق پھر لوٹ اور جلدی بیان کر	کیونکہ وہ شہزادے تیرے منتظر ہیں

(اور جن مجوبین کا مثل اس طالب علم معرض عن الشراب الحسی کے شراب معنوی سے اعراض کرتا اور شعر رو ہمی گرد اندر لخ میں مذکور ہوا ہے) اگر حق تعالیٰ عنایت سے اس کی سرکوبی کر دے (یعنی جبراً پلا دے جس طرح اس طالب علم کی سرکوبی کر کے جبراً پلانے کا آگے اس شعر میں ذکر آتا ہے چند سیلی بر سرش زد الخ) تو وہ (سرکوبی) اس (مجوب) کو شراب احمر کی رغبت لے آتی ہے (اور پی لیتا ہے جس طرح اس طالب علم نے بعد سرکوبی کے پی لی تھی اور تشبیہ صرف پینے میں ہے گو طالب علم کا رغبت سے پینا ثابت نہ ہو اور گو مشبہ میں اشتہا آر د مذکور ہے نہ کہ شرب لیکن چونکہ وہ شرب پر دال ہے اس لئے حکماً وہ بھی مذکور ہے پس یہ شبہ لازم نہیں آتا کہ مشبہ غیر مذکور ہے اور مراد جبر سے اختیار کی جو کہ مدار تکلیف ہے نفی نہیں ہے بلکہ ایسے اسباب کا جمع کر دینا ہے جس سے وہ اس شرب کو ضرور ہی اختیار کرے جیسے حدیث میں ہے یجرون الی الجنة بالسلاسل) اور اگر وہ (عنایت) سرکوبی نہ کرے (بلکہ اس شخص کو معذول کر دے) تو وہ بستہ دامن (اور محروم) رہ جاوے ان بادشاہوں (یعنی خواص عارفین کی شراب نوشی اور بزم سے (اس) طالب علم کی طرح (کہ قبل سرکوبی کے معرض تھا پس از شرب متعلق ہے مانند بستہ وہاں مذکور کے ساتھ جو فعل ہے مجوب کا نہ کہ مانند بستہ وہاں مقدر کے ساتھ جو کہ فعل ہے فقیہ کا آگے اس طالب علم کے شراب پینے کا قصہ جو کہ شعر از عنایت میں اشارۃً مذکور تھا صراحۃً مذکور ہے جو شعر متصل میں شروع اور شعر چند سیلی زد الخ میں تمام ہوا ہے یعنی) بادشاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم تو خاموش کیا بیٹھا ہے (اس کو شراب) دے (اور) اس کو نشاط میں لا ہاں (مولانا یہاں اسی جزو تدبیر شراب خورانی فقیہ کی مناسبت سے ایک دوسرا انتقال فرماتے ہیں یعنی جس طرح سے اس بادشاہ نے فقیہ کو اسی کی مقتضائے رائے و عقل سے مغلوب کرنے کا سامان کیا کہ ساقی سے فرمائش کی بطعنش آر اسی طرح) ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے (کہ) جس کو چاہے (اپنے) فن (و تصرف) سے خودی سے ہٹا دے (مطلب یہ کہ قدرت قدیمہ کے سب مسخر ہیں اس کے سامنے کسی کی تجویز نہیں چلتی) آفتاب مشرق اور اس کی تنویر (یعنی ذات و صفت یا بعنوان دیگر جوہر و عرض) مثل اسیروں کے اس کی زنجیر میں مقید ہیں وہ (حاکم مخفی) آسمان کو فی الفور چکر میں لے آوے جب اس کے دماغ میں ذرا سا فن بھی پڑھ دے (چرخ اندر یعنی اندر چرخ اور نیم فن سے مراد حکم مختصر مطلب یہ کہ اس کو مثل شاہان مجازی کے بہت سے اسباب جمع کرنے کی حاجت نہیں محض حکم فرما دینا کافی ہے اور ظاہر ہے کہ محض حکم بمقابلہ اسباب کے مختصر ہی ہے پس اصل حاکم و متصرف وہی ہیں باقی ظاہر میں) جس عقل نے کہ دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو (حقیقت میں) وہ (عقل مغلوب کنندہ) مہرہ اسی (حاکم حقیقی مخفی) سے رکھتی ہے (اور) استاد زر دو ہی (حاکم حقیقی) ہے (مطلب یہ کہ اس غالب میں قوت غلبہ بھی اسی کی دی ہوئی ہے پس واقع میں ان الامر کلہ للہ اور وربک یخلق مایشاء و یختار ما کان لھم الخیرة اب پھر قصہ ہے یعنی ساقی نے شاہی حکم پا کر) اس (طالب علم) کے سر پر کئی چپت لگائے (اور) کہا کہ (شراب) لے وہ مظلوم (فوراً) چڑھا گیا (زیادہ) چپت (لگنے) کے خوف سے (زخم پیچش ذ بعنی نا خوش و آزردہ چنانکہ زید عدل غیاث مختصراً جب شراب پی لی تو اس کے اثر سے) مست اور شاد اور مثل باغ کے خنداں ہو گیا (اور دوسرے اہل بزم کی طرح یہ بھی) ندی

www.besturdubooks.wordpress.com

اور مضحکات اور تمسخر میں آ گیا (اور) نیم مست اور خوش ہوا (کذا فی الغیاث فی معنی شیر گیر اور حالت مستی میں) چٹکیاں بجانے لگا (اور اسی حالت میں پیشاب کا تقاضا ہو گیا تو) بیت الخلاء کی طرف چلا تا کہ پیشاب کرے (میزک شاشہ غیاث) بیت الخلاء میں ایک کنیز چاندی دیکھی بہت ہی حسین بادشاہ کی (خاص) خدمتگاروں میں سے (فی الغیاث قرناق بالضم خدمت گار و کنیزک اھ) اس کو جو دیکھا (فرط حیرت سے) منہ کھلا رہ گیا۔ عقل تو جاتی رہی اور تن مشغول ستم رہ گیا۔ (یعنی تمام بدن میں سناٹا ہو گیا جیسے کسی ظالم کے تسلط کے وقت ہوتا ہے اور اگر ستم پرداز کوئی خاص محاورہ ہو تو معلوم نہیں) سالہا سال مجرد مشتاق دست رہ چکا تھا کنیز پر فوراً دونوں ہاتھ پھیلا دیئے بھتر اپڑی وہ لڑکی اور غل مچایا (مگر) اس سے بر نہ آئی اور کچھ مفید نہ ہوا عورت مرد کے ہاتھ میں اختلاط کے وقت مثل خمیر کے ہوتی ہے نانبائی کے ہاتھ میں وہ (نانبائی) اس (خمیر) کو کبھی نرم گوندھتا ہے کبھی سخت۔ اس (خمیر) میں سے کچا کچ آواز نکلتی ہے مٹھی کے نیچے سے کبھی اس کو تختہ پر پھیلا کر ڈال دیتا ہے کبھی اس کو دفعۃً سمیٹ لیتا ہے کبھی اس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک تنور اور آتش سے اس کا امتحان کرتا ہے (یعنی تنور اور آتش میں داخل کر کے اس کی خامی و پختگی کو دیکھتا رہتا ہے مطلب یہ کہ اس میں گوناگوں تصرف کرتا ہے یہی حال عورت کا مرد کے ہاتھ سے ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اسی طرح مطلوب اور طالب باہم لپٹ جاتے ہیں (اور) اس ملاعبت میں مغلوب اور غالب ہوتے ہیں۔ (یعنی مرد غالب اور عورت مغلوب آگے اس کی تعمیم فرماتے ہیں ہر طالب و مطلوب کے لئے یعنی) یہ ملاعبت نہ صرف شوہر کو عورت کے ساتھ ہے (بلکہ) ہر معشوق اور عاشق کا یہی طریقہ ہے (آگے بیان ہے مواد تعمیم کا یعنی) قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض سے (بھی) ایک التفات (کا ناشی ہونا) ویس اور رامین کی طرح فرض (یعنی ضروری) ہے (ویس نام معشوقہ اور رامین نام عاشق اور یہاں بہتر یہ ہے کہ قدیم سے مراد قدیم حقیقی نہ ہو بلکہ قدیم اضافی لیا جاوے یعنی وہ حادث جو دوسرے حادث سے اسبق ہو عرف میں بھی اس کو قدیم کہتے ہیں مثلاً ارواح [illegible] ابدان سے پس مجموعہ الفاظ سے مراد تمام اجزاء عالم ہیں مطلب یہ کہ کوئی جزو عالم اس اثر تجاذب و تناسب سے خالی نہیں کسی کو کسی سے اور کسی کو کسی سے چنانچہ یہ امر بالکل ظاہر ہے آگے ان تجاذبات کے تفاوت کا ذکر ہے یعنی گو نفس تجاذب تو تمام اجزاء عالم میں مشترک ہے) لیکن ہر ایک کا تلاعب (بمعنی تجاذب) دوسرے رنگ کا ہے (اور) ہر ایک کا التفات جدا طریقہ کا ہے (چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے مثلاً کسی کا شعور کے ساتھ کسی کا بلا شعور پھر اہل شعور میں سے کسی کا شہوت و شرور کے ساتھ کسی کا بلا شرور پھر غیر اہل شرور میں سے کسی کا شہوانی سرور کے ساتھ جیسے زوجہ و جاریہ مملوکہ شرعیہ کسی کا غیر شہوانی سرور کے ساتھ جیسے اولاد و والدین کے ساتھ وغیر ذلک من الاقسام والاحکام آگے تعلقات مذکورہ تحابت میں سے جن تعلقات کے کچھ حقوق شریعت نے مکلفین پر وضع فرمائے ہیں ان کے ادا و ایفاء کی ترغیب دیتے ہیں اور گو ان تعلقات کے حقوق دلائل مستقلہ سے ثابت ہیں مگر بمناسبت ذکر زن و شوہر کے شعر ایں لعب تنہا نہ شوہرا بازن ست میں ان سب حقوق کو صرف نص وارد فی حقوق الزوجہ سے بطور دلالت مستنبط کرتے ہیں یعنی قرآن مجید میں جو حقوق زوجہ میں ارشاد ہوا ہے الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان تو اس میں) شی و زن کو مثال کے لئے کہہ دیا گیا ہے کہ اے شوہر تو ان کو بری طور پر وداع (و تسریح) مت کر (بلکہ یا تو رکھ اور یا خوبی کے ساتھ رخصت کر یعنی بدوں اضرار کے جس کی وجہ یہ ہے کہ) اس شب عروسی میں کیا ایسا نہیں ہوا (یعنی ایسا ہوا) کہ مشاطہ نے اس (زن عروس) کا ہاتھ ایک مرغوب امانت کے طور پر شوہر کے ہاتھ میں دیا تھا (اور قالاً یا حالاً کہا تھا)

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ تو اے معتمد اس کے ساتھ جو (معاملہ) کرے گا بدی سے یا نیکی سے خدا تعالیٰ تیرے ساتھ کرے گا (پس تیرے ذمہ اس معاہدہ سے خواہ صراحۃً ہوا ہو یا خود عقد اس کو مستلزم ہو گیا ہو کما قال تعالیٰ و کیف تاخذونہ و قد افضی بعضکم الی بعض و اخذن منکم میثاقاً غلیظا اس کے حقوق واجب ہو گئے سو اس آیت میں گو نصاً صرف ایک صاحب حق کا حق مذکور ہے مگر باشتراک علت کہ وہ اس کا صاحب تعلقات ہونا ہے یہی آیت حکماً تمام اہل تعلقات کے وجوب ادائے حقوق پر دال ہے یہ معنی ہیں قول مولانا کے کہ شوی وزن را گفتہ شد بہر مثل فی الغیاث گردک حجلہ دیگانی الفصل الیاء مع النون مشاطہ آگے زن حقیقی کے امانت ہونے سے جو کہ ابھی مذکور ہوا ہے زن حکمی یعنی دنیا کے امانت ہونے کے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہیں تا کہ اس امانت کے حقوق پر بھی متنبہ ہو یعنی یہ زن دنیا کہ وہ تیری مست (اور تیری گلو گیر ہو رہی) ہے (جیسی منکوحہ ہوتی ہے) حق تعالیٰ نے اس کو (بھی) تیرے ہاتھ میں امانت دی ہے (اس کے ساتھ بھی حسب امر الٰہی معاملہ کر کہ بقدر ضرورت اس سے قرب رکھ اور اس کو آخرت پر ترجیح مت دے اس کے ساتھ حسن معاملہ یہی ہے کہ اس میں گویا امساک بمعروف بھی ہے اخذ بقدر ضرورت کے اعتبار سے اور تسریح باحسان بھی ہے عدم ایثار علی الآخرۃ کے اعتبار سے آگے پھر قصہ ہے یعنی) حاصل یہ کہ اس مقام پر بے خودی سے اس طالب علم کی نہ پارسائی رہی اور نہ زاہدی رہی۔ (جس کا وہ دعویٰ بھگار رہا تھا اور) وہ طالب علم اس حورزاد پر واقع ہو گیا (اور) اس کی آتش (شہوت) اس (کنیز) کے پنبہ میں واقع ہو گئی (اور) جان سے جان مل گئی اور قالب سمٹ گئے (جیسے لذت جماع کے وقت ہوتا ہے فی الغیاث فی فصل الجیم الفارسی مع الالف چخیدن خود را بہم کشیدن وقت جماع اور) دو مرغ سر بریدہ کی طرح مضطرب ہو رہے تھے (یعنی قالبوں میں غایت لذت سے ایسی بے اختیار مضطربانہ حرکتیں پیدا ہوتی تھیں جیسے مرغ سر بریدہ میں اور اس طالب علم کو مستی میں کچھ یاد نہ رہا کہ) جام (شراب) کیا چیز ہے (اور) بادشاہ کیا ہے (اور) شیر کیا ہے (مراد اس سے بادشاہ بصفت قہر اور) حیا کیا ہوتی ہے (اور) دین و زہد اور خوف جان کیسا ہوتا ہے (سب رخصت ہو گیا اور) ان (دونوں کی آنکھیں عین و غین (یعنی اندھیر) میں پڑی تھیں (اس لئے ان کی نظر میں) اس جگہ نہ کوئی حسن ظاہر تھا نہ کوئی حسین (باعتبار صیغہ ہیئت کے حسن سے مراد مجازاً بڑا آدمی اور حسین سے چھوٹا آدمی بلا قید اچھے ہونے کے اطلاقاً للمقید علی المطلق اور عین و غین دونوں بمعنی ابر کے آتا ہے کذا فی المنتخب اور مراد اس سے مجازاً تاریکی ہے اطلاقاً للسبب علی المسبب۔ مطلب یہ کہ شہوت سے ایسے اندھے ہو گئے کہ ان کی نظر میں کوئی نہ رہا ورنہ ایسی حرکت کیوں کرتے اور اگر کنیز پر شبہ اکراہ کا ہو تو اول میں یہ صحیح تھا مگر اشعار کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں وہ کرہ مبدل بطوع ہو گیا ورنہ شور و فغاں یا ابا و مدافعت میں ایسی نوبت اور طمانیت نہیں ہو سکتی غرض) ان میں ہر ایک نے دوسرے سے مراد پالی (اور) ہر ایک کی طبیعت خرم ہو گئی اور دل شاد ہوا (اور ادھر) وقت (طالب علم کی مراجعت کا) دراز ہو گیا اور (وہاں) مراجعت کا راستہ کہاں (وہ تو اور ہی خرافات میں مبتلا ہو رہا ہے اور) بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گزر گیا (کہ وہ طالب علم اب تک کیوں نہیں آیا تا کہ واقعہ دیکھے (کہ کس وجہ سے اب تک نہیں لوٹا) وہاں (پہنچ کر) زلزلہ اور قارعہ دیکھا (کہ جس طرح قیامت کے قرع سے زمین کو زلزلہ آوے گا یہاں عورت زلزلہ اور طالب علم قرع میں ہے بس) وہ طالب علم خوف سے (فوراً) اٹھ اور مجلس کی طرف چل دیا (اور جا کر ساقی کے ہاتھ سے) جام (شراب) کو فوراً لے لیا (اور) بادشاہ (کی یہ حالت کہ) دوزخ کی طرح جو کہ شراروں اور عقوبت سے پر ہے دونوں بدکار قرینوں کے خون کا پیاسا ہو رہا جب طالب علم نے اس کا

www.besturdubooks.wordpress.com

چہرہ خشم و قہر سے بھرا ہوا دیکھا کہ مثل جام زہر کے تلخ اور خونین ہوا ہوا ہے تو اس کے ساقی کو زور سے پکار کر کہا کہ اے (مجلس کے) بارونق رکھنے والے تو سست کیا بیٹھا ہے (فی الغیاث خیرہ بمعنی سست بادشاہ کو شراب) دے (اور) اس کو نشاط میں لا۔ (یہ وہی جملہ ہے جو بادشاہ نے اس فقیہ کے لئے اسی ساقی سے کہا تھا یعنی تو نے جو تدبیر میری ترش روئی کی کی تھی وہی اس وقت بادشاہ کی ترش روئی کی کر) بادشاہ کو (اس لطیفہ سے) ہنسی آ گئی (اور) کہا اے صاحب میں (بدوں ساقی ہی کے) نشاط میں آ گیا (جا تیرا قصور بھی معاف کیا اور) وہ کنیز (بھی) تیری ہی رہی (کیونکہ) میں بادشاہ ہوں میرا کام عدل و داد (یعنی انصاف یا عطا) ہے۔ میں اسی سے کھاتا ہوں جو میرے یار کو میرے جود نے دیا (یعنی جو کچھ یار کو جود سے دیتا ہوں وہی خود کھاتا ہوں پس جو طریقہ میں نے تیری رائے سے ہٹانے کے لئے تجویز کیا تھا اسی طریقہ سے میں خود بھی اپنی رائے سے ہٹتا ہوں اور غصہ کو ترک کرتا ہوں آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جس چیز کو میں شیرینی کی طرح نوش نہ کروں میں (اس کو) اپنے یار کی خوراک اور توشہ میں کب دوں گا جس نوش کو میں خوش ہو کر کھاتا ہوں وہی میں خوراک یار میں دیتا ہوں ہر قسم سے میں غلاموں کو اس چیز میں سے کھلاتا ہوں جو کہ میں اپنے خاص خوان پر کھاتا ہوں میں غلاموں کو اسی طعام میں سے کھلاتا ہوں جو میں خود کھاتا ہوں خواہ پختہ ہو یا کہ خام ہو۔ میں اگر خز اور اطلس کا لباس پہنتا ہوں اسی میں سے خشم کو پہناتا ہوں نہ کہ بلاس میں شرم رکھتا ہوں پیغمبر جامع الکمالات سے آپ نے فرمایا ہے کہ جو خود پہنو اسی میں سے غلاموں کو پہناؤ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی ہے (معنوی) فرزندوں سے (یعنی امت سے کہ) اتباع کو اسی میں سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو (رواہ ابوذر عنہ صلی اللہ علیہ وسلم قصہ یہ ہے کہ) طالب علم چلا گیا اور اپنے ساتھ ایک خوبصورت جوڑا لے گیا عطائے خاص کشاف الکروب سے (اس کو حق تعالیٰ کی طرف نسبت بوجہ اب حلال ہو جانے کے کیا قصہ ختم ہوا اب رجوع کرتے ہیں اس بڑے بھائی کے اس مقولہ کی طرف بازی آں تست بر روئے بساط خویش را در طبع آر در نشاط یعنی اے نفس) تو دوسروں کو (ہمیشہ) بہت نشاط میں لایا ہے (اور دوسروں کو) صبر میں چست اور راغب کیا ہے اپنے کو بھی تو مردانگی کے ساتھ نشاط میں لا (اور) عقل صبر اندیش کو پیشوا کر (آگے مولانا کا مقولہ ہے) جب صبر کی رہنمائی تیرا پر ہو جاوے تو روح (تیری) اوج عرش و کرسی کے اوپر ہو جاوے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے جب آپ کا صبر (تحمل علی اذی الکفار واستقامت علی الطاعات) براق ہو گیا وہ (براق) آپ کو درجات فلک کے اوپر لے گیا (صبر ش شد براق میں مجاز ہے یعنی صبر ش سبب براق شد اور توجیہ اس کی ظاہر ہے کہ آپ کی مقبولیت سبب ہے تجویز معراج کی اور تجویز معراج سبب ہے براق کی اور مقبولیت میں اعمال کو بھی دخل ہے اور صبر میں سب اعمال کا سبب ہوتا ہے پس صبر سبب ہو گیا براق کا اور بحر العلوم نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ براق صورت اعمال بود چنانکہ در فتوحات مذکور ست و صبر نیز عمل ست پس براق شدہ آمدہ باشد اور دیکھو) جب صبر کو پیشہ کیا ایوب علیہ السلام عظیم الشان نے تو بلا کے سبب ابواسطہ صبر کے) ان کے لئے باب رحمت کھل گیا۔ صبر اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ہر حالت میں جو حالت بھی ہو (چنانچہ طاعت و مصیبت میں صبر علیہا ہے اور معاصی میں عنہا ہے پس) صبر کو جب تک ممکن ہو ہاتھ سے مت چھوڑ تو نے الصبر مفتاح الفرج نہیں سنا ہے جو تو اس تعجیل (یعنی بے صبری) میں پیچیدہ ہو رہا ہے (بعد بیان فضائل صبر کے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی) یہ مضمون (مدح صبر کا) حد نہیں رکھتا (اس کو) مختصر کر اور عشاق کے قصہ کی پھر بات کہو۔ اے عاشق پھر (قصہ کی طرف) لوٹ اور (قصہ کو) جلدی بیان کر کیونکہ وہ شہزادے تیرے منتظر ہیں۔

رواں شدن شہزادگاں بعد از اتمام بحث و ماجرا بجانب ولایت چین سوئی معشوق و مقصود تا بقدر امکان بمقصود نزدیک تر شوند اگر چہ راہ وصل مسدود ست

نزدیک ہو جائیں اگرچہ وصل کا راستہ بند ہے بقدر امکان نزدیک تر ہونا اچھا ہے

ہر سہ شہزادہ چو کار افتاد شاں	عشق درخور گوشمالی داد شاں
تینوں شہزادوں کو جب خود کام پڑا	عشق نے ان کی موافق ان کو گوشمالی دی
ایں بگفتند و رواں گشتند زود	ہر چہ بود اے یار من آں لحظہ بود
یہ کہا اور فورا روانہ ہو گئے	جو کچھ ہونا تھا اے میرے یار اسی وقت ہو گیا
صبر بگزیدند و صدیقیں شدند	بعد ازاں سوی بلاد چیں شدند
صبر اختیار کیا اور پختہ ہو گئے	اس کے بعد بلاد چین کی طرف چل دیئے
والدین و ملک را بگذاشتند	راہ معشوق نہاں برداشتند
والدین اور سلطنت کو چھوڑ دیا	پردہ دار معشوق کے راستہ پر قدم اٹھایا
ہمچو ابراہیمؒ ادھم از سریر	عشق شاں بے پاؤ سر کرد و فقیر
مثل ابراہیم ابن ادھم کے عشق نے	ان کو تخت سے بے سروپا اور فقیر کر دیا
یا چو ابراہیمؑ مرسل سرخوشے	خویش را افگند اندر آتشے
یا مثل ابراہیم پیغمبر علیہ السلام کے خوش ہو کر	اپنے کو آگ کے اندر ڈال دیا
یا چو اسماعیلؑ صبار مجید	پیش عشق و خنجرش حلقے کشید
یا مثل اسماعیل علیہ السلام کامل الصبر صاحب المجد کے	عشق کے اور اس کے خنجر کے روبرو حلق رکھ دیا

تینوں شہزادوں کو جب خود (بلا سے) کام پڑا عشق نے ان کی (حالت کی) موافق ان کو گوشمالی دی (یعنی پہلے سے تو اوروں کو مصائب سے متاثر نہ ہونے کی تعلیم دیتے تھے جب خود کام پڑا تو متاثر ہو گئے اور درخور قید واقعی ہے اور یہ گوشمالی دینا ان کے کلام بالا سے جس میں یہی مضمون ہے ظاہر ہے غرض) یہ (کلام جو اس مضمون مذکور پر دال تھا) کہا اور فوراً (چین کو) روانہ ہو گئے (اور) جو کچھ ہونا تھا اے میرے یار اسی وقت ہو گیا (یعنی مزید مشورہ و تامل نہیں کیا چل کھڑے ہوئے اور اس عشق پر) صبر اختیار کیا اور (اس میں) پختہ ہو گئے (اور اوپر جوان کے کلام سے صبر و استقلال کی نفی معلوم ہوتی ہے اس استقلال سے مراد عشق سے متاثر نہ ہونا تھا سو یہ منفی تھا اور یہاں صبر مثبت سے مراد عشق کا ثبات ہے پس منفی صبر عن العشق ہے اور مثبت صبر علی العشق ہے فلا تعارض اور) اس کے بعد بلاد چین کی طرف چل دیئے والدین اور سلطنت کو چھوڑ دیا (اور) پردہ دار معشوق کے راستہ پر قدم اٹھایا مثل ابراہیم بن ادھم کے عشق نے ان کو تخت سے بے سروپا اور فقیر کر دیا۔ (تشبیہ صرف عشق میں ہے قطع نظر خصوصیت مجاز و

www.besturdubooks.wordpress.com

حقیقت کے) یا مثل ابراہیم پیغمبر علیہ السلام کے خوش ہو کر اپنے کو آگ کے اندر ڈال دیا (کوئی شبہ نہ کرے کہ کیا ابراہیم علیہ السلام اپنی خوشی سے آگ میں پڑے تھے بات یہ ہے کہ دعوت الی التوحید سبب تھا اس کا پس سبب کا خوشی سے اختیار کرنا بمنزلہ مسبب کے بخوشی اختیار کرنے کے ہے) یا مثل اسماعیل علیہ السلام کامل اصبر صاحب المجد کے عشق کے اور اس کے خنجر کے روبرو حلق رکھ دیا (آگے بمناسبت ذکر عشاق حقیقی کے جو اشعار بالا میں مشبہ بہ واقع ہوئے ہیں ایک اور عاشق کا قصہ ہے جو مجاز سے حقیقت کی طرف متوجہ ہو گیا تھا)۔

حکایت امرؤ القیس کہ پادشاہ عرب بود و بصورت یوسفؑ وقت خود و نان عرب زلیخاوار مردۂ او و او شاعر طبع بود و ایں شعر اوست

امرؤ القیس کی حکایت جو عرب کا بادشاہ اور صورت میں اپنے دور کا یوسفؑ تھا اور عرب کی عورتیں زلیخا کی طرح اس پر قربان تھیں اور وہ شاعر مزاج تھا اور یہ شعر اس کا ہے

قفانبک من ذکریٰ حبیب و منزل

تم دونوں ٹھہر و ہم محبوب اور منزل کے ذکر سے رولیں

چوں ہمہ زناں اورا بجان می جستند اے عجب غزل و نالۂ او بہر چہ بود مگر دانست کہ ایں ہا ہمہ تمثال صورتے اند کہ بر تختہائے خاک نقش کردہ اند آخر الامر امرؤ القیس را حالے پیدا شد کہ نیم شب از ملک و فرزنداں گریخت و خود را بدلقے پنہاں کرد و از اقلیمے باقلیم دیگر برفت بطلب آنکہ از اقلیم منزہ است واللہ یختص برحمتہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم

جبکہ تمام عورتیں دل و جان سے اس کی جستجو میں تھیں تعجب ہے اس کی غزل اور نالہ کس لئے تھا؟ شاید اس نے جان لیا تھا کہ یہ تمام تصویریں ہیں جو مٹی کے تختوں پر نقش کر دی ہیں بالآخر امرؤ القیس کی ایسی حالت ہو گئی کہ آدھی رات کو ملک اور اولاد سے بھاگ نکلا اور اپنے آپ کو گدڑی میں چھپا لیا اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں اس ذات کی طلب میں چل پڑا جو ملک سے پاک ہے اور اللہ (تعالیٰ) اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

امرؤ القیس از ممالک خشک لب	ہم کشیدش عشق از خطہ عرب
امراؤ القیس جو کہ ممالک سے خشک لب تھا	اس کو بھی عشق نے خطہ عرب سے علیحدہ کر دیا
بود نازک طبع و ہم صاحب جمال	شاعر و صاحب اصول اندر کمال
وہ نازک طبع اور صاحب جمال بھی تھا	شاعر اور کمالات میں صاحب اصول تھا
چونکہ زد عشق حقیقی بر دلش	سرد شد ملک و عیال و منزلش
جب عشق حقیقی نے اس کے دل پر اثر کیا	تو اس پر ملک اور عیال اور گھر سرد ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

نیم شب دلقے بپوشید و برفت	از میان مملکت بگریخت تفت
آدھی رات کو ایک دلق اوڑھی اور نکل گیا	سلطنت سے جلدی سے بھاگ گیا
تا بیامد خشت میزد در تبوک	با ملک گفتند شاہے از ملوک
یہاں تک کہ تبوک میں آیا اور اینٹیں بنانے لگا	بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ ملوک میں سے ایک بادشاہ
امرؤالقیس آمدست اینجا بگد	در شکار عشق و خشتے میزند
امراء القیس یہاں فقیری کی حالت میں آیا تھا	وہ شکار عشق ہو گیا اور اینٹیں بناتا ہے
آں ملک برخاست شب شد پیش او	گفت او را اے ملیک خوبرو
وہ بادشاہ اٹھا اس کے پاس آیا	اس سے کہا کہ اے بادشاہ خوبرو
یوسف وقتی دو مملکت شد کمال	مر ترا رام از بلاد و از جمال
تو یوسف وقت ہے تیرے پاس دو ملک کامل طور پر ہیں	تیرے مسخر ہیں بلاد بھی اور جمال بھی
گشتہ مرداں بندگاں از تیغ تو	واں زناں ملک مہ بے میغ تو
مرد تو تیری تلوار سے غلام ہیں	اور وہ عورتیں تیری ماہ بے میغ کی ملک ہیں
پیش ما باشی تو بخت ما بود	جان ما از وصل تو صد جاں شود
تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے	ہماری جان تیرے قرب سے سو جان ہو جاوے
ہم من و ہم ملک من مملوک تو	اے بہمت ملکہا متروک تو
میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے	اے شخص ہمت میں بہت سے ملک تیرے متروک ہیں
فلسفہ گفتش بسے و او خموش	ناگہاں وا کرد از سر روی پوش
اس نے اس سے بہت ہی کچھ ترکیبوں کی باتیں کہیں اور وہ خاموش تھا	دفعۃً اس نے سر پر سے نقاب کو کھولا
تا چہ گفتش او بگوش از عشق و درد	ہمچو خود در حال سرگردانش کرد
کیا کچھ اس کے کان میں عشق اور درد کی بات کہہ دی	اپنی طرح فوراً اس کو بھی سرگرداں کر دیا
دست او بگرفت و با او یار شد	او ہم از تخت و کمر بیزار شد
اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے ہمراہ ہو گیا	وہ بھی تخت اور پٹکے سے بیزار ہو گیا
تا بلاد دور رفتند آں دو شہ	عشق یک کرت نکردست ایں گنہ
بلاد بعیدہ تک وہ دونوں بادشاہ چلے گئے	عشق نے یہ گناہ کچھ ایک ہی بار نہیں کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

بر بزرگاں شہد و بر طفلانست شیر	او بہر کشتی بود من الآخیر
وہ بڑوں کے لئے شہد ہے اور بچوں کے لئے دودھ ہے	وہ ہر کشتی کے لئے من الاخیر ہے
کہ چو در کشتی رود غرقش کند	تا بقعر از پای تا فرقش کشد
کہ جس کشتی میں وہ جاوے اس کو غرق کر دے	اس کو پاؤں سے سر تک قعر کی طرف لے جاوے
غیر ایں دوبس ملوک بے شمار	عشق شاں از ملک بربود و تبار
ان دو بادشاہوں کے سوا بہت سے بیشمار بادشاہ ہوئے ہیں	کہ عشق نے ان کو ملک اور خاندان سے جدا کر دیا
قصہ کیخسرو آں شاہ زماں	ہست شہرہ درمیان انس و جاں
چنانچہ اس شاہ زماں کے خسرو کا قصہ	انس و جن میں مشہور ہے
جان ایں سہ شہ بچہ ہم گرد چیں	ہمچو مرغاں گشتہ ہر سودا نہ چیں
ان تین شہزادوں کی جان بھی چین کے گرد	مرغوں کی طرح ہر طرف دانہ چنتی پھرتی تھی

(ربط اوپر مذکور ہوا بعض نسخوں میں سرخی کے ایک جملہ کے بعد کہ اوشاعر طبع بود یہ عبارت اور زائد ہے وایں شعر از دست

قفانبک من ذکری حبیب و منزل

اس سے زیادہ تعیین ہوگئی اس امرءالقیس کی کہ یہ وہی مشہور شاعر جاہلیت صاحب قصیدہ اولی من القصائد السبعة المعلقة المشهورة ہے جس کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چوبیس سال پہلے ہوا ہے پس اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس کا حال جو شراح سبعہ معلقہ نے لکھا ہے اس سے تو ملک اور عظیم ہونے کے ساتھ اس کا فسق وفجر ہونا معلوم ہوتا ہے نیز حاشیہ میں بحر العلوم سے نقل کیا ہے امرءالقیس شاعر از قدما شاعران کفار عرب بود و شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ گفتہ کہ در حدیث مذمت امرءالقیس واقع شدہ وقدم الشعراء الی النارہ پھر مولانا کا یہ مضمون اس پر کیسے منطبق ہوگا غایت مانی الباب یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کوئی دوسرا امراءالقیس ہوگا اور بعض نسخوں میں جو عبارت زائد ہے ممکن ہے کہ مولانا کے بعد کسی نے تخمین سے بڑھادی ہو واللہ اعلم بہرحال مولانا فرماتے ہیں کہ) امراءالقیس جو کہ ممالک سے خشک لب تھا (یعنی پہلے حکومت وملک کا حریص تھا یا یہ معنی ہوں کہ ممالک خشک لب سے تھا یعنی عرب کا تھا) اس کو بھی عشق نے خطہ عرب سے علیحدہ کردیا (بھی اس لئے کہا کہ جس طرح سے سرخی سے قبل کے عشاق کو مرغوبات سے علیحدہ کیا ہے) وہ نازک طبع اور صاحب جمال بھی تھا شاعر اور کمالات میں صاحب اصول تھا (یعنی اس کے کمالات اصول صحیحہ کی موافق تھے آگے بیان ہے مصرعہ ہم کشیدش کا یعنی) جب عشق حقیقی نے اس کے دل پر اثر کیا تو اس پر ملک اور عیال اور گھر سرد ہو گیا (اور) آدمی رات کو ایک دلق اوڑھی اور نکل گیا۔ سلطنت سے جلدی سے بھاگ گیا یہاں تک کہ تبوک میں آیا اور اینٹیں بنانے لگا (وہاں کے) بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ ملوک میں سے ایک بادشاہ (یعنی امرءالقیس یہاں فقیری کی حالت میں آیا تھا وہ شکار عشق ہو گیا اور اینٹیں بناتا ہے وہ بادشاہ اٹھا (اور) اس کے پاس آیا اس سے کہا کہ اے بادشاہ خوبرو تو یوسف وقت ہے (اور) تیرے پاس دو ملک کامل طور پر ہیں (یعنی) تیرے مسخر ہیں بلاد بھی اور جمال بھی مرد تو تیری تلوار سے (تیرے) غلام

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور وہ عورتیں تیری ماہ بے مبغ (یعنی حسن) کی ملک ہیں تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے ہماری جان تیرے قرب سے سوجان (کی برابر) ہو جاوے میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے۔ اے شخص ہمت میں بہت سے ملک تیرے متروک ہیں (یعنی تو ایسا عالی ہمت ہے غرض یہ کہ) اس نے اس سے بہت ہی کچھ ترکیبوں کی باتیں کیں اور وہ خاموش تھا (جب وہ سب کچھ کہہ چکا دفعۃً اس نے سر پر سے نقاب کو کھولا (اور معلوم نہیں کہ) کیا کچھ اس کے کان میں عشق اور درد کی بات کہہ دی (کہ) اپنی طرح فوراً اس کو بھی سرگرداں کر دیا (بس) اس (شاہ تبوک) نے اس (امرء القیس) کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے ہمراہ ہو گیا (اور) وہ بھی تخت اور ٹیکہ سے بیزار ہو گیا (اور) بلاد بعیدہ تک وہ دونوں بادشاہ چلے گئے (اور) عشق نے یہ گناہ کچھ ایک ہی بار نہیں کیا (بلکہ بکثرت ایسا کیا ہے کہ سب مال و جاہ چھڑا دیا اور اس کو گناہ باعتبار زعم مخاطب مجوب کے فرمایا کما قال تعالیٰ واذاتتلی علیھم آیاتنا بینات تعرف فی وجوہ اللذین کفروا المنکر یکادون یسطون باللذین یتلون علیھم ایاتنا قل افانبئکم بشر من ذلکم النار حیث یستلزم ظاھراً کون الآیات ایضا متضمناً للشر عیاذا باللہ . وقال تعالیٰ قل لاتسألون عما اجرمنا الایہ وھو صلی اللہ علیہ وسلم بری من الجرم آگے بیان ہے عشق یک کرت نکرد ست ایں گنہ کا) وہ (عشق) بڑوں کے لئے (بمنزلہ) شہد (کے) ہے اور بچوں کے لئے (بمنزلہ) دودھ (کے) ہے (مطلب یہ کہ اس کا اثر ہونے کے لئے نہ بڑا ہونا شرط ہے نہ چھوٹا ہونا مانع بچوں پر بھی یہ یہی اثر کرتا ہے اس کا مشاہدہ ہر وقت ہوتا ہے کہ شیر خواہ بچہ کو جس سے محبت ہو جاوے اگر اس کے ساتھ جانے میں تمام گھر بار اور خاندان بھی چھٹتا ہو تو اس کو اس کی کچھ پروا نہیں ہوتی غرض) وہ (عشق) ہر کشتی کے لئے (بمنزلہ) من الاخیر (کے) ہے (جس کی شان یہ ہے کہ جس کشتی میں وہ جاوے اس کو غرق کر دے (اور) اس کو پاؤں سے سر تک (دریا کی) تعر کی طرف لے جاوے (من الاخیر کے یہی معنی ہیں مطلب یہ کہ جس قلب میں پہنچے اس کو پورا غرق ہی کر دے چنانچہ تم نے ابھی امرء القیس اور شاہ تبوک کا قصہ سنا اور) ان دو بادشاہوں کے سوا بہت سے بے شمار بادشاہ ہوئے ہیں کہ عشق نے ان کو ملک اور خاندان سے جدا کر دیا چنانچہ اس شاہ زماں کے خسروں کا قصہ انس و جن میں مشہور ہے (فی الحاشیہ شیخ محمد افضل گفتہ اشارت است بقصہ ترک کردن کے خسرو بادشاہی را چنانکہ بتفصیل در شاہنامہ مذکور ست اھ اسی طرح ان تین شاہزادوں کی جان بھی چھین کے گرد (عشق میں) مرغوں کی طرح ہر طرف دانہ چنتی پھرتی تھی (اس شعر میں تائید مضمون منتقل الیہ یعنی عموم اثر عشق کے ساتھ ساتھ رجوع بقصہ بھی ہو گیا چنانچہ آگے بھی قصہ ہی کے اشعار ہیں اور یہ رجوع نہایت لطیف ہے۔)

زہرہ نے تا لب کشاید از ضمیر	زانکہ راز با خطر بود و خطیر
ان کی یہ طاقت نہ تھی کہ مافی الضمیر سے لب کشائی کریں	کیونکہ وہ خطرناک اور عظیم راز تھا
صد ہزاراں سر بپولے آں زماں	عشق خشم آلود زہ کردہ کماں
لاکھوں سر اس وقت ایک پیسہ کو ہو جاتے ہیں	جبکہ عشق خونی کمان پر چلہ چڑھا لیتا ہے
عشق خود بےخشم در وقت خوشی	خوی دارد دمبدم خیرہ کشی
عشق بدوں خشم ہی کے خوشی کے وقت میں	عادت رکھتا ہے دمبدم بیباکانہ قتل کرنے کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں بود آں لحظہ کو خوشنود شد	من چہ گویم چونکہ خشم آلود شد
یہ حالت تو اس وقت ہے جبکہ وہ خوش ہوتا ہے	میں کیا کہوں جبکہ وہ خشم آلود ہو گیا ہو
لیک مرج جاں فدای شیر او	کش کشد ایں عشق وایں شمشیر او
لیکن چراگاہ جان اس کے شیر پر فدا ہے	کہ اس کو یہ عشق اور اس کی شمشیر قتل کرے
کشتنی بہ از ہزاراں زندگی	سلطنتہا مردۂ ایں بندگی
ایک دفعہ کا قتل کرنا ہزاروں زندگی سے بہتر ہے	بہت سی سلطنتیں اس غلامی پر قربان ہیں
با کنایت راز ہا باہم دگر	پست گفتندے بصد خوف و خطر
وہ شہزادے اسرار کو ایک دوسرے سے	بصد خوف و خطر پست آواز سے کہتے
راز را غیر خدا محرم نبود	آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز کا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی محرم نہ تھا	آہ کا بجز آسمان کے کوئی ہمدم نہ تھا
اصطلاحاتے میان ہمدگر	داشتندے بہر ایراد خبر
کچھ اصطلاحیں خبر لانے کے لئے	آپس میں رکھتے تھے

ان (شہزادوں) کی یہ طاقت نہ تھی کہ مافی الضمیر سے لب کشائی کریں کیونکہ وہ خطرناک اور عظیم راز تھا (کیونکہ احتمال تھا کہ اگر زبان سے کہہ دیں تو بادشاہ تک پہنچ جاوے جس کی نسبت پہلے آیا ہے غیرتے دارد ملک برنام او اور اس لئے وہ غضبناک ہوکر ان کو ہلاک کر ڈالے آگے یہی مضمون ہے کہ) لاکھوں سر اس وقت ایک پیسہ کو ہو جاتے ہیں جبکہ عشق خونی کمان پر چلہ چڑھا لیتا ہے (مراد اس سے حالت خشم کی ہے اور عشق کا خشم دو طرح سے متحقق ہوتا ہے ایک یہ کہ معشوق خشمناک ہو ایک یہ کہ کوئی اور اس عشق کے سبب خشمناک ہو یہاں دوسری صورت تھی کہ شاہ چین اسی غیرت میں خشمناک ہو جاتا اس سے ان کو خوف تھا کہ اس کی جان کی پروا بھی نہ کرتا اور) عشق (تو ایسی چیز ہے کہ وہ) بدوں خشم ہی کے خوشی کے وقت میں عادت رکھتا ہے دمبدم بے باکانہ قتل کرنے کی۔ (اور یہ ظاہر ہے کہ معشوق کی ادائیں حالت رضا کی بھی ذبح کرتی ہیں) یہ حالت تو اس وقت ہے جبکہ وہ (عشق) خوش ہوتا ہے (سو) میں (اس وقت کی تو) کیا (بات) کہوں جبکہ وہ خشم آلود ہو گیا ہو لیکن (ان دونوں حال میں) چراگاہ جان اس (عشق) کے شیر پر فدا ہے کہ اس (جان) کو یہ عشق اور اس کی شمشیر قتل کرے (یہ بیان ہے فدا ہونے کا یعنی اس سے مقتول ہونے کے لئے فدا و آمادہ ہے اور مرج جان اور شیر او میں اضافت مثل لجین الماء کے ہے یعنی عشق بمنزلہ ایک شیر کے ہے اور جان عاشق کی مشابہ اس چراگاہ کے ہے جس کو وہ شیر بالکل چر جاوے مطلب یہ ہے کہ خواہ عشق راضی ہو یا غضبناک ہو عاشق بیچارہ دونوں حال میں اس پر جانبازی کے لئے تیار ہے اور اس کے نزدیک اس کا) ایک دفعہ کا قتل کرنا ہزاروں زندگی سے بہتر ہے (اور اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

نزدیک) بہت سی سلطنتیں اس غلامی پر (جو کہ عشق میں حاصل ہے) قربان ہیں (پھر قصہ ہے کہ) وہ شہزادے (اپنے) اسرار کو ایک دوسرے سے بصد خوف وخطر پست آواز سے کہتے (جس طرح سرگوشی کرتے ہیں اور چونکہ اس سرگوشی کا ہر وقت اور بہت دیر تک موقع میسر نہیں ہوتا اس لئے اکثر اوقات ان کے) راز کا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی محرم نہ تھا (اور ان کی) آہ کا بجز آسمان کے کوئی ہمدم نہ تھا (اور گاہ گاہ بغرض اظہار بعض اسرار کے) کچھ اصطلاحیں (دل کی) خبر (زبان پر) لانے کے لئے آپس میں رکھتے تھے (اس سے کچھ غبار نکال لیتے تھے)۔

زیں لسان الطیر عام آموختند	طمطراق سروری اندوختند
اس منطق الطیر سے عام نے سیکھ لیا ہے	مقتدائیت کا کروفر حاصل کر لیا ہے
صورت آواز مرغست آں کلام	غافل ست از حال مرغاں مرد خام
وہ کلام صورت آواز طیور کے ہے	وہ مرد خام طیور کے حال سے غافل ہے
کو سلیمانے کہ داند لحن طیر	دیو گرچہ ملک گیرد ہست غیر
سلیمان کہاں ہیں کہ وہ لحن طیور کو سمجھیں	دیو اگرچہ ملک لے لے اجنبی ہے
دیو بر شبہ سلیمان کردہ ایست	علم مکرش ہست علمناش نیست
دیو نے سلیمان علیہ السلام کی شبہ پر قیام کیا ہے	اس کو علم کر تو ہے اس کو علمنا نہیں
چوں سلیماں از خدا بشاش بود	منطق الطیرے ز علمناش بود
سلیمان علیہ السلام چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بشاش تھے	ان کا منطق الطیر علمنا سے تھا
تو ازاں مرغ ہوای فہم کن	کہ ندیدستی طیور من لدن
تو مرغ ہوائی سے سمجھ لے	کیونکہ طیور لدنیہ کو تو تو نے دیکھا بھی نہیں
جای سیمرغاں بود آں سوی قاف	ہر خیالے را نباشد دست باف
ان سیمرغوں کا مقام قاف سے اس طرف ہے	ہر خیال کے لئے بھی آسان نہیں
ہر خیال را کہ دید آں اتفاق	آنگہش بعد العیاں افتد فراق
ہر ایسے خیال کو جس نے کہ اس کو دیکھا ہو	اس وقت بعد معائنہ کے اس کو فراق کا اتفاق واقع ہو جاوے
نے فراق قطع بہر مصلحت	کایمن ست از ہر فراق آں منقبت
تو وہ فراق قطع کا نہیں ہوتا مصلحت کے لئے ہوتا ہے	کیونکہ وہ فضیلت ہر فراق سے مامون ہوتی ہے
بہر استبقای آں جسم چو جاں	لحظۂ در ابر گردد خور نہاں
بغرض استبقا اس جسم کے جو کہ مثل جان کے ہے	کسی وقت ابر میں آفتاب پوشیدہ ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر استبقائے آں روحی جسد	آفتاب از برف یک دم درکشد
اس روحی جسد کے باقی رکھنے کے لئے	آفتاب برف سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو انکسو کر لیتا ہے
بہر جان خویش جوز ایشاں صلاح	ہیں مدز داز حرف ایشاں اصطلاح
تو اپنی روح کے لئے ان سے اصلاح کا طالب ہو	ہاں ان کے کلام سے اصطلاحیں مت چرا

(اوپر ذکر تھا اصطلاحات قالیہ ابناء الملک کا اس کی مناسبت سے اس سے انتقال ہے ایک مضمون متعلق اصطلاحات حالیہ اہل اللہ کی طرف یعنی جس طرح ان شہزادوں کی اصطلاحات قالیہ کو دوسرا نہ سمجھتا تھا اسی طرح اہل اللہ کی اصطلاحات حالیہ مفسر بماسیاتی کو عام لوگ نہیں سمجھتے پھر باوجود اس کے جو بعضے محض براہ تقلید ان کے اقوال وملفوظات کو مجالس میں نقل کرتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اس منطق الطیر (یعنی کلام عارفین) سے (جو کہ غیر مفہوم عند العامہ ہونے میں مشابہ منطق الطیر کے ہے ان) عام (لوگوں) نے (جو کہ محض نقال ہیں) سیکھ لیا ہے (یعنی الفاظ وعبارات یاد کرلی ہیں اور ان کو نقل کر کے) مقتدائیت کا کروفر حاصل کرلیا ہے (یعنی غرض ان کی صرف یہ ہے باقی نہ وہاں فہم ہے اور نہ تفہیم ہے مراد اس سے عارفین کا وہ کلام ہے جو ان کے واردات واحوال وذوق ووجدان سے ناشی ہے کہ اس کو اہل واردات واحوال ہی سمجھتے ہیں اسی کو اصطلاحات حالیہ سے بندہ نے تعبیر کیا ہے گو وہ الفاظ اصطلاحی المعنی الا اصطلاحی نہ ہوں مثلاً اگر کوئی عاشق کہے کہ ہائے جل گیا گو یہ کوئی اصطلاحی لفظ نہیں لیکن محض لغت دانی اس کے سمجھنے کے لئے کافی بھی نہیں وہ تو حیرت کرے گا کہ یہ کہاں جلا ہے دوسرا عاشق البتہ اس جلنے کی حقیقت سمجھ جاوے گا اور مقصود مولانا کا اس سے مذمت وشناعت ہے مزرین کی جیسا مثنوی میں مقامات کثیرہ پر ہے آگے اسی مضمون کی تفصیل ہے یعنی) وہ کلام (جس کو مزورین بے سمجھے نقل کر رہے ہیں) (صورت آواز طیور کے ہے (یعنی جیسے کوئی آواز طیور کی حکایت کرنے لگے کہ اس کا وہ مدلول نہیں جو منطق الطیر واقعی کا ہے اور واقع میں وہ مرد خام (جو صورت طیر کی حکایت کر رہا ہے) طیور کے حال سے (کہ واقع میں وہ کس حال پر ان اصوات سے دلالت کا قصد کر رہے ہیں) غافل ہے (پس مرد خام منطق الطیر کو نہیں سمجھتا بلکہ اس کا سمجھنا یا تو اس کی مماثل کا کام ہے کہ طیر ہو یا اس سے اکمل کا کام ہے کہ سلیمان ہو اسی طرح ایسے اہل اللہ کا کلام یا تو ان کا مماثل سمجھے یا ان سے اکمل وافضل سمجھے مولانا نے آگے اسی دوسری صورت کو بطور تمثیل کے فرمایا ہے نہ کہ بطور تخصیص حکمی کے یعنی) سلیمان کہاں ہیں کہ وہ لحن طیور کو سمجھیں (وہ سمجھنا دیو کا کام نہیں کیونکہ) دیو اگر چہ (کسی دھوکہ سے) ملک لے لے (لیکن پھر بھی) اجنبی ہے (اسی طرح مزورین اگر کسی فریب سے شیخ ومقتدا بھی بن جاویں مگر محجوب وناواقف ہیں اور اس میں اشارہ ہے قصہ انتزاع سلطنت سلیمانیہ کی طرف جیسا کہ مشہور ہے گو محققین کے نزدیک یہ ثابت نہیں آگے دیو کے غیر ہونے کی تفسیر ہے یعنی) دیو نے سلیمان علیہ السلام کی تشبہ پر قیام کیا ہے اسی کو علم مکر تو ہے (مگر) اس کو علمنا (کا مرتبہ) نہیں (یعنی وحی وعلم لدنی جس کی بدولت وہ منطق الطیر کو سمجھتے تھے یہ علمنا نہ ہونا تفسیر ہے غیر ہونے کی اور) سلیمان علیہ السلام چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے (نعمتیں پا کر) بشاش تھے (کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ و قالا الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین و قولہ یایھا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیء ان ھذالھو الفضل المبین) ان کا منطق الطیر علمنا سے تھا (یعنی تعلیم الٰہی تھا پس اسی طرح بدوں تعلیم الٰہی قولی یعنی الہام یا عملی یعنی افاضہ واردات ان اہل اللہ کا کلام سمجھ میں نہیں آسکتا آگے اس نہ سمجھنے کی تائید وتقویت ایک مثال سے

www.besturdubooks.wordpress.com

کرتے ہیں کہ) تو (اس مضمون کو) مرغ ہوائی (کی حالت) سے سمجھ لے کیونکہ طیور لدنیہ کو تو تو نے دیکھا بھی نہیں (اور ان طیور کو تو آنکھ سے دیکھا بھی ہے اور ان کی اصوات کو کان سے سنا بھی ہے اور باوجود اس کے ان کے حقائق مفہوم نہیں ہوتے تو ان بے دیکھے طیور کے بے سنے کلام کی حقیقت کو کیا سمجھے گا آگے جواب ہے اس سوال کا کہ تم نے کیسے کہدیا کہ طیور لدنیہ کو دیکھا نہیں ہم تو عارفین کو شب و روز دیکھتے ہیں جواب یہ ہے کہ) ان سیمرغوں کا مقام قاف سے اس طرف (یعنی خارج و وراء) ہے (اور وہاں تک نظر تو کیا پہنچتی جس سے تو ان کو دیکھتا وہ مقام تو) ہر خیال کے لئے بھی آسان نہیں (فی الغیاث دست باف کنایہ از آسان اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ عارف اصل میں روح ہے نہ کہ بدن اور وہی محل واردات واحوال ہے اور وہی اصل میں صاحب ارشاد وافاضہ ہے اور وہ بوجہ مجرد ہونے کے کما ذھب الیہ کثیر من المکاشفین مع قولھم بحدوثہ الذاتی والزمانی عالم اجسام سے وراء ہے اور یہی معنی ہیں آن سوئے قاف کے یعنی وراء الافلاک والعرش المشابھۃ بالقاف فی الاحاطۃ پس اس سے سب احکام ظاہر ہو گئے ندیدستی بھی اور اسی سے کلام او نشنیدستی بھی کیونکہ ان الکلام لفی الفؤاد الخ اور یہی فواد متکلم مرشد ومفیض ہے اور اسی طرح خیال کی وہاں تک رسائی نہ ہونے کا حکم بھی اور اسی سے اس شبہ کا جواب حاصل ہو گیا جو ندیدستی پر ہوا تھا اور ہر خیال اس لئے کہا کہ اہل بصیرت تو اس مقام موطن روح و محل فیوض غیبیہ وواردات لدنیہ کے مشاہدہ سے مشرف ہیں عیاناً اور وجداناً چنانچہ اس کے بعد کے شعر میں اسی خیال کے دید کا ذکر آوے گا اور یہ شعر آئندہ بھی مثل شعر جائے سیمرغان الخ جواب ہے ایک سوال کا وہ سوال یہ ہے کہ اس شعر جائے سیمرغان الخ کی تقریر سے یہ تو سمجھ میں آ گیا کہ ہم اس روح کا اور اس کے مقام فیض کا مشاہدہ نہیں کرتے لیکن جن کو تم اہل مشاہدہ کہتے ہو ان کی حالت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی مشاہدہ نہیں کراتے کیونکہ اس مشاہدہ کے آثار ان پر غالب نہیں دیکھے جاتے پس اس کا جواب دیتے ہیں کہ) ہر ایسے خیال کو جس نے کہ اس مقام فیوض وواردات) کو دیکھا ہو (اور) اس وقت (یعنی) بعد معائنہ کے اس کو فراق (واستتار) کا اتفاق واقع ہو جاوے تو وہ فراق قطع کا نہیں ہوتا (محض) مصلحت کے لئے ہوتا ہے کیونکہ وہ فضیلت (مشاہدہ کی) ہر فراق سے مامون ہوتی ہے (اس لئے فراق قطع کا احتمال نہیں محض مصلحت ہے اور وہ مصلحت یہ ہے یعنی) بغرض استبقاء اس جسم کے جو کہ مثل جان کے (عزیز) ہے (اس لئے کہ روح کے بہت سے افادات جسم کے تعلق پر موقوف ہیں پس اس کے استبقاء کے لئے) کسی وقت ابر میں آفتاب (احوال وواردات کا) پوشیدہ ہو جاتا ہے (آگے بھی اسی کی تاکید ہے یعنی) اس روحی جسد کے باقی رکھنے کے لئے (جو کہ لطافت و عزت میں مشابہ روح کے ہے) آفتاب (مفسر آنفا) برف (بدن) سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو ایک سو (یعنی محجب) کر لیتا ہے (حاصل جواب یہ کہ آثار کا ہر وقت غالب نہ رہنا عدم مشاہدہ کے سبب نہیں بلکہ اس میں ایک مصلحت ہے وہ یہ کہ اگر ہر وقت غلبہ رہے تو نفس و روح تدبیر بدن سے معطل ہو جاوے اور بدن فنا ہو جاوے اور مقصود اس کا استبقاء اس لئے حکمت حق مقتضی ہوتی ہے تجلیات کی استتار کو بعض اوقات میں جس طرح ابر میں آفتاب اس لئے پوشیدہ ہو جاوے کہ برف ایک دم سے نہ گھل جاوے اور لحظۂ در ابر الخ میں اشارہ ہو سکتا ہے طرف توجیہ حدیث انہ لیغان علیٰ قلبی کے باعتبار اس کی تفسیر و نیز حکمت کے پس غالب نہ رہنا احوال کا تو عدم مشاہدہ کی دلیل نہیں اور گاہ گاہ آثار کا غالب ہونا مشاہدہ کی دلیل ہے پس مشاہدہ ثابت ہو گیا اور احتمال نقیض کا جاتا رہا آگے پھر رجوع ہے مضمون شعر اول کی طرف کہ جب اصطلاح آموزی مضر ہے تو) تو اپنی روح کے لئے ان سے اصلاح کا طالب ہو ہاں ان کے کلام سے اصطلاحیں مت چرا (کہ اول نافع ہے ثانی مضر آگے اصطلاحات زلیخا سے مثال لاتے ہیں اصطلاحات ابناء الملک یا اصطلاحات اہل اللہ کی پس اس میں عود ہے شعر زین

www.besturdubooks.wordpress.com

لسان الطیر یا اصطلاحاتے کی طرف اور وجہ تمثیل دونوں احتمال پر نامحرم کا نہ سمجھنا اور محرم کا سمجھنا اور اس محرم کے سمجھنے سے ایک گونہ اپنی تسلی اور کبھی دوسرے کو افادہ ہے۔ وھذا کلہ یقع للعشاق علی الصور وعلی المعانی).

آں زلیخا از سپنداں تا بعود	نام جملہ چیز یوسف کردہ بود
اس زلیخا نے سپنداں سے لے کر عود تک	سب چیزوں کا نام یوسف کر رکھا تھا
نام او در نامہا مکتوم کرد	محرماں را سرآں معلوم کرد
ان کے تمام کو ناموں میں پوشیدہ کر رکھا تھا	محرموں کو اس کا راز معلوم کرا رکھا تھا
چوں بگفتے موم زآتش نرم شد	ایں بدے کاں یار باما گرم شد
اگر کہتی کہ موم آتش سے نرم ہو گیا	تو یہ مطلب ہوتا کہ محبوب ہمارے ساتھ مہربان ہو گیا
ور بگفتے مہ برآمد بنگرید	ور بگفتے سبز شد آں شاخ بید
اور اگر کہتی کہ چاند نکل آیا دیکھو	اور اگر کہتی کہ وہ شاخ بید سبز ہو گئی
ور بگفتے آبہا خوش می تنند	ور بگفتے خوش ہمی سوزد سپند
اور اگر کہتی کہ پانی خوب لہریں کھا رہے ہیں	اور اگر کہتی کہ سپند خوب جل رہے ہیں
ور بگفتے برگہا خوش می طپند	دست برہم رقص و مستی می کنند
اور اگر کہتی کہ پتے خوب تھرتھراتے ہیں	ہتھیلیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں
ور بگفتے گل بہ بلبل راز گفت	ور بگفتے شہ سر شہباز گفت
اور اگر کہتی کہ گل نے بلبل سے راز کہا ہے	اور اگر کہتی کہ راز بادشاہ کا شہباز نے کہہ دیا ہے
ور بگفتے چہ ہما یونست بخت	ور بگفتے کہ بر افشانید رخت
اور اگر کہتی کہ نصیبا کیا ہمایوں ہے	اور اگر کہتی کہ اسباب جھاڑ دو
ور بگفتے کہ سقا آورد آب	ور بگفتے کہ برآمد آفتاب
اور اگر کہتی کہ سقا پانی لے آیا	اور اگر کہتی کہ آفتاب نکل آیا
ور بگفتے دوش دیگے پختہ اند	یا حوائج از پزش یک لختہ اند
اور اگر کہتی کل رات ایک دیگ پکائی ہے	یا مصالح سے ایک ذات ہو گئے ہیں
ور بگفتے ہست نانہا بے نمک	ور بگفتے عکس می گردد فلک
اور اگر کہتی کہ روٹیاں بے نمک ہیں	اور اگر کہتی کہ فلک الٹا چلتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ور بگفتے کہ بدرد آمد سرم	ور بگفتے درد سر شد خوشترم
اور اگر کہتی کہ میرے سر میں درد ہو گیا	اور اگر کہتی کہ میرا درد سر جاتا رہا میں تندرست ہوں
محرماں رازاں خبر بد کہ چہ گفت	کہ مخالف باموافق گشت جفت
ان کی محرموں کو خبر ہوتی کہ اس نے کیا کہا	کہ مخالف بھی موافق کی ہمراہ ہوتا تھا
گر ستودے اعتناق او بدے	ور نکوہیدے فراق او بدے
اگر وہ تعریف کرتی تو یوسف علیہ السلام کا معانقہ ہوتا	اور اگر مذمت کرتی تو یوسف علیہ السلام کا فراق ہوتا
صد ہزاراں نام گر برہم زدے	قصد او و خواہ او یوسفؑ بدے
اگر لاکھوں نام کو مخلوط کرتی تو	اس کا مقصود اور اس کا مطلوب صرف یوسف ہوتے
گرسنہ بودے چو گفتے نام او	می شدے او سیر و مست از جام او
وہ بھوکی ہوتی جب ان کا نام لیتی	تو وہ سیر اور ان کے جام سے مست ہو جاتی
تشنگیش از نام او ساکن شدے	نام یوسفؑ شربت باطن شدے
اس کی تشنگی ان کے نام سے ساکن ہو جاتی	یوسف علیہ السلام کا نام شربت باطن ہو جاتا
ور بدے دردیش زاں نام بلند	درد او در حال گشتے سودمند
اور اگر اس کے کوئی درد ہوتا تو اس نام عالی سے	اس کا درد فی الحال فائدہ مند ہو جاتا
وقت سرما بودے او را پوستیں	ایں کند در عشق نام دوست ایں
وہ سرما کے وقت اس کا پوستین ہوتا	محبوب کا نام عشق میں بھی اثر کرتا ہے
عام می خوانند ہر دم نام پاک	ایں عمل نکند چو نبود عشق ناک
عام لوگ بھی ہر وقت نام پاک پڑھتے ہیں	یہ اثر نہیں کرتا جبکہ وہ عشق ناک نہ ہو
آنچہ عیسیٰؑ کردہ بود از نام ہو	می شدے پیدا و را از نام او
عیسیٰ علیہ السلام نے جو کام ذات پاک کے نام سے کیا تھا	وہ ان کے لئے خود ان کے نام سے بھی ظاہر ہو جاتا
چونکہ با حق متصل گردید جاں	ذکر آں اینست ذکر اینست آں
جب روح حق تعالیٰ کے ساتھ متصل ہو گئی	تو اس کا ذکر تو اس کا ہے اس کا ذکر اس کا ہے
خالی از خود بود و پر از عشق دوست	پس ز کوزہ آں تراود کہ در وست
وہ اپنے سے خالی اور عشق محبوب سے پر ہو گیا	پس کوزہ سے وہ ٹپکے گا جو اس میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خندہ بوئے زعفران وصل داد	گریہ بوہائے پیاز اندر بعاد
خندہ زعفران وصل کی خوشبو دے گا	گریہ اس فراق کے پیاز کی بو
ہر یکے را ہست دردل صد مراد	ایں نباشد مذہب عشق و وداد
ہر شخص کے دل میں صدہا مراد ہیں	عشق و محبت کا یہ طریق نہیں ہوتا
یار آمد عشق را روز آفتاب	آفتاب آں روی را ہچوں نقاب
اہل عشق کے لئے دن کو محبوب ہی آفتاب ہوتا ہے	آفتاب اس ذات کے لئے مثل نقاب کے ہے
آنکہ نشناسد نقاب از روی یار	عابد الشمس ست دست از وے بدار
جو شخص نقاب کو روئے یار سے متمیز نہ کرے	وہ عابد الشمس ہے اس سے دست بردار ہو جا
روز او و روزی عاشق ہم او	دل ہم او دلسوزی عاشق ہم او
عاشق کا روز بھی وہی ہے اور روزی بھی وہی ہے	عاشق کا دل بھی وہی ہے دلسوزی بھی وہی ہے
ماہیاں را نقد شد از عین آب	نان و آب و جامہ و دارو و خواب
ماہیوں کے لئے نان اور آب اور جامہ	اور دارو اور خواب عین آب سے نقد وقت ہو گیا
ہچو طفل ست او ز پستاں شیر گیر	او نداند درد و عالم غیر شیر
وہ مثل طفل کے پستان سے شیر گیر ہے	وہ دونوں عالم میں سوا شیر کے کچھ نہیں جانتا
طفل داند ہم نداند شیر را	راہ نبود ایں طرف تدبیر را
لڑکا دودھ کو جانتا بھی ہے نہیں بھی جانتا	اس طرف کسی تدبیر کو راہ نہیں ہے
گیج کرد ایں گرد نامہ روح را	تا نیابد فاتح و مفتوح را
اس تعویذ مظروور نے روح کو پراگندہ مغز بنا رکھا ہے	تاکہ وہ فاتح کو اور مفتوح کو نہ پاوے
گیج نبود در روش بلکہ اندرو	حاملش دریا بود نے سیل و جو
سلوک میں پراگندہ مغز نہیں رہتا	بلکہ اس میں اس کا حامل دریا ہوتا ہے نہ کہ سیل اور نہر
چوں بیاید او کہ یابد گم شود	ہچو سیلے غرقۂ قلزم شود
وہ جب آتا ہے کہ پاوے تو گم ہو جاتا ہے	سیل کی طرح غرق قلزم ہو جاتا ہے
دانہ گم شد انگہے او تیں شود	تا نمردی زر ندادم ایں بود
دانہ گم ہو گیا پھر وہ انجیر ہو جاتا ہے	جب تک تو مرا نہیں میں نے زر نہ دیا یہی ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس زلیخا نے سپندان سے لے کر عود تک سب چیزوں کا نام یوسف کر رکھا۔ (یہ مطلب نہیں کہ ہر چیز کو یوسف کہا کرتی اس صورت میں تو اخفا کچھ بھی نہ ہوتا جو کہ اصطلاح سے مقصود ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کے نام سے مراد یوسف ہوتے تھے اس سے اخفاء کی غرض کا حاصل ہونا ظاہر ہے پسند اور سپندان رائی یا اس کے مثل کوئی تخم ہے جس کو نظر بد کے دفع کے لئے جلاتے ہیں اور عود کو خوشبو کے لئے جلاتے ہیں مطلب یہ کہ جلانے کی چیزوں میں بھی ادنیٰ سے اعلیٰ تک ہر چیز سے اشارہ محبوب ہی کی طرف ہوتا تھا اسی طرح اور چیزوں کے نام سے بھی یعنی ہر وقت جو باتیں معمولی ہوتی رہتی ہیں ان کے کلمات اور تراکیب سے اس نے تعلق محب و محبوب کے متعلق حالات کی خاص اصطلاحیں قرار دے رکھی تھیں پس اس طرح سے) ان کے نام کو (دوسرے) ناموں میں پوشیدہ کر رکھا تھا (اور) محرموں کو اس کا راز معلوم کرا رکھا تھا (مثلاً) اگر کہتی کہ موم آتش سے نرم ہو گیا تو (اس کی اصطلاح خاص میں اس کا) یہ مطلب ہوتا کہ محبوب ہمارے ساتھ مہربان ہو گیا (مہربانی کے درجات مختلف ہیں اس سے یوسف علیہ السلام کی ناجائز مہربانی لازم نہیں آتی) اور اگر کہتی کہ چاند نکل آیا دیکھو (تو اس کے بھی اصطلاحی معنی ایسے ہی ہوتے مثلاً یہ کہ یوسف علیہ السلام آئے ہیں پس اس کی جزا مقدر ہے اسی طرح یہاں سے ور بگفتے کہ بدرد آمد سر اخ تک اور وہ جزا یہی ہے جو اس مصرعہ کے بعد ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی یعنی قولہ اس کے بھی اصطلاحی معنی ایسے ہی ہوتے اور اس کے بعد جو میں نے یہ کہا ہے مثلاً یہ کہ یوسف علیہ السلام آئے ہیں یہ جزو جزا نہیں ہے ہر جگہ اس کا شرح میں انتظار نہ کیا جاوے محض مثال ہے جو ہر جگہ مناسب شرط سمجھ لی جاوے) اور اگر کہتی کہ وہ شاخ بید سبز ہو گئی (تو اس کا بھی کوئی ایسا ہی مطلب ہوتا) اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ پانی خوب لہریں کھا رہے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ سپند خوب جل رہا ہے (جس کا ذکر سب سے اول شعر میں بھی آیا ہے) اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ پتے خوب تھرتھراتے ہیں (یعنی) ہتھیلیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ گل نے بلبل سے راز کہا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ راز بادشاہ کا شہباز نے کہہ دیا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ نصیبا کیسا ہمایوں ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ اسباب جھاڑ دو اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ سقا پانی لے آیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ آفتاب نکل آیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ کل رات ایک دیگ پکائی ہے یا (یہ کہتی کہ) مصالح پکنے سے ایک ذات (یعنی خوب مخلوط) ہو گئے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ روٹیاں بے نمک ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ فلک الٹا چلتا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ میرے سر میں درد ہو گیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ میرا درد سر جاتا رہا میں تندرست ہوں (سب کا ایسا ہی مطلب ہوتا اور) ان (اصطلاحات) کی محرموں کو خبر ہوتی کہ اس نے کیا کہا (اور یہ اصطلاحات اس لئے مقرر کی تھی) کہ (مجلس میں) مخالف بھی موافق کے ہمراہ ہوتا تھا (اس سے اخفاء کے لئے ایسا کر رکھا تھا اسی طرح) اگر وہ (کسی چیز کی) تعریف کرتی تو (اس سے مراد) یوسف علیہ السلام کا معانقہ ہوتا (اس سے معانقہ کا وقوع مراد نہیں کیونکہ ذکر معانقہ ذکر وقوع میں منحصر نہیں بلکہ ذکر تمنائے معانقہ بھی ذکر معانقہ ہے) اور اگر (کسی چیز کی) مذمت کرتی تو (مراد اس سے) یوسف علیہ السلام کا فراق ہوتا (غرض یہ ہے کہ) اگر لاکھوں نام (والفاظ) کو مخلوط کرتی تو (سب الفاظ سے) اس کا مقصود اور اس کا مطلوب صرف یوسف ہوتے (یہاں تک تو حکمت بیان کی تھی زلیخا کے خاص اصطلاح میں یوسف علیہ السلام کا نام لینے کی اور اس مقام پر ایراد حکایت زلیخا سے یہی اصل غرض بھی ہے کہ تشبیہ دی گئی ہے اصطلاحات اہل اللہ کو اصطلاحات زلیخا سے آگے ان کا مطلق نام لینے کی حکمت مذکور ہے قطع نظر مصطلح یا مصرح سے پس گویا یہ ایک قسم کا انتقال ہے عشق کے ایک اثر کے ذکر سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے دوسرے اثر کے ذکر کی طرف یعنی ایک اثر عشق کا غیرت علی المحبوب ہے جس پر اصطلاح تجویز کرنے کو اوپر متفرع کیا ہے دوسرا اثر اطمینان واستبشار بذکر المحبوب ہے کما قال تعالیٰ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب و قال تعالیٰ فاما الذین امنوا فزادتھم ایمانا و ھم یستبشرون اس کا آگے ذکر ہے یعنی) وہ (زلیخا) بھوکی ہوتی جب ان کا نام لیتی تو وہ سیر اور ان کے جام سے مست ہو جاتی (اسی طرح) اس کی تشنگی ان کے نام سے ساکن ہو جاتی (اور اس کے لئے) یوسف علیہ السلام کا نام شربت باطن ہو جاتا اور اگر اس کے کوئی درد ہوتا تو اس نام عالی سے اس کا درد فی الحال فائدہ مند ہو جاتا (اس کی فائدہ مندی یہی ہے کہ صحت یاب ہو جاوے اور) وہ (نام) سرما کے وقت اس کا پوستین ہوتا (یعنی مثل پوستین کے دافع سرما ہوتا غرض وہ مثل غذا و دوا و دثاء کے دافع جوع و عطش و دافع وجع و مرض و دافع قر و برد ہوتا اور اس کا تعجب نہ کیا جاوے کیونکہ) محبوب کا نام عشق میں یہی اثر کرتا ہے (اور اگر عشق نہیں ہے تو یوں تو) عام لوگ بھی ہر وقت نام پاک (حق تعالیٰ) کا پڑھتے ہیں۔ (لیکن) یہ اثر نہیں کرتا (جو کہ مذکور ہوا) جبکہ وہ (ذکر) عشق ناک نہ ہو (چنانچہ عام میں یہ اثر نہ ہونا بھی ظاہر ہے اور اہل عشق میں وہ اثر ہونا بھی مشاہد ہے کہ اس کی لذت میں بھوک پیاس اور مرض اور گرمی و سردی کا محسوس نہ ہونا بلکہ اکثر دفع ہو جانا بھی حد تواتر تک پہنچ چکا ہے آگے بطور انتقال کے بمناسبت ذکر خواص اسم محبوب کے عشق کا ایک تیسرا اثر یعنی فناء فی المحبوب ذکر فرماتے ہیں یعنی عشق کا ایک اثر فناء المحب فی المحبوب ہے جس پر احکام کثیرہ متفرع ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ کہ جیسی برکات محبوب کے نام میں ذکر کی گئیں اسی کے مشابہ برکات اس فانی کے نام میں بھی ظاہر ہونے لگتی ہیں چنانچہ) عیسیٰ علیہ السلام نے جو کام ذات پاک کے نام سے کیا تھا (یعنی احیاء موتی) وہ (کام) ان کے لئے خود ان کے نام سے بھی ظاہر ہو جاتا (یعنی اگر قم باذنی فرماتے تو مثل قم باذن اللہ فرمانے کے اس کا بھی وہی اثر ظاہر ہوتا جس کا راز یہ تھا کہ وہ یا تو مثل شجرہ طور کے حاکی ہوتے اور محض ظاہر میں وہ کلام ان کی طرف منسوب ہوتا اور نہ واقع میں حق تعالیٰ ہی کے طرف منسوب ہوتا اور اگر حاکی نہ ہوتے تو باذن فرماتے والثانی ارجح وانسب بمقام الانبیاء و کمل الاولیاء آگے یہی مضمون ہے کہ) جب (فانی کی) روح حق تعالیٰ کے ساتھ (بے تکیف) متصل ہو گئی تو اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ذکر تو اس کا (یعنی روح کا ذکر) ہے (اور) اس کا (یعنی روح کا) ذکر اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ہے (اور یہ فرمانا متصل گردید الخ دونوں مرتبوں کو شامل ہے حکایت کشجرۃ الطور کو بھی اور صدور اقوال و افعال بالاذن کو بھی کما فی الحدیث کنت سمعہ و بصرہ اور مقبولین کو دونوں حالتیں پیش آتی ہیں الاول احیانا والثانی اکثرا اور بعض آثار و برکات کے تشابہ سے تمام احکام کا اشتراک لازم نہیں آتا پس کسی کو یہاں یہ گنجائش نہیں کہ بزرگوں کے نام کے وظیفہ بنانے کو مثل اسماء الٰہیہ کے تجویز کرے کیونکہ یہ تعبد ہے جس میں اشراک باطل ہے فناء کا ایک حکم تو یہ ہوا اور دوسرا حکم ان میں سے یہ ہے کہ فانی کو غیر محبوب کی طرف التفات نہیں رہتا اس لئے ہر وقت وہ اسی کے ذکر اور اسی کی فکر میں غرق رہتا ہے آگے اسی کا بیان ہے کہ) وہ (فانی) اپنے سے خالی اور عشق محبوب سے پر ہو گیا پس کوزہ سے وہی ٹپکے گا جو اس میں ہے (اور اس میں صرف عشق محبوب ہے اس لئے اس کی ہر حالت کا منشاء عشق محبوب ہی ہوگا چنانچہ اس کا) خندہ زعفران وصل کی خوشبو دے گا (اور اس کا) گریہ اس فراق کے پیاز کی بو (دے گا یعنی اس کا خندہ مسبب ہوگا وصل کے کسی درجہ سے اور اس کا گریہ مسبب ہوگا فراق کے کسی درجہ سے گو وہ وصل سے بھی بڑھ کر ہو مطلب یہ کہ غایت فنا سے اس کے اکثر افعال طبعیہ بھی ناشی اسی تعلق مع المحبوب سے ہوں گے آگے بھی اسی عدم التفات الی غیر المحبوب کا بعبارت دیگر بیان ہے کہ) ہر شخص کے دل میں صدہا مراد (ہوتی) ہیں (مگر) عشق و محبت کا یہ

طریق نہیں ہوتا (بلکہ اس کی تو صرف ایک ہی مراد رہ جاتی ہے یعنی محبوب چنانچہ) اہل عشق کے لئے دن کو محبوب ہی آفتاب ہوتا ہے (یعنی وہ آفتاب کو نور بخش نہیں سمجھتا بلکہ سمجھتا ہے کہ آفتاب میں اصل ظہور نور حق ہی کا ہے باقی) آفتاب (اس مظہریت سے قطع نظر کر کے فی نفسہ) اس ذات کے لئے مثل نقاب کے (حجاب) ہے (اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اگر اس میں مظہریت کی حیثیت نہ دیکھی جاوے اس حیثیت سے قطع نظر کر کے اس کو نور بخش قرار دیا جاوے جیسے اہل طبعیات سمجھتے ہیں تو وہ حاجب عن اللہ ہے آگے ان ہی مظہریت سے قطع نظر کرنے والوں کو کہتے ہیں کہ) جو شخص نقاب کو روئے یار سے تمیز نہ کرے (یعنی جو نور کہ اصل میں روئے یار کا ہے اس کو نقاب یعنی آفتاب کی صفت سمجھ لے تو گویا نقاب اور روئے یار کو ایک سمجھ لیا) وہ عابد الشمس ہے اس سے دست بردار (و بیزار) ہو جا۔ (اور میری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ جس اتحاد پر انکار کیا ہے وہ یہ ہے کہ روئے یار کی طرف التفات نہ کرے اور آفتاب کی طرف کرے اور جس اتحاد کا سبب اس کا عکس ہو یعنی روئے یار ہی کی طرف التفات ہو اور آفتاب کی طرف نہ ہو یہ عین مذاق ہے صوفیہ و عارفین کا اور جا بجا مولانا نے اس کا دعویٰ کیا ہے پس اس سے تعارض کا وہم بھی جاتا رہا خوب سمجھ لو) عاشق کا روز بھی وہی (محبوب) ہے اور (اس کی) روزی بھی وہی ہے (اور اس) عاشق کا دل بھی وہی ہے (اور اس کی) دلسوزی بھی وہی ہے (جس طرح زلیخا کی غذا و دوا و کساء سب یوسف ہی تھے اور جیسا کہ) ماہیوں کے لئے نان اور آب اور جامہ اور دارو اور خواب (یہ سب) عین آب سے نقد وقت ہو گیا (پس) وہ (عاشق بوجہ اقتصار نظر علی المحبوب کے) مثل طفل کے پستان سے شیر گیر ہے وہ (طفل) دونوں عالم میں سوا شیر کے کچھ نہیں جانتا (اسی طرح عاشق بجز محبوب کے کسی کو نہیں جانتا اور عاشق کی طفل کے ساتھ ایک تشبیہ تو یہ تھی او نداند در دو عالم غیر شیر اور ایک تشبیہ اور ہے جو باوجود مقصود مقام میں کہ قصر نظر علی المحبوب ہے دخیل نہ ہونے کے محض بطور ایک فائدہ مستقلہ مہمہ کے آگے بتلاتے ہیں یعنی) لڑکا دودھ کو من وجہ جانتا بھی ہے (اور اس کا وہ جاننا بھی قصر نظر کے لئے کافی ہے اور من وجہ نہیں بھی جانتا (جانتا تو صرف مطلوبیت کی حیثیت سے اور نہ جاننا حقیقت و کنہ کے اعتبار سے چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح عاشق عارف حق تعالیٰ کو اجمالاً و طلباً جانتا ہے اور اسی پر قصر نظر مرتب ہو جاتا ہے اور کنہ کے اعتبار سے نہیں جانتا اور غالباً یہ تنبیہ اس لئے فرمائی کہ قصر نظر سے شاید کسی کو ادراک کنہ کا شبہ ہو جاتا آگے بتلاتے ہیں کہ یہ عاشق جتنا جانتا بھی ہے) اس (جاننے کی) طرف (بھی) کسی تدبیر کو راہ نہیں ہے (جس طرح طفل کو دودھ کا یہ علم کسی تدبیر سے نہیں ہوا اور مراد اس علم عارف سے علم ذوقی ہے نہ کہ مکتسب اور واقعی وہ وہبی محض ہے کہ غیر عارفین اس سے بھی محروم ہیں آگے محجوبین کے اس علم سے اسی حرمان اور عارفین کے اسی تشرف بالعرفان کو بیان فرماتے ہیں کہ محجوبین کی روح جو اس علم سے محروم ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اس تعویذ مغرور نے روح کو پراگندہ مغز بنا رکھا ہے تا کہ وہ فاتح (یعنی حق تعالیٰ) کو اور مفتوح (یعنی مخلوق) کو نہ پاوے (گردبا للغ بمعنی شہر کذا فی الغیاث اور گرد نامہ د تعویذ جو کسی گریختہ کے لئے لکھیں کہ وہ جب کہیں جاوے پریشان ہو کر پھر اپنے شہر میں چلا آوے اس سے تعلقات بدنیہ کو تشبیہ دی گئی ہے کہ سبب ہے آگے نہ بڑھ سکنے کا مطلب یہ کہ محجوب کی روح پر تعلقات بدنیہ کا جو غلبہ ہے اس نے اس کو جاہل اس علم سے بنا رکھا ہے اور یہ سلوک کے قبل ہوتا ہے اور) سلوک میں پراگندہ مغز (و جاہل) نہیں رہتا (نہ اس وجہ سے کہ اس سے بشریت جاتی رہتی ہے) بلکہ (اس وجہ سے کہ) اس (سلوک) میں اس کا حال دریا ہوتا ہے نہ کہ سیل اور نہر (اس طرح سے کہ) وہ جب (اس لئے) آتا ہے کہ (مطلوب کو پاوے تو (اپنی ہستی سے) گم (اور فنا) ہو جاتا ہے (اور) سیل کی طرح غرق قلزم ہو جاتا ہے (جب) دانہ گم ہو گیا پھر وہ انجیر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو جاتا ہے (جیسا صدر جہان نے کہا تھا کہ) جب تک تو مرا نہیں میں نے زر نہ دیا (اس کا مصداق) یہی ہوتا ہے (جس کا قصہ عشر یا من کے آخر میں گزرا ہے حاصل تقریر یہ ہوا کہ اس میں بشریت تو رہتی ہے مگر فنا سے اس کے احکام مغلوب ہو جاتے ہیں اور حق تعالیٰ اس کو یہ علم ہبہ فرماتے ہیں کہ فنا کی خاصیت عطائے ثمرات ہے کسی تدبیر سے حصول نہیں ہوتا جو کہ سیل و نہر کے مشابہ ہیں آگے پھر قصہ ہے)۔

بعد از مکث و متواری شدن در بلاد چین در شہر تختگاہ و دراز شدن صبر و بے صبر شدن برادر بزرگ تر کہ من رفتم تا خود را بر شاہ چین عرضہ کنم و نصیحت برادران او را سود نا داشتن

شہزادے اور چین کے شہروں شہر دار الخلافہ میں چھپے رہنے اور صبر کے دراز ہو جانے کے بعد اور سب سے بڑے بھائی کا بے صبر ہو جانا کہ میں جاتا ہوں تا کہ اپنے آپ کو شاہ چین کے سامنے پیش کر دوں اور بھائیوں کی نصیحت کا اس کو فائدہ نہ دینا

اما قدمی ینیلنی مقصودی	او القی راسی کفوادی ثمہ
یا میرا قدم مجھے میرا مقصود عطا کرے	یا میں اس جگہ دل کی طرح اپنا سر ڈال دوں
یا بپائے رساندم بمقصود مرا	یا سر بنہم ہمچو دل از دست آنجا
یا پاؤں مجھے مقصود تک پہنچا دے	یا دل کی طرح میں اس جگہ سر ہاتھ سے رکھ دوں گا
یا عاذل العاشقین دع فئۃً	اضلہا اللہ کیف ترشدہا
اے عاشقوں کو ملامت کرنے والے اس جماعت کو چھوڑ	جس کو خدا نے گمراہ کیا ہے تو اس کو کیسے ہدایت دے گا؟
آں بزرگیں گفت اے اخوان من	ز انتظار آمد بلب ایں جان من
اس بڑے نے کہا کہ اے میرے بھائیو	انتظار سے میری یہ جان لب پر آ گئی
لاابالی گشتہ ام صبرم نماند	مر مرا ایں صبر در آتش نشاند
میں لاابالی ہو گیا مجھ کو صبر نہیں رہا	مجھ کو اس ضبط نے آگ میں بٹھلا دیا
طاقت من زیں صبوری طاق شد	واقعہ من عبرت عشاق شد
میری طاقت اس صبر سے طاق ہو گئی	میرا واقعہ عشاق کے لئے عبرت ہو گیا
من زجاں سیر آمدم اندر فراق	زندہ بودن در فراق آمد نفاق
میں فراق میں جان سے سیر ہو گیا	فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے
چند درد فرقتش بکشد مرا	سر ببرتا عشق سر بخشد مرا
کہاں تک اس کا درد فرقت مجھ کو قتل کرے گا	میرا سر کاٹ ڈال تاکہ عشق مجھ کو سر عطا کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

دین من از عشق زندہ بودن ست	زندگی زیں جان و سر ننگ منست
میرا مذہب عشق سے زندہ رہنا ہے	زندگی اس جان و سر کے ذریعہ سے میرے لئے ننگ ہے
تیغ جانہارا کند پاک از عیوب	زانکہ سیف افتاد محاء الذنوب
تیغ جانوں کو عیوب سے پاک کر دیتی ہے	کیونکہ سیف ذنوب کی محو کر دینے والی ہے
چوں غبار تن بشد ماہم بتافت	ماہ جان من ہوای صاف یافت
جب غبار تن چلا گیا میرا چاند چمک گیا	میرے ماہ روح نے ہوائے صاف پائی
عمرہا بر طبل عشق آں صنم	ان فی موتی حیاتی میزنم
عمرہا عمر سے اس محبوب کے عشق کے نقارہ پر یہ صدا لگا رہا ہوں	کہ میری موت میں میری حیات ہے
دعویٔ مرغابی کرد ست جاں	کے ز طوفان بلا دارد فغاں
مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے روح نے	طوفان بلا سے وہ کب فریاد کرے گی
بط را از اشکستن کشتی چہ غم	کشتیش برآب بس باشد قدم
بط کو کشتی شکستہ ہونے سے کیا غم	اس کی کشتی تو اس کا قدم کافی ہے پانی پر
زندہ زیں دعوی بود جان و تنم	من ازیں دعویٔ چگونہ تن زنم
اس دعوے سے میری جان و تن زندہ ہے	میں اس دعوے سے کس طرح خاموش رہوں گا
خواب می بینم ولے در خواب نے	مدعی ہستم و لے کذاب نے
میں خواب دیکھتا ہوں لیکن وہ خواب نہیں ہے	میں مدعی ہوں و لیکن کذاب نہیں ہوں
گر مرا صد بار تو گردن زنی	ہمچو شمعم بر فروزم روشنی
اگر تو مجھ کو سوبار بھی گردن مارے	میں مثل شمع کے ہوں اور بھی روشنی بڑھا دوں گا
آتش ار خرمن بگیرد پیش وپس	شبرواں را خرمن آں ماہ بس
آتش اگر خرمن کو آگے اور پیچھے سے لے لے	شبرو لوگوں کے لئے اس ماہ کا خرمن کافی ہے
کردہ یوسفؑ را نہاں و مختفی	حیلت اخواں ز یعقوبؑ نبی
یوسف علیہ السلام کو نہاں اور پوشیدہ کر دیا تھا	بھائیوں کے حیلہ نے یعقوب علیہ السلام سے
خفیہ کردندش بحیلت سازیئے	کرد آخر پیرہن غمازیئے
انہوں نے ان کو ایک حیلہ سازی سے مخفی کر دیا تھا	آخر پیرہن نے غمازی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

آں دو گفتندش نصیحت در سمر	کہ مکن ز اخطار خود را بے خبر
ان دونوں نے اس کو تذکرہ میں نصیحت کی	کہ تو خطروں سے اپنے کو بے خبر مت کر
ہیں منہ بر ریشہای ما نمک	ہیں مخور ایں زہر از جلدی و شک
ہاں ہمارے زخموں پر نمک مت رکھ	ہاں یہ زہر مت کھا جلدی اور شک کی وجہ سے
جز بتدبیر یکے شیخ خبیر	چوں روی چوں نبودت قلب بصیر
بدوں تدبیر کسی شیخ باخبر کے	تو کیونکر چلتا ہے جبکہ تیرے پاس قلب بصیر بھی نہیں
وای آں مرغے کہ ناروئیدہ پر	برپرد بر اوج و افتد در خطر
خرابی ہے اس پرندہ کی کہ بدوں پر جمے ہوئے	بلندی پر اڑے اور خطرہ میں پڑے
عقل باشد مرد را بال و پرے	چوں ندارد عقل؛ عقل رہبرے
آدمی کے لئے عقل بال و پر ہوتا ہے	اگر عقل نہ رکھے تو کسی رہبر کی عقل
یا مظفر یا مظفر جوی باش	یا نظر ور یا نظر ور جوی باش
یا تو مظفر یا مظفر کا طالب رہ	یا صاحب نظر یا صاحب نظر کا طالب رہ
بے ز مفتاح خرد ایں قرع باب	از ہوا باشد نہ از روی صواب
بدوں مفتاح عقل کے دروازہ کا یہ کھٹکھٹانا	ہوا سے ہوتا ہے نہ کہ ازراہ صواب

اس بڑے (بھائی) نے کہا کہ اے میرے بھائیو انتظار سے میری یہ جان لب پر آ گئی میں لاابالی (و بے باک) ہو گیا مجھ کو صبر نہیں رہا۔ مجھ کو اس ضبط نے آگ میں بٹھلا دیا میری طاقت اس صبر سے طاق (یعنی جدا) ہو گئی میرا واقعہ عشاق کے لئے عبرت ہو گیا میں فراق میں جان سے سیر ہو گیا۔ فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے۔ کہاں تک اس کا درد فرقت مجھ کو قتل کرے گا (اس سے کہہ دو کہ) میرا سر کاٹ ڈال تا کہ عشق مجھ کو سر عطا کرے (اشارہ ہے بطور انتقال کے احکام بقاء بعد الفناء کی طرف کئی شعر تک) میرا مذہب عشق سے زندہ رہنا ہے زندگی اس جان و سر کے ذریعہ سے میرے لئے ننگ ہے (یعنی مجھ کو یہ ظاہری زندگی نہیں چاہئے معنوی زندگی چاہئے) تیغ جانوں کو عیوب سے پاک کر دیتی ہے کیونکہ سیف ذنوب کی محو کر دینے والی ہے (یہ مضمون فضائل شہادت کے متعلق ہے اس میں فناء اصطلاحی کو اس شہادت پر قیاس کیا ہے) جب غبار تن چلا گیا میرا چاند چمک گیا۔ میری ماہ روح نے ہوائے صاف پائی (مفارقت مادہ ہیولانی سے روح کی لطافت کا بڑھ جانا ظاہر ہے) عمرہا عمر سے اس محبوب کے عشق کے نقارہ پر یہ صدا لگا رہا ہوں کہ میری موت میں میری حیات ہے (آگے اپنا بے خوف ہونا ہلاک و فنا سے بتلاتے ہیں کہ) مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے (میری) روح نے (تو پھر) طوفان بلا سے وہ کب فریاد کرے گی۔ بط کو کشتی شکستہ ہونے سے کیا غم۔ اس کی کشتی تو اس کا قدم کافی ہے پانی پر۔ اس دعویٰ (عشق) سے میری جان و تن زندہ ہے (پھر) میں اس دعوے سے کس طرح خاموش رہوں گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

میں (غلبہ عشق سے) خواب دیکھتا ہوں لیکن وہ خواب (واقعی) نہیں ہے (بلکہ یقظہ نہ ہونے سے عوام اس کو خواب سمجھتے ہیں اہل محبت پر ایسے حالات استغراق وغیرہ کا طاری ہونا بکثرت ہے اور) میں مدعی ہوں ولیکن کذاب نہیں ہوں (صادق ہوں) اگر تو مجھ کو سو بار بھی گردن مارے میں مثل شمع کے ہوں اور بھی روشنی بڑھا دوں گا۔ (جیسے شمع کا گل توڑنے سے وہ مشابہ سر بریدن کے ہے اس کی روشنی بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح روح مفارقۃ مادہ سے خواہ وہ مفارقۃ حساً ہو کما فی الفناء اللغوی یا توجہاً ہو کما فی الفناء الاصطلاحی زیادہ لطیف ہو جاتی ہے اور اس فناء سے جو جسمی وحسی ضرر ہوتا ہے عشاق اس سے نہیں ڈرتے کیونکہ اس کی ایسی مثال ہے کہ) آتش اگر (اپنے) خرمن (وذخیرہ) کو آگے اور پیچھے سے (یعنی بتمامہ) لے لے (یعنی کہیں آس پاس آگ نہ رہے جس سے مشعل وغیرہ سفر کے لئے لے سکیں لیکن) شب رو لوگوں کے لئے اس ماہ کا خرمن کافی ہے (آتش نہ رہنے سے ان کا کوئی ضرر نہیں پس جسم مادی مثل آتش عنصری کے ہے اور روح بمنزلہ مادہ کما قال سابقاً ماہ جان من الخ پس فناء جسم مع بقاء روح بھی مضر نہیں وہذا التوجیہ مما ھدنی اللہ تعالیٰ بفضلہ اس کے بعد شہزادہ اپنی کامیابی کی امید کی تقریر کرتا ہے یعنی دیکھو) یوسف علیہ السلام کو نہاں اور پوشیدہ کر دیا تھا بھائیوں کے حیلہ سے یعقوب علیہ السلام سے (اور) انہوں نے ان کو ایک حیلہ سازی سے مخفی کر دیا تھا (لیکن عشق ومحبت کے اثر سے) آخر پیرہن نے غمازی کی (اور یوسف علیہ السلام کو ظاہر کر دیا اسی طرح گو شہ کانے اس معشوقہ کو ایسا مخفی کر رکھا ہے کہ کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا اور پیام بھیجنا تو کیا معنی چنانچہ ختم سرخی سے پچیس تیس شعر قبل مذکور ہوگا کہ جو شخص پیام بھیجتا ہے شاہ چین اس سے کہتا ہے کہ میری دختر ثابت کر ورنہ سزا ہوگی مگر باوجود اس کے اس اخفاء کے مجھ کو امید ہے کہ میرے عشق کی تاثیر اس کو ظاہر کر کے رہے گی اور میں مثل یعقوب علیہ السلام کے اس تک پہنچوں گا وفی ہذا الباب قیل۔

آہ من گر اثرے داشتے — یار بکویم گزرے داشتے

ان دونوں (بھائیوں) نے اس کو تذکرہ میں نصیحت کی کہ تو خطروں سے اپنے کو بے خبر (اور غافل) مت کر (بلکہ جو خطرات اس میں ہونے والے ہوں ان کو بھی پیش نظر رکھ اور) ہاں ہمارے زخموں پر نمک مت رکھ (کہ ایک تو غم سے چور ہو ہی رہے ہیں اگر تم کو کچھ ضرر پہنچ گیا ہم کو زیادہ صدمہ ہوگا اور) ہاں یہ زہر مت کھا جلدی اور شک کی وجہ سے (یعنی ایسے امر خطرناک کا قصد کرنا بمنزلہ زہر کے ہے جلدی کا مطلب تو ظاہر ہے اور شک کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مضر ہونا یقینی ہے مگر تم اس ضرر کو مشکوک سمجھتے ہو یہ مشکوک سمجھنا سبب ہو جاوے گا اس زہر خوری کا آگے ایک قید ہے نحو رایں زہر کی بطور استثناء کے یعنی تو یہ زہر مت کھا) بدوں تدبیر کسی شیخ باخبر کے (یعنی اگر کوئی اپنا شفیق وتجربہ کار بزرگ ہو خواہ دنیوی امور دنیویہ میں یا دینی امور دینیہ میں اس کی رائے اور مشورہ سے زہر خوری دوقوع فی الخطر مضائقہ نہیں باقی بدوں اس کے) تو کیونکر (ایسے راستہ کو) چلتا ہے جبکہ تیرے پاس قلب بصیر بھی نہیں (یعنی جبکہ تو محقق بھی نہیں تو بدوں تقلید کسی محقق کے امر خطرناک میں اپنی رائے ناقص سے کیسے واقع ہوتا ہے اور یہ یا شہزادوں کا مقولہ ہے یا مولانا کا بطور استقلال کے اور اول احتمال پر آگے سے استقلال ہوگا خواہ حصلاً خواہ شعر عالمی الخ سے آگے غیر محقق کے لئے خود رائی کا ضرر مذکور ہوتا ہے یعنی) خرابی ہے اس پرندہ کی کہ بدوں پر جمے ہوئے بلندی پر اڑے اور خطر میں پڑے (آگے بتلاتے ہیں کہ پر کے مشابہ کیا چیز ہے یعنی) آدمی کے لئے (خود اپنی) عقل (کامل) بال و پر ہوتا ہے (اور) اگر عقل (کامل) نہ رکھے تو کسی رہبر کی عقل (بال و پر ہوتا ہے پس) یا تو مظفر (اعقل اور) یا مظفر کا طالب رہ (اور) یا صاحب نظر (وبصیرت) یا صاحب نظر کا طالب رہ (کیونکہ) بدوں مفتاح عقل کے (خواہ وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنی محققانہ عقل ہو یا کسی محقق کی عقل ہو جس کی تقلید کرے پس بدوں اس کے) دروازہ کا یہ کھٹکھٹانا (جس کا تم ارادہ کرتے ہو) ہوا (ئ نفسانی) سے ہوتا ہے نہ کہ از راہ صواب (و مصلحت چنانچہ یہی حال ہے سلوک باطنی کا کہ قبل از فوز بدرجہ تحقیق کسی مرشد کامل کا اتباع حصول مقصود کے لئے موقوف علیہ ہے اور خودرائی کہ اس کا حاصل اتباع ہوی ہے موجب مضار کثیرہ بدنیہ ودینیہ و قد یعلمها اهله فلا حاجة الی البیان آگے نظائر ہیں اتباع ہوی کے مضار کے)۔

فائدہ:۔ اور جاننا چاہئے کہ غیر محقق کا اتباع بھی خودرائی کے حکم میں ہے آخر بحث تک اس کو مستحضر رکھو۔

عالمے دردام میں بیں از ہوا	وز جراحتہای ہمرنگ دوا
اک عالم کو دام میں دیکھ بسبب ہوی کے	اور بسبب ان زخموں کے جو دوا کی ہمرنگ ہیں
مار استادہ است بر سینہ چو مرگ	در دہاں بگرفتہ بہر صید برگ
سانپ کھڑا ہوا ہے سینہ پر موت کی طرح	منہ میں پتا لئے ہوئے شکار کرنے کے واسطے
در حشایش چوں حشیشے او بپاست	مرغ پندارد کہ او شاخ گیاست
گھانس میں ایک گھانس کی طرح وہ کھڑا ہے	پرندہ سمجھتا ہے کہ وہ گھانس کی شاخ ہے
چوں نشیند بہر خور بر روی برگ	درفتد اندر دہان مار مرگ
جب وہ کھانے کے لئے پتہ کے اوپر آ بیٹھتا ہے	تو مار مرگ کے منہ میں آ گرتا ہے
کردہ تمساحے دہان خویش باز	گرد دندانہاش کرمان دراز
ایک ناکو نے اپنا منہ کھول رکھا ہے	اس کے دانتوں کے گرد لمبے لمبے کیڑے ہیں
از بقیہ خور کہ در دندانش ماند	کرمہا روئید و بر دنداں نشاند
بقیہ خوراک سے جو کہ اس کے دانت میں رہ گیا ہے	کیڑے پیدا ہوگئے ہیں اور اس نے دانت پر جما رکھے ہیں
مرغگاں بینند کرم و قوت را	مرج پندارند آں تابوت را
پرندے اس کیڑے اور غذا کو دیکھتے ہیں	چراگاہ سمجھتے ہیں اس تابوت کو
چوں دہاں پرشد ز مرغ او ناگہاں	درکشد شان و فروبندد دہاں
جب منہ پرندوں سے پر ہو گیا	تو اچانک وہ ان کو کھینچ لیتا ہے اور منہ بند کر لیتا ہے
ایں جہان پر ز نقل و پر زناں	چوں دہان باز آں تمساح داں
یہ دنیا جو کہ نقل اور نان سے پر ہے	مثل اس ناکو کے دہن کشادہ کے جان
بہر کرم و طعمہ اے روزی تراش	از فن تمساح دہر ایمن مباش
کیڑے اور غذا کے لئے اے روزی تراش	کر فن زمانہ سے بے خوف مت رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

روبہ افتد پہن اندر زیر خاک	بر سر خاکش حبوب مکرناک
لومڑی پھیل کر زیر خاک پڑ جاتی ہے	اس کی سطح خاک پر دانہ مکرناک
تا بیاید زاغ غافل سوی آں	پای او گیرد بمکر آں مکر داں
تاکہ زاغ غافل اس کی طرف آوے	وہ مکرداں مکر سے اس کا پاؤں پکڑ لے
صد ہزاراں مکر در حیواں چو ہست	چوں بود مکر بشر کو مہتر ست
جب لاکھوں مکر جانور میں ہیں	تو بشر کا مکر تو کیا کچھ ہو گا کہ وہ تو سردار ہے
مصحفے بر کف چو زین العابدیں	خنجرے پر زہر اندر آستیں
ہاتھ میں تو قرآن ہے زین العابدین کی طرح	آستین میں خنجر پر زہر ہے
گویدت خنداں کہ اے مولای من	در دل او بابلے پر سحر و فن
تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے کہ اے میرے مخدوم	اس کے دل میں ایک بابل ہے سحر و فن کا بھرا ہوا
زہر قاتل صورتش شہد ست و شیر	ہیں مرو بے صحبت پیر خبیر
زہر قاتل ہے صورت اس کی شہد و شیر ہے	خبردار بدوں صحبت شیخ باخبر کے راستہ مت چلنا
جملہ لذات ہوا مکر ست و زرق	سوز و تاریکی ست گرد نور برق
تمامی لذات ہوا مکر و دھوکہ ہے	نور برق کے گرد سوز اور تاریکی ہے
برق نور کوتہ و کذب و مجاز	گرد او ظلمات و راہ تو دراز
نور ضعیف اور کاذب اور غیر حقیقی کی برق ہے	اس کے گرد ظلمات ہیں اور تیرا راستہ دراز ہے
نے بنورش نامہ تانی خواندن	نے بمنزل اسپ تانی راندن
نہ اس کے نور میں تو خط پڑھ سکتا ہے	نہ منزل میں تو گھوڑا چلا سکتا ہے
لیک جرم آنکہ باشی رہن برق	از تو رو اندر کشد انوار شرق
لیکن اس جرم میں کہ تو برق کا مرہون ہو رہا ہے	تجھ سے انوار آفتاب روگردانی کرنے لگتے ہیں
خشم گیرد بر دلت آں آفتاب	چوں تو جوئی از عطارد نور و تاب
تیرے قلب پر وہ آفتاب غصہ کرتا ہے	جب تو عطارد سے نور اور تابش ڈھونڈتا ہے
می کشاند مکر برقت بے دلیل	در مفازہ مظلمے شب میل میل
تجھ کو وہی برق دروغ بدوں کسی رہبر کے لئے جاری ہے	میدان تاریک میں شب کے وقت ایک ایک میل کر کے

www.besturdubooks.wordpress.com

گاہ بر کہ گاہ بر جو اوفتی	گہ بدیں سو گہ بداں سو اوفتی
کبھی پہاڑ پر کبھی ندی میں تو گر گر پڑتا ہے	کبھی ادھر کبھی ادھر گر پڑتا ہے

ایک عالم کو دام میں (مبتلا) دیکھ بسبب (اتباع) ہوا کے اور بسبب ان زخموں کے جو کہ دوا کی ہم رنگ ہیں (اور حرکت ہوا کا یہی منشا ہے کہ ان کا ظاہری نافع ہونا دیکھ کر مضار میں پھنس جاتا ہے چنانچہ) سانپ کھڑا ہوا ہے سینہ پر موت کی طرح (اور) منہ میں پتا لئے ہوئے ہے شکار کرنے کے واسطے (اور) گھانس میں ایک گھانس کی طرح وہ کھڑا ہے پرندہ سمجھتا ہے کہ وہ گھاس کی (کوئی) شاخ ہے جب وہ کھانے کے لئے پتہ کے اوپر آ بیٹھتا ہے تو مار مرگ کے منہ میں آ گرتا ہے (دوسری نظیر یہ کہ) ایک ناکو نے اپنا منہ کھول رکھا ہے اس کے (دانتوں کے گرد لمبے لمبے کیڑے ہیں بقیہ خوراک سے جو کہ اس کے دانت میں رہ گیا ہے کیڑے پیدا ہو گئے ہیں اور اس نے دانت پر جما رکھے ہیں (یعنی ان کو قصداً دفع نہیں کیا) پرندے اس کیڑے اور غذا کو دیکھتے ہیں (اور) چراگاہ سمجھتے ہیں اس تابوت (موت) کو جب (اس کا) منہ پرندوں سے پر ہو گیا تو اچانک وہ ان کو کھینچ لیتا ہے اور منہ بند کر لیتا ہے (اسی طرح) یہ دنیا جو کہ نقل اور نان سے پر ہے مثل اس ناکو کے دہن کشادہ کے جان (پس) کیڑے اور غذا کے لئے اے روزی تراش مکر نہنگ زمانہ سے بے خوف مت رہ (تیسری نظیر) لومڑی پھیل کر زیر خاک پڑ جاتی ہے اس کے (پاس کی) سطح خاک پر دانے مکرناک (ہوتے ہیں) تاکہ زاغ غافل اس کی طرف آوے (اور اس وقت) وہ مکر داں مکر سے اس کا پاؤں پکڑ لے (اور) جب لاکھوں مکر جانور میں ہیں (جیسا اوپر مار و نہنگ و روباہ کا حال مذکور ہوا) تو بشر کا مکر تو کیسا کچھ ہوگا کہ وہ تو (ہم میں سب کا) سردار ہے (آگے اس کے ایک مکر کا بیان ہے کہ) ہاتھ میں تو قرآن ہے زین العابدین کی طرح (اور) آستین میں خنجر پر زہر ہے (یعنی ظاہر موافق اور باطن مخالف) تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے کہ اے میرے مخدوم (اور) اس کے دل میں ایک بابل ہے سحر و فن کا بھرا ہوا (وہ) زہر قاتل ہے (مگر) صورت اس کی شہد اور شیر ہے (اسی طرح باطن میں بھی سمجھو کہ نفسانی تسویلات و شیطانی تلبیسات ہوتی ہیں جب یہ کیفیت ہے تو) خبردار بدوں صحبت شیخ باخبر کے (سلوک کا) راستہ مت چلنا (آگے تمثیلاً اور بھی تلبیسات کا بیان ہے کہ) تمامی لذات ہوا مکر اور دھوکہ ہے (اور) نور برق کے گرد سوز اور تاریکی ہے (سلوک میں دو قسم کے دھوکے ہوتے ہیں ایک یہ کہ اخلاق میں تلبیس کرتا ہے مثلاً کبھی توسع فی المباحات کو شیطان ذریعہ بناتا ہے انہماک فی اللذات کا کبھی تضییق فی المباحات کو ذریعہ بناتا ہے لذت جاہ کا مصرعہ اولی میں لذات ہوا کا مدلول یہ قسم ہے دوسری قسم یہ کہ مکاشفات میں تلبیس کرتا ہے کہ احوال نفسانیہ کو احوال روحانیہ یا انوار حادثہ کو انوار قدیمہ خیال میں ڈالتا ہے مصرعہ ثانیہ کا مدلول یہ قسم ہے اور چونکہ ثانی اضر و اشد ہے اول سے اس لئے آگے اسی کے بیان پر اکتفا فرماتے ہیں کہ) نور ضعیف اور کاذب اور غیر حقیقی کی برق ہے (اور) اس کے گرد ظلمات ہیں اور تیرا راستہ دراز ہے (اور چونکہ اس برق کا نور کوتہ و کذب و مجاز ہے اس لئے) نہ اس کے نور میں تو خط پڑھ سکتا ہے (اور) نہ منزل میں تو گھوڑا چلا سکتا ہے (یعنی اس نور سے نہ سلوک نظری ہو سکتا ہے کہ معارف ہیں نہ سلوک قدمی کہ احوال صادقہ سے اتصاف ہے پس اس خود رائی سے نفع تو کچھ نہ ہوا) لیکن (حرمان حالی کے علاوہ ایک نقصان البتہ ہو گیا جس سے مآل میں بھی حرمان ہی رہا وہ یہ کہ) اس جرم میں کہ تو (اس) برق (خلب) کا مرہون (اور گرفتار) ہو رہا ہے تجھ سے انوار آفتاب روگردانی کرنے لگتے ہیں (مراد انوار آفتاب سے کاملین کہ مشابہ انوار آفتاب کے ہیں یا فیوض کاملین کہ کاملین مشابہ آفتاب کے اور ان کے فیوض مشابہ اس کے انوار کے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے بھی اس اعراض کی تاکید ہے کہ) تیرے قلب پر وہ آفتاب (یعنی شیخ الوقت) غصہ کرتا ہے جب تو (اس کو چھوڑ کر) عطارد سے (کہ وہ تیری رائے اور فہم ہے) نور اور تابش ڈھونڈھتا ہے (چنانچہ یہ بھی مشاہد ہے کہ ایسے معجب برائی نفسہ سے شیوخ مکدر رہتے ہیں پس ایسے شخص پر آئندہ بھی سبل مسدود رہتے ہیں پس اس حالت میں) تجھ کو وہی برق و دروغ بدون کسی (حقیقی) رہبر کے لئے جا رہی ہے۔ میدان تاریک میں شب کے وقت ایک ایک میل کر کے (جس سے راہ دراز کا قطع کرنا مستبعد ہے اور دراز ہونے کی چار شعر قبل تصریح ہے کہ رہ لو ظلمات و راہ تو دراز اور وہ میل میل چلنا بھی اس انداز سے ہے کہ) کبھی پہاڑ پر (اور) کبھی ندی میں تو گر گر پڑتا ہے کبھی ادھر بھی ادھر گر پڑتا ہے (اوپر ایسے شخص سے تکدر شیوخ کا ذکر تھا آگے یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شیخ وسیع الاخلاق غالب الاشفاق تکدر پر اپنی شفقت و خیر خواہی کو غالب کر کے ایسے شخص کو متنبہ بھی کرتا ہے یا بلا قصد اس کے ارشادات اس باب کے متعلق اس کے کان میں پڑتے ہیں تو یہ شخص اسی خود رائی کے سبب اس کی تنبیہ کو قبول نہیں کرتا آگے مصلا اسی کا ذکر ہے مع رد عذر اس متفرد کے)۔

خود نہ بینی تو دلیل اے راہ جو	ور بہ بینی رو بگردانی ازو
اے راہ جو تو رہبر کو خود تو دیکھتا نہیں	اور اگر دیکھتا ہے تو اس سے اعراض کرتا ہے
کہ سفر کردم دریں رہ شصت میل	مر مرا گمراہ گوید آں دلیل
کہ میں اس راہ میں ساٹھ میل سفر کر چکا ہوں	مجھ کو یہ رہبر گمراہ بتلاتا ہے
گر نہم من گوش سوی آں شگفت	امر او را ہم ز سر باید گرفت
اگر میں اس عجیب بات کی کان رکھوں	تو اس کے معاملہ کو از سر نو شروع کرنا چاہئے
من دریں رہ عمر خود کردم گرو	ہر چہ بادا باد اے خواجہ برو
میں نے تو اس میں تمام عمر صرف کر دی	جو کچھ بھی ہو سو ہو اے صاحب چلا جا
راہ کردی لیک در ظن چو برق	عشر آں رہ کن پئے وحی چو شرق
تو نے راستہ تو طے کیا ہے لیکن خیال میں جو مثل برق کے ہے	اس راستہ کا دسواں حصہ بابتاع وحی جو کہ مثل آفتاب کے ہے طے کر لے
ظن لا یغنی من الحق خواندۂ	وز چناں برقے ز شرقے ماندۂ
تو نے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا پڑھا ہے	اور تو ایسے برق کے سبب آفتاب سے دور رہا ہے
ہے درآ' در کشتی ما اے نژند	یا تو ایں کشتی برآں کشتی بہ بند
خبردار ہماری کشتی میں آ جا اے سرگشتہ	یا تو اس کشتی کو اس کشتی سے باندھ دے
گوید او چوں ترک گیرم گیرودار	چوں روم من در طفیلت کور وار
وہ کہتا ہے میں ریاست کو کیسے چھوڑ دوں	تیرے طفیل میں اندھے کی طرح کس طرح چلوں

www.besturdubooks.wordpress.com

کور با رہبر بہ از تنہا یقیں	زاں یکے ننگ ست وصد ننگ ست ازیں
کور جو کہ راہبر کے ساتھ ہو وہ تنہا سے یقینا اچھا ہے	اس سے تو ایک ہی ننگ ہے اور اس سے صدہا ننگ ہیں
می گریزی از پشہ در اژدہا	می گریزی از نمی در بحرہا
تو پشہ سے عقرب کی طرف بھاگتا ہے	ایک نم سے تو ایک دریا کی طرف بھاگتا ہے
میگریزی از جفاہائے پدر	درمیان لوطیان شور و شر
تو باپ کی جفاؤں سے بھاگتا ہے	لوطیان با شور و شر کے درمیان میں
می گریزی ہمچو یوسفؑ زاں دہے	تاز نزتع نلعب افتی در چہے
تو یوسف علیہ السلام کی طرح اس گاؤں سے جاتا ہے	یہاں تک کہ نزتع ونلعب کے سبب ایک کنویں میں جا گرتا ہے
درچہ افتی زیں تفرج ہمچو او	مر ترا لیک آں عنایت یار کو
تو اس تفرج کی وجہ سے ان کی طرح کنویں میں تو گر پڑے گا	لیکن تیرے ساتھ وہ عنایت ناصر کی کہاں ہے
گر نبودے آں بفرمان پدر	بر بنا وردے ز چہ تا حشر سر
اگر یہ باذن پدر نہ ہوتا	تو کنویں سے حشر تک بھی سر نہ نکال سکتے
آں پدر بہر دل او اذن داد	گفت چوں اینست میلت خیر باد
اس پدر نے ان کی خاطر سے اذن دیدیا تھا	فرمادیا تھا کہ جب تمہارا میلان یہ ہے کہ تو خدا بہتر کرے
ہر ضریرے کز مسیحے سر کشد	او جہودانہ بماند از رشد
جو کور کہ کسی مسیح سے سرکشی کرے	وہ یہودیوں کی طرح راہ راست سے دور رہ جاوے گا
قابل ضوبود اگرچہ کور بود	شد ازیں اعراض او کور و کبود
وہ قابل روشنی کے تھا گو کہ کور تھا	اس اعراض سے وہ بالکل ہی کور و کبود ہوگیا
گویدش عیسیٰؑ بزن در من دو دست	اے عمیٰ کحل ضریری با من ست
اس سے عیسیٰ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ سے مجھ کو پکڑ لے	اے کور سرمہ کوری میرے پاس ہے
از من ار کوری بیابی روشنی	بر قمیص یوسفؑ جاں برزنی
اگر تو کور ہے مجھ سے روشنی پاوے گا	قمیص یوسف روحانی سے جا ملے گا
کاروبارے کت رسد بعد شکست	اندراں اقبال و منہاج راہ است
جو کاروبار کہ تجھ کو بعد شکستہ ہونے کے پہنچے	اس میں کہ اقبال اور منہاج راہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کاروبارے کاں ندارد پا و دست	ترک گیر اے بوالفضول گیج مست
جو کاروبار کہ ہاتھ پاؤں نہ رکھتا ہو	ترک کردے اے بوالفضول احمق مست
کاروبارے کہ ندارد پا و سر	ترک کن ہے پیر خراے پیرہ خر
جو کاروبار کہ سر پاؤں نہ رکھتا ہو	ترک کردے ہاں پیر کو اختیار کر اے بوڑھے گدھے
غیر پیر استاد و سرلشکر مباد	پیر گردوں نے و لے پیر رشاد
بجز پیر کے کوئی استاد اور سرلشکر نہ ہو	پیر زمانہ نہیں و لیکن پیر ارشاد
در زماں چوں پیر راشد زیردست	روشنائی دید آں ظلمت پرست
جب پیر کے ہاتھ کے تحت میں آ گیا تو فی الفور	اس ظلمت پرست نے روشنی دیکھ لی
شرط تسلیم ست نے کار دراز	سود نبود در ضلالت ترک تاز
تسلیم شرط ہے نہ کہ کار دراز	راہ گم ہونے میں دوڑ دھوپ کچھ مفید نہیں
من نجویم زیں سپس راہ اثیر	پیر جویم پیر جویم پیر پیر
اس کے بعد میں فلک کا راستہ نہ ڈھونڈوں گا	پیر ڈھونڈوں گا پیر ڈھونڈوں گا پیر پیر
پیر باشد نردبان آسماں	تیر پراں از کہ گردد از کماں
پیر نردبان آسمان ہے	تیر کس سے پراں ہوتا ہے؟ کماں سے

اے راہ جو (خودرائے) تو رہبر کو خود تو دیکھتا نہیں اور اگر (کسی کی رہنمائی سے) دیکھتا ہے تو اس سے اعراض کرتا ہے اور کہتا ہے) کہ میں اس راہ میں ساٹھ میل (یعنی طویل) سفر کر چکا ہوں (اور پھر بھی) مجھ کو یہ رہبر گمراہ بتلاتا ہے (پس) اگر میں اس عجیب بات کی طرف کان رکھوں تو اس (سفر) کے معاملہ کو از سرِ نو شروع کرنا چاہئے) گویا تمام طے شدہ سلوک کالعدم قرار دوں سو یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ) میں نے تو اس میں تمام عمر صرف کر دی (سو اس کو کالعدم کیسے سمجھوں اب تو) جو کچھ بھی ہو سو ہو اے صاحب (یعنی اے نفس یوں ہی) چلا جا (کبھی نہ کبھی پہنچ ہی رہے گا وہ محقق شفقت سے جواب دیتا ہے کہ) تو نے راستہ تو (بزعم خود) طے کیا ہے لیکن (محض) خیال میں جو کہ مثل برق کے ہے (جس کا اوپر ذکر آ چکا ہے) اس راستہ کا دسواں ہی حصہ باتباع وحی جو کہ مثل آفتاب کے ہے طے کر لے (یہاں وحی عام ہے حقیقی اور حکمی یعنی نص والہام غیر مخالف نص کو کہ وہ اتباع وحی سے مسبب ہونے کے سبب مقتبس من الوحی ہے اور ظن سے مراد اس کا مقابل یعنی رائے محض) تو نے (قرآن مجید میں) ان الظن لایغنی من الحق شیئاً پڑھا ہے (جس سے مراد دعویٰ غیر مستند الی الوحی ہے پس دلیل شرعی ظنی جو مستند الی الوحی ہو وہ اس ظن غیر مغنی سے خارج ہے) اور تو ایسے برق کے سبب آفتاب سے دور رہا ہے خبردار ہماری کشتی میں آ جا اے سرگشتہ (کذافی الغیاث) یا تو (اپنی) اس کشتی کو (ہماری) اس کشتی سے باندھ دے (اول اشارہ ہے تفویض محض کی طرف جیسا مرید کرتا ہے پیر کے ساتھ اور دوسرا اشارہ ہے اپنی تجویز میں مشورہ لے لینے کی طرف جیسا چھوٹا برادر طریقت

www.besturdubooks.wordpress.com

بڑے برادر طریقت کے ساتھ کرتا ہے) وہ خود رائے جواب میں) کہتا ہے میں ریاست (و متبوعیت) کو کیسے چھوڑ دوں (اور) تیسرے طفیل (اور تابعیت) میں اندھے کی طرح کس طرح چلوں (مولانا اس عذر قبیح کو رد فرماتے ہیں تو جو کور وار کہتا ہے تو سمجھ لے کہ) کور جو کہ رہبر کے ساتھ ہو وہ تنہا سے یقیناً اچھا ہے (کیونکہ) اس (اتباع) سے تو ایک ہی ننگ ہے (کہ یہ ناواقف ہے اور اس (راہروی بے رہبری) سے صدہا ننگ ہیں (دنیا میں بھی مبصرین کے نزدیک اور آخرت میں سب کے نزدیک بس تو ننگ خفیف سے بھاگ کر ننگ عظیم میں پڑتا ہے تیری ایسی مثال ہے جیسی گویا) تو پشہ سے عقرب کی طرف بھاگتا ہے (اور) تو باپ کی جفاؤں سے بھاگتا ہے (اور) لوطیان با شور و شر کے درمیان میں (جاتا ہے اور) تو یوسف علیہ السلام کی طرح اس گاؤں (یعنی کنعان) سے جاتا ہے یہاں تک کہ زرتع و نلعب کے سبب ایک کنویں میں جا گرتا ہے (یہاں تشبیہ صرف انقطاع عن المربی میں ہے گو شبہ بہ میں محض صوری ہے وقد صرح به فيما سياتي من قوله گر نبودے ان بفرمان الخ اور مشبہ میں حقیقی پس کوئی اشکال نہیں اور تشبیہ مذکور سے شاید کسی کو شبہ ہوتا کہ پھر ہم بھی چاہ سے نکل آویں گے آگے اس کو دفع کرتے ہیں کہ یہ تشبیہ تام من کل الوجوہ نہیں ہے اس جزو خاص میں باہم فرق ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) تو اس تفرج کی وجہ سے ان کی طرح کنویں میں تو گر پڑے گا لیکن (ان کی طرح نکلے گا نہیں کیونکہ ان کے ساتھ تو عنایت حق تھی اور) میرے ساتھ وہ عنایت ناصر (حقیقی) کی کہاں ہے (اور ان کے ساتھ عنایت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا یہ جانا بھی باذن شیخ تھا ورنہ) اگر یہ (جانا) باذن پدر نہ ہوتا تو کنویں سے حشر تک بھی سر نہ نکال سکتے (بلکہ وہاں ہی ہلاک ہو جاتے اور تو خود اتباع شیخ سے بعید ہے پس اپنا قیاس ان پر صحیح نہیں اور اگر شبہ ہو کہ جب باوجود اذن شیخ کے بھی ان پر بلا آئی تو اتباع و عدم اتباع برابر ہوا ورنہ ان پر بلا کیوں آتی تو جواب اس کا یہ ہے کہ) اس پدر نے ان کی خاطر سے اذن دے دیا تھا (اور) فرما دیا تھا کہ جب تمہارا میلان یہ ہے تو (جاؤ) خدا بہتر کرے (مطلب یہ کہ وہ رائے حضرت یعقوب علیہ السلام کی ابتدائی نہ تھی پس اس جانے میں جتنا دخل تھا رائے یوسفی کا وہ سبب بلا کا ہوا اور جتنا دخل تھا اذن یعقوبی کا وہ سبب نجات کا ہوا پھر بھی اتباع و عدم اتباع برابر نہ ہوا اور جاننا چاہئے کہ یہ جواب مولانا کا تمر عا و تنزلاً ہے ورنہ شروع سے یہ جواب ہو سکتا ہے کہ یہ جانا نہ سلوک سے متعلق ہے اور نہ اس میں کوئی دین کی مضرت ہوئی پس باوجود اذن کے بھی اس بلا کا آ جانا اصل مدعا پر کہ تفرد عن الشیخ فی السلوک کا مضر دین ہونا ہے موجب اشکال نہیں ہے پھر عود ہے مضمون کور بار ہبر الخ کی طرف یعنی کور با رہبر کا بہتر ہونا تو معلوم ہو گیا اب کور بے رہبر کا بیان سنو کہ) جو کور کہ کسی شیخ سے سرکشی کرے وہ یہودیوں کی طرح راہ راست سے دور رہ جاوے گا (اور قبل سرکشی کے وہ قابل روشنی کے تھا (یعنی اس میں استعداد صالح تھی) گو کہ کور (اور ناواقف راہ) تھا (مگر جب اس نے سرکشی کی تو) اس اعراض سے وہ بالکل ہی کور و کبود ہو گیا (یعنی استعداد بھی فاسد ہو گئی گو باطل تو عمر بھر بھی نہیں ہوتی لان الاستعداد هو مناط التكليف والتكليف باق مدة عمره فكذا الاستعداد) اس (کور) سے عیسیٰ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ سے مجھ کو پکڑ لے اے کور سرمہ کوری میرے پاس ہے اگر تو کور ہے (تو کیا ہوا میرا اتباع کر) مجھ سے روشنی پاوے گا (اور) قمیص یوسف روحانی سے جا ملے گا (مطلب یہ کہ اگر فاسد الاستعداد بھی خلوص کے ساتھ کامل کا اتباع کرے پھر اس کی استعداد میں صلاحیت ہو جاتی ہے گو اکثر قدرے توقف سے سہی آگے بھی برکت اتباع شیخ کی اور نہی تفرد سے مذکور ہے یعنی) جو کار و بار کہ تجھ کو بعد شکستہ ہونے کے پہنچے (شکستگی سے مراد انقیاد للشیخ ہے کہ اس میں انکسار ہے نفس کا جاہ و ریاست سے جس کا عذر ہونا خود رائے کی جانب سے اوپر مذکور ہوا تھا گویدا و چوں ترک کیر م الخ پس گویا وہ خود رائے اس کا مخاطب بالاولیٰ ہے یعنی عدم انکسار کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ثمرات تو دیکھ لے اب انکسار کا ثمرہ دیکھ لینا کہ اس کے بعد جو کچھ حال پیش آوے گا) اس میں (دیکھے گا) کہ اقبال اور منہاج راہ ہے (پس) جو کاروبار کہ ہاتھ پاؤں نہ رکھتا ہو (مراد اس سے سلوک بطور خود بدوں ارشاد مرشد کے اس کو) ترک کر دے اے بوالفضول احمق مست (آگے پھر اسی کی تاکید ہے کہ) جو کاروبار کہ سر پاؤں نہ رکھتا ہو (ہمارے محاورات میں بے ڈھنگی چیز کو کہا کرتے ہیں کہ اس بات کے نہ سر ہے نہ پاؤں ہے اس کو) ترک کر دے ہاں پیر کو اختیار کرا اے بوڑھے گدھے (اور پیر وہ چیز ہے کہ خدا کرے) بجنوں پیر کے کوئی استاد اور سرلشکر نہ ہو (یعنی پیر ہی متبوع ہو ہر قوم کا اور مراد پیر سے) پیر زمانہ نہیں (ہے کہ زمانہ عمر اس کا زیادہ ہو یعنی بوڑھا ہو) ولیکن پیر ارشاد (یعنی مرشد کامل مراد ہے اور پیر کی ایسی برکت ہے کہ) جب پیر کے ہاتھ کے تحت میں آ گیا تو فی الفور اس ظلمت پرست نے روشنی دیکھ لی (ظلمت پرست سے مراد جو کہ بطور خود سلوک کر رہا تھا یعنی وہ اس کا تجربہ کر کے دیکھ لے کہ بشرط خلوص پیر کے ساتھ تعلق شروع کرتے ہی وہ اپنے قلب میں نور ہدایت پاوے گا اور یہ امر مشاہد ہے آگے ان برکات مذکور کی ایک شرط کو بیان فرماتے ہیں جس کو بندہ نے کہیں کہیں اثنائے تقریرات میں بعنوان خلوص ظاہر بھی کیا ہے اس کو مولانا عنوان تسلیم سے ذکر فرماتے ہیں یعنی ان سب برکات کے لئے) تسلیم شرط ہے نہ کہ کار دراز (یعنی مجاہدات طویلہ اور بدوں شیخ کے اور عدم تسلیم للشیخ بھی بحکم عدم الشیخ ہے راہ سلوک گم ہے اور) راہ گم ہونے (کی حالت) میں دوڑ دھوپ (یعنی مجاہدات طویلہ متعبہ) کچھ مفید نہیں (چنانچہ محسوسات میں بھی اگر کوئی شخص بے راہ ہو اور بڑی زور سے دوڑے تو مقصود سے اور دور ہی ہوتا جاوے گا جب ثابت ہو گیا کہ بدوں شیخ کے مجاہدو سعی غیر مفید ہے پس) اس کے بعد میں فلک کا راستہ نہ ڈھونڈوں گا (یعنی محض مجاہدہ سے ترقی کا قصد نہ کروں گا بلکہ اس کے قبل پیر ڈھونڈوں گا پیر ڈھونڈوں گا پیر پیر (یہ تاکید در تاکید ہے اس سے شبہ نہ کیا جاوے کہ مولانا تو پیر کو اختیار کر چکے تھے پھر جو یہ کہ کیا معنی یہ جو یہ ایسا ہے جیسے ومالی لا اعبد یعنی اوروں کو ترغیب دینا ہے اپنے اوپر رکھ کر آگے علت ہے پیر جوئی کی یعنی پیر کو اس لئے ڈھونڈوں گا کہ) پیر نردبان آسمان ہے (یعنی ذریعہ ترقی باطن کا آگے اس کی ایک مثال ہے کہ) تیر کس سے پران ہوتا ہے (خود جواب دیتے ہیں کہ) کمان سے (اسی طرح مرید ببرکت پیر کے مقام عالی تک پہنچ جاتا ہے اور متفرد کوسعی کرے مگر اس طرح بیکار ہے جیسے نمرود آسمان پر کرگسوں کے واسطے سے جانا چاہتا تھا اور ناکام رہا آگے یہی مضمون ہے۔)

بے ز ابراہیمؑ نمرود گراں	کرد با کرگس سفر بر آسماں
بدوں ابراہیم علیہ السلام کے نمرود غبی نے	کرگس کے ساتھ آسمان پر سفر کیا
از ہوا شد سوی بالا او بسے	لیک بر گردوں نپرد کرگسے
ہوا کے سبب اوپر کی طرف بہت گیا	لیکن آسمان پر کرگس نہیں اڑا
گفتش ابراہیمؑ اے مرد سفر	کرگست من باشم اینست خوبتر
ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے سفر کرنے والے	تیرا کرگس میں ہو جاؤں یہ تیرے لئے اچھا ہے
چوں ز من سازی ببالا نردبان	بے پریدن بر روی بر آسماں
جب تو اوپر کے لئے میری نردبان بناوے گا	تو بدوں پرواز کے تو آسمان پر چلا جاوے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچنانکہ میرود تا غرب و شرق	بے ز زاد و راحلہ دل ہمچو برق
جس طرح سے غرب اور شرق تک	بدوں زاد وراحلہ کے دل برق کی طرح چلا جاتا ہے
آنچنانکہ میرود شب ز اغتراب	حس مردم شہر ہا در وقت خواب
جس طرح سے کہ شب کو مسافرت سے طور پر	آدمیوں کے حواس شہردرشہر ہونے کے وقت چلے جاتے ہیں
آنچنانکہ عارف از راہ نہاں	خوش نشستہ میرود در صد جہاں
جس طرح سے کہ عارف طریق باطن سے	اچھا خاصا بیٹھا ہوا سو عالم میں چلا جاتا ہے
گر ندادستش چنیں رفتار دست	ایں خبر ہازاں ولایت از کیست
اگر اس کو ایسی رفتار حاصل نہیں ہوئی	تو یہ خبریں اس اقلیم کی کس سے ہیں
ایں خبر ہا ویں روایات محق	صد ہزاراں پیر بروے متفق
یہ خبریں اور یہ روایت حقہ	لاکھوں شیوخ ان پر متفق
یک خلافے نے میان ایں عیوں	آنچنانکہ ہست در علم ظنوں
ان بزرگوں کے درمیان ان میں ایک خلاف بھی نہیں	جیسا کہ علوم ظنیہ میں ہوتا ہے
آں تحری آمد اندر لیل تار	ویں حضور کعبہ و وسط نہار
وہ تو شب تاریک میں تحری ہے	اور یہ حضور کعبہ اور وسط نہار ہے
خیز اے نمرود پر جوی از کساں	نرد بانے نایدت از کرگساں
اے نمرود آٹھ آدمیوں سے پر طلب کر	تجھ کو کرگسوں سے نرد بان نہ ملے گی
عقل جزوی کرگس آمد اے مقل	پر او باجیفہ خواری متصل
عقل ناقص کرگس ہے اے قلیل الحاج	اس کا پر مردار خواری سے متصل ہے
عقل ابدالاں چو پر جبرئیلؑ	می پرد تا ظل سدرہ میل میل
اولیاء کی عقل مثل پر جبرئیل کے ہے	جو کہ سایہ سدرہ تک درجہ بدرجہ اڑتا ہے
باز سلطانم گشم نیکو پیم	فارغ از مردارم و کرگس نیم
میں باز شاہی ہوں خوب ہوں نیک قدم ہوں	مردار سے فارغ ہوں اور کرگس نہیں ہوں
ترک کرگس کن کہ من باشم کست	یک پر من بہتر از صد کرگس ست
تو کرگس کو ترک کر کے کہ میں تیرا یار بنوں	میرا ایک پر تیرے صدہا کرگس سے افضل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چند بر عمیا دوانی اسپ را	باید استا پیشہ را و کسب را
تو اندھند کتنا دوڑاوے گا گھوڑے کو	پیشہ اور کسب کے لئے استاد کی ضرورت ہے

بدوں ابراہیم علیہ السلام کے نمرود بھی نے کرگس کے ساتھ آسمان پر سفر کیا (اور) ہوا (ے نفسانی) کے سبب اوپر کی طرف بہت (دور تک) گیا (بھی) لیکن (پھر بھی) آسمان پر (تو) کرگس نہیں اڑتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے (اس سے) فرمایا (قالاً یا حالاً کہ) اے سفر کرنے والے تیرا کرگس میں ہو جاؤں یہ تیرے لئے اچھا ہے (یعنی میرے اتباع سے عروج الی السماء بالمعنی آلاتی کہ وہی مفید بھی ہے میسر ہو سکتا ہے پس) جب تو اوپر (جانے) کے لئے میری نردبان بناوے گا تو بدوں (حسی) پرواز کے تو آسمان پر چلا جاوے گا (مراد اس سے عالم غیب کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے اسی اعتبار سے آگے مثالیں ہیں یعنی) جس طرح سے غرب اور شرق تک بدوں راہ دوراحلہ (یعنی اسباب سفر حسی) کے دل برق کی طرح چلا جاتا ہے (یہ جانا وہی تعلق و توجہ ہے اور) جس طرح سے کہ شب کو مسافرت کے طور پر آدمیوں کے حواس شہر در شہر سونے کے وقت چلے جاتے ہیں (اس کی صورت بھی وہی تعلق و توجہ ہے اور) جس طرح سے کہ عارف طریق باطن سے اچھا خاصا بیٹھا ہوا سو عالم میں چلا جاتا ہے (یہ جانا بھی تعلق و توجہ ہے عوالم غیب کی طرف آگے اس جانے کی ایک دلیل ہے یعنی) اگر اس (عارف) کو ایسی رفتار حاصل نہیں ہوئی تو یہ خبریں اس اقلیم کی کس سے (منقول) ہیں (یعنی کوئی نقل سابق تو پائی نہیں گئی اور وہ علوم عقلی بھی نہیں محض کشفی و حالی ہیں اور وہ کشف موقوف ہے اس عالم کے ساتھ تعلق ہونے پر پس خبر دلیل کشف ہے اور کشف دلیل تعلق اور یہی مدعا تھا اور اگر کوئی یہ احتمال کرے کہ ممکن ہے کہ محض خیالی خبریں خلاف واقع ہوں اور ایسی حکایت دلیل نہیں ہے تحقق محکی عنہ و تعلق الحاکی بہ کی اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جو استدلال کیا ہے ایں خبرہا الخ سو مستدل بہ مطلق خبریں نہیں بلکہ) یہ خبریں اور یہ روایات حقہ (اور) لاکھوں شیوخ ان پر متفق (اور) ان بزرگوں کے درمیان ان (خبروں) میں ایک خلاف بھی نہیں جیسا کہ علوم ظنیہ (عقلیہ) میں ہوتا ہے (پس یہ مثل تواتر کے دلیل ہے ان اخبار کے صحیح ہونے کی پس محکی عنہ کا تحقق ثابت ہو گیا اور عقلی ہونا اس مضمون سے منفی ہے یک خلافے نے الخ پس لامحالہ ان کے ساتھ تعلق کشفی ہو گا اور مجموعہ تحقق و تعلق سے مدعا محفوظ رہا اور مراد ان اخبار سے وہ مسائل کشفیہ ہیں جن میں اختلاف نہیں ہے اور وہ بہت ہیں کما لا یخفی علی صاحب الفن اور انبیاء ثابت الصدق بالدلائل العقلیہ نے تو خود بہت امور کے مشاہدہ کی خبر دی ہے پس یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ انبیاء کا مشاہدہ اس دلیل سے ثابت نہ ہو گا کیونکہ ممکن ہے کہ صرف وحی سے خبر دیدی ہو آگے علوم ظنیہ میں اختلاف اور ان علوم میں عدم اختلاف کی وجہ ایک مثال میں بتلاتے ہیں کہ) وہ (علم ظنی) تو شب تاریک میں تحری (کی مثل) ہے اور یہ (علم عارفین) حضور کعبہ اور وسط نہار (کی مثل) ہے (جس کا راز یہ ہے کہ یہ مشاہدہ ہے اور وہ استدلال اے نمرود اٹھ (اور مقبول) آدمیوں سے پر طلب کر تجھ کو کرگسوں سے نردبان نہ ملے گی (اسی طرح) عقل ناقص (جیسی سالک خود رائے کی ہے) کرگس ہے اے قلیل المتاع (یعنی قلیل العقل اور) اس (کرگس) کا پر مردار خواری سے متصل (ہو رہا) ہے (اسی اتصال کے واسطہ سے نمرود نے کرگس سے کام لیا تھا اس سے تعلق بغیر الحق کو تشبیہ دی گئی اور) اولیاء کی عقل مثل پر جبرئیل کے ہے جو کہ سایہ سدرہ تک درجہ بدرجہ اڑتا ہے (پھر مقولہ ہے ابراہیم علیہ السلام کا کہ اے نمرود) میں باز شاہی ہوں خوب ہوں نیک قدم ہوں (اور) مردار سے فارغ ہوں اور کرگس نہیں ہوں تو کرگس کو ترک کر کہ میں تیرا یار بنوں میرا ایک پر تیرے صدہا کرگس سے افضل ہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

الا دہند کتنا دوڑاوے گا گھوڑے کو (یعنی اپنی رائے سے کہاں تک سعی کرے گا) پیشہ اور کسب کے لئے استاد کی ضرورت ہے (یہ شعر جس طرح مضمون بالا کے مناسب ہے اسی طرح شہزادوں کی نصیحت کے بھی مناسب ہے پس اس میں اشارۃً ایک لطیف طریق سے قصہ کی طرف بھی رجوع ہو گیا چنانچہ آگے رجوع صریح ہے)۔

خویش را رسوا مکن در شہر چین	عاقلے جو خویش ازوے در مچین
اپنے کو شہر چین میں رسوا مت کر	کسی عاقل کو ڈھونڈھ اپنے کو اس سے جدا مت کر
آنچہ گوید آں فلاطون زماں	ہیں ہوا بگذار و رو بروفق آں
وہ افلاطون زمانہ جو کچھ کہے	ہاں ہوائے نفسانی کو چھوڑ کر اس کے موافق چل
جملہ می گویند اندر چین بجد	بہر شاہ خویشتن کہ لم یلد
تمام آدمی چین میں اصرار کے ساتھ	اپنے بادشاہ کے نسبت یہ کہتے ہیں کہ اس کے اولاد نہیں ہوئی
شاہ ما خود ہیچ فرزندے نزاد	بلکہ سوئے خویش زن را رہ نداد
ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا	بلکہ اس نے اپنے پاس عورت کو رسائی نہیں ہونے دی
ہر کہ از شاہاں ازیں نوعش بگفت	گردنش با تیغ براں گشت جفت
بادشاہوں میں سے جس نے اس کو اس قسم کی بات کہی	اس کی گردن تیغ براں کے ساتھ مقرون کی گئی
شاہ گوید چونکہ گفتی ایں مقال	زود ثابت کن کہ من دارم عیال
بادشاہ کہتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی ہے	تو جلدی ثابت کر کہ میں عیال رکھتا ہوں
مر مرا دختر اگر ثابت کنی	یافتی از تیغ تیزم ایمنی
اگر تو نے میری لڑکی ثابت کر دی	تب تو میری تیغ تیز سے تو نے امن پایا
ورنہ بیشک من ببرم حلق تو	برکشم از صوفی جاں دلق تو
ورنہ بیشک میں تیرا حلق کاٹ ڈالوں گا	تیری صوفی روح سے دلق کو اتار دوں گا
سر نخواہی برد ہیچ از تیغ تو	اے بگفتہ لاغ کذب آمیز تو
تو تلوار سے سر کو نہ لجاوے گا	اے شخص جس نے ایک لغو دروغ آمیز بات کہی ہے
بنگر اے از جہل گفتہ ناحقے	پر ز سرہای بریدہ خندقے
اے شخص جس نے جہل سے ایک غیر واقعی بات کہی ہے	سرہائے بریدہ سے پر یہ خندق دیکھ لے
خندقے از قعر خندق تا گلو	پر ز سرہائے بریدہ زیں غلو
ایک خندق ہے جو کہ اپنے قعر سے اوپر تک	سرہائے بریدہ سے پر ہے بوجہ غلو کے

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ اندر کار ایں دعویٰ شدند	گردن خود رابدیں دعویٰ زدند
تمام لوگ اس دعوے کے شغل میں لگے	اپنی گردن کو اس دعوے سے مارا
ہاں ببیں ایں را بچشم اعتبار	اینچنیں دعویٰ میندیش و میار
ہاں دیکھ لے اس کو چشم عبرت سے	ایسا دعویٰ نہ سوچ اور نہ لا
تلخ خواہی کرد برما عمر ما	کہ بریں میداردا اے دا در ترا
تو ہم پر ہماری عمر کو تلخ کرے گا	تجھ کو اے بھائی کون آمادہ کر رہا ہے
گر رود صد سال آنکہ آگاہ نیست	برعمٰی آں از حساب راہ نیست
اگر سو سال تک بھی ایسا شخص چلے جو کہ باخبر نہیں ہے	حالت کوری پر تو وہ راہ کے حساب میں نہیں ہے
بے سلاحے در مرو در معرکہ	ہمچو بیباکاں مرو در تہلکہ
بدوں سلاح کے معرکہ میں مت جا	اور بے باکوں کی طرح ہلاکت میں مت جا
ایں ہمہ گفتند و گفت آں ناصبور	کہ مرا زیں گفتہا آید نفور
انھوں نے یہ سب باتیں کہیں اور اس بے صبر نے کہا	کہ مجھ کو ان باتوں سے نفرت ہوتی ہے
سینہ پر آتش مرا چوں منقل ست	کشت کامل گشت وقت منجل ست
میرا سینہ آتش داں کی طرح پر آتش ہے	کھیتی پختہ ہو گئی وقت درانتی کا ہے
صدر را صبرے بدا کنوں آں نماند	بر مقام صبر عشق آتش نشاند
سینہ میں صبر تھا وہ اب نہیں رہا	مقام صبر میں عشق نے آگ بھڑکا دی
صبر من مرد آں شبے کہ عشق زاد	درگذشت و حاضراں را عمر باد
میرا صبر اسی شب میں مر چکا تھا جبکہ عشق پیدا ہوا تھا	وہ فوت ہو چکا اور حاضرین کی عمر ہو
اے محدث از خطاب و از خطوب	زاں گذشتم آہن سردے مکوب
اے شخص جو کہ خطاب اور حوادث کی باتیں کر رہا ہے	میں اس سے گزر چکا ہوں تو آہن سرد مت کوٹ
سرنگونم ہے رہا کن پای من	فہم کو در جملۂ اجزائے من
میں سرنگوں ہوں ہاں میرا پاؤں چھوڑ	میرے ان تمام اجزاء میں فہم کہاں ہے
اشترم من تاتوانم می کشم	چوں فتادم زار با کشتن خوشم
میں شتر ہوں جب تک ہو سکے گا بوجھ کھینچوں گا	جب زار ہو کر گر پڑوں گا تو کشتہ ہونے کے لئے خوش ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

برسر مقطوع اگر صد خندق ست	پیش درد من مزاح مطلق ست
سرہائے بریدہ پر اگر سو خندق بھی مشتمل ہیں	میرے درد کے سامنے وہ محض خوش طبعی ہے
من نخواہم زد گر از خوف و بیم	ایں چنیں طبل ہوا زیر گلیم
میں آئندہ خوف بیم کے سبب	ایسے طبل عشق کو زیر گلیم نہ بجاؤں گا
من علم اکنوں بصحرا میزنم	یا سر اندازی و یا روی صنم
اب میدان میں علم لگاؤں گا	یا تو سراندازی ہے اور یا روے صنم ہے
حلق کاں نبود سزای ایں شراب	آں بریدہ بہ بشمشیر ضراب
جو حلق کہ اس شراب کے لائق نہ ہو	وہ شمشیر قتال سے کٹا ہوا اچھا
دیدہ کو نبود ز وصلش در فرہ	آنچناں دیدہ سفید و کور بہ
جو آنکھ اس کے وصل سے تازہ نہ ہو	ایسی آنکھ سفید اور کور بہتر ہے
گوش کاں نبود سزای راز او	برکنش کہ نبود آں برسر نکو
جو کان اس کے راز کے لائق نہ ہو	اس کو اکھاڑ ڈال کہ وہ سر پر اچھا نہیں
اندراں دستے کہ نبود آں نصاب	آں شکستہ بہ بسا طور قصاب
جس ہاتھ میں وہ متاع وصل نہ ہو	وہ قصاب کے چھرے سے شکستہ اچھا
آنچناں پای کہ از رفتار او	جاں نہ پیوند بہ نرگس زار او
وہ پاؤں کہ اس کی رفتار سے	جان اس کی نرگس زار سے نہ مل جاوے
آنچناں پا در حدید اولیٰ ترست	کانچناں پا عاقبت درد سرست
ویسا پاؤں آہن میں ہونا زیادہ لائق ہے	کیونکہ ایسا پاؤں انجام کار میں درد سر ہے

(دو بھائیوں نے اس بڑے بھائی سے کہا کہ) اپنے کو شہر چین میں رسوا مت کر کسی عاقل کو ڈھونڈھ (اور) اپنے کو اس سے جدا مت کر (اور) وہ افلاطون زمانہ جو کچھ کہے ہاں ہوائے نفسانی کو چھوڑ کر اس کے موافق چل تمام آدمی چین میں اصرار کے ساتھ اپنے بادشاہ کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ اس کے اولاد نہیں ہوئی (یعنی) ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا (اوپر جو کہ عربی جملہ تھا اس لئے بعد میں فارسی میں تفسیر کی گئی) بلکہ اس نے اپنے پاس عورت کو رسائی نہیں ہونے دی (اور) بادشاہوں میں سے جس نے اس کو اس قسم کی بات کہی (کہ اس کے اولاد ہے غالباً دختر کے لئے پیام بھیجنے کے ضمن میں یہ بات کہنا مراد ہوگا) اس کی گردن تیغ براں کے ساتھ مقروں کی گئی (یعنی) بادشاہ (اس پیام والے سے) کہتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی ہے (کہ میرے کوئی اولاد ہے) تو جلدی (اس کو) ثابت کر کہ میں عیال رکھتا ہوں۔ اگر تو نے میرے لڑکی

www.besturdubooks.wordpress.com

ثابت کردی تب تو میری تیغ تیز سے تو نے امن پایا ورنہ بیشک میں تیرا حلق کاٹ ڈالوں گا (اور) تیری صوفی روح سے دلق کو (کہ وہ جسم ہے) اتار دوں گا (اور) تو تلوار سے سر کو (سلامت) نہ لے جاوے گا اے شخص جس نے ایک لغو دروغ آمیز بات کہی ہے (فی الغیاث آمیغ بمعنی آمیز) اے شخص جس نے جہل سے ایک غیر واقعی بات کہی ہے سرہائے بریدہ سے پر یہ خندق دیکھ لے ایک خندق ہے جو کہ اپنے قعر سے اوپر تک سرہائے بریدہ سے پر ہے بوجہ (اس) غلو کے (کہ میرے اولاد ہے) بتلاتا ہے اور ثابت نہیں کرسکتا۔ یہاں تک مقولہ شاہ چین کا نقل کیا اب شہزادے کہتے ہیں کہ) تمام لوگ اس دعوے کے شغل میں لگے (اور) اپنی گردن کو اس دعوے سے مارا ہاں دیکھ لے اس کو چشم عبرت سے (اور) ایسا دعویٰ نہ سوچ اور نہ لا تو ہم پر ہماری عمر کو تلخ کرے گا تجھ کو اے بھائی کون آمادہ کر رہا ہے (فی الغیاث داد بفتح دال ثانی بمعنی برادر و دوست) اگر سو سال تک بھی ایسا شخص چلے جو کہ باخبر نہیں ہے حالت کوری پر تو وہ راہ کے حساب میں نہیں ہے (چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح) بدوں سلاح کے معرکہ میں مت جا اور بے باکوں کی طرح ہلاکت میں مت جا (مطلب یہ کہ کوئی کام بے طریقہ ٹھیک نہیں اور تو طریقہ جانتا نہیں اس لئے جلدی مت کر کسی آگاہ کو بہم پہنچا تب اس کو شروع کر رہی یہ بات کہ یہ بادشاہ باوجود عارف ہونے کے جیسا اس حکایت کی تمہید میں احقر نے مع الدلیل اس کو بیان کیا ہے اس واقعی بات پر کہ اس کے اولاد ہے لوگوں کو قتل کی وعید کیوں سناتا تھا اور پھر قتل کیوں کرتا تھا جیسا خندق کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے سو میرے ذوق میں اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس میں بھی بوجہ شیخ ہونے کے اخلاق کی تعلیم کرتا تھا کہ بدوں دلیل دعوے کرنا گو مخاطب کے نزدیک وہ صحیح ہی ہو لیکن دعوے خلاف احتیاط ہے اس سے روکنے کے لئے وعید کا طریقہ اختیار کیا تھا باقی اس پر قتل نہ کرتا تھا اور خندق دوسرے واقعی مجرموں سے پر ہوگی مگر بمصلحت وہ اپنے کلام میں اس کا ایہام دلاتا تھا کہ ان مقتولین کا یہی جرم تھا تاکہ خوب احتیاط سیکھیں) انہوں نے یہ سب باتیں کہیں اور (جواب میں) اس بے صبر نے کہا کہ مجھ کو ان باتوں سے نفرت ہوتی ہے میرا سینہ آتش دان کی طرح پر آتش ہے (فی الغیاث منقل انگشتدان و مجمر میرے صبر کی ایسی مثال ہے کہ) کھیتی پختہ ہوگئی (اب) وقت درانتی (پڑنے) کا ہے (یعنی صبر انتہا کو پہنچ گیا اب اس کی قطع برید کا وقت ہے) سینہ میں صبر تھا (مگر) وہ اب نہیں رہا مقام صبر میں عشق نے آگ بھڑکا دی میرا صبر اسی شب میں مر چکا تھا جبکہ عشق پیدا ہوا تھا وہ فوت ہو چکا (اور اس کے ساتھ میں بھی جانے کو تیار ہوں) اور (بقیہ) حاضرین کی عمر ہوائے شخص جو کہ خطاب اور حوادث کی باتیں کر رہا ہے (کہ اظہار میں ایسا ایسا حادثہ پیش آجاوے گا) میں اس سے گزر چکا ہوں تو آہن سر دمت کوٹ۔ میں (حوادث کے لئے) سرنگوں (و منقاد ہوں) ہاں میرا پاؤں چھوڑ (کہ حوادث میں واقع ہوں) میرے ان تمام اجزاء میں فہم کہاں ہے میں شتر ہوں جب تک ہو سکے گا بوجھ کھینچوں گا (اور) جب (بار کی کثرت سے) زار ہو کر گر پڑوں گا تو کشتہ ہونے کے لئے خوش ہوں (مگر اس خوف کے سبب بوجھ کی کثرت سے نہ ڈروں گا اور) سرہائے بریدہ پر اگر سو خندق بھی مشتمل ہیں (مگر میرے درد (عشق) کے سامنے وہ محض خوش طبعی ہے (یعنی میں اس کو ایک کھیل سمجھتا ہوں غرض یہ ہے کہ) میں آئندہ خوف و بیم کے سبب ایسے طبل عشق کو زیر گلیم (یعنی مخفی) نہ بجاؤں گا (بلکہ) اب میدان میں علم لگاؤں گا (پس) یا تو سراندازی ہے اور یا روئے صنم ہے (وجہ اس فیصلہ کی یہ ہے کہ) جو حلق کہ اس شراب (وصال) کے لائق نہ ہو وہ شمشیر قتال سے کٹا ہوا اچھا (اس لئے اول وصال کی کوشش کروں گا اور اگر وہ میسر نہ ہوا تو اپنے حلق کے لئے کٹنا ہی پسند کروں گا اسی طرح) جو آنکھ اس کے وصل سے تازہ نہ ہو ایسی آنکھ سفید اور کور بہتر ہے (اسی طرح) جو کان اس کے راز کے لائق نہ ہو اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کو اکھاڑ ڈال کہ وہ (کان) سر پر (لگا ہوا) اچھا نہیں (معلوم ہوتا اسی طرح) جس ہاتھ میں وہ متاع وصل نہ ہو وہ (ہاتھ) قصاب کے چھرے سے شکستہ اچھا (فی الغیاث ساطور کا روبزرگ وخنجر اسی طرح) وہ پاؤں کہ اس کی رفتار سے جان اس (محبوب) کی نرگس زار سے نہ مل جاوے ویسا پاؤں آہن میں ہونا زیادہ لائق ہے کیونکہ ایسا پاؤں انجام کار میں دردسر ہے (اور موجب کلفت فراق ہے اس لئے سزا کے لائق ہے)۔

فائدہ:۔ آگے بطور انتقال کے تشبیہ ہے اس طلب مجاز کی طلب حقیقت کے ساتھ کہ اس میں بھی کوشش و مجاہدہ انتہا کو پہنچا دینا چاہئے گو یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ کوشش ومجاہدہ طریق وصول نہیں ہے اور اس اجمال کی تفصیل بھی آگے آوے گی اور پھر حال سالک سے انتقال ہوگا خاص اس مضمون کی تعمیم کی طرف کہ جہد کی جاوے اور طریق سے اور مقصود حاصل ہو دوسرے طریق سے۔

بیان مجاہد کہ دست از مجاہدہ باز ندارد اگر چہ داند کہ بسطت عطائے حق آں مقصود از طرف دیگر و بسبب نوع عمل دیگر بدو رساند کہ در وہم او نبودہ باشد واو ہمہ وہم و امید دریں طریق معین بستہ ہمیں حلقۂ درمی زند بو کہ حق تعالیٰ آں روزی را از در دیگر بدو رساند کہ او آں تدبیر نکردہ باشد و یرزقہ من حیث لا یحتسب العبد یدبر واللہ یقدر و بود کہ بندہ را وہم بندگی بود کہ مرا از غیر ایں در برساند اگر چہ من حلقہ ایں در می زنم حق سبحانہٗ وتعالیٰ او را ہم ازیں در رزوی رساند فی الجملہ ایں ہمہ درہای یک سرای ست

اس مجاہدہ کرنے والے کا بیان جو مجاہدہ سے دستبردار نہیں ہوتا اگر چہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی وسعت اس مقصود کو دوسری جانب سے اور دوسری قسم کے عمل کے سبب سے اس کو پہنچا دے گا۔ جو اس کے وہم میں بھی نہیں ہے اور اس نے تمام وہم اور امیدیں اسی معین راستہ سے وابستہ کر رکھی ہیں اور اسی در کی کنڈی کھٹکھٹا رہا ہے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روزی کو دوسرے دروازے سے اسے پہنچا دے جس کی اس نے کوئی تدبیر نہ کی ہو اور اللہ اس کو اس جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جس کا اس کو گمان نہ ہو بندہ تدبیر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تقدیر لکھتا ہے اور ہوتا ہے کہ بندہ کو بندگی کا خیال ہو کہ مجھے اس در کے غیر سے وہ پہنچائے گا اگر چہ میں اس در کی کنڈی پیٹتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کو اسی در سے روزی پہنچا دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب ایک مکان کے دروازے ہیں۔

یا دریں رہ آیدم آں کام من	یا چو باز آیم روم سوی وطن
یا تو اس راہ میں میرا وہ مقصود حاصل ہو جاوے	یا باز کی طرح راہ سے وطن کی طرف آ جاؤں
بو کہ موقوفست کامم بر سفر	چوں سفر کردم بیابم در حضر
ممکن ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو	جب سفر کر چکوں تو حضر ہی میں پا لوں
یار را چنداں بجویم جد و چست	ما بدانم کہ نمی بایست جست
میں محبوب کو جس قدر کوشش سے اور مستعد ہو کر طلب کروں گا	یہاں تک کہ میں یہ جان لوں کہ طلب کرنے کی ضرورت نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

آں معیت کے رود در گوش من	تا نگردم گرد دوران زمن
وہ معیت میرے کان میں کب جاوے گی	جب تک کہ دائرہ زمانہ کے گرد نہ پھر لوں گا
تا حساب خطوتان و قد وصل	گر ددم روشن شود اشکال حل
یہاں تک کہ خطوتان من قطعهما فقد وصل کا حساب	مجھ کو روشن ہو جاوے اشکال حل ہو جاوے
کے کنم من از معیت فہم راز	جز مگر بعد از سفرہائے دراز
میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں	مگر بعد سفر ہائے دراز کے
حق معیت گفت و دل را مہر کرد	تا کہ عکس آید بگوش دل نہ طرد
حق تعالیٰ نے معیت کی خبر بھی دی ہے اور دل پر مہر بھی کر دی ہے	تا کہ گوش دل میں جامعیت آ جاوے نہ کہ مانعیت
چوں سفرہا کرد و داد راہ داد	بعد ازاں مہر ازدل او برکشاد
جب بہت سے سفر کئے اور حق راہ کا ادا کیا	اس کے بعد اس کے دل سے مہر کھول دی
چوں خطائیں آں حساب با صفا	گر ددش روشن ز بعد دو خطا
مثل خطائیں اس حساب لطیف کے	اس کو وہ منکشف ہوتا ہے بعد دو خطا کے
بعد ازاں گوید اگر دانستمے	ایں معیت را کے او را جستمے
اس کے بعد کہتا ہے کہ اگر میں	اس معیت کو جانتا تو اس کی کب طلب کرتا
دانش آں بود موقوف سفر	ناید آں دانش بہ تیزی فکر
اس کا علم سفر پر موقوف تھا	ذکاوت فکر سے یہ علم میسر نہیں آتا
آنچنانکہ وجہ وام شیخ بود	بستہ و موصوف گریہ آں وجود
جیسا کہ قرض شیخ کا طریق	معلق اور موقوف تھا اس ہستی کے گریہ پر
کودک حلوائی بگریست زار	توختہ شد وام آں شیخ کبار
ایک حلوا فروش لڑکا زار زار رویا	اس شیخ کبیر کا قرض ادا کر دیا گیا
گفتہ شد آں داستان معنوی	پیش ازیں اندر خلال مثنوی
وہ داستاں پُر مغز	اس کے قبل اثنائے مثنوی میں کہی گئی ہے
اں سخن در دفتر دویم گذشت	گر نمی دانی کن آنجا باز گشت
یہ مضمون دفتر دوم میں گزرا ہے	اگر تجھ کو معلوم نہ ہو تو اس جگہ رجوع کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

دردلت خوف افگند از موضعے	تانباشد غیر آنت مطمعے
حق تعالیٰ تیرے دل میں ایسے موضع سے خوف پیدا کر دیتا ہے	کہ بجز اس کے تیرے لئے کوئی امیدگاہ نہیں ہوتی
در طمع خود فائدہ دیگر نہد	واں مرادت از کسے دیگر دہد
خود طمع میں دوسرا فائدہ رکھتا ہے	اور وہ تیری مراد دوسرے شخص سے دیتا ہے
اے طمع بر بستہ در یکجای سخت	کایدم میوہ ازاں عالی درخت
اے شخص جو کہ ایک جگہ میں سخت توقع باندھے ہوئے ہے	کہ مجھ کو اس درخت بلند سے میوہ ملے گا
آں طمع زاں جا نخواہد شد وفا	بل زجای دیگر آید آں عطا
وہ امید وہاں سے پوری نہ ہو گی	بلکہ دوسری جگہ سے وہ عطا آوے گی
آں طمع راپس چرا در تونہاد	چوں نبودش نیت اکرام و داد
اس طمع کو پھر کس لئے تیرے اندر رکھا	جبکہ اس کا قصد اکرام اور عطا کا نہ تھا
از برائے حکمتے و صنعتے	نیز تاباشد دلت در حیرتے
کسی حکمت اور صنعت کے لئے	نیز تاکہ تیرا دل حیرت میں ہو جاوے
تادلت حیراں بود اے مستفید	کہ مرا دم از کجا خواہد رسید
تاکہ تیرا دل حیران ہو جاوے اے مستفید	کہ میری مراد کہاں سے ملے گی
تابدانی عجز خویش و جہل خویش	تاشودایقان تو درغیب بیش
تاکہ تو اپنے عجز و اجہل کو جان لے	تاکہ تیرا یقین بالغیب اور زیادہ ہو جاوے
ہم دلت حیراں بود در منتجع	کہ چہ رویاند مصرف زیں طمع
نیز تیرا دل حیران رہے مقام طلب آب و علف میں	کہ تصرف کرنے والا اس طمع سے کیا چیز پیدا کرتا ہے
طمع داری روزیے در درزیے	تاز خیاطی بری زر تازیے
تو روزی کی طمع خیاطی میں رکھتا ہے	تاکہ خیاطی سے زر حاصل کرے جب تک تو زندہ رہے
رزق تو در زرگری آرد پدید	کہ زوہمت بود آں مکسب بعید
وہ تیرا رزق زرگری میں پیدا کرتا ہے	کہ وہ ذریعہ کمائی کا تیرے خیال سے بھی بعید تھا
پس طمع در درزیے بہر چہ بود	چوں ترادرجائے دیگر درکشود
پھر طمع خیاطی میں کس لئے تھی	جبکہ تیرے لئے دوسری جگہ دروازہ مفتوح فرمایا

بہرنا در حکمتے در علم حق	کہ بنشت آں حکم را درما سبق
کسی عجیب حکمت کے لئے جو علم حق میں ہے	کہ اس حکم کو ماسبق میں لکھ دیا ہے
نیز تاحیراں بود اندیشہ ات	تاکہ حیرانی بود کل پیشہ ات
نیز تاکہ تیری قوت فکریہ حیران رہے	تاکہ حیرانی تیرا پورا شیوہ ہو جاوے
یا وصال یار زیں سعیم رسد	یاز راہ خارج از سعی جسد
خواہ میری اس سعی سے وصال محبوب مل جاوے	خواہ کسی ایسے طریق سے جو سعی جوارح سے خارج ہو
من نگویم زیں طریق آید مراد	می طپم تا از کجا خواہد کشاد
میں یہ نہیں کہتا کہ اسی طریق سے مراد حاصل ہو جاوے گی	میں تو مضطربانہ حرکت کرتا ہوں کہ کسی جگہ سے فتح باب ہوگا
سربریدہ مرغ ہر سو می فتد	تاکدامیں سو رہد جاں از جسد
سربریدہ مرغ ہر طرف گرتا پھرتا ہے	کہ کونسی طرف جان بدن سے خلاصی پاوے
یا مراد من برآید زیں خروج	یا ز برج دیگر از ذات البروج
خواہ میری مراد اس خروج سے برآوے	یا کسی دوسرے برج سے فلک ذات البروج میں سے

(شہزادہ کے مقولہ سے انتقال ہے سالک مجاہد کے مقولہ کی طرف بمناسبت لزوم طلب بالغ یعنی یہ سالک کہتا ہے کہ میں بھی مثل اس شہزادہ کے مطلوب حقیقی کی طلب میں کوشش بلیغ کروں گا کہ سفر باطنی ہے یہاں تک کہ) یا تو اس راہ میں (سفر کے ذریعہ سے) میرا وہ مقصود حاصل ہو جاوے (اور) یا باز کی طرح راہ سے (یعنی سفر سے) وطن کی طرف (واپس) آ جاؤں (اور وہ مقصود وطن میں آ کر حاصل ہو جاوے باز کی ساتھ تشبیہ اس میں ہے کہ وہ عادۃً صید کے لئے سفر کرنے کے بعد وطن ضرور لوٹ آتا ہے اور چونکہ دریں رہ آیدم کے مقابل آیم زرہ سوئے وطن آیا ہے اس لئے اس کے ترجمہ میں یہ نکال دیا ہے کہ سفر کے ذریعہ سے اور وطن سے مراد آگے آتی ہے اور یہ دونوں شقیں احتمال عقلی کے درجہ میں ہیں ورنہ آئندہ کے اشعار میں جیسا کہ شرح کے بعد معلوم ہوگا شق متعین یہی ہے کہ وطن ہی میں مقصود حاصل ہوگا لیکن قبل اس کے وقوع کے طالب کی نظر میں تو دونوں ہی احتمال ہو سکتے ہیں آگے مصرعہ ثانیہ کی تاکید ہے کہ) ممکن ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو (یعنی سفر اس کے لئے شرط ہو پھر) جب سفر کر چکوں تو (اس مقصود کو) حضر (وطن) ہی میں پالوں (شرح اس کی جیسا مقام کے مجموعہ کلام سے مستفاد ہوتا ہے یہ ہے کہ مقصود سے مراد معیت حق اور سفر سے مراد مجاہدہ اور وطن و حضر سے مراد فطرت پس سالک اس معیت کی تحصیل کے لئے مجاہدہ کرتا ہے اور بعد مجاہدہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ معیت تو بدو فطرت سے حاصل تھی پس ایسی مثال ہوگئی کہ ایک چیز اپنے گھر میں موجود ہے مگر چونکہ اس کو دیکھا نہیں یا پہچانتا نہیں اس لئے خبر نہیں کہ گھر میں ہے اس کے ڈھونڈنے کو گھر سے نکلا بڑے بڑے سفر کئے سفر میں کسی نے پورا پتہ بتلایا کہ وہ ایسی ایسی چیز ہے اور تمہارے گھر میں ہے گھر میں آ کر وہ مل گئی جس طرح اس سرخی کے بعد ایک حکایت آوے گی کہ کسی بغدادی نے خواب

www.besturdubooks.wordpress.com

میں دیکھا کہ مصر میں ایک خزانہ ہے وہ اس کی تلاش میں مصر پہنچا کوتوال نے پکڑ لیا اس نے کہا کہ میں چور نہیں ہوں صرف ایسا خواب دیکھا تھا اس لئے یہاں آیا ہوں اس نے کہا کہ تو بھی عجیب شخص ہے خواب پر اتنا بڑا سفر کیا خواب میں تو مجھ کو بارہا نظر آیا ہے کہ بغداد کے فلاں گھر میں کہ وہ اسی کا گھر تھا خزانہ ہے مگر میں نے کبھی اس پر کوئی عملدرآمد نہیں کیا اس شخص کو حیرت ہوگئی اور اپنے گھر آ کر خزانہ تلاش کیا اور مل گیا تو پہلے خواب کا مطلب یہ تھا کہ خزانہ کا پتہ مصر میں ہے پس اسی طرح معیت حق تعالیٰ کی فطری ہے مگر اس کا انکشاف ہر شخص کو نہیں ہے اس کے لئے مجاہدہ کیا جاتا ہے بعد مجاہدہ کے جب اس کا انکشاف ہوتا ہے دیکھتا ہے کہ یہ تو وہی ہے جو پہلے سے میسر تھی اور گو حق تعالیٰ نے یہ خبر دے دی ہے وھو معکم اینما کنتم جس کے بعد ظاہراً عدم انکشاف مستبعد و مستلزم تکذیب نص معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں دو مرتبہ ہیں ایک معیت عقلیہ اعتقادیہ عامہ دوسری معیت ذوقیہ حالیہ خاصہ تو آیت سے قبل ذوق مرتبہ اولیٰ مفہوم ہوتا ہے چنانچہ اہل ظاہر نے یہی سمجھا ہے اور ذوق کے بعد مرتبہ ثانیہ بھی آیت کا مدلول معلوم ہوتا ہے پس اخبار الٰہی کے بعد عدم انکشاف مرتبہ ثانیہ کا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ مرتبہ اولیٰ کے مان لینے سے بھی تصدیق آیت کی ہو جاتی ہے اور اس معیت خاصہ حالیہ کا انکشاف حقیقۃً تو محض فضل و عنایت پر موقوف اور اس کا معلول ہے جس کو جذب کہتے ہیں لیکن عادۃً دو امر پر موقوف ہے ایک یہ سمجھنا کہ یہ معیت حاصل نہیں ہے دوسرا یہ کہ یہ طلب یعنی مجاہدہ سے حاصل ہوگی جس کو سلوک کہتے ہیں اور امر اول پر توقف اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص یہ تو سمجھے کہ یہ مجھ کو حاصل ہے تو وہ طلب ہی کیوں کریگا کہ تحصیل حاصل محال ہے اور امر ثانی پر توقف اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص یہ تو سمجھے کہ مجھ کو حاصل نہیں مگر یہ نہ سمجھے کہ طلب مجاہدہ سے اس کا حصول ہوگا تو ظاہر ہے کہ وہ بھی طلب و مجاہدہ نہ کرے گا اور گو بعد انکشاف کے یہ معلوم ہوگا کہ میرا یہ سمجھنا کہ مجھ کو معیت حاصل نہیں خلاف واقع نکلا کیونکہ معیت تو حاصل تھی اور اسی طرح یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس کا حصول مجاہدہ سے نہیں ہوا کیونکہ یہ قبل مجاہدہ بھی حاصل تھا لیکن پھر بھی ان دونوں امر کا اعتقاد ہونا کہ مجھ کو حاصل نہیں اور یہ کہ مجاہدہ سے حاصل ہوگا مجھ کو مفید ہوا کہ بدوں اس کے مجاہدہ نہ کرتا اور بدوں مجاہدہ اس کا انکشاف نہ ہوتا اور بدوں انکشاف یہ نہ معلوم ہوتا کہ یہ پہلے سے میسر ہے اور ان دونوں اعتقادوں کو جو خلاف واقع کہا گیا یہ باعتبار ظاہر نظر کے ہے ورنہ واقع میں دونوں اعتقاد مطابق واقع کے ہیں یعنی معیت کا جو درجہ اب حاصل ہوا ہے اس کا پہلے حاصل نہ ہونا بھی اور مجاہدہ کے بعد حاصل ہونا بھی لیکن اگر پہلے سے یہ معلوم ہوتا کہ صرف یہ درجہ حاصل نہیں اور نفس معیت حاصل ہے تو چونکہ اس وقت ان دونوں درجوں میں فرق نہیں کر سکتا تھا اس لئے درجہ حاصلہ کو کافی سمجھ کر درجہ غیر حاصلہ کو طلب نہ کرتا اس لئے حاصل کے حصول کا استحضار اس کو مضر تھا پس ضرورت اس کی تھی کہ اس کا استحضار نہ ہو پس اس عدم استحضار کو صورۃً اعتقاد عدم حصول کہا گیا اس کی ایسی مثال ہے کہ مبتدی کو جو کمالات حاصل ہیں اگر ان کو وہ مستحضر رکھے تو عجب وغیرہ کا خوف ہے اس لئے یہ کہا جاوے گا کہ تم اپنے کو معرا سمجھو اور اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ جہل قبیح ہے اور معیت حسن تو تحصیل حسن کے لئے اعتقاد قبیح شرط و موقوف علیہ کیسے ہو سکتا ہے ورنہ اس قبیح کی تحصیل کا مطلوب ہونا لازم آوے گا کیونکہ بوجہ شرطیت کے بدوں اس کی تحصیل کے اس حسن کا حصول ممکن نہیں عقلاً یا عادۃً جیسی شرط ہو البتہ اگر قبیح حسن کے لئے سبب محض ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ بوجہ عدم توقف کے اس کی تحصیل تو لازم نہیں آتی جب وہ حاصل ہوگا اس کی طرف مفضی ہو جاوے گا جس کی بہت سی مثالیں عشر ہذا کی آخری سرخی کے ذیل میں آویں گی قریب ختم عشر ہذا کے یہ چند احکام ہیں بحث معیت کے متعلق اگلے اشعار میں یہ سب مذکور ہوتے ہیں اسی لئے احقر نے ان سے پہلے یہ تقریر کر دی

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ فہم اشعار میں سہولت ہو پس فرماتے ہیں کہ) میں محبوب کو جس قدر کوشش سے اور مستعد ہو کر طلب کروں گا یہاں تک کہ میں یہ جان لوں کہ (اب) طلب کرنے کی ضرورت نہیں (یعنی معیت خاصہ منکشف ہو جاوے کہ یہ انتہا ہے سیر الی اللہ کی اور طلب سے یہی مراد ہے جو کہ یہاں ختم ہو گئی آگے سیر فی اللہ رہتی ہے جس کا کہیں انتہا نہیں کما قال مولانا۔

اے برادر بے نہایت در گہیست　　ہرچہ بروے میرسی بروے مایست

اور سیر الی اللہ سے مقصود بھی یہی سیر فی اللہ ہے پس اس کو اس مقام پر مقصود کہنا باعتبار مجاہدہ کے ہے کہ اس کی غایت مقصودہ تو یہی ہے باقی یہ سیر فی اللہ اس غایت کی بھی غایت ہے خوب سمجھ لو اور) وہ معیت (جس کے انکشاف کے بعد یہ حکم کیا گیا ہے تا بدام کرنی بایست جست) میرے کان میں کب جاوے گی (مراد اس سے اس کا مشاہدہ ہے اطلاقا للخاص علی العام لان السمع قسم من المشاہدۃ یعنی اس کا مشاہدہ کب ہوگا) جب تک کہ دائرہ زمانہ کے گرد نہ پھر لوں گا (یہ کنایہ ہے مجاہدہ سے آگے غایت ہے گردم گرد دوران زمن کی یعنی میں) یہاں تک (پھروں گا) کہ خطوتان من قطعھما فقد وصل کا حساب مجھ کو روشن ہو جاوے (اور) اشکال حل ہو جاوے (یہ ایک مشہور قول ہے جس کا ترجمہ یہ ہے یک قدم بر فرق خود نہ دان دگر در کوئے دوست اور یہ دو قدم کنایہ ہے مجاہدہ سے کہ اس سب کا حاصل فنا و بقاء ہے جو کہ دو قدم کے مشابہ ہے اور اس کا حساب روشن ہونا کنایہ ہے حصول مقصود معیت سے اور حل اشکال سے بھی یہی مراد ہے پس مطلب یہ ہوا کہ اتنا پھروں گا کہ مجاہدہ کا ثمرہ یعنی حصول مقصود متحقق ہو جاوے آگے تفسیر ہے شعر آں معیت کے رود الخ کی کیونکہ رفتن معیت در گوش اور گشتن گرد دوران زمن میں قدرے ابہام تھا اس لئے دونوں مصرعوں میں دونوں کی تفسیر کرتے ہیں یعنی) میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں (جو کہ مقصود ہے) مگر بعد سفرہائے دراز (یعنی مجاہدہ) کے (فی الحاشیہ اجتماع لفظ جز با مگر از قبیل اجتماع لفظ نیز وہم است اور گو آیت میں نص ہے وھو معکم اینما کنتم جس کے بعد معیت کی تصدیق کا مجاہدہ پر موقوف ہونا غیر صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ) حق تعالیٰ نے معیت کی خبر بھی دی ہے اور دل پر مہر بھی کر دی ہے تا کہ گوش دل (یعنی عقل استدلالی میں (اس کی) جامعیت (کا مرتبہ) آ جاوے نہ کہ مانعیت (کا مرتبہ مراد مرتبہ جامعیت سے معنی عام ہیں معیت کے جو مرتبہ عقلیہ اعتقادیہ ہے اور مراد مرتبہ مانعیت سے معنی خاص ہیں معیت کے جو مرتبہ ذوقیہ حالیہ ہے اور وجہ تعبیر ظاہر ہے کہ معنی عام سے اگر کسی خاص کی حد کی جاوے تو اس حد کا افراد محدود کے لئے جامع ہونا تو یقینی ہے مگر مانع نہ ہوگا اور معنی خاص سے اگر حد کی جاوے تو وہ جامعیت کے ساتھ مانع بھی ہوگا مثلاً انسان کی تعریف حیوان کے ساتھ کرنا جامع تو ہے مگر مانع نہیں اور حیوان ناطق مانع بھی ہے اسی طرح معنی عام باعتبار معیت خاصہ کے جامع تو ہے مگر مانع نہیں اور معنی خاص مانع بھی ہے حاصل جواب کا یہ ہوا کہ معیت منصوص تو ہے مگر چونکہ معنی خاص کا انکشاف نہیں ہے جس کو مہر کرنا کہا ہے اس لئے وہ معنی خاص جو کہ جامع مانع سے مفہوم نہیں ہوتے معنی عام جو کہ صرف جامع سے مفہوم ہوتے ہیں پس آیت کی تفسیر اس معنی عام کے ساتھ کر لینے سے تصدیق بھی آیت کی ہو گئی اور معنی خاص کے لئے مجاہدہ کی ضرورت کا حکم بھی صحیح رہا پھر) جب بہت سے سفر کئے اور حق راہ (سلوک) کا ادا کیا (جس کو فرماتے ہیں سعی لھا سعیھا) اس کے بعد اس کے دل سے مہر کھول دی (اور انکشاف خاصہ کا ہو گیا اسی ثمرہ کے ترتب علی المجاہدہ کو کسی نے اس طرح کہا ہے۔

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے　　بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

یہاں تک تو توقف انکشاف کا مجاہدہ پر بیان فرمایا جس کو احقر نے اوپر اس قول میں لکھا ہے لیکن عادۃً دو امر پر موقوف

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے الخ آگے وہ مضمون ہے جس کو احقر نے اوپر اپنی تقریر کے آخیر میں ذکر کیا ہے اس قول میں کہ گو بعد انکشاف کے یہ معلوم ہوگا الخ چنانچہ فرماتے ہیں کہ) مثل خطائیں (یعنی) اس حساب لطیف کے (جس کو حساب خطائیں کہتے ہیں) اس کو وہ (مقصود یعنی معیت) منکشف ہوتا ہے بعد دو خطا کے (اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مثل عمل خطائیں کے وہ حساب با صفا یعنی جواب سوال اس کو دو خطا کے بعد روشن ہوتا ہے اول حساب خطائیں کو سمجھنا چاہئے جو کہ مشبہ بہ ہے پھر تطبیق کی تقریر آسان ہو جاوے گی سو جاننا چاہئے کہ اہل حساب کے نزدیک استخراج عدد مجہول کے کئی طریق اور عمل ہیں ایک عمل اربعہ متناسبہ کا دوسرا خطائیں کا تیسرا عکس و تحلیل و تعاکس کا چوتھا جبر و مقابلہ کا اس جگہ صرف عمل خطائیں کو بتلاتا ہوں اور توجیہ اول پر اس کو غایت نفاست و لطافت کے سبب با صفا فرمایا ہے حتیٰ کہ بعض نے گو بلا سند ہے اس کی نسبت لکھ دیا ہے وھذا العمل من معجزات احد من الانبیاء واللہ اعلم۔

قاعدہ اس کا یہ ہے کہ کسی عدد مجہول کے سوال کے جواب کیلئے ایک عدد جو چاہو فرض کر لو مثلاً کسی نے سوال کیا کہ وہ کون عدد ہے کہ اگر اس عدد پر اس کا دو ثلث اور واحد صحیح بڑھا دیا جاوے تو دس حاصل ہو جاویں تو تم اسکا جواب دینے کیلئے جو عدد چاہو کیف ما اتفق فرض کر لو مثلاً ہم نے اسکے جواب کے لئے نو کا عدد لے لیا اور اس کا نام مفروض اول رکھ لو اور اس میں وہ عمل کر کے دیکھو جو سائل نے بتلایا ہے یعنی اس پر اس کا دو ثلث اور واحد بڑھاؤ چنانچہ ہم نے نو کے ساتھ یہ عمل کیا کہ اُس پر اُسکا دو ثلث یعنی چھ اور پھر ایک بڑھایا تو حاصل سولہ ہوئے سو کبھی تو اس عمل کرنے سے یہ عدد مفروض عدد مقصود کی مطابق نکلے گا تب تو جواب حاصل ہو گیا اور کبھی مطابق نہ نکلے گا غلط نکلے گا جیسا یہاں ہوا کہ نو کے ساتھ یہ عمل کرنے سے دس حاصل نہیں ہوا بلکہ سولہ حاصل ہوئے جیسا ابھی گزرا اب اس عدد حاصل یعنی سولہ اور اس عدد مطلوب یعنی دس میں تفاوت دیکھیں گے سو یہاں تفاوت چھ کا ہے (اس چھ کو خطا اول کہیں گے پھر جواب معلوم کرنے کیلئے ایک اور عدد کیف ما اتفق فرض کر لو مثلاً ہم نے دوسری بار میں چھ کا عدد لے لیا اور اس کا نام مفروض ثانی رکھ لو اور اس میں وہی عمل کر کے دیکھو چنانچہ ہم نے چھ پر اس کا دو ثلث یعنی چار اور ایک مجموعہ پانچ بڑھایا تو حاصل گیارہ ہوئے سو اگر اس عمل سے دس حاصل ہو جاتے تو چھ عدد مطلوب ہوتا لیکن یہاں بھی مطابق نہ نکلا اس سے ایک زائد رہا پس اس تفاوت کو خطاء ثانی کہیں گے پھر مفروض اول کو مثلاً نو کو خطاء ثانی میں مثلاً ایک میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب کو یعنی مثلاً نو کو محفوظ اول کہیں گے اور مفروض ثانی کو مثلاً چھ کو خطاء اول میں مثلاً چھ میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب کو مثلاً چھتیس کو محفوظ ثانی کہیں گے اسکے بعد دیکھیں گے کہ خطاء اول مثلاً چھ اور خطاء ثانی مثلاً ایک آیا عدد مطلوب یعنی مثلاً دس سے زائد ہیں یا کم یا ایک زائد ہے ایک کم اگر دونوں زائد ہوں یا دونوں ناقص ہوں جیسے یہاں دونوں ناقص ہیں تب تو یہ دیکھو کہ خطاء اول اور خطاء ثانی میں کیا تفاوت ہے مثلاً یہاں یہ تفاوت پانچ کا ہے اور یہ دیکھو کہ محفوظ اول و محفوظ ثانی میں کیا تفاوت ہے مثلاً یہاں یہ تفاوت ستائیس کا ہے پس تفاوت بین المحفوظین کو مثلاً ستائیس کو تفاوت بین الخطائین پر مثلاً پانچ پر تقسیم کر دو حاصل قسمت عدد مطلوب ہوگا مثلاً ہم نے جب ستائیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو حاصل ہوا پانچ صحیح اور پانچ خمس پس یہی عدد مطلوب ہے چنانچہ اگر اس پر اسکا دو ثلث اور ایک صحیح بڑھا دو تو دس حاصل ہو جاویگا اور اس بڑھانے کا یعنی جمع کرنے کا آسان طریق یہ ہے کہ اس پانچ صحیح کو جنس کسر یعنی خمس سے بنا لو چنانچہ ایسا کرنے سے پانچ کے تو پچیس خمس ہوئے اور اس کو تجنیس کہتے ہیں اور دو خمس اس کے ساتھ پہلے سے تھے کل ستائیس خمس ہوئے پھر اس پر اسکے دو ثلث کو بڑھایا یعنی اٹھارہ خمس اور ملا دیے ستائیس اور اٹھارہ مل کر پینتالیس خمس ہو گئے اب ہم نے اسکو صحیح عدد اس طرح بنایا کہ اسکو پانچ پر تقسیم

www.besturdubooks.wordpress.com

کردیا تو حاصل قسمت نو ہوا اس کو رفع کہتے ہیں پھر اس پر واحد صحیح بڑھا دیا دس ہوگئے یہی مطلوب تھا۔ یہ قاعدہ تو اس وقت تھا جبکہ خطائیں مطلوب پر زائد یا مطلوب سے ناقص ہوں اور اگر ایک زائد اور ایک کم ہو تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ مجموعہ محفوظین کو مجموعہ خطائیں پر تقسیم کردو حاصل قسمت عدد مطلوب ہوگا مثال خود نکال لو اصلی قاعدہ کے لئے ایک مثال لکھ دینا کافی ہے ہذا کلہ من خلاصۃ الحساب یہ تو مشبہ بہ کی تحقیق تھی اب تطبیق تشبیہ کو سمجھو کہ جس طرح اس عمل میں دو خطا ایک خاص عمل سے سبب ہوگئیں وصول الی المطلوب کی اسی طرح مشبہ میں دو امر جن کا خلاف واقع ہونا بعد انکشاف کے معلوم ہوتا ہے ایک یہ کہ مجھ کو معیت حاصل نہیں دوسرے یہ کہ مجاہدہ سے حاصل ہوگی یہ دونوں امر خلاف واقع ایک خاص وجہ سے واسطہ ہوگئے حصول مطلوب یعنی معیت کے چنانچہ ان دونوں امر کا خلاف واقع ہونا مع تفسیر خلاف واقع ہونے کے اوپر اس قول میں مذکور ہوا ہے اور گو بعد انکشاف کے الخ اور ان دونوں کا واسطہ مطلوب ہونا اس قول میں مذکور ہوا ہے لیکن عادۃً دو امر پر موقوف ہے الخ اور وہ خاص وجہ اس قول میں مذکور ہوئی ہے اور امر اول پر تو توقف اس لئے ہے الخ الحمدللہ کہ مقام توقع سے زیادہ حل اور واضح ہوگیا آگے بیان ہے معیت حاصلہ کے قبل المجاہدہ علم نہ ہونے کے ایک فائدہ کا جس کو اوپر کی تقریر میں اس قول میں احقر نے لکھا ہے لیکن پھر بھی ان دونوں امر کا الخ آگے اسی کو فرماتے ہیں یعنی) اس (انکشاف) کے بعد (شکر المنعمۃ نہ کرتا سفاً کما یمکن ان یتوہم) کہتا ہے کہ اگر میں اس معیت کو (پہلے سے یعنی قبل المجاہدہ) جانتا تو اس کی کب طلب کرتا۔ (اور بدوں طلب کے ایسا انکشاف کب میسر ہوتا اور اس حالت میں اس انکشاف کے برکات سے محروم رہتا پس) اس کا (پورا) علم (کہ ذوقی وحالی ہے) سفر (ومجاہدہ) پر موقوف تھا (کیونکہ بدوں ذوق کے صرف) ذکاوت فکر سے یہ علم میسر نہیں آتا (اور بدوں مجاہدہ کے ذوق نہیں ہوتا پس بدوں مجاہدہ کے یہ علم میسر نہ ہوتا آگے اس توقف کی مثال ہے تاکہ رتبہ اس توقف کا واضح ہو کہ عادی ہے ورنہ اصل علت اس کی فضل وعنایت ہے جیسا احقر نے اسی تقریر میں اس کو بھی لکھا ہے اس قول میں اور اس معیت خاصہ حالیہ کا انکشاف الخ پس فرماتے ہیں کہ یہ توقف ایسا ہے) جیسا کہ (ادائے) قرض شیخ کا طریق معلق اور موقوف تھا اس ہستی (ضعیف) کے گریہ پر (آگے اس ہستی کی تعیین ہے یعنی) ایک حلوا فروش لڑکا زار زار رویا (جس کے بعد) اس شیخ کبیر کا قرض ادا کردیا گیا (تو ظاہر ہے کہ گریہ کا ادائے قرض سے کوئی موثر تعلق نہیں محض ایک بہانہ تھا توجہ رحمت حق کے لئے اور اصل علت رحمت حق تھی اسی طرح مجاہدہ ایک بہانہ ہے توجہ رحمت حق کا اور اصل علت رحمت ہے آگے اس قصہ کا پتہ بتلاتے ہیں کہ) وہ پر مغز داستان اس کے قبل اثناء مثنوی میں کہی گئی ہے یہ مضمون (اس کی حکایت کا) دفتر دوم میں گزرا ہے اگر تجھ کو (قصہ) معلوم نہ ہو تو اس جگہ رجوع کرلے یہاں تک سالک کے مجاہدہ وطلب کا مضمون تھا جس کے ضمن میں یہ بھی مذکور ہوا ہے کہ سالک نے مجاہدہ کو سبب حصول مقصود کا سمجھا مگر وہ محض ایک بہانہ تھا مقصود اس کو دوسری جگہ سے یعنی عنایت حق سے ملا اس کے بعد ایک مثال دی جس سے معلوم ہوا کہ اس میں کچھ تخصیص مقصود سلوک کی نہیں دوسرے مقاصد میں بھی حق تعالیٰ خلاف توقع موقع سے مقصود عطا فرمادیتے ہیں آگے اسی کو بطور کلی کے بیان فرماتے ہیں تاکہ زیادہ تعمیم ہوجاوے جس کے عموم میں سالک کے معاملات بھی داخل ہیں کہ بعض اوقات وہ اپنی اصلاح وتربیت کے لئے ایک طریق تجویز کرتا ہے مگر یہ مقصود کسی دوسرے ایسے طریق یا عمل سے حاصل ہوتا ہے جس کا گمان بھی نہ تھا اور اہل سلوک اس کا شب وروز مشاہدہ کرتے ہیں سرخی میں اس عموم اور ان معاملات کی تصریح ہے اور اسی کے ساتھ اخیر میں شہزادہ کے قصہ کو چسپاں کردیں گے اور پھر اسی کلی کی تائید کے لئے وہ قصہ لاویں گے جس کو احقر اشعار مقام کی شروع شرح میں اجمالاً لایا ہے پس یہ سب مضامین اول اشعار سے حکایت

www.besturdubooks.wordpress.com

مستقبلہ تک باہم متناسق و متلاصق و متجاذب ہیں پس فرماتے ہیں کہ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ جس پر من کل الوجوہ سبب کا گمان ہوتا ہے وہ غیر سبب ثابت ہوتا ہے جیسے مجاہدہ وصول کے لئے اور جس پر من وجہ بھی سبب کا گمان نہیں ہوتا وہ من وجہ سبب ہوتا ہے جیسا گریہ کودک ادائے قرضہ کے لئے اور یہ دونوں سبب موثر حقیقی نہ ہونے کے اعتبار سے فی نفسہ ایک ہی درجہ کے ہیں مگر تفاوت صرف یہ ہوا کہ ایک کو سبب مستقل سمجھا تھا اور گمان غلط ہوا اور ایک کو کسی درجہ میں بھی سبب نہ سمجھا تھا اور وہ ایک درجہ میں سبب نکلا اسی طرح) حق تعالیٰ تیرے دل میں (بعض اوقات) ایسے موضع سے خوف پیدا کر دیتا ہے کہ بجز اس (موضع) کے تیرے لئے کوئی امید گاہ نہیں ہوتی (یعنی جس جگہ سے اتنی بڑی امید ہو کہ امید منحصر ہو جاوے اس جگہ میں حق تعالیٰ جب چاہیں اسی موضع کو خوفناک جہاں امید کا احتمال بھی نہ رہے بنا دیتا ہے پس یہ تا بمعنی کاف بیانیہ ہی کما فی الغیاث وبرائے بیان آید یعنی قائم مقام کاف بیانیہ ودو مثال آوردہ اور محشین نے دو توجیہ کی ہیں اول ضمیر آنت راجع بسوئے مطلوب ست اگرچہ مذکور نیست لیکن مقام قرینہ است دوسری از ترک موضعے خوف پیدا میکند تا طمع تو غیر آں موضع نبود آہ اب تم کو جو پسند آوے میری توجیہ پر یہ مادہ وہ ہوا کہ سبب متوقع کو غیر سبب بنا دیا پھر یہ کہ چندے اس کے طمع گاہ بننے میں کیا فائدہ ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ) خود طمع میں دوسرا فائدہ رکھتا ہے (جس کا بیان عنقریب آتا ہے از برائے حکمت الخ) اور وہ تیری مراد دوسرے شخص سے دیتا ہے (جہاں خیال بھی نہ تھا یہ مادہ ہوا کہ غیر سبب کو سبب متوقع بنا دیا سابق کا عکس) اے شخص جو کہ ایک جگہ میں سخت توقع باندھے ہوئے ہے کہ مجھ کو اس درخت بلند سے میوہ ملے گا (سمجھ لے کہ بعض اوقات) وہ امید وہاں سے پوری نہ ہوگی بلکہ دوسری جگہ سے وہ عطا آوے گی (اب پھر سوال رہا کہ) اس طمع کو پھر کس لئے تیرے اندر رکھا جبکہ اس کا قصد (اس جگہ سے) اکرام اور عطا کا نہ تھا (جواب یہ ہے کہ) کسی حکمت اور صنعت کے لئے (یہ طمع رکھی تھی یہاں تعیین نہیں کہ اس حکمت کی ممکن ہے کہ مراد یہی ہو کہ حکمت کی تعیین ضروری نہیں اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے یا بنا بر ظہور کے ذکر نہیں فرمایا وہ یہ کہ عقیدہ و عمل تمہارا درست رہے کہ اگر کسی چیز کو موثر مستقل نہ سمجھو کہ خلاف توحید و توکل ہے یہ تو علوم ظاہرہ کے مناسب فائدہ ہے) نیز (علم باطنی کے مناسب بھی ایک فائدہ ہے وہ یہ کہ) تا کہ تیرا دل حیرت میں ہو جاوے (یعنی) تا کہ تیرا دل حیران ہو جاوے اے مستفید (اور حیرت اس میں ہو) کہ میری مراد کہاں سے ملے گی (اور حیرت کا یہ فائدہ ہے) تا کہ تو اپنے عجز (مقابل قدرت) و جہل (مقابل علم) کو جان لے (کہ میں کچھ اور سمجھا تھا مگر وہ غلط نکلا یہ جہل ہوا اور میں نے چاہا اور جگہ سے اور ملا اور جگہ سے یہ عجز ہوا اور اس عجز و جہل کے جاننے کا یہ فائدہ ہے) تا کہ تیرا الیقین بالغیب اور زیادہ ہو جاوے (کہ خدا تعالیٰ کو قادر اور عالم مطلق سمجھے اور حیرت اس تقریر میں تو مقصود بالعرض ہوئی چنانچہ اس کا فائدہ مشاہدۂ عجز و جہل عبد اور اس کا فائدہ مشاہدۂ قدرت و علم حق بیان کیا گیا اور یہ مشاہدہ ذوقی ہے اور از برائے حکمتے الخ کی شرح میں جو ایک فائدہ توجیہ صحت عقیدہ و عمل میں کہا گیا تھا وہ علم اعتقادی ہے پس قولہ شود ایقان تو در غیب بیش کے معنی یہ ہوں گے کہ در عقائد غیبیہ یقین بایں طور بیش شود کہ ذوق ہم باعتقاد منضم شود آگے حیرت کا فی نفسہ مقصود ہونا بھی فرماتے ہیں یعنی) نیز (یہ فائدہ ہے کہ) تیرا دل حیران رہے مقام طلب آب و علف میں کہ (دیکھئے) تصرف کرنے والا اس طمع سے کیا چیز پیدا کرتا ہے (پس یہ حیرت خود بھی ایک حال عالی ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ ایک تجلی کا اثر ہے اور یہ حیرت محمودہ کہلاتی ہے جس کا سبب تواتر و توارد تجلیات ہے جیسا یہاں ہوا کہ حق تعالیٰ کے تصرفات متنوعہ اس کے پیش نظر ہو کر حیرت ہو گئی کہ خدا جانے اس مسبب کو وہ فلاں طریق سے پیدا کرے گا یا فلاں طریق سے پس یہ کثرت علوم سبب حیرت کا ہو گئی آگے بعض مثالیں ہیں مضمون بالا کی یعنی) تو روزی کی طمع

www.besturdubooks.wordpress.com

خیالی میں رکھتا ہے تاکہ خیالی سے زر حاصل کرے جب تک تو زندہ رہے (لیکن) وہ تیرا رزق زرگری میں پیدا کرتا ہے کہ وہ ذریعہ کمائی کا تیرے خیال سے بھی بعید تھا (اور جو سوال حکمت کا اوپر تھا وہ آگے پھر ہے مگر تکرار اس لئے نہیں کہ وہ ایک کلیہ پر سوال تھا یا ایک جزئیہ پر ہے اور جزئیہ کی تحقیق اکمن فی النفس ہوتی ہے۔ یعنی سوال یہ ہے کہ) پھر طمع خیالے میں کس لئے تھی جبکہ تیرے لئے دوسری جگہ دروازہ (رزق) مفتوح فرمایا (آگے جواب ہے کہ) کسی عجیب حکمت کے لئے جو علم حق میں ہے کہ اس حکم کو ماسبق میں لکھ دیا ہے نیز تاکہ تیری قوت فکریہ حیران رہے تاکہ حیرانی تیرا پورا شیوہ ہو جاوے آگے رجوع ہے قصہ کی طرف کہ شہزادہ نے کہا کہ یہی میرا عقیدہ ہے کہ کام ان کے قبضہ میں ہے) خواہ میری اس سعی سے وصال محبوب مل جاوے خواہ کسی ایسے طریق سے جو سعی جوارح سے خارج ہو میں یہ نہیں کہتا کہ اسی طریق سے مراد حاصل ہو جاوے گی میں تو مضطربانہ حرکت کرتا ہوں (اور دیکھتا ہوں) کہ کس جگہ سے فتح باب ہوگا (جیسا) سربریدہ مرغ ہر طرف گرتا پھرتا ہے کہ کونسی طرف (اس کی) جان بدن سے خلاصی پاوے (اسی طرح میں خیال کرتا ہوں کہ) خواہ میری مراد اس خروج (الی طلب المحبوبۃ الیٰ سلطان الصین) سے برآوے یا کسی دوسرے برج سے فلک ذات البروج میں سے (شاید یہ محاورہ بنابر اصطلاح اہل نجوم کے ہو کہ وہ بروج کا دخل حوادث میں مانتے ہیں)

فائدہ:۔ اسی مضمون کی تائید میں کہ گمان کچھ ہوتا ہے واقعہ کچھ ہوتا ہے جس کا گمان بھی نہیں ہوتا ایک حکایت لاتے ہیں جس کو بندہ اجمالاً اشعار مقام کی شروع شرح میں لکھ چکا ہے۔

حکایت آں شخص کہ در خواب دید کہ آنچہ می طلبی از یسار بمصر وفا شود آنجا گنجے ست در فلاں محلہ در فلاں خانہ چوں بمصر آمد کسے گفت من خوابے دیدہ ام کہ گنجے ست در بغداد در فلاں خانہ و در فلاں محلہ نام محلہ و خانہ بگفت آں شخص فہم کرد کہ آں گنج در مصر گفتن جہت آں بود کہ مرا یقین کنند کہ در غیر خانہ خود نمی بایست جست ولیکن ایں گنج معین و محقق جز در مصر حاصل نہ شود

اس شخص کی حکایت جس نے خواب میں دیکھا کہ جو مالداری تو چاہتا ہے وہ مصر میں ملے گی وہاں فلاں گھر میں فلاں محلہ میں ایک خزانہ ہے وہ جب مصر میں پہنچا ایک شخص نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ فلاں گھر میں فلاں محلہ میں بغداد میں ایک خزانہ ہے اس نے محلہ اور گھر کا نام لیا تو وہ شخص سمجھ گیا کہ خزانہ کو مصر میں کہنے کا سبب یہ تھا کہ مجھے یقین دلا دیں کہ اپنے گھر کے سوا تلاش نہ کرنا چاہے لیکن یہ معین اور یقینی خزانہ مصر کے علاوہ حاصل نہ ہوگا۔

بود زر میراثی را بے شمار	جملہ را خورد و بماند او عور زار
ایک میراث یا بندہ کے پاس بے شمار زر تھا	سب کو کھا گیا اور برہنہ زار رہ گیا
مال میراثے ندارد خود وفا	چوں بناکام از گذشتہ شد جدا
مال میراثی خود وفا نہیں رکھتا	جب کہ ناکامی کے ساتھ وہ متوفی سے جدا ہو گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

او نداند قدر ہم کآساں بیافت	کو بکد و رنج و کسبش کم شتافت
وہ قدر ہی نہیں جانتا کیونکہ اس نے آسانی سے پا لیا	اس لئے کہ وہ اس کی مشقت اور تعب اور کمائی میں نہیں دوڑا
قدر جاں زاں می ندانی اے فلاں	کہ بدادت حق بہ بخشش رائگاں
تو جان کی قدر بھی اس لئے نہیں جانتا	کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو مفت دے دی ہے
نقد رفت و کالہ رفت و خانہا	ماند چغداں دراں ویرانہا
نقد بھی جاتا رہا اور متاع بھی اور گھر بھی	وہ مثل چغدوں کے ویرانوں میں رہ گیا
گفت یارب برگ دادی رفت برگ	یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ
کہا کہ اے رب آپ نے سامان دیا تھا سامان جاتا رہا	یا تو سامان دیجئے اور یا موت بھیجئے
چوں تہی شد یاد حق آغاز کرد	یارب و یارب اجرنی ساز کرد
جب خالی ہو گیا یاد حق شروع کی	یارب اور یارب مجھ کو پناہ دے کا سامان مہیا کیا
چوں پیمبر گفت مومن مزمرست	در زمان خالیے نالہ گرست
جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن مزمار ہے	خلو کے وقت میں وہ نالہ گر ہوتا ہے
چوں شود پر مطربش بنہد زدست	پر مشو کاسیب دستاو خوش ست
جب وہ پر ہو جاتی ہے تو مطرب اس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے	تو پر مت ہو کیونکہ اس کے ہاتھ کا قرع خوش ہے
تی شو و خوش باش بین الاصبعین	کز مے لاایں سرمست ست ایں
تو تہی ہو جا اور بین الاصبعین خوش رہ	کیونکہ شرب لامکان سے مکان سرمست ہے
رفت طغیاں آب از چشمش کشاد	ابر چشمش زرع دیں را آب داد
طغیان جاتا رہا پانی اس کی آنکھ سے کھل گیا	اس کی ابر چشم نے زرع دین کو پانی دیا
در دعا و لابہ درزد ہر دو دست	زر طلب شد بے تعب آں زر پرست
دعا و تملق میں اس نے دونوں ہاتھ سے تمسک کیا	وہ زر پرست بلا تعب زر طلب ہوا

ایک میراث یابندہ کے پاس بیشمار زر تھا سب کو کھا گیا اور برہنہ زار رہ گیا (آگے عادت غالبہ کے موافق مال میراثی کے متعلق فرماتے ہیں کہ) مال میراثی خود وفا نہیں رکھتا جبکہ ناکامی کے ساتھ وہ متوفی سے جدا ہو گیا ہے (حالانکہ اس نے بہت محنت سے کمایا تھا مگر اس کے پاس بھی نہ رہا تو وارث کے پاس تو کیا رہے گا کیونکہ) وہ (تو اس کی) قدر بھی نہیں جانتا کیونکہ اس نے آسانی سے پالیا اس لئے کہ وہ اس کے مشقت اور تعب اور کمائی میں نہیں دوڑا (آگے ایک شعر بطور انتقال کے ہے کہ) تو جان کی قدر بھی اس لئے نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو مفت دے دی ہے (چنانچہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مشاہد ہے کہ اس کو نہ مضرات دنیویہ سے بچاتا ہے نہ مضرات اخرویہ سے اور نہ اس پر حق تعالیٰ کا کوئی معتد بہ شکر ادا کیا جاتا ہے غرض اس شخص کا) نقد بھی جاتا رہا اور متاع بھی اور گھر بھی (اور) وہ مثل چغدوں کے ویرانوں میں رہ گیا (آخر حق تعالیٰ سے دعا میں (کہا کہ اے رب آپ نے سامان دیا تھا (مگر میری حماقت سے وہ) سامان جاتا رہا (اب) یا تو سامان دیجئے اور یا موت بھیجئے (کہ بے سامانی پر صبر نہیں ہوتا) جب خالی ہو گیا یا حق شروع کی (اور) یارب اور یارب مجھ کو (مصیبت سے) پناہ دے (اس) کا سامان مہیا کیا (آگے تہی شکمی و ناداری کی جس کا اوپر ذکر تھا چوں تہی شد ایک فضیلت بیان کرتے ہیں کہ وہ جالب ہے تضرع کی یعنی) جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن (کی مثال) مزمار (کی سی) ہے (اس لئے) خلو کے وقت میں وہ نالہ گر ہے (جیسے نے کہ مجوف ہونے کے وقت اس میں آواز خوش پیدا ہوتی ہے اور مصمت میں سے نہیں نکلتی اس حدیث کے یہ الفاظ لکھے ہیں **المؤمن کمثل المزمار لایحسن صوته الانجلاء بطنه** اس حدیث کی تو مجھ کو تحقیق نہیں لیکن یہ امر فی نفسہ مشاہد اور مطابق واقع کے ہے آگے اسی کا تتمہ ہے کہ) جب وہ (نے) پر (اور مصمت) ہو جاتی ہے تو مطرب اس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے (کیونکہ اب اس میں سے آواز نہ نکلے گی اسی طرح جب تو پر ہونے سے قابل نالہ کے نہ رہے تو تجھ پر محبوب کا ویسا دست شفقت نہیں رہتا پس) تو پرمت ہو کیونکہ اس (محبوب) کے ہاتھ کا قرع (زیادہ) خوش ہے (یعنی نے پر بجانے کے وقت جس طرح زمار انگلیاں رکھتا اٹھاتا ہے جو ایک قسم کا قرع ہے مگر نے کی خوبی اسی سے ظاہر ہوتی ہے اسی طرح اگر محبوب تیرے اندر اس طرح کے تصرفات کرے جو سبب ہوں نالہ کا تو یہ سبب ہے تیری تہذیب و تکمیل کا پس تجھ کو چاہئے کہ) تو تہی ہو جا اور بین الاصبعین خوش رہ (نی مخفف کی) کیونکہ شراب لامکاں سے مکان سرمست ہے (یعنی اگر تو ہوا و شہوت سے خالی رہا تو جس طرح خلو نے کے وقت زمار اس میں اپنی آواز بھرتا ہے جس سے مستی پیدا ہوتی ہے اسی طرح تیرے اندر کہ تو مکانی ہے فیض ربانی کہ لامکانی ہے بھرا جاوے گا جو سبب ہوگا عشق و مستی کا خود تیرے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی اسی کو مئے لاایں کہہ دیا گیا پس خلو کی اس خاصیت کے موافق اس شخص کا) طغیان جاتا رہا (جس کا سبب کبھی استغناء ہو جاتا ہے قال تعالیٰ **کلا ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنی** اور) پانی اس کی آنکھ سے کھل گیا (یعنی آنسو جاری ہو گئے اور) اس کے ابر چشم نے (اس کے) زرع دین کو پانی دیا (اور) دعا و تملق میں اس نے دونوں ہاتھ سے تمسک کیا (اور) وہ زر پرست (یعنی طالب زر) بلاتعب زر طلب ہوا (بے تعب قید زر کی ہے یعنی یہ دعا کرتا تھا کہ مجھ کو بلاتعب زر مل جاوے جیسے اس دفتر کے عشر خامس کے شروع میں فقیر روزی طلب بے کسب کا قصہ آیا ہے آگے بمناسبت مضمون دعا کے تاخیر اجابت کی ایک حکمت جو کہ دعا میں واقع ہوتی ہے بیان فرماتے ہیں)۔

سبب تاخیر اجابت دعای مومن

مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کا سبب

اے بسا مخلص کہ نالد در دعا	دود اخلاصش برآید تا سما
اے بہت سے مخلص کہ دعا میں نالہ کرتے ہیں	اس کے اخلاص کا دھواں آسمان تک پہنچتا ہے
تا رود بالائی ایں سقف بریں	بوی مجمر از انین المذنبیں
یہاں تک کہ اس سقف عالی کے اوپر تک	انگیٹھی کی خوشبو نالہ گنہگاراں سے جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس ملائک باخدا نالند زار	کاے مجیب ہر دعا و مستجار
پس ملائکہ خدا تعالیٰ سے زار زار نالہ کرتے ہیں	کہ اے اجابت کرنیوالے ہر دعا کے اور اے وہ ذات جس کی پناہ طلب کی جاتی ہے
بندۂ مومن تضرع می کند	او نمی داند بجز تو مستند
بندۂ مومن تضرع کر رہا ہے	وہ بجز آپ کے کسی کو تکیہ گاہ نہیں جانتا ہے
تو عطا بیگانگاں را می دہی	از تو دارد آرزو ہر مشتہی
آپ بیگانوں کو عطا دیتے ہیں	آپ سے ہر خواہشمند آرزو رکھتا ہے
حق بفرماید نہ از خواری اوست	عین تاخیر عطا یاری اوست
حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی بے قدری کے سبب نہیں ہے	عین یہی تاخیر عطا اس کی امداد ہے
نالۂ مومن ہمیداریم دوست	گو تضرع کن کہ ایں اعزاز اوست
ہم مومن کے نالہ کو دوست رکھتے ہیں	کہو کہ تضرع کرتا رہ کیونکہ یہ اس کا اعزاز ہے
حاجت آوردش ز غفلت سوی من	آں کشیدش موکشاں در کوی من
حاجت اس کو غفلت سے میری طرف لائی ہے	اسی نے اس کو موکشاں میرے کوچہ میں پہنچایا ہے
گر برآرم حاجتش او وا رود	ہمدراں بازیچہ مستغرق شود
اگر میں اس کی حاجت پوری کردوں تو وہ واپس چلا جاوے گا	اسی بازیچہ میں مستغرق ہو جاوے گا
گرچہ می نالد بجاں یا مستجار	دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
اگرچہ یہ جان سے نالہ کر رہا ہے کہ اے مستجار	دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
خوش ہمی آید مرا آواز او	واں خدایا گفتن و آں راز او
مجھ کو اس کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے	اور وہ اس کا خدایا کہنا اور اس کا وہ راز
زانکہ اندر لابہ و در ماجرا	می فریباند بہر نوعے مرا
اور یہ امر کہ وہ تملق اور ماجرا میں	ہر ہر طرح سے مجھ کو پھسلاتا ہے
طوطیان و بلبلاں را از پسند	از خوش آوازی قفس در می کشند
طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے	خوش آوازی کے سبب قفس کے اندر بند کر دیتے ہیں
زاغ را و چغد را اندر قفس	کے کنند ایں خود نیامد در قصص
زاغ اور چغد کو قفس کے اندر کب کرتے ہیں	یہ بات قصوں میں خود نہیں آئی

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش شاہد باز چوں آید دو تن	آں یکے کمپیر و دیگر خوش ذقن
شاہد باز کے سامنے جب دو شخص آویں	ایک بڑھیا اور دوسری خوش ذقن ہو
ہر دو ناں خواہند او زوتر فطیر	آرد و کمپیر را گوید کہ گیر
دونوں روٹی مانگیں تو وہ شخص جلدی سے روٹی	لے آوے گا اور بڑھیا سے کہے گا کہ لے
واں دگر را کہ خوشتش قد و خد	کے دہد ناں بل بتاخیر افگند
اور اس دوسری کو جس کا قد اور رخسار خوبصورت ہے	روٹی کب دے گا بلکہ تاخیر میں ڈالے گا
گویدش بنشیں زمانے بے گزند	کہ بخانہ نان تازہ می پزند
اس سے کہے گا کہ تھوڑی دیر بے گزند بیٹھ جا	کہ گھر میں تازہ روٹی پک رہے ہیں
چوں رسد آں نان گرمش بعد کد	گویدش بنشیں کہ حلوا می رسد
جب گرم روٹی بعد مشقت کے آ جاوے	تو اس سے کہتا ہے کہ بیٹھ جا کہ حلوا آتا ہے
ہم بدیں فن دار دارش می کند	وز رہ پنہاں شکارش می کند
اس ترکیب سے اس کو ذرا ٹھہر جا ذرا ٹھہر جا کرتا رہتا ہے	اور راہ پنہاں سے اس کو شکار کرتا ہے
کہ مرا کاریست با تو یک زماں	منتظر می باش اے خوب جہاں
کہ مجھ کو تجھ سے ایک کام ہے ذرا تھوڑی دیر	اور منتظر رہ اے حسین جہاں
تا بدیں حیلت فریباند و را	تا مطیع و رام گرداند و را
تاکہ اس بہانہ سے اس کو پھسلا دے	تاکہ اس کو مطیع و مسخر کر لے
مثل آں کمپیر داں بیگانگاں	شاہد خوش روی مثل مومناں
مثل اس بڑھیا کے بیگانوں کو سمجھ	شاہد خوش رو مثل مومنوں کے ہے
ایں جہاں زندان مومن زیں بود	کافراں را جنت حالی شود
یہ دنیا مجلس مومن اسی لئے ہے	کافروں کے لئے جنت عاجلہ ہے
بے مرادی مومناں از نیک و بد	تو یقیں میداں کہ بہر ایں بود
مومنوں کی بے مرادی خواہ وہ نیک ہو خواہ وہ بد ہو	تو یقین جان کہ اسی لئے ہوتی ہے

اے بہت سے مخلص کہ دعا میں نالہ کرتے ہیں (اور) اس کے اخلاص کا دھواں (جو آہ و نالہ سے نکلتا ہے) آسمان تک پہنچتا ہے یہاں تک کہ اس سقف عالی کے اوپر تک انگیٹھی کی خوشبو نالہ گنہگاران سے جاتی ہے (ان کے سینہ کو انگیٹھی سے

www.besturdubooks.wordpress.com

تشبیہ دی کہ نالہ وگریہ سے گرمی پیدا ہوتی ہے اور مذنبین کی قید غیر مذنبین سے احتراز کے لئے نہیں واقعی ہے کیونکہ غیر نبی سے کسی نہ کسی درجہ میں ذنوب ضروری صادر ہوتے ہیں غرض اس کی نالہ ودعا کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے مگر اجابت میں توقف واقع ہوتا ہے) پس (اس وقت اس تاخیر کو دیکھ کر) ملائکہ خدا تعالیٰ سے زار زار نالہ کرتے ہیں کہ اے اجابت کرنے والے ہر دعا کے اور اے وہ ذات جس کی پناہ طلب کی جاتی ہے (یہ) بندۂ مومن تضرع کر رہا ہے (اور) وہ بجز آپ کے کسی کو تکیہ گاہ نہیں جانتا ہے آپ بیگانوں (یعنی کفار) کو عطا دیتے ہیں آپ سے ہر خواہشمند آرزو رکھتا ہے (اور باوجود اس کے اس کی عرض قبول فرمانے میں اس قدر توقف ہوا اس میں کیا مصلحت ہے) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (یہ تاخیر اجابت) اس کی بے قدری کے سبب نہیں ہے (بلکہ) عین یہی تاخیر عطا اس کی امداد (اور عطا) ہے (جس کا بیان آگے آتا ہے یعنی وہ یہ کہ) ہم مومن کے نالہ کو دوست رکھتے ہیں (اے مخاطب اس مومن سے) کہو کہ تضرع کرتا رہ کیونکہ یہ (امر کہ یہ تضرع کرے اور ہم دینے میں دیر کریں) اس کا اعزاز ہے (جیسا آگے مثالوں میں آوے گا) حاجت اس کو غفلت سے میری طرف لائی ہے اسی (حاجت) نے اس کو سوکشاں میرے کوچہ میں پہنچایا ہے (پس) اگر میں اس کی حاجت پوری کردوں تو وہ (میرے کوچہ سے پھر غفلت کی طرف) واپس چلا جاوے گا (یعنی) اسی بازیچہ (وغفلت) میں مستغرق ہو جاوے گا اگرچہ یہ جان سے نالہ کر رہا ہے کہ اے مستجار (اور اس حالت میں نالہ کر رہا ہے کہ) دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار (ہے اور اس نالہ کا مقتضا یہ تھا کہ اس کی حاجت جلدی جلدی پوری کر دی جاتی لیکن توقف اس لئے ہے کہ) مجھ کو اس کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے اور اس کا وہ خدایا کہنا اور اس کا وہ راز اور یا امر کہ وہ تملق اور ماجرا میں ہر ہر طرح سے مجھ کو پھسلاتا ہے (یہ سب اچھا معلوم ہوتا ہے اور می فریباند میں مجاز ہے یعنی ہر ہر نوع تملق می کند مثل آنکس کہ کسے را فریباند آگے مولانا مضمون بالا کی دو مثالیں بتلاتے ہیں ایک یہ کہ) طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے خوش آوازی کے سبب قفس کے اندر بند کر دیتے ہیں (اور) زاغ اور چغد کو قفس کے اندر کب کرتے ہیں یہ بات قصوں میں خود (کبھی سننے میں) نہیں آئی اور (دوسری مثال یہ کہ) شاہد باز (عاشق مزاج) کے سامنے جب دو شخص آویں (جن میں) ایک (تو) بڑھیا (ہو) اور دوسری خوش ذقن (حسین عورت) ہو (اور) دونوں (آکر) روٹی مانگیں تو وہ شخص جلدی سے روٹی لے آوے گا اور بڑھیا سے کہے گا کہ لے (تاکہ اس کی صورت مکروہ اور آواز مکروہ جلدی دور ہو) اور اس دوسری کو جس کا قد اور رخسارہ خوبصورت ہے۔ روٹی (جلدی) کب دے گا بلکہ (اس کو) تاخیر میں ڈالے گا اس سے کہے گا کہ تھوڑی دیر بے گزند (یعنی آرام سے) بیٹھ جا کہ گھر میں تازہ روٹی پکا رہے ہیں (پھر) جب گرم روٹی (بھی) بعد مشقت (انتظار) کے آجاوے تو اس سے کہتا ہے کہ) ابھی اور بیٹھ جا کہ حلوا آتا ہے (غرض) اسی ترکیب سے اس کو ذرا ٹھہر جا ذرا ٹھہر جا کرتا رہتا ہے اور راہ پنہاں سے اس کو شکار کرتا ہے (یعنی اپنی طرف مائل کرتا ہے اور کہتا ہے) کہ مجھ کو تجھ سے ایک کام ہے ذرا تھوڑی دیر اور منتظر رہ اے حسین جہاں تاکہ اس بہانہ سے اس کو پھسلا دے تاکہ اس کو مطیع اور مسخر کر لے (اور از رہ پنہاں اس لئے کہا کہ وہ عورت تو خالی الذہن ہے وہ یہ نہیں سمجھتی کہ اس کا یہ مقصود ہے پس) مثل اس بڑھیا کے بیگانوں (کفار) کو سمجھ (جس کو جلدی سے دے دیا اور مقصود ٹالنا ہے اور) شاہد خوش روئے مثل مومنوں ہے (جس کو دینے میں دیر کی اور مقصود اس کے جمال کا دیکھنا ہے آگے اس پر ایک تفریع ہے کہ) یہ دنیا سجن مومن اسی لئے ہے (کہ اس کی حاجات کم پوری ہوتی ہیں جس سے وہ تنگ ہونے لگتا ہے اور اصلی سبب نہیں جانتا جس طرح بلبل وطوطی کے لئے زندان تجویز کیا جاتا ہے اور وہ تنگ ہوتی ہیں اور) کافروں کے لئے (دنیا) جنت عاجلہ (حاضرہ) ہے (کہ اس کی اکثر حاجات اس کی مرضی کے موافق پوری ہو جاتی ہیں غرض) مومنوں کی بے مرادی خواہ وہ (مومن) نیک ہو خواہ بد ہو تو یقین جان کہ اسی لئے ہوتی ہے (جو اوپر مذکور ہوا)

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ تاخیر اجابت کی علت یا حکمت کا اسی میں انحصار مقصود نہیں بلکہ منجملہ دیگر اسباب کے ایک یہ بھی ہے چونکہ یہ مشہور نہ تھی اس لئے اس پر تنبیہ مناسب ہوئی اور حدیث الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر کی ایک توجیہ یہ بھی ہے یہاں بھی اسی میں انحصار نہیں اور توجیہات بھی مشہور ہیں مثلاً یہ کہ مومن کو جو نعمتیں جنت میں ملنے والی ہیں دنیا میں کیسی ہی خوش عیشی ہو مگر اس کے اعتبار سے بجن ہے۔ وعلیٰ ہذا کافر کی عقوبت کے اعتبار سے دنیا کی مصیبت بھی جنت ہے اور مثلاً یہ کہ مومن کا دنیا میں مثل بجن کے جی نہیں لگتا وللکافر ضد ذلک و بھذا الاخیر یشھد ذوقی آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف)۔

رجوع بقصۂ آں شخص کہ بادنشان گنج دادند بمصر و بیان تضرع وے از درویشی بحضرت جل جلالہٗ

اس شخص کے قصہ کی طرف واپسی جس کو مصر میں خزانہ کا پتہ دیا اور فقر کی وجہ سے اس کا (اللہ تعالیٰ) جل جلالہٗ کے دربار میں عاجزی کرنا

خواجہ چوں میراث خورد و شد فقیر	آمد اندر یارب و گریہ و نفیر
خواجہ نے جب میراث کھا لی اور فقیر ہو گیا	تو یارب اور گریہ و نفیر میں مشغول ہوا
خود کہ کوبد ایں در رحمت نثار	کو نیابد در اجابت صد بہار
کون کھٹکھٹاتا ہے اس دروازہ رحمت پاش کو	جو کہ اجابت میں سو بہار نہ پاتا ہو
خواب دید و ہاتفے گفت او شنید	کہ غنائے تو بمصر آید پدید
اس نے خواب دیکھا اور ایک ہاتف نے کہا اس نے سنا	کہ تیری تونگری مصر میں ظاہر ہو گی
رو بمصر آنجا شود کار تو راست	کرد کدیات را قبول او مرتجاست
تو مصر میں جا وہاں تیرا کام ٹھیک ہو جاوے گا	تیرے سوال کو قبول کر لیا وہ ایسا ہے جس سے امید کی جاتی ہے
در فلاں موضع یکے گنجیست زفت	در پے آں بایدت تا مصر رفت
فلاں مقام میں ایک خزانہ عظیم ہے	اس کی تلاش میں تجھ کو مصر تک جانا چاہئے
بیدرنگے ہیں ز بغداد اے نژند	رو بسوی مصر و منبت گاہ قند
بلا توقف بغداد سے اے افسردہ	مصر میں اور قند کے پیدا ہونے کی جگہ میں جا
چوں ز بغداد آمد او تا سوی مصر	گرم شد پشتش چو دید او روی مصر
جب وہ بغداد سے مصر کی طرف آیا	تو اس کی پشت قوی ہو گئی جب اس نے مصر کا منہ دیکھا
بر امید وعدۂ ہاتف کہ گنج	یابد اندر مصر بہر دفع رنج
امید وعدۂ ہاتف پر کہ خزانہ	مصر میں پاوے گا دفع رنج کے لئے
در فلاں کوی و فلاں موضع دفیں	ہست گنج سخت نادر بس گزیں
فلاں محلہ اور فلاں موقع میں مدفون ہے	خزانہ نہایت نادر بہت پسندیدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک نفقہ اش بیش وکم چیزے نماند	خواست دستے بر عوام الناس راند
لیکن اس کا خرچ کم نہ بیش کچھ بھی نہ رہا	اس نے عام لوگوں کے سامنے گدائی چلانا چاہا
لیک شرم وہمتش دامن گرفت	خویش را در صبر افشردن گرفت
لیکن شرم وہمت نے اس کا دامن پکڑ لیا	اپنے کو صبر میں دبانا شروع کیا
باز نفسش از مجاعت بر طپید	ز انتجاع از خواستن چارہ ندید
پھر اس کا نفس بھوک سے بے قرار ہوا	گدائی کرنے سے اس نے چارہ نہ دیکھا
گفت شب بیروں روم من نرم نرم	تاز ظلمت نایدم از کدیہ شرم
کہا کہ رات کو آہستہ آہستہ باہر نکلوں گا	تاکہ تاریکی کے سبب گدائی سے مجھ کو شرم نہ آوے
ہمچو شبکوکے کنم من ذکر و بانگ	تارسد از بامہایم نیم دانگ
مثل شبکوک کے میں ذکر اور آواز کروں گا	تاکہ مجھ کو بالا خانوں سے آدھا ہی دانگ مل جاوے
اندریں اندیشہ بیروں شد بکو	واندریں فکرت ہمی شد سو بسو
اسی سوچ میں محلہ میں باہر نکلا	اور اس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا
یک زماں مانع ہمی شد شرم وجاہ	یک زمانے جوع می گفتش بخواہ
کسی وقت تو شرم جاہ مانع ہوتی تھی	کسی وقت بھوک اس کو کہتی کہ مانگ
پای پیش و پای پس تا ثلث شب	کہ بخواہم یا بخسپم خشک لب
ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے تہائی شب تک	کہ مانگوں یا سوکھے ہی منہ سو جاؤں

رسیدن آں شخص بمصر وشب بیروں آمدن بکوی از بہر شبکوکی وگدائی وگرفتن عسس اورا ومراد او حاصل شدن از عسس بعد از خوردن زخم بسیار عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم وقولہٗ تعالیٰ ان مع العسر یسراً وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اشتدی ازمۃ تنفرجی وجمیع القران والکتب المنزلۃ فی تقریر ھٰذا

اس شخص کا مصر میں پہنچنا اور رات کو ایک کوچہ میں شب کی اور گدائی کے لئے باہر نکلنا اور کوتوال کا اس کو پکڑ لینا اور کوتوال کے ذریعہ بہت پٹنے کے بعد اس کی مراد کا حاصل ہو جانا' قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہی چیز تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول بیشک تنگی کے ساتھ سہولت ہے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مصیبت تو سخت ہو جا' کھل جائے گی" اور سارا قرآن اور آسمانی کتابیں اس کو ثابت کرنے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ناگہانی خود عسس او را گرفت	چو بہا ازد بے محابا تا شگفت
دفعۃً عسس نے اس کو گرفتار کر لیا	بے محابا بے توقف لکڑیاں مارنا شروع کیں
اتفاقاً اندراں شبہائے تار	دیدہ بد مردم زشب وزداں ضرار
اتفاقاً ان تاریک شبوں میں لوگوں نے رات کو	چوری کرنے والوں سے مضرت دیکھی تھی
بود شبہائے مخوف و منحس	پس بجدی جست وزداں را عسس
راتیں خوفناک اور نامبارک تھیں	پس عسس چوروں کو اہتمام سے تلاش کر رہا تھا
تا خلیفہ گفتہ کہ ببرید دست	ہر کہ شب گردد اگر خویش منست
یہاں تک کہ بادشاہ نے کہہ دیا کہ ہاتھ کاٹ ڈالو	جو شخص کہ شب کو پھرتا ہو اگرچہ وہ میرا ہی عزیز ہو
بر عسس کردہ ملک تہدید و بیم	کہ چرا باشید بر وزداں رحیم
عسس پر بادشاہ نے تہدید اور تخویف کی تھی	کہ تم لوگ چوروں پر کس لئے رحم ہوتے ہو
عشوہ شاں را از چہ رو باور کنید	یا چہ از ایشاں قبول زر کنید
ان کے جھانسہ کو کس وجہ سے باور کرتے ہو	یا کس لئے ان سے زر قبول کرتے ہو
رحم بر وزدان و ہر منحوس دست	بر ضعیفاں زحمت و بیرحمی ست
رحمت کرنا چوروں پر اور ہر منحوس دست پر	ضعیفوں پر زحمت اور بے رحمی ہے
ہیں ز رنج خاص مکسل ز انتقام	رنج او بگزیں و بنگر رنج عام
ہاں خاص شخص کے رنج سے انتقام لینے سے مت درگزر	اس کے رنج کو اختیار کر لے اور عام کے رنج کو دیکھ
اصبع ملدوغ بر در دفع شر	در تعدی و ہلاک تن نگر
ڈسی ہوئی انگلی کو دفع شر کے لئے کاٹ ڈال	تعدیہ میں اور جسد کے ہلاک ہو جانے میں نظر کر
گشتہ وزد انبہ دراں ایام بس	کاں فقیر افتاد در دست عسس
ان ایام میں چوروں کا بہت ہجوم تھا	کہ یہ فقیر عسس کے ہاتھ میں واقع ہو گیا
اتفاقاً اندراں ایام وزد	گشتہ بود انبوہ پختہ و خام وزد
اتفاقاً ان ایام میں چور لوگ	مجتمع ہو گئے تھے وزد پختہ بھی رخام بھی
در چنیں وقتش بدید و سخت زد	بر سر و بر پشت چوب بے عدد
ایسے وقت میں عسس نے اس کو دیکھا	اس کے سر اور پشت پر بے شمار لکڑیاں زور زور سے ماریں

www.besturdubooks.wordpress.com

نعرہ وفریاد زاں درویش خاست	کہ مزن تا من بگویم حال راست
اس فقیر سے نعرہ و فریاد نکلنے لگا	کہ مار مت تاکہ میں تجھ سے سچ سچ حال کہہ دوں
گفت اینک دادمت مہلت بگو	تا بشب چوں آمدی بیروں بگو
اس نے کہا کہ اس وقت میں نے تجھ کو مہلت دی کہہ	کہ تو شب کو باہر کیوں نکلا تھا
تو نہ زینجا غریب و منکری	راستی گو تا بچہ مکر اندری
تو یہاں کا نہیں ہے پردیسی اور اجنبی ہے	سچ بتلا تو کس فکر میں ہے
اہل دیواں بر عسس طعنہ زدند	کہ چرا دزداں کنوں انبہ شدند
اہل دفتر نے تھانہ دار کو مطعون کر رکھا ہے	کہ کس لئے اب چور زیادہ ہو گئے ہیں
انبہی از تست و از امثال تست	وانما یاران زشتت را نخست
کثرت تجھ سے اور تیرے ہمرنگ لوگوں سے ہے	پہلے اپنے بدمعاش یاروں کو بتلا
ورنہ کین جملہ را از تو کشم	تا شود ایمن ز شر ہر محتشم
ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا	تاکہ ہر صاحب حشمت شر سے بے خوف ہو جاوے
گفت او از بعد سوگند ان پر	کہ نیم من خانہ سوز و کیسہ بر
اس نے بہت سی قسموں کے بعد کہا	کہ میں خانہ روب اور کیسہ بر نہیں ہوں
من نہ مرد دزدی و بیدادیم	من غریب مصرم و بغدادیم
میں چوری اور ظلم کا آدمی نہیں ہوں	میں مصر کا تو پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں
قصۂ آں خواب و گنج زر بگفت	پس ز صدق او دل آنکس شگفت
قصہ اس خواب اور گنج زر کا کہا	پس اس کے صدق سے اس کا دل شگفتہ ہو گیا
بوئے صدقش آمد از سوگند او	سوز او پیدا شد از اسپند او
اس کی سوگند سے اس کو صدق کی بو آئی	اس کا سوز اس کے سپند سے ظاہر ہو گیا

خواجہ نے جب میراث کھالی اور فقیر ہو گیا تو یارب اور گریہ ونفیر میں مشغول ہوا (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) کون کھٹکھٹاتا ہے اس دروازہ رحمت پاش کو جو کہ اجابت میں سو بہار نہ پاتا ہو (یعنی وہ داعی کی دعا کو قبول کرتے ہیں وقت اجتماع شرائط کے بجمیع صور اجابت کے پس) اس نے خواب دیکھا اور (اس خواب میں) ایک ہاتف نے کہا (اور) اس نے سنا (اور وہ بات جو کہی یہ تھی) کہ تیری تونگری مصر میں ظاہر ہوگی تو مصر میں جا وہاں تیرا کام ٹھیک ہو جاوے گا (اللہ تعالیٰ نے) تیرے سوال کو قبول کر لیا (اور) وہ ایسا (ہی) ہے جس سے امید کی جاتی ہے۔ فلاں مقام میں ایک خزانہ عظیم ہے اس کی تلاش میں تجھ کو مصر

www.besturdubooks.wordpress.com

تک جانا چاہئے بلا توقف بغداد سے اے افسردہ مصر میں اور قند کے پیدا ہونے کی جگہ میں جا (عطف تفسیری ہے) جب وہ بغداد سے مصر کی طرف آیا تو اس کی پشت قوی ہوگئی جب اس نے مصر کا منہ دیکھا (اور اس کی پشت کا قوی ہونا جو کہ اوپر مذکور ہے) امید وعدہ ہاتف پر (تھا اور وہ وعدہ یہ تھا) کہ خزانہ مصر میں پاوے گا دفع رنج کے لئے (اور اس کا یہ پتہ تھا کہ) فلاں محلہ اور فلاں موقع میں مدفون ہے خزانہ نہایت نادر (اور) بہت پسندیدہ (غرض اس وجہ سے وہ مصر کو دیکھ کر خوش ہوا۔ اگر شبہ ہو کہ وہ خزانہ تو بغداد میں ملے گا جیسا آگے آتا ہے پھر ہاتف کے مصر کا پتہ بتلانے کی کیا توجیہ ہے جواب یہ ہے کہ مراد ہاتف کی یہ تھی کہ مصر میں فلاں مقام پر پہنچ کر اس کا پتہ معلوم ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جس عسس سے اس کو معلوم ہوا ہے ممکن ہے کہ اسی ہاتف کے بتلائے پتہ پر اس کو ملا ہو اور مصر میں مدفون ہونے کا حکم کرنا یہ بھی مجاز ہے یعنی اس خزانہ کی دلیل اس موضع میں مستتر ہے اور تعبیر میں ایسے ہی تجوزات ہوا کرتے ہیں) لیکن (جیسے مصر کو دیکھ کر خوش ہوا اسی طرح وہاں پہنچ کر اس کو ایک تردد بھی ہوا وہ یہ کہ) اس کا خرچ کم نہ بیش کچھ بھی نہ رہا (سب راہ میں خرچ ہو گیا اور ضرورت خرچ کی ہوئی خورد و نوش کے لئے بھی اور شاید کچھ خزانہ کے اخراج یا تلاش میں بھی کچھ خرچ ہوا ہو کیونکہ خزانہ ملنا منہ کا نوالہ تو ہے ہی نہیں اس لئے) اس نے عام لوگوں کے سامنے گدائی چلانا چاہا (دق فی الغیاث بالفتح بمعنی گدائی زیرا کہ آں درد یگراں را کوفتن ست اھ مختصرم) لیکن (عادت نہ ہونے کے سبب) شرم و ہمت نے اس کا دامن پکڑ لیا (یعنی مانع ہوا پس) اپنے کو صبر میں دبانا شروع کیا (مگر) پھر اس کا نفس بھوک سے بے قرار ہوا (اس لئے) گدائی کرنے سے اس نے چارہ نہ دیکھا (اپنے جی میں) کہا کہ رات کو آہستہ آہستہ باہر نکلوں گا تا کہ تاریکی کے سبب گدائی سے مجھ کو شرم نہ آوے مثل (گدائے) شبکوک کے (یعنی جو کہ شب کو درختوں پر بیٹھ کر سوال کرے کذا فی الغیاث) میں ذکر (یعنی دعا للمعطین) اور آواز (یعنی سوال) کروں گا تا کہ مجھ کو بالا خانوں سے آدھا ہی دانگ مل جاوے (شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شب کو دینے کے لئے باہر نہ نکلتے ہوں بام پر سے ڈال دیتے ہوں گدا اٹھا لیتا ہو حاصل یہ کہ) اسی سوچ میں محلہ میں باہر نکلا اور اس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا کسی وقت تو شرم و جاہ مانع ہوتی تھی کسی وقت بھوک اس کو کہتی کہ مانگ (اسی طرح) ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے تہائی شب تک (متردد رہا) کہ مانگوں یا سوکھے ہی منہ سو جاؤں۔ (اسی حیص و بیص میں تھا کہ) دفعۃً عسس نے اس کو گرفتار کر لیا (اور) بے محابا بے توقف لکڑیاں مارنا شروع کیں (فی الغیاث محابا بضم اول دراصل محاباۃ بود فرو گذاشتن و مروت و اعانت و فیہ شکیفتن بمعنی صبر کردن اھ اور وجہ اس عسس کے اس تشدد کی یہ تھی کہ) اتفاقاً ان تاریک شبوں میں لوگوں نے رات کو چوری کرنے والوں سے مضرت دیکھی تھی (اور) راتیں خوفناک اور نامبارک تھیں (لوقوع الضرر فیہا) پس عسس چوروں کو (نہایت) اہتمام سے تلاش کر رہا تھا یہاں تک کہ بادشاہ نے کہہ دیا تھا کہ ہاتھ کاٹ ڈالو جو شخص کہ شب کو پھرتا ہو اگرچہ وہ میرا ہی عزیز ہو (اور) عسس پر بادشاہ نے تہدید اور تخویف کی تھی کہ تم لوگ چوروں پر کس لئے رحیم ہوتے ہو (اور) ان کے چتمہ کو کس وجہ سے باور کرتے ہو (مراد اس سے وہ عذر ہے جو رات کو نکلنے کے لئے تراشا جاوے) یا کس لئے ان سے (رشوت میں) زر قبول کرتے ہو (آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) رحمت کرنا چوروں پر اور منحوس دست پر (حقیقت میں) ضعیفوں پر زحمت اور بے رحمی ہے ہاں خاص شخص کے رنج (کے خیال) سے انتقام لینے سے مت درگزر اس کے رنج کو اختیار کر لے اور عام کے رنج کو دیکھ (آگے اس کی مثال ہے کہ) اگر انگلی میں سانپ کے کاٹنے سے ایسا زہر ہو جاوے کہ آگے تعدیہ کا اندیشہ ہو تو اس) ڈسی ہوئی انگلی کو دفع شر کے لئے (فوراً) کاٹ ڈال (اور اس کے) تعدیہ میں اور (تعدیہ کے سبب بقیہ) جسد کے ہلاک ہو جانے میں نظر کر (پس اسی طرح جس کا ضرر دوسروں پر پہنچے اس کو قطع یا

www.besturdubooks.wordpress.com

قتل کرو حسب اجازت شریعت غرض) ان ایام میں چوروں کا بہت ہجوم تھا کہ (اسی زمانہ میں اتفاقاً) یہ فقیر عسس کے ہاتھ میں واقع ہو گیا (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) اتفاقاً ان ایام میں چور لوگ مجتمع ہو گئے تھے وزد پختہ بھی اور خام بھی (یعنی مشاق قدیم و نو آموز جدید) ایسے وقت میں عسس نے اس کو دیکھا اس کے سر اور پشت پر بے شمار لکڑیاں زور زور سے ماریں اس فقیر سے نعرہ و فریاد نکلنے لگا کہ مارمت تاکہ میں تجھ سے صحیح صحیح حال کہہ دوں اس نے کہا کہ اس وقت میں نے تجھ کو مہلت دی کہہ کہ تو شب کو باہر کیوں نکلا بتلا (اور) تو یہاں کا (رہنے والا بھی) نہیں ہے پردیسی اور اجنبی ہے۔ سچ بتلا تو کس فکر میں ہے اور اس عسس نے یہ بھی کہا کہ) اہل دفتر نے تھانہ دار کو (یعنی مجھ کو) مطعون کر رکھا ہے کہ کس لئے اب چور زیادہ ہو گئے ہیں (سو یہ) کثرت تجھ سے اور تیرے ہمرنگ لوگوں سے ہے۔ پہلے اپنے (ان) بدمعاش یاروں کو بتلا ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا تاکہ ہر صاحب حشمت شر سے بے خوف ہو جاوے (تخصیص صاحب حشمت کی اس لئے ہے کہ چوری ایسوں ہی کے گھر ہوتی ہے) اس نے بہت سی قسموں کے بعد کہا کہ میں خانہ روب اور کیسہ بر نہیں ہوں۔ میں چوری اور ظلم کا آدمی نہیں ہوں میں مصر کا تو پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں (اور پھر تمام) قصہ اس خواب اور گنج زر کا کہا پس اس کے صدق سے اس (عسس) کا دل شگفتہ ہو گیا (اور شب دزدی کا جاتا رہا اور) اس کی سوگند سے اس کو صدق کی بو آئی (اور ایسی مثال ہوئی کہ) اس کا سوز اس کے سپند سے ظاہر ہو گیا (آگے انتقال ہے صدق و کذب کے بیان خاصیت خاصہ کی طرف)۔

دربیان ایں حدیث شریف کہ الصدق طمانیۃ والکذب ریبۃ

اس حدیث شریف کا بیان کہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے

دل بیارامد بگفتار صواب	آنچناں کہ تشنہ آرامد بآب
دل تسلی پاتا ہے گفتار صواب سے	جس طرح کہ تشنہ تسلی پاتا ہے آب سے
جز دل محجوب کو را علتیست	از نبی اش تا غبی تمیز نیست
بجز قلب محجوب کے کہ جس میں کوئی علت ہے	جس کو نبی سے غبی تک کی تمیز نہیں ہے
ورنہ آں پیغام کز موضع بود	بر زند برمہ شکافیدہ شود
ورنہ جو پیام کہ موضع سے ہو	وہ چاند پر اثر کرتا ہے وہ شگافیدہ ہو جاتا ہے
مہ شگافد واں دل محجوب نے	زانکہ مردودست او محبوب نے
وہ چاند تو شگافیدہ ہو جاتا ہے قلب محجوب نہیں ہوتا	کیونکہ وہ مردود ہے محبوب نہیں ہے
چشمہ شد چشم عسس زاشک بل	نے زگفت خشک بل از بوی دل
عسس کی آنکھ چشمہ ہو گئی اشک ترکندہ سے	گفتار خشک سے نہیں بلکہ بوئے دل سے
یک سخن از دوزخ آید سوی لب	یک سخن از شہر جاں در کوئی لب
ایک بات دوزخ سے لب کی طرف آتی ہے	ایک بات شہر جان سے کوئی لب میں پہنچتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بحر جاں افزا و بحر پر حرج	درمیان ہر دو بحر ایں لب مرج
بحر جان افزا اور بحر پر خرج	دونوں بحر کے درمیان میں یہ لب گل ہے مرج کا
بحر جاں افزا و بحر عمر کاہ	ہر دو آں برلب گزر دارند و راہ
بحر جان افزا اور بحر عمر کا ہندہ	دونوں لب پر گزر اور راہ رکھتے ہیں
چوں ینپلو درمیان شہر ہا	از نواحی آمد آنجا بہرہا
جیسے منڈی ہوتی ہے شہروں کے درمیان	اطراف سے اس جگہ حصے آتے ہیں
کالۂ معیوب و قلب کیسہ بر	کالۂ پرسود و مستشرق چو در
متاع معیوب اور ردی کیسہ کا قطع کرنے والا	متاع پر سود اور موتی کی طرح روشن ہونے والا
زیں ینپلو ہر کہ بازرگاں ترست	برسرہ و برقلبہا دیدہ ورست
اس منڈی والوں میں سے جو شخص زیادہ سوداگر ہے	وہ خالص اور ناخالص پر صاحب نظر ہے
شد ینپلو مردرا دار الرباح	واں دگر را از عمی دار الجناح
منڈی ایک شخص کے لئے دار نفع ہے	اور اس دوسرے کے لئے بوجہ کوری کے دار گناہ ہے
ہر یکے زاجزائے عالم یک بیک	برغبی بندست و بر استاد فک
ہر چیز اجزاء عالم میں سے ایک ایک کر کے	غبی کے لئے قید ہے اور استاد پر فک قید ہے
بر یکے قندست و بر دیگر چو زہر	بر یکے لطف ست و بر دیگر چو قہر
ایک پر قند ہے اور دوسرے پر زہر	ایک پر لطف ہے اور دوسرے پر مثل قہر کے
بر یکے دیوست و بر دیگر چو حور	بر یکے نارست و بر دیگر چو نور
ایک پر دیو ہے اور دوسرے پر مثل حور کے	ایک پر نار ہے اور دوسرے پر مثل نور کے
بر یکے گنج ست و بر دیگر چو مار	بر یکے وردست و بر دیگر چو خار
ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر مثل سانپ کے	ایک پر گلاب ہے اور دوسرے پر مثل خار کے
بر یکے شیریں و بر دیگر ترش	بر یکے مبہوت و بر دیگر چو ہش
ایک پر شیریں اور دوسرے پر ترش	ایک پر مبہوت اور دوسرے پر مثل ہوش کے
بر یکے پنہاں و بر دیگر عیاں	بر یکے سودست و بر دیگر زیاں
ایک پر مخفی اور دوسرے پر مثل عیاں کے	ایک پر نفع اور دوسرے پر زیاں

www.besturdubooks.wordpress.com

بر یکے بندست و بر دیگر کشاد	بر یکے قیدست و بر دیگر مراد
ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی	ایک پر قید ہے اور دوسرے پر مراد
بر یکے نوش ست و بر دیگر چو نیش	بر یکے بیگانہ بر دیگر چو خویش
ایک پر نوش ہے اور دوسرے پر مثل نیش کے	ایک پر بیگانہ دوسرے پر مثل قرابت دار کے
بر یکے نقص ست و بر دیگر کمال	بر یکے ہجرست و بر دیگر وصال
ایک پر نقص ہے اور دوسرے پر کمال	ایک پر ہجر ہے اور دوسرے پر وصال
بر یکے روزست و بر دیگر چو شب	بر یکے عیش ست و بر دیگر تعب
ایک شخص پر دن ہے اور دوسرے پر مثل شب کے	ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تعب ہے
بر یکے محبوب و بر دیگر عدو	بر یکے راح ست و بر دیگر کدو
ایک پر محبوب ہے اور دوسرے پر دشمن	ایک پر شراب ہے اور دوسرے پر کدو
بر یکے آبست و بر دیگر چو خوں	بر یکے اعجاز و بر دیگر فسوں
ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون ہے	ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر افسوں ہے
بر یکے حلوا و بر دیگر چو سم	بر یکے سنگ ست و بر دیگر صنم
ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر مثل زہر کے ہے	ایک پر پتھر اور دوسرے پر معشوق ہے
بر یکے جسم ست و بر دیگر چو روح	بر یکے حبس ست و بر دیگر فتوح
ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر مثل روح کے ہے	ایک پر حبس ہے اور دوسرے پر فتوح ہے
بر یکے تیرست و بر دیگر کمان	بر یکے نان ست و بر دیگر سنان
ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان ہے	ایک پر روٹی اور دوسرے پر سنان ہے
ہر جمادے با نبی افسانہ گو	کعبہ با حاجی گواہ و نطق جو
ہر جماد نبی کے ساتھ افسانہ گو	کعبہ حاجی کے لئے گواہ اور ناطق ہو گا
بر مصلی مسجد آمد ہم گواہ	کو ہمی آمد بمن از دور راہ
مصلے پر بھی مسجد گواہ ہو گی	کہ وہ میرے پاس راہ دور سے آتا تھا
بر خلیلؑ آتش بود ریحان و ورد	لیک بر نمرود آں مرگست و درد
حضرت خلیل علیہ السلام پر آتش ریحاں اور ورد ہو گی	لیکن نمرود پر وہ مرگ اور درد تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

بارہا گفتیم ایں را اے حسن	می نگردم از بیانش سیر من
ہم نے اسی کو بارہا کہا ہے اے حسن	میں اس کے بیان سے سیر نہیں ہوتا ہوں
بارہا خوردی تو ناں دفع ذبول	ایں ہماں نان ست چوں نبوی ملول
تو نے بارہا روٹی دفع اضمحلال کے لئے کھائی ہے	یہ وہی روٹی ہے تو ملول کیوں نہیں ہوتا
در تو جوعے میرسد نوز اعتدال	کہ ہمی سوزد از و تخمہ و ملال
تیرے اندر بوجہ اعتدال کے ایک گرسنگی تازہ پہنچ جاتی ہے	کہ اس کی وجہ سے تخمہ اور ملال سوخت ہو جاتا ہے
ہر کرا درد مجاعت نقد شد	نوشدن با جزو جزوش عقد شد
جس کو الم جوع حاصل ہو گیا	جدید ہونا اس کے ایک ایک عضو کے ساتھ بندھ گیا
لذت از جوعست نے از نقل نو	با مجاعت از شکر بہ نان جو
لذت بھوک کے سبب سے ہے نہ کہ غذائے جدید سے	بھوک کے ساتھ نان جویں شکر سے بہتر ہے
پس ز بے جوعیست و ز تخمہ تمام	آں ملالت نے ز تکرار کلام
وہ تیرا ملول ہونا بالکلیہ ناگرسنگی	اور تخمہ سے ہے نہ کہ تکرار کلام سے
چوں ز دکان و مکیس و قیل و قال	در فریب مردمت ناید ملال
دکان اور مماکسہ اور قیل و قال سے	جو کہ لوگوں کے پھسلانے میں ہوتا ہے کیونکر ملال نہیں ہوتا
چوں ز غیبت و اکل لحم مرداں	شصت سالت سیرے نامد ازاں
غیبت اور لوگوں کے گوشت کھانے سے	ساٹھ سال میں تجھ کو اس سے سیری نہ ہوئی
شعرہا در عشق صحبہ گفتہ تو	بے ملالت ہمچو گل بشگفتہ تو
بہت سے اشعار تو نے قحبہ کے عشق میں کہے ہیں	بلا ملال تو گل کی طرح شگفتہ رہا ہے
مدحہا در صید شلہ گفتہ تو	بے ملولی بارہا بشگفتہ تو
بہت مدحیں شرمگاہ کے حاصل کرنے کے لئے تو نے کہی ہیں	بلا ملال بارہا تو شگفتہ رہا ہے
بار آخر گوئیش سوزان و چست	گرم تر صد بار از بار نخست
دوسری بار تو اس کو کہتا ہے شوقین اور چست ہو کر	سو بار میں زیادہ شائق پہلی بار سے
درد داروی کہن را نو کند	درد ہر شاخ ملولے خو کند
مرض پرانی دوا کو جدید کر دیتا ہے	مرض ملولی کی ہر شاخ کو قطع کر دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کیمیای نو کنندہ درد ہاست	کو ملولی آں طرف کہ درد خاست
کیمیا نیا بنانے والی امراض ہیں	اس طرف ملولی کہاں جہاں مرض پیدا ہوا
ہیں مزن تو از ملولی آں سرد	درد جو و درد جو و درد درد
خبردار تو ملولی سے آہ سرد مت کر	درد طلب کر اور درد طلب کر اور درد درد
خادع درد اند درمانہای ژاژ	رہزنند و زر ستاناں رسم باژ
بیہودہ معالجات درد کے دھوکہ دینے والے ہیں	رہزن ہیں اور زرستاں ہیں بطریق خراج کے
آب شورے نیست درمان عطش	وقت خوردن گر نماید سرد و خوش
آب شور تشنگی کا علاج نہیں	اگرچہ پینے کے وقت سرد اور خوش معلوم ہو
لیک خادع گشت و مانع شد ز جست	ز آب شیرینی کز و صد سبزہ رست
لیکن وہ خادع ہو گیا اور مانع ہو گیا	آب شیریں کی جستجو کرنے سے جس صدہا سبزہ پیدا ہوئے ہیں
ہمچنیں ہر زر قلبے مانع ست	از شناس نقد زر ہر جا کہ ہست
اسی طرح ہر زر قلب مانع ہے	معرفت زر خالص سے جہاں کہیں ہے
بال و پرت را بہ تزویرے برید	کہ مراد تو منم گیر اے مرید
تیرے بال و پر کو تزویر سے قطع کر دیا	کہ تیری مراد میں ہوں اے مرید لے
گفت دردت چینم و خود درد بود	باطناً خار و بظاہر ورد بود
کہا کہ تیرا مرض میں چن لوں گا اور حالانکہ وہ خود مرض تھا	وہ باطنا خار تھا اور بظاہر گل تھا
رو ز درمان دروغیں می گریز	تا شود دردت مطیب مشک بیز
جا جھوٹے علاج سے بھاگتا رہ	تاکہ تیرا درد پاکیزہ اور مشک بیز ہو جاوے

دل تسلی پاتا ہے گفتار صواب سے جس طرح کہ تشنہ تسلی پاتا ہے آب سے (جیسا عسس کے قلب کو اس کی حکایت سے تسلی ہو گئی اور یہ مضمون حدیث کا ہے اور مقصود اس سے فی نفسہ صدق و کذب کی ایک خاصیت بیان کرنا ہے اور عوارض سے تخلف ممکن ہے اور نیز ہر قلب کے اعتبار سے یہ حکم نہیں ہے بلکہ جس میں صفت سلامت کی ہو اسی لئے مولانا قلب غیر سلیم کو آگے مستثنیٰ فرماتے ہیں یعنی) بجز قلب محجوب کے کہ جس میں کوئی علت ہے جس کو نبی سے غبی تک کی تمیز نہیں ہے ورنہ (اگر قلب محجوب نہ ہو تو پھر) جو پیام (اور مضمون) کہ موضع (اصلی) سے ہو (مراد اس موضع سے محکی عنہ ہے یعنی جو حکایت کہ مطابق محکی عنہ کے ہو) وہ چاند پر (بھی) اثر کرتا ہے (اور) وہ (اس کے اثر سے) شگافیدہ ہو جاتا ہے (اور) وہ چاند تو (اس سے) شگافیدہ ہو جاتا ہے (مگر) قلب محجوب (متاثر) نہیں ہوتا کیونکہ وہ (قلب محجوب) مردود ہے (اور)

www.besturdubooks.wordpress.com

محبوب نہیں ہے (پس مردود ہونے سے فاسد الادراک ہو گیا اور مراد چاند سے اگر قلب منور ہے تب تو مطلب ظاہر ہے اور اگر معنی حقیقی ہیں تو یہ بعض اوقات کے اعتبار سے ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت کا صادق تھا اور آپ کے صدق کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے چاند کو منشق کر دیا اور قلوب کفار متاثر نہ ہوئے اور اس انشقاق میں آپ کے صدق کو موثر کہنا اس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ کا دعویٰ سبب ہو گیا حق تعالیٰ سے اس معجزہ کی درخواست کا اور وہ درخواست سبب ہوئی اس کے ظہور کا اور سبب کا سبب سبب ہوتا ہے پس دعویٰ سبب موثر فی الانشقاق ہوا چونکہ اس فقیر کی بات بھی سچی تھی اور عسس کی استعداد قلب کی باطل نہ ہوئی ہوگی گو ممکن ہے کہ پورا عدل ہونے سے ضعیف ہو گئی ہو مگر ایمان کی وجہ سے باقی ہوگی اس لئے اس) عسس کی آنکھ (مثل) چشمہ (کے) ہو گئی اشک ترکنندہ (یعنی کثیر) سے (یعنی وہ رونے لگا سو یہ اثر) گفتار خشک سے نہیں (ہوا) بلکہ بوئے دل سے (ہوا آگے علاوہ اثر طمانیتہ وریبتہ کے دوسرے آثار میں کلاموں کا مختلف ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) ایک بات دوزخ سے (کہ مثال ہے نفس کی نکل کر) لب کی طرف آتی ہے (اور) ایک بات شہر جان سے کہ مشابہ جنت کے ہے) کوئے لب میں پہنچتی ہے (یعنی کسی بات کا منشا نفس ہوتا ہے اور کسی کا روح اور ہر ایک کا جدا اثر ہوتا ہے جس میں سے ایک اثر طمانیتہ وریبہ ہے پس ایک کلام تو جس کا منشا روح ہے گویا) بحر جان افزا (وموَرث آثار محمودہ ومنہا الطمانیتہ ہے) اور (ایک کلام جس کا منشا نفس ہے گویا) بحر پر حرج (وموَرث آثار مذمومہ ومنہا الریبۃ ہے اور ان) دونوں بحر کے درمیان میں یہ لب محل ہے مرج کا (جس کے معنی ہیں خلط وارسل یہ اشارہ ہے آیۃ مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لا يبغيان کی طرف مطلب یہ کہ یہ دونوں کلام روحانی ونفسانی تو بوجہ اختلاف خواص کے گویا دو بحر مختلف مالح وعذب ہیں اور لب جن پر سے دونوں کلام گزرتے ہیں گویا وہ زمین ہے جو محل ہے مرج بحرین مختلفین کا چنانچہ لب کی وجہ تشبیہ آگے مصرح ہے یعنی) بحر جان افزا (یعنی کلام طمانیت بخش) اور بحر عمر کاہندہ (یعنی کلام ریبت زا یہ) دونوں لب پر گزر اور راہ رکھتے ہیں (لیکن جس طرح دونوں بحروں کو اہل ذوق صحیح پہچان لیتے ہیں اسی طرح دونوں کلاموں کو ایسے لوگ متمیز کر لیتے ہیں آگے مثال ہے لبوں پر مختلف کلاموں کے آنے کی یعنی) جیسے منڈی ہوتی ہے شہروں کے درمیان (کذا فی الغیاث) اطراف (مختلفہ) سے اس جگہ حصے (یعنی اسباب مختلفہ) آتے ہیں (یعنی) متاع محبوب اور ردی کیسہ کا قطع کرنے والا (بھی اور) متاع پر سود اور موتی کی طرح روشن ہونے والا (بھی یہ سب آتے ہیں لیکن) اس منڈی والوں میں سے جو شخص زیادہ سوداگر ہے وہ خالص اور ناخالص پر صاحب نظر ہے (پس) منڈی ایک شخص کے لئے دار نفع ہے اور اس دوسرے کے لئے بوجہ کوری کے دار گناہ (ونقصان) ہے (اسی طرح مختلف ومختلط کلام باوجودیکہ ایک ہی منڈی یعنی لب و دہاں میں جمع ہوتے ہیں اور اس لئے کالشیٔ الواحد ہیں مگر اہل بصیرت کو ان میں امتیاز ہے اور وہ اس امتیاز سے منتفع ہوتے ہیں اور غیر اہل بصیرت تلبیس وضرر پڑتے ہیں پس ایک ہی کلام ایک کے لئے نافع دوسرے کے لئے مضر آگے بطور انتقال من الانتفاع بمعرفة خاصية الطمانينة والريبة والتضرر بعدم معرفتهما الى مطلق الانتفاع والتضرر اس اختلاف نفع وضرر کی تعمیم کرتے ہیں کہ کلام ہی کی کیا تخصیص ہے) ہر چیز اجزاء عالم میں سے ایک ایک کر کے غبی کے لئے قید (اور گرفتاری) ہے اور استاد (یعنی عارف صاحب بصیرت) پر فک قید ہے (مثلاً ایک شخص ان اجزاء کے تعلق میں خدا تعالیٰ سے دور ہو گیا دوسرا ان ہی اجزاء کو مظہر سمجھ کر خدا تعالیٰ کا مقرب ہو گیا پس ایک ہی چیز) ایک (شخص) پر قند ہے اور دوسرے (شخص) پر زہر (یعنی ایک کے لئے خیر ونفع دوسرے کے لئے شر وضرر) ایک پر لطف ہے اور دوسرے پر مثل نیش

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ایک پر بیگانہ دوسرے پر مثل قرابت دار کے ایک پر نقص ہے اور دوسرے پر کمال ایک پر ہجرت ہے اور دوسرے پر مثل قہر کے ایک پر دیو ہے اور دوسرے پر مثل حور کے ایک پر نار ہے اور دوسرے پر مثل نور کے ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر مثل سانپ کے ایک پر گلاب ہے اور دوسرے پر مثل خار کے ایک پر شیریں اور دوسرے پر ترش ایک پر مبہوت اور دوسرے پر مثل ہوش کے ایک پر مخفی اور دوسرے پر مثل عیاں کے ایک پر نفع اور دوسرے پر زیاں ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی ایک پر قید ہے اور دوسرے پر مراد ایک پر نوش ہے اور دوسرے پر وصال ایک شخص پر دن ہے اور دوسرے پر مثل شب کے ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تعب ہے ایک پر محبوب ہے اور دوسرے پر دشمن ایک پر شراب ہے اور دوسرے پر کدو (جو ظرف شراب ہے) ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون ہے ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر افسوں ہے ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر مثل زہر کے ہے ایک پر پتھر (بیکار ہے اور دوسرے پر معشوق (دلدار) ہے ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر مثل روح کے ہے ایک پر حبس ہے اور دوسرے پر فتوح ہے ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان ہے ایک پر روٹی اور دوسرے پر سنان ہے۔ ہر جماد (عام کے ساتھ جماد اور) نبی کے ساتھ افسانہ گو (اس جماد میں سے ایک) کعبہ (ہے کہ وہ قیامت کے روز) حاجی کے لئے گواہ اور ناطق ہوگا (اور جن کو اس سے تعلق نہیں ان کے لئے ناطق بالشہادۃ والشفاعۃ نہ ہوگا تو یہاں بھی ایک چیز ایک کے حق میں ایک صفت کی دوسرے کے حق میں دوسری صفت کی اسی طرح) مصلے پر بھی مسجد گواہ ہوگی کہ وہ میرے پاس راہ دور سے آتا تھا (اور جن کو اس سے علاقہ نہیں ان کے لئے شہید و شفیع نہ ہوگی تو یہاں بھی ایک چیز دو شخصوں کے حق میں دو صفت کی ہوئی اسی طرح) حضرت خلیل علیہ السلام پر آتش ریحاں اور ورد ہوگئی لیکن نمرود پر وہ مرگ اور درد تھی (چنانچہ اس کے لئے سبب ہوگئی مرگ و درد ابدی کی پس ان امثلہ سے مدعائے مذکور کہ ایک شے کسی کو نافع ہے کسی کو مضر بوجہ احسن وابین ثابت ہوگیا آگے جواب ہے سوال مقدر کا کہ تم تو اس مضمون کو متعدد دفعہ بیان کر چکے ہو بار بار تکرار سے کیا فائدہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ واقعی) ہم نے اسی (مضمون) کو بار بار کہا ہے اے حسن (جیسا دفتر اول میں بھی تحت سرخی تفسیر آیت مرج البحرین ان اشعار میں بیان کیا ہے در مقامے ہست ایں ہم زہر مار الی قولہ ایں چنیں باشد تفاوت در امور لیکن) میں اس کے بیان سے سیر نہیں ہوتا ہوں (مطلب یہ کہ تم بوجہ بے رغبتی کے اس مضمون سے سیر ہو اس لئے تم کو یہ تکرار معلوم ہوتا ہے اور میں بوجہ رغبت کے اس سے سیر نہیں ہوں اس لئے مجھ کو یہ تکرار معلوم نہیں ہوتا چنانچہ جو چیزیں تم کو مرغوب ہیں ان کا تم بھی تکرار بلا ملال کرتے ہو مثلاً) تو نے بارہا روٹی دفع اضمحلال کے لئے کھائی ہے یہ وہی روٹی ہے (جو اس سے پہلے بارہا کھائی ہے مگر) تو ملول کیوں نہیں ہوتا (یہ تو بطور جواب الزامی ہے آگے اس عدم ملال کی لم بتلاتے ہیں جس سے یہ جواب تحقیقی ہو جاوے گا کہ وجہ روٹی سے ملول نہ ہونے کی یہ ہے کہ) تیرے اندر بوجہ اعتدال (مزاج) کے ایک گرسنگی تازہ پہنچ جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے تخمہ اور ملال سوخت (اور فنا) ہو جاتا ہے (کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) جس کو الم جوع حاصل ہو گیا (غذائے غیر جدید کا) جدید ہونا اس کے ایک ایک عضو کے ساتھ بندھ گیا (پس اصل) لذت (و رغبت) بھوک کے سبب سے ہے نہ کہ غذائے جدید سے بھوک کے ساتھ نان جویں شکر سے بہتر ہے (جو کہ بدوں بھوک کے ہو پس معلوم ہوا کہ) وہ تیرا ملول ہونا (مضمون مذکور کے اعادہ سے) بالکلیہ نا گرسنگی اور تخمہ سے ہے نہ کہ تکرار کلام سے (ورنہ ہر جگہ تکرار موجب ملول ہوتا حالانکہ مرغوب کی تکرار سے بھی ملال نہیں ہوتا اس کی اور مثال لو کہ) دکان (تجارت) اور مماکسہ (بمعنی تنگی در بیع ومالہ مکاس بضم اکیم) اور قیل وقال سے جو کہ (مشتری) لوگوں کے پھسلانے میں ہوتا ہے کیونکہ ملال نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتا (اور مثال لو کہ) غیبت اور لوگوں کے گوشت کھانے سے ساٹھ سال میں تجھ کو اس سے سیری نہ ہوئی (اور مثال لو کہ) بہت سے اشعار تو نے قحبہ کے عشق میں کہے ہیں (اور) بلا ملال تو گل کی طرح شگفتہ رہا ہے بہت مدتیں (کسی قحبہ کی) شرمگاہ کے حاصل کرنے کے لئے تو نے کبھی ہیں بلا ملال بارہا تو شگفتہ رہا ہے (پھر) دوسری بار تو اس کو کہتا ہے شوقین اور چست ہو کر (اور) سو بار میں زیادہ مشائق پہلی بار سے (اور مثال لو کہ) مرض پرانی دوا کو جدید کر دیتا ہے مرض ملولی کی ہر شاخ کو قطع کر دیتا ہے (کذا فی الغیاث فی معنی خو) کیمیا (جو کہ پرانی چیزوں کو) نیا بنانے والی (ہے وہ) امراض ہیں اس طرف ملولی کہاں جہاں مرض پیدا ہوا (اور جیسا امثلہ بالا میں طلب اور درد کا خاصہ معلوم ہوا یہی حال ہے درد باطن اور طلب کا کہ اس کے ہوتے ہوئے تکرار کا خود تقاضا ہوتا ہے نہ کہ اس سے ملال ہو جب یہ معلوم ہو گیا پس) خبردار تو ملولی سے آ مردمت کر (بلکہ) درد طلب کر اور درد طلب کر اور درد درد (یہ تاکید ہے اور چونکہ عادۃً درد و طلب پیدا ہونے کا طریق صحبت ہے شیوخ کی اور اس میں بعض اوقات دھوکہ ہو جاتا ہے کہ مزور کو کامل سمجھ کر اس سے رجوع کرے اس لئے اس سے تحذیر ہے کہ) بیہودہ (اور بے اثر) معالجات درد (و مرض) کے دھوکہ دینے والے ہیں (جیسے بے قاعدہ علاج مرض کے حق میں بالکل دھوکہ ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اُسکو کافی سمجھا دوسرے یہ کہ صحیح علاج سے مستغنی رہا اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ مرض حسی میں تو مرض کا ازالہ مقصود ہے اور عدم ازالہ دھوکہ ہے اور درد باطن میں بالعکس ہے پس تشبیہ کیسے صحیح ہے بات یہ ہے کہ یہاں بھی دھوکہ بھی عدم ازالہ مرض ہی ہے یہاں مرض درد نہیں ہے بلکہ عدم درد ہے پس حاصل دھوکہ کا یہ ہوا کہ عدم درد زائل نہ ہو یعنی درد پیدا نہ ہو کہ یہی درد صحت باطنی ہے جب یہ معالجات ایسے ہیں تو اس معالجہ کے مدعی) رہزن اور زرستان ہیں بطریق خراج کے (ہکذا فی الغیاث فی معنی باز مرادف باج اور ایسے لوگوں کا ٹیکس لینا مشاہد ہے آگے اس خداع کی مثال ہے کہ جیسے) آب شور تشنگی کا علاج نہیں ہے اگرچہ پینے کے وقت سرد اور خوش معلوم ہو (سو اس میں نفع تو کچھ نہیں) لیکن (ضرر البتہ ہے وہ یہ کہ) وہ خادع ہو گیا اور (تفسیر خادع ہونے کی یہ ہے کہ) مانع ہو گیا آب شیریں کی جستجو کرنے سے جس سے صدہا سبزہ پیدا ہوئے ہیں (آگے اور مثال ہے کہ) اسی طرح ہر زر قلب مانع ہے معرفت زر خالص سے جہاں کہیں ہے (بس اسی طرح اس مزور نے) تیرے بال و پر کو (یعنی صلاحیت ترقی کو) تزویر سے قطع کر دیا کہ تیری مراد میں ہوں اے مرید (مجھ سے مراد) لے (اور براہ تزویر یہ) کہا کہ تیرا مرض میں چھین لوں گا اور حالانکہ وہ خود مرض تھا (اور) وہ باطناً خار تھا اور بظاہر گل تھا (مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اے طالب) جا جھوٹے علاج سے بھاگتا رہ تاکہ تیرا درد پاکیزہ اور مشک بیز ہو جاوے (یعنی تیری اس طلب پر ثمرات محمودہ قرب و وصول و نسبت مع اللہ مرتب ہوں آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف)۔

گفتن عسس خواب خود را با غریب مسکین و نشان گنج دادنہم در خانہ او

کوتوال کا مسکین پردیسی سے اپنا خواب بیان کرنا اور اسی کے گھر میں خزانہ کا پتہ دینا

گفت نے دزدی تو و نے فاسقی	مرد نیکی لیک گول و احمقی
عسس نے کہا کہ تو نہ چور ہے اور نہ فاسق ہے	نیک آدمی ہے لیکن بیوقوف احمق ہے
بر خیال خواب چندیں رہ کنی	نیست عقلت را تسوئے روشنی
خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ قطع کرتا ہے	تیری عقل میں ایک تسو بھر بھی روشنی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بر خیالے اینچنیں راہ دراز	پیش گیری از سر جہل و زآز
ایک خیال پر اتنا دراز راستہ	اختیار کرتا ہے جہل و حرص کی رو سے
بارہا من خواب دیدم مستمر	کہ بعد بغداد ست گنج مستتر
میں بارہا مدت مستمرہ سے یہ خواب دیکھ رہا ہوں	کہ بغداد میں ایک خزانہ مستتر ہے
در فلاں کوی و فلاں خانہ دفیں	بود آں خودنام خانہ وکوئ ایں
فلاں محلّہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے	وہ خود اسی شخص کے گھر اور محلّہ کا نام تھا
ہست در خانہ فلانے روبجو	نام خانہ و نام او گفت آں عدو
وہ فلانے گھر میں ہے جا تلاش کر	اس عدو نے اسی شخص کے گھر کا نام اور اس کا نام بتلایا
دیدہ ام خود بارہا ایں خواب من	کہ بہ بغداد ست گنجے در وطن
میں نے بارہا یہ خواب دیکھا	کہ بغداد میں ایک خزانہ ہے وطن کے اندر
ہیچ من از جا نرفتم زیں خیال	تو بیک خوابے بیائی بے ملال
میں اس خیال کے سبب کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا	تو ایک ہی خواب پر بے ملال چلا آیا
خواب احمق لائق عقل ویست	ہمچو او بے قیمت ست ولاشئ ست
احمق کا خواب اسی کی عقل کے لائق ہے	اس کی موافق بے قیمت اور لاشے ہے
خواب زن کمتر ز خواب مرداں	از پئے نقصان عقل وضعف جاں
عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم جان	بوجہ ضعف عقل اور ضعف جان کے
خواب ناقص عقل وگول آید کساد	پس ز بے عقلی چہ باشد خواب باد
خواب ناقص العقل اور احمق کا کاسد ہوتا ہے	پس بے عقلی سے تو خواب کیسا ہوگا محض ہوا ہوگا
گفت باخود گنج درخانہ من ست	پس مرا آنجا چہ فقر وشیون ست
اپنے دل میں کہنے لگا کہ خزانہ تو میرے ہی گھر میں ہے	پھر مجھ کو اس جگہ کیا فقر و ماتم ہے
برسر گنج از گدائی مردہ ام	زانکہ اندر غفلت و درپردہ ام
خزانہ پر بیٹھا ہوا گدائی سے مردہ ہوں	اس لئے کہ غفلت اور پردہ میں ہوں
زیں بشارت مست شد دردش نماند	صد ہزار الحمد زیر لب بخواند
اس بشارت سے وہ مست ہو گیا اور اس کی کلفت نہ رہی	لاکھوں الحمد لبوں کے نیچے ہی نیچے پڑھیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت بد موقوف ایں لت لوت من	آب حیواں بود در حانوت من
کہا کہ میری یہ لعنت لات پر موقوف تھی	آب حیات میری دوکان ہی میں تھا
روکہ برلوت شگرفے بر زدم	کوری آں وہم کہ مفلس بدم
چل کہ لعنت عجیبہ پر میں نے ہاتھ مارا ہے	ناس ہو اس خیال کا کہ میں مفلس تھا
خواہ احمق دان و خواہی عاقلم	یافتم ہرچہ کہ می خواہد دلم
خواہ مجھ کو احمق جان خواہ مجھ کو عاقل سمجھ	میرا جس چیز کو دل چاہتا ہے وہ میں نے پا ہی لی
خواہ احمق داں مرا خواہی فرد	آن من شد ہرچہ می خواہی بگو
خواہ مجھ کو احمق جان خواہ کمتر	وہ خزانہ میری ملک ہو ہی گیا
من مراد خویش دیدم بے گماں	ہر چہ خواہی گو مرا اے بد دہاں
تو جو چاہے کہہ میں نے اپنی مراد دیکھ ہی لی	بلا کسی شک کے تو جو چاہے کہہ اے بد زبان
گو مرا پر درد گو اے محتشم	پیش تو پر درد و پیش خود خوشم
تو مجھ کو مریض کہہ اے صاحب احتشام	میں تیرے نزدیک پر مرض ہوں اور اپنے نزدیک خوش ہوں
وای گر برعکس بودے ایں مطار	پیش تو گلزار و پیش خویش خار
افسوس ہوتا اگر یہ مقام پرواز برعکس ہوتا	تیرے نزدیک گلزار ہوتا اور اپنے نزدیک خوار ہوتا
با فقیرے گفت روزے یک خسے	کہ ترا ایں جا نمی داند کسے
کسی فقیر سے کسی روز ایک کمینہ نے کہا	کہ تجھ کو اس جگہ کوئی نہیں جانتا
گفت او گر می نداند عامیم	خویش را من نیک می دانم کیم
اس نے کہا اگر مجھ کو عامی آدمی نہیں جانتا	میں تو اپنے کو خوب جانتا ہوں کہ کون ہوں
وای گر برعکس بودے درد و ریش	او بدے بینای من من کور خویش
افسوس ہوتا اگر یہ درد اور ریش برعکس ہوتا	کہ وہ تو میرا بینا ہوتا اور میں اپنا نابینا ہوتا
احمقم گیر احمقم من نیک بخت	بخت بہتر از لجاج و روی سخت
تو مجھ کو احمق سمجھ میں احمق خوش نصیب ہوں	نصیب بہتر ہے خصومت اور ترشروئی سے
ایں سخن بر وفق ظنت می جہد	ورنہ بختم داد عقلم می دہد
یہ مضمون تیرے گمان کے موافق نکل رہا ہے	ورنہ میرا نصیبہ میری عقل کی داد دے رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بازگشتن آں مرد شادماں مراد یافتہ وشکر گویاں وسجدہ کناں وحیراں در غرائب اشارت حق سبحانہٗ وتعالیٰ وظہور تاویلات آں بروجیکہ ہیچ عقلے وفہمے آں جا نرسد

اس شخص کا خوش خوش اور مراد حاصل کر کے اور شکر ادا کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے اشاروں کے عجائب میں حیران واپس لوٹنا اور ان کی تاویلات کا ایسے طریقہ پر ظاہر ہونا کہ کوئی عقل اور سمجھ وہاں نہیں پہنچتی ہے

باز گشت از مصر تا بغداد او	ساجد و راکع ثنا گو شکر گو
وہ شخص مصر سے بغداد کی طرف واپس ہوا	سجدہ کرتا ہوا رکوع کرتا ہوا ثناء و شکر کرتا ہوا
جملہ رہ حیران ومست او زیں عجب	ز انعکاس روزی راہ طلب
تمام راستہ وہ حیران اور مست اس عجیب بات سے	روزی اور راہ طلب کے منعکس ہونے سے
کز کجا امیدوارم کردہ بود	وز کجا افشاند برمن سیم و سود
کہ مجھ کو کہاں سے تو امیدوار کیا تھا	اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار فرمایا
ایں چہ حکمت بود کاں قبلہ مراد	کردماز خانہ بروں گمراہ و شاد
یہ کیا حکمت تھی کہ اس قبلہ مقاصد نے	مجھ کو گھر سے باہر نکالا گم کردہ راہ اور شاد کر کے
تا شتاباں در ضلالت می شدم	ہر دم از مطلب جدا تر می بدم
یہاں تک کہ میں غلط راہی میں شتاباں جا رہا تھا	ہر لحظہ مطلب سے زیادہ جدا ہوا جاتا تھا
باز آں عین ضلالت را بجود	حق وسیلت کرد اندر رشد و سود
پھر اسی عین گمراہی کو جود سے	حق تعالیٰ نے رشد اور نفع میں واسطہ بنا دیا

عسس نے کہا کہ تو نہ چور ہے اور نہ فاسق ہے نیک آدمی ہے لیکن بیوقوف احمق ہے (کہ محض) خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ قطع کرتا ہے (معلوم ہوتا ہے) تیری عقل میں ایک تسو بھر روشنی بھی نہیں ہے (محض) ایک خیال پر اتنا دراز راستہ اختیار کرتا ہے جہل وحرص کی رو سے میں بار ہا مدۃ مستمرہ سے یہ خواب دیکھ رہا ہوں کہ بغداد میں ایک خزانہ مستتر ہے (اور) فلاں محلہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے (اور) وہ خود اسی شخص کے گھر اور محلہ کا نام تھا وہ فلانے گھر میں ہے جا تلاش کر (اور) اس عدو نے اسی شخص کے گھر کا نام اور اس کا نام بتلایا (غرض) میں نے بار ہا یہ خواب دیکھا کہ بغداد میں ایک خزانہ ہے وطن کے اندر (یعنی جنگل میں نہیں بلکہ آبادی میں مگر) میں اس خیال کے سبب کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا (اور) تو ایک ہی خواب پر بے ملال چلا آیا (واقعی) احمق کا خواب اسی کی عقل کے لائق (ہوتا) ہے (یعنی) اس (عقل) کی موافق (وہ بھی) بے قیمت اور لاشے (ہوتا) ہے (اسی لئے) عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم جان بوجہ ضعف عقل اور ضعف جان کے (اور جب) خواب ناقص العقل اور احمق کا کاسد ہوتا ہے پس بے عقلی سے تو خواب کیسا ہوگا محض ہوا ہوگا (یہ تفاوت مذکوران خوابوں میں ہوتا ہے جس میں کچھ تصرف متخیلہ کا بھی ہو عسس سے یہ سن کر) اپنے دل میں کہنے لگا کہ خزانہ تو میرے ہی گھر

www.besturdubooks.wordpress.com

میں ہے پھر مجھ کو اس جگہ کیا فقر و ماتم (ہو رہا) ہے۔ (باوجود اس کے کہ میں خود) خزانہ پر بیٹھا ہوا (ہوں اور پھر) گدائی سے مردہ (ہو رہا) ہوں اس لئے کہ غفلت اور پردہ میں ہوں (یعنی اس لئے کہ اس کا علم نہیں ہے غرض) اس بشارت سے وہ مست ہو گیا اور اس کی کلفت (سفر کی یا عسس کی مار پیٹ کی) نہ رہی لاکھوں الحمد لیوں کے نیچے ہی نیچے (یعنی چپکے چپکے) پڑھیں (اور اپنے نفس سے) کہا کہ میری یہ نعمت لات (گھونسہ کھانے) پر موقوف تھی (فی الغیاث لت زدوں وکو فتن اوہ ورنہ) آب حیات میری دوکان ہی میں تھا (مگر اس کا ملنا اس سختی جھیلنے پر موقوف تھا اے نفس) چل کہ نعمت عجیبہ پر میں نے ہاتھ مارا ہے ناس ہو اس خیال کا کہ میں مفلس تھا (آگے دل ہی دل میں عسس کو خطاب ہے کہ) خواہ مجھ کو احمق جان خواہ مجھ کو عاقل سمجھ میرا جس چیز کو دل چاہتا ہے وہ میں نے پا ہی لی خواہ مجھ کو احمق جان خواہ (احمق سے بھی) کمتر وہ خزانہ میری ملک ہو ہی گیا تو جو چاہے کہہ میں نے اپنی مراد دیکھ ہی لی بلا کسی شک کے تو مجھ کو جو چاہے کہہ اے بدزبان تو مجھ کو مریض (بمرض حماقت) کہہ اے صاحب احتشام میں تیرے نزدیک پرمرض ہوں اور اپنے نزدیک خوش ہوں افسوس ہوتا اگر یہ مقام پرواز برعکس ہوتا (یعنی) تیرے نزدیک گلزار ہوتا اور اپنے نزدیک خوار ہوتا (اس واقعہ کو مطار سے شاید اس لئے تعبیر کیا ہو کہ یہ محل ہے پرواز افکار کا آگے اس کی ایک مثال ہے کہ) کسی فقیر سے کسی روز ایک کمینہ نے کہا کہ تجھ کو اس جگہ کوئی نہیں جانتا اس فقیر) نے کہا کہ اگر مجھ کو عامی آدمی نہیں جانتا (تو کیا ہوا) میں تو اپنے کو خوب جانتا ہوں کہ کون ہوں افسوس ہوتا اگر یہ درد اور ریش برعکس ہوتا کہ وہ تو میرا بینا (یعنی میرے کمالات کا معتقد) ہوتا اور میں اپنا نابینا (یعنی ان کمالات کا فاقد) ہوتا (مقصود درویش کا تفاخر نہیں ہے بلکہ تحدث بالنعمۃ اور عوام کے اعتقاد اور عدم اعتقاد کا عدم اعتبار ہے پس اسی مثال کی طرح) تو مجھ کو احمق سمجھ میں احمق (سہی مگر) خوش نصیب (تو) ہوں نصیب بہتر ہے خصومت اور ترشروئی سے (جو کہ ناداری میں پیش آتی ہے اور) یہ مضمون (کہ میں احمق ہوں) تیرے گمان کے موافق (میرے منہ سے) نکل رہا ہے (کہ میں اپنی احمقی کو تسلیم کر رہا ہوں) ورنہ (واقع میں خود) میرا نصیبہ میری عقل کی داد دے رہا ہے (یعنی خوش نصیبی ہی دلالت کر رہی ہے میرے عاقل ہونے پر کیونکہ عاقل ہونے سے جو مقصود ہے کامیابی وہ مجھ کو حاصل ہے جب غایت حاصل ہو گئی طریق بھی حکماً موجود ہے گو حقیقۃً معدوم ہو آگے اس شخص کے بغداد کو واپس جانے اور خزانہ ملنے کی سرخی ہے اور اس کے ساتھ اس قصہ عجیبہ کی مناسبت سے دوسرے مضامین کی طرف انتقال ہے یعنی اس کے بعد) وہ شخص مصر سے بغداد کی طرف واپس ہوا۔ سجدہ کرتا ہوا رکوع کرتا ہوا (حق تعالیٰ کی) ثناء وشکر کرتا ہوا تمام راستہ وہ حیران اور مست اس عجیب بات سے (یعنی طریق) روزی اور راہ طلب کے منعکس ہونے سے کہ مجھ کو (حق تعالیٰ نے) کہاں سے تو امیدوار کیا تھا اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار فرمایا یہ کیا حکمت تھی کہ اس قبلہ مقاصد نے مجھ کو گھر سے باہر نکالا گم کردہ راہ اور شاد کر کے (یعنی وہ خزانہ کا رستہ نہ تھا مگر میں اس خیال سے کہ وہاں خزانہ ملے گا خوش خوش جا رہا تھا) یہاں تک کہ میں غلط راہی میں شتاباں شتاباں جا رہا تھا (اور) ہر لحظہ مطلب سے زیادہ جدا (اور دور) ہوتا جاتا تھا (ابتداء تو یہ تھی اور) پھر (انتہا یہ ہوئی کہ) اسی عین گمراہی کو (اپنے) جود (وکرم) سے حق تعالیٰ نے رشد اور نفع میں واسطہ بنا دیا (جیسا کہ عسس کے قصہ میں معلوم ہوا آگے حق تعالیٰ کے ایسے ہی عجائب تصرفات کہ اسباب پر خلاف توقع مسببات کو مرتب فرماتے ہیں اور پھر قریب سرخی آئندہ کے اشعار ثلثہ اندریں فتح ابن میں رجوع ہے قصہ کی طرف کہ وہاں پہنچ کر وہ خزانہ مل گیا اور پھر شعر رابع میں کہ شعر اخیر ہے سرخی گذشتہ کا تمہید ہے رجوع بقصہ شہزادگان کی جو انشاء اللہ تعالیٰ عشر عاشر میں مذکور ہوگا)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بیان بعضے عجائب تصرفات الٰہیہ

گمرہی را منہج ایماں کند	کژروی را مقصد احساں کند
وہ گمراہی کو طریق ایمان کا کر دیتے ہیں	کج روی کو اخلاص کا مقصد کر دیتے ہیں
تانباشد ہیچ محسن بے وجا	تانگردد ہیچ خائن بے رجا
تاکہ کوئی نیکی کرنے والا بے خوف نہ رہے	تاکہ کوئی عاصی بے امید نہ رہے
اندرون زہر تریاق آں خفی	کردتا گویند ذواللطف الخفی
زہر کے اندر تریاق اس مہربان نے کر رکھا ہے	تاکہ لوگ صاحب لطف خفی کہیں
نیست مخفی در نماز آں مکرمت	در گنہ خلعت نہد آں مغفرت
وہ کرم نماز میں مخفی نہیں ہے	گناہ میں اس مغفرت کی خلعت رکھ دیتے ہیں
منکراں را قصد اذلال ثقات	ذل شدہ عز و ظہور معجزات
منکروں کا قصد مقبولین کے ذلیل کرنے کا تھا	وہ ذلت عزت اور ظہور معجزات ہو گئی
قصد شاں ز انکار ذل دیں بدہ	عین ذل عز رسولاں آمدہ
ان کا قصد انکار سے دین کی ذلت تھی	عین ذلت رسولوں کی عزت ہو گئی
گر نہ انکار آمدے از ہر بدے	معجز و برہاں چرا نازل شدے
اگر ہر بد آدمی سے انکار واقع نہ ہوتا	تو معجزہ اور برہاں کس لئے نازل ہوتا
تانگردد خصم تو مصداق خواہ	کے کند قاضی تقاضائے گواہ
جب تک تیرا مخاصم دلیل مصدق کا خواہاں نہیں ہوتا	حاکم گواہ کا تقاضا کب کرتا ہے
معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی	بہر صدق مدعی در بیشکی
معجزہ مشابہ گواہ زکی کے ہے	صدق مدعی کے لئے نفی شبہ میں
طعنہ چوں می آمد از ہر ناشناخت	معجزہ می داد حق و می نواخت
جب ہر ناواقف طرف سے طعنہ واقع ہوتا تھا	تو حق تعالیٰ معجزہ دیتے تھے اور نوازش فرماتے تھے
مکر آں فرعون سی صد تو بدہ	جملہ ذل او و قمع او شدہ
اس فرعون کا مکر تین سو تہ تھا	وہ سب اس کی ذلت اور اس کے قلع قمع کا سبب ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد	تا کہ جرح معجزہ موسیٰؑ کند
ساحروں کو اس نے جمع کیا ماہر کو اور غیر ماہر کو	تا کہ معجزہ موسوی میں جرح کرے
تا عصا را باطل و رسوا کند	اعتبارش راز دلہا بر کند
تا کہ عصا کو باطل اور رسوا کرے	اس کے اعتبار کو دلوں سے دور کرے
عین آں مکر آیت موسیٰؑ شدہ	اعتبار آں عصا بالا شدہ
عین وہ مکر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہو گیا	اس عصا کا اعتبار اور بالا ہو گیا
لشکر آرد او پگہ تا حول نیل	تا زند بر موسیٰؑ و قومش سبیل
دیگاہ کے وقت لشکر لاتا ہے آب نیل کے گرد و پیش تک	تا کہ موسیٰ علیہ السلام پر اور ان کی قوم پر راہ زنی کرے
ایمنی امت موسیٰؑ شود	او بحت الارض و ہاموں در رود
امت موسویہ کے امن کا سبب بن جاوے	وہ زمین اور دشت کے تحت میں جاوے
گر بمصر اندر بدیاو نامدے	وہم از سبطی کجا زائل شدے
اگر وہ مصر ہی میں رہتا نہ آتا	تو وہم سبطی سے کہاں زائل ہوتا
آمد و در سبط افگند او گداز	کہ بداں کہ امن در خوف ستراز
وہ آیا اور سبطیوں میں اس نے اندیشہ ڈالا	کہ جان لے کہ امن خوف میں مخفی ہے
ایں بود لطف خفی کو را صمد	نار بنماید خود آں نورے بود
لطف خفی یہ ہوتا ہے کہ ان کو حضرت صمد	نار دکھلا دیں وہ خود ایک نور ہو
نیست مخفی مزد دادن در تقا	ساحراں را اجر بیں بعد از خطا
اجر دینا تقویٰ میں یہ مخفی نہیں ہے	ساحروں کے اجر کو دیکھ بعد گناہ کے
نیست مخفی وصل اندر پرورش	ساحراں را وصل داد او در برش
پرورش میں وصال مخفی نہیں ہے	ساحروں کو وصل عطا فرمایا قطع میں
نیست مخفی سیر باپائے روا	ساحراں را سیر بیں در قطع پا
چلتے ہوئے پاؤں سے چلنا مخفی نہیں ہے	ساحروں کا چلنا دیکھ پاؤں قطع ہونے کی حالت میں
عارفاں زانند دائم آمنوں	کہ گزر کردند از دریای خوں
عارفین اسی سبب سے ہمیشہ سے بے خوف ہیں	کیونکہ وہ دریائے خون سے گزر چکے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

امن شاں از عین خوف آمد پدید	لاجرم باشند ہر دم در مزید
ان کا امن عین خوف سے ظاہر ہوا ہے	اس لئے وہ ہر دم ترقی ہی میں رہتے ہیں
امن دیدی گشتہ در خوفے خفی	خوف بیں ہم در امیدے اے صفی
تو نے خوف میں امن خفی دیکھ لیا	تو خوف کو امید میں دیکھ لے اے برگزیدہ
آں امیر از مکر بر عیسیٰؑ تند	عیسیٰؑ اندر خانہ رو پنہاں کند
وہ امیر مکر سے عیسیٰ علیہ السلام کے درپے ہوتا ہے	عیسیٰ علیہ السلام اپنے کو پنہاں کرتے ہیں
اندر آید تا شود او تاجدار	خود ز شبہ عیسیٰؑ آمد تاجدار
وہ اندر آتا ہے تاکہ وہ سردار ہو جاوے	وہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بن جانے سے سردار ہوتا ہے
ہیں میاویزیدٗ من عیسیٰؑ نیم	من امیرم بر جہوداں خوش پیم
ہاں مت لٹکاؤ کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں	میں تو یہودیوں کا امیر ہوں مبارک قدم ہوں
زوترش بردار آویزید کو	عیسیٰؑ ست از دست ما تخلیص جو
اس کو جلدی دار پر لٹکاؤ کہ یہ	عیسیٰ ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے
چند لشکر میرود تا بر خورد	برگ او برگردد و برسر خورد
بہت سے لشکر جاتے ہیں تاکہ متمتع ہوں	اس کا سامان منقلب ہو جاتا ہے اور سر پر کھاتا ہے
چند بازرگاں رود بر بوی سود	عید پندارد بسوزد ہمچو عود
بہت سے سوداگر امید نفع پر جاتے ہیں	عید گمان کرتا ہے عود کی طرح جلتا ہے
چند در عالم بود در عکس ایں	زہر پندارد بود آں انگبیں
بہت دفعہ عالم میں اس کا عکس بھی ہوتا ہے	زہر کہتا ہے وہ شہد ہو جاتا ہے
بس سپہ بنہاد دل بر مرگ خویش	روشنیہا و ظفر آید بہ پیش
بہت سپاہ نے دل کو اپنی موت پر جما لیا ہے	روشنیاں اور غلبہ اس کو پیش آتا ہے
ابرہہ با پیل بہر ذل بیت	آمدہ تا افگند حی را چو میت
ابرہہ مع فیل کے ذلت بیت کے لئے آیا	تاکہ زندہ کو مثل میت کے ڈال دے
تا حریم کعبہ را ویراں کند	جملہ را ز انجای سرگرداں کند
تاکہ حریم کعبہ کو ویران کرے	سب کو اس جگہ سے پریشان کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا ہمہ زوار گرد او تنند	کعبۂ او را ہمہ قبلہ کنند
تاکہ تمام زائرین اس کے گرد جمع ہوا کریں	اس کے کعبہ کو سب قبلہ بنا لیں
وز عرب کینہ کشد اندر گزند	کہ چرا در کعبہ ام آتش زنند
اور عرب سے گزند پہنچا کر کینہ کشی کرے	کہ کس وجہ سے میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں
عین سعیش عزت کعبہ شدہ	موجب اعزاز آں بیت آمدہ
اس کی یہ عین سعی کعبہ کی عزت ہو گئی	اس بیت کے اعزاز کا موجب ہو گیا
مکیاں را عز یکے بد صد شدہ	تا قیامت عزشاں ممتد شدہ
اہل مکہ کی عزت بھی جو کہ ایک حصہ تھی سو حصہ ہو گئی	قیامت تک ان کی عزت ممتد ہو گئی
او و کعبۂ او شدہ مخسوف تر	از چیست ایں از عنایات قدر
وہ اور اس کا کعبہ زیادہ غارت ہو گیا	یہ کس سبب سے ہوا عنایات قدرے ہوا
از جہاز ابرہہ خیل عرب	گشتہ مستغنی ز فضہ وز ذہب
ابرہہ کے سامان سے عرب کے گروہ	سیم و زر سے مستغنی ہو گئے
از جہاز ابرہہ ہمچوں ددہ	آں فقیران عرب منعم شدہ
ابرہہ مشابہ درندہ کے سامان سے	وہ فقیران عرب صاحب نعمت ہو گئے
از جہاز ربہہ دون دنی	ایں فقیران عرب گشتہ غنی
ابرہہ حقیر و دنی کے سامان سے	یہ فقیران عرب غنی ہو گئے
او گماں بردہ کہ لشکر می کشد	بہر اہل بیت او زر می کشد
اس نے گمان کیا تھا کہ وہ لشکر کشی کر رہا ہے	وہ بیت اللہ والوں کی زر کشی کر رہا تھا
اندریں فسخ عزائم ویں ہمم	در تماشا بود در رہ ہر قدم
ان ہی ارادوں کے فسخ ہو۔ میں اور ان ہی ارادوں میں	وہ تماشا میں تھا ہر قدم پر راہ میں
خانہ آمد گنج را او بازیافت	کارش از لطف خدائی سازیافت
گھر پہنچا اس نے خزانہ کو پا لیا	اس کے کام نے لطف خدائی سے سرانجام پایا
تا بدانی حکمت فرد حکیم	ایمنیہا می نہد در خوف و بیم
تاکہ تو یکتا حکیم کی حکمت کو جان لے	وہ خوف و بیم میں بہت سے امن رکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یادم آمد قصۂ شہزادگاں	گوش ہوش آور بمن بشنو بیاں
مجھ کو شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا	تو گوش ہوش میری طرف لا بیاں سن

(ربط اوپر مذکور ہوا کہ بمناسبت قصہ گنج یابی خلاف طریق مظنون ایسے ہی بعض عجائب تصرفات الٰہیہ کا بیان ہے جس سے مقصود توحید و توکل و خوف و رجا کی تعلیم ہے اور اسباب کو موثر مستقل نہ سمجھنے کی اور مسبب پر نظر رکھنے کی اور عدم امن و عدم قنوط کی اور جاننا چاہئے کہ یہ سب جو یہاں مذکور ہوں گے اسباب ہیں شرائط نہیں پس اس پر کوئی اشکال افضاء الشر الی الخیر کا لازم نہ آوے گا جس کے عدم لزوم کی تقریر اوپر سرخی بیان مجاہد کے اشعار کے شروع حل میں گزری ہے دیکھ لیا جاوے یعنی) وہ (بعض اوقات) گمراہی کو طریق ایمان کا کر دیتے ہیں (اور کبھی اس کا عکس) کجروی کو اخلاص کا مقصد (و منتہائے قصد) کر دیتے ہیں (یعنی گمراہی سبب ایمان کا اور اخلاص سبب کجروی کا ہو جاتا ہے اس طرح سے کہ گمراہی مثلاً سبب ہوئی کسی مقبول شخص کے ایذا پہنچانے کے لئے اس کے پاس جانے کا اور وہاں پہنچنا سبب ہو گیا اس کے کسی کمال کی طرف دل منجذب ہونے کا اور وہ سبب ایمان کا اور اس کا عکس اس طرح کہ کبھی اخلاص پر نظر کر کے عجب پیدا ہو گیا اور عجب کا کجروی ہونا ظاہر ہے آگے دونوں حکموں کی بعض حکمتیں علی سبیل اللف والنشر غیر المرتب مذکور ہیں یعنی ایسا اس لئے کرتے ہیں) تاکہ کوئی نیکی کرنے والا بے خوف نہ رہے (فی الغیاث وجا بفتح ترس واندوہ یہ تو حکمت ہے مصرعہ ثانیہ کی اور) تاکہ کوئی عاصی بے امید نہ رہے (یہ حکمت ہے مصرعہ اولیٰ کی) زہر (مضر) کے اندر تریاق (نافع) اس مہربان نے کر رکھا ہے تاکہ لوگ (اس کو) صاحب لطف خفی کہیں (ورنہ) اگر تمام الطاف مواقع مظنونہ ہی سے ظاہر ہوا کرتے تو ذواللطف تو کہا جاتا مگر ذواللطف الخفی نہ کہا جاتا چنانچہ) وہ کرم نماز میں مخفی نہیں ہے (کیونکہ نماز کا اجر و ثواب کے لئے سبب بن جانا ظاہر ہے انکا ذواللطف الخفی ہونا یہ ہے کہ) گناہ میں اس مغفرت کی خلعت رکھ دیتے ہیں (اس طرح سے کہ گناہ سے بعض اوقات اس قدر ندامت ہوتی ہے کہ وہ مغفرت کے لئے کافی ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ اس شخص کی طاعات میں بوجہ آمیزش عجب وغیرہ کے یہ اثر نہ ہو اسی طرح ان کی عجائب صنع سے یہ ہے کہ) منکروں کا قصد (طلب معجزات سے انبیاء) مقبولین کے ذلیل کرنے کا تھا (کہ ان کا گمان) یہی تھا کہ یہ امور ہو نہ سکیں گے تو یہ حضرات شرمندہ ہوں گے) عین (وہ) ذلت (مزعومہ کفار) رسولوں کی عزت ہو گئی (کہ معجزات کا ظہور ہوا جس سے ان کی عظمت اور بڑھ گئی چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ) اگر ہر بد آدمی سے انکار واقع نہ ہوتا تو معجزہ اور برہان کس لئے نازل ہوتا (آگے اس کی مثال ہے کہ دیکھو) جب تک تیرا مخاصم دلیل مصدق کا خواہاں نہیں ہوتا حاکم گواہ (پیش کرنے) کا تقاضا (تجھ سے کہ تو مدعی ہے) کب کرتا ہے (پس) معجزہ (بھی) مشابہ گواہ زکی (و عادل) کے ہے صدق مدعی کے لئے نفی شبہ میں (یہ وجہ تشبیہ ہے کہ مشابہت اس میں ہے پس گواہ کی طرح کہ انکار کے وقت پیش ہوتا ہے) جب ہر ناواقف طرف سے طعنہ واقع ہوتا تھا تو حق تعالیٰ معجزہ دیتے تھے اور نوازش فرماتے تھے (آگے بھی اسی کی تائید ہے کہ کفار نے جو اسباب اذلال رسل اور اپنے اعزاز کے جمع کئے تھے وہ اسباب منعکس ہو گئے یعنی) اس فرعون کا مکر تمن سوچے تھا (جس سے مقصود اس کا اپنا اعزاز اور موسیٰ علیہ السلام کا

ازلال تھا مگر وہ سب اس کی ذلت اور اس کے قلع قمع کا سبب ہو گیا ساحروں کو اس نے جمع کیا ماہر کو اور غیر ماہر کو تا کہ معجزہ موسوی میں جرح کرے (یعنی) تا کہ عصا کو باطل اور رسوا کرے (اور) اس کے اعتبار کو دلوں سے دور کرے (مگر) عین وہ مکر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہو گیا (یعنی سبب ہو گیا ان کے معجزہ کے ظہور قوت کا اور) اس عصا کا اعتبار اور بالا ہو گیا (لوگوں نے دیکھ لیا کہ وہ سب سحر کو نگل گیا اسی طرح حق تعالیٰ کی صنعت عجیبہ یہ ظاہر ہوئی کہ) وہ (فرعون) پگاہ کے وقت لشکر لاتا ہے آب نیل کے گرد و پیش (یعنی نزدیک) تک تا کہ موسیٰ علیہ السلام پر اور ان کی قوم (سبط) پر راہ زنی کرے (یہ اس کا بقصد اضرار آنا) امت موسویہ کے امن کا سبب بن جاوے (اس طرح سے کہ) وہ زمین اور دشت کے تحت میں جاوے (یعنی غرق سے ہلاک ہو جس سے سبطی ہمیشہ کے لئے بے فکر ہو گئے ورنہ) اگر وہ (فرعون) مصر ہی میں رہتا (اور سبطیوں کے تعاقب میں) نہ آتا تو وہم اندیشہ اس کی طرف کا) سبطی (کے دل) سے کہاں زائل ہوتا (مگر) وہ (مصر میں نہ رہا بلکہ تعاقب میں) آیا اور سبطیوں میں اس نے اندیشہ (جاں گداز) ڈالا (جس کے معنی بلکہ آب نیلگوں ہے کیونکہ فرعون نیل میں غرق نہیں ہوا بحر اعظم میں غرق ہوا ہے نیز) لطف خفی یہ ہوتا ہے کہ ان کو (یعنی موسیٰ علیہ السلام کو) حضرت صمد نار دکھلا دیں (اور) وہ خود ایک نور ہو (اور) اجر دنیا تقویٰ میں یہ (لطف) خفی نہیں ہے (بلکہ لطف جلی ہے البتہ لطف خفی دیکھنے کے لئے) ساحروں کے اجر کو دیکھ بعد گناہ کے (کہ وہ آئے مقابلہ کے لئے جو کہ گناہ تھا وہ آنا سبب ہو گیا معجزہ دیکھنے کا اور وہ ایمان کا اور وہ اجر کا اسی طرح) پرورش (و تعمیم) میں وصال مخفی نہیں ہے ساحروں کو وصل عطا فرمایا قطع (دست و پا) میں (مطلب یہ کہ آرام و راحت سے رکھنا تو ظاہر علامت ہے عنایت کی مگر لطف خفی یہ ہے کہ مقبولین کے ہاتھ پاؤں کاٹے جاویں اور واقع میں وہ مورد عنایت ہوں اسی طرح) چلتے ہوئے پاؤں سے چلنا مخفی نہیں ہے ساحروں کا چلنا دیکھ پاؤں قطع ہونے کی حالت میں (کہ ہاتھ پاؤں کہ آلہ ہے عمل کا وہ مقطوع ہو گئے اور پھر ان کو قرب میں ترقی ہو رہی ہے یہ ہے لطف خفی آگے اس مذکور پر ایک تفریع ہے کہ) عارفین اسی سبب سے ہمیشہ (اسباب مخوفہ دنیویہ) سے بے خوف ہیں کیونکہ وہ دریائے خون (یعنی خطرات ظاہری یا باطنی) سے گزر چکے ہیں (اور دیکھ چکے ہیں کہ) ان کا امن عین خوف سے ظاہر ہوا ہے اس لئے وہ ہر دم (امید لطف کی ترقی ہی میں رہتے ہیں (اور ان ابیات بالا میں اندرون زہر سے یہاں تک) تو نے خوف میں امن خفی دیکھ لیا (اب اشعار آئندہ میں) تو خوف کو امید میں دیکھ لے اے برگزیدہ (اس کے بعض مواد یہ ہیں کہ) وہ (یہودی) امیر مکر سے عیسیٰ علیہ السلام کے درپے ہوتا ہے (اور) عیسیٰ علیہ السلام (اس سے بچنے کے لئے) اپنے کو پنہاں کرتے ہیں (اور) وہ (ان کے پکڑنے کے لئے اس گھر کے) اندر آتا ہے تا کہ (اس کارگزاری کے صلہ میں اپنی قوم کی جانب سے) وہ سردار ہو جاوے (مگر تصرف حق سے) وہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بن جانے سے سردار ہوتا ہے (اور جب اس کی قوم اس کو دار پر چڑھانا چاہتے ہیں تو کہتا ہے کہ) ہاں (مجھ کو دار پر) مت لٹکاؤ کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں میں تو یہودیوں کا امیر ہوں مبارک قدم ہوں (کہ یہودی اور عدو عیسیٰ ہوں مگر قوم کہتی ہے کہ) اس کو جلدی دار پر لٹکاؤ کہ یہ عیسیٰ ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے (چنانچہ وہ مصلوب کیا گیا تو دیکھو اس کو اس کارگزاری سے امید تھی تاجدار ہونے کی اور ہو گیا تاج دار اسی طرح) بہت سے لشکر (کہیں) جاتے ہیں تا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

متمتع ہوں (مگر) اس کا سامان منقلب ہو جاتا ہے اور سر پر (ضربیں کھاتا ہے (اسی طرح) بہت سے سوداگر امید نفع پر (کہیں) جاتے ہیں (اور اس کو) عید گمان کرتا ہے (مگر) عود کی طرح جلتا ہے (اور) بہت دفعہ عالم میں اس کا عکس بھی ہوتا ہے (کہ) زہر سمجھتا ہے (اور) وہ شہد ہوتا ہے (چنانچہ) بہت سپاہ نے دل کو اپنی موت پر جمالیا ہے (مگر) روشیاں اور غلبہ اس کو پیش آتا ہے (آگے پھر ایک نظیر ہے مضمون ابیات بالا کی کہ کفار نے اہل اللہ کی تذلیل کا قصد کیا اور وہ سبب ہو گیا ان کے اعزاز کا اور وہ نظیر قصہ ابرہہ کا ہے کہ اس نے بیت اللہ کی تذلیل کا قصد کیا اور وہ سبب ہو گیا اس کے زیادۃ اعزاز کا اور عازم تذلیل کے ہلاک و خسار کا پس فرماتے ہیں کہ) ابرہہ مع فیل کے ذلت بیت کے لئے آیا تا کہ زندہ (لوگوں) کو (کہ خادم و حامی بیت اللہ ہیں) مثل میت کے (ہلاک و مغلوب کر کے) ڈال دے تا کہ حریم کعبہ کو ویران کرے (اور) سب (سکان مکہ) کو اس جگہ سے پریشان کرے تا کہ تمام (آفاقی) زائرین اس کے گرد جمع ہوا کریں (اور) اس کے کعبہ کو سب قبلہ بنالیں اور (تا کہ) عرب سے گزند پہنچا کر کینہ کشی کرے کہ کس وجہ سے میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں (جیسا کہ سیر میں ہے کہ بنی کنانہ میں سے کسی نے اس کے کعبہ میں آگ لگا دی تھی پس وہ ان اغراض فاسدہ کے لئے آیا تھا مگر) اس کی یہ عین سعی کعبہ کی عزت ہو گئی (یعنی) اس بیت کے اعزاز کا موجب ہو گیا (سب نے دیکھ لیا کہ یہ بیشک بیت اللہ ہے اور کعبہ کے ساتھ) اہل مکہ کی عزت بھی جو کہ (پہلے سے) ایک حصہ تھی سو حصہ ہو گئی (اور) قیامت تک ان کی عزت ممتد ہو گئی (اور) وہ (خود) اور اس کا کعبہ (بھی) زیادہ غارت ہو گیا یہ کس سبب سے ہوا عنایات (قضاء و) قدر سے ہوا (اور اس) ابرہہ کے سامان (و مال) سے عرب کے گروہ سیم و زر سے مستغنی ہو گئے (یعنی بہت سا مال ان کے ہاتھ آیا جس کو چھوڑ کر وہ ہلاک ہوا آگے بھی دو شعر میں اس کی تاکید ہے کہ) ابرہہ مشابہ درندہ کے سامان سے وہ فقیران عرب صاحب نعمت ہو گئے ابرہہ حقیر و دنی کے سامان سے یہ فقیران عرب غنی ہو گئے (حاصل یہ کہ) اس نے گمان کیا تھا کہ وہ لشکر کشی کر رہا ہے (اور واقع میں) وہ بیت اللہ والوں کی زر کشی کر رہا تھا (اب آگے تتمیم ہے قصہ بغدادی کی کہ) ان ہی ارادوں کے فسخ ہونے میں اور ان ہی ارادوں میں وہ تماشا میں تھا ہر قدم پر راہ میں (یعنی ہر قدم پر اس تماشا کو سوچ رہا تھا کہ دیکھو مصر کا کس طرح ارادہ ہوا اور پھر وہ ارادہ کس طرح فسخ ہوا اور پھر بغداد کا ارادہ ہوا غرض اسی طرح) گھر پہنچا (اور) اس نے خزانہ کو پالیا اس کے تم نے لطف خدائی سے سرانجام پایا (اور یہ قصہ ہم اس لئے بھی لائے) تا کہ تو یکتا حکیم کی حکمت کو جان لے (کہ) وہ خوف و بیم میں بہت سے امن رکھتا ہے (جس طرح عسس اس کے لئے سامان خوف کا تھا اور وہی سبب ہوا کامیابی کا آگے تمہید ہے رجوع بقصہ شہزادگان کی کہ) مجھ کو شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا تو گوش ہوش میری طرف لا (اور مجھ سے اس کا) بیان سن۔

فائدہ:۔ الحمد للہ کہ عشر تاسع اختتام کو پہنچا اور وہ قصہ شہزادوں کا انشاء اللہ تعالیٰ عشر عاشر میں مذکور ہوگا اور ماشاء اللہ تعالیٰ یہ عشر تاسع بہت جلدی یعنی پورے آٹھ روز میں لکھا گیا کیونکہ ربیع الثانی اٹھارہ کو شروع ہوا تھا اور آج ستائیس ہے یہ دس ہوئے اور دو جمعہ نکال کر آٹھ روز رہ گئے حق تعالیٰ عشر عاشر کو بھی آسانی سے انجام کو پہنچا دیں آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعین۔

مقام تھانہ بھون روز یکشنبہ ۱۳۳۳ ہجری

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر العاشر من شرح المثنوی المعنوی افتتح فیه للثامن والعشرین یوم الاثنین من ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرر کردن برادران پند دادن برادر بزرگ تر را وتاب نا آوردن پند را از ایشان وشید او بیخود رفتن وخود را در بارگاہ پادشاہ انداختن ودستوری خواستن لیک از فرط عشق ومحبت نہ از گستاخی ولا ابالی

بھائیوں کا سب سے بڑے بھائی کو مکرر نصیحت کرنا اور اس کا ان کی نصیحت کی تاب نہ لانا اور مجنون اور بے خود ہو کر چلا جانا اور اپنے آپ کو بادشاہ کے دربار میں لے جا ڈالنا اور اجازت چاہنا لیکن محبت اور عشق کی زیادتی کی وجہ سے نہ کہ گستاخی اور لاپروائی سے

بیدل گماں مبر کہ نصیحت کند قبول	من گوش استماع ندارم لمن یقول
بیدل کے بارے میں گمان نہ کر کہ وہ نصیحت قبول کرے گا	جو شخص کہتا ہے میں اس کے سننے کے لئے کان نہیں رکھتا
آں دو گفتندش کہ اندر جان ما	ہست پاسخہا چو نجم اندر سما
ان دونوں نے اس سے کہا کہ ہماری جان میں	بہت سے جواب ہیں مثل ستارہ کے ہیں آسمان میں
گر نگوئیم آں نیاید راست نرد	ور بگوئیم آں دلت آید بدرد
اگر ہم وہ نہیں کہتے تب تو ہماری راست نہیں آتی	اور اگر ہم وہ کہتے ہیں تو تمہارا دل دکھتا ہے
ہمچو چغزیم اندر آب از گفت الم	وز خموشی اختناقست و سقم
ہم مثل مینڈک کے ہیں پانی میں کہ کہنے سے الم ہوتا ہے	اور خاموشی سے گھٹن اور بیماری ہے
گر نگوئیم آشتی را نور نیست	ور بگوئیم آں سخن دستور نیست
اگر ہم نہیں کہتے تو آشتی میں نور نہیں ہے	اور اگر وہ بات کہتے ہیں تو اجازت نہیں ہے
در زماں برجست کاے خویشاں وداع	انما الدنیا و ما فیہا متاع
وہ دفعۃً کھڑا ہو گیا کہ اے ابنو رخصت	بس دنیا و مافیہا محض ایک متاع ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس بروں جست او چو تیرے از کماں	کہ مجال گفت کم بود آں زماں
پس وہ اس طرح نکل کر چل دیا جیسے کمان سے تیر	کیونکہ بات چیت کی گنجائش اس وقت کم تھی
اندر آمد مست پیش شاہ چیں	زود مستانہ ببوسید او زمیں
مستانہ وار شاہ چین کے سامنے آ پہنچا	جلدی سے مستانہ وار اس نے زمین کو بوسہ دیا
شاہ را مکشوف یک یک حال شاں	اول و آخر غم و لرزاں شاں
بادشاہ کو ان کا ایک ایک حال مکشوف تھا	ان کا ابتدائی اور آخری غم اور حزلزل ہوتا
میش مشغولست در مرعای خویش	لیک چوپاں واقفست از حال میش
بھیڑ اپنی چراگاہ میں مشغول ہوتی ہے	لیکن راعی حال میش سے واقف ہوتا ہے
کلکم راع بدانداز رمہ	کہ علف خوارست و کہ در ملحمہ
وہ بحکم کلکم راع کے جانتا ہے کہ گلہ میں سے	کون تو علف خوار ہے اور کون لڑائی میں ہے
گرچہ در صورت ازاں صف دور بود	لیک چوں دف درمیان سور بود
اگرچہ وہ ظاہر میں اس صف سے دور تھا	لیکن دف کی طرح مجلس شادی کے اندر تھا
واقف از سوز و لہیب آں وفود	مصلحت آں بد کہ خشک آوردہ بود
واقف تھا اس گروہ کے سوز والتہاب سے	مصلحت یہ تھی کہ زبان کو خشک کر رکھا تھا
درمیان جان شاں بود آں سمی	لیک قاصد کردہ خود را اعجمی
وہ عالی جاہ ان کی جان کے اندر تھا	لیکن اپنے کو قصداً ناواقف بنا رکھا تھا
صورت آتش بود پایان دیگ	معنی آتش بود در جان دیگ
آگ کی صورت دیگ کے نیچے ہوتی ہے	آگ کا باطن دیگ کی جان میں ہوتا ہے
صورتش بیروں و معنیٰ اندروں	معنی معشوق جاں در رگ چو خوں
اس کی صورت خارج ہے اور معنے داخل ہے	معشوق روح کے معنی خون کی طرح رگوں کے اندر ہے
شاہزادہ پیش شہ زانو شدہ	دہ معرف شارح حالش شدہ
شاہزادہ بادشاہ کے سامنے زانوے ادب تہ کرکے جا بیٹھا	مقامی معرف اس کے حال کی شرح کرنے لگا
گرچہ شہ عارف بد از کل پیش پیش	لیک میکردے معرف کار خویش
اگرچہ بادشاہ سب کو پہچانتا تھا بہت پہلے سے	لیکن معرف اپنا کام کیا کرتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

دردروں یک ذرہ نور عارفی	بہ بود از صد معترف اے صفی
باطن میں ایک ذرہ نور عارفیت کا	بہتر ہوتا ہے سو معرف سے اے برگزیدہ
گوش را رہن معرف داشتن	آیت محجوبی ست و حرز وطن
کان کو معرف کا مقید کر دیا	علامت محجوب ہونے کی ہے اور تخمین وطن کی
آنکہ او را چشم دل شد دیدباں	دید واہد چشم او عین العیاں
جس کی چشم دل دیدبان ہو گی	اس کی آنکھ بالکل معائنہ کے طور پر دیکھے گی
با تواتر نیست قانع جان او	بل ز چشم دل رسد ایقان او
تواتر پر اس کی جان قانع نہیں ہوتی	بلکہ چشم دل سے اس کا یقین پہنچتا ہے
پس معرف پیش شاہ منتجب	در بیان حال او بکشود لب
پس معرف نے شاہ برگزیدہ کے سامنے	اس کے بیان حال میں لب کھولا
گفت شاہا صید احسان تو است	پادشاہی کن کہ او آن تو است
کہا کہ اے بادشاہ یہ آپ کے احسان کا شکار ہے	آپ بادشاہی کیجئے کہ یہ آپ کا ہو گیا ہے
دست در فتراک ایں دولت زدست	بر سر سر مست او برمال دست
اس نے اس دولت کے فتراک کے ساتھ تمسک کیا ہے	اس کے سر مست سر پر ہاتھ پھیریئے
گفت شہ ہر منصبے و ملکتے	کالتماسش ہست یا بدآں فتے
بادشاہ نے کہا جس منصب اور ملک کی	اس کو خواہش ہو وہ اس نوجوان کو ملے گا
بیست چنداں ملک کو شد زاں بری	بخشمش اینجا و من خود بر سری
جس ملک سے یہ بیزار ہوا ہے اس سے بیس گونہ	میں اس جگہ دوں گا اور میں خود اس کے علاوہ
گفت تا شاہیت در وے عشق کاشت	جز ہوائے تو ہوائے کے گذاشت
معرف نے کہا کہ جب سے آپ کی شاہی نے اس میں آپ کی عشق کا تخم بویا ہے	بجز آپ کی محبت کے اس نے کوئی خواہش کب چھوڑی ہے
بندگی تش چناں درخورد شد	کہ شہی اندر دل او سرد شد
آپ کی غلامی اس کو ایسی سزاوار ہوئی	کہ شاہی اس کے دل میں سرد ہو گئی
شاہی و شہزادگی در باختہ است	از پئے تو در غریبی ساختہ است
اس نے شاہی اور شہزادگی سب تج دی ہے	آپ کے لئے اس نے غربت کے ساتھ موافقت کی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صوفیے کانداخت خرقہ وجد در	کے رود او بر سر خرقہ دگر
جس صوفی نے کہ وجد کے اندر خرقہ اتار کر پھینک دیا	وہ پھر اس خرقہ پر کب توجہ کرتا ہے
میل سوئے خرقۂ دادہ ندم	آنچناں باشد کہ من مغبوں شدم
دیئے ہوئے خرقہ کی طرف میل کرنا اور نادم ہونا	یہ تو ایسا ہے کہ میں زیاں خوردہ ہو گیا
بازدہ آں خرقہ ایں سوائے قریں	کہ نمی ارزاید آں یعنی بدیں
اے ہمنشیں میرا خرقہ ادھر واپس دے	کیونکہ وہ اس کی برابر قیمت نہیں رکھتا
دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش	ور بیاید خاک برسر بایدش
عاشق سے بعید ہے کہ اس کو یہ خیال آوے	اور اگر آوے تو اس سر پر خاک چاہئے
عشق ارزد صد چو خرقہ کالبد	کہ حیاتے دارد و حس و خرد
عشق قالب جیسے سو خرقوں کی برابر قیمت رکھتا ہے	جو کہ حیات اور حس اور عقل رکھتا ہے
خاصہ خرقہ ملک دنیا کابترست	پنج دانگ ہستیش دردسرست
خاص کر خرقہ ملک دنیا کہ وہ تو بالکل ہی ناقص ہے	اس کی پنج دانگ ہستی درد سر ہے
ملک دنیا تن پرستاں را حلال	ماغلام ملک عشق بے زوال
ملک دنیا تن پرستوں کو نصیب ہو	ہم تو ملک عشق بے زوال کے غلام ہیں
عامل عشق ست معزولش مکن	جز بعشق خویش مشغولش مکن
یہ عامل عشق ہے اس کو معزول نہ کیجئے	بجز اپنے عشق کے اس کو مشغول نہ کیجئے
منصبے کانم ز رویت محجب ست	عین معزولی ست نامش منصب ست
جو منصب کہ میرے لئے آپ کے دیدار سے حجاب ہے	عین معزولی ہے نام اس کا منصب ہے
موجب تاخیر ایں جا آمدن	فقد استعداد بود و ضعف تن
اس جگہ آنے میں تاخیر کا موجب	فقد استعداد اور ضعف تن تھا
بے ز استعداد برکانے روی	بر یکے حبہ نگردی محتوی
بدوں استعداد کے کسی معدن پر تو جاوے	تو ایک حبہ پر بھی تو قابض نہ ہو گا
ہمچو عنینے کہ بکرے را خرد	گرچہ سیمیں تن بود کے برخورد
مثل ایک عنین کے کہ کسی باکرہ کو خریدے	اگرچہ وہ سیمین تن ہو یہ کب متمتع ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں چراغ بے ززیت و بے فتیل	نے کثیرستش زنور و نے قلیل
مثل ایک چراغ بے روغن اور بے فتیلہ کے	اس میں نور سے نہ کثیر ہے نہ قلیل
درگلستاں اندر آید اخشمے	کے شود مغزش زریحاں خرمے
باغ میں کوئی فاسد الشامہ آوے	اس کا مغز پھول سے کب خوش ہو گا
ہمچو خوبے دلبرے مہمان غر	بانگ چنگ و بربطے درپیش کر
مثل ایک حسین دلبر کے مہمان ہو نامرد کی	چنگ و بربط کی آواز ہو بہرے کے سامنے
ہمچو مرغ خاک کاید در بحار	زاں چہ یابد جز ہلاک و جز خسار
مثل مرغ خاکی کے کہ دریاؤں میں آوے	اس سے کیا حاصل کرے گا بجز ہلاکت اور زیان کے
ہمچو بے گندم شدہ در آسیا	جز سفیدی ریش و مو نبود عطا
مثل بے گندم شخص کے کہ چکی گھر میں گیا ہو	بجز داڑھی اور بالوں کے سفید ہونے کے کچھ عطیہ نہ ملے گا
آسیای چرخ بر بے گنداں	موسپیدی بخشد و ضعف میاں
اسیائے چرخ بے گندم لوگوں پر	بالوں کی سفیدی اور کمر کا ضعف دیتی ہے
لیک باباگنداں ایں آسیا	ملک بخش آمد دہد کا روکیا
لیکن باگندم لوگوں پر یہ آسیا	ملک بخش ہوا کارخانہ اور عظمت دیتا ہے
اول استعداد جنت بایدت	تاز جنت زندگانی زایدت
اول تجھ کو جنت کی استعداد چاہئے	تاکہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو
طفل نورا از شراب و از کباب	چہ حلاوت از قصور و از قباب
طفل نوزائیدہ کو شراب و کباب سے	کیا حلاوت کوٹھیوں اور گنبد دار مکان سے
حدندارد ایں سخن کم جو سخن	تو برو تحصیل استعداد کن
یہ مثالیں انتہا نہیں رکھتیں کلام مت تلاش کر	تو جا تحصیل استعداد کی کر
بہر استعداد تا اکنوں نشست	شوق از حد رفت و آں نامد بدست
یہ اب تک استعداد کے لئے بیٹھا رہا	شوق حد سے گزرا اور وہ ہاتھ نہیں آئی
گفت استعداد ہم از شہ رسد	بے زجاں کے مستعد گردد جسد
اس نے یہ کہہ لیا کہ استعداد بھی بادشاہ ہی سے مل جاوے گی	بدوں روح کے جسد صاحب استعداد کب ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لطفہائے شہ غمش را در نوشت	شد کہ صید شہ کند او صید گشت
بادشاہ کے الطاف نے اس کے غم کو تہ کر کے رکھ دیا	یہ آیا تھا اس لئے کہ بادشاہ کا شکار کرے وہ خود ہی شکار ہو گیا
ہر کہ دراشکار چوں تو صید شد	صید را ناکردہ قید او قید شد
جو شخص بھی آپ جیسے صید کے شکار میں گیا ہو گا	وہ صید کو بدوں قید کئے ہوئے خود قید ہو گیا ہو گا
ہر کہ جویای امیری شد یقیں	پیش ازاں او در اسیری شد رہیں
جو شخص امیری کا جویا ہوتا ہے یقینا	اس سے پہلے وہ اسیری میں محبوس ہو جاتا ہے
عکس میداں نقش دیباجہ جہاں	نام ہر بندہ جہاں خواجہ جہاں
چہرہ عالم کے نقش کو منعکس سمجھ	ہر بندۂ جہاں کا نام خواجہ جہاں ہے
اے تن کژ فکرت معکوس رو	صد ہزار آزاد را کردی گرو
اے تن جو کہ کج فکر ہے معکوس رفتار ہے	تو نے لاکھوں آزاد کو مقید کر دیا
مدتے بگزار ایں حیلت پزی	چند دم پیش از اجل آزاد زی
ایک مدت کے لئے اس حیلہ پزی کو چھوڑ دے	چند ساعت موت کے قبل آزاد ہو کر زندگی کر لے
ور در آزادیت چوں خر راہ نیست	ہمچو دلوت سیر جز در چاہ نیست
اور اگر گدھے کی طرح تجھ کو آزادی میں کوئی راہ نہیں ہے	مثل ڈول کے تیری سیر بجز چاہ کے اور کہیں نہیں ہے
مدتے رو ترک جان من بگو	رو حریفے دیگرے جز من بجو
تو ایک مدت کے لئے جا میری جان چھوڑ	جا اور کوئی ہمراہی میرے سوا تلاش کر
نوبت من شد مرا آزاد کن	دیگرے را غیر من داماد کن
میری باری ہو چکی مجھ کو آزاد کر	کسی دوسرے کو میرے سوا داماد بنا
اے تن صدکارہ ترک من بگو	عمر من بردی کسے دیگر بجو
اے تن صدفن تو مجھ کو چھوڑ	میری عمر تو تو نے برباد کی اب اور کسی کو ڈھونڈھ

ان دونوں (بھائیوں) نے اس (بڑے) سے کہا کہ (تم نے جس قدر تقریر کی ہے) ہماری جان (اور ہمارے ذہن میں (اس کے) بہت سے جواب ہیں (جو واضح ہونے میں) مثل ستارہ کے ہیں آسمان میں (لیکن ہم اس مشکل میں پڑ گئے کہ) اگر ہم وہ (جوابات) نہیں کہتے تب تو بازی راست نہیں آتی (یعنی کام نہیں بنتا کہ تم کو اپنی غلطی معلوم نہ ہوگی) اور اگر ہم وہ کہتے ہیں تو تمہارا دل دکھتا ہے (جیسا کہ عاشق کو نصیحت ناگوار ہوا کرتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے پس اس اشکال میں) ہم مثل مینڈک کے ہیں پانی میں کہ کہنے سے الم ہوتا ہے اور خاموشی سے گھٹن اور بیماری ہے (از گفت سے) آخر تک بیان ہے وجہ شبہ کا اور مشبہ بہ میں خاموشی پر ترتب اختناق کا ظاہر ہے اور گفتن سے الم کا ہونا اس طرح ہے کہ پانی کے اندر بات کی جاوے تو منہ میں پانی بھر کر تکلیف ہوتی ہے غرض) اگر ہم نہیں کہتے تو (ایسی مثال ہے کہ جیسے بے پھونک مارے ہوئے) آتش میں نور نہیں ہے (اسی طرح بے کہے مافی الضمیر کا وضوح نہیں ہوتا) اور اگر وہ بات کہتے ہیں تو (عوارض کے سبب) اجازت نہیں ہے (وہ دونوں بھائی تو یہی کہتے رہے) دفعۃً کھڑا ہو گیا کہ اے کہ رخصت بس دنیا و مافیہا محض ایک متاع (فانی) ہے (ایک دن ختم ہونا ہے سو خطرات عشق ہی میں ختم ہو جاویں گے) پس وہ اس طرح نکل کر چل دیا جیسے کمان سے تیر کیونکہ بات چیت کی گنجائش اس وقت کم تھی (اور) مستانہ وار شاہ چین کے سامنے آ پہنچا (اور) جلدی سے مستانہ وار اس نے زمین کو بوسہ دیا۔ بادشاہ (چونکہ صاحب کشف تھا اس) کو ان (سب بھائیوں) کا ایک ایک حال مکشوف تھا (یعنی) ان کا ابتدائی اور آخری غم اور (عشق سے) متزلزل ہونا (سب معلوم تھا آگے اس کی مثال ہے کہ جس طرح) بھیڑ اپنی چراگاہ میں مشغول ہوتی ہے لیکن راعی حال میش سے واقف ہوتا ہے (گو میش کو راعی کے اس باخبر ہونے کی بھی خبر نہیں) وہ (راعی) بحکم کلکم راع کے جانتا ہے کہ (اس) گلہ میں سے کون تو علف خوار ہے اور کون لڑائی میں (مشغول) ہے (مراد اس سے جانوروں کی باہمی معمولی لڑائی اس میں مولانا نے اشارہ کیا ہے کہ شیخ کو اسی طرح طالبین کے حال کا تفقد ضروری ہے پھر قصہ فرماتے ہیں کہ) اگرچہ وہ (شاہ چین) ظاہر میں اس صف (یعنی جماعت شہزادگان) سے دور تھا لیکن دف کی طرح مجلس شادی کے اندر تھا (اور) واقف تھا اس گروہ کے سوز و التہاب سے (مگر) مصلحت یہ تھی کہ زبان کو خشک کر رکھا تھا (کنایہ ہے خاموشی سے جس طرح تر زبانی کنایہ ہے تکلم سے جس طرح محققین اہل کشف کا سکوت بمصالح مشاہد ہے) وہ عالی جاہ (بادشاہ باعتبار اطلاع ان کے ضمائر کے گویا) ان کی جان کے اندر تھا لیکن اپنے کو قصداً ناواقف بنا رکھا تھا (قاصداً سے کہ حال ہے ضرورت شعر سے تنوین حذف ہوگئی آگے مجموعہ در صورت از اں صف دور بود و در میان جان شان بود کی مثال ہے کہ دیکھو) آگ کی صورت دیگ کے نیچے (اور اس سے خارج) ہوتی ہے (لیکن) آگ کا باطن (کہ حرارت ہے وہ) دیگ کی جان میں (اور اس کے اندر) ہوتا ہے (پس) اس کی صورت خارج ہے اور معنی داخل ہے (اسی طرح) معشوق روح (یعنی روح) کے معنی (اور اثر و تصرف) خون کی طرح رگوں کے اندر ہے (باوجودیکہ روح بوجہ تجرد کے خارج عن البدن ہے اور معشوق روح میں اضافہ بیانیہ ہے پھر قصہ ہے یعنی) شاہزادہ بادشاہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے جا بیٹھا (اور) مقامی معرف اس (شہزادہ) کے حال کی شرح کرنے لگا (فی الغیاث معرف بمعنی کسی کہ در مجلس سلاطین و امراء مردمان را بجائے لائق ہر کدام نشاند و شخصے باشد کہ چوں کسے پیش سلاطین و امراء رود و مجہول الحال باشد اوصاف و نسب او بیان کند تا در خور آں مواد عنایت بحال او باشد و فی الحاشیہ وہ معرف اے معرف وہ وشہزادہ ترجمۃ بحاصلہ اور) اگرچہ بادشاہ سب کو پہچانتا تھا بہت پہلے سے لیکن معرف اپنا کام کیا کرتا تھا (چونکہ اس کا فرض منصبی تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) باطن میں ایک ذرہ نور عارفیت کا بہتر ہوتا ہے سو معرف سے اے برگزیدہ (میرے ذوق میں یہاں مراد اس سے یہ ہے کہ شیخ کا طالبین کی حالت کو نور بصیرت سے پہچاننا

www.besturdubooks.wordpress.com

ضرور ہے محض راویوں کے بیان پر اعتماد کرنا نہ چاہئے آگے اسی کی تفصیل ہے کہ) کان کو معروف (اور عام رواۃ) کا مقید کر دینا (اور اسی پر مدار رکھنا یہ) علامت محجوب (اور غیر ذی بصیرت) ہونے کی ہے اور (علامت) تخمین و ظن کی (ہے جو کہ غیر مبصرین کا وظیفہ ہے پس وہ شیخ نہیں ہے حرز بفتح حائے مہملہ وسکون زائے معجمہ و در آخر راء مہملہ تخمین کردن اور) جس کی چشم دل دیدبان ہوگی اس کی آنکھ (حال طالب کو) بالکل معائنہ کے طور پر دیکھے گی (عین العیان خواہد دید کا مفعول بہ نہیں ہے کہ معاین کا دیکھنا تو عوام میں بھی مشترک ہے بلکہ اس کا مفعول مطلق ہے اور مفعول بہ مقدر ہے یعنی مخفی را عیاناً می بیند اور) تواتر (عرفی) پر اس کی جان قانع نہیں ہوتی بلکہ (حال طالب کے متعلق) چشم دل سے اس کا یقین (بدرجہ جواز عمل) پہنچتا ہے (اور اوپر معائنہ سے بھی یہی مراد ہے عرفی کی قید سے یہ شبہ جاتا رہا کہ تواتر تو عقلاً حجۃ قطعیہ ہے اور سمعاً بھی اس کی حجیت ثابت ہے دفع شبہ یہ ہے کہ تواتر حقیقی ہے اور یہاں مراد کثرت روایت ہے جس کو بہت سے عوام محض تخمین وظن سے اور بے تحقیق نقل کرتے ہیں چونکہ منتہا اس کا حس نہیں ہوتا اس لئے یہ تواتر سے خارج ہے عام کے زعم پر اس کو تواتر سے تعبیر فرما دیا اور حال طالب اور درجہ جواز عمل کی تقیید سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ کیا کشف دلیل یقینی ہے رفع شبہ یہ کہ اول تو یہاں مطلق کشف کا ذکر نہیں صرف خاص حال طالب کے متعلق ہے کہ اس میں طلب صادق ہے یا نہیں پھر یقین سے مراد وہ درجہ نہیں جس پر اعتقاد جائز ہو جاوے بلکہ وہ درجہ جس پر عمل جائز ہو سو اگر ذوق و وجدان و شرح صدر سے کسی کی نسبت اس کا طالب صادق نہ ہونا معلوم ہو جاوے سو اس سے ایسے تعلقات سے انکار کر دینا جو کہ شرعاً واجب نہیں ہیں جائز ہے البتہ امور واجبہ سے انکار کر دینا جائز نہیں مثل تعلیم احکام ضرور یہ پھر قصہ ہے یعنی) پس معرف نے شاہ برگزیدہ کے سامنے اس کے بیان حال میں لب کھولا (اور) کہا کہ اے بادشاہ یہ (شہزادہ) آپ کے احسان کا شکار (کیا ہوا) ہے آپ (اس کے ساتھ) بادشاہی (و بزرگی کا برتاؤ) کیجئے کہ یہ آپ کا ہو گیا ہے (اور) اس نے اس دولت کے فتراک کے ساتھ تمسک کیا ہے (فتراک بالکسر (والے کا بر یمین و یسار زین اسپ آویزند بجہت بستن شکار وغیرہ) اس کے سرمست سر پر (جس کا دماغ آپ کی مستی و سودائے عشق سے پر ہے شفقت کا) ہاتھ پھیریئے۔ بادشاہ نے کہا کہ جس منصب اور ملک کی اس کو خواہش ہو وہ اس نوجوان کو ملے گا جس ملک سے یہ بیزار ہوا ہے اس سے بیس گونہ میں اس جگہ دوں گا اور میں خود اس کے علاوہ (اس کے حصہ میں رہوں گا یعنی اس کو اپنا مورد عنایت رکھوں گا فی الحاشیہ بر سری علاوہ باریکہ بالائے بر نہند اھ) معرف نے کہا کہ جب سے آپ کی شاہی نے اس میں آپ کے عشق کا تخم بویا ہے بجز آپ کی محبت کے اس نے (اس کے اندر) کوئی خواہش کب چھوڑی ہے آپ کی غلامی اس کو ایسی سزاوار ہوئی کہ شاہی اس کے دل میں سرد ہو گئی اس نے شاہی اور شہزادگی سب تج دی ہے (اور) آپ کے لئے اس نے غربت کے ساتھ موافقت کی ہے (آگے مولانا شہزادہ کی ترک شاہی کو ایسے طور پر کہ پھر نہیں لینا چاہتا تشبیہ دیتے ہیں صوفی صاحب وجد کی خرقہ اندازی کے ساتھ یعنی اسی طرح) جس صوفی نے کہ وجد کے اندر خرقہ اوتار کر پھینک دیا وہ پھر اس خرقہ پر کب توجہ کرتا ہے۔ دیئے ہوئے خرقہ کی طرف میل کرنا اور (دے دینے پر) نادم ہونا یہ تو ایسا ہے کہ (جیسے گویا جس کو خرقہ دے دیا ہے اس سے یوں کہتا ہے کہ) میں (اس معاملہ میں) زیاں خوردہ ہو گیا (پس) اے ہمنشیں (قوال وغیرہ) میرا خرقہ ادھر واپس دے

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ وہ (وجد) اس (خرقہ) کی برابر قیمت نہیں رکھتا (بلکہ خرقہ زیادہ قیمتی ہے پس میں وجد کے عوض خرقہ دینا نہیں چاہتا اور وہ زیان بھی ہے یہ سب مقولہ اس صوفی حریص خرقہ کا ہے سو) عاشق سے بعید ہے کہ اس کو یہ خیال آوے (کہ برکات وجد پر خرقہ پر ترجیح دے اور اس لئے اس کو دے کر پھر واپس لے) اور اگر (ایسا خیال کسی کو) آوے تو اس کے سر پر خاک (ڈالنا) چاہئے (اگر یہ خرقہ اسی کو دے دیا تھا بشرطیکہ دینے کے وقت باوجود غلبہ حال کے اتنا شعور و قصد ہو کہ شرعاً اس کے تصرفات صحیح ہوں تب تو پھر مانگنا شریعت کے بھی خلاف ہے اور اگر صرف اوتار دیا تھا اور کسی نے رسم کے طور پر اٹھا لیا تو اس وقت بعد القاء و اعراض کے کہ دعویٰ ترک ہے واپس لینا بوجہ علامت حرص ہونے کے باوجود اباحت کے زہد کے خلاف ہے پس یہ ذم کلی مشکک کے طور پر باختلاف درجہ دونوں کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہے آگے تفصیل ہے دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش کی یعنی صوفی غیر عاشق کا یہ کہنا کہ نمی ارزید آں یعنی بدیں مردود محض ہے کیونکہ) عشق (کہ وجد بھی اسی کے آثار سے ہے وہ چیز ہے کہ وہ) قالب جیسے سو خرقوں کی برابر قیمت رکھتا ہے جو (قالب) کہ حیات اور حسن اور عقل (بھی) رکھتا ہے (مطلب یہ کہ خرقہ پارچہ تو کیا چیز ہے بدن جیسی حی حساس دراک چیز بھی اس پر فدا ہے چنانچہ اہل مجاہدہ کا اپنے جسم کو عشق میں فنا کر دینا مشاہد ہے آگے بطور دلالۃ بالاولی کے کہتے ہیں کہ) خاص کر خرقہ ملک دنیا کہ وہ تو بالکل ہی ناقص ہے (اور) اس (کے ناقص ہونے کی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ) (دنیا) کی پنج دانگ ہستی (محض) درد سر ہے (چنانچہ ظاہر ہے پس جسم انسانی کے سامنے اس کی کیا حقیقت ہے سو جب جسم ہی عشق میں بے قیمت سمجھا جاتا ہے تو دنیا کی تو کیا قیمت ہوگی البتہ مثل اس صوفی خام کے دنیا دار اس کو بہت قیمتی سمجھتے ہیں پس اس صورت میں) ملک دنیا تن پرستوں کو نصیب ہو (اور) ہم (عشاق) تو ملک عشق بے زوال کے غلام ہیں (اور اسی تشبیہ بالصوفی میں شاہزادہ کے متعلق بھی معرف کے معروضہ کا حاصل نکل آیا کہ جب اس نے سلطنت ترک کر دی تو مثل خرقہ انداختہ کے پھر یہ اس کا حریص نہیں ہے اور پنج دانگ کنایہ ہے مجموعہ سے اور غیاث میں چار دانگ کی تحقیق اس طرح لکھی ہے کنایہ از چیز بکیہ بہ نسبت امثال خود دو چند باشد چہ (دینار شش دانگ مے باشد و دانگ ششم حصہ دینار ست پس چار دانگ بہ نسبت دو دانگ زائدے باشد اھ اور پنج دانگ کی دلالت اس مفہوم پر زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم آگے پھر قصہ میں معروف کا قول ہے کہ) یہ (شہزادہ) عامل عشق ہے (اس عمل و امارت سے) اس کو معزول نہ کیجئے (یعنی) بجز اپنے عشق کے اس کو (دوسرے عمل و منصب میں) مشغول نہ کیجئے (کہ اس مشغولی سے منصب عشق سے معزولی لازم آوے گی اور معرف نے یہ بھی کہا کہ حضور یہ شہزادہ بھی عرض کرتا ہے کہ) جو منصب کہ میرے لئے آپ کے دیدار سے حجاب ہے (حجب مصدر میمی بمعنی حجاب وہ) عین معزولی ہے (اگر چہ نام اس کا منصب ہے (کما ذکر آنفا باقی حضور یہ شبہ نہ فرماویں کہ اگر یہ ہمارا ایسا عاشق ہے تو یہاں حاضر ہونے میں اتنی تاخیر کیونکر کی سو) اس جگہ آنے میں تاخیر کا موجب فقد استعداد اور ضعف تن تھا (یعنی ایک تو حضوری کی لیاقت و صلاحیت کی اور دوسرے بعد حضوری کے جو خدمت کرنا لازم ہے اس خدمت کے لئے جسمانی قوت کی ان دونوں کی ضرورت تھی اس کے انتظار میں یہ تاخیر واقع ہوئی آگے مولانا کا مقولہ ہے استعداد کے مناط کار ہونے میں یعنی) بدوں استعداد کے (اگر) کسی معدن پر تو جاوے تو ایک حبہ پر بھی تو قابض نہ ہوگا (استعداد

www.besturdubooks.wordpress.com

متعلق معدن کے یہ ہے کہ اس کی معرفت ہو اور اس سے استخراج کا طریقہ جانتا ہو ورنہ معدنیات سب مٹی میں آمیختہ ہوتی ہیں اول تو پہچان مشکل کہ یہاں معدن ہے پھر استخراج مشکل تو حرمان لازم اس میں مولانا کا مقصود بقرینہ قصہ تاخیر حاضری شہزادہ بدر بادشاہ عارف بانتظار استعداد یہ ہے کہ اسی طرح طالب کو چاہئے کہ اول طلب اور شوق اپنے اندر پیدا کرے کہ یہی استعداد ہے رجوع کی تب عارفین سے استفادہ ہو سکتا ہے ورنہ گو وہ حضرات معاون فیوض و برکات ہیں لیکن اگر طلب و شوق نہیں ہے تو مثل فاقد الاستعداد کے معاون سے محروم آوے گا آگے اشتراط و حرمان فاقد الاستعداد کی چند مثالیں ہیں مثال اول) مثل ایک عنین کے کہ کسی باکرہ (جاریہ) کو خرید لے۔ اگرچہ وہ (کیسی ہی) سیمین تن ہو (مگر) یہ کب متمتع ہوگا) مثال دوم) مثل ایک چراغ بے روغن اور بے فتیلہ کے اس میں نور سے نہ کثیر ہے اور نہ قلیل (مثال سوم) باغ میں کوئی فاسد الشامہ آوے اس کا مغز پھول سے کب خوش ہوگا (مثال چہارم) مثل ایک حسین دلبر کے کہ مہمان ہو نامرد کی (مثال پنجم) چنگ و بربط کی آواز ہو بہرے کے سامنے (مثال ششم) مثل مرغ خاکی کے کہ دریاؤں میں آوے اس سے کیا حاصل کرے گا بجز ہلاکت اور زیاں کے (مثال ہفتم) مثل بے گندم شخص کے کہ چکی گھر میں گیا ہو بجز داڑھی اور بالوں کے سفید ہونے کے کچھ عطیہ نہ ملے گا (کیونکہ آٹا ملنے کے لئے اس کی استعداد یعنی باگندم ہونا شرط تھا آگے ایک انتقال ہے یعنی اسی طرح) آسیائے چرخ بے گندم (اور بے دولتان علم و عمل) لوگوں پر (صرف) بالوں کی سفیدی اور کمر کا ضعف دیتی ہے) یعنی زمانہ گزرنے سے بڑھاپا آجاتا ہے جیسا اس شخص کی داڑھی آٹا اڑ کر لگنے سے سفید ہوگئی تھی اور ہاتھ کچھ بھی نہ آیا) لیکن باگندم لوگوں پر یہ آسیا (یے چرخ) ملک بخش ہوا (اور ان کو) کارخانہ اور عظمت (یعنی سلطنت معنوی) دیتا ہے (جس طرح آسیائے متعارف باگندم لوگوں کو آٹا دیتی ہے مثال ہشتم جو کہ مضمون منقل الیہ متعلق آسیا سے بھی من وجہ مفہوم ہوا تھا یعنی) اول تجھ کو جنت کی استعداد چاہئے (جو کہ علوم نافعہ و اعمال صالحہ سے پیدا ہوتی ہے) تاکہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو (خواہ آخرت میں اور وہ ظاہر ہے یا دنیا میں کہ حیوۃ طیبہ ہے مشابہ حیوۃ اہل جنت کے مثال نہم) طفل نوزائیدہ کو شراب و کباب سے کیا حلاوت (اسی طرح) کوٹھیوں اور گنبد دار مکانوں سے (کیا حلاوت اور چونکہ) یہ مثالیں انتہا نہیں رکھتیں (بے شمار ہیں اس لئے اس کے متعلق) کلام (اور مثال) مت تلاش کر تو جا (اور) تحصیل استعداد کی کر (آگے پھر قصہ میں معرف کا قول ہے کہ) یہ اب تک استعداد کے لئے بیٹھا رہا (مگر اب) شوق حد سے گزرا اور وہ (استعداد علی سبیل الکمال اب بھی) ہاتھ نہیں آئی (مگر شدت شوق میں حاضر ہو گیا اور استعداد کامل کے متعلق اپنے دل میں) اس نے یہ کہہ لیا کہ استعداد (کامل) بھی بادشاہ ہی سے مل جاوے گی (اس کی یہ مثال ہے کہ) بدوں روح کے جسد صاحب استعداد کب ہوتا ہے (احقر نے جو یہاں استعداد میں کامل کی قید لگا دی اس سے یہ شبہ مرتفع ہو گیا کہ جب شوق کا وجود متحقق مان لیا اور یہی استعداد تھی حاضری کی پھر اس کے کیا معنی کہ آن نامد بدست اور استعداد ہم از شہ رسد وجہ دفع یہ ہے کہ استعداد کے دو مرتبہ ہیں ایک بقدر ضرورت اس کا تو تقدم ضروری ہے یعنی ضروری شوق و طلب اور یہ حاصل تھا اور ایک بدرجہ کمال اس کا تقدم ضروری نہیں بلکہ اس کا کمال بعد تعلق ہی کے مشاہد ہے پس نفس استعداد شرط ہے حضور و رجوع کی اور کمال استعداد مشروط ہے حضور و رجوع کے ساتھ چنانچہ اس کی جو یہاں مثال مذکور ہے وہ اس تقریر

www.besturdubooks.wordpress.com

کی صاف دلیل ہے کیونکہ جسد میں ایک تو استعداد ہے تعلق روح کی اس کا تو تقدم تعلق روح پر ضروری ہے اور ایک استعداد کامل ہے صدور افعال کی یہ تعلق روح سے متاخر ہوگی اور اس میں بھی اشارہ ہو گیا معاملہ طالب و شیخ کی طرف کہ نفس طلب و شوق بدرجہ معتد بہ کا تو استفادہ و رجوع سے تقدم ضروری ہے اس کا تو انتظار کرے لیکن کمال اس کا خود استفادہ و رجوع سے متاخر ہوگا اس کا انتظار نہ کرے بس اول کا انتظار نہ کرنا یا دوسرے کا انتظار کرنا دونوں تفریط و افراط ہیں اور اول تعجیل اور مشابہ اداء صلوٰۃ قبل الوقت ہے اور ثانی تسویف اور مشابہ تفویت صلوٰۃ الی مابعد الوقت ہے اور نیز معرف استمالت قلب شاہ کے لئے یہ اظہار برکات و محبوبیت شاہ کے لئے کہتا ہے کہ) بادشاہ کے (یعنی آپ کے) الطاف نے اس کے غم کو تہ کر کے رکھ دیا (یعنی ختم کر دیا) یہ آیا تھا اس لئے کہ بادشاہ کا شکار کرے (یعنی آپ کو مسخر کرے) وہ (الطاف کو دیکھ کر) خود ہی شکار (اور مسخر) ہو گیا (اور احقر نے اس کو معرف کا قول مخاطب شاہ کے شعر آئندہ کے قرینہ سے سمجھا کہ اس میں چوں تو خطاب صریح ہے اور وہی معرف کہتا ہے کہ شکار ہونے میں اسی کی کیا تخصیص ہے یہ قاعدہ تو عام ہے کہ) جو شخص بھی آپ جیسے صید کے شکار (اور تسخیر) میں گیا ہوگا وہ صید کو بدوں قید کئے ہوئے خود قید ہو گیا ہوگا (چنانچہ اہل اللہ کا بھی یہی معاملہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ ان کی خدمت و اطاعت کرتے ہیں کہ یہ ہم سے محبت کریں گے مگر روز روز خود ہی ان کے دام محبت میں زیادہ قید ہوتے جاتے ہیں یہاں تک مقولہ ہو گیا معرف کا آگے مولانا تقیید و تقید محمود سے جو کہ اس شعر میں مذکور تھا کیونکہ اہل اللہ کو محب یا محبوب بنانا دونوں مطلوب ہیں انتقال فرماتے ہیں تقیید و تقید مذموم کی طرف جس میں اہل دنیا مبتلا ہیں یعنی اس تقید کے لئے بھی تقید لازم ہے چنانچہ) جو شخص امیری (مالی یا جاہی) کا جویا ہوتا ہے یقیناً اس (کے حصول) سے پہلے وہ اسیری میں محبوس ہو جاتا ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر اس کی محبت میں گرفتار نہ ہوتا تو اس کو طلب ہی کیوں کرتا پس ارادہ کرتا ہے اس کو مقبوض بنانے کا اور خود اس کا مقبوض ہو چکا ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ جب امیری کے لئے اسیری لازم ہے پس) چہرہ عالم (یعنی ظاہر عالم) کے نقش کو منعکس سمجھ (کہ) ہر بندۂ جہان کا نام خواجہ جہاں ہے (چنانچہ اوپر مذکور ہوا کہ ہے تو اسیر اور کہلاتا ہے امیر اور چونکہ اس اسیری کا اثر روح پر بھی ہوتا ہے چنانچہ روح پر عقاب بھی ہوگا اور یہ اسیری اس کی اصل فطرت کے خلاف ہے اس تقریب سے آگے روح کا نفس و بدن کو خطاب مذکور ہے بطور شکایت کے جس سے مقصود تنبیہ ہے اس اسیری کے مضرو مذموم ہونے پر پس روح نفس و بدن سے کہتی ہے کہ) اے تن جو کہ کج فکر ہے (کہ اسیری کو امیری سمجھتا ہے اور) معکوس رفتار ہے (کہ اسیری کی تحصیل کی کوشش کرتا ہے اول صفت میں قوۃ علمیہ کا اختلال مذکور ہے اور ثانی میں قوۃ عملیہ کا) تو نے لاکھوں آزاد کو (یعنی روح کو) مقید کر دیا (کیونکہ تیرے تقید سے اس کا بھی تقید ہوا اور فاعل باوجودیکہ نفس ہے مگر بدن کو خطاب اس لئے ہے کہ اس نفس کے آلات معاصی میں یہی اعضاء و قوی بدنیہ ہیں) ایک مدت کے لئے اس حیلہ پزی کو چھوڑ دے (کہ حیل سے مال و جاہ کو حاصل کر رہا ہے) چند ساعت موت کے قبل (ان چیزوں سے) آزاد ہو کر زندگی کر لے (کہ تو اور میں دونوں اسیری سے خلاصی پاویں) اور اگر گدھے کی طرح تجھ کو آزادی میں کوئی راہ نہیں ہے (اور) مثل ڈول کے تیری سیر بجز چاہ کے (کہ قید ہے) اور کہیں نہیں ہے تو (خدا کے لئے) ایک مدت کے لئے جا میری جان چھوڑ (اور) جا اور کوئی ہمراہی میرے سوا تلاش کر (کیونکہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

میری باری (مقید کرنے کی) ہو چکی مجھ کو آزاد کر (اور) کسی دوسرے کو میرے سوا داماد بنا (جس طرح آئندہ حکایت میں قاضی نے اس مکارہ عورت سے یا اس کے شوہر مکار سے کہا تھا کہ ایک بار تو نے مجھ کو فریب میں پھنسا لیا تھا اب اور کسی کو جا کر فریب دے اور اسی لئے یہاں داماد کا لفظ مناسب ہوا کیونکہ اس عورت نے شوہر کے کہنے سے قاضی کو ہم بستری کی طمع دلا کر بلایا تھا جو داماد کے لئے ہوتا ہے خصوص باعتبار شوہر زن مذکورہ کے کہ عورت مثل دختر کے اس کے اختیار میں تھی جس سے قاضی کی تشبیہ داماد کے ساتھ اور بھی اظہر ہوگئی اے تن صد فن (وحیلہ گر) تو مجھ کو چھوڑ میری عمر تو تو نے برباد کی اب اور کسی کو ڈھونڈھ (جیسے قاضی نے کہا تھا کہ اب کوئی اور تلاش کر اور اخیر کے تین اشعار یعنی مدتے رو الخ محض تحسر و تضجر پر مبنی ہیں ورنہ عدم افتراق کا امتناع اور عدم فائدہ ظاہر ہے ممکن اور مفید تو یہی ہے کہ اقتران میں نفس کی اصلاح ہو جاوے اور بجائے حاکم علی الروح ہونے کے وہ محکوم للروح ہو جاوے آگے اس قاضی اور عورت کی حکایت ہے)۔

مفتوں شدن قاضی برزن جوحی و در صندوق ماندن و نائب قاضی صندوق را خریدن باز سال دوم آمدن زن جوحی برامید پارینہ و بار دیگر گفتن قاضی کہ مرا آزاد کن و دیگرے را بخواہ

قاضی کا جوحی کی بیوی پر عاشق ہو جانا اور صندوق میں رہ جانا اور قاضی کے نائب کا صندوق کو خریدنا پھر گذشتہ سال کی امید پر جوحی کی بیوی کا آنا اور قاضی کا دوسری مرتبہ میں کہنا کہ مجھے آزاد کر دے اور کسی دوسرے کو تلاش کر لے

ہر زماں جوحی ز درویشی بفن	رو بزن کردے کہ اے دلخواہ من
جوحی ناداری کے سبب مکر کرنے کے لئے	بی بی کی طرف متوجہ ہوتا کہ اے میری چاہتی
چوں سلاحت ست رو صیدے بگیر	تا بدوشانیم از صید تو شیر
جب تیرے پاس ہتھیار ہے تو جا کوئی شکار پکڑ	تاکہ تیرے اس صید سے ہم دودھ دوہیں
قوس ابرو تیر غمزہ دام کید	بہر چہ دادت خدا؟ از بہر صید
ابرو کی کمان اور غمزہ کا تیر فریب کا جال	خدا نے تجھ کو کاہے کے لئے دیا شکار کے لئے
رو پئے مرغ شگرفے دام نہ	دانہ بنما لیک در خوردش مدہ
جا کسی عجیب مرغ کے لئے جال لگا	دانہ دکھلا لیکن اس کے کھانے میں مت دینا
کام بنما و کن او را تلخ کام	کے خورد دانہ چو شد در حبس دام
مقصد تو دکھلا اور اس کو تلخ کام کر	وہ دانہ کب کھاوے گا جب جال میں پھنس جاوے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

شد زن او نزد قاضی در گلہ	کہ مرا افغاں ز شوی دہ دلہ
اس کی بیوی قاضی کے پاس شکایت لے کر گئی	کہ میری فریاد ہے شوہر دہ دلہ سے
قصہ کوتہ کن کہ قاضی شد شکار	از مقال و از جمال آں نگار
قصہ کوتاہ کرو کہ قاضی شکار ہو گیا	اس نگار کی گفتگو سے اور جمال سے
گفت ایدر محکمہ است و غلغلہ	من نتانم فہم کردن ایں گلہ
کہنے لگا اس وقت تو محکمہ اور غلغلہ ہے	میں اس شکایت کو سمجھ نہیں سکتا
گر بخلوت آئی اے سرو سہی	وز ستمگاری شو شرحم دہی
اگر تو خلوت میں آوے اے سرو سہی	اور ظلم شوہر سے میرے سامنے بیان کرے
فہم آں بہتر کنم بدہم سزاش	آنچہ حق باشد توزیں غمگیں مباش
تو میں اس کو اچھی طرح سمجھوں اس کو سزا دوں	جو کچھ حق ہو تو اس سے غمگین مت ہو
مرمرا معلوم گردد حال تو	شوہرت را نرم سازم بے عتو
مجھ کو تیرا حال معلوم ہو	تیرے شوہر کو نرم بے نشوز کردوں
گفت زن در خانہ تو نیک و بد	ہر دم از بہر گلہ آید رود
عورت نے کہا تیرے گھر میں بھلا برا آدمی	ہر وقت شکوہ کے لئے آتا ہے جاتا ہے
گفت خانہ توز ہر نیک و بدے	باشد از بہر گلہ آمد شدے
کہا کہ تیرے گھر میں ہر بھلے برے کی	شکوہ کے لئے آمد و شد ہوتی رہتی ہے
خانۂ سر جملہ پر سودا بود	صدر پر وسواس و پرغوغا بود
خانہ سردار تمام پر سودا رہتا ہے	سینہ پر وسواس و غوغا رہتا ہے
باقی اعضا ز فکر آسودہ اند	واں صدور از صادراں فرسودہ اند
باقی اعضا فکر سے آسودہ ہیں	اور یہ اعضائے رئیسہ اس میں فرسودہ رہتے ہیں
ہمچو شاخ از برگ واز میوہ کہن	گرد خالیؔ تا رسد از امر کن
شاخ کی طرح پرانے برگ و میوہ سے	خالی ہو جا تاکہ امر کن سے
برگہا و میوہ ہائے نور غیب	از پئے آں کہنگی بے ہیچ ریب
نور غیب کے برگ اور میوے لگیں	اس کہنہ کے بعد بدوں کسی شک کے

www.besturdubooks.wordpress.com

درخزان و باد خوف حق گریز	آں شقائقہای پاریں رابریز
تو خزاں اور ہوائے خوف حق کی طرف گریز کر	ان پرانے گلہائے لالہ کو ریختہ کر دے
کیں شقائق منع نو اشگوفہاست	کہ درخت دل برائے آں نماست
اس لئے کہ یہ گلہائے لالہ مانع ہیں ان نئے شگوفوں کے	جن کے نما کے لئے یہ درخت دل ہے
خویش رادر خواب کن زیں افتکار	سرز زیر خواب در یقظت برآر
اپنے کو اس فکر سے خواب میں کر دے	سر زیر خواب سے بیداری کی طرف اٹھا
ہمچوآں اصحاب کہف اے خواجہ زود	رو بایقاظاً کہ تحسبہم رقود
مثل ان اصحاب کہف کے اے خواجہ جلدی سے	جا طرف مضمون تحسبہم ایقاظاً و ہم رقود کے
گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست	گفت خانہ ایں کنیزک بس تہیست
قاضی نے کہا اے صنم تدبیر کیا ہے	کہنے لگی کہ اس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے
خصم در دہ رفت و حارس نیز نیست	بہر خلوت سخت نیکو مسکنے ست
مدمقابل تو گاؤں گیا ہے اور پاسبان بھی نہیں	تنہائی کے لئے بے حد عمدہ مسکن ہے
امشب ار امکاں بود آنجا بیا	کار شب بے سملہ است و بے ریا
آج کی رات اگر امکان ہو اس جگہ آ جا	رات کا کام بے شہرت اور بے اظہار ہے
جملہ جاسوساں زخمر خواب مست	زنگی شب جملہ را گردن زدست
تمام تجسس کرنے والے شراب خواب سے مست ہیں	زنگی شب سب کی گردن مار دیتا ہے
خواند بر قاضی فسونہائے عجب	آں شکرلب وانگہانے از چہ لب
اس شکر لب نے قاضی پر عجیب افسوں پڑھے	اور پھر کیسے لب سے
چند باآدمؑ بلیس افسانہ کرد	چونکہ حوا گفت خوراںگاہ خورد
کتنا ہی آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس نے افسانے کئے	جب حوا علیہا السلام نے کہہ دیا کہ کھالو اس وقت کھا لیا
اولیں خوں در جہان ظلم و داد	از کف قابیل بہر زن فتاد
اول خون عالم ظلم و عدل میں	قابیل کے ہاتھ سے عورت ہی کے سبب واقع ہوا
نوحؑ برتابہ چو بریاں ساختے	واہلہ بزمانہ سنگ انداختے
نوح علیہ السلام توے پر بریاں کرتے	واہلہ توے پر پتھر پھینک دیتی

www.besturdubooks.wordpress.com

مکر زن برفن او چیرہ شدے	آب صاف وعظ او تیرہ شدے
عورت کا مکر ان کے فن پر غالب ہو جاتا	ان کے وعظ کا آب صافی مکدر ہو جاتا
قوم را پیغام کردے از نہاں	کہ نگہدارید دیں از گمرہاں
وہ قوم کو خفیہ طور سے پیام بھیج دیتی	کہ تم لوگ دین گمراہوں سے محفوظ رکھنا
لوطؑ را زن ہمچنیں بدکافرہ	خواندہ باشی قصۂ آں فاجرہ
لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ایسی ہی کافرہ تھی	تو نے اس بددین کا قصہ پڑھا ہوگا
یوسفؑ از کید زلیخای جواں	ماند در زنداں برای امتحاں
یوسف علیہ السلام زلیخائے جوان کے کید سے	زندان میں رہے امتحان کے لئے
ہر بلا کاندر جہاں بینی عیاں	باشد از شومی زن در ہر مکاں
جو بلا کہ جہاں میں تم عیاں دیکھو	وہ ہر جگہ شومی زن ہی سے ہوگا

جوحی (کہ ایک مسخرہ کا نام ہے) ناداری کے سبب مکر کرنے کے لئے (اپنی) بی بی کی طرف متوجہ ہوتا (اور کہتا) کہ اے میری چاہتی (بی بی) جب تیرے پاس (حسن وجمال کا) ہتھیار ہے تو جا (اس کے ذریعہ سے) کوئی شکار پکڑ (یعنی کسی کو فریفتہ کر) تا کہ تیرے اس صید سے ہم دودھ دوہیں (یعنی اس سے کچھ وصول کریں کہ افلاس دور ہو) ابرو کی کمان اور غمزہ کا تیر (اور) فریب کا جال۔ خدا نے تجھ کو کاہے کے لئے دیا۔ شکار کے لئے (پس) جا کسی عجیب مرغ کے لئے جال لگا (اور) دانہ دکھلا لیکن اس کے کھانے میں مت دینا (یعنی وصال کی توقع دلا کرنا کام رکھنا) مقصد تو دکھلا اور اس کو تلخ کام کر (اور) وہ دانہ کب کھاوے گا جب جال میں پھنس جاوے گا (یعنی اول ہی سے کسی ترکیب سے کہیں بند کر دینا پھر وصال کہاں میسر ہوگا جیسا آگے صندوق میں بند کرنا مذکور ہوگا اس مشورہ کے بعد) اس کی بیوی قاضی کے پاس شکایت لے کر گئی کہ میری فریاد ہے شوہر دہ دلہ سے (جس کا دل دس طرف ہے میری طرف توجہ نہیں کرتا اور میرے نان ونفقہ کی خبر نہیں لیتا اور اس قسم کی طرح طرح کی باتیں کیں) قصہ کوتاہ کرو کہ قاضی شکار ہو گیا اس نگار کی گفتگو سے اور جمال سے کہنے لگا اس وقت تو محکمہ اور غلغلہ ہے میں اس شکایت کو سمجھ نہیں سکتا (اس لئے) اگر تو خلوت میں آوے اے سروسہی اور ظلم شوہر سے میرے سامنے بیان کرے تو میں اس کو اچھی طرح سمجھوں (اور) اس کو سزا دوں جو کچھ حق ہو تو اس سے غمگین مت ہو مجھ کو تیرا حال معلوم ہو تیرے شوہر کو زم (اور) بے نشوز کر دوں عورت نے کہا تیرے گھر میں بھلا برا آدمی ہر وقت شکوہ کے لئے آتا ہے جاتا ہے (اور یہ بھی) کہا کہ تیرے گھر میں ہر بھلے برے کی شکوہ کے لئے آمد وشد ہوتی رہتی ہے (آگے مولانا دماغ وقلب مقیدان غیر اللہ کو خانہ قاضی سے تشبیہ دے کر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ اسی طرح) خانہ سردار تمام پر سودا رہتا ہے۔ (اور) سینہ (بھی) پر وسواس وغوغا رہتا ہے (اور) باقی اعضا فکر سے آسودہ ہیں اور یہ اعضائے رئیسہ اس (فکر) میں فرسودہ رہتے ہیں (مقصود مولانا کا اس تنبیہ سے ترغیب ہے ان کو ماسوی اللہ سے خالی کرنے کی جس طرح آگے خانہ جوحی کا خالی ہونا مذکور ہوگا چنانچہ آگے اس خلاء مقصود کی تصریح ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ شاخ کی طرح پرانے برگ و میوہ سے (یعنی خیالات سابقہ دنیویہ سے) خالی ہو جاتا کہ امر کن سے (یعنی حکم حق و عنایت حق سے) نور غیب کے برگ اور میوہ (یعنی علوم و معارف و احوال اس شاخ قلب پر) لیکن اس کہنہ کے بعد بدوں کسی شک کے (اور) تو خزانہ اور ہوائے خوف حق کی طرف گریز کر (اور) ان پرانے گلہائے لالہ کو ریختہ کردے (مراد افکار دنیویہ اور چونکہ خوف حق سے یہ فنا ہو جاتے ہیں اس اعتبار سے اس کو خزاں سے تشبیہ دی ورنہ اصل بہار تو وہی ہے آگے علت ہے ریز کی یعنی) اس لئے کہ یہ گلہائے لالہ (کہنہ) مانع ہیں ان نئے شگوفوں کی جن کے نما کے لئے یہ درخت دل (موضوع) ہے (اور ان ہی جدید شگوفوں کے اعتبار سے وہ خوف حق مثل بہار کے ہے آگے بھی ان ہی افکار غیر اللہ کے ازالہ کا دوسرے عنوان سے مضمون ہے کہ) اپنے کو اس فکر (ماسوی) سے خواب (اور بے خبری) میں کردے (اور باعتبار حقیقت کے اس کے معنی یہ ہیں کہ) سر زیر خواب سے بیداری کی طرف اٹھا (کیونکہ غیر اللہ کے ساتھ بیداری حقیقت میں خواب ہے اللہ سے اور غیر اللہ سے خواب ہونا حقیقت میں بیداری ہے اللہ کے ساتھ) مثل ان اصحاب کہف کے اے خواجہ جلدی سے جا طرف مضمون تحسبهم ایقاظاً و هم رقود کے ((یعنی تو بھی ان کے مشابہ ہو جا اس بات میں کہ لوگ تجھ کو باخبر از خلق جانیں اور تو بے خبر از خلق ہو پس مقصود تشبیہ ہے نہ کہ تفسیر آگے قصہ ہے کہ) قاضی نے کہا اے صنم (پھر) تدبیر خلوت کی) کیا ہے کہنے لگی اس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے مد مقابل (یعنی شوہر) تو گاؤں گیا ہے اور (کوئی اس کی طرف سے) پاسبان بھی نہیں (جو ہماری نگرانی کرے) تنہائی کے لئے بے حد عمدہ مسکن ہے (سو) آج کی رات اگر امکان ہو اس جگہ آ جا رات کا کام بے شہرت اور بے اظہار ہے (کہ) تمام تجسس کرنے والے شراب خواب سے مست (ہوتے) ہیں (اور) زنگی شب سب کی گردن مار دیتا ہے (اسی طرح سے) اس شکر لب نے قاضی پر عجیب افسوں پڑھے اور پھر کیسے لب سے (پڑھے نہایت دلفریب لب سے آگے بعض فتن عورتوں کی دلفریبی کے مذکور ہیں کہ) کتنا ہی آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس نے افسانے کئے (لیکن پختہ اثر نہ ہوا اور) جب حوا علیہا السلام نے کہہ دیا کہ کھالو اس وقت کھالیا (یہ مبنی ہے ایک قول پر کہ وسوسہ ابلیس سے آدم علیہ السلام صرف متردد ہوئے تھے عزم نہ ہوا تھا اس نے حوا علیہا السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا اور انہوں نے وہ وسوسہ آدم علیہ السلام کے دل میں جما دیا اور گندم کھالیا اسی طرح) اول خون (اس) عالم ظلم و عدل میں قابیل کے ہاتھ سے عورت ہی کے سبب واقع ہوا (اسی طرح) نوح علیہ السلام توے پر (ماہی کو) بریاں کرتے (کنایہ ہے سامان دعوت ایمان سے کہ غذائے روحانی ہے) واہلہ (ان کی زوجہ اس) توے پر پتھر پھینک دیتی (جس سے سب غذا غارت ہو جاتی یعنی قوم کو بہکا دیتی جس سے وعظ کا اثر باطل ہو جاتا جیسے آگے آتا ہے یعنی) عورت کا مکر ان کے فن (وعظ) پر غالب ہو جاتا (اور) ان کے وعظ کا آب صافی مکدر ہو جاتا (اس طرح سے کہ) وہ قوم کو خفیہ طور سے پیام بھیج دیتی کہ تم لوگ (اپنا) دین (ان) گمراہوں (یعنی نوح اور مومنین بہ نوح) سے محفوظ رکھنا (اسی طرح) لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ایسی ہی کافرہ تھی تو نے اس بددین کا قصہ پڑھا ہوگا (کہ وہ امرد مہمان کے آنے کی اطلاع اپنی قوم کو کر دیتی تھی یہاں فاجرہ سے مراد کافرہ ہے نہ کہ معنی مشہور کہ انبیاء کی ازواج اس سے منزہ ہیں اسی طرح) یوسف علیہ السلام زلیخا ئے جوان کے کید سے زندان میں رہے امتحان کے لئے (غرض) جو بلا (و فتنہ) کہ جہان میں تم عیاں دیکھو وہ ہر جگہ شومی زن ہی سے ہوگا (ہر بلا کہنا بحکم للاکثر حکم الکل ہے اور اس کی اکثریت میں کوئی شبہ نہیں آگے پھر قصہ ہے)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رفتن قاضی بخانہ زن جوحی وحلقہ زدن جوحی تند بخشم بر در وگریختن قاضی در اندرون صندوق چوں محل دیگر نبود

قاضی کا جوحی کی بیوی کے گھر پہنچنا اور جوحی کا غصہ سے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹانا اور قاضی کا صندوق کے اندر گھس جانا چونکہ دوسری جگہ نہ تھی

مکر زن پایاں ندارد رفت شب	قاضی زیرک سوی زن بہر دب
عورتوں کا مکر انتہا نہیں رکھتا شب کو	قاضی زیرک عورت کی طرف صحبت کے لئے گیا
زن چو شمع ونقل مجلس راست کرد	زاں نوازش شاد شد قاضی فرد
عورت نے جب شمع اور مجلس کی کوئی نقل درست کر کے رکھی	اس اکرام سے قاضی فرد خوش ہوا
چونکہ بنشستند باہم ساعتے	تا بر آسایند اندر خلوتے
جب دونوں باہم ایک ساتھ بیٹھے	تاکہ خلوت میں آسودہ ہوں
چوں نشست او پہلوئے زن بامراد	گشت جان پر غمش زاں وصل شاد
جب وہ عورت کے پہلو میں بامراد بیٹھا	اس کی جان پر غم اس وصل سے شاد ہوئی
اندر آں دم جوحی آمد در بزد	جست قاضی مہر بے تا در خزد
اسی وقت جوحی آ پہنچا دروازہ کھٹکھٹانا	قاضی جلدی سے اٹھا تاکہ کسی گرنج کی جگہ میں جا گھسے
غیر صندوقے ندیداو خلوتے	رفت در صندوق از خوف آں فتے
بجز صندوق کے اس نے کوئی خلوت نہ دیکھی	صندوق میں چلا گیا اس جوان کے خوف سے
اندر آمد جوحی وگفت اے حریف	اے وبالم در ربیع و در خریف
جوحی اندر آیا اور کہنے لگا اے حریف	میری وبال ربیع میں اور خریف میں
من چہ دارم کہ فدایت نیست آں	کہ زمن فریاد داری ہر زماں
میں کیا چیز ایسی رکھتا ہوں جو تیری فدا نہیں ہے	کہ تو مجھ سے ہر وقت فریاد کرتی رہتی ہے
گفت شخصے نزد قاضی رفتۂ	در حقم ناگفتنیہا گفتۂ
ایک شخص نے کہا ہے کہ تو قاضی کے پاس گئی تھی	میرے حق میں بہت سی نہ کہنے کی لائق باتیں کی ہیں
بر لب خشکم کشادستی زباں	گاہ مفلس خوانیم گہ قلتباں
میرے لب خشک پر تو نے زبان کھولی ہے	کبھی تو مجھ کو مفلس کہتی ہے کبھی دیوث

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں دو علت گر بود ایجاں مرا	آں یکے از تست و دیگر از خدا
اگر اے جان مجھ میں یہ دو علتیں ہیں	تو ایک تو تیری طرف سے ہے اور ایک خدا کی طرف سے ہے
من چہ دارم غیر ایں صندوق وکاں	ہست مایہ تہمت و پایہ گماں
میرے پاس بجز اس صندوق کے کیا ہے کہ وہی	مایہ تہمت اور بناء گمان ہے
خلق پندارند زر دارم دروں	داد وا گیرند از من زیں ظنون
مخلوق یہ سمجھتی ہیں کہ میں اندر خانہ زر رکھتا ہوں	ان گمانوں کے سبب لوگ مجھ سے عطا کو روک لیتے ہیں
صورت صندوق بس زیباست لیک	از عروض و سیم و زر خالیست نیک
صندوق کی صورت تو نہایت زیبا ہے لیکن	اسباب اور نقد سے بالکل خالی ہے
چوں تن زراق خوب و باوقار	اندراں سلہ نیابی غیر مار
جیسے ریاکار کا تن ہوتا ہے خوب اور باوقار	اس ٹوکرے کے اندر بجز سانپ کے تو اور کچھ نہ پاوے گا
من برم صندوق فردا را بکو	پس بسوزم درمیان چار سو
میں یہ صندوق کل کو محلہ میں لے جاؤں گا	پھر چوراہہ کے درمیان جلا دوں گا
تا بہ بیند مومن و گبر و جہود	کاندریں صندوق جز لعنت نبود
تاکہ مومن اور گبر اور یہود سب دیکھ لیں	کہ اس صندوق میں بجز بے ہودگی کے کچھ نہ تھا
گفت زن ہی در گزر اے مرد زیں	خورد سوگند آں کہ نکنم جز چنیں
عورت نے کہا کہ خبردار اس سے درگزر اے مرد	اس نے قسم کھا لی کہ بجز اس کے کچھ نہ کروں گا
بار صندوق را در دم بہ بست	خویشتن را کردہ بد مانند مست
رسی سے فوراً باندھا	اپنے کو دیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا
از پگہ حمال آورد او چو باد	زود آں صندوق بر پشتش نہاد
صبح ہی سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا	فی الفور وہ صندوق اس کی پشت پر رکھ دیا
اندراں صندوق قاضی از نکال	بانگ میزد کاے حمال وای حمال
اس صندوق کے اندر قاضی مصیبت کے مارے	آواز دیتا تھا کہ اے حمال اے حمال
کرد آں حمال پیش و پس نظر	کز چہ سو درمیرسد بانگ و خبر
اس حمال نے آگے پیچھے نگاہ کی	کہ کس طرف سے آواز اور خبر آ رہی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہاتف ست ایں داعیِ من اے عجب	یا پری ام میکند پنہاں طلب
یہ میرا پکارنے والا کوئی ہاتف ہے اے عجب	یا کوئی جن مجھ کو خفیہ بلا رہا ہے
چوں پیاپے گشت آں آواز بیش	گفت ہاتف نیست باز آمد بخویش
جب علی الاتصال وہ آواز بڑھتی گئی	کہنے لگا کہ ہاتف نہیں ہے پھر آپے میں آیا
عاقبت دانست کاں بانگ وفغاں	بد ز صندوق و کسے دروے نہاں
آخر جان لیا کہ یہ بانگ و فغاں	صندوق میں سے ہے اور کوئی اس میں پوشیدہ ہے
عاشقے کو در غمِ معشوق رفت	گرچہ بیرونست در صندوق رفت
جو عاشق کہ معشوق کے غم میں جتلا ہوا ہو	اگرچہ وہ باہر ہے صندوق میں مقید ہوا ہے
عمر در صندوق برد از اندہاں	جز کہ صندوقے نہ بیند در جہاں
اس شخص نے غموں کے سبب عمر صندوق میں پوری کی ہے	بجز صندوق کے وہ دنیا میں کچھ نہیں دیکھا
آں سرے کہ نیست فوق آسماں	از ہوس اورا دراں صندوق داں
جو سر کہ آسمان کے اوپر نہیں ہے	بسبب ہوس کے اس کو اس صندوق میں جان
چوں ز صندوق بدن بیروں رود	او ز گورے سوئے گورے می شود
جب صندوق بدن سے باہر جاوے گا	تو وہ ایک گور سے دوسری گور کی طرف جا رہا ہے
ایں سخن پایاں ندارد قاضیش	گفت اے حمال واے صندوق کش
اس مضمون کا انتہا نہیں قاضی نے اس کو	کہا اے حمال اور اے صندوق کش
از من آگہ کن دروں محکمہ	نائبم را زود تر با ایں ہمہ
میرے حال سے خبردار کر دے محکمہ میں	میرے نائب کو بہت جلدی مع اس تمام واقعہ کے
تا خرد ایں را بزر زیں بے خرد	ہمچنیں بستہ بخانہ ما برد
تاکہ وہ اس کو بے عقل سے خریدے	اسی طرح بندھا بندھا یا ہمارے گھر تک لے جاوے
اے خدا قوم رحم مند	تا ز صندوق بدن ماں وا خرند
اے خدا رحم مند قوم کو مسلط کر دے	تاکہ صندوق بدن سے ہم کو خرید لیں
خلق را از بند صندوق فسوں	کہ خرد جزا نبیا و مرسلوں
خلق کو قید صندوق فسوں سے	کون خریدتا ہے بجز انبیاء و مرسلین کے

www.besturdubooks.wordpress.com

از ہزاران یک کسے خوش منظرست	کہ بداند کو بصندوق اندرست
ہزاروں میں کوئی ایک ہی شخص خوش نظر ہے	جو یہ جانے کہ وہ صندوق کے اندر ہے
آنکہ داند تو نشانش ایں شناس	کوز روح ایں جہاں دارد ہراس
جو شخص جانتا ہے تو اس کی علامت یہ پہچان لے	کہ وہ اس عالم کی راحت سے ہراس رکھتا ہے
او جہاں را دیدہ باشد پیش ازاں	تا بدایں ضدش گردد عیاں
اس شخص نے اس جہان کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہوگا	جس سے اس ضد کے سبب یہ ضد اس کو عیاں ہوگی
زیں سبب کہ علم ضالہ مومن ست	عارف ضالہ خودست وموقن ست
اس سبب سے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے	وہ اپنے گم شدہ چیز کا پہچاننے والا ہے اور یقین رکھنے والا ہے
آنکہ ہرگز روز نیکو خود ندید	او دریں ادبار کے خواہد طپید
جس شخص نے کوئی روز نیک خود نہ دیکھا ہو	وہ اس ادبار میں کب مضطرب ہو گا
یا بطفلی در اسیری او فتاد	یا خود از اول زما در بندہ زاد
یا تو طفلی میں اسیری میں واقع ہو گیا ہے	یا خود اول ہی سے ماں سے غلام پیدا ہوا ہے
ذوق آزادی ندیدہ جان او	ہست صندوق صور میدان او
اس کی جان نے آزادی کا ذوق نہیں دیکھا	تصویرات کا صندوق اس کا میدان ہو گا
دائما محبوس عقلش در صور	از قفص اندر قفص دارد گزر
ہمیشہ اس کی عقل تصویرات میں محبوس رہے گی	ایک قفس سے دوسرے قفس میں گزر رکھے گا
منفذش نے از قفص سوئے علا	در قفصہا میرود از جابجا
اس شخص کا منفذ قفس سے علو کی طرف نہیں ہے	قفسوں ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ میں پھر رہا ہے
در نبی ان استطعم فانفذوا	ایں سخن با جن و انس آمد زہو
قرآن مجید میں یہ مضمون کہ اگر تم سے ہو سکے تو نکل جاؤ	جن وانس کے ساتھ خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے
گفت منفذ نیست از گردون شاں	جز بسلطان و بوحی آسماں
یہ فرمایا کہ سموات سے ان کو کوئی منفذ نہیں	بجز قوت اور وحی آسمان کے
گرز صندوقے بصندوقے رود	او سمائی نیست صندوقی بود
اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جا رہا ہے	وہ شخص علوی نہیں ہے صندوقی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

فرجۂ صندوق نو نو مسکرست	در نیابد کو بصندوق اندر ست
نئے نئے صندوقوں کی سیر مست کر دینے والی ہے	وہ اس کا ادراک نہیں کرتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے
گر نشد غرہ بدیں صندوقہا	ہمچو قاضی جوید اطلاق و رہا
اگر وہ ان صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوا	تو قاضی کی طرح وہ اطلاق اور رہائی ڈھونڈے گا
آنکہ داند ایں نشانش آں شناس	کو نباشد بے فغاں و بے ہراس
جو شخص اس کو جانے گا اس کی علامت یہ پہچان لے	کہ وہ بے فغاں اور بے ہراس نہ ہو گا
ہمچو قاضی باشد او در ارتعاد	کے شود زاں غم دلش یک لحظہ شاد
قاضی کی طرح وہ لرزہ میں رہے گا	اس غم سے اس کا دل کب ایک لحظہ بھی شاد ہو گا
رہروے را گفت آں حمال شاد	کہ برو در محکمہ قاضی چو باد
اس حمال نے کسی راہرو سے خوش ہو کر کہا	کہ محکمہ قاضی میں ہوا کی طرح جا
نائبش را گوی کیں شد واقعہ	بر سر قاضی بیامد قارعہ
اس کے نائب سے کہہ کہ یہ حادثہ ہو گیا ہے	قاضی کے سر پر مصیبت آ گئی ہے
شغل را بگزار زود اینجا بیا	زو بخر سربستہ ایں صندوق را
کام چھوڑ اور جلدی یہاں آ	جلدی خرید سربستہ اس صندوق کو
چونکہ رہرو شد رسالت را رساند	ہر کہ زو بشنید ایں خیرہ بماند
جب وہ رہرو گیا پیام پہنچایا	جس نے اس سے سنا حیران رہ گیا
برد القصہ خبر صندوق کش	نائب قاضی حسن را از غمش
القصہ صندوق کش کی خبر نے	قاضی حسن کے نائب کو قاضی کے غم سے از جا رفتہ کر دیا
آتشے برکردہ جوحے از ملا	کہ بخواہم سوخت ایں صندوق را
جوحی نے مجمع میں آگ روشن کر رکھی تھی	کہ میں تو اس صندوق کو جلاؤں گا
بر سر بازار جوشش عامۂ	چیست جوحی می نہد ہنگمۂ
بازار میں عوام الناس کا ایک جوش ہے	کیا قصہ ہے وہ جوحی ایک ہنگامہ برپا کر رہا ہے

عورتوں کا مکر (جس کا اوپر کے اشعار میں بیان ہے) انتہا نہیں رکھتا (اس کی بے شمار حکایات ہیں اس لئے اس کو چھوڑ کر قاضی کا قصہ بیان کرو کہ) شب کو قاضی زیرک عورت کی طرف صحبت کے لئے گیا عورت نے جب شمع اور مجلس کی کوئی نقل (از

www.besturdubooks.wordpress.com

قسم نوا کہ یا شیرینی وغیرہ) درست کر کے رکھی اس اکرام سے قاضی فرد خوش ہوا جب دونوں باہم ایک ساعت بیٹھے تا کہ خلوت میں آسودہ ہوں جب وہ (قاضی) عورت کے پہلو میں بامراد بیٹھا (اس کی جان پر غم اس وصل سے شاد ہوئی اسی وقت جوحی آ پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا قاضی جلدی سے اٹھا تا کہ کسی گریز کی جگہ میں جا گھسے بجز صندوق کے اس نے کوئی خلوت نہ دیکھی صندوق میں چلا گیا اس جوان کے خوف سے (اور) جوحی اندر آیا اور کہنے لگا اے حریف (اور) میری وبال ربیع میں اور خریف میں (یعنی تمام اوقات میں) میں کیا چیز ایسی رکھتا ہوں جو تیرے فدا نہیں ہے کہ تو مجھ سے ہر وقت فریاد کرتی رہتی ہے (یعنی جو چیز میرے پاس ہے تجھ سے دریغ نہیں پھر کاہے کو شکایت کرتی رہا کرتی ہے مجھ سے) ایک شخص نے کہا ہے کہ تو قاضی کے پاس گئی تھی (اور) میرے حق میں بہت سی نہ کہنے کی لائق باتیں کہی ہیں میرے لب خشک (یعنی خاموش) پر تو نے زبان کھولی ہے (یعنی باوجودیکہ میں تیری کوئی مذمت نہیں کرتا مگر تو نے میری شکایت کی ہے) کبھی تو مجھ کو مفلس کہتی ہے کبھی دیوث اگر اے جان مجھ میں یہ دو علتیں ہیں تو ایک تو تیری طرف سے ہے (یعنی دیوث کہ اگر میں ایسا ہوں تو اس کا سبب تیری آوارگی ہو گی) اور ایک خدا کی طرف سے ہے (یعنی مفلس اور یہ تو بتا کہ) میرے پاس بجز اس صندوق کے کیا ہے کہ وہی مایہ تہمت اور بدگمان ہے مخلوق یہ سمجھتے ہیں کہ میں اندر خانہ زر رکھتا ہوں (ورنہ اتنا بڑا صندوق کس کام کا ہے اور) ان گمانوں کے سبب لوگ مجھ سے عطا کو روک لیتے ہیں (یعنی صدقہ و خیرات بھی مجھ کو نہیں دیتے) صندوق کی صورت تو نہایت زیبا ہے لیکن امتعہ اور نقد سے بالکل خالی ہے جیسے (شیخ) ریاکار کا تن ہوتا ہے (کہ باہر سے) خوب اور باوقار (ہوتا ہے لیکن) اس ٹوکرے کے اندر بجز سانپ کے تو اور کچھ نہ پاوے گا (کنایہ ہے اخلاق ذمیمہ وغیرہا شرور سے پس) میں یہ صندوق کل کو محلہ میں لے جاؤں گا پھر چوراہے کے درمیان (رکھ کر) جلا دوں گا تا کہ مومن اور گبر اور یہود سب دیکھ لیں کہ اس صندوق میں بجز بیہودگی کے کچھ نہ تھا۔ عورت نے کہا کہ خبردار اس سے درگزر اے مرد (مگر) اس نے قسم کھالی کہ بجز اس کے کچھ نہ کروں گا (پھر) رسی سے فوراً باندھا (اور) اپنے کو دیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا صبح ہی سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا (اور) فی الفور وہ صندوق اس کی پشت پر رکھ دیا اس صندوق کے اندر قاضی مصیبت کے مارے آواز دیتا تھا کہ اے حمال اے حمال۔ اس حمال نے آگے پیچھے نگاہ کی کہ کس طرف سے (یہ) آواز اور خبر آ رہی ہے یہ میرا پکارنے والا کوئی ہاتف ہے اے عجب یا کوئی جن مجھ کو خفیہ بلا رہا ہے جب علی الاتصال وہ آواز بڑھتی گئی کہنے لگا کہ ہاتف نہیں ہے (اور) پھر آپے میں آیا آخر جان لیا کہ یہ بانگ و فغاں صندوق میں سے ہے اور کوئی اس میں پوشیدہ ہے (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ صندوق کے بند ہونے میں کچھ اس قاضی کی تخصیص نہیں) جو عاشق (مجازی) کہ معشوق کے غم (اور عشق) میں مبتلا ہوا اگرچہ (ظاہر میں) وہ باہر ہے (لیکن معنیٰ) صندوق میں مقید ہوا ہے (کیونکہ دل کا پھنس جانا جسم کے پھنس جانے سے اشد ہے پس وہ تعلق اور تصور صندوق سے زیادہ قید ہے اور) اس شخص نے غموں کے سبب (جو عشق میں پیش آئے) عمر صندوق میں پوری کی ہے بجز صندوق کے وہ دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا (آگے اور تعمیم کرتے ہیں کہ اس میں عاشق مجازی کی بھی تخصیص نہیں بلکہ) جو سر کہ آسمان کے اوپر نہیں ہے (یعنی جس کی توجہ عالم سفلی میں ہے) بسبب (گرفتاری) ہوس کے اس کو اس صندوق میں جان (پس ایسا شخص) جب صندوق بدن سے باہر (نکل کر قبر میں) جاوے گا تو (یوں سمجھو کہ) وہ ایک گور سے دوسری گور کی طرف جا رہا ہے (یعنی یہ قبر اس کے لئے نئی چیز نہیں اس سے پہلے بھی وہ قبر ہی میں تھا کہ اس کا قالب مثل تابوت کے مشتمل تھا قلب میت محبوس فی تعلقات الدنیا و ماسوی اللہ پر اور اس سے اوپر تعلقات ماسوی کو صندوق کہا اور یہاں بدن کو سو ان تعلقات ماسوی کا محل چونکہ قوی حالہ فی الجسم ہیں اس لئے دونوں

www.besturdubooks.wordpress.com

تشبیہوں میں صرف عنوان کا تفاوت ہے معنون واحد ہے آگے پھر قصہ ہے کہ) اس مضمون کا انتہا نہیں (قصہ یہ ہے کہ) قاضی نے اس (حمال) کو کہا اے حمال اور اے صندوق کش میرے حال سے خبردار کر دے محکمہ میں میرے نائب کو بہت جلدی مع اس تمام واقعہ کے تاکہ وہ اس (صندوق) کو اس بے عقل سے خرید لے اسی طرح بندھا بندھایا ہمارے گھر تک لے جاوے (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) اے خدا (ہم پر) رحم مند قوم کو مسلط کر دے تاکہ صندوق بدن سے ہم کو خرید لیں (اس سے خلاصی دینے کے لئے مراد اس قوم سے باشفقت اہل ارشاد ہیں جو قلب کو تعلقات ماسوی سے پاک کر دیں (آگے تعیین ہے قوم رحم مند کی یعنی) خلق کو قید صندوق نفسوں (و غرور) سے کون خرید (کر چھڑا) تا ہے بجز انبیاء و مرسلین (اور ان کے وارثان صدق) کے (اول اولا اور ثانی تبعا آگے اکثر گرفتاران تعلقات ماسوی کا جہل بتلاتے ہیں کہ باوجودیکہ یہ لوگ صندوق میں ہیں مگر پھر بھی) ہزاروں میں کوئی ایک ہی شخص خوش نظر ہے جو یہ جانے کہ وہ صندوق کے اندر ہے (آگے اس جاننے والے کی علامت بتلاتے ہیں کہ) جو شخص (اس بات کو) جانتا ہے تو اس کی علامت یہ پہچان لے کہ وہ اس عالم کی راحت سے ہراس رکھتا ہے (یعنی یہاں کے سامان عیش ولذت سے اس کو دلچسپی نہیں بلکہ توحش ہے پس) اس شخص نے اس جہان کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہوگا جس سے اس ضد کے سبب یہ ضد اس کو عیاں ہوگئی (جس طرح صندوق کی تنگی کو وہ سمجھے گا جس نے عالم فراخ دیکھا ہوگا پس اسی طرح جس نے بصیرت سے اس عالم کو دیکھ لیا ہے یہ عالم اور اس کے تعلقات اس کو صندوق نظر آتے ہیں اور ان سے وہ متوحش ہوتا ہے اور) اس سبب سے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے (جیسا حدیث میں ہے الکلمة الحکمة ضالة المؤمن فحیث وجدھا فہو احق بھا) وہ اپنی گم شدہ چیز کا پہچاننے والا ہے اور (اس پہچاننے میں) یقین رکھنے والا ہے (جیسا مالک اپنی چیز کو یقین کے ساتھ پہچان لیتا ہے یہ دلیل ہے مضمون شعر بالا کی یعنی ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ اس نے اس عالم کو دیکھا ہوگا اس کی دلیل یہ ہے کہ دار اصلی تو مومن کا وہی ہے وہاں سے جدا ہو جانا ایسا ہے جیسا کوئی گم ہو جاتا پس جب انبیاء علیہم السلام نے اس عالم کا تذکرہ فرمایا تو یہ مومن فوراً مثل ضالہ کے اس کو پہچان گیا اور اس کے پہچاننے سے یہ عالم صندوق نظر آیا اور برخلاف اس کے) جس شخص نے کوئی روز نیک خود نہ دیکھا ہو (یعنی اس کو عالم علوی کی فراخی مشاہدہ نہ ہوئی ہو) وہ اس ادبار (دنیوی و تعلق ماسوی) میں کب مضطرب ہوگا (بلکہ اس کی حالت یہ ہوگی ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بھا الایہ اور ایسا شخص) یا تو طفلی میں اسیری میں واقع ہو گیا ہے یا خود اول ہی سے (یعنی طفلی کے بھی قبل) ماں سے غلام پیدا ہوا ہے (جو ایک قسم کی اسیری ہے اس لئے) اس کی جان نے آزادی (اور حریت و خلاصی) کا ذوق نہیں دیکھا (پس ظاہر ہے کہ اس کو قید اور صندوں کی تنگی کیوں ناگوار ہوگی گو وہ صندوق ہی میں ہو بلکہ) تصوریات کا صندوق اس کا میدان ہوگا (یعنی وہ اسی کو میدان سمجھے گا اور ان تصوریات کے تماشے کو منتہی مقصود کا سمجھے گا اور) ہمیشہ اس کی عقل تصوریات میں محبوس رہے گی (اور وہ) ایک قفس سے دوسرے قفس میں گزر رکھے گا (یعنی کبھی ایک تصور میں مبتلا ہو گیا کبھی اس سے نکل کر دوسرے میں مبتلا ہو گیا) اس شخص کا منفذ قفس سے علو کی طرف نہیں ہے قفسوں ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ میں پھر رہا ہے (آگے نفوذ و خروج من حبس الدنیا کا طریق ایک آیت سے بطور علم اعتبار کے بتلاتے ہیں کہ) قرآن مجید میں یہ مضمون کہ اگر تم سے ہو سکے تو نکل جاؤ جن وانس کے ساتھ خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے (اور اس کے بعد) یہ فرمایا ہے کہ سموات سے ان کو کوئی منفذ نہیں بجز قوت اور وحی آسمان کے (یہ عطف تفسیری ہے اس آیت کی یہ تفسیر نہیں ہے کیونکہ آیت کا مدلول تعجیز عن النفوذ اور انتفاء سلطان کا ہے اور مولانا نے امر فانفذوا کو طلب پر اور لاتنفذون الا بسلطان کو ترغیب تحصیل سلطان پر محمول فرمایا ہے اس کو علم

www.besturdubooks.wordpress.com

اعتبار کہتے ہیں چونکہ مدعائے مقام آیت کی اس تفسیر پر موقوف نہیں بلکہ بدیہی و ضروری ہے اس لئے تفسیر کے انتفاء سے مدعا کے ثبوت میں کوئی قدح نہیں لازم آتا بطور نکتہ کے ایک تائید ظاہری کردی ہے سو اس کے لئے استدلال بطور اعتبار بھی کافی ہے غرض یہ گرفتار صندوق) اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جارہا ہے (جس سے تصورات دنیویہ کو تشبیہ دی گئی ہے) وہ شخص علوی نہیں ہے (جس کا ذکر بناء علی الاعتبار اس آیت میں ہے ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا بلکہ وہ شخص) صندوقی ہے (اور اس کے لئے) نئے نئے صندوقوں کی (تصورات دنیویہ کی) سیر مست کر دینے والی ہے وہ اس کا ادراک نہیں کرتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے (اور، گر (کسی تنبیہ سے) وہ ان صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوا تو قاضی کی طرح وہ اطلاق اور رہائی ڈھونڈھے گا (اور) جو شخص اس کو جانے گا اس کی علامت یہ پہچان لے کہ وہ بے فغاں اور بے ہراس نہ ہوگا (بلکہ) قاضی کی طرح وہ لرزہ میں رہے گا اس غم سے اس کا دل لب ایک لحظہ بھی شاد ہوگا (آگے پھر قصہ ہے کہ) اس حال نے کسی راہرو سے خوش ہو کر کہا کہ محکمہ قاضی میں ہوا کی طرح جا (شاید خوش ہونا اس لئے ہو کہ قاضی نے اس سے کسی انعام کا وعدہ کیا ہوگا) اس کے نائب سے کہہ کہ یہ حادثہ ہو گیا ہے قاضی کے سر پر مصیبت آ گئی ہے کام چھوڑ اور جلدی یہاں آ جلدی خرید سربستہ اس صندوق کو جب وہ رہرو گیا پیغام پہنچایا جس نے اس سے سنا حیران رہ گیا القصہ صندوق کش کی خبر نے قاضی حسن کے نائب کو قاضی کے غم سے از جارفتہ کردیا (حسن فرضی نام معلوم ہوتا ہے قاضی کا یا نائب کا اور ادھر) جوحی نے مجمع میں آگ روشن کر رکھی تھی کہ میں تو اس صندوق کو جلاؤں گا (اور) بازار میں عوام الناس کا ایک جوش (اور ہجوم) ہے (آپس میں پوچھتے ہیں کہ) کیا قصہ ہے (دوسرا جواب دے رہا ہے کہ میاں) وہ جوحی ایک ہنگامہ برپا کر رہا ہے۔

آمدن نائب قاضی میاں بازار و خریداری کردن صندوق را از جوحی

قاضی کے نائب کا بازار میں آنا اور جوحی سے صندوق خرید لینا

نائب آمد گفت صندوقت بچند	گفت نہصد بیشتر زر میدہند
نائب آیا کہا کہ تیرا صندوق کتنے کو ہے	جوحی نے کہا کہ نو سو سے تو زیادہ زر دے رہے ہیں
من نمی آیم فروتر از ہزار	گر خریداری کشا کیسہ بیار
میں ہزار سے نیچے نہیں اترتا	اگر تو خریدار ہو تھیلی کھول لا
گفت شرمے دار اے کوتہ نمد	قیمت صندوق خود پیدا بود
نائب نے کہا کہ کچھ تو شرم کر اے مفلس	صندوق کی قیمت تو خود ظاہر ہوتی ہے
گفت شرمے دار از اہل خرد	کس بدیں مقدار ایں را کے خرد
کہا کہ اہل عقل سے کچھ شرم کر	کوئی شخص اس مقدار سے اس کو کون خرید لے گا
گفت بے رویت شری خود فاسد یست	بیع ما زیر گلیم ایں راست نیست
جوحی نے کہا کہ بدوں دیکھے ہوئے خود خریداری ہی فاسد ہے	ہماری بیع زیر گلیم ٹھیک نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

برکشایم گر نمی ارزد مخر	تانباشد بر تو حیفے اے پدر
میں کھولتا ہوں اگر اتنے کا نہ ہو گا مت خریدنا	تاکہ اے پدر تم پر ظلم نہ ہو
گفت اے ستار برمکشائے راز	سربہ بستہ می خرم بامن بساز
نائب نے کہا کہ اے پردہ پوش راز کو مت کھول	میں سربستہ خریدتا ہوں میرے ساتھ سودا بنا لے
ستر کن تابر تو ستاری کنند	تانہ بینی ایمنی برکس مخند
پردہ پوشی کر تاکہ تجھ پر بھی پردہ پوشی کریں	جب تک تو امن نہ دیکھ لے کسی پر مت ہنس
بس دریں صندوق چوں تو ماندہ اند	خویش را اندر بلا بنشاندہ اند
بہت سے اس صندوق میں تیری طرح رہے ہوئے ہیں	انہوں نے اپنے کو بلا میں بٹھلا رکھا ہے
انچہ بر تو خواہ اں باشد پسند	برد گرکس آں کن از نفع و گزند
جس چیز کا ارادہ تجھ کو اپنے اوپر پسند ہو	دوسرے شخص پر بھی وہی کر نفع اور نقصان سے
انچہ تو برخود روا داری ہماں	می بکن از نیک واز بد باکساں
جس چیز کو تو اپنے اوپر روا رکھے	نیک اور بد سے وہی اور لوگوں کے ساتھ بھی کر
انچہ نہ پسندی بخود از نفع وضر	برکسے مپسند ہم اے بے ہنر
جس چیز کو اپنے لئے نہ پسند کرے نفع اور ضرر سے	اور کسی پر بھی پسند مت کر اے بے ہنر
زانکہ برمرصاد حق اندر کمیں	می دہد پاداش پیش از یوم دیں
اس لئے کہ مرصاد پر حق تعالیٰ یعنی کمین کے اندر سے	یوم قیامت سے پہلے بھی پاداش دے دیتا ہے
آں عظیم العرش عرش او محیط	تخت دادش برہمہ جانہا بسیط
وہ عظیم العرش ہے اس کا عرش محیط ہے	اس کے عدل کا تخت تمام جانوں پر مبسوط ہے
گوشہ عرشش تبو پیوستہ است	ہیں مجنبان جز بدیں و داد دست
اس کے تخت کا گوشہ تیرے ساتھ متصل ہے	خبردار بجز دین اور عدل کے مت ہلانا
تو مراقب باش براحوال خویش	نوش بین درداد و بعد از ظلم نیش
تو اپنے احوال پر نگراں رہ	عدل میں تو نوش دیکھ لے اور ظلم کے بعد نیش دیکھ لے
پس ہمیں جا خود جزائے نیک و بد	میرسد باہر کسے چوں بنگرد
پس اسی جگہ نیک و بد کی جزا	پہنچ جاتی ہے اگر ہر شخص دیکھے

www.besturdubooks.wordpress.com

واں جزا کانجا رسد در یوم دیں	ہیچ آں بایں نماند نیک بیں
اور جو جزا کہ وہاں قیامت کے دن ملے گی	وہ اس کے ذرا بھی مشابہ نہیں خوب دیکھ لے
بے حد و بے عد بود آنجا جزا	دوزخ و نارست جائے ناسزا
اس جگہ وہ جزا بے حد اور بے شمار ہو گی	دوزخ اور نار ہے ناسزا کی جگہ
گفت آرے انچہ کردم استم ست	لیک ہم میداں کہ بادی اظلم ست
جوحی نے کہا کہ بے شک میں نے جو کچھ کیا ظلم ہے	لیکن یہ بھی جان لو کہ ابتدا کرنے والا اصل ظالم ہے
نائب یک یک ماباد یئم	باسوا دروچہ اندر شادیئم
نائب نے کہا ہم ایک ایک کر کے سب بادی ہیں	باوجود روسیاہی ہم کیا خوشی میں مشغول ہیں
ہمچو زنگی کو بود شاداں و خوش	او نہ بیند غیر او بیند رخش
مثل حبشی کے کہ وہ شاداں اور خوش ہے	وہ تو دیکھتا نہیں دوسرا ہی آدمی اس کا منہ دیکھتا ہے
ماجرا بسیار شد درمن یزید	داد صد دینار و آں ازوے خرید
ماجرا بہت ہوا نیلام میں	اس نے سو دینار دیئے اور وہ اس سے خریدا
ہر دمے صندوقئی اے بد پسند	ہاتفاں و غیبیانت می خرند
تو ہر وقت صندوق ہو رہا ہے اے برے عمل کے پسند کرنے والے	تجھ کو ہاتف اور غیبی لوگ خرید رہے ہیں
ایں یقیں میدان کا سیرد بندۂ	زانکہ در صندوق غمہا ماندۂ
تو اس کو یقین جان لے کہ تو اسیر اور غلام ہو رہا ہے	کیونکہ غموم کے صندوق میں رہا ہوا ہے
بند ہر چہ گشتۂ از نیک و بد	ہر یکے بر تو چو صندوقیست سد
تو جس چیز کا مقید ہو رہا ہے نیک و بد سے	ہر چیز تجھ پر صندوق ہے جو کہ سد راہ ہے
تانگردے زیں ہمہ آزاد تو	کے شوی ایجان زغم دلشاد تو
تو جب تک اس سب سے آزاد نہ ہو گا	غم کے سبب اے جان تو کب دل شاد ہو گا

نائب آیا کہا تیرا صندوق کتنے کو ہے جوحی نے کہا کہ نو سو سے تو زیادہ زر دے رہے ہیں (مگر) میں ہزار سے نیچے نہیں اترتا اگر تو خریدار ہو تو تھیلی کھول (اور قیمت) لا۔ نائب نے کہا کہ کچھ تو شرم کر اے مفلس (فی الحاشیہ اے باوجودیکہ لباس گلیم وصوف داری وآں ہم کوتہ دعویٰ امیرانہ میداری کہ چنداں قیمت صندوق می نہی آہ) صندوق کی قیمت تو خود ظاہر اور (معلوم) ہوتی ہے (آگے اسی کی تاکید ہے کہ نائب نے) کہا کہ اہل عقل سے کچھ شرم کر کوئی شخص اس مقدار سے اس کو کون خرید لے گا جوحی نے کہا کہ بدوں دیکھے ہوئے خود خریداری ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

فاسد ہے۔ ہماری بیع زیر گلیم (یعنی مبیع کے مخفی رہتے ہوئے) ٹھیک نہیں ہے (اس لئے) میں کھولتا ہوں اگرا تنے کا نہ ہوگا مت خریدنا تا کہ اے پدرتم پر ظلم (یعنی غبن) نہ ہو (یہاں فاسد کے معنی صرف غیر تام ہیں کیونکہ خیار رؤیت کے رہتے ہوئے مشتری کو بجر درویت واپسی کا اختیار ہے) نائب نے کہا کہ اے پردہ پوش راز کومت کھول میں سر بستہ خریدتا ہوں میرے ساتھ سودا بنالے اور یہ بھی احتمال ہو کہ اول مصرعہ دعا ہو یعنی جوحی کی تختی کو دیکھ کر حق تعالیٰ سے دعا کی ہو کہ اے اللہ خیر کیجیو قاضی کا پردہ مت کھولیو پھر دعا کر کے جوحی سے معاملہ کے متعلق کہا ہو اور اس جوحی سے یہ بھی چپکے سے کہا کہ خدا سے ڈر اور جس بناء پر تو قیمت بڑھا رہا ہے اس پر نازمت کر پس) پردہ پوشی کرتا کہ تجھ پر بھی پردہ پوشی کریں (اور) جب تک تو (یقینی) امن نہ دیکھ لے (اور وہ نجات آخرت کے بعد ہوگا) کسی پر مت ہنس بہت سے اس صندوق میں تیری طرح رہے ہوئے ہیں (اور تفسیر اس کی یہ ہے کہ) انہوں نے اپنے کو بلا میں بٹھلا رکھا ہے (اور چوں تو میں تنبیہ کردی کہ تو بھی کسی نہ کسی ایسی بلا میں گرفتار ہوگا کہ اس کا اخفا چاہتا ہوگا پس) جس چیز کا ارادہ تجھ کو اپنے اوپر پسند ہو دوسرے شخص پر بھی وہی کر نفع اور نقصان سے (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جس چیز کو تو اپنے اوپر روا رکھے نیک اور بد سے وہی اور لوگوں کے ساتھ بھی کر (اور) جس چیز کو اپنے لئے نہ پسند کرے نفع اور ضرر سے اور کسی پر بھی پسند مت کر اے بے ہنر (یہ مضمون حدیث کا ہے **وان تحب للناس ماتحب لنفسک و تکرہ لھم ماتکرہ لنفسک او کما قال**) اس لئے کہ مرصاد پر حق تعالیٰ یعنی کمین کے اندر سے یوم قیامت سے پہلے بھی (اکثر) پاداش دے دیتا ہے (سو تعجب نہیں ہے کہ اگر تو دوسرے کو رسوا کرے حق تعالیٰ تجھ کو رسوا کردے۔ **و فیہ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ و ان ربک لبالمرصاد** اور لفظ اکثر میں یہ شبہ جاتا رہا کہ بعض اوقات یہاں پاداش نہیں ملتی جواب ظاہر ہے اور اگر پاداش کو مثل کے ساتھ خاص نہ کیا جاوے تو پھر یہ حکم کلی ہے چنانچہ اسکی تحقیق احقر کے رسالہ جزاء الاعمال دیکھنے سے ہو سکتی ہے) وہ عظیم العرش ہے اس کا عرش محیط ہے (اور) اس کی عدل کا تخت تمام جانوں پر مبسوط (اور مشتمل) ہے (مراد تخت عدل سے خود عدل ہے یعنی اس کی صفت عدل کے احتواء سے کوئی چیز خارج نہیں ہے ہر شخص کے لئے وہ اس کا ظہور کر سکتے ہیں چنانچہ آگے یہی مضمون ہے کہ) اس کے تخت (عدل) کا گوشہ تیرے ساتھ (بھی) متصل ہے (پس) خبردار (اس گوشہ کو) بجز دین اور عدل کے مت ہلانا (یعنی جس کے ساتھ جو معاملہ کرو دین اور عدل کا خیال رکھنا ورنہ اگر اس کے خلاف تم نے اس گوشہ تخت عدل کو ہلایا یعنی دین اور عدل کے خلاف کسی کے ساتھ کوئی معاملہ کیا تو پھر حق تعالیٰ کے عدل کا یہ ظہور ہوگا کہ تم کو بھی ویسی ہی پاداش مل جاوے گی آگے تفریع ہے یہاں پاداش ملنے پر کہ) تو اپنے احوال پر نگراں رہ (اور) عدل میں تو نوش دیکھ لے اور ظلم کے بعد نیش دیکھ لے پس اسی جگہ نیک و بد کی جزاء پہنچ جاتی ہے اگر ہر شخص (غور سے) دیکھے اور جو جزاء کہ وہاں قیامت کے دن ملے گی وہ اس کے ذرا بھی مشابہ نہیں خوب دیکھ لے (بلکہ) اس جگہ وہ جزاء بے حد اور بے شمار ہوگی دوزخ اور نار ہے ناسزا کی جگہ (یہ سب مواعظ بلسان نائب ہیں) جوحی نے کہا کہ بیشک میں نے جو کچھ کیا (وہ فی نفسہ) ظلم ہے لیکن یہ بھی جان لو کہ (بالنظر الی سیہ ظلم نہیں کیونکہ حدیث میں ہے البادی اظلم یعنی) ابتداء کرنے والا اصل ظالم ہے (اس نے جیسا میرے ساتھ کیا کہ میری بی بی سے ارادہ بد کیا اس اعتبار سے مجھ کو ایسا کرنا جائز ہے) نائب نے کہا (کہ ہمارا

www.besturdubooks.wordpress.com

کیوں منہ ہے کہ بالتعیین کسی کو بادی کہیں کیونکہ اگر اپنے اعمال میں غور کریں تو من وجہ) ہم ایک ایک کرکے سب بادی ہیں (پس) باوجود روسیاہی (وابتلاء بالمعاصی والفضائح کے) ہم (کسی کی بدحالی پر) کیا خوشی میں مشغول ہیں مثل حبشی کے کہ وہ شاداں اور خوش ہے (کہ میں بدصورت نہیں ہوں وجہ یہ کہ) وہ تو دیکھتا نہیں دوسرا ہی آدمی اس کا منہ دیکھتا ہے (پس اسی طرح ہر شخص اپنا عیب نہیں دیکھتا حالانکہ دیکھ سکتا ہے چنانچہ اسی واقعہ میں جوحی نے یہ ابتداء کی کہ عورت کے ذریعہ سے مکر کرکے قاضی کو بلا کر پھنسایا۔ پس یہ بھی اس اعتبار سے بادی ہوا حاصل قصہ یہ کہ) ماجرا بہت ہوا انجام میں اس نے سو دینار دیئے اور وہ (صندوق) اس سے خریدا (آگے مولانا بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ اسی طرح) تو ہر وقت صندوقی ہو رہا ہے اے برے عمل (ومعصیت) کے پسند کرنے والے (اور یہی برا عمل صندوق ہے اور مقتضا اس کا تیرا ہلاک اور خسار تھا لیکن) تجھ کو (نائب کی طرح) ہاتف اور غیبی لوگ خرید (کر چھڑا) رہے ہیں (یعنی قبل تیرے خزی وہلاک کے تجھ کو ارشاد طریق حق وتوبہ واصلاح کی طرف کر رہے ہیں کہ اس صندوق سے تجھ کو خلاصی ہو اور مراد ان ہواتف غیبیہ سے اہل اللہ واہل ارشاد ہیں کہ امت کی خیرخواہی کرتے ہیں) تو اس کو یقین جان لے کہ تو اسیر اور غلام ہو رہا ہے کیونکہ غموم کے صندوق میں (گرفتار) رہا ہوا ہے (غموم سے مراد علائق دنیویہ کہ معاصی کا راس ہیں اور سبب ہیں غموم کے آگے اس صندوق غموم کی یہی تفسیر ہے یعنی) تو جس چیز (یعنی علاقہ) کا مقید ہو رہا ہے نیک وبد سے (نیک وبد سے مراد نفس کا ملائم وغیر ملائم گو باعتبار مذموم ہونے کے سبب بد ہے ان میں) ہر چیز تجھ پر صندوق ہے جو کہ سد راہ ہے (وصول الی فضاء القدس سے) تو جب تک اس سب سے آزاد نہ ہوگا غم کے سبب اے جان تو کب دل شاد ہوگا (اور آزاد ہو کر البتہ حیوۃ طیبہ سے مشرف ہو سکتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی کما قال تعالیٰ من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ آگے اس آزادی کی مدح اور ترغیب ایک حدیث سے مستنبط فرماتے ہیں)۔

در بیان خبر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمود من کنت مولاہ فعلی مولاہ تا منافقاں طعنہ کردند کہ ایں بس نبود کہ ما مطیع شدیم وے را کہ مطاوعت کودکے فرماید

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا بیان کہ فرمایا "میں جس کا آقا ہوں پس علیؓ اس کا آقا ہے" حتیٰ کہ منافقوں نے طعنہ دیا کہ یہ کافی نہ تھا کہ ہم ان کے فرمانبردار ہوگئے کہ وہ ایک لڑکے کی تابعداری کا حکم کر رہے ہیں

زیں سبب پیغمبر با اجتہاد	نام خود و آن علی مولا نہاد
اسی سبب سے پیغمبر صاحب اجتہاد نے	اپنا نام اور علی کا نام مولا رکھا ہے
گفت ہر کو را منم مولا و دوست	ابن عم من علی مولائے اوست
فرمایا ہے کہ جس کا میں مولا اور دوست ہوں	میرے ابن العم علی بھی اس کے مولا ہیں
کیست مولا آنکہ آزادت کند	بند رقیت ز پایت بر کند
مولا کون ہوتا ہے وہ کہ تجھ کو آزاد کرے	غلامی کی قید تیرے پاؤں سے جدا کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بآزاری نبوت ہادی ست	مومناں راز انبیاء آزادی ست
جب آزادی کی طرف نبوت ہادی ہے	مومنین کو انبیاء کی بدولت آزادی ہے
اے گروہ مومنان شادی کنید	ہمچو سرد و سوسن آزادی کنید
اے گروہ مومنین خوشی کرو	مثل سرو اور سوسن کے آزادی کرو
لیک میگوئید ہر دم شکر آب	بے زباں چوں گلستان خوش خضاب
لیکن ہر وقت پانی کا شکر کہتے رہو	بدوں زبان کے مثل باغ خوش رنگ کے
بے زبان گویند سرو و سبزہ زار	شکر آب و شکر عدل نو بہار
بدوں زبان کے ادا کرتے ہیں سرو اور سبزہ زار	پانی کا شکر اور موسم نو بہار کے عدل کا شکر
حلہا پوشیدہ و دامن کشاں	مست و رقاص و خوش و عنبر فشاں
جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کشاں	مست اور رقاص اور خوش اور عنبر فشاں ہیں
جزو جزو آبستن از شاہ بہار	جسم شان چوں درج پر در ثمار
جزو جز حاملہ ہے شاہ بہار کے سبب	ان کا جسم ڈبہ کی طرح نثار کے موتیوں سے پر ہے
مریماں بے شوئے آبست از مسیح	خامشاں بے لاف و گفتارے فصیح
بہت سی مریمیں بدوں شوہر کے مسیح کے ساتھ حاملہ ہیں	خاموش بدوں دعوے اور گفتار کے فصیح
ماہ ما بے نطق خوش برتافتہ است	ہر زباں نطق از فراو یافتہ است
ہمارا چاند بے نطق کے خوب چمکتا ہوا ہے	ہر زبان نے نطق اس کے ہی نور سے پایا ہے
نطق عیسےٰ از فر مریم بود	نطق آدم پرتو آں دم بود
عیسیٰ علیہ السلام کا نطق نور مریم علیہا السلام سے ہے	آدم علیہ السلام کا نطق اس نفخ کا پرتو ہے
تا زیادت گردد از شکر اے ثقات	بس نبات دیگرست اندر نبات
تاکہ شکر سے زیادت عطا ہوا بے ثقہ لوگو	بہت سی دوسری نباتات در نباتات ہیں
عکس آں اینجاست ذل من قنع	اندریں طور ست عز من طمع
یہاں اس کا عکس ہے کہ ذلیل ہوا وہ شخص جو قناعت کرے	اس طریق میں ہے کہ عزت پائی جس شخص نے کہ طمع کی
در جوال نفس خود چندین مرو	از خریداران خود غافل مشو
اپنے نفس کی گون میں اتنا مت چل	اپنے خریداروں سے غافل مت ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

اسی سبب سے (کہ آزادی بند تعلقات سے مطلوب وممدوح ہے جیسا کہ سرخی سے اوپر کا شعر دال ہے اور یہ کہ انبیاء واولیاء تجھ کو بھی آزادی دینا چاہتے ہیں جیسا کہ سرخی سے چار شعر اوپر کہا گیا ہے ہر دے صندوقی الخ اور جیسا کہ سرخی سے تقریباً پچاس شعر اوپر کہا گیا ہے خلق را از بند صندوق فسوں کہ خرد جز انبیاؤ مرسلوں الخ) پیغمبر صاحب اجتہاد (کوشش در آزاد کردن امت) نے اپنا نام اور علیؓ کا نام مولا رکھا ہے (چنانچہ ارشاد) فرمایا ہے کہ (اس امت میں) جس کا میں مولا اور دوست ہوں میرے ابن العم علیؓ بھی اس کے مولا ہیں (اور) مولیٰ کون ہوتا ہے (یعنی اس کے کیا معنی ہیں) وہ کہ تجھ کو آزاد کرے (اور) غلامی کی قید تیرے پاؤں سے جدا کرے (مولیٰ کے معانی میں سے ایک معنی دوست ومحبوب بھی ہیں اور ایک معنی معتق بکسر التاء بھی ہیں مشہور حدیث میں معنی اول ہیں اور حدیث خبر بمعنی انشاء ہے یعنی جو مجھ کو محبوب بھی ہیں اور ایک معنی معتق بکسر التاء بھی ہیں مشہور حدیث میں معنی اول ہیں اور حدیث خبر بمعنی انشاء ہے یعنی جو مجھ کو محبوب سمجھے اس پر واجب ہے کہ حضرت علیؓ کو بھی محبوب رکھے اور شان ورود بھی حدیث کا اسی کا قرینہ ہے اور اس کے بعد یہ دعا اللھم وال من والاہ بھی اس پر دال ہے لیکن مولانا نے حدیث کو جملہ خبریہ اور مولیٰ کو بمعنی معتق قرار دے کر مقصود مقام پر استدلال کیا ہے۔ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ورثۃ الانبیاء کا معتق یعنی آزادی دہندہ ہونا ثابت ہوا اور اسی سے مدح وترغیب بھی مفہوم ہوئی اور یہی مدعا تھا مقام کا اس کی ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ مولیٰ کو بجائے مشترک لفظی کے مشترک معنوی کہا جاوے کہ اس کے معنی مطلق صاحب علاقہ وقرب کے ہیں اور اس کی یہ سب صورتیں ہیں یعنی محبوب ہونا معتق ہونا پس حاصل یہ ہوگا کہ حدیث سے مولیٰ ہونا معلوم ہوا جو عام ہے دونوں معنی کو اور اصل عموم میں ارادہ ہے جمیع افراد ممکنۃ الاجتماع فی الوجود کا پس اس طرح سے محبوبیت واعتاق دونوں ثابت ہوئے چنانچہ خود مولانا بھی شعر دوم میں مولا کی تفسیر میں دوست کا لفظ لائے ہیں آگے آپ کے اولاً اور آپ کے ورثہ کے تبعاً معتق ہونے پر تفریع کے طور پر مومنین کا اس آزادی سے مشرف ہونا اور ان کو امر بالفرح والشکر ہے یعنی) جب آزادی کی طرف نبوت ہادی ہے مومنین کو انبیاء کی بدولت آزادی ہے اے گروہ مومنین (خوب) خوشی کرو (اور) مثل سرو اور سوسن کے آزادی کرو۔ (سرو کو پھل نہ ہونے کے سبب آزاد کہتے ہیں شاید سوسن کو بھی اسی لئے آزاد کہتے ہوں) لیکن (نری رسمی خوشی کوئی چیز نہیں بلکہ حقیقی خوشی کرو وہ یہ کہ) ہر وقت پانی کا شکر کہتے رہو (جس نے مثل شجر سرو وسوسن کے تمہاری تربیت فرمائی اور آزادی کی صفت بخشی مطلب یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ورثہ مربین کا شکر ادا کرو بحکم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور یہ شکر) بدوں زبان کے (بھی ادا کرو) مثل باغ خوش رنگ کے (کہ بے زبان شکر ادا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ اول یہ کہا کہ خوشی کرو پھر کہا کہ رسمی خوشی نہیں بلکہ حقیقی خوشی یعنی شکر اب کہتے ہیں کہ شکر بھی صرف زبانی نہیں بلکہ زبان کے ساتھ جنانی اور ارکانی یعنی بالقلب والجوارح بھی کہ قلب سے محبت کی جاوے اور جوارح سے اطاعت وخدمت چنانچہ معنی شکر کا تعلق تینوں سے مشہور ہے پس بے زبان کہنے سے شکر باللسان کی نفی مقصود نہیں بلکہ اکتفا باللسان کی نفی مقصود ہے چنانچہ احقر نے اس کے ترجمہ میں لفظ بھی اس لئے بڑھا دیا فانظر مرۃ اخری اور اس میں گویا ایک قسم کی شرح ہو گئی آیت لاتفرح ان اللہ لایحب الفرحین اور آیت قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا کی اور اس میں اشارہ ہے حقوق شیخ کی طرف کہ اس کا مربی ہونا مقتضی ہے اس کی خدمت واطاعت کو اور سبب ہے ترقی برکات کا جس کی یہاں سے ساتویں آٹھویں شعر میں تصریح بھی ہے تا زیادت گردد الخ آگے مشبہ بہ یعنی گلستاں خوش خضاب کے بے

www.besturdubooks.wordpress.com

زبان شکر کرنے کا مضمون ہے یعنی) بدوں زبان کے ادا کرتے ہیں سرو اور سبزہ زار پانی کا شکر اور موسم نو بہار کے دل کا شکر (کہ وہ سبب ہوا اشجار کو ان کے مناسب برگ و ثمر و گل کے عطا ہونے کا اور اسی لئے اس کے واسطے عدل کا اثبات کیا گیا اور ان کا شکر پانی اور بہار کے لئے یہ ہے کہ وہ پانی اور بہار کی فیض و عطا کا حالاً اظہار کر رہے ہیں چنانچہ آگے اسی کا بیان ہے کہ) جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کشاں مست اور رقاص اور خوشی اور عنبر فشاں ہیں (اور ان کا) جزو جزو حاملہ ہے شاہ بہار کے سبب (اور) ان کا جسم ڈبہ کی طرح ثمار کے موتیوں سے پر ہے (گویا) بہت سی مریمیں (ہیں کہ) بدوں شوہر کے مسیح کے ساتھ حاملہ ہیں (یعنی مسیح ان کے بطن میں ہیں یہاں پھل پھول کو تشبیہ مسیح علیہ السلام سے دی اور وہ اشجار ظاہراً وقالاً خاموش (ہیں اور حالاً بدوں دعوے اور گفتار کے فصیح (ہیں اور ناطق ہیں شکر آب و بہار کے ساتھ اور بدلالت حال اپنی خاموشی و عدم نطق بالشکر مقالاً کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں کہ) ہمارا چاند (جس سے ہم نے نور دہر در حاصل کیا مراد اس سے موسم بہار ہے خود) بے نطق کے خوب چمکتا ہوا ہے (اور) ہر زباں نے نطق اس کے ہی نور سے (کذا فی الغیاث) پایا ہے (مطلب یہ کہ ہم اگر ناطق بالشکر نہیں تو کیا ہوا خود ہمارا مشکور غیر ناطق ہے اور بے نطق ہی اس قدر افادہ کر رہا ہے کہ خود اہل نطق کا نطق بھی اسی کا فیض ہے پس جس طرح اس کا عدم نطق اس کے افادہ میں مضر نہیں ہمارا عدم نطق ہمارے شکر میں مضر نہیں اور جیسا اس کا عدم نطق افادہ میں نطق سے بڑھ کر ہے کہ فیض نطق بھی اسی سے ہے اسی طرح ہمارا عدم نطق شکر میں نطق سے بڑھ کر ہے کہ اہل نطق سے زیادہ ہم اس کے فیوض و برکات سے متمتع ہیں کہ یہی اظہار ہمارے مناسب حال شکر ہے اور بہار کا دخل نطق میں بواسطہ ہے کہ وہ نشو و نما و تعدیل مزاج و انبات اغذیہ وغیرہا کا سبب ہے اور ان سب کا دخل نطق میں ظاہر ہے آگے تمثیل ہے مصرعہ عدم زبان نطق از فراد یافتہ است کی یعنی دیکھو) عیسیٰ علیہ السلام کا نطق نور (و برکت) مریم علیہا السلام سے ہے (اور) آدم علیہ السلام کا نطق اس نفخ (مذکور فی قولہ تعالیٰ و نفخت فیہ من روحی) کا پرتو (اور ظل) ہے (پس گو مریم علیہا السلام خود خاموش تھیں کما قال تعالیٰ ولن اکلم الیوم انسیا اور صاحب نفخ یعنی حق تعالیٰ اس نطق متعارف سے منزہ ہیں مگر دونوں پیغمبروں کا نطق فیض غیر ناطقوں کا تھا اسی طرح مشبہ میں سمجھو آگے تتمہ ہے مضمون لیک میگویید الخ کا یعنی شکر مربی اور آزادی بخش کا کرتے رہو) تاکہ شکر سے زیادت عطا ہو اے ثقہ لوگو (کیونکہ یہاں) بہت سی دوسری نباتات در نباتات ہیں (فیوض و برکات کو نباتات سے تعبیر کرنا بمناسبت مشبہ بہ یعنی اشجار کے ہے کہ جیسے بہار ان کے اجزا نباتات کو ترقی بخشتی ہے اسی طرح شکر محسن سے باطنی فیوض میں ترقی ہوگی آگے ترغیب ہے طلب مزید کا جس کا طریق اوپر شکر بتلایا اور مذمت ہے قناعت علی الحاصل کی یعنی) یہاں (دینی نعمتوں میں) اس (قول) کا عکس ہے (جو کہ دنیا کے باب میں وارد ہے کہ عز من قنع و ذل من طمع اور وہاں یہی صحیح ہے لیکن اس کو یہاں مت جاری کرنا اور ہمت کم مت کرنا یہاں اس کا عکس ہے اس طرح سے) کہ ذلیل ہوا وہ شخص جو قناعت کرے (اور) اس طریق میں (اس کا دوسرا جزو بھی معکوس) ہے کہ عزت پائی جس شخص نے طمع کی (دین میں زیادت کا مطلوب ہونا ظاہر ہے حاصل مقام یہ کہ ان مربیوں کی اطاعت کر اور اپنی ہوا اور رائے سے) اپنے نفس کے گون میں (کہ اس نے تجھ کو مثل صندوق کے اس میں بند کر رکھا ہے) اتنا مت چل (جتنا تو چل رہا ہے اور) اپنے خریداروں سے (اور غلامی و آزادی بخشنے والوں سے کہ شیوخ و مربی ہیں) غافل (اور مستغنی و بے تعلق) مت ہو (بلکہ ان کی اطاعت کر کہ ان کا یہی شکر ہے اور تیرے لئے بھی سبب نجات ہے آگے پھر قصہ قاضی کا ہے)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باز آمدن زن جوحی بمحکمۂ قاضی سال دوم برامید آنکہ وظیفۂ پارسال بجا آورد وشناخت قاضی اورا

دوسرے سال جوحی کی بیوی کا قاضی کی کچہری میں آنا اس امید پر کہ گزشتہ سال کا معاملہ انجام دے اور قاضی کا اس کو پہچان لینا

بعد سالے باز جوحی از محن	رو بزن کرد و بگفت اے چست زن
ایک سال کے بعد پھر جوحی مختوں سے	عورت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے چالاک عورت
آن وظیفہ پار را تجدید کن	پیش قاضی از گلہ من گو سخن
اس پار سال والے معمول کی پھر تجدید کر	قاضی کے روبرو میری شکایت کی بات کہہ
زن بر قاضی درآمد بازنان	مرزنے را کرد آں زن ترجمان
عورت قاضی کے پاس اور عورتوں کے ہمراہ آئی	ایک عورت کو اس عورت نے ترجمان بنایا
تا نہ بشناسد ز گفتن قاضیش	یاد ناید از بلائے ماضیش
تاکہ بولنے سے قاضی اس کو پہچان نہ لے	بلائے گزشتہ سے اس کو یاد نہ آجاوے
ہست فتنہ غمزۂ غماز زن	لیک آں صد تو شود ز آواز زن
عورت کا غمزہ غماز بھی فتنہ کی چیز ہے	لیکن وہ سو گنا ہو جاتا ہے عورت کی آواز سے
چوں نمی تانست آوازے فراشت	غمزۂ تنہائے زن سودے نداشت
چونکہ آواز نکال نہ سکتی تھی	عورت کا خالی غمزہ کچھ مفید نہ ہوا
گفت قاضی رو تو خصمت را بیار	تا دہم کار ترا با او قرار
قاضی نے کہا جا اپنے مدعا علیہ کو لے آ	تاکہ اس کے ساتھ تیرے معاملہ کو قرار دوں
جوحی آمد قاضیش نشناخت زود	کہ بوقت بقیہ در صندوق بود
جوحی آیا قاضی نے اس کو جلدی نہیں پہچانا	کہ ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں تھا
زو شنیدہ بود آواز از بروں	در شراء و بیع و در نقص و فزوں
باہر سے اس کی آواز سنی تھی	خرید و فروخت میں اور کمی بیشی میں
گفت نفقہ زن چرا ندہی تمام	گفت از جان شرع را ہستم غلام
قاضی نے کہا تو عورت کا نفقہ پورا کیوں نہیں دیتا	کہنے لگا کہ جان سے شریعت کا تو غلام ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک اگر میرم ندارم من کفن	در قمارم مفلس و شش پنج زن
لیکن اگر میں مر جاؤں تو کفن بھی نہیں رکھتا	میں قمار میں مفلس اور شش و پنج کرنے والا رہتا ہوں
زیں سخن قاضی مگر بشناختش	یاد آورد آں دغل واں باختش
اس بات سے قاضی نے غالباً اس کو پہچان لیا	وہ مکر اور اس کی وہ بازی یاد کی
گفت آں شش پنج بامن باختی	پار اندر شش درم انداختی
کہنے لگا وہ شش و پنج تو نے میرے ہی ساتھ کھیلا تھا	پارسال تو نے مجھ کو حیرانی میں ڈالا تھا
نوبت من رفت امسال آں قمار	باد گرکس بازو دست از من بدار
میری نوبت تو گزر گئی امسال وہ قمار	کسی دوسرے شخص کے ساتھ کھیلا مجھ سے ہاتھ اٹھا

ایک سال کے بعد پھر جوحی (افلاس کی) محنتوں سے عورت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے چالاک عورت اس پارسال والے معمول کی پھر تجدید کر قاضی کے روبرو میری شکایت کی بات کہہ عورت قاضی کے پاس اور عورتوں کے ہمراہ آئی ایک عورت کو اس عورت نے ترجمان بنایا تاکہ بولنے سے قاضی اس کو پہچان نہ لے (اور) بلائے گذشتہ سے اس کو یاد نہ آجاوے (سو بولنا تو اس لئے ممکن نہ تھا البتہ ویسے بہت غمزے کئے کہ قاضی کو لبھاوے لیکن کام نہ چلا کیونکہ) عورت کا غمزہ غماز بھی فتنہ کی چیز ہے لیکن وہ (فتنہ) سوگونہ ہو جاتا ہے عورت کی آواز سے (اورا بکی بار) چونکہ آواز نکال نہ سکتی تھی (اس لئے) عورت کا خالی غمزہ کچھ مفید نہ ہوا۔ قاضی نے کہا جا اپنے مدعا علیہ کو لے آتا کہ اس کے ساتھ تیرے معاملہ کو (انصاف کے ساتھ) قرار دوں (چنانچہ) جوحی آیا (اور) قاضی نے اس کو جلدی نہیں پہچانا (جلدی اس لئے کہا کہ اخیر میں تو پہچان لے گا کما سیاتی اور جلدی نہ پہچاننے کا سبب یہ ہوا) کہ (پارسال کی) ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں تھا (اس کی صورت نہ دیکھی تھی بلکہ صرف) باہر سے اس کی آواز سنی تھی (صندوق کی) خرید و فروخت میں اور (قیمت کی) کمی بیشی میں (پس) قاضی نے کہا تو عورت کا نفقہ پورا کیوں نہیں دیتا (کہ شریعت سے واجب ہے) کہنے لگا کہ جان سے شریعت کا تو غلام ہوں (انکار نہیں) لیکن (عذر ہے وہ یہ کہ میں اس قدر نادار ہوں کہ) اگر میں مرجاؤں تو میں کفن بھی نہیں رکھتا (اور) میں قمار میں مفلس اور شش و پنج (یعنی تدبیر و حیلہ) کرنے والا رہتا ہوں (یعنی جس طرح صاحب قمار طرح طرح کے حیلے مال حاصل کرنے کے لئے کرتا رہتا ہے اور پنج و شش قماری کی اصطلاح ہے کما فی الحاشیہ شش و پنج کنایہ از قمار ست و شش و پنج بازی کنایہ از مکر و فریب و حیلہ باشد برہان آہ اسی طرح میں بھی ہر طرح کی تدبیر کرتا ہوں مگر مفلس ہی رہتا ہوں پس) اس بات سے قاضی نے غالباً اس کو پہچان لیا (اور) وہ مکر اور اس کی وہ بازی یاد کی (کیونکہ کچھ اس کے جواب میں ذکر تھا حیلہ و فریب کا کچھ شاید آواز پہچانی ہو غرض اس کا ذہن منتقل ہو گیا) کہنے لگا وہ شش و پنج (جس کا تو ذکر کرتا ہے کہ میں پنج و شش زنندہ رہتا ہوں وہ) تو نے میرے ہی ساتھ کھیلا تھا (اور) پارسال تو نے مجھ کو حیرانی میں ڈالا تھا (سو) میری نوبت تو گزر گئی امسال وہ قمار کسی دوسرے شخص کے ساتھ کھیلنا مجھ سے ہاتھ اٹھا (اور معاف کر

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اس سے زیادہ کارروائی اس لئے نہ کرسکا ہوگا کہ اول تو ثبوت نہیں پھر دوسرے اپنی رسوائی)۔

فائدہ:۔ آگے انتقال ہے بمناسبت مضمون تحفظ قاضی عن الفرد رکے طرف مضمون توفی اہل اللہ عن علائق الدنیا و ماسوی اللہ کے بغرض ترغیب طالبین کے ان کے اتباع میں اور ان علائق سے خروج میں بواسطہ ان کے اتباع کے اور ساتھ ساتھ مدح بھی ہے اہل اللہ کی اور بیان ان کے فضائل کا۔

از شش واز پنج عارف گشت فرد	محترز گشت ست زیں شش پنج نرد
شش سے اور پنج سے عارف علیحدہ ہو گیا	اس شش و پنج نرد سے محترز ہو گیا
رست او از پنج حس و شش جہت	از ورائے آں ہمہ کرد آگہت
وہ پنج حس اور شش جہت سے چھوٹ گیا	ان سب کے ماوراء سے اس نے تجھ کو آگاہ کیا ہے
شد اشاراتش اشارات ازل	جاوزا لاوہام طراً و اعتزل
اس کے اشارات اشارات ازل کے ہیں	اس نے تمام اوہام سے تجاوز کیا ہے اور یکسو ہوا ہے
زیں چہ شش گوشہ گر نبود بروں	چوں برآرد یوسفے را از دروں
وہ اس چاہ شش گوشہ سے اگر خارج نہیں ہے	تو یوسف کو اندر سے کیسے نکال لیتا ہے
واردے بالائے چرخ بے ستن	جسم او چوں دلو در چہ چارہ کن
وہ وارد ہے چرخ بے ستون سے باہر	اس کا جسم مثل ڈول کے کنویں کے اندر تدبیر کر رہا ہے
یوسفاں چنگال در دلوش زدہ	رستہ از چاہ و شہ مصری شدہ
طالبین نے اس کے ڈول کے ساتھ تمسک کر رکھا ہے	چاہ سے چھوٹ کر شاہ مصری ہو گئے
دلوہائے دیگر از چہ آب جو	دلو او فارغ ز آب اصحاب جو
دوسرے ڈول تو چاہ سے پانی ڈھونڈتے ہیں	اس کا ڈول پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈتا ہے
دلوہا غواص آب از بہر قوت	دلو او قوت و حیات جان حوت
دوسرے ڈول پانی میں غوطہ لگاتے ہیں قوت حاصل کرنے کے لئے	اس کا ڈول قوت ہے اور جان حوت کی حیات ہے
دلوہا وابستہ چرخ بلند	دلو او در اصبعین زور مند
دوسرے ڈول تو چرخ بلند سے وابستہ ہیں	اس کا ڈول قوی کے بین الاصبعین میں ہے
دلو چہ و حبل چہ و چرخ چی	ایں مثال بس رکیک ست اے اخی
ڈول کیا چیز ہے اور رسن کیا چیز ہے اور چرخ کیا چیز ہے	یہ مثال بالکل رکیک ہے اور اے بھائی

www.besturdubooks.wordpress.com

از کجا آرم مثال بے شکست	کفو او نے آید و نے آمدست
میں ناشکستہ مثال کہاں سے لاؤں	اس کا مثل تو نہ آوے اور نہ آیا
صد ہزاراں مرد پنہاں در یکے	صد کمان و تیر درج ناو کے
لاکھوں آدمی ایک میں پنہاں ہیں	سو کمان اور تیرا ایک ناوک میں درج ہیں
مارمیت اذرمیت فتنہ	صد ہزاراں خرمن اندر حفنۂ
مارمیت اذرمیت کا مصداق ایک امتحان ہے	لاکھوں خرمن ہیں ایک لپ کے اندر
آفتابے در یکے ذرہ نہاں	ناگہاں آں ذرہ بکشاید دہاں
ایک آفتاب ہے جو ایک ذرہ میں نہاں ہے	ناگہاں وہ ذرہ منہ کھول دے
ذرہ ذرہ گردد افلاک و زمیں	پیش آں خورشید چوں جست از کمیں
تو سب افلاک و زمین ذرہ ذرہ ہو جائیں	اس خورشید کے سامنے جبکہ وہ کمین سے نکلنے لگے
ایں چنیں جانے چہ در خورد تن ست	ہیں بشوائے تن ازیں جان ہر دو دست
ایسی روح کیا لائق تن ہے	ہاں اے تن تو اس جان سے دونوں ہاتھ دھو ڈال
اے تن گشتہ وثاق جان بس ست	چند تاند بحر در مشکے نشست
اے تن جو کہ روح کا خانہ ہو رہا ہے بہت ہے	کہاں تک دریا ایک مشک میں مقام کر سکتا ہے
اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر	اے مسیحان نہاں در جوف خر
اے ہزاروں جبرئیل ہیں بشر کے اندر	اے بہت سے مسیح نہاں ہیں جوف خر میں
اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد	واقف از خوف ست درست از نیک و بد
اے کلیم اللہ ہیں نمد میں	جو کہ خوف کی چیز سے واقف بھی ہیں اور نیک و بد سے چھوٹ بھی گئے ہیں
اے حبیب اللہ نہاں در غار تن	گنج ربانی نہاں در مار تن
اے حبیب اللہ نہاں ہیں غار تن میں	گنج ربانی ہے نہاں مارتن میں
اے ہزاران کعبہ پنہاں در کنیس	اے غلط انداز عفریت و بلیس
اے ہزاروں کعبے پنہاں ہیں کنیسہ میں	اے غلطی میں واقع کرنے والا عفریت اور ابلیس کا
سجدہ گاہ لامکانی در مکاں	مر بلیسیان راز تو ویران دکاں
لامکانی کا سجدہ گاہ مکان میں	ابلیسوں کی دکان تجھ سے ویران ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ چرا من خدمت ایں طین کنم	صورت دوں را لقب چوں دین کنم
کہ میں اس مٹی کی خدمت کیوں کروں	ادنیٰ درجہ کی صورت کا لقب دین کیوں کروں
نیست صورت چشم را نیکو بمال	تا بہ بینی شعشع نور جلال
یہ صورت نہیں ہے آنکھ کو اچھی طرح مل	تاکہ تو شعاع نور جلال کو دیکھے

شش اور پنج سے (با لتفسیر الاٰتی فی الشعر الاٰتی) عارف علیحدہ ہو گیا (اور) اس شش و پنج زد (یعنی تدابیر تحصیل دنیا) سے (بھی محترز ہو گیا اور تفسیر مصرعہ اولیٰ کی یہ ہے کہ) وہ پنج حس اور شش جہت سے چھوٹ گیا (ان میں ایک مدرک مبنی للفاعل اور ایک مدرک مبنی للمفعول ہے مطلب یہ کہ بجز حق تعالیٰ کے اس کا کسی سے تعلق نہیں رہا نہ مدرکات سے نہ مدرکات سے اور چونکہ اس پنج و شش سے خلاصی یافتہ ہے اسی لئے) ان سب کے ماوراء (ومافوق) سے اس نے تجھ کو آگاہ کیا ہے (یعنی اس کا ماوراء محسوسات ومافوق العالم السفلی سے خبر دینا دلیل ہے اس کی کہ اس کو عالم علوی سے اتصال ہے اور یہ علامت ہے عالم سفلی سے خلاصی پانے کی بدوں اس کے وہ اتصال نہیں ہوتا پس یہ آگاہ کروں اس رستن پر مبنی ہے اور اس کا یہ آگاہ کرنا علم مکتسب سے نہیں بلکہ اس کے اشارات (حکما) اشارات ازل (یعنی علم الٰہی قدیم) کے ہیں (یعنی اس کا علم فیض وہبی علم حق کا ہے اور) اس نے تمام اوہام (یعنی علوم مکتسبہ تخمینہ) سے تجاوز کیا ہے اور (اس سے یکسو ہوا ہے اور جس طرح آگاہ کروں کہ تعلیم وافادہ قالی ہے دلیل ہے رستن کی کما ذکر اسی طرح طالبان را بیروں از چاہ کردن کہ تربیت وافادہ عالی ہے دوسری دلیل ہے اس رستن کی اور رستن کے ساتھ رہا نیدن کی آگے اس کے فرماتے ہیں کہ) وہ (عارف) اس چاہ شش گوشہ سے (یعنی عالم شش جہت سے کہ مثل چاہ کے ہے) اگر خارج ہے تو یوسف (یعنی طالب) کو اندر سے کیسے نکال لیتا ہے (کیونکہ جو شخص خود کنوئیں کے اندر ہو وہ دوسرے کو کنویں سے نہیں نکال سکتا اسی طرح جو شخص خود تعلقات ماسوی اللہ میں آلودہ ہو اس کی تعلیم وتربیت وصحبت میں عادۃً یہ اثر نہیں ہوتا کہ دوسرے کے یہ تعلقات قطع ہو جاویں پس) وہ (باعتبار روح کے) وارد ہے کالوارد الذی اخرج یوسف المذکور فی قولہ تعالیٰ فارسلوا واردھم) چرخ بے ستون سے باہر (یعنی عالم غیب میں اور) اس کا جسم مثل ڈول کے کنویں کے اندر تدبیر (اخراج یوسف کی) کر رہا ہے (اس میں ایک سوال کا بھی جواب ہے اور برآرد یوسفے را از دروں کا طریق بھی ہے یعنی اگر کسی کو شبہ ہو کہ تمہارا یہ کہنا کہ رست او از پنج حس و شش جہت کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ہم عارف کو بھی اسی کنوئیں میں مشاہدۃً دیکھتے ہیں پس جب یہ خود چاہ میں ہے تو دوسرے کو کیا نکالے گا جواب اس کا یہ ہے کہ عارف میں جو مرتبہ روح کا ہے ان احکام کا محکوم علیہ وہ ہے سو وہ اس چاہ سے خارج ہے اور جس کو تم چاہ کے اندر دیکھتے ہو وہ اس کا جسم ہے مگر وہ بھی مقید ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ آلہ اخراج ہونے کی حیثیت سے جیسا دلو ہوتا ہے کہ وہ بھی چاہ کے اندر ہوتا ہے مگر اس میں محبوس نہیں ہوتا بلکہ اگر کسی محبوس کو نکالتے ہیں تو اس کا ذریعہ یہی دلو ہوتا ہے پس اسی طرح عارفین اپنے جسم سے یہاں ہیں تاکہ تم کو اپنے اندر لے کر پھر تم کو اپنی روح کے افعال سے نکال لیں ورنہ اگر وہ جسم سے بھی تمہارے ساتھ ساتھ نہ ہوتے تو تمہاری خلاصی کی کوئی صورت نہ ہوتی یا اگر ان میں روح کا مرتبہ خارج نہ ہوتا تب بھی تمہارے اخراج کے لئے وہ کافی نہ تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

جیسے فرض کرو کہ کوئی شخص ڈول سمیت کنوئیں کے اندر آ گرے وہ دوسرے کو نہیں نکال سکتا اور اسی تشبیہ سے بطور جملہ معترضہ کے ایک اور مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ جس طرح دلو کے ساتھ تمسک اسی وقت تک مفید ہے جب تک کہ رسن نے واسطہ سے یہ دلو اس وارد کے ہاتھ سے تعلق رکھے ورنہ اگر رسن چھوٹ جاوے ٹوٹ جاوے تو پھر یہ تمسک غیر مفید ہے اسی طرح جسم کی صحبت و خدمت و تعلق اسی وقت تک مفید ہے جب تک اس جسم کا علاقہ روح سے ہے ورنہ بعد مفارقت کے تمسک بالجسم کعبدۃ القبور بالکل بیکار ہے آگے چارہ کئی مذکور فی ہذا الشعر کا فائدہ مرتبہ ہے کہ) طالبین نے اس کی دلو کے ساتھ تمسک کر رکھا ہے (اور اس کی بدولت) چاہ سے چھوٹ کر شاہ مصری ہو گئے دوسرے دلو تو چاہ سے پانی ڈھونڈتے ہیں (اور) اس (عارف) کا دلو پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈتا ہے (جو چاہ میں محبوس ہیں دوسرے دلووں سے مراد دوسروں کے اجسام اور پانی سے مراد مطلوبات دنیویہ یعنی اور لوگ تمتعات کے طالب ہیں یہ شخص انقاذ کی کوشش کرتا ہے اور یہ سب شاہد ہے) دوسرے دلو پانی میں غوطہ لگاتے ہیں قوت حاصل کرنے کے لئے (اور) اس کا دلو (خود) قوت ہے اور جان حوت کی حیات ہے (حوت سے مراد طالب حق جو اس چاہ عفن کدورت المماء میں محبوس ہونے کے بعد دلو کے ذریعہ سے نکل کر دریا سے اس کا اتصال ہو گیا) دوسرے دلو تو چرخ بلند سے وابستہ ہیں (اور) اس کا دلو توی (مطلق) کے بین الاصبعین میں ہے (اور بالائے چرخ ہے جس کو اوپر قریب کلام میں بھی کہا تھا وارد ہے بالائے چرخ بے ستن مطلب یہ کہ اوروں کے اجسام کا تمام تر تعلق عالم عناصر سے ہے جس میں فلکیات متصرف ہیں اور اس عارف کے جسم کا معتدبہ تعلق کہ صدور طاعات ہے جوارح سے حق تعالیٰ سے ہے کما وردکنت سمعہ الذی یسمع بی و بصرہ الذی یبصر بی اور ان اشعار میں عارف کے جسم و روح و مقام روح کو صریحا اور تعلق جسد و روح کو مفہوماً تشبیہ دی ہے دلو اور وارد اور بالائے چرخ اور رسن سے آگے ان مثالوں کا ناقص ہونا بتلاتے ہیں کہ) دلو کیا چیز ہے اور رسن کیا چیز ہے اور چرخ کیا چیز ہے (اور اسی کے ساتھ وارد بھی حکماً مذکور ہو گیا کہ وہ بھی کیا چیز ہے) یہ مثال بالکل رکیک ہے اور اے بھائی (اس سے مماثلت من کل الوجوہ مت سمجھ جانا رہا کوئی یہ کہے کہ پھر تام مثالیں لے آؤ سو اس کا جواب یہ ہے کہ) میں ناشکستہ (وغیر ناقص) مثال کہاں سے لاؤں (کیونکہ) اس (عارف) کا مثل تو (ان اشیاء محسوسہ میں) نہ (وجود میں) اور نہ (کبھی وجود میں) آیا (اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے خصوص روح کہ اصل عارف ہے وہ خود غیر محسوس ہے خصوص جب اس میں نسبت مع اللہ کا لحاظ کیا جاوے پس غیر اشرف میں اشرف کا مماثل اور محسوسات میں غیر محسوس کا مماثل اور متعلقات بماسوی اللہ میں متعلق مع اللہ کا مماثل کہاں پایا جاوے گا پھر مثال کے تام ہونے کی کیا صورت ہے جب آوے گی رکیک ہی آوے گی آگے اس کی اہمیت اور افضلیت جو مصرعہ کفواو نے آید الخ میں مجملاً مذکور ہوتی ہے اور اس اہمیت و افضلیت کی بناء کہ اس کی روح کا تعلق مع اللہ ہے ذکر فرماتے ہیں یعنی وہ عارف ایسا ہے گویا) لاکھوں آدمی ایک میں پنہاں ہیں (اور گویا) سو کماں اور تیر ایک ناوک میں درج ہیں (فی الغیاث ناوک مصغر نا دست چوبے باشد مجوف میاں خالی آہ فی الحاشیہ بعد ہذہ العبارۃ کہ دراں تیر نہادہ انداز ند الی قولہ دستور است کہ تیر را در ناوک نمی دارند بلکہ در ترکش دارند و تن عارف چناں ناوک ست کہ صد تیر و کمان درو مندرج ست آہ مختصراً مطلب اس کا ایسا ہے لیس علی اللہ بمستکر وان یجمع العالم فی واحد کما قال تعالیٰ ان ابراھیم کان امۃ قانتاً للہ

الایہ اور وہ عارف بوجہ نسبت فنا مع اللہ کے) مارمیت اذ رمیت کا مصداق (اور) ایک امتحان (الٰہی) ہے (قال تعالیٰ و جعلنا بعضکم لبعض فتنۃ اور امتحان ہونا اس کا اقل درجہ یہ ہے کہ لوگ اس کو اپنا مثل سمجھ کر انکار و اعتراض سے پیش آتے ہیں اور اس کی روح کی جانب کو نہیں دیکھتے اور وہ) لاکھوں خرمن ہیں ایک لپ کے اندر (یہ اور اوپر صد ہزاران مرد اور صد کمان اور بعد میں آفتاب یہ سب تشبیہات ہیں باعتبار وسعت روح اور ضیق جسم کے اور وہ گویا) ایک آفتاب ہے جو ایک ذرہ میں نہاں ہے (اور اگر) ناگہاں وہ ذرہ (جس میں آفتاب نہاں ہے) منہ کھول دے (جس کے کھولنے سے اس آفتاب کی شعاعیں پھیلنے لگیں) تو سب افلاک و زمین ذرہ ذرہ ہو جاویں اس خورشید کے سامنے جب کہ وہ کمین سے (یعنی اس ذرہ سے جس میں وہ پوشیدہ تھا) نکلنے لگے (اس کا نکلنا اس کی شعاعوں کا پھیلنا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی عارف کی زبان القاء افادات و اظہار واردات کے لئے کھلتی ہے جس سے روحانی فیض اس کا پھیلنے لگتا ہے تو اس وقت تمام عالم بے قدر اور ہیچ معلوم ہونے لگتا ہے خود اس کی عظمت کے سامنے بھی اور اس لئے بھی کہ اس کلام سے دوسرے عالم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے آگے جسم کا لاشی ہونا روح کے مقابلہ میں اس غرض سے بیان کرتے ہیں کہ اہل اللہ کو صرف جسمیت کی حیثیت سے نہ دیکھا جاوے جیسا آگے عنقریب شعر اخیر نیست صورت میں اس کی تصریح بھی ہے پس فرماتے ہیں کہ) ایسی روح (جس کا بیان ہوا) کیا لائق تن ہے (آگے شاعرانہ خطاب ہے کہ) ہاں اے تن تو اس جان سے دونوں ہاتھ دھو ڈال (یعنی اس کو چھوڑ) اے تن جو کہ روح کا خانہ ہو رہا ہے (جتنا تو نے اس کو اپنے اندر رکھا یہ رکھنا) بہت ہے (بس اب) کہاں تک دریا ایک مشک میں مقام کر سکتا ہے (اس سے مقصود یہ نہیں کہ تو روح کو چھوڑ دے بلکہ شاعرانہ پیرایہ میں دونوں کا متناسب نہ ہونا یعنی روح کا اعلیٰ اور جسم کا ادنیٰ ہونا بتلاتے ہیں آگے پھر وہی مضمون ہے آفتاب در یکے ذرہ اور اس پر اسی مضمون کی تفریع ہے جو گنجیں جانے میں مذکور ہوا تھا یعنی) اے (روح عارف کہ گویا) ہزاروں جبرئیل ہیں بشر کے اندر (اور) اے (روح عارف کہ گویا) بہت سے مسیح نہاں ہیں جوف خر میں (کہ مثال ہے تن کی اور) اے (روح عارف کہ گویا) کلیم اللہ ہیں نمد میں جو کہ خوف کی چیز ہے واقف بھی ہیں (یہ علم معرفت ہے) اور نیک و بد (یعنی نافع و مضر فی الدنیا) سے چھوٹ بھی گئے ہیں (یہ عمل بمقتضائے علم مذکور ہے اور) اے (روح عارف کہ گویا) حبیب اللہ نہاں ہیں غار تن میں (جس طرح رسول اللہ و حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں جا کر پوشیدہ ہوئے تھے اور تو گویا) گنج ربانی ہے (جو) نہاں (ہے) مار تن میں (اور) اے (روح عارف کہ گویا) ہزاروں کعبے پنہاں ہیں کنیسہ میں (ان سب اشعار میں تشبیہات روح و جسد کی ہیں وجہ تشبیہ ہر جگہ ظاہر ہے یعنی نفیس ہونا اور خسیس ہونا اور) اے (روح عارف) غلطی میں واقع کرنے والا عفریت اور ابلیس کا (کہ اس نے صرف جسم کو دیکھا کما یدل علیہ عذرہ خلقتہ من طین اس لئے غلطی میں پڑ گیا اور اے روح عارف کہ تو) لامکانی کا سجدہ گاہ (ہے) مکان میں (یعنی ملائکہ کا سجدہ گاہ بنا جن کو لامکانی کہنا بمقابلہ مکان عنصری کے ہے کہ مکان فلکی میں بوجہ کم تغیر ہونے کے ایک گونہ مشابہت ہے مجردات کے ساتھ جو حقیقۃً لامکانی ہیں اور در مکان کے معنی اس صورت میں مناسب ہیں کہ فی الارض لئے جاویں جیسا کہ ایک قول مشہور ہے کہ سجدہ قبل دخول جنت کے ہوا تھا اور اس پر اگر شبہ ہو کہ پھر اباء عن السجدہ کے بعد شیطان سے کہا گیا فاخرج منہا جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ جنت میں تھا اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اہل سموات سے سجدہ وہاں ہی کرایا گیا ہوا پنے کو ادھر متوجہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ساجد ہونے سے اور اباء عن السجدہ کی وجہ سے اس کو سموات سے خارج کر دیا گیا ہو واللہ اعلم اے روح) ابلیسوں کی دکان تجھ سے ویران ہو گئی (اور ویران اس لئے ہوئی کہ اس نے کہا) کہ میں اس مٹی کی خدمت (اور تعظیم) کیوں کروں (اور) ادنیٰ درجہ کی صورت کا لقب دین کیوں کروں (دین سے مراد دینی لقب یعنی سجدہ گاہ مثلاً پس اس سے مطرود ہو گیا یہی ویرانی ہے دکان کی مولانا ابلیس کا رد فرماتے ہیں کہ ارے احمق) یہ صورت (محض نہیں ہے آنکھ کو اچھی طرح مل تا کہ تو شعاع نور جلال کو دیکھے (کہ وہ روح ہے جو مثل شعاع کے ظل ہے نور حقیقی کا)۔

فائدہ:۔ آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف۔

باز آمدن بقصہ شہزادہ وملازمت او بحضرت شاہ

شہزادے کے قصہ کی طرف واپسی اور اس کی شاہ کے دربار سے وابستگی

شاہزادہ پیش شہ حیران ایں	ہفت گردوں دیدہ در یک مشت طیں
شہزادہ بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا	اس نے ایک مشت گل میں ہفت آسمان دیکھے
ہیچ ممکن نے بہ بحثے لب کشود	لیک جان با جان دمے خامش نبود
بحث میں لب کھولنا ذرا ممکن نہ تھا	لیکن جان جان کی ساتھ ایک ساعت بھی خاموش نہ تھی
آمدہ در خاطرش کیں بس خفی ست	ایں ہمہ معنی ست پس صورت ز چیست
اسکے خطرہ میں یہ بات آئی کہ یہ نہایت خفی ہے	یہ سب باطن ہے صورت کس غرض سے ہے
صورتے از صورتت بیزار کن	خفتۂ مر خفتہ را بیدار کن
یہ ایک صورت ہے تجھ کو صورت سے بیزار کرنے والی	ایک خفتہ دوسرے خفتہ کو بیدار کرنے والا
آں کلامت می رہاند از کلام	واں سقامت می جہاند از سقام
وہ کلام تجھ کو کلام سے چھڑاتا ہے	اور وہ مرض تجھ کو مرض سے نکال دیتا ہے
پس سقام عشق جان صحت است	رنجہا لیش حسرت ہر راحت است
پس بیماری عشق صحت کی جان ہے	اس کے رنج ہر راحت کا رشک ہیں
اے تن اکنوں دست خود از جان بشو	ور نمی شوئی جز ایں جانے بجو
اے جسم اب اپنا ہاتھ روح سے دھو	اور اگر نہیں دھوتا تو اس کے سوا اور جان تلاش کر

شاہزادہ بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا (کہ) اس نے (وہاں) ایک مشت گل (یعنی تن شاہ) میں ہفت آسمان دیکھے (یعنی روح کامل دیکھی جو بمنزلہ ہفت گردوں بلکہ مجموعہ عالم کے بلکہ اس سے بھی افضل ہے جیسا اس سرخی سے اوپر کے شعار میں مذکور ہوا جن میں یہ مضمون طین کا بھی ہے اور یہ حالت دیکھ کر اس کے دل میں سوال پیدا ہوتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

جس کا ذکر تیسرے شعر میں ہے آمدہ در خاطرش مگر ہیبت کے مارے جس کا سبب علاوہ اس کی ظاہری عظمت سلطنت کے اس کاملیت کا مشاہدہ بھی تھا) بحث (وسوال) میں لب کھولنا ذرا ممکن نہ تھا لیکن (شہزادہ کی) جان (شاہ کی) جان کے ساتھ ایک ساعت بھی خاموش نہ تھی (یعنی اس کے دل میں سوال پیدا ہوتا تھا جس پر بادشاہ مطلع ہوتا تھا یہ معنی ہیں خاموش نہ ہونے کے پھر اس نے اپنے تصرف سے کوئی جواب اس کے قلب میں القاء کیا ہو مثلاً وہی جواب جو مولانا آگے نقل کریں گے تو اس صورت میں جان با جان خامش نبود، منوں طرف سے ہو جاوے گا یا نہ کیا ہو اور ظاہر بھی ہے بقرینہ عدم نقل جیسا میرے ترجمہ میں اسی ظاہر کو اختیار کیا گیا ہے تو اس صورت میں جان با جان خامش نبود ایک جانب سے ہو جاوے گا اور مولانا کا جواب دینا بمقتضا مقام ہو جاوے گا اور وہ سوال یہ تھا کہ) اس کے خطرہ میں یہ بات آئی کہ یہ (مسئلہ) نہایت خفی ہے (جس کا بیان آگے ہے یعنی یہ بات کہ) یہ سب (جو کہ ہفت گردوں کا جامع بالتفسیر المذکور آنفاً دیکھا جاتا ہے) باطن (اور روح) ہے (کہ یہ وسعت اور جامعیت اسی میں ہے پس جزء مقصود انسان میں وہی ہوا تو) صورت کس غرض سے ہے (اس لئے کہ اس صفت میں صورت کو کوئی دخل نہیں تو اگر روح کے تعلق سے تن جسم کے ساتھ کیا فائدہ ہوا یہ سوال ہے آگے مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس سوال منقول کو دیکھ کر شاید اور کسی کو بھی سوال پیدا ہو پس فرماتے ہیں کہ) یہ ایک صورت ہے تجھ کو صورت سے بیزار کرنے والی (جو ظاہر میں ایسا ہے کہ گویا) ایک خفتہ دوسرے خفتہ کو بیدار کرنے والا (خفتہ سے تشبیہ دی صورت کو کہ اصل صفت اس کی غفلت ہے اور بیداری اس میں تعلق روح کے واسطہ سے آئی ہے مگر باوجود اس کے بھی اقتضائے بشریت سے اس صفت اصلیہ کا اثر اس میں کم و بیش رہتا ہے اس لئے اس کو خفتہ سے تشبیہ دی گئی اس میں صورت کا فائدہ بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عوام کو روح کامل سے اگر وہ بدن سے مجرد ہوتی بوجہ عدم مناسبت کے فیض نہ ہو سکتا جیسا عامہ کو کاملین اموات سے نہیں ہوتا اب ان میں مابہ الاشتراک صورت ہے جس سے باہم مناسبت ہوگئی فیض ممکن ہوا جس کا حاصل بیزاری از صورت اور بیداری از غفلت ہے پس صورت سے جو یہ بیزاری ہو رہی ہے جس پر سوال دال ہے یہ اس صورت ہی کا طفیل ہے اور غفلت سے جو یہ بیداری ہو رہی ہے جس سے سوال ناشی ہوا ہے یہ اس خفتہ ہی کی بدولت ہے اور اسی اشتراط مناسبت کی بناء پر حق تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ممتن بہا میں من انفسکم بڑھایا ہے آگے اسی کی کچھ تفصیل ہے یعنی) وہ کلام (جو کہ اس کی صورت سے صادر ہوتا ہے اور مشتمل ہوتا ہے ارشاد پر) تجھ کو کلام (مانع عن المقصود) سے چھڑاتا ہے (ورنہ روح کا کلام کہاں سنا جاتا) اور وہ مرض (عشق جو کہ اس کے جسم کو لاحق ہوتا ہے) تجھ کو مرض (باطنی) سے نکال دیتا ہے (اور جس عشق سے دوسرا متاثر ہوتا ہے وہی ہے جس کے آثار کا دوسرے کو بھی ادراک ہو مثل غلبہ مواجید و احوال اور اس میں بوجہ ان کے صفت نفس ہونے کے جسم کی بھی شرکت ہے بخلاف روح محض کے کہ اس کا عشق اور اس کے آثار از بس لطیف ہیں چنانچہ کاملین پر جب اس کا غلبہ ہوتا ہے عوام الناس اس حالت میں ان کے کمال کو نہیں پہچان سکتے پس مستفید بھی نہ ہوتے یہاں تک جواب ہو گیا آگے اس شبہ کا دفع ہے کہ کیا عشق بیماری ہے جیسا تم کہتے ہو جواب دیتے ہیں کہ گو ظاہراً وہ بیماری ہے کما قالہ الاطبا لیکن جب اس میں یہ اثر ہے کہ می جہاند از سقام) پس (یہ) بیماری عشق (باعتبار اسی اثر کے تو) صحت کی (بھی) جان ہے (کیونکہ صحت سے اصلی غرض راحت ہے اور) اس کے رنج (وغموم) ہر راحت کا رشک ہیں (چنانچہ مشاہد بھی ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جس قدر تعلق مع اللہ بڑھتا جاتا ہے راحت میسر ہوتی ہے پس اس غایت کے اعتبار سے وہ مرض صحت سے افضل ہوا پھر اگر کسی فن کی اصطلاح پر اس کو مرض کہا جاوے تو کیا مضر اور کیا محل شبہ ہوا چونکہ ابھی مضمون جواب میں بھی اور سرخی سے پہلے بھی روح کی فضیلت ثابت ہوئی ہے اور مجموعہ مضامین سے جسم عوام کا بے قدر ہونا بھی کیونکہ اشعار مقام میں خواص کے تو جسم کی بھی برکت بیان کی ہے آگے بطور تفریع کے جسم محجوب کو خطاب ہے کہ) اے جسم اب اپنا ہاتھ روح سے دھو (یعنی روح کو اپنا مت سمجھ اور اس کو چھوڑ) اور اگر نہیں دھوتا تو اس کے سوا اور جان تلاش کر (جس میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کی اصلاح کرے کہ گویا جان جدید ہوگی اور اس میں عود ہے سرخی سے تو شعر قبل کے شعر کی طرف انجمیں جانے الخ آگے پھر قصہ ہے)۔

دربیان نوازش واحترام شاہ چین شاہزادۂ غریب عاشق را

شاہ چین کے پردیسی) عاشق شہزادے) کو نوازنے اور احترام کرنے کے بیان میں

حاصل آں شہ نیک اورامی نواخت	اوازاں خورشید چوں مہ میگداخت
حاصل یہ کہ وہ بادشاہ اس پر خوب نوازش کرتا تھا	وہ اس خورشید سے چاند کی طرح گھلتا تھا
آں گداز عاشقاں باشد نمو	ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رو
عشاق کا وہ گداختہ ہونا نمو ہے	ماہ کی طرح گدازش میں بھی تازہ رو ہیں
جملہ رنجوران دوا دارند امید	نالد ایں رنجور کم افزوں کشید
تمام مریض دوا کی امید کرتے ہیں	یہ مریض نالہ کرتا ہے کہ بڑھا اور افزوں کردو
جملہ رنجوراں دوا جویند و ایں	رنج افزوں جوید و رنج و حنیں
تمام مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ	رنج افزوں اور درد اور نالہ تلاش کرتا ہے
خوبتر زیں سم ندیدم شربتے	زیں مرض خوشتر نباشد صحتے
میں نے اس زہر سے خوبتر کوئی شربت نہیں دیکھا	اس مرض سے خوشتر کوئی صحت نہیں دیکھی
زیں گنہہ بہتر نباشد طاعتے	سالہا نسبت بدیں دم ساعتے
اس گناہ سے کوئی طاعت بہتر نہ ہوگی	بہت سے برس اس دم کی نسبت ایک ساعت ہیں
مدتے بد پیش آں شہ زیں نسق	دل کباب و جان نہادہ بر طبق
ایک مدت تک بادشاہ کے سامنے اسی طرح رہا	دل کباب اور جان طبق پر رکھی تھی
گفت شاہ از ہر کسے یک سر برید	من زشہ ہر لحظہ قربانم جدید
کہنے لگا کہ بادشاہ نے سب کا ایک ایک سر کاٹا	میں بادشاہ کی وجہ سے ہر وقت نیا قربان ہو رہا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

من فقیرم از زر و از سر غنی	صد ہزاراں سر خلف داد آں سنی
میں زر سے فقیر ہوں اور سر سے غنی ہوں	لاکھوں سر اسی صاحب نور نے عوض میں دیئے ہیں
باد و پا در عشق نتواں تاختن	با یکے سر عشق نتواں باختن
دو پاؤں سے عشق میں نہیں دوڑ سکتے	ایک سر کے ساتھ عشقبازی نہیں کر سکتے
ہر کسے را خود دو پاؤ یک سر ست	با ہزاراں پاؤ سر تن نادر ست
ہر شخص کے دو پاؤں اور ایک سر ہے	ہزاروں پاؤں سر کے ساتھ کوئی تن نادر ہے
زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر	ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر
اسی سبب سے کل ہنگامے بے رونق ہو گئے	یہ ہنگامہ ہر وقت زیادہ رونق پر ہے
معدن گرمی ست اندر لامکاں	ہفت دوزخ از شرارش یک دخاں
گرمی کا معدن لامکان میں ہے	ہفت دوزخ اس کے شرارہ کا ایک دھواں ہے

حاصل یہ کہ وہ بادشاہ اس پر خوب نوازش کرتا تھا (اور) وہ اس خورشید (عشق) سے (جس کو نہ ظاہر کر سکتا تھا نہ تحمل کر سکتا تھا) چاند کی طرح (کہ شمس کے قرب سے اس کو محاق ہوتا ہے) گھلتا تھا (آگے مولانا عشق حقیقی کے خواص بیان کرتے ہیں کہ) عشاق کا وہ (ظاہراً و جسماً) گداختہ ہونا (باطناً و روحاً) نمو ہے (اور وہ) ماہ کی طرح گزارش میں بھی تازہ رو ہیں (کہ وہ محاق سے بھی نہیں گھبراتا جس کے بعد ہی بدر ہونے لگتا ہے یہ مثال ہے صرف توضیح کے لئے مدار اثبات اس پر نہیں ہے جس پر کوئی شبہ کیا جاوے کہ بدریت تو بعید ہونے سے ہوتی ہے) تمام مریض دوا کی امید (یعنی استدعا) کرتے ہیں (اور) یہ مریض (عشق حقیقی) نالہ کرتا ہے کہ میرا (مرض) اور افزوں کر دو (اور یہ ظاہر بھی ہے کہ عاشق حق محبت میں زیادتی ہی چاہتا ہے) تمام مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ (مریض عشق) رنج افزوں اور درد اور نالہ تلاش کرتا ہے۔ میں نے اس زہر سے خوبتر کوئی شربت نہیں دیکھا (اور) اس مرض سے خوش تر کوئی صحت نہیں دیکھی (جیسا سرخی سے پہلے بھی فرمایا ہے پس سقام عشق جان صحت ست الخ) اس گناہ سے بہتر کوئی طاعت نہ ہوگی (گناہ باعتبار زعم منکران بارنج کہا کہ وہ ہمیشہ عشاق کے افعال غامضہ پر مخالفت شرع کے اعتراضات کرتے رہتے ہیں) بہت سے برس اس دم (یعنی سخن یا افسوں عشق) کے نسبت ایک ساعت ہیں (یعنی اگر عشق میں برس بھی گزر جاویں بوجہ سیری نہ ہونے کے وہ ایک ساعت معلوم ہوتی ہے آگے پھر قصہ ہے کہ) ایک مدت تک بادشاہ کے سامنے اسی طرح رہا (کہ) دل کباب (تھا) اور جان طبق پر رکھی تھی (یعنی جانبازی پر آمادہ تھا چنانچہ عنقریب آتا ہے کہ وہ جلدی ہی مر بھی گیا اپنے دل میں) کہنے لگا کہ بادشاہ نے سب کا ایک ایک سر کاٹا (جیسا اوپر مع توجیہ کے مضمون آچکا ہے کہ جو کوئی لڑکی کا نام لیتا تھا اس کا سر کاٹ ڈالتا تھا اور) میں بادشاہ کی وجہ سے ہر وقت نیا قربان ہو رہا ہوں (یعنی ایک بار قربان ہو کر پھر دوبارہ ہوتا ہوں اور یہ بہ نسبت سابق کے جدید ہوگا یہ وہ مضمون ہے۔ کشتگان خنجر

www.besturdubooks.wordpress.com

تسلیم رالخ آگے بلسان شہزادہ مقولہ ہے عاشق حقیقی کا یعنی) میں زر سے فقیر ہوں (کہ زر ندارم) اور سر سے غنی ہوں (کہ سر ہا دارم و ہردم فدایش میکنم آگے اس فدا کی علت ہے کہ فدا کیوں نہ کروں کیونکہ) لاکھوں سر اسی صاحب نور نے عوض میں دیئے ہیں (یہ فدا مجاہدہ وفنا ہے اور خلف دادن مشاہدہ وبقاء ہے آگے مجاہدہ وفنا میں عاشق کی ترقی کرنے کا مضمون ہے کہ صرف) دو پاؤں سے عشق میں نہیں دوڑ سکتے (بلکہ ہمہ تن مجاہدہ بننا ضرور ہے اور) ایک سر کے ساتھ عشق بازی نہیں کرسکتے (بلکہ سراپا فناء ہوجانا چاہئے معمولی طور پر) ہر شخص کے دو پاؤں اور ایک سر ہے (اور) ہزاروں پاؤں سر کے ساتھ کوئی تن نادر ہے (اس نادر کا مصداق عاشق ہی ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ) اسی سبب (اور فرق مذکور) سے کل ہنگامے بے رونق ہوگئے (اور) یہ ہنگامہ (عشق) ہر وقت زیادہ رونق پر ہے (مطلب یہ کہ اوروں کی طلب وشوق بوجہ شہوانی ہونے کے شہوت کے افسردہ ہوجانے سے یا حسن کے سرد ہوجانے سے منتہی ہوجاتی ہے اور دو پا ویک سر سے اسی قوی جسمانیہ کی طرف اشارہ ہے اور عشق حقیقی متزاید رہتا ہے آگے گرم تر ہونے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ اس کی گرمی رہنے کا سبب یہ ہے کہ اس) گرمی کا معدن لامکان میں ہے (یعنی اس کا تعلق حضرت حق سے ہے جس کا جمال غیر فانی اور مدرک اس کی روح ہے جس میں ذہول نہیں پایا یہ کہ وہ گرمی لامکان اور عالم غیب سے عطا ہوتی ہے بالانقطاع ان دونوں وجہ سے وہ عشق متزاید ہے اور وہ گرمی عشق ایسی ہے کہ) ہفت دوزخ اس کے شرارہ کا ایک دھواں ہے (یعنی اس کے سامنے نار دوزخ بھی ضعیف ہے جیسا آگے حدیث آتی ہے پس اور دنیوی گرمی تو اس کے سامنے کیا ہوگی من الشھوۃ والغضب اس سے مضمون زین سبب الخ متاید وواضح ہوگیا)۔

در بیان آنکہ دوزخ گوید کہ قنطرۂ صراط بر سرِ اوست اے مومن زود تر بشتاب و بگذر تا عظمت نورِ تو آتشِ مرا نکشد جز یا مؤمن فان نورک اطفا ناری

اس کا بیان کہ وہ دوزخ کہ پل صراط اس کے اوپر ہے کہتی ہے اے مومن جلدی کر اور گزر جا تا کہ تیرے نور کی عظمت میری آگ نہ بجھادے اے مومن! گزر جا بیشک تیرے نور نے میری آگ بجھادی

(اورد وہ فی المقاصد الحسنہ باب التاء مرفوعًا بلفظ تقول النار للمومن یوم القیمۃ جزیا مؤمن فقد اطفاء نورک لھبی عن الکبیر للطبرانی وکامل ابن عدی ونوادر الاصول للحکیم الترمذی واحد الرواۃ فیہ منصور بن عمار قال فیہ بعضھم انہ لیس بالقوی وقال بعضھم منکر الحدیث وقال بعضھم فی الحدیث ارجوان یکون صحیحا اھ ملخصًا بمعناہ)

زآتش مومن ازیں روائے صفی	می شود دوزخ ضعیف و منطفی
اسی سبب سے اے برگزیدہ آتش مومن سے	دوزخ بھی ضعیف اور بجھنے والی ہو جاوے گی
گویدش بگذر سبک اے محتشم	ورنہ ز آتشہائے تو مرد آتشم
اس سے کہے گی کہ اے محتشم جلدی سے گزر جا	ورنہ تیری آتش سے میری آتش اب بجھی
کفر کہ کبریت دوزخ اوست بس	بین چہ می بخسانند او را ایں نفس
کفر جو کہ دوزخ کی کبریت وہی ہے اور بس	دیکھ لے اس کو کس طرح پژمردہ کردیتا ہے اس وقت

www.besturdubooks.wordpress.com

کفر کان کبریت نار دوزخ ست	بین کہ چوں میرد از وائے خود پرست
کفر جو کہ نار دوزخ کی کبریت ہے	دیکھ لے کہ اس سے کس طرح بجھ جاتا ہے اے خود پرست
زود کبریتت بدیں سو و اسپار	تا نہ دوزخ بر تو تازد نے شرار
تو اپنی کبریت اس طرف سپرد کر دے	تاکہ نہ دوزخ تجھ پر دوڑے نہ شرر
گویدش جنت گزر کن ہمچو باد	ورنہ گردد ہرچہ دارم من کساد
اس سے جنت بھی کہے گی تو ہوا کی طرح گزر جا	ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ سب بے رونق ہو جاوے گا
کہ تو صاحب خرمنی من خوشہ چیں	من بتے ام تو ولایتہائے چیں
کیونکہ تو صاحب خرمن ہے میں خوشہ چین ہوں	میں بت ہوں تو ولایات چین ہے
ہست لرزاں زو جحیم و ہم جناں	نے مرا ایں را نے مر او را زو اماں
اس سے لرزاں ہے جہنم بھی جنت بھی	اس سے نہ اس کو امان ہے نہ اس کو

اسی سبب سے (کہ اوپر مذکور ہوا معدن گرمی ست الخ) اے برگزیدہ آتش مومن سے (کہ نور عشق ہے) دوزخ بھی ضعیف اور بجھنے والی (یعنی بجھنے کے قریب) ہو جاوے گی (جبکہ وہ صراط پر سے گزرے گا اور دوزخ اس سے کہے گی کہ اے محتشم جلدی سے گزر جا ورنہ تیری آتش سے میری آتش اب بجھی (اور اس کا نمونہ خود دنیا میں مشاہدہ میں آتا ہے جس سے حدیث کی مزید تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ) کفر جو کہ دوزخ کی کبریت وہی ہے اور بس (کہ کبریت جس طرح جالب النار و آتشگیر ہے اسی طرح کفر ہے) دیکھ لے (کہ مومن کا نور) اس کو کس طرح پژمردہ کر دیتا ہے اس وقت (یعنی دنیا میں چنانچہ مومن کامل کی صحبت سے بشرط کسی قدر قابلیت کے صدہا کفار مومن ہوگئے اور ہوتے ہیں پس جب کفر جو کہ دوزخ معنوی ہے اس کے سامنے مضمحل ہو جاتا ہے اگر دوزخ صوری بھی اسی طرح مضمحل ہو جاوے تو عجب کیا ہے فی الغیاث نخس بفتح اول وسکون خائے معجمہ پژمردہ و گداختہ اھ آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) کفر جو کہ نار دوزخ کی کبریت ہے دیکھ لے کہ اس (نور مومن) سے کس طرح بجھ جاتا ہے اے خود پرست (آگے اس سے ایک فائدہ مستنبط کر کے اس کو اس پر متفرع فرماتے ہیں کہ) تو اپنی کبریت (وہستی) اس طرف (یعنی صاحب عشق و معرفت کے ہاتھ میں) سپرد کر دے تاکہ (وہ اس کے فیض سے گداختہ ہو کر فنا ہو جاوے اور پھر مادۂ آتشگیر کے نہ رہنے کے سبب) نہ دوزخ تجھ پر دوڑے نہ شرر (اور تو اس کے نور کا اثر باعتبار جہنم کے بیان فرمایا تھا جو دلیل جزئی سے ثابت ہے آگے اس کا اثر باعتبار جنت کے فرماتے ہیں جو کہ دلیل کلی سے ثابت ہے یعنی) اس (عاشق) سے جنت بھی بزبان حال) کہے گی (کہ) تو (مجھ سے) ہوا کی طرح گزر جا ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ سب بے رونق ہو جاوے گا کیونکہ تو (تشبیہا) صاحب خرمن ہے (اور) میں خوشہ چین ہوں (اور) میں بت ہوں (اور) تو ولایت چین ہے (جہاں بہت سے صنم مجتمع ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ تو مجھ سے زیادہ مظہر جمال و کمال حق ہے اور مجھ میں اور تجھ میں تفاوت امثلہ مذکورہ کا سا ہی ہے اور اس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے زیادہ ایک واضح مثال احقر کے ذہن میں آئی ہے اور وہ بھی حق تعالیٰ کی موہبت مولانا کے خدمت کلام کی برکت سے ہے وہ یہ کہ جنت ایک گھر ہے اور اہل جنت خصوص مقربین مثل مکرم مہمان کے ویدل علیہ قولہ تعالیٰ جنات الفردوس نزلا اور ظاہر ہے کہ ایسا مہمان اشرف ہوتا ہے گھر سے اور قواعد شرعیہ سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ انبیاء واولیاء رتبہ میں جنت سے افضل ہیں اور مدار اس افضلیت کا وہی نور خاص حق ہے جو اس کو عطا ہوا ہے پس اس نور کے سبب یہ نار پر بھی غالب ہے جیسا اول بیان کیا اور جنت سے بھی افضل ہے جیسا آخر میں بیان کیا اور گو یہ قول جنت کا کہیں منقول نہیں مگر بطور تمثیل نے اس افضلیت کو اس عنوان سے تعبیر کیا یعنی اگر جنت ایسا کہتی تو اس کہنے سے جس افضلیت پر دلالت ہوتی وہ افضلیت دلائل سے ثابت ہے اسی لئے بندہ نے اس شعر کے ترجمہ میں بزبان حال کا لفظ بڑھا دیا اور یہ توجیہ کہ نہایت ہی سہل ہے بہت پریشانی کے بعد ذہن میں آئی وللہ الحمد الذی جعل مع العسر یسرا آگے مجموعہ حالین جنان ونیران بالنسبۃ الی العارف کا حاصل بیان فرماتے ہیں کہ) اس سے لرزاں ہے جہنم بھی جنت بھی اس سے نہ اس کو امان ہے اور نہ اس کو (یعنی لرزہ سے امن ہے اور مراد اس مقولہ نار و جنت سے وہی اظہار اپنے ضعف کا اور اقرار اس کی عظمت کا آگے پھر قصہ ہے)

وفات یافتن برادر بزرگ از شاہزادگاں وملازمت کردن برادر میانہ پادشاہ چین را

شہزادوں میں سے بڑے بھائی کا مرجانا اور درمیانی بھائی کا شاہ چین کی صحبت اختیار کرنا

رفت عمرت چارہ را فرصت نیافت	صبر بس سوزاں بد و جاں بر نتافت
اس کی عمر گزر گئی علاج کی فرصت نہ پائی	صبر بہت سوزاں تھا اور جان برداشت نہ کر سکی
مدتے دنداں کناں ایں میکشید	نارسیدہ عمر او آخر رسید
ایک مدت تک ترساں اس کو جھیلتا رہا	بے پہنچے اس کی عمر ختم کو پہنچی
صورت معشوق از و شد در نہفت	رفت و شد با معنی معشوق جفت
صورت معشوق کی اس سے اختفاء میں ہو گئی	گیا اور معنی معشوق کے قرین ہو گیا
گفت لبسش گر ز شعر ششتر ست	اعتناق بے حجابش خوشتر ست
کہا کہ اگر اس کا لباس شہر ششتر کے ریشمی کپڑے کا ہو	اس کا معانقہ بلاحجاب زیادہ خوش ہے
من شدم عریاں ز تن او از خیال	می خرامم در نہایات الوصال
میں تن سے عریاں ہو گیا وہ خیال سے	میں نہایات الوصال میں خراماں جا رہا ہوں
ایں مباحث تا بدینجا گفتنی ست	ہرچہ آید زیں سپس بنہفتنی ست
یہ مباحث یہاں تک تو کہنے کے قابل ہیں	اس کے بعد جو کچھ آتا ہے وہ چھپانے کے قابل ہے
گر بکوشی ور بگوئی صد ہزار	ہست بیکار و نگردد آشکار
اگر تو کوشش کرے اور اگر تو لاکھ کہے	تو محض بے کار ہے اور وہ ظاہر نہ ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بدریا سیر اسپ و زیں بود	بعد از انت مرکب چوبیں بود
لب دریا تک تو اسپ اور زیں کی سیر ہوتی ہے	اس کے بعد تیرا مرکب چوبیں ہوتا ہے
مرکب چوبیں بخشکی ابتر ست	خاص آں دریائیاں را رہبر ست
مرکب چوبیں خشکی میں محض ضائع ہے	خاص ان دریائیوں کے لئے وہ رہبر ہے
ایں خموشی مرکب چوبیں بود	بحریاں را خامشی تلقیں بود
یہ خاموشی مرکب چوبیں ہے	دریائیوں کے لئے خاموشی تلقین ہوتی ہے
ہر خموشی کان ملولت می کند	نعرہائے عشق زاں سو می زند
جو خموشی تجھ کو ملول کرتی ہے	اس طرف سے عشق کے نعرے لگا رہی ہے
تو ہمی گوئی عجب خامش چراست	او ہمی گوید عجب گوشش کجاست
تو تو یوں کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے یہ خاموش کیوں ہے	وہ کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے اس کا کان کہاں ہے
من ز نعرہ کر شدم او بے خبر	تیز گوشاں زیں سمر ہستند کر
میں نعرہ سے بہرا ہو گیا وہ بے خبر ہے	تیز گوش اس قصہ سے بہرے ہیں
آں یکے در خواب نعرہ میزند	صد ہزاراں بحث و تلقیں میکند
وہ ایک شخص خواب میں نعرہ مار رہا ہے	لاکھوں بحث و تلقین کر رہا ہے
ایں نشستہ پہلوئے او بے خبر	خفتہ خود آنست و کر زاں شور و شر
یہ شخص اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے	خفتہ خود یہ شخص ہے اور اس شور و شر سے بہرا
واں کسے کش مرکب چوبیں شکست	غرقہ شد در آب او خود ماہی ست
اور جس شخص کا مرکب چوبیں بھی شکستہ ہو گیا	وہ پانی میں غرق ہو گیا وہ خود ماہی ہے
نہ خموش ست و نہ گویا نادریست	حال او را در عبارت نام نیست
نہ خاموش ہے اور نہ گویا ہے ایک نادر چیز ہے	اس کے حال کا عبارت میں کوئی نام نہیں
نیست زیں دو ہر دو ہست آن بوالعجب	شرح ایں گفتن برونست از ادب
ان دونوں میں سے نہیں اور یہ دونوں ہے وہ بوالعجب	اس کی شرح کہنا ادب سے خارج ہے
ایں مثال آمد رکیک و بے ورود	لیک در محسوس زیں بہتر نہ بود
یہ مثال رکیک اور غیر قابل ورود ہے	لیکن محسوس میں اس سے بہتر نہیں تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل آں شہزادہ از دنیا برفت	جانش پر درد و جگر پر سوز تفت
حاصل یہ کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا	اس حالت میں کہ اس کی جان پر درد تھی اور اس کا جگر پر سوز گرم تھا

اس کی عمر گزر گئی (اور) علاج (یعنی تدبیر وصال) کی فرصت نہ پائی۔ صبر (وضبط) بہت سوزان تھا اور جاں (اس کی) برداشت نہ کر سکی۔ ایک مدت تک تر ساں (کذافی الغیاث فی معنی دندان کناں بضم کاف آمدہ غالباً بنابریں آنکہ دریں حالت دنداں ظاہر می کند) اس (مشقت) کو جھیلتا رہا (مراد تک) بے پہنچے اس کی عمر ختم کو پہنچی (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) صورت معشوق کی اس سے اختفاء میں ہوگئی (دنیا سے) گیا اور معنی معشوق کے ساتھ قرین ہوگیا (احقر کے ذوق میں جو کہ اسی وقت موہوب ہوا اس کی تقریر یہ ہے کہ معشوق سے مراد حق تعالیٰ اور صورت سے مراد اس کا مظہر مثلاً دختر شاہ کا بحکم

حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردۂ پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردۂ

مظہر صفت جمال حق تھی اور معنی سے مراد حق تعالیٰ کی حقیقت جو اس مظہر میں ظاہر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ محبوب حقیقی کا جو مظہر تھا یعنی محبوب مجازی یہ تو مرنے سے ہمیشہ کے لئے ایسا مختفی ہوگیا کہ اب مشاہدت کی امید ہی نہ رہی اور یوں وہ دختر پہلے بھی مختفی تھی لیکن احتمال تو تھا مواصلت و مواجہت کا مرنے سے وہ بھی قطع ہوگیا لیکن محبوب حقیقی کے معنی یعنی حقیقت کا قرب اس کو میسر ہوگیا اور یہ مبنی ہے ایک حدیث پر مبنی ہے ایک حدیث پر جس کو مقاصد حسنہ میں خطیب وجعفر سراج و ابن مرزبان و دیلمی طبرانی و خراطی و بیہقی سے کسی قدر تضعیف کے ساتھ کہ بعد تعدد طرق کے وہ ضعف شدید نہیں رہتا بایں الفاظ وارد کیا ہے من عشق فعف فکتم فصبر فمات فھو شہید چونکہ شہزادہ متوفی سے عفت میں کوئی اخلاق نہیں ہوا اور نہ ایسا اظہار کیا جس سے محبوب یا اس کا کوئی اہل متاذی یا رسوا ہو اس لئے وہ اس حدیث کی رو سے شہید ہوا اور شہید جس مرتبہ کا بھی ہو حق تعالیٰ کا مقبول اور واصل ہے پس شعر میں یہ معنی مراد ہیں آگے بھی اسی کے مطابق سمجھنا چاہئے یعنی اس نے اپنے دل میں یہ حالت دیکھ کر) کہا کہ اگر اس (معشوق حقیقی) کا لباس (کہ مظہر مجازی ہے) شہر شستر کے ریشمی کپڑے کا ہو (یعنی اگرچہ مظہر بہت ہی حسین و جمیل ہو مگر) اس (معشوق حقیقی) کا معانقہ (یعنی قرب) بلا حجاب (یعنی بے واسطہ مظہر و محبوب مجازی کے) زیادہ خوش ہے (اور یہ ظاہر ہے مطلب یہ کہ گو دختر کی مواصلت حلال میں اس کے جمال کو مرآۃ جمال حق بنانا بھی مفید تھا لیکن اب بلا واسطہ اس مرآۃ کے قرب حق میسر ہوگیا یہ اس سے بدرجہ بے شمار اچھا ہوا) میں تن سے عریاں ہوگیا (اور) وہ (تن) خیال سے (بالکلیہ اس طرح عریاں ہوا کہ اس کے ملابس میں بھی وہ خیال نہیں رہا اس لئے بفضلہٖ تعالیٰ) میں (اب) نہایات الوصال میں (کہ وصال حق ہے) خراماں جا رہا ہوں (اس میں یہ بات بتلا دی کہ اگر محبت حرام ہو تو مرنے سے بھی وہ اثر اور محبوب کا خیال روح میں بسبب ملابستہ سابقہ بدن کے باقی رہتا ہے جیسے اور معاصی کا اثر رہتا ہے جس سے وہ متعالم ہوتی ہے اور بخلاف محبت حلال کے چونکہ اس میں مضطر تھا اس لئے بوجہ معصیت نہ ہونے کے اللہ تعالیٰ اس کو روح سے زائل فرما دیتے ہیں تا کہ تالم وعقوبت نہ ہو اور وہ مانع قرب نہیں ہوتا بلکہ اس مصیبت کی وجہ سے بھی کچھ اجر ملتا ہے چنانچہ اس کو درجہ شہادت دینے سے یہ امر صاف ظاہر ہے فی

www.besturdubooks.wordpress.com

الغیاث شعر نوعے از جامہ باریک ابریشمی وفیہ ششتری نوعے از دیبائے نفیس منسوب بشہر ششتر اھ چونکہ مولانا کا ذہن لفظ جفت واعتناق ووصال سے مسائل توحید کی طرف چلا گیا اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ اسکو بیان فرماتے اور باوجود اس کے پھر نہیں بیان کیا آگے اس کے بیان نہ کرنے کے متعلق مضامین ہیں پس فرماتے ہیں کہ) یہ مباحث یہاں تک تو کہنے کے قابل ہیں (کہ اہل ظاہر بھی سمجھ سکتے ہیں اور اس لئے کوئی فتنہ محتمل نہیں اور) اس کے بعد جو کچھ (ذہن میں) آتا ہے وہ چھپانے کے قابل ہے (کیونکہ وہ اسرار ذوقیہ ہیں جس سے اہل ظاہر معرا ہیں اس لئے ان کا اظہار فتنہ ہے اور دوسرے یہ کہ اگر فتنہ کا ضرر بھی نہ ہوتا ہم کچھ نفع بھی نہیں کیونکہ جب مخاطب میں ذوق نہ ہو تو اے سامع) اگر تو (اس کے سمجھنے کی) لاکھ کوشش کرے اور (اے متکلم) اگر تو لاکھ کہے تو (بوجہ فقدان ذوق کے وہ محض بیکار ہے اور وہ (کبھی) ظاہر نہ ہوگا (یعنی مفہوم نہ ہوگا تو عبث ہوا تو پھر کیوں ظاہر کیا جاوے آگے اس کی مثال ہے کہ کہنا ہر جگہ مفید اور کافی نہیں ہوتا یعنی جس طرح سے کہ) لب دریا تک تو اسپ اور زیں کی سیر ہوتی ہے (پھر) اس کے بعد تیر مرکب چوبیں ہوتا ہے (یعنی کشتی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح مرتبہ حال سے جو کہ مشابہ دریا کے ہے پہلے پہلے یعنی مرتبہ قال تک تو تکلم کافی ہے جو کہ مشابہ اسپ وزین کے ہے پھر اس کے بعد ذوق کی ضرورت ہے جو کہ مشابہ کشتی کے ہے اور عوام میں ذوق ہے نہیں اس لئے تکلم مناسب نہیں اور سب جانتے ہیں کہ) مرکب چوبین خشکی میں محض ضائع ہے (کذافی الغیاث فی معنی ابتر لیکن) خاص ان دریائیوں کے لئے وہ رہبر ہے (اسی طرح عوام کے سامنے کہ خشکی میں ہیں اسرار ذوقیہ کو بیان کرنا ایسا ہے جیسا خشکی میں کشتی چلانا کہ وہ اسرار بھی ضائع ہوں گے اور کشتی کے ساتھ مشابہت ذوق کے لئے قرار دی گئی ہے مگر چونکہ ذوقیات کا پیش کرنا مستلزم ذوق کے پیش کرنے کو بھی ہے اسی لئے یہاں ذوقیات میں وہی تشبیہ معتبر مان لی گئی البتہ جو دریائی یعنی اہل حال ہیں ان کے لئے وہ اسرار ذوقیہ راہگیر ہوتے ہیں آگے شعر بالا کی شرح ہے کہ ہم نے جو کہا ہے مرکب چوبیں الخ اور خاص آن الخ اس کی شرح یہ ہے کہ) یہ خاموشی (یعنی ذوق) مرکب چوبیں ہے (جو اہل خشکی کے لئے بیکار ہے البتہ) دریائیوں کے لئے (یہ) خاموشی (یعنی قلت نطق یا کسی وقت محض دلالۃ حاصل بھی بوجہ ذوق کے) تلقین ہوتی ہے (ذوق کو خاموشی سے اس لئے تعبیر کیا کہ ذوق کا نطق بوجہ غیر مفہوم للعوام ہونے کے ان کے اعتبار سے مثل خاموشی ہی کے ہے جیسا شعر مابعد ہر خموشی اس پر دال ہے دوسرے وہ نطق چونکہ صرف افہام اہل ذوق کے لئے ہوتا ہے اور وہ بوجہ ذوق کے اس کو جلدی سمجھ لیتے ہیں اس لئے اس کلام میں عوام کا سا اطناب نہیں ہوتا تو اس نطق میں خاموشی جلدی ہو جاتی ہے چنانچہ کاملین محققین بہت بہت دیر میں کوئی بات کہہ دیتے ہیں اور پھر خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اس لئے بھی ذوق کو خاموشی سے تعبیر کیا باقی یہ کہ باوجود مولانا کی تفسیر کرنے کے مرکب چوبین کو خشکی کے ساتھ احقر نے ذوق کے ساتھ کہاں سے تفسیر کی سو میں نے اس کو شعر تا بدریا الخ اور شعر مرکب چوبین الخ سے سمجھا کیونکہ وہاں ذوق کے ساتھ تفسیر کرنے سے توتوجیہ صحیح ہوگی جیسا مذکور ہوا اور اگر خاموشی کے ساتھ تفسیر کی جاوے تو عبارت شرح کی یہ ہوگی کہ بعد ازاں خاموشی بود خاموشی بہ خشکی ابتر ست اور اس کے کوئی معنی محصل نہیں خصوص اس سے اوپر کے شعر کے ساتھ کوئی ربط ہی نہ ہوگا گر بگوشی الخ کیونکہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ گر بکوشی الی قولہ ہست بیکار کی شعر آئندہ دلیل ہے پس اس بنا پر یہ عبارت ہوگی کہ بوجہ عدم ذوق گفتن بیکار ست چرا کہ مثل کشتی در آنجا خاموشی موقوف

www.besturdubooks.wordpress.com

علیہ فہم ست و خاموشی نیست پس گفتن بکارست اور اس کا مہمل ہونا ظاہر ہے اور ذوق کے ساتھ مفسر کرنے میں عبارت یہ ہوگی کہ بوجہ عدم ذوق گفتن بکاراست چراکہ شل کشتی درآنجا ذوق موقوف علیہ فہم ست و ذوق نیست پس گفتن بیکاراست اور اس کا صحیح ہونا ظاہر ہے آگے بھی مضمون شعر بالا کی مزید شرح ہے۔یعنی) جو خاموشی (اہل ذوق کی) تجھ کو ملول کرتی ہے (کیونکہ تیرا تو یہ دل چاہتا ہے کہ بس چرخہ سا چلتا ہی رہے اور اہل کمال محض ضرورت افادہ کے لئے تکلم کرتے ہیں جو کہ قلیل ہوگا۔کبھی بالکل ہی نہ ہوگا ان کا حال مبداء افادہ ہوگا اس لئے عامی شخص ان کے اس صمت سے ظاہر ہے کہ ضرور ملول ہوگا پس فرماتے ہیں کہ وہ خاموشی) اس طرف سے (یعنی اہل ذوق کی طرف سے) عشق کے نعرے لگا رہی ہے (یعنی نطق طویل سے زیادہ افادہ کر رہی ہے پس) تو تو یوں کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے یہ خاموش کیوں ہے (اور) وہ کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے اس کا کان کہاں ہے (کہ یہ نعرہائے عشق کو نہیں سنتا اور وہ یہی کہتا ہے کہ) میں نعرہ (عشق سننے) سے بہرا ہو گیا (اور) وہ بے خبر ہے (اور اسی کی کیا تخصیص ہے سارے اہل دنیا) تیز گوش اس قصہ سے بہرے ہیں (اوپر یہ عارف نعرہ گو معلوم ہوتا ہے اور یہاں نعرہ شنو قرار دیا ہے مگر چونکہ نعرہ گوئی مسبب نعرہ شنوی سے ہے اور دونوں مجاور ہیں اس لئے دونوں تعبیروں کا ایک ہی حاصل ہے آگے اس کی مثال ہے کہ کوئی نعرہ کرے اور پاس والا نہ سنے مثلاً) وہ ایک شخص خواب میں نعرہ مار رہا ہے (اور) لاکھوں بحث و تلقین (خواب میں) کر رہا ہے (اور) یہ (دوسرا) شخص اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے (پس اس اعتبار سے) خفتہ خود یہ شخص ہے اور اس شور و شر سے بہرا (بھی یہی ہے گو یہ اس کو خفتہ سمجھ رہا ہے پس اسی طرح اہل حال کے نعرہ کو عامی نہیں سنتا اور گو کان سے کچھ سن بھی لیا مگر مثل نہ سننے کے اور اسکا بولنا اس کے نزدیک مثل نہ بولنے ہی کے ہے یہ تو یہی کہے گا کہ کیا ذرا سی بات کر دی اس سے کیا بھلا ہوا اور یہاں تک اہل عبارات اور اہل اذواق کا ذکر تھا آگے اہل فناء و استغراق کا بیان ہے یعنی ان اہل اسپ و اہل مرکب چوبین کا تو یہ حال تھا جو مذکور ہوا) اور جس شخص کا مرکب چوبیں بھی شکستہ ہو گیا (یعنی وہ ذوق بھی فنا ہو گیا) وہ پانی میں غرق ہو گیا (یعنی مشاہدہ یا معاینہ میں وہ مستغرق ہو گیا) وہ خود ماہی (کی مثال) ہے (کہ اس کے پاس مرکب چوبیں کچھ نہیں ہوتا خود دریا میں بلاواسطہ رہتی ہے اسی طرح اس شخص کی توجہ الی المحبوب میں ذوق کا بھی واسطہ نہ رہا۔پس یہ شخص) نہ خاموش ہے (یعنی اہل ذوق کی سی اس کی خاموشی نہیں جو مقرون مع الذوق تھی) اور نہ گویا ہے (یا تو بالکل گویا نہیں اور یا اگر غلبہ حال میں کچھ بولتا ہے تو اس کی اہل ظاہر بلکہ اہل ذوق کی سی بھی گویائی نہیں کیونکہ قصد و اختیار بالکل مفقود ہے غرض اس اعتبار سے نہ خاموش اور نہ گویا بس) ایک نادر چیز ہے (اور) اس کے حال کا عبارت میں کوئی نام نہیں (یہ مطلب نہیں کہ اصطلاح میں اس کا کوئی نام نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا نام نہیں کہ وہ نام اس کی حالت کی تعبیر تام کے لئے کافی ہو اور اس کی حالت کے لئے کاشف ہو جاوے غرض یہ شخص ایک اعتبار سے تو) ان دونوں میں سے نہیں (یعنی نہ خاموش اور نہ گویا کما ذکر) اور (ایک اعتبار سے) یہ دونوں ہے وہ بوالعجب (یعنی گویا بھی اور خاموش بھی۔یعنی گویائی اگر ہے اپنی حالت کے مناسب ہے اور خاموشی بھی اپنی حالت کے مناسب اور ان دونوں معنی کا بھی ابھی بشرح قولہ نہ خموش ست و نہ گویا ذکر ہوا ہے اور گویائی کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خاموشی میں بھی اس کا حال اپنے آثار و برکات سے دوسروں کو ارشاد کر رہا ہے پس اس دلالت کے اعتبار سے گویا وہ گویا ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

بوالعجب باعتبار ظاہری صورت اجتماع عدم وملکہ یا ارتفاع عدم وملکہ یا مجموعہ اجتماع وارتفاع کے فرمایا احتمال اول و ثالث کا عجیب ہونا تو بوجہ امتناع کے ظاہر ہے اور احتمال ثانی اس لئے عجیب ہے کہ محل صالح سے ارتفاع عدم وملکہ ہر دو کا ممتنع ہے بخلاف ضدین کے کہ ان کا ارتفاع جائز ہے آگے اس مقام کی تفصیل سے عذر فرماتے ہیں کہ) اس کی شرح کہنا ادب (شریعت) سے خارج ہے (کیونکہ عوام الناس سمجھیں گے نہیں اگر اعتقاد کرلیا تو علماً گمراہ ہوں گے اور اگر قائل کے ساتھ انکار وایذا سے پیش آئے تو عملاً مرتکب گناہ ہوں گے اور ہر حال میں اضلال بالشریعت لازم آیا اور ایسے بہت کم ہیں کہ نہ قول کی تصدیق کریں اور نہ قائل کی تفسیق کریں اور باقی باوجود اس شخص کے حال کے ناقابل فہم ہونے کے اوپر جو ہم نے تشبیہ ماہی سے دی ہے اس سے شبہ قابل فہم ہونے کا نہ کرنا کیونکہ) یہ مثال رکیک اور غیر قابل ورود ہے لیکن محسوس میں اس سے بہتر نہیں تھی (خلاصہ یہ کہ اس مثال سے بھی عوام کو شبہ ہوگا کہ شاید حق تعالیٰ نعوذ باللہ مثل دریائے ہو اور یہ مثل ماہی کے اس کے اندر چلا جاتا ہو حالانکہ حق تعالیٰ کسی کا ظرف بننے سے یا کسی کے ساتھ حساً متصل ہو جانے سے وشل ذلک سب سے منزہ ہے اس لئے یہ مثال بھی رکیک ہے لیکن اس سے قریب کوئی مثال ملی نہیں اس لئے اہل فہم کے لئے لے آئے کہ وہ سمجھ لیں گے کہ تشبیہ میں کسی خاص وصف کا لحاظ ہوتا ہے نہ کہ تمام اوصاف کا اور یہاں وصف جو کہ وجہ تشبیہ ہے صرف وہ ہے جو بضمن تقریر شعر واں کے کش مرکب چو بیں شکست الخ مذکور ہوئی ہے اب اوپر کے قصہ کا حاصل فرماتے ہیں) حاصل یہ کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا اس حالت میں کہ اس کی جان پر درد تھی اور اس کا جگر پر سوز گرم تھا (آگے پھر قصہ ہے)۔

آمدن برادر میانگیں بجنازۂ برادر کہ ایں کوچک صاحب فراش بود از رنجوری و نواختن پادشاہ میانگیں را وصد ہزار غنایم غیبی وعینی بدو رسیدن از نظر شاہ

بچلے بھائی کا بھائی کے جنازے پر آنا کیونکہ چھوٹا بیماری کی وجہ سے بستر پر تھا اور بادشاہ کا بچلے کو نوازنا اور بادشاہ کی نظر سے اس کو لاکھوں غیبی اور عینی دولتیں حاصل ہونا

کوچکیں رنجور بود و آں وسط	بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط
چھوٹا تو بیمار تھا اور وہ منجھلا	فقط اس بڑے کے جنازہ پر آیا
شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست	کہ ازاں بحرست وایں ہم ماہی ست
بادشاہ نے اس کو دیکھا قصداً کہا کہ یہ کون ہے	یعنی اسی بحر سے ہے اور یہ بھی ماہی ہے
پس معرف گفت پور آں پدر	ایں برادر زاں برادر خرد تر
پس معرف نے کہا کہ یہ بھی اسی باپ کا بیٹا ہے	یہ بھائی اس بھائی سے چھوٹا ہے
شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار	کرد او را ہم بداں پرسش شکار
بادشاہ نے اس پر نوازش فرمائی کہ تو یادگار ہے	اسی پرسش سے اس کو بھی شکار بنا لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

از نوازشہائے آں شاہ وحید	در تن خود غیر جان جانے بدید
اس نے نوازش ہائے شاہ یکتا سے	اپنے تن میں جان کے علاوہ اور ایک جان بھی دیکھی
در دل خود دید عالی غلغلہ	کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ
اپنے دل میں ایک عالی شان غلغلہ دیکھا	جس کو صوفی سو چلہ میں بھی نہ پاوے
در دل خود یافت عالی عالمے	کان نیابد کس بصد خلوت ہمے
اپنے دل میں ایک رفیع الشان عالم پایا	جو کہ سو خلوت سے بھی نہ پاوے
عرصہ و دیوار و کوہ و سنگ تافت	پیش او چوں نار خنداں می شگافت
میدان اور دیوار اور کوہ اور سنگ سب روشن ہو گیا	اس کے سامنے مثل انار خنداں کے پھٹا جاتا تھا
ذرہ ذرہ پیش او چوں آفتاب	دمبدم می کرد صد گوں فتح باب
ایک ایک ذرہ اس کے روبرو مثل آفتاب کے ہو گیا	دمبدم سو طرح کا فتح باب کرتا تھا
باب گہہ روزن شدے گاہے شعاع	خاک گہ گندم شدے و گاہ صاع
باب کبھی روزن ہو جاتا کبھی شعاع بنتا تھا	خاک کبھی گندم ہو جاتی تھی اور کبھی صاع
در نظرہا چرخ بس کہنہ و قدید	پیش چشمش ہر دمے خلق جدید
نظروں میں افلاک بالکل کہنہ اور گوشت خشک تھے	اس کی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک خلق جدید تھی
روح زیبا چونکہ وارست از جسد	از قضا بیشک چنیں چشمش رسد
روح زیبا جب جسد سے چھوٹ جاتی ہے	تو حکم حق سے بے شک اس کو ایسی ہی آنکھ مل جاتی ہے
صد ہزاراں غیب پیشش شد پدید	انچہ چشم محرماں بیند بدید
لاکھوں امور مخفیہ اس کے سامنے ظاہر ہو گئے	واقفین کی آنکھ جو کچھ دیکھا کرتی ہے وہ اس نے بھی دیکھا
انچہ او اندر کتب بر خواندہ بود	چشم را در صورت آں بر کشود
اس نے جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا	آنکھ کو اس کی صورت میں کشادہ کر دیا
از غبار موکب آں شاہ نر	یافت او کحل عزیزی در بصر
اس شاہ نر کے غبار لشکر سے	اس نے سرمہ عزیزی بصر میں پایا
بر چنیں گلزار دامن می کشید	جزو جزوش نعرہ زن ھل من مزید
ایسے گلزار پر دامن کشیدہ چلتا تھا	اس کا ایک جزو ھل من مزید کا نعرہ لگاتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گلشنے کز بقل روید یک دم ست	گلشنے کز عقل روید خرم ست
جو گلشن کہ سبزہ سے پیدا ہو وہ ایک ساعت ہے	جو گلشن کہ عقل سے پیدا ہو وہ تازہ ہے
گلشنے کز گل دمد گردد تباہ	گلشنے کز دل دمد وافرحتاہ
جو گلشن کہ گل سے پیدا ہو وہ تباہ ہو جاتا ہے	جو گلشن کہ دل سے پیدا ہو وہ سبحان اللہ
علمہائے بامزہ دانستہ ماں	زاں گلستاں یک دو سہ گلدستہ داں
ہمارے مزہ دار جانے ہوئے علوم کو	اس گلستاں سے ایک یا دو یا تین گلدستہ جان
زاں زبوں یک دو سہ گل دستہ ایم	کاں در گلزار بر خود بستہ ایم
ہم اس سبب سے ایک دو تین گل دستہ کے مغلوب ہو رہے ہیں	کہ اس باب گلزار کو ہم نے اپنے اوپر مسدود کر رکھا ہے
آن چناں مفتاحہا ہر دم بناں	می فتد ایجاں دریغا از بناں
ایسی مفتاحیں ہر وقت روٹی کے عوض میں سرافگندہ ہے	گر رہی ہیں افسوس اے جان
ور دمے ہم فارغ آرندت زناں	گرد چادر گردی و عشق زناں
اور اگر کسی وقت لوگ تجھ کو فارغ کر دیتے ہیں	تو تو چادر اور عورتوں کے عشق کے گرد پھرتا ہے
باز استسقات چوں شد موجزن	ملک و شہرے بایدت پر ناں وزن
پھر جب تیرا استسقا موجزن ہوتا ہے	تجھ کو ایک شہر چاہئے جو نان اور زن سے پر ہو
مار بودی اژدہا گشتی مگر	یک سرت بود ایں زمانے ہفت سہ
تو سانپ تھا تو اژدہا بن گیا	تیرے ایک سر تھا اس وقت سات سر ہو گئے
اژدہائے ہفت سر دوزخ بود	حرص تو دانہ است دوزخ فخ بود
اژدہا سات سر والا دوزخ ہے	تیری حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے
دام را بدراں بسوزاں دانہ را	باز کن درہائے نوایں خانہ را
تو جال کو پھاڑ ڈال اور دانہ کو جلا دے	پھر اس بیت کے ابواب جدید کو کشادہ کر دے
چوں تو عاشق نیستی اے نرگدا	ہمچو کوہے بے خبر داری صدا
اگر تو عاشق نہیں ہے اے حریص	تو مثل پہاڑ کے بے خبر ہے محض ایک صدا رکھتا ہے
کوہ را گفتار کے باشد ز خود	عکس غیرست آں صدا اے معتمد
پہاڑ میں گفتار اپنے سے کب ہوتی ہے	وہ صدا غیر کا عکس ہوتا ہے اے معتمد

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت توزاں روکہ عکس دیگریست	جملہ احوالت بغیر عکس نیست
تیری گفتار جس طریق سے کہ دوسرے کا عکس ہے	تیرے تمام احوال بغیر عکس کے نہیں ہیں
خشم وذوقت ہردو عکس دیگراں	شادی و قوادہ و خشم عواں
تیرا خشم اور تیرا ذوق دونوں دوسروں کا عکس ہے	قوادہ کی خوشی اور پولیس کا غصہ
آں عواں راآں ضعیف آخر چہ کرد	کہ دہد او را بکینہ زجر و درد
اس سپاہی کا اس غریب نے آخر کیا بگاڑا ہے	کہ اس کو کینہ سے زجر اور تکلیف دے رہا ہے
تا بکے عکس خیال لامعہ	جہد کن تاگرددت ایں واقعہ
کب تک یہ عکس کہ خیال لامع ہے	تو کوشش کر کہ یہ تیرا واقعہ ہو جاوے
تاکہ گفتارت ز حال تو بود	سیر تو باپر و بال تو بود
تاکہ تیری گفتار تیرے حال سے ہو	تیری سیر تیری پروبال سے ہو
صید گیرد تیرہم باپر غیر	لاجرم بے بہرہ است از لحم طیر
شکار کو تیر بھی پکڑ لیتا ہے غیر کے پر سے	لامحالہ وہ لحم طیر سے بے بہرہ ہے
باز صید آرد بخود از کوہسار	لاجرم شاہش خوراند کبک وسار
باز شکار لاتا ہے خود پہاڑ میں سے	لامحالہ بادشاہ اس کو کبک اور سار کھلاتا ہے
باز باپر خود آرد صید شبک	لاجرم شاہش خوراند لحم کبک
باز اپنے پروں سے لاتا ہے جال کا شکار	لامحالہ بادشاہ اس کو لحم کبک کھلاتا ہے

چھوٹا (بھائی) تو بیمار تھا اور وہ منجھلا (بھائی) فقط اس بڑے (بھائی) کے جنازہ پر آیا۔ بادشاہ نے اس کو دیکھا (اور) قصداً کہا (باوجودیکہ کشف سے جانتا تھا) کہ یہ کون ہے یعنی (کیا یہ بھی) اس بحر سے ہے (جس سے یہ متوفی تھا) اور (کیا) یہ بھی ماہی ہے (جیسا وہ تھا۔ بحر سے مراد محبت اور ماہی سے محب اور مضاف الیہ اس کا بروئے کشف تو دختر اور بنا ؒعلی قول المعرف کہ اس نے بڑے شاہزادہ کو محب شاہ بتلایا تھا خود شاہ تھا) پس معرف نے کہا کہ یہ بھی اسی باپ کا بیٹا ہے (جس کا وہ تھا یعنی) یہ بھائی اس بھائی سے چھوٹا ہے بادشاہ نے اس پر نوازش فرمائی کہ تو (متوفی کی) یادگار ہے (اور بادشاہ نے) اسی پرشش (عنایت) سے اس کو بھی شکار (و مسخر) بنالیا (جیسا عموماً احسان میں خاصہ ہے خصوص جس سے مقصود معشوقہ کے ملنے کی امید ہو اس کا احسان وتلطف تو اور زیادہ موثر ہے خصوص جبکہ مقصود ظاہری کے ساتھ وہاں مقصود باطنی بھی منضم ہو جاوے جو کہ دیندار کی نظر میں اعظم المقاصد ہے) اس نے نوازشہائے شاہ یکتا ہے اپنے تن میں جان (متعارف) کے علاوہ اور ایک جان (یعنی حیوۃ قلب) بھی دیکھی (یعنی اپنے اندر اس کی محبت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے برکات باطنی واحوال محمودہ معاینہ کئے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اپنے دل میں ایک عالی شان غلغلہ دیکھا جس کو صوفی سو چلہ میں بھی نہ پاوے (جیسا کہ بعض اہل تصرف کی صحبت سے ایسا ہوتا ہے گو ایسے انعکاس کو استقرار نہیں ہوتا جب تک خود مجاہدہ سے رسوخ حاصل نہ کرے لیکن بطور انعکاس کے مشاہدہ ایسے آثار کا ضرور ہوتا ہے اور) اپنے دل میں ایک رفیع الشان عالم (احوال وبرکات کا) پایا جو کہ سوخلوت سے بھی (صوفی) نہ پاوے (ان انوار انعکاسیہ سے) میدان اور دیوار اور کوہ اور سنگ سب روشن ہو گیا (اور) اس کے سامنے (یہ سب) مثل انار خندان کے پھٹا جاتا تھا (یعنی ہر چیز مظہر صفات وکمالات حق کی نظر آتی تھی اور اس میں واردات ومعارف منکشف ہوتے تھے اور) ایک ایک ذرہ اس کے روبرو مثل آفتاب کے ہو گیا (اور وہ ایک ایک ذرہ) دمبدم سو طرح کا فتح باب (علوم) کرتا تھا (اور وہ باب (علم) کبھی روزن ہو جاتا (جس میں سے شعاعیں آیا کرتی ہیں اور) کبھی (خود) شعاع بنتا تھا (یعنی کبھی تو وہ علم خود مشہود رہتا اور کبھی وہ دوسرے علم کا مبداء انکشاف وواسطہ ظہور مثل روزن کے بن جاتا تھا اور) خاک کبھی گندم ہو جاتی تھی (جو کہ مقصود ہے) اور کبھی صاع (پیمانہ جو کہ مقصود کا ظرف اور موصل الی المقصود وواسطہ ہے یہ مثال ہے مضمون مصرعہ اولیٰ کی اور اس شاہزادہ کی نظروں میں (یہ ظاہری) افلاک بالکل کہنہ اور (مثل) گوشت خشک (کے معلوم ہوتے) تھے (اور) اس کی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک خلق جدید تھی۔ (یعنی کشف عجائب ملکوت سے یہ کائنات ناسوتیہ اس کو بے قدر معلوم ہوتے تھے جیسا کہ مقصود حقیقی کی تجلی کے وقت وہ ملکوت بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور یہاں بقرینہ لفظ خلق مقصود حقیقی مراد نہیں ہو سکتا یہ انکشاف مذکور کچھ عجیب نہیں قاعدہ ہے کہ) روح زیبا جب جسد سے چھوٹ جاتی ہے (یعنی اس کی توجہ لذات وتعلقات جسمانیہ کی طرف مغلوب ہو جاتی ہے جیسا مجاہدہ یا صحبت سے ایسا ہو جاتا ہے) تو حکم حق سے بیشک اس کو ایسی ہی آنکھ مل جاتی ہے (جس سے ایسے امور کا انکشاف ہونے لگتا ہے پس اسی طرح) لاکھوں امور مخفیہ اس (شہزادہ) کے سامنے (بھی) ظاہر ہو گئے (اور) واقفین (اسرار) کی آنکھ جو کچھ دیکھا کرتی ہے وہ اس نے بھی دیکھا (اور) اس (شہزادہ) نے جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا آنکھ کو اس کی صورت (کے مشاہدہ) میں کشادہ کر دیا (یعنی استدلالیات مشاہد ومکشوف ہو گئے حالات انفسیہ بھی کائنات آفاقیہ بھی اور) اس شاہ فر (یعنی شاہ چین) کے غبار لشکر (کی برکت) سے اس نے سرمہ عزیزی (اپنی) بصر میں پایا (غبار موکب کنایہ ہے صحبت سے کیونکہ صحبت سبب ہو گی اس کی ہمراہی میں غبار آلودہ ہونے کا بھی اور عزیزی میں یا مصدری ہے یعنی عزیز شدن اور عزیزے سے مراد صاحب باطن اور وہ) ایسے (عجیب غریب) گلزار پر (یعنی باغ علوم واحوال باطنی پر جس کا اوپر ذکر ہوا) دامن کشیدہ (وخراماں) چلتا تھا (اور باوجود اس کے) اس کا ایک ایک جزو (شدت اشتیاق سے) ہل من مزید کا نعرہ لگاتا تھا (جیسا اہل باطن طالب ترقی کے ہوا کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ دامن کشیدن کنایہ ہو نشان محو کرنے سے کہ عادت ہے جب قدم کا نشان محو کرنا چاہتے ہیں تو دامن خوب نیچا چھوڑ دیتے ہیں کہ اس سے وہ نشان مٹتا چلا جاوے تو گلزار سے مراد گلزار حسی یعنی باغ وبہار دنیا پردہ جھاڑ و پھیرتا چلا جاتا تھا اور گلزار معنوی کے اشتیاق میں ترقی ہوتی جاتی تھی اور یہ گلشن معنوی ایسی ہی چیز ہے چنانچہ) جو گلشن کہ سبزہ (وغیرہ) سے پیدا ہو وہ ایک ساعت (کا) ہے (یعنی تھوڑی مدت میں پژمردہ ہو جاتا ہے اور) جو گلشن کہ عقل (عالی) سے پیدا ہو (من العلوم والاحوال) وہ (ہمیشہ) تازہ ہے جو گلشن کہ گل سے پیدا ہو وہ (جلدی) تباہ (اور ویران) ہو جاتا ہے (اور) جو گلشن کہ دل سے پیدا ہو وہ سبحان

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ (اور وہ گلزار علوم واحوال کا ایسا ہے کہ) ہماری (ان) مزہ دار جانے ہوئے (رسمی علوم کو اس گلستاں (معنوی) سے ایک یا دو یا تین گلدستے جان (یعنی بہت قلیل وغیر ثابت جیسے گلدستہ بہ نسبت مجموعہ باغ کے) ہم اس سبب سے (اسی) ایک دو تین گلدستہ کے مغلوب (اور مفتون) ہو رہے ہیں کہ اس باب گلزار (معنوی) کو ہم نے اپنے اوپر مسدود کر رکھا ہے (یعنی ان علوم واحوال کے محبوب ہونے سے ان علوم رسمیہ کو بڑا کمال مایہ افتخار سمجھتے ہیں آگے ان کے مسدود ہونے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) ایسی مفتاحیں (جن سے ابواب علوم واحوال باطنہ مفتوح ہوتے ہیں) ہر وقت روٹی کے عوض میں سر انگشت سے گر رہی ہیں افسوس اے جان (روٹی سے مراد لذات وشہوات بطن یعنی طلب دنیا میں ان علوم واحوال کے اسباب کو ضائع کر رکھا ہے اور وہ اسباب یا مجاہدہ وصحبت ہے یا نور وبصیرت جو مجاہدہ وصحبت سے حاصل ہو علی سبیل منع الخلو) اور اگر کسی وقت لوگ تجھ کو فارغ کر دیتے ہیں تو (اس وقت) تو (عورتوں کی) چادر اور عورتوں کے عشق کے گرد پھرتا ہے (یعنی شہوت فرج کی طلب میں مشغول ہو جاتا ہے غرض ہر وقت مختلف لذات و شہوات میں مبتلا رہتا ہے اور) پھر جب تیرا استقا (ان لذات کے متعلق) موج زن ہوتا ہے (اس وقت) تجھ کو ایک شہر چاہئے جو نان اور زن سے پر ہو (مطلب یہ ہے کہ قدر ضروری پر بھی اکتفا نہیں ہوس بڑھتی چلی جاتی ہے پس قبل استقائے مذکور کے تو) تو سانپ تھا (اور اب) تو اژدھا بن گیا (پہلے) تیرے ایک سر تھا (اور) اس وقت سات سر ہو گئے (اور) اژدہا سات سر والا دوزخ ہے (کما قال تعالیٰ لھا سبعۃ ابواب پس تو ہفت سر ہو کر مشابہ دوزخ کے ہو گیا اور) تیری (یہ) حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے (یعنی جس طرح دانہ سبب ہوتا ہے جال میں گرفتار ہو جانے کا اسی طرح یہ حرص وشہوت سبب ہے گرفتاری دوزخ کا اب) تو (اس) جال کو (کہ دوزخ ومعاصی میں) پھاڑ ڈال اور (اس) دانہ کو (کہ حرص ورغبت ہے معاصی کی) جلا دے (اور) پھر اس بیت (علوم واحوال مذکورہ) کے ابواب جدید (تازہ شگفتہ دائمی حسب ما ذکر) کو کشادہ کر دے (کیونکہ مانع یہی امور تھے کما مر فی قولہ کان در گلزار بر خود بستہ ایم وقولہ آنچناں مفتاحہا الخ اور) اگر تو (حق تعالیٰ کا) عاشق (وطالب) نہیں ہے (جو کہ دولت ہائے مذکورہ سے مشرف ہوتا ہے) اے حریص (دنیا کما ذکر اور اس حرص کو مانع ان علوم واحوال کا نہیں سمجھتا اور اس وجہ سے اپنے علوم رسمیہ پر قانع ہے تو سمجھ لے کہ اس حالت میں) تو مثل پہاڑ کے بے خبر ہے (اور) محض ایک صدا رکھتا ہے (یعنی جس طرح پہاڑ میں جا کر کوئی بولے تو پہاڑ میں بھی اسی کی نقل پیدا ہوتی ہے مگر پہاڑ کو کچھ خبر نہیں یہی کیفیت اس حالت میں تیرے علوم کی ہے جن پر تجھ کو ناز ہے کہ خود تجھ کو ان کی حقیقت کی خبر نہیں دوسروں کی نقلیں تو بھی کر رہا ہے آگے وجہ تشبیہ کی تصریح ہے کہ) پہاڑ میں گفتار اپنے سے کب ہوتی ہے وہ صدا غیر کا عکس ہوتا ہے اے معتمد (یہی حال ہے تیرے علوم کا کما ذکر آنفا اور شرح اس کی یہ ہے کہ اگر وہ علوم متعلق احوال کے ہیں تب تو وہ احوال چونکہ ذوقی ہیں ان کا علم کافی بدوں اتصاف ان احوال کے نہیں ہوتا بلکہ وہ الفاظ ہی الفاظ ہوں گے جو دوسروں سے منقول ہیں اور اگر وہ علوم متعلق عقائد کے ہیں تو ان میں انشراح کافی محض دلائل تخمینہ سے نہیں ہوتا ضرورت ہے نور یقین کی جو موقوف ہے انقیاد محض للوحی وترک رائے پر اور یہ بھی بدوں اتصاف بالاحوال المذکورہ کے کامل نہیں ہوتا پس مبتلائے دنیا کے یہ علوم بھی الفاظ ہی الفاظ ہوں گے جو دوسروں سے منقول ہیں اسی کو مولانا نے فرمایا ہے عکس غیر ست آں صدا اے معتمد آگے اس عکسیت میں تعمیم کرتے ہیں کہ جس طرح تیرے اقوال عکس غیر ہیں اور یہ بعد تقریر مذکور کے بالکل ظاہر ہے اسی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

تیرے احوال بھی عکس غیر ہیں اور تیرا ان کو اپنا حال سمجھنا تیرا دھوکہ ہے پس فرماتے ہیں کہ) تیری گفتار جس طریق سے کہ دوسرے کا عکس ہے (اسی طرح) تیرے تمام احوال بغیر عکس کے نہیں ہیں (چنانچہ) تیرا خشم (یعنی سخط) اور تیرا ذوق (یعنی رضا) دونوں دوسروں کا عکس ہے (جیسے) قوادہ (یعنی دلالہ) کی خوشی اور پولیس کا غصہ (کہ دوسروں کا عکس ہے چنانچہ قوادہ اس سے خوش ہوتی ہے کہ کوئی فاسق جال میں پھنسا تو بچی میں مجھ کو بھی روپیہ ملے گا تو یہ خوشی عکس ہے اس فاسق کی شہوانی خوشی کی کہ اس کو شوق و رغبت فعل بد کی پیدا ہوئی پس اصل مبداء اس فعل کی خوشی کا اس میں ہے باقی اس فعل پر جو یہ قوادہ خوش ہوئی ہو حالانکہ اس فعل میں اس کو کوئی حظ نہیں وہ اس شخص کی خوشی سے مسبب ہے اور گو روپیہ ملنے کو اس کی خوشی کا سبب کہہ سکتے ہیں مگر وہ روپیہ ملنا بھی اسی شخص کے فعل سے مسبب ہے پس ہر حال میں اس کی خوشی عکس ہوئی اس شخص کی خوشی کی اور پولیس کا ظالم اہلکار کہ اکثر عوان کا اطلاق اسی پر آتا ہے اور اقتران ذکری قوادہ کے ساتھ بھی اس کا قرینہ ہے اس کا خشم ظالمانہ اکثر طمع زر میں ہوتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ) اس سپاہی کا اس غریب نے آخر کیا بگاڑا ہے کہ اس کو کینہ سے زجر اور تکلیف دے رہا ہے (اگر ایسا ہوتا تو اس کا خشم اصلی اور ناشی منشاء صحیح سے ہوتا جب یہ نہیں تو معلوم ہوا کہ طمع زر سے ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مظلوم اس سے ناراض ہے اس وجہ سے وہ اس کو زر دینا نہیں چاہتا پس اس کی ناراضی کا عکس اس کی ناراضی ہے اور چونکہ اس مظلوم کی ناراضی کا منشا صحیح ہے یعنی اس عوان کا ظالم ہونا اور ناحق روپیہ کی خواہش کرنا اس لئے اس کے خشم کو اصلی کہیں گے اور یوں نہ کہیں گے کہ وہ بھی خشم عوان کا عکس کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ عوان نے مانگا اور اس نے نہ دیا اس سے وہ عوان ناراض ہوا میری تقریر سے یہ شبہ رفع ہو گیا خلاصہ یہ کہ پس اسی طرح تیرے احوال دوسروں کے عکوس ہیں اور مراد میرے ذوق میں احوال مخاطب سے وہ احوال ہیں جن کو مخاطب باطنی سمجھتا ہے اور مقصود اس سے اس دھوکہ کا رفع کرنا ہے کہ اوپر جن کو خطاب کیا ہے کہ علوم و احوال باطنیہ حاصل کرو ان میں سے بعض کے اس کہنے کا احتمال تھا کہ ہم کو تو ایسے احوال بھی حاصل ہیں کیونکہ اکثر مغروران علم اپنے کو مقدس بھی سمجھتے ہیں خصوص اگر کسی قدر تھوڑی بہت طریقت کی طرف توجہ بھی رہی ہو تو ایسے دھوکہ کا بہت زیادہ احتمال ہے پس مولانا اس کی تحقیق کرتے ہیں کہ وہ احوال جن کا تجھ کو توہم ہوا ہے وہ محض خیالات ہیں یا تو ان احوال کے توہم کے وقت کچھ اسباب دینیہ کے ساتھ دنیوی اغراض بھی مقترن اور عارض ہو جاتی ہیں اور وہ احوال ان سے مسبب ہوتے ہیں اور دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ مسبب ہیں اسباب دینیہ سے مثلاً کسی وقت نماز یا قرآن میں لطف ہوا اور اتفاق سے اس وقت کسی امیر یا محبوب نفسانی کا قرب ہے اصل حظ اس سے ہے مگر اس کو شبہ ہو گیا کہ نماز یا قرآن سے ہے اور یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی صحبت سے کچھ مناسبت ہوئی تو وہ چند روزہ ان کا عکس ہے اور یہ شخص اس کو اپنی صفت اور حال سمجھ گیا غرض ہر حال میں وہ احوال متوہمہ خیالات ہیں یہ حاصل ہے مولانا کی تحقیق کا اب آگے ترغیب دیتے ہیں کہ ان علوم رسمیہ پر کہ نقل و قال محض ہے اور ان احوال متوہمہ پر کہ عکوس و خیالات ہیں قناعت مت کرو بلکہ احوال صحیحہ جس کے اسباب اوپر مذکور ہوئے ہیں یعنی مجاہدہ و انقیاد یہ حاصل کرو پس فرماتے ہیں کہ) کب تک (رہے گا) یہ عکس کہ خیال لامع ہے (جیسے بعض ماؤف العین لوگوں کی نگاہ کے سامنے غیر واقعی خیالات چمک اٹھتے ہیں اور لامعہ صفت خیال کی اور خیال کی طرف اضافہ عکس کی بیانیہ ہے) تو کوشش کر کہ یہ تیرا واقعہ (یعنی صفت واقعیہ) ہو جاوے (یعنی تو ان علوم و احوال سے متصف ہو جاوے تاکہ تیری گفتار تیرے حال سے

ہو (اور) تیری سیر تیرے پروبال سے ہو (یعنی تیرا کلام ناشی ہو حال اور بصیرت سے نہ کہ نقل محض جیسے کوئی دوسرے کے بال و پر سے اڑے آگے ایک مثال میں فرق بیان کرتے ہیں تحقیق اور نقل الفاظ میں یعنی دیکھو) شکار کو تیر بھی پکڑ لیتا ہے غیر کے پر سے (اس لئے) لامحالہ وہ لحم طیر سے بے بہرہ ہے (و دوسر) باز شکار لاتا ہے خود پہاڑ میں سے (اس لئے) لامحالہ بادشاہ اس کو کبک اور سار (کا گوشت) کھلاتا ہے (فی الحاشیہ سار جانوریست پرندہ سیاہ کو خالہائے سفید دارد و خوش آواز بود و بیشتر شکار ملخ کند اھ آگے تفسیر آرد بخودی اور تاکید بیت بالا کی ہے یعنی) باز اپنے پروں سے لاتا ہے جال کا شکار (یعنی وہ شکار جو کبھی جال سے پکڑا جاتا ہے یہ قید واقعی ہے اس لئے) لامحالہ بادشاہ اس کو لحم کبک کھلاتا ہے (پس نقال مثل تیر کے ہے کہ دوسرے کے پر سے اڑتا ہے اور صاحب بصیرت مثل باز کے پس اسی طرح نقال ثمرات علم سے محروم رہتا ہے اور صاحب بصیرت فائز ہوتا ہے)۔

منطقے کز وحی نبود از ہواست	ہمچو خاکے در ہوا و در ہباست
جو کلام کہ وحی سے نہ ہو ہوا سے ہے	مثل خاک کے ہوا اور غبار میں ہے
گر نماید خواجہ را ایں دم غلط	ز اول والنجم برخواں چند خط
اگر میاں صاحب کو یہ دعویٰ غلط معلوم ہو	تو اول والنجم سے چند نقوش پڑھ لے
تا کہ ماینطق محمد عن ہوی	ان ہو الا بوحی احتوی
ما ینطق عن الھویٰ	ان ھو الا وحی یوحیٰ تک
تا بدانی کہ محمدؐ از ہوا	وانگفت و گفت از وحی خدا
تاکہ تو معلوم کرلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا سے	نہیں فرمایا اور وحی خدا سے فرمایا
احمدا چوں نیستت از وحی یاس	جسمیاں را دہ تحری و قیاس
اے احمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے	تو جسمیوں کو تحری اور قیاس عطا فرمایئے
بید را گر میوہ نے باشد ظلال	کز ضرورت ہست مردارے حلال
درخت بید میں اگر میوا نہیں ہوتا تو سایہ تو ہوتا ہے	کیونکہ ضرورت کے سبب مردار حلال ہو جاتا ہے
گر تحری نیست در کعبہ وصال	لیک ہست اندر بیاباں ضلال
اگر تحری کعبہ وصال میں نہیں ہے	لیکن بیاباں ضلال میں تو ہے
بے تحری واجتہادات ہدی	ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوی
بدوں تحری و اجتہاد ہدیٰ کے	جو شخص ہوا سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے
ہمچو عادش بر برد باد و کشد	نے سلیمانست تا تختش کشد
تو اس شخص کو مثل عاد کے ہوا تباہ کردے گی اور قتل کردے گی	وہ سلیمان نہیں ہے تاکہ وہ ان کے تخت کو کھینچے

www.besturdubooks.wordpress.com

عاد را بادست حمال خذول	ہمچو برہ در کف مرد اکول
عاد کے لئے ہوا حمال مخالف ہے	مثل بکری کے بچہ کے کھانے والے کے ہاتھ میں
ہمچو فرزندش نہادہ برکنار	می برد تا بکشدش قصاب وار
مثل فرزند کے اس کو آغوش میں رکھے ہوئے	لئے جا رہا ہے تاکہ اس کو قصاب کی طرح قتل کرے
عادیاں را باد ز استکبار بود	یار خود پنداشتند اغیار بود
عاد والوں کو یہ ہوا تکبر کی وجہ سے تھی	انہوں نے اپنا یار گمان کیا اغیار تھے
چوں بگردانید ناگہ پوستین	خرد آن شکست آں مبس القرین
جب اس نے پوستین الٹ دیا	تو ان کو اس مبس القرین نے ریزہ ریزہ کر کے شکستہ کر ڈالا
باد را بشکن کہ بس فتنہ است باد	پیش ازاں کت بشکند او ہمچو عاد
باد کو شکستہ کر دے کہ یہ باد سخت فتنہ ہے	قبل اس کے کہ تجھ کو وہ عاد کی طرح شکستہ کر دے
ہود دادے پند کاے پر کبر خیل	برکند ازدست تاں ایں باد ذیل
ہود علیہ السلام نصیحت کرتے تھے کہ اے پر تکبر جماعت	تمہارے ہاتھ سے یہ ہوا دامن چھڑا لے گی
لشکر حق ست باد و از نفاق	چند روزے باشما کرد اعتناق
ہوا لشکر حق ہے اور نفاق کے طور پر	اس نے چند روز تمہارے ساتھ معانقہ کر رکھا ہے
او بسر با خالق خود راست ست	چوں اجل آید برآرد باد دست
وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ ہے	جب میعاد آوے گی ہوا ہاتھ لگائے گی
ایں ہماں بادست کایمن میگذشت	بود ہمچوں جاں و ہمچوں مرگ گشت
یہ وہی ہوا ہے جو باامن ہو کر گزرا کرتی تھی	مثل جان کے تھی اور مثل موت کے ہو گئی
دست آنکس کو بکردت دست بوس	وقت خشم آں دست میگردد دبوس
جس شخص کا ہاتھ تیری دست بوسی کیا کرتا تھا	غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز ہو جاتا ہے
باد را اندر دہن بیں رہگذر	ہر نفس آیاں رواں در کروفر
اس ہوا ہی کا گذر منہ کے اندر دیکھ لے	ہر وقت آئندہ روندہ ہے کروفر کے ساتھ
حلق و دندانہا ازو ایمن بود	حق چو فرماید بدنداں در رود
حلق اور دنداں اس سے ایمن رہتے ہیں	جب حق تعالیٰ حکم دے دیں تو وہ دانت کے اندر گھس جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کوہ گردد ذرۂ باد و ثقیل	درد دنداں داردش زار و علیل
ذرۂ باد کوہ اور ثقیل ہو جاتا ہے	درد دنداں اس کو زار اور علیل رکھتا ہے
یارب و یارب برآرد او زجاں	کہ ببر ایں باد را اے مستعاں
یارب یارب جان سے ظاہر کرتا ہے	کہ اس ہوا کو اے مستعان دور کر
اے دہاں غافل بدی زیں باد رو	ازبن دنداں در استغفار شو
اے دہن تو اس ہوا سے غافل تھا جا	تہہ دل سے استغفار میں مشغول ہو
چشم سختش اشکہا باران کند	منکراں را درد اللہ خواں کند
اس شخص کی چشم سخت آنسوؤں کو جاری کر دیتی ہے	منکروں کو درد اللہ کا نام لینے والا کر دیتا ہے
چوں دم یزداں نہ پذرفتی زمرد	وحی حق را ہیں پذیرا شوز درد
جب تو نے کلام حق کو مرد سے قبول نہ کیا	تو وحی حق کو درد ہی کی وجہ سے قبول کر لے
باد گوید پیکم از شاہ بشر	گہ خبر خیر آورم گہہ شور و شر
ہوا کہتی ہے کہ میں مالک البشر کی طرف سے قاصد ہوں	کبھی خیر کی خبر لاتی ہوں کبھی شور و شر
من چو تو غافل ز شاہ خود کیم	زانکہ ماموریم امیر خود تیم
میں تیری طرح اپنے بادشاہ سے غافل کب ہوں	کیونکہ میں مامور ہوں اپنی امیر نہیں ہوں
گر سلیمان وار بودے حال تو	چوں سلیمان گشتمے حمال تو
اگر تیرا حال سلیمان علیہ السلام کی طرح ہوتا	تو میں سلیمان کی طرح تیری حمال ہوتی
عاریستم گشتمے ملک کفت	کردمے بر راز خودمن واقفت
میں عاریت ہوں تیرے ہاتھ کی ملوک ہو جاتی	میں تجھ کو اپنے راز پر واقف بناتی
لیک چوں تو باغئی من مستعار	می کنم خدمت ترا روزے سہ چار
لیکن چونکہ تو باغی ہے میں مستعار طور پر	تیری خدمت تین چار روز کرتی ہوں
پس چو عادت سرنگوتیہا دہم	ز اسپہ تو باغیانہ برجہم
پھر عاد کی طرح تجھ کو بہت سی سرنگونی دوں گی	تیری سپاہ سے باغیوں کی طرح نکل جاؤں گی
تابغیب ایمان تو محکم شود	آں زماں کایمانت مایہ غم شود
انجام یہ ہوگا کہ تیرا ایمان بالغیب اس وقت محکم ہو	جس وقت کہ ایمان لانا تیرے لئے مایہ غم ہو جاوے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں زماں خود جملگاں مومن شوند	آں زماں خود سرکشاں بر سر دوند
اس وقت خود سب مومن ہو جاتے ہیں	اس وقت خود تمام سرکش سر کے بل دوڑنے لگتے ہیں
آں زماں زاری کنند و افتقار	ہمچو دزد و راہزن در زیر دار
اس وقت زاری و افتقار کرتے ہیں	جیسے چور و ڈاکو زیر دار
لیک گر در غیب گردی مستوی	مالک دارین و شحنہ خود توئی
لیکن اگر تو غیب میں مستقیم ہو جاوے	تو تو مالک دارین اور شحنہ ہو جاوے
رونماید بادشاہی مقیم	نے دو روزہ مستعارست و سقیم
ملک دائم منہ دکھلائے گی	وہ دو روزہ مستعار اور سقیم نہیں ہے
رستی از بیگار و کار خود کنی	ہم تو شاہ و ہم تو طبل خود زنی
تو بیگار سے چھوٹ جاوے اور اپنا کام کرنے لگے	تو بادشاہ بھی ہو جاوے اور تو اپنا نقارہ بھی بجاوے
چوں گلو تنگ آورد برما جہاں	خاک خورد کاشکے حلق و دہاں
جب گلوہم پر عالم کو تنگ کر رہا ہے	تو کاش حلق و دہاں خاک کھایا کرتا

(اوپر علوم بے بصیرت واحوال بے حقیقت کی تزییف تھی جس میں غالب مضمون احوال کے متعلق تھا آگے ایسے علوم کے متعلق مضمون ہے پس فرماتے ہیں کہ) جو کلام کہ وحی (کے فیض) سے (کہ مشروط ہے انقیاد وحی کے ساتھ علماً و عملاً) نہ ہو (وہ) ہوا (بے نفسانی) سے ہے (اور وہ) مثل خاک کے ہوا اور غبار میں ہے (یعنی اس میں ثبوت اور قوت نہیں اور ادلہ شرعیہ سب وحی کے مدلول میں داخل ہیں اور) اگر میاں (منکر) صاحب کو یہ دعویٰ غلط معلوم ہو تو اول والنجم سے چند نقوش پڑھ لے (مراد نقوش سے الفاظ و جملے جو لکھنے کی حالت میں نقوش واللہ علی العروف ہوتے ہیں گر پڑھنے کے اعتبار سے الفاظ کہے جاویں گے اور اس شعر میں لفظ اول میں ابتداء ان جملوں کی بتلائی تھی آگے ان کی غایت بتلاتے ہیں یعنی اول سے پڑھ لے) ماینطق عن الھوی ان ھوالاوحی یوحی تک تا کہ (اس کے پڑھنے سے) تو معلوم کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا سے نہیں فرمایا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ جو نطق وحی سے نہ ہوگا وہ اس کے مقابل سے ہوگا۔ یعنی ہوی سے وھوالمطلوب اور شعر تا کہ الخ میں تا بمعنی الی ہے نہ بمعنی لام اور مصرعہ اولیٰ میں نام مبارک اور مصرعہ ثانیہ میں لفظ احتویٰ وزن کے شعر کے لئے بڑھایا ہے اور احتوی بمعنی احاطہ ہے اور یہ صفت ہے وحی کی اور اس میں عائد الی الوحی کہ مفعول ہے احتوی کا مقدر ہے یعنی احتواہ اور ضمیر فاعل راجع ہے لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مذکور فی المصراع الاول کی طرف اور معنی ظاہر ہیں اور چونکہ اس پر ظاہراً شبہ ہوتا تھا کہ اس سے تو اجتہاد و قیاس شرعی کا بھی داخل ہوی ہونا لازم آتا ہے کیونکہ وہ وحی نہیں ہے آگے اس کا جواب دیتے ہیں جس کی طرف بندہ نے بھی شعر اول کی تقریر میں مختصراً اشارہ کر دیا ہے پس بعنوان خطاب حق للنبی صلی اللہ علیہ وسلم جواب شروع کرتے ہیں کہ) اے احمد صلی

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ علیہ وسلم جب آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے تو جسمیوں کو (یعنی جو ملائکہ روحانیین منزلین وحی کا آپ کی طرح بطریق قطعی مشاہدہ نہیں کرتے مراد یہ کہ غیر اصحاب وحی کو) تحری (یعنی اجتہاد) اور قیاس عطا فرمایئے (حاصل جواب کا یہ ہے کہ عدم تیسر وحی کے وقت وہ بھی حکما بجائے اسی کے ہے لان البدل له حکم المبدل و یفهم کونه بدلا من قوله چوں نیستت الخ پس وہ بھی حجت ہے اور ہویٰ وہ ہے جو اس کے بھی علاوہ ہو یعنی رائے محض وتخمین بحت کہ وحی کی طرف مستند بھی نہیں باقی قیاس تو مظہر حکم ہوتا ہے اور مثبت اس حکم قیاسی کا بھی وحی ہی ہے پس وہ ہویٰ میں داخل نہیں اور علاوہ دلالت بدلیت قیاس من الوحی علی کون القیاس فی حکم الوحی کے اس پر ایک اور دلالت بھی اس شعر میں ہے وہو قولہ جسمیاں را دہ یعنی یہ بھی عطا فرمایا ہوا اور اجازت دیا ہوا حضور ہی کا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور دادن میں حکم دادن کا داخل ہونا ایسا ہے جیسا اس آیت میں وما اتاکم الرسول فخذوه الخ اور مولانا کے اس کلام سے یہ بھی مستنبط ہو سکتا ہے کہ ضرورت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قیاس کی اجازت ہے کیونکہ جواز قیاس کو معلل کیا ہے یاس من الوحی سے کما ہو مفہوم قولہ چوں نیستت الخ تو جب وقت ضرورت تک وحی نہ آئی تو علت پائی گئی پس جواز کا حکم بھی پایا جاوے گا و علیہ اکثر العلماء اور جسمیان کی جو میں نے تفسیر کی ہے اس میں تمام غیر اہل وحی داخل ہو گئے من العلماء والمجتہدین والاولیاء والمکاشفین گو بعض افراد اس تحری کے زیادہ قناعت بخش ہوں کعلوم اہل الاحوال لہم مگر درجہ میں وحی کی برابر نہ ہوں گے آگے مضمون شعر ہذا کی مثال ہے یعنی) درخت بید میں اگر میوہ نہیں ہوتا تو سایہ تو ہوتا ہے (اسی طرح جس کے پاس وحی نہ ہو تحری وقیاس بھی درست اور واجب العمل ہے) کیونکہ ضرورت کے سبب مردار حلال ہو جاتا ہے (جو پہلے حلال نہ تھا اور حلال نہ ملنے کے وقت جب اضطرار شدید ہو حلال بلکہ بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہو جاتا ہے کہ اگر نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار مرے گا کما صرح الفقہاء بہ اسی طرح تحری واتباع دلیل ظنی جس میں الہام واجتہاد سب داخل ہے پہلے جائز نہ تھا مگر وحی نہ ملنے کے وقت درست بلکہ واجب ہو گیا اور تشبیہ مردار کے ساتھ عدم جواز فی الاصل وجواز یا وجوب وقت الضرورۃ میں ہے آگے ایک مسئلہ جزئیہ سے بھی اس کی تائید ہے یعنی) اگر تحری کعبہ وصال میں نہیں ہے لیکن بیابان ضلال میں تو ہے (وصال سے مراد مشاہدہ کہ لازم است وصال را یعنی کعبہ مشاہدہ کردہ شدہ اور ضلال بمعنی ماوقع الضلال عنه ای لم یدر ولم یعلم یعنی دیکھو ضرورت کے وقت اس تحری کی اجازت دی گئی جو کعبہ کے دیکھتے ہوئے جائز نہ تھی سو تحری واجتہاد کی دو قسم ہوئیں ایک بضرورت جس کی شریعت نے اجازت دی بشرائطہ اس کو نظرا الی الثمرۃ الآتی اجتہاد ہدی سے ملقب کرنا مناسب ہے اور ایک وہ جو بلا ضرورت ہو یعنی دلیل شرعی کے ہوتے ہوئے کہ ان ادلہ نے سب ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے پھر اجتہاد کرنا کہ اس میں شرائط مفقود ہوں گی کیونکہ منجملہ شرائط یہ بھی ہے کہ ضرورت ہو اور یہاں ضرورت نہیں لہٰذا کہ اس کو اجتہاد غیر ہدی سے ملقب کیا جاوے کفضیع المدعین للحکمة فی زماننا اوپر قسم اول کا جواز بیان فرمایا ہے آگے دوسری قسم کا ابطال کرتے ہیں کہ) بدوں تحری واجتہاد ہدی کے (یہ ہدی بواسطہ عطف کے دونوں کی قید ہے) جو شخص ہوا (نفسانی) سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے (اس میں یہ بتلا دیا کہ اس صورت میں وہ تحری خود اور جو اس سے ثابت کیا ہے وہ بھی بدعت وضلالت ہوگا اور راز ہوا قید واقعی ہے) تو اس شخص کو مثل عاد کے ہوا تباہ کر دے گی اور قتل کر دے گی (اس مصرعہ میں ہوی نفسانی کو ہوائے عنصری سے تشبیہ دے کر اس کی طرف کشتن کی اسناد بطور اسناد الی السبب کے کی ہے یعنی وہ اس اتباع ہوی سے ہلاک ہو جاوے گا) وہ سلیمان نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ وہ (ہوا) ان کے تخت کو کھینچے (یعنی وہ اگر اتباع تحری میں منقاد حق ہوتا جیسے تحری ہدی کے اختیار کرنے والے ہیں تو وہ سبب ہو جاتا اس کے ارتفاع رتبہ عنداللہ کا تو تحری مرتبہ کلی میں ایک چیز ہے اس کے دو اثر ہیں ایک اثر اس کی ایک قسم کا اور دوسرا اثر دوسری قسم کا مثل ہوا کے کہ عاد کے ساتھ اور فعل اور سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اور فعل آگے تشبیہ بہ ہوائے عاد کی مزید توضیح ہے کہ) عاد کے لئے ہوا حال مخالف ہے مثل بکری کے بچے کے کھانے والے کے ہاتھ میں (کہ) مثل فرزند کے اس کو آغوش میں رکھے ہوئے لئے جا رہا ہے تا کہ اس کو قصاب کی طرح قتل کرے (پس اسی طرح ہوا جو عاد کو ان کی جگہ سے اٹھاتی ہے تو پٹکنے کے لئے اگرچہ اولاً ان کو موافقت کا دھوکہ ہوا کما سیاتی فی قولہ فلما راوہ عارضاً اور) عاد والوں کو یہ (سزائے) ہوا تکبر (خصوص علی الانبیاء) کی وجہ سے تھی (کما قال تعالےٰ فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق ثم رتب علیہ قولہ تعالیٰ فارسلنا علیہم ریحاً صرصراً الآیہ) انہوں نے (اس کو) اپنا یار (اور موافق) گمان کیا (قال تعالیٰ فلما راوہ عارضا مستقبل اودیتہم قالوا ھذا عارض ممطرنا لیکن وہ) اغیار تھی (قال تعالیٰ بل ھو ما استعجلتم بہ ریح فیھا عذاب الیم الآیہ چنانچہ) جب اس نے پوستین الٹ دیا (یعنی اس نے دوسری صورت جو کہ اصلی تھی ظاہر کی) تو ان کو اس مبس القرین نے ریزہ ریزہ کر کے شکستہ کر ڈالا (اس کا انطباق مشبہ میں یوں ہوگا کہ اس وقت وہ رائے اور ہوا لذیذ معلوم ہوتی ہے مگر چونکہ منشا اس اتباع رائے کا تکبر ہے کہ اپنے کو قابل مزاحمت قواعد وحی کے سمجھتا ہے انجام میں یہ ہوئی جس کا منشا تکبر تھا ان کو ہالک اور خاسر کرے گی آگے اس کبر کے ازالہ کا امر فرماتے ہیں جو مفضی الی الہلاک ہوگا کہ اے مخاطب) باد کو (یعنی کبر و ہوا کو کہ مشابہ باد ہے) شکستہ کر دے کہ یہ باد سخت فتنہ ہے (اور یہ شکستہ کرنا) قبل اس کے (ہونا چاہئے) کہ تجھ کو وہ عاد کی طرح شکستہ کر دے (یعنی وقت عقوبت سے پہلے دار العمل ہی میں اس کی اصلاح کر لے جس کے لئے لازم ہے انقیاد للوحی آگے ہوائے نفسانی کے مشبہ بہ یعنی ریح عاد کی طرف رجوع ہے جس سے ایک اور فائدہ علاوہ فائدہ مذکورہ کے مستنبط کریں گے کہ اجزائے عالم سب مسخر قدرت ہیں جس کو جس کے لئے جب تک چاہے نافع بنا دے اور اسی طرح مضر بنا دے پس فرماتے ہیں کہ) ہود علیہ السلام نصیحت کرتے تھے کہ اے پر تکبر جماعت تمہارے ہاتھ سے یہ ہوا (اپنا) دامن چھڑا لے گی (یعنی دشمن ہو جاوے گی کیونکہ یہ) ہوا لشکر حق ہے اور نفاق کے طور پر (یعنی ظاہری طور پر وہذا استعارۃ) اس نے چند روز تمہارے ساتھ معانقہ کر رکھا ہے (مگر) وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ ہے جب (تمہاری ہلاکت کی) میعاد آوے گی (یہ) ہوا ہاتھ (پاؤں) نکالے گی (اور) یہ وہی ہوا ہے جو باامن ہو کر گزرا کرتی تھی (یہ) مثل جان کے تھی اور (اب) مثل موت کے ہو گئی (اور اس کی ایسی مثال ہے کہ) جس شخص کا ہاتھ تیری دست بوسی کیا کرتا تھا غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز ہو جاتا ہے (اور مثال سے قطع نظر خود) اس ہوا ہی کا گزر منہ کے اندر (بھی) دیکھے (کہ) ہر وقت آئندہ روندہ ہے کروفر کے ساتھ (مراد اس سے سانس ہے کہ وہ بھی ہوا ہے اور بھی اس لئے کہا کہ کبھی صرف ناک کی راہ سے اس کی آمد و رفت ہوتی ہے اور) حلق اور دندان اس سے ایمن رہتے ہیں (ان کو ایذاء نہیں پہنچاتی مگر اسی ہوا کو) جب حق تعالیٰ حکم دے دیں تو وہ دانت کے اندر گھس جاتی ہے (اور) ذرۂ باد (اس وقت ایک) کوہ اور ثقیل ہو جاتا ہے (اور) درد دندان اس (دندان یا صاحب دندان) کو زار اور علیل رکھتا ہے (اس کی طبی توجیہ حسب قول حکیم محمد ہاشم سلمہ یہ ہے کہ مسوڑھوں میں کوئی تر مادہ پیدا ہو جاتا ہے اس سے بخارات اٹھ کر مستحیل بریاح ہو کر اعصاب میں تحدید

پیدا کرتے ہیں اس سے درد پیدا ہو جاتا ہے اُنھی بلفظ اور اس وقت) یارب یارب جان سے ظاہر کرتا ہے کہ اس ہوا کو اے مستعان دور کر (تو دیکھو وہی ہوا جو نافع تھی مضر ہو گئی اور اس مقام پر وہ فائدہ مستنبطہ حاصل ہو گیا آگے اس سے ایک اور مضمون کی طرف انتقال ہے کہ جب یہ سب مسخر حق ہیں تو اس کی اطاعت اور ذکر اختیار کر پس فرماتے ہیں کہ) اے دہن تو اس ہوا سے غافل تھا جا (اور) تہ دل سے استغفار میں مشغول ہو (آگے تکلیف کا ایک نفع بیان کرتے ہیں کہ درد ایسی چیز ہے کہ) اس شخص (صاحب درد) کی چشم سخت آنسوؤں کو جاری کر دیتی ہے (اور) منکروں کو درد اللہ کا نام لینے والا کر دیتا ہے (آگے فرماتے ہیں کہ جب درد میں یہ خاصیت ہے تو تجھ کو اس سے انتفاع چاہئے اور پہلی غفلت کو جو کہ باوجود استماع احکام کے زائل نہ ہوئی تھی اب زائل کر دینا چاہئے پس فرماتے ہیں کہ) جب تو نے کلام حق کو مرد (حق) سے قبول نہ کیا تو وحی حق کو (اس) درد ہی کی وجہ سے قبول کر لے (آگے اوپر کے دونوں مضمونوں کا مجموعہ ہے یعنی اجزائے عالم کا مسخر حق ہونا اور انقیاد للحق کا ضروری ہونا ذکر الاول فی اشعار کثیرۃ والثانی اولاً فی قولہ بادرا شکن الخ وثانیاً فی قولہ ای دہاں غافل بدی الخ وقولہ چوں دم یزداں الخ پس ارشاد فرماتے ہیں کہ) ہوا کہتی ہے میں مالک البشر کی طرف سے (مثل) قاصد (کے) ہوں کبھی خیر (اور نفع) کی خبر لاتی ہوں (اور) کبھی شور شر (کی خبر لاتی ہوں اور) میں تیری طرح اپنے بادشاہ سے غافل کب ہوں کیونکہ میں مامور ہوں اپنی امیر نہیں ہوں (اور ہوا یہ بھی کہتی ہے کہ) اگر (انقیاد میں) تیرا حال سلیمان علیہ السلام کی طرح ہوتا تو میں سلیمان کی طرح تیری حمال ہوتی (یعنی بامر حق تجھ کو نفع ہی پہنچایا کرتی خواہ ظاہرا بھی یا صرف باطنا جیسا کہ مضار دنیویہ سے منافع آخرت اہل ایمان کو حاصل ہوتے ہیں اب تو بحالت تیرے عدم انقیاد کے دنیوی حوائج کے لئے تیرے کار آمد ہونے میں) میں عاریت ہوں (انقیاد کی حالت میں) تیرے ہاتھ کی مملوک ہو جاتی (یعنی مثل مملوک کے ہر وقت خادم و نافع ہوتی اور) میں تجھ کو اپنے راز پر واقف بنا تی (یہ اسناد مجازی ہے یعنی سبب واقفیت کا ہو جاتی اس طرح سے کہ ہوا بھی آیات الٰہیہ سے ہے اور متضمن ہے حکم و مصالح کو کہ منجملہ ان کے بصیرت بالحق ہے کما قال تعالیٰ و فی الارض ایات للموقنین و فی انفسکم افلا تبصرون اور انقیاد للحق میں خاصہ ہے صحت بصیرت کا پس اگر انقیاد اختیار کرتا تو ہوا کے بھی ان اسرار کی اس کو بصیرت ہوتی) لیکن چونکہ تو باغی ہے (اس لئے) میں مستعار طور پر تیری خدمت (دنیویہ) تین چار روز کرتی ہوں (چنانچہ ہوا سے دنیوی انتفاع جس کا ظاہر ہے اور) پھر (مرنے پر) عاد کی طرح تجھ کو بہت سی سرنگونی دوں گی (اور) تیری سپاہ (اور نافع چیزوں) سے باغیوں کی طرح نکل جاوں گی (اور سبب ضرر بنوں گی سبب ضرر بننا یہی ہے کہ حق تعالیٰ اس پر سزا دیں گے کہ باوجود میری سب آیات اور نعم کے تو نے میرے ساتھ کفر کیا اور اس شعر سے پہلے یقینا روزے سہ چار سے مراد عمر حیوۃ دنیا ہے اور اس شعر میں اس کے بعد لفظ پس آیا ہے جو تعقیب کے لئے ہے اور حیوۃ دنیویہ سے معقب حالت موت ہے عین موت بھی اور مابعد الموت بھی سو اس دلیل سے حکم سرنگونیہا دہم اور باغیانہ برجہم کا ظرف زمان حالۃ الموت ہوئی چنانچہ بندہ نے ترجمہ اسی کی موافق کیا ہے آگے اس حکم مذکور من حیث التقیید بہذا القید کی عاقبت فرماتے ہیں یعنی حالت موت میں تیرے لئے میرے واسطہ عقوبت بننے کا) انجام یہ ہوگا کہ تیرا ایمان بالغیب اس وقت محکم ہو جس وقت کہ ایمان لانا (تجھ کو نافع نہ ہو بلکہ غیر مقبول ہونے کی حسرت سے اور زیادہ) تیرے لئے مایہ غم ہو جاوے (مراد اس سے وہ وقت ہے جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا اور یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ بمعنی لام عاقبت ہے اس میں اس شخص کی بغاوت الی آخرالحیوۃ پر وعید سنانا ہے کہ اس وقت حقیقت ان آیات سے متنبہ نہ ہونے کی معلوم ہوگی کہ جب معلوم ہونا مفید نہ ہوگا اور معلوم کر کے ایسے وقت ایمان لاوے گا کہ اور حسرت ہوگی کہ میں ایمان بھی لاتا ہوں اور نافع نہیں ہوتا اور اگر ایمان نہ لاتا تو صرف عقوبت کا الم ہوتا یہ حسرت نہ ہوتی جیسا کہ احقر نے ایمانت مایئم کی تفسیر میں اس کو ظاہر بھی کر دیا ہے آگے اس وقت کی حالت کا بیان ہے کہ وہ ایسا وقت ہے کہ) اس وقت خود سب مومن ہو جاتے ہیں (اور) اس وقت خود تمام سرکش سر کے بل دوڑنے لگتے ہیں (اور) اس وقت زاری وافتقار کرتے ہیں جیسے چور اور ڈاکو زیردار (آ کر ایسا ہی کرتا ہے سو اس وقت ایمان ومعذرت کچھ بھی نافع نہیں ہوگا) لیکن اگر تو غیب (کی حالت) میں (ایمان وقبول حق میں) مستقیم ہو جاوے (اور یہ ایمان قبل الموت میں ہوتا ہے) تو تو مالک دارین (بھی) اور شحنہ (بھی) ہو جاوے (مالک جس کے حق کے لئے دار پر دزد و راہزن مذکور فی الشعر السابق کو چڑھاتے تھے اور شحنہ وہ جو کہ دار پر چڑھاتا تھا مطلب یہ کہ پھر تو ایسا مامون ہو جاوے گا جیسا خود مالک اور شحنہ اور تجھ کو) ملک دائم منہ دکھلائے گی (جنت کا ایسا ہی ہونا ظاہر ہے اور) وہ (ملک دائم) دور روزہ مستعار اور سقیم نہیں ہے (جیسی دنیا کی نعمتیں تھیں کما ذکر فی قولہ عاریستم یعنی نہ اس میں کما نقص ہے کہ دو روزہ ہو اور نہ کیفا کہ سقیم اور ردی ہو اور) تو (اس وقت) بیگار سے (یعنی ذلت سے اطلاقا للسبب علی المسبب او عکسہ) چھوٹ جاوے اور اپنا کام کرنے لگے (یہ مقابل ہے بیگار کا تو یہ کنایہ ہوگا عزت وحریت سے کہ اس میں بیگار نہیں ہوتی اور) تو بادشاہ بھی ہو جاوے اور تو اپنا نقارہ (عزت کا) بھی بجاوے (قال تعالیٰ واذا رایت ثم رایت نعیما و ملکا کبیرا و قال تعالیٰ و جنات لھم فیھا نعیم مقیم یہ تو ایمان بالغیب کی صورت میں ہے اور اگر اس کے خلاف ہوا جس کا اوپر ذکر تھا آں زماں خود جملگان اور آں زماں زاری کنند تو اس صورت میں یہ حالت ہوگی کہ وہ سرکش وزاری کنندہ مثل دزد اور راہزن کے عالم جزاء کے معائنہ کے وقت حسرت کریں گے کہ) جب (ہمارا یہ) گلو (جس کے انہاک میں ایمان سے بھی محروم رہے) ہم پر عالم کو تنگ (وتاریک اور محل عقوبت) کر رہا ہے تو کاش (ہمارا یہ) حلق ودہاں (بجائے لذیذ اور مرغوب اشیاء کے) خاک کھایا کرتا (اور ہم لذات میں منہمک نہ ہوتے جس سے غفلت نہ بڑھتی اور ایمان کی توفیق ہو جاتی تو یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا ان لذات نے ہم کو تباہ کر دیا اور بندہ نے عالم سے مراد عالم آخرت سمجھا ہے کیونکہ دنیا سے تو جا ہی رہا ہے یہاں تنگی وفراخی سے کیا بحث دوسرے اس میں بہت مبالغہ ہو جاوے گا کہ عالم آخرت باوجود اتنی بڑی فراخی کے اس پر تنگ ہو جاوے گا فضلاً عن الدنیا)

فائدہ:۔ آگے انتقال ہے اس مضمون کی طرف کہ وہ باغی جو حسرت کر رہا ہے کہ کاش میں دنیا میں خاک کھایا کرتا سو واقع میں دنیا میں تو خاک ہی کھا رہے ہیں مگر اس خاک کی صورت بدل گئی ہے جس سے یہ لذات معلوم ہوتی ہیں اور مقصود اس سے تزہید ہے اشیاء دنیویہ میں کہ ان کے آغاز وانجام کو مستحضر رکھ کر ان میں زیادہ منہمک نہ ہو جیسا وہ شخص منہمک ہوا جس کا اس شعر چوں گلوام تنگ میں مقولہ مذکور ہے کہ ایمان سے بھی محروم رہا۔

ایں دہاں خود خاک خوارے آمدست	لیک خاکے را کہ آں رنگیں شدہ است
یہ دہن خود خاک کھانے والا ہے	لیکن اس خاک کو کہ وہ رنگین ہو گئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں کباب وایں شراب وایں شکر	خاک رنگین ست ونقشیں اے پسر
یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر	خاک رنگین اور نقشیں ہے اے پسر
چونکہ خوردی وشد آنہا لحم و پوست	رنگ لحمش دادو ایں ہم خاک کوست
جب تو نے کھا لیا اور وہ لحم و پوست ہو گیا	تو اس کو لحم کا رنگ دے دیا یہ بھی خاک کوچہ ہے
ہم زخاکے بخیہ برگل می زنند	جملہ را ہم باز خاکے می کنند
خاک ہی سے گارے پر بخیہ لگاتے ہیں	پھر سب کو خاک ہی کر دیتے ہیں
ہندو و قپچاق و رومی و حبش	جملہ یک رنگ اند اندر گور خوش
ہندی اور قپچاقی اور رومی اور حبشی	سب ایک رنگ ہیں گور میں اچھے طور پر
تابدانی کان ہمہ رنگ و نگار	جملہ روپوش است ومکر ومستعار
تاکہ تو جان لے کہ یہ سب رنگ و نگار	سب حجاب ہے اور نمائش ہے اور مستعار
زانکہ باقی صبغۃ اللہ است وبس	غیر آں بربستہ داں ہمچوں جرس
کیونکہ باقی صرف اللہ ہی کا رنگ ہے	اس کا غیر اوپر سے لگایا ہوا جان مثل جرس کے
رنگ صدق ورنگ تقوی ویقیں	تا ابد باقی بود بر عابدیں
صدق کا رنگ اور تقوی و یقین کا رنگ	ابد تک باقی رہے گا عابدین پر
رنگ شک ورنگ کفران ونفاق	تا ابد باقی بود برجان عاق
شک اور کفر و نفاق کا رنگ بھی	ابد تک باقی رہے گا روح عاق پر
چوں سیہ روئی فرعون دغا	رنگ او باقی و جسم او فنا
جیسے فرعون دغا باز کی سیہ روئی ہے	کہ اس کا رنگ باقی ہے اور اس کا جسم فانی ہے
برق وفر روئے خوب صادقیں	تن فنا شد واں بجا تا یوم دین
نور اور رونق روئے خوب صادقین کی	تن تو فنا ہو گیا اور وہ قائم رہے گی یوم دین تک
زشت آں زشت ست وخوب آں خوب وبس	دائم آں ضحاک وایں اندر عبس
زشت وہی زشت ہے اور خوب وہی خوب ہے اور بس	ہمیشہ کے لئے وہ خندان اور یہ ترش روئی میں رہے گا
خاک را رنگ وفن وشنگے دہد	طفل خویاں را بداں جنگے دہد
وہ خاک کو رنگ اور ڈھنگ اور شنگ دیتے ہیں	اطفال خصلت لوگوں کو اس پر جنگ دیتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

از خمیر اشترو شیرے پزند	کودکان از حرص آں کف می مزند
آٹے کا اونٹ اور شیر پکاتے ہیں	لڑکے اس کی حرص سے ہاتھ چوستے ہیں
شیر و اشتر نان شود اندر دہاں	در نگیرد ایں سخن با کودکاں
وہ شیر اور شتر منہ میں جا کر روٹی ہو جاتی ہے	یہ بات لڑکوں میں اثر نہیں کرتی
دامن پر خاک ما چوں کودکاں	رفتہ از سر جہد اسباب و دکاں
ہم لڑکوں کی طرح ہیں دامن خاک سے پر کئے ہوئے	دماغ سے اسباب اور دکان کا اہتمام نکلا ہوا
کودک اندر جہل و پندار و شکے ست	شکر باری قوت او اندکے ست
لڑکا جہل اور خیالات اور شک میں ہے	مگر خیر شکر ہے کہ اس کی قوت تو تھوڑی ہے
وائے زاں طفلان کہ پیری می کنند	لنگ مور اند و میری می کنند
افسوس ان اطفال کے حال پر ہے جو پیری کر رہے ہیں	لنگ۔ مور ہیں اور سرداری کر رہے ہیں
طفل را استیزہ و صد آفت ست	شکر ایں کو بے فن و بے آلت ست
طفل میں لڑائی اور سو آفت ہے	اس کا شکر ہے کہ وہ بے فن اور بے آلت ہے
وائے زیں پیران طفل نا ادیب	گشتہ از قوت بلائے ہر لبیب
افسوس ان پیران نابالغ بے ادب پر ہے	قوت کے سبب ہر عاقل کے لئے بلا ہو گئے
چوں سلاح و جہل جمع آید بہم	گشت فرعونے جہاں سوز از ستم
جب ہتھیار اور جہل باہم جمع ہو جاویں	تو وہ شخص ایک فرعون ہو جاوے گا جو ظلم سے جہاں سوز ہے
شکر کن اے مرد درویش از قصور	کہ ز فرعونی رہیدی و ز کفور
اے مرد فقیر تو کوتاہی سے شکر کر	کہ تو فرعونیت سے چھوٹ گیا اور کفران سے
شکر کہ مظلومی و ظالم نہ	ایمن از فرعونی و ہر فتنہ
شکر ہے کہ تو مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے	فرعونیت اور ہر فتنہ سے تو مامون ہے
اشکم تہی لاف اللہی نزد	کاتشش را نیست از ہیزم مدد
شکم تہی نے الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا	کیونکہ اس کے آتش کو ہیزم کی مدد نہیں پہنچی
اشکم خالی بود زندان دیو	کش غم نان مانعست از مکر ریو
شکم خالی شیطان کا زندان ہے	کیونکہ اس کو غم نان مانع ہے مکر وفریب سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اشکم پر لوت داں بازار دیو	تاجران دی را وروے غریو
شکم پر طعام کو شیطان کا بازار جان	تاجران شیطان کا اس میں شور ہے
تاجران ساحر لاشے فروش	عقلہا را تیرہ کردہ از خروش
ان تاجران ساحر نے جو کہ لاشے فروش ہیں	عقلوں کو پریشان کر رکھا ہے خروش سے
خم رواں کردہ زسحرے چوں فرس	کرد کرباسی ز مہتاب و غلس
مٹکے کو سحر سے گھوڑے کی طرح چلتا کر رکھا ہے	کپڑا بنا رکھا ہے چاندنی اور اندھیری ہے
چوں بریشم خاک را بر می تنند	خاک در چشم ممیز می زنند
ابریشم کی طرح خاک کو تن رہے ہیں	ممیز کی آنکھ میں وہ لوگ خاک جھونک رہے ہیں
جندلے را رنگ عودی می دہند	بر کلوخے ماں حسودی می دہند
پتھر کو عودی رنگ دے رہے ہیں	کلوخ پر ہم کو رشک دے رہے ہیں
پاک آں کو خاک را رنگے دہد	ہمچو کودک ماں برآں جنگے دہد
پاک ہے وہ ذات جو خاک کو رنگ دیتا ہے	کودک کی طرح ہم کو اس پر جنگ دیتا ہے
دامن پر خاک ما چوں طفلکان	در نظر ما خاک ہمچو زر کان
ہم دامن کو خاک سے بچوں کی طرح بھرے ہوئے ہیں	ہماری نظر میں خاک مثل زرکان کے ہے
طفل را با بالغاں نبود جدال	طفل را حق کے نشاند بارجال
طفل کو بالغین کے ساتھ جدال نہیں ہوتا	طفل کو حق تعالیٰ مردوں کے برابر کب بٹھلاتا ہے
میوہ گر کہنہ شود تا ہست خام	پختہ نبود غورہ گویندش بنام
میوہ اگرچہ کہنہ ہو جاوے جب تک خام ہے	پختہ نہ ہو اس کا نام غورہ ہی کہیں گے
گر شود صد سالہ آں خام و ترش	طفل و غورہ است او بر ہر تیز ہش
اگر وہ خام و ترش سو برس کا ہو جاوے	وہ طفل اور غورہ ہی ہے ہر تیز ہوش کے نزدیک
گرچہ باشد موے و ریش او سپید	ہمدراں طفلی و خوف ست و امید
اگرچہ اس کے بال اور ریش سفید ہو جاویں	اسی طفلی اور خوف و امید میں ہے
ماند خواہم نارسیدہ یا رسم	حق کند با من غضب یا خود کرم
معلوم نہیں میں بے پہنچا رہ جاؤں گا یا پہنچ جاؤں گا	حق تعالیٰ میرے ساتھ غضب کرے یا خود کرم کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر رسم یا نارسیده مانده ام	اے عجب با من کند لطف و کرم
اگر میں رسیدہ ہو جاؤں تب بھی یا نارسیدہ ہوں تب بھی	اے لوگو عجیب بات یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ لطف و کرم ہی فرماوے گا
باچنیں ناقابلی و دوریی	بخشد ایں غورہ مرا انگوریی
باوجود ایسی ناقابلیت اور دوری کے	وہ بخشدے گا میرے غورہ کو انگور ہونے کی صفت
نیستم امید وار از ہیچ سو	واں کرم می گویدم لاتیأسوا
میں کسی طرف سے امیدوار نہیں ہوں	اور وہ کرم مجھ کو لاتایسو کہہ رہا ہے
دائما خاقان ما کردست طو	گوش مارا میکشد لا تقنطوا
ہمیشہ ہمارے بادشاہ نے جشن فرمایا ہے	ہمارے کان کو لاتقنطوا کھینچ رہا ہے

(ربط اوپر شرح اشعار بالا کے اخیر میں مذکور ہو چکا پس فرماتے ہیں کہ) یہ دہن خود خاک کھانے والا ہے لیکن اس خاک کو (کھاتا ہے) کہ وہ رنگین ہو گئی ہے (اس لئے اس کو خاک نہیں سمجھتا اور اس کے پیچھے ایمان تک کھو بیٹھتا ہے) یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر (سب) خاک رنگین اور نقشین ہے اے پسر (چنانچہ اصل بھی سب کی خاک ہے اور مرجع بھی سب کا خاک ہی ہے کہ بقاعدہ کل شی یرجع الی اصلہ وہ بھی خاک کے اصل ہونے پر دال ہے اور گو اور عناصر بھی ان کی ترکیب میں داخل ہیں مگر غالب خاک ہی ہے اور رنگینی یہی ہے کہ وہ کسی جزء میں صورت فاکہیہ ہے کسی میں صورت طعامیہ یہ رنگ تو کھانے کے قبل تھا اور) جب تو نے کھا لیا اور وہ لحم و پوست ہو گیا تو (اس وقت) اس کو لحم کا رنگ دے دیا (پھر) یہ (لحم) بھی خاک کو چہ ہے (یعنی اخیر میں یہ لحم بھی مستحیل الی التراب ہو جاوے گا اور یہ ظاہر ہے) خاک ہی سے گارے پر بخیہ بناتے ہیں (مثلاً جسم کے ساتھ اجزاء غذائیہ منضم ہوتے ہیں) پھر سب کو خاک ہی کر دیتے ہیں (چنانچہ) ہندی اور قبچاقی (کہ ایک قوم ہے ترکوں کی) اور رومی اور حبشی (یہ) سب ایک رنگ (یعنی خاک) ہیں گور میں اچھی طور (یعنی پورے طور) پر تا کہ تو جان لے کہ یہ سب رنگ و نگار سب حجاب ہے اور نمائش ہے اور مستعار (یعنی عارضی) کیونکہ باقی صرف اللہ ہی کا رنگ ہے (مراد اس سے رنگ اعمال کا ہے اور اضافہ تشریف کے لئے اشارۃ الی قولہ تعالیٰ صبغة الله و من احسن من الله صبغة اور) اس کا غیر اوپر سے لگایا ہوا جان مثل جرس کے (کہ جزو حیوان نہیں اوپر سے باندھ دیتے ہیں اور الوان جسمیہ کا زائل ہو جانا اور الوان روحیہ کا کہ اعمال ہیں زائل نہ ہونا ظاہر ہے چنانچہ) صدق کا رنگ اور تقوی و یقین کا رنگ ابد تک باقی رہے گا عابدین پر (اور گو وہاں بقاء جسم بشری کو بھی ہوگا اور یوں تو اس کے لئے لازم ہے لیکن وہ یہ لوں تو نہ ہوگا بخلاف اعمال کے کہ وہ یہی اعمال ہوں گے یہ تو صبغۃ اللہ کا بقا ہوا آگے اس کے مقابل یعنی اعمال کفریہ کا بقا جتلاتے ہیں گو وہ صبغۃ اللہ میں داخل نہ ہو اور صبغۃ اللہ میں جو بقاء کا حکم کیا تھا وہاں حصر پر کوئی دلالت نہ تھی۔ یعنی اعمال ایمانیہ کی طرح) شک اور کفر و نفاق کا رنگ بھی ابد تک باقی رہے گا روح عاق پر جیسے فرعون دغاباز کی سیہ روئی ہے کہ اس (سیہ روئی) کا رنگ باقی ہے اور اس کا جسم فانی (اسی طرح) نور اور رونق روئے خوب صادقین کی (کہ) تن تو فنا ہو گیا اور وہ (خوب روئی) قائم رہے گی یوم دین (اور اس کے مابعد ابد) تک (اور سیہ روئی و

www.besturdubooks.wordpress.com

خوب روئی میں روسے مراد وجہ باطن ہے باقی روئے ظاہری تو جزو جسم کا اور اسی کی ساتھ فانی پس جب یہ خوبی اور زشتی اعمال کی باقی ہے اور صورت ظاہر کی فانی تو) زشت (اصلی) وہی زشت ہے اور خوب (اصلی) وہی خوب ہے اور بس (کہ) ہمیشہ کے لئے وہ (خوب) خنداں اور یہ (زشت) ترش روئی میں رہے گا (اور بعض محشین نے صبغۃ اللہ کو عام لیا ہے رنگ اعمال ایمانیہ وکفریہ کے لئے مگر میرا ذوق اس کو قبول نہیں کرتا غرض یہ کہ) وہ (حق تعالیٰ) خاک کو رنگ اور ڈھنگ اور شکل (یعنی رعنائی وزیبائی) دے دیتے ہیں (مراد مطلق مرغوبیت خواہ انسان میں ہو یا اموال واسباب میں اور یہ مرغوبیت دیکر) اطفال خصلت لوگوں کو اس پر جنگ دے دیتے ہیں (کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ میں لوں اور دوسرے کو نہ لینے دوں جس طرح سے) آٹے کا اونٹ اور شیر پکاتے ہیں (اور) لڑکے اس کی حرص سے ہاتھ چوستے ہیں (کذا فی الغیاث مزیدن مکیدن یعنی لڑکے یہ سمجھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے شیر لیا اور کھالیا ہم نے اونٹ لیا اور کھالیا حالانکہ محض صورت ہے شیر وشتر کی اور حقیقت اس کی روٹی اور آٹا ہے اور اس لئے) وہ شیر اور شتر منہ میں جا کر روٹی ہو جاتی ہے (حقیقت تو یہ ہے لیکن) یہ بات لڑکوں میں (کبھی) اثر نہیں کرتی (یعنی اگر ان سے کہو کہ حقیقت اس کی روٹی ہے یہ شیر و شتر نہیں ہے محض اس کی ہیئت ہے تم اس کے لئے لڑومت روٹی کھالو تو کبھی اس کو نہ مانیں کہ اس کی حقیقت روٹی ہے بلکہ اس صورت ہی کو مقصود سمجھتے ہیں اسی طرح عوام الناس اس بات کو نہیں سمجھتے کہ حقیقت اس کی خاک ہے اور یہ صورتیں عارضی ہیں اصلی نہیں ہم اس پر جنگ نہ کریں اور جب یہ سب چیزیں جن میں تنافس ہے خاک ہیں تو) ہم (صورت پرست لوگ ان کی مشغولی میں) لڑکوں کی طرح ہیں دامن خاک سے پر کئے ہوئے (اور ہمارے) دماغ سے اسباب اور دکان (مقصود) کا اہتمام نکلا ہوا (جیسے اطفال اس کھیل کے سامنے ان چیزوں کو جانتے بھی نہیں اور ان اشعار میں طالبان دنیا کو اطفال سے تشبیہ دی ہے آگے فرماتے ہیں کہ یہ ان سے بھی زیادہ بدحال ہیں کیونکہ) لڑکا (یہ مسلم ہے کہ) جہل اور خیالات اور شک میں ہے مگر شکر ہے کہ اس کی قوت (عملیہ) تو تھوڑی ہے (جس کے سبب اس نقصان علم وعقل کا کوئی اثر مضر ظاہر نہیں ہوتا چنانچہ اس خاک پر لڑتے بھی ہیں تو نہ ہتھیار ہے نہ زور ہے نہ تدبیر اور چالا کی ہے یوں ہی معمولی تو تو میں میں ہوئی اور ختم ہوا اور زیادہ) افسوس ان اطفال کے حال پر ہے جو پیری کر رہے ہیں (یعنی لنگ مور ہیں (باعتبار ضعف قوت علمیہ اور ناحقیقت شناسی دنیا کے) اور (پھر) سرداری کر رہے ہیں (یعنی سامان و اسباب سردارانہ مال وجاہ وغیرہ رکھتے ہیں جس سے ان کو قوت عملیہ معتد بہا حاصل ہے اور پیری سے بھی یہی مراد ہیں نہ کہ مشیخت گو وہ بھی اس کے عموم میں داخل ہے پس مصرعہ ثانیہ کے دونوں جزو تفسیر ہیں مصرعہ اولی کے دونوں جزوں کی مطلب یہ کہ ان پیران نابالغ کا حال زیادہ برا ہے کہ قوت علمیہ تو ان کی ناقص اور سامان اضرار وتجادل وتزاحم کا ان کے پاس وافر پس ان میں مضارت ومضادت بہت بڑھی ہوئی ہے جب یہ جنگ کریں گے خاک پر تو ان کی جنگ اطفال کی جنگ سے اضر اور ادہیٰ وامر ہوگی آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ بیشک) طفل میں لڑائی اور سو آفت ہے (یہ مسلم مگر) اس کا شکر ہے کہ وہ بے فن اور بے آلت ہے افسوس (زیادہ) ان پیران نابالغ بے ادب پر ہے (کہ) قوت (وسامان) کے سبب ہر عاقل کے لئے بلا ہو گئے (یعنی حقیقی عقلاء کو ستاتے ہیں اور) جب ہتھیار (کہ قوت عملیہ کی زیادتی ہے) اور جہل (کہ قوت علمیہ کی کمی ہے دونوں) باہم جمع ہو جاویں تو (اس وقت) وہ شخص ایک فرعون ہو جاوے گا جو ظلم سے جہاں سوز ہے (آگے قوت عملیہ مع الجہل کی مضرت ثابت ہونے پر تفریع ہے کہ) اے مرد فقیر (نادار) تو (سامان کی)

www.besturdubooks.wordpress.com

کوتاہی سے شکر کرکے تو فرعونیت سے چھوٹ گیا اور کفران سے (فی المنتخب کفور بالضم ناسپاسی کردن) شکم ہے کہ تو مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے (اور) فرعونیت اور ہر فتنہ سے تو مامون ہے (آگے بھی ناداری کے اسلم ہونے کا مضمون ہے کہ دیکھو) شکم تہی نے الوہیت کا دعویٰ (کبھی) نہیں کیا کیونکہ اس کے آتش (مادہ خبیثہ کبر) کو ہیزم کی مدد نہیں پہنچی (ہیزم سے مراد اسباب وسامان جاہ وقدرت آگے مثال ہے شکم تہی اور شکم پر کی زندان وبازار کے ساتھ یعنی) شکم خالی شیطان کا زندان ہے (یعنی شیطان وہاں ایسے تصرفات سے محبوس ہے) کیونکہ اس کو غم نان مانع ہے (ایسے) مکر وفریب سے (کہ لاؤ خدائی کا دعویٰ کرو اور) شکم پر طعام کو شیطان کا بازار جان تاجران شیطان کا اس میں شور (مچ رہا) ہے (اور دھوکہ کی چیزیں اس میں بیچ رہے ہیں آگے اس کی تفصیل ہے یعنی) ان تاجران ساحر نے جو کہ لاشے فروش ہیں عقلوں کو پریشان کر رکھا ہے خروش سے (اس پراگندگی میں مشتریوں کو تمیز نہ رہی غث وسمین میں فرق کرنے کی ان ساحر تاجروں نے) مٹکے کو سحر سے گھوڑے کی طرح چلتا کر رکھا ہے (کہ خریدار نظر بندی کے سبب اس کو گھوڑا سمجھ کر دام ڈبو دیتا ہے اور ان ہی ساحروں نے) کپڑا ابنار کھا ہے چاندنی اور اندھیری سے (کہ شعاعوں کو بشکل کپڑے کے نمایاں کرکے دام لے لیتے ہیں اسی طرح تاریکی کو شاید سیاہ کپڑا کرکے دکھلاتے ہوں اور یہ ساحر لوگ) ابریشم کی طرح خاک کو تن رہے ہیں (جس کو پورنا کہتے ہیں خریدار ریشم سمجھ کر دام دے دیتا ہے اور) ممیز کی آنکھ میں وہ لوگ خاک جھونک رہے ہیں (اور) پتھر کو عودی رنگ رہے ہیں (اور) کلوخ پر ہم کو رشک دے رہے ہیں (یعنی سحر سے اس کی ایسی صورت دکھلائی ہے کہ دیکھ کر رغبت خریداری کی ہوتی ہے یہ سب مثالیں ہوگئیں تصرفات شیاطین کی آگے پھر عود ہے مضمون سابق کی طرف کہ یہ سب متاع دنیا خاک ہے جس پر مختلف رنگ اور نقش کر دیئے گئے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) پاک ہے وہ ذات جو خاک کو رنگ دیتا ہے (اور) کودک کی طرح ہم کو اس پر جنگ دیتا ہے (شاید تسبیح کے ساتھ اس کو شروع کرنے میں اشارہ ہو ایک شبہ کے دفع کی طرف شبہ یہ کہ اشعار متصلہ میں جو تصرفات مذمومہ بیان کئے گئے ہیں ان کا حاصل بھی تلبیس ہے اور خاک کو رنگین ونقشین کرنا جو کہ حق تعالیٰ کی جانب منسوب کیا گیا ہے یہ بھی ایک قسم کی تلبیس ہے جب دونوں متشابہ ہیں تو پھر اگر یہ قبیح ہے اور اس لئے شیطان کی طرف اس کی نسبت صحیح ہوئی ہے تو حق تعالیٰ کی طرف کیسے صحیح ہوگی اور اگر یہ قبیح نہیں ہے اور حق تعالیٰ کی طرف اس لئے نسبت صحیح ہوئی تو پھر شیاطین کی طرف نسبت کرنا معرض ذم میں کیسے واقع ہوا جواب یہ ہے کہ شیاطین تو اس کے کاسب ہیں اور قبیح کا کسب قبیح ہے اور حق تعالیٰ خالق ہے اور قبیح کا خلق قبیح نہیں پس وہ قبیح کو خلق کرکے بھی قبح سے منزہ ہے لفظ پاک میں تنزیہ خاص مراد لے کر اس جواب کی طرف اشارہ ہو گیا آگے اسی رنگ کردن خالق اور جنگ کردن عام مخلوق کا مضمون ہے کہ) ہم دامن کو ایک خاک سے بچوں کی طرح بھرے ہوئے ہیں (اور اس رنگین کرنے سے) ہماری نظر میں خاک مثل زرکان کے (معلوم ہوتی) ہے (آگے ان فریفتگان رنگ اور شیفتگان جنگ کو بطور نصیحت کے فرماتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ) طفل کو بالغین کے ساتھ جدال (جائز) نہیں ہوتا (کیونکہ) طفل کو حق تعالیٰ مردوں کی برابر کب بٹھلاتا ہے (یہ کنایہ ہے عدم تساوی سے کما قال تعالیٰ هل یستوی الاعمیٰ والبصیر وقال تعالیٰ هل یستوی الذی یعلمون والذین لایعلمون اور میں نے جو نہبود جدال کا ترجمہ کیا ہے وہ اس پر مبنی ہے کہ خبر کو انشاء پر محمول کیا گیا کما قالوا فی قوله تعالیٰ لاجدال فی الحج ای لاتجادلوا حاصل یہ ہوا کہ تم طفل ہو اور مردان حق بالغ ہیں اور طفل کو بالغ کے امر میں معارضہ نہ چاہئے اور بالغین حب دنیا سے منع

www.besturdubooks.wordpress.com

کررہے ہیں پس تم ان کے کہنے پر چلو اور گو تم یہ کہو کہ ہم تو نابالغ نہیں آگے اس کا جواب ایک تشبیہ سے دیتے ہیں کہ) میوہ اگرچہ کہنہ ہو جاوے (لیکن) جب تک خام ہے (اور) پختہ نہ ہو اس کا نام غورہ (بواؤ مجہول) ہی کہیں گے (جس کے معنی انگور ہائے نارسیدہ ترش ہیں کذا فی الغیاث آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) اگر وہ خام و ترش سو برس کا ہو جاوے (اس طرح سے کہ خام توڑ کر سالہا سال کسی ترکیب سے محفوظ رکھا جاوے بھی) وہ طفل اور غورہ ہی ہے ہر تمیز ہوش کے نزدیک (پس اسی طرح تم اگرچہ بالغ لغوی یا بوڑھے ہو جاؤ مگر چونکہ تم میں پختگی عقل و بصیرت کی نہ آئی تھی اور اسی حالت میں تم کہنہ سال ہو گئے تو مثل اس میوۂ خام کہنہ کے تم بھی عقل کے اعتبار سے طفل اور خاک اور سن کے اعتبار سے کہنہ ہو گئے تو معنی نابالغ بمعنی خام ہوئے پس وہ شبہ جاتا رہا چنانچہ شعر آئندہ میں یہی مضمون ہے کہ اسی طرح) اگرچہ اس (طفل عقل) کے بال اور ریش سفید ہو جاویں (لیکن یہ) اسی طفلی اور (اسی) خوف و امید میں ہے (جس میں پہلے تھا جس کا آگے بیان ہے اور جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا نام اس شخص نے خود خوف و رجا رکھا ہے اس رجا کی حقیقت غرور اور دھوکہ ہے جیسے کوئی شخص بدوں تخم پاشی کے متوقع ہو کہ غلہ پیدا ہو گا اور اس خوف کی حقیقت عین وضعف ہمت ہے جیسے کوئی شخص کاشتکاری اس لئے نہ کرے کہ شاید تخم ضائع ہو جاوے یا پیداوار برف سے ہلاک ہو جاوے ایسا ہی حال ہے محبین دنیا کا کہ عمل بالکل نہیں اور متوقع ہیں مقبولیت و مقربیت کے کہ اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں بے عمل بھی فضل فرما دیتے ہیں اسی طرح عمل میں صدہا شبہات نکالتے ہیں کہ شاید مقبول نہ ہوں یا حبط ہو جاوے کیونکہ وہ بڑے بے نیاز ہیں عمل کی وہاں کیا قدر ہے اور یہ صورۃً خوف و رجا ہے حقیقۃً نہیں اور یہ خوف و رجا طفلانہ ہے اسی لئے طفل کے ساتھ اس کو مقرون کیا اور اسی معنی کے افادہ کی طرف بندہ نے ترجمہ شعر میں خوف و امید کے ساتھ لفظ اسی کو ظاہر کر دیا جو بواسطہ عطف کے کلام میں مکرر ہے یعنی ہمدراں طفلی و ہمدراں خوف و امید تا کہ خوف و رجا حقیقی نہ سمجھا جاوے بلکہ خاص یہ خوف و رجا صوری سمجھا جاوے آگے اسی خوف و رجا کی تفسیر ہے کہ وہ اس خوف و امید طفلانہ میں رہتا ہے کہ) معلوم نہیں میں بے پہنچا رہ جاؤں گا یا پہنچ جاؤں گا (اور معلوم نہیں) حق تعالیٰ میرے ساتھ غضب کرے (یہ مرتب ہے نارسیدہ خوا ہم ماند پر) یا خود کرم ہے (یہ مرتب ہے رسم پر اس سے یہی مراد ہے کہ خالی احتمالات نکالتا رہتا ہے کہ معلوم نہیں کیا ہو گا شاید باوجود عمل نارسیدہ مانم و حق غضب کند یا بدوں عمل رسم و حق کرم کند پھر اس کے بعد اپنی سمجھ کی بجائے حسن ظن کرتا ہے کہ دو احتمال بھی کیوں نکالے جاویں کہ نارسیدن پر غضب اور رسیدن پر کرم بلکہ بمقتضائے سبقت رحمتی علی غضبی یہی سمجھنا چاہئے کہ) اگر میں رسیدہ ہو جاؤں تب بھی یا نارسیدہ رہوں تب بھی اے لوگو عجیب بات یہ ہے کہ وہ (دونوں حال میں) میرے ساتھ لطف و کرم ہی فرما دے گا (اور اس میں نفس کی زیادہ تسویل ہے کیونکہ وہ خوف صوری گو خوف حقیقی نہ تھا لیکن اس کے واسطے سے کبھی احتمال تو غضب کا ہو جاتا تھا یہ کسی وقت شاید نافع ہو جاتا اس میں اس کو بھی رخصت کر دیا اور یہ بھی کہتا ہے کہ) باوجود ایسی ناقابلیت اور دوری کے (میں کچھ عمل نہیں کرتا بلکہ معصیت کے کام کرتا ہوں و دل علی الاول قولہ ناقابلی و دل علی الثانی قولہ دوری) وہ بخش دے گا میرے غورہ کو انگور ہونے کی صفت (یعنی وہ مجھ کو خام سے پختہ اور ناقص سے کامل کر دیں گے اس میں نارسیدن پر نجات کی امید سے ترقی کر کے ولی بننے اور رسیدن کا بھی یقین کر لیا اور یوں بھی کہتا ہے کہ) میں کسی طرف سے امیدوار نہیں ہوں (حتیٰ کہ عمل کی بھی ضرورت نہیں سمجھتا) اور وہ کرم مجھ کو لاتاہسو کہہ رہا ہے (اور) ہمیشہ ہمارے بادشاہ نے جشن فرمایا ہے (فی الغیاث طو بالضم و واؤ معروف معرب تو بواؤ

www.besturdubooks.wordpress.com

مجہول ودرتر کی شادی عروسی را گویند اور) ہمارے کان کو لا کھنطوا کھینچ رہا ہے (اس سب کا حاصل وہی غرور ہے اور میرے ذوق میں آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں رجاء حقیقی کی طرف جس میں باوجود عمل کے اپنے عمل کو ہیچ سمجھنے سے حق تعالیٰ ہی کی رحمت پر نظر ہوتی ہے جیسا کاشتکار باوجود تخم پاشی کے بارش کا امیدوار حق تعالیٰ سے رہتا ہے)۔

گرچہ مازیں نا امیدی در گویم	چوں صلا زو دست اندازاں رویم
اگرچہ ہم اس ناامیدی سے گڑھے میں ہیں	جب حق تعالیٰ نے صلا دی ہے تو ہم ہاتھ پھینکتے ہوئے چل رہے ہیں
دست اندازیم چوں اسپان سپس	درد ویدن سوئے مرعائے انس
ہم بعد اس کے ہاتھ پھینک رہے ہیں	دوڑنے میں طرف چراگاہ انس کے
گام اندازیم و آنجا گام نے	جام پردازیم و آں جا جام نے
ہم پاؤں پھینک رہے ہیں اور اس جگہ قدم نہیں	ہم پیالہ خالی کر رہے ہیں اس جگہ جام نہیں
زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی ست	معنی اندر معنی و ربانی ست
اس لئے کہ اس جگہ تمام اشیاء روحانی ہیں	خلاصۃ الخلاصہ اور ربانی ہیں
ہست صورت سایہ معنی آفتاب	نور بے سایہ بود اندر خراب
صورت تو سایہ ہے معنی آفتاب ہے	نور بے سایہ تو ویرانی میں ہوتا ہے
چونکہ آنجا خشت بر خشتے نماند	نور مہ را سایہ زشتے نماند
جب وہاں خشت پر خشت نہ رہی	تو نور ماہ کے لئے کوئی سایہ زشت نہ رہا
خشت گر زریں بود بر کندنی ست	چوں بہائے خشت وحی و روشنی ست
خشت اگر زریں بھی ہے جب بھی اکھاڑنے کے قابل ہے	جبکہ خشت کی قیمت الہام ہے اور نور ہے
کوہ بہر دفع سایہ مندکے ست	پارہ گشتن بہر ایں نور اندکے ست
دفع سایہ کے لئے پہاڑ ریزہ ریزہ ہے	اس نور کے لئے پارہ پارہ ہو جانا تھوڑی بات ہے
بر بروں کہہ چوز و نور صمد	پارہ شد تا در درونش ہم زند
پہاڑ کے ظاہر پر جب نور صمد نے تجلی فرمائی	تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تاکہ اس کے باطن میں بھی داخل ہو جاوے
گرسنہ چوں بر کفش زد قرص نان	واشگافد از ہوس چشم و دہاں
گرسنہ کے ہاتھ پر جب قرص نان لگتی ہے	تو وہ ہوس سے آنکھ اور منہ پھاڑ دیتا ہے
صد ہزاران پارہ گشتن از روایں	از میاں چرخ بر خیز اے زمیں
لاکھوں ٹکڑے ہو جانا اس کے لئے زیبا ہے	آسمان کے بیچ میں سے اٹھ جا اے زمین

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ نور چرخ گردد سایہ سوز	شب ز سایہ تست اے باغی روز
تا کہ نور آسمان سایہ سوز ہو جاوے	شب تیرے ہی سایہ سے ہے اے دشمن دن کی
ایں زمیں چوں گاہوارہ طفلکاں	بالغاں را تنگ میدارد مکاں
یہ زمین مثل گہوارہ اطفال کے ہے	بالغوں کے لئے مکان کو تنگ رکھتا ہے
بہر طفلان حق زمین را مہد خواند	بالغاں را تنگ میدارد مکاں
اطفال کے لئے حق تعالیٰ نے زمین کو مہد فرمایا ہے	اور اس میں اس دودھ میں سے اطفال پر عطا فرمایا ہے
خانہ تنگ آمد ازیں گہوارہا	طفلکان راز و دبالغ کن شہا
یہ گھر ان گہواروں سے تنگ ہو گیا ہے	ان اطفال کو جلدی بالغ کر دے اے بادشاہ
ہاں مکن اے گاہوارہ خانہ تنگ	تا تواند رفت بالغ بید رنگ
ہاں اے گہوارہ گھر کو تنگ مت کر	تاکہ بالغ چل سکے بے درنگ
اے گوارہ خانہ را ضیق مدار	تا تواند کرد بالغ انتشار
اے گہوارہ تو گھر کو تنگ مت رکھ	تاکہ بالغ آمد و رفت کر سکے

(ربط اوپر مذکور ہوا ہے یعنی انتقال ہے رجاء حقیقی کی طرف جس کے ساتھ عمل بھی ہوتا ہے مگر اس کو بے اثر سمجھا جاتا ہے اور اتکال رحمت پر ہوتا ہے اور اس بے اثر سمجھنے کو خوف لازم ہے پس رجاء کے ساتھ خوب بھی حکما مذکور ہو گیا ہے اور مامور بہ مجموعہ ہی ہے رجاء اس قول کا مدلول ہے گرچہ مازیں ناامیدی الخ جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ناامیدی نہ چاہئے اور اس کے ساتھ عمل ہونا جس سے وہ رجاء حقیقی ہو جاوے اس قول کا مدلول ہے دست اندازیم و گام اندازیم اور اس کا بے اثر سمجھنا اس قول کا مدلول ہے انجام گام نے وآنجام جام نے اور رحمت حق کا اصل موثر ہونا اس قول کا مدلول ہے جملہ اشیاء جانی ست معنی اندر معنی الخ اور رجاء کے لئے خوف کے اعتبار کا لازم ہونا ابھی اوپر مذکور ہوا اور پھر اس اتکال کے تعلق سے جذب حق کی ضرورت کا مضمون کہ وہی اصل موثر ہے وصول الی المقصود میں اور ضرورت کے ساتھ اس کی طلب مذکور ہے پس فرماتے ہیں کہ) اگرچہ ہم اس ناامیدی سے (جو ہماری حالت کا مقتضا ہے) گڑھے میں ہیں (حالت ناکارگی کو تشبیہ دی گڑھے کے ساتھ جس میں ہلاک محتمل ہے لیکن) جب حق تعالیٰ نے (دعوت الی رحمت کی) صلا دی ہے (کما قال تعالیٰ واللہ یدعوا الی دار السلام) تو ہم ہاتھ پھینکتے ہوئے (یعنی حرکت ملکنہ کرتے ہوئے) چل رہے ہیں (وہذا کقولہ گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید خیرہ یوسف وار می باید دوید آگے رویم کا معمول بتلاتے ہیں کہ) ہم بعد اسی (صلا) کے ہاتھ پھینک رہتے ہیں دوڑنے میں طرف چراگاہ انس (و مقعد صدق) کے جو مصداق ہے دار السلام مذکور آیت موصوفہ کا فی المنتخب بمعنی مسکن مردم وقبیلہ کہ یکا مقیم باشند اھ و من لوازم المرعی للمجتمعین کونہ ما یونس بہ فترجمت بالحاصل اور) ہم

www.besturdubooks.wordpress.com

(ادھر جانے کی طرف ہاتھ) پاؤں پھینک رہے ہیں (یعنی بقدر امکان کوشش کر رہے ہیں) اور اس جگہ (یہ) قدم (معتد بہ) نہیں (کیونکہ اس مقصود کے مقابلہ میں یہ سعی کیا چیز ہے اور) ہم (اپنے زعم میں) پیالہ خالی کر رہے ہیں (جو کہ پوری شراب پینے میں ہوتا ہے یعنی مقتضائے عبدیت وخدمت سے کہ افراغ جہد ہے پورا مجاہدہ اختیار کرتے ہیں اور واقع میں) اس جگہ یہ جام (معتد بہ) نہیں (کما ذکرنی شرح قولہ گام نے آگے اس گام نے وجام نے کی وجہ کی توضیح ہے یعنی) اس لئے کہ اس جگہ (یعنی اس دربار کے لائق) تمام اشیاء روحانی (یعنی لطیف و خالص) ہیں (آگے جانی کی تفسیر ہے یعنی) خلاصۃ الخلاصہ ربانی ہیں (چونکہ شے کا خلاصہ لطیف بمنزلہ اس کی روح کے ہے اس لئے روحانی بمعنی لطیف وخلاصہ کے ہوا جس کا مصداق ربانی میں بتلا دیا یعنی وہ اعمال جن میں کوئی نقص وشائبہ ریا وعجب وکراہت وتفریط ادب وحقوق وغیرہ کا نہ ہو اور خالص ابتغاء لوجہ اللہ کئے گئے ہوں جس سے ان کو رب عظیم کی طرف منسوب کرنا صحیح ہو ورنہ اس میں دوسرے کا شائبہ ہونے سے وہ محل ہو جاوے گا اس ارشاد کا انا اغنی الشرکاء عن الشرک مطلب یہ کہ اس حالت میں ظاہر ہے کہ جب ہمارے اعمال اس درجہ کے نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے لن تحصوا اور لن یشاد الدین احد الا غلبہ تو گام نے وجام نے کا حکم مذکور صحیح ہو گیا اور باوجود اس کے اعمال کا قبول کرنا جیسا کہ جزاء بما کانوا یعملون اس پر دال ہے صاف دلیل ہے کہ وصول الی المقصود میں رحمت حق ہی موثر ہے کما قلت فی التمہید اور رحمت حق کا اصل موثر ہونا الخ اور چونکہ حاصل اعمال کا سلوک ہے اور حاصل تاثیر رحمت حق کا جذب ہے تو اعمال کے عدم تاثیر اور رحمت حق کی تاثیر کا جو کہ یہاں تک اشعار میں مذکور ہوئے حاصل سلوک کی عدم تاثیر اور جذب کی تاثیر ہے اس لئے آگے اس جذب کے بعض احکام وآثار مثل فناء وبقاء اور ان کے خواص اور ان کی مطلوبیت بیان فرماتے ہیں یعنی) صورت تو سایہ ہے (اور) معنی آفتاب ہے (صورت سے مراد غلبہ احکام جسمانیہ کا کہ وہی سبب ہوتا ہے شوائب نقص فی الاعمال کا اور معنی سے مراد غلبہ احکام روحانیہ کا کہ اسی سے اعمال کا نقص مبدل بکمال مناسب للعبد لا الکمال اللائق بحقوق الحق تعالیٰ ہو جاتا ہے جس سے اعمال معنوی اور ربانی ہو جاتے ہیں جن کا شعر سابق میں ذکر تھا جس کا راز یہ ہے کہ یہ غلبہ اثر ہے فنا کا اور فنا میں وہ افعال عبد مصداق ہیں مضمون کے ہیں۔

گریہ او خندۂ او نطق او — فہم او ذلق او وخلق او
عقل او و وہم او وحسن او — نیست از وے ہست محض منع او

کذا فی الدفتر الخامس من ھذا المثنوی فی عنوان بقیہ حال مرید مقلد در گریہ اس لئے وہ ان شوائب سے ناقص ہو جاتے ہیں آگے تفریع ہے مضمون مصرعہ اولیٰ پر یعنی جب صورت سایہ اور معنی آفتاب ہے تو) نور بے سایہ تو ویرانی میں ہوتا ہے (کیونکہ آبادی میں تعمیرات واشجار وغیرہ کا سایہ پڑنے سے نور خالص نہیں ہوتا بلکہ مشوب بالظل ہوتا ہے اور) جب وہاں خشت پر خشت نہ رہی تو نور ماہ (یا آفتاب مذکور فی الشعر السابق) کے لئے کوئی سایہ زشت (وصفہ بہ لکونہ مانعا عن النور) نہ رہا۔ (اسی طرح اگر احکام روحانیہ کا غلبہ جس کے آثار ابھی مذکور ہوئے یعنی اعمال کی معنویت وربانیت چاہتے ہو تو فناء جسم کو اختیار کرو کہ اس پر دولت بقاء مرتب ہوگی جس سے تم متخلق باخلاق اللہ وخالص الاعمال ہو جاؤ گے چنانچہ آگے اسی بقاء کا عطاء ہونا مذکور ہے کہ) خشت (جبکہ مانع

www.besturdubooks.wordpress.com

نور ماہ وخور ہے تو وہ) اگر زریں بھی ہے تب بھی اکھاڑنے کے قابل ہے جبکہ (اس) خشت کی قیمت الہام ہے اور نور ہے (یہ آثار ہیں بقاء کے مطلب یہ کہ جب بقاء باللہ صلہ ہے فناء کا تو فناء واجب التحصیل ہے اور اس فناء میں گو تن پروری وتن آرائی فوت ہوگی مگر اس کی پروا مت کرنا کیونکہ فناء جسم حصول نور کے لئے وہ چیز ہے کہ) دفع سایہ کے لئے پہاڑ ریزہ ریزہ (ہو جاتا) ہے (اور) اس نور کے لئے پارہ پارہ ہوے جانا تھوڑی بات ہے (یعنی طور پر جب تجلی ہوئی تو نور حق کے تجلی ہونے سے کہ دفع سایہ اس کے لئے لازم ہے جو مصرعہ اول میں ہے وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور) پہاڑ کے ظاہر (سطح) پر جب نور صمد نے تجلی فرمائی تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تاکہ اس کے باطن میں بھی داخل ہو جاوے (جیسے) گرسنہ کے ہاتھ پر جب قرص نان لگتی ہے تو وہ ہوس سے آنکھ اور منہ (بھی) پھاڑ دیتا ہے (یہی حالت طور کی ہوگئی کہ گویا منہ پھاڑ دیا کہ غذائے نور جس طرح اس کے ہاتھ یعنی ظاہر پر رکھی گئی اسی طرح اس کے منہ یعنی باطن میں بھی پہنچادی جاوے پس جس طرح اس نے نور کے لئے فناء صورت کو گوارا کر لیا تو بھی جسم کی پروا مت کر اس نور کے حاصل کرنے کے لئے فنا کر دے اور مقصود اس تشبیہ سے صرف توضیح ہے صورت کے غیر معتد بہ ہونے کی نور کے مقابلہ میں گو مشبہ بہ میں دک اضطراری ہے اور شبہ میں اختیاری آگے جسم کو خطاب کرتے ہیں جس سے مقصود صاحب جسم کو سنا کر اس کی ہمت بڑھانا ہے پس فرماتے ہیں کہ) لاکھوں ٹکڑے ہو جانا (کوہ ذرمیں یعنی جسم کے) اس (نور) کے لئے زیبا ہے (پس آسمان کے بیچ میں سے اٹھ جا اے زمین تاکہ نور آسمان (مثلاً نور آفتاب) سایہ سوز ہو جاوے (یعنی جو میں نور ہی نور رہ جاوے کیونکہ) شب تیرے ہی سایہ سے ہے اے دشمن دن کی (یعنی مخالف نور آفتاب کی جیسا کہ اہل ہیئت نے کہا ہے کہ شب کی حقیقت سایہ ہے زمین کا کہ آفتاب جس وقت مثلاً ہمارے اعتبار سے زمین کی دوسری طرف ہوتا ہے تو زمین کا سایہ جو میں پڑتا ہے وہ شب ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح مثلاً زمین کے اٹھ جانے سے ہر وقت جو میں نور ہی نور رہا کرے اسی طرح اگر جسم فنا ہو جاوے تو روح پر نور حق متجلی رہا کرے پس جب فنا کی یہ خاصیت ہے تو اس میں کیوں پس وپیش کیا جاوے اور اس فناء مذکور میں جس طرح خود مامور بالفناء کے خطرات ضیاء حظوظ جسمانیہ کے مانع ہوتے ہیں اسی طرح بھی دوسرے مقیدان احکام جسمانیہ کی طرف سے مزاحمت پیش آتی ہے خواہ موافقانہ جیسے نادان دوست بزعم خود خیر خواہی کیا کرتے ہیں خواہ مخالفانہ جیسے حساد ومعاندین ایذاء پہنچایا کرتے ہیں اور کام میں مشغول نہیں ہونے دیتے اوپر پہلی مانعیت کے متعلق مضمون تھا جس میں ہمت دلائی تھی آگے دوسری مزاحمت کا مضمون ہے جس میں حق تعالیٰ سے التجا ہے اس مزاحمت کے رفع کرنے کی فی قولہ زود بالغ کن اور مزاحمین کو اس لئے شاید خطاب نہ کیا ہو کہ بے شمار ہیں کیسے سمجھائیں پس ارشاد ہے کہ) یہ زمین (یعنی عالم اجسام وناسوت) مثل گہوارہ اطفال کے ہے (بوجہ اس کے کہ اس کے اکثر سکان طفلان عقل ہیں کما ذکر مفصلاً فی اشعار قبل اشعار المقام اور یہ گہوارہ) بالغوں کے لئے مکان کو تنگ رکھتا ہے (جیسے کسی گھر میں بہت بچے ہوں اور ہر ایک کے لئے ایک گہوارہ ہو تو سارا گھر گہواروں ہی سے بھر جاوے گا اور بالغوں کو بیٹھنے اور چلنے کے لئے جگہ نہ رہے گی اسی طرح اہل دنیا کی مزاحمتیں کاملین کے ساتھ اور ان کو تنگ کرنا مشابہ اسی کے ہے جیسے مذکور ہوا آگے تائید نقلی ہے اس تشبیہ ارض بالمہد کی کہ دیکھو) اطفال کے لئے حق تعالیٰ نے زمین کو مہد فرمایا ہے (قال تعالیٰ جعل لکم الارض مھداً) اور (پھر) اس (مہد) میں اس دودھ میں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اطفال پر عطا فرمایا ہے (یعنی لذات دنیویہ مثل دودھ کے ہیں اور قرآن مجید میں جو مہد آیا ہے وہ بمعنی مطلق فراش کے ہے جو گہوارہ کو بھی مشتمل ہے۔ پس یہ استدلال ایک قسم کا استیناس ہے اور مقصود اس استدلال پر موقوف نہیں اس لئے احتمال معتر نہیں اور) یہ گہران گہواروں سے تنگ ہوگیا ہے (کماذکرتقریرہ مع المقصود بہ فی شرح مصراع بالغان راتنگ میدار دمکان پس) ان اطفال کو جلدی بالغ کردے اے بادشاہ (یعنی اللھم اھد قومی تاکہ یہ مزاحمت چھوڑیں آگے خطاب مجازی ہے گہوارہ کو جس سے مقصود محض اظہار تمنی ہے بلاقصد خطاب پس فرماتے ہیں کہ) ہاں اے گہوارہ گھر کو تنگ مت کرتا کہ بالغ چل (پھر) سکے بے درنگ۔ اے گہوارہ تو گھر کو تنگ مت رکھ تاکہ بالغ آمدو رفت کرکے (وھذاالانتشار کقولہ تعالیٰ فانتشروا فی الارض ۔)

فائدہ:۔ اظہار عجز کے لئے اپنی حکایت بیان کرتا ہوں کہ ان اشعار کے حل میں ایسی طبیعت بستہ ہوئی کہ بڑی مشکل سے اتنا لکھا گیا جس سے اس کا اور تازہ یقین ہوگیا کہ آدمی کا نہ علم کچھ ہے نہ عمل۔ حق تعالیٰ ہی کام لے لیتے ہیں آگے رجوع ہے قصہ کی طرف۔

دربیان استغناء وعجب شاہزادہ وزخم خوردن از باطن شاہ

(حاصل مضمون اس سرخی کا یہ حکایت ہے کہ اس شہزادہ کو شاہ چین سے فیوض وبرکات حاصل ہوئے مگر اس کو گمان ہوگیا کہ میں جب کامل ہوگیا مجھ کو شیخ کی اور اس کی خدمت کی کیا ضرورت رہی اس کا یہ وبال ہوا کہ وہ برکات سب مسلوب ہوگئے اور متنبہ ہوکر استغفار کیا اور اس کے بعد ایک سرخی اس قصہ کی اور آوے گی اس میں اس کا تتمہ ہے کہ استغفار میں باطنی مضرت سے تو محفوظ ہوگیا اب خواہ وہ کمال سابق عائد ہوا ہو یا نہ ہوا لیکن چونکہ شیخ کے قلب کو اس سے صدمہ پہنچا تھا اور اس کے قلب میں تصرف کی قوت بھی تھی اس کے اثر سے شاہزادہ مرگیا کہ صاحب تصرف اگر اس کا قصد بھی نہ کرے مگر اس کو صدمہ ہونا اس دنیوی ضرر کا سبب ہوجاتا ہے کیونکہ ناگواری میں ایک گونہ توجہ اس شخص کے اضرار کی طرف طبعاً ہوجاتی ہے اور اس سے یہ اثر ہوسکتا ہے اور اس تقریر سے کئی مسئلے بھی معلوم ہوگئے جو ظاہر ہیں اب صرف حل عبارت شرح اشعار میں کافی ہے)۔

چوں مسلم گشت بے بیع و شری	از دروں شاہ در جانش جری
جب مسلم ہوگیا بدوں بیع و شراء کے	باطن شاہ سے اس کے باطن میں روزینہ
قوت می خوردے زنور جان شاہ	ماہ جانش ہمچو از خورشید ماہ
وہ نور جان شاہ سے غذا کھاتا تھا	اس کا ماہ جان ایسا ہوگیا تھا جیسا خورشید سے ماہ
راتبہ جانی ز شاہ بے ندید	دمبدم در جان مستش می رسید
روزینہ روحی شاہ بے نظیر سے	دمبدم اس کی جان مست میں پہنچتا تھا
آں نہ کش ترسا و مشرک میخورند	زاں غذائے کش ملائک میخورند
وہ نہیں جس کو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں	اس غذا سے کہ اس کو ملائکہ کھاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اندروں خویش استغنا بدید	گشت طغیانے ز استغنا پدید
اس نے اپنے اندر استغنا دیکھا	استغناء سے ایک طغیان ظاہر ہوا
کہ نہ من ہم شاہ وہم شہزادہ ام	چوں عنان خود بدیں شہ دادہ ام
کہ کیا میں شاہ بھی اور شاہزادہ بھی نہیں ہوں	کیوں اپنی عنان اس بادشاہ کو میں نے دے رکھی ہے
چوں مرا ماہے برآمد بالمع	پس چرا باشم غبارے را تبع
جب میرا ایک چاند بانور طلوع ہو چکا ہے	پھر میں ایک غبار کا تابع کیوں ہوں
آب در جوئے من ست ووقت ناز	ناز غیر از چہ کشم من بے نیاز
پانی میری نہر میں ہے اور وقت ناز کا ہے	میں کہ بے نیاز ہوں غیر کا ناز کیوں اٹھاؤں
سر چرا بندم چو درد سر نماند	وقت روئے زرد و چشم تر نماند
میں سر کیوں باندھوں جب درد سر نہ رہا	روئے زرد اور چشم تر کا وقت نہیں رہا
چوں شکرلب گشتہ ام عارض قمر	باز باید کرد دکاں دگر
میں جب شکر لب اور ماہ رخسار ہو گیا ہوں	تو دوسری دکان کھولنا چاہیے
زیں منی چوں نفس زائیدن گرفت	صد ہزاران ژاژ خائیدن گرفت
اس انانیت سے جب نفس بڑھنا شروع ہوا	تو لاکھوں بکواس بکنا شروع کیا
صد بیابان زاں سوئے حرص وحسد	تا بدانجا چشم بدھم میرسد
حرص و حسد سے اس طرف صدہا بیاباں ہوں	وہاں تک بھی نظر بد پہنچ جاتی ہے
بحر شہ کہ مرجع ہر آب اوست	چوں نداند انچہ اندر سیل وجوست
بادشاہ کا دریا کہ ہر پانی کا مرجع وہ ہے	کیونکر نہ جانے گا جو کہ سیل اور نہر میں ہے
شاہ را دل درد کرد از فکر او	ناسپاسی عطائے بکر او
بادشاہ کے قلب کو اس کے خیال سے تکلیف ہوئی	اس کی عطائے جدید کی ناسپاسی سے
گفت آخر اے خس واہی ادب	ایں سزائے داد من بودا ے عجب
کہا کہ آخر اے خسیس ست ادب	تجھ کو میری عطا کی سزا تھی عجب بات ہے
من چہ کردم باتو زیں گنج نفیس	تو چہ کردی با من از خوئے خسیس
میں نے تو تیرے ساتھ کیا کیا اس گنج نفیس سے	تو نے میرے ساتھ کیا کیا خوئے خسیس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

من ترا ماہے نہادم در کنار	کہ غروبش نیست تا روز شمار
میں نے تیری آغوش میں ایسا چاند رکھ دیا	کہ قیامت تک اس کو غروب نہ ہو گا
در جزائے آن عطائے نور پاک	تو زدی وز دیدۂ من خار و خاک
تو نے اس نور پاک کی عطا کی عوض میں	میری آنکھ میں خار اور خاک دے دیا
من ترا بر چرخ گشتہ نردبان	تو شدہ در حرب من تیر و کمان
میں تو تیرے لئے چرخ پر نردبان ہو گیا	تو میرے حرب میں تیر و کمان
درد غیرت آمد اندر شہ پدید	عکس درد شاہ اندروے رسید
شاہ میں درد غیرت پیدا ہوا	درد شاہ کا عکس اس میں پہنچا
مرغ دولت در عتابش بر طپید	پردۂ آں گوشہ گشتہ بر درید
مرغ دولت اس کے عتاب کے سبب متحرک ہوا	اس گوشہ گشتہ کے پردہ کو اس نے پھاڑا
چوں درون خود بدید آں خوش پسر	در سیہ کاری خود کردہ اثر
جب اپنا باطن اس اچھے لڑکے نے	اپنی سیہ کاری سے اثر کیا ہوا دیکھا
آں وظیفہ لطف و نعمت گم شدہ	خانہ شادی اوپر غم شدہ
وہ روزینہ لطف و نعمت کا گم ہو گیا	اس کی خوشی کا گھر پر غم ہو گیا
باخود آمد اوز مستی عقار	زاں گنہہ گشتہ سرش خانہ خمار
وہ ہوش میں آیا مستی شراب سے	اس گناہ سے اس کا سر پر خمار ہوا ہوا تھا
ہر کہ خود بینی کند در راہ دوست	مغز را بگذاشت کلی دید پوست
جو شخص طریق محبوب میں خود بینی کرے	اس نے مغز کو چھوڑ دیا اور بالکلیہ پوست دیکھا
دشمن من در جہاں خود بیں مباد	زانکہ از خود بیں نیاید جز فساد
میرا دشمن بھی جہان میں خود بین نہ ہو	کیونکہ خود بیں سے بجز فساد کے کچھ نہیں ظہور میں آتا
مے ازاں آمد حرام اندر جہاں	کہ خوری خود بیں شوی اندر زماں
شراب اسی لئے جہان میں حرام ہوئی ہے	کہ اس کو پی کر فوراً تو خود بیں ہو جاتا ہے
بہتر از خود در تصور نایدت	ویں ہمہ از نفس خود بیں زائدت
اپنے سے بہتر تیرے خیال میں کوئی نہیں آتا	اور یہ سب نفس خود بیں سے تیرے اندر پیدا ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ باخودمی خوردے باخودست	اینچنیں میخوار خوار و مرتدست
جو شخص اپنی ساتھ شراب پیتا ہے وہ باخود ہے	ایسا شراب خوار ذلیل اور مرتد ہے
ہر کہ با اومی خورد بادش حلال	وانکہ بے اودم زند بادش دبال
جو شخص اُسکے ساتھ شراب پیتا ہے جام حق سے	میں آنکھ کھولتا ہوں اُسکا جمال دیکھتا ہوں
چونکہ با اومی خورد از جام ہو	چشم بکشایم بہ بینم روے او
جب وہ اسکے ساتھ شراب پیتا ہے جام حق سے	میں آنکھ کھولتا ہوں اُسکا جمال دیکھتا ہوں
بعد ازاں از خود بکلی بگسلم	ہم زمے خوردن شود ایں حاصلم
اس کے بعد اپنے سے بالکلیہ منقطع ہو جاتا ہوں	شراب پینے سے میرا حاصل یہ ہے
ایک میخواہی کہ از خود بگسلی	تاکے اندر بند ایں جان و دلی
اے شخص کہ اپنے سے منقطع ہونا چاہتا ہے	تو کب تک اس جان و دل کی قید میں ہے
جان بجاناں واگذارا ے جان من	تا بہ بینی یار دل رنجان من
جان محبوب کو سپرد کر دے اے میری جان	تاکہ تو میرے یار دل رنجان کا جمال دیکھے
دل بدلدارے دہ و آزاد شو	غمخور اوباش و ازوے شاد شو
دل دلدار کو دے دے اور آزاد ہو جا	اس کا غم کھایا کر اور اس سے خوش رہ
نفس خود بر خود مگرداں چیر تو	زود او را باز گیر از شیر تو
اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب مت کر	جلد اس کو دودھ سے علیحدہ کر
ہر چہ ہست آں مستے دارد یقیں	خواہ شیر و خواہ خمر وانگبیں
جو چیز ہے وہ یقیناً کچھ مستی رکھتی ہے	خواہ وہ شیر ہو خواہ خمر ہو خواہ انگبیں ہو
مستی گندم بداں اے آدمی	کہ بکرد آں آدمے را اعجمی
گندم کی مستی کو جان لے اے آدمی	کہ اس نے آدم علیہ السلام کو ناواقف بنا دیا
خوردہ گندم حلہ زو بیروں شدہ	خلد بروے بادیہ و ہاموں شدہ
انہوں نے گندم کھا لیا حلہ ان سے علیحدہ ہو گیا	خلد ان پر دشت اور صحرا ہو گیا
دید کاں شربت ورا بیمار کرد	زہر آں ما و منی ہاکار کرد
اس نے دیکھا کہ اس شربت نے اس کو بیمار کر دیا	اس ماؤمن کا زہر کام کر گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

جان چوں طاؤس در گلزار ناز	ہمچو چغدے شد بویرانہ مجاز
روح جو مثل طاؤس کے تھی گلزار ناز میں	مثل چغد کے ہو گئی ویرانہ مجاز میں
ہمچو آدم دور ماند او از بہشت	در زمیں میراند گاوے بہر کشت
مثل آدم علیہ السلام کے وہ بہشت سے دور رہ گیا	جو کہ زمین میں کھیتی کے بیل کو چلاتے تھے
اشک میراند او کہ اے ہندوی زاوَ	شیر را کردی اسیر دم گاوَ
وہ آنسو چلانے لگا کہ اے چور اور اے معمار	تو نے شیر کو دم گاؤ کا اسیر کر دیا
کردۂ اے نفس بد بارد نفس	بے حفاظی باشہ فریاد رس
اے نفس خبیث سرد سخن تو نے	شاہ فریاد رس کے ساتھ حفظ حق نہ کیا
دام بگزیدی ز حرص گندمے	بر تو شد ہر گندم او کژدمے
تو نے جال کو اختیار کیا حرص گندم سے	تجھ پر ہر گندم ایک کژدم ہو گیا
درسرت آمد ہوائے ماؤمن	قید بیں برپائے خود پنجاہ من
تیرے دماغ میں ماؤ من کی ہوا بھر گئی	اپنے پاؤں پر پچاس من کی قید دیکھ لے
نوحہ میکرد ایں نمط برجان خویش	کہ چرا گشتم ضد سلطان خویش
اس طرح سے اپنی جان پر نوحہ کرتا تھا	کہ میں اپنے سلطان کا مخالف کیوں ہو گیا
آمد او با خویش و استغفار کرد	با انابت چیز دیگر یار کرد
وہ ہوش میں آیا اور استغفار کیا	توبہ کے ساتھ دوسری چیز کو بھی منضم کیا
درد کان از وحشت ایماں بود	رحم کن کان درد بیدرماں بود
جو درد کہ وحشت ایمان سے ہو	رحم کر کیونکہ وہ درد لاعلاج ہوتا ہے
مر بشر را خود مبا جامہ درست	چوں رہید از صبر در حیں صدر جست
بشر کا جامہ درست ہی نہ ہو	وہ جہاں صبر سے چھوٹا فورا صدر مقام ڈھونڈنے لگتا ہے
مر بشر را پنجہ و ناخن مباد	کو نہ دیں اندیشد آنگہ نے سداد
بشر کے پاس پنجہ اور ناخن ہی نہ ہو	کیونکہ وہ دین کا خیال کرتا ہے نہ راستی کا
آدمی اندر بلا کشتہ بہ است	نفس کافر نعمت ست و گمرہ است
آدمی بلا میں رہا ہوا اچھا ہے	نفس ناسپاس نعمت ہے اور گمراہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نفس کافر خود ہمی ندہد اماں	گشت طاغی چونکہ فارغ شدز ناں
نفس کافر خود ہی امان نہیں دیتا	جب روٹی سے بھی بے فکر ہو جاوے تب تو پورا سرکش ہو جاتا ہے
آدمی خود مبتلا بہتر بود	زانکہ زار و عاجز و مضطر بود
آدمی مبتلا اچھا رہتا ہے	کیونکہ وہ زار اور عاجز اور مضطر رہتا ہے

جب مسلم ہو گیا بدوں بیع وشراء کے باطن شاہ سے اس کے باطن میں (روحانی) روزینہ (جری بکسر اول و فتح ثانی والف مقصورہ وظیفہ یعنی فیوض و برکات باطنی شاہزادہ پر فائض ہونے لگے اور ظاہر ہے کہ یہ محل بیع وشری نہیں) وہ نور جان شاہ سے غذا کھاتا تھا (اور) اس کا ماہ جان ایسا ہو گیا تھا جیسا خورشید سے ماہ روزینہ روحی شاہ بے نظیر سے دمبدم اس کی جان مست میں پہنچتا تھا (مست کہنا بوجہ ورود سکر کے) وہ (غذا) نہیں جس کو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں (کہ وہ غذائے جسمانی ہے بلکہ) اس غذا سے کہ اس کو ملائکہ کھاتے ہیں (یعنی غذائے روحانی پس) اس (شہزادہ) نے اپنے اندر (بوجہ حصول کمالات کے ایک) استغناء دیکھا (اور اس) استغناء سے ایک طغیان ظاہر ہوا کہ کیا میں شاہ بھی اور شاہزادہ بھی نہیں ہوں (پھر) کیوں اپنی عنان اس بادشاہ کو میں نے دے رکھی ہے (اور) جب میرا ایک چاند سا نور طلوع ہو چکا ہے پھر میں ایک غبار کا تابع کیوں ہوں (یعنی دوسرے کے قلب سے جو شعاع پہنچے گی کہ وہ میرے چاند کے سامنے بمنزلہ غبار ہے میں اس کا کیوں اتباع کروں) پانی میری نہر میں (موجود) ہے اور (اب) وقت ناز (اور استغناء) کا ہے (پھر) میں کہ بے نیاز ہوں غیر کا ناز کیوں اٹھاؤں میں سر کیوں باندھوں جب درد سر نہ رہا (یعنی امراض باطنی زائل ہو گئے پھر استفادہ عن الشیخ جو کہ اس کا علاج تھا کیوں کروں اور) روئے زرد اور چشم تر کا وقت نہیں رہا (یہ بھی لوازم مرض سے ہے اور) میں جب شکر لب اور ماہ رخسار ہو گیا ہوں تو (اپنی) دوسری دکان (الگ) کھولنا چاہئے (یعنی اب میں خود شیخ ہو کر رہ سکتا ہوں سب کا حاصل اب استفادہ میں شیخ کا محتاج نہ رہنا ہے غرض) اس انانیت سے جب نفس بڑھنا شروع ہوا تو لاکھوں بکواس (دل میں) بکنا شروع کیا (مولانا فرماتے ہیں کہ) حرص وحسد سے اس طرف (یعنی آگے نکل کر اگر) صدہا بیاباں (بھی) ہوں (مگر) وہاں تک بھی نظر بد پہنچ جاتی ہے (یعنی بعد تہذیب اخلاص بھی اندیشہ ہے فساد حال کا اور یہ نظر بد عجب وخود بینی ہے جو اپنی ہی نظر ہے پس مامون و بے فکر نہ رہنا چاہئے اور ہر وقت یہ پیش نظر رکھے۔

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

پھر قصہ ہے کہ بادشاہ کو کشف سے اس کی خبر ہو گئی کیونکہ) بادشاہ کا دریا (یعنی قلب) کہ ہر پانی (یعنی طالبین تابعین متعلقین کا مرجع وہ ہے کیونکر نہ جانے گا جو کہ سیل اور نہر میں ہے (یعنی صاحب بصیرت کو بوجہ اس کے کہ اپنے متعلقین کی طرف توجہ ہوتی ہے جو سبب ہے کشف کا ان کی ایسے حالات عیاناً یا وجداناً مکشوف ہو جاتے ہیں) بادشاہ کے قلب کو اس کے (اس) خیال سے تکلیف ہوئی (یعنی اس کی عطائے جدید کی ناسپاسی سے (تکلیف ہوئی اور اپنے دل میں) کہا کہ آخرائے خسیس سست ادب یہی میرے عطا کی سزا تھی عجیب بات ہے میں نے تو تیرے ساتھ کیا کیا اس گنج نفیس سے (اور) تو نے میرے ساتھ کیا کیا خوئے خسیس سے میں نے تیری آغوش میں ایسا چاند رکھ دیا کہ قیامت تک

www.besturdubooks.wordpress.com

(بھی) اس کو غروب نہ ہوں گا (مراد قلب منور اور) تو نے اس نور پاک کی عطا کے عوض میں میری آنکھ میں خار اور خاک جھونک دیا (یعنی ناسپاسی سے صدمہ پہنچایا) میں تو تیرے لئے چرخ (یعنی عالم علوی) پر نردبان ہو گیا (اور) تو میرے حرب میں تیر و کمان (ہو گیا غرض) شاہ میں درد غیرت پیدا ہوا (غیرت اس پر کہ باوجود مجھ سے فیض لینے کے اپنے کو بے نیاز سمجھتا ہے اور ایسی بڑی نعمت کی ناسپاسی کرتا ہے اور اس) درد شاہ کا عکس (اور اثر) اس میں پہنچا (یعنی) اس کے اندر اس کا ضرر ظاہر ہوا اور وہ یہ کہ) مرغ دولت (باطنی) اس (بادشاہ) کے عتاب کے سبب (آشیانہ قلب شاہزادہ سے) متحرک ہوا (اور) اس گوشہ گشتہ (یعنی متفرد عن الشیخ کے پردہ (قلب) کو اس (مرغ) نے پھاڑا (اور اڑ گیا) جب اپنا باطن اس اچھے لڑکے نے اپنی سیہ کاری سے اثر کیا ہوا دیکھا (کہ) وہ روزینہ لطف و نعمت کا گم ہو گیا (اور) اس کی خوشی کا گھر پر غم ہو گیا (تب) وہ ہوش میں آیا مستی شراب (عجب) سے (اور) اس گناہ سے اس کا سر پر خمار ہوا ہوا تھا (مولانا فرماتے ہیں کہ) جو شخص طریق محبوب میں خود بینی کرے اس نے مغز کو چھوڑ دیا اور بالکلیہ پوست دیکھا (یعنی حقیقت اس کی نظر سے محجوب ہو گئی) میرا دشمن بھی جہان میں خود بین نہ ہو (مطلب یہ کہ دشمن جس کے لئے انسان طبعاً برائی چاہتا ہے مگر یہ خود بینی ایسی برائی ہے کہ میں اپنے دشمن کے لئے اس کو گوارا نہیں کرتا) کیونکہ خود بیں (آدمی) سے بجز فساد کے کچھ نہیں ظہور میں آتا۔ شراب اسی لئے جہان میں حرام ہوئی ہے کہ اس کو پی کر فوراً تو خود بیں ہو جاتا ہے) یعنی اس کے پینے کے بعد) اپنے سے بہتر تیرے خیال میں کوئی نہیں آتا اور یہ سب نفس خود بین سے تیرے اندر پیدا ہوتا ہے (یہ حکمت حرمت خمر کی قرآن مجید سے مستنبط ہو سکتی ہے قال تعالیٰ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر الایہ اور عداوت اور بغضاء کا منشا اکثر خود بینی ہے کہ اپنے کو اوروں سے زیادہ مال کا مستحق سمجھے یا جاہ کا و مثل ذلک آگے ایک شبہ کا جواب ہے وہ یہ کہ بعض اوقات اہل اللہ سے بھی کلمات موہمہ عجب و دعویٰ خواہ از قبیل شطحیات یا کسی خاص کے خطاب میں صادر ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ جواب دیتے ہیں کہ منشا دعوے کا ہمیشہ مستی ہوتی ہے لیکن تم اپنی مستی عجب و کبر پر ان کی مستی حال یا مستی غیرت دین کو قیاس مت کرو دونوں میں فرق ہے چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) جو شخص اپنی (خودی کے) ساتھ شراب (انانیۃ کی) پیتا ہے وہ باخود ہے (اور) ایسا شراب خوار ذلیل اور مرتد (طریقت) ہے (جیسا شہزادہ شیخ سے پھر گیا اور) جو شخص اس کے سا۔ (یعنی مع الحق ہو کر) شراب (انانیۃ) پیتا ہے اس کو حلال ہے اور جو شخص بدوں اس (کی معیت) کے دعویٰ (انانیۃ کا) کرے اس کے لئے وبال ہے (عبر عن الاخبار بالانشاء مطلب یہ کہ اہل اللہ کا دعویٰ نفس سے نہیں ہوتا بلکہ وہ ناطق بالحق ہوتے ہیں بمنزلہ حاکی عن الحق کے کما ورد کنت سمعہ و بصرہ الخ) جب وہ اس (کی معیت) کے ساتھ شراب (انانیت کی) پیتا ہے جام حق سے (وہ بزبان حال یوں کہہ رہا ہے کہ) میں آنکھ کھولتا ہوں (اور) اس (محبوب) کا جمال دیکھتا ہوں (یعنی مورد تجلیات حق ہو جاتا ہوں اور) اس کے بعد اپنے سے بالکلیہ منقطع ہو جاتا ہوں (یعنی فانی فی الحق ہو جاتا ہوں اور) شراب پینے سے (یعنی دعویٰ انانیت سے) میرا حاصل یہ (مقام) ہے (مطلب وہی جو ابھی لکھا گیا کہ میرے دعویٰ انانیت کا حاصل اور منشا یہ ہے کہ میں مورد تجلیات و فانی ہوں آگے اس مرتبہ کی ترغیب دیتے ہیں کہ) اے شخص کہ اپنے سے منقطع ہونا چاہتا ہے تو کب تک اس جان و دل کی قید میں ہے جان محبوب کو سپرد کر دے اے میری جان تاکہ تو میرے یار دل رنجان کا جمال دیکھے (دل رنجان سے مراد ہے رنج عشق دہندہ دل اور) دل دلدار کو دے دے اور آزاد ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جا (اور) اس کا غم کھایا کر اور اس سے خوش رہ (حاصل یہ کہ منقاد للحق بدرجہ فنا رہ آگے فرماتے ہیں کہ منقاد للنفس مت ہو یعنی) اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب مت کر (اور) جلدی اس کو (لذات دنیویہ کے) دودھ سے علیحدہ کر (مثل فطام طفل کے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ دودھ سے مراد وہ ہے جس سے خود بینی کی مستی پیدا ہو خواہ مباح ہو مثل شیر و شہد کے یا غیر مباح مثل خمر کے سب کو چھوڑ اول کو انتہا کا ثانی کو مطلقاً یعنی) جو چیز (مرغوبات نفس سے) ہے وہ یقیناً کچھ مستی رکھتی ہے خواہ وہ شیر ہو خواہ خمر ہو خواہ انگبیں ہو (چنانچہ) گندم کی مستی کو جان لے اے آدمی کہ اس نے آدم علیہ السلام کو ناواقف بنا دیا (پس یاد رآ دے واقعہ مصرعہ ثانیہ مجہول باشد) انہوں نے گندم کھا لیا حلہ (بہشتی) ان سے علیحدہ ہو گیا (اور) خلد ان پر دست اور صحرا ہو گیا (آگے پھر قصہ ہے کہ) اس (شہزادہ) نے دیکھا کہ اس شربت (خود بینی لذیذ) نے اس کو بیمار کر دیا (اور) اس ماؤ من کا زہر کام کر گیا (اور اس کی) روح جو مثل طاؤس کے تھی گلزار ناز میں مثل چغد کے ہو گئی ویرانہ مجاز (یعنی دنیا یا حالت متنزلہ) میں مثل آدم علیہ السلام کے وہ بہشت سے دور رہ گیا جو کہ زمین میں کھیتی کے بیل کو چلاتے تھے (کما رواہ اہل السیر مطلب یہ کہ کیفیات روحانی سے علائق جسمانی میں آ گرا (بس) وہ آنسو چلانے لگا (اور اپنے نفس سے کہا) کہ اے چور (جو میرے اندر چھپا ہوا تھا) اور اے معمار (جس نے خیالات فاسدہ کی تعمیر بنا کر گھڑی کر دی کذا فی الغیاث فی معنی ہندو معنی زاؤ) تو نے شیر کو (یعنی مجھ کو) دم گاؤ (یعنی علائق جسمانیہ) کا اسیر کر دیا اے نفس خبیث سرد سخن (کہ تیرے اس کلام نفسانی میں کوئی گرمی و رونق نہ تھی) تو نے (اس) شاہ فریادرس (و دستگیر) کے ساتھ حفظ حق نہ کیا تو نے جال (بلائے زوال حال) کو اختیار کیا حرص گندم سے (یعنی لذت عجب سے) تجھ پر ہر گندم ایک کژدم ہو گیا تیرے دماغ میں ماؤ من کی ہوا بھر گئی اپنے پاؤں پر پچاس من کی قید دیکھ لے (جس سے رفتار ترقی باطن کی رک گئی غرض) اس طرح سے اپنی جان پر نوحہ کرتا تھا کہ میں اپنے سلطان کا مخالف کیوں ہو گیا (اور اب) وہ ہوش میں آیا اور استغفار کیا (اور) توبہ کے ساتھ دوسری چیز کو بھی منضم کیا (ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے خود بادشاہ سے معاف کرانا ہے چونکہ معاف کرانے میں ذکر بھی کرنا ضروری ہے اور وہ ایسی حالت میں کہ باطن ہی میں خطا ہوئی ہے سخت دشوار ہے شاید مولانا نے عدم ذکر سے اس کی تعذر ذکر کی طرف اشارہ کیا ہو کہ تعذر سبب ہو جاتا ہے عدم ذکر کا واللہ اعلم آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) جو درد کہ وحشت ایمان سے ہو (اے مخاطب اس پر) رحم کر (یعنی وہ واجب الرحم ہے) کیونکہ وہ درد لا علاج (یعنی عسر العلاج و بطئ البر) ہوتا ہے (وھذا مشاھد ایمان سے مراد ایمان کامل یعنی عرفان و فیضان اور وحشت سے مراد وحشے کہ در مقدمہ ایں ایمان بود یعنی از سلب ایں عرفان و فیضان باشد اور یہ وحشت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ اگر کوئی شیخ کامل فوراً دستگیری نہ کرے تو اختلاف طبائع سے کبھی تو غم خفیف ہو کر حجاب شدید ہوتا چلا جاتا ہے حتی کہ بعضوں نے ایمان ہی کو جواب دیدیا نعوذ باللہ من الحور بعد الکور تفصیل اقسام حجاب کی احقر نے فوائد الفواد سے تعلیم الدین میں لکھی ہے جس کا اول مرتبہ اعراض اور آخری مرتبہ عداوت ہے اور کبھی اگر غم خفیف نہ ہوا تو خودکشی وغیرہ کی نوبت آ جاتی ہے اور علاج اس کا صرف شیخ کامل کی تدبیر مناسب ہے آگے بعد ذم عجب بالکمال کے مذمت عجب بالمال وغیرہ اور فقدان اسباب عجب کے قابل قدر ہونے کا مضمون ہے پس فرماتے ہیں کہ) بشر کا جامہ (یعنی سامان دنیا) درست ہی نہ ہو (کم سامانی میں رہنا اچھا ہے کیونکہ) وہ جہان صبر (کی حالت) سے (یعنی کم سامانی سے کہ وہ محل صبر ہے) چھوٹا فوراً صدر مقام (یعنی علو) ڈھونڈنے لگتا ہے (اور مراد اکثر بشر ہیں اور) بشر کے پاس

www.besturdubooks.wordpress.com

پنجہ اور ناخن ہی نہ ہو (یہ ایسا مضمون ہے جیسے ہمارے محاورات میں بولتے ہیں خدا گنجے کو ناخن نہ دے) کیونکہ وہ (پھر) دین کا خیال کرتا ہے نہ راستی کا آدمی بلا میں رہا ہوا اچھا ہے (کیونکہ) نفس ناسپاس نعمت ہے اور گمراہ ہے نفس کافر (عن الکفران) خود (یعنی بے سامان) ہی (صاحب نفس کو) امان نہیں دیتا (اور اوپر سے) جب روٹی سے بھی بے فکر ہو جاوے تب تو پورا سرکش ہو جاتا ہے (پس) آدمی (بلائے فقر وغیرہ میں) مبتلا اچھا رہتا ہے کیونکہ وہ (اس حالت میں) زار اور عاجز اور مضطر رہتا ہے (اور عجز و زاری کے ہوتے ہوئے مفاسد لازمہ و متعدیہ سب کم ہوتے ہیں بخلاف اجتماع اسباب طغیان کے اس سے طغیان اکثر مسبب ہو جاتا ہے جیسا آگے نمرود کا قصہ آتا ہے کہ اس کے لئے لامان سبب طغیان کا ہو گیا وھو کما قال تعالیٰ الم تر الی الذی حآج ابراھیم فی ربہ ان اتاہ اللہ الملک الآیۃ۔

خطاب حق تعالیٰ بعزرائیل علیہ السلام کہ ترارحم برکہ بیشتر آمد ازیں خلائق کہ قبض جان ایشاں کردی و جواب او حضرت عزارا

اللہ تعالیٰ کا خطاب عزرائیل علیہ السلام کو کہ تجھے ان لوگوں میں سے سب سے زیادہ کس پر رحم آیا جن کی تو نے جان قبض کی اور ان کا حضرت عزت کو جواب

حق بعزرائیل می گفت اے نقیب	بر کہ رحم آمد ترا از ہر کیب
حق تعالیٰ عزرائیل سے کہنے لگے اے سردار	تجھ کو تمام غزووں میں سے کس پر رحم آیا ہے
گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد	لیک ترسم امر را اہمال کرد
انہوں نے عرض کیا سب ہی پر میرا دل درد سے سوختہ ہوتا ہے	لیکن حکم کے اہمال سے ڈرتا ہوں
تا بگویم کاشکے یزداں مرا	در عوض قربان کند بہر فتا
یہاں تک کہ کہنے لگتا ہوں کہ کاش حق تعالیٰ مجھ کو	عوض میں قربان کر دیں اس شخص کے لئے
گفت بر کہ بیشتر رحم آمدت	از کہ دل پر سوز و بریاں تر شدت
فرمایا سب سے زیادہ کس پر تجھ کو رحم آیا ہے	کس شخص سے تیرا دل زیادہ پرسوز اور بریاں ہوا ہے
گفت روزے کشتے بر موج تیز	من شکستم زامر تا شد ریز ریز
انہوں نے کہا کہ ایک روز ایک کشتی موج تیز پر	میں نے حکم سے توڑی یہاں تک کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی
پس بگفتی قبض کن جان ہمہ	جز زنے و طفلکے رازان زمہ
پھر آپ نے فرمایا کہ سب کی جان قبض کر لے	بجز ایک عورت اور ایک طفل کے اس گروہ سے
ہر دو بریک تختہ درماندند	تختہ را آں موجہا می راندند
دونوں ایک تختہ پر رہ گئے	تختہ کو وہ موجیں چلاتی تھیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بساحل اوفگند آں تختہ باد	از خلاص ہر دوام دل گشت شاد
جب کنارہ پر اس تختہ کو ہوا نے ڈالا	تو دونوں کی خلاصی سے میرا دل خوش ہوا
باز گفتی جان مادر قبض کن	طفل را بگذار تنہا ز امر کن
پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کر	لڑکے کو تنہا چھوڑ دے بسبب امر کن
چوں زمادر بگسلیدم طفل را	خود تو میدانی چہ تلخ آمد مرا
جب ماں سے میں نے طفل کو قطع کیا	خود آپ جانتے ہیں کس قدر مجھ کو تلخ معلوم ہوا
پس بدیدم درد ماتمہائے زفت	تلخی آں طفل از فکرم نرفت
پس میں نے درد اور ماتمہائے عظیم دیکھے	اس طفل کی تلخی میری فکر سے نہ گئی
گفت حق آں طفل را از فضل خویش	موج را گفتم فگن در بیشہ ایش
حق تعالیٰ نے فرمایا اس طفل کے لئے	میں نے موج کو حکم دیا کہ اس کو ایک بیشہ میں ڈال دے
بیشہ پر سوسن و ریحان و گل	پر درخت میوہ دار و خوش اکل
ایک ایسے بیشہ میں جو سوسن اور ریحان اور گل سے پر تھا	درخت میوہ دار اور خوش میوہ سے پر تھا
چشمہائے آب شیریں زلال	پر وریدم طفل را با صد دلال
آب شیریں زلال کے چشمے	میں نے طفل کو سوناز کے ساتھ پالا
ہشت روزے اندریں خط تن زنید	وز بروں مثلہ تماشامی کنید
آٹھ روز تک اس خط کے اندر خاموش رہو	اور باہر مثلہ ہونے کا تماشا دیکھتے رہو
برہوا بردے فگندے بر حجر	تا دریدے لحم و عظم از ہمدگر
خلا میں لے جاتی حجر پر پھینک دیتی	یہاں تک کہ گوشت و استخواں ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے
یک گرہ را بر ہوا برہم زدے	تا چو خشخاش استخواں ریزہ شدے
ایک گروہ کو خلا میں ایک دوسرے سے ٹکرا دیتی	یہاں تک کہ مثل خشخاش کے ہڈیاں چور ہو جاتیں
آں سیاست را کہ لرزید آسماں	مثنوی اندر نگنجد شرح آں
اس سزا کی جس سے کہ آسمان لرزتا ہے	مثنوی کے اندر گنجائش نہیں اس کے بیان کی
گر بطبع ایں می کنی اے باد سرد	گرد خط دائرہ آں ہود گرد
اے باد سرد اگر تو طبیعت سے ایسا کرتی ہے	تو تو ہود علیہ السلام کے خط دائرہ کے گرد گھوم آ

www.besturdubooks.wordpress.com

ور بہ حرص ایں میکند گرگ نژند	گو بیادر خط راعی کن گزند
اور اگر حرص سے گرگ خشمین ایسا کرتا ہے	تو کہہ کہ راعی کے خط کے اندر گزند کر
اے طبیعی فوق طبع ایں ملک بیں	یا بیاؤ محو کن از مصحف ایں
ای طبعی طبیعت سے فوق یہ ملک دیکھ	یا آ اور قرآں مجید سے اس کو محو کر دے
مقریان را منع کن بندے بنہ	یا معلم را بمال و سہم دہ
قرات والوں کو منع کر دے قید رکھ دے	یا معلم کو گوشمالی دے اور ہراس دلا
عاجزی وخیرہ کایں عجز از کجاست	عجز تو دانی ازاں روز جزاست
تو عاجز ہے اور متحیر ہے کہ یہ عجز کہاں سے ہے	تیرا عجز خوب جاں لے کہ اس روز جزا سے ہے
صد ہزاراں مرغ مطرب خوش صدا	اندراں روضہ فگندہ صد نوا
لاکھوں مرغ مطرب خوش صدا نے	اس باغ میں سو آوازیں ڈال رکھی تھیں
بسترش کردم زبرگ نسترن	کردم او را ایمن از صدمہ فتن
میں نے برگ نسترن سے اس کا بستر بنایا	اس کو صدمہ فتن سے مامون بنایا
گفتہ من خورشید را کورا مگز	باد را گفتہ برو آہستہ وز
میں نے خورشید کو حکم دیا کہ اس کو مت کاٹ	ہوا کو کہا کہ اس پر آہستہ چل
ابر را گفتہ برو باران مریز	برق را گفتہ برو مگرائے تیز
ابر کو کہا کہ اس پر بارش مت برسا	برق کو حکم دیا کہ اس پر تیزی کے ساتھ میل مت کر
زیں چمن اے دے مبر آن اعتدا	پنجہ اے بہمن بریں روضہ ممال
اے ماہ دے اس چمن سے اعتدال مت سلب کرنا	اے بہمن اس باغ پر ہاتھ مت پھیرنا

کرامات شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز کی کرامات

ہمچو آں شیبان کہ از گرگ عنید	وقت جمعہ بر رعا خط میکشید
مثل اس شیبان کے کہ گرگ معاند سے	جمعہ کے وقت مواشی پر خط کھینچ دیتے تھے
تا بروں ناید ازاں خط گوسپند	نے درآید گرگ و وزد با گزند
تاکہ نہ تو اس خط سے باہر گوسفند جاوے	نہ گرگ اور دزد با گزند آوے

www.besturdubooks.wordpress.com

برمثال دائرہ تعویذ ہود	کاندراں صرصر امان آل بود
بر مثال دائرہ حصار ہود علیہ السلام کے	کہ اس صرصر میں وہ متعلقین کی پناہ تھا
عجز ہا داری تو درپیش اے لجوج	وقت شد پنہانیاں رانک خروج
تو بہت سے عجز درپیش رکھتا ہے اے معاند	اب پنہاں چیزوں کے خروج کا وقت ہوا ہے
خرم آنکہ عجز وحیرت قوت اوست	درد و عالم خفتہ اندر ظل دوست
وہ شخص مبارک ہے کہ عجز اور حیرت اس کی غذا ہے	دونوں عالم میں ظل دوست میں سویا ہے
ہم در اول عجز خود را او بدید	مردہ شد دیں عجائز را گزید
اس نے اول ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا	مردہ ہوگیا عجائز کے دین کو اختیار کیا
چوں زلیخا یوسفش بروے بتافت	از عجوزی در جوانی راہ یافت
مثل زلیخا کے اس کے یوسف نے اس پر جلوہ کیا	اس نے عجوزی سے جوانی میں راہ پائی
زندگی در مردن و در محنت ست	آب حیوان درد روں ظلمت ست
زندگی موت اور مجاہدہ میں ہے	آب حیات ظلمت کے اندر ہے

قصہ پروردن حق تعالیٰ نمرود را بے واسطہ مادر و دایہ در طفلی

اللہ تعالیٰ کا نمرود کو بچپن میں بغیر ماں اور دایہ کے واسطے کے پرورش کرنے کا قصہ

حاصل آں روضہ چو جان عارفاں	از سموم و صرصر آمد در اماں
حاصل یہ کہ وہ باغ مثل روح عارفین کے	سموم اور صرصر سے امن میں رہا
یک پلنگے بچۂ نوزادہ بود	گفتم او را شیردہ طاعت نمود
ایک چیتے نے نیا بچہ جنا تھا	میں نے اس کو حکم دیا اس کو دودھ دے اطاعت کی
پس بدادش شیر و خدمتہاش کرد	تا کہ بالغ گشت و زفت و شیر مرد
پس اس کو دودھ دیا اور اس کی بہت سی خدمتیں کیں	یہاں تک کہ بالغ ہوگیا اور فربہ اور شیر مرد
چوں فطامش شد بگفتم با پری	تا در آموزید نطق و داوری
جب اس کے دودھ چھڑانے کا وقت آیا تو میں نے جنات کو حکم دیا	کہ بولنا اور حکومت کرنا سکھلاؤ
پرورش دادم مر او را زاں چمن	کہ بگفت اندر نگنجد فن من
اس کو میں نے اس چمن سے پرورش دی	کیونکہ میرا فن گفتگو میں نہیں آتا

www.besturdubooks.wordpress.com

داده من ایوب را مہر پدر	بہر مہمانی کرماں بے ضرر
میں نے ایوب علیہ السلام کو باپ کی سی محبت دی تھی	کیڑوں کی مہمانی کے لئے بدوں ضرر پہنچانے کے
داده کرماں رابرو مہر ولد	بر پدر من اینت قدرت اینت ید
کیڑوں کو ان پر اولاد کی سی مہر باپ پر دی تھی	عجیب قدرت ہے عجیب تصرف ہے
مادراں را مہر من آموختم	چوں بود شمعے کہ من افروختم
ماؤں کو محبت میں نے سکھلائی ہے	کیسی شمع ہو گی جس کو میں نے روشن کیا ہو
صد عنایت کردم و صد رابطہ	تا بہ بیند لطف من بے واسطہ
میں نے صدہا عنایت اور صدہا علاقے کیے	تا کہ وہ میرا لطف بے واسطہ دیکھے
تا نباشد از سبب در کشمکش	تا بود ہر استعانت از منش
تا کہ وہ سبب سے کشمکش میں نہ رہے	تا کہ اس کی ہر استعانت میری طرف سے ہو
تا خود از ما ہیچ عذرے نبودش	شکوۂ نبود زہر یار بدش
تا کہ خود ہماری طرف سے اس کو کوئی عذر نہ رہے	ہر یار بد سے اس کو گلہ نہ رہے
ایں حضانت دید با صد رابطہ	کہ بپرور دم و را بے واسطہ
اس نے یہ پرورش دیکھی صدہا علاقوں کی ساتھ	کہ میں نے اس کو بلاواسطہ پرورش کیا
شکر او آں بود اے بندہ جلیل	کہ شد او نمرود سوزندہ خلیل
اس کا شکریہ تھا اے بندہ جلیل	کہ وہ نمرود سوزندہ خلیل ہو گیا
ہمچناں کیں شاہزادہ شکر شاہ	کرد ز استکبار و استکثار جاہ
جس طرح کہ اس شاہزادہ نے شاہ کا شکر	استکبار و استکثار جاہ سے کیا
کہ چرا من تابع غیری شوم	چونکہ صاحب ملک و اقبالے بوم
کہ کس لئے میں غیر کا تابع ہوں	جبکہ میں صاحب ملک و اقبال ہوں
لطفہائے شہ کہ ذکر آں گذشت	از تجبر بر دلش پوشیدہ گشت
شاہ کے الطاف جن کا ذکر گزر چکا ہے	تجبر کے سبب اس کے دل پر پوشیدہ ہو گئے
ہمچناں نمرود آں الطاف را	زیر پا بنہادہ از جہل و عمی
اسی طرح نمرود نے ان الطاف کو	زیر پا رکھ دیا جہل اور کوری سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں زمان کافر شدوره میزند	کبر و دعوائے خدائی میکند
وہ اس وقت کافر ہوا ہے اور رہزنی کرتا ہے	کبر اور دعویٰ خدائی کرتا ہے
رفت سوئے آسماں باجلال	باسہ کرگس تا کند بامن قتال
آسمان باجلال کی طرف چلا ہے	تین کرگس کے ذریعہ سے تاکہ میرے ساتھ قتال کرے
صد ہزاران طفل بے تکویم را	کشت وی تا یابد ابراہیم را
لاکھوں طفل غیر قابل ملامت کو	اس نے قتل کر دیا تاکہ ابراہیم علیہ السلام اس کو مل جاویں
کہ منجم گفت اندر حکم سال	زاد خواہد دشمنے بہر قتال
کیونکہ منجم نے کہہ دیا تھا سال کے احکام میں	ایک دشمن قتال کے لئے پیدا ہو گا
ہیں بکن در دفع آں خصم احتیاط	ہر کہ می زائید می کشت از خباط
ہاں اس خصم کے دفع میں احتیاط کر	جو پیدا ہوتا تھا وہ اس کو خبط سے قتل کر دیتا تھا
کوری او رست طفل وحی کش	ماند خونہائے دگر در گردنش
اس کی ناکامی کے ساتھ طفل جالب وحی	بچا رہا دوسرے ہزاروں خون اس کی گردن پر رہے
از پدر یابید آں ملک اے عجب	تا غرورش داد ظلمات نسب
وہ سلطنت باپ سے پائی تھی اے عجب	جس سے اس کو ظلمات نسب نے دھوکہ دے دیا
دیگراں را گرام واب شد حجیب	اوز مایا بید گوہر ہا بجیب
اگر دوسروں کے لئے ماں اور باپ حجاب ہو گئے ہوں	تو اس نے تو ہم سے بہت سے موتی جیب میں پائے ہیں
گرگ درندہ است نفس بدیقیں	چہ بہانہ می نہی بر ہر قریں
نفس بد یقیں گرگ درندہ ہے	تو ہر قریں پر کیا بہانہ رکھتا ہے
در ضلالت ہست صد کل را کلہ	نفس زشت کفرناک پر سفہ
ضلالت میں سو گنجوں کی ٹوپی ہے	نفس زشت کفرناک پر سفاہت
زیں سبب میگویم اے بندہ فقیر	سلسلہ از گردن سگ برمگیر
میں اسی سبب سے کہتا ہوں اے بندہ فقیر	زنجیر کتے کی گردن سے مت نکال
گر معلم گشت ایں سگ ہم سگ ست	باش ذلت نفسہ کو بدرگ ست
یہ سگ اگر تعلیم یافتہ بھی ہو گیا ہے تاہم سگ ہی ہے	ایسا ہو کر رہ کہ جس کا نفس ذلیل ہے کیونکہ وہ بدرگ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

فرض می آری بجا گر طاعتی	بر سہیلے چوں ادیم طائفی
فرض کی بجا آوری کر رہا ہے	اگر تو سہیل پر مثل چرم طائف کے آمد و رفت کر رہا ہے
تا سہیلت واخرد از ننگ پوست	تا شوی چوں موزۂ ہم پائے دوست
تاکہ سہیل تجھ کو ننگ پوست سے خلاصی دے دے	تاکہ مثل موزہ کے تو دوست کے قدم کا قرین ہو جاوے
جملہ قرآن شرح خبث نفسہاست	بنگر اندر مصحف آں چشمت کجاست
تمام قرآن خبث نفوس کی شرح ہے	قرآن میں دیکھ لے تیری وہ آنکھ کہاں ہے
ذکر نفس عادیان کالت بیافت	در قتال انبیا موی شگافت
عاد کے نفس کا ذکر جنہوں نے آلات پالئے تھے	قتال انبیا میں موشگافی کرتے تھے
قرن قرن از نفس شوم بے ادب	ناگہاں اندر جہاں میزد لہب
ہر ہر قرن میں نفس شوم بے ادب سے	ناگہاں عالم میں شعلہ بھڑکتا تھا

(ربط اوپر بیان ہوا ہے کہ ذکر ہے طغیان نمرود کا اسباب دنیا سے اور اس کی ناسپاسی کا باوجود حق تعالیٰ کے نعم عظیمہ کے یعنی) حق تعالیٰ عزرائیل سے کہنے لگے اے سردار (بعض فرشتوں کے فی المنتخب نقیب مہتر) تجھ کو تمام غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا ہے انہوں نے عرض کیا سبھی پر میرا دل درد سے سوختہ ہوتا ہے لیکن حکم کے اہمال (وعدم امتثال سے ڈرتا ہوں (اور دل) یہاں تک (سوختہ ہوتا ہے) کہ (کبھی دل میں) کہنے لگتا ہوں کہ کاش حق تعالیٰ مجھ کو عوض میں قربان کر دیں اس شخص کے لئے فرمایا سب سے زیادہ کس پر تجھ کو رحم آیا ہے (اور) کس شخص سے تیرا دل زیادہ پرسوز اور بریاں ہوا ہے انہوں نے کہا ایک روز ایک کشتی موج تیز پر میں نے حکم سے توڑی یہاں تک کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی پھر آپ نے فرمایا کہ سب کی جان قبض کر لے بجز ایک عورت اور ایک طفل کے اس گروہ سے دونوں ایک تختہ پر رہ گئے تختہ کو وہ موجیں چلاتی تھیں جب کنارہ پر اس تختہ کو ہوا نے ڈالا تو دونوں کی خلاصی سے میرا دل خوش ہوا پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کر لڑکے کو تنہا چھوڑ دے بسبب امر کن کے جب ماں سے میں نے طفل کو قطع کیا خود آپ جانتے ہیں کس قدر مجھ کو تلخ معلوم ہوا پس میں نے (ماں کی جان قبض کرنے کے وقت اپنے دل میں) درد اور ماتہائے عظیم دیکھے (اور) اس طفل کی تلخی میرے فکر سے نہ گئی حق تعالیٰ نے فرمایا اس طفل کے لئے میں نے موج کو حکم دیا کہ اس کو ایک بیشہ میں ڈال دے (یعنی) ایک ایسے بیشہ میں جو سوسن اور ریحان اور گل سے پر تھا (اور) درخت میوہ دار اور خوش میوہ سے پر تھا (اور اس میں) آب شیریں زلال کے چشمے (تھے اور) میں نے طفل کو سوناز کے ساتھ پالا (اور) لاکھوں مرغ مطرب خوش صدا نے اس باغ میں آوازیں ڈال رکھی تھیں (اور) میں نے برگ نسترن سے اس کا بستر بنایا اس کو صدمہ فتن سے مامون بنایا میں نے خورشید کو حکم دیا کہ اس کو مت کاٹ ہوا کو کہا کہ اس پر آہستہ چل ابر کو کہا کہ اس پر بارش مت برسا برق کو حکم دیا کہ اس پر تیزی کے ساتھ میل مت کر (اور موسم کو حکم دیا کہ) اے ماہ دے (ماہ دما کہ از شہور شتاء کہ خزاں کا

www.besturdubooks.wordpress.com

مہینہ ہے) اس چمن سے اعتدال مت سلب کرنا (اور) اے بہمن (پھاگن کہہ دے کے متصل ہی ہے) اس باغ پر ہاتھ مت پھیرنا (آگے تشبیہ کے لئے ایک قصہ ولی کا اور ایک قصہ نبی کا ہے کہ گرگ اور باد کو گزند پہنچانے سے منع فرما دیا تھا یعنی) مثل اس شیبان (راعی) کے کہ گرگ معاند سے (محفوظ رہنے کے لئے) جمعہ کے وقت مواشی پر خط کھینچ دیتے تھے تا کہ نہ تو اس خط سے باہر گوسفند جاوے (اور) نہ گرگ اور دزد با گزند (اندر) آوے بر مثال دائرہ حصار ہود علیہ السلام کے کہ اس صرصر میں وہ (حصار) متعلقین (یعنی مومنین) کی پناہ تھا (اور فرمایا کہ) آٹھ روز تک اس خط کے اندر خاموش (بیٹھے) رہو اور باہر (عاد کے) مثلہ ہونے کا تماشہ دیکھتے رہو (مثلہ کے معنی قطع اطراف آگے بیان ہے مثلہ باد کا یعنی) خلا میں (وہ ہوا) لے جاتی (اور) پتھر پر پھینک دیتی یہاں تک کہ گوشت واستخواں ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے (اور) ایک گروہ کو خلا میں ایک دوسرے سے ٹکرا دیتی یہاں تک کہ مثل خشخاش کے ہڈیاں چور ہو جاتیں اس سزا کی جس سے کہ آسمان لرزتا ہے مثنوی کے اندر گنجائش نہیں اس کے بیان کی (آگے رد ہے اہل طبیعات پر جو ان آثار وافعال کو لازم ذات اشیاء کہتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) اے باد سرد اگر تو طبیعت (کے مقتضا) سے ایسا کرتی ہے (کہ عاد ہلاک ہو رہے ہیں) تو تو ہود علیہ السلام کے خط دائرہ کے گرد گھوم آ (معلوم ہو جاوے گا کہ وہ فعل طبعی ہے یا قسری کیونکہ اگر طبعی ہے تو ایک خط طبیعت کا کیسے مانع ہو گیا خطاب ہوا سے مقصود خطاب طبعی کو ہے) اور اگر حرص (طبعی سے) گرگ خشمگیں (کذا فی الغیاث احد معانی ژند) ایسا کرتا ہے تو (اس گرگ سے) کہہ کہ (شیبان) راعی کے خط کے اندر (جا کر) گزند کرائے طبعی طبیعت سے فوق (اور خارج) یہ ملک دیکھ (اور ان آثار کے طبعی نہ ہونے کا قائل ہو) یا آ اور قرآن مجید سے اس (قصہ) کو محو کر دے (اور) قرات والوں کو منع کر دے (ان پر) قید رکھ دے یا معلم کو گوشمالی دے اور ہر اس دلا (قرآن مجید میں گو خط کا ذکر نہیں لیکن اصل مدعا منصوص ہے ولما جاء امرنا نجینا ھودا والذین اٰمنوا معہ برحمۃ منا خواہ خط ہو یا نہ ہو سب ایک ہی جگہ موجود کسی پر ہوا اثر کرے کسی پر نہ کرے دعویٰ طبعی کے ابطال کے لئے بھی کافی ہے مگر) تو (اس سے) عاجز ہے (کہ قرآن مجید سے محو کر سکے یا مقری ومعلم کو سزا دینا اس محو کے لئے مفید ہو سکے کما قال تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون) اور (تو اس سے) (متحیر (بھی) ہے کہ عجز کہاں سے ہے (یعنی ان خوارق عادات ہادمہ طبعیات کے نصوص کے لئے تدابیر طبعیہ کیوں مفید وکافی نہیں باوجودیکہ بہت سے مخالفین ملت بھی ہوئے اس عجز سے تجھ کو حیرت ہے سو میں اس عجز کا سبب بتلاتا ہوں کہ) تیرا عجز خوب جان لے (حملا للنظیر علی الانشاء) کہ اس روز جزا سے ہے (یعنی اصل عجز کا زمانہ تو قیامت کا دن ہے کہ کسی کا کوئی ظاہری اختیار بھی اس دن نہ چلے گا لیکن جو اس روز ان عجزوں کو ظاہر کریں گے وہ کبھی کبھی یہاں بھی ان کا ظہور کر دیتے ہیں جیسے اصل یوم جزا وہ دن ہے لیکن دنیا میں بھی کبھی کبھی کوئی جزا ظاہر ہو جاتی ہے پس مقصود ازاں روز جزا ست سے بطور کنایہ کے انتقال کرنا ہے ازاں مالک روز جزاست کی طرف لان یوم الجزاء یستلزم مالکالہ جیسا کنایہ میں ملزوم سے لازم کی طرف انتقال ہوتا ہے) تو بہت سے عجز درپیش رکھتا ہے اے معاند اب پنہاں چیزوں کے خروج (وظہور) کا وقت (نزدیک) ہوا ہے (قال تعالیٰ اقتربت الساعۃ یہاں تک اس عجز کا ذکر تھا کہ باوجود کوشش مخالفت کے اس میں ناکامی رہی اس کو عجز مذموم کہنا چاہئے آگے ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

دوسرے عجز کا ذکر ہے کہ غایت موافقت کے لئے اپنے قدرت وارادہ کو فنا کر دیا اور من کل الوجوہ حق تعالیٰ کی رضا کے تابع ہو گیا اس کو عجز محمود کہنا مناسب ہے اسی طرح حیرت دو ہیں مذمومہ جو جہل سے مسبب ہے کما فی قولہ عاجزی و خیرہ اور محمودہ جو کثرت علوم وتواتر تجلیات سے مسبب ہے اوپر مذمومہ کا ذکر ہے پس فرماتے ہیں کہ) وہ شخص مبارک ہے کہ عجز (محمود) اور حیرت (محمودہ) اس کی غذا ہے (اور وہ) دونوں عالم میں ظل دوست میں سویا ہے (اور مرحوم ومقرب ہے) اس نے اول ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا (اور احکام حق کے سامنے مثل) مردہ (کے) ہو گیا (اور) عجائز کے دین کو اختیار کیا (کہ ان میں انقیاد واعتقاد کا مادہ غالب ہوتا ہے اس میں اشارہ ہے روایت مشہور علیکم بدین العجائز کی طرف جس کے لفظوں کا مقاصد حسنہ میں انکار کیا ہے اور معنی کو ثابت کہا ہے آگے اس فنا اور مشابہت بالعجائز کا ثمرہ بتلاتے ہیں کہ اگر اس نے ایسا کیا تو سمجھ لو کہ) مثل زلیخا کے اس (شخص) کے یوسف نے اس پر جلوہ کیا (اور) اس نے عجوزی (کی صفت) سے جوانی (کی صفت) میں راہ پائی (اشارہ ہے بقاء بعد الفناء کی طرف پس) زندگی موت اور مجاہدہ میں ہے (جس طرح) آب حیات ظلمت کے اندر ہے (آگے پھر عود ہے قصہ نمرود کی طرف یعنی) حاصل یہ کہ وہ باغ مثل روح عارفین کے سموم اور صرصر سے امن میں رہا۔ ایک چیتے نے نیا بچہ جنا تھا میں نے اس کو حکم دیا (کہ) اس (طفل) کو دودھ دے (اس نے) اطاعت کی پس اس کو دودھ دیا اور اس کی بہت سی خدمتیں کیں یہاں تک کہ بالغ ہو گیا اور فربہ اور شیر مرد (ہو گیا پھر) جب اس کے دودھ چھڑانے کا وقت آیا تو میں نے جنات کو حکم دیا کہ (اس کو) بولنا اور حکومت کرنا سکھلاؤ اس کو میں نے اس چمن سے پرورش دی کیونکہ میرا فن (یعنی تصرف عجیب) گفتگو میں نہیں آتا (چنانچہ) میں نے ایوب علیہ السلام کو باپ کی سی محبت دی تھی کیڑوں کی مہمانی کے لئے بدوں ضرر پہنچانے کے (ان کیڑوں کو اور میں نے) کیڑوں کو ان پر (یعنی ایوب علیہ السلام پر) اولاد کی سی مہر باپ پر دی تھی عجیب قدرت ہے عجیب تصرف ہے (ایوب علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ اگر کوئی کیڑا گر جاتا تو اس کو اٹھا کر پھر بدن میں رکھ لیتے مہر پدر سے یہ مراد ہے اور مہر ولد بر پدر کا کوئی واقعہ کیڑوں کے متعلق معلوم نہیں ہوا شاید وہ ان کی ایذا کے خیال سے نکلنا چاہتے ہوں مگر وہ نکلنے نہ دیتے ہوں واللہ اعلم) ماؤں کو محبت میں نے سکھلائی ہے کیسی شمع ہو گی جس کو میں نے روشن کیا ہو (مراد یہ کہ جو محبت میری رکھی ہوئی ہو وہ کیسی ہو گی غرض اس پر) میں نے صدہا عنایت اور صدہا علاقے (کرم کے) کئے تا کہ وہ میرا لطف بے واسطہ دیکھے تا کہ وہ سبب سے کشمکش میں نہ رہے (کیونکہ اسباب سے مسبب کبھی متخلف بھی ہو جاتا ہے اور اس سے تردد پیدا ہو جاتا ہے کشمکش سے یہ مراد ہے اور) تا کہ اس کی ہر استعانت میری طرف سے ہو (یعنی وہ اور کسی پر نظر نہ کرے) تا کہ خود ہماری طرف سے اس کو کوئی عذر نہ رہے (یعنی گمراہ ہونے میں کوئی عذر نہ کر سکے کہ میں اسباب پر نظر کرنے کے سبب آپ کی انعامات وآیات کی طرف متوجہ نہ ہو سکا اور) ہر یار بد سے اس کو شکوہ نہ رہے (کہ فلاں قرین سوء نے مجھ کو گمراہ کر دیا سو اب افاضہ نعم بلا اسباب عادیہ میں اس کی گنجائش نہ رہی) اس نے یہ پرورش دیکھی صدہا علاقوں کے ساتھ کہ میں نے اس کو بلا واسطہ پرورش کیا (مگر) اس کا شکریہ تھا اے بندہ جلیل (عزرائیل) کہ وہ نمرود اور سوزندہ خلیل ہو گیا (آگے مولانا تشبیہ دیتے ہیں کہ) جس طرح کہ اس شاہزادہ نے شاہ کا شکر استکبار اور استکثار جاہ سے کیا کہ کس لئے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

غیر کا تابع ہوں جبکہ میں صاحب ملک و اقبال ہوں شاہ کے الطاف جن کا (اوپر) ذکر گزر چکا ہے تکبر کے سبب اس کے دل پر پوشیدہ ہو گئے اس طرح نمرود نے ان الطاف کو زیر پا رکھ دیا جہل اور کوری سے (آگے تتمہ مقولہ حق ہے خطاب عزرائیل میں یعنی) وہ اس وقت کافر ہوا ہے اور رہزنی کرتا ہے (یعنی) کبر اور دعویٰ خدائی کرتا ہے (اور) آسمان با جلال کی طرف چلا ہے تین کرگس کے ذریعہ سے تاکہ میرے ساتھ قتال کرے (اور) لاکھوں طفل غیر قابل ملامت (یعنی بے خطا) کو اس نے قتل کر دیا تاکہ ابراہیم علیہ السلام اس کو مل جاویں کیونکہ منجم نے کہہ دیا تھا سال (خاص) کے احکام (و واقعات کی پیشین گوئی) میں (کہ) ایک دشمن قتال کے لئے پیدا ہوگا۔ ہاں اس خصم کے دفع میں احتیاط کر (پس) جو پیدا ہوتا تھا وہ اس کو خبط سے قتل کر دیتا تھا (مگر) اس کی ناکامی کے ساتھ طفل جالب وحی (اس کے ہاتھ سے) بچا رہا (اور) دوسرے ہزاروں خون اس کی گردن پر رہے (کیا) وہ سلطنت باپ سے پائی تھی اے عجب جس سے اس کو ظلمات نسب سے دھوکہ دے دیا اگر دوسروں کے لئے ماں اور باپ حجاب ہو گئے ہوں تو اس نے تو (بلا واسطہ تربیت مادر و پدر کے خود) ہم سے بہت سے موتی (اپنی) جیب میں پائے ہیں (آگے مولانا قصہ سے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ یہ) نفس بد یقین گرگ درندہ ہے (جس نے نمرود کو بھی برباد کیا) تو ہر قرین پر کیا بہانہ رکھتا ہے (کہ میں فلانے کے سبب گمراہ ہو گیا گو ظاہراً وہ سبب گمراہی کا ہو جیسا اوپر آیا تھا دیگراں را گرام واب شد حجیب حاصل یہ کہ نمرود کو تو ماں باپ بھی حجاب نہ ہوئے اس کی گمراہی اشد تھی باقی جن کے لئے یہ حجاب ہو جاتے ہیں وہ بھی ظاہری ہیں ورنہ اصل سبب خبث نفس ہے پس اس کی گمراہی بھی شدید ہے اور) ضلالت میں (گویا) سوگنجوں کی ٹوپی ہے نفس (مذکور) زشت (اور) کفرناک (اور پر سفاہت) یعنی جتنے جمال دین سے خالی ہیں مثل گنجے کے ان سب کا سرتاج اور مبداء شر یہ نفس ہے) میں اسی سبب سے کہتا ہوں اے بندہ فقیر (کہ) زنجیر (اس) کتے کی گردن سے مت نکال (یعنی اس سگ نفس کو قید مجاہدہ میں اسیر رکھ اور اس پر بے فکر مت ہونا کہ میں اس کی تہذیب کر چکا ہوں اب اس میں شر کا احتمال نہیں رہا جیسا اس دھوکہ میں اکثر غیر محققین مبتلا ہو جاتے ہیں سو سمجھ لو کہ) یہ سگ اگر تعلیم یافتہ بھی ہو گیا ہے (جیسے کلاب الصید) تاہم سگ ہی ہے (قابل اطمینان نہیں پس اس حالت میں بھی) ایسا ہو کر رہ کہ جس کا نفس ذلیل ہے کیونکہ وہ بدرگ ہے (پس اس کو مجاہدہ سے دبائے رکھنا ہی اسلم ہے یہاں تک تو تعلیم تھی مجاہدہ کی آگے صحبت مرشد کی ترغیب ہے کیونکہ بدوں اس کے صرف مجاہدہ اصلاح نفس کے لئے ناکافی ہے پس فرماتے ہیں کہ) فرض (طریق) کی بجا آوری کر رہا ہے اگر تو سہیل (ستارہ) پر مثل چرم طائف کے آمد و رفت کر رہا ہے (آگے آمد و رفت کا فائدہ ہے یعنی) تاکہ سہیل تجھ کو ننگ پوست (سریع الفساد) سے خلاصی دے دے تاکہ مثل موزہ کے تو دوست کے قدم کا قرین ہو جاوے (مشہور ہے کہ پوست پر سہیل کی شعائیں پڑنے سے اس کی نظافت بڑھ جاتی ہے اور تغیر سے محفوظ ہو جاتا ہے پس سہیل سے مرشد کو تشبیہ دے کر ترغیب دیتے ہیں اس کی ملازمت کی اور اس کا ثمرہ بتلاتے ہیں اصلاح اور قابلیت قرب کی مثل موزہ کے کہ اصلاح ہو کر قابل قرب قدم کا ہو جاتا ہے آگے پھر خبث نفس کا مضمون ہے جس کی اصلاح کا طریق اوپر مجاہدہ و صحبت مرشد بتلایا ہے یعنی) تمام قرآن خبث نفوس کی شرح ہے قرآن میں دیکھ لے تیری وہ آنکھ کہاں ہے (اور اس سے دیکھتا کیوں نہیں آگے مفعول ہے بنگر کا یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھ لے) عاد کے نفس کا ذکر جنہوں نے آلات (طغیان) پالئے تھے (اور) قتال انبیاء میں موشگافی کرتے تھے (اسی طرح) ہر ہر قرن میں نفس شوم بے ادب سے ناگہاں عالم میں شعلہ (فساد) بھڑکتا تھا۔ (بہت سے قرون کے قصص قرآن مجید میں بھی ہیں فلظہر قولہ جملہ قرون الخ آگے پھر قصہ ہے شہزادہ کا۔

رجوع بداں قصہ شہزادہ کہ بہ نقصان آمد بداں طغیان وزخم خورد از خاطر شاہ وپیش از استکمال فضائل دیگر از دنیا برفت

اس شہزادے کے قصہ کی جانب رجوع جو اس سرکشی کی وجہ سے ٹوٹے میں پڑا اور اس نے بادشاہ کے قلب سے زخم کھایا اور دوسری فضیلتوں کو مکمل کیے بغیر دنیا سے چلا گیا

قصہ کوتہ کن کہ رائے نفس کور	برد او را بعد سالے سوئے گور
قصہ کوتاہ کر کہ نفس کور کی رائے	اس کو بعد ایک سال کے قبر کی طرف لے گئی
شاہ چوں از محو شد سوئے وجود	خشم مریخیش آں خون کردہ بود
شاہ جب محو سے ہستی کی طرف آیا	تو اس کے خشم مریخی نے اس کا وہ خون کیا تھا
چوں بترکش بنگریداں بے نظیر	دید کم از ترکشش یک چوبہ تیر
جب ترکش کو اس بے نظیر نے دیکھا	تو اپنے ترکش سے ایک چوب تیر کم دیکھا
گفت کوآں تیر واز حق باز جست	گفت اندر حلق او آں تیر تست
کہنے لگا کہ وہ تیر کہاں ہے اور حق تعالیٰ سے جستجو کی	ارشاد ہوا کہ اس کے حلق میں وہ تیرا ہی تیر ہے
عفو کرد آں شاہ دریا دل ولے	آمدہ بد تیر او بر مقتلے
اس شاہ دریا دل نے معاف کر دیا لیکن	اس کا تیر مقتل پر آ چکا تھا
کشتہ شد در نوحہ او میگریست	اوست جملہ ہم کشندہ ہم ولی ست
وہ کشتہ ہوگیا اس کے غم میں روتا تھا	وہ جامع ہے کشندہ بھی ہے ولی بھی ہے
ورنہ باشد ہر دو او پس جملہ نیست	ہم کشندہ خلق وہم ماتم کنے ست
اور اگر وہ دونوں طرح کا نہ ہو پس وہ جامع نہیں	وہ کشندۂ خلق بھی ہے اور ماتم کرنے والا بھی ہے
شکر میکرد آں شہید زرد خد	کان بزد بر جسم و بر معنی نزد
وہ شہید زرد رخسارہ شکر کرتا تھا	کہ وہ جسم پر پڑا اور روح پر نہیں پڑا
جسم ظاہر عاقبت خود رفتنی ست	تا ابد معنی بخواہد شاد زیست
جسم ظاہری تو انجام کار جانے ہی کی چیز ہے	ابد تک روح شاد زندہ رہے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

آں عتاب از رفت ہم بر پوست رفت	دوست بے آزار سوئے دوست رفت
وہ عتاب اگر جاری ہوا پوست پر جاری ہوا	محب بے عقوبت محبوب کے پاس چلا گیا
گرچہ او فتراک شاہنشہ گرفت	آخر از عین الکمال او رہ گرفت
اگرچہ اس نے بادشاہ کا فتراک پکڑا تھا	آخر نظر بد سے اس نے راستہ گرفتہ کر دیا
واں سوم کاہل تریں ہر دو بود	صورت و معنی بکلی او ربود
اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ کاہل تھا	اس نے صورت اور معنی کلی طور پر حاصل کیا
دختر و ملک و خلافت او گرفت	می سزد گرزیں بمانی در شگفت
دختر اور سلطنت اور خلافت اس نے لی	سزاوار ہے اگر تو اس سے تعجب میں رہے
من ز طول قصہ گشتستم ملول	من غریق بحر معنی تو عجول
میں طول قصہ سے ملول ہو گیا ہوں	میں غریق معنی ہوں تو مستعجل ہے
وانگہے از ذلت و عجز و نیاز	یافت مقصود از کریم کارساز
اور اس وقت ذلت اور عجز اور نیاز کی وجہ سے	مقصود کریم کار ساز سے پایا

قصہ کوتاہ کر کہ نفس کور کی رائے اس (شہزادہ) کو گور کی طرف لے گئی (یعنی مر گیا) شاہ جب محو (اور سکر) سے ہستی (اور صحو) کی طرف آیا تو (دیکھا کہ) اس کے خشم مریخی نے اس کا وہ خون کیا تھا (معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو غصہ آنے کے بعد کوئی حالت غالب ہو گئی جس میں غصہ کے آثار کی طرف التفات نہیں ہوا پھر افاقہ کے بعد معلوم ہوا کہ میرے غصہ کے اثر سے مر گیا آگے یہی مضمون بلفظ دیگر ہے کہ) جب ترکش کو اس بے نظیر نے دیکھا تو اپنے ترکش سے ایک چوب تیر کو دیکھا (دل میں) کہنے لگا کہ وہ تیر کہاں ہے اور حق تعالیٰ سے جستجو کی ارشاد ہوا کہ اس (شہزادہ) کے حلق میں وہ تیر اپنی تیر ہے (میرے مذاق میں اس کی تقریر یہ ہے کہ ہر کیفیت باطنی قبل ظہور کے شدید ہوتی ہے اور بعد ظہور کے خفیف اور ظہور کبھی اظہار سے ہوتا ہے کبھی بلا اظہار اس کے اثر کے نافذ ہو جانے سے۔ پس یہاں جو شاہ کو غصہ پیدا ہوا تھا اس کے بعد غلبہ حال ہونے سے تو اس کے بقاء و زوال کی طرف التفات نہیں ہوا جب شہزادہ کے مرنے کے قریب اس حالت سے افاقہ ہوا تو نفس کی طرف التفات کرنے سے غصہ نہ پایا تعجب ہوا کہ میں نے گو دل میں شہزادہ کی شکایت کی مگر زبان سے ظاہر نہیں کیا پس اظہار تو ہوا نہیں پھر کیا صورت اس غصہ کے نہ رہنے کی ہوئی پھر الہام سے معلوم ہوا کہ اس کا ظہور دوسری طرح ہو گیا کہ اس کا اثر نافذ ہو گیا جس سے شہزادہ مرنے کو ہے اور چونکہ یہاں شاہ نے غصہ میں یہ قصد نہیں کیا کہ یہ مر جاوے ایسی صورت میں معصیت نہیں ہوتی اسی طرح اگر غیر صاحب تصرف دعا کرے کسی کی موت کی اس مرنے سے بھی قتل کا گناہ نہیں ہوتا کیونکہ دونوں صورتوں میں قتل کی مباشرۃ نہیں ہوئی بخلاف اس کے کہ صاحب تصرف ہمت بقصد قتل کے کرے اس صورت میں قتل کا گناہ ہوگا کہ مباشرت جس طرح دوسرے آلات سے مثل شمشیر و بندوق کے ہوتی ہے اسی طرح یہ ہمت

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی ایک آلہ ہے قتل کا اس سے بھی اس کو قاتل کہیں گے احقر نے یہی مضمون لکھا تھا ایک درویش صاحب ریاضت و صاحب ریاست کے جواب میں انہوں نے یہ سوال کیا تھا کہ میں نے ایک شخص کو بددعا دی تھی اور وہ مر گیا تو مجھ پر قتل کا گناہ ہے یا نہیں اھ اور میں اس سوال سے بے حد اس لئے خوش ہوا کہ یہ سائل کے فہم کی دلیل ہے کہ جس کو عام درویش اپنی کرامت سمجھتے ان کو اس کی معصیت ہونے کا شبہ ہوا اور میں نے جو شاہ کے افاقہ کو قبیل موت شہزادہ قرار دیا بعد موت نہیں سمجھا اس کا قرینہ یہ شعر ہے یعنی) اس شاہ دریادل نے معاف کر دیا لیکن اس کا تیر مقتل پر آ چکا تھا (اس سے صاف معلوم ہوا کہ شاہ کی یہ تحقیق کہ تیر کہاں گیا جو بعد افاقت ہوئی تھی شہزادہ کی موت کے قبل تھی غرض تیر مقتل پر پہنچنے سے) وہ کشتہ ہو گیا (شاہ) اس کے غم میں روتا تھا (اور رونے کی وجہ یہ ہے کہ) وہ جامع ہے (یعنی اگرچہ) کشندہ بھی ہے (لیکن) ولی بھی ہے (جس کے لئے رحیم ہونا لازم ہے اور رحمت مقتضی ہے بکاء کو اور نرا کشندہ وصاحب تصرف نہیں ہے کہ ایسا ہونا کچھ بھی کمال نہیں کہ کفار بھی ایسے تصرفات مکتسب کر سکتے ہیں) اور اگر وہ دونوں طرح کا نہ ہو (بلکہ صرف صاحب تصرف ہی ہو اور ولی ورحیم نہ ہو) پس وہ جامع نہیں (بلکہ ناقص ہے اور چونکہ یہ شاہ جامع ہے اس لئے) وہ کشندہ خلق بھی ہے اور ماتم کرنے والا بھی ہے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ جامعیت بمعنی کاملیت میں ولایت کافی نہیں صاحب تصرف ہونا ضرور ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جامعیت بمعنی کاملیت میں صاحب تصرف ہونا کافی نہیں ولی ہونا بھی ضرور ہے چنانچہ میں نے اپنی تقریر ترجمہ میں اس کو واضح کر دیا ہے اور یہ شبہ کہ جب ولایت کے ساتھ تصرف نہ ہوا تو جامعیت کہاں ہوئی جواب اس کا یہ ہے جامعیت باعتبار اوصاف ولایت کے ہے نہ کہ غیر اوصاف ولایت کے مثلاً جامعیت کے لئے یہ ضرور نہیں کہ وہ پہلوان بھی ہو تصرف اسی مرتبہ میں ہے اس لئے احقر نے اس کی تفسیر کاملیت کے ساتھ کر دی اس عنوان ورنہ باشد ہر دو او پس جملہ نیست کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص نہایت خوشخط ہو اور لوگ اس کو جامع العلوم بھی کہتے ہوں مگر وہ عالم نہ نکلے تو یوں کہنا صحیح ہوگا کہ یہ شخص صرف خوشخطی سے جامع العلوم نہیں ہو سکتا البتہ اگر اس میں خوشخطی کے ساتھ علوم بھی ہوتے تب البتہ جامع العلوم ہوتا تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ اگر کسی عالم میں خوشخطی نہ ہو تو اس کو عالم نہ کہیں گے **فافهم فانه من مزلة الاقدام** آگے قصہ ہے کہ) وہ شہید زرد رخسارہ (بوجہ شرمندگی) شکر کرتا تھا کہ وہ (عتاب) جسم پر پڑا اور روح (کی صفت یعنی ایمان) پر نہیں پڑا جسم ظاہری تو انجام کار جانے ہی کی چیز ہے ابد تک روح شاد زندہ رہے گی وہ عتاب اگر جاری ہوا پوست پر جاری ہوا (جس سے) محب نے عقوبت (اخروبیہ) محبوب کے پاس چلا گیا۔ اگرچہ اس نے بادشاہ کا فتراک پکڑا تھا (کہ سلوک طے کروں گا) آخر (اپنی ہی) نظر بد (یعنی خود بینی) سے ان نے راستہ (سلوک کا) گرفتہ (یعنی مسدود) کر دیا (جیسا مفصلاً بیان ہوا یہاں تک دو شہزادوں کا قصہ ہوا) اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ کامل تھا (کامل سے مراد متحمل غیر مستعجل نہ اول کی طرح کہ طبیعت میں تقاضا وصل محبوبہ کا پیدا کر لیا اور شدت اضطراب سے مر گیا اور نہ دوسرے کی طرح کہ جلدی ہی کامل ہونے کا گمان کر لیا اور ہلاک ہوا پس ایک مستعجل فی استدعاء الوصال تھا دوسرا مستعجل فی ادعاء الکمال تھا یہ تیسرا ایسا نہ تھا اس لئے) اس نے صورت اور معنی کلی طور پر حاصل کیا (یعنی) دختر اور سلطنت اور خزانت (باطنیہ) اس نے لی سزاوار ہے اگر تو اس سے تعجب میں رہے (کیونکہ اتنا تحمل کم ہوتا ہے اور کم چیز تعجب خیز ہوتی ہی ہے اور اس پسر سوم کا پورا قصہ اختتام میں مذکور ہے مولانا نے صرف اسی ایک شعر میں اجمالاً فرما کر آگے اپنا عذر فرماتے ہیں کہ) میں طول قصہ سے ملول ہو گیا ہوں (کیونکہ) میں غریق معنی ہوں (اس لئے قصہ کے ذرا ذرا جزو سے مضامین ارشادیہ کی طرف منتقل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتا ہوں اور) تو مستعجل ہے (کہ اور مضامین چھوڑ کر قصہ کہوں تو بے مضامین کے مجھ سے کہا نہیں جاتا اور مضامین کے ساتھ تجھ سے سنا نہیں جاتا اور ملالت سامع سے ملالت متکلم لازم عادی ہے اس لئے میں نے ملول ہو کر چھوڑ دیا مگر ایک شعر اس قصہ کا اور رہ گیا ہے آگے اس کو فرماتے ہیں یعنی اس تیسرے نے تین چیزیں تو شرائط طریق بجالا کر بادشاہ سے لیں دختر اور سلطنت اور خلافت کما ذکر اور اس وقت ذلت اور عجز اور نیاز کی وجہ سے مقصود (حقیقی یعنی رضاء وقرب وقبول کریم کارساز سے پایا (اس میں اشارہ اس طرف ہو گیا کہ یہ شیخ کے اختیار کی بات نہیں وہ صرف ہادی الی الطریق ہے باقی موصل الی المقصود حق تعالیٰ ہیں فاحد المعنیین للهداية وظيفة الشيخ ای اراء ة الطريق والثانی فعل الحق سبحانه وتعالیٰ ای الایصال الی المقصود پس شیخ کی اطاعت کرے اور حق تعالیٰ کی اطاعت والله الهادی واهب الایادی آگے بمناسبت شعر وان سوم کاہل الخ ایک حکایت لاتے ہیں جس میں تین کاہلوں کا ذکر ہے کوئی کاہل محمود تھا جو دنیا کے کام میں کاہل تھا کوئی مذموم تھا جو عقبیٰ کے کام میں کاہل تھا کاہل محمود اس شہزادہ سوم کے مشابہ تھا اسی سے یہ حکایت لائی گئی اور یہ بھی اختتام ہی میں اتمام کو پہنچی ہے)۔

مثل وصیت کردن آں شخص کہ سہ پسر داشت و میراث خود را بکاہل ترین پسر داد و بہ قاضی نیز گفت

اس شخص کی وصیت کی مثال جس کے تین لڑکے تھے اور اس نے اپنی میراث سب سے زیادہ کاہل لڑکے کو دی اور قاضی سے بھی کہہ دیا

آں یکے شخصے بوقت مرگ خویش	گفتہ بد اندر وصیت پیش پیش
اس ایک شخص نے اپنے مرنے کے وقت	وصیت کے بارہ میں پیش از پیش دفعہ تھا
پسر سر بودش چو سہ سرو رواں	وقف ایشاں کردہ او جان وروان
اس کے تین لڑکے تھے مثل تین سرو رواں کے	ان پر اس نے جان وروان وقف کر رکھی تھی
گفت ہر چہ کالہ وسیم و زر ست	آں بر دزیں ہر سہ کو کاہل ترست
کہا کہ جو کچھ اسباب اور سیم و زر ہے	ان تینوں میں سے وہ لے جو زیادہ کاہل ہے
گفت با قاضی و بس اندر زکرد	بعد ازاں جام شراب مرگ خورد
قاضی سے کہہ دیا اور بہت نصیحت کر دی	بعد ازاں شراب موت کا جام پیا
گفت فرزنداں بقاضی کاے کریم	نگذریم از حکم او ماسہ یتیم
فرزندوں نے قاضی سے کہا کہ اے کریم	ہم تینوں یتیم اس کے حکم سے تجاوز نہ کریں گے
سمع وطاعات می کنیم او را دست ست	ہر چہ او فرمود بر ما نافذ ست
ہم سمع طاعت کرتے ہیں اس کو اختیار ہے	اس نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم پر نافذ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ماچو اسمٰعیل زابراہیم خود	سر نہ پیچیم از چہ قرباں میکند
ہم مثل اسمٰعیل علیہ السلام کے اپنے ابراہیم سے	سرتابی نہیں کرتے اگرچہ قربانی کر دے
گفت قاضی ہر یکے باعاقلیش	تا بگوید قصہٗ از کاہلیش
قاضی نے کہا ہر ایک اپنی عاقلی سے	اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے
تا بہ بینم کاہلی ہر یکے	تا بدانم حال ہر یک بے شکے
تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی دیکھوں	تاکہ میں ہر ایک کا حال بدوں کسی شک کے جانوں
عارفاں از دو جہاں کاہل ترند	زانکہ بے شد یار خرمن می برند
عارفین دونوں جہان سے زیادہ کاہل ہیں	اس لئے کہ بدوں کھیتی کے خرمن حاصل کر لیتے ہیں
کاہلی را کردہ اند ایشان سند	کار ایشان را چو یزداں میکند
انہوں نے کاہلی کو تکیہ گاہ بنا رکھا ہے	چونکہ ان کا کام حق تعالیٰ کر دیتے ہیں
کار یزداں را نمی بینند عام	می نیاسایند از کد صبح و شام
عوام کار یزداں کو نہیں دیکھتے	محنت سے صبح و شام آسودہ نہیں ہوتے
کار دنیا راز کل کاہل ترند	در رہ عقبیٰ زمہ گوی برند
کار دنیا کے لئے تو سب سے زیادہ کاہل ہیں	کار عقبیٰ میں چاند سے بھی گیند لے جاتے ہیں
ایں گزیند ہر کہ او باشد رشید	ہیں کہ دنیا رفت و عقبیٰ در رسید
اس کو وہی اختیار کرتا ہے جو صاحب رشد ہو	ہاں دنیا تو رخصت ہوئی اور آخرت آ پہنچی
مہتریں را گفت قاضی باز گو	قصہ از کاہلی اے مال جو
بڑے سے قاضی نے کہا کہ بیان کر	کوئی قصہ کاہلی کا اے طالب مال
ہیں زحد کاہلی گوئید باز	تا بدانم خدآں از کشف راز
ہاں منتہا کاہلی سے حکایت بیان کرو	تاکہ میں کشف راز سے اس کی حد جان لوں
ہیں زحد کاہلی شرحے دہید	تا بدانم من بچہ حد کاہلید
ہاں کاہلی کی حد کی شرح کرو	تاکہ میں جانوں تم کس حد تک کاہل ہو
بیگماں خود ہر زباں پردہ دل ست	چوں بجنبد پردہٗ رویت حاصل ست
بے شبہ خود ہر زبان دل کا پردہ ہے	جب پردہ ہلتا ہے رویت حاصل ہو جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

23 کاپی -32

پردۂ کوچک چویک شرحہ کباب	می بپوشد صورت صد آفتاب
ایک چھوٹا سا پردہ کباب کے ٹکڑے کی برابر	سو آفتاب کی صورت کو ڈھانک لیتا ہے
گر بیاں نطق کاذب نیز ہست	لیک بوے از صدق وکذبش مخبرست
اگر نطق کا بیان کاذب بھی ہے	لیکن بواسطے صدق و کذب سے مخبر ہے
آں نسیمے کہ بیاید از چمن	ہست پیدا از سموم گولخن
جو نسیم کہ چمن سے آتی ہے	وہ متمیز ہے سموم گلخن سے
بوئے صدق وبوئے کذب گول گیر	ہست پیدا در نفس چوں مشک وسیر
بوئے صدق اور بوئے کذب جو کہ احمق کی پھنسانے والی ہے	سانس میں محسوس ہیں مثل مشک اور لہسن کے
بوئے اخلاص و نفاق بے مزہ	ہست ظاہر ہمچو عود و انگزہ
بوئے اخلاص اور بوئے نفاق بے لطف	ظاہر ہو جاتا ہے مثل عود اور ہینگ کے
گر ندانی یار را ازدہ دلہ	از مشام فاسد خود کن گلہ
اگر تو یار کو منافق سے نہ پہچانے	تو اپنے دماغ فاسد سے شکوہ کر
ور ندانی تو عجوز از شاہدے	بیگماں گشت ست چشمت فاسدے
اور اگر تو عجوز کو محبوبہ سے پہچانے	تو بلاشبہ تیری آنکھ فاسد ہو گئی ہے
ور تو نشناسی شکر را از صبر	بیگماں شد حس ذوق تو عذر
اور اگر تو شکر کو ایلوہ سے نہ پہچانے	تو بلاشبہ تیرا ذوق بے حس ہو گیا ہے
ور یکے شد صورت بلبل باغراب	ہست بیشک حس سمع تو خراب
اور اگر بلبل کی آواز غراب کے ساتھ متحد ہے	تو بلاشبہ تیری حس سمع خراب ہے
ور یکے گشت سمور و خار پشت	حس لمس تو بتو بنمود پشت
اور اگر سمور اور خار پشت تیرے نزدیک متحد ہیں	تو تیری حس لمس نے تجھ کو پشت دکھلا دی ہے
بانگ حیزاں و شجاعاں دلیر	ہست پیدا چوں فن روباہ و شیر
بزدلوں کی اور شجاعان دلیر کی آواز	ظاہر ہے مثل فن روباہ اور شیر کے
چارۂ کار حواس خویش کن	وانگہے راہ طلب در پیش کن
اپنے حواس کا چارہ کار کر	اور اس وقت راہ طلب کو درپیش کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یا زباں ہمچوں سر دیگے ست راست	چوں بجنبد تو بدانی چہ اباست
یا زباں ٹھیک مثل سر دیگ کے ہے	جب وہ ہلتی ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے
از بخار آں بداند تیز ہش	دیگ شیریں راز سکباج ترش
تیز ہوش اس کی بھاپ سے جان لیتا ہے	دیگ شیریں کو آش ترش سے
دست بر دیگ نوی چوں زد فتیٰ	وقت بخریدن بدید اشکستہ را
نئی ہنڈیا پر جب کسی صاحب سلیقہ نے ہاتھ مارا	خریدنے کے وقت و شکستہ کو دیکھ لیا
آں یکے پرسید صاحب درد را	گفت در چندے شناسی مرد را
ایک شخص نے کسی صاحب درد سے پوچھا	کہا کہ تو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے آدمی کو
گفت دانم مرد را در حین پوز	ورنہ گوید دانمش اندر سہ روز
اس نے کہا کہ میں آدمی کو فی الفور دہن سے پہچان لیتا ہوں	اور اگر وہ نہ بولے تو اس کو تین روز میں پہچان لیتا ہوں
واں دگر گفت ار بگوید دانمش	ور نگوید در سخن پیچانمش
اور ایک دوسرے شخص نے کہا کہ اگر وہ بولے تب تو پہچان لیتا ہوں	اور اگر نہ بولے تو میں اس کو کسی بات میں لگا دیتا ہوں
گفت اگر ایں مکر بشنیدہ بود	لب بہ بندد در خموشی در رود
اس نے کہا اگر وہ یہ تدبیر سنے ہوئے ہو	وہ لب بند کر کے اور خاموشی میں چلا جاوے
گفت میرو گوئی تا ہفتم زمیں	تا ابد پوشیدہ بادم حال زیں
اس نے کہا کہ تو کہہ دے کہ ساتویں زمین تک چلا جا	ابد تک اس شخص کا حال مجھ پر مخفی ہی رہے
حال یک تن گر ندانم چہ شود	واندر و نقصان دینم چہ بود
اگر میں ایک شخص کا حال نہ ہی جانوں گا تو کیا ہو جاوے گا	اور اس میں میرے دین کا کیا نقصان ہو جاوے گا

مثل

آنچنانکہ گفت مادر بچہ را	گر خیالے آیت در شب فرا
جیسا کہ ماں نے بچہ سے کہا	کہ اگر کوئی خیال رات کو تیرے سامنے آوے
یا بگورستان و جائے سہمگیں	تو خیال زشت بینی در کمیں
یا گورستان اور خوفناک جگہ میں	تو کسی خیال زشت کو کمین گاہ میں دیکھے

www.besturdubooks.wordpress.com

دل قوی دار و بکن حملہ برو	او بگرداند ز تو در حال رو
تو دل قوی رکھنا اور اس پر حملہ کر دینا	وہ فوراً تجھ سے رخ پھیر لے گا
زانکہ بے ترسے بسویش ہر کہ رفت	آں خیال دیوش بگریخت تفت
کیونکہ بیخوف ہو کر جو شخص اس کی طرف گیا	تو وہ خیال شیطان مثال فوراً بھاگ گیا
گفت کودک باخیال دیوش	اینچنیں گر گفتہ باشد مادرش
لڑکے نے کہا کہ اس خیال شیطان مثال سے	اگر اس کی ماں نے بھی یوں ہی کہہ دیا ہو
حملہ آرد افتد اندر گردنم	ز امر مادر پس من آنگہ چوں کنم
وہ حملہ آور ہو اور میری گردن میں الجھ جاوے	ماں کے حکم سے پھر میں اس وقت کیا کروں گا
تو ہمی آموزیم کہ چست ایست	آں خیال زشت را ہم مادریست
تو مجھ کو سکھلاتی ہے کہ مضبوط کھڑا رہنا	اس خیال زشت کی بھی تو کوئی ماں ہو گی
دیو و مردم را ملقن آں یکے ست	غالب از وے گردد از خصم اندکے ست
آدمیوں کے شیطان کا تلقین کنندہ وہ ایک ہی ہے	اس سے غالب آ جاتا ہے اگرچہ بہ خصومت کنندہ ضعیف بھی ہے
تا کدامیں سوئے باشد آں یراش	اللہ اللہ رو تو ہم آں سوئے باش
خواہ کسی جانب بھی وہ توجہ ہو جاوے	اللہ اللہ تو جا اسی طرف پہنچ جا
گفت اگر از مکر ناید در کلام	حیلہ را دانستہ باشد آں ہمام
اس نے کہا کہ اگر وہ مکر سے کلام میں نہ آوے	وہ باہمت حیلہ کو جانتا ہو
سر او را چوں شناسی راست گو	گفت من خامش نشینم پیش او
تو تو اس کے راز کو کیونکر پہچانے ٹھیک کہہ	اس نے کہا کہ میں اس کے سامنے خاموش بیٹھ جاتا ہوں
صبر را سلم کنم سوے درج	تا برآیم برسر بام فرج
صبر کو زینہ بناتا ہوں درجہ کی طرف	تاکہ میں بام کامیابی کی سطح پر پہنچ جاؤں
ہست مر ہر صبر را آخر ظفر	ہست روزی بعد ہر تلخی شکر
ہر صبر کا انجام مراد رسی ہے	ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے
چوں بجوشد در حضورش از دلم	منطقے بیروں ازیں شادی و غم
جب اس کی حاضری میں میرے دل سے	کوئی کلام جو اس شادی و غم سے خارج ہو جوش کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

من بدانم کو فرستاد آں بمن	از ضمیر چوں سہیل اندر یمن
تو میں جان لیتا ہوں کہ یہ میرے پاس اس نے	اپنے ضمیر سے بھیجا ہے جو سہیل کے مشابہ ہے یمن میں
من بزرگی ورا گردن نہم	منتے ہم بردل و برتن نہم
میں اس کی بزرگی کے روبرو گردن جھکا دیتا ہوں	دل پر بھی اور تن پر بھی منت رکھتا ہوں
دردل من ایں سخن زاں میمنہ است	زانکہ از دل جانب دل روزنہ است
میرے دل میں یہ بات اس طرف سے آئی ہے	اس لئے کہ ایک دل سے دوسرے دل کی طرف روزن ہے
چوں فتاد از روزن دل آفتاب	ختم شد واللہ اعلم بالصواب
جب روزن قلب سے آفتاب جا گرا	تو ختم ہوگئی اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ صواب کیا ہے

اس ایک شخص نے اپنے مرنے کے وقت وصیت کے بارہ میں بیش از بیش دفعہ (یعنی مکرر سہ کرر) کہا تھا اس کے تین لڑکے تھے مثل تین سرورواں کے ان پر اس نے (اپنی) جان وروان وقف کر رکھی تھی۔ (غرض وصیت میں یہ) کہا کہ جو کچھ اسباب اور سیم وزر ہے ان تینوں میں سے وہ لے جو زیادہ کاہل ہے قاضی سے کہہ دیا اور بہت نصیحت (اور تاکید) کردی بعد ازاں شراب موت کا جام پیا۔ فرزندوں نے قاضی سے کہا کہ اے کریم ہم تینوں یتیم اس کے حکم سے تجاوز نہ کریں گے (غالباً یتیم بمعنی مطلق بے پدر کے ہیں گو بالغ ہوں اور یہی توجیہ ہو سکتی ہے اس وصیت للوارث کے نفاذ کی کہ تینوں نے اس کو جائز رکھا تھا اسی طرح قاضی نے جو فیصلہ کیا جو کہ اختتام میں مذکور ہے گو کاہل کے معنی عرفی کے خلاف پر مبنی ہے اور اعتبار وصیت میں عرف کا ہوتا ہے لیکن بعد فیصلہ کے باہم توافق وتصالح اس کی بھی توجیہ ہو سکتی ہے۔ بہر حال فرزند کہتے ہیں کہ) ہم سمع وطاعت کرتے ہیں اس کو اختیار ہے اس نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم پر نافذ ہے ہم مثل اسماعیل علیہ السلام کے اپنے ابراہیم سے سرتابی نہیں کرتے اگرچہ قربانی کردے قاضی نے کہا ہر ایک اپنی عاقلی (اور فہم واحتیاط) سے اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے تا کہ میں ہر ایک کی کاہلی دیکھوں تا کہ میں ہر ایک کا حال بدوں کسی شک کے جانوں (مولانا بطور انتقال فرماتے ہیں کہ) عارفین دونوں جہان (کے لوگوں) سے زیادہ کاہل ہیں (یعنی دونوں جہان میں ان سے زیادہ کوئی کاہل نہیں سو ایک عالم میں تو کوئی کاہل ہے ہی نہیں قال تعالیٰ یسبحون اللیل والنہار لایفترون دنیا میں البتہ کاہل بھی ہیں پس مطلب یہ کہ دنیا میں بھی ان سے زیادہ کوئی کاہل نہیں کاہلی سے مراد تفویض وتوکل وفناء ارادات کہ صورۃً وعند العوام کاہلی سمجھی جاتی ہے آگے ان کی اس کاہلی کی وجہ بتلاتے ہیں یعنی یہ جو کاہل ہیں تو) اس لئے کہ بدوں کھیتی کے خرمن حاصل کر لیتے ہیں (جیسا متوکلین کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے کہ بدوں اختیار اسباب کے مقاصد میسر ہو جاتے ہیں فی الغیاث شد یا زمینے را گویند کہ برائے زراعت بہ قلبہ رانی شگافتہ زیر وزبر کردہ باشند اھ وفی الحاشیہ شگافتن وقلبہ راندن زمین وزمینے کہ بجہت زراعت شگافتہ باشند آھ) انہوں نے کاہلی (مذکور) کو تکیہ گاہ بنا رکھا ہے چونکہ ان کا کام حق تعالیٰ کر دیتے ہیں (اور چونکہ دوسرے) عوام (اس) کاریزواں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں دیکھتے (اس لئے) محنت سے صبح وشام آسودہ نہیں ہوتے (اور وہ عارفین) کار دنیا کے لئے تو سب سے زیادہ کاہل ہیں (لیکن) کار عقبیٰ میں چاند سے بھی (سبقت کی) گیند لے جاتے ہیں (اور) اس (امر) کو وہی اختیار کرتا ہے جو صاحب رشد ہو (اور یوں سمجھے کہ) ہاں دنیا تو رخصت ہوئی اور آخرت (قریب) آپہنچی (جیسا کی حدیث میں اس قسم کا مضمون ہے الاان الدنیا مدبرة الاان الاخرة مقبلة او نحوه) بڑے (بیٹے) سے قاضی نے کہا کہ بیان کر کوئی قصہ (اپنی) کاہلی کا اے طالب مال (اور دوسروں سے بھی کہا کہ) ہاں منتہا کاہلی سے حکایت بیان کرو تا کہ میں (تمہاری اس) کشف راز (و بیان حقیقت) سے اس (کاہلی) کی حد جان لوں (اور کم وبیش کا اندازہ کرلوں) ہاں (اپنی) کاہلی کی حد کی شرح کرو تا کہ میں جانوں تم کس حد تک کاہل ہو) آگے قصہ سے مولانا دوسرے مضمون کی طرف بمناسبت گوئید تا بدانم کے منتقل ہوتے ہیں اور اسی مضمون پر بدوں عود الی القصہ کے مثنوی ختم فرمادیں گے حاصل اس مضمون منتقل الیہ کا یہ ہے کہ کلام مطابق قول قاضی کے دلیل ہوتا ہے حال باطن پر کبھی تو الفاظ سے جیسا کہ اصل طریق اور عام عادت یہی ہے کبھی اثر سے جبکہ حکایت محکی عنہ کے خلاف ہو جبکہ سامع ذوق صحیح رکھتا ہو اور اس دوسری صورت میں اصل دال حالت ہوگی متکلم کی پس اس طور پر حال بھی مقال حکمی ہوگا جو اصل میں موضوع تھا دلالت علی الباطن کے لئے اب خواہ یوں تعبیر کیا جاوے کہ مقال دال ہے عام اس سے کہ حقیقی ہو یا حکمی یا یوں تعبیر کیا جاوے کہ مقال اور حال دونوں دال ہیں بواطن اور سرائر پر اور دلالت حال کے لئے جو ذوق صحیح کا ہونا شرط ہے اس میں زیادہ معتبر وہ صحت ہو جو اصلاح باطن سے ناشی ہوئی ہو اور اس کے درمیان میں یہ بھی بتلا دیا کہ اگر اتفاقاً کہیں یہ دلالتیں کافی نہ ہوں تو کسی کا اظہار کچھ ضروری بھی نہیں اس کے درپے نہ ہو کما هو مذكور فی قوله گفت میرود الخ وقولہ حال یک تن الخ گو معاملہ میں احتیاط کا پہلو رکھنا ضروری ہوگا بس اسی مضمون پر کتاب ختم ہے اور شاید مقصود اس مضمون سے...... دو امر پر ایک یہ کہ شیخان مزورین کی رنگین باتوں پر نہ آنا چاہئے استدلال بالحال سے بھی کام لینا چاہئے دوسرا یہ کہ محض اپنے خیال سے کسی کے حال نیک یا بد کا جزم نہ کرنا چاہئے گو عمل میں احتیاط ملحوظ رکھی جاوے اور اس مضمون کا بوجہ بیحد اور ہر وقت مفید ہونے کے خاتمہ افادات میں قابل وصیت ہونا بالکل ظاہر و باہر ہے سو اس پر کتاب ختم کر دی گئی پس فرماتے ہیں کہ) بے شبہ خود ہر زبان دل کا پردہ ہے جب پردہ ہلتا ہے اور داخل پردہ چیز کی) دولت حاصل ہو جاتی ہے (زبان کی تشبیہ پردہ کے ساتھ باعتبار اس کی ذات کے نہیں ہے کیونکہ اس پر دو اشکال ہوں گے ایک یہ کہ اگر کسی کی زبان ہی نہ ہو تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس کے اسرار پر پردہ نہیں اس لئے اس کے سب اسرار ظاہر ہیں سو ظاہر ہے کہ یہ خلاف واقع ہے بلکہ اس کے اسرار بہ نسبت زبان والوں کے زیادہ مخفی ہوں گے کہ کبھی احتمال ہی نہ ہوگا ظہور اسرار باللسان کا دوسرا یہ کہ اگر زبان کو خالی حرکت دی جاوے بلا تکلم کے تو پردہ تو اب بھی ہل گیا مگر اسرار ظاہر نہ ہوں گے سو یہ تشبیہ باعتبار ذات لسان کے نہیں ہے بلکہ باعتبار اس کی صفت تعلق وعدم نطق کے سو عدم نطق سکون پردہ کے مشابہ ہے اور نطق حرکت پر پردہ کے مشابہ ہے اس پر اشکال اول بھی واقع نہ ہوگا کیونکہ اصل پردہ عدم نطق ہے سو وہ بیچ اپنے اثر کے صادق ہے اور دوسرا اشکال بھی واقع نہ ہوگا کیونکہ یہ حرکت نطقیہ نہیں ہے اس لئے اظہار اسرار نہیں ہوا اب تشبیہ مذکور سے ایک اور سوال پیدا ہوتا تھا کہ اسرار تو بے شمار اور زبان ایک جرم

www.besturdubooks.wordpress.com

صغیر سوا تنے چھوٹے پردہ کے پیچھے اتنے اسرار کیونکر آ گئے اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس کا تعجب مت کرو کیونکہ) ایک چھوٹا سا پردہ کباب کے ٹکڑے کی برابر (مثلاً ایک سر انگشت کہ کباب کے چھوٹے ٹکڑے سے بھی چھوٹی چیز ہے وہ) سو آفتاب کی صورت کو ڈھانک لیتا ہے (یہ جواب علی تقدیر التسلیم ظاہرا ہے ورنہ جب اس کی ذات پردہ نہیں ہے تو یہ سوال ہی متوجہ نہیں ہوتا بہرحال یہ ثابت ہوا کہ نطق بوضعہ کاشف اسرار ہے اب اس پر ایک سوال ہوتا ہے کہ بعض اوقات آدمی اپنی مافی الضمیر کے خلاف جھوٹ بولتا ہے تو وہ بیان لسان کاشف اسرار و مظہر حقیق کہاں ہوا اس کا جواب دیتے ہیں کہ) اگر نطق کا بیان کاذب بھی ہے (اس کی) بو اس کے صدق و کذب سے مخبر ہے (جیسا اکثر سلیم الحس کو لب و لہجہ سے اس کا ادراک ہو جاتا ہے پس نطق کاذب بھی دال ہوا ایک امر واقعی پر اور وہ امر واقعی جو متکلم کے ضمیر میں بھی ہے یہ ہے کہ ایں کلام کاذب ست گو دوسرے اسرار اس کلام کاذب کے محکی عنہ واقعی کے تفصیل کے متعلق معلوم نہ ہوں سو یہ تو دعویٰ بھی نہیں کیا گیا کہ ہر نطق تمام اسرار کا کاشف بن جاتا ہے ایک سر واقعی کے لئے کاشف ہو جانا بھی اس حکم کی صحت کے لئے کافی ہے خوب سمجھ لو آگے لب و لہجہ کے مخبر عن الصدق والکذب ہونے کی مثال ہے کہ) جو نسیم کہ چمن سے آتی ہے وہ متمیز ہے سموم گلخن سے (کہ ایک خوشبودار فرحت بخش ہوگی ایک گرم و سوزندہ ہوگی اسی طرح) بوئے صدق اور بوئے کذب جو کہ احمق کی پھنسانے والی ہے (جس کو وقت تمیز نہیں یہ صفت ہے بوئے کذب کی یعنی یہ دونوں بو) سانس میں محسوس ہیں مثل مشک اور لہسن کے (کہ کھانے کے بعد سانس لیا جاتا ہے اس میں خوشبو بدبو ان کی ہوتی ہے اسی طرح تکلم میں کہ تنفس اس کا لازم عادی ہے بوئے صدق و بوئے کذب محسوس ہو جاتی ہے اور آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح لب و لہجہ سے ایک مافی الضمیر یعنی کلام کا صدق و کذب معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح ایک دوسرا مافی الضمیر معلوم ہو جاتا ہے یعنی) بوئے اخلاص اور بوئے نفاق بے لطف (لب و لہجہ سے) ظاہر ہو جاتا ہے مثل عود اور ہینگ کے (اور) اگر تو یار (موافق کو (یار) منافق سے نہیں پہچانے (اور اس وجہ سے تجھ کو اس حکم مذکور میں شک ہو) تو (اس حالت میں تو) اپنے دماغ فاسد سے شکوہ کر (صدق حکم میں شبہ نہیں ہے اس میں سلامت حواس و صحت ذوق کا اشتراط بتلایا ہے آگے مثال کے لئے اس عدم تمیز کے بعض موارد و مواقع ہیں جن کا تعلق باصرہ و ذائقہ و سامعہ و لامسہ سے ہے یعنی) اور اگر تو مجوز کو محبوبہ سے نہ پہچانے تو بلاشبہ تیری آنکھ فاسد (الحس) ہو گئی ہے اور اگر تو شکر کو ایلوہ سے نہ پہچانے تو بلاشبہ تیرا ذوق حس بے حس ہو گیا ہے اور اگر بلبل کی آواز غراب (کی آواز) کے ساتھ (تیرے نزدیک) متحد ہے تو بلاشبہ تیری حس سمع خراب ہے اور اگر سمور اور خار پشت تیرے نزدیک متحد ہیں تو تیری حس لمس نے تجھ کو (اپنی) پشت دکھلا دی ہے (یعنی وہ حس تجھ سے رخصت ہو کر چلی گئی اور جس طرح یہ سب مدرکات سلیم الحس کے نزدیک متمیز ہیں اسی طرح) بزدلوں کی اور شجاعان دلیر کی آواز ظاہر ہے مثل فن روباہ اور شیر کے (کہ باہم متمیز ہیں روباہ کا فن مکر و حیلہ جیسا اور شیر کا فن شجاعت و جلادت اسی طرح بوئے صدق و بوئے کذب باہم واقع میں تو متمیز ہیں لیکن اگر تجھ کو متمیز نہیں تو) اپنے حواس کا چارہ کار کر اور اس وقت راہ طلب کو در پیش کر (اس دوسرے مصرعہ میں مولانا کے اس مقصود کی تصریح ہے جس کو احقر نے تمہید مضمون منتقل الیہ میں لکھا ہے فی قولہ شیخان مزورین کی رنگین باتوں پر الخ وہاں لفظ شاید لکھنے کے وقت یہ مصرعہ پیش نظر نہ تھا اور اوپر تو زبان کی تشبیہ تھی پردہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کیسا تھا آگے ایک اور تشبیہ ہے کہ) یا (یوں کہو کہ) زبان ٹھیک مثل سر دیگ کے ہے جب وہ ہلتی ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے (اور جیسے وہاں بوئے صدق و بوئے کذب کی نسیم و سموم سے تشبیہ تھی یہاں اس کو بخار سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ) تیز ہوش (آدمی) اس کی بھاپ سے جان لیتا ہے دیگ شیریں کو آش ترش سے (سکباج آشے کہ ور دسر کہ انداز ند مرکب از سگ بمعنی سرکہ و با بمعنی شوربا اور مثال مذکور میں تو مظروف دیگ کی تمیز کا ذکر تھا آگے خود ظرف کی تمیز سے مثال دیتے ہیں کہ) نئی ہنڈیا پر جب کسی صاحب سلیقہ نے ہاتھ مارا خریدنے کے وقت (اور اس کو بجایا) تو (اس سے) شکستہ کو دیکھ لیا (فی المنتخب فتی کریم و ترحمت بالملازم اور اس سے یہ بھی مفہوم ہو گیا کہ اگر سلیقہ نہیں تو جب آنکھ سے درار دیکھے گا تب پہچانے گا اور ان اخیر کی امثلہ سے یہ بھی حاصل ہوا کہ اہل ادراک باہم متفاوت ہیں کہ کسی نے شوربا کو ہلا کر دیکھ کر پہچانا کسی نے بھاپ سے ایسے ہی کسی نے ہنڈیا کی شکستگی کو ہاتھ سے پہچان لیا کسی نے آنکھ سے آگے اسی تفاوت پر ایک حکایت ہے کہ) ایک شخص نے کسی صاحب درد سے پوچھا (اور کہا کہ تو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے آدمی کو (شاید صاحب درد ہونے کو اس پہچاننے میں اس طرح دخل ہو کہ ایسا شخص سخت دل نہیں ہوتا اور قساوت قلب مانع ہوتی ہے دوسروں کی حالت کی تحقیق سے جیسا ظالموں کی کیفیت دیکھی جاتی ہے کہ خواہ دوسروں کی جان نکل جاوے مگر ان کو ان کی بیچارگی کا احساس ہی نہیں ہوتا یا صاحب درد سے مراد صاحب باطن جس کے دل میں صرف درد عشق ہو مگر صاحب کشف نہ ہو جیسا دوسرا شخص جس کا ذکر عنقریب اس شعر میں آوے گا واں دگر گفت الخ صاحب کشف بھی تھا جیسا بالکل ختم اشعار کے قریب اس کا جواب اس پر دال ہے اس نے (جواب میں) کہا کہ میں آدمی کو فی الفور دہن سے) یعنی کلام سے پہچان لیتا ہوں اور اگر وہ نہ بولے تو اس کو تین روز میں (چال ڈھال سے) پہچان لیتا ہوں (سو اس شخص کے ادراک کا تو یہ درجہ تھا) اور ایک دوسرے شخص نے (جو کہ وہاں موجود تھا اور ممکن ہے کہ اس سے بھی پوچھا گیا ہو یہ) کہا کہ اگر وہ بولے تب تو (فوراً) پہچان لیتا ہوں اور اگر نہ بولے تو میں اس کو (کسی بہانہ سے) بات میں لگا دیتا ہوں (اور اس وقت بولنے سے پہچان لیتا ہوں تو اس شخص کے ادراک کا یہ درجہ تھا تو اول میں اور اس میں ادراک کا تفاوت ہوا) اس (سائل) نے (اس دوسرے شخص سے) کہا (کہ) اگر وہ یہ تدبیر سنے ہوئے ہو (کہ اس لئے بھی کلام کرایا کرتے ہیں تاکہ امتحان ہو جاوے اور اس وجہ سے) وہ (شخص) لب بند کر کے اور خاموشی میں چلا جاوے (تو کیسے پہچانے گا) اس نے (جواب میں) کہا کہ تو (اس سے) کہہ دے کہ ساتویں زمین تک چلا جا (اور) ابد تک اس شخص کا حال مجھ پر مخفی ہی رہے (لیکن یہ بتلا کہ) اگر میں ایک شخص کا حال نہ ہی جانوں گا تو کیا ہو جاوے گا اور اس میں میرے دین کا کیا نقصان ہو جاوے گا (جو مجھ کو یہ احتمال مضر ہو اور مجھ کو اس کی تدبیر سوچنے اور بتلانے یا پوچھنے کی ضرورت ہو مطلب یہ کہ یہ سوال ہی لغو ہے اور اس سوال کی لغویت پر وہ شخص ایک مثل لایا کہ یہ احتمال نکال کر یہ بیہودہ سوال کرنا ایسا ہی ہے) جیسا کہ ماں نے بچہ سے (اس کے دل مضبوط رکھنے کو اور اوہام کا اعتبار نہ کرنے کو اس کے فہم و مذاق کے موافق عنوان اختیار کر کے) کہا کہ اگر کوئی خیال رات کو تیرے سامنے آ جاوے یا گورستان اور خوفناک جگہ میں تو کسی خیال زشت کو (بزعم خود) کمین گاہ میں (مستعد حملہ کا) دیکھے تو دل قوی رکھنا اور اس پر حملہ کر دینا وہ فوراً تجھ سے رخ پھیر لے گا (اور بھاگ جاوے گا) کیونکہ بے خوف ہو کر جو شخص اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرف گیا تو وہ خیال شیطان مثال فوراً بھاگ گیا لڑکے نے کہا کہ اس خیال شیطان مثال سے اگر اس کی ماں نے بھی یوں ہی کہہ دیا ہو (اور اس لئے) وہ حملہ آور ہو اور میری گردن میں الجھ جاوے (اپنی) ماں کے حکم سے پھر میں اس وقت کیا کروں گا تو مجھ کو سکھلاتی ہے کہ مضبوط کھڑا رہنا (مگر) اس خیال زشت کی بھی تو کوئی ماں ہوگی (تو اس بچہ کی طرح تیرا سوال بھی لغو ہے آگے مولانا ایک انتقال فرماتے ہیں کہ کوئی وہمی آدمی اس مثل کو سن کر اس وہم میں نہ پڑے کہ ہم کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے شیطان سے مغلوب نہ ہونے کا طریقہ اور امر فرمایا ہے کما قال تعالیٰ انه ليس له سلطان على الذين امنوا وعلى ربهم يتوكلون جس سے ایمان اور توکل اختیار کر کے اس کے مقابلہ میں ہم قوی الہمت رہیں اور اس کو دفع کرنے میں اپنی کامیابی کا یقین رکھیں اسی طرح ایسا نہ ہو کہ ایسی ہی بات کسی نے شیطان کو سکھلا دی ہو اور اسی طرح وہ ہم کو دفع کرنے میں ہمت کو قوی کر لے تو اس صورت میں اس بچہ کی طرح ہم بھی پوچھتے ہیں من آنکہ چوں کنم مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ شبہ جب ہوتا جب نعوذ باللہ خدا کا کوئی مقابل ادھر شیطان کا تلقین کنندہ ہوتا یہاں تو مقابل درکنار کوئی دوسرا تلقین کنندہ بھی نہیں بلکہ) آدمیوں کے شیطان کا (یعنی اس شیطان کا جو کہ آدمیوں پر مسلط ہے) تلقین کنندہ وہ ایک ہی ہے (جس کی شان یہ ہے کہ) اس (کی مدد) سے (بڑے بڑے اقویاء پر) غالب آجاتا ہے اگر چہ یہ خصومت کنندہ (مع الشیطان) ضعیف بھی ہے (اور یہ غلبہ ہر حالت میں ہے) خواہ کسی جانب بھی (اس ضعیف کی) وہ توجہ (منعطف) ہو جاوے (یعنی خواہ قوی کے دفع کی طرف توجہ کرے یا ضعیف کی دفع کی طرف فی الغیاث برآش توجہ ونہضت پس) اللہ اللہ (یہ تخصیص وتقویت کے لئے ہے) تو جا (اور) اسی (واحد کی) طرف پہنچ جا (تا کہ شیطان پر غالب رہے حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہاں ملقن ایک ہی ہے اسی نے تجھ کو بھی دفع شیطان کے لئے تلقین فرمایا ہے اور چونکہ اس نے تلقین فرمایا اگر تو اس کے کہنے پر عمل کرے گا وهو معنى قوله غالب از دوے گر دوالخ اور اسی نے شیطان کو ابتلاء تصرف کی قدرت دے دی اس کی تلقین سے یہ مراد ہے نہ یہ کہ حق تعالیٰ نے اس کو مشورہ دیا کہ تو ایسا کیا کر اور یہ ظاہر ہے اور چونکہ وہ اللہ کا مخالف ہے مومن مطیع کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اس کی نصرت نہیں فرماتا اس لئے اس سوال کی گنجائش نہ رہی من انکہ چوں کنم کیونکہ نہ ملقن دوسرا نہ تلقین مشورہ کی اور نہ مطیع امر کے مقابلہ میں اس کی نصرت بلکہ خود ہی انسان بخوشی اس کے اضرار کو قبول کر لیتا ہے تو اس سے بچنا کچھ مشکل نہیں ہے پس یہ توہم ہر طرح دفع ہو گیا یہ مضمون منتقل الیہ جو بطور جملہ معترضہ کے تھا تمام ہوا آگے پھر عود ہے اس سائل اور مجیب دوم کی حکایت کی طرف یعنی) اس (سائل) نے (مکرر پوچھا اور) کہا کہ اگر وہ مکر سے کلام میں نہ آوے (اس وجہ سے کہ) وہ باہمت حیلہ کو جانتا ہو (کما قد ذكر فى قوله گفت اگر ایں مکر بشنیدہ بود الخ) تو (پھر) تو اس کے راز (مافی الضمیر) کو کیونکر پہچانے ٹھیک ٹھیک کہہ (راست گو میں غور کرنے سے ذوقاً مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ سائل نے جواب اول کو بخصوصیت حال مجیب کہ وہ صاحب بصیرت ہوگا محض اس کات پر محمول کیا اور سمجھا کہ میرے طرز سوال کے ناپسندیدہ ہونے سے یا اس خیال سے کہ اس سوال سے محض تکثیر کلام مقصود ہے تحقیق مقصود نہیں اس سے ایسا خشک جواب مدافعانہ دیدیا ہے ورنہ یہ بدوں کلام کے دوسرے کسی طریقہ کشف وغیرہ سے بھی حاضر کا ایسا حال جس میں گفتگو ہے معلوم کر سکتا ہے اس لئے مکرر سوال کیا جس میں راست

www.besturdubooks.wordpress.com

گو بڑھانے سے یہ بات ظاہر کر دی کہ مجھ کو واقعی تحقیق ہی مقصود ہے اور شاید اب کے بطریق ادب پوچھا ہو آگے اس کا جواب منقول ہے کہ) اس نے (جواب میں) کہا کہ میں اس کے سامنے خاموش بیٹھ جاتا ہوں (اور) صبر کو زینہ (اور ذریعہ وصول) بناتا ہوں درجہ (مقصودہ) کی طرف تاکہ میں بام کامیابی کی سطح پر پہنچ جاؤں (صبر سے مراد میرے ذوق میں قلب کو خطرات سے خالی کر کے وقت معتد بہ تک مراقب خاموش بیٹھنا چونکہ دونوں امر میں مشقت ہے خطرات سے خالی کرنا بھی مجاہدہ ہے اور محبوس ہو کر بیٹھنا بھی اس کو حق تعالیٰ نے بھی صبر فرمایا ہے قال تعالیٰ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم الآیہ پس حاصل یہ ہوا کہ اس طرح صبر بالتفسیر المذکور کر کے بیٹھتا ہوں اور صبر ایسی چیز ہے کہ) ہر صبر کا انجام مرادرسی ہے (اور) ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے (یہ مقدمہ خاصیت صبر میں حکم مرتب آتی فیما بعد کی لم بتلانے کو بڑھا دیا کہ اس طرح بیٹھنے کو اطلاع خواطر میں کیا دخل ہے اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ اس طریقہ سے کبھی تخلف مقصود کا ہوتا ہی نہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی تو فی نفسہ یہی خاصیت ہے باقی کسی مانع وعارض سے تخلف ہو جاوے تو ممکن اور واقع ہے غرض یہ کہ میں اس طرح بیٹھتا ہوں اس کے بعد) جب اس کی حاضری میں میرے دل سے کوئی کلام (خواہ نفسی یا لفظی) جو اس شادی وغم سے خارج ہو (یعنی دنیوی نہ ہو) جوش کرتا ہے تو میں جان لیتا ہوں کہ یہ میرے پاس اس نے ایسے ضمیر سے بھیجا ہے جو سہیل کے مشابہ ہے یمن میں (پس) میں اس کی بزرگی کے روبرو گردن جھکا دیتا ہوں (اور) دل پر بھی اور تن پر بھی (یعنی اپنے ہر ہر بن مو پر) منت رکھتا ہوں (اور ممنون ہوتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ) میرے دل میں یہ بات اس طرف سے آئی ہے (اطلاقاً للمقید علی المطلق لان المیمنة ھو الطرف الایمن خاصة ولعل تعبیرہ بالایمن لکون جانب ھذا الرجل مبارکاً اور ادھر سے آنا جو سمجھتا ہوں تو) اس لئے کہ ایک دل سے دوسرے دل کی طرف روزن (اور منفذ باطنی) ہے (جیسا اہل کشف مشاہدہ کرتے ہیں اور اسی سے اس کی جانب مقابل کا حال بھی معلوم ہو گیا کہ اگر اس عمل کے بعد کوئی برا خطرہ آوے تو اس سے پہچان ہوتی ہے اس شخص کی حالت ناپسندیدہ کی اور اس عمل کا اثر تو اسی کو مقتضی ہے اور اس طریقہ کو اہل ریاضت نے اسی طرح لکھا ہے لیکن اس شق کو ذکر نہ کرنے کی وجہ بالقاء حق یہ معلوم ہوئی کہ اشارہ اس طرف ہے کہ چونکہ یہ طریقہ حجت شرعیہ نہیں اس لئے اس بناء پر بدگمانی جائز نہیں اور حسن ظن جائز ہے پس حاصل جواب کا یہ ہوا کہ اگر اس طریقہ کے بعد بھلائی آتی ہے تو اس کو اچھا شخص سمجھتا ہوں اور اگر برائی آتی ہے تو اس کو برا نہیں سمجھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا خاموش ہو کر بیٹھ رہتا ہوں اور اس کا ذکر ہی نہیں کرتا جیسا اس وقت بھی اس کا ذکر نہیں کیا یہاں یہ جواب ختم ہوا اب مولانا اوپر کے متصل مضمون پر مبنی کر کے کتاب کو ختم فرمانا چاہتے ہیں یعنی جب یہ معلوم ہو گیا کہ دل میں روزن ہے اور واردات کے آنے کا منفذ وہی ہے پس اسی طرح اب تک آفتاب القاء میرے قلب کے مقابل تھا اور اس کی شعاعیں یعنی واردات روزن قلب سے پہنچ رہی تھیں مگر اب بحکمت خداوندی وہ آفتاب افق استتار میں غروب ہو گیا یعنی اب بجائے تجلی کے استتار ہو گیا جیسا عارفین کو دونوں حالتیں پیش آتی ہیں اور بعض مصالح اس میں تجلی سے بھی زیادہ ہوا کرتی ہیں سو) جب روزن قلب (کی محاذات) سے آفتاب (فیض زیر افق) جا گرا تو (کتاب ہذا) ختم ہو گئی اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ صواب (اور مصلحت اور حکمت کس وقت کس چیز

میں) کیا ہے (پس جب وہی جانتے ہیں اور حکمت کے موافق کرتے بھی ہیں اور اس وقت انہوں نے ایسا کیا پس یقیناً اسی میں حکمت ہے اس لئے میں بھی اتباع اس حال کا کر کے بتکلف کلام کرنا نہیں چاہتا ختم کئے دیتا ہوں)۔

فائدہ:۔ اس مقام میں ایک مسئلہ کی طرف بھی اشارہ ہو گیا اور وہ مسئلہ وہی ہے جس کی طرف دفتر اول کے خاتمہ پر بھی اشارہ تھا تو دونوں دفتروں کا خاتمہ متوافق ہونا یہ بھی عجائب اتفاق سے ہے اور اس مسئلہ کے متعلق شرح دفتر اول کے ختم کی عبارت نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ و ھی ھذا۔

فائدہ:۔ اس مقام میں اشارہ ہے اس طرف کہ عارف کو بحکم وقت کلام کرنا چاہئے جب طبیعت اپنی اور سامعین کی حاضر ہو اور علوم و معارف کی آمد ہو اور اس میں اعتدال ہو کہ نہ بیان میں تکلف ہو اور نہ اتنا غلبہ ہو کہ ضبط سے خارج ہونے کا اندیشہ ہو اس وقت افادہ فرماوے و فیہ قلت آنفاً

گر بگوید بگو بگوئی دبجوش   در بگوید مگو مگوئی و خموش

خاتمہ الترجمۃ من خاتمۃ ولدہ بہاؤ الدین رحمہا اللہ تعالےٰ

شکر کایں نامہ بعنوانے رسید	گم نشد نقد و باخوانے رسید
شکر ہے یہ نامہ ایک عنوان (کے خاتمہ) تک پہنچ گیا	نقد) گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا
نردبان آسمانست ایں کلام	ہر کہ ازیں بر رود آید ببام
یہ کلام آسمان کی سیڑھی ہے	جو اس کے ذریعہ اوپر جائیگا چھت پر پہنچ جائے گا
نے ببام چرخ کان اخضر بود	بل ببامے کز فلک برتر بود
آسمان کی چھت پر نہیں جو سبز ہے	بلکہ اس چھت پر جو آسمان سے اونچی ہے
بام گردوں را ازو آید نوا	گردشش بشد ہمیشہ زاں ہوا
اس کے لئے سامان گردوں کی چھت سے آتا ہے	اسی خواہش سے اس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

تتمۃ الخاتمۃ من اختتام المثنوی للمولوی الکاندھلوے

روبحق آرو بکن ختم کتاب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
ربنا فالحمد لک فی کل حال	انت معنی السرفی المقال
انت مقصودی الیک وجھتی	خالصاً للہ کانت نھتی
یا محط الکل یا کھف الوریٰ	یا اللہ العرش یا رب الثریٰ
کن انیس القلب اختم لی بخیر	انت حسبی انت کافی لیس غیر

www.besturdubooks.wordpress.com

الفوائد الختمیۃ من المترجم غفرلہ

فائدہ اولیٰ:۔ الحمدللہ کہ آج تیسری جمادی الاول یوم السبت ۱۳۳۴ھ کو کہ میری عمر اس وقت ایک دن کم ایک مہینہ زیادہ ترپن سال کی ہے بوجہ اس کے کہ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو میری ولادت ہوئی ہے یہ عشر عاشر بھی ختم ہوا بفضلہ تعالیٰ یہ عشر جو کہ چھ سوسے دو چار زیادہ اشعار پر مشتمل ہے کل چھ دن میں ختم ہوا جس سے سو شعر روزانہ کی شرح کا اوسط پڑتا ہے جو میری استعداد علمی وعملی سے بہت مستبعد ہے وذلک من فضل اللہ الکبیر المتعال ثم من برکۃ مولانا الجلال۔

فائدہ ثانیہ:۔ اس دفتر میں دو قصے ناتمام رہ گئے ہیں ایک شہزادہ سوم کا دوسرا ان کاہلوں کا اس کے متعلق حضرت سلطان بہاء الدین ولد قدس سرہ نے اپنے خاتمہ میں ذکر فرمایا ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد سے اس کے پورا نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ فرمایا۔

ہست باقی شرح ایں لیکن دروں بستہ شد دیگر نمی آید بروں

الہ قولہ

باقی ایں گفتہ آید بے زباں دردل آنکس کہ دارد نور جاں

اس آنکس کا مصداق مدت دراز کے بعد حق تعالیٰ نے مفتی الٰہی بخش کاندھلوی قدس سرہ کو بنایا اور انہوں نے اختتام میں اس کو اتمام کو پہنچایا کما ذکرہ بنفسہ فی افتتاح الاختتام اور ایک بار بندہ نے شعر باقی ایں گفتہ آید الخ پر ایک حاشیہ منسوب بہ محمد افضل چھپا ہوا دیکھا چنانکہ آں باقی در مثنوی سلطان ولد قدس سرہ مذکور شدہ وقصہ شہزادگان دراں مثنوی تمام گردیدہ گویا حضرت مولانا قدس سرہ دردل سلطان ولد بے زباں فرمودہ اس کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا اتفاق سے ایک جگہ اس مثنوی سلطان ولد قدس سرہ کا موجود ہونا سنا گیا منگا کر دیکھا حاشیہ کا مضمون صحیح نہ پایا گیا یہ مدت کی بات تھی مجھ کو یاد بھی نہ رہی اب پھر یہ حاشیہ نظر سے گزرا چونکہ پہلا دیکھا ہوا بالکل ذہن میں نہ تھا پھر وہ مثنوی منگائی تو اس کے ساتھ میرا ایک خط تھی ہوا ہوا اسی زمانہ کا چسپاں ملا اس سے معلوم ہوا کہ میں پہلے اس کی تحقیق کر چکا ہوں اور اس خط میں لکھ چکا ہوں چنانچہ یہاں اس کے بعض ضروری جملے نقل کرتا ہوں۔ وھو ھذا ایک حاشیہ میں لکھا دیکھا تھا کہ دفتر ششم مثنوی مولانا رومیؒ کا اختتام سلطان ولدؒ کی مثنوی میں ہوا ہے۔ یہ بات دیکھنا تھی سو غلط نکلی یا تو سنی سنائی لکھ دی ہے یا کوئی اور مثنوی ہو آں یہ خط دسمبر ۱۹۰۴ء کا لکھا ہوا ہے البتہ یہ مثنوی سلطان ولدؒ کی فی نفسہ بہت اچھی ہے میں تبرکا و نیز پتہ پہنچانے کے لئے اس کے دو شعر ایک اول کا ایک آخر کا نقل کرتا ہوں۔

بشنو ید از نالہ و بانگ و رباب نکتہ ہائے عشق در ہر گونہ تاب

اے خنک جانے کہ آں صحبت گزید شد ازاں صحبت مزید اندر مزید

فائدہ ثالثہ:؟ وھذہ آخر الفوائد بعض نے مشہور کیا ہے کہ مولاناؒ نے خود ایک دفتر سابع بھی لکھا ہے چنانچہ میں نے ایک قلمی مثنوی اسی مثنوی کے وزن پر اولاً مکہ معظمہ میں اور ثانیاً بعد نو دس سال کے ایک دوست

www.besturdubooks.wordpress.com

کے پاس ۱۳۲۰ھ میں دیکھی اور اس کے اول ورق پر ایک بزرگ نے اس قول کے اثبات میں چند اشعار اسی وزن پر لکھ دیئے تھے میں اس قول کو بدلائل خلاف واقع جانتا ہوں اس لئے میں نے ان دوست کی درخواست پر نظم ہی میں اسی وزن پر اپنی رائے لکھ دی جو ذیل میں منقول ہے مگر افسوس ہے کہ اس وقت وہ کتاب میسر نہ ہوئی ورنہ اس کا بھی اول و آخر پتہ کے لئے لکھ دیتا غرض دفتر سابع کی نسبت مولانا کی طرف غیر صحیح ہے یہ ممکن ہے کہ کسی اور نے بطور خود تکملہ کر اس کا لقب دفتر سابع رکھ دیا ہو چنانچہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا ہی دفتر سابع لکھا ہے جس کے لکھنے کو اس نکتہ پر مبنی کیا ہے۔

گرد خانہ یار باید ہفت بار   طوف کردن تا بود مقصد برآر

اور ایک شعر اس کا احقر بھی اپنی مثنوی زیر و بم میں لایا ہے۔

چوں قلم ایں زیر و بم رافاش کرد   غیرت عشقش زباں دو قاش کرد

سو یہ اور بات ہے اب میں وہ اشعار اپنے بہ تخطیہ نسبت دفتر سابع بجانب مولانا الجلال نقل کرتا ہوں۔

رائے اشرف علی تھانوی در انتساب کتاب مشہور بدفتر ہفتم مثنوی معنوی بمولانا رومی اثباتاً و نفیاً وکل رای لا یحب ان یقبل

حمد نذر بادشاہ ذوالجلال	صدور دے بر رسول خوشخصال
پس ازیں نازیم بخت خویش را	کیں سخن صافی گذشت از چشم ما
گوئیا جزوے زعین مثنویست	چونکہ شانش چوں کلام معنوی ست

پھر اتفاق سے رجب ۱۳۳۶ھ میں وہ کتاب مکرمی سید نور الحسن صاحب رئیس رکھیڑی ضلع مظفر نگر کے پاس مل گئی اب اس کا اول و آخر پتہ کے لئے لکھتا ہوں۔

آغاز خطبہ:۔ مجلد ہفتم از جملہ دفاتیر مثنوی وطوامیر معنوی کہ خزینہ از ہارا مانی و گنجینہ انوار معانی اسرار اللہ است چشمہ زندگانی زندہ دلان خضر قدمان آگاہ ست الخ۔

آغاز نظم:۔

اے ضیاء الحق حسام الدین سعید   دولتت پائندہ نصرت بر مزید
چونکہ از چرخ ششم کردی گزر   برفراز چرخ ہفتم کن مقر
شعر ظنم ہم ضیاء الحق ہفت اندر علوم   اینچنیں ہفت دگر مولائے روم
ختم نظم:۔ حسبی اللہ ما عنان اختیار   باتو داد یم اے قدیم کردگار ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

می نہد برگام مولانا قدم	گوئیا ہست ایں وآں از یک قلم
نیست لیکن از کلام آں ہمام	شاہدے چندیں بریں دارد قیام
اولا ایراد برہان کثیر	کہ عدد ہفت ست گویا ناگزیر
ایں بعید از طرز مولاناست ہاں	بہر تائید شمار دفتراں
ثانیاً دور ست از اہل علوم	خویش رادادن لقب مولائے روم
یا کہ خود را مولوی کردن خطاب	یاز خود منت کشیدن در کتاب
ثالثاً کردے ششم را اختتام	باز ہفتم را نمودے انصرام
رابعاً من دیدہ ام ایں نسخہ را	نزد حضرت حاجی امداد ما
لیکن باایں اہتمامے کان صفی	داشت در طبع کلام مولوی
ہم ز بہر طبع ایں نسخہ نداد	پس نہ دانستش ز مولانائے راد
پس یقیں شد کایں سخن زاں شاہ نیست	ہاں مگر از غیر حق آگاہ نیست
آئینہ از تاب خورشیدار پرست	آئینہ خور نیست لیک چوں خورست
ورتو گوئی کاں دو بیت اولیں	میدہد از جزو بودن او یقیں
پس بداں کہ ایں خطاب شاعری ست	غائباں را نے دلیل حاضری ست
گفتہ ام انچہ کہ ذوق من بگفت	باز جوش طبع در نظمش بسفت

الاحقر: اشرف علی غفرلہ

تمہید حصہ کلید مثنوی متعلقہ اختتام از مولانا کاندھلویؒ

بعد الحمد والصلوۃ بیہ احقر عرض رسا ہے کہ کلید مثنوی شرح دفتر سادس مثنوی کی تمہید میں اس شرح سے بھی پہلے چند بار خاتمہ مثنوی مصنفہ حضرت مولانا الہی بخش کاندھلوی خاتم المثنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح لکھنے کا خیال پیدا ہونے کا ذکر کر چکا ہوں اور اس وقت تک یہی قصد تھا کہ اصل دفتروں کی شرح کا جو طرز اختیار کیا گیا ہے اُسی طرز پر اسکو بھی لکھا جاوے لیکن بعد اتمام شرح دفتر سادس کے خاتمہ موصوفہ پر جو نظر مستانف کی تو بوجہ غیر غامض وغیر دقیق ہونے کے بجائے شرح بطرز مذکور کے اس کا حل بطور تحشیہ کے جہاں جہاں ضرورت واقع ہو کافی معلوم ہوا نیز قلت فرصت احقر بھی اس اختیار کا مرجح ہوا اور اس صورت میں اس حل کے حال المتن ہونے کی بھی حاجت نہیں صرف پتہ جتلانے کے لئے اولاً ایک سرخی پھر اس کے ذیل میں جو اشعار حل طلب ہیں خواہ لغۃً وترکیباً خواہ تحقیقاً للمقام وتہذیباً ان کو کہیں تام کہیں غیر تام نقل کر کے حل ضروری لکھ دیا جاوے گا اسی طرح پھر دوسری سرخی اور اس کے اشعار اور چونکہ نسخہ کشوری ہر شخص کو بآسانی میسر ہو سکتا ہے اس لئے سرخیاں اسی نسخہ سے نقل کی گئی ہیں کہ اشعار کا ملنا سہل ہو واللہ المستعان فی کل حال و زمان۔

نمقـــــــــــــــه

اشرف علی عفی عنہ

عشرہ اخیر شعبان سنہ ۱۳۳۳ھ

قال الخاتمؒ ناثر اً افتتاح کلام بہ تمہید اختتام سراپا احتشام مثنوی معنوی

قالؒ ناظماً جذب ذوق الخ قلت فعل میکشد کی نسبت اس جذب کی طرف یا فرضی اور شاعرانہ ہے یا مثل فیضان مولانا رومیؒ کے جس کا ذکر اشعار مقام میں ہے مولانا حسام الدین کا بھی کچھ فیضان ہوا ہو احتمالاً ان قالؒ پرتو خور الخ قلت دادآفتابی میں واد بمعنی عطا ہے مراد شعاع قالؒ ہر زمانم الخ قلت یعنی بام دل پر کھڑے ہوئے اشارہ کرتے ہیں الخ قالؒ چونکہ حد خود الخ قلت تن زدم خاموش شدم قالؒ چونکہ قول الخ قلت پاک نظر قال ناثراً آغاز داستان بیان کردن قالؒ ناظماً تشنہ گشتم الخ قلت قولہ آتشم پر دود گشت یعنی بخارات بدماغ رسید وقولہ بر کوہ ودشت مراد اعضاء قالؒ نفس نالان الخ قولہ سیکنگ فی الغیاث بالکسر و یائے معروف و کاف عربی مفتوح وفتح نون وکاف عربی دیگر بمعنی آہستہ واین لفظ ترکی ست از لغات ترکی نوشتہ شدہ اھ قالؒ از گرانی جامہ الخ قلت توجیہش از تکلف خالی نیست اظہر نسخہ دیگر ست از گراں جانی بخواب الخ قالؒ از عطش الحتین الخ قولہ برد بالفتح بمعنی سردی یعنی میں نے سردی ظاہری کو باطن کی طرف اپنے خیال میں منصرف کر لیا اور یہ تجویز کر لیا کہ یہ سردی وجود ظاہری کی حرارت باطنی کے لئے کافی ہو کر اس کو زائل کر دے گی۔ قال کاہلی از آب الخ قلت

فی المنہیہ علی المصرع الثانی یعنی اسباب برودت باطنی کہ آب بود درد ست داشتم امابسبب کاہلی نتوانستم نوشید آہ منہ قدس سرہ قال نفس را بکشند الخ قولہ یک دمے آبے فی المنہیہ یعنی چنانچہ شراب نفس را برشورش می آرد ہمچنیں زباد آب رائی پندارند آہ قال امر نفس خویش الخ قلت کشاؤ فی الغیاث کشاؤ نامہ بضم کاف عربی وفاری فرمان بادشاہی الخ یعنی تو اپنے نفس کے حکم کو مثل فرمان شاہی کے واجب الاتباع سمجھتا ہے کہ اس کی ہر بات کو مان لیتا ہے۔قال زین تردد الخ قلت اشجان جمع شجن بمعنی غم وفی الحاشیہ راغ درد وغم آہ لکن لم ارہ قال کرد پس الخ قلت مصراع ثانی صحیح اینچنیں ست کش ثواب بدنہ آمد الخ قال بانیاز الخ قلت جزع مراد ترس قال گفت زن را الخ قلت ددہ بمعنی درندہ قال زیں سبب الخ قلت مصراع ثانی صحیح بدین سان ست کہ اشک الخ۔

قال ناثراً حکایت قال ناظماً چوں نہ تمی الخ قلت مصرعہ ثانی کے معنی یہ ہیں کہ تیری نماز کا ناہی عن الفحشاء نہ ہونا مجبر و مشعر اس سے ہے کہ بجائے ترقی کے رجعت وواپسی ہو رہی ہے قال اینچنیں شد الخ قلت ایک نسخہ میں بے ریا کی جگہ پیرہا واقع ہوا ہے حاصل دونوں کا ایک ہے کہ پیروں کے حکم ترک کرنے کا یہ انجام ہے اسی حکم کو بے ریا کے ساتھ موصوف کر سکتے ہیں۔قال ناثراً رجوع بحکایت قال ناظماً گفت خوب آید الخ قلت یعنی اگر میں اس کو دور کردوں اور وہ دور بھی ہو جاوے تو سب سے بہتر تو یہی ہے لیکن اگر وہ نہ ہٹے اور حاصل ہی ہو جاوے تو اس کو کور یعنی آخرت کے لئے صرف کردوں گا قال مال دنیا الخ قلت اندازی بخاک کا بیان شعر آئندہ میں ہے یعنی بہر گور خود الخ قال یعنی بہر گور خود الخ قلت انباز بمعنی شریک یعنی دوسرے اعمال بدنیہ کے ساتھ اس طاعت مالیہ کو بھی شریک کرلے وفی بعض الحواشی فراہم آوردن وہذا البعید من التکلف ان ثبت قال کاہ بسیارست الخ قلت بگاوان یعنی مع گاوان یعنی ان کو لے کر چرانے آئے اوران کو حلوب بالقوۃ کہا ورنہ دسویں شعر میں بے شیر ہونا مصرح ہے قال چوں ز اکل الخ قلت مستطیع از افتعال من السطوع قال گفت درویش الخ قلت بدوش از دوشیدن یعنی سب میں سے کیف ما اتفق کسی ایک کو وہ لے قال راہ حق راچوں الخ قلت چوں بمعنی چرا قال رو بروالخ قلت یعنی دامن علائق دنیویہ کو قطع کر ڈال تا کہ طے مسافت کے وقت تیرے دونوں پاؤں میں وہ دامن نہ الجھ جاوے اور شعر آئندہ میں جملہ گر تو بے جامہ روی اس میں صریح ہے قال ورنہ بے مجید الخ قلت خارہ سنگ سخت کذا فی الغیاث قال تیشہ چہ بود الخ قلت ایک نسخہ میں ہے آں زنفی توجیہ یہ ہے کہ اس ز کو بیان کہا جاوے آں کا اور مصرعہ ثانی کی اصل یہ ہے کہ سنگ غیریت برتا بدز راہ اور یہ صفت ہے نفی لا الہ کی یعنی جو سنگ غیریت کو راہ سے ہٹا دیتی ہے۔

قال ناثراً قصہ دوشیدن گاؤ نازادہ از راہ امتحان وسوء الاعتقاد قال ناظماً خالطوہم الخ در حق ایشان زدند یعنی در حق ایں علماء گفتند پس زدند بمعنی سخن زدند یا مثل زدند و فاعل زدند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجمعۃ للتعظیم یا محدثین واسناد سوئے ایشان باعتبار نقل ست قال چونکہ سلطان الخ قلت تشبیہ چوں شکر باعتبار زیادت دخل و خصوصیت کے ہے قال اینچنیں مردے الخ قلت شہر نشین یعنی شہریکہ پائے تخت بادشاہ بود قال مدتے بگذشت الخ قلت عین الوصول بمعنی چشمہ وصول وعرفان یا بمعنی عین واصل۔قال میزداد کشنگجر الخ قلت فی الغیاث بضم اول وسکون شین معجمہ وفتح کاف عربی وسکون نون وجیم عربی مکسور ویائے معروف وراء مہملہ چیزیکہ بداں دیوار قلعہ

www.besturdubooks.wordpress.com

می شکند دبمعنی توپ مجازست وایں مخفف کوشک انجیرست ومعنی ترکیبی ایں لفظ قلعہ شکافست از جہانگیری وسراج و درمویدبمعنی گولہ نوشتہ آھ قالٌ برمشیت ہائے اوالخ قلت دربعض نسخ برمثبت ہائے اوواغلب آنکہ غلط باشد یامعنی آنکہ برچیز ہائیکہ اوثبت فرمودہ قالٌ لاجرم الخ قلت مصرعہ ثانیہ بردوگون ست اول پاز غار چوں حرا بیروں کشید ایں اظہرست ودیگر باز غار چوں حرا برگزید وتوجیہش آنکہ درشہر ہم خلوت را اختیار کردہ کہ مشابہ غار حرا بود قالٌ گرکنی راوی الخ قلت یعنی اگر تو حصول مال وسامان کے وقت جوانمردی وہمت ایثار کی کرے تو تو مشابہ سکندر کے ہے ورنہ جیفہ پرشل کلب شیزندہ کے ہے بلغندر لغت میں نہیں ملا حاشیہ میں اس کے معنی الحاج کنندہ وابرام نمایندہ وچسپندہ وستیزندہ لکھے ہیں قالٌ ابتلاء الخ قلت یعنی واقع میں تو یہ سیم وزرروی اور خسیس ہے لیکن شیطان جو اس کے ذریعہ سے اغوا کرسکتا ہے حق تعالیٰ نے امتحاناً شیطان کو یہ تصرف دیدیا ہے اس تصرف دینے کو مجازاً سیم وزر دادن کہہ دیا قالٌ ناثراً دربیان معنی آں حدیث کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ وتفصیل آں قالٌ ناظماً کستہ الخ قلت فی الغیاث درتحقیق کستی ماخوذ از کستن کہ بمعنی مالیدن ست وبمعنی کوفتن نیز آھ ودربعض نسخہ کفتہ بمعنی کوفتہ وفی الحواشی کشتمان بمعنی مزرعۃ وکشتار بمعنی مرغ بسمل آھ ولم اظفر بہمافی کتب اللغۃ قالٌ گرتو غافل الخ قلت کسیرج مرواریدمراد ایمان۔ قال ناثراً رجوع بداستان درویش ووداع گردانیدن دنیا ازاں مرد حقیقت اندیش قالٌ ناظماً چوں رود الخ قلت بلغاک فی الحواشی شوروغوغا وکشن فی الغیاث بفتحتین ودرآخر نون بروزن چمن وبفتح اول وسکون ثانی نیز بمعنی بسیاری وانبوہی وگنجان از ہرچیز کہ باشد آھ قالٌ شیرج وکسبہ الخ قلت شیرج روغن کنجد وکسپہ فی الغیاث کسب بالضم کنجارۂ روغن وآں ثفل روغن ست مراد یہ کہ تعلقات جو روغن وکنجارہ کی طرح متلاصق ہیں کیسے جدا ہو جاویں گے پرغ فی الحواشی شکنج وشکن وپیشانی چین زدہ اور جوان سے مراد بادشاہ قالٌ گرچہ زائد الخ ودربعض نسخ گز چہ زائد ولا یظھر وجھھما و عندی انہ کہ چہ زاید یعنی کونسی بات پیدا ہو جاوے گی قالٌ داں دوم الخ قلت چیل سے مراد مضمون یعنی میرا مضمون کہ قوت اور روانی میں مثل چیل کے ہے کاہلان دنیا کی مزید کاہلی کا سبب ہو گیا قالٌ ناثراً بیان نمودن آں پسر دوم حال کاہلی خود باقاضی قالٌ ناظماً نصرت الداخل الخ فی الحاشیہ شکلے ست درعلم رمل سعد الخ قالٌ شاہ ہرشب الخ قلت بیان ہے بانگ مذکور شعر بالا کا ودژم فی الغیاث بفتحتین وزائے فارسی بمعنی افسردہ واندوہگیں وبکسر اول وفتح ثانی آشفتہ آھ ملخصاً قالٌ تاروجنت الخ قلت مصرع ثانی میں تازیانہ جنس اور مراد اس سے جمع ہے یعنی تازیانہ ہا پس خبر میں تاقلندکا آنا صحیح ہوا اور بعض نسخوں میں کاہل ست اور ناقل ست واقع ہے اور یہ اظہر ہے۔ قالٌ اسپ بحر الخ قلت یعنی اسپ مشابہ بحر در تیز روی۔ قالٌ ناثراً حکایت کردن آں پسر سوم الخ قال ناظماً دوم بردم الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں کاو بمعنی کاوش وتفحص یعنی اس تجسس کیلئے کہ یہ گائے کہاں تک جاتی ہے میں پاسبانی کرتا تھا قالٌ خود چراں الخ قلت امر ہے چریدن سے یعنی وہ گھاس چر کہ اس میں خار نہیں ہے مراد وہ منافع جس میں شبہ نہ ہو خار واژوں فی الحواشی درخت چرچشہ آھ ووا ژوں بود نقش مشاہد ست وقتادہ فی المنتخب بالفتح درختے ست سخت وخاردار آھ قالٌ ناثراً رجوع کلام بحکایت آں پسر سوم الخ قال ناظماً درگزر زیں الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں تردودہ کے معنی دہندۂ تردد مراد حق تعالیٰ قالٌ روز من شد دیر الخ قلت فی الغیاث دیر شدن بمعنی تمام شدن وخراب شدن ست بعد ازاں بمعنی فوت شدن مستعمل شدہ آھ قالٌ ناثراً حکایت دربیان

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ دنیا طالب ہارب خود وہارب از طالب خودست قالؔ ناظماً کفتر ے الخ قلت فی الحاشیہ کبوتر اور مصراع ثانی میں از ہر سہ کے یہ معنی نہیں کہ وہ تینوں سے آگے تھا کیونکہ وہ تین تو اس سمیت تھے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ان تینوں میں سے وہ آگے تھا قالؔ در پے عاجز الخ قلت عاجز صفت مقدم ہے مرغ کی اور یہاں پر غ کے معنی حاشیہ میں تیز رو اور دوندہ کے لکھے ہیں قالؔ کا فراں گفتند الخ قلت خفی بمعنی مخفی مراد عالم غیب قالؔ دانہ در معنی الخ قلت گرد بمعنی خاک وغبار یعنی فرشتہ نبی کے سامنے گرد ہے یعنی مفضول ہے کما ہو مقرر فی کتب الکلام قالؔ ناثراً جواب گفتن آں صوفی الخ قالؔ ناظماً لیک زہہا الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں زد بمعنی زدو قالؔ زاغ یعنی الخ قلت فرہ بمعنی غلبہ و سبقت وظفر کذا فی الغیاث قالؔ ناثراً در بیان معنی ایں حدیث الدنیا سجن المومن الخ قالؔ ناظماً ہیچ باری یا داغ الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں کشت بمعنی زرع وسبزہ اور گہدانہ بمعنی مزبلہ جو حاصل ہے خضراء الدمن کا قالؔ خویش را الخ قلت گردہ جو مصرعہ ثانیہ میں واقع ہے اس کے معنی غیاث میں ہیں گردہ بالفتح ودال مہملہ خاکہ نقاشان وآں زغال سودہ است کہ در پارچہ بستہ باشد وبر کاغذیکہ درواں بنقشہ گلہا وتصویرات سوزنہا زدہ باشند مالند تا ازاں سوراخہا طرح نقش بر کاغذ دیگر نشیند وآں کاغذ سوزن زدہ را نیز گردہ گویند آہ قالؔ ناثراً حکایت بر سبیل تمثیل گوید قالؔ ناظماً چونکہ دید غیر الخ قلت ساز در مصرعہ ثانیہ بمعنی سامان قالؔ کلکے داری الخ قلت فی الحاشیہ کاف برائے تصغیر بمعنی داغ شاید یہ حکم بمعنی جرح سے ہو اور مستقلاً کہیں نہیں ملا قالؔ تا فشک الخ قلت فشک فی الحاشیہ دیوک بعربی ارضہ کہ بیخ درختاں می خورد آہ کہ بعضے آنرا دیمک گویند وکشمان بمعنی زرع وقد مر فی عنوان بیان معنی آں حدیث کہ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ یعنی جب تک زرع ہستی میں حب غیر کی دیمک موجود ہے اس میں حب اللہ کا دانہ بونا غیر مفید ہے قالؔ ایں سخن پایاں الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں قند فاعل ہے بستہ کا اور مراد قند وحدت قالؔ ناثراً رجوع بحکایت شاہزادہ سوم الخ قالؔ ناظماً اے ضیاء الحق الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں چوں بادیمن کے معنی یہ ہیں کہ چنانچہ بادیمن جان پیغمبر را جذب میکرد یعنی تو جان مرا اور یہ اشارہ ہے حدیث انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن کی طرف قالؔ بے تکبر الخ قلت مصرعہ اول بیان ہے حیرت مذکورہ شعر کا اور مصرعہ ثانیہ جواب ہے اس تردد کا یعنی ایں وحدت ہستی مطلق را ہست آنرا ہوش دارد تکبر در مرا یاست قالؔ پوتہ و پوتک الخ قلت فی الحواشی خزینہ وگنجینہ اہ شاید کاف برائے تصغیر باشد و پوتہ بایں معنی از نظر نگذشتہ و در غیاث ست پوت بواو مجہول و تائے فوقانی بمعنی جگر واحشا یعنی در سینہ وشکم باشد اہ شاید کہ گنجینہ را تشبیہا گفتہ باشند مراد یہ کہ بڑا خزانہ اور چھوٹا خزانہ سب اس کے سپرد کر دیا قالؔ بر شبانی ورنہ الخ قلت خوق در مصرعہ ثانیہ بالضم غروب کردن ستارہ الخ کذا فی المنتخب قالؔ زاضطراب عشق الخ قلت چکرہ فی الغیاث بالفتح وکاف عربی بمعنی رشحہ یعنی آبیکہ قطرہ قطرہ بچکد آہ ودرا بمعنی برائے قالؔ زن نباشد الخ قلت یعنی اگر نباشد واحواء بمعنی احاطہ وذائقہ بمعنی کج شوندہ یعنی زن اگر استعداد حمل بسبب بلوغ وحیض نداشتہ باشد از گرد آوردن نطفہ در رحم کجی ومیلی پدید آید پس استعداد در ہر کار شرط ست قالؔ ناثراً داستان آں مطبخ الخ قالؔ ناظماً چوں لیکرم الخ قلت یعنی یہ مضمون نشتر سے بھی زیادہ دل میں کو نکل رہا تھا پس عجول بمعنی شتابندہ تر قالؔ بمرادش گفتم الخ قلت معنی مصرعہ ثانیہ کے یہ ہیں کہ وہ شخص وصال حیرت میں فائز ہوا یعنی وہ بھی وصال تھا مگر معرفت تامہ نہ ہونے سے اس وصال وقرب کا اثر حیرت تھی۔ قالؔ ناثراً بیان حال

www.besturdubooks.wordpress.com

شہزادہ سوم واکتساب او قال ناظماً بے طلب بخشید الخ قلت بتوراک فی الغیاث طبل کوچک کہ مزارعان دارند بجہت رمانیدن طیور قال ہر چکادے راالخ فی الحاشیہ تارک سرا گویند وفی الغیاث بدال مہملہ بمعنی پیشانی وچکادک مرغیست از گنجشک اندک بزرگ وخوش آواز وتاج برسر وارد بہندی چنڈول گویند اھ وہر دولغت ماخذ معنی حاشیہ مثنوی اس شد قال نیست یکبارہ الخ قلت فی الغیاث یکبار کنایہ از اندک آھ وفی الحاشیہ جکارہ بجیم عربی وکاف فارسی راہہائے مختلف را گویند یعنی در سوال بطریق مختلف چرا دم آھ ودر بعض نسخ چکارہ بجیم فارسی وکاف عربی بمعنی ہیچکارہ وبیکار قال گفت پیغمبر الخ قلت فی الحاشیہ...... بکسر نون وضاء معجمہ مشددہ زر غیر مضروب وفی المنتخب نض وناض بالفتح وتشدید ضاد درم ودینار نقد شدہ آھ قال دیدگان الخ قلت سر دیگر نہ پخت یعنی دوسرا خیال نہیں پکایا بر نہالش نہال درخت بر نہ پخت یعنی ثمرہ دیگر پختہ نہ شد قال شاہ گفتا قلت فی الغیاث بالضم وواو معروف معرب توی کہ بتائے فوقانی وواو مجہول ست در ترکی شادی وعروسی را گویند قال نالہ اتمثیلات چند الخ قال ناظماً ہر کہ باتو دوست تر الخ زود بر یعنی زود برندہ است قال صحبت عامی الخ قلت عین بمعنی چشم وغین بمعنی ابر واستر افعل التفضیل ساتر قال غین رین الخ قلت رین بمعنی زنگ ومنہ قولہ تعالیٰ بل ران علی قلوبھم اس میں اشارہ ہے حدیث انہ لیغان علی قلبی کی طرف اور قرص آفتاب سے مراد قلب نبوی یعنی جب وہاں اس اختلاط کا موافق رتبہ کے اثر ہوتا ہے تا بما چہ رسد قال نالہ اچند نالہ زار الخ قال ناظما رفتہ رفتہ الخ قلت شد کی ضمیر وجود کی طرف اور اس کا ملکوت ہونا مراد اس سے یہ کہ اس کا ظہور ملکوت میں ہونا قال لیک اقسام عروج الخ قلت ایں درسے مراد باب عروج خواہ اضطراری ہو خواہ اختیاری اور خواہ جلال کی طرف ہو کما للکفار یا جمال کی طرف کما للمؤمنین اور فیض عام ہے مطلق تصرف کو نہ کہ مخصوص تصرف نافع کے ساتھ اور اس کو فیض اس لئے کہا کہ اس میں بھی افاضہ ہے بعض اسماء کے آثار کا قال واں عروج دو ہمین الخ قلت یہ دو ہمین بعد میں مذکور ہے سابق میں مذکور نہیں اور اس شعر کے بعد تین شعر نسخہ کشوری میں کم ہیں اور ضروری ہیں ان کو نقل کرتا ہوں۔

از رہ علم و عمل عارج شدند	پس بموت معنوی خارج شدند
پیش مردن مردہ گرد و شوفنا	تا عروجے حاصل آید مرترا
از منازلہا کہ سالک آمدہ است	جہد کردہ ہم بدانسو بازدہ است

بعد ازیں ایں شعر ست تا کہ وجہ حق الخ واحدی احدی بیائے معروف وتقدیر عاطف بینھما قال نے مشابہ آنکہ الخ قلت یعنی نہ بمرتبہ آنکس کہ مطلوب کار او آخر کند باجبائے محض چنانکہ انبیاء علیہم السلام وبعض اولیاء را افتار قال بر سبرخی الخ فی الحاشیہ خوشی را گویند وستاغ فی الحاشیہ زن عقیمہ قال در رغارہ الخ قلت فی الحاشیہ رغارہ زمین نمناک مراد لحد وزخارہ شاخ درخت وسان سان پارہ پارہ آھ وفی الغیاث سان پارہ وحصہ آھ قال سایہ عہد الخ قلت فی الحاشیہ زند شعلہ آتش وچنگاری وباد کن یعنی از ہوائے طاعت آتش تیز نما۔ قال مہر چوں آئینہ الخ قلت بسیط بمعنی منبسط یعنی خورشید کہ نورش منتشر ست یعنی بوجہ کمال تعلق جس طرح آفتاب متجلی تھا اب یہ آئینہ بھی متجلی ہو گیا قال شعلہ عشق الخ قلت مراد از احمد مطلق عارف قال شد گریبان الخ قلت من کجا الخ کے معنی یہ ہیں کہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور میری ہستی اس عشق کے سامنے کہاں قائم رہ سکتی ہیں قال قارعۃ آمد الخ قلت یعنا شیشہ قال ناثراً وتکون الجبال کالعھن المنفوش قال ہر زمان از فیض الخ قلت یعنی ہر آن میں اس فیض سے جو موجود سابق کے متعلق ہوا تھا موجود لاحق ہو جاتا ہے اور یہ فیض واحد بالذات ہے صرف متعلق کے اعتبار سے اس میں تعدد ہے قال موجد و مختفی الخ قلت معنی مصرعہ ثانیہ کے یہ ہیں کہ اس کا موجد و مختفی ہونا یعنی مظہر و مبطن ہونا ایسا متقارن ہے جیسے اس کا اختفا یعنی بطون اس کے ظہور کے ساتھ ایسا متقارن ہے کہ گویا وہ اختفا بنفسہ وبعینہ اس کا ظہور ہے قال مستمر بینی الخ قلت مستمر حال ہے اور عدم بمعنی معدوم مفعول ثانی ہے بینی کا یعنی اعیان کو تم علی الاستمرار معدوم دیکھنے لگو قال ناثراً فامامن ثقلت موازینہ قال ناظماً ہر کرا در ضربت الخ قلت مراغ مخفف مراغی اسم مفعول از مراعاۃ یعنی ثابت ماند و انا الحق گفت قال وانکہ شد میزان الخ قلت مصرعہ ثانیہ کے یہ معنی ہیں کہ در جام عشق از حد رفت آں تنگ ظرف قال شعلہ الخ قلت مصرعہ ثانیہ کے معنی یہ ہیں کہ آتش عشق نے اس کو سوز کا تاج دیا قال تیز تر شد قلت سوختہ مصرعہ ثانیہ میں مفعول ہے یافت کا اور مراد سوختہ سے آتش گیرندہ قال سی الجنین آتش سوزندہ الخ از لہیب آتش الخ قلت مطلب یہ کہ ایسا شخص وصال کامل سے مشرف نہ ہوگا اور یہی ہجران ہے اور چونکہ یہ شخص عاشق بھی ہے گو واصل کامل نہیں اس لئے اس آتش میں دو صفتیں ہیں یہ آتش ہجران بھی ہے اور اس اعتبار سے اس کی سوزندہ ہے اور اس اعتبار سے سوزندہ پرو سیر بھی ہے کہ مانع ترقی ہوگئی اور آتش عشق بھی ہے اور اس اعتبار سے سوزندۂ غیر بھی ہے پس دونوں شعر کے دونوں حکم صحیح ہو گئے اور شمس سے دیدہ دو ختن یہی ہے کہ واجب و ممکن میں تمائز نہ کیا۔ قال اے ایاز ار حد الخ قلت یعنی اگر اپنی حد پر رہتا تو واصل کامل ہوتا قال ناثراً باز رجوع نمودن بتفصیل الخ قال ناظماً نفس را پرودی الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں شاؤ بہمزہ و واؤ بمعنی قدم قال چوں ستاکے الخ قلت فی الغیاث ستاک بکسر اول و کاف عربی شاخ نورستہ و نازک از درخت رو ستاند فی الحاشیہ خانہ یک ستون چوں بنگلہ وغیرہ قال سنگ راسنبیدی الخ قلت فی الحاشیہ سوراخ کردی و گور بمعنی بہرام گور اور مراد اس سے دونوں مصرعہ میں یہ ہے کہ فرض کردم قال آخر انفاست الخ قلت سکنجیدن فی الحاشیہ بفتحتین و سین مہملہ و کاف عربی تراشیدن و گزیدن و سرفیدن و در ینجا معنی اخیر مراد است یعنی دم تو آخر بوقت مرگ در گلو گرفتہ خواہد شد و فی الغیاث فصل الشین المعجمہ مع کاف عربی شکنجیدن بکسر اول وضم ثانی گرفتن عضوے باشد بسر ناخن آہ و اینجا ہر دو نسخہ موجہ است و فی الغیاث چغوک بفتح سرخاب و بمعنی گنجشک آمدہ باید کہ چغک مخفف آں باشد و فی الغیاث چغیدن کشیدن و دم زدن آمدہ و چغریدن باید کہ مزید آں باشد قال رفت رفت الخ قلت یعنی انچہ رفت رفت از و بحث نیست قال نفس تو ہمچوں پدر الخ قلت شروع است در تطبیق قصہ قال محسن دین ایں الخ قلت بار بمعنی بارگاہ کذا فی الغیاث قال تا کہ طوعاً الخ قلت انوس من الانس قال ہست اینجا الخ قلت مراد بمعنی تحکی قال ماندہ در رہ الخ قلت یعنی صرف جرعہ نوشید و بکمال نہ رسید قال چوں نظر الخ قلت ستر حال یعنی باطناً و پنہاں قال وآں دو را الخ قلت ان دونوں کو یہ حصہ ملا کہ دختر کے طالب تھے کہ یہ بھی ایک تعلق و تلبس ہے جس کا یہ ثمرہ ہوا کہ بادشاہ تک رسائی ہوئی اور مورد عنایت ہوئے اگرچہ اپنے نقصان کے سبب کمال فوز میسر نہیں ہوا قال ناقصے را الخ قلت یہ متعلق ہے ماقبل کے اور اس میں بیان اس کا ہے کہ جس کو قرب میسر ہوا وہ بھی اس کا استحقاق نہیں محض فضل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قالہٗ چلچلہ الخ قلت فی الحاشیہ جانورے خردست کہ بہندی انجہاری گویند کرم رازیر خودی پرورد آہ زادنی اخری ودر چند روز بر شکل خود میگرداند قالہٗ گفت با شہزادہ الخ قلت پوپ تاج کہ بر سر طاؤس وغیرہ باشد آہ دنی اخری سرتاج جملہ خدام ست قالہٗ غیر خدمت نے تر بولیش الخ قلت فی الحاشیہ بازی وہزل را گویند اہ قال تارومارش الخ قلت فی الغیاث تارومار بمعنی زیروزبروکج مج وپریشانی وپراگندہ گا ہے بمعنی معنی تال مال نیزی آیداہ قالہٗ شاہ گفتا الخ قلت روز بازار بمعنی گرمی ورونق بازار قال لطف فرمود الخ قلت ہر دو برادر متوفی کا تابع باعتبار ترتیب زمانی کے کہا کہ ان کی نوازش زمانا مقدم تھی ورنہ ترتیب رتبہ کے اعتبار سے ان دونوں پر یہ سابق ہے چنانچہ شعر آئندہ قصرہا الخ اس کی دلیل صریح ہے یا ایک خاص اعتبار سے اس کو تابع محض بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ مجاہدہ کیا ہوا نہ تھا چنانچہ یہاں سے چودھویں شعر میں اس کی تصریح ہے چوں نبود ایں شاہ ملحق را جہاد اور اس صورت میں شعر قصرہا الخ کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے اندازہ وحوصلہ سے زیادہ دیا گو ان دو سے کم ہو۔ قالہٗ مرد باش الخ قل بے مرد گرد یعنی مرد کے پیچھے اور تابع پھر یا ہو جا اور مصرعہ ثانیہ میں پوتک وپتہ کے معنی حاشیہ میں خزانہ ودولت لکھے ہیں قالہٗ گر خلد خارے الخ قلت تارہ فی الحاشیہ سوزن قال ناثرا اختتام کلام الخ قال ناظماً بشنواز نے الخ قلت مراد زبدایت مبداء وقصد کردن ختمی مراد را ظاہر ست قالہٗ دورہ میم الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں لاکن مرکب ہے لا اور کن سے یعنی فنا کر اور آلات مرکب ہے الا اور تائے خطاب سے قالہٗ اللہ اللہ کو من الخ قلت لفظ کو اللہ اللہ کی خبر نہیں من کی خبر مقدم ہے قال ناثر امناجات الخ قال ناظماً دوست را بر من الخ قلت فی العبارت تو ختن حاصل کردن وخواستن وجمع کردن وبمعنی ادا کردن قالہٗ شکر احسان الخ قلت سرکردن شروع کردن وباتمام رسانیدن کذا فی الغیاث۔ قالہٗ اللہ اللہ ایں چہ نام خوش مذاق الخ قلت فی المنتخب روق بالفتح الی قولہ خوش آمدن وبہ شگفت آوردن الخ غالباً دریں تصرف کردہ رواق ساختہ است قالہٗ اللہ اللہ ایں چہ احسان کردہ الخ مراد از چنیں برزخ اسم اللہ است کہ اسم من حیث ذاتہ ظاہر ست ومن حیث کون مدلولہ باطناً باطن ست قالہٗ اللہ اللہ لیس غیرک الخ قلت مل تری میں خطاب مطلق رائی کو ہے اور دیر بمعنی مطلق دار مجازاً اور معنی معروف اس کے دار عبادت نصاریٰ قالہٗ اللہ اللہ لا الہ الخ قلت اس میں سوال ہے اور شعر آئندہ میں جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ نفی اس لئے ہے کہ جو چشم کہ ظاہراً اغیار کو دیکھ رہی ہے وہ اس نفی سے ان اغیار کو مرتفع کر دے اور اس کی ہمت اسی قدر ہے نہ یہ کہ بالکل غیر کو نظر میں نہ آنے دے پس مقل مصرعہ اول میں بمعنی بردارندہ کما فی قولہ اقلت الغبراء اور ثانی میں بمعنی ذی قلت۔ قالہٗ چوں برآرم الخ قلت لیتنی کنت تراباً را بمعنی تاویلی فرود آوردند یعنی کاش خاک پائے قابل شدے قالہٗ اللہ اللہ مستم الخ قلت راوق بمعنی شراب مجازاً کذا فی الغیاث قالہٗ انت مقصودی الخ قلت

فهممت في المنتخب قصد و همت وهذا الاختتام بعون الله المفضال

الانعام واليوميوم الاربعاء الثالث والعشرون من شعبان المعظم سنه ۱۳۳۳ ھ

من الهجرة فقط.

www.besturdubooks.wordpress.com

''کلید مثنوی'' شرح مثنوی کی تکمیل کے بعد کچھ اشعار اصل مثنوی متن سے باقی تھے اُن کو اصل سے مکمل کر دیا گیا ہے۔

اُن کا ترجمہ حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ کے ترجمہ سے لیا گیا ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ آمین (ناشر)

خاتمہ لولدہ العارف الکامل المحقق مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہ

ان کے صاحبزادے عارف کامل محقق مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہ کا اختتام

مدتے زیں مثنوی چوں والدم	شد خمش گفتم وراکاے زندہ دم
میرے والد جب ایک مدت تک اس مثنوی سے	خاموش رہے میں نے ان سے کہا اے زندہ دم
از چہ رو دیگر نمی گوئی سخن	بہر چہ بستی در علم لدن
آپ کس وجہ سے اور بات نہیں کر رہے ہیں؟	علم لدنی کا دروازہ آپ نے کیوں بند کر دیا؟
قصۂ شہزادگاں نامد بسر	ماندنا سفتہ در سوم پسر
شہزادوں کا قصہ ختم نہ ہوا	تیسرے لڑکے کا موتی بغیر بندھا رہ گیا
گفت نطقم چوں شتر زیں پس نخفت	نیستش با ہیچکس تا حشر گفت
فرمایا اس کے بعد میری گویائی اونٹ کی طرح ہوگی	اس کی حشر تک کسی سے بول چال نہیں ہے
ہست باقی شرح ایں لیکن دروں	بستہ شد دیگر نمی آید بروں
اس کی شرح باقی ہے لیکن وہ اندر	بند ہو گئی اب وہ باہر نہیں آتی ہے
ہمچو اشتر ناطقہ اینجا نخفت	او بگوید من دہاں بستم ز گفت
قوت گویائی اس جگہ اونٹ کی طرح سو گئی	وہ ''گویائی'' کہتی ہے کہ میں نے گفتگو سے منہ بند کر لیا
وقت رحلت آمد و جستن زجو	کل شیء ھالک الا وجھہ
کوچ اور نہر کو کود جانے کا وقت آ گیا	بجز اس کی ذات کے ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے
باقی ایں گفتہ آید بے زباں	دردل آنکس کہ دارد زندہ جاں
اس کا بقیہ بغیر زبان کے کہا ہوا آ جائے گا	اس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہے
گفتگو آخر رسید و عمر ہم	مژدہ آمد وقت آں کز تن رہم
بات ختم ہوگئی اور عمر بھی	اس وقت کی خوشخبری آ گئی جبکہ میں جسم سے چھوٹوں گا
در جہان جاں کنم جولاں بے	بگذرم زیں نم در آیم دریے
جان کے جہاں میں جولانی کروں گا	اس نمی سے گزر جاؤں گا سمندر میں پہنچ جاؤں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ ایں عالم زنم زندہ ست و خوش	از پے نم یافت زاں خوب ست و کش
کیونکہ یہ جہاں نمی سے زندہ اور خوشنما ہے	اس نے سمندر سے نمی پائی ہے اس لئے اچھا اور خوش ہے
چونکہ جاں در خاک و نم زندہ بود	در جہان یم ببیں تاچوں شود
جبکہ جان مٹی اور تری میں زندہ ہے	غور کر سمندر کی دنیا میں کیسی رہے گی
یم چو شہر ست و چو دروازہ ست نم	نم چو قطرہ داں و بے اندازہ یم
سمندر شہر کی طرح ہے اور نمی دروازے کی طرح	نمی کو قطرے کی طرح سمجھ اور سمندر بے اندازہ ہے
زیں نمی کو ہمچو جانست اندر آ	دریم جاناں کہ تایابی بقا
اس نمی سے جو جان کی طرح ہے اندر آ	جاناں کے سمندر میں تاکہ تو بقا حاصل کر لے
چونکہ نم از بحر جانست ایں طرف	پس زراہ جاں طلب کن آں شرف
چونکہ اس جانب جان کے سمندر کی نمی ہے	تو اس بڑائی کو جان کے راستہ سے طلب کر
تاترا آنجا برد کو بودہ است	جستن اندر خاک یم بیہودہ است
تاکہ تجھے اس جگہ لے جائے جہاں وہ ہے	خشکی میں سمندر ڈھونڈنا لغو ہے
جزو ہر خاکے بخاکستاں برد	موج بحر جاں سوی جاناں برد
ہر خاک کا جز خاکستان کی جانب لے جاتا ہے	جان کے سمندر کی لہر جاناں کی طرف لے جاتی ہے
پس زجاں کن وصل جاناں را طلب	بے لب و بے کام می گونام رب
جاناں کے وصل کو دل و جان سے طلب کر	بغیر ہونٹ اور بغیر تالو کے خدا کا نام لے
تارہی زیں حبس و ایں فانی جہاں	در جہان جاں بمانی جاوداں
تاکہ تو اس قید اور اس فانی جہان سے نجات پا جائے	ہمیشہ جان کے جہاں میں رہے
تخمہائے عمر را در شورہ خاک	می بکاری تا شوی آخر ہلاک
عمر کے بیجوں کو شور زمین میں	تو بو رہا ہے تاکہ تو بآخر ہلاک ہو جائے
ایں چنیں عمر عزیز بے بہا	بے عوض ضائع کنی ہر دم چرا
ایسی قیمتی پیاری عمر کو	تو بغیر عوض کے کیوں ضائع کرتا ہے؟
شمن می ناید ترا اے مرد کار	تادہی گلزار و گیری خار زار
اے کام کے آدمی کیا تجھے ٹوٹا نہ ہوگا؟	کہ تو چمن دیتا ہے اور خارستان لیتا ہے
عمر کاں شد صرف دردنیا نماند	خرم آنکش حق بسوی خویش خواند
جو عمر دنیا میں صرف ہوئی نہ رہی	مبارک ہے وہ جس کو اللہ (تعالیٰ) نے اپنی جانب بلا لیا
عمر معدود شمردہ چوں دہی	در رہ حق گردد آں نا منتہی
تو جب گنی چنی عمر دے دے گا	اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں وہ لاانتہا ہو جائے گی
بے شمار و بے حد و بے عد شود	عمرِ دہ روزہ کہ در طاعت رود
بے شمار اور بے حد اور ان گنت ہو جائے	وہ دس روزہ زندگی جو بندگی میں بسر ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں تجارت کن دریں بازار تو	صد ہزاراں گل بر از یک خار تو
خبردار! تو اس بازار میں تجارت کر لے	تو ایک کانٹے کے عوض لاکھوں پھول لے جا
از یکے دانہ کہ کاری صد ہزار	دانہ بر گیری ز فضل کردگار
تو جو ایک دانہ بوئے لاکھوں	دانے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے حاصل کر لے
خود شمار آنجا بود کا خر بود	بیشمار ست آں طرف کاں بر بود
شمار وہاں ہوتا ہے جہاں آخر ہو	وہ جانب بے شمار ہے جہاں خدا ہو
سوی کل خود رو اے جزو جدا	از خودی بگذر گریز اندر خدا
اے علیحدہ جزا اپنے کل کی جانب جا	خودی سے گزر جا' خدا' کی پناہ میں بھاگ جا
در تن ہمچو سبو ہستی چو آب	گفتگو و صلح و جنگت چوں حباب
تو مٹکا جیسے جسم میں پانی کی طرح ہے	تیری گفتگو اور صلح اور جنگ بلبلے کی طرح ہے
چوں حبابست ایں نقوش و ایں صور	برسر آب دروں اے نامور
یہ نقوش اور یہ صورتیں بلبلے کی طرح ہیں	اے نامور اندرونی پانی کے اوپر
یا چو کفے برسر آب دروں	تا شود سر دروں پیدا بروں
یا اندرونی پانی پر جھاگ کی طرح	تاکہ باطن کا راز باہر ظاہر ہو جائے
از تف و از کف و از بوی قدور	می نماید خور دیگہا در تنور
گرمی سے اور جھاگ سے اور ہانڈیوں کی بو سے	تنور میں کھانے کی چیزیں واضح ہو جاتی ہیں
تا کہ شیرینی و یاترشی ست آں	می شود ظاہر بر پیر و جواں
کہ وہ شیرینی ہے یا ترشی	بوڑھے اور جوان پر ظاہر ہو جاتی ہے
ہمچنیں از فعل و قول مرداں	می شود پیدا کہ چہ سانست جاں
اس طرح انسانوں کے فعل اور قول سے	ظاہر ہو جاتا ہے کہ جان کیسی ہے
جان او در مرتبہ چونست چیست	مومن ست و یا کہ کافر یاولی ست
اس کی جان رتبہ میں کیسی ہے کیا ہے	مومن ہے یا کافر یا ولی ہے؟
آب را اندر سبو بے یم مدار	تا نگردد آب شیریں ناگوار
مٹکا میں پانی بغیر سمندر کی مدد کے نہ رکھ	تاکہ میٹھا پانی ناگوار نہ بن جائے
کا ساکن بے مدد ناخوش شود	رنگ و بوئی و طعم خوب از وے رود
بغیر، مدد کے ٹھہرا ہوا پانی برا ہو جاتا ہے	اس میں سے اچھا رنگ اور بو اور مزہ جاتا رہتا ہے
گفت احمدؐ ہر کہ دور وزش یکسیت	ہست مغبون و گرفتار شکیست
(حضرت) احمدؐ نے فرمایا کہ جس شخص کے دو روز یکساں ہوں	وہ ٹوٹے میں اور شک میں گرفتار ہے
بے یقینے می زید در المہی	پر زبادے ہمچو انبان تہی
بے وقوفی میں بغیر یقین کے جی رہا ہے	خالی تھیلے کی طرح' ہوا سے پر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر دمے پس میرود از پیش صف	می شود صافیش دردے ہمچو کف
صف کے آگے سے ہر لحظہ پیچھے جا رہا ہے	اس کا صاف جھاگ کی طرح تلچھٹ بن رہا ہے
رنج اوہر لحظہ بد تر می شود	ہر دمے او زشت و ابتر می شود
اس کا رنج ہر لحہ بد تر ہو رہا ہے	وہ ہر لحظہ برا اور ناقص ہو رہا ہے
سوی دوزخ میرود آں ردہاب	بے عذاب بحر درنار و عذاب
وہ مردود بارگاہ دوزخ کی جانب جاتا ہے	بغیر سمندر کے تھپیڑے اس کے آگ اور عذاب ہیں
پیش ازانکہ کار تو آنجا رسد	ہر دمے غفلت ترا واپس برد
اس سے پہلے کہ تیرا معاملہ وہاں تک پہنچے	(اور) غفلت کا ہر سانس تجھے الٹا لوٹائے
رو بسوی اصل خود ہمچو خلیلؑ	بگذر از استارہ و چرخ چونیل
(حضرت) خلیلؑ کی طرح اپنی اصل کی جانب جا	ستارے اور نیل جیسے آسمان سے گزر جا
پائے ہمت بر خورو برماہ نہ	سر براں ایوان و آں درگاہ نہ
ہمت کا پاؤں سورج اور چاند پر رکھ دے	اس بارگاہ اور اس درگاہ پر سر رکھ دے
ایں خودی را خرج کن اندر خدا	تانمانی ہمچو ابلیسے جدا
اس خودی کو خدا میں صرف کر دے	تاکہ تو شیطان کی طرح جدا نہ رہے
آب جاں را ریز اندر بحر جاں	تاشوی دریائے بیحد و کراں
جان کے سمندر میں جان کے پانی کو بہادے	تاکہ تو بے حد اور بے ساحل دریا بن جائے
قصہ کوتہ کن کہ رفتم در حجاب	ہیں خمش واللہ اعلم بالصواب
قصہ مختصر کر کہ میں پردے میں چلا گیا	ہاں چپ جا اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے
شکر ایں نامہ بعنوانے رسید	گم نشد نقد و باخوانے رسید
شکر ہے یہ نامہ ایک عنوان (کے خاتمہ) تک پہنچ گیا	نقد گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا
نردبان آسمانست ایں کلام	ہر کہ از ایں بررود آید ببام
یہ کلام آسمان کی سیڑھی ہے	جو اس کے ذریعہ اوپر جائے گا چھت پر پہنچ جائے گا
نے ببام چرخ کاں اخضر بود	بل ببامے کز فلک برتر بود
آسمان کی چھت پر نہیں جو سبز ہے	بلکہ اس چھت پر جو آسمان سے اونچی ہے
بام گردوں را ازو آید نوا	گردشش باشد ہمیشہ زاں ہوا
اس کے لئے سامان گردوں کی چھت سے آتا ہے	اسی خواہش سے اس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اختتام مثنوی مولوی معنوی

افتتاح کلام بہ تمہید اختتام سراپا احتشام مثنوی معنوی مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ

از حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

جذب ذوق و شوق مولانا حسام	میکشد مارا بسوئے اختتام
مولانا حسام (الدین) کے ذوق و شوق کی کشش	ہمیں خاتمہ کی جانب کھینچ رہی ہے
اختتام مثنوی معنوی	میکشد جاں رابراہ مستوی
مثنوی معنوی کو خاتمہ تک پہنچانا	جان کو سیدھے راستہ پر کھینچ رہا ہے
می تراود خود بخود از لب سخن	آنچہ خواہی اے ضیاء الدین بکن
ہونٹ سے خود بخود کلام ٹپک رہا ہے	اے ضیاء الدین! آپ جو چاہیں کریں
چوں زمام عقل من دردست تست	ہر کجا خواہی بکش جاں مست تست
چونکہ میری عقل کی باگ آپ کے ہاتھ میں ہے	جس جگہ آپ چاہیں کھینچ لیں جان آپ سے مست ہے
پرتو خور چوں در آبے او فتاد	آب داد آفتابے را بداد
سورج کا عکس جب کسی پانی پر پڑا	پانی نے سورج کی عطا کی داد دی
روح مولانا جلال الدین روم	مہر برج معرفت بحر علوم
مولانا جلال الدین رومی کی روح	جو علوم کے سمندر (اور) معرفت کے برج کے چاند ہیں
پرتوے زد چونکہ برطور دلم	گشت نورانی تن آب و گلم
جب میرے دل کے (کوہ) طور پر عکس ڈالا	میرا آب و گل کا جسم نورانی بن گیا
ہر زمانم آں مہ چرخ بریں	میزند چشمک بہام دل کہ ہیں
بلند آسمان کا وہ چاند ہر لحہ	بام دل پر اشارہ کرتا ہے کہ ہاں
اختتام مثنوی آغاز کن	نامہ سربستہ ام را باز کن
مثنوی کے خاتمہ کا آغاز کر	میرے سربستہ نامہ کو کھول
آں حکایت گو کہ ناگفتہ بماند	نظم کن آں در کہ ناسفتہ بماند
وہ حکایت کہہ جو بغیر کہی رہ گئی	اس موتی کو پرو دے جو بغیر پرویا رہ گیا
زود در سلک بیاں درکش ورا	در رسد فیضان روحانی زما
جلد اس کو لڑی میں پرو	ہمارا روحانی فیضان (ضرور) پہنچے گا
چونکہ حد خود ندیدم تن زدم	بردرش از عذر سر را من زدم
چونکہ میں نے اپنا مرتبہ نہ دیکھا میں خاموش ہوگیا	عذر سے میں نے اپنا سر ان کے در پر رکھ دیا
چونکہ قول آں ایاز پاک دید	در نگاہ دیدۂ دل میں خلید
چونکہ اس پاک نظر ایاز کا قول	دل کی آنکھ کی نظر میں چبھ رہا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

کاشکن امر از گہر دشوار تر	لاجرم بستم بامر او کمر
کیونکہ حکم کا توڑنا موتی کے توڑنے سے زیادہ دشوار ہے	لامحالہ میں نے ان کے حکم سے کمر باندھ لی
اے خدا اے قادر بیچون و چند	راز ہا کردی درون سینہ بند
اے خدا اے بے کم و کیف پر قادر	تو نے سینہ میں راز بند کر دیئے ہیں
سینہ را صندوق سرہا کردۂ	وانگہ راں مخزوں گہرہا کردۂ
تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے	اور اس میں موتی خزانہ کر دیئے ہیں
ربط دادی سینہ را با سینہ	ربط ایں آئینہ باآئینہ
تو نے سینہ کو سینہ سے ربط دیا ہے	جس طرح اس آئینہ کا آئینہ سے ربط ہے
نقش ایں آئینہ در دیگر پدید	کردی از صنع خود اے رب مجید
اس آئینہ کا نقش دوسرے میں ظاہر	کر دیا اے رب مجید تو نے اپنی کاریگری سے
آب از جوئے بجوئے می رود	باز یکسو گشتہ تا دریا دود
پانی ایک نہر سے دوسری نہر میں جاتا ہے	پھر اکٹھا ہو کر دریا میں دوڑ جاتا ہے
رفت چوں در بحر آب جویہا	جملہ یکذات و یک آبست اے فتا
جب نہروں کا پانی سمندر میں چلا گیا	اے نوجوان! سب ایک ذات اور ایک پانی ہے
با تو رمزے گفتم اے جاں گوش کن	جملہ تن جاں باش و جاں را ہوش کن
اے جان سن میں نے تجھ سے ایک رمز رکھ دی	جسم جان بن جا اور جان کو ہوش بنا لے
روبسوئے آں وصیت باز گرد	ز انتظار آں سہ پسر را دل بدرد
چل اس وصیت کیجانب پلٹ	ان تین لڑکوں کے دل انتظار سے درد میں ہیں

آغاز داستان بیان کردن آں سہ پسر کاہلی خود را وطلب حکم از قاضی بصدق وصفا

ان تینوں لڑکوں کا اپنی کاہلی کو بیان کرنے کی داستان کا آغاز اور سچائی اور صفائی کے ساتھ قاضی سے فیصلہ چاہنا

گفت قاضی کاہلی خود شما	سر بسر گوئید تفصیلاً بما
قاضی نے کہا تم اپنی کاہلی	پوری پوری تفصیل سے ہم سے کہو
ہر یکے باید کہ گوید حال خویش	تابدانم کاہلی کیست بیش
ہر ایک کو اپنا حال بیان کرنا چاہئے	تاکہ میں سمجھ لوں کس کی کاہلی بڑھی ہوئی ہے
در سخن پنہاں ست حال مرد ماں	مرد در زیر سخن باشد نہاں
انسانوں کی حالت گفتگو میں پوشیدہ ہے	انسان گفتگو میں پوشیدہ ہوتا ہے
حقہ سربستہ جان آدمی ست	باز مفتاحش زبان آدمی ست
انسان کی جان ایک سربستہ ڈبہ ہے	پھر اس کی کنجی آدمی کی زبان ہے
آدمی را از سخن باید شناخت	غیر کشتی برسر دریا کہ تاخت
آدمی کو گفتگو سے پہچاننا چاہئے	کشتی کے بغیر دریا میں کون دوڑ سکتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

اولیں گفتا بداں حد کاہلم	کاؤ ستاد و تنبلاں را متعلم
پہلے نے کہا میں یہاں تک کاہل ہوں	کہ استاد اور کاہلوں کا کاہل ہوں
ہیں تو بشنو حال مارا اے سنی	بد شب باراں و فقد روشنی
اے بزرگ تو ہمارا حال سن لے	بارش کی رات تھی اور روشنی مفقود تھی
برف می بارید و باراں ز مہریر	عالمے مانند یخ بستہ قریر
برف برستی تھی اور بارش (اور) جاڑا	جہان جمے ہوئے برف کی طرح ٹھنڈا تھا
تشنہ گشتم آتشم پر دود گشت	آتش باطن بزد بر کوہ و دشت
میں پیاسا ہو گیا میری آگ دھویں سے بھر گئی	باطن کی آگ پہاڑ اور جنگل میں جا لگی
نفس نالاں در پے آب خنک	تنبلی ام گفت بنشیں سیلنک
ٹھنڈے پانی کے لئے نفس نالاں تھا	میری کاہلی نے کہا آہستہ بیٹھ ٹھہر جا
از گراں جانی بخواب اندر شدم	گشتہ کاہل پای بر بستر زدم
میں سستی کی وجہ سے سونے لگا	کاہل بن کر میں بستر پر چڑھ گیا
خواب نامد اندراں عطشانیم	دمبدم افزود سرگردانیم
اس پیاسے پن میں مجھے نیند نہ آئی	لمحہ بہ لمحہ میری پریشانی بڑھی
آخرش برخاستم بہر وضو	قصد کردم جانب آب و سبو
بالآخر میں وضو کے لئے اٹھا	پانی اور ٹھلیا کی جانب میں نے ارادہ کیا
یاد من آمد حدیثے از انسؓ	اسبغ امر آں رسول خوش نفس
مجھے (حضرت) انسؓ کی حدیث یاد آ گئی	اس خوش دم رسول کا حکم کہ "وضو کمل کر"
طالب غر محجل گشتہ زود	در وضو گشتم شتاباں اے ودود
میں فوراً غر محجل کا طالب بن کر	اے محب! جلد وضو میں لگ گیا
کردم اسباغ وضو زاں آب سرد	سردی او دست و پا بیکار کرد
میں نے اسے ٹھنڈے پانی سے وضو کی تکمیل کی	اس کی ٹھنڈک نے ہاتھ اور پاؤں بیکار کر دیئے
غالب آمد کاہلی بر من چناں	کہ نکردم جرعہ زاں اندر دہاں
مجھ پر کاہلی ایسی غالب آ گئی	کہ اس کا ایک گھونٹ منہ میں نہ ڈالا
از عطش می مردم و اعضاء چو برف	برد ظاہر را بباطن کردہ صرف
میں پیاس سے مر رہا تھا اور برف جیسے اعضاء نے	ظاہری ٹھنڈک کو باطن پر صرف کیا
از کسالت گفتم ایں برد وجود	حر باطن عاقبت خواہد ربود
میں نے کاہلی کی وجہ سے کہا یہ جسم کی ٹھنڈک	انجام کار باطن کی گرمی کو دور کر دے گی
کاہلی از آب خوردن منع کرد	آب در دست و بدست اسباب برد
کاہلی نے پانی پینے سے روک دیا	پانی ہاتھ میں تھا اور ٹھنڈک کے اسباب ہاتھ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک از دستم دہاں بس دور بود	از کساکت کے مرا مقدور بود
لیکن میرا ہاتھ منہ سے بہت دور تھا	کاہلی کی وجہ سے مجھے قدرت کہاں تھی؟
گفت رمزے گفتہ ام زاں کاہلی	قاضیا تو فہم کن گر عاقلی
اس نے کہا میں نے اس کی طرف ایک اشارہ کر دیا ہے	اے قاضی اگر تو سمجھ دار ہے تو سمجھ لے
زاہداں درکار دنیا کاہل اند	در ادای بار عقبیٰ کامل اند
زاہد دنیا کے کام میں کاہل ہیں	آخرت کا بوجھ اتارنے میں کامل ہیں
نفس را بکشند بہر ناں و آب	یکدم آبی بود شاں را شراب
روٹی اور پانی کی خاطر نفس کو مارتے ہیں	پانی کا ایک گھونٹ ان کے لئے شراب ہے
نفس کافر را بس ست از فربہی	آنکہ بہر ہر عطش آبش دہی
کافر نفس کے مٹاپے کے لئے کافی ہے	یہ کہ تو ہر پیاس کے وقت اسے پانی دے دے
نفس سرکش را بسند ست ز قساؤ	کو خورد آبے بہر رغبت چوگاؤ
قساوت کی وجہ سے سرکش نفس کے لئے کافی ہے	کہ وہ ہر خواہش کے وقت بیل کی طرح پانی پی لے
امر نفس خویش را دانی کشاؤ	میبرد ہر سوترا ایں نفس گاؤ
تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان سمجھتا ہے	یہ بیل جیسا نفس تجھے ہر جانب لے جاتا ہے
کار مرداں کاہلی درکار تن	چابکی جستن بطاعت در محن
بہادروں کا کام جسم کے کام میں کاہلی ہے	(اور) مشقتوں میں فرمانبرداری کے ساتھ چستی تلاش کرنا
باش کاہل بلکہ میر کاہلاں	از ہمہ تدبیر دنیا اے فلاں
کاہل بن جا بلکہ کاہلوں کا سردار	اے فلاں! دنیا کی تمام تدبیروں سے
کار عقبیٰ میکند دنیات خوب	روز راہ دیں در دنیا بکوب
آخرت کا کام تیری دنیا کو اچھا کر دے گا	جا دین کے راستہ سے دنیا کا دروازہ کھٹکھٹا
گفت پیغمبرؐ کہ ہرکس منقطع	سوئے حق شد گشت کارش مجتمع
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ جو شخص انقطاع کر لینے والا	اللہ کی جانب ہوا اس کا کام مجتمع ہو گیا
سوئے دنیا ہر کرا شد انقطاع	گشت تفویضش بدنیا بے نزاع
جس کا انقطاع دنیا کی جانب ہوا	بلا اختلاف اس کی سپردگی دنیا کی طرف ہو گئی

داستان بر سبیل تمثیل کہ اختیار کار عقبیٰ بر کار دنیا اولیٰ ست

مثال کے طور پر ایک داستان کہ آخرت کے کام کو دنیا کے کام پر ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے

بود مرد صالحے با زہد و ورع	داشت وجہ قوت خود از حرث و زرع
ایک شخص نیک زاہد اور پرہیز گار تھا	جو اپنی روزی کی شکل کھیتی اور کیاری سے رکھتا تھا
بود یک اشتر مر او را بس حروں	بارہا بگریختے کردے زبوں
اس کا ایک بہت سرکش اونٹ تھا	بارہا بھاگ جاتا عاجز کر دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

اتفاقاً روز جمعہ آمد بہ پیش	اشترش بگریخت از مرعائے خویش
اتفاق سے جمعہ کا دن آ گیا	اس کا اونٹ اپنی چراگاہ سے بھاگ گیا
واندراں جمعہ اش سقائے زرع بود	آب نہر آں روز بہرش میشود
اور اس جمعہ کو اس کی کھیتی کو پانی دینا تھا	اس روز اس کیلئے نہر کا پانی چالو ہوا تھا
مرد حیراں گشت و گفتا یا خدا	نوبت سقی آمدہ اکنوں مرا
مرد حیران ہو گیا اور بولا اے خدا	اب میری سیرابی کی باری آ گئی
گر سقایت میکنم اشتر کجا	ہم کجا یابم نماز جمعہ را
اگر میں سیرابی کروں اونٹ کہاں ہے؟	نیز جمعہ کی نماز کہاں پاؤں گا؟
ور کنم اندر سقایت من درنگ	میشود از یبس کار زرع تنگ
اور اگر میں سیراب کرنے میں دیر کرتا ہوں	تو خشکی کی وجہ سے کھیتی کا معاملہ تنگ ہو جائیگا
بہر اشتر رو بصحرا گر کنم	وز تفحص در بیاباں بر تنم
میں اگر اونٹ کی خاطر جنگل کا رخ کروں	اور جستجو میں جنگل میں پھروں
پس نماز و زرع ہر دو میرود	وہ نمیدانم کہ حالم چوں شود
تو نماز اور کھیتی دونوں جا رہی ہیں	ہائے میں نہیں سمجھتا کہ میرا کیا حال ہو گا؟
زین تردد ہا دل او شاخ شاخ	رہن صد گونہ ز اشجاں بود و راخ
اس تردد سے اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے تھا	غموں اور درد میں سو طرح گروی تھا
عاقبت بعد از تردد گفت خوب	بہر جمعہ رو در حق را بکوب
انجام کار تردد کے بعد بولا ہاں	جمعہ کے لئے جا اللہ (تعالیٰ) کا دروازہ کھٹکھٹا
کیں متاع باقی و آں فانی ست	دل بفانی بستن از نادانی ست
کیونکہ یہ باقی رہنے والی چیز ہے اور وہ فانی ہے	فانی سے دل وابستہ کرنا نادانی ہے
ابن عباسؓ از پیمبرؐ نقل کرد	ہست جمعہ حج مسکیناں فرد
(حضرت) ابن عباسؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے	جمعہ یکتا مسکینوں کا حج ہے
کرد پس تبکیر مسجد اختیار	کش ثواب بدنہ آمد در شمار
اس نے سویرے سویرے مسجد میں جانا پسند کیا	کیونکہ شمار کرنے میں اس کے لئے اونٹ کا ثواب آیا ہے
رفتہ در مسجد بحق مشغول شد	جملہ ز افکار جہاں معزول شد
مسجد میں جا کر حق (تعالیٰ) کے ساتھ مشغول ہو گیا	دنیا کی تمام فکروں سے جدا ہو گیا
بانیاز دل بصد جزع و خضوع	گشت باحق در سجود و در رکوع
دل کے نیاز کے ساتھ سینکڑوں خشوع اور خضوع سے	اللہ (تعالیٰ) کے لئے سجود اور رکوع میں (مشغول) ہو گیا
چوں فراغت یافت از ورد و نماز	مرد کرد آہنگ خانہ زود باز
جب نماز اور وظیفہ سے فارغ ہوا	اس شخص نے جلد گھر کی واپسی کا ارادہ کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا دریں دم کار دنیا ہم کند	یک زمانے برمکاسب برتند
تاکہ اس وقت دنیا کا کام بھی کرے	تھوڑی دیر کے لئے کمائی میں مصروف ہو جائے
دید اشتر برمناخش بستہ است	بس غریب و عاجز و تن خستہ است
اس نے دیکھا اونٹ اپنے باڑے میں بندھا ہے	بہت تھکا ہوا اور عاجز اور زخمی بدن ہے
گفت زن را ایں شتر چوں آمدہ	گفت ایں را خستہ آوردہ ددہ
اس نے بیوی سے کہا یہ اونٹ کیسے آیا؟	اس نے کہا اس کو درندہ زخمی کر کے لایا ہے
درپئے او گرگ زفت آفتادہ بود	تا بدینجا ایں حروں را رہ نمود
موٹا بھیڑیا اس کے پیچھے پڑا تھا	حتیٰ کہ اس سرکش کی یہاں تک رہنمائی کر دی
مرد را ہر مو زبان شکر گشت	کایں شتر را حق بیا وردہ زدشت
مرد کا ہر ہر رونگٹا شکر کی زبان بن گیا	کہ اس اونٹ کو خدا جنگل سے لایا ہے
بایدم حالا بسوی زرع رفت	تادہم آبے بکشت خویش تفت
اب مجھے کھیتی کی جانب جانا چاہئے	تاکہ فورا اپنی کھیتی کو پانی دے لوں
آنچہ ناید کل آں دردست تو	ہیں تو مگزار اے برادر جزو او
جس کا کل تیرے ہاتھ میں نہ آئے	خبردار اے بھائی! اس کے جز کو نہ چھوڑ
آخرش شد سوئے کشت خود دواں	دید خوش سبز و دراں آبے رواں
بالآخر وہ اپنی کھیتی کی جانب دوڑا	اس نے بہت سبز دیکھا اور اس میں پانی جاری تھا
در تعجب آمد آں مرد خدا	کیں زراعت را چگونہ شد سقا
وہ مرد خدا تعجب کرنے لگا	کہ اس کھیتی کی کس طرح سیرابی ہوئی؟
نیست در ہمسایہ احساں آں قدر	کو دہد آں آب را ایں سو گذر
پڑوسی میں اس قدر احسان نہیں ہے	کہ وہ پانی کو اس جانب گزرنے دے
آخرش پرسید از جار عقار	کایں زراعت را کہ آوردہ آبشار
بالآخر اس نے زمین کے پڑوسی سے پوچھا	کہ اس کھیتی میں پانی کا چشمہ کون لایا؟
گفت حقا کہ عجب کار شگرف	خود بخود گردید ایں سو آب صرف
اس نے کہا بھیا عجیب معاملہ ہے	پانی خود بخود اس جانب پھر گیا
آب را میراندم اندر کشت خویش	آں رواں می شد بزرعت پیش پیش
میں اپنی کھیتی میں پانی چلاتا تھا	وہ آگے آگے تیری کھیتی میں جاتا تھا
منع میکردیم و پشتہ میزدیم	چوں ندیدم حاصلے عاجز شدیم
میں روکتا تھا اور پشتہ باندھتا تھا	جب میں نے کوئی نتیجہ نہ دیکھا میں عاجز آ گیا
حکم حق ایں آب در کشت تو راند	مرد شاداں گشت والحمد نے بخواند
اس پانی کو اللہ کے حکم نے تیری کھیتی میں چلا دیا	مرد خوش ہو گیا اور الحمد پڑھی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ کار دیں کند دنیائے دوں	بر سرش ریزد زبون و سرنگوں
جو شخص دین کا کام کرتا ہے کمینی دنیا	عاجز اور سرنگوں ہو کر اس کے سر پڑتی ہے
ور بدنیا سرفرو آرد ز شک	لایبالی اللہ فی وادھلک
اور اگر شک سے دنیا کی جانب سر جھکاتا ہے	اللہ (تعالیٰ) پروا نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا
زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ	کہ اتتک راغماً من نفسھا
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا	کہ وہ تیرے پاس ذلیل ہو کر خود بخود آئے گی
در بیان ایں شنو یک داستاں	کانچنیں باشد طریق راستاں
اس کے بیان میں ایک داستان سن لے	کہ سچوں کا راستہ ایسا ہوتا ہے

حکایت دربیان حال آں درویش کہ از دنیا عزلت گزیدہ بود ودنیا روبدو آورد وسوئیش دوید ہرچند کہ او پا کشید بیشتر رسید

اس درویش کے حال کے بیان میں حکایت جس نے دنیا سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور دنیا نے اس کا رخ کیا اور اس کی جانب دوڑی جتنا وہ پیچھے ہٹا وہ آگے آئی

بود درویشے بسے صاحبدلے	در رہ حق چست و چابک کاملے
ایک درویش بہت صاحب دل تھا	اللہ (تعالیٰ) کے راستہ میں پورا چست اور تیز تھا
روز این و آن خلقاں تافتہ	جاں بتار و پود وحدت بافتہ
مخلوق کے اس اور اس سے اس نے منہ موڑ لیا تھا	جان کو وحدت کے تانے بانے سے بنا تھا
خلق را بگذاشت در غارے نشست	در بروی خلق و عالم جملہ بست
اس نے مخلوق کو چھوڑا ایک غار میں بیٹھ گیا	مخلوق اور جہاں پر دروازہ بند کر لیا
در فضائی تیہ و صحرای بعید	قرب یزداں را بخاطر برگزیدہ
تیہ کی فضا اور دور جنگل میں	اللہ (تعالیٰ) کے قرب کو دل میں پسند کر لیا
بود در صحرا یکے غار نہاں	مختفی گردید عارف اندراں
جنگل میں ایک چھپا ہوا غار تھا	عارف اس میں چھپ گیا
بر نمی آمد ازاں در ہیچ گاہ	جز کہ اغراض ضروری گاہ گاہ
اس میں سے کسی وقت برآمد نہ ہوتا تھا	کبھی کبھی ضروری غرضوں کے سوا
در حرا ہمچوں نبیؐ بگرفت جا	دل خیدہ از جہان بے وفا
اس نے جگہ پکڑ لی جس طرح نبیؐ نے غار حرا میں	بے وفا دنیا سے دل برداشتہ ہو کر
بعد ہفتہ قوت او برگ شجر	کمترک خوردے تخفے تا سحر
اس کی خوراک ایک ہفتہ کے بعد درخت کے پتے	تھوڑے سے کھاتا صبح تک نہ سوتا
مدتے ز انساں دراں صحرا و دشت	آں غزال راہ دیں آوارہ گشت
اس صحرا اور دشت میں ایک زمانہ تک اسی طرح	دین کی راہ کا یہ ہرن آوارہ پھرتا رہا

www.besturdubooks.wordpress.com

وانداراں آوارگی تیسیر بود	گونہ گونہ نور را تیسیر بود
اور اس آوارگی میں تیسیر تھی	قسم قسم کے انوار کی سہولت تھی
ہر کہ برد زیں جہاں آنسو رود	فصل اینجا وصل عقبیٰ میشود
جو اس دنیا سے کٹتا ہے اس جانب جاتا ہے	اس جگہ (دنیا) سے علیحدگی آخرت کا وصل بن جاتی ہے
فصل وصل آمد برش پیوند گشت	شہر ویرانہ ست معمورت دشت
فراق وصل بنا جدائی جوڑ بنی	شہر ویرانہ ہے جنگل آباد ہے
نعل معکوس ست جملہ ایں جہاں	تا نہ پے ہرگز برد کس رایگاں
یہ دنیا سب الٹا نعل ہے	تاکہ خواہ مخواہ کوئی پتہ نہ لگائے
جدو کوشش شرط راہ دوست ست	جاھلوا مغز ست باقی پوست ست
دوست کے راستہ کی شرط جدوجہد ہے	انہوں نے کوشش کی مغز ہے بقیہ چھلکا ہے
سخت باریک ست راہ آں حبیب	کے رود بر استقامت جز لبیب
اس دوست کا راستہ بہت تنگ ہے	عقلمند کے سوا سیدھائی کیساتھ کون جا سکتا ہے؟
ہست عقبات اندریں راہ گراں	طے نگردد بے قلاوز اے فلاں
اس سخت راستہ میں گھاٹیاں ہیں	اے فلاں! بغیر رہنما کے طے نہ ہوں گی
زیں سبب فرمود آں شاہ شفیق	کالرفیق اول بود ثم الطریق
اسی لئے اس مہربان شاہ نے فرمایا ہے	کہ سفر کا ساتھی پہلے ہے بعد میں راستہ ہے
رہبرے جو تا روی تو راہ راست	ورنہ در رہ بس مغاک و چاہ ہاست
کوئی رہبر تلاش کر لے تاکہ تو سیدھا راستہ چلے	ورنہ راستہ میں بہت سے گڑھے اور کنویں ہیں
ہمچو پرکارے ہمیشہ در ذہاب	لیک یک جا ماندۂ بے انقلاب
تو پرکار کی طرح ہمیشہ چلنے میں ہے	لیکن بغیر جگہ بدلے تو ایک جگہ پڑا ہے
سالہا کردی نماز و روزہ را	نور آں صوم و صلوٰۃ تو کجا
تو نے سالوں نماز اور روزہ ادا کیا	تیری اس نماز اور روزے کا نور کہاں ہے؟
جملہ عمرت در عبادتہا گذشت	زانچہ اول بود حال دل نگشت
تیری تمام عمر عبادتوں میں گزری	دل کا حال جو پہلے تھا وہ نہ بدلا
گر کنی عادت بہ تیر دیا بہ تیغ	از خدا قہہات خلقے در دریغ
اگر تو تیر یا تلوار کی عادت ڈالتا ہے	تیری بہادریوں سے مخلوق تعجب کرتی ہے
تا چہل سال ایں عبادت کردۂ	تاکنوں حرص و ہوا را بردۂ
تو نے چالیس سال یہ عبادت کی	تو اب تک حرص اور خواہش نفس کا غلام ہے
چوں نمازت فحش و منکر را نبرد	داں کہ در خم تو خالص ہست درد
جب تیری نماز نے فحش اور برائی کو جدا نہ کیا	سمجھ لے کہ تیرے مٹکے میں خالص تلچھٹ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نہ نہیت زو عن الفحشا بود	نہی ست او زانکہ رجعت میشود
جبکہ اس کی وجہ سے تیرا نفس سے رکاؤ نہ ہو	وہ تجھے آگاہ کرنے والا ہے کہ واپسی ہو رہی ہے
ہمچو قوم موسیٰ اندر تیہ و دشت	واں مناخ کہنہ منزل گاہ گشت
(حضرت) موسیٰ کی قوم کی طرح تیہ اور صحرا میں	وہی پرانا پڑاؤ منزل گاہ بنی ہے
اتباع آں قلاوز را بکن	تا بمنزل گہ رسی تو بے سخن
تو اس رہنما کا اتباع کر	تاکہ تو لاکلام منزل گاہ تک پہنچ جائے
ورنہ چوں آں قوم موسیٰ اے سفیہ	مدتے آوارۂ در جوف تیہ
ورنہ اے بیوقوف! (حضرت) موسیٰ کی اس قوم کی طرح	تو تیہ کے اندر ایک مدت تک آوارہ ہے
از سحر تا شب ہمی رفتند شاں	باز شب را بر مناخ خود ہماں
وہ صبح سے شام تک چلتے رہتے تھے	پھر رات کو اپنے اسی پڑاؤ پر ہوتے تھے
ایں چنیں شد ترک امر پیرہا	بے کماں پرد چگونہ تیرہا
پیروں کے حکم کا چھوڑنا ایسا ہی ہے	تیر بغیر کمان کے کس طرح چلیں؟
ہیچ تیرے دیدہ باشی بے کماں	کہ رسد او بر ہدف یا گرد آں
تو نے بغیر کمان کے کبھی کوئی تیر دیکھا ہے	کہ وہ نشانہ پر یا اس کے آس پاس پہنچے
ایں سخن بسیار طولانی ست ہاں	حال آں درویش را بشنو بجاں
یہ بہت لمبی بات ہے ہاں	اس درویش کا حال دل سے سن لے

پیش آمدن دنیا بصورت زن نازنیں در پیش آں مرد خلوت نشیں

اس خلوت نشین مرد کے سامنے دنیا کا نازنین عورت کی صورت میں آنا

درمیان غار تنگ آں خوش لقا	ہمچو ابراہیم کردہ بود جا
اس پاک سیرت نے تنگ غار میں	(حضرت) ابراہیم کی طرح جگہ بنا لی تھی
مدتے دہ سال بد معروف کار	باز سر کردہ بیامد پیش یار
دس سال تک وہ کام میں لگا رہا	سر کے بل یار کے سامنے پہنچا
ناگہاں روزے زنے صاحب جمال	باہزاراں خوبی و غنج و دلال
اچانک ایک دن ایک خوبصورت عورت	ہزاروں حسن اور ناز و ادا سے
غرق گوہر بود از پا تا سرش	باج عالم بود ہر یک زیورش
جو سر سے پاؤں تک جواہر میں ڈوبی ہوئی تھی	اس کا ہر ایک زیور جہان کا خراج تھا
آمد و در خدمت او ایستاد	دست بست و از ادب لب بر کشاد
آئی اور اس کی خدمت میں کھڑی ہو گئی	ہاتھ باندھے اور ادب سے لب کشائی کی
گر نہی دست قبولی بر سرم	نبود اے سلطان دیں دور از کرم
اگر آپ قبولیت کا ہاتھ میرے سر پر رکھ دیں	اے شاہ دین کرم سے بعید نہ ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

حاضرم در خدمت تو صبح و شام	وانچہ فرمائی بجا آرم تمام
میں صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوں	جو آپ حکم دیں گے پورا بجا لاؤں گی
مرد کامل از رہ نور دروں	یافت کیں پیش آمد دنیائے دوں
مرد کامل نے باطنی نور سے	محسوس کر لیا کہ یہ کمینی دنیا میرے سامنے آئی ہے
گفت نے نے سوئے من ہرگز میا	کہ مطلق کردہ ام چوں من ترا
فرمایا نہیں نہیں میری طرف کبھی نہ آ	کیونکہ میں نے تجھے طلاق دیدی ہے
من گریزاں از تو اینجا آمدم	دور گشتم از تو در غارے شدم
میں تجھ ہی سے بھاگ کر یہاں آیا ہوں	تجھ سے دور ہوا ہوں غار میں آ گیا ہوں
بازی آئی تو اینجا اے پلید	اے زمکرت خائف آمد ہر سعید
اے ناپاک! تو پھر یہاں آ رہی ہے	اے وہ کہ تیرے مکر سے ہر نیک خائف ہے
گفت اے درویش اینک آمدم	من بحکم آں شہ ملک قدم
اس نے کہا اے درویش! اب میں آئی ہوں	ازلی ملک کے شاہ کے حکم سے
منع تو درباب من اکنوں چہ سود	چونکہ حکم حاکم اینست اے ودود
اب تیرا مجھے منع کرنا کیا مفید ہے؟	اے محب! جبکہ حاکم کا یہی حکم ہے
ایں بگفت و از نظر مفقود گشت	واقعہ را دید و بس مرعود گشت
اس نے یہ کہا اور نگاہ سے غائب ہو گئی	اس نے واقعہ دیکھا اور بہت لرزا
گفت خوب آید اگر دورش کنم	ور نگردد مصرف گورش کنم
اس نے کہا اگر میں اس کو دور کروں تو بہتر ہو گا	اور وہ نہ لوٹے تو اس کو قبر کا خرچ بناؤں گا
صرف سازم در رہ عقبیٰ و دیں	تا شود در عاقبت مارا معیں
آخرت اور دین کے راستہ میں خرچ کروں گا	تاکہ وہ آخرت میں ہماری مددگار ہے
مال دنیا ہست زہر سہمناک	گر بیابی بازش اندازی بخاک
دنیا کا مال خوف ناک زہر ہے	اگر تو پائے (اور) پھر اس کو خاک میں ملا دے
یعنی بہر گور خود انباز کن	دفن کن اینجا و آنجا باز کن
یعنی اپنی قبر کا ساتھی بنا لے	اس جگہ دفن کر دے اس جگہ کھول لے
گر دریتجا بہر حق سازی تو صرف	حق دہد آنجا عوض صد بار ژرف
اگر تو اس جگہ خدا کے لئے صرف کرے گا	اللہ (تعالیٰ) اس جگہ سو گنا نادر عوض دے گا
اقرضوا اللہ راز قرآں برگزیں	وز حرف غیر از سخاوت بر مچیں
"اللہ کو قرض دو" قرآن سے اختیار کرے	اور ہنروں میں سے سخاوت کے علاوہ اختیار نہ کر
چونکہ چیزے خواہد آں رب مجید	میکند در ظاہر اسبابش پدید
وہ رب مجید جب کوئی چیز چاہتا ہے	ظاہر میں اس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بده سال اندراں غار آں فقیر	بود در یاد خدائے مستجیر
وہ فقیر اس غار میں دس سال تک	یاد خدا میں پناہ گزین تھا
می نیامد اندراں صحرا کسے	زانکہ دور از عامرہ بود او بسے
اس جنگل میں کوئی نہ آتا تھا	کیونکہ وہ آبادی سے بہت دور تھا
اشتر وگاؤ و خر از بہر چرا	ہم نمی آمد درآنجا مطلقا
اونٹ اور بیل اور گدھا چرنے کے لئے	بھی اس جگہ مطلقاً نہ آتا تھا
از قضا قحطے بسالے او فتاد	کاہ و زرع از خشکی آمد در فساد
تقدیر سے ایک سال قحط پڑا	گھاس اور کھیتی خشکی سے فساد میں آ گئی
راعیاں بہر چراگاہ از بعید	قصد میکردند سوی ہر صعید
چرواہے چراگاہ کے لئے دور سے	ہر زمین کی جانب قصد کرتے تھے
چند چوپاں در جوار غار او	بہر کاہے آمدند از جستجو
چند چرواہے اس کے غار کے پڑوس میں	گھاس کی جستجو کے لئے آ گئے
کاہ بسیار ست و مرعیٰ نیز خوب	آمدند آنجا بگاوان حلوب
گھاس بہت ہے اور چراگاہ بھی اچھی ہے	وہ اس جگہ دودھ دینے کے قابل گایوں کو لے آئے
روزے از تقدیر ربانی فقیر	بہر حاجت بیروں آمد زاں نفیر
ایک دن خدائی تقدیر سے درویش	اس غار سے ضرورت کے لئے باہر آیا
دید چندے از بنی نوع بشر	جمع گشتہ باسوائم گاؤ و خر
اس نے چند انسان دیکھے	چرنے والی گایوں اور گدھے کے ساتھ جمع ہیں
چوں ز اکل و شرب بود او منقطع	نور حق بود از جبینش مسطع
چونکہ وہ کھانے اور پینے سے جدا تھا	اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کی پیشانی سے طلوع کرنے والا تھا
جملہ چوپاناں بدو راغب شدند	با ہزاراں خواہشش طالب شدند
سب چرواہے اس کی جانب راغب ہو گئے	لاکھوں خواہشوں کے ساتھ اس کے طالب بن گئے
مرد فارغ در تبتل فرد بود	پیش او ایں چاپلوسی سرد بود
فارغ مرد انقطاع میں یکتا تھا	اس کے سامنے یہ خوشامد بیکار تھی
آخرش از راہ عجز و صد نیاز	جملہ گفتندش کہ شاہ پاکباز
بالآخر عاجزی اور سینکڑوں نیاز مندیوں کے ساتھ	سب نے اس سے کہا کہ اے پاکباز شاہ!
گر دلت چیزے بخواہد حکم کن	تا بجا آرم ورا چوں امر کن
اگر تیرا دل کسی چیز کو چاہے تو حکم دے دے	تاکہ ہم کن کے حکم کی طرح اس کو بجا لائیں
دید چوں درویش ز ایشاں خواہشے	وز غناؤ کبرشاں را کاہشے
جبکہ درویش نے ان کی خواہش دیکھی	اور استغناء اور تکبر سے ان کا گھاؤ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اگر شیرے بود قدرے بیار	تا برم زہر ایں نفس چومار
کہا اگر دودھ ہو تھوڑا سا لے آ	تاکہ اس سانپ جیسے نفس کا زہر اتاروں
عرض کردندش کہ از قحط مطر	جملہ بے شیر اندچہ گاؤ چہ خر
انہوں نے ان سے عرض کیا کہ بارش کے قحط سے	سب بغیر دودھ کی ہیں کیا گائے کیا گدھی
بعد چندیں عجزو زاریہائے ما	خواستی واں راندارم وائے ما
ہماری اسی عاجزی اور خوشامدوں کے بعد	آپ نے چاہا اور وہ ہمارے پاس نہیں ہے ہم پر افسوس ہے
گفت درویش از ہمہ یک را بدوش	حق کند اتمام لیکن تو بکوش
درویش نے کہا سب سے ایک کو دوھ لے	اللہ (تعالیٰ) پورا کرے گا لیکن تو کوشش کر
جہد شرط کار آمد اے عزیز	جہد میکن جہد گرداری تمیز
اے عزیز! کام کی شرط کوشش ہے	اگر تجھے تمیز ہے تو کوشش کر کوشش کر
گفتہ است آں سید پاکیزہ خو	المجاھد من یجاھد نفسہ
پاکیزہ خصلت سید نے فرمایا ہے	مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے
بے مساعی کس نہ منزل طے نمود	بر سرراہے نشستی چہ سود
کوششوں کے بغیر کس نے منزل طے کی ہے	کیا فائدہ تو سر راہ بیٹھ گیا ہے؟
رو قدم برگیرد قطع راہ کن	بعد ازاں منزل بقصر شاہ کن
جا قدم اٹھا اور راستہ طے کر	اس کے بعد شاہ کے محل میں پڑاؤ کر
مرد رہ رو را کجا آرام و خواب	در قلق بایدلش از اضطراب
مسافر کے لئے آرام اور نیند کہاں ہے؟	پریشانی سے اس کا دل مضطرب رہنا چاہئے
راہ حق را چوں تو آساں دیدۂ	از سفر داماں چرا واچیدۂ
تو نے خدا کی راہ کو کیوں آسان سمجھا ہے؟	سفر سے دامن کو کیوں سمیٹ لیا ہے؟
رہ برو دامن ببر در راہ شو	تانہ پیچد درد و گام اے راہرو
جا دامن چھڑا راستہ اختیار کر	تاکہ اے مسافر! دونوں پاؤں میں نہ لپٹ جائے
منزلے بس پر خطر باخارہاست	گر تو بے جامہ روی دروے بجاست
منزل بہت خطروں بھری کانٹوں والی ہے	اگر تو اس میں بغیر کپڑے کے چلے تو مناسب ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جامہ ہای جسم را کوتاہ کن	بادل فارغ تو قصد راہ کن
جسم کے کپڑوں کو مختصر کرے	تو فارغ البالی سے راستہ کا ارادہ کر
راہ بس دورست ہر سو بیشہ است	گر توانی روچو باتو تیشہ است
راستہ بہت لمبا ہے اور ہر جانب جھاڑی ہے	اگر تیرے ساتھ کلہاڑا ہے تو چل سکے گا
ورنہ بے تیشہ تنت پارہ شود	مسد راہت سنگ و ہم خارہ شود
ورنہ بغیر کلہاڑے کے تیرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا	تیرے راستہ کی روک پتھر اور (سنگ) خارہ ہو گا
تیشہ چہ بود آں زنفی لا الہ	سنگ غیریت کہ برتابد زراہ
کلہاڑا کیا ہوتا ہے؟ وہ لاالہ کی نفی کا ہے	جو غیریت کے پتھر کو راستہ سے ہٹا دیتا ہے
خیمہ را در قصر الااللہ کن	سیر آنجا بادل آگاہ کن
الا اللہ کے قلعہ میں خیمہ لگا	باخبر دل سے اس جگہ کی سیر کر
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	قصہ درویش را بشنو تو نیز
اے پیارے اس بات کی انتہا نہیں ہے	تو درویش کے قصہ کو بھی سن لے

قصہ دوشیدن گاؤ نازادہ

ازراہ امتحان وسوء اعتقاد

بغیر بیاری ہوئی گائے کا آزمائش اور بداعتقادی کی وجہ سے دوہنے کا قصہ

زاں شباں برخاست یک ژولیدہ مرد	رفت سوئی گاؤ بکرے قصد کرد
ان چرواہوں میں سے، ایک الجھا ہوا انسان	گائے کی جانب چلا جو بیاہی کا ارادہ کیا
تا بگیرد امتحان آں فقیر	کش ز پستان توکل ہست شیر
تاکہ اس درویش کو آزمائے	جس کے لئے توکل کے پستان سے دودھ ہے
زد بہ پستانش چودست امتحاں	جوئی شیرے زاندرونش شد رواں
جب اس کے تھن پر آزمائش کے لئے ہاتھ مارا	دودھ کی نہر اس میں سے جاری ہو گئی
عاجزانہ پیش درویش آمدند	وز عقیدت سربہ پائی او زدند
وہ نیاز مندی سے درویش کے سامنے آئے	اور عقیدت سے اس کے پاؤں پر سر رکھ دیئے

www.besturdubooks.wordpress.com

شیر آوردند و صوفی نوش کرد	باز سوی آں حرا روپوش کرد
وہ دودھ لائے اور صوفی نے پیا	پھر اسی حرا کی جانب روپوش ہو گیا
جوق چوپاناں بشہر اندر شدند	لیک زیں خرق آں ہمہ معجب بدند
چرواہوں کا گروہ شہر میں چلا گیا	لیکن اس کرامت پر سب متعجب تھے
چند روزے زیں نمط بر می گذشت	آمدندے را عیاں برغار و دشت
چند دن اسی طریقہ پر گزرتے رہے	چرواہے غار اور جنگل میں آ جاتے
رفتہ رفتہ درمیان شہر ہم	یافت شہرہ قصہ شیر و نعم
آہستہ آہستہ شہر میں بھی	دودھ اور جانوروں کے قصہ نے شہرت پکڑ لی
بر زبان خلق افتاد ایں سخن	تا بگوش شہ رسید از شاخ و بن
یہ بات لوگوں کی زبان پر آ گئی	حتیٰ کہ شاخ اور جڑ کے ذریعہ بادشاہ کے کان میں پہنچ گئی
گفت شہ او را زیارت کرد نیست	در جہاں دیگر بہ ازوے مرد نیست
شاہ نے کہا وہ زیارت کرنے کے قابل ہے	دنیا میں اس سے بہتر کوئی انسان نہیں ہے
نزد درویش آمد و تشویش داد	صحبت میرو وزیر آمد فساد
وہ درویش کے پاس آیا اور پریشان کیا	امیر اور وزیر کی صحبت فساد ہے
مرد باید کز سلاطیں وارہد	وز امیراں ہمچو تیراں بر جہد
انسان کو چاہئے کہ بادشاہوں سے جدا رہے	سرداروں سے تیروں کی طرح کود جائے
باعث تشویش وقت اند ایں گروہ	گشت شیطاں ہم ز مکرشاں ستوہ
یہ گروہ وقت کی پریشانی کا باعث ہے	شیطان بھی ان کے مکر سے عاجز ہے
کبر و نخوتہا بخاطر پرورند	ہر دمے چوں گرگ میشے بردرند
انہوں نے دل میں تکبر اور نخوتیں پالی ہیں	ہر وقت بھیڑیے کی طرح بھیڑ کو پھاڑتے ہیں
پیش سلطان و امیراں پس مرو	تا بکے باشی رعونت را گرو
پس بادشاہ اور سرداروں کے سامنے نہ جا	تو تکبر کا کب تک گروی رہے گا؟
صحبت شاں کبر و غفلت آورد	واں قباہای قناعت بردرد
ان کی صحبت تکبر اور غفلت پیدا کرتی ہے	اور قناعت کی قباؤں کو چاک کر دیتی ہے
زیں جہت فرمود سلطان زماں	سید عالم نبیؐ ذومکاں
سلطان دوراں نے اسی لئے فرمایا ہے	عالم کے سردار رتبے والے نبیؐ نے
عالماں مستند امین دین حق	باامیراں گرنباشند ہم طبق
علماء دین حق کے امین ہیں	اگر وہ حاکموں کے ہم پیالہ نہ ہوں
خالطوھم پس لصوص دیں شدند	فاحذروھم در حق ایشاں زدند
وہ ان سے گھلے ملے تو دین کے ڈاکو بنے	پس ان سے بچو ان کے بارے میں فرمایا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ سلطاں بعد عجز ولابۂ	یافت رہ چوں قند ورد و شابہ
جب شاہ نے عاجزی اور خوشامد کے بعد	راستہ پا لیا ہے کہ شکر انگور کے شیرے میں
پیش درویش آمدن آغاز کرد	مکر دیگر از سر نو ساز کرد
فقیر کے پاس آنا شروع کر دیا	از سر نو ایک مکر تیار کیا
گفت بادستور خود کاے پر خرد	گر بشہر خود بریمش خوش بود
اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ اے عقلمند	اگر ہم اسے اپنے شہر میں لے جائیں تو اچھا ہو گا
باعث برکات رحمانی ویست	سایۂ سدرات ربانی ویست
وہ خدائی برکتوں کا کرب ہے	وہ خدائی سدرۃ (المنتہیٰ) کا سایہ ہے
انچنیں مردے بشہر شہ نشیں	زیب شاہی ہست و فر چتر دیں
ایسا انسان پایہ تخت میں	بادشاہی کی رونق اور دین کے چتر کی شان و شوکت ہے
الغرض آمد وزیر حیلہ جو	کرد با صوفی ازیں رو گفتگو
الغرض بہانہ باز وزیر آیا	صوفی سے اس طرح کی بات کی
مرد درویش از ہمہ آزادہ بود	گفت مارا در غلش رفتن چہ سود
درویش مرد سب سے آزاد تھا	کہا ہمیں غلش میں جانے سے کیا فائدہ؟
میل طبعم سوئے ویرانہ بسے ست	طالب آرام خود راہر کسے ست
میرا ویرانہ کی جانب بہت میلان ہے	ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے
طالب آرام نفس خود نیم	طالب آرام جاں روحانیم
میں اپنے نفس کے آرام کا طالب نہیں ہوں	میں روحانی جان کے آرام کا طالب ہوں
در حق من مصلحت عزلت نمود	درمیان گاؤ و خرماندن چہ سود
میرے بارے میں تنہائی مناسب نظر آئی ہے	گاؤ و خر کے درمیان رہنے سے کیا فائدہ؟
گفت پیغمبرؐ سلامت وحدت ست	آفت جان جہاں ایں کثرت ست
پیغمبرؐ نے فرمایا[1] تنہائی سلامتی ہے	بڑوں کی جان کی آفت یہ کثرت ہے
گفت اگر بگزیدے عزلت را رسولؐ	کے رسیدے دیں بفرعاں از اصول
اس نے کہا اگر رسولؐ تنہائی اختیار فرماتے	دین اصول سے فروع تک کب پہنچتا؟
اولیا زیں گونہ گر گشتے وحید	راہ حق بااہل عالم چوں رسید
اولیاء اگر اس طرح سے اکیلے ہوتے	دنیا والوں کو حق کا راستہ کیسے پہنچتا؟
سنت پیغمبراں دعوت بود	آں ولی ہم بر طریق او رود
پیغمبروں کی سنت دعوت دینا ہے	ولی بھی انہی کے راستہ پر چلتا ہے
گفت پیغمبر کہ یہدی اللہ بک	خیر من حمر النعم الکان لک
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اللہ تیرے ذریعہ سے ہدایت دے دے	تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اگر وہ تجھے حاصل ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت درویش ایں ہمہ حق ست ولیک	ہر کہ بیمارست گو پرہیز نیک
درویش نے کہا یہ سب درست ہے لیکن	جو بیمار ہے کہہ دے پرہیز اچھا ہے
ورنہ پرہیز زجاں دستے بشو	رنج زائد گشت و صحت شد فرو
اور اگر تو پرہیز نہیں کرتا تو جان سے ہاتھ دھو لے	بیماری بڑھ گئی اور صحت گھٹی
وانکہ صحت یافت مطلق از مرض	بادوا و حمیہ او را چہ غرض
اور جس نے مریض سے پوری صحت پا لی	دوا اور پرہیز سے اسے کیا غرض؟
انبیاء و اولیائی را سخاں	رستہ انداز رنج مطلق اے فلاں
انبیا اور ولی	اے فلاں! بیماری سے بالکل بچ گئے ہیں
لیک درمن شمۂ بیماری ست	زیں سبب از حمیہ ام ناچاری ست
لیکن مجھ میں کچھ بیماری ہے	اس لئے میرے لئے پرہیز ضروری ہے
باز فرمود آں وزیر نیک خو	کیں ہمہ از ہضم نفس خود مگو
اس نیک مزاج وزیر نے پھر کہا	یہ سب اپنی کسر نفسی سے نہ فرمایئے
ترک دنیا دادی و خود نامدی	مابہ پیشت آمدیم از عامدی
آپ نے دنیا چھوڑی اور خود (دنیا کی جانب) نہیں آئے	ہم قصداً آپ کے پاس آئے ہیں
نفس پاکت جان ماروشن نمود	آفتابے گشت گرچہ تیرہ بود
آپ کے پاک نفس نے ہماری روح روشن کر دی	اگرچہ وہ مکدر تھی سورج بن گئی
در حضورت از ہوا و از ہوس	می نماند در دل کس ہیچو خس
آپ کی موجودگی میں ہوا اور ہوس	کسی کے دل میں تنکے کی برابر نہیں رہتی
چونکہ خیر الناس من ینفع شد ست	تو بدیں حبل المتیں آویزدست
چونکہ لوگوں میں وہ بہتر ہے جو لوگوں کو نفع پہنچانے آیا ہے	آپ اس مضبوط رسی کو پکڑ لیں
غافلاں از فیض تو ذاکر شوند	واں کفوران نعم شاکر شوند
آپ کے فیض سے غافل ذاکر بن جائیں گے	اور وہ نعمتوں کے کافر شاکر بن جائیں گے
گفت صوفی چاہ بر تشنہ نرفت	تشنہ را باید کہ آید چست و تفت
صوفی نے کہا کنواں پیاسے کے پاس نہیں گیا ہے	پیاسے کو چاہئے کہ چست اور جلد آئے
دردل ہر کس کہ میل و رغبت ست	گوبیا کایں گوی و ایں میدان ہست
جس شخص کے دل میں میلان اور رغبت ہو	کہہ دے آجا یہ گیند اور یہ میدان ہے
مدتے بگذشت تا عرضش قبول	می نکرد آں صوفی عین الوصول
ایک زمانہ گزر گیا کہ اس کی گزارش قبول	نہ کرتا تھا وہ صوفی وصول (الی اللہ) کا چشمہ
آخرش چوں دید ابرام وزیر	کرد دردل حیلہ آں مرد بصیر
بالآخر جب اس نے وزیر کا اصرار دیکھا	اس مرد بصیر نے دل میں ایک تدبیر کی

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت خوب امروز بہر فرح تو ‖ سوئے قصر شاہ گردم راہ جو

کہا اچھا آج تیری خوشی کی خاطر ‖ راستہ تلاش کرتا ہوا شاہ کے قصر کی جانب آجاؤں گا

بعد ازاں ہرچہ صلاح وقت ہست ‖ حسب حالت در عمل آوردن ست

اس کے بعد جو بھی وقت کے مناسب ہو گا ‖ حسب حال عمل میں لانا ہے

رفت آں درویش ہمراہ وزیر ‖ سوئے دولت خانہ شاہ کبیر

وہ درویش وزیر کے ساتھ چل دیا ‖ سلطان معظم کے دولت خانہ کی جانب

چوں ز دورش دید شہ از جا بجست ‖ بہر استقبال ایستاد او چو مست

جب بادشاہ نے اس کو دور سے دیکھا کھڑا ہو گیا ‖ وہ بے خود کی طرح استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا

بہر استخلاص خود آں پیر مرد ‖ سنگہا بر تافتن آغاز کرد

اس پیر مرد نے اپنے چھٹکارے کے لئے ‖ پتھر پھینکنے شروع کر دیئے

بے محابا بازد بسلطاں آنچناں ‖ کو فراری گشت زاں سنگ گراں

بادشاہ کے بے تکلف اس طرح مارے ‖ کہ وہ اس بھاری پتھر سے فرار کرنے والا بن گیا

رفت زاں صفہ بروں بگریخت تفت ‖ تا رہد زاں سنگہائے کلگ و زفت

وہ اس سائبان کے نیچے سے باہر نکل گیا جلد بھاگا ‖ تاکہ ان موٹے بھاری پتھروں سے بچ جائے

مرد درویش از ہنر مستانہ وار ‖ سنگ پرتابید از یک تا ہزار

درویش مرد نے ہنرمندی سے دیوانہ وار ‖ ایک سے ہزار تک پتھر پھینکے

میزد او کلوخ و صد منجنیق ‖ سوئے آں شاہ وفادار عشیق

وہ کولہ اور سینکڑوں کوپھن پھینکتا تھا ‖ اس وفادار عاشق شاہ کی جانب

کہ بدیں حیلہ خلاص من شود ‖ خواندم دیوانہ ترک من دہد

کہ اس تدبیر سے میری خلاصی ہو جائے ‖ مجھے دیوانہ کہہ دے مجھے چھوڑ دے

شاہ چوں بیروں برآمد زاں مکاں ‖ حیلہ دیگر بیامد ز آسماں

بادشاہ جب اس مکان سے باہر نکلا ‖ آسمان سے دوسری تدبیر ہو گئی

سقف آں خانہ فتاد از بیخ و بن ‖ جز کہ نامے نہ ازاں سور کہن

بیخ و بنیاد سے اس گھر کی چھت گر گئی ‖ اس پرانی دیوار کے نام کے سوا کچھ نہ رہا

شاہ دانست ایں ہمہ از لطف بود ‖ در شکست او ہزاراں ہست سود

شاہ نے سمجھا یہ سب مہربانی تھی ‖ اس کے گر جانے میں ہزاروں فائدے ہیں

او خلاصی جست و شد زنجیر چست ‖ ایں چنیں حکم قضا بود از نخست

اس نے بھاگنا چاہا اور زنجیر سخت ہو گئی ‖ قضاء (خداوندی) کا پہلے ہی سے یہ فیصلہ تھا

آمد و از صدق در پایش فتاد ‖ کہ نہاں در جور تو صد لطف و داد

آیا اور سچائی سے اس کے پاؤں پر گر گیا ‖ کہ آپ کے ظلم میں سینکڑوں مہربانیاں اور عطائیں

www.besturdubooks.wordpress.com

خضر کشتی را شکستے میدہد	وز شکستش کشتی از ظالم رہد
خضر کشتی کو توڑتے ہیں	ان کے توڑنے سے کشتی ظالم سے بچ جاتی ہے
تو مرا چوں خضر بر ساحل کشی	از ہزاراں ورطۂ قاتل کشی
تو مجھے خضر کی طرح کنارے پر کھینچتا ہے	ہزاروں قاتل گردابوں سے کھینچتا ہے
گفت صوفی ایں ہمہ حکم خداست	رفت چوں حکم خدا چارہ کجاست
صوفی نے کہا یہ سب خدا کا حکم ہے	جب خدا کا حکم ہو گیا تدبیر کہاں ہے؟
بر مشیتہائے او باید تنید	چند روزے زہر ہم باید چشید
اس کی مشیتوں پر چلنا چاہئے	چند دن زہر بھی چکھنا چاہیے
لاجرم گفت شہنشہ را شنید	پا زغار چوں حرا بیروں کشید
اس نے لامحالہ بادشاہ کی بات مان لی	حرا جیسے غار سے قدم باہر نکال لیا
شاہ قصر و خانقاہے خوب ساخت	وز درو گنج و گہر بے حد نواخت
بادشاہ نے عمدہ محل اور ایک خانقاہ بنا دی	اور بے شمار سونے اور خزانہ اور جواہر سے نوازا
کرد صوفی راکمین آں مکاں	ہمچو مہ در خرمن ہالہ چماں
صوفی کو اس مکان کا مکین بنا دیا	چاند کی طرح ہالہ کے خرمن میں ٹہلنے والا
آں فقیر پاک جان ور استباز	شد بظاہر در جوار عز و ناز
وہ پاک جان اور راستباز فقیر	بظاہر عزت اور ناز کی پناہ میں آ گیا
لیک پنہاں از ہمہ در حجرۂ	زاش جو پیشش کشیدے سفرۂ
لیکن ایک حجرے میں سب سے چھپ کر	آش جو کا دستر خوان اپنے سامنے بچھاتا
پوستین و دلق را کردے ببر	در جہاد نفس بودے مستمر
پوستین اور گدڑی کو پہنتا	نفس کے جہاد میں لگا رہتا
چوں ایاز آں چارق و آں پوستیں	در مقفل حجرہ چوں گنج دفیں
ایاز کی طرح وہ چپل اور وہ پوستین	مقفل حجرہ میں مدفون خزانہ کی طرح تھے
عشق باآں پوستیں خوش باختے	خویش را بر فقر محکم ساختے
اس پوستین کے ساتھ اچھا عشق رکھتا	اپنے آپ کو فقر پر مضبوط رکھتا
ہیچ زیں دولت نبودش حاصلے	غیر ایثار فقیرے فاضلے
اس دولت سے اس کو کچھ حاصل نہ تھا	فاضل فقیر پر ایثار کرنے کے علاوہ
گرچہ دنیا ہست ملعون ازل	لیک دارالحمد شد بیت العمل
اگرچہ دنیا ازلی ملعون ہے	لیکن عمل گاہ دارالحمد ہے
مال دنیا گرچہ زہر آگندہ ہست	چوں بمصرف میدہی فرخندہ ہست
دنیا کا مال اگرچہ زہر بھرا ہے	اگر تو مصرف میں خرچ کرے مبارک ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر کنی رادی شہ اسکندری	ورنہ بر جیفہ سگ ہلندری
اگر تو سخاوت کرے تو اسکندر بادشاہ ہے	ورنہ تو مردار پر جھپٹنے والا کتا ہے
مال دنیا را بجائے گرچہ نیست	بہر صید مرغ عقبیٰ خوش نئی ست
دنیا کے مال کے لئے اگرچہ جا نہیں ہے	آخرت کے پرند کے شکار کے لئے بہترین ترکیب ہے
ابتلا و امتحان ایزدی	داد شیطاں راز روسیم روی
خدائی آزمائش اور امتحان نے	شیطان کو برا سونا اور چاندی دے دیا
بودن دنیا بدانا خوشتر ست	زانکہ جاہل را خود او سم وضرست
عقلمند کے پاس دنیا کا ہونا اچھا ہے	کیونکہ وہ جاہل کے لئے خود زہر اور نقصان ہے
ہر کہ افسوں داند از مارش چہ ضر	مار او را یار باشد بے خطر
جو شخص منتر جانتا ہے اس کو سانپ سے کیا نقصان؟	سانپ اس کے لئے بے خطر دوست ہو گا
در ندانی تو فسوں گردش مگرد	تا نبازی جان خود را بے نبرد
اور اگر تو منتر نہیں جانتا اس کے گرد نہ گھوم	تاکہ تو بغیر جنگ کے اپنی جان نہ ہار دے

دربیان معنی آں حدیث کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ وتفصیل آں

اس حدیث کے معنی کا بیان کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے اور اس کی تفصیل

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ	مزرعۃ الآخرت ہست ایں سرا
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا	یہ سرائے آخرت کا کھیت ہے
گر ز دستت میشود تخمے بکار	تا برآری خرمنے روز شمار
اگر تیرے ہاتھ سے ہو سکے تو بیج بو	تاکہ حساب کے دن تو کھلیان اٹھا لے
ورنہ کاری مفلسی یوم التناد	گشتۂ مغبون و خاسر بے مراد
اور اگر تو نہ بوئے تو قیامت کے دن مفلس ہے	تو ٹوٹے میں بے مقصد اور نقصان اٹھانے والا بن گیا
تخم را میکارو آبے ہم بپاش	تا بری یوم الحصاد از غلہ باش
بیج بو اور پانی بھی چھڑک	تاکہ کاٹنے کے دن تو اس کی پیداوار اٹھائے
در نمی کاری چہ برداری ازو	روز محشر اے کسل وائے عتو
اور اگر تو نہ بوئے گا تو اس سے کیا اٹھائے گا؟	محشر کے دن اے سستکار اور اے سرکش!
ہیچ من یعمل بقرآں خواندۂ	ایں چنیں کاہل چرا وا ماندۂ
تو نے بھی "من یعمل" قرآن میں پڑھا ہے	تو ایسا کاہل کیوں پڑا ہے؟
ہست تخم پاک او شرا یرہ	باز بہر صالحاں خیرا یرہ
اس کا پاک تخم "شرا یرہ" ہے	پھر نیکوں کے لئے "خیرا یرہ" ہے
در نپاشی آب دانہ خشک شد	واں ہمہ رنج و تعب خود لغو بد
اور اگر تو پانی نہ چھڑکے گا بیج سوکھ جائے گا	وہ سب تکلیف اور محنت لغو تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

آب دہ از چشمۂ چشم اے جواں	تاشود حرف تو سبز و کامراں
اے جوان آنکھ کے چشمے سے پانی دے	تاکہ تیری کھیتی سبز اور کامیاب ہو
ہم زدزد اے جان من غافل مباش	تانبرد خام را آں بدقماش
اے میری جان! چور سے بھی غافل نہ رہ	تاکہ وہ بدفطرت کچی نہ کاٹ لے
دزد پنہاں از نظر ہای عوام	میدود در فکر زرعت صبح و شام
چور عوام کی نگاہ سے چھپا ہوا	تیری کھیتی کی فکر میں صبح و شام دوڑتا رہتا ہے
پس ہمہ شب کن حراست دار پاس	تانہ مستاصل کند دزدش زد اس
پس تمام رات حفاظت کر خیال رکھ	تاکہ چور اس کو درانتی سے نہ اکھاڑ لے
گر دمے غافل شوی از پاس او	می نہد درکشت تو صدد اس او
اگر تو اس کی حفاظت سے تھوڑی دیر کے لئے غافل ہوگا	تو وہ تیری کھیتی میں سینکڑوں درانتیاں رکھ دے گا
کستہ خرمن راز کشمانت برد	یک بیک اعضا چوکشتارت برد
تیرے روندے ہوئے کھلیان کو تیرے کھیت سے لے جاتا ہے	تیرے ایک ایک عضو کو مرغ بسمل کی طرح کاٹ دیتا ہے
گر بغفلت خفتی دریع تو رفت	یہ بہ نسیاں شد گناہے از تو زفت
اگر تو غفلت سے سو گیا اور تیری پیداوار چل گئی	یا تجھ سے بھولے سے کوئی بھاری گناہ ہو گیا
باخود آزود و ندامت پیشہ کن	وز حساب روز حشر اندیشہ کن
جلد ہوش میں آ جا اور ندامت اختیار کر	حشر کے دن کے حساب سے ڈر
گر تو غافل گردی او زراعت برد	بلکہ از تو آں کسیرج را برد
اگر تو غافل بنا وہ تیری کھیتی کاٹ لے گا	بلکہ تجھ سے وہ سولی لے جائے گا
کار باہشیاری و بیداری ست	ہر کہ غافل گشت میداں ناری ست
معاملہ ہوشیاری اور بیداری کا ہے	جو غافل بنا جان لے جہنمی ہے
پاسبان تو بہ را بروے گمار	تا بوقت خواب تو آید بکار
توبہ کا محافظ اس پر مقرر کر دے	تاکہ تیری نیند کے وقت وہ تیرے کام آئے
تو بخواب او خوش نگہبانی کند	ایں چنیں حارس خدا مارا دہد
تو نیند میں ہے وہ اچھی نگہبانی کرتا ہے	خدا ایسا نگہباں ہمیں عطا کر دے
ایں سخن پایاں ندارد نیک مرد	سوی حال صوفی خود باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اے نیک مرد!	اپنے صوفی کے حال کی جانب واپس چل

رجوع بداستان درویش ووداع شدن دنیاازاں مرد حقیقت اندیش

درویش کی داستان کی طرف رجوع اور اس حقیقت اندیش مرد سے دنیا کا رخصت ہو جانا

مدت دہ سال ہم زینساں گذشت	ہیچ صوفی از طریق خود نگشت
دس سال اسی طریقہ سے گزرے	صوفی اپنے راستے سے نہ ہٹا

www.besturdubooks.wordpress.com

بود رسم شہ چو او گشتے سوار	بہر نظم ملک یا سوی شکار
بادشاہ کی عادت تھی جب وہ سوار ہوتا	سلطنت کے انتظام کے لئے یا شکار کی جانب
وقت رجعت سوی درویش آمدے	وقفہ کردے زائر آں مہ شدے
وہ واپسی کے وقت درویش کی جانب آتا	ٹھہرتا اس چاند کی زیارت کرنے والا بنتا
ہم بریں منوال بودش کاروبار	بود برمہر فقیر او جاں نثار
اس کا کاروبار اسی طریقہ پر تھا	وہ فقیر کی محبت پر جان چھڑکنے والا تھا
وندریں اثنا شہ آں کار و زار	داشت با پروردگار خود نیاز
اور اس اثناء میں وہ کار و زار کا شاہ	اپنے پروردگار کے ساتھ نیازمندی رکھتا
ناگہاں آں زن کہ اول آمدش	بار دیگر گشت پیدا از درش
اچانک وہ عورت جو اس کے پاس پہلے آئی تھی	اس کے دروازے سے دوسری بار نمودار ہوئی
گفت صوفی ہے چہ آوردی بگو	چیست باز ایں سو چرا کردی تو رو
صوفی نے کہا ہائیں کیا لائی ہے بتا؟	کیا ہے؟ تو نے پھر اس طرف رخ کیوں کیا؟
گفت بہر رخصت تو آمدم	الوداع اے جاں کہ من رخصت شدم
اس نے کہا آپ سے رخصت ہونے کے لئے آئی ہوں	اے جان! الوداع کہ میں رخصت ہوتی ہوں
گفت دور اے بیوفا مکار زال	صد ہزاراں دام داری زیر چال
اس نے کہا اے بے وفا مکار بوڑھی! دور ہو جا	تو کڑیں کے نیچے ہزاروں جال رکھتی ہے
تو فسوں خود بہر کس میدمی	گشت چوں رام تو آخر می رمی
تو ہر شخص پر اپنا منتر پھونکتی ہے	وہ جب تیرا فرمانبردار ہو گیا انجام کار تو بھاگ جاتی ہے
ہاں برد کایں دلق من ویں پوستیں	ہر دو موجودست پیش من ببیں
ہاں چلی جا دیکھ کر یہ میری گدڑی اور یہ پوستین	دیکھ لے دونوں میرے سامنے موجود ہیں
من فریب از غدر تو کے خوردہ ام	پے بضعف عہدت اول بردہ ام
تیری غداری سے میں نے فریب کب کھایا ہے؟	میں نے تیرے عہد کی کمزوری کا پہلے ہی پتہ لگا لیا ہے
زود باش اے بے حیا زیں جا برو	تا بکے داری بافسونم گرو
اے بے حیا! جلدی کر اس جگہ سے چلی جا	مجھے منتر میں کب تک پھنسائے گی؟
از نظر غائب شد آں فتانہ زن	در تفکر رفت صوفی از فتن
وہ فتنہ میں مبتلا کرنے والی عورت نظر سے غائب ہو گئی	فتنوں سے صوفی سوچ میں پڑ گیا
چوں رود ایں شورش بلغاک من	چوں کشتہا کم شود زیں انجمن
یہ میرے غوغا کی شورش کیسے جائے گی؟	اس محفل سے جھگڑے کیسے جائیں گے؟
شیرج و کسپہ چساں گردد جدا	ریغ برروی جواں افتد چرا
تیل اور کھل کیسے جدا ہوں گے؟	جوان کے چہرے پر شکن کیوں پڑے گی؟

www.besturdubooks.wordpress.com

کز چہ زاید تا ہمہ دولت رود	آفتاب عز من کاسف شود
کس بات سے ہو گا کہ تمام دولت چلی جائے گی؟	میری عزت کا سورج گرہن میں ہو جائے گا
خواند لاحول و بحق مشغول گشت	کان امر اللہ چوں مفعول گشت
اس نے لاحول پڑھی اور اللہ (تعالیٰ) سے مشغول ہو گیا	خدائی حکم تھا جبکہ واقع ہوا
چوں قضا آید شود برعکس کار	جملہ تدبیرات باطل گشت و زار
جب قضا آتی ہے کام الٹا ہو جاتا ہے	تمام تدبیریں باطل اور کمزور ہو جاتی ہیں
حق چو میخواہد کہ کارے را کند	سلسلہ اسباب را جنبش دہد
جب خدا چاہتا ہے کہ کوئی کام کرے	اسباب کے سلسلہ کو حرکت دے دیتا ہے
از قضا در صبح آں روز سعید	شاہ سوئے کوہ شد بہر صید
تقدیر سے اس اچھے دن صبح کو	بادشاہ شکار کے لئے پہاڑ کی جانب گیا
محنتے بسیار کرد و رنج برد	ہیچ باصیدے درآنجا وانخورد
بڑی محنت کی اور تکلیف برداشت کی	کوئی شکار اس جگہ نہ ملا
تعب بیحدے چشید و رنج سخت	شد زتاب مہر جانش لخت لخت
بیحد تھکن اور سخت تکلیف چکھی	سورج کی گرمی سے اس کی جان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی
درایاب آں شاہ بر رسم قدیم	قاصد درویش شد او زاں رقیم
وہ شاہ قدیم عادت کے مطابق واپسی میں	اس پہاڑ سے درویش کا قصد کرنے والا بن گیا
آمدہ بر پای صوفی او فتاد	بوسہا زد برود پایش ز اعتقاد
آیا صوفی کے پاؤں پر گر گیا	اعتقاد سے اس کے دونوں پاؤں چومے
وقت گرما بود و تاباں آفتاب	اند کے آسود شہ زاں حر و تاب
گرمی کا وقت تھا اور سورج چمک رہا تھا	اس گرمی اور تابش کی وجہ سے شاہ نے تھوڑا سا آرام کیا
تکیہ بر دیوار زد خوابش ببرد	سوی سایہ ہر کسے رہ می سپرد
دیوار کا سہارا لیا اس کو نیند آ گئی	سایہ کی جانب ہر شخص راستہ اختیار کرتا ہے
شاہ تنہا ماند و آں صوفی صاف	از میان شاہ خنجر خوش غلاف
شاہ اور صوفی صافی تنہا رہ گئے	شاہ کی کمر سے عمدہ غلاف کا خنجر
در تقلبہا فتادش بر شکم	مرد درویش از رہ لطف و کرم
کروٹیں لینے میں اس کے پیٹ پر گر گیا	درویش مرد نے لطف و کرم کے طریقہ پر
خواست کاں را از شکم یکسو کند	جائی دیگر دور تر ازوے نہد
چاہا کہ اس کو اس کے پیٹ سے علیحدہ کر دے	دوسری جگہ اس سے دور رکھ دے
چشم شہ یکبارگی بیدار شد	دید چوں خنجر برہنہ زار شد
شاہ کی آنکھ اچانک کھل گئی	جب کھلا ہوا خنجر دیکھا عاجز رہ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

زود برجست و بقصر خویش رفت	لیک جانش از غضب سوزاں و نفت
فوراً اٹھا اور اپنے محل میں چلا گیا	لیکن غصہ سے اس کی جان جل بھن گئی
گفت زود آرید آں دستور را	تا براندازد سر ایں بے نور را
حکم دیا فوراً وزیر کو لاؤ	تاکہ وہ اس بے نور کا سر اڑا دے
من چہ خوبیہا بجایش کردہ ام	بارہا سر را بپایش کردہ ام
میں نے اس کے ساتھ کس قدر بھلائیاں کی ہیں	بارہا اس کے قدم پر سر رکھا ہے
پس سزای نیکوئی زینساں بود	کز برای کشتنم خنجر کشد
تو بھلائی کا بدلہ ایسا ہوتا ہے؟	کہ میرے قتل کرنے کو خنجر سونتے
شد وزیر آگاہ و استغفار کرد	در شفاعت پیش شہ اصرار کرد
وزیر آگاہ ہوا اور معافی چاہی	شاہ کے سامنے سفارش میں اصرار کیا
گفت بخشیدم بتو جانش خموش	کن بدروے را بیک بینی دوگوش
اس نے کہا کہ میں نے تیری وجہ سے اس کی جان بخشی کی خاموش ہو جا	اس کو ایک ناک دوکان کے ساتھ نکال دے
ایں بود صدق و وفای پر دول	کز پئے وہمے بعد داں شد بدل
دولتمندوں کی سچائی اور وفاداری یہ ہوتی ہے	کہ ایک وہم کی وجہ سے عداوت میں بدل گیا
دل منہ بر لطف میران و وزیر	دردمے خلد اندو در دیگر سعیر
سرداروں اور وزیر کی مہربانی سے دل نہ لگا	گھڑی میں جنت ہیں اور گھڑی میں دوزخ ہیں
از یکے وہم آں تلطف کینہ شد	ہمچو کانوں در تلہب سینہ شد
ایک وہم سے وہ مہربانی کینہ بن گئی	لپٹیں مارنے میں سینہ بھٹی بن گیا
می نہ بندی دل بآں سلطاں چرا	کو ہزاراں جرم بخشد از عطا
تو اس شاہ کے ساتھ دل کیوں نہیں وابستہ کرتا؟	جو بخشش سے ہزاروں خطائیں معاف کر دیتا ہے
جرمہا دیدہ وظیفہ می دہد	از چنیں جود و عطا کس چوں جہد
خطائیں دیکھتے ہوئے روزی دیتا ہے	ایسی سخاوت اور عطا سے کوئی کیوں گریز کرے؟
ہر خطا کردی وبازار آمدی	از خواص خاص دربارش شدی
تو نے جو خطا کی اور عاجزی سے آیا	اس کے دربار کا خاص الخاص بن گیا
مال دنیا را وفا خود ایں بود	دل دروبستن ز نقص دیں بود
دنیا کے مال کی بھی وفاداری ہوتی ہے	اس سے دل وابستہ کرنا دین کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے
جاں ببرد از مکر دنیا مرد خوش	چوں نہ بست او دلبراں مغرور کش
بھلا آدمی دنیا کے مکر سے جان بچا لے گیا	چونکہ اس نے اس فریب خوردہ کو قتل کرنے والی سے دل وابستہ نہ کیا
گر فتادے اندر و گشتے ہلاک	ہمچو بلعم می شدے مسجون خاک
اگر اس میں مبتلا ہو جاتا ہلاک ہو جاتا	بلعم کی طرح مٹی کا قیدی بن جاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

زیر تیغ بید ریغ شاہ دوں	میشدے درویش بس زار و زبوں
کمینہ بادشاہ کی بے دریغ تلوار کے نیچے	درویش بہت عاجز اور مغلوب ہو جاتا
چونکہ حزم و احتیاطے کردہ بود	میل سوئے مالہا ناوردہ بود
چونکہ اس نے حزم اور احتیاط کی تھی	مالوں کی جانب میلان نہ کیا تھا
جاں سلامت برد ازیں خداعہ او	دل بزہر او منہ اے یار تو
وہ اس دھوکے باز سے جان بچا لے گیا	اے یار! تو بھی اس کی رونق سے دل وابستہ نہ کر
باز سوی داستان خود روم	وہ چرا از نصح تو غافل شوم
میں پھر اپنی داستان کی جانب لوٹتا ہوں	ہائے میں تیری نصیحت سے کیوں غافل ہوئی
باز سوی داستاں من آمدم	وہ دریں دریا چہ دست و پازدم
میں پھر داستان کی جانب آ گیا	ہائے اس دریا میں میں نے کیسے ہاتھ پاؤں مارے
واں دوم کاہل شد از تطویل من	کاہلاں را کرد کاہل پیل من
اور وہ دوسرا میرے طول دینے سے کاہل بن گیا	کاہلوں کو میرے ہاتھی نے کاہل بنا دیا

بیان نمودن آں پسر دوم حال کاہلی خود با قاضی

دوسرے لڑکے کا اپنی کاہلی کا حال قاضی سے بیان کرنا

دو می گفتا کہ بشنو حال من	قرعۂ میراث زن در فال من
دوسرے نے کہا کہ میرا حال سن	میری فال پر میراث کا قرعہ ڈال دے
نصرت الداخل نگر در بیت مال	تا بیابم از پدر مال و منال
بیت مال میں نصرت الداخل پر غور کر	تاکہ میں باپ کی جانب سے مال و متاع حاصل کر لوں
گفت من تنبل ترم از تنبلاں	ہستم از کوہ گراں ترہم گراں
اس نے کہا میں تمام کاہلوں سے زیادہ کاہل ہوں	میں بھاری پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری ہوں
گر فتد کوہے نجنبم از مکان	یا برد سیلاب ما را رائگاں
اگر پہاڑ بھی گرے میں جگہ سے نہ سرکوں	یا خواہ مخواہ مجھے سیلاب لے جائے
یا چو ابراہیمؑ گر آتش بود	می نتابم سر ازوہم تا ابد
یا (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح اگر آگ ہو	میں اس سے بھی کبھی سر نہ موڑوں گا
یا چو زکریاؑ شگافد ارۂ	برندارم من سر خود ذرۂ
یا (حضرت) زکریاؑ کی طرح اگر آرہ چیر دے	میں ذرہ برابر اپنا سر نہ اٹھاؤں
یا چو اسماعیلؑ زیر خنجرے	برندارم من سر خود از مرے
یا (حضرت) اسماعیلؑ کی طرح خنجر کے نیچے سے	جھگڑے سے میں اپنا سر نہ اٹھاؤں
گر بریزد برتنم صد بارنیش	یا شود سر تا قدم از تیغ ریش
اگر سو بار میرے جسم پر نشتر لگے	یا سر سے پاؤں تک تلوار سے زخمی ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

من زتمل بر نہ جنبانم دودست	مردو گو بر سرمن ہرچہ ہست
میں کاہلی سے دونوں ہاتھ نہ ہلاؤں	کہہ دے کہ جو کچھ بھی میرے سر پر گزر جائے
گر بہ پرد سوئے من صد تیر راست	از کسالت بر نگردم چپ و راست
اگر میری طرف سو تیر سیدھے آئیں	میں کاہلی سے دائیں بائیں کروٹ نہ لوں
بر سرمن آنچہ بہ پسندی رواست	حکم حکم تست بندہ خود فناست
تو جو میرے سر پر پسند کرے مناسب ہے	حکم تیرا ہی حکم ہے بندہ خود فنا ہے
جملہ خواہشہا دراں خواہش گم ست	صلح و تدبیر و ہمہ چالش گم ست
تمام خواہش اس خواہش میں گم ہیں	صلح اور تدبیر اور پورا اکڑ کر چلنا گم ہے
چوں جمادم حرکت و خواہش نماند	تنبلیم دست از عالم فشاند
جب پتھر کی طرح مجھ میں حرکت اور تمنا نہیں رہی	میری کاہلی نے دنیا سے ہاتھ جھاڑ لیا
ہمچو میت درید غسال شو	از ارادت وز تکلم لال شو
مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں مردے کی طرح بن جا	ارادہ سے اور بولنے سے گونگا بن جا
چوں کفیل من شد او در کارہا	پس چرا چوں خر کشم من بارہا
جب کاموں میں وہ میرا کفیل ہو گیا	تو میں گدھے کی طرح بوجھ کیوں اٹھاؤں؟
بہ زمن تدبیر من میداند او	ہر بلا رابہ زمن میراند او
وہ مجھ سے بہتر میری تدبیر جانتا ہے	وہ ہر مصیبت کو مجھ سے بہتر ٹالتا ہے
پس چرا در نفع و ضر خود تنم	از کنف ہای حمایت چوں پرم
تو میں اپنے نفع اور نقصان کا چکر کیوں کاٹوں؟	اپنایت کے پہلو سے کیوں اڑوں
ایں سخن پایاں ندارد الغرض	گفت باقاضی کہ اے دفع المرض
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے الغرض	اس نے قاضی سے کہا کہ اے مرض کے دفعیہ!
درمیان ہر سہ تن کاہل ترم	وز ہمہ نفع و ضرر جاہل ترم
تینوں شخصوں میں میں زیادہ کاہل ہوں	اور تمام نفع نقصان سے زیادہ جاہل ہوں
سود و نقصان دو عالم ہرچہ ہست	کاہلی من زہر دو بہتر ست
دونوں جہان کا نفع اور نقصان جو بھی ہے	میری کاہلی دونوں سے بہتر ہے
در بیان ایں شنو یک قصہ	تا بری از تمل من حصہ
اس سلسلہ میں ایک قصہ سن لے	تاکہ تجھے میری کاہلی کا حصہ حاصل ہو جائے
بہر کارے آمدم در ملک خوز	در رباطے گشتم آسودہ دوروز
میں ملک خوز میں ایک کام لے آیا	ایک سرائے میں دو دن آرام کیا
شاہ آنجابس سخی و بحر جود	کان لطف و معدن احسان بود
اس جگہ کا بادشاہ بہت سخی اور سخاوت کا دریا تھا	مہربانی کی کان اور احسان کی معدن تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

چاؤش او ہر زماں کردے گزر	بانگہا کردے برائے کور و کر
اس کا نقیب ہر وقت گزرتا	اندھے اور بہرے کو آوازیں دیتا
شاہ ہر شب برسر تخت کرم	می نشیند اے گدایان دژم
کرم کے تخت پر شاہ ہر رات کو	بیٹھتا ہے اے غمگین فقیرو!
ہر کہ را میلے بمال وجاہ است	دین و دنیا در رکاب شاہ ہست
جس کو مال اور رتبہ کی خواہش ہے	دین اور دنیا شاہ کے جلو میں ہے
ہر کہ بکشاید لب انبان خویش	پر کند دروے دردمر جان خویش
جو بھی اپنے تھیلے کا منہ کھولتا ہے	وہ اپنے موتی اور مونگے اس میں بھر دیتا ہے
سیم و زر بس در و گوہر ہای سود	ہر کہ بکشودہ زباں بیشک ربود
چاندی اور سونا نفع کے لئے بہت سے موتی اور جواہر	جس نے زبان کھولی بیشک حاصل کر لئے
خوان یغمایش بدشمہا و دوست	صرف محتاجاں بود با مغز و پوست
اس کا لوٹ کا دسترخوان دشمنوں اور دوست کے لئے ہے	مغز اور پوست کے ساتھ محتاجوں میں صرف ہوتا
آنچہ خواہد از درش ہر کس برد	نیست با اعدای خود او را حسد
جو چاہے ہر شخص اس کے در سے لے جائے	اس کو اپنے دشمنوں پر بھی حسد نہیں ہے
دوست دشمن پرورد از لطف وجود	ہر کہ لابہ کرد پیشش یافت سود
وہ دوست اور دشمن کو مہربانی اور سخاوت سے پرورش کرتا ہے	جس نے اس کے سامنے خوشامد کی نفع پایا
دمبدم طول و سخائش در وفور	نیست در انبان جود او فتور
ہر لمحہ اس کی طاقت اور سخاوت زیادتی میں ہے	اس کی سخاوت کے تھیلے میں کمی نہیں ہے
جنبش لب کافی آمد بردرش	بہر استمطار غیث بارش
اس کے در پر ہونٹ ہلا دینا کافی ہے	اس کی بہنے والی بارش کے برسوانے کے لئے
بردرش آید کسے گر صبح و شام	کار او یابد بکلی انتظام
اگر کوئی صبح اور شام اس کے دروازے پر آ جائے	اس کا کام بالکل منظم ہو جائے
گر بیائی بردر او صبح گاہ	آنچہ خواہی میدہد آں بادشاہ
اگر تو صبح کے وقت اس کے در پر آئے	تو جو چاہے وہ بادشاہ دے دے
گر کسے در نیم شب کو بددرش	میدہد گوہر بہ از سیم و زرش
اگر کوئی آدمی رات کو اس کا دروازہ پیٹے	وہ اس کو چاندی اور سونے سے بہتر جوہر دے دیتا ہے
جملہ شاہاں شب بہ بستر غافلند	وز خبر گیری خلقاں عاطلند
تمام بادشاہ رات کو بستر پر غافل ہیں	اور لوگوں کی خبر گیری سے معطل ہیں
شاہ ما بیدار و ہر دم ہوشیار	عالمے را خود بذات او پاسدار
ہمارا شاہ بیدار اور ہر وقت ہوشیار ہے	وہ خود اپنی ذات سے دنیا کا نگہبان ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بسکہ چاؤشاں حکایت ساختند	میل آں شہ دردلم انداختند
بہت سے نقیبوں نے قصہ سنایا	انہوں نے میرے دل میں اس شاہ کی خواہش پیدا کر دی
بردرش رفتم شبان و صبح گاہ	آستانش را نمودم سجدہ گاہ
میں رات کو اور صبح کو اس کے در پر پہنچا	میں نے اس کی چوکھٹ کو سجدہ گاہ بنایا
روئے او دیدہ ز خود رفتن چناں	کہ نیامد حرف اعط بر زباں
اس کا رخ دیکھ کر میں ایسا بے خود ہو گیا	کہ "عطا کر" کا حرف زبان پر نہ آیا
مدتے بگذشت و من از کاہلی	ماندم اندر حیرت و بے حاصلی
ایک مدت گزر گئی اور میں کاہلی سے	حیرت اور بے مرادی میں رہا
کاہلی من زبانم رابہ بست	ہمچو محوہ بادۂ ومست الست
میری کاہلی نے میری زبان بندی کر دی	الست کے مست اور شراب میں محو کی طرح
کاہلی من مرا رخصت نداد	کہ بخواہم از شہ باوجود و داد
میری کاہلی نے مجھے موقع نہ دیا	کہ میں سخی اور بخشش والے شاہ سے مانگوں
واصلاں یکگونہ از ہر دو جہاں	کاہلند و غافلند اے زاہداں
واصل (بحق) لوگ اس طرح سے دونوں جہان سے	اے زاہدو! کاہل ہیں اور غافل ہیں
نہ ز حق خواہند دنیا نہ بہشت	ہر دو راہبر خدای خود بہشت
اللہ (تعالیٰ) سے نہ دنیا مانگتے ہیں نہ جنت	دونوں کو اپنے خدا کی خاطر چھوڑ دیا ہے
جز خدارا از خدا خود خواستن	نیست افزونی بود جاں کاستن
خدا سے خود خدا کے علاوہ کو مانگنا	بڑھوتری نہیں ہے جان کو گھٹانا ہے
گر خدارا بہر جنت عابدی	در رفاہ نفس خود بس قاصدی
اگر تو جنت کے لئے خدا کا عبادت گزار ہے	تو صرف اپنے نفس کے آرام کا ارادہ کرنے والا ہے
حسن ذاتی الوہیت چہ شد	آہ آں حق ربوبیت چہ شد
خدائی کا ذاتی حسن کیا ہوا؟	افسوس وہ پرورش کا حق کیا ہوا؟
ہست او معبود بالذات اے پسر	درمیانش پس وسائط را مخر
اے بیٹا! وہ ذات کے اعتبار سے معبود ہے	تو واسطوں کو درمیان میں پسند نہ کر
مر خدارا بہر او عابد شوید	نہ کہ بہر حور و جنت میدوید
خدا کے عبادت گزار اس کے لئے ہی بنو	نہ کہ حور اور جنت کے لئے تم دوڑتے ہیں
حق آں ذات خدای پاک او	خود بدہ انصاف پاسخ را بگو
اس خدائے پاک کی ذات کا حق کہاں ہے؟	تو خود انصاف کر لے جواب دے
گر پرستی بہر نار و یا جناں	عابد لہما شدی اے کامراں
اگر تو جہنم یا جنتوں کے لئے عبادت کرتا ہے	اے کامیاب! تو ان کا عبادت گزار بنا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نبودے جنت و نار اے لئیم	بود معبود حقیقی آں رحیم
اے کمینا اگر جنت اور جہنم نہ ہوتی	وہ رحیم (پھر بھی) حقیقی معبود ہوتا
نار و جنت ہر دو سوط کاہل ست	کاہلاں را تازیانہ ناقل ست
جہنم اور جنت دونوں کاہل کے لئے کوڑا ہیں	کاہلوں کو کوڑا چلانے والا ہے
اسپ بجز از تازیانہ بر جہد	خود بخود پا در رہ عجلت نہد
تیز گھوڑا کوڑے سے بدکتا ہے	وہ خود بخود عجلت کے راستہ پر قدم رکھتا ہے
طفل را گویند در مکتب برو	جوز و لوزے میدہم ہاں زود شو
بچے سے کہتے ہیں مکتب میں جا	میں اخروٹ اور بادام دیتا ہوں ہاں جلد جا
پیش استا خوان نعمتہا بسے ست	فاکہہ و اعناب بہر ہر کسے ست
استاد کے سامنے نعمتوں کے خوان بہت ہیں	پھل اور انگور ہر ایک کے لئے ہیں
گر روی پیشش نوازد مرترا	ورنہ بدہد زیں تغافلہا سزا
اگر تو اس کے پاس جائے گا وہ تجھے نوازے گا	ورنہ ان غفلتوں کی سزا دے گا
از طبانچہ روی گلگونت کند	سخت زندانی و محزونت کند
طمانچہ سے تیرا منہ لال کر دے گا	تجھے سخت قیدی اور غمگین کر دے گا
طفل ازاں ترغیب و ترہیب پدر	رو سوئے مکتب نماید سر بسر
بچہ باپ کے اس پھسلانے اور ڈرانے سے	پورا رخ مکتب کی جانب کرتا ہے
چونکہ طفل رفت و آمد عقل خوب	نیست محتاج رغوب وہم رہوب
جب بچپن جاتا رہا اور خوب عقل آ گئی	تو وہ پھسلا دوں اور ڈرا دوں کا محتاج نہیں ہے
خود بخود در پیش استا میرود	ہر سحرگاہے بسویش میدود
وہ خود بخود استاد کے سامنے چلا جاتا ہے	ہر صبح کو اس کی جانب دوڑتا ہے
حسن ذاتی بین و حق ساایش	غرق شود بحر ہمچوں ماہیش
ذاتی حسن اور اس کی شاہی کا حق دیکھ	سمندر میں اس کی مچھلی کی طرح ڈوب جا
بے خودی شود ز خودی یکسر بر آ	از برای حق خدارا داں خدا
بے خود بن اور خودی سے بالکل نکل	خدا کے لئے خدا کو خدا جان
مطلب دنیا و عقبیٰ را بہل	ہر دو انباں رابنہ از از بغل
دنیا اور آخرت کا مقصد چھوڑ	بغل میں سے دونوں تھیلوں کو پھینک دے
بہر او او را عبادت کرد نیست	عابد جنت طلب ہم مرد نیست
اس کی عبادت اس لئے کرنے کی ہے	جنت کے لئے عبادت کرنے والا مرد نہیں ہے
او بذات خود عبادت راسزا ست	نز برای نار و جنت وے خداست
وہ اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت کے لائق ہے	نہ کہ وہ جہنم اور جنت کی وجہ سے خدا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اعبدالله له یاذا النهیٰ	واطرحوا الاغیار عن عین الدھا
اے عقلمند اللہ کی عبادت اس (اللہ) کے لئے کر	عقل کی آنکھ کے ذریعہ غیروں کو پھینک دو
فامح نقش الغیر عن لوح الصدور	انه المعبود من غیر الفتور
غیر کا نقش سینوں کی تختی سے مٹا دے	چونکہ بغیر نقصان کے وہی معبود ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	منہی حال خود ست آں سوم نیز
اے پیارے یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے	وہ تیسرا بھی اپنی حالت کی خبر دینے والا ہے

حکایت نمودن آں پسر سوم کاہلی خود را بہ پیش قاضی کاہل بکار دین و چابک بکار دنیا بود و آنست بیکار و کاہل حقیقی

اس تیسرے لڑکے کی اپنی کاہلی کو قاضی کے سامنے پیش کرنے کی حکایت جو دین کے معاملہ میں کاہل اور دنیا کے معاملہ میں تیز تھا اور بیکار اور حقیقی کاہل رہی ہے

گفت قاضی آں سوم را کاے فلاں	کاہلی خود بہ پیشم کن بیاں
قاضی نے اس تیسرے سے کہا کہ اے فلاں!	اپنی کاہلی میرے سامنے بیان کر
گفت قاضی! کاہلی من بیشتر	ہمچو آتش ہست پر دود و شرر
اس نے کہا (اے) قاضی میری کاہلی بڑھی ہوئی ہے	جو کہ آگ کی طرح دھویں اور چنگاریوں سے پر ہے
در بیانش داستانے میزنم	حال مخفی بر تو روشن میکنم
میں اس کے بیان میں ایک قصہ سناتا ہوں	چھپا ہوا حال تجھ پر ظاہر کرتا ہوں
دوش بردم سوی صحرا گاؤ را	پاسبانی می نمودم گاؤ را
میں کل ایک بیل کو جنگل میں لے گیا	میں کوشش کی نگرانی کر رہا تھا
برسر جوی کہ بد سبزہ رغید	گاؤ خود بگذاشتم او می چرید
ایک نہر کے کنارے جس پر بہت سبزہ تھا	میں نے اپنا بیل چھوڑ دیا وہ چر رہا تھا
در چرا می گشت تدریجا بعید	سبزہ تر می یافت ہر جا میدوید
وہ چراگاہ میں رفتہ رفتہ دور ہو رہا تھا	جہاں تر سبزہ پاتا تھا دوڑ جاتا تھا
بود سبزہ پہن و صحرای دراز	می چرید او دور دور از راہ آز
سبزہ وسیع اور جنگل لمبا تھا	وہ لالچ کے طور پر دور دور چر رہا تھا
چیست دنیا سبزہ زار خوش فضا	تو چوگاوے اندراں مرغی چرا
دنیا کیا ہے؟ عمدہ فضا والا سبزہ	اس چراگاہ میں تو بیل کی طرح ہے
خود چہ آں کاہے کہ دروے خار نیست	خار واژون و قتادہ زار نیست
تو وہ گھاس چہ جس میں کانٹا نہیں ہے	وہ چہ چہ اور قتادہ اگنے کی جگہ نہیں ہے
تا نگیرد در گلویت خار او	روز محشر گردی آخر زار او
تاکہ اس کا کانٹا تیرے حلق میں نہ لگ جائے	بالآخر محشر کے دن تو اس سے عاجز ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

می چرد ایں گاؤ نفس اندر جہاں	سبز کاہے ہر کجا بیند عیاں
یہ نفس کا بیل دنیا میں چر رہا ہے	سبز گھاس جہاں بھی نمایاں دیکھتا ہے
ویں نداند از شکم پروردنی	کیں مرا شد خوردنی ناخوردنی
اور شکم پروری کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتا	کہ یہ نہ کھانے کی چیز میرے کھانے کی چیز بن گئی
آخرش درد شکم آرد ترا	تخمہ آرد خیرہ گرد اند ترا
بالآخر وہ تیرے پیٹ میں درد پیدا کر دیتی ہے	تخمہ لا دیتی ہے تجھے حیران کر دیتی ہے
گر خوری آں را بحکم آں حکیم	کو سمیع ست و بصیر ست و علیم
اگر تو اسے اس حکیم کے حکم کے مطابق کھائے	جو سمیع ہے اور بصیر ہے اور علیم
تخمہ و . قولنج و ہیضہ نادرد	ہیچ تجھے در شکم نے ہیچ درد
وہ تخمہ اور قولنج اور ہیضہ نہ لائے گی	نہ پیٹ میں اپھارا نہ کوئی درد
بہر ایں حکمت رسیدند انبیاء	تا تو در تخمہ نیفتی اے کیا
انبیاء اسی حکمت کے لئے آئے ہیں	اے صاحب تاکہ تو تخمہ میں مبتلا نہ ہو
تو مریضی جسم تو یک سر سقیم	رو بپرہیز و بہ پرس از ہر حکیم
تو مریض ہے تیرا جسم بالکل بیمار ہے	جا پرہیز کر اور ہر حکیم سے دریافت کر لے
ہمچو گاوے خود سری ہرگز مکن	برخلاف نفس خود کن ہر سخن
بیل کی طرح کبھی خود سری نہ کر	ہر بات اپنے نفس کے خلاف کر

در معنیٔ ایں حدیث ان لکل ملک حمیً و حمی الله محارمه رواه نعمان بن بشیر رضی الله عنه

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ ہر بادشاہ کا ایک حمیٰ ہے اور اللہ کا حمیٰ اس کے محرمات ہیں اس کو نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے

نفس سرکش را عناں گر وا دہی	میرود او تا چراگاہ شہی
اگر تو سرکش نفس کی باگ ڈھیلی چھوڑ دے گا	وہ شاہی چراگاہ تک چلا جائے گا
رفتہ رفتہ در حمائی شہ رود	گوشمالیہا بسے زاں شہ خورد
آہستہ آہستہ شاہ کے حمیٰ میں پہنچ جائے گا	اس شاہ سے بہت سزائیں پائے گا
بہر ایں فرمود خیر الانبیاء	خاص باشد بہر ہر سلطاں حما
اسی لئے خیر الانبیاء نے فرمایا ہے	ہر بادشاہ کا ایک خاص حمیٰ ہوتا ہے
از حمی اللہ آں محارم آمدہ	حمید اصل کل مکارم آمدہ
محرمات خدا کا حمیٰ ہیں	تمام بھلائیوں کی جڑ تقویٰ ہے
تاج کرمنا بسرا فراشتی	لیک برسر خاکہا انباشتی
تو نے "ہم کو عزت دی" کا تاج سر پر رکھا	لیکن سر پر بہت خاک ڈال لی

www.besturdubooks.wordpress.com

ان اکرم عندہ اتقا بگو	ہست کرمنا بتقویٰ اے عمو
اس کے نزدیک زیادہ متقی زیادہ بھلا ہے" کا قائل ہو جا	اے چچا! ہم نے عزت دی" تقوے کی وجہ سے ہے
گر نہ تقویٰ داری از گاوی بتر	گوش کن بل ہم اضل اے دیدہ ور
اگر تو تقویٰ نہیں رکھتا تو بیل سے بدتر ہے	اے دیدہ ور! بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں" کو سن لے

رجوع کلام بحکایت آں پسر سوم و دور تر رفتن گاو او

کلام کی واپسی اس تیسرے کی حکایت کی طرف اور اس کے بیل کا دور چلا جانا

ہیں بیاکاں گاوِ او بس دور رفت	میرود آں گاوِ سوی سبزہ تفت
ہاں آ کہ وہ اس کا بیل بہت دور چلا گیا	وہ بیل سبزے کی جانب تیز جا رہا ہے
گاوِ می شد دور و من از کاہلی	می نمودم در رجوعش غافلی
بیل دور ہو رہا تھا اور میں کاہلی سے	اس کی واپسی میں غفلت دکھا رہا تھا
در تردد می روم باز آرمش	یا ہمیں از دور پاسے دارمش
تردد میں ہیں جاؤں اس کو واپس لاؤں	یا اسی طرح دور سے اس کی نگہبانی کرتا رہوں
می فشردم در تردد سخت سخت	شد دلم از کاہلی بس لخت لخت
میں تردد میں سخت بھینچ رہا تھا	کاہلی کی وجہ سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا
ایں تردد ہست بنیاد غموم	بر تو می آرد الٰہا زد ہجوم
یہ تردد غموں کی بنیاد ہے	اسی وجہ سے تجھ پر غم ہجوم کرتے ہیں
رو تو یکدل باش و مرد عزم باش	نقش ایں و آں ز لوح دل خراش
جا تو ایک دل بن اور پختہ ارادہ کا آدمی بن	اس اور اس کا نقش دل کی تختی سے چھیل دے
درگزر زاں کیں بہ است و آں بہ است	از ہمہ بہ آں تردد بادہ است
اس سے گزر جا کہ یہ بہتر ہے اور وہ بہتر ہے	وہ تردد پیدا کرنے والا سب سے بہتر ہے
از عدم بر تو تردد ریختند	امتحاں را حیلہ انگیختند
انہوں نے عدم سے تیرے اوپر تردد بہایا ہے	آزمائش کے لئے ایک حیلہ پیدا کر رہا ہے
زیں و آں بگذر بداں سو کن شتاب	کہ بہر کارے الی اللہ المآب
اس اور اس سے گزر جا اس جانب جلدی کر	کیونکہ ہر کام کا مرجع اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہے
از سحر تا شام من در فکر گاوِ	بر ہماں جو بودم و دل فتنہ کاوِ
میں صبح سے شام تک بیل کی فکر میں	اسی نہر پر رہا اور دل فتنہ کی کاوش میں
ظہر و عصر من دریں غم شد قضا	گر روم در سجدہ گردم زود عمیٰ
ظہر و عصر (کی نماز) اسی فکر میں قضا ہو گئی	کہ اگر میں سجدہ میں جاؤں گا تو اس سے اندھا ہو جاؤں گا
من شوم گر در نماز و در نیاز	گاوِ گیرد آں طرف راہ دراز
اگر میں نماز میں اور نیاز میں لگوں گا	بیل اس جانب لمبا راستہ لے لے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

آخرش چوں قرص خورشید در غروب	گشت ضو از زنگی ظلمت ہروب
بالآخر جب سورج کی ٹکیہ غروب میں چلی گئی	روشنی تاریکی کے حبشی سے بھاگنے والی بن گئی
چشم من شد خیرہ از دیدار گاؤ	می ندیدم ہیچ میں ز اثار گاؤ
میری آنکھ بیل کے دیدار سے تاریک ہو گئی	میں نے بیل کے نشانات میں سے کچھ نہ دیکھا
چشم من از دید او تاریک شد	گاؤ زاں مرعاش در تحریک شد
میری آنکھ اس کے دیدار سے تاریک ہو گئی	بیل بھی چراگاہ سے حرکت میں آ گیا
رفت آں گاؤ و نشاں معلوم نے	واں کدمن جملہ جز معدوم نے
وہ بیل چلا گیا اور پتہ معلوم نہیں	اور وہ میری مشقت معدوم کے سوا کچھ نہیں
روز من شد دیرد گاؤ از دست شد	سہ نماز من قضا چوں مست شد
میرا دن برباد ہوا اور بیل ہاتھ سے گیا	دیوانہ کی طرح میری تین نمازیں قضا ہو گئیں
اہل دنیا در چنیں اشغالہا	می کنند ایثار دنیا اے کیا
دنیا دار ایسے ہی شغلوں میں	اے بزرگ! دنیا کو اختیار کرتے ہیں
مرد آں باشد کہ عقبیٰ راتند	کار دنیا را چو جیفہ رد کند
مرد وہ ہے جو آخرت کے لئے کوشش کرے	دنیا کے کام کو مردار کی طرح رد کردے
اے برائے گاو نفس بے حیا	می کنی ہر دم نمازے را قضا
اے (طالب)! بے حیا نفس کے بیل کے لئے	تو ہر دم ایک نماز قضا کرتا ہے
یاد او ہمچو نماز فرض داں	می کنی تو کاہلی غافل ازاں
اس کی یاد کو فرض نماز کی طرح سمجھ	تو اس سے غافل ہو کر سستی کرتا ہے
در جہاں فانی چنیں فانی شدی	کز رہ عقبیٰ ز نادانی شدی
تو فانی دنیا میں ایسا فانی ہو گیا	تو نادانی سے آخرت کے راستہ سے ہٹ گیا
گر برائے حق ز دنیا بگذری	پیشت آید زال دنیا سرسری
اگر تو اللہ (تعالیٰ) کے لئے دنیا سے گزر جائے گا	تیرے سامنے بڑھی دنیا آسانی سے آ جائے گی

دربیان آنکہ دنیا طالب ہارب خود وہارب از طالب خودست

اس کا بیان کہ دنیا اپنے سے بھاگنے والے کی طالب اور اپنے طالب سے بھاگنے والی ہے

صوفی صاحبدلے اندر رباط	بدشستہ ہمچو گل باصد نشاط
ایک صاحب دل صوفی سرائے میں	پھول کی طرح سو خوشیوں کے ساتھ بیٹھا تھا
جمع ربطے مستفیداں برسرش	معتقد بودند ہمچوں حیدرشؓ
مریدوں کا ایک مجمع اس کے پاس	حضرت علیؓ کی طرح اس کے معتقد تھے
ناگہاں سہ جانور از سمت شرق	آمدند از سرعت طیراں چو برق
اچانک تین جانور مشرق کی جانب سے	تیز پرواز سے بجلی کی طرح آئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر یکے زاں دیگرے بد در گریز	واں دگر در جستجویش تیز تیز
ان میں سے ہر ایک دوسرے سے بھاگ رہا تھا	اور وہ دوسرا اس کی جستجو میں تیز تھا
کفترے بس لاغرے ژولیدۂ	پی پیش از ہر سہ بد پریدۂ
ایک کبوتر بہت کمزور پریشان	تینوں میں سے آگے آگے اڑ رہا تھا
در پس او بود زریں مرغ و زفت	با ہزاراں زیب و زینت گرم وتفت
اس کے پیچھے موٹا زریں مرغ تھا	ہزاروں زیب و زینت کے ساتھ گرم اور تیز
در پے آں مرغ زریں زاغ شوم	ہمچو باد تند میرفت آں غشوم
اس زریں مرغ کے پیچھے منحوس کوا	وہ ظالم تیز ہوا کی طرح جا رہا تھا
ہر یکے زیں مرغ کردے جہد نیک	یک دگر را می نیابیدند لیک
ان پرندوں میں سے ہر ایک بہت کوشش کرتا	لیکن ایک دوسرے کو (پکڑ) نہ پاتے تھے
حاضراں گفتند کاے قطب زماں	زیں عجب ترماندیدم از جہاں
حاضرین نے کہا کہ اے قطب زماں	دنیا میں میں نے اس سے زیادہ عجیب نہیں دیکھا
در پئے عاجز کبوتر چیست مرغ	ورز پئے مرغست چوں ایں زاغ یرغ
عاجز کبوتر کے پیچھے مرغ کیوں ہے؟	اور مرغ کے پیچھے یہ تیز رو کوا کیوں ہے؟
کفترے را مرغ پس روشد چہ خاست	زاغ لاغی تابع مرغے چراست
مرغ کبوتر کے پیچھے چلنے والا کیوں ہوا؟	بکواسی کوا مرغ کے پیچھے کیوں ہے؟
جنس ہای مختلف را چہ فتاد	اتباع یک دگر چوں دست داد
مختلف جنسوں کو کیا ہوا ہے؟	ایک نے دوسرے کا پیچھا کیوں کیا ہے؟
ہر کسے مرجنس خود را طالب ست	جنس ہا مرجنس ہارا جالب ست
ہر ایک اپنی جنس کا طالب ہے	جنس جنس کو کھینچنے والی ہیں
جنس سوی جنس دارد خود میل	روز باروزست و بالیلست لیل
جنس جنس کی جانب عادت اور میلان رکھتی ہے	دن دن کے ساتھ ہے اور رات رات کے ساتھ
میل مومن سوی مومن می شود	میل کافر سوی کافر می رود
مومن کا میلان مومن کی جانب ہوتا ہے	کافر کا میلان کافر کی جانب جاتا ہے
صالحاں با صالحاں منضم شوند	طالحاں با طالحاں محرم شوند
نیک نیکوں کے ساتھ ملتے ہیں	برے بروں کے محرم ہوتے ہیں
زاغ با زاغاں کند پرواز ہا	بلبلے با بلبلاں آوازہا
کوا کووں کے ساتھ اڑانیں بھرتا ہے	بلبل بلبلوں کے ساتھ آوازیں بلند کرتی ہے
انبیا زیں رہ بشرہا بودہ اند	از تجانس راہ حق بنمودہ اند
انبیاء اسی وجہ سے انسان ہوئے ہیں	ہم جنس ہونے کی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) کا راستہ دکھایا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بوی جنسیت رسد لیفش شتاب	از ملک آدم نگشتے بے حجاب
جنسیت کی بو کا فیض جلد پہنچتا ہے	فرشتہ سے انسان بے تکلف نہیں ہوتا
کافراں گفتند در حق نبی	کاں فرشتہ چوں نیامد از خفی
کافروں نے نبی کے بارے میں کہا	کہ غیب سے وہ فرشتہ (بن کر) کیوں نہ آیا؟
ایں نہ فہمیدند کیں جسم بشر	بہر روپوش جہولست اے پسر
وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ انساں کا جسم	اے بیٹا! نادان کے حجاب کے لئے ہے
جاہلاں چوں از ملائک می رمند	انبیاء از بوئے جنسیت کشند
ناواقف چونکہ فرشتوں سے بھاگتے ہیں	انبیاء جنسیت کی بو سے کھینچتے ہیں
ورنہ در معنیٰ ملک گرد وے ست	چوں نبی در قرب و عرفاں او کے ست
ورنہ فرشتہ حقیقت میں اس کی گرد ہے	وہ قرب و معرفت میں نبی کی طرح کب ہے؟
یک خلاف جنس آمد صد حجاب	وز تجانس می شود صد فتح باب
جنس کا ایک اختلاف سو حجاب ہے	اور ہم جنس ہونے سے سیکڑوں دروازے کھلتے ہیں
روح چوں از عالم امر آمدہ است	زاں بطاعات و ہدیٰ راغب شدہ است
روح چونکہ عالم امر سے آئی ہے	اسی لئے عبادتوں اور ہدایت کی جانب راغب ہوئی ہے
جسم چوں از عالم خلقست باز	سوی خواب و خور کشد بے امتیاز
پھر جسم چونکہ عالم خلق سے ہے	(اس لئے) بلا امتیاز سونے اور کھانے کی جانب کھینچتا ہے
زیں دو چوں زاید نتیجہ نفسہا	ہر دو خو زابوین در طبعش سزا
نفوس چونکہ ان دونوں سے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں	ماں باپ کی طرف سے دونوں خصلتیں اس کی طبیعت کے مناسب ہیں
گر بسوئے خاک سفلی میرود	آں زماں وے نفس امارہ شود
اگر وہ سفلی خاک کی جانب جاتا ہے	تب وہ نفس امارہ بن جاتا ہے
ور بسوی روح علوی سرکشد	آں زماں لوامہ گشت و بارشد
اور اگر علوی روح کی جانب رخ کرتا ہے	تب وہ لوامہ اور باہدایت بن جاتا ہے
میل ملک امر چوں زاید درو	سوئے لوامہ برآید سرخوش او
جب اس میں عالم امر کی خواہش پیدا ہوتی ہے	وہ مست ہو کر (نفس) لوامہ کی جانب آ جاتا ہے
گر ز کوشش سوی لاہوتی تند	دم بسوی ملہمہ وا میزاند
وہ اگر کوشش سے (عالم) لاہوت کی جانب چلتا ہے	ملہمہ کی جانب سانس لیتا ہے
بعد تہذیب و کمال اجتہاد	مطمئنہ گردد و اہل سداد
تہذیب اور پورے مجاہدے کے بعد	درست اور مطمئنہ بن جاتا ہے
ایں سخن را نیست پایاں اے فتا	سوی شرح آں سہ طائر باز آ
اے جوان! اس بات کا انجام نہیں ہے	ان تین پرندوں کی شرح کی طرف واپس آ

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب گفتن آں صوفی برائے تسکین خاطر مریداں و شرح حال آں سہ طائر کہ یکے در پئے دیگری بود

اس صوفی کا مریدوں کی تسکین کے لئے جواب دینا اور ان تین پرندوں کے حال کی شرح جو ایک دوسرے کے پیچھے رہتا تھا

بردل صوفی ندا آمد نہاں	کیں سہ مرغ آمد مثال آں کساں
صوفی کے دل پر مخفی آواز آئی	کہ یہ تین پرند ان لوگوں کی مثال ہیں
کہ زدنیا ہارب اند و طالب اند	جملۂ شاں یک دگر را جالب اند
کہ جو دنیا سے بھاگنے والے اور طالب ہیں	سب ایک دوسرے کو کھینچنے والے ہیں
می گریزد ایں کبوتر از ہمہ	از فسون مرغ زریں دمدمہ
یہ کبوتر ان سب سے بھاگ رہا ہے	مرغ زریں کے منتر (اور) مکر سے
مرغ زریں در پئے جویان او	میدود ہر سو بدل قربان او
زریں مرغ اس کے پیچھے اس کا جویاں ہے	ہر جانب دوڑ رہا ہے دل سے اس پر قربان ہے
زاغ بہر مرغ زریں می پرد	در پئے از حرص ہر سو می دود
کوا زریں مرغ کے لئے اڑ رہا ہے	لالچ سے ہر جانب دوڑ رہا ہے
لیک زینہا یک دگر را کس نیافت	گرچہ در پرو از ہر یک زوشتافت
لیکن ان میں سے ایک نے دوسرے کو نہ پایا	اگرچہ ہر ایک نے اڑنے میں جلدی کی
ہست عارف چوں کبوتر در گریز	دائما سوئے خدا زیں خاک بیز
عارف کبوتر کی طرح گریز کرتا ہے	ہمیشہ خدا کی جانب اس خاک چھاننے والے سے
در پئش دنیا کہ زریں مرغ او ست	می دود ہر سو وگرم جستجو ست
اس کے پیچھے دنیا ہے جو زریں مرغ ہے	ہر جانب دوڑ رہی ہے اور جستجو میں سرگرم ہے
زاغ یعنی اہل دنیا از شرہ	می دود بروے نمی یا بد فرہ
کوا یعنی دنیا دار حرص کی وجہ سے	دوڑ رہا ہے اس پر قابو نہیں پاتا ہے
اہل دنیا در پئے دنیائی دوں	می دوندو می پرند اے ذوفنوں
دنیا دار کمینی دنیا کے پیچھے	اے ہنرمند! دوڑتے ہیں اور اڑتے ہیں
لیک آں مکارہ زیشاں می رمد	در پئے آں مرد حقانی دود
لیکن وہ مکارہ ان سے بھاگتی ہے	ربانی مرد کے پیچھے دوڑتی ہے
می رمد آں مرد حقانی ازو	جستجویش می کند آں زشت خو
وہ ربانی مرد اس سے بھاگتا ہے	وہ بد عادت اس کی جستجو کرتی ہے
می کند او در پئش پرواز ہا	لیک وے بری جہد چوں بازہا
وہ اس کے پیچھے اڑانیں بھرتی ہے	لیکن وہ بازوں کی طرح بھاگتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہاںیا کاں سہ پسر از کاہلی	طالب حکم اند زاں قاضی ولی
ہاں آ وہ تینوں لڑکے کاہلی کے ذریعہ	اس صاحب اختیار قاضی سے فیصلہ کے طلبگار ہیں

غرض نمودن آں سہ پسر بجناب قاضی

پر ہنر فتوٰی خواستن در باب میراث پدر

ان تینوں لڑکوں کا ہنرمند قاضی کی عدالت میں عرض کرنا اور باپ کی میراث کے بارے میں فتوٰی چاہنا

ہر سہ باقاضی بگفتند اے حمید	حال ما اینست کن حکم رشید
تینوں نے قاضی سے کہا اے محمود!	ہمارا یہ حال ہے ٹھیک فیصلہ کر دے
خلق بہر حکم او شد مجتمع	ہر یکے ایں ماجرا را مستمع
لوگ اس کے فیصلہ کے لئے جمع ہو گئے	ہر ایک اس قصہ کو سننے والا تھا
تابدانند آنچہ قاضی حکم کرد	می چہ گوید اندریں آں مرد فرد
تاکہ قاضی جو فیصلہ کرے اس کو جان لیں	وہ یکتا انسان اس معاملہ میں کیا کہتا ہے؟
گفت قاضی ایں ہمہ مال پدر	مرسوم را گشت از حکم قدر
قاضی نے کہا باپ کا یہ سارا مال	مقدر کے فیصلہ سے تیسرے کا ہو گیا
خلق آمد در فغاں زیں ماجرا	کیں سخن را شرح کن بہر خدا
لوگ اس فیصلہ سے فریاد کرنے لگے	کہ خدا کے لئے اس بات کی تشریح کیجئے
عالمے زیں حکم حیرت در شدند	کیں دو چوں محروم مال و زر شدند
ایک جہان اس فیصلہ سے حیرت میں پڑ گیا	کہ یہ دونوں مال و زر سے کیوں محروم ہوئے؟
کاہلی ہر سہ شد باہم قریب	وجہ ترجیحش چہ باشد اے لبیب
تینوں کی کاہلی قریب قریب ہے	اے عقلمند! اس کی ترجیح کی کیا وجہ ہے؟
گفت قاضی ہست کاہل ترسوم	شد فزوں تر اوز اول وز دوم
قاضی نے کہا تیسرا زیادہ کاہل ہے	وہ پہلے اور دوسرے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے
زانکہ ایں کاہل بکار اخرویست	چست و چابک در امور دنیویست
کیونکہ یہ آخرت کے کام میں کاہل ہے	دنیوی معاملوں میں چست اور چالاک ہے
برگزیدہ او کار دنیا بر نماز	ایں بود خود کاہلی اہل آز
اس نے دنیا کے کام کو نماز پر ترجیح دی	اہل حرص کی کاہلی یہی ہوتی ہے
کاہلی درکار دنیا چستی ست	کاہلی از نار و جنت سستی ست
دنیا کے کام میں کاہلی چستی ہے	جہنم اور جنت سے کاہلی سستی ہے
مرد کاہل بہر حق کاہل بود	کاہل از دارین بس عاقل بود
اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں کاہل شخص کاہل ہوتا ہے	دونوں جہانوں سے کاہل بہت عقلمند ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر ذات حق گزارد ہر دو را	ایں چنیں کامل بود مرد خدا
اللہ (تعالیٰ) کی ذات کے لئے دونوں کو چھوڑ دیتا ہے	مرد خدا ایسا ہی کامل ہوتا ہے
کاہلی اولیں در زہد برد	کرد اسباغ وضو قطرہ نخورد
پہلے کی کاہلی زہد میں لی گئی	اس نے وضو مکمل کیا ایک قطرہ نہ پیا
برامید جنت او بروے کشید	نفس را ہم از عطش گردن برید
اس نے جنت کی امید پر سردی برداشت کی	پیاس سے نفس کی گردن بھی کاٹ دی
واں دوم از بہر حق کاہل شدست	از متاع ہر دو کوں غافل شدست
اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کے لئے کاہل بنا	دونوں جہان کے سامان سے غافل ہوا
غیر حق را چوں ندید او ہیچ قدر	کاہلی او ست از چستی و مکر
خدا کے سوا کی چونکہ اس نے کوئی قدر نہ دیکھی	اس کی کاہلی چستی اور تدبیر کی وجہ سے ہے
کاہلی عقبیٰ مرادم چابکی ست	در توکل کاہلی و بے تکی ست
آخرت کے کام میں کاہلی سے میری مراد چستی ہے	(کیونکہ) کاہلی اور کوشش نہ ہونا توکل کی وجہ سے ہے
مال عقبیٰ بہر ایں کاہل بود	مال دنیا بہر آں کاہل بود
آخرت کا مال اس کاہل کے لئے ہوتا ہے	دنیا کا مال اس کاہل کے لئے ہوتا ہے
وایں سوم کو کار حق را خوار کرد	بہر گاوے شد فدا روزش بدرد
اور اس تیسرے نے اللہ کے کام کو ذلیل کیا	بیل کے لئے اس کا دن تکلیف کے ساتھ قربان ہوا
کاہل و جاہل ز جملہ ایں کس ست	دولت دنیا مر ایں کس را بس ست
سب سے زیادہ کاہل اور جاہل یہ شخص ہے	دنیا کی دولت اس کے لئے کافی ہے
واں دو را عقبیٰ و ایں را دولت ست	نیست ایں دولت بپایاں ذلت ست
ان دونوں کے لئے آخرت اور اس کے لئے (دنیا کی) دولت ہے	انجام کا یہ دولت نہیں ہے ذلت ہے
زیں سبب فرمود پیغمبرؐ مگر	انہ لو کان للدنیا قدر
شاید پیغمبرؐ نے اسی لئے فرمایا	بیشک اگر دنیا کی قدر ہوتی
ماسقی منہا لکافر شربۃً	بلکہ می انداخت بروے صد محن
کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ نہ پلاتا	بلکہ اس پر سو مشقتیں ڈال دیتا

دربیان معنی ایں حدیث کہ الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

ہست دنیا جنت آں کفار را	اہل فسق و ظلم و آں اشرار را
دنیا کافروں کے لئے جنت ہے	فاسقوں اور ظالموں اور ان شریروں کے لئے
بہر مومن ہست زنداں ایں مقام	نیست زنداں جای عیش و احتشام
یہ جگہ مومن کے لئے قید خانہ ہے	قید خانہ عیش اور حشمت کی جگہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جهد کن تا خود ازیں زنداں رہی	مخلصی جاں را ازیں محبس دہی
کوشش کر تاکہ تو اس قید خانہ سے نجات پالے	جان کو اس قید خانہ سے چھٹکارا دے دے
زود فکر ژرف می باید گزید	پا ازیں زنداں بروں باید کشید
بہت جلد گہرا فکر اختیار کرنا چاہئے	اس قید خانہ سے پاؤں باہر نکالنا چاہئے
آشیان تست عرش اعتلا	چوں بیفتادی دریں دام بلا
تیرا آشیانہ بلندی کا عرش ہے	تو مصیبت کے اس جال میں کیوں گر پڑا؟
ہیچ ناری یاد ازاں کاشانہ	مست گشتی چوں بریں کہدانہ
تو بھی اس محل کو یاد نہیں کرتا ہے	تو اس بھُس خانہ پر کیسا مست ہو گیا ہے؟
می دہندت دانہ عمرت می خرند	گاو گردوں زرع عمرت می چرند
تجھے دانہ دے دیتے ہیں تیری عمر خرید لیتے ہیں	آسمان کے بیل تیری عمر کی کھیتی چر جاتے ہیں
روزی ہر روزہ پنداری تو مفت	عمر ہر روزہ بگیرند ایں شگفت
تو ہر دن کی خوراک مفت سمجھتا ہے	ہر روز تیری عمر لے لیتے ہیں یہ تعجب ہے
تو بدانہ دام را بگزیدۂ	وز لئیمی برحلے وپیچیدۂ
تو نے دانہ کی وجہ سے جال کو پسند کر لیا ہے	اور کمینہ پنا سے جال میں الجھ گیا ہے
رو بداں سو پر بزن کاشانہاست	آں سوئے چرخ بریں بس دانہاست
جا اس جانب پرواز کر محلات ہیں	اس بلند آسمان پر بہت دانے ہیں
لب بہ بند از گفتگوئے این و آں	تا بیابی نور حق دردل عیاں
اس اور اس کی بات سے ہونٹ بند کر لے	تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دل میں ظاہر پائے
خویش را رسوائی عالم کردۂ	بہر تصویر جہاں چوں گردۂ
تو نے اپنے آپ کو رسوائے عالم بنایا ہے	جبکہ تو دنیا کی تصویر کے لئے فتنہ ہے
لوح تو پر از خیالات جہاں	فکر و ذکرش چوں شود دردل جہاں
تیری تختی دنیا کے خیالات سے پر ہے	اس کا فکر و ذکر دل میں کیسے پیدا ہونے والا ہو گا؟
از ہمہ می بر بدو پیوند کن	بر در یک یار خود را بند کن
سب سے کٹ جا اس سے جڑ جا	ایک یار کے در پر اپنے آپ کو پابند کر
یار ہرجائی ترا مرغوب نیست	کے سزد آں را کہ چوں او خوب نیست
ہرجائی یار تجھے پسند نہیں ہے	اس کے لئے کب مناسب ہوگا جس کی طرح کا کوئی حسین نہیں ہے

حکایت بر سبیل تمثیل

تمثیل کے طور پر ایک حکایت

بدزنے سیمیں تنے عشوہ گرے	بر زمیں تاباں چو فرخ اخترے
ایک چاندی جیسے بدن والی ناز دکھانے والی عورت تھی	زمین پر مبارک تارے کی طرح روشن

www.besturdubooks.wordpress.com

زلف و رخسار و لب او رشک حور	درزنخدانش دل خلقے حصور
اس کی زلف اور رخسار اور ہونٹ حور کا رشک (تھے)	اس کی ٹھوڑی میں لوگوں کا دل گھرا ہوا (تھا)
از تبختر چوں تدرد خوش نہاد	بر سر کوی گزارے او فتاد
ناز سے چلنے میں خوش فطرت چکور کی طرح (تھی)	اسکا کوچہ پر سے گزر ہوا
اتفاقاً یک جوانے تفتہ دل	شد دوچار اوز دستش رفتہ دل
اتفاقاً ایک جوان سوختہ دل	اس کے سامنے آ گیا اس کا دل بے قابو ہو گیا
دید او را گشت تصویر خیال	رفت ہوش از سر بجانش صد نکال
اس نے اس کو دیکھا تصویر خیال بن گیا	ہوش سر سے روانہ ہو گیا اس کی جان میں سو عذاب پیدا ہو گئے
گشت چوں تصویر حیراں اندرو	چشم برہم می نزد از شوق او
اس میں تصویر کی طرح حیران ہو گیا	اس کے شوق سے پلک نہ جھپکاتا تھا
زن چو او را والہ و شیدا بدید	تیر عشق او بجان زن رسید
عورت نے جب اس کو عاشق اور شیدا دیکھا	اس کے عشق کا تیر عورت کی جان میں لگا
گفت اے سادہ چہ می بینی بگو	از چہ حیراں گشتی اے آئینہ رو
اس نے کہا اے بھولے! کیا دیکھ رہا ہے بتا؟	اے آئینہ رو تو کس چیز سے حیران ہو گیا ہے؟
رو برای کار خود آمادہ باش	پا بز نجیرے منہ آزادہ باش
جا اپنے کام پر آمادہ رہ	پاؤں میں زنجیر نہ ڈال آزاد رہ
گفت عشقت ہوش و عقل من ربود	کو مرا پروای کار نفع و سود
اس نے کہا تیرا عشق میرا ہوش اور عقل لے اڑا	مجھے نفع اور فائدہ کے کام کی پروا کہاں ہے؟
جز تو کار دیگرم باقی نماند	عشق تو در بسترم خارے فشاند
میرے لئے تیرے سوا دوسرا کام نہیں رہا	تیرے عشق نے میرے بستر پر کانٹے بچھا دیئے
کاروبار من بجز عشق تو نیست	حسن تمثیل تو جاں را رہزنیست
میرا کاروبار تیرے عشق کے سوا نہیں ہے	تیری تصویر کا حسن جان کا رہزن ہے
گفت ہیں واپس نگر ہمشیر من	از عقب می آید آں غنچہ دہن
اس نے کہا خبردار پیچھے دیکھ میری ہمشیر	پیچھے آ رہی ہے وہ غنچہ دہن
صد رہ از من در جمال او خوب تر	کہ نیرزد پیش روی او قمر
وہ مجھ سے حسن میں سو گنا بڑھی ہوئی ہے	کیونکہ اس کے رخ کے مقابلہ میں چاند کسی قیمت کا نہیں ہے
آں جوان سادہ رو ازوے بتافت	سوی محبوبے نشاں کزوے نیافت
اس بھولے جوان نے اس سے منہ موڑ لیا	اس محبوب کی جانب جس کا نشان نہ پایا
زن بروئیش زد طپانچہ آنچناں	کہ برو صد رشک بردے ارغواں
عورت نے اس کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا	کہ گل بانبہ اس پر سو رشک کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی	در بیان دعوی خود صادقی
بولی اے بیوقوف! اگر تو عاشق ہے	اپنے دعوے کے بیان میں تو سچا ہے
سوی غیر من چرا کردی نظر	دعوئ عشق ایں بود اے خیرہ سر
میرے غیر کی جانب تو نے نظر کیوں کی؟	اے پراگندہ دماغ عشق کا دعوی یہ ہوتا ہے
ایں چنیں باشد وفای عاشقاں	روبغیر آرند ظاہر یا نہاں
عاشقوں کی وفا ایسی ہوتی ہے	ظاہر یا پوشیدہ دوسرے کی طرف رخ کرتے ہیں؟
چونکہ دید غیر در عشق مجاز	ننگ عشق آمد حقیقت راچہ ساز
جبکہ مجازی عشق میں دوسرے کو دیکھنا	عشق کا عیب ہے تو حقیقت سے کیا تعلق؟
عاشق حقی و بینی غیر را	کعبہ می خواہی کہ سازی دیر را
تو اللہ (تعالی) کا عاشق ہے اور غیر کو دیکھتا ہے	تو کعبہ چاہتا ہے؟ جبکہ بتخانہ کا ارادہ کرتا ہے
گر کھٹکے داری بدی دل زغیر	وانگہاں خواہی بکوی دوست سیر
تو دل پر غیر کا زخم رکھتا ہے	پھر دوست کے کوچہ میں سیر چاہتا ہے
تا نشک داری بکشمان وجود	حب حب اللہ دروکشتن چہ سود
جب تک تو وجود کے کھیت میں دیمک رکھتا ہے	اس میں اللہ (تعالی) کی محبت کا دانہ بونے سے کیا فائدہ؟
غیر او را از نظر بیروں فگن	چشم دل نہ بر جمال ذوالمنن
اس کے غیر کو نظر سے باہر پھینک دے	احسانوں والے کے حسن پر دل کی آنکھ رکھ
کیست دیگر در جہاں غیر از خدا	از چہ احول گشتہ اے ژاژ خا
دنیا میں خدا سے علاوہ دوسرا کون ہے؟	اے بیہودہ گو! تو بھینگا کیوں ہوا ہے؟
خود توئی گر غیر حق خود را بسوز	چشم دل بر وحدہ ہر دم بدوز
اگر تو خود حق کا غیر ہے تو خود کو جلا دے	دل کی آنکھ ہر وقت اس تنہا پر لگا
جز وجود مطلق و ہستی پاک	آنچہ آید درم خیالت ہست خاک
وجود مطلق اور پاک ہستی کے سوا	جو کچھ تیرے خیال میں آئے خاک ہے
تو کجا و من کجا عالم کجا	ہست یک نور منزہ اے فتا
تو کہاں اور میں کہاں عالم کہاں؟	اے نوجوان! ایک پاکیزہ نور ہے
ظاہر و باطن نہاں و آشکار	شمع یک شمع ست قندیلش ہزار
ظاہر اور باطن پوشیدہ اور کھلا	شمع تو ایک شمع ہے اس کے قندیل ہزار ہیں
در ہزاراں آئینہ یک صورت ست	زیں تکثر ہم خرد را حیرت ست
ہزاروں آئینوں میں صورت ایک ہے	اس کثرت سے بھی عقل حیرت میں ہے
کثرت آئینہ آمد از کجا	ایں ز اسما و صفات ست اے کیا
آئینہ کی کثرت کہاں سے آئی؟	اے بزرگ! یہ اسماء اور صفات کی وجہ سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں سخن پایاں ندارد لب بہ بند	ہر دولبہای مر ابر بستہ قند
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ہونٹ بند کر لے	شکر نے میرے دونوں ہونٹ سی دیئے ہیں
زیں شکر ہر دو لب من بستہ شد	وز قیود گفتگو دل. رستہ شد
اس شکر سے میرے دونوں ہونٹ بستہ ہو گئے	اور گفتگو کی بیڑیوں سے دل نجات پا گیا

رجوع بحکایت شاہزادہ سوم کہ از بادشاہ شرف قرابت وعزد وجاہت یافت وبمنزل گاہ زوجناھم بحور عین شتافت

تیسرے شہزادے کی حکایت کی طرف رجوع جس نے بادشاہ سے رشتہ داری کا شرف اور عزت اور وجاہت پائی' ہم کے حور عین سے ان کی شادی کر دی'' کی منزل گاہ کی طرف دوڑ گیا

اے حسام الدین شہ ملک یقیں	حال شہزادہ سوم برگو تو ہیں
اے حسام الدین ملک یقین کے شاہ	ہاں آپ تیسرے شہزادے کا حال بیان کریں
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن	جذب جاں کردی تو چوں بادیمن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!	آپ نے یمن کی ہوا کی طرح جاں جذب کر لی
می کشد مارا ابر عرش علا	پر پروازت چو جبریل صفا
ہمیں بلندی کے عرش پر کھینچتا ہے	تیرا پر پرواز جبرئیل باصفا کی طرح
بردۂ جاں را تو درباغ خلود	سینہ ام پر گل ازانست اے ودود
آپ جان کو ہیشگی کے باغ میں لے گئے	اے محبوب اسی لئے میرا سینہ پھولوں سے پر ہے
خود ز تست ایں گفتگوئے پر شکر	کز زبانم می ترا و د شعر تر
یہ شکر بھری گفتگو آپ کی جانب سے ہے	کہ میری زبان سے تازہ شعر ٹپک رہے ہیں
حال خود را بر زبانم گفتہ	خود تو دانی چونکہ ایں در سفتہ
آپ نے اپنی حالت میری زبان سے بیان کی ہے	چونکہ آپ نے اپنی حالت میری زبان سے بیان کی ہے
من نے خالی بدم نائی توئی	مثنوی را گر بیفزائی توئی
میں خالی نے ہوں نوازنے والے آپ ہیں	اگر مثنوی کو بڑھا رہے ہیں تو آپ ہیں
نالہ من از دم گرم تو ہست	لطف تو ایں تہمتے برمن بہ بست
میرا نالہ آپ کے گرم سانس کی وجہ سے ہے	آپ کی مہربانی نے مجھ پر یہ تہمت باندھی ہے
اختتام مثنوی خود کردۂ	خود تو میگوئی ولے در پردۂ
مثنوی کا اختتام آپ نے کیا ہے	خود آپ کہہ رہے ہیں۔لیکن آپ پردے میں ہیں
ایں من و ما جز کہ پردہ بیش نیست	پیش آں عقل مآل اندیش نیست
من و "ما" پردے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے	انجام سوچنے والی عقل اس کے سامنے نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در صور گر کثرتے بینی عیاں	معنی جملہ یکست اے نکتہ داں
تو اگر صورتوں میں کثرت ظاہر دیکھتا ہے	ایک نکتہ داں! حقیقت سب کی ایک ہے
شمع در آئینہ خانہ گر نہی	پیش ہر آئینہ اش راہے دہی
اگر تو شیش محل میں شمع رکھ دے	ہر آئینہ کے سامنے تو اس کو رات دے دے گا
در حقیقت یک بود اے ہوشیار	پیش چشم تو نمایاں صد ہزار
اے ہوشیار حقیقت میں وہ ایک ہے	تیری آنکھ کے سامنے ہزاروں نمایاں ہیں
ذات شمع آں یک بود از کثرتے	مر ترا ز آئینہ باشد حیرتے
شمع کی ذات ایک ہے کثرت کی وجہ سے	تجھے آئینہ سے حیرت ہو گی
بے تکثر شمع یک چوں شد ہزار	وحدت ہستی مطلق ہوشدار
بغیر کثرت کے جب ایک شمع ہزار ہو گئیں	مطلق ہستی کی وحدت کو سمجھ لے
گر بپرسی آئینہ شد از کجا	شمع ہست آں خود قدیم و باضیا
اگر تو پوچھے آئینہ کہاں سے پیدا ہوا؟	وہ شمع خود قدیم اور منور ہے
آئینہ داں جملہ اسما و صفات	اقتضا کردند فضل کائنات
تمام اسماء و صفات کو آئینہ سمجھ	جنہوں نے بقیہ کائنات کو چاہا
زیں سخن بگذر کہ شہزادہ سوم	چوں شنید از مرگ آں داور دوم
اس بات سے گزر کیونکہ تیسرے شہزادے نے	جب دوسرے بھائی کی موت کے بارے میں سنا

بیان حال شہزادہ سوم کہ بعد مرگ برادر دوم تقرب سلطان وقرب وعرفان یافت

تیسرے شہزادے کے حال کا بیان جس نے دوسرے بھائی کے مرنے کے بعد شاہ کا تقرب اور قربت و معرفت حاصل کر لی

حاضر آمد در جناب پادشاہ	طالب محبوب خود با دردو آہ
وہ بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا	اپنے محبوب کا درد اور آہ کے ساتھ طالب بن کر
پس معرف گفت بہر مصلحت	کیں سوم بیش ست جائے مرحمت
مصلحت کے طور پر تعارف کرانے والے نے کہا	کہ یہ تیسرا زیادہ رحم کا مستحق ہے
ہر دو بازویش بعشق تو شکست	مر شکستش راجبیرہ بستن ست
اس کے دونوں بازو آپ کے عشق میں شکستہ ہو گئے	اس کی شکست پر پٹی باندھنی ہے
شاہ رحمت کرد او را پیش خواند	وز تلطف بر سریر خود نشاند
شاہ نے رحم کیا اس کو آگے بلایا	اور مہربانی سے اپنے تخت پر بٹھایا
گرچہ میدانست حالش را بکشف	جملہ می پرسید باری شگرف
اگرچہ وہ اس کی حالت کو کشف کے ذریعہ جانتا تھا	عجیب رائے سے تمام (احوال) پوچھتا رہا
آنچناں از لطف پرسشہا نمود	کاں غم و کربت زجان او ربود
مہربانی سے اس قدر پرسش کی	کہ وہ غم اور مصیبت اس کی جان سے نکال دی

آں برادر مردہ را تدفیں نمود	زندہ را با روح خود تضمیں نمود
اس نے مردہ بھائی کی تدفین کر دی	زندہ کو اپنی روح سے وابستہ کر لیا
بعد چندیں صحبت او گرم شد	شاہ را بروے بسے دل نرم شد
تھوڑے دن بعد اس کی صحبت گرم ہو گئی	اس پر بادشاہ کا دل بہت نرم ہو گیا
بوتہ و پوتک مراو را جملہ داد	داخل شاہانہ بہر او کشاد
بڑا چھوٹا خزانہ سب اس کو دے دیا	دیوان خانہ اس کے لئے کھول دیا
از دم جاں بخش شاہ بحر جود	غنچۂ او در شگفتن رونمود
سخاوت کے سمندر جان عطا کرنے والے شاہ کے دم سے	اس کا غنچہ کھلنے لگا
راز ہا اندر دلش تخمیر گشت	ہمچو آں دو میں ہمہ تنویر گشت
اس کے دل میں بہت سے راز پوشیدہ ہو گئے	وہ منجھلے بھائی کی طرح مجسم نور بن گیا
منزل قرب وجود و معرفت	بیشتر زاں دو میں شد در صفت
قرب و جود اور معرفت کی منزل میں	صفت میں اس منجھلے بھائی سے زیادہ ہو گیا
کسب ہای کرد و رہ طے می نمود	جہد ہای کرد و نورش می فزود
مجاہدے کرتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا	وہ کوشش کرتا تھا اور اس کا نور بڑھ رہا تھا
لیک او خود عبرتے بگرفتہ بود	زاں دو دادر پندہا پذرفتہ بود
لیکن اس نے خود ایک عبرت حاصل کر لی تھی	ان دونوں بھائیوں سے نصیحت قبول کر لی تھی
عقبہاے راہ وا دانستہ بود	حزمہای کرد و بد شایستہ خود
وہ راستہ کی گھاٹیوں کو خوب جان چکا تھا	احتیاطیں برتتا تھا اور خود شائستہ تھا
دید کاں اول ز عجلت جاں بداد	واں دوم را عجب در گورے نہاد
اس نے دیکھا کہ اس پہلے نے جلدی میں جان دیدی	اور اس دوسرے کو خود پسندی نے قبر میں رکھ دیا
مرد را باید کہ اندر راہ یار	در تانی کو شد و صبر و قرار
انسان کو چاہیے کہ یار کے راستہ میں	آہستہ روی اور صبر و قرار سے کوشش کرے
زیں سبب فرمود احمدؐ مجتبیٰ	رفق راس الحکمت آمد اے فتیٰ
احمدؐ مجتبیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے	اے نوجوان! نرمی دانائی کی جڑ ہے
ابن مسعودؓ از پیغمبرؐ نقل کرد	نصف ایمان ست صبر اے نیک مرد
ابن مسعودؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے	ایک نیک مرد! صبر نصف ایمان ہے
ورنہ حسن یار نور مطلق ست	چشم دل اندر جمالش مندق ست
ورنہ یار کا حسن نور مطلق ہے	اس کے جمال میں دل کی آنکھ پارہ پارہ ہے
تاب ناری دیدنش را یک بیک	آئینہ مصقول میکن سیلنک
تو یک بیک اس کے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا	آئینہ پر آہستہ آہستہ میقل کر

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں تانی بہر استعداد ہست	کے جمال بے حجابش در بہ بست
یہ آہستہ روی استعداد کے لئے ہے	اس کے بے حجاب جمال نے دروازہ کب بند کیا ہے؟
یار چوں شمس ست در وسط السماء	لیک اے خفاش کو چشمے ترا
یار آسمان کے وسط میں سورج کی طرح ہے	لیکن اے چمگادڑ! تیری آنکھ کہاں ہے؟
رو تو اول چشم را پیدا بکن	بعد ازاں دیدہ بسویش وا بکن
جا تو پہلے آنکھ پیدا کر	اس کے بعد اس کی طرف آنکھ کھول
برنتابی ورنہ آں نور و شروق	نجم تو گردد ز مہرش در خفوق
ورنہ اس نور اور چمک کی تو تاب نہ لا سکے گا	اس کے سورج سے تیرا ستارہ غروب کر جائے گا
یا بمیری یا شوی دیوانہ خود	زیں سبب اکثرے مجذوب شد
یا تو مر جائے گا یا دیوانہ ہو جائے گا	اسی وجہ سے بہت سے مجذوب ہو گئے ہیں
برنتابد کاہ بار کوہ را	مرد باید ایں غم و اندوہ را
تنکا پہاڑ کا بوجھ نہیں سہار سکتا	اس رنج و غم کے لئے مرد چاہئے
آں نخستیں دادرش تعجیل کرد	وصل عریاں را طپاں تحصیل کرد
اس کے پہلے بھائی نے جلدی کی	عریاں وصل کو تڑپتے ہوئے حاصل کیا
چوں نبود آں وصل لب در خورد او	در طپش افتاد و خست و مرد او
چونکہ خالص وصل اس کے مناسب نہ تھا	وہ تڑپنے لگا اور خستہ ہو گیا اور مر گیا
تا کہ رفع ایں حجاب تن نشد	وصل عریاں کے بدست آید زلد
جب تک جسم کا یہ پردہ نہ ہٹے	جھگڑے سے عریاں وصل کب ہاتھ آتا ہے؟
لیک شیر عشق چوں تازد شتاب	لقمہ گردد عاشق او را چوں کباب
لیکن عشق کا شیر جب جلد دوڑ پڑتا ہے	عاشق کباب کی طرح اس کا لقمہ بن جاتا ہے
ز اضطراب عشق جلدیہا کند	چکرہ را ہمچوں صدف لب واکند
عشق کے اضطراب کی وجہ سے جلد بازیاں کرتا ہے	سیپ کی طرح قطرے کے لئے منہ کھول دیتا ہے
لیک پیش از ابر نیساں فتح لب	نیست زاں حاصل بجز رنج و تعب
لیکن ابر نیساں سے پہلے منہ کھولنا	اس سے سوائے تکلیف اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں
زن نباشد طامثہ یا بالغہ	باشد از احوائے نطفہ زائغہ
جو عورت حائضہ یا بالغہ نہ ہو	وہ نطفہ کے ٹھیرنے میں کجرو ہوتی ہے

داستان آں مطبخی کہ بدوں استعداد از راہ تعجیل دل بوصل عریاں نہاد و جاں بداد

اس نان بائی کا قصہ جس نے بغیر استعداد کے جلد بازی کے طور پر وصل عریاں کے ساتھ دل وابستہ کیا اور جان دے دی

عارفے را مطبخی ہمسایہ بود	بس سخی و عاقل و پرمایہ بود
ایک عارف کا ایک نان بائی پڑوسی تھا	بہت سخی اور عقلمند اور سرمایہ دار تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

اکثر استفسار کردے حال شیخ	بستہ بودے چشم بر احوال شیخ
اکثر شیخ کا حال معلوم کرتا	شیخ کے احوال پر آنکھ لگائے ہوئے تھا
چونکہ فقر از شان فخر اولیاست	افتقار از سنت خیرالوریٰ ست
چونکہ فقر اولیاء کے فخر کی شان ہے	حاجت مندی خیرالوریٰ کی سنت ہے
باوجود حزم اخفای کمال	گرشدے احیاناً او دانای حال
باوجود کمال کے اخفاء کی پختہ کاری کے	اگر وہ کبھی حال کا واقف کار بن جاتا
خدمتے کردے بصد عجز و نیاز	باکمال اعتقاد و امتیاز
سینکڑوں عاجزیوں اور نیازمندیوں سے خدمت کرتا	پورے اعتقاد اور امتیاز کے ساتھ
اتفاقاً چند مہمان عزیز	شد ملحق روزے بآں صاحب تمیز
اتفاقاً چند معزز مہمان	ایک روز ان صاحب تمیز کے مہمان بن گئے
چونکہ فقد نزل بود وہم عشا	مرد عارف گشت در رنج و عنا
چونکہ مہمانی کے سامان اور کھانے کا بھی فقدان تھا	(وہ عارف) مرد رنج اور تکلیف میں (مبتلا) ہو گیا
چونکہ لیکرم ضیفہ حکم رسولؐ	دردل عارف ز نشتر بدعجول
چونکہ چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے" رسول کا حکم ہے	وہ عارف کے دل میں نشتر سے زیادہ جلدی کرنے والا تھا
یک دوبار از خانقہ تاخانہ رفت	تاکند مہمانی شاں چست زفت
ایک دو مرتبہ خانقاہ سے گھر تک گیا	تاکہ ان کی مہمانی اچھی اور بھرپور کریں
لیک در خانہ یسار او نبود	زیں سبب تشویش وقت او فزود
لیکن ان کے گھر میں مالداری نہ تھی	اس لئے ان کے وقت کی پریشانی بڑھ رہی تھی
مصطفی آں شیخ را بر رغم طبع	دید کہ در خانقہ گاہے برلع
نان بائی نے شیخ کو ان کے مزاج کے خلاف	کبھی خانقاہ میں کبھی گھر میں دیکھا
بر در او آمد و تفتیش کرد	ماجرا دریافت و بس تشویش کرد
وہ ان کے دروازہ پر آیا اور جستجو کی	معاملہ سمجھ گیا اور بہت پریشان ہوا
زود از دوکان تتماج و ثرید	نان و قلیہ ماہی بریاں گزید
فوراً دکان سے دلیا اور ثرید	روٹی اور شوربا بھنی ہوئی مچھلی لی
برد نزد شیخ کاے مرد خدا	صرف کن ایں جملہ اے نورالہدا
شیخ کے پاس لے گیا کہ اے مرد خدا	اے نور ہدایت اس سب کو خرچ کر لیجئے
ہر کجا خواہی مر آں را صرف کن	جملہ کردم ملک تو از بیخ و بن
آپ جہاں چاہیں اس کو خرچ کر لیں	میں نے جڑ اور بنیاد سے آپ کی ملک کیا
شیخ شاداں گشت و مہماناں نواخت	جملہ رازاں خوان نعمت سیر ساخت
شیخ خوش ہوگئے مہمانوں کو نوازا	اس خوان نعمت سے سب کا پیٹ بھر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچہ باقی ماند بخشید اہل را	رفت تشویش و دلش آمد بجا
جو کچھ بچا گھر والوں کو دے دیا	ان کی پریشانی رفع ہوگئی اور دل ٹھکانے آ گیا
مطبخی را گفت چہ خواہی بگو	ہر درے خواہی ازیں دریا بجو
نان بائی سے فرمایا تو کیا چاہتا ہے بتا؟	تجھے جو موتی چاہیے اس دریا میں تلاش کر لے
بحر من در جوش آمد ایں زماں	آنچہ می خواہی بگیر و واستاں
اس وقت میرا سمندر جوش میں آ گیا ہے	تو جو چاہے حاصل کر لے اور لے لے
مطبخی گفتا کہ از لطف شما	ولد و مال و جاہ شد حاصل مرا
نان بائی نے کہا آپ کی مہربانی سے	اولاد اور مال اور رتبہ مجھے حاصل ہے
نیست در دنیا بچیزے حاجتم	از رہ شکر و قناعت ساکتم
مجھے دنیا میں کسی چیز کی حاجت نہیں ہے	شکر و قناعت کے طریقہ پر میں خاموش ہوں
حق چو بیش از حاجت من رحم کرد	چوں کنم دیگر طلب اے نیک مرد
جب اللہ (تعالیٰ) نے میری ضرورت سے زیادہ عطا فرمایا ہے	اے نیک مرد! پھر اور کیا طلب کروں؟
باز چوں دریائے حق در جوش بود	عارف اندر خواہ خواہش میفزود
پھر چونکہ اللہ (تعالیٰ) کا دریا جوش میں تھا	شیخ (اس سے) خواہش کے طلب کرنے میں اضافہ کرتے
مطبخی گفتا کہ می خواہم شہا	ہمچو خود عارف کنی بے فرقہا
نان بائی بولا اے شاہ! میں چاہتا ہوں	بغیر فرق کے اپنی طرح مجھے عارف بنا دیجئے
غیر ازیں دیگر مرا حاجت چو نیست	زیں عطایم گر نوازی خوش غنیمت
اس کے علاوہ چونکہ میری کوئی حاجت نہیں ہے	اگر آپ اس بخشش سے مجھے نواز دیں تو بہتر کام ہے
عارف اندر فکر رفت و گفت ہیں	زیں سوال خام رو دیگر گزیں
عارف متفکر ہو گئے اور فرمایا خبردار!	اس ناقص سوال سے ہٹ جا دوسرا اختیار کر لے
گفت نے نے من ہمیں را خواستم	وز سر مال و جہاں برخاستم
اس نے کہا نہیں نہیں میں یہی چاہتا ہوں	مال اور دنیا کے خیال سے میں علیحدہ ہوں
گفت عارف گر چو من عارف شوی	غرق بحر لاشوی وز خود روی
شیخ نے فرمایا اگر تو میری طرح عارف بنے گا	"لا" کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اپنے سے جاتا رہے گا
تار و پود اسطقست بگسلد	طوطی تو ایں قفس دردم ہلد
تیرے عناصر کا تانا بانا بکھر جائے گا	تیری طوطی فوراً پنجرے کو چھوڑ دے گی
گفت ازیں بہتر چہ باشد اے کریم	واصل حق گشتہ بر خیزم سلیم
عرض کیا اے کریم! اس سے بہتر کیا ہو گا؟	واصل بحق ہو کر میں سالم اٹھوں گا
گفت عارف اندرون حجرہ آ	ساعتے بنشیں مراقب پیش ما
شیخ نے فرمایا حجرے کے اندر آ جا	تھوڑی دیر مراقبہ کر کے میرے سامنے بیٹھ جا

www.besturdubooks.wordpress.com

خلوتے کردند آں عارف تمام	صرف ہمت کرد در سقی المدام
ان شیخ نے پوری خلوت کر لی	شراب (معرفت) پلانے میں توجہ لگا دی
بعد یک ساعت چو بیروں آمدند	صورت و معنیٰ ہمہ یکساں شدند
تھوڑی دیر کے بعد وہ جب باہر آ گئے	ظاہر اور باطن میں ایک سے ہو گئے
خلق ہم از جمع مثلیں خیرہ شد	عقل جزوی از تمیز تیرہ شد
دو یکساں کے جمع ہونے سے لوگ حیران ہو گئے	جزوی عقل امتیاز کرنے سے عاجز آ گئی
آخرش بعد از زمانے مقتفی	در طپش جاں داد چوں مرغ اے اخی
انجام کار تھوڑی دیر کے بعد نااہل نے	اے بھائی مرغ کی طرح تڑپنے میں جان دے دی
الغرض جاں را بجاناں باز داد	ہمچو شہزادہ نخستیں بے مراد
الغرض اس نے جان جاناں کو واپس دے دی	پہلے بے مراد شہزادے کی طرح
نامرادش گفتتم در صورت است	ورنہ در معنیٰ وصال حیرت است
اس کو میرا نامراد کہنا ظاہر میں ہے	ورنہ حقیقت میں وصال حیرت ہے
حبذا خرمن کزیں برق او بسوخت	تیر آں دلدار مرغ جانش دوخت
وہ کھلیان کیا ہی اچھا ہے جو اس بجلی سے جل گیا	اس محبوب کے تیر نے اس کی جان کے پرند کو چھید دیا
صورت تکمیل اگرچہ تام نیست	وصل حاصل شد بمعنیٰ خام نیست
اگرچہ تکمیل کی صورت پوری نہیں ہے	وصل حاصل ہو گیا حقیقت میں ناقص نہیں ہے
حبذا جانے کہ در راہش دہی	مرحبا آں سرکہ در کویش نہی
وہ جان کیا ہی اچھی ہے جو تو اس کی راہ میں دے دے	قابل تحسین ہے وہ سر جس کو تو اس کے کوچہ میں رکھ دے
بہر او مردن بہ از صد زندگیست	کایں چنیں موت ست بس فرخندگیست
اس کے لئے مر جانا سو زندگی سے بہتر ہے	کیونکہ اس طرح کی موت بہت مبارک ہے
ایں سخن را اندکے کوتاہ کن	وز حدیث آں سوم آگاہ کن
اس بات کو تھوڑا سا مختصر کر دے	اور اس تیسرے کی بات سے آگاہ کر

بیان حال شہزادہ سوم اکتساب اومر کمالات صوری و معنوی وصبر کردن اواز بیان حاجت خودو بمحبوب خود رسیدن

تیسرے شہزادے کے حال کا بیان اور اس کا صوری اور معنوی کمالات کو حاصل کرنا اور اس کا اپنی ضرورت کے بیان کرنے سے صبر کرنا اور اپنے مطلوب کو پہنچ جانا

واں سوم شہزادہ باصد حزم و صبر	می کشید از یم عرفاں ہمچو ابر
اور وہ تیسرا شہزادہ سو احتیاط اور صبر سے	عرفان کے سمندر سے ابر کی طرح کھینچتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر شبے تازے ز صحبت ہای شاہ	دردلش ز انوار وحدت ہاپگاہ
ہر رات کو شاہ کی صحبتوں سے دوڑتے	صبح کو وحدت کے انوار اس کے دل میں
کسب استعداد و توفیر حکم	می نمود از فیض شاہ او دمبدم
استعداد کا کسب اور حکمتوں کی زیادتی	اس کے لئے شاہ کے فیض سے دمبدم ظاہر ہوتی
دردلش ہر دم ز سلطاں چوں قمر	نور نو وارد شدے شام و سحر
چاند جیسے شاہ کی جانب اس کے دل میں ہر وقت	صبح و شام نئے نور وارد ہوتے
دم نمی زد لیکن از مطلوب خود	داشت دردل شعلہ محبوب خود
وہ سانس نہیں لیتا تھا لیکن اپنے مقصود کی وجہ سے	اپنے محبوب کے دل میں شعلہ رکھتا تھا
باچنیں شاہ پر از جود و سخا	حرف مطلب بر زباں آرم چرا
ایسے جود اور سخا سے پر بادشاہ سے	میں مطلب کا حرف زبان پر کیوں لاؤں؟
لطف او بے گفتہ صد نعمت دہد	سوی گفتن چوں دل من برجہد
اس کی مہربانی بغیر کہے سینکڑوں نعمتیں دیتی ہے	کہنے کی جانب میرا دل کیسے کودے؟
بے طلب بخشید چوں جان و تنم	بر درش پس چوں تبو را کے زنم
جبکہ اس نے بغیر مانگے مجھ کو جان اور جسم عطا فرمایا	پھر اس کے دروازے پر ڈھیری کیوں بجاؤں؟
شاہ ما آئینہ صافی دل ست	خطرہ ام را در دل شہ منزل ست
ہمارا شاہ صاف دل آئینہ ہے	شاہ کے دل میں میرے خطرے کی منزل ہے
گر سزاوارم بداں در ثمیں	خود شہم بنوازد از لطف گزیں
اگر میں اس قیمتی موتی کے لائق ہوں	پسندیدہ مہربانی سے خود بادشاہ مجھے نوازے گا
لطف او ہر صاحب استعداد را	حسب حالش میدہد بے امترا
اس کی مہربانی ہر صاحب استعداد کو	بے شک اس کے حسب حال عطا کر دیتی ہے
ہر چکا دے را کہ اہلیت بود	چتر شاہی برسرش از شہ رسد
جس سڑی میں اہلیت ہوتی ہے	شاہ کی جانب سے اس کے سر پر شاہی چتر پہنچ جاتا ہے
نیست یکتا رہ براں شہ چوں خفا	در طلب پویم جگارہ من چرا
اس شاہ پر جب سوئی کا کھٹکا بھی مخفی نہیں ہے	میں طلب میں مختلف راستوں پر کیوں دوڑوں؟
از فضولی چوں سخن پیشش کنم	از چہ پیدا حاجت خویشش کنم
اس کے سامنے بیکار بات کیسے پیش کریں؟	اس پر اپنی حاجت کیوں ظاہر کروں؟
شاہ ما روشن ضمیر ست و خبیر	میدہد آخر مراد دل بدیر
ہمارا شاہ روشن ضمیر اور باخبر ہے	انجام کار دل کی مراد دے دیتا ہے
صبر کن اے دل کہ مفتاح خوشی ست	درمیان صبر بس عیش و کشی ست
اے دل صبر کر کیونکہ وہ خوشی کی کنجی ہے	صبر میں بہت عیش اور خوشی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شاہ روزے گفت کاے جان کرم	بحر صبر و حلمی و کان کرم
ایک دن شاہ نے کہا اے جان کرم	تو صبر اور علم کا سمندر اور کرم کی کان ہے
خاطرم زیں سلطنت بگرفتہ است	دل بتخت اوج وحدت بستہ است
میری طبیعت اس سلطنت سے ملول ہے	وحدت کی بلندی کے تخت سے دل وابستہ ہے
جانشین من شود خود کامراں	تارہم من از خراش این و آں
میرا جانشین بن جا اور خود کام چلا	تاکہ میں اس اور اس کی خلش سے نجات پا جاؤں
رو بخلوت خانہ خاصے کنم	از سخن گفتن من اکنوں تن زنم
میں اب خاص خلوت خانہ کا رخ کرتا ہوں	میں اب بات کرنے سے خاموش ہوتا ہوں
گفت پیغمبرؐ کلام از فضہ است	مر سکوت از تبر خالص فضہ است
پیغمبرؐ نے فرمایا کلام خواہ چاندی ہے	خاموشی بغیر ان گھڑ خالص سونے سے ہے
تخت ارشاد ست اگرچہ بس سنی	لیک اندر بے خودی صدر روشنی
رہنمائی کا تخت اگرچہ بہت بلند ہے	لیکن بے خودی میں سینکڑوں روشنیاں ہیں
از تفکر ہادلم خالی شود	مظہر انوار اجلالی شود
میرا دل فکروں سے خالی ہو جائے گا	انوار اجلالی کا مظہر ہو جائے گا
فکر ساعت بہتر از طاعات سال	ایں تفکر ہست حیرت در جمال
ایک گھنٹہ کا فکر سال بھر کی عبادتوں سے بہتر ہے	یہ تفکر جمال میں حیرت ہے
چونکہ شہزادہ شنید ایں ماجرا	زو ز تعظیم ادب سر را بپا
جب شہزادے نے یہ قصہ سنا	ادب کی تعظیم سے پاؤں پر سر رکھ دیا
کہ مباد آں دم کہ از مسند روی	یا بخلوت خانہ گردی منزوی
خدا کرے وہ وقت نہ ہو کہ آپ مسند سے جائیں	یا خلوت خانہ میں خلوت نشیں ہوں
سایۂ تو برسر من مستدام	ظل گستر باد تو یوم القیام
ہمیشہ آپ کا سایہ میرے سر پر ہے	قیامت تک سایہ فگن ہو
تاج ایں سر سایۂ اقبال تست	سلم من پایۂ اقبال تست
اس سر کا تاج آپ کے اقبال کا سایہ ہے	میری سیڑھی آپ کے اقبال کا پایہ ہے
یارب ہم ہرگز بقا چنداں مباد	کہ بہ بینم مسند شہ را خماد
اے خدا میری اتنی زندگی ہرگز نہ ہو	کہ میں شاہ کی مسند کا بچھاڑ دیکھو
زیں نمط بسیاری شد گفتگو	لیک شہ از امتحاں در جستجو
اسی طریقے پر بہت گفتگو ہوئی	لیکن شاہ امتحانا جستجو میں تھا
کہ دراودردل بود از حب جاہ	یا شکوہ سلطنت مانند شاہ
کہ اس کے دل میں حب جاہ ہو	یا شاہ کی طرح سلطنت کا دبدبہ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیچ دردل عجب یا پندار ہست	یا درونش از مئے شوقست مست
دل میں کوئی تکبر یا غرور ہے؟	یا اس کا باطن شوق کی شراب سے مست ہے؟
دیدگاں در سرسر دیگر نہ پخت	بر نہالش جز نیازے بر نہ پخت
اس نے دیکھا کہ اس نے سر میں کوئی خیال نہیں پکایا	اس کے پودے پر نیازمندی کے پھل کے علاوہ نہیں پکا
حب جاہ و شاہی و حرص و ہوا	در سرش راہے ندارد ما سوا
رتبہ اور شاہی کی محبت اور حرص اور خواہش	اس کے سر میں ماسوا راستہ نہیں رکھتا
جز خدا و و حب خاصان خدا	دردل او نیست راہے ہیچ را
خدا اور خاصان خدا کی محبت کے علاوہ	اس کے دل میں کسی کا راستہ نہیں ہے
جملہ احوالش بطبق وضع یافت	ہر قدم بر شاہ راہ شرع یافت
اس کے تمام احوال وضع کے مطابق پائے	ہر قدم کو شریعت کی شاہراہ پر پایا
دردلش میلے بسوی ملک نے	طالب بحرست و رہن فلک نے
اس کے دل میں سلطنت کی طرف میلان نہیں ہے	سمندر کا طالب ہے اور کشتی کا گروی نہیں ہے
بر محک امتحاں بس آزمود	غیر زردہ دہی آں جانبود
اس نے امتحان کی کسوٹی پر بہت آزمایا	سوائے خالص سونے کے وہاں کچھ نہ تھا
گفت با اصحاب شہ کیں نوجواں	می نیرزد جز بآں دخت چو جاں
شاہ نے مصاحبوں سے کہا کہ یہ نوجوان	اس جان جیسی لڑکی کے سوا کے لائق نہیں ہے
ماہ را با مہر پیوندی خوش ست	جسم را با روح پابندی خوش ست
چاند کا سورج سے جوڑ بہتر ہے	جسم کی روح سے وابستگی بہتر ہے
ایں مر او را او مر ایں را لائق ست	ہر یکے اقران خود را فائق ست
یہ اس کے اور وہ اس کے لائق ہے	ہر ایک اپنے ساتھیوں سے بڑھا ہوا ہے
اینچنیں دختر مر اینکس را سزاست	آنچناں فص اندریں خاتم رواست
ایسی لڑکی اس شخص کے مناسب ہے	ویسا نگ اس انگوٹھی میں درست ہے
جملگی تحسین را یش را بدل	کردہ گفتند العجل نعم المحل
سب نے دل سے اس کی رائے کی تحسین	کر کے کہا جلدی کیجئے بہتر موقع ہے
شاہ گفتا مجلسے آراستند	بزم طوئی بس سنی افراشتند
بادشاہ نے حکم دیا انہوں نے مجلس آراستہ کی	شادی کی محفل بہت اعلیٰ قائم کی
ہر دو مشتاق ازل یک جان و دل	گشت ایجاب و قبول مستحل
ایک جان و دل دونوں ازلی مشتاقوں کا	حلال کرنے والا ایجاب و قبول ہو گیا
ہر یکے زاں دیگرے سرمست شد	جاں بجان و دل بدل پیوست شد
ہر ایک دوسرے سے مست ہو گیا	جان جان سے اور دل دل سے جڑ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

از تانی کار دارین ست راست	زیں سبب تعجیل از شیطاں بخاست
آہستہ روی سے دونوں جہانوں کے کام درست ہیں	اس لئے جلد بازی شیطان سے پیدا ہوئی
صبر را فرمود حق عزم الامور	می برد بے ریب ارب خود صبور
اللہ (تعالیٰ) نے صبر کو معاملوں کا عزم فرمایا	بے شبہ صابر اپنی خواہش حاصل کر لیتا ہے
ہر کہ رنجے برد گنجے ہم بہ برد	وانکہ کاہل گشت در سختی بمرد
جس نے تکلیف برداشت کی خزانہ بھی حاصل کیا	اور جو کاہل بنا وہ تنگی میں مرا
لیک کاہل کاہل دنیا خوش ست	عجلت اندر کار دنیا ناخوش ست
لیکن کاہل دنیا کا کاہل بہتر ہے	دنیا کے کام میں عجلت بری ہے
صبر کن توکیل دنیا کن بدو	خیر و شرت را بہ از تو داند او
صبر کر دنیا اس کے سپرد کر دے	وہ تجھ سے زیادہ تیرا برا بھلا جانتا ہے
کاہل دنیا شود چابک بدیں	ہمچو آں شہزادۂ کاں سو میں
دنیا کا کاہل دین میں چست ہوتا ہے	اس شہزادے کی طرح جو تیرا ہے

تمثیلات چند در بیان آنکہ کار دنیا جملہ برعکس کارہاست

چند مثالیں اس بیان میں کہ دنیا کے سب کام کاموں کے بالعکس ہیں

کار دنیا جملہ عکس کارہاست	در خوشی غم ہست و زغم فرح خاست
دنیا کے سب کام کاموں کے الٹے ہیں	خوشی میں غم ہے اور غم سے خوشی پیدا ہوتی ہے
ہر کہ گریان ست او خنداں بود	وانکہ شاداں زیست او گریاں بود
جو روتا ہے وہ ہنستا ہے	اور جو خوش جیا وہ رونے والا ہوتا ہے
نعل معکوس ست نقش ایں جہاں	میل ہر چیزے بسوی ضد بداں
اس دنیا کا نقش الٹا نعل ہے	ہر چیز کا میلان ضد کی جانب سمجھ
ہر کہ را خوانند سلطاں او گداست	زانکہ و طرش کامل از او طارماست
لوگ جس کو بادشاہ کہتے ہیں وہ فقیر ہے	اس لئے کہ اس کی حاجت ہماری حاجتوں سے بڑھی ہوئی ہے
کاں فلاں را ایں رعایت کردن ست	وز فلاں مال فلانے بردن ست
کہ اس کلاں کی یہ رعایت کر لی ہے	اور فلاں سے فلاں مال لینا ہے
گر گدا را بینی او سلطان وقت	مالک وقت و پدر شد زان وقت
اگر تو فقیر کو دیکھے وہ وقت کا شاہ ہے	وہ وقت کا مالک ہے اور وقت کی ملکیت کی وجہ سے باپ بن گیا ہے
خود ابوالوقت ست در احوال خویش	نے چو سلطاں ابن وقت و حال خویش
وہ اپنے حالات میں ابوالوقت ہے	بادشاہ کی طرح اپنے وقت اور حال کا بیٹا نہیں ہے
ہمچنیں بخل و سخارا در نگر	نام ہر دو آمد اے نیکو سیر
اسی طرح بخل اور سخاوت کو سمجھ	اے نیک سیرت! نام بالعکس ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از بخیل آمد سخی تر کو کدم	مال خود را می گزارد بہر عام
تو بخیل سے زیادہ سخی کون ہے؟	وہ اپنا مال عوام کے لئے چھوڑ جاتا ہے
نفس خود را جملہ زو محروم داشت	بہر خرج وارثاں معصوم داشت
اپنے نفس کو اس سے بالکل محروم رکھا	وارثوں کے خرچ کے لئے محفوظ رکھا
خود نخورد و نابکس از دست داد	کیں دو راجع سوی او ہست افراد
نہ خود کھایا اور نہ کسی کو ہاتھ سے دیا	کیونکہ یہ دو (ہی) اس سے متعلق ہیں افراد
ہر کہ را خوانی سخی او شد بخیل	زانکہ غیرے را نداد او یک فتیل
تو جس کو سخی کہتا ہے وہ بخیل ہے	کیونکہ اس نے غیر کو قلیل چیز بھی نہ دی
یا بدنیا خود خورد یا میدہد	بہر عقبیٰ در لحد یکسر نہد
یا دنیا میں خود کھاتا ہے یا دے دیتا ہے	آخرت کے لئے سب قبر میں رکھ دیتا ہے
دیگرے از مال او نفعے نہ بردہ	ہم خورانید او بمسکیں یا بخورد
دوسرے نے اس کے مال سے نفع نہ اٹھایا	اس نے مسکین کو کھلا دیا یا خود کھا لیا
صرف در راہ خدا بہر خود ست	تابوقت بے کسی آید بدست
خدا کی راہ میں خرچ کرنا اپنے لئے ہے	تاکہ بے کسی کے وقت ہاتھ آئے
چونکہ در محشر درم دینار نیست	ویں دو موزوں را در آنجا بار نیست
چونکہ محشر میں درہم دینار نہیں ہے	ان دونوں تلنے والی چیزوں کا وہاں کا دخل نہیں ہے
اندراں وقتش رسد آں مال او	پرشود میزان فرخ فال او
اس کا وہ مال اس وقت میں پہنچ جاتا ہے	اس کی بابرکت ترازو بھر جاتی ہے
دوستی و دشمنی ایں جہاں	ہمچنیں برعکس آمد اے فلاں
اس دنیا کی دوستی اور دشمنی	اے فلاں! اسی طرح الٹی ہے
ہر کہ با تو دوست تر دشمن ترست	نخل عمرت را بافسوں زو برست
جو تیرا زیادہ دوست ہے وہ زیادہ دشمن ہے	وہ تیری عمر کے پودے کو منتر کے ذریعہ جلد کاٹنے والا ہے
ہر کہ دشمن گشت نامد سوی تو	نامد او گاہے ندید او روی تو
جو دشمن بن گیا وہ تیرے پاس نہ آیا	نہ وہ کبھی آیا نہ اس نے تیرا چہرہ دیکھا
در حقیقت او بود از دوستاں	نقد عمرت رانکشتہ او ہتاں
در حقیقت وہ دوستوں میں سے ہے	وہ تیری نقد عمر لینے والا نہ بنا
دوستاں تضییع عمرت می کنند	در فساد وقت و حالت می تنند
دوست تیری عمر ضائع کرتے ہیں	تیرے حال اور وقت کے فساد میں کوشاں ہیں
بر تو حالے آمد او آمد ز دور	حال دل برگشت و پیدا شد نفور
تیرے اوپر ایک کیفیت طاری ہوئی وہ دور سے آیا	دل کی کیفیت بدل گئی اور نفرت پیدا ہوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

بر تو حالے آمد او آمد ز در	بہر گفت بیہودہ بہر سمر
تیرے اوپر ایک حال طاری ہوا وہ دروازے سے آیا	بیہودہ باتیں کرنے کے لئے (اور) قصہ گوئی کے لئے
صحبت عامی بلای اکبر ست	بہر عین قلب غین استرست
عوام کی صحبت بڑی مصیبت ہے	دل کی آنکھ کے لئے بہت چھپانے والا ابر ہے
غین رین آمد بقرص آفتاب	پس دل مہ را ازو چہ بود حساب
سورج کی ٹکیا پر سیاہی کا ابر آیا	تو چاند کے دل کو اس سے کیا واسطہ؟

در بیان مغلوبیت حال خود و پرتو نور اجلال مولانا جلال الدین قدس اللہ سرہ العزیز کاشانہ سوز خودی گشتہ

اپنے حال کی مغلوبیت کا بیان اور مولانا جلال الدین قدس سرہ کے نور اجلالی کا سایہ جو خودی کے گھر کو جلانے والا بن گیا

جلوۂ برق تجلی جلال	آتش اندر خرمنم زد چیست حال
تجلی جلال کی برق کے جلوے نے	میرے کھلیان میں آگ لگا دی کیا حال ہے؟
نور اجلال از جلال الدین روم	مخزن اسرار حق صدر النجوم
(حضرت) جلال الدین رومیؒ کا نور اجلال	جو کہ اللہ (تعالیٰ) کے رازوں کے خزانہ ستاروں کے صدر ہیں
از درونم خود بخود سر می زند	ز آشیانم باز شہپر می زند
میرے باطن سے خود بخود ابھرتا ہے	پھر میرے آشیانے سے بازو پھڑپھڑاتا ہے
من ندانم من کیم گویندہ چیست	ویں شرر در پنبہ ام از برق کیست
میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں کہنے والا کیا ہے؟	یہ چنگاریاں میری روئی میں کس کی برق ہیں؟
نالہ من از کدامیں پردہ است	حیرتم در بحر عماں بردہ است
میرا نالہ کون سے پردے سے ہے	حیرت مجھے گہرے سمندر میں لے گئی ہے
می تراود بے من و بے سعی من	از نے دل نالہ موزوں پر فجن
میرے بغیر اور میری کوشش کے بغیر ٹپکتا ہے	دل کی نے سے فتوں سے بھرا موزوں نالہ
قافیہ مضموں پئے روپوش ہست	معنی از دل ہمچو شیر از بیشہ جست
مضمون کا قافیہ پردے کے لئے ہے	دل میں سے معانی جھاڑی سے شیر کی طرح نکلتے ہیں
ہم مرا خوردی وہم وہم خودی	اے حسام الحق مگر در من شدی
آپ نے مجھے کھا لیا اور خودی کے خیال کو بھی	اے حسام الدین شاید آپ میرے دل میں گھس گئے ہیں
آمدی در من مرا بردی تمام	اے تو شیر حق مرا خوردی تمام
آپ مجھ میں آگئے اور مجھے بالکل فنا کر دیا	آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں آپ نے مجھے پورا نگل لیا
من چہ دانم آنچہ می دانی بگو	شد بدست تو زمام اے نیک خو
میں کیا جانتا ہوں آپ جو جانتے ہیں کہیں	اے نیک خصلت؟ باگ آپ کے ہاتھ میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از چہ رو کردی مرا روپوش خود	من ندارم از سر و پا ہوش خود
آپ نے مجھے اپنا پردہ کیوں بنایا؟	مجھے تو خود اپنے سر پیر کا ہوش نہیں ہے

چند نالۂ زار کہ از نے بے قرار درد آثار غمگسار سر زدہ و بیان منازل کلی وجود و عروج و نزول اطوار ہستی بر مرتبہ شہود

چند نالہ زار جو غمگین درد آثار بے قرار روسے نکلے اور وجود کے تمام منازل اور عروج اور ہستی کے شہود کے مرتبہ پر نزول کا بیان

بشنو از نے چوں حکایت میکند	قصۂ ہجراں روایت میکند
نے سے سن کیا حکایت کر رہی ہے؟	جدائی کا قصہ بیان کر رہی ہے
کز وجود مطلقم چوں کندہ اند	من بگریہ مرداں در خندہ اند
کہ جب سے مجھے مطلق وجود سے جدا کیا ہے	میں رونے میں لوگ ہنسنے میں ہیں
حال زار من نمید اند کسے	ہستم اندر آتش غم چوں خسے
کوئی میرا حال زار نہیں جانتا	میں غم کی آگ میں تنکے کی طرح ہوں
چونکہ از قوس احد منزل شدم	خود بختم واحدیث حل شدم
جب میرا قوس "احد" سے تنزل ہوا	میں خود واحدیت کے تنکے میں حل ہو گئی
منزل لاہوت را کردم عبور	کردم از جبروت اکی ہم مرور
میں نے "لاہوت" کی منزل کو عبور کیا	میں "اکی جبروت" سے بھی گزر گئی
رفتہ رفتہ عالم ملکوت شد	عالم روحانی منعوت شد
رفتہ رفتہ "عالم ملکوت" ہو گیا	موصوف "عالم روحانی" بن گیا
بعد ہ در عالم ملک و شہود	گشت ظاہر جملہ اطوار وجود
اس کے بعد "عالم ملک و شہود" میں	وجود کے تمام مراتب ظاہر ہو گئے
منتہایش عالم ناسوت گشت	زیں تنزلہا دلم مبہوت گشت
اس کا منتہا "عالم ناسوت" ہو گیا	ان تنزلات سے میرا دل حیران ہو گیا
کے بود یارب کے معراجے شود	روح سوی قوس احدیت رود
اے خدا کب ہو گا کہ "معراج" ہو گی؟	روح "قوس احدیت" کی جانب جائے گی
ہر تنزل را عروجے لازم ست	قطرہ سوی بحر اخضر عازم ست
ہر تنزل کے لیے عروج ضروری ہے	قطرہ بحر اخضر کے لئے ارادہ کرنے والا ہے
لیک اقسام عروج ایجاں سہ است	بر کس از فیض خدا ایں در نہ بست
لیکن اے جان عروج کی تین قسمیں ہیں	خدا کے فیض کا یہ دروازہ کسی پر بند نہیں ہوا
شد عروج عامہ مرگ جسم خاک	بس تعرج ہست در موت و ہلاک
عوام کا عروج خاکی جسم کی موت ہے	موت اور ہلاکت میں عروج ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر مرگ خود نمیدانی چرا	میدہد در مرج لاہوتی چرا
تو اپنی موت کی قدر کیوں نہیں جانتا؟	وہ تجھے "لاہوتی" چراگاہ میں خوراک دیتی ہے
موت قبل الموت اگر دستت نداد	میکند کارت اجل حسب المراد
موت قبل از موت کا اگر تجھے موقع نہ ملا	موت مراد کے مطابق تیرا کام کر دیتی ہے
موت جسر موصل آمد سوی یار	مرگ را آمادہ باش اے ہوشیار
موت یار کی جانب پہنچانے والا پل ہے	اے ہوشیار موت کے لئے آمادہ رہ
دہ چہ خوش باشد کہ سوی شہ روم	واصل درگاہ آں بیچوں شوم
واہ کیا اچھا ہو گا کہ میں شاہ کی جانب جاؤں گا	اس بے چون کے دربار سے متصل ہو جاؤں گا
وقت آمد کز جہان بیکسی	پای کوباں سوی بام او رسی
وقت آ گیا کہ بے کسی کی دنیا سے	تو رقص کرتا ہوا اس کے بالا خانہ کی جانب پہنچ جائے
زیں سبب فرمود احمدؐ مجتبےٰ	تحفۃ المومن کہ الموت اے فتا
اسی لئے احمدؐ مجتبیٰ نے فرمایا	اے نوجوان! موت مومن کا تحفہ ہے
گر نبودے موت در دنیای دوں	سخت می گشتیم عاجز بس زبوں
اگر کمینی دنیا میں موت نہ ہوتی	ہم سب عاجز اور مغلوب بن جاتے
شکر حق کو مخلصی بنہادہ است	غرفہ سوی آں جہاں بکشادہ است
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ نجات کا موقع رکھ دیا ہے	اس جہان کی جانب کھڑکی کھول دی ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	از عروج بعد مردن گو تو نیز
اے عزیز! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے	مرنے کے بعد کے عروج کے متعلق بتا
زاں عروجے کردہ در برزخ رود	درمیان قبر تا محشر بود
اس کے ذریعہ عروج کر کے برزخ میں جاتا ہے	قبر کے اندر محشر تک رہتا ہے
پس عروجے ہست در محشر پدید	بعد ازاں درنار یا جنت کشید
پھر ایک عروج محشر میں ظاہر ہوتا ہے	اس کے بعد جہنم میں یا جنت میں لے جاتا ہے
پس بسوی واحدیت تا احد	سر برآرد از تعین می رہد
پھر "واحدیت" کی جانب "احد" تک	سر ابھارتا ہے تعین سے نجات پا جاتا ہے
ملتجی سوی خدا شد زیں سبب	ہست رجعی سوی او خود بے طلب
اس لئے ملتجی اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہوا	خود بغیر مانگے اس کی جانب واپسی ہے
مومن از نور جما لے می رسد	ثمرہا از باغ رویت می چشد
مومن کو نور جمال کے ذریعہ سے پہنچتا ہے	دیدار کے باغ کے پھل چکھتا ہے
کافر از نور جلالی گو رسید	لیک محجوب ست و خسرانے کشید
کافر گویا نور جلالی کے ذریعہ پہنچتا ہے	لیکن وہ محجوب ہے اور اس نے نقصان اٹھایا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

معنی کل الینا راجعون	فہم کن واللہ اعلم بالفنون
"ہر ایک ہماری طرف لوٹنے والا ہے" کے معنی	سمجھ لے اور خدا فنون کو زیادہ جانتا ہے
ایں عروج اضطراری عام ہست	بہر ہر ناپختہ و ہر خام ہست
یہ اضطراری عروج عام ہے	ہر نہ پکے ہوئے اور ہر کچے کے لئے ہے
زیں سبب فرمود آں احمدؐ لبیب	موت جسر موصل آمد تا حبیب
ان عقلمند احمدؐ نے اسی لئے فرمایا	موت دوست تک پہنچانے والا پل ہے
واں عروج دوّمی شد ز اختیار	اولیاء و انبیاء را زاعتبار
وہ دوسرا عروج اختیار سے ہوا	اولیاء اور انبیاء کے اعتبار سے
از رہ علم و عمل عارج شدند	پس بموت معنوی خارج شدند
وہ علم و عمل کے راستہ سے عروج حاصل کرنے والے ہے	وہ معنوی موت کے ذریعہ نکلنے والے بنے
پیش مردن مردہ گرد و شو فنا	تا عروجے حاصل آید مرترا
مرنے سے پہلے مردہ بن اور فنا ہو جا	تاکہ تجھے عروج حاصل ہو
از منازلہا کہ سالک آمدست	جہد کردہ ہم بدانسو پازدست
سالک جن مراتب سے آیا ہے	کوشش کر کے اسی جانب قدم بڑھایا ہے
تاکہ وجہ حق برو ظاہر شود	در تجلی واحدی احدی رود
تاکہ اس پر حق کی وجہ ظاہر ہو جائے	"واحدی احدی" تجلی میں چلا جائے
خود فنا گردد بقا حاصل کند	قطرۂ را تا بحر کل واصل کند
خود فنا ہو جائے بقا حاصل کر لے	قطرے کو بحر کل سے جوڑ دے
سو میں معراج جذب ایزدی	کو کشد در لمحہ سوی بے خودی
تیسری معراج ایزدی جذب ہے	جو ایک لمحہ میں بے خودی کی جانب کھینچ لیتی ہے
چوں رسول مجتبیٰ در یک نفس	وارہید از قید ایں نازک قفس
جس طرح رسول مجتبیٰ ایک سانس میں	اس نازک پنجرے کی قید سے چھوٹ گئے
دفعۃً تا قاب قوسین او پرید	راہ صد سالہ بیک جنبش برید
دفعۃً وہ قاب قوسین تک اڑے	سو سالہ راستہ ایک جنبش میں طے کیا
در دم از ظاہر سوی باطن رود	واں کثافت خود لطافتہا شود
فوراً ظاہر سے باطن کی جانب چلا جاتا ہے	وہ کثافت خود لطافتیں بن جاتی ہے
ظلمت خاکی ز جسم تو رود	نور یزدانی بہفت اعضا دود
خاکی ظلمت تیرے جسم سے چلی جاتی ہے	خدائی نور سات اعضاء میں دوڑ جاتا ہے
لیکن ایں در اختیار عبد نیست	بندہ را فعلے بجز در جہد نیست
لیکن یہ بندے کے اختیار میں نہیں ہے	بندے کا کام کوشش کے سوا نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ز اجتبا گشتند محبوباں مصیب	واں دگرہا گشتہ یھدی من ینیب
محبوب "اجتبار" کی وجہ ٹھیک پہنچنے والے ہیں	اور وہ دوسرے "وہ اس کو ہدایت کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے" کے مصداق ہے
ہر مرید آخر مرادے می شود	طالبے مطلوب رادے می شود
ہر مرید آخر میں مراد بن جاتا ہے	طالب جوان کا مطلوب بن جاتا ہے
نے مشابہ آنکہ کار آخر کند	ہر مرید ایں اجتبارا کے سزد
نہ وہ مرتبہ جو کام مکمل کر دے	ہر مرید اس "اجتبار" کے لائق کہاں ہے
قدر حال خود مرید آمد مراد	زیں سبب فرمود آں رب العباد
مرید اپنے حال کے اندازہ سے مراد بنتا ہے	اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
من تقرب شبر باعا کنت لہ	من اتی یمشی اتیت ہرولہ
جو ایک بالشت قریب ہوا میں چار ہاتھ ہوا	جو چل کر آیا میں بھاگ کر آیا
جہد کن کز جہد ہا عارج شوی	ز آشیان آب و گل خارج شوی
کوشش کر کیونکہ مجاہدوں سے تو صاحب معراج ہو گا	آب و گل کے آشیانہ سے نکل جائے گا
از چہ نور پاک و خوش آمد ملک	از چہ صاف و روشن آمد ایں فلک
فرشتہ پاک نور اور بھلا کس وجہ سے ہے	یہ آسمان صاف اور روشن کس وجہ سے ہے؟
زانکہ از خاک مکدر برتر اوست	زانکہ از نفس دنی مطہر اوست
اس لئے کہ کدر خاک سے وہ بالا ہے	اس لئے کہ وہ کمینہ نفس سے پاک ہے
نفس خیرہ خاک تیرہ شد بہم	بر بلا آمد بلا اے خوش قدم
بے باک نفس اور کدر مٹی اکٹھے ہوئے	اے خوش قدم! مصیبت بالائے مصیبت ہوئی
جہد کن تا خاک را صافی کنی	زیں ہمہ آلودگی ہا برکنی
کوشش کرتا کہ تو مٹی کو صاف کر لے	تو ان سب آلودگیوں سے جدا ہو جائے
نفس خیرہ را بدہ بس گوشمال	تادمد از خاک جسمت صد نہال
بے باک نفس بہت سزا دے	تاکہ تیرے جسم کی مٹی سے سینکڑوں پودے اگیں
جہد کن اندک زمانہ روز چند	چند شب گریہ بکن باقی مخند
چند دن تھوڑے وقت مجاہدہ کرے	چند راتیں روئے باقی ہنس
زیں سبب فرمود قرنی اویسؒ	ساعۃ دنیا و فیہا الروح لیس
اسی لئے اویس قرنیؒ نے فرمایا	دنیا کچھ وقت ہے اور اس میں آرام نہیں ہے
کاہلی درکار دنیا در سپار	چابکی میکن پے روز شمار
دنیا کے کام میں کاہلی اختیار کر	حساب کے دن کے لئے چستی برت
زہد در دنیا چہ جای فخر تست	میل سوی جیفہ ننگ و خسر تست
دنیا میں زہد تیرے فخر کا کیا موقع ہے؟	مردار کی طرف میلان ذلت اور ٹوٹا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر او خفا چو پرپشہ نیست	پیش بحر آں جہاں جزر شہ نیست
یقیناً اس کی قدر مچھر کے پر کی طرح (بھی) نہیں ہے	اس جہان کے سمندر کے سامنے ایک چھینٹے کے سوا نہیں ہے
کرد احسانے خدا وند بلند	زہد ایں ناچیز را از ما پسند
خدائے برتر نے بڑا احسان فرمایا	کہ اس ناچیز سے ہماری بے رغبتی پسند کر لی
زہد نامرغوب چیزے بس حقیر	از کرم بنوشت او شیئاً کثیر
بہت حقیر ناپسندیدہ چیز سے بے رغبتی کو	کرم سے اس نے "کثیر چیز" لکھ دیا
از عنایتہای خاص ایزدست	کو شبہ گیرد دہد گوہر بدست
اللہ (تعالی) کی خاص عنایتوں میں سے ہے	کہ وہ پتھر لے لیتا ہے اور موتی عطا کرتا ہے
عمر معدود قلیلے بے ثبات	طاعتے کردی و رفتی در حیات
ناپائیدار تھوڑی گنی چنی عمر	تو نے عبادت کی اور (ابدی) زندگی میں چلا گیا
آں حیات باقی بے انتہا	نے عدم گردش بگردد نے فنا
وہ لامحدود باقی رہنے والی زندگی	جس کے چاروں طرف نہ عدم گردش کرتا ہے نہ فنا
لایحوم حوله الاعدام قط	صرت روحاً باقیاً حیاً فقط
نیستیاں اس کے گرد کبھی چکر نہیں کاٹتیں	تو بس باقی رہنے والی زندگی روح بن گیا
عمر دنیا پیش عقبیٰ ساعت ست	ساعتے را ناہی راحت ست
آخرت کے بالمقابل دنیا کی عمر ایک گھڑی ہے	ایک گھڑی کی وجہ سے لامحدود راحت ہے
بے کجائی فہم و عقل تو چہ شد	پاس انفاس چو گوہر دار خود
بائیں تو کہاں ہے؟ تیری سمجھ اور عقل کیا ہوئی؟	اپنے موتی جیسے سانسوں کا لحاظ رکھ
ہر نفس بہر مسیحائیت چست	گر نداری پاس او از جہل تست
ہر سانس تیری مسیحائی کے لئے تیار ہے	اگر تو لحاظ نہ رکھے تیری نادانی ہے
قیمت یک دم جہانے گر دہی	نیست ممکن کز اجل یکدم رہی
تو اگر ایک سانس کی قیمت ایک دینار لے	ممکن نہیں ہے کہ ایک سانس کے لئے موت سے نجات پائے
اینچنیں انفاس خوش ضائع مکن	غفلت اندر شہر جاں شائع مکن
ایسی بہتر سانس ضائع نہ کر	جان کے شہر میں غفلت کو رائج نہ کر
بر سپرخی سہ روزہ می تنی	چوں ستاع آخر بپاسے برزنی
تو تین روزہ کی خوشی کے گرد گھومتا ہے	بالآخر بانجھ عورت کی طرح ایک سانس میں گر جائے گا
درز غارہ چوں زغارہ سان سان	بند بندت گردد آخر اے فلاں
نمناک مٹی میں سبز شاخ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے	بالآخر تیرا جوڑ جوڑ ہو جائے گا اے فلاں!
سامۂ عہد ازل را یاد کن	زخشۂ فطرت چو داری باد کن
ازل کے عہد کے وعدہ کو یاد کر	جبکہ تو فطرت کا شعلہ رکھتا ہے ہوا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر عبادت را ز حق وقت آمدست	در صلوٰۃ و صوم میقاتے شدست
ہر عبادت کا اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے وقت مقرر ہے	نماز اور روزے کا ایک وقت معین ہے
ہم زکوٰۃ و حج فرض وقتی ست	غفلت اندر وقت آں بدبختی ست
زکوٰۃ اور حج بھی وقتی فرض ہے	اس کے وقت میں غفلت بدبختی ہے
جز کہ ذکر آں خدائے پاک ذات	نیستش وقت معین از خدات
اس خدائے پاک ذات کے ذکر کے سوا	خدا کی جانب سے تیرے لئے اس کا وقت معین نہیں ہے
لوط ذکر حق بہ نسیاں داشتند	ذکر را دائر بہ نسیاں ساختند
انہوں نے اللہ (تعالیٰ) کی یاد کا بھول سے تعلق کر دیا	ذکر کو بھول میں دائر کر دیا
گفت اذکر ربک آں شاہ جہاں	وقت نسیاں اذنسیت رابخواں
اس شاہجہاں نے "تو اپنے آپ کو یاد کر" فرمایا	بھول کے وقت جبکہ تو بھولے پڑھ لے
ظفر اذکر اذنسیت آمدست	پس بہر نسیاں قریں ذکرے شدست
"تو ذکر کر" کا وقت "جبکہ تو بھولے" آیا ہے	تو ہر بھول کا ساتھی ذکر ہے
ہر جہت نسیاں بتازد ذکر گو	تا نماند غیر ذکر و فکر ہو
جس وقت تجھ پر بھول حملہ کرے ذکر کر	تا کہ اللہ (تعالیٰ) کے ذکر و فکر کے سوا کچھ نہ رہے
جز خدائے وحدہٗ چہ بود دگر	نام او بر جان و دل شیر و شکر
خدائے وحدہ کے علاوہ دوسرا کیا ہے؟	اسی کا نام جان اور دل کے لئے شیر و شکر ہے
ذکر کن مذکور تا گردد عیاں	نے ہمیں ذکر کہ باشد بر زباں
(ایسا) ذکر کر کہ جس کا ذکر ہوا مشاہد ہو جائے	نہ وہ ذکر جو (صرف) زبان پر ہو
ذکر لفظی غیر عارض بیش نیست	ذکر روحی جز فن درویش نیست
لفظی ذکر ایک عارض سے زیادہ کچھ نہیں	روحی ذکر درویش کے ہنر کے سوا نہیں ہے
چونکہ برباید ترا سلطان ذکر	آں زماں گشتی سراپا کان ذکر
جب سلطان الذکر تجھے اڑا لے	اس وقت تو مجسم ذکر کی کان بن گیا
ذاکر و مذکور و ذکر آید یکے	غیر حق باقی نماند بے شکے
ذاکر اور مذکور اور ذکر ایک ہو جائے گا	بے شک اللہ (تعالیٰ) کے سوا باقی نہ رہے گا
عالمے دیگر بدل زائد ترا	کیں سما و ارض شد آنجا ہبا
تیرے دل میں ایک دوسرا ایسا عالم پیدا ہو گا	کہ یہ آسمان اور زمین وہاں ذرہ ہیں
آفتاب دیگر از مشرق تند	ذرہ ات اشراق خورشیدے کند
مشرق سے دوسرا سورج طلوع کرے گا	اس کا ایک ذرہ سورج کو روشن کر دے گا
مہر چوں آئینہ را گردد محیط	آئینہ خود جلوہ گر شد زاں بسیط
سورج جب آئینہ کو گھیر لیتا ہے	اس پھیلے ہوئے سے خود آئینہ جلوہ گر ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ازیں گفتن اجازت کے بود	نحن اقرب ہر زمانم دے بود
اس کے بعد کہنے کی اجازت کہاں ہے؟	ہر وقت تیرے لئے "ہم زیادہ نزدیک ہیں" وہ ہوتا ہے
در رگ و در پوست و اندر استخواں	برق زد چندانکہ رفت از من نشاں
رگ میں اور کھال میں اور ہڈی میں	ایسی بجلی گری کہ میرا نشان مٹ گیا
شعلۂ عشق از گریباں سر برد	احمدا اکنوں مجو غیر از احد
عشق کے شعلہ نے گریبان سے سر ابھارا	اے احمدا اب احد کے غیر کو تلاش نہ کر
شد گریباں صورت مقراض لا	من کجا و ہستی فانی کجا
گریبان "لا" کی قینچی کی صورت بن گیا	(اب) میں کہاں اور فانی ہستی کہاں؟
قارعہ آمد ز عشق ذوالجلال	ریزہ ریزہ کرد مینای خیال
ذوالجلال کے عشق کی قیامت آ گئی	جس نے خیال کی صراحی کو ریزہ ریزہ کر دیا
در قیامت راز عشق ست اے فلاں	صد قراع چوں کتائب الاماں
اے فلاں! قیامت میں عشق کا راز ہے	لشکروں کو سو مرتبہ کھٹکھٹانے کی طرح الاماں

درتاویل برتصوف سورۃ القارعۃ ماالقارعۃ ومادرک القارعۃ

تصوف کے اعتبار سے اس سورت کی تفسیر القارعہ کیا ہے القارعہ اور کس چیز نے تجھے بتایا کیا ہے القارعہ

قارعہ دانی کہ چہ بود قارعہ	ہست بہر کوب دلہا سارعہ
تو قارعہ کو جانتا ہے قارعہ کیا ہے؟	دلوں کو کوٹنے کے لئے جلدی کرنے والی ہے
پس چہ آگاہی بگوزاں قرع سخت	کو کند دلہائے عاشق لخت لخت
تو بتا تو کیا جانتا ہے سخت کوٹنے کے بارے میں؟	جو عاشقوں کے دلوں کو ٹکڑے کر دیتا ہے
قرع عشق آں روز باشد بردلت	تا بدیں نوبت رساند منزلت
تیرے دل پر عشق کا کوٹنا اس روز ہو گا	حتیٰ کہ تیرا مقام اس نوبت پر پہنچا دے گا
پیش تو شاہ وامیر و ہر کبیر	جملہ چوں پروانگاں باشد حقیر
تیرے سامنے شاہ اور امیر اور ہر بڑا	سب پروانوں کی طرح حقیر ہوں گے
در نظر کسی را نباشد وزن جو	دل نباشد با کسے ہرگز گرو
نظر میں کسی کا جو برابر وزن نہ ہو گا	دل ہرگز کسی کا پابند نہ ہو گا
روزن عجب دریا مسدود شد	تاترا خلق از نظر مفقود شد
تکبر اور ریاکاری کا سوراخ بند ہو گیا	حتیٰ کہ مخلوق تیری نظر سے گم ہو گئی
غیر حق را قدر نبود دردلت	مردہ گردد خواہش آب و گلت
تیرے دل میں حق کے غیر کی قدر نہ ہو گی	تیری آب و گل کی خواہش مردہ ہو جائے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

وتکون الجبال کالعھن المنفوش

اور ہوجائیں گے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح

کوہہای سخت چوں پنبہ شود	از نظر ہمچوں سحابے میرود
سخت پہاڑ روئی کی طرح ہو جائیں گے	نظر کے سامنے ابر کی طرح چلیں گے
عالمے گردد ہبا پیش نظر	غیر حق را مرتفع گردد اثر
آنکھ کے سامنے عالم ذرات بن جائے گا	حق کے غیر کا اثر اٹھ جائے گا
چیست عالم آں عرضہا مجتمع	در یکے عین بسیط ممتنع
عالم کیا ہے؟ جمع شدہ عرض ہیں	ایک وسیع جوڑے عین میں
نیست چوں اعراض را ہرگز بقا	ہر چہ موجودست ہست اکنوں فنا
چونکہ اعراض کے لئے ہرگز بقا نہیں ہے	جو موجود ہے اب فنا ہے
عالم امواجیست در بحر وجود	لیک چوں آبیست سیال اے ودود
وجود کے سمندر میں عالم موجیں ہیں	لیکن اے دوست پانی کی طرح بہنے والا ہے
ہمچو آں جوالہ شعلہ دائرہ	در نظر آید بسرعت سائرہ
جس طرح دائرے میں گھومنے والا شعلہ	نظر میں تیز چلنے والا نظر آتا ہے
نیست درواقع بجز نقطہ دگر	ایں فساد از حس تو شد اے پسر
واقع میں سوائے ایک نقطہ کے دوسری چیز نہیں ہے	اے بیٹا! یہ فساد تیری حس سے ہوا
ہمچناں کہ قطرہائے نازلہ	نزد توشد مستقیم وواصلہ
جیسے کہ نیچے آنے والے قطرات	تیرے نزدیک سیدھا (خط) اور جڑے ہوئے ہیں
بسکہ او جنبش بسرعت میکند	حس تو بر فقد او کے می تند
وہ صرف تیزی سے حرکت کر رہے ہیں	تیرا حس اس کے نہ ہونے کو کب محسوس کرتا ہے
ہست در تجدید اکواں ایں جہاں	میشود مثلش مجدد ہر زماں
اس دنیا کی کائنات نیا ہونے میں ہے	اسی جیسا ہر لمحہ نیا آجاتا ہے
لیک حس ظاہرت از اشتباہ	دائم آں یک شے بہ بیند در نگاہ
لیکن تیری ظاہری حس اشتباہ کی وجہ سے	ہمیشہ نظر میں ایک چیز کو دیکھتی ہے
در نظر آمد نظام متسق	ہست در ہر آں و لیکن ممحق
نگاہ میں متصل نظام ہے	جو ہر آن موجود ہوتا ہے لیکن مٹنے والا ہے
نیست در یک لمحہ عالم را قرار	ہمچو موج آب دائم در فرار
عالم کو ایک لمحہ کے لئے قرار نہیں ہے	پانی کی موج کی طرح ہمیشہ روانگی میں ہے
ہر زماں از فیض سابق لاحقے	ہمچو او موجود گردد فائقے
ہر لمحہ پہلے کے فیض کا ایک لاحق ہے	ایک بڑھا ہوا اس جیسا موجود ہوجاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

موجد و مفنی ہماں یکذات دوست	اختفا باخود ظہور نور اوست
پیدا کرنے والی اور فنا کرنے والی دوست کی وہی ایک ذات ہے	اس کا مخفی ہونا خود اس کا ظہور ہے
سرعت کون و فساد ایں سحر کرد	شد ز حس مشترک تمیز فرو
بننے اور بگڑنے کی تیزی نے یہ جادو کیا ہے	حق حس مشترک سے تمیز جدا ہو گئی ہے
کل شی ء ھالک الا وجھہ	ایں زماں ست آشکارا اے عمو
ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اس کی ذات	اے چچا! اسی وقت ظاہر ہے
لیک فیض حق مدد آرد زجود	ہر دمش بخشد سر نو نو وجود
لیکن سخاوت کی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) کا فیض پہنچاتا ہے	اس کو ہر دم از سر نو نیا وجود عطا کر دیتا ہے
ہر دمت اے جاں فنا و زندگیست	غیر وجہ اللہ کرا پایندگیست
اے جان تیری ہر وقت فنا اور زندگی ہے	اللہ کی ذات کے سوا کس کے لئے بقا ہے؟
قارعہ ایناں چو برجانت زند	ضربت آں تیشہ ہستت را کند
کھڑکھڑانے والی (قیامت) اس طرح جب تیری جان پر پڑتی ہے	اس تیشہ کی ضرب تیری ہستی کو اکھاڑ دیتی ہے
مستمر بینی عدم اعیان را	نیست موجودے بجز ذات خدا
تو ہمیشہ موجودات کا عدم دیکھے گا	خدا کی ذات کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے
کوہہا گردد ترا مرالسحاب	مرتفع شد چونکہ از چشمت حجاب
پہاڑ تیرے لئے ابر کا چلنا ہو جائے گا	جبکہ تیری نظر سے پردہ ہٹ گیا

فامامن ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ الیٰ آخرہ

لیکن وہ شخص جس کی ترازوئیں بھاری ہوئیں پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہے الخ

ہر کرا در ضربت عشق و قراع	کفۂ میزان عقلش شد مراع
عشق اور کھڑکھڑانے کی ضرب میں	جس کی عقل کی ترازو کا پلڑا رعایت کیا گیا ہو گیا
کفۂ میزان عقلش شد گراں	از نہیب عشق نامد در زیاں
اس کی عقل کی ترازو کا پلڑا بھاری ہو گیا	عشق کی دہشت سے وہ نقصان میں نہ پڑا
گرچہ کنت سمعہ بی یسمع اوست	خود کہ بی یبصر و بی یبطش زدوست
اگرچہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے وہ ہے	وہ خود دوست کی جانب سے "مجھ سے وہ دیکھتا ہے اور مجھ سے وہ پکڑتا ہے" ہے
لیک در شور فنا از جا نشد	در مقام جمع قطع افزا نشد
لیکن فنا کے شور میں وہ جگہ سے نہ ہٹا	وہ جمع کے مقام میں خلاف شریعت بات بڑھانے والا نہ بنا
حد خود را داشت مطموح نظر	آنچہ می بیند نگفت او از حذر
اس نے اپنی حد کو منظور نظر رکھا	جو کچھ وہ دیکھتا ہے احتیاط کی وجہ سے اس نے وہ نہ کہا
اوست در عیش پسندیدہ مدام	در مقام خلت از کاس الکرام
وہ ہمیشہ پسندیدہ زندگی میں ہے	"خلت" کے مقام پر سخیوں کے پیالہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

وانکہ شد میزان عقل او سبک	رفت در جام از حدآں ظرف تنک
اور وہ شخص جس کی عقل کی ترازو ہلکی پڑی	وہ کم ظرف (ایک) جام سے حد سے گزر گیا
شورشے دو حشے آغاز کرد	خویش را باقرص خور انباز کرد
شورش اور وحشت شروع کر دی	اس نے اپنے آپ کو اپنی ٹکیہ کے ساتھ شریک کر لیا
گشت در آئینہ تاباں آفتاب	محو شد آئینہ رخشاں آفتاب
سورج آئینہ میں روشن ہوا	آئینہ محو ہو گیا سورج روشن ہے
خود گمان آفتابے او نمود	لیک در واقع بجز عکس او نبود
اس نے سورج ہونے کا گمان ظاہر کیا	لیکن واقع میں اس کے عکس کے سوا کچھ نہ تھا
گشت منصور و سرے برباد داد	وز شرار عشق آتشہا فتاد
وہ منصور بن گیا اور سر برباد کیا	عشق کی چنگاریوں سے آگیں لگیں
برق از جان و دلش سربرزند	شعلۂ شوقش چو خاکستر کند
اس کی جان و دل سے بجلی نکلتی ہے	اس کو شوق کا شعلہ راکھ کی طرح کر دیتا ہے
شعلہ غیرت بدل گرم او فتاد	آتش عشق افسر سوزش بداد
غیرت کا شعلہ دل میں لگا	عشق کی آگ نے سوزش کا تاج پہنا دیا
تیز تر شد برق عشق بے نشاں	سوختہ چوں یافت سورد بیگماں
بے نشان عشق کی بجلی زیادہ تیز ہو گئی	جب اس نے ایندھن پایا وہ یقینا جل جائے گا
پس شود جای دلش در ہاویہ	ہیچ میدانی چہ باشد ماہیہ
اس کے دل کی جگہ ہاویہ ہو گئی	تو کچھ جانتا ہے وہ کیا ہوتی ہے "وہ کیا ہے"
آتش سوزندہ نقش غیر را	کہ بسوزد پر طیر و سیر را
غیر کے نقش کو جلا دینے والی آگ	جو اڑنے اور سیر کرنے والے پر کو جلا دیتی ہے
از لہیب آتش ہجراں بسوخت	ہر کہ زاں شمس مشعشع دیدہ دوخت
وہ ہجر کی آگ کی لپیٹ سے جل گیا	جس نے اس شعاع دار سورج پر آنکھ جمائی
اے ایاز ارحد خود بشناختی	جاں بجان شاہ بے حد ساختی
اے ایاز! (اگر) تو اپنا مرتبہ پہچان جاتا	جان کو لامحدود شاہ کی جان سے وابستہ کرتا

باز رجوع نمودن بتفصیل وتاویل قصہ شہزادگاں وتطبیق نمودن او برمنازل عرفان

شہزادہ کے قصہ کی تاویل اور تفصیل کی جانب رجوع کرنا اور اس کی عرفان کے مراتب کے ساتھ مطابقت کرنا

یادم آمد قصۂ شہزادگاں	باز گردانم بسوی آں عناں
مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا	اس کی جانب پھر باگ موڑتا ہوں
اعتبارے گیر ازیں قصہ تمام	تا بری زیں داستاں حصہ تمام
اس قصہ سے پوری عبرت حاصل کر لے	تاکہ تو اس داستان سے پورا حصہ حاصل کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرد را باید کہ کار خود کند	نے بر افسون و فسانہ برتند
انسان کو چاہئے کہ اپنا کام کرے	نہ کہ افسوں اور افسانہ پر انحصار کرے
عمرہا کردی در افسانہ تمام	صبح نزدیک ست بر خیز از منام
تو نے عمر افسانہ میں ختم کر دی	صبح قریب ہے نیند سے بیدار ہو جا
صبح پیری آمد و وقت رحیل	در اساطیر و سمر کم شو دخیل
بڑھاپے کی صبح آ گئی اور کوچ کا وقت ہے	کہانیوں اور قصہ میں دخل نہ دے
آں بکن کہ زاد راہے باشدت	در لحد روشن چو ماہے باشدت
وہ کر جو تیرے راستہ کا توشہ ہو	جو چاند کی طرح تیرے لئے قبر میں روشن ہو
شام شد آمد غروب آفتاب	وقت بیگہ شد بخانہ رو شتاب
شام ہو گئی آفتاب کے غروب کا وقت ہو گیا	دیر ہو گئی جلد گھر جا
نان و حلوا خوردہ تو مدتے	ہیچ زاں دیدی بباطن عدتے
تو نے ایک مدت تک روٹی اور حلوا کھایا ہے	اس سے باطن میں تو نے کوئی ذخیرہ دیکھا؟
نفس را پروردی و گاوے شدی	کے بمنزلگاہ خود شادے زدی
تو نے نفس کو پالا اور بیل بن گیا	تو نے کب اپنی منزل کی جانب قدم اٹھایا؟
چوں ستا کے تازہ سر افراختی	خود ستاوندے معلے ساختی
تو نے نئی شاخ کی طرح سر ابھارا	اپنے آپ کو اونچا بنگلہ بنایا ہے
سنگ را سنبیدی از ناخن بزور	شیر را رنجاندی ازا قوت چو کور
تو نے طاقت کے ناخن کے ذریعہ پتھر میں سوراخ کر دیا	تو نے قوت کی وجہ سے شیر کو گورخر کی طرح ستایا
آخر انفاست سکنجیدن کند	چوں چغک در مرگ چخزیدن کند
بالآخر تیرے سانس گھٹنے لگیں گے	چڑیا کی طرح مرتے وقت ڈریں گے
پس بکن امروز بہر مرگ ساز	در گزری سوی حقیقت از مجاز
پس تو آج موت کے لئے تیاری کر لے	مجاز سے حقیقت کی جانب چلا جا
نان و حلوا خوردی و کمتر شدی	در و حلہای گنہ چوں خرشدی
تو نے روٹی اور حلوا کھایا تو موٹا ہو گیا	گناہ کی کیچڑوں میں گدھے کی طرح رہ گیا
نعمت الوان دیگر خوردہ گیر	خویشتن را آخر اے جاں مردہ گیر
فرض کر لے تو نے قسم قسم کی نعمتیں کھائیں	اے جان بالآخر اپنے آپ کو مردہ فرض کر لے
چرب و شیریں خوردہ گیر اے شیر زفت	در دو روزہ تب ہمہ آں زور رفت
اے موٹے شیر فرض کر لے تو نے چکنی اور میٹھی غذائیں کھائیں	دو دن کے بخار میں وہ سب طاقت ختم ہو گئی
آں بخور کاں نور دل افزایدت	غرفہ سوی آں جہاں بکشایدت
وہ کھا جو تیرے دل کا نور بڑھائے	اس جہان کی جانب تیری کھڑکی کھول دے

www.besturdubooks.wordpress.com

رفت عمر بے بہادر کاہلی	چند روزے ماندہ است و غافلی
تیری قیمتی عمر سستی میں ختم ہوئی	چند دن رہے ہیں اور تو غافل ہے
رفت رفت اکنوں بیاہم سوی دوست	تیز تر نہ گام اندر کوی دوست
جو گزرا سو گزرا اب بھی دوست کی جانب آ جا	دوست کے کوچہ میں تیز قدم اٹھا
آنچہ باقی ماندہ از دستت مدہ	باز سرکن سر بہ پائے یار نہ
جو کچھ باقی ہے اس کو ہاتھ سے نہ دے	سر کے بل چل سر کو یار کے پاؤں پر رکھ دے
آنکہ گر صد سال عصیانش کنی	باز درباز است چوں حلقہ زنی
اے وہ کہ اگر تو سو سال اس کی نافرمانی کرے	پھر بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اگر تو کنڈی کھٹکھٹائے
زیں چنیں یارے نکو ببریدۂ	خاک بر فرقت کہ بد فہمیدۂ
تو ایسے بھلے دوست سے کٹا ہے	تیرے سر پر خاک تو غلط سمجھا ہے
کار حق برطاق نسیاں داشتی	در ہوا چندیں علم افراشتی
تو نے اللہ (تعالیٰ) کا معاملہ تو طاق نسیاں میں رکھ دیا	تو نے نفس کی خواہش میں اتنے جھنڈے بلند کیے
پنبہ غفلت بدر از گوش کن	پندم ایجاں بشنو اندک ہوش کن
غفلت کی روئی کان سے نکال	اے جان! میری نصیحت سن لے تھوڑا سا ہوش کر
چیست روح آں طائر قدسی صفت	در قفس محبوس بہر معرفت
روح کیا ہے؟ وہ قدسی صفت پرند ہے	معرفت کے لئے پنجرے میں بند ہے
چیست روح آں طائر قدسی نژاد	بہر کسبے اندریں زنداں فتاد
روح کیا ہے؟ وہ قدسی نسل پرند ہے	کمائی کے لئے اس قید خانہ میں پڑا ہے
بہر تعلیم ست طوطی در قفس	تابیا موزد صفیر از خوش نفس
طوطی پنجرے میں سکھانے کے لئے ہے	تاکہ وہ خوش آواز سے سیٹی (بجانا) سیکھ لے
آمدہ بہر تجارت از عدم	روبداں سو باشد او را دمبدم
تجارت کے لئے عدم سے آئی ہے	اس کا رخ ہر وقت اس جانب ہے
نفس تو ہمچو پدر در تربیت	میکند منع از حصار مدہشت
تیرا نفس تربیت میں باپ جیسا ہے	تجھے دہشت ناک قلعہ سے روکتا ہے
نفس امارہ بعصیاں راندت	سوئے فسق و کفر و طغیاں خواندت
نفس امارہ تجھے گناہ کی طرف چلاتا ہے	تجھے فسق اور کفر اور سرکشی کی جانب بلاتا ہے
منع آرد زاں حصار پر صور	کاں رباید ہوش دنیا سربسر
اس تصویروں بھرے قلعہ سے منع کرتا ہے	کہ وہ دنیاوی عقل بالکل اڑا دیتا ہے
حصن دین احمدی بابرج دبار	می رباید ہوش دنیا ز اعتبار
برج اور بزرگی والا احمدی دین کا قلعہ	عبرت کی وجہ سے دنیاوی ہوش اڑا دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اندراں تصویرِ شاہ و دخت او ست	ذکرِ حور و جنت و عشق نکوست
اس میں شاہ اور اس کی دختر کی تصویر ہے	حور اور جنت اور اچھے عشق کا ذکر ہے
چونکہ زوجنا بحور عین گفت	گوہرِ دل را بتارِ طمع سفت
چونکہ "ہم نے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی کردی" فرمایا	دل کے موتی کو لالچ کے تار سے گوندھ دیا
چونکہ انسانیت مجبول از ازل	سوئے جلبِ نفع و دفعِ ہر خلل
چونکہ انسان ازل سے پیدا کیا ہوا ہے	نفع کمانے اور ہر نقصان کو دفع کرنے کی جانب
زیں سبب در حصنِ شرعِ خوش نظر	کردہ انداز رغبت و رہبت صور
اسی لئے شریعت کے قلعہ میں	رغبت اور خوف دلانے کی تصویریں بنا دی ہیں
گہ زراہِ طمع بر راہ آورند	گاہ خوفِ قعرِ دوزخ میدہند
کبھی لالچ کے طریقہ سے راستہ پر لگاتے ہیں	کبھی دوزخ کی گہرائی کا خوف دلاتے ہیں
تازیانہ نفسہائی سرکشاں	جبر و کرہاً می برد سوئی شہاں
سرکش نفوس کو کوڑا	جبراً اور قہراً شاہوں کی طرف لے جاتا ہے
تا کہ طوعاً یا کہ کرہاً ایں نفوس	سوئے شاہ و دخترش گردد انوس
تاکہ یہ نفس خوشی سے یا جبراً	شاہ اور اس کی لڑکی کی جانب مانوس ہو جائیں
لیک چوں شہزادگاں یعنی بشر	بر سہ قسم انداز سلوک اے دیدہ ور
لیکن شہزادوں کی طرح یعنی انسان	اے دیدہ ور سلوک میں تین قسم کے ہیں
ظالم منہم لنفسہ مقتصد	سابق بالخیر بعضے شد زجد
ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور میانہ رو ہے	بعض کوشش سے بھلائی کی جانب سبقت کرنے والا تھا
اولیں شہزادہ کشت او نفس خود	از گروہ ظالمان نفس شد
پہلا شہزادہ اس نے اپنی جان کو ہلاک کیا	وہ نفس پر ظلم کرنے والوں کے گروہ میں سے ہو گیا
در طپش آں در جانش از کف فتاد	داد کسب و معرفت ہرگز نداد
اس کی جان کا موتی طپش میں ہاتھ سے گر گیا	اس نے کسب اور معرفت کی کوئی داد نہ دی
لیک لطفِ شاہ دستش را گرفت	شد ز منظوران درگاہ ایں شگفت
لیکن شاہ کی مہربانی نے اس کی دستگیری کی	وہ مقبولان بارگاہ میں سے ہو گیا یہ تعجب ہے
ہر کہ بہرش جاں دہد جانش دہند	وانکہ یاقوتے دہد کانش دہند
جو اس کے لئے جان دے دیتا ہے وہ اس کو جان دے دیتے ہیں	اور جو ایک یاقوت دیتا ہے اس کو کان دے دیتے ہیں
سوخت از یک شعلہ چوں پروانگاں	در چہے افتاد چوں دیوانگاں
وہ پروانوں کی طرح ایک شعلہ سے جل گیا	دیوانوں کی طرح ایک کنویں میں گر گیا
مرد باید در نبردِ شیرِ عشق	تا بقدرِ وسع گردد سیرِ عشق
عشق کے شیر کی جنگ میں بہادر درکار ہے	تاکہ وسعت کی بقدر عشق سے سیراب ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بمردن یار درد ست آمدے	پس رہ حق سخت آساں تر بدے
اگر مرنے سے دوست ہاتھ آ جایا کرتا	تو خدا کا راستہ بہت آسان ہوتا
ہست اینجا ہرکس مرگے دگر	کز مرارش موت دارد صد خطر
یہاں ہر دم ایک دوسری موت ہے	جس کی تلخی سے موت سو خطرے محسوس کرتی ہے
واں دوم تحصیل کرد و اجتہاد	لیک در عجبے فتاد و در فساد
اور اس دوسرے نے تحصیل اور کوشش کی	لیکن تکبر میں اور فساد میں پڑ گیا
خویش را با آفتاب انباز کرد	دعویٰ قول انا الحق ساز کرد
اپنے آپ کو سورج کا شریک بنایا	"انا الحق" کے قول کا دعویٰ شروع کر دیا
در رہ اوہم توقف بیش شد	منزل دارآں سرش را پیش شد
اس کی راہ میں بھی توقف زیادہ ہوا	سولی کی منزل اس کے سر کے سامنے آ گئی
ماند در راہ از کمال احمدیؐ	جرعہ نوشید از جمال احمدیؐ
کمال احمدیؐ سے راستہ میں رہ گیا	اس نے احمدیؐ جمال کا ایک گھونٹ پیا
لطف شہ او را بجاں مقبول کرد	با وصال خویشتن مشغول کرد
شاہ کی مہربانی نے اس کو (دل و) جان سے مقبول بنایا	اپنے وصال میں مشغول کر دیا
نے ز استعداد و استحقاق بود	ایں ہمہ لطف شہ خلاق بود
استعداد اور استحقاق کی وجہ سے نہ ہوا	یہ سب کچھ پیدا کرنے والے شاہ کی مہربانی تھی
واں سوم شہزادہ بود از سابقاں	گشت از ہر دو برادر سابق آں
اور وہ تیسرا شہزادہ سبقت لے جانے والوں میں تھا	وہ دونوں بھائیوں سے آگے بڑھ گیا
از طریق معرفت آگاہ شد	با حقیقتہای شہ ہمراہ شد
معرفت کے راستہ سے باخبر ہو گیا	شاہ کی حقیقتوں کا ہمراہ بن گیا
کرد جہد و کسب عرفانی نمود	قرب آں شہ دمبدم بری فزود
اس نے مجاہدہ اور کسب کیا عرفان ظاہر ہوا	دمبدم اس شاہا کا قرب بڑھ رہا تھا
چوں ز ترغیب اہل ایماں میروند	سوی شاہ از عشق دختر میدوند
چونکہ اہل ایمان رغبت دلانے سے چلتے ہیں	شاہ کی جانب لڑکی کے عشق سے دوڑتے ہیں
چوں نظر بر شہ فتاد از خود شدند	عشق دختر مستتر بر شہ زدند
جب ان کی نظر شاہ پر پڑی از خود رفتہ ہو گئے	پوشیدہ لڑکی کا عشق شاہ سے وابستہ کر دیا
چونکہ استعداد کامل دید شاہ	در حبالش داد دختر ز انتباہ
شاہ نے چونکہ مکمل استعداد دیکھی	آگاہی کی وجہ سے لڑکی اس کے نکاح میں دے دی
واں دو را ہم شد ز دختر گو نصیب	لیک کو آں رتبہ و قرب عجیب
اگرچہ ان دونوں کو بھی لڑکی سے حصہ ملا	لیکن وہ رتبہ اور عجیب قرب کہاں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

ناقصے را شاہ برمسند نشاند	خویش خواند و برسرش زرہا فشاند
ناقص کو بھی شاہ نے مسند پر بٹھایا	اپنا کہا اور اس کے سر پر زر افشانی کر دی
ہست از نقصان خود او منفعل	بر سریر سلطنت محزوں خجل
وہ خود اپنی کمی سے شرمندہ ہے	وہ سلطنت کے تخت پر غمگین شرمندہ ہے
دردلش از زلت خود خارہا	می کشد زاں منقصت آزارہا
اس کے دل میں اپنی لغزش سے کانٹے ہیں	اس کمی سے تکلیفیں برداشت کر رہا ہے
زیں سبب فرمود آں خیرالبشر	نیست غم در جنت از غفلت مگر
اسی لئے خیر البشر نے فرمایا	جنت میں کوئی غم نہیں ہے مگر غفلت سے
عاصیاں را گر بجنت رہ دہند	چتر سلطانی و قصر شہ دہند
اگر گنہگاروں کو جنت میں راستہ دیتے ہیں	شاہی چتر اور شاہی قلعہ دے دیتے ہیں
ہمچو طاؤس اوز پای زشت خویش	منفعل دارد سر افگندہ بہ پیش
وہ اپنے بھدے پاؤں سے مور کی طرح	شرمندہ ہے سامنے کو سر لٹکائے ہوئے ہے
زنگی راز آئینہ خانہ چو سود	ہر طرف آئینہ ہست او را حسود
حبشی کو شیش محل سے کیا فائدہ؟	اس کے لئے ہر جانب حاسد آئینہ ہے
صورت زشتش در آئینہ بلاست	دیدن خود برسر او اژدہاست
اس کی بھدی صورت آئینہ میں مصیبت ہے	اس کا خود دیکھنا اس کے سر پر آرے ہیں
ایں سخن پایاں ندارد اے عمو	حال آں سلطاں کہ شد لاحق بگو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	اس بادشاہ کا قصہ بتا جو آ ملا

رجوع آوردن بحکایت آں بادشاہ کہ دراثنای راہ ترک سلطنت کردہ ملحق بایں سہ گردیدہ بود

اس بادشاہ کی حکایت کی جانب رجوع جو سلطنت چھوڑ کر درمیان راستہ میں ان تینوں سے آملا تھا

اے ضیاء الحق حسام الدین حسن	باز گو حال شہ چارم بمن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!	مجھ سے چوتھے بادشاہ کا حال کہیئے
چونکہ شد او تارک آں سلطنت	ماند باشہزادگاں در مسکنت
جبکہ وہ اس سلطنت کو چھوڑنے والا بن گیا	وہ شہزادوں کے ساتھ مسکنت میں رہا
ملک را بگذاشت شد شاں را رفیق	ہمرہی میکرد در قطع طریق
اس نے سلطنت کو چھوڑا ان کا ساتھی بن گیا	راستہ طے کرنے میں ہمراہی کر رہا تھا
خدمتے میکرد سرگرم وفاق	بادل خالص منزہ از نفاق
موافقت میں سرگرم رہ کر خدمت کرتا رہا	نفاق سے پاک خالص دل سے

www.besturdubooks.wordpress.com

پرتوے از عشق شاں او را ربود	در سفر باہر سہ ہمراہی نمود
ان کے عشق کے پرتو نے اس کو اچک لیا	سفر میں ان تینوں کی ہمراہی دکھائی
عشق را زینساں بسے تاثیر ہاست	مردل آزادہ را زنجیرہاست
عشق کی اس طرح کی بہت سی تاثیریں ہیں	آزاد دل کے لئے زنجیریں ہیں
صحبت عاشق ترا عاشق کند	صحبت فاسق ترا فاسق کند
عاشق کی صحبت تجھے عاشق بنا دیتی ہے	فاسق کی صحبت تجھے فاسق بنا دیتی ہے
ہر کسے از دیگرے خوئی برد	خربزہ از خربزہ بوئی برد
ہر شخص دوسرے سے اخلاق حاصل کرتا ہے	خربوزہ خربوزے سے خوشبو حاصل کرتا ہے
منکر از تاثیر صحبت جاہل ست	ہر کہ از صحبت رمد بس غافل ست
صحبت کی تاثیر کا منکر نادان ہے	بد صحبت سے بھاگے وہ بہت غافل ہے
رنگ گیرد خربزہ زان دگر	صحبت انساں نہ بخشد چوں اثر
خربوزہ دوسرے خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے	انسان کی صحبت اثر کیوں نہ پیدا کرے گی؟
ہمرہ اصحاب کہف آں کلب شد	تا سگی از وے بکلی سلب شد
وہ کتا اصحاب کہف کا ہمراہی بنا	حتیٰ کہ اس سے کتا پن بالکل جدا ہو گیا
باش مردان خدا را خاک پا	تا رسد از مہر او نورے ترا
مردان خدا کے پاؤں کی خاک بن جا	تاکہ تجھے اس کے چاند سے نور حاصل ہو
زیں سبب فرمود احمدؐ مجتبیٰ	لاتصحب انت الا مومنا
اس لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا	تو بجز مومن کے مصاحبت اختیار نہ کر
مشک گرداند معطر طبلہ را	پشک بخشد مشیہاز بلہ را
مشک ڈبیہ کو معطر کر دیتا ہے	مینگنی کوڑی کو بدبو بخشتی ہے
چونکہ روغن کرد خود را صرف گل	گشت در طیب روائح ظرف گل
جب تیل نے اپنے آپ کو پھول میں صرف کر دیا	وہ خوشبوؤں میں پھول کا ظرف بن گیا
چلچلہ از صحبت خود بیضہ را	می کند مانند خود بے امترا
ابجن ہاری اپنی صحبت سے انڈے کو	بیشک اپنی طرح (ابجن ہاری) بنا لیتی ہے
بود آں شہ ہمرہ شہزادگاں	تا دو دادر زیں سہ تن دادند جاں
وہ شاہ شہزادوں کے ساتھ تھا	جب ان تینوں میں سے دو بھائیوں نے جان دے دی
گشتہ باشہزادۂ سوم رفیق	ہر نفس حاضر بہ پیشش چوں عشیق
وہ تیسرے شہزادے کا ساتھی بن گیا	ہر دم اس کے سامنے عاشق کی طرح حاضر تھا
واں سوم چوں گشت صہر شاہ چیں	در خواصش بود ایں مرد گزیں
وہ تیسرا جب شاہ چین کا داماد بن گیا	یہ برگزیدہ مرد اس کے خواص میں سے تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

شاہ چیں چوں دید خلطہاش بیش	اختصاص خاص با محبوب خویش
شاہ چین نے جب اس کی بہت محبتیں دیکھیں	اپنے محبوب کے ساتھ خاص خصوصیت
یافت چوں یک جاں دو قالب ہر دو را	میل شد شہ را بسویش از ولا
اس نے جب دونوں کو ایک جاں دو قالب پایا	شاہ کا دوستی سے اس کی طرف میلان ہو گیا
گفت باشہزادہ از روی کرم	کیں رفیق تست پوپ ہر خدم
اس نے ازروئے کرم شہزادے سے کہا	کہ یہ تیرا ساتھی ہر خادم کی کلغی ہے
غیر خدمت نہ تربولیش نہ لاغ	در خیالت دارد از عالم فراغ
خدمت کے علاوہ اس کا مزاح ہے دل لگی	تیرے خیال میں جہان سے فارغ ہے
اینچنیں کس رانوازش لازم ست	کو ہوائے نفس خود را عادم ست
ایسے شخص کو نوازنا ضروری ہے	جو اپنے نفس کی خواہش کو معدوم کر دینے والا ہے
در ہوای تو ہوای خویش باخت	اینچنیں کس را بسے باید نواخت
تیری مرضی میں اپنے مرضی کو ہار دیا	ایسے شخص کو بہت نوازنا چاہئے
کرد شہزادہ زمیں بوس و بگفت	آشکارا برتو ہر چہ ازما نہفت
شہزادے نے زمین بوسی کی اور عرض کیا	جو ہم سے مخفی ہے آپ پر واضح ہے
چوں باامید تقربہای شاہ	از وطن آوارہ افتادم براہ
جب شاہ کی قربتوں کی امید پر	میں وطن سے آوارہ راہ پر پڑا
ایں کہ شاہ کامران ملک بود	در رفاقتہائے ما چستی نمود
یہ جو ملک کا کامیاب بادشاہ تھا	اس نے ہماری رفاقتوں میں چستی دکھائی
ملک و دولت بہرما بگذاشت	در وفاق از دل علم افراشت ست
اس نے ملک اور دولت ہماری خاطر چھوڑی ہے	موافقت میں دل سے جھنڈا بلند کیا ہے
تاروبارش بہر ما بسیار شد	ملک خود درباخت مارا یار شد
ہماری وجہ سے اس پر بہت نشیب و فراز آئے	اپنے ملک کو چھوڑا ہمارا دوست بن گیا
آنچہ لطف شہ تقاضا می کند	جائے لطف و مرحمت ہست اے سند
شاہ کی مہربانی کا جو تقاضا ہے	اے معتمد! لطف و رحم کا مقام ہے
شاہ گفتا ملک وادرارش کنند	درخور او روز بازارش کنند
شاہ نے کہا اس کو ملک اور عطا کردیں	اس کے مناسب گرمی بازار دیں
لطف فرمود و زحد بنواختش	تکو آں ہر دو برادر ساختش
مہربانی فرمائی اور حد سے زیادہ اس کو نوازا	اس کو ان دو بھائیوں کا تاج بنا دیا
قصر ہا و ملکہا اندازہ بیش	از طفیل ایں سوم آورد پیش
اندازہ سے زیادہ محلے اور ملک	اس تیسرے کے طفیل وہ سامنے لے آیا

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچہ لاعین رأت او رابداد — وانکہ لا اذن سمع پیشش نہاد

جو کچھ آنکھ نے نہ دیکھا وہ اس کو دے دیا — اور جو کچھ کان نے نہ سنا اس کے سامنے رکھ دیا

گشت آں شہ واصل مقصود نیز — چوں طفیلی باکہٗ مہمان عزیز

وہ شاہ بھی مقصود تک پہنچ گیا — جیسے کہ طفیلی کس کے ساتھ؟ معزز مہمان کیساتھ

زیں سبب فرمود آں شاہ رئیس — کہ ہم قوم فلا یشقیٰ جلیس

اس شاہ رئیس نے۔ اسی لئے فرمایا ہے — کہ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہمنشیں محروم نہیں رہتا

پاس دلہا کردن و خدمت گری — سازدت مخدوم و بخشد سروری

دلوں کی پاسداری اور خدمت گزاری — تجھے مخدوم بنالی ہے اور سرفرازی بخش دیتی ہے

خاصہ خدمتگاری مرد خدا — خوش قبولی بخشدت نزد خدا

خصوصاً مرد خدا کی خدمتگاری — تجھے خدا کے نزدیک بہترین مقبولیت عطا کردیتی ہے

ہر کہ شد مقبول مقبول آلہ — لطف حق مبذول او گردد ز شاہ

جو شخص خدا کے مقبول کا مقبول بن جاتا ہے — اس پر شاہ کی جانب سے اللہ کا لطف خرچ ہوتا ہے

ہر کہ شد مقبول مقبولان حق — گردد او لطف خدارا مستحق

جو شخص خدا کے مقبولوں کا مقبول بن جاتا ہے — وہ خدا کی مہربانی کا مستحق ہو جاتا ہے

ہر کہ مردان خدا را دل بجست — در ادای خدمت شاں گشت چست

جس شخص نے مردان خدا کی دلداری کی — ان کی خدمت گزاری میں چست بنا

گشت ملحوظ عنایتہای حق — مست و محظوظ از حمایتہای حق

وہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایتوں کا منظور نظر بنا — وہ اللہ (تعالیٰ) کی حمایتوں کا مست اور حظ دار بنا

ابن مسعودؓ از پیمبرؐ نقل کرد — مرء رامع من احب اے نیک مرد

(حضرت) ابن مسعودؓ نے پیغمبر سے نقل کیا ہے — اے نیک مرد! انسان اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے

من احب القوم منہم آمدہ — حب اہل اللہ نور جاں شدہ

"جس نے جس قوم سے محبت کی وہ ان میں سے ہوتا آیا ہے — اہل اللہ کی محبت جان کا نور بنی

حب للّٰہ بغض للّٰہ کن شعار — تا بیابی بردر دلدار بار

محبت اللہ کے لئے بغض اللہ کے لئے شعار بنا لے — تاکہ تو دلدار کے در پر باریاب ہو

چوں نبود ایں شاہ ملحق را جہاد — حب پاکاں شمع بر راہش نہاد

جب کہ اس سابق شاہ کا مجاہدہ نہ تھا — پاکوں کی محبت نے اس کے راستہ پر شمع رکھ دی

کو نبودش جہد و استعداد کوب — صحبت مرداں بکار آمد فحسب

وہ جس کے لئے مجاہدہ اور استعداد اور کسب نہ تھی — مردوں کی صحبت کام آئی اور بس

جہد کن تا خود ز مقبولاں شوی — یا بمقبولان حق شو منطوی

کوشش کر تاکہ تو خود مقبولوں میں سے ہو جاوے — یا اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں پر مشتمل ہو جا

www.besturdubooks.wordpress.com

مرد باش و یا کہ خود پۓ مرد گرد	پوتک و پوتہ رسد زاں مرد فرد
مرد بن جا یا خود مرد کے پیچھے گردش کر	بڑا اور چھوٹا خزانہ اس یکتا انسان سے ملے گا
زیں دو کس یک ہم گر اے جاں نیستی	روز محشر سخت رسوا ایستی
اے جان! اگر تو ان دونوں میں سے ایک نہیں ہے	تو محشر کے دن سخت رسوا اٹھے گا
زیں سبب فرمود در قرآں خدا	خود طلب میکن وسیلہ در ہدیٰ
اسی لئے خدا (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا	ہدایت میں تو خود وسیلہ طلب کر
بے مربی کس مربا چوں خورد	مرغ بے پرور ہوا کوچوں پرد
تربیت دینے والے کے بغیر مربا کس نے کھایا ہے	بتا پرند بغیر پر کے کیسے اڑے؟
دشت پر خون مست و پردام و دوست	ہرطرف راہ کژی پیداشد ست
جنگل خون سے بھرا اور جال اور درندے سے بھرا ہے	ہر جانب کجی کا راستہ کھلا ہے
دشت پرمار و بہر سو سبزہ زار	بے فسوں گر پامنہ گردی تو زار
جنگل سانپوں سے بھرا ہے اور ہر جانب سبزہ زار ہے	بغیر منتر پڑھنے والے کے قدم نہ رکھ تو عاجز آ جائیگا
ہست دنیا سبزہ زار و نفس مار	دشت پرخوں راہ دیں را می شمار
دنیا سبزہ زار اور نفس سانپ ہے	دین کے راستہ کو پرخون جنگل سمجھ
گرگزد مارت شوی خستہ ملول	بے فسوں گز ایمنی ہستی تو گول
اگر تجھے سانپ ڈس لے گا تو خستہ (اور) ملول ہو	تو بغیر منتر پڑھنے والے کے مطمئن ہے تو احمق ہے
گر خلد خارے بپای دل ترا	تارہ گر نبود برآری چوں درا
اگر تیرے دل کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے	اگر سوئی کی نوک نہ ہو تو اس کو تو کیسے نکالے گا؟
فکر تارہ کن فسوں را یاد گیر	رہبرے جو تا بری راہ عسیر
سوئی کی نوک کی فکر کر منتر یاد کر لے	کوئی رہبر تلاش کر لے تاکہ تو دشوار راستہ طے کر لے
دشت پر خار و بہر سو راہہاست	بر سر ہر ہر قدم بیں چاہہاست
جنگل کانٹوں بھرا اور ہر جانب راستہ ہے	دیکھ ہر ہر قدم پر کنویں ہیں
دشت بس خونخوار و رہزن مختفی	رہبرے جوباش ویرا مقتفی
جنگل بہت خوفناک ہے اور ڈاکو چھپا ہوا ہے	کوئی رہبر تلاش کر لے اور اس کا تبع بن
راہ بس دشوار غولے ہر طرف	بر سر رہ میزند صد چنگ و دف
راستہ بہت دشوار ہے ہر جانب چھلاوا ہے	جو راستہ پر سیکڑوں چنگ اور دف بجا رہا ہے
راہ بس سخت و شب تاراست پیش	گر نگیری دست کس رفتی ز خویش
راستہ بہت دشوار اور سامنے تاریک رات ہے	اگر تو نے کسی کا ہاتھ نہ پکڑا اپنے سے گیا
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	مثنوی را ختم باید کرد نیز
اے پیارے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	مثنوی کو بھی ختم کرنا چاہئے

www.besturdubooks.wordpress.com

کار حق را نیست پایاں اے غلام	مثنوی را کردہ باید اختتام
اے لڑکے! اللہ (تعالیٰ) کے کام کا خاتمہ نہیں ہے	مثنوی کو ختم کرنا چاہئے
اختتام مثنوی معنوی	شد ز فیض مولوی اولوی
مثنوی معنوی کا خاتمہ	مولوی اولوی کے فیض سے ہو گیا

اختتام کلام بہ پریدن طائر روح خودکام بسوی شاہ عالی مقام

خودپسند روح سے پرندکی پرواز عالی مقام شاہ کی جانب کی گفتگو پر خاتمہ

بشنو از نے چوں حکایت میکند	منتہی قصد بدایت می کند
نے سے سن کیا حکایت کر رہی ہے	آخر ابتدا کا ارادہ کر رہا ہے
باز شہ اکنوں سوی سلطاں پرید	پردہای عاریت را بر درید
شاہ کا باز اب شاہ کی جانب اڑ گیا	عارضی پردوں کو پھاڑ دیا
ہست چوں کل الینا راجعون	می شوم مر اصل خود را سرنگوں
سب ہماری جانب لوٹنے والے ہیں جب ہے	میں اپنی اصل کے لئے سرنگوں ہوتا ہوں
شد نے من خالی از صورت انا	خالی از خود گشت و درنائی فنا
میری نے "انا" کی آواز سے خالی ہو گئی	خودی سے خالی اور نے نواز میں فنا ہو گئی
شد تہی از خود نے من گشت نیست	جز نفخت فیہ دروے ہیچ نیست
میری نے خودی سے خالی ہو گئی نیست ہو گئی	"میں نے اس میں پھونکا" کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے
سوختم ایں نے وخاکستر شدم	در نیستاں رفتم و مضمر شدم
میں نے یہ نے جلا دی اور میں راکھ ہو گیا	میں نیستاں میں چلا گیا اور پوشیدہ ہو گیا
احمدا چوں دورۂ میم از تو رفت	مانند احد دیگر مشو تو گرم و تفت
اے احمدؐ! جب میم کا دائرہ آپ میں سے گیا	احد رہ گیا اب آپ گرم اور تیز نہ ہوں
دورۂ میم آں تعین ہائے تست	لاکن ایں را تا شود الات چست
میم کا دائرہ تیرے تعینات ہیں	ان کو "لا" بنا تاکہ تیرا چست ہو جائے
وقت آں آمد کزیں رخ بر پرم	رخت سوی ملک لاہوتی برم
وہ وقت آ گیا کہ میں اس جال سے پرواز کر جاؤں	لاہوتی ملک کی جانب سامان لے جاؤں
ہم کزاں جا آمدم آنجا روم	باجمال یار بے پردہ شوم
جس جگہ سے میں آیا ہوں اسی جگہ چلا جاؤں	یار کے حسن کے ساتھ بے پردہ ہو جاؤں
چوں تجلی کرد برطور وجود	گشت کاہ کوہ جسمانی چو دود
جب اس نے وجود کے طور پر تجلی کی	جسمانی پہاڑ کا تنکا دھویں جیسا ہو گیا
خر موسیٰ صاعقا خاموش شد	رفت عقل جزوی و بیہوش شد
موسیٰ بے ہوش ہو کر گرے خاموش ہو گئے	جزوی عقل چلی گئی اور بے ہوش ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ اللہ غیر اللہ نیست کس	اللہ اللہ گشت مارا ہم نفس
اللہ اللہ کوئی اللہ کا غیر نہیں ہے	اللہ اللہ ہمارا ساتھی ہو گیا
اللہ اللہ من کجا و ایں خطاب	ختم کن واللہ اعلم بالصواب
اللہ اللہ میں کہاں اور یہ خطاب کہاں؟	ختم کردے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

ارجاع کلام باستمداد روحانی از جناب مولانا جلال الدین ہمام قدس سرہ علی الدوام

کلام کالوٹانا روحانی مدد حاصل کرنے کیلئے جناب مولانا جلال الدین بزرگ سے ہمیشہ کے لئے ان کا راز مقدس کیا گیا

شمس حقانی جلال الدین ہمام	چونکہ خود فرمود وقت اختتام
خدائی سورج جلال الدین بزرگ	چونکہ ختم کرنے کے وقت خود انہوں نے فرمایا
باقی ایں گفتہ آید بے زباں	در دل آں کس کہ دارد زندہ جاں
اس کا باقی بغیر کہے آ جائے گا	اس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہو گا
خواستم از روح پاک او مدد	خود وفائے وعدہ ہم زاں معتمد
میں نے ان کی پاک روح سے مدد مانگی	(اور) ان معتمد سے وعدے کی وفا بھی
وعدۂ اہل کرم گنجے بود	وعدۂ نااہل چوں رنجے بود
اہل کرم کا وعدہ خزانہ ہوتا ہے	نااہل کا وعدہ رنج جیسا ہوتا ہے
کہ شحہ زاں بحر بر جانم بریخت	رشتہ ماہ دمن مارا گسیخت
اس دریا کے قطرات میری جان پر پڑے	ہمارے ماہ دمن کے دھاگے کو توڑ دیا
بازبان بے زبانی خود بگفت	درہائے نغز را در سلک تفت
انہوں نے اپنی بے زبانی کی زبان سے فرمایا	قیمتی موتی لڑی میں پروئے
حد سعی من نبود ایں گفتگو	خود تو ایں دُر را چو آوردی زجو
یہ گفتگو میری کوشش کا نتیجہ نہیں ہے	خود آپ جبکہ اس موتی کو دریا سے لائے
گر اجازت باشد اظہارش شود	ویں سفینہ ہم بہ بحر تو رود
اگر اجازت ہو تو اس کا اظہار ہو	یہ کشتی بھی آپ کے دریا میں چلے
بے اجازت ذرہ را یارا کجاست	کوز خورشیدے بجوید نور چاشت
بغیر اجازت کے ذرہ کی طاقت کہاں ہے؟	کہ وہ سورج سے چاشت کا نور طلب کرے
خود تو دانی از توشد رد و قبول	من چہ گویم پیش تو حرف فضول
آپ خود جانتے ہیں کہ رد اور قبول آپ کی جانب سے ہے	میں آپ کے سامنے بیکار بات کیا کہوں؟
آنچہ درپردہ بگفتی اے ہمام	ساز مقبول اے ضیاء الحق حسام
اے بزرگ آپ نے جو کچھ درپردہ فرمایا	اے ضیاء الحق حسام اس کو قبول فرما لیں

www.besturdubooks.wordpress.com

مناجات بجناب قاضی الحاجات

قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دعا

اے خدا سازندۂ عرش بریں	شام رادادی تو زلف عنبریں
اے بلند عرش کو بنانے والے خدا	تو نے شام کو عنبریں زلف عطا کی
روز را باشمع کافور اے کریم	کردۂ روشن تر از عقل سلیم
اے کریم دن کو کافوری شمع کے ساتھ	تو نے عقل سلیم سے زیادہ روشن کر دیا
خوں بناف نافۂ مشکے کنی	سنبل و ریحاں چرد پشکے کنی
تو ناف کے خون کو مشک کا سا بنا دیتا ہے	وہ سنبل اور ریحان چرتا ہے تو مینگنی بنا دیتا ہے
قادرا قدرت تو داری بر کمال	انت ربی انت حسبی ذوالجلال
اے قادر! تو کمال پر قدرت رکھتا ہے	اے ذوالجلال تو ہی میرا رب ہے تو ہی مجھے کافی ہے
اے خدا قربان احسانت شوم	کان احسانی بقربانت شوم
اے خدا! میں تیرے احسان پر قربان ہوں	تو احسان کی کان ہے میں تجھ پر قربان ہوں
معدن احسانی و ابر کرم	فیض تو چوں ابر ریزاں برسرم
تو احسان کی کان اور کرم کا ابر ہے	تیرا فیض میرے سر پر ابر کی طرح برستا ہے
از عدم دادی بہ ہستی ارتقا	زاں سپس ایمان و نور اہتدا
تو نے عدم سے وجود کو ترقی عنایت کی	اس کے بعد ایمان اور ہدایت کا نور
اے خدا احسان تو اندر شمار	کے توانم بازبان صد ہزار
اے خدا! تیرا احسان شمار میں	لاکھ زبانوں سے کب کر سکتا ہوں؟
من بخواب و پاسبان من توئی	من چو طفل و حرز جان من توئی
میں نیند میں ہوں اور میرا محافظ تو ہی ہے	میں بچہ کی طرح ہوں اور میری جان کی حفاظت تو ہی ہے
من بعصیاں صرف وقت خود کنم	بینی و از حلم می پوشی برم
میں اپنا وقت نافرمانی میں صرف کرتا ہوں	تو دیکھتا ہے اور بردباری سے میری پردہ پوشی کرتا ہے
روزیت را خوردہ عصیاں میکنم	نعمت از تو من بغیرے می تنم
تیری روزی کھا کر میں نافرمانی کرتا ہوں	نعمت تیری ہے میں غیر کے چکر کاٹتا ہوں
جملہ میں بینی نگیری انتقام	از در حلم و کرم آئی مدام
تو سب کچھ دیکھتا ہے بدلہ نہیں لیتا	تو ہمیشہ بردباری اور کرم کے دروازے سے آتا ہے
بردل من سہ صد و شصت از نظر	می کنی ہر روز اے رب البشر
میرے دل پر تین سو ساٹھ تفتیشیں	اے رب البشر! تو ہر دن کرتا ہے
لیک من غافل ز لطف بیکراں	چشم دارم ہر زماں بایں و آں
لیکن میں "بے حد مہربانی سے غافل ہوں	میں ہر وقت اس اور اس سے امید باندھتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

دوست را برمن نظر شد دوختہ	حیف من بادیگراں دل توختہ
دوست کی نگاہ مجھ پر بھی ہوئی ہے	افسوس میں نے دوسروں سے دل وابستہ کیا ہے
من گنہ آرم تو ستاری کنی	جرم من دارم تو معذاری کنی
میں گناہ کرتا ہوں تو پردہ پوشی کرتا ہے	میں جرم کرتا ہوں تو بہت معذور قرار دیتا ہے
جرمہا بینی و خشم ناوری	اے بقربانت چہ نیکو داوری
تو خطائیں دیکھتا ہے اور مجھ پر غصہ نہیں کرتا	میں تجھ پر قربان تو کس قدر اچھا خدا ہے
در مصائب در حوادثہائے زار	چونکہ برمن تنگ شد از درد کار
مصیبتوں میں (اور) عاجز کرنے والے حوادث میں	جبکہ درد کی وجہ سے مجھ پر معاملہ تنگ ہو گیا
یار و خویشانم مرا بگذاروند	زار در دست غم بسپا روند
اپنوں اور دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا	مجھ عاجز کو غم کے ہاتھ میں دے دیا
جز تو کے دیگر دراں سختی رسد	در مناعبہا تو گشتی مدد
اس سختی میں تیرے علاوہ کب پہنچتا ہے؟	تکالیف میں تو مدد بنا ہے
در رسیدی زود بگرفتی مرا	وارہاندی از ہمہ سختی مرا
تو، جلد پہنچا تو نے مجھے پکڑا	مجھے تمام سختیوں سے رہا کر دیا
چوں شمارم من ز احسان تو چوں	گر زباں ہر موشود لطفت فزوں
میں تیرے احسان کیسے شمار کروں؟ کیونکہ	اگر ہر بال زبان بن جائے تیری مہربانی بڑھی ہوئی ہے
شکر و احسان ترا چوں سرکنم	اندریں رہ گو قدم از سرکنم
تیرے شکر اور احسان کو کیسے انجام دوں؟	اس راستہ میں اگرچہ سر کو قدم بنا لوں
جان و گوش و چشم و ہوش و پا و دست	جملہ از دریائے احسانت پرست
جان اور کان اور آنکھ اور ہوش اور ہاتھ پاؤں	سب تیرے احسان کے موتیوں سے پر ہیں
ایں کہ شکر نعمت تو می کنم	ایں ہم از تو نعمتے شد مغتنم
یہ کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں	یہ بھی تیری ایک مغتنم نعمت ہے
شکر ایں شکر از کجا آرم بجا	من کیم از تست توفیق اے خدا
اس شکر کا شکریہ کہاں سے بجا لاؤں؟	میں کون ہوتا ہوں؟ اے خدا توفیق تیری جانب سے ہے
دست و پاؤ ایں زبان و لفظ شکر	عاریت از تست بے از ہیچ نکر
ہاتھ اور پاؤں اور یہ زبان اور لفظ شکر	بغیر کسی انکار کے تجھ سے مانگے ہوئے ہیں
طاعت و توفیق طاعت ہم ز تو	لطف تو برما نوشتہ صد نکو
بندگی اور بندگی کی توفیق بھی تیری جانب سے ہے	تیری مہربانی نے ہم پر سینکڑوں بھلائیاں لکھ دی ہیں
خود چہ شیریں ست نام پاک تو	خوشتر از آب حیات ادراک تو
تیرا پاک نام خود کس قدر میٹھا ہے؟	تیری معرفت آب حیات سے بہتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نام تو چوں بر زبانم می رود	ہر بن مو از عسل جوی شود
جب تیرا نام زبان پر جاری ہوتا ہے	ہر بال کی جڑ شہد کی نہر ہو جاتی ہے
اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام	شیر و شکر می شود جانم تمام
اللہ اللہ یہ نام کس قدر میٹھا ہے	میری پوری جان شیر و شکر بن جاتی ہے
اللہ اللہ ایں چہ نام خوش مذاق	حرف حرفش میدہد جانرا رواق
اللہ اللہ یہ نام کس قدر خوش ذائقہ ہے	اس کا ایک ایک حرف جان کو مستی عطا کرتا ہے
اللہ اللہ ایں چہ احساں کردۂ	در چنیں برزخ چساں درپردۂ
اللہ اللہ یہ تو نے کیا احسان کیا ہے؟	ایسے برزخ میں تو کس طرح پردے میں ہے؟
ایں چنیں حبل المتیں دادی مرا	کاعتصامش عرش راشد مرتقی
تو نے مجھے ایسی مضبوط رسی عطا فرمائی	کہ اس کے پکڑنے سے عرش تک رسائی ہوئی
اللہ اللہ خود چہ نیکو کردۂ	آشکارا ہستی و درپردۂ
اللہ اللہ تو نے خود کیسی بھلائی کی ہے	تو ظاہر ہے اور درپردہ ہے
وہ چہ بدکارم کہ جملہ عیستم	پس چرا پشت بہ ہستی ایستم
ہائے میں کس قدر بدکار ہوں بلکہ میں مجسم عیب ہوں	تو تیرے سامنے وجود کے ساتھ کیوں کھڑا ہوں
اللہ اللہ انت لی نعم الوکیل	انت ربی انت حسبی یا جلیل
اللہ اللہ تو میرے لئے بہترین وکیل ہے	اے جلیل تو میرا رب ہے تو مجھے کافی ہے
اللہ اللہ لیس غیرک فی الوجود	ھل تری الدیار فی دیرالشھود
اللہ اللہ تیرے سوا کوئی وجود میں نہیں	شہود کے دیر میں کوئی چلنے والا ہے؟
اللہ اللہ لا اللہ بہر چیست	چونکہ الا اللہ خورشید جلیست
اللہ اللہ لا الٰہ کس لئے ہے؟	جبکہ "الا" "اللہ" روشن سورج ہے
چشم ظاہر بیں ہمی آمد مقل	می تواں کردن بلی جہد المقل
ظاہر بیں آنکھ نفی کے ذریعہ رنج کرنے والی ہے	(تاکہ) نادار کی کوشش "بلیٰ" کہہ سکے
اللہ اللہ اسم ذات پاک دوست	اسم اعظم از برائے قرب اوست
اللہ اللہ دوست کا پاک اسم ذات	اسم اعظم اس سے قرب کے لئے ہے
اللہ اللہ گو برد تا سقف عرش	پیش معراج تو گردد چرخ فرش
اللہ اللہ کہہ عرش کی چھت تک لے جائے گا	تیری معراج کے سامنے آسمان فرش بن جائے گا
چوں برآرم دم باللہ الصمد	چرخ نعرہ لیتنی کنت زند
جب میں "اللہ الصمد" کا نعرہ لگاتا ہوں	آسمان "کاش میں ہوتا" کا نعرہ مارتا ہے
اسم اعظم ہست اللہ العظیم	جان جان و محی عظم رمیم
اللہ العظیم اسم اعظم ہے	جو جان کی جان اور پرانی ہڈی کو زندہ کر دینے والا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ اللہ مستم از نام خدا	مے چکد از ہر رگم راوق جدا
اللہ اللہ میں خدا کے نام سے مست ہوں	میری ہر رگ سے شراب جدا ہو کر ٹپکتی ہے
ساقیم آں بادہ اندر جام کرد	کہ زبادٔ من برآوردست گرد
ساقی نے وہ شراب میرے جام میں کر دی ہے	جس نے "بادٔمن" کی گرد اڑا دی ہے
ریخت در جام مئے از کاف و نون	لیس فیہا غول ولا ہم ینزفون
"کاف و نون" کی وہ شراب میرے جام میں ڈالی ہے	جس میں بدمستی ہے اور نہ وہ بے عقل ہوتے ہیں
بیخودم زاں بادۂ واکنوں مرا	نیست فرق از جان و تن و ز سر ز پا
میں اس شراب سے بیخود ہوں اور اب میرے لئے	جان اور جسم اور سر اور پاؤں میں فرق نہیں ہے
ریخت در کامم جلالے جرعہ	میزنم بر لوح وحدت قرعہ
"جلالؒ" نے میرے حلق میں ایک گھونٹ ڈال دیا	میں وحدت کی تختی پر قرعہ ڈالتا ہوں
رشحہ بحر جلالش بردلم	آمد و بربود ازیں آب و گلم
اس کے جلال کے سمندر کا ایک چھینٹا میرے دل پر	آیا اور مجھے اس آب و گل سے اچک لے گیا
شورش بحر حسامی آمدست	زیں صدف ایں در کہ نامی آمدست
"حسامی" سمندر کی ایک شورش آئی ہے	اس سیپ سے کہ یہ نامی موتی آیا ہے
فیض مولانا جلالؒ وہم حسامؒ	نخل جان راداد سیرابی تمام
مولانا جلالؒ کے فیض اور حسامؒ نے	جان کے پودے کو پوری سیرابی دے دی ہے
نور مہر و مہ بطور دل بتافت	سنگ من زاں تاب یاقوتی بیافت
سورج اور چاند کا نور دل کے طور پر چمکا	میرے پتھر نے اس گرمی سے یاقوت بن جانا پا لیا
برادیم تافت چوں نجم یمن	عنبریں شد جملہ چوں مشک ختن
یمن کے ستارے کی طرح میری ادھوڑی پر چمکا	وہ سب ختن کے مشک کی طرح خوشبو دار بن گئی
پیش ازیں خلقے ز انفاس خوشش	مقتبس از نور عرفاں گشت و خوش
اس سے پہلے بہت سے لوگ ان کے اچھے سانسوں سے	معرفت کے نور کے حاصل کر لینے والے اور بھلے بنے
صد ہزاراں یافتند از مثنوی	ارتقا سوی صراط مستوی
مثنوی کے ذریعہ لاکھوں نے حاصل کی	سب سیدھے راستہ کی جانب بلندی
من ہم از فیضان انفاس جلالؒ	در رسیدم تا جلیل ذوالجلال
میں بھی جلالؒ کے سانسوں کے فیضان سے	جلیل ذوالجلال تک پہنچ گیا
نیست دور از لطف اخوان الصفا	در رسید ایں بندہ ہم سوی خدا
بزرگوں کی مہربانی سے بعید نہیں ہے	یہ بندہ بھی خدا کی جانب پہنچ گیا
چہ عجب شمس ار نواز د ذرہ را	ابر خوش سیراب سازد ترہ را
کیا تعجب ہے اگر شمس ذرے کو نوازے	ابر سبزی کو اچھی طرح سیراب کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

رو بحق آرد بکن ختم کتاب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
اللہ (تعالیٰ) کی جانب رخ کر اور کتاب ختم کر دے	دم نہ مار اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے
ربنا فالحمد لک فی کل حال	انت معنی السر فی کل المقال
اے ہمارے رب ہر حال میں تیرے ہی لئے تعریف ہے	ہر قول میں معنی راز تو ہی ہے
انت مقصودی الیک و جہتی	خالصاً للہ کانت نیتی
تو ہی میرا مقصود ہے تیری طرف میرا رخ ہے	میرا ارادہ خالص اللہ کے لئے ہے
یا محیط الکل یا کہف الوریٰ	یا الٰہ العرش یارب الثریٰ
اے سب کو محیط اے مخلوق کے کہف	اے عرش کے خدا اے زمین کے رب
کن انیس القلب واختم لی بخیر	انت حسبی انت کافی لیس غیر
تو دل کا غمخوار بن اور میرا خاتمہ باخیر کر	تو مجھے کافی ہے تو میرے لئے کفایت کرنے والا ہے دوسرا نہیں ہے

درختم وسال تاریخ اختتام مثنوی مذکور میشود ۱۲۱۶ ہجری

ختم شد ایں نسخہ در سال غیور	غیرت حق داردش از غیر دور
(لفظ) غیور کے سال میں یہ نسخہ ختم ہوا	اللہ (تعالیٰ) کی غیرت اس کو غیر سے دور رکھے
دست غیر از دامن او دور باد	ہر کہ از نورش رمد بے نور باد
غیر کا ہاتھ اس کے دامن سے دور رہے	جو اس کے نور سے بھاگے خدا کرے بے نور رہے
غیر آں کز یاد حق بیگانہ است	در پئے دنیائے دوں دیوانہ است
غیر وہ ہے جو اللہ (تعالیٰ) کی یاد سے بیگانہ ہے	کمینی دنیا کے پیچھے دیوانہ ہے
در پئے مال جہاں مجنون بود	حب جاہ او را بدل مکنوں بود
دنیا کے مال کے پیچھے پاگل ہو	اس کے دل میں رتبہ کی محبت پوشیدہ ہو
انما اموالکم اولادکم	فتنہ فرمود حق ذوالحکم
بیشک تمہارے اموال تمہاری اولاد	حکمتوں والے اللہ تعالیٰ نے (ان کو) فتنہ فرمایا ہے
تا توانی غیر حق را دور کن	بعد ازاں عزم دژ آں سور کن
جتنا ہو سکے اللہ (تعالیٰ) کے غیر کو دور کر	اس کے بعد اس فصیل کے قلعہ کا ارادہ کر
باخودی بینی اگر ایں اختتام	خود بروں در بمانی والسلام
اگر تو اس خاتمہ کو خودی کے ساتھ دیکھے گا	خود باہر رہ جائے گا والسلام
وز خودی بیروں برآ و یار باش	ور بہ پندار خودی اغیار باش
خودی سے باہر نکل اور یار بن	اور اگر تو خودی کے غرور میں ہے تو غیروں میں سے رہ
بہر یک رنگ ایں سخن یک رنگ شد	بہر رجم آں شیاطیں سنگ شد
یک رنگ کے لئے یہ کلام یک رنگ ہے	ان شیطانوں کے سنگسار کرنے کے لئے پتھر ہے
دخل غیر اندر چنیں حصن حصیں	کے شود بے صلح و رفع حرب و کیں
ایسے محفوظ قلعہ کے اندر غیر کا دخل	بغیر صلح اور لڑائی اور کینہ کے ہٹائے بغیر کب ہو سکتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

بادل صاف از برای حق ببیں	از گل او تا بری بوی یقیں
خدا کے لئے صاف دل کے ساتھ دیکھ	تاکہ تو اس کے پھول سے یقین کی خوشبو سونگھ لے
ورنہ در چون و چرا آزارہاست	ہر کجا گل ہست آنجا خارہاست
ورنہ چوں و چرا میں تکالیف ہیں	جہاں کہیں پھول ہے وہاں کانٹے ہیں
لفظ روپوش ست مقصد معنی ست	غیر حق جستن ازیں لایعنی ست
لفظ نقاب ہے اور معنی مقصود ہیں	اس سے حق کے سوا ڈھونڈنا لایعنی ہے
حق بجود حق بگو حق بخواں	ہر زماں حق حق بگو حق رابداں
حق کو تلاش کر اور حق کہہ اور حق پڑھ	ہر وقت حق حق کہتا رہ حق کو جان
ہر کہ حق را جست حقانی ست او	رحمت حق باد رحمانی ست او
جس نے حق کو تلاش کیا وہ حقانی ہے	وہ اللہ کی رحمت خدائی ہوا ہے
کار شیطانی مکن شیطاں مباش	برغبار جان کس آبے بپاش
شیطانی کام نہ کر شیطان نہ بن	کسی کے جان کے غبار پر آب پاشی کر
وقت را با غیر حق ضائع مکن	بطن را پر روح را جائع مکن
وقت کو غیر حق میں برباد نہ کر	پیٹ کو پر اور روح کو بھوکا نہ بنا
پردۂ پندار تست ایں نقش غیر	نیست جز آں یک صنم در جملہ دیر
یہ غیر کا نقش تیرے پندار کا پردہ ہے	تمام بت خانہ میں اس ایک صنم کے علاوہ نہیں ہے
فانی از خود شو بشو باقی بحق	سر دہد از باطنت رب الفلق
اپنے اعتبار سے فانی بن باقی باللہ بن	رب الفلق تیرے اندر سے نمودار ہو گا
مثنوی در شش مجلد یک نواست	حاصل آں غوطہ در بحر فناست
چھ دفتروں میں مثنوی کی ایک آواز ہے	اس کا خلاصہ فنا کے سمندر میں غوطہ لگانا ہے
گر رہ حق بایدت ہشیار باش	غفلت از خود دور کن بیدار باش
اگر تجھے خدا کا راستہ چاہیے ہوشیار بن	اپنے اندر سے غفلت دور کر بیدار بن
باش اول بر شریعت استوار	بعد ازاں سوی طریقت رو بیار
پہلے شریعت پر استقامت کر	پھر طریقت کی جانب رخ کر
گام اول مستقیم شرع شو	بعد ازاں راہ طریقت را برو
پہلے قدم پر شرع پر جم	اس کے بعد طریقت کا راستہ چل
تخلیہ باتحلیہ باید ضرور	تا نمائی بحر عرفاں را عبور
آراستگی کے ساتھ صفائی ضروری ہے	تاکہ تو معرفت کے سمندر کو عبور کر سکے
ایں سخن را نیست ہرگز اختتام	پس سخن کوتاہ باید والسلام
اس بات کا کبھی خاتمہ نہیں ہے	تو بات کو مختصر کر دینا چاہیے والسلام

www.besturdubooks.wordpress.com

سلسلہ التبلیغ کا چھبیسواں وعظ مسمی بہ

شکر المثنوی

یہ وعظ حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بتقریب اختتام کتاب شرح مثنوی مدرسہ امداد العلوم میں (بتاریخ ۴ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ) فرمایا تھا جس کو حضرت مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ نے ضبط کیا۔

وضاحت: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا وعظ "شکر المثنوی" اپنے نام سے واضح ہے جو حضرت نے تکمیل شرح مثنوی پر شکر خداوندی کے طور پر ارشاد فرمایا۔

چونکہ یہ وعظ "کلید مثنوی" سے متعلق اہم بنیادی نکات اور تعارف پر مشتمل ہے۔

اس لئے کلید مثنوی کی جدید طباعت پر ہم بھی شکر خداوندی بجالاتے ہوئے اس مبارک وعظ کو "کلید مثنوی" کے آخر میں شامل کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ اس سعی کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ہمیں بھی اپنی محبت و معرفت کا کوئی ذرہ نصیب فرمائیں۔ آمین (ناشر)

www.besturdubooks.wordpress.com

اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا و ما یمسک فلا

مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم

سبب وعظ

ایک عرصہ سے احباب کا تقاضا تھا کہ مثنوی کی شرح کی ضرورت ہے اس لئے اس کے تمام دفتروں کی شرح ہونی چاہئے اس لئے میں نے اس کا کام شروع کیا۔ اور جس طرح ہوسکا دفتر اول اور دفتر ششم کی شرح کی باقی دفتروں کی شرح کا سرانجام چونکہ بعض عوائق کی وجہ سے مجھ سے بلا استعانت نہ ہوسکتا تھا اس لئے میں نے اس کی تکمیل میں اپنے بعض احباب سے مدد لی اور بحمد اللہ اب مکمل ہوگئی چونکہ یہ انعام تھا حق سبحانہ کی طرف سے اور ہر نعمت شکر کو مقتضی ہوتی ہے اس لئے ضرورت تھی کہ حق سبحانہ کے اس انعام کا شکریہ ادا کیا جاوے پس یہ جلسہ اس کے شکر کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔ (جس میں تداعی واہتمام وغیرہ کو دخل نہیں) لیکن جو آیت اس وقت اختیار کی گئی ہے اس پر بادی النظر میں عدم مناسبت بمقصود جلسہ کا شبہ ہوسکتا ہے کیونکہ اس میں بیان ہے حق سبحانہ کے تفرد بالغلبۃ والقدرۃ والحکمۃ کا جس کو شکر سے بظاہر کچھ مناسبت نہیں معلوم ہوتی اس لئے قبل اس کے کہ نفس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جاوے یہ بتلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آیت متلوہ مقصود جلسہ سے بے تعلق نہیں ہے بلکہ اس کو اس سے ایک نہامض اور باریک تعلق ہے۔

شکر کا مفہوم

تفصیل اس کی یہ ہے کہ شکر کے معنی ہیں منعم کے۔ انعام کے جواب میں منعم کا دل سے یا زبان سے یا ہاتھ پاؤں سے کوئی ایسا فعل کرنا جس سے منعم کی عظمت ظاہر ہوتی ہو پس اس وقت ہمارا حق سبحانہ کے انعام کے جواب میں اس آیت کا تلاوت کرنا جو کہ اس کی توحید صفاتی پر دلالت ہے اور اس کی تفرد بالقھر والغلبۃ والقدرۃ والحکمۃ کا دل اور زبان سے اقرار کرنا اس کلیے کا ایک فرد اس مقسم کی ایک قسم ہوگا اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ صرف اسی آیت کا نہیں بلکہ ہر ایسی آیت جس سے حق سبحانہ کی توحید اور عظمت وجلالت شان ظاہر ہو اس کا تعلق شکر سے ہے۔ اس سے نہایت واضح طور پر آیت متلوہ کا تعلق مقصد جلسہ سے ظاہر ہوگیا اب نفس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے اس آیت کا تعلق توحید سے ہے اپنی ذات سے بھی کیونکہ اس میں بیان ہے تفرد بالقدرۃ والغلبۃ والحکمۃ جو کہ توحید صفاتی کا فرد اور اپنے سیاق وسباق کے لحاظ سے بھی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

توحید ذاتی صفاتی اور افعالی

کیونکہ اس سے قبل حق سبحانہ نے فرمایا ہے الحمد لله فاطر السمٰوٰت والارض جاعل الملٰئکة رسلاً اولی اجنحة مثنیٰ و ثلٰث و رباع یزید فی الخلق مایشاء ان الله علی کل شیٔ قدیر اس میں انہوں نے اپنی ان صفات وافعال کا بیان کیا ہے جو ان کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں پس اس کا تعلق توحید صفاتی و توحید افعالی دونوں سے ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا ہے یاایھا الناس اذکروانعمت الله علیکم هل من خالق غیر الله یرزقکم من السماء والارض لااله الاهوفانی تؤفکون اس میں توحید ذاتی و توحید صفاتی و توحید افعالی تینوں کا بیان ہے پس ان تینوں کا تعلق توحید سے ہے۔ یہاں توحید کے بعد حق سبحانہ نے مسئلہ رسالت کو بیان فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے وان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک والی الله ترجع الامور (اس کے بعد معاد کا بیان فرمایا ہے)۔

تین امہات مسائل

اور ارشاد فرمایا ہے یاایھا الناس ان وعدالله حق فلاتغرنکم الحیوٰة الدنیا ولایغرنکم بالله الغرور (یہ تینوں مسئلے امہات مسائل میں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے قرآن پاک میں ان تینوں کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور ان پر زبردست براہین قائم ہیں امام رازیؒ نے اس پر جابجا تنبیہ کی ہے اور انہوں نے ثابت کیا ہے کہ تینوں مسئلے اصل ہیں اور باقی مسائل ان کی فروع اور یہ مضمون بالکل ٹھیک ہے جو شخص بامعان نظر قرآن کریم کا مطالعہ کرے گا اس کو اس کی قدر ہوگی اور وہ اس کی تصدیق کرے گا ان تینوں میں سب سے اہم مسئلہ توحید ہے اس کے بعد مسئلہ رسالت اس کے بعد مسئلہ معاد اس لئے حق سبحانہ نے اس مقام پر اول مسئلہ توحید کو بیان فرمایا اس کے بعد مسئلہ رسالت کو اس کے بعد مسئلہ معاد کو۔ اس گفتگو کا تعلق تو نوعیت مضمون آیت سے تھا۔ اب اس کا مضمون شخصی بیان کیا جاتا ہے اس آیت میں جو حق تعالیٰ شانہ نے ما یفتح الله للناس من رحمة فرمایا ہے جس میں انہوں نے کلمہ ما استعمال فرمایا ہے جو ابہام کے ساتھ عموم کا فائدہ دیتا ہے پھر اس ابہام کی توضیح میں من رحمة فرمائی ہے۔

پس حاصل اس جملہ کا یہ ہوگا کہ حق سبحانہ جس رحمت کو بھی کھول دیں اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کمال غلبہ وقدرت

اس سے حق سبحانہ کا کمال قدرت وغلبہ ظاہر ہوا اور معلوم ہوگیا کہ اس سے بڑھ کر کوئی قوت اور قدرت والا نہیں جو اس کا مزاحم ہوسکے اور گو واقعی طور پر اس پر کوئی شبہ نہیں ہوسکتا مگر سطح نظر میں اور محض احتمال عقلی کے طور پر شبہ ہوسکتا تھا اس سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ فتح حق سبحانہ کے بعد کوئی روکنے والا نہیں لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کے روکنے کے بعد کوئی کھول بھی نہیں سکتا اس لئے حق سبحانہ نے اس احتمال کو بھی دفع کر دیا اور فرمایا وما یمسک فلا مرسل له یعنی جس کو وہ روک لیں اس کو کوئی چھوڑنے والا بھی نہیں۔ اب یہی ایک احتمال عقلی تھا وہ یہ کہ اس سے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوا کہ اس کے فتح اور امساک کے بعد اس کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خود فتح و امساک کی حالت میں بھی اس کا کوئی مزاحم ہوسکتا ہے یا نہیں اس احتمال کے اٹھانے کے لئے فرمایا و ھو العزیز یعنی عزت و غلبہ عین منحصر ہیں اس کی ذات میں اور وہی ہر حیثیت سے سب پر غالب ہے اس پر کسی طرح بھی کوئی غالب نہیں اب تمام احتمالوں کا خاتمہ ہوگیا اور اس کا تفرد بالغلبۃ بالکل وجہ ظاہر ہوگیا۔ یہ تو ہوگیا مگر اس پر ایک شبہ اور ہوسکتا تھا وہ یہ کہ جب اس کو ایسی قدرت اور قوت حاصل ہے اور اس کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا تو شاید اس کی بھی وہی حالت ہو جو بااقتدار انسانوں کی ہوتی ہے کہ بلالحاظ مصلحت و منفعت جو جی میں آیا کر بیٹھے اس کے دفع کے لئے الحکیم بڑھا دیا اور ظاہر کر دیا کہ ہمارے افعال لاابالی حکام و سلاطین کے سے نہیں بلکہ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس میں ہم کو مصلحت و حکمت ملحوظ ہوتی ہے۔ سبحان الذی تکلم بھذا الکلام البلیغ الدقیق الاسرار۔

آیت مبارکہ کے دقیق نکات

اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ جملہ مایمسک فلامرسل لہ اور وھو العزیز الحکیم یہ دونوں جملہ تاکید میں مضمون ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلاممسک لھا کی کہ جن سے مقصود تمام اوہام و شکوک کو زائل کر کے اپنی کمال قدرت وحکمت کا ظاہر کرنا ہے جو اصل مقصود ہے اس آیت کا تو یہ بیان تھا حق سبحانہ کے عموم و کمال قدرت کا جو کہ اس آیت سے مقصود ہے اب سنئے کہ رحمت کے لغوی معنے رقت قلب اور نرم دلی ہیں حق سبحانہ چونکہ دل اور نرمی سے جو کہ ایک خاص قسم کا تاثر اور انفعال ہے پاک اور منزہ ہیں اس لئے یہ لفظ اس مقام پر یا جہاں کہیں وہ حق سبحانہ کے لئے استعمال کیا جاوے جیسے رحمٰن رحیم وغیرہ اپنے معنی لغوی میں مستعمل نہیں ہوسکتا بلکہ مجازاً بعلاقہ سببیت اثر رقت قلب یعنی فضل وانعام احسن مراد ہوگا۔ اس مقام پر یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حق سبحانہ نے مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فرمایا اور من خیر نہیں فرمایا حالانکہ مطلب من خیر کا بھی وہی ہے جو من رحمۃ کا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت میں اشارہ ہے اس طرف کہ حق سبحانہ کے تمام انعامات بلا استحقاق منعم علیھم ہیں اور یہ اشارہ لفظ خیر میں نہ تھا اس لئے اس کے بجائے اس کو اختیار کیا چونکہ اس مضمون کو سن کر کہ حق سبحانہ کے تمام احسانات بلااستحقاق منعم علیھم ہیں کسی کو خلجان ہوتا اس لئے میں اس کو بھی زائل کئے دیتا ہوں یہ شبہ اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ حق سبحانہ کے انعامات کو بندوں کے انعامات کے مماثل سمجھا گیا ہے اور اپنی طاعت کو طاعت عباد کی مانند خیال کیا گیا لیکن خود یہ قیاس ہی غلط ہے کیونکہ آدمی جب بندہ کی خدمت کرتا ہے تو وہ اپنے قویٰ اور اعضاء وغیرہ کو ایک ایسے شخص کے کام میں لگاتا ہے جو اس کے مملوک و مصنوع ہیں اور اس لئے اس کو ان سے انتفاع کا کوئی حق بھی نہیں ہے اس بناء پر خادم مخدوم سے معاوضہ کا مستحق ہوتا ہے بخلاف اس کے کہ جب وہ سبحانہ کی خدمت اور اطاعت کرتا ہے تو وہ خود حق سبحانہ کی مملوک چیزوں کو اس کے کام میں لگاتا ہے اور وہ خود بھی حق سبحانہ کا مملوک ہے ایسی صورت میں وہ اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہوسکتا کیونکہ مملوک من حیث ہو مملوک کا مالک پر کوئی حق نہیں یہ مضمون آپ کی سمجھ میں یوں آسانی سے آجائے گا کہ جب کوئی شخص کسی کی ملازمت کر لیتا ہے تو اب وہ من حیث الخدمت اس کا مملوک ہو جاتا ہے خواہ عارضی ہی طور پر سہی پس جب وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کوئی اپنا فرض منصبی انجام دیتا ہے تو اس کے معاوضہ میں وہ کسی معاوضہ کا مستحق نہیں سمجھا جاتا ایسی حالت میں اگر آقا اس کی خدمت کا کوئی صلہ دے تو وہ اس کا انعام اور احسان سمجھا جاتا ہے اور اپنی خدمت کو اپنا فرض منصبی خیال کیا جاتا ہے پس جب کہ اس کمزور اور برائے نام ملک کا یہ اثر ہے تو آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ملک حقیقی پر اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا کیا حق رکھ سکتا ہے اب ہم کو یہ ثابت کرنا رہ گیا کہ بندہ حق سبحانہ کا مملوک محض ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کی کوئی چیز کسی کی ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے کیونکہ وہ ابتداء میں معدوم محض اور اپنے تمام کمالات حتیٰ کہ اپنی ہستی سے بھی عاری تھا۔ ایسی حالت میں اس کی کوئی چیز خود اس کی ذاتی کیسے ہو سکتی ہے پس لامحالہ اس کی تمام چیزیں کسی دوسرے کی مملوک ہیں اور خدا کے سوا اگر کوئی اس کے مالک ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے تو اس کے ماں باپ ہو سکتے ہیں کیونکہ ان سے زیادہ اس کے ہستی میں کسی کو دخل نہیں ہے حتیٰ کہ اس دخل کی بناء پر بعض لوگوں کو شبہ ہو گیا اور وہ اپنا خالق اپنے ماں باپ کو سمجھ بیٹھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی کی دلیل

چنانچہ جس زمانہ میں میرے ماموں منشی شوکت علی صاحب مدرسہ سرکاری میں مدرس تھے اس زمانے میں ایک انسپکٹر مدارس مدرسہ میں امتحان کے لئے آئے اثنائے امتحان میں انہوں نے لڑکوں سے اپنے منصب کے خلاف سوال کیا کہ بتلاؤ خدا کی ہستی کی کیا دلیل ہے لڑکے بیچارے کیا جواب دیتے وہ تو خاموش رہے ماموں نے فرمایا کہ جناب مجھ سے پوچھئے میں جواب دوں گا۔ انسپکٹر صاحب اپنی افسری کے گھمنڈ میں تھے انہوں نے ناخوشی کے لہجہ میں فرمایا کہ اچھا آپ ہی جواب دیجئے ماموں صاحب نے فرمایا کہ خدا کی ہستی کی دلیل یہ ہے کہ پہلے تم معدوم تھے اور اب موجود ہو اور ہر حادث کے لئے کوئی علت ہونی چاہئے وہ علت خدا ہے اس نے جواب دیا کہ ہم کو تو ہمارے ماں باپ نے پیدا کیا ہے نہ کہ خدا نے ماموں صاحب نے فرمایا کہ آپ کے ماں باپ کو کس نے پیدا کیا اس نے کہا کہ ان کو ان کے ماں باپ نے ماموں صاحب نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو الی غیر النھایہ یوں ہی سلسلہ چلا جاوے گا یا کہیں جا کر ختم ہو گا پہلی صورت میں تسلسل لازم آتا ہے جو کہ محال ہے دوسری صورت میں خدا کا وجود ماننا پڑے گا اس کا اس سے کچھ جواب نہ آیا اور اس نے کہا کہ آپ تو منطق کی باتیں کرتے ہیں لوگوں کا مذاق بگڑ گیا ہے کہ دقیق اور گہرے مضامین کو ناقابل التفات سمجھتے ہیں اور سطحی اور پیش پا افتادہ باتوں کو دلائل خیال کرتے ہیں غرض کہنے لگا کہ ہم ان منطقی باتوں کو نہیں جانتے وہ یہ کہ اچھا اگر خدا ہے تو آپ اپنے خدا سے کہئے کہ ہماری آنکھ درست کر دے یہ انسپکٹر کانا تھا ماموں صاحب نہایت ظریف تھے انہوں نے کہا بہت بہتر ہے ابھی کہتا ہوں یہ کہہ کر انہوں نے آنکھیں بند کر کے آسمان کی طرف منہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے انسپکٹر صاحب سے کہا کہ میں نے عرض کیا تھا مگر وہاں سے یہ جواب ملا ہے کہ ہم نے اس کو دو آنکھیں عطا کی تھیں اس نے ہماری نعمت کی ناشکری کی اور کہا کہ ہمارے ماں باپ نے ہمیں پیدا کیا ہے ہمیں اس پر غصہ آیا ہم نے اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی اب اس سے کہو کہ اس آنکھ کو اپنے انہیں ماں باپ سے بنوا جنہوں نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس جواب پر اس کو بہت غصہ آیا اس کا اور تو کچھ بس نہ چلا مگر معائنہ خراب لکھ گیا اس گستاخی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر درد اٹھا اور ہلاک ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قہر کی دو قسمیں

یاد رکھو کہ حق سبحانہ کا قہر دو طرح کا ہوتا ہے کبھی تو صورتاً بھی قہر ہوتا ہے اور کبھی قہر بصورت لطف ہوتا ہے یہ قہر قہر اول سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

کیونکہ اس میں توبہ اور انابت الی الحق کی طرف توجہ بہت کم ہوتی ہے اس لئے کہ انابت الی الحق اور توبہ تو اس وقت ہو جب کہ آدمی اس کو قہر سمجھے اور جبکہ لطف سمجھتا ہے تو وہ توبہ کیسے کرے گا اور حق سبحانہ کی طرف کیسے رجوع ہوگا بعض مرتبہ بعض سالکین کو یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ وہ معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان کے ذوق وشوق واحوال و مواجید میں کچھ فرق نہیں آتا وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نسبت مع اللہ بہت قوی ہے کہ معصیت سے اس کو صدمہ نہیں پہنچتا ۔اس سے وہ معاصی پر اور دلیر ہو جاتے ہیں واضح ہو کہ یہ قہر بصورت لطف ہے اور قہر بصورت قہر سے زیادہ خطرناک ہے۔ سالکین کو اس سے نہایت ہوشیار رہنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ نسبت احوال مواجید کا نام ہے بلکہ وہ ایک خاص تعلق ہے جو کہ عبد طائع کو حق سبحانہ سے اور حق سبحانہ کو اپنے مطیع بندہ سے ہوتا ہے۔ احوال و مواجید سو یہ غالب احوال میں اس تعلق کی امارات ہوتی ہیں نہ وہ عین تعلق خاص ہیں اور نہ اس تعلق کو مستلزم ہیں اور اگر بالفرض احوال و اذواق ہی کو تعلق مع اللہ یا اس کو مستلزم کہا جاوے تو اس سے صرف یہ لازم آئے گا کہ اس کو خدا کے ساتھ تعلق ہے اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ خدا کو بھی اس سے تعلق ہو پس ایسے سالک کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے طالب علم سے کسی نے پوچھا تھا کہ تمہاری شادی ہوگئی یا نہیں اس نے جواب دیا آدھی ہوگئی اور آدھی نہیں ہوئی اس نے کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے اس نے جواب دیا کہ میں فلاں شہزادی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے تراضی طرفین کی ضرورت ہے سو میں تو رضا مند ہوں مگر وہ رضا مند نہیں پس جس طرح اس طالب علم کی رضا مندی بغیر شاہزادی کی رضا مندی کے بے سود اور کالعدم تھی یونہی اس سالک کا تعلق بغیر حق سبحانہ کے تعلق کے بے کار ہے۔

مستی روحانی اور مستی شہوانی میں فرق

پس خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اصرار بر معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ ہرگز باقی نہیں رہ سکتی ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں ایک مقام پر مہمان گیا میرے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے ہم نے ایک مسجد میں سونے کا ارادہ کیا اتفاق سے اس روز محلہ میں گانا بجانا بھی ہو رہا تھا مجھ کو آواز پہنچی میں نے سونے کے لئے دوسری جگہ تجویز کی مگر میرے ساتھی مسجد ہی میں رہے صبح کو ان صاحب نے مجھ سے کہا کہ رات جس قدر میرا نوافل میں جی لگا ہے اور جس قدر مجھے مزہ آیا ہے اتنا کبھی نہیں آیا محلہ سے گانے بجانے کی آوازیں آ رہی تھیں جس سے ذوق وشوق کو حرکت ہو رہی تھی اور میں اسی ذوق وشوق میں نماز پڑھ رہا تھا اور مجھ پر ذوق وشوق کا ایسا غلبہ تھا کہ خطرات بالکل دفع ہو گئے تھے میں نے کہا کہ جناب یہ تو صحیح ہے کہ خطرات بالکل دفع ہو گئے تھے مگر یہ بھی تو دیکھئے کہ وہ کس چیز سے دفع ہوئے تھے اور مستی ذوق و شوق کس چیز کا تھا۔ یہ مستی روحانی نہ تھی بلکہ شہوانی تھی جو راگ باجے سے منبعث ہوئی تھی پس دافع خطرات خود خطرات سے زیادہ خطرناک تھا ایسی حالت میں یہ اندفاع خطرات کیا قابل قدر ہو سکتا ہے اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی کے

www.besturdubooks.wordpress.com

بچھو کاٹ لے اور وہ رفع تکلیف کے لئے سانپ سے کٹوالے ایسا کرنے سے وہ تکلیف تو ضرور جاتی رہے گی مگر جان کے لالے پڑ جائیں گے پس یہ کہنا کہ کاٹنے سے خطرات دفع ہو گئے تھے عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔

عذر گناہ بدتر از گناہ کا مفہوم

اسی مثال پر ایک حکایت یاد آئی وہ ہے تو غیر مہذب مگر موضح خوب ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ملا دو پیازہ سے بادشاہ نے پوچھا کہ عذر گناہ بدتر از گناہ کے کیا معنی ہیں انہوں نے اس وقت اس کا جواب نہیں دیا اور موقع کے منتظر رہے۔ ایک روز بادشاہ آگے آگے جا رہے تھے پیچھے سے ملا نے ان کی پشت میں انگلی سے اشارہ کر دیا اس نے منہ موڑ کر دیکھا اور تیز لہجہ میں کہا یہ کیا نالائق حرکت ملا نے جواب دیا کہ قصور معاف ہو میں سمجھا کہ بیگم صاحبہ ہیں اس پر وہ اور بھی برافروختہ ہوا تب ملا نے کہا کہ یہ معنی ہیں عذر گناہ بدتر از گناہ کے اس طرح ان صاحب کا یہ عذر کہ مجھ کو خطرات بند ہو گئے اسی مثل کا مصداق ہے۔

اصرار معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ باقی نہیں رہتی

خلاصہ یہ ہے کہ اصرار بر معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ باقی نہیں رہ سکتی اور ذوق وشوق کسی معصیت سے پیدا ہو یا معاصی کی حالت میں باقی رہے وہ قہر بصورت لطف ہوتا ہے جو قہر بصورت قہر سے زیادہ خطرناک ہے خوب سمجھ لینا چاہئے اور کبھی یہ قہر بصورت قہر ہوتا ہے۔

موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں

جیسے اس منکر توحید کو پیش آیا ہاں ہم نے یہ کہا تھا کہ اگر خدا کے سوا کسی پر مالک ہونے کا شبہ ہوتا ہے تو ماں باپ ہو سکتا ہے جیسے اس منکر نے اپنی بکواس میں کہا تھا لیکن ماں باپ بھی مالک نہیں ہو سکتے کیونکہ گو ان کو ان کی ہستی میں گونہ دخل ضرور ہے مگر وہ اس کے خالق نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ امر مشاہد ہے کہ اس کے وجود میں ان کے اختیار کو کچھ دخل نہیں چنانچہ بہت لوگ عمر بھر اولاد کے متمنی رہتے ہیں اور اولاد نہیں ہوتی اور بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے اولاد نہ ہو مگر ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ ماں باپ کو بچے کی ہستی میں محض برائے نام دخل ہے اور موثر حقیقی اور مفیض وجود فقط حق سبحانہٗ ہیں پس وہ ہی اس کی تمام چیزوں کے مالک ہوں گے اور جب وہ مالک ہیں تو بندہ کو اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا کچھ استحقاق نہیں ہے جیسا کہ ہم پیشتر اس کی تفصیل کر چکے ہیں اور جب کہ اس کا کوئی استحقاق نہیں تو حق سبحانہ کے انعامات اس کا فضل محض ہوں گے اس لئے بجائے من خیر کے من رحمۃ فرمایا ہے یہاں تک معلوم ہو گیا کہ رحمت سے مراد انعام خداوندی اور اس کا فضل واحسان ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لفظ رحمت کو لفظ خیر پر کیوں ترجیح دی گئی۔

لفظ رحمت کا مفہوم

اب ہم رحمت وفضل واحسان وانعام واردنی الآیہ کی شرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مفسرین نے بیان کیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ یہاں رحمت عام ہے صحت امن، علم، عمل غرض کہ ہر مفید چیز کو خواہ چھوٹی ہو یا بڑی حتیٰ کہ روح المعانی نے عروہ بن الزبیر سے نقل کیا ہے کہ شفدف بھی رحمت ہے کیونکہ اس سے سفر میں راحت پہنچتی ہے مگر لوگ معمولی چیزوں کو نعمت نہیں سمجھتے بلکہ صرف بڑی چیزوں کو نعمت سمجھتے ہیں جو کہ بڑی مشقتوں کے بعد ملتی ہیں۔اسی لئے وہ چھوٹی نعمتوں پر شکر ہی نہیں کرتے یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے میں جس زمانہ میں تفسیر لکھ رہا تھا اسی زمانہ میں شاید سہارنپور ریلوے تیار ہو رہی تھی حسن اتفاق سے جس روز میں اس آیت کی تفسیر لکھ رہا تھا اسی روز ہماری عیدگاہ کے سامنے پٹری بچھائی جاری تھی اس وقت مجھے عروہ کا قول دیکھ کر خیال ہوا کہ ریل بھی خدا کی نعمت اور وہ بھی رحمت میں داخل ہے۔

تھانہ بھون میں ریل جاری ہونے کی تاریخ

پس میں نے اس مقام پر اس واقعہ کا بھی تذکرہ حاشیہ میں کر دیا اور ریل کے تھانہ بھون پہنچنے کی تاریخ بھی لکھ دی تا کہ بیک کرشمہ دو کار ہو جاوے۔آیت کی تفسیر بھی ہو جاوے اور تاریخ بھی منضبط ہو جاوے۔اب اگر کوئی مجھ سے پوچھتا ہے کہ ریل تھانہ بھون میں کب جاری ہوئی ہے تو میں کہتا ہوں کہ میری تفسیر دیکھ لو وہ متحیر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو تفسیر سے کیا مناسبت ہے تو میں ان سے واقعہ بیان کر دیتا ہوں میں ریل کے نعمت ہونے کی ایک سند ایک بڑے شخص سے بھی رکھتا ہوں جب میری عمر ۱۴ برس کی ہوگی اس زمانہ میں مولانا شیخ محمد صاحب کے وعظ میں حاضر ہوتا تھا ایک وعظ میں آپ نے فرمایا کہ ریل بھی خدا کی نعمت ہے۔

بعض اوقات کفار کے ہاتھ سے نعمت

گو دوسروں کی بنائی ہوئی ہے کیونکہ نعمت بعض اوقات کفار کے ہاتھ سے پہنچتی ہے شاید کسی کو سن کر استعجاب ہو اس لئے میں کہتا ہوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر پس جب کہ کافر کے ہاتھ سے دین کی تائید واقع ہے تو کفار کے ہاتھ سے دنیوی نعمت کا پہنچنا کیوں مستبعد ہے اس مقام پر ایک حکایت یاد آ گئی ایک شیعی نے ایک عالم سے کہا آپ لوگ حضرت عمرؓ کی اشاعت اسلام پر فخر کرتے ہیں اور اس کو ان کے کامل مسلمان ہونے کی دلیل بتاتے ہیں حالانکہ اس سے ان کا اسلام بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ اس سے اتنا تو ثابت ہوا کہ جس دین کی وہ مدد کرے گا وہ دین اسلام اور دین حق ہوگا اب اگر تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا مصداق بناتے ہو تو اس سے اتنا تو لازم آیا کہ انہوں نے دین الٰہی میں مدد کی ہے اب یہ دیکھ لو کہ جس دین کی انہوں نے مدد کی ہے وہ شیعوں کا دین ہے یا سنیوں کا تم ضرور یہی کہو گے کہ سنیوں کا پس سنیوں کے مذہب کا حق ہونا ثابت ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دین بھی یہی تھا لہٰذا ان کا مسلمان اور کامل الایمان ہونا بھی ثابت ہو گیا یہ سن کر وہ شیعی صاحب مبہوت ہو گئے۔خیر تو ہم نے کہا تھا کہ ریل بھی رحمت میں داخل ہے۔

قرآن میں ریل کا ذکر

اب ہم کہتے ہیں کہ اس بناء پر اگر یوں کہا جاوے کہ منجملہ اور نعمتوں کے ریل کا ذکر بھی قرآن میں ہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک حد تک صحیح ہے اور یہ امر کوئی قابل اعتراض نہیں ہے اجمالی ذکر کا انکار محض بلاوجہ ہے اس کا اجمالی ذکر صرف اسی آیت میں نہیں ہے بلکہ دوسرے علماء نے اور آیت میں بھی اس کو داخل کیا ہے مثلاً حق سبحانہ مراکب کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں ویخلق مالاتعلمون اس آیت کے عموم میں ریل بھی داخل ہے کیونکہ اوپر سے سواری اور باربرداری کے جانوروں کا تذکرہ آ رہا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ ولکم فیھا جمال حین تریحون و حین تسرحون و تحمل اثقالکم الیٰ بلدلکم تکونوا بلغیہ الابشق الانفس ان ربکم لرؤف الرحیم والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃً و یخلق مالاتعلمون . پس گویا حق سبحانہ تعالیٰ نے ایجاد ریل کی خوش خبری بھی سنا دی اور حاصل یہ ہوا کہ مذکورہ بالا سواری اور باربرداری کے جانور تو ہم نے تمہارے لئے پیدا کئے ہی ہیں ان کے علاوہ ہم ایک اور باربرداری کی (ریل) پیدا کریں گے جس کا اب تم کو علم بھی نہیں ہے۔ اس سے کسی قدر زیادہ واضح طور پر اس کو ایک مقام پر ذکر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے وایت لھم انا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون و خلقنالھم من مثلہ ما یرکبون کیونکہ ریل بہ نسبت چوپاؤں کے کشتی سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے 'ولکن لایناسب ھذاالمحمل قولہ تعالیٰ و خلقنا الاٰن یؤول والتاویل بعید فلیتامل) خیر تو جبکہ ریل اور شغدف وغیرہ نعمائے دنیویہ بھی رحمت میں داخل ہیں تو نعمائے اخرویہ مثل علم وغیرہ بالاولیٰ اس رحمت میں داخل ہوں گے خصوص علم کا عموم رحمت میں داخل ہونا ایک دوسری آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام پر اپنے انعام واحسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فوجدا عبداً من عبادنا اٰتیناہ رحمۃً من عندنا و علمناہ من لدنا علماً اس سے علم کا ایک رحمت کبریٰ اور موہبت عظمیٰ ہونا ظاہر ہے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ لفظ رحمت ہر مفید چیز کو شامل ہے خواہ دنیوی ہو یا دینی اور چھوٹی ہو یا بڑی اس بناء پر حق سبحانہ نے بعض جگہ اپنے کلام میں نبوت کو کہ اکمل فرد ہے علم کی رحمت سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

رحمت کا اطلاق نبوت پر بھی ہے

اھم یقسمون رحمۃ ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم تفصیل اس مضمون کی یہ ہے کہ جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو علاوہ اور اعتراضوں کے کفار نے کہا تھا کہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ نازل کیا گیا اور اس کو کیوں نہ نبی بنایا گیا حق سبحانہ ان کے اس قول کو نقل فرما کر اس کا جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا کی رحمت یعنی نبوت کو کیا یہ لوگ اپنی تجویز سے تقسیم کرتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حق نہیں ہے کیونکہ سامان معیشت سی ادنیٰ چیز کو تو ہم تقسیم کرتے ہیں اور اس کے تقسیم کا ان کو اختیار نہیں دیا ہے نبوت سی عظیم الشان شے کو یہ خود کیوں کر تقسیم کریں گے اور ان کو اس کے تقسیم کا کیا حق ہوگا جب یہ معلوم ہو گیا کہ رحمت کا اطلاق نبوت پر بھی ہوا ہے تو اس سے ایک دوسری آیت کی تفسیر بھی ہو گئی اور ایک بڑا معرکۃ الآرا مقام حل ہو گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے قل لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی اذالامسکتم خشیۃ الانفاق وکان الانسان قتوراً اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس آیت سے پہلے بھی رسالت

www.besturdubooks.wordpress.com

کا ذکر ہے اور بعد کو بھی یہ بیچ میں انسان کے بخل کا ذکر کیسے آ گیا مفسرین نے اس کے متعلق کوئی تسکین بخش بات نہیں لکھی امام رازی نے گو اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے مگر انہوں نے بھی کوئی شافی بات نہیں لکھی لیکن جب کہ رحمت سے نبوت مراد لی جاوے اس وقت آیت مذکورہ بے تکلف اپنے ماقبل و مابعد سے مرتبط ہو جاوے گی۔

حافظ قرآن ہونا علم تفسیر میں معین ہے

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مفسر کے لئے علاوہ دیگر شرائط کے حافظ ہونا بھی معین ہے کیونکہ القران بعضہ یفسر بعضاً مسلم ہے پس حافظ کی نظر چونکہ پورے قرآن پر ہوتی ہے اس لئے جس قدر آسانی اور صحت کے ساتھ مقصود آیت کی توضیح وہ کر سکتا ہے اس قدر آسانی اور صحت کے ساتھ غیر حافظ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تفسیر کے وقت ایک مضمون کی تمام آیتوں کو ذہن میں متحضر کرے گا اس کے بعد تفسیر کرے گا برخلاف غیر حافظ کے کہ اس کی نظر صرف ایک ہی آیت تک محدود ہوگی اور وہ جو کچھ سمجھے گا اسی ایک آیت سے سمجھے گا البتہ غیر حافظ مولویوں کے لئے تفسیر ابن کثیر زیادہ مفید ہے کیونکہ وہ جس آیت کی تفسیر کرتے ہیں اس مضمون کی تمام آیتوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اس کے بعد تفسیر کرتے ہیں لیکن جس قدر تفسیر ابن کثیر سے غیر حافظ مولویوں کے لئے آسانی ہوتی ہے اسی قدر بخاری کی کتاب التفسیر سے ان کو پریشانی بھی ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اس کا اہتمام نہیں کیا ہے کہ جس صورت یا آیت کی تفسیر کے لئے انہوں نے باب منعقد کیا ہے بعنوان صریح اس کی تفسیر کریں بلکہ وہ ایسا بھی کرتے ہیں کہ ایک سورۃ کے ذیل میں بلا تصریح دوسری سورۃ کے کسی لفظ کی تفسیر کر جاتے ہیں طالب علم اس لفظ کو اس سورۃ میں تلاش کرتے ہیں جب وہ نہیں ملتا تو پریشان ہوتا ہے لیکن اگر وہ حافظ ہو تو اس کو یہ پریشانی نہیں ہو سکتی میں اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ سنو امام بخاری نے باب منعقد کیا ہے باب ماجاء فی فاتحۃ الکتاب اور اس باب میں لکھا ہے الدین الجزاء. فی الخیر والشر کماتدین تدان قال مجاهد بالدین بالحساب مدينين محاسبين پس جب طالب علم قال مجاهد بالدين بالحساب پر پہنچتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ بالدین سورۃ فاتحہ میں کہاں ہے لیکن اگر وہ حافظ ہو تو اس کا ذہن فوراً ارأیت الذی یکذب بالدین کی طرف منتقل ہو جائے گا اور سمجھ لے گا یہ لفظ فلاں سورت میں واقع ہوا ہے اور وہاں اس کی تفسیر منقول ہے اس تفسیر سے مالک یوم الدین کی تفسیر ہے علیٰ ہذا جب وہ مدينين محاسبين پر پہنچے گا اور مدینین کو سورۃ فاتحہ میں نہ پائے گا تو متحیر ہوگا لیکن حافظ کا ذہن فوراً فلولا ان کنتم غیر مدينين الخ کی طرف جو کہ سورۃ واقعہ میں ہے منتقل ہوگا اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ تفسیر دوسری سورۃ سے متعلق ہے اس سے آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ مولویوں اور طالب علموں کے لئے حفظ قرآن کی نہایت شدید ضرورت ہے اسی واسطے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی شخص عربی پڑھنے کا ارادہ ظاہر کرتا تو آپ فرماتے تھے کہ بتلاؤ کہ تم حافظ بھی ہو یا نہیں اس کے جواب میں اگر وہ یہ کہتا جی ہاں میں حافظ ہوں تو آپ فرماتے تھے کہ میں تمہارے مولوی ہونے کا ذمہ کرتا ہوں اور کہتا کہ حافظ تو نہیں ہوں تو فرماتے اچھا کوشش کرو میں بھی دعا کروں گا اور تم بھی دعا کرنا چونکہ اوپر رحمت کی تفسیر میں نبوت و مطلق علم کا فرد رحمت ہونا مذکور تھا جس سے علم کا نبوت کی ساتھ ملابس ہونا معلوم ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نبوت نا قابل انقسام منصب ہے

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق ایک کام کی بات بتلا دی جاوے نبوت ایک منصب خاص ہے جو حق سبحانہ کی طرف سے اس کے خاص بندوں کو بالتخصیص عطا ہوتا ہے بعض چیزیں اس کے لوازم یا مناسبات میں سے ہوتی ہیں جو حقیقۃً نہ عین نبوت ہوتی ہیں نہ جزو نبوت مثلاً علم یا رویائے حقہ وغیرہ بعض لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے اور وہ نبوت کو قابل انقسام سمجھ کر اور اس کے حصے اور اجزاء متعین کر کے اپنے کو جزوی نبی کہنے لگتا ہے یہ ایک سخت مغالطہ ہے اس سے آگاہ رہنا چاہئے۔

رویائے صالحہ کے نبوت کے چالیسواں جزو ہونے کا مفہوم

اور حدیث میں جو آیا ہے کہ رویائے صالحہ نبوت کا چالیسواں جزو ہے وہ محمول بر حقیقت نہیں ہے بلکہ شدت ملابست کی وجہ سے اس کو جزو کہہ دیا گیا ہے اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ نبوت قابل انقسام ہے تب بھی ایسے شخص کو دعوت نبوت کا حق نہیں ہے کیونکہ بعض چیزیں تو ایسی ہوتی ہیں جن کے اجزاء نام میں اپنے کل کی شریک نہیں ہوتی مثلاً اینٹ اور گھر تو رویائے صالحہ وغیرہ کے اجزاء نبوت ہونے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ جس میں کوئی جزو نبوت پایا جاوے وہ نبی کہلا سکتا ہے یہ تفصیل تھی اس آیت کے متعلق جس کو شکر کے لئے اس جلسہ میں تلاوت کیا گیا تھا اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود مثنوی کے متعلق بھی کہ علم نافع کا ایک مادہ تحقیق ہے اور اس کی شرح اور شائقین کے وشرکاء جلسہ کے متعلق بھی کچھ بیان کر دیا جاوے۔

مثنوی مولانا روم مضامین حقہ سے لبریز ہے

مثنوی ایک ایسی کتاب ہے جو مضامین حقہ سے لبریز مولوی جامی نے اس کی نسبت فرمایا ہے۔

ہست قرآن در زبان پہلوی   مثنوی مولوی معنوی

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس میں اسرار ودقائق قرآنیہ کو بیان فرمایا ہے یہ معنی ایسے ہیں جن سے عوام کو وحشت نہیں ہو سکتی اور دوسرے معنی وہ جن میں عوام کے توحش کا خطرہ ہے اور وہ وہ ہیں جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ حال میں بیان فرمائے ہیں یعنی مثنوی حق سبحانہ کا الہامی کلام ہے اور اس مقام پر قرآن سے کلام معروف حق سبحانہ مراد نہیں ہے بلکہ مطلق کلام حق مراد ہے گو بالوحی نہ ہو بالالہام ہو حق سبحانہ کا کلام فی نفسہ تو حرف وصوت سے پاک ہے مگر جس طرح وہ لباس عربیت میں جلوہ گر ہوا ہے یوں ہی لباس فارسی میں بھی جلوہ گر ہو سکتا ہے اس سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب یہ کلام حق ہے تو اس کے لئے بھی وہی احکام ثابت ہوں گے جو قرآن کے ہیں کیونکہ قرآن کا کلام الٰہی ہونا قطعی ہے اور مثنوی کا کلام الٰہی ہونا قطعی نہیں ہے اس لئے دونوں کا حکم ایک نہیں ہو سکتا قرآن اپنے مرتبہ میں رہے اور مثنوی اپنے مرتبہ میں بلکہ دوسری کتب سماویہ خود کلام قطعی بھی ہیں ان کے لئے بھی کسی حکم کا ہو محتاج دلیل مستقل ہوگا خیر یہ وہ معنی ہیں جو حضرت حاجی صاحب نے غلبہ حال میں بیان فرمائے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اہل کمال اور غیر اہل کمال کے غلبہ حال میں فرق

اور یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ اہل کمال مغلوب الحال نہیں ہوتے پھر حاجی صاحب کیسے مغلوب ہوئے کیونکہ یہ خود قاعدہ ہی صحیح نہیں کہ اہل کمال مغلوب الحال نہیں ہوتے ضرور ہوتے ہیں مگر ان میں اور غیر اہل کمال میں فرق یہ ہوتا ہے کہ جن احوال سے غیر اہل کمال مغلوب ہو جاتے ہیں اہل کمال ان سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ ان کے مغلوب کرنے والے احوال دوسروں کے احوال سے اقویٰ ہوتے ہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ اہل کمال کی مغلوبیت کم ہوتی ہے اور غیر اہل کمال کی زیادہ مگر ان کی نفس مغلوبیت کا انکار مشکل ہے انبیاء سے زیادہ کون صاحب کمال ہو سکتا ہے لیکن جب ان کے حالات میں غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تاثر من الحال وہاں بھی ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ان الفاظ سے دعا فرمائی تھی اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لم تعبد بعد الیوم.

اب آپ خیال کر لیجئے کہ اگر غلبہ حال نہ ہوتا تو کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عنوان سے دعا فرماتے جس میں ابہام ہے حق سبحانہ کی احتیاج الی العبادات کا گو آپ کا مقصود یہ نہیں بلکہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ اے اللہ آپ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے گو آپ کو ان کی احتیاج نہیں ہے اور نہ آپ کا کچھ نفع ہے پس اگر تیرے بندوں کی یہ قلیل جماعت ہلاک ہو گئی تو میرے خیال میں پھر حق کی اشاعت نہ ہو سکے گی اور انسانوں کی پیدائش سے جو مقصود ہے وہ فوت ہو جاوے گا اس لئے آپ اس جماعت کو بچا لیجئے علیٰ ہذا موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں رب لوشئت اھلکتھم من قبل وایای اتھلکنا بما فعل السفھاء منا ان ھی الا فتنتک تضل بھا من تشاء و تھدی من تشاء یہ اگر غلبہ حال نہ تھا تو کیا تھا یہ واقعات محض تائید کے درجے میں ہیں اگر ان کو کوئی نہ مانے تو اس کو خود غیر انبیاء اہل کمال کا اعتراف تو ماننا ہی پڑے گا۔

عارف رومی اور ان پر غلبہ حال

حضرت مولانا مثنوی معنوی میں جگہ جگہ اپنی مغلوبیت کا اظہار فرماتے ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

چوں بگوشم تا سرش پنہاں کنم   سر برآرد چوں علم کا ینک منم

خم انم گیردم ناگہ دو گوش   کاے مدمغ چوں ہمی پوشی بپوش

دوسری جگہ کہتے ہیں۔

اے بروں از وہم و قال و قیل من   خاک بر فرق من تمثیل من

بندہ نشکیبد ز تصویر خوشت   ہر زماں گوید کہ جاں مفرشت

علیٰ ہذا اور بہت سے مقامات پر مولانا نے خود اعتراف فرمایا ہے اس تقریر سے من عرف کل لسانہ کے معنی بھی ظاہر ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ اس کل میں کلال سے کلال اضافی مراد ہے نہ کہ عدم انشاء مطلقاً اس مقام پر یہ بھی جان لینا چاہئے کہ یہ مقولہ دو طرح سے منقول ہے اول یوں کہ من عرف کل لسانہ اور دوسرے یوں کہ من عرف طال لسانہ ان دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تعارض نہیں کیونکہ من عرف طال

www.besturdubooks.wordpress.com

لسانه ابتدائی حالت پر محمول ہے اور من عرف کل لسانہ انتہائی حالت یعنی عارف ابتدا میں ضبط اسرار پر قادر نہیں ہوتا اس لئے اس وقت اس کی زبان کشادہ ہوتی ہے لیکن جب وہ پختہ ہو جاتا ہے اس وقت اس کی زبان گنگی ہو جاتی ہے مگر مطلقاً نہیں بلکہ غالب اوقات میں۔ ہاں تو مثنوی مضامین حقہ سے لبریز ہے مگر وہ عوام کی کام کی نہیں ہے کیونکہ اس کے مضامین دقیق ہیں اور مولانا کا کلام ذو وجوہ ہے ہر خیال کا آدمی اس کے مضامین کو اپنے خیالات پر منطبق کر سکتا ہے اس لئے اس میں یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا. کی شان ہے اس لئے مولانا فرماتے ہیں۔

علتیا چوں تیغ پولادست تیز چوں نداری تو سپر واپس گریز

پیش ایں الماس بے اسپر میا کز بریدن تیغ را نبود حیا

مثنوی کا ایک خاص کمال

مثنوی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کے مضامین حافظہ میں ضبط نہیں ہو سکتے حالانکہ میں اس کی شرح بھی لکھ چکا ہوں اور متعدد بار پڑھنے پڑھانے کا بھی اتفاق ہوا ہے لیکن جب اٹھا کر دیکھتا ہوں تو ہر مرتبہ وہ مجھے نئی معلوم ہوتی ہے اور جن اشعار کے جو مضامین میں نے پہلے سمجھے تھے وہ یاد نہیں آتے بلکہ نئے مضامین یاد آتے ہیں کبھی کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا اور خود اپنی شرح کو دیکھنا پڑتا ہے یہی حالت قرآن شریف کی ہے کہ جب دیکھئے نیا معلوم ہوتا ہے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لئے ہی مجھے اپنی تفسیر دیکھنی پڑ جاتی ہے مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن شریف مثنوی شریف بخاری شریف یہ تینوں کتابیں الیلی ہیں یعنی ان تینوں کتابوں کا کوئی ضابطہ نہیں ہے جس کا احاطہ ہو سکے مثنوی اور قرآن کے اس تشابہ طرز بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ مثنوی الہامی کلام حق ہے مثنوی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وقت و علو صولت و شوکت معانی کی طرح اس میں شوکت و صولت الفاظ بھی ہے جو اور کتابوں میں نہیں دیکھے جاتے اور اس کا فیصلہ ذوق صحیح کر سکتا ہے کیونکہ یہ ایک ذوقی بات ہے نہ کہ استدلالی دیکھو ایک بلغاء عرب تھے جن پر قرآن کریم کی بلاغت نے وہ اثر کیا ہے کہ باوجود کمال مخالفت و عناد و حق پوشی کے ان کو جرات نہ ہوئی کہ وہ جھوٹوں بھی کوئی کلام بنا کر اس کے مقابلہ میں لے آئیں اور کہہ دیں کہ یہ اس کے ہم پلہ ہے اور ایک آج کل کے حمقاء ہیں جو مقامات حریری کو بلکہ خود اپنے کلام کو قرآن کے برابر بتاتے ہیں یہ تفاوت کیوں ہے محض اس لئے کہ بلغاء عرب کا ذوق صحیح تھا اور ان کا ذوق فاسد ہے ان کا ذوق صحیح ان کو اعتراف اعجاز پر مجبور کرتا تھا اور ان کا فساد مذاق اس بیہودہ دعوے پر جرات دلاتا ہے دیکھو بلغاء تصریح کرتے ہیں کہ قرآن میں ابلغ الآیات یہ آیت ہے۔ یاارض ابلعی ماء ک و یاسماء اقلعی و غیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی و قیل بعدا للقوم الظالمین.

صحت و فساد مذاق

مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری کی نسبت سنایا گیا ہے کہ جب وہ اس آیت کو پڑھتے تھے تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی حالانکہ ہم لوگوں کو کچھ بھی لطف نہیں آتا یہ فرق کیوں ہے۔ فلذلک فادع فاستقم کما امرت ولاتتبع اهواء هم و قل آمنت بما انزل الله من کتاب و امرت لاعدل

www.besturdubooks.wordpress.com

بینکم الله ربنا و ربکم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لاحجة بیننا و بینکم الله یجمع بیننا و الیه المصیر اتنا عمر بھر میں کسی آیت میں نہیں آیا لیکن اگر پوچھتے کہ کیوں تو میں اس کی وجہ نہیں بیان کر سکتا کہ اس لئے کہ یہ ذوقی امر ہے اور امر ذوقی بیان میں نہیں آ سکتا۔

حسن معنوی ایک ذوقی امر ہے

چنانچہ اگر کوئی کسی پر عاشق ہو اور اس سے پوچھا جاوے کہ تو اس پر کیوں عاشق ہے تو وہ اس کی پوری اور مفصل وجہ نہیں بیان کرتا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس میں فلاں خوبی ہے مثلاً اس کی آنکھ اچھی ہے یا بال اچھے ہیں وغیرہ مگر جب اس سے پوچھا جاوے کہ اس میں کیا اچھائی ہے اور وہ کیوں اچھی ہے تو وہ اس کی وجہ بیان کرنے سے عاجز ہے اس سے معلوم ہوا کہ حسن معنوی کی طرح حسن صوری بھی درحقیقت ذوقی ہے نہ کہ مدرک بالبصر ہاں حسن صوری کو معلوم کرنے کے لئے حسن ظاہر شرط بے شک ہے مگر شرط ہونا اور چیز ہے اور مدرک ہونا اور شئے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ حسن دو قسم کا ہے حسن صوری اور حسن معنوی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مدرک دونوں کے لئے ذوق ہے فرق اتنا ہے کہ حسن معنوی کے ادراک کے لئے حسن ظاہر شرط نہیں ہے اور حسن ظاہر کے ادراک کے لئے شرط ہے۔

ادراک حسن کے لئے بصارت شرط نہیں

اور اسی سے اس کا راز بھی معلوم ہو گیا کہ اندھے کسی پر کیوں عاشق ہو جاتے ہیں اس لئے کہ اس سے معلوم ہوا ہے کہ ادراک حسن کا مدار آنکھ پر نہیں ہے بلکہ بعض خوبیاں بدوں آنکھ کے بھی معلوم ہو سکتی ہیں۔ پس اندھے ان پر ان خوبیوں کی بناء پر عاشق ہوتے ہیں جو بلا توسط آنکھ کے مدرک ہو سکتے ہیں جیسے آواز یا کوئی عادت و خصلت ہے وغیرہ وغیرہ اندھوں کے عاشق ہونے پر ایک اندھے کا قصہ یاد آ گیا لڑکوں کو پڑھاتا تھا ایک لڑکے کی ماں خوشامد میں اس اندھے معلم کے پاس اپنے بچہ کے ہاتھ کبھی کبھی کھانا وغیرہ بھیج دیا کرتی تھی کبھی سلام کہلا بھیجتی اندھے نے سمجھا کہ عورت مجھ سے محبت کرتی ہے اس لئے اس کو بھی اس سے محبت ہو گئی۔

ایک روز اس نے اس لڑکے کے ہاتھ اس کی ماں کے پاس اظہار عشق کے ساتھ درخواست ملاقات کا پیام کہلا بھیجا عورت پارسا تھی اسے ناگوار ہوا اس نے اپنے خاوند سے تذکرہ کیا ان دونوں میں یہ طے ہو گیا کہ اندھے کو اس کا مزہ چکھانا چاہئے اور اس کی صورت بھی تجویز کر لی گئی اس کے بعد اس عورت نے حافظ جی کو لڑکے کے ہاتھ بلوا بھیجا حافظ جی وقت معہود پر پہنچ گئے۔

اتنے میں باہر سے آواز آئی کواڑ کھولو حافظ جی یہ سن کر گھبرائے عورت نے کہا کہ گھبراؤ نہیں میں ابھی انتظام کئے دیتی ہوں تم یہ دوپٹہ اوڑھ کر چکی پیسنے لگو حافظ جی نے ایسا ہی کیا اس نے جا کر کواڑ کھول دیئے خاوند اندر آیا ملی بھگت تو تھی ہی۔ پوچھا یہ کون عورت ہے کہا ہماری لونڈی ہے آٹے کی ضرورت تھی اس لئے بے وقت چکی پیس رہی ہے۔ وہ خاموش ہو رہا حافظ جی نے کیوں چکی پیسی تھی آخر تھک گئے اور ہاتھ سست چلنے لگا یہ دیکھ کر خاوند اٹھا اور کہا مردار سوتی ہے پیستی کیوں نہیں یہ کہہ کر چند جوتے رسید کئے اور آ کر اپنی جگہ لیٹ رہا۔ حافظ جی نے قہر درویش بر جان درویش پھر پیسنا

www.besturdubooks.wordpress.com

شروع کیا تھوڑی دیر پیٹنے کے بعد پھر ہاتھ سست چلنے لگا خاوند نے پھر وہی کیا جو پہلے کیا تھا۔ غرض صبح تک حافظ جی سے خوب جگی پسوائی اور خوب جوتہ کاری کی جب یہ دیکھا کہ حافظ جی کو کافی سزا مل چکی ہے تو حسب قرارداد خاوند وہاں سے ٹل گیا عورت نے کہا حافظ جی اب موقعہ ہے آپ جلدی سے تشریف لے جائیں۔ ایسا نہ ہو وہ ظالم پھر آ جاوے حافظ جی وہاں سے بھاگ گئے اور مسجد میں آ کر دم لیا یہ قصہ تو رفت گذشت ہوا اس کے بعد عورت کو شرارت سوجھی اور اس نے لڑکے کے ہاتھ پھر سلام کہلا بھیجا حافظ جی نے کہا ہاں میں سمجھ گیا آٹا نہیں رہا ہوگا خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔

مثنوی سمجھنے کے لئے ذوق سلیم کی ضرورت

کہنا ہم کو یہ ہے کہ مثنوی میں حسن صوری بھی ہے اور معنوی بھی مگر اس کے سمجھنے کے لئے ذوق سلیم کی ضرورت ہے یہ سب کچھ ہے مگر اس کے مضامین کی وقت اور اس کے ذو وجوہ ہونے نے اس کو اس قابل نہیں رکھا کہ وہ عوام کے ہاتھوں میں رہے کیونکہ اس سے لوگوں کو گمراہی کا سخت اندیشہ ہے اس بناء پر جی یوں چاہتا ہے کہ اس کو یوں پردہ میں چھپایا جاوے کہ کسی کو اس کی ہوا بھی نہ لگے کیونکہ گو مثنوی اپنی ذات سے ایک کتاب ہدایت ہے اور اس سے جو گمراہی پھیلتی ہے اس کی ذمہ دار خود لوگوں کی نااہلیت ہے مگر جس وقت کہ اس کی اشاعت میں ایک مفسدہ ہے گو خارجی ہے اور شیوع اس کا ضروری نہیں تو اس وقت ضرورت اس کی ہے کہ اس کو شائع نہ کیا جاوے اس لئے کہ یہ شرعی قاعدہ ہے کہ جس بات سے کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے اور وہ خود ضروری نہ ہو تو اس کو روک دیا جاتا ہے ہاں اگر وہ امر خود ضروری ہو اور اس میں کوئی مفسدہ بھی ہو تو خود اس کو نہ روکا جاوے گا بلکہ اس وقت خود مفاسد کو روکا جاوے گا لیکن اس وقت اس کے اشاعت کا بند ہونا تو ناممکن ہے کیونکہ اس کے لئے ضرورت ہے حکومت کی اور حکومت ہے نہیں تو اشاعت کیونکہ رکے۔ پس دو صورتیں ہیں یا تو مثنوی سے بالکل تعرض نہ کیا جاوے اور اس پر جو مفاسد مرتب ہوں ہونے دی جاوے یا ان مفاسد کو دور کرنے کی کوشش کی جاوے پہلے صورت کچھ اچھی نہ معلوم ہوتی تھی اس لئے جی چاہتا تھا کہ مثنوی کی کوئی ایسی شرح ہو جاوے جو اس کے مضامین کو شریعت پر منطبق کر دے مگر اس طرح کہ حق بھی نہ چھوٹنے پائے تاکہ ایک حد تک مفاسد کا انسداد ہو جاوے۔

کلام کی شرح لکھنے کے لئے مذاق سخن شرط ہے

اب تک جو لوگوں نے حواشی و شروح لکھے وہ فرداً فرداً تو کافی نہیں کیونکہ بعض تو فن کو چھوڑ دیا ہے جیسے محض اہل علم ظاہر اور بعض نے شریعت کو چھوڑ دیا جیسے ولی محمد اور بعض ایسے ہیں جن کو مذاق سخن حاصل نہیں ہے اور جب تک مذاق سخن نہ ہو اس وقت تک کسی کے کلام کی شرح ناممکن ہے غرض کہ جہاں تک ہم نے غور کیا ہم کو کوئی شرح یا حاشیہ ایسا نہ ملا جو ان تمام باتوں کا جامع ہو یہ ممکن ہے کہ ان سب کے مجموعہ سے مقصود حاصل ہو جاوے مگر اس میں اول تو یہ دقت ہے کہ ہر شخص کے پاس اتنا ذخیرہ جمع ہونا مشکل پھر اگر جمع بھی ہو جاوے تو ہر شخص میں تنقید کی قابلیت کب ہے۔

کلید مثنوی لکھنے کا سبب

اس بنا پر جی چاہتا تھا کہ کوئی ایسی شرح ہو جاوے جس میں ان تمام باتوں کا حتی الامکان لحاظ رکھا گیا ہو۔ لیکن

www.besturdubooks.wordpress.com

احباب کیا اصرار سے یہ بار خود مجھ ہی کو اٹھانا پڑا اور میں نے دفتر اول کی شرح پوری کر دی اس کے بعد کئی سال تک ہمت پست رہی پھر احباب کے طرف سے بھی اصرار ہوا کچھ آمادگی ہوئی لیکن یہ امید نہ ہوئی کہ میں اس کو پورا کر سکوں گا اس لئے خیال ہوا کہ کچھ اور لکھ دیا جاوے اور میں نے حاجی صاحب سے سنا تھا کہ دفتر ششم میں اسرار بہت ہیں اس لئے خیال ہوا کہ دفتر ششم کی شرح بھی ہو جاوے تو اچھا ہے اس بناء پر میں نے دفتر ششم کی شرح شروع کی اور بدقت تمام اس کو ختم کیا اب تو ہمت بالکل ہی پست ہو گئی لیکن احباب کا اصرار کسی طرح پھر ہوا تب خیال ہوا کہ اس کو پورا ہونا چاہئے اور ہمت تھی نہیں اس لئے اس کے لئے یہ تدبیر بتلائی کہ میں پڑھا دوں اور پڑھنے والے ضبط کر لیں چنانچہ دفتر ثالث نصف اول دفتر رابع اول دفتر خامس کی شرح اس طرح تحریر مولوی حبیب احمد و مولوی شبیر علی تمام ہو گئی۔

مولانا حبیب احمد صاحب کو مثنوی سے مناسبت

اس کے بعد بعض عوارض کی وجہ سے اس کے درس کا سلسلہ موقوف ہو گیا مگر اس کی تحریر موقوف نہیں ہوئی یعنی میں نے مولوی حبیب احمد کو بوجہ اس کے کہ میرے خیال میں ماشاء اللہ ان کو مثنوی سے پوری مناسبت تھی اجازت دے دی کہ تم خود لکھ لو اور جو مقام حل نہ ہو یا جہاں کہیں کوئی شبہ ہو مجھ سے پوچھ لو نصف ثانی دفتر رابع ربع ثانی و ثالث و رابع دفتر خامس کی شرح اس طرح تمام ہوئی۔ غرض چار دفتر تو یوں تمام ہوئے اور دو دفتر میں خود لکھ چکا تھا اس لئے اب بفضلہ تعالیٰ پوری مثنوی کی شرح ہو گئی چونکہ حق سبحانہ کا یہ ایک بہت بڑا انعام اور احسان تھا اس لئے جی چاہا کہ اس کے ادائے شکر کے لئے بے تکلف و اہتمام خاص ایک جلسہ کیا جاوے جس میں حق سبحانہ کی اس نعمت کو ظاہر کیا جاوے کیونکہ اظہار نعمت بھی شکر ہے اگر بہ نیت تفاخر نہ ہو چونکہ بعض وہ احباب موجود نہ تھے جن کے شریک کرنے کو جی چاہتا تھا اس لئے اس میں ذرا تاخیر ہو گئی آج وہ بھی اتفاقاً آ گئے اور احباب غیر متوقع بھی آ گئے اس لئے خیال ہوا کہ یہ کام آج ہی ہو جاوے تو اچھا ہے اس لئے یہ مختصر اور بے تکلف جلسہ منعقد کیا گیا گو شرح مثنوی کا کام ہمارے کئی کے ہاتھوں انجام پایا جائے۔

چھوٹی اور بڑی ہر نعمت پر اظہار شکر کی ضرورت

مگر ہمیں اس پر ناز نہ ہونا چاہئے کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں مایفتح الله للناس من رحمة فلاممسک لها و مایمسک فلامرسل له من بعده وهو العزيز الحكيم۔

یعنی حق سبحانہ جس چھوٹی یا بڑی نعمت کو کھول دیں اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو وہ بند کر دیں اس کو کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالب مطلق اور حکیم مطلق ہیں نیز فرماتے ہیں ما اصابکم من نعمة فمن الله یعنی جو نعمت تم کو ملی وہ حق سبحانہ کی طرف سے ہے ان نصوص میں تصریح ہے کہ ہر نعمت خواہ علم ہو یا کچھ اور اسی کے اختیار میں ہے اور بدوں اس کے دیئے کسی کو نہیں مل سکتے پس بجائے اس کے ناز کیا جاوے ہم کو حق سبحانہ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے ہم پر انعام کیا اور ہم سے یہ خدمت لی ہم کو ناز کا کیا حق ہو سکتا ہے جب کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ہوتا ہے ولئن شئنا لنذهبن بالذی او حینا الیک

شارحین مثنوی کی شکر گزاری اور انہیں ہدیہ سے نوازنا

پس ہم کو خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے یہ مضمون تو حق سبحانہ کے شکر سے متعلق تھا اب میں کہتا ہوں کہ حدیث میں من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اس لئے مجھے شارحین کی شکر گزاری کی بھی ضرورت ہے کیونکہ ان سے مجھے اس مقصد میں مدد ملی ہے سو ایک تو ان کی شکر گزاری کی یہ ہی صورت ہے کہ ان کی ثنا کی ساتھ ذکر ہو رہا ہے اور دوسری صورت ان کی شکر گزاری کی یہ کہ میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ان پر حق تعالیٰ اپنی رحمت فرماویں اور ان کو تقویٰ حقیقی نصیب فرمائیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ میں ان کے لئے کوئی ہدیہ تجویز کروں سو مولوی شبیر علی تو میری مثل جز کے ہیں ان کے لئے کوئی ہدیہ تجویز کرنا تو خود اپنے لئے تجویز کرنا ہے اور مولوی حبیب احمد میرے دوست ہیں گو وہ بھی میرے لئے من وجہ جز وہی کی مثل ہیں مگر پھر بھی دونوں میں بہت فرق ہے اس لئے میں ہدیہ رسم صالحہ کے طور پر صرف مولوی حبیب احمد کے لئے تجویز کرتا ہوں اس تفریق کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ اور یہ نہیں فرمایا لکان ابوبکر اس کی وجہ استادی علیہ الرحمۃ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ابوبکر صدیقؓ بوجہ شدت تعلق برسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملحق برسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حکما بعد کے مضاف الیہ میں داخل ہیں گو حیثیات الحاق دونوں واقعوں میں جداگانہ ہیں مگر اس سے اصل مقصود پر اثر نہیں پڑتا دوسری وجہ فرق یہ ہے کہ یہ نفس کر فرمایا' کہ مولوی حبیب احمد نے شرح کو پورا کیا ہے اور مولوی شبیر علی نے پورا نہیں کیا اس کی ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جو بات محبت سے ہو وہ خود بھی محبوب ہے خواہ فعل ہو خواہ ترک ہو کیونکہ کبھی فعل مودی ہوتا ہے مقتی کی اور کبھی ترک۔

مولانا حبیب احمد صاحب کو مفتاح مثنوی کے لقب سے نوازنا

خیر جو تحفہ میں نے مولوی حبیب احمد کے لئے تجویز کیا ہے وہ اب میں پیش کرتا ہوں برگ سبز ست تحفہ درویش اس تحفہ کو حقیر نہ سمجھئے یہ میری ٹوپی ہے جس میں یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

گشتہ مفتاح باب مثنوی ۔۔۔ اے حبیب مولوی معنوی

اس میں لفظ حبیب مضاف ہے مگر بشکل موصوف اس کو عربی میں یوں پڑھا جا سکتا ہے۔

صرف مفتاحا لباب المثنوی ۔۔۔ یا حبیب المولوی المعنوی

میں نے اس پر ۱۳۳۶ھ بھی یادداشت کے لئے لکھ دیا ہے اور میں حبیب احمد کو مفتاح المثنوی کا لقب دیتا ہوں اور صلاح اعمال کی دعا کرتا ہوں اس کے بعد اتمام ذرہ نوازی کے لئے اس نااہل کو اپنے دست مبارک سے ٹوپی اوڑھا دی حبیب احمدؒ میں شارحین کو حق سبحانہ کا ارشاد مایفتح اللہ للناس من رحمة فلا ممسک لها وما یمسک فلا مرسل له

پھر یاد دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ اس پر ناز نہ کریں بلکہ خدا کا شکر ادا کریں کیونکہ یہ ان کا انعام ہے جو ان پر کھولا گیا ہے اگر وہ بند کر لیتے تو پھر اس کا کوئی کھولنے والا نہ تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

وعظ کا نام شکر المثنوی تجویز فرمانا

اس لئے میں اس وعظ کا نام شکر المثنوی رکھتا ہوں اور حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ مثنوی کے سبق کے بعد یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ جو کچھ اس میں ہے ہمیں بھی نصیب ہو سبحان اللہ کیسی مختصر اور جامع دعا ہے اور ایک دفعہ اس دعا کے بعد فرمایا تھا کہ جو لوگ اس وقت موجود ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب کو ایک ذرہ محبت عطا ہو گا آپ نے تو یہ بشارت دی تھی کہ جتنے لوگ اس جلسہ میں شریک ہیں سب کو اس میں سے حصہ ملے گا ہم بشارت کے قابل نہیں ہاں ہم کو حق سبحانہ کے فضل سے امید ہے کہ جتنے اس جلسہ میں شریک ہیں ان کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس سے حصہ ملے گا۔

کلید مثنوی کی تکمیل پر تقسیم مٹھائی

اس جلسہ میں تقسیم کے لئے مٹھائی بھی منگائی گئی جو تقسیم ہونے والی ہے جو لوگ اس تقسیم میں ایسے ہیں جن کو مٹھائی دینے سے ثواب ملے اے اللہ اس کا ثواب حضرت مولانا رومی کو پہنچے یہ فاتحہ مروجہ نہیں ہے کیونکہ اس میں اور فاتحہ مروجہ میں بہت فرق ہے۔ اہل بدعت کی شیرینی وغیرہ ان کے آگے ہوتی ہے ہماری مٹھائی بائیں طرف رکھی ہے وہ کسی شے پر فاتحہ دے کر خود ہی کھا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس شے کا ثواب مردہ کو پہنچ جاوے گا ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے ایک عورت کا قصہ ہے کہ جب وہ کوئی چیز پکاتی تو اس کو چند پیالوں میں اتارتی اور کہتی کہ یہ فلانے کے نام کا ہے اور یہ فلانے کے نام کا اس کا ثواب فلانے کو پہنچے اور اس کا فلانے کو کہہ کر خود کھا جاتی سو ہمارے فاتحہ تو ایسی نہیں اہل بدعت کے یہاں ثواب کی تین قسمیں ہیں ایک مستحقین کو دینے کا اور ایک غیر مستحقین کو دینے کا ایک خود کھانے کا اس لئے ان کے مردوں کو ثواب بھی کم پہنچتا ہے کیونکہ جو غیر مستحقین کو دیا گیا ہے اس میں اگر خلوص نہ تھا جو کہ اغلب ہے کیونکہ ان کے ایصال ثواب میں یا ریا و تفاخر ہوتا ہے یا محض پابندی رسم و تقلید آباء تو وہ یوں اکارت گیا۔ اب بتلایئے مردوں کو کیا پہنچا بر خلاف اہل حق کے کہ جب وہ ایصال ثواب کریں گے تو اس میں اس کی شرائط کا لحاظ رکھیں گے اس لئے سارا ثواب مردوں کو پہنچے گا ایک قصہ ہے کہ ایک شخص نے منت مانی تھی منت کا کھانا جن لوگوں کو کھلایا گیا ان میں کوئی تحصیلدار تھا کوئی پیشکار غرض کہ سب اغنیاء تھے ایک شخص نے کہا بھائی جس نے مساکین نہ دیکھے ہوں اس جلسہ میں دیکھ لے اگر کسی کو ہمارے مولانا کو ثواب پہنچانے پر یہ شبہ ہو کہ وہ تو خود بزرگ ہیں ان کو ثواب پہنچانے سے کیا فائدہ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دو فائدے ہیں ایک فائدہ تو خود بزرگوں کا ہے وہ یہ کہ مراتب بلند ہوں گے اور ان کے تقریب خداوندی میں اضافہ ہو گا جس کے وہ ہم سے زیادہ طالب ہیں دوسرا فائدہ خود ہمارا ہے کہ ان کے تعلق سے حق سبحانہ کو ہم سے تعلق ہو گا کیونکہ وہ خدا کے دوست ہیں اور دوست کا دوست دوست ہوتا ہے۔

آیت متلوہ کی عجیب و غریب تفسیر

اب میں آیت متلوہ کے متعلق تھوڑا سا مضمون اور بیان کرتا ہوں اس کے بعد اس بیان کو ختم کر دوں گا وہ یہ ہے کہ حق سبحانہ نے جس طرح اس آیت میں اپنے عموم قدرت و قہر غلبہ کو صراحتاً بیان فرمایا ہے یوں ہی انہوں نے اس میں اپنے کمال جود و کرم کی

طرف بھی اشارہ فرمایا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ آیت میں جملہ اولیٰ میں فتح کے مقابلہ میں امساک لائے ہیں اور امساک کے مقابلہ میں فتح اور جملہ ثانیہ میں امساک کے مقابلہ میں ارسال لائے ہیں اور ارسال کے مقابلہ میں امساک۔

پس اس میں دو امر خلاف ظاہر ہیں ایک تو جملہ اولیٰ میں فتح کے مقابلہ میں امساک اور امساک کے مقابلہ میں فتح لانا کیونکہ فتح کا مقابلہ غلق ہے نہ کہ امساک اور امساک کا مقابلہ ارسال ہے نہ کہ فتح اور دوسرا یہ کہ جملہ ثانیہ مقابل ہے جملہ اولیٰ کا اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فتح کا مقابلہ غلق ہے نہ کہ امساک۔

پس جملہ اولیٰ میں ما یفتح اللہ فرمایا اور اس کے مقابلہ میں جملہ ثانیہ میں ما یمسک فرمانا خلاف مقتضائے تقابل ہے اس بناء پر آیت مذکورہ پر شبہ ہوتا ہے کہ اس میں رعایت نہیں رکھی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رعایت معنوی چونکہ رعایت لفظی پر مقدم ہے اور رعایت معنوی عدم لحاظ تقابل میں تھی اس لئے اس کا لحاظ نہیں کیا گیا تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس آیت سے جس طرح اظہار کمال قدرت مقصود ہے یوں ہی اس میں غایت کرم اور کمال جود کی طرف بھی اشارہ ہے پس جملہ اولیٰ میں بجائے لفظ ارسال کے فتح کا لفظ اس واسطے استعمال کیا گیا ہے کہ گو یہ دونوں لفظ اطلاق پر دلالت کرتے ہیں مگر جو دلالت اطلاق پر لفظ فتح کرتا ہے وہ دلالت لفظ ارسال نہیں کرتا اس لئے ما یفتح اللہ میں اشارہ ہوگا اس طرف کہ جب حق سبحانہ کسی پر رحمت کرتے ہیں تو بہت اور بے دریغ کرتے ہیں اور یہ اشارہ ارسال میں نہ تھا اس لئے بجائے ارسال کے فتح لایا گیا اور بجائے غلق کے امساک کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ جس قدر کمال قدرت نفی ممسک سے ظاہر ہوتا ہے اس قدر نفی غالق سے ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ غلق خاص ہے اور امساک عام اور نفی عام تو نفی خاص کو مستلزم ہے مگر نفی خاص نفی عام کو مستلزم نہیں اور جملہ ثانیہ میں لفظ امساک بجائے غلق کے اس لئے لایا گیا ہے کہ وہ دلالت کرتا ہے کرم پر کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق سبحانہ جب کسی پر انعام نہیں کرتے تو یہ اس کا بند کرنا نہیں ہوتا کہ نہر جاری نہ ہو بلکہ کسی وجہ سے عارضی طور پر روک لینا ہوتا ہے اور زوال عارض کے بعد پھر اسکا اجراء ہو جاتا ہے۔

ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا غالق لہا اس لئے نہیں کہا کہ اس میں گو کثرت جود کی طرف اشارہ ہے مگر اس سے کمال قدرت کا اظہار نہیں ہوتا کیونکہ نفی غالق کے لئے نفی ممسک لازم نہیں اور ما یرسل اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا اس واسطے نہیں فرمایا گو اس میں کمال قدرت کا اظہار ہے مگر اس سے کمال جود مفہوم نہیں ہوتا اور ما یرسل اللہ للناس من رحمۃ فلا غالق اس واسطے نہیں فرمایا کہ نہ اس میں کمال قدرت کا اظہار ہے اور نہ کمال جود کی طرف اشارہ اور ما یغلق فلا فاتح لہ اس واسطے نہیں فرمایا کہ حق سبحانہ کی طرف سے غلق رحمت نہیں ہوتا بلکہ فقط امساک ہوتا ہے۔ جو کہ ادنیٰ ہے غلق سے نیز اس میں کمال قدرت پر بھی دلالت نہیں ہے کیونکہ نفی فاتح مستلزم نفی مرسل نہیں ہے۔

ما یغلق فلا مرسل لہ اس واسطے نہیں نہیں فرمایا گو اس میں کمال قدرت پر دلالت ہے مگر حق سبحانہ غلق رحمت نہیں فرماتے اور ما یمسک فلا فاتح لہ اس واسطے نہیں فرمایا کہ اس میں کمال قدرت پر دلالت نہیں ہے۔ اس تفصیل کے بعد آیت کا حاصل یہ نکلا کہ حق سبحانہ جب کسی پر کوئی عنایت کرتے ہیں تو بے دریغ کرتے ہیں اور خود ان کی طرف سے کوئی روک نہیں ہوتی اور جس کسی پر وہ عنایت کرتے ہیں اس کا کوئی بند کرنے والا تو در کنار روکنے والا بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہوتا اور جس پر وہ رحمت نہیں کرتے تو وہ اس کو بند نہیں کرتے بلکہ کسی عارض کی وجہ سے روک لیتے ہیں اور اگر وہ عارض زائل ہو جاوے تو پھر جاری فرما دیتے ہیں اس سے اہل سلوک کو خاص طور پر سبق لینا چاہئے اور اگر کسی وقت احوال و مواجید اور ذوق شوق میں کمی آ جاوے یا وہ بند ہو جاویں تو مایوس نہ ہوں کیونکہ حق سبحانہ نہایت کریم ہیں اس لئے کسی نعمت کو خود نہیں روکتے بلکہ کسی عارض کی وجہ سے روکتے ہیں اور عارض کبھی معصیت ہوتا ہے اور کبھی غیر معصیت پس اگر معصیت ہو تو اس کا توبہ و استغفار سے تدارک کرنا چاہئے حق سبحانہ پھر اس کو جاری فرما دیں گے اور غیر معصیت ہو تو سمجھنا چاہئے کہ یہ روکنا کسی خاص مصلحت سے ہے اور مفید ہے نہ کہ مضر اس لئے اس کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے اور اپنا کام کرتے رہنا چاہئے اور پریشان نہ ہونا چاہئے کیوں حق تعالیٰ حکیم ہے یا نہیں۔

حق تعالیٰ شانہ کے ہر امر میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے

چنانچہ اسی آیت میں وھو العزیز الحکیم فرمایا ہے اسی لئے ان کی کسی نعمت کے روکنے میں کوئی مصلحت ہوتی ہے خود میرا واقعہ ہے کہ ابتدا میں جب کہ جوش زیادہ تھا ایک مرتبہ خیال ہوا کہ ہم کو طلب بھی ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ حق سبحانہ کو ہماری حالت کا علم ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان کو قدرت تامہ بھی حاصل ہے اور کریم بھی ہیں پھر ان باتوں کے ہوتے ہوئے دیر کیوں ہے اس کا جواب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا جب بہت پریشانی بڑھی تو خیال ہوا کہ مولانا رومیؒ سے مشورہ لو یہ خیال کر کے مثنوی کھولی تو پہلے ہی صفحہ پر اشعار نکلے جن میں چاروں مقدمے وہ تھے جو میں نے قائم کئے تھے اور پانچواں مقدمہ اور تھا جو کہ میرے ذہن میں نہ تھا جس کے نہ ہونے کی سبب میری سمجھ میں جواب نہ آتا تھا یعنی یہ کہ وہ حکیم بھی ہیں اور اس تاخیر میں حکمت ہے اشعار مذکورہ یہ ہیں۔

چارہ میجوید پے من درد تو | می شنو دم دوش آہ سرد تو
می توانم ہم کہ بے ایں انتظار | رہ نمایم دادہم راہ گزار
تا ازیں طوفاں دوراں وارہی | برسر گنج و صالم پانہی
لیک شیرینی و لذات مقر | ہست بر اندازہ رنج سفر
آنگہ از فرزند و خویشاں برخوری | کز غریبی رنج محنتہا بری

حاصل اشعار یہ ہے کہ یہ مسلم ہے کہ تمہاری درد عشق میرے وصال کی تدبیر کا طالب ہے (اس میں میرا مقدمہ اولیٰ تسلیم کیا ہے) اور میں کل رات تمہاری آہ سرد کو سنتا بھی تھا (اس میں میرے مقدمہ ثانیہ کو مانا گیا ہے) اور میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ تم کو اپنے وصال کی طرف رہنمائی کروں اور تمہیں آنے کے لئے راستہ دے دوں تا کہ تم گردش کے طوفان سے نجات پاؤ اور میرے گنج وصال پر پہنچ جاؤ (اس میں میرے مقدمہ ثالثہ کو تصریحاً اور رابعہ کو اشارۃً تسلیم کیا ہے لیکن کسی قدر تاخیر کے بعد کیونکہ قاعدہ ہے کہ گھر کا مزہ اور اس کی لذت اسی قدر حاصل ہوتی ہے جس قدر کہ سفر میں تکلیف اٹھائی ہو اور تم کو اپنے بال بچوں اور عزیز و اقارب سے مل کر لطف تام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ سفر میں بہت کچھ تکلیفیں اور زحمتیں اٹھانی پڑی اس مضمون میں ایک مقدمہ خامسہ بتلایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم حکیم بھی ہیں اور ہمارے کام مصلحت سے ہوتے ہیں۔ اس توقف میں یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مصلحت ہے کہ جب تمہیں ہمارا وصال نصیب ہو تو تمہیں اس کی قدر ہو واقعی بات یہ ہے کہ جو راحت بہت سی تکالیف کے بعد حاصل ہوتی ہے اس میں نہایت ہی لطف آتا ہے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مجھے مولوی ناظر حسن کی بارات میں شریک ہونا چھوڑ دیا ہے بارات دیر میں رخصت ہوئی اور راستہ ہی میں رات ہو گئی مینہ اور آندھی رعد و برق کے ساتھ جو آئی لوگ اپنی اپنی گاڑیاں اڑا لے گئے ہماری گاڑی بھی اکیلی رہ گئی غرض بے حد تکلیف ہوئی اللہ اللہ کر کے تھانہ بھون آیا جب میں گھر پہنچا ہوں میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت مجھے کس قدر لطف آیا ہے اور کس قدر راحت حاصل ہوتی ہے اسی پر ان سالکین کی حالت کو قیاس کر لینا چاہئے جو بہت سی تکالیف برداشت کرنے کے بعد مقصود تک پہنچتے ہیں۔ اب ایک بات اور بیان کرتا ہوں اس کے بعد بیان کو ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔ **وما یمسک فلا مرسل له من بعده** من بعدہ میں مضاف محذوف ہے اے من بعد امسا کہ چونکہ مضاف بلا ذکر بھی سمجھا جاتا تھا اس لئے اس کو حذف کر دیا گیا غرضکہ قرآن میں لفظی اور معنوی دقائق و محاسن بے انتہا ہیں مگر جس قدر ان کو اہل زبان سمجھ سکتے ہیں غیر اہل زبان نہیں سمجھ سکتے ایک شاعر کا واقعہ ہے کہ اس نے بڑی محنت اور دماغ سوزی کے بعد ایک شعر کہا اور اس پر بہت خوش ہوا شعر یہ تھا۔

سیہ چوری بدست آں نگاری نازنین دیدم بشاخ صندلیں پیچیدہ مار آتشیں دیدم

اور بہت فخر کے ساتھ ایک اہل زبان شاعر کو سنایا۔ اس نے سنتے ہی ناک چڑھائی اور بجائے اس کے کہ تعریف کرتا یہ کہا کہ تم نے شعر کا ناس کر دیا۔ نازنین دیدم آتشیں دیدم کیا کہو۔

سیہ چوری بدست آں نگارے بشاخ صندلیں پیچیدہ مارے

اس اصلاح نے شعر کو کہیں پہنچا دیا۔ واقعی زبان کا لطف اہل زبان ہی کو حاصل ہوتا ہے غیر اہل زبان کو وہ لطف نہیں آتا۔

خاتمہ بر دعائے خیر

اچھا اب دعا کرو مولانا رومی کے لئے اور وعظ لکھنے والوں کے لئے بھی اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی اور شارحوں کے لئے بھی کہ خداوند تعالیٰ ہر غلطی سے بچائیں آمین۔

www.besturdubooks.wordpress.com